نغمہ صفی عمران سیریز

مجرم فرشتہ	کلب کا ہنگامہ
پراسرار ایڈونچر	سازش کا سایہ
احمق پجاری	خوفناک مجرم
مخلص دشمن	معصوم قاتلہ
عفریت	موت کا پیالہ
اسمگلر درندہ	مادام ژوالا
سنہری اژدہا طشتری	غداروں کا ٹولہ
چور سفیر	بلیک چارلی
قاتل کون	احمق پجاری
گینگ لیڈر	خالی مکان
ناچتے شعلے	دھکتے ویرانے
قاتل کی تلاش	دھکتے ویرانے
پراسرار خودکشی	موت کا پھندا
برادرز کلب	
ہیروں کا ہنگامہ	
انتقام کی آگ	

ڈائمنڈ اردو بکس

ڈائمنڈ اردو بکس

DiamondUrduBooks.com

اردو ادب، علم اور ثقافت کا بہترین آن لائن ڈیجیٹل ذخیرہ

✦ ویب سائٹ کا جامع تعارف

ڈائمنڈ اردو بکس ڈاٹ کام (DiamondUrduBooks.com) اردو زبان و ادب کی ترویج و اشاعت کے لیے قائم کردہ ایک ممتاز اور بین الاقوامی آن لائن ڈیجیٹل لائبریری ہے۔ ہمارا بنیادی مقصد دنیا بھر میں موجود اردو دان طبقے، بالخصوص قارئین، محققین، اور طلبہ کو اعلیٰ معیار کی کتب بالخصوص تاریخی، مذہبی، اصلاحی، جاسوسی اور ادبی شاہکار پی ڈی ایف (PDF) فارمیٹ میں بالکل مفت اور آسان رسائی کے ساتھ فراہم کرنا ہے۔

✦ ڈائمنڈ اردو بکس کی نمایاں خصوصیات

📚 وسیع ڈیجیٹل لائبریری

ہزاروں کی تعداد میں تاریخی، اسلامی، رومانی اور جاسوسی ناولز کا اعلیٰ ذخیرہ۔

⚡ ایچ ڈی (HD) کوالٹی

تمام کتب انتہائی صاف ستھرے اور ایچ ڈی پی ڈی ایف فارمیٹ میں دستیاب ہیں۔

📱 آسان اور تیز رسائی

موبائل اور کمپیوٹر پر بغیر کسی دشواری کے آن لائن مطالعہ اور ڈاؤن لوڈنگ۔

💎 مفت مطالعہ سروس

قارئین کے لیے تمام مواد مکمل طور پر مفت دستیاب ہے تاکہ علم ہر جگہ پہنچے۔

💡 ہمارا بنیادی عزم و مقصد

اردو زبان کی بقا اور کتاب سے دوستی کے کلچر کو عام کرنا ہمارا اولین مقصد ہے۔ ہم جدید ترین ڈیجیٹل ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے اردو ادب کو ہر جگہ پہنچانے کے لیے کوشاں ہیں۔

دستیاب کتب و تحاریر کی اقسام

DiamondUrduBooks.com

✦ دستیاب کتب کے اہم شعبہ جات

شعبہ / کیٹیگری	موضوعات	قارئین کی پسندیدگی
تاریخی ناولز	اسلامی تاریخ، فاتحین کے کارنامے اور عظیم سلطنتیں	★★★★★ (بہت اعلیٰ)
سلسلہ وار کتب	اسلم راہی ایم اے، عنایت اللہ التمش وغیرہ	★★★★★ (ممتاز)
شاعری و ادب	کلاسک اور جدید شعراء کے منتخب مجموعے	★★★★☆ (بہترین)
مذہبی و اصلاحی	تربیتی کتب، سیرت النبی ﷺ اور سوانح حیات	★★★★★ (مقبول)

مصنفین، شعراء اور اہل قلم کو دعوت!

کیا آپ ایک مصنف، ناول نگار، شاعر یا کالم نگار ہیں؟ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی تحریر یا کتاب دنیا بھر کے لاکھوں اردو قارئین تک پہنچے؟

ڈائمنڈ اردو بکس ڈاٹ کام (DiamondUrduBooks.com) تمام نئے اور تجربہ کار لکھاریوں کو یہ سنہری موقع فراہم کرتی ہے کہ وہ اپنی تخلیقات کو ہماری معتبر ویب سائٹ اور پلیٹ فارم کے ذریعے قارئین تک پہنچائیں۔

ہم درج ذیل شعبہ جات میں تحاریر کا خیر مقدم کرتے ہیں:

اردو ناولز (تاریخی و معاشرتی) | شاعری و غزلیں | افسانے و کہانیاں | مذہبی و اصلاحی مضامین | تحقیقی مقالے

ہمارے پلیٹ فارم کے ساتھ جڑیں

DiamondUrduBooks.com

✦ مصنفین کے لیے خصوصی سہولیات

🌐 عالمی سطح پر رسائی
آپ کی تحریر پاکستان سمیت پوری دنیا کے اردو قارئین تک فوری پہنچے گی۔

🛡️ محفوظ پی ڈی ایف پیشکش
آپ کے نام، تعارف اور حقوق کے مکمل احترام کے ساتھ کتاب کی پیشکش۔

📈 مفت شائعات اور تشہیر
ویب سائٹ اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر آپ کی تحریر کی مفت تشہیر۔

🤝 مستقل تعاون
نئے اور ابھرتے ہوئے قلمکاروں کی مکمل حوصلہ افزائی اور رہنمائی۔

رابطہ کریں اور اپنی تحریر پہنچائیں

اپنی کتاب، مقالہ، شاعری یا تحریر بھیجنے کے لیے ہماری ایڈمن ٹیم سے واٹس ایپ پر براہ راست رابطہ کریں۔

👇 واٹس ایپ پر آٹو پیغام بھیجنے کے لیے نیچے کلک کریں 👇

واٹس ایپ نمبر: 03176699066

✓ بٹن پر کلک کرنے پر آٹو پیغام کے ساتھ واٹس ایپ چیٹ اوپن ہو جائے گی۔

💎 ڈائمنڈ اردو بکس 💎

آفیشل سوشل میڈیا پلیٹ فارمز، واٹس ایپ گروپس ڈائریکٹری

🌐 مرکزی پورٹل و آفیشل چینل

آفیشل ویب سائٹ
آن لائن پی ڈی ایف کتب کا وسیع ذخیرہ

ویب سائٹ وزٹ کریں 🔗

آفیشل واٹس ایپ چینل
اہم ترین اپڈیٹس اور خبریں

چینل فالو کریں 📢

💬 آفیشل واٹس ایپ گروپس

ڈائمنڈ اردو بکس 1️⃣
مرکزی کتابی بحث و شیئرنگ

گروپ جوائن کریں 👥

ڈائمنڈ اردو بکس 2️⃣
ثانوی کتابی اپڈیٹس گروپ

گروپ جوائن کریں 👥

ڈائمنڈ بکس کمیونٹی
مرکزی کمیونٹی حب

کمیونٹی جوائن کریں 🌐

اردو تحاریر کا گلدستہ
منتخب ادبی تحاریر

گروپ جوائن کریں ✍️

کاروان شعر و ادب
شاعری اور شاہکار ادب

گروپ جوائن کریں 📜

کتابوں پر تبصرے
ادبی ریویوز اور تبصرے

گروپ جوائن کریں 📚

ڈی یو بی میڈیا
جنرل پوسٹنگ گروپ

گروپ جوائن کریں 🎬

ڈائمنڈ لنکس ورلڈ
مختلف مفید لنکس کا مجموعہ

گروپ جوائن کریں 🔗

حمد و نعت آفیشل

اسلامی حمد، نعت و کلام

گروپ جوائن کریں 🕌

بچوں کا کارواں

بچوں کا ادب اور کہانیاں

گروپ جوائن کریں 🎈

📱 دیگر سوشل میڈیا اکاؤنٹس

ٹیلی گرام چینل

ڈائریکٹ پی ڈی ایف ڈاؤن لوڈز

ٹیلی گرام چینل 🚀

ٹیلی گرام گروپ

ڈسکشن اور گفتگو گروپ

ٹیلی گرام گروپ 💬

فیس بک پیج

آفیشل فیس بک اپڈیٹس

فیس بک پیج 👍

فیس بک گروپ

کمیونٹی فیس بک گروپ

فیس بک گروپ 👨‍👩‍👧‍👦

انسٹاگرام

بصری اقتباسات اور پوسٹرز

انسٹاگرام فالو کریں 📸

ٹک ٹاک

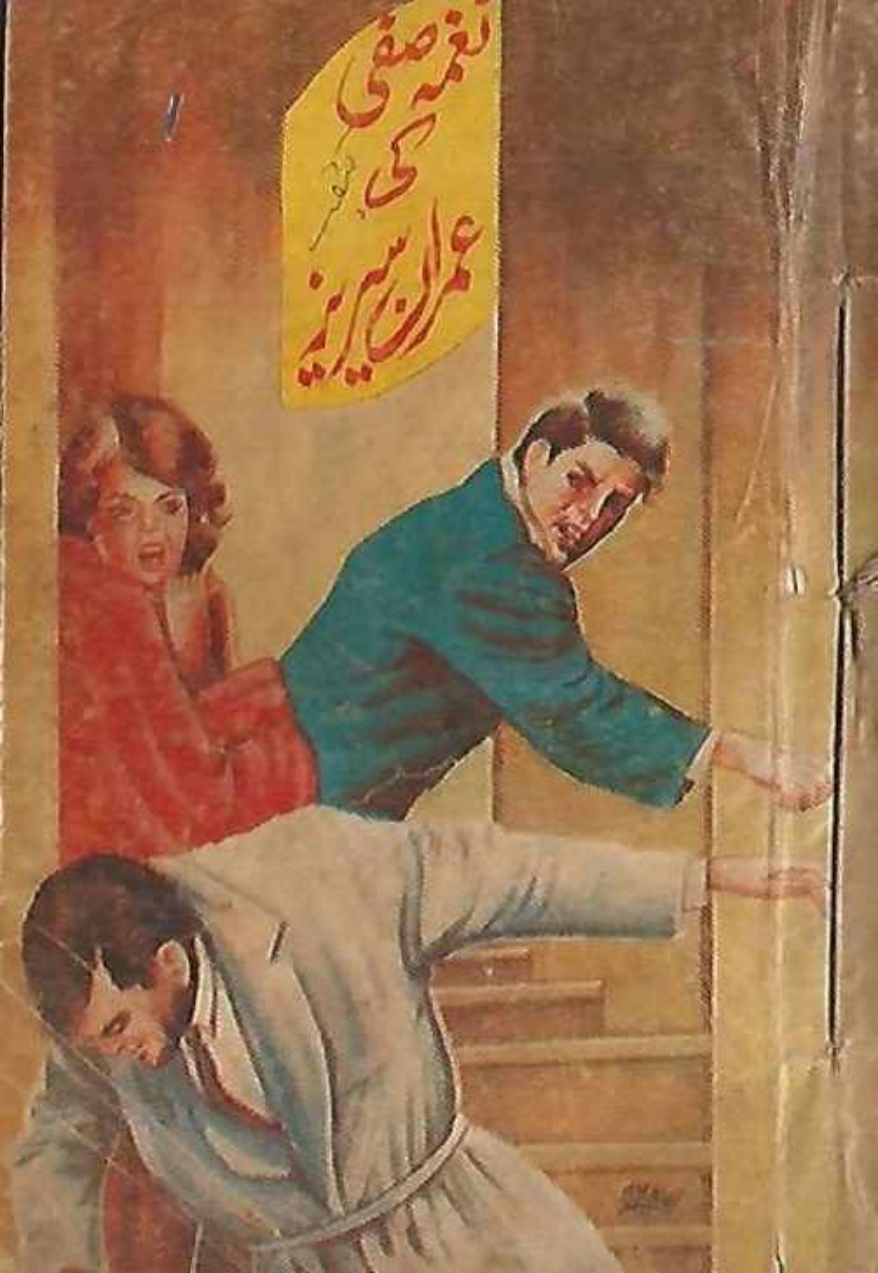
مختصر ویڈیو اپڈیٹس

ٹک ٹاک فالو کریں 🎵

⚠️ کسی بھی لنک کے کام نہ کرنے یا ری سیٹ ہونے کی صورت میں فوری رابطہ کریں:

رابطہ منتظم: شاہ زر خان | +92 317 6699066

© 2026 ٹیم ڈائمنڈ اردو بکس — تمام حقوق محفوظ ہیں۔


نغمہ صفی کی
عمران سیریز

بلند پایہ جاسوسی لٹریچر پیش کرنیوالا سلسلہ

عمران سیریز

مجرم فرشتہ

مصنف نغمہ صفی

کراچی بک ڈپو
فون 216558
اردو بازار کراچی

خط و کتابت کا پتہ

ادبی اکیڈمی نمبر ۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

انتظار کی گھڑیاں ختم ہو رہی ہیں

ایس قریشی کے تینوں نئے ناول

نائٹ کرائم

ہنگاموں کا موجد

نیلا نشان

اگلے ماہ کے آخری ہفتے میں شائع ہو رہے ہیں ایجنٹ حضرات کو ناولوں کے سرورقی روانہ کر دیئے ہیں۔ درج ذیل ہر ناول کی قیمت نو روپے ہے۔ التماس ہے کہ اپنے آرڈر سے جلد مطلع فرما دیں ورنہ مانگ پوری نہ ہونے کی ذمہ داری ادارے پر نہ ہوگی۔

خط و کتابت کا پتہ

ایوب اکیڈمی نمبر ۳ ریاست آباد کراچی نمبر ۱۹

کنور کچھ دیر تک عمران کے دروازہ کے سامنے ہی کھڑا رہا۔ پھر وہ داہنی جانب کی راہداری میں مڑ گیا۔ دوسری منزل پر پہنچ کر وہ اپنے اس کمرہ میں پہنچا جس میں عمران سے پہلی بار ملاقات ہوئی تھی۔ اس نے اندر سے دروازہ بند کیا اور میز کی دراز کھول کر ایک چھوٹا سا خوبصورت ریوالور نکالا۔

ریوالور کا دستہ ہاتھی دانت کا تھا۔ کنور نے ریوالور کھول کر چیک کیا۔ اس میں چار کارتوس موجود تھے۔

اچانک دروازہ پر کسی نے دستک دی اور کنور چونک پڑا۔

اس نے جلدی سے ریوالور پتلون کی جیب میں ڈال لیا۔ اور دروازہ کی طرف رخ کر کے بولا۔

"کون ۔۔؟"

"میں ہوں سرکار ۔۔۔۔!" یہ ملازمہ کی آواز تھی۔

"اوہ ۔۔۔ آجاؤ ۔۔!"

دروازہ کھلا۔ اور وہی نوجوان ملازمہ مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ کنور نے اس سے پوچھا۔

"کیا بات ہے۔؟"

"سرکار۔ بڑے سرکار نے کہا ہے۔ رات بہت ہو گئی ہے اب آپ آرام کیجئے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم جا رہے ہیں آرام کرنے۔" کنور نے کہا۔ "تم ہمارے مہمان کو دودھ پہنچا دو۔ انھیں جو ہمارے پاس اسی کمرہ میں آئے تھے۔ وہ نیچے خصوصی مہمانوں والے کمرہ میں ہیں۔"

"بہت اچھا سرکار۔" ملازمہ مسکرائی۔ پھر وہ واپس جانے ہی والی تھی کہ کنور نے کہا۔

"ٹھہرو۔"

ملازمہ رک گئی۔ اور کنور کی طرف پلٹ کر معنی خیز انداز میں مسکرائی۔ کنور نے جیب میں سے سو روپے کا ایک نوٹ نکالا اور ملازمہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اسے رکھو۔!"

"جی۔! اس کی کیا ضرورت ہے۔؟ کنیز تو آپ کی خادمہ ہے۔"

"یہ تمہارا انعام ہے۔ ہمارے مہمان کی ضروریات کا تمہیں خاص طور سے خیال رکھنا ہے۔" کنور کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بہت اچھا سرکار.... آپ کا حکم ہی کافی تھا۔" ملازمہ نے مسکرا کر نوٹ لے لیا اور چولی میں اڑستی ہوئی بولی۔

"خادمہ۔ کو اجازت ہے۔"

"ہاں۔ اب تم جا سکتی ہو۔ اور ہاں..... دلہن کے کمرے میں کوئی اور تو نہیں ہے۔؟"

"نہیں سرکار..... میری ماں کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ وہ آپ ہی کے انتظار میں بیٹھی ہیں۔ آخر دلہن کو اکیلا بھی تو نہیں چھوڑا جا سکتا۔ آج کی رات دلہن پر بری روحوں کا سایہ ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے تم جا سکتی ہو۔"

ملازمہ مسکراتی ہوئی کمرے سے نکل آئی۔ کمرے سے نکل کر وہ نچلی منزل کے زینے اترنے لگی۔ نیچے پہنچ کر وہ کچن کی طرف چلی گئی۔ کچن میں صرف ایک باورچی موجود تھا۔ جو جلدی جلدی کچھ کھا رہا تھا۔

قدموں کی آہٹیں سن کر وہ چونک پڑا اور جلدی سے حلق سے نوالہ اتار کر وہ پھرتی سے منہ صاف کر کے بھولا سا منہ بنا کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن ملازمہ پر نظر پڑتے ہی وہ بڑا سا منہ بنا کر بولا۔

"دفعت تری.. سارا مزہ خراب کر دیا.... تو آ رہی تھی۔؟"

"میں نے دیکھ لیا ہے۔ تو نے کچھ چرا کر کھایا ہے۔"

"گھبرا مت۔ تیرے لئے بھی بچا کر رکھ لیا ہے۔ بڑے مزے کا قلاقند ہے۔" پھر وہ ایک الماری کی طرف بڑھا۔ اور ملازمہ نے جلدی سے کہا۔

"رہنے دے۔ مجھے نہیں چاہیئے تیرا احسان۔"

"ارے کب تک تو میرے احسان کو ٹھکراتی رہے گی۔؟" باورچی نے دانت نکال کر پوچھا۔

"اے زبان سنبھال کے۔ ایسی ویسی بات کہی تو ماں سے شکایت کردوں گی۔ وہ جوتے پڑیں گے کہ چندیا گنجی ہوجائیگی اور نوکری چھوٹے گی سو الگ۔"

"ماں سے تو ہی شکایت کرسکتی ہے۔ میں نہیں کرسکتا۔" باورچی آنکھیں نکال کر بولا۔ "کہدوں ماں سے کہ میں نے تجھے اور چھوٹے کنور صاحب کو کس حالت میں دیکھا تھا۔"

"کہدے۔ اگر تیری موت چھوٹے کنور صاحب کے ہاتھوں ہی لکھی ہے تو میں کیا کرسکتی ہوں۔"

"تیرا تو کلیجہ ٹھنڈا ہوجائیگا۔" اس نے جل کر کہا۔ "مجھے چھوٹے کنور صاحب مار ڈالیں گے تو میں یہ ہی سمجھوں گا کہ تیرے اوپر سے قربان ہوگیا۔"

"ارے جا۔ ایسے بہت سارے مجنوں اور فرہاد دیکھے ہیں۔"

"میرے جیسا ایک بھی نہ دیکھا ہوگا۔" اس نے کہا۔ "تیرے ہی لئے مر رہا ہوں اور تیرے ہی لئے مر بھی جاؤں گا۔ تو کیا جانے میں تجھ سے کتنا پیار کرتا ہوں کبھی آزما کے تو دیکھ۔ میں جانتا ہوں کہ چھوٹے کنور صاحب نے تجھے اس قابل نہیں چھوڑا کہ تو کسی شریف آدمی کی بیوی بن سکے۔ پھر بھی میں تجھے اپنانے کیلئے تیار ہوں۔ کیونکہ میں تیری زندگی برباد ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔"

ملازمہ کچھ نہ بولی۔ اس کی آنکھوں میں ایک غم آلود سی سنجیدگی طاری ہوگئی تھی۔ باورچی نے ملازمہ کے قریب پہنچ کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور بولا۔

"رحیمن۔ اب تو تیری آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ یہ بڑے لوگ کسی کے

اپنے نہیں ہوتے۔ غریب بہو بیٹیوں کی عزت سے کھیلنا ان کا دلچسپ مشغلہ ہوتا ہے۔ ان کی عزت کی کوئی قیمت ان کی نگاہوں میں نہیں ہوتی۔ اب تو خود ہی دیکھ لے کب سے چھوٹے کنور صاحب تیرے حسن اور جوانی سے کھیلتے رہے ہیں۔ تو بھی ان کیلئے جان دیتی تھی۔ اور آج انھوں نے کتنی شان سے شادی رچالی ہے۔

ذرا اپنے کلیجہ پہ ہاتھ رکھ کر ٹھنڈے دل سے بتا کہ اس وقت تیرے دل پر کیا بیت رہی ہے۔ کیا اس وقت تیرے سینہ میں ایک بھٹی سی نہیں سلگ رہی ہوگی۔ جب چھوٹے کنور صاحب اپنے جملہ عروسی میں جائیں گے اور اپنی نئی نویلی دلہن کے ساتھ رات گزاریں گے۔ تو تیرے اوپر کیا بیتے گی۔؟"

رحیمن کچھ نہ بولی۔ اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی جھلکنے لگی تھی باورچی نے اس کا ہاتھ دبا کر کہا۔

"آج تو تجھے سبق مل جانا چاہیئے کہ تو نے اپنی عزت ان کے ہاتھوں گنوا کر اس کا کیا بدل پایا۔ دس پانچ یا سو پچاس روپیہ اگر انہوں نے کبھی تجھے دے بھی دیئے ہوں گے تو کیا ایک عورت کی عزت کی قیمت اتنی ہی ہوتی ہے۔؟"

وہ کچھ نہ بولی۔ اب اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے ڈھلک ڈھلک کر رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ اس نے اس کے رخساروں پر سے آنسو پونچھے اور اسے اپنی آغوش میں لیتا ہوا بولا۔

"اب بھی وقت ہے رحیمن۔ اب بھی تو ہوش میں آجا۔ چھوٹے کنور صاحب کی شادی ہوچکی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر پہلے تیرے دل میں یہ احمقانہ خیال بھی ہوگا کہ کبھی تو چھوٹے صاحب کی کچھ بنے گی تو وہ خیال اب تجھے دل سے نکال دینا چاہیئے۔"

"میں کیا کروں اظہر۔؟" اچانک رحیمن رو پڑی۔

"پگلی۔" اظہر نے رحیمن کو اور زیادہ زور سے بھینچتے ہوئے کہا۔ "رونے سے تجھے وہ سب کچھ واپس تھوڑی ہی مل سکتا ہے جو تجھ سے کنور صاحب چھین چکے ہیں۔ ہاں البتہ میں تجھے ایک نئی زندگی دے سکتا ہوں۔ میں تجھ سے شادی کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن میری ایک شرط بھی ہوگی۔"

"کیسی شرط۔؟"

"شرط تو میں تجھے ابھی بتا دوں گا۔ لیکن پہلے تو یہ بتا کہ کیا تو کنور صاحب کا خیال ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دل سے نکال بھی سکے گی۔؟"

"تو مجھے یہاں سے کہیں دور لے چلیو۔ پھر میں انھیں بھول جاؤں گی۔"

"کیوں۔؟ کیا اس لئے کہ یہاں رہ کر تو ان کا خیال دل سے نہ نکال پائیگی۔"

"اظہر۔ تو خود ہی سوچ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔؟ میں نے ان کے ساتھ ایک سال سے زیادہ گزارا ہے۔ اتنی جلدی میں ان کے قریب رہ کر کیسے انھیں بھول سکتی ہوں۔؟"

"ہے ایک طریقہ سب کچھ بھولنے کا۔!"

"وہ کیا۔؟"

"چھوٹے کنور صاحب کو جان سے مار دے۔" اظہر نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا۔؟" رحیمن گھبرا کر کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"عورت کی عزت ہزاروں جانوں سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے رحیمن۔ انھوں نے تجھے بے آبرو کیا ہے اور تو چاہے تو ان سے اس ظلم کا انتقام لے سکتی ہے۔"

"نہیں۔ یہ ناممکن ہے۔ قطعی ناممکن ہے۔" وہ کپکپاتی ہوئی بولی۔

"کیوں۔؟ ناممکن کیوں ہے۔؟" اظہر نے تلخی سے کہا۔ "اس لئے کہ تو ان سے محبت کرتی ہے۔؟"

"ہاں۔ میں ان سے محبت کرتی ہوں۔ عورت جس سے محبت کرتی ہے اس کیلئے اپنی جان دے سکتی ہے اس کی جان ہرگز نہیں لے سکتی۔"

"عورت ازلی احمق ہوتی ہے نا۔" اظہر نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "وہ لٹتی رہتی ہے اور سوچتی رہتی ہے کہ وہ پیار میں قربانی دے رہی ہے اور مرد کسی وقت بھی اس سے آنکھیں پھیر سکتا ہے۔"

"تو۔۔۔ تو کیوں مجھے بہکا رہا ہے۔؟" رحیمن نے کپکپاتی آواز میں کہا۔ "تجھے کیا دلچسپی ہے ان کی موت سے۔؟ تجھے کیا مل جائیگا۔"

"کلیجہ میں دہکتا ہوا جہنم ٹھنڈا ہو جائیگا۔" اظہر نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ "وہ جہنم جو دو برس سے اس سینے میں دہک رہا ہے۔ جس کے شعلوں نے میری روح کو جلا کر راکھ کر دیا ہے۔"

"کیا کہہ رہا ہے تو۔؟"

"تو نہیں جانتی رحیمن۔ یہ چھوٹے کنور صاحب کتنے کمینہ آدمی ہیں۔ تجھے تو یہاں ملازم ہوئے ایک سال ہی گزرا ہے میں اس گھر میں بچپن سے ہوں، برسوں اس گھر کا نمک کھاتے گزر گئے۔ اور قسم ہے اپنی ماں کی دہی نمک مجھے آج تک روکتا رہا ہے۔ غریب آدمی ضمیر کا دولت مند ضرور ہوتا ہے۔ ورنہ میں اب تک کبھی کا چھوٹے کنور صاحب کو ختم کر چکا ہوتا۔"

"کیوں ختم کر چکا ہوتا تو۔؟" رحیمن نے حیرت سے پوچھا۔

"تو نہیں جانتی رحیمن۔ تجھے نہیں معلوم۔ یہ دو برس پہلے کی بات ہے۔ جب میں جوان ہو گیا تھا تو میری ماں نے گاؤں کی ایک سیدھی لڑکی سے میری شادی کر دی تھی۔ میں اپنی بیوی کو بھی یہیں لے آیا تھا۔ کیونکہ یہیں رہتا تھا۔ ایک رات میری بیوی کی آبرو چھوٹے کنور صاحب نے لوٹ لی۔ انھوں نے مجھے بہانہ سے گاؤں بھیج دیا تھا۔ وہ اکیلی رہ گئی تھی برسات کی رات تھی چپکے سے چھوٹے کنور صاحب اس کی کوٹھری میں گھس گئے اور اسے بے قابو کر کے اس کی آبرو لوٹ لی اور پھر وہ دوسرے ہی دن گاؤں چلی گئی۔ گاؤں سے وہ کہاں گئی۔؟ کسی کنویں میں کود کر اپنی جان دے بیٹھی یا کہیں دور چلی گئی۔؟ آج تک اس کا پتہ نہ چل سکا۔"

"لیکن۔۔ تجھے کیسے پتہ چلا کہ کنور صاحب نے اس کی آبرو لوٹی تھی۔"

"گاؤں جا کر اس نے رو رو کر اپنی ماں کو بتایا تھا۔" اظہر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "اسے اپنی آبروریزی کا اتنا شدید احساس تھا کہ اس نے اپنی جان دیکر ماتھے سے یہ کلنک مٹا دیا۔"

رحیمن کچھ نہ بولی۔ وہ چپ چاپ اظہر کا چہرہ غور سے دیکھ رہی تھی۔ اور اس کے دل کی دھڑکن میں ایک قیامت برپا تھی ٹانگیں کپکپا رہی تھیں۔ ہونٹ سوکھ گئے تھے۔ گلا خشک ہو کر کانٹے سے پڑ گئے تھے اور سانسیں تیز تیز چلنے کی وجہ سے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کے دماغ میں ایک جوالا مکھی ابل رہا ہو۔

اظہر رحیمن کے اور زیادہ قریب آ گیا اور زوردار لہجہ میں بولا۔ "خدا کی قسم رحیمن کسی کو کانوں کان پتہ نہ چلے گا۔ میں تجھے ایسی ترکیب بتاؤں گا کہ کوئی تیرے

اوپر شبہ بھی نہ کر پائے گا۔ اور تو انتقام لے لیگی۔ ورنہ ہر پل تو کنور صاحب اور کنور رانی کو دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھا کرے گی۔ تجھے ایک لمحہ چین نہ نصیب ہوگا۔ ہر گھڑی تیرا من انگاروں پر لوٹا کریگا۔"

دفعتاً کسی کے قدموں کی آہٹیں ان کی طرف آئیں اور اظہر گھبرا کر جلدی سے الماری کے پیچھے چلا گیا۔

اور۔!

رحیمن کے چہرے پر ایسی سراسیمگی پھیل گئی جیسے اسے کسی نے سچ مچ قتل کرتے ہوئے پکڑ لیا ہو۔ وہ گھبرا کر جلدی سے اس طرف چلی گئی جہاں دودھ کا برتن بھرا ہوا رکھا تھا اور وہ جلدی سے کنور صاحب کے مہمان کے لئے گلاس میں دودھ نکالنے لگی۔ اس کے ہاتھوں میں کپکپی طاری تھی۔ کچن کے دروازے پر سے ایک آواز سنائی دی۔

"اظہر۔ ابھی تک چھوٹے کنور صاحب کے کمرے میں دودھ نہیں پہنچایا گیا۔"

یہ نوکر دل کے نگران ہمایوں کی آواز تھی۔ اظہر نے گڑبڑا کر کہا۔ "ابھی پہنچاتا ہوں جناب۔ دراصل۔ مم۔ میں بھول گیا تھا۔"

"یہ روز روز کی بھولنے کی عادت کسی دن تمہاری نوکری کیلئے خطرہ نہ بن جائے۔" ہمایوں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہیں معلوم ہے کہ چھوٹے کنور صاحب اپنے کمرے میں پہنچ چکے ہیں۔"

"مم۔۔ معاف کر دیجئے۔ بس ابھی پہنچاتا ہوں۔"

"جلدی کرو۔ ابھی ان کا کمرہ بند نہیں ہوا ہے۔"

پھر ہمایوں کے قدموں کی آہٹیں دور ہوتی چلی گئیں اور اظہر نے مڑ کر رحیمن کی طرف دیکھا۔ جو دودھ کا ایک گلاس تھالی میں رکھے کھڑی تھی۔

"کہاں لے جا رہی ہے یہ دودھ۔؟"

"یہ نوچھوٹے مالک کے ان مہمان کیلئے جا رہا ہے جو خاص مہمان خانے میں ٹھہرائے گئے ہیں۔"

"اوہ۔ وہ جو چھوٹے کنور صاحب کے ساتھ ہی زیادہ تر گھومتے پھر رہے تھے۔ اور دونوں میں چپکے چپکے کئی بار باتیں بھی ہوئی تھیں۔"

"ہاں وہی۔ چھوٹے کنور صاحب کسی کو بھی اپنے اوپر والے کمرے میں نہیں بلاتے۔ لیکن انھوں نے پہلی بار اس مہمان کو اپنے کمرے میں بلوایا تھا۔ دونوں میں بہت گہری دوستی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ دونوں ایک دوسرے سے بری طرح لپٹ گئے تھے۔"

"اوہ۔ لیکن وہ بڑے تیز معلوم ہوتے ہیں۔ ان کی آنکھیں بالکل ایسی لگتی ہیں جیسے جس کی طرف وہ دیکھ رہے ہوں اس کی آنکھوں میں ہو کر اس کے من کے اندر جھانکنے کی کوشش کر رہے ہوں۔"

"ہاں۔ لگتا تو مجھے بھی ایسا ہی ہے۔"

"آخر چھوٹے کنور صاحب نے انہیں خاص مہمان خانے میں کیوں ٹھہرایا ہے۔"

"خدا جانے۔"

"خیر۔ تو پھر اب تو کیا کہتی ہے۔؟" اظہر نے رحیمن کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "دیکھ اس سے اچھا موقعہ پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔ اور اگر آج کی رات وہ زندگی گزار گئے تو پھر اس سے انتقام لینا ہی بیکار ہے کیونکہ انتقام کا اصل مزہ تو تب ہے جب وہ تڑپتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوں۔ جانے کتنی کلیوں۔ کتنے پھولوں کو مسل چکے ہیں اور آج ایک نیا پھول ان کے بستر کی زینت ہے۔ اس پھول کو انھوں نے اپنے گلے کا ہار بنا لیا ہے کیونکہ شاہدہ بیگم بے حد حسین ہیں۔ کہتے ہیں چھوٹے کنور صاحب ان کی صورت دیکھتے ہی مرمٹے تھے۔ اور آج کی رات کے لئے انھوں نے ایک ایک لمحہ گن گن کر گزارا ہوگا۔ آج کی رات آچکی ہے۔ لیکن پیاسے کو ایک قطرہ پانی کا نہیں ملنا چاہیئے۔ یہ ہی تیری اور میری جیت ہوگی۔ ورنہ سب کچھ بیکار ہے۔"

رحیمن کا چہرہ پھر سفید ہونے لگا۔ اظہر نے پھر کہا۔

"دیکھ اتنی دیر سے میں تیرے ہی انتظار میں تھا۔ میں نے تیرے ہی انتظار میں چھوٹے کنور صاحب کے کمرہ میں دودھ نہیں بھیجا۔ حالانکہ میری نوکری خطرے میں پڑ گئی تھی۔ میں جانتا تھا کہ تو میرا کہا ضرور مان لے گی۔ اچھا اب تو جلدی سے یہ دودھ مہمان کو دے آ۔ میں چھوٹے کنور صاحب کے کمرہ کیلئے دودھ کے گلاس تیار کرتا ہوں۔"

اور رحیمن لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ کچن سے نکل آئی۔ اس کے قدم عمران کے کمرہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ لیکن دل بہت زور زور سے دھڑک رہا تھا پھر اس کے کمرے سے کچھ فاصلہ پر پہنچکر وہ اپنے چہرے کے تاثرات ٹھیک کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

اس وقت وہ راہداری سے گزر رہی تھی۔ اور یہاں نسبتاً اندھیرا تھا اچانک

دوسری طرف سے آتا ہوا کوئی آدمی تیز تیز چلتے ہوئے رحیمن سے ٹکرا گیا۔ رحیمن کے ہاتھ لرز کر رہ گئے۔

لیکن اس نے مڑے سنبھال لی۔ گزرنے والے نے بھی رحیمن کا کندھا پکڑ کر اسے گرنے سے بچا لیا تھا۔

"اندھی بن کر چلتی ہو۔؟" ایک سخت آواز سنائی دی۔

"م۔ معاف کر دیجئے۔ اندھیرا تھا۔" رحیمن گڑبڑا کر بولی۔

پھر بولنے والا اسی تیزی سے چلتا ہوا اندر چلا گیا۔ رحیمن کے قدم عمران کے کمرہ کے سامنے رک گئے۔

اس کے دل کی دھڑکنوں میں ایک طوفان سا برپا تھا۔ اس نے کمرہ کے دروازہ پر آہستگی سے دستک دی۔ اور اندر سے آواز آئی۔

"کون۔؟"

"سرکار۔ ملازمہ۔" رحیمن نے جواب دیا۔

دروازہ کھل گیا۔

عمران شب خوابی کے لبادے میں ملبوس کھڑا ہوا تھا۔ اس نے رحیمن کو اوپر سے نیچے تک دیکھا اور بولا۔

"کہو۔؟"

"چھچھ۔۔۔۔! چھوٹے کنور صاحب نے کہا تھا۔ آپ کے کمرہ میں دودھ پہنچا دوں۔" وہ اپنے حواس کو یکجا کرنے کی کوشش کرتی ہوئی مسکرائی۔

عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ چھوٹے کنور صاحب نے دودھ اپنے کمرے میں منگوایا ہوگا۔"

"جی نہیں سرکار۔" رحیمن نے سٹپٹا کر کہا۔ "انھوں نے آپ ہی کے کمرے میں دودھ پہنچانے کو کہا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ آپ کی ضروریات کا خیال رکھا جائے۔"

رحیمن اندر داخل ہوئی اور تھالی میز پر رکھ دی۔ پھر اس کی طرف مڑ کر اس نے گریبان سے سو کا نوٹ نکال کر دکھایا اور مسکرا کر بولی۔

"یہ دیکھئے۔ آپ کی دیکھ بھال اور آرام کے لئے چھوٹے کنور صاحب نے مجھے انعام بھی دیا ہے۔"

"خوب۔" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

اور جیسے ہی رحیمن کی آنکھیں عمران کی آنکھوں سے ملیں اس کے پورے بدن میں ایک بجلی سی دوڑ کر رہ گئی۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ آنکھیں اس کے اندر اتری جا رہی ہوں۔

اس کے چہرہ کا رنگ فق ہو گیا اور اس نے جلدی سے نوٹ گریبان میں ٹھونس لیا۔ عمران نے مسکرا کر پوچھا۔

"پھر۔ کس قسم کا خیال رکھو گی تم میرا۔"

"جج۔ جی آپ کے ہر حکم کی منتظر رہوں گی۔" رحیمن جلدی جلدی اپنی انگلیوں پر آنچل لپیٹتی اور کھولتی ہوئی بولی۔

"جج کہہ رہی ہو تم۔"

"جج۔ جی۔ بھئی۔ بھلا اس میں جھوٹ بولنے کی کیا بات ہے۔"

"تمہارا نام کیا ہے۔؟"

"رحیمن۔!"

"یہاں کب سے نوکر ہو۔؟"

"کوئی سال بھر ہو گیا ہوگا۔"

"اور کوئی بھی ہے تمہارا یہاں پر۔؟"

"جج۔جی۔ایک بوڑھی ماں ہے۔"

"یہیں رہتی ہے۔؟"

"جی ہاں۔"

"تم کچھ پڑھی لکھی بھی معلوم ہوتی ہو۔؟"

"جی ہاں۔میرے ابو اسی جگہ ملازم تھے۔وہ کنور صاحب کے گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتے تھے مجھے پڑھنے لکھنے کا بہت شوق تھا۔میں آٹھویں میں پڑھ رہی تھی کہ ایک روز اچانک ایک گھوڑے سے گر کر ان کی موت ہو گئی۔اور ہم لوگ بے سہارہ رہ گئے۔ کنور صاحب نے ابو کی وفاداری کے عوض ہماری پنشن باندھ دی۔لیکن بیس پچیس روپے مہینہ سے عمریں تھوڑے ہی گزر جاتیں۔ہماں نے بڑے کنور صاحب سے درخواست کی کہ انھیں یہیں نوکری دیدی جائے۔۔۔۔۔۔۔ ماں کو بھی نوکری مل گئی اور مجھے بھی۔!"

"اور اس کے بعد تمہارا پڑھنا لکھنا بھی ختم ہو گیا ہوگا۔؟"

"ظاہر ہے۔" رحیمن نے آہستہ سے جواب دیا۔

"لیکن۔جب تم پڑھتی لکھتی ہو گی تو تمہارے کچھ خواب ہوں گے۔کچھ احساسات ہوں گے۔تم نے ایک پڑھی لکھی لڑکی کی طرح اپنے لئے ایک اچھے سے شوہر اور ایک اچھے سے گھرانہ کا تصور بنایا ہوگا اور وہ سب کچھ خاک میں مل گیا ہوگا۔کیوں۔؟"

"جی۔"

"کیا تم اس زندگی سے مطمئن ہو۔؟"

"آدمی مطمئن ہو یا نہ ہو۔۔۔۔۔۔۔ اسے زندہ تو رہنا ہی پڑتا ہے سرکار۔"

"اور تمہیں زندہ رہنے کے لئے بوڑھے کنور صاحب کے ہاتھوں کا کھلونا بھی بننا پڑا ہوگا۔؟"

"جج۔جی۔" وہ گھبرا گئی۔

"نہیں۔سچ بتاؤ۔کیا تم یہاں کی نوکری سے پہلے بھی کسی سے سو روپے لیکر اس کے مہمانوں کا دل بہلایا کرتی تھیں۔؟"

رحیمن کی آنکھیں حیرت سے پھیلی رہ گئیں۔پھر اس نے آہستگی سے نظریں جھکا لیں اور آنچل سے کھیلتی ہوئی اشارہ میں سر ہلا کر آہستہ سے بولی۔

"جی نہیں۔!"

"اس کا مطلب ہے۔تمہیں یہاں یہ سب کچھ زبردستی کرنا پڑتا ہے۔اپنے دل کو مار کر۔؟"

عمران کے لہجہ میں گہری ہمدردی تھی۔

رحیمن نے پھر عمران کی طرف دیکھا اور نظریں جھکا کر آہستہ سے اثبات میں گردن ہلا دی۔

اچانک باہر سے ہمایوں کی کرخت آواز سنائی دی۔

"رحیمن۔؟"

"جج۔جی۔آئی۔"

"کیوں تیری شامت آرہی ہے رحیمن۔؟ تیرے انتظار میں چھوٹے مالک کا کمرہ ابھی تک کھلا ہوا ہے۔"

"جج۔ جی۔ آ رہی ہوں۔۔!"

"چھوٹے مالک کے کمرے میں جا کر تمہیں کیا کرنا ہے۔؟" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"جی۔ دودھ پہنچانا ہے۔ میں تھوڑی دیر میں آجاؤں گی۔ آپ دروازہ بند نہ کیجئے گا۔"

"دودھ پہنچانا ہے۔؟" عمران چونک پڑا۔

لیکن رحیمن اسے جواب دیئے بغیر تیزی سے باہر بھاگ گئی۔ اور عمران کا ذہن تیزی سے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے جلدی سے دروازے کے قریب آ کر ادھر ادھر دیکھا۔ اور دروازے سے باہر نکل آیا۔

اس کے قدم راہداری کی طرف اٹھ رہے تھے۔ ابھی وہ راہداری میں چند قدم ہی چلا تھا کہ ایک کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک ہاتھ نے عمران کا بازو پکڑ کر اچانک جھٹکے سے اندر کھینچ لیا۔

عمران اس حرکت کیلئے قطعی تیار نہ تھا۔ اس لئے وہ لڑکھڑا کر دور کھڑے کے وسط میں گرا۔ اور ساتھ ہی کمرے کا دروازہ ہو گیا۔

اندر گہری تاریکی تھی اس لئے وہ اندر موجود اجنبی کو نہ دیکھ سکا۔ ویسے اس نے اٹھنے میں بھی دیر نہیں لگائی تھی۔

اٹھتے اٹھتے اس کے کانوں سے ایک تیز سرگوشی ٹکرائی۔

"اگر ایک لفظ بھی زبان سے نکلا تو تمہارے جسم میں کم از کم چھ گولیاں دھنس جائیں گی۔ میرے پاس چھ راؤنڈ کا خاموش ریوالور ہے۔ اور میری اندھیرے سے مانوس آنکھیں تمہیں صاف طور پر دیکھ رہی ہیں۔"

"کک۔ کون ہو تم۔؟" عمران سنبھل کر سخت لہجہ میں بولا۔

"ضروری نہیں کہ تمہارے اس سوال کا جواب بھی دیا جائے۔"

اچانک عمران کے چہرے سے ایک کپڑا سا ٹکرایا اور ساتھ ہی عمران کو اپنی سانس پھیپھڑوں میں ٹھوکر سی لگتی ہوئی محسوس ہوئی۔

وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا اور اس نے پھرتی سے چہرے سے کپڑا ہٹا کر دور پھینک دیا۔

لیکن۔!

کپڑے میں بسی ہوئی تیز بو اپنا کام کر چکی تھی۔ عمران کو اپنا دماغ چکراتا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے اپنے ذہن کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن بے سود۔

دوسرے ہی لمحہ وہ ایک زوردار آواز کے ساتھ دھڑام سے فرش پر گر پڑا۔

اجنبی سایہ لے بتی جلائی۔ عمران چاروں خانے چت پڑا ہوا گہری سانسیں لے رہا تھا۔ اجنبی نے ٹورچ کی بتی بجھا دی۔ اور اندھیرے میں بڑبڑاہٹ گونجی۔

"اب تم تو صبح تک آرام سے رہو گے۔؟"

پھر۔!

اجنبی نے دروازہ سے باہر جھانک کر دیکھا۔ راہداری سنسان پڑی تھی۔ اجنبی دروازہ کی آڑ میں ہو گیا۔ چند لمحے بعد اس نے راہداری میں قدموں کی آہٹیں سنیں اور وہ سانس روک کر کھڑا ہو گیا۔

کچھ دیر بعد اس نے آڑ میں سے رحیمن کو دیکھا جو ایک چاندی کی تھالی میں دودھ کے گلاس سجائے ہوئے بڑھتی چلی آ رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں ایک عجیب طرح کی بدحواسی کی جھلک تھی۔

اجنبی نے رحیمن کے قریب آنے پر آہستہ سے پکارا۔

رحیمن۔؟"

رحیمن نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔ اجنبی نے پھر کہا۔

"گھبراؤ نہیں۔ میں ہوں۔ تمہارا مہمان۔"

"اوہ۔ آپ۔ یہاں۔؟ اس کمرے میں۔؟"

"مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔" اجنبی نے سرگوشی کی۔

"تم۔ میں نے آپ سے کہا تھا۔ میں دودھ پہنچا کر آ رہا ہوں۔ آخر اتنی گھبراہٹ کاہے کی ہے۔"

"تم اندر تو آؤ۔ ایک ضروری کام ہے تم سے۔"

رحیمن نے ادھر ادھر دیکھا اور تیزی سے اندر آ گئی۔

"جلدی بتاؤ۔ سرکار۔۔۔۔ زیادہ دیر ہو گئی تو وہ ہمایوں پھر چیخنا ہوا آ جائیگا۔"

"سنو۔ تم نے اپنے چھوٹے کنور صاحب کو کوئی تحفہ نہیں دیا۔"

"مس۔۔۔ سرکار۔ بھلا مجھ میں اتنی سکت کہاں ہے۔؟"

"حالانکہ تمہیں خاص طور سے آج کی رات انھیں تحفہ ضرور دینا چاہیئے تھا۔ خیر یہ ڈبیہ لو۔"

اجنبی نے رحیمن کے ہاتھ پکڑ کر اس پر ڈبیہ رکھ دی۔

"اس میں کیا ہے سرکار۔؟"

"اس میں ہیرے کی قیمتی انگوٹھی ہے۔ یہ میں نے کنور صاحب کو تحفہ میں دینے کیلئے خریدی تھی۔ لیکن اب یہ سوچ رہا ہوں کہ یہ انگوٹھی تمہارے ہاتھوں کنور تک پہنچنی چاہیئے۔"

"جی۔"

"ہاں رحیمن۔ یہ ہیرے کی انگوٹھی کنور کو یہ احساس ہونا چاہیئے کہ ایک نوکرانی اس سے کتنا پیار کرتی ہے اور اس کیلئے کسی طرح بھی تحفہ حاصل کر کے دے سکتی ہے۔"

رحیمن کا دل دھڑک اٹھا۔ اجنبی نے پھر کہا۔

"بس اب تم جاؤ۔ جلدی کرو۔ کہیں کوئی آ نہ جائے۔ دیکھو۔ یہ تحفہ کنور کے ہاتھ میں ہی پہنچنا چاہیئے تاکہ وہ زندگی بھر یہ یاد رکھ سکے کہ کسی نے اسے تحفہ دیا تھا۔"

وہ چپ چاپ کمرہ سے نکل گئی۔ پھر اس کے قدم جلدی جلدی زینوں کی طرف بڑھنے لگے۔

جب قدموں کی آہٹیں معدوم ہو گئیں۔ تب اجنبی نے آگے بڑھ کر عمران کو اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور پھر دروازہ کے قریب آ کر کمرہ سے باہر جھانکا۔

باہر اندھیری سنسان پڑی تھی۔ اجنبی بڑی تیزی سے چلتا ہوا اس کے قیام کے کمرے تک پہنچا۔

کمرے میں گھس کر اس نے عمران کو بستر پر لٹا دیا۔ بتی بجھائی اور کمرہ سے باہر نکل گیا۔

باہر نکل کر وہ کیاؤنڈ کی دیوار کی طرف بڑھا۔ اور دیوار کے قریب پہنچکر اس کا سایہ تاریکی میں گم ہو گیا۔

* * *

ہمارے اچھے ایجنٹ

لطیف بک ڈپو

راولپنڈی

دروازے کے قریب پہنچتے پہنچتے رحیمن کا دل اتنی زور زور سے دھڑکنے لگا کہ اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے ساری زندگی کی دھڑکنیں اسی وقت پوری ہو جائیں گی۔!

وہ اپنا سانس درست کرنے کیلئے ٹھہر گئی۔ پھر اس نے آہستگی سے دروازہ پر دستک دی۔ اور اندر سے کنور کی آواز سنائی دی۔

"کون ہے۔؟"

"میں ہوں حضور۔"

قدموں کی آہٹیں گونجیں اور پھر دروازہ کھل گیا۔ سامنے ہی کنور کھڑا ہوا تھا۔ رحیمن نے کہا۔

"حضور..... دودھ..... لے کر حاضر ہوئی ہوں۔"

"اندر لے آؤ۔"

رحیمن ٹرے لے کر اندر داخل ہو گئی۔

ٹرے میز پر رکھ کر اس نے بستر کی طرف دیکھا۔ شاہدہ دلہن کے سرخ لباس میں تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔ اور بڑی بڑی

روشن آنکھوں میں ایک عجیب سی پر بہار چمک رقصاں تھی۔

رحیمن کو ایک گہرے احساس کمتری کا احساس ہوا۔ وہ تو شاہدہ کے پاؤں کی دھول کے برابر بھی نہیں ہے۔ اس نے سوچا۔

کنور نے مسکرا کر پوچھا۔

"کیا دیکھ رہی ہو رحیمن۔؟"

"جی۔ جی۔ میں دیکھ رہی ہوں۔ اب اکبر پلیس میں کبھی اندھیرا نہیں ہو سکتا۔ آپ ایک چاند کو بیاہ کر لے آئے ہیں۔"

کنور کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے اچانک رحیمن کے ہاتھ میں دبی ہوئی ڈبیہ کو دیکھا اور بولا۔

"یہ ڈبیہ کیا ہے۔؟"

"ڈڈ..... ڈبیہ۔" وہ گھبرا گئی۔ "حضور۔ یہ ڈبیہ ہے۔ میرا مطلب ہے اس میں ایک ہیرے کی انگوٹھی ہے۔"

"ہیرے کی انگوٹھی۔؟" کنور نے حیرت سے کہا۔

"جی ہاں۔ نم۔ مالک۔ یہ تحفہ ہے۔"

"تمہاری طرف سے۔؟"

"خج۔ جی ہاں۔ مم۔ مطلب یہ کہ جی نہیں۔ یہ تحفہ آپ کے دوست نے بھیجا ہے۔"

"عمران نے۔؟ اس نے مجھے کیوں نہیں دیا تھا۔؟"

"بھول گئے تھے۔ ابھی ابھی یاد آیا ہے۔ میں ادھر آ رہی تھی تو انھوں نے میرے ہاتھ بھیجوا دیا۔"

"اوہ سمجھا۔" کنور مسکرایا۔ "اس کا دماغ بھی تو الجھن میں تھا۔ پھر

کنور نے رحیمن کی طرف دیکھا اور بولا۔ "اب تم جا سکتی ہو۔"

رحیمن نے ایک گہری نظر دلہن پر ڈالی اور باہر چلی گئی۔ کنور نے دروازہ بند کیا اور پھر شاہدہ کی طرف مڑا۔

شاہدہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "بڑی بھولی اور سیدھی سادی لڑکی معلوم ہوتی ہے۔"

"بہت سیدھی ہے۔" کنور نے مسکرا کر کہا۔

"یہ آپ کا دوست عمران کون ہے۔۔؟"

"خفیہ کا ایک آفیسر ہے۔ آکسفورڈ میں ہم دونوں ساتھ ہی رہے تھے۔"

"ادھو۔ خفیہ کا آفیسر۔؟" شاہدہ نے حیرت سے کہا۔

کنور مسکراتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ شاہدہ نے کنور کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ایک انگڑائی لی اور منہ پر ہاتھ مارتی ہوئی آہستہ سے بولی۔

"کیا آرام نہیں کریں گے۔؟"

"آرام۔" کنور نے مسکرا کر کہا۔ "آج کی رات آرام حرام ہے۔" پھر وہ شاہدہ کے قریب بیٹھ گیا۔ اس نے ایک ہاتھ شاہدہ کی کمر میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"آج کی رات تو ہزاروں سال کے انتظار کے بعد آئی ہے شاہدہ۔ تم نہیں جانتیں تمہارے روپ نے میرے اوپر کتنا جادو کر دیا تھا۔ میں نے ایک ایک لمحہ ایک ایک پل کس طرح گزارا ہے۔ یہ میرا ہی دل جانتا ہے۔"

شاہدہ نے کنور کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔ عین اسی وقت کنور کو اس ہیرے کی انگوٹھی کا خیال آیا اور اس نے کہا۔

"ٹھہرو۔ میں ذرا اپنے دوست کا تحفہ تو دیکھ لوں۔ اس نے تمہارے لئے کتنے چاؤ سے یہ انگوٹھی بھیجی ہے۔"

کنور نے میز پر بیٹھ کر ڈبیہ کا ڈھکن کھولا۔ ایک ہیرے کی انگوٹھی ڈبیہ میں موجود تھی۔

کنور نے انگوٹھی دیکھی اور مسکرا کر شاہدہ کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

"یہ دیکھو۔۔۔۔۔ کتنی حسین انگوٹھی ہے۔۔۔۔ عمران کو تحفوں کے انتخاب کا بڑا سلیقہ ہے۔"

شاہدہ نے مسکرا کر ہاتھ بڑھا دیا۔ "لیجئے۔۔۔۔ اپنے ہاتھ سے پہنا دیجئے۔"

کنور نے انگوٹھی ڈبیہ میں سے کھینچ لی۔ اور ڈبیہ والا ہاتھ میز کی طرف بڑھایا۔

دفعتاً اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی ہاتھ سے وہ ڈبیہ پکڑ رہا تھا اس میں کسی چیونٹی نے کاٹ لیا ہو۔ اس نے ایک جھٹکے کے ساتھ ہاتھ کھینچ لیا۔ ڈبیہ نیچے گر پڑی تھی۔

پھر اس نے انگوٹھی شاہدہ کے ہاتھ کی انگلی میں پہناتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"تمہارے ہاتھ میں یہ انگوٹھی ایسی لگتی ہے جیسے خاص طور سے تمہارے ہی لئے بنائی گئی ہو۔"

شاہدہ انگوٹھی کو چہرہ کے قریب لا کر دیکھتی ہوئی ہنسنے لگی۔

لیکن۔!

کنور کے چہرے پر ہلکا سا تغیر پیدا ہو گیا تھا۔ کیوں کہ اس کی اس انگلی میں ہلکی سی لرزش ہو رہی تھی۔ جس میں کسی چیونٹی نے کاٹا تھا۔

اس نے لرزش کو نظر انداز کرنے کی کوشش کرتے ہوئے شاہدہ کی طرف

مسکرا کر دیکھا اور اس کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

لیکن۔ دوسرے ہی لمحہ اس نے ہاتھ کھینچ لیے۔ انگلی کی سوزش پورے ہاتھ میں پھیل گئی تھی اور ایسا لگتا تھا جیسے اس کے ہاتھ میں دہکتے ہوئے انگارے بھر گئے ہوں۔ تیزی سے بڑھتے ہوئے بازو کی سمت بڑھ رہے ہوں۔ پورے ہاتھ میں ایسی جھن جھناہٹ ہو رہی تھی جیسے اس کا ہاتھ بجلی کے ننگے تار سے چھو گیا ہو۔

اس نے اپنا ہاتھ بائیں ہاتھ سے انتہائی مضبوطی سے دبا لیا اور اس کے حلق سے کراہ نکل گئی۔

"کیا ہوا۔؟" شاہدہ نے گھبرا کر پوچھا۔

"ہم۔ میرا ہاتھ۔!" کنور ہانپتا ہوا سختی سے ہونٹ بھینچ کر بولا۔ "اوہ۔ کیا ہو رہا ہے میرے ہاتھ کو۔؟ جلا جا رہا ہے۔"

پھر وہ ہاتھ دبائے دبائے ہی لڑکھڑا کر اٹھنے کی کوشش کرتا ہوا گر پڑا۔ میز سے ٹکرایا تو میز الٹ کر گر گئی..... اور شاہدہ ہکی سی چیخ کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔

"کنور۔ کیا ہوا تمہیں کنور۔؟"

کنور نے ایک بار پھر اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن اب اس کے پورے بازو میں جھن جھناہٹ ہو رہی تھی۔ اور ایک درد سا پورے بازو میں دوڑ رہا تھا۔ وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ اور بڑی مشکل سے ہونٹ بھینچ کر کراہیں روکنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

"ڈڈ۔ ڈاکٹر۔ آہ۔ ڈاکٹر۔"

شاہدہ کا پورا جسم تھر تھر کانپ رہا تھا۔ وہ بستر سے نیچے اتر کر کھڑی ہو گئی تھی اور کنور۔ وہ اب فرش پر پڑا ہوا چاروں ہاتھ پاؤں پٹخ رہا تھا۔ اس کے حلق سے بے اختیار کراہیں نکل رہی تھیں اور آنکھیں پھیل گئی تھیں۔ چہرے کا رنگ نیلا پڑتا جا رہا تھا۔

"کنور۔ کنور۔" شاہدہ روتی ہوئی کنور کے پاس زمین پر بیٹھ گئی۔

لیکن۔!

اب کنور اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں چھت سے لگی ہوئی تھیں۔ اور اس کی کراہیں اس طرح حلق سے نکل رہی تھیں جیسے کسی مشین سے کراہیں نکل رہی ہوں۔ شاہدہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ کیا کرے وہ پاگلوں کی طرح کنور کو ٹٹول رہی تھی۔

اچانک کنور نے پورا جسم تان کر ایک جھرجھری لی۔ اس کے حلق سے ایک آخری ہچکی نکلی اور پھر اس کا جسم ساکت ہو گیا۔ شاہدہ نے گھبرا کر اس کا پورا جسم ٹٹول ڈالا۔

"کنور۔ کنور۔"

لیکن۔!

کنور کے جسم میں کوئی جنبش نہ ہوئی۔ شاہدہ سکتہ کے عالم میں بیٹھی رہ گئی۔ پھر اس کے ہونٹوں سے ایک ہلکی سی چیخ برآمد ہو کر نکلی۔

"نہیں۔ نہیں۔"

اور۔!

اچانک اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور کنور کی لاش پر گر کر دہاڑیں مار مار کر رونے لگی۔

پاگلوں کی چیخ پکار کی آوازوں کے ساتھ دوڑتے ہوئے قدموں کی آہٹیں بھی گونج رہی تھیں۔

ہمارے اچھے ایجوکیشنل

چوہان اکیڈمی

لائل پور

چھجو عروسی کے سامنے ایک بھٹیارنی تھی۔ لیکن ان میں نوکر ہی نوکر تھے۔ یا کچھ ایسی قریبی مہمان عورتیں جو رات بھی وہیں گزارنے والی تھیں۔

وہ لوگ زور زور سے دروازہ پیٹ رہے تھے۔ لیکن اب اندر سے شادی کی چیخوں کی آواز بھی نہیں آ رہی تھی۔

ایک عورت نے گھبراتی ہوئی آواز میں نوکروں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ارے تم لوگ ابھی تک یہیں کھڑے ہو۔ جلدی سے جا کر مردانہ خانے میں خبر کرو۔"

ایک نوکر دوڑتا ہوا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد بڑے کنور صاحب ہانپتے ہوئے آئے ان کے ساتھ کچھ اور بھی لوگ تھے۔ بڑے کنور صاحب نے گھبراتے ہوئے لہجہ میں پوچھا۔

"کیا ہوا۔ کیا قصہ ہے۔؟"

کنور چاچا۔" ایک عورت نے جواب دیا۔ "نجانے کیا بات ہے۔ بس اچانک ہی مجلہ عروسی سے دلہن کی چیخیں سنائی دینے لگیں۔ ہم لوگ دوڑ کر یہاں آئے۔ لیکن اب چیخیں بھی نہیں سنائی دے رہی ہیں۔ ہم لوگوں نے بہتیرا دروازہ پیٹ ڈالا۔ لیکن اندر سے کوئی جواب نہیں ملا۔"

"یا اللہ۔۔۔۔۔۔" بڑے کنور صاحب نے سینہ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "خیر کرنا۔"

پھاٹھوں نے اپنی چھڑی سے زور زور سے دروازہ پیٹ ڈالا۔ "کنور۔۔! اے چھوٹے کنور۔ بیٹے۔۔" وہ زور زور سے چلائے۔

لیکن اندر بالکل سناٹا تھا۔ بڑے کنور صاحب نے سب کی طرف دیکھا اور پاگلوں کی طرح بولے۔

"ارے کیا دیکھ رہے ہو تم لوگ۔؟ توڑ ڈالو جلدی سے۔"

عورتیں جلدی سے پیچھے ہٹ گئیں اور مردوں نے دروازہ پر دھکے مارنے شروع کر دیئے۔ چھ سات نوکر ہی نوکر تھے۔ دو تین منٹ کی جدوجہد سے دروازہ ٹوٹ کر اندر جا گرا۔

اور۔۔!

سب سے پہلے بڑے کنور صاحب گھبراتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ لیکن فرش پر پڑی ہوئی کنور کی لاش پر نظر پڑتے ہی بڑے کنور صاحب کے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا۔

وہ بھٹھٹک کر رک گئے۔ چھوٹے کنور کی لاش کے اوپر شادی کا بے ہوش پڑی تھی اور اس کا ہاتھ لاش کے سینہ پر رکھا ہوا تھا۔

اس ہاتھ کی انگلی میں ہی وہ ہیرے کی انگوٹھی بھی پڑی تھی جس کا ہیرا کسی چھوٹے بلب کی طرح چمک رہا تھا۔

چھوٹے کنور کی لاش کو دیکھ کر بہت ساری چیخیں گونج اٹھیں۔ اور پھر اچانک عورتوں اور مردوں کی ملی جلی رونے کی آوازیں زور زور سے گونجنے لگیں۔ بہت سارے لوگوں نے اپنے سینے پیٹ ڈالے۔ کسی نے اپنے بال نوچ لئے۔ بہت زیادہ زور سے

چیخ کر رونے والوں میں نوکر اور نوکرانیاں تھیں۔

وہ لوگ جانتے تھے کہ ان کی آواز میں جتنی زیادہ بلند ہوں گی وہ اتنے ہی زیادہ وفادار اور نمک حلال ملازمین میں شمار کئے جائیں گے۔

لیکن۔!

بڑے کنور صاحب۔ وہ تو اس طرح بے حس و حرکت کھڑے ہوئے تھے جیسے وہ پتھر کے ہو گئے ہوں۔ اور ان کے پاؤں زمین میں گاڑ دیئے گئے ہوں۔ ان کی نگاہیں اس ہیرے کی انگوٹھی پر جمی ہوئی تھیں۔ جس میں سے تیز روشنی سی پھوٹتی محسوس ہو رہی تھی۔

پھر۔!

وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھے۔

آہستگی سے فرش پر بیٹھ گئے۔ انھوں نے شاہدہ کا انگوٹھی والا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور بہت غور سے اس انگوٹھی کو دیکھتے رہے۔

پھر۔!

ان کے ہونٹوں سے اس طرح بڑبڑاہٹ نکلی جیسے وہ خواب میں بڑبڑا رہے ہوں۔!

نہیں۔ یہ ناممکن ہے۔ یہ قطعی ناممکن ہے۔"

اچانک انھوں نے پاگلوں کی طرح وہ انگوٹھی شاہدہ کی انگلی میں سے اتار لی۔!

اور۔!

اس کا ہیرا چاٹنے ہی جا رہے تھے کہ ایک عورت نے جھپٹ کر ان کا ہاتھ مضبوطی سے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور زور سے چلانے لگی۔

"چاچا۔ یہ کیا کر رہے ہیں آپ چاچا۔؟"

"چھوڑ دے مجھے۔"

بڑے کنور صاحب پاگلوں کی طرح کپکپاتی آواز میں بولے۔ "خدا کیلئے مجھے چھوڑ دو۔"

"نہیں چاچا نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اس نے اور زیادہ مضبوطی سے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"آپ اپنی جان نہیں دے سکتے۔۔۔۔۔ ارے تم لوگ کھڑے ہوئے دیکھ رہے ہو۔۔۔۔۔۔ خدا کے لئے چاچا کو بچاؤ۔ ان کے ہاتھ سے انگوٹھی چھین لو۔۔۔ جلدی سے چھین لو۔"

پھر۔!

کچھ لوگوں نے زبردستی بڑے کنور صاحب کے ہاتھ سے انگوٹھی چھین لی۔!

بڑے کنور صاحب چلاتے ہی رہے۔

آخر ان کی چیخیں ایسی ہو گئیں جیسے وہ ہذیانی کیفیت میں چیخ رہے ہوں۔!

کچھ دیر بعد چیختے چیختے وہ بھی بے ہوش ہو کر ایک طرف لڑھک گئے۔!

جلسہ گاہ کے باہر ایک کہرام سا مچا ہوا تھا۔

* * *

عمران کو ہوش آیا تو اس کی آنکھیں چندھیا کر رہ گئیں۔ اس نے جلدی سے سختی سے آنکھیں میچ لیں۔

اس کی آنکھوں پر تیز روشنی کے جھماکے محسوس ہو رہے تھے۔!

اور۔!

یہ روشنی کسی بلب کی نہیں ہو سکتی تھی۔ عمران محسوس ہو رہا تھا کہ یہ روشنی دھوپ کی ہے۔

وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اس نے جلدی جلدی آنکھیں مل کر روشنی کے قابل بنائیں۔۔۔۔۔۔۔ اور ادھر ادھر دیکھا۔۔۔۔۔ وہ مہمان خانے میں ہی تھا۔!

اور۔!

اب تک بستر پر ہی موجود تھا۔ اس کی آنکھوں پر پڑنے والی روشنی دھوپ

کی ہی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔! جو ایک روشن دان کا پٹ کھلا رہ جانے سے آ رہی تھی۔!

اس نے کلائی کی گھڑی دیکھی۔۔۔۔۔ اس میں دس بج رہے تھے۔!

عمران نے حیرت سے سوچا۔۔۔۔۔۔۔! کیا وہ اتنی دیر تک سوتا رہا ہے۔؟

وہ اپنے ذہن پر زور دیتا رہا۔

اور۔!

دفعتاً اسے رات والا واقعہ یاد آ گیا۔ اسے کسی نے ایک کمرے میں کھینچکر انجانے میں بے ہوشی کی دوا سنگھا دی تھی۔۔۔۔۔ اور وہ بڑی بے بسی سے بے ہوش ہو گیا تھا۔

دفعتاً وہ اچھل کر بستر سے نیچے اتر گیا۔ اگر وہ اس کمرے میں بے ہوش تھا تو اسے یہاں تک کس نے پہنچایا تھا۔؟

وہ پھرتی سے کمرے کے دروازے کی طرف جھپٹا۔

پھر۔!

وہ دروازے سے نکلا ہی تھا کہ اچانک ایک مسلح کانسٹیبل نے اس کا راستہ روک لیا۔

عمران ٹھٹھک کر رک گیا۔۔۔۔ اور حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کانسٹیبل کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"کیا بات ہے۔؟"

"آپ کمرہ سے باہر نہیں جا سکتے جناب۔" کانسٹیبل نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں۔؟"

عمران نے چونک کر پوچھا۔

"ایس پی صاحب کا حکم نہیں ہے۔"

"ایس پی صاحب۔۔۔۔! یہاں اکبر پیلس میں۔؟ یہاں پولیس کیوں موجود ہے۔؟"

"ایس پی صاحب سے ہی معلوم ہوگا آپ کو۔۔۔۔ وہ آپ سے کچھ پوچھ گچھ کریں گے۔"

عمران سناٹے میں کھڑا رہ گیا۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ اور اس کے تصور میں کنور کی صورت گھوم رہی تھی۔

ساتھ ہی اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ اکبر پیلس پر موت کا سناٹا طاری ہے۔

اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔۔۔۔ اور اس نے کانسٹیبل سے پوچھا۔

"چھوٹے کنور صاحب تو خیریت سے ہیں۔؟"

"وہ خیریت سے ہوتے تو یہاں پولیس کیا کرنے آتی۔؟"

"اوہ۔" عمران کے ذہن میں لاتعداد جھناکے گونج اٹھے۔

"چھوٹے کنور صاحب حجلہ عروسی میں کسی حادثے کا شکار ہو کر مر گئے ہیں۔"

"کیسا حادثہ تھا وہ؟ کیسے مرے۔۔۔۔!" عمران نے بے چینی سے پوچھا۔

"آپ براہ کرم اندر جائیے۔"

"دیکھو۔۔۔۔ تم ایس پی صاحب کو اطلاع کر دو کہ مجھے ہوش آ گیا ہے اور میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"اس وقت ایس پی صاحب مصروف ہیں۔۔۔۔۔۔۔ وہ جائے حادثے کا جائزہ لے رہے ہیں۔ آپ سے وہ بعد میں پوچھ گچھ کریں گے آپ اندر جائیے۔"

"لاش ابھی اٹھوائی تو نہیں گئی ہے۔؟"

"نہیں۔"

"موت کس طرح واقع ہوئی ہے۔؟"

"زہر سے۔"

"اوہ۔"

عمران اچھل پڑا۔

"دیکھو۔ تم ایس پی صاحب کو اطلاع کر دو۔ لاش اٹھنے سے پہلے میرا اس کمرے تک جانا ضروری ہے۔"

"صاحب۔ مجھے آپ کی نگرانی پر مامور کیا گیا ہے۔"

"میں کمرہ میں جا رہا ہوں۔ تم باہر سے دروازہ بند کر جاؤ۔ مگر ایس پی صاحب

کو میرے ہوش میں آنے کی اطلاع ضرور کر دو۔ یہ بہت ضروری ہے۔"

"نہیں صاحب۔ میں اپنی ڈیوٹی نہیں چھوڑ سکتا۔"

عمران کچھ دیر تک بے بسی سے کانسٹیبل کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اچانک اس نے راہداری کی طرف دیکھ کر گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہا۔

"ارے۔ وہ کیسا کپڑا ہے۔؟"

کانسٹیبل نے چونک کر راہداری کی طرف دیکھا اور اسی لمحہ کانسٹیبل کی بندوق اس کے ہاتھ سے نکل کر عمران کے ہاتھ میں چلی گئی۔ کانسٹیبل بوکھلا گیا۔ عمران نے بندوق کانسٹیبل کی طرف تان کر کہا۔

"اب دیکھو۔ میں خود ہی تمہیں کمرے میں بند کر کے فرار ہو سکتا ہوں۔ فرار نہ بھی ہوں تو تمہیں کمرہ میں بند کر کے اس بندوق سمیت میں ایس پی صاحب تک پہنچ سکتا ہوں۔ اس کے بعد تمہاری ملازمت کا کیا حشر ہوگا۔ اس کا اندازہ تم خود ہی لگا سکتے ہو۔"

کانسٹیبل کپکپاتا رہ گیا۔

عمران نے کانسٹیبل کی بندوق پھر اس کی طرف اچھال دی اور کانسٹیبل نے جھپٹ کر بندوق لپک لی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے نئی زندگی مل گئی ہو۔ عمران نے کہا۔

"اب تو تمہیں یقین ہے کہ میں بھاگنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ بے شک تم دروازہ باہر سے بند کر کے جا سکتے ہو۔ مگر ایس پی صاحب کو اطلاع ضرور کر دو۔"

"آپ۔ کک کمرہ میں جائیے۔"

وہ کمرہ میں گھس گیا۔ کانسٹیبل نے دروازہ باہر سے بولٹ کر دیا۔ پھر عمران کانسٹیبل کے بھاری جوتوں کی آہٹیں سنتا رہا۔ اس کے ذہن میں ایک ہل چل مچی ہوئی تھی۔ اور ہر بار کنور کا چہرہ اسی آنکھوں میں گھوم جاتا تھا۔ وہ خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ رات جس کنور کے ساتھ وہ اتنے سکون سے باتیں کر رہا تھا صبح ہی اس کی موت کی خبر مل جائیگی۔

اب اس کا ذہن اسی اجنبی کی طرف تھا جس نے اسے اچانک کمرہ میں کھینچ لیا تھا۔ لیکن ضروری نہیں تھا کہ وہ کوئی اجنبی ہی ہو۔ وہ کوئی اکبر پیلس میں ہی موجود مہمان بھی ہو سکتا تھا۔ کیونکہ عمران نے کمپاؤنڈ کا اچھی طرح جائزہ لیا تھا۔ اور اسے یقین تھا کہ کوئی اجنبی بغیر پہریداروں کو مطمئن کئے ہوئے پیلس میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔

دفعتاً بھاری جوتوں کی آہٹیں پھر گونجیں اور دروازہ کھل گیا۔ عمران جلدی سے دروازے کی طرف جھپٹ پڑا۔

"آیئے صاحب۔ ایس پی صاحب نے یاد فرمایا ہے۔"

عمران تیزی سے کانسٹیبل کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ تیسری منزل کی ایک کمرے کی طرف کانسٹیبل نے اشارہ کیا۔

"اندر چلے جائیے۔"

عمران اندر داخل ہو گیا۔ اندر ایس پی، ڈی ایس پی، اور شہر کے متعدد سول پولیس کے افسران موجود تھے۔ اور ان کے علاوہ کچھ شہری لباس میں بھی موجود تھے۔ ان کے چہروں پر تفکر کی لکیریں نمایاں تھیں۔

عمران کی نگاہیں ان سب کی طرف گئیں۔ وہ سب بھی عمران کو غور سے دیکھ رہے

تھے۔ اچانک ایس پی اس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "آپ چھوٹے کنور صاحب کے دوست تھے۔؟"

"جی ہاں۔" عمران نے بڑے سکون سے جواب دیا۔

"بہت گہری نیند سوتے ہیں آپ۔؟" ایس پی کے لہجہ میں طنز تھا۔ "اکبر ہاؤس میں ایک قیامت کا شور برپا تھا لیکن آپ اطمینان سے سوتے رہے۔"

عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ لیکن اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی ایس پی نے کہا۔ "ادھر تشریف رکھئے۔ آپکو ہمارے کچھ سوالات کے جواب دینے ہیں۔"

وہ ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا جو کمرے کے بالکل وسط میں پڑی تھی اور چاروں طرف دوسرے آفیسران کی کرسیاں تھیں۔ کوئی دوسرا اس طرح دوسروں کی نگاہوں کے نشانے پر بیٹھا ہوتا تو بری طرح بوکھلا جاتا۔ لیکن عمران کے چہرے پر گہرا سکون تھا۔

ایس پی نے ایک کانسٹیبل کو آواز دی۔

"چار سو پندرہ۔!"

"یس سر۔" کانسٹیبل اندر آکر اٹینشن ہو گیا۔

"بڑے کنور صاحب کے کیا حال ہیں۔؟"

"سر۔ وہ اب ہوش میں ہیں۔"

"ان سے کہو۔ آپ کو یہاں تک آنے کی تکلیف کرنی ہے۔"

"اوکے سر۔"

"اور اس نوکرانی کو بھی بلا کر لانا ہے۔ جس کا نام رحیمن ہے۔"

"اوکے سر۔" کانسٹیبل باہر چلا گیا۔

ایس پی غور سے عمران کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھیں بڑی تیز تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ عمران کے ذہن کا پوسٹ مارٹم کر رہا ہو۔ لیکن عمران کے سکون میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا تھا۔ ایس پی نے اسکے قریب پہنچ کر رولوں پر ہاتھ مارتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔

"کہاں سے آئے ہیں آپ۔؟"

"دارالحکومت سے۔" عمران نے اطمینان سے جواب دیا۔

"آپ کی قوت ارادی بہت مضبوط معلوم ہوتی ہے۔؟"

"آپ بھی نفسیات کے بہت بڑے ماہر معلوم ہوتے ہیں۔" عمران مسکرایا۔

اتنے میں قدموں کی آہٹیں گونجیں اور ان لوگوں نے دروازہ کی طرف دیکھا۔ جہاں سے بڑے کنور صاحب ایک نوکر کے سہارے اندر آرہے تھے۔ ان کی آنکھوں کے پپوٹے سرخ ہو رہے تھے۔ چہرہ کالا کالا ہو رہا تھا۔ رات بھر میں ہی وہ برسوں کے بیمار معلوم ہونے لگے تھے۔

"تشریف رکھئے کنور صاحب۔" ایس پی نے ایک صوفہ کی طرف اشارہ کیا۔

بڑے کنور صاحب کو ایک صوفے پر بٹھا دیا گیا۔ ان کی مضمحل اور غمناک نگاہیں عمران کے چہرہ پر ہی جمی ہوئی تھیں۔ ایس پی نے ان سے کہا۔

"وہ انگوٹھی۔ غالباً آپ ہی کے پاس رہے۔؟"

بڑے کنور صاحب نے چپ چاپ وہ انگوٹھی نکال کر ایس پی کے سامنے کر دی۔ ایس پی نے انگوٹھی لی۔ اور اس طرح پکڑے ہوئے عمران کی طرف آیا جیسے وہ چاہتا ہو کہ عمران اسے غور سے دیکھ لے۔ عمران نے انگوٹھی دیکھی بھی۔ لیکن اس کے چہرہ پر

کوئی تغیر نمودار نہ ہوا۔ اس نے انگوٹھی عمران کے چہرہ کے قریب کرتے ہوئے پوچھا۔

"آپ اس انگوٹھی کو پہچانتے ہیں۔؟"

"جی نہیں۔" عمران نے جواب دیا۔ "میں نے آج پہلی بار دیکھی ہے۔"

"خوب۔ کیا آپ نے دیکھے بغیر ہی اسے اپنے دوست کو شادی کے تحفہ کے بطور نہیں بھیجی تھی۔"

"جی نہیں۔ میں نے ایک طلائی نیکلس تحفہ میں دیا ہے جو کل ہی ثنا اللہ اینڈ سنز کے یہاں سے خریدا گیا ہے۔ میرے پاس اس کی رسید بھی موجود ہے اور ثنا اللہ کی دوکان بھی اس شہر میں موجود ہے۔ نیکلس کا انتخاب میں نے ثنا اللہ صاحب کی تجویز پر ہی کیا تھا۔ اس لئے وہ ابھی مجھے بھولا بھی نہیں ہوگا۔"

"آپ جھوٹ بولتے ہیں۔" ایس پی نے زور سے کہا۔

عمران کی جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ اچھل پڑتا اور اس کا رنگ فق ہو جاتا۔ پولیس والوں کا یہ نفسیاتی حربہ بڑا کارگر ہوتا ہے۔ لیکن عمران نہ اچھلا نہ گھبرایا۔ بلکہ وہ دھیرے سے ہنس پڑا۔ دوسرے آفیسران چونک کر اس کو دیکھنے لگے۔ اور ایس پی ایک لمحہ کے لئے گڑبڑا گیا۔ پھر سنبھل کر بولا۔

"دماغ خراب ہے آپ کا۔؟ کیوں ہنس رہے ہیں اس طرح۔؟"

"میں دیکھ رہا ہوں آپ کی کامیابی کے راز کیا ہیں۔ آپ اس لئے ایک کامیاب آفیسر ہیں کہ ملزم پر اچھا نفسیاتی اثر ڈال کر اس کی زبان کھلوانے کا سلیقہ رکھتے ہیں۔"

"ہم دوسرے طریقوں سے بھی زبان کھلوانا جانتے ہیں۔" ایس پی غرایا۔

"مطلب سول پولیس کی تھرڈ ڈگری سے ہے نا۔؟ لیکن وہ ایک وحشیانہ طریقہ ہے۔"

ایس پی کی آنکھوں سے قہر جھانک رہا تھا۔ اچانک ایک کانسٹیبل رحیمن کو ساتھ لئے ہوئے اندر داخل ہوا۔ رحیمن کے چہرے کا رنگ سفید ہو رہا تھا۔

ایس پی نے رحیمن کو قریب بلایا اور بولا۔

"کیا انھوں نے ہی تمہیں یہ انگوٹھی دی تھی۔؟"

"جی ہاں۔!" رحیمن نے جواب دیا۔

"کیا کہا تھا انھوں نے اس وقت۔؟"

"جج۔ جی۔ کہا تھا کہ میں یہ انگوٹھی چھوٹے کنور صاحب تک پہنچا دوں کیونکہ اس وقت میں ان کے کمرے میں دودھ دے کر جا رہی تھی۔"

"سن لیا آپ نے۔؟" ایس پی نے عمران کی طرف دیکھ کر طنزیہ لہجہ میں کہا۔

"سن لیا۔" عمران نے رحیمن کا چہرہ غور سے دیکھتا ہوا مسکرایا اور بولا۔

"اس لڑکی کے چہرے کے تاثرات بتاتے ہیں کہ یہ جھوٹ نہیں بول رہی۔ جو کچھ کہہ رہی ہے وہ بالکل سچ ہی کہہ رہی ہے۔"

"کیا بکتے ہیں آپ۔؟" ایس پی نے غصے سے کہا۔

"سکون سے کام لیجئے جناب۔" عمران تلخ لہجہ میں بولا۔ "تہذیب کی حدود سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی آپ کو۔"

ایس پی کے ہونٹ اس طرح پھڑپھڑائے جیسے وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا ہو۔ غالباً اس کی زبان نوک پر کوئی انتہائی سخت لفظ مچلا تھا۔

عمران ایس پی کو نظر انداز کر کے طیران سے اٹھ گیا۔ اور رحیمن کے قریب پہنچ کر مسکرایا اور اس کے چہرے پر زگاہیں جماتے ہوئے معلمانہ لہجہ میں بولا۔

"رحیمن۔ تمہارے لہجہ کے وزن سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ تم نے سچ بولا ہے اور کچھ جھوٹ بھی بولا ہے..... کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ تم سب کچھ سچ سچ بتادو۔"

"اے مسٹر آپ۔؟" ایس پی نے کچھ کہنا چاہا۔ لیکن عمران نے اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"صبر سے کام لیجئے ایس پی صاحب۔ میں آپ کے گواہ کو بہکانے والی کوئی بات نہیں کہوں گا۔"

اور ایس پی جھلا کر رہ گیا۔ عمران نے اس کی طرف دیکھے بغیر اطمینان سے رحیمن کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ تو رحیمن کیا تم سچ بولنے کی ہمت کرو گی۔؟"

"مم۔ میں نے تو۔ سب کچھ سچ کہا ہے۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"نہیں رحیمن۔ بے شک تم ایک قابل رحم لڑکی ہو۔ مگر اس وقت تمہاری بات میں کہیں نہ کہیں جھوٹ کا کچھ حصہ ضرور موجود ہے۔ کیونکہ تمہارے لہجہ میں کھلی سچائی کا وزن نہیں ہے۔"

"مم۔ میں جھوٹ نہیں بول رہی۔" رحیمن نے اپنے آپ کو سنبھال کر کہا۔

"حالانکہ۔ تم خود ایک بیوہ ماں کی بیٹی ہو۔ اور پچھلی رات تمہیں جو سو روپے انعام میں ملے تھے۔ وہ۔ خیر چھوڑو۔ کیا تم کچھ دیر تک سوچ کر سچ نہیں بول سکتیں۔"

رحیمن کے چہرے کی بدحواسی بڑھ گئی تھی۔ پھر اس نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہا۔

"جج۔ جی۔ آپ نے۔ آپ نے انگوٹھی دیتے وقت یہ کہا تھا کہ وہ انگوٹھی میں آپ کے نام سے نہیں..... اپنے نام سے کنور صاحب کو تحفہ میں دوں۔"

عمران نے بہت غور سے رحیمن کی صورت دیکھی.... اور پھر آہستہ سے بولا۔

"اب تم بالکل سچ بول رہی ہو۔ تعجب ہے۔"

ایس پی نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور بولا۔ "بہت خوب۔ مسٹر۔ آپ نے انگوٹھی بھجواتے وقت یہ سوچا ہوگا کہ یہ لڑکی اپنے نام سے انگوٹھی دے دیگی۔ تو آپ کسی طرح کی پوچھ گچھ کا شکار بھی نہ ہوں گے۔" پھر ایس پی نے رحیمن کو گھور کر پوچھا۔

"لیکن تم ان صاحب کی انگوٹھی اپنے نام سے دینے پر کیوں رضامند ہوگئی تھیں۔؟"

رحیمن کا چہرہ فق ہوگیا۔ اور ایس پی نے سخت لہجہ میں پوچھا۔

"بتاؤ۔؟"

"ٹھہریئے۔" عمران نے ایس پی کی طرف مڑ کر کہا۔ "یہاں اس سوال کے جواب کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ فی الحال آپ کی گواہ سے میں کچھ سوال کر رہا ہوں۔"

ایس پی پھر کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ کیونکہ عمران تو بڑی لاپروائی سے رحیمن

کی طرف مڑ گیا۔ اس نے رحیمن سے پوچھا۔

"رات جس وقت تم میرے کمرے میں دودھ کا گلاس پہنچانے آئی تھیں۔ کیا اس وقت بھی تم نے تمہیں یہ انگوٹھی دی تھی۔؟ یاد کر کے بتاؤ۔؟"

"جی نہیں۔"

"پھر کب دی تھی۔؟"

"جب میں چھوٹے کنور صاحب کے لئے دودھ کے گلاس لے کر جا رہی تھی۔"

"کہاں پر اور کس جگہ دی تھی۔؟"

"راہداری کے موڑ کے قریب والے کمرے میں۔"

"کمرے میں۔" عمران چونک پڑا۔ پھر کچھ سمجھ جانے والے انداز میں اس نے سر کو جنبش دی اور بولا۔ "لیکن کمرے میں ہی میں نے تمہیں وہ انگوٹھی کیوں نہیں دی تھی۔؟"

"میں کیا جانوں۔؟"

"انگوٹھی تو میں تمہیں اس وقت بھی دے سکتا تھا جب تم میرے کمرے میں آئی تھیں۔۔۔۔ اور غالباً تم جس کمرے کا تذکرہ کر رہی ہو اس میں تو گہرا اندھیرا تھا۔"

"جی ہاں۔ اندھیرا ہی تھا۔"

"ہوں۔" عمران نے ایک لمبی سانس لی اور بولا۔ "تو میں نے تمہیں اندھیرے کمرے میں بلا کر یہ انگوٹھی دی تھی کہ تم اسے اپنے نام سے چھوٹے کنور صاحب تک پہنچا دو۔"

رحیمن کچھ نہ بولی۔ اچانک ایس پی نے آگے بڑھتے ہوئے سرد لہجہ میں کہا۔ "آپ ان فضول باتوں سے ہمارا وقت برباد کر رہے ہیں مسٹر عمران۔"

"آپ کا وقت برباد ہونے سے بچا رہا ہوں۔" عمران مسکرایا۔ "لیکن کم از کم اس انگوٹھی کی اہمیت تو معلوم ہونی چاہئے مجھے۔ آخر یہ کیس پراسرار موت کا ہے اور اس انگوٹھی پر خواہ مخواہ اتنا زور دیا جا رہا ہے۔ کیا یہ انگوٹھی ہی چھوٹے کنور کی موت کی وجہ بنی ہے۔؟"

"جی نہیں۔ جس نے بھی یہ انگوٹھی چھوٹے کنور صاحب تک پہنچانے کیلئے دی ہے۔ وہی آدمی ان کی موت کا ذمہ دار بھی ہو سکتا ہے۔"

"بات سمجھ میں نہیں آئی۔" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"بات تو حوالات میں ہی سمجھ میں آ سکتی ہے۔" ایس پی خشک لہجہ میں بولا۔

"کیا حوالات میں آدمی روشن ضمیر ہو جاتا ہے؟" عمران طنز سے مسکرایا۔

"شٹ اپ اپنے آپکو۔ حراست میں سمجھئے۔"

عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور اچانک بڑے کنور صاحب کی طرف مڑ کر ان کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"آپ آخر اس انگوٹھی پر اتنا زور کیوں دے رہے ہیں۔؟"

بڑے کنور صاحب کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ اور انہوں نے بڑی مشکل سے اپنی کمزور اور بیمار آواز میں عمران سے پوچھا۔

"سچ سچ بتاؤ۔ تم کہاں سے آئے ہو۔"

"دارالحکومت سے۔"

"تم کون ہو۔ کیا کرتے ہو۔ اور یہ انگوٹھی تمہیں کہاں اور کس طرح ملی تھی۔؟"

"آپ کے سوالات کے جوابات میں باری باری دے سکتا ہوں۔" عمران مسکرایا۔ "میں چھوٹے کنور کا دوست ہوں ایک طویل عرصہ ہم دونوں نے آکسفورڈ میں ایک ساتھ گزارا تھا۔ ہم دونوں ساتھ ہی آکسفورڈ سے لوٹے تھے۔ پچھلے کئی برس سے ہم دونوں کی ملاقات نہ ہو سکی تھی۔ اچانک ان کا شادی کا دعوت نامہ اور ایک پرسنل خط مجھ تک پہنچا اور مجھے اپنی بہتری اہم سرکاری مصروفیات ترک کر کے دارالحکومت سے روانہ ہونا پڑا۔"

"آپ کسی سرکاری عہدے پر ہیں۔؟" ایس پی نے پوچھا۔

"جی ہاں۔" عمران مسکرا کر ایس پی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "میں سینٹرل انٹیلی جنس سے متعلق ہوں۔ اور میرا نام علی عمران ہے۔" عمران نے بڑی ڈھٹائی سے کہا۔

"عمران۔" ایس پی بے ساختہ اچھل پڑا۔

کئی آفیسر بھی چونک کر اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے ہو گئے۔ ایس پی نے عمران کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

"آ آپ..... آپ....."

"میرے پاس شناختی کارڈ موجود ہے۔ میرا سامان کمرہ میں ہے۔ میں آپ کی تحویل میں ہوں۔ کسی کانسٹیبل کو بھیج کر صرف میرا اوور کوٹ منگوا لیجئے۔ پھر میں آپ کی تسلی کر دوں گا۔"

ایس پی اور دوسرے آفیسر کے ساتھ ہی بڑے کنور صاحب بھی ہکا بکا سے

عمران کی طرف دیکھ رہے تھے۔

پھر۔!

عمران نے خود ہی رحیمن سے مخاطب ہو کر کہا۔ "رحیمن۔ تم میرے کمرہ میں سے کوٹ اٹھا لاؤ۔"

رحیمن کمرے سے نکل گیا۔ عمران ایس پی کی طرف دیکھ کر بولا۔

"میرا خیال ہے..... ابھی جائے حادثے کی پوزیشن تو ہوں کی توں ہو گی۔؟"

"جی ہاں..... ابھی ہم لوگ کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکے تھے۔"

"نتیجہ سے آپ کی کیا مراد ہے۔؟"

"میرا مطلب ہے۔ ابھی تک یہ فیصلہ نہیں ہو سکا کہ مرنے والے کی موت کس طرح واقع ہوئی ہے۔"

"زہر کا کیس نہیں ہے کیا۔؟"

"کیس تو زہر ہی کا معلوم ہوتا ہے۔"

ایس پی نے کہا۔

"لاش کی رنگت گہری نیلی پڑ چکی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ زہر مرنے والے کے جسم میں کس طرح پہنچا۔؟

کیوں کہ شاہدہ کا بیان ہے کہ مرحوم نے ان کے سامنے کوئی چیز نہیں کھائی تھی اور بالکل اچھے خاصے تھے۔ بس اچانک ہی انھوں نے اپنا ہاتھ زور

سے تھام لیا اور کراہنے لگے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے نیچے گر کر تڑپنے لگے پھر ختم ہو گئے۔"

"ہاتھ تھام کر۔؟"

عمران کے لہجہ میں حیرت تھی۔

"جی ہاں۔ اس وقت شاہدہ کو انگوٹھی پہنا رہے تھے یہ ہی انگوٹھی ہے جو بعد میں شاہدہ کے ہاتھ کی انگلی میں پائی گئی ہے۔"

"اوہ۔ آپ نے ہاتھ کا معائنہ کیا تھا۔؟"

"جی ہاں۔ ایک انگلی پر اس قسم کا نشان ہے جیسے کسی چھوٹے سے کیڑے نے کاٹ لیا ہو۔ وہ انگلی سوج کر نیلی سی پڑ گئی ہے۔"

"اور..... یہ حادثہ انگوٹھی پہناتے وقت ہی ہوا تھا۔؟"

"مجھے یقین ہے۔" اچانک بڑے کنور صاحب نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اس کی موت کا تعلق اسی انگوٹھی سے ہے۔"

"آپ..... اس انگوٹھی کو اتنی اہمیت کیوں دے رہے ہیں۔؟"

بڑے کنور صاحب کچھ نہ بولے۔ اچانک رحیمن عمران کا اوور کوٹ لے آگئی۔!

اور۔! عمران نے اوور کوٹ کی اندرونی جیب سے اپنا شناختی کا

نکال کر ایس پی کو دیا۔

ایس پی نے کارڈ دیکھا اور تحیر زدہ نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھتا رہ گیا۔

اس قسم کے کارڈ عمران کی جیب میں پڑے رہتے تھے اور وہ وقت ضرورت ان سے فائدہ اٹھاتا تھا۔

"میں معافی چاہتا ہوں..... میں تو خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا کہ آپ سے اس طرح اچانک اور ایسے حالات میں ملاقات ہو جائے گی۔" ایس پی معذرت طلب لہجے میں بولا۔

"آپ سے اس ملک کا کونسا آفیسر واقف نہیں ہوگا۔ آپ نے کس طرح ایک غیر ملکی اور سرپھرے ڈاکٹر کی جزیرہ کی سازش گاہ برباد کی تھی۔ آپ کا تو نام بھی قابل احترام ہے۔ مگر تعجب ہے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ اتنے نوجوان ہوں گے۔"

تمام آفیسران نے ایک ایک کر کے عمران کا شناختی کارڈ دیکھا۔!

عمران ایس پی سے مخاطب ہو کر بولا۔

"اگر اجازت ہو تو..... میں جائے حادثے کا معائنہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"اجازت۔ ارے یہ تو ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ یہاں اتفاقاً موجود ہیں..... مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ کیس آپ ہی کے ہاتھوں سے انجام کو پہنچے گا۔ آیئے۔"

عمران ایس پی کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آیا۔ راستہ میں ایس پی نے عمران سے کہا۔

"میرا خیال ہے ..... رحیمن کو حراست میں لے لیا جائے۔"

"کیوں۔؟"

"مجھے یہ لڑکی مشتبہ معلوم ہوتی ہے۔ آخر اس نے انگوٹھی کے سلسلہ میں آپ ہی کا نام کیوں لیا۔"

"نہیں ..... وہ لڑکی خود دھوکہ میں رہی ہے۔ چھوٹے کنور صاحب کے کمرہ میں دودھ پہنچانے سے قبل وہ میرے کمرے میں آئی تھی۔ اور مجھے تھوڑا سا شبہ اس وقت باہر لے گیا۔

راہداری والے جس کمرے کا تذکرہ رحیمن نے کیا ہے میں اسی کمرے میں تھا۔ مگر بے ہوشی کی حالت میں۔

کیوں کہ مجھے اچانک کسی نامعلوم آدمی نے کمرہ میں کھینچ کر کلوروفارم سے مہکتا ہوا رومال سنگھایا تھا ..... غالباً اندھیرے میں اسی نے میرا دل ادا کیا تھا۔"

"مگر ایسا آدمی کون ہو سکتا ہے۔؟ کوئی ایسا ہی آدمی ہو سکتا ہے جو آپ کی یہاں موجودگی سے واقف ہو اور رحیمن کی اور آپ کی گفتگو بھی سن چکا ہو ..... ویسے کوئی اجنبی تو اکبر پیلس کی حدود میں بھی داخل نہیں ہو سکتا۔"

"لمبی کہانی ہے ..... میں کڑیاں ملانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ پہلے مجھے جائے حادثے کا معائنہ کرا دیجئے۔"

عمران ایس پی کے ساتھ کنور کے حجلہ عروسی میں پہنچا۔

حجلہ عروسی کے باہر دو کانسٹیبل تعینات تھے۔ اندر فرش پر کنور کی لاش چت پڑی تھی۔

اور ..... !

اس کی رنگت اب اتنی گہری نیلی ہو چکی تھی کہ ایسا لگتا تھا جیسے لاش کو نیلے رنگ میں نہلا دیا گیا ہو۔

ایس پی چونک پڑا۔

"وہ ..... اب تو لاش کی رنگت اور گہری نیلی ہو گئی ہے۔"

"ایس پی صاحب ....."

عمران نے پر یقین لہجہ میں کہا۔ "یہ کیس سو فیصدی سانپ کے کاٹے کا ہے۔"

"سانپ۔؟"

ایس پی چونک پڑا۔

"جی ہاں۔ آدمی کے جسم کی رنگت کسی سانپ کے زہر سے ہی ایسی ہو سکتی ہے ..... کوئی ایسا سانپ جو انتہائی سریع الاثر زہر کی پوٹلی منہ میں رکھتا ہو۔"

"اوہ ..... تب تو یہ حادثہ اتفاقیہ بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔!"

"نہیں ..... حادثے کو اتفاقیہ قرار دینے والے حالات نہیں ہیں۔"

عمران نے اطمینان سے جواب دیا۔

پھر۔!

وہ کنور کی لاش کے قریب بیٹھ گیا۔ اس نے جھک کر کنور کے ہاتھ کی انگلی دیکھی۔ اور ٹھنڈی سانس لے کر ایس پی کی طرف دیکھ کر بولا۔

"سو فیصدی یہ سانپ کے کاٹے کا ہی کیس ہے۔"

"تعجب ہے ..... مگر سانپ یہاں ..... پہنچا کس طرح ہوگا۔؟"

"یہاں کی کوئی چیز تو اپنی جگہ سے ہٹائی نہیں گئی ہوگی ابھی۔" عمران نے پوچھا۔

"جی نہیں ..... سب کچھ جوں کا توں موجود ہے۔" ایس پی نے جواب دیا۔

عمران میز کے قریب پڑی ہوئی ڈبیہ کی طرف بڑھا ..... اور بولا۔!

"یہ ڈبیہ۔"

"شاہدہ کے بیان کے مطابق یہ ہیرے کی انگوٹھی اسی ڈبیہ میں لائی گئی

تھی۔"

عمران نے رومال سے پکڑ کر ڈبیہ کو اٹھایا۔ ڈبیہ کھلی ہوئی تھی۔ اور اس میں انگوٹھی رکھنے کا خانہ موجود تھا۔

اور۔!

وہ خانہ اندر سے کٹا ہوا تھا۔ عمران چونک پڑا۔ اس نے ڈبیہ ایس پی کے پاس لے جا کر کہا۔

"ذرا دیکھئے ..... کیا اس ڈبیہ میں یہ کٹاؤ غیر ضروری نہیں ہے۔؟"

"کیا مطلب۔؟"

"ایس پی صاحب۔ ممکن ہے سانپ آپ نے بھی دیکھے ہوں۔ لیکن میں نے ضرور ایسے سانپ دیکھے ہیں جن کا قد تو چھ انچ سے بھی کم ہوتا ہے اور وہ اتنے پتلے ہوتے ہیں کہ نہ صرف اس ڈبیہ کے نچلے خول میں ایک سانپ کو بند کیا جا سکتا ہے بلکہ اس کٹاؤ سے وہ سانپ باہر بھی نکل سکتا ہے۔"

"اوہ۔" ایس پی چونک کر بولا ..... "میں نے بھی ایسے سانپ دیکھے ہیں۔"

عمران نے ڈبیہ کو ناک کے قریب لے جا کر آہستہ سے سونگھا اور پھر جلدی سے ڈبیہ ناک کے پاس سے ہٹالی اور ایس پی کی طرف دیکھ کر بولا۔

"یقیناً اس ڈبیہ کا کیمیاوی تجزیہ کیا جائے تو اس سانپ کی بو سے زہر کا کچھ اثر اس ڈبیہ کے اندر بھی ملے گا۔ چلئے یہ مسئلہ تو حل ہوا۔"

"اس کا مطلب ہے جس نے یہ انگوٹھی بھیجی ہے۔ اسی نے ہی جان بوجھ کر چھوٹے کنور کی جان لی ہے۔؟"

"کھلی ہوئی بات ہے۔"

"لیکن۔ چھوٹے کنور صاحب کا ایسا دشمن کون سا ہو سکتا ہے۔؟"

"ان کے ایک ایسے دشمن سے تو میں بھی واقف ہوں۔"

"کیا مطلب۔؟" ایس پی چونک پڑا۔

"تفصیل طلب بات ہے۔ مگر ٹھہریئے۔۔۔۔ کیا یہ ہی دودھ لے کر رحیمن آئی تھی۔؟"

"جی ہاں۔ یہ بڑا گلاس چھوٹے کنور صاحب کے لئے تھا اور چھوٹا گلاس شاہدہ کے لئے۔"

عمران میز کے قریب پہنچا اور گلاسوں میں جھانک کر دیکھنے لگا۔ پھر کچھ سوچ کر اس نے سر ہلایا اور ایس پی سے اس نے پوچھا۔

"کوئی خاص بات۔؟"

"جی نہیں۔ آپ سے میں ذرا رحیمن سے تنہائی میں کچھ پوچھ گچھ کرنا چاہتا ہوں اگر اجازت ہو تو۔؟"

"یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ آپ کو اجازت کی ضرورت ہی کیا ہے۔"

عمران ایس پی کے ساتھ کمرے سے نکل آیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک کمرہ میں رحیمن کے ساتھ موجود تھا۔ رحیمن کے چہرے کی رنگت اڑی ہوئی تھی۔ عمران نے اس کا چہرہ غور سے دیکھا اور بولا۔

"تم اتنی خوفزدہ کیوں ہو رحیمن۔؟"

"نج۔۔ جی نہیں تو۔"

رحیمن نے گھبرا کر کہا۔

"چھوٹے مالک کے لئے دودھ تم ہی لائی تھیں نا۔؟"

"جی ہاں۔"

"چھوٹے کنور صاحب کے گلاس میں زہر کس نے ملایا تھا۔؟"

"جی۔۔!"

رحیمن کا رنگ متغیر ہو گیا۔

"دیکھو رحیمن۔۔"

عمران نرم لہجہ میں بولا۔

"حالانکہ اس دودھ سے کنور صاحب کی موت نہیں ہوئی۔ پھر بھی وہ دودھ کیوں کہ تم لائی ہو۔ اس لئے تم چکر میں پھنس سکتی ہو۔

لیکن میں تمہیں اس شرط پر چھوڑ دوں گا۔ کہ تم مجھے صحیح صحیح بتا دو۔ اگر کنور کی موت اسی دودھ سے ہوئی ہوتی تو شاید میں تمہیں گرفتار کرا دیتا۔"

رحیمن کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی جھلکنے لگی۔۔۔۔ اور اس نے کہا۔

"مم۔۔۔۔ میں نے تو بہت منع کیا تھا۔۔۔۔۔ مگر وہ اظہر نہیں مانا۔"

"اظہر کون۔؟"

"باورچی ہے یہاں کا . . . . اس نے کنور صاحب کے دودھ میں زہر ملانے کی صلاح دی تھی۔"

"اسے کنور صاحب سے کسی قسم کی دشمنی تھی۔؟"

"کنور صاحب نے جس طرح میری آبروریزی کی تھی اسی طرح اظہر کی بیوی کی بھی آبروریزی کی تھی . . . . . اور وہ نہ جانے کہاں چلی گئی تھی۔ خدا جانے خودکشی ہی کر بیٹھی ہو . . . . . اظہر اس کے انتقام کی آگ میں سلگ رہا تھا۔

وہ یہ بھی جانتا کہ کنور صاحب میری عزت سے بھی کھیل چکے ہیں۔ ایک بار اس نے مجھے اس کے کمرہ میں دیکھ لیا تھا۔

رات اس نے مجھ پر زور دیا کہ میں اپنی آبروریزی کا انتقام ان سے لے لوں۔ میرے دل و دماغ کو جانے کیا ہو گیا تھا . . . . . ؟ میں اس کی باتوں میں آ گئی تھی۔"

کہتے کہتے رحیمن کی آنکھیں بھیگ گئیں . . . . . اور آواز رندھ گئی۔

"اظہر کی بیوی کا حادثہ کب ہوا تھا۔؟"

"دو سال پہلے کی بات بتاتا ہے۔"

"اور دو برس تک اس کے دل میں کنور صاحب سے انتقام کا خیال نہیں آیا۔"

"وہ کہتا تھا کہ وہ خود انتقام نہیں لے سکتا کیوں کہ اس کی ماں نے اسے

اپنے دودھ کی قسم دلا دی تھی۔ ماں پرانے وفاداروں کی تھی اور کنور صاحب کے یہاں کی خاندانی ملازم تھی . . . . . وہ نمک حلالی کا حق ادا کرنا چاہتی تھی۔"

عمران غور سے رحیمن کی آنکھوں میں دیکھتا رہا . . . . . پھر بولا۔!

"اظہر اس وقت کہاں ہے۔؟"

"باورچی خانے میں ہوگا . . . . یا کوارٹر میں۔"

"ہوں . . . . . خیر . . . . تم جا سکتی ہو . . . . مگر میری اجازت کے بغیر یہ بیان کسی کو نہ دینا۔ میں نہیں چاہتا کہ تم بے گناہ ہو کر خواہ مخواہ شبہ کا شکار ہو جاؤ۔"

رحیمن نکل کر چلی گئی۔

عمران کچھ دیر تک سوچتا رہا۔

پھر۔!

وہ کمرے سے نکل آیا۔ ایس پی قریب ہی موجود تھا۔ اس نے جلدی سے عمران کے قریب پہنچ کر کہا۔

"کہئے . . . . کچھ کام کی بات معلوم ہو سکی۔"

"میں بہت جلد آپ کو بہت ساری اہم باتیں بتاؤں گا۔ مجھے پوچھ گچھ مزید کرنے دیجئے۔"

پھر وہ ایس پی کو وہیں چھوڑ کر باورچی خانے کی طرف بڑھ گیا۔ اظہر

وہاں موجود نہیں تھا۔

دوسرے باورچی نے بتایا کہ اظہر رات گئے تک جاگتا رہا ہے اس لئے اپنے کوارٹر میں سو رہا ہے۔

عمران اظہر کا کوارٹر پوچھتا ہوا کوارٹر تک پہنچا۔ کوارٹر کے کواڑ بھڑے ہوئے تھے۔

وہ کیواڑ کھولتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ اس نے کوارٹر کے آنگن میں اسے پکارا۔

"اظہر۔"

لیکن۔!

جواب ندارد۔ عمران کوارٹر کی کوٹھری میں پہنچا۔ اور پھر ٹھٹھک کر رک گیا۔

اظہر بستر پر چت لیٹا ہوا تھا۔ اس کے سینے میں ایک گہرا گھاؤ تھا۔ اور زخم سے خون بہہ کر بستر پر جم گیا تھا۔

خون کی سیاہی بتاتی تھی کہ اس کے قتل کو کافی دیر گزر گئی ہے۔ اظہر کی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں اور ہونٹ سختی سے بھنچے ہوئے تھے۔

عمران ایک ٹھنڈی سانس لے کر کوارٹر سے نکل آیا۔

تھوڑی دیر بعد اظہر کے کوارٹر پر آفیسران کی بھیڑ جمع تھی اور پورے اکبر ہلیں میں ایک سراسیمگی سی پھیل گئی تھی۔

بارہ چودہ گھنٹوں کے اندر اندر اکبر ہلیں میں یہ دوسرا خون تھا۔ اور

اب ایس پی عمران کے پیچھے پیچھے پھر رہا تھا۔۔۔۔۔۔ عمران کا دماغ بے حد الجھا ہوا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایس پی کے ساتھ بڑے کنور صاحب کے کمرے میں تھا۔ اس نے ان سے پوچھا۔

"اظہر آپ کے یہاں کب سے ملازم تھا۔؟"

"تقریباً دو سال سے۔"

"دو سال سے۔؟"

عمران چونک پڑا۔۔۔۔۔۔ "کیا وہ بچپن سے ہی یہاں ملازم نہیں تھا۔؟"

"نہیں۔ دو برس پہلے ملازم ہوا تھا۔"

"اوہ۔ اس کی شادی بھی ہوئی تھی یا نہیں۔؟"

"نہیں تو۔"

"اس کی ماں پہلے یہاں ملازم رہی ہے۔؟"

"نہیں تو۔۔۔۔۔۔ لیکن ان سوالات سے آپکی مراد کیا ہے۔"

"کچھ نہیں۔"

عمران نے کہا۔ "بس اتنا ہی پوچھنا تھا۔"

پھر۔!

وہ ایس پی کے ساتھ کمرے سے نکل آیا۔۔۔۔ ایس پی نے پوچھا۔!

"آپ نے اظہر کے متعلق جو سوالات کئے ہیں۔۔۔۔۔ وہ بلاوجہ تو نہیں ہو سکتے۔"

"میری معلومات کے مطابق وہ یہاں پر بچپن سے ہی ملازم تھا۔"

"اور یہ معلومات آپ نے رحیمن سے حاصل کی ہیں۔"

"آپ اس پر کسی قسم کا شبہ نہ کیجئے۔"

عمران مسکرایا۔

"آپ کو صرف کنور صاحب اور اظہر کے قاتل کی ضرورت ہے۔ وہ آپ کے حوالا کر دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ ایک تیسرے قتل کا بھی ذمہ دار ہے۔"

"تیسرا قتل۔!"

ایس پی نے حیرت سے پوچھا۔

"جی ہاں۔ غالباً آپ کے علم میں آچکا ہوگا کہ مونا ہوٹل میں بھی رات ایک قتل ہو چکا ہے۔ ایک عورت کا۔"

"اوہ۔" ایس پی چونک پڑا۔ "آپ اس کے بارے میں کس طرح جانتے ہیں۔؟"

"اس طرح کہ قتل سے کچھ دیر پہلے ہی میں نے اس عورت اور اس کے ساتھی مرد کے ساتھ ہوٹل مونا کے کمرے میں کچھ وقت گزارا تھا۔"

"یعنی وہ لوگ آپ کے ملاقاتی تھے۔"

"نہیں۔ بس اتفاقیہ ملاقات ہو گئی تھی۔"

عمران نے اتفاقیہ ملاقات کی تفصیل اپنی روانگی تک بتائی اور ایس پی نے کہا۔

"اور اس عورت کے ساتھ جس مرد نے کمرہ کرایہ پر لیا تھا۔ وہ مقامی کالج کا ایک لیکچرار ہے۔ سہیل نام ہے اس کا۔"

"جی ہاں۔ اور وہ مفرور بھی ہے۔"

ایس پی حیرت سے اس کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ پھر بولا۔

"لیکن آپ جب وہاں سے چلے آئے تھے تو آپ کو اس قتل کی اطلاع کس طرح ملی۔"

"میں اس عورت کو گرفتار کرانا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس نے کنور صاحب کو ٹیلی فون پر سہاگ رات کو قتل کر دینے کی دھمکیاں دی تھیں۔"

"وہاٹ۔"

ایس پی پھر اچھل پڑا۔

"میں نے کہا نا۔" عمران مسکرا کر بولا۔ "ابھی میں آپ کو کچھ اور زیادہ حیرت انگیز اور اہم معلومات بھی بہم پہنچاؤں گا۔ مگر مجھے کڑیاں ملانے دیجئے۔"

کچھ دیر خاموشی رہی۔ عمران سوچ میں ڈوبا رہا۔ اور ایس پی عمران کی طرف حیرت اور اضطراب کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ دیکھتا رہا۔ پھر عمران نے کہا۔

"میں آپ کو کچھ ایسی باتیں بتانے جا رہا ہوں جنہیں آپ راز رکھنے کا وعدہ کریں گے۔ کیونکہ یہ کسی کی عزت کا معاملہ ہے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر یہ بات قانون کے مفاد سے نہ ٹکرائی تو میں ضرور راز رکھوں گا۔"

"کوئی بات قانون کے مفاد سے نہ ٹکرائے گی۔" عمران نے اطمینان سے کہا۔

کچھ دیر سوچ کر اس نے ایس پی کو سہیل کے متعلق بتایا کہ کس طرح وہ کنور اکبر اور شاہدہ کی شادی رکوانا چاہتا تھا۔ اور اس نے کچھ خطوط بھی دکھائے تھے اکبر کو جن کے بارے میں اس نے بتایا تھا کہ وہ خطوط شاہدہ نے اسے لکھے ہیں۔

لیکن۔!

عمران نے اپنے دلائل سے یہ ثابت کرتے ہوئے کہ وہ خطوط شاہدہ نے نہیں لکھے۔ ایس پی کو بتایا کہ اس کے اندازے کے مطابق غالباً سہیل نے شاہدہ کی شادی رکوانے کے سلسلہ میں ہی متقولہ ریحانہ سے مدد لی تھی جو ایر پارٹمنٹ کے آفیسر کی بیوی تھی۔

اور اس نے فون پر اکبر کو دھمکیاں دی تھیں۔ جنہیں اکبر نے ٹیپ کر لیا تھا۔ اور عمران نے جب اس ٹیپ پر ریحانہ کی آواز سنی تو فوراً پہچان لی کیونکہ وہ کچھ دیر پہلے ہی براہ راست ریحانہ کی آواز سن چکا تھا۔ اور اس نے اس کے متعلق ہوٹل مونا ٹیلی فون کیا۔ جہاں سے اسے ریحانہ کی موت کی اطلاع ملی۔ جب وہ ہوٹل پہنچا تو سہیل فرار ہو چکا تھا۔

"بہر حال۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "سہیل کا اصل مقصد

شادی رکوانا تھا وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اس لئے وہ کنور کو موت کے گھاٹ اتار دینے پر تل گیا تھا۔ اور یہ کام بھی وہ عین سہاگ رات کے روز حجلہ عروسی میں ہی کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اس سلسلہ میں دو بہرے انتظامات کئے تھے۔ اگر اس کا ایک وار خالی جاتا تو دوسرا وار کارگر ثابت ہوتا۔"

"دو بہرے انتظامات۔؟" ایس پی نے حیرت سے کہا۔

"جی ہاں۔ غالباً اس نے پہلا انتظام یہ کیا تھا کہ اکبر پیلس کے باورچی کو خرید لیا تھا۔ یا کسی بھی طرح اسے اپنا ہمراز بنا لیا تھا اور غالباً اس کے پلان کے مطابق اطہر نے رات شمشاد کے کمرہ میں جو دودھ بھیجا تھا اس میں زہر ملا دیا گیا تھا۔"

"زہر۔" ایس پی اچھل پڑا۔

"حادثے میں آپکا ذہن الجھا ہوا تھا اس لئے آپ دودھ کے گلاسوں کی طرف توجہ نہیں دے سکے تھے۔ دو گلاس دودھ کے تھے ایک چھوٹا اور ایک بڑا۔ ظاہر ہے کہ بڑا گلاس خود کنور پیتے اور چھوٹا شاہدہ کو دیا جاتا اور اس گلاس کا دودھ پی کر بھی کنور کی موت لازمی تھی۔"

"اوہ۔"

"لیکن غالباً سہیل اپنے اس پلان سے مطمئن نہیں تھا۔ اسی لئے اس نے یہ دوسرا پلان بھی بنایا اور انگوٹھی کی ڈبیہ میں وہ زہریلا سانپ رکھ کر اس نے رحیمن سے ڈبیہ کو کنور تک پہنچوا دیا جس سے کنور کی موت ہو گئی۔"

"تعجب ہے۔ لیکن سہیل اکبر پیلس میں داخل کیسے ہوا۔ جب کہ اس جگہ

کسی بھتیجی کا داخلہ قطعی ناممکن ہے۔"

"ہاں۔ یہ سوال تو غور طلب ہے۔ کیونکہ اگر پلیس ایسی عمارت نہیں ہے جس میں کسی بھی سمت سے کوئی چور آچکا یا بیرونی سمت سے آنیوالا داخل ہو سکے۔"

"ممکن ہے کہ یہ کام بھی سہیل کے کسی خریدے ہوئے آدمی کا ہو اور وہ اب بھی اکبر پیلیس ہی میں موجود ہو۔"

"اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مہمانوں میں سے کوئی ہو۔ اور رات تک جا چکا ہو۔"

"تو ان مہمانوں کی چیکنگ تو ہو سکتی ہے جو رات کو قیام کرنے کے لئے یہاں رکے تھے۔"

"بے شک۔ لیکن پہلے کیوں نہ ہم سہیل کے داخلہ کے امکانات کا ہی جائزہ لے لیں کیونکہ اکبر پیلیس کے مخصوص مہمانوں سے اس قسم کی پوچھ گچھ کی جائے تو وہ برا بھی مان سکتے ہیں۔"

"ضرور۔"

"تو پھر آیئے۔"

عمران اور ایس پی کمرہ سے نکل آئے۔ اب عمران پھر اکبر پیلیس کے کمپاؤنڈ کا چکر لے رہا تھا۔ لیکن کمپاؤنڈ کی دیوار میں کوئی ایسی جگہ نہ مل سکی جس کے متعلق سوچا جا سکتا کہ سہیل اس جگہ سے اندر داخل ہو گیا ہوگا۔ ایس پی نے اس سے پوچھا۔

"اب آپ کا کیا خیال ہے۔؟"

"آیئے۔ پھاٹک کے دربانوں سے بھی پوچھ گچھ کی جائے۔"

"چلیئے۔"

عمران اور ایس پی پھاٹک کی طرف بڑھنے لگے۔ راستہ میں ایس پی نے کہا۔

"لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔؟"

"وہ کیا۔؟"

"آخر سہیل شاہدہ کی شادی کیوں رکوانا چاہتا تھا۔؟ کیا یہ محبت وغیرہ کا چکر ہو سکتا ہے۔؟"

"پہلے تو میں بھی اسی نتیجہ پر پہنچا تھا۔ لیکن اب خیال تبدیل ہو چکا ہے۔"

"کیوں۔ کیا آپ ان خطوط کو نظر انداز کر دیں گے۔؟"

"وہ خطوط۔ ابھی میں اپنے دلائل سے انھیں نقلی ثابت کر چکا ہوں۔ ویسے یہاں پر وہ خطوط بھی موجود ہیں اور شاہدہ بھی۔ اس کی تحریر لیکر ان خطوط کی تحریر سے ملائی جا سکتی ہے۔"

"ممکن ہے کہ سہیل یک طرفہ محبت کرتا ہو۔؟"

"یہ خیال بھی پہلے میرے دل میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن بعد کو احساس ہوا کہ یہ خیال قطعی احمقانہ ہے کیونکہ اگر سہیل صرف شادی رکوانے کے ہی چکر میں ہوتا اور اس کی نیت یہی ہوتی تو وہ اتنی شدت پر نہ اترتا کیونکہ کنور کی موت کے بعد کیا وہ یہ توقع رکھ سکتا ہے کہ شاہدہ کی شادی اس سے ہو جائیگی۔؟ خاص طور سے اس کے فرار کے بعد۔ اس کے علاوہ اگر یہ عشق کا ہی معاملہ ہے تو پھر اسے شاہدہ کے ہر شوہر کو مارنا پڑیگا۔ ظاہر ہے کہ شاہدہ کی عمر اتنی زیادہ نہیں کہ وہ عمر بھر بیوگی میں گزار دے۔ وہ بھی ایسی صورت میں جبکہ وہ عملی طور پر کنور کی بیوی نہیں بن سکی۔"

وہ لوگ گیٹ کے نزدیک پہنچ چکے تھے۔

پھاٹک پر دو مسلح کانسٹیبل بھی موجود تھے اور دو دربان بھی۔ وہ لوگ عمران

اور ایس پی کو دیکھ کر ایک دم مستعد ہو کر کھڑے ہو گئے۔ عمران نے ایک دربان سے پوچھا۔

"کیا رات بھی تمہاری ہی ڈیوٹی تھی یہاں پر۔؟"

"جی ہاں۔ ہم دونوں ہی تھے۔"

"ظاہر ہے کہ تم لوگوں نے کسی آدمی کو بغیر کارڈوں کی چیکنگ کے اندر نہ آنے دیا ہوگا۔؟"

"جی ہاں صاحب۔"

"اچھا۔ یاد کر کے بتاؤ۔" عمران نے سہیل کا حلیہ بتایا اور پوچھا۔ "رات کو دس بجے کے بعد اس حلیہ کا کوئی مہمان بھی آیا تھا۔؟"

"اس حلیہ کا۔!" دربان ذہن پر زور دینے لگے۔

"رات کو دس بجے کے بعد یا اس کے کچھ قبل آنے والا مہمان تمہاری یادداشت میں اس لئے رہنا ضروری ہے کہ دس بجے کے بعد آنیوالے مہمان ظاہر ہے کہ ڈنر کیلئے نہ آئے ہوں گے عرس مبارک سننے آئے ہوں گے۔"

دفعتاً ایک دربان کچھ یاد کر کے چونک پڑا۔ اور بولا۔ "صاحب اس حلیہ کا کوئی مہمان کارڈ دکھا کر تو اندر نہیں گیا۔ البتہ ایک آدمی اس حلیہ کا آیا ضرور تھا۔"

"اور وہ اندر بھیج گیا تھا۔؟"

"جی ہاں۔ گیا تھا۔"

"مگر تم نے اسے بغیر کارڈ کے اندر کیوں جانے دیا تھا۔؟"

"صاحب۔ اس محل کے کسی ملازم کے ملاقاتی کو ہم کیسے روک سکتے ہیں۔"

"کیا مطلب۔؟"

"اس حلیہ کا آدمی اظہر باورچی سے ملاقات کیلئے آیا تھا۔"

"اوہ۔" عمران چونک پڑا۔

"اس نے ہم سے کہا تھا کہ اظہر اس کا دوست ہے اور ہم اظہر کو بلا دیں۔ پھر میں اظہر کو بلانے گیا تھا۔ وہ اس وقت باورچی خانے میں ہی تھا۔"

"پھر۔؟"

"اظہر اسے اپنے ساتھ کوارٹر کی طرف لے گیا تھا۔ اس سے زیادہ ہم نہیں جانتے۔"

"کیا وہ شراب کے نشہ میں تھا۔؟"

"جی ہاں۔ دیسی شراب کی بو اس کے منہ سے آ رہی تھی۔؟"

"ہوں۔" عمران نے ایک لمبی سانس لی۔ "لیکن وہ رات ہی کو کسی وقت باہر نکل گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ ہم اسے روک نہیں سکتے تھے۔"

"ہنگامہ اس کے کتنی دیر بعد ہوا تھا۔؟"

"شاید آدھے گھنٹے یا اس سے کچھ وقفہ کے بعد۔!"

"ہوں۔" عمران نے ایک لمبی اور گہری سانس لی۔ اور ایس پی کی طرف مڑ کر بولا۔ "آیئے۔"

ایس پی اور عمران پھاٹک سے ہٹ کر عمارت کی طرف چلے اور راستہ میں عمران نے کہا۔

"ایک مسئلہ اور حل ہوا۔ سہیل خود ہی یہاں آیا تھا۔ اور اس نے وہ ہیرے

کی انگوٹھی شمشاد تک پہنچوائی تھی اور اس کے اندر داخلہ کا ذریعہ بھی اب سامنے آ گیا۔ اظہر غالباً اسی نے اظہر کو رازداری کے سبب ہی قتل کیا ہے۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" ایس پی نے حیرت آمیز لہجہ میں کہا۔ "آپ کے اندازے حیرت انگیز حد تک درست ثابت ہوتے جا رہے ہیں۔"

"اب آپ اطمینان سے اپنی رسمی کارروائیاں مکمل کر کے شمشاد کی لاش اٹھوا سکتے ہیں۔"

عمران کچھ سوچ کر بولا ... "اور ساتھ ہی آپ سہیل کا وارنٹ بھی جاری کرا سکتے ہیں۔"

"لیکن رحیمن۔؟"

"میں آپ سے پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ رحیمن اس سلسلہ میں بالکل بے قصور ہے۔ وہ نہیں جانتی کہ اسے نادانستگی میں اظہر کی سازش کا آلۂ کار بننا پڑا تھا۔"

ایس پی کچھ نہ بولا۔ اس کی پیشانی پر تشویش کی لکیریں نمایاں تھیں۔

* * *

مینا ناز کا تیسرا ناول

جسے پیا چاہے

آج ہی طلب کیجئے

کراچی بک ڈپو اردو بازار کراچی

ایس پی میں دوپہر تک رسمی کارروائیاں جاری رہیں۔ مشتبہ ملازمین کے بیانات لئے گئے۔ رحیمن کا بیان بھی باضابطہ لیا گیا اور اس نے عمران کی مرضی کے مطابق ہی بیان دیا۔ دونوں لاشوں کے فوٹو گراف اتارے گئے۔ ضروری جگہوں سے بھی انگلیوں کے نشانات کے فوٹو اتارے گئے۔ شاہدہ کا بیان بھی ایک بار پھر عمران کی موجودگی میں لیا گیا تھا۔

پھر رگ کے گیارہ ساڑھے بارہ بجے دونوں لاشیں ایمبولینس میں روانہ کر دی گئیں اور ایک بجے تک آفیسران بھی رسمی کارروائیوں سے فارغ ہو کر ایس پی سے رخصت ہو گئے۔ جاتے جاتے ایس پی کو عمران نے ہدایت کی تھی کہ سہیل کا وارنٹ گرفتاری بلاضمانت فوری طور پر جاری کر دیا جائے۔

اور۔!

ریحانہ کی کوٹھی پر چھاپہ مار کر سہیل کو تلاش کیا جائے۔ کانوائے کے گرد بھی گہری اور کڑی نگرانی رہنی چاہیئے۔

پولیس والوں کی روانگی کے بعد ایس پی میں موت کا سناٹا چھایا رہ گیا۔

عمران آفیسران کو رخصت کرنے برآمدے تک آیا تھا۔ اور جب وہ لوگ چلے گئے تو وہ برآمدہ میں ہی کافی دیر تک کھڑا رہا۔ اس کی آنکھوں میں گہری الجھن کے آثار نمایاں تھے۔

بظاہر ساری کارروائیاں قابل اطمینان ہو گئی تھیں۔ لیکن اس کے ذہن میں کئی الجھنیں ابھی تک موجود تھیں۔

دفعتاً اسے اپنے قریب ہی تیز تیز سانسوں کی بازگشت سنائی دی عمران نے چونک کر پلٹ کر دیکھا۔ اس کے بالکل قریب رحیمن کھڑی ہوئی تھی۔ عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے رحیمن کی آنکھوں میں دیکھا اور بولا۔

"تمہارے چہرہ کی رنگت ابھی تک کیوں اڑی ہوئی ہے۔؟"

"صاحب جی۔" رحیمن نے بھرائی آواز میں کہا۔ "میں آپ کی شکر گزار ہوں آپ نے مجھے ایک بڑی مصیبت سے بچا لیا۔ . . . . . وہ لوگ مجھے ضرور پکڑ کر لے جاتے۔"

"رحیمن۔ اگر مجھے ایک فیصدی بھی یہ شبہ ہو جاتا کہ شمشاد کی موت میں تمہارا بھی ہاتھ ہے تو تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہ کی جاتی۔ لیکن تم مظلوم ہو مجھے تم سے بے حد ہمدردی ہے۔"

رحیمن کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "آپ اپنے کمرے میں کس وقت پہنچیں گے۔"

"کیوں۔؟"

"میں۔ آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"تو ابھی چلو۔!"

"جی نہیں۔ ابھی آپ کو بڑے نواب صاحب نے یاد فرمایا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ان سے ملنے کے بعد اوپر ہی آؤں گا۔" عمران اندر کی جانب مڑ گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اجازت لیکر بڑے نواب صاحب کے کمرہ میں داخل ہوا۔ بڑے نواب کمرہ میں تنہا ہی تھے۔ وہ صوفہ پر نیم دراز تھے۔

ایک بڑا سا گاؤ تکیہ ان کے سرہانہ لگا ہوا تھا۔ اور ایک نوکر ان کے سر میں تیل کی مالش کر رہا تھا ان کا چہرہ مردوں سے بدتر ہو رہا تھا۔

عمران کو دیکھ کر ان کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ انھوں نے یوں ہی لیٹے لیٹے کہا۔

"میں نے تمہیں کچھ ضروری باتوں کے لئے بلایا تھا بیٹے۔"

"میں خود آپ سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔"

بڑے نواب صاحب نے ہاتھ اٹھا کر ملازم سے کہا۔ "بس اب رہنے دو۔ تم جا سکتے ہو۔"

نوکر ہاتھ روک کر ان کی پیشانی پر لگا ہوا تیل تولیہ سے صاف کرنے لگا۔ پھر چلا گیا۔

کمرہ میں عمران اور بڑے نواب صاحب ہی رہ گئے۔ انھوں نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کر کے اس سے کہا۔

"بیٹھو۔"

عمران کرسی کھینچ کر بستر کے قریب ہی بیٹھ گیا اور بولا۔

"اگر آپ اچھی پوزیشن میں نہ ہوں تو یہ گفتگو پھر کسی وقت کیلئے اٹھا رکھئے۔"

"نہیں بیٹے۔ اب کیا اچھی پوزیشن۔ کیا بری پوزیشن۔ میری تو کمر ٹوٹ کر رہ گئی ہے۔ باقی عمر تو کسی نہ کسی طور پر گزار ہی رہا ہے۔" کہتے کہتے ان کی آواز بھرا گئی۔ عمران نے ہمدردانہ لہجہ میں کہا۔

"سب کچھ اوپر سے ہٹ کر آتا ہے نواب صاحب۔ آدمی کے بس کی بات نہیں کہ ہاتھ کی لکیروں کی تحریر میں تبدیلی کر سکے۔ آپ کو بہرحال خدا کے سکوت سے کام لینا ہوگا۔"

"اب زندگی میں صبر کر رہے سوا کیا رہا ہے۔" کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر بڑے نواب صاحب نے ہی سکوت توڑا۔

"یہ بھی اتفاق ہے کہ تم جیسا ذہین اور ہونہار آفیسر یہاں موجود ہے۔ تم چھوٹے کنور کے دوست بھی تھے۔ اس لئے میں تمہیں اس کی جگہ سمجھ کر کچھ باتیں کروں گا۔"

"آپ میرے بھی اتنے ہی قابل احترام ہیں جتنے میرے دوست کے لئے تھے۔"

"بات یہ ہے۔ تمہیں اب یہاں کچھ عرصہ تک رہنا پڑیگا۔"

"جی ہاں۔ میں نواب اس وقت تک تو ہوں ہی جب تک یہ کیس حل نہیں ہو جاتا۔"

"اس کے علاوہ تمہیں میرے لئے بھی کچھ کام کرنے ہیں۔"

"حکم فرمایئے۔ آپ کی خدمت کر کے مجھے دلی مسرت حاصل ہوگی۔"

"پہلی بات تو یہ ہے کہ تمہیں یہ پتہ لگانا ہے کہ سہیلی کے پاس یہ ہیرے کی انگوٹھی کہاں سے آئی۔؟"

"اوہ۔ میں شروع سے ہی محسوس کر رہا تھا کہ اس انگوٹھی کی کوئی نہ کوئی اہمیت

ہے ضرور۔ اگر گستاخی نہ ہو تو میں یہ دریافت کرنے کی جرأت کروں کہ آپ اس انگوٹھی کو اتنی اہمیت کیوں دے رہے ہیں۔؟"

"اس لئے کہ یہ انگوٹھی ہمارے خاندان کی ایک مقدس امانت ہے۔"

"اوہ۔"

"لیکن یہ انگوٹھی ایک طویل عرصہ سے پراسرار طور پر گم ہو گئی تھی۔"

"گم ہو گئی تھی۔؟"

عمران نے حیرت سے کہا۔ "کب کی بات ہے یہ۔؟"

"لگ بھگ بیس بائیس سال۔ یا پھر اس سے بھی پہلے کی بات ہے۔ یہ انگوٹھی یہاں سے پراسرار طور پر گم ہو گئی تھی۔

ہم نے اسے تلاش کرنے کیلئے زمین آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ کئی نوکروں کو گرفتار کرایا۔ انہیں ہزاروں روپوں کے انعامات کے لالچ بھی دیئے۔ لیکن یہ انگوٹھی کسی طرح بھی برآمد نہ ہو سکی۔"

"پھر۔؟"

"پھر ہم نے صبر کر لیا۔ ہمارے خاندان کی روایات کے مطابق یہ انگوٹھی اکبر پیس کی آنیوالی بہو کے ہاتھ میں ڈال دی جاتی تھی۔

ہمارے خاندان کا عقیدہ ہے کہ بزرگوں کی یہ انگوٹھی نہ صرف اس خاندان کی بہوؤں کو بدروحوں اور برے اثرات سے حفاظت کرتی ہے۔ بلکہ اس انگوٹھی کو انگلی میں پہننے والی بہو کی پہلی اولاد بہرحال میں نرینہ ہی پیدا ہوتا ہے۔"

"اوہ۔"

"اور ہمیں یقین تھا کہ اس انگوٹھی کی گمشدگی کسی عذاب کا باعث بھی بن سکتی ہے۔۔"

"کیا گم ہوتے وقت یہ انگوٹھی بڑی بہو کی انگلی میں پڑی ہوئی نہیں تھی۔؟" عمران نے پوچھا۔

"انہیں کی انگلی میں تھی۔۔!"

انھوں نے ایک لمبی سانس لی۔۔

"لیکن انھوں نے اس روز انتہائی غم و غصہ کی حالت میں اس انگوٹھی کو اپنی انگلی سے اتار کر پھینک دیا تھا۔۔"

"کیوں۔۔؟"

"یہ ایک دردناک کہانی ہے بیٹے۔۔" ۔۔۔۔۔! وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

"لیکن ہم تمہیں یہ کہانی ضرور سنائیں گے کیوں کہ پچھلے ایک طویل عرصہ سے ہمارے سینہ پر جو بوجھ ہے وہ اتر جائیگا۔"

تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہے۔ اور عمران ان کی طرف غور سے دیکھتا رہا۔!

پھر۔!

انھوں نے پہلو بدلا اور عمران کی طرف دیکھ کر بولے۔۔

"یہ قریباً بیس بائیس برس قبل کی بات ہے۔ بڑی بیگم سے ہماری شادی کو قریباً دو سال گزر چکے تھے۔ اور اس وقت اکبر کی عمر صرف دو برس تھی۔ بڑی بیگم کو ہم

سے عشق کی حد تک پیار تھا اور ہمیں ان سے عشق تھا۔ وہ ہم پر بے حد اعتماد کرتی تھیں۔!

شادی کے تین برس بڑے سکون سے گزرے تھے۔ مگر ان ہی دنوں اکبر پیپس کی ایک ملازمہ کی بہن شگفتہ اتنی حسین تھی کہ اس کی شخصیت پر شگفتہ نام اس طرح فٹ بیٹھتا تھا جیسے اس نام کی تخلیق ہی اس کے لئے ہوئی ہے۔" وہ چند لمحے خاموش رہ کر پھر بولنے لگے۔

ہم نے بہت کوشش کی کہ شگفتہ کے متعلق کوئی برا خیال ہمارے دل میں نہ آئے۔

لیکن۔!

شگفتہ کے حسن و شباب کی آنچ نے ہمارے دل کو موم کی طرح پگھلا کر بہا دیا۔

اور۔!

ہم شگفتہ کو آغوش میں لینے کیلئے رات دن بے چین رہنے لگے۔ شگفتہ ہماری خدمت گزار تھی۔

ہم اسے بار بار اپنے کمرہ میں چھوٹے موٹے کاموں کے بہانے سے بلانے لگے۔!

شگفتہ بھی شاید ہماری آنکھوں کا مفہوم سمجھ چکی تھی۔ بڑی بیگم نے ہمارے اندر پیدا ہونے والی تبدیلیوں سے بہت سے اندازے لگا لئے اور وہ ہماری طرف سے شکوک رہنے لگیں۔ ہم ان کے تاثرات پڑھ چکے تھے۔ لیکن ہمارے

جذبات پر شگفتہ کی قربت کا بھوت سوار تھا۔ لہٰذا ہم ان کے تیور دل کو نظر انداز کرتے رہے۔

ایک رات شگفتہ کی ماں نے ہمیں بتایا کہ اس نے شگفتہ کی شادی کسی نوجوان سے طے کر دی ہے۔

اور۔!

شگفتہ دوسری صبح چلی جائے گی۔ اس کی ماں نے ہم سے شگفتہ کی شادی کے سلسلہ میں کچھ مدد مانگی تھی۔

یہ خبر ہمارے لئے دھماکے سے کم نہ تھی۔ صرف ایک رات ہمارے پاس باقی تھی۔

اور۔!

ہمارے دل میں ایک قیامت برپا تھی کہ کسی قیمت پر بھی شگفتہ کو وہ ہمارے کمرے میں بھیج دے۔

ہم نے شگفتہ کی ماں سے وعدہ کر لیا کہ اس کی شادی کا پورا خرچہ ہم اپنے پاس سے دیں گے۔

اور۔!

وہ رات کو شگفتہ کو ہمارے کمرے میں بھیج دے۔ ہم رقعہ اس کے حوالہ کر دیں گے۔

لیکن۔!

شگفتہ کی ماں ہماری بات سن کر ڈر گئی۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر گڑگڑا کر

کہا کہ ہم شگفتہ کی عزت بخش دیں۔

لیکن۔!

ہمارے اوپر تو بھوت سوار تھا۔ ہم نے فیصلہ سنا دیا تھا کہ یا تو شگفتہ رات کو ہمارے پاس رقم لینے آئیگی۔ یا پھر وہ محل سے کبھی نہ نکل پائے گی۔

شگفتہ کی ماں روتی ہوئی چلی گئی۔ وہ جانتی تھی کہ ہم حکمراں ہیں۔ محل کے مالک ہیں اور ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں۔

ہماری مرضی کے بغیر پتہ بھی نہیں ہل سکتا۔ رات کو شگفتہ کسی آسمانی پری کی طرح ہمارے کمرہ میں آئی۔

اس کی آنکھیں روتے روتے سرخ ہو گئی تھیں اور گلابی رنگت خوف سے سفید ہو گئی تھی۔

وہ ہمارے کمرے میں آئی۔ اور ہم نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

شگفتہ روتی، گڑگڑاتی رہی۔ اس نے اپنی عزت کی بھیک ہم سے مانگی۔

لیکن۔!

ہم اس وقت قطعی نہ پسیجے۔ ہمارا دل پتھر کا ہو گیا تھا اور ہمارے اوپر اس وقت ہوس کا شیطان سوار تھا۔

ادھر شگفتہ کی ماں نے اسے بھیج تو دیا۔ لیکن بعد میں وہ اپنے احساسات پر قابو نہ پا سکی تھی۔ اور اس نے بڑی بیگم سے جا کر فریاد کی۔

بڑی بیگم فوراً ہمارے خصوصی کمرے کی طرف آئیں۔ انھوں نے زور زور سے ہمیں پکارا۔ ہمارے کمرے کا دروازہ پیٹ ڈالا۔ لیکن ہم نے اس وقت

انھیں بھی سختی سے ڈانٹ دیا۔

اور۔!

انھیں دھمکی دی کہ اگر اس وقت انھوں نے مداخلت کی تو ہم انہیں بہت کڑی سزا دیں گے۔

اور۔!

پھر ہم نے بڑی بیگم کے جذبات کی پرواہ کئے بغیر شگفتہ کے رونے اور گڑگڑانے کی پرواہ کئے بغیر شگفتہ کو اپنی ہوس کا شکار بنا لیا۔

اپنے اندر کے پیاسے شیطان کی پیاس ہم نے بجھا لی۔ شگفتہ اس عظیم صدمے سے بے ہوش ہو گئی۔

ہم نے رات کو تین بجے کے قریب دروازہ کھولا۔ تو بڑی بیگم دروازے کے سامنے ہی کھڑی ہوئی تھیں۔

ان کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ ایک زخمی اعتماد بھانک رہا تھا۔

ہم انھیں دیکھ کر حیران رہ گئے۔

بڑی بیگم نے اپنی انگلی سے انگوٹھی اتاری اور بہت زور سے ہمارے منہ پر ماردی۔

یہ ان کی علیحدگی کا اعلان تھا۔ ہم بھونچکا سے رہ گئے۔ بڑی بیگم نے ہم سے سخت لہجہ میں کہا۔

"اب اس انگوٹھی کی اسی حقدار شگفتہ ہے۔"

اور پھر بڑی بیگم وہاں سے چلی گئیں۔ ہم بہت دیر تک بھونچکا سے

کھڑے رہے۔

لیکن۔!

پھر ہم نے سوچ لیا کہ بڑی بیگم کا غصہ صبح تک ختم ہو جائے گا ہمیں یقین تھا کہ بڑی بیگم ہمیں چھوڑ کر نہیں جا سکتیں وہ اسی پیسے کی بھوکی ہیں۔

اور۔!

اس پیسے کو خیرباد کہہ دینا ان کے بس کی بات نہیں ہے۔ ہم نے اپنے نوکروں کو بلا کر شگفتہ کو اس کی ماں کے کوارٹر میں پہنچا دیا۔ شگفتہ بے ہوشی کی حالت میں ہی گئی تھی۔

ہمارا ذہن اس وقت کچھ بے چین بھی تھا منتشر بھی۔ شدید انتشار کی کیفیت میں ہم بھول گئے کہ بڑی بیگم نے جو انگوٹھی پھینکی تھی وہ کمرے کے فرش پر ہی پڑی رہ گئی ہے۔

ہم تھوڑی دیر تک تو اس کمرہ میں رہے۔ پھر نہ جانے کیوں ہمیں اس کمرہ میں وحشت سی ہونے لگی۔

اور۔!

ہم اس کمرہ سے نکل ہی رہے تھے کہ ایک نوکرانی نے بھاگ کر ہمیں بتایا کہ بڑی بیگم نے گلے میں رسی کا پھندہ ڈال کر خودکشی کر لی ہے۔

ہم بھاگتے ہوئے بڑی بیگم کے کمرے میں پہنچے۔ واقعی ان کی لاش چھت سے لٹک رہی تھی۔

انھوں نے رسی کا پھندا گلے میں ڈال کر خودکشی کر لی تھی۔ ہمارے

پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ ..... ہم نے جلدی سے ان کی
لاش اتروائی۔

لیکن۔!

وہ لاش نہیں تھی۔ اس وقت بڑی بیگم کے جسم میں تھوڑی بہت سانسیں
موجود تھیں۔!

چند منٹ کے اندر اندر ہی بڑی بیگم کے گرد ایک درجن ڈاکٹر جمع
ہو گئے۔

لیکن۔!

وہ لوگ اپنی پوری پوری کوشش کے بعد بھی بڑی بیگم کو نہ بچا سکے۔!
بڑی بیگم کو مرنے سے چند منٹ قبل ہوش آیا۔

اور۔!

انھوں نے سب کو باہر جانے کا اشارہ کر کے ہمیں قریب بلایا۔ اور ہم
سے کہا۔

مجھے معاف کر دینا میرا تاج۔ جو ہونا تھا وہ ہو ہی چکا ہے۔ میں اب
زندہ نہیں رہوں گی۔ لیکن آپ نے شگفتہ کے ساتھ جو ظلم کیا ہے اس کے بارے
میں سوچ کر میری روح کانپ اٹھتی ہے۔

خدا کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں ہے۔ اور کسی مظلوم کی آہ جب آسمان
سے ٹکراتی ہے تو آسمان کانپ اٹھتا ہے۔

عرش کا کلیجہ دہل جاتا ہے۔ اور اس کا قہر ظالم پر اس طرح ٹوٹتا ہے جس

طرح فرعون پر ٹوٹا تھا۔

آپ نے شگفتہ پر بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ اس سے آپ نے جو کچھ چھینا ہے
اب وہ واپس نہیں کر سکتے۔

مجھے ڈر ہے کہ خدا آپ کو اس ظلم کی سزا نہ دے۔ اب اس ظلم کی ایک
ہی تلافی ہے۔

وہ یہ کہ آپ وہ انگوٹھی شگفتہ کی انگلی میں ڈال دیجئے۔ یہ میری آخری
خواہش ہے۔

اگر آپ نے میری بات نہ مانی تو قیامت تک میری روح بھٹکتی رہے
گی۔!

اور پھر۔ بڑی بیگم نے دم توڑ دیا۔ ہماری آنکھوں کے سامنے دنیا اندھیری
ہو گئی۔ ہوس کا شیطان اتر چکا تھا۔

اور۔! ہمیں حقائق کا احساس ہو رہا تھا۔ ہم بڑی بیگم کے غم میں نیم
پاگل سے ہو گئے تھے۔ ہم نے فیصلہ کر لیا کہ بڑی بیگم کی آخری خواہش کا احترام
کریں گے۔ اور اب شگفتہ وہ انگوٹھی پہن کر ہیلیس کی بہو کہلائے گی۔

ہمیں انگوٹھی کا خیال آیا۔ ہم دوڑتے ہوئے اس کمرے میں پہنچے جہاں
انگوٹھی گری تھی۔

لیکن۔!

وہاں انگوٹھی موجود نہیں تھی۔ ہم پاگل سے ہو گئے۔ تمام نوکروں
نے چھان مارا۔ پھر پورا ہیلیس چھان مارا گیا۔ لیکن اس انگوٹھی کا کہیں پتہ نہ

چلا ۔۔!

ہم نے شگفتہ اور اس کی ماں کو بلا لیا۔ لیکن ہمیں پتہ چلا کہ شگفتہ کی ماں اسی وقت شگفتہ کو لے کر میکے سے چلی گئی تھی جب وہ بے ہوشی کی حالت میں کوٹھری میں پائی گئی تھی۔

یہ ہمارے لئے دوہرا صدمہ تھا۔ ہم بڑی بیگم کی روح کی تسکین کیلئے شگفتہ کو حل کی بہو بنانا چاہتے تھے لیکن شگفتہ غائب تھی۔

اور ۔۔!

ساتھ ہی وہ انگوٹھی بھی غائب تھی۔ ہم خواب میں بھی نہیں سوچ سکتے تھے کہ ایک ہی رات میں ہم اتنے سارے حادثات سے دوچار ہو جائیں گے۔

ایک طرف ہم نے شگفتہ کی تلاش میں آدمی دوڑائے اور دوسری طرف اس انگوٹھی کی تلاش میں ہم نے محل میں کہرام مچا دیا۔ لیکن اس انگوٹھی کا کہیں پتہ نہ چلا۔۔

انھوں نے رک کر ایک لمبی اور گہری سانس لی اور بولے۔

اور اس کے بعد یہ انگوٹھی ہمیں آج نظر آئی ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اجنبی کون تھا جس نے یہ انگوٹھی چھونے کو تو کجا، کو تحفہ میں بھجوائی تھی۔؟ ممکن ہے اس کا تعلق کسی طرح شگفتہ سے رہا ہو کیوں کہ اب ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ یہ انگوٹھی شگفتہ کی ماں لے گئی ہے۔ اگر یہ انگوٹھی شگفتہ کے ذریعہ ہی اس اجنبی تک پہنچی ہے تو وہ شگفتہ کو ضرور جانتا ہوگا۔ ہم چاہتے

ہیں کہ تم اسے تلاش کرو۔ اور اس سے کسی طرح بھی شگفتہ کا پتہ معلوم کرو۔ ہمیں بڑی بیگم کی بات یاد ہے۔

انھوں نے کہا تھا کہ خدا ہمیں اس ظلم کی کوئی بہت بڑی سزا نہ دیدے۔ اس سے بڑی سزا ہمارے لئے اور کونسی ہو سکتی ہے بیٹے کہ ہمارا بیٹا عین اسی رات کو جس رات کو یہاں اس کی شادی کا جشن برپا تھا اس طرح ہم سے ہمیشہ کے لئے روٹھ گیا۔

ہم نے اس معصوم شگفتہ اور اس کی ماں کا دل دکھایا تھا۔ ہم نے سہاگ کے کمرے میں جانے سے پہلے اس کی آبرو کا موتی چور چور کر دیا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کون ہے خدا نے ہمیں اس بات کی سزا دی ہے۔ سچ ہے خدا کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں ہے۔۔

کہتے کہتے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ عمران چپ چاپ حیران بیٹھا ہوا ان کی صورت دیکھتا رہا۔ انھوں نے روتے روتے کہا۔

بیٹے۔ تم کسی طرح سے بھی اس اجنبی کو تلاش کر کے شگفتہ کا پتہ لگاؤ۔ ہم شگفتہ کے پیروں میں گر کر اپنے ظلم کی معافی مانگنا چاہتے ہیں۔ ہم اسے وہی عزت دینا چاہتے ہیں جس کے لئے بڑی بیگم نے کہا تھا۔ ہم اس کے ہاتھ میں یہ انگوٹھی ہمیشہ کے لئے پہنا دینا چاہتے ہیں۔۔

* * *

عمران نے ٹیکسی خاصے فاصلے پر چھوڑ کر اس کا کرایہ ادا کر دیا تھا۔ اب وہ آہستہ آہستہ محتاط قدموں سے چلتا ہوا ریحانہ کی کوٹھی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

رات کا دوسرا پہر شروع ہونے والا تھا۔ سردی شدید تھی۔ اس لئے سڑک پر آمد و رفت بھی کم تھی۔

ریحانہ کی کوٹھی کے گرد دن بھر نگرانی رکھی گئی تھی۔ شام کو عمران نے ایس پی سے ٹیلی فون پر معلوم کیا تھا۔

مگر۔!

ایس پی نے بتایا تھا کہ ریحانہ کی کوٹھی پر سہیل کا کوئی پتہ نہ چل سکا تھا۔

اور عمران کے ایماء پر ہی اس کوٹھی کی نگرانی ختم کرا دی گئی تھی۔

کوٹھی کے قریب پہنچ کر عمران نے اطراف کا جائزہ لیا۔ چاروں طرف گہرا سناٹا تھا۔

کوٹھی کا پھاٹک کھلا ہوا تھا۔ . . . . . اور پھاٹک پر کوئی دربان بھی نہیں تھا۔

البتہ۔!

کوٹھی کے اندر روشنی موجود تھی جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ کوٹھی میں کوئی موجود ہے۔!

عمران اطمینان سے پھاٹک میں داخل ہو گیا۔ برآمدے تک پہنچنے میں بھی اسے کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

لیکن۔!

جیسے ہی وہ برآمدے کے نزدیک پہنچا۔ اچانک ایک کرخت اور نسوانی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"ٹھہرو۔"

عمران اچھل پڑا۔ اس نے آواز کی سمت دیکھا۔ لیکن اسے کوئی نہ نظر آیا۔ اس آواز نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا۔

"تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ مگر میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ اور تم میرے ریوالور کی زد پر ہو۔ میں تمہیں بڑی آسانی سے گولی مار سکتا ہوں۔ لیکن میں تمہارا خون بلاوجہ اپنی گردن پر لینا پسند نہیں کرتا۔"

عمران نے ایک لمبی سانس لی اور زور سے بولا۔ "سہیل میاں تمہاری آواز پہچان لی ہے۔"

سہیل نے ایک قہقہہ لگایا اور بولا۔ "میں جانتا ہوں۔ تم میری آواز پہچان

آسانی سے بچا نہ سکتے ہو۔ کیونکہ تم ایک ذمہ دار اور ذہین آفیسر ہو۔ لیکن میری تمہاری کوئی دشمنی نہیں ہے۔ اس لئے میں تمہیں ختم نہیں کرنا چاہتا۔ بہتر ہوگا کہ تم یہاں سے چپ چاپ واپس چلے جاؤ۔"

"بیکار ہے سہیل۔ اگر میں واپس بھی چلا گیا تو بھی پولیس تمہیں نہیں چھوڑے گی تم کسی قیمت پر بھی قانون کی گرفت میں آ سکتے ہو۔

کیونکہ تمہارے اوپر ایک نہیں پورے تین قتلوں کے الزامات عائد ہیں بہتر یہ ہوگا کہ تم اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر دو۔ اس طرح تمہارے جرم میں کمی واقع ہو جائے گی۔"

"میرے جرم میں کمی سے تمہیں کیا دلچسپی ہے۔"

"ظاہر ہے کہ جب تم میرے ساتھ اتنی رعایت کر رہے ہو کہ مجھے گولی نہیں مار رہے تو میں بھی تمہارے لئے دل میں ہمدردی ضرور محسوس کروں گا۔ مگر میری ہمدردی تمہیں سزا سے نہیں بچا سکتی۔ اس لئے میں تمہیں کوئی جھوٹی تسلی نہیں دوں گا۔ البتہ اتنا ضرور کہوں گا کہ تم اس طرح قانون سے بھاگ کر زندگی نہیں گزار سکتے۔ تمہارے وارنٹ جاری ہو چکے ہیں۔ اور تم ملک کے کسی بھی حصہ میں چلے جاؤ۔ بالآخر پکڑے جاؤ گے۔"

"کون پکڑے گا میرے بیٹے کو۔؟" اچانک ایک بوڑھی اور کپکپاتی آواز گونجی۔

عمران اچھل پڑا۔ یہ آواز برآمدہ میں سے ہی آئی تھی۔ اچانک سہیل چیخ پڑا۔!

"ماں۔ تم وہاں کیوں پہنچ گئیں۔؟"

عمران نے بڑی پھرتی سے جھپٹ کر اس بوڑھی عورت کو پکڑ کر اپنے آگے کر لیا اور اس کی کمر میں ریوالور لگاتا ہوا زور سے بولا۔

"سہیل۔۔۔۔ بہتر ہوگا کہ تم اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر دو تمہاری ماں میرے قبضہ میں ہے۔"

"ماں۔" سہیل حلق پھاڑ کر چلایا۔

"نہیں بیٹے۔ نہیں۔" بوڑھی عورت بھی چلائی۔ "تو بھاگ جا میرے لال۔ تو بھاگ جا۔!

یہ لوگ تیری گرد کو بھی نہیں پا سکتے۔ تو یہاں سے بھاگ جا ورنہ یہ ظالم مجھے پکڑ کر پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیں گے۔ مجھ سے میرے بوڑھاپے کا آخری سہارا بھی چھین لیں گے۔ اس دنیا میں انصاف نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ میرے بیٹے تو بھاگ جا۔"

"سہیل۔۔!"

عمران نے چیخ کر کہا۔ "تم نے فرار کی راہ اختیار کی تو اپنی بوڑھی ماں کو خواہ مخواہ پولیس کے تشدد کا شکار بنوانے کے ذمہ دار ہو گے۔ مجھے یقین ہے کہ تم اپنی بوڑھی ماں کو اس بڑھاپے میں تکلیف دینا پسند نہ کرو گے۔۔۔۔۔ میں جانتا ہوں۔۔۔۔۔ تم کوٹھی کی پشت پر موجود ہو۔ چپ چاپ خود کو قانون کے حوالے کر دو۔"

"نہیں۔۔۔ نہیں بیٹے۔" بوڑھی چلائی۔

لیکن۔!

عمران نے جلدی سے بوڑھی کا منہ دبا لیا۔۔۔۔ اچانک برآمدہ میں تیز روشنی پھیل گئی۔

اور۔!

عمران نے سامنے ہی سہیل کو کھڑے دیکھا۔ جس کے ہاتھ میں ریوالور بھی تھا۔!

اور۔!

اس کا رخ عمران کی طرف ہی تھا۔ اس کے چہرے پر وحشت برس رہی تھی۔!

شیو بڑھا ہوا تھا۔ آنکھیں سرخ تھیں۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ عمران نے بوڑھی عورت کا رخ سہیل کی طرف پھیر دیا اور بولا۔ "بہتر ہوگا کہ اپنا ریوالور پھینک دو۔"

بوڑھی عورت نے جلدی سے منہ پر سے عمران کا ہاتھ ہٹایا۔۔۔۔ اور بولی۔

"نہیں بیٹے۔ خدا کیلئے تو بھاگ جا۔ میری پرواہ نہ کر۔۔۔"

سہیل کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے مضمحل آواز میں کہا۔

"نہیں ماں۔ عمران صاحب ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ تم جذبات کے جوش میں مجھے فرار کا مشورہ دے رہی ہو۔ لیکن میں فرار ہو کر نہ زندگی چین سے گزار

سکتا ہوں۔ اور نہ تمہارے لئے کسی آرام کا باعث بن سکتا۔ قانون کے ہاتھ بہت لمبے ہوتے ہیں ماں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ کسی بھی لمحہ میری گردن تک پہنچ سکتے ہیں۔

اب گرفتار ہو بھی جاؤں تب بھی کوئی پرواہ نہیں۔ کیونکہ میرا مقصد تو حل ہو ہی چکا ہے۔

تم جو چاہتی تھیں وہ ہو گیا ہے۔ اس لئے اب میں قانون کی گرفت میں بھی چلا جاؤں تو بھی کسی قسم کی فکر کی ضرورت نہیں۔"

سہیل نے آہستگی سے ریوالور زمین پر ڈال دیا۔۔۔۔ اور دونوں ہاتھ آگے بڑھاتا ہوا بولا۔

"مسٹر عمران۔ اب آپ مجھے گرفتار کر سکتے ہیں۔"

بوڑھی رونے لگی۔ عمران نے بوڑھی کو آگے کھسکا کر سہیل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے آگے قدم بڑھائے۔

اور۔!

پھر سہیل کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پھرتی سے جھک کر ریوالور اٹھا لیا وہ ہنس پڑا۔

"آپ بہت چوکنا ہیں مسٹر عمران۔ لیکن آپ کے کسی بھی قسم کے خدشات فضول ہیں۔ میں آپ پر حملہ کروں گا۔ نہ فرار کی کوشش کروں گا۔"

شکریہ۔" عمران نے آہستہ سے کہا۔ "میں بھی قانون سے اپیل کروں گا کہ تمہارے ساتھ زیادہ سے زیادہ رعایت کی جائے۔ کیونکہ تم درحقیقت

رحم کے مستحق ہو۔ میں کسی حد تک حالات کی تہہ تک پہنچ چکا ہوں۔ کیا تم اندر نہیں چلو گے۔"

"اندر جا کر کیا کریں گے آپ۔؟"

"تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

سہیل غور سے عمران کو دیکھتا رہا۔ عمران بھی اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ اندازہ تھا کہ سہیل کسی بھی قسم کے جھگڑے کے موڈ میں نہیں ہے۔"

وہ اپنے آپ کو قانون کے حوالے کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ بوڑھی برابر سسکیاں لے کر رو رہی تھی۔

عمران، سہیل کو کور کئے ہوئے کوٹھی کے ہال میں آیا۔ ہال میں روشنی تھی۔ سہیل ایک جگہ رک کر عمران کی طرف مڑا اور بولا۔

"اب فرمایئے۔؟"

"اس کوٹھی میں کوئی اور موجود نہیں رہے۔"

"موجود ہے۔ ایک بوڑھا آدمی۔" سہیل مسکرایا۔ "لیکن وہ میری کسی قسم کی مدد نہیں کر سکتا۔"

"غالباً کوٹھی کا مالک اور ریحانہ کا شوہر ہو گا۔؟"

"جی ہاں۔ ریحانہ کا شوہر بھی اور میرا باپ بھی۔"

"تمہارا باپ۔" عمران چونک پڑا۔ "کیا مطلب۔؟"

"یہ بوڑھی عورت۔ جو آپ کی ڈھال بنی ہوئی ہے۔ میری ماں ہے اور وہ بوڑھا اس کا بھی شوہر ہے۔"

"اوہ۔ مگر ریحانہ۔"

"گھبرایئے نہیں مسٹر عمران۔ ریحانہ میرے باپ کی دوسری بیوی تھی۔ میرے باپ نے میری ماں کو ٹھکرا کر اس سے شادی کر لی تھی۔ لیکن جس وفا کے لئے اس نے میری ماں کو ٹھکرایا تھا۔ وہ وفا اور نیک چلنی اسے ریحانہ سے بھی نہ مل سکی تھی۔

کیونکہ میرے باپ نے میری ماں پر ظلم کیا تھا۔ خدا نے اسے ریحانہ کے روپ میں زندگی بھر کے عذاب سے دوچار رکھا۔ ریحانہ اس کے سینہ پر مونگ دلتی رہی۔"

"اور۔ تمہارے باپ نے تمہاری ماں کو اس لئے ٹھکرایا تھا کہ اس کا نام شگفتہ ہے اور یہ اکبر پیلس میں کسی زمانے میں ملازمت بھی کر چکی ہیں اور بڑے نواب صاحب کے ہاتھوں اپنی عزت گنوا چکی ہیں۔"

بوڑھی عورت بری طرح اچھل پڑی۔ سہیل نے بھی حیرت سے عمران کی طرف دیکھا۔ عمران نے مسکرا کر کہا۔

"اس میں حیران ہونے کی کوئی بات نہیں۔ حالات کی کڑیاں جوڑی جائیں تو اس نتیجہ پر پہنچا جا سکتا ہے کہ جو انگوٹھی تم نے تحفہ کے طور پر چھوٹے کنور کو پہنچائی تھی۔ وہ وہی انگوٹھی تھی جو اکبر پیلس کی بہوؤں کی انگلیوں میں ڈالی جاتی تھی۔ اور جس رات شگفتہ کی آبرو لوٹی گئی تھی۔۔۔۔۔۔ بڑی بیگم نے خودکشی کر لی تھی اور شگفتہ وہاں سے اپنی ماں کے ساتھ چلی آئی تھی۔ اور غالباً وہ انگوٹھی شگفتہ کی ماں ہی وہاں سے اٹھا کر لائی تھی۔"

"تم ..... تم ٹھیک کہہ رہے ہو بیٹا ....." شگفتہ نے کپکپاتے لہجہ میں کہا۔

"مگر ... نہیں ....؟"

"بڑے نواب صاحب نے اپنے غم کی یہ داستان اس وقت سنائی تھی جب ان کا بیٹا مر چکا تھا۔"

عمران نے کہا۔

"لیکن میں سہیلی سے یہ ضرور پوچھوں گا کہ اس نے شاہدہ اور چھوٹے کنور کی شادی کیوں رکوانے کی کوشش کی تھی۔؟"

شگفتہ کپکپا گئی اور بولی۔

"بہت بڑا گناہ ہو جاتا بیٹے۔ اگر چھوٹے کنور اور شاہدہ شادی کے بعد دولہا دلہن بن کر رہتے تو اتنا بڑا گناہ ہوتا کہ یہ زمین پھٹ جاتی۔ آسمان لرز اٹھتا۔ سمندر دنیا پر چڑھ دوڑتے۔"

عمران نے غور سے بوڑھی شگفتہ کا چہرہ دیکھا ..... اور آہستہ سے بولا۔

"آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ شاہدہ ..... چھوٹے کنور کی بہن تھی۔"

"ہاں بیٹے۔ شاہدہ چھوٹے کنور کی بہن تھی وہ سہیلی کی بھی بہن تھی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ شاہدہ کو میں نے جنم دیا تھا اور چھوٹے کنور کو بڑی بیگم نے۔!"

"مگر۔!"

"دونوں کا باپ ایک ہی تھا۔ اور دونوں آپس میں بہن بھائی تھے۔ ان کی شادی کسی طرح بھی نہیں ہو سکتی تھی۔"

"اوہ۔!"

عمران چپ چاپ کھڑا رہ گیا۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بوڑھی نے کہا۔

"بہت لمبی اور دکھ بھری کہانی ہے مجھ بدنصیب کی۔ بڑے نواب صاحب نے میری آبرو اس وقت لوٹی تھی جب میں کسی کی دلہن بننے والی تھی۔ سہاگ کا جوڑا پہننے والی تھی۔

ہر جوان لڑکی کی طرح میں بھی ایک چھوٹے سے گھر ایک محبت کرنے والا شوہر اور پرسکون زندگی کے خواب دیکھ رہی تھی۔

بڑے نواب صاحب نے میری آبرو لوٹ لی ..... میں بے ہوش ہو گئی تھی۔

جانے کس وقت ماں مجھے اکبر پیلس سے نکال لائی لیکن جب میں ہوش میں آئی تو میری انگلی میں وہ انگوٹھی تھی جو محل کی ہر رانیاں پہنتی تھیں۔ میں حیران رہ گئی۔

مجھے ماں نے بتایا کہ یہ انگوٹھی وہ خود لے کر آئی ہے کیوں کہ وہ چاہتی ہے کہ بڑے نواب کے خاندان پر مصیبت آئے اور وہ پورا محل تباہ و برباد ہو جائے۔

جس محل میں ہر وقت چہل پہل اور رونق رہتی ہے۔ وہاں الّو بولنے لگیں۔!

اور۔!

ایسا تب ہی ہو سکتا ہے جب اس محل میں یہ انگوٹھی نہ رہے گی۔

میں ماں کے ساتھ گاؤں میں رہی۔

ماں نے میری شادی کی کوشش کی۔ مگر میں ڈرتی تھی کہ میری شادی ہو گئی تو میں شوہر کو کیا منہ دکھاؤں گی۔؟

اس چکر میں کچھ عرصہ بیت گیا۔ اور پتہ چلا کہ میں ماں بننے والی ہوں۔

میری ماں کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔

میری ماں مجھے وہاں سے ایک ایسی جگہ لے گئی جہاں ہمیں کوئی نہ جانتا تھا۔

ایک ہسپتال میں۔۔۔۔۔۔۔۔ میں نے شاہدہ کو جنم دیا۔

مگر۔!

میری ماں جانتی تھی کہ شاہدہ میری گود میں رہی تو میری شادی کبھی نہ ہو سکے گی۔

ماں کو یاد آیا کہ شمشاد کے یہاں کوئی اولاد نہیں ہے۔ ان کی بیوی بانجھ تھیں۔

اور۔!

وہ اولاد کے لئے ترستے تھے لیکن اپنی بیوی کو چھوڑنا نہ چاہتے تھے۔

ان کی آمد و رفت اور ملاقات بڑے نواب صاحب سے تھی۔ اور اکثر وہ اپنی بیوی کا ذکر کر کے اداس رہتے تھے۔

ایک رات ماں چپکے سے میری بچی کو اٹھا کر لے گئی اور شمشاد کے محل میں چھوڑ آئی۔

میں بہت روئی پیٹی مگر۔۔۔۔۔۔ ماں کا سمجھانا بجھانا بھی ٹھیک ہی تھا۔

میں نے اپنے سینہ پر پتھر رکھ کر اپنی بچی کا خیال دل سے نکال دیا۔!

ماں شمشاد کے یہاں کے حالات معلوم کرتی رہتی تھی۔ شمشاد نے بچی پانے کی خبر کو شاید اس ڈر سے شہرت نہیں دی کہ ان سے بچی چھن نہ جائے۔!

انھوں نے بڑی رازداری سے شاہدہ کو اپنی بیوی کے ساتھ انگلینڈ بھیج دیا۔

اور۔!

کچھ عرصے کے بعد وہاں سے خبر آئی کہ ان کی بیوی کا آپریشن کامیاب ہوا ہے۔

اور۔!

اب وہ ماں بننے کے قابل ہیں۔ پھر شمشاد بھی انگلینڈ چلے گئے۔ دو سال کے بعد وہ انگلینڈ سے بیوی کے ساتھ لوٹے اور انھوں نے یہ مشہور کر دیا

کہ ان کی بیوی نے شاہدہ کو جنم دیا ہے۔ شاہدہ کی پرورش انگلینڈ میں ہی ہو رہی ہے۔

ادھر ماں نے اپنے گاؤں واپس آکر میری شادی پہلے والے منگیتر سے ہی کر دی تھی۔

میرا منگیتر شادی سے پہلے ہی مشتبہ تھا۔

اس نے جب میرے ساتھ رات گزاری تو اس کا شبہ یقین کو پہنچ گیا کہ میں عصمت مآب نہیں ہوں۔

کچھ عرصہ تک تو وہ خاموش رہا۔ اسی دوران میں میری کوکھ میں سہیل نے پرورش پائی۔

مگر۔!

یہ معلوم ہوتے ہی کہ میں ماں بننے والی ہوں سہیل کے باپ نے مجھے گھر سے نکال دیا کہ میں آبرو باختہ ہوں۔ . . . . . اور نہ جانے میرے پیٹ میں کس کا پاپ ہے۔

میں گاؤں میں رہنے لگی۔ وہیں میری ماں کی موت ہو گئی۔ سہیل کا جنم ہوا۔

اور۔!

میں نے اپنی تمام توجہ سہیل پر مرکوز کر دی۔ سہیل چار یا پانچ برس کا ہی ہو گا کہ مجھے پتہ چلا کہ سہیل کے باپ نے ایک اور شادی کر لی ہے۔ ریحانہ اس کی دوسری بیوی تھی۔

میں نے صبر کر لیا۔ اور سہیل کا مستقبل بنانے کی جد و جہد میں لگی رہی۔!

شہر آکر میں نے کئی جگہ نوکریاں کیں۔ . . . . . اور سہیل کو پڑھایا لکھایا۔

اور۔!

ایک دن وہ آیا کہ سہیل پڑھ لکھ کر نوکری پر لگ گیا۔ ذہین نوجوان تھا ہمیشہ کلاس میں اول آتا تھا۔

میری زندگی سکھ چین سے گزر رہی تھی کہ اچانک ایک روز سہیل کے باپ کا اور میرا شہر میں سامنا ہو گیا۔

اور۔!

وہ مجھے زندہ پا کر حیران رہ گیا۔ وہ سمجھا تھا کہ میں مر چکی ہوں گی۔!

اچانک اس نے میرے پاؤں پکڑ لئے اور رو رو کر اپنی بربادی کی داستان سنائی۔

کس طرح اس نے مجھے آبرو باختہ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا اور ریحانہ سے شادی کر لی تھی۔

لیکن۔!

وہ ایک آوارہ عورت ثابت ہوئی تھی۔ وہ اپنے شوہر سے بہت پیار کرتی تھی مگر اس کی جنسی پیاس نہ بجھتی تھی۔ . . . . . میرے شوہر اس

سے عاجز تھے۔

مگر۔!

اسے چھوڑ بھی نہ سکتے تھے۔ کیونکہ انھوں نے زیادہ عمر میں ایک کم عمر لڑکی سے شادی کی تھی۔

اور۔!

شادی کے لئے انھیں کچھ ایسی تحریر دینی پڑی تھی کہ اگر وہ ریحانہ کو چھوڑتے تو انہیں ریحانہ کو کم از کم پچاس ہزار روپے نقد دینے پڑتے جو ان کے بس کی بات نہ تھی۔

وہ سہیل سے بھی ملے ..... سہیل ان کی ہو بہو نقل تھا۔!

اور۔!

انہیں میری بات پر یقین آگیا تھا ..... مگر میں نے انہیں دھوکہ میں نہیں رکھا۔

انہیں سب کچھ بتا دیا۔ اس پر بھی وہ مجھے اپنانے کے لئے تیار تھے۔! مگر ریحانہ کی موجودگی میں وہ مجھے اپنے یہاں نہیں لا سکتے تھے۔

سہیل نے میرے اور ان کے میل جول کو شک کی نظروں سے دیکھا تب میں نے سہیل کو سب کچھ بتا دیا کہ وہ سہیل کے باپ ہیں۔

اور۔!

سہیل اپنے باپ کے لئے بے چین ہو گیا۔ ان کے باپ سہیل کو اپنے

قریب رکھنا چاہتے تھے۔ میں نے خوشی خوشی سہیل کو ان کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی۔

اور۔!

سہیل ایک کرایہ دار کی حیثیت سے ان کے یہاں رہنے لگا۔ ریحانہ کو اصلیت کا علم نہیں تھا۔

سہیل کے باپ کسی بھی قیمت پر ریحانہ سے چھٹکارا پا کر مجھے گھر میں لانا چاہتے تھے۔

اچانک سہیل نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "بس ماں .... باقی کہانی مجھے سنانے دو۔"

عمران نے سہیل کی طرف دیکھا اور سہیل نے کہا۔

"میں عہد کر چکا تھا کہ اس آوارہ عورت سے اپنے باپ کا پیچھا چھڑا کر اپنی ماں کو ان کا مقام دلواؤں گا۔ ..... میں نے ریحانہ سے راہ و رسم بڑھانا شروع کر دی۔

لیکن۔!

کبھی میرے دل میں گناہ کا خیال نہیں آیا کیوں کہ بہر حال ریحانہ میرے باپ کی بیوی تھی۔

میری سوتیلی ماں تھی ..... اور ماں کے رشتہ کی تقدیس کو کہیں بھی نہیں جھٹلایا جا سکتا۔"

دھیرے دھیرے ماں نے شاہدہ اور کنور کی شادی کا اعلان سنا تو ماں

کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔

ماں نے مجھ سے کہا کہ میں کسی طرح یہ شادی رکوا دوں۔ ورنہ ایک بہت بڑا گناہ ہو جائیگا۔

میں حیران رہ گیا۔

ماں نے مجھے بتایا کہ کس طرح شاہدہ میری بہن ہے اور وہ چھوٹے کنور کی بھی بہن ہے۔

میرے دل میں ایک ٹھنڈی سی دہک گئی۔

جس بڑے نواب نے میری ماں کی زندگی برباد کی تھی اس کے لئے میرے دل میں نفرت اور انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ میرا دل چاہا کہ میں بڑے نواب کو قتل کر دوں۔

ماں نے مجھے وہ انگوٹھی بھی دکھائی تھی۔ لیکن پہلا مسئلہ کنور اور شاہدہ کی شادی رکوانا تھا۔

اس کے لئے پہلے میں نے خود چھوٹے کنور سے ملاقات کی اور اسے بہکایا کہ شاہدہ سے میرا عشق چلتا رہا ہے۔

مگر چھوٹے کنور پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ میں نے اسے خطوط بھی دکھائے اور ان کو قتل کی دھمکی بھی دی۔

وہ خطوط میں نے ہی تیار کئے تھے۔

اب میں نے دوسری تدبیریں سوچنا شروع کر دیں۔ میں نے ریحانہ

کو اس بات پہ آمادہ کیا کہ وہ چھوٹے کنور کو اس قسم کی دھمکیاں ٹیلی فون پر دے۔!

ریحانہ کیوں کہ مجھ پہ بری طرح عاشق تھی۔

اور۔!

وہ میرے ساتھ صرف ایک رات گزارنے کی خواہشمند تھی۔ اس لئے وہ بے چون و چرا میری ہدایات پہ عمل کرتی رہی کیونکہ وہ خود بھی ایک بار کنور کے ساتھ رات گزار چکی تھی۔

بہرحال۔۔!

میں نے محسوس کیا کہ چھوٹے کنور پر ان دھمکیوں کا بھی اثر نہیں ہو رہا۔

تب میں نے ایک اور راستہ اختیار کرنے کا پروگرام بنایا۔

میں نے پولیس کے بارچی اظہر سے سانٹھ گانٹھ کی۔ وہ کمزور ذہن کا آدمی تھا۔

اس کے علاوہ اکبر پولیس کی نوکرانی رحیمن سے وہ عشق بھی کرتا تھا۔

اور۔!

اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اس کی محبوبہ رحیمن کی آبرو چھوٹے کنور صاحب لوٹ چکے ہیں۔

وہ میرے ساتھ مل گیا۔ اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ چھوٹے کنور کو رحیمن

مہاگ رات کے روز دودھ میں زہر دلواؤں گا۔ ویسے میں اظہر سے بھی مطمئن نہیں تھا۔

ممکن ہے کہ وہ عین وقت پر بدل جاتا۔ اس لئے میں نے ایک دوسرا پلان بھی تیار رکھا تھا۔

شادی کی رات کو مجھے احساس ہوا کہ وقت کم رہ گیا ہے، اور میرے سارے پلان ناکام ہوتے جا رہے ہیں۔

اس رات ریحانہ اکبر پیلس میں کنور کی دوست کی حیثیت سے مدعو تھی۔

اور میں!

میں نے سوچا کہ ریحانہ کے ساتھ میں اکبر پیلس میں گھس سکتا ہوں یا ریحانہ کے ذریعہ بھی کام لے سکتا ہوں۔

میں ریحانہ کو ملنے گیا۔ اور میں نے اسے شراب پلائی خود بھی شراب پی۔

ریحانہ میرے ساتھ رات گزارنے کے خیال سے مگن تھی۔ ہوٹل میں آپ سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ اور آپ چلے بھی گئے تھے۔

میں نے ریحانہ کو شراب پلانے کے بعد اس کے سامنے کنور کو ختم کرنے کی تجویز رکھی۔

میرا خیال تھا کہ وہ شراب کے نشہ میں چور ہو کر اقدام کر بیٹھے گی اور ایک تیر سے دو شکار ہوں گے۔

کنور بھی ختم ہو جائے گا اور ریحانہ سے میرے باپ کو بھی چھٹکارہ مل جائیگا۔

لیکن۔۔۔

قتل کے نام پر ریحانہ کا نشہ ہرن ہو گیا وہ سمجھی کہ میں اسے پھنسانے کے چکر میں ہوں۔

اس نے جلدی سے ہوٹل سے واپس جانا چاہا۔

میں نے اسے روکنے کی کوشش کی تو وہ دھمکیاں دینے لگی کہ وہ چیخ چیخ کر سب کو بتا دے گی کہ میں کنور کو قتل کرنے کے منصوبے بنا رہا ہوں۔

شراب، انتقام اور جنون کی کیفیت میں میں نے ریحانہ کی گردن چھری سے کاٹ کر اسے ختم کر دیا۔

اسے قتل کرتے وقت میرے ذہن میں اپنی ماں کی بربادی کا بھی تصور تھا اور باپ کی پریشانی کا بھی۔

میرے دل میں اس کے لئے ذرہ برابر بھی رحم کا جذبہ نہ ابھرا۔ میں ہاتھ دھونے باتھ روم میں گیا تو پیر پھسل کر گرنے سے بے ہوش ہو گیا۔ اور پھر گر گیا۔

لیکن وقت کم تھا۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں کنور اور شاہدہ ایک عظیم گناہ کی آگ میں نہ جل جائیں۔

اس لئے میں ہوٹل سے فوراً ہو کر پیلس میں آیا۔ یہاں میں نے اظہر کو بلایا۔

اظہر مجھے اندر لے گیا۔ وہ اپنے پلان پر عمل کرنے کو تیار تھا۔ لیکن اس نے رحیمن کی مدد کا سہارا لیا۔ اس لئے مجھے خطرہ تھا کہ پلان میں گڑبڑ بھی ہو سکتی ہے۔

چنانچہ۔

میں نے اپنا آخری حربہ بھی تیار رکھا تھا۔ یعنی انگوٹھی کی ڈبیہ میں سانپ۔ جو میں نے کالج کے سائنس ڈیپارٹمنٹ کی لیبارٹری سے حاصل کیا تھا۔ وہ سانپ افریقہ سے کسی تجربہ کے لئے لایا گیا تھا۔

بہرحال۔!

میں اظہر کے کوارٹر سے نکل کر چپکے چھپاتا پلیس کے پچھلے حصہ میں پہنچا۔

جہاں میں نے اظہر کی محبوبہ رحیمن کو آپا کے کمرے میں دودھ دے جاتے دیکھا۔

مجھے معلوم تھا کہ وہ کنور کے کمرے میں بھی دودھ لے کر جائیگی۔ میں نے آپ کی اور رحیمن کی گفتگو بھی سنی تھی۔

پھر۔!

اس وقت ہمایوں نے رحیمن کو پکار کر دوسرا دودھ لے جانے کیلئے کہا۔ اور میں جلدی سے سارا ری کے ایک تاریک کمرے میں روپوش ہو گیا۔

لیکن رحیمن کے دودھ لانے سے قبل ہی آپ وہاں آ گئے اور میں نے آپ کو کلوروفارم کا رومال سنگھا کر بے ہوش کر دیا۔

میں نے رحیمن کو بلایا اور اسے آپ کے نام سے انگوٹھی دیدی۔ پس میں نے سوچا کہ کہیں اظہر کے ذریعہ راز فاش نہ ہو جائے چنانچہ میں نے اظہر کو بھی ختم کر دیا۔

اور۔!

اطمینان سے پلیس سے نکل گیا۔ میں یہاں پہنچا تو میری ماں بھی موجود تھیں۔

جنہیں اس رات میرے باپ یہ فیصلہ کر کے لے آئے تھے کہ وہ ریحانہ کی موجودگی میں بھی ماں کو رکھیں گے۔

انھوں نے جب میرے مجرم ہونے کی بات سنی تو ان کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔

انھوں نے مجھے کوٹھی کے نیچے تہہ خانے میں چھپا دیا۔ کل جب پولیس یہاں تلاشی لینے آئی تھی تو میں تہہ خانے میں چھپا ہوا تھا۔

اور۔!

آج رات میں راستہ صاف پاکر یہاں سے فرار ہونے والا تھا کہ آپ پہنچ گئے۔

میرے باپ اوپر ہیں مگر وہ بے حد بیمار ہیں۔ اچانک ان پر دل کا دورہ پڑا ہے اور وہ بستر سے ہل جل نہیں سکتے۔"

سہیل کے خاموش ہو جانے کے بعد بھی ایک گہرا سناٹا چھایا رہا جس میں بوڑھی اور مظلوم شگفتہ کی سسکیاں گونجتی رہیں۔ پھر سہیل نے خود ہی ہاتھ آگے

بڑھا دیئے اور بولا۔

"مگر میں اب قانون سے فرار نہیں چاہتا۔ ایک بیٹے کے تئیں میرا جو فرض تھا وہ پورا ہو چکا ہے۔ اب اگر مجھے پھانسی بھی ہو جائے تو مجھے غم نہ ہوگا۔"

"ہونہہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" عمران نے سوچ میں ڈوبے ہوئے انداز میں سر ہلا دیا۔

ختم شد

فکر

میناناز کا نیا ناول

طلاق

شائع ہو گیا ہے

آج ہی طلب فرمائیے۔!

عمران سیریز کے نئے ناول۔!

شائع ہو گئے ہیں			چھپ رہے ہیں		
مخلص دشمن	نغمہ صفی	فریبی مجرم	نغمہ صفی	نیلا کاغذ	ایچ اقبال
غدار منسٹر خاص نمبر	" "	مجرم فرشتہ	" "	شب باوس	" "
پانی کی خانقاہ	" "	قاتل بیوی خاص نمبر	" "	سازش کا پھم	نغمہ صفی
بے آواز طیارے	" "	مارگریٹ بلو	" "	موت کا پھندہ	" "
کرنل جین	ابن کلیم	ٹاپ برین	اظہر کلیم	سائیہ جرم	" "
ہواؤں والی	" "	قاتل کہاں ہے	" "	خون کے پیاسے خاص نمبر	" "
آپریشن لانگ جمپ	ایچ اقبال	کاغذی بم	ایچ اقبال	جاسوس لیڈرا	" "
دوسرا دھماکہ	" "	قیدی ۹۹ خاص نمبر	" "	پراسرار جادوگر	" "

درج بالا ہر ناول کی قیمت ۲۰-۳۰ روپے ہے صرف خاص نمبر ۵ روپے کا ہے

ان کے علاوہ رومانی کتابیں

طلاق میناناز ۱۵/۷۵ نئی صبح مسرور جہاں ۱۵/۷۵

بچوں کے دلچسپ ناول

ایوب کی چالاکی	۲-۰۰	پگڑا گیا	۳-۰۰	راز کی قیمت	۳-۰۰
ننھے قیدی	۳-۰۰	سونے کا سیب	۳-۵۰	ننھے بہادر	۳-۵۰
ڈیسرٹ شہزادہ	۳-۵۰	معصوم شہزادی	۳-۵۰		

آج ہی طلب فرمائیے

ادبی اکیڈمی نمبر ۳ یاقوت آباد کراچی نمبر ۱۹

ابھی نھی ملا ملتے ھی فائل
میں ایڈ کر دیا جائے گا


مخاص دشمن

2187

بلند پایہ جاسوسی لٹریچر پیش کرنے والا سلسلہ

عمران سیریز

مخلص دشمن

مکمل ناول

شفیق لائبریری
اردو بازار لاہور

مصنف: نغمہ صفی

ناشر کتابت کا پتہ

ادبی اکیڈمی ۳ ریاست آباد کراچی ۱۹

جملہ حقوق بنام پبلشرز
محفوظ ہیں

اس ناول کے تمام نام مقام کردار واقعات اور تشبیہ دیجانیوالی چیزیں فرضی ہیں کسی سے مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کیلئے مصنف پرنٹرز پبلشرز یا ادارہ ذمہ دار نہیں۔

قیمت
تین روپے تیس پیسے

ایجوکیشنل پریس کراچی میں عظمت صاحب
کی زیر نگرانی چھپ کر شائع ہوئی۔

خط و کتابت کا پتہ

اوبی اکیڈمی ۲ ریاست آباد کراچی نمبر ۱۔

نئی اور نایاب کتابیں

دست شناسی | **رموز پامسٹری**

ستاروں کا پیغام

یوگا اور شباب | **ہپناٹزم کی عملی کتاب**

محبت جنس اور ستارے

درج بالا کتب اب بہت جلد چھپ کر تیار ہو رہی ہیں

ایجنٹ صاحبان سے گزارش ہے کہ وہ جلد از جلد آرڈر سے مطلع فرمادیں

ملنے کا پتہ

ایوب اکیڈمی نمبر ۳ ریاست آباد کراچی ۱۹

کی گھڑیاں اب ختم ہو رہی ہیں

انتظار ایس قریشی کے تینوں نئے ناول

نائٹ کلب

ہنگاموں کا موجد

نیلا نشان

ماہ کے آخری ہفتے میں چھپ کر شائع ہو رہے ہیں ورنہ بالا ناول کی قیمت فی روپیہ ہے۔

ایجنٹ حضرات کو ناولوں کے سرورق ارسال کر دیئے گئے ہیں۔ التجا ہے کہ بیس اگست تک اپنے آرڈر بھیج دیں مطلع فرما دیں ورنہ وی پی پورٹ ہونے کی ذمہ داری ادارے پر نہ ہوگی۔

اس پتہ پر خط و کتابت کیجئے

ایوب اکیڈمی ۲۷ نیاوت آباد کراچی نمبر ۱۹

دیوار کے نظر کی ایک سیاہ کار تھی۔

تیز رفتاری سے ڈرائیو کرنے والے نے سفید دستانے پہن رکھے تھے۔ اس کے ہاتھ سٹیرنگ پر متعین تھے۔ سر دھنتا ہوا تھا۔ اس وقت وہ کسی سرگ پر سوچ رہا تھا اس پر اندھیرا تھا

پچھلی نشست پر دو آدمی تھے۔ کار میں گہری خاموشی تھی۔ ان تینوں میں کسی قسم کی بات چیت نہیں ہو رہی تھی۔

ڈرائیور کار کو مختلف سڑکوں پر گھماتا ہوا تیزی سے آگے ہی آگے بڑھ رہا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اسے منزل مقصود کے بارے میں خوب اچھی طرح سے معلوم ہو۔

عقبی نشست کے آدمیوں میں سے ایک نے جیب ٹٹول کر سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور سگریٹ ہونٹوں میں دبا کر دوسری جیب سے لائٹر نکالا۔ ذرا سی رگڑ سے لیس فلیم جل اٹھا۔ اس نے سگریٹ سلگا کر ایک گہرا کش لیا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

سگریٹ سلگانے وقت تھوڑی دیر کے لئے اس کا چہرہ نظر آیا تھا۔ وہ ایک

سخت گیر آدمی نظر آتا تھا۔

اس کی آنکھیں حلقوں سے ابھری ہوئی اور جبڑے کی ہڈیاں نمایاں تھیں۔ آنکھوں کے نیچے گہرے حلقے تھے۔ غالباً وہ کئی راتوں سے بے خواب رہا تھا۔ اس نے ایک طویل سانس لے کر گھڑی کی طرف دیکھا۔

"دریا پیم ڈائل کی گھڑی اس وقت رات کے دو بجا رہی تھی۔"

"ذرا جلدی چلو۔"

اس نے کہا۔

ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلا دیا اور رفتار بڑھا دی۔

دوسرا آدمی خاموش بیٹھا تھا۔ کبھی کبھی وہ بے چینی سے پہلو بدلنے لگتا تھا۔ اپنے ساتھی کی طرف دیکھا اور کھانس کر رہ گیا۔ گویا وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن کسی وجہ سے بول نہیں سکا۔

"تم بہت مضطرب ہو جیک۔"

سگریٹ والے نے کہا۔

"ابھی منزل کتنی دور ہے۔؟"

"ہم اگلے پندرہ منٹوں میں وہاں ہوں گے۔"

"کیا اطلاعات درست ہیں۔؟"

"ہاں۔ جیس اس اخبار پر اعتماد ہے۔" سگریٹ والے نے کہا۔ "اس کی اطلاعات آج تک غلط ثابت نہیں ہوئیں۔"

ایک بار پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ کار کے شیشے چڑھے ہوئے تھے۔ باہر سرد ہوا کے جھکڑ چل رہے تھے۔

یہ موسم سرما کی سرد ترین رات تھی۔ سڑک کے کنارے الکبرک پولز نہیں تھے

اس لئے سڑک اندھیری تھی۔ صرف کار کی فلڈ لائٹس میں سڑک کا سامنے والا حصہ روشن تھا۔ کار اس روشنی کے تعاقب میں بھاگ رہی تھی۔

"ذرا اور تیز رفتار سے چلاؤ۔"

سگریٹ والے نے کہا۔

"تمہیں ہوائی جہاز لانا چاہیے تھا۔"

ڈرائیور نے برا سا منہ بنایا۔

سگریٹ والے کے عقب سے نرس ہنسی لیکن اس نے کسی قسم کا تبصرہ نہیں کیا۔ اسے ڈرائیور کے لہجے سے کوفت ہوئی تھی لیکن جب اسے احساس ہوا کہ وہ خود بھی غلطی پر تھا تو اس کے تیور ڈھیلے پڑ گئے۔

کار پہلے ہی ستر میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اڑی جا رہی تھی۔ اس سے زیادہ تیز رفتاری خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ اس نے سگریٹ کا لمبا کش لگایا اور ایک بار پھر گھڑی کی طرف دیکھا۔ دو بج کر پانچ منٹ ہوئے تھے۔

"وقت تو جیسے ایک کر رہ گیا ہے۔" وہ جھلا گیا۔

اس کے چہرے پر بے قراری کے تاثرات تھے۔ غالباً وہ جس مشن پر جا رہا تھا اسے جلد از جلد مکمل کرنا چاہتا تھا۔ ڈرائیور نے گاڑی اس بائی وے پر موڑی جو دار الحکومت سے ساحلی علاقہ کی طرف جاتی تھی۔

جب وہ دار الحکومت سے روانہ ہوئے تھے۔ اس وقت صرف بارہ بجے کا وقت تھا دو گھنٹے کی مسلسل ڈرائیونگ اور سوچ بچار نے ان تینوں کے اعصاب پر بہت بوجھ ڈالا تھا۔

سگریٹ کو ایشن ٹرے میں مسلنے کے بعد اس نے آٹو میٹک ایش ٹرے کا ڈھکنا بند کر دیا۔ وہ دوبارہ سمٹ کر اگلی نشست کے عقبی حصے سے چپک گئی۔

انہوں نے دارالحکومت کی سڑکوں پر ڈرائیونگ کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا تھا کہ اندھیری سڑکوں پر سفر کریں۔ ان سڑکوں سے دور ہی رہے تھے جن پر روشنی تھی یا کسی پولیس کار سے ٹکراؤ کا امکان تھا۔

یہ جنگ کے دن تھے۔

عمران کا ملک پڑوسی ملک سے برسرِ پیکار تھا۔ جنگ فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہو گئی تھی۔ لیکن دشمن نے ایک ایسا داؤ کھیلا تھا جس سے عمران کی ملکی حیثیت خطرے میں پڑ گئی تھی۔

جنگ کی وجہ سے بیشتر سڑکوں پر اندھیرا ہی رہتا تھا۔ بلیک آؤٹ کا زمانہ تھا اس لئے سڑکیں ویران ہی نظر آتی تھیں۔ کبھی کبھی پولیس کار یا ایمبولینس کا سائرن سنائی دیتا تھا لوگ سرِ شام ہی گھروں میں دبک جاتے تھے۔

یہ پراسرار کار جس میں تین آدمی بیٹھے ہوئے تھے دارالحکومت کی حدود سے نکل کر اب ساحلی سڑکوں پر دوڑ رہی تھی

اگرچہ رفتار اس کشادہ سڑک پر ستر سے بھی تجاوز کر گئی تھی لیکن اس آدمی کو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے گاڑی حرکت ہی نہ کر رہی ہو۔

وہ ایک بار ڈرائیور سے تیز رفتاری کا کہہ کر کوئی جواب سن چکا تھا اس لئے اپنی بے تابی کا اظہار کرنے کے لئے اسے دوسری بار نہیں کہہ سکتا تھا۔ کار کو ڈرائیو کرنے والا اگر اس کا ملازم ہوتا تو شاید وہ اسے ٹوک ہی بیٹھتا۔

وہ اس کا ساتھی تھا اور تنظیم میں اس سے زیادہ باہر کوئی دوسرا ڈرائیور نہیں تھا۔

وہ اسپیریئس کار کا چیمپئن تھا۔

اس وقت کار جس سڑک پر جا رہی تھی وہ ڈھلوان اور کسی حد تک پر پیچ بھی

تھی۔ اس کے دونوں طرف گہری کھائیاں تھیں۔ عام آدمی اس سڑک پر تیز رفتاری کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ جبکہ وہ مسلسل ستر کی رفتار سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔

بار بار کار جب موڑ مڑتی تو عقب میں بیٹھے دونوں آدمی ایک دوسرے پر لڑھک جاتے وہ ابھی سنبھل بھی نہیں پاتے تھے کہ انہیں دوسرا جھٹکا لگتا۔ کار دوسرے موڑ پر پہنچ جاتی تھی اور انہیں دوسری طرف لڑھک جانا پڑتا تھا۔

"کیا وہ لڑکی وہاں تنہا رہتی ہے۔؟"

جیک نے پوچھا۔

"ہاں۔" دوسرے نے جواب دیا۔ "ہمیں یہی اطلاع ملی ہے۔"

"ایک جوان لڑکی اور تنہا۔"

"ان لڑکیوں کو تم عام لڑکیوں جیسا نہ سمجھو۔"

"گویا دیکھنے کی چیز ہوگی۔"

"نہیں۔" دوسرے کا لہجہ اچھا نہیں تھا۔ "تم اپنا خیال نہیں بگاڑو گے۔"

جیک ہنس پڑا۔ ڈرائیور کے ہنسنے کی آواز بھی سنائی دی تھی۔ "یہ تم کس نصیحت کر رہے ہو جیگر۔" اس نے کہا اور قہقہہ مار کر سامنے سڑک کو گھورنے لگا جہاں ایک خطرناک موڑ نمودار ہو رہا تھا۔

"یہ ایک اہم مشن ہے۔" جیگر نے ناخوشگوار لہجہ میں کہا۔ "ہمیں اپنی ذاتی خواہشات کو محض تفریح اوقات تک محدود رکھنا چاہئے۔ یہ کام کا وقت ہے۔"

"اگر کام کے دوران میں تفریح بھی ہو جائے تو کیا حرج ہے۔" جیک نے کہا۔ "اگر وہ لڑکی اپنی ہے تو پھر خیال ہے یہیں وہاں صبح تک رہنا چاہئے۔"

"شٹ اپ۔"

جیگر نے غرا کر کہا۔ "باس کا حکم ہے کہ اس ٹوم کو جتنی احتیاط اور جلد ممکن ہے

مکمل کیا جاسکے گا۔ یہ بات ... اس وقت میں لڑکی کو ... کے پاس موجود ہونا چاہئے۔ باس ... کی سختی سے ہدایت کی ہے کہ اس لڑکی سے کوئی بدسلوکی نہ کی جائے۔"

"کیا وہ باس کی منظورِ نظر ہے۔؟"

"معلوم نہیں کیا معاملہ ہے۔" جیکر غرایا۔ "ہمیں صرف احکامات کی پابندی کرنا چاہیئے۔"

"تمہاری مرضی۔" جیک نے کندھے اچکائے۔ "میرا تو خیال تھا ایسی لڑکیوں کے ساتھ وقت گزارنے میں کوئی ہرج نہیں۔ یہ دشمن لڑکی ہے اس کے ساتھ جیسا سلوک ہونا چاہیئے اس کا اسے خود بھی اچھی طرح اندازہ ہوگا۔"

"غالباً وہ اس سلوک کے انتظار میں وہاں تنہا رہتی ہے۔"

جیگر نے تلخی سے کہا۔

"بہت دلیر لڑکی معلوم ہوتی ہے۔"

"اس کا بھی جلد ہی اندازہ ہو جائے گا۔"

کار سڑک کے اس حصے میں پہنچ گئی جہاں سے اس کی دو شاخیں ہو جاتی تھیں ایک شاخ ساحل کے اس حصے کی طرف جاتی تھی جہاں تفریح گاہ تھی اور دوسری سڑک ساحلی مکانات کا رخ کرتی تھی۔

ڈرائیور نے کار کا رخ اسی سمت موڑ لیا جو عمر بہت بنے ہوئے تھے اور مکانات کا سلسلہ دور تک ساحل کے ساتھ ساتھ چلا گیا تھا۔ اس طرف ملگجی روشنی نظر آرہی تھی۔

"میرا خیال ہے اس لڑکی کو کار تک میں تنہا ... ہی رہنا ہوگا۔"

جیگر نے کہا۔

"اور ہم دونوں کس مرض کی دوا ہیں۔؟"

"تم آس پاس کا خیال رکھو گے۔" جیگر نے اس کے لہجہ کی چبھن کو محسوس کر کے مسکراتے ہوئے کہا۔

"فلپ گاڑی میں موجود رہے گا۔ گاڑی کا انجن بے آواز ہے اس لئے گاڑی اسٹارٹ ہی رہے گی۔ میں کسی قسم کا خطرہ مول لینا نہیں چاہتا اور نہ ہی اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ ہمیں ناکام چہرے لے کر باس کے سامنے جانا پڑے۔"

"غالباً تم اس لڑکی کے بارے میں کچھ زیادہ ہی باشعور ہو۔"

"کیا مطلب۔؟"

"تم بہت زیادہ مرعوب ہو اس لڑکی سے۔"

"شٹ اپ جیک۔"

جیگر نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"تم کوئی گائے یا بھینس کھونے نہیں جا رہے ہو۔ وہ ایک نوجوان لڑکی ہے جو اس علاقہ میں آج کل تنہا مقیم ہے۔"

باس نے اس کے بارے میں جس طرح ہدایات دی ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لڑکی نہ صرف اہم ہے بلکہ خطرناک بھی ثابت ہو سکتی ہے۔"

"جوڈو وغیرہ کی ایکسپرٹ ہے کیا۔؟"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

جیگر نے اس انداز میں کہا جیسے وہ اس سلسلے میں مزید بات چیت پر آمادہ نہ ہو۔

جیک نے گھڑی دیکھی۔ وہ ہیڈ کوارٹر سے ساحلی علاقہ تک پہنچنے میں انہیں پورا ایک گھنٹہ لگ گیا تھا۔ فلپ کار کی رفتار آہستہ کئے بغیر ایک پتلی سی سڑک پر مڑ گیا۔

اس کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا جیسے یہ علاقہ اس کا جانا پہچانا ہے۔ اگر یہ بات نہیں تھی تو کم از کم وہ اس طرف اتنی مرتبہ ضرور آ چکا تھا کہ منزلِ مقصود کا راستہ اسے اچھی طرح سے ذہن نشین ہو گیا تھا۔

سائکل مکانات میں خاموشی تھی۔ کسی کسی میں مدھم سی روشنی نظر آ رہی تھی ورنہ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔

"رفتار ذرا کم کرو فلپ اندھیرے میں بھول بھی ہو سکتی تھی۔"

"فکر نہ کرو۔ میں نے نقشہ دیکھ کر اس مکان کا اچھی طرح سے اندازہ لگا لیا تھا۔"

ڈرائیور نے کہا۔

"بہت زیادہ خود اعتمادی بعض اوقات نقصان بھی پہنچا دیتی ہے۔"

"آزما کر دیکھ لینا۔"

"کیا مطلب۔؟"

"یہی کہ جیب میں بریک لگاؤں گا تو کار اس مکان کے بالکل سامنے ہی جا کر رکے گی۔" فلپ نے پر اعتماد لہجہ میں کہا۔ "اس وقت کار پچاس میل کی رفتار سے جا رہی ہے اسے روکنے کے لئے۔"

"شٹ اپ۔ یہ ضروری نہیں موٹر والے کی رہنمائی کے لئے محفوظ رکھو۔ ہم اس وقت ایک اہم کام پر جا رہے ہیں۔"

جیگر غرایا۔

"تم آج بات بے بات کاٹنے کیوں دوڑ رہے ہو۔؟"

"میں صرف کام سے کام رکھنا چاہتا ہوں۔"

"کام تو ہوتے ہی رہتے ہیں۔" جیک نے کہا۔ "اگر انہیں اس طرح ذہن پر سوار

رکھا جائے تو اس میں خرابی بھی پیدا ہو سکتی ہے۔"

"ہو سکتا ہے تمہارا خیال درست ہو۔" جیگر نے کہا اور جیب ٹٹولنے لگا۔ اس نے جیب سے ریوالور نکالا۔ یہ اعشاریہ تین آٹھ کا ایک وزنی اور خوفناک ریوالور تھا۔ اس نے سیفٹی کیچ ہٹا کر چیمبر چیک کیا۔

"ریوالور بند کر کے اس نے دوسری جیب سے سائیلنسر نکال لیا۔"

"تم بہت محتاط ہو گے جیک۔"

اس نے تبصرہ کی۔

"ظاہر ہے بد احتیاطی کی تو تمہاری طرف سے اجازت ہی نہیں۔"

"تمہیں لڑکیوں کے علاوہ کچھ اور سمجھائی نہیں دیتا کیا۔؟"

"دیتا ہے لیکن تم انہیں لڑکیوں کی بجائے عورتیں کہنا پسند کرو گے۔"

ڈرائیور ہنس پڑا۔ اس نے بریک لگا دیئے۔ گاڑی کے ٹائر چیخنے لگے۔ یہ ایک ناہموار سڑک تھی۔ ٹائروں کے گھسٹنے سے آواز تو پیدا ہوئی لیکن ساتھی ہوا کے تھپیڑوں سے درختوں کے پتے اس قدر شور مچا رہے تھے کہ یہ آواز دب کر رہ گئی تھی۔

گاڑی ایک جدید طرز کے مکان کے سامنے جا کر رکی تھی۔

"یہی مکان ہے جیگر۔"

اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔ اس نے مکان کی طرف دیکھا جو اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔

جیگر نے ریوالور کے دستے پر ہاتھ کی گرفت مضبوط کی اور دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ جیک نے دوسری طرف کا دروازہ کھولا اور وہ بھی نیچے آ گیا۔ دونوں دبے قدموں ان درختوں کی طرف بڑھے جن میں مکان گھرا ہوا تھا۔

جیک نے بھی جیب سے ریوالور نکال لیا تھا۔

وہ ایک درخت سے چپک کر کھڑا ہو گیا۔ جیگر دبے قدموں آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کا رخ عمارت کے عقبی حصے کی جانب تھا۔ جیک نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔ ہر طرف سنسان ماحول تھا۔

بھلا اس سردی میں کس کا دماغ خراب تھا کہ گرم بستر چھوڑ کر باہر گھوم رہا ہوگا۔ اس کے باوجود احتیاط کا تقاضا تھا کہ وہ پوری طرح نگرانی کرے جب وہ اپنے گرد و پیش سے مطمئن ہو گیا تو اس نے مخالف رخ قدم بڑھایا۔

جیگر عمارت کے عقبی حصے کی طرف جا کر نگاہ سے اوجھل ہو گیا تھا۔

جیک نے کار کی طرف دیکھا۔

فلپ دروازہ کھولے باہر کھڑا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ جیب میں تھا جبکہ گردن یقیناً ریوالور کے دستے پر تھی۔

جولیا نے کروٹ بدلی۔

اور اس اسپائی ناول کو دیوار کی طرف اچھال دیا جسے رات دس بجے شروع کیا تھا۔ اس کتاب کا مرکزی کردار ایک نوجوان لڑکی جین فونڈا نے ادا کیا تھا۔ یہ لڑکی جوڈو کے فن میں ماہر تھی۔

اور ملک کے نامور جاسوسوں میں سے ایک تھی۔ خطرناک سے خطرناک مشن پر آندھا دھند روانہ ہو جانا اس کی فطرت تھی۔

اس ناول میں وہ دشمن ملک کے تین جاسوسوں سے اس طرح نمٹی تھی کہ انہیں ناکوں چنے چبوا دیئے تھے۔ کہانی اس قدر سنسنی خیز تھی اور واقعات اس تیزی سے پیش آئے تھے کہ جولیا کو وقت کا احساس ہی نہیں ہوا تھا۔ اس نے جھنجھلا کر گھڑی کی طرف دیکھا اور ایک دم اچھل پڑی۔

رات کے دو بج رہے تھے۔

وہ سو رہی تھی کہ اس کی زندگی کی جین فونڈا سے کہنی ملتی جاتی ہے جین فونڈا [illegible]

میں کوئی نہیں تھا۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ جاسوس ہمیشہ تنہا رہتے ہیں۔

سیکرٹ سروس کی ہنگامی زندگی کے علاوہ وہ ایک عام لڑکی کی زندگی بھی بسر کر رہی تھی۔

ان دنوں وہ ایک دفتر میں استقبالیہ کلرک کی حیثیت سے کام کر رہی تھی ملک جنگ کے ہنگاموں میں گھرا ہوا تھا۔ صفدر کے علاوہ تمام ممبر مختلف سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ ان میں سے ہر ایک فرداً فرداً کوئی نہ کوئی اہم کام انجام دے رہا تھا۔

ایکسٹو نے سختی سے ہدایت کر رکھی تھی کہ سیکرٹ سروس کا کوئی ممبر کسی دوسرے سے نہیں ملے گا۔

ان دنوں دارالحکومت غیر ملکی جاسوسوں کا اکھاڑا بنا ہوا تھا۔ پولیس ان کی آئے دن کی سرگرمیوں سے ہراساں تھی۔ لیکن وہ ابھی تک صورت حال پر قابو نہیں پا سکی تھی۔

جولیا حیران تھی کہ ایکسٹو نے اسے کیوں نظر انداز کر رکھا ہے؟ پچھلے دو ماہ سے سیکرٹ سروس کی طرف سے کوئی مصروفیت نہیں تھی اس لئے اس کا زیادہ تر وقت تفریح میں ہی گزرتا تھا۔

ان دو مہینوں سے پہلے تقریباً چار ماہ بھی بے کار ہی گزرے تھے۔ لیکن جولیا انہیں بے کار نہیں کہہ سکتی تھی۔ کیونکہ اس دوران عمران نے اسے بوڈو اور کراٹے سکھانے کا بھوت سوار ہو گیا تھا۔

جولیا نے بھی اس موقع کو ضائع نہیں کیا۔ وہ جلد ہی ان فنون میں ماہر ہو گئی تھی۔

دو ماہ پہلے جب عمران نے اس کا امتحان لیا تھا تو اس کے فن کو سراہتے ہوئے یہ پیشکش بھی کر دی تھی کہ اگر جولیا آمادہ ہو تو اس سے شادی کرے۔ کیونکہ اس نے

لمحہ اوقات کے لئے معقول پینے کا انتخاب کر لیا تھا۔ اس کا ارادہ ایک ایسا کلب کھولنے کا تھا جہاں جوڈو کی تربیت دی جا سکتی تھی۔

عمران نے جواب دینے کے لئے اسے تین دن کی مہلت دی تھی۔ لیکن اتفاق سے اسی شام جنگ چھڑ گئی تھی۔ اور جنگ کے دنوں میں سیکرٹ سروس کا کام کتنا بڑھ جاتا ہے اس کا اندازہ کرنا ایک عام آدمی کے لئے بہت مشکل ہوتا ہے۔

سیکرٹ سروس کے باقی ممبر کسی نہ کسی طور مصروف ہو گئے تھے صرف جولیا باقی تھی۔ جسے ایکسٹو نے ہدایت کی تھی کہ وہ شہر کا فلیٹ منتقل کر کے ایک ساحلی عمارت میں منتقل ہو جائے۔

جولیا نے حکم ملتے ہی یہ تبدیلی کر لی تھی۔ دو ایک بار اس کے ذہن میں یہ خیال بھی آیا تھا کہ اس تبدیلی کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

لیکن پھر یہ سوچ کر خیال ذہن سے جھٹک دیا تھا کہ چیف کی باتوں کو خود اس کے علاوہ کون سمجھ سکتا ہے۔ یہ تبدیلی کسی طوفان کا پیش خیمہ بھی ہو سکتی ہے اور اس سلسلے میں کسی معلومات کا بھی امکان تھا۔

دارالحکومت اس مکان سے تین گھنٹے کی مسافت پر تھا۔ تین گھنٹے جانے میں اور تین گھنٹے واپسی میں۔ چھ گھنٹے کی مسلسل کوفت اسے برداشت کرنا پڑ رہی تھی۔ یہ سفر بس کے ذریعے ہوتا تھا وہ بری طرح تھک جاتی تھی۔ چونکہ یہ ایکسٹو کا حکم تھا اس لئے ٹال بھی نہیں جا سکتا تھا۔

کبھی کبھی تو سفر کی کوفت سے اتنا برا حال ہو جاتا تھا کہ اس کا ہاتھ بے اختیار فون کی طرف بڑھنے لگتا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ اسے ایکسٹو سے شکایت کرنے کی کبھی ہمت نہیں ہوئی تھی۔

اسے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ایکسٹو دارالحکومت میں موجود ہے یا نہیں۔ دو ایک

بار صفدر نظر آیا تھا لیکن وہ یوں کٹ کر نکل گیا تھا جیسے اسے جانتا ہی نہ ہو۔ عمران کا منہ دیکھے تو پورے دو مہینے گزر چکے تھے۔

ان دو مہینوں میں اسے تنویر کی طرف سے بیزار کرنے والی کوئی ٹیلیفون کال نہیں ملی تھی۔ جس سے یہ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ ایکسٹو نے انہیں کسی ایسے مشن پر لگا رکھا ہے جس کے تحت وہ ملک سے کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔

آج اتوار کا دن تھا۔

اور اگلے دن کسی وجہ سے چھٹی تھی۔

اس لئے وقت گزارنے کے لئے اس نے جاسوسی ناولوں کا ذخیرہ کھنگال ڈالا تھا۔

وہ اپنی خواب گاہ میں آرام دہ بستر پر نیم دراز تھی۔ آتش دان میں شعلے چل رہے تھے۔ کھڑکیاں اور دروازے مضبوطی سے بند تھے۔ اس لئے باہر سے سائیں سائیں چنگھاڑتی ہوئی ہوا کے جھونکوں کی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر بیڈ لیمپ جلا دیا۔ اور آنکھیں بند کر لیں۔ جلد اسے نیند آ گئی۔

لیکن وہ ابھی گہری نیند میں نہیں پہنچی تھی کہ ٹیلی فون کی گھنٹی پر شور آواز میں بجنے لگی۔

وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

یہ فون مسلسل دو مہینے سے خاموش تھا۔ آج اس کی آواز بڑی غیر مانوس محسوس ہو رہی تھی۔ اس کا دل شدت سے دھڑکنے لگا۔

چند لمحوں تک وہ فون کو خواب ناک آنکھوں سے گھورتی رہی پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو..... جولیا اسپیکنگ....."

"ایکسٹو..." اتنی دیر۔؟"

ایکسٹو کی غراہٹ سنائی دی۔

"میں سو رہی تھی جناب۔"

"اپنی عادتوں کو ٹھیک کرو۔ مجھے یقین ہے کہ تم دیر سے سوئی ہو گی۔"

"جی ہاں جناب..... لیکن....."

"شٹ اپ..... فوراً دانش منزل پہنچو۔"

"بہت بہتر جناب... لیکن میرے پاس....."

"تمہارے پاس کار نہیں۔"

ایکسٹو کی غراہٹ سنائی دی۔

"اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دو مہینوں میں تم نے نئے دن کو غور سے نہیں دیکھا۔ ورنہ تمہیں گیراج میں کار ضرور نظر آ جاتی۔ اس کی چابی تمہارے کی لیک میں موجود ہے۔"

"مجھے افسوس ہے جناب۔ میں نے اس طرف توجہ نہیں دی۔

حالانکہ تمہیں اس فالتو چابی کے بارے میں تجسس ہونا چاہیئے تھا۔ تجسس تمہارے کام میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

لیکن یہ اسی وقت بیدار ہوتا ہے جب دماغ میں کوئی بے چینی رکھنے والی صلاحیت ہر وقت بیدار رہے۔"

"میں معافی چاہتی ہوں جناب۔ دراصل مجھے ابھی تک یہاں آنے کی وجہ ہی معلوم نہیں تھی۔"

جولیا نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"فوراً دانش منزل پہنچو۔"

ایکٹو کی غراہٹ سنائی دی اور لائن بے جان ہو گئی۔ اس نے دھیلے ہاتھ سے ریسیور رکھ دیا۔

ایکٹو کا رویہ اس کے لئے ہمیشہ سے ناقابل فہم رہا تھا۔ وہ اس کی آواز سننے کے لئے بے تاب رہتی تھی لیکن اکثر اس سے بات کرنے کے بعد اس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے۔

اس کا لہجہ کچھ ایسا ہی کٹھور اور سنگدلی سے بھرپور ہوتا تھا۔

وہ جلدی سے اٹھی اور تیار ہونے لگی۔

وہ آئینے کے سامنے بیٹھی بال درست کر رہی تھی کہ اچانک اسے آئینے میں ایک اور چہرہ نظر آیا۔ اس کے ہاتھ سے برش گر گیا۔ اس نے اجنبی کے ہاتھ میں ریوالور بھی دیکھ لیا تھا۔

جولیا حیران تھی کہ اس اجنبی کے آنے کی آواز اسے کیوں سنائی نہیں دی۔ اس نے سب سے پہلے تو اجنبی کے عقب میں دیکھا جہاں مکان کی عقبی کھڑکی کھلی ہوئی تھی وہ سمجھ گئی کہ جب وہ فون پر مصروف تھی تو اجنبی اس وقت چپکے سے کھڑکی کھول کر اندر گھس آیا ہوگا۔

"کون ہو تم اور یہاں آنے کا مقصد کیا ہے۔؟"

"مجھے خوشی ہے کہ تم عام لڑکیوں کی طرح چیخنے نہیں لگیں۔"

"اس میں چیخنے کی کیا بات ہے میں تم سے خوفزدہ نہیں ہوں۔"

"میری معلومات درست بھی ہیں۔"

اجنبی نے طنزیہ لہجہ میں کہا۔

"غالباً تمہیں اپنی جوڈو کی مہارت پر ناز ہوگا۔ لیکن میں تمہیں تنبیہ کر دینا چاہتا ہوں کہ میرے ہاتھ میں ریوالور ہے۔ اس سے نکلنے والی گولی کسی بات کی تمیز کرنے سے عاری رہتی ہے کوئی غلط حرکت نہ کرنا۔

"لیکن تمہیں ایک ایسی لڑکی سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے جو۔"

"باتوں میں الجھانے کی کوشش نہ کرو۔"
جیگر نے کہا۔
"تم خالنبا کہیں جانے کے لئے تیاری کر رہی تھیں۔"
"نہیں۔ اگر ایسا ہے بھی تو تمہیں اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔؟"
"یہی کنارِ حکومت تک تم ہمارے ساتھ بھی چل سکتی ہو۔"
"میں کہیں نہیں جاؤں گی۔"
"یہ تمہارا خیال ہے۔ میں تین تک گنتی گنوں گا۔"
"اس کے بعد۔؟" جولیا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تم مجھے گولی مار دو گے۔ یہی کہنا چاہتے تھے نا۔؟"
"میں عورتوں سے کسی قسم کی زیادتی کرنا پسند نہیں کرتا لیکن اگر تم نے مجبور کیا تو میں باز نہیں رہوں گا۔"
"اگر تم عورت کو کمزور خیال کرنے اور اس پر زیادتی کرنا اتنا ہی معیوب خیال کرتے ہو تو ریوالور یوں تان کر کھڑے ہو۔ اسے پھینک کر آؤ۔ میں تمہیں یہ کہہ دوں کہ عورتیں مردوں سے کمزور ضرور ہوتی ہیں لیکن ان میں ہمت اور حوصلے کی کمی نہیں ہوتی۔"
"بکواس بند کرو۔" جیگر کا موڈ خراب ہو گیا۔ "تم وقت ضائع کر رہی ہو۔ خاموشی سے چلے جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا اور تمہیں اس مکان سے کوئی قیمتی چیز بھی نہیں مل سکتی۔"
"فی الحال اس مکان میں ایک ہی قیمتی چیز ہے اور اسے میں اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔"
اس غلط فہمی میں نہ رہنا کہ میں تمہیں زندہ ہی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے

سخت احکام ملے ہیں۔ میں تمہیں زندہ یا مردہ کسی بھی حالت میں لے جا سکتا ہوں۔"
"ایک ...."
جولیا نے کندھے اچکائے۔
"دو ...."
جیگر کی آواز سانپ کی پھنکار جیسی تھی۔
"لیکن تم مجھے وجہ بتائے بغیر ساتھ نہیں لے جا سکتے۔" جولیا چیخی۔
"تین ...."
اس کے ساتھ ہی اس نے فائر جھونک مارا۔ گولی سنسناتی ہوئی جولیا کے کان سے ٹکرا گئی۔ اور عقب دیوار میں لگا ہوا آئینہ پتھروں میں تبدیل ہو گیا۔
جولیا کے چہرے سے خوف چھلکنے لگا۔ اسے توقع نہیں تھی کہ وہ شخص اتنا سفاک بھی ہو سکتا ہے۔ اس نے مرکوانیات میں ہلاکر کہا۔
"ٹھیک ہے میں تمہارے ساتھ چل رہی ہوں لیکن میں تمہاری کسی ناپاک خواہش کی تعمیل نہیں کر سکتی۔"
"فکر نہ کرو۔ اس مقصد کے لئے ہمارے پاس لڑکیوں کی کمی نہیں ہے ہمیں تم سے چند باتیں معلوم کرنی ہیں۔ اس کے بعد تم جہاں چاہو جانے کے لئے آزاد ہو گی۔"
"لیکن وہ باتیں تم مجھ سے یہاں بھی معلوم کر سکتے ہو۔"
"تمہارا خیال درست ہے۔ لیکن اس میں قباحت یہ ہے کہ وہ باتیں ہمارا چیف معلوم کرے گا جو اس وقت یہاں نہیں ہے۔"
"تم مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو۔"
جولیا نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔ وہ حیران تھی اس صورت حال سے کس طرح گلوخلاصی حاصل کرے۔ ادھر ایکسٹو دانش منزل میں اس کا منتظر تھا۔ اگر وہ وہاں دیر

سے پہنچی تو وہ اس کی کھال گرانے سے بھی باز نہیں رہے گا۔

"چلو۔"

جیگر نے ریوالور والے ہاتھ کو لہرا کر کہا۔

جولیا خاموشی سے دروازے کی طرف بڑھی۔ اس نے کوٹ پہن لیا اور دروازے سے باہر نکل گئی جیگر اس سے چند قدم پیچھے تھا۔ جولیا موقع کی تاک میں تھی کہ کسی طرح اس سے ریوالور جھپٹ لے۔ لیکن جیگر بہت محتاط تھا۔

اس نے اتنا فاصلہ برقرار رکھا تھا کہ جولیا کسی بھی انداز میں اس پر حملہ آور نہیں ہو سکتی تھی۔

وہ باہر نکل آئے۔

"کیا رہا۔؟"

ایک آواز سنائی دی۔

جولیا نے دائیں طرف دیکھا۔ ایک سیاہ سوٹ میں ملبوس شخص کھڑا انہیں گھور رہا تھا۔ اس کے دائیں ہاتھ میں ریوالور دبا ہوا تھا۔ اس شخص نے جیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیا یہی لڑکی ہے۔؟"

"ہاں۔ چلو۔" جیگر نے کہا اور جولیا کو اشارہ کیا۔

وہ روش پر چلتے ہوئے باہر آ گئے۔ یہاں درختوں کے نیچے سے گزرتے وقت بھی جولیا موقع کی تلاش میں رہی لیکن دونوں اس کے دائیں بائیں فاصلے سے چل رہے تھے اس لئے اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

فلپ نے کار کے عقبی دروازے کھلے رکھے تھے۔ جولیا کار کے قریب پہنچی تو اس تیسرے آدمی کو دیکھنے کے بعد امید کی آخری کرن بھی غائب ہو گئی۔ اسکے ہاتھ میں بھی ریوالور تھا

وہ تینوں بے انتہا محتاط تھے۔

"چلو بیٹھو۔" جیگر نے کہا۔

جیک دوسری طرف سے کار کے عقبی سیٹ پر پہلے ہی بیٹھ چکا تھا جیگر نے اشارہ کیا۔ وہ جولیا کے قریب نہیں آیا تھا۔ اگر وہ اس وقت قریب آجاتا تو جولیا کو ایک موقع مل سکتا تھا لیکن جیگر اس کی توقع سے زیادہ احتیاط کا مظاہرہ کر رہا تھا وہ طوعاً کرہاً بیٹھ گئی۔

جب جولیا جیک کے برابر میں بیٹھ گئی تو جیگر بھی گاڑی میں داخل ہوا۔ اس وقت تک فلپ اسٹیرنگ سنبھال چکا تھا۔ اس نے جیگر کی ہدایت کے عین مطابق گاڑی کو اسٹارٹ ہی رکھا تھا۔

جیگر نے بیٹھتے ہی دروازہ بند کر لیا۔

گاڑی تیر کی طرح آگے بڑھی۔ ریوالور دونوں طرف سے جولیا کی طرف اٹھے ہوئے تھے۔ اس کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا اور پورا جسم پسینے میں شرابور ہو رہا تھا حالانکہ کار کھلے دروازوں کی وجہ سے سرد جہنم بن چکی تھی۔

"تم لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔؟"

"یہ نہیں کچھ دیر بعد خود ہی معلوم ہو جائے گا۔"

جیگر نے کہا۔

"تم ایک شریف لڑکی کو اغوا کر کے قانونی اور اخلاقی جرم کر رہے ہو۔ میں اس معاملے کو پولیس کے علم میں لائے بغیر نہیں رہوں گی۔"

"قانونی جرم تو سمجھ میں آتا ہے۔" جیک نے ہنس کر کہا۔ "البتہ اخلاقی جرم کی بات میرے حلق سے نہیں اترتی۔ اگر جیگر نے تجھے نہ روک لیا ہوتا تو تمہیں خود ہی لانے والا میں ہی ہوتا۔"

"میں کوئی بداخلاقی برداشت نہیں کروں گی۔"

جولیا غرائی۔

"اوہ، یہ تو جنگلی بلی ثابت ہو رہی ہے۔"

جولیا کا پاؤں چل گیا۔ اس نے اونچی ہیڑی کا سینڈل پہن رکھا تھا۔ ایڑی کی سخت نوک جیک کی پنڈلی کے سامنے والے حصہ پر گڑ گئی ہوئی جوتے کے تسمے سے جا ٹکرائی۔

ایڑی کی یہ رگڑ اتنی سخت اور تکلیف دہ تھی کہ جیک بے اختیار کراہ کر رہ گیا جیگر چونک پڑا۔ اس نے پھرتی سے ریوالور کا دہانہ جولیا کی پسلیوں میں ہڑبڑا دیا۔

"کوئی حرکت نہ کرنا ورنہ۔"

"تم لوگ اپنے ہاتھ پاؤں اور زبانیں قابو میں رکھو۔"

جولیا غرائی۔

جیک غصے سے تلملا گیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر جولیا کو بالوں سے پکڑنا چاہا لیکن اس وقت تک جولیا کا دایاں ہاتھ کام کر چکا تھا۔ اس کی ہتھیلی کا بلیڈ جیک کے نرخرے سے ذرا نیچے پڑا۔

اگر ہاتھ ذرا سا اور اوپر لگ جاتا تو چوکنگ ہیٹ اس کی سانس کا سلسلہ بند کرنے کے لئے کافی تھی۔

یہ ایک جان لیوا وار تھا۔

جیک غصے سے پاگل ہو گیا۔ غالباً وہ عورتوں کے بارے میں بہت غلط فہمی کا شکار تھا۔ اگر ایسا تھا تو اس کا تلملانا بجا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے گلہ تھام لیا اور بری طرح ہانپنے لگا۔

"اگر تم نے اب کوئی حرکت کی تو میں گولی مار دوں گا۔" جیگر کی غراہٹ کسی

زخمی چیتے کی غراہٹ سے مشابہ تھی۔

جولیا کندھے اچکا کر خاموش رہی۔

فلپ ہنس پڑا۔ "بہت خوب۔ تم ایک خوبصورت اور بہادر لڑکی ہو۔ تم سے مل کر مجھے یوں خوشی ہوئی کہ تم نے آج جیک کے دانت کھٹے کر دیئے ہیں۔"

جیک دانت پیس کر بری طرح گالیاں بکنے لگا۔

"تمہیں ایک خاتون کی موجودگی میں اپنی زبان پر قابو رکھنا چاہیئے دوست۔"

"بس خاموش رہو۔"

جیگر غرایا۔

"اور فلپ تم اپنے کام سے کام رکھو۔ جتنی تیزی سے ممکن ہو ڈرائیو کرو۔ ہمیں پہلے ہی بہت دیر ہو گئی ہے۔"

فلپ نے اثبات میں سر ہلایا اور ایکسیلیٹر پر پاؤں کا بوجھ مزید بڑھا دیا۔

عوامی لائبریری

محلہ حوالہ والا۔ سیالکوٹ

* * *

ان کی کار اس وقت دار حکومت میں پہنچ گئی تھی۔

"سنو لڑکی۔" برابر میں بیٹھے ہوئے فنتا طا آدمی نے ریوالور پر دباؤ بڑھاتے ہوئے سخت لہجہ میں کہا۔ "اس وقت ہم شہر میں ہیں ممکن ہے ہمیں پولیس یا فوج کی کسی گاڑی سے مقابلہ کرنا پڑے۔ ایسے میں تمہیں خود کو ایک اچھی بچی ظاہر کرنا ہوگا۔"

"میں کہتی ہوں تم لوگ اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔"

جولیا غرائی۔

"پرواہ نہ کرو۔ ہمیں وقت کی کمی پرواہ نہیں ہے اور تم بھی وقت کے بارے میں فکرمند نہ رہو۔ ہمارے پاس وقت ضائع کرنے کے لئے بہت ہے۔" جیگر نے کہا

"میں یہ کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو اور اس پر عمل بھی کرو ورنہ نقصان میں رہو گی۔"

"میں تم لوگوں سے نہیں ڈرتی ہوں۔"

"ڈرنے کے لئے تمہیں کون کہہ رہا ہے۔ میں تو تم سے ایک معاہدہ کر رہا ہوں۔"

"کیسا معاہدہ۔؟" جولیا نے چونک کر کہا۔

"یہی کہ تم اطمینان سے رہو اور ہمیں بھی مطمئن رہنے دو۔"

"اگر تم لوگ مجھے اس جگہ گاڑی روک کر اتار دو تو اس معاہدے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوگی۔"

جولیا کا لہجہ تلخ تھا۔

"یہ یوں نہیں مانے گی جیگر تم خواہ مخواہ اتر جی ضائع کر رہے ہو۔" جیک نے جھنجھلا کر کہا۔ وہ جولیا پر بری طرح تاؤ کھا رہا تھا۔ اس کے بس میں ہوتا تو وہ سب کی پرواہ کئے بغیر عقاب کی طرح اس پر جھپٹ پڑتا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا۔"

جولیا نے ایک ہنکارا بھرا۔ اس کے دانت کھنچ گئے تھے اس لئے اب وہ ہاتھ پیروں کے معاملے میں محتاط تھا۔

فنپ خاموش سے ذرا ہٹ کر رہا تھا۔

کار کی رفتار شہر میں آنے کے بعد بہت بڑھ گئی تھی۔ وہ پوری توجہ سے ونڈ اسکرین پر نگاہ گاڑے ڈرائیونگ میں مصروف تھا۔ جیگر کی تنبیہ کے بعد اس نے دوبارہ ان سے مخاطب ہونے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔

"میں ایک بار پھر تمہیں مشورہ دوں گا کہ۔"

"شٹ اپ۔" جیگر غرایا۔ "اگر اب تم نے ایک لفظ بھی منہ سے نکالا تو میں گولی مار کر تمہاری لاش اس سڑک پر پھینک جاؤں گا۔"

اس بات نے جولیا کو مشتعل کر دیا تھا۔ اس کا ذہن ایکسٹو میں الجھا ہوا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ نہ جانے اس وبال سے کب جان چھوٹے گی اور وہ کب چیف کے پاس پہنچے گی۔ جب وہ وہاں پہنچے گی تو ایکسٹو کا اس کے ساتھ کیا رویہ ہوگا۔؟"

جولیا نے ریوالور کی پرواہ کئے بغیر کہنی آزمائی۔ جیگر کے حلق سے کراہ نکل گئی۔ چوٹ اس کی پسلی میں لگی تھی۔

یہ ایک خطرناک وار تھا۔ چونکہ کار میں اندھیرا تھا اور جولیا نے محض اندازے سے

ہی ہدف پر کہنی کو آزمایا تھا اسے نشانہ پوری طرح کارگر نہیں ہوا۔

جیگر کا ریوالور والا ہاتھ اس کی پسلیوں سے ہٹ گیا تھا۔ جولیا نے برابر میں بیٹھے ہوئے جیک کی گردن پر بھرپور وار کیا۔ یہ ایک جان لیوا وار تھا۔ جیک کی گردن ایک لمحے میں ڈھلک گئی اور وہ حلق سے آواز بھی نہ نکال سکا۔

فلپ اس صورتحال سے بے خبر تھا۔

جولیا کا جی تو چاہا کہ اس کی گردن پر بھی ایک وار کر دے لیکن وہ تیزی سے دوڑ ہونے کی وجہ سے مجبور تھی۔ ریوالور اٹھانے میں اس نے کسی قسم کی سستی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔

اس کے ہاتھ میں جیک کا ریوالور تھا۔ اس نے کنپٹیوں سے جیگر کی طرف دیکھا اس کی آنکھیں بند تھیں۔

"ٹھیک ہے دوست۔ اب تم کار روک سکتے ہو۔" جولیا نے بے انتہا سرد لہجے میں کہا اور ریوالور کی نال فلپ کی گدی پر رکھ دی۔

فلپ اسی رفتار سے ڈرائیو کرتا رہا۔ ریوالور کی ٹھنڈی نال اس کی گردن سے چھوئی تو اس پر کوئی خاص اثر نہیں ہوا تھا۔

اس نے عقبی آئینہ میں دیکھا جیگر کی آنکھیں بند تھیں اور وہ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا جیسے سو رہا ہو۔ جیک جولیا کے پہلو میں ڈھیر ہوا پڑا تھا۔

"گاڑی روک دو۔" جولیا غرائی۔

"تم کوئی چال تو نہیں چل رہی ہو حسین لڑکی۔" فلپ نے لاپرواہی سے کہا۔

"میں صرف تمہیں ختم کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں بھی تمہیں یہی کہہ رہا ہوں۔"

فلپ کے لہجے میں لاپرواہی برقرار تھی۔ لیکن گولی چلانے سے پہلے یہ سوچ لینا کہ تمہارا اپنا انجام کیا ہوگا۔ گاڑی اس وقت ستر میل کی رفتار سے جا رہی ہے۔"

"میں تم لوگوں کے ساتھ جانے سے موت کو ترجیح دوں گی۔"

"ٹھیک ہے پھر انتظار کس بات کا ہے۔"

فلپ غرایا۔ "یہ بھی خیال رہے کہ ایکسیلیٹر کے برابر ایک پیڈل ہے۔ جس کا تعلق براہ راست بریک سے ہے۔ پاؤں کے ہلکے سے اشارے سے یہ گاڑی چکروں میں تبدیل ہو سکتی ہے۔"

جولیا سوچ میں پڑ گئی۔

اس نے ایک انتہائی قدم اٹھایا تھا جیک کی موت کے بارے میں اسے شبہ نہیں تھا لیکن جیگر کی موت فلپ میں ڈالنے والی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ جیگر کے ریوالور کو بھی تالو میں کرتی ریوالور کی نال ایک بار پھر اس کی پسلیوں سے لگ گئی۔

"ریوالور پھینک دو۔"

جیگر کی غراہٹ سنائی دی۔

"ٹھیک ہے تم فائر کر سکتے ہو۔"

جولیا کا لہجہ بھی اپنا نہیں تھا۔

"میں صرف تین تک گنوں گا۔"

"تین کی گنتی مکمل ہوتے ہی تمہارے ساتھی کی گردن میں سوراخ ہو جائے گا جو گاڑی چلا رہا ہے۔"

جولیا نے پھنکارتی ہوئی آواز میں کہا۔

"ایک۔"

جیگر ایک طویل سانس لے کر غرایا۔

صورتحال واقعی خطرناک تھی۔ اس حالت میں ان تینوں کی زندگی خطرے میں تھی اب انہیں فیصلہ کرنا تھا کہ کون اس ہٹ دھرمی سے باز رہتا ہے۔ اگر تینوں اسی ضد میں مبتلا رہے تو ان تینوں کا انجام سامنے تھا۔ جبکہ کسی ایک کی شکست سے صورتحال بدل بھی سکتی تھی۔

کار کی رفتار اور تیز ہو چکی تھی۔

فلپ پر جیسے دیوانگی طاری تھی۔ وہ کار کو ہوا کے دوش پر سوار کئے اڑاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

جولیا دل ہی دل میں ان بے جگر آدمیوں کے حوصلے کو سراہنے لگی۔ وہ واقعی بے خوف تھے۔

اس نے ایک طویل سانس لی اور ریوالور کی نال اس امید پر فلپ کی گردن سے لگائے رکھی کہ ممکن ہے بازی کسی طرح اس کے ہاتھ لگ ہی جائے۔ . . . . سڑکوں پر وہ سیاہ کار کسی آسیب کی طرح تیز رفتاری سے دوڑتی جا رہی تھی۔

مینا ناز کا نیا ناول

جسے پیا چاہے

آج ہی طلب فرمائیے

کراچی بک ڈپو۔ اردو بازار کراچی۔

دانش منزل کے ایک کمرے میں ایکسٹو بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ اس وقت وہ اپنے مخصوص لباس میں تھا۔ سر سے پاؤں تک سیاہ لباس میں۔ چہرے پر نقاب بھی موجود تھی جس سے اس کی آنکھیں جھانک رہی تھیں۔

ایک طرف صوفے پر صفدر بھی موجود تھا۔

جوزف دروازے کے قریب کھڑا پتھر کا بے جان مجسمہ نظر آ رہا تھا۔

"یہ جولیا نہ جانے کہاں غائب ہو گئی ہے۔" ایکسٹو غرایا۔

"ممکن ہے اس کی کار ہی غرقاب ہو گئی ہو۔" صفدر نے کہا۔

"لیکن اسے اطلاع تو دینی چاہیئے تھی۔"

"کل رات بمباری بھی نہیں ہوئی۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کہاں غائب ہو گئی ہے۔" صفدر نے پریشویش لہجے میں کہا۔ "اسے اب سے ایک گھنٹے پہلے یہاں پہنچ جانا چاہیئے تھا۔"

ایکسٹو ٹہلنے لگا۔ صفدر نے اس کے انداز میں اس سے پہلے کبھی اتنی بے قراری

نہیں دیکھی تھی۔ وہ بار بار فون کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے جولیا کی خیریت کی کوئی خبر صرف اس سے معلوم ہو سکتی تھی۔

ایکسٹو ایک لمحے کے لیے رکا پھر تیزی سے فون کی طرف بڑھا۔

اس نے جولیا کے ساحلی مکان کا نمبر ڈائل کیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی لیکن کسی نے ریسیور نہیں اٹھایا۔ وہ چند لمحوں تک گھنٹی کی آواز سنتا رہا۔ پھر پوری قوت سے ریسیور کو کریڈل پر دے مارا۔

"دیکھنا پڑے گا کہ کیا معاملہ ہے۔"

اچانک ملبہ اسپارک کرنے لگا۔

"کوئی آیا ہے باس۔" جوزف نے پہلی بار لب کشائی کی۔

"دیکھو۔ اور اسے فوراً یہاں لے آؤ۔"

ایکسٹو غرایا۔

جوزف آٹومیٹک دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ دروازے سے نکل کر وہ راہداری میں آیا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا دروازے کی طرف بڑھا۔ بند دروازہ آہستہ آہستہ کھل رہا تھا۔

ایک کار نظر آئی جو رینگتی ہوئی پورچ میں پہنچی۔

جوزف کے دائیں ہولسٹر سے ریوالور نکل کر اس کے ہاتھ میں پہنچ گیا۔ اس کی نگاہ کار کے فرنٹ ڈور پر جمی ہوئی تھی جو اس وقت کھل رہا تھا۔ کار کا دروازہ کھلا اور جولیا نے فرش پر قدم رکھا۔

اس نے ایک طویل سانس لی اور ریوالور کو دوبارہ ہولسٹر میں ڈال لیا۔ وہ تیزی سے جولیا کی طرف بڑھا۔ "مس۔" اس نے کہا۔

"چیف بے تابی سے تمہارا انتظار کر رہا ہے۔"

"وہ کہاں ہے۔؟" جولیا نے لرزتی ہوئی آواز میں دریافت کیا۔

"ساؤنڈ پروف کمرے میں۔ صفدر بھی موجود ہے۔"

"چلو۔ جلدی چلو۔"

جوزف تیزی سے چلنے لگا۔ راہداری میں اس کے بھاری قدموں کی آواز گونج رہی تھی۔ جولیا اس کا ساتھ دینے کے لئے تقریباً دوڑ رہی تھی لیکن جوزف کی لمبی ٹانگوں کا ساتھ دینا اس کے بس سے باہر تھا۔

وہ جلد ہی ساؤنڈ پروف کمرے میں پہنچ گئے۔

"جولیا۔" ایکسٹو کا لہجہ بے انتہا سرد تھا۔

"یس چیف۔"

جولیا کی آواز کانپ رہی تھی۔

"تم کہاں مر گئی تھیں۔؟"

"کار خراب ہو گئی تھی چیف۔"

جولیا نے اصل وجہ چھپاتے ہوئے کہا جیسے اسے خطرہ ہو کہ ایکسٹو اس کی لاپرواہی پر محمول کر کے اسے کسی سزا کا مستحق دار نہ قرار دے دے۔

"میں بڑی مشکل سے یہاں تک پہنچی ہوں۔"

"شٹ اپ۔ تمہیں اطلاع دینی چاہیے تھی۔"

"یس چیف۔ لیکن رات کے اس پہر آس پاس کوئی فون دستیاب نہیں تھا میں نے سوچا انجن کو ایک نظر دیکھ لوں۔ معمولی خرابی تھی اس لئے سمجھ میں آ گئی اور میں خرابی دور کر کے ہر ممکن تیز رفتاری سے یہاں پہنچی ہوں۔"

"شٹ اپ۔" ایکسٹو کا دماغ غالباً بہت زیادہ گرم تھا۔ وہ اس وقت بہت جلدی میں تھا اور کوئی لمحہ مزید ضائع کئے بغیر کام کی بات کر دینا چاہتا تھا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" ایکسٹو نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھا۔
صفدر خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا۔
جوزف نے فوراً ہی دروازہ کھول دیا۔ وہ دروازے سے گزر کر باہر راہداری میں میں پہنچا تو جولیا اور صفدر اس کے پیچھے ہی تھے۔ ایکسٹو کا رخ دانش منزل کی لیبارٹری کی طرف تھا۔
ایکسٹو تیز تیز چلتا ہوا ایک دروازے تک پہنچا۔
جوزف ان لوگوں کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی اس دروازے کو کھول چکا تھا۔ ایک مربع ڈور تھا۔ سامنے زینہ تھا۔ وہ اس زینے پر پہنچے اور پھر لیبارٹری تک پہنچنے میں انہیں زیادہ وقت نہیں لگا۔
ایکسٹو نے انہیں ایک طرف اشارہ کیا۔ وہ دونوں خاموشی سے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ایکسٹو اس دوران میں ایک بریف کیس سنبھالے ان کے سامنے واپس آ گیا تھا۔ اس نے بریف کیس کھولا اور چند کرنسی نوٹ نکال کر ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔
"انہیں غور سے دیکھو۔"
صفدر نے ایک نوٹ جولیا کی طرف بڑھا دیا۔ جولیا نے اسے غور سے دیکھا اور پھر اثبات میں سر ہلایا۔
"یہ نوٹ جعلی معلوم ہوتا ہے جناب۔"
"تمہارا خیال درست ہے۔"
ایکسٹو نے مخصوص بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔
اگرچہ ان نوٹوں کو بڑی ہوشیاری سے تیار کیا گیا ہے لیکن ان میں ایک معمولی سی خامی ہے اس کے علاوہ کیمیائی تجزیے کے بعد یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ یہ کرنسی

جعلی ہے۔؟"
صفدر نے سوالیہ نگاہ سے چیف کی طرف دیکھا جیسے معلوم کرنا چاہتا ہو کہ ان جعلی نوٹوں سے ان کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ یہ تو پولیس کا کام تھا۔ وہ ان مجرموں کو بآسانی گرفتار کر سکتی تھی۔
ایکسٹو نے بھی غالباً اپنے ماتحت کی سوالیہ نگاہ کا مفہوم سمجھ لیا تھا۔ اس نے چمکتی ہوئی خونخوار آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا اور غرا کر کہا۔
"یہ درست ہے کہ ہمارا ان نوٹوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ پولیس کا کام ہے لیکن درحقیقت ہمارا اس بات سے تعلق ہے جو ملک و ملت کو نقصان یا فائدہ پہنچا سکتی ہے۔"
ہمیں نقصان پہنچانے والی حرکات کا قلع قمع کرتا ہے اور فائدہ مند معاملات کو فروغ دینے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتی ہے۔
صفدر کا سر جھک گیا۔ ایکسٹو ٹھیک کہہ رہا تھا۔
اگر وہ برائیوں کی روک تھام صرف اس لئے بند کر دیں کہ ان کا قلع قمع کرنا دوسروں کی ذمہ داری ہے تو انہیں فروغ ملنے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ جو برائی نظر آئے وہ جی جان سے اس کی بیخ کنی میں لگ جائے۔
جولیا نے گہری نگاہ سے صفدر کی طرف دیکھا۔ پولیس اس وقت ملک کی اندرونی صورت حال سے نمٹ رہی ہے۔ جنگ کے دوران میں ملک کے داخلی معاملات کا کام واقعی بڑھ جاتا ہے۔ پھر اگر یہ پولیس کے بس کا روگ ہوتا تو ہمارے محکمے کو اس میں کودنے کی کیا ضرورت تھی۔؟"
"تمہارا خیال درست ہے۔" ایکسٹو نے خشک لہجہ میں تائید کی۔ "بہرحال تم دونوں کو ایک اہم مشن پر روانہ ہونا ہے۔ اس کی تفصیلات غور سے سنو۔"

صفدر اور جولیا چیف کی طرف ہمہ تن گوش ہو گئے۔

"یہ نوٹ سو فیصد جعلی ہیں۔"

ایکسٹو نے مخصوص لہجے میں کہا۔ "اگرچہ ان کی ساخت میں بڑی احتیاط کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان کے جعلی ہونے میں اب کوئی شبہ نہیں رہا۔ کرنسی کے ماہرین کی متفقہ رائے یہی ہے کہ یہ نوٹ وسیع پیمانے پر چھاپہ جا رہا ہے۔"

اس سلسلہ میں ایک بورڈ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ دشمن ملک ہماری معیشت کو تباہ کرنے کے لئے ان جعلی نوٹوں کو بڑی مقدار میں تیزی سے ملک کے اندر پھینک رہا ہے۔"

"لیکن چیف یہ نوٹ کس ذریعے سے آ رہے ہیں۔؟"

صفدر نے کہا۔

"کیا اس سلسلہ میں کسی قسم کی پیش بندی نہیں کی جا سکتی؟"

"ہر ملک میں ایسے عناصر موجود ہوتے ہیں جو بظاہر تو ہمدرد اور محب وطن ظاہر ہوتے ہیں لیکن درحقیقت وہ لوگ ملک کی جڑیں کاٹتے ہیں۔ جعلی نوٹوں میں یہ کرنسی بڑی آسانی سے پھیلائی جا سکتی ہے اور وہاں سے کرنسی کو ملک میں پھیلنے میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔

اس کے علاوہ سینکڑوں ذرائع ہیں جن کا محاسبہ فوری طور پر ممکن نہیں ہے چونکہ ہمارے لئے فوری طور پر جعلی نوٹوں کو ختم کرنے کیلئے نئے نوٹ چھاپنا ایک مشکل کام ہے اس لئے ہمیں ان کی اصل جگہ کا سراغ لگا کر ان کی چھپائی کا سلسلہ فوری طور پر ختم کرنا ہے۔

"کیا تم دونوں میں سے کسی نے آپریشن برنارڈ کے بارے میں کچھ سنا ہے۔؟"

چیف کی سرخ اور سرد آنکھیں باری باری ان دونوں کے چہروں کو ٹٹولنے

لگیں۔ صفدر اور جولیا نے جواب نہیں دیا بلکہ سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے رہے۔

"یہ ایک خفیہ منصوبہ ہے۔" چیف نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "اس منصوبہ کے تحت کسی بھی حریف ملک کو جنگ کے دوران میں جعلی کرنسی سے اس حد تک بھر دیا جائے کہ اس کی معاشی حالت متاثر ہو سکے۔

ہمارے ساتھ بالکل یہی ہو رہا ہے۔ اب صورتحال یہ ہے کہ ہم غیر ملکی منڈیوں سے غلام مال نہیں خرید سکتے۔"

"ہم اس سلسلہ میں ہر اقدام کے لئے تیار ہیں جناب۔"

صفدر نے کہا۔

"میں تم دونوں کو ایک ہفتہ کے لئے لبسن بھیج رہا ہوں۔ پہلے تمہارا میک اپ کیا جائے گا تاکہ تم دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے بہ آسانی سفر کر سکو۔"

"کیا جعلی کرنسی کا یہ عوفان لبسن سے ہی شروع ہوا ہے چیف۔؟"

"ہمارے خبر کا کہنا ہے کہ ایسا ہی ہے۔ بہرحال تم وہیں سے اپنے کام کا آغاز کرو گے۔ بظاہر تو یہ ایک آسان کام ہے لیکن درحقیقت یہ ایک دشوار اور کٹھن مہم ہے جس میں تم دونوں کی زندگی بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔"

"ہمیں ملک اور ملت کی سلامتی کے سامنے اپنی زندگی حقیر محسوس ہو رہی ہے۔"

"میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔" ایکسٹو نے انہیں ایک ایک فائل دیتے ہوئے کہا۔ "تم دونوں اتنی دیر میں کیس کی تفصیلات کا مطالعہ کرو۔ میں ایک دو کام نمٹاتا ہوں۔"

صفدر اور جولیا فائلوں پر جھک گئے۔

وہ فائل کے مطالعہ سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ چیف دوبارہ ان کے قریب پہنچا اس نے ایک سربمہر لفافہ کھولا اور کہا۔

"یہ رہے تم دونوں کے پاسپورٹ اس میں جرمنی کا ویزا لگا ہوا ہے تمہیں اس سلسلے میں کسی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم دونوں ایک نئے شادی شدہ جوڑے کا کردار اتنی خوبصورتی سے ادا کرو کہ گستاپو کو ذرا بھی شبہ نہ ہو سکے۔

مجھے تمہاری صلاحیتوں کا اندازہ ہے اس لئے میں نے تمہارے لئے کوئی لائحہ عمل ترتیب نہیں دیا۔

تم عمل کے لئے آزاد ہو۔ لائن آف ایکشن حالات کے مطابق تیار کرکے اس پر عمل کرو۔"

صفدر اور جولیا خاموشی سے آپٹنے کے سامنے بیٹھ گئے۔

ایکٹو کے ماہرانہ ہاتھوں نے ان کے چہروں کی مرمت شروع کر دی۔

لاہور میں ہماری مطبوعات

حامد برادرس

چوک کارنر انارکلی سے حاصل کریں

وہ ایک نیا شادی شدہ جوڑا تھا۔

نوجوان پرتگالی نظر آ رہا تھا۔ اس کی جوان اور حسین بیوی چہرے پر محبت کا سوفان سجائے اس کی ایک ایک بات پر قہقہوں کی بجلیاں گرا رہی تھی۔

نوجوان کو بھی غالباً اپنی بیوی سے گہری محبت تھی۔ وہ اس کی ہر ادا پر قربان ہوتا نظر آ رہا تھا۔

ائرپورٹ پر کئی آدمیوں نے ان کی طرف دیکھا صفدر نے ان کی آنکھوں میں رشک و حسد کے تاثرات کو صاف محسوس کر لیا تھا۔ وہ دل ہی دل میں مسکرا اٹھا۔ جولیا اس وقت کسی بیوی کا کردار واقعی اتنی سچائی سے ادا کر رہی تھی کہ بار بار صفدر کو یہ شبہ ہوا کہ کہیں ان دونوں کی شادی تو نہیں ہو گئی۔

جولیا بھی دل ہی دل میں صفدر کی اداکارانہ صلاحیتوں کو سراہ رہی تھی وہ نثار ہونے والے شوہر کی مانند اس کی ہر بات پر خوشی سے کھلتا نظر آتا تھا۔ اس وقت وہ ایک مسافر بردار جہاز سے برلن کے ائرپورٹ پر اترے تھے۔

صفدر نے موسم کی مناسبت سے ایک اوور کوٹ اور اس کے نیچے بیوٹ

پہن رکھا تھا۔ جولیا نے میڈیز کوٹ کے نیچے جو لباس پہنا ہوا تھا اسے اور اس انگوٹھی کو دیکھ کر یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ واقعی ایک نئی نویلی دلہن ہے۔ انگوٹھی اس کے دائیں ہاتھ کی انگلی میں تھی۔

اور اس میں ایک بڑا سا ہیرا جگمگا رہا تھا لیکن اس کے یاقوتی ہونٹوں پر جو مسکراہٹ تھی۔ ہیرے کی جگمگ اس کے سامنے ہیچ نظر آتی تھی۔ کم از کم سفدر کا یہی خیال تھا۔

سفدر کے دائیں ہاتھ میں ایک بریف کیس تھا۔ بائیں طرف جولیا اس کے بازو کو تھامے لگاوٹ سے چل رہی تھی۔

وہ مسافروں کی قطار سے ہٹ کر چل رہے تھے۔

کسٹم کے حکام کو ریکھ دیوان اور مقامی پولیس آفیسروں سے نمٹ کر وہ باہر نکلے ایک وجیہہ نوجوان تیزی سے ان کی طرف لپکا۔ اس نے سفدر سے پرتپاکی میں کہا۔

"کیا میں اس نئے جوڑے کو خوش آمدید کہہ سکتا ہوں۔؟"

"بہت بہت شکریہ۔"

سفدر نے مسکرا کر کہا۔

"آپ کے لئے ہمارا ہوٹل موزوں ترین مقام ہے جہاں آپ یہاں سے قیام کے بھرپور انداز میں محظوظ ہو سکیں گے۔؟"

"ہمیں ایک خوبصورت سا بیل روم کی ضرورت ہے۔"

"ہمارا ہوٹل اس سلسلے میں ملک گیر شہرت کا حامل ہے۔"

"ہمیں پرسکون ماحول چاہیئے۔"

"اس ہوٹل میں کوئی کسی کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتا جناب۔"

اس نوجوان نے کہا جو ظاہر ہے کسی ہوٹل کا مقامی ایجنٹ ہی تھا۔ ایک لمحے کے لئے سفدر اور جولیا کو یہ شبہ ہوا کہ کہیں وہ نوجوان ایکسٹو کا مقامی ایجنٹ تو نہیں ہے؟ انہوں

نے اس خیال کو فوراً ہی ذہن سے نکال دیا۔ وہ کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہتے تھے۔ جس سے ان کے مشن پر کسی قسم کی آنچ آ سکتی تھی۔

ایجنٹ نے ایک ٹیکسی ڈرائیور کو اشارہ کیا۔

صفدر کا سامان کسٹم سے کلیئر ہو کر آ گیا تھا۔ ڈرائیور نے سامان ڈگی میں رکھا اور وہ ان کے لئے عقبی دروازہ کھول کر کھڑا ہو گیا۔ سفدر اور جولیا عقبی نشست پر بیٹھ گئے۔

ایجنٹ ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔

ٹیکسی تیزی سے اس ہوٹل کی طرف روانہ ہو گئی جس کا نام ایجنٹ نے ٹیکسی ڈرائیور کو بتایا تھا۔ راستے میں ایجنٹ نے انہیں ہرسن کے مشہور مقامات اور مشہور عمارتوں کے بارے میں معلومات فراہم کی۔ جولیا اور سفدر متاثر سے محظوظ ہوتے ہوئے بس منٹ بعد منزل مقصود پر جا پہنچے۔

ایجنٹ نے انہیں جو کمرہ فراہم کیا تھا بلاشبہ وہ ان کے آئیڈیل کے عین مطابق تھا۔ انہوں نے اپنے پاسپورٹ دکھائے اور رجسٹر میں خانہ پری کے بعد چابی لے کر وہ اپنے کمرہ میں پہنچے اور انہوں نے دروازہ مقفل کر لیا۔

"میں تو نہانے جا رہی ہوں ڈیئر تمہارا کیا ارادہ ہے۔؟" جولیا نے اوور کوٹ اتارتے ہوئے کہا اور ایک طویل انگڑائی لی۔

"میں ہدایت کے مطابق مقامی رابطے سے تعلق قائم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

سفدر نے کہا۔ ماسکو میں ان کے لئے جو ہدایات بھیجی گئی تھیں ان کے مطابق انہیں ہرسن پہنچتے ہی ایکسٹو کے اس مقامی ایجنٹ سے رابطہ قائم کرنا تھا جسے ان کے بارے میں پہلے سے اطلاع دی جا چکی تھی۔

جولیا باتھ روم میں چلی گئی۔

صفدر نے اپنا بریف کیس اٹھایا اور ایک صوفے کی اوٹ میں قالین پر بیٹھ گیا۔ اس نے بریف کیس کھولا۔

یہ بریف کیس سفر کے دوران اس کے ہاتھ میں رہا تھا۔ ائرپورٹ سے نکلتے وقت بھی اس نے بریف کیس کو اپنے ہاتھ میں رکھا تھا۔ حالانکہ ہوٹل کے دلال نے اس سے بریف کیس لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا لیکن صفدر جولیا کی طرف متوجہ ہو کر یوں مسکرانے لگا جیسے یہ بات اس نے سنی ہی نہیں تھی۔

اس کے بریف کیس میں ایک خاص قسم کا ٹرانسمیٹر تھا جس کا بوجھ نہ ہونے کے برابر تھا اور جس پر چند میل کے دائرے میں کسی بھی دوسرے ٹرانسمیٹر سے رابطہ قائم کیا جا سکتا تھا۔

اس نے بریف کیس کھولا اور ایرپیس کو سیٹ کرنے لگا۔

جولیا گنگناتی ہوئی باتھ روم میں داخل ہوئی۔ دروازہ بند ہونے کی آواز آئی اور پھر شاور کھل گیا۔

پانی کی پھوار سے جو دھیمی سی سرسراہٹ پیدا ہو رہی تھی اس کو نظر انداز کر کے صفدر ٹرانسمیٹر کی طرف متوجہ رہا۔

ایکسٹو نے اس بات سے آگاہ کر دیا تھا کہ برلن میں قیام کے دوران میں ٹرانسمیٹر کا استعمال ایک خطرناک کام ہے لیکن مصیبت یہ ہے کہ ایجنٹ سے رابطہ قائم کرنے کی ان کے پاس کوئی دوسری صورت نہیں تھی۔

صفدر نے دھڑکتے ہوئے دل سے فریکوینسی ملائی اور ماؤتھ پیس میں کوڈ دہرانے لگا۔ وہ اچھی طرح سے جانتا تھا کہ یہ پیغام ان دونوں کے لئے موت کا پروانہ بن سکتا ہے۔

کوڈ دہرانے کے بعد اس نے خفیہ زبان میں پیغام دینا شروع کیا۔ اس کا دل اتنی شدت سے دھڑک رہا تھا کہ اس سے پہلے اتنی شدید دھڑکن کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ وہ کانوں پر ائرپیس سنبھالے رہا اور ماؤتھ پیس میں مسلسل بولتا رہا۔ ابھی تک دوسری جانب سے کوئی اشارہ نہیں ملا تھا۔

صفدر کا پورا جسم پسینے میں شرابور ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر آئندہ چند سیکنڈ میں رابطہ قائم نہیں ہوا تو اسے ٹرانسمیٹر بند کرنا پڑے گا۔ اس ٹرانسمیٹر کی آواز کسی دوسرے ٹرانسمیٹر پر بھی سنائی دے سکتی تھی۔ پھر اچانک رابطہ قائم ہو گیا اور وہ پیغام دہرانے لگا۔

ابھی اس نے پیغام ختم نہیں کیا تھا کہ اس کا دل اچھل کر حلق میں اٹک گیا۔

دروازے پر بھاری ہاتھوں کی دستک شروع ہو گئی تھی۔

صفدر کے کانوں سے بھاری جوتوں کی آوازیں بھی ٹکرا رہی تھیں۔ ان آوازوں سے اور دستک دینے کا انداز صاف ظاہر کر رہا تھا کہ باہر پولیس یا فوجی موجود ہیں۔ ان کی موجودگی کا دوسرا مطلب تھا کہ صفدر کے ٹرانسمیٹر سے نکلنے والا پیغام کسی ایسے ٹرانسمیٹر پر سنا جا چکا ہے جو کسی طرح بھی ایکسٹو کے مقامی ایجنٹ کا نہیں ہو سکتا تھا۔

اسے اس بات کی توقع تو تھی کہ پیغام سنا جا سکتا ہے لیکن یہ امکان نہیں تھا کہ پولیس اتنی جلدی اس جگہ بھی پہنچ جائے گی۔ وہ دل ہی دل میں ان کی تیز رفتاری کو سراہے بغیر نہیں رہ سکا۔

دروازے پر دستک اور بھی شدید ہو گئی تھی۔

صفدر نے جلدی سے ہیڈ فون اتارا اور اپنا بریف کیس میں بند کرنے لگا۔ ٹرانسمیٹر کو دوبارہ چیک کرنے کے بعد وہ تیزی سے اٹھا۔ دروازے پر دستک کا انداز بتا رہا تھا کہ اگر کچھ دیر اور اسے نہیں کھولا گیا تو اسے توڑ دیا جائے گا۔

باہر گاڑیوں کے انجنوں کی گرج سنائی دے رہی تھی۔

صفدر نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا اور اس کے بدترین اندیشوں کی تصدیق ہوگئی باہر پولیس موجود تھی۔ جرمنی کی وہ پولیس جس کی کارکردگی سے دنیا بھر کے جاسوس گھبراتے تھے۔

نیچے گاڑیاں کھڑی تھیں۔

ہوٹل سے فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ پولیس نے چاروں طرف سے ہوٹل کی عمارت کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ اس نے ایک طویل سانس لی۔ یہ بات اس کے گمان میں بھی نہیں تھی کہ برلن پہنچنے کے نصف گھنٹے بعد ہی مصائب کے بادل ان کے سروں پر منڈلائے لگیں گے۔

اسے ایک آفیسر کی دھاڑ سنائی دی۔ اس نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ ایک افسر اپنے ماتحتوں کو حکم دے رہا تھا۔

"تم پیچھے جاؤ۔ عمارت کے عقبی حصے پر نگاہ رکھو۔ اگر کوئی فرار ہونے کی کوشش کرے تو بے دریغ گولی مار دو۔"

صفدر کانپ گیا۔ یہ ایک ایسی صورت حال تھی جس میں گھرنے کے بعد حواس کو بچا رکھنا واقعی دل گردے کا کام تھا۔

اس نے دروازے کی طرف دیکھا دستک شدید تر ہوتی جا رہی تھی۔

دروازہ مضبوط تھا لیکن ان ہاتھوں کے سامنے زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتا تھا صفدر نے ادھر ادھر دیکھا۔ وہ دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اپنے بریف کیس کو چھپانے کی جگہ تلاش کر رہا تھا۔

ان کی سلامتی اب صرف اسی بات تک محدود تھی کہ اس بریف کیس کو پولیس کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا جائے۔

لیکن دو کمروں پر مشتمل اس اپارٹمنٹ میں ایسی کوئی جگہ نہیں جہاں اسے محفوظ کیا جا سکے۔

وہ دل ہی دل میں خوش تھا کہ اس ناگہانی صورت حال کے آغاز سے پہلے وہ ایکسٹو کے غیر ملکی ایجنٹ سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا اب اس بریف کیس کی وجہ سے وہ مصیبت میں پھنس سکتے تھے۔

اسے امید کی ایک کرن نظر آنے لگی کہ ممکن ہے ایکسٹو کا مقامی ایجنٹ ان کے کسی کام آ سکے۔

وہ بریف کیس اٹھا کر تیزی سے باتھ روم کی طرف بڑھا۔

اس نے دروازے پر خفیف سی دستک دی۔

جولیا نے غالباً دروازہ کھلا ہی چھوڑ دیا تھا۔ ہاتھ لگتے ہی وہ کھل گیا صفدر نے اندر دیکھا۔

جولیا نہانے کے ٹب میں گردن تک صابن کے جھاگ میں ڈوبی بیٹھی ہوئی تھی دستک کی آواز کے ساتھ اب دھمکیاں بھی دی جانے لگی تھیں۔

"دروازہ کھولو ورنہ اسے توڑ دیا جائے گا۔"

صفدر نے جولیا کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں بھی گھبراہٹ کے سائے تھے اس نے دھیمی آواز میں کہا۔

"کیا بات ہے؟ یہ کون ہے؟"

"یہ پکڑو۔"

صفدر نے بریف کیس آگے بڑھا دیا اور جلدی سے دروازہ بند کر کے اپنے اوور کوٹ کی طرف دوڑا۔

اب دروازہ پر زور آزمائی شروع ہو گئی تھی صفدر دروازے کی طرف لپکا۔

"جلدی کھولو۔ ورنہ دروازہ توڑ دیا جائے گا۔" ایک غرا ہٹ سنائی دی۔

"ایک منٹ صبر کرو۔"

صفدر نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔ "کیا جلدی مچا رکھی ہے تم نے۔ کم از کم کپڑے تو بدل لینے دو۔"

اس نے دروازہ کھول دیا۔

"گنتا پو۔" سب سے آگے والے افسر نے کہا۔

اس نے دھکا دے کر صفدر کو ایک طرف ہٹایا۔ مسلح فوجی اندر گھس آئے سب کے چہروں سے درندگی برس رہی تھی۔ صفدر نے احتجاج کیا لیکن اس وقت کوئی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

مسلح فوجی کمرے میں گھستے ہی ادھر ادھر بکھر گئے۔

"اس دروازہ کو توڑ دو۔"

افسر نے ملحقہ کمرے کے بند دروازے کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "دیکھو اس کمرے میں کیا ہے۔"

فوجیوں نے چند ٹھوکروں سے کواڑوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ دروازہ توڑ کر وہ اندر دھندناتے دوسرے کمرے میں گھس گئے۔

صفدر پریشانی اور حیرت کے تاثرات چہرے پر سجائے یوں کھڑا تھا جیسے اس معاملے کی تہہ تک پہنچنے کی ہر کوشش ناکام ہو گئی ہو۔

کوئی اس کی طرف توجہ نہیں دے رہا تھا صرف ایک گن بردار تھا جو تال اس کی طرف اٹھائے متعین ہو چکا تھا۔

اس کی آنکھیں صفدر پر اس انداز میں جمی ہوئی تھیں جیسے وہ اس کی کسی بھی غلط حرکت پر فائرنگ سے دریغ نہیں کرے گا۔

صفدر نے اس سے مخاطب ہونے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ اس نے تھوڑی دیر پہلے جس انداز میں احتجاج کیا تھا وہ بھی ختم کر دیا۔ ظاہر ہے اس جنجال کو ختم کرنے سے کیا فائدہ تھا۔

"اس دروازہ کو بھی دیکھو۔" افسر غرایا۔

"ٹھہرو۔"

صفدر کا لہجہ سخت تھا۔

"کیا بات ہے۔؟" افسر اسے گھورنے لگا۔

"باتھ روم میں اس وقت میری بیوی غسل کر رہی ہے۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔" افسر کا لہجہ بدستور بگڑا رہا۔ وہ اپنے آدمیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ "یہ دروازہ بھی توڑ دو۔"

"میں اعلیٰ حکام سے اس بات کی شکایت کروں گا۔"

صفدر غرایا۔

افسر نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔ فوجیوں نے چند منٹ میں اس دروازے کو لاتیں مار مار کر کھول دیا۔ چٹخنی اپنی جگہ چھوڑ چکی تھی۔ صفدر غصہ سے مٹھیاں بھینچ کر آگے بڑھا لیکن مسلح فوجی نے گن کی نال اس کی پشت سے لگا دی۔ وہ ہانپتا کانپتا وہیں رک گیا۔

"میں تم سب کو دیکھ لوں گا۔" صفدر غرا تا رہا لیکن وہاں کون سن رہا تھا وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ جولیا کے پاس بریف کیس برآمد ہوتے ہی ان درندوں کی سفاکی مزید بڑھ جائے گی۔ وہ اب اس صورت حال سے پوری طرح مایوس ہو چکا تھا۔

فوجی غسلخانے کا دروازہ کھلتے ہی اندر گھس گئے۔ افسر ان کے آگے آگے تھا

جیسے ہی جولیا کی نگاہ ان پر پڑی اس کے حلق سے ایک خوف زدہ چیخ نکل گئی وہ بری طرح کانپ رہی تھی۔ خوف کی جس قدر بھرپور اداکاری اس نے کی تھی صفدر اس کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔

افسر کی نگاہ جیسے ہی اس پر پڑی وہ ٹھٹک کر رک گیا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے ماتحتوں کو رکنے کے لئے کہا۔

اس کے چہرے پر الجھن کے گہرے تاثرات تھے۔ غالباً اسے توقع تھی کہ باتھ روم میں انہیں مطلوبہ چیز مل جائے گی۔

"اوہ۔" اس نے افسوس سے کہا۔ "تم ٹھیک کہہ رہے تھے۔"

صفدر نے اثبات میں سر ہلایا۔ "میں اس ذلت کو فراموش نہیں کر سکتا۔"

"ہمیں افسوس ہے۔"

"میں پوچھتا ہوں تم لوگ اس طرح زور آزمائی اور جارحیت پر کیوں اتر آئے ہو۔ کیا ہم کوئی جرائم پیشہ لوگ ہیں۔"

"سب لوگ باہر چلے جائیں۔" افسر دہاڑا۔

ماتحت سرپٹ الٹے قدموں بھاگے۔ دو ایک لڑکھڑا بھی گئے۔ افسر نے ایک نقرئی تھرماس روم میں دیکھا اور جولیا کی طرف جھک کر نرم لہجے میں کہا۔ "مجھے افسوس ہے خاتون ہماری وجہ سے تم خوفزدہ ہو گئیں۔"

"شکریہ افسر تم ایک اچھے آدمی ہو۔" جولیا نے کہا۔ اسکے ہونٹوں پر جو مسکراہٹ تھی اس نے ساری الجھنیں رفعت کر دی تھی۔

وہ بار بار معذرت کرتا ہوا باتھ روم سے باہر نکلا اور دروازہ بند کر دیا۔ صفدر کا دل خوشی سے جھوم رہا تھا لیکن اس کے چہرے پر اس وقت بھی پریشانی اور ندامت کے تاثرات بکھرے ہوئے تھے۔

"ہمیں افسوس ہے نوجوان۔" افسر نے قریب آکر صفدر کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اس کی پیشانی پر پسینے کے قطرے تھے۔

"میں پوچھتا ہوں اس حرکت کا مطلب کیا تھا۔؟"

"محض غلط فہمی۔"

"کیسی غلط فہمی۔" صفدر نے حیرت سے کہا۔

"ہمیں ایک خفیہ ٹرانسمیٹر کی تلاش تھی۔" افسر نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "ہمارا خیال تھا کہ وہ اسی ہوٹل میں کسی جگہ موجود ہے۔"

"اوہ۔ یہ تو واقعی ایسی بات تھی کہ تم لوگوں کو ایسا رویہ برقرار رکھنا چاہئے تھا لیکن پھر بھی مسافروں سے کچھ تو عالی سلوک ہونا چاہئے۔" صفدر نے بھی الجھنے کی بجائے لہجے کو بڑی حد تک نرم کر لیا تھا۔

افسر اس سے کئی بار معذرت کر کے اپنے ماتحتوں کے ساتھ باہر نکل گیا۔ صفدر نے ایک بار پھر دروازہ مقفل کر لیا۔

اس نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور ایک طویل سانس خارج کر دیا۔ وہ حیران تھا کہ جولیا نے اتنی چابک دستی سے بریف کیس کو کہاں غائب کر دیا تھا۔ وہ ابھی اسی الجھن میں تھا کہ عقب میں باتھ روم کا دروازہ کھلنے کی آواز سن کر چونک پڑا۔ اس نے گھوم کر دیکھا۔

جولیا گاؤن پہنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔

"بریف کیس۔؟"

"سب میں موجود ہے۔" جولیا نے کہا۔ "معاملے کے بعد میں ایک بریف کیس کو چھپانا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔"

"میرا تو خون خشک ہو رہا تھا۔" صفدر نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

"ہاں۔ یہ ایک تاگہانی تھی لیکن خدا کا شکر ہے کہ معاملہ اتنی آسانی سے رفع دفع ہوگیا۔"

جولیا نے ایک طویل سانس لی اور بالوں کے گرد لپٹے ہوئے تولیے سے گیلے بال نوچتی ہوئی آئینے کے سامنے جا بیٹھی۔

صفدر نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال لیا۔

"حالات یکدم خراب ہوگئے ہیں ڈیئر۔ کیا تمہیں کچھ کامیابی ہوئی۔؟"

"ہاں۔"

صفدر نے جواب دیا۔ "خوش قسمتی سے آخری لمحے میں رابطہ بحال ہوگیا تھا مجھے اس آدمی سے پانچ بجے ملنا ہے۔"

جولیا نے اثبات میں سر ہلایا اور بالوں میں برش کرنے لگی۔

صفدر بے چینی سے کروٹیں بدل رہا تھا۔

رات کے ابتدائی حصے میں وہ چند گھنٹوں کے لیے سویا تھا۔ اس دوران میں جولیا جاگتی رہی تھی۔ صفدر نے ایکسٹو کے ہیڈ کوارٹر سے ٹھیک پانچ بجے رابطہ قائم کرنا تھا۔

اس خیال سے کہ کہیں وہ سفر کی تکان کے باعث سوتا ہی نہ رہے جولیا نے یہ دھماری قبول کرلی تھی کہ وہ رات کے ابتدائی حصے میں جاگتی رہے گی اس کے بعد صفدر کو ملاقات کے وقت تک جاگنا تھا۔

رات ان کے درمیان بہت کم بات چیت ہوئی تھی۔

اگرچہ جولیا تھکی ہوئی تھی لیکن تھکن اور نیند اس عمر کے دوران میں کوئی ایک بار کا مسئلہ نہیں تھا۔ اس نے صفدر کو نیند سے بھگا دیا تھا۔ جاگنے کے دوران میں وہ زیادہ تر ٹہلتی ہی رہی تھی۔

صفدر اٹھ گیا۔ اس نے ایک طویل جمائی لی اور گھڑی کی طرف دیکھا پھر جولیا کی طرف متوجہ ہوا جس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"صوری ہو گیا۔ تمہیں بڑی زحمت ہوئی۔" اس نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"یہ زحمت کوئی آج کا نہیں ہے ازل سے قسمت میں لکھی ہے اور غالباً ابد تک ہمارے ہم پیشہ لوگ اس میں مبتلا ہوتے رہیں گے۔"

"اب تم اطمینان سے سو جاؤ۔ میں جانے کی تیاری کرتا ہوں۔"

"سو جاتی ہوں۔ اطمینان تو واپس جا کر ہی نصیب ہوگا۔"

وہ بستر پر لیٹ گئی اور صفدر باتھ روم میں گھس گیا۔ گرم پانی کے غسل نے تکان دور کر دی۔

اس نے کھڑکی کے قریب رک کر باہر جھانکا۔ نیچے سڑک ویران پڑی تھی۔ سامنے والے آدمی کا نام و نشان تک نہیں تھا جس پر گولی چلائی گئی تھی۔ پانچ بجے ڈھیر ہو چکا تھا۔

اس نے کمرے کا دروازہ کھولا اور باہر راہداری میں جھانکا۔

راہداری ویران پڑی تھی۔ دور فاصلہ کونے میں ایک مدھم روشنی تھا جس کی وجہ سے روشنی اندھیرا دور کرنے میں ناکام ثابت ہو رہی تھی۔ وہ باہر نکلا اس نے دروازے کو باہر سے مقفل کر دیا۔

جب وہ راہداری میں چند قدم چلا تو اس کے قدموں سے ذرا سی بھی آہٹ پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ ہوٹل کی عمارت گہرے سکوت کی تہوں میں لپٹی ہوئی تھی وہ زینے کے قریب پہنچا۔

زینے میں مدھم روشنی تھا۔ وہ احتیاط سے سیڑھیاں اترنے لگا۔

جب وہ نیچے پہنچا تو ہال ویران تھا۔ وہ یہاں خاصا ہنگامہ تھا یہ سب ایسے لگتا تھا جیسے یہاں کبھی کوئی آیا ہی نہیں تھا۔ اس کی نگاہ استقبالیہ کی طرف اٹھ گئی۔ یوں

محسوس ہوتا تھا جیسے کلرک ابھی تک جاگ رہا تھا۔ وہ اس کی مستعدی کا دل ہی دل میں قائل ہو گیا۔

صفدر دفعتہً استقبالیہ میں داخل ہوا۔

سامنے ڈیسک کے پیچھے ایک خوبصورت پنجابی نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنے قسم کا ایک اسمارٹ آدمی تھا جس کے چہرے کے ساخت سے تندرستی اور آنکھوں سے ذہانت ٹپکتی تھی

اس نے صفدر کی طرف دیکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"یس پلیز۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔؟"

"کیا یہاں چھپکلیاں بھی موجود ہیں۔؟"

"نہیں جناب۔"

"مجھے ایک چھپکلی کی ضرورت ہے۔" صفدر نے سنجیدہ لہجہ میں کہا۔

"بہت خوب۔ آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔" اس نے فراخدلی سے مسکراتے ہوئے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ کوڈ کے تبادلے سے انہوں نے فوراً ہی ایک دوسرے کو پہچان لیا تھا۔

صفدر فوراً ہی مطلب کی بات پر آ گیا۔

"مجھے یہاں کیا کرنا ہے۔؟"

صفدر نے کہا۔

"تمہیں یہاں سے جانا پڑے گا۔" نوجوان نے جواب دیا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟"

صفدر چونک پڑا۔ "میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

نوجوان دھیرے لہجے میں صفدر کو صورتحال سمجھانے لگا۔ اس کا انداز بے حد

محتاط تھا۔ وہ اس طرح بات کر رہا تھا جیسے دیواروں کے کان سے بھی خوفزدہ ہو۔

"مجھے اس سلسلے میں خیر آج ہی ملی ہے مسٹر صفدر۔"

اس نے بالآخر کہا۔

"لیکن یہ معاملہ اب بھی میرے لئے ناقابل فہم ہے۔" صفدر کا لہجہ الجھن آمیز تھا۔

"دراصل جرمنوں نے آپریشن ہزار ڈالے مقام کو بدل دیا ہے۔ اس مشن کی تبدیلی تو تمہیں چیف سے معلوم ہو گئی ہوں گی۔ بہرحال اب کرسٹی کی جماعت کا کام برلن کی بجائے اورن بادیں ہو رہا ہے۔ اس تبدیلی کی وجہ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکی۔"

"کیا ہم واپس جائیں گے۔؟"

"نہیں۔" اس نے حتمی لہجے میں کہا۔

"ہوں۔ تو ہمیں اس نئے مقام پر جانا پڑے گا۔" صفدر نے تفکر آمیز لہجہ میں کہا۔ "ہماری روانگی کب ہو رہی ہے۔؟"

اچانک عقب میں آہٹ ہوئی۔ صفدر چونک کر گھوما اور اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ ایک باوردی افسر اس کے پیچھے کھڑا ہوا تھا اس کے پیچھے دس مسلح سپاہی تھے۔ افسر کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ تھی۔

"گستاپو۔" افسر نے جیب سے اپنا کارڈ نکالا کر ان دونوں کے درمیان لہراتے ہوئے کہا۔ "تمہیں گرفتار کیا جاتا ہے۔" افسر نے استقبالیہ کلرک کی طرف اشارہ کیا۔

"اسے بھی گرفتار کر لو۔"

استقبالیہ کلرک کا چہرہ یکدم زرد ہو گیا۔ اس نے حیرت اور خوف سے بھرپور لہجے میں کہا۔ "میں اس حرکت کا مطلب نہیں سمجھا۔" وہ چیخنے لگا۔ "میں ایک پرتگالی

باشندہ ہوں اور میری حکومت غیر جانبدار ہے۔"

"ان سب باتوں کا فیصلہ ہمارے ہیڈ کوارٹر میں ہو جائے گا۔" افسر نے تلخی سے کہا۔

"میں تم جیسے دوغلوں کو خوب اچھی طرح سے جانتا ہوں۔"

مسلح آدمیوں نے ایکسٹو کے مقامی ایجنٹ کو کاؤنٹر کے پیچھے سے کھینچ کر باہر نکالا۔ صفدر حیران و ششدر کھڑا تھا۔ وہ حیران تھا کہ کس طرح یہ لوگ ان کے ذہنوں میں جو عین موقع پر ان کے سروں پر سوار ہو گئے ہیں۔ کاؤنٹر کلرک بری طرح احتجاج کر رہا تھا۔

"شور مچا کر دوسروں کا آرام خراب نہ کرو۔" افسر غرایا۔ "تمہیں جو کچھ کہنا ہے ہیڈ کوارٹر چل کر کہنا۔ وہاں تمہاری ہر بات غور سے سنی جائے گی اور دوبارہ پہنچنے تک تمہیں کوئی اچھی سی کہانی سوچنے کا موقع بھی مل جائے گا۔"

"یہ سب سے زیادتی ہے یہ شریف آدمی باہر گھومنے۔"

"شٹ اپ۔"

افسر نے زوردار طمانچہ اس کے گال پر مارا۔

تھپڑ کی آواز بند کمرے میں گونجی۔ یہ حملہ اس قدر اچانک اور پرقوت تھا کہ استقبالیہ کلرک گھوم کر رہ گیا۔ اس کا نچلا ہونٹ پھٹ گیا اور خون کی باریک لکیر ٹھوڑی تک پہنچ گئی۔

"اسے بھی گرفتار کر لو۔" افسر غرایا۔

"لیکن میں تو یہاں۔" صفدر ہکلا کر رہ گیا۔

"اب اگر تم دونوں میں سے کسی نے بھی حلق سے آواز نکالی تو اس کا گلا دبا دیا جائے گا۔" افسر کا موڈ بے حد خراب ہو گیا تھا۔

صفدر اور استقبالیہ کلرک دونوں ہی حیران تھے۔ وہ اپنی اپنی جگہ پر سوچ رہے تھے کہ گستاپو کو ان کے بارے میں کس طرح علم ہوا۔ صفدر کے ذہن میں صرف ایک ہی بات بیٹھ رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے گستاپو نے ترانیمہ کا پیغام نوٹ کر کے اسے ڈی کوڈ کروا لیا ہو۔ اس طرح انہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ درحقیقت کیا معاملہ ہے۔

استقبالیہ کلرک وقتی طور پر تو بظاہر خاصی اداکاری کر رہا تھا۔ صفدر کو اس بات کا اندازہ نہ ہو سکا کیونکہ اس کا ذہن تو جوابی میں الجھا ہوا تھا جو اس وقت اپنے کرنے میں مصروف تھی۔

ایک حد تک وہ مطمئن بھی تھا کہ گستاپو کو تو لیا کے بارے میں علم نہیں ہے۔ اگر اس کا کوئی علم ہوتا تو وہ اسے کمرے سے کھینچ کر نیچے لے آتے اس نے اطمینان کا سانس لیا۔

اور پھر وہ لمحے آ گئے جن کے لئے صفدر ایک عرصہ سے کوشش کر رہا تھا۔ اسے بے تاب کر رہی تھی کہ کسی نہ کسی طرح جولیا کو اس معاملے کا علم ہو جائے تو اچھا ہے۔

صفدر کی اس سوچ سے مختلف انداز میں استقبالیہ کلرک بھی سوچ رہا تھا اس کی دانست میں صفدر ایکسٹو کا ایجنٹ نہیں بلکہ کوئی ایسا آدمی تھا جسے چارہ بنا کر گستاپو نے اس کا سراغ لگایا ہے۔

وہ قہر آلود نگاہ سے صفدر کو گھورنے لگا لیکن اب تو بازی الٹ گئی تھی۔ وہ بے بس تھا۔

انہیں کشاں کشاں باہر لایا گیا۔

باہر ایک سرکاری گاڑی موجود تھی۔ سپاہیوں نے استقبالیہ کلرک کو دھکیل کر

اندر بٹھا دیا۔ صفدر کو بھی دھکا دیا گیا۔ ان کا انداز اس قدر توہین آمیز اور جارحانہ تھا کہ صفدر کا خون کھول اٹھا۔

"میں کہتا ہوں مجھے چھوڑ دو۔"

کلرک چلایا۔

"شٹ اپ۔"

"میری ایمبیسی کو فون کرو۔ میں اس سلوک کی برداشت نہیں کر سکتا۔"

ایک سپاہی نے کلرک کے کندھے پر رائفل کا کندہ مارا۔ اور اس کے حلق سے ایک گھٹی گھٹی سی چیخ نکل گئی۔

اس وار کے بعد اس نے کسی قسم کا احتجاج نہیں کیا اور خاموش ہو گیا۔ انہیں مسلح آدمیوں نے گھسیٹ میں لے رکھا تھا۔

اس کار کے ساتھ دو اور سرکاری کاریں تھیں۔ صفدر حیران تھا کہ اس صورت حال کی توقع تو اسے بالکل نہیں تھی۔ اب اسے یقین ہو چلا تھا کہ اس کے پیغام کو نہ صرف سن لیا گیا ہے بلکہ سیکرٹ سروس کے ماہرین نے اس کا مفہوم بھی نکال لیا تھا۔

لیکن اگر انہوں نے پیغام کو ڈی کوڈ کر لیا تھا تو اس کا مطلب تھا کہ سارا معاملہ طشت از بام ہو چکا تھا۔

ایسے میں جولیا کو کیوں نظر انداز کیا گیا ہے۔؟

یہ سوال اسے بے تاب کر رہا تھا۔ چند لمحوں کی ذہنی کشمکش کے بعد وہ نتیجے پر پہنچ گیا کہ جب وہ ہیڈ کوارٹر پہنچیں گے تو جولیا وہاں موجود ہو گی گستاپو سے اس بات کی توقع کی جا سکتی تھی کہ انہوں نے خاموشی سے جولیا کو بھی کمرے سے نکال کر وہاں پہنچا دیا ہو۔ گاڑی کی رفتار بہت تیز تھی۔

وہ سب ٹھنس کر اسی ایک گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ گاڑی شہر کے ایک ویران حصے سے گزر رہی تھی۔ صفدر کا دل آنے والے حالات کے اندیشوں سے دھڑک رہا تھا۔ مستقبل بالکل کا چہرہ دھواں دھواں تھا۔

فوجی ڈرائیور بڑا محتاط تھا۔ تیز رفتاری کے باوجود گاڑی فراٹے بھر نہیں رہی تھی۔

اچانک سامنے سے ایک بڑا ٹرک آتا نظر آیا۔ یہ ٹرک اتنا پھیلا ہوا تھا کہ ساری سڑک گھیری ہوئی تھی۔

ڈرائیور نے ہارن بجایا۔

ہارن کی آواز سے ٹرک نے راستہ نہیں چھوڑا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ گاڑی کی رفتار چونکہ خاصی تیز تھی اس لئے وہ نہ اِدھر اُدھر بھی جلدی سے نہیں موڑ سکتا تھا۔

اس حالت میں گاڑی کا اچانک موڑنے سے اس کے الٹ جانے کا خطرہ تھا۔

"کیا یہ احمق حادثہ کرنا چاہتا ہے۔"

افسر غرایا۔

"غالباً نشے میں ہے۔ ڈرائیور ہٹا دو۔"

"گاڑی روکو پہلے اس کا راستہ روکیں پھر آگے بڑھیں گے۔" افسر نے جارحانہ لہجے میں کہا۔ اور ڈرائیور کے کندھے پر ہاتھ مارا۔

مشتاق ڈرائیور نے بریک پر پاؤں کا پورا بوجھ ڈال دیا۔ گاڑی گھسٹنے لگی۔ اسی لمحے ٹرک ڈرائیور نے بھی بریک لگائی تھی۔

دونوں گاڑیاں سڑک پر چیختے ہوئے ٹائروں سے گھسٹ کر چند انچ کے

فاصلے پر آمنے سامنے رک گئیں۔

ٹرک کے عقبی حصے سے درجن بھر مسلح آدمی پھرتی سے کودے اور انہوں نے فوجی گاڑی کو اتنی تیزی سے نرغے میں لے لیا کہ فوجیوں کو باہر نکلنے کا موقع تو درکنار ہتھیار سنبھالنے بھی دشوار ہو گئے۔

"سب باہر آجاؤ۔" ایک غرایا۔

"یہ کیا حرکت ہے۔؟"

افسر چیخا۔

"خاموشی سے باہر نکل آؤ ورنہ سب کو بھون دیا جائے گا۔" اس شخص کا لہجہ اس قدر سفاک تھا کہ صفدر کی ریڑھ کی ہڈی سنسنانے لگی۔

افسر بھی غالباً اس کے تیور دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ وہ فائرنگ کئے بغیر نہیں مانے گا۔ اس نے جرمن زبان میں غلیظ گالیاں بکتے ہوئے اپنے ایک ماتحت کو حکم دیا اور اسے نیچے اترنے کے لئے کہا۔

دروازہ کھلا اور وہ نیچے آ گئے۔

انہیں تیزی سے غیر مسلح کر دیا گیا تھا۔

ایک سپاہی نے رائفل سنبھالنے کی کوشش کی تھی تو فوراً ہی فائرنگ شروع ہو گئی۔ اس کے جسم میں بے شمار گولیاں پیوست ہو گئیں اور وہ بیچارہ تڑپے بغیر ہی ٹھنڈا ہو گیا۔

اس کا حشر دیکھنے کے بعد کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ ہتھیاروں کو استعمال کرنے کا خیال بھی ذہن میں لاتا۔

سب لوگ ہاتھ اٹھائے ایک قطار میں کھڑے ہو جائیں۔" فائرنگ کرنے والے نے افسر کے کولہے پر بے دردی سے ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔

افسر کا چہرہ غصے سے سیاہ پڑ گیا۔ اپنے ماتحتوں کے سامنے اس قدر ذلت کا شاید اس سے پہلے کبھی سامنا نہیں ہوا تھا۔

وہ دانت پیسنے لگا لیکن بے بس تھا۔ چاروں طرف مسلح آدمیوں کا گھیرا تھا۔ اور وہ لوگ ثابت کر چکے تھے کہ انہیں ہلاک کرتے وقت ان کو ذرا بھی ملال نہیں ہوگا۔

صفدر خاموش کھڑا ان آدمیوں کو دیکھ رہا تھا۔ ابھی تک وہ یہ فیصلہ نہیں کر پا تھا کہ انہیں دوست خیال کرے یا دشمن۔ ان میں سے کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔

استقبالیہ کلرک بھی لاتعلق کھڑا تھا اس لیے وہ اور بھی الجھن میں پڑ گیا کہ آخر یہ کون لوگ ہیں۔

اگر ان کا تعلق ایشیو کے مقامی ایجنٹوں سے ہوتا تو استقبالیہ کلرک ان سے بے خبر کا نظر نہ ہو نہیں کرتا۔

اسی وہ ہی ادھیڑ بن میں تھا کہ ایک ریوالور بردار آدمی اس کی طرف بڑھا اور دھیمے لہجے میں کہا۔ "ایکسکیوز می۔"

"اوہ۔" صفدر چونک کر پیچھے ہٹ گئے۔

بلاشبہ یہ لہجہ کے ہی مقامی ایجنٹ تھے لیکن ان کی بعض حرکات سے قوت کلرک ان کی موجودگی سے آگاہ نہیں تھا۔ یہ وہی بات تھی جو ایک بیوی شخصیت کی طرح پر اسرار ہوتی ہے۔

"میرا خیال ہے اس وقت تو ہم سب رحمت کے فرشتوں کی طرح نازل ہوئے ہیں۔" ریوالور والے نے مسکرا کر کہا۔ "اور ان لوگوں سے موت کے فرشتے۔" اس نے اشارہ اور اس کے ساتھیوں کی طرف اشارہ کیا۔

"تمہاری آمد واقعی خوش کن ہے لیکن میں تمہارے بارے میں مزید معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

صفدر نے کہا اس کے لہجے سے الجھن صاف ظاہر تھی۔

"اس کی کوئی وجہ نہیں رحمت کے فرشتے ہی تصور کر کے دل بہلا لو۔"

"ٹھیک ہے لیکن تم لوگوں نے اس ایجنٹ کو کیوں زد میں لے رکھا ہے۔؟" صفدر نے حیرت کا اظہار کیا۔ "یہ تو ہمارا ہی آدمی ہے۔" صفدر کی نگاہ استقبالیہ کلرک پر جمی ہوئی تھی جو دو مسلح آدمیوں کی زد میں کھڑا ہوا تھا۔

"تم بہت زیادہ متجسس طبیعت کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔" ریوالور والے نے کہا اس بار لہجہ مزاحیہ نہیں بلکہ قدرے جھلایا ہوا تھا۔

صفدر نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔ وہ ان سے بحث نہیں کر سکتا تھا اس کے سامنے کوئی ایسی راہ نہیں تھی جس پر چلنے کے امکان میں وہ ان لوگوں کی بات مان لیتا۔ لہٰذا وہ خاموش ہی رہا۔ وہ بے چینی سے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اب کیا کرتا ہے۔؟

ریوالور والا بھی غالباً اس کی الجھن کو سمجھ گیا تھا۔ اس نے سنجیدگی برقرار رکھتے ہوئے کہا۔ "تمہیں اورن باد جانا ہوگا۔"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"تمہیں پیغام مل چکا ہے تم جانتے ہو کہ جس مشن پر تم یہاں آئے تھے اس کی تکمیل اب صرف اورن باد میں ہی ہو سکتی ہے۔"

"ہمیں ہدایت ملی ہے کہ تمہیں وہاں جانے میں مدد دیں تم سوالات کر کے اتنا وقت ضائع نہ کرو کیونکہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس سے زیادہ ہمیں خود بھی معلوم نہیں ہے۔"

"لیکن میرے ساتھی۔"

"ہاں۔ تم اب سیدھے شہر جاؤ گے وہاں سے جسے بھی ساتھ لینا ہے لے کر
کسی تاخیر کے روانہ ہو جاؤ گے۔ تمہاری موجودگی کا ہیڈ کوارٹر میں علم ہو چکا ہے۔ اگ
تھوڑی ہی دیر بعد تمہیں اس مدد کے پیچھے پیچھے میں تلاش کیا جائے گا۔ اس سے
کہ تم دوبارہ کسی ناگوار صورتِ حال میں الجھ جاؤ تمہیں میری ہدایت پر عمل کرنا چاہیے
"ٹھیک ہے۔"
صفدر نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔
فوجی افسروں کو گٹھریوں کی طرح باندھ کر ٹرک میں ڈال دیا گیا۔ اتنے میں ایک کار
کو بھی ٹرک میں بٹھایا اور اس کے بعد ٹرک وہاں سے روانہ ہو گیا۔
صفدر کو فوجی گاڑی میں بٹھا کر شہر واپس پہنچا دیا گیا۔ اسے یہ بات بتائی
تھی کہ نصف گھنٹے سے پہلے ایک گاڑی اسے لینے کے لئے پہنچ جائے گی۔ اسے اس
گاڑی میں منزلِ مقصود پر پہنچنا ہے۔
وہ ہوٹل کے سامنے گاڑی سے اتر گیا۔
جولیا اس وقت سو رہی تھی۔ صفدر نے اسے جھنجھوڑ کر اٹھا دیا۔ وہ بے
اور الجھن آمیز انداز سے آنکھیں ملتی ہوئی اٹھ بیٹھی۔
"کیا بات ہے۔؟"
"ہمیں ابھی اور اسی وقت برلن سے رخصت ہونا ہے۔"
صفدر نے کہا۔
گستاپو اس بات سے لاعلم نہیں کہ ہم کون ہیں اور غالباً انہیں یہ بھی
ہے کہ ہماری آمد کا مقصد کیا ہے۔"
جولیا بستر سے تیزی اور تیزی سے تیاری کرنے لگی۔ صفدر اس دوران
سے حالات سے آگاہ کرتا جا رہا تھا۔

اس نے جولیا کے چہرے پر الجھن کے تاثرات دیکھے غالباً وہ بھی اپنی جگہ یہی
سوچ رہی تھی کہ وہ کن حالات کا شکار ہیں اور ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ صفدر بار بار
گھڑی کی طرف دیکھ رہا تھا۔
"جلدی کرو جولی۔ ہمیں یہاں سے فوراً نکلنا چاہیے۔"
جولیا نے گرم لیدر کوٹ پہنا اور تیار ہو گئی۔
"اور ان باڈی ہم کیسے پہنچیں گے۔؟"
جولیا نے کہا۔
"ایکسٹو کے مقامی ایجنٹ کا کوئی آدمی ہمارے لئے کار لے کر آ رہا ہے۔ آؤ جلدی
چلو۔"
"یہ کوئی چال نہ ہو صفدر۔" جولیا نے شبہ ظاہر کیا۔
"تمہارا خیال غلط ہے۔" صفدر نے وضاحت کی۔ "پہلی بات تو یہ ہے کہ دشمن
کو ہم سے کسی چال چلنے کی ضرورت ہی کیا ہے ہم ان کے نرغے میں تھے وہ ہم سے جو
سلوک چاہتے کر سکتے تھے۔
جب کوئی شخص کسی دشمن کے رحم و کرم پر ہو تو اس قسم کی چالیں صرف اس وقت
کامیاب ہوتی ہیں جب اسے اپنے حریف سے کوئی بات آسانی سے معلوم ہونے کا یقین نہ
ہو۔"
"ممکن ہے یہی صورت ہمارے ساتھ بھی ہو۔"
"نہیں۔ انہوں نے جرمنی سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے لگایا تھا انہوں نے یقیناً
اس پیغام کو ڈی کوڈ کیا ہو گا ورنہ حالات خواہ کتنے ہی خراب کیوں نہ ہوں ان غیر ملکیوں
پر ہاتھ نہیں ڈالا جاتا جن کے ملک سے سفارتی تعلقات بہتر ہوں۔ جنگ کے دنوں میں
بعض ممالک تو محض معمولی سے بہانے کی تلاش میں رہتے ہیں۔"

پچھلو۔ شاید تمہارا وہ آدمی آگیا ہوگا۔"

جولیا نے کہا۔

دونوں خاموشی سے باہر نکلے۔ انہوں نے ہوٹل سے رخصت ہوتے وقت سیکورٹی افسران کو ملحوظ رکھا۔ اس وقت ہوٹل کا ہر فرد سویا تھا۔ باہر کتنا بڑا ہنگامہ برپا ہو گیا تھا اس کی کسی کو خبر نہیں تھی۔

جیمز نے اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں شاید ابھی تک ہیڈ کوارٹر کو اطلاع نہیں ملی تھی ورنہ ان کے لئے سلون کی یہ چند گھڑیاں بھی طوفان خیز بن سکتی تھیں۔ خاموش اور سنسان راہداری میں دبے قدموں چلتے ہوئے دونوں زینے پر پہنچے۔

زینہ اترنے کے بعد جب وہ ہال میں آئے تو وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔ انہوں نے کاؤنٹر کو سفدر کے وہ اجنبی دوست سے گئے تھے جنہیں اس کے حوالات سے الجھن ہوئی تھی اور انہوں نے کوئی جواب دینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔

صفدر سمجھ رہا تھا کہ ایکسٹو کے غیر ملکی ایجنٹ صرف کام سے کام رکھتے ہیں اس لئے وہ ان سے الجھا بھی نہیں تھا۔

چیف نے اسے جس مشن پہ بھیجا تھا ابھی تک اس کی راہ اس کے سامنے نہیں آئی تھی۔

وہ لابی میں پہنچتے ہی ہنگاموں کا شکار ہو گیا تھا

ہوٹل سے باہر نکلتے وقت بھی اس کا ذہن بری طرح الجھا ہوا تھا۔ جولیا بھی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

انہوں نے دروازہ کھولا۔ صفدر نے باہر جھانک کر دیکھا۔ گلی سنسان پڑی تھی۔

ابھی وہ باہر فٹ پاتھ پر نکلے ہی تھے کہ ایک سیاہ سیڈان نظر آئی۔ کار تیزی سے آئی اور ڈرائیور نے ان سے کچھ فاصلے پر پہنچتے ہی بریک پر پاؤں کا پورا بوجھ ڈال دیا بریک دبتے ہی ٹائر چیخ اٹھے اور رات کے سناٹے میں کریہہ چیخیں گونج اٹھیں۔

صفدر کا ہاتھ بے اختیار بغلی ہولسٹر کی طرف بڑھا جہاں اس اجنبی دوست کا دیا ہوا ریوالور موجود تھا۔

"جلدی آؤ۔" فرنٹ سیٹ سے ایک آواز سنائی دی۔

"کون ہو تم۔؟"

صفدر کا لہجہ سخت تھا۔

"دوست۔"

"یہ اطمینان بخش جواب نہیں ہے۔"

"ایکسٹو۔" فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی نے منہ بگاڑ کر کہا۔

صفدر نے ایک طویل سانس لی اور جولیا کو اشارہ کیا۔ وہ کار کے قریب آ گئے ڈرائیور نے عقبی دروازہ کھول دیا دونوں بیٹھ گئے۔ گاڑی میں ڈرائیور کے علاوہ کوئی اور موجود نہیں تھا۔ اس لئے صفدر کو قدرے اطمینان ہوا۔ وہ ایک تنہا آدمی سے کسی بھی ناخوش گوار صورتحال میں نمٹ سکتے تھے۔

اسٹریٹ لائٹ میں اس نوجوان کا چہرہ زرد نظر آ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بے خوابی کا پتہ دیتی تھیں۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور شیو بڑھی ہوئی تھی اس نے کوٹ کے کالر اٹھا رکھے تھے اس سے کانوں کا بیشتر حصہ اور گردن ڈھکی ہوئی تھی۔

کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔

صفدر کا ذہن اس شخص میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ آخر اس نے رہا کیا تو ایک بار

پھر سوال کر ہی دیا۔ "کیا تم اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے۔؟"

"صرف اتنا جاننا ہی ضروری ہے کہ میں تمہارا دوست ہوں۔" ڈرائیور نے کہا۔

"تم ہمیں کہاں لے جا رہے ہو۔؟"

"میں چند لمحوں کے لئے تمہارے ساتھ ہوں۔"

"اس کے بعد۔؟"

"پھر میں یہ گاڑی تم دونوں کے حوالے کر کے اتر جاؤں گا۔"

"اوہ۔"

صفدر کے ہونٹ سکڑ گئے۔

"تمہیں اپنے ذہن کو الجھانا نہیں چاہیئے۔"

"ہر بات الجھانے والی ہے۔" صفدر نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"بتاؤ۔ کیا بات ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ تمہارا ذہن کسی حد تک صاف ہو جائے۔" ڈرائیور کا لہجہ قدرے بدل گیا۔ شاید اسے صفدر پر رحم آ گیا تھا۔

"کرنسی پلانٹ یہاں سے کیوں بدلا گیا ہے۔؟"

"اس کی دو وجوہات کئی ہو سکتی ہیں۔"

"پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ممکن ہے انہیں اس بات کا علم ہو گیا ہو کہ تم یہاں موجود ہو۔"

"اس اطلاع کے بعد یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ تمہاری آمد کا مقصد کیا ہے۔"

"لیکن پلانٹ تو میری آمد سے پہلے ہی بدل گیا تھا۔"

"ہاں۔ انہیں تمہاری آمد کی اطلاع پیشگی بھی مل سکتی ہے۔"

"اگر ایسا ہوتا تو وہ مجھے ائرپورٹ پر ہی روک لیتے۔" صفدر نے تفکر آمیز لہجے میں کہا۔

"وہاں کسی نے ہماری طرف توجہ نہیں دی اس کا صاف مطلب ہے کہ ہمارے مشن کا انہیں پہلے سے علم نہیں تھا۔"

"ممکن ہے انہیں خود ہی پلانٹ کے غیر محفوظ ہونے کا احساس ہو گیا ہو۔" ڈرائیور نے کہا۔

"گویا تمہیں حقیقت معلوم نہیں ہے۔" صفدر نے ناگواری سے کہا۔ "تم محض امکانات کے سہارے مجھے بہلانے کی کوشش کر رہے ہو یا پھر تم کچھ بتانا نہیں چاہتے۔"

"سنو۔" ڈرائیور نے ہنس کر کہا۔ "اگر یہاں رہ کر ہماری معلومات اتنی ہی وسیع ہوتیں تو تمہیں وہاں سے بلانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ شاید تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اس وقت غیر ملکیوں پر کڑی نگرانی رکھی جا رہی ہے۔"

صفدر خاموش ہو گیا۔

کار تیزی سے مختلف سڑکوں پر رستے بدلتی ہوئی رات کے اندھیرے میں دوڑتی کے پرسکون پانی کی طرح چل رہی تھی۔

جولیا بالکل خاموش تھی۔ غالباً وہ بھی ڈرائیور کی باتوں سے الجھن میں پڑ گئی تھی۔

ایک ویران سڑک پر پہنچ کر ڈرائیور نے کار روک دی۔ وہ نیچے اترا اور عقبی دروازہ کھول کر کھڑا ہو گیا۔

"اب کیا بات ہے۔؟" صفدر نے حیرت سے کہا۔

"یہاں سے تم دونوں کو تنہا آگے بڑھنا ہے۔ تمہارا پروگرام، نقشہ اور دیگر ضروری اشیاء کار میں موجود ہیں۔ تمہیں کسی قسم کی پریشانی نہیں ہو گی۔"

صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ اسٹرنگ سنبھال کر بیٹھ گیا تو جولیا بھی فرنٹ سیٹ پر آ گئی۔ سڑک ویران تھی اور رات گہری تاریک۔

وہ شخص سڑک کے کنارے سیاہ سائے کی طرح کھڑا تھا۔ جب صفدر نے گاڑی اسٹارٹ کی تو وہ خاموشی سے ایک طرف چل دیا تھا۔

صفدر نے اس کی طرف توجہ دینے کی بجائے وہ نقشہ نکالا جس کے مطابق انہیں آگے بڑھنا تھا۔

وہ اس وقت جس سڑک پر جا رہے تھے، اور ان باد چلتی تھی لیکن غیر ملکی ایجنٹوں نے ان کے لئے جو لائحہ عمل طے کیا تھا اس کے مطابق انہیں ان سڑکوں کو فاصلے کے لحاظ سے نقشے پر سرخ لکیر سے ظاہر کیا گیا تھا۔

"اس آدمی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جولی۔؟"

"کیا مطلب۔؟"

"یہ کون ہو سکتا ہے۔؟"

صفدر نے کہا۔

"اس ملک کی آب و ہوا تمہارے لئے اچھی نہیں ہے۔" جولیا نے ہلکا سا قہقہہ مار کر کہا۔ "یہاں آنے کے بعد شکوک و شبہات کا پلندہ بن گئے ہو۔ بلا سے وہ کوئی بھی رہا ہو۔ ہم اس وقت اپنی مرضی سے ہر کام کرنے کے لئے آزاد ہیں۔"

"مجھے تو یہ سارا مشن ہی کوئی ڈھونگ محسوس ہو رہا ہے۔"

"کیا مطلب۔؟"

جولیا بھی چونک پڑی۔

"اس سے پہلے چیف نے کبھی اندھا دھند چال نہیں چلی۔" صفدر نے وہ ہانپتے ہوئے کہا۔

"ہمیں اس مشن کے بارے میں کچھ زیادہ معلوم نہیں ہے۔"

"میں اب بھی تمہارا مطلب نہیں سمجھی۔"

"جتنا کم ایکسپوزر حقائق ایجنٹ سے ہیں جو معلومات حاصل ہوئی تھیں وہ ہمیں نہیں ملی اور وہ ان لوگوں کے ساتھ چلا گیا ہے۔"

"بہرحال۔" جولیا نے ایک جوین ماں لی۔ "مگر لگتا ہے یہ کوئی دوسری ہی شاخ ہے اور صفدر کیا اس بات کا امکان نہیں ہے کہ خود چیف بھی یہاں آ گیا ہو۔؟"

"ہو سکتا ہے۔ اس سے کیا بعید ہے۔"

"تو پھر گھبرا کیوں رہے ہو۔ اور ان باد جائیں ہمیں اصل صورتحال کا خود ہی اندازہ ہو جائے گا۔"

جولیا نے کہا۔

صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا اور خاموش رہا۔ اس نے نقشے کے مطابق ایک اور سڑک پر موڑ دیا۔ اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ نقشہ بنانے والے نے واقعی بڑی ذہانت کا مظاہرہ کیا ہے۔

وہ جن سڑکوں پر جا رہے تھے ان پر کبھی فوجی ٹریفک کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

حالانکہ جنگ کے اس زمانے میں کسی غیر ملک میں یوں آزادی سے سفر کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہوتی۔

"پروگرام کے مطابق ابھی کتنی دور اور جانا ہے۔؟"

"تقریباً آدھے گھنٹے کا سفر ہے۔" صفدر نے جواب دیا اور نگاہ سڑک پر جما دی

گاڑی کی مدھم بتیاں روشن تھیں تاکہ کار کو دور سے نہ دیکھا جا سکے اتنی ہی روشنی میں محتاط ڈرائیونگ کی ضرورت ہوتی ہے۔

صفدر تیز رفتاری کا مظاہرہ کر رہا تھا لیکن اس کا ذہن آس پاس سے پوری طرح ہوشیار تھا۔

جولیا سیٹ کی پشت سے ٹیک کر اونگھنے لگی تھی

صفدر نے جیب سے ٹوفی اور سگریٹ کا پیکٹ نکال لیا۔ بیشک اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اس کا ذہن اندیشہ ہائے دور دراز میں الجھا ہوا تھا۔ وہ ان سڑک پر کار سرپٹ دوڑاتی ہوئی تیزی سے اورن باد کی طرف بڑھ رہی تھی۔

نصف گھنٹے بعد ان کی کار ایک ایسی سڑک پر پہنچی جس کے آخر کنارے میں لیبر کیمپ تھا۔ اس بیکار کیمپ کے قریب سے گزرے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ صفدر نے گاڑی کی رفتار کم کر دی۔

اس جگہ ایک چیک پوسٹ بھی تھی۔

چیک پوسٹ پر اس وقت کانسٹیبل کھڑی تھی۔ صفدر نے جولیا کو اشارہ کیا اور خود نیچے اتر آیا۔ جولیا نے اس کی تقلید کی۔ ان کی ضرورت کا سامان دو تھیلوں میں تھا۔

صفدر نے تھیلے کندھے پر ڈال لئے۔ وہ گاڑی کو سڑک کے کنارے اندھیرے میں چھوڑ کر سڑک سے نیچے اتر گئے۔

جولیا صفدر سے قریب رہ کر چل رہی تھی۔ صفدر تیزی سے نیچے اتر رہا تھا کافی ڈھلان تھی۔

سڑک سے نیچے پہنچ کر صفدر دم لینے کے لئے رکا تو جولیا نے کہا۔

"کیا ارادے ہیں۔؟"

"ہمیں پروگرام کے مطابق اس چیک پوسٹ سے اپنے رسک پر گزرنا تھا۔"
"وہ۔ کیا یہاں سے گزرنے کا کوئی طریقہ مقامی ایجنٹ اختیار نہیں کر سکتے تھے؟"
"اگر وہ ان اختیارات کے مالک ہوتے تو ہمیں اتنی دور بھیجنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔!"
"اوہ۔ سوری میں بلاوجہ الجھ گئی تھی۔" جولیا نے معذرت کی۔
"میرا خیال ہے ان فوجی گاڑیوں سے فائدہ اٹھایا جائے۔"
"کیا مطلب۔؟" جولیا چونک پڑی۔ صفدر کے پہلے میں جانے کیا بات تھی کہ جولیا کے بدن میں سنسنی کی لہر دوڑ گئی۔
وہ جانتی تھی کہ صفدر اب وہی جارحانہ اقدام کرنے جا رہا ہے جو صفدر ایجنٹوں کا امتیازی طریقہ ہے۔ اس طریقے پر عمل کرتے ہوئے وہ کسی بھی بات کی پرواہ کرنے کی بجائے بس نتائج پر نگاہ رکھتے ہیں۔ اس صورت حال میں جو کچھ بھی ہو وہ کم ہے سمجھا جاتا ہے۔
"اب اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ چند آدمیوں کے خون سے ہاتھ رنگے جائیں۔" صفدر کی غراہٹ سنائی دی۔ "ہمیں آخری گاڑی پر قبضہ کرنا چاہیئے۔"
"لیکن یہ کیسے ممکن ہے۔؟"
"تم فکر نہ کرو میں سب دیکھ لوں گا۔"
"یہ ایک خطرناک اقدام ہے۔"
"ہاں۔ لیکن خطرہ مول لئے بغیر ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔"
"جبکہ تم کیا کرو گے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپس میں گتھم گتھا ہو جائیں۔"
"پرواہ نہ کرو۔ میں اس آخری گاڑی میں موجود آدمیوں کو دیکھ چکا ہوں۔"

صفدر نے ایک گاڑی کی طرف اشارہ کیا۔ یہ فوجی گاڑی کا نواں یا سب سے پچھلی گاڑی تھی۔ دوسری گاڑیوں اور اس گاڑی کے درمیان خاصا فاصلہ تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر اس گاڑی کو حاصل کر لیا جائے تو چیک پوسٹ سے گزرنے کا مسئلہ آسانی سے حل ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ اور آبادی کی چیک پوسٹ سے بھی آسانی سے گزر جائیں گے۔ ان دو چوکیوں سے گزرنا ہی درحقیقت سارا مسئلہ تھا۔
وہ آخری فوجی گاڑی سڑک کے کنارے ایک درخت کے نیچے کھڑی تھی۔ اگلی گاڑی سے اس کا فاصلہ اتنا تھا کہ اگر اس کے آدمیوں پر کوئی حادثہ گزر جاتا تو دوسروں کو کچھ معلوم نہیں ہو سکتا تھا۔
"ٹھیک ہے تم یہیں رکو۔" صفدر نے کہا اور تاریکی میں رینگ گیا۔
یہ ایک فوجی ٹرک تھا جس میں راشن لادا ہوا تھا۔ صفدر جب اس کے نزدیک پہنچا تو وہ خود اندھیرے کا ایک حصہ تھا۔ گاڑی کا کوئی آدمی اسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔
صفدر سوچ رہا تھا کہ اسے کس طرف سے پہلا قدم اٹھانا چاہیئے۔
یہ دیکھنے کے لیے کہ عقبی حصے میں آدمی موجود ہیں یا نہیں وہ زمین پر لیٹ گیا اور پیٹ کے بل رینگتا ہوا ٹرک کی طرف بڑھا۔ پورے ماحول پر خاموشی طاری تھی۔
صفدر رینگتا ہوا درخت کی اوٹ میں پہنچا۔ اس نے رک کر اپنے کانوں سے کسی کے باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ان آوازوں کی سمت سے اندازہ لگایا کہ عقبی حصے میں کوئی نہیں ہے۔
باتوں سے یہ ظاہر ہو گیا تھا کہ اگلے حصے میں دو یا دو سے زیادہ ہی آدمی موجود ہیں۔

صفدر بے دھڑک ٹرک کے عقبی حصے کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے ترپال اندر جھانک کر دیکھا۔ اناج کی مخصوص بو اس کی ناک سے ٹکرائی۔ ٹرک کا عقبی حصہ آدمیوں سے خالی تھا۔

وہ دبے قدموں فرنٹ سیٹ کی طرف بڑھا۔ ریوالور ہولسٹر سے نکل کر اس کے ہاتھ میں آگیا تھا۔

وہ فرنٹ ڈور کے قریب پہنچا یکدم کھڑے ہوتے ہی اس کی نگاہ ٹرک میں بیٹھے ہوئے آدمیوں پر پڑی وہ تعداد میں دو تھے۔

صفدر نے ریوالور تان لیا۔

"ہاتھ اٹھا دو۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔" صفدر غرایا۔

ٹرک میں بیٹھے ہوئے وہ دونوں آدمی حیرت اور خوف سے اچھل پڑے۔ ان کی آنکھیں حلقوں سے ابل پڑی تھیں۔ صفدر نے بڑی پھرتی سے بیک وقت دو کام کئے تھے۔

ریوالور والا ہاتھ بڑھاتے ہی اس نے جیبی ٹارچ سے ان پر دوسرے ہاتھ سے روشنی ڈالی تھی۔

دہشت سے ان کے چہرے زرد ہو رہے تھے۔ ان میں ایک نے کسمسا کر پہلو بدلا تو صفدر نے ٹریگر پر دباؤ بڑھا دیا۔ غالباً اس کی نگاہ روشنی میں نظر آنے والے صفدر کے ہاتھ پر جمی ہوئی تھی۔ وہ رک گیا۔ اس نے صفدر کی انگلی کو حرکت کرتے دیکھ لیا تھا۔ صفدر نے مطمئن ہو کر کہ ان سے کسی مزاحمت کی توقع نہیں ہے پہلا سوال کیا۔

"یہ ٹرک کہاں جا رہے ہیں۔؟"

"تم کون ہو۔؟" ایک نے لڑکھڑاتی ہوئی انگریزی میں سوال کیا۔

"سوال صرف میں کروں گا۔" صفدر کا لہجہ جارحانہ تھا۔

"یہ ٹرک آسٹریا جا رہے ہیں۔"

"کس جگہ۔؟"

"راٹیڈل زف۔۔۔۔" اسی آدمی نے جواب دیا اور پھر ہونٹ چبا کر بڑبڑانے لگا۔ "لیکن تم کون ہو اور تمہیں ان باتوں سے کیا دلچسپی ہے۔؟"

"شٹ اپ۔" صفدر غرایا۔ "میں کہہ چکا ہوں کہ سوال صرف میں کروں گا۔"

دونوں نے ہونٹ بھینچ لئے۔ صفدر چند لمحوں تک انہیں گھورتا رہا۔ پھر ٹرک سے نکلنا چاہتا تھا۔ اس نے اچانک ہاتھ بڑھایا۔ اس سے پہلے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک صورت حال سے آگاہ ہوتا اس آدمی کی کھوپڑی پر ریوالور برسنے پڑا۔ اور وہ سیٹ کی پشت سے ٹک گیا

دوسرے کا منہ کھلا۔ غالباً وہ چیخنا چاہتا تھا لیکن صفدر نے اسے اس بات کی مہلت نہیں دی۔

اس نے ریوالور کی نال اس کے نرخرے پر رکھ دی۔ وہ ہانپنے لگا۔ سردی کے باوجود اس کے چہرے پر پسینہ نظر آ رہا تھا۔

"خاموش رہو ورنہ زبان سے مار ڈالوں گا۔" صفدر کی غراہٹ کسی درندے سے مشابہ تھی۔ "خاموشی سے نیچے اتر چلو۔"

اس نے اپنی جگہ سے حرکت کی لیکن صفدر کی دوسری غراہٹ سن کر رک گیا۔ "تمہارے پاس کوئی ہتھیار بھی ہے۔؟"

"نہیں۔ ہمیں مسلح رہنے کی ضرورت نہیں۔" اس نے ہانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ لہجے سے صدق ظاہر ہو رہا تھا اس لئے صفدر کو یقین آ گیا۔

"سنو۔" اس نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔ "میں تم دونوں کو باندھ

کر سڑک کے کنارے ڈال دوں گا۔ صبح تک تمہیں کوئی نہ کوئی آزاد کر دے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ میں تمہاری کھوپڑی میں سوراخ کر کے چلا جاؤں۔ بتاؤ تمہیں ان دونوں میں سے کون سی بات پسند ہے۔؟"

"میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔" وہ گھبرا کر بولا۔

"معقول بات ہے۔" صفدر نے اطمینان سے کہا۔ "یہ ہر آدمی کا فطری حق ہے لیکن تمہیں اس حق کو برقرار رکھنے کے لئے میرے احکامات کی پابندی کرنی ہوگی۔"

"مجھے منظور ہے۔"

"شاباش۔ تو خاموشی سے دوسری طرف اتر چلو اور اترنے سے پہلے اپنے اس ساتھی کو اٹھا لو۔ میں تمہارے پیچھے رہوں گا۔ اگر تم نے بھاگنے یا کسی کو متوجہ کرنے کی کوشش کی تو بے دریغ گولی مار دوں گا۔ اسے اٹھا کر سڑک سے اتر چلو۔"

جرمن فوجی نے صفدر کی طرف پریشان نگاہوں سے دیکھا۔ چند لمحوں تک سوچتا رہا پھر اس نے جھک کر اپنے بے ہوش ساتھی کو اٹھا لیا۔

صفدر نے کنکھیوں سے دوسرے سڑکوں کی طرف دیکھا۔ ادھر خاموشی تھی اس نے ایک لمحہ آسمان کی طرف بھی دیکھ لیا وہ دل ہی دل میں اس خراب موسم کو دعا دے رہا تھا جس کی بدولت کام میں بے حد سہولت ہو گئی تھی۔

چیک پوسٹ پر اب بھی باتیں ہو رہی تھیں۔ کسی کے ہنسنے کی آواز آئی دی۔ ایک لمحے کے لئے خاموشی طاری ہو گئی اس کے بعد کسی افسر کی غراہٹ ابھری پھر باتوں کی مدھم آوازیں سنائی دیتی رہیں۔

جرمن فوجی اپنے بے ہوش ساتھی کو اٹھائے خاموشی سے چل رہا تھا

اس سے چند قدم پیچھے تھا۔ اس نے "ٹارچ" بجھا دی لیکن وہ بے حد محتاط تھا۔ اگر اس فوجی کی نیت میں ذرا سا بھی فتور پیدا ہو جاتا تو صفدر اسے با آسانی سنبھال سکتا تھا۔

دونوں سڑک کی ڈھلان پر اترنے لگے۔

جولیا بے تابی سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔ جب صفدر ان دونوں کے ساتھ اس کے قریب پہنچا تو اس نے اطمینان کی سانس لی۔ صفدر نے بے ہوش فوجی کو ایک درخت کے نیچے اتارنے کا حکم دیا اور پھر اس کا ہاتھ غیر محسوس انداز میں اٹھا دوسرے فوجی کی کھوپڑی پر قیامت توڑ پڑی اور وہ لہرا کر گر گیا۔

جولیا اسے باندھنے میں صفدر کی مدد کرنے لگی۔

ان دونوں جرمن فوجیوں کو درخت کے نیچے چھوڑ کر صفدر نے جولیا کا ہاتھ تھاما اور وہ تیزی سے ٹرک کی طرف بڑھ گئے۔ صفدر نے ایک جرمن کی وردی پہن لی تھی۔ جولیا خاموش تھی۔ وہ صفدر کو دیکھ رہی تھی جو تیزی اور ذہانت سے ہر کام نمٹا رہا تھا۔

انہوں نے ان دونوں فوجیوں کی جگہ سنبھال لی۔

کانوائے آگے بڑھی تو صفدر نے بھی مناسب فاصلے سے اپنا ٹرک آگے بڑھا دیا۔ انہوں نے کار کا تمام سامان ٹرک کے اگلے حصہ میں منتقل کر لیا تھا۔ چونکہ یہ ایک فوجی کانوائے تھی اور اس میں اناج جا رہا تھا اس لئے ٹرک کی تلاش نہیں لی گئی تھی۔

صفدر اور جولیا اطمینان سے چیک پوسٹ کو پار کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

صفدر! اس چیک پوسٹ سے آگے نکلنے کے بعد نقشہ اور پروگرام نکال کر جولیا کے حوالے کر دیا۔ جولیا نے ٹارچ کی روشنی میں نقشہ کا جائزہ لیا۔

کانوائے اسی راستے پر جا رہی تھی جو ان کی منزل مقصود کی طرف جاتا تھا صبح کا سورج طلوع ہونے سے پہلے ان کا قافلہ ایک ایسے کیمپ کے قریب پہنچنے والا تھا جہاں سے ان کا راستہ بدل جاتا تھا۔

صفدر مطمئن تھا کہ وہ اورن آباد بغیر کسی دشواری کے پہنچ جائیں گے جب وہ اورن آباد پہنچے تو ان کے فوجی ٹرک کو کسی نے روکنے کی کوشش نہیں کی اس کا صاف مطلب تھا کہ ابھی تک ان دونوں فوجیوں کو رہائی نصیب نہیں ہوئی تھی صفدر باندھ کر چھوڑ آیا تھا۔

اورن آباد پہنچنے کے بعد ان کا پروگرام اپنے آخری مرحلے میں داخل ہو رہا تھا اس وقت رات تھی اور موسم آج بھی طوفانی تھا۔ صفدر نے آسمان کی طرف دیکھا قدرت واقعی ان کے لئے آسانیاں فراہم کر رہی تھی۔

جولیا نے ٹارچ کی روشنی میں اس ہیگار کیمپ کا راستہ نقشے پر تلاش کیا جہاں تازہ ترین اطلاع کے مطابق گرنسی چھپ رہی تھی۔

اس کیمپ تک پہنچتے پہنچتے انہیں رات آدھی سے زیادہ ہو گئی تھی۔ صفدر کا تھکن سے برا حال تھا۔

جولیا نے دو گھنٹے ڈرائیونگ کرکے اسے سونے کا موقع دیا تھا لیکن اتنی مشقت کے بعد صرف دو گھنٹے کا آرام بے معنی ہی ثابت ہوتا ہے۔

صفدر نے ہیگار کیمپ سے دو فرلانگ کے فاصلے پر گاڑی روک دی۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ یہی کیمپ ہماری منزل ہے۔؟"

جولیا نے کہا

"یقین نہ کرنے کی بظاہر تو کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔"

"کیا تم گاڑی یہیں چھوڑ دو گے۔؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟ ہم اس طرح دیکھے جا سکتے ہیں۔"

"تمہارا خیال غلط ہے۔" صفدر نے وضاحت کی۔ "فوجی ٹرک کو کیمپ کی طرف آتے اگر کسی نے دیکھ بھی لیا تو زیادہ توجہ نہیں دے گا۔ یہ جنگ کا زمانہ ہے اس دور میں فوجی گاڑیاں مختلف کاموں کے لئے ادھر سے ادھر آتی جاتی رہتی ہیں۔"

"تمہارا مطلب ہے ٹرک کے ذریعے ہم کانٹے دار تاروں تک پہنچیں گے؟"

"ہاں۔ ٹرک کو تاروں کے پاس روک کر ہم اس کا بونٹ اٹھا دیں گے۔ ایسے میں ہمیں ٹرک کی آڑ بھی مل جائے گی۔ ہم بہ آسانی تاروں سے کیمپ میں داخل ہو جائیں گے۔"

"ہمیں بہت محتاط رہنا پڑے گا۔" جولیا نے پر تشویش لہجے میں کہا۔ "ان کیمپوں کی شدید نگرانی کی جاتی ہے یہاں قیدیوں سے مختلف کام لئے جاتے ہیں اس کے علاوہ یہ کیمپ زیادہ محفوظ ہو گا۔ وہاں نہ پرنٹنگ مشین یہاں منتقل کی جاتی۔"

صفدر نے اثبات میں سر ہلایا اور ٹرک اسٹارٹ کر دیا۔

خوش قسمتی سے یہ ایک ایسا ٹرک تھا جس کا انجن نیا تھا اور اس سے زیادہ آواز بھی پیدا نہیں ہو رہی تھی۔

دھند اور اندھیرے نے ان کا کام اور بھی آسان کر دیا تھا

جب وہ تاروں کے قریب پہنچے تو جولیا نے دیکھا کہ ایک مضبوط باڑ ہے جس سے گزرنا آسان کام نہیں ہے۔ صفدر نے ٹرک کی روشنیاں بجھا دی تھیں دونوں نیچے اترے اور خاردار تاروں کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

اچانک صفدر چونک پڑا۔

اس کے حساس کانوں نے کتوں کے بھونکنے آوازیں سنی تھیں۔ وہ جولیا کی طرف دیکھنے لگا۔ اس وقت تک جولیا نے غالباً ان آوازوں کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ وہ متحیرانہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے صفدر۔؟"

"نگہبان کتے۔" صفدر نے سرگوشی کی۔

"اوہ۔ اب کیا ہو گا۔"

جولیا نے کہا۔

"کچھ نہیں۔ آؤ۔" صفدر نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور تیزی سے ٹرک کی طرف دوڑنے لگا۔ چند لمحوں میں وہ ٹرک کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے صفدر جلدی جلدی بیگ کھول رہا تھا۔

اس بیگ میں خواب آور دوا لگے گوشت کے پارچے موجود تھے۔ صفدر نے جلدی جلدی وہ ٹکڑے تار کے اوپر سے اچھال کر اندر پھینکنے شروع کر دیئے۔ کتے اس وقت تک قریب پہنچ چکے تھے۔

جولیا نے دیکھا وہ جہامت میں بھیڑیوں سے کم نہیں تھے۔ اندھیرے میں ان کے لہراتے ہوئے متحرک سائے بڑے بھیانک نظر آ رہے تھے۔ کتوں کی تعداد کیا تھی اس کا اندازہ آوازوں سے نہیں ہو سکا۔

وہ ایک دوسرے پر غراتے ہوئے گوشت کے ٹکڑوں پر پل پڑے تھے صفدر اور جولیا خاموش بیٹھے ان غراہٹوں کو سنتے رہے۔

کتوں کا یہ ہنگامہ پانچ منٹ تک جاری رہا تھا اس کے بعد خاموشی چھا گئی تھی۔

اسٹریٹ پر پار کر اسکوائر دیکھا ہے ۔ جی ہاں ۔ ہماری منزل وہی ہوگی۔ شارک اور ایک اور شخص خطرے میں ہیں ۔

اوہ ۔۔۔ سیون کی آنکھیں چمکنے لگیں ۔ اور آفتاب سعید تیزی سے لفٹ کی طرف بڑھ گیا ۔ سیون بھی اس کے پیچھے چلنے لگا ۔ اس کی آنکھوں پر اب سیاہ چشمہ چڑھ گیا تھا کیمرہ ایسا بھی اس کے کندھے پر جھول رہا تھا ۔

بظاہر یہ کیمرہ تھا لیکن یہ ایک بہترین قسم کی رائفل کا کام بھی کرتا تھا ۔ شارک کی طرح اس کے ایجنٹ بھی ہر لمحہ بدلتی ہوئی سچویشن سے نمٹنے کے لئے ہر لمحہ تیار رہتے تھے ۔ شارک نے نہ جانے کیوں چلتے چلتے ایک لاکھ ڈالر سے بھرا ہوا بریف کیس بھی اٹھا لیا تھا ۔

لفٹ نے جیسے ہی گراؤنڈ فلور چھوا ۔ سیون تیزی سے لفٹ سے باہر نکل گیا شارک بھی اس کے پیچھے نکل آیا ۔

کار کس طرف ہے سیون ! ۔ شارک پر مخالف سمت میں ہے جناب ! ۔ سیون نے مودب انداز میں جواب دیا ۔ ہم کتنی دیر میں منزل تک پہنچ جائیں گے ۔ چھ سات منٹ میں ۔ میں شارٹ کٹ سے واقف ہوں ۔ ٹھیک ہے ۔ وہاں موجود ٹیلی فون بوتھ کے پاس کار روک کر تم اس گاڑی میں رکو گے ۔ اور اپنی کیمرہ رائفل استعمال کرو گے ۔ دیری ویل سر ۔

ٹیلی فون بوتھ پر نظر پڑتے ہی سیون نے بریک پر دباؤ بڑھا دیا ۔ آفتاب سعید تیزی سے کار سے اتر گیا ۔ اس نے ادھر ادھر محتاط نظروں سے دیکھا اس کے بعد تیزی سے وہ مکی کے گھر میں گھستا چلا گیا ۔

مکی کے گھر میں سناٹا چھایا ہوا تھا ۔ ایسا احساس ہو رہا تھا ۔ کہ یا کوئی شخص بھی وہاں موجود نہیں ہے ۔

شارل ! ۔۔۔ آفتاب سعید نے اپنے مخصوص لہجے میں پکارا ۔ آجائیں جناب ۔ بائیں طرف تیسرا دروازہ ۔ شارل کے بجائے مکی کی آواز ابھری ۔ اور آفتاب سعید کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی ۔

اب تم ہمارے ساتھی ہو مکی ! آفتاب سعید اس دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا ۔ لیکن اس کا سیاہ ریوالور اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا ۔ اور اس کی آنکھیں اپنے حلقوں میں تیزی سے گردش کر رہی تھیں ۔

مکی پہلے سے اس کمرے میں موجود تھا ۔ شارک پر نظر پڑتے ہی وہ چھلکتا چلا گیا ۔ میں آپ کا ممنون ہوں جناب ۔۔۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا ۔ سیدھے کھڑے ہو جاؤ مکی ۔۔۔

شارک مجبوروں اور مظلوموں کا ہمیشہ ساتھی رہا ہے ۔

مکی سیدھا کھڑا ہو گیا ۔ اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے

آپ نے مجھے اپنا غلام بنا لیا ہے جناب !

نہیں تم میرے ساتھی ہو ہمارے مذہب میں کوئی کسی کا غلام نہیں ہوتا۔ خیر چھوڑو اور یہ لو ۔ یہ ۔۔۔ یہ ۔ کیا ہے جناب ۔ وہ دولت جو سلور برڈ سے میں نے وصول کی تھی لا ۔ لیکن ۔

رکھ لو ۔۔۔ جب تک تمہارے شایان شان کوئی کام نہیں مل جاتا ہے تم آسانی سے اپنی زندگی گذار سکتے ہو ۔۔۔ ایک لاکھ ڈالرہیں ۔ لیکن یہ تو بہت ہے جناب ۔

لو تو سہی ۔ میں اس کا استعمال بھی بتا دوں گا ۔

کمی نے لرزتے ہاتھوں سے بریف کیس تھام لیا ۔

جاؤ ۔۔۔ اپنی حالت سنبھالو ۔۔۔ آفتاب سعید نے اچانک چونک کر کہا ۔ کیونکہ اسی وقت اس نے باہر کئی گاڑیوں کے رکنے کی آواز سنی تھی ۔

کمی بجلی کی طرح تڑپ کر کمرے سے نکل گیا ۔ اسکے کندھے پر موجود رائفل اس کے ہاتھ میں آگئی تھی ۔

آفتاب کی نظریں اس کے لئے تحسین تھی ۔ اس کی پھرتی سے وہ بیحد متاثر ہوا تھا ۔

دوسرے لمحے آفتاب کمرے کی کھڑکی کے پاس پہنچ گیا اس نے تیزی سے ایک دراز تلاش کر لی جس سے باہر دیکھا جا سکتا تھا پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی ۔

وہ لوگ تعداد میں تیس کے قریب تھے اور بڑی جلدی پوزیشن بنا رہے تھے ۔ یہ تو بہت زیادہ ہیں مسٹر شارل !

نے ان لوگوں کو دیکھتے ہوئے کہا ۔

پرواہ مت کرو ۔ بس جو تمہارے سامنے آئے اسے زندہ نہیں جانا چاہیئے ۔

کمی نے اپنی رائفل چوم لی لیکن اس نے اس کو بلند ہی کیا تھا کہ شارل نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا ۔ ابھی نہیں ۔ سگنل کا انتظار کرو ۔ سگنل ۔

ہاں وائٹ شارک کی موجودگی میں ہم لوگ کبھی پہل نہیں کرتے ہیں ۔ ان کا ایک خاص آدمی باہر موجود ہے ۔ جب سب لوگ اندر داخل ہو جائیں گے وہ ہمیں سگنل دے گا سگنل کیا ہوگا مرتے ہوئے آدمی کی چیخ ۔ کمی کی آنکھوں میں حیرت آگئی ۔ اور اسی لمحے ۔ باہر سے ایسی چیخ سنائی دی گویا کسی آدمی کو ذبح کیا جا رہا ہے ۔ اس چیخ کے ساتھ ہی اور چیخیں سنائی دیں ۔ یہ کیا تھا ۔ باہر موجود لوگ ختم ہو گئے ۔۔۔ بس اب تم بھی تیار ہو جاؤ ۔

اسی وقت اندر آنے والے لوگوں نے بوکھلا کر اپنی پوزیشنوں کو ختم کر دیا اور اندھا دھند ہر طرف فائرنگ شروع کر دی ۔

آفتاب سعید کے دونوں ہاتھوں میں بھی خوفناک قسم کے ریوالور نظر آ رہے تھے ۔ اور اس کی نظریں تیزی سے ادھر ادھر گردش کر رہی تھیں ۔ تو بسم اللہ ۔۔

فائر کیوں نہیں کرتے مسٹر شارل ! — کس پر۔ شارل مسکرا کر
کمی جھینپ گیا۔ وہ سب لوگ آڑ میں ہیں۔ اگر اپنا ایموشن ہمارا
ضائع کرنا ہے۔ اسی وقت فضا میں ایک اور چیخ پھیل گئی۔ یہ
کوئی اور مسٹر شارک کو نظر آ گیا تھا۔

اسی وقت دو آدمی تیزی سے نکل کر اندرونی علاقے کی
دوڑے۔ کمی اور شارل کی رائفلوں سے دو گولیاں نکلیں اور
دونوں چیخ مار کر الٹ گئے۔ آپ کا نشانہ بہترین ہے مسٹر شارل
تم بھی کم نہیں ہو کمی ! آخر ہم کب تک اس طرح قید رہیں گے
جب تک یہ لوگ چھپتے چھپتے تنگ نہ آ جائیں۔ بس تمہیں
اس شخص کو ختم کر دینا ہے جو ذرا بھی سر اٹھائے۔

اتنے سکون کے ساتھ آج میں پہلی مرتبہ فائر کر رہا ہوں۔
شارل مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

اسی لمحے شارل کی رائفل سے دو گولیاں نکلیں۔ اور
میں دو چیخیں پھیل گئیں۔ کمی کے ساتھ ہی اس کے ساتھیوں نے اس
ستون کی طرف گولیوں کی برسات کر دی جس کے پیچھے کمی اور شارل
موجود تھے۔

پھر وہ چونک پڑے۔ کیونکہ اس وقت تابڑ توڑ گولیاں چلنے
آواز آئی۔ اور فضا میں لاتعداد چیخیں پھیل گئیں۔

چھت پر کون ہے ! — کمی نے مضطرب انداز میں پوچھا

مسٹر شارک ہیں۔ وہ چھت پر پہونچ گئے ہیں۔
لیکن انہیں اوپر جانے کا راستہ کہاں سے معلوم ہوا۔
تم ابھی مسٹر شارک سے واقف نہیں ہو کمی ! اسے سنبھالنا۔
ایک شخص کسی سانپ کی طرح لہریئے لیتے ہوئے تیزی سے
گیٹ کی طرف بڑھ رہا تھا بھاگ رہا ہے — کمی نے رائفل
اٹھائی۔ نہیں — یہ سیون کا حصہ ہے۔ سیون۔
باہر موجود شخص کا نمبر ہے۔ اسی لئے وہ شخص زمین سے
اچھل کر دوبارہ گرا اور اس کا جسم فضا میں پھیل گیا۔
ریڈی شارل ! — شارک کی آواز گونجی۔ پھر آفتاب سعید
نے جو چھت پر پہنچ چکا تھا۔ دانتوں سے کلپ کھینچ کر دو گرینڈ ان
لوگوں کی طرف اچھال دیئے۔
پانچ چھ آدمیوں کی ایک ساتھ چیخیں سنائی دیں۔
تین چار آدمی تیزی سے گیٹ کی طرف بھاگتے نظر آئے۔
کیا یہ بھی سیون کا حصہ ہے — کمی نے پوچھا۔
شارل ہنس پڑا۔
لیکن پھر شارل اور کمی کی انگلیاں حرکت میں آنے سے
پہلے ہی رک گئیں کیونکہ وہ چاروں لڑکھڑاتے ہوئے یکے بعد دیگرے
زمین پر گر چکے تھے یہ باہر والے شخص کا کارنامہ تھا۔ کمی نے پوچھا۔
نہیں اسے اوپر والے شخص کا کارنامہ کہو —

پھر تو ان لوگوں پر جنون طاری ہو گیا اور وہ بے تحاشہ فائرنگ کرتے ہوئے اندرونی علاقے کی طرف بڑھنے کی کوشش کرنے لگے لیکن ساتھ ہی شارل، مسکی اور چھت پر موجود آفتاب سعید کی انگلیاں بھی تیزی سے گولیاں اگلنے لگیں ——

کچھ تو دو چار قدم اٹھا کر ڈھیر ہو گئے۔ باقی واپس جا کر چھپ گئے۔

ابھی تک پندرہ بیس آدمی تو ختم ہو چکے ہیں۔

ہاں مگر تعداد زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

اگر یہ لوگ بھی گرینیڈ استعمال کریں تو ——

اگر ان کے پاس ہوتے تو اب تک انہوں نے کر ڈالے ہوتے۔ ان کو کیا معلوم تھا کہ مسکی کے گھر پر اتنا سخت مقابلہ ہوگا ——

ہاں —— وہ تو یہ سمجھ کر آئے ہوں گے کہ مسکی کو جھولے میں ڈال کر لے جائیں گے —— مسکی دانت پیس کر بولا۔

اسی وقت شارل کی نظریں ایک اور شخص پر پڑیں۔ اس نے کوئی چیز گیٹ کی طرف اچھالی تھی۔ مگر اسی وقت شارل کی انگلی دبی اور وہ شخص چیخ کر اوندھا ہو گیا۔ لیکن اسی وقت یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس شخص نے گیٹ کی طرف کیا اچھالا تھا۔

گیٹ پر دھوئیں کی چادر پھیلتی جا رہی تھی۔ اسی لمحے آفتاب سعید نے رد گرینیڈ اس دھوئیں کی طرف اچھال دیئے۔

تین چار چیخیں اور بلند ہوئیں ——

پھر تو آفتاب سعید کی انگلیاں تیزی سے حرکت کرتی چلی گئیں۔

شارل اور مسکی نے بھی اس کی تقلید کی۔

سب کا نشانہ وہ دبیز دھواں تھا۔ جس میں روپوش ہو کر وہ لوگ فرار ہونا چاہ رہے تھے۔ باہر سے نمبر سیون بھی برابر فائر کر رہا تھا۔

وقفے وقفے سے چیخیں بلند ہو رہی تھیں۔

پھر ان لوگوں کی طرف سے فائرنگ ختم ہو گئی۔ اس کے بعد چند ہی منٹ میں دھوئیں کی چادر بھی ختم ہو گئی۔

گیٹ پر دس آدمی ٹکڑوں اور خون کے لوتھڑوں کی شکل میں پڑے ہوئے تھے۔ آفتاب سعید نے اسی لمحے قدم جوڑ کر چھت سے چھلانگ لگائی ساتھ ہی ساتھ وہ چیخا تھا۔

مسکی! —— شارل! باہر آ جاؤ اب کوئی باقی نہیں ہے ——

دھماکے کی آواز کے ساتھ ہی مسکی اور شارل باہر آ گئے۔

ان کے سامنے شارک موجود تھا۔

آپ اوپر کس طرح پہنچ گئے تھے جناب! ——

زینے سے اوپر اور چھت سے یہاں —— شارک مسکرا کر بولا۔

ایک بات بتاؤ مسکی! —— بس مسٹر شارک! ——

آخر پولیس ہماری طرف متوجہ کیوں نہیں ہوئی۔

جہاں سلور برڈ کے آدمی ہوتے ہیں وہاں دور دور تک پولیس کا نشان بھی نہیں ہوتا ہے جناب!

اوہ ـــ تو کیا کلاڈ یہاں سے چلا گیا ہے ـــ

کلاڈ صاحب تو ریٹائر ہو گئے ہیں اور ان کے اسسٹنٹ ڈریک انٹرپول میں شامل ہو کر ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے ہیں۔ ان دونوں کی موجودگی میں یہ سب کچھ ممکن نہیں تھا۔

ہاں ـــ میں کلاڈ اور ڈریک سے واقف ہوں ـــ

جب تک وہ دونوں موجود تھے وسلبڈن میں امن وسکون تھا۔ لیکن یہ نیا پولیس کمشنر ـــ یہ تو الو کا پٹھا ہے۔ جو چاہے اس کو خرید سکتا ہے۔ سلور برڈ کا تو یہ بے دام غلام ہے ـــ

اس کا مطلب ہے کہ اب پولیس بھی ہمارے پیچھے پڑ جائیگی۔

ہاں ـــ اب تو وہ جو کرے سو کم ہے ـــ آپ نے اسکی ایک بہترین ٹیم ختم کر دی ہے کبھی میں اسی ٹیم کی قیادت کرتا تھا۔ مکی بولا ۔ افسوس ہو رہا ہے ـــ

نہیں حیرت ہو رہی ہے۔ یہ بہترین نشانہ باز تھے لیکن آج تو یہ بالکل الو کے پٹھے لگ رہے تھے۔

شارل اور شارک کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

اوکے شارل! ـــ تم مکی کو لے کر ہوٹل پہنچو۔ میں سیون کیساتھ جا رہا ہوں۔ واپسی کب تک ہوگی جناب! ۔ ایک گھنٹے میں ـــ

اس عرصے میں مکی کی حفاظت کرنا شارل! ۔ آفتاب نے اسے سمجھایا۔ جب تک میں زندہ ہوں کوئی مکی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی

نہیں دیکھ سکتا ہے جناب! ـــ شارل نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

جذبات کی شدت سے مکی کا چہرہ سرخ ہو گیا ۔ وہ شارک سے کافی حد تک متاثر ہوا تھا ۔ واپس آکر میں تمہیں بتاؤں گا مکی! کہ تم ان ایک لاکھ ڈالر کو کس طرح خرچ کرو گے ۔

مکی خاموشی سے شارک کے چہرے کو عقیدت اور محبت سے دیکھنے لگا اور شارک تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا باہر نکل گیا۔ پھر اسی وقت کار اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی ۔ چلو مکی! ـــ

ان لاشوں کو بھی ٹھکانے لگا دیا جائے اتنی بہت لاشوں کو آؤ تو سہی آخر تمہارے اندر اس قدر سوال کرنیکی عادت کیوں ہے۔ میں ذہنی طور پر الجھ کر رہ گیا ہوں۔ آپ کا کام کرنے کا انداز بالکل منفرد ہے۔

شارل مسکرا کر رہ گیا۔ تمہاری چھت پر موجود بڑا کمرہ ان لوگوں کے لئے موزوں ہوگا۔ مگ ـــ کیا مطلب۔

ان سب کو وہاں تک پہنچاؤ پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے۔ چلو شاباش!

پندرہ منٹ کے اندر ہی اندر بڑے کمرے میں تیس لاشیں جمع ہو گئیں۔ چلو بس ہمارا کام ختم ہو گیا۔ اب سلور برڈ خود سنبھال لے گا انہیں۔ یہ مکان تو تمہارا نہیں ہے نا۔

نہیں ـــ یہ بھی اسی کا ہے ـــ

بس تو لعنت بھیجو ـــ جو ضروری سمجھتے ہو وہ سامان سمیٹ لو۔

تیس منٹ بعد شارل اور مکی اس مکان سے نکل آئے۔

لیکن مکان سے نکلنے سے پہلے شارل نے کئی جگہوں پر ٹائم بم لگا دیئے۔
کئی خاموش ہی رہا۔ چلو پیارے! ۔۔۔ ٹیکسی کہاں مل جائے گی
یہ سڑک کراس کرنا ہوگی۔ چلو۔

سلور برڈ پژمردگی کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ وہ بار بار رک کر
داخلی دروازے کو گھورنے لگتا تھا۔ کبھی کبھار اس کی نگاہیں ٹیلیفون
کی طرف بھی اٹھ جاتی تھیں۔ کہاں مر گئے یہ لوگ ۔۔۔
اب تک ان کو آجانا چاہیئے تھے۔ وہ بڑبڑایا۔

اسی لمحے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی ۔۔۔ اور سلور برڈ تیزی سے
ٹیلی فون کی طرف بڑھ گیا۔ سلور برڈ! ۔۔۔ وہ ریسیور اٹھا کر دہاڑا۔
یس سر۔۔۔ میں نمبر ون بول رہا ہوں۔ اوہ ۔۔۔ کہو نمبر ون! کیا ۔۔۔
بات ہے۔ کئی کیا تنظیم سے باغی ہو گیا ہے مسٹر سلور برڈ!
تمہیں یہ خیال کیوں ہوا نمبر ون! ۔۔۔ سلور برڈ نے حیرت انگیز
طور سے اپنے آپ پر قابو پا لیا تھا۔

میں ابھی ابھی پارکر اسکوائر سے گزرا ہوں ۔۔۔
اوہ آگے کہو ۔۔۔ رک کیوں گئے ۔۔۔
کئی کو جو مکان ملا ہوا تھا اس کی جگہ اب ملبے کا ڈھیر نظر
آ رہا ہے۔ کیا بکتے ہو ۔۔۔ سلور برڈ زور سے دھاڑا۔
اوہ ۔۔۔ سوری نمبر ون! ۔ کوئی بات نہیں جناب! ۔ سلور برڈ! تم
نمبر ون سے مخاطب ہو ۔۔۔ نمبر ون نے سخت لہجے میں کہا۔

فائر بریگیڈ کا عملہ اب تک وہاں سے کئی لاشیں برآمد کر چکا ہے سر
میں نے پانچ چھ لاشیں ایک کھلے ٹرک پر رکھی ہوئی دیکھی ہیں
سب تباہ ہو گیا۔ نمبر ون! سب کچھ میں کچھ نہیں سمجھ سکا جناب!۔
تم کچھ سمجھ نہیں سکو گے نمبر ون! ۔۔۔ سلور برڈ بولا ساتھ ہی
اس نے ٹیلی فون بھی بند کر دیا۔ اس کے چہرے پر الجھنیں تیر رہی
تھیں۔ وہ کچھ دیر سوچتا رہا اس کے بعد اس نے انٹر کام اٹھایا۔
یس سر! ۔ آج دو گھنٹے کے اندر اندر ہیڈ کوارٹر کی
منتقلی ہو جانا چاہیئے سو نک! کہاں انتظام کیا جائے گا جناب!۔
پلانٹ فور۔ دیری ویل سر! ۔۔۔ مگر جناب! وہ ٹیم جو مکی
کے لئے روانہ کی گئی تھی ابھی تک واپس نہیں آئی ہے جناب!۔
کیا پندرہ آدمی اتنا سا کام نہیں کر سکتے ہیں ۔۔۔
جج ۔۔۔ جی ہاں۔ بالکل کر سکتے ہیں جناب! ۔۔۔
اب ان لوگوں کا خیال چھوڑ دو ۔۔۔ وہ لوگ اس جگہ
جا چکے ہیں جہاں سے کوئی نہیں لوٹتا ہے ۔۔۔ پوری ٹیم۔
ہاں ۔۔۔ پوری ٹیم ۔۔۔ سلور برڈ نے غمگین لہجے میں کہا۔
اور اس نے انٹر کام کا ریسیور رکھ دیا۔
یہ ۔۔۔ یہ ۔۔۔ وانٹڈ شارک ۔۔۔ یہ کمبخت کسی شیطان
سے کم نہیں ہے۔ خواہ مخواہ اسے میں نے چھیڑا ۔۔۔ وہ خود
اپنے دانت پیس کر بڑبڑایا۔ اس کے بعد اس نے اپنا مخصوص لباس

پہنا اور کمرہ کھول کر باہر نکل گیا۔

باہر موجود لوگوں نے اسے خوف زدہ نظروں سے دیکھا اور تیزی سے اپنے اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ سلور برڈ تیزی سے اس طرف بڑھ گیا جہاں اس کی کار موجود تھی۔

پھر کار اس عمارت سے نکل کر باہر چلی گئی۔

اس کے جانے کے ایک گھنٹے بعد ایک کے بعد ایک ٹرک، جیپیں اور کاریں اس عمارت سے نکلنے لگیں ان پر مختلف سامان موجود تھا۔

ان سب کا رخ ولمبڈن کے جنوبی پہاڑی علاقے کی طرف تھا۔ ان ہی جنوبی پہاڑی علاقوں میں وہ ایمرجنسی سینٹر تھا جس میں خاص موقع پر اور خاص طور پر خطرے کے وقت پناہ لی جا سکتی تھی۔ یہ سلور برڈ تنظیم کا مضبوط ترین قلعہ تھا۔ اس پر سلور برڈ کو بڑا فخر تھا۔ خود سلور برڈ سب سے پہلے اس قلعہ نما اڈے میں داخل ہوا۔

یہاں پہنچ کر اس نے سب سے پہلے اپنے ایک خاص آدمی کو دیکھا جو اب شمس کی جگہ شازین کا منیجر تھا۔ اسے ہدایت تھی کہ وہ ہوٹل میں آنے جانے والوں پر نظر رکھے اور جیسے ہی شارک، شارل یا مکی نظر آئے فوراً اس کی اطلاع سلور برڈ کو دے۔ منیجر نے ان ہدایات کو ذہن نشین کر لیا تھا اور اپنے خاص آدمیوں کو جو مختلف روپوں میں ہوٹل میں موجود تھے سلور برڈ

کی ہدایت بتا دی تھی اور سب نے مستعدی کا اظہار کیا تھا۔

سامان آتا رہا اور سلور برڈ کی پوری ٹیم اس نئے پوائنٹ پر جمع ہو گئی۔ سلور برڈ نے سارے ممبروں کو جمع کر لیا تھا۔

سلور برڈ کے بعد یہ لوگ اس تنظیم کے سربراہ تھے۔ ان سب کو باقاعدہ نمبر الاٹ کئے گئے تھے ـــ سلور برڈ کے بعد وہ تنظیم کے خطرناک ترین رکن سمجھے جاتے تھے۔

سلور برڈ نے یہ بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ جب تک شارک پر قابو نہیں پا لیا جاتا ہے وہ اس وقت اپنے عیش کدے میں روپوش رہے گا۔ اسی چیز کو مدنظر رکھ کر اس نے باری باری سب لوگوں کو ٹیلی فون کیا۔ اور انہیں آئندہ کے لئے ہدایات دی نمبروں کے ذمے اب تنظیم کی سربراہی تھی دوسرے تمام لوگوں کو اب بلاواسطہ اس کا ماتحت رہنا تھا۔

نمبروں کو اس کا کام سمجھانے کے بعد وہ پوری طرح مطمئن ہو گیا۔ اور انتظار کرنے لگا کہ کب شارک نمبروں تک پہنچے اور وہ اپنے بل سے نکل کر شارک کو گھیر لے۔

تنظیم میں شامل لوگوں کے علاوہ بھی کئی لوگوں سے وہ کام لیتا رہتا تھا۔ اس لئے اسے امید تھی کہ ان تمام لوگوں کی مدد سے وہ شارک کو تنگنی کا ناچ نچا کر رکھ دے گا۔ اگر مکی کے بارے میں اسے کچھ معلوم ہو جاتا تو اسے اپنا ہیڈ کوارٹر چھوڑ کر اس درے میں

پناہ لینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

اگرچہ مکی کو اس پوائنٹ کے بارے میں بھی معلوم تھا۔ لیکن اُسے امید تھی کہ شارک کبھی بھی یہ ہمت نہیں کر سکے گا۔ کہ اس قلعہ میں داخل ہو۔ اور اگر وہ ایسا کر بھی ڈالے تو شارک کبھی زندہ واپس نہیں جا سکتا تھا دوسری طرف۔

آفتاب سعید ان لوگوں سے باتیں کر رہا تھا جو اس کے ایجنٹ نمبر سیون کے لئے وملبڈن میں کام کرتے تھے۔

وہ کافی دیر تک ایک ایک شخص کو دیکھتا رہا۔ اس کے بعد اس نے ان لوگوں کو ہدایت دینا شروع کر دی۔

ان لوگوں میں تو اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ نظر بھر کر شارک کو دیکھ سکتے وہ تو نمبر سیون سے بھی حد درجہ خوفزدہ رہتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ جب شارک کا ایک ایجنٹ اس قدر خطرناک ہے تو پھر شارک خود کتنا خطرناک ہوگا۔ اچھی طرح ہدایت دینے کے بعد شارک نے نمبر سیون کو مخاطب کیا۔ جب یہ لوگ کامیاب ہو کر لوٹیں گے تو انہیں ایک دوسرا کام کرنا پڑے گا۔

ہم اپنا مشن مکمل کر لیں گے مسٹر وائٹ شارک!۔۔۔۔

آپ اطمینان رکھیں جناب ایک ادھیڑ عمر شخص نے کہا۔

ممکن ہے کہ تمہاری واپسی پر تمہیں اس جگہ کوئی موجود نہ ملے اس صورت میں شازین تمہارا اگلا نشانہ ہوگا۔۔۔ میں اسکی

ایک ایک اینٹ زمین پر دیکھنا چاہتا ہوں۔

آپ مطمئن رہیں جناب!۔۔۔۔

ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا نمبر سیون!۔۔۔ کہ جب یہ لوگ واپس لوٹیں تو ان سب کا معاوضہ فوراً ادا ہو جانا چاہیئے۔ شارک نے کہا اور ذرا دیر کے لئے خاموش ہو گیا پھر اس نے تیزی سے ان لوگوں کو دیکھا۔

ان سب نے چونک کر سر اٹھایا لیکن پھر شارک سے نظریں ملتے ہی ان سب کے سر جھک گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جن سے وملبڈن کے مجرم بھی کانپتے تھے۔ خطرناک ترین مجرم۔۔۔ لیکن اب وہ یکسر تبدیل ہو گئے تھے۔ ان میں ایک خاص خوبی پیدا ہو گئی تھی۔ اور یہ خوبی ان میں اس وقت پیدا ہوئی تھی جب انہوں نے سیون کے لئے کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور وہ یہ خوبی یہ تھی کہ عام حالت میں وہ ہر شریف شہری کے لئے ایک ہمدرد ثابت ہوتے تھے۔ ان کا ہاتھ اب کسی مظلوم پر بلند نہیں ہوتا تھا۔ اب ان کے ہاتھ صرف معاشرے کے ان ناسوروں کی گردن ناپتے تھے جو شرافت کا لبادہ اوڑھ کر شرافت کی سفید چادر کو مرغ دھبوں سے گندہ کر لیا کرتے تھے ہاں تو نمبر سیون۔ ان سب کا معاوضہ صرف ادا ہی نہیں ہونا چاہیئے بلکہ دوگنا کر دینا چاہیئے۔ مسٹر وائٹ شارک!۔

اسی ادھیڑ شخص نے کہا لو دوست! شارک اسی آواز میں بولا۔

ہمیں پہلے ہی کافی معاوضہ ملتا ہے جناب! ہمارے پاس زندگی کے مکمل لوازمات موجود ہیں اس لئے جو کچھ ملتا ہے اسی کے بارے میں سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ اسے کس مصرف میں خرچ کریں۔ اس لئے یہ دوگنا معاوضہ ہم کیا کریں گے۔ ہم آپ کے شکرگذار ہیں جناب! ہمارا وہی معاوضہ کافی سے زیادہ ہے۔

جی ہاں جناب — دو تین لوگ اور بولے۔

لیکن میری خوشی اسی میں ہے کہ تمہیں آئندہ دوگنا معاوضہ ملا کرے۔

اگر یہ آپ کی خوشی ہے جناب! تو ہمیں اب کچھ کہنے کا حق نہیں ہے۔ آپ کی خوشیوں کی احترام ہی ہماری زندگی کا مقصد ہے۔

مجھے تمہارے آدمی پسند آئے مسٹر سیون! تمہارا انتخاب لاجواب ہے۔ شکریہ جناب!

اچھا اب میں چلتا ہوں۔ تمہاری کال کا منتظر رہوں گا۔

خدا حافظ جناب — وہ سب ایک ساتھ بولے

شارک کو تھوڑی دور تک رخصت کرنے کے بعد مسٹر سیون واپس لوٹ آیا۔ وہ سب لوگ ایک جگہ کھڑے ہو گئے

آپ خوش قسمت ہیں۔ مسٹر سیون! — کہ آپ کو مسٹر وائٹ شارک جیسا باس ملا ہے۔

اور اپنی قسمت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے دوستو! —

سیون گمبھیر لہجے میں بولا۔ ہمیں اس پر ناز ہے جناب!۔

تم لوگ تیار ہونے میں کتنی دیر لگاؤ گے — سیون نے سنجیدگی سے پوچھا۔ ہم اس وقت بھی تیار ہیں جناب!۔

کیا اس ہدایت کو بھول گئے جو مسٹر وائٹ شارک نے دی تھی۔

وہ لوگ سوالیہ نظروں سے سیون کو دیکھنے لگے۔

شازین کو ہر اینٹ زمین پر ہونا چاہیئے — سیون نے کہا۔

ہمیں صرف پندرہ منٹ دیں جناب! —

ٹھیک ہے — اتنے عرصے میں میں شازین میں موجود معصوم مسافروں کو وہاں سے نکال دوں —

آپ کیا طریقہ استعمال کریں گے جناب! —

لاؤڈ اسپیکر سے اعلان کر دوں گا کہ پندرہ منٹ بعد یہ ہوٹل ختم کر دیا جائے گا۔ اس کے لئے کیا آپ تنہا جائیں گے جناب!۔

ایک شخص نے جھجکتے ہوئے کہا۔ ہاں۔ لیکن یہ اعلان خود ہوٹل کا منیجر کرے گا۔ وہ کس طرح۔ پستول کی نال اس کی کمر پر ہو گی اور وہی کہے گا جو میں چاہوں گا سیون نے مسکرا کر کہا۔

اچھا دوستو خدا حافظ! — میں شازین کے سامنے موجود کیفے میں ملوں گا۔ ہاں۔ ایک بات اور وہ لوگ رک گئے۔ تم سب میک اپ میں ہو گے۔ میں پولیس کو اپنے پیچھے لگانا پسند نہیں کرتا ہوں۔ آپ مطمئن رہیں جناب۔

سیون کے جانے کے بعد وہ لوگ بھی اپنی اپنی گاڑیوں کی طرف بڑھ گئے۔

ڈوروتھی غصّے کی شدت میں مٹھیاں بھینچ رہی تھی۔ اس شخص کے دماغ کا نہ جانے کون سا اسکرو ڈھیلا تھا۔ وہ جب سے آیا تھا نہ جانے کہاں کی اوٹ پٹانگ ہانک رہا تھا اور ڈوروتھی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر وہ اس شخص سے کس طرح چھٹکارا حاصل کرے۔ آخر تم کیا چاہتے ہو پرنس ڈھمپ! ـــ وہ بیزار لہجے میں بولی۔ پرنس ڈھمپ کے سیکریٹری اور باڈی گارڈ بالکل اٹن شن کھڑے ہوئے تھے۔ سیکریٹری! ـــ پرنس ڈھمپ اس طرح بولا گویا اُس نے سیکریٹری کے لٹھ مارا ہے۔ یس یور ہائی نس! ـــ سیکریٹری آہستہ سے بولا۔ وہ صفدر تھا۔

ہم کیا چاہتے ہیں؟ اس نے شاہانہ انداز میں پوچھا لیکن اگر اس وقت بھی اس کے چہرے سے حماقت کی چادر ہٹ جاتی تو پھر اسے عمران کون کہتا۔

مجھے کیا علم ہو سکتا ہے جناب عالی جب کہ آپ نے مجھے اپنے مقصد سے لاعلم رکھا ہے۔ صفدر نہایت سنجیدگی سے بولا۔

بڑی مصیبت ہے۔ بڑی مصیبت ہے ـــ پرنس ڈھمپ اپنی رانوں پر دونوں ہاتھ مار کر دھاڑا۔ صفدر کا چہرہ غصّے کی شدت سے سرخ ہو گیا۔ کیا تم واقعی پرنس ہو ـــ

اچانک وہ نہایت سنجیدگی سے عمران سے مخاطب ہوئی۔

عمران نے اس طرح ہوا میں ہاتھ چلائے گویا اس نے کسی مکھی کو اڑایا ہے۔

ہستی! ـــ آپ کو پرنس سے بدتمیزی سے پیش آنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا ـــ جوزف خونخوار انداز میں دھاڑا۔

اس کے دونوں ہاتھ بھی اس کے ہولسٹروں تک پہنچ گئے۔

ڈوروتھی کانپ کر رہ گئی۔ جوزف کی دھاڑ ایسی تھی گویا کوئی وحشی جانور دھاڑا ہے کیوں شور مچا رہے ہو سیاہ ہاتھی۔

عمران نے جوزف کو مخاطب کیا۔

یہ آپ سے معلوم کر رہی تھی کہ آپ واقعی پرنس ہیں۔ جوزف نے سختی سے جواب دیا۔ اس کی آنکھوں میں نفرت کروٹیں لے رہی تھی۔

تمہارے پاس ٹیلی فون تو ہوگا مادام! ـــ عمران اچانک سنجیدہ ہو کر بولا۔ ڈوروتھی حیرت زدہ ہو گئی۔ کیونکہ یکایک عمران کی پوری شخصیت ہی بدل کر رہ گئی تھی۔ اب اس کے چہرے پر حماقت کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔

ایسی وجیہہ و شکیل شخصیتیں بہت ہی کم دیکھنے میں آتی ہیں یہی وجہ تھی کہ اب ڈوروتھی ٹکٹکی باندھے عمران کو دیکھ رہی تھی۔

میں نے آپ سے معلوم کیا تھا کہ کیا آپ کے پاس ٹیلیفون

ہے ؟ عمران نے دوبارہ کہا۔

ڈوروتھی نے اپنی داہنی طرف تپائی پر موجود ٹیلی فون اٹھا کر سامنے رکھ دیا نہ جانے اب اس کا دل کیوں چاہ رہا تھا کہ عمران اس سے باتیں کرے ۔ اوٹ پٹانگ باتیں ۔۔۔ اس کے باوجود کہ چند لمحے پہلے عمران سے بیزار ہو چکی تھی ۔

عمران نے سر سلطان کے نمبر ڈائل کیے ۔۔۔ سر سلطان نے خود ہی کال ریسیو کی ۔ ہلو ۔۔۔ میں سلطان بول رہا ہوں ۔

میں پرنس آف ڈھمپ ہوں جناب ! ۔۔۔

پرنس آف ڈھمپ ! ۔۔۔ شیطان ! کیا پھر کوئی چکر شروع کر دیا ہے ۔ آپ ڈوبر لمیٹڈ سے واقف ہیں ۔ ڈوبر لمیٹڈ ۔۔۔ اناٹومیکل پروڈکٹس تیار کرتی ہے اوہ ۔۔۔ ہاں ہاں ۔۔۔ کیوں ؟ میں اس وقت مینجر کے کمرے میں ہوں لیکن مینجر کو یقین نہیں آ رہا ہے کہ میں پرنس آف ڈھمپ ہوں آپ ذرا تصدیق فرما دیں۔

پتہ نہیں کیا کرتے پھر رہے ہو ۔" سر سلطان نے کہا پلیز۔

عمران نے ٹیلی فون کا ریسیور ڈوروتھی کی طرف بڑھا دیا ۔

دوسرے ہی لمحے ڈوروتھی کے چہرے پر حیرت اور شرمندگی کے ملے جلے تاثرات پھیل گئے ۔ اس نے خاموشی سے ریسیور رکھ دیا اور بھونچکی رہ گئی ۔ عمران کے چہرے پر حماقت کی گہری چادر دوبارہ پھیل گئی ۔ میں ۔۔۔ میں شرمندہ ہوں جناب عالی ! ۔

گاڈ گونچوں ۔۔ جی ۔۔۔ اوہ ۔۔۔ ہم اپنی مادری زبان بول گئے تھے ۔ مطلب یہ تھا کہ کوئی بات نہیں ۔

اب فرمائیے پرنس آپ کو کیا چاہیے ہے ۔

ہمیں دل چاہیے ہے ! ۔۔۔ عمران نے رازدارانہ لہجے میں کہا۔

دل ۔۔۔ ڈوروتھی کی آنکھوں میں حیرت امنڈ آئی ۔

گگ ۔۔۔ کیوں ۔۔۔ کیا آپ دل نہیں بھیجتی ہیں ۔ ہم آپ کو کیا بتائیں کہ بس ۔ عمران اس طرح شرما گیا گویا وہ کوئی کنواری لڑکی ہے مجھے دل کا مطلب نہیں معلوم ہے آپ ہی بتا دیں پرنس !

ڈوروتھی اب اس جانور نما پرنس میں دلچسپی لینے لگی تھی ۔

سیکریٹری ! ۔۔۔ آوٹ ۔۔۔ عمران نے گردن اٹھا کر صفدر کو مخاطب کیا ۔ صفدر ایک جھٹکے سے مڑ گیا ۔

آپ وعدہ کیجئے کہ آپ ہمارا راز کسی کو نہیں بتائیں گی ۔

عمران نے شرمانے کی ایکٹنگ جاری رکھی ۔

وعدہ ۔۔۔ ڈوروتھی نے عمران کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا مگر عمران نے اس تیزی سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا گویا اسے کرنٹ لگ گیا ہے ۔ جوزف کی آنکھوں میں غصے کی سرخی تیر گئی ۔ مگر دوسری طرف عمران بری طرح ہکلانے لگا تھا اور اس کے منہ سے عجیب عجیب الفاظ نکلنے لگے تھے ڈوروتھی منہ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگی ۔ آخر خدا خدا کر کے عمران نارمل ہوا ۔ اور ڈوروتھی نے اطمینان کی سانس لی ۔ ہاں تو آپ بتا رہے تھے پرنس !۔

جی ہاں ـــ عمران نے چاروں طرف خونخوار نظروں سے دیکھا گویا اسے خوف تھا کہ کوئی اس کی بات سننے کی کوشش کر رہا ہے یہاں آپ کے باڈی گارڈ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے پرنس! ـــ اس لئے بے فکر ہو کر کہئے۔

جی ہاں۔ ٹھیک ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کس طرح اپنی بات شروع کریں۔ جس طرح چاہئیں شروع کر دیں۔

خیر! ـــ تو ہاں ـ آپ نے وہ فلم دیکھی ہے نا۔ کون سی فلم ـــ جس میں ہیرو ایک گانا گاتا ہے۔

ڈوروتھی دلچسپی سے عمران کو دیکھنے لگی۔

اور عمران اس سے بے پرواہ تیزی سے بول رہا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا گویا کوئی پرائمری کا بچہ استاد کے خوف سے تیز رفتار سے اپنا سبق دہرا رہا ہے۔

ڈوروتھی کو اپنے قہقہے روکنا مشکل ہو رہے تھے۔

عمران کہہ رہا تھا۔ اس فلم میں ہیرو ایک گانا گاتا ہے ـــ ہمیں گانا تو یاد نہیں ہے بس اتنا یاد رہ گیا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ دیا قدموں میں دل نذرانہ اور پھر بس .. اس کا کیا مطلب ہوا پرنس! بس ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان کے قدموں میں ہم بھی اپنا دل نذرانہ رکھ دیں۔ ایک دفعہ ہم نے دل کے بجائے صرف نذرانہ ہی رکھ دیا تھا۔ وہ اس دن سے ہم سے ناراض ہیں اس لئے ہم نے

ی مشکل سے آپ کی کمپنی کا دفتر تلاش کیا ہے تاکہ ایک دل خرید کر اُسے نذرانہ پیش کر دیں ـــ عمران نے اُسے بتایا اور اموش ہو گیا۔ اتنی سی بات کہہ کر وہ اس طرح ہانپنے لگا تھا۔ و یا پہاڑ چڑھ کر اترا ہے۔

ڈوروتھی نے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے کال بیل پر لی رکھ دی۔ فوراً ہی ایک باوردی نوکر اندر داخل ہوا۔

ٹھنڈا یا گرم ـ ٹھنڈا یا گرم ـــ عمران نے حیرت سے دہرایا۔ کیا دل بھی ٹھنڈا اور گرم ہوتا ہے

آنے والے نوکر نے عجیب نظروں سے عمران کو دیکھا۔

میری مراد دل سے نہیں چائے سے ہے پرنس! ـــ

اوہ ـــ عمران نے سکون کی سانس لی۔ ہاں تو چائے ـــ

ہم تو دونوں ہی پی لیتے ہیں ـــ عمران نے نہایت سادگی سے کہا۔ پہلے ٹھنڈا پیتے ہیں پھر گرم پیتے ہیں۔ وہ جا کر پہلے والے کو بھی گرم بنا دیتا ہے۔

نوکر کا قہقہہ نکلتے نکلتے رہ گیا۔ اس نے عمران کی حرکت دیکھ لی تھی۔ عمران نے چپکے سے میز پر موجود ہولڈر اپنی جیب میں ڈال لیا تھا۔ وہ وہی ہولڈر تھا۔ جب عمران دفتر میں داخل ہوا تھا۔ ڈوروتھی اس سے کچھ لکھ رہی تھی۔

ڈوروتھی نے ٹھنڈے کا آرڈر دیدیا۔

نوکر کے جانے کے بعد وہ عمران سے مخاطب ہوئی۔ پرنس!۔

آپ کا قیام کہاں ہے ۔ ہم اسٹیٹ گیسٹ ہاؤس میں مقیم ہیں کیوں ایسے ہی ۔ اگر کبھی آپ سے ملنا ہو تو کس طرح ملاقات ہو سکے گی

آپ سرسلطان سے کہئے گا وہ ملاقات کا انتظام کرا دینگے

ویسے اب ہمارا دل بھر گیا ہے ہم جلدی سے گاماشوں ۔۔۔

اوہ ۔۔۔ ہم پھر اپنی ریاستی زبان بول گئے ۔۔ یعنی جانے والے ہیں ۔ عمران اپنی پیشانی کو رگڑتے ہوئے بولا ۔

ٹھنڈا آنے کے بعد ڈوردھی نے ایک بوتل جوزف کیطرف بڑھا دی

تھینک یو مس ! ۔۔ میں شربت نہیں پیتا ہوں"۔

اچھا اچھا ۔۔۔ عمران نے سر ہلا کر کہا ۔۔۔ چھوڑیئے مادام ! یہ شربت نہیں پیتا یہ تو صرف شراب پیتا ہے ۔ پانی کے بدلے بھی ۔ اوہ ۔ اجازت ہے باس ! ۔۔۔ جوزف گڑگڑایا ۔ کیا ؟ ۔۔ عمران نے آنکھیں نکالیں ۔ صرف ایک گھونٹ باس پی لینے دیجئے ۔ جب تک ہم لوگ ٹھنڈا پی رہے ہیں ۔ اچھا ٹھیک ہے ۔ پی لے ۔ لیکن ایک سے زیادہ نہیں ۔ اوہ تھینک یو باس ۔

جوزف نے اپنی وردی کی جیب سے ایک چپٹی بوتل نکالی ۔ پھر اس کی غٹ غٹ کی آواز کمرے میں گونجنے لگی ۔ اس نے بوتل اس وقت منہ سے ہٹائی جب بوتل کا آخری قطرہ بھی اسکے حلق کے نیچے اتر گیا ۔

اب اس کو اپنے سر پر مار لے ۔۔۔ عمران غصے سے بولا ۔

جوزف نے دانت نکال دیئے پھر ایک دم سہم کر سیدھا ہو گیا ۔

ڈوردھی نے جوزف کی آنکھوں میں شراب کا اثر تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن جوزف پر ایک بوتل کا کیا اثر ہو سکتا تھا ۔ البتہ اسے کچھ سکون حاصل ہو گیا تھا کہاں ہے ۔۔ ڈوردھی بڑبڑائی ۔

ہمارا دل مادام ۔۔۔ عمران نے اسے پھر یاد دلایا ۔

گویا آپ دل لے کر ہی مانیں گے ۔۔۔ ڈوردھی معنی خیز لہجے میں بولی ۔ بالکل ! ہم اسی لئے آئے ہیں ۔ ڈوردھی نے دوبارہ کال بیل پر انگلی رکھ دی ۔ یس میڈم ۔۔۔ پروڈکشن سے دو پرٹ لے آؤ ۔ پیک کر کے لانا ۔ یس میڈم ! ۔۔۔ عمران خاموش ہو کر انگلیوں سے میز پر طبلہ بجانے لگا ۔

تھوڑی دیر بعد پروڈکشن اسٹینٹ خود ہی حاضر ہو گیا ۔

ان دونوں کی کوالٹی کیا ہے ؟ ۔ بے کوالٹی ہے میڈم ! ۔ ٹھیک ہے جاؤ ۔ یہ لیجئے جناب دو دل موجود ہیں ۔ ڈوردھی نے پیکٹ اس کی طرف بڑھا دیئے ۔ آپ بہت اچھی ہیں مس ۔ میرا نام ڈوردھی ہے"۔

یس ڈوردھی ! ۔۔۔ کتنی رقم دینا ہو گی ان دونوں کی ۔

رقم ۔۔۔ یہ میری طرف سے نذرانہ سمجھ لیجئے پرنس ! ۔۔۔

کیوں سمجھ لیں ۔۔۔ عمران مصنوعی غصے سے بولا" نذرانہ تو خود ہمیں دینا ہے"۔

اچھا اچھا مت سمجھئے بہرحال چونکہ ہم نورہ فروش نہیں ہیں ۔ اس لئے انہیں آپ تحفہ سمجھ کر قبول کر لیں پرنس !

اب ٹھیک ہے ـــ اچھا اب ہم چلتے ہیں۔ یہ سیکریٹری کہاں مرگیا باہر ہوں گے باس! ـــ جوزف بولا ۔

تو اس کی وکالت مت کیا کر ـــ عمران نے جوزف کو جھڑک دیا ۔ اچھا مس ڈوروتھی! اب ہم چلتے ہیں ۔

خدا حافظ پرنس ـــ ڈوروتھی کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔

خدا حافظ! ـــ عمران جان بوجھ کر اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو نظرانداز کرتا ہوا باہر نکلتا چلا گیا ۔ جوزف بھی اس کے پیچھے روانہ ہوگیا ۔ سڑک پر صفدر کار میں موجود تھا۔ عمران کو دیکھ کر

اس نے برا سا منہ بنایا اس پورے گورکھ دھندے کا مطلب اسکی سمجھ میں بالکل نہیں آیا تھا اگر ایکس ٹو نے اسے خاموش رہنے کی اور عمران کی ہاں میں ہاں ملانے کی خاص طور سے ہدایت نہ کی ہوتی تو اب تک وہ عمران سے باقاعدہ لڑ چکا ہوتا ۔

عمران کو دیکھ کر اس نے پچھلی نشست کا دروازہ کھول دیا۔ اور عمران کے بیٹھنے کے بعد وہ آگے کی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

ڈرائیونگ سیٹ پر جوزف موجود تھا ۔

عمران کی نگاہوں سے ڈوروتھی کا لہراتا ہوا ہاتھ اوجھل نہیں ہوا جب تک کار پہلا چوراہا پار نہیں کر گئی ۔

عمران اب بھی ہاتھ ہلا رہا تھا ۔

اب خدا کے لئے سیدھے بیٹھ جایئے ۔ لوگ عجیب نظروں

سے آپ کو دیکھ رہے ہیں ۔ صفدر غرایا ۔

جل گئے ـــ عمران نے قہقہہ لگا کر کہا اور صفدر غصے سے سرخ ہوگیا ۔ لیکن وہ خاموش ہی رہا ۔ اسے معلوم تھا کہ عمران کے منہ لگنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا ۔ اس نے خاموشی سے سگریٹ نکالی اور ہلکے ہلکے کش لینے لگا ۔

دل جل رہا ہے جلے پر دھواں نہ ہو ـــ عمران نے ہانک لگائی ۔ خاموش بیٹھئے۔ صفدر حلق کے بل چیخا اور پھر ہنسنے لگا ۔ جوزف کا قہقہہ بڑا طویل ثابت ہوا ۔

ریوالونگ چیئر میں دھنسا ہوا ۔ شازین کا منیجر کسی گہری سوچ میں غرق تھا ۔ پھر ایک آہٹ سن کر وہ چونک پڑا ۔ اس نے اس بیرے کو دیکھا جو نہایت اطمینان سے دروازے سے داخل ہو رہا تھا اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں کھانے کی ڈشیں موجود تھیں ۔

تم بغیر اجازت کمرے میں کیسے داخل ہوئے ـــ منیجر دھاڑا ۔

بیرے نے اطمینان سے کھانے کی ٹرے میز پر رکھدی ۔

کیا تمہاری موت آگئی ہے ۔ منیجر میز پر مکہ مار کر دھاڑا ۔ پھر اس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے ـــ تم کون ہو ـــ آنے والے نے جو ہوٹل کے بیرے کی وردی میں تھا اپنے ریوالور کی نال منیجر کی طرف کر دی اور خود قدم قدم پیچھے ہٹتا شروع

کر دیا پھر اس نے اندازے سے لات چلائی ۔ دروازہ زور کی آواز کے ساتھ بند ہو گیا ۔

اس کا کیا مطلب ہے ۔ منیجر غرآیا ۔ اس کا ہاتھ غیر محسوس طریقے پر اس کی جیب کی طرف رینگ رہا تھا ۔

اپنے ہاتھ سر پر رکھ لو ۔۔۔ آنے والا غرآیا ۔

اور اگر نہیں رکھوں تو ۔۔۔

تو موت تمہارا مقدر بن جائے گی ۔۔۔ اس نے ٹھوس لہجے میں کہا اور ٹریگر پر اس کی انگلی سخت ہو گئی ۔

میں صرف تین تک گنتی گنوں گا ۔۔۔ ایک دو

تین ۔ تین کے ساتھ ہی اس نے ریوالور کو جنبش دی منیجر نے اپنے ہاتھ فوراً سر پر رکھ لئے ۔

ٹھیک ہے ۔۔۔ اب اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ ۔

لیکن تم کون ہو کیا چاہتے ہو ۔۔۔

میں تمہارے جوابات دینے کا پابند نہیں ہوں ۔۔۔ آنے والا کسی درندے کی طرح غرآیا اگر تم نے میری ہدایت کے خلاف ذرہ برابر کوئی کام کیا یا کسی قسم کی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو یاد رکھنا کہ میں رحمدلی کے جذبے سے بالکل عاری ہوں ۔

منیجر نے اپنے جبڑوں کو سختی سے بھینچ لیا ۔

باہر ڈائننگ ہال میں ڈانسنگ فلور کے اسٹیج پر چلو ۔۔۔

اجنبی نے سخت الفاظ میں دھمکی دی ۔۔۔

یاد رکھنا سلور برڈ تمہاری کھال کھینچ لے گا ۔۔۔ تمہیں یہ حرکت بہت مہنگی پڑے گی ۔

سلور برڈ ۔۔۔ کیا یہ کوئی نیا جانور ہے ۔۔۔

وہ ایسا جانور ہے جو صرف انسانوں کا شکار کرتا ہے ۔۔۔

اوہو ۔۔۔ گویا تم اس کے پالتو کتے ہو ۔۔۔ اجنبی کے لہجے میں تضحیک تھی ۔ منیجر نے سختی سے ہونٹ بند کر لئے ۔

چلو ۔ اجنبی غرآیا ۔ تم شازین سے زندہ نہیں لوٹو گے ۔

میں جو کچھ کہہ رہا ہوں خاموشی سے اس پر عمل کرو ۔ اس کے بعد تم جو چاہو کرتے رہنا ۔ اجنبی غرایا ۔

منیجر خاموشی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا ۔

اجنبی اس کے پیچھے تھا ۔ لیکن اس کا ریوالور والا ہاتھ اس کی جیب میں تھا ۔ وہ کسی بھی وقت اسے استعمال کر سکتا تھا ۔

منیجر بالکل خاموشی سے آگے آگے چل رہا تھا ۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ پلٹ کر وہ اس اجنبی سے نبٹ ہی لے ۔ لیکن زندگی کسے پیاری نہیں ہوتی ۔ ؟

ڈانسنگ ہال سے نکل کر منیجر ڈانسنگ فلور کے اسٹیج پر چڑھ گیا ۔ اب ۔۔۔ وہ غرآیا مائک آن کر دو ۔ منیجر نے مائک آن کر دیا اور سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا ۔

اب اعلان کرو کہ ہوٹل میں موجود سب لوگ پندرہ منٹ کے اندر اندر اپنی جانیں لے کر نکل جائیں کیونکہ ٹھیک پندرہ منٹ بعد وائٹ شارک اس ہوٹل کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا

وائٹ شارک کا نام سنتے ہی منیجر کے چہرے پر زرد پھیل گئی ۔ لو ..... تت..... تم کیا.....

میں وائٹ شارک کا نمائندہ ہوں ـــ اجنبی غرّایا ۔

ف ... لیکن .... خازین کو کیوں تباہ کیا جا رہا ہے ۔

سلور برڈ تنظیم سے متعلق ہر ادارہ یوں ہی ختم کر دیا جائے گا یہ وائٹ شارک کا فیصلہ ہے ـــ اجنبی غصّے سے بولا ـــ تم وقت مت ضائع کرو ـــ ٹھیک پندرہ منٹ بعد اس ہوٹل کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی چونکہ شارک بے گناہ لوگوں کا خون بہانا نہیں چاہتا ورنہ اُسے یہ اطلاع دینے کی ضرورت ہرگز نہیں تھی ۔ کیا وائٹ شارک خود آئے گا ۔ منیجر نے اچانک پوچھا میں اس کا نائب ہوں سردار نہیں ہوں .... مجھے کیا معلوم کہ اس کا پروگرام کیا ہے ۔ منیجر کھنک کر مائک کی طرف بڑھ گیا ۔ پھر اس نے تیزی سے اعلان کرنا شروع کر دیا ۔

پورے ہوٹل میں بھگدڑ مچ گئی ۔ البتہ وہ لوگ اس شخص کو گھور رہے تھے جو منیجر کا خاص آدمی تھا ۔

بھاگو ـــ بھاگو ـــ ہر بھاگنے والا شخص یہی کہہ رہا تھا

لوگوں کا ہجوم جیسے ہی ہال میں بڑھا اسی لمحے اجنبی نے اسٹیج سے خود بھی چھلانگ لگا دی ۔ منیجر اور اس کے خاص آدمی تیزی سے اس کی طرف دوڑ پڑے ۔

لیکن لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ جب تک وہ اس شخص کو دیکھ سکتے وہ لوگوں کے درمیان چھپتا چھپاتا باہر نکل گیا ۔ البتہ لوگوں کو صدر دروازے کے پاس ایک بیرے کا کوٹ اور ٹوپی ضرور مل گئی جس سے ان کو یقین ہو گیا کہ وہ شخص نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گیا ہے ۔

منیجر تھکے تھکے انداز میں اپنے دفتر کی طرف واپس ہو گیا ۔ اس نے بجھے ہوئے دل کے ساتھ ٹیلی فون پر سلور برڈ کے نمبر ڈائل کئے ۔ تھوڑی دیر بعد سلور برڈ کے بجائے ایک اور آدمی کی آواز سنائی دی ۔ سلور برڈ پلیز ۔

میں ان کا قائم مقام ہوں ۔ کہو کیا بات ہے ؟

پلیز ـــ یہ ایک ذاتی معاملہ ہے ۔ میں صرف ان ہی سے بات کرنا چاہتا ہوں ـــ اوکے ـــ آپ کا نام ؟ میں شازین کا منیجر ہوں ـــ بس اتنا حوالہ کافی ہو گا ۔ اوکے ـــ

تھوڑی دیر بعد سلور برڈ کی آواز ابھری ۔ سلور برڈ ـــ میں علاؤالدین بول رہا ہوں جناب ـــ

"میں سوچ رہی تھی کہ شاید کتوں کے ساتھ کوئی نگراں بھی ہوگا۔"

"نہیں۔ یہ ایک بہت بڑا کیمپ ہے جس کے گرد پیدل چل کر پہرہ دینا مشکل ہے۔" صفدر نے کہا۔ "ممکن ہے یہاں پیٹرولنگ ہوتی ہو۔"

"اب کیا ارادے ہیں۔؟"

"آؤ۔ تار کاٹ کر اندر داخل ہونا اب کوئی مشکل کام نہیں۔" صفدر نے تار کاٹنے کا آلہ سنبھالتے ہوئے کہا اور دونوں سڑک سے اتر کر ایک بار پھر خاردار تاروں کی طرف بڑھ گئے۔

ہیگا کیمپ کے گرد خاردار تاروں کا جال بہت مضبوط تھا۔ چند قدم کے فاصلے پر ایک باڑ تھی۔ اس کے بعد اتنے ہی فاصلے سے تین باڑیں تھیں۔ تاروں کو کاٹتے کاٹتے صفدر کے ہاتھ شل ہو گئے تھے۔

جولیا نے سامان سنبھال رکھا تھا۔ اس وقت وہ نازک اندام دوشیزہ کی بجائے ایک محنت کش لڑکی نظر آ رہی تھی۔ اس کے دائیں ہاتھ میں ریوالور تھا وہ بہت چوکنی تھی۔ ہوا کے جھونکے سے کوئی پتہ بھی ہلتا تھا تو چونک کر ادھر متوجہ ہو جاتی تھی۔

آخری تاروں کو کاٹ کر وہ کھلے میدان میں پہنچ گئے۔

یہ ایک کشادہ میدان تھا جس کے درمیانی حصہ میں بیرک تھی۔ اس بیرک کے گرد پہرہ تھا۔ انہیں کسی کے چلنے کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ صفدر اور جولیا زمین سے چپکے آہستہ آہستہ اس بیرک کی طرف رینگ رہے تھے

صفدر نے تار کاٹنے کا آلہ وہیں پھینک دیا تھا۔ اب اس کے دائیں ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس نے جولیا سے ایک تھیلا لے کر کندھے پر ڈال لیا تھا تاکہ جولیا

کو آگے بڑھنے میں زیادہ دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

وہ بیرک سے کچھ فاصلہ پر رک گئے۔

ایک محافظ لاپرواہی سے کھڑا سگریٹ پی رہا تھا۔ سگریٹ کا روشن سرا اندھیرے میں بار بار جگمگاتا اور پھر راکھ کی وجہ سے دھندلا جاتا تھا۔ وہ شخص گنگنا رہا تھا۔

محافظ کی گنگناہٹ سے صفدر کو اندازہ ہوا کہ وہ تنہا ہے۔ اگر وہ دو ہوتے تو ضرور باتیں کرتے ہوئے سنائی دیتے۔ اس خیال کی تصدیق کے لئے صفدر خاموشی سے زمین پر دراز رہا۔

جولیا کی تیز تیز سانسوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ٹھنڈی زمین سے ان کے ہاتھ پیر شل ہو رہے تھے۔ ریوالور پر صفدر کو اپنا ہاتھ جھٹکی کی وجہ سے سنسنی محسوس ہو رہا تھا۔

اس نے بایاں ہاتھ بڑھا کر جولیا کے کندھے پر تھپکی دی۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ وہ وہیں ٹھہرے۔ جولیا نے اس کا ہاتھ دبا کر اثبات میں جواب دیا تو صفدر غیر محسوس انداز میں آگے سرکنے لگا۔

نگراں کی گنگناہٹ اس کی رہنمائی کر رہی تھی۔ سگریٹ کا جلتا ہوا گوشہ اس بات کا اظہار کر رہا تھا کہ وہ دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوا ہے۔ صفدر اس کے دائیں ہاتھ کی طرف گیا اور کچھ فاصلے پر رک گیا۔

جب اسے نگراں کے بارے میں خوب اندازہ ہو گیا تو وہ چیتے کی طرح جست لگا کر اس پر جا گرا۔

نگراں کے ہاتھ سے گن گر گئی اور گنگناہٹ کی بجائے خراٹے کی آواز نکلی۔ لیکن اس وقت تک صفدر اپنا کام مکمل کر چکا تھا۔

"ذرا سی آواز نہ نکلنے پائے۔" اس کا لہجہ بے انتہا سرد تھا۔

"تم کون ہو۔؟"

"شٹ اپ۔" صفدر نے ریوالور کا دباؤ اس کی پشت پر بڑھا دیا۔

اس کا بایاں بازو نگراں کی گردن پر جما ہوا تھا۔ گرفت اتنی سخت تھی کہ اسے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ ریوالور کے دباؤ نے نگراں کو احساس دلایا کہ وہ اس کے لئے جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا ہے۔

"جولی۔"

صفدر نے قدرے تیز سرگوشی کی۔

جولیا تیزی سے گھسٹتی ہوئی قریب آئی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ بری طرح ہانپ رہی تھی۔ ریوالور اس وقت بھی ہاتھ میں موجود تھا۔

"پرنٹنگ روم کی طرف چلو۔"

صفدر غرایا۔

نگراں کے انداز سے بچکانہ پن ظاہر ہوئی تو صفدر نے ریوالور پر دباؤ بڑھا دیا تاکہ اس کی پشت میں گھستی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

"میں صرف تین تک گنوں گا۔"

صفدر کا لہجہ سفاک تھا۔

نگراں خاموش رہا۔ اس کی تیز سانسوں اور بائیں بازو کے نیچے دبے ہوئے سر خرے سے صفدر کو اس کے خوفزدہ ہونے کا اندازہ ہو گیا تھا۔ لیکن غالباً وہ اس کے باوجود بھی حکم عدولی پر تلا ہوا تھا

"ایک۔" صفدر کی غراہٹ جیسی تھی۔

سپاہی کا جسم اس کی گرفت میں کانپنے لگا۔

"دو۔" صفدر کا لہجہ اس بار بے انتہا سرد تھا۔ "سنو۔" صفدر نے کہا۔ "تمہاری موت کے بعد پرنٹنگ روم تک ہمیں کوئی نہ کوئی دوسرا محافظ بھی پہنچا سکتا ہے تم کیوں اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا چاہتے ہو۔؟"

"مجھے چھوڑ دو۔" اس نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔ "میرے ساتھ چلو میں تمہیں وہاں لے چلتا ہوں۔"

"گڈ۔" صفدر نے کہا لیکن اس کے بازو کی گرفت گردن سے نہیں ہٹی تھی تم اسی طرح آگے بڑھو گے۔" اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "میں اندھیرے میں کوئی خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔"

"مجھے ہلاک نہ کرو۔ میں تمہیں لے جاتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے آگے چلو۔"

وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ جولیا نے ریوالور رکھ کر سائیڈ کی گن سنبھال لی تھی۔ وہ ان سے قدرے ہٹ کر چلنے لگی۔

آس پاس سے وہ اچھی طرح آگاہ تھی۔ ذرا سی آہٹ پر گن کا دہانہ کھولنے کا ارادہ اس کے ذہن میں پرورش پا چکا تھا۔

محافظ آگے بڑھتا رہا۔ صفدر قدم قدم اس کے ساتھ چل رہا تھا۔

نگراں انہیں لے کر ایک دروازے کے سامنے رک گیا۔ صفدر نے جولیا کو اشارہ کیا جولیا نے ہینڈل گھما کر دیکھا۔ دروازہ مقفل تھا۔

صفدر نے فوجی نگران کی طرف دیکھا۔

"کیا تمہارے پاس چابی موجود ہے۔؟"

محافظ نے اثبات میں سر ہلایا اور جیب کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ صفدر نے جلدی سے ریوالور کا دستہ بڑھایا۔ "بے حس و حرکت کھڑے رہو۔" وہ غرایا۔

نگراں کا متحرک ہاتھ رک گیا۔

صفدر نے اس کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور چابی نکال لی۔ اس نے اس دوران میں اس کی تلاشی بھی لے لی تھی۔

اس کے پاس گن کے علاوہ کوئی ہتھیار نہیں تھا اور وہ بھی جولیا کے قبضے میں تھی۔

یہ ایک آہنی دروازہ تھا۔

صفدر نے چابی گھمائی جب قفل کھل گیا تو صفدر نے ریوالور والا ہاتھ اٹھایا نگران کی کھوپڑی پر قیامت ٹوٹ پڑی۔

غالباً اسے اس حرکت کی توقع نہیں تھی وہ بغیر کوئی آواز نکالے لہرایا اور زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

جھک کر اس کا چہرہ ٹٹولنے کے بعد صفدر کو یقین ہو گیا کہ وہ واقعی بے خبر ہو چکا ہے۔ اسے ایک طرف ڈال کر صفدر نے جلدی جلدی اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے۔ اندھیرا ان کی حفاظت کر رہا تھا۔

محافظ کے حلق میں رومال ٹھونسنے کے بعد آہستہ سے دروازہ کھولا اور اندر جھانک کر دیکھا۔

اس کمرے میں مدھم سی روشنی تھی اور کوئی سامنے نظر نہیں آ رہا تھا۔

اس نے جولیا کو ٹہوکا دیا اور دونوں اندر داخل ہو گئے۔ محافظ کو انہوں نے بے ہوشی کی حالت میں باہر دیوار کے پاس ہی چھوڑ دیا تھا۔

نیم تاریک کمرے میں وہ دبے قدموں آگے بڑھے۔ اس کمرے میں تیل اور رنگوں کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ کوئی مشین نہیں چل رہی تھی اس لئے کمرے میں سکون تھا صفدر اور جولیا دبے قدموں آگے بڑھتے رہے۔

صفدر کی نگاہ باریک بینی سے ایک ایک چیز کا جائزہ لے رہی تھی۔ اس نے ایک جگہ رک کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس الماری کی طرف بڑھا جس میں اسے پرنٹنگ پلیٹیں نظر آ رہی تھیں۔

اس نے ایک پلیٹ اٹھا کر دیکھی۔

یہ کرنسی پلیٹ تھی۔ صفدر کا دل دھڑکنے لگا۔ اس کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں نمودار ہو رہی تھیں۔

اس کے ہاتھ میں جو پلیٹ تھی اس پر ایک پڑوسی ملک کی کرنسی کا ڈائیزائن تھا۔

صفدر سمجھ گیا کہ جرمن جنگ کے اس زمانے میں ہر اس ملک کی کرنسی چھاپ رہا ہے جو اقتصادی طور پر اس کے مقابلے میں آ سکتا ہے۔ یہ ملک صفدر کے ملک کا دوست تھا اور اسے توقع تھی کہ وہ کسی بھی وقت میدان جنگ میں کود پڑے گا۔

ان پلیٹوں میں اسے اپنے ملک کی پلیٹیں تلاش کرنی تھیں۔

ایک پلیٹ اسے اپنے ملک کی کرنسی کے ڈیزائن والی بھی نظر آئی۔ اسنے جلدی جلدی باقی پلیٹیں بھی تلاش کیں اور چونک پڑا۔

اسی لمحے کمرے میں تیز روشنی ہو گئی۔ جولیا اس دوران میں ڈائنامو کا فیوز مشین کے ساتھ لگا چکی تھی۔

روشنی ہوتے ہی ان کی آنکھیں چندھیا گئیں اور ان کی نگاہ ایک شخص پر پڑی۔

یہ ایک قیدی تھا۔

اس کا چہرہ درشت تھا۔ آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ اس نے سر پر فیلٹ

جیسی ٹوپی پہن رکھی تھی جس پر وردی تھی۔ اس کا شیو بڑھا ہوا تھا صفدر نے اسے ایک نظر دیکھتے ہی پہچان لیا۔

جولیا نے ہاتھ اٹھایا اس سے پہلے کہ گولیوں کی بوچھاڑ اس قیدی پر ہو جاتی صفدر نے گن چھوٹ کر چھین لی۔

یہ شخص یہودی تھا۔ اس کی کئی تصاویر صفدر مختلف اخبارات میں دیکھ چکا تھا۔

دنیا بھر میں کرنسی کا فن جاننے والوں میں وہ شخص مشہور تھا۔

صفدر نے جولیا کا ہاتھ تھاما اور ایک طرف اندھیرے میں لے گیا۔

قیدی کے انداز سے ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ اس کی نگاہ ان دونوں پر پڑی ہو گی۔

جولیا نے گھبراہٹ میں انتہائی خطرناک قدم اٹھانے کا فیصلہ کر لیا تھا صفدر کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔

صبح قریب تھی۔

قیدی کی پرنٹنگ روم میں موجودگی اس بات کو ظاہر کر رہی تھی کہ وہاں رات کا کام ہو رہا تھا۔

وہ دونوں تاریک اندھیرے میں دبکے رہے۔ قیدی مشین کے پاس آیا۔ اس نے ایک نظر مشین کی طرف ڈالی اور اثبات میں سر ہلا دیا۔ جیسے وہ کچھ سمجھ گیا ہو جولیا کی نگاہ اس پر جمی ہوئی تھی۔

صفدر کا ہاتھ ریوالور کے دستے پر سخت ہو گیا۔

وہ کسی بھی نازک موقع پر اس شخص کو ہلاک کرنے کے حق میں تھا لیکن اسے ہلاک کرنا اس کے مسلک کے خلاف تھا۔

میں قیدی کی کراہیں اور سسکیاں گونجنے لگیں۔ اچانک ایک اور فوجی کی آواز سنائی دی۔

وہ بری طرح چیخ رہا تھا۔

"پرنٹنگ پریس غائب ہیں۔"

"تمہیں اس حرکت کے لیے موت کی سزا دی جائے گی۔" افسر غرایا اور قیدی کی پسلی میں اتنی زور سے ٹھوکر ماری کہ وہ لڑکھڑاتا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا پورے کمرے میں فوجی سپاہی اور افسر بھر گئے تھے۔

جولیا اور صفدر نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی۔

وہ اس وقت فوجی ٹرک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ ٹرک سمندر سے کچھ فاصلے پر کھڑا تھا۔ صفدر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

اس کی آنکھوں سے تھکان ظاہر ہو رہی تھی لیکن فاتحانہ مسکراہٹ نے چہرے پر بشاشت کی لہر بکھیر دی تھی۔

"وہ یہودی ماہر مارا جائے گا۔"

"بلاشبہ۔" صفدر نے کندھے اچکائے۔

"ہمیں چاہیئے تھا کہ اسے بھی ساتھ ہی لے آتے۔" جولیا نے کہا۔

"تاکہ اس وقت ہم بھی اس کے ساتھ دیوار کی طرف منہ کئے جرمن گولیوں کا دھڑکتے ہوئے دل سے انتظار کر رہے ہوتے۔ آخر تمہیں اس پر ہمدردی کیوں ہو گئی ہے۔ کہاں تو تم اس پر فائرنگ کرنے جا رہی تھیں۔؟"

"اس وقت میں نے اسے پہچانا نہیں تھا۔" جولیا نے کہا۔

"پہچاننے کے بعد تمہارے پیٹ میں کوئی قرابت داری تو نہیں نکل آئی ہو گی۔"

صفدر نے زندہ دلی کا مظاہرہ کیا۔

"تم بہت چہک رہے ہو۔" جولیا نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔ "وہ شخص ہمارے لئے بہت فائدہ مند ثابت ہو سکتا تھا۔"

"نہیں ہمیں صرف اپنے کام سے کام رکھنا چاہیئے تھا سو ہم نے اپنا مشن پورا کر لیا۔ چیف ہمیں اپنی حدوں سے بڑھنے کی اجازت نہیں دیتا۔"

"ٹھیک ہے۔ اب کیا کرنا ہے۔؟"

"کیا مطلب۔؟"

"کیا تیرتے ہوئے واپس جاؤ گے۔؟"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔" صفدر نے کہا۔ "صبح ہو رہی ہے۔ ہم یہاں سے جتنی جلدی نکل جائیں بہتر ہے۔ ہمارے لئے فرار کا جو راستہ متعین کیا گیا ہے اس کے مطابق ہمیں سمندری سفر ساحل کے ساتھ ساتھ کرتے ہوئے پڑوسی ملک میں پہنچنا ہے جہاں سے اپنے ملک جانا مشکل نہیں ہوگا۔"

"ہمارے ساتھیوں کو اس کا بندوبست کرنا چاہیئے تھا۔"

"ممکن ہے وہ اس سلسلے میں مجبور ہوں۔"

"سورج نکل رہا ہے جلدی کچھ کرو۔ میں کچھ دیر آرام بھی کرنا چاہتی ہوں۔"

گھسٹ گھسٹ کر گھٹنے اور جسم دکھنے لگا ہے۔" جولیا نے نقاہت سے کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔

صفدر نے دائیں طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی

دائیں جانب چند فرلانگ کے فاصلے پر اسے ایک چھوٹی سی ہٹ نظر آ رہی تھی۔ اس میں غالباً مچھیرے رہتے تھے۔ ان کی کشتی دور سے پانی کی سطح

پر ڈگمگاتی نظر آ رہی تھی۔

"میرا خیال ہے ہمیں وہاں سے کشتی مل جائے گی۔"

"لیکن کشتی سے سمندر کی طوفانی لہروں کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔"

"کوشش کرنا ضروری ہے۔" صفدر نے کہا۔ "اگر ہم نے اپنا سارا وقت اسی سوچ بچار میں ضائع کر دیا تو اس ایک سنہری موقع سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔"

"ٹھیک ہے یہاں ہمیں زیادہ دیر نہیں رکنا چاہیئے۔"

"جرمنوں کے کیمپ میں کہرام برپا ہو چکا ہوگا اور ممکن ہے ہماری تلاش میں پوری فوج نکل کھڑی ہوئی ہو۔"

"ہاں۔ یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ اب تک تو اس فوجی ٹرک کی وجہ سے کسی نے ہماری طرف توجہ نہیں دی ہوگی۔"

جولیا نے تائید کی۔

صفدر نے ٹرک اسٹارٹ کر دیا۔

جب وہ اس ہٹ کے قریب پہنچے تو وہاں دو آدمی موجود تھے۔ ان کے لباس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ مقامی ماہر گیر ہیں۔ ان میں سے ایک سخت جان اور سخت چہرے والا آدمی تھا۔ لیکن جب صفدر نے ریوالور تان لیا تو ان کے چہروں پر دہشت پھیل گئی۔

"ہمیں صرف تمہاری کشتی کی ضرورت ہے۔"

"لے جاؤ۔" کرخت چہرے والا عجیب لہجے میں بولا۔ "تمہیں اپنی گولیاں ضائع نہیں کرنی چاہئیں۔"

"میں خوش ہوں کہ تم ایک سمجھدار آدمی ہو۔" صفدر نے قدرے طنز

اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"میں خود بھی کشت وخون پسند نہیں کرتا۔"

"ہاں۔ یہ تو برہمنوں کی تاریخ ہے۔" گرنت چہرے والے نے تلخ لہجے میں کہا۔ "خون آشام درندے۔"

صفدر نے کندھے اچکائے۔ وہ جولیا کے ساتھ کشتی میں بیٹھ گیا۔ خوش قسمتی سے یہ ایک تیز رفتار لانچ تھی۔ فیول وہ پہلے ہی چیک کر چکا تھا۔ احتیاطاً اس نے ماہی گیروں کی تلاشی بھی لے لی تھی۔ جھونپڑے میں گھس کر بھی دیکھ لیا تھا کہ کہیں کوئی گن وغیرہ تو نہیں ہے۔ اس بات کا امکان تھا کہ جیسے ہی ان کی کشتی پانی میں آگے بڑھے وہ عقب سے فائرنگ شروع کر دیں۔

ان کی لانچ تیزی سے سمندر کے سینے پر چلتی ہوئی اٹلی کے ساحل کی طرف بڑھ رہی تھی۔ صفدر مطمئن تھا کہ اس کا مشن خوش اسلوبی سے مکمل ہو گیا ہے۔

جولیا لانچ کے عقبی حصے میں خاموش بیٹھی دور افق کی طرف گھور رہی تھی۔ صفدر نے اس کی طرف دیکھا اور مسکرانے لگا۔

"طلوع ہوتے ہوئے سورج کا منظر واقعی خوبصورت ہوتا ہے۔" اس نے کہا۔

"ہاں۔" جولیا نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ "لیکن بالکل ایسا ہی منظر اس وقت بھی ہوتا ہے جب سورج غروب ہوتا ہے۔ صبح کے وقت یہ منظر آدمی کو خوش گوار تاثرات دیتا ہے جبکہ شام کے وقت اداسی طاری کر دیتا ہے۔"

"یہ فلسفہ سمجھ رہا ہے۔" صفدر ہنس پڑا۔

"یہ فلسفہ نہیں حقیقت ہے۔" جولیا نے کہا۔ "میرا مطلب ہے کہ اگر تمہارے ذہنی فلسفہ کی حیثیت محض جملے بازی ہے۔"

"تم غالباً مجھے کچھ سمجھانا چاہتی ہو۔" صفدر بدستور مسکراتا رہا۔ "ٹھیک ہے وقت گزارنے کے لئے یہ بحث بھی بری نہیں ہے۔"

"وقت گزر چکا ہے صفدر اور اب شام ہو رہی ہے۔ میں اسی لئے اداسی محسوس کر رہی ہوں۔"

"کیا مطلب۔؟"

صفدر چونک پڑا۔

"مطلب صاف ہے۔" جولیا نے کہا۔ "تمہاری زندگی کی شام ہو چکی ہے۔"

صفدر کا دل اچھل کر حلق میں اٹک گیا۔ اس کی نگاہ جولیا پر جمی ہوئی تھی وہ اس کے لہجے کی تبدیلی کو زبان اور ذہن پر محسوس کر چکا تھا۔ جولیا کے ہاتھ میں سیاہ پستول اور بہت نوفناک محسوس ہو رہا تھا۔

"یہ کیا حرکت ہے جولی۔؟" صفدر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ برقرار رہی۔ "کیا وقت گزارنے کے لئے تم کوئی سنجیدہ مذاق کرنا چاہتی ہو۔"

"یہی تو تمہیں اب تک احساس نہیں ہو سکا کہ یہ سب کچھ مذاق نہیں بلکہ حقیقت ہے ایک ایسی حقیقت جس کا نتیجہ تمہارے لئے مہلک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔"

صفدر بے ڈھنگے پن سے ہنسنے لگا۔ اگرچہ اس کا لہجہ طنزیہ انداز میں دھڑک رہا تھا لیکن چہرے سے کسی قسم کے تاثرات ظاہر نہیں ہو رہے تھے۔

"پرنس بلیوں کا نقشہ میری طرف پھینک دو۔ جولیا کا چہرہ خوامخواہ بگڑ گیا۔ "وہ میرے پاس محفوظ ہے۔"

"شٹ اپ۔ میں بے حد سنجیدہ ہوں۔" جولیا نے تلخ لہجے میں کہا۔ "مائیکل تم ابھی تک یہی سمجھ رہے ہو کہ میں تمہاری وہ سوشل دوست جولیا ہوں۔ بھول جاؤ۔ صفدر میں اولگا ہوں اور میرا تعلق دوسرے بلاک سے ہے۔"

صفدر خاموشی سے مسکراتا رہا۔ اس کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا جیسے وہ اب بھی جولیا کی اس حرکت کو مذاق میں ٹال رہا ہو یا پھر اسے یہ یقین نہ آ رہا ہو کہ جولیا اس سے کوئی ایسا مذاق بھی کر سکتی ہے۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔" اولگا نے ریوالور والا ہاتھ لہرایا اور فائر کی مدا۔ گولی صفدر کے کان سے سنسناتی بچاتی ہوئی نکل گئی۔

"یہ گولی تمہارے چہرے میں سوراخ بھی بنا سکتی تھی۔" اس کا لہجہ کاٹ دار تھا۔

"لیکن میں اتنی رفاقت کے بعد نہیں چاہتی کہ تمہیں ہلاک کر دوں۔ میری اس خواہش کی تکمیل اسی صورت میں ممکن ہے کہ تم وہ نقیلا خاموشی سے میرے حوالے کر دو۔ اتنا پلیٹونیم میرے ملک کی ضرورت ہے۔"

"اگر یہ حقیقت ہے۔ تمہیں میری بہت سی غلط فہمیاں دور کرنی پڑیں گی۔"

صفدر نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے انداز سے ذرا سی بھی گھبراہٹ کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔

"تم وہ نقیلا مجھے دے دو۔ میں تمہاری ہر غلط فہمی دور کر دوں گی۔"

اولگا نے کہا۔

"ہمیں اب تک تین لوگوں نے مدد دی تھی وہ کون تھے۔؟"

"سب ہمارے ساتھی تھے۔"

"ایکسو کے اس مقامی ایجنٹ کا کیا ہوا۔؟"

"ہمیں صرف تمہاری ضرورت تھی۔ اس لئے ہم نے اسے راستے سے ہٹا دیا تھا۔" اولگا نے مسکرا کر کہا۔ "ہر آدمی اپنے فرض کے ہاتھوں مجبور ہوتا ہے اب تم یہی دیکھ لو کہ میں تمہاری دوست جولیا کے بہروپ میں ہوں اور تم مجھے نہیں پہچان سکے۔ تم تو کیا تمہارا وہ پراسرار چیف بھی مجھے شناخت نہیں کر سکا۔"

"شٹ اپ۔" صفدر غرایا۔ "چیف کے بارے میں کوئی بات کرنے سے پہلے یہ سوچ لینا کہ تمہارا انجام کیا ہو سکتا ہے۔"

"تم نے حیرت انگیز میک اپ کیا ہے تمہاری شباہت اس حد تک ملتی ہے کہ ہر آدمی دھوکہ کھا سکتا ہے۔ کیا تم نے پلاسٹک سرجری کروا رکھی ہے یا یہ کوئی جدید قسم کا میک اپ ہے۔"

"نہیں یہ میک اپ نہیں ہے۔" اولگا نے مسکرائی۔

"کیا مطلب۔؟"

صفدر چونک پڑا۔

"دراصل میری شباہت جولیا سے اس قدر ملتی جلتی ہے کہ وہ خود بھی دھوکہ کھا گئی تھی۔ وہ اپنی دانست میں خواب دیکھ رہی تھی یا آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔"

مجھے دیکھ کر اس نے ہاتھ دانتوں سے کاٹ لیا تھا۔"

"اوہ۔ اتنی حیرت انگیز مشابہت۔" صفدر نے حیرت سے کہا۔

"یہ دنیا ہے یہاں سب کچھ ممکن ہے۔" اولگا نے قہقہہ لگایا۔ وہ یکدم سنجیدہ ہو گئی۔ "اب تم وہ نقیلا میرے حوالے کر دو۔"

"تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گی۔؟"

"میں تمہیں ساحل پر اتار کر خود چلی جاؤں گی۔"

"لیکن یہ سراسر زیادتی ہے۔"

صفدر نے احتجاج کیا۔

"ہاں۔ لیکن یہ سراسر میرے مفاد کے حق میں ہے۔"

"تم واقعی بہت گہری اورگا۔" صفدر نے مایوسی سے کہا۔ اس سے پہلے کبھی اتنی فاش شکست کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ مجھے یہ شکست زندگی بھر یاد رہے گی اور میں تمہیں بھی کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"میں تمہارے جذبات کی قدر کرتی ہوں اس لئے ان احکامات کے خلاف ورزی کر رہی ہوں جو مجھے ہیڈ کوارٹر میں دیئے گئے تھے۔ ان کے مطابق مجھے چاہیئے تھا کہ تمہیں بیگار کیمپ سے فرار ہوتے وقت ہی ٹھکانے لگا دیتی۔"

"مجھے تمہارے جذبات کا احساس ہے۔" صفدر کا لہجہ احسان مندی کے جذبات سے بھاری ہو رہا تھا۔ "لیکن کیا یہ ممکن نہیں کہ تم مجھے اٹلی کے ساحل تک پہنچا دو۔ میرے لئے وہاں سے واپس جانا نسبتاً آسان تر ہو گا۔"

"نہیں۔" اورگا کا لہجہ سخت تھا۔ "میں کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتی اتنا ہی کافی ہے کہ تمہاری جان بخشی کر رہی ہوں۔"

"لیکن یہ بھی تو سوچو کہ ممکن ہے میں برمنوں کے ہاتھ لگ جاؤں۔" صفدر نے قدرے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ "ایسے میں میرا انجام کیا ہو گا۔؟"

"یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے۔"

"کیا ایکسٹو کا مقامی ایجنٹ زندہ ہے۔؟"

"نہیں۔ اسے ٹھکانے لگا دیا گیا ہے۔" اورگا نے جواب دیا۔

"اور جولیا۔؟"

"ممکن ہے میرے ساتھیوں نے اسے چھوڑ دیا ہو یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ۔"

اورگا نے معنی خیز انداز میں جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"اوہ ہو۔" صفدر کے ہونٹ سکڑ گئے۔

اس نے اورگا کی طرف دیکھا۔ وہ لاپرواہی کا اور اصلی مزا ہو نہیں کر رہی تھی۔ ریوالور پکڑنے کا انداز بتاتا تھا کہ وہ اسے چلانے میں ماہر ہے۔ اس کی نگاہ صفدر کی ایک ایک حرکت پر بھی ہوتی تھی۔

"لاؤ۔ یہ تھیلا میری طرف پھینک دو۔"

اورگا غرائی۔

صفدر نے تھیلا اس کی طرف اچھال دیا۔ اس نے تھیلا اچھلتے وقت اس بات کا خیال رکھا تھا کہ اورگا کو اسے تھامنے کے لئے تھوڑا اور آگے جھکنا پڑے جیسے ہی وہ تھیلا اچھلنے کے لئے جھکی صفدر کسی طاقتور اسپرنگ کی طرح اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔

وہ عقاب کی طرح اورگا پر جھپٹ پڑا۔

اورگا لڑکھڑا گئی۔ غالباً اسے توقع نہیں تھی کہ صفدر اتنی دور سے اس پر کود پڑے گا۔ ریوالور کے دستے پر اس کی گرفت ڈھیلی نہیں پڑی تھی۔ اس کی انگلی کا دباؤ ٹریگر پر بڑھ گیا۔

نال سے گولی نکلی لیکن اس وقت تک صفدر اس کی کلائی کو اپنے آہنی

پنجے میں پکڑ چکا تھا۔ نال کا رخ پانی کی طرف تھا۔ گولی پانی کی سطح سے ٹکرائی اور گہرائیوں میں ڈوبتی چلی گئی۔

اورگا نشانہ پکڑنے میں کامیاب نہیں ہوئی تھی۔ نشانہ درست تھا۔ پانی کی سطح پر گرتے ہی وہ تہہ کی طرف ڈوبتا چلا گیا۔ اورگا پر دیوانگی طاری ہو گئی جیتی ہوئی بازی یوں ہارنے سے اس کا دماغی توازن بگڑ گیا تھا۔ دونوں ایک دوسرے سے الجھے ہوئے تھے۔

اورگا ڈکرا رہی تھی۔ صفدر نے پوری قوت سے ایک ہاتھ اورگا کی گیٹی پر مارا۔

اورگا کے ناخن اس کے جسم میں پیوست ہو گئے تھے۔ اس چوٹ کے بعد اس کے بازو بے جان ہو گئے اور وہ صفدر کی بانہوں میں جھول گئی۔ اگر صفدر نے اسے سنبھال نہ لیا ہوتا تو وہ یقیناً پانی میں گر گئی ہوتی۔

اسے بیک حرف ڈال کر صفدر نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ وہ چاہتا تھا کہ جلد از جلد اگلی پنچ جائے۔ وہاں سے وہ ایکسٹو کے مقامی ایجنٹوں سے رابطہ قائم کر کے وطن واپسی کے انتظامات کروا سکتا تھا۔

صفدر حیرت سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا جن میں بال برابر بھی فرق نہیں تھا۔ اس نے چیف کی طرف دیکھا جس کی آنکھوں میں ذہانت نہ چمک تھی۔

"اسے ساتھ لے کر تم نے بڑی دانشمندی کا مظاہرہ کیا ہے صفدر۔" ایکسٹو کی محظوظ سی آواز ابھری۔

"اسے زندہ رکھنا میرے نزدیک اس لئے ضروری تھا کہ مجھے نولیا کے بارے میں فکر تھی۔ پرنٹنگ پلیٹوں کا تھیلا تو سمندر کی طوفانی لہروں کی نذر ہو چکا تھا۔ لیکن میں اسے کسی صورت میں ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

"گڈ۔ بہرحال جب جولیا کو آنے میں دیر ہوئی تھی تو میں شبہ میں مبتلا ہو گیا تھا کہ یقیناً کوئی خاص بات ہے۔ میرا کوئی ماتحت بلاوجہ دیر نہیں کر سکتا۔ اورگا نے بظاہر تو مجھے مطمئن کر دیا تھا لیکن جولیا کی چھٹی حس اس معاملے میں سب سے زیادہ تیز تھی۔ اس نے مجھے اس احساس کے بارے میں بتا دیا تھا جو اورگا کو دیکھتے ہی اسے ہوا تھا۔

کیپٹن فرنٹ ایجنٹ جوان دونوں یہاں سرگرم عمل تھے۔ انہوں نے جولیا کو اغوا

کرکے اس کی جگہ اولگا کو دے دی تھی چونکہ اولگا نے میک اپ نہیں کر رکھا تھا اس لئے مجھے شبہ نہیں ہو سکا۔ لہجے میں غیبت سی تبدیلی تھی یہی تبدیلی کبھی کبھی وجہ سے بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

جوزف نے جیسے ہی اشارے سے اس شبہ کا اظہار کیا۔ میں نے اولگا کی حرکات کا بغور جائزہ لیا اور یہ سمجھ گیا کہ جولیا کی بجائے کوئی دوسری ہی لڑکی ہے۔

اتفاق سے ایکسٹو بیک ایجنٹ نے دانش منزل میں گھسنے کی کوشش کی تھی جوزف نے اسے پکڑ لیا تھا۔ اس پر تشدد کر کے جولیا کے بارے میں معلوم ہو گیا تھا۔

چونکہ وہ مقامی ایجنٹ تھا اس لئے اسے زیادہ معلومات نہیں تھیں۔ بہرحال عمران اور چند ماتحتوں نے مل کر اس اڈے کا صفایا کر دیا جہاں ان ایجنٹوں کا قیام تھا۔

عمران ہی کے مشورے پر میں نے انہیں اولگا کی حقیقت سے لاعلم رکھا تھا اس سارے مشن میں عمران کم سے زیادہ دور نہیں تھا۔ شاید انہیں یہ سنکر خوشی ہو کہ جرمنی میں مقیم میرا وہ ایجنٹ بھی محفوظ ہے جسے اولگا کے ساتھی تم سے الگ کر کے لے گئے تھے۔

"اوہ۔" صفدر کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔ اس کے ذہن میں اپنے چیف کے بارے میں سو طرح کے جملے پکڑا رہے تھے۔ یقیناً وہ اپنے ساتھیوں کی ہر وقت بحال کے لئے ہر وقت جاگتا رہتا ہے۔

"اولگا کو ہمارے ساتھ لگائے رکھنے کی ایک اور بھی تھی۔ ہم نے جرمنی اور روس میں مقیم اس کے ان ساتھیوں کو بھی ٹھکانے لگا دیا ہے جن سے مستقبل

میں کوئی خطرہ لاحق نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر تمہیں اولگا کے بارے میں بتا دیا جاتا یا اولگا اس دوران میں اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم نہ رکھتی تو اس کے تمام ساتھی ہماری نگاہوں سے اوجھل رہتے اور ہم کبھی ان پر ہاتھ ڈالنے میں کامیاب نہ ہوتے۔"

"لیکن وہ پیرنگ پلیس۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔؟"

"ان کے ضائع ہونے کا افسوس نہ کرو۔ انہیں ہلاک کرنا ضروری تھا۔ ہمیں صرف ان کے مشن کو تباہ کرنا تھا جس کی وجہ سے ہماری عیشت تباہ ہو رہی تھی۔ اب وہ پورا چھاپہ خانہ اولگا کے لگائے ہوئے ڈائنامائیٹ سے تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ نیا چھاپہ خانہ لگاتے ہیں ان کو چھ ماہ لگیں گے۔"

صفدر نے اثبات میں سر ہلایا۔

اس نے اولگا کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا اور آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔ صفدر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ "تم بہت پر اعتماد تھیں اولگا۔" اس نے کہا۔ "لیکن شاید تمہیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ ہمارے ہاں بھی عقل استعمال ہوتی ہے۔"

اولگا نے جواب نہیں دیا اور منہ پھیر لیا۔

جولیا مسکرا رہی تھی۔ ایکسٹو کمرے سے جا چکا تھا

"مجھے افسوس ہے کہ میں اس مشن میں تمہارا ساتھ نبھا نہیں سکتی" جولیا نے کہا۔

"بہرحال میں تو تمہیں اپنے ساتھ ہی سمجھتا تھا۔"

"ارے۔ ۔ ۔ ۔ دد۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یعنی چپڑی ہوئی اور وہ بھی دو دو" ایک آواز سنائی دی۔

سب چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے جہاں عمران اپنی تمام تر

حاقتوں سمیت موجود تھا۔ وہ پلکیں جھپکا جھپکا کر جولیا اور اولگا کو دیکھ رہا تھا۔

پھر آگے بڑھا اور اولگا کا ہاتھ تھام کر بھرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تم مجھے کب تک تڑپاتی رہو گی جولیا۔ چلو اب جلدی سے شادی کر لو۔"

وہ یکایک خاموش ہو گیا۔ پھر اس نے جلدی سے اولگا کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

جولیا ہنس پڑی۔

"جولیا تو میں ہوں عمران صاحب۔"

"اچھا۔" عمران نے حیرت سے کہا۔ "شادی کے لئے تیار ہو یا نہیں؟ جلدی بتاؤ ورنہ میں اس راکٹ چڑیا کو ساتھ لے کر کسی چڑیا گھر میں چلا جاؤں گا۔"

جولیا کا ہاتھ سینڈل کی طرف بڑھا لیکن اس وقت تک عمران قلابازیں بھرتا ہوا سفدر کی پناہ میں پہنچ گیا تھا۔ سفدر بھی بے تحاشہ ہنسنے لگا۔

ختم شد

ممتاز کا نیا ناول

طلاق

آج ہی طلب کیجیے

عمران سیریز کے نئے ناول

شائع ہو گئے ہیں				چھپ رہے ہیں	
قتل کا ہنگامہ	نغمہ صفی	مخلص دشمن	نغمہ صفی	موت کا پھندا	نغمہ صفی
مردہ مجرم	,, ,,	خفیہ رپورٹ	,, ,,	سایۂ ہم	,, ,,
جہاز کا ہنگامہ	,, ,,	پانی کی خاتون	,, ,,	جھوٹ کا سایہ	,, ,,
مقدس جام	,, ,,	بے آواز طیارے	,, ,,	شیطانی چہرہ	,, ,,
پانچ حریف	,, ,,	کرسٹل مین	ابن کلیم	مجرم فرشتہ	,, ,,
پرانا دشمن	ابن کلیم	ہواؤں والی	,, ,,	پراسرار جادوگر	,, ,,
خون کے شکاری	,, ,,	آپریشن لانگ جمپ	ایچ اقبال	قیدی نمبر ۹۹	ایچ اقبال
		دوسرا دھماکہ	,, ,,	کاغذی بم	,, ,,

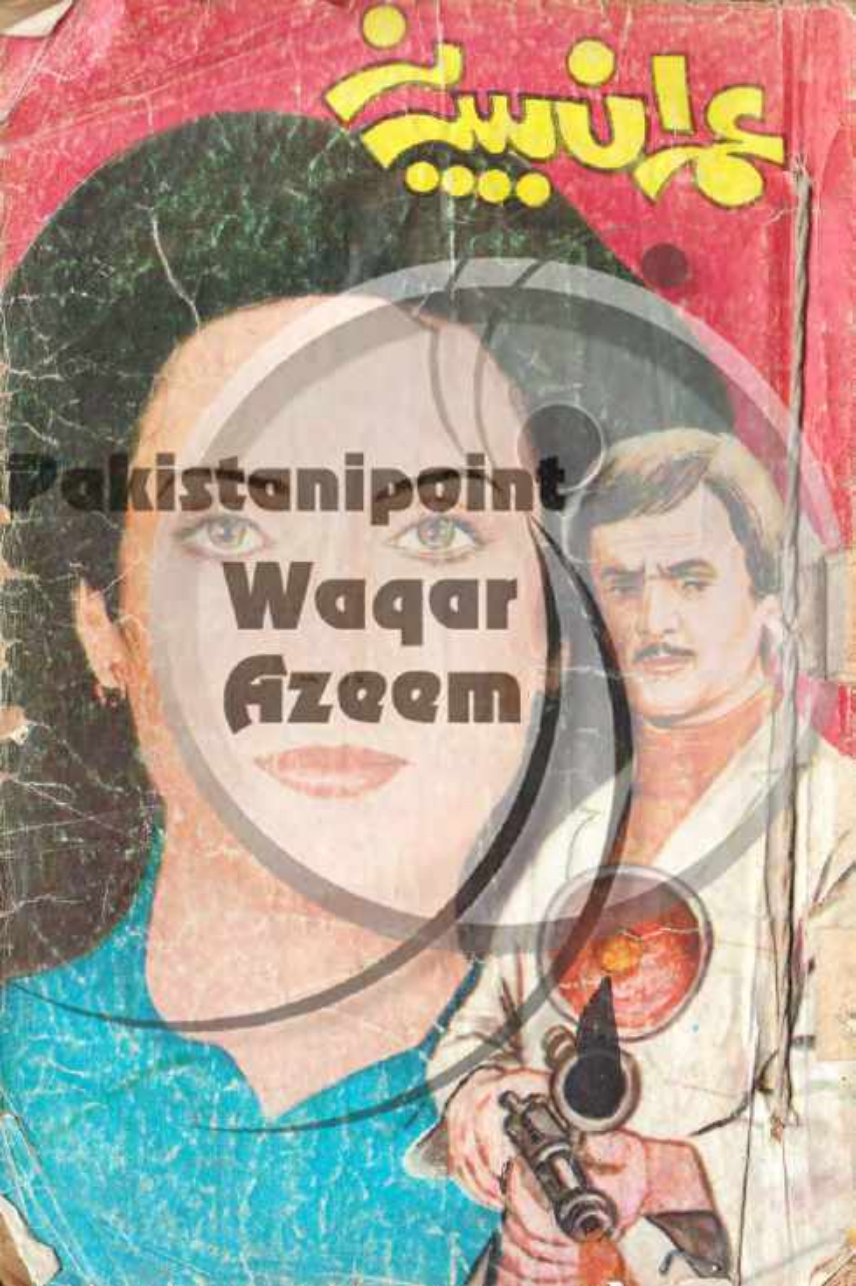
درج بالا ہر ناول کی قیمت ۲۰-۳ روپے ہے صرف خاص نمبر ۵ روپے کا ہے

بچوں کے دلچسپ ناول

ایوب کی چالاکی	۳-۰۰	پکڑا گیا	۲-۰۰
رازی کی قیمت	۳-۰۰	ننھے قیدی	۳-۰۰
دلیر شہزادہ	۲-۵۰	معصوم شہزادی	۳-۵۰
سونے کا سیب	۳-۵۰	ننھے بہادر	۳-۵۰

آج ہی طلب فرمائیے

ادبی اکیڈمی ۱۰ لیاقت آباد کراچی ۱۰


عمران سیریز
Pakistanipoint
Waqar
Azeem

نعمہ صفی کی عمران سیریز

مکمل ناول

عفریت

خط و کتابت کا پتہ

ایوب اکیڈمی

سہراب پور ، ـــــــ

جنوب میں ایک خود مختار ریاست تھی ۔ ریاست زیادہ بڑی نہیں تھی لیکن اپنے جغرافیائی محل وقوع کی وجہ سے وہ دُنیا کی اُن چند اہم ریاستوں میں شمار ہوتی تھی۔ جنہیں بنیادی طور پر براعظموں کے ستون ہونے کا شرف حاصل ہے ۔ اپنے جغرافیائی محل وقوع کے علاوہ ریاست سہراب پور پلاٹینم کی کانوں کی وجہ سے دُنیا بھر میں مشہور تھی ۔ یہاں کی کانوں سے نکلنے والا پلاٹینم اپنی قسم کا واحد اور بہترین پلاٹینم کہلاتا تھا ۔

یہاں کے بلند و بالا پہاڑوں کے دامن میں بنجر اور بے آب و گیا زمین کا سینہ چیر کر سہراب پور کے جفاکش باشندوں نے دُنیا کی انتہائی قیمتی دھات دریافت کی تھی ۔ اس ضمن میں پرنس شکیل کی گراں قدر خدمات ، قابلِ تعریف ہیں تھیں ۔

جنھوں نے سہراب پور اسٹیٹ میں پلاٹینم کی موجودگی کا پتہ چل جانے کے بعد اپنی مثالی جدوجہد اور انتھک محنت سے کھدائی کے کام کو آگے بڑھایا تھا ۔

اس کام کے لئے انھیں بہت سے مشکل ترین مراحل سے بھی گزرنا پڑا تھا ـــــ کانوں کی کھدائی کے لئے اُن کے پاس افرادی قوت کی کمی نہیں تھی ـــ لیکن جدید ترین سائنسی آلات اور مشنری کے لئے سرمائے کی فراہمی اور فنی ماہرین جیسے اہم اور پیچیدہ مسئلوں

سے نمٹنا ایک کارنامہ ہوا تھا۔

یہ بات بھی سب پر اسٹیٹ کے رہنے والوں پر روزِ روشن کی طرح عیاں تھی کہ پرنس شکیل نے اپنے والد پرنس امین کی وفات کے بعد کتنے سنگین بحران کے دوران عنانِ حکومت سنبھالی۔ انتظامی امور میں اقربا پسند اور جی حضور قسم کے لوگوں کے گھس آنے کی وجہ سے اسٹیٹ کی انتظامیہ تقریباً ناکارہ ہو کر رہ گئی تھی۔ کیونکہ انتظامیہ میں اکثر لوگ ایسے تھے جو کسی قابلیت کی وجہ سے نہیں بلکہ کسی افسر سے رشتہ داری کے سبب یا بڑی بڑی رشوتیں دے کر ملازم ہوئے تھے۔ ایسے ہی لوگوں کی اکثریت کی وجہ سے ریاست ایک طرف معاشی زبوں حالی کا شکار تھی۔ اور دوسری جانب ان کی نا اہلی کے سبب کاروبارِ سلطنت بالکل ٹھپ ہو کر رہ گیا تھا۔

پرنس شکیل کے والد پرنس امین نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح اُن مسائل کو سلجھا سکیں جو بہت زیادہ بگڑ چکے تھے لیکن اس طرح اُن کی اپنی تمام کوششیں رائیگاں ہی گئیں کہ مفاد پرست ٹولہ جو اپنے ذاتی مقاصد کیلئے ملک و ملت کے نقصان کا بھی خیال نہیں کرتا۔

دوستوں کی شکل میں دشمن۔ اور انسان کے روپ میں فرشتے کس جگہ موجود نہیں ہوتے پرنس امین کی ہر ممکن کوشش کے باوجود انسان نما بھیڑیوں کا پھیلایا ہوا فتنہ اثر دکھانے لگا سازشوں کا ایک کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔

چار دیواری کی سازشوں نے زور پکڑ لیا ــــ اور بالآخر یہ سازش اور محلاتی سازشیں رنگ لائیں ــ پرنس امین کو اُن کی خواب گاہ میں کسی اندیکھے قاتل نے قتل کر دیا۔

پرنس ایبن کے قتل کے بعد اصولی طور پر اُن کے دونوں بیٹے، پرنس شکیل اور پرنس عقیل، سہراب پور اسٹیٹ پر حکومت کے حقدار تھے۔ پرنس شکیل کا حق بڑے ہونے کے ناطے تخت پر پہلے تھا لیکن یہاں بھی سازشوں کی چالیں کامیاب ہو گئیں اور پرنس شکیل کی جگہ پرنس عقیل کو تخت پر بٹھا دیا گیا۔ پرنس عقیل کسی بھی صورت میں اسٹیٹ پر حکومت کرنے کا اہل نہیں تھا۔ دوسرے اس کو اس بات کا شدید احساس تھا کہ مجھے بھائی کا حق مارا گیا ہے۔

ریاست کے پیچیدہ مسائل اور جی حضوریوں میں گھر کر پرنس عقیل اپنے اندر جو کچھ صلاحیتیں تھیں وہ بھی کھو بیٹھا۔ بڑا بھائی چھوٹے بھائی کے حق میں حرفِ شکایت زبان پر لائے بغیر خوشی تخت سے دست بردار ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر چکا تھا۔ لیکن ریاست کی زبوں حالی اور چھوٹے بھائی کی انتہا کو پہنچی ہوئی مشکلات اس کے دل میں کانٹا بن کر چبھنے لگتیں۔ وہ بے اختیار بھائی کو سمجھاتا، زمانے کی اونچ نیچ سے آگاہ کرتا۔ خوشامدیوں سے دُور رہنے کی تلقین کرتا اور چھوٹے بھائی کو مجبور اور بے بس پا کر خاموش ہو کر واپس چلا آتا۔ پرنس عقیل کی نادانیوں کے سبب مفاد پرستوں نے خوب خوب فائدہ اُٹھایا۔ عام آدمی کی زندگی اجیرن ہو گئی۔ معاشی حالت کی پسماندگی اپنے عروج پر پہنچ گئی۔

پرنس عقیل نے جب دیکھا کہ پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے اور حالات قابو سے باہر ہو چکے ہیں تو اس نے چھت کے کنڈے میں رسی کے ذریعے پھندہ لگا کر خودکشی کر لی۔ اور مرنے سے پہلے پرنس شکیل کے حق میں اسٹیٹ کے تخت سے دست بردار ہو گیا۔

پرنس شکیل نے جب اقتدار سنبھالا تو ایک جانب مرحوم بھائی کا غم اور دوسری جانب محلاتی سازشوں کا جال تیسری جانب معاشی اور اقتصادی مسائل اور چوتھی جانب پڑوسی ممالک کی ریشہ دوانیاں ـــ اُن کے سامنے چیلنج کی صورت میں کھڑی تھیں ـــ انہیں اسٹیٹ کی زبوں حالی اور اپنی نازک پوزیشن کا پورا پورا احساس تھا۔

وہ ان تمام مسائل سے نمٹنے کے لئے اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے سینہ سپر ہو گئے اُن کی مخلصانہ اور بے باک قیادت کے سبب جلد ہی اسٹیٹ پر سے تاریکی کے بادل چھٹنے لگے ـــ انھوں نے ایک جانب انتظامیہ کو بدعنوانی سے عناصر سے پاک کیا اور دوسری جانب ریاست کو جدید خطوط پر چلانے کے لئے مختلف انتظامی اُمور ایسے لوگوں کے ہاتھ میں دیئے جن میں اس کی پوری صلاحیتیں موجود تھیں ـــ ریاست کے عوام میں آہستہ آہستہ خود اعتمادی پیدا ہونے لگی اور وہ پرنس شکیل کی قیادت میں آہستہ آہستہ ترقی کے راستے پر چلنے لگے ـــ سونے پر سہاگہ ریاست کی قسمت کا ستارہ اس وقت پوری آب و تاب سے چمک اٹھا جب ریاست میں پلاٹینم کے ذخائر کا پتہ چلا۔

پرنس شکیل نے پلاٹینم کے ذخائر کا پتہ چلتے ہی اپنی زیادہ تر توجہ اِسی جانب مبذول کر دی ـــ پہاڑوں کو کھود کر پلاٹینم نکالنا کوئی آسان کام نہیں تھا لیکن ریاست کے جفاکش لوگوں نے اپنی انتھک محنت کے ذریعے اس کام کو بھی آسان بنا لیا تھا۔

پلاٹینم کی دریافت کے بعد ریاست کی ترقی میں حیرت انگیز طور پر اضافہ

ہو گیا۔ دولت کی فراوانی نے ریاست کے جو علاقے بنجر اور غیر آباد پڑے تھے۔ انہیں خوبصورت نخلستانوں میں تبدیل کر دیا۔ خوبصورت کشادہ سڑکیں سر بفلک عمارتیں، پھلوں کے بیشمار باغات نے ریاست سہراب پور کا نقشہ ہی بدل کر رکھدیا تھا۔ جہاں اسٹیٹ میں اقتصادی اور معاشی طور پر انقلاب آفرین تبدیلیاں ہوئیں وہیں پرنس شکیل نے سرحدوں کی حفاظت کا معقول بندوبست کر کے اپنی زمین میں چھپے ہوئے بیش قیمت خزانوں کو دیگر حریص ممالک سے کسی حد تک محفوظ کر لیا۔ اس ضمن میں انھوں نے عمران کے ملک کے جنگی ماہرین کی خدمات حاصل کیں اور جدید ترین ہتھیاروں سے اسٹیٹ کی افواج کو مسلح کر دیا۔

وہ ایک بہت ہی خوشگوار صبح تھی۔ ریاست کا مرکزی شہر نیند سے پوری طرح بیدار ہو چکا تھا۔ لوگ اپنے روز مرہ کے معمولات میں مشغول ہو گئے تھے۔

ریاست کی واحد بندرگاہ پر جہازوں سے مال اتارنے اور چڑھانے کا کام شروع ہو چکا تھا۔ گودی سے ذرا فاصلے پر بنی ہوئی ممنعت چیک پوسٹیں اپنا کام شروع کر چکی تھیں۔ اچانک سمندر کی پرسکون موجوں میں تلاطم پیدا ہو گیا۔ اس میں اتنی سرکشی آگئی کہ وہاں پر لنگر انداز جہاز تنکوں کی طرح ڈولنے لگے۔ لوگ بندرگاہ پر کھڑے سراسیمہ انداز میں سمندر کے اس نئے روپ کو دیکھ رہے تھے۔ پورٹ ٹرسٹ کی انتظامیہ کے کارکنوں کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس نئی افتاد سے کیسے نمٹا جائے۔ سمندر کی موجوں میں اس طرح خوفناک ہلچل مچ رہی تھی جیسے کوئی نادیدہ ہاتھ اس میں کارفرما ہو۔

ڈوبتے جہازوں کو اُن کا عملہ قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جہازوں میں موجود اجناس و دیگر اشیاء نہایت بے ترتیبی سے سمندر اور ہا بر پر گر رہی تھی۔ افراتفری کا عالم اپنے عروج پر تھا۔ لیکن یک لخت ماحول پر سکون چھا گیا۔ جس کی نظر بھی سمندر کے اس حصے پر پڑی۔ جہاں سے ایک دیو ہیکل بلا سر اُبھار رہی تھی۔ وہ حیرت زدہ اور گنگ سا ہو کر اسی جانب ٹکٹکی باندھے دیکھنے لگا۔ جو ابھی تک اس مہیب بلا کو دیکھ نہیں پائے تھے اپنے ساتھیوں کو اس جانب دیکھتا پا کر اُن کی نظریں بھی غیر اختیاری طور پر اسی جانب اُٹھ جاتیں اور وہ بھی سکتے کی حالت میں اس جانب دیکھنے لگتے۔

موجوں کے بے پناہ شور میں بندرگاہ پر جہازوں سے گرتی ہوئی بے شمار اشیاء کی آوازوں نے قیامت برپا کر دی تھی۔ لیکن ان تمام باتوں سے قطع نظر ہا بر پر موجود ہر شخص، نہایت حیرت اور دہشت کے عالم میں ٹکٹکی باندھے اس بلا کو دیکھنے میں مصروف تھا۔

وہ سمندر کا سینہ چیرتا ہوا اُبھر رہا تھا۔ سمندر میں شدید ارتعاش اسکے لمبے لمبے ہاتھوں کی وجہ سے ہو رہا تھا۔ جنھیں وہ پانی میں اِدھر سے اُدھر حرکت دے رہا تھا۔ اسکا سر بلاشبہ ایک بڑی فٹبال کے مانند تھا۔ جس پر ہر جانب، گہرے سیاہ بال ہی بال نظر آ رہے تھے۔ اس کی آنکھیں قدرے چھوٹی لیکن انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ ناک کی جگہ صرف اُبھار سا نظر آ رہا تھا۔ جبکہ اسکا منہ بہت بڑا تھا جس میں سے جھانکتے ہوئے سفید سفید نوکیلے دانت بہت بھیانک معلوم ہو رہے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ پانی سے باہر آ رہا تھا چہرے کی مناسبت

سے اسکا سینہ بھی کافی سے زیادہ کشادہ تھا۔۔۔ اختوں کی طرح ٹانگیں بھی کافی لمبی تھی
لہر سے پچیس گز کے فاصلے پر وہ پوری طرح پانی سے باہر آگیا۔۔۔ گو وہ
اس وقت سمندر ہی میں تھا لیکن سوائے ٹخنوں کے اسکا تمام جسم پانی سے باہر
تھا۔۔۔ اسکا قد اندازاً کم و بیش چالیس فٹ کے لگ بھگ تھا۔۔۔ اس کی چھوٹی
چھوٹی گول گول آنکھیں لہر پر جمع ہجوم پر لگی ہوئی تھیں۔۔۔ جو خوف و دہشت
سے ساکت ہو کر رہ گیا تھا۔۔۔ وہ دیو ہیکل عفریت "عف عف" کرتا کنارے
پر آ رہا تھا۔۔۔ اسکے قدموں کے ارتعاش سے پانی میں بے شمار بھنور پڑ رہے
تھے، لہروں کی شدت میں اضافے کے باعث بڑے بڑے جہاز تنکے کی مانند
ڈول رہے تھے۔۔۔ کئی ایک چھوٹے جہاز اور لانچیں تو ان طوفانی موجوں کی تاب
نہ لا کر کب کی سمندر برد ہو چکی تھیں۔

بندرگاہ سے دس گز کے فاصلے پر یو این کا ایک بڑا مال بردار جہاز
کھڑا تھا۔۔۔ دیو ہیکل عفریت "عف عف" کرتا ہوا اس جہاز کی طرف بڑھنے لگا۔
ایک زبردست دھماکہ ہوا اور لہر پر موجود لوگ خوف و دہشت سے
چلاتے ہوئے بھاگے۔۔۔ اس خوفناک عفریت نے سینکڑوں ٹن وزنی اس جہاز کو
کسی پلاسٹک کے کھلونے کی طرح اٹھا کر پانی پر دے مارا تھا۔۔۔ سمندر میں ایک
بھونچال سا آ گیا۔۔۔ ڈوبتے والے جہاز کی لہروں کی زد میں آ کر کئی جہازوں کو شدید
نقصان پہنچا۔

یو این کے جہاز کو سمندر میں دے مارنے کے بعد وہ گوریلا نما عفریت
اب خشکی پر پہنچ چکی تھی۔۔۔ لیکن گودی پر موجود تمام لوگ فرار ہو کر بندرگاہ

کی حدود سے دھڑا دھڑ باہر نکل رہے تھے ـــ خشکی پر آنے کے بعد اس گوریلا نما عفریت نے اپنی چھوٹی چھوٹی سُرخ آنکھوں سے ہاربہ پر موجود بکھرے ہوئے سامان کو دیکھا ـــ اور انہیں اپنے وزنی پیروں سے روندتا ہوا بندرگاہ سے باہر جانے والے راستے پر آ گیا ۔

منوں وزنی بھاری فولادی سامان اور مختلف اشیاء اسکے پیروں کے نیچے آ کر پلاسٹک کے کھلونوں کی طرح ٹوٹ رہی تھی ۔

وہ عف عف کی آواز منہ سے نکالتا اپنے سیاہ بالوں بھرے سینے پہ ہاتھ مارتا ہوا چلا جا رہا تھا ـــ اس کے وزنی پیروں کی دھمک سے خوفناک آوازیں بلند ہو رہی تھیں ۔

آخری چیک پوسٹ کے قریب سے گزرتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ گھمایا ـــ دوسرے ہی لمحے چیک پوسٹ ملبے کے ڈھیر میں تبدیل ہو چکی تھی قریب ہی کھڑی ہوئی تین کاریں اسکے پیروں تلے آ کر چپک کر زمین سے لگ گئی تھیں ۔

اس اثناء میں بندرگاہ کی حدود کو چاروں جانب سے بڑی اور بکتر افواج کے دستوں نے اپنے گھیرے میں لے لیا تھا ۔

جیسے ہی وہ گوریلا نما عفریت تباہی پھیلاتی باہر آئی ـــ سینکڑوں مشین گنیں ایک ساتھ گرجیں ـــ ہزاروں کی تعداد میں گولیاں اسکے جسم کو لگیں ۔ اسکے جسم نے ایک جھٹکا کھایا اور بس ۔

وہ خوفناک انداز میں فوجیوں کی جانب [illegible] گولیاں ربڑ کے چھروں

ہوا کی طرح اسکے جسم سے ٹکرا کر زمین پر گری تھیں۔

لیکن فوجیوں کی اس حرکت نے اس کے اشتعال میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔ اس نے منہ سے عجیب عجیب آواز نکالتے ہوئے اپنا طویل و عریض ہاتھ بڑھایا اور قریب کھڑے ہوئے دو فوجی اسکے ہاتھ میں پلاسٹک کے کھلونوں کی طرح آ گئے۔ اس نے انہیں اپنے چہرے کے سامنے کرتے ہوئے تعجیل نظروں سے گھورا۔

دوسرے ہی لمحے اس کا بھاڑ سا منہ کھلا۔ اور دو بدنصیب انسان اسکا لقمہ بن گئے۔ اس نے نہایت اطمینان سے اُن کی ہڈیاں چبائیں اور وردی کے چیتھڑوں کی صورت میں زمین پر تھوک دیا۔

کمانڈر نے جب یہ دہشتناک منظر دیکھا تو فوجیوں کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ اسکے چاروں طرف گھیرا وسیع ہوتا گیا۔ وہ نہایت آزادی سے آگے بڑھنے لگا۔ پورٹسمتھ کی عمارتیں اسکے سامنے کھلونوں کی طرح لگ رہی تھیں۔ کلاک ٹاور کی سات منزلہ عمارت اسکے شانوں کے برابر محسوس ہو رہی تھیں۔

فوجیں بدستور پیچھے ہٹ رہی تھیں اور وہ گوریلا نہایت عزیمت، نہایت بیباکی اور آسانی سے اپنی راہ میں آنے والی ہر رکاوٹ کو دور کرتی متواتر آگے بڑھ رہی تھی۔

کمانڈر نے وائرلیس کے ذریعے بکتر بند گاڑیوں کو طلب کر لیا تھا تیزی سے پیدل فوجیوں کی بگلو ریشن سنبھال رہی تھی۔

کیونکہ گوریلا نما عفریت کے پیٹرسٹ کی حدود سے نکلنے پر وسیع
و عریض جانی و مالی نقصان کا خطرہ تھا اس لئے اعلیٰ فوجی حکام نے باہمی مشورے
سے دوبارہ اس کے گرد گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا۔۔۔ لیکن اب کہ پیدل۔۔۔
فوجیوں کی بجائے بکتر بند گاڑیوں نے کارروائی شروع کی۔۔۔ جن پر میڈیم سائز
کی گنیں لگی ہوئی تھیں۔

گھیرا لحظہ بہ لحظہ تنگ ہوتا گیا۔۔۔ یہاں تک کہ گوریلے کو بڑھنا مشکل ہو
گیا۔۔۔ وہ ٹھٹھک کر رکا۔۔۔ اور بغور قریب آتی ہوئی بکتر بند گاڑیوں کو دیکھنے
لگا۔۔۔ اس کے انداز سے ایک استعجاب تھا۔۔۔ وہ اپنے چاروں جانب بڑھتی
ہوئی گاڑیوں کو اس طرح دلچسپ نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے بچے اپنے چابی
کے کھلونے کو دیکھتے ہیں۔۔۔ حقیقتاً بکتر بند گاڑیاں اس کے سامنے چابی
کے کھلونے ہی معلوم ہو رہی تھیں۔

اچانک فائر کی آواز گونجی۔۔۔ اور تمام بکتر بند گاڑیوں سے ایک ساتھ
بڑے بڑے شعلے نکل کر اسکی طرف لپکنے لگے۔۔۔ بے پناہ فائر کے باعث
ارد گرد کی فضا دھوئیں اور بارود کی بو سے بھر گئی۔۔۔ کثیف دھوئیں کی
وجہ سے ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

بکتر بند گاڑیوں سے تقریباً دس منٹ تک متواتر فائرنگ ہوتی
اور پھر اچانک خاموشی چھا گئی فائر رک گیا۔

دھوئیں کی تہیں کم ہونے لگیں۔۔۔ فوجی حکام کو یقین تھا کہ اس
فل ایکشن کے بعد گوریلا نما عفریت ڈھیر ہو چکی ہوگی۔۔۔ ، اُن کا یہ

غلط ثابت ہوا ـــ دھوئیں کے بادل جیسے ہی چوٹی اور آنکھیں دیکھنے کے قابل ہوئیں ـــ دیکھنے والوں کے لئے یہ نظارہ باعثِ حیرت تھا ـــ وہ ہنوز اپنی جگہ موجود تھا ـــ اور اپنی آگ برساتی آنکھوں سے بکتر بند گاڑیوں کو گھور رہا تھا ـــ اس کے ساکت جسم میں حرکت ہوا وہ آگے بڑھا اور اس نے ایک بکتر بند گاڑی کو اپنے ہاتھ میں اٹھایا اور کسی ہلکی پھلکی شے کی مانند اُسے کلاک ٹاور کی عمارت پر دے مارا ـــ ایک زبردست دھماکہ ہوا اور کلاک ٹاور کا وہ حصّہ منہدم ہو کر زمین پر آ رہا ـــ پھر تو اس پر جیسے دیوانگی طاری ہو گئی وہ یکے بعد دیگرے کئی گاڑیوں کو اسی طرح اٹھا اٹھا کر پھینکنے لگا ـــ بکتر بند دستے کے کمانڈر نے بلا تاخیر اپنی گاڑیوں کو پیچھے ہٹانا شروع کیا ـــ یہاں تک کہ وہ اس کے ہاتھوں کی دسترس سے دُور نکل گئیں ـــ لیکن گوریلا نما عفریت کا غصّہ فرو نہیں ہوا تھا ـــ وہ "دھپ دھپ" کرتا کلاک ٹاور کی عمارت کے قریب پہنچا ـــ اور اسکے ہاتھوں کے زوردار تھپڑوں نے ایک جھٹکے میں ساری منزلہ عمارت کو زمین بوس کر دیا ـــ پورٹرسٹ کی حدود میں ہولناک تباہی پھیلانے کے بعد اب اسکا رُخ شہر کی طرف تھا ـــ لوگوں کی چیخ و پکار نے قیامت برپا کر رکھی تھی ـــ فوجی حکام اور سول حکام پورٹرسٹ کی انتظامیہ کے اعلیٰ عہدیداروں کے ساتھ مل کر اُسے شہر کی طرف جانے سے روکنے کیلئے غور کر رہے تھے ـــ وہ بڑی حیرت سے اس پہاڑ نما گوریلے کو شہر کی جانب بڑھتے دیکھ رہے تھے جسکے جسم میں ہزاروں طوفان پوشیدہ تھے اور وہ اُن سب سے لاپرواہ دھپ دھپ کرتا شہر کی سمت بڑھا چلا جا رہا تھا ۔

دارالجنت ، ـــــــ

کے وسیع و عریض، کانفرنس روم میں اس وقت پرنس شکیل کی صدارت میں ریاست کی انتظامیہ کے تقریباً تمام بڑے بڑے اور ذمہ دار افسران گوریلا نما عفریت کی پیدا کردہ خوفناک صورتحال سے نمٹنے کیلئے جمع ہوئے تھے ـــ کانفرنس روم میں موجود تمام نشستیں پُر ہو جانے کے بعد پرنس شکیل نے اپنے پرسنل سیکرٹری کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

سیکریٹری مودبانہ انداز میں کھڑا ہوا اور سامنے رکھی ہوئی فائل کھول کر گوریلا نما عفریت کے متعلق رپورٹ سنانے لگا۔

جوں جوں رپورٹ اختتام کو پہنچتی گئی پرنس شکیل سمیت تمام اہلکاران ریاست کے چہرے تشویش سے بگڑتے چلے گئے ـــ پرسنل سیکریٹری نے طویل رپورٹ ختم کی اور اپنی نشست پر بیٹھ کر پیشانی پر آئے ہوئے پسینے کو رومال سے پونچھنے لگا ـــ ہال میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی ہر شخص تشویش آمیز انداز میں کچھ نہ کچھ سوچ رہا تھا۔

پرنس شکیل نے سر اٹھا کر غور سے اپنے وزیروں کی طرف دیکھا۔

خود اُن کا چہرہ شدید تشویش کی غمازی کر رہا تھا۔

"معزز ساتھیو! آپ نے وہ رپورٹ سُن لی جو ہمارے لئے سنگین مسئلہ بن چکی ہے۔ آپ لوگوں کو اس لئے یہاں طلب کیا گیا ہے کہ اس صورتحال کا مقابلہ کرنے کیلئے متفقہ طور پر کوئی مناسب تجویز سوچی جائے۔ اس مصیبت سے چھٹکارا دلانے میں کار آمد ثابت ہوسکے۔" بات ختم کرکے انہوں نے اپنے تمام وزیروں کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"یور ہائی نس!"

وزیر داخلہ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور سر کو خم دے کر بولے۔

"رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس عفریت سے چھٹکارا پانا ہمارے لئے مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو گیا ہے۔"

"مجھے آپ سے اختلاف ہے۔" وزیر خارجہ نے کہا۔ "کیا آپ اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دیتے کہ اس عفریت نے اب تک ہمارے شمار مالی نقصان کر دیا ہے اور جانی نقصان کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔ ریاست کی بری و بحری اور ہوائی افواج مل کر بھی اسکا کچھ نہیں بگاڑ سکی ہیں۔ اونچی اونچی فلک بوس عمارتوں کو وہ یوں اٹھا کر ہیبتناک سے گرا دیتا ہے جیسے وہ لوہے اور سیمنٹ کی نہیں صرف مٹی کے تودے ہوں۔"

"ان سب باتوں کی بازگشت میں میری رائے کچھ اتنی غلط نہیں۔" وزیر داخلہ نے وضاحت سے وزیر خارجہ کو اپنا مفہوم سمجھایا۔

وزیر خارجہ نے اُن کی بات تحمل سے سُنی پھر وہ اپنی نشست سے

کھڑے ہوئے سر کو تم دے کر پرنس شکیل سے کچھ کہنے کی اجازت چاہی۔
پرنس شکیل نے سر کی جنبش سے انہیں اجازت دی۔
"آپ کی تمام باتیں ناقابلِ تردید اور حقیقت پر مبنی ہیں لیکن معزز وزیر داخلہ کیا یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ اگر عفریت سے چھٹکارا پانا ناممکن ہو جائے تو ریاست کا کیا انجام ہوگا؟"
"یور ہائی نس!"
اس مرتبہ وزیرِ خارجہ نے پرنس شکیل کو مخاطب کیا۔ "اگر ہم نے جلد ہی اس بلا سے چھٹکارا حاصل نہیں کیا تو عین ممکن ہے ریاست سے ہمارا وجود مٹ جائے گا۔ ہمارے عوام اپنی جانوں اور مال کے نقصان پر نہ صرف رنجیدہ ہیں۔ بلکہ چاروں طرف پھیلے ہوئے خوف و ہراس نے مایوسی کی فضا پیدا کر دی ہے۔ ہماری افواج کے بے پناہ اسلحہ کے باوجود اس عفریت کو شہر میں داخل ہونے سے نہ روکا جا سکا۔ ہمارے بہادر جوان دن رات اس کی نگہبانی کر رہے ہیں۔ مسلح افواج کے ناکام ہونے کے بعد ہماری افواج اور عوام دونوں کی نظریں اب آپ پر لگی ہوئی ہیں۔ انہوں نے خدا کے برتر کے بعد آپ سے ایک موہوم سی اُمید وابستہ کر رکھی ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ یور ہائی نس اپنے فہم و فراست سے انہیں اس بلائے ناگہانی سے ضرور چھٹکارا دلا دیں گے۔" وزیرِ خارجہ نے بات ختم کر کے سر کو دوبارہ خم دیا۔ اور اپنی نشست پر بیٹھ گئے۔
وزیرِ داخلہ پہلے ہی بیٹھ چکے تھے۔

"میں نے آپ لوگوں کو اسی لئے یہاں بُلایا ہے کہ کیا چیز ممکن ہے اور کیا ناممکن کی بحث میں اُلجھنے کی بجائے کوئی معقول تجویز سوچی جائے ۔ میرا اپنا ایمان ہے کہ دنیا میں ہر چیز ممکن ہے صرف جد وجہد اور ثابت قدمی کی ضرورت ہے ۔۔۔۔ اس سلسلے میں احسان صاحب آپ کی کیا رائے ہے"

ہز ہائی نس نے استفہامیہ نظروں سے مشیر صنعت کی طرف دیکھا

"آپ کا ارشاد بجا ہے یور ہائی نس اس سلسلے میں میری اپنی رائے یہ ہے کہ اپنے دوست اور پڑوس ملک پاکیشیا سے مدد کی درخواست کرنی چاہیئے ۔ کیوں کہ ہم اپنے مقدور بھر وسائل سے نمٹنے میں ناکام ہوگئے ہیں اس لئے پاکیشیا کی مدد اور تعاون سے ہم ضرور اس گوریلا نما عفریت سے نجات حاصل کرلیں گے ۔ پاکیشیا نہ صرف ہمارا برادر ملک ہے بلکہ وسائل کے اعتبار سے بھی وہ ہم سے کئی گنا طاقتور ہے ۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم اس سے اس معاملے میں مدد کی درخواست کریں گے تو وہ ہمارے ساتھ ضرور تعاون کریں گے ۔ کیونکہ اس سے پہلے بھی مختلف مواقع پر پاکیشیا ہماری مدد کر چکا ہے"

"ہز ہائی نس میں جناب احسان صاحب کی تجویز کی حمایت کرتا ہوں"

مُشیر برائے صنعت احسان صاحب کے بات ختم کرنے کے بعد مُشیر برائے اُمورِ سلطنت نے مؤدبانہ لہجہ میں تائید کی "جناب عزت مآب یور ہائی نس، اس تجویز کا دُوسرا پہلو یہ ہے کہ پاکیشیا کے علاوہ اگر ہم نے کسی دُوسرے ملک سے مدد کی درخواست کی تو ہو سکتا ہے ۔ وہ

ہماری مدد کے عوض کچھ سیاسی فائدہ اٹھانا چاہے — جبکہ پاکیشیا اس معاملے میں مخلص ہے جسکا تجزیہ ہم بارہا کر چکے ہیں ؛

مُشیر برائے صنعت اور مُشیر برائے اُمورِ سلطنت کی متفقہ تجویز نہ صرف قابلِ قبول بلکہ قابلِ عمل بھی تھی — پرنس شکیل کی آنکھیں کسی اندرونی جذبے سے چمکنے لگیں ۔

"اس تجویز کے بارے میں آپ لوگوں کی کیا رائے ہے ؟" انہوں نے مخصوص معمول سب کی رائے دریافت کی ۔

اُن لوگوں نے تجویز کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد اُس تجویز کو متفقہ طور پر منظور کر لیا تھا — میٹنگ کا اختتام اس تجویز کی منظوری کے بعد ہوا تھا کہ پاکیشیا کو جلد ایک خط لکھا جائے جس میں گوریلا نما عفریت سے نمٹنے کے لئے اس سے مدد کی درخواست کی جائے ۔

فسانہ ۔۔۔۔

اوقات میں عمران کی کھوپڑی اکثر اُلجھی رہتی جس کے سبب اس سے اکثر صرف حماقتیں ہی سرزد ہوتی تھیں۔۔۔ اس وقت بھی وہ اپنے ایک شناسا دوست کے ساتھ جو کہ خوش قسمت سے شاعر بھی تھے۔۔۔ اپنے فلیٹ کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا۔۔۔ اُن کے ذوقِ شاعری کی بے تماشا داد دینے میں مصروف تھا۔

یہ صاحب عمران کے قریب ہی میں رہتے تھے۔۔۔ یوں تو نام اِن کا شیخ تھا لیکن اپنے آپ کو شتاب گنگوری تخلص کرتے تھے۔۔۔ دُبلے پتلے چھریرے جسم کے مالک حلیہ سے قدیم لکھنؤ کی یادگار معلوم ہوتے تھے۔۔۔ جسم سے زیادہ اُن کی آنکھیں قابلِ دید تھیں عین الشفاء انجن کے بے دریغ استعمال کی وجہ سے وہ کچھ زیادہ ہی نشیلی معلوم ہوتیں۔۔۔ پان کے بے حد شوقین ایک وقت میں دو دو بیڑے اُن کے منہ کی زینت بنتے جسکے سبب اُن کے دونوں گال ہوا بھرے غبارے کی مانند دکھائی دیتے۔۔۔ اس شان سے جب وہ شعر کہتے تو اُن کے منہ سے اشعار تو کیا الفاظ کے ٹکڑوں کے ساتھ چھالیہ کے ٹکڑے بھی

اس طرح گرتے جیسے وہ بھی شاعری کا ایک جز رہے ہوں سونے پر سہاگہ صنہ میں سمجھ جاتے والی پیک کے قطرے اُن کے اور قریب بیٹھے ہوئے شخص پر اسطرح نچھاور ہوتے جیسے اُن کے اشعار سے خوش ہو کر سامعین بے پناہ سُرخ پھولوں کی بوچھاڑ کر رہے ہوں۔ لیکن ستم تو یہ تھا کہ شتاب گنگوری کی ان دلبرانا عادتوں کی وجہ سے پاس پڑوس ، ملنے جلنے والے اور عزیز و اقارب اُن سے اس طرح کنی کاٹتے جیسے یہ کوئی بھوت ہوں۔ حالانکہ بیچارے اپنے دانست میں بڑے مخلص اور صاحب دِل شخصیت تھے۔ انہیں شکوہ تھا تو صرف اتنا کہ کوئی اُن کی قدر نہیں کرتا۔ وہ ایک ہیرا ہیں جس کی قدر صرف جوہری جانتا ہے لیکن بدقسمتی سے ابھی تک کسی جوہری کی نگاہ شتاب گنگوری جیسے شاعر پر نہیں پڑی تھی۔ جو اپنے آپ کو بیسویں صدی کے صفِ اوّل کے شعراء میں شمار کرتے تھے۔ لیکن آج اُن کا یہ گِلا مٹ گیا تھا اُن کو اُن کی قدر کرنے والا ایک جوہری مل گیا تھا۔ اور وہ تھا عمران۔ جو اُن کے اُلٹے سیدھے اشعار پر بُری طرح گلا پھاڑ پھاڑ کر داد دے رہا تھا۔

سلیمان نے باورچی خانے ہی میں رہنے میں عافیت جانی تھی۔ اس کی دانست میں عمران کے اور اس نیم پاگل کی چیخ و پکار سے ڈرائنگ روم کی چھت اڑ جانے کا امکان یقینی تھا۔ باورچی خانے کی چھت اس کے خیال میں قدرے نیچی اور مضبوط تھی اسلئے اس نے اس کو فی الحال پناہ گاہ کے طور پر استعمال کیا تھا۔ دراصل یہ بات بھی عمران کی حد سے بڑھتی ہوئی بوریت کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوئی تھی۔ وہ بیٹھا اپنی بوریت دُور کرنے کے مختلف پہلوؤں پر غور

کر رہا تھا کہ اچانک اسکی شیطانی کھوپڑی میں اپنے پڑوسی شتاب گنگوری کا خیال آگیا۔ عمران سے اسکی رسمی علیک سلیک تھی لیکن وہ اس سے سلیمان کی زبانی پوری طرح جانتا تھا۔ ادھر اس کے ذہن میں شتاب گنگوری کا خیال آیا اُدھر وہ دوسرے ہی لمحے اس کے فلیٹ پر جا پہنچا۔ دستک دینے کے آدھے گھنٹے بعد تک اُسے بوسیدہ زینے کی سیڑھی پر بیٹھ کر اُن کا انتظار کرنا پڑا۔ جب وہ تیار ہو کر باہر نکلے تو عمران اُن کی سج دھج دیکھ کر منہ پھاڑ کر رہ گیا۔

اس نے انہیں باہر ہی سے کھینچ کر اپنے ساتھ کھانے کی دعوت دی تھی اور شتاب گنگوری یہ سمجھ کر کہ مشاعرے کی دعوت ہے اپنے بناؤ سنگھار میں کچھ زیادہ ہی وقت لے لیا تھا کیونکہ بیچارے کو مشاعرے میں شرکت ہونے کا بڑا شوق تھا۔ اور اُن کی یہ آرزو ابھی تک پوری نہیں ہوئی تھی۔

جب وہ شاعروں کی سی شان سے اپنے گھر سے برآمد ہوئے تو عمران نے انہیں بڑا زوردار فرشی سلام کیا تھا۔ شتاب گنگوری کی باچھیں کھل اُٹھیں۔ انہوں نے ایک ادائے خاص سے اس کے سلام کا جواب دیا پھر وہ بڑے کروفر سے عمران کے فلیٹ پر آئے تھے۔ عمران جیسے اُن کی راہوں میں بچھا جا رہا تھا اس نے سلیمان کو دوپہر کے لئے زبردست کھانے کا آرڈر دیا تھا۔

شتاب گنگوری کو اس نے ایک نہایت آرام دہ صوفے پر بٹھانے کے بعد اُن کی سب سے پہلے خاطر شاندار کافی سے کی۔ شتاب گنگوری نے نہایت تدبدے پن سے کافی ختم کی تھی۔

دو چار رسمی باتوں کے بعد عمران نے اُن سے عاجزی سے شعر سناتے

کی درخواست کی ۔ جسے شرف قبولیت بخشتے ہوئے شتاب گنگوری نے اپنے بے تکے اشعار کا دیوان کھول دیا تھا ۔ وہ اپنی بھونڈی آواز میں جب ترنم سے اشعار پڑھتے تو سلیمان کو ایسا محسوس ہوتا جیسے ڈریکولا کے مسکن پر روایتی چمگادڑ بیٹھی موت کا گیت گا رہی ہوں ۔۔۔۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ کب کا اس شاعر کے بچے کو اٹھا کر گندی گلی میں پھینک چکا ہوتا اور یہ صاحب ان سے تو خدا ہی سمجھے ۔۔۔۔ سلیمان نے برا سا منہ بنایا اور مرغی روسٹ کرنے میں مصروف ہو گیا ۔ جو وہ عمران کے حکم پر دوپہر کے کھانے کیلئے لایا تھا ۔

"اونہہ شاعر کا بچہ بڑا آیا مرغی کھانے ۔ اس نے غصے سے دانت پیسے "ٹھہر جا بچہ میں ابھی تجھے ایسی مرغی کھلاؤنگا کہ زندگی بھر یاد رکھے گا ۔۔۔ سالے کو دست نہ کرا دیئے تو سلیمان نام نہیں "

سلیمان نے ڈرائنگ روم میں جھانکا ۔

عمران قالین پر اس طرح ہاتھ باندھے مؤدب بیٹھا تھا جیسے وہ شتاب گنگوری کا مرید ہو ۔۔۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ نہایت تیزی سے ٹر ٹر عقیدت کے ساتھ داد دینے میں مصروف تھا ۔۔۔۔ اور شتاب گنگوری اس کی بے تحاشا داد پر جھک جھک کر داد لیتے اور دوبارہ ہمہ تن مصروف ہو جاتے ۔۔۔ ع اے میری گل اندام مجھے

لے لے ڈبہ مٹھائی کا
ہونٹ تیرے شہد کے پیالے ہیں

ہاتھ تیرے چڑے کرائے ہیں

"واہ ــ واہ سبحان اللہ مکرر ارشاد" عمران نے جھک جھک حسب معمول پھاڑتے ہوئے داد دی "واہ ــ واہ ــــ کیا سماں باندھا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے مٹھائی کے ڈبے میں کرپی حلوہ رکھا ہو ــ اور محبوبہ دلنواز وہ تو ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے گلاب جامنیں اور کچوڑے آخر منہ میٹھا کرنے کے بعد کھارا بھی تو نہ کرنا پڑتا ہے" عمران کی تشریح پر شتاب گنگوری کھل اٹھے۔

"واہ وا صاحب کیا کہتے ہیں آپ کی وضاحت اور بلاغت کے ــــ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے علم کا ایک سمندر موجزن ہو"

"شکریہ شکریہ ــــ ذرہ نوازی ہے آپ کی" عمران نے دانت نکوسے۔

"میری مانیئے تو ہم دونوں صاحب علم مل کر ایک رسالہ نکالتے ہیں جسمیں میری نظمیں ہوں گی اور آپ کے افسانے مجھے یقین ہے کہ آپ نہایت شاندار افسانے لکھ سکتے ہیں"

"نوازش ہے آپ کی" عمران نے شرماتے ہوئے لچک کر کہا "ورنہ سچ تو یہ ہے کہ آپ سے زیادہ شاندار نظمیں لکھنے والا شاعر میں نے آج تک نہیں دیکھا"

"قبلہ یہ تو آپ کی عنایت ہے ــ میں نے بھی آپ سے بہتر مضمون نگار آج تک نہیں دیکھا" شتاب گنگوری نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"آپ بہت اچھے شاعر ہیں"

"آپ بہت اچھے مضمون نگار ہیں"

"آپ کی نظمیں ـــــ واہ وا سبحان اللہ"

"آپ کے مضامین واہ وا سبحان اللہ کیا کہنے ہیں سخن فہمی کے ـــ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے سمندر کا پانی کی بوتل میں بند کر دیا گیا ہو اور مچھلیاں نکلنے کے لئے بے چین ہوں لیکن راہ فرار مسدود ہے کائی زدہ پانی اُن کیلئے پیغام اجل ہے بلا آخر اُن کی موت یقینی ہے"

"واہ وا سبحان اللہ کہا کہنے"

"مضمون نگاری اُسے کہتے ہیں"

"شعر گوئی ایسی ہوتی ہے"

"یہ تو طے ہے کہ ہم دونوں مل کر ایک علمی اور ادبی پرچہ نکالیں"

عمران نے رک کر کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"لیکن اس کا نام کیا رکھا جائے۔؟"

"نام ـــ ہاں نام تو بہت ضروری ہے میرے خیال میں کوئی شاعرانہ سا نام ہونا چاہیئے" شتاب گنگوری نے رائے دی۔

"جی نہیں"

"عمران نے انکار میں سر ہلایا" میں اس کی جگہ ادبی نام کو ترجیح دونگا"

"دیکھئے آپ ابھی سے اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں"

شتاب گنگوری نے شکوہ کیا۔

"آپ بھی تو اختلاف بڑھانے میں مصروف ہیں"

"چلئے ایسا کر لیتے ہیں کہ آدھا نام شاعرانہ اور آدھا ادیبانہ رکھ لیتے ہیں" یہ مصالحانہ تجویز شتاب گنگوری ہی نے پیش کی تھی جسے عمران نے بہت جلد قبول کر لیا تھا اور وہ دونوں سر جوڑے شاعرانہ اور ادیبانہ نام تلاش کرنے میں مصروف ہو گئے۔

"میرے خیال میں کرن کے آنسو ٹھیک رہے گا"

"لاحول ولا قوۃ ـــــ یہ بھی کوئی نام ہے" عمران نے ناک سکیڑی۔

"کرن بھی کبھی آنسو بہاتی ہے ـــــ اس سے بہتر تو گھاس کے آنسو ہے۔ نہیں تو یہ بھی مناسب نہیں" عمران نے خود ہی اس نام کو رد کر دیا۔

"وہ مارا ....." شتاب گنگوری اچھلے۔

عمران انہیں خوفزدہ انداز میں دیکھنے لگا۔

"آواز ـــــ کیسا رہے گا"

"اوہ بہت خوب صورت" عمران کھل اٹھا۔

پھر دونوں نے اپنے رسالے کا متفقہ نام "آواز" تجویز کیا تھا۔

اس کے بعد وہ معاملے کے دوسرے پہلوؤں پر غور کر رہے تھے کہ ٹیلی کی گھنٹی اپنی پُرشور آواز کے ساتھ بج اٹھی۔

عمران نے چونک کر ٹیلی فون کی طرف دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر رسیور کریڈل سے اٹھا لیا۔

"ہیلو ایڈیٹر آف آواز اسپیکنگ"

"ایڈیٹر کے بچے کیا کر رہے ہو" یہ سر سلطان کی آواز تھی۔

"پنگ پانگ کھیل رہے ہیں آپ سے مطلب ؟" عمران نے ماؤتھ پیس میں آنکھیں نچاتے ہوئے کہا۔۔۔ ویسے وہ سر سلطان کے ٹیلی فون پر قدرے سنجیدہ ہوگیا تھا۔

"میرا مطلب ہے جلدی سے آفس آجاؤ ضروری کام ہے۔"

"ٹیلیفون پر کچھ بتانا پسند کریں گے؟"

"نہیں تم جلدی سے یہیں آجاؤ۔" سر سلطان کا لہجہ دو ٹوک تھا۔

"بہتر ہے۔۔۔ میں پہنچ رہا ہوں۔"

عمران نے شانے اچکاتے ہوئے کہا اور رسیور کریڈل پر رکھ کر شتاب گنگوری کی طرف مڑ گیا۔

شتاب گنگوری اسی طرف دیکھ رہے تھے۔

"خیر تو ہے کوئی تشویش کی بات تو نہیں؟" انہوں نے الجھن آمیز لہجے میں پوچھا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔ دراصل ایک صاحب کو مجھ سے کچھ ضروری کام پڑ گیا۔"

"اوہ تو ضرور جائیے۔۔۔ دوسروں کے کام آنا بہت بڑی نیکی ہے۔"

شتاب گنگوری نے بظاہر خوش اخلاقی سے کہا۔۔۔ لیکن اندرونی طور پر انھیں اپنی شاندار ضیافت کے ختم ہو جانے کا شدید رنج تھا۔۔۔ کتنی مدتوں بعد تو ایک پرستار ملا تھا۔۔۔ جس نے نہ صرف اُن کے فن کی قدر کی تھی بلکہ اُن کیلئے شاندار کھانے کا اہتمام بھی کیا تھا جس کا اندازہ انہوں نے سلیادنے

کے ہاتھوں میں موجود سودے کی تھیلی سے لگایا تھا ـــــ مُرغی کو ذبح ہوتے تو انہوں نے دُور ہی سے دیکھ لیا تھا ـــــ مدتوں بعد انہیں بہتر کھانا نصیب ہونے والا تھا لیکن یکایک یہ موقع بھی ہاتھ سے نکل گیا ـــــ اور شتاب گنگوری ہاتھ ملتے رہ گئے ـــــ رسالے کی تجویز بھی انہوں نے اسی لئے پیش کی تھی کہ اُن کے خیال سے ہوٹل عوان کی مالی حیثیت بہت اچھی تھی اور رسالے کی آڑ میں وہ اپنی دال روٹی ضرور پیدا کر لیتے ـــــ وہ جانے کیلئے اُٹھے ـــــ عوان سے زور دار مصافحہ کیا۔

"مجھے اُمید ہے آپ رسالے کیلئے کچھ کریں گے"

چلتے چلتے انہوں نے آخری بار یاد دہانی کرائی۔

لیکن عوان کو اُن سے یا اُن کے رسالے سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ یہ تو بس اس کیلئے وقت گزاری کا مشغلہ تھا ـــــ اس نے اقرار میں سر ہلا کر اُن کو جواب دیا اور لباس تبدیل کرنے لگا ـــــ لباس تبدیل کر کے وہ باورچی خانے کی طرف بڑھ گیا ـــــ شتاب گنگوری پہلے ہی جا چکے تھے ـــــ سلیمان نے باورچی خانے سے انہیں جاتے ہوئے دیکھ کر سکون کا سانس لیا تھا۔

"ابے کیا دیکھ رہا ہے"

"اس سالے کنگلے شاعر کو دیکھ رہا ہوں"

سلیمان نے جلے کٹے لہجے میں کہا "اگر آپ اُسے جلاد نہ بھگا دیتے تو آج آپ دیکھتے اس کا حشر"

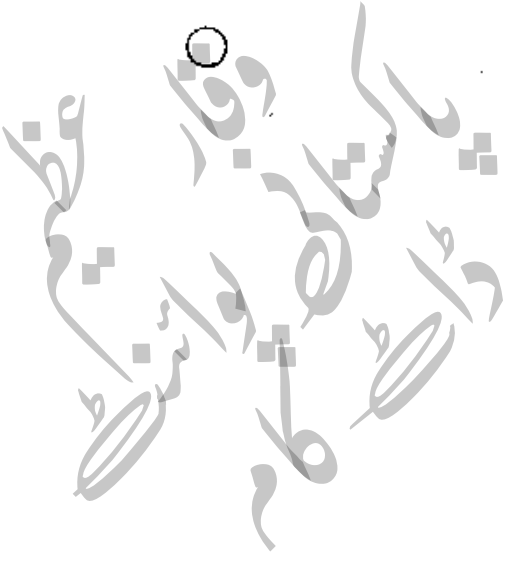
"حشر کے بچے" دروازہ بند کرتے میں باہر جا رہا ہوں"

"صاحب یہ مُرغی"

- تو کھا لینا ؟

سلیمان حیرت زدہ سا اس کی شکل دیکھتا رہ گیا ۔

لیکن عمران اس کی جانب توجہ دیئے بغیر باورچی خانے سے نکل کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا ۔



اُسے ۔۔۔۔

سر سلطان کے آفس پہنچنے میں دس منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے ۔۔۔ چونکہ آفس ٹائم تھا اور دفتر خارجہ سے منسلک آفیسروں کی گاڑیوں سے پارکنگ لان بھرا ہوا تھا۔ اس لئے عمران نے وہاں جگہ نہ ہونے کے سبب اپنی گاڑی دفتر خارجہ کی عمارت سے تھوڑے فاصلے پر روکی اور وہ پیدل ہی سلطان صاحب کے آفس تک پہنچا تھا۔۔۔ کئی جان پہچان والے لوگوں سے علیک سلیک کرتا ہوا جب وہ سر سلطان کے آفس میں داخل ہونے لگا۔۔۔ تو نہ جانے کہاں سے اُن کا پی اون آ ٹپکا کیونکہ عمران کی پشت اس کی جانب تھی اور وہ عمران کا چہرہ نہیں دیکھ سکا۔۔۔ اس لئے وہ تیزی سے آگے بڑھا۔۔۔ دوسرے ہی لمحے عمران کا کالر اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ اُسے پکڑ کر اپنی جانب کھینچ رہا تھا۔

"ابے کون ہو تم اس طرح منہ اٹھائے چلے جا رہے ہو۔۔۔ مجھے نوکری سے نکلوانے کا ارادہ ہے کیا؟"

عمران بوکھلا کر پلٹا۔۔۔ چپراسی نے جیسے ہی اُسکی صورت دیکھی اُسکے چہرے پر شدید گھبراہٹ طاری ہو گئی۔

"س س ـــــ صاحب" بوکھلاہٹ کی وجہ سے اسکے منہ میں الفاظ اٹک کر رہ گئے ـــ کبھی وہ ہاتھ میں آئے ہوئے کالر کو دیکھتا اور کبھی عمران کے چہرے کی طرف ـــ پھر وہ اُسے اپنی جانب خشمگیں نظروں سے گھورتے پاکر فوراً نظریں جھکا لیتا۔

"یہ کیا حرکت تھی؟"

"صاحب معاف کیجئے میں کچھ اور سمجھا تھا"

چپراسی کے لہجے میں لجاجت تھی۔

"کیا سمجھے تھے تم؟" عمران کا لہجہ حماقت آمیز ہی تھا۔

"صاحب بس غلط فہمی ہو گئی"

"غلط فہمی ہو گئی وہ بھی کالر سے ـــ آستین سے کیوں نہیں ہوئی ـــ میرا مطلب ہے کالر کی بجائے آستین بھی کھینچ سکتے تھے؟" اس کی وضاحت حماقت آمیز ہی تھی۔

چپراسی گو اپنی حرکت پر سخت شرمندہ تھا لیکن اُسے عمران کے بارے میں اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ نوکروں کے ساتھ باپ سے بھی زیادہ شفقت کا سلوک کرتا تھا۔

"صاحب اگر آستین ہاتھ آجاتی تو؟"

اسکا سوال سن کر عمران نے اپنا سر پیٹ لیا "بڑے تا معقول ہو یار اگر آستین چلی جاتی تو کوئی غم نہیں تھا لوگ سر منڈا کہتے مگر اب تو سر کٹا کہیں گے" اس کی آواز بڑی غمگین تھی۔

"ہائے اب میں کیا کرونگا۔ بچے مجھ سے ڈریں گے۔ تم نے بہت بُرا کیا مجھے سرکٹا بنا دیا" اب کہ عمران کی آنکھوں سے آنسو باقاعدہ ساون بھادوں کی برسات کی طرح نکل رہے تھے۔

"س س صاحب خدا کیلئے ــــ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں" چپراسی نے اسکے آگے ہاتھ جوڑے۔

اور عمران جو اب زور سے رونے کیلئے اسٹارٹ لینے والا تھا! اسکی شکل دیکھکر یکدم خاموش ہوگیا ــــ اس نے ہاتھ سے گالوں پر بہنے والے آنسو پونچھے اور مسکرا کر چپراسی کو آنکھ مار دی ــــ چپراسی کے سینے سے سکون کی سانس خارج ہوئی بے چارہ مارے خوف کے نہ جانے کب سے سانس روکے بیٹھا تھا وہ بھی حوصلہ پاکر مسکرانے لگا۔

عمران نے اس کا کندھا نہایت پیار سے تھپتھپایا اور اسی عالم میں آفس میں داخل ہوا کرسیٔ کا کالر غائب اور قمیض کے اوپر کے تین بٹن غائب جسکی وجہ سے اسکی بنیان نظر آنے لگی تھی ــــ سر سلطان اپنی میز پر کچھ لکھنے میں مصروف تھے ــــ انہوں نے آہٹ پاکر گردن اٹھائی اور عمران کو مجنوں کے حلیے میں دیکھ کر اُن کی جان جل گئی۔

"یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے" انہوں نے اپنے غصّے پر قابو پاتے ہوئے قدرے تلخ لہجے میں کہا۔

"ہو ہو ہو" عمران انگوٹھا منہ میں رکھ کر بے ڈھنگی سے ہنسا۔

اور قریب پڑی ہوئی کرسی گھسیٹ کر شرماتے ہوئے اس پر پاؤں رکھ کر بیٹھ گیا

"سیدھے بیٹھو بدتمیز" ! ایکے سر سلطان کوشش کے باوجود اپنے غصے پر قابو نہیں پا سکے تھے ـــ عمران اُن کی ڈانٹ پر کرسی سے خوفزدہ انداز میں اتنی زور سے اُچھلا کہ اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکا اور کرسی سمیت قالین پر ڈھیر ہوگیا۔ اس نے کپکپاتے ہوئے اُٹھنے کی کوشش کی اور کرسی سے اُلجھ کر دوبارہ گر پڑا ـــ سر سلطان نے غصیلی نظروں سے اسکی طرف دیکھا اور اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام کر آنکھیں بند کرلیں ـــ ایک یہی طریقہ اُن کی سمجھ میں عمران کی حماقتوں سے چھٹکارے کا آیا تھا کہ وہ خاموش ہو کر ہتھیار ڈال دیں ـــ ورنہ وہ جانتے تھے کہ جتنا اُن کا پارہ چڑھے گا عمران کی حماقتیں اتنی ہی بڑھتی جائیں گی اور اس کا کچھ اچھا نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔ اس کا تجربہ انہیں بارہا ہو چکا تھا کئی بار وہ اس کی حماقتوں پر سخت ناراض ہوئے لیکن عمران کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑا بلکہ وہ انہیں اور ستانے پر آمادہ نظر آتا۔

عمران تیسری مرتبہ اٹھا اب کہ کرسی میں الجھا ضرور لیکن اس نے اپنے آپ کو فوراً سنبھال لیا۔ کرسی سے الگ ہونے کے بعد اس نے خفت آمیز انداز میں ایک زوردار لات کرسی پر دے ماری ـــ کرسی پُرشور آواز کے ساتھ دیوار سے ٹکرا کر ٹوٹ گئی ـــ دھماکے کی آواز پر سر سلطان نے گردن اٹھا کر دیکھا۔

عمران کرسی سے نمٹ کر جیسے ہی پلٹا سر سلطان کو اپنی جانب کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے پا کر اس پر کپکپی دوبارہ طاری ہوگئی ـــ وہ کسی خزاں رسیدہ پتے کی طرح کانپتے ہوئے ترحم آمیز انداز میں اُن کی جانب دیکھنے لگا۔ عمران کا یہ انداز اسقدر بے ساختہ تھا کہ ـــ سر سلطان کا غصہ صابن کے

جھاگ کی طرح بیٹھتا چلا گیا اور وہ نظروں میں ڈھیر سارا پیار سجائے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

یہ حقیقت تھی کہ وہ عمران کو اپنی سگی اولاد سے زیادہ چاہتے تھے ـــــ یہ بات بھی نہیں تھی کہ عمران کا رویہ اُن سے ناشائستہ ہو بلکہ وہ خود بھی سر سلطان اپنے والد ہی کی طرح احترام کرتا تھا ـــــ مگر کیا کیا جائے اسکی حماقتوں کا کہ بڑھتے ہوئے بھی وہ انہیں سرزد ہونے سے نہیں روک سکتا تھا حماقتیں کچھ اس طرح اس کے اندر رچ بس گئی تھیں کہ عادت سی ہو کر رہ گئی تھیں جس طرح جسم کو دیگر چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً پانی یا خوراک کی بالکل اسی طرح حماقتیں عمران کا اپنا ایک جُز بن گئی تھیں ـــــ جن سے چھٹکارا حاصل کرنا اب اسکے بس میں نہیں تھا ـــــ یہ بات بھی نہیں تھی کہ وہ جان بوجھ کر حماقتیں کرتا تھا یہ حماقتیں از خود اس سے سرزد ہو جاتی تھیں ـــــ جن کا اسکے پاس کوئی علاج نہیں تھا۔ اپنی ان حماقتوں کے سبب کئی بار وہ مشکلات میں بھی گرفتار ہوا تھا اور کئی بار صرف ان ہی کی وجہ سے وہ موت کے منہ سے بآسانی نکل آیا تھا۔

سر سلطان کے رویئے میں حیرت انگیز تبدیلی سے وہ بھی متاثر ہوا ـــــ اور وہ ہنوز اسی پوزیشن میں کانپتے ہوئے کھڑا رہا ـــــ صرف اتنی سی تبدیلی کے تھے کہ اسکی آنکھیں سر سلطان کی بجائے اب فرش پر ٹک گئی تھیں۔

"بیٹھ جاؤ" انہوں نے شیریں لہجے میں کہا۔

عمران کسی فرمانبردار بچے کی طرح ایک دوسری کرسی پر بیٹھ گیا تھا ـــ گو اسنے اس مرتبہ کرسی پر پاؤں نہیں رکھے تھے لیکن کپکپاہٹ بدستور جاری تھی۔

"تمہیں سردی لگ رہی ہے ؟" اُن کے لبوں پر بڑی دلفریب اور معنی خیز مسکراہٹ تھی۔

"نن ـــــ نہیں" اس نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔

"تو پھر کانپ کیوں رہے ہو ؟"

"آپ ماریں گے تو نہیں ؟" اس کا انداز اس شریر بچے کی طرح تھا ـــ جو شرارت کرنے کے بعد پٹائی کے خوف سے کانپ رہا ہو ـــ

سر سلطان کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔

"نہیں تم اطمینان سے بیٹھو" اُن کے تسلی آمیز رویئے پر اس کی کپکپی فوراً ختم ہو گئی اور وہ سیدھا ہو کر بیٹھنے کے بعد انہیں معصوم نظروں سے دیکھنے لگا۔

"تمہیں معلوم ہے میں نے تمہیں یہاں کیوں بلایا ہے"

عمران نے اقرار میں گردن ہلائی۔

"بھلا بتاؤ تو" اُن کے لہجے میں اشتیاق تھا۔

"بتا دوں" اُس نے بے یقینی سے اُن کی طرف دیکھا۔

"ہاں بھئی بتا دو"

"ماریں گے تو نہیں ؟"

"پھر وہی بکواس ـــ آج کہیں تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا"

"شکر کیجئے دماغ خراب ہوا ہے پتلون خراب نہیں ہوئی ورنہ آپ کو" اس نے شرارت سے مسکراتے ہوئے جملہ اُدھورا چھوڑ دیا۔

"بے ہودہ بد تمیز ـــــ اگر اب کہ تم نے کوئی شرارت کی تو اچھا نہیں ہوگا" سر سلطان نے آخری بار تنبیہ کی۔

عمران سر سلطان کے موڈ سے اچھی طرح واقف تھا ـــــ اُن کی وارننگ پر عمران قدرے سنجیدہ ہوگیا ویسے بھی جس کام کیلئے سر سلطان نے اُسے یہاں بلایا تھا وہ ابھی تک اُسے معلوم نہیں ہو سکا تھا۔

"آپ نے مجھے یہاں کس لئے بلایا تھا" اس بار اسکا لہجہ سنجیدہ تھا۔ سر سلطان نے ٹٹولنے والی نظروں سے اسکے چہرے کو دیکھا۔

"سہراب پور کے متعلق کیا جانتے ہو" اُسے سنجیدہ پا کر وہ مطلب کی بات پر آگئے۔

"صرف اتنا کہ وہ ہماری پڑوسی چھوٹی سی ریاست ہے اس وقت پرنس شکیل کے ہاتھوں میں اسکا اقتدار ہے چند سالوں سے پلاٹینم کی دریافت کے بعد تیزی سے ترقی کر رہی ہے کئی منصوبوں پر وہ ہمارے ملک کیلئے فنڈ بھی مہیا کر رہی ہے اور بس"

"اس کے علاوہ بھی بہت ساری باتیں ہیں جنھیں تم نہیں جانتے"

"میرے لئے اُن کا نہ جاننا ہی بہتر ہے آپ مطلب کی بات بتائیں"

"مطلب ہی کی تو بات بتا رہا ہوں" سر سلطان نے جلدی سے کہا مبادا کہیں وہ دوبارہ پٹڑی سے نہ اتر جائے۔ "پرنس شکیل نے ایک خصوصی خط اپنے سفیر کے ذریعے آج ہی وزیرِ اعظم کو پہنچایا ہے وہ خط وزیرِ اعظم کی اس ہدایت کے ساتھ وزارتِ خارجہ کی وساطت سے میرے پاس آیا ہے کہ اس سلسلے

میں فوراً سہراب پور کی ہر ممکن مدد کی جائے۔" سر سلطان نے میز کی دراز کھولی اس میں سے سبز رنگ کا ایک بڑا سا لفافہ نکالا اور جرین کو دے دیا۔ جرین نے خط اُن کے ہاتھ سے لیا اور جلدی جلدی اس کی تحریر پڑھنے لگا ـــــ وہ جوں جوں آگے پڑھتا جا رہا تھا اس کی دلچسپی بڑھتی جا رہی تھی ـــــ بالآخر اس نے خط ختم کیا۔ تہہ کر کے دوبارہ لفافے میں رکھا اور سر سلطان کو واپس دیدیا۔

"میرے خیال میں تم نے سچویشن کا اندازہ کر لیا ہوگا اس سلسلے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں لیکن ایک بات ظاہر ہے وہ یہ کہ معاملہ کافی خطرناک ہے اور اگر اس خط کی تحریر حرف بہ حرف درست ہے تو سہراب پور کا خدا حافظ ہے۔"

"بیٹے یہ تم کہہ رہے ہو۔ ایک تم ہی تو ہو جو ناکامیوں کی تاریکی میں کامرانی کی شمع روشن کرتے ہو ـــــ اور پھر وہ تو ہماری برادر ریاست ہے وہاں مسلمان آباد ہیں ـــــ کیا مسلمان کی حیثیت سے مشکل وقت میں اُن کی مدد کرنا ہمارا فرض نہیں؟" اُن کا لہجہ بے حد جذباتی تھا۔

"میں نے کب یہ کہا کہ میں اُن کی مدد کیلئے تیار نہیں ـــــ میں تو صرف سچویشن کی نازکی کا احساس دلا رہا تھا۔"

"تو پھر تم اس سلسلے میں کیا کہہ رہے ہو۔؟"

"جو آپ کا حکم۔"

"تو پھر میں سمجھوں کہ تم اس کیس کو ہاتھ میں لینے کے لئے راضی ہو۔"

"جی ہاں، بالکل" اس نے مختصر جواب دیا۔۔۔ اُسے احساس تھا کہ حاکمِ بحرین کتنی بڑی ذمہ داری اس کے سر پہ آگئی ہے۔۔۔ خط کے معنی سے اس نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ یہ اپنی نوعیت کا واحد کیس ہے جسے اس کو اپنی براہِ راست نگرانی میں حل کرنا ہے۔۔۔ اسکی رضامندی کے بعد سلطان اس سے معاملے کے دیگر پہلوؤں پر گفتگو کرنے میں مصروف ہوگئے۔۔۔ جب وہ ان کے آفس سے اُٹھا تو سر سلطان مطمئن اور مسرور تھے۔۔۔ جبکہ وہ خود کسی دوسرے ہی خیال میں گم تھا۔۔۔ اُسے بہرحال ایک دو دن میں سہراب پور کیلئے روانہ ہو جانا تھا۔ ضروری انتظامات کرنے تھے۔۔۔ انہیں خیالوں میں گم اس نے انگیشن میں چابی گھمائی انجن انگڑائی لے کر بیدار ہوا۔۔۔ اس کی ٹویٹا دوسرے ہی لمحے سڑک پہ فراٹے بھر رہی تھی۔۔۔

ایر گلف ، ——

کا طیارہ بوئنگ 717 نہایت سبک خرامی سے اپنی منزل سہراب پور کی طرف محوِ پرواز تھا —— پاکیشا کے دارالحکومت سے پرواز کئے اُسے آدھا گھنٹہ گذر چکا تھا۔ سہراب پور پہنچنے میں ابھی تقریباً بیس منٹ باقی تھے —— موسم نہایت خوشگوار تھا تیز چمکیلی دھوپ نکلی ہوئی تھی —— کہیں کہیں بادل کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے آسمان جیسے تیر رہے تھے —— طیارے کی رفتار مناسب تھی اور کیپٹن کا خیال تھا کہ وہ ٹھیک بیسویں منٹ میں سہراب پور اسٹیٹ کے سب سے بڑے شہر چولان کے ہوائی اڈے پر لینڈ کر لیگا —— طیارے میں یوں تو مختلف رنگ و نسل اور ممالک سے تعلق رکھنے والے بیٹھے تھے —— یہ طیارہ چونکہ براستہ سہراب پور مشرق وسطیٰ کی طرف جا رہا تھا اس لئے عرب ممالک سے تعلق رکھنے والے افراد کی تعداد کچھ زیادہ ہی تھی۔ جن میں زیادہ تر تیل کی صنعت سے وابستہ تھے اس کا اندازہ عمران نے اُن کی گفتگو سے لگایا —— اس کے برابر جولیا بیٹھی تھی —— پچھلی دو نشستوں پر تنویر اور صفدر بیٹھے —— صفدر سیٹ کی پشت سے سر لگائے آنکھیں موندھے کسی سوچ میں گم تھا اور تنویر بظاہر ایک رسالے کے مطالعے میں منہمک تھا —— لیکن اسکی آنکھیں اور کان

ہوئے تھے ۔۔۔ جولیا کے برابر بیٹھا مسلسل اسکے سینے پر مونگ دل رہا تھا ۔۔۔ جولیا بھی بظاہر عمران سے لاتعلق بیٹھی تھی لیکن اسکے چہرے پر غصے اور جھنجلاہٹ کی سرخی پتہ دے رہی تھی کہ عمران پٹڑی سے اترا ہوا ہے ۔۔۔ دارالحکومت سے چلتے ہوئے عمران نے ، صفدر ، تنویر اور جولیا کو کسی مصلحت کی وجہ سے ساتھ لے لیا تھا ۔۔۔ جبکہ دیگر دوسرے ممبران کو وہ بلیک زیرو سمیت دارالحکومت ہی میں چھوڑ آیا تھا ۔۔۔ مختلف سیاسی وجوہ کی بناپر اس وقت خود اس کے ملک میں مختلف سازشیں پیدا ہو رہی تھیں جن کے سدباب کیلئے سیکرٹ سروس ہی ایک ایسا محکمہ تھا جو اب تک کار آمد ثابت ہوا تھا ۔۔۔ حکومت بڑی حد تک صرف سیکرٹ سروس کی وجہ سے مختلف اندرونی اور بیرونی سازشوں کا شکار ہونے سے بچی تھی ۔۔۔ عمران کو بلیک زیرو کی ذہانت پر پورا اعتماد تھا کہ وہ اسکی غیر موجودگی میں اپنے ماتحتوں کو بخوبی ڈیل کر لیگا ۔۔۔ مختلف جرائم کا سراغ لگانے کیلئے عمران نے اُسے خصوصی ٹریننگ دی تھی ۔۔۔ اور عمران کو مکمل بھروسہ تھا کہ اس کی غیر موجودگی میں بلیک زیرو ہر کیس سے خوش اسلوبی سے نمٹ سکتا ہے جس کا اس نے دیگر کئی مواقع پر ثبوت بھی دیا تھا ۔

سر سلطان کے آفس سے واپسی کے بعد وہ سیدھا دانش منزل گیا تھا ۔۔۔ جہاں اس نے بلیک زیرو کو تازہ کیس اور اسکی نوعیت سے آگاہ کیا ۔۔۔ پھر وہ اور بلیک زیرو دونوں مل کر پروگرام ترتیب دینے لگے ۔۔۔ جوزف کو جب پتہ چلا تھا کہ عمران کسی مہم میں بیرونی ملک جا رہا ہے تو اس نے بھی ساتھ چلنے کی ضد کی تھی ۔۔۔ کافی گڑگڑایا تھا ۔۔۔ لیکن عمران ٹس سے مس نہ ہوا ۔۔۔ اور جوزف کو ہار مان کر خاموش ہو جانا پڑا تھا ۔۔۔ باس سے جدائی کے غم کو اس نے اپنی تنہائی کی ساتھی ہی ڈبو دیا ۔

جس کے بعد وہ پھر چاق و چوبند ہو کر ڈیوٹی دینے لگا ـــــ اسکے جانے کے بعد عمران نے بلیک زیرو ہی کی مدد سے مختلف تیاریاں مکمل کی تھیں ـــــ اپنے سہراب پور پہنچنے کے متعلق اس نے پرنس شکیل کے تار تار روانہ کر دیا تھا مگر ساتھ ہی اُن سے یہ درخواست بھی کی تھی کہ اسکے لئے کسی قسم کا اہتمام نہیں کیا جائے نہ ہی پرنس شکیل اسکے ٹھہرنے کا اپنے محل میں بندوبست کریں ـــــ بلکہ وہ چاہتا تھا کہ اجنبی کی طرح سہراب پور میں داخل ہو تاکہ کسی قسم کا رسک لئے بغیر کیس کیلئے راہ کا تعین کیا جاسکے خود اس نے پاکیشیا کے ایک بڑے بزنس مین کی حیثیت سے فون کے ذریعے چولائی کے ایک شاندار ہوٹل میں چار کمرے پہلے ہی بک کروا لئے تھے ـــــ جہاز میں بھی وہ تاجر ہی کی حیثیت میں سفر کر رہا تھا جبکہ جولیا اسکی سیکرٹری اور تنویر و صفدر اسکے معاون کی حیثیت سے اسکے ساتھ تھے ـــــ روانگی سے پہلے اس نے نہ صرف اسکی اطلاع سر سلطان کو دیدی تھی بلکہ بلیک زیرو کو بھی اہم باتیں سمجھا دی تھیں تاکہ اگلگ غیر موجودگی میں وہ کسی قسم کی دقت محسوس نہ کرے ـــــ تمام تیاریاں مکمل کرنے میں اُسے پُورا ایک دن لگا تھا ـــــ اس نے بلیک زیرو کے ذریعے ایر گلف کے بوئنگ میں دوسرے دن کیلئے چار سیٹیں ریزرو کروالی تھیں ـــــ طیارے نے ٹھیک دس بجے ان دے چھوڑ دیا تھا اور اب اُسے اپنی منزل پر پہنچنے میں چند منٹ درکار تھے

عمران اپنی نشست پر بیٹھا مسلسل جولیا کو تنگ کر رہا تھا ـــــ اور جولیا غصّے میں بھنائی ہوئی خاموش بیٹھی تھی ـــــ وہ بمشکل اپنے آپ پر قابو پا رہی تھی ـــــ اس کا بس چلتا تو وہ عمران کو اٹھا کر کھڑکی کے ذریعے نیچے ہی پھینک دیتی ـــــ عمران کی چھیڑ خانی کا جواب دیکر وہ طیارے میں خود کو تماشا نہیں بنانا چاہتی تھی ـــــ لیکن اپنے چہرے

Pakistanipoint
Waqar Azeem

پر ظاہر ہونے والے شدید غصے کی علامات وہ نہیں چھپا سکتی تھی جس کے سبب اسکا چہرہ سرخ ہو گیا تھا ـــــ اس آتشی رنگت نے اُسے کچھ زیادہ ہی خوبصورت بنا دیا تھا ـــــ

"کیا بات ہے جولی ڈارلنگ بڑی سُرخ نظر آرہی ہو ـــــ کہیں چمگادڑ کے خون میں ڈبکی لگا کر تو نہیں آئیں ـــــ ذرا اپنے رُخ روشن کو پیچھے کی طرف بھی گھما دو تاکہ رقیب روسیاہ کے دل کو چین اور رُوح کو آرام نصیب ہو ـــــ ہائے بیچارہ ـــــ کتنی بیچینی سے کروٹیں بدل رہا ہے چچ چچ چچ" اس نے تاسف سے کہا لیکن انداز چڑانے والا ہی تھا۔

"کیا تم اپنی چونچ بند کرنے نہیں رکھ سکتے" تنویر نے آگے جھک کر اسکے کان میں سرگوشی کی ـــــ وہ کافی دیر سے صبر کئے بیٹھا تھا لیکن بلآخر اسکے صبر کا پیمانہ چھلک ہی پڑا اور وہ زبان کھولے بغیر نہ رہ سکا "اگر تم نے اب کوئی بدتمیزی کی تو یاد رکھو گردن توڑ دونگا" اس کے لہجے کی غراہٹ نمایاں تھی ـــــ

"اماں منہ پرے کرو کیا لونڈیوں کی طرح کھسر پھسر کر رہے ہو مردوں کی طرح بات کرو" بھڑوں کے چھتے میں جان بوجھ کر ہاتھ ڈالنے سے اپنا ہی نقصان ہوتا ہے یہی کچھ تنویر کے ساتھ ہوا ـــــ عمران نے اسکی سرگوشی کے جواب میں چیخ کر اُسے مخاطب کیا ـــــ اس کی آواز اتنی تیز تھی کہ طیارے میں موجود تمام لوگ چونک چونک کر اُن کی طرف دیکھنے لگے ـــــ اس سے پہلے کہ تنویر بھی عمران کے دو بدو جواب دیتا ـــــ اور معاملہ بگڑتا صفدر نے تنویر کا شانہ دبا کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا ـــــ کیونکہ لوگ تجسّس سے اِن ہی کی جانب دیکھ رہے تھے اس لئے تنویر نے

خاموش رہتے ہی میں عافیت جانی ۔۔۔ لیکن وہ اس خوفناک انداز میں عمران کو گھورنے لگا جیسے موقع ملتے ہی اُسے کچا چبا جائیگا ۔۔۔ عمران پر بھلا اسکے غصے کا کیا اثر پڑتا۔ اس نے جب تنویر کو خوفناک انداز میں گھورتے ہوئے پایا تو مسکرا کر اُسے آنکھ مار دی ۔۔۔ "مے کتنی مخمور ہیں تمہاری آنکھیں

دل کا سرور ہیں تمہاری آنکھیں ۔۔۔" وہ سینے پر ہاتھ رکھکر فدویانہ انداز میں جھکا مگر سیدھا کر کے رہ گیا ۔۔۔ اب کہ جولیا نے دانت کچکچاتے ہوئے اس کی کمر میں زور دار چٹکی لی تھی ۔۔۔ وہ کمر پکڑے ہائے ہائے کرتا رہا اور جولیا انجان بنی رسالے کے مطالعے میں مصروف رہی پھر اس کی یہ "ہائے ہائے" اس وقت رُکی جب طیارے میں چولان ایرپورٹ پر لینڈ کئے جانے کی اطلاع ۔۔۔ اناؤنسمنٹ ہوئی ۔۔۔ تمام مسافر اپنے اپنے بیلٹ باندھنے لگے ۔۔۔ عمران کی ہائے ہائے بھی رُک چکی تھی اور وہ بھی بیلٹ کسنے میں مصروف تھا۔

طیارے کی بلندی کم سے کم تر ہوتی گئی ۔۔۔ بالآخر اس کے پہیے زمین سے ٹکے اور وہ کسی منہ زور گھوڑے کی طرح رن وے پر دوڑتا چلا گیا ۔۔۔ چند لمحوں بعد طیارہ ایرپورٹ ٹرمنل کی عمارت کے سامنے کھڑا تھا ۔۔۔ سیڑھی لگانے کے بعد دروازہ کھولا جا چکا تھا۔

مسافر آہستہ آہستہ ایک لائن میں نیچے اترنے لگے ۔۔۔ کچھ دیر بعد عمران جولیا، صفدر اور تنویر بھی طیارے سے اتر کر ایرپورٹ کی عمارت کی طرف جا رہے تھے اُن کے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے سوٹ کیس تھے ۔۔۔ کسٹم چیکنگ کے عملے نے انہیں جلد ہی فارغ کر دیا ۔۔۔ جب وہ ایرپورٹ کی عمارت سے باہر آئے تو

ہوٹل برا ڈوے کی کار اُن کی منتظر تھی جس میں عمران نے فون کے ذریعے کمرے بک کرائے تھے۔ ایک پورٹر نے اُن کے ہاتھ سے سوٹ کیس لیکر جلدی جلدی ڈکی میں رکھے۔ اس اثنار میں وہ چاروں کار میں بیٹھ چکے تھے۔ باوردی ڈرائیور نے نہایت سلیقے سے کار اسٹارٹ کی اور مناسب رفتار سے اُسے ڈرائیو کرنے لگا۔

راستے میں یہ بات عمران ہی نے نہیں بلکہ ذہین صفدر نے بھی نوٹ کی تھی کہ ڈرائیور سمیت تمام لوگوں کے چہروں پر ایک یاس اور مایوسی کی کیفیت چھائی ہوئی ہے وہ جوش و خروش جو لوگوں میں عام طور پر ہوتا ہے یہاں کے لوگوں میں مفقود تھا۔ وہ بے دلی اور کسی قدر رنجیدگی سے اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ بازاروں کی رونق بھی برائے نام تھی۔ مارکیٹوں میں بیشتر دوکانیں بند ہی تھیں۔ کچھ یہی صورتحال انھوں نے ہوٹل برا ڈوے میں دیکھی۔ جس وقت وہ پورٹروں کی معیت میں ہوٹل میں داخل ہوئے انھوں نے اس انٹرنیشنل ہوٹل کو بھی کچھ سونا سونا پایا۔ کاؤنٹر کلرک نے اگرچہ اسی مسکراہٹ سے اُن کا استقبال کیا اور ویٹر کو اُن کے کمروں کی چابی دیکر اسکی معیت میں انھیں اپنے کمروں کی جانب روانہ کر دیا۔

یہ ہوٹل کافی وسیع و عریض اور کئی منزلوں پر مشتمل تھا۔ عمران وغیرہ بیرے کی معیت میں لفٹ کے ذریعے پانچویں منزل پر پہنچ گئے۔ بیرا انھیں لئے ہوئے کوریڈور سے گذر کر روم نمبر تھرٹی تھری تھرٹی فور تھرٹی فائیو اور تھرٹی سکس کے سامنے پہنچ گیا۔ کمرے کھولنے کے بعد پورٹروں نے اُن کا سامان اُنکے کمروں میں رکھا اور بیرا سر جھکا کر باہر نکل آیا۔

سفر کی تھکان کا بہترین علاج غسل ہوتا ہے۔ لہٰذا جولیا کے علاوہ وہ

تینوں اپنے اپنے کمروں سے اٹیچ باتھ روم میں گھس گئے ـــ جبکہ جولیا اپنے کمرے میں پرس تپائی پر رکھنے کے بعد آرام کرسی پر آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئی ـــــ مقصد ذہن کو نارمل کرنے کے سوا کچھ نہیں تھا ـــــ

عمران نے غسل سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا اور ابھی بیرے کو بلانے کے لئے گھنٹی دبانے ہی والا تھا کہ اُسے بیرونی دروازے پر دستک سنائی دی ـــــ اس نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا اور آگے بڑھکر دروازہ کھول دیا ـــــ سامنے ہی خاکی پینٹ کے نفیس سوٹ میں ملبوس ایک وجیہہ اور شکیل نوجوان کھڑا تھا جسکے ایک ہاتھ میں خوبصورت سا بریف کیس تھا ـــــ عمران نے استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا ـــــ

" مجھے سجاد کہتے ہیں ـــ میں ہز ہائی نس کا پرسنل سیکریٹری ہوں " اس نے مصافحے کیلئے ہاتھ بڑھایا ـــــ عمران نے گرمجوشی سے مصافحے کے بعد اُسے اندر آنے کا راستہ دے دیا ـــــ

پرسنل سیکریٹری آف ہز ہائی نس سجاد کمرے میں داخل ہو کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا جبکہ عمران نے اسکے قریب والی نشست سنبھال لی تھی ـــــ

" آپ کی آمد کی اطلاع پاتے ہی ہز ہائی نس نے مجھے روانہ کر دیا تھا ـــــ وہ تو چاہتے تھے کہ آپ شاہی مہمان کی حیثیت سے محل میں قیام کریں ـــــ لیکن یہ چیز شاید آپ کیلئے مناسب نہیں تھی بہرحال کسی چیز کی بھی ضرورت ہو تو بلا تکلف یاد فرما لیجئے گا ـــــ آپکی خدمت کر کے ہمیں بے انتہا خوشی محسوس ہو گی "

" شکریہ سجاد صاحب ـــ مجھے بس ذرا تفصیل سے آگاہ کر دیں " وہ سنجیدہ

ے میں بولا ـــــ

"میں اسی لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا کہ وہ تمام واقعات جو ابھی
ے رونما ہوئے ہیں آپ کے گوش گذار کر دوں"

سجاد نے بریف کیس کھولا اور ایک بڑا سا فوٹو عمران کی طرف بڑھا دیا ـــــ

"یہ ہے وہ گوریلا نما عفریت جس نے ریاست کو جہنم بنا کر رکھ دیا ہے"

عمران فوٹو کو غور سے دیکھنے لگا ـــــ فوٹو عمران کے ہاتھ میں دیکھ
کر سجاد اُسے گوریلا نما عفریت کی تباہیوں کے واقعات سنانے لگا ـــــ اس نے اپنے
مسلح افواج کے حملے کا بھی ذکر کیا جس میں اس نے ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں استعمال کی
تھیں اور اس عفریت نے ان کو کھلونوں کی طرح اٹھا اٹھا کر پھینکا تھا ـــــ عمران بغور
اس خوفناک داستان سنتا رہا ـــــ

"سجاد صاحب آپکی باتوں سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ اسکا دائرہ کار زیادہ تر شمالی
ساحل پر ہوتا ہے اور کبھی کبھار وہ اِدھر اُدھر کا رُخ کرتا ہے ـــــ کیا شمالی ساحل کی
طرف کچھ آبادی یا اس قسم کی کوئی چیز ـــــ" عمران کا سوال گو کہ مبہم تھا لیکن
اسے سمجھنے میں سجاد کو کوئی دشواری پیش نہیں آئی ـــــ

"شمالی ساحل کے قریب ہی وہ پہاڑی سلسلہ ہے جسکے دامن میں پلاٹینم کی
کانیں موجود ہیں ـــــ اس کے خوف سے اُن کانوں میں بھی کام بند ہو گیا ہے جس کی
وجہ سے ریاست کو بہت زبردست نقصان ہو رہا ہے"

"خیر آپ فکر نہ کریں انشاء اللہ کوئی نہ کوئی بہتر صورت نکل ہی آئے گی"

"مجھے بھی خدا کی ذات سے یہی اُمید ہے ـــــ اچھا عمران صاحب اب میں

چلتا ہوں ـــــ آپ کی سہولت کیلئے ہوٹل کے پارکنگ میں دو لیسنس پلیٹ دو رنگ گھڑی ہے
ہیں ـــــ یہ کاغذات لیجئے ان میں یہاں کے بارے میں مفید معلومات موجود ہیں "

اس کے ساتھ ہی سجاد کھڑا ہو گیا ـــــ

"کوئی تکلیف ہو تو بلا جھجک یاد فرمایئے گا "

اس نے ایک بار پھر یاد دہانی کرائی اور عمران سے مصافحہ کرنے کے بعد کمرے سے باہر نکل گیا ـــــ

اس کے جانے کے بعد عمران سجاد کے دیئے ہوئے کاغذات کے مطالعے میں غرق ہو گیا تھا ـــــ

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

کا شمالی ساحل پُرسکون تھا ـــ صرف ساحل سے ٹکراتی موجوں کا شور ماحول
کے سکون کو درہم برہم کرنے کی کوشش کر رہا تھا ـــ یہ علاقہ اب سے چند دن پہلے
بہت بارونق اور خوبصورت تھا ـــ لیکن گوریلا نما عفریت کی ہلاکت آفرینیوں کے
بعد ویرانے میں تبدیل ہو کر رہ گیا تھا ـــ ساحل کے ساتھ ملے ہوئے خوبصورت
مثالی دیدہ زیب گارڈن اور اُونچے اُونچے بنگلے اس کی تباہیوں کی زد میں آ کر ـــ
کھنڈرات میں تبدیل ہو چکے تھے ـــ آبادی کے نام و نشان مفقود ہو کر بھیانک
ویرانوں میں تبدیل ہو گئے تھے ـــ خاص طور پر شمالی علاقہ جہاں کے پہاڑوں کے دامن
سے دنیا کی سب سے مہنگی دھات نکالی جاتی تھی جسکے سبب یہاں مزدوروں اور دیو
ہیکل مشینوں کے شور میں ویرانے بھی بارونق علاقوں میں تبدیل ہو گئے تھے ـ لیکن
اب سب کچھ خاموش ـــ ہر چیز اپنی جگہ ساکت صرف اکا دکا آبی پرندوں کی یا سمندر
کی موجوں کے علاوہ وہاں کوئی آواز نہیں تھی ـــ ساحل سے کافی فاصلے پر آرمڈ کور
کا چاق و چوبند دستہ نگرانی میں مصروف تھا ـــ سمندر کی معمول کے مطابق بہتی ہوئی
لہروں میں اچانک طغیانی کی کیفیت طاری ہو گئی بڑی بڑی موجیں ساحل سے سر

ٹکرانے لگیں ـــ ایک جوار بھاٹا تھا جو سمندر پر اچانک طاری ہو گیا تھا ـــ آرمڈ کور کے کیپٹن نے دُور بین کے ذریعے سمندر کی اس اچانک بدلتی ہوئی کیفیت کو دیکھا اور اپنے نائب کو سگنل دے دیا ـــــ کیپٹن ان علاقوں سے بخوبی واقف تھا ـــــ

نائب کا اشارہ پاتے ہی آرمڈ کور کا دستہ تیار ہو گیا ـــــ

کیپٹن نے خطرے کا سگنل وائرلیس سیٹ کے ذریعے جو اس کی آرمڈ کور کار میں لگا ہوا تھا ـــ اپنے ہیڈ کوارٹر کو دے دیا ـــــ چند لمحوں بعد درجنوں خطرے کے سائرن اپنی بھیانک اور کرخت آواز میں چیخ پڑے ـــ ان سائرنوں کی آواز چولان شہر اور اس کے گرد و نواح میں دُور دُور تک سنائی دے رہی تھی ـــــ سائرنوں کی آواز کے ساتھ ہی شہر میں جیسے بھونچال آگیا ـــ ہر شخص جو بھی کام کر رہا تھا چھوڑ چھاڑ کر پناہ گاہ کی طرف دوڑ پڑا ـــــ جو حکومت نے گوریلا نما عفریت سے انسانی جانیں بچانے کے لئے جگہ جگہ کھود رکھی تھیں ـــــ لوگ خوفزدہ نظروں سے اپنے اپنے گھروں اور عمارتوں پر چڑھے شمالی ساحل کے اس علاقے کو دیکھ رہے تھے جہاں طوفانی موجوں کے بے پناہ شور سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی ـــــ

آرمڈ کاروں نے پوزیشن لینی شروع کر دی تھیں ـــ کیپٹن اپنی آرمڈ کار میں کھڑا دوربین سے بدستور ساحل کا جائزہ لینے میں مصروف تھا ـــ ایک بڑی سی موج ساحل پر آنے سے پہلے پھٹی ـــــ اور اس میں سے وہی تباہیوں اور بربادیوں کا پیکر اُبھرا ـــــ کیپٹن کا حلق خشک ہونے لگا لیکن اس نے دوربین اپنی آنکھوں سے نہیں ہٹائی ـــــ گوریلا نما عفریت دیو پیکر موجوں کو ہاتھوں کے اشارے سے پیچھے دھکیلتا ساحل کی جانب آ رہا تھا ـــ اسکے لمبے لمبے قدموں نے چند ہی لمحوں

ے ساحل پر لا کھڑا کیا۔۔۔ ساحل پر آنے کے بعد اس اپنی چھوٹی چھوٹی گول
ی آنکھوں سے اطراف کا جائزہ لیا منہ آسمان کی طرف اٹھا کر کچھ سونگھا۔۔۔ اور سنو
ی دزنی قدم اٹھاتا اسی جانب بڑھنے لگا جہاں آرمڈ کور کے دستے نے پوزیشن
بحال رکھی تھی۔۔۔ اس کے قدموں کی دھمک سے زمین پر لرزش طاری تھی۔۔۔

آرمڈ کور کے کیپٹن نے جب دوربین کے ذریعے دیکھا کہ اس گوریلا نما
مخلوق کا رُخ اسی کی جانب ہے تو اس نے وائرلیس پر اپنے ماتحت کو اشارہ دیا۔۔۔
فوراً تمام ہی آرمڈ کاریں ایک ساتھ حرکت میں آئی تھیں۔۔۔ وہ ایک دوسرے کے
درمیان فاصلہ بڑھا کر چند گز پیچھے ہٹیں۔۔۔

وہ اب ایک بڑے دائرے کی پوزیشن میں آگئی تھیں۔۔۔

گوریلا نما عفریت بدستور آگے بڑھ رہا تھا۔۔۔

کیپٹن نے بغیر دوربین کے اس کے ٹارگٹ کا اندازہ لگایا۔۔۔ اور وائرلیس
کے ذریعے اپنے دستے کو فائر کا آرڈر دے دیا۔۔۔

چالیس آرمڈ کاروں کی توپیں ایک ساتھ گرجیں اور چالیس گولے بیک وقت
گوریلا نما عفریت کے جسم پر لگے اُسے ایک زبردست جھٹکا لگا۔۔۔ لیکن وہ فوراً
سنبھل گیا۔۔۔ اور دوسرا قدم اٹھایا۔۔۔

کیپٹن کا اٹھا ہوا ہاتھ گرا ساتھ ہی ایک مرتبہ پھر اس کے منہ سے "فائر" کی
آواز نکلی۔۔۔ چالیس گولے ایک بار پھر اسکے جسم سے ٹکرائے حسب سابق وہ لڑکھڑایا
اور ایک قدم آگے بڑھا دیا۔۔۔ چالیس گولے ایک مرتبہ پھر اسکے جسم سے ٹکرائے۔۔۔
آرمڈ کور کا دستہ قدم قدم پر سخت مزاحمت کر رہا تھا لیکن گوریلا نما عفریت پر اُن

کا خاص اثر نہیں ہوا تھا اور وہ بدستور قدم بہ قدم آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا ——
جوں جوں وہ آگے بڑھ رہا تھا آرمڈ کور کا دستہ پیچھے ہٹتا جا رہا تھا ——
فائر مسلسل جاری تھا ——
اس کے علاوہ اُن کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا کہ مسلسل فائر کے ذریعے اسے اپنی طرف بڑھنے میں رکاوٹ کھڑی کریں تاکہ لوگوں کا کم سے کم نقصان ہو سکے چونکہ جب وہ گوریلا نما عفریت شہر میں داخل ہو جاتی تھی تو پھر اُن کیلئے کسی قسم کی کارروائی کرنا ناممکن ہو جاتا تھا ——
یہاں چونکہ ساحلی علاقہ تھا اس لئے ایک بڑا رقبہ ریتلے میدان کی صورت میں موجود تھا جس میں وہ اپنے بے پناہ فائر کے ذریعے گوریلا نما عفریت کو کچھ دیر کے لئے بہر حال روک سکتے تھے ——
دھماکوں کی خوفناک آوازیں شہر میں بازگشت کی طرح گھوم رہی تھیں ۔۔ لوگ نہایت دہشت زدہ نظروں سے گوریلا نما عفریت کو سرخ سرخ گولوں سے ٹکراتے اور آگے بڑھتے دیکھ رہے تھے —— چولان کا شہر خوف و دہشت کی آماجگاہ بنا اپنے انجام کا منتظر تھا ——
عمران صفدر تنویر اور جولیا اس وقت ہوٹل براڈوے کے ڈائننگ ہال میں بیٹھے کھانے کے ساتھ ساتھ باتوں میں مصروف تھے ——
ہز ہائی نس کے پرسنل سیکرٹری سجاد سے حاصل ہونے والے کاغذات کے مطالعے کے بعد اُسے بہت سی اہم باتوں کا تفصیلاً علم ہو گیا تھا ——
عمران نے چونکہ حسب سابق اپنے موجودہ مشن سے ابھی تک اپنے ساتھیوں

کو آگاہ نہیں کیا تھا ـــ اس لئے وہ کھانے کے دوران مختلف طریقوں سے اس پر دباؤ ڈالتے رہے کہ وہ موجودہ معاملے کے متعلق کچھ بتا دے ـــ

عمران کو بتانے میں بھی کوئی حرج نہیں تھا ـــ بلکہ اسکے خیال میں اسکے سابقہ رحالات سے باخبر ہوتا تو بہتر طریقے سے اپنے فرائض انجام دے سکیں گے اور موجودہ معاملہ تو ایسا تھا کہ وہ کسی قسم کا رسک لینا بھی نہیں چاہتا تھا ـــ

لیکن اس نے اس وقت تک زبان بند رکھی جب تک جولیا صفدر اور تنویر بنی اپنی کہہ کر خاموش نہیں ہو گئے ـــ وہ انھیں کافی دیر تک تنگ کرتا رہا ـــ جب تینوں عاجز آ کر اٹھ کر جانے لگے تو اس نے انھیں دوبارہ بٹھا دیا اور کچھ کہنے کیلئے منہ کھولا ہی تھا کہ سائرن کی بھیانک آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی جس کے ساتھ ہی ڈائننگ ہال میں افراتفری پھیل گئی ـــ

لوگ اپنا اپنا کھانا چھوڑ کر ایک دوسرے کو دھکیلتے ایکدوسرے پر گرتے پڑتے بیرونی دروازے سے نکلنے کی کوشش کر رہے تھے ـــ

اسی دھکا پیل میں کئی خواتین بچے اور ضعیف آدمی لوگوں کے پیروں تلے آ کر روندے گئے تھے ـــ

عمران صفدر جولیا اور تنویر قصویر حیرت بنے اس افراتفری کے عالم کو دیکھ رہے تھے ـــ صفدر تنویر اور جولیا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہے ـــ ڈائننگ ہال جب خالی ہو گیا تو انھوں نے حیرت زدہ نظروں سے ایکدوسرے کو دیکھا ـــ

تینوں کی نظریں ایک ساتھ عمران پر اٹھی تھیں ـــ لیکن وہ اپنی جگہ تھا کہاں جو انھیں دکھائی دیتا ـــ اسکی خالی سیٹ اُن کا منہ چڑا رہی تھی ـــ اور عمران سچویشن کا اندازہ

کرتے ہی ریلے کے ساتھ باہر آگیا تھا ـــ لوگ تیزی سے مختلف پناہ گاہوں کیطر
دوڑ رہے تھے کسی کو کسی کا ہوش نہیں تھا ـــــ

عمران بھی تیزی سے دوڑ پڑا لیکن اسکا رُخ کسی پناہ گاہ کی بجائے پورٹیکو کی طر
تھا ـ پورٹیکو میں پہنچ کر اس نے ہزہائی نس کی بھیجی ہوئی لینڈ روور کا دروازہ کھولا ـ جا
اس کے پاس پہلے ہی موجود تھی ـــ انجن ایک ہلکے سے جھٹکے کے ساتھ اسٹارٹ ہو
عمران نے کار کا گیئر بدلا اور اسٹیرنگ ہوئل پر ڈوبے کے مین گیٹ کی طرف کاٹ دیا ـ
جس وقت وہ مین گیٹ عبور کر کے سڑک پر آرہا تھا تو اس نے زوردار دھماکوں کی آوازیں
سنی ـ دھماکے اتنے شدید تھے کہ بلڈنگوں کے شیشے ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے گرنے لگے ـ
سڑک پر آتے ہی اس نے اپنی کار کا رُخ شہر کے شمالی ساحل علاقے کی جانب
کر دیا ـ اس کی کار برق رفتاری سے تاریکول کی سیاہ اور چکنی سڑک پر دوڑ رہی تھی ـ
دھماکوں کی آوازیں شدید سے شدید تر ہوتی جارہی تھیں وہ ہونٹ بھینچے ـ
ڈرائیونگ میں مصروف تھا ـ سڑکیں سنسان اور بازاروں پر موت کا سا سناٹا چھا گیا تھا
اس وقت اُسے کوئی بھی متنفس نظر نہیں آیا ـ حالانکہ جہاں سے وہ گذر رہا تھا وہ شہر
کا سب سے گنجان علاقہ کہلاتا تھا ـــــ

شدید دھماکوں سے زمین لرز رہی تھی اور عمران دانت بھینچے تیز رفتاری سے
ساحل کی طرف اڑا چلا جا رہا تھا ـــــ

برق رفتاری سے گاڑی چلاتے ہوئے وہ جلد ہی اس سڑک پر پہنچ گیا جو
آگے جاکر ساحل پر ختم ہو جاتی تھی ـــــ لیکن ذرا آگے جانے کے بعد اُسے اپنی کار روک
دینی پڑی ـــ چونکہ سڑک کے بیچوں بیچ ایک آرمڈ کار کھڑی تھی جس سے ساحل کی جانب

فائر کیا جا رہا تھا ـــــ

آرمڈ کار کے قریب ہی سڑک پر ایک لیفٹیننٹ کھڑا تشویش سے سڑک کو دیکھ رہا تھا ـــ اس نے پیچھے ہی ایک کار اس جانب آتی دیکھی ـــ اسے ہاتھ سے رُکنے کا اشارہ کرنے لگا ـــ عمران نے اس سے ذرا فاصلے پر کار روکی تھی ـــــ

لیفٹیننٹ تیزی سے اسکی کار کے قریب آیا ـــــ

"آپ آگے نہیں جا سکتے" اس نے کار کی کھڑکی میں منہ گھسیڑ کر کہا "برائے کرم اپنی گاڑی واپس موڑ لیں اور جتنی جلد ہو سکے اُسے چھوڑ کر کسی پناہ گاہ کا رُخ کریں"

لیفٹیننٹ کے جواب میں عمران نے جیب سے وہ خصوصی اجازت نامہ نکال کر جو پرسنل سکریٹری سجاد نے اُسے دیا تھا ـــ خاموشی سے اسکے ہاتھ میں تھما دیا ـــ لیفٹیننٹ نے غور سے اسکی تحریر پڑھی اور حیرت زدہ انداز میں کارڈ اسے واپس کر دیا ـــ اسکے ساتھ ہی اس نے اسے زوردار سلوٹ کیا اور آگے جانے کی اجازت دے دی ـــ عمران نے مسکرا کر اسکا شکریہ ادا کیا اور آرمڈ کار کو کراس کرتا ہوا آگے بڑھ گیا ـــ کچھ ہی دور جانے کے بعد اُسے وہ گوریلا نما عفریت نظر آگئی جو اب ساحل سے بہت دور آگئی تھی اسکا رُخ شہر سے آنے والی اسی سڑک کی طرف تھا جس پر عمران کی کار خود اسی کی جانب بڑھ رہی تھی ـــــ

عمران نے تھوڑی دور لے جا کر اپنی کار روک دی ـــ آرمڈ کار اس سے پچاس گز کے فاصلے پر تھی جس سے مسلسل فائر آ رہا تھا ـــ عمران نے انجن بند کیا اور نیچے اتر آیا ـــ وہ بڑے غور سے گوریلا نما عفریت کا جائزہ لے رہا تھا ـــ جو

فائر کی بوچھاڑ پر جھٹکا کھا کر رکتا اور پھر آگے بڑھنے لگتا ــــ عمران کے چہرے پر گہری تشویش تھی اور وہ فکر مند نظروں سے اسکی حرکات و سکنات کو دیکھ رہا تھا ــــ اس قدیو ہیکل گوریلا اس نے خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا ــــ صرف فائروں کی شدت ہی سے عمران نے اندازہ لگایا تھا کہ اسکا مقابلہ اس مرتبہ نہایت انوکھا اور سخت ہے بلکہ وہ اپنے مدمقابل کے آگے چیونٹی جتنی بھی حیثیت نہیں رکھتا ــــ

عمران اسکی طرف دیکھتے ہوئے سوچوں کی اتھاہ گہرائیوں میں اسطرح غرق ہوا کہ اسے گوریلا نما عفریت کے قریب ہونے کا احساس ہی نہیں ہوا ــــ

وہ چونکا اس وقت جب گوریلے کی دھمک سے زمین لرزنے لگی ــ گوریلا نما عفریت سڑک پر پہنچ کر تیزی سے اس کی جانب بڑھ رہی تھی ــــ لیفٹیننٹ نے اپنی آرمڈ کار سے جب دیکھا کہ گوریلا کسی بھی لمحے عمران کے سر پر پہنچ سکتا ہے تو اس نے اپنی مکتر بند کو آگے بڑھانے کا اشارہ کیا ــــ اس کی نظروں میں عمران کی جان بہت قیمتی تھی جس کیلئے اس نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جانوں کی بازی لگانے کا فیصلہ کیا تھا ــــ آرمڈ کار تیزی سے آگے بڑھی ــــ لیکن اس سے پہلے کہ وہ عمران تک پہنچتی گوریلا نما عفریت عمران کے سر پر پہنچ گیا ــــ وہ اپنی چھوٹی چھوٹی گول گول آنکھوں سے عمران کو گھور رہا تھا ــــ

اس کا بڑا سا ہاتھ عمران کی طرف بڑھا ــــ عمران بجلی کی طرح اچھلا اور اسکے ہاتھ کی زد سے نکلتے ہوئے کار کی طرف چھلانگ لگا دی ــــ

گوریلا نما عفریت نے اپنا پیر اٹھایا ــــ اس کا پاؤں عین عمران کی کار کے اوپر تھا ــــ دوسرے ہی لمحے اسکے پاؤں کے بوجھ سے کار پچک کر سڑک کے برابر ہو گئی۔

لیفٹیننٹ نے خوف سے منہ پھیر لیا اور آرمڈ کار کو تیزی سے موڑنے کا حکم دیا۔۔۔ آرمڈ کار جھٹکا کھا کر مڑی اور پوری رفتار سے پیچھے لوٹتی چلی گئی۔۔ لیفٹیننٹ حسرت سے بچی ہوئی کار کو دیکھ رہا تھا۔۔۔ اس کی آنکھوں سے خود بخود آنسوؤں کے قطرے نکلے اور گالوں پر ڈھلکتے چلے گئے۔۔۔

پاکستان وائٹ ڈاٹ کام

صفدر، ــــــــــ

تنویر اور جولیا اس وقت سخت تشویش میں مبتلا ہوگئے ــــ جب انہوں نے عمران کو اپنی نشست پر موجود نا پایا ــــــ

دراصل جب سے وہ چولان میں داخل ہوئے تھے ــ یہاں کے سہمے ہوئے ماحول کو دیکھ کر اُن کے اعصاب کچھ بھاری ہوگئے تھے ــــ پھر جب انہوں نے خطرے کا سائرن بجنے کے بعد ہوٹل ہراڈوے کے ڈائننگ حال میں جو افراتفری دیکھی تو لاعلمی کے سبب ایک انجانا سا خوف اُن کے دل میں جاگزین ہوگیا ــــــ ایسے موقع پر عمران کا غائب ہوجانا اُن کے لئے تشویش ہی کا باعث بن سکتا تھا ــــــ

ڈائننگ حال بالکل خالی ہوچکا تھا ــــ انھوں نے اس اثنا میں دیکھا تھا کہ ہوٹل کے کمروں میں رہائش پذیر ملکی اور غیر ملکی باشندے بھی نہایت عجلت میں ہوٹل سے باہر نکلے تھے یہاں تک کہ بیرے اسٹوارڈ ہوٹل کا دیگر عملہ بھی بھاگ چکا تھا ــــــ

وہ گم سُم سے بیٹھے اس نئی افتاد کے بارے میں غور ہی کر رہے تھے کہ دھماکوں کی آوازیں آنے لگیں ــــ یہ آوازیں اتنی شدید تھیں کہ میز پر رکھے ہوئے کھانے کے برتن لڑھکنے لگے ــــ ہوٹل پر مکمل سناٹا چھا گیا تھا صرف دھماکوں کی وجہ سے چیزوں کے لڑھکنے اور ٹوٹنے

پھوٹنے کی آوازیں آرہی تھیں ـــــ

ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے چولان پر اچانک جنگ کے مہیب بادل چھا گئے ہوں سپوزیشن کے بدلتے ہوئے رنگوں نے انھیں جیسے سن کر کے رکھدیا تھا ـــــ

دھماکوں کی آوازیں شدید سے شدید تر ہوتی جارہی تھیں ـــــ

غیر متوقع طور پر ایک فوجی ڈائننگ ہال میں داخل ہوا ـــ اسکا رُخ اُن کی میز کی طرف ہی تھا ـــ وہ لوگ پریشان چہرے لئے فوجی کو اپنی جانب آتے دیکھتے رہے اس کے سینے پر لگے ہوئے تمغوں سے وہ کیپٹن نظر آرہا تھا ـــــ

اس نے اُن کی میز کے قریب پہنچ کر مؤدبانہ انداز میں سیلوٹ کیا ـــــ

وہ تینوں اُسے استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگے ـــــ

" معزز مہمانوں سے درخواست ہے کہ ہوٹل کے نہاں میں بنی ہوئی پناہ گاہ میں تشریف لے جائیں ـــ کیونکہ گوریلا نما عفریت کا رُخ اسی جانب ہے اور ہوسکتا ہے یہ ہوٹل اس کی زد میں آجائے "

" مگر کیپٹن ہمارا ساتھی موجود نہیں وہ بھی یہاں تھا نجانے کہاں چلا گیا "

یہ جولیا تھی جو عمران کی جانب سے تشویش میں مبتلا تھی ـــــ

" اوہ ہم انھیں تلاش کرنے کی پوری کوشش کریں گے آپ لوگ ازراہِ کرم فوراً پناہ گاہ میں پہنچ جائیں "

اسکے سوال پر کیپٹن نے تشویش زدہ لہجے میں جواب دیا اور تیزی سے ہوٹل سے باہر نکل گیا ـــــ

" یہ عمران کو بھی اسی وقت کہیں مرنا تھا ـــ کمبخت ہر موقع پر ہمیں مصیبتوں

میں پھنسا کر خود رفو چکر ہو جاتا ہے ۔" تنویر نے بھنائے ہوئے لہجے میں کہا ۔۔۔
"بکواس مت کرو ۔"

جولیا کو تنویر کے لہجے پر تاؤ آگیا "وہ تمہاری طرح بزدل نہیں ہے جو ساتھیوں کو مصیبت میں مبتلا چھوڑ کر فرار ہو جائے ۔"

"تنویر جولیا ۔" صفدر نے فہمائشی نظروں سے دونوں کی جانب دیکھا ۔۔۔
"یہ آپس میں الجھنے کا وقت نہیں ہے ۔۔۔ ہمیں فوراً کیپٹن کی ہدایت پر عمل کرنا چاہیئے ۔"

"آؤ چلیں ۔" اس نے مصالحتی انداز میں کہا اور اپنی نشست سے اٹھ گیا جولیا اور تنویر نے ایک دوسرے کو برہمی نظروں سے دیکھا لیکن وہ صفدر کے پیچھے ہی اپنی اپنی کرسیوں سے اٹھ گئے تھے ۔۔۔

ہوٹل سے باہر آکر انھوں نے نظریں دوڑائیں ۔ ہر جانب ہو کا عالم طاری تھا ۔ مکمل سناٹے میں فوج کو دو لکژری بند گاڑیاں ہوٹل کے سامنے کھڑی تھیں ۔ کچھ فوجی اُن پر بیٹھے اور باقی سامنے کی جانب دیکھ رہے تھے ۔۔۔

صفدر جولیا اور تنویر کے ساتھ لان کی طرف بڑھ گئے ۔۔۔

ہوٹل براڈوے کا خوب صورت اور وسیع و عریض لان کو کھود کر زیرِ زمین پناہ گاہ میں تبدیل کر دیا گیا تھا ۔۔۔

صفدر جولیا اور تنویر پناہ گاہ میں داخل ہو گئے ۔۔۔ اس پناہ گاہ میں رہائش پذیر افراد اور عملے کے علاوہ اور بہت سارے لوگ کھدی ہوئی کچی زمین میں قطاروں میں بیٹھے ہوئے تھے اور خوفزدہ نظروں سے ایک دوسرے

رہے تھے ـــــ خصوصاً عورتوں اور بچوں کی تو خوف سے بُری حالت تھی
شیرخوار اور نونہال ، ماحول کی کثافت سے لاپرواہ گھٹن کی وجہ سے روئے
جا رہے تھے ـــــ اُن کی باغیں خوفزدہ نظروں سے اُن لوگوں کے چہروں کو تکتے
ئے جو بچّے کے رونے کی آواز کی وجہ سے خونخوار نظروں سے انھیں اور اُن
ہ بچوں کو دیکھ رہے تھے اپنے اپنے بچوں کو چپ کرانے کی حتے الامکان کوشش
رہی تھیں ـــــ کئی ایک کمزور دل کے افراد ایسے بھی تھے جن پر خوف کی وجہ
کپکپی طاری ہو گئی تھی ـــــ ہوٹل کے مستظمین بچوں کو خاموش کراتے کیلئے
کی ماؤں کی مدد کر رہے تھے ـــــ کیونکہ شور سے اُن کی اپنی جانوں کو خطرہ
ق ہو سکتا تھا ـــــ

یہ پناہ گاہ ڈبلیو ڈبلیو کی شکل میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے بنائی گئی
ں ـــــ اُن کے اوپر گھاس وغیرہ ڈال دی گئی تھی تاکہ سرسری طور پر دیکھنے والے
پناہ گاہ نظر نہیں آ سکے ـــــ

صفدر تنویر اور جولیا پناہ گاہ میں داخل ہونے کے بعد ایک جانب بیٹھ
ـــــ چونکہ وہ سب سے آخر میں پناہ گاہ میں داخل ہوئے تھے اس لئے ان تینوں
اس کے سوراخ کے قریب ہی جگہ ملی وہ پناہ گاہ کے اندر سے باہر دیکھ
تے تھے ـــــ

دفعتاً ہوٹل کے سامنے کھڑی ہوئی دونوں بکتر بند گاڑیاں حرکت میں آ گئیں
مہیب آواز پیدا کرتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگیں ـــــ

دھماکے شدت اختیار کرنے کے بعد ختم ہو چکے تھے ـــ سائرن میں

بکتر بند گاڑیوں کی دُور ہوتی ہوئی آواز کے علاوہ اور کسی قسم کی آواز نہیں تھی ——
شدید اعصابی تناؤ کی وجہ سے لوگوں کے حلق پیاس کی وجہ سے خشک ہو رہے تھے —— تنویر صفدر اور جولیا کا بھی یہی عالم تھا —— مگر انھوں نے اپنے آپ پر قدرے قابو پالیا تھا —— خوف کا عنصر بھی رفتہ رفتہ اُن کے دلوں سے کم ہوتا جا رہا تھا —— جیسے سچویشن سمجھ میں آتی جا رہی تھی اُن کی صلاحیتیں واپس آتی جا رہی تھیں ——

وہ تینوں اب ماحول کا گہری نظروں سے جائزہ لے کر آنے والے حالات کا اندازہ لگا رہے تھے ——

بکتر بند گاڑیوں کی آواز بھی دُور ہوتے ہوتے اب بالکل مفقود ہو چکی تھی پناہ گاہ کے اندر جو بچے رو رہے تھے وہ بھی کسی انجانے خوف کے باعث اب خاموش ہو گئے تھے ——

پر سکوت ماحول میں اچانک دھم دھم کی دھمک سے زمین لرزنے لگی۔ یہ آوازیں سن کر لوگوں کے چہرے پھیکے پڑ گئے اور اُن پر موت کی زردی چھا گئی جیسے جیسے دھم دھم کی آواز بڑھتی جا رہی تھی —— ویسے ویسے زمین کی لرزش میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا ——

دھمک کچھ دیر کے لئے رکی زمین کی لرزش تھمی اور ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکہ ہوا جسکے ساتھ ہی بے شمار لوگوں کی چیخ و پکار کی وجہ سے ماحول پر چھایا ہوا سکوت ایکدم درہم برہم ہو گیا ——

ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی بڑی عمارت اچانک زمین بوس ہو گئی

ے اس کی زد میں آنے والے لوگ بے تحاشہ مدد کے لئے چلا رہے تھے ـــــ

ابھی وہ تینوں اس جھٹکے سے سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ ایک اور زور دھماکہ ہوا ـــــ چیخ و پکار میں مزید اضافہ ہو گیا ـــــ

صفدر تنویر اور جولیا تشویش زدہ انداز میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اچانک ایک تیسرا دھماکہ ہوا ـــــ یہ دھماکہ بہت شدید تھا ـــــ لوگوں کی چیں بے اختیار پناہ گاہ کے سوراخ سے باہر گولے پر پڑیں جو گرد و غبار ے پیدا ہوا تھا ـــــ یہ دھماکہ نزدیک ہی کہیں ہوا تھا ـــــ لوگوں کی بے تحاشہ خ و پکار نے نہایت خوفناک سماں پیدا کر دیا تھا ـــــ وہ تینوں ڈھے جانے ی عمارت کے بیچ سے اُٹھتے ہوئے بگولے کو دیکھ رہے تھے ـــــ

گہرے سرمئی رنگ کا بگولا جب اوپر آسمان میں پہنچ کر منتشر ہوا۔ اس کا زور ٹوٹا تو اُسے دیکھ کر اُن کی آنکھیں دہشت سے پھٹی کی پھٹی رہ ئیں ـــــ

جولیا خوف سے کپکپاتے ہوئے صفدر سے چمٹ گئی ـــــ تنویر نے بھی ت سے آنکھیں بند کر لیں ـــــ پناہ گاہ میں کئی لوگ خوف کے مارے بیہوش گئے ـــــ جو ذرا سخت دل تھے انہوں نے بھی اپنا منہ پھیر کر آنکھیں بند کر یں ـــــ خود صفدر کا بھی بُرا حال تھا جو پناہ گاہ کے عین منہ پر بیٹھا تھا۔ نے خوف سے ایک جھرجھری لی ـــــ اور دہشت زدہ عالم میں اس گورِ بلا نما ریت کو دیکھنے لگا ـــــ جس کا رُخ اب ہوٹل براڈوے کی طرف تھا ـــــ اس پہلے وہ ہوٹل سے قریب ہی ایک اونچی عمارت کو زمین بوس کر چکا تھا، وہ

اپنی چھوٹی چھوٹی سُرخ آنکھوں سے ہوٹل کی عمارت کو یوں گھور رہا تھا جیسے کوئی دیو پریوں کی شہزادی کے محل کو گھورتا ہو۔۔۔ بلا شبہ وہ کسی دیو سے کم نہیں تھا ہوٹل کی عمارت اسکے آگے کھلونے کی طرح معلوم ہو رہی تھیں۔۔۔

وہ دو قدم اور آگے بڑھا۔۔۔ خوشی سے اس کی باچھیں کھل رہی تھیں جن سے اس کے سفید سفید دانت جھانک رہے تھے۔۔۔

ہوٹل کی عمارت کو اس نے دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور ایک زور دار جھٹکا دیا۔۔۔ پلک جھپکتے میں کئی منزلہ ہوٹل ملبے میں تبدیل ہو کر زمین پہ ڈھیر ہو گیا۔۔۔

سفدر کا دل اس زور سے دھڑکنے لگا جیسے سینہ توڑ کر باہر نکل آئے گا۔۔۔ یہ منظر اس کیلئے ناقابلِ برداشت تھا۔۔۔ اس نے منہ دوسری طرف پھیر کر خود بھی آنکھیں بند کر لیں۔۔۔

ہوٹل کا ہزاروں ٹن ملبہ پرزہ پرزہ ہو کر چاروں طرف بکھر گیا تھا سینکڑوں وزنی شہتیر اور پتھر اُن کی پناہ گاہ پر گرے۔۔۔

سفدر نے گھبرا کر آنکھیں کھولیں اور تیزی سے تنویر اور جولیا کو جو اس اثناء میں بے ہوش چکے تھے۔۔۔ سمیٹ کر کونے میں کر دیا تاکہ وہ اوپر سے گرنے والے ملبے کی زد میں نہ آسکیں۔۔۔

اینٹوں اور پتھروں کا یہ طوفان نہ جانے کب تک جاری رہا۔۔۔ سفدر کو اس کا ہوش نہیں تھا۔۔۔

وہ خود بھی دوسروں کی مدد کے لئے آگے بڑھنے کا ارادہ کر رہا تھا

ب وزنی اینٹ عین اس کے سر پہ آئی ـــ اس نے گھبرا کر سر دوسری طرف
ر لیا ـــ مگر اس کے باوجود اینٹ اسکے سر کے پچھلے حصے پہ لگی اس کی آنکھوں
ں دیئے جلنے اور بجھنے لگے اور پھر مکمل تاریکی چھا گئی ـــ

اُسے اس وقت ہوش آیا جب تنویر اُسے جھنجھوڑ رہا تھا ـــ اس نے آہستہ
آہستہ اپنی اپنی آنکھیں کھولیں ـــ

پناہ گاہ زخمیوں اور مرنے والوں کے خون اور جسے سے بھر چکی تھی ـــ

"تم دونوں خیریت سے تو ہو کوئی چوٹ تو نہیں آئی ؟" اس نے تنویر اور
جولیا کی طرف دیکھا جو اس کے سرہانے بیٹھی اب بھی خوف سے کانپ رہی تھی

"ہم بالکل خیریت سے ہیں ـــ لیکن تم اُٹھنے کی کوشش مت کرو ـــ تمہارا
سر بہت زخمی ہے خون کافی مقدار میں بہہ چکا ہے"

لیکن معاملہ ایسا تھا کہ صفدر یوں ہی پڑا رہنا نہیں چاہتا تھا ـــ اس نے
ویر کی بات پر کان نہیں دھرا اور اُٹھنے کی کوشش کی ـــ

اس کے سر میں ایک شدید ٹیس اٹھی اور درد کی شدت سے وہ دوبارہ
ے ہوش ہو گیا ـــ

پناہ گاہ کے منہ پر جسے کا ایک ڈھیر آن گرا تھا جسکی وجہ سے وہ بند ہو
ئی تھی ـــ تنویر نے پناہ گاہ کا معائنہ کیا اور افسردہ نظروں سے جولیا کی طرف
دیکھنے لگا ـــ

جولیا نے صفدر کا سر آہستہ سے اپنے زانوں پر رکھا ـــ صفدر کے سر
سے ابھی تک خون رس رہا تھا ـــ تنویر نے اپنی شرٹ اُتاری اور اُسے پھاڑ

کر صفدر کے سر کو پٹیوں سے باندھ دیا تاکہ خون رک جائے ـــــ اس کام سے فارغ ہو کر وہ جولیا کو تسلی دینے لگا ـــــ

تھوڑی دیر بعد باہر سے ملبہ ہٹائے جانے کی آوازیں آنے لگیں ـــ تنویر خالی نظروں سے اس طرف دیکھتا رہا ـــــ

ملبہ تیزی سے ہٹایا جا رہا تھا اس کے لئے فوجی جوان مشینوں سے کام لے رہے تھے ـــ جب انہوں نے پناہ گاہ کے سوراخ سے ملبہ ہٹایا تو انہیں سب سے پہلے تنویر نظر آیا ـــ جو چندھیائی ہوئی آنکھوں سے اُن کی طرف دیکھ رہا تھا ـــــ

"کیا آپ زخمی ہیں ؟" ایک فوجی نے سوراخ میں منہ ڈال کر تنویر سے پوچھا ـــــ

"جی نہیں ـــ میں بالکل ٹھیک ہوں لیکن یہاں میرا ساتھی شدید زخمی ہے اور اسکے علاوہ بہت سے لوگ مجھے خبر نہیں" تنویر نے اسکا جواب دے کر دیا تھا ـــ پھر اس نے جولیا کو اُٹھنے میں مدد دی ـــــ

وہ جولیا کو سہارا دے کر پناہ گاہ کے سوراخ تک لایا یہاں فوجیوں نے اُسے باہر کھینچ لیا ـــــ

اس کے بعد ایک فوجی سوراخ میں داخل ہوا اور تنویر کی مدد سے بے ہوش صفدر کو ملبے تلے دبی پناہ گاہ سے باہر نکال لایا ـــــ

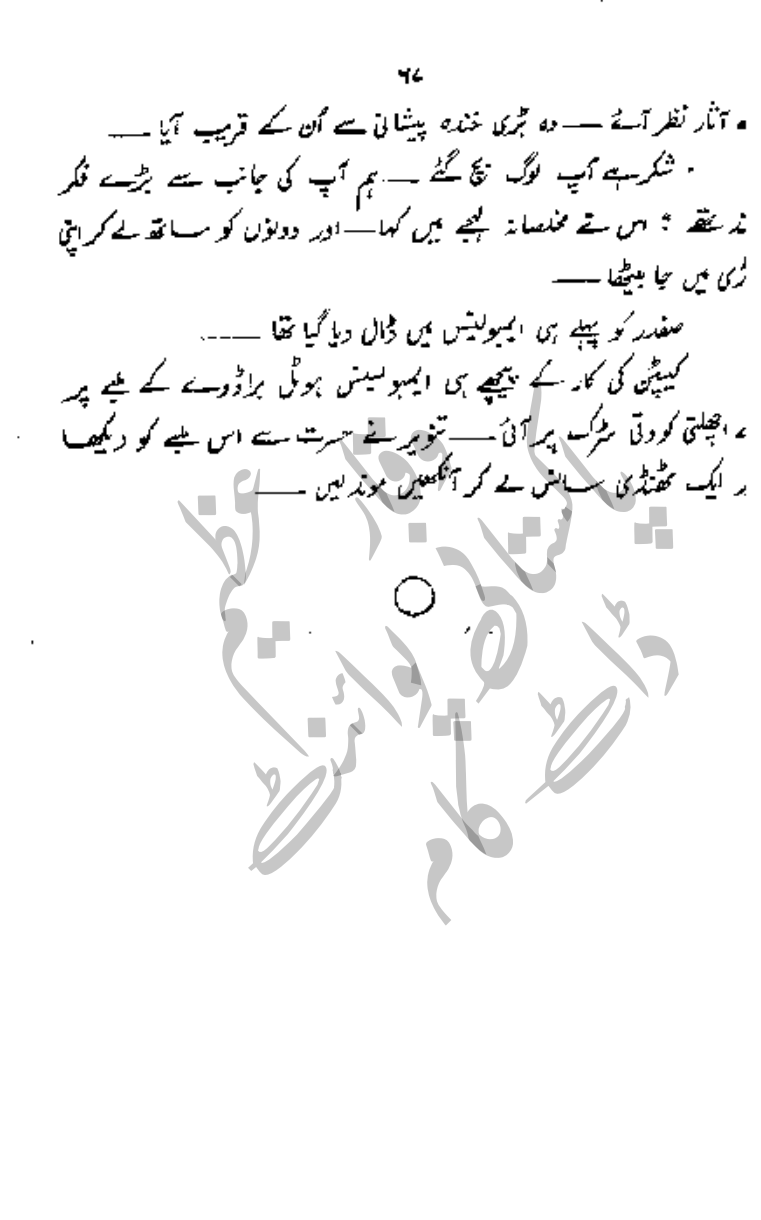
اس نے دیکھا باہر وہی کیپٹن کھڑا تھا جس نے انہیں پناہ گاہ میں جانے کی ہدایت کی تھی ـــ ان تینوں کو دیکھ کر کیپٹن کے چہرے پر

ہ آثار نظر آئے ـــــ وہ بڑی خندہ پیشانی سے اُن کے قریب آیا ـــــ

۔ شکر ہے آپ لوگ بچ گئے ـــــ ہم آپ کی جانب سے بڑے فکر مند تھے ؟ اس نے مخلصانہ لہجے میں کہا ـــــ اور دونوں کو ساتھ لے کر اپنی لڑی میں جا بیٹھا ـــــ

صفدر کو پہلے ہی ایمبولینس میں ڈال دیا گیا تھا ـــــ

کیپٹن کی کار کے پیچھے ہی ایمبولینس ہوٹل براڈوے کے ملبے پر سے اچھلتی کودتی سڑک پر آئی ـــــ تنویر نے حسرت سے اس ملبے کو دیکھا اور ایک ٹھنڈی سانس لے کر آنکھیں موند لیں ـــــ



سہراب پُور اسٹیٹ کے ـــــ

کے تجارتی بیڑے کا سب سے بڑا جہاز ایم وی سلطان سمندر کی لہر
پر آہستہ خرامی سے بہتا ہوا اپنی منزلِ مقصود کی طرف گامزن تھا ـــــ اس
منزل اٹاوا اور اس کے بعد جاوا تھی ـــــ

ایم وی سلطان پاکیشیا کی ایک جہاز ساز کمپنی نے ہز ہائی نس کے
مخصوص آرڈر پر بنایا تھا ـــــ کثیر رقم سے تیار ہونے والے اس جہاز کا وز
اسّی ہزار ٹن اور رفتار چالیس ناٹ تھی ـــــ یہ جہاز خاص طور پر خام پلاٹینم
لئے بنایا گیا تھا ـــــ اس میں کم و بیش پچاس ہزار ٹن خام پلاٹینم کی گنجائش تھی

اسٹیٹ کے تجارتی بحری بیڑے میں اس جہاز کے اضافے کی وجہ
سے خام پلاٹینم کو کافی مقدار میں اٹاوا اور جاوا پہنچانے میں آسانی ہو گئی ـــ
سہراب پُور اپنا یہ خام پلاٹینم جاوا اور اٹاوا کے ہاتھ فروخت کرتا
پُوری دنیا میں صرف یہ دو ہی جگہیں تھیں ـــ جہاں پلاٹینم صاف کرنے اور اس
سے مختلف چیزیں بنانے کے کارخانے موجود تھے ـــــ

پرنس شکیل کے بے حد اصرار پر پاکیشیا نے بھی پلاٹینم کی صفائی اور

شاف شکلوں میں ڈھالنے کے لئے ایک جامعہ منصوبہ تیار کیا تھا ۔۔۔کثیر سرمائے سے پایۂ تکمیل کو پہنچنے والا یہ منصوبہ ابھی ابتدائی مراحل سے گزر رہا تھا۔۔۔اس منصوبے کیلئے سرمائے کی فراہمی کی ذمہ داری پرنس شکیل نے خود لی تھی ۔۔۔

ان منصوبوں کی تکمیل ہونے کے بعد سہراب پور اور پاکیشیا دونوں کو فائدہ ہونے کی امید تھی ۔۔۔اس منصوبے کے تکمیل ہونے تک سہراب پور کو مجبوراً ڈو یورپی ممالک کو اپنا پلاٹینم فروخت کرنا پڑ رہا تھا ۔۔۔

سہراب پور کے تجارتی بحری بیڑے کے جہاز دن رات پلاٹینم جزائر سے اٹاوا اور جاوا پہنچانے میں مصروف رہتے تھے ۔۔۔لیکن گذشتہ چند روز سے خوفناک واقعات کے باعث پہاڑوں کے اندر سے پلاٹینم نکالنے کا کام بند ہو گیا تھا ۔۔۔

ایم وی سلطان آخری جہاز تھا جو کام بند ہو جانے کے بعد بچا کچا خام پلاٹینم لے کر جاوا اور اٹاوا کی طرف روانہ ہوا تھا ۔۔۔

دنیا کی سب سے قیمتی دھات چونکہ ان جہازوں کے ذریعے لیجائی جاتی تھی اس لئے حفاظتی اقدامات کے طور پر ہر ایک جہاز پر چند چھوٹی مار توپیں اور راکٹ لانچر ہر جہاز پر نصب کیا گیا تھا ۔۔۔

اس وقت ایم وی سلطان اپنے جواں سال کیپٹن مسرور احمد کی نیلو میں تیس ناٹ کی رفتار سے سمندر کے سینے پر دوڑ رہا تھا ۔۔۔

کیپٹن مسرور کا تعلق سہراب پور کی چھوٹی سی بحریہ سے تھا جن کا ہائی کمان سے حال ہی میں ٹرانسفر کر کے ایم وی سلطان پر متعین کیا تھا ۔۔۔

چولان کی بندرگاہ سے روانہ ہونے وقت انھوں نے مخدوش حالات کے پیشِ نظر اپنے جہاز میں حفاظتی تدابیر کے طور پر چند تبدیلیاں کی تھی ـــــ اُن کا ماتحت عملہ پُوری طرح چاق و چوبند اور اپنے کام میں ماہر تھا ـــــ

مُوسم معتدل اور کسی قدر خوشگوار تھا ـــــ جہاز کا موسم کے متعلق اطلاعات دینے والا آلہ اگلے دو چار دنوں میں ایسے ہی موسم کی پیش گوئی کر رہا تھا ـــــ

بحری سفر کرنے والوں کی دلی آرزو رہتی ہے کہ دورانِ سفر موسم معتدل رہے ـــــ کیونکہ سمندر کے مزاج کا زیادہ تر انحصار ہواؤں پر ہوتا ہے ـــــ اس لحاظ سے کیپٹن مسرور کے چہرے پر چھائی ہوئی طمانیت قابلِ توجہ نہیں تھی کہ اُن کے سفر کا آغاز کس قدر خوش گوار موسم میں ہوا ہے ـــــ

ایم وی سلطانہ کو اپنی بندرگاہ چھوڑے چودہ گھنٹے سے زیادہ گزر چکے تھے اس عرصے میں اس نے کافی فاصلہ طے کر لیا تھا ـــــ اور کیپٹن مسرور کو اُمید تھی کہ موسم اسی طرح رہا اور وہ اسی رفتار سے چلے تو اگلے دو دنوں میں جہاز اٹاوا کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہو جائے گا ـــــ

وہ انجن روم میں کھڑے فرسٹ انجینئر سے ریاست کے حالات پر گفتگو کر رہے تھے ـــــ اُن کی گفتگو میں سیکنڈ اور تھرڈ انجینئر بھی شامل ہو گئے وطن سے دُور ہونے کے بعد وطن کی فکر انہیں اہلِ وطن سے زیادہ تھی ـــــ جہاز کا انجن اپنی پُرشور آواز سے ان کی باتوں میں مخل ہو رہا تھا ـــــ اسی شور کی وجہ سے انھیں ایک دوسرے سے چیخ چیخ کر باتیں کرنی پڑ رہی تھیں ـــــ اچانک نائب کپتان دوڑتا ہوا انجن روم میں داخل ہوا ـــــ دروازہ اس

گلے میں اٹک رہی تھی ——

"سر ہمارے جہاز کو گھیرا جا رہا ہے"

اس نے ہانپتے ہوئے اطلاع دی ——

"کیا کہا —— ؟ جہاز کو گھیرا جا رہا ہے —— مگر کیوں ؟"

ان کے لہجے میں شدید حیرت نمایاں تھی ——

"پتہ نہیں سر آپ خود دیکھ لیں" نائب کپتان نے تشویش سے کپتان کو جواب دیا ——

پھر کپتان وہاں رکا نہیں بلکہ اپنے تینوں انجینئروں کو جہاز سے متعلق ہدایات دے کر وہ عرشے کی طرف دوڑ پڑا ——

چاروں طرف نظر دوڑاتے ہوئے عرشے سے دوربین کے ذریعے چاروں طرف دیکھ رہا تھا —— واقعی نائب کپتان کی اطلاع بالکل درست تھی ——

وہ نامعلوم جہاز تھے کیونکہ ان پر کسی ملک کا جھنڈا نہیں لہرا رہا تھا اور نہ ہی کپتان تلاش کے باوجود کسی جہاز کا نام پڑھ سکا ——

وہ تعداد میں چھ جہاز تھے جن کے رنگ اور بناوٹ ایک ہی کی طرح تھے —— کپتان نے اپنی دوربین کے ذریعے ان پر لگی ہوئی توپیں بھی دیکھ لی تھیں —— یہ جہاز جسامت میں ایم وی سلطان سے قدرے چھوٹے تھے۔ وہ انتہائی تیز رفتاری سے ایم وی سلطان کو چاروں طرف سے گھیرنے میں مصروف تھے —— کپتان نے دوربین اپنے نائب کے ہاتھ میں دی اور دوڑتا ہوا واپس انجن روم میں پہنچ گیا ——

تینوں انجینئر استفہامیہ نظروں سے اسکی طرف دیکھنے لگے ــــ

"زبیری اپنی رفتار تیئس ناٹ تک بڑھا دو ــــ ہمیں واقعی چند نا معلوم جہاز گھیرنے کی کوشش کر رہے ہیں"

"علیحدہ تم فوراً ہیڈ کوارٹر سے ریڈیائی رابطہ قائم کرو" اس نے تھرڈ انجینئر کو ہدایت دی اور تیزی سے انجن روم سے باہر نکل گیا ــــ اب کہ اس کا رُخ جہاز کے اگلے حصّے کی طرف تھا جہاں دُور مار گنیں اور راکٹ لانچر نصب تھے ــــ ان کا عملہ اُسے دیکھ کر اپنی اپنی جگہوں پر مستعد ہو گیا ــــ کیپٹن کمانڈر کی طرف بڑھا ــــ

کمانڈر اُسے اپنی جانب آتا دیکھ کر مودب ہو گیا ــــ

"کمانڈر الرٹ ــــ ہمیں کسی وقت بھی تمھاری ضرورت پڑ سکتی ہے" کیپٹن مسرور کا لہجہ جذبات سے عاری تھا ــــ

"سر کوئی خطرہ ہے؟"

"ہاں کمانڈر چند نا معلوم جہاز ہماری جانب بڑھ رہے ہیں ــــ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ ہمیں گھیرنے کی کوشش کر رہے ہوں"

کیپٹن نے کہا اور جس تیزی سے آیا تھا اسی تیزی سے انجن رُوم کی طرف چلا گیا جب وہ انجن روم میں داخل ہوا تو ــــ تھرڈ انجینئر ریڈیو آپریٹر کی مدد سے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا ــــ

"ہیلو ہیلو ہیڈ کوارٹر ــــ کیپٹن مسرور از کالنگ یو"

"یس ہیڈ کوارٹر" ایر فون سے ایڈمرل کی آواز اُبھری ــــ

"سر چھ نامعلوم جہاز ہمیں گھیرے ہیں ——— اوور"

"کیا اُن پر کسی مُلک کا نام و نشان نہیں ہے؟"

"نہیں سر اُن پر ہمارے سے کوئی نام و نشان موجود بھی نہیں"

"تم اپنے راستے پر پوری رفتار سے چلتے رہو ——— اگر وہ مداخلت کریں تو تم جوابی کارروائی کرو گے ہم تمہاری مدد کیلئے فائٹنگ بوٹس بھیج رہے ہیں"

"ٹیک بے سر میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گا" کیپٹن دانش کموڈر سے بات کرنے کے بعد ابھی ایر فون واپس رکھ ہی رہا تھا کہ اُسے ——— ایک اور پیغام کا اشارہ ملا ——— اس نے ایر فون دوبارہ چڑھا لیا

"ہیلو ایم وی سلطان"

"کیپٹن سے بات کراؤ" دوسری جانب سے کہا گیا ———

"کیپٹن ہی تم سے مخاطب ہے"

"اچھا کیپٹن صاحب آپ نے غالباً اُن چھ جہازوں کو دیکھ لیا ہوگا جو آپ کو مکمل طور پر اپنے گھیرے میں لے چکے ہیں"

"آپ کون ہیں ——— اور کیا چاہتے ہیں"

"اُن چھ جہازوں کا کمانڈر ——— ہم چاہتے ہیں کہ آپ کسی مزاحمت کے بغیر اپنے جہاز پر لدا ہوا تمام پلاٹینم ہمارے جہازوں پر منتقل کر دیں"

"ایسا کرنا ناممکن ہے ——— ایسا کبھی اور کسی صورت میں نہیں ہوگا"

کیپٹن نے پُرعزم لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے کیپٹن تو پھر اپنی تباہیوں کے تم خود ذمہ دار ہو گے"

"مجھے پرواہ نہیں ۔۔۔ میں اپنے جیتے جی تم لوگوں کو جہاز کے قریب نہیں آنے دوں گا" کیپٹن غصے کی زیادتی کی وجہ سے سرخ ہو گیا ۔۔۔

اس نے غصے میں ایر فون پٹکا اور فرسٹ انجینئر کو مزید رفتار بڑھانے کی ہدایت دے کر وہ واپس عرشے پر آ گیا ۔۔۔ چھ جہاز اب بہت قریب آ گئے تھے وہ اس کے جہاز کو مکمل طور پر گھیرے میں لے چکے تھے ۔۔۔ پھر اُن کی توپوں کو حرکت ہوئی اور گولے دھماکوں سے ایم وی سلطان کی طرف آنے لگے ۔۔۔ کیپٹن نے چیخ کر کمانڈر کو جوابی فائر کا آرڈر دیا ۔۔۔

"ایم وی سلطان کی گنیں بھی جوابی طور پہ اُن جہازوں پہ گولے برسانے لگیں ۔۔۔ اچانک جہاز کو زور دار جھٹکا لگا ۔۔۔ کوئی گولہ ایم وی سلطان کے ڈیزل کے ذخیرے پر آ کر گرا تھا ۔۔۔ ایک زور دار دھماکے کے ساتھ اس حصے میں آگ بھڑک اٹھی ۔۔۔ کمانڈر نے راکٹ لانچر کی مدد سے نزدیک آ جانے والے دو جہازوں کو ہٹ کر دیا تھا اور وہ آہستہ آہستہ ڈوبنے لگے تھے ۔۔۔

لیکن ایم وی سلطان کی حالت بھی خطرناک ہو گئی تھی ۔۔۔ کیپٹن نے آگ بجھانے کیلئے وائس کیپٹن کو بھیج دیا اور خود عرشے پر کھڑا اپنے جہاز کی پوزیشن بدلتا رہا ۔۔۔ کیپٹن کی حاضر دماغی کی وجہ سے کئی گولے اس پر لگنے کی بجائے سمندر کی نذر ہو گئے تھے ۔۔۔ اُسے گھیرنے والے جہازوں نے فائرنگ تیز کر دی تھی ۔۔۔

کیپٹن کو یہ اندازہ لگانے میں ذرا بھی دقت نہیں ہوئی کہ کسی طرح وہ

جہاز اس کے قریب پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں ——

اس نے اپنے جہاز کو شتر ڈگری زاویئے پر موڑنے کا آرڈر دیا۔ اس کے ساتھ اس نے کمانڈر کو بہترین ٹارگیٹ کا اشارہ دیا ——

جہاز جیسے ہی گھوما — ایم وی سلطان سے دو راکٹ نکلے اور سامنے والے جہاز کے پرخچے اڑ گئے — اس کے مقابل اب تین جہاز رہ گئے تھے لیکن وہ تینوں اب بھی اس تک پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے ——

جبکہ ایم وی سلطان پر لگی ہوئی آگ قابو سے باہر ہو چکی تھی اور جہاز کا پچھلا حصہ آہستہ آہستہ سمندر میں بیٹھ رہا تھا — کیپٹن کو اپنا انجام صاف نظر آ رہا تھا — لیکن وہ نہایت جواں مردی سے اسوقت تک ڈٹا رہا — اور اسوقت تک مزاحمت کرتا رہا جب تک ایم وی سلطان پانی کی تہہ میں نہیں پہنچ گیا — کیپٹن بھی جہاز کے ساتھ ہی سمندر کی تہہ میں پہنچ چکا تھا ——

نے اپنی اسٹوڈی بیکر کی جانب اس وقت چھلانگ لگائی تھی جب گوریلا نما عفریت نے اُسے پکڑنے کیلئے ہاتھ بڑھایا تھا۔۔۔ لیکن جیسے ہی وہ اپنی کار میں داخل ہوا۔۔۔ اس نے گوریلے کا وزنی پاؤں اُٹھتے ہوئے دیکھ لیا ایک لمحے میں اس نے فیصلہ کر لیا کہ اُسے کیا کرنا چاہیئے۔۔۔ دوسرے ہی لمحے وہ دروازہ کھول کر نیچے اتر اور زمین پر پیٹ کے بل لیٹ کر کہنیوں کے ذریعے کار کے پیچھے کی طرف کھسکنے لگا۔۔۔ کیونکہ وہ کار کے ساتھ بالکل چپکتا ہوا رینگ رہا تھا۔۔۔ اس لئے گوریلا اُسے نہیں دیکھ سکا۔۔۔ پھر جب اس نے غصّے میں بل کھاتے ہوئے اپنے وزنی پیر کے ذریعے کار کو کچل دیا تو عمران اس کے پیر کی زد سے دور ہو کر اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان سے رینگتا ہوا اسکے پیچھے پہنچ چکا تھا۔۔۔ اور لیفٹیننٹ یہ سمجھ کر کہ کار کے ساتھ ہی عمران بھی کچلا جا چکا ہے، واپسی کیلئے مُڑ گیا تھا۔۔۔

عمران بھی جو اب گوریلے کے دوسرے پیر کی آڑ میں ہو چکا تھا یہی چاہتا تھا کہ لیفٹیننٹ اپنی آرمڈ کار کو واپس موڑ لے۔۔۔ اس طرح گوریلا نما

عفریت کی توجہ بکتر بند کی طرف مبذول ہو جاتی اور عمران اس موقع سے فائدہ اٹھا کر کچھ نہ کچھ کر سکتا تھا ——

اور ہوا بھی یہی جب بکتر بند تیزی سے پیچھے کی طرف دوڑی تو— گوریلا نما عفریت بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا۔ اس طرح عمران نے میدان خالی دیکھ کر ٹھنڈی سانس لی اور گوریلا نما عفریت کی پشت کو گھورنے لگا جو اب اس سے دور ہوتا جا رہا تھا ——

یہ عمران ہی تھا جس نے نہایت اعتماد اور پھرتی سے اپنے آپ کو گوریلے کی زد سے بچایا تھا —— اس کی جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو اب تک گوریلے کے پیٹ میں پہنچ گیا ہوتا ——

بہرحال یہ عمران تھا جس کو اپنی صلاحیتوں پر پورا پورا اعتماد تھا— وہ اس وقت تک سڑک پر پیٹ کے بل لیٹا رہا جب تک گوریلا اس سے بہت دور نکل گیا ——

اس کے بعد عمران اپنے کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور دوبارہ اس سمت یعنی شمالی ساحل کی طرف چلنے لگا جہاں سے گوریلا نما عفریت آئی تھی —— اس بار عمران کو کافی فاصلہ طے کرنا تھا اور پہلے ہی گوریلے کے پاؤں تلے آ کر کچلی گئی تھی ——

اس نے اپنی رفتار تیز کر دی ——

یہ علاقہ جہاں سے اس وقت عمران گزر رہا تھا— چونکہ شہر سے فاصلے پر تھا— اس لئے یہاں سڑک کے دونوں جانب ریتیلے میدان

کے علاوہ ہر ساحل کے ساتھ ساتھ دور پہاڑوں تک پھیلے گئے تھے اور کسی آبادی کا نام و نشان نہیں تھا ـــــ

یہ واحد سڑک بھی جو شمالی ساحل کو چولان شہر سے ملاتی تھی بکتر بند اسکواڈ کے بے پناہ فائر کی وجہ سے جگہ جگہ سے شکستہ ہو گئی تھی ـــــ اس میں جا بجا بموں کی وجہ سے گہرے گہرے گڑھے پڑ گئے تھے

عمان گڑھوں کو پھلانگتا تیزی سے ساحل کی جانب بڑھ رہا تھا ـــ اس کی رفتار کافی تیز تھی ـــــ فاصلے پر اُسے وہ پہاڑ نظر آ رہے تھے جہاں پلاٹینم کی کانیں موجود تھیں ـــــ تیزی سے فاصلہ طے کرتے ہوئے اس کے ذہن میں اس گوریلا نما عفریت کے متعلق بے شمار خیال آ رہے تھے جو اب چولان میں داخل ہو گیا ہو گا ـــــ اور اُسے اب ہر ایرا غیرا نتھو خیرا کے پرسنل سیکرٹری کی اس بات پر مطلق شبہ نہیں رہا کہ وہ جب بھی شہر کا رُخ کرتا ہے بے پناہ تباہی و بربادی پھیلاتا ہے ـــــ اُسے اس بات کا شدت سے احساس تھا کہ بے شمار جانوں کو ضائع ہونے سے بچانے اور کروڑوں کی ملکیت کو تباہ ہونے سے روکنے کیلئے کتنی بھاری ذمہ داری اس پر آ پڑی ہے ـــ

اس نے اپنے دل میں مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ خواہ کچھ ہو جائے چولان والوں کو اس گوریلا نما عفریت سے ضرور نجات دلائے گا یا پھر اس مقصد کیلئے اپنی جان دے دے گا ـــــ

وہ تیز رفتاری سے چلتے ہوئے بالآخر ہی ساحل تک پہنچ گیا ـــ سمندر کی لہروں نے اسکا استقبال اس کے قدموں کو چوم کر کیا ـــ وہ ساحل

کے ساتھ کنارے کنارے چلتا ہوا اُن پہاڑیوں کے قریب پہنچ گیا جہاں
پلاٹینم کی کانیں تھیں ——

ہز ہائی نس کے پرسنل سکریٹری سجاد سے گفتگو کے دوران اُسے
ہلکا سا شبہ ہوا تھا کہ کہیں اس ساری تباہی و بربادی کی بنیاد کہیں پلاٹینم
کی کانیں تو نہیں —— ہو سکتا ہے کسی مجرم نے اس قیمتی دولت کو حاصل
کرنے کیلئے یہ سب گھڑاگ پھیلایا ہو ——

اپنے اس شبے کی بناء اس نے ان پہاڑوں کو چیک کرنے کا ارادہ
کیا تھا —— دوسری صورت میں اس کے پاس کچھ اور راستے تھے مگر سر
دست پہلے وہ اپنے شبہ کی تصدیق کرنا چاہتا تھا —— پہاڑوں کے قریب
پہنچ کر وہ کچھ دیر کھڑا اِدھر اُدھر کی سن گن لیتا رہا —— لیکن سمندر کی چیر
شور لہروں کے علاوہ اُسے کچھ سنائی نہیں دیا ——

وہ آہستہ آہستہ آواز کے بغیر پہاڑ کی ڈھلوان سطح پر چڑھنے
لگا —— جس جگہ سے وہ اوپر کی جانب جا رہا تھا —— پہاڑ وہاں زیادہ بلند
نہیں تھا لیکن اس کی ڈھلوان سطح بہت چکنی تھی اس لئے اُسے اوپر چڑھنے
میں کافی دقت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا ——

پنجے جما جما کر قدم رکھتے ہوئے بالآخر وہ پہاڑ کے اس حصے میں
پہنچ گیا —— جہاں سے وہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا اور دونوں حصوں کے
درمیان خلاء سا پیدا ہو گیا تھا —— چکناہٹ بھی کم ہوتے ہوتے ختم ہو گئی
اور خلاء کے آس پاس اور نیچے تک کا حصہ کھردرا تھا ——

عمران خلاء کے قریب پہنچ کر رکا اس نے اپنے دونوں پاؤں پہ
کے دونوں حصّوں پر مضبوطی سے جمائے اور ہتھیلیاں اُن کی اوپری سطح
رکھ کر گردن کو تھوڑا سا اٹھایا — اب وہ پہاڑوں کے درمیان گھری ہو
اس وادی کو بخوبی دیکھ سکتا تھا — جو ایک ناہموار میدان کی صورت م
پھیلی ہوئی تھی — اس پر جا بجا بڑی بڑی دیو ہیکل مشینیں رکھی ہوئی
جو سب کے سب خاموش تھیں — اور وہاں بظاہر کسی متنفس کا نام
نشان نہیں تھا — یہ بات عمران کیلئے غیر متوقع تھی —

وہ خلاء کے درمیان اطمینان سے بیٹھ گیا اور گہری نظروں سے ایک
ایک چیز کا جائزہ لینے لگا — جلد ہی اُسے وہ کانیں بھی نظر آ گئیں جہ
سے پلاٹینم نکالا جاتا تھا — اُن کے قریب ہی بجلی سے چلنے والی بڑی
ٹرالیاں رکھی تھیں — جنھیں یقیناً پلاٹینم کو وادی سے نکال کر با
پہنچانے کیلئے استعمال کیا جاتا ہوگا —

یہ کانیں ایک دوسرے سے کافی فاصلہ پر تھیں لیکن ایک ہی پہ
میں کھودی گئی تھیں — وہ پہاڑ جس میں یہ تینوں کانیں تھیں دوسرے
پہاڑوں سے کافی اونچا تھا — عمران کی نظریں اطراف کا جائزہ لیتے
اس کان پر آ کر ٹھہر گئی جس کا فاصلہ عمران سے زیادہ نہیں تھا اور پھر اچا
ٹرالی سے چپساتی ہوئی اس کی نظریں اس شخص پر پڑیں — جو بالکل کا
کے دروازے پر بیٹھا تھا لیکن ٹرالی کی آڑ میں ہونے کی وجہ سے وہ عم
کو نظر نہیں آیا تھا — لیکن جب اس نے اپنا زاویہ بدلا تو وہ اُسے فو

گیا۔۔۔

اس شخص کو دیکھتے ہی عمران کی آنکھیں کسی اندرونی جذبے سے چمکنے لگیں۔ عمران نے خلا میں ایک قدم آگے بڑھایا اور گردن کو ذرا سا خم دیا۔ اب وہ اچھی طرح سے اس شخص کو دیکھ سکتا تھا۔۔۔۔

اسکا عمران سے درمیانی فاصلہ پندرہ گز سے زائد نہیں تھا۔ لیکن عمران کے سر پر ہونے کی وجہ سے کسی حد تک اس کی نظروں سے پوشیدہ تھا۔ اسکے ہاتھ میں ایک اسٹین گن تھی اور وہ فوجیوں کی طرح نیلی وردی پہنے ہوئے تھا۔ بالکل سامنے کے راستے پر ٹہلتے ہوئے اسکا چہرہ بائیں طرف گھوما ہوا تھا۔ گہرے کشمکش میں مصروف تھا اسٹین گن اس نے ٹہلتے ہوئے کندھے پر لٹکا رکھی تھی۔۔۔۔

عمران اپنی جگہ بیٹھا کچھ دیر تک سوچتا رہا اور پھر اس نے دوسری وادی میں اترنے کیلئے قدم بڑھایا ہی تھا کہ اس کے حساس کانوں میں "دھم" کی آوازیں آنے لگیں۔۔۔ اس نے چونک کر اپنا اٹھا ہوا قدم واپس لے لیا اور دوبارہ خلا کے درمیان اپنے جسم کو پوشیدہ کر لیا۔۔۔ دھم دھم کی آوازوں سے وہ سمجھ گیا تھا کہ گوریلا نما عفریت شہر میں تباہی مچا کر واپس آ رہی ہے اور اس کے بڑھتے ہوئے قدموں کی تیز آواز سن کر رہی تھی کہ اسکا رُخ اسی سمت ہے۔۔۔۔ اور پھر عمران نے گردن گھما کر گوریلا نما عفریت کو آتے دیکھ لیا۔۔۔ جو ایک شانِ بے نیازی سے چلی آ رہا تھا۔۔۔۔

دھم دھم کی آواز کافی بڑھ چکی تھی ۔۔۔ عمران نے جھک کر گوریلے کے
آواز کا ردِّ عمل کا نیچے بیٹھے ہوئے شخص پر معلوم کرنے کی کوشش کی ۔۔۔
مگر وہ نہایت اطمینان سے اس طرح بیٹھا تھا جیسے اُسے گوریلا
عفریت کی ذرا بھی پرواہ نہیں ۔۔۔ حالانکہ عمران کو یقین تھا کہ وہ گوریلا سے
چلنے سے جو دھمک پیدا ہو رہی ہے ضرور سن رہا ہوگا ۔۔۔ لیکن اُس پر اس
کا کوئی ردِّ عمل نہیں ہوا تھا ۔۔۔ جس پر عمران کو بہت تعجب ہوا ۔۔۔
گوریلا نما عفریت اب سمندر کے کنارے پہنچ چکی تھی ۔۔۔
عمران حالانکہ ایک بلند سی جگہ پر بیٹھا تھا لیکن وہ جگہ گوریلا نما
عفریت کے کاندھے سے بھی نیچی تھی ۔۔۔
عمران سانس روکے اُسے دیکھتا رہا ۔۔۔
گوریلا نما عفریت کچھ دیر کھڑی سمندر کی لہروں کو گھورتی رہی اور
پھر آہستہ آہستہ پانی میں اترنے لگی ۔۔۔ جیسے جیسے وہ سمندر میں آگے
بڑھتی جا رہی تھی پانی میں اسکا جسم چھپتا جا رہا تھا ۔۔۔
بلآخر وہ سمندر میں کافی آگے جا کر عمران کی نظروں سے اوجھل
ہو گیا ۔۔۔ بڑی بڑی دیو ہیکل موجوں نے اُسے اپنے اندر پوشیدہ کر لیا
عمران کچھ دیر ٹکٹکی باندھے اس جگہ کو دیکھتا رہا جہاں گوریلا نما عفر
غائب ہوئی تھی ۔۔۔ اس کے بعد اس نے سر موڑا اور دوبارہ وادی میں
دیکھنے لگا ۔۔۔ لیکن نہایت غور سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے با
اُسے وہ شخص نظر نہیں آیا جسے اس نے چند منٹ پہلے ٹرالی کے قریب

ہوئے دیکھا تھا۔۔۔ وہ جگہ اب خالی پڑی تھی ۔۔۔ عمران خلا سے نکل کر آگے بڑھ گیا اس کا رُخ اب دوسری کان کی طرف تھا۔۔۔ چند پُر پیچ گھاٹیوں کو عبور کرنے کے بعد وہ عین اس کان کے سر پہ پہنچ گیا جو پہلی کان سے فاصلے پر تھی ۔۔۔ عمران کو یہاں بھی کوئی متنفس نظر نہیں آیا۔۔۔

اس نے حیرت سے سر ہلایا اور تیسری کان کی طرف بڑھ گیا ۔۔۔ جو ان دونوں کانوں سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھی ۔۔۔ عمران کو چونکہ پہاڑوں پر سے ہو کر گزرنا پڑ رہا تھا اس لئے فاصلہ طے کرتے ہوئے اس نے صرف وقت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا بلکہ اتنے سے فاصلے کو طے کرتے اور تیسری کان تک پہنچنے میں اُسے کافی وقت لگ گیا تھا۔۔۔

خوش قسمتی سے اُسے یہاں بھی پہلے کی طرح دو چٹانوں کے درمیان ایک خلا مل گئی ۔۔۔ یہ خلا کان کے قریب ہی تھی ۔۔۔ عمران بلی کی چال چلتا ہوا خلا تک پہنچا اور اس میں داخل ہو کر کان کی طرف دیکھنے لگا۔۔۔

لیکن یہاں بھی اُسے مایوسی ہوئی کیونکہ یہاں بھی حسبِ سابق کسی متنفس کا نام و نشان نہیں تھا ۔۔۔ عمران نے خلا میں کھڑے ہو کر ایک لمحے کیلئے کچھ سوچا اور خلا سے باہر آ کر وادی میں اترنے لگا۔۔۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ تین نمبر کان میں ضرور داخل ہو گا۔۔۔

اس کان کو اس نے اسلئے منتخب کیا تھا کہ اوّل تو یہ کان دوسری ۔۔۔ دونوں کانوں سے فاصلے پر تھی دوسرے یہ وادی کے عین سرے پر ہونے کی وجہ سے پہاڑ کی ڈھلوان پر پڑے ہوئے بڑے بڑے پتھروں کی آڑ بھی

مہیا ہو سکتی تھی ——

خلا چھوڑنے کے بعد اس نے نیچے کی جانب قدم رکھا اور آہ
آہستہ قدم جماتے ہوئے نیچے اترنے لگا۔ اس کی نظریں چوکنے انداز میں
گرد و پیش کا طواف کر رہی تھیں ——

بڑے بڑے پتھروں کی آڑ لیتا ہوا وہ جلد ہی وادی میں پہنچ گیا۔
اب اس سے دس گز کے فاصلے پر تھی ——

اس نے ایک پتھر کی آڑ لی اور چیتے کی سی نظروں سے ادھر ادھر
دیکھا اور تیزی سے دوڑ کر ایک دوسرے پتھر کی آڑ لے لی ——

یہ پتھر کان کے دہانے سے بہت قریب ہی تھا ——

اس نے پتھر کی آڑ میں بیٹھ کر کلائی سے واچ ٹرانسمیٹر اتاری
جاپانی باہ کھینچنے کے بعد فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔ واچ ٹرانسمیٹر
گھرر گھرر کی آوازیں اگلنے لگیں ——

"ہیلو جولیا۔ عمران کالنگ یو، ہیلو جولیا ....."

وہ واچ ٹرانسمیٹر کو منہ کے قریب کر کے دوہراتا رہا ——

"یس جولیا اٹنڈنگ۔ عمران تم کہاں ہو۔ خیریت سے تو ہو، اور
جولیا کی بیچین آواز پر وہ مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا ——

"میں تو بالکل خیریت سے ہوں، تم سناؤ گورلیے نے شہر میں کو
تباہی مچائی ہے؟

"اوہ عمران خدا کی پناہ وہ گورلیا ہے یا کوئی بلا ۔ اس نے آتے

بڑی خوفناک تباہی مچا کر رکھدی ہے — ہوٹل براڈوے بھی اس کی زد
، آگیا ہے — ہم لوگوں نے پناہ گاہ میں پناہ لی تھی جہاں ہوٹل کا ملبہ گرنے
، صفدر کے سر پہ چوٹ آگئی ہے — وہ زخمی ہے اور اُسے ملٹری —
ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا ہے — میں اور تنویر بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں۔
ہ صفدر کے ساتھ ہی ملٹری ہسپتال میں موجود ہیں — اوور؟

" اوہ — خطرے کی تو کوئی بات نہیں ہے — اوور" اسنے تشویش سے
ا —

" تہیں معمولی چوٹ ہے لیکن خون زیادہ بہہ گیا ہے جسکی وجہ سے
ن پر بیہوشی طاری ہے — اوور؟

" جولیا میں چولان کے شمالی ساحل کے قریب ان پہاڑیوں پر موجود
ہوں جن کے دامن میں پلاٹینم کی کانیں واقع ہیں — تم تنویر سے کہو کہ وہ
دس منٹ میں میرے پاس پہنچ جائے " عمران نے اُسے اپنی پوزیشن سمجھانے
کے بعد واچ ٹرانسمیٹر کو آف کیا اور اُسے دوبارہ کلائی میں باندھ کر پتھر سے
ٹیک لگا کر اطمینان سے بیٹھ گیا — اسکے دماغ میں جو پلاننگ تھی اس پر
ہ صفدر کے بغیر عمل نہیں کر سکتا تھا — لیکن صفدر چونکہ زخمی تھا اسلئے
سے تنویر سے کام چلانا تھا — سہراب پور پر منڈلائی جانے والی تباہیوں
لی وجوہات کسی حد تک وہ سمجھ چکا تھا — اُسے تنویر کا انتظار تھا۔
جس کے آنے کے بعد ہی وہ اگلا قدم اٹھانا چاہتا تھا — کیونکہ اُسے یقین
تھا کہ اس نے جس راستے کا انتخاب کیا ہے وہ بالکل درست ہے —

انتہائی جدید لیبارٹری تھی ـــ جو جدید ترین سائنسی آلات سے لیس تھی
یہ لیبارٹری سطح سمندر سے ساڑھے سو فٹ کی گہرائی میں ایک آبدوز پر واقع
تھی ـــ اس آبدوز پر بھی ان چھ جہازوں کی طرح جو ایم وی سلطان کی غرقابی کا
باعث بنے تھے ـــ کسی قسم کا نام یا کوئی نشان نہیں تھا جس سے ظاہر ہوتا کہ وہ
کس ملک کی ملکیت ہے ـــ سطح سمندر سے اسقدر گہرائی میں ہونے کے
باوجود آبدوز پر کوئی تحریک نہیں ہو رہی تھی حالانکہ عام آبدوزیں اتنے گہرے
پانی کے دباؤ سے ایک لمحہ ساکت نہیں رہ سکتیں ـــ لیکن یہ آبدوز نہ صرف
اپنی جگہ بالکل ساکت تھی بلکہ انتہائی مؤثر طریقے سے ایک چٹان پر ٹکی ہوئی
تھی ـــ آبدوز زیادہ بڑی نہیں تھی ـــ اسکا زیادہ تر حصہ لیبارٹری نے گھیر رکھا
بقیہ حصوں میں انجن روم آبدوز کے کیپٹن کا کیبن اور جنہ اور کیبن جو متفرق
لوگوں کے استعمال میں آتے تھے ـــ بنے ہوئے تھے ـــ

آبدوز سے بڑی بڑی تاریں اور ایریل نکل کر پانی میں پھیل گئے تھے جو
کی وجہ سے آبدوز کے گرد ایک جال سا بن گیا تھا ـــ

لیبارٹری کا دروازہ خود کار تھا جو اندر آنے اور باہر جانے والوں کیلئے
خود کھل جاتا تھا ــــ مختلف چھوٹی بڑی اور پیچیدہ مشینوں پر بہت سے
آدمی انہیں آپریٹ کر رہے تھے ــ ان تمام لوگوں نے سفید گون پہن
تھے ہر ایک کے سینے پر ایک چمکدار ستارہ بھی لگا ہوا تھا ــــ

لیبارٹری کی آہنی دیواروں کے ساتھ درجنوں چھوٹی بڑی اسکرینیں لگی
ہوئی تھیں ــ ان اسکرینوں کے نیچے ڈیش بورڈ بنے ہوئے تھے جن پر بے
شمار مختلف رنگوں کے بٹن لگے ہوئے تھے ــ ان اسکرینوں پر باہر سے اندر
اور باہر کے بہت سے مناظر نظر آ رہے تھے ــ مختلف کمپیوٹروں پر روشن
ہونے والے اعداد و شمار ان کے قریب کھڑے ہوئے سفید گون میں ملبوس
آدمی اپنی کاپیوں میں درج کر رہے تھے ــــ

ان سب سے الگ تھلگ لیبارٹری کے انتہائی سرے پر ایک بڑی
اسکرین روشن تھی ــ ایک آدمی اسکے ڈیش بورڈ پر جھکا مختلف بٹن دباتے
ہوئے میں مصروف تھا ــــ اس اسکرین پر چولان شہر کی متعدد سڑکیں نظر آ رہی
تھیں ــــ اس نے والیوم گھمانا شروع کیا اب اسکرین پر شہر کے مختلف
حصے دکھائی دے رہے تھے ــ بعض حصوں پر شدید تباہکاری کا عالم طاری
تھا ــــ بلڈنگوں کے ملبے کے اوپر دوڑتے بھاگتے لوگ ، فوجی گاڑیاں ایمبولینس
سب کچھ ایک عجیب طرح کا احساس دلا رہا تھا لیکن ڈیش بورڈ پر بیٹھا ہوا
شخص ہر طرح کے جذبات سے عاری معلوم ہوتا تھا ــــ وہ سپاٹ چہرہ
لئے والیوم گھماتا شہر کے مختلف حصوں کو اسکرین پر لاتا اور سامنے پڑی

ہوئی نوٹ بک پر کچھ لکھتا اور پھر والیوم گھما کر سین تبدیل کر دیتا ۔۔۔ کافی دیر تک شہر کے مختلف مناظر اسکرین پر لاتا رہا ۔۔۔ جب اُسے اطمینان ہو گیا کہ شہر کا کوئی حصّہ جہاں سے وہ گوریلا نما مخلوق گزری تھی اس کی زد سے نہیں بچا ہے تو اس نے والیوم کو اُلٹا گھمانا شروع کر دیا ۔۔۔ اسکرین پر اب مشرقی ساحل اور اس سے ملحقہ پہاڑ نظر آ رہے تھے ۔۔۔

آپریٹر نے والیوم کچھ اور گھمایا ساتھ ہی ایک نیلے بٹن کو دبا دیا۔ اسکرین پر تمام پہاڑ اور وہ وادی جہاں بڑی بڑی مشینیں تھیں اس کے علاوہ تینوں کانیں صاف نظر آنے لگیں ۔۔۔ اس نے ایک دوسرے بٹن کو دبا کر اس سین کو اسکرین پر جام کر دیا ۔۔۔ اسکرین پر ہر چیز صاف نظر آ رہی تھی ۔۔۔ وہ اپنی جگہ بیٹھا بغور اسکرین کی طرف دیکھ رہا تھا ۔۔۔

دفعتاً ایک ہیولا سا دو چٹانوں کے خلا کے درمیان سے نکلا اور دوسری طرف جانے لگا آپریٹر نے چونک کر سُرخ رنگ کا بٹن دبایا جسکے ساتھ ہی ہیولا واضح ہوتا چلا گیا ۔۔۔

آپریٹر نے حیرت سے اس شخص کو دیکھا اور تیزی سے ہیڈ فون کانوں پر چڑھا کر ایک دوسرا بٹن دبایا فوراً ہی ایک سُرخ رنگ کا بلب جلنے اور بجھنے لگا ۔۔۔

"یس کمانڈوز ؟"

ایک بھاری آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی ۔۔۔

"سر مائن نمبر دن کے اوپر ایک آدمی نظر آ رہا ہے"

"اوہ اپریٹیر آسے فوکس کئے رہو۔۔۔اور تمام مائنوں کو خطرے کا سگنل دے دو۔"

"آل رائٹ سر۔"

آپریٹیر نے مختصر جواب دیا۔اور اپنے دائیں ہاتھ پر لگی ہوئی ایک فولادی چرخی کو گھما دیا۔۔۔فوراً ہی ایک خانہ برآمد ہوا۔۔آپریٹیر نے اس میں ہاتھ ڈال کر ایک بٹن کو پش کر دیا۔۔۔تینوں کاؤں پر بیٹھے ہوئے اسٹین گن بردار افراد چونکے اور وہ تیزی سے کاؤں میں گھستے نظر آئے۔۔آپریٹیر اس شخص کے ساتھ مصافحہ جو اب ایک گھاٹی میں اترتا جا رہا تھا۔۔۔

"ہیلو آپریٹیر۔۔۔اب اس کا رخ کس طرف ہے؟"

"مائن نمبر ٹو کی طرف سر۔"

اس نے جواب دیا۔۔۔اور بدستور اس شخص پر کیمرہ فوکس کئے رکھا۔پھر جب وہ کان نمبر دو پر پہنچا تو اس نے فوراً اسکی اطلاع کمانڈوز کو دیدی۔۔۔ کمانڈوز نے اُسے کوئی ہدایت نہیں دی تھی اور دوسری طرف مصروف ہو گیا تھا۔۔جبکہ مطلب تھا کہ اُسے اپنا کام جاری رکھنا چاہئے۔۔۔

اسکرین پر اب وہ سب سے آخری کان کے قریب نظر آ رہا تھا وہ ایک پتھر کی آڑ میں بیٹھا ہوا تھا۔۔۔پھر آپریٹیر نے اسکرین پر اُسے اپنی گھڑی اتار کر منہ کے قریب کرتے ہوئے دیکھا۔۔اسکے لب ہل رہے تھے۔۔۔

آپریٹیر نے تیزی سے ایک بٹن دبایا۔۔۔اسکرین پر تصویر کے ساتھ ساتھ اب ہواؤں اور دوسری چیزوں کی ملی جلی آوازیں آ رہی تھیں۔۔۔

آپریٹر جن کے ساتھ ہی گلے ہوئے والیوم کو گھمایا جس کے ساتھ ہی وہ شخص جو کھڑکی سامنے کئے کچھ کہہ رہا تھا اس کی گفتگو سنائی دینے لگی ــــ

وہ عمران ہی تھا جو اس وقت جولیا سے گفتگو کر رہا تھا ــــ گفتگو چونکہ انگریزی میں ہو رہی تھی اس لئے آپریٹر کو سمجھنے میں چنداں دشواری پیش نہیں آ رہی تھی ــــ اس نے ایک مائک اٹھا کر اس جالی کے قریب رکھ دیا۔ جس کے نیچے سے عمران اور جولیا کی گفتگو کی آوازیں آ رہی تھیں ــــ جو وہ وائرلیس ٹرانسمیٹر کے ذریعے ایک دوسرے سے کر رہے تھے ــــ

اس طرح اب ان لوگوں کی گفتگو اسپیشل روم میں بیٹھے ہوئے کمانڈوز بھی سن سکتے تھے ــــ

عمران نے جولیا کو تنویر کو بھیجنے کی ہدایت کی اور جیسے ہی وائرلیس ٹرانسمیٹر کو آف کر کے کلائی میں پہنا ــــ آپریٹر نے اسکے ساتھ ہی والیوم آف کر دیا ــــ اسکرین پر اب اسکی خاموش تصویر تھی جس میں وہ ایک ٹیبل سے پتھر کی آڑ میں اکڑوں بیٹھا نظر آ رہا تھا ــــ

"آپریٹر اب وہ کیا کر رہا ہے"

ہیڈ فون پر کمانڈوز کی آواز ابھری ــــ

"سر وہ ایک پتھر کی آڑ میں بیٹھا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اُسے اس شخص کا انتظار ہے جس کا اس نے نام لیا ہے ــــ

"ٹھیک ہے آپریٹر یہ شخص کسی بھی حال میں بچ کر نہیں جانا چاہیئے تم ڈینجر اسکواڈ کو آرڈر دے دو کہ وہ ہر صورت میں اُسے گرفتار کر کے یہاں

ے آئیں اور تم اس کارروائی کی نگرانی کرو گے ـــ تمہیں ڈیفنجر اسکواڈ کے ذریعے
میکے ساتھی کو بھی جو دس منٹ میں وہاں پہنچ جائے گا اٹھا کر یہاں لانا ہے'
کمانڈوز ہیڈ فون پر آپریٹیر کو ہدایت دی ـــــ
"سر کیا ایسا نہیں ہو سکتا ہے کہ اُس کے ساتھی کے آنے تک انتظار
کیا جائے اور دونوں کو ساتھ ہی پکڑ لیا جائے"
"آپریٹیر تمہیں جو کہا جا رہا ہے صرف وہ کرو مشورے دینے کی ضرورت
نہیں" کمانڈوز کی آواز انتہائی سخت تھی ـــــ
"سوری سر"
اس نے ندامت سے کہا اور ہیڈ فون اُتار کر اپنے برابر بیٹھے ہوئے ایک
دوسرے مشین کے آپریٹیر سے کچھ کہا ـــ اس آپریٹیر نے اثبات میں سر ہلایا اور
مشین کی طرف متوجہ ہو گیا ـــ چند بٹن گھمانے کے بعد اسکی مشین پر لگی ہوئی
اسکرین پر مائن نمبر تھری کی تصویر اُبھر آئی ـــ یہ ایک لمبی سُرنگ نما کان تھی
اس نے ایک طالیوم گھمایا اسکرین پر کان کے منظر تبدیل ہوتے ہوتے ایک
جگہ رُک گئے ـــ اس جگہ کان کے اندر ہی ایک متوازی سوراخ تھا جس میں
ایک کم پاور کا بلب سوراخ سے اندھیرا دُور کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا
سوراخ میں کم و بیش بیس اسٹین گنوں سے مسلح افراد بیٹھے گپیں ہانک
رہے تھے ـــ اُن کا کمانڈوز جسکی وردی پر تین ستارے لگے ہوئے تھے قریب کا
کھڑا سگریٹ سلگانے میں مصروف تھا ـــ آپریٹیر نے ایک بٹن دبایا جسکے
ساتھ ہی تیز سیٹی کی آواز سوراخ نما کمرے میں گونج اُٹھی جسے سنتے ہی

تمام افراد اپنی اپنی اسٹین گنیں سنبھالتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کمانڈر نے بھی سگریٹ ایک جانب پھینک دیا تھا اور استفہامیہ نظروں سے ایک جانب لگے ہوئے اسپیکر کو دیکھ رہا تھا ــــ

"کمانڈر اٹینشن پلیز"

آپریٹر نے مائک منہ کے سامنے کرتے ہوئے اسکرین کی جانب دیکھتے ہوئے کہا ــ جہاں کمانڈر اور دوسرے افراد آواز سنتے ہی اٹینشن ہوگئے ــــ

"آپ کی مائن کے قریب ہی ٹرالی نمبر فور کے پاس پڑے ہوئے پتھر کے نیچے ایک آدمی چھپا ہوا ہے ــ تمہیں اسے ٹریس کرکے ہیڈ کوارٹر پہنچانا ہے" آپریٹر نے کمانڈر کو ہدایت دی ــ جس کے ساتھ ہی کمانڈر نے اثبات میں سر ہلایا اور مسلح اسٹین گن برداروں کے ساتھ سوراخ سے باہر آگیا۔ اس کا رخ کان کے دہانے کی طرف تھا ــــ

بڑے اسکرین والا آپریٹر اس اثناء میں اپنی نشست پر دوبارہ بیٹھ چکا تھا ــ بڑے اسکرین پر بھی اب مائن نمبر تھری نظر آرہی تھی۔ جس کے دہانے سے اس وقت مسلح اسٹین گن بردار نکل رہے تھے ــــ

آپریٹر نے دوبارہ کیمرہ عمران پر فکس کر دیا ــ اور غور سے ڈینجر اسکواڈ کی نقل و حرکت دیکھنے لگا ــــ

ڈینجر اسکواڈ نے اب اپنے کمانڈر کے اشارے پر اس بڑے سے پتھر کو چاروں جانب سے اپنے حصار میں لے لیا تھا ــ جسکی نشاندھی

اُسے ماسٹر کے اندر اسپیکر کے ذریعے کرا دی گئی تھی ——

یہ عمران کی چھٹی حس ہی تھی جس نے اُسے بر وقت خطرے سے مطلع کر دیا تھا —— اس نے اپنی جگہ ساکت ہو کر کان اُن آہٹوں پر لگا دیئے جو بظاہر بہت مدھم تھیں لیکن عمران کے حساس کانوں نے فوراً اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ بہت سے قدموں کی آواز ہے — اس نے ذرا سا سر اٹھا کر دیکھا ——

کان کے اندر سے اسٹین گن بردار ایک دوسرے کے پیچھے نکل رہے تھے —— عمران نے اُن کے کمانڈر کو بھی دیکھ لیا تھا جو انہیں اشاروں سے اُن کی پوزیشن بتا رہا تھا —— عمران کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ اُسے گھیرا جا رہا ہے —— وہ کچھ سوچکر اپنی جگہ جما انہیں اپنی جانب بڑھتے دیکھتا رہا لیکن اس نے اپنے آپ کو اس پوزیشن میں ضرور کر لیا تھا کہ کسی بھی خطرناک صورتحال سے با آسانی نمٹ سکے ——

ڈینیئر اسکواڈ نے جب اُسے مکمل طور پر گھیرے میں لے لیا تو کمانڈر آگے بڑھا اس کا رُخ عمران ہی کی طرف تھا وہ پتھر کے قریب پہنچ کر رُکا ——

"تم جو کوئی بھی ہو فوراً باہر آجاؤ ورنہ جسم گولیوں سے چھلنی کر دیا جائیگا" کیپٹن نے اپنی اسٹین گن سیدھی کرتے ہوئے وارننگ دی ——

عمران نے پُرخیال انداز میں سر ہلایا — اور واچ ٹرانسمیٹر کی چابی بلہ کھینچ کر اٹھ کھڑا ہوا ——

"گک —— کیا کہہ رہے ہو بھائی — میں نے کیا قصور کیا ہے؟"

اس نے احمقانہ لہجے میں کہا ——

کمانڈر نے پلکیں جھپکتے ہوئے اُسے حیرت زدہ نظروں سے دیکھا۔

"آپ ہاتھ اوپر اٹھا لو!"

"کمانڈر نے دوسرا حکم دیا ——

"کیوں بھائی صاحب کیا میں نے آپ کی بکری چُرائی ہے — آپ یقین کریں میں بہت شریر ..... شریک —— دھات تیرے کی کیا کہتے ہیں۔ اُسے!" اس نے جملہ اُدھورا چھوڑ کر احمقانہ انداز میں کمانڈر کی طرف دیکھا —

"میں تم سے دوبارہ کہہ رہا ہوں کہ اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو ورنہ اس کا سخت خمیازہ بھگتنا پڑے گا!"

"اماں اچھے خدائی فوجدار ہو!"

عمران نے کندھے اُچکا کر بے چارگی سے کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اُوپر اٹھا دیئے ——

"بس اسی طرح چلتے ہوئے نیچے اُتر آؤ!"

کمانڈر کے حکم پر عمران خاموشی سے نیچے اتر آیا تھا ——

پھر وہ لوگ اُسے اپنے گھیرے میں لئے ہوئے مین نمبر تھری میں داخل ہو گئے ——

کمانڈر اُن کے آگے آگے ہی تھا ——

○

تنویر ! ——

جولیا کی ہدایت پر اس وقت سفید کرولا میں شمالی ساحل کی جانب تیز رفتاری سے اُڑا چلا جا رہا تھا —— یہ کار ہنر ہائی نس کے پرسنل سکریٹری سجاد نے لیفٹیننٹ کے ذریعے فوری طور پر ملٹری ہسپتال پہنچائی تھی —— تنویر اُس گوریلا نام عفریت کی تباہ کاریوں سے بے حد متاثر ہوا تھا سینکڑوں جانیں اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے لہو میں نہاتی اور تڑپتی دیکھی تھیں —— جو گوریلا نما عفریت کی زد میں آگئے تھے —— تنویر بھلا اس دلخراش منظر کو کیسے بھول سکتا تھا ——

بے پناہ درندگی اور معصوم جانوں کے ضائع ہونے پر اس کا خون کھول اٹھا تھا —— اس کے بس میں نہیں تھا ورنہ وہ اُس گوریلا نما عفریت کو ایک منٹ ضائع کئے بغیر جہنم واصل کر دیتا ——

انسانی ہمدردی کے اس بے پناہ جذبے ہی نے تنویر کو جولیا کا حکم بے چوں و چراں ماننے پر مجبور کیا تھا —— ورنہ وہ ہر بات میں اڑنے کا عادی تھا —— خصوصاً عمران کے کسی بھی معاملے میں اس کی ضد حد سے

زیادہ تجاوز کر جاتی تھی ——

لیکن اس مرتبہ ایسا نہیں ہوا۔ اور جیسے ہی جولیا نے اسے شمالی پہاڑیوں میں عمران کی پوزیشن سمجھاتے ہوئے اُسے وہاں جانے کو کہا—— وہ بغیر کسی حجت کے راضی ہو گیا ——

پھر اس نے جولیا کو صفدر کی نگرانی پر چھوڑا اور خود ہر ہائی نس کی فراہم کردہ کرولا لے کر ساحل کی طرف چل دیا تھا ——

اس کی کرولا ساحل کی سمت جانے والی شکستہ سڑک پر اچھلتی کودتی چلی جا رہی تھی ——

تنویر نے اسٹیرنگ مضبوطی سے تھام رکھا تھا اور ماہرانہ انداز میں ڈرائیونگ کر رہا تھا ——

ابھی سمندر کافی فاصلے پر تھا کہ اُسے کلائی پر جھٹکا محسوس ہوا اس نے چونک کر ریسٹ واچ کی طرف دیکھا اور پھر ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ تھامتے ہوئے اس نے دوسرے ہاتھ سے گھڑی کی چابی باہر کھینچ لی —— فوراً ایک سبز نقطہ جلنے بجھنے لگا ——

اس نے کلائی کان کے قریب کر لی — ہواؤں کے شور میں ایک مدھم آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی ——

"تم جو کوئی بھی ہو فوراً باہر آجاؤ ورنہ جسم گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے گا" جواب میں اُسے عمران کی آواز سنائی دی تھی — جو احمقانہ طریقے سے اس کی بات کا جواب دے رہا تھا ——

تنویر بڑے غور سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے دوسری جانب ہونے والی گفتگو غور سے سن رہا تھا۔ اس کے ماتھے پر چند لکیریں نمودار ہو گئی تھیں جو اسکی گہری سوچ کی غمازی کر رہی تھیں ۔۔۔ کچھ دیر عمران میں انجانی آواز میں گفتگو ہوتی رہی پھر وہ لوگ عمران کو لیتے ہوئے مائن داخل ہوئے جس کے ساتھ ہی واچ ٹرانسمیٹر سے آوازیں آنی بند ہو گئیں ۔۔۔ اسکا مطلب ہے عمران کو پکڑ لیا گیا ہے، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیئے۔" وہ سوچتا رہا۔۔۔

لیکن اس کی سوچ کا سلسلہ جلد ہی ٹوٹ گیا ۔۔۔ کیونکہ کالنگ پر ایکہ پھر جھٹکا محسوس ہوا تھا ۔۔۔

اس نے تیزی سے کالنگ کون کے قریب کر لی ۔۔۔

"ہیلو تنویر ۔۔۔ جولیا از کالنگ ۔۔۔ یو ۔۔۔ اوور"

"یس تنویر از اٹنڈنگ، جولیا ۔۔۔ اوور"

"تنویر ۔۔۔ عمران خطرے میں ہے ۔۔۔ وہ لوگ اُسے پکڑ چکے ہیں ۔۔۔ اوور"

"ہاں میں نے بھی ان کی گفتگو سے یہی اندازہ لگایا ہے ۔۔۔ اوور"

"مجھے اب کیا کرنا چاہیئے"

"تم ان پہاڑیوں سے ابھی کتنے فاصلے پر ہو جہاں عمران کو ٹریس کیا ہے" جولیا نے سوالیہ لہجے میں پوچھا ۔۔۔

"مجھے وہ پہاڑیاں اب نظر آنے لگی ہیں ۔۔۔ فاصلہ اندازاً کوئی سات میل ہو گا" تنویر نے ونڈ اسکرین پر دور پہاڑیوں پر نظر جماتے ہوئے جواب دیا

"ٹھیک ہے تم اس جگہ پہنچ کر اندازہ لگانے کی کوشش کرو جہاں کی عمران نے نشاندہی کی ہے ۔۔۔ ہوسکتا ہے کوئی کلیو مل جائے ۔۔۔ اوور"

"آل رائٹ جولیا ۔۔۔ اوور"

"کسی بھی خطرے کے پیشِ نظر واچ ٹرانسمیٹر آن رکھنا تاکہ ہمیں پتہ چل سکے ۔۔۔ اوور اینڈ اسٹاپ"

واچ ٹرانسمیٹر سے جولیا کی آواز آنی بند ہو گئی ۔۔۔ تنویر نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر اپنا ہاتھ دوبارہ اسٹیئرنگ پر رکھ دیا ۔۔۔ واچ ٹرانسمیٹر کو اس نے آن ہی رہنے دیا تھا ۔۔۔

شمالی پہاڑیاں اب سامنے ہی نظر آرہی تھیں ۔۔۔ تنویر نے تیز رفتاری سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے سات میل کا فاصلہ چند منٹوں میں طے کر لیا تھا ۔۔۔ ساحل سے ذرا فاصلے پر سڑک ختم ہو جاتی تھی ۔۔۔ یہاں سے ریتلا میدان پھیلا ہوا تھا ۔۔۔ تنویر نے اپنی گاڑی سڑک کے ایک جانب ریتلے میدان میں اتار کر کھڑی کر دی ۔۔۔ اور نیچے اتر آیا ۔۔۔

ساحل پر اسے کوئی مشتعل دکھائی نہیں دیا ۔۔۔

سورج کی تمازت سے تپتی ریت پر دور دور تک ویرانوں نے ڈیرے ڈال رکھے تھے ۔۔۔ اپنی گاڑی سے اترنے کے بعد اس نے ان پہاڑیوں کا جائزہ لیا جو اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر ساحل کے ساتھ دور تک پھیلی ہوئی تھیں

وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ان پہاڑوں کی طرف بڑھ گیا ۔۔۔ اور ساحل کی پشت سے ایک لمبا چکر کاٹ کر وہ پہاڑی کے قریب پہنچ گیا جس کی نشاندہی

عمران نے کی تھی ——

پہاڑ پر چڑھتے ہوئے اس نے انتہائی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا —
تھوڑی دیر بعد وہ اس خلا میں نظر آ رہا تھا — جس میں اس سے
کچھ دیر پہلے عمران موجود تھا ——

تنویر نے خلا میں سے اس ناہموار چٹیل میدان کا جائزہ لیا جو
ایک وسیع و عریض رقبے پر پھیلا ہوا تھا ——

یہاں بھی اُسے کوئی آدمی نظر نہیں آیا —— وہ اپنی جگہ بیٹھا کچھ
دیر تک اُن دیو ہیکل مشینوں کو گھورتا رہا —— اور پھر پُرسوچ انداز میں
سر ہلاتے ہوئے نیچے اترنے لگا —— وہ بلّی کی سی چال سے پنجوں کے بل
تیزی سے نیچے اتر رہا تھا ——

لیکن جیسے ہی اس کے قدم زمین پر ٹکے — ایک اسٹین گن کی نال
اس کی پُشت سے آ لگی ——

" خاموشی سے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو "

نہایت سرد لہجے میں کہا گیا ——

تنویر نے جھٹکا کھا کر گھومنے کی کوشش کی — لیکن اسٹین گن کی
نال جیسے اس کے گوشت میں گھسنے لگی ——

" زیادہ بہادر بننے کی کوشش مت کرو "

اُسے دوسری بار تنبیہ کی گئی ——

اس نے بیچارگی سے کندھے اُچکائے اور اپنے دونوں ہاتھ سر سے

بلند کر دیئے ـــــ

دو ہاتھ اس کی پشت کی جانب سے بڑھے اور اس کی تلاشی لینے لگے ریوالور سمیت انہوں نے اس کی جیب سے تمام چیزیں برآمد کر لیں ـــ

پھر وہ لوگ اُسے لیئے ہوئے گھومے ـــ اُن کا رُخ مائن نمبر تھری ہی کی طرف تھا ـــــ

تنویر کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا ـــ اُسے اِن اسٹین گنوں کی زیادہ پرواہ نہیں تھی، وہ تو موقع کی تلاش میں تھا ـــــ

وہ اُن کے ساتھ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا ـــــ

یہاں تک کہ کان کا دہانہ اس سے صرف تین فٹ کے فاصلے پر رہ گیا ـــ

اچانک وہ تیزی سے گھوما اور ـــــ اپنی پشت میں چبھنے والی اسٹین گن کو پکڑ کر ایک زوردار جھٹکا دیا ـــ اسٹین گن اس کے ہاتھ میں آ گئی جبکہ اسٹین گن بردار قلابازیاں کھاتا ہوا دُور جا گرا ـــ تنویر نے بجلی کی طرح اُچھل کر ایک لات اسی شخص کے منہ پر ٹکا دی جو اپنی اسٹین گن کا سیفٹی کیچ کھینچ چکا تھا ـــ اس کے ساتھ ہی اس نے ایک مشین کی طرف چھلانگ لگا دی جو اس سے دو گز کے فاصلے پر کان کے دہانے کے قریب کھڑی ہوئی تھی ـــ

فضا میں تڑتڑ کی آواز گونجی ـــ اور سینکڑوں گولیاں مشین گنوں سے نکل کر اس کی طرف لپکیں ـــ لیکن تنویر اُن کی زد سے دُور ہو کر مشین کی

آڑ لے چکا تھا ——

اس کے ہاتھ میں دشمن سے چھینی ہوئی اسٹین گن دبی ہوئی تھی جسے اس نے مضبوطی سے تھام رکھا تھا — اس کا چہرہ پتھر کی طرح سخت اور جذبات سے عاری ہو گیا تھا ——

ڈیچز اسکواڈ نے بھی اب اپنے کمانڈر کی ہدایت پر مورچے سنبھال لئے تھے ——

تنویر نے مشین کے پیچھے سے سر نکال کر دیکھا — فوراً ایک مشین گن کا برسٹ اس کی جانب آیا — اس نے تیزی سے گردن اندر کر لی ——

اس نے اسٹین گن بغل میں دابی اور پیٹ کے بل لیٹ کر کہنیوں کے ذریعے چلتے ہوئے مشین کے دوسرے سرے پر پہنچ گیا ——

یہاں اُسے دو آدمی اسٹین گنیں تھامے آہستہ آہستہ مشین کی جانب بڑھتے نظر آئے — تنویر نے اپنی اسٹین گن سیدھی کی — دوسرے ہی لمحے وہ دونوں زمین پر تڑپ رہے تھے — تنویر کی اسٹین گن سے نکلنے والی گولیوں نے ان کے جسموں میں کئی رنگین سوراخ کر دیئے تھے ——

ڈیچز اسکواڈ کے نمبر اب اس کے چاروں طرف پھیل گئے تھے اور بڑی ہوشیاری سے اس کی طرف بڑھ رہے تھے — اپنے دو ساتھیوں کے عبرت ناک انجام نے انہیں کسی قدر خوفزدہ کر دیا تھا ——

تنویر نے چیتے کی طرح چاروں طرف نظر دوڑائی — اور لیٹے ہی لیٹے مشین کے ساتھ لگی ہوئی ایک آہنی زنجیر کو پکڑ کر لٹک گیا ——

یہ ایک بڑی سی کمپریشن پائپ کی مشین تھی جس میں زنجیر کے ساتھ بندھا ایک موٹا سا پائپ لگا ہوا تھا ــــ

تنویر نے قلابازی کھائی اور اسٹین گن سمیت پائپ میں داخل ہو گیا۔ وہ لیٹے ہی لیٹے پائپ میں آگے بڑھتا رہا ــــ

یہ پائپ آگے جا کر ایک چوکور سے ڈبے میں ختم ہو گیا تھا ــــ ڈبے میں مختلف اوزار پڑے ہوئے تھے ــــ تنویر پیٹ کے بل رینگتا ہوا ڈبے میں داخل ہو گیا ــــ ڈبہ بہت تنگ تھا اس لئے تنویر کو حرکت کرنے میں دشواری پیش آ رہی تھی ــــ

لیٹے ہی لیٹے اس نے کروٹ بدلی اور گردن کو ذرا خم دے کر باہر دیکھنے لگا ــــ اس جانب بھی اسے ایک اسٹین گن کی نال اپنی جانب اٹھی دکھائی دی ــــ اس نے بازو کے نیچے سے اسٹین گن نکالی اور اسکا رُخ اس جانب کر کے ٹریگر دبا دیا ــــ

دوسرے ہی لمحے تڑتڑ کی آواز کے ساتھ ایک انسانی چیخ اُبھری اور معدوم ہو گئی ــــ

ڈیچرز اسکواڈ کے تین کمانڈو مارے جا چکے تھے ــــ کمانڈر نے اُن کی پوزیشن تبدیل کی اور وہ پھر محتاط طریقے سے آگے بڑھنے لگے ــــ

تنویر نے ایک بار پھر ڈبے میں سے اپنا سر نکالا ــــ اس مرتبہ اُسے اپنے بہت قریب ایک شخص نظر آیا جس کے سینے پر تین ستارے چمک رہے تھے ــــ تنویر نے اسٹین کا رُخ اس کی جانب کیا مگر کچھ سوچ کر اس نے

سٹین گن دوبارہ بازو میں دبائی اور ڈبے میں سے لیٹے ہی لیٹے پائپ کو پکڑ کر اچھلا۔ دوسرے ہی لمحے وہ پائپ کے اندر تھا۔۔۔ وہ رینگتا ہوا پائپ کے سرے پر پہنچ گیا۔۔۔ اس نے بڑھا کر زنجیر پکڑی اور اس سے لٹکتا ہوا جیسے ہی نیچے پہنچا۔۔۔ اس کے کاندھے میں جیسے ڈنڈ دہکتے ہوئے انگارے اتر گئے اس نے فوراً دوسرے ہاتھ سے اپنا کندھا دبایا۔۔ لیکن درد کی شدت سے اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھانے لگا۔۔ اسٹین گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری اور وہ خود زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔۔۔

دراصل جیسے ہی وہ پائپ کے ذریعے باہر آیا تھا اور اس نے زنجیر تھامی تھی۔۔۔ اپنے پاکر کمانڈر کھڑا تھا ساتھ ہی اس کی اسٹین گن کا دہانہ کھل گیا تھا۔۔ لیکن تنویر کی قسمت ہی اچھی تھی جو ساری گولیاں اس کے قریب سے نکل گئیں اور صرف دو گولیاں اس کے کندھے میں لگی تھیں۔۔۔

تنویر جیسے ہی زمین پر بیٹھا کمانڈر تیزی سے اس کے پاس پہنچا۔۔ وہ اسے جانچنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔ اس اثنا میں ٹرینرز اسکواڈ کے دوسرے لوگ بھی آگئے۔۔۔ کمانڈر نے اس کا شانہ ہلا کر دیکھا۔۔ لیکن اس کا کوئی ردِ عمل نہیں ہوا۔۔ تنویر کا سر جیسے اس کے ہاتھ پر آرا۔۔ کمانڈر نے دو آدمیوں کو اشارہ کیا۔۔۔

انہوں نے اپنی اسٹین گنیں کندھے سے لٹکائیں اور آگے بڑھ کر تنویر کو کاندھوں پر اٹھا لیا۔۔۔

وہ درد کی شدت سے کب کا بے ہوش ہو چکا تھا۔۔۔

وہ لوگ اُس کے بے ہوش جسم کو اٹھائے کان میں داخل ہوئے اور کمانڈر کی قیادت میں چلتے ہوئے اس سوراخ نما کمرے کی جانب بڑھ گئے۔ جہاں سے وہ آئے تھے ـــــ

سوراخ نما کمرے میں پہنچ کر انہوں نے تنویر کو ایک جانب ڈالا عمران نے ـــ جسے ان لوگوں نے پہلے ہی باندھ کر ایک کونے میں ڈال دیا تھا ـــ تشویش زدہ نظروں سے زخمی تنویر کو دیکھا ـــ وہ چاہتا تو بڑی آسانی سے یہاں سے نکل سکتا تھا ـــ لیکن یہ اس کی پلاننگ نہیں تھی ـــ تنویر کے زخمی ہونے سے اُسے سخت صدمہ ہوا تھا۔ کیونکہ تنویر بہرحال اس کا ماتحت تھا ـــ عمران نے صرف تشویش زدہ نظروں سے اُسے دیکھنے پر ہی اکتفا کیا تھا ـــ کیونکہ اس کے منہ پر پہلے ہی ان لوگوں نے ٹیپ چپکا دیا تھا ـــ کمانڈر نے فرسٹ ایڈ بکس کھول کر تنویر کے کاندھے پر لیس دوا چھڑکی جس سے خون فوراً بند ہو گیا ـــ اس کے بعد اس نے اس کی ڈریسنگ کر دی تھی ـــــ

"کمانڈر ان دونوں کے ہاتھوں سے گھڑیاں اُتار کر انہیں ہیڈ کوارٹر پہنچا دو۔" کمانڈر جیسے ہی ڈریسنگ سے فارغ ہوا ـــ سوراخ کی چھت سے لگی ہوئی جالی سے آواز خارج ہوئی ـــ کمانڈر نے مؤدبانہ انداز میں سر کو خم دیا اور آگے بڑھ کر پہلے اس نے تنویر کے ہاتھ سے اور پھر عمران کے ہاتھ سے اُن کی رسٹ واچز اُتار لیں جو درحقیقت واچ ٹرانسمیٹر تھیں ـــــ

کمانڈر نے اس کام سے فارغ ہو کر دیوار میں لگا ایک بٹن دبایا۔ فوراً

ہی اس جگہ سے دیوار کا اتنا حصہ کھسل گیا جس سے بیک وقت دو آدمی گزر سکتے تھے ——

اُن لوگوں نے تنویر اور عمران کو کاندھوں پر اٹھایا اور اس دروازے میں داخل ہو گئے —— دروازے میں داخل ہونے سے پہلے عمران کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی ——

یہ ایک لمبی سُرنگ تھی جب وہ سُرنگ کے اختتام کو پہنچے تو کمانڈر نے یہاں بھی دیوار میں لگی ہوئی ایک چرخی کو گھمایا — سُرنگ کا منہ اس جگہ سے کھسل گیا — سُرنگ کے منہ کے ساتھ ہی شیشے کا ایک چوکور کیبن تھا جس کی دوسری طرف پانی ہی پانی تھا ——

کمانڈر عمران اور تنویر کو لے کر اس کیبن میں داخل ہوا، اس کے ساتھ ہی دو محافظ بھی کیبن میں داخل ہوئے تھے — کمانڈر نے کیبن میں داخل ہو کر سُرنگ میں کھڑے ہوئے ایک شخص کو اشارہ کیا — اس نے چرخی گھما دی جس کے ساتھ ہی سُرنگ کی دیوار اپنی جگہ پر آ گئی — کمانڈر نے کیبن میں لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا ——

کیبن کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا اور وہ سُرنگ سے دُور ہٹتا چلا گیا —

تنویر ! ——

کے رخصت ہونے کے بعد جولیا ۔۔ صفدر کی طرف متوجہ ہو گئی تھی جو اب ہوش میں آ کر آنکھیں کھول رہا تھا ۔۔ وہ کچھ دیر پلکیں جھپکاتا رہا اور پھر آنکھیں پوری طرح کھول کر جولیا کی طرف دیکھنے لگا ——

"میں کہاں ہوں جولی" اس نے خمار آلود لہجے میں کہا ——

"تم اسپتال میں ہو ۔۔ ہوش کا ملبہ گرنے سے تمہارے سر میں چوٹ آگئی تھی اور تم بے ہوش ہو گئے تھے" جولیا کے یاد دلاتے پر اُسے یاد آیا کہ کس طرح وہ ان دونوں کو بچاتے ہوئے زخمی ہو گیا تھا ۔۔ گوریلا نما حضرت کے تصور ہی سے اُسے جھرجھری آگئی ——

"تم تو خیریت سے ہو ۔۔ تنویر کہاں ہے ۔۔ عمران صاحب کا کچھ پتہ چلا" یاد داشت واپس آتے ہی اس نے عمران اور تنویر کے متعلق پوچھا

جواب میں جولیا نے اُسے عمران اور تنویر کے متعلق تمام تفصیل اس کے گوش گزار کر دی ۔۔ صفدر اٹھ کر بیٹھ گیا اور تشویش زدہ نظروں سے جولیا کو دیکھنے لگا ——

"اس کا مطلب ہے گوریلا نما عفریت کی آڑ میں مجرم کوئی کھیل کھیل
" جولیا کے خاموش ہونے پر اس نے پُرخیال لہجے میں کہا۔
"میرا اپنا بھی یہی خیال ہے"
جولیا نے بھی اس کی تائید کی۔
وہ دونوں اپنی موجودہ پوزیشن اور کیس کی نوعیت کے بارے
تبادلۂ خیال کر رہے تھے ـــ کہ ایک نرس اُن کے قریب آئی۔
"مس آپ کا فون ہے"
اس کا اشارہ جولیا کی طرف تھا ـــ جولیا نے استفہامیہ نظروں سے
ر کی طرف دیکھا اور اس کا اشارہ پا کر نرس کے ساتھ کمرے سے باہر
گئی۔
نرس اُسے لئے ہوئے استقبالیہ روم میں داخل ہوئی ـــ یہاں پہنچ کر
نے رسیور جولیا کی طرف بڑھا دیا۔
"ہیلو جولیا اسپیکنگ"
"اوہ میڈم میں سجاد ہوں ـــ آپ خیریت سے تو ہیں ـــ مجھے صفدر
احب کے بارے میں جان کر بہت افسوس ہوا"
"شکریہ سجاد صاحب سب خیریت ہی ہے ـــ صفدر بھی ٹھیک
ے ـــ آپ نے کیسے زحمت کی"
"وہ دراصل عمران صاحب کی کار گوریلا نما عفریت کے پاؤں تلے آ کر
چلی گئی ہے ـــ ایک ایمبولینس کا بیان ہے کہ اس نے عمران کو بھی کار کے

ساتھ مرتے ہوئے دیکھا تھا ـــ لیکن جب پولیس وہاں پہنچی تو وہاں عمران نام کا نام و نشان نہیں تھا ـــ اس سلسلے میں اگر آپ کو کچھ علم ہو تو از راہ کرم بتا دیں ـــ ہمارا ایجنسی اس کی جانب سے بہت فکر مند ہیں "

جولیا کچھ دیر سیسور تھامے یوں ہی کھڑی سوچتی رہی ـــ اس کے پیش نظر دو باتیں تھیں ـــ ایک تو یہ کہ وہ عمران اور تنویر کے متعلق انہیں لا علم رکھے ـــ اس صورت میں مجرموں کے ہوشیار ہونے کا امکان کم تھا ـــ اور دوسری صورت یہ تھی کہ وہ انہیں اب تک ہونے والی تمام کارروائی سے آگاہ کر دیتی ـــ لیکن اس میں قباحت یہ تھی کہ یہ لوگ بھی کیس میں ٹانگ اڑا دیتے ـــ جیسے عمران کسی صورت میں پسند نہیں کرتا ـــ اس نے چند لمحوں میں فیصلہ کر لیا ۔

" سجاد صاحب ہم لوگ خود بھی لا علم ہیں کہ وہ کہاں ہیں ؟ اس نے تشویش زدہ لہجے میں جواب دیا ۔

" خیر کوئی بات نہیں آپ بے فکر رہیں ـــ ہم انشاء اللہ انھیں جب ڈھونڈ نکالیں گے ـــ ہم نے آپ کے قیام کا بندوبست ایک دوسری جگہ کر دیا ہے اگر مناسب سمجھیں تو وہاں شفٹ ہو جائیں "

" ٹھیک ہے سجاد صاحب آپ جیسا مناسب سمجھیں کریں ـــ ہم تیار ہیں " اس نے رضامندی ظاہر کی ۔

" میں آپ کی شفٹنگ کے لئے آدمی بھیج رہا ہوں ـــ آپ ان کے ساتھ آ جائیں ـــ میں یہاں آپ کا منتظر ہوں گا "

اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا ـــــ جولیا نے رسیور رکھ دیا اور واپس صفدر کے کمرے کی جانب مڑ گئی ـــ

"کون تھا؟"

"ہز ہائی نس کا پرسنل سیکریٹری سباد ـــــ عمران کے متعلق پوچھ رہا تھا"

"تم نے کچھ بتایا تو نہیں؟"

صفدر نے پریشانی سے پوچھا۔

"نہیں میں نے بتانا مناسب نہیں سمجھا"

"تم نے بالکل ٹھیک کیا"

صفدر نے سکون کا سانس لیا ـــــ وہ خود بھی نہیں چاہتا تھا کہ عمران کی مرضی کے خلاف کوئی کام ہو ـــــ عمران کی سختی سے ہدایت تھی کہ اپنے معاملات میں کسی کو بھی مداخلت نہ کرنے دو ـــــ صفدر بھلا کس طرح اس کی ہدایت سے سرمو گردانی کرتا۔

"کیا تم چل سکتے ہو؟"

"ہاں کیوں نہیں"

"کچھ دیر میں ہز ہائی نس کے آدمی ہمیں لینے کے لئے آ رہے ہیں"

صفدر نے اس کی بات سن کر خاموشی ہی اختیار کی تھی ـــــ وہ پُرپیچ حالات میں کوئی فیصلہ کرنے سے کترا رہا تھا۔

وہ اپنے خیالوں میں گم تھا ـــــ جولیا نے بھی اُسے چھیڑنا مناسب

نہیں سمجھا ـــــ وہ خاموش ہو کر خود بھی عمران کے متعلق سوچنے لگی ـ

دراصل جب سے وہ چوہان میں داخل ہوئے تھے انہیں کوئی لمحہ سکون کا میسّر نہیں آ سکا تھا اور کیس بھی اس نوعیت کا تھا کہ اُسے سمجھنا ہی اس کے لئے کارِ دارد ہو گیا تھا ـ عمران آتے ہی اتنا مصروف ہو گیا تھا کہ کیس کے متعلق کچھ بتا ہی نہ سکا ـــــ اور اب تو یہ ایک نازک مرحلے میں داخل ہو گیا تھا جہاں پر ذرا سی اُونچ نیچ شدید نقصان کا باعث ہو سکتی تھی ـ

اُسے عمران کے پکڑے جانے کی فکر نہیں تھی وہ جانتی تھی کہ اس میں بھی عمران کی کوئی مصلحت ہی کارفرما ہو گی ـــــ ورنہ وہ اتنا تر نوالہ نہیں تھا کہ اس پر آسانی سے ہاتھ ڈالا جا سکے تنویر کو اس نے عمران کے طلب کرنے پر اس نے تنویر کو بھیج دیا تھا ـــــ اور جونہی صورت حال سامنے آئی تھی وہ یہ سمجھی کہ ـــــ تنویر بھی مجرموں کے نرغے میں آ کر یا تو ہلاک ہو چکا تھا یا زخمی ہوا تھا ـــــ آگے بڑھنے کیلئے اُن کے پاس راستہ تو تھا مگر وہ عمران کی ہدایت کے بغیر کوئی قدم اٹھانے سے ہچکچا رہی تھی ـ

دونوں اپنے انہیں خیالوں میں گم تھے کہ کمرے میں چار افراد دھڑا دھڑ گھس آئے ـــــ ایک نے مڑ کر دروازہ بند کیا اور اندر سے چٹخنی لگا دی ـ

صفدر انہیں دیکھ کر تیزی سے اُٹھ بیٹھا ـــــ جولیا نے بھی کچھ پیش کا اندازہ لگا لیا تھا ـــــ لیکن اس سے پہلے کہ اُن میں سے کوئی مزاحمت

تھا ـــ چاروں نے اپنے ریوالور نکال لئے ـــ ان چاروں نے ریوالوروں سے دونوں کو کور کر لیا تھا ـــ

"کون ہو تم لوگ ـــ اس طرح گھس آنے کا کیا مطلب ہے؟" جولیا نے چیخ کر کہا۔

"آہستہ مادام ـــ آہستہ چیخنے چلانے کی ضرورت نہیں ـــ کچھ دیر بعد آپ کی سمجھ میں آ جائے گا کہ ہم کون ہیں اور ہمارے یہاں آنے کا کیا مطلب ہے ـــ آپ بس سیدھی طرح ہمارے کہنے پر عمل کرتے جائیں ـــ ورنہ ـــ آپ کے انجام پر ہمیں افسوس ہی ہوگا"

اس کا قد کافی لمبا تھا جسم سے بھی کافی مضبوط تھا ـــ اس کے لہجے کی سختی بتا رہی تھی کہ وہ جو کچھ کہتا ہے اس پر عمل کرنا بھی جانتا ہے

جولیا نے لاپرواہی سے کاندھے اچکائے اور صفدر کی جانب دیکھنے لگی۔

"مسٹر آپ پلنگ سے نیچے اتر آئیں اور دیوار سے لگ کر کھڑے ہو جائیں ـــ میڈم آپ بھی ایسا ہی کریں"

سخت گیر آدمی کی ہدایت پر صفدر پلنگ سے نیچے اتر آیا اور دیوار سے طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔

جولیا بھی اس کے ساتھ ہی دیوار کی طرف منہ کئے کھڑی تھی۔

"جیفرسن ـــ ان کی تلاشی لو" سخت گیر آدمی نے ایک شخص کو اشارہ کیا ـــ اشارہ پاتے ہی اس نے آگے بڑھ کر صفدر اور جولیا کی تلاشی

لے کر اُن کے پاس سے برآمد ہونے والی تمام چیزیں اپنے قبضے میں کرلیں
"آپ دونوں کو اب خاموشی سے ایک دوسرے کا ساتھ اس طرح باہر چلنا ہوگا کہ کسی کو شک نہ ہو۔ اگر کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھوگے"
اس نے سخت لہجہ میں دوسرا حکم دیا۔
صفدر اور جولیا نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اُن کے مہم سے اشارے کو کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکا تھا۔
وہ دونوں دروازے کی طرف گھومے۔ فوراً ہی چٹخنی کھول دی گئی۔ اور وہ دوستانہ انداز میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے کمرے سے باہر آگئے۔
جبکہ اُن کو کور کرنے والے چاروں آدمیوں نے ریوالور اپنے جیبوں میں رکھ کر اس طرح انہیں کور کیا تھا کہ کوئی اور دیکھتا تو اُسے کسی قسم کا شک نہ ہوتا۔
صفدر اور جولیا ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے اسپتال کی عمارت سے باہر آگئے۔ وہ چاروں اُن کے اطراف فاصلے سے موجود تھے جیسے ہی انھوں نے اسپتال کا پھاٹک پار کیا۔ ایک بڑی سی وین اُن کے قریب آکر رُکی۔ سخت گیر آدمی نے انہیں اس میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔
وہ دونوں خاموشی سے آگے بڑھے اور وین میں بیٹھ گئے۔ اُن

ساتھ ہی وہ چاروں افراد بھی وین میں بیٹھ چکے تھے جنھوں نے انھیں کور
یا تھا ——

وین میں بیٹھتے ہی انھوں نے دوبارہ اپنے پستول نکال لئے تھے ——
اُن سب کے بیٹھتے ہی وین آگے بڑھ گئی —— اس کا رُخ شمالی ساحل
کی سمت جانے والی سڑک ہی طرف تھا ——

صفدر اور جولیا کے گرد وہ اس طرح بیٹھے تھے کہ اُن کا حرکت
کرنا ناممکن ہو گیا تھا ——

صفدر اور جولیا اپنی جگہ مطمئن تھے —— اور نہایت اطمینان سے پیچھے
کی طرف بھاگتی عمارتوں اور درختوں کو دیکھ رہے تھے ——

وین فراٹے بھرتی شمالی ساحل کی طرف گامزن تھی —— وہ دونوں اپنے
اپنے خیالوں میں گم اپنے آپ کو آئندہ پیش آنے والے واقعات کیلئے تیار کر
رہے تھے۔

○

آنکھوں پر پٹی بندھے ہونے کی وجہ سے کچھ دیکھ نہیں سکتا تھا ـــ لیکن اس نے کیبن کی حرکت سے یہ اندازہ ضرور لگا لیا تھا کہ وہ پانی کے اندر سفر کر رہے ہیں ـــ منزل کے متعلق عمران کو علم تھا کہ وہ لوگ اُسے اور تنویر کو کس ہیڈ کوارٹر لئے جا رہے ہیں ـــ کیوں کہ وہ پہلے ہی ان دیکھی آواز سے سن چکا تھا جو کمانڈر کو حکم دے رہی تھی کہ یعنی ہیڈ کوارٹر منتقل کر دیا جائے ظاہر ہے اس حکم کی تعمیل کے طور پر وہ ہیڈ کوارٹر ہی لے جائے جا رہے تھے کیبن میں عمران کے ہاتھ پشت پر باندھ کر ایک جانب کھڑا کیا گیا تھا اس کے دونوں جانب ڈیتھرز اسکواڈ کے دو مسلح شخص کھڑے تھے ـــ عمران کو تنویر کے بارے میں علم نہیں تھا کہ وہ کس حالت میں ہے ـــ شیشے کا کیبن اس آبدوز کے قریب جا کر ٹھہر گیا جس پر کسی ملک کا نام و نشان نہیں تھا ـــ گھرر گھرر کی آواز پیدا ہوئی اور آبدوز کے سامنے کے حصے میں ایک مستطیل خلاء پیدا ہو گیا ـــ کیبن اس میں داخل ہوا ـــ کیبن کے اندر پہنچتے ہی وہ خلاء برابر ہو گئی ـــ شیشے کا کیبن بیک پیٹ فارم کے قریب جا

رُکا ـــــ جھٹکے سے عمران سمجھ گیا تھا کہ اُن کی منزل آگئی ہے۔

کمانڈر نے کیبن میں لگے ہوئے بٹن کو دبایا ـــــ جس سے کیبن کا دروازہ کھل گیا ـــــ پہلے کمانڈر باہر نکلا اس کے بعد دو محافظوں نے عمران کو دھکا دے کر باہر نکالا اُن کے پیچھے ہی دو آدمیوں نے تنویر کے جسم کو اپنے کندھے پر لادا اور کیبن سے باہر نکل آئے ـــــ وہ پلیٹ فارم عبور کرتے ہوئے زینوں کے قریب پہنچ گئے ـــــ زینے طے کرنے کے بعد کمانڈر انہیں لئے ہوئے اب کمرے میں داخل ہوا ـــــ اس کمرے میں چھت پر ایک سُرخ بلب لگا ہوا تھا ـــــ جوں ہی لوگوں کے اندر داخل ہوتے ہی جل اٹھا ـــــ اُن لوگوں نے عمران اور تنویر کو کمرے میں چھوڑا اور خود وہاں سے باہر نکل گئے ـــــ

اُن کے باہر جاتے ہی دو دوسرے آدمی جنہوں نے سفید گاؤن پہن رکھے تھے ـــــ کمرے میں داخل ہوئے ـــــ یہ وہی فرسٹ اور سیکنڈ آپریٹر تھے جنہوں نے عمران کو پہاڑیوں پر چیک کیا تھا ـــــ فرسٹ آپریٹر نے آگے بڑھ کر عمران کی آنکھوں سے پٹی ہٹا کر منہ سے ٹیپ نکال لیا ـــــ جبکہ سیکنڈ آپریٹر تنویر کے قریب کھڑا ـــــ گہری نظروں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا ـــــ

آنکھوں سے پٹی ہٹتے ہی عمران نے پلکیں جھپکا کر چندھیائی ہوئی نظروں سے اُسے دیکھا آپریٹر نے اس کے ہاتھ بھی کھول ڈالے تھے ـــــ

"کسی قسم کی حرکت کرنے سے پہلے اتنا یاد رکھنا کہ یہاں سے تم کسی صورت میں بھی بچ کر نہیں جا سکتے" آپریٹر نے اس کے ہاتھ کھولنے کے بعد کہا۔

عمران نے گاؤدی انداز میں سر ہلا دیا ۔۔۔

"اُس کی حالت کیسی ہے ؟"

اس نے سیکنڈ آپریٹر سے پوچھا ۔۔۔ جو تنویر کے قریب کھڑا تھا ۔۔۔

"خطرے سے باہر ہے جلد ہی ہوش آ جائے گا ۔"

"ٹھیک ہے آؤ چلیں ۔"

فرسٹ آپریٹر نے کہا ۔ پھر وہ دونوں کمرے سے باہر نکل گئے تھے ۔۔۔

عمران اُن کے جاتے ہی تیزی سے تنویر کے قریب پہنچا ۔۔۔ اور اس کے سرہانے کھڑے ہو کر تشویش سے اس کی جانب دیکھنے لگا ۔۔۔ تنویر کے پپوٹے ہلے اور اس نے کراہ کر آنکھیں کھول دیں ۔۔۔ اس نے عمران کی طرف اور پھر اطراف میں نظریں دوڑائیں ۔

"ہم لوگ کہاں ہیں ؟"

اس کی آواز میں نقاہت نمایاں تھی ۔

"سسرال میں ۔"

عمران نے بے ساختہ جواب دیا ۔ "سسرالیوں کو ہم سے بہت محبت ہے نا اس لئے یہ لوگ ہمیں اٹھا کر یہاں لے آئے ہیں ۔"

"کیا بکواس ہے ؟"

"بکواس ؟" عمران احمقانہ انداز میں اُسے گھورا ۔ "تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ ابھی تم خود اپنی آنکھوں سے سسرالیوں کو دیکھ لوگے ۔"

عمران کا لہجہ معنی خیز تھا ۔۔۔ تنویر نے چونک کر اسکی طرف دیکھا ۔

"تمہارا مطلب ہے ہم"۔۔۔۔۔۔

"مطلب وطلب کو چھوڑو یار۔۔۔ یہ بتاؤ تم نے گل بکاؤلی کی کہانی سنی ہے۔۔۔ جس میں ایک دیو، شہزادی کو اُٹھا کرلے جاتا ہے اور پھر شہزادہ گلفام شہزادی کو دیو سے چھڑا کر اس سے شادی کر لیتا ہے ۔۔۔۔۔ اور"۔۔۔۔۔

کافی دیر چُپ رہنے کے بعد عمران کی زبان پھر چل نکلی تھی ۔۔۔۔ لیکن کمرے میں لگے ہوئے سُرخ بلب کو بار بار اسپارک ہوتا دیکھ کر وہ خاموش ہو کر بلب کو گھورنے لگا تھا ۔۔۔۔

"اس سے پہلے کہ تم دونوں سے چند سوالات پوچھے جائیں اپنے نام بتاؤ"

بلب سے بھرائی ہوئی آواز خارج ہوئی ۔۔۔۔

عمران جو مُٹھی باندھے بلب کو گھور رہا تھا ۔۔۔ اس بلب سے آواز نکلتے ہی خوف زدہ ہو کر اُچھلا اور خزاں رسیدہ پتے کی طرح کانپنے لگا ۔۔۔۔

"بب ۔۔۔۔ب بھوت ۔۔۔۔ تنویر بھائی آؤ بھاگ چلیں"

"آہاہا ۔۔۔۔۔ بلب سے قہقہہ کی آواز بلند ہوئی۔

"بہت خوب ۔۔۔ ہمت ہے تو کوشش کر دیکھو"

"ک ۔۔۔۔ک کون ہو بھائی ۔۔۔ کیوں ڈرا کر ہمارا خون خشک کر رہے ہو سامنے آکر بات کرو"

"تم نے ابھی تک اپنے نام نہیں بتائے"

"ہم ۔۔۔۔ میرا نام گل بکاؤلی ہے اور یہ شہزادہ کھٹڑ ہے"

کھٹڑ کے نام پر تنویر نے عمران کو گھور کر سر جھکا لیا تھا۔

"تم بتاؤ نوجوان تمہارا کیا نام ہے؟"

بلب سے آتی ہوئی آواز اب کہ تنویر سے مخاطب تھی۔

"میں نام بتانا ضروری نہیں سمجھتا — ہی میں تمہارے کسی سوال کا جواب دوں گا" تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ سوالوں کے معاملے میں کمزور ہے اسی لئے ہر امتحان میں فیل ہو جاتا ہے — آپ مجھ سے سوال کیجئے انشاءاللہ ایسے جواب دوں گا کہ طبیعت صاف ہو جائے گی"

"تم دونوں کو شاید اپنے انجام کا علم نہیں ہے — ورنہ یوں اکڑی سیدھی بکواس کبھی نہ کرتے — تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ اپنے متعلق سب کچھ بتا دو — ورنہ ہم گونگوں سے بھی اگلوانا جانتے ہیں"

"اماں کیوں خوامخواہ تڑی دیئے چلے جا رہے ہو — تم سے کہہ تو دیا ہے سوال تو کرو" عمران نے احمقانہ انداز میں ہاتھ نچاتے ہوئے جواب دیا۔

"اپنے نام بتاؤ — بالکل درست"

"بتا تو دیئے ہیں یار — میرا نام گل بکاؤلی اور اس کا نام شہزادہ کھٹمل"

"تم لوگ کون ہو؟"

نادیدہ ہستی کا دوسرا سوال تھا۔

"عینک لگاؤ یار — تمہاری آنکھیں کمزور ہیں"

"کیا مطلب؟"

"تمہیں کیا ہم چاند کی مخلوق دکھائی دے رہے ہیں — ویسے بائی دی

وے کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ چاند پر سب سے پہلے اپالو دہم گیا تھا کہ اپالو نہم"

"ہوں تم لوگ یوں نہیں مانو گے"

بلب سے آواز آئی جس کے ساتھ ہی بلب بجھ گیا۔

عمران نے تنویر کو دیکھ کر احمقانہ انداز میں آنکھ دبائی ــــ جو نہایت بیزاری سے اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں کیوں سانپ سونگھ گیا ہے پیارے ــ کچھ تو گل افشانی کرو"

"تمہاری طرح میری زبان فالتو نہیں ہے ــ مجھ سے مخاطب ہونے کی بجائے اپنے کام سے کام رکھو" تنویر نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں جواب دیا۔ اُسے عمران کی حرکتوں پر سچ مچ غصہ آگیا تھا ــ جو موقع محل دیکھے بغیر اپنی ٹرٹر شروع کر دیتا تھا ــ اور بجائے اس کے کہ یہاں سے نکلنے کی کوئی ترکیب سوچے ــ اپنی احمقانہ بکواس ہی کئے جا رہا تھا۔

اسی احمقانہ پن کے سبب تو وہ عمران سے شدید نفرت کرتا تھا۔

لیکن عمران پر بھلا اس کی باتوں کا کیا اثر ہوتا۔

وہ اس کے قریب پھسکڑا مار کر بیٹھ گیا تھا اور چھیڑنے والی نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا

"یار تقدیر تم نے کبھی تلن پہلوان کی مٹھائی کھائی ہے"

"تقدیر کے بچے میں کہتا ہوں خاموش رہو ــ ورنہ گردن توڑ دونگا"

"اوہو ــ ــ گردن توڑ دونگا"

عمران نے اسکی نقل اُتاری۔

"کبھی شکل بھی دیکھی ہے آئینے میں — صورت سے آلو بخارہ معلوم ہوتے ہو!"

تنویر نے کچھ کہنے کیلئے منہ کھولا لیکن کمرے کا دروازہ کھلتے دیکھ کر خاموش ہو گیا — عمران بھی اس طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

دروازہ کھلا اور نیلی وردی میں ملبوس دو آدمی اندر داخل ہوئے انہوں نے اسٹین گنوں سے انہیں باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔

"عجیب ہو تم لوگ بھی یار ایک جگہ چین سے بیٹھنے بھی نہیں دیتے" عمران منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا کمرے سے نکلا — ایک اسٹین گن بردار اسے پیچھے سے کور کر لیا تھا — جبکہ تنویر بھی دوسرے اسٹین گن بردار کی نگرانی میں عمران کے پیچھے ہی کمرے سے نکلا تھا —

دونوں اسٹین گنوں سے تنویر اور عمران کو کور کئے ہوئے ایک راہداری میں داخل ہوئے —

یہاں قطار میں کیبن بنے ہوئے تھے —

وہ دونوں انہیں لئے ہوئے انتہائی سرے والے کیبن کے قریب پہنچے جیسے ہی وہ دروازے کے سامنے پہنچے — وہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ انہوں نے اسٹین گنوں سے انہیں کمرے میں داخل ہونے کا اشارہ کیا — وہ دونوں جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئے — دروازہ خود بخود بند ہو گیا

عمران نے گھوم کر دروازے کی طرف دیکھا جو اب بند ہو چکا تھا اور ایک ٹھنڈی سانس لے کر کمرے کا جائزہ لینے لگا۔

"تقدیر بھائی یہ سب کیا اسرار ہے یار اپنی سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا"

"آئے گا بھی کیسے تمہاری عقل میں تو بھس بھرا ہے ـــــ اور ہاں اگر آئندہ تم نے میرا نام غلط لیا تو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہو گا"

تنویر نے جلے کٹے لہجے میں جواب دیا۔

یہ کمرہ جس میں انھیں اس وقت لایا گیا تھا گو اتنا ہی بڑا تھا جس میں انہیں پہلے رکھا گیا تھا ـــــ لیکن اس کی ایک دیوار پر اسکرین بھی تھی.... آویزاں تھا ـــــ جبکہ یہاں سُرخ بلب کی جگہ دو تیز پاور والے بلب جل رہے تھے ـــــ

عمران نے اس کا پہلے ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ ـــــ نہ صرف انہیں دیکھا جا رہا ہے بلکہ اُن کی باتیں بھی سنی جا رہی ہیں ـــــ وہ موقع کا منتظر تھا کہ کس طرح ان لوگوں کے مقاصد کا پتہ چل جائے ـــــ

لیکن ابھی تک کوئی ایسی صورت حال سامنے نہیں آئی تھی جس سے ـــ اُسے اس مُشکل کو حل کرنے میں مدد ملتی ـــــ اسی لئے وہ ہاتھ پاؤں مار کر کامیابی کی راہیں تلاش کرنے میں مصروف تھا ـــــ

اُسے اتنا تو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ کوئی غیر ملکی گروہ ہے جو جدید سائنسی حربوں سے اپنے مذموم عزائم کی تشکیل کرنا چاہتا تھا ـــــ اور اس کا ٹارگٹ سہراب پور کے وہ کانیں تھیں جن سے پلاٹینم نکالا جاتا تھا لیکن عمران کے خیال میں اس کے ساتھ ہی مجرموں کے کچھ اور مقاصد تھے جو ہنوز پوشیدہ تھے ـــــ

اچانک دیوار میں لگا ہوا اسکرین روشن ہوگیا — جس کے ساتھ ہی کمرے میں لگے ہوئے دونوں بلب بجھ گئے —

تنویر اور عمران اسکرین کی طرف دیکھنے لگے — جہاں ایک شخص کا چہرہ نمودار ہوا — جس کی شکل بالکل ہیضوی تھی کلین شیو کے علاوہ بھنوؤں کے بال بھی غائب تھے — وہ ایک خربوزے کی مانند ہی نظر آ رہا تھا جس پر آنکھیں ناک کان اور ہونٹ چپکا دیئے گئے ہوں۔

وہ اپنی گول گول آنکھوں سے ان دونوں کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

"تم لوگوں نے اپنے نام درست نہیں بتائے تھے — لیکن اس کے باوجود میں تمہارے نام جانتا ہوں — اور اُن کے نام بھی جانتا ہوں جو اب سے تھوڑی دیر بعد یہاں پہنچ جائیں گے"

اس نے مسکرا کر معنی خیز لہجے میں کہا۔

عمران اس کی بات سن کر بے اختیار اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔

"تم ہمارے متعلق اور کیا کیا جانتے ہو بھائی"

"اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ تمہارا نام عمران اور اس کا نام تنویر ہے تمہارے دونوں ساتھی جنہیں ہمارے آدمی ملٹری ہسپتال سے اٹھا کر لا رہے ہیں — اُن میں سے عورت کا نام جولیا اور مرد کا نام صفدر ہے — آگے کی معلومات تم فراہم کرو گے — کہ تمہارا تعلق ریاست ہی سے ہے یا کہیں باہر سے بلوائے گئے ہو — اور تمہیں اس کام کے لئے کس نے مامور کیا ہے"

"ابھی نیند میں تو نہیں ہو کیا ہے پر کی ہانک رہے ہو"

"کوئی بات نہیں تم تو کیا تمہارے فرشتے بھی اگل دیں گے ـــ ذرا تمہارے ساتھیوں کو آجانے دو ـــ جب تم لوگ ہماری طاقت کا مظاہرہ دیکھو گے تو خود بخود راستے پر آجاؤ گے ـــ مگر وہ لمحہ تمہاری زندگی کا آخری لمحہ ہوگا ـــ اپنے آپ کو اس لمحے کے لئے تیار رکھو"

خربوزے کی مانند چہرے والے نے کہا ـــ جس کے ساتھ ہی اسکرین تاریک ہوگیا ـــ

عمران نے دانت بھینچتے ہوئے اسکرین کو گھونسہ دکھایا ـــ

اچانک دروازہ کھلا اور صفدر اور جولیا کو کمرے میں دھکیل کر دروازہ بند کر دیا گیا ـــ

"آہ دفتر بھائی ـــ جولی ڈارلنگ ـــ آیئے آپ ہی کا انتظار ہو رہا تھا" عمران نے باچھیں پھیلائیں ـــ

لیکن اس کی بات کا کسی نے جواب نہیں دیا ـــ

وہ تینوں ایک دوسرے کو ہونقوں کی طرح دیکھ رہے تھے ـــ

آبدوز ۔۔۔

کے آپریشن رُوم میں ایک گول میز کے گرد پانچوں کمانڈو بیٹھے اپنے سامنے لگی ہوئی اسکرین پر دیکھ رہے تھے ۔۔۔ جہاں شمالی پہاڑوں کے دامن میں واقع تینوں کانیں صاف نظر آ رہی تھیں ۔۔۔

" ہمارے مشن کا پہلا حصّہ مکمل ہو گیا ہے ۔ تمہارے خیال میں اب دوسرے حصّے پر کام شروع کرنا چاہیئے ؟

ایک قوی ہیکل اور نیلی آنکھوں والے کمانڈو نے کہا ۔

" جارج تم ہر کام میں جلد بازی کا ثبوت دیتے ہو ۔۔۔ حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ پہلے حصّے کی تکمیل کے ساتھ ساتھ ہی کئی دشواریاں ہماری راہ میں حائل ہو گئی ہیں ۔۔۔ ان میں سے ایک وہ جاسوس ہیں جو ہماری ٹوہ میں یہاں تک پہنچ گئے ہیں ؟

ایک دوسرے کمانڈو نے پہلے کی تجویز رد کرتے ہوئے کہا ۔۔۔

نیلی آنکھوں والے کمانڈو نے اُسے گھور کر دیکھا ۔۔۔

" تم شاید یہ بھول گئے ہو کہ شمالی ساحل پر کانوں کے علاقوں میں

ری نظروں میں آئے بغیر کوئی داخل نہیں ہو سکتا ـــ اور ریاست
انتظامیہ کا یہ حال ہے کہ اُسے ہمارے گوریلے سے نمٹنے سے ہی
مت نہیں مل رہی ؟

"ان سب باتوں سے مجھے انکار نہیں لیکن میں پھر بھی یہ کہونگا
ہمیں صبر سے کام لینا چاہئے ـــ یوں بھی ایم ڈی سلطان کی عرق آبی
ریاست کی حکومت کا ردِ عمل سامنے نہیں آیا ـــ پھر ہمیں ان جاسوسوں
بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے ـــ ہو سکتا ہے ان کے کچھ اور ساتھی ہوں
و ہمارے لئے بعد میں پریشانی کا باعث بن جائیں ـــ پھر ہمیں ابھی یہ
ی علم نہیں کہ وہ جاسوس ریاست کے ہیں یا ریاست نے اُن کی خدمات
سی ملک سے حاصل کی ہیں "

"تمہارا خیال بالکل دُرست ہے جیکسن پہلے ہمیں اُن جاسوسوں سے
زید معلومات کرنی چاہئے اس بعد دُوسرا حصّہ شروع کرنے پر غور کرینگے"
ایک معمر کمانڈو نے جیکسن کی تائید کی ـــ نیلی آنکھوں والا کمانڈو
سر جھکا کر کچھ سوچنے لگا ـــ

"جارج تمہارا کیا خیال ہے ؟"

معمر کمانڈو نے دوسرے دونوں کمانڈوز سے پوچھا جو ابھی تک خاموش
بیٹھے تھے ـــ انھوں نے کسی رائے کا اظہار نہیں کیا تھا ـــ

"آپ کی بات دُرست ہے ـــ لیکن جہاں تک مشن کے دوسرے
حصّے کو شروع کرنے کا تعلق ہے تو مجھے یقین ہے کہ ہم کسی مزاحمت کے

بغیر اس حلقے کو بآسانی تکمیل تک پہنچا سکتے ہیں " جارج نے اپنی رائے پیش کی ۔

"اس سلسلے میں ـــــ میں آپ سے بالکل متفق ہوں ہمیں پہلے ان جاسوسوں سے نمٹ لینا چاہئے "

اس مرتبہ ٹامی نے خیال آرائی کی تھی ـــ

میجر کمانڈو کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر میز کے نیچے لگے ہوئے بٹن کو دبایا ـــ

"یس سر"

فوراً ہی انٹر کوم پر آواز ابھری ـــ

"ان چاروں کو آپریشن روم میں پہنچاؤ "

"رائٹ سر "

انٹر کوم سے آواز ابھری جس کے ساتھ ہی میجر کمانڈو نے سوئچ آف کر دیا ـــ

اسکرین پر ہنوز تینوں کاپیں نظر آ رہی تھیں ـــ اور پانچوں کمانڈوز اپنے اپنے خیالوں میں گم اسکرین کو گھورنے میں مصروف تھے ـــ

اُن کے درمیان خاموشی کا یہ طویل سلسلہ اس وقت ختم ہو گیا جب چار نیلی وردی میں ملبوس افراد جولیا عمران صفدر اور تنویر کو اسٹین گنوں سے کور کئے آپریشن روم میں داخل ہوئے ـــ

پانچوں کمانڈوز اُن کی جانب گہری نظروں سے دیکھنے لگے ـــ اسٹین

ہوں سے مسلح افراد نے اُن چاروں کو ایک دیوار سے لگا کر کھڑا دیا تھا۔
عمران کمرے میں داخل ہوتے ہی اسکرین پر شمالی پہاڑ اور
ٹائیگر کی کانوں کے منظر کو دیکھ کر معنی خیز انداز میں سر ہلایا ـــــ اور
پھر کمانڈوز کو باری باری گھورتے ہوئے احمقانہ انداز میں منہ چلانے
لگا ـــــ

"تم شمالی پہاڑوں میں کیا کر رہے تھے؟"
معمر کمانڈو نے سکوت توڑتے ہوئے عمران سے پوچھا ـــ
"اپنی گمشدگی تلاش کر رہا تھا ـــ کمبخت دو دنوں سے بغیر کچھ کہے گھر
غائب ہے ـــ آپ کو اس کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟"
عمران نے اُلٹا سوال کیا۔
صفدر اس کے جواب پر زیر لب مسکرانے لگا تھا ـــ جبکہ پانچوں
کمانڈوز اُسے حیرت زدہ نظروں سے دیکھ رہے تھے ـــ
"لیکن یہ بہت چالاک دکھائی دیتا ہے ایسے نہیں مانے گا"
یہ معمر کمانڈو کی آواز تھی ـــ وہ عمران کو غور سے دیکھتے
ہوئے اپنے بائیں جانب بیٹھے ہوئے کمانڈو سے مخاطب تھا ـــ
"مجھے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے ـــ دوسروں سے پوچھیں یہ کیا کہتے
ہیں؟"
"تمہارا نام جولیا ہے؟"
اب کے کمانڈو جولیا سے مخاطب تھا ـــ

"جولیا ہو یا خولیا تم سے کیا — خبردار جو تم نے اس کا نام اپنی گندی زبان سے لیا"

جولیا کی جگہ عمران نے ہاتھ نچاتے ہوئے جواب دیا — غصّے سے اس کا چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا —

"شٹ اَپ"

معمر کمانڈو زور سے چیخا "ایک اگر تم نے زبان کھولی تو گدی سے کھینچ لوں گا"

"آں جاؤ — آتے بڑے رستم کی اولاد — ذرا مقابلے پر تو آؤ — مار مار کر بھرکس نہ نکال دیا تو میرا نام نہیں"

عمران کے تاؤ دلانے پر معمر کمانڈو کے بائیں جانب بیٹھا ہوا .... جارج جھٹکے سے اپنی کرسی سے اُٹھا — لیکن معمر کمانڈو نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دوبارہ کرسی پر بٹھا دیا —

"بس اتنا ہی دم تھا"

عمران نے حقارت سے کہا —

"تم سے تو اچھا میرا نوکر سلیمان ہے جو پیاز کاٹنے کی چھری سے مرغا ذبح کر دیتا ہے"

"سر یہ میری توہین ہے"

جارج دوبارہ کرسی پر کلبلایا — اس کے علاوہ دوسرے کمانڈوز کے چہرے بھی غصّے کی زیادتی کی وجہ سے بگڑ گئے تھے — اور وہ پھاڑ

کھاتے والی نظروں سے عمران کو دیکھ رہے تھے ـــــ معمر کمانڈروز کے چہرے پر بھی شکنیں نمودار ہو گئی تھیں ـــــ لیکن اس نے کمان پھرتی سے اپنے آپ پر قابو پا لیا تھا ـــــ اس نے اپنے ساتھیوں کو پُر سکون رہنے کا اشارہ کیا ـــــ اور دوبارہ عمران کی طرف متوجہ ہو گیا ـــــ جو ان لوگوں سے لاتعلق سا ہو کر سامنے والی دیوار کو گھورنے میں مصروف تھا ـــــ

" شاید تم نہیں جانتے کہ تمہاری وقعت ہمارے سامنے چیونٹی کے برابر بھی نہیں ـــــ ہم جس وقت چاہیں تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو چیونٹی کی طرح مسل سکتے ہیں "

" تم ایسا کبھی نہیں کر سکتے "

عمران نے مسکرا کر جواب دیا ـــــ معمر کمانڈروز اُسے تمسخرانہ انداز میں دیکھنے لگا ـــــ

" تمہیں شاید ریاست سے کسی مدد کی توقع ہے ـــــ لیکن یاد رکھو .... ریاست اب ہمارے رحم و کرم پر ہے ـــــ ہم جب چاہیں اُسے کھنڈر میں تبدیل کر سکتے ہیں ـــــ جس چند جھلکیاں تم نے چولان میں دیکھ ہی لی ہوں گی "

" تمہارا اشارہ اس دیو قامت گوریلے کی جانب ہے ـــــ جسے تم نے اپنے مذموم عزائم کیلئے بطور ہتھیار استعمال کیا ہوا ہے "

" ہاں ذلیل ایشیائی کیڑے ـــــ وہ ہمارا ایک ادنیٰ سا کارنامہ ہے۔ اگر تمہیں ہمارے متعلق کچھ اور معلوم ہو جائے تو تم دہشت کے مارے

یہیں مر جاؤ گے ؟

"بڑا ناز کر رہے ہو اپنے آپ پر لیکن یاد رکھو میں کبھی تمہارے مذموم عزائم کو کامیاب نہیں ہونے دونگا سفید سؤر "

عمران نے بھی ترکی بہ ترکی تلخ لہجے میں جواب دیا۔۔۔ جسے سنتے ہی معمر کمانڈو غصّے سے چراغ پا ہو گیا۔۔۔ اس نے تیزی سے میز میں لگا ہ انٹر کوم کا بٹن دبا دیا۔۔۔

"یس سر "

انٹر کوم سے مؤدبانہ آواز ابھری۔

"اسٹیم بوٹ تھرٹی نائین تیار ہے ؟"

"نو سر۔۔۔ ابھی کچھ دیر لگے گی "

کمانڈو نے سر ہلا کر انٹر کوم کا سوئچ آف کر دیا۔۔۔

"تم ایک دردناک موت کے لئے تیار ہو جاؤ "

اس نے عمران سے کہا جس کے ساتھ ہی اس نے مسلح اسٹین گ بردار وں کو اشارہ کیا۔۔۔ دو اسٹین گن بردار آگے بڑھے اور عمران کو دو کور کر کے آپریشن روم سے باہر نکل گئے۔۔۔

کمانڈو اب جولیا کی جانب دیکھ رہا تھا۔۔۔

جولیا بہترین سیکرٹ ایجنٹ ہونے کے باوجود موجودہ صورتحال خوف زدہ نظر آ رہی تھی۔۔۔ کمانڈوز کی اپنی جانب دیکھتے پا کر اس نے نگاہیں دوسری جانب کر لیں تھی۔۔۔

"عمران کی گفتگو سے ہمیں یہ اندازہ تو ہو گیا ہے کہ تم لوگ ہمارا سُراغ لگا کر ٹھکانے لگانے کے ارادے سے یہاں آئے ہو لیکن اس سوال کا جواب ابھی تک نہیں مل سکا کہ تمہارا تعلق سہراب پُور سے ہے یا تم باہر سے آئے ہو ـــــ اس سوال کا جواب جولیا تم دو گی؟"

اس نے جولیا کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا۔

"میری بات پر تم یقین نہیں کرو گے ـــ اس لئے خاموش ہی رہنا مناسب ہے۔"

"یقین کا دار و مدار ہم پر چھوڑ دو صرف میرے سوال کا جواب دو۔ تمہارا تعلق سہراب پُور سے ہے یا کسی اور جگہ سے؟"

معمر کمانڈو نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا۔

"ہمارا تعلق کسی سے نہیں ـــ ہم صرف سیّاح ہیں ـــ اور سیّاحت ہی کیلئے سہراب پُور آئے تھے صرف تجسس ہی کی خاطر ہم نے پلاٹینم کی کانوں کی طرف دلچسپی لی تھی ـــ لیکن گوریلا نما عفریت کی تباہکاریوں کو دیکھتے ہوئے ہم چاروں نے عہد کر لیا تھا کہ خواہ کچھ ہو جائے اس اسرار کا پتہ ضرور لگائیں گے جس نے چولان کو موت کے شہر میں تبدیل کر دیا ہے۔"

جولیا نے نہایت اطمینان سے جواب دیا ـــ

"لیکن جو وائرلیس ٹرانسمیٹر تمہارے پاس سے برآمد ہوئے ہیں ـــ وہ تمہارے جواب کی تردید کرتی ہیں ـــ ایسی وائرلیس ٹرانسمیٹر ہم نے صرف مختلف ملکوں کی سیکرٹ سروس یا انٹرپول والوں کے پاس دیکھی ہیں۔"

"ہو سکتا ہے آپ نے ایسی واچ ٹرانسمیٹرز اور جگہوں پر بھی دیکھی ہوں لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ واچ ٹرانسمیٹرز ہم نے اپنے ایک دوست سے حاصل کی ہیں جو بین الاقوامی تنظیم ماخیا کا ایک سرکردہ رکن ہے — اور انہیں حاصل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ہم چاروں کا ایک دوسرے سے ہر صورت میں رابطہ قائم رہے۔ آپ سیاحت کی پیچیدگیوں سے تو ضرور واقف رہے ہونگے"

جولیا کی حاضر جوابی پر صفدر اسے دل ہی دل میں داد دیئے بغیر نہیں رہ سکا —

معمر کمانڈو سمیت چاروں کمانڈوز جولیا کے مفصل جواب کے بعد کچھ سوچنے لگے تھے —

اچانک جیکسن سوچتے سوچتے سر اٹھایا اور غور سے ان تینوں کو دیکھنے لگا —

"سر یہ لڑکی تو سوئڈش معلوم ہوتی ہے جبکہ یہ تینوں ایشیائی ہیں"

جیکسن کی بات پر معمر کمانڈو نے چونک کر انہیں دیکھا — جبکہ صفدر نے جیکسن کی بات سن کر پہلو بدل کر تنویر کو اشارہ کیا — لیکن اس سے پہلے کہ تنویر منہ کھولتا — جولیا جلدی سے بول پڑی —

"میرے ماں باپ سوئڈش تھے مگر وہ کافی عرصے پہلے جب میں پیدا بھی نہیں ہوئی تھی نقل مکان کر کے ایشیا میں آباد ہو گئے تھے"

جولیا کے جواب پر معمر کمانڈو نے اپنے چاروں ساتھی کمانڈوز کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھا — وہ چاروں ابھی تک کسی الجھن میں

بیٹھا تھے ——

"جارج تمہارا کیا خیال ہے —— کیا ان لوگوں نے اپنے متعلق درست بتایا ہے؟"

"نو سر ان کی باتوں پر مجھے اب بھی شک ہے —— یہ لڑکی بھی مجھے انتہائی چالاک دکھائی دیتی ہے —— اور آپ نے اس کے متعلق تو سن ہی لیا ہو گا کہ اسے پکڑنے میں ہماری ڈینجرس اسکواڈ کے تین آدمی ضائع ہو گئے۔"

جارج نے تنویر کی طرف اشارہ کیا ——

"سر میرے خیال میں ان تینوں کو اسٹیم نمبر تھرٹی تھری میں ڈال دیا جائے۔"

ایک دوسرے کمانڈو نے رائے دی ——

میجر کمانڈو خاموشی سے اپنے ساتھی اور ماتحت کمانڈو کی رائے سنتا رہا —— جبکہ صفدر، تنویر اور جولیا اپنی اپنی جگہ کھڑے اس کے فیصلے کے منتظر رہے۔ تینوں کے چہرے سے کسی قسم کی پریشانی یا گھبراہٹ نمایاں نہیں تھی ان کے چہروں پر چھایا ہوا سکون ان کے قلبی اطمینان کا پتہ دے رہا تھا۔

میجر کمانڈو اپنے ساتھیوں کی رائے سننے کے بعد کچھ دیر خاموش بیٹھا کچھ سوچتا رہا ——

"فی الحال ان تینوں کو کیبن نمبر ٹائنٹی تھری میں قید کر دیا جائے اور مشن کے دوسرے حصے پر عمل شروع کر دیا جائے —— میں انہیں زندہ حالت میں ہیڈ کوارٹر لے جانا چاہتا ہوں —— تاکہ وہاں ان کی اصلیت کا پتہ چل سکے۔"

معمر کمانڈو نے فیصلہ سنایا جس کے ساتھ ہی اس نے محافظوں کو اشارہ کیا۔۔۔

محافظ اُن تینوں کو کور کئے آپریشن روم سے باہر نکل گئے۔۔۔ اُن کا رُخ کیبن نمبر نائنٹی تھری ہی کی جانب تھا۔۔۔ ان کے جانے کے بعد اُس نے چاروں کمانڈوز کو بھی جانے کا اشارہ کیا۔۔۔ اس کا اشارہ پا کر وہ اپنی اپنی نشستوں سے اُٹھے اور ایک ایک کر کے آپریشن روم سے باہر نکل گئے



پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

دونوں ،——

محافظ عمران کو لئے ہوئے راہداری سے گزرتے ہوئے ایک بڑے سے کمرے کے سامنے جا کر رکے ۔ جس کے دروازے پر ڈیجیر روم کے الفاظ کندہ تھے ——

ایک محافظ نے آگے بڑھکر دروازے پر تین بار دستک دی اور پیچھے ہٹ گیا ۔ دوسرے ہی لمحے دروازہ کھلا ۔ دروازہ کھولنے والا وہی فرسٹ آپریٹر تھا ۔ اس نے ایک تنقیدی نظر عمران پر ڈالی اور دروازے سے ہٹ کر محافظوں کو اندر آنے کا اشارہ کیا ۔ محافظ اسے لئے ہوئے اندر داخل ہوئے —— اس کمرے میں ایک بڑی سی مشین لگی ہوئی تھی۔ جس میں سینکڑوں سوئچ اور ان گنت میٹر لگے ہوئے تھے جن کی سوئیاں مختلف ہندسوں پر تھرک رہی تھیں ۔ مشین کے وسط سے ایک ۱۰ انچ قطر کا پائپ نکل کر کمرے کی چھت کی طرف چلا گیا تھا ۔ مشین سے گھرر گھرر کی آواز بلند ہو رہی تھی اور اس کے سرے پر لگے ہوئے دو سرخ اور پیلے بلب بار بار جل اور بجھ رہے تھے —— فرسٹ آپریٹر کے اشارے

پر دونوں محافظوں نے عمران کو مشین کے قریب لے جا کر کھڑا کر دیا ——

"بھائی کیا یہ ڈبل روٹی بنانے کی مشین ہے ؟

عمران نے مشین کو غور سے دیکھتے ہوئے فرسٹ آپریٹر سے پوچھا۔

فرسٹ آپریٹر کے لبوں پر اس کا سوال سن کر بے ساختہ مسکراہٹ آ گئی —— "نہیں یہ ڈبل روٹی کے سلائس بنانے کی مشین ہے —— تمہیں بھی یہاں سلائس ہی بنانے کے لئے لایا گیا ہے ؟

"نہیں بھائی مجھے سلائس کھانے کا اتنا شوق نہیں — تم ایسا کرو میری بجائے ان دونوں کو سلائس بنا دو — ان کی سلائس بڑے مزے دار ہوں گے ؟

عمران نے اپنے دائیں بائیں کھڑے ہوئے دونوں محافظوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا ——

"لیکن مجھے تو تمہارے سلائس بنانے کا آرڈر دیا گیا ہے ؟

فرسٹ آپریٹر نے مشین کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا ——

"بس ایک آدھ منٹ کی بات اور ہے ؟

عمران نے خوف زدہ نظروں سے دونوں محافظوں کی طرف دیکھا —— فرسٹ آپریٹر اس اثنار میں میٹروں میں تھرتھراتے والی سوئیوں کا جائزہ لے رہا تھا — جو اب ایک ساتھ سرخ نقطے کی طرف بڑھ رہی تھیں —— پھر جیسے ہی تمام سوئیاں سرخ نقطوں پر پہنچیں —— آپریٹر نے تیزی سے چند بٹن دبائے —— مشین سے گھوں گھوں کی آواز بلند ہوئی اور اس میں سے ایک شکنجہ سا نکل کر باہر آ گیا —— آپریٹر نے چند بٹن اور دبائے اور عمران

کے قریب آکر کھڑا ہو گیا ـــــ دونوں محافظ اب زیادہ مستعد ہو گئے تھے اگر عمران اپنے اوپر آتے ہوئے شکنجے کو غور سے دیکھ رہا تھا ـــــ شکنجہ جیسے ہی اس کے سر پر آیا ـــ عمران نے پھرتی سے فرسٹ آپریٹر کا ہاتھ پکڑ کر جھٹکا دیا اور خود اچھل کر دور ہو گیا ـــــ

آپریٹر نے گھبرا کر اٹھنا چاہا ـــ لیکن اس اثناء میں شکنجہ اُسے جکڑ چکا تھا ـــ دونوں محافظ سنبھل کر پلٹے ـــ لیکن عمران پہلے ہی ہوشیار ہو چکا تھا وہ اس سے پہلے کہ اُن کی گنوں کا رُخ اسکی سمت ہوتا اُڑتا ہوا اُن کے قریب پہنچ گیا ـــ دوسرے ہی لمحے دونوں کی گردنیں اسکے ہاتھوں میں دبی ہوئی تھیں ـــ اس نے بلا تاخیر ایک زور دار جھٹکا دیا ـــ دونوں محافظوں کے سر ایکدوسرے سے آواز کے ساتھ ٹکرائے ـــ ٹکر اتنی زور دار تھی کہ وہ دوبارہ اُٹھ نہیں سکے ـــ عمران نے مردہ چھپکلیوں کی مانند انھیں ایک جانب پھینکا اور فرسٹ آپریٹر کی طرف متوجہ ہو گیا ـــ جسے اب شکنجہ کافی اوپر اٹھا چکا تھا ـــ شکنجے کی گرفت اتنی سخت تھی کہ اس کی آنکھیں اپنے حلقوم سے باہر نکلی پڑ رہی تھیں اور وہ ماہی بے آب کی طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا ـــ

مشین کے اوپر عین وسط میں پہنچ کر شکنجہ یکلخت کھلا اور فرسٹ آپریٹر بھیانک چیخ کے ساتھ مشین میں جا گرا ـــ اس کے گرتے ہی عمران نے ہاتھ جھاڑے اور دونوں بے ہوش محافظوں پر تنقیدی نظر ڈالتا ہوا ڈیسپیچر روم سے باہر آ گیا ـــ یہاں اس نے پہلے اس کا دروازہ بند کیا ـــ راہداری کو اُس نے پہلے ہی چیک کر لیا تھا ـــ جو بالکل سنسان پڑی ہوئی تھی ـــ

راہداری میں دبے پاؤں چلتے ہوئے وہ دوسرے کیبن تک پہنچا اور دروازے سے کان لگا کر سن گن لینے کی کوشش کی ـــــ اندر مکمل خاموشی تھی۔ جس کا مطلب تھا کیبن میں کوئی بھی موجود نہیں ـــــ وہ آگے بڑھ گیا ـــــ

مختلف کیبنوں کے سامنے سے گزرتا ہوا وہ زینوں تک پہنچ گیا۔ اس نے ابھی زینوں پر ایک قدم ہی رکھا تھا کہ اس کے حساس کانوں نے وہ آہٹیں سن لیں جو زینوں کے اوپر سے آ رہی تھیں ـــــ عمران تیزی سے زینوں کے نیچے کے خالی حصے میں دبک گیا ـــــ

دو آدمی زینے اتر رہے تھے ـــــ عمران سانس روکے انہیں اپنے قریب سے گذرتے دیکھتا رہا ـــــ ان دونوں نے بھی فرسٹ آپریشنز کی طرح سفید گون پہن رکھے تھے ـــــ

عمران اپنی جگہ پر اس وقت تک دبکا رہا جب تک وہ لوگ گیلری سے ہوتے ہوئے ایک کیبن میں داخل نہیں ہو گئے تھے ـــــ وہ اسی کیبن میں گئے تھے جسے عمران کچھ دیر پہلے خالی دیکھ آیا تھا ـــــ جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوئے اور دروازہ بند ہوا ـــــ عمران اپنی جگہ سے نکل آیا وہ تیزی سے زینے چڑھتے ہوئے اوپر پہنچ گیا ـــــ یہاں پر اسے ایک وسیع و عریض کمرہ دکھائی دیا ـــــ جس کا صرف ایک ہی دروازہ تھا ـــــ دروازہ گو بند تھا لیکن اندر سے بہت سی مشینوں کے چلنے کی آوازیں آ رہی تھیں ـــــ اس بڑے سے ہال نما کمرے کے عین سر پر بھی ایک کیبن موجود تھا ـــــ عمران دبے پاؤں اس کیبن کے نزدیک پہنچا ـــــ اس کی قسمت ہی اچھی تھی جو اس وقت کسی نے اسے نہیں دیکھا جب وہ

عین ہال نما کمرے کے دروازے کے سامنے سے گذر رہا تھا ——

عمران نے ہال کے سرے پر بنے ہوئے کیبن کے قریب پہنچ کر کان اس کے دروازے سے لگا دیئے ——

اندر سے کسی کے چلنے کی آوازیں آ رہی تھیں — عمران اپنی جگہ کھڑا کچھ دیر تک سوچتا رہا — پھر اس نے آگے بڑھ کر بانکل محافظ کی طرح دروازے کو تین بار تھپتھپایا ——

"کون ہے ؟"

اندر سے آواز آئی ۔

"فرسٹ آپریٹر ۔"

عمران نے فرسٹ آپریٹر جیسی آواز میں جواب دیا — جس کے ساتھ ہی دروازہ کھل گیا — دروازہ کھولنے والا بھی صحیح طریقے سے اُسے دیکھ بھی نہیں پایا تھا کہ اس نے اُسے دھکا دیا اور خود جلدی سے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا ——

یہ کیبن معمر کمانڈو کا تھا — دروازہ کھلتے ہی عمران نے اس کی ایک جھلک دیکھ کر پہچان لیا تھا — اس غیر متوقع بات نے اس کے کام کو آسان بنا دیا تھا — کیونکہ اُسے اسی معمر کمانڈو کے کمرے کی تلاش تھی جو عمران کے خیال میں ان تمام لوگوں کا سرغنہ تھا جو چولستان میں خونی سرگرمیوں میں مصروف تھے — عمران چونکہ بالکل غیر متوقع طور پر اس کے کمرے میں گھس آیا تھا — اس لئے معمر کمانڈو اپنی حیرت پر قابو نہ پا سکا وہ منہ پھاڑے

عمران کو گھور رہا تھا ـــــ

"تم تم" اسنے حیرت زدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے عمران کی طرف انگلی اُٹھائی ـــــ

"ہاں میں گمانڈو ـــــ میں نے تمہیں کہا تھا کہ تمہیں کسی صورت میں بھی کامیاب نہیں ہونے دوں گا" عمران اس کے بالکل سامنے پہنچ کر زہر خند لہجے میں بولا ـــــ

"تم ڈیتھ روم سے بچ کر کس طرح نکل آئے ؟"

مسٹر گمانڈو ابھی تک اپنی حیرت پر قابو نہیں پا سکا تھا ـــــ

"اسے چھوڑو ـــــ اپنے متعلق کہو تمہارا کیا خیال ہے ؟"

"تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے"

گمانڈو نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر کہا ـــــ اب وہ کمرے میں رکھی ہوئی میز سے ٹیک کر کھڑا ہو گیا تھا ـــــ اسکا ہاتھ آہستہ آہستہ میز پر لگے ہوئے بٹن کی طرف کھسک رہا تھا ـــــ

"اپنا ہاتھ سنبھال کر رکھو گمانڈو"

عمران کی تنبیہہ پر گمانڈو نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا ـــــ لیکن ساتھ ہی اس نے عمران پر چھلانگ بھی لگا دی ـــــ عمران اسکے لئے پہلے ہی سے تیار تھا۔ وہ تیزی سے جھکائی دیکر ایک طرف کو ہو گیا ـــــ گمانڈو اپنی ہی جھونک میں فرش چاٹنے لگا ـــــ لیکن سنبھل کر پھر پھرتی سے اُٹھا ـــــ

ایکے وہ آہستہ آہستہ عمران کی جانب بڑھ رہا تھا ـــــ عمران اپنی جگہ

کا اُسے قریب آتا دیکھتا رہا ——

کمانڈو عمران کے قریب پہنچ کر اُچھلا لیکن عمران نے اپنے دونوں ہاتھ پھرتی سے اس کی کمر کے گرد حمائل کر کے اس کے فضا میں اُٹھے ہوئے جسیم جسم کو ایک زوردار چکر دیا۔ اور دھپ سے زمین پر ٹپک دیا ——

"تم مجھ سے بچ کر نہیں جا سکتے میں تمہارا خون پی جاؤں گا"

کمانڈو زمین پر پڑا ہوا حلق پھاڑ کر چیخنے لگا —— عمران نے تشویش سے اسکی طرف دیکھا اور آگے بڑھ کر ایک مخصوص ہاتھ اس کی گدی پر جما دیا ——

اس چیخیں عمران کیلئے خطرناک ثابت ہو سکتی تھیں ——

"کٹاس" کی آواز ہوئی جس کے ساتھ ہی کمانڈو کی گردن کا منکا ٹوٹ گیا اور وہ فرش پر ایڑیاں رگڑنے لگا —— عمران اُسے اسی حالت میں چھوڑ کر کمرے کا جائزہ لینے لگا —— اس کمرے میں میز کرسی کے علاوہ ایک پلنگ بھی بچھا ہوا تھا اور کھونٹیوں سے لٹکے ہوئے کپڑوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ کمرہ معمر کمانڈو کے ذاتی استعمال میں تھا —— عمران جب اُس کی طرف پلٹا تو وہ تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو چکا تھا —— اس کی کھلی ہوئی آنکھیں چھت پر مرکوز تھیں ——

عمران نے پیر کی ٹھوکر سے اُس کے مُردہ جسم کو ایک کونے میں کر دیا —— اور کرسی پر بیٹھ کر میز کا جائزہ لینے لگا —— میز میں اسی طرح کا بٹن لگا ہوا تھا جیسا عمران اس سے پہلے آپریشن روم میں دیکھ چکا تھا یہ انٹر کوم کا بٹن تھا —— عمران نے کچھ سوچکر سر ہلایا اور انٹر کوم کے

بٹن کو پریس کر دیا ——

"یس سر!"

انٹر کوم سے آواز ابھری ——

"چاروں کمانڈوز اور تمام لیبارٹریز اسسٹنٹوں سے کہو کہ دس منٹ کے اندر اندر آپریشن روم میں پہنچ جائیں مجھے ان سے بہت ضروری گفتگو کرنی ہے"

عمران نے بالکل معمر کمانڈوز کے لہجے میں کہا ——

اور بٹن کو دبا کر سلسلہ منقطع کر دیا —— پھر وہ کرسی سے اٹھ کر کمانڈو کے کمرے کی تلاشی لینے لگا —— ایک الماری سے اُسے بہت سے کاغذات ملے جن میں کمانڈوز مشن سے متعلق تفصیلات درج تھیں، عمران نے سرسری نظروں سے اُن کا جائزہ لیا اور تمام کاغذات کو جیبوں میں ٹھونس لیا —— اس کے تلاش کرنے پر کمرے میں غوطہ خوری کے کئی لباس اور مختلف قسم کے ہتھیاروں کا ایک ذخیرہ بھی مل گیا —— عمران نے سارا اسلحہ لا کر میز کے قریب ڈھیر کر دیا —— غوطہ خوری کے لباس اس نے میز پر رکھ دیئے تھے —— جیسے ہی دس منٹ پورے ہوئے وہ کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکلا —— اُسے یقین تھا کہ معمر کمانڈوز کے حکم پر آپریشن روم میں تمام لوگ جمع ہو چکے ہوں گے ——

کمانڈو کے کمرے سے نکل کر عمران لیبارٹری کے دروازے پر پہنچ گیا —— دروازہ اس کے جاتے ہی کھل گیا تھا —— عمران لیبارٹری

میں داخل ہوا ـــ حسب توقع وہاں کوئی نہیں تھا ـــ ساری لیبارٹری خالی پڑی تھی ـــ تمام اسکرین روشن تھے اور اُن پر مختلف جگہوں کی تصویریں آ رہی تھیں ـــ ایک اسکرین پر عمران کو گوریلا نما عفریت شمالی ساحل کے قریب کھڑا ہوا نظر آیا اس کا رُخ دوبارہ شہر کی طرف تھا ... عمران تیزی سے اس اسکرین کے ڈیشن بورڈ کے قریب گیا اور مختلف سوئچوں کو آف کر دیا جس کے نتیجے میں گوریلا نما عفریت اب ایک جگہ ساکت ہو گیا تھا ـــ عمران اب ایک دوسرے اسکرین کے قریب پہنچا یہ آپریشن روم کا اندرونی منظر تھا ـــ

چاروں کمانڈوز سمیت تمام افراد آپریشن روم میں تشویش زدہ نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے ـــ

عمران کے لبوں پر سفاک مسکراہٹ آ گئی ـــ اس نے اس اسکرین کے نیچے لگے ہوئے ڈیشن بورڈ کے مختلف بٹنوں کو دبایا ـــ آپریشن روم کا دروازہ بند ہو کر خود بخود لاک ہو گیا ـــ دروازہ لاک ہوتے ہی اُن میں سے کئی ایک ہراساں انداز میں اس کی طرف دوڑے تھے ـــ

لیکن عمران اب اس اسکرین سے ہٹ کر ایک دوسرے اسکرین کے قریب پہنچ گیا ـــ

اس میں ایک کیبن کا اندرونی منظر نظر آ رہا تھا جس میں صفدر تنویر اور جولیا خاموش بیٹھے تھے ـــ

عمران نے ایک سوئچ آن کیا جس پر اسپیکر لکھا ہوا تھا اور ہیڈ

فون جو ڈیش بورڈ کے ساتھ ہی ایک ہینگر میں لٹکا ہوا تھا اتار کر سر پر چڑھا لیا ——

"جولیا، تنویر، صفدر الرٹ —— میں دروازہ کھول رہا ہوں تم لوگ جلدی سے باہر نکل کر زینوں کے ذریعے اوپر لیبارٹری میں آجاؤ"

عمران کے مخاطب کرنے پر وہ لوگ چونک کر کھڑے ہو گئے تھے۔ عمران نے ایک دوسرا سوئچ دبایا اور اسکرین پر دیکھنے لگا —— جہاں کیبن کا دروازہ خود بخود کھل رہا تھا —— جیسے ہی دروازہ کھلا وہ تینوں تیزی سے باہر نکلتے چلے گئے —— اس کام سے فارغ ہو کر عمران دوبارہ اسی اسکرین پر آگیا جس پر آپریشن روم کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔

"ہیلو کمانڈوز مجھے یقین ہے اب تک صورتحال تمہاری سمجھ میں آچکی ہو گی"

اس نے ہیڈ فون سر پر چڑھاتے ہوئے مائک میں کہا ——

وہ لوگ حیرت زدہ سے اس کی جانب دیکھ رہے تھے —— عمران سمجھ گیا تھا کہ آپریشن روم میں لگے ہوئے اسکرین پر وہ صاف نظر آ رہا ہو گا

"تم لوگوں کو اپنا انجام صاف نظر آ رہا ہو گا —— جن چیزوں کے بل پر تم لوگوں نے ہزاروں جانیں لے ڈالیں اور بربادیوں کے سوا کچھ نہیں چھوڑا —— آج میں تمہاری انہیں چیزوں سے تمہیں ہلاک کروں گا، تاکہ تمہاری طرح اپنی سائنس اور ترقی پر نازاں دوسرے لوگ کبھی اپنے ہی جیسے انسانوں کی تباہی کا سبب نہ بن سکیں —— میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اُسے غور

سے سنو "

عمران جذباتی لہجہ میں کہہ رہا تھا ——

" میں نے تمہارے سرعنہ اور چیف کمانڈو کو پہلے ہی اس طرف روانہ کر دیا ہے جہاں تھوڑی دیر بعد تم لوگ جانے والے ہو —— میں تمہاری آبدوز کے ہر حصے میں ٹائم بم فٹ کر رہا ہوں —— لہٰذا خاموشی سے اپنی اپنی موت کا انتظار کرو —— جو تم سے بہت قریب ہے " عمران نے بات ختم کی اور ساتھ ہی سوئچ دبا کر اسکرین آف کر دیا —— جب وہ ہیڈ فون دوبارہ ڈیش بورڈ پر رکھ کر پلٹا تو تنویر، جولیا اور صفدر لیبارٹری میں پہنچ چکے تھے —— وہ ان تینوں کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے باہر نکل گیا اس کا رُخ چیف کمانڈو کے کیبن کی طرف تھا کیبن میں داخل ہو کر اس نے جولیا اور تنویر کے لئے وہاں سے غوطہ خوری کے لباس پکڑائے —— اور صفدر کو ٹائم بم اُٹھانے کی ہدایت کر کے اس نے خود بھی بہت سے ٹائم بم اُٹھا لئے لیبارٹری کے سامنے پہنچ کر اس نے جولیا اور تنویر کو زینوں کی طرف جانے کا اشارہ کیا اور خود صفدر کے ساتھ لیبارٹری میں مختلف مشینوں اور جگہوں پر ٹائم بم رکھنے لگا —— ان بموں پر اس نے تین منٹ کا ٹائم پہلے ہی فکس کر دیا تھا ——

دونوں نے بہت قلیل عرصے میں لیبارٹری اور اس سے ملحقہ کیبنوں اور انجن روم میں ٹائم بم رکھے —— اور دوڑتے ہوئے زینوں کی طرف بڑھ گئے ——

زینے طے کر کے وہ پہلی منزل پر آئے ۔ یہاں سے انہوں نے عمران کی رہبری میں کوریڈور عبور کیا ـــ سامنے ہی دوسرے زینے تھے وہ ان زینوں کو عبور کرتے ہوئے ایک گول دروازے کے سامنے رُکے ـــ عمران نے انہیں غوطہ خوری کا لباس پہننے کا اشارہ کیا اور خود بھی تیزی سے غوطہ خوری کا لباس پہننے لگا ـــ چاروں غوطہ خوری کا لباس پہنے گول دروازے کے قریب پہنچ گئے ـــ عمران نے دیوار میں لگی ہوئی ایک چرخی کو گھمایا ـــ آہنی دروازہ پُر شور آواز کے ساتھ کھلا ـــ دوسری جانب پانی ہی پانی تھا ۔ اس نے پہلے تنویر کو پانی میں اُترنے کا اشارہ کیا تنویر فوراً دروازے سے باہر نکل گیا ـــ اس کے بعد وہ گوگ کے بعد دیگرے پانی میں اُترے ، سب سے آخر میں عمران آبدوز سے باہر آیا تھا ـــ پانی میں پہنچتے ہی وہ چاروں تیزی سے آبدوز سے دُور ہوتے گئے ـــ ان کے اور آبدوز کے درمیان فاصلہ بڑھتا رہا ـــ

اچانک ایک زیر دست دھماکہ ہوا سمندر زیر دست روشنیوں سے جگمگا اُٹھا ـــ عمران نے مڑ کر آبدوز کی طرف دیکھا جو آگ کا سُرخ گولہ نظر آ رہی تھی ـــ اس کے لبوں سے اطمینان بھری سانس خارج ہوئی اس نے اپنا رُخ سطح کی طرف کر دیا تھا ـــ صفدر جو لیا اور تنویر اس کے ساتھ ساتھ ہی تھے ـــ

شمالی ساحل ۔۔۔۔

پر آرمڈ کور کا دستہ دوبارہ اپنی پوزیشن سنبھال چکی تھی ۔۔۔ اپنی آرمڈ کار پر دُور بین لگائے لیفٹیننٹ نہایت بیچارگی سے اس گوریلا نما عفریت کو دیکھ رہا تھا جس کا رُخ ایک بار پھر شہر کی جانب تھا ۔۔ لیفٹیننٹ جانتا تھا کہ کسی قسم کا فائر اس گوریلا نما عفریت پر اثر انداز نہیں ہوتا ۔۔ اس کی آرمڈ کار کے دستے کی فائرنگ سے صرف اسقدر فائدہ ہوتا تھا کہ گوریلا نما عفریت کو شہر میں داخل ہونے میں کچھ دیر لگ جاتی اور شہری بڑی تعداد میں پناہ گاہوں میں چھپ جاتے ۔۔۔ اس کے علاوہ اور کوئی فائدہ نہیں تھا اسکے باوجود کہ گوریلے سے ہر مرتبہ مزاحمت کے دوران آرمڈ کور کا کافی نقصان ہوتا تھا ۔۔ اُسے بدستور ساحل پر تعینات رکھا گیا تھا تاکہ مؤثر دفاع تک آرمڈ کور کے دستے کی مدد سے گوریلا نما عفریت کی تباہ کاریوں کو کم سے کم کیا جا سکے ۔۔۔ لیفٹیننٹ اور اسکے ساتھیوں کے چہرے پر چھائی ہوئی اُداسی بھی بے وجہ نہیں تھی ۔۔۔ انہیں اپنے ہم وطنوں کے بے پناہ جانی اور مالی نقصان پر دلی رنج تھا اور وہ اُن کے محافظ ہوتے ہوئے بھی

اُن کیلئے کچھ نہیں کر سکتے تھے ——

گوریلا نما عفریت ساحل چھوڑ چکا تھا اور اب وہ آہستہ آہستہ
فائر کی رینج پر آ رہا تھا —— لیفٹیننٹ نے فائر کا آرڈر دینے کیلئے ہاتھ اُٹھا
لیکن اچانک ایک جھماکا سا ہوا اور گوریلا نما عفریت آگ کے شعلوں میں
گھر گیا —— لیفٹیننٹ کا اُٹھا ہوا ہاتھ واپس گر گیا —— وہ حیرت سے
منہ پھاڑے گوریلا نما عفریت کو آگ کے شعلوں میں جلتے ہوئے دیکھ
رہے تھے —— یہ شعلے سینکڑوں فٹ بلند تھے اور آسمان سے باتیں کرتے
ہوئے معلوم ہو رہے تھے ——

لیفٹیننٹ ابھی اپنے تحیّر پر قابو نہیں پا سکا تھا کہ اُن شمالی پہاڑ
کے قریب جہاں پلاٹینم کی کانیں واقع تھیں اس کے قریب سمندر میں زبردست
دھماکے ہوئے اور آگ کی ایک چادر سی پانی پر پھیل گئی ——

لیفٹیننٹ نے فوراً وائرلیس آپریٹر کو اشارہ کیا —— وائرلیس آپریٹر
نے اس کے اشارے پر یہ اطلاعات فوج کے ہیڈ کوارٹر کو پہنچا دی ——
اطلاع ملنے کے چند منٹ بعد ہی اعلیٰ فوجی و سول افسران ساحل
پر پہنچ گئے ——

انھوں نے اپنی آنکھوں سے گوریلا نما عفریت کو جل کر خاک ہو
دیکھا —— آگ اب مدھم ہو رہی تھی —— مدھم ہوتے ہوتے آگ بالکل بجھ
گئی اور ساحل پر چلنے والی ٹھنڈی ہوا گوریلے نما عفریت کی بچی کھچی
راکھ کو اپنے ساتھ اُڑا لے گئی ——

یہ انتہائی تحیر انگیز واقعہ تھا کہ تمام سول اور فوجی افسران ہکا بکا سے کھڑے رہ گئے تھے۔۔۔ پہاڑوں کے قریب پانی پر پھیلی ہوئی آگ کی چادر بھی اب آہستہ آہستہ سمٹ رہی تھی۔۔۔۔

اچانک ان سب کی نظریں اُن چاروں غوطہ خوروں پر پڑیں جو ساحل پر آنے کے بعد اپنے چہروں سے ماسک ہٹا رہے تھے۔۔۔۔

ہز ہائی نس کے پرسنل سیکرٹری سجاد جو اس وقت وہاں موجود تھے۔۔ عمران، صفدر، تنویر اور جولیا کو دیکھتے ہی تیزی سے اپنی کمر میں اُن کی طرف لپکے۔۔ اُن لوگوں کے قریب پہنچ کر وہ بے ساختہ آگے بڑھے۔۔اور عمران کو گلے لگا لیا۔۔ اُن کی آنکھیں جذبات کی شدت سے نم ہو چکی تھیں۔

"آپ نے جو گراں قدر کارنامہ انجام دیا ہے۔ وہ ہم پر اتنا بڑا احسان ہے کہ ہم چاہیں بھی تو اسے نہیں اُتار سکتے"

اُن کے رقت آمیز لہجے پر عمران متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔

"سجاد صاحب احسان کس بات کا آپ ہمارے بھائی ہیں، بھائی کی مدد کرنا فرض ہے احسان نہیں"

عمران نے اُن کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔۔۔۔

پرسنل سکرٹری سجاد نے اس کے بعد صفدر، تنویر اور جولیا سے ہاتھ ملایا۔۔ اور انہیں اپنی کار میں بٹھا کر بڑی مشکل سے انہیں اس بھیڑ سے نکالنے میں کامیاب ہوئے جو عمران وغیرہ کے گرد لگ چکی تھی۔

لوگوں کا ایک بے پناہ اژدہام تھا جو ساحل کی طرف بڑھا چلا آرہا

تھا ـــ آناً فاناً یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح سارے شہر میں پھیل چکی تھی کہ
گوریلا نما عفریت جل کر خاک ہو چکی ہے ـــ اس خبر کے سچے ہونے کی دلیل
ایک تو آسمان سے باتیں کرتی ہوئی وہ آگ تھی جو چولان کے تقریباً ہر
شہری نے دیکھی تھی ـــ

پرسنل سیکرٹری سجاد کی کار کو جس میں عمران وغیرہ سوار تھے فوج کی مدد
سے بمشکل بھیڑ کے نرغے سے نکالا گیا ـــ جب کار شہر جانے والی سڑک
پر پہنچی تو اس کے پیچھے سول و فوجی حکام اور شہریوں کی گاڑیوں کا ایک
طویل جلوس تھا ـــ

پھر جیسے ہی وہ شہر میں داخل ہوئے، لوگوں نے زبردست نعرے
لگا کر ان کا استقبال کیا ـــ راستے میں جا بجا ان کی کار پر گل پاشی بھی کی
گئی ـــ یہ جلوس ہز ہائی نس کے محل پر پہنچ کر ختم ہو گیا ـــ
کیونکہ پرسنل سیکرٹری اپنی کار کو محل کے پورٹیکو میں لے جا چکے
تھے ـــ لوگ کچھ دیر محل کے باہر کھڑے عمران وغیرہ کی زبردست شجاعت
کو نعروں کے ذریعے خراج تحسین پیش کرتے رہے ـــ اس کے بعد رفتہ
رفتہ بھیڑ چھٹ گئی ـــ پرسنل سیکرٹری نے عمران، صفدر، تنویر اور جولیا کو شاہی
مہمان خانے میں ٹھہرایا ـــ

ہز ہائی نس نے انھیں رات کی ضیافت دی تھی ـــ اس لئے پرسنل
سیکرٹری انھیں مہمان خانے میں چھوڑ کر ضیافت کے انتظامات میں مصروف
ہو گیا تھا ـ فرصت ہاتھ آتے ہی عمران، صفدر، تنویر اور جولیا

غسل کیا اور ایک ہلکا سا ناشتہ لے کر سونے چلے گئے
رات کی ضیافت سے پہلے چند گھنٹے اُن کو آرام کے مل گئے تھے۔

رات ؛ ——

ہوتے ہی محل کا وسیع و عریض سبزہ زار ، روشنیوں سے جگمگا اُٹھا
ایک لمبی سی میز پر طرح طرح کے کھانے چُنے ہوئے تھے —— میز کے اطراف
میں —— ہزہائی نس کے علاوہ تقریباً تمام عہدائن حکومت موجود تھے۔
عمران، جولیا، تنویر اور مقدر معزز مہمانوں کی حیثیت سے ہزہائی نس کے
مقابل بیٹھے تھے ——

عشائیہ کی تقریب کا افتتاح ہزہائی نس کے پرسنل سکریٹری
کی تقریر سے ہوا —— جس میں انھوں نے عمران ، مقدر اور تنویر کو زبردست
خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے ہزہائی نس کو تقریر کی دعوت دی ، ہزہائی
نس نے اپنی تقریر میں گوریلا تنظیم کی مکمل تباہکاریوں کا (جس میں جانی
اور مالی نقصان دونوں شامل تھے) تخمینہ پیش کرتے ہوئے —— عمران وغیرہ
کے کارنامے کو سنہری الفاظ میں سراہتے ہوئے اُن کی حکومت کا شکریہ ادا
کیا ——

ہزہائی کی مختصر تقریر کے بعد پرسنل سکریٹری نے عمران کو دعوت

دی کہ وہ مائک پر آکر اُن خوفناک واقعات کے پس منظر سے نقاب کُشائی کریں ـــــ

عمران نے کھڑے ہو کر تالیوں کی گونج میں کہنا شروع کیا ـــــ

" یہ دراصل ایک مغربی ملک کی گھناؤنی سازش تھی ـــ جسے اس نے عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنے سائنسدانوں کو استعمال کیا ـــــ گوریلا نما عفریت سائنس دانوں ہی کا ایک کارنامہ تھی ـــــ اس مشن کو پانچ افراد پر مشتمل کمانڈوز کے سپرد کر دیا گیا ـــــ مشن کے تین حصّے تھے اس ملک نے مشن کی کامیابی کیلئے بے دریغ دولت خرچ کی تھی ـــــ ایک پُورا بحری بیڑا تیار کیا گیا تھا جن میں آبدوز، جنگی جہاز اور مال بردار جہاز شامل تھے ـــــ انھوں نے اپنے عزائم کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے ایک آبدوز کو جس میں بہت بڑی لیبارٹری کے علاوہ بہت سی خصوصیات تھیں..... سطح سمندر سے دو ہزار فٹ نیچے ہیڈ کوارٹر کے طور پر استعمال کیا اس سے وہ نہ صرف گوریلا نما عفریت کو کنٹرول کرتے تھے بلکہ اُن کی کنٹرولنگ کا دائرہ شمالی ساحل پر دُور دُور تک پھیل گیا تھا ـــــ اس سازش میں گوریلا نما عفریت کو جو خالص مشینی تھا کلیدی کردار ادا کرنا تھا ـــــ سازش کے پہلے مرحلے میں مجرموں کا پلان یہ تھا کہ گوریلا نما عفریت کے ذریعے چولان میں خوب تباہی مچائی جائے ـــــ اُس کی دہشت سے پلاٹینم کی کانوں میں کام بند ہو گیا ـــــ مجرم بھی یہی چاہتے تھے ـــــ انھوں نے کام بند ہوتے ہی ایک سرنگ کھودی اور کانوں کو سمندر سے ملا دیا اس طرح انھیں

کانوں سے نکالے جانے والے پلاٹینم کی، سمندر کے ذریعے منتقلی میں آسانی پیدا ہو گئی ـــــ دوسرے مرحلے میں ملک میں وسیع پیمانے پر انتشار پھیلا کر حکومت کو کمزور کر دینا تھا ـــــ تیسرا اور آخری مرحلہ سب سے اہم تھا جس میں حکومت پر قبضہ کرنا شامل تھا ـــــ اس سے اس ملک کو نا قابل شمار مالی فائدے ہوتے بلکہ وہ یہاں اپنے اڈے قائم کر کے سہراب پور کے پڑوسی ملکوں کو اپنے ہوس ملک گیری کا شکار بھی بنا سکتے تھے۔ اس ضمن میں انھوں نے تخریبی سرگرمیوں کا آغاز ایم وی سلطان کو غرق کر کے کیا ـــــ پلاٹینم جیسی قیمتی دھات کے حصول کے لئے اس مغربی ملک نے انتہائی بھیانک سازش تیار کی تھی، لیکن آپ لوگوں کی دعاؤں اور خدا کے فضل و کرم سے ہم نے نہ صرف اُن کی سازش کو ناکام بنا دیا ہے ـــــ بلکہ اُن کے مایہ ناز کمانڈوز کو سمندر کی تہہ میں دفن کر دیا۔"

عمران نے اپنی تقریر ختم کی اور تالیوں کے زبردست شور میں اس نے وہ کاغذات جو اس نے آبدوز سے حاصل کئے تھے ہز ہائی نس کو پیش کر دیئے۔

ختم شد



30-12-68

عمران سیریز

مکمل ناول خاص نمبر

اسمگلر درندہ

مصنفہ
نغمہ صفی

قیمت ——— پندرہ روپے ۱۵/-

ملنے کا پتہ

ایوب اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

اس ناول کے جملہ حقوق بنام مصنف ایسوسی ایشن محفوظ ہیں جزوی یا کلی کسی بھی طور پر نقل کرنے ترجمہ کرنے پردہ فلم پر لانے اسٹیج یا ٹی وی ڈرامے میں استعمال کرنے یا کسی اور طریقے پر استعمال کرنے کے لئے مصنف ایسوسی ایشن کی تحریری اجازت لینا ضروری ہے ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی اور ہر ہرجانے کے وہ ذمے دار ہونگے۔

○

اس ناول کے تمام کردار افراد واقعات اور تشبیہ دی جانیوالی چیزیں فرضی ہیں کسی سے مطابقت محض اتفاقیہ ہے جس کے لئے مصنف پرنٹر پبلشر یا ادارہ ذمے دار نہیں۔

○

تمام امور میں استحقاق کا حق صرف کراچی صوبہ سندھ کی عدالتوں کو حاصل ہوگا۔

○

فضلی سنز آفسٹ پریس کراچی میں چھپ کر شائع ہوئی۔

○

خط وکتابت و آرڈر بھیجنے کا پتہ

ایوب اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۳ لیاقت آباد کراچی ۹

پیش لفظ

اسمگلر درندہ نئمہ صفو کا ایک سنسنی خیز اور سسپنس سے بھرپور ناول ہے۔ یہ ایک ایسے مجرم کی کہانی ہے جسنے دوست بن کر دوست کے بغل میں چھرا گھونپا ہے۔ یہ ایک بے چین روح کی کہانی ہے جو ہر رات نو بجے شمع لے کر اپنے انتقام کے لئے نکلتی ہے یہ روح کوئی نہیں جو بند دروازوں سے انھیں کھولے بغیر گزر جاتی تھی۔ جسپر گولی اثر نہیں کرتی تھی اور.....

اس روح نے عمر آنٹی پر بھی حملہ کرنے کی کوشش کی تھی کیا عمر آنٹی مارا گیا۔ پراسرار پنجوں اور ایکشن سے بھرپور یہ ناول آپ کے لئے بڑی محنت سے آپکی محبوب مصنفہ نئمہ صفو نے تحریر کیا ہے پڑھئے اور اپنی رائے سے مطلع کیجئے۔

ادارہ

نعمہ صفی کی عمران سیریز کے نئے شاہکار

اسمگلر درندہ | پراسرار ایڈونچر

قاتل کون | احمق پجاری

انتقام کی آگ | ناچتے شعلے

عمران سیریز میں نعمہ صفی کے حیرت انگیز پراسرار ادوا کیشن سے بھرپور ناول
آفسٹ کی لکھائی چھپائی۔ آٹھ رنگوں کے حسین ترین سرورق

آج ہی طلب کیجئے
ہم سے ملے سکتے ہیں

ایوب اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

ایسہ قریشی کے اور سامنے کے صفحے پر دیئے
گئے سارے ناول عمران سیریز اب کراچی بک ڈپو
۴۸۔ اردو بازار سے مل سکتے ہیں۔

"سلیمان۔ او سلیمان۔" عمران نے زور سے ہانک لگائی۔

"آیا صاحب۔" دوسرے کمرے سے عمران کے نوکر سلیمان نے چیخ کر کہا۔

"صاحب کے بچے جلدی آ۔" عمران نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آگیا صاحب۔" سلیمان نے دوسرے کمرے سے چائے کی ٹرے لے کر نکلتے ہوئے کہا۔

"اندر کیا کر رہا تھا۔؟"

"چائے بنا رہا تھا۔"

"ہم... مگر میں نے تو چائے پرسوں پی تھی۔"

"اپنے واسطے بنائی ہے صاحب۔"

"ہائیں۔ عمران نے آنکھیں نکال کر کہا۔ تو نے اپنے واسطے بنائی ہے۔"

"جی صاحب۔" سلیمان نے سر ہلا کر کہا۔

"مگر یہاں کیوں لایا ہے۔ اندر ہی بیٹھ کر کیوں نہ پی لی۔"

"میں نے سوچا چلو صاحب کو بھی پلا دوں۔"

"بہت اچھا کیا۔ دیکھو تم چائے مت پیا کرو۔ گرمی کرتی ہے۔"

"نہیں صاحب۔ میں چائے نہیں پیتا۔"

"شاباش۔ تم بہت اچھے ہو۔"

"شکریہ صاحب۔ ویسے کبھی کبھی کافی یا اوولٹین پی لیتا ہوں۔"

"ہائیں ٹین پی لیتے ہو۔ یہ کیا بلا ہے۔"

"ٹین نہیں۔ اوولٹین صاحب۔" سلیمان نے تصحیح کی۔

"اچھا۔ اوولٹین۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ آج کیا دن ہے؟

"جمعرات۔"

"جمعرات۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کل تو سنڈے تھا۔ آج ٹوئنٹی فور ہونا چاہیئے۔"

"وہ انگریزی دن ہیں صاحب۔ آج جمعرات ہے۔"

"تجھے کیسے معلوم۔؟"

"وہ صاحب نکڑ پر مولوی منکر نکیر رہتے ہیں نا وہی کہہ رہے تھے کہ آج جمعرات ہے۔"

"وہ کیوں کہہ رہے تھے۔"

"اس لئے کہ آج آپ انہیں نذر نیاز کے لئے دس روپے دیں گے وہ اب آتے ہی ہوں گے۔"

"بائیس دس روپے۔" عمران نے حیرت سے اچھل کر کہا۔ "یعنی نوّے کم سو روپے۔"

"جی ہاں۔"

"سلیمان کے بچے۔"

"کدھر ہیں صاحب۔" سلیمان نے چونک کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"جہنم میں۔" عمران جھلایا۔

"کب گئے۔ کیوں گئے۔" سلیمان نے معصومیت سے کہا۔

"آگ لینے گئے ہیں۔"

"اچھا۔ سلیمان نے سر ہلا دیا۔ جیسے واقعی وہ آگ لینے گئے ہوں۔ مگر پھر چونک پڑا۔ "مم۔۔ مگر صاحب ابھی تو میری شادی بھی نہیں ہوئی پھر بچے کہاں سے آ گئے۔"

"تمہارے باپ کے ہوں گے۔ تم فکر مت کرو۔"

"ہاں یہ ہو سکتا ہے۔" سلیمان خاموش ہو گیا۔

"میں کیا کہہ رہا تھا۔"

"آپ کہہ کچھ نہیں رہے تھے۔ بلکہ دس روپے مجھے دے رہے تھے۔"

"وہ کیوں۔؟"

"پرسوں آپ نے قرض جو لئے تھے۔"

اچھا۔ عمران نے اس طرح کہا جیسے کوئی بات یاد آ گئی ہو۔

پھر اس نے جیب سے دس روپے نکالے اور سلیمان کی طرف بڑھا دیئے۔

"آج کیا پکایا ہے۔؟"

"مرغی۔"

"ارے کسی پڑوسی کی چرا کر لائے ہو۔؟"

"چرا کر نہیں صاحب خرید کر لایا ہوں۔"

"پیسے کہاں سے آئے۔؟"

"آپ کی جیب سے پانچ روپے نکالے تھے۔"

"ارے۔ عمران اچھل پڑا" تم تو میرا دیوالیہ نکال دو گے۔"

"نکل جانے دو صاحب۔ کیا فرق پڑتا ہے۔"

"ابے او سلیمان۔"

"جی صاحب۔"

"میں تجھے گھس مس کرتا ہوں۔"

"یہ کیا ہوتا ہے صاحب۔؟"

"ابے گھس مس نہیں سمجھا۔"

"نہیں۔" سلیمان نے انکساری میں سر ہلایا۔

"گھس معنی گھس اور مس معنی کنواری۔"

"اچھا اب سمجھ گیا۔ یعنی کنواری گھس۔"

"ہاں۔"

عمران نے کہا۔ مگر پھر چونک کر بولا۔

"اب کیا کہا تھا۔ ابھی تو نے۔"

"کنوارہی گھس۔"

"ایسا کسی کے سامنے کہہ بھی مت دیجیو۔ ورنہ جوتے پڑنے لگیں گے۔"

"یہ تو اچھی بات ہے صاحب۔ میری چپل بھی ٹوٹ گئی ہے۔ سوچ رہا تھا کہ کس طرح نئی لاؤں۔ اب اسی طرح نئی چپل لوں گا۔"

"خاموش خبردار۔" عمران نے اسے للکارا۔

دوسرے کمرے میں فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔

"صاحب فون۔" سلیمان نے۔۔ گھنٹی کی طرف توجہ دلائی۔

"خون۔" عمران اچھل پڑا۔ کس کا۔ کب۔ اور کہاں۔؟"

"خون نہیں۔ فون۔ سلیمان جھلا گیا۔ ٹیلیفون۔"

"ایسا بولنا۔ خون خون کیوں چلا رہا ہے۔" عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ اور فون والے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"ہیلو۔" اس نے رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"کون عمران۔؟ دوسری طرف سے کسی عورت کی سریلی آواز سنائی دی۔

"نہیں۔ عمران کا ہمزاد۔" عمران نے منہ بسور کر کہا۔ دوسری طرف سے بولنے والی روشنی کے علاوہ اور کوئی نہیں تھی۔

"آج موڈ خراب ہے ڈیئر۔" روشنی نے ہنس کر کہا۔

"نہیں بہت اچھا ہے۔" پھر عمران جلدی سے بولا۔

"ایک بات بتاؤ روشی۔"
"ایک نہیں دو پوچھو۔"
"آج کیا ہے۔ مم۔۔ میرا مطلب ہے آج کیا دن ہے۔؟"
"گھنٹے۔ کیوں کیا بات ہے؟"
"تم بھی گئیں کام سے روشی ڈیئر۔" عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔
"کیوں۔؟" روشی نے معصومیت سے کہا
"سلیمان کا خیال ہے کہ آج تھرس بڑے ہے اور میں کہتا ہوں ٹوئنز ڈے ہے۔ اب بتاؤں کیا فیصلہ کروں۔"
"آج واقعی منڈے ہے۔ وہ تمہیں الو بنا رہا ہے۔"
"کون سلیمان۔"
"ہاں۔ اور کون بنائے گا۔"
"اوہ۔ اچھا۔ میں اس سے سمجھ لوں گا۔" عمران نے فون کا سلسلہ منقطع کر دیا اور سلیمان کو گھورنے لگا۔ جو بڑی حیرت سے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔
"کیوں بے تو مجھے الو بنا رہا تھا۔ ہاں۔" عمران دہاڑا۔
"مر گئے۔" سلیمان زیر لب بڑبڑایا۔ پھر فوراً بولا۔
"نہیں۔ میں آپ کو الو کیسے بنا سکتا ہوں۔ وہ تو آپ کا پسندیدہ جانور ہے۔"

"یہ بات تو ٹھیک ہے۔ مگر روشی نے یہی کہا تھا کہ تو مجھے الو بنا رہا ہے۔ روشی جھوٹ نہیں بولتی۔"

"میں سچ کہہ رہا ہوں جناب۔ اور پھر میں کوئی جادوگر تھوڑی ہوں جو آپ کو میرے منہ میں خاک الو بناؤں گا۔"

"تو روشی جھوٹ بول رہی تھی۔؟"

"اور کیا۔"

"اچھا۔ میں ابھی کیا کہہ رہا تھا۔؟"

"آپ ابھی ناشتہ کر رہے تھے۔"

"اوہ۔ ہاں۔ عمران نے اس طرح کہا جیسے کوئی بھولی ہوئی بات یاد آگئی ہو۔ وہ ٹیبل کے پاس کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ اور ناشتہ کرنے لگا۔ ابھی اس نے آدھا ہی ناشتہ کیا تھا کہ فون کا بزر پھر بول پڑا۔ اور وہ ٹوس کا بقایا ٹکڑا ٹرے میں رکھتے ہوئے فون کو گھورنے لگا۔ مگر فون بڑا ڈھیٹ تھا۔ بولے ہی چلا گیا۔ آخر اس نے جھلا کر فون کا رسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو روشی اب کیا تکلیف ہے تمہیں۔" اس نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں رسیور میں کہا۔

"کون ہے۔ کیا بات ہے۔؟" دوسری طرف سے کسی کی جھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔ اور عمران اچھل پڑا۔ دوسری طرف سے بولنے والے سر سلطان تھے۔

"کک... کوئی نہیں جناب۔ میں ہوں عمران۔"

"عمران کے بچے تم نے کیا لغویت پھیلائی ہوئی ہے۔"

"ابھی میں کنوارہ ہوں جناب۔ شادی بھی نہیں ہوئی۔"

"بکواس مت کرو۔ فرصت ہو تو کوٹھی چلے آؤ۔ ناشتہ یہیں کر لینا۔"

"بہت بہتر جناب۔" عمران نے سعادت مندی سے کہا۔ اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے پر خود بھی رسیور رکھ دیا۔

پھر اس نے اپنا کوٹ ہینگر سے اتار کر پہنا۔ اور سر پر کیپ رکھتا ہوا فلیٹ سے باہر نکل آیا۔ باہر نکل کر اس نے اپنی گاڑی گیرج سے نکالی۔ پندرہ منٹ کے بعد وہ سر سلطان کے سامنے تھا۔

"بیٹھو۔" سر سلطان نے اسے ناشتے کی میز کے پاس پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ اور وہ سعادت مندی سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ سر سلطان نے ناشتے کی میز پر ہی اس کا استقبال کیا تھا۔ انہوں نے ابھی ناشتہ کیا تھا۔ وہ کچھ فکر مند سے تھے۔

"ناشتہ کرو۔" انہوں نے ایک سینڈوچ اٹھاتے ہوئے عمران کو بھی اشارہ کیا۔ اور وہ چپ چاپ ناشتہ کرنے لگا۔ پانچ منٹ بعد وہ برآمدے میں آ بیٹھے۔ اب عمران ان سے کوئی نئی بات سننے کا منتظر تھا۔

"میں نے ایک ضروری کام سے تمہیں بلایا تھا۔" سر سلطان

نے کچھ دیر بعد کہا۔

مگر عمران نے اس ضروری کام کی تفصیل نہیں پوچھی۔ وہ لاپرواہی سے جیب سے کاجو نکال کر چبانے لگا۔

"یہاں میرا ایک دوست ہے کرنل بختیاور۔ انہوں نے کل اپنی کوٹھی میں ایک پراسرار سایہ کو دیکھا ہے۔ وہ تمام کوٹھی میں گھومتا پھر رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک موم شمع تھی۔ پھر چند لمحے خموش رہنے کے بعد وہ دوبارہ بولے۔

"کوٹھی کے لوگوں کا بیان ہے کہ یہ کوٹھی کے پرانے مالک کرنل بخت بہادر کی روح ہے۔ جو لوگوں سے اپنا انتقام لینا چاہتی ہے۔"

"انتقام۔ میں سمجھا نہیں۔" عمران نے پہلی بار گفتگو میں دخل دیا۔

"آج سے دس سال پیشتر کرنل بختیاور کو کسی نے بہت پراسرار طریقے سے قتل کر دیا تھا۔ لیکن قاتل کا کوئی پتہ نہ چل سکا تھا۔ اب لوگوں کے بیان کے مطابق وہ اپنے انتقام کے لئے بے چین ہیں۔ اور راتوں کو وہ عمارت میں گھومتے پھرتے ہیں۔"

"پھر میں اس سلسلے میں کیا کر سکوں گا۔"

"تمہیں اس اسرار کا حل ڈھونڈنا ہے۔"

"روحوں کے سلسلے میں کیا کر سکوں گا۔ نانی اماں کہتی تھیں

کہ روحیں انسان کو مار مار کر دلیہ بنا دیتی ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ کام کی بات کرو۔"

"کام ... آہم .. عمران سنجیدہ ہو گیا۔

"اب کوٹھی میں کون مقیم ہے۔؟"

"کرنل بختیاور۔ یہ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔"

"یہ کرنل بخت بہادر کے کون ہیں۔! کیا کوئی رشتہ دار۔"

"ہاں۔ یہ کرنل بخت بہادر کے منہ بولے بھائی ہیں۔ ان کے ساتھ ہی کوٹھی میں کرنل بخت بہادر کی دونوں لڑکیاں شمسہ اور ثریا بھی رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے تینوں بھتیجے بھی وہاں پر ان کے ساتھ ہی رہتے ہیں۔ ایک کا نام اقبال ہے۔ یہ سب سے بڑا ہے۔ اور ایم اے تک تعلیم ہے۔ دوسرا ناصر ہے۔ اس کی تعلیم ایم اے تک ہے۔ تیسرا اصغر ہے اس کی تعلیم بی اے کے دوسرے سال تک ہے۔ یہ تینوں نہایت شریف اور ملنسار ہیں۔"

"کرتے کیا ہیں۔؟"

"کرنل بختیاور۔؟"

"جی نہیں۔ ان کے تینوں بھتیجے۔؟"

سب سے بڑا اقبال ہے۔ یہ کرنل بختیاور کے ساتھ ان کے امپورٹ ایکسپورٹ کے کاروبار میں ان کا ہاتھ بٹاتا ہے۔ اور ناصر نے ایک چھوٹی سی آئرن فیکٹری کھولی ہوئی ہے اور اصغر ایک مقامی

فرم میں سپیشل ایجنٹ کے بطور ملازم ہے۔"

"یہ تینوں ایک ہی باپ کے بطن . . . تین . . نہیں۔ ماں کے بطن سے ہیں۔"

"ہاں۔" سر سلطان نے اس کی حماقت کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"کرنل بخت بہادر ان پانچوں کے سگے باپ تھے۔"

"کرنل بختیاور کی کوئی اولاد۔؟"

"نہیں۔ انہوں نے تین شادیاں کی تھیں۔ پہلی بیوی تیس سال کی عمر میں داغ مفارقت دی گئی تھی۔ دوسری شادی کے تیسرے سال اور تیسری ابھی پانچ سال پیشتر ایک حادثہ کا شکار ہو کر مر گئی تھی۔ ان میں سے کسی سے بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔"

"حادثہ کی نوعیت۔؟" عمران نے سنجیدگی سے پوچھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ کوئی حماقت سر سلطان کو بھڑکا دینے کے لئے کافی ہو گی۔

"موٹر ایکسیڈنٹ شہر کی بھری پڑی سڑک پر۔ ان کی کار ایک پیٹرول ٹرک سے ٹکرا کر تباہ ہو گئی تھی۔ اس میں مسز کرنل بختیاور کے علاوہ پیٹرول بردار ٹرک کا ڈرائیور بھی جل کر ہلاک ہو گیا تھا۔"

"کرنل بخت بہادر کے قتل کے وقت کون کون کوٹھی میں موجود تھا۔"

"کوئی بھی نہیں۔" سر سلطان نے کہا۔ ان دنوں وہ وہاں اکیلے ہی رہ رہے تھے۔ ان کے پانچوں بچے پہاڑ پر گئے ہوئے تھے۔"

"اور کرنل بختاور۔۔۔!"

"وہ ان دنوں پہاڑ پر اسمگلروں کی سرکوبی کرنے والی فوجی یونٹ کی کمان کر رہے تھے۔ کیونکہ سانگلہ ہل سے بیرونی ملک کی سرحدیں ملتی ہیں۔"

"لاش کا علم کس طرح ہو سکا تھا۔؟"

"قتل کے دو دن بعد ہی اسکا پتہ چل سکا تھا۔ جبکہ لاش میں سے سڑاند اور تعفن پھیلنے لگا۔ تو محلے والوں نے پولیس کو اس کی اطلاع کر دی تھی۔ تب ہی لاش برآمد ہوئی تھی۔ لیکن باوجود کافی کوشش کے کوئی سراغ نہ مل سکا۔"

"قتل کا طریقہ شاید خنجر۔۔۔۔؟"

"ہاں خنجر ہی سے انہیں قتل کیا گیا تھا۔"

"وہ خنجر مل سکے گا۔؟"

"مال خانے میں کیس فائل کے ساتھ خنجر موجود ہے۔"

"میں وہاں سے براہ راست نہیں لینا چاہتا۔"

"اچھا میں اسے یہاں منگوا لوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ پھر میں کام شروع کر رہا ہوں۔"

"جاؤ۔ مگر زیادہ حماقتیں مت کرنا۔ کرنل بہت غصہ ور آدمی ہے اور بات بات پر گولی مار دینے کی دھمکی تکیہ کلام بن گئی ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔" عمران نے کہا۔ صرف یہ بتا دیجئے کہ لڑکیوں کی عمر کیا کیا ہے۔۔۔؟"

"سب سے بڑی ثریا ہے اس کی عمر پچیس سال ہے میٹرک پاس ہے دوسری نصرت ہے عمر بھی کوئی انیس بیس سال میٹرک میں دو بار فیل ہو چکی ہے۔ بڑی کپا اس جگہ منگنی ہو چکی تھی"

"تھی یعنی۔؟ ٹوٹ گئی۔؟"

"ہاں۔ مگر ان کے باپ کی موت کے بعد توڑ دی گئی۔"

"کیا لڑکے والوں نے انکار کیا تھا۔؟"

"نہیں۔ خود ثریا نے انکار کر دیا تھا۔ اسکا کہنا تھا کہ لڑکا اسے پسند نہیں اور وہ ایسے شخص سے شادی کر کے اپنی زندگی کو جہنم نہیں بنا سکتی۔"

"تب تو کام بن گیا۔" عمران نے کھڑے ہو کر چٹکی بجاتے ہوئے کہا۔

"وہ کیسے۔؟" سر سلطان نے چونک کر پوچھا "کیا تم کوئی کلیو ڈھونڈ سکے ہو۔؟"

"کلیو نہیں لڑکی کہیئے لڑکی۔" عمران نے حسرت سے کہا۔ اس کے چہرے پر دائمی طور پر برسنے والی حماقت طاری ہو گئی تھی۔

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب یہی کہ اب میں ثریا سے وہ کر سکوں گا۔" عمران نے شرماتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا۔؟" سر سلطان جھلا کر بولے "صحیح صحیح بات کرو۔ پہیلیاں نہ بجھاؤ۔"

"وہ۔ یعنی شادی۔"

"شادی۔" سر سلطان اب بھی کچھ نہ سمجھے۔

"جی ہاں شادی۔ ثریا کی بچی کہتی تھی۔ مجھے کوئی لڑکی نہیں مل سکتی جسے میں اپنی اماں۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔ وہ ممنوعہ۔۔۔ نہیں۔ مجبوبہ نہ بنا سکوں جی ہاں۔"

"بکو مت۔" سر سلطان جھلا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ "اگر کوئی حماقت کرو گے تو اس کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ کرنل بخت بہت غصہ ور آدمی ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اس کی رگ کب پھڑک جائے۔"

"بھگتنا پڑے گا۔" عمران نے مسمسی صورت بناتے ہوئے کہا۔

"کیا۔؟" سر سلطان نے پھر پوچھا۔

"آپ کے ان کے ساتھ کیسے تعلقات ہیں۔؟"

"بہت زیادہ بے تکلف دوستوں جیسے۔"

"تب آپ انہیں ایک پرچہ لکھ دیں۔ نہیں۔ خیر پرچہ نہیں آپ صرف فون کر دیجئے۔ کہ میرے ایک دوست کا لڑکا آ رہا ہے۔ اسے چند دن اپنی کوٹھی میں ٹھہرا لیجئے۔"

"کیوں۔!" سر سلطان نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم ان میں سے کسی پر شبہ کرتے ہو۔!"

"ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔" عمران نے کہا۔ "ہو سکتا ہے ان کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہ ہو۔ میں اپنے طور پر اس کی تحقیقات کر کے

کیس کی اہمیت سمجھنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں۔؟" سر سلطان نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا

"جی نہیں جسطرح میں کہتا ہوں آپ کیجئے۔" عمران نے خشک لہجے میں کہا۔ اور سر سلطان برا سا منہ بنا کر اندرونی کمرے میں چلے گئے۔ انہیں درحقیقت عمران کا لہجہ ناگوار محسوس ہوا تھا۔

دس منٹ بعد وہ پھر اس کے سامنے کھڑے تھے۔

"میں نے انہیں فون کر دیا ہے۔" انہوں نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ ان کا موڈ ابھی تک خراب تھا۔

"کیا انہوں نے اس پر حیرت ظاہر کی تھی۔" عمران نے ان کے موڈ کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں صرف آمادگی ظاہر کر کے خاموش ہو گئے تھے۔"

"اچھا اب میں چلتا ہوں۔ آپ سمجھ لیجئے یہ کیس اب حل ہوا ہی چاہتا ہے۔"

سر سلطان کچھ نہ بولے۔ ان کا موڈ بدستور بگڑا ہوا تھا۔ پھر عمران وہاں سے نکل کر سڑک پر آ گیا۔ اسکا رخ فلیٹ ہی کی طرف تھا۔ نہ معلوم کیوں۔؟ وہ کچھ اکتایا اکتایا سا لگ رہا تھا۔

-:-

قیام گاہ سے شمال کی طرف کی آبادی زیادہ مال دار طبقہ

پر مشتمل تھی۔ بڑی بڑی دو اور سہ منزلہ کوٹھیاں اور بنگلے تھے جن کے آگے خوبصورت اور چھوٹے باغیچے تھے۔ یہاں پر رہنے والے زیادہ تر لکھ پتی اور اس سے بھی زیادہ مالدار تھے۔ کچھ ایسے تھے جنھوں نے اپنی محنت سے دولت حاصل کی تھی۔ اور کچھ ایسے تھے جنھیں دولت ورثے میں ملی تھی۔ آبائی دولت والوں میں سے کچھ ایسے تھے جنھوں نے آبائی دولت پر عیش و عشرت کرنے کے بجائے اسے اور زیادہ بڑھایا تھا ایسے لوگوں کی تعداد گنتی کی تھی۔ مگر یہ لوگ ایسے تھے جن کی دولت کا اندازہ آج تک کوئی نہ کر سکا تھا۔

کرنل تجت بہادر کی کوٹھی بھی اسی علاقے میں تھی۔ کوٹھی کے چاروں طرف ایک وسیع احاطہ تھا جس میں خوبصورت باغیچہ لگا کر اس کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کیا گیا تھا۔

اصل عمارت تین منزلوں پر مشتمل تھی پہلی منزل گراؤنڈ فلور پر ایک تکونی گیلری بنی ہوئی تھی اس کے بیچ میں ایک بڑا سا ڈرائنگ روم بنا ہوا تھا جس کے فرش پر دبیز ایرانی قالین بچھے ہوئے تھے۔ دیواروں پر بے شمار بڑے بڑے لیڈروں سائنسدانوں اور مختلف سیٹرز کی کیمرہ فوٹو —— لگا کر سجاوٹ کی گئی تھی۔ بہترین قسم کا فرنیچر استعمال کیا گیا تھا۔ ڈرائنگ روم کے برابر میں ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ اور ان کے پیچھے کوٹھی کے پچھلی طرف دو کمرے اور تھے جنہیں کچن اور سٹور روم کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ دوسری منزل اور

تیسری منزل پر رہائشی کمرے تھے۔ دوسری منزل پر کرنل نجتیاور کے بیٹوں بھتیجے اور دونوں بھتیجیاں رہتی تھیں۔ اور تیسری منزل پر کرنل نجت بہادر کے منجھلے بھائی کرنل نجتیاور رہتے تھے۔

کرنل نجت بہادر کسی زمانے میں ملٹری میں کرنل تھے۔ پھر ریٹائرڈ ہو کر تجارت شروع کر دی۔ تجارت میں انہیں غیر معمولی فائدہ ہوا اور مالی طور پر کھنچی سے بھی اوپر ہو گئے۔

ان کی موت کے بعد ان کا کاروبار کرنل نجتیاور نے سنبھال لیا تھا جس میں ان کا ایک بھتیجا ان کا ہاتھ بٹاتا تھا۔ اس وقت بھی کرنل نجتیاور اپنے کمرے کی بالکنی میں کھڑا ہوا کچھ سوچ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں جلتی ہوئی سگریٹ تھی جسے وہ کبھی کبھی منہ سے لگا کر ایک طویل کش لگا لیتا تھا۔ اور پھر اسکا دھواں اسطرح سے اس کے منہ سے نکلتا جیسے گرم چائے کا پانی کپ میں ڈالنے کے بعد اس میں سے ہلکے ہلکے بھاپ نکلتی ہے۔ اس کے چہرے پر پڑی ہوئی فکر و تردد کی علامتیں یہ ظاہر کر رہی تھیں کہ وہ کوئی اہم بات سوچ رہا ہے۔ کیا یہ وہ خود ہی بہتر جانتا تھا۔ اچانک نہ صرف وہ چونک پڑا۔ بلکہ پائیں باغ کے اس گوشے کی طرف بہت ہی غور سے دیکھنے لگا جہاں پر تیز محسوس طریقے پر روشنی آہستہ آہستہ پھیل رہی تھی۔ ایک محدود دائرے میں۔ کرنل نجتیاور نہایت غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

چنانچہ وہ روشنی پھیلتے پھیلتے ایک دم اچھل کر جھاڑیوں کے

جھنڈے سے باہر نکل آئی۔ ساتھ ہی کرنل نجتیاورے کے چہرے پر حیرت اور خوشی کے تاثرات عود کر آئے۔ وہ روشنی ایک چھوٹی شمع نصف فٹ لمبی شمع کی تھی جو آہستہ آہستہ پائیں باغ میں حرکت کرتی پھر رہی تھی۔ روشنی ہونے کے باوجود وہ کسی ایسے وجود کو دیکھنے سے قاصر تھا جو اس روشنی کو پکڑے ہوئے ہو یا حرکت دے رہا ہو۔ یہ روشنی گھاس کے قطعے سے تقریباً بیس چار فٹ اوپر تھی۔ اور اسطرح سے حرکت کرتی ہوئی آہستہ آہستہ پائیں باغ کے حوض کی طرف بڑھ رہی تھی۔ پھر وہ حوض کا ایک پورا چکر کاٹنے کے بعد عمارت کے برآمدے کی طرف بڑھنے لگی۔ کرنل نجتیاورے کے چہرے پر گہرے سوچ اور فکر کی علامتیں موجود تھیں۔ اس نے تیزی سے سگریٹ پیروں میں پھینک کر جوتے کی ٹو سے کچل دیا۔ اور بالکنی سے کمرے میں داخل ہو گیا۔ سینٹر ٹیبل پر ایک گلاس وہسکی کی بوتل اور سوڈا رکھا ہوا تھا۔ کرنل نجتیاورے نے دو انگل وہسکی گلاس میں انڈیلی۔ اور اس کو بغیر سوڈا ملائے ایک ہی سانس میں پی گیا۔ پھر اس نے مسہری کے سرہانے کی طرف سے چادر اٹھائی اور اس کے نیچے سے ریوالور نکال کر گون کی جیب میں رکھا۔ اور چادر کو برابر کرتا ہوا کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے سے نکل کر اس نے کیواڑ بند کر کے کنڈی لگادی اور نچلی منزل کے زینوں پر دبے قدموں اترنے لگا۔

گراؤنڈ فلور کے آخری زینے پر اترنے سے پہلے ہی اسے رک جانا

پڑا۔ زینے کے موڑ پر روشنی ہو رہی تھی۔ پھر شمع بھی سامنے آ گئی کرنل نجفیا وزیری سے دبے قدموں زینے پر واپس ایک دو سیڑھیاں چڑھ گیا۔ اس بار شمع کے ساتھ ایک سایہ بھی تھا لمبا تڑنگا اسکا قد تقریباً ساڑھے چھ فٹ ضرور ہوگا۔ اس نے ایک سیاہ لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔ جس میں سے اس کے لمبوترے اور کسی مردے کی طرح سفید اور بے جان سے ہاتھ باہر نکلے ہوئے تھے جس میں سے ایک میں اس نے شمع پکڑ رکھی تھی اور دوسرا جھول رہا تھا۔ اسکا چہرہ ستا ہوا تھا۔ خشک اور بے جان آگے کو نکلی ہوئی ناک پچکے ہوئے گال جن میں سے جبڑے کی ہڈیاں صاف طور پر ابھری نظر آ رہی تھیں۔ اندر کو دھنسی ہوئی اور چھوٹی چھوٹی پلکوں سے بے نیاز آنکھیں جو کسی اداس اور اجاڑ دیرا کیطرح تھیں بے نور اور زندگی کی رمق سے دور سر پر اکاد کا بال تھے۔ وہ بہت آہستہ آہستہ چلتا ہوا یا گھسٹتا ہوا اسٹور روم والے کمرے کی طرف بڑھا۔ جو زینے کے موڑ کے برابر ہی بنا ہوا تھا۔ پھر وہ زینے کے موڑ سے گزر کر غائب ہو گیا۔ اور نہ صرف وہ بلکہ اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی شمع کی روشنی بھی یکدم غائب ہو گئی تھی۔ اور اب تہہ خانہ میں گھپ اندھیرا تھا۔ کرنل نجفیا دبے قدموں نیچے اترنے لگا۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ وہ سایہ کسی مردے ہی کا ہے۔ مگر وہ اسکا بھائی نہیں ہو سکتا اس مردے اور اس کے بھائی کے چہرے اور قد میں بہت فرق تھا۔

جھنڈ سے باہر نکل آئی۔ ساتھ ہی کرنل نجفیا دے کے چہرے پر حیرت اور خوف کے تاثرات عود کر آئے۔ وہ روشنی ایک چھوٹی سی نصف فٹ لمبی شمع کی تھی جو آہستہ آہستہ پائیں باغ میں حرکت کرتی پھر رہی تھی۔ روشنی ہونے کے باوجود وہ کسی ایسے وجود کو دیکھنے سے قاصر تھا جو اس روشنی کو پکڑے ہوئے ہو یا حرکت دے رہا ہو۔ یہ روشنی گھاس کے قطع سے تقریباً تین چار فٹ اوپر تھی۔ اور اسطرح سے حرکت کرتی ہوئی آہستہ آہستہ پائیں باغ کے حوض کی طرف بڑھ رہی تھی۔ پھر وہ حوض کا ایک پورا چکر کاٹنے کے بعد عمارت کے برآمدے کی طرف بڑھنے لگی۔ کرنل نجفیا دے کے چہرے پر غصے سوچ اور فکر کی علامتیں موجود تھیں۔ اس نے تیزی سے سگریٹ پیروں میں پھینک کر جوتے کی ٹو سے کچل دیا۔ اور بالکنی سے کمرے میں داخل ہو گیا۔ سینٹر ٹیبل پر ایک گلاس وہسکی کی بوتل اور سوڈا رکھا ہوا تھا۔ کرنل نجفیا دے نے دو انگل وہسکی گلاس میں انڈیلی۔ اور اس کو بغیر سوڈا ملائے ایک ہی سانس میں پی گیا۔ پھر اس نے مسہری کے سرہانے کی طرف سے چادر اٹھائی اور اس کے نیچے سے ریوالور نکال کر گون کی جیب میں رکھا۔ اور چادر کو برابر کرتا ہوا کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے سے نکل کر اس نے کیوارٹر بند کر کے کنڈی لگا دی اور نچلی منزل کے زینوں پر دبے قدموں اترنے لگا۔ گراؤنڈ فلور کے آخری زینے پر اترنے سے پہلے ہی اسے رک جانا

پڑا۔ زینے کے موڑ پر روشنی ہو رہی تھی۔ پھر شمع بھی سامنے آ گئی کرنل نجفیا دزیری سے دبے قدموں زینے پر واپس ایک دو سیڑھیاں چڑھ گیا۔ اس بار شمع کے ساتھ ایک سایہ بھی تھا لمبا تڑنگا اسکا قد تقریباً ساڑھے چھ فٹ ضرور ہوگا۔ اس نے ایک سیاہ لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔ جس میں سے اس کے لمبوترے اور کسی مردے کی طرح سفید اور بے جان سے ہاتھ باہر نکلے ہوئے تھے جن میں سے ایک میں اس نے شمع پکڑ رکھی تھی اور دوسرا جھول رہا تھا۔ اسکا چہرہ ستا ہوا تھا۔ خشک اور بے جان آگے کو نکلی ہوئی ناک پچکے ہوئے گال جن میں سے جبڑے کی ہڈیاں صاف طور پر ابھری نظر آ رہی تھیں۔ اندر کو دھنسی ہوئی اور چھوٹی چھوٹی پلکوں سے بے نیاز آنکھیں جو کسی اداس اور اجاڑ دیرانے کی طرح تھیں بے نور اور زندگی کی رمق سے دور سر پر اکاد کا بال تھے۔ وہ بہت آہستہ آہستہ چلتا ہوا یا گھسٹتا ہوا اسٹور روم والے کمرے کی طرف بڑھا۔ جو زینے کے موڑ کے برابر ہی بنا ہوا تھا۔ پھر وہ زینے کے موڑ سے گزر کر غائب ہو گیا۔ اور نہ صرف وہ بلکہ اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی شمع کی روشنی بھی یکدم غائب ہو گئی تھی۔ اور اب تہہ خانے میں گھپ اندھیرا تھا۔ کرنل نجفیا دبے قدموں نیچے اترنے لگا۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ وہ سایہ کسی مردے ہی کا ہے۔ مگر وہ اسکا بھائی نہیں ہو سکتا اس مردے اور اس کے بھائی کے چہرے کے نقوش میں بہت فرق تھا۔

تو کیا وہ افواہیں جو انتقام سے متعلق تھیں غلط تھیں۔

پیچھے آکر اس کی حیرت مزید بڑھ گئی۔ یہاں نہ وہ پراسرار سایہ تھا اور نہ ہی شمع اس کے سامنے۔ اسٹور روم کا دروازہ دائیں طرف تھا ڈرائینگ روم کی آہنی سلاخوں والی کھڑکی تھی۔ اور بائیں طرف گیلری کی پائیں باغ میں کھلنے والی کھڑکی۔ اس نے پائیں باغ والی کھڑکی کو ہاتھ لگایا۔ وہ بدستور بند تھی اور اس کی سٹکنی اندر سے بند تھی پھر اس نے اپنی جیب سے محدود دائرے والی ننھی سی ٹارچ نکال کر روشن کی۔ ایک بار پھر وہ حیرت سے اچھل پڑا۔ اسٹور روم کا دروازہ بھی باہر سے بند تھا۔ اور اس میں تالا پڑا ہوا تھا۔ آخر وہ پراسرار سایہ کہاں غائب ہوگیا۔ کیا وہ بھوت تھا۔؟ یا مردہ! یا کوئی روح؟ یا واقعی اس کے بھائی کی روح۔؟ جو بھیس اور شکل بدل کر اپنے قاتلوں سے انتقام لینے آئی تھی۔!

خوف اور ڈر سے اسکا ٹارچ والا ہاتھ کانپنے لگا۔ اور روشنی کا دائرہ دروازہ پر لرزنے لگا۔ طرح طرح کے خیالات اس کے ذہن میں چکما رہے تھے کسی قسم کی آہٹ سنکر کرنل نختیاور چونک پڑا۔ اور اس نے تیزی سے روشنی گل کردی۔ آواز اسٹور روم کے اندر سے آئی تھی۔ وہ دبے قدموں ہمت کرکے اسٹور روم کے دروازے کے قریب پہنچا۔ پھر اس نے جھانک کر تالے کے سوراخ سے جو کہ خراب تھا کمرے کے اندر نظر ڈالی۔ حیرت کا ایک اور جھٹکا اسے

لگا۔ کمرے میں وہی پراسرار سایہ۔ ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا موی شمع اس سے ذرا فاصلے پر ایک لوہے کی ٹپائی کے ایک کونے پر جمی ہوئی تھی۔

کرنل نجفیا ور کا ہاتھ کانپ گیا۔ اور اس کا سر لکڑی کے گیوا ڈوں سے ٹکرایا۔ ایک ہلکی سی آواز ہوئی۔ اور کمرے کے اندر موجود پراسرار وجود چونک پڑا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر شمع اٹھالی اور دروازے کی طرف بڑھا۔ کرنل نجفیا ور تقریباً دوڑتے ہوئے زینے کی طرف جھپٹے۔ ننگے پیر ہونے اور احتیاط رکھنے کے سبب آواز بلند نہ ہو سکی تھی۔ وہ زینے کے موڑ پر پہنچکر آڑ میں ہو گئے۔۔ بھاگنے بھاگتے انہوں نے صرف اتنا ہی دیکھا کہ دروازے کے پاس ہلکا ہلکا دھواں اٹھ رہا تھا۔ اور پھر وہ دھواں اور گہرا ہوتا چلا گیا۔ اسی دھوئیں میں انہوں نے موی شمع کی روشنی جھپٹتے دیکھی۔ اس کی روشنی گیلری میں تیر گئی۔ دھواں چھٹنے کے بعد وہ وجود اسٹور روم کے دروازے سے باہر موجود تھا۔

دروازہ اب بھی حیرت انگیز طور پر بند تھا۔ کرنل کی سانس رک رک کر چل رہی تھی۔ وہ سایہ اسی طرح چلتا یا گھسٹتا ہوا گیلری سے نکل کر باغیچے کی طرف مڑ گیا۔

کرنل نجفیا ور نے ایک نظر غائب ہوتے ہوئے سایہ پر ڈالی اور تیزی سے اوپری زینے طے کرنے لگا۔

○

کرنل بختیار کے لیے یہ رات بہت پریشان کن ثابت ہوئی تھی۔ وہ ساری رات اس پراسرار سائے کے متعلق سوچتے رہے تھے آخر وہ سب کیا تھا؟ ان کی نظروں کا دھوکا تھا۔ یا وہ حقیقتاً کوئی روح ہے۔ یا کوئی خوفناک سازش۔ جو ان کے گرد جال کی طرح پھیلائی جا رہی ہے۔؟ لیکن وہ بند کمرے سے کس طرح باہر آیا تھا۔ وہ انہی خیالات میں رات بھر مصروف رہے اور اس وقت بھی برآمدے میں کھڑے اسی کے متعلق سوچ رہے تھے جسم پر شب خوابی کا لباس نہیں تھا۔ مگر انہوں نے ابھی تک ناشتہ بھی نہیں کیا تھا۔ ان کے دوست سر سلطان نے انہیں فون کیا تھا کہ وہ ایک لڑکے کو ان کے پاس بطور مہمان بھیج رہے ہیں۔ وہ کچھ دنوں اسے اپنی کوٹھی میں ٹھہرا لیں۔ وہ شہر کی تفریح کر کے چار چھ دن بعد واپس چلا جائے گا۔ اور کرنل نے حامی بھر لی تھی۔ اور بھرنی ہی پڑی چونکہ وہ دونوں آپس میں بہت زیادہ بے تکلف تھے۔ یہ بے تکلفی اس وقت سے تھی۔ جب کہ وہ دونوں ایک ہی محاذ پر شانہ بشانہ دشمن کے خلاف نبرد آزما ہوئے تھے پھر سر سلطان استعفیٰ دے کر محکمہ خارجہ سے متعلق ہو گئے۔ اور یہ ستر اپنے مشن پر رہے۔ ٹیکسی کے ہارن کی

آواز سنکر وہ چونک پڑے۔ کیا دیکھتے ہیں ایک ٹیکسی آکر رکی تھی۔ پھر اس میں سے ایک نوجوان شخص اترا۔ اس نے جیب سے پرس نکالا۔ اور ایک نوٹ نکال کر ٹیکسی ڈرائیور کے حوالے کیا اور ڈکے میں سے اپنا سوٹ کیس نکال کر ہاتھ میں تھاما اور برآمدے کی طرف بڑھنے لگا۔ کرنل نجمتیا ورسنبھل کر کھڑا ہو گیا۔ نوجوان اس کے قریب پہنچکر رک گیا۔

"سلام علیکم۔" اس نے بڑے ادب انہیں سلام کیا۔ اور وہ گردن کے اشارے سے جواب دیتے ہوئے اس سے مخاطب ہوئے۔

"فرمائیے۔"

"ہم... جی۔ کیا کرنل کم نجمت یاور کی کوٹھی یہی ہے۔" نوجوان نے بھولے پن سے کہا۔

اور کرنل نجمتیا ورمنہ بنا کر رہ گئے۔

"کرنل نجمتیا ور پلیز۔" کرنل نے تصحیح کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ معاف فرمائیے۔ کرنل نجمتیا ور۔ مجھے نام بھولنے کا مرض ہے۔" نوجوان نے لجاجت سے کہا۔ اور کرنل تنقیدی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"جی ہاں۔ یہی ہے۔ فرمائیے۔"

"تو کیا آپ ہی ہیں وہ۔ یعنی کرنل نجمتیا ور۔"

"جی ہاں۔"

"اوہ۔ شکر ہے۔ آپ مل گئے۔" نوجوان نے اطمینان کی طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"کیوں۔؟" کرنل نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہ آدھے گھنٹے سے آپ کی کوٹھی ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔ آپ سے پہلے برابر والی کوٹھی میں گھس گیا۔ انھوں نے دھکے دے کر نکال دیا۔"

"اوہ۔ تو آپ کوٹھی بھول گئے تھے۔"

"جی ہاں۔" نوجوان نے سر ہلا دیا۔

"آپ کو سر سلطان ہی نے بھیجا ہے نا۔؟"

"جی ہاں۔ مگر کسی کے ساتھ نہیں بھیجا۔ اکیلا آیا ہوں۔" نوجوان نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور کرنل ہنس پڑے۔

"وہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں کہ تم اکیلے ہی آئے ہو۔ اگر اور کوئی ساتھ ہوتا تو وہ بھی ٹیکسی سے اترتا۔ اور تمہارے ساتھ ہی میرے سامنے کھڑا ہوتا۔"

"جی ہاں۔" نوجوان نے سر ہلا دیا۔

"سر سلطان تمہارے کون لگتے ہیں۔؟"

"میرے کوئی نہیں لگتے۔ میرے فادر کے لگتے ہیں۔"

"کون۔؟ کیا رشتہ ہے۔؟"

"میرے فادر سر سلطان کے دودھ بھائی ہیں۔ یا سر سلطان میرے فادر کے۔ مجھے ٹھیک سے یاد نہیں۔" نوجوان نے

گرگٹ کی طرح بھر سر ہلاتے ہوئے کہا۔
"یہاں کس لئے آئے ہو۔؟"
"کچھ دن آرام کرنے کے لئے۔"
"کیا مطلب۔؟"
"سر سلطان نے یہی کہا تھا۔؟" نوجوان نے کہا۔
"کیا کہا تھا۔؟"
"یہی کہ آپ کی کوٹھی میں سکون اور حرام۔ اور نہیں آرام سے رہوں گا۔"
"یہاں تم آرام سے رہو گے۔ سر سلطان نے بتایا تھا کہ تم یہاں پر تفریح کی غرض سے آئے ہو۔"
"جی ہاں۔ تفریح کروں گا۔"
"رہنے والے کہاں کے ہو۔"
"اپنے مکان کے۔"
"میرا مطلب ہے شہر کون سا ہے۔" کرنل بختیاور نے اسے سمجھایا۔ وہ بہت شدت سے اس احمق نوجوان میں دلچسپی لے رہے تھے۔
"نواب پور۔"
"نواب پور کہاں سے آئے ہو۔؟"
"جی ہاں ــــ"

"تعلیم کتنی ہے ؟"

"ایف اے سے تھوڑی تک ۔" نوجوان نے معصومیت سے کہا۔

"کیا مطلب ۔؟" کرنل اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ارے توبہ توبہ ۔" نوجوان نے اپنا منہ پیٹتے ہوئے کہا۔ میرا مطلب ہے ایف اے تک ۔ یہ ثریا کی بچی بہت خراب ہو گئی ہے۔ نوجوان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ جی چاہتا ہے گھونسہ دے ماروں۔"

نوجوان نے اپنا دایاں ہاتھ ہوا میں جھلاتے ہوئے کہا اور پھر کرنل کو دیکھ کر کھسیانی ہنسی ہنسنے لگا۔

"ثریا کون ہے ۔؟"

"جی وہ میری چھوٹی بہن ہے۔ اکثر مجھے پریشان کرتی رہتی ہے۔" نوجوان نے کرنل کو بتاتے ہوئے کہا۔ میں اسے چوٹی سے پکڑ کر مارتا ہوں۔"

"برا کرتے ہو۔" کرنل نے پیار سے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ وہ تمہاری چھوٹی بہن ہے تمہیں اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ رکھنا چاہیئے۔"

"جب ... بہت اچھا ۔ نوجوان نے کہا۔ پھر اپنے آپ بڑبڑانے لگا۔ میرے مولا مجھے کہاں پھنسا دیا۔ وہاں بابا سے بچ کر بھاگا تو یہاں دوسرا بابا مل گیا۔

"ڈرو مت۔ میں تمہیں پریشان نہیں کروں گا۔" کرنل نے اس کی بات سنتے ہوئے کہا۔ اور وہ نوجوان بوکھلا گیا۔

"مم... میرا یہ مطلب نہیں تھا، نکل صاحب"

"اچھا خیر خیر۔" کرنل نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "آؤ میرے ساتھ تمہارا نام کیا ہے۔؟" کرنل نے اندرونی کمرے (ڈرائنگ روم) کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"شاہد چغد۔ مم... جی۔" نوجوان ہچکچا گیا۔

"شاہد چغد۔" کرنل نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ بھی شریا ہی نے دیا ہوگا۔"

"جی ہاں۔ آپ خود ہی دیکھئے۔ وہ مجھے چغد سمجھتی ہے۔" نوجوان نے رونی سی صورت بنا کر کہا۔ "میں آپ کو چغد معلوم ہوتا ہوں۔"

"نہیں بھئی تم تو اچھے خاصے انسان ہو۔" کرنل نے کہا۔

"مگر یہ شریا کی بچی مجھے چغد سمجھتی ہے۔ حالانکہ میں نے ایف اے پاس کر لیا ہے۔ اور وہ پہلے ہی سال میں اٹکی ہوئی ہے اور پھر بھی مجھے چغد سمجھتی ہے۔"

"اچھا۔ میں اس سے مل کر اس کی غلط فہمی دور کر دوں گا۔" کرنل نے اسے دلاسہ دیا۔

"شکریہ۔" نوجوان نے آہستہ سے کہا۔ وہ دونوں چلتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ یہاں بڑی میز پر کرنل کے تینوں بھتیجے اور دونوں بھتیجیاں بیٹھی ہوئی تھیں اور ان کے سامنے میز پر

ناشتہ لگا ہوا تھا۔ مگر کوئی کھا نہیں رہا تھا۔ کرنل کو دیکھ کر وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے۔

"بیٹھو بیٹھو۔" کرنل نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "ان سے ملو۔ یہ شاید ہیں۔" کرنل نے نوجوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ جو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ڈرائنگ روم کو دیکھ کر طرح طرح کے منہ بنا رہا تھا۔ "ان کی بہن انہیں چغد سمجھتی ہے۔"

"جی۔؟" بیک وقت پانچوں کی زبان سے نکلا۔ وہ سب حیرت سے کبھی کرنل کو دیکھ رہے تھے۔ اور کبھی نوجوان کو۔ کرنل نے انہیں آنکھ ماردی۔ اور وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے بھی مسکرانے لگے۔ چغد کا نام سنکر نوجوان ان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"جی ہاں۔ دیکھئے نا۔ کیا میں آپ لوگوں کو چغد معلوم ہوتا ہوں۔" نوجوان نے سوالیہ لہجے میں ان کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ اور وہ سب آپس ہی میں ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔ کرنل مسکرا رہا تھا پھر اس نے ان کی طرف دیکھ کر آنکھ ماردی۔

"اور ان کی بہن کہتی ہے۔ کہ یہ الف اے سے تیغے تک پڑھے ہوئے ہیں۔"

"جی ہاں۔ حالانکہ وہ خود پہلے سال میں اٹکی ہوئی ہے۔ پھر بھی مجھ سے مذاق کرتی ہے اور مجھے بے وقوف بناتی رہتی ہے۔" نوجوان نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ اور وہ سب ہنس پڑے۔ وہ اس

نوجوان کا جسکا تعارف کرنل نے شاہد کہہ کر کرایا تھا۔ کردار اچھی طرح سمجھ گئے تھے۔ اور کئی ایک کے چہروں پر تو مسرت سی جھلک رہی تھی۔ وہ سوچ رہے تھے کہ چلو اس گھٹے گھٹے ماحول میں کم از کم ایک ہنسانے والا بے وقوف تو آیا۔ وہ سب اسکو گھیرنے پر تیار ہو گئے۔

"آپ کی بہن بہت بری ہے" شمسہ نے گفتگو میں پہل کرتے ہوئے کہا۔

"آپنے اچھا کیا جو یہاں چلے آئے"، ثریا بھی فوراً بول پڑی

"شکریہ۔" شاہد نے مسکرا کر سر خم کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کا دولت خانہ کہاں ہے؟" ناصر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"جی۔ میری جیب میں یا نیشنل بینک میں۔" شاہد نے معصومیت سے کہا۔

"جی۔" ثریا اس کی طرف جھکتے ہوئے بولی۔ آپ اپنی جیب میں یا نیشنل بینک میں رہتے ہیں۔"

"جی نہیں۔ میں نے یہ کب کہا۔؟" نوجوان نے حیرت سے کہا۔

"ابھی تو آپ نے کہا ہے۔"

"آپ غلط سمجھیں۔" نوجوان نے ہنستے ہوئے کہا میں تو اپنی دولت کے متعلق بتا رہا تھا۔ اور وہ میری جیب یا بینک میں رہتی ہے۔ کیونکہ ایک دفعہ ایک چوہا میرا سو کا نوٹ میز کی دراز میں سے نکال کر اپنے بل میں لے بھاگا تھا تب ہی سے میں احتیاط برتتا ہوں۔"

"شو کا توٹ چوہائے گیا۔!" ثریا نے مصنوعی حیرت سے کہا۔ اور ان لوگوں کا ہنسی کے مارے برا حال ہونے لگا۔ شاید حیرت اور بیوقوفانہ انداز سے انہیں گھور رہا تھا۔ بالکل اسی طرح سے جیسے وہ آدمیوں کے درمیان نہیں بلکہ بندروں کے جھنڈ میں کھڑا ہوا ہو۔

"آپ نے شادی بھی بنائی یا نہیں؟" ثریا نے پھر پوچھا۔

"واہ شادی بھی بنائی جاتی ہے کیا۔؟" شاہد نے سنجیدگی سے کہا۔

"جی ہاں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں۔"

"آپ بے وقوف ہیں۔" شاہد نے ثریا سے کہا۔ اور اس کا منہ بن گیا۔

"کہا اور میرے درمیان بے تکلفی نہیں ہے جناب۔" ثریا نے سے ڈپٹتے ہوئے کہا۔ اور نوجوان بوکھلا کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اور اس انداز میں کھڑا ہو گیا۔ جیسے اگر اب کے ثریا نے ڈانٹا تو وہ دوڑ کر کمرے سے باہر نکل جائے گا۔ وہ سب اسے اس حالت میں دیکھ کر اور زور سے ہنس پڑے اور ثریا بھی مسکرانے لگی۔ اسے مسکراتا دیکھ کر شاہد پھر ان کی طرف پلٹ پڑا۔

"دیکھئے شادی کوئی مٹی کا گھڑا یا مکڑی..... نہیں میرا مطلب ہے کہ لکڑی کی کرسی تو ہے نہیں جسے جب چاہے بنا لیا۔ اور جب چاہا توڑ دیا۔" نوجوان شاہد نے اپنے پچھلے جملے کی تشریح کرتے

ہوئے کہا۔ اور وہ سب سنجیدہ ہو گئے۔

"بھئی ان کا مطلب تھا۔ کہ آپ نے شادی کی ہے یا نہیں!" کرنل نے دخل دیتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں۔ میں آپ لوگوں کو کیوں بتاؤں۔ کہ میں کنوارہ ہوں۔" شاہد نے شرماتے ہوئے کہا۔ اور وہ ہنس پڑے۔

"آپ شادی کیوں نہیں کر لیتے۔!" اقبال نے کہا۔

"ارے واہ۔ نوجوان نے مسرت سے اچھلتے ہوئے کہا" آپ کیا نجومی ہیں؟"

"کیا مطلب۔؟" اقبال نے جھنجھلا کر کہا۔

"آپ تو دل کا حال بھی جانتے ہیں۔" شاہد نے کہا۔ آپ نے بتائے بغیر یہ معلوم کر لیا کہ میں کنوارہ ہوں۔ ذرا میرا ہاتھ دیکھ کر بتلایئے کہ کبھی پیرس بھی جاؤں گا یا نہیں۔؟" شاہد نے نہایت متانت سے اپنا ہاتھ اقبال کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور سب پھر ہنس پڑے۔ اقبال کھسیا گیا تھا۔

"آپ پیرس کیوں جانا چاہتے ہیں۔" ناصر نے پوچھا۔

"اسلئے کہ وہاں میرا ایک دشمن ہے۔ اور میں اس کی شادی کرا کر اس سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔"

"کیا بات ہوئی۔! وہ سب ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔

"شادی کرا کے آپکا انتقام پورا ہو جائے گا" صغیر نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"لیکن وہ آپ کا دشمن کیوں ہے۔؟"

"اس نے میرے ایک دوست کی شادی کرائی تھی۔" شاہد نے بتایا۔

"ارے۔" ثریا نے حیرت سے کہا۔ "یہ تو اچھی بات ہے۔ پھر وہ آپ کا دشمن کیسے ہوا۔؟"

"شادی اچھی بات ہے؟" شاہد نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں اور کیا۔" ثریا نے کہا۔

"ارے واہ۔ وہ بیچارہ مصیبت میں مبتلا ہو گیا۔ اور آپ کہتی ہیں اچھا ہوا۔ بڑی آئیں کہیں سے۔"

"ارے۔ مگر وہ مصیبت میں کیوں مبتلا ہو گیا۔؟"

"شادی کے بعد سے ہر سال اس کے پیچھے ایک خوبصورت بھوت لگنے لگا ہے۔ اور اب چھ سال میں پانچ بھوت اس کے پیچھے لگ چکے ہیں۔ وہ بیچارہ خودکشی کے متعلق سوچ رہا ہے۔ اور آپ کہتی ہیں اچھی بات ہے۔" شاہد نے رونی صورت بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اب سمجھا۔ تو آپ اسی لئے خود بھی شادی نہیں کرتے کہ بھوت پیچھے لگ جاتے ہیں۔ کیوں۔؟" صغیر نے پوچھا۔

"ہاں۔" نوجوان شاہد نے معصومیت سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"لیکن شادی کے بغیر چارہ بھی نہیں ہے۔"

"واہ چارہ کیوں نہیں ہے۔" شاہد نے ہاتھ چاٹتے ہوئے کہا۔
"جینے والے کی دوکان پر گھاس اور چارہ سب ملتا ہے۔"
"لاحول ولا قوۃ۔" شمسہ نے جھلا کر کہا۔
"کیوں۔؟" کرنل نے پوچھا۔
"یہ آدمی ہے یا بیوقوفی کا پلندہ۔"
"خاموش رہو۔" کرنل نے اسے ڈانٹ دیا۔
"آپ اس کی حمایت لے رہے ہیں۔" شمسہ نے حیرت سے کہا۔
"ہاں۔ یہ سلطان کے دوست کا بیٹا ہے۔ اور ہمارا مہمان۔" کرنل نے کہا۔ اگر تم لوگ چاہو تو اس سے بہتر قسم کی تفریح حاصل کر سکو گے۔"
"آپ نے ٹھیک کہا چچا میاں۔" صغیر نے کہا۔ انہیں آپ میرے برابر والے کمرے میں جگہ دیں۔"
"نہیں۔ یہ میرے برابر رہیں گے۔"
"آپ کے برابر والے کمرے میں۔"
"نہیں سمجھی۔" کرنل نے کہا۔ تم تو بات کا بتنگڑ بنا لیتے ہو۔ یہ تمہاری منزل میں کونے والے کمرے میں رہیں گے۔"
"جیسی آپ کی مرضی۔" صغیر نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔
"آؤ شاہد میاں۔" کرنل نے ڈرائنگ روم سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ میں تم کو تمہارا کمرہ دکھا دوں۔"
"چلئے۔ انکل۔" شاہد نے اس کے پیچھے چلتے ہوئے کہا۔ اور وہ

اوپر کا زینے طے کرنے لگے۔ کرنل نے ایک نوکر سے دو آدمیوں کا ناشتہ اوپر بھیجنے کے لئے کہا تھا۔ وہ اس کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اس نے سر سلطان سے مدد کی درخواست کی تھی۔ اور انہوں نے ایک احمق انسان کو ان کے پاس بھیجدیا۔ آخر یہ کیا تک ہے۔ وہ جھلا گئے۔

○

رات کے بارہ بجے کا ٹائم تھا۔

وہ کسی قسم کی آہٹ تھی جسکو سنکر احمق نوجوان شاہد۔ جو کہ عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا چونک پڑا تھا۔ وہ اس وقت جاگ ہی رہا تھا۔ رات کو کھانے پر کرنل نجفیاور نے سب کے سامنے رات کو نظر آنے والے پراسرار سائے کے بارے میں بتا دیا تھا جس سے جہاں ایک طرف سب چونک پڑے تھے۔ وہاں کچھ خوفزدہ بھی ہو گئے تھے۔ عمران اب تک صرف اس لئے جاگتا رہا تھا کہ وہ اس پراسرار سائے کو دیکھ سکے جو رات کو کرنل کو نظر آیا تھا اور اس بارے میں بھی مشہور تھا کہ وہ کرنل نجفیاور بہادر کی روح ہے۔ جو کہ اپنے قاتلوں سے انتقام لینے آئی ہے۔ اور اب زیادہ بے چینی محسوس کر رہی ہے۔ کیونکہ شاید اسکا قاتل وہاں پر موجود نہیں ہے۔

آہٹ پھر ہوئی اور عمران نے ریوالور گون کی جیب سے نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ اب وہ کسی اچانک پیش آنے والے حادثے کے لئے ہمہ وقت تیار تھا۔

کمرے کی روشنی بجھی ہوئی تھی۔ مگر پھر بھی عمران نے دروازے کی دراز میں سے نکلنے والے ہلکے ہلکے سپید دھبوں کو دیکھ لیا جو کثیف ہوتا جا رہا تھا۔ وہ جھپٹ کر اپنے تہہ دراز ہو گیا۔ ریوالور اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ دھوئیں کے اندر ہی بالکل غیر محسوس طریقے پر ایک ہلکی ہلکی سی روشنی پھیلنے لگی۔ پھر وہ اس قدر بڑھ گئی کہ کمرہ روشن ہو گیا۔

عمران نے ایک آنکھ کھول کر دیکھا۔ کمرے میں وہی پراسرار سایہ موی شمع لئے ہوئے موجود تھا۔

کرنل نجفیا ور کے بیان کے مطابق اسکا چہرہ ستا ہوا تھا۔ رنگت بالکل سفید تھی۔ جیسے جسم سے سارا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔ ہاتھ میں موی شمع تھی۔ جس کو وہ اپنے سے آگے بڑھائے ہوئے تھا۔

آہستہ آہستہ چلتا ہوا یا گھسٹتا ہوا وہ عمران کے پلنگ کے پاس پہنچ کر رک گیا۔ عمران کسی بھی اچانک حادثے کے لئے تیار تھا۔

وہ دزدیدہ نظروں سے سائے کو دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ سایہ پلٹا۔ اور اسی طرح دھوئیں کی چادر میں گھس کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد عمران جھپٹ کر اٹھا۔ اور اپنے گون کو اتار کر پلنگ پر ڈال دیا۔ وہ اندر سے اپنے کپڑوں میں تھا۔ ریوالور نکال کر اس نے ہاتھ میں لے لیا۔ اور کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

موی شمع کی روشنی اب دوسری منزل کی طرف جانے والے نچلے زینوں پر نظر آ رہی تھی۔

عمران بھی دبے قدموں پیچھے [illegible]۔ وہ سایہ اب پائیں باغ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پھر چند ہی لمحوں بعد وہ پائیں باغ کے ایک گوشے میں پہنچکر غائب ہوگیا۔

عمران تیزی سے اسی گوشے کی طرف لپکا۔ وہاں پہنچکر اسے بڑی مایوسی ہوئی۔

دیوار کی جڑ میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں کسی چور دروازے یا کسی نقب کا گمان ہو سکتا۔ جھاڑیاں بھی ویران ہی تھیں اور وہ اتنی گھنی نہیں تھیں جن میں چھپ کر کوئی غائب ہو سکتا۔ اور وہ بھی عمران جیسے گرگ باراں دیدہ کے سامنے۔ آخر آدھے گھنٹے بعد وہ ناکام لوٹا۔ کچی زمین ہونے کے باوجود بھی اسے کسی کے قدموں کے نشان تک نہیں ملے تھے۔

پھر واپس کمرے میں آکر اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور دروازے کی چوکھٹ کو وہ بغور دیکھنے لگا۔ کیونکہ وہ سوراخ دروازہ کھولے بغیر کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ دروازے کی ایک ایک کیل اور ایک ایک انچ زمین اور جگہ کا جائزہ لینے کے باوجود بھی وہ کوئی خاص بات دریافت نہ کر سکا۔ مگر پھر وہ چونک پڑا۔ اور جھک کر فرش میں لگے ہوئے سیاہ و سفید بلاکوں کو بغور دیکھنے لگا۔ جو کہ چھ چھ مربع انچ کے تھے۔ پھر ایک بلاک کو دیکھ کر اس کے منہ سے تیز سیٹی کی آواز نکلی اور وہ سیدھا کھڑا ہوگیا۔ اس نے کھڑے ہو کر

اپنے داہنے پیر کا وزن اس بلاک پر ڈالا۔ دھماکے کی دو زوں میں سے ہلکے ہلکے سفید دھوئیں کا غبار سا بلند ہوا۔ اور پھر اسی غبار میں اس نے دروازہ کسی گھومنے والے کیواڑوں کی طرح چوکھٹ سمیت کھلتے دیکھا۔ عمران بلاک پر سے ہٹ گیا۔ آدھے منٹ بعد دروازہ دوبارہ خود بخود بند ہو گیا۔ وہ مسکراتا ہوا اپنے بستر کی طرف بڑھ آیا۔

اب وہ اس پراسرار سائے کے بغیر دروازہ کھولے اندر آنے اور جانے کا طریقہ جان چکا تھا۔ وہ بستر پر لیٹنے کے بعد بھی اسی پراسرار وجود کے متعلق سوچنے لگا۔ کہ آخر وہ کون ہے۔ اور کیا چاہتا ہے؟ اسی سوچ و فکر میں وہ اونگھنے لگا۔ اور پھر سو گیا۔

رات کو عمران نے جو کچھ سوچا تھا۔ دوسری صبح وہ سب چوپٹ ہو گیا۔ وہ اس پراسرار سائے کو قابو کرنے کے متعلق ایک پلان تیار کر چکا تھا۔ اس پلان پر عمل کر کے نہ صرف یہ کہ وہ سایہ اپنی اصل حیثیت میں گرفت میں آجاتا بلکہ اسکا مقصد بھی سمجھ میں آجاتا۔ یہ تو وہ بھی سمجھ ہی چکا تھا کہ وہ پراسرار سایہ، مافوق الفطرت چیز نہیں ہے بلکہ وہ کوئی زندہ انسان ہے لیکن، کس گروہ سے تعلق رکھتا ہے؟ اور کیا چاہتا ہے۔؟ یا وہ تنہا ہے اور کوئی خطرناک منصوبہ بنا کر اس پر عمل کرنا چاہتا ہے۔

ان سب کے جواب وہ اپنے پلان پر عمل کر کے ہی حاصل کر سکتا تھا مگر اس کو کیا کیا جائے۔ کہ دوسری صبح اس کی ملاقات اقبال کے بجائے اس کی لاش سے ہوئی تھی۔

لاش اسی کے کمرے ہی میں ملی تھی۔ صبح جب کہ وہ ناشتے کی میز پر پہنچا تو اقبال غیر حاضر تھا۔ وہ لوگ کوئی خیال کئے بغیر ناشتہ کرتے رہے۔ مگر اسی دوران میں ایک نوکر نے بتایا کہ اقبال کے کمرے کے دروازے اور کھڑکی بند ہے اور باوجود کافی آوازیں دینے کے اندر سے کسی نے جواب نہیں دیا۔ وہ لوگ ناشتہ اسی طرح چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اقبال کے کمرے کے سامنے پہنچکر وہ لوگ رک گئے۔ سب سے پہلے کرنل نے ہی دروازے پر دستک دی تھی مگر اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔

"اب کیا کیا جائے۔؟" کرنل نے پریشانی سے کہا۔

"کہیں بھائی جان کو کوئی حادثہ نہ پیش آگیا ہو۔؟" ثریا نے کسی خیال کے زیر اثر کہا۔ اور عمران اسے گھورنے لگا۔

"نہیں۔ کرنل نے کہا۔ لیکن اسے اندر کمرے میں کیا حادثہ پیش آسکتا ہے۔؟"

سب خاموش رہے۔ وہ جواب کیا دیتے۔

"پھر بھائی جان کے کمرے سے آواز کیوں نہیں آتی۔؟"

"ہو سکتا ہے کہ وہ کسی پری کے ساتھ گفتگو کر رہے ہوں۔"

عمران نے چہرے پر دائمی طور پر سجے رہنے والی حماقت طاری کرتے ہوئے کہا۔

"آپ براہ کرم خاموش ہی رہیں تو بہتر ہے۔" کرنل نے ہاتھ اٹھا کر عمران کو خموش کرتے ہوئے کہا۔

"جیسے آپ کی مرضی۔" عمران نے سعادت مندی سے کہا۔

"ویسے اگر وہ جاگ رہے ہوتے تو جواب ضرور دیتے۔"

"جی ہاں۔ شاید صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" ناصر نے عمران کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن اس کی نیند ایسی نہیں ہے جو اتنے زور زور سے کیواڑ دھڑ دھڑانے کے باوجود بھی نہ ٹوٹ سکے۔"

"تب پھر ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے۔" عمران نے کرنل کو گھورتے ہوئے کہا۔ اور وہ سب اسے دیکھنے لگے۔

"وہ کیا۔؟" کرنل نے اس سے سوال کیا۔

"اقبال بھائی ملک عدم کا ٹکٹ کٹا چکے ہیں۔ یعنی مم۔۔۔ میرا مطلب ہے۔" عمران نے گڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"شٹ اپ۔" شمسہ نے اسے ڈانٹ دیا۔ اور عمران سہم جانے کی ایکٹنگ کرتا ہوا ایک طرف ہٹ گیا۔ کرنل کے اشارے پر دو نوکر دروازے پر زور آزمائی کرنے لگے۔ مگر دروازہ ان کی قوت سے زیادہ مضبوط ثابت ہوا۔ مجبوراً کرنل نے انہیں دروازے پر چھوڑ کے

پرسانے کا حکم دیدیا۔ آدھے گھنٹے کی جدوجہد کے بعد دروازہ ٹوٹ سکا۔ اندر وہ سب کچھ تھا جو عمران سوچ رہا تھا۔ سب سے پہلے کرنل ہی اندر داخل ہوا تھا۔ اس کے پیچھے بقایا سب تھے۔

اقبال اپنی مسہری ہی پر تھا۔ مگر اس کی آنکھیں حلقوں سے باہر نکلی ہوئی تھیں۔ زبان دانتوں کے درمیان دبی ہوئی تھی جیسے کسی نے انتہائی طاقت سے منہ کو دبایا ہو۔ بستر کی چادر سمٹی ہوئی تھی۔ ایک تکیہ فرش پر پڑا تھا۔ مسہری کے برابر رکھی جانے والی چھوٹی ٹیبل جس پر ٹیبل لیمپ رکھ کر اقبال رات کو مطالعہ کرتا تھا۔ ایک طرف لڑھکی پڑی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کمرے میں زبردست جدوجہد ہوئی ہو۔ یا ایک سے زیادہ آدمی آپس میں لڑ پڑے ہوں۔ شمسہ اور ثریا کے چہرے خوف و دہشت سے زرد ہو گئے تھے۔ ناصر کی بھی ایسی ہی کیفیت تھی۔ البتہ کرنل اور صفدر کے چہروں سے کسی بات کا اندازہ کرنا دشوار تھا بلکہ ناممکن سا تھا۔ ان کے چہرے جذبات سے یکسر عاری اور سپاٹ تھے۔

"میں نے آپ سے کیا کہا تھا۔؟" عمران نے کرنل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم کو اس کی خبر کس طرح ہوئی۔" کرنل نے اسے شبہ کی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ اور عمران شرمیلے انداز میں مسکرانے لگا۔

"ہم... مجھے ایک پری نے رات کو بتایا تھا۔"

"بکواس۔" کرنل نے چڑھ کر کہا۔ "تم اول درجے کے الو ثابت ہو رہے ہو۔"

"الو۔ عمران نے دبیدے نچاتے ہوئے کہا۔ واہ کیا بات کہی آپ نے۔ الو میرا پسندیدہ جانور ہے۔ میرے گھر میں چار الو پلے ہوئے ہیں۔"

"شٹ اپ۔" کرنل نے غصہ سے کہا۔ "اگر تم خموش نہیں رہ سکتے تو کمرے سے باہر نکل جاؤ۔ چلو۔"

"نہیں جاتا۔" عمران نے کہا۔ "اور پولیس کو لیکر آتا ہوں۔"

"پولیس۔؟" کرنل نے چونک کر کہا۔ "ہاں ٹھیک یاد دلایا۔ ناصر جاؤ۔ پولیس کو فون کرو۔ ہمیں سب سے پہلے مقامی تھانے کے انچارج کو اطلاع کرنی ہوگی۔"

اور ناصر چپ چاپ چلا گیا۔

عمران سوچ رہا تھا کہ کہیں تھانے پر اس وقت کیپٹن فیاض ہی نہ ہو۔ کیونکہ یہ کوٹوالی کا علاقہ تھا۔ اور آج کل فیاض کی ڈیوٹی ادھر ہی کے تھانوں کی نگرانی پر تھی۔ کیونکہ پچھلے دنوں یہاں کئی لمبی لمبی چوری کی وارداتیں ہو چکی تھیں جن میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ کا سامان اور کرنسی چوری ہوئی تھی۔ کبھی کبھی جس چیز کے لئے انسان سوچتا ہے کہ یہ نہ ہو اتفاق سے وہی سامنے آجاتی ہے اور عمران کے سامنے یہ چیز اکثر آتی رہتی تھی۔ اس وقت بھی یہی ہوا۔ فون ملتے ہی کیپٹن فیاض اپنی پوری یونٹ کے ساتھ آموجود ہوا تھا۔

سب سے پہلے اس نے لاش کا معائنہ کیا۔ اور پھر ان سب کی طرف پلٹ پڑا۔ پورے واقعات سننے کے بعد وہ سب سے پہلے عمران کی طرف ہی متوجہ ہوا تھا۔

"آپ کی تعریف۔؟" اس نے عمران کو گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"تعریف اس خدا کی جس نے جہاں بنایا۔" عمران نے درویشانہ انداز میں انگلی اٹھا کر آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں خدا کی تعریف نہیں آپ کی تعریف پوچھ رہا ہوں۔" فیاض نے غصیلے لہجہ میں کہا۔

"میری تعریف میرے ہی منہ سے اچھی نہیں لگتی۔" عمران نے شرماتے ہوئے کہا۔ "کیوں مس چچہ۔" اس نے شمسہ سے تائید چاہی۔

"شمسہ پلیز۔" شمسہ نے تصحیح کر کے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"آئی ایم سوری۔ میں اکثر نام بھول جاتا ہوں۔"

"" فیاض نے دوبارہ اپنا سوال دہراتے ہوئے کہا۔

"ہم... مجھے شہزاد چند کہتے ہیں۔"

"کیا۔؟" فیاض نے غصے میں آپے سے باہر ہوتے ہوئے کہا

"آپ مجھے بے وقوف بنا رہے ہیں۔"

"جی نہیں حوالدار صاحب۔" عمران نے خوفزدہ ہوتے ہوئے کہا۔
"مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے جو کسی انسان کو آلو بنا سکوں۔"
"خاموش رہیئے۔ اور میرے سوالوں کا جواب دیجئے۔" فیاض بولا۔
"خاموش رہ کر سوالوں کا جواب کس طرح دے سکوں گا۔"
عمران نے احمقانہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔
"اوہ۔ تم آدمی ہو یا چیڑ گھونچو۔" فیاض نے جھلا کر کہا۔
"یہ کیا ہوتا ہے۔؟"
"تمہارا سر!"
"واہ۔ یہ کہیئے ہو سکتا ہے۔" عمران نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔ "میرا سر ہی تو ہے گا۔ چیڑ گھونچو کیسے بن جائے گا۔"
"اگر اب کے تم نے کوئی بدتمیزی کی تو لے جا کر بند کر دوں گا۔" فیاض نے اسے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔
"نن۔۔۔ نہیں ایسا نہ کیجئے حوالدار صاحب۔" عمران نے خوفزدہ ہوتے ہوئے کہا۔
"بس تو سوالوں کے جواب ٹھیک ٹھیک دیتے جاؤ۔"
"پپ۔۔۔ پپ۔ پوچھئے۔"
"تمہارا نام۔؟"
"شاہد چند۔ ہیم۔۔ ھمپ۔" عمران نے اپنا منہ دبا لیا۔

اور فیاض سے گھور کر رہ گیا۔ اسکا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ اسے جا کر ہڈی ہی کر دیتا۔

"یہاں کب سے مقیم ہو۔؟"

"دو دن سے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"انکل سے معلوم کر لیجئے۔" عمران نے کرنل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں کیپٹن صاحب۔ یہ کل ہی یہاں آ کر مقیم ہوئے تھے" کرنل نے عمران کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"یہ آپ کے کون ہیں۔؟" اس بار فیاض نے کرنل سے پوچھا۔

"میرے کوئی نہیں لگتے۔" کرنل نے کہا۔ "یہ سر سلطان کے ایک دوست کے لڑکے ہیں۔ اور بغرض تفریح یہاں آئے ہیں۔ اور سر سلطان کے حکم پر ہی میں نے انہیں یہاں ٹھہرایا تھا۔"

"سر سلطان کو آپ کیسے جانتے ہیں۔؟" اس بار بھی تخاطب کرنل ہی سے تھا۔

"وہ۔ اور میں اور میرے مرحوم بھائی محاذ جنگ پر ایک ہی مورچے پر تعینات تھے۔ بس وہیں سے ہم ایک دوسرے کے پکے دوست بنے ہوئے ہیں۔"

"آپ کس جگہ کے رہنے والے ہیں۔" اس بار فیاض نے پھر عمران کی طرف مڑ کر کہا تھا۔

عمران بوکھلا گیا۔ اگر وہ کوئی فرضی پتہ بتا دیتا۔ تو فیاض دوسرے ہی دن وہاں انکوائری کر کے پھر آ موجود ہوتا اور اس کے راستے میں دشواریاں کھڑی ہو جاتیں۔ کچھ دیر وہ سوچتا رہا۔ پھر اس نے تواب پور میں اپنے ایک دوست کا پتہ لکھا دیا۔

فیاض نے پتہ لکھ لیا۔ مگر وہ اس کی طرف سے مطمئن نہیں تھا۔ عمران کو اسکا انداز کرتے ہیں ذرا بھی دشواری محسوس نہ ہوئی۔ کہ وہ اس پر شبہ کر رہا ہے۔

"آپ میرے حکم کے بغیر اس شہر کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔" فیاض نے عمران کو ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا جناب۔" عمران نے خوشی سے اس کی بات مانتے ہوئے کہا۔

پھر وہ کوٹھی کے دیگر اشخاص کے بیان لیتا رہا۔ آدھے گھنٹے بعد وہ لاش اٹھوا کر چلا گیا۔ کوٹھی پر اس نے دو سپاہی متعین کر دیئے تھے۔ اس کو پراسرار دانی کہانی پر یقین نہیں آیا تھا۔ اس لئے اس نے آج تک رات کوٹھی میں گزارنے کا وعدہ کیا تھا۔

عمران سوچ رہا تھا۔ چلو اچھا ہے۔ اس طرح اسکا کام کچھ آسان ہو جائے گا۔ شام تک کوٹھی کا ماحول اداس اداس سا رہا۔ لیکن شام کے پانچ بجتے ہی شریا اپنی کسی سہیلی کو ایسکارٹ ریسیو کرنے چلی گئی۔ ناصر اور صغیر بھی کلب جانے کی تیاری کرنے لگے۔ ان دونوں کے جانے کے بعد عمران بھی کوٹھی سے نکل کھڑا ہوا۔ پہلے تو اس نے سوچا تھا کہ اپنے ماتحتوں کو کوٹھی ہی سے فون کر کے

کچھ ہدایت کر دے۔ مگر پھر کچھ سوچ کر اس نے کوٹھی سے فون کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور وہاں سے نکل کھڑا ہوا۔ سڑک پر آ کر اس نے ٹیکسی پکڑی اور شہر میں دانش منزل کے قریب کے ایک پارک کا پتہ بتا کر بیٹھ گیا۔

دس منٹ بعد ٹیکسی نے اسے پارک کے پاس اتار دیا۔ ٹیکسی کا کرایہ ادا کر کے وہ فون بوتھ کی طرف بڑھ گیا۔ جو پارک کے قریب پبلک کے لئے لگایا گیا تھا۔ اندر داخل ہو کر اس نے دروازہ بند کر لیا اور فون پر جولیا کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ دوسری طرف سے سلسلہ ملنے میں دیر نہ لگی۔ شاید جولیا نے شام کو گھر سے باہر جانا بند کر دیا تھا۔

"ہیلو۔ جولیا۔" عمران نے جولیا کی آواز سنکر الیکٹو کی بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"یس سر۔" دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔ وہ شاید کسی اچھے موڈ میں تھی۔ کیونکہ ریسیور میں بولنے سے پہلے وہ گنگنا رہی تھی

"آج بہت خوش ہو۔ کیوں۔!"

"یس سر۔ آج میں بہت خوش ہوں۔"

"کوئی خاص بات۔؟"

"میری مدر کا تار آیا ہے۔ وہ اب روبعوت ہے۔"

"جب ہی اتنی خوش ہو۔" عمران نے کہا۔ "میری طرف سے مبارک باد قبول ہو۔"

"شکریہ۔!"

"آج صبح کیپٹن فیاض کرنل بختاور کی کوٹھی سے اس کے بھتیجے کی لاش لیکر آیا ہے۔ اسے کسی نے گلا گھونٹ کر ہلاک کیا تھا۔"

"یس سر۔ میں سمجھ رہی ہوں۔"

"اس کے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ درکار ہے۔"

"میں ابھی کوشش کرتی ہوں۔"

"ٹھیک۔ اور کیپٹن فیاض کی حرکات پر کڑی نگرانی رکھو۔ مجھے ایک ایک منٹ کی خبر ملنی چاہیئے۔"

"یس سر۔"

"اس کام کے لئے تم تنویر اور صفدر کو منتخب کر سکتی ہو۔"

"لیکن وہ تنویر۔" جولیا نے کچھ کہنا چاہا۔

"سمجھا۔ وہ تمہیں پریشان کرتا رہتا ہے۔ خیر اس کے بجائے جس کو تم مناسب سمجھو انتخاب کر سکتی ہو۔ میں تمہاری صلاحیتوں پر مکمل اعتماد رکھتا ہوں۔"

"تھینک یو۔"

"عمران کہیں نظر آیا۔؟"

"نو سر۔ کیا اسے تلاش کیا جائے۔"

"نہیں۔ سر دست اس کی ضرورت نہیں۔ مگر وہ خود ہی کہیں نہ کہیں ہم سے ٹکرائے گا۔"

"وہ بہت چالاک اور ہوشیار ہے۔"

"ہاں۔"

"کیا آپ اسے ٹیم میں شامل نہیں کر سکتے۔"

"وہ کب ٹیم کے خلاف جاتا ہے۔ اس نے ہمیشہ تم لوگوں کی مدد کی ہے۔"

"میرا مطلب ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے ہمارے ساتھ ہو جاتا۔ جس طرح کہ دوسرے ہیں۔"

"تم اس کی سفارش کر رہی ہو۔"

"یس سر۔ ایسا ہی سمجھ لیجئے۔"

"لیکن وہ لاپرواہ بہت ہے۔ اتنی اہم ذمہ داریاں وہ نہیں سنبھال سکتا۔ اس جیسے غیر سنجیدہ آدمی سے ہر لمحہ کسی بھی حماقت کی توقع کی جا سکتی ہے۔"

"یہ میری التجا ہے سر۔"

"جولیا۔ اس بار عمران نے کرخت لہجے میں کہا۔ میں جانتا ہوں تم کیوں ایسا چاہتی ہو لیکن یہ محکمہ کام کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ عشق بازی کے لئے نہیں۔ میں تمہارے جذبات کو جانتا ہوں لیکن انہیں اتنا سر چڑھا بھی نہیں بننے دینا چاہیئے۔ کہ وہ فرض کی راہ میں رکاوٹ بن جائیں۔"

"مم.. معافی چاہتی ہوں سر۔" دوسری طرف سے جولیا نے روہانسی آواز میں کہا۔

"اپنے جذبات کو سنبھالو۔ جولیا کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے جذبات تم کو میرے کسی عتاب کا شکار نہ بنا دیں۔"

"میں ایک بار پھر معافی چاہتی ہوں سر۔"

"اوکے۔ تم صفدر وغیرہ کو فون کر کے ہدایت دے دو۔ اور رپورٹ کے لئے دانش منزل کے ممبر فل پر رنگ کرنا۔ اگر میں نہ ہوں تو رپورٹ ڈکٹیٹ کرا دینا۔" پھر جواب کا انتظار کئے بغیر اس نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ اور پھر بلیک زیرو کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"ہیلو۔ بلیک زیرو۔" عمران نے اس کی آواز سنکر کہا۔

"یس باس۔ بلیک زیرو اسپیکنگ۔"

"کہو کیا حال ہے۔"

"مزے میں ہوں باس۔"

"مگر سلیمان کے بچے نے میرا ستیاناس کر رکھا ہے۔"

"وہ کیسے باس۔؟"

"طونگ کی دال کھلا کھلا کر میری عقل کو معدے میں پہنچا دیا ہے سوچ رہا ہوں کہ اب اسے واپس کھوپڑی تک کیسے لے جاؤں۔"

"یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے باس۔" دوسری طرف سے بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ عمران کی عادت اور موڈ سمجھتا تھا۔

"جلدی سے ترکیب بتاؤ۔ مائی ڈیئر زیرو۔"

"آپ سر کے بل کھڑے ہو جائیے۔ عقل خود بخود معدے سے کھوپڑی میں منتقل ہو جائے گی۔"

"ویری ویری گڈ" عمران نے چہکتے ہوئے کہا۔ اور پھر فون بوتھ کے اندر ہی سر کے بل کھڑا ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر ناکام رہا۔

"بلیک زیرو تمہاری اسکیم دا ہیات ہے" عمران نے پھر رسیور کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"کیوں باس۔؟"

"میں نے ابھی سر کے بل کھڑا ہونے کی کوشش کی تھی۔ مگر نہیں بنتا۔"

"آپ نے بوتھ کے اندر کوشش کی ہوگی۔ باہر نکل کر کیجیے گا بننے لگے گا۔"

"نہیں بلیک زیرو۔ اور کوئی ترکیب بتاؤ" عمران نے مایوسی سے سر سہلاتے ہوئے کہا۔

"سوچ کر بتاتا ہوں باس۔"

"جلدی بتاؤ۔ مجھے بدہضمی شروع ہو گئی ہے۔"

"آ گئی" دوسری طرف سے بلیک زیرو کی مسرت آمیز آواز سنائی دی۔

"کون آ گئی۔ تمہاری منکوحہ نہیں وہ یعنی محبوبہ۔"

"نہیں باس۔ بلکہ ترکیب سمجھ میں آ گئی۔"

"بکو۔"

"آپ روز صبح کو کدو کا بھرتہ بنا کر کھایا کیجئے۔" عمران کے چہرے پر ایک دلاویز مسکراہٹ رینگ گئی۔

"اچھا اسے چھوڑو۔" عمران نے مغموم سی صورت بناتے ہوئے کہا۔ "میں کسی دن سلیمان ہی کا بھرتہ بنا کر کھا جاؤں گا۔ تم کوئی نئی تازی خبر سناؤ۔"

"ایک اہم اطلاع ہے۔ باس ہو سکتا ہے آپ کیلئے کارآمد ہو۔"

"کہو۔"

"کیپٹن فیاض کو آج صبح کرنل بختیاور کی کوٹھی سے فون آیا تھا۔ وہاں پر ان کے بھتیجے کو کسی نے گلا گھونٹ کر مار ڈالا تھا۔ فیاض وہاں سے قردی تحقیقات کر کے لاش اٹھوا لایا ہے۔" اور اس کا پوسٹ کرا رہا ہے۔"

"کرنل بختیاور کون۔؟" عمران نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

"وہی جو سر سلطان کے دوست ہیں۔ اور بندرگاہ سے شمال کی طرف جو آبادی ہے۔ وہاں ان کی کوٹھی ہے۔ بلیک زیرو نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا سمجھ گیا۔ آگے چلو۔"

"اس کا شبہ ان کے ہاں مقیم ایک لاابالی اور بے وقوف نوجوان شاہد پر ہے۔"

"اور کون کون رہتا ہے وہاں۔"

"کرنل بختیاور۔ بلیک زیرو نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے۔ تم نے کیا کیا۔ اور یہ اطلاع میرے لئے اہم کیوں ہے"
"وہ نوجوان شاید سر سلطان کے دوست کا لڑکا ہے۔ اور فیاض اسے ضرور پریشان کرے گا۔ اس کی اخفاشہ باتوں نے ویسے ہی کیپٹن صاحب کو گرم کر رکھا ہے۔ وہ بہت جھلایا ہوا ہے۔"
"بلیک زیرو۔ عمران نے رونی سی آواز میں کہا۔
"یس باس۔"
"میری تجہیز و تکفین کا بندوبست کرو۔"
"وہ کیوں۔؟"
"ارے دنیا میں ایک احمق کے علاوہ دوسرا احمق کیسے بن سکتا ہے۔ میں تو آج تک خود ہی کو احمقوں کا شہنشاہ سمجھتا رہا تھا۔"
"یس سمجھا نہیں باس۔"
"بلیک زیرو تمہاری عقل شاید اس وقت گھاس چر رہی ہے۔ کیپٹن فیاض کو صرف ایک ہی آدمی الو بنا سکتا ہے۔"
"اوہ۔ سمجھ گیا باس۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو نے کہا لیکن آپ نے غضب کا میک اپ کر رکھا ہے۔ میں قریب سے دیکھنے پر بھی آپ کو نہیں پہچان سکا۔"
"کوئی بات نہیں بلیک زیرو۔ ادھر بھی یہی حال ہے۔" عمران نے مردہ سے لہجہ میں کہا۔ سامنے بنٹوں کو اپنے قریب پا کر اور غوں سے

دیکھنے کے باوجود بھی نہیں پہچان سکا۔ حالانکہ تم سادھنٹے کے
بھیس میں میرے دائیں طرف کھڑے تھے۔"

"مانتا ہوں باس۔ لیکن اب آپ نے کیسے پہچان لیا۔؟"

"تمہارا قد۔ وہی مجھے اس وقت بھی کانٹے کی طرح کھٹک رہا تھا۔"

"اب میرے لئے کیا حکم ہے باس۔؟"

"فی الحال میرے پاس کھڑے ہو کر دو سو مرتبہ یا کیپٹن فیاض
یا کیپٹن فیاض کی گردن کرو۔"

"او۔ کے باس۔"

"میں نے جولیا کو کیپٹن فیاض کی نگرانی پر لگا دیا ہے۔ وہی مجھے
پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے آگاہ کرے گی۔ اس لئے دانش منزل کے
نمبروں پر تمہیں کال ریسیو کرنی پڑے گی۔ اور مجھے ٹرانسمیٹر سکس
پر مطلع کرنا۔"

"او۔ کے باس۔"

"کیپٹن فیاض آج رات کرنل بختیار کی کوٹھی پر گزارے گا۔"

"اسے روکا جائے۔"

"نہیں۔ لیکن رات کے آخری حصے میں دو چار فائروں کی
ضرورت ہو گی۔"

"ہنگامہ۔"

"ہاں۔ تم بہت سمجھدار ہو۔ نہیں... سمجھا گ... نہیں بلکہ تیز

کیا کہتے ہیں اسے۔ جلد بتاؤ۔"

"سمجھدار۔" بلیک زیرو نے تصحیح کی۔

"بالکل ٹھیک۔" عمران نے کہا۔ تم بہت سمجھدار ہو۔ کام ہوشیاری سے کرنا۔ اب میں سلیمان کا بھرتہ بنانے جا رہا ہوں۔"

"اوکے۔ باس۔ لیکن اگر ہو سکے تو تھوڑا سا بھرتہ آپ مجھے بھی بھیج دیں۔ تو مہربانی۔"

"تم کیا کرو گے۔؟"

"باس میرے پیٹ میں بھی درد ہے۔"

"آج بھیجوں گا۔"

پھر عمران نے سلسلہ منقطع کیا۔ اور باتھ سے باہر نکل آیا۔

-:-

●

پچھلی فیاض حسب وعدہ آٹھ بجے آموجود ہوا۔ اس کے ساتھ دو سارجنٹ اور تھے۔ آتے ہی اس نے ایک سارجنٹ کو باغ کے اسی گوشے میں پہرے پر مقرر کر دیا۔ جہاں سے وہ روح پرور سایہ نمودار ہوتا تھا۔ اور دوسرے کو اس سے فاصلے پر حوض کے پاس۔

یہ دونوں سارجنٹ مسلح تھے۔ فیاض اس وقت بہت ہی خوش

نظر آ رہا تھا۔ اور بہت زیادہ چابکدستی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ شاید اس لئے بھی کہ اس کے سامنے کرنل کی بھتیجیاں اور ایک ثریا کی سہیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ کرنل فیاض کے دائیں طرف بیٹھے تھے۔ صغیر اور ناصر بھی کرنل کے برابر ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر عمران شاہد والے میک اپ میں ان سے الگ تھلگ کیپٹن فیاض کے بائیں طرف بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس وقت بہت خاموش تھا۔ چہرے پر دائمی طور پر برسنے والی حماقت طاری تھی۔ فیاض چند لمحے اسے بغور دیکھتا رہا۔ پھر خود ہی اس سے مخاطب ہو گیا۔

"کہئے شاہد صاحب آپ خاموش خاموش کیسے بیٹھے ہیں۔"

"کک... کچھ نہیں فیاض صاحب۔" عمران نے جلدی سے جواب دیا۔ اور وہ لوگ فیاض صاحب پر مسکرانے لگے۔ فیاض بھی ہنس رہا تھا۔

"پھر خاموش کیوں ہو۔؟"

"جی نہیں۔ میں کچھ سوچ رہا تھا۔"

"کیا۔ ہم بھی تو سنیں۔" فیاض نے دلچسپی ظاہر کی۔

"میں سوچ رہا تھا۔ کہ اگر ہمارے سروں پر سینگ ہوتے تو کیا ہوتا۔"

"جی۔ ثریا کی سہیلی زرینہ نے حیرت سے کہا۔ وہ ابھی تک عمران کے متعلق کچھ زیادہ نہ سمجھ پائی تھی۔ ثریا نے عمران کا تعارف کراتے وقت صرف دلچسپ کا لفظ استعمال کیا تھا۔ اور دلچسپ کیا تھا۔ اس کی وضاحت نہیں کی تھی۔ اس لئے اس نے عمران کے جملے پر حیرت کا اظہار کیا تھا۔

"ہاں یہ تو سوچنے کی بات ہے۔" فیاض نے سر ہلا کر کہا۔
"سنگیوں کے لئے نت نئے سنگھار کے طریقے ایجاد کرتے پڑتے۔"
ناظر نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔
"جی ہاں۔ اور پھر عورتیں برقع بھی تو اوڑھ سکتیں۔" عمران نے بھی اسی لہجے میں جواب دیا۔ کیونکہ برقع اوڑھنے پر سنگیوں کی نمائش نہ ہو سکتی۔"
"سنگیوں کی نمائش۔؟" شمسہ نے حیرت سے پوچھا۔
"جی ہاں۔ جس طرح آجکل عورتیں اپنے جسم کی نمائش کرتی ہیں اسی طرح سنگیوں کی بھی کیا کرتیں اور اس کیلئے نت نئے طریقے ایجاد کرتے پڑتے۔"
"لیکن آپ کو اس سے کیا۔؟" تنویر نے کہا۔ آپ تو کنوارے ہیں۔"
"جی ہاں۔ اسی لئے تو سوچ رہا ہوں کہ فوراً شادی کر لوں اور پھر نہ معلوم کب کونسا فیشن نکل آئے اور جماعت بنے۔"
"اور وہ جو نیا بھوت ہر سال لگنے لگے گا۔"
"اسکو بھگت لوں گا۔" عمران نے رونی سی صورت بنا کر کہا۔
"ارے واہ۔ تو آپ کب شادی کر رہے ہیں۔" تنویر نے چہک کر کہا۔
"جب آپ نیا بر ہو جائیں۔"
"جی۔" تنویر نے حیرت سے کہا۔ وہ اس سے ایسی بے تکلفی کی توقع نہیں رکھتی تھی۔

"آپ ثریا سے شادی کریں گے۔" شمسہ نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"ارے تو ثریا اتنی جلدی آپ کو پسند آگئی۔!"

"وہ... دیکھئے دل ہی تو ہے نا۔ بس آگیا مس گڑبڑ پر"

"ثریا۔" شمسہ نے ہنستے ہوئے تصحیح کی۔

"معاف کیجئے میں اکثر نام بھول جایا کرتا ہوں۔" عمران نے اپنی پیشانی رگڑتے ہوئے کہا۔

"ہاں تو آپ کب شادی کر رہے ہیں۔؟"

"جب ثریا صاحبہ کی مرضی ہو۔" عمران نے معصوم سی صورت بنا کر کہا۔

"اے شاہد صاحب۔ آپ اب حد سے زیادہ آگے بڑھ رہے ہیں ذرا تہذیب میں رہ کر بات کیجئے۔" ثریا نے چڑ کر کہا۔

"جج... جی۔ دیکھئے میں تمیز تو بہتے ہوئے ہوں۔" عمران نے جلدی سے تصحیح کرنی چاہی۔

"تمیز نہیں تمیز۔" ثریا نے زچ ہو کر کہا۔

"میں نے کیا بدتمیزی کی ہے۔؟" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"ابھی آپ نے کیا کہا تھا۔" ثریا نے تیکھی نظروں سے عمران کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"شادی کے متعلق۔"

"ہاں۔" ثریا نے کہا۔

" مگر یہ کوئی بدتمیزی تو نہیں ہے۔ اگر ہے تو پھر میرے باپ نے کیوں کی؟"

" میں کچھ نہیں جانتی۔ آپ تہذیب کے دائرے سے آگے نہ بڑھیں۔"

" تہذیب کا دائرہ کتنا بڑا ہے یہ بتا دیجئے۔"

" شاہد صاحب۔؟" ثریا غصہ سے جھلا کر بولی۔

" فرمائیے۔"

" آپ انسان نہیں جانور ہیں۔"

" یہ آپ سے کس نے کہدیا۔" عمران نے حیرت سے کہا۔ میں شاہد ہوں سیٹھ مال کا پڑا کا بیٹا۔ میرے باپ بہت بڑے زمیندار جاگیردار ہیں۔"

" مال پڑا آپ کے باپ کا نام ہے۔؟" شمسہ نے پوچھا۔

" جی ہاں۔" عمران نے سر ہلا دیا۔

" اور دادا کا نام۔؟"

" اکل کھڑا۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

" اور پردادا کا۔؟"

" دہی کا بڑا۔" اس بار بھی عمران کا لہجہ سنجیدہ تھا۔ وہ لوگ بے ساختہ ہنس پڑے۔ عمران حیرت سے دیدے نچا نچا کر انہیں دیکھنے لگا۔

" شاہد صاحب آپ کے پاس عقل بھی ہے یا نہیں؟" ثر

ے کہا۔ انداز مضحکہ اڑانے کا سا تھا۔

"جی ہاں۔ وہ میرے بڑے بھائی ہیں عقل السلیم"، عمران نے برجستہ کہا۔ اور وہ سب پھر مسکرانے لگے۔

"آپ آگرے سے چھوٹے ہوئے ہیں۔؟"

"آپ کو کیسے معلوم۔"، عمران نے الٹا سوال کر دیا۔

"آپ کی شکل سے معلوم دے رہا ہے۔"

"اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ گدو بندر سے نکل بھاگی ہیں۔" عمران کا لہجہ تمسخرانہ تھا۔ شمسہ جھلا کر کھڑی ہو گئی۔

"آپ سے بات کرنا اپنی عزت گنوانا ہے۔"

"جی نہیں۔ بات کرنے سے عقل آتی ہے اسی لئے میری بہن کہتی ہے کہ باتیں زیادہ کرنی چاہئیں۔"

"آپ کی بہن بے وقوف ہے۔" شمسہ جھلاتے ہوئے پھر بیٹھ گئی۔

"میں بھی یہی کہتا ہوں مگر لیڈی کہتے ہیں۔ کہ ہم دونوں ناکارہ ہیں۔ اور میرے استاد کہتے ہیں۔ کہ میں احمق ہوں۔"

"وہ لوگ صحیح کہتے ہیں۔ شمسہ نے کہا۔ آپ ... ہیں اسی قابل۔"

"یعنی۔ یعنی میں احمق ہوں۔"، عمران نے بھاڑ سا منہ کھول کر کہا۔

"آپ کو اب بھی کچھ شک ہے۔؟"

"گک ... کس بات میں۔؟"

"اپنے احمق ہوتے ہیں۔"

"نہیں۔" عمران نے سر ہلا دیا۔ انسان جب مونگ کی دال کھائیگا تو خود بخود احمق بن جائے گا۔ اور مجھے چونکہ روز کھانی پڑتی ہے اس لئے ذرا احمق ہوں۔"

"گڈ۔" ثریا نے کہا۔ اب آپ نے اپنی حقیقت بتائی ہے۔"

مونگ کی دال کے حوالہ پر کیپٹن فیاض نے گھور کر عمران کو دیکھا اور عمران بھی بوکھلا گیا۔ اسے اپنی حماقت کا احساس ہو چکا تھا مگر وہ عمران ہی کیا جس سے حماقتیں سرزد نہ ہوں۔ وہ فوراً اسی بات کو بناتے ہوئے بول پڑا۔ "جب میں کانسی کے اسٹیشن پر اترا وہاں بھی مونگ کی دال کھانے کو ملی۔ اور یہاں کے سٹی اسٹیشن پر بھی۔"

"کیوں۔ یہاں کے اسٹیشن پر کیوں۔؟" شمسہ نے پوچھا۔

"گوشت بھی تھا۔ مگر وہ مجھے پسند نہیں آیا۔ اسی وجہ سے میں نے دال کھائی۔"

"گوشت پسند کیوں نہیں آیا۔؟"

"یہاں کے باورچی بھی چغد معلوم ہوتے ہیں۔" عمران نے آہستہ سے کہا۔

"وہ کیوں۔؟" کرنل نے دلچسپی سے پوچھا۔

"وہ لوگ شوربے میں بوٹیاں لگاتے ہیں۔ اور یہ مجھے پسند نہیں ہے۔"

"اوہ پھر" کرنل کے منہ سے تحیر آمیز آواز نکلی۔
"میں بغیر لوٹیوں کے مشورے کو پسند کرتا ہوں۔" عمران نے کہا۔
"لیکن بغیر لوٹیوں کے مشورہ کس طرح تیار ہو سکے گا" ثریا نے پوچھا
"یہ میں نہیں جانتا" عمران نے کہا۔ میرا ملازم بغیر لوٹیوں کے مشورہ تیار کرتا ہے۔"
"اوہ مگر کس طرح۔؟"
"تم عورت ہو۔ اور تمہیں یہ بھی نہیں معلوم۔ کہ بغیر لوٹیوں کے مشورہ کس طرح بن سکتا ہے۔" عمران نے چیت سے دیدے نچاتے ہوئے کہا۔ اور ثریا جھینپ کر خاموش ہو گئی۔
"وہ آپ کا لوٹیا تا ہوگا" کچھ دیر بعد ثریا نے کہا۔
"کون۔؟"
"آپ کا ملازم۔"
"ارے نہیں۔ وہ تو داتو ہے" عمران نے بچکانہ ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔ ایک دن مجھ سے کہہ رہا تھا۔ کہ مرغی پہلے پیدا ہوئی تھی۔ اور انڈا بعد میں۔"
"یہ تو صحیح بات ہے۔ اس میں جھوٹ کی کیا بات ہے" ثریا کی سہیلی زرینہ نے کہا۔
"نہیں صاحب۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بغیر انڈے کے مرغی کس طرح پیدا ہو سکتی ہے؟" عمران نے ہاتھ نچاتے ہوئے کہا۔ آپ تو

وہی بات کر دی۔ کہ چھو کیا اور پتھر کی عورت میں جان پڑ گئی۔"

"اچھا اگر آپ لوگ بات کیجئے میں تو جا کر سوتی ہوں۔" شمسہ نے انگڑائی لیکر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ اور کرنل نے سر ہلا کر اسے جانے کی اجازت دے دی۔ اس کے ساتھ ہی ثریا اور اس کی سہیلی ندیہ بھی اٹھ گئیں کچھ دیر بیٹھنے کے بعد صغیرا و ناصر بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

"آپ کو نیند نہیں آرہی شاہد صاحب۔" فیاض نے براہ راست عمران سے سوال کیا۔

"جی نہیں۔ پرسوں میں جی بھر کر سو لیا ہوں۔"

"کیا بات ہوئی۔!" فیاض نے حیرت سے کہا۔

"ان کا مطلب ہے کہ یہ کل رات کو آرام سے سوئے تھے۔ اور اب سونے کا ارادہ نہیں۔" کرنل نے تصحیح کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ سمجھا۔ فیاض نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ تب تو یہ ہمارے ساتھ رات کو جاگ کر پہرہ دے سکتے ہیں۔" کیوں شاہد صاحب کیا خیال ہے۔"

"جی ہاں۔ انسپکٹر صاحب۔"

"کیپٹن۔" فیاض نے تصحیح کی۔

"بھول گیا۔" عمران نے سر ہلایا مجھے اکثر نام یاد نہیں رہتے۔"

"یادداشت کمزور ہے کیا۔؟"

"بچپن میں سبق یاد کرتے کرتے بتاشے کھا گیا تھا جب ہی سے یادداشت کمزور ہو گئی ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔" فیاض نے کہا۔ "جب شادی کر لوگے تب یادداشت لوٹ آئے گی۔"

"جی ہاں۔ آپ کی طرح سے میں بھی عقلمند ہو جاؤں گا۔"

"آیئے۔ ذرا ایک راؤنڈ لگا لیں۔" فیاض نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"بارہ بج چکے ہیں۔"

"ہاں چلئے۔"

کرنل نجفیا اور بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ایک گھنٹے تک وہ کوٹھی کا چکر لگاتے رہے۔ مگر کوئی بات قابل توجہ یا شک کی نظر نہ آسکی پھر وہ اسٹور روم والے دروازہ کے پاس آکر رک گئے۔

"یہ ہے اسٹور روم جس میں سے وہ پراسرار سایہ بغیر دروازہ کے کھولے نکل آیا تھا۔" کرنل نجفیا اور نے اسٹور روم کے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور فیاض اسے بغور دیکھنے لگا۔ پھر اس نے لکڑی سے اس کے ایک حصے کو ٹھونک بجا کر دیکھا۔ مگر کوئی بات بھی قابل توجہ نہ تھی۔ نہ کوئی ایسی چیز تھی جس سے یہ شبہ ہو سکتا کہ چوکھٹ کسی ذریعہ سے بغیر دروازہ کھولے کھل جاتی ہے۔ چند لمحے بعد وہ کرنل سے مخاطب ہوا۔

"آپ کو یقین ہے کہ وہ بغیر دروازہ کھولے باہر نکل آیا تھا۔"

"جی ہاں۔ میں نے اس میں اس کے نکلنے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی تالا ہی پڑا ہوا دیکھا تھا۔"

"حیرت ہے۔ آخر وہ کس طرح اس میں سے نکل سکا۔؟"

"دروازے کی جھریوں میں سے" عمران نے لقمہ دیا۔

"کیا مطلب۔؟" فیاض نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"بھی کہتی تھیں کہ جن بھوت ایک ذرا سے سوراخ میں سے دھواں بن کر نکل جاتے ہیں۔ اور وہ بھی ایک روح ہی ہے۔"

"آپ خاموش نہیں رہ سکتے۔" فیاض نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں۔ خاموش رہنے سے مجھے اختلاج شروع ہو جاتا ہے۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ اور فیاض اسے پھر گھور کر رہ گیا۔

پھر وہ لوگ وہاں سے پلٹے۔ اس بار وہ گیلری کی بتیاں بجھاتے جا رہے تھے۔ چند منٹ بعد کوٹھی تاریک ہو گئی۔ ڈرائنگ روم بھی تاریک ہی تھا۔ یہ لوگ تاریکی ہی میں آکر ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئے۔ عمران بھی ان کے ساتھ بیٹھا ہوا پائیں باغ کے اسی گوشے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جہاں سے وہ پراسرار سایہ نمودار ہوتا تھا۔ فیاض اور کرنل نجفیا کی نگاہیں بھی اسی طرف تھیں۔ فیاض نیند سے بچنے کے لئے بار بار سر جھٹک رہا تھا۔

"آپ سو جائیے کیپٹن صاحب۔ جب وہ پراسرار روح آئے گی تب میں آپ کو جگا دوں گا۔" عمران نے فیاض سے کہا۔ اور وہ جھلا گیا۔

"شاید صاحب مہربانی فرما کر آپ کمرے میں جا کر آرام کریں۔" کرنل نجفیا ور کا لہجہ تلخ تھا۔ عمران خاموش ہو گیا۔

پھر وہ شاید ڈھائی بجے کا ہی وقت تھا۔ جبکہ انہوں نے پائیں باغ کے اسی گوشے میں ہلکی ہلکی روشنی پھوٹتے ہوئے دیکھی اور عمران سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"ہوشیار ہو جایئے کیپٹن صاحب وہ آ رہا ہے۔" عمران نے فیاض کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ اور وہ لوٹھا کر باغ کی طرف دیکھنے لگا۔ کرنل نجفیا دربھی اسی طرف دیکھ رہے تھے۔ فیاض نے اپنی جیب سے اپنا سروس آٹومیٹک نکال لیا۔ اور وہ تینوں دروازے کے دائیں طرف کی بند کھڑکی میں جا کھڑے ہوئے۔ شیشے میں سے پائیں باغ کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔ فیاض غور سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس پراسرار روشنی کو پھیلتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ روشنی جھاڑیوں کے جھنڈ سے باہر نکل آئی۔ یہ ایک فٹ لمبی شمع تھی جس میں سے روشنی نکل رہی تھی۔ آس پاس روشنی ہونے کے باوجود بھی انہیں کسی ذی روح کا وجود یا سایہ بھی موم شمع کے نزدیک نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ بہت آہستہ آہستہ گردش کرتی ہوئی پائیں باغ کے حوض کی طرف بڑھ رہی تھی۔ پھر وہ حوض کے گرد چکر کھاتی ہوئی برآمدے کی طرف بڑھنے لگی۔ عمران بھی حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے گھور رہا تھا۔ اس کے لئے بھی یہ ایک حیرت انگیز بات تھی۔ اور اگر وہ دروازہ والا واقعہ اور شمع کے ساتھ والے پراسرار سائے کو نہ دیکھ چکا ہوتا تو وہ بھی اس کو روح ہی تسلیم کر لیتا۔ کچھ دیر بعد انہوں نے اس کی روشنی برآمدے میں پھیلتی ہوئی دیکھی۔ اور ساتھ

ہی کسی قسم کی آہٹ بھی محسوس کی۔ ایسی ہی جیسے کوئی گھسٹ رہا ہو اٹک اٹک کر چل رہا ہو۔ پھر وہ موی شمع برآمدے سے گیلری میں در آئی۔ اور گیلری کی تاریکی شمع سے لڑنے لگی۔ اس بار انھوں نے شمع کے ساتھ ہی ایک سائے کو بھی دیکھا۔

جو ایک ہاتھ سے موی شمع پکڑے ہوئے تھا۔ اور دوسرا ہاتھ نیچے بیجان جھول رہا تھا۔ چہرہ کسی مردے ہی کی طرح سفید اور جذبات سے یکسر عاری نظر آرہا تھا۔ ہو سکتا ہے۔ وہ شمع کی زردی مائل روشنی کا عکس رہا ہو۔ فیاض نے اپنے ریوالور پر گرفت مضبوط کرلی۔ اور ریوالور والا ہاتھ سائے کی طرف بلند کیا۔ ٹھیک اسی لمحے دوسرا سایہ اسٹور روم کی طرف جاتے جاتے تیزی سے ان کی طرف پلٹ پڑا۔ اور رک گیا اسکا رخ کھڑکی ہی کی طرف تھا۔ اسکی خوفناک اور بڑی بڑی انگارہ سی آنکھیں کھڑکی کو اس طرح گھور رہی تھیں جیسے وہ کھڑکی کا شیشہ توڑ کر اس کے اندر کا حال جان لینا چاہتی ہوں۔

فیاض ایک لمحہ کیلئے جھجک کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس وقت اسے بھی بچپن میں سنے ہوئے قصے یاد آرہے تھے۔ جنوں بھوتوں اور چڑیلوں کے قصے جو آدمی کو ختم کر دیتی ہیں یا اس پر سوار ہو جاتی ہیں۔ اسکا چہرہ خوف سے پیلا پڑنے لگا۔ مگر پھر بھی اس نے ہمت کر کے پرا سرار سائے کا نشانہ لیکر گولی چلادی۔ مگر اسکا ہاتھ کانپ رہا تھا ظاہر ہے گولی کا نشانہ بھی چوک ہی گیا ہوگا۔ مگر اسی لمحہ ایک ہلکی سی آواز ہوئی۔ اور موی شمع

فرش پر گر پڑی۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے کسی بھاری سی چیز کے فرش پر گرنے کی آواز سنی وہ لوگ تیزی سے جھپٹ کر کمرے سے باہر نکلے۔ عمران سب سے آگے تھا کرنل نجمتیا وسنے بڑھکر گیلری کا سوئچ آن کر دیا اور بجلی کی روشنی میں وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ گیلری کے فرش پر بچھے ہوئے موم سے ایک مختصر سی عبارت تحریر کی ہوئی تھی۔

"روحوں کو پریشان کرنے کا انجام برا ہوگا۔ میرے قاتلوں کو تلاش کرو۔ تاکہ مجھے سکون ملے۔"

عمران نے ہاتھ لگا کر دیکھا۔ تحریر تازی تھی موم ابھی پوری طرح خشک نہیں ہوا تھا۔ وہ لوگ حیران رہ گئے۔ عمران سوچ رہا تھا۔ وہ سایہ اندھیرا ہونے کے بعد ایک منٹ کے اندر اندر پراسرار طریقے پر غائب ہو گیا تھا اگر وہ کوئی انسان تھا تو کہاں جا کر غائب ہو گیا۔ اور اگر انسان ہی تھا۔ تو اس نے اس قدر آدھے منٹ سے بھی کم عرصہ میں وہ تحریر کس طرح لکھ ڈالی جبکہ اس کے لکھنے میں کم از کم پچیس بائیس منٹ ضرور ہی صرف ہوتے۔ حالانکہ وہ پراسرار سایہ کے گم اور روشنی کے جلنے میں صرف چند سیکنڈ ہی کا فرق تھا۔ اور کوئی بھی انسان اتنے کم وقت میں اتنی بڑی تحریر موم سے نہیں لکھ سکتا تھا اور وہ بھی پگھلے ہوئے موم سے؟ عمران سوچتا رہا۔ قیاض حیرت سے اس تحریر کو تک رہا تھا۔ اسکو روحوں والی افواہ پر یقین سا ہو چلا تھا مگر پھر بھی وہ شک و شبہ میں مبتلا تھا۔

عمران نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ ابھی صرف تین بجے تھے۔ وہ سوچ رہا تھا بلیک زیرو کہاں جا کر مرگیا۔ کیا اس نے دوسروں کو خبردار نہیں کیا؟ یقیناً کیا ہوگا۔ وہ عمران کے حکم سے سرتابی کرنے کی جرأت کبھی نہ کرسکتا تھا۔ فیاض نے جیب سے محدب شیشہ نکالا۔ اور اس پراسرار تحریر کے آس پاس کی جگہ دیکھنے لگا۔

"تحقیقات پھر کرتے رہنا۔ کرنل نجفیا ورنے کہا۔ پہلے باغ میں چل کر اس سائے کو دیکھ لینا چاہیئے۔ ممکن ہے کوئی اور سراغ بھی مل جائے۔"

"اوہ۔ مائی ڈیئر فیلو کیا ض"، عمران نے کہا۔ وہ شمع پھر آ ہی ہے عمران کے حملے پر فیاض کا منہ بن گیا لیکن آخری فقرہ سنتے ہی وہ چونک کر باغ کی طرف کھلنے والی کھڑکی میں دیکھنے لگا۔ باغ میں حوض کے پاس وہ شمع چکر لگا رہی تھی۔ پھر وہ ایک طرف بڑھنے لگی۔ پھر اچانک شمع بجھ گئی اور وہاں تاریکی چھا گئی۔ اندھیرا۔ گہری تاریکی۔

"اسے ہم بعد میں دیکھیں گے۔"، فیاض نے کہا۔ پھر وہ تحریر کے آس پاس کی جگہ دیکھنے لگا۔ وہ محدب شیشے کی مدد سے نشانات تلاش کر رہا تھا لیکن اسے مایوسی ہی ہوئی۔ وہاں سوائے تحریر کے اور کچھ نہ مل سکا۔ البتہ سیڑھیوں کا معائنہ کرتے پر انہیں اس قسم کے نشانات ملے جیسے کوئی بھاری سی چیز گھسیٹی گئی ہو۔ رگڑنے کے نشانات واضح تھے اور تازہ معلوم ہو رہے تھے۔ فیاض نے ان نشانات پر ایک دو تک دائرہ بنا کر ان کو محفوظ کر دیا۔ پھر وہ باغ کی طرف بڑھے

انھوں نے پہلے حوض کے آس پاس کی جگہ دیکھی وہاں انہیں کسی قسم کے بھی نشانات نہ مل سکے فیاض کے ساتھ عمران اور کرنل تجتیا دو دو لوگ موجود تھے فیاض جیبی ٹارچ کی مدد سے نشانات تلاش کر رہا تھا۔ لیکن کافی تلاش کے باوجود انہیں ناکامی ہوئی۔ یہاں سے وہ اس طرف بڑھے جس طرف جانے کے بعد شمع گل ہو گئی تھی۔ یہاں بھی انہوں نے چپہ چپہ دیکھ ڈالا لیکن بال برابر بھی نشانات نہ مل سکے نہ ہی یہ معلوم ہو سکا کہ یہاں کوئی آیا تھا۔ اس قطعے کی گھاس بھی کچلی ہوئی نہ تھی اور نہ ہی آگے بڑھ کر دیکھنے پر انہیں حد بندی کی دیوار میں کوئی نقب لگی نظر آئی انہیں مایوس و ناکام لوٹنا پڑا۔ یہاں ان کے لیے ایک اور حیرت ناک اطلاع تھی۔ کمرے کے فرش پر جہاں موم تھی۔ اب اس تحریر کی جگہ ایک دوسری تحریر لکھی نظر آ رہی تھی۔ لکھا تھا۔

"روحوں سے ٹکرانے والے فنا ہو جاتے ہیں۔ روحیں انسانی دسترس سے بالاتر اور ایک حقیقت ہیں ان سے منکر ہو کر اور ان کی تلاش کر کے گھاٹے میں رہو گے اپنی تلاش ختم کر دو۔ ایک بے گناہ قاتل کو تلاش کرو۔ یاد رکھو اگر تم نے اس کے علاوہ اور کچھ کیا تو نقصان اٹھاؤ گے۔ نقصان اٹھاؤ گے۔۔ نقصان اٹھاؤ گے۔"

وہ سکتے کی سی حالت میں اس تحریر کو دیکھ رہے تھے۔ عمران

نے اس تحریر کا بغور معائنہ کیا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا فیاض نے پاکٹ کیمرہ نکال کر اسکا فوٹو لے لیا۔

"اب اسکو ناپ بھی لو کپتان صاحب۔" عمران نے کہا اور فیاض چونک پڑا۔ پھر شاید یہ بات اس کی سمجھ میں آگئی اور اس نے تحریر ناپ کر ڈائری میں درج کرلی۔ اور عمران نے اسے اپنی یادداشت میں محفوظ کرلیا۔

"اب اس تحریر کا کیا کیا جائے۔؟" کرنل بجنتیا ورما نے کہا۔

"اسے صبح تک اسی طرح رہنا ضروری ہے" فیاض نے کہا۔

"کیوں۔؟"

"میں صبح اسکا جائزہ لیکر دیکھوں گا کہ یہ کس طرح تحریر ہوئی ہے میرے خیال سے یہاں کرسیاں لگا کر اسے محفوظ کر دیا جائے۔"

کرنل بجنتیا ورما نے رائے دی۔

"ٹھیک ہے۔ فیاض نے سر ہلا دیا۔ اور پھر دوسرے کمرے سے کرسیاں لاکر اس طرح رکھی گیئں کہ وہ تحریر محفوظ ہوگئی۔

"اب کیا پروگرام ہے۔؟ کرنل بجنتیا ورما نے جماہی لیکر کہا۔

"میرے خیال سے اب کچھ نہ ہوگا۔"

"نیند سو جانا بہتر رہے گا۔" عمران بول پڑا۔

"ٹھیک ہے۔" فیاض نے بھی تائید کردی۔ چلئے۔"

اور وہ اپنے کمروں کی طرف بڑھ گئے۔ عمران اب بھی کسی

سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں جو کہ کرنل بختیار کے کمرے سے آگے تھا داخل ہوا۔ اور آرام سے دروازہ لاک کر کے بستر پر دراز ہو گیا۔

لیکن اس کا ذہن اب بھی اسی تحریر اور مسئلے میں الجھا ہوا تھا آخر وہ شیخ کیا چیز ہے۔ اور وہ بوڑھا کون ہے۔ وہ تحریر کس طرح وجود میں آئی ہوگی۔؟ سوچتے سوچتے اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ اور پھر نیند کی وادیوں میں گم ہو گیا۔

-:-

کلاک نے دو کا گجر بجایا تھا۔ سناٹے میں اس کی آواز دور تک ابھری تھی۔ اور پھر خاموشی چھا گئی۔ ٹھیک اسی لمحہ جبکہ ثریا کے کمرے کی دیوار گیر گھڑی نے دو بجنے کا اعلان کیا۔ اس کے کمرے کا دروازہ آہستہ آہستہ کھلا اور ایک سراپا سیاہ وجود کمرے میں آیا۔ اور دروازہ پھر بند ہو گیا۔ کمرے میں تاریکی مکمل تاریکی۔ سناٹا بھی ایسا تھا کہ سوائے گھڑی کے ٹک ٹک کے یا سانسوں کی آواز کے اور کوئی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔ وہ سایہ آہستہ آہستہ کمرے میں بچھی ہوئی مسہریوں کی طرف بڑھا۔ اس نے جیب سے چھوٹی سی پن ٹارچ نکال کر اس کی روشنی کمرے میں ڈالی۔ اور اس کے سہارے آگے بڑھنے لگا۔

کچھ دیر بعد وہ مسہریوں کے پاس تھا۔ اس نے مسہری پر سونے والوں پر روشنی ڈالی۔ مسہری پر صرف ایک لڑکی محوِ خواب تھی۔ سائے نے اس کے چہرے پر روشنی ڈالی۔ یہ لڑکی ثریا تھی۔ اس نے شب خوابی کا لباس پہن رکھا تھا۔ وہ دوسری مسہری کی طرف مڑا۔ اس پر سونے والی لڑکی کے چہرے پر روشنی ڈالتے ہی اس نے اطمینان کی سانس لی تھی۔ یہ ثریا کی سہیلی زرینہ تھی۔ اس نے بھی شب خوابی کا دھاریدار لباس پہن رکھا تھا اور بے سدھ سو رہی تھی۔ سائے نے آہستہ سے اس کا شانہ پکڑ کر ہلایا۔ زرینہ پہلے تو کسمساتی رہی لیکن جب سائے نے مزید زور سے جھنجھوڑا تو وہ چونک کر اٹھ بیٹھی لیکن سائے پر نظر پڑتے ہی وہ خوفزدہ ہوگئی لیکن اس سے پہلے کہ وہ چیخ سکتی سائے نے اس کا منہ دبا کر اپنے چہرے پر ٹارچ کی روشنی ڈالی اسکا چہرہ دیکھتے ہی زرینہ نے اطمینان کی سانس لی۔ پھر بولی۔

"اگر ابھی میں چیخ پڑتی تو کیا ہوتا۔؟"

"تم کیسے چیخ سکتی تھیں۔" سائے نے بھرائے ہوئے لہجہ میں کہا۔

"میں نے پہلے ہی تمہارا منہ دبا دیا تھا۔"

"بہت چالاک ہو۔" زرینہ نے کہا۔

"اگر چالاک نہ ہوتا تو تم جیسی خوبصورت لڑکی مجھے کب لفٹ دیتی!"

"سائے نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

"واقعی۔؟ زرینہ نے کہا۔ "کیا میں خوبصورت ہوں۔؟"

"بہت زیادہ۔ سائے نے کہا۔ تم اپنی خوبصورتی کا اندازہ نہیں کر سکتیں۔ میرے دل سے پوچھو۔ کہ تم کو دیکھ کر میری کیا حالت ہو چکی ہے۔"

"اب آپ بنانے لگے۔" وہ شرما کر بولی۔

"بہت۔ سائے نے کہا آپ نہیں تم۔"

"سچ۔؟ زرینہ نے اس کے گلے میں باہیں ڈالتے ہوئے کہا۔

"سچ۔۔ بھولی آنے سچ۔" سائے نے اسکا چہرہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ اور زرینہ تیزی سے پیچھے ہٹ گئی۔

"کیوں۔؟"

"تمہارا جھوٹ ہے۔"

"تو کیا ہوا۔؟"

"وہ جاگ پڑے گی۔ کھٹکے کی نیند سوتی ہے۔"

"اوہ۔ وہ مسکرایا پھر بولا آؤ۔ دوسرے کمرے میں چلیں۔"

"لیکن ...؟" زرینہ نے احتجاج کرنا چاہا۔

"ارے آؤ بھی۔" سائے نے سرگوشی کی اور اسے بازوؤں میں اٹھا لیا۔

"چھو۔۔ چھوڑو۔۔ چھوڑو نا۔" زرینہ نے سائے کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"کیوں۔؟ سائے نے اسے دروازے کی طرف لے کر بڑھتے

ہوئے کہا۔ کیا چلو گی نہیں۔؟ بولو۔"

"ثریا جاگ پڑی تو کیا جواب دوں گی۔"

"کچھ بھی کہہ لینا۔"

"مگر...؟"

"اگر مگر کچھ نہیں۔" سائے نے کہا۔

"اچھا مجھے آنا دو تو سہی۔"

"نہیں اسی طرح چلو۔" سائے نے کہا۔ پھر دروازہ کو کھول کر باہر نکل آیا آہستہ سے دروازہ بند کیا اور دوسرے کمرے کی طرف بڑھا۔ یہ کمرہ ثریا کے کمرے کے برابر تھا۔ اسکا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہو گئے۔ سائے نے ایک ہاتھ سے اسے سنبھال کر دروازہ بند کیا اور مسہری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اور مسہری کے پاس اس نے زرینہ کو اتار دیا۔ پھر بولا۔

"کتنی خوبصورت ہو۔؟"

"اندھیرے میں بھی تم کو نظر آتا ہے" زرینہ دھیرے سے ہنس کر بولی۔

"ہاں تمہارا چاند سا چہرہ اندھیرے کے چاند کی طرح دمک رہا ہے" سائے نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"تم بھی تو بہت اچھے ہو۔" زرینہ نے دھیرے سے کہا اور اس کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ سایہ چند لمحے اسی طرح کھڑا رہا پھر

"میں تمہیں دنیا کی نعمتیں بخشوں گا۔ اور تم عیش کرو گی۔"

"سچ۔؟"

"سچ۔ تم خود دیکھ لو گی۔" سائے نے کہا۔

"اب مجھے جانے دو۔"

"نہیں۔ ابھی تو تم مجھ سے باتیں کرو گی۔ تم مجھے اپنا پروگرام بتاؤ گی۔" سائے نے کہا۔

"پروگرام" زرینہ چونک پڑی۔

"ہاں پروگرام۔" سائے نے مسکرا کر کہا۔ تم لندن جانا پسند کرو گی۔ یا پھر سوئیٹزرلینڈ کی سیر کرو گی۔"

"اوہ۔" زرینہ مسرت آمیز لہجے میں بولی۔ تم۔ تم مجھے لندن کی سیر کرا سکتے ہو۔ سوئیٹزرلینڈ بھیج سکتے ہو۔"

"ہاں۔" سائے نے مسکرا کہا۔

"کب بھیجو گے۔؟"

"جب تم چاہو۔" سائے نے کہا

"کیا تم بھی میرے ساتھ چلو گے۔" وہ بیخود ہو کر بولی۔

"ہاں میں بھی چلوں گا۔"

"پھر ہم کل ہی کیوں نہ چلیں۔"

"کل نہیں۔"

"کیوں۔؟"

"پاسپورٹ بنوانا پڑے گا۔ ویزا لینے میں بھی دیر لگے گی سے کیا سمجھیں"، سائے نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ۔ اب مجھے جانے دو۔"، زرینہ نے چونک کر کہا۔

"اچھی چلی جانا"، سائے نے کہا۔ پھر وہ خود مسہری کی پٹی پر بیٹھ گیا۔

"پاسپورٹ کب تک بن جائے گا۔؟"

"ایک مہینہ میں۔"

"اوہ۔ وہ جیسے مایوس ہو گئی۔

"فکر کی کیا ضرورت ہے۔ سائے نے سرگوشی کی۔ "تم یہاں پر مزے سے رہ سکتی ہو۔ کھاؤ پیو۔ تفریح کرو۔"

"لیکن میری نوکری۔"

"اچھی لڑکی اسے بھول جاؤ۔"

"مگر۔؟"

"مگر کیا۔ تم کو وہاں کیا ملتا ہے۔؟"

"ڈیڑھ سو روپے۔"

"بس۔ سایہ ہنسا۔ پھر بولا" ڈھائی سو روپے ہر ماہ مجھ سے لیتی رہنا۔"

"اوہ۔ تم کتنے اچھے ہو۔" وہ جلدی سے بولی۔

"اور تم بھی اچھی ہو۔" سائے نے کہا۔

"اچھا۔ اب میں جاؤں۔" زرینہ نے کہا۔

"ضرور۔" سائے نے کہا اور اس پر جھک گیا۔

"تم صرف دس ہزار کے بارے میں سوچو۔" سائے نے پھر سرگوشی کی۔ "جو کل تمہارے پرس میں ہوں گے۔ اور سب کچھ بھول جاؤ۔"

"اوہ... آں... آ..." زرینہ کسمسائی۔

"تم اچھی لڑکی ہو۔" سائے نے کہا۔ "اتنی رقم سے باآسانی زندگی کی مسرتیں حاصل کر سکو گی۔"

"لیکن۔" اس نے کہنا چاہا۔

"تمہارے ماں باپ ڈھائی سو روپے مہینہ پاکر پھولے نہ سمائیں گے تمہاری تعریف کریں گے۔" سائے نے کہا۔

"ہونہہ۔" زرینہ ماں باپ کے نام پر مسکرادی۔

کیپٹن فیاض نے صبح سے پہلے اٹھ کر اس تحریر کو دیکھنا تھا لیکن اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے وہاں پر سے تحریر کو غائب پایا۔ آس پاس جتنے حصے بھی تحریر سے بچھلا ہوا موم

تو فرش موجود تھا۔ لیکن تحریر نہیں تھی۔ وہ حیرت سے اسی جگہ کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔ چند لمحے وہ کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے اس جگہ کے پاکٹ کیمرے سے مزید فوٹو گراف لئے اور خوشی سے باغ کی طرف کھلنے والی کھڑکی کی طرف جاکر کھڑا ہو گیا۔ اب وہ رات کے واقعات پر غور کر رہا تھا۔ سوچ رہا تھا کہ جو کچھ رات دیکھا تھا۔ وہ صحیح تھا یا محض خواب۔؟ پھر کچھ سوچ کر وہ کھڑکی سے ہٹا۔ اور برآمدے کے ان نشانات کو دیکھا جو کسی چیز کے گھسٹنے سے بن گئے تھے لیکن اب وہ بھی غائب تھے۔ اس نے اس طرح سے سر ہلایا جیسے اسکو اسی چیز کی توقع ہو۔ کچھ سوچ کر وہ باغ کے اس حصے کی طرف بڑھا جس طرف وہ پراسرار آدمی غائب ہوا تھا۔ حوض کے آس پاس کی گھاس کو دیکھا۔ پھر وہ اس جگہ پہنچا جہاں کہ شمع کی روشنی یکدم غائب ہو گئی تھی۔ یہاں بھی کسی قسم کے نشانات نہ مل سکے اسکا ذہن چکرا کر رہ گیا۔ آخر یہ سب کیا ہے؟ کہیں یہ درحقیقت یہ مافوق الفطرت شے اور واقعات تو نہیں ہیں۔ کہیں وہ واقعی روح نہ ہو۔ لیکن؟ وہ اس دور میں جبکہ ایٹم بم تک وجود میں آچکا ہو اس قسم کی مافوق الفطرت چیزوں پر اعتقاد نہیں رکھتا تھا۔ وہ مایوس ہو کر واپس پلٹا۔ برآمدے کے اندر داخل ہونے پر اس نے کرنل نجفی اور کو دیکھا جو حیرت سے کھڑے موم کو دیکھ رہے تھے ان کی محویت اتنی تھی کہ فیاض کے قریب پہنچنے پر بھی نہ چونکے۔ مجبوراً فیاض کو کھنکارنا پڑا۔ اور

کرنل بختیاور چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"اوہ۔ کیپٹن۔" وہ فیاض سے بولے۔

"صبح بخیر۔" فیاض نے ان کی بات کاٹ کر کہا۔

"صبح بخیر۔ کرنل نے کہا۔ کیا تم نے یہ سب دیکھا۔؟" ان کا اشارہ موم کی تحریر کی طرف تھا۔ جس کی جگہ اب صرف موم رہ گیا تھا۔ پگھلا ہوا موم جس کی باریک سی تہہ فرش پر تھی۔

"جی ہاں۔ تحریر غائب ہے۔"

"اور فرش کے پاس جو سیر لکھیوں پر نشانات تھے وہ۔؟"

"وہ بھی غائب ہیں۔"

"مائی گاڈ۔ کرنل بختیاور نے کہا۔ یہ سب کیا ہے میں نہیں سمجھ سکا۔"

"میں خود بھی ابھی تک کچھ نہیں سمجھ سکا۔" فیاض نے کہا۔

"کیا یہ درحقیقت روحوں کا ہی چکر ہے؟"

"میں اسے نہیں مانتا۔" فیاض سر ہلا کر بولا۔

"لیکن۔ کرنل نے کہا یہ گزشتہ رات والے واقعات۔؟"

"یہ مافوق الفطرت ضرور نظر آتے ہیں لیکن میں انہیں روحوں کا کارنامہ سمجھنے پر تیار نہیں ہوں۔ ان میں انسانی ہاتھوں کا کافی دخل ہے۔"

"لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کیا ہے!" کرنل الجھے

ہوئے لہجے میں بولے اور باتھ روم کی طرف بڑھ گئے۔ فیاض اپنے کمرے کی طرف مڑ گیا۔ لباس بدل کر جب وہ ناشتے کی میز پر پہنچا تو وہاں سب ہی موجود تھے۔ کرنل کے علاوہ سب کے چہروں پر مسکراہٹ تھی شاید عمران نے کوئی مضحکہ خیز بات کہی تھی۔ فیاض خاموشی سے اپنی کرسی پر بیٹھ گیا اور اس کے بیٹھتے ہی ناشتہ شروع ہو گیا۔

"تمہارا رات کے واقعات کے بارے میں کیا نظریہ ہے۔" کرنل بجتیا ور نے فیاض سے پوچھا۔ اور فیاض سلائس پر مکھن لگاتے ہوئے بولا۔

"ابھی وہ واقعات ٹھیک طرح سمجھ میں نہیں آئے ہیں۔ میں نے رات کے باقی حصے میں بھی ان پر غور کیا تھا۔ اور اب بھی کر رہا ہوں۔"

"یعنی تم کوئی قطعی رائے نہیں دے سکتے۔"

"سر دست یہ کہنا کہ وہ واقعات کیا ہیں فضول ہی ہوگا۔"

"کیوں۔؟" صغیر نے پوچھا۔

"اسلئے کہ جب تک میں ان واقعات کی تہہ تک نہ پہنچ جاؤں ان کو سمجھنا مشکل ہوگا اور اسی لئے ان پر رائے زنی نہیں کی جا سکتی۔"

"میرے خیال سے تو وہ ڈیڈی کی روح ہی ہو سکتی ہے۔" خریانے کہا انکل نے اسکا اشارہ کرنل بجتیا ور کی طرف تھا۔ رات کے جو واقعات بتائے ہیں وہ یہی ظاہر کرتے ہیں کہ ڈیڈی کی روح اپنے قاتلوں سے انتقام لینے کے لئے بے چین ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" ناصر نے جواب دیا۔ اور حلوے کی پلیٹ کو عمران کی طرف کھسکاتے ہوئے بولا۔

"ارے شاہد صاحب۔ آپ تو کچھ بھی نہیں کھا رہے۔ یہ حلوہ لیجئے۔ ناسپیشل آپ کے لئے بنوایا گیا ہے۔ لیجئے لیجئے تکلف برطرف۔"

"یس... بہت خوب۔ کیا مس نجمہ نے بنایا ہے۔"

"مس شمسہ پلیز۔" ناصر نے کہا۔ آپ اکثر نام بھول جاتے ہیں۔"

"سوری مسٹر ڈاکٹر مجھے نام یاد نہیں رہتے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"ڈاکٹر نہیں ناصر۔ میرا نام ناصر ہے۔"

"اوہ۔ دیکھئے میں پہلے ہی جناب کو اس بارے میں بتا چکا ہوں۔"

"آپ کی تعلیم کہاں تک ہے۔؟" شمسہ نے پوچھا۔

"ایف اے سے نیفے تک۔"

"جی۔ وہ سب ہنس پڑے تھے۔

"کیا میں نے کوئی غلط بات کہی ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"آپ نے ایف اے سے نیفے تک تعلیم حاصل کی ہے۔" شمسہ ہنس کر بولی۔

"اوہ۔ میں نے یہ کہا تھا۔" عمران نے حیرت سے دیدے نچائے۔

"جی ہاں۔ یہی کہا تھا۔" صغیر نے کہا۔

"ثریا کی بچی۔" عمران خلا میں مکہ نچا کر بولا۔

"جی۔ کیا فرمایا۔؟ ثریا آنکھیں نکال بولی۔

"او... ہمپ۔" عمران نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے۔
"آپ مجھے گالیاں دے رہے ہیں۔" ثریا بھلا کر بولی۔
"نن... نہیں۔" عمران نے کہا۔
"پھر یہ ثریا کی بچی کیوں کہا تھا۔؟"
"وہ۔ مم۔ میری بہن کا نام بھی یہی ہے۔" عمران ہکلا ہکلا کر بولا۔
"یعنی ثریا۔"
"نج... جی ہاں۔"
"اوہ۔ ثریا نے یک بیک چہرے پر نرمی طاری کرتے ہوئے کہا۔ وہ آپ کو بہت زیادہ پریشان کرتی رہتی ہے۔"
"جی آپ نے ٹھیک اندازہ لگایا ہے۔"
"مسٹر شاہد آج آپ کا کیا پروگرام ہے۔" فیاض نے دخل دیا
"پروگرام۔؟ عمران نے سوچتے ہوئے کہا شکار کھیلوں گا۔"
"جی۔ ثریا چونکی تھی۔
"جی ہاں۔" عمران نے کہا۔ آپ کو حیرت ہے مس نچایا۔
"ثریا۔" ثریا غرا کر بولی۔
"سوری مس ثریا۔"
"یہاں شکار نہیں ہوتا مسٹر شاہد۔" ناصر نے کہا۔
"کیوں نہیں ہوتا۔" عمران نے حیرت سے پوچھا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے یہاں شکار نہ ہونے پر حد سے زیادہ حیرت ہو رہی ہو

"اس لئے کہ یہ شہر ہے۔"

"ارے جایئے کسی اور کو بیوقوف بنایئے۔" عمران ہاتھ نچا کر بولا

"کیا مطلب۔؟" ناصر نے پوچھا۔

"شہر میں سب سے زیادہ شکار ملتا ہے۔"

"کس نے بہکا دیا آپ کو۔"

"اس میں بہکانے کی کیا بات ہے۔ عمران نے کہا۔ میں نے خود شہر میں شکار کیا ہے اور درجنوں مرتبہ کیا ہے۔ کیا سمجھے۔"

"حیرت کا مقام ہے۔"

"شاید کتوں کا شکار کیا ہوگا۔" شمسہ نے لقمہ دیا۔

"جی نہیں۔ چڑیلوں کا۔" عمران نے کہا چہرے پر دائمی طور پر برسنے والی حماقت طاری تھی۔ وہ حد درجہ مضحکہ خیز نظر آ رہا تھا۔

"اوہ۔ وہ سب ہنس پڑے۔ ناشتہ ختم ہو چکا تھا۔ وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے اور برآمدے میں آ کر بیٹھ گئے۔ عمران فیاض کی پشت دیکھ کر چونکا تھا۔ اسکے سیاہ کوٹ کی پشت پر سرخ رنگ سے ایک تحریر لکھی ہوئی تھی۔ عمران نے قریب سے دیکھا اور دوبارہ چونک پڑا۔ فیاض کی پشت پر تحریر سیاہی سے لکھی ہوئی تھی۔ بلکہ وہ موم سے تحریر کی گئی تھی۔ بالکل اسی طرح جسطرح رات کو فرش پر نظر آئی تھی۔ وہ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"آج آپ کا کیا پروگرام ہے۔" کرنل بختیار نے فیاض سے پوچھا۔

"ڈیوٹی پر واپس جاؤں گا۔"

"کوئی ضروری کام۔؟"

"جی ہاں۔ اس کیس کے بارے میں مختلف چیزوں کی تصدیق کرنی ہے۔"

"میرے لئے کوئی کام ہو تو بتاؤ۔"

"ضرور۔ فیاض اٹھ کھڑا ہوا۔ اچھا اجازت دیجئے۔"

"ابھی اجازت نہیں ملے گی۔" عمران بڑبڑایا۔

"میں تم سے مخاطب نہیں ہوں۔" فیاض غرا کر بولا۔

"اور میں بھی تم سے نہیں بول رہا۔"

"تو کیا فرشتوں سے باتیں کر رہے ہو۔" فیاض نے پھاٹک کھانے والے لہجے میں کہا اور عمران کو گھورنے لگا۔ اسکو عمران کا بول پڑنا گراں گزرا تھا۔

"جی نہیں روحوں سے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب اللہ جانے۔"

"مت بکواس کرو۔ فیاض غرایا۔ پتہ نہیں کس نے یہاں آنے کی تم کو اجازت دیدی ہے۔ کچھ عقل بھی مانگ لائے ہوتے۔"

"فیٹن فیاض۔" عمران نے کہنا چاہا۔

"کیپٹن فیاض۔" فیاض برا سا منہ بنا کر بولا۔ اور قہقہہ و تریلے کے ساتھ زرینہ بھی ہنس پڑی۔ فیاض کا پارہ مزید چڑھ گیا۔

"سوری۔ میں یہ کہہ رہا تھا۔ کہ سنبھل کر جانا۔"

"تم کون ہو نصیحت کرنے والے۔"

"سن تو لو۔ یا تو اس چکر کو چھوڑ دو۔ ورنہ نتائج کا سامنا کرنے کیلئے تیار

رہو۔ یہ روحوں کی وارننگ ہے تم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے وہ امر ہیں امر ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔" فیاض پھر بولا۔ اب میں شبہے میں تم کو گرفتار کرتا ہوں تم حد سے بڑھتے جا رہے ہو۔"

"کس جرم کے شبہے میں پکڑو گے۔" عمران نے سہم کر پوچھا۔

"تم نے روحوں کی طرف سے جو مجھے دھمکی دی ہے۔"

"آہ۔" عمران کراہ کر بولا۔ "ناعاقبت اندیشی۔"

"کیا۔؟" فیاض دہاڑ کر بولا۔

"سو۔ سوری کیپٹن۔" عمران نے کہا۔ "تمہاری مکر پر یہی کچھ رہے۔"

"مت بکو۔" فیاض پھر کر بولا۔ وہ تینوں لڑکیوں کے سامنے اس طرح اپنی بے عزتی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

"میں نہیں کہتا۔ مگر تمہاری مکر کہتی رہے گی۔"

"ہاتھ آگے بڑھاؤ۔" فیاض جیب میں ہاتھ ڈالتا ہوا بولا۔

"لک کیوں۔؟"

"ہتھکڑیاں لگاؤں گا۔"

"پہلے اپنی مکر کی خبر لو۔" عمران نے کہا۔ اور فیاض مڑ کر مکر کی طرف ہاتھ لہرانے لگا۔ اس کا چہرہ غصہ سے سرخ ہونے لگا تھا۔

"آں۔ آں۔ کوٹ اتار کر ورنہ ایک سراغ مٹ جائیگا۔" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ اور فیاض نے کوٹ اتار لیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے تحیر آمیز آواز نکلی۔ اسکی نظر کوٹ پر موجود تحریر پر پڑ چکی تھی۔ لکھا تھا۔

تمہارے لیے آخری موقع ہے اگر تم چاہو تو میرے قاتلوں کو گرفتار کر کے نہ صرف میری روح کو تسکین پہنچا سکتے ہو بلکہ پولیس میں بھی نمایاں مقام حاصل کر سکو گے اگر تم اسی چیز پر اڑے رہے کہ روحوں کا کارنامہ ہے۔ یا انسانوں کا۔ تو نقصان اٹھاؤ گے جانے سے پہلے فیصلہ کر لینا کہ تم مجھے میرے قاتلوں کو پکڑ کر تسکین پہنچاؤ گے یا میری حقیقت جاننے کی خاطر موت کو گلے لگاؤ گے۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد یہاں سے جانا۔ ورنہ تمہاری زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ فقط بے چین روح

"اوہ۔ فیاض نے حیرت سے کہا۔ یہ تحریر۔

"رات ہی جیسی ہے۔" عمران نے لقمہ دیا۔

"میرے خیال سے تمہارے ہاتھ ایک سراغ آگیا ہے۔" کرنل نجمی الدین نے جواباً کہا۔

"جی نہیں۔ یہ کوئی سراغ تو نہیں ہے لیکن اب یہ معلوم کرنے میں آسانی رہے گی کہ یہ سب تحریر کس طرح لکھی گئی ہے۔"

"تم یہ نہ معلوم کر سکو گے۔"

"کیوں۔؟"

"کیونکہ یہ تحریر بمعہ کوٹ کے چند لمحے بعد غائب ہو جائے گی۔"

"پھر الٹی سیدھی ہانکی۔"

"تمہاری مرضی۔" عمران نے شانے اچکائے پھر ٹھیک اسی لمحے فیاض کے کوٹ پر شعلہ سا کوندا۔ اور وہ تحریر جلنے لگی۔ چند ہی لمحوں بعد وہاں فرش پر راکھ کا

ڈھیر تھا۔ اور کچھ بھی نہیں۔

"تو تم ہی اصل مجرم ہو۔" فیاض نے کہا۔

"کک۔۔۔ کیا مطلب۔؟" عمران نے چونک کر پوچھا۔

"اب مطلب بھی بتانا پڑے گا۔" فیاض غرایا۔ "ابھی تم نے کیا کہا تھا۔؟"

"یہی کہ کوٹ اور تحریر غائب ہو جائیں گے۔"

"اور اب کوٹ مل گیا۔"

"تو تم اب اسی لئے مجھے مجرم کہہ رہے ہو۔" عمران نے کہا۔

"ہاں۔"

"کیپٹن فیاض۔" عمران نے کہا۔ کوٹ کی تحریر میں فاسفورس موجود تھا۔ تحریر سے اسطرح کی چمک ابھری تھی جیسے کہ فاسفورس کے شعلے سے نکلتی ہے اگر یقین نہ ہو تو کوٹ کو لیبارٹری بھیجدو۔"

"اگر بات جھوٹ نکلی تو بند کر دوں گا۔" فیاض نے دھمکی دی۔

"سو بار بند کر دینا۔"

"ہم۔" فیاض نے کہا۔ آپ ان کو میرے آنے تک روکے رکھیئے پھر وہ عمران کو گھورتا ہوا کیبن سے نکل گیا۔ اس کی موٹر سائیکل موجود تھی۔ وہ اسی پر بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔ شمسہ۔ ثریا۔ زرینہ اور ناصر حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے اور ناصر خوشی سے کانپ رہا تھا۔

○

جولیانا فسٹروا ٹر نے رسالہ میز پر پٹخ دیا۔ وہ ناشتہ کرنے کے بعد رسالہ لیکر بیٹھی ہی تھی۔ کہ فون کی گھنٹی بول پڑی۔ اس نے جھلا کر ریسیور اٹھایا اسوقت وہ بڑے خوشگوار موڈ میں تھی لیکن صبح ہی صبح فون۔؟ اسکا موڈ بگڑ گیا تھا۔ ہر وقت کام۔ ہر وقت کام۔ وہ اکتا کر رہ گئی تھی۔ اس نے جھلائے ہوئے انداز میں ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"ہیلو۔ جولیا فسٹروا ٹر اسپیکنگ۔" لہجہ پھاڑ کھانے والا تھا۔

"جولیا۔ کیا بات ہے۔" دوسری طرف سے ایکسٹو کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی اور جولیا کے پورے جسم میں پھریریاں سی دوڑ گئیں۔

"جج... جی... جی" وہ ہکلا کر رہ گئی چہرے پر گھبراہٹ تھی۔

"کیا ہوا تم کو۔" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ "تنویر نے فون کیا تھا۔"

"جج... جی نہیں" وہ خود پر قابو پاتی ہوئی بولی۔

"پھر تمہارا لہجہ۔؟"

"ہم۔ معافی چاہتی ہوں جناب۔" جولیا نے تیزی سے کہا۔ اسوقت میں ذہنی الجھنوں میں پھنسی ہوئی تھی۔ اسی لئے لہجہ سخت تھا۔

"ہم... دوسری طرف ایک لمحہ کے لئے خاموشی رہی۔ پھر ایکسٹو کی آواز ابھری۔ "تمہارا جواب معقول اور تسلی بخش نہیں ہے۔"

"جی... وہ... یعنی کہ... جولیا کچھ نہ کہہ سکی۔ ایک وہی نہیں ایکسٹو

کے سامنے ماتحت اس سے گفتگو کرتے وقت گڑبڑا جایا کرتے تھے اور ان پر اس طرح تھرتھری اور گھبراہٹ طاری ہو جاتی تھی جیسے وہ ایجیٹو کی بجائے موت سے ہمکلام ہو۔

"یعنی یہ کہ اب تمہاری عقل چرنے گئی ہے۔" ایجیٹو کی غصیلی آواز سنائی دی لیکن جولیا کچھ بھی نہ کہہ سکی بس خاموشی سے ہونٹ کاٹتی رہی۔ ایجیٹو نے پھر پوچھا اب تک کی کیا رپورٹ ہے۔؟"

"پوسٹ مارٹم کی رپورٹ آپکو بتا ہی چکی ہوں۔" جولیا نے کہا۔

"آگے کہو۔" ایجیٹو کی آواز اس بار نرم تھی۔

"میں نے فاور کو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ لینے بھیجا تھا۔ اور صفدر کو کیپٹن فیاض کی نگرانی پر لگایا تھا۔ صفدر نے صبح اطلاع دی تھی کہ فیاض کرنل نجمتیاور کی کوٹھی سے نکل کر سیدھا پولیس اسٹیشن اور وہاں سے ہسپتال پہنچا تھا۔"

"آگے کہو۔ رکو مت۔"

"تیار ہی ہوں جناب۔" جولیا نے کہا۔ فیاض کی نگرانی کرنے پر ایک ایسا آدمی بھی نظر آیا ہے کہ جس نے رات بھر کرنل نجمتیاور کی کوٹھی کی نگرانی کی تھی اور صبح جب کیپٹن فیاض وہاں سے موٹر سائیکل پر روانہ ہوا تو وہ آدمی دوسری موٹر سائیکل پر اسکے پیچھے تھا۔ دونوں ہسپتال تک ایکدوسرے کے تعاقب میں گئے تھے۔"

"صفدر نے ان کا تعاقب کیا تھا یا نہیں۔؟"

"صفدر دونوں کے پیچھے تھا۔ سول ہسپتال سے فیاض اپنے گھر چلا گیا تھا جس کے بعد وہ آدمی آگے روانہ ہو گیا۔ اور اس کے بعد اب تک اس کیطرف سے کوئی اطلاع نہیں مل سکی ہے۔"

"صفدر نے آخری مرتبہ کب اطلاع دی تھی۔؟"

"آدھے گھنٹے قبل جناب۔"

"اس نے فون کیا تھا۔؟"

"جی نہیں۔ ٹرانسمیٹر پر کال کی تھی۔"

"ٹھیک ہے اب اگر اسکی کال آئے تو اس سے کہنا کہ اگلی اطلاعات ڈی سکس ٹرانسمیٹر پر دیتا ہے۔ میں ہر وقت اطلاعات کا منتظر رہوں گا۔"

"دیری ویل سر۔"

"خاور کی اب کیا رپورٹ ہے۔؟"

"خاور اب واپس گھر جا چکا ہے۔"

"لاش کب تک مل سکے گی۔؟"

"اقبال کی لاش۔؟"

"ہاں۔ اقبال کی لاش۔"

"وہ آج کرنل کے حوالے کر دی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ خاور سے کہو کہ اب وہ کرنل نجمیا ور کی کوٹھی کی نگرانی کسے اور ہر مشتبہ آدمی کے بارے میں معلومات کرتا ہے۔"

"میں اسے ابھی روانہ کرتی ہوں۔"

"جوہان کو فون کرو۔ اسکے لئے یہ کام ہے کہ وہ اس بات کی تصدیق کسے کہ کرنل نجت بہادر کی لاش کس قبرستان میں دفن ہوئی تھی۔ اور یہ کہ جب لاش دریافت ہوئی ہے تو اس کی شناخت کس طرح کی گئی تھی۔ یہ بہت اہم رپورٹ ہوگی۔"

"بہتر ہے جناب۔ جولیا نے کہا۔ کیا ایک سوال پوچھ سکتی ہوں۔"

"ایک نہیں۔ دو پوچھو۔"

"کرنل بخت بہادر کی لاش تو چہرے ہی سے شناخت کی گئی ہوگی کیونکہ وہ بہت مشہور اور سوشل آدمی تھے۔"

"کیا تم ان سے واقف تھیں۔؟"

"یس سر۔ میں انہیں شناخت کر سکتی تھی۔"

"کوئی خاص پہچان۔!"

"ان کے داہنے کان سے اسکے کلے پر ایک ابھرا ہوا سیاہ مسہ تھا۔"

"اور کوئی نشانی۔؟"

"بس یہ بھی اسلئے مجھے یاد ہے کہ ایک قحبہ پارٹی میں میں نے ان کے ساتھ رقص کیا تھا۔ آپ کو لیڈی فرگوسن والا کیس یاد ہی ہوگا۔ جب ہم لیڈی فرگوسن کی کوٹھی پر مدعو تھے۔"

"کرنل بخت بہادر وہاں موجود تھا۔؟"

"جی ہاں۔ وہ بھی مہمانوں میں شامل تھا۔ لیڈی فرگوسن نے خود ہی انکا مجھ سے تعارف کرایا تھا۔ اسوقت شاید کرنل کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی۔"

"وہ ان کی دونوں بیٹیوں میں سے ایک ہوگی۔"

"یہی بات ہوگی جناب۔"

"خاور سے اطلاع تم پیسو کر کے ٹرانسمیٹر پر نشر کروگی۔"

"بہت بہتر جناب۔ میں کس وقت جناب کو کال کروں۔!"

"تین بجے پھر رات کو آٹھ بجے ایمرجنسی کی صورت میں ہر وقت۔"

"بہتر جناب۔"

"رائٹ" فون کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔ جولیا نے کریڈل دبایا اور دوبارہ نمبر ڈائل کئے دوسری طرف سے سلسلہ قوراً ہی مل گیا۔

"اے ایز خاور۔" دوسری طرف سے خاور کی آواز سنائی دی۔

"جولیا اسپیکنگ۔"

"اوہ جولیا۔ کیا بات ہے۔؟" خاور نے پوچھا۔

"ایکسٹو کے آرڈرز۔"

"کیا آرڈرز ہے۔ بولو۔"

"ایکسٹو کا حکم ہے کہ تم کرنل نجت بہادر کی کوٹھی کی نگرانی کرو۔ اور کسی بھی مشتبہ آدمی کو نظر سے بچ کر نہ نکلنے دو۔"

"یہ وہی کرنل نجت بہادر تو نہیں ہیں۔ جن کی موت کے بعد تمام کاروبار ان کے منہ بولے بھائی کرنل نجتیا ور نے سنبھالا ہوا ہے۔"

"وہی وہی۔" جولیا نے سر ہلا دیا۔

"لیکن اس کی نگرانی کی ضرورت کیوں پیش آگئی۔؟"

"ایکسٹو کا حکم۔"

"یہ ایکسٹو بھی عجیب عجیب حکم دیتا رہتا ہے۔" خاور نے کہا۔

"لیکن وہ تمام حکم بے مقصد تو نہیں ہوتے۔"

"اسی بات پر تو اسکی ذہانت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔" خاور نے کہا۔

"کب جا رہے ہو۔؟"

"بس فون بند کر کے چل دوں گا۔"

"جاؤ۔" جولیا نے کہہ کر ریسیور رکھنا ہی چاہا تھا کہ خاور کی آواز آئی۔

"سنو جولیا۔ جولیا۔"

"کیا ہے۔؟" جولیا نے ریسیور دوبارہ کان سے لگا لیا۔

"تمام اطلاع تم کو دوں۔ یا براہ راست ایکسٹو کو۔"

"تمام اطلاعات مجھے دینا۔"

بس یہی پوچھنا تھا۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔ جولیا نے ریسیور اٹھایا ہی تھا کہ ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ جولیا دوسرے کمرے میں آئی اور ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

"اٹ از صفدر۔ کالنگ جے واٹر... کالنگ جے واٹر۔ اوور۔"

"یس۔ جولیا ناؤ اسپیکنگ اوور۔" جولیا نے جواب دیا۔

"اٹ از صفدر۔ اوور۔"

"کیا رپورٹ ہے۔ اوور۔"

"وہ آدمی کیفے نغمانہ میں موجود ہے۔ یہاں پر وہ ملازمت کرتا ہے۔ اس کو بحیثیت سپروائزر رکھا ہوا ہے۔ اوور۔"

"اور کچھ۔ اوور۔"

"اس کا قد لمبا ہے جسم گٹھیلا۔ نام یال آر کی ہے۔ دو مرتبہ کا سزا یافتہ ہے داہنے گال پر ایک سفید دھبہ ہے۔ اوور۔"

"کیفے نغمانہ کہاں ہے۔؟ اوور"

"گیارہویں شاہراہ کے دوسرے چوراہے کی بائیں گلی میں اوور۔"

"رائٹ۔ یہ اطلاع ایکسٹو کو دی جارہی ہے۔ اب تم براہ راست ایکسٹو کو اطلاع دو گے۔ نمبر نوٹ کرلو۔ ڈی سکس۔ اوور۔"

"او کے میں نے نوٹ کرلیا۔ اب براہ راست اطلاع دیدوں گا۔ کیا میرے لئے اور بھی کوئی حکم ہے یا۔۔۔ اوور۔"

"نہیں۔ اور کچھ نہیں ہے۔ اوور اینڈ اسٹاپ۔" جولیا نے ٹرانسمیٹر کا سیٹ آف کردیا۔ اور واپس فون والے کمرے میں آئی اور فون پر چوہان کے نمبر ڈائل کئے گھنٹی بولتی رہی لیکن دوسری طرف سے ریسیور نہیں اٹھایا گیا۔ جولیا نے سلسلہ منقطع کر کے دوبارہ نمبر گھمائے۔ اس مرتبہ ایک منٹ بعد سلسلہ مل سکا تھا۔ دوسری طرف سے چوہان کی آواز آئی۔

"اتنی دیر۔؟" جولیا نے سختی سے کہا۔

"اوہ۔ جولیا میں باتھ روم میں تھا۔" چوہان نے جلدی سے کہا۔

"لیکن اتنی دیر میں نے دوسری مرتبہ فون کیا ہے۔"

"تم تو ایکسٹو کی طرح ڈانٹ رہی ہو۔ جولیا۔ خیر کیا پیغام ہے۔"

"تم کو کرنل نجمت بہادر کے بارے میں چھان بین کرنی ہے۔"

"ان کا محل وقوع کیا ہے۔؟"

"کرنل نجمت بہادر کو نہیں جانتے۔؟" جولیا نے حیرت سے کہا۔

"کیا وہی تو نہیں جن کی لاش کوٹھی سے سڑی ہوئی برآمد ہوئی تھی۔"

"ہاں وہی۔"

"ان کے بارے میں کیا معلوم کرنا ہے۔؟"

"یہی کہ ان کی لاش کی شناخت کس طرح کی گئی تھی اور کس نے شناخت کی تھی۔ اور لاش کس قبرستان میں دفن کی گئی ہے ——

—— پوسٹ مارٹم ہوا بھی تھا یا ایسے ہی انہیں دفنا دیا گیا تھا۔"

"اتنے بہت سے کام۔ خیر میں چار بجے تم کو اطلاع دے سکوں گا۔"

"رپورٹ جلد از جلد چاہیئے ہے۔"

"کام سخت ہے۔ وقت تو لگے ہی گا۔"

"اچھا۔ میں منتظر رہوں گی۔"

"ایک بات۔ چوہان نے کہا۔ کیا یہ کوئی کیس بن رہا ہے۔؟"

"معلوم نہیں۔" جولیا نے کہا۔ اس کے بارے میں ایکسٹو ہی بہتر بتا سکے گا۔ میں بھی انجان ہوں۔ اور کچھ نہیں جانتی۔"

"دوسری بات۔ وہ احمق المعظم نظر نہیں آئے۔"

"کون۔؟" جولیا نے پوچھا۔ حالانکہ وہ سمجھ گئی تھی کہ چوہان کا اشارہ کس طرف ہے۔ وہ یقیناً عمران کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔

"عمران۔" چوہان نے کہا۔ اگر یہ کوئی کیس ہی ہے تو وہ سب سے پہلے اس کیس کو بھگا ہوگا۔ اور اب تک نہ معلوم کہاں تک پہنچ گیا ہوگا۔

"کیوں۔؟ اس کی وجہ۔؟"

"وجہ کیا آج تک بھی نہیں ہوا۔ چوہان نے کہا کہ ایکسٹو نے جس کیس کے لئے ہمیں احکامات دیئے عمران سب سے پہلے ان میں ملوث سامنے آیا ہے

اور پھر بازی بھی اسی کے حق میں پلٹتی رہی ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن یہ سب ایکسٹو ہی کی عنایت کا نتیجہ ہے۔" جولیا نے کہا ورنہ بعض مواقع پر اگر ایکسٹو اس کی مدد نہ کرتا تو وہ پھر کہاں ہوتا۔"

"یہ بھی بات ٹھیک ہے۔" چوہان نے کہا میرے خیال سے ایکسٹو سوا ہے اور عمران سیر کیوں۔؟ اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔؟"

"میری رائے یہ ہے کہ تم جلد از جلد کام شروع کر دو۔"

"او کے بیٹم چوہان نے کہا۔ اور جولیا نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ اب پھر کرسی پر بیٹھ کر رسالے کی ورق گردانی کرنے لگی تھی لیکن اسکا ذہن عمران میں الجھا ہوا تھا اسکو اسکی حماقتیں پیاری تھیں لیکن بعض دفعہ اسے ان حماقتوں پر بھی غصہ آجاتا تھا اور کبھی ایسی سچویشن پیدا ہو جاتی کہ وہ فیصلہ نہ کر پاتی کہ اسکی بات پر ہنسے یا اسے پیار کرے۔ یا پھر سنیڈل اتار کر اس پر پل پڑے۔ عجیب حرکتیں ہوتی تھیں اسکی لیکن اسوقت وہ کہاں ہے؟ اس نے سوچا۔ یہ خیال آتے ہی اس نے رسیور اٹھایا۔ اور عمران کے نمبر ڈائل کئے۔

ہالو۔ عمران ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی کا سیکریٹری بول رہا ہے دوسری طرف سے جولیا کو عمران کے نوکر سلیمان کی آواز سنائی دی۔

"آپ کون صاحبہ ہیں یعنی مس صاحبہ ہیں۔؟"

"جولیا ناٹھز وائٹر۔"

"اوہ۔ میم صاحبہ۔ جی ہاں صاحب کہیں گئے ہوئے ہیں۔"

"کہاں گئے ہیں۔؟"

"معلوم نہیں۔ کہہ کر نہیں گئے۔"

"کب گئے ہیں۔؟"

"تین دن ہو گئے۔"

"کیا بکتے ہو۔؟"

"جی بک نہیں عرض کر رہا ہوں۔" سلمان نے جواب دیا۔

"کچھ بتا کر نہیں گئے۔"

"جی نہیں بس اتنا کہا کہ میں نے مونگ کی دال کھلا کر ان کا معدہ تباہ کر دیا ہے۔ اور اب وہ کسی دوسری جگہ چلے جائیں گے۔"

"پھر۔؟"

"بس جب میں چائے کے برتن لینے آیا۔ تو وہ غائب تھے۔"

"اوہ ہو۔"

"جی ہاں۔ وہ ناشتہ بھی نہیں کر کے گئے۔ چائے کا کپ بھی اسی طرح رکھا ہوا تھا۔ اور سینڈوچ بھی ایسے ہی رکھے تھے۔"

"مائی گاڈ۔ آخر وہ کہاں گیا ہوگا۔؟" جولیا نے کہا۔

"کل شام ان کا فون آیا تھا۔؟"

"اچھا کیا کہہ رہے تھے۔؟"

"کہنے لگے اے سلمان کے بچے میں یہاں انڈے کھا کھا کر دبلا ہو رہا ہوں تو جلدی سے مرغی کی ترکاری رکھوانے۔ اب تیلیئے مرغی کی بھی ترکاری ہوتی

ہے۔" سلمان نے اسی سے پوچھ لیا۔

"اور بولو۔ کیا کہا تھا۔؟

"بس۔ جب میں نے کہا کہ سر کے بل کھڑے ہو جایئے تو سلسلہ بند کر دیا۔ اب میں کیا کرتا۔ میں نے بھی رسیور اپنے سر پر مار لیا۔

"اگر وہ آئے تو مجھے اطلاع دے دینا۔" جولیا نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ اسکا فون نمبر جوزف اور سلمان دونوں کو یاد تھا۔ اب وہ سوچ رہی تھی کہ عمران کہاں گیا ہوگا۔؟ اس نے سلمان کو جو کال کی تھی اسکا یہی مطلب تھا۔ کہ وہ شہر ہی میں کہیں ہے لیکن کہاں پر؟ اوہ... وہ چونکی۔ کہیں عمران کرنل نجتیاور کی کوٹھی میں تو مقیم نہیں ہے لیکن یہ سوچ کر خاموش ہو گئی کہ اگر وہ وہاں ہوتا تو صفدر ضرور اس کے بارے میں اطلاع دیتا۔ تو پھر وہ کیا کر رہا ہے۔ کہاں پر مقیم ہے۔ کیا وہ کرنل نجت بہادر کے کیس پر کام کر رہا ہے اگر یہی بات ہے تو اسے اس کی اطلاع کس طرح ملی ہوگی لیکن یہ بھی فضول سا سوال تھا خود عمران کے ذرائع اتنے وسیع تھے کہ وہ پل بھر میں اپنے کام کی باتیں معلوم کر سکتا تھا۔ اور معلوم کر لیا کرتا تھا۔ اسے اب تک انجام دیئے گئے عمران کے کارنامے یاد آنے لگے۔ وہ کتنا نڈر اور ذہین ہے لیکن بے وقوفی۔؟ یہ بات آج تک اسکی سمجھ میں نہ آ سکی تھی کہ وہ اس قدر ذہین ہونے کے باوجود بیوقوف کیوں بنا رہتا ہے کیا واقعی اسکی کوئی رگ سرکی ہوئی ہے۔ یا وہ دوسروں کو بے وقوف بنا کر کام نکالتا ہے۔؟ وہ سوچتی رہی اور وقت تیزی سے گذرتا رہا۔

O

عمران نے فیاض کے جانے کے بعد خود بھی نکلنا چاہا تھا لیکن کرنل نجمتیار نے روک دیا۔

"کک... کیا مطلب۔؟" عمران ہکلا کر بولا تھا۔

"کیپٹن فیاض نے منع کر دیا ہے" کرنل نجمتیار نے جواب دیا۔

"یعنی میں یہاں قید ہوں۔"

"قید تو نہیں ہو لیکن جب تک فیاض نہ آجائے کچھ کہنا ہی بیکار ہوگا کیونکہ ہم اس سرکاری آفیسر سے پوچھے بغیر تم کو جانے نہیں دیں گے۔"

"مم... میں بھاگ کب رہا ہوں۔ شام سے پہلے لوٹ آؤں گا۔"

"جی نہیں۔ آپ یہاں پر ہی رہیں اور کیپٹن کا انتظار کریں" کرنل نجمتیار نے کہا۔ پھر صفیر اور ناصر کی طرف مڑ کر بولے "تم لوگ ہسپتال جا کر اقبال کی لاش لانے کا بندوبست کرو۔ میں تجہیز و تکفین کا انتظام کرتا ہوں۔"

"بہتر ہے۔ انکل۔ میں گاڑی لے جاتا ہوں۔" صفیر نے کہا اور دونوں بھائی کمرے سے نکل گئے۔ عمران نے جھلا کر اپنے گال پر تھپڑ رسید کیا تھا۔ پھر خاموش ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ اور کرنل نجمتیار اوپری منزل کے زینوں کی طرف بڑھتے جا رہے تھے۔ جیسے ہی وہ زینے پر سے غائب ہوئے زریتہ نے ثریا کو اشارہ کیا۔ اور عمران سے بولی۔

"آپ نے اپنے تھپڑ کیوں مار رہے ہیں۔؟"

"ہاں مار رہے ہیں آپ کو کیا۔؟"

"اوہ۔ ناراض ہو۔" ثریا نے کہا۔ اس کے لہجے میں لگاوٹ تھی۔

"ہاں۔ ناراض ہوں پھر۔ تم کیا کر لوگی۔"

"کچھ نہیں۔ زرینہ اٹھلا کر بولی۔ تم تو بہت اچھے ہو۔"

"ہوے کا مطلب بتاؤ۔ ورنہ۔" عمران جملہ کئے بغیر خاموش ہو گیا۔ اور قہر آلود نگاہوں سے جن میں قہر کم اور بیوقوفانہ جھلکیاں زیادہ تھیں دیکھنے لگا۔ ویسے وہ یہ سوچ رہا تھا کہ یہ وہ زرینہ تو ہرگز نہیں ہو سکتی جو کل تھی۔ کل کی اور آج کی زرینہ میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ کل کی زرینہ کم گو اور سنجیدہ تھی لیکن اس وقت کی زرینہ شوخ اور چلبلی نظر آ رہی تھی۔ وہ سوچتا رہا بس ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے زرینہ کی تمام شرم و حیا کسی نے لوچ کر پھینک دی ہو اور اس کی جگہ شوخی بھر دی ہو۔ اس کے چہرے پر بھی کل کی بہ نسبت آج زیادہ نکھار اور تازگی تھی۔ وہ اس مسئلے پر غور کر ہی رہا تھا کہ زرینہ بول پڑی۔

"ورنہ آپ کیا کر لیں گے۔؟"

"پانی پی کر کوسنے دوں گا۔" عمران لڑاکا عورتوں کی طرح ہاتھ نچا نچا کر بولا۔ اور وہ ہنسنے لگیں۔ پھر زرینہ ہی بولی۔

"کیا آپ کو کوسنا آتا ہے۔؟"

"ہاں۔ کہو تو کوس کر دکھاؤں۔"

"ضرور۔" زرینہ نے شوخی سے کہا۔ "ہمیں یقین نہیں ہے۔"

"ارے جاؤ تمہارے یقین کرنے نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے۔" عمران نے کہا۔ اگر میں نے کوسنا شروع کر دیا۔ تو تم مر جاؤ گی۔"

"کوے کے کوسنے سے ڈھور نہیں مرا کرتے۔"

"ارے جاؤ۔ خدا تم کو سمجھے۔"

"خدا تمہاری شادی جلد کرا دے۔" زرینہ نے لقمہ دیا۔

"تمہاری کرا دے۔ اللہ کرے جلد کرا دے۔" عمران نے ہاتھ نچا کر کہا۔ اور وہ تینوں زور سے ہنس پڑیں۔ عمران نے عجیب سا منہ بنا لیا تھا۔ جیسے ہی انہوں نے عمران پر نظر ڈالی۔ ایک مرتبہ پھر ان پر قہقہوں نے یورش کر دی۔

"خدا کرے منہ میں گھونگنیاں پڑیں۔ کچکچا کر مرو۔ اللہ کرے تمہارے دولہا کالے کلوٹے آئیں۔ تمہاری ساس جوان ہو۔" عمران لڑاکا عورتوں کے سے انداز میں انہیں کوستا رہا۔ اور وہ قہقہے لگاتی رہیں۔ پھر آہستہ آہستہ انھوں نے خود پر قابو پایا۔ اور ثریا بولی۔ "آپ شادی کے نام پر اس قدر بگڑ کیوں رہے تھے۔؟"

"کیوں نہ بگڑوں۔" عمران نے کہا۔ "تم خود شادی کیوں نہیں کر لیتیں۔"

"ہماری تو انکل کریں گے۔" ثریا نے جواب دیا۔

"اور تمہاری مس چمچہ۔" عمران نے شمسہ سے کہا۔

"انکل۔ اور میرا نام چمچہ نہیں شمسہ ہے سمجھے۔" وہ گھور کر بولی

"سمجھا۔ عمران نے سر ہلایا۔" اور ان کی کون کرائے گا۔"

"کس کی۔؟" ثریا نے انجان بن کر پوچھا۔

"مس نگینہ کی۔"

"زرینہ۔ زرینہ چل کر بولی۔ تم آدمی ہو یا چیز گھونچو۔"

"یہ نام گل کسی اور نے بھی لیا تھا۔" عمران نے تشویش کن لہجہ میں کہا۔ آخر یہ کیا ہوتا ہے۔؟"

"تمہارا بھیجہ۔"

"غلط۔ ایسے چیز گھونچو کیوں ... کہیں گے۔"

"جرمن زبان کا لفظ ہے۔" ثریا نے کہا۔

"اچھا۔ عمران نے ایسے سر ہلایا جیسے مطمئن ہو گیا ہو پھر بولا۔

"ہاں تو مس نگینہ۔ سوری زرینہ صاحبہ کی ... سوری یعنی ... لاحول ولا ... مس زرینہ کی شادی۔؟"

"یہ خود اپنی شادی کریں گی۔" ثریا نے دھیرے سے بات کاٹ کر کہا۔

"کیا بات ہوئی۔"

"کچھ بھی نہیں۔ زرینہ نے کہا۔ ہاں مسٹر چیز گھونچو۔"

"تم خود بجز گھونچو۔" عمران بڑبڑایا اور وہ ہنس پڑیں۔

"خدا غارت کرے۔" عمران نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ اپنے کمرے کی بجائے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھا لیکن اندر داخل ہو کر وہ تیزی سے صوفہ کے پیچھے سرک گیا۔ ایک ہی لمحہ بعد وہ تینوں اندر داخل ہوئیں

پہلے انہوں نے چاروں طرف دیکھا۔ پھر ثریا بولی۔
"کدھر غائب ہو گیا۔؟"
"معلوم نہیں۔" زرینہ نے کہا۔ "گھسا تو ادھر ہی تھا۔"
"کہیں برآمدے سے کود کر تو نہیں بھاگ گیا۔"
"وہ بزدل بے وقوف اس کی ہمت نہ کر سکے گا۔" زرینہ نے کہا۔
"بے وقوف تو ہے لیکن ہماری تفریح کا ذریعہ بن گیا ہے۔"
"یہ بات تو سچ ہے۔" زرینہ بول پڑی۔
"کیا آج سے پہلے ہم اس قدر ہنسے تھے۔"
"نہیں کبھی نہیں۔ یہ سب اسی کی بدولت ہے۔"
"لیکن یہ حضرت گئے کدھر۔؟"
"میرے خیال سے باتھ روم میں گھسا ہو گا۔" زرینہ نے ڈرائنگ روم سے ملحقہ باتھ روم کی طرف اشارہ کرتے کہا۔
"ایک بات تو بتاؤ زرینہ۔" شمسہ نے پوچھا۔
"بول کیا پوچھنا چاہتی ہے۔"
"کل تو تو شرمائی شرمائی سی تھی لیکن آج یہ رنگ کیسے آ گیا۔؟"
"چل چل آئی رنگ والی۔" زرینہ مسکرا کر بولی۔
"نہیں جلد بتا۔ ورنہ گدگدی کروں گی۔" شمسہ اسکی طرف بڑھی۔
"اچھا بتاتی ہوں۔" زرینہ نے پیچھے ہٹ کر کہا۔ "دور رہو۔"
"بتاؤ۔ چلو جلدی بتاؤ۔"

"بس رات کو میرے خوابوں میں ایک شہزادہ آگیا تھا۔"

"اچھا۔؟" ثریا چونک کر بولی۔

"ہاں۔ وہ اچھا تھا۔ دولتمند تھا۔ ہم نے رات بھر جنت کی سیر کی۔"

"اور صبح ہوتے ہی واپس آگئیں۔ کیوں۔؟" شمسہ نے کہا۔ لہجہ مضحکہ اڑاتے والا تھا۔ ثریا نے تائید کی تھی۔ زرینہ نے انہیں دیکھا۔ پھر بولی "تمہیں یقین نہیں آتا۔ میں سچ کہہ رہی ہوں۔ رات میں نے شہزادے کے ساتھ رات گزاری تھی۔ میرے تمام جسم میں مستی بھری ہوئی ہے۔ ابتک میرا انگ انگ مستی میں جھوم رہی ہے۔ ثریا سچ مچ یوں سمجھ لو۔ جیسے میری شادی ہوگئی ہے اور میں سسرال چلی گئی ہوں۔" زرینہ نے بڑے مسرور کن لہجہ میں کہا۔ اور شمسہ و ثریا نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ پھر اس طرح سر ہلائے جیسے انہیں شبہ ہو۔ زرینہ کا دماغ چل گیا ہے

"بس اب خواب کی دنیا سے باہر آجاؤ۔ آجاؤ۔ پوچ۔" ثریا نے چمکارا اور زرینہ چونک پڑی۔ پھر کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے بولی "رات میں نے ایک نئی کہانی کا پلاٹ سوچا ہے۔"

"اوہ۔ تو یہ وجہ سنا رہی تھیں۔"

"ہاں۔ سوچ رہی ہوں واپس جاکر اسے اسکول کے اسٹیج پر پیش کروں۔"

"ضرور۔ ضرور۔" ثریا نے تائید کی۔ عمران انکی ایک ایک بات سن رہا تھا۔ اس نے زرینہ کے چہرے کے اس وقت کے تاثرات بھی دیکھے تھے جب وہ آنکھیں بند کرکے خیالی پلاٹ بتا رہی تھی لیکن اسکی محویت اور چہرے

پر نظر آنیوالی چکنا ہٹ عمران کو شبہے میں مبتلا کر رہی تھی۔

"ارے ہم تو بھول ہی گئے"، شمسہ نے کہا۔ "وہ حضرت ابھی تک باہر نہیں نکلے کیا اسی جگہ سو تو نہیں گیا۔"

"ارے ہاں۔ وہ دونوں بھی چونک پڑیں۔ آؤ دیکھیں۔"

وہ باتھ روم کیطرف بڑھیں۔ اور عمران ڈرائنگ روم سے نکل آیا پھر وہ عقبی سمت بڑھا۔ اور حد بندی کی دیوار پھلانگ کر پچھلی گلی میں نکل آیا نزدیک پر آکر اس نے ایک ٹیکسی روکی۔ اور ایک جگہ کا پتہ بتا کر چل پڑا منزل پر پہنچکر اس نے کرایہ ادا کیا۔ اور پیدل آگے چلنے لگا۔ پھر ایک پبلک بوتھ کو دیکھ کر رکا اور اندر داخل ہو گیا۔ جولیا کے نمبر ڈائل کئے جس سے اطلاع ملی کہ وہ پوسٹمارٹم کی رپورٹ پہلے ہی ایکسٹو یعنی بلیک زیرو کو دے چکی ہے۔ بقایا رپورٹ سنکر اس نے فون بند کر کے وانشنزل کے نمبر ڈائل کئے۔ بلیک زیرو وہیں مقیم تھا۔ ایک منٹ بعد سلسلہ مل سکا تھا۔

"ہیلو۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔ عمران نے کہا۔ کالے صفر کیا کر رہے ہو۔؟"

"اوہ۔ آپ ہی کا منتظر تھا جناب والا"، دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کوئی خاص بات۔؟"

"جی ہاں جولیا نے اقبال کے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ مجھے دی ہے۔"

"کیا رپورٹ ہے۔ کہتے چلو۔"

خلاصہ کے حاصل کردہ رپورٹ کے مطابق اقبال کی موت دم گھٹ جانے

کی وجہ سے ہوئی ہے کسی نے اسکا گلا گھونٹ کر اسے ہلاک کیا ہے۔"

"یہ تو مجھے بھی علم ہے۔ عمران نے کہا۔ کوئی خاص بات بتاؤ۔ کیا گلے پر ہاتھوں کے نشانات مل سکے ہیں۔؟ اسکے علاوہ اور کوئی خاص نشان ہو تو۔"

"جناب نہ گلے پر نشانات ملے ہیں اور نہ کوئی خاص نشان ملا ہے" بلیک زیرو نے بات کاٹ کر کہا۔ پوسٹمارٹم کی رپورٹ میں صرف گلا گھونٹ کر مارا جانا تحریر ہے اور گلا بھی کسی موٹی ریشمی ڈوری سے گھونٹا گیا ہے۔"

"گڈ۔ یہ ہوئی ناکام کی بات۔" عمران نے مسرت سے کہا۔

"اب میرے لئے کیا حکم ہے۔ جناب والا۔

"رات تم نے ہنگامہ کیوں نہیں کیا۔؟" عمران نے پوچھا۔

"جناب آپ ہی کے حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔"

"کیا مطلب۔؟" عمران نے چونک کر پوچھا۔

"جناب آپ ہی نے جولیا سے ملنے والی اطلاع ریسیو کرنے کیلئے کہا تھا۔ تو رات کو جب میں روانہ ہونے کی تیاری کر رہا تھا جولیا نے اطلاع دی کہ وہ دس منٹ میں اہم اطلاع دینے والی ہے مجبوراً مجھے رک کر اسکا انتظار کرنا پڑا۔ اور اسطرح آپکا بتایا ہوا وقت نکل گیا۔

"برا ہوا۔ عمران نے کہا۔ بہت ہی برا بلیک زیرو۔"

"جناب کیا اس ہنگامے کے نہ ہونے سے کوئی نقصان ہو گیا ہے۔"

"بہت بڑا۔ عمران نے کہا۔ اگر تم ہنگامہ کرتے تو پھر ایک آدمی کی جان بچ جاتی۔"

"اوہ۔ بلیک زیرو نے کہا۔ کیا کوئی قتل ہو گیا ہے۔؟"

"ہاں۔"

"کون ہے جناب۔؟"

"کرنل تخت بہادر کا بیٹا۔"

"کیا اسے قتل کر دیا گیا ہے۔"

"ہاں گلا گھونٹ کر ہار ڈالا گیا ہے۔" عمران نے جواب دیا۔

"میں اس تاخیر کی معافی چاہتا ہوں جناب۔" بلیک زیرو نے کہا۔

"اچھا خیر۔ آج رات تم کو کرنل تخت بہادر کی کوٹھی میں موجود ہونا چاہیئے۔" عمران نے بلیک زیرو کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

"کوٹھی میں کسی خاص جگہ رکنا پڑے گا۔"

"ہاں۔ حد بندی کی دیوار عبور کر کے تم اس جگہ لان میں پہنچو گے جس طرف ایک حوض بھی بنا ہوا ہے اس حوض کے پاس یا کچھ فاصلے سے ایک پراسرار روشنی ابھرتی ہے۔ تم کو اسے چیک کرنا ہے۔"

"بہت بہتر جناب۔ میں پہنچ جاؤں گا۔" بلیک زیرو نے کہا۔ "فون کو میں ٹیپ ریکارڈ سے اریج کر دوں گا۔ تاکہ پیغامات نوٹ ہوتے رہیں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"کیوں۔ کیا جولیا کی رپورٹ۔"

"وہ اب براہ راست مجھے کال کرے گی۔"

"کیا جولیا کو اس کی اطلاع دیدی ہے۔"

"ہاں۔ عمران نے کہا۔ لہٰذا اب تم آزادی سے کام کر سکو گے۔"

"وہ روشنی کس قسم کی ہوتی ہے جناب۔"

"موم بتی کی۔ ایک موٹی شمع جس کے ساتھ ہی سفید مردے کی طرح کا آدمی بھی ساتھ ہوتا ہے۔ وہی شمع لیکر چلتا ہے۔"

"میں اسے پکڑنے کی کوشش کروں۔"

"نہیں تم صرف پیچھا کرو گے۔ کہ وہ کہاں سے اندر داخل ہوتا ہے۔"

"بہت اچھا جناب۔ کیا وہاں کتے بھی ہوں گے۔"

"نہیں۔ عمران نے کہا۔ بلیک زیرو تم کتنے گدھے ہوتے جا رہے ہو۔"

"کیوں جناب۔ بلیک زیرو نے پوچھا۔ مجھ سے ایسا کونسا جرم سرزد ہوا"

"اگر وہاں کتے ہوتے تو میں تم کو مطلع نہیں کرتا کیا۔؟"

"اوہ۔ سوری جناب۔" بلیک زیرو گھبرا کر بولا تھا۔

"آج کا پروگرام سمجھ گئے نا۔؟"۔

"جی ہاں۔ میں فرد پہنچ جاؤں گا۔"

"ہوشیاری سے کام کرنا۔ عمران نے کہا کیونکہ میرے پیٹ میں گڑبڑ ہے۔"

"وہ کیوں جناب۔ بلیک زیرو چونک کر بولا۔

"اسلئے کہ یہاں دو لڑکیاں اور ان کی ایک سہیلی موجود ہے۔"

"لڑکیوں کا درد سے کیا تعلق۔؟ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"تم کہاں رہتے ہو بلیک زیرو۔" عمران نے کہا۔

"اپنے گھر جناب۔ اور اب دانش منزل میں ہوں۔"

"اور عقل کہاں چرنے دی ہے۔"

"بھیجے میں۔ بلیک زیرو نے کہا۔ آخر بات کیا ہو گئی جناب۔"

"تم لڑکیوں کا درد سے تعلق نہیں سمجھتے۔؟"

"جی نہیں۔" بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"تب تو مجھے تمہاری مغفرت کی دعا کرنی چاہیئے۔"

"وہ کیوں جناب والا۔"

"اسلئے کہ تم درد اور لڑکیوں کا تعلق نہیں سمجھ سکے ارے ان دونوں کا تو چولی ساڑھی کا ساتھ ہے۔ کیا سمجھے۔"

"سمجھ گیا جناب۔ بلیک زیرو نے کہا لیکن آپ غلط بول گئے ہیں۔"

"وہ کیوں۔؟"

"چولی دامن کہنا چاہیئے۔"

"چولی ساڑھی۔ عمران نے کہا۔ تم میری معلومات کو چیلنج نہیں کر سکتے۔"

"چولی دامن جناب۔ بلیک زیرو نے کہا۔ یہ ایک محاورہ ہے۔"

"آہ۔ عمران کراہا۔ کیا اب محاورے بھی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

"ہاں۔ بلیک زیرو نے مسکرا کر کہا۔ جناب آپ خود سوچ لیجیے۔"

"اسے چھوڑو۔ بلیک زیرو۔ عمران نے کہا۔ درد کا علاج بتاؤ۔"

"درد دل میں ہے یا پیٹ میں۔" "دونوں میں۔"

"تشویش کن بات ہے۔ آپ پیٹ کے درد کے لئے حلوہ سوہن کھائیں اور دل کے درد کے لئے شادی کیجیے۔"

"بلیک زیرو۔" عمران کراہ کر بولا۔

"فرمایئے۔" بلیک زیرو نے کہا۔

"کیا اور کوئی ترکیب نہیں ہے۔"

"ہے۔ بلیک زیرو نے کہا صبر کیجئے۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"

"خدا حافظ۔ عمران نے کہا۔ اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ پھر وہ باتھ سے باہر نکلنا ہی چاہتا تھا کہ ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اس نے ریسیور کو دوبارہ کریڈل پر سے اتار کر کان سے لگایا پھر جیب سے ٹرانسمیٹر نکال کر آن کر لیا۔ یہ چھوٹے بٹرادنی کیمرے سے بھی چھوٹا ٹرانسمیٹر تھا لیکن وسیع حیط عمل میں کام کرتا تھا۔ آن کرتے ہی اس میں سے جولیا کی آواز ابھری۔

"ہیلو۔ ایکسٹو جولیانا فنڈو اٹر اسپیکنگ اوور۔ وہ اسی جملہ کو بار بار دہرا رہی تھی۔ عمران نے باتھ سے باہر نظر ڈالی پھر بولا۔

"یس۔ ایکسٹو اسپیکنگ۔ اوور۔"

"جولیانا سر۔ اوور۔" جولیا نے پھر کہا۔

"کیا رپورٹ ہے۔ اوور۔" عمران نے ایکسٹو کی خشک اور بھرائی آواز

"صفدر نے بھی رپورٹ دی ہے جس آدمی نے کیپٹن فیاض کا تعاقب کیا تھا۔ وہ اب کیفے نغمانہ میں ہے۔ اور اسی جگہ ملازم ہے۔ اوور"

"کیفے نغمانہ۔؟" عمران نے دہرایا پھر بولا۔ آگے کہو۔ اوور"

"اسکا نام پال آدی ہے وہ اسی جگہ پر رہتا ہے۔ اوور"

"کیفے نغمانہ کس جگہ ہے۔؟" اوور۔" عمران نے پوچھا۔

سن کیلئے نیا تھا اور پہلے نہ اس نے اس نام کے کسی کیفے کے بارے میں سنا تھا۔ ورنہ اس نام کے کسی کیفے میں گیا تھا۔ بالکل نیا کیفے تھا۔

"کیفے نغمانہ گیارہویں شاہراہ کے دوسرے چوراہے کی بائیں گلی میں ہے اوور"

"اس کا حلیہ کیا ہے۔؟ اوور"

"یال آری کا جناب۔؟" اوور۔"

"نہیں عمران نے غرا کر کہا۔ میں تمہارا حلیہ پوچھ رہا ہوں۔ اوور۔"

"زچ۔ جناب اسکا حلیہ۔ جولیا گڑبڑا کر بولی۔ اسکا قد لمبا ہے۔ جسم گھٹیلا ہے داہنے گال پر ایک سفید دھبہ بھی موجود ہے اوور"

"اس کے بارے میں مزید معلومات ملنی چاہئیں۔ اوور"

"جناب وہ دو دفعہ کا سزا یافتہ بھی ہے۔ اوور"

"ہم۔ عمران سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا۔ صفدر کہاں ہے؟ اوور"

"جناب وہ کیفے کے آس پاس ہی موجود ہوگا۔ اوور"

"ٹھیک ہے۔" عمران نے کہا۔ صفدر کو مطلع کر دو کہ اگر عمران وہاں پہنچے تو اس سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ اوور"

"یعنی اس سے بھڑا نہ جائے۔ اوور" جولیا نے پوچھا۔

"میرا یہی مطلب ہے" عمران نے کہا۔ کیونکہ صفدر کو دوسروں سے پوشیدہ رہتا ہے اور پوشیدہ رہ کر ہی نگرانی کرنی ہوگی۔ اوور

"وہ میک اپ میں ہے جناب" جولیا نے کہا۔ میں ابھی ٹرانسمیٹر پر صفدر کو آپ کا حکم پہنچائے دیتی ہوں۔ تاکہ وہ اس پر عمل کر سکے۔ اوور"

"ٹھیک ہے۔ جوہان نے رپورٹ دی۔؟ اوور"

"ابھی تک اور کوئی اطلاع نہیں ملی۔" جولیا نے کہا۔ کیا ایک بات پوچھ سکتی ہوں۔ اوور۔"

"پوچھو کیا پوچھنا چاہتی ہو۔ اوور۔" عمران نے کہا

"کیا عمران اس کیس پر کام کر رہا ہے۔؟ اوور"

"خیال ہے کہ وہ اس کیس میں اپنی ٹانگ اڑائے گا۔ اوور"

"لیکن جناب اس کو ہر کیس کی اطلاع کس طرح مل جاتی ہے اوور"

"یہ اسکی چالاکی ہے۔ اور میرے ماتحتوں کی نااہلی کا ثبوت ہے اوور"

"لیکن جناب میں تو اس سے ملتی ہی نہیں اوور" جولیا نے جلدی سے اپنی صفائی پیش کر دی۔ عمران نے بوتھ کی دیوار کو آنکھ ماردی پھر مسکرا کر بولا۔

"میرا مطلب تم سے نہیں دوسرے افراد سے تھا۔ مثلاً تنویر وہ غصے میں آکر سب کچھ بک جاتا ہے یا اگر نشے میں ہو تب بھی سب بک جائیگا۔ اوور"

"کیا آپ اسے باز نہیں رکھ سکتے۔؟ اوور"

"مناسب وقت پر اسکا تدارک کر دیا جائے گا۔ عمران نے کہا ویسے یہ چیز ہمارے لئے نقصان دہ ثابت نہیں ہو سکتی۔ کیا سمجھیں۔ اوور"

"وہ کیسے جناب۔ جولیا نے پوچھا۔ کیا وہ کسی دوسرے کے عقیدے لائے پر اسی طرح بکواس ہی بکواس میں سب کچھ نہیں اگل سکتا۔ جسطرح کہ عمران اوور"

"عمران کی بات اور ہے۔" عمران نے بات کاٹ کر کہا۔ وہ تم سے ہر ایک کی رگ رگ سے واقف ہے۔ جانتا ہے کہ کس کو کسطرح سے ہینڈل کیا جا سکتا ہے۔ اوور

"جی ہاں۔ اسکی اس چالاکی کا سب ہی کو خیال ہے۔ اوور۔"

"اچھا بس۔ اب تم دوسری اطلاع ملنے پر مجھ سے رابطہ قائم کرو گی۔ سمجھیں۔؟ اوور۔" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ پھر فون کے پاس کھڑا رہ کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر ریسیور کریڈل پر رکھ کر اس نے ٹرانسمیٹر کو بھی جیب میں ڈالا اور بوتھ سے باہر آ گیا۔ وہ پیدل ہی چلنے لگا۔ سوچ رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیئے کس طرح کام شروع کرے۔ کیس کے بارے میں اسکے ہاتھ میں مختلف کلیو تھے مثلاً پراسرار موی شمع اور اسکا بوٹ۔ پال آری یا تیسرا کارڈ تھا موی تحریر۔ وہ سوچتا رہا قدم برابر اٹھ رہے تھے۔ پھر کچھ سوچ کر اس نے ایک ٹیکسی رکوائی اور کیفے نعمانہ کا پتہ بتا کر بیٹھ گیا۔ اب اس نے طے کر لیا تھا کہ وہ سب سے پہلے پال آری کا دیدار کرتا چلے۔ تاکہ اس کے بارے میں اندازہ ہو جائے کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے اور اس کیس میں اس کی کیا حیثیت ہے۔ بیس بائیس منٹ بعد ٹیکسی کیفے نعمانہ کے سامنے جا کر رک گئی۔ اور وہ کرایہ چکا کر اتر آیا۔

ہال میں زیادہ رش نہیں تھا۔ وہ ایک ایسی خالی میز کے پاس پڑی ہوئی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا جس کے بائیں طرف دو انگلو برمیز لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ یہ کیفے اتنی اچھی حیثیت کا نہیں تھا کہ اس میں غیر ملکی بھی آنے جانے لگیں لیکن پھر یہ انگلو لڑکیاں یہاں کیوں آئی ہیں۔ عمران سوچتا رہا پھر اس وقت چونکا جب ویٹر نے اس سے آرڈر طلب کیا۔

"اوہ یہی تم۔ خوب یاد آیا۔ عمران چونک کر بولا۔ سلام و لیکم۔"

"والیکم۔" ویٹر جھک کر بولا۔

"بال بچے کیسے ہیں۔ عمران نے کھڑے ہو کر اسکی طرف مصافحہ کرنے کیلئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور ویٹر جھک کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کیلئے عمران کا رویہ بالکل ہی نیا اور چونکا دینے والا تھا اور وہ حیرت سے اسے گھورنے لگا۔ عمران کے چہرے پر دائمی طور پر برسنے والی حماقت طاری تھی۔

"جناب میں ویٹر ہوں۔" ویٹر نے حیرت سے کہا۔

"نہیں تم آدمی ہو۔ ایک پرخلوص آدمی۔ عمران نے اسے لیکچر دینا شروع کیا۔ تم دوسروں کی خدمت کرتے ہو۔ بڑے آلو ہو نہیں۔۔ یعنی کہ وہ۔ کیا کہتے ہیں۔۔۔ ہاں یاد آیا۔ عمران چٹکی بجا کر بولا۔ تم تو بڑے ہی دیالو۔ بڑے نیک۔ خدا جنت نصیب کرے۔"

"صاحب میں تو آرڈر مانگ رہا ہوں۔" ویٹر جھلا کر بولا۔

"آرڈر۔ ہم کیسے دے سکتے ہیں۔ عمران نے کہا۔ آرڈر تو جنرل ہی دیا کرتے ہیں۔ یا پھر کمانڈر۔ اور ہم ایک معمولی آدمی ہیں سمجھے۔؟"

"نہیں سمجھا۔" ویٹر نے کہا۔ پھر بولا۔ آپ کیا کھائیں گے۔؟"

"اب پھر کھانا پڑے گا۔" عمران سہم کر بولا۔

"جی۔" ویٹر حیرت سے بولا۔

"خیر۔ تم پالک کی بھجیے لے آؤ۔ جلدی۔"

"صاحب یہ ہوٹل ہے نان بائی کی دوکان نہیں۔"

"اوہ۔ عمران ایسے چونکا کہ جیسے یہ اطلاع چونکا دینے والی ہو۔ پھر بولا۔ میں تو یہی سمجھ کر آیا تھا۔ اب بتاؤ۔ یہ آخر کون سی جگہ ہے۔؟"

"کیفے نعمانہ۔" ویٹر نے جواب دیا۔

"یوں کہو نا۔" عمران نے ہنس کر کہا۔ اسکی مالکہ وہی موٹی سی عورت ہے نا۔ جو پچھلے سال اس کاؤنٹر پر مجھ سے لڑ پڑی تھی۔"

"یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔" ویٹر حیرت سے بولا جناب وہ کوئی اور ہی ہوگی۔"

"نہیں وہی ہوگی۔ اس ہوٹل کی مالکہ۔" عمران نے پر یقین لہجہ میں کہا۔

"سوری سر۔ اس کیفے کے مالک تو جناب کروڈ ہیں۔"

"یہ کروڈ کون سے شے ہوئی۔"

"نام ہے جناب۔ اوہ۔ ویٹر چونکا۔ آپ کیا پئیں گے۔؟"

"اس وقت تو خون جگر پینے کو دل چاہتا ہے۔ بہرحال تم کافی لے آؤ۔" عمران کے آرڈر دیتے ہی ویٹر اسطرح بھاگا جیسے کہہ رہا ہو۔

"جان بچی تو لاکھوں پائے۔ لوٹ کے بدھو گھر کو آئے۔ عمران نے چاروں طرف نظر دوڑائی ہال زیادہ بھرا ہوا نہیں تھا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ پال آری کو کسطرح شناخت کر سکیگا۔؟ یہی سوچ رہا تھا کہ ایک پھر سوجھ گئی۔ اس نے ویٹر کو بلا کر ایک پانچ روپے کا نوٹ دیتے ہوئے ویٹر سے کہا۔" دیکھو جب پال آری آئے اسے جانتے ہو نا۔"

"جی ہاں۔" ویٹر نے سر ہلایا۔

"بس تو جب وہ آئے تو مجھے بتا دینا۔ لیکن اس طرح کہ کسی کو پتہ نہ چل سکے کیونکہ یہ ایک شرط کا معاملہ ہے اور شرط بھی ہے۔"

"ضرور جناب۔ ویٹر نے خوش اخلاقی سے کہا۔ اور لوٹ گیا۔ عمران نے

کافی بنائی اور چسکیاں لینے لگا۔ لیکن اسی لمحے ویٹر نے اس کی توجہ ایک آدمی کی طرف مبذول کرائی جو کہ ابھی ابھی اندر داخل ہوا تھا۔ بتلائے ہوئے حلیے کی مناسبت سے یہ وہی ہو سکتا تھا۔ یعنی پال آرمی وہ عمران سے کچھ فاصلے پر ایک میز پر آکر بیٹھ گیا۔ اور کافی طلب کی۔ عمران خموشی سے کافی کی چسکیاں لیتا رہا۔ وہ اسکا بھرپور جائزہ لے رہا تھا۔ صورت شکل سے آدمی خطرناک دکھائی دے رہا تھا۔ عمران نے سوچا۔ صفدر کو بھی آس پاس موجود ہونا چاہیئے کیونکہ وہ پال ہی کی نگرانی کرنے لگا تھا۔

کیپٹن فیاض کی نگرانی اسلیئے کرائی جا رہی تھی کہ وہ جو کارروائی کرے نظر میں آجائے لیکن صفدر۔؟ عمران نے سوچا۔ صفدر اس کے تمام ماتحتوں میں سب سے زیادہ چالاک ذہین اور پھرتیلا تھا۔ اور ابھی تک پال آرمی کے تعاقب میں تھا۔ عمران نے اسے شناخت بھی کر لیا۔ وہ پال آرمی کے سامنے والی میز پر موجود تھا اور کافی کی چسکیاں لے رہا تھا۔ عمران نے اندازہ لگایا کہ پال آرمی یہاں کسی اچھی پوسٹ پر ہے۔ ورنہ بصورت دیگر وہ اسطرح میز پر بیٹھ کر کسی چیز کا آرڈر نہ دے سکتا۔ کچھ دیر بعد کافی اسکی میز پر پیش کر دی گئی اور پال ہر طرف سے بے نیاز کافی کیطرف متوجہ ہو گیا عمران پال کے ساتھ ہی دوسروں پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ کچھ دیر بعد پال اٹھ کھڑا ہوا اور عمران نے اسے مینیجر کے کمرے کی طرف بڑھتے دیکھا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا عمران نے چینی سے بہلو بدلا۔ صفدر ابھی تک اسے دیکھ نہ پایا تھا۔ اب عمران اٹھا اور خاموشی سے مینیجر کے کمرے کیطرف بڑھا کمرے کے پاس پہنچکر اس نے اسطرح دروازہ کھولا جیسے مینیجر سے

بے تکلفی رہی ہو۔ پھر وہ اندر داخل ہو گیا۔ سامنے دروازے سے دو فٹ کے فاصلے پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ عمران نے مطمئن انداز میں سر ہلایا اور پھر دروازہ بند کر کے پردے کی طرف بڑھا۔ ذرا سا پردہ کھسکا کر اس نے اندر جھانکا تو ایک کرسی پر آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ عمران نے اندازہ لگایا کہ وہ یا تو مینیجر ہے یا پھر خود کروڈ ہے۔ وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ باتیں کرنے کی آواز عمران تک پہنچ رہی تھی لیکن شاید گفتگو کا اختتام ہی تھا کیونکہ اس نے کروڈ کو کہتے سنا۔

"بس اب کام ٹھیک ہو جائے گا۔ تم شام ہوتے ہی ٹپ ٹاپ نائٹ کلب پہنچ جانا۔ وہ اسی جگہ ملے گی۔ کیا سمجھے۔؟"

"سمجھ گیا۔" پال نے سر ہلایا۔ "کیا اس سے تمام باتیں معلوم ہو سکیں گی۔؟"

"یقیناً۔" کروڈ نے کہا۔ "وہ اسی لئے تم سے ملے گی۔"

"بس تو میں پھر چلتا ہوں۔" پال نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں جاؤ۔ کل کا حساب کتاب چیک کیا۔؟"

"سب کر لیا ہے صرف اندراج کرنے باقی ہیں۔"

"وہ کر کے رجسٹر مجھے بھیجا دو۔" کروڈ نے کہا۔ "میرے خیال سے دو بجے تک تمہارا کام ختم ہو جائے گا۔ اور تم آسانی سے ٹپ ٹاپ جا سکو گے۔"

"جی ہاں۔ میں دو بجے تک کام ختم کر لوں گا۔" پال نے کہا تھا۔

"فون پر سرفراز سے گفتگو کر کے کہنا کہ کروڈ نے فوراً بلایا ہے۔"

"آپ اس سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔؟" پال نے پوچھا۔

"سر دست اسے جگدیش کی جگہ لگا دوں گا۔"

"یہ ٹھیک ہے۔" پال نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ عمران تیزی سے واپس پلٹا لیکن اس سے پہلے کہ دہلیز پار کر سکتا اس نے دروازہ کا ہینڈل گھومتے دیکھا اور وہ چونک پڑا۔ کوئی اندر داخل ہونے والا تھا۔ ایک طرف پال اور دوسری طرف نیا آنے والا۔ عمران کیلئے نازک سچویشن پیدا ہو گئی تھی۔ مگر وہ عمران ہی کیا جو کسی چیز سے گھبرا جائے اس نے چاروں طرف نظر ڈالی۔ سامنے ہی ایک الماری نظر آ رہی تھی۔ اس نے پال کیطرف دیکھا لیکن پردے کی وجہ سے کچھ نظر نہ آسکا تھا لیکن قدموں کی چاپ نزدیک کی تھی۔ وہ پھرتی سے الماری کے پیچھے رینگ گیا۔ دروازہ کھلا۔ اور کوئی اندر داخل ہوا۔ اس کے ساتھ ہی عمران کو پال کی آواز سنائی دی۔

"اوہ تم۔ اور یہاں۔؟" لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں۔ ایک نسوانی آواز سنائی دی لہجہ غیر ملکیوں کا سا تھا۔

عمران کو وہ دونوں اینگلو برمیز لڑکیاں یاد آ گئیں جن کو دہلیز پر بیٹھا ہوا دیکھ چکا تھا۔ اور جن کو دیکھ کر اسے حیرت ہوئی تھی۔

"لیکن کیوں۔؟ تم یہاں آ گئیں۔؟"

"تمہارے اندر داخل ہونے کے بعد ایک اور آدمی اندر داخل ہوا تھا۔" عمران کو ایک لڑکی کی آواز سنائی دی۔ اور عمران چونک پڑا۔

"اس کے کپڑے کیسے تھے۔؟"

"سیاہ کوٹ پہنے ہوئے تھا۔" سونیا نے کہا اور پال ہنس پڑا پھر بولا۔

"تب تو تمہیں ہی دھوکا ہوا ہے۔"

"کیوں۔؟" سونیا اور ماریا بیک وقت بولیں تھیں۔

"اسلئے کہ سیاہ کوٹ میں نے پہن رکھا ہے۔ اور تم مجھے ہی دھوکے سے دوسرا آدمی سمجھ بیٹھیں۔"

"یہ غلط ہے۔" سونیا نے کہا۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

"رہنے دو۔" پال نے بات کاٹ کر کہا۔ "مجھکو سو فیصدی دھوکا ہوا ہے چلو۔ واپس چلو۔" پھر قدموں کی آوازیں گونجیں اور کمرے کا دروازہ بند ہوگیا۔ عمران الماری سے چپکا کھڑا رہا۔ اور دس منٹ بعد کروڈ بھی کمرے سے نکل گیا۔ باہر تالا لگنے کی آواز سنائی دی۔ عمران نے اطمینان کی سانس لی۔ پھر الماری کے پیچھے سے نکل آیا۔ اب وہ کمرے کی تلاشی لے رہا تھا لیکن آدھے گھنٹے کی جستجو کے بعد بھی اسے کوئی سراغ نہ مل سکا۔ صرف ایک کاغذ میں لپٹا ہوا ڈبہ نظر آیا۔ یہ میز پر ہی پڑا تھا اور عمران نے اس پر دھیان نہیں دیا تھا۔ اس نے ڈبہ کو کھول کر دیکھا۔ یہ پوڈر کا ڈبہ تھا۔ اس نے کچھ پوڈر ہتھیلی پر لیا۔ پھر ڈبہ اسی طرح کاغذ میں لپیٹ کر رکھ دیا۔ اسے اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی تھی۔ وہ واپس لوٹنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا۔ کہ کمرے کے باہر تالے میں چابی گھومنے کی آواز آئی۔ عمران تیر کی طرح پردے سے چپک کر کھڑا ہوگیا۔ دروازہ کھلا اور کروڈ اندر داخل ہوا۔ اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی۔ دونوں میز کی طرف بڑھے۔ اور عمران پردہ کھول کر دروازہ کیطرف چلا آیا۔ اس نے پھر دروازہ کھولا اور کمرے سے نکل کر نہ صرف پھرتی سے دروازہ بند کر دیا بلکہ جھکنے لگا۔ جھکے جھکے ہی دو تین قدم آگے بڑھ گیا

اور پھر رک کر اسطرح جوتہ کو ٹھیک کرنے لگا جیسے بند کھل گئے ہوں اور وہ انہیں باندھنے کیلئے جھک رہا ہو۔ کروڈ اور وہ دونوں لڑکیاں بالی بن نظر نہ آسکیں تھیں۔ پھر وہ مل چکا کر باہر نکل آیا۔ اب وہ دبلا اور جلد کرنل کی کوٹھی پہنچ جانا چاہتا تھا ٹیکسی میں بیٹھکر وہ کرنل کی کوٹھی تک پہنچا۔ پھر جس طرح قرار ہوا تھا۔ اسی طرح عمارت میں داخل ہوگیا۔ پھر اپنے کمرے میں پہنچنے سے پہلے کرنل کے کمرے میں اس نے کسی کی آواز سنی۔ یہ کیپٹن فیاض تھا۔ وہ غصیلے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"مجھے یقین ہے کہ وہ ہی انیال کا قاتل ہے۔"

"یہ کسطرح کہہ سکتے ہیں آپ۔؟" کرنل نے کہا۔

"اسطرح کہ اس نے آپکے بیان کے مطابق کمرے کا دروازہ کھلنے سے پہلے بتا دیا تھا کہ انیال قتل کر دیا گیا ہے۔ اور اسکے بعد اب وہ خود غائب ہوگیا۔"

"اس طرح وہ صرف مشکوک ہوا قاتل نہیں۔" کرنل نے کہا۔

"آپ اس کی حمایت لے رہے ہیں۔" فیاض غرایا۔

"نہیں۔ صرف خیال ظاہر کیا ہے۔" کرنل نے کہا۔ اگر تم اسے شبہے میں گرفتار کرنا چاہو تو آسان ہے۔ قتل کے الزام میں اسے نہیں پکڑ سکتے۔"

"لیکن وہ ہے کہاں۔؟... اسے تو آپ نے بھگا دیا۔"

"ارے کیپٹن صاحب سچ جانیے ہمیں یہ ہی نہیں پتا کہ وہ کب یہاں سے بھاگ گیا ہے اور کسطرح بھاگا ہے۔" سنسر کی آواز سنائی دی۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" فیاض نے کہا۔

"سچ۔ آپ یقین مانیئے۔ وہ ڈرائنگ روم میں گھسا تھا ہم نے اپنی آنکھوں سے اسے دیکھا ہے اور پھر اس کے بعد اسکا پتہ نہیں چلا کہ اسے زمین کھا گئی یا آسمان نہ معلوم وہ کہاں غائب ہو گیا۔"

"تمہارا سچ بیان ہے۔؟" فیاض نے پوچھا۔

"سو فیصدی سچ۔"

"اسکا مطلب یہ ہوا کہ یہاں تہہ خانے بھی ہیں۔"

"نہیں۔ کرنل تجمل الدین نے کہا۔ یہاں تہہ خانے نہیں ہیں۔"

"تب تو اسے مافوق الفطرت سمجھنا پڑے گا۔"

"کیوں۔؟"

"اس لئے کہ وہ سب کے سامنے سے غائب ہو گیا۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے اور کس طرح وہاں پہنچ گیا۔"

"آپ کی بات ٹھیک ہے۔" کرنل نے کہا۔

"شکل سے تو یہ قوی نظر آتا ہے۔" شمسہ بولی۔

"کیوں نہ آپ اسکے کمرے کی تلاشی لے ڈالیں۔" کرنل نے کہا۔

"وہ کس لئے۔؟" فیاض نے پوچھا۔

"شاید اس کا سراغ مل جائے۔"

"اس کا سراغ سر سلطان سے بھی مل جائے گا۔" فیاض نے کہا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے۔؟"

"لیکن میں اسکے کمرے کی تلاشی ضرور لوں گا۔ شاید کوئی مفید بات

معلوم ہو جائے۔" فیاض نے کہا۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔ عمران کو کبھی کرسیوں کے کھسکنے کی آواز سنائی دی۔ وہ تیزی سے اپنے کمرے میں پہنچا۔ یہاں سامان اور دیگر چیزیں اسی طرح تھیں جیسے وہ چھوڑ کر گیا تھا۔ پھر اس نے جلدی سے کپڑے اتار کر گاؤن پہنا۔ اور پھرتی سے اپنے بستر میں گھس گیا۔ دو تین لمحوں بعد کمرہ کا دروازہ کھلا اور فیاض کی شکل نظر آئی۔ اسکے ساتھ ہی دوسرے بھی تھے لیکن عمران کو مسہری پر دراز دیکھ کر یک لخت سب چونک پڑے تھے۔ فیاض نے پھرتی سے عمران کیطرف بڑھکر عمران کو دیکھا۔ پھر اس نے شانہ پکڑ کر ہلایا۔ "اے مسٹر شاہد اٹھیے۔ فیاض نے کہا۔ عمران نے کروٹ لی اور اٹھ بیٹھا۔ ان سب کو دیکھکر وہ چونک پڑا۔ اور بولا۔

"آپ سب اور یہاں۔؟" لہجے میں حیرت بھی تھی۔

"تم یہاں کب آئے۔؟" فیاض نے پوچھا۔

"چار دن پہلے۔" عمران نے جواب دیا۔

"چار دن کی نہیں۔ ابھی کی پوچھ رہا ہوں۔"

"صبح سے کوٹھی سے باہر نہیں نکلا۔" عمران نے جواب دیا۔

"جھوٹ مت بولو۔" فیاض غرایا۔

"جھوٹ میں نہیں بول رہا۔" عمران نے کہا۔

"تو تم یہاں ہی موجود تھے۔؟" فیاض نے اسے گھورا

"سو فیصدی۔"

"اگر یہاں تھے تو ہمیں نظر کیوں نہیں آئے۔؟"

"یہ آپ لوگوں کی آنکھوں کا قصور ہے۔"

"مت بکو۔" فیاض گرجا۔ اور عمران سہم کر خاموش ہو گیا۔

"بولو۔ جواب دو کب آئے ہو یہاں۔؟"

"کب۔۔۔ کئی دن ہوئے۔۔" عمران ہکلا کر بولا۔

"بولو۔ جواب دو کب آئے ہو یہاں پر۔"

"حوالدار۔۔۔ نن۔۔ نہیں فیلن صاحب میں سچ کہہ رہا ہوں۔" عمران گڑبڑا کر بولا۔

"ہونہہ۔ تو تم اس طرح نہیں مانو گے۔" فیاض غرایا۔

"آپ ان سب سے پوچھ لیں۔" عمران نے کہا۔ میں صبح سے یہاں ہوں کہیں بھی نہیں گیا۔ کوٹھی سے قدم بھی نہیں نکالا۔"

"اگر تم یہاں ہی تھے تو ہمیں نظر کیوں نہیں آئے۔؟"

"شش شاید پھر پری کا سایہ ہو گیا ہو گا۔"

"کیا بکواس ہے۔" فیاض غرایا۔

"جب۔۔۔ بکواس ہی سمجھئے۔۔۔" عمران ہکلایا۔

"کیا مطلب۔؟"

"ممی کہتی ہیں۔ کہ مجھ پر ایک پری عاشق ہے۔"

"کیا بکواس ہے۔" فیاض غرایا۔ اور نیلوفر لڑکیاں ہنس پڑیں۔

"جی ہاں۔ وہ جب بھی میرے پاس آتی ہے تو میں عجیب عجیب خواب دیکھنے لگتا ہوں۔ اگر مجھے کوئی دیکھے تو نظر نہیں آتا۔"

"شٹ اپ۔" فیاض کا پارہ آخری بلندیوں پر تھا۔

"آئی... شٹ... شٹ... شٹ... شٹ اپ" عمران سیم جانسن کی ایکٹنگ کرتا ہوا بولا اور وہ سب ہی فیاض کے علاوہ ہنس پڑے۔

"میں تم کو گرفتار کرتا ہوں۔" فیاض نے کہا۔

"کک... کیوں۔؟"

"تم ہی نے اقبال کا گلا گھونٹ کر مارا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔" عمران نے کہا۔

"جھوٹ سچ۔ سب عدالت میں کہنا۔"

"مجھ پر ظلم مت کرو۔" عمران گڑگڑا کر بولا۔

"کیپٹن یہ قاتل نہیں ہو سکتے۔" کرنل نے عمران کی طرفداری کی۔

"ہو سکتے ہیں۔" فیاض غرایا۔

"کرنل سچ کہتے ہیں۔" عمران نے کہا۔

"اسے چھوڑ دیجئے۔ یہ مجرم نہیں ہو سکتا۔" کرنل نے کہا۔

"میں ایک شرط پر اسے چھوڑ سکتا ہوں۔" فیاض نے کہا۔

"وہ کیا شرط ہے۔؟"

"یہ مجھے سچ سچ بتا دے۔ کہ کہاں گیا تھا۔؟"

"میں کہیں نہیں گیا تھا۔" عمران نے کہا۔

"پھر جھوٹ بولے۔"

"نہیں سچ کہتا ہوں۔"

"پھر کوٹھی پر کیوں نظر نہیں آئے؟ ہم اندھے تو نہیں ہیں۔" فیاض آنکھیں نکال کر غرایا۔ اور عمران کچھ اور سہم گیا۔ پھر بولا۔

"مجھ پر پری کا سایہ ہے۔"

"پھر وہی بکواس کرنے ۔ ۔ ۔"

"اگر یقین نہ ہو تو میں ثبوت بھی دے سکتا ہوں۔" عمران نے صرصرا کر پراعتماد لہجہ میں کہا۔ اور وہ چونک پڑے۔

"وہ کیسے۔؟"

"مجھے یہاں بند کر کے باہر سے تالا لگا دیجئے۔ اور پھر منزل پر چلے جایئے۔ تاکہ میں ثبوت دے سکوں۔"

"تم کو بند کرنے سے کیا ہوگا۔؟"

"پری مجھے یہاں سے نکال کر باہر پہنچا دے گی۔"

"بیوقوف بناؤ گے۔"

"اگر جھوٹ نکلے۔ تو مجھے بیجا کر بند کر دینا۔"

"اچھا یہ بھی کر دیکھتے ہیں۔"

"لیکن اس کے ساتھ ایک شرط ہے۔"

"وہ کیا۔؟"

سب لوگ نچلی منزل پر چلے جائیں اگر ایک بھی اوپر رہا تو پری مجھے باہر نہیں نکالے گی۔ اور آپ مجھے جھوٹا سمجھیں گے۔"

"یہ بھی منظور ہے۔" فیاض نے کہا۔

"بس تو آپ لوگ باہر جایئے۔"

"جاتے ہیں۔" فیاض نے عمران کو گھور کر کہا۔ اور واپسی کیلئے مڑ گیا۔ عمران پھر لیٹ گیا تھا۔ وہ سب باہر چلے گئے اور عمران نے چابی گھومنے کی آواز سنی۔ وہ اسوقت تک لیٹا رہا جب تک قدموں کی چاپ سنائی دی جاتے ہوئے قدموں کی آواز سنتے ہی اس نے چادر اچھال دی اور تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ دوبارہ کپڑے پہنے کوٹ پہنا اور دروازے پر آکر اچھی طرح اطمینان کرنے کے بعد کہ باہر کوئی نہیں ہے اس نے مخصوص بٹن پر دباؤ ڈالا۔ اور دروازہ کھل گیا۔ اور وہ اندر سے باہر آگیا۔ دروازہ پھر بند ہو گیا۔ اب وہ تیزی سے نچلی منزل کیطرف بڑھا۔ آس پاس بھی نظر ڈال لی تھی۔ لیکن کوئی نظر نہ آسکا۔ وہ اب پھرتی سے زینے طے کرنے لگا۔ آخری موڑ سے پہلے اس نے دیکھا کہ وہ سب لوگ اسی طرف دیکھ رہے تھے۔ عمران واپس اوپر چڑھ گیا پھر غسلخانے کی کھڑکی سے نیچے جھانکا۔ برابر میں ایک پائپ تھا۔ جو نیچے سے اوپر تک چلا گیا تھا۔ وہ اسی کے سہارے نیچے اترنے لگا۔ نیچے پہنچکر اس نے رومال سے ہاتھ صاف کئے۔ اور ایک ایسے کمرے کی کھڑکی کھول کر اندر داخل ہو گیا کہ جسکا دروازہ فیاض اور ان سب لوگوں کی پشت پر کھلتا تھا۔ کمرے سے نکل کر وہ ان لوگوں کے پیچھے آکھڑا ہوا۔ وہ سب زینے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ عمران نے سنا۔ فیاض کرنل تنویر سے یہ کہہ رہا تھا۔ "یہ سراسر فراڈ ہے۔ آپ لکھ لیجئے۔ اس نے محض وقت ضائع کرنے کے لئے ہمیں اس طرح سے دھوکا دیا ہے۔"

"اس سے اسے کیا فائدہ ہوگا۔؟" کرنل نے پوچھا۔

"یہ تو وہ سمجھ سکے گا۔"

"میرے خیال سے کیپٹن وہ بے قصور ہے۔"

"پھر اس نے ہم سے یہ مذاق کیوں کیا۔؟"

"وہ بیوقوف بھی تو ہے۔"

"میں نہیں مانتا۔" فیاض نے گردن ہلائی۔

"کیوں۔؟"

"ایسے بے وقوف آدمی بے حد خطرناک ہوتے ہیں۔"

"شاید۔"

"اب یہی دیکھ لیجئے نا۔ کہ اس نے پری کی کہانی کا سہارا لے کر ہم سب کو الو بنانے کی کوشش کی ہے۔"

"یہ بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" کرنل نے کہا۔

"اس نے پری کی کہانی سنائی جو سراسر بکواس تھی۔ بھلا اس دور میں اس قسم کی کہانیاں چل سکتی ہیں۔ خود سوچئے۔"

"نہیں۔ کرنل نے کہا۔ تم صحیح کہہ رہے ہو۔"

"وہ اور اس کی پری دونوں فراڈ ہیں۔"

"تم خود فراڈ۔" عمران غرا کر بولا۔ اور وہ سب اس طرح اچھل پڑے جیسے وہاں بم گر پڑا ہو۔ اور پھر عمران پر نظر پڑتے ہی وہ چونک کر کئی قدم پیچھے ہٹ گئے۔ ان کے چہروں پر بے پناہ حیرت تھی۔

"تت... تم...؟" فیاض ہکلا کر بولا۔

"ہاں۔ میں۔" عمران غرایا۔ "تم نے مجھے فراڈ کہا۔ اب بولو میں کون ہوں۔"

"تم کیسے باہر نکلے۔؟" کرنل نے پوچھا۔

"جادو سے۔ جاؤ جا کر اپنے تالے دیکھ لو۔"

"تالے۔؟" فیاض نے دہرایا۔

"ہاں۔ جاؤ۔" عمران غرایا۔ اسکی آنکھیں باہر ابلی پڑ رہی تھیں۔ وہ سب سہم گئے۔ عمران دوسری مرتبہ دہاڑا۔ اور وہ خوفزدہ سے زینے طے کرنے لگے اور عمران کے کمرے کے سامنے جا کر چونک پڑے۔ دروازہ میں تالا لگا ہوا تھا۔ حیرت کا شدید جھٹکا انہیں لگا۔ اور وہ سب عمران کو گھورنے لگے۔

"میں فراڈ نہیں ہوں۔" عمران کہہ رہا تھا۔ "زندہ حقیقت ہوں۔ تم سب دیکھ لوگے۔ کہ میں کون ہوں لیکن کسی کو نقصان نہیں پہنچاؤں گی سمجھے۔ اور اب میں یہاں سے جا رہی ہوں۔ اب کبھی بھی اسکے پاس نہیں آؤں گی۔" عمران نے جملہ ختم کیا اور لہرا کر فرش پر گر پڑا۔ وہ ایک لمحہ تو سکتے میں رہے پھر عمران کی طرف دوڑ پڑے۔ انہوں نے عمران کو اٹھایا۔ اور اسے کرنل کے کمرے میں لائے۔ عمران بے ہوش پڑا ہوا تھا۔

"یہ سچ کہہ رہا تھا کیپٹن۔" کرنل نے کہا۔ "تم نے خواہ مخواہ اسے پریشان کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس پر واقعی کوئی پری عاشق ہو گئی ہے۔"

"میں خود بھی حیران ہوں۔" فیاض نے کہا۔ پھر وہ عمران کو ہوش میں لانے کی تدابیر کرنے لگے۔ پھر دس منٹ بعد عمران ہوش میں آیا۔ ہوش میں تو وہ پہلے ہی سا تھا اب اس نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ چند لمحے وہ ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"ہم... میں... میں کہاں ہوں۔"

"تم کمرے ہی میں ہو۔" فیاض نے کہا۔ اور عمران اچھل کر اٹھ کھڑا ہوا پھر اس نے خوف زدہ نظروں سے ادھر ادھر دیکھا۔ اور فیاض پر نظر پڑتے ہی غصیلے لہجے میں بولا۔

"دیکھ لیا تم نے؟ اگر اب بھی تم جھوٹ سمجھ رہے ہو تو کوئی اور ثبوت دوں۔"

"نہیں۔" کرنل نے گردن ہلادی۔ اور وہ سب خاموش ہو گئے۔ چند لمحے کمرے میں موت کا سا سکوت طاری رہا۔ ہر ایک کی نگاہیں عمران پر جمی ہوئی تھیں۔ "اس کوٹھی میں ہونے والے واقعات میری سمجھ میں نہیں آتے۔" کرنل نے کہا۔

"اکثر ہم خود ان واقعات پر حیران ہیں۔" شمسہ نے کہا۔

"کیا تم ٹھیک ہو۔؟" کرنل نے عمران سے پوچھا۔ پھر اثبات میں جواب ملنے پر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور پہلے کمرے میں آکر وہ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھے۔ عمران ان کے ساتھ ہی تھا۔ لیکن اب وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اسکا اگلا اقدام کیا ہونا چاہیئے۔ اور وہ کس طرح ان واقعات پر قابو پا سکتا ہے اس وقت اس کے پاس کئی کلیو تھے۔ اور انہی کو کام میں لانا چاہتا تھا۔

ڈرائنگ روم میں باتیں ہوتی رہیں۔ پھر شام کی چائے پی گئی۔ عمران نے چائے کے ساتھ موجود چیزوں پر بڑھ چڑھ کر ہاتھ صاف کرنے شروع کر دیئے تھے۔

"شاہد صاحب آج تو آپ کافی بے تکلف واقع ہو رہے ہیں۔"

"وہ... وہ... دراصل۔ یعنی کیسے؟" عمران کینک کو نکلتا ہوا بولا۔

"بڑھ چڑھ کر جو ہاتھ مارے جا رہے ہیں۔"

"میں صبح سے بھوکا ہوں۔" عمران نے آنکھیں نکال کر کہا لیکن اس کی طرف سے توجہ ہٹا کر وہ کرنل اور کیپٹن کی طرف متوجہ ہو گئے۔ فیاض کہہ رہا تھا۔ "اقبال کی لاش دفنانے کے بعد اب آپ کو اور بھی ہوشیار ہو کر رہنا چاہیئے۔ تاکہ آئندہ مجرموں کو کسی قسم کا موقع نہ مل سکے۔"

"یقیناً۔" کرنل نے کہا۔ "میں آج رات خود جاگ کر پہرہ دوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" فیاض نے کہا۔ "میں آج ذرا باہر جا رہا ہوں رات کو واپس آ کر آپ ہی لوگوں کے ساتھ رات گزاروں گا۔ آج میں اس شخ کا راز معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔ اگر ہو سکے تو صفدر اور ناصر کو بھی اپنے پاس ہی رکھیئے۔ ہم انہیں ساتھ رکھ کر فائدے میں رہیں گے۔"

"کیا ان کے لئے بھی کوئی خطرہ ہے۔؟" کرنل نے پوچھا۔

"خطرہ تو نہیں ہے لیکن یہ میں محض اسلئے کہہ رہا ہوں کہ اس طرح ہم دو کی جگہ چار ہو جائیں گے اور اس شیخ کے ساتھی کو با آسانی گھیر سکیں گے ورنہ دو آدمی بمشکل اس پر قابو پا سکیں گے۔"

"کیا تم اس کو انسان سمجھتے ہو۔" کرنل نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ وہ انسان ہی ہے۔"

"لیکن میری عقل اسے نہیں مانتی۔" کرنل نے کہا۔

"آپ خود دیکھ لیں گے۔" فیاض نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ کرنل بخت بہادر کی کوٹھی سے نکل کر فیاض نے ایک قریبی پبلک بوتھ کے سامنے

موٹر سائیکل روکی۔ اور بوتھ میں گھس کر عمران نے ڈائل کئے۔ سلسلہ فوراً ہی مل گیا۔

"ہیلو عمران۔؟" فیاض نے کہا۔

"جی نہیں۔ عمران کا سیکریٹری سلمان۔" دوسری طرف سے سلیمان کی آواز سنائی دی۔

"عمران کہاں ہے۔؟"

"جناب وہ کئی دنوں سے غائب ہیں۔"

"اوہ۔ فیاض کے چہرے پر شکنیں پڑ گئیں۔

"کیا آپ کو اسکا پتہ معلوم ہے۔؟"

"نہیں۔ اگر معلوم ہوتا تو فون کیوں کرتا۔؟"

"خیر جناب عمران کے نوکر سلیمان نے جواب دیا۔ میں اب پولیس میں رپورٹ لکھانے جاتا ہوں۔"

"ضرور لکھاؤ۔" فیاض نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ اب پھر اسکی موٹر سائیکل سڑک پر دوڑ رہی تھی بلا مقصد بلا سبب کے وہ پٹرول پھونکتا رہا اس نے سوچا تھا کہ عمران کو سیکرٹ کے نئے تجربہ گاہ کی کوٹھی پر جائیگا۔ پھر وہاں سے موقعہ واردات دیکھ کر شاید حالات کریکیگا یہ واقعات اسکی سمجھ میں نہ آسکے تھے دو گھنٹے بعد اس نے ایک کیفے کے سامنے موٹر سائیکل روکی اور اندر داخل ہو گیا۔ اس کیفے میں وہ پہلی مرتبہ آیا تھا لیکن اندر داخل ہوتے ہی اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ سامنے ہی ایک میز پر عمران اپنی آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا۔ اسکے جسم پر سیاہ رنگ کا سوٹ اور سفید قمیض تھی۔ فیاض تیزی سے اس کے قریب پہنچکر کھڑا ہو گیا۔

"چلو سوپر فیاض بیٹھو۔" عمران نے اس طرح آنکھیں بند کئے جواب دیا۔ اور فیاض ایک طویل سانس لیکر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے سوچا تو یہ بات تھی عمران نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ اسی لئے آنکھیں بند کر لیں تھیں۔

"کہاں غائب ہو آجکل۔" فیاض نے عمران سے پوچھا۔

"میں بڑی مصیبتوں میں پھنس گیا ہوں سوپر فیاض۔" عمران نے کہا۔

"وہ کیوں۔؟ کیا ہوا؟ مجھے بتاؤ۔ شاید میں مدد کر سکوں۔"

"شاید نہیں۔ یقیناً کر سکو گے۔" عمران نے کہا۔

"جلد بتاؤ۔ میں تمہاری مدد کرنے کے لئے بے چین ہوں۔"

"غلط۔ تم مجھ سے مدد حاصل کرنے کیلئے بے چین ہو۔" عمران نے کہا۔ اور فیاض چونک پڑا۔ عمران پھر بولا "میرے اوپر ایک آدمی کے سوا چھ آنے قرض ہیں۔"

"اوہ۔ فیاض نے خوشدلی سے سانس کر کہا۔ میں دیدوں گا۔"

"واقعی۔" عمران نے آنکھیں کھول کر کہا۔

"ہاں۔ مگر تم نے آنکھیں کیوں بند کر رکھی تھیں۔"

"قرض دار کی وجہ سے۔؟"

"کیا مطلب۔؟"

"قرض خواہ نے کہا تھا کہ اگر شرم ہے تو آنکھیں بند کر کے بیٹھ جاؤ۔"

"اوہ تو تم شرم کا مظاہرہ کر رہے تھے۔"

"ہاں اب تم قرض دیدو گے نا۔؟"

"دیدوں گا۔ عمران لیکن تم کو میرے ساتھ چلنا پڑے گا۔"

"کہاں؟ سوپر فیاض!"

"کرنل نختیاور کی کوٹھی پر۔"

"اے باپ رے۔" عمران خوفزدہ لہجے میں بولا۔

"کیوں کیا ہوا۔" فیاض نے حیرت سے پوچھا۔

"کیا تم مجھے مروانا چاہتے ہو۔"

"نہیں۔ لیکن یہ تم نے کیوں کہا۔"

"اس لئے کہ وہاں بھوتوں اور روحوں کا راج ہے۔"

"تو تم اس بارے میں پہلے سے جانتے ہو۔" فیاض طویل سانس لیکر بولا۔

"ہاں سوپر فیاض جی اماں کہتی تھیں کہ روحوں اور بھوتوں سے لڑنے والا انہی کے ہاتھوں مارا جاتا ہے۔ کیا سمجھے۔؟"

"اوٹ پٹانگ مت بکو۔" فیاض نے جواباً کہا۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم اس بارے میں کیا جانتے ہو۔ تم کب سے اس کیس پر کام کر رہے ہو۔؟"

"کبھی سے بھی نہیں عمران نے کہا۔ یہ غلط فہمی کب سے ہوئی ہے۔"

"مجھے باتوں میں بہلانے کی کوشش مت کرو۔" فیاض نے کہا۔

"ٹھیک بک رہے ہو سوپر فیاض۔ عمران نے کراہ کر کہا۔ تمکو تو لیڈی ایکسٹیری ہی بہلا سکتی ہے اور کسی کی کیا مجال ہے جو بول سکے۔"

"مت بکو خاموش رہو۔" فیاض جھلا گیا۔

"اچھا چپ ہوا جاتا ہوں۔" عمران نے سختی سے ہونٹ دبا لئے۔

"کیا تم میری مدد کرو گے۔"

"ضرور۔ سوپر فیاض بتاؤ۔ کیا چاہتے ہو۔؟"

"میں اس وقت شمع کے راز کو معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"تفصیل سے بتاؤ فیاض،" عمران نے آنکھیں گھما کر کہا۔

"کیا تم واقعات سے لاعلم ہو؟" فیاض نے پوچھا۔ عمران کے سر ہلانے پر فیاض نے تمام واقعات عمران کو سنا دیئے۔ عمران اس طرح سے سنتا رہا جیسے حقیقتاً اسے پہلے سے علم نہ ہو۔ کہ وہاں پر کیا کچھ ہوا ہے۔

"تو تم کو اس الجھن نوجوان شاہد پر شبہ ہے۔؟"

فیاض نے کہا۔ واقعات تمہارے سامنے ہیں تم اب کیا کہو گے؟"

"فی الحال اسے ٹالو اور میرے ساتھ چلو۔"

"کہاں۔؟" فیاض نے پوچھا۔

"چلو تو سہی،" عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ مل چکا کر باہر نکل آئے۔ فیاض آگے اور عمران پیچھے کار پر بیٹھ گیا۔

دس بارہ منٹ کے بعد وہ ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور فیاض کہہ رہا تھا۔ "یہاں کس لئے آئے ہو؟"

"ڈانس دیکھنے،" عمران نے اسٹیج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔؟" فیاض چونک کر بولا۔ تم اور ڈانس حیرت ہے

"واقعی حیرت کی بات ہے،" عمران نے کہا۔ "مجھے بھی پہلے سے پتہ نہیں تھا کہ ڈانس دیکھنے سے آنکھوں کو سرور اور دل کو تقویت پہنچتی ہے۔"

"اب بکواس کرو گے،" فیاض نے کہا۔ "تم بتاؤ مجھے یہاں کیوں لائے ہو"

"ایک ضروری کام کے لئے،" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ اس نے بال آری

ہال میں داخل ہوتے دیکھ لیا تھا۔ اسکے بعد ہی صفدر بھی اندر داخل ہوا تھا۔ پال آری ان کی میز سے چھٹی میز پر بیٹھی ہوئی لڑکی کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ بیٹھنے سے پہلے اس نے اجازت لے لی تھی۔ صفدر ان کے قریب کوئی میز حاصل نہ کر سکا تھا۔ کچھ بعد فیاض نے عمران سے پوچھا۔

"کیا یہ کوئی خاص آدمی ہے۔؟"

"خاص الخاص سوپر فیاض۔" عمران نے کہا۔ "اگر تم اس کے تعاقب پر تیار ہو جاؤ تو تمہاری صحت شاندار ہو سکتی ہے۔"

"کھل کر کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"اور اب کیسے کھل کر کہوں۔" عمران نے کہا۔ "تم چاہو تو اس کا تعاقب کر سکتے ہو۔"

"لیکن کوٹھی۔؟"

"کوٹھی پر تمہارا موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔"

"میں چاہتا تھا کہ اس احمق نوجوان پر نظر رکھ سکوں۔"

"تم اسکو بار بار احمق کہہ کر میرا مذاق اڑا رہے ہو۔" عمران نے کہا۔

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب یہ کہ دنیا میں میں واحد احمق ہوں۔ دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"لیکن وہ تم سے زیادہ احمق ہے۔" فیاض مسکرایا۔

"نہیں ہو سکتا۔" عمران نے میز پر گھونسہ مارتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔ یقین نہ آئے تو خود دیکھ لو۔"

"سوپر فیاض۔؟" عمران غمناک لہجے میں بولا۔

"کیا بات ہے۔"

"کیا اب تمہاری عقل کا ماتم کرنے لگوں۔"

"کیوں۔؟" فیاض بوکھلا کر بولا۔ "میں نے کیا کیا۔؟"

"حماقت۔؟" عمران نے کہا۔

"وہ کیا۔؟"

"ارے اگر نام بدل گیا تو کیا عمران بھی بدل جائے گا۔"

"اوہ۔ فیاض نے چونک کر اس کو گھورتے ہوئے کہا۔ تو تم ہی ہو وہ احمق نوجوان شاید عمید۔ کیوں۔؟"

"اور کون ہو سکتا ہے۔؟"

"مجھے کیوں بے وقوف بنایا ہے تھے۔؟"

"صرف اسلئے کہ بیوقوف بنانے سے دشمن اندھا ہوتا ہے اور تمہاری صحت شاندار ہوتی جاتی ہے۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔" فیاض غرایا۔ مجھے صاف بتاؤ۔ تم کیا بکواس ہے ہو۔

"تمہاری مدد سوپر فیاض۔"

"تم بند کمرے سے باہر کس طرح نکل آئے تھے۔"

"پری۔"

"اب جبکہ تم نے اپنی اصلیت ظاہر کر دی ہے تو میں پری کی بات نہیں مانتا۔"

"چلو یہ بھی سہی۔ عمران نے کہا۔ پھر میں کس طرح باہر آگیا۔؟"

"شاید تم اس خفیہ میکنزم سے واقف ہو گئے ہو جس کے ذریعہ وہ موم شمع والا کمروں میں گھس جاتا ہے۔"

"تمہارا خیال صحیح ہے۔" عمران نے کہا۔ میں کل ہی اس سے واقف ہوا تھا۔ رات وہ میرے کمرے میں بھی آیا تھا۔ اور مجھے سوتا سمجھ کر چلا گیا۔"

"آخر وہ ہے کون۔؟"

ابھی تک تو میں خود بھی اسے نہیں سمجھ سکا ہوں۔ عمران نے کہا۔ کیا تم کرنل بخت بہادر کی موت کے بارے میں روشنی ڈال سکو گے۔"

"کیوں نہیں۔" قیاص نے کہا۔ اسے میرے ہی ایک ماتحت نے اسے فائل کیا تھا۔"

"کیا پوائنٹس ہیں۔؟"

"کرنل کی لاش انکی اسی کوٹھی سے ملی تھی۔ ان دنوں بچے پہاڑ پر گئے ہوئے تھے اور کرنل بخت بہادر کے منہ بولے بھائی کرنل بختیار دا صوفت سانگلہ ہل پر اسمگلروں کی سرکوبی کرنے میں لگے ہوئے تھے۔ کرنل بخت بہادر کی لاش جب سڑی اور تعفن پیدا ہوا تب پتہ چلا۔ پڑوسیوں نے پولیس کو اطلاع دی تھی۔"

"کیا وہ ان دنوں وہاں تنہا ہی رہتے تھے۔؟"

"ہاں۔ کوئی بھی نوکر موجود نہیں تھا۔ وہ سب پہاڑ پر بچوں کے ساتھ گئے ہوئے تھے۔ کرنل ہوٹل ہی میں کھانے پیتے تھے۔"

"کیا کوٹھی کا دروازہ مقفل ملا تھا۔"

"نہیں صرف پنجر پڑے ہوئے تھے۔"

"لاش کی شناخت کس نے کی تھی۔؟"

"مختلف لوگوں نے پھر ان کے بچوں کو بلایا گیا۔ کرنل کو بھی اطلاع دی گئی تھی کہ وہ کرنل نجف بہادر ہی کی لاش ہے حالانکہ لاش بری طرح سے پھول گئی تھی۔ اور چہرے کا گوشت گلنے لگا تھا جس کی وجہ سے نقوش بھی بگڑنے لگے تھے۔"

"پھر بھی لاش شناخت ہو گئی تھی۔؟"

"ہاں۔ اسکی وجہ یہ بھی تھی کہ لاش کے بدن پر وہی لباس تھا جو چند دن پہلے وہ پہنے ہوئے تھے۔ گھڑی بھی وہی تھی اور انگشتری بھی۔"

"کیا لاش کے فوٹو لئے گئے تھے۔؟"

"ہاں۔ کیا تم دیکھنا چاہتے ہو۔؟"

"ہاں۔ اگر ایک دو فوٹو فراہم کر سکو۔ یوں چہرے کے ہونے چاہئیں تاکہ میرا مطلب پورا ہو سکے۔"

"میں آج ہی فوٹو نکلوا تا ہوں۔"

"دوسری بات۔ کیا کرنل نجفیادر نے اس معاملے میں کوئی رائے ظاہر کی تھی۔؟"

"کس قسم کی رائے۔؟"

"یہی کہ اصل قاتل کون ہے۔ کس نے انہیں قتل کیا تھا۔"

"نہیں۔ کرنل نجفیادر کرنل نجف بہادر کے بچے کوئی بھی اس قتل پر روشنی نہ ڈال سکا تھا۔ نہ ہی کسی کے بارے میں شبہ ظاہر کیا۔"

"قتل خنجر سے ہوا تھا نا۔؟"

"ہاں۔ اور وہ عام ساخت کا بازار میں بکنے والا خنجر تھا۔"

"فنگر پرنٹس۔؟"

"کوئی نہیں۔ خنجر تک پر انگلیوں کے نشانات نہیں مل سکے تھے۔"

"لاش کس قبرستان میں دفنائی گئی تھی۔؟"

"اس کے خاندانی قبرستان میں دفنائی گئی تھی لیکن قبر سے کیا مطلب۔؟"

"کچھ نہیں۔ یونہی پوچھ لیا تھا۔" عمران نے کہا۔

"تم اسکا لاش قبر سے نکلوا کر دوبارہ چیک کروانا چاہتے ہو۔؟" فیاض نے پوچھا۔

"اسلیئے کہ یہ مشتبہ ہے۔؟"

"گویا تم کافی آگے بڑھ چکے ہو۔"

"نہیں۔ عمران نے کہا۔ جس دن تم میرے پاس سے یعنی کرنل کی کوٹھی سے نکلے تھے۔ اس نے گھر تک تمہارا پیچھا کیا تھا۔"

"اوہ۔ فیاض نے حیرت سے کہا۔ پھر کنکھیوں سے پال آری کو دیکھا۔

"اسکا نام پال آری ہے۔ کیپٹن نعمانہ میں ملازم ہے شاید کشمیر ہے لیکن منیجر اور اسکے طرز عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں ان مجرموں کے شریک ہیں جنھوں نے پہلے کرنل بخت بہادر کو اور اسکے بعد کرنل کے بیٹے اقبال کو قتل کیا ہے۔"

"لیکن میری سمجھ میں یہ نہیں آسکا کہ ان کے قتل کا مقصد کیا ہے۔؟"

"کرنل کی دولت کتنی ہے۔؟"

"کافی دولت ہے۔ جائداد بھی ہے لیکن مجھے اس پر یقین نہیں ہے کہ کسی دولت کی وجہ سے انہیں قتل کرنے پر آمادہ ہوا تھا۔"

"کیوں۔؟" عمران نے پوچھا۔ اور جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر منہ میں رکھ کر آہستہ آہستہ دانتوں سے کچلنے لگا۔

"اسلئے کہ کرنل کی موت کے بعد دولت خود بخود انکے بچوں کیطرف منتقل ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی دولت ہی چاہتا ہے تو اسے ان پانچوں کو بھی قتل کر ڈالنا چاہیئے تھا کیونکہ ان کی موجودگی میں کرنل کی دولت کوئی بھی حاصل نہیں کر سکے گا۔ وہ جائز وارث ہیں۔"

"خیال ٹھیک ہے۔ عمران نے کہا۔ اور ایسا ان پانچوں کو راہ سے ہٹانے کی ابتدا ہو چکی ہے۔ اقبال کا مرڈر اسکا ثبوت ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔ یہ صحیح خیال ہو۔"

"خیر تو تم اس کا تعاقب کرو گے۔"

"بال آری کا۔؟"

"اسکے پیچھے میرا آدمی لگا ہوا ہے۔ تم سردست بال کے ساتھ بیٹھی ہوئی لڑکی کا پیچھا کرو گے۔ اور خاموشی سے حالات کا جائزہ لو گے۔"

"اگر ضرورت ہوئی تو میں اسے یا دونوں کو گرفتار کر لوں گا۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا۔؟"

"ہم اس سے معلومات حاصل کر سکیں گے۔"

"نہیں۔ یہ بیکار بات ہے۔" عمران نے کہا۔ تم کسی بھی طرح کی مداخلت نہیں کرو گے ورنہ کام خراب ہو جائیں گے اور دشواریاں مزید بڑھ جائیں گی۔"

"کوئی کاکیا تیے گا؟ میرا مطلب موقی شیخ سے ہے۔"

"اسے بھی آج میں دیکھ لوں گا۔"

"اس موٹی تحریر کے لئے تم کیا کہتے ہو۔"

"وہ حیرت انگیز چیز ہے۔ عمران نے کہا لیکن میں اسے کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں اس کے لکھنے کا طریقہ سمجھ میں آرہا ہے۔"

"کیا ہے وہ۔؟"

"سر دست میں صرف اندازہ قائم کر رہا ہوں۔" عمران نے بات گول کر دی۔ فیاض خاموشی سے بیٹھا کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔

"تم نے کرنل بخت بہادر کے بارے میں اسقدر پوچھ گچھ کیوں کی۔"

"محض کیس کا سرا ہاتھ لگنے کی خاطر۔"

"ہم۔ فیاض خاموشی سے کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا لیکن تم مجھ کو ان کے گرفتار کرنے سے منع کیوں کر رہے ہو۔؟"

"چلو اگر تم انہیں گرفتار کر لیتے ہو۔ اور وہ مار پیٹ کے باوجود بھی کوئی خاص بات نہ بتا سکے تب؟ کیا ہماری محنت برباد نہیں ہوگی۔؟"

"یہ بات تو ٹھیک ہے۔" فیاض نے سوچتے ہوئے کہا۔ اگر وہ کچھ نہ بتا سکے تو ہمارے ہاتھ کچھ نہ آسکے گا۔ اور وہ ہوشیار ہو کر محتاط ہو جائیں گے۔"

"بس تو سعادت مند بچوں کی طرح وہی کرو جو کہا جا رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے میں اس لڑکی کا تعاقب کرتا ہوں۔ تم کب ملو گے۔؟"

"تم کل صبح کو بھی آکر مجھ سے مل سکتے ہو۔"

"لیکن کیا وہاں بھی تم خود کو ظاہر کر دو گے۔؟"

"نہیں۔ شاہد کی حیثیت برقرار رہے گی۔"

"بس تو میں چلتا ہوں۔" فیاض نے اٹھتے ہوئے کہا۔ کیونکہ پال بھی اور وہ لڑکی بھی دونوں اٹھ کھڑے ہوئے تھے عمران نے صرف سر ہلا دیا۔ فیاض ان سے پہلے ہی باہر نکل آیا تھا اور اب کیباؤنڈ میں ایک کار کی آڑ میں اپنے چہرے کی مرمت کر رہا تھا ظاہر ہے جب عمران کے مطابق پال آرمی نے اسکا تعاقب کیا تھا تو وہ اس سے واقف بھی ہوگا اور اسے شناخت بھی کرتا ہوگا۔ اسی لئے اسکا میک اپ میں رہنا اور میک اپ میں رہ کر تعاقب کرنا ضروری تھا۔

پانچ منٹ سے بھی کم وقفے میں اس نے اپنے چہرے کی مرمت کر ڈالی۔ اب چہرے پر گھنی مونچھوں اور نمایاں کنپٹیوں کی عینک کا اضافہ ہو چکا تھا اسنے پال آرمی اور لڑکی کو ایک سیاہ رنگ کی گاڑی میں بیٹھتے ہوئے دیکھا۔ اور پھر اسکے کیباؤنڈ سے نکلتے ہی فیاض نے موٹر سائیکل آگے بڑھا دی اسکی موٹر سائیکل میں اعلیٰ قسم کا سائیلنسر لگا ہوا تھا اسی وجہ سے انجن کی آواز نہیں تھی۔ دونوں گاڑیاں آگے پیچھے دوڑتی ہوئی کچنار کے جنگل کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ فیاض نے اگلی بتی روشن نہیں کی تھیں صرف اس سیاہ کار کی ٹیل لائٹ کے سہارے تعاقب کر رہا تھا۔ کچنار کے جنگل میں پہنچکر وہ ایک کچے راستے پر مڑ گئی۔ پھر دو ڈھائی فرلانگ کا راستہ طے کرنیکے بعد کار رکی اور فیاض نے اپنی موٹر بائیک ایک جھاڑی میں گھسا کر روک دی۔ پھر جب اس سیاہ کار سے دونوں اتر کر آگے بڑھ گئے تو فیاض نے انجن بند کیا اور تیزی سے انکے پیچھے چلنے لگا۔ اسکی سمجھ میں ان دونوں کے یہاں

پر آنکھ کی وجہ نہیں آئی تھی ..... کہیں عمران نے اسے الو تو نہیں بنایا؟ یہ ممکن تھا کہ پال آدمی اور یہ لڑکی دونوں یہاں داد عیش دینے آئے ہوں اور عمران کو غلط فہمی ہوئی ہو۔ یا اس نے جان بوجھ کر اسے یہاں بھیجا ہو تاکہ وہ خود کوٹھی میں کام کر سکے لیکن اگر ایسا ہی تھا تو عمران بیحد بے وقوف تھا جو اس نے اپنی شناخت والی حیثیت ظاہر کر دی تھی۔ دھوکے کی صورت میں وہ کبھی اس بات کو ظاہر نہیں کرتا۔ وہ شش و پنج میں ہی ان دونوں کے پیچھے چلتا رہا۔ بیس چالیس گز کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ دونوں رک گئے۔ فیاض بھی رک گیا۔ ساتھ ہی اسکے ذہن میں ایک خیال ابھرا کہیں یہ اسمگلنگ کا ہی تو کوئی چکر نہیں ہے یہ ممکن تھا کیونکہ اس سے آگے ہی سانگلہ ہل کی چوکی تھی جہاں برسوں سے باقاعدہ اسمگلنگ ہو رہی تھی اور آج تک اسکا سدباب نہ ہو سکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اسے یاد آیا کہ جن دونوں کرنل نجمتیا دفن ہوئے ہیں انہی دونوں کرنل نجمتیا دیعنی سانگلہ ہل پر اسمگلنگ کی روک تھام کیلئے روانہ کئے گئے تھے۔ پھر وہ ناکام ہو کر اس وقت واپس لوٹ گئے تھے جب انکے متعلقہ بھائی ہلاک ہو گئے تھے قتل کی اطلاع ملتے ہی وہ واپس ہو گئے تھے۔ پھر ایک ماہ کے اندر اندر استعفے دے ڈالا تھا۔ تو کیا اس نے سوچا کہ کرنل نجمتیا دکا اس اسمگلنگ ریکٹ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیا وہ مجرموں کا ساتھی ہے۔؟

دفعتہً وہ چونک پڑا۔ لڑکی کے ایک ہاتھ میں ٹارچ تھی جسکی روشنی جھاڑیوں پر پڑ رہی تھی۔ پھر فیاض نے دیکھا کہ اس ٹارچ سے کسی کو سگنل دیئے جا رہے تھے فیاض نے ٹارچ کی روشنی کی سیدھ میں نظر دوڑائی۔ دور تاریکی میں جگنو

چمک آیا تھا۔ یہ بھی کسی ٹارچ کی روشنی تھی لیکن دور ہونے کی وجہ سے مدھم نظر آرہی تھی۔ رفتہ رفتہ فیاض نے اسے قریب آتا محسوس کیا پھر وہ چونک پڑا۔ پال لڑکی سے کہہ رہا تھا۔ "آج کا معاملہ تو ٹھیک رہا۔"

"سو فیصدی"، لڑکی ہاتھ ہلا کر بولی۔

"میرے خیال سے باس کو دھوکہ ہوا تھا۔"

"ممکن ہو ایسا ہو لیکن ابھی تک باس کا پتہ نہیں۔"

"آتے ہی ہوں گے"، پال نے کہا۔ پھر آتی ہوئی روشنی کو دیکھ کر بولا۔ "مال تو کافی نظر آتا ہے۔ اب یہ پتہ نہیں کہ کون سا مال ہے۔"

"وہی ہوگا جس کی ضرورت ہے۔" لڑکی بول پڑی۔

"شاید۔" پال نے کہا۔ اور خوشی سے بیٹھ گیا۔

دفعتہً فیاض نہ صرف چونک پڑا بلکہ اچھل کر کچھ اور آگے بڑھ گیا قریب آتی ہوئی روشنی اور ان دونوں کے درمیان ایک سبز رنگ کی روشنی چمک سی تھی۔ وہ دو مرتبہ چمکی اور پھر بجھ گئی۔ اور اسکے ساتھ ہی سفید روشنی بھی گم ہو گئی۔

"لو باس بھی پہنچ گئے۔" پال نے کہا۔

"ہاں میں نے سبز اشارہ دیکھ لیا ہے۔"

فیاض کو یہ سمجھنے میں ذرا بھی دشواری نہ ہوئی کہ یہ سب اسمگلنگ کا ہی چکر ہے۔ اور کچھ نہیں ہے لیکن کتنا منظم طریقہ کار تھا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ ان کے اطمینان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ پولیس سے بھی ملے ہوئے

ہیں۔ ورنہ یہ ناممکن تھا کہ پولیس کو اسکی اطلاع نہ ملتی۔ وہ ضرور انکی نقل و حرکت سے بخوبی واقفیت رکھتی ہوگی۔ اس نے سوچا کہ وہ کل یہاں ایک دستہ لیکر آئیگا لیکن اسکا خیال غلط ہوگیا۔ ایک ہی لمحہ بعد اسے اپنے پیچھے سرسراہٹ سنائی دی۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ مڑ سکتا کہ کسی نے اس پر چھلانگ لگائی۔ فیاض نے محسوس کیا کہ اسپر جھپٹنے والا نقاب میں ہے۔ فیاض نے اسے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر پھینک دیا۔ جھاڑیاں کھڑکھڑائیں اور پال کے ریوالور سے خاموش شعلہ نکل کر جھاڑیوں میں گھس گیا۔ فیاض نے جوابی فائر کر دیا۔ اور کود کر دوسری طرف ہوگیا۔

اب دونوں طرف سے باقاعدہ گولیاں چلنے لگیں تھیں فیاض نے ایک درخت کی آڑ لے لی تھی۔ اور اسے امید تھی کہ یہاں پر کوئی نہ آسکے گا کیونکہ سرحدی چوکی قریب ہونے کے باوجود فائرنگ کی آواز اس تک نہ پہنچ سکے گی۔ اور دونوں طرف سے سائلنسر لگی ہوئی رائفلیں اور ریوالور استعمال ہو رہے تھے۔ صرف شعلے اور چنگاریاں لپک رہی تھیں۔

عمران نے نقاہت کا بہانہ بنا کر اپنے کمرے سے نکل بھاگنا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ نقاہت میں وہ ٹہل ٹہل کر خود کو سکون پہونچاتا ہے کوٹھی سے نکل کر وہ سیدھا فلیٹ پہنچا تھا۔ پھر فیاض کی فون کی کال ملی تھی۔ لیکن عمران کے کہنے پر سلیمان نے کہدیا کہ عمران نہیں ہے۔ گھر سے ضروری اشیاء لیکر

وہ واپس ہوا۔ اس نے واپسی میں سوچا کہ لگے ہاتھوں پال آدی کو بھی چیک کرتے چلو۔ تاکہ یہ چل جائے کہ ٹیپ ٹاپ کلب میں وہ کیوں جاتا ہے اور وہاں کس سے ملے گا۔ لیکن کیپٹن فیاض انکل کا۔ عمران کو اسکی آمد کی توقع نہیں تھی۔ پھر اسکو مجبوراً اپنی سکیم بدلنی پڑی۔ اور فیاض سے پیچھا چھڑا کر کوٹھی پہنچ چکا تھا۔ یہاں سب فکر مند بیٹھے تھے۔ عمران کے پوچھنے پر بتایا گیا کہ کچھ دیر پہلے فائرنگ کی آواز سنائی دی تھی۔ لیکن فائرنگ کہاں ہوئی تھی اس کے بارے میں کوئی کچھ نہ بتا سکا۔

"کھانا کب کھائیے گا۔" عمران نے معصومیت سے پوچھا۔

"نو بج چکے ہیں تمہارا انتظار کر رہے تھے۔" کرنل مختیار نے کہا۔

پھر وہ سب کھانے کے کمرے میں پہنچ گئے۔ کھانے کے دوران خاموشی رہی تھی۔

"کیپٹن فیاض ابھی تک نہیں آیا۔" کرنل نے کہا۔

"اور نہ ہی آئے گا۔" عمران نے سر ہلایا۔

"کیا مطلب۔؟" کرنل نے عمران کو دیکھ کر کہا۔

"مطلب یہ کہ وہ بھی ان مومی شمع کے صاحب بہادر سے ڈر گئے ہیں۔"

"بکواس۔ وہ ڈرپوک نہیں ہے۔" کرنل نے کہا۔

"ہوگا۔ بہادر بھی ہوگا۔ ہو سکتا ہے۔" عمران نے احمقانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔ اور وہ سب مسکرانے لگے۔

"آپ کہاں کہاں گھومے۔؟" شمسہ نے پوچھا۔

"ندی نالے۔ اور کھیتوں میں پھرتا رہا۔"

"ندی نالے۔؟" زرینہ چونکی تھی۔

"ہم... میرا مطلب ہے سڑک در سڑک پھرتا رہا۔"

"میرے خیال سے اب آپ سو جائیں۔" زرینہ بولی۔

"کیوں۔؟" عمران نے پوچھا۔

"اسلئے کہ اچھے بچے ڈرا کرتے ہیں۔"

"مگر ممی کہتی ہیں۔ عورتوں سے مت ڈرا کرو۔"

"ٹھیک کہتی ہیں۔ لیکن بھوتوں سے تو ڈرو گے۔"

"ہاں... نہیں... نہیں... ہاں... عمران ہکلا کر بولا۔

"کیا مطلب۔؟" ہاں بھی نہیں بھی۔"

"ہم۔ میرا مطلب ہے کہ جب وہ آئیں گے تب ہی تو ڈروں گا۔"

"ابھی آتا ہی ہوگا۔" ثریا بولی۔

"سچ۔ آنیوالا ہے۔؟" عمران نے خوفزدہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔ اے لو وہ کیا۔" شمسہ نے باغ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور وہ سب چونک پڑے۔ باغ میں مدھم مدھم روشنی پھیل رہی تھی۔ پھر وہی پراسرار شبیح سامنے آگئی۔ اور وہ لوگ سہم گئے۔

"یہ... کک... کیا ہے۔" عمران گھبرا کر بولا۔

"بھوت... بھوت... شمسہ نے ہکلا کر کہا۔ اور وہ تینوں ایک دوسرے سے لپٹ کر بیٹھ گئیں۔ کرنل نے ریوالور نکال لیا تھا۔ اور صفیر نے

ہاکی سنبھال لی لیکن ناصر خاموش کھڑا ہوا تھا۔ پھر اس نے جیب سے ٹارچ نکالی اور دروازے کی طرف بڑھا۔

"نہیں بھیا۔ آپ ادھر نہ جائیں۔" شمسہ نے ٹوکا۔

"کیوں۔؟"

"وہ ... وہ بھوت ہے۔"

"میں بھوتوں سے نہیں ڈرتا۔" ناصر نے کہا۔ اور برآمدے سے باہر نکل گیا۔ اسکے جاتے ہی وہ چونک کر اسکے پیچھے دوڑے وہ برآمدے سے اترے تو ناصر شمع کے پاس پہنچ رہا تھا۔ وہ بھی اسکے پاس پہنچے شمع اب برآمدے کیطرف بڑھ رہی تھی اور اسکو وہی مردے کے چہرے والا اسنبھالے ہوئے تھا دفعتہ کرنل نے ریوالور نکال کر فائر کر دیا۔

سناٹے میں فائر کی گونج ہوئی اور پھر وہاں تاریکی چھا گئی اور موم شمع بجھ چکی تھی اور وہاں اب سناٹا تھا۔ انھوں نے ٹارچیں روشن کر لی تھیں لیکن آس پاس کوئی بھی نظر نہیں آیا۔ اور وہ حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

"یا خدایا۔ یہ سب کیا ہے۔" ناصر بڑبڑایا۔

"کہیں یہ واقعی روحوں کا چکر تو نہیں ہے۔" صغیر نے کہا۔

"کیا بچوں کی سی باتیں کرتے ہو۔" کرنل بختیاور نے کہا۔

"لیکن انکل۔" صغیر نے کہنا چاہا۔

"کچھ نہیں۔" کرنل نے کہا۔ یہ سب روحوں کا چکر نہیں ہے بلکہ۔"

ان کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ ایک تیز قہقہے کی آواز سنائی دی تھی۔ اور ساتھ ہی انھوں نے عمارت کی چھت پر روشنی ہوتے دیکھی۔ یہ اسی موی شمع کی روشنی تھی کہ جیسے انہوں نے گولی چلائی تھی۔ قہقہہ پھر سنائی دیا۔ عمران نے دیکھا کہ اچانک وہ موی شمع بجھ گئی۔

پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ سوچتے وہی شمع اور اس کی پراسرار روشنی سرونٹ کوارٹرز کے پاس نظر آئی۔ ان کے جسم لرز کر رہ گئے۔ وہ شمع چشم زدن میں اوپر سے نیچے آگئی تھی لیکن کیسے؟

اس کے قہقہے برابر سنائے دے رہے تھے۔ خوفناک اور بھیانک قہقہے آواز مردانہ تھی اور لہجہ تھا۔

"یہ... یہ تو... یہ تو ڈیڈی کی آواز ہے،" شمسہ ہکلائی۔

"ہاں میں بھی پہچان رہا ہوں۔" کرنل نے کہا۔

"لیکن ڈیڈی..."

"یہ انکی روح ہے بہن۔" صفیر نے کہا۔ اور وہ کانپ کر رہ گئے۔

قہقہے اب سرونٹ کوارٹرس کی طرف سے سنائی دے رہے تھے لیکن آواز اتنی ہی تھی کہ بمشکل دور تک سنائی دے سکے انھوں نے سنا وہ کہہ رہی تھی۔ اپنی پھٹی ہوئی اور خوفناک آواز میں۔

"میرے قاتلوں کو تلاش کرو۔ میرا پیچھا چھوڑو۔"

میرے قاتلوں کو پکڑو۔ اس کے سیاہ کرتوت کا بھانڈا پھوڑ دو۔ اس کے صفحے میں کیا ہے۔ کالا مال نکالو نکالو

اسے یہاں سے نکالو میری روح بیچین ہے میرے قاتل
کی بوٹیاں اتار دو۔ ہاہا۔۔ ہاہا۔۔ ہاہاہا۔ قہقہہ۔۔ ہو
۔۔۔ ہا۔۔۔ ہو۔۔۔ ہو۔۔۔ ہاہاہا۔۔۔"

چیخ کی آواز بڑھنے لگی تھی۔ وہ خوف سے کانپ گئے۔ یکایک بتی پھر بجھ گئی اور اس کے ساتھ ہی وہ اوپری منزل کی چھت پر نظر آئی۔ کبھی وہ دائیں طرف کونے پر نظر آتی۔ اور کبھی بائیں طرف۔ اسکے ساتھ ایک سفید سایہ بھی حرکت کر رہا تھا۔ کرنل نجمتیا ورنے پھر نشانہ لیا۔ اور فائر کر دیا۔ قہقہے کی آواز پھر گونجی۔ اور اس کے ساتھ ہی موی شمع بمعہ سفید رسالے کے نیچے گرتی نظر آئی۔ پھر ایک دھماکہ سا ہوا۔ اور کوئی شے نیچے گری۔ وہ اسی طرف دوڑے اور ٹارچ کی روشنی میں انہوں نے دیکھا کہ ایک ہڈیوں کا ڈھانچہ فرش پر پڑا ہوا ہے اور موی شمع اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اسے حیرت اور خوف سے دیکھ ہی رہے تھے کہ اچانک وہ اچھلا اور صغیر کی ٹانگ پکڑ لی صغیر کے منہ سے چیخ نکلی اور اس نے جھٹکا مار کر ٹانگ چھڑائی اور اس کیطرف بھاگ نکلا۔ وہ بھی حیرت اور خوف سے پیچھے ہٹ گئے ڈھانچے کے ہاتھ کی موی شمع پھر روشن ہو گئی تھی۔ اور اب وہ ڈھانچہ اچھل اچھل کر ناچ رہا تھا۔ جیسے رقص کر رہا ہو۔ وہ خوفزدہ ہو کر اور پیچھے کھسک گئے انہوں نے اس ڈھانچے کے ہونٹ جو صرف ہڈیاں تھیں ہلتے دیکھے اور ساتھ ہی ایک کرخت اور گونج دار آواز سنائی دی۔

"میرے پیچھے مت پڑو۔ اگر مجھے سکون پہنچانا چاہتے ہو تو

میرے قاتلوں کو تلاش کرو۔ ورنہ اس عمارت سے چلے
جاؤ۔ بھاگ جاؤ۔ میری روح انتقام کے لئے بے چین ہے
میں اپنے قاتلوں کا انجام دیکھنے کیلئے تڑپ رہی ہوں۔
جاؤ انہیں پکڑو۔ ان کو ان کے انجام تک پہونچاؤ۔ وہ قاتل
ہیں۔ ... میرے قاتل۔ انسانیت کے قاتل۔ جاؤ میرے
قاتلوں کو تلاش کرو۔ مجھے پریشان نہ کرو۔ ورنہ میرے
غضب سے نہ بچ سکو گے ... جاؤ ... جاؤ ... "

اسکا لہجہ بھیانک ہوتا گیا۔ اور وہ خوفزدہ ہو کر بھاگ نکلے لیکن وہ سب اس سے بے خبر تھے کہ عمران ان کے ساتھ بھاگ جانے کے بجائے وہیں جھاڑیوں میں چھپ گیا ہے۔ وہ ہڈیوں کا سفید ڈھانچہ ناچتے ناچتے یکدم غائب ہو گیا۔ شمع کی روشنی گل ہو گئی تھی۔ اور جب تک عمران اندھیرے میں دیکھنے کے قابل ہوتا۔ وہ ڈھانچہ غائب ہو چکا تھا۔ وہ حیرت سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا لیکن اسے اپنے چاروں طرف سوائے تاریکی کے اور کچھ نظر نہ آسکا وہ چند لمحے اسی جگہ کھڑا سوچتا رہا۔ اور پھر کسی خیال کے آتے ہی اس نے اپنے حلق سے الو کی سی تیز آواز نکالی۔ قریب ہی کسی درخت پر کوئی پرندہ پھڑپھڑایا۔ اور عمران کے منہ سے پھر الو کی سی آواز نکل گئی۔ ایک ہی لمحہ بعد کہیں قریب ہی سے الو کی ایک دوسری آواز سنائی دی۔ اور عمران چونک پڑا۔ آواز دوسری اور پھر تیسری مرتبہ سنائی دی۔ اور اسکے ساتھ ہی عمران بھی یک بیک

الو بن گیا۔ پائیں باغ میں اب دو الوؤں کی چیخ سنائی دے رہی تھی

-:)-

●

بلیک زیرو نے جاتی ہوئی ٹیکسی روکی۔ اور اس میں بیٹھ کر آگے چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ اب کرنل نختیار کی کوٹھی تک پہونچنا چاہتا تھا۔ اس نے رسٹ واچ پر نظر ڈالی۔ رات کے آٹھ بج چکے تھے اور اسے زیادہ سے زیادہ نو بجے تک۔ وہاں پہونچ جانا چاہیئے تھا۔ ابھی اس نے میک اپ بھی نہیں کیا تھا کیونکہ عمران کی ہدایت تھی کہ بغیر میک اپ کے کہیں نہ جایا جائے۔ اس نے ایک تاریک گلی میں ٹیکسی رکوائی اور کرایہ ادا کرکے اتر گیا۔ ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔ بلیک زیرو گلی میں داخل ہوا اور ایسی جگہ جہاں زیادہ تاریکی تھی۔ چہرے کی مرمت کرنے لگا۔ دس منٹ بعد جب وہ گلی سے باہر نکلا ہے تو اسکے چہرے پر قرنج کٹ داڑھی تھی اور آنکھیں سوجھی ہوئی سی لگ رہی تھیں۔ یہ ایک ایسے لوشن کا اثر تھا جسے عمران نے بنایا تھا۔ دو قطرے آنکھوں میں ڈالے اور ایک ہی منٹ بعد آنکھیں سوجھی ہوئی سی لگنے لگیں۔ باہر آکر وہ پیدل ہی ایک طرف کو چلنے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ ایک درمیانہ درجہ کے کیفے میں داخل ہو رہا تھا۔ کیفے میں رش تھا۔ اسکو بمشکل ایک کرسی مل سکی تھی اسکے مقابل دو عورتیں اور مرد بیٹھے ہوئے تھے اور بلیک زیرو انہی سے اجازت لیکر بیٹھا

تھا۔ اس نے کافی طلب کی۔ پھر ان سے بھی کافی کیلئے پوچھا۔ لیکن وہ معذرت کر کے خاموش ہو گئے۔ کافی پیتے ہوئے بلیک زیرو نے ہال پر سرسری نظر دوڑائی یہاں زیادہ تر درمیانہ طبقہ سے تعلق رکھنے والوں کا اژدہام تھا۔ اسٹیج پر ایک کرسچن لڑکی رقص پیش کر رہی تھی۔ دیکھنے والے رقص سے زیادہ اسکے عریاں جسم کو گھور رہے تھے نیم برہنہ لباس میں وہ حد سے زیادہ کشش انگیز لگ رہی تھی۔ بلیک زیرو نے ٹھنڈی سانس لی۔ پھر کافی ختم کر کے اٹھ گیا۔ باتھ روم کیطرف۔ کوری ڈور میں داخل ہو کر اس نے اپنے پیچھے دیکھا۔ پھر ایک واشن بیسن پر جھک گیا۔ شیشے میں اس نے اپنا میک اپ دیکھا۔ جو مکمل تھا۔ پھر بل چکا کر وہ کیفے سے نکل آیا۔ پھر ایک ٹیکسی رکوائی اور چل پڑا۔ کرنل نجمتیاور کی کوٹھی تک پہنچتے پہنچتے اسے پونے نو بج گئے۔ ٹیکسی کو رخصت کر کے وہ ٹہلتا ہوا کوٹھی کے اگلے حصے کی طرف بڑھا۔ پھر اس نے اس نظر دوڑائی یہاں پر پول کی وجہ سے لگے ہوئے تھے جس کی وجہ سے آس پاس روشنی نہیں تھی۔ نیم اجالا پھیلا ہوا تھا۔ اس نے اپنا اطمینان کیا۔ اور پھر خاموشی سے چہار دیواری پر چڑھ کر دوسری طرف کود گیا۔ عمران نے کتوں کی بابت بتا ہی دیا تھا کہ یہاں کتے نہیں ہیں۔ رات اندھیری تھی بمشکل تمام وہ اس حوض کو تلاش کر سکا تھا۔ جس کے قریب ہی اسے چھپنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ حوض اور چہار دیواری والی جھاڑیوں میں وہ چھپ گیا۔ وقت گزر رہا تھا۔ اور بلیک زیرو ہر قسم کے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے پوری طرح چوکس اور ہوشیار بیٹھا سن گن لے رہا تھا۔ یک بیک وہ چونک پڑا کہیں قریب ہی سے کسی قسم کی سرسراہٹ

کی آواز سنائی دی تھی۔ بلیک زیرو ہوشیار ہوگیا۔ اور ریوالور نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ اب وہ کسی ایسے درندے کی طرح پھرتیلا نظر آرہا تھا جو شکار کرنے کے لئے بالکل چوکس اور مستعد بیٹھا ہو آہٹیں پھر سنائی دیں۔ اس مرتبہ بالکل ایسا ہی لگا تھا۔ جیسے کوئی چیز کوئی بھاری سی چیز گھسیٹی جارہی ہو۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اندھیرے میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔ یک بیک اسکی آنکھیں حیرت اور خوف کے باعث پھیل گئیں۔ اس سے چند قدم کے فاصلے پر گھاس کے خطے سے روشنی پھوٹنے لگی تھی۔ مدھم سی زرد اور لرزتی ہوئی روشنی۔ بلیک زیرو نے حیرت سے اسے دیکھا وہ روشنی آہستہ آہستہ تیز ہوتی جارہی تھی۔ پھر وہ گھاس کے خطے سے تقریباً ایک فٹ بلند ہوگئی۔ وہ موم شمع تھی لیکن بلیک زیرو نے حیرت سے دیکھا کہ تو اسکی روشنی زیادہ دور تک پھیلتی ہے اور نہ ہی اسے پکڑ کر اٹھانے والا نظر آتا ہے۔ وہ خاموشی سے اسکا جائزہ لیتا رہا۔ وہ روشنی یک بیک اس طرح آنی شروع ہوئی تھی جیسے گھاس کے خطے سے پھوٹی ہو۔ پھر وہ روشنی اوپر کو اٹھتے اٹھتے اتنی اوپر اٹھ گئی جتنی کہ کسی آدمی کے ہاتھ میں لیکر چلنے پر ہوتی ہے۔ بلیک زیرو خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا وہ روشنی اب آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی۔ اور پھر یک بیک بلیک زیرو کے جسم میں خوف کی جھرجھری سی دوڑ گئی۔ اور وہ کانپ کر رہ گیا۔ اس موم شمع کی روشنی یک بیک سرخی مائل تھی۔ اور اسکی روشنی میں اس نے جو کچھ دیکھا وہ لرزا دینے کے لئے کافی تھا۔

اس موی شمع کو ایک آدمی ہی اٹھائے ہوئے تھا۔ ایک مردہ آدمی جو جنبش بھی کر رہا تھا۔ یہ ایک لمبا تڑنگا آدمی تھا۔ اسکا قد تقریباً پانچ ساڑھے پانچ فٹ کے قریب تھا اس نے ایک سیاہ لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔ جس میں سے اسکے لمبوترے اور کسی مردے کی طرح سفید اور بیجان سے ہاتھ باہر نکلے ہوئے تھے جن میں سے ایک میں اس نے موی شمع پکڑ رکھی تھی۔ اور دوسرا جھول رہا تھا۔ اسکا چہرہ سنولایا اور خشک بیجان آگے کو نکلی ہوئی ناک پچکے ہوئے گال جن میں سے جبڑے کی ہڈیاں صاف طور پر ابھری ہوئی نظر آرہی تھیں۔ اندر کو دھنسی ہوئی چھوٹی چھوٹی پلکوں سے بے نیاز آنکھیں جو کسی ویران اور اجاڑ ویرانے کی طرح تھیں بے نور اور زندگی کی رمق سے دور۔ سر پر اکا دکا بال تھے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا حوض کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پھر وہ حوض کا چکر لگا کر برآمدے کیطرف بڑھنے لگا۔ یک بیک پھر برآمدے سے ایک سایہ سا برآمد ہوا۔ پھر اسکے پیچھے چند سائے اور نکلے وہ سب اسی طرف آرہے تھے۔ یک بیک بلیک زیرو نے اپنے قریب پھر آہٹیں سنیں اور دو تین سائے نکل کر باغ کی تاریکی میں گم ہو گئے۔ وہ ابھی تک یہ ہی نہیں سمجھ سکا تھا کہ یہ سب آتے کہاں سے ہیں؟ اچانک ایک فائر کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ اس نے موی شمع کی طرف دیکھا۔ جو بجھ چکی تھی لیکن سفید سفید دھبے ابھی نظر آرہے تھے۔ یہ شاید اندر سے آنے والے تھے۔ یک بیک ایک قہقہے کی گونج سنائی دی اور عمارت کی چھت پر موی شمع جل اٹھی۔ اور اب موی شمع ناچ رہی تھی

کبھی اوپر کبھی نیچے کبھی سرونٹ کوارٹر کی طرف پھر اچانک موی شمع والے سائے کے قہقہے بدل گئے۔ اب وہ کہہ رہا تھا۔ بلیک زیرو انہیں ذہن نشین کرتا رہا۔ پھر یک بیک اس نے ایک فائر کی آواز سنی۔ موی شمع اس وقت عمارت کی اوپری منزل پر تھی۔ وہ تیزی سے نیچے گرتی نظر آئی۔ اور پھر دھماکہ سا ہوا۔ کوئی بھاری چیز گری ہو۔ بلیک زیرو چونک پڑا لیکن پھر اسے ٹھٹھک جانا پڑا جس جگہ کوئی چیز گری تھی وہاں اب کئی ٹارچوں کی روشنیاں نظر آرہی تھیں۔ اور اس روشنی میں ایک ڈھانچہ رقص کر رہا تھا۔ اسکے ہاتھ میں موی شمع تھی اور وہ یک بیک روشن ہو گئی تھی۔ وہ کچھ کہہ رہا تھا۔ بلیک زیرو بغور سنتا رہا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ کوئی قدم اٹھاتا۔ ڈھانچہ سے خوفزدہ ہو کر وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور پھر موی شمع یکدم بجھ گئی۔ بلیک زیرو محتاط ہو گیا۔ ایک ہی لمحہ بعد کئی سائے اسے اپنے قریب نظر آئے اور پھر کچھ آگے جا کر وہ غائب ہو گئے۔ کچھ آہٹیں سنائی دیں۔ اور پھر خاموشی چھا گئی۔ بلیک زیرو اسی معاملہ پر غور کر رہا تھا۔ کہ اسے باغ کے کسی کونے سے الو کی تیز آواز سنائی دی۔ اس نے اس آواز پر دھیان دیئے بغیر سوچنا شروع کر دیا لیکن دوسری مرتبہ سنائی دینے والی الو کی آواز پر چونک پڑا۔ آواز پھر سنائی دی۔ اور یک بیک وہ بھی الو بن گیا۔ باغ میں اب دو الو چیخ رہے تھے۔ بلیک زیرو نے سانس روک کر آخری مرتبہ الو کی آواز نکالی اور چپ ہو گیا۔ باغ اب سناٹے میں ڈوب کر رہ گیا تھا۔ بلیک زیرو

کو یقین تھا کہ عمران کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ آواز کا اشارہ اسی کا تھا اور وہ ہی اسے استعمال کرتا تھا۔ ایک لمحہ بعد اسے اپنے قریب ہی ایک آہٹ سنائی دی۔ پھر ایک ہلکی سی سرگوشی بھی ابھری "کالے صفر۔" لہجہ عمران ہی کا سا تھا۔ بلیک زیرو نے آہستہ سے عمران ہی طرح سرگوشی کی۔ اور عمران اس کے پاس پہونچ گیا۔

"تم کب یہاں پہنچے تھے۔؟" عمران نے پوچھا۔

"نو بجے۔" بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"گڈ۔ تو کھیل تمہارے سامنے ہی شروع ہوا تھا۔"

"جی ہاں۔"

"تم نے دیکھا کہ وہ کس طرف سے اندر داخل ہوتے ہیں۔؟"

"سمجھ میں نہیں آسکا۔؟"

"کیا مطلب۔؟" عمران چونکا۔

"مطلب یہ کہ بس اچانک ہی وہ تاریکی میں نظر آئے تھے اور پھر اسی طرح غائب ہو گئے۔" بلیک زیرو نے کہا۔

"ہم۔" عمران سوچ میں پڑ گیا۔ "تو وہ پراسرار طریقے سے یہاں آتے ہیں؟"

"جی ہاں۔ بلیک زیرو نے خیال ظاہر کیا۔ میرے خیال سے یہاں آس پاس یا تو کوئی تہخانہ ہے یا پھر کوئی سرنگ جسکے ذریعہ یہ آئے دن یہاں داخل ہوتے رہتے ہیں۔ کیونکہ چہار دیواری سے یہ یہاں نہیں آتے۔؟"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" عمران نے سر ہلایا۔ وہ سب سے پہلے کس جگہ نظر

آئے تھے۔ اور بلیک زیرو نے وہ جگہ بتائی تھی۔

"میرے ساتھ آؤ۔" عمران نے اس سے کہا۔ اور وہ اسی جگہ پر پہنچے جہاں سب سے پہلے بلیک زیرو کو وہ روشنی اور پھر سائے نظر آئے تھے۔ عمران گھاس کا ایک ایک انچ حصہ دیکھنے لگا۔ اور پندرہ بیس منٹ کی محنت و جستجو کے بعد عمران کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اسکے منہ سے ایک ہلکی سی اطمینان کی سانس نکلی۔ بلیک زیرو چونک پڑا۔ "کیوں کیا ہوا جناب۔؟"

"کامیابی۔ عمران نے کہا۔ ذرا یہاں کان لگا کر دیکھنا۔" عمران نے ایک جگہ اشارہ کیا۔ بلیک زیرو نے اس جگہ کان لگا کر دیکھا اور وہ چونک پڑا۔

"کیوں۔؟ کیا محسوس ہوا۔؟"

"بس ایسا ہی جیسے کوئی ٹھک ٹھک کر رہا ہو۔؟"

"میرے خیال سے یہاں زیر زمین راستہ ہے۔ یا پھر تہخانہ ہے۔"

"لیکن اس کا راستہ کدھر سے ہے۔؟"

"یہی راستے کا مقام ہے۔" عمران نے کہا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہاں پر نہ تو زمین تھوتی ہوتی۔ اور نہ ہی آوازیں سنائی دیتیں۔"

"اسے کھولیں گے کیسے۔؟"

"دیکھتے رہو۔" عمران نے کہا۔ اور ہاتھوں سے مٹی ہٹانے لگا جلد ہی مٹی ہٹ گئی۔ اور عمران کے ہاتھ ایک سخت چیز سے ٹکرائے اس نے محسوس کیا کہ یہ سخت چیز لوہے کی چادر یا اسی جیسی کوئی چیز ہوگی۔ اس نے تیزی سے مٹی ہٹانی شروع کی۔ بلیک زیرو مدد کر رہا تھا۔ پھر وہ حیرت سے اچھل پڑے۔

ان کا ہاتھ ایک کنڈے سے ٹکرایا تھا پھر عمران نے مٹی واپس اسی طرح بچھادی اور گھاس بھی ڈالدی۔ اسکے بعد دونوں نے ریلا اور نکالے اور عمران نے ہینڈل پکڑکر وہ لوہے کی پلیٹ دوسری طرف کو کھسکائی۔ جسکے ساتھ ہی ایک راستہ نمودار ہوگیا عمران نے آہٹ لینے کے بعد ٹارچ روشن کرلی۔ اندر زینے بنے ہوئے تھے وہ دونوں اندر داخل ہوگئے۔ اور دروازہ بند کرلیا۔ زینے پختہ بنے ہوئے تھے۔ وہ دونوں اترتے چلے گئے۔ آگے ایک اور بند دروازہ تھا۔ انہوں نے دروازہ کے قریب جاکر آہٹ لی اور چونک پڑے اندر سے باتیں کرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی لیکن وہ اندر کا حال نہ دیکھ سکے اور نہ ہی باتیں سن سکے پہلے عمران نے سوچا کہ اندر گھس جائے مگر کچھ سوچکر وہ دونوں واپس پلٹ پڑے اور باہر نکل کر انہوں نے اسی طرح سے خفیہ دروازہ بند کیا۔ اور عمارت کی طرف بڑھ گئے۔

"اب تم جاؤ۔" عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔ "دانش منزل میں کل صبح ملنا۔ پھر جواب سنے کے بغیر وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔

فیاض کو آہستہ آہستہ یہ احساس ہونے لگا تھا کہ وہ گھرا جارہا ہے اور اگر چند لمحے اور اسی طرح فائرنگ ہوتی رہی تو وہ انکے ہاتھوں یا تو مارا جائیگا یا گرفتار ہوجائیگا۔ گولیاں اب اس کے پیچھے سے بھی چلنے لگی تھیں اس نے یک بیک گولی چلانا بند کردیا۔ اور تیزی سے اسی طرف بڑھنے

لگا۔ جدھر سے موٹر کر وہ ادھر آئے تھے۔ گولیاں برابر چل رہی تھیں اور ان کی تیزی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ فیاض بڑی آسانی اس جگہ سے نکل آیا۔ اور چھپتا چھپاتا اپنی موٹر سائیکل کیطرف بڑھ رہا تھا کہ اچانک چونک پڑا۔ موٹر سائیکل کے پاس ایک سایا لرز رہا تھا۔ وہ تیزی سے زمین پر لیٹ گیا۔ وہ سایہ شاید موٹر سائیکل کی نگرانی کر رہا تھا۔ فیاض نے اسے سگریٹ سلگاتے ہوئے دیکھا۔ سگریٹ کا شعلہ چمکا اور اسے صرف اسکی مونچھیں ہی نظر آسکیں وہ کوئی جوان العمر آدمی تھا فیاض اسی طرف بڑھا۔ سائے کی پشت اسی کی طرف ہو گئی تھی۔ اس نے ایک مرتبہ مڑ کر دیکھا۔ ابھی تک دور سے چنگاریاں سی نظر آرہی تھیں شاید انہیں علم نہ ہوا تھا۔ کہ فیاض ادھر سے بھاگ نکلا ہے اسکی وجہ ان کی دو رخی فائرنگ تھی۔ وہ یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ ان پر فیاض گولیاں چلا رہا ہے کیونکہ دو طرف سے اسے گھیرنے کے لالچ میں وہ آمنے سامنے آگئے تھے۔ اور اب ایک کی گولیاں دوسروں کے سروں پر سے گزر رہی تھیں فیاض آہستہ آہستہ موٹر سائیکل کی نگرانی کرنے والے کی طرف بڑھتا رہا۔ پھر اس کی پشت پر پہنچکر وہ پھرتی سے اٹھا۔ اسکا ریوالور والا دستے کی طرف سے موٹر سائیکل کی نگرانی کرنے والے کے سر پر پڑا۔ لیکن اس سے پہلے کہ ریوالور کا دستہ اسکے سر پر پڑتا۔ وہ نہایت پھرتی سے گھوما۔ اور فیاض کو ایسا محسوس ہوا کہ جیسے اسکے جبڑے پر قیامت ٹوٹ پڑی ہو۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے کئی قدم ہٹ گیا۔ اسکا وار بھی دشمن پر پڑا تھا لیکن سر کی بجائے شانہ نشانہ بنا تھا۔ پھر وہ دونوں ایکدوسرے سے گتھ گئے

اسکا ریوالور بھی ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ لیکن شانے سے بندھی ڈوری سے منسلک ہونیکی وجہ سے وہ گم نہ ہو سکا تھا۔ فیاض نے اسکے جبڑے پر گھونسہ رسید کیا۔ پھر جیسے ہی وہ پیچھے کی طرف جھکا کہ فیاض کا گھونسہ اسکے پیٹ اور شانوں پر پڑا۔ اور وہ کراہتا ہوا نیچے گر پڑا۔ لیکن گرتے ہی اس نے فیاض کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر کھینچ لیں۔ اور فیاض اسکے اوپر گر پڑا۔ اب دونوں میں گھونسے بازی ہو رہی تھی۔ فیاض نے محسوس کر لیا کہ وہ اسے باآسانی زیر کر سکتا ہے اسکا مخالف نہ صرف اس سے کمزور تھا بلکہ وہ اب مزید لڑنے میں بھی ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ فیاض نے اسکے سینے پر گھٹنا ٹیک کر اسکی ناک پر مکا مارا۔ ایک دو۔ پھر جیسے ہی اس نے تیسری مرتبہ اس نے گھونسہ مارنے کیلئے ہاتھ اٹھایا کہ پیچھے سے کسی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر جھٹکا دیا۔ اور وہ کراہ کر دوسری طرف الٹ گیا یہی معلوم ہوا تھا کہ جیسے ہاتھ کی کوئی ہڈی ٹوٹ گئی ہو۔ پھر دو تین آدمی اس سے لپٹ گئے اور اسے باندھ لیا گیا۔ اسکے شناختی کارڈ سے وہ اس کے بارے میں جان گئے تھے۔

"تم یہ تو نہیں سمجھے تھے کہ سراغ لگانے نکلے تھے۔ کیوں۔؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔ جواباً فیاض خاموش ہی رہا۔ وہ تیزی سے اپنے آپ کو آزاد کرانے کی ترکیب سوچ رہا تھا۔

"بولو کیپٹن فیاض۔" اس نے دوبارہ کہا۔

"تم لوگوں کو اپنی اس حرکت پر پچھتانا پڑے گا۔" فیاض نے غرا کر کہا۔ اور وہ سب قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔ وہ تعداد میں دس

کے قریب تھے۔ اور سب ہی کے چہروں پر نقابیں تھیں۔

"اسے کنارے کی طرف لے چلو۔" ان میں سے ایک نے کہا۔ اور فیاض کو ریوالوروں کی زد میں کنارے کیطرف دھکیلا جانے لگا۔ اور فیاض سوچ رہا تھا کہ کنارے سے ان کا مطلب کیا ہے؟ یہاں آس پاس تو سمندر تھا ہی نہیں نہ ہی کوئی ندی تھی۔ پھر۔؟ انکا کنارے سے کیا مطلب تھا۔ کیا یہاں کوئی جھیل وغیرہ ہے؟ وہ سوچتا اور راستہ طے کرتا رہا۔ دو آدمی اسکے پیچھے چل رہے تھے فیاض کو لے چلنے سے پہلے اسکے ہاتھ پشت پر لیجا کر باندھ دیئے گئے تھے۔ اور وہ کچھ بھی نہ کر سکا۔ اور پھر اتنے ریوالوروں کے زور پر وہ کر بھی کیا سکتا تھا اسطرح خواہ مخواہ اسے اپنی جان کھونی پڑتی۔ اب وہ اپنے آزاد ہونیکی کوئی ترکیب تو سوچ سکتا تھا۔ ممکن ہے وہ جلد ہی آزاد ہونے میں کامیاب ہو جاتا۔ اسے اس بات پر حیرت تھی کہ عمران کا آدمی کہاں غائب ہو گیا۔ عمران کے بیان کے مطابق بال کے پیچھے اسکا کوئی آدمی سی تھا۔ پھر اگر وہ اسکے پیچھے تھا تو اب تک کہاں غائب رہا۔ اس نے مداخلت کیوں نہیں کی۔۔؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ان لوگوں نے اسے گرفتار کر لیا ہو۔ وہ سوچتا رہا۔ اور یہ بارہ تیرہ آدمیوں کا قافلہ چلتا رہا دو تین منٹ بعد وہ ایک جگہ رک گئے۔ اور ٹارچیں روشن کر لیں۔ فیاض نے دیکھا زمین پر بڑے بڑے چمڑے کے تھیلے رکھے ہوئے ہیں اور ان کے منہ سیل بند ہیں۔ ان میں کیا ہے؟ اسکے بارے میں وہ کوئی اندازہ نہ کر سکا تھا۔ سامنے نگاہ ڈالنے پر وہ مزید چونکا تھا۔ کیونکہ اسکے دائیں طرف دو ٹرک کھڑے ہوئے تھے اور ان پر وہ

تھیلے بار کئے جا رہے تھے تھیلوں کے علاوہ بڑی بڑی بھاری بوریاں بھی تھیں وہ حیرت سے انہیں دیکھتا رہا پھر ٹرکوں میں مال لادنے کے بعد اسے بھی ایک ٹرک میں بٹھا دیا گیا۔ ساتھ ہی اسکے چہرے پر پٹی بھی باندھ دی گئی تھی تاکہ وہ راہ کا تعین نہ کر سکے۔ پھر ٹرکوں کے انجن جاگے اور اس سے باتیں کرنے والے نے کسی کو آواز دیکر بلایا۔ اور بولا۔

"کیپٹن کی موٹر سائیکل بھی لیکر چلنی ہے اسے اوپر رکھ لو۔"

"بہت بہتر جناب۔" کسی نے کہا اور ٹرک حرکت میں آگئے۔

"تم لوگ گھاٹے میں رہو گے۔" فیاض غرا کر بولا۔

"بکواس۔ وہ ہنسا۔ کیا بچوں کی سی باتیں کرتے ہو۔"

"نہیں میں سچ کہہ رہا ہوں۔" فیاض نے کہا۔ بہت جلد تم لوگ اپنے انجام کو پہنچ جاؤ گے۔ بہتر یہی ہے کہ خود کو قانون کے حوالے کر دو۔"

"ضرور۔" وہ مسکرایا۔ آٹھ سال سے ہم قانون ہی کے حوالے تو ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ اگر قانون کے حوالے نہ ہوتے تو یہ کام کیسے چلتا۔"

"تمہاری تمام حرکتوں کی اطلاع محکمے کو مل چکی ہے۔"

"ضرور۔" وہ مسکرایا۔ "مجھے خوشی ہوگی اگر وہ ہمیں پکڑ سکیں۔؟"

"دیکھتے رہو۔" فیاض نے کہا۔ جلد ہی تم قانون کے شکنجے میں ہو گے اور تمہاری ضمانت بھی کوئی نہ دے سکے گا۔"

"خام خیالی ہے کیپٹن۔" وہ ہنس کر بولا۔ اور ٹرک بڑھا دی بیس بائیس منٹ بعد ٹرک ایک جگہ روک دیا گیا لیکن اسکی آنکھوں پر پٹی بدستور

بندھی ہوئی تھی۔ وہ خاموشی سے انکے ساتھ چلتا رہا۔ پھر ایک جگہ اسے روک دیا گیا۔ قدموں کی آہٹیں رک گئی تھیں۔ پھر اسکی پٹی بھی کھول دی گئی۔ اور وہ چونک پڑا۔ یہ ایک سجا ہوا خوبصورت کمرہ تھا۔ فیاض نے حیرت سے پلکیں جھپکا کر دیکھا کمرے میں بہترین ایرانی قالین بچھے ہوئے تھے۔ قیمتی فرنیچر تھا۔ دیواروں پر خوبصورت تصویریں آویزاں تھیں۔ اور چھت میں دو خوبصورت جھاڑ پوری توت سے گھوم رہے تھے۔ کمرے کا ماحول بیحد پرسکون تھا۔ اسکے سامنے بڑے صوفے پر ایک آدمی بیٹھا سگار کے کش لے رہا تھا۔ اسکی آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی اور چہرے پر گھنی داڑھی۔ فیاض نے محسوس کیا کہ اسکی داڑھی سو فیصدی مصنوعی ہے۔ سگار کا کش لینے کے بعد وہ بولا۔

"ہونہہ۔ تو تم ہو جسے سانگلہ ہل کا کیس دیا گیا ہے۔ کیوں۔؟"

"نہیں۔" فیاض نے کہا۔ "یہ کیس میرے پاس نہیں ہے۔"

"اگر تمہارے پاس نہیں ہے تو پھر تمہاری وہاں موجودگی کا مطلب؟"

"میں وہاں کسی اور کی تلاش میں آیا تھا۔" فیاض نے کہا۔

"کس کی تلاش تھی۔؟"

"ایک آدمی کی جو ایک کیس میں مطلوب ہے۔"

"جھوٹ بھی سلیقے سے بولا کرتے ہیں۔" وہ طنزیہ لہجے میں بولا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔"

"کیا تم نے میرے آدمیوں کا ٹیپ نائٹ کلب سے تعاقب نہیں کیا۔؟"

فیاض نے سوچا۔ کہ یہ اس تعاقب سے واقف تھے۔ لہٰذا ان سے

کوئی بات چھپانا غلط ہوگا۔ یہی سوچ کر وہ بولا۔ ہاں میں نے تمہارے آدمیوں کا تعاقب کیا تھا۔؟"

"لیکن کیوں۔؟ تم کو کس پر شبہ تھا۔؟"

"تمہارے آدمی نے کرنل بختیاور کی کوٹھی سے میرے گھر تک میرا پیچھا کیوں کیا تھا؟ تمہارا کرنل سے بھی کوئی تعلق ہے۔؟"

"نہیں۔" وہ غرا کر بولا۔

"پھر میرا تعاقب کیوں کرایا تھا۔؟"

"اسلئے کہ تم وہاں موی شمع کا سراغ لگانے جو گئے تھے۔؟"

اس سے تمہارا تعلق۔؟"

"بہت بڑا۔ وہ مسکرایا" وہ شمع ہمیں راستہ دکھاتی ہے۔؟"

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب بھی بتانا پڑے گا۔" وہ غرا کر بولا۔ اچھا سنو۔ جب ہم پر مصیبت آتی ہے تو وہ شمع والی روح ہمیں اطلاع کر دیتی ہے۔"

"جھوٹ بکتا ہے۔" فیاض نے کہا۔ میں ان ڈھکوسلوں پر اعتماد نہیں رکھتا۔ یہ سب شعبدہ بازیاں ہیں۔"

"کیا تم اس ڈھانچے کو بھی شعبدہ سمجھو گے جس نے کئی منٹ تک تمہارے آدمیوں سے بات چیت کی تھی۔"

"ڈھانچہ۔؟" فیاض نے حیرت سے کہا۔

"ہاں ڈھانچہ۔ تمہارے آدمیوں نے روح پر گویاں چلائی تھیں۔

"میرے آدمیوں نے۔" فیاض پھر بولا۔

"ہاں۔ میرا مطلب کرنل نجفیا در سے تھا لیکن انہوں نے اسکا کیا بگاڑ لیا۔ وہ روح غصہ ہو کر ان کے سامنے آ گئی ایک ڈھانچے کے روپ میں اور جب اس نے ان سے باتیں شروع کیں۔ تو وہ سب بھاگ نکلے۔ ہا ہا ہا" وہ قہقہہ لگا کر بولا۔ اور فیاض اسے گھور کر رہ گیا۔ اس کی آواز سے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ آواز پہلے بھی کہیں سنی ہو لیکن کہاں۔؟ کب۔؟ یہ اسے یاد نہ آسکا۔

"مجھے گرفتار کرنے سے تمہارا کیا مقصد ہے۔؟" فیاض نے پوچھا۔

"گرفتار نہیں۔ اغوا کہو۔" وہ مسکرایا۔ "یہ پولیس کیس نہیں ہے کہ تم کو گرفتار کریں گے۔"

"جو بھی سمجھ لو۔"

"تم نے ہمارا تعاقب کیا اور ایک راز جان لیا۔ اس لئے تمہارا قید کر لینا ہمارے حق میں بہتر تھا بصورت دیگر تم ہمیں نقصان پہنچاتے۔"

"میں وہاں تنہا تو نہیں تھا۔" فیاض نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ وہ بولا۔ تمہارا ایک آدمی اور تھا جسے ہم نے ڈاج دیدیا تھا۔ اسی لئے اتنی دیر ہوئی کہ تم ہمارے آدمیوں کو دیکھ سکے ورنہ موٹر سائیکل سے اترتے ہی پکڑ لئے جاتے۔"

"تم اپنی فکر کرو۔" فیاض بولا۔

"فکر کی ضرورت نہیں۔ وہ مسکرا کر بولا۔ اگر تم بھاگ نکلنے میں

کامیاب ہوجاتے تب فکر کی ضرورت محسوس ہوتی۔"

"مجھے قید کرنے کے بعد بھی تم مصیبت سے بچ نہ سکو گے۔"

کوئی بات نہیں۔ وہ مسکرا کر پھر بولا "کیپٹن کو نیند کر دو۔ اور ان کے کھانے پینے کا انتظام کرو لیکن سخت نگرانی کرنا۔"

"بہتر جناب۔" کسی نے کہا۔ اور فیاض کے چہرے پر ایک مرتبہ پھر پٹی باندھ دی گئی۔ اور وہ واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔

برآمدے میں وہ سب ریوالور لئے موجود تھے۔ کرنل کے پاس بندوق تھی۔ لڑکیاں تھر تھر کانپ رہی تھیں۔ عمران کو دیکھ کر وہ پہلے تو چونکے تھے۔ پھر اسے شناخت کر کے بول پڑے "تم کہاں رہ گئے تھے۔؟"

"جھاڑی میں۔"

"کیوں۔؟"

"روح سے بچنا چاہتا تھا۔"

"اوہ۔" صفدر نے کہا۔

"سلطانہ کے ساتھ ہی کیوں نہ بھاگ آئے۔" ناصر نے کہا۔

"کوئی میں مانگ آگئی تھی۔"

"کیا بات ہوئی۔؟" شمسہ نے پوچھا۔

"کیا میں نے غلط کہا۔" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"فضول باتیں مت کرو۔" کرنل نے کہا۔ پھر ناصر سے بولا۔

"تم یہاں رکو۔ میں تھانے جا کر فیاض کو دیکھ کر آتا ہوں۔ یہ نہیں وہ اب تک کیوں نہیں آیا۔"

"بہتر ہے انکل آپ جائیے۔" ناصر نے کہا۔ اور کرنل اپنی بندوق صغیر کو دیکھ اسکا ریوالور جیب میں رکھتے ہوئے برآمدے سے اتر گئے۔ کچھ دیر بعد ان کی کار کمپاؤنڈ سے باہر جا رہی تھی۔

"آپ وہاں کیوں رہ گئے تھے۔" شمسہ نے پوچھا۔

"میں اس روح کو دیکھنا چاہتا تھا۔"

"آپ کو ڈر نہیں لگتا۔"

"نہیں۔ میں ڈر نہیں سکتا۔"

"کیوں۔؟"

"اس لئے کہ مجھ پر بھی ایک روح سوار ہے۔"

"اوہ۔" ثریہ نے ہلکے سے کہا۔

"ہمیں ڈرائنگ روم میں چلنا چاہئے۔" ناصر نے کہا۔

اور وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ ڈرائنگ روم میں آکر شمسہ نے کیتلی پر چائے کا پانی رکھ دیا اور باتیں کرنے لگیں۔ پھر پانی کھول جانے پر شمسہ نے چائے بنا کر سب کو دی۔ اور وہ خاموشی سے پینے لگے۔ خوف کے سائے کم ہوتے جا رہے تھے۔ ناصر نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ بارہ

"میں سب کو شور مچا کر جگاؤں گی۔ اور سب کچھ بتا دوں گی۔" شمسہ بھری
"کون یقین کریگا۔" وہ بولا۔ "میں کہدوں گا کہ اسکا دوست یہ موجود ہے
اور سب میری بات پر یقین کرینگے۔ ساجد یہاں پر موجود ہے۔ اس نے ساجد
کیطرف اشارہ کرکے کہا۔ سب سمجھیں گے کہ تم نے اپنی عیاشی کے لئے اسے
یہاں بلایا تھا۔ کیا سمجھیں۔؟"
"تو۔ تو کہتا ہے۔" وہ بے بسی سے بولی۔
"میں جا رہا ہوں۔ سمجھیں۔" وہ غرا کر معنی خیز لہجے میں بولا۔ "اور یہ کہنے
کی ضرورت محسوس نہیں کرتا کہ تم اسے راز ہی رکھنا۔" پھر جواب کا انتظار
کئے بغیر ہی وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ شمسہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے
جاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔

.....

صبح ناشتے کی میز پر عمران نے محسوس کیا کہ شمسہ کا چہرہ اترا اترا سا تھا۔
آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں۔ جیسے دیر تک روتی رہی ہو۔ عمران نے معنی خیز
انداز سے پلکیں جھپکائیں اور ناشتے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کرنل نجمتا وغیرہ نے
ایک نظر شمسہ کو دیکھا۔ اور انڈا کاٹتے ہوئے بولے۔
"کیا بات ہے شمسہ۔ تمہارا چہرہ اترا اترا سا ہے۔"
"جی... کک... کچھ نہیں..." شمسہ ہکلا کر بولی۔
"کیا بات ہے۔؟ طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔"

"جی۔۔۔ جی نہیں۔۔۔ سر میں درد ہے۔" وہ جلدی سے بولی۔ "ساری رات سر کے درد کی وجہ سے سو نہیں سکی ہوں۔" عمران نے محسوس کیا کہ شمسہ کے ایسے کہنے میں وزن نہیں ہے۔ وہ کوئی بات چھپا رہی ہے لیکن کیا۔؟ وہ یہ نہیں سمجھ سکا۔ ناشتہ ختم کر کے عمران باہر جانے کی تیاری کرنے لگا۔ اسے فیاض کی طرف سے بھی تشویش تھی۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اب تک یہاں کیوں نہیں آیا۔ اگر وہ رات نہ آ سکا تھا تو اسے صبح ہوتے ہی پہنچنا چاہیئے۔ اسکے یہاں نہ آنیکا مطلب یہی تھا کہ وہ کسی مصیبت میں پھنس گیا ہے ممکن ہے اسے اغوا ہی کر لیا گیا ہو۔ عمارت سے نکل کر وہ اسی سڑک پر چلتا رہا جہاں کچھ آگے پبلک فون بوتھ تھا۔ بوتھ میں داخل ہو کر اس نے دانش منزل کے نمبر ڈائل کئے۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی تھی۔

"یس سر۔ بلیک زیرو اسپیکنگ۔"

"کیا خبر ہے بلیک زیرو۔" عمران نے پوچھا۔

"اب تک کی ملنے والی خبروں میں کوئی خاص بات نہیں ہے جناب۔"

"صفدر کی کیا رپورٹ ہے۔؟"

"پیغام ٹیپ کر لیا گیا ہے۔ میں ریکارڈ بجا رہا ہوں آپ سن لیں۔" کہہ کر بلیک زیرو خاموش ہو گیا۔ پھر ایک ہلکی سی کھٹ کی آواز ہوئی اور ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی چیز گھوم رہی ہے اسکے بعد صفدر کی آواز سنائی دی

"یس صفدر سپیکنگ بول رہا ہوں۔ میں نے سلسلہ ملانیکی کوشش کی تھی مگر سلسلہ نہ مل سکا۔ میں نے پالی آری کا بڑی سڑک تک تعاقب کیا تھا۔ اسکے بعد شاید وہ اس سے واقف ہو گئے اور ایک گاڑی نے راہ میں آ کر تعاقب کا سلسلہ

منقطع کر دیا کیپٹن فیاض ان کے پیچھے ہیں اسکے بعد سے انہیں بھی کہیں نہیں دیکھا گیا۔ گاڑی کا رنگ سیاہ تھا اور وہ ڈاج کا نیا ماڈل تھی۔ اس میں دو تین آدمی تھے اندھیرے کے باعث میں دیکھ نہ سکا تھا۔ پال آدمی بھی اب دوبارہ نظر نہیں آیا۔ میں نے کافی رات تک کیفے میں انتظار کیا۔ اب پھر اسکی تلاش میں جاتا ہوں۔ اگلی رپورٹ جولیا کو دوں گا۔ اسکے بعد صرف ریکارڈ گھومنے کی آواز سنائی دی تھی۔ عمران نے کہا۔

"جوہان کی کوئی رپورٹ ملی۔؟"

"جی نہیں۔ صرف جولیا کا فون آیا ہے۔ ریکارڈ میں صرف اتنا کہا گیا ہے کہ اس کے پاس ایک اہم اطلاع ہے۔ وہ پھر فون کرے گی۔"

"گڈ۔ میں جولیا کو فون کرتا ہوں تم منتظر رہو۔"

"بہتر جناب۔" عمران نے جواب سنکر سلسلہ منقطع کیا اور جولیا کے نمبر ڈائل کئے۔ پھر سلسلہ فوراً ہی مل گیا۔

"جولیا تا۔" عمران نے ایکسٹو کی آواز میں کہا۔

"یس سر۔ جولیا نا اسپیکنگ۔" جولیا کی آواز سنائی دی

"کیا رپورٹ ہے۔؟"

"جوہان نے معلومات جمع کر لی ہیں جناب۔؟"

"کہتی چلو۔"

"کرنل نجت بہادر کی لاش ناقابل شناخت نکلی۔"

"کیا مطلب۔؟"

"وہ پھول کر پھٹ گئی تھی۔ چہرے کا گوشت اتنا پھول گیا تھا کہ جگہ جگہ

سے گل کر گر گیا تھا کہ شناخت مشکل ہو گئی تھی۔"

"پھر اسے کس طرح شناخت کیا گیا تھا۔"

"جناب ان کے بدن پر موجود کپڑوں اور جوتوں کی مدد سے ان کی انگلی میں جو انگشتریاں تھیں۔ ان سے بھی مدد ملی تھی۔"

"پھر لاش کہاں دفن کی گئی۔؟"

"انکے آبائی قبرستان میں۔ جہاں اقبال کی لاش دفن کی گئی ہے۔"

"کیا لاش کا پوسٹمارٹم ہوا تھا۔؟"

"جی ہاں۔" جولیا نے کہا۔ اور موت کی وجہ وہی خنجر ثابت ہوا تھا۔"

"ہم۔" عمران چند لمحہ کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ اور کوئی خاص بات۔؟"

"انکی لاش کے پوسٹمارٹم اور دیگر معاملوں میں انکے ایک نوکر نے بہت زیادہ دلچسپی لی تھی۔ اور اسی نے تجہیز و تکفین کی تکمیل کی تھی۔"

"اوہ۔ عمران چونکا۔ وہ نوکر اب کہاں ہے۔؟"

"کرنل بختیاور کی کوٹھی ہی میں مقیم ہے۔ بوڑھا رمفانی۔"

"ٹھیک ہے جولیا۔ اب چوہان سے کہو کہ وہ چھٹی کرے۔ صفدر کا فون آئے تو اس سے کہنا کہ وہ پال آری کو تلاش کرے۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"دوسری چیز خاور کو کیپٹن فیاض کے بارے میں معلومات پر لگا دو وہ کل سے ہی غائب ہے۔ آخری مرتبہ وہ ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں عمران کے ساتھ دیکھا گیا تھا۔ اسکے بعد پال آری کے پیچھے وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔ تب سے وہ بھی لاپتہ ہے۔"

"میں ابھی خاور کو مطلع کر دیتی ہوں۔" جولیا نے کہا۔ عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ وہاں سے اس نے سڑک پر آکر ایک ٹیکسی روکی اور پتہ بتا کر بیٹھ گیا۔ بیس منٹ بعد وہ سر سلطان کے سامنے تھا۔

"کیا رپورٹ ہے تمہاری۔؟" سر سلطان نے پوچھا۔

"ابھی تک میں اندھیرے میں ہوں۔" عمران نے کہا۔

"گویا حالات پر کوئی روشنی نہ پڑ سکی۔"

"وہ تو میں ٹارچ سے بھی ڈال لوں گا۔" عمران نے کہا اور سر سلطان جھلا گئے۔ چند لمحے اسے گھورتے رہے۔ پھر نرم لہجے میں بولے۔

"تم نے اب تک کیا کیا ہے۔؟"

"میں نے آپ سے کرنل بخت بہادر کے قتل میں استعمال ہونے والے خنجر کو منگوانے کے لئے کہا تھا۔" عمران نے بات ادھر کر کہا۔

"وہ آگیا ہے۔" سر سلطان نے کہا اور دراز سے ایک خنجر نکال کر عمران کو دیدیا۔ یہ شکاری چاقو کی طرح لمبا اور چوڑے پھل کا خنجر تھا۔ عمران نے اسے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ یہ خنجر میں نے کئی بار دیکھے تھے جیسے روزمرہ استعمال میں آتے ہیں۔ یہ مخصوص ساخت کا خنجر تھا۔ عمران نے اسے الٹ پلٹ کر دیکھا لیکن نہ تو کوئی نمبر اسپر سے مل سکا اور نہ کسی بنانے والی فرم کا نام و پتہ۔ اس نے خنجر واپس کر کے فائل پر نظر ڈالی مگر مگر اسکی معلومات میں کوئی اضافہ نہ ہو سکا۔ اس نے فائل رکھ کر پوچھا۔

"کرنل بخت بہادر اور بختیار سنگھ بھائی تو نہیں ہیں نا۔؟"

"نہیں۔ دونوں منہ بولے بھائی ہیں۔"

"ان کی دوستی کتنی پرانی تھی۔؟"

"شاید دس یا بارہ سال پرانی۔"

"آپس میں ملاقات کس طرح ہوئی تھی۔"

"شاید کسی محاذ پر دونوں ساتھ تھے۔ اسی جگہ سے ملاقات اور دوستی تھی۔"

"آپ کی اور کرنل نجت بہادر کی دوستی کیسے ہوئی تھی۔؟"

"محاذ پر ہم دونوں کی ٹیلین ساتھ ہی ساتھ رہتی تھیں۔"

"کرنل نجت بہادر کیسا آدمی تھا۔؟"

"بہت اچھا۔ صاف گو اور وطن پرست۔"

"کرنل نجتیاور کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔"

"وہ بھی اچھا اور شریف انسان ہے۔" سر سلطان نے کہا۔ "اگر شریف نہ ہوتا تو اب تک کرنل نجت بہادر کی جائیداد ہضم کر چکا ہوتا۔"

"ہمم۔" عمران سوچنے لگا۔

"کیا تم اس پر شبہ کر رہے ہو۔؟"

"سر دست تو ہر ایک مشتبہ ہے۔" عمران نے کہا۔

"کیا مطلب۔؟"

"گزشتہ رات میں نے شمسہ کے کمرے سے ایک نوجوان کو نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔ خود شمسہ کی حالت بھی مشکوک سی تھی۔"

"تمہارا مطلب یہ ہے کہ شمسہ عیاش ہے۔"

"اس نوجوان کے وہاں سے برآمد ہونے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے۔"

"ہمم۔" سر سلطان نے کہا۔ "لیکن وہ ایسی ہو نہیں سکتی۔"

"یہ آپ کس بنا پر کہہ رہے ہیں۔؟"

"اس بنا پر کہ میں انہیں قریب سے جانتا ہوں۔"

"ممکن ہے محبت کا چکر ہو اور دھوکا کھا بیٹھی ہو۔" عمران نے کہا۔ "آجکل اس قسم کے بہترے کیس ہوتے رہتے ہیں۔"

"ممکن ہے۔" سر سلطان نے جواب دیا۔

"اب میں چلتا ہوں۔" عمران اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم کب اس کیس کو ختم کر رہے ہو۔؟"

"ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔" عمران نے کہا۔ اور سلام کر کے چل پڑا۔ سر سلطان کسی سوچ میں کھو گئے تھے۔ دفعتہً عمران پلٹ کر ان کی طرف آیا۔ اور بولا۔

"ایک بات تو رہ ہی گئی۔"

"بولو۔"

"کرنل نجفیا در محکمہ کسٹمز میں کب سے آئے تھے۔؟"

"شاید تین سال ہو گئے۔"

"اسمگلروں کا کیس ان کو کب سونپا گیا تھا۔؟"

"اب سے دو سال قبل۔" سر سلطان نے کہا۔

"یہ اسمگلر کب سے منظر عام پر آئے ہیں۔"

"دو سال سے زائد کا عرصہ ہو گیا۔"

"ہم۔ تو یہ ان کی سیر کو بی میں ناکام رہے تھے۔"

"ہاں۔ وہ بہت منظم قسم کے افراد ہیں اور پھر اس طرح اچانک کام کرتے ہیں کہ پتہ نہیں چلتا کہ کب اسمگلنگ ہوئی۔"

"کرنل نجفیا در کا آبائی وطن۔"

"ظفر آباد۔" سر سلطان نے بات کاٹ کر کہا۔

"پتہ۔؟" سر سلطان نے پتہ بتا دیا اور عمران نوٹ کرتا رہا پھر بولا۔

"اب میں چلتا ہوں۔" پھر جواب سنے بغیر کمرہ سے نکل کر چل پڑا۔ اس مرتبہ بھی ٹیکسی کا سہارا لیا تھا۔ اب اس کے پاس بہت کچھ مواد تھا۔ اس نے فون پر جولیا سے پھر سلسلہ ملایا۔ ادھر سے جواب ملا۔ کہ ابھی کسی نے رپورٹ نہیں دی۔ شاید شام یا سہ پہر تک آئے وہ واپس کوٹھی کی طرف روانہ ہوا۔ اب اسکے پاس اسکے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ شام تک مزید اطلاعات کا منتظر رہتا۔ کوٹھی پہنچکر اسے پتہ چلا کہ کرنل کہیں گئے ہیں اسے لڑکیوں نے گھیر لیا۔ کھانے کی میز پر سب موجود تھیں۔ ناصر اور صفیر آفس جا چکے تھے۔

"آپ کہاں سے دن بھر۔؟" شمسہ نے پوچھا۔

"نوکری تلاش کرتا رہا۔" عمران نے معصومیت سے کہا۔

"پھر ملی یا نہیں ملی۔"

"نہیں ملی۔"

"اوہ۔" شمسہ بولی۔ "پہلے سردس کہاں کرتے تھے۔"

"دیپک گایا کرتا تھا۔"

"کیا مطلب۔؟" وہ چونک کر بولیں۔

"آپ دیپک کا مطلب نہیں سمجھتیں۔" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"دیپک کا مطلب تو سمجھ گئے۔ لیکن کیا آپ گویئے بھی ہیں۔"

"جی نہیں۔"

"پھر دیپک راگ کیوں گاتے تھے۔؟"

"پیٹ کے لئے۔" عمران نے کہا۔

"کیا مطلب؟" تریا نے پوچھا۔

"مطلب وطلب کیا۔" عمران نے کہا۔ "میں دلربا تھیٹر کمپنی میں ملازمت کرتی تھی۔ میں تان سین بنکر دیپک راگ تانتا۔ نہیں لپاتا۔ نہیں یعنی کیا کہتے ہیں اسے... لپٹتا۔ اوہ بھول گیا۔ عمران اپنا ماتھا مسلتا ہوا بولا۔ یاد نہیں آرہا۔"

"آپ شاید الاپنا کہنا چاہتے تھے۔؟" تریا نے کہا۔

"وہی وہی۔" عمران خوش ہوکر بولا۔ "تو میں دیپک راگ الاپتا تھا۔"

"لیکن آپ کا بدن پھنکا نہیں۔"

"کائے کو۔ یعنی کیوں پھنکتا۔"

"سنا ہے دیپک راگ گانیوالوں کا بدن جل جاتا ہے۔"

"سب جھوٹ کہتے ہیں۔" عمران نے ہاتھ نچا کر کہا۔ "اگر دیپک راگ گانے سے بدن جل جائے تو میرا بدن کیوں نہیں جل سکتا۔"

"ممکن ہے آپ نقلی تان سین کی طرح راگ گاتے ہوں۔"

"جی نہیں۔ راگ اصلی ہوتے تھے۔ جب میں گاتا تھا۔ تو بتیاں فوراً ہی جل جاتی تھیں۔ ہاں۔"

"واقعی آپ تان سین ہیں۔" شمسہ نے کہا۔ لہجہ میں مضحکہ پن کا یاں تھا۔ عمران نے دانت نکال دیئے۔

"اچھا شاید صاحب آپ شادی کب کر رہے ہیں۔؟"

"جب تم چاہو۔"

"کیا مطلب۔؟" زرینہ نے پوچھا۔

"ہر چیز کا مطلب میں نہیں جانتا۔"

"پھر ایسے لفظ بولتے ہی کیوں ہیں آپ۔؟"

"عادت۔" عمران نے کہا۔

"آپ کے والد صاحب نے آپ کو یہاں بھیجا ہے کیا۔؟"

"جی نہیں۔ میں خود آیا ہوں۔ وہ کیوں بھیجتے۔"

"سر سلطان آپ کے کون ہیں۔؟"

"میرے نہیں۔ ابا جان کے ہیں۔"

"اوہ۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"ارے تم جلد مر جاؤ گی۔" عمران عورتوں کے انداز میں دانت پیس کر بولا۔ اور وہ ایک دم ہنس پڑیں۔ اس نے صورت ہی ایسی مضحکہ خیز بنالی تھی کہ وہ ہنسے بغیر نہ رہ سکیں۔ عمران پھر دانت پیس کر بولا۔

"خدا کرے مر مر کر کیڑوں۔ کیڑوں میں زبان۔۔۔ نہ۔۔ نہیں تریاں میں کیڑے مکوڑے اور بھوت پڑ جائیں۔"

"آخر ہوا کیا۔؟" ثریا ہنس کر بولی۔

"ارے تم لوگ مجھے چائے وائے نہیں پلواؤ گی کیا۔؟"

"اوہ۔ وہ چونک کر بولیں۔ تو آپ اسی لئے ہمیں کوس رہے ہیں؟"

"ہاں۔ اور چائے پینے کے بعد بھی کوسوں گا۔"

"وہ کیوں۔؟"

"میری مرضی۔"

"اگر ہم چائے نہیں پلائیں۔ پھر۔؟"

"پھر کیا... میں پھر کہہ کر چپ ہو جاؤں گا۔"

"خیر۔ آپ چائے پی لیں۔" شمسہ نے کہا۔ اور گھنٹی بجائی۔ ایک ہی لمحہ بعد ان کا بوڑھا نوکر رمضانی اندر داخل ہوا۔

"چائے لاؤ۔" شمسہ نے اس سے کہا۔ وہ جیسے ہی واپسی کیلئے مڑا عمران نے فوراً ہی ہاتھ ملا کر اسے روکتے ہوئے کہا۔

"اے بڑے میاں کہاں جا رہے ہو۔"

"جی۔ بوڑھا رمضانی حیرت سے بولا۔

"ہاں اور کیا۔ عمران چہکا چہرے پر اتنی بڑی داڑھی لگا رکھی ہے اور اسکے باوجود یہ حرکتیں کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔"

"جی۔ رمضانی حیرت سے بولا" میں نے کیا حرکت کی ہے۔"

"یہ حرکت اچھی ہے کہ تم صرف چائے کا آرڈر لیکر جا رہے ہو۔ اور کچھ نہیں۔"

"اور کیا لاؤں۔ آپ بتا دیجئے۔"

"ہم مرغے کی ٹانگ کھائیں گے۔"

"جناب وہ شام کو مل سکے گی۔"

اور اب کیا ملے گا۔ ہمارا سر۔" عمران اسے گھور کر بولا۔ وہ بغور اسکا جائزہ لے رہا تھا۔ عمران کی نگاہیں رمضانی کے چہرے پر ایک مسے پر گڑھی ہوئی تھیں بھورے رنگ کا مسہ۔

"انڈے۔ سینڈوچ۔"

"آج تم صرف ڈوکیاں مکھن کی لے آنا۔"

"بہتر جناب۔" رمضانی نے کہا۔ اور واپس چلا گیا۔

"مکھن کا آپ کیا کریں گے۔؟" زرینہ بولی۔

"اپنے سر پر ملوں گا۔"

"وہ کیوں۔؟"

"دماغی طاقت کے لئے۔"

"آپ کی ہر بات نرالی ہے۔" ثریا بولی۔

"ایک بات بتایئے۔" شمسہ نے کہا۔

"پوچھئے۔"

"کیا آپ کے بھیجے میں عقل نہیں ہے۔"

"نہیں۔" عمران نے کہا۔ میری عقل معدے میں ہے۔"

"اوہ۔" شمسہ مسکرائی۔

"پھر آپ اس سے کام کیسے لیتے ہیں۔؟" زرینہ نے پوچھا۔

"سر نیچے اور ٹانگیں اوپر کر کے۔"

"کیا مطلب۔؟" وہ چونک کر بولیں۔

"جب عقل کا کام کرنا ہوتا ہے تو سر نیچے ٹانگیں اوپر کر کے کھڑا ہو جاتا ہوں اس طرح عقل معدے سے سر میں آجاتی ہے۔"

"اوہ۔" ثریا اور زرینہ دونوں ہنس پڑیں۔ ٹھیک اسی لمحے رمضانی چائے لے آیا۔ ٹرے میں مکھن کی ٹکیاں بھی تھیں۔ عمران نے مکھن اٹھا کر دیکھا۔ پھر بولا۔

"اے تمہاری طرح یہ مکھی بھی نقلی ہے۔"

"جی۔" رمضانی چونکا تھا۔

"ہاں اور کیا۔ تم بھی نقلی نوکر ہو اور یہ مکھی بھی نقلی ہے۔"

"آپ... آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔؟" وہ ہکلایا۔

"میں جان گیا ہوں۔" عمران اسے گھور کر بولا۔ ایک لمحہ خموش رہا اس نے دیکھا اس کے اس جملے پر رمضانی چونکا تھا۔ عمران بظاہر انجان بنکر پھر بولا۔ "کہ تم مجھے کونسا سمجھے ہو۔"

"اوہ۔" اس نے سطرح اطمینان کی سانس لی جیسے سر سے بوجھ اتر گیا ہو۔ پھر وہ کچھ کہے بغیر کمرہ سے چلا گیا۔ اور لڑکیاں پھر عمران سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگیں۔

شام کو عمران کو ٹرانسمیٹر پر اطلاع ملی گئی کہ فیاض ابھی تک لاپتہ ہے۔ اور اسکی تلاش جاری ہے۔ عمران نے سمجھ لیا کہ وہ مجرموں کے ہاتھ لگ گیا ہے وہ اسے اغوا کر کے لے گئے ہیں پھر یہ اطلاع ملی کہ پال آری بھی غائب ہے وہ بھی کہیں نہیں مل سکا۔ عمران نے صفدر کو ہدایت کر دی کہ وہ کیفے نعمانہ پر نظر رکھے اور خاص طور پر منیجر کی نگرانی کرے اس نے جو ترکیب سوچی تھی اس پر عمل کرنے کے لئے رات کا انتظار کرنا ضروری تھا اور وہ کچھ واقعات سمجھنے لگا تھا۔ کرنل نجفی اور شام ہوتے ہی آموجود ہوئے تھے۔ کھانے پر وہ سب

عمران سے کچھ نہیں ہے البتہ کرنل کچھ فکر مند نظر آتا تھا۔

"انکل آپ کچھ فکر مند نظر آتے ہیں۔" صغیر نے پوچھا۔

"آں۔ کرنل چونک کر بولے بھئی میں سوچ رہا ہوں کہ ہمیں اس کو کچھ کو چھوڑ کر کہیں اور منتقل ہو جانا چاہیئے۔"

"وہ کیوں۔؟ کیا آپ روحوں سے ڈرتے ہیں۔" ناصر نے پوچھا۔

"نہیں۔ کرنل نے کہا مجھے صرف تمہارا خیال ہے۔"

"میرا۔؟" ناصر نے حیرت سے پوچھا۔

"تمہارے سے مراد تم سب ہو۔" کرنل نے جھلا کر کہا۔

"اوہ۔" صغیر نے کہا۔ اگر آپ یہاں ہم سب کے لئے خطرہ محسوس کرتے ہیں تو پھر جہاں کہیں چلیں۔ شہر میں ہماری دو کوٹھیاں اب بھی خالی ہیں۔"

کوٹھیوں کے نام پر عمران چونکا تھا۔

"ہاں۔ لیکن ہم پہاڑ پر چلیں گے۔"

"سانگلہ ہل۔"

"ہاں۔ کرنل نے کہا۔ کیونکہ وہاں پر ہمارا بنگلہ موجود ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" ناصر نے کہا۔

"تم لوگ اپنے انتظامات کر لو۔" کرنل نے کہا۔ آفسوں کا کام بھی۔"

"بتر ہے۔ کب چلنا ہے۔"

"پرسوں یا اترسوں تک چلیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" تنویر نے کہا۔ میرا بھی یہاں دل گھبرا رہا ہے۔"

"آپ بھی چلئے گا" زریہ نے عمران سے پوچھا۔

"ضرور چلوں گا"، عمران نے کہا۔ "میں نے آج تک پہاڑی بکرا نہیں دیکھا"۔

اور وہ سب مسکرا کر رہ گئے۔ کچھ دیر بعد صفدر نے تاش کی گڈی سامنے رکھدی اور وہ تاش کھیلنے لگے۔ کرنل دوسرے کمرے میں چلے گئے تھے۔ عمران کے سامنے پارٹنر شمشیر تھی۔

"انکل کہاں گئے"، عمران نے پوچھا۔

"لائبریری گئے ہونگے" شریا نے کہا۔ کھیل گیارہ بجے تک ہوتا رہا۔ گیارہ بجے کے گجر کے ساتھ ہی وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے اپنے کمروں کی طرف چل دیئے۔ عمران اپنے کمرے میں آکر دروازہ بند کر کے کپڑے بدلنے لگا۔ آج اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ اس موتی شمع والے سائے کی شخصیت پر سے پردہ ضرور ہٹائیگا۔ اسکے لئے وہ سیاہ لباس اور نقاب دانش منزل سے لیتا آیا تھا۔ سیاہ چست لباس پہنے اور نقاب لگانے کے بعد وہ ایک سر تا پا سیاہ وجود بن گیا جسے کوئی شناخت نہ کر سکتا تھا۔ وہ انتظار کرتا رہا۔ کھڑکی کھول کر وہ پائپ باغ میں جھانکنے لگا۔ کمرے کی بتی پہلے ہی بجھا رکھی تھی دفعتہً وہ چونک پڑا اس نے پائپ باغ میں کئی سائے حرکت کرتے دیکھے تھے وہ حوض اور اسکے آس پاس کی جگہ پر دور دور لیٹ گئے تھے۔ ان سب کا لباس بھی سیاہ تھا۔ اور اگر عمران باغ پر نگاہیں گڑائے ہوئے نہ ہوتا تو کبھی بھی انہیں نہ دیکھ پاتا۔ پھر جیسے ہی بارہ کا گھنٹہ بجا مخصوص جگہ پر باغ میں روشنی پھوٹی اور پھر آہستہ آہستہ پھیلنے لگی عمران نے اپنی جیب ٹٹولی اسکا ریوالور جیب میں موجود تھا۔ وہ روشنی اب حوض کا چکر کاٹ کر آگے بڑھ رہی تھی پوری عمارت تاریک تھی صرف وہی شمع روشن نظر آرہی تھی۔ عمران نے کئی آدمیوں کے سائے اس شمع سے بیس

ایکس فٹ کے فاصلے پر حرکت کرتے دیکھے وہ اسکے پیچھے چل رہے تھے پھر وہ برآمدے میں پہنچکر غائب ہوگئے۔ عمران نے پھر نگاہ غور دیکھا وہاں جس جگہ سے روشنی پھوٹتی تھی اب بھی کئی سائے حرکت کرتے نظر آرہے تھے۔ عمران نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ پھر دروازہ کیطرف بڑھا۔ دروازہ کھول کر باہر ہی نکلا تھا کہ زینے پر روشنی دکھائی دی اور وہ پھر الٹے قدموں اپنے کمرے میں لوٹ آیا۔ اب وہ ہلکی ہلکی آہٹیں سن رہا تھا بس ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی چیز گھسٹ رہی ہو۔ عمران نے باہر جھانکا۔ شمع کی روشنی راہداری میں پھیل رہی تھی۔ پھر وہ کرنل نجمتیاور کے کمرے کے سامنے رک گئی یک بیک دھواں بھڑکا اور وہ روشنی غائب ہوگئی عمران سمجھ گیا کہ وہ جو کوئی بھی ہے کرنل کے کمرہ میں داخل ہو چکا ہے اس نے چاہا کہ وہ کمرے سے باہر نکلے کہ پھر چونکا۔ زینے پر وہ آدمی نمودار ہوئے تھے جو اس شمع اور سائے کے پیچھے باغ سے چلے تھے۔ وہ کرنل نجمتیاور کے کمرہ کے سامنے پہنچکر رک گئے پھر ایک نے دروازہ کے پٹوں پر ہاتھ رکھا اور وہ کھل گئے اور ایک ایک کرکے وہ سب اندر داخل ہوگئے۔ عمران خموشی سے یہ سب دیکھ رہا تھا اس نے جیب سے ریوالور نکالا اور آہستہ سے کمرہ سے نکل کر کرنل نجمتیاور والے کمرے کیطرف بڑھا۔ اس نے سوچا کہ آج شاید کرنل کی شامت آئی ہے۔ وہ دروازہ پر رک گیا اندر سے ہلکی ہلکی پھنپھناہٹ کی آواز آرہی تھی۔ یک بیک عمران کو کوئی آہٹ سنائی دی اور وہ بجلی کے بل دوڑتا ہوا اپنے کمرے میں داخل ہوگیا۔ اس نے پھر جھانکا کسی نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا تھا۔ پھر وہ پہلے زینوں کی طرف گیا۔ پھر عمران کے کمرے کی طرف آیا عمران خاموشی سے دروازہ بند کرکے کھڑا ہوگیا

ایک لمحہ کے لئے قدموں کی چاپ اس کے کمرے کے سامنے رکی پھر واپس ہو گئی۔ مزید پانچ منٹ انتظار کرنے کے بعد عمران پھر اپنے کمرہ سے نکلا اور کرنل کے کمرہ کی طرف بڑھا۔ اس نے کرنل کے کمرہ کے سامنے رک کر آہٹ لی۔ اور پھر چونک پڑا۔ اندر سے اس طرح کی آوازیں آ رہی آ رہی تھیں جیسے کئی آدمی آپس میں لڑ پڑے ہوں۔ ہلکا سا کسی چیز کا چھناکا بھی سنائی دیا تھا۔ پھر ایسی آوازیں سنائی دینے لگیں جیسے اٹھا پٹخ ہو رہی ہو۔ عمران نے دروازہ کو ہاتھ لگایا وہ بند تھا۔ شاید اندر سے کنڈی لگی ہوئی تھی۔ عمران نے کان لگا کر سنا اندر سے اب بھنچی بھنچی سی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ جیسے کسی کا منہ دبایا گیا ہو۔ عمران نے ریوالور جیب میں رکھا۔ اور اپنے کمرہ کی طرف بڑھا۔ جلدی جلدی لباس اتار کر بستر کے نیچے چھپایا۔ اور پھر کرنل کے کمرہ کا آگر دروازہ پیٹنے لگا۔ اور ساتھ ہی کرنل کرنل کی آوازیں بھی لگا رہا تھا۔ ایک لمحہ بعد دروازہ جھٹکے سے کھلا۔ اور کرنل کا چہرہ نظر آیا۔

"کیا بات ہے۔؟"

"جج ... جناب ... عمران ہکلا کر بولا۔ وہ بھوت۔ بھوت۔!"

"بھوت۔؟ کیا کہہ رہے ہو۔" کرنل نے حیرت سے کہا۔

"جی ہاں۔ وہ ہی شیخ والا بھوت۔" عمران گرایا۔

"کہاں ہے۔؟ تمہارے کمرے میں۔؟"

"اوہ۔ ٹھہرو۔ میں چلتا ہوں۔ کرنل نے کہا۔ اور اندر چلا گیا

عمران نے اندر جھانک کر دیکھا لیکن اندر کرنل کے علاوہ اور کوئی نظر نہ آسکا تھا۔ نہ ہی کمرے میں بے ترتیبی نظر آئی تھی۔ اس نے معنی خیز انداز میں سر کو جنبش دی اور کرنل کو بغور دیکھنے لگا۔ کرنل نے شائد دراز سے ریوالور نکالا تھا۔ پھر وہ اس کے ساتھ اس کے کمرہ کی طرف بڑھے۔ عمران نے بتی جلائی اور کمرہ روشن ہوگیا

"کہاں ہے بھوت۔؟" کرنل نے اس کے کمرہ میں پہنچکر پوچھا۔

"کھک... کھڑکی میں تھا۔"

"اوہ۔ کرنل کھڑکی کی طرف بڑھے اچھی طرح چاروں طرف اور باغ میں جھانک کر وہ بولے۔ یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔"

"سچ... جناب میں نے خود اسے دیکھا تھا۔" عمران نے کہا۔

"وہی شمع والا بھوت تھا۔"

"جی ہاں۔ اس نے آج موم شمع کی بجائے ٹارچ پکڑ رکھی تھی

"کیا۔؟" کرنل چونک کر بولے۔

"جی ہاں ٹارچ۔ اس نے الماری کھول رکھی تھی۔ میں چیخ مار کر بھاگنا پڑا۔

"وہ.... وہ مجھے مار ڈالنا چاہتا تھا۔"

"ہم۔ کرنل نے سوچتے ہوئے پوچھا۔" اس کا لباس کیسا تھا۔؟"

"گگ... کالا۔" عمران نے خوفزدہ لہجہ میں کہا۔

"اوہ۔ کرنل کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ چند لمحہ وہ کچھ سوچتے رہے پھر بولے۔

"کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم کو دھوکا ہوا ہو۔"

"نن... نہیں... عمران ہکلایا۔

"ہو سکتا ہے تم نے کوئی خواب دیکھا ہو۔؟"

"نہیں... یقین گگ... کیجئے میں نے خواب نہیں دیکھا۔"

"پھر۔ وہ کہاں گیا۔؟" بتاؤ" کرنل نے پوچھا۔

"م... مجھے... نن... نہیں مالوم۔" عمران خوفزدہ لہجہ میں بولا۔

"اب تم اچھے بچوں کی طرح سو جاؤ سمجھے۔" کرنل نے کہا۔ تم نے یقیناً کوئی خواب دیکھا تھا۔"

"جی نہیں۔ عمران نے کہا۔ اگر میں یہاں رہا تو وہ پھر آجائے گا۔"

"کون۔؟"

"بھوت۔" عمران نے کہا۔ میں آپ کے کمرے میں سوؤں گا۔"

"نہیں۔ کرنل نے سختی سے کہا۔ تم میرے کمرے میں نہیں سوؤ گے۔"

"گگ... کیوں۔؟"

"بچے ہو کیا۔؟" کرنل جھلا کر بولے۔ اگر یہاں کوئی ہوتا تو نظر نہ آتا کیا۔؟"

"بھوت... بھوت غائب ہو جایا کرتے ہیں۔"

"شٹ اپ۔" کرنل نے کہا اور کمرے سے نکلتے ہوئے بولے "سو جاؤ"
کرنل کے جاتے ہی عمران نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ اس کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ تھی۔ وہ اپنے بستر پر واپس آیا۔ سرہانے سے ٹرانسمیٹر نکالا اور کال کرنے لگا۔ اس نے چوہان کو مخاطب کیا تھا۔

"ہیلو۔ چوہان۔ اٹ از ایکسٹو اوور" پھر ایک منٹ سے بھی کم وقفہ میں سلسلہ مل گیا تھا۔ دوسری طرف سے چوہان نے کال ریسیو کی تھی۔

"یس سر۔ چوہان اسپیکنگ اوور۔"

"اٹ از ایکسٹو۔ عمران نے ایکسٹو کے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ تم کو فوراً کرنل نجفیاور کی کوٹھی پر پہنچنا ہے۔ اوور"

"یس سر۔ میں فوراً ہی روانہ ہو سکتا ہوں۔ اوور"

"ٹھیک کوٹھی سے دور رہ کر نگرانی کرو۔ گیٹ کے داہنی طرف والی حد بندی کی دیوار سے کچھ آدمی اتریں گے۔ ان کا تعاقب کرنا ضروری ہے خموشی سے فالو کر کے ان کی رہائش گاہ کا پتہ لگانا ہے اوور"

"کیا موٹر سائیکل استعمال کر سکتا ہوں۔ اوور"

"ہاں۔ وہ موٹر سائیکل جو دانش منزل سے ملی ہے۔ اوور"

"آپ کو اطلاع کس نمبر پر دوں۔ اوور"

"ڈی سکس زیرو پر۔ اوور"

"رائٹ سر۔ میں ایک گھنٹہ بعد رپورٹ دوں گا۔ اوور"

"ٹھیک ہے۔ اب تم فوراً ہی روانہ ہو جاؤ۔ ریوالور بھی ساتھ رکھنا۔ اوور"

"انیڈ اسٹاپ" عمران نے سلسلہ منقطع کیا۔ اور جولیا کو کال کی۔

"اٹ از جولیانا سر اوور۔" جولیا کی آواز ابھری۔

"صفدر کی رپورٹ کیا ہے۔ اوور۔" عمران غرایا۔

"وہ کیفے نعمانہ کے منیجر کے تعاقب میں ہے۔ کیفے کا منیجر وہاں سے اسپرنگ کاٹیج کے سامنے والی عمارتوں میں سے ایک میں گھسا ہے اوور۔"

"اور آگے بولو۔ اوور۔"

"ایک گھنٹے سے وہ عمارت کے اندر ہے ابھی تک برآمد نہیں ہوا۔ اوور"

"یہ عمارت کس کی ہے۔؟ اوور"

"یہ نہیں معلوم ہو سکا۔ لیکن اس میں کوئی پروفیسر احمد علی مقیم ہیں اور پوری عمارت ان کے قبضے میں ہے۔ اوور۔"

"ہوں۔ عمران نے کہا۔ عمارت کتنی بڑی ہے۔ اوور"

"یک منزلہ ہے۔ زیادہ سے زیادہ آٹھ کمرے نچلی منزل میں اور چھ کمرے اوپری منزل میں ہوں گے۔ اوور۔"

"ٹھیک ہے۔ صفدر سے کہو وہ اسی جگہ ٹھہرے اور نگرانی رکھے اوور"

"رائٹ سر۔ اوور۔"

"خاور کی کیا رپورٹ ہے۔ اوور"

"جناب اسے چھٹی دی جا چکی ہے اوور۔"

"رائٹ۔ تم بھی اسی نمبر پر کال کر سکتی ہو یعنی ڈی سکس زیرو پر کیا سمجھیں۔ اوور۔" عمران نے کہا۔

"بہت اچھا جناب۔ اوور۔"

"اوور اینڈ آل اسٹاپ۔" عمران نے ٹرانسمیٹر بند کر کے جیب میں رکھ لیا۔ اس نے پھر سوچا کہ کالا لباس بدل لے لیکن دروازے پر آہٹ سنکر چونکا۔ اور ٹرانسمیٹر اور ریوالور بھرتی سے الماری کے نیچے خلا میں سرکا کر تیزی سے بھائی اور بستر پر دراز ہو گیا۔ کمرے کی چوکھٹ کھلی اور کئی سائے اندر داخل ہوئے عمران ایسے تکیہ لیٹ گیا جیسے سو رہا ہو۔ منہ تک چادر بھی کھینچ لی تھی۔ آنیوالے اسکے بستر کے قریب پہنچکر رک گئے ایک نے ٹارچ روشن کی اور دوسرے نے اسپر سے چادر کھینچ لی۔ وہ دم سادھے پڑا رہا۔ وہ بغور اسے دیکھتے رہے پھر ایک نے اسکے چہرہ پر ہاتھ پھیرا پھر ٹارچ بجھاتے ہوئے اپنے ساتھی سے بولا "باس کا خیال غلط ہے۔"

"لیکن یہ آدمی مشکوک ہے۔ کیوں نا اٹھا کر لے چلیں۔"

"نہیں اتنے بوجھ کو لاد کر لیجانا آسان نہیں ہے۔"

"لیکن باس کا حکم۔ ہے۔"

"حکم صرف یہ ہے کہ اگر مشتبہ ہو تو اغوا کر کے ٹھکانے پر لے جاؤ۔"

"پھر اب؟ کیا اسے چھوڑ دیں۔"

"ہاں۔ اسے لیجانا بیکار ہی رہے گا۔" پہلے نے کہا۔

"تو پھر آؤ۔ واپس چلیں۔"

"چلو۔" دوسرے نے کہا۔ لیکن پھر رک کر بولا۔ اسکی تلاشی لے ڈالو۔"

"یہ جاگ گیا تو پھر۔"

"نہیں جاگے گا۔ اور اگر جاگ گیا تو بھی ریوالور سے ڈر کر شاید کپڑے ہی خراب کر بیٹھے گا۔ بہت ڈرپوک قسم کا آدمی ہے۔"

"تمہاری مرضی۔" دوسرے نے کہا۔ اور وہ عمران کی تلاشی لینے لگے انہوں نے اسکے کپڑے ٹٹولے پھر الماریوں کے کپڑے اور صندوق دیکھا۔ ہولڈال کھول کر دیکھا میز کی درازیں دیکھیں پھر سر ہلا کر ایک بولا۔

"چھوڑو۔ یہ غیر متعلق آدمی ہے۔"

عمران نے کنکھیوں سے دیکھا وہ واپس جا رہے تھے۔ جیسے چوکھٹ بند ہوئی۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا جلدی سے سیاہ لباس پہنا ریوالور اور ٹرانسمیٹر الماری کے نیچے سے نکالا اور کھڑکی کیطرف بڑھا۔ پائیں باغ پر نظر ڈالی کئی سائے اب بھی وہاں نظر آ رہے تھے وہ خموشی سے انکی نقل و حرکت کو دیکھتا رہا پھر کچھ سوچکر اس نے ٹرانسمیٹر نکالا۔ اور کال کرنے لگا "ہیلو چوہان۔ اٹ از انکیسٹو ہیلو چوہان۔ اوور" وہ اس جملہ کو بار بار دہراتا رہا۔ ایک دو لمحہ بعد جواب ملا تھا۔

"یس سر۔ اٹ از چوہان اسپیکنگ۔ اوور"

"کیا تم کوٹھی پہنچ گئے ہو۔ اوور۔"

"یس سر۔ میں نے ایک دوکان کے چبوترہ پر چڑھکر ان سایوں کو دیکھ لیا ہے جو پائیں باغ میں ہیں اوور۔"

"بہت تیز نگاہ ہے تمہاری۔ اوور"

"میں نے دوربین استعمال کی ہے۔ اوور۔"

"رائٹ۔ ان پر نظر رکھو۔ اور تعاقب کرو۔ اوور اینڈ اٹ اوور۔"

عمران نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ اور جیب میں ڈال کر باغ کا جائزہ لینے لگا۔ دفعتہً اسے اپنے پیچھے آہٹ سنائی دی۔ وہ مڑ کر دیکھنے لگا۔ کمرے میں کئی سائے داخل ہو رہے تھے لیکن کمرہ میں اندھیرا تھا۔ اور عمران کا لباس سیاہ اسی لئے وہ اسے نہ دیکھ سکے۔ سیدھے لنبر کی طرف بڑھے۔ پھر ایک کا ہاتھ اٹھا۔ کمرہ میں ٹاک... ٹاک۔ ٹاک کی تین آوازیں ابھریں۔ اور پھر خموشی چھا گئی عمران تیزی سے کھڑکی سے نکل کر کارنس پر کھڑا ہو گیا۔ اب سے اپنے لئے خطرہ نظر آنے لگا تھا۔ ایک لمحہ بعد اس نے جاتے ہوئے قدموں کی آہٹ سنی تھی اور پھر خموشی چھا گئی تقریباً پانچ منٹ بعد اس نے پائپ باغ میں نقل و حرکت دیکھی وہ سائے ایک ایک کر کے حد بندی کی دیوار سے باہر چلے گئے۔ عمران منتظر تھا پندرہ منٹ بعد وہ اپنی جگہ سے ہلا۔ اور واپس کمرے میں آیا۔ کھڑکی بند کی اور دروازہ کھولے بغیر ٹائل پر کھڑے ہو کر چوکھٹ گھمائی اور باہر نکل آیا۔ ہلکی سی سنسان پڑی تھی۔ عمران خموشی سے آگے بڑھنے لگا۔ یک بیک اس نے آہٹ سنی وہ چونکا لیکن پھر سنبھل کر آگے بڑھنے لگا۔ آہٹ ایک سیاہ بلی کی آمد کی وجہ سے ہوئی تھی۔ اس نے کرنل نجفی اور کے کمرے میں جھانکا وہاں گہری تاریکی تھی اس نے ٹائل کے میکنزم کو حرکت دی اور اندر داخل ہو گیا۔ ایک لمحہ آہٹ لینے کے بعد وہ آگے بڑھا۔ کمرہ میں اسکے اندازہ کے مطابق کوئی نہیں تھا۔ اس نے احتیاطاً ریوالور نکال لیا تھا۔ پھر فرش پر گھٹنوں کے بل چلتا ہوا مسہری تک پہنچا لیکن یہاں پر کوئی نہیں تھا مسہری خالی پڑی تھی۔ عمران نے جیب سے محدود دائرے کی ٹارچ نکالی اور اسے روشن کر کے کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ کمرہ سنسان تھا لیکن کمرے میں ابتری پھیلی ہوئی نظر آتی تھی۔

درمیانی میز الٹی ہوئی تھی۔ گلدان نیچے گر کر ٹوٹ چکا تھا۔ صوفے بھی کھسکے ہوئے نظر آئے۔ اس نے سوچ تلاش کر کے روشنی کر دی۔ اب وہ کمرہ کو بغور دیکھ رہا تھا۔ یہاں ایسے امکانات تھے جس سے عمران نے اندازہ لگایا کہ یہاں آپس میں جھڑپ ضرور ہوئی ہے لیکن کس سے؟ کیا وہ کرنل تھا۔؟ عمران جائزہ لیتا ہوا سوچتا رہا۔ وہ لوگ کون تھے؟ یہاں کیوں آئے تھے۔ اور پھر موی شمع والا سایا کہاں غائب ہو گیا۔ آخر یہ سب کیا اسرار ہے؟ کیا واقعی، کرنل نجمتیا ور کو اغوا کر لیا ہے۔؟ یا خود ہی کرنل نجمتیا ور ان واردا توں میں شامل ہے؟ اس شبہ کی وجہ بھی عمران کے سامنے تھی یعنی وہ موی شمع والا سایہ اندر داخل ہو کر ابھی تک باہر نہیں نکلا تھا۔ جب وہ کرنل کے کمرہ میں داخل ہوا ہے اس وقت بھی وہاں کوئی نہیں تھا۔ تو پھر۔؟ وہ سایہ اور شمع کہاں گئیں۔ یا کرنل ہی کسی قسم کا فراڈ کر رہا ہے یا پھر وہ ان کے کسی راز سے واقف ہو گیا تھا۔؟

اگر ایسا نہ ہوتا تو اسے اغوا کرنے کا مقصد سمجھ میں نہیں آتا۔ وقت تیزی سے گزرتا رہا۔ اور عمران کمرہ کی تلاشی لیتا رہا لیکن اسے کچھ بھی نہ مل سکا۔ ایسی کوئی چیز نہ مل سکی جسے وہ کوئی کلیو سمجھ سکتا۔ بالآخر اس نے کمرے کی بے ترتیبی سے ہی اندازہ قائم کیا کہ کرنل نجمتیا ور کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ وہ کمرے سے باہر نکلا۔ اور زینے طے کرنے لگا۔ برآمدہ سے اتر کر وہ حد بندی کی دیوار تک پہنچا۔ وہ اس جگہ کا معائنہ کرنے لگا۔ جہاں پر گزشتہ رات انہوں نے ایک راستہ دریافت کیا تھا۔ جب وہ اس مقام پر پہنچا تو چونک پڑا

اس راستہ کا اتنا حصہ جو کسی ڈھکن کی طرح اس پر ڈھکا جاتا تھا اپنی جگہ سے کھسکا ہوا تھا۔ عمران تیزی سے اسے سٹا کر اندر داخل ہو گیا۔ زینے طے کر کے وہ دروازہ تک پہنچا تو دروازہ کھلا پایا۔ وہ احتیاط سے اندر داخل ہو گیا۔ لیکن ٹارچ کی روشنی میں کمرہ کی حالت دیکھتے ہی وہ چونک پڑا۔ کمرہ میں بے ترتیبی تھی جگہ جگہ کاغذات کے ڈھیر پھیلے تھے۔ یہ ایک دس مربع فٹ کا کمرہ تھا بائیں طرف دیوار سے لگی ہوئی الماری کے پٹ کھلے ہوئے تھے اسی الماری میں ایک سیاہ رنگ کا لباس ٹنگا ہوا تھا یہ ایسا ہی لباس تھا جیسا عمران نے پہنا ہوا تھا۔ ایک سفید لبادہ بھی تھا۔ عمران کو یاد آیا کہ اسی قسم کا لبادہ اس پراسرار عمومی شمع والے بڈھے کو بھی پہنے دیکھ چکا ہے اس کے علاوہ دو تین جوڑے کپڑوں کے اور تھے۔ عمران نے انہیں بغور دیکھا۔ پھر مزید الماری کی تلاشی لینے کے بعد وہ اس میز کی طرف بڑھا جو الماری سے ذرا فاصلے پر تھی وہ جیسے ہی قریب پہنچا چونک پڑا۔ میز سے ذرا فاصلے پر ایک لاش پڑی تھی مقتول ایک جوان آدمی تھا۔ اسکے سینے میں خنجر گھونپا گیا تھا۔ عمران نے بغور دیکھا خنجر پر انگلیوں کے واضح نشان تھے۔ اسکے علاوہ یہ خنجر بھی ایسا ہی تھا جیسا عمران نے مسٹر سلطان سے لیکر دیکھا تھا۔ اور جس کے ذریعہ کرنل نجف بہادر کو قتل کیا گیا تھا۔ عمران خاموشی سے لاش کا جائزہ لیتا رہا اس کی الٹی ہوئی جیبیں اس بات کا ثبوت تھیں کہ اسکی تلاشی لی گئی ہے۔ مگر پھر بھی عمران نے اس خیال سے دستانے پہن کر لاش کی تلاشی لی کہ ممکن ہے کہ کوئی ایسی چیز موجود ہو یا ان کی نظروں میں آنے سے رہ گئی ہو لیکن اسے مایوسی ہوئی

کوئی چیز ایسی نہ مل سکی۔ اور وہ میز کی طرف متوجہ ہوگیا۔ یہاں ایک قلمدان دو فونٹین پین اور کئی پیڈ کاغذ کے موجود تھے انکے علاوہ اوپر اور کوئی چیز نہ تھی نہ ہی درازوں میں عمران نے ٹارچ کی مدد سے سوئچ تلاش کیا۔ اور وہ کمرہ روشن ہوگیا۔ ایک بار پھر وہ چونک پڑا۔ وہاں ایک نہیں تین لاشیں تھیں۔ تینوں کو خنجر ہی سے قتل کیا گیا تھا۔ دو کے سینے میں اب تک خنجر پیوست تھے عمران نے پاکٹ ٹرانسمیٹر نکالا اور کال کرنے لگا۔

"ہیلو جولیانا ٹاٹ از ایکسٹو۔ اوور۔" تقریباً تین منٹ بعد جواب ملا۔

"یس سر۔ جولیانا اسپیکنگ اوور۔"

"اپنے آدمیوں سے کہو کہ وہ کسی پبلک فون بوتھ سے کیپٹن فیاض کے نام سے فون کر کے کہیں کہ فنگر پرنٹس کا عملہ اور پولیس کرنل نجمیا ورکی کوٹھی کے پائیں باغ میں موجود تینوں لاشوں کی تلاشی لے اور وہاں پر موجود لاشوں کے فوٹو اور فنگر پرنٹس اٹھا کر لاشیں پوسٹ مارٹم کیلئے روانہ کر دیں اوور"

"یس سر۔ میں ابھی تعمیل کو رنگ کر کے اطلاع دیتی ہوں۔ اوور۔"

"فوراً لیکن اس طرح انہیں یہ شبہ نہ ہو سکے کہ وہ غلط کہہ رہا ہے۔ یا پھر وہ فیاض نہیں ہے۔ اوور۔"

"بہتر جناب۔ ایسا ہی کیا جائے گا۔ اوور۔"

"کسی اور کی کوئی رپورٹ۔؟ اوور۔"

"نو سر۔ اوور۔"

"اوور اینڈ اسٹاپ۔" عمران نے ٹرانسمیٹر بند کیا ہی تھا کہ اس پر پھر اشارہ موصول ہوا۔ اور اس نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

"اٹ از چوہان۔ ہیلو ایجنٹو کالنگ چوہان اوور۔"

"یس۔ ایجنٹو سر۔ اوور۔" عمران نے کہا۔

"یس سر میں نے ان لوگوں کی جائے قیام دیکھ لی ہے۔ اوور۔"

"تبہ تباؤ۔ اوور۔"

"جناب وہ اسپرنگ کاٹج کے سامنے والی عمارت میں گئے ہیں۔ اوور۔"

"یہ عمارت کتنی بڑی ہے اوور۔"

"یک منزلہ ہے۔ اوور۔"

"ٹھیک آس پاس صفدر بھی موجود ہے اس سے رابطہ قائم کرو۔ اور اگلے حکم تک وہیں رہ کر نگرانی کرو۔ اوور۔"

"رائٹ سر۔ اوور۔" عمران نے جواب سنتے ہی ٹرانسمیٹر آف کیا۔ پھر جیسے ہی ٹرانسمیٹر جیب میں رکھنا چاہا کہ پھر اشارہ موصول ہوا۔ عمران نے ٹرانسمیٹر آن کیا۔ دوسری طرف صفدر بول رہا تھا۔

"یس۔ اٹ از ایکسٹو ہیر۔"

"یس سر۔ عمارت کا نام سونیا لاج ہے وہ ایک دیسی عیسائی کی بیوی کی ملکیت ہے جسے کسی سعید احمد نے کرائے پر لیا ہوا ہے اس میں ابھی سات آدمی داخل ہوئے ہیں انہوں نے اپنے نشانوں پر کسی کو لا دبھی رکھا ہے۔ وہ دو چیزیں تھیں۔ اوور۔"

"کیا تم نے ان کے بارے میں اندازہ لگایا کہ وہ کیا تھیں۔؟ اوور"

"یس سر میرا جہاں تک خیال ہے وہ لاشیں یا بیہوش آدمی ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ انکے سر اور ٹانگیں باآسانی اندھیرے میں میں نے دیکھ لئے تھے۔ اوور"

"ٹھیک ہے کوشش کرو۔ کہ وہ لوگ وہاں سے نکل نہ سکیں۔ انکی ہر طرح سے نگرانی رکھو۔ ضرورت ہو تو نعمانی کے علاوہ اوروں کو بھی جولیا کی معرفت بلوا سکتے ہو۔ اوور"

"رائٹ سر۔ اوور"

"اور سنو جہاں موٹر بائیک پر وہاں آس پاس آدمیوں کا تعاقب کرتا ہوا پہونچا ہے۔ اسکو کیچ کر لو۔ اوور"

"ویری ویل سر۔ اوور"

"پندرہ منٹ بعد مجھ سے رابطہ پیدا کرنا۔ اوور" پھر جواب کا انتظار کئے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا۔ اور ٹرانسمیٹر جیب میں رکھا اور مکرہ کی تلاشی لینے لگا۔ اب وہ فرش پر پھیلے ہوئے بے شمار کاغذات کا جائزہ لے رہا تھا۔ ان میں ہاتھ سے لکھی ہوئی کئی ادھوری تحریریں تھیں اور جوں جوں عمران انہیں پڑھتا گیا اسکا چہرہ سرخ ہوتا گیا۔ اس نے تیزی سے وہ لکھے ہوئے کاغذات جو تعداد میں چھ تھے اپنے قبضے میں کئے۔ اور پھر مزید تلاشی کا ارادہ ترک کر کے وہ تہخانے سے باہر نکل آیا۔ راستہ اسنے آدھا کھلا رہنے دیا تاکہ پولیس باآسانی اسپر قبضہ کر سکے ورنہ پولیس اسکا دروازہ تلاش نہ کر سکتی۔ باہر آکر عمران نے ایک نظر عمارت پر ڈالی۔ پھر حد بندی کی دیوار عبور کر کے باہر آیا لیکن اسے کچھ یاد آیا۔ اور پھر وہ پائیں باغ میں داخل ہوا۔ اور تیزی سے وہ سرونٹ کوارٹروں کی طرف چلا۔ پھر صفائی کے کمرے کے پاس

رک گیا۔ اور کیواڑوں کو دھکیلا۔ وہ کھل گئے۔ یہاں اسے کوئی نظر نہ آیا۔ نہ ہی رمضانی نہ کوئی اور دوسرا۔ اسکو یہاں سامان بھی کم ہی نظر آیا تھا۔ ایک چارپائی تھی ایک کنستر۔ ایک ٹوٹا ہوا ٹرنک جس میں صرف دو جوڑے پرانے کپڑے تھے اس نے ایک چیز کی تلاشی لی اور مایوس ہوکر عمارت میں داخل ہوا۔ اب پھر اسکا رخ حد بندی دیوار کی طرف تھا۔

ثریا کی آنکھ کھلی تو وہ چونک پڑی۔ اور پھر تی سے اٹھکر حیران حیران نظروں سے چاروں طرف سے دیکھنے لگی۔ اس کمرے میں تو وہ ہرگز نہ سوئی تھی۔ پھر یہاں کیسے آگئی؟ وہ دروازہ کیطرف بڑھی۔ مگر دروازہ باہر سے بند تھا۔ وہ خوفزدہ ہوگئی تیزی سے ایک خیال اسکے ذہن میں ابھرا تھا۔ اغوا۔ اسکے تمام جسم میں خوف کی پھریریاں دوڑ گئیں۔ کیا اسے اغوا کیا گیا ہے؟ یقیناً ورنہ وہ اپنے کمرے کے بجائے یہاں کیوں ہوتی؟ اسکے ذہن میں بیشمار واقعات گھوم گئے جن میں اغوا شدہ لڑکیوں کی لرزہ خیز کہانیاں ہوتی تھیں اسنے دروازہ کھولنے کی پھر کوشش کی مگر ناکامی ہوئی پھر وہ کھڑکی کی طرف بڑھی مگر یہ دیکھکر چونک پڑی کہ جسے وہ کھڑکی سمجھ رہی تھی وہ کھڑکی نہیں تھی بلکہ ایک اور کمرہ کا درمیانی روشندان دوسرے کمرہ میں اندھیرا تھا۔ وہ پھر کمرہ میں بچھی مسہری پر بیٹھ گئی۔ اس نے کمرہ کا جائزہ لیا۔ یہ ایک سجا سجایا کمرہ تھا۔ فرش پر قیمتی قالین تھے۔ جس مسہری پر لیٹی تھی اسپر بیشمتی بستر موجود تھا۔ وہ سوچنے لگی کہ اسے یہاں پر کون لایا۔ صرف اتنا یاد تھا کہ سوتے میں ایک میٹھی سی خوشبو

اسکے ذہن میں گھستی چلی گئی تھی پھر جب آنکھ کھلی تو وہ یہاں تھی لیکن اسے سوچنے کا موقع نہیں مل سکا۔ یک بیک کمرے کی بتی بجھ گئی تھی پھر کمرہ کا دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنی۔ وہ سہم گئی۔ "کون ہے؟" وہ چلائی۔ لیکن ایک جھٹکے سے کسی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا تھا۔ وہ کسی کی مضبوط گرفت میں تھی۔ "مجھے چھوڑ... چھ... چھوڑ... کمینے... کک... ہوپ..." یک بیک اسکا منہ بھنچ گیا۔ آدھے گھنٹہ بعد کمرہ میں چٹ کی آواز گونجی اور روشنی ہو گئی۔ ثریا نے سر اٹھا کر دیکھا۔ اس حالت میں بھی اچھل کر بیٹھ گئی۔ اسکی آنکھوں میں حیرت تھی۔ پھر رفتہ رفتہ اسکی آنکھوں میں حیرت کی جگہ نفرت اور حقارت آگئی۔ اس نے سوئچ بورڈ کے پاس کھڑے ہونیوالے کی طرف منہ کر کے تھوک دیا۔ اور وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ اسکی آواز میں فاتحانہ انداز تھا۔

"تم... تم آدمی نہیں بھیڑیئے ہو۔" ثریا نے کہا۔

"بھیڑیے بھی سدھا کر سیدھے کئے جا سکتے ہیں۔" وہ مسکرایا۔

"تم... تم نے انکل ہو کر یہ سب کچھ کیا ہے۔؟" ثریا نے نفرت بھرے لہجہ میں کہا۔ اور وہ ہنس پڑا۔

"میں تمہارے باپ کا سگا بھائی نہیں ہوں۔ سمجھیں۔"

"لیکن ہم تو تم کو انکل ہی سمجھتے تھے۔ کیا تم اپنی بیٹی کے ساتھ بھی ایسا ہی برتاؤ کرتے ہو۔"

"میری کوئی اولاد ہی نہیں ہے۔" وہ مسکرایا۔ "دنیا میں میری صرف بیویاں اور داشتائیں ہیں اور محبوبائیں ہیں۔ انکے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ سمجھیں؟"

"تم... تم کمینے ہو۔ سور پاجی۔ الو..." وہ بپھر کر بولی۔

"بکواس مت کرو۔" وہ غرایا۔ "اب ہر رات تم کو ہیرا جی بہلانا پڑے گا۔"

"یہ نہیں ہوگا۔ ہیں۔ ہیں جان دیدوں گی۔"

"شٹ اپ۔" وہ غرا کر بولا۔ پھر مسکرایا۔ "تم جان دینے کیلئے نہیں جان لینے کے لئے ہو سمجھیں۔" اور جواب کا انتظار کئے بغیر کمرہ سے باہر نکلا اور دروازہ پھر بند ہو گیا۔ تریا نے جلدی سے دروازہ کو دھکا دیا مگر وہ باہر سے بند تھا۔ وہ سسکیاں لینے لگی۔

عمران کے ماتحت اسپرنگ کاٹج کے سامنے ہی موجود تھے۔ عمران نے بلیک زیرو کو بھی طلب کر لیا تھا۔ بلیک زیرو سیاہ لباس میں تھا۔ عمران اسی لباس میں۔ وہ ان سے آملے۔ پھر عمران کے علاوہ اور سب نے اپنے چہروں پر نقاب چڑھا لئے۔ اور عمارت کیطرف بڑھے۔ دروازہ پر صرف ایک آدمی سے مڈبھیڑ ہوئی تھی جسے عمران نے سائیلنسر والے ریوالور سے مار گرایا۔ پھر وہ اندر داخل ہو گئے۔ عمارت تاریک تھی وہ ہوشیاری سے بڑھتے چلے گئے۔ برآمدہ طے کرنے کے بعد عمران نے تنویر کو برآمدہ میں چھوڑا۔ اور اسکا اشارہ پاکر بلیک زیرو عمارت کی پچھلی طرف چلا گیا تھا۔ باقی آدمیوں کے ساتھ وہ اندر داخل ہو گیا کوری ڈور کی بتیاں بھی گل کی ہوئی تھیں وہ بڑھتے چلے گئے۔ کریپ سول جوتوں سے ہلکی سی بھی آواز نہ ہو رہی تھی۔ یک بیک انہیں کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی اور وہ ادھر ادھر دبک گئے۔ وہ آدمی موڑ سے نمودار ہوئے پھر جیسے ہی انکے قریب سے گزرے سر پر پڑنے والی ضربوں نے بلا آواز نکالے انہیں ڈھیر کر دیا۔ انکے ہاتھ پیر باندھکر منہ میں رومال ٹھونسکر ایک طرف ڈال دیا گیا۔ پھر وہ آگے بڑھے موڑ طے کرنے کے بعد انہیں ایک کمرے میں روشنی نظر آئی وہ احتیاط سے آگے بڑھے

عمران نے کی ہول سے آنکھ لگا دی اندر کئی آدمی تھے جن کے ہاتھوں میں ریوالور تھے اور ایک طرف کرسیوں پر عمران کو فیاض اور ایک دوسرا آدمی بندھا ہوا نظر آیا۔ دوسرے آدمی کو دیکھتے ہی عمران کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ان سے ذرا ہی فاصلے پر ایک سرتاپا سیاہ لباس والا موجود تھا پھر عمران نے دوسرے آدمی کی چیخ سنی ایک آدمی نے چاقو کی نوک دوسرے آدمی کے ہاتھ میں اتار دی تھی۔ عمران نے دروازے کے پٹوں پر ہاتھ رکھا۔ وہ اندر سے بند نہیں تھے۔ عمران نے سب کو اشارہ کیا۔ اور دروازہ کھول کر اندر گھس گئے۔ وہ لوگ انہیں دیکھ کر چونک پڑے اور پھر ہاتھ اوپر اٹھا دیئے ان سب کے ریوالور انہی کی طرف اٹھے ہوئے تھے۔ عمران فیاض کو دیکھ کر چیخا۔ "اوہ۔ سوپر فیاض۔ سو۔۔۔ سوری فیاض۔۔۔"

"وہ گیا۔ فیاض نے کہا۔ عمران نے دیکھا کہ سیاہ پوش نے کھڑکی سے باہر چھلانگ لگائی تھی لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کر سکتے۔ وہ اس طرح سے اندر فرش پر آ گرا جیسے کسی نے دوسری طرف سے اسے اچھال دیا ہو۔ اسکے ساتھ ہی ایک اور سیاہ پوش اندر داخل ہوا۔ اور وہ سب چونک پڑے "کیپٹن کو آزاد کر دو سیاہ پوش نے کہا۔ اور فیاض چونک پڑا۔ صفدر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی یہ انکا پرانا سیاہ لباس والا کیپٹن ہی تو تھا۔ عمران نے فیاض کو کھول دیا۔ فیاض اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس نے دوسرے آدمی کو کھول کر اسکے ہاتھ پیچھے باندھ دی۔

"کیپٹن۔ کرنل بخت بہادر۔ کیسے مزاج ہیں۔" سیاہ پوش نے کہا اور وہ سب چونک پڑے۔ سیاہ پوش کہہ رہا تھا۔

"کیپٹن فیاض۔ ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا دو۔ یہ تمہارا کیس ہے

جلدی کرو۔ فیاض نے عمران سے ہتھکڑیاں لے کر ان سب کے ہاتھوں میں ڈال دیں۔ سیاہ پوشش پھر بولا۔

"اسکو جانتے ہو۔ کون ہے یہ۔؟ اسکا اشارہ دوسرے نقاب پوش سے تھا

"ہاں۔ یہ کرنل نجمتیاور ہے۔ میرا دشمن۔" کرنل نجمت بہادر نے کہا۔ اور فیاض نے اسکا نقاب اتار دیا۔ اور وہ نجمتیاور ہی نکلا۔

"اب کوتوالی فون کر دو۔ اور پولیس کو بلاؤ۔"

فیاض نے میز پر رکھے ہوئے فون پر نمبر ڈائل کئے اور عمران کے بتائے ہوئے پتے کو دہرا کر جلد پولیس فورس کو پہنچنے کی ہدایت کے بعد رکھ دیا۔ انکے پاس چھوڑ کر انہوں نے اب عمارت کی تلاشی لی۔ ایک کمرے میں انہیں ثریا بیہوش ملی لیکن عمران چونک پڑا۔ وہ برہنہ تھی۔ فیاض نے بستر کی چادر میں اسے پر ڈال دیں۔

"افسوس۔ بیچاری۔" عمران نے سر ہلایا۔

"کیا مطلب۔؟" فیاض چونکا۔ کرنل نجمت بہادر کمرے سے باہر تھے۔

"یہ مرنے والی ہے۔" عمران بولا۔

"نہیں۔"

"ہاں۔ اس کے جسم میں زہر پھیل رہا ہے۔"

"اوہ۔ وہ چونک پڑا۔ پھر جب اس کا چہرہ کھول کر دیکھا تو عمران کے بیان کی تصدیق ہو گئی۔ ثریا کے چہرے پر نیلاہٹ دوڑ رہی تھی۔ پھر فیاض کی نگاہ اس کے ہاتھ پر پڑی۔ اور سب معاملہ اس کی سمجھ میں

آگیا۔ شریانے انگوٹھی میں لگا ہوا ہیرا چبا لیا تھا۔ وہ لوگ نیچے آئے۔
کرنل نجمت بہادر کو بھی اس کی اطلاع دے دی تھی۔ اور وہ اسی وقت کرنل بختیاور کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن عمران نے انہیں قابو میں رکھا۔ اب پولیس فورس آ چکی تھی۔ اور فیاض کے حکم سے لاشوں کے فوٹو لیے جا رہے تھے۔ کچھ دیر کی تلاش کے بعد انہیں وہاں پر تہخانے بھی مل گئے۔ اور یہاں بے شمار اسمگلنگ کا سامان موجود تھا جس کمرے میں سب کو گرفتار کیا گیا تھا وہیں پر ایک فائل بھی ملی۔ جو کرنل نجمت بہادر کی تحریر کردہ تھی جس میں بختیاور کو ایک غنڈہ اور اسمگلر کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا۔ اور اس کا سارا کچا چٹھا تحریر کیا گیا تھا۔ اور وہیں پر دوسرے کاغذات بھی ملے جس میں ایسے ثبوت بھی تھے۔ جو کرنل بختیاور کو ایک بہت بڑا اسمگلر ثابت کرنے کے لیے کافی تھے۔
ایک رجسٹر بھی کرنل بختیاور کی تحریر کا ملا جس میں آنے والے مال کی تعداد۔ وزن۔ اور ریٹ تحریر تھا۔ اور اسی رجسٹر میں ان تاجروں کے پتے بھی تھے۔ جن کو وہ مال سپلائی کیا جاتا تھا۔
فیاض بیحد خوش تھا۔ پولیس کی آمد سے پہلے ہی عمران کے اشارے پر بلیک زیرو سمیت ساتھیوں کے جا چکا تھا۔ عمران کو فیاض کے ساتھ دیکھ کر کسی کو حیرت نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ پہلے بھی عمران کو فیاض کے ساتھ کیسوں کو حل کرتے دیکھ چکے تھے۔ وہاں سے فرصت ملتے ملتے صبح ہو گئی تھی۔

مجرموں کو حوالات میں بند کر کے اور کوٹھی سیل کر کے وہ ہوٹل میں آئے۔ فیاض نے ناشتے کا آرڈر دیا۔ پھر عمران تفصیلات بتانے لگا۔ یہ تفصیلات عمران کو ان کاغذات سے معلوم ہوئی تھی جو باہمیں باغ والے تہہ خانے سے ملے تھے۔ عمران کہہ رہا تھا۔ کرنل نجمتیا ور ایک بڑا اسمگلر تھا۔ اس کا انکشاف اس وقت ہوا۔ جب کرنل بخت بہادر نے اپنی اس کوٹھی میں جس میں آج انہوں نے چھاپہ مارا تھا۔ اسمگلنگ کا سامان دیکھا۔ پہلے تو وہ کرنل نجمتیاور کو سمجھاتے رہے لیکن جب وہ باز نہ آیا تو انہوں نے پولیس میں اطلاع کر دینے کی دھمکی دی۔ پر کرنل نجمتیاور نے اپنے آدمیوں کو ان کی کوٹھی پر بھیجا تاکہ وہ بخت بہادر کو قتل کر دیں۔ کرنل نجمتیاور اس دن لائبریری ہی میں مطالعہ کرتے کرتے سو گئے تھے اور ان کے بستر پر ان کا ایک دوست سو رہا تھا۔ مجرم اسے قتل کر کے چلتے بنے۔ کرنل جب وہاں پہنچے اور لاش دیکھی تو چونک پڑے اور انہوں نے انتقام کی سوچی۔ اور اپنا لباس مقتول کو پہنا دیا اس کے خون آلود کپڑے جلا دیئے اگر کوئی آتشدان دیکھتا تو ضرور اسکا سراغ لگا لیتا۔ پھر لاش بگڑ نا قابل شناخت ہو گئی اور سب یہی سمجھے کہ وہ قتل کر دیئے گئے ادھر بخت بہادر ایک نوکر رمضانی کے روپ میں وہاں رہنے لگے اور کوئی ان پر شبہ نہ کر سکا۔ مگر میں مسہ کی وجہ سے جوان کے چہرے پر تھا ان کو شناخت کر بیٹھا اور جب سوالات کئے تو وہ گھبرا گئے جس سے شبہ یقین میں بدل گیا۔ کرنل بخت بہادر نے حوض کے آگے تہہ خانہ اس لیے بنوایا تھا کہ جنگ کے دوران وہاں پناہ لی جا سکے اور وہ کمرہ

کی چوکھٹیں محض اسلئے میکنزم پر بنائی تھیں کہ کرنل کو انجینری کا شوق تھا اور وہ انہی کے دماغ کی اختراع تھی۔ پس انہوں نے ایک پراسرار سایہ بنکر کرنل کو پریشان کرنا شروع کر دیا۔ عمران نے تمام تفصیلات بتاتے ہوئے کہا پھر جب مجھے اطلاع ملی کہ تم نہیں مل سکے تو میں سمجھ گیا کہ تم اغوا کر لئے گئے ہو۔ اس کے بعد میں نے تحقیقات تیز کر دیں اسی رات چند سائے باغ میں نظر آئے شاید کرنل نجتیاور کو بھی وہاں تہخانوں کی موجودگی کا احساس ہو گیا تھا۔ بہرحال اسطرح کرنل نجتیاور نے کرنل بخت بہادر کو اغوا کر کر ان کے تینوں ساتھیوں کو مار ڈالا۔ اور شائد اسی وقت انہوں نے ثریا کو بھی اغوا کر لیا تھا میرے آدمی کوٹھی کی نگرانی کر رہے تھے۔ پھر جیسے ہی وہ سب یہاں جمع ہوئے میں نے چھاپہ مار دیا۔ اور اس سے آگے تم کو معلوم ہی ہے۔

عمران خاموش ہو گیا۔ اور کافی کے گھونٹ لینے لگا۔

"اقبال کو کیوں قتل کیا گیا تھا۔؟" فیاض نے پوچھا۔

"صرف اسلئے کہ کرنل کا کارندہ یا بھی قبضہ میں آجائے اور شاید وہ ان کی دونوں لڑکیوں کو داشتہ بنانے کی بھی سوچ رہا تھا۔ اور شائد ثریا سے اس نے زیادتی کی تھی اسی لئے اس نے خودکشی کر لی تھی۔

"وہ روحوں کا کیا قصہ تھا۔" فیاض نے پوچھا۔

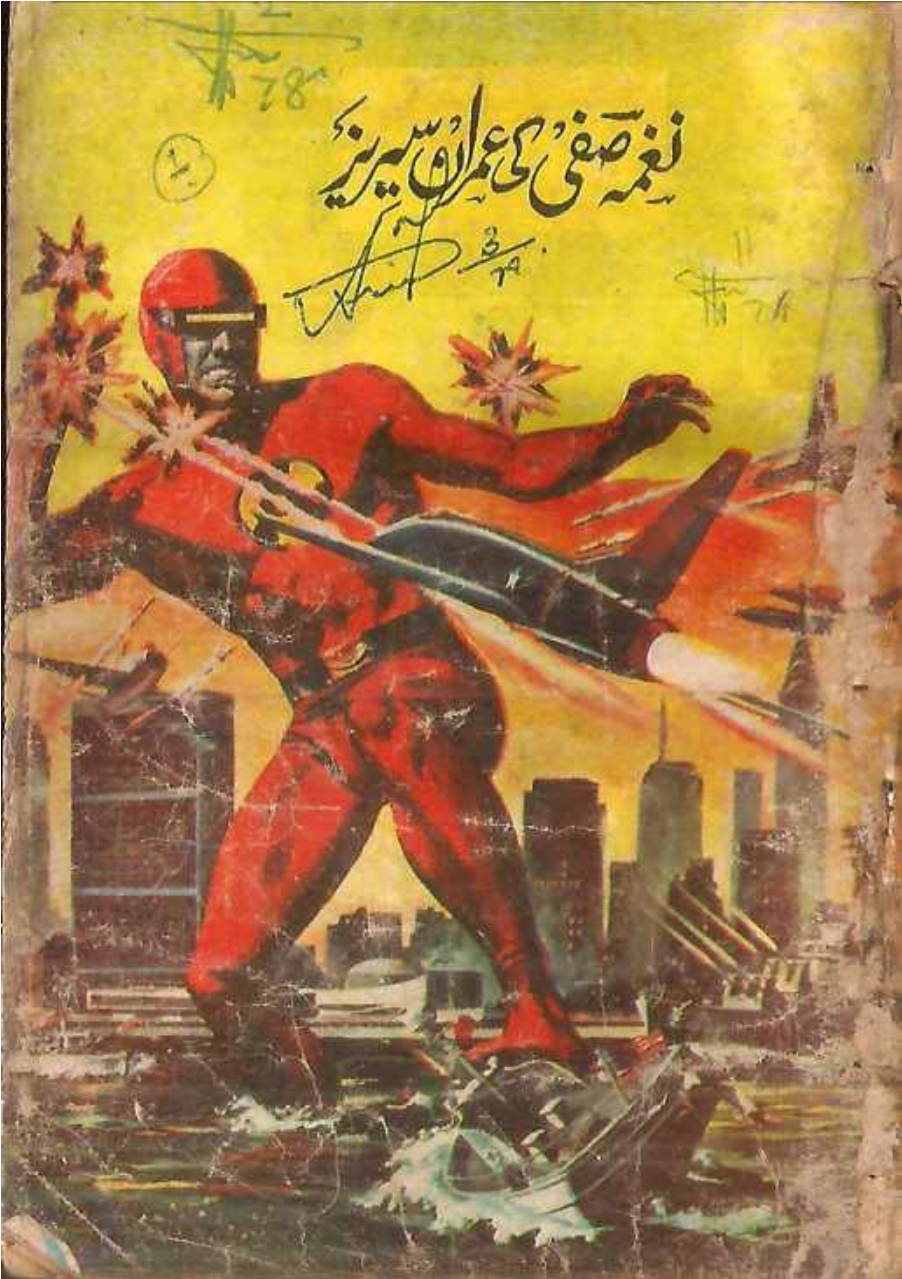
"وہ صرف کرنل نجتیاور کو ڈرانے اور خوفزدہ کرنے کی ایک چال تھی تاکہ وہ یہاں سے بھاگ نکلے۔"

"بھاگ نکلنے سے کیا ہوتا؟ کیا کرنل بخت بہادر براہ راست پولیس

کو اس بات سے مطلع نہیں کر سکتا تھا۔ ثبوت خود ہی پولیس مہیا کر لیتی۔
"نہیں۔ اگر پولیس کو اطلاع کی جاتی تو کرنل نجیتا ورصاف بچ جاتا۔ کیونکہ وہ ریکارڈ ضائع کر کے خود اپنے آدمیوں سے چھپ جاتا۔ کیونکہ کوئی بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اسی لئے وہ بے فکر تھا۔ کہ اگر کچھ ہوا تو وہ بچ جائے گا۔ اور کرنل نجیتا بہادر ثبوت کی تلاش میں تھے۔ روحوں کا چکر اسی لئے تھا کہ وہ بوکھلا کر ان کے جال میں پھنس جائے۔"
"گڈ۔ فیاض بولا۔ اب یہ سب سے زیادہ مضبوط کیس بن گیا ہے جیو عمران۔"
"عمران کی جان۔" عمران نے کہا۔ میرے آدمی نے تمہارے نام سے کوتوالی فون کر کے پائیں باغ کے تہخانے والی لاشوں کو قبضے میں لینے کی ہدایت کر دی تھی۔ یاد رکھنا۔"
"ہزار برس جیو۔" فیاض نے خوش ہو کر کہا۔ اور پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ عمران اس سے رخصت ہو کر فلیٹ کی طرف چل پڑا۔ کچھ دیر بعد اس کے ماتحت دانش منزل میں بیٹھے ہوئے اس کی آواز بحیثیت ایکسٹو سن رہے تھے۔
وہ انہیں کیس کی تفصیلات سنا رہا تھا

تمام شد

نغمہ صفی کی عمران سیریز



نغمہ صفی کی عمران سیریز

Aladdin

سنہری اژدھا

قیمت :-

مصنفہ :-
نغمہ صفی

عمران کا ہنگامہ خیز ناول

جملہ حقوق بنام پبلشرز
محفوظ ہیں

اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار، واقعات افراد اور تشبیہہ دی جانے والی چیزیں فرضی ہیں۔ کسی سے مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی۔ جس کے لیے مصنف پرنٹرز، پبلشرز، ناشر یا ادارہ ذمے دار نہیں۔

قیمت:۔ چار روپے (مجلد)
انجمن پریس کراچی
میں چھپی

ادبی اکیڈیمی
۳۔ لیاقت آباد ——— کراچی نمبر ۱۹

پیش لفظ :۔

سنہری اڑن طشتری حاضر خدمت ہے اجنبی سیارے کا دوسرا حصہ۔ اڑن طشتریوں کا سلسلہ آج کی بات نہیں ہے۔ دس پندرہ سال سے اڑن طشتریاں بنی نوع انسان کے لئے معمہ بنی ہوئی ہیں۔ یہ کیا ہیں۔؟ کہاں سے آتی ہے۔؟ انسان کا مقصد کیا ہے۔

آپ کی محبوب مصنفہ نغمہ صفی نے اسی مسئلہ پر امکان بھر روشنی ڈالی ہے جو کچھ اس ناول میں پیش کیا گیا ہے وہ ناممکن نہیں ہے۔ ممکن ہے بلکہ ایک حد تک یقین کیا گیا ہے کہ اڑن طشتریاں کسی دوسرے سیارے سے زمین پر آتی ہیں۔ اور اس ناول کی اساس اسی مفروضے پر ہے۔

عمران اس ناول میں آپ کو بہت ہنسائے گا لہٰذا سنبھل کر رہیئے گا۔

کاغذ کی مہنگائی کے باوجود یہ کتاب تین روپے میں چھپی ہے اس سے قبل قیمت ساڑھے چار روپے ہوا کرتی تھی۔ ڈیڑھ روپیہ فی ناول کاغذ کی مہنگائی کے باوجود کم کیا گیا ہے۔

امید ہے یہ اقدام آپ سب ہی کو پسند آئے گا۔ ہماری زیادہ کوشش یہی ہے کہ آپ کی جیب پر کم سے کم بار پڑے۔ اور موجودہ اقدام اس بات کا ثبوت ہے۔

ایجنٹ صاحبان اگر آرڈر بڑھانا چاہیں تو فوری مطلع کردیں۔ کیونکہ اب خاص نمبر کے علاوہ ہر ناول تین روپے کا چھپا کرے گا۔

ادارہ

نعمہ صفی کی عمران سیریز کے شاہکار ناول

شعلوں کی برسات	۲-۵۰	خطرناک منصوبہ	۳-۳۰	بیس نمبر ۳۳	۳-۰۰
دھن کے دشمن	۱-۶۰	دولت کے پجاری	۳-۳۰	خطرناک آدمی	۴-۰۰
سونے کا جزیرہ	۱-۶۰	راسپوٹین کا ہتھکنڈا	۴-۰۰	سونے کی چوری	۴-۵۰
خالی مکان	۱-۶۰	بلیک فورسز	۳-۳۰	سونے کی تلاش	۴-۵۰
مائیکرو فلم	۱-۶۰	پروفیسر ہیوز کی خلائی	۳-۳۰	فنفتھ کالم	۴-۵۰
سانپ کی تلاش	۱-۶۰	ایجنٹ انسان	۳-۳۰	دہشت پھیلانیوالے	۴-۵۰
سانپ کی تباہی	۱-۶۰	بلیک لائنز	۳-۳۰	طراسک کی تباہی	۴-۵۰
قاتل روشنیاں	۱-۶۰	بے بی فیٹم	۲-۳۰	کامیاب مشن	۴-۵۰
انتقام کی آگ	۱-۶۰	کیپٹل ایجنٹ	۳-۳۰	فرار	۴-۵۰
قاتل عمران	۱-۶۰	رائٹ بزنس کون	۳-۳۰	تعاقب اور ہنگامے	۴-۵۰
چالاک جاسوس	۱-۶۰	ٹریڈی شیطان	۳-۳۰	گولڈن بک	۴-۵۰
سائنسدان کا اغوا	۱-۶۰	بنگلہ ۳۱	۳-۳۰	سنہرا کھنڈل	۴-۵۰
سائنسدان کی تلاش	۱-۶۰	بدنام گلیاں	۳-۳۰	ڈاکٹر رمپا	۴-۵۰
بڑا قاتل	۲-۰۰	برائی کے علمبردار	۳-۳۰	رمپا کا فنکار	۴-۵۰
بھاگتا انسان	۲-۰۰	آپریشن ڈنگو	۳-۳۰	تصادم	۴-۵۰
انجیس آدھی	۲-۰۰	بلیو فلیم	۳-۳۰	موت کا جال	۴-۵۰
ڈاکٹر ڈانگ	۲-۰۰	تیرھواں بیل	۳-۳۰	شکار اور شکاری	۴-۵۰
آنکھوں کا خواب	۴-۰۰	موت کے آنسو	۴-۰۰	وہ جو پکڑے نہ جا سکے	۴-۵۰
دشمن سفیر	۴-۰۰	کوڈ ورشیطان	۳-۰۰	طاقت کا نشان	۴-۵۰
زندہ مردے	۴-۰۰	شیطان کی شکست	۳-۰۰	طاقت کا ہنگامہ	۴-۵۰
انوا اور موت	۴-۰۰	دوسرا ابلیس	۳-۰۰	طاقت کے ایجنٹ	۴-۵۰
سیکرٹری کا فریب	۴-۰۰	ابلیس کے ساتھی	۳-۰۰	طاقت کا سایہ	۴-۵۰
چار انچ کی کھوپڑی	۴-۰۰	بلیک سوان	۴-۰۰	طاقت کے شکار	۴-۵۰
سیکرٹ مشن	۴-۰۰	خوفی دستاویز	۴-۰۰	طاقت کی شکست	۴-۵۰
آپریشن کے لڑ	۴-۰۰	دانو کے قیدی	۶-۰۰	ڈبل دی کراسٹ	۳-۰۰
آسیبی شاہراہ	۴-۵۰	ہرم کا مجرم	۳-۰۰	بلیک میل کی گرفتاری	۴-۰۰
بلیک کیٹ	۴-۵۰	بیگانہ مجرم	۳-۰۰		

محدود تعداد میں اسٹاک موجود ہے آج ہی آرڈر ارسال کریں

ملنے کا پتہ

ادبی اکیڈمی ۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

11
74 5
2
78
(2)
3
78

غزلیں

اس سے اگلے روز

امریکہ کے خلائی بیس کیپ کینیڈی سے عمران کو اپنے ایجنٹوں کی رپورٹیں مل گئیں

ان رپورٹوں میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔

ان ایجنٹوں نے ان تمام افراد کے متعلق معلومات حاصل کر لی تھیں جنہیں چاند پر بھیجنے کے لئے امریکی حکومت نے فہرستیں تیار کی تھیں۔

کڑی چھان بین کے بعد یہ ثابت ہوا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی مشتبہ کردار کا مالک نہیں تھا — اور سب

سے اہم اطلاع یہ تھی کہ امریکی حکومت نے چاند پر اپنے آدمیوں کی روانگی کا پروگرام غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی کر دیا تھا۔ اور خلائی جہازوں کی تمام کمپنیوں کو بھی احکامات جاری کر دیئے تھے کہ وہ آئندہ احکامات تک اپنا کوئی جہاز خلائی سفر پر روانہ نہ کریں۔

ان رپورٹوں کے جواب میں عمران نے اپنے ایجنٹوں کو کچھ مزید ہدایت بھیجیں اور خود لمبے سفر کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔

اسی دوران اس نے بلیک زیرو کو فون پر ہدایت کی کہ وہ صفدر، چوہان، تنویر، جولیا، نعمانی اور صدیقی کو کسی طویل سفر کے لئے تیار رہنے کی ہدایت کر دے۔ انہیں یہ بھی ہدایت کر دی جائے کہ بکسوں میں فالتو چیزیں بھرنے کی بجائے صرف ایسی چیزیں ساتھ لی جائیں جو انتہائی ضروری ہو۔

پھر وہ فون پر سر سلطان کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

چند لمحوں بعد ہی سلسلہ مل گیا۔ کال وصول کرنے والے خود سر سلطان ہی تھے۔

"عمران بول رہا ہوں جناب۔"

"اوہو۔ خیریت ہے۔ کیسے فون کیا۔" سر سلطان کی آواز

سنائی دی۔

"ریسیور اٹھا کر انگلی کی مدد سے نمبر گھما دیجئے۔ بس فون ہو گیا۔" عمران نے احمقانہ انداز میں جواب دیا۔

"اگر سنجیدہ رہ کر بات کرنا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ میں فون بند کر دوں گا۔" سر سلطان نے گویا اسے دھمکی دی۔

"بہتر ہے۔ لیجئے سنجیدہ ہو جاتا ہوں۔ اور نہایت سنجیدگی سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے چند ماہ کے لئے خلا میں بھیج دیجئے۔"

"کیا بکواس ہے۔!"

سر سلطان کے لہجہ کی ناگواری بڑھ گئی۔

"ناراض ہونے کی ضرورت نہیں جناب۔ ریلوے انجینئر اشفاق بخاری کی تلاش کے سلسلے میں آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر مجھے حکومت کی امداد کی ضرورت پڑی تو آپ مجھ سے تعاون کریں گے۔"

"ہاں۔ میں نے کہا تھا۔ لیکن تم سنجیدگی سے بات کرو تو کچھ پتہ چلے کہ کیا چاہتے ہو۔" سر سلطان بولے۔

"آپ اپنی حکومت کی طرف سے امریکی حکومت سے درخواست کیجئے کہ ہمیں خلا میں قائم شدہ اسپیس اسٹیشن

تک پہنچانے کے انتظامات کئے جائیں۔" عمران نے کہا۔

"کیا۔۔۔؟ مگر۔۔۔ یہ کیسے ممکن ہے۔" سر سلطان بولے۔

"آپ امریکی حکومت کو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس میں اسی کی بھلائی ہے۔ اگر اس مسئلہ پر امریکی حکومت ہمارے ساتھ تعاون پر آمادہ ہو تو ہم دنیا بھر سے غائب ہونے والے وہ تمام افراد تلاش کر لیں گے جو گزشتہ کئی سالوں کے دوران پراسرار طور پر غائب ہوئے ہیں۔ اور ممکن ہے ہم خلا میں گمشدہ خلائی جہاز فیوچر کا بھی پتہ چلا لیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر ہماری حکومت کوشش کرے تو امریکی حکمران اس بات پر آمادہ ہو جائیں گے۔" عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں کوشش کروں گا۔ مگر آج شام تم کوٹھی پر ضرور آنا۔ میں اس سلسلے میں تمہارا پروگرام جاننا چاہتا ہوں۔"

سر سلطان بولے

"کوشش کروں گا۔۔۔ اب اجازت دیجئے۔۔۔ مجھے کچھ ضروری کام نمٹانے ہیں۔"

فون بند کرنے کے بعد عمران کوسیٹر سنبھال کر سیدھا ڈاکٹر داور کی لیبارٹری پہنچ گیا۔

سب سے پہلے اس کا سامنا شمی ہی سے ہوا تھا۔ آج وہ ایک طویل عرصے کے بعد ان کے ہاں آیا تھا لہٰذا ظاہر تھا کہ شمی نے اسے آڑھے ہاتھوں لیا ہوگا۔

عمران کو اس سے جان چھڑانی مشکل ہو گئی۔ شمی نے بھی طرح طرح کے بیسیوں وعدے لینے کے بعد ہی اس کی گلو خلاصی کی تھی۔

عمران کے پوچھنے کے بعد شمی نے بتایا کہ ڈیڈی آج کل کسی فارمولے پر ریسرچ کر رہے ہیں۔ ان کا زیادہ وقت لیبارٹری روم میں ہی گزرتا ہے۔ اور آج تو وہ صبح ہی سے لیبارٹری میں ہیں۔ انہوں نے سختی سے ہدایت کر رکھی ہے کہ کسی کو بھی لیبارٹری میں آنے کی اجازت نہ دیکھا لے لہٰذا تمہیں بھی آج ڈیڈی سے ملاقات کئے بغیر ہی واپس جانا پڑے گا۔

لیکن۔۔۔ عمران کے کہنے پر شمی فون پر اپنے ڈیڈی کو اس کی آمد کی اطلاع دینے پر رضامند ہو گئی۔

اس نے فون کا رسیور اٹھا کر ایک نمبر ڈائل کیا۔ چند سیکنڈ کے بعد دوسری طرف سے رسیور اٹھا لیا گیا

شمی کچھ دیر تک ڈاکٹر داور سے بات کرتی رہی اور پھر ریسیور رکھکر عمران کی طرف رخ کر کے بولی۔

"نجانے تم میں کیا سرخاب کے پر لگے ہیں کہ ڈیڈی انتہائی مصروفیت کے باوجود بھی تم کو فوراً ہی بلا لیتے ہیں۔ جاؤ — ڈیڈی تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

"اوہو — آج تو تم اس طرح باتیں کر رہی ہو جیسے میرے اور تمہارے درمیان کسی سلسلے میں رقابت چلی آ رہی ہو۔" عمران مسکرا کر بولا۔

"اب دیر نہ کیجئے رقیب صاحب۔ جائیے ڈیڈی انتظار کر رہے ہیں۔"

شمی نے اسے گھورا۔

عمران اس کی طرف دیکھکر مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

اور پھر.....

کچھ ہی دیر بعد وہ لیبارٹری میں ڈاکٹر داور کے سامنے موجود تھا۔ جو ایک ایزی چیئر پر بیٹھے تھے۔

"مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ آپ کسی فارمولے پر ریسرچ کر رہے ہیں اور کسی کو ملاقات کی اجازت نہیں۔ مگر — میں جس کام سے آیا ہوں وہ اس وقت تو دنیا کے ہر کام سے زیادہ اہم ہو سکتا ہے۔"

"بیٹھو۔ اس وقت اگر میں چند منٹ کے لئے آرام کرنے نہ بیٹھا ہوتا تو شاید تمہیں مایوس ہی لوٹنا پڑتا۔" ڈاکٹر داور نے مسکرا کر کہا۔

عمران بھی مسکراتا ہوا کرسی پر بیٹھ گیا۔

اسے معلوم تھا کہ اس وقت ڈاکٹر داور کا وقت کتنا قیمتی ہے۔

چنانچہ ایک بھی لمحہ ضائع کئے بغیر وہ مطلب کی بات پر آ گیا۔

"آپ کو یاد ہو گا کہ امریکہ میں سائنسدانوں کی ایک میٹنگ ہوئی تھی جس میں زمین سے چاند تک جہاز چلانے کے لئے خلائی راستے کا انتخاب کیا گیا تھا۔ اور آپ بھی سائنسدانوں کی اس میٹنگ میں شامل تھے۔"

"ہاں۔ اور اس میٹنگ میں سب سے زیادہ اہمیت میری ہی بات کو دی گئی تھی۔ اور زمین سے چاند تک آمد و رفت کے لئے موجودہ خلائی پٹی میری ہی تجویز پر منتخب کی گئی تھی۔ مگر — تم کہنا کیا چاہتے ہو۔؟"

ڈاکٹر داور بولے۔

"مجھے اس خلائی راستے کا ایک مکمل نقشہ چاہیئے۔" عمران نے کہا۔

"کیوں۔؟"

ڈاکٹر داور کے لہجہ میں حیرت تھی۔

اس کے جواب میں عمران نے انھیں پورے واقعات بتا دیئے اور آخر میں وہ بولا۔

"میں اسپیس اسٹیشن سے اس راستے کو چیک کرنا چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے وہ پراسرار اڑن طشتریاں بھی اس کے قریب ہی کوئی خلائی پٹی استعمال کر رہی ہیں۔"

"چند روز قبل میں نے سکرین پر دو اڑن طشتریوں کو دیکھا تو تھا مگر اپنی مصروفیت کے باعث ان پر توجہ نہیں دے سکا میرا خیال ہے کہ وہ اڑن طشتریاں باقاعدگی سے زمین پر آجا رہی ہیں اور وہ جو راستہ استعمال کر رہی ہیں ہمارے اسپیس اسٹیشن سے تقریباً ایک لاکھ میل دور ہماری خلائی پٹی کے بالکل قریب سے گزرتا ہے۔ ہوسکتا ہے تمہارا خیال درست ہو اور اس اجنبی ستارے کے باشندوں نے راستہ میں ہمارے وہ خلائی جہاز اغوا کر لئے ہوں جن کے متعلق ہم یہی سمجھ رہے ہیں کہ وہ راستہ بھول کر خلا میں بھٹک چکے ہیں۔" ڈاکٹر داور نے پرسوچ انداز میں جواب دیا۔

"جی ہاں۔ میرا بھی یہی خیال ہے اور اسی لئے میں خود اسپیس اسٹیشن پر جا کر چیک کرنا چاہتا ہوں۔" عمران بولا۔

"آؤ میرے ساتھ۔"

عمران کرسی سے اٹھ کر ڈاکٹر داور کے ساتھ لیبارٹری کے دوسرے حصے میں آگیا۔

یہ ایک بہت بڑا ہال کمرہ تھا جس کے ایک طرف دیوار کے ساتھ بیس فٹ لمبا اور دس فٹ چوڑا سکرین لگا ہوا تھا۔

ڈاکٹر داور نے کمرے کی تمام روشنیاں بجھا دی تھیں اور سکرین کے نچلے حصے پر ایک بٹن دبا دیا۔

سکرین روشن ہوگیا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شیشے کے اس سکرین کے پیچھے تیز روشنیاں جگمگا اٹھی ہوں جس سے سکرین پر لکھا ہوا ایک ایک نقطہ واضح ہوگیا۔

اس طویل و عریض سکرین پر خلائے بسیط کا منظر نظر آرہا تھا۔ لاکھوں کروڑوں ستارے اور سیارے جگمگاتے نظر آرہے تھے۔ یہ سیارے ساکت نہیں تھے بلکہ گردش میں تھے۔

خلا کے اس منظر میں مختلف رنگوں کی آڑھی ترچھی لکیریں بھی نظر آرہی تھیں۔

"ہوا ایک بٹن سبز رنگ کی ایک لمبتا موٹی لکیر سکرین پر نظر آنے والے ایک روشن سیلنیان یکدم تیز

ہو گئیں۔

اور چند لمحوں بعد ہی سکرین کے نچلے حصّے میں ایک لمبا سا دراز نمودار ہو گیا۔

دوسرے ہی لمحے اس دراز میں ہلکے نیلے رنگ کا ایک کاغذ نکل آیا۔

اس کاغذ پر سکرین پر نظر آنے والا نقشہ بنا ہوا تھا۔

ڈاکٹر داور نے ایک نظر اس نقشے کو دیکھا اور پھر اسے عمران کو تھما دیا۔

عمران نے نقشہ دیکھا اور اسے رول کر لیا۔

ڈاکٹر داور نے بٹن دبا کر سکرین تاریک کر دی اور عمران کے ساتھ پہلے والے کمرے میں آ گیا۔

ٹھیک اسی وقت اس کمرے کے دروازے کے اندرونی طرف سرخ رنگ کا ایک بلب روشن ہو گیا۔

"میرا خیال ہے شمی تمہارے لئے چائے لے کر آئی ہے۔" ڈاکٹر داور مسکرا کر بولے۔ پھر انہوں نے میز پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔

دروازہ کھل گیا۔

ڈاکٹر داور کا خیال درست تھا۔ دروازہ کھلتے ہی شمی چائے کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر آ گئی۔

"دیکھا عمران ۔۔ ہماری بیٹی کو اپنے مہمانوں کی خاطر تواضع کا کتنا خیال ہے۔"

ڈاکٹر داور مسکرا کر بولے۔

"مہمان ۔۔ ارے ڈیڈی ۔۔ یہ چائے وغیرہ تو میں آپکے لئے بنا کر لائی ہوں ۔۔ چلئے عمران بھائی بھی ایک کپ پی لیں گے۔" شمی نے چائے بناتے ہوئے جواب دیا۔

"میں اپنی اس انسلٹ پر احتجاج کرتا ہوں۔"

عمران نے ڈاکٹر داور کی طرف دیکھا۔ اور وہ صرف مسکرا کر رہ گئے۔

"بن بلائے مہمان کی تو پھر ایسی ہی عزت ہوتی ہے۔" شمی نے کہا۔

"ارے او شمی کی بچی ۔ نوٹ کر لو۔ آئندہ میں کبھی یہاں نہیں آؤں گا۔" عمران بولا۔

"پہلے ہی کونسا آپ روزانہ آتے ہیں جو نہ آنے کی دھمکی دے رہے ہیں۔ سال بھر بعد تو آئے ہیں نہ آئیں گے تو کیا فرق پڑے گا۔" شمی نے منہ بنا کر جواب دیا۔

اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا۔ ڈاکٹر داور بول پڑے "ارے بھئی باتیں بعد میں کر لینا۔ پہلے چائے پی لو۔ ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"

"گریٹ انسلٹ۔۔"

عمران بیٹھا۔ پھر پیٹس کی پلیٹ کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔

"خیر۔۔اس وقت تو ایک انتہائی ضروری کام درپیش ہے۔ پھر کسی وقت تم سے نمٹوں گا۔"

اور پھر اس کے بعد چائے کے دوران بھی عمران اور شمی کے درمیان چپلیں ہوتی رہیں۔

چائے سے فارغ ہو کر عمران نے نقشہ سنبھالا۔ اور جانے کے لئے اٹھ گیا۔

"عمران بیٹے ۔۔ مشن پر روانگی سے پہلے مجھے ضرور مل لینا۔۔" ڈاکٹر داور نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کیوں ۔۔ کیا آپ مجھے کچھ ٹپس دینا چاہتے ہیں۔" عمران نے کہا۔

"ہاں۔ کچھ ایسا ہی خیال ہے۔۔"

ڈاکٹر داور مسکرائے۔

عمران باہر آ گیا۔

شمی بھی بیرونی گیٹ تک اس کے ساتھ آئی تھی۔

پھر وہ شمی کو خدا حافظ کہہ کر ٹو سیٹر میں بیٹھ گیا اور اسے گیٹ سے باہر نکال لے گیا۔

اور اس کے تقریباً آدھا گھنٹہ بعد وہ سلطان کی کوٹھی میں اس کے سامنے بیٹھا اپنے پروگرام سے آگاہ کر رہا تھا۔

٭ ٭ ٭

ایکس۔ ٹو کی ٹیم کے تمام ممبران روانگی کے لئے تیار تھے۔
ایکس ٹو ہی کی ہدایت پر اس وقت وہ سب دانش منزل میں جمع تھے۔ ان میں جولیا بھی تھی۔ مگر عمران کا ابھی تک کوئی پتہ نہیں تھا۔
ایکسٹو نے انہیں بتایا تھا کہ عمران ہی انہیں تفصیلی پروگرام سے آگاہ کرے گا۔
اور اب وہ سب بے چینی سے عمران کا انتظار کر رہے تھے۔
عمران کی آمد کے بغیر وہ کہیں بھی نہیں جا سکتے تھے۔ اور

حقیقت تو یہ تھی کہ انہیں ابھی تک یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ انہیں بھیجا کہاں جا رہا ہے۔
وہ لوگ رات نو بجے کے قریب دانش منزل پہنچے تھے۔ اور اس وقت گیارہ بجے تھے۔
ان میں سے ہر ایک شدید بوریت کا شکار تھا۔ اور سب ہی لوگ عمران پر دانت پیس رہے تھے۔
خاص طور سے جولیا اور تنویر تو کچھ زیادہ ہی غصہ میں نظر آ رہے تھے۔
تنویر غصہ میں بھنایا ہوا کہہ رہا تھا۔
"یہ عمران ہمیشہ ہی غیر ذمہ دار ثابت ہوا ہے۔ پھر بھی چیف ہماری نکیل نہ جانے کیوں اس کے ہاتھ میں تھما دیتا ہے۔"
"اس لئے کہ وہ تم سب لوگوں سے زیادہ ہوشیار ذمہ دار شخص ہے۔"
جولیا نے جواب دیا۔
اس وقت اگرچہ اسے خود بھی عمران پر غصہ آ رہا تھا۔ مگر تنویر کے منہ سے عمران کی برائی اسے کچھ اچھی نہیں لگی تھی۔
"اگر تم اس کی طرفداری نہیں کرو گی تو اور کون کرے گا۔"
تنویر نے ناگواری کے انداز میں جواب دیا۔
جولیا ابھی کوئی جواب دینا ہی چاہتی تھی کہ عمران کمرے میں

داخل ہوا۔

"ارے۔ یہ تم دونوں کس لئے چونچیں لڑا رہے ہو۔"

"شٹ اپ۔ تمہاری ہی وجہ سے لوگوں کو اکثر باتیں بنانے کا موقع ملتا ہے۔"

جولیا اس کی طرف دیکھ کر غرائی۔

"بنانے دیا کرو۔ تمہارا کیا جاتا ہے۔"

عمران نے کہا۔

"عمران صاحب۔ ہم ایکسٹو کی ہدایت کے مطابق نو بجے سے یہاں موجود آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

صفدر نے آگے بڑھ کر عمران کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

"وہ کس خوشی میں۔"

عمران نے پلکیں جھپکائیں۔

"یہ تو آپ ہی بتائیں گے۔ ویسے ایکسٹو نے ہمیں کسی طویل سفر پر بھیجنے کے لئے یہاں جمع کیا ہے۔" صفدر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ۔ سمجھ گیا۔ ایکس۔ ٹو تم سب لوگوں کو خلا میں پھینک دینا چاہتا ہے۔ تاکہ تم جیسے نکمے آدمیوں سے اس کی جان ہمیشہ کیلئے چھوٹ جائے۔"

"سمجھ گئی عمران صاحب۔ براہ کرم ہمیں بتائیے کہ ہمیں کس جگہ بھیجا جا رہا ہے۔"

صفدر نے کہا۔

"تم لوگوں کو واقعی خلا میں پھینکا جا رہا ہے۔"

عمران نے کہا اور پھر چند لمحوں کی خاموشی کے بعد دوبارہ کہنے لگا۔

"تم لوگ اب سے تین گھنٹے بعد یعنی دو بجے کی فلائٹ سے نیویارک جاؤ گے۔ وہاں سے تمہیں کیپ کینیڈی پہنچا دیا جائے گا اور اس سے اگلے روز کیپ کینیڈی سے ایک خلائی جہاز تم لوگوں کو لے کر زمین سے دو سو میل کی بلندی پر خلا میں قائم اسپیس اسٹیشن پر روانہ ہوگا تم لوگ اس وقت تک خلا کی تفریح کرو گے جب تک ہمیں وہاں نہیں پہنچ جاتا۔ صفدر تم لوگوں کا انچارج ہوگا۔ اور تم میں سے ہر فرد صفدر کی ہدایات کا پابند ہوگا۔ جولیا میرے ساتھ رہے گی۔ میں اور جولیا بعد میں اسپیس اسٹیشن پر پہنچیں گے۔"

"اسپیس اسٹیشن۔ تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے اسپیس اسٹیشن ہمارے باپ دادا کی جاگیر ہو جو ہمیں وہاں جانے سے کوئی منع نہیں کرے گا۔" تنویر نے ناک بھوں چڑھاتے ہوئے کہا۔

"میں تمہاری بات کا جواب نہیں دینا چاہتا۔" عمران نے کہا

اور پھر صفدر کی طرف ایک فائل بڑھاتے ہوئے بولا۔

"اس میں تمام ضروری کاغذات موجود ہیں۔ حکومت امریکہ کو اطلاع کر دی گئی ہے۔ امریکی حکومت کا ایک نمائندہ نیویارک ایئرپورٹ پر ایکسٹو کے حوالے سے تم سے ملاقات کرے گا۔ اسپیس اسٹیشن تک پہنچنے کے انتظامات وہ خود ہی کرے گا۔ تم لوگ اسپیس اسٹیشن پر محض تفریح ہی نہیں کرو گے۔ وہاں پر متعین عملے کے متعلق بھی کچھ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔"

"ٹھیک ہے آپ کی ہدایات پر عمل ہوگا۔" صفدر نے مسکراتے ہوئے فائل لے لیا۔

"تم لوگ ڈیڑھ بجے یہاں سے روانہ ہو جاؤ گے۔ ایئرپورٹ پر ہی تمہارے ٹکٹ مل جائیں۔ اور جولیا۔۔۔ تم اپنا سامان لیکر میرے ساتھ آؤ۔"

عمران نے آخری جملہ جولیا سے مخاطب ہو کر کہا تھا۔

جولیا نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ اور پھر ایک بھاری اٹیچی کیس اٹھا کر کمرے سے باہر نکل آئی۔

عمران راہداری میں جولیا کے آگے آگے چل رہا تھا جولیا کا اٹیچی کافی وزنی تھا۔ اس نے ایک مرتبہ عمران سے کہا بھی کہ وہ اٹیچی

اٹھالے۔ مگر عمران کے کان پر تو جیسے جوں تک نہیں رینگی۔ مجبوراً جولیا کو اپنا بوجھ آپ ہی اٹھانا پڑا۔

پورچ میں ایک گاڑی کھڑی تھی جس کے اسٹیرنگ کے سامنے جوزف بیٹھا ہوا تھا۔

ان دونوں کے گاڑی میں بیٹھنے کے بعد جوزف نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

اور پھر۔ دانش منزل سے نکلنے کے تقریباً آدھا گھنٹہ بعد گاڑی ایئرپورٹ پر رکی تھی۔

"اگر ایئرپورٹ ہی آنا تھا تو کیا ان لوگوں کے ساتھ نہیں آسکتے تھے۔"

جولیا نے گاڑی سے اترتے ہوئے کہا۔

"ضرور آسکتے تھے مگر ایسی صورت میں یہاں پہنچنے سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے ہمارا جہاز پرواز کر چکا ہوتا۔ اور ہم کف افسوس ملتے رہ جاتے لیکن جولی۔ کیا تم بتا سکتی ہو کہ افسوس کے کف کس طرح ملے جاتے ہیں" عمران بولا۔

"اوہ۔۔۔ لیکن۔۔۔ ہم کہاں جا رہے ہیں۔ یعنی ہماری منزل کونسی ہے۔۔"

جولیا نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"افریقہ کے جنگلات کی خاک چھاننے۔" عمران نے جواب دیا۔

"کیا مطلب۔؟"

"افریقہ کا مطلب افریقہ ہی ہوتا ہے۔"

"مگر تم تو کہہ رہے تھے کہ ہم بھی خلا میں اسپیس اسٹیشن پہنچیں گے۔"

"تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ وہ لوگ براستہ نیویارک گئے ہیں اور ہم لوگ براستہ جاوا کاکا جائیں گے۔"

"جاوا کاکا۔ یہ کونسی جگہ ہے۔" جولیا نے حیرت سے پوچھا۔

"دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ ایک نیا بیس۔ جہاں سے پرواز کرنے والے جہاز چاند سے بھی آگے جا سکتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ تم کچھ بتانا نہیں چاہتے۔" جولیا کے لہجہ میں ناگواری تھی۔

"اگر تمہارا خیال ایسا ہی ہے تو پھر میرا دماغ کیوں چاٹ رہی ہو۔ خاموشی سے چلی آؤ۔ منزل پر پہنچ کر تمہیں خود ہی پتہ چل جائے گا۔" عمران نے بھی تنگ کر جواب دیا۔

جولیا اسے گھور کر رہ گئی۔ اور پھر واقعی وہ خاموشی کے ساتھ عمران کے ساتھ چلتی رہی۔ جوزف ان کے پیچھے پیچھے دونوں کے بھاری بکس اٹھائے چلا آ رہا تھا۔

وہ دونوں چلتے ہوئے سیدھے پسنجر لاؤنج میں پہنچے جہاں اور بھی بہت سے مسافر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے پہنچنے کے چند

منٹ بعد ہی سپیکر پر اعلان ہوا کہ نیروبی جانے والا جہاز رن وے نمبر تین پر تیار کھڑا ہے۔ اس جہاز سے پرواز کرنے والے مسافر طیارے پر پہنچ جائیں۔

عمران نے جولیا کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔ ان کے دونوں بکس لاؤنج میں ہی اٹرلائن کے پورٹر لے جا چکے تھے لہٰذا وہ دوسرے مسافروں کے ساتھ چلتے ہوئے رن وے نمبر تین پر پہنچ گئے۔ جہاں ایک بوئنگ طیارہ کھڑا تھا، طیارے کی سیڑھیوں کے ساتھ ایئر ہوسٹس کھڑی تھی جو مسکرا مسکرا کر طیارے میں آنے والے مسافروں کا استقبال کر رہی تھی۔

عمران اور جولیا نے جوزف کو خدا حافظ کہا اور سیڑھیوں کی طرف بھاگے۔

طیارے کے اندر بھی ایک ایئر ہوسٹس موجود تھی۔ جو ان کے ٹکٹ چیک کرنے کے بعد ہر مسافر کو اس کی نشست بتا رہی تھی۔

جولیا اور عمران کی نشستیں اکٹھی ہی تھیں۔ ٹکٹ چیک کرنے کے دوران جب جولیا پر یہ انکشاف ہوا کہ وہ عمران کے ساتھ مسز عمران کی حیثیت سے سفر کر رہی ہے تو اس نے عمران کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا اور سیٹ پر بیٹھنے کے بعد تو وہ بھرے ہوئے غبارے کی طرح پھٹ پڑی۔ مگر اس سے قبل کہ دوسرے لوگ ان کی طرف متوجہ ہوتے عمران نے بڑی خوبصورتی سے اسے خاموش کرا دیا۔

جہاز نے مقررہ وقت پر پرواز کی اور جب اگلی صبح آٹھ بجے کے قریب طیارہ راستہ میں مختلف مقامات پر ٹھہرتا رکتا ہوا نیروبی کے ایرپورٹ پر اترا تو جولیا نے گھور کر عمران کو دیکھا۔ اسے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ ان کی منزل یہی ہے۔ کیونکہ اس طیارے کا یہ آخری سٹاپ تھا۔

"ہم ..... مجھے اس طرح مت گھورو ۔۔ میں نے تمہیں پہلے ہی کہا تھا کہ ہم افریقہ جا رہے ہیں۔" عمران جلدی سے بولا۔

"اگر تم سنجیدگی سے بات بتا دیتے تو اس طرح میرا خون تو نہ جلا ہوتا۔" جولیا نے مدھم لہجے میں کہا۔

عمران خاموش رہا۔

اور جب وہ طیارے سے اتر کر لاؤنج میں پہنچے تو وہاں عمران کا ایجنٹ نومی موجود تھا۔ اسی نے عمران کو اڑن طشتریوں کے متعلق تمام رپورٹیں بھیجی تھیں۔

وہ ایرپورٹ سے ایک کار کے ذریعے شہر کے شمالی علاقے میں واقعہ ایک خوبصورت کوٹھی میں پہنچ گئے۔

"کیا یہیں کچھ ناشتہ وغیرہ مل سکتا ہے مسٹر نومی۔" عمران نے کمرے میں داخل ہونے کے بعد پوچھا۔

"جی ہاں ۔ کیوں نہیں ۔ میں خاص طور سے ملازم کو ہدایت دے گیا تھا۔ آپ لوگ غسل وغیرہ کریں۔ اتنے میں ناشتہ لگا دیا

جائے گا۔"

نومی نے کن انکھیوں سے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اے ۔ تم میری بیوی کو اس طرح کن انکھیوں سے نہیں دیکھ سکتے۔"

عمران نے اسے ٹوکا۔

نومی بے چارہ یکدم گڑبڑا گیا۔ اور خجالت مٹانے کے لئے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"جاوا کاکا کے متعلق کیا پروگرام ہے۔؟"

عمران نے پوچھا۔

"تمام تیاری مکمل ہے ۔ ہم آج رات ہی روانہ ہو سکتے ہیں۔"

نومی نے جواب دیا۔

"گڈ ۔ اچھا میں پہلے غسل کر لوں ۔ پھر ناشتہ اور پھر باتیں ہوں گی تم میری بیگم صاحبہ کو دوسرا غسل خانہ دکھا دو۔" عمران نے کہا اور اسی کمرے کے اٹیچ باتھ روم میں گھس گیا۔

"آئیے مسز عمران۔"

نومی جولیا کی طرف رخ کر کے بولا۔

جولیا نے کھا جانے والی نظروں سے نومی کو دیکھا، ممکن ہے وہ اسے کچھ کہہ بھی دیتی مگر پھر یہ سوچ کر خاموش رہ گئی کہ اس میں

بے چارے نومی کا کیا قصور — یہ سب شرارت تو عمران ہی کی تھی۔

اس نے اپنے اٹیچی کیس سے لباس نکالا اور خاموشی سے نومی کے ساتھ چل دی۔

اور پھر —

اس کے پندرہ منٹ بعد وہ تینوں ناشتہ کی میز پر بیٹھے تھے ناشتے کے دوران نومی اسے اپنی طرف سے مکمل رپورٹ دے رہا تھا۔

عمران خاموشی سے رپورٹ سن رہا تھا۔

٭ ٭ ٭

پارلیمنٹ کا اجلاس ختم ہو گیا۔

اجلاس کے اختتام کے ساتھ ہی مورید و کا حکمران اور تمام ارکان اپنی اپنی کرسیوں سے اٹھ کر مختلف سمتوں میں چل دیئے۔ ان کے چلنے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ بادلوں میں چل رہے ہوں۔

تمام افراد اپنی اپنی سمتوں میں چند قدم چلنے کے بعد غائب ہوتے جا رہے تھے۔

یوں لگتا تھا جیسے وہ یا تو اچانک ہی تحلیل ہو گئے ہوں۔ یا بادلوں میں غائب ہو گئے ہوں۔ بہر حال یہ منظر ان سب کے لئے

حیرت کا باعث بنا ہوا تھا۔

ان کے رہبر ایجینا نے انہیں اشارہ کیا اور وہ سب اٹھکر اس کے ساتھ چل دیئے۔ اس بار انہوں نے وہ راستہ اختیار نہیں کیا تھا جس راستے سے آئے تھے۔ بلکہ وہ ایجینا کے ساتھ مخالف سمت چلے تھے۔

تقریباً دو سو قدم چلنے کے بعد ایجینا نے ہاتھ اوپر اٹھا دیا اگرچہ وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ مگر انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ کسی دیوار پہ ہاتھ سے کچھ ٹٹول رہا ہو۔

اور پھر۔۔۔ چند لمحوں بعد ہی وہاں ایک اور خلا پیدا ہو گئی۔ یہ دروازے جتنا ایک خلا تھا جس کے دوسری طرف گہری تاریکی تھی۔ وہ ایجینا کے پیچھے اس خلا میں داخل ہو گئے۔

یہ ایک تاریک راہداری تھی۔ اور وہ جھکتے ہوئے انداز میں چل رہے تھے۔ جیسے یہ اندیشہ ہو کہ تاریکی میں کہیں ٹھوکر نہ لگ جائے۔ اس کے برعکس ایجینا لاپرواہی کے انداز میں چل رہا تھا میس ہیلن کو خلائی جہاز کے کمانڈر برگنزا نے سہارا دے رکھا تھا۔ وہ پارلیمنٹ کے فیصلے سے سب سے زیادہ متاثر ہوئی تھی اسے تو یہ خیال ہی کھائے جا رہا تھا کہ اسے ایک اجنبی مخلوق سے شادی کرنی پڑے گی۔

تقریباً دو سو قدم چلنے کے بعد اچانک وہ روشنی میں پہنچ گئے۔

اور یہ دیکھکر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس وقت وہ اسی چبوترے پر موجود تھے جو اس عمارت کے باہر واقع تھی۔ اور جہاں وہ کار سے اترے تھے۔

حالانکہ وہ جب عمارت میں داخل ہوئے تھے تو انہیں چبوترے سے تقریباً تین سو فٹ نیچے آنا پڑا تھا۔

اور پھر حیرت کی بات تو یہ تھی کہ چبوتروں اور پارلیمنٹ ہاؤس کی عمارت کے درمیان تقریباً ڈیڑھ سو فٹ کا فاصلہ حائل تھا۔

مگر اب چبوترے پر کھڑے وہ دیکھ رہے تھے جیسے کہ پارلیمنٹ کی عمارت کے گنبد کی بلندی اور چبوترے کا درمیانی فاصلہ انہوں نے ہوا میں تیر کر عبور کیا ہو ان دونوں چیزوں کے درمیان اب بھی کوئی ایسا تختہ یا پل وغیرہ نظر نہیں آ رہا تھا جس سے کہ یہ درمیانی خلا پر کی گئی ہو۔

چبوترے کے نیچے سڑک پر وہی کار کھڑی تھی جو انہیں یہاں تک لائی تھی۔

ایجینا نے مسکرا کر ان کی طرف دیکھا اور انہیں نیچے اترنے کا اشارہ کیا۔

وہ سب ان وسیع و عریض سیڑھیوں پر نیچے اترنے لگے۔

ہیلن نے اونچی ہیل کے سینڈل پہن رکھے تھے اور سیڑھیوں کا فرش شیشے کی طرح چکنا تھا پہلے جب انہوں نے یہ سیڑھیاں طے کی تھیں تو ان کی سطح روئی کے گالوں کی طرح نرم تھی۔ مگر اس وقت سیڑھیوں کی سطح ٹھوس تھی۔

وہ ابھی چند سیڑھیاں ہی اترے تھے کہ مس ہیلن کا پیر دفعتاً رپٹ گیا۔ وہ لڑکھڑائی اس نے سنبھلنے کی کوشش کی مگر نہ سنبھل سکی اور نہایت تیزی کے ساتھ سیڑھیوں پر نیچے کی طرف لڑھکنے لگی۔ لڑھکتے ہوئے ہیلن کے منہ سے ایک خوفزدہ سی چیخ نکل گئی تھی۔

ڈاکٹر گلبرٹ اور کمانڈر نے خوفزدہ انداز میں تیزی کے ساتھ نیچے لڑھکتی ہوئی ہیلن کی طرف دیکھا اور پھر اسے بچانے کے لئے تیزی سے اس کی طرف لپکے۔ مگر ہیلن کے لڑھکنے کی رفتار ان سے بہت تیز تھی۔

ہیلن لڑھکتی ہوئی نیچے پہنچ گئی۔ اس کا جسم ساکت ہو گیا۔ اس کے دوسرے ساتھی بھی تقریباً دوڑتے ہوئے وہاں پہنچے تھے۔

ڈاکٹر گلبرٹ فوراً ہی ہیلن پر جھک گیا۔ وہ بیہوش ہو چکی تھی۔

وہ اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ اتنے میں

ایجینا بھی ان کے قریب پہنچ گیا۔

"مسٹر ایجینا۔ ہیلن بے ہوش ہو چکی ہے۔ مجھے خدشہ ہے کہ اتنی بلندی سے گرنے کی وجہ سے اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہونگی۔ برائے کرم اسے جلدی سے ہسپتال پہنچانے کی کوشش کریں۔"

ڈاکٹر گلبرٹ نے ایجینا سے مخاطب ہو کر کہا۔

ایجینا نے ایک عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ ان کی طرف دیکھا۔ مگر بولا کچھ نہیں۔ اس کے ہونٹ خاموش ہی رہے تھے۔

اسے مسکراتے دیکھکر ڈاکٹر گلبرٹ اور اس کے ساتھی غصے میں آ گئے۔

کمانڈر برگنزا اپنا غصہ ضبط نہ کر سکا۔ اور چیختے ہوئے بولا۔

"مسٹر ایجینا۔ تم ہماری بے بسی پر مسکرا رہے ہو۔ ہم اسے فوراً ہسپتال پہنچانا چاہتے ہیں۔"

ایجینا کے لبوں کی مسکراہٹ کچھ اور بھی گہری ہو گئی وہ چند لمحے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے ان کی طرف دیکھتا رہا اور پھر بولا۔

"میں اس لئے مسکرا رہا ہوں کہ آپ یہاں کے متعلق کچھ بھی

نہیں جانتے ۔"

"کیا مطلب ۔؟"

کمانڈر برگنزا نے اسے گھورا ۔

"مطلب ۔۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں ۔ مس ہیلن کو کوئی چوٹ وغیرہ نہیں آئی ۔ یہ محض خوف کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی ہیں ۔"

ایجینا نے جواب دیا ۔

"چوٹ نہیں آئی ۔۔ مجھے تو شبہ ہے کہ اس کے جسم کی کوئی ہڈی بھی صحیح سلامت نہیں رہی ہوگی ۔" برگنزا نے غصے سے جواب دیا ۔

"آپ کا خیال غلط ہے ۔ آپ ہٹ جائیے ۔ میں ابھی انہیں ہوش میں لے آتا ہوں ۔"

ایجینا آگے بڑھ گیا ۔

اس نے جھک کر مس ہیلن کو دیکھا ۔

پھر اس نے اپنے لباس کی جیب سے پین کی طرح کی ایک باریک سوئی نکال کر اس کی نوک مس ہیلن کے بازو میں معمولی سی چبھوئی ۔

اس کے چند ہی لمحوں کے بعد مس ہیلن نے آنکھیں کھول دیں ۔

ایجینا نے اسے بازو سے پکڑ کر اٹھانا چاہا تو ڈاکٹر گلبرٹ اور برگنزا فوراً آگے بڑھے ۔

"ارے ارے ۔۔ کیا تم اسے ختم کر دینا چاہتے ہو ۔" برگنزا چیخا ۔

"براہ کرم آپ ہٹ جائیے ۔ مس ہیلن بالکل ٹھیک اور تندرست ہیں ۔"

ایجینا نے انہیں پیچھے ہٹا دیا ۔

اور دوبارہ ہیلن کو بازو سے پکڑ کر اٹھا دیا ۔

ہیلن اس طرح اٹھ کر کھڑی ہو گئی جیسے اسے کچھ ہوا ہی نہ ہو ۔

اس کے ساتھی حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگے اور جب وہ ان سب کے ساتھ دور کھڑی ہوئی کار کی طرف چلنے لگی تو وہ سب اسے ایک معجزہ ہی سمجھ رہے تھے کہ تقریباً تین سو فٹ کی بلندی کے باوجود اسے معمولی سی چوٹ بھی نہیں آئی تھی ۔

"یہ بات یقیناً آپ لوگوں کے لئے حیرت کا باعث ہے لیکن یہاں چوٹ وغیرہ لگنے کا تصور ہی نہیں ۔ آپ چاہیں تو ہزار فٹ کی بلندی سے چھلانگ لگا دیں ۔ آپ کے گرنے کی رفتار تو انتہائی تیز ہو گی ۔ مگر آپ کو کوئی معمولی

سی چوٹ بھی نہیں آئے گی۔ ہمارے سیارے کا رہنے والا کوئی بھی فرد چوٹ یا زخم کے نام سے آشنا نہیں ہے۔"
ایجینا نے کار کی طرف بڑھتے ہوئے انہیں بتایا۔

یہ بات ان سب کے لئے حیرت کا باعث تھی۔ انجینا کے کہنے کے مطابق اس سیارے کی زمین پوری قوت سے کسی چیز کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ مگر حیرت ہی کی بات تو تھی کہ اس چیز کی ٹوٹ پھوٹ نہیں ہوتی تھی۔ وہ انجینا کی بات کو جھٹلا بھی نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ مس ہیلن کے گرنے کا تجربہ ان کے سامنے کی بات تو تھا۔

جب وہ کار میں بیٹھ چکے تو ایجینا نے بھی ڈرائیور کے ساتھ اپنی سیٹ سنبھال لی۔

ڈرائیور نے سامنے ڈیش بورڈ پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ کار یکدم تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگی

پھر ڈرائیور نے دوسرا بٹن دبا دیا۔ اور کار ہوا میں اٹھ گئی۔

کار سکائی بلندی تک پہنچ گئی۔ شہر کی عمارتیں اب نیچے نظر آ رہی تھیں۔

کچھ دور تک بلندی پر پرواز کرنے کے بعد کار نیچے آگئی۔ اور اب کار ہلکی رفتار سے سڑکوں پر چل رہی تھی

سڑکوں پر چلنے والے مقامی باشندے مڑ مڑ کر ان کی طرف دیکھ رہے تھے اور خوشی سے ہاتھ ہلا رہے تھے۔ یہ ان کے لئے تعجب کی بات تھی۔ کیونکہ صبح اور اس سے پہلے کبھی کسی آدمی نے ان کی طرف توجہ تک نہیں دی تھی۔

اس کی وجہ پوچھنے پر ایجینا نے بتایا کہ پارلیمنٹ کے فیصلے سے عوام کو آگاہ کر دیا گیا ہے۔ اور اب یہاں کے باشندے اس لئے خوشی کا اظہار کر رہے ہیں کہ انہیں بھی یہاں کی شہریت دے دی گئی ہے۔ وہ انہیں اپنا سمجھ کر خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اس فیصلے سے پہلے ان کی طرف توجہ نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ مقامی باشندے ان کے متعلق رائے دینے کا کوئی حق نہیں رکھتے تھے۔

ان کے متعلق کسی رائے کا اظہار کرنا عوام کے نمائندوں کا کام تھا جو انہوں نے انجام دے دیا۔ اور اب وہ اس فیصلے سے خوش ہیں۔

"اگر پارلیمنٹ میں ہمیں دشمن قرار دے کر کسی سزا کا فیصلہ کیا جاتا تو عوام کا کیا ردعمل ہوتا۔
ڈاکٹر گلبرٹ نے پوچھا۔

"ایسی صورت میں ہر کوئی آپ سے نفرت کا اظہار کرتا۔ اور میں بھی انہی میں شامل ہوتا۔ اس سیارے کا ہر فرد یہاں کی

پارلیمنٹ کے فیصلوں کا پابند ہے۔"
ایجینا نے بتایا۔
راستہ میں اسی قسم کی باتیں ہوتی رہیں۔ ایجینا انہیں اپنے ہاں کے قوائد و ضوابط بتاتا رہا۔
اور پھر ــــ نلانلنگ کا ران کی رہائش گاہ کے سامنے پہنچکر رک گئی۔
"کل دو آدمی آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ جو آپ لوگوں کو یہاں کے قوانین اور قوائد و ضوابط سے مکمل طور پر آگاہ کریں گے۔ اور آپ کا فرض ہوگا کہ آپ ان اصولوں۔ اور قوانین پر عمل کریں۔ خلاف ورزی کی صورت میں وہی سزا دی جائے گی جو یہاں کے باشندوں کے لئے مقرر ہے۔"
ایجینا نے جاتے ہوئے انہیں بتایا۔
جب ایجینا واپس چلا گیا تو ان کے تمام ساتھی ان کے گرد جمع ہو گئے۔
ہر کوئی پارلیمنٹ کے فیصلہ سے آگاہ ہونا چاہتا تھا اور جب انہیں بتایا گیا کہ پارلیمنٹ نے کیا فیصلہ کیا ہے تو تمام عورتوں کے چہروں کے رنگ اڑ گئے۔
وہ خوفزدہ سی نگاہوں کے ساتھ اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگیں۔

"کیا ان کا یہ فیصلہ تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔" مسز سمتھ نے سہمے سہمے لہجہ میں پوچھا۔
"یہ کرہ ارض نہیں ہے مسز اسمتھ۔" ڈاکٹر گلبرٹ اس کی طرف دیکھکر کہنے لگا۔
"کرہ ارض پر تو ہر ملک میں قوانین آئے دن بدلتے رہتے ہیں کچھ لوگ جو کچھ اہمیت رکھتے ہیں اپنے مفاد کے خاطر بھی حکومت کو قانون بدلنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ مگر جیسا کہ ایجینا نے ہمیں بتایا ہے کہ اس سیارے کے قانون کو بدلنے کی قوت کسی میں نہیں ہے۔ اس سیارے کے کسی باشندے کو دم مارنے کی بھی جرأت نہیں ہے۔"
"اوہ۔ اس کا مطلب ہے ہمیں اپنی پوری زندگی یہاں قیدیوں کی طرح بسر کرنی پڑے گی۔" مس ریٹا نے افسردہ سے لہجے میں کہا۔
"نہیں یہاں وہ تمام حقوق حاصل ہونگے جو یہاں کے باشندوں کو حاصل ہیں۔ ہم ایک آزاد شہری کی طرح یہاں رہیں گے۔ ظاہر ہے ہم بحالت مجبوری ایسا کریں گے۔ اگر وہ لوگ ہمیں یہاں سے جانے کی اجازت بھی دے دیں تو نہیں جا سکیں گے۔ ہمارا خلائی جہاز اس سیارے کی کشش ثقل سے نہیں نکل سکتا۔" کمانڈر برگنزا

نے کہا۔

"آزاد شہری۔ اونہہ۔"

مس ہیلن منہ بنا کر بولی

"دنیا کے کسی بھی ملک میں ایسا قانون نہیں ہے جس کے تحت ایک بالغ لڑکی کی شادی اس کی مرضی کے خلاف کر دی جائے۔ لیکن یہاں ہمیں مجبور کیا جا رہا ہے۔"

"یہ ہماری مجبوری ہے مس ہیلن۔ اور وہ ہماری اس مجبوری سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے بتایا تھا۔ وہ اپنی افزائش نسل کے لئے طویل عرصہ سے تجربات کر رہے ہیں۔ ہمیں بھی قسمت نے ان کے آگے ڈال دیا ہے۔ وہ ہماری مجبوری سمجھتے ہیں۔ ہم ان کا یہ فیصلہ قبول کرنے سے انکار بھی کر سکتے تھے۔ یا اب بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن ایسی صورت میں ہمیں وہی سزا دی جائے گی جو کسی قانون کی خلاف ورزی پہ یہاں کے باشندوں کو دی جاتی ہے۔"

ڈاکٹر گلبرٹ بولا۔

"اور وہ سزا کیا ہو سکتی ہے مسٹر گلبرٹ۔؟" مسز اسمتھ نے پوچھا۔

"اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ وہ سزا موت کی سزا بھی ہو سکتی ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا۔

"ٹھیک ہے ڈاکٹر۔ کم از کم میں تو ان کا فیصلہ قبول کرنے کو تیار نہیں۔ یہاں کی مخلوق کے بچے جننے سے تو بہتر ہے کہ میں موت کو گلے لگا لوں۔"

مسز اسمتھ نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔

"جذبات سے کسی فیصلہ پہ پہنچنا غلط ہوگا مسز اسمتھ۔ جب تک سانس تب تک آس۔ ممکن ہے ہم کسی وقت کرہ ارض سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اور زمین یا چاند پہ ہمارے ساتھی ہماری کوئی مدد کر سکیں اس لئے ہمیں کوئی جذباتی فیصلہ کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لینا چاہیئے۔"

ڈاکٹر گلبرٹ کا انداز سمجھانے کا سا تھا۔

"لیکن ہم کرہ ارض یا چاند سے کس طرح رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔"

مس ہیلن نے پوچھا۔

"میں کوشش کروں گا کہ وہ ہمیں ہمارے خلائی جہاز میں آنے جانے کی اجازت دے دیں۔ ہم اپنے جہاز کے ٹرانسمیٹر سے

یہ کوشش کر سکتے ہیں۔ یا ممکن ہے کہ انہی کے کوئی آلات ہماری مدد کر سکیں۔"

ڈاکٹر نے بتایا۔

"لیکن یہاں کی مخلوق سے شادی۔"

مسز اسمتھ بولی۔

"یہ مجبوری ہے۔ اس سے ہم انکار نہیں کر سکتے۔"

ڈاکٹر نے کہا۔

"ٹھیک ہے ڈاکٹر۔ ہم سب آپ کے کہنے پر عمل کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن آپ کو یہ ضمانت دینا ہو گی کہ آپ ہمیں اس سیارے نکال لے جائیں گے۔"

مسز اسمتھ بولی۔

"میں کوشش ہی کر سکتا ہوں۔"

ڈاکٹر نے سر ہلایا۔

اس کے بعد وہاں خاموشی چھا گئی۔

کوئی بھی کچھ نہیں بولا۔

ہر کوئی اپنی اپنی جگہ پر اپنے مستقبل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

اس سے اگلے روز۔ دو مقامی باشندے ان کے پاس پہنچ گئے۔

ان میں ایک مرد تھا اور ایک عورت یہ دونوں جوان ہی تھے۔

انہوں نے ان لوگوں کو اس سیارے کے قوانین پڑھانا شروع کر دیئے۔

کبھی کبھی وہ انہیں اپنے ساتھ باہر لے جاتے اور سیر و تفریح کے ساتھ انہیں مختلف باتیں بھی بتاتے رہتے۔

ایک روز وہ عورت جس کا نام آگینا تھا۔ کچھ مردوں اور عورتوں کے ایک گروپ کو لے کر باہر نکل گئی۔

آگینا ان لوگوں کو شہر کے مختلف مقامات کے متعلق بتاتی ہوئی ایک ایسی عمارت میں لے گئی۔ جو چوکور طرز کی بنی ہوئی تھی۔

اس عمارت پر مندر کے کلس کی طرح کا ایک مینار بنا ہوا تھا۔

عمارت کا ایک ہی دروازہ تھا جس کے سامنے ایک محافظ بھی موجود تھا۔

آگینا نے اس عمارت کے متعلق بتایا کہ یہ عقوبت گاہ ہے جس شخص کو کوئی سزا دینی ہوتی ہے اسے یہاں لے آیا جاتا ہے۔

اس اطلاع پر مسٹر جارج نے عقوبت گاہ اندر سے دیکھنے کی خواہش کی۔

آگینا نے عقوبت گاہ کے محافظ سے اپنی زبان میں کچھ بات کی۔

محافظ نے دروازہ کھول دیا۔ اور آگینا انہیں لے کر اندر داخل ہوگئی۔

یہ ایک بہت بڑا ہال کمرہ تھا اور اس کے عین وسط میں چھت پر ایک بہت بڑا گول سوراخ نظر آرہا تھا۔

اسی سوراخ پر کلس نما وہ مینار تھی۔ جو انہوں نے باہر سے دیکھا تھا۔

ہال کے اندر مدہم روشنی تھی۔

اور... اس روشنی میں انہیں ایک حیرت انگیز منظر آرہا تھا۔

بہت سے افراد فضا میں معلق تیر رہے تھے۔

کوئی سیدھا تھا کوئی الٹا۔

کوئی آڑھا تھا کوئی ترچھا۔

کسی کا سر نیچے تھا اور کسی کے پیر۔

وہ سب تیرتے ہوئے دائرے کی صورت میں چکر کاٹ رہے تھے۔ اور جیسے ہی ان میں سے کوئی چھت کے سوراخ

کے نیچے پہنچتا۔ سوراخ میں سے نیلے رنگ کی تیز روشنی نکلتی اور جب روشنی اس شخص کے جسم سے ٹکراتی ہال اس کی چیخوں سے گونج اٹھتا

آگینا نے بتایا کہ اس نیلی روشنی میں ایک خاص گیس سے تیار کی گئی شعاعیں شامل ہیں۔

جب یہ شعاعیں جسم سے ٹکراتی ہیں تو جسم کا درجہ حرارت یکدم کئی گنا بڑھ جاتا ہے اور آدمی یہ محسوس کرتا ہے جیسے اسے جہنم میں جھونک دیا گیا ہے۔

پھر جب وہ روشنی کی زد سے نکلتا ہے تو اس کا جسم یکدم ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ جس سے تکلیف اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

یہ سزا کئی کئی دن تک جاری رہتی ہے۔ اس سزا سے انسان مرتا نہیں۔

عقوبت گاہ میں سزا کا یہ عبرتناک منظر ٹیلی ویژن نما سکرینوں کی مدد سے ہر گھر میں دکھایا جاتا ہے تاکہ دوسرے بھی کوئی حکم عدولی کرنے سے پہلے اس کا انجام سوچ لیں۔

وہ لوگ زیادہ دیر تک اس عقوبت گاہ میں نہ ٹھہر سکے۔ جلد ہی باہر نکل آئے۔

اور پھر..... کئی گھنٹے تک مختلف علاقوں میں گھومتے رہے۔

چند روز بعد انہیں شہر میں الگ الگ مکانوں میں منتقل

کر دیا گیا۔
ہر ایک کو ایک ایک فلائنگ کار بھی دی گئی تھی اور انہیں ہر جگہ آنے جانے کی اجازت تھی۔
مس ہیلن اور کمانڈر برگنزا کی رہائش گاہیں ایک دوسرے سے ملحق تھیں۔ اور ڈاکٹر رابرٹ کی رہائش گاہ بھی ان سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔
اسی طرح ان کے دوسرے ساتھی بھی قریب قریب ہی تھے۔
سیارے کے حکمران نے ان میں سے چند افراد کو کام پر بھی لگا دیا تھا۔
ڈاکٹر گلبرٹ کو یہاں کی سائنسی لیبارٹری میں لگایا گیا تھا اور برگنزا کو اس فیکٹری میں لگایا گیا تھا جہاں اڑن طشتریاں تیار کی جاتی تھیں۔
مس ہیلن کو خوراک تیار کرنے والی فیکٹری میں جگہ ملی تھی۔
کمانڈر برگنزا نے حکمران سے اتنی اجازت لے لی تھی کہ وہ دن میں ایک بار اپنے خلائی جہاز کا معائنہ کر لیا کرے۔
چند روز گزرے تھے کہ انہیں مطلع کیا گیا کہ کل اس

سیارے کے قانون کے مطابق ان سب کی مقامی باشندوں کے ساتھ شادی کر دی جائے گی۔
اور یہی دو مختلف سیاروں کی مخلوق کی افزائش نسل کا تجربہ ہوگا۔
اس اطلاع پر مردوں پر زیادہ ردعمل نہیں ہوا مگر عورتوں کی حالت بہت ہی دگرگوں تھی۔
ان میں سے ہر ایک آنے والے کل کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

٭ ٭ ٭

اگلے روز وہ اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ اس سفر میں عمران اور جولیا کے علاوہ ایکسٹو کا مقامی ایجنٹ نومی اس کے دو ماتحت اور دو آدمی اور تھے۔

یہ دو آدمی نومی نے منتخب کئے تھے اور ان کے متعلق عمران کو بتایا تھا کہ وہ با اعتماد اور دلیر نوجوان ہیں جو کسی مشکل کے وقت بھاگنے کی بجائے جان دینا قبول کر لیں گے۔

ان کا سفر دو جیپوں پر شروع ہوا۔ ڈھائی سو میل جارا کا قبیلے تک کا سفر بخیر و عافیت ان جیپوں ہی کے ذریعے طے ہوا۔ وہ نیروبی سے صبح سویرے ہی چل پڑے تھے۔ مگر جارا کا تک وہ

رات گیارہ بجے سے پہلے نہیں پہنچ سکے تھے۔

یہاں نومی نے پہلے ہی سے انتظام کر رکھا تھا۔ قبیلے کے سردار کو انکی آمد کی اطلاع ملی تو وہ فوراً وہاں دوڑا آیا۔ نومی کی دوبارہ آمد پر اس نے بے پناہ مسرت کا اظہار کیا تھا۔ اور نومی اس کی وجہ بھی سمجھتا تھا۔ پچھلی مرتبہ جب وہ یہاں آیا تھا تو اس نے قبیلے کے سردار اور سرکردہ افراد کو کچھ تحائف دیئے تھے اور سردار اب بھی تحائف کی امید لگائے خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ نومی نے سامان درست کرنے کے بعد ایک بکس کھولا اور کچھ چیزیں نکال کر سردار کو دے دیں۔ سردار یہ تحائف پا کر بہت خوش ہوا اور اپنے چار آدمی ان کی حفاظت پر مامور کر کے اپنے گھر چلا گیا

یہ سفر بیحد طویل اور تھکا دینے والا ثابت ہوا تھا۔ نیروبی سے پچاس میل آگے بڑھنے کے بعد پختہ سڑک ختم ہو گئی تھی اور بقیہ راستہ کچا اور ناہموار تھا۔ جیپ ان ناہموار راستوں پر اچھلتی دوڑتی رہی تھیں۔

جولیا اس سفر میں بہت تھک گئی تھی۔ عمران کے متعلق وہ کچھ نہیں کہہ سکتی تھی مگر اپنے متعلق تو اسے ایسے لگ رہا تھا جیسے جسم کا جوڑ جوڑ الگ ہو گیا ہو۔

وہ کھانا کھائے بغیر ہی پلنگ پر لیٹ کر ایسی سوئی کہ دوسرے روز صبح نو بجے سے پہلے نہ اٹھ سکی۔

عمران کا پروگرام یہ تھا کہ آج کا دن یہیں گزارا جائے۔ اور شام ہوتے ہی آگے کا سفر شروع کر دیا جائے۔

اگلا سفر چونکہ ندی ہی میں ہونا تھا اس لئے نومی نے پہلے ہی دو موٹر بوٹس کا انتظام کر رکھا تھا۔

سارا دن وہ ادھر ادھر گھومتے رہے

جولیا کا زیادہ وقت بستی کی عورتوں کے ساتھ ہی گزرا تھا۔

وہ اگرچہ تھیں تو غیر تہذیب یافتہ اور جنگلی۔ مگر ان کا اخلاق تہذیب یافتہ افراد سے بہتر ہی تھا۔

یہی وجہ تھی کہ جولیا کو انکی معیت میں کوئی بوریت نہیں ہوئی تھی۔

اور شام ہی یہ لوگ کھانا کھا کر روانگی کے لئے تیار ہو گئے ان کا سامان ایک موٹر بوٹ پر لاد دیا گیا۔

اس سامان میں زیادہ سامان تو نومی اور اس کے آدمیوں کا تھا۔ عمران اور جولیا کے پاس تو صرف دو بڑے اٹیچی کیس تھے۔

ایک اٹیچی جولیا کا تھا جس میں صرف اسی کا سامان تھا اور عمران کے اٹیچی میں نجانے کیا الم غلم بھرا ہوا تھا۔

نومی، عمران اور جولیا ایک موٹر بوٹ میں بیٹھ گئے۔ نومی کا ایک ماتحت بھی انہی کے ساتھ تھا۔ اور دوسرا ماتحت دوسرے

آدمیوں کے ساتھ سامان والی موٹر بوٹ پر بیٹھ گیا۔ اور پھر سورج غروب ہونے کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے سفر کا آغاز کر دیا۔

اگلی موٹر بوٹ کا کنٹرول نومی کے ہاتھ میں تھا۔ اگرچہ ندی پر گھنے درختوں کی شاخیں جھکی ہوئی تھیں مگر نومی بڑی مہارت کے ساتھ موٹر بوٹ چلا رہا تھا۔

صبح ہونے تک انہوں نے تقریباً ساٹھ میل کا سفر طے کر لیا اور اب صرف تیس میل کا سفر باقی تھا۔ عمران نے آگے بڑھنے کی بجائے ندی کے کنارے ایک جگہ پڑاؤ ڈال دیا۔

دوپہر کے بعد انہوں نے دوبارہ اپنا سفر شروع کر دیا اور رات دس بجے کے قریب وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں پہلی مرتبہ نومی نے پڑاؤ ڈال دیا تھا۔

کچھ دیر آرام کرنے کے بعد عمران نے طے کیا کہ جولیا نومی کے دونوں ماتحت اور دوسرے آدمی اس جگہ ٹھہریں گے۔ اور وہ خود نومی کے ساتھ جائزہ لینے کے لئے اس جگہ تک جائے گا جہاں اڑن طشتریوں کا اڈہ قائم ہے۔ مگر جولیا کو اس کے فیصلے سے اختلاف تھا۔ وہ بھی عمران کے ساتھ جانے پر بضد تھی۔ آخر کافی دیر کی بحث تکرار کے بعد عمران کو اس کے سامنے ہتھیار ڈالنے ہی پڑے اور جولیا بھی ان کے ساتھ جانے کی تیاری کرنے لگی۔

عمران نے اپنا اٹیچی کیس کھولا اور اس میں سے چیزیں نکال نکال کر الگ رکھنے لگا۔ آخر میں اس نے عجیب طرز کے تین پستول نکال لئے۔ یہ پستول پرانے زمانے کے طمنچوں کی طرز کے تھے اور ان کے نیچے میگزین کی جگہ ایک خانہ سا بنا ہوا تھا۔

عمران نے شیشے کی قسم کے بنے ہوئے تین چھوٹے چھوٹے رِفل نکالے اور پستولوں میں میگزین کی جگہ فٹ کر دیا شیشے کی ان رِفلوں میں ہلکے گلابی رنگ کی گیس بھری ہوئی تھی۔

اس نے ایک ایک پستول اور ایک ایک فالتو رِفل جمیل اور نوید کو دیدیا۔

"یہ پستول لیزر کے اصول پر بنائے گئے ہیں گیس کا یہ ایک رِفل مسلسل استعمال پر بھی ایک سو بیس گھنٹے تک کام دے سکتا ہے۔ دوسرا رِفل احتیاط کے طور پر دیا گیا ہے۔"

عمران نے کہا اور پھر انہیں لیزر پستول کے استعمال کا طریقہ بتانے لگا۔ اور پھر اس کے چند منٹ بعد وہ تینوں اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ تاریک جنگل میں راستہ دیکھنے کے لئے نوید نے ٹارچ روشن کر رکھی تھی۔ مگر دو گھنٹے تک مسلسل چلتے رہنے کے بعد اس نے ٹارچ بجھا دی۔

"اب ٹارچ جلائے رکھنا ہمارے لئے خطرے کا باعث ہو سکتا

ہمیں تاریکی ہی میں آگے بڑھنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے چلتے رہو۔" عمران نے جواب دیا۔

وہ تینوں چلتے رہے اور پھر مزید آدھا گھنٹہ چلنے کے بعد وہ رک گئے۔ چھ درختوں کے درمیان کچھ فاصلے پر روشنی نظر آ رہی تھی۔

"وہ دیکھئے عمران صاحب۔ اڑن طشتری اپنے بیس پر کھڑی ہے۔ اس سے بائیں طرف جو مدھم روشنی نظر آ رہی ہے وہ ان مکانوں کی ہے جس میں وہ لوگ رہتے ہیں۔" نوید نے بتایا

عمران نے دیکھا کہ ان کے سامنے بائیں طرف ایک چھوٹے سے میدان میں ایک بہت بڑی سنہری رنگ کی اڑن طشتری کھڑی تھی۔ یہ روشنی اس اڑن طشتری ہی سے خارج ہو رہی تھی۔ اور اس کے دائیں طرف درختوں کے بیچ سے روشنی کی مدھم کرنیں دکھائی دے رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے۔ ان مکانوں کی پشت کی طرف بڑھتے چلو۔ مگر احتیاط سے اگر انہیں پتہ چل گیا تو بنا بنایا کام بگڑ جائے گا۔" عمران نے ہدایت کی۔

اور پھر۔ وہ تینوں مکانوں کی طرف بڑھنے لگے۔ وہ انتہائی احتیاط سے قدم اٹھا رہے تھے مگر پھر بھی زمین پر گرے ہوئے درختوں کے خشک پتے ان کے پیروں کے نیچے

آکر آواز پیدا کر رہے تھے۔ وہ جلد ہی مکانوں کی پشت پر پہنچ گئے۔

یہ ایک لمبی سی عمارت تھی جو بنگلہ نما تھی۔ اس کے پچھلی طرف بھی کھڑکیوں میں روشنی نظر آ رہی تھی۔ اس سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر ایک اور مختصر سی عمارت تھی اس کی کھڑکیاں بھی روشن نظر آ رہی تھیں۔

عمران چند لمحوں تک دونوں عمارتوں کی طرف دیکھتا رہا اور پھر سرگوشیانہ انداز میں نوید سے مخاطب ہوا۔

"تم اس دوسری عمارت کی طرف بڑھ جاؤ ہم اس طرف جاتے ہیں۔ مگر خیال رہے کوئی گڑبڑ کرنے کی ضرورت نہیں آج کی رات ہم صرف جائزہ لینا چاہتے ہیں۔"

"بہتر ہے۔ آپ مطمئن رہئے۔" نوید سر ہلاتا ہوا دوسری طرف بڑھ گیا۔ عمران نے جولیا کو اشارہ کیا اور دبے قدموں سامنے والی عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ ان دونوں نے لیزر پسٹل اپنے ہاتھوں میں پکڑ رکھے تھے۔ ایسا انہوں نے احتیاطاً کیا تھا تاکہ ہنگامی صورت حال میں اپنی حفاظت کی جا سکے۔

ایک کھڑکی کے قریب پہنچ کر وہ رک گئے۔ عمران نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ کمرہ ڈرائنگ روم کے طرز پر سجا ہوا تھا مگر خالی تھا۔ اس نے جولیا کو اشارہ کیا اور دوسری کھڑکی کی

طرف بڑھ گیا۔ جس کے شیشوں سے مدہم نیلگوں روشنی جھلک رہی تھی۔ عمران نے اس کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ یہ خوابگاہ تھی۔ اور اندر صرف ایک ہی پلنگ تھا جس پر ایک نوجوان لڑکی سوئی ہوئی تھی۔ خوابیدہ لڑکی نے ڈھیلا ڈھالا لباس پہن رکھا تھا جو ایک طرف سرک کر اس کے جسم کے بیشتر حصوں کو برہنہ کر رہا تھا۔

عمران نے جولیا کو وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور خود آگے بڑھ گیا۔ آگے دو کھڑکیاں تاریک ہی تھیں۔ تیسری کھڑکی میں روشنی تھی اس نے شیشے سے جھانک کر دیکھا اور چونک گیا۔

یہ بھی ایک خواب گاہ ہی تھی اس میں بھی ایک ہی پلنگ تھا مگر سونے والے دو تھے۔ ایک تو مرد تھا اور دوسری عورت دونوں برہنہ تھے مگر۔ ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق تھا مرد نوع کرہ ارض کا ہی باشندہ تھا۔ مگر عورت ۔ وہ زمین کی مخلوق تو ہرگز نہیں تھی۔ اگرچہ اس کے جسم میں زیادہ فرق نہیں تھا مگر صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ہے۔ اس کا جسم سنہرا تھا۔ بال بھی سنہرے ہی تھے۔ کمرے میں جلنے والے بلب کی روشنی میں اس کا سنہرا جسم چمک رہا تھا۔

عمران شیشے سے آنکھ لگائے اندر جھانک رہا تھا۔ دفعتہً پلنگ پر سوئے ہوئے فرد نے کروٹ بدلی اور اچانک اٹھ کر بیٹھ گیا

اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ پھر اس کی نظریں پلنگ پر لیٹی ہوئی برہنہ لڑکی پر جم گئیں اور دوسرے ہی لمحہ وہ اس لڑکی کے ساتھ لپٹ گیا۔

عمران کھڑکی سے ہٹ گیا۔ اب وہ عمارت کے اوپر سے چکر کاٹ کر آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ چلنے میں نہایت احتیاط سے کام لے رہا تھا۔ اتنا تو اسے بھی یقین تھا کہ عمارت کی حفاظت کے لئے پہرے کا انتظام ضرور ہوگا۔

عمارت کے دوسری طرف سامنے کے رخ ایک طویل برآمدہ تھا جس کے عین وسط میں ایک تیز روشنی کا بلب جل رہا تھا۔ عمران چند لمحوں تک کھڑا گہری نظروں سے جائزہ لیتا رہا۔ اسے آس پاس کسی کی موجودگی کا احساس نہیں ہوا تب وہ دبے قدموں برآمدے میں چلنے لگا۔

برآمدے میں متعدد کمروں کے دروازے تھے۔ مگر وہ آگے بڑھتا رہا۔ عین وسط میں جہاں بلب جل رہا تھا وہاں ایک بڑا دروازہ تھا جس کے دوسری طرف ایک مختصر سی راہداری تھی۔

وہ اس راہداری میں داخل ہو گیا۔ اس کے آگے دائیں بائیں عمارت کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک اور طویل راہداری تھی جس کے دونوں طرف کمرے بنے ہوئے تھے۔

عمران وہاں کھڑا چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا اور پھر بائیں طرف بڑھ گیا۔

ابھی وہ چند ہی قدم چلا تھا کہ ایک تیز آواز گونجی۔

"رک جاؤ۔ کون ہو تم۔؟"

عمران کے قدم ایک ہی جگہ جم گئے۔ اسے رکنے کا حکم دینے والا اگرچہ کوئی انسان ہی معلوم ہوتا تھا اور الفاظ بھی انگریزی میں ادا کئے گئے تھے مگر اس کا لہجہ ارضی انسانوں کا سا تو ہرگز نہیں تھا۔

"میری طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔" دوسرا حکم ملا۔

عمران آہستگی کے ساتھ اس طرف گھوم گیا۔ اس کے سامنے اگرچہ ایک انسان ہی کھڑا تھا۔ مگر وہ اس زمین کا باشندہ نہیں تھا۔ اس کی رنگت سنہری تھی۔ سر کے بال بھی سنہرے تھے۔ اور آنکھیں اوپر کو چڑھی ہوئی تھیں۔ جیسے کہیں بہت دور دیکھ رہا ہو۔ اس کے ہاتھ میں ایک لمبی سی نلکی تھی جس کے دستے پر مختلف رنگوں کے بٹن لگے ہوئے تھے۔

اس آدمی نے بغور عمران کا جائزہ لیا اس کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پستول کو بھی دیکھا مگر شاید اس نے زیادہ پرواہ نہیں کی تھی۔

"تم ہم میں سے معلوم نہیں ہوتے کون ہو تم۔" وہ دوبارہ

بولا۔

"میں مشتری سے آیا ہوں بڑے بھائی۔ تمہارا تعلق کس سیارے سے ہے۔" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"اوہو۔ تم جاسوس ہو۔ ہمیں اپنے لیڈر کا یہ حکم ہے کہ یہاں جو بھی اجنبی نظر آئے اسے ختم کر دیا جائے۔" وہ شخص تنکی نما ہتھیار سیدھا کرتا ہوا بولا۔

"تم دیکھ رہے ہو کہ میرے ہاتھ میں بھی ایک ہتھیار ہے۔" عمران بولا۔

"ہاں۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ مگر یقین کرو۔ تمہارا یہ ہتھیار میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ میرے ایک فائر کے ساتھ ہی تمہارے ساتھ تمہارا ہتھیار بھی ختم ہو جائے گا۔"

"م.... مگر کیا تم مجھے اپنے لیڈر کے سامنے پیش نہیں کرو گے۔" عمران بولا۔

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں۔ مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔" اس شخص نے سرخ رنگ کے ایک بٹن پر انگلی رکھ دی۔

عمران سمجھ گیا کہ اب کچھ کہنا سننا بے کار ہے۔ یہ غیر ارضی انسان اسے یقیناً ختم کر دے گا۔ چنانچہ اس نے بھی فوری طور پر ایک فیصلہ کر لیا۔ اس نے لیزر پستول کا رخ اس آدمی کی طرف کر دیا اور اس سے قبل کہ وہ آدمی اپنے ہتھیار

کا بٹن دباتا عمران نے پستول کا ٹریگر دبا دیا۔ لیزر پستول سے گلابی رنگ کا ایک شعاع نکلی۔ جو بجلی کی طرح تڑپ کر اس آدمی کے جسم سے ٹکرائی۔ بجلی کا سا ایک کڑاکا ہوا اور وہ آدمی دیکھتے ہی دیکھتے راکھ میں تبدیل ہو گیا اس آدمی کو ختم کرنے کے بعد عمران وہاں رکا نہیں۔ بلکہ آگے کی طرف دوڑا لیزر گن کے فائر کی آواز سے یقیناً اس عمارت میں سب لوگ ہوشیار ہو چکے ہونگے صرف چند لمحات انہیں صورتحال کو سمجھنے میں لگیں گے اور اس کے بعد اسے قابو میں کرنے کی کوشش کریں گے۔ ایک کمرے کے سامنے پہنچ کر عمران رکا۔ اندر جھانک کر دیکھا۔ اتفاق سے یہ وہی کمرہ تھا جس میں وہ مقامی آدمی اور غیر ارضی لڑکی ایک ہی پلنگ پر سوئے ہوئے تھے اس وقت وہ دونوں اٹھ کر پلنگ پر بیٹھ چکے تھے۔ وہ دونوں برہنہ حالت میں ہی تھے۔ عمران دروازہ کھول کر ایک جھٹکے کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ اسے اندر داخل ہوتے دیکھ کر مرد تو ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا مگر لڑکی کے چہرے پر کوئی ردعمل ظاہر نہیں ہوا۔ مرد نے پلنگ سے چھلانگ لگانی چاہی مگر اس وقت عمران کی فراہٹ گونجی۔

"نہیں مسٹر۔ تم کوئی حرکت نہیں کرو گے۔"

وہ آدمی اسی جگہ ساکت ہو گیا۔ پلنگ کے قریب ہی میز پر

ایک ریوالور پڑا ہوا تھا اور اس کی نظریں ریوالور پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر اچانک ہی اس نے میز کی طرف چھلانگ لگا دی مگر عمران نے بھی لیزر گن کا ٹریگر دبانے میں سستی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ کمرے میں بجلی کا سا کڑاکا گونجا گلابی رنگت کی شعاع لیزر گن سے نکل کر اس شخص کے جسم سے ٹکرایا اور دوسرے ہی لمحے وہ خاک میں تبدیل ہو چکا تھا۔ پلنگ پر بیٹھی ہوئی لڑکی اب حیرت سے راکھ میں تبدیل شدہ اپنے ساتھی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ دوسرے ہی لمحہ اس نے پلنگ سے دوسری طرف چھلانگ لگا دی جہاں کمرے کی ایک دیوار کے ساتھ نلکی نما گن کھڑی تھی۔

عمران لڑکی کے گن تک پہنچنے سے پہلے ہی چھلانگ لگا کر وہاں پہنچ گیا اس نے گن اپنے قبضہ میں کر لی اور اپنی لیزر گن کا رخ اس کی طرف کر کے غرایا۔

"تم اپنے ساتھی کا حشر دیکھ چکی ہو۔ تمہارے ایک ہموطن کو میں پہلے ہی ختم کر چکا ہوں۔ اگر تمہیں زندگی عزیز ہے تو میرے کہنے پر عمل کرو اور اس عقبی کھڑکی سے باہر نکل چلو۔"

لڑکی نے چڑھی ہوئی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا اور پھر خاموشی سے کھڑکی کی طرف بڑھ گئی۔

دوسری طرف کھڑکی سے چند قدم کے فاصلے پر جولیا موجود تھی۔

"اسے لے کر اپنے پٹاخ پہنچ جاؤ۔ محتاط رہنا بڑی چالاک

ہے اور کوشش کرنا کہ ہمارے آنے تک یہ زندہ حالت میں تمہارے قبضہ میں رہے۔" عمران نے ہدایت کی

جولیا چند لمحوں تک حیرت سے اس برہنہ لڑکی کو دیکھتی رہی اور پھر اسے لیزر گن سے کور کر کے ایک طرف بڑھ گئی۔

ٹھیک اسی وقت دوسری عمارت کی طرف سے بھی کڑاکے کی آواز گونجی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ نوید بھی کسی سے ٹکرا گیا تھا۔

عمران دوبارہ کھڑکی کے راستے عمارت کے اندر داخل ہو گیا اور پھر۔ تقریباً ایک گھنٹہ تک وہاں بجلی کے کڑاکے گونجتے رہے اور بالآخر وہاں خاموشی چھا گئی۔

ان دونوں عمارتوں میں صرف آٹھ افراد تھے۔ چار مقامی اور چار کسی دوسرے سیارے کی مخلوق۔ ایک لڑکی کو عمران پہلے ہی قبضہ میں کر چکا تھا۔ بعد میں بھی ایک غیر ارضی آدمی اور ایک مقامی باشندہ زندہ حالت میں ان کے قبضہ میں آیا۔

انہیں اچھی طرح اپنے قبضہ میں کر لینے کے بعد عمران نے نوید کو ان کی نگرانی پر معمور کر دیا اور خود دونوں عمارتوں کا معائنہ کرنے لگا۔

٭ ٭ ٭



پہلی بڑی عمارت رہائش گاہ کا کام دیتی تھی۔ اس کے متعدد کمرے بیڈ روم یا ڈرائنگ روم کے طور پر آراستہ تھے چند کمروں میں اس قسم کا فرنیچر لگا ہوا تھا جس سے یہ گمان ہوتا تھا کہ یہ کمرے دفتر کا کام دیتے ہیں مگر وہاں عمران کو کسی قسم کی کوئی چیز نہیں مل سکی۔

اس عمارت میں چند کمرے دونوں طرف کی فائرنگ سے تباہ ہو چکے تھے اور باقی کمروں کی تلاش کے دوران بھی عمران کو کوئی ایسی چیز نہ مل سکی جسے وہ اپنے مطلب کی سمجھتا۔ تمام عام استعمال کی چیزیں تھیں۔ پھر وہ دوسری عمارت کی طرف چلا گیا جو کچھ فاصلے پر واقعہ تھی۔ عمران اس کمرے

کے اندر داخل ہو گیا اور مختلف کمروں اور راہداریوں سے ہوتا ہوا ایک بہت بڑے ہال میں پہنچ گیا۔ اس ہال کو دیکھ کر عمران کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

اس ہال میں بیسیوں چھوٹی بڑی مختلف مشینیں لگی ہوئی تھیں اور ایک طرف ہال کی پوری دیوار کے ساتھ سکرین تھی جس پر خلا کا نقشہ بنا ہوا تھا۔ بالکل اسی طرح کا نقشہ جیسا وہ ڈاکٹر داور کی لیبارٹری میں دیکھ چکا تھا۔ اس نقشے پر نظر آنے والے تمام سیارے بھی حرکت کر رہے تھے

نقشے کو دیکھتی ہوئی عمران کی نظریں کہکشاں کے پرلی طرف نظر آنے والے سنہرے رنگ کے ایک سیارے پر جم کر رہ گئیں یہ سیارہ فٹ بال کے برابر تھا۔ اس کا یہ جم نقشے میں نظر آنے والے دوسرے سیاروں سے بہت بڑا تھا اس سیارے میں ایک خاص بات یہ تھی کہ اس میں سے کبھی کبھار سنہری کرنیں سی پھوٹتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ سنہری رنگ کی ایک لکیر بھی اس سیارے سے لے کر مختلف راستوں سے ہوتی ہوئی سکرین پر سب سے نیچے نظر آنے والے ایک سیارے تک نظر آ رہی تھی۔ جس کے قریب ہی EARTH کے حروف لکھے ہوئے تھے۔

عمران کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ اڑن طشتریوں والی

مخلوق کا تعلق اس سنہرے سیارے سے ہے اور زمین سے اس سیارے تک آمد و رفت کے لئے سنہری پٹی سے راستے کا تعین بھی کیا گیا تھا۔

سکرین کے نچلے حصے پر ایک بہت بڑا سوئچ بورڈ لگا ہوا تھا۔ اس سوئچ بورڈ کے قریب بھی تین مربع فٹ کا ایک سکرین لگا ہوا تھا جو اس وقت تاریک ہی تھا۔

عمران کچھ دیر تک یہ سب کچھ دیکھتا رہا اور پھر ہال سے نکل آیا۔ دوسری عمارت میں پہنچکر اس کا رخ اس کمرے کی طرف تھا جہاں زومی کی نگرانی میں قیدی موجود تھے۔

وہ دونوں قیدی فرش پر آلتی پالتی مارے بیٹھے تھے عمران نے گہری نظروں سے ان کی طرف دیکھا اور پھر اس کی نظر مقامی باشندے پر جم گئیں۔ وہ کچھ خوفزدہ سا نظر آ رہا تھا۔ کیونکہ زومی لیزر گن تانے ان دونوں کے سر پر کھڑا تھا۔

"تمہارا نام کیا ہے مسٹر۔؟" عمران نے مقامی باشندے سے پوچھا۔

"پیٹر۔" اس نے مختصر سا جواب دیا۔

"کس ملک سے تعلق رکھتے ہو۔؟" عمران نے دوسرا سوال کیا۔

"سوویت یونین سے۔"

"جھوٹ بولنے کی کوشش مت کرو مسٹر پیٹر۔ تمہارا نام اور تمہاری شکل و صورت بتاتی ہے کہ تم روس کے نہیں کسی یورپی ملک کے باشندے ہو۔" عمران نے اسے گھورا۔

"تمہارا خیال درست ہے مگر۔۔۔ میں گزشتہ پندرہ برس سے روس کے ایک صوبہ ازبکستان میں رہ رہا ہوں۔" پیٹر نے جواب دیا۔

"اور ان کا تعلق کس سیارے سے ہے۔؟"

"موریڈو۔۔۔ یہ سیارہ کہکشاں کے پرلی طرف واقع ہے" پیٹر نے بتایا۔

"ان لوگوں سے تم لوگوں کے تعلقات کس طرح قائم ہوئے تھے۔ کیا یہ روسی حکمرانوں اور سائنسدانوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔؟" عمران نے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔ روسی حکومت یا سائنسدانوں کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ چند برس پہلے ان کی ایک اڑن طشتری ازبکستان کے ایک ویران علاقہ میں اتری تھی اور یہ لوگ وہیں سے مجھے اور میرے ساتھیوں کو اغوا کر کے لائے تھے۔"

"یہاں یہ لوگ کن سرگرمیوں میں مصروف تھے۔؟" عمران نے پوچھا۔

"یہ لوگ دنیا کے مختلف حصوں سے ذہین افراد کو اغوا کر کے

یہاں لے آتے ہیں اور یہاں سے انہیں اپنے سیارے پر منتقل کر دیتے ہیں۔ ہمیں اس شرط پر زندہ رکھا گیا ہے کہ اس سلسلے میں ہم ان سے تعاون کرتے رہیں۔" پیٹر نے بتایا۔

"ہوں۔"

عمران چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر بولا۔

"کیا ان کی اڑن طشتریاں روزانہ یہی آتی جاتی ہیں؟"

"نہیں۔ مہینے میں صرف ایک بار ایسا ہوتا ہے۔ یہ اڑن طشتری جو باہر کھڑی ہے کل ہی مورید و سے آئی ہے۔ اور اسے کل صبح واپس جانا ہے۔"

"اس کا پائلٹ کون تھا۔ کیا یہی تو نہیں۔" عمران نے دوسرے باشندے کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"نہیں۔ پائلٹ مارا جا چکا ہے۔ مگر ان کا ہر فرد اڑن طشتری کو کنٹرول کر سکتا ہے۔"

"کیا یہ ہماری زبان سمجھتا ہے۔" عمران نے دوبارہ پوچھا۔

"ہاں۔ لیکن۔ تم لوگ کون ہو۔ اور کیا چاہتے ہو؟"

"ہم لوگ اس زمین کے باشندے ہیں جس سے تم غداری کر رہے ہو۔ ہم کافی عرصہ سے ان لوگوں کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے تھے اور اب ہمارا ارادہ ان کے سیارے تک جانے کا ہے۔" عمران نے بتایا۔

"کیا تم لوگ مورید و تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکو گے۔" پیٹر نے پوچھا۔

"کیوں۔ کیا یہ اڑن طشتری ہمیں وہاں تک نہ لے جائے گی۔؟" عمران بولا۔

"میرا مطلب یہ نہیں ہے۔ یہ شخص تم سب لوگوں کی موت کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ ممکن ہے یہ تمہیں مورید و پر لے جانے کی بجائے خلا میں ہی بھٹکا دے۔"

"ہم اسے اپنے ساتھ ہی نہیں لے جائیں گے۔" عمران نے کہا۔

"تب تم اڑن طشتری کو کنٹرول نہیں کر سکو گے اس کی مشینری ہمارے خلائی جہازوں سے بہت مختلف اور پیچیدہ ہے۔"

"اس کا تم فکر نہ کرو۔ ہم نے ان کی ایک ساتھی عورت کو بھی گرفتار کیا ہے ہم اپنا کام اسی سے لیں گے۔"

"عورت ـــ اوہ سمجھا ـــ تم شاید گال بینا کی بات کر رہے ہو۔"

"کیا اس عورت کا نام گال بینا ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"ہاں۔ یہاں وہی ایک عورت تھی۔ اور میرا خیال ہے کہ اس سیارے تک پہنچنے کے لئے تم اس کے ذریعے کامیاب ہو جاؤ گے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو۔؟" عمران نے پوچھا۔

گال بنیا زمین کے مردوں کی رسیا ہے۔ ہم یہاں چار آدمی تھے اور وہ ہم چاروں کو متعدد بار فیض یاب کر چکی ہے۔ دن رات کی تخصیص کئے بغیر جب اس کا جی چاہتا تھا ہم میں سے کسی کو پکڑ لیتی تھی۔ وہ کبھی مطمئن نہ ہونے والی عورت ہے۔ وہ یہی چاہتی ہے کہ کوئی نہ کوئی مرد ہر وقت اس کے ساتھ بستر پر موجود رہے۔ تم لوگ اس کے لئے نئے ہو۔ ابھی وہ اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے یقیناً تمہاری بات مان لے گی۔ وہ اسی قسم کی عورت ہے۔"

پیٹر نے بتایا۔

"شکریہ مسٹر پیٹر۔ اب تم لوگ بھی اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچنے کی تیاری کرو۔"

عمران نے معنی خیز لہجہ میں کہا۔

"کیا مطلب۔؟"

پیٹر حیرت سے بولا۔

"زمین کے غداروں اور دشمنوں کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔۔ لہٰذا۔۔۔"

عمران نے جملہ مکمل کئے بغیر لیزر گن کا رخ ان کی طرف کر کے یکے بعد دیگرے دو مرتبہ ٹریگر دبا دیا۔ دو کڑاکے ہوئے اور پیٹر اور اس کا ساتھی راکھ کا ڈھیر بن گئے۔

"نومی۔ تم کیمپ میں چلے جاؤ۔۔۔ جولیا اس وقت تک وہاں پہنچ چکی ہو گی۔ اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی ہے۔ تم ان سب کو یہاں لے آؤ۔ خیال رہے۔۔۔ لڑکی کی ہر حالت میں محفوظ رہنی چاہئے۔" عمران نے نومی سے مخاطب ہو کر تحکمانہ لہجہ میں کہا۔

"مطمئن رہیئے مسٹر عمران۔۔۔ لڑکی کو کسی قسم کا گزند نہیں پہنچے گا۔" نومی نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

نومی کے جانے کے بعد عمران دوبارہ دوسری عمارت میں چلا آیا جہاں ہال کمرے میں خلا کا نقشہ اور مختلف قسم کی مشینیں لگی ہوئی تھیں۔

وہ ایک بار پھر نقشے کو غور سے دیکھنے لگا۔ اگر ڈاکٹر داور کے حساب سے زمین سے اس سیارے کا فاصلہ ناپا جاتا تو وہ کئی لاکھ میل کی دوری پر واقع تھا۔

سکرین کے سامنے سے ہٹ کر وہ دوسری مشینیں دیکھنے لگا۔ بہت سی مشینیں ایسی تھیں جو نہایت پیچیدہ تھیں اور اسکی سمجھ سے بالاتر تھیں۔ مگر کچھ مشینیں ایسی بھی تھیں جنہیں عمران بخوبی سمجھ سکتا تھا۔

چھوٹی سکرین کے سامنے ایک مشینیں ایسی بھی تھیں جو اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ اسے ہلکا سا شبہ تھا کہ یہ مشین ٹرانسمیٹر کا کام دیتی ہو گی۔ کیونکہ اس کے ایک کونے پر

اسپرنگ نما ایک راڈ سا لگا ہوا تھا جو تقریباً آٹھ انچ اونچا تھا۔ اسی مشین سے نکلا ہوا ایک باریک سا تار چھوٹی سی سکرین کے نچلے حصے سے منسلک تھا۔

عمران کچھ دیر تک ان مشینوں کا معائنہ کرتا رہا اور پھر باہر نکل آیا۔ اب اس کا رخ میدان میں کھڑی ہوئی اڑن طشتری کی طرف تھا جو اب بھی پانی روشنی میں چمک رہی تھی۔

اڑن طشتری بہت بڑی تھی۔ ایک اندازے کے مطابق اس کا محیط تین سو فٹ کے قریب تھا۔ یہ تین پایوں پر تختہ بند پر کھڑی تھی۔ ایک طرف پائیدان کی طرح چند سیڑھیاں سی بنی ہوئی تھیں۔

عمران سمجھ گیا کہ اڑن طشتری کا دروازہ اسی جگہ ہوگا۔

وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچ گیا۔ مگر۔ وہ دروازہ نام کی کوئی شے تلاش نہ کر سکا۔ اڑن طشتری کی بیرونی سطح بالکل صاف اور برابر تھی۔ اس میں کسی جگہ اس قسم کے نشان بھی نہیں تھے جس سے یہ سمجھا جاتا کہ اس جگہ دروازہ ہوگا۔ کافی دیر تک دیکھتے رہنے کے بعد عمران نیچے اتر آیا۔

اس نے گھڑی دیکھی۔ نو بجے کو گئے ہوئے دو گھنٹے ہو چکے تھے۔ اور عمران کے اندازے کے مطابق وہ لوگ صبح پانچ بجے سے پہلے یہاں نہیں پہنچ سکتے تھے۔

پانچ بجے تک کا یہ وقت اس نے جاگتے ہوئے ہی گزارا۔ وہ لوگ پانچ کی بجائے ساڑھے پانچ بجے کے قریب وہاں پہنچے۔ مورٹیڈی لڑکی بھی ان کے ساتھ تھی۔ جولیا نے اسے اپنا ایک لباس پہنا دیا تھا اور اس لباس میں وہ بہت حسین لگ رہی تھی۔ اس کے عقب میں جولیا تھی جس نے اسے اپنی لیزر گن سے کور کر رکھا تھا۔

"ہیلو۔ گال بینا۔ کیا تم میری زبان سمجھ سکتی ہو۔" عمران نے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔

"ہاں۔ میں زمین پر بولی جانے والی تمام زبانیں اہل زبان ہی کی طرح سمجھ اور بول سکتی ہوں۔" گال بینا نے مسکرا کر جواب دیا۔

"گڈ۔ تو پھر ہم آزادی سے گفتگو کر سکتے ہیں۔" عمران بھی مسکرایا۔

"میرے دوسرے ساتھی کہاں ہیں۔" گال بینا نے پوچھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ یہاں تمہارے علاوہ کوئی بھی زندہ نہیں بچا۔" عمران نے جواب دیا۔

"اوہ۔ تم نے انہیں یقیناً اسی ہتھیار سے ہلاک کیا ہے

— ہمیں امید نہیں تھی کہ زمین والے سائنس میں اس قدر ترقی کر چکے ہوں گے۔ تمہارے عام ہتھیار تو ہم پر اثر نہیں کر سکتے۔ مگر یہ ہتھیار قابل تعریف ہے۔" اس نے لیزر گن کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ ہتھیار عام نہیں ہے۔ اسے تمہارے سیارے پر جانے کے لئے ہمارے ایک سائنسدان نے خاص طور پر تیار کیا ہے۔ تمہارا تعلق کس ملک سے ہے۔ ہماری نظر سے ایسا سائنسدان نہیں گزرا۔

"ہمارا تعلق اسی ملک سے ہے جہاں سے تم نے ہمارے ایک انجینئر کو چند روز قبل اغوا کیا تھا۔"

عمران نے بتایا۔

"اوہ۔ کیا اس ملک میں کوئی ایسا سائنسدان ہے جس نے یہ گن بنائی ہے۔"

گال بینا کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں۔ لیکن۔ اگر تم اپنے سیارے کی پوری قوت کے ساتھ بھی چاہو تو اسے اغوا نہیں کر سکتیں۔ لیکن چھوڑو اس ذکر کو۔ میں تم سے کوئی اور بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا۔؟"

گال بینا اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"ہم تمہارے سیارے تک جانا چاہتے ہیں۔ کیا تم اس سلسلے میں ہمارے ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ ہو۔؟" عمران نے کہا۔

"میں صرف ایک شرط پر تم سے تعاون کر سکتی ہوں۔" گال بینا مسکرا کر بولی۔

"کیا۔؟"

عمران نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"وہ یہ کہ میں جب چاہوں تم میں سے ہر ایک کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کر کے اپنی خواہش پوری کر سکتی ہوں اور کسی کو انکار نہیں ہوگا۔"

گال بینا بولی۔

"ہاپ رے۔"

عمران کھوپڑی پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"کمینی۔ بے غیرت کہیں کی۔"

جولیا کھا جانے والی نظروں سے گال بینا کو گھورتے ہوئے بڑبڑائی۔

"اگر ہم تمہاری شرط ماننے سے انکار کر دیں تو۔؟" عمران مسکرایا۔

"تو پھر۔ تم کسی صورت میں بھی مجھے تعاون پر آمادہ

نہیں کر سکتے ۔"

گال بینا بھی مسکرا دی ۔

"ہوں ۔"

عمران چند لمحے سوچتا رہا ۔ پھر بولا ۔

"اس سلسلے میں، میں ضرور سوچوں گا ۔ لیکن اس وقت میں تم سے صرف اتنا چاہوں گا کہ تم اپنی فلائنگ ساسر کا دروازہ کھول دو ۔"

"ہاں ۔ اتنا میں کر سکتی ہوں ۔ لیکن یہ خیال تو تم دل سے نکال دو کہ میرے بغیر تم میں سے کوئی فلائنگ ساسر کی مشینری کو سمجھ سکے گا ۔"

گال بینا بولی ۔

"فی الحال میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے کہ میں مشینری کو سمجھنے کی کوشش کروں ۔ میں تو صرف اندر سے اڑن طشتری کا جائزہ لینا چاہتا ہوں ۔"

عمران نے کہا ۔

"تو آؤ میرے ساتھ ۔"

عمران نے فومی اور جولیا وغیرہ کو وہیں ٹھہرنے کا اشارہ کیا اور خود عمارت سے نکل کر میدان میں کھڑی ہوئی فلائنگ ساسر کی طرف چل دیا ۔

گال بینا اس کے ساتھ چل رہی تھی اور کمرے کے دروازے پر کھڑی جولیا انہیں انتہائی خوفناک نظروں سے گھور رہی تھی ۔

فلائنگ ساسر کے قریب پہنچ کر عمران نے پیچھے مڑ کر دیکھا ۔

جولیا کو دروازے کے سامنے کھڑے دیکھ کر اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی ۔

وہ جولیا کی اس وقت کی دلی کیفیت کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا ۔

پھر وہ گال بینا کے پیچھے ساسر کی سیڑھیوں پر چڑھنے لگا ۔

گال بینا آخری سیڑھی پر پہنچ کر رک گئی ۔

اس نے اڑن طشتری کی بیرونی سطح پر ایک جگہ ہاتھ رکھ کر ہلکا سا دباؤ ڈالا ۔

اڑن طشتری کا سات فٹ اونچا اور چار فٹ چوڑا ایک ٹکڑا دروازے کی طرح اندر کی طرف کھل گیا ۔ اور وہ اندر داخل ہو گئی ۔

عمران بھی اس کے پیچھے ہی اڑن طشتری کے اندر داخل ہو گیا ۔

اس کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ آپ ہی آپ بند ہو گیا۔

اڑن طشتری کے اندر بھی نیلگوں روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اور عمران حیرت بھری نگاہوں سے اڑن طشتری کے اندرونی حصے کو دیکھ رہا تھا۔

گال بینا اس کے بالکل قریب کھڑی تھی۔

دفعتاً اس نے آگے بڑھ کر عمران کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

عمران کے ہونٹوں سے بے اختیار ہاپ رے کا نعرہ بلند ہو گیا۔

وہ اپنے آپ کو اس بلائے ناگہانی سے چھڑانے کی جدوجہد کرنے لگا۔

٭ ٭ ٭

گال بینا کی گرفت غیر دوستانہ نہیں تھی۔

مگر—

عمران اس کی اس گرفت کا مطلب اچھی طرح سمجھتا تھا وہ اس سے اس طرح لپٹی ہوئی تھی جیسے کوئی بیوی اپنے شوہر کے ساتھ لپٹتی ہے۔

عمران ہاپ رے کے نعرے لگانے کے ساتھ اپنے آپ کو اس سے چھڑانے کی کوشش بھی کرتا رہا۔ مگر— گال بینا... وہ تو کسی جنس زدہ عورت کی طرح اس سے لپٹی جا رہی تھی۔

عمران نے کچھ سوچ کر اپنی جدوجہد ترک کر دی.... گال بینا یہی سمجھی کہ عمران نے اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ لہٰذا اس نے بھی اپنی گرفت قدرے ڈھیلی کر دی۔

اور موقع پاتے ہی عمران نے اسے دور پھینک دیا۔

"دیکھو۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے اپنی خواہش پوری کرنے کا موقع دو گے۔" گال بینا اس کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

"میں نے اس قسم کا کوئی وعدہ ابھی تک نہیں کیا۔" عمران پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

"لیکن تم....."

"ہاں، ٹھیک ہے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ اس سلسلہ میں سوچوں گا۔ بہرحال۔ اس وقت میں تمہاری اس فلائنگ سا سر کا معائنہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد دیکھا جائے گا۔" عمران نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

اور پھر۔

وہ بڑی مشکل سے اسے وعدہ فردا پر ٹال سکا تھا۔ اور اب گال بینا عمران کو اڑن طشتری کے متعلق تمام تفصیلات بتا رہی تھی۔

اڑن طشتری کے درمیان میں ایک بہت بڑا ہال تھا۔ اور اس کے چاروں طرف دائرے کی صورت میں کمرے بنے ہوئے تھے۔ ہر کمرے کا دروازہ اس بڑے ہال کی طرف کھلتا تھا۔ ایک طرف کنٹرول روم تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی مشین روم۔

عمران یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اڑن طشتری کی مشینری انتہائی مختصر سی تھی۔

گال بینا نے اسے بتایا تھا کہ اسی مشینری پر اڑن طشتری کا دارومدار ہے۔

عمران کا دل نہیں چاہتا تھا کہ گال بینا کی اس بات پر یقین کر لے مگر اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں تھا کیونکہ اور کسی جگہ اسے کسی قسم کی مشینری نظر نہیں آئی تھی۔

کنٹرول بورڈ پر مختلف رنگوں کے کئی سوئچ لگے ہوئے تھے اور اس سوئچ بورڈ کے اوپر دو فٹ چوڑا اور چار فٹ لمبا خلا کا نقشہ لگا ہوا تھا۔ بورڈ کے سامنے ایک آدمی کے بیٹھنے کی سیٹ تھی۔ اس سیٹ پر بھی مختلف رنگوں کے متعدد بٹن نظر آ رہے تھے۔

اڑن طشتری کے نچلے حصے میں چار راکٹ تھے۔ ہر راکٹ اتنی قوت کا حامل تھا کہ ہمارے خلائی جہاز کے چھ راکٹ انجن بھی اس کا

مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔

"کیا اس اڑن طشتری میں کوئی ٹرانسمیٹر نہیں۔" عمران نے پوچھا۔

"ٹرانسمیٹر ہے تو سہی لیکن اس سے صرف ہمارے سیارے کے ٹرانسمیٹر پر ہی رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔" گال بینا نے بتایا۔

"کیا مطلب۔؟"

"ہمارے اور تمہارے ٹرانسمیٹروں میں بڑا فرق ہے۔ تم لوگ گنتگ کے ذریعے پیغامات کا تبادلہ کرتے ہو۔ مگر ہمارے ٹرانسمیٹر ٹیلی پرنٹر کے اصول پر کام کرتے ہیں۔ اگر تم اس ٹرانسمیٹر سے کوئی پیغام بھیجو تو اسے وہی سیٹ ریسیو کر سکے گا جو اسی اصول پر بنایا گیا ہے۔"

گال بینا نے بتایا۔

"اوہ۔ پھر تو بڑا ٹیڑھا مسئلہ ہے۔"

عمران نے کہا۔

"کیوں۔ کیا تمہیں کہیں پیغام بھجوانا چاہتے ہو۔؟" گال بینا نے پوچھا۔

"ہاں۔ زمین کے دائرہ کشش سے باہر دو سو میل کی بلندی پر ہمارا ایک خلائی اسٹیشن ہے۔ میں وہاں پیغام بھیجنا چاہتا

تھا۔"

عمران نے کہا۔

"یہ پیغام۔ دوسرے ٹرانسمیٹر سے بھیجا جا سکتا ہے۔ جو اس عمارت میں نصب ہے۔"

گال بینا نے اڑن طشتری کی ایک کھڑکی سے باہر کی طرف اشارہ کیا۔

عمران نے کھڑکی سے باہر جھانک کر دیکھا۔

گال بینا کا اشارہ اسی عمارت کی طرف تھا جس کے ہال میں عمران نے بہت سی مشینیں اور کہکشاں کا طویل و عریض نقشہ دیکھا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ چلو۔ وہیں چلتے ہیں۔"

عمران نے کہا۔

"لیکن میری بات۔"

گال بینا سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"یہاں جو دوسرے آدمی موجود ہیں تم ان سے اپنی خواہش پوری کر سکتی ہو۔ لیکن میری طرف تم آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتیں۔"

عمران نے کہا۔

"وہ کیوں۔؟"

"اس لڑکی کو تم نے دیکھا ہے جو تمہیں لے کر کیمپ گئی تھی۔ وہ میری بیوی ہے۔ اگر آئندہ تم نے میری طرف دیکھا بھی تو میرے ساتھ وہ تمہارا بھی منہ نوچ لے گی۔" عمران نے بتایا۔

"ارے۔ وہ کیوں۔؟"

گال بینا کے لہجہ میں حیرت تھی۔

"اسے رقابت کہتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ یہاں سے باہر نکلتے ہی وہ ہم دونوں پر برس پڑے گی۔" عمران کہتا ہوا ایک طرف بڑھ گیا۔

گال بینا نے آگے بڑھ کر ایک بٹن دبا کر دروازہ کھول دیا۔

اٹن طشتری سے باہر نکل کر عمران نے گھڑی پر نظر ڈالی تو اسے گال بینا کے ساتھ اٹن طشتری میں داخل ہوئے ڈیڑھ گھنٹہ ہو چکا تھا۔

باہر نکلتے ہی عمران کی نظریں سامنے کی طرف اٹھ گئیں جہاں جولیا اب بھی اسی جگہ عمارت کے برآمدے میں کھڑی اسی طرف دیکھ رہی تھی۔ انہیں دیکھتے ہی وہ تیزی سے ان کی طرف بڑھی۔

اور جب وہ قریب پہنچی تو عمران اس کے تیور دیکھ

گھبرا گیا۔

"شانتی۔ شانتی ڈیئر جولی۔ یقین کرو میری آبرو اسی طرح سلامت ہے جس طرح پہلے تھی۔"

"شٹ اپ۔ مجھے امید نہیں تھی کہ تم اس قدر بے غیرت ثابت ہو گے۔"

جولیا غرائی۔

"خدا کی قسم۔ میں اب بھی بالکل پاک و صاف ہو۔" عمران نے معصومیت سے جواب دیا۔

"شٹ اپ۔"

انتہائی غصہ کے باوجود جولیا مسکرا دی۔

"اگر چاہو تو اب تم ہمارے ساتھ ہی آ سکتی ہو۔ میں اسپیس اسٹیشن پر معذرت وغیرہ سے رابطہ قائم کرنے جا رہا ہوں۔"

عمران گال بینا کے ساتھ آگے بڑھتا ہوا بولا۔ جولیا بھی اس کے ساتھ چل پڑی۔

ہال میں پہنچ کر گال بینا خلا کے نقشے کے نیچے لگے ہوئے سکرین کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ اور سکرین کے نیچے ایک بٹن دبا دیا۔ پھر اسی چھوٹی سی مشین کو چھیڑنے لگی جس پر عمران کو پہلے ہی ٹرانسمیٹر کا شبہ ہوا تھا۔

"کیا تم فریکوئنسی بتاؤ گے؟"
گال بینا نے پوچھا۔
عمران نے اسپیس اسٹیشن کی فریکوئنسی بتادی۔
گال بینا نے فریکوئنسی ملانے کے بعد ایک ننھا سا مائیک عمران کے سامنے کردیا۔ اور وہ مائیک ہاتھ میں لے کر اسپیس اسٹیشن کے کمانڈر کے نام کال نشر کرنے لگا۔
چند لمحوں بعد ہی سامنے والا سکرین روشن ہوگیا اور اس پر ایک کمرے کا منظر آنے لگا۔ جس میں طرح طرح کی مشینیں لگی ہوئی تھیں۔
پیش منظر میں ایک آدمی ایک بڑے سوئچ بورڈ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے ایک اسپیکر اور ایک مائیک لگا ہوا تھا اور اس کے کانوں پر بھی ہیڈ فون چڑھے ہوئے تھے۔ وہ کوئی زمینی باشندہ ہی تھا اور عمران کا اندازہ ہی نہیں بلکہ یقین تھا کہ اس کا تعلق امریکہ سے ہے۔
عمران چند لمحوں تک حیرت سے سکرین پر نظر آنے والا منظر دیکھتا رہا۔
حیرت اسے اس بات پر تھی کہ یہ ٹرانسمیٹر کن اصولوں کے تحت کال ریسیو کرنے والے مقام کا منظر بھی سکرین پر پیش کر رہا ہے۔ مگر اسے حیران ہونے کا زیادہ موقع

نہیں ملا۔ کیونکہ سکرین کے سامنے ننھے سے سپیکر سے آواز بھی ابھر رہی تھی۔
"یس۔ اسپیس اسٹیشن اٹلانٹ۔ کوڈ پلیز۔"
جواب میں عمران نے اپنی حکومت کا وہ کوڈ دہرا دیا جو سائنسدانوں کی انجمن کی طرف سے انہیں بتایا گیا تھا۔ کوڈ دہرانے کے بعد وہ بولا۔
"کیا ہمارے آدمی وہاں پہنچ چکے ہیں۔"
"جی ہاں جناب۔ کل ہی ایک خصوصی خلائی جہاز انہیں لے کر یہاں پہنچا ہے۔" سکرین پر نظر آنے والے آدمی نے جواب دیا۔
"کیا آپ ان میں سے مسٹر صفدر سعید سے بات کروا سکتے ہیں۔؟"
عمران نے کہا۔
"اس کے لئے پہلے اپنے اسٹیشن کمانڈر سے اجازت لینی ہوگی جناب۔"
"تو ٹھیک ہے۔ تم اپنے اسٹیشن کمانڈر سے اجازت حاصل کرلو۔ میں ہولڈ کئے لیتا ہوں۔"
"بہتر جناب۔"
اس شخص نے جواب دیا پھر اپنے سامنے سوئچ بورڈ

پر چند سوئچ اوپر نیچے کرنے کے بعد اسٹیشن کمانڈر سے بات کرنے لگا۔

اس کے بعد اس نے دو سوئچ آف کر دیئے اور ایک سوئچ آن کر دیا۔

اور اب وہ صفدر کا نام لے کر اسے عمران کی اس کال کی اطلاع دے رہا تھا۔

پھر۔ چند منٹ بعد ہی سکرین پر صفدر کی صورت نظر آگئی۔

"ہیلو صفدر ۔ کیا سب لوگ بخیریت پہنچ گئے۔" اسے دیکھتے ہی عمران بولا۔

"جی ہاں عمران صاحب ۔ آپ کہاں سے بول رہے ہیں۔"

"افریقہ کے گھنے جنگلوں سے ۔ لیکن تم بتاؤ ۔ کیا تم نے اس دوران کوئی خاص بات نوٹ کی۔"

عمران نے پوچھا ۔ یہ الفاظ اس نے اپنے مخصوص کوڈ ورڈز میں کہے تھے۔

"جی ہاں عمران صاحب ۔ ہم نے یہاں آتے ہی اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ اس سلسلے میں اسپیس اسٹیشن کا ڈپٹی کمانڈر

ہماری نظروں میں آگیا ہے ۔ میں نے کل رات اسے عجیب ساخت کے ایک چھوٹے سے ٹرانسمیٹر پر کسی سے گفتگو کرتے سنا ہے ۔ مجھے شبہ ہے کہ اسپیس اسٹیشن کے قریب سے گزرنے والی اڑن طشتریوں سے اس کا رابطہ قائم رہتا ہے۔"

صفدر نے بھی کوڈ میں ہی جواب دیا۔

"گڈ ۔ بہت اچھے صفدر ۔ تم خاص طور پر اسکی نگرانی رکھو ۔ ممکن ہے تمہارا خیال ٹھیک ہی ہو ۔ ہم نے بھی یہاں ایک اڑن طشتری پر قبضہ کر لیا ہے اور کل رات کسی وقت ہم اسپیس اسٹیشن پر پہنچ جائیں گے کم از کم اس وقت تک تمہیں محتاط رہنے کی ضرورت ہے اور تم ہماری اڑن طشتری کے متعلق اسے کچھ نہیں بتاؤ گے۔"

عمران نے کہا۔

"بہتر ہے جناب ۔ اور کوئی حکم۔"

"نہیں ۔ کچھ نہیں ۔ دوسروں کو بھی محتاط رہنے کی ہدایت کر دینا ۔ او کے ۔ کل ملاقات ہو گی۔"

کہنے کے ساتھ ہی عمران نے ٹیک گال بینا کی طرف بڑھا دیا۔

گال بینا نے سلسلہ منقطع کر کے مائیک خانے میں
فٹ کر دیا اور سوئچ آف کر دیا۔ جس سے سکرین بھی تاریک
ہو گئی۔

"گال بینا۔ ہمارے اسپیس اسٹیشن پر تمہارے کتنے
ایجنٹ موجود ہیں۔"

عمران نے اچانک ہی گال بینا کی طرف رخ کرتے
ہوئے پوچھا۔

"جب تک تم میری بات کا جواب نہیں دو گے۔ میں
کچھ نہیں بتاؤں گی۔"

گال بینا نے جواب دیا۔

"گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ اسپیس اسٹیشن پر واقعی
تم لوگوں کے ایجنٹ موجود ہیں۔"

عمران مسکرایا۔

"تم بہت چالاک ہو مسٹر عمران۔" گال بینا بھی جواباً مسکرائی

عمران نے جولیا کی موجودگی میں مزید بات کرنا مناسب
نہ سمجھا اور ان دونوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔

وہ لوگ رات بھر کے جاگے ہوئے تھے۔ اس لئے پہلی عمارت
میں آ کر عمران نے جولیا کو کچھ آرام کر لینے کا مشورہ دیتے
ہوئے اسے ایک کمرے میں دھکیل دیا۔ اور خود گال بینا

کو لے کر ایک طرف چل دیا۔

"ہم آج رات کسی وقت یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ ہم
عارضی طور پر اپنے خلائی اسٹیشن پر قیام کریں گے جہاں میرے
کچھ آدمی موجود ہیں۔ جو یہ معلوم کر چکے ہیں کہ ہمارے خلائی
اسٹیشن پر تمہارے کچھ ایجنٹ کام کر رہے ہیں۔ تم اپنی
ایک شرط پیش کرنے کے بعد چونکہ ہم سے تعاون کا وعدہ
کر چکی ہو۔ اس لئے مجھے امید ہے کہ تم اپنے ایجنٹوں
سے مل کر کسی قسم کی گڑبڑ کرنے کی کوشش نہیں کرو گی
جہاں تک تمہاری شرط کا تعلق ہے تو جیسا کہ میں کہہ چکا
ہوں ہم آج رات یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں۔ اس
وقت تک تم چاہو تو میرے ساتھیوں سے اپنی خواہش
پوری کر سکتی ہو۔ میرے یہ تمام ساتھی یہیں رہیں گے۔
انہیں تمہارے ساتھ وقت گزارنے میں کوئی اعتراض
نہیں ہو گا۔"

عمران کی اس گفتگو سے گال بینا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ
آ گئی۔ وہ عمران کو اس کی بات کا جواب دینے بغیر اس کمرے
کی طرف بڑھ گئی۔ جہاں نوید اور اس کے دوسرے ساتھی
موجود تھے۔

اور پھر۔۔۔ اسی رات ٹھیک گیارہ بجے عمران روانگی

کے لئے تیار ہو گیا۔

اس کے ساتھ صرف جولیا ہی جا رہی تھی نومی اور اس کے ماتحتوں کو وہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔

اڑن طشتری میں سوار ہوتے وقت گال بینا نے پیچھے مڑ کر نیچے کھڑے ہوئے نومی اور اس کے ساتھیوں کو حسرت بھری نگاہ سے دیکھا تھا۔

اڑن طشتری میں داخل ہونے کے بعد گال بینا نے کنٹرول سیٹ سنبھال لی۔

اس کے عقب میں تین سیٹیں اور بھی تھیں جن میں سے دو پر عمران اور جولیا نے قبضہ جما لیا جب حفاظتی بیلٹ باندھ لئے گئے تو عمران نے اپنا لیزر پستول نکال لیا اور اس کا رخ گال بینا کی طرف کر کے بولا۔

"مس گال بینا ۔۔۔ میں اس نقشے کو اچھی طرح سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہوں، تمہیں صرف اسپیس اسٹیشن تک جانا ہے لیکن اگر تم نے غلط راستے پر جانے کی کوشش کی تو تم اپنے ساتھیوں کا حشر دیکھ ہی چکی ہو۔"

"اس کی ضرورت نہیں مسٹر عمران ۔۔۔ میں تم سے تعاون کا وعدہ کر چکی ہوں اور جب تم خود ہی ہمارے سیارے پر جانے کا ارادہ رکھتے ہو تو مجھے گڑبڑ کرنے کی ضرورت نہیں مطمئن رہو ۔۔۔ تمہاری ہدایات پر پورا پورا عمل ہوگا۔"

گال بینا نے چند سوئچ اوپر نیچے کرتے ہوئے جواب دیا۔

"بہتر ہے ۔۔۔ میں تم پر اعتماد کر رہا ہوں۔" عمران نے لیزر گن کو ہولسٹر میں رکھ لیا۔

"ریڈی ۔۔۔ ہم فلائی کرنے والے ہیں۔" گال بینا نے کہا۔

اور پھر اس کے دوسرے ہی لمحہ انہیں ایک ہلکا سا جھٹکا لگا۔ اس کے بعد وہ بالکل پرسکون انداز میں بیٹھے رہے۔

ایک منٹ بعد جولیا نے کھڑکی سے باہر جھانک کر دیکھا تو حیران رہ گئی۔

وہ ابھی یہی سمجھ رہی تھی کہ اڑن طشتری نے زمین نہیں چھوڑی۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس تھی۔ ان کی اڑن طشتری خلا میں تھی۔ زمین کا نام و نشان بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی تھی اور خلا کی اس تاریکی میں لاکھوں سیارے اور ستارے چمکتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

اور پھر ۔۔۔

اس کے ایک منٹ بعد ایک اور ہلکا سا جھٹکا لگا۔۔۔ ساتھ ہی انہیں گال بینا کی آواز سنائی دی تھی۔

"ہم تمہارے خلائی اسٹیشن پر پہنچ چکے ہیں مسٹر عمران ۔"
جولیا نے حیرت سے دوبارہ کھڑکی سے باہر جھانکا ان کی اڑن طشتری ایک جگہ ساکت تھی اور کچھ فاصلے پر تیز چمکتی ہوئی روشنیاں نظر آ رہی تھیں ۔
چند سیکنڈ بعد وہ تینوں سیٹ سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھے ۔ آگے آگے گال بینا تھی اور اس کے پیچھے جولیا اور عمران ۔
گال بینا نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور جب وہ تینوں فلائنگ سا سر سے نکل کر سیڑھیوں پر آئے تو انہیں بیس پچیس چاروں طرف فوجی کھڑے نظر آئے ان کے ہاتھوں میں سب مشین گنیں تھیں جن کا رخ انہی کی طرف تھا ۔

٭ ٭ ٭

اس سے اگلے روز سیارہ موریڈو کے قانون اور رسم کے مطابق ان سب کی شادیاں موریڈی باشندوں سے کر دی گئیں تھیں ۔ اور یہ شادیاں پارلیمنٹ ہاؤس کی عمارت میں موریڈوں کے حکمران کی نگرانی ہی میں انجام پائی تھیں ۔
اگرچہ موریڈو کے حکمران اور سائنسدانوں کے لئے زمینی انسانوں کی موریڈی انسانوں سے شادیاں ایک تجربہ ہی تھیں ۔ مگر وہ لوگ بھی اخلاقی قدروں کے حامل تھے ۔
یہی وجہ تھی کہ تجربہ کی یہ شادیاں بھی باقاعدہ رسوم

کے تحت انجام پذیر ہوئی تھیں۔
شادیوں سے تین روز پہلے ان سب کا طبی معائنہ کیا گیا تھا اور صبح شام ایک عجیب سے سیال کے انجکشن دیئے جاتے رہے تھے۔
اگرچہ انہیں شادی کے دوسرے روز بھی انجکشن لگائے گئے۔ مگر ان انجکشنوں کے سیال کی رنگت میں فرق تھا۔
پہلے سرخ رنگ کا سیال استعمال کیا گیا تھا اور اب سبز۔
زمینی عورتوں نے بھی قہر درویش بر جانِ درویش کے مصداق یہ ظلم برداشت کر لیا تھا۔
انکار کی صورت میں انہیں بھی وہی سزا دی جاتی۔ جو عقوبت گاہ میں وہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔
جن لوگوں کو کام مہیا کیا گیا تھا وہ باقاعدہ کام پر جا رہے تھے۔ دوسرے افراد چند روز بیکار رہے اور پھر انہیں بھی مختلف شعبوں میں کام فراہم کر دیا گیا تھا۔
شام کے وقت تمام لوگ مختلف انداز میں تفریح کرتے۔ یہ لوگ بھی مقامی باشندوں کی تفریح میں حصہ لیتے۔ وہ اب مقامی باشندوں کے ساتھ گھل مل گئے تھے

کیونکہ اب انہیں زمین پر واپسی کی کوئی امید نہیں رہی تھی۔ البتہ وہ اپنی زمین کی یاد منانے کے لئے تفریحی اوقات کے دوران دن میں ایک بار اپنے خلائی جہاز میں ضرور چلے جاتے تھے۔
اپنے جہاز میں بیٹھ کر وہ کتنی دیر تک آپس میں گفتگو کرتے رہتے۔ مگر ڈاکٹر گلبرٹ ان سے الگ تھلگ کسی نہ کسی کام میں الجھا رہتا۔
اسے سیارے پر اڑن طشتری بنانے والی فیکٹری میں ڈیوٹی دی گئی تھی۔ وہیں ان اڑن طشتریوں میں استعمال ہونے والے ٹرانسمیٹر بھی بنتے تھے۔
اور ڈاکٹر گلبرٹ اپنے طور پر وسیع حیطہ عمل والا ٹرانسمیٹر تیار کرنے میں مصروف تھا۔
اس کا خیال تھا کہ اگر وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا تو ٹرانسمیٹر کے ذریعے زمین سے رابطہ قائم کر لے گا۔ اور اس طرح ممکن ہے وہ اپنے زمینی ساتھیوں کی مدد سے اس سیارے سے نکل سکیں۔
انہیں اپنے خلائی جہاز میں آمد و رفت کی مکمل آزادی تھی۔ اور ڈاکٹر گلبرٹ نے یہ اجازت بھی حاصل کر لی تھی کہ کبھی کبھار وہ اپنے خلائی جہاز کو اڑا کر چیک کر لیا کریں تاکہ پڑے پڑے اس کی مشینری جام نہ ہو جائے۔

کئی روز کی لگاتار محنت کے بعد آخر ایک روز ڈاکٹر گلبرٹ اپنی چوری چھپے کی ان کوششوں میں کامیاب ہوگیا۔ اس نے ایک ایسا ٹرانسمیٹر تیار کر لیا تھا جس کے ذریعے وہ کرہ ارض یا کرہ ماہتاب سے رابطہ قائم کر سکتے تھے لیکن ۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ سیارے کی سطح سے زیادہ سے زیادہ بلندی پر پہنچ جائیں۔

چنانچہ ۔

اس کے لئے طے کیا گیا کہ اگلے روز وہ تفریح کا وقت شروع ہوتے ہی اپنے خلائی جہاز کو اڑا کر سیارے کی سطح سے زیادہ سے زیادہ بلندی پر لے جا کر اپنے زمینی ساتھیوں سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں گے۔

چنانچہ ۔ اگلے روز وہ چھ افراد جس میں ایک مس ہیلن بھی تھی، اپنے خلائی جہاز میں پرواز کر گئے۔

سیارے کی کشش ثقل سے تو وہ باہر نہ نکل سکے البتہ انتہائی بلندی پر پہنچ کر ڈاکٹر گلبرٹ نے مختلف فریکوئنسی پر کرہ ماہتاب، کرہ ارض ۔ اور اسپیس اسٹیشن سے ان کا رابطہ قائم کرنے کی کوشش

شروع کی۔

دو گھنٹے کی مسلسل کوششوں کے بعد آخر کار اسپیس اسٹیشن سے ان کا رابطہ قائم ہوگیا۔

یہ رابطہ قائم ہوتے ہی ان کے چہروں پر بے پناہ مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

مگر انہیں اس بات پر حیرت تھی کہ اسپیس اسٹیشن پر انکی کال ریسیو کرنے والا کوئی اجنبی تھا۔

مگر ۔ بہر حال کوئی بھی ہو ۔ ان کا مطلب حل ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر گلبرٹ نے مختصر طور پر انہیں پوری تفصیل سے آگاہ کر دیا۔ اور اگلے روز دوبارہ رابطہ قائم کرنے کا کہہ کر خلائی جہاز کو نیچے لے آیا۔

ان کے باقی ساتھی بیس کے قریب ہی ایک تفریح گاہ میں موجود تھے اور جب انہیں پتہ چلا کہ اپنے زمینی دوستوں سے ان کا رابطہ قائم ہوگیا۔ تو ہر ایک نے مسرت کا اظہار کیا۔ مگر ڈاکٹر گلبرٹ نے انہیں سختی سے منع کر دیا کہ وہ کسی میڈیا باشندے کے سامنے اس بات کو زبان سے نہ نکالیں۔

رابطہ قائم ہونے کے بعد انہیں امید ہی نہیں یقین ہو چلا تھا کہ ایک نہ ایک روز وہ اس منحوس سیارے سے نکل کر اپنی دنیا میں واپس جا سکیں گے۔ یہ انہی جذبات

کا نتیجہ تھا کہ ان میں سے اکثر افراد نے اپنے موریڈی ساتھیوں کے ساتھ بے رخی کا برتاؤ شروع کر دیا۔

ان کا یہ برتاؤ موریڈی باشندوں کے لئے تعجب کا باعث تھا۔

ان میں سے چند نے اس کی وجہ جاننے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔

ادھر ڈاکٹر گلبرٹ اور وہ افراد جو اس سیارے پر اترتے ہی کونسل کے عہدیدار منتخب ہوئے تھے۔ موقع ملتے ہی آپس میں صلاح مشورے شروع کر دیتے۔ کہ اپنے زمینی دوستوں سے کس طرح مدد حاصل کی جائے اگر وہ لوگ ان کی مدد کے لئے اس سیارے پر آ گئے تو انکی آزادی کے لئے ان سے کس طرح تعاون کر سکیں گے۔

اپنے زمینی ساتھیوں کو یہاں تک لانے کے لئے ضروری تھا کہ پہلے انہیں اس سیارے کا محل وقوع بتایا جاتا اور انہیں اس کہکشاں کا مکمل نقشہ فراہم کیا جاتا۔ یہ ذمہ داری خلائی جہاز کے کمانڈر برگنزا نے اپنے سر لے لی۔ کیونکہ جس جگہ وہ کام کرتا تھا وہاں اس کہکشاں کا ایک بہت بڑا نقشہ آویزاں تھا۔ اور اسی نقشہ میں وہ راستہ بھی بتایا گیا تھا جو اس موریڈو سے لے کر راتھ تک جاتا تھا۔

زمینی دوستوں کو یہاں تک بلانے کے لئے ابھی بہت سے مرحلے باقی تھے۔

بہت سے ایسے انتظامات کرنے تھے جس سے وہ اپنے ساتھیوں کی کچھ مدد کر سکیں۔ اور اس کے ساتھ ہی مکمل طور پر ان کی امداد پر تکیہ کرنے کی بجائے اپنے طور پر بھی کچھ نہ کچھ کر سکیں۔ اس سلسلے میں مختلف افراد کے ذمہ مختلف ڈیوٹیاں سونپی گئیں۔

اور پھر۔ چند روز میں ہی انہوں نے تمام انتظامات مکمل کر لئے۔

اس دوران ڈاکٹر گلبرٹ اسپیس اسٹیشن سے رابطہ قائم کئے رہا تھا۔ وہ روزانہ انہیں حالات سے آگاہ کرتا۔

اور پھر۔ انہیں ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس سیارے کے محل وقوع کا نقشہ بھی فراہم کر دیا گیا تھا۔ نقشہ فراہم کرتے ہوئے ایک ایک لکیر کا خیال رکھا گیا تھا۔

اور پھر۔ ایک روز ٹرانسمیٹر پر دونوں طرف سے پروگرام بھی طے کر لیا گیا کہ وہ کب اور کس وقت اس منصوبے پر عمل کریں گے۔

یہ سب کچھ ہو جانے کے بعد وہ لوگ بے چینی سے اس وقت کا انتظار کرنے لگے جب ان کے زمینی دوست انکی

مدد کے لئے موریڈو پر پہنچے۔

یہ تو انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ اُن لوگوں نے موریڈو کی ایک اڑن طشتری پر قبضہ کر رکھا ہے اور ایک موریڈی لڑکی بھی ان کے قبضے میں ہے جو اپنی ایک شرط منوانے کے بعد موریڈو تک ان کے ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ ہے لیکن وہ لوگ سوچ رہے تھے کہ اگر ان کے زمینی ساتھی موریڈو پر پہنچ بھی گئے تو کیا وہ انہیں ساتھ لے کر واپس بھی جا سکیں گے یا ان کی طرح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسی سیارے پر قید ہو کر رہ جائیں گے۔؟

٭ ٭ ٭

دراصل اسپیس اسٹیشن کے کمانڈر ریا اسٹاف کو ان کی آمد کی کوئی اطلاع نہیں تھی۔

بیس پر اڑن طشتری اترتے دیکھ کر وہ یہی سمجھے تھے کہ کسی خلائی سیارے کی مخلوق وہاں اتر آئی ہے۔ مگر جب انہوں نے اڑن طشتری میں سے اپنے ہی جیسے انسانوں کو اترتے دیکھا تو بیس کمانڈر ایکدم آگے بڑھ آیا۔

"آپ لوگ کون ہیں۔؟"

جواب میں عمران نے کوڈ ورڈز دہرائے جس سے بیس کمانڈر مطمئن ہو گیا۔

اور پھر۔ اس نے وہاں سے مشین گنیں ہٹالیں۔ گال بینا نے عمران کی ہدایت کے مطابق آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگا رکھا تھا اور سر پر بھی ایک ریشمی رومال باندھ لیا تھا تاکہ وہ لوگ اسے پہچان نہ سکیں۔

کمانڈر ان کے ساتھ بڑی خوش اخلاقی سے پیش آیا اور پھر وہ ایک کمرے میں بیٹھے آپس میں تبادلہ خیال کرنے لگے۔

صفدر نے بھی اپنی کوڈ گفتگو میں عمران کو بتا دیا تھا کہ یہاں کے ڈپٹی کمانڈر کے علاوہ جانسن نامی ایک اور آدمی بھی اڑن طشتریوں والی مخلوق کے لئے ایجنٹ کے فرائض انجام دے کر کرہ ارض کے باشندوں سے غداری کا مرتکب ہو رہا ہے۔

چنانچہ۔

عمران نے بیس کمانڈر مسٹر رچرڈ کو مشورہ دیا کہ ان دونوں کو گرفتار کر لیا جائے ساتھ ہی اسے ان دونوں کی غداری سے بھی آگاہ کر دیا۔

بیس کمانڈر اپنے آدمیوں کی غداری پر حیران رہ گیا پہلے تو اسے عمران کی بات پر یقین نہ آیا۔ مگر جب انہیں کر کے ان کے کمروں کی تلاشی لی گئی تو ان کی غداری کے بہت

سے ثبوت مل گئے۔

چنانچہ اس سے اگلے ہی روز ان دونوں کو محافظوں کی نگرانی میں ایک خصوصی طیارے کے ذریعے زمین پر بھیج دیا گیا۔

اس طرف سے مطمئن ہونے کے بعد عمران نے ڈپٹی بیس کمانڈر جانسن کے قبضے سے برآمد ہونے والے ٹرانسمیٹر کے ذریعے گمشدہ خلائی جہاز فیوچر سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ کیونکہ گال بینا سے اسے معلوم ہو چکا تھا کہ ان کا خلائی جہاز خلا میں بھٹکا نہیں بلکہ اسے اغوا کیا گیا تھا جو اب بھی ان کے سیارے مورپڈو پر موجود ہے۔

عمران کو یقین تھا کہ خلائی جہاز فیوچر کا کمانڈر بھی کسی نہ کسی طرح زمین یا چاند سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش میں ہو گا۔ ادھر اس کی کوشش سے ممکن ہے ان کا آپس میں رابطہ قائم ہو جائے گا۔

اور آخر کار ایک روز وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو ہی گیا۔

اس روز وہ حسب معمول مختلف فریکوئنسیوں پر کالیں نشر کر رہا تھا کہ اسے ایسے محسوس ہوا جیسے ٹرانسمیٹر کے اسپیکر پر کسی انسان کے بولنے کی بہت مدھم آوازیں آ رہی

ہوں۔

اس نے فریکوینسی کو ایڈجسٹ کیا۔ آوازیں کچھ بلند ہو گئیں مگر ان میں عجیب قسم کا شور بھی شامل تھا جس سے یہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ دوسری طرف سے کیا کہا جا رہا ہے۔

اس نے ایک ننھا سا لیور گھمانا شروع کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی شور کی آوازیں پس منظر میں چلی گئیں اور ایک مردانہ آواز ابھر آئی۔

وہ بھاری آواز بار بار ایک ہی جملہ دہرائے جا رہی تھی۔

"ہیلو۔ ہیلو ارتھ۔ اسپیس شپ فیوچر کالنگ۔ کم آن دی لائن ارتھ۔ اسپیس شپ فیوچر کالنگ۔"

"ارتھ اسپیس اسٹیشن ریسیونگ۔ کم آن دی لائن فیوچر۔ اسپیس اسٹیشن ریسیونگ۔"

عمران مائیک میں بولا۔

"اوہ۔ خدایا تیرا شکر ہے۔"

آواز ابھری۔

پھر چند لمحوں کی خاموشی کے بعد یہی آواز دوبارہ سنائی دی۔

"میں اسپیس شپ فیوچر کا چیف ڈاکٹر گلبرٹ بول رہا

ہوں۔ اسپیس کمانڈر سے بات کروائیے۔" سپیکر پر ڈاکٹر گلبرٹ کی آواز سنائی دی۔

"ہم بہت دنوں سے آپ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ برائے کرم آپ اپنے اور اپنے ساتھیوں کے متعلق بتائیے کہ مورینڈو پر آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے۔" عمران نے کہا۔

"اوہ۔ تو آپ جانتے ہیں کہ ہم مورینڈو پر ہیں۔" ڈاکٹر گلبرٹ کے لہجہ میں حیرت تھی۔

"ہاں۔ مورینڈو کی ایک اڑن طشتری اور ایک مورینڈی لڑکی ہمارے قبضے میں ہے اسی سے ہمیں آپ کے متعلق معلوم ہوا تھا۔" عمران نے بتایا۔

"اوہ۔ گڈ۔"

ڈاکٹر گلبرٹ کی آواز سنائی دی اور پھر کتنی ہی دیر تک وہ گفتگو کرتے رہے۔

کئی روز تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔

وہ رابطہ قائم کر کے ایک دوسرے کے حالات سے آگاہ ہوتے رہے اور پھر وہاں سے ان کے نکلنے کے منصوبے بنتے رہے۔ ایک روز عمران نے گال بینا سے علیحدگی میں گفتگو کی جو کچھ اس طرح کی تھی۔ گال بینا۔ تم جانتی ہو کہ ہم یہ سب کچھ اپنے ساتھیوں کی رہائی کے

لئے کر رہے ہیں اور تم نے اپنی شرط منوانے کے بعد ہم سے تعاون کا وعدہ کیا ہے۔ جب سے ہم اس اسپیس اسٹیشن پر آئے ہیں تم یہاں پر موجود مردوں سے اپنی خواہشات بلا روک ٹوک پوری کر رہی ہو۔ اس کے صلے میں تم نے وعدہ کیا ہے۔ کہ اپنے سیارے موریڈو تک ہماری رہنمائی کرو گی۔ اب کسی بھی وقت ہم موریڈو جانے کے لئے تیار ہیں اور ظاہر ہے وہاں تک تم ہی ہمیں لے کر جاؤ گی۔ لیکن ایک بات غور سے سن لو۔ کہ اگر تم نے کسی قسم کی گڑبڑ پھیلانے کی کوشش کی تو تم زندہ نہیں بچ سکو گی۔ گڑبڑ کی کوشش میں میں بلا دریغ تمہیں ختم کر دوں گا اور یہ تو تم جانتی ہی ہو کہ اتنے روز میں میں نے فلائنگ ساسر کو کنٹرول کرنا سیکھ لیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم ہمارے ساتھ مکمل تعاون کرو گی واپسی پر اگر تم چاہو تو اپنے سیارے پر رہ سکتی ہو۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"یہ تمہاری غلط فہمی ہے مسٹر عمران۔" گال بینا نے اس کی طرف دیکھ کر کہنا شروع کیا۔

"میں اب کبھی اپنے سیارے پر نہیں رہ سکوں گی۔ میں تمہارے ساتھ تعاون پر آمادگی ظاہر کر کے اپنے سیارے سے غداری کی مرتکب ہو چکی ہوں۔ اور ہمارے حکمران کو بھی اس کا پتہ چل گیا ہے۔ سیارے پر مجھے ایسی ہولناک سزا دی

جائے گی کہ تم زمینی باشندے اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے اس لئے۔ تم یہ خیال دل سے نکال دو کہ اب میں سیارے پر رہنا پسند کروں گی۔ اب تو میری زندگی کا انحصار اب اس بات پر ہے کہ تم لوگ مجھے اپنے ساتھ رکھنے پر آمادہ ہو جاؤ۔ اور یقین کرو۔ اب میں تم سے جدا بھی نہیں ہونا چاہتی۔"

"ہاپ رے۔"

عمران کراہا

"یعنی تم میری بے عزتی خراب کروا کر ہی رہو گی۔"

"کیا مطلب۔؟"

گال بینا اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"تم جولیا کو نہیں جانتی۔ وہ میرے لئے تمام جملہ و غیر جملہ حقوق محفوظ رکھتی ہے۔"

عمران نے کہا۔

"اوہ۔ جولیا۔ وہ تو بہت اچھی لڑکی ہے۔ یقین کرو میں اسے کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔"

"ایسے مواقع تو وہ خود بخود تلاش کر لیا کرتی ہے۔ مگر... تم مطمئن رہو۔ اس مہم سے واپسی کے بعد زمین پر پہنچتے ہی میں تمہارا کوئی نہ کوئی بندوبست کر دوں گا۔ مگر تم یہ تو بتاؤ کہ موریڈو پر ہمیں کس جگہ اترنا

چاہیئے۔"

عمران نے پوچھا۔

"ہمیں موریڈو کے شمالی خطے پر اترنا ہوگا۔ کیونکہ یہ علاقہ مرکزی شہر سے کافی دور ہے ۔ ہماری فلائنگ ساسر موریڈو کے مدار میں داخل ہوتے ہی انہیں پتہ چل جائے گا۔ اسی لئے ہم مرکزی شہر سے کافی دور اتریں گے تاکہ انہیں وہاں تک آنے میں پندرہ بیس منٹ لگ جائیں ۔ اسی دوران تم اپنے ساتھیوں کو ہدایت کر دینا کہ وہ پہلے ہی سے طے شدہ مقام پر پہنچ جائیں تاکہ وقت ضائع کئے بغیر ہم ان کو لے کر واپسی کے لئے پرواز کر جائیں ۔ اور ہمیں موریڈو کی اڑن طشتریوں سے مقابلہ نہ کرنا پڑے۔"

گال بینا نے کہا۔

"کیوں۔؟"

عمران نے پوچھا۔ "تم مقابلہ سے کیوں بچنا چاہتی ہو۔"

گال بینا نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ ذرا رک کر بولی۔

"ہمارے پاس صرف ایک فلائنگ ساسر ہے۔ اس میں اگرچہ موریڈی دفاعی ہتھیار موجود ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ ہم ان سے زیادہ دیر تک ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔

اور پھر۔ تمہارے ہتھیار بھی وہاں کوئی کام نہ دے سکیں گے۔"

"اوہ۔"

عمران کے ہونٹ دائرے کی شکل میں سکڑ گئے چند لمحے رک کر بولا

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں بہت محتاط رہنا پڑے گا۔"

"ہاں ۔ بہت زیادہ۔"

گال بینا بولی۔

اس کے بعد وہ لوگ پروگرام بناتے رہے۔

اور پھر۔

موریڈو پر ڈاکٹر گلبرٹ سے رابطہ قائم کر کے انہیں حالات سے آگاہ کرنے پر بتا دیا گیا وہ وقت مقررہ پر طے شدہ مقام پر پہنچ جائیں۔ اور پھر۔ اس کے

بعد ۔ عمران نے اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کیا ۔ اور انہیں مختلف ہدایات دینے لگا ۔

اور پھر ۔

اس سے اگلے روز ۔۔۔ وہ سب اسپیس اسٹیشن سے مورچہ کے لئے پرواز کر گئے ۔

٭ ٭ ٭

اسپیس اسٹیشن کے خلائی بیس پر عملے کے تمام افراد موجود تھے ۔ عمران اس کے تمام ساتھی اور گال بینا بیس کمانڈر کے قریب کھڑے تھے ۔ عمران بیس کمانڈر سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا ۔ پھر اس نے گھڑی میں وقت دیکھا اور اپنے ساتھیوں کو اڑن طشتری میں جانے کا اشارہ کیا ۔

جولیا بھی صفدر وغیرہ کے ساتھ اڑن طشتری میں چلی گئی ۔ اور اب وہاں صرف عمران اور گال بینا رہ گئے تھے ۔

کچھ دیر بعد عمران نے بیس کمانڈر کو خدا حافظ کہا اور گال بینا کے ساتھ فلائنگ ساسر کی طرف بڑھ گیا ۔ آخری سیڑھی پر

پہنچ کر اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اسپیس اسٹیشن کا سارا عملہ ہاتھ ہلا ہلا کر انہیں خدا حافظ کہہ رہا تھا۔

گال بینا کنٹرول سیٹ پر تھی۔ اور اس کے پیچھے دوسری سیٹوں پر صفدر اور عمران بیٹھے ہوئے تھے۔

گال بینا نے تمام لوگوں کو وارننگ دی اور چند سوئچ اوپر نیچے کرنے کے بعد ایک بٹن دبا دیا۔ اڑن طشتری کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا۔

اس کے چند منٹ بعد گال بینا نے ڈیش بورڈ پر ایک بٹن دبا دیا اور سامنے ایک چھوٹا سا سکرین روشن ہو گیا جس پر خلا کا منظر تھا۔ اور ایک سنہری لکیر تھی۔ اڑن طشتری اس سنہری لکیر پر پرواز کر رہی تھی۔

گال بینا نے ایک اور بٹن دبا دیا۔ اڑن طشتری کی کھڑکیوں کے سامنے سے دھات کے بنے ہوئے پردے ایک طرف سرک گئے اور باہر کا منظر نظر آنے لگا۔ جہاں چاروں طرف تاریک خلا پھیلا ہوا تھا اور اس تاریک خلا میں روشن سیارے تیر رہے تھے۔ کبھی کبھار ایک روشن لکیر تاریکی کو چیرتی ہوئی ایک طرف سے دوسری طرف نکل جاتی۔

یہ ان شہابیوں کی روشنی تھی جو ایک دوسرے سے ٹکرا کر ٹوٹنے کے بعد خلا میں بکھر جاتے تھے۔

ان کا یہ سفر انہی گھڑیوں کے مطابق نو گھنٹے تک جاری رہا اور پھر ڈیش بورڈ کے اوپر لگی ہوئی سکرین پر سنہرے رنگ کا ایک گول سا گیند نظر آنے لگا جو لمحہ بہ لمحہ اپنی جسامت بڑھاتا جا رہا تھا۔

گال بینا نے بتایا کہ سکرین پر نظر آنے والا وہی سیارہ موریڈو ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے تک اس سیارے کے مدار میں پہنچ جائیں گے۔

اور پھر ــــ یہ ایک گھنٹہ بھی گزر گیا ..... اڑن طشتری کے مدار میں داخل ہوتے ہی ٹرانسمیٹر پر سگنل موصول ہونے لگے۔ یہ سگنل یقیناً موریڈو ہی سے رابطہ قائم کرنے کے لئے بھیجے جا رہے تھے۔

"مسٹر عمران ــــ موریڈو کی خلائی لیبارٹری سے ہم سے رابطہ قائم کرنے کے لئے سگنل دیئے جا رہے ہیں۔ کیا خیال ہے جواب دیا جائے یا نہیں۔" گال بینا نے پیچھے گھوم کر عمران سے پوچھا۔

"ضرورت نہیں۔ تم جواب دیئے بغیر اپنی منزل کی طرف بڑھتی رہو۔" عمران نے جواب دیا۔

ایسی صورت میں وہ ہمیں چیک کرنے کے لئے فوری طور پر ہمارے پیچھے لگ جائیں گے مگر پھر بھی ہمیں کچھ نہ کچھ وقت مل

ہی جائے گا۔ کیا تمہارے آدمی مقررہ مقام پر پہنچ چکے ہونگے۔

"ہاں ۔ وہ لوگ یقیناً پہنچ گئے ہونگے ۔" عمران نے جواب دیا۔

اس کے بعد کچھ دیر کے لئے خاموشی چھا گئی ۔ اب اڑن طشتری سیارے کی کشش میں داخل ہو چکی تھی اور اس کا رخ نیچے کی طرف تھا۔

سکرین پر اب سنہری زمین نظر آ رہی تھی۔

گال بینا اڑن طشتری کو مختلف اطراف میں پرواز کرا رہی تھی ۔ آخر بلند پہاڑیوں کے درمیان ایک جگہ انہیں فلائی جہاز فیوچر نظر آ ہی گیا ۔ گال بینا نے اڑن طشتری کا رخ اسی طرف کھا دیا ۔

کچھ ہی دیر بعد فلائنگ ساسر پہاڑیوں کے درمیان فلائی جہاز کے قریب ہی اتر گئی ۔

"اوہ ۔" دفعتاً گال بینا کے منہ سے نکلا ۔

"کیا ہوا ۔" عمران نے پوچھا

"تین اڑن طشتریاں ہماری تلاش میں آ رہی ہیں ۔ مگر وہ ابھی اتنی دور ہیں کہ انہیں یہاں تک پہنچنے کے لئے کم از کم پندرہ منٹ لگیں گے ۔ تم جلد سے جلد اپنے ساتھیوں کو فلائی جہاز سے فلائنگ ساسر میں منتقل کرنے کی کوشش

کرو ۔" گال بینا نے سکرین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔

عمران نے ایک لمحہ سکرین کی طرف دیکھا اور پھر چیخ کر صفدر وغیرہ سے کچھ کہتا ہوا دروازے کی طرف دوڑا ۔

دروازہ کھلتے ہی سیڑھیاں لگ چکی تھی ۔ عمران دوڑتا ہوا سیڑھیوں سے نیچے اتر گیا ۔

اڑن طشتری سے تقریباً پچاس قدم کے فاصلے پر فلائی جہاز کے قریب بہت سے لوگ موجود تھے عمران نے چیخ کر ان سے کچھ کہا اور وہ سب اندھا دھند اڑن طشتری کی طرف دوڑے ۔

ان کی تعداد سو سے کچھ کم ہی تھی ۔ ان میں فلائی جہاز فیوچر کے عملہ اور مسافروں کے علاوہ کچھ وہ لوگ بھی تھے جنہیں موریڈی باشندوں نے دنیا کے مختلف خطوں سے اغوا کیا تھا ۔ اور انہی میں عمران کے ملک کا مایہ ناز انجینئر اشفاق بخاری بھی تھا ۔

وہ سب لوگ فلائنگ ساسر میں سوار ہو چکے تھے کہ عمران کو دور سے تین اڑن طشتریاں آتی ہوئی دکھائی دیں ۔

دوسرے ہی لمحہ وہ بھی دوڑ کر اڑن طشتری میں سوار

ہوگیا اور دروازے کے قریب ہی لگے ہوئے مائیک کے ذریعے گال بینا کو پرواز کی ہدایت کی۔ اور پھر عمران نے چیخ کر تمام لوگوں کو سیٹوں پر بیٹھ کر سیفٹی بیلٹ باندھ لینے کی ہدایت کی۔ اور پھر خود بھی دوڑتا ہوا گال بینا کے قریب پہنچ گیا۔

گال بینا نے ایک بٹن دبا دیا اڑن طشتری ایک جھٹکے کے ساتھ اوپر اٹھ گئی۔ مگر۔ یہ لمحہ عمران کے لئے تشویش کا باعث تھا۔ آنے والی تینوں اڑن طشتریوں نے انہیں گھیرنے کی پوزیشن اختیار کر لی تھی۔

"فکر نہ کرو مسٹر عمران۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تم سے تعاون کروں گی

یہ تینوں فلائنگ سارز میرا رستہ نہیں روک سکیں گی۔ گال بینا نے کہا۔

اور پھر۔ وہ یکے بعد دیگرے ڈیش بورڈ پر لگے ہوئے مختلف بٹن دباتی چلی گئی۔ اڑن طشتری قلابازیاں لگانے لگی۔ اگر انہوں نے سیفٹی بیلٹ نہ باندھے ہوتے تو یقیناً اس وقت لڑھکتے ہوئے نظر آتے۔

عمران سامنے سکرین پر دیکھ رہا تھا۔ تینوں اڑن طشتریاں انہیں گھیرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

گال بینا نے سرخ رنگ کا ایک بٹن دبا دیا۔ عمران نے دیکھا کہ ان کی اڑن طشتری کے ایک حصے سے سنہری رنگ کی ایک شعاع نکل کر دائیں طرف والی اڑن طشتری سے ٹکرائی ـــ اور پھر ایسے ہی محسوس ہوا جیسے ہزاروں سورج بیک وقت طلوع ہو گئے ہوں۔

روشنی کا جھماکہ ختم ہوا تو دائیں طرف والی اڑن طشتری وہاں موجود نہیں تھی۔ اس جگہ فضا میں سنہرے ذرات بکھرے ہوئے تھے۔

وہ اڑن طشتری تباہ کرنے کے بعد گال بینا نے اپنی اڑن طشتری کی رفتار کو بڑھا دیا۔ اچانک بائیں طرف والی اڑن طشتری سے بھی اسی قسم کی ایک سنہری شعاع نکل کر ان کی طرف بڑھی۔ گال بینا نے فوراً ہی سنہرے رنگ کا ایک بٹن دبا دیا۔ اڑن طشتری یکدم قلابازی کھاتی ہوئی نیچے چلی گئی اور سنہری شعاع اس کے اوپر سے گزر گئی۔

دوسرے ہی لمحہ گال بینا نے ایک اور بٹن دبا دیا اور اڑن طشتری ترچھی ہو کر تیزی سے اوپر اٹھتی چلی گئی۔ ساتھ ہی گال بینا نے سرخ بٹن دبا دیا تھا۔ ایک شعاع اور ان کی اڑن طشتری سے نکلی جو بائیں طرف والی

فلائنگ ساسر سے ٹکرائی... ایک زبردست روشنی کا جھماکہ ہوا اور بعد میں وہاں سنہرے ذرات ہی رہ گئے تھے۔

تیسری اڑن طشتری ان پر تابڑ توڑ حملے کر رہی تھی گال بینا اپنی مہارت سے کام لے کر اس سے بچتی ہوئی ہر لحظہ بلندی کی طرف جا رہی تھی۔

اور آخر کار مورییڈو کے مدار میں اس نے تیسری اڑن طشتری بھی تباہ کر دی۔ اور اب وہ اطمینان سے اپنی منزل کی طرف بڑھ رہے تھے۔

کم و بیش اتنے ہی وقت میں وہ اسپیس اسٹیشن پہنچ گئے وہاں ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ اس کے ایک گھنٹہ بعد وہ کھلی فضا میں بیٹھے چائے پی رہے تھے اڑن طشتری ان سے تقریباً پانچ سو قدم دور بیس پر کھڑی تھی کہ اچانک ان کی نظریں اڑن طشتری کی طرف اٹھ گئیں جس میں روشنی کے جھماکے ہو رہے تھے۔ اڑن طشتری کی سطح کسی بلب کی طرح بار بار جل بجھ رہی تھی۔

"اوہ۔ مورییڈو کا حکمران رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ تم لوگ بیٹھو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

گال بینا کہتی ہوئی تیز تیز قدموں سے اڑن طشتری

کی طرف چلنے لگی۔

سب لوگ اسی طرف دیکھ رہے تھے۔ گال بینا اڑن طشتری میں داخل ہو چکی تھی اور اب روشنی کے جھماکے بھی ختم ہو گئے تھے۔ جس کا مطلب یہی تھا کہ گال بینا مورییڈو کے حکمران سے رابطہ قائم کر چکی تھی۔

اور ابھی۔ چند ہی لمحے گزرے تھے کہ فضا میں کان پھاڑ دینے والا ایک دھماکہ ہوا اور ساتھ ہی ایسے محسوس ہوا جیسے ہزاروں سورج بیک وقت طلوع ہو گئے ہوں اور جب ان کی چندھیائی ہوئی آنکھیں کچھ دیکھنے کے قابل ہوئیں تو اب وہاں کچھ نہیں رہا تھا۔ سوائے سنہری ذرات کے جو فضا میں تیر رہے تھے۔

عمران اور اس کے ساتھی۔ ایک خصوصی جہاز کے ذریعے زمین پر آ گئے

کیپ کینیڈی پر ان کا فاتحین کی طرح استقبال کیا گیا اس وقت عمران کو گال بینا بری طرح یاد آگئی ـــ اس استقبال کی اصل مستحق تو وہی تھی۔

عمران اور اس کے ساتھیوں کو دو دن وہاں رکنا پڑا ـــ عمران نے اپنی اس مہم کی مکمل رپورٹ امریکی خلائی ہیڈ کوارٹر کو دے دی۔ کیونکہ اس کی رپورٹ کے پیش نظر انہیں آئندہ خلائی سفر میں پیش آنے والے خطرات سے نمٹنے کی تیاریاں کرنا تھیں

دو روز بعد عمران اپنی ٹیم کے ساتھ وطن پہنچ گیا۔ صفدر اور جولیا وغیرہ کو تو اس نے اپنے گھروں کو جانے کی اجازت دیدی اور خود ریلوے انجینئر اشفاق بخاری کو لے کر سر سلطان کے ہاں پہنچ گیا۔ وہاں اشفاق بخاری نے بتایا کہ موریڈو کے مکین اور سائنسدان اپنے سیارے پر بھی ریلوے سے ملتا جلتا کوئی نظام قائم کرنا چاہتے تھے اور اسی لئے اسے زمین سے اغوا کر کے موریڈو پر لے جایا گیا تھا۔ تاکہ وہ اس منصوبے پر اس سے کوئی مدد لے سکیں۔ اس کے علاوہ دنیا کے مختلف خطوں سے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے ماہرین کو بھی اغوا کر کے موریڈو پر لے جایا گیا تھا۔ جن میں سے چند ایک تو زندہ نہ رہ سکے کیونکہ انہوں نے مزاحمت کی کوشش کی تھی اور باقی عمران کے ساتھ واپس آ چکے تھے۔

اسی شام عمران مسٹر اشفاق بخاری کو لے کر ان کی کوٹھی پہنچ گیا۔ مسز اشفاق بخاری کو پہلے سے اپنے شوہر کی آمد کی کوئی اطلاع نہیں تھی اور جب اس نے اچانک ہی اپنے شوہر کو سامنے دیکھا تو اس کے چہرے پر نمودار ہونے والے تاثرات ناقابل بیان تھے۔

"یہ رہا آپکا گمشدہ شوہر لیکن بھابی۔ آئندہ خیال رکھئے۔

Kairo Sagar

انہیں محلے کے آوارہ بچوں کے ساتھ ہرگز نہ پھرنے دیں۔ خاص طور سے ایسے بچے جن کے قد چھ فٹ سے بھی زیادہ ہوں اور جن کا حلیہ بھی عجیب سا ہو۔ اب اگر آپ کا یہ برخوردار قسم کا شوہر گم ہو گیا تو پھر دوبارہ نہیں مل سکے گا۔ اوکے۔ ٹاٹا۔

عمران ہاتھ ہلاتا ہوا واپس چل دیا۔

مسز اشفاق کے لبوں پر ایک شرمیلی سی مسکراہٹ ابھر آئی اور پھر جب اسے احساس ہوا کہ اس کا محسن واپس جا رہا ہے تو اس نے اپنے شوہر کو اشارہ کیا اور پھر وہ دونوں میاں بیوی عمران کو آوازیں ہی دیتے رہ گئے مگر عمران دوڑتا ہوا سیدھے راستے سے جانے کی بجائے پیڑوں کی بلند باڑ پھاند کر غائب ہو چکا تھا۔

ختم شد

نئی دو مالی کتابیں

(زیر طبع)

بھنور اور ساحل

قیمت :- بارہ روپے پچھتر پیسے

مصنفہ :- ماہ منیر عروج

ایک شاہکار ناول

مصنفہ :- یاسین کوثر

آئینہ کا

قیمت :- بارہ روپے پچھتر پیسے

ایک ماں اور ایک بیٹے کی جذباتی کہانی، محبت اور ایثار، نفرت اور انتقام، انہی جذبوں کی تفسیر

مصنف :- مہر النساء موٹن

اک ضرب گراں اور!

قیمت :- بارہ روپے پچھتر پیسے

عمدہ کاغذ، صاف ستھری لکھائی چھپائی، جلد شائع ہو رہے آج ہی آرڈر روانہ فرمائیے!

ملنے کا پتہ

ادبی اکیڈیمی ۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

عانیہ

نغمہ صفی کی عمران سیریز

مکمل ناول

چور سفیر



شاہین لائبریری

نور پورہ نزد ریلوے اسٹیشن چشتیاں

ایوب اکیڈمی پوسٹ بکس ۲۶۳۳

لیاقت آباد ——— کراچی ۱۹

جملہ حقوق دائمی بنام مصنف محفوظ ہیں، اس ناول کے تمام نام مقام کردار واقعات اور تشبیہ دی جانے والی چیزیں فرضی ہیں کسی سے مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کے لئے مصنف پرنٹرز، پبلیشرز، ناشر یا ادارہ ذمے دار نہیں۔

اس ناول کو نقل کر کے چھاپنے فلمانے یا اسٹیج ڈرامے کے لئے نقل کرنے کے لئے مصنف کی تحریری اجازت لینی ضروری ہے ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی، استحقاق کا حق صرف کراچی کی عدالتوں کو حاصل ہوگا۔

فضلی سنز آفسٹ پریس اردو بازار
کراچی میں چھپی

خط و کتابت کا پتہ

ایوب اکیڈمی لیاقت آباد کراچی ۱۹

ں قریشی کی عمران سیریز کا پلاٹینم جوبلی نمبر

بلیک بزنس

صنف ایسوب قریشی

۔ بلیک بزنس :۔ جس کا نام لیتے ہی موت انھیں آدبوچتی تھی۔
۔ بلیک بزنس :۔ عمران نے نام لیا ہی تھا کہ ایک دھماکہ ہوا اور پوری عمارت زمین بوس ہوگئی۔
۔ بلیک بزنس :۔ جولیا نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا دوسری طرف سے ایک نام لیا گیا۔ بلیک بزنس۔
دوسرے ہی لمحے اسٹین گن کا پورا برسٹ جولیا کے سینے پر آ لگا۔
۔ بلیک بزنس :۔ جسکے بارے میں تحقیقات کرنیوالے یا تو غائب ہو جاتے تھے یا انکی سر بریدہ لاشیں شہر کی کسی سڑک پر پڑی ملتی تھیں۔
۔ بلیک بزنس :۔ جو خوف و دہشت کا دوسرا نام تھا۔
نی۔ سس پنس ایکشن اور قہقہوں سے پُر عمران کا وہ ناول جو مدت تک آپ کے ذہنوں پر چھایا رہے گا در کھیئے۔ ایسے شاہکار ناول بہت کم لکھے جاتے ہیں۔ حسین ترین سرورق آفسٹ کی کھائی چھپائی
آج ہی آرڈر روانہ کیجئے

خط و کتابت کا پتہ

ایوب اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر ۲۹۳۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

ایس قریشی کے اب یہ ناول ملسکتے ہیں

عمران سیریز

کوبڑمین کن	۹-۰۰
لوزاٹا	۹-۰۰
ٹی تھری بی	۹-۰۰
سنگدی کی واپسی	۹-۰۰
† ایکسٹو کا ہنگامہ	۶-۰۰
موت کا سایہ	۶-۰۰
نیلا شعلہ	۶-۰۰
شعلے کا شکار	۶-۰۰
† ہیرا آدمی	۶-۰۰
† قاتل مصور	۶-۰۰
† دولت کے پجاری	۶-۰۰
† حادثوں کا شکار	۶-۰۰
سرخ دھبے	۶-۰۰
گمشدہ چہرہ	۶-۰۰
سنہری انگلیاں	۶-۰۰
خطرناک جواری	۶-۰۰
بھیانک سایہ	۶-۰۰
مردہ محل	۶-۰۰
پہلا اشارہ	۶-۰۰
آواز کی چوری	۶-۰۰
اوجا شکاری	۶-۰۰
انجانا دشمن	۶-۰۰
بھیڑیئے	۶-۰۰
موت کی چوری	۶-۰۰

خطرناک آدمی	۶-۰۰
دھوئیں کے شکار	۶-۰۰
سیارہ کی تباہی	۶-۰۰
پہاڑی کا نغمہ	۶-۰۰
موت کا جزیرہ	۶-۰۰
پراسرار سیارہ †	۶-۰۰
لاہوتی آواز †	۶-۰۰
آسیبی چیخ †	۶-۰۰
بلیک ڈیتھ †	۶-۰۰
ایجاد کی چوری †	۶-۰۰
آگ بابا †	۵-۵۰
پراسرار آگ †	۵-۵۰
بدصورت فتنہ †	۵-۵۰
بلیک سرکل †	۵-۵۰
روڈ ٹو ڈیتھ †	۹-۷۵
نیلا نشان †	۹-۷۵
بلیک وومن †	۲-۰۰
بلیک نائٹ †	۴-۵۰
مسٹر گرینز †	۷-۵۰
مردہ بزنس †	۷-۵۰
گرین اسپاٹ †	۷-۵۰
ڈینجر زون †	۷-۵۰
بلیک سیریز (کیپٹن شانیہ) پینڈوتا سیٹ کارڈیل	۴-۵۰

ایجنٹ سیون	۲-۰۰
سیکرٹ سروس (کیپٹن پرمود)	
ڈیتھ اِن ڈیول	۹-۰۰
خطرناک مہم	۹-۰۰
بلاسٹنگ پوائنٹ	۹-۰۰
پیمو کی موت †	۹-۰۰
مرڈر ایجنٹ	۶-۰۰
بلیک پاور	۶-۰۰
بلیک بلوس	۶-۰۰
زرقے کی واپسی	۶-۰۰
سرد جنگ †	۶-۰۰
برفانی جہنم †	۶-۰۰
اصلی چہرہ	۶-۰۰
یہ پین دشمن	۶-۰۰
سیاہ بچھو	۶-۰۰
بلو پرنٹ	۱۰/۵۰
ہنگاموں کا موجد اول	۱۰/۵۰
" دوئم	۱۰/۵۰
ناٹ گرل اول	۱۰/۵۰
" دوئم	
ھل آف ڈیتھ	
موت کا تجربہ	۱۲-۰۰
خطرناک موڑ	۷-۵۰
آپریشن سپائے	۷-۵۰

محدود تعداد میں موجود ہیں، آج ہی طلب کیجئے کراچی میں

کراچی بک ڈپو ۴۸ - اردو بازار کراچی سے طلب کیجئے

ایوب اکیڈمی لیاقت آباد کراچی ۱۹

ایس قریشی

کے سامنے کے صفحہ پر دیئے گئے سارے ناول اب

کراچی بک ڈپو - ۴۸ - اردو بازار پر مل سکتے ہیں

موسم بہار کی آمد آمد تھی۔ دارالحکومت کی فضائیں عطر بیز ہو چلی تھی۔ خصوصاً یہاں کی شاموں کی رنگینی میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

ایسی خوش کن فضائیں ہوں۔ بارونق شامیں ہوں اور سر پر کوئی بوجھ نہ ہو تو انسان کا دل خود بخود تفریح کرنے کو چاہتا ہے۔

کچھ یہی حال فیاض کا تھا۔ موسم کی اور خاص طور پر شام کی رنگینی نے اس کا موڈ بے حد خوشگوار بنا دیا تھا۔

بیگم جو راستے کا پتھر تھی میکے جا چکی تھی۔ کیس نہ ہونے کی وجہ سے محکمہ چین کی بنسری بجا رہا تھا۔ فرصت کے دنوں میں فیاض کو سپرنٹنڈنٹی کا رعب جمانا خوب آتا تھا۔ محکمے کے اندر اور باہر اس کا کافی رعب تھا۔ عمران کے طفیل اسکی اچھی خاصی ساکھ قائم ہو گئی تھی۔

اُس شام بھی فیاض کافی خوشگوار موڈ میں تھا۔ وہ غسل سے فارغ ہو کر اپنا بہترین سوٹ زیب تن کئے آئینے کے سامنے مدھم سُروں میں سیٹی بجاتا ہوا تنقیدی نظروں سے اپنا جائزہ لے رہا تھا۔ آج شہر کے سب سے بڑے دولت مند سیٹھ خورشید کی اکلوتی بیٹی نادیہ نے اُسے فائیو ہوٹل میں ڈنر پر مدعو کیا تھا۔

یہ فیاض ہی جانتا تھا کہ اسے نادیہ کو اپنے ڈھب پر لانے میں کتنے پاپڑ بیلنے پڑے تھے اسے سیٹھ خورشید کے کئی غیر قانونی کاموں کی طرف سے اپنی آنکھیں بند کرنی پڑیں تھی تب کہیں جا

کر وہ نادیہ کو رام کر سکا تھا۔

فیاض نے قدِ آدم آئینے میں دیکھتے ہوئے بال سیٹ کئے۔ اپنے سراپے پر ناقدانہ نظر ڈالتے ہوئے اس کے لبوں پر دلفریب مسکراہٹ آگئی۔ لیکن اسی وقت فون کی گھنٹی اپنی کرخت آواز میں چلا اُٹھی۔ فیاض نے مڑ کر فون کو خشمگیں نظروں سے گھورا۔ اسکی مسکراہٹ پہلے ہی رخصت ہو چکی تھی۔ "ہیلو ایس پی فیاض اسپیکنگ" اس نے ریسور اٹھا کر ناگواری سے کہا۔ مگر دوسری جانب کی آواز سنتے ہی ناگواری کی جگہ شدید بوکھلاہٹ نے لے لی۔ وہ جلدی سے بولا

"اوہ سوری سر دراصل ....." الفاظ جیسے اسکے حلق میں اٹک کر رہ گئے۔ کیونکہ دوسری جانب محکمہ انٹیلیجنس کے ڈائریکٹر رحمان صاحب تھے۔

"فوراً اسٹیٹ بینک پہنچو" سر رحمان کی آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی۔

"اوہ! اسکی پیشانی پر تشویش کی وجہ سے سلوٹیں پڑ گئیں "لیکن سر... میرا مطلب ہے کوئی خاص بات ہے۔؟" اُسنے کہا پھر جھلا کر ریسور کریڈل پر پٹخ دیا۔ کیونکہ دوسری جانب سے سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ پھر وہ اندرونی کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دل ہی دل میں اُن کو سینکڑوں صلواتیں سنا ڈالیں کیونکہ اسکی شام کا بیڑہ غرق ہو گیا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ اپنی نیلی کار ٹینا میں اسٹیٹ بینک کی طرف اُڑا چلا جا رہا تھا۔ چہرے سے ابھی تک ناگواری کے آثار ختم نہیں ہوئے تھے۔ وہ ہونٹ بھینچے ڈرائیونگ میں مصروف تھا۔ اسٹیٹ بینک کے قریب پہنچکر اس نے رفتار کم کی۔ یہاں سڑک پر کافی رش تھا۔ لوگ ہجوم کی صورت میں اسٹیٹ بینک کی عمارت کے سامنے کھڑے تھے۔ جبکہ پولیس کی بھاری تعداد نے اسٹیٹ بینک کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اسکی کار نے بمشکل راستہ بنایا۔ ایک ٹریفک پولیس والے کی مدد سے اسنے اپنی کار پارک کی اور بینک کے بڑے داخلی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

کئی سب انسپکٹروں اور انسپکٹروں کے سلاموں کا جواب دیتا ہوا وہ بینک میں داخل ہو گیا سر رحمان داخلی دروازے کے قریب ہی کھڑے تھے۔ فیاض نے انہیں دیکھتے ہی سلیوٹ کیا اور اُن کے قریب پہنچ گیا۔ یہاں سر رحمان کے علاوہ حکومت کے بہت سے اعلیٰ عہدیدار بھی دکھائی دیئے تھے۔ فیاض نے پہلی ہی نظر میں بھانپ لیا تھا کہ معاملہ بہت خاص اور اہم ہی ہے۔ اب اُسے معلوم ہوا کہ یہاں ڈاکہ پڑا ہے۔ سر رحمان اسے لئے ہوئے جائے واردات کی طرف بڑھ گئے۔

"ڈاکوؤں نے بڑی صفائی سے نہایت انوکھے طریقے سے بینک کا وہ سیف توڑ دیا تھا۔ جس میں دوست ملک کا قرضہ واپس کرنے کیلئے پانچ ارب ڈالر رکھے گئے تھے۔ یہ قرضہ اگلے مارچ میں ادا کیا جانا تھا" سر رحمان نے اُسے تفصیلات بتائیں۔

فیاض غور سے ٹوٹے ہوئے سیف کا معائنہ کرنے لگا۔ اس نے کھلے ہوئے سیف میں جھانک کر دیکھا۔ سیف تمام جدید ترین حفاظتی انتظامات اور خودکار لاک کے باوجود توڑا گیا تھا ڈاکوؤں نے اُس سیف کے علاوہ جس میں پانچ ارب ڈالر تھے کسی دوسرے سیف کے علاوہ اور کہیں پانچ ارب ڈالر کی رقم نہیں ہے۔

فیاض نے گہری نظروں سے سیف کا جائزہ لیتے ہوئے سوچا۔

"تم تفتیش مکمل کر کے مجھے آج ہی رپورٹ دو گے" سر رحمان کے مخاطب کرنے پر وہ چونکا۔ اور مؤدبانہ انداز میں سر ہلانے لگا۔

"خیال رہے معاملہ ۵ ارب ڈالر کا ہے۔ حکومت اس سلسلے میں ذرا بھی بے پرواہی برداشت نہیں کر سکتی" سر رحمان نے اُسے تنبیہ کی۔

"آپ بے فکر رہیئے جناب! میں انشاء اللہ بہت جلد اُن کا سراغ لگا لوں گا" فیاض نے مسکین سی صورت بنا کر کہا۔ اور سر رحمان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ جو بیرونی دروازے کی طرف

بڑھ گئے تھے۔ فیاض نے سر رحمان کے کار میں بیٹھنے کے بعد دروازہ بند کیا۔ اُن کی کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی تو اس نے سلام کیا اور بینک میں واپس داخل ہو گیا۔

"منیجر فون کہاں ہے۔" اسنے ایک گنجے سر والے پستہ قد آدمی کے قریب پہنچ کر کہا۔ جو مسکین سی صورت بنائے اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

پستہ قد منیجر اسے لئے ہوئے ٹیلیفون کی طرف بڑھ گیا۔

فیاض نے ٹیلیفون اپنی طرف سرکایا اور رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ دوسری جانب مسلسل گھنٹی بج رہی تھی لیکن کسی نے فون نہیں اٹھایا تھا۔ فیاض نے جھلا کر دوبارہ نمبر ڈائل کئے۔ کافی دیر گزرنے کے بعد دوسری جانب سے کسی نے رسیور اٹھایا تھا۔ فیاض کا چہرہ غصہ بوکھلاہٹ اور جھلاہٹ کے ملے جلے آثار سے بگڑ سا گیا تھا۔

"ہیلو کون ہے" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"تمہارا باپ" اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے جناب آپکو غلط فہمی ہوئی ہے" فیاض آواز ہی سے پہچان گیا تھا کہ دوسری جانب سلیمان ہے۔

"عمران ہے" اس نے غرا کر پوچھا۔

لیکن دوسری جانب سے بجائے سلیمان نے کیا کہہ دیا تھا کہ اس نے رسیور زور سے کریڈل پر پٹخا اور جھلا کر واپس پلٹا۔

"مسٹر درانی" وہ جھلا کر بولا۔

"یس سر" ایک انسپکٹر تیزی سے اسکے قریب پہنچکر ایڑیاں بجائیں۔

"فنگر پرنٹس ایکسپرٹ کو بلوا کر انگلیوں کے نشانات تلاش کرو" اس نے انسپکٹر

درانی کو حکم دیا۔ اور خود ابھری ہوئی دیوار پر کہنی ٹیک کر ٹوٹے ہوئے سیف کو گھورنے لگا۔

سر دست اس کے علاوہ اسے کچھ اور نہیں سوجھا تھا۔

معاملہ پانچ ارب ڈالر کا تھا۔ جو ملکی معیشت پر نہ ملنے کی صورت میں اچھا خاصہ بوجھ بھی بن سکتا تھا۔ سب سے بڑی بات اسکی اپنی کارکردگی تھی اگر وہ جلد سے جلد پانچ ارب ڈالر برآمد کر کے مجرموں کو سلاخوں کے پیچھے نہیں پہنچاتا تو یہ بات یقیناً اسکے اور محکمے کیلئے بدنامی کا باعث ہو سکتی تھی۔

اس نے سر رحمان سے رقم جلد برآمد کرنے کا وعدہ تو کر لیا تھا۔ لیکن یہ بات وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ کام اتنا آسان نہیں جتنا کہ اس نے اُن کے سامنے ظاہر کیا تھا۔ عمران کو فون کرنے کا مطلب بھی یہی تھا کہ وہ بہر صورت اس کی مدد سے مجرموں کا سراغ ضرور لگا سکتا تھا۔ لیکن چھوٹی قسمت عمران بھی موجود نہیں تھا۔ "خیر کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا" اس نے مایوسی سے سوچا۔

"منیجر" اس نے دوبارہ منیجر کو مخاطب کیا۔ جو فنگر پرنٹس کے عملے کو کام کرتے ہوئے دلچسپی سے دیکھ رہا تھا منیجر فوراً اس کے قریب پہنچ گیا۔

"فرمایئے جناب" وہ مؤدب لہجے میں بولا۔

"تمہارا پورا اسٹاف یہاں موجود ہے۔"

"جی ہاں جناب ڈاکے کی اطلاع ملتے ہی میں نے پورے اسٹاف کو روک لیا تھا"

"تمہیں ڈاکے کی اطلاع کس طرح ملی۔" فیاض کا دوسرا سوال تھا۔

"واچ مین کے ذریعے جناب! جب اس نے اپنا چارج سنبھالا وہ راؤنڈ پر یہاں آیا تھا۔ اس نے سب سے پہلے سیف کو ٹوٹا ہوا دیکھا اور مجھے اطلاع دیدی" پستہ قد منیجر نے گویا انکشاف کیا۔

"ہوں" فیاض نے ہنکارا بھرا پھر بولا "واچ مین کو بلاؤ"

وزیرِ خزانہ کا بے جان جسم صوفے پر پڑا ہوا تھا۔ بائیں کان کے قریب ایک سوراخ تھا جس سے خون بہہ بہہ کر فرش پر بچھے ہوئے قالین میں جذب ہو گیا تھا۔ گردن اور صوفے پر پاؤں کے قریب جا بجا جمے ہوئے خون کے لوتھڑے نظر آ رہے تھے۔ اُن کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ اور خوف کے باعث پھیل سی گئی تھیں۔

فیاض کے ذہن میں اچانک جھماکا سا ہوا۔ اس نے آگے بڑھکر ارشد ملک کے جسم کو چھو کر دیکھا جسم ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ لیکن فیاض یہ اندازہ لگانے میں ضرور کامیاب ہو گیا تھا کہ قتل کو زیادہ وقت نہیں گذرا۔

"انسپکٹر شیراز" اس نے انسپکٹر کو مخاطب کیا۔

"یس سر" شیراز آگے بڑھا۔

"فوٹو گرافروں کو بلا کر لاش کے فوٹو لو۔ خاص طور پر آنکھوں کے" اس نے تاکید کی۔ انسپکٹر شیراز کمرے سے باہر نکل گیا۔ انسپکٹر وحید ظفر ابھی تک فیاض کے ساتھ ہی تھا۔

"انسپکٹر وحید ظفر" فیاض نے اسے مخاطب کیا۔ "تم پورے کمرے میں اور اس کھڑکی کے ساتھ گزرنے والے پائپ پر انگلیوں کے نشان تلاش کرو گے"

فیاض نے کھلی ہوئی کھڑکی کی طرف اشارہ کیا۔ کمرے کا وہ پہلے ہی جائزہ لے چکا تھا خواب گاہ کے تمام دروازے اور کھڑکیاں بند تھیں اور اُن پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ لیکن ایک کھڑکی کھلی ہوئی تھی اُس کے قریب سے ہی گندے پانی کا پائپ گذر رہا تھا۔ فیاض کے حکم کی تکمیل کیلئے انسپکٹر وحید ظفر بھی کمرے سے جا چکا تھا۔ وہ دونوں شائد فنگر پرنٹس ماہرین اور فوٹو گرافروں کو بلانے گئے تھے۔ اُن کے جانے کے بعد فیاض کھلی ہوئی کھڑکی کے قریب پہنچا اور نیچے دیکھنے لگا۔ وزیرِ خزانہ کی خوابگاہ دوسری منزل پر تھی۔ نیچے وسیع و عریض لان تھا مین گیٹ کافی فاصلے پر تھا۔ فیاض کھڑکی سے ہٹ گیا۔

اسے یقین تھا کہ قاتل صرف اس کھڑکی کے راستے پائپ کے ذریعے اندر داخل ہوا تھا۔

یہاں پھر اسے خلاء سا محسوس ہونے لگا۔ اُسے عمران کی مدد کی شدت سے ضرورت محسوس ہونے لگی۔ مگر وہ تو ایسے غائب تھا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ اس نے ایک طائرانہ نظر مقتول کی لاش اور خواب گاہ پر ڈالی اور خوابگاہ سے نکل آیا۔

باہر آکر اس نے انٹیلیجنس کے ایک افسر کو مقتول کے رشتہ داروں کے بیانات لینے کا حکم دیا۔ کار اسٹارٹ کی اور وزیرِ خزانہ کی کوٹھی سے باہر نکل آیا۔ اب کہ اس کا رُخ عمران کے فلیٹ کی طرف تھا۔

گو اس نے موہوم سی امید کے تحت انسپکٹر شیراز کو وزیرِ خزانہ کی آنکھوں کے فوٹو لینے کی ہدایت کی تھی۔ خیال تھا کہ چونکہ قتل کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا اور انسان کے جسم کا روح سے رشتہ ختم ہوتے وقت جو منظر بھی اسکی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے۔ اسے مقتول یا مرحوم کی آنکھیں کچھ دیر کیلئے منعکس کر لیتی ہیں۔ ہو سکتا ہے آنکھوں کے فوٹوؤں سے مجرم کے متعلق کچھ معلوم ہو جائے۔

مگر فیاض نہیں چاہتا تھا کہ وہ صرف اس موہوم سی اُمید کے سہارے آگے بڑھے۔ تفتیش کے راستے زیادہ اور کھلے ہوئے ہوں تو مجرم یا مجرموں پر بہت جلد ہاتھ ڈالا جا سکتا تھا۔

دونوں معاملے بہت اہم تھے

لیکن فیاض کے لئے اپنا عہدہ بچانا اس سے بھی زیادہ اہم تھا۔ اگر وہ فوری طور پر کچھ کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ اس نے ونڈ اسکرین پر نظر جمائے ہوئے سوچا۔

اس کیلئے صرف اور صرف عمران کی ضرورت تھی۔ اُسے آج عمران کی اہمیت کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ عمران مجرموں کو گرفتار کرنے میں مدد نہیں کرے گا تو کم از کم اسکی مدد سے تفتیش کا دائرہ ضرور وسیع ہو جائیگا۔

اپنی سوچوں میں وہ اسقدر گم ہوا کہ اسے راستوں کا احساس ہی نہ ہوا۔

چند منٹوں بعد اسکی کار عمران کے فلیٹ کے سامنے کھڑی تھی۔ اور وہ خود بیرونی دروازے پر کھڑا کال بیل بجا رہا تھا۔ اس نے سلیمان کی آواز صاف سن لی تھی جو بڑبڑاتا ہوا بیرونی دروازے تک آیا تھا۔ سلیمان نے دروازہ کھولا۔ اسکے ہاتھ میں قرائی پان تھا۔ لیکن اسکی نظر جیسے ہی فیاض پر پڑی اس نے "صاحب نہیں ہیں" کہکر کھٹ سے دروازہ بند کرنا چاہا، مگر فیاض نے درمیان میں پیر اڑا دیا وہ دروازہ کھولکر سلیمان کو دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"آپ مانتے نہیں! میں کہہ رہا ہوں صاحب گھر پر نہیں ہیں۔" سلیمان اسکے پیچھے کہتا چلا آرہا تھا لیکن فیاض اس کی سنی ان سنی کرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔

خالی ڈرائنگ روم اسکا منہ چڑا رہا تھا۔ وہ میٹنگ روم کی طرف بڑھا مگر وہ بھی خالی تھا۔ فیاض نے فلیٹ کے تمام کمرے حتیٰ کہ کچن اور باتھ روم تک کھنگال ڈالے۔ لیکن عمران گھر پر ہوتا تو نظر آتا۔

واقعی سلیمان نے سچ کہا تھا عمران گھر پر موجود نہیں تھا۔

"کہاں گیا ہے تمہیں معلوم ہے۔؟" فیاض نے تلاشی سے تھک کر اس سے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔" سلیمان منہ بگاڑ کر بولا۔

"کب گیا ہے۔؟" فیاض نے غرا کر پوچھا۔

"پتہ نہیں۔" سلیمان کا ایک ہی جواب تھا۔

"پتہ نہیں کے بچے ٹھیک ٹھیک جواب دو ورنہ جیل میں سڑا دونگا۔" فیاض نے اُسے گھورتے ہوئے دانت پیسے۔

"صاحب آپ تو خوامخواہ رعب جما رہے ہیں۔ یقین کریں مجھے بالکل معلوم نہیں کہ صاحب

گئے ہیں کیوں گئے اور کب گئے ہیں۔" سلیمان کا جواب بڑا فلسفیانہ تھا۔

"ہونہہ۔" فیاض نے اسے تیکھی نظروں سے گھورا۔ "وہ آئے تو اسے فوراً میرے پاس بھیج دینا! کہنا بہت ضروری کام ہے۔"

"مجھے افسوس ہے جناب میں آپ کا یہ کام نہیں کر سکتا۔"

"کیوں۔؟" فیاض غرا کر بولا۔

"میں خود ابھی فلم دیکھنے جا رہا ہوں۔ واپسی پر مجھے دوسرے کام ہیں۔" اُس نے بدستور روکھا جواب دیا۔ اُس کے جواب پر فیاض کا دل تو چاہ رہا تھا کہ اسکا مار مار کر کچومر نکال دے لیکن فی الحال اس میں اس کا نقصان تھا۔ اس نے اپنی عادت کے خلاف انتہائی ضبط کا مظاہرہ کیا تھا۔ اگر اسے اپنے آفیسر کو دونوں وارداتوں کی رپورٹ نہ دینی ہوتی تو وہ وہیں دھرنا جما دیتا اور عمران کا انتظار کرتا رہتا۔ لیکن ابھی تو اسے رپورٹ تیار بھی کرنی تھی۔ اور یہ سلیمان کا بچہ کچھ سننے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتا تھا اس نے کچھ سوچ کر جیب سے نوٹ بک نکالی۔ اور اس پر عمران کیلئے اپنا پیغام لکھنے لگا۔ پرچہ کو اس نے تپائی پر رکھکر اس پر پیپر ویٹ رکھ دیا۔

"تمہاری ضرورت نہیں عمران آکر خود پڑھ لے گا۔ تم جاؤ جہنم میں۔" فیاض نے کہا۔ اس کا لہجہ بڑا جلا کٹا تھا۔

سلیمان نے مسکین سی صورت بنا کر گردن جھکا لی تھی۔

فیاض اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورتا۔ دندناتا ہوا فلیٹ سے باہر نکل گیا۔

صفدر کافی دیر سڑگشت کرنے کے بعد اب مون لائٹ ریستوران کی طرف جا رہا تھا۔ فارغ دنوں میں یہ اسکا روز کا معمول تھا کہ وہ سورج ڈھلتے ہی فلیٹ سے نکل جاتا، اور کافی دیر تک سڑکوں

پر چہل قدمی کرنے کے بعد مون لائٹ ریستوران میں ڈنر لیتا۔ کچھ دیر وہاں بیٹھ کر ماحول سے لطف اندوز ہوتا۔ اور پھر ٹہلتا ہوا ہی واپس فلیٹ پہنچ جاتا۔

اس روز تو اس نے دن میں کچھ زیادہ ہی بوریت محسوس کی تھی۔ اس لئے وہ وقت سے کچھ پہلے ہی فلیٹ میں تالا لگا کر سڑک پر نکل آیا تھا۔

گرانڈ اسٹار پر بنے ہوئے سب وے کی سیڑھیاں اترتے ہوئے اسکی نظر اچانک ہی اپنے سے آگے جانے والے اس لحیم شحیم اور قوی ہیکل شخص کے ہاتھ پر پڑی۔ جو وہ کوٹ سے باہر نکال رہا تھا سب وے والے اس راستے پر زیادہ رش نہیں تھا۔ اور اس گرانڈیل شخص نے اس انداز سے وہ چیز کوٹ کی جیب سے نکال کر اپنے بڑے سے ہاتھ میں چھپالی تھی کہ عام آدمی اسے پہچان نہیں سکتا تھا۔ لیکن وہ صفدر تھا سیکرٹ سروس کا ذہین ترین ممبر۔ اس نے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا تھا کہ گرانڈیل غیر ملکی نے جیب سے ۳۸ بور کا آٹومیٹک ریوالور نکالا تھا۔ جس پر سائیلنسر بھی چڑھا ہوا تھا۔ ابھی صفدر اسکے متعلق سوچ بھی نہ پایا تھا کہ۔ گرانڈیل غیر ملکی سے آگے جانے والا تیسرا شخص لڑکھڑایا۔ اور سیڑھیوں پر لڑھکنے لگا۔

گرانڈیل غیر ملکی کے ریوالور نے خاموشی سے اسکی گردن میں رنگین سوراخ کر دیا تھا۔ غیر ملکی نے ریوالور دوبارہ کوٹ کی جیب میں رکھ لیا تھا۔ وہ اب تیزی سے سیڑھیاں اتر رہا تھا۔

جبکہ مقتول جو اسکی گولی کا نشانہ بنا تھا۔ لڑھکتا ہوا سب وے کے فرش سے ٹک گیا تھا لوگ تیزی سے اس کے گرد جمع ہو رہے تھے۔

گرانڈیل غیر ملکی مجمع کے قریب سے گزرتا ہوا سب وے کے دوسرے راستے کی طرف جا رہا تھا۔ صفدر نے گو مقتول کی صرف ایک جھلک دیکھی تھی۔ لیکن اسے پہچاننے میں دیر نہیں لگی تھی گرانڈیل غیر ملکی کی گولی کا نشانہ بننے والا "جمی" ہی تھا جسے صفدر اونچی قسم کے بدمعاش کی حیثیت

پہچانتا تھا۔

صفدر گرانڈیل غیر ملکی کے پیچھے ہی سب وے کے راستے سے باہر آیا تھا۔ اس نے ابھی تک چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ لیکن اسکے بے پناہ اعتماد اور جرم کرنے کے بعد خود اسکی باوقار چال کو دیکھ کر یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ مجرم کوئی عام آدمی نہیں۔ اسلئے کہ عام آدمی جرم کرنے کے بعد اپنی حالت پر کنٹرول نہیں کر سکتا۔ اگر کنٹرول کر بھی لیتا ہے تو بڑی مشکل سے۔ کہیں نہ کہیں اور کسی نہ کسی جگہ خصوصاً جرم کرتے وقت اس سے بلا ارادہ ایسی حرکت سرزد ہو جاتی ہے جو دوسروں کو شبہ میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اور مجرم جرم کرتے ہی پہچان لیا جاتا ہے۔

جبکہ گرانڈیل غیر ملکی نے کسی تردد اور ہچکچاہٹ کے بغیر جمی کو قتل کر دیا تھا۔ اور اس کا ہر انداز نہ صرف ماہرانہ بلکہ شاطرانہ بھی تھا۔

اس جگہ صفدر کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو وہ ہرگز اسے چیک نہیں کر سکتا تھا۔ صفدر چاہتا تو موقع واردات پر ہی گرفتار کروا دیتا۔ لیکن اسکے جذبہ جاسوسی کو کیا کیا جائے کہ جسکی تسکین کے بغیر وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ معاملہ قتل کا تھا جس میں اس گرانڈیل غیر ملکی کا ہاتھ تھا۔ جو اس سے چند قدم آگے نہایت اطمینان سے فٹ پاتھ پر چل رہا تھا۔

آگے اونیو اسٹریٹ تھا۔ گرانڈیل غیر ملکی چہل قدمی کرنے والے انداز میں اونیو اسٹریٹ کی طرف جا رہا تھا۔

دراصل اسکے بے پناہ اطمینان ہی نے صفدر کو اسکا تعاقب کرنے پر مجبور کیا تھا۔ غیر ملکی کے توسط سے وہ قتل کے پس پردہ محرکات جاننا چاہتا تھا۔ اس کی دانست میں قدرت نے بوریت دور کرنے کا سنہری موقع اسے عطا کیا تھا۔ اور وہ اس سنہری موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا اونیو اسٹریٹ کے راؤنڈ ایباؤٹ پر غیر ملکی کی رفتار کچھ تیز ہو گئی۔ صفدر نے اس کی تقلید

میں اپنی رفتار بھی تیز کر لی۔

اونیو اسٹریٹ کے راؤنڈ ایباؤٹ ختم ہونے کے بعد شمالی سمت میں پلازہ اسکوائر تھا۔ غیر ملکی کا رُخ پلازہ اسکوائر ہی کی طرف تھا۔ گرانڈیل غیر ملکی پلازہ اسکوائر میں داخل ہوا۔ وہ سیڑھیوں کے ذریعے اوپری منزلوں کی طرف جا رہا تھا۔ صفدر بدستور مناسب فاصلے سے اسکے پیچھے تھا گرانڈیل غیر ملکی چوتھی منزل پر پہنچ کر ایک فلیٹ کے سامنے رُک گیا۔

صفدر آخری زینے پر دیوار سے لگ کر کھڑا اسکی حرکات کا جائزہ لے رہا تھا۔ غیر ملکی نے کوٹ کی جیب سے چابی نکالی جسکی مدد سے اس نے دروازے کا لاک کھولا اور فلیٹ میں داخل ہو گیا۔

صفدر کچھ دیر اپنی جگہ کھڑا اطراف کی سُن گُن لیتا رہا۔ اور دبے پاؤں فلیٹ کی طرف بڑھا۔ جس میں کچھ دیر پہلے گرانڈیل غیر ملکی داخل ہوا تھا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے اسے ہلکے سے دھکا دیا۔ لیکن دروازہ اندر سے بند تھا۔ صفدر کی ہول سے آنکھ لگا دی۔

وہ ڈرائنگ روم ہی تھا۔ جس میں وہ گرانڈیل غیر ملکی صوفے پر ایک پیر رکھے کھڑا فون پر گفتگو کر رہا تھا۔ صفدر نے پہلی بار اس کا چہرہ دیکھا۔

اسکے عظیم الجسہ قد اور دیو ہیکل جسم کی طرح اسکا چہرہ بھی خاصہ بڑا تھا۔ جبڑے کی ہڈیوں میں کافی ابھار تھا۔ نچلا ہونٹ لٹک رہا تھا جس میں سے اسکے سفید سفید دانت جھانک رہے تھے۔ اسکی گہری نیلی آنکھوں میں کچھ ایسی تیز چمک تھی کہ اچھا خاصہ آدمی ڈر جائے۔

صفدر نے گہری نظر سے اسکے سراپے کا جائزہ لیا۔ اور کان کی ہول سے لگا کر اسکی گفتگو سننے کی کوشش کرنے لگا۔ گو آواز کافی مدھم تھی لیکن صفدر کے حساس کان بغیر کسی دشواری کے اس قوی ہیکل گرانڈیل شخص کی آواز سن رہے تھے جو فون پر کسی نہ معلوم شخص سے کہہ رہا تھا۔

"بس باس میں نے جمی کو ختم کر دیا ہے۔" قد و قامت اور جسامت کی طرح اسکی آواز بھی

[illegible] تھی۔ دوسری جانب سے نہ جانے کیا کہا گیا تھا۔ اجنبی گردن ہلانے لگا۔

"[illegible] باس! آپ اسکی فکر مت کریں۔ دو چار دنوں میں وہ کام بھی ہو جائے گا۔"

صفدر نے کی ہول سے کان ہٹا دیئے۔ کیوں کہ اب اندر سے آواز آنا بند ہو گئی تھی۔ وہ واپسی [illegible] زینے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی آنکھوں نے جو کچھ دیکھا اور اس کے کانوں نے جو کچھ سنا تھا وہ [illegible] ایسا نہیں تھا کہ صفدر انہیں نظر انداز کر دیتا۔ جمی کا قتل صفدر کی نظروں میں اس سازش ہی کی [illegible] تھی جسکی جانب گرانڈیل غیر ملکی نے اشارہ کیا تھا۔

صفدر کی چھٹی حس بار بار خبردار کر رہی تھی کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔ واپسی پر اسکی رفتار [illegible] تھی۔ پلازہ اسکوائر سے باہر نکل کر اس نے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی۔ اسے فون کی تلاش تھی۔

اِن حالات میں جبکہ سیکرٹ سروس فارغ تھی۔ اسے اصولاً کسی معاملے میں ٹانگ نہیں اڑانی [illegible] تھی۔ لیکن صفدر کی نظروں میں یہ معاملہ ایسا نہیں تھا جسے نظر انداز کیا جا سکے۔

کافی تلاش کے بعد اسے ایک فون بوتھ دکھائی دیا۔ صفدر نے مطلوبہ کوپن ڈالے اور عمران کا [illegible] نے لگا۔ اس نے ایکسٹو کی بجائے عمران کو کال کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اگر بات بگڑ بھی جاتی تو عمران [illegible] سنبھال لیتا۔ ورنہ ایکسٹو سے معافی کی توقع بہت کم ہوتی ہے۔

"ہیلو علی عمران ایم ایس سی۔ پی ایچ ڈی آکسن اسپیکنگ۔" چہکتی ہوئی آواز اس کی [illegible] سے ٹکرائی۔ دوسری جانب بلاشبہ عمران ہی تھا۔

"عمران صاحب میں صفدر ہوں۔"

"آپ صفدر ہوں یا دفتر مجھ سے کیا۔" روکھائی سے جواب دیا گیا۔

"پلیز عمران صاحب سنیئے تو سہی۔"

"سنایئے سنایئے، کوئی گیت، غزل، ویسے مجھے گیت پسند ہے اگر تمہیں فاضلی بیگم والا آتا

ہو تو کیا کہنے ۔ سبحان اللہ ۔ اگر فاضلی بیگم والا نہیں آتا تو پھر مجبوری ہے ۔ جو یاد ہو وہی سنا دو۔"

"عمران صاحب میں گیت کی بات نہیں کر رہا ۔ یہاں پلازہ اسکوائر میں رہنے والے ایک غیر ملکی نے جمی کو قتل کر دیا ہے سب وے پر۔" صفدر نے موقع غنیمت جان کر ماؤتھ پیس میں جلدی سے کہا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اب کے عمران کو بولنے کا موقع مل گیا تو وہ گیت یا غزل کے متعلق لیکچر دینا شروع کر دیگا۔ اور اس وقت دیتا رہے گا جب تک وہ خود زچ ہو کر فون بند نہ کر دے ۔

دوسری جانب فون پر کچھ دیر خاموشی طاری رہی ۔ عمران شاید کچھ سوچ رہا تھا ۔ اسے خاموش پا کر صفدر نے مفصل طور پر تمام روئیداد اس کے گوش گذار کر دی ۔

"صفدر بھائی آپ نے بڑی خوفناک کہانی سنائی ہے ۔ مجھے بھی اشتیاق پیدا ہو گیا ہے کہ میں بھی اس مردِ آہنی فردِ دلبند کو ایک نظر دیکھ لوں تاکہ آنکھوں کو ٹھنڈک دل کو قرار جگر کو سکون اور دماغ کو تراوٹ حاصل ہو سکے ۔ اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو کچھ دیر انتظار کیجئے ۔ خاکسار سر کے بل آپ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔" عمران کی چہکتی ہوئی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی اور دوسری جانب سے فون رکھ دیا گیا۔

صفدر نے بھی فون کریڈل پر رکھا ۔ اور خالی نظروں سے پلازہ اسکوائر کی طرف دیکھنے لگا۔

عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھا اور ایک زوردار جماہی لے کر اٹھ کھڑا ہوا ۔ جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکالتے ہوئے اس نے احمقانہ انداز میں چاروں طرف نگاہ دوڑائی ۔ مگر سلیمان تو کب کا فلم دیکھنے جا چکا اور بارہ ۱۲ بجے سے پہلے اس کی واپسی ناممکن تھی ۔ چیونگم کا پیس منہ میں رکھ کر وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا ۔ فلیٹ کا دروازہ لاک کر کے اس نے اپنی ٹو سیٹر اسٹارٹ کی ، اسے بیک کر کے بڑی سڑک پر ڈال دیا۔

ڈرائیونگ کرتے ہوئے اسکا ذہن پانچ ارب کے ڈاکے ، وزیرِ خزانہ کے قتل اور اس کے بعد جمی کے قتل میں الجھا ہوا تھا ۔

پانچ ارب کے ڈاکے اور وزیرِ خزانہ کے قتل کے بعد وزیرِ اعظم نے پرائم منسٹر ہاؤس میں خصوصی

اجلاس طلب کیا تھا ۔ اس اجلاس میں ڈائریکٹر انٹیلیجنس سر رحمان ، ڈائریکٹر ملٹری انٹیلیجنس ایس صدیقی سر سلطان ، سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو اور مرکزی حکومت کے ذمہ دار عہدار شریک ہوئے تھے ۔

سر سلطان کی تجویز پر عمران نے بحیثیت ایکسٹو کے اس اجلاس میں شرکت کی تھی ۔ اجلاس میں ۵ ارب ڈالر کی بازیابی کیلئے مختلف تجاویز پیش کی گئیں تھیں کیونکہ وزیرِ خزانہ کا قتل بھی اسی سازش کی دوسری کڑی تھی اسی لیئے یہ بات خارج از امکان نہیں تھی کہ وزیرِ خزانہ کے قتل میں بھی انہی مجرموں نے ہاتھ ہو ۔ جنھوں نے اسٹیٹ بینک میں ڈاکہ ڈالا تھا ۔

ڈاکے اور قتل کی وجہ صاف ظاہر تھی ۔ مجرم جو کوئی بھی تھے نہیں چاہتے تھے کہ پاکیشا اس ملک کو وہ قرضہ مقررہ مدت پر وعدے کے مطابق ادا کر سکے ۔ قرضہ چونکہ مارچ میں ادا کیا جانا تھا اس لئے یہ بات ناممکن تھی کہ پاکیشا پانچ ارب کی خطیر رقم کے ڈاکے کے باوجود اس ملک کو وہ قرض ادا کر دیتا ۔

اُن کیلئے تو ۵ کروڑ کا ڈاکہ ہی سنگین ترین مسئلہ بن کر رہ گیا تھا ۔ جس کی وجہ سے ملک شدید ترین اقتصادی بحران کا شکار بھی ہو سکتا تھا ۔

اگر وہ ملک وعدہ خلافی پر پاکیشا میں مختلف منصوبوں پر لگائے گئے سرمائے کی فراہمی روک دے تو پاکیشا کی معاشی حالت بھی دگرگوں ہو سکتی تھی ۔

ان حالات کے پیشِ نظر صرف ایک راہ ہی تھی وہ یہ کہ جس قدر جلد ہو سکے پانچ ارب ڈالر زرِ آمد کر لئے جائیں ۔ اس کام کیلئے سب کی متفقہ نظر ایکسٹو پر ہی پڑی تھیں ۔ وزیرِ اعظم کے اصرار پر عمران نے بحیثیت ایکسٹو وہ کیس اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا ۔ اس وعدے کے ساتھ کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو گا ۔ پانچ ارب ڈالر برآمد کرے گا ۔

محکمہ انٹیلیجنس نے چونکہ فیاض کی رہنمائی میں کافی وقت گزرنے کے بعد بھی کوئی اچھی کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا اس لئے فوراً ایکسٹو کے ، کیس ہاتھ میں لینے کے بعد متعلقہ معلومات جو بینک میں

ڈاکے اور وزیرِ خزانہ کے قتل کے متعلق تھیں! تفصیل سے فائل کی صورت میں ایکسٹو کے حوالے کر دی گ

عمران نے اجلاس سے واپس آکر سب سے پہلے اس فائل کا مطالعہ کیا تھا جو محکمہ انٹیلیجنس نے

کی تھی۔ اس میں زیادہ تر فیاض کی تفتیش کی رپورٹیں تھیں۔

ایک جگہ فوٹو گرافروں کی رائے کے مطابق مقتول وزیرِ خزانہ کی آنکھوں کے فوٹو لینے کے بعد قا

کی شبیہہ اُبھر آئی تھی۔ جسے انٹیلیجنس کے ماہرین نے مکمل کر دیا تھا۔ اس طرح یہ بات واضح ہو گئی

وزیرِ خزانہ کو قتل مشہور بدمعاش "جمی" نے کیا ہے۔ جو کرائے کا قاتل کے نام سے جانا پہچانا جاتا تھ

جمی کی شخصیت عمران سے پوشیدہ نہیں تھی۔ وہ اس کے متعلق اچھی طرح جانتا تھا۔ عمران

فائل کا مطالعہ کرنے کے بعد ابھی کوئی لائحہ عمل مرتب کرنا شروع ہی کیا تھا کہ صفدر کا فون آگیا۔ جس

میں اس نے جمی کے قتل کی اطلاع دیتے ہوئے اسے تمام روئیداد سنا دی تھی۔ جمی کے قتل کے ساتھ

عمران کو اتفاقاً صفدر کی ذہانت کی وجہ سے دوسرا کلیو مل گیا تھا۔ معاملہ اتنا اہم تھا کہ عمران وقت ضائع

مناسب نہ سمجھتے ہوئے فوراً ہی پلازہ اسکوائر کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ وہ غیر ملکی بہر حال اس کیلئے خا

اہمیت کا حامل ہو گیا تھا۔

اس نے جیسے ہی اپنی ٹوسیٹر پلازہ اسکوائر کے سامنے روکی۔ صفدر فوراً اس کے قریب آگیا۔

عمران نے اسے دیکھکر آنکھ ماردی اور ٹوسیٹر سے باہر نکل آیا۔

"السلام علیکم عمران صاحب۔" صفدر نے مسکراتے ہوئے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔ جیتے رہو۔ دودھوں نہاؤ۔ پوتوں پھلوں۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر دعا دی

"چلو اس رُخِ روشن کے درشن بھی کرا دو۔ جسے دیکھکر تم یہاں قیس کی طرح دھرنا دیئے بیٹھے ہو

صفدر کے ہونٹوں پر دلفریب مسکراہٹ آگئی وہ اسے لئے ہوئے پلازہ اسکوائر کے زینوں کی

طرف بڑھ گیا۔ چوتھی منزل پر پہنچ کر صفدر نے انگلی سے مطلوبہ فلیٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"اماں یار آؤ اس میں شرمانے کی کیا بات ہے۔" اس نے احمقانہ لہجے میں کہا اور صفدر کو لئے

بڑبڑاتا ہوا فلیٹ میں داخل ہو گیا۔

گرانڈیل غیر ملکی صوفے کی پشت سے سر ٹیکے گہری سوچوں میں غرق تھا۔ دھڑام کی آواز پر اس

نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ جہاں عمران صفدر کے ساتھ مسکین سی صورت بنائے کھڑا تھا۔

"کون ہو تم کیوں آئے ہو یہاں۔" اس نے کرخت لہجے میں سوال کیا۔

عمران اس کی خوفناک آواز سنکر یوں کانپنے لگا۔ جیسے اُسے جاڑا سے بخار چڑھ رہا ہو۔

"ب۔ ب بھائی صاحب۔ بندے ہیں اللہ کے آپ سے یتیم خانے کا چندہ لینے نہیں آئے۔"

غیر ملکی نے حیرت سے عمران کو کانپتے ہوئے دیکھا۔ "کیا مطلب ہے تمہارا۔"

اُس کی آنکھوں سے الجھن مترشح تھی۔

"آپنے ... میرا مطلب ہے جمی ...." عمران نے اسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جملہ اُدھورا

چھوڑ دیا۔

گرانڈیل غیر ملکی جمی کا نام سنتے ہی بُری طرح چونکا اسکا ہاتھ بے اختیاری طور پر اپنی جیب کی

طرف بڑھا۔

صفدر جو ابھی تک خاموش کھڑا تھا سچویشن کا اندازہ کرتے ہی اس نے جیب سے ریوالور نکال لیا۔

"خبردار جو حرکت کرنے کی کوشش کی۔" اس نے خونخوار لہجے میں کہتے ہوئے ریوالور کا رُخ

گرانڈیل غیر ملکی کی طرف کر دیا۔ غیر ملکی اپنی جگہ ساکت ہو کر بیٹھ گیا۔ صفدر عمران کے اشارے پر آگے

بڑھا اس نے غیر ملکی کی جیب سے ریوالور نکالکر جیب میں رکھا۔ اور آگے بڑھکر دروازہ بند کر دیا۔ عمران اس

اثناء میں صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔ صفدر ریوالور کا رخ غیر ملکی کی طرف کئے اس کے مدِ مقابل بیٹھ گیا۔

"آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو۔؟"

"تمہارا حلوہ بنانا چاہتے ہیں کوئی اعتراض تو نہیں" عمران کے جواب پر غیر ملکی ناک سکیڑ کر رہ گیا۔

"جمی کو کیوں قتل کیا ہے۔؟"

"میں نے کسی کو قتل نہیں کیا۔ میں کسی جمی کو نہیں جانتا" گرانڈیل غیر ملکی بالکل خوف زدہ معلوم نہ ہوتا تھا۔ "خیریت چاہتے ہو تو یہاں سے فوراً دفع ہو جاؤ۔ میں اس کھلونے کی زیادہ پرواہ نہیں کرتا" اس نے ریوالور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نفرت سے کہا۔

"واہ، واہ کیا کہنے تمہاری بہادری کے" عمران نے تالی بجا کر داد دی "بھیا اسے جیب میں رکھ لو یہ اپنے ہی بھائی بند معلوم ہوتے ہیں"

لیکن صفدر نے جیسے ہی ریوالور جیب میں ڈالا۔ گرانڈیل غیر ملکی اپنی جگہ سے اسپرنگ کی طرح اچھلا اور تقریباً اڑتا ہوا اُن کی طرف آیا۔

عمران چونکہ پہلے ہی سے ہوشیار تھا اسی لئے جھکائی دیکر ایک طرف ہو گیا۔ لیکن صفدر اسکی لپیٹ میں آگیا۔ وہ صفدر کو رگیدتا ہوا دور تک لے گیا۔ صفدر کی گردن کے گرد اسکے بازو لوہے کے شکنجے کی طرح حائل تھے۔ وہ ان پر مسلسل دباؤ ڈال رہا تھا۔ صفدر کی آنکھیں جیسے اُبلی پڑ رہی تھیں۔ وہ اس کے بازوؤں میں بے بسی پنچھی کی طرح پھڑپھڑا رہا تھا۔

اگر کچھ دیر اسے موقع مل جاتا تو صفدر کا کام تمام ہو جانا یقینی تھا۔ لیکن عمران نے اسے موقع دیئے بغیر ایک زبردست ٹھوکر اسکی ریڑھ کی ہڈی پر ماری۔ گرانڈیل غیر ملکی کی گرفت صفدر کی گردن پر ڈھیلی پڑ گئی۔

صفدر بلا تاخیر چکنی مچھلی کی طرح پھسلتا ہوا اسکے شکنجے سے نکل آیا۔ گرانڈیل غیر ملکی اب کھڑا ہو چکا تھا۔ اس کے نتھنے بُری طرح پھول پچک رہے تھے اور وہ خونخوار نظروں سے عمران کو

گھور رہا تھا جو اس کے سامنے کھڑا استہزائیہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔

گرانڈیل غیر ملکی نے اچانک چھلانگ لگائی عمران ذرا سا جھکا اور جیسے ہی وہ غیر ملکی اپنی جھونک میں اسکی طرف آیا عمران کا گھٹنہ اسکے پیٹ پر پڑا۔ لیکن وہ سنبھل کر پھر ہٹ گیا تھا۔ اس نے عمران پر دوبارہ چھلانگ لگائی۔ اب کے عمران نے اپنی جگہ سے ہٹ کر ایک زوردار چپت اسکے سر پر رسید کر دی۔

"اماں جاؤ یار، خوامخواہ بندروں کی طرح اچھل رہے ہو" اس نے تاؤ دلانے والے لہجے میں غیر ملکی کو مخاطب کیا۔ اسکی استہزائیہ ہنسی نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور گرانڈیل غیر ملکی بالکل دیوانوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑا۔ مگر وہ جب بھی حملہ آور ہوتا عمران اپنی مخصوص تیکنیک سے اس کا وار خالی کر دیتا عمران کی زوردار چپتوں نے گرانڈیل غیر ملکی کو غصّے سے بے حال کر دیا تھا۔

صفدر اپنی گردن سہلاتے ہوئے صوفے پر خاموش تماشائی بنا بیٹھا تھا۔

گرانڈیل غیر ملکی نے مختلف طریقوں سے عمران کو زک پہنچانے کی کوشش کی مگر ہر بار ناکامی کے علاوہ اسے ایک زوردار چپت بھی کھانی پڑتی تھی۔ اچھل کود کی وجہ سے گرانڈیل غیر ملکی ہانپنے لگا۔ وہ اب بہت محتاط ہو کر عمران پر حملہ کر رہا تھا۔

عمران کا اپنا منشا بھی یہی تھا کہ گرانڈیل شخص خود ہی تھک کر چُور ہو جائے۔ تاکہ اسکے سوالوں کے جواب آسانی سے دے سکے۔ لیکن ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گرانڈیل شخص تھکنے کے باوجود اتنی قوت ارادی کا مالک ہے کہ اس سے آسانی سے کچھ اگلوایا نہیں جا سکے گا۔

پھر ایک مرتبہ جیسے ہی اس نے عمران پر حملہ کیا۔ عمران نے آگے بڑھ کر اسکا ہاتھ پکڑا اور ایک زوردار جھٹکا دیا۔ گرانڈیل غیر ملکی قلابازی کھاتا ہوا فرش پر جا گرا۔ ابھی وہ سنبھل کر اٹھ ہی رہا تھا کہ عمران کی زوردار ٹھوکر اسکی گردن پر پڑی۔ اسکا سر زور سے فرش سے ٹکرایا۔

عمران کی دو چار ٹھوکروں نے اسے اسقدر نڈھال کر دیا کہ وہ اٹھ بھی نہیں سکتا تھا۔ فرش سے ٹکرانے کی وجہ سے سر میں شدید چوٹ آگئی تھی جس سے خون بہہ بہہ کر اسکے چہرے سے ہوتا ہوا گردن پر آرہا تھا۔

عمران نے سیدھے ہو کر ہاتھ جھاڑے اور اسکی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"جمی کو کیوں قتل کیا ہے۔؟" اس نے گرانڈیل غیر ملکی کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے سوال کیا۔ لیکن گرانڈیل غیر ملکی نے اپنی خون بھری آنکھوں سے اسکی طرف دیکھا اور اچانک اپنی دائیں داڑھ کو جھٹکا دیکر کچھ چبانے لگا۔

عمران نے لپک کر اسکے قریب پہنچا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ اسکا منہ کھولکر وہ چیز نکالتا۔ گرانڈیل شخص اسے نگل چکا تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے جسم نے جھٹکا کھایا اور وہ ساکت ہو گیا۔

عمران نے ہونقوں کی طرح صفدر کی طرف دیکھا جو اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"؎ یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا"

عمران اداس سی صورت بنائے غالب کا شعر گن گناتے ہوئے فلیٹ سے باہر آگیا۔ صفدر اس کے ساتھ ہی تھا۔ ایک بار پھر تاریکی تھی۔ دوسرا کلیو بھی ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

وہ کافی وسیع و عریض بنگلہ تھا۔ جو صفائی اور دیکھ بھال نہ ہونے کے سبب اپنی اصلیت کھو بیٹھا تھا۔ اس کے چاروں طرف کھینچی ہوئی باؤنڈری وال بھی جگہ جگہ سے شکستہ ہو چکی تھی۔ اندر چاروں طرف کبھی زمانے میں گھاس کے سبز تختے اور کیاریاں میں خوبصورت پھول کھلتے ہونگے۔ مگر اب وہاں جھاڑ جھنکار کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ یہ علاقہ دار الحکومت کے جنوب میں واقع تھا۔ یہاں

اس جیسے بہت سے بنگلے تھے لیکن اُن کے درمیانی فاصلے کافی تھے۔ کچھ غیر آباد بھی تھے لیکن زیادہ تر آباد ہی تھے اُس بنگلے کی ظاہری حالت سے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے یہ بھی غیر آباد ہوں۔ لیکن بیرونی حالت کے برعکس بنگلہ اندرونی طور پر بالکل ٹھیک ٹھاک اور رہائش کے قابل تھا۔ گو اندرونی دیواروں پر کافی عرصے سے کلر نہیں کیا گیا تھا۔ مگر پھر بھی وہ صاف و شفاف اور چمکدار دکھائی دیتی تھیں۔

اس وقت عمارت سے باہر کمپاؤنڈ میں دو کاریں یکے بعد دیگرے آکر رکیں۔ اُن میں سے چھ تنومند اور ڈیل ڈول کے آدمی اترے۔ انہوں نے بہترین تراش کے سوٹ پہن رکھے تھے۔

کاروں سے اتر کر وہ عمارت کی طرف بڑھ گئے۔

ایک نے ہاتھ بڑھا کر اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبایا۔ عمارت میں دور کہیں جلترنگ سے بجنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک آدمی نے اندر سے گردن نکال کر سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔ اور دروازے سے ہٹ گیا۔ وہ چاروں اندر داخل ہوئے۔

وہ شخص انہیں لئے ہوئے ایک راہداری میں داخل ہوا۔ راہ داری میں قطار میں کمرے بنے ہوئے تھے۔ وہ ایک کمرے کے سامنے رک گیا۔

"کم اِن ایوری بوڈی" کمرے سے ایک بھاری بھرکم آواز آئی۔ وہ ساتوں مؤدبانہ انداز میں کمرے میں داخل ہوئے۔

یہ ایک بڑا سا مسطیل کمرہ تھا۔ فرش پر موٹا سا خوبصورت قالین بچھا ہوا تھا۔ ایک بڑی سی میز کے گرد آٹھ کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک کرسی پر ایک ادھیڑ عمر مگر دیو ہیکل سفید فام بیٹھا تھا۔ جسکی آنکھیں اسقدر سرخ تھیں جیسے اُن سے خون ٹپک رہا ہو۔

اس نے انہیں اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے گھور کر دیکھا۔ "سیٹ ڈاؤن پلیز"

اس نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ سب مؤدبانہ انداز میں خاموشی سے کرسیوں پر بیٹھ

گئے۔ایک کرسی خالی تھی ۔انھیں اپنے ساتھ لانے والا اسی کے پیچھے کھڑا تھا۔

"جیمسن" اس نے ایک بھوری مونچھوں والے شخص کو مخاطب کیا۔

"اینڈریو کا پتہ چلا۔؟"

"یس سر، عمران نامی ایک شخص اس کے پیچھے لگ گیا تھا۔وہ اُس سے ہمارے راز معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن جیمسن نے جواب دینے کی بجائے خودکشی کرلی۔اسکی لاش پولیس پوسٹ مارٹم کیلئے ہسپتال گئی تھی۔میں نے اسکے فلیٹ سے خفیہ اشارات سے اسکا پتہ چلایا۔جو وہ مرتے وقت فرش پر چھوڑ گیا تھا" بھوری مونچھوں والا بات ختم کرکے اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہوں" باس کے چہرے پر فکر و تشویش کی علامات نظر آنے لگیں۔

"اس شخص نے ہمارے ایک بہترین آدمی کو ختم کردیا ہے۔جو ہمارے لئے ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ "جیک تم نے عمران کے بارے میں معلومات کیں۔؟"

"یس باس۔ عمران یہاں کی انٹیلیجنس کے ڈائریکٹر کا بیٹا ہے۔پرائیویٹ جاسوس بھی ہے۔اور کبھی کبھی پولیس کیلئے کام کرتا ہے۔بظاہر احمق نظر آتا ہے مگر انتہائی خطرناک ہے۔باس ہمیں اس سے محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

"ہوں۔یہاں ہمارا کام تھوڑا سا باقی رہ گیا ہے۔ڈالرز کی فراہمی کا مسئلہ تو حل ہوگیا ہے۔تم سب کی احتیاط سے ہم بہت جلد اپنا کام نبٹا کر یہاں سے نکل سکتے ہیں۔یاد رکھو تمہاری ذرا سی بھی لغزش نہ صرف کھیل بگاڑ دیگی بلکہ ہمیں موت کے چنگل سے بھی کوئی نہیں بچا سکے گا۔مجھے یقین ہے کہ یہاں کی تمام جاسوسی کی ایجنسیاں حرکت میں آچکی ہوں گی۔پانچ ارب کا ڈاکہ معمولی حیثیت نہیں رکھتا اگر ہم ان کی منتقلی بحفاظت کرنے میں کامیاب ہوگئے۔تو نہ صرف یہ ہمارا بڑا کارنامہ ہوگا بلکہ یہاں کی اقتصادی اور معاشی حالت تباہ ہوکر رہ جائیگی۔اس کے دوست ملک اسکا اعتماد چھوڑ دیں گے اور یہ ملک

کیلا رہ کر زیادہ عرصے قائم نہیں رہ سکے گا۔"

"الفریڈ اور جون" اس نے دو آدمیوں کی طرف دیکھا جو ایک دوسرے کے پڑوس میں بیٹھے تھے۔دونوں ہی بھاری بھرکم اور شکلوں سے سفاک دکھائی دیتے تھے۔

"یس باس" دونوں نے بیک آواز مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"تم دونوں عمران پر نظر رکھو۔اور اسکی تمام حرکات نوٹ کرو" باس نے دونوں کو حکم دیا۔

"ہمیں اس شخص سے کافی ہوشیار رہنا ہوگا۔جیمسن اور جیک تم دونوں فی الحال آرام کرو ہمیں اپنے کام کیلئے کچھ دنوں انتظار کرنا پڑے گا۔میں نے ہیڈ کوارٹر کو اینڈریو کی موت کی اطلاع دے دی ہے وہ لوگ دوسرے آدمی کا بندوبست کر رہے ہیں۔حالات جیسے ہی اپنے حق میں ہونگے ہم اپنا کام مکمل کرلیں گے۔اس وقت تک تم سب لوگ اپنی اپنی جگہ چوکنے اور محتاط رہو۔یاد رکھو غلطی کا میرے پاس دوسرا نام موت ہے۔" باس کا لہجہ انتہائی خوفناک تھا۔

"الفریڈ اور جون تمہیں جو کام سونپا گیا ہے۔اس میں غلطت یا کوتاہی برداشت نہیں کی جائے گی۔" باس نے ایک بار پھر الفریڈ اور جون کو خبردار کیا۔

باس نے غور سے تمام لوگوں کو دیکھا جو سر جھکائے خاموشی سے بیٹھے تھے۔اس کے لبوں پر مکروہ مسکراہٹ آگئی "اب تم لوگ جا سکتے ہو"

اشارہ پاتے ہی وہ لوگ ایک ایک کرکے مؤدبانہ انداز میں اُٹھے اور کمرے سے باہر نکلتے چلے گئے۔

عمران اس وقت ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں اپنے مخصوص ٹیکنی کلر لباس کالی پتلون نیلی شرٹ پیلی جیکٹ ہری ٹائی اور لال کوٹ میں ملبوس اپنی مخصوص میز پر بیٹھا تھا۔لال ترکی ٹوپی کا پھندنا چہرے کی طرف تھا۔چہرے پر حماقتیں برس رہی تھیں۔اس کی آنکھیں بند تھی اور وہ دونوں ہاتھوں سے دھیرے

دھیرے میز پر طبع آزمائی کر رہا تھا۔ لبوں سے مدھم سُروں میں کوئی نغمہ بھی نکل رہا تھا مگر آواز اتنی مدھم تھی کہ قریب بیٹھا ہوا شخص بھی ٹھیک سے نہیں سن سکتا تھا۔

دراصل جب سے اس نے یہ نیا کیس ہاتھ میں لیا تھا۔ وہ اب تک مغز ماری کے علاوہ کچھ نہیں حاصل کر سکا تھا۔ معاملہ ہنوز جوں کا توں تھا۔ پلازہ اسکوائر سے بھی کوئی کام کی چیز برآمد نہیں ہوئی۔ مجرم جو کوئی بھی تھے بڑے ذہین اور ہوشیار تھے جنہوں نے اپنے گریبان تک پہنچنے والے ہر نشان کا بڑی خوبصورتی سے صفایا کیا تھا۔

پلازہ اسکوائر سے واپسی کے بعد اس نے صفدر کو اسکے فلیٹ پر چھوڑا تھا اور خود دانش منزل کی طرف چل دیا تھا۔ بلیک زیرو کو تمام صورتِ حال سمجھانے کے بعد اس نے دانش منزل ہی سے بحیثیت ایکسٹو اپنے تمام ماتحتوں کو تیار رہنے کا حکم دے دیا تھا۔

اپنے فلیٹ آنے کے بعد وہ کافی دیر تک اپنا سر کھپاتا رہا۔ لیکن ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ آخر اس کی کھوپڑی اُلٹ گئی۔ اس نے تمام خیالات کو ذہن سے جھٹکا۔ اور تیار ہونے لگا۔

سلیمان اُسے باہر جاتا دیکھ کر دل ہی دل میں خوش ہوا تھا۔ کیونکہ اس نے رات کا کھانا نہیں پکایا تھا۔ عمران کچھ دیر اس کے ساتھ مغز ماری کرتا رہا تھا۔ لیکن جلد ہی اکتا کر باہر نکل آیا تھا۔

اور اب وہ ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں جلوہ فگن تھا۔ سینکڑوں نظریں اب تک اسکا طواف کر چکی تھیں۔ کچھ میں تمسخر تھا جلن تھی۔ اور کچھ میں اکتاہٹ۔ لیکن اُسے کسی کی پرواہ کب تھی۔ وہ تو اپنی دھن میں مگن تھا۔

ماحول پر سکون تھا۔ بینڈ ہال میں والز کی ہلکی موسیقی بکھیر رہا تھا۔ لوگ آہستہ آہستہ باتوں میں مصروف تھے۔ ڈانسنگ فلور پر کچھ جوڑے ایک دوسرے کی بانہوں میں بانہیں ڈالے دنیا و مافیہا سے بے خبر ایک دوسرے میں گم تھے۔ ٹپ ٹاپ نائٹ کلب کی فضائیں رنگ و بو بکھیرنے کے باوجود پرسکون

تھیں۔ لیکن اچانک سکون کا پردہ چاک ہو گیا۔

عمران جو پہلے مدھم سُروں میں گا اور بجا رہا تھا۔ دھیرے دھیرے اسکی آواز تیز ہوتی جا رہی تھی ساتھ ہی ساتھ میز پر طبلہ نوازی میں بھی شدت آتی جا رہی تھی۔ وہ آنکھیں بند کئے چہرے پر بے پناہ کیفیتیں سجائے پوری قوت سے گلا پھاڑ کر گانے میں مصروف تھا۔

اِرد گرد بیٹھے ہوئے لوگ چونک چونک کر اسکی طرف دیکھ رہے تھے۔ کئی ایک غصیلی نظریں تھیں جو اسے پھاڑ کھانے والے انداز میں گھور رہی تھیں۔ لیکن وہ اُن سب سے بے خبر اپنی دھن میں مگن تھا۔

ہو بلم بھوا باجے رے۔ ہو سجن بھوا باجے رے

آئینگے مورے سانوریا۔ ہو۔۔۔ ۔۔ ۔۔۔

ہو، ہو کی مستقل گردان تھی۔ عجیب بے تکا گانا تھا۔ یا بے ہنگم سا شور۔ اس کی آواز بڑھتے بڑھتے اتنی بڑھی کہ بینڈ والوں کو بھی اپنا ساز روکنا پڑا۔ ہو سکتا تھا اگر اس کا یہ سُر اگانا کچھ دیر اور جاری رہتا تو۔ اچھا خاصہ ہنگامہ ہو جاتا۔ لیکن مینیجر اپنے کمرے سے دوڑتا ہوا آیا تھا۔ اس کے چہرے پر سراسیمگی اور گھبراہٹ عیاں تھی۔

"عمران صاحب پلیز۔ عمران صاحب۔" اس نے ملتجی نظروں سے عمران کی طرف دیکھا۔ مگر عمران وہاں تھا جو اس کی بات سنتا۔ وہ تو گانے کے بولوں میں کھو سا گیا تھا۔ اور سحر زدہ انداز میں مسلسل گلا پھاڑ رہا تھا۔

"عمران صاحب!" مینیجر میز پر زور سے مُکہ مار کر چیخا۔

عمران کے ہاتھ اور لب ایک ساتھ ایسے رُک گئے جیسے چابی ختم ہو گئی ہو۔ ہال میں سناٹا چھا گیا تھا۔ عمران نے آنکھیں کھول کر دیے پٹ پٹائے اور غصیلی نظروں سے مینیجر کو گھورنے لگا۔

"تم... تم بہت ظالم اور انتہائی بے حس آدمی ہو۔" غصے کی شدت کی وجہ سے نتھنے بُری

طرح پھڑک رہے تھے۔ اور وہ پھاڑ کھانے والے لہجے میں منیجر سے کہہ رہا تھا۔ "تمہیں سُروں کی نازکی کا ذرا بھی احساس نہیں۔ تم نے سُروں کی توہین کی ہے اُن کا مذاق اُڑایا ہے اس جُرم کی سزا تمہاری موت سے بھی پوری نہیں ہو سکتی۔ منیجر تم مرو پھر زندہ ہو، پھر مرو پھر زندہ ہو، پھر مرو پھر زندہ ....."

"آپ کو کم از کم کاپی کے ڈسپلن کا خیال کرنا چاہیئے۔ آپ کی ایسی حرکتوں سے ہمارے بزنس پر کافی بُرا اثر پڑتا ہے۔" منیجر نے اسکی زندہ ہو اور مرو کی گردان کاٹتے ہوئے کہا۔ وہ عمران کے سامنے ہی ایک کُرسی پر بیٹھ چکا تھا۔

"یعنی اسے کہتے ہیں اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ ایک تو تم نے میرے سُروں کی توہین کی میرے جذبات کو اپنے پیروں تلے کچل ڈالا۔ اور کہتے ہو میری وجہ سے تمہارے بزنس پر اثر پڑتا ہے۔ ہائے منیجر یہی ہے تمہاری شرافت جسکا مظاہرہ تم شراب کے کریٹ بلیک کرتے ہوئے کرتے ہو یہی ہے تمہارا بزنس جو تم"

اس نے جملہ اُدھورا چھوڑ کر معنی خیز نظروں سے منیجر کی طرف دیکھا۔ منیجر اسکے الفاظ پر چونک کر بُری طرح بوکھلا گیا اور رحم طلب نظروں سے اسکی طرف دیکھنے لگا۔ شاید عمران کی سامع نوازی اس پر بارِ گراں ثابت ہوئی تھی۔

"میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ آپ خدانخواستہ میرا مطلب ہے۔"

"کیا مطلب ہے منیجر تمہارا۔؟"

"کچھ نہیں جناب۔ آپ کا خادم ہوں۔" منیجر نے دوسرا جملہ بڑی آہستگی سے کہا تھا۔

"ہاں اب آئے نا راستے پر۔ بچو!" عمران نے احمقانہ انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم مانتے ہو کہ تم نے میرے سُروں کی توہین کی۔"

"جی۔ جی ہاں۔"

"یہ بھی مانتے ہو کہ تم نے براہِ راست ہمارے نازک سے جذبات کو ٹھیس پہنچائی۔"

"جی ہاں بالکل مانتا ہوں۔"

"تم اپنے بھیانک جُرم کا اقرار کرتے ہو۔"

"جی ہاں۔"

"بولو مابدولت تمہیں تمہارے جُرم کی کیا سزا دیں۔؟" اس نے شاہانہ لہجے میں منیجر سے سوال کیا۔ جو بے چارہ پسینے میں تر بھیگی بلّی بنا بیٹھا تھا۔

"غریب آدمی ہوں مائی باپ ایک بار معاف کر دو۔" منیجر نے لجاجت سے ہاتھ جوڑے۔

"اچھا جاؤ تمہیں معاف کیا۔" عمران نے آنکھیں بند کر کے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔

منیجر موقع غنیمت جان کر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے آفس کی طرف جانے لگا۔

"رک جاؤ۔" ابھی منیجر دو تین قدم ہی چلا ہوگا کہ عمران کا تحکمانہ حکم سن کر رُکا اور پلٹ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"ایک گلاس ٹھنڈا پانی اور گرما گرم کافی فٹافٹ بھیجو۔" عمران نے چٹکی بجا کر اشارہ کیا۔ منیجر جان بچی لاکھوں پائے کے مصداق تیر کی طرح اپنے آفس میں جا گھسا۔

منیجر کے جانے کے بعد عمران نے ایک زوردار جماہی لی اور خالی منہ چلانے لگا۔ اس کا یہ مشغل اس وقت تک جاری رہا جب تک بیرے نے اسکی میز پر کافی سرو نہ کر دی۔

اس نے پانی کا گلاس اٹھایا اور غٹاغٹ ایک سانس میں چڑھا گیا۔ خالی گلاس ایک طرف رکھ کر اس نے کافی کی ٹرے اپنی جانب سرکائی۔ کپ میں چینی ڈالتے ہوئے اسکی نظر اس شخص پر پڑی جو ذرد دیدہ نظروں سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔

عمران نے کسی ردِ عمل کا اظہار کئے بغیر کافی بنائی اور ہلکے ہلکے گھونٹ لینے لگا اس نے ایک بار پھر اس شخص کی طرف دیکھا۔ لیکن انداز ایسا تھا جیسے بیرے کی طرف دیکھ رہا ہو۔ اس نے ایک ہی

نظر ہیں پہچان لیا تھا کہ اسے تاڑنے والا شخص میک اپ میں ہے۔

"اس کا مطلب ہے سامنے والی پارٹی چوکنی ہے اور جوابی حملے کیلئے تیار۔ اسے اسکی پہلے ہی سے توقع تھی۔ اسی توقع کی بناء پر اس نے ٹپ ٹاپ کا انتخاب کیا تھا۔ سو اس کی توقع کے عین مطابق کھیل شروع ہو چکا تھا۔

عمران نے خالی کپ میز پر رکھا۔ اور اپنی جگہ سے اُٹھ گیا اسکا رُخ منیجر کے آفس کی طرف تھا۔ اس نے چلتے ہوئے کنکھیوں سے دیکھ لیا تھا کہ وہ شخص بھی اٹھنے کیلئے کلملا رہا تھا۔ اسکے لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ آگئی۔ وہ جیسے ہی منیجر کے کمرے میں داخل ہوا منیجر بوکھلا کر اپنی سیٹ سے کھڑا ہو گیا

"آیئے آیئے عمران صاحب۔" اس نے انتہائی خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔

"منیجر ناگوارِ خاطر نہ ہو تو کریم بیگ کو بلوا دو۔"

"جی اچھا۔" منیجر کا ہاتھ گھنٹی کی طرف بڑھا۔

"ارے نہیں منیجر مجھے بہت جلدی ہے۔ ایسا کرو تم خود جا کر اُسے جلدی سے بلا لاؤ۔"

"جی۔ جی اچھا۔" منیجر نے مردہ لہجے میں کہا اور کریم بیگ کو بلاتے چلا گیا۔

منیجر کے کمرے سے جاتے ہی عمران نے باہر جھانک کر دیکھا۔ وہ شخص کاؤنٹر پر کھڑا تھا عمران نے فون اپنی طرف کھسکایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

دوسری طرف سے گھنٹی بجنے کی آواز آتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد کسی نے فون اٹھایا۔

"ہیلو تنویر اسپیکنگ۔"

"ایکسٹو از ہیئر۔" عمران نے آواز بدل کر بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ یس سر۔"

"فوراً ٹپ ٹاپ نائٹ کلب پہنچو۔ تمہیں ایک لمبی مونچھوں والے پر نظر رکھنی ہے جس کے بائیں

ل پر بڑا سا مسّہ ہے۔ اس نے نیوی بلیو سوٹ پہن رکھا ہے۔ عمران تمہیں کلب ہی میں ملے گا۔ اس سے شناسائی ظاہر کئے بغیر اپنا کام کرنا۔ اوکے اوور اینڈ آل۔" اس نے رسیور کریڈل پر رکھا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد منیجر کریم بیگ کو لیئے اندر داخل ہوا۔

"شکریہ منیجر آؤ کریم بیگ تم سے ایک ضروری کام ہے۔"

ایک دیہاتی سا شخص جس نے دھوتی پہن رکھی تھی عمران کو گھبرائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا وہ کریم بیگ کو لئے اپنی میز پر دوبارہ واپس آگیا۔

"کیا کام ہے صاحب جی۔"

"صاحب جی کے پیچھے منہ کھول۔"

"کیوں صاحب جی۔؟"

"تمہارے دانت گننے ہیں۔"

"کیوں صاحب جی۔؟" اس نے پھر سادگی سے کہا۔

عمران نے غصیلی نظروں سے اسے گھورا "تمہارا شناختی کارڈ بن گیا ہے۔؟"

"نہیں۔" کریم بیگ نے جواب دیا۔

"ابے اسی لئے تو گن رہا ہوں تمہارے دانت۔ اگر پورے بتیس ہوئے تو سمجھو کہ تم بالغ ہو تمہارا کارڈ بن جائیگا اور اگر کم ہوئے تو تمہیں چند سال انتظار کرنا پڑیگا۔" عمران نے گویا دانت گننے سے متعلق وضاحت کی۔

سادہ لوح کریم بیگ کے دماغ میں شاید یہ بات آگئی تھی تبھی تو اس نے اپنا منہ کھول کر ان کے سامنے کر دیا تھا۔ اور عمران کھڑے ہو کر باقاعدہ بچوں کی طرح زور زور سے اسکے دانتوں کی گنتی کر رہا تھا۔ مگر ہر بار کہیں نہ کہیں گنتی غلط ہو جاتی۔ اور وہ دوبارہ گنتی شروع کر دیتا۔ مقصد صرف

ٹائم پاس کرنا تھا۔ تنویر کو ٹپ ٹاپ پہنچنے میں کم از کم بیس[۲۰] منٹ تو ضرور لگتے۔

بھاری مونچھوں والا بھی قریب ہی بیٹھ چکا تھا

عمران نے ذرد دیدہ نظروں سے اسکی طرف دیکھا اور پھر گنتی شروع کر دی۔!

ایکسٹو کی کال آنے کے بعد تنویر بادلِ ناخواستہ بستر سے اٹھا۔ منہ پر ٹھنڈے پانی کے دو[۲] چار[۴] چھینٹے ڈالنے کے بعد اس نے لباس تبدیل کیا۔ فلیٹ کو تالا لگایا اور اپنی موٹر سائیکل لیکر ٹپ ٹاپ نائٹ کلب کی طرف روانہ ہو گیا۔

اگر ایکسٹو جولیا کے ذریعے اسے پہلے ہی گھر پر رہنے کا حکم نہ دیتا تو وہ اس وقت نہ فلیٹ میں موجود ہوتا نہ ہی اسے ایکسٹو کے نادر شاہی حکم کی تعمیل کرنا پڑتی۔ لیکن حکمِ حاکم مرگِ مفاجات کے مصادق اب چھٹکارا بھی ناممکن تھا۔

مختلف شاہراؤں سے گذرتے ہوئے اسکی سوچ کے دائرے پھیلتے اور سکڑتے رہے۔ یہ سلسلہ اس وقت بند ہوا جب تنویر نے اپنی موٹر سائیکل ٹپ ٹاپ نائٹ کلب کے پارکنگ ایریئے میں روکی۔ اسے تیار ہو کر یہاں پہنچنے میں بیس منٹ لگ گئے تھے

اس نے موٹر سائیکل بند کی اور داخلی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ کاؤنٹر پر کھڑا حال کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔ اس نے اس لمبی مونچھوں اور نیوی بلیو سوٹ والے کو دیکھ لیا تھا جو عمران کے قریب ہی بیٹھا بظاہر نہ جلتے کن سوچوں میں گم تھا۔

اور عمران، تنویر نے اسکی طرف اچٹتی سی نظر ڈالی۔ اس نے دل ہی دل میں اسے سینکڑوں صلواتیں سنا ڈالی۔ جو بڑے اطمینان سے ایک دیہاتی سے شخص کے دانتوں کی گنتی میں مصروف تھا۔ ایکسٹو کی بے انصافی پر اس کا خون کھول اٹھا۔ بھلا یہ بھی کوئی تک تھی کہ وہ ایک غیر ذمہ دار اور احمق

شخص کو اپنے ماتحتوں سے اونچا درجہ دیتا تھا۔ کیا اس کے اپنے ماتحت اس قابل نہیں تھے۔ کہ ذمہ داری پوری کر سکتے تھے۔ کیا خود اُس میں کوئی کمی تھی جو ہمیشہ اُسے اس پاگل کی نگرانی میں کام کرنا پڑتا۔ اس کی بیجا حرکت کو برداشت کرنا پڑتا تھا۔ اپنے سے کیا دونوں جائیں جہنم میں۔

اس نے سر جھٹکا اور ایک خالی میز کی طرف بڑھ گیا۔ بیرے کو چائے کا آرڈر دیکر وہ کن انکھیوں سے نیوی بلیو سوٹ والے کی طرف دیکھنے لگا۔ بیرا اسی وقت چائے لیکر آگیا۔ تنویر نے چائے کا کپ اٹھایا ہی تھا کہ نیوی بلیو سوٹ والا اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ عمران بیرونی دروازے سے باہر نکل رہا تھا۔

تنویر نے جلدی جلدی چائے کے گھونٹ لیئے ایسا کرتے ہوئے اسکی زبان جل گئی تھی اور درد کی شدت کی وجہ سے آنکھوں میں پانی آگیا تھا۔ اس نے چائے ختم کی جب وہ بل ادا کر کے باہر آیا تو نیوی بلیو سوٹ والا ایک سفید اسکوڈا میں مین گیٹ سے باہر نکل رہا تھا۔

تنویر تقریباً دوڑتا ہوا اپنی موٹر سائیکل تک گیا۔ اس نے پھرتی سے اُسے اسٹارٹ کیا اور خود بھی زن سے مین گیٹ سے باہر نکلتا چلا گیا۔

تنویر کی موٹر سائیکل کے مین گیٹ سے نکلنے کے بعد ایک شیورلیٹ مناسب فاصلہ دیکر اس کے پیچھے چلنے لگی۔ اس طرح بل ترتیب عمران کی ٹوسیٹر آگے، اسکے پیچھے نیوی بلیو سوٹ والے کی اسکوڈا بعد میں تنویر اور تنویر کے پیچھے شیورلیٹ ایک دوسرے کے تعاقب میں دوڑ رہے تھے۔

عمران اپنی ٹوسیٹر کو مناسب رفتار سے دارالحکومت کی مختلف شاہراؤں پر گھما رہا تھا۔ بیک ویو مرر میں اسے سفید اسکوڈا صاف نظر آرہی تھی۔ جبکہ تنویر اسکوڈا کا تعاقب کرتے ہوئے۔ عمران پر دانت پیس رہا تھا۔ جو خوامخواہ سڑکوں پر خود آوارہ گردی کر رہا تھا جس کی وجہ سے دوسرے خوار ہو رہے تھے۔ دفعتاً اسے کلائی پر جھٹکا محسوس ہوا۔ اسنے ایک ہاتھ سے موٹر سائیکل کا بیلنس سنبھالا اور دوسرے ہاتھ سے کلائی میں بندھی ہوئی گھڑی کی چابی باہر کھینچ لی۔ گھڑی میں ایک سبز نقطہ جلنے بجھنے لگا۔

تنویر نے سر کھجانے والے انداز میں کلائی کان کے قریب کرلی۔

"کیا حال ہیں تنویر بھائی"

"حال کے بچے یہ سب کیا کر رہے ہو۔ تم نے کیا مجھے اپنے باوا کا غلام سمجھا ہے جو دم چھلے کی طرح پیچھے پیچھے لگائے گھوم رہے ہو۔" اس کی دانست میں عمران صرف اسے تنگ کرنے کیلئے تعاقب در تعاقب کا چکر چلا رہا تھا۔

"کیا بات ہے بھائی نہ سلام نہ دعا کٹکھنی بلی کی طرح کاٹنے کو دوڑ رہے ہو۔" عمران کے احمقانہ لہجے نے اس کے دماغ کی رگیں چٹخا دی تھیں۔

"بکواس مت کرو۔ اپنے کام سے کام رکھو۔" اس نے غصے میں بل کھاتے ہوئے واچ ٹرانسمیٹر کی چابی برابر کر دی۔

عمران کی کار مختلف سڑکوں پر سے ہوتی ہوئی اب فلیٹ کی طرف جا رہی تھی۔ ظاہر ہے کہ نیوی بلیو سوٹ والے کی سفید اسکوڈا اس کے پیچھے ہی ہوگی۔

عمران نے اپنی کار فلیٹ کے سامنے روکی اور انجن بند کر کے۔ سیدھا فلیٹ میں گھس گیا۔ جبکہ اسکوڈا اس سے دس گز کے فاصلے پر رکی تھی۔ لیکن نیوی بلیو سوٹ والے نے کار سے باہر نکلنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ اور وہ کار کے اندر ہی بیٹھا عمران کے فلیٹ کی جانب دیکھ رہا تھا۔

تنویر نے اپنی موٹر سائیکل اس سے ذرا فاصلے پر ایک سگریٹ کی دوکان کے سامنے روکی تھی وہ اتر کر سگریٹ لینے کیلئے دوکان کی طرف بڑھ گیا تھا۔ جبکہ سیاہ شیورلیٹ دوسری جانب کھڑی تھی۔ اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا۔ خوفناک شکل کا آدمی تنویر کو گھور رہا تھا۔ کافی دیر گذرنے کے بعد بھی عمران جب فلیٹ سے برآمد نہیں ہوا تو نیوی بلیو سوٹ والے نے اسکوڈا کا دروازہ کھولا اور نیچے اتر آیا۔ وہ فٹ پاتھ پر کھڑا کار سے پشت ٹیکے سگریٹ سلگانے میں مصروف ہوگیا۔ سگریٹ سلگا کر

اس نے ایک لمبا کش لیا اور دھواں چھوڑتے ہوئے دوبارہ عمران کے فلیٹ کی جانب دیکھنے لگا۔

تنویر دوکان سے ہٹ کر ایک تاریک گوشے میں کھڑا ہوگیا تھا۔ جہاں سے اسکے نظر آنے کا امکان نہیں تھا۔ دھیرے دھیرے وقت سرک رہا تھا۔ رات بھیگ چلی تھی۔ سڑک پر ٹریفک بھی کم ہوگیا تھا۔ اسٹریٹ لائٹ کی روشنی میں سڑک دور دور تک سنسان دیکھائی دے رہی تھی۔ کبھی کبھار اکا دکا گاڑی شور کرتی ہوئی اسکے قریب سے گزر جاتی تو وہ برا سا منہ بنا کر ہونٹ سیکڑ کر رہ جاتا۔

بلیک شیورلیٹ اندھیرے میں کھڑی تھی اور تاریکی ہی کا جز معلوم ہو رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر خوفناک چہرے والا بیٹھا ذرد دیدہ نظروں سے اس جانب دیکھ رہا تھا جہاں تنویر کھڑا تھا۔

دفعتاً اس کے کانوں میں سیٹی کی باریک آواز آئی۔ اس نے چونک کر ایک خانہ کھولا جس میں ایک کالے رنگ کا ڈبہ سا رکھا ہوا تھا۔ آواز اسی میں سے آ رہی تھی۔ خوفناک چہرے والے نے ڈبہ اٹھایا اور اس میں لگے ہوئے بٹنوں کو دبانے لگا۔ کالے رنگ کا وہ ڈبہ درحقیقت ٹرانسمیٹر تھا۔ جس میں سے اب سیٹی کی جگہ گھرگھر کی آواز نکل رہی تھی۔ لیکن خوفناک چہرے والے نے جیسے ہی ایک والیوم کو گھما گھرگھر کی آواز بند ہوگئی۔

"ہیلو جون باس از کالنگ یو" آواز صاف ہوتے ہی باس کی آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی۔

"یس باس جون اسپیکنگ اوور۔"

"جون تعاقب کا کیا بنا اوور۔"

"باس وہ ٹپ ٹاپ نائٹ کلب سے جیسے ہی چلا الفریڈ اس کے پیچھے لگ گیا۔ لیکن باس وہ بہت چالاک ہے اسنے اپنی مدد کیلئے ایک دوسرے آدمی کو بلا لیا تھا۔ جو الفریڈ کا تعاقب کر رہا تھا۔ لیکن میں نے اسے شروع ہی میں چیک کر لیا تھا۔ میں اسکے پیچھے لگ گیا۔ میں نے یہ یقین کر لیا تھا کہ میرے تعاقب میں کوئی نہیں ہے۔ عمران کافی دیر تک سڑکوں پر گھومتا رہا۔ اور اب وہ اپنے فلیٹ میں ہے۔ شاید سو چکا ہو

کیونکہ میں یہاں سے اسکے فلیٹ میں تاریکی دیکھ رہا ہوں۔ اوور۔"

"ہوں! وہ شخص کہاں ہے جس نے الفریڈ کا تعاقب کیا تھا۔"

"وہ ایک دوکان کی آڑ میں کھڑا ہے۔ اوور۔"

"الفریڈ کو اس کے تعاقب کی خبر ہے۔؟" باس نے پوچھا۔

"نہیں باس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابھی تک اس بات سے بے خبر ہے۔ اوور۔"

"سنو جون۔" ٹرانسمیٹر سے باس کی آواز آئی۔ "ہیڈ کوارٹر سے حکم آیا ہے کہ اپنے تمام کام روک کر جسطرح بھی ہوسکے عمران سے پیچھا چھڑائیں۔ عمران بہت زیادہ خطرناک ہے ——— اس کے متعلق مفصل معلومات اس حکم کے ساتھ دی گئیں ہیں کہ جسطرح بھی ہوسکے عمران سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ میرے ذہن میں عمران سے نجات حاصل کرنے کی ایک بہترین ترکیب ہے۔" دوسری جانب سے بولنے والا کچھ دیر کیلئے رکا۔ "ایسا کرو تم اس آدمی کو جو الفریڈ کا تعاقب کر رہا تھا۔ یہاں لے آؤ۔ اوور۔"

"او کے اوور اینڈ آل۔"

ٹرانسمیٹر سے آواز آنی بند ہوگئی۔ خوفناک چہرے والے نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کیا۔ اور تاریکی میں اس طرف دیکھنے لگا جہاں تنویر کھڑا تھا۔ کار کا دروازہ کھولکر وہ آہستہ سے نیچے اترا۔ اور دوکانوں کی آڑ لیتا ہوا تاریکی میں آہستہ آہستہ تنویر کی جانب بڑھنے لگا۔ چیتے کی چال چلتے ہوئے وہ دھیرے دھیرے تنویر کے قریب ہوتا گیا۔ اسکی آنکھوں میں ایسی چمک تھی جیسے درندوں کی شکار پر جھپٹنے سے پہلے ہوتی ہے۔

یہ تنویر کی چھٹی حس ہی تھی جس نے اسے عین موقع پر خبردار کیا تھا۔ اس نے اندھیرے میں پلٹ کر دیکھا وہ صرف چند فٹ کے فاصلے پر کھڑا خوفناک نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔ تنویر ابھی اس کے متعلق سوچ ہی رہا تھا کہ اس نے تنویر پر چھلانگ لگا دی۔ تنویر کوشش کے باوجود اس کی زد میں آنے سے نہ بچ سکا۔ خوفناک چہرے والا تنویر کو دبوچے زمین پر آیا۔ اس کا ایک ہاتھ تنویر کی کمر میں اور دوسرا ہاتھ

اسکی گردن پر تھا۔ اس کے ہاتھ تھے یا فولادی آنکڑے جو تنویر کے جسم میں دھنستے چلے جا رہے تھے۔ تنویر نے زور لگا کر الٹی قلابازی کھائی۔ گو ایسا کرتے ہوئے اُسے اپنی پسلیاں ٹوٹتی محسوس ہوئی تھی لیکن اسکے سوا اسکے پاس خوفناک شکل والے کے شکنجے سے بچنے کا کوئی طریقہ بھی نہیں تھا۔ تنویر جیسے ہی قلابازی کھا کر سیدھا ہوا۔ اسکا رائٹ ہک خوفناک چہرے والے کے کندھے پر پڑا وہ لڑکھڑا کر چند قدم پیچھے ہوگیا۔ اُسے سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر تنویر نے اس پر چھلانگ لگائی۔ لیکن وہ جھکائی دیکر ایک طرف ہوگیا۔ تنویر اپنی ہی جھونک میں زمین بوس ہوگیا۔ پھر اگر وہ اُٹھنے میں ذرا بھی سستی کرتا تو خوفناک چہرے والے کی ٹھوکر سیدھی اس کے منہ پڑتی۔ اس نے سیدھے ہوتے ہی خوفناک چہرے والے کا فضا میں اُٹھا ہوا پاؤں دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اُسے زوردار جھٹکا دیکر بل دینے لگا۔ خوفناک چہرے والا دھڑام سے زمین پر گر گیا۔ تنویر اس کے پاؤں کو پوری قوت سے گھما رہا تھا۔ خوفناک چہرے والے کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اسکا پاؤں ٹوٹ جاتا یقینی تھا لیکن اس نے درد کی شدت کی پرواہ کیئے بغیر اپنی دوسری ٹانگ پوری قوت سے تنویر کے پیٹ پر ماری۔ ضرب شدید تھی تنویر کے ہاتھ سے اسکا پیر چھوٹ گیا تھا۔ خوفناک چہرے والا فوراً کھڑا ہوگیا اس نے تنویر کے پیٹ پر زبردست گھمّہ رسید تھا۔

تنویر "اوغ" کی آواز نکالتا ہوا دہرا ہوگیا۔

خوفناک چہرے والے نے کھڑا ہاتھ مخصوص انداز میں اُسکی گردن پر مارا۔ تنویر آواز نکالے بغیر ڈھیر ہوگیا۔ خوفناک چہرے والے نے اسے کندھے پر اٹھایا اور سڑک پر آگیا سڑک بالکل سنسان تھی ذرا فاصلے پر الفریڈ اپنی کار کے قریب کھڑا تھا۔ خوفناک چہرے والے نے منہ سے گیدڑ جیسی آواز نکالی۔ الفریڈ چونک کر اسکی طرف دیکھنے لگا۔ اس کے کاندھے پر ایک بے ہوش جسم کو دیکھکر وہ حیرت زدہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

الفریڈ تیزی سے بلیک شیورلیٹ تک آیا۔ خوفناک چہرے والا اس اثناء میں تنویر کے بیہوش

جسم کو بیک سیٹ پر ڈال چکا تھا۔ الفریڈ نے کچھ کہنے کیلئے منہ کھولا لیکن جون نے اسکی طرف دیکھے بغیر کار اسٹارٹ کر دی تھی۔ کار نے جھٹکا لیا اور جون اُسے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے آگے بڑھ گیا۔

الفریڈ کاندھے اُچکا کر اپنی اسکوڈا کی طرف بڑھ گیا۔ دوسرے ہی لمحے اسکی سفید اسکوڈا، بلیک شیور لیٹ کے پیچھے سڑک پر دوڑ رہی تھی۔

وہ فون کی گھنٹی کا ہی شور تھا جسکے سبب عمران کو نیند سے بیدار ہونا پڑا تھا۔ اس خشمگیں نظر سے ٹیلیفون کو گھورا اور دوبارہ آنکھیں بند کر کے خراٹے لینے لگا۔ لیکن ٹیلیفون کی گھنٹی تھی کہ مسلسل بجے ہی چلی جا رہی تھی۔ عمران نے اسے غصیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے منہ چڑایا اور سر کے نیچے سے تکیہ نکال کر کانوں کے اوپر رکھ لیا۔ لیکن گھنٹی کی آواز تھی کہ صورہ اسرافیل جو تکیہ رکھنے کے باوجود اس کے کانوں کے پردے پھاڑے دے رہی تھی۔ اس نے تکیہ ایک طرف پھینکا۔

"دوکان بند ہے باہر بورڈ لٹکا ہوا نہیں دیکھ رہے ہو۔" ریسیور اٹھا کر وہ زور سے ماؤتھ پیس میں دھاڑا۔

"دوکان کے بچے تنویر غائب ہے۔" دوسری جانب جولیا تھی۔

"اچھا۔" اس نے حیرت سے کہا۔ "رات تو تم اُسے سرہانے رکھ کر سوئیں تھی۔"

"ایڈیٹ! وہ رات سے اپنے فلیٹ میں نہیں ہے۔"

"خاک چھان رہا ہوگا صحرا کی! تمہاری محبت میں ناکام ہو کر یہی انجام ہونا تھا اسکا۔ تم بہت سنگدل اور ظالم ہو جولی ڈیئر۔ تھوڑا بہت تو اسکی محبت کا خیال کر لیتیں۔"

"عمران بکواس نہیں۔ کہیں تم نے تو اسے کسی کام پر نہیں لگایا۔"

"توبہ کرو جولی ڈیئر میری بھلا ایسی کیا مجال۔ تم اپنے اس چوہے سے معلوم کرو۔ اسی نے تمہارے تنویر کو غائب کیا ہوگا۔ ہو سکتا ہے چوہے کا دل تم پر آگیا ہو اس صورت میں بھلا وہ رقیب

سے برداشت کر سکتا ہے۔"

"اوہ عمران یور رفول نان سنس۔" دوسری جانب سے جولیا نے اسے بہترین خطابات سے نواز رفون بند کر دیا تھا۔ اس نے سینے سے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور خود بھی ریسیور رکھ کر باتھ روم کی طرف ھ گیا۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر اس نے لباس تبدیل کیا۔

"سلیمان ابے او سلیمان۔" ایک صوفے پر بیٹھ کر اس نے زور سے ہانک لگائی۔

تھوڑی دیر بعد سلیمان کمرے میں داخل ہوا۔ اسکے ہاتھ میں ناشتے کی ٹرے تھی اس نے ٹرے ئی عمران کے قریب کھسکا کر اس پر رکھ دی۔

"ابے بڑا فرماں بردار ہو گیا ہے۔" عمران نے حیرت سے کہا۔ دراصل سلیمان نے آج سے پہلے اس دفرمانبرداری کا ثبوت نہیں دیا تھا آج وہ عمران کی ایک ہی آواز پر ناشتہ لیکر آگیا تھا ورنہ عموماً کم از کم ھے گھنٹے تک چیخنا پڑتا تب کہیں جا کر سلیمان کی صورت نظر آتی۔

سلیمان نے بتیسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سر جھکا دیا۔

"وہ جی صاحب آج میری تنخواہ کا دن ہے نا۔" فرمانبرداری کی اصل وجہ اس نے عمران کو بتائی۔

اور عمران نے یوں منہ بنایا جیسے اسکے حلق میں ہڈی اٹک گئی ہو۔

"مم.. مگر بھیا میرے پاس تو ایک پیسہ بھی نہیں ہے۔"

"نہیں چلے گی صاحب۔" سلیمان اڑیل ٹٹو کی طرح گردن ہلا کر بولا۔ "آج تو آپ کو میری تنخواہ ضرور دینی ہوگی پچھلے ماہ تنخواہ لیٹ ہونے کی وجہ سے آپ کو پتہ نہیں۔ مجھے کتنا لوسٹ اٹھانا پڑا تھا۔ میرا دل ہی جانتا ہے۔"

"آخر ہوا تھا کیا۔ کچھ مجھے بھی تو بتاؤ۔"

"کیا خاک بتاؤں صاحب بس پرائیویٹ بات ہے نہ ہی سنیں تو بہتر ہے۔"

"نہیں پیارے بتاؤ تو سہی، ہوسکتا ہے میں تمہارے کچھ کام ہی آجاؤں۔"

"سچ صاحب۔" اس نے خوشی سے دانت نکالے۔

عمران نے مسکرا کر تائیدی انداز میں گردن ہلائی۔

"صاحب وہ اپنی نصیبن ہے نا، اس سے میں نے پچھلے ماہ ساڑھی دلانے کا وعدہ کیا تھا۔ آپنے تنخواہ دیر میں دی تھی نہ اس لئے وعدہ لیٹ ہوگیا تھا۔ اور وہ مجھ سے ناراض ہوگئی تھی بڑی مشکل سے میں نے اسے اس ماہ نیکلس دلانے کا وعدہ کرکے راضی کیا ہے۔ اب آپ ہی بتایئے اگر اب کے بھی تنخواہ لیٹ ہوگئی تو وعدہ خلافی ہوگی اور وعدہ خلافی پر نصیبن ناراض ہوجائیگی۔ صاحب میں سب کچھ دیکھ سکتا ہوں پر اس کی ناراضگی نہیں دیکھ سکتا۔"

"اچھا تو تم اسے ناراض نہیں دیکھ سکتے جسکے لئے تم اُسے نیکلس دلا رہے ہو۔ اب کل وہ کہے گی کار دلاؤ یا پیرس کی سیر کراؤ نہیں تو میں ناراض ہوجاؤں گی۔ تب بتاتو کیا کرے گا بول۔؟" عمران نے اسے غصیلی نظروں سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"وہ ... وہ صاحب۔" لیکن سلیمان کے پاس عمران کے سوال کا جواب تھا کہاں جو دیتا بس ہکلا کر رہ گیا۔

"تم نے کل جو دو سو روپے لئے تھے اُن کا کیا ہوا۔؟"

"وہ تو صاحب سودے ہی میں خرچ ہوگئے۔"

"اچھا۔ اور وہ نصیبن کو فلم دکھانے کون لے گیا تھا کہاں سے لایا تھا اسکیلئے پیسے۔"

"وہ تو میرے پاس پہلے سے جمع تھے۔ آپ کیا مجھے بے ایمان سمجھتے ہیں۔؟" سلیمان نے شکایت آمیز نظروں سے اسکی طرف دیکھا۔

"ابے یہ بات نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہے تو ایمان دار بالکل انتہائی ایماندار آدمی ہے۔ لیکن میرے

ت یاد رکھ بلکہ لکھ لے کہ وہ نصیبن جس پر تُو آنکھیں بند کرکے پیسہ لٹا رہا ہے ایکدن تجھ کو داغ
ت دیکر کسی اور کے ساتھ فرار ہوجائے گی۔ اور تُو ہاتھ ملتا رہ جائے گا۔"

"اب آپ بدگمانی پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"بدگمانی نہیں بیٹے حقیقت بتا رہا ہوں۔" عمران نے اُسے آنکھیں دکھائیں۔

"وہ تو ٹھیک ہے صاحب مگر میری تنخواہ۔" سلیمان گھوم پھر کر دوبارہ اپنی بات پر آگیا تھا۔

"لے لینا یار دو چار دونوں بعد! بھاگ تھوڑی رہا ہوں کوئی۔" اس نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے صاحب دو چار دن اور دیکھ لیتا ہوں اگر پھر بھی میری تنخواہ نہیں ملی تو مجھے مجبوراً
یاد رچیان سے رجوع کرنا پڑے گا۔"

"ٹھیک ہے بھائی ایسا ہی کرنا فی الحال تو ناشتہ کرنے دو۔" عمران نے اسے ٹالنے کیلئے کہا۔

ن پھر وہاں نہیں رکا تھا۔ اس کے جانے کے بعد عمران ناشتے میں مصروف ہوگیا۔

ناشتے سے فارغ ہوکر اس نے زور دار ڈکار لی۔ فون اپنی طرف کھسکا کر اس نے رسیور اٹھایا
نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"ہیلو ایکسٹو اسپیکنگ۔"

"عمران از ہیئر۔"

"اوہ گڈ مارننگ سر۔" بلیک زیرو کا لہجہ فوراً مؤدبانہ ہوگیا۔

"تنویر کی کوئی رپورٹ۔"

"نو سر ابھی تک تو نہیں ہے۔ کیا آپنے اسے کہیں استعمال کیا ہے۔؟"

جواب میں عمران نے رات کی تمام روئیداد بلیک زیرو کے گوش گذار کردی۔

"جولیا کا کہنا ہے کہ تنویر اپنے فلیٹ پر بھی موجود نہیں ہے۔"

"ہاں مجھے بھی اس نے یہی اطلاع دی ہے۔" عمران نے جواب دیا۔

"سر مجھے تو کچھ گڑبڑ دکھائی دیتی ہے۔" بلیک زیرو کا تشویش آمیز لہجہ عمران کی سماعت سے ٹکرایا۔

"ہوسکتا ہے تمہارا خیال درست ہو۔ فی الحال خاور نعمانی اور صفدر سے کہو کہ وہ تنویر کو تلاش کریں۔" عمران نے بلیک زیرو کی ہدایت دی۔ "تم خود بھی مختلف مقامات پر اسکی تلاش جاری رکھو میں یہیں موجود ہوں کوئی انفارمیشن ہو تو مجھے فوراً اطلاع دینا۔" عمران نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اور خود صوفے کی پشت سے سر ٹیک کر آنکھیں موند لیں۔

تنویر کی گمشدگی اسکیلئے تشویش کا باعث تھی۔ رات اس نے اسے نیوی بلیو سوٹ والے کے تعاقب میں لگا کر سکون کا سانس لیا تھا کہ صبح تک کوئی نہ کوئی کام کی بات معلوم ہو ہی جائے گی۔ لیکن یہاں تو معاملہ الٹ کر رہ گیا تھا۔ تنویر کی گمشدگی سے ایک ہی شبہ اخذ کیا جاسکتا تھا۔ وہ یہ کہ مجرموں نے اُسے چیک کرلیا ہو اور وہی اس کی گمشدگی کا سبب بنے ہوں ورنہ تنویر کسی بھی صورت میں بشرطیکہ ہوش و حواس معطل نہ ہوئے ہوں ضرور کوئی نہ کوئی میسج چھوڑتا۔

عمران ابھی اس مسئلہ میں الجھا ہوا تھا کہ فون کی گھنٹی دوبارہ بجی۔ اس نے تیزی سے رسیور اٹھایا۔ شاید تنویر سے متعلق کوئی میسج یا اطلاع ہو۔

"ہیلو عمران اسپیکنگ۔" عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"کہاں پہنچے ہو اب تک بیٹے۔" دوسری جانب سر سلطان تھے۔ اُن کا اشارہ موجودہ کیس کے بارے میں تھا۔

"بس جناب پہنچنے ہی والے ہیں آپ استقبال کی تیاری کر لیجئے۔"

"میں سمجھا نہیں تم کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"رہنے دیجئے آپ اتنے بچے بھی نہیں۔ جتنا ظاہر کر رہے ہیں۔"

"کیا مطلب۔؟" اُن کے لہجے میں حیرت تھی۔

"لغات پاس نہیں ورنہ مطلب کے معنی دیکھ کر بتا دیتا۔ اگر آپ کچھ دیر ہولڈ کریں تو دوڑ کر کسی لائبریری سے دیکھ آتا ہوں۔ آں ہاں ٹھہریئے میں نے کچھ غلط کہہ دیا ہے بھلا لغات کا لائبریری میں کیا کام وہاں تو عشقیہ ناول، فلمی رسالے اور جنسی کتابیں ہوتی ہیں۔ جن میں شوہر بننے سے پہلے مرد کو نصیحت بیوی بننے سے پہلے عورت کو نصیحت، پیدائش سے قبل بچے کو نصیحت....."

"شروع کر دی تم نے اپنی بکواس۔ بس ذرا موقع ملا اور تم شروع ہوئے۔" انھوں نے ہنستے ہوئے اس کی بات کاٹی۔ وہ خوشگوار موڈ میں معلوم ہو رہے تھے۔ عمران نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی اور احمقانہ انداز میں سامنے والی دیوار کو آنکھ مار کر مسکرانے لگا۔

"آپ کو پسند آئی میری بکواس؟"

"ہوں، بس ختم کرو مجھے کیس کے بارے میں بتاؤ۔ وزیر اعظم اس کے بارے میں تشویش میں مبتلا ہیں۔ اُنکی طرف سے مجھ پر خاصا دباؤ پڑ رہا ہے۔" اس بار اُن کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

"سچ پوچھیں تو جناب ابتک میں خود اندھیرے میں ہوں۔ مجرم کافی ہوشیار معلوم ہوتے ہیں کوشش کے باوجود ابتک اُن تک پہنچنے کا کوئی راستہ متعین نہیں کر سکا ہوں۔"

"تمہارے مایوسانہ لہجے سے میں سمجھ جاؤں کہ.. .."

"کچھ سمجھنے سے پہلے وقت کا انتظار کیجئے۔ میں نے مایوسی کی باتیں نہیں کی آپنے کیس کے متعلق پوچھا تھا میں نے حقیقت بتا دی۔" عمران نے سر سلطان کی بات کاٹ کر جلدی سے کہا۔

"ٹھیک ہے بیٹے مجھے اُمید ہے تم جلد از جلد کسی نہ کسی نتیجے پر پہنچ جاؤ گے۔ میری دعائیں تمہارے شاملِ حال رہیں گی۔ خدا حافظ۔"

دوسری جانب سے ٹیلی فون رکھنے کی آواز آئی اس نے خود بھی رسیور رکھ دیا۔ اسے اپنے

دِل میں سر سلطان سے بے پناہ عقیدت محسوس ہوئی۔ جو اسے بیٹے سے زیادہ عزیز رکھتے اور پھر موقع پر اُن کی دعائیں اس کے شاملِ حال رہتیں۔ وہ خود بھی اُن کی بے پناہ عزت کرتا تھا یہ اور بات ہے کہ حماقتیں اُن کے سامنے بھی سرزد ہو جایا کرتی۔ لیکن یہاں اسکے سامنے فی الحال مسئلہ تنویر کا تھا۔ جو ہنوز حل نہیں ہوا تھا۔

مجرموں نے انتہائی ہوشیاری کا ثبوت دیا تھا۔ سر توڑ کوشش کے باوجود وہ اب تک اُنکے ایک ساتھی کے سوا کوئی اور ٹھکانہ معلوم نہیں کر سکا تھا۔ اور وہ شخص جسے عمران نے صفدر کے ساتھ مل کر پلازہ اسکوائر میں جالیا تھا۔ کچھ بتائے بغیر ختم ہو گیا تھا۔ عمران نے وہاں سے لوٹتے ہوئے اسکے فلیٹ کی سرسری تلاشی لی تھی۔ لیکن کام کی کوئی چیز برآمد نہیں ہو سکی تھی۔ اس نے ایک پبلک فون بوتھ سے قریبی تھانے کو خودکشی کی واردات کی اطلاع دے دی تھی۔

اچانک اسکے ذہن میں ایک خیال آیا۔ اس نے ایک بار پھر فون اپنی طرف کھسکایا۔ اب کہ وہ سپرنٹنڈنٹ فیاض کے نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ اس اُمید پر کہ شاید خودکشی کرنے والے اس غیر ملکی کے پوسٹ مارٹم یا اس سے متعلق کوئی ایسی اطلاع مل سکے جو اسکے لئے روشنی کی کرن ثابت ہو سکے۔

گھنٹی بجتے ہی دوسری جانب سے فوراً رسیور اٹھایا گیا۔ "ہیلو سپرنٹنڈنٹ فیاض اسپیکنگ"

"یار کبھی تو سپرنٹنڈنٹی کا دُم چھلّہ گھر رکھ آیا کرو۔ ہر وقت ساتھ لیئے رہنے سے مالیخولیا ہو جاتا ہے۔" اسکے چہرے پر ایک بار پھر حماقتوں کے ڈونگرے برسنے لگے۔

"اوہ تم ہو۔ کہاں تھے اب تک۔؟" فیاض کا لہجہ کافی جلا کٹیلہ تھا۔

"سلیمان کے سسرال گیا تھا۔ وہ کمبخت نصیبن ہے نہ اس سے روٹھ کر میکے چلی گئی تھی۔"

"بکواس ــــ میں تمہاری کسی بات کا یقین نہیں کر سکتا۔"

"نہ کرو میری صحت پر کون سا اثر پڑیگا۔" اس نے شانے اچکائے۔

"اچھا یہ بتاؤ فون کیوں کیا تھا۔؟"

"تمہاری تعزیت کرنے اظہارِ ہمدردی کرنے کیلئے۔" عمران کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"اچھا۔ وہ کس سلسلہ میں۔" فیاض کی آواز میں تجسّس نمایاں تھا۔

"تم سے اسٹیٹ بینک میں ڈکیتی اور وزیرِ خزانہ کا کیس واپس جو لے لیا گیا ہے۔ سنا ہے ڈائریکٹر جنرل صاحب نے تمہاری نااہلی پر اچھی خاصی درگت بھی بنا ڈالی ہے۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا۔" فیاض کا لہجہ حیرت زدہ تھا۔

"مجھے کیا نہیں معلوم ڈیئر فیاض۔ کہو تو یہ بھی بتا دوں کہ پلازہ اسکوائر میں جس غیر ملکی نے خودکشی کر لی تھی تم تفتیش کے باوجود اسکی وجوہات نہیں معلوم کر سکے۔" عمران اپنے مطلب کی بات پر آگیا تھا۔

"ہاں یار سچ پوچھو تو واقعہ بھی کچھ یہی ہے۔ پلازہ اسکوائر میں خودکشی کرنے والے غیر ملکی کا کیس بھی اب تک جوں کا توں ہے۔"

"پوسٹ مارٹم رپورٹ سے کچھ معلوم ہوا۔؟"

"صرف اتنا کہ کوئی انتہائی سریع اثر زہر تھا جو حلق کے ذریعے معدے میں اترا اور معدے کے نیچے اڑ گئے۔"

"فلیٹ کی تلاشی کے دوران کوئی ایسی کام کی چیز جس سے غیر ملکی کی شخصیت کے بارے میں کچھ پتہ چل سکتا ہو۔؟"

"نہیں تلاشی کے دوران عام استعمال میں آنے والی اشیاء غیر ملکی کے کچھ سوٹ ملے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ غیر قانونی طور پر ملک میں داخل ہوا تھا۔ کیونکہ اس کے پاس سے نہ پاسپورٹ اور نہ شناختی کارڈ برآمد ہو سکا ہے۔" فیاض کے جواب پر عمران نے یوں گردن ہلائی جیسے اس بات کی اسے پہلے سے توقع تھی۔

بہر حال یہ بات طے پا چکی تھی کہ مجرموں نے اپنے راستے کے ہر نشان کو نہایت صفائی سے مٹا دیا تھا۔ عمران جس مقصد کیلئے فیاض کو فون کیا تھا وہ پورا نہیں ہو سکا تھا۔

"کیا تم میری کچھ مدد کر سکتے ہو۔" فیاض متوقع لہجے میں بولا۔

"آج منگل ہے جمعرات کو آنا۔" عمران نے روکھائی سے جواب دیا۔ اور ٹیلیفون بند کر دیا۔ اس کے پاس اب اسکے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ اس وقت تک انتظار کرے جب تک تنویر سے متعلق کوئی میسج نہیں مل جاتی۔

وہ کافی وسیع و عریض ہال تھا جس میں بہت سے سائنسی آلات رکھے ہوئے تھے۔ ایک طرف بڑی سی آپریشن ٹیبل تھی جس کے عین اوپر چھت میں چار ہائی پاور کی بڑی سرچ لائٹیں ایک دوسرے کے متوازی لگی ہوئی تھیں۔ ہال میں اس وقت باس جس کی آنکھیں انتہائی سرخ تھیں اس کے علاوہ الفریڈ جوان جیمسن اور جیک کے ساتھ ہی دو اور غیر ملکی بھی موجود تھے باس نے ڈاکٹروں والا سفید گون پہن رکھا تھا اس کے علاوہ الفریڈ اور جیمسن بھی اس جیسے لباس میں ملبوس تھے۔ جبکہ باقی افراد عام لباس پہنے ہوئے تھے۔

بیرونی دروازہ کھلا اور ریڈی تنویر کو ریوالور سے کور کیئے ہوئے ہال میں داخل ہوا۔ اس کا لباس شکن آلود تھا جسم پر جا بجا خراشیں پڑی ہوئی تھیں۔ ہال میں داخل ہوتے ہی تنویر وہاں کی سچویشن اچھی طرح سمجھ گیا تھا۔ ایڈی اُسے ریوالور کے ذریعے کور کیئے آپریشن ٹیبل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ تنویر کا دماغ مشینی انداز میں کام کر رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا یہ لوگ جو بھی ہیں ان کے ارادے اچھے نہیں ہیں۔ اسکے ساتھ جو کچھ بھی کیا جانے والا تھا۔ تنویر اس کے لئے آمادہ نہیں تھا۔

اسے معلوم تھا کہ یہ اس کیلئے آخری موقع ہے وہ جو کچھ بھی کرنا چاہتا ابھی کر سکتا ہے۔ اگر اسے آپریشن ٹیبل پر لٹا دیا گیا تو پھر وہ کچھ بھی نہیں کر سکے گا بے دست و پا ہو کر وہ رہ جائیگا۔ خاموشی سے ہار ماننے سے بہتر ہے جدوجہد کی جائے۔ اگر ایسا کرتے ہوئے اسکی جان بھی چلی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

بلآخر وہ سیکرٹ سروس کا ایک زیرک ایجنٹ تھا۔ ملک سے محبت کرنے والا دفا کا پیکر۔

یہاں لائے جانے سے پہلے اس سے بہت سے سوالات کیئے گئے تھے اُن کے جواب اس نے نہایت احتیاط سے دیئے تھے۔ ان لوگوں نے شاید اسکی باتوں کا یقین کر لیا تھا جبھی اس پر کسی قسم کا تشدد نہیں کیا گیا تھا۔

لیکن اب ——— آپریشن ٹیبل سامنے تھی۔ اسے جو کچھ کرنا تھا اسی وقت کرنا تھا اب اسکے پاس سوچنے کا وقت نہیں رہ گیا تھا۔

جون اور جیک اسکی طرف بڑھے ایڈی بدستور اسے ریوالور سے کور کیئے ہوئے تھا۔ لیکن پھر جون اور جیک جیسے ہی اسکے قریب آئے اسکی ٹانگ چلی جون لڑکھڑا کر دور جا گرا۔ اس اثناء میں اس نے ریوالور کی پرواہ کئے بغیر جیک کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور اسے اٹھا کر ایڈی پہ پھینک دیا۔ ایڈی اس غیر متوقع حملے سے سنبھل نہیں سکا ریوالور اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا اور وہ خود جیک کے ساتھ ہی زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ تنویر نے بجلی کی طرح ریوالور کی طرف چھلانگ لگائی لیکن جیمسن نے جو ابھی تک علیحدہ کھڑا تھا۔ آگے بڑھ کر اسکی دونوں ٹانگیں گھسیٹ لیں الفریڈ نے آگے بڑھ کر ریوالور اٹھا لیا تھا۔

تنویر نے اپنے جسم کو بھی بل دیا۔ اور جھٹکا مار کر جیمسن سے اپنی ٹانگیں چھڑا لیں۔ جب وہ کھڑا ہوا تو اُسے دوبارہ ریوالور کے ذریعے کور کیا جا چکا تھا۔

ایک طرف کھڑے ہوئے باس نے الفریڈ اور جیک کو اپنی خونی آنکھوں سے اشارہ کیا۔

وہ دونوں آگے بڑھے اور انہوں نے نہایت پھرتی سے تنویر کے دونوں بازوؤں دونوں جانب سے مضبوطی سے پکڑ لئے۔ جیمسن نے اس کی ٹانگیں پکڑیں اور اسے زبردستی آپریشن ٹیبل پر لٹا دیا گیا۔ تنویر کی جدوجہد

مسلسل جاری تھی لیکن تین قوی ہیکل افراد کے سامنے اسکی ایک نہیں چل رہی تھی۔

ان لوگوں نے میز میں لگے ہوئے تسموں کے ذریعے اسکے جسم کو آپریشن ٹیبل سے باندھ دیا۔ تسمے اسقدر سختی سے کسے گئے تھے کہ تنویر انتہائی کوشش کے باوجود اپنا جسم ہلا تک نہیں سکتا تھا۔ اس نے ناکام جدوجہد ترک کردی اور ذہن میں بکھرے خیالات کو یکجا کرنے لگا۔ کاش ایکسٹو کو خبر ہوتی کہ اس پر کیا قیامت گزر رہی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ایکسٹو یقیناً نہ صرف اسے ان لوگوں کے چنگل سے نجات دلاتا بلکہ ان لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیتا۔

اگر اس کے پاس اس وقت واچ ٹرانسمیٹر ہی ہوتا تو وہ ایکسٹو کو اپنی موجودہ پوزیشن سے آگاہ کر سکتا تھا۔ مگر بیہوشی کے دوران میں نہ صرف اسکی گھڑی اتار لی گئی تھی بلکہ اسکی جیبوں سے تمام چیزیں بھی نکال کر ان لوگوں نے اپنے قبضے میں لے لی تھیں۔ اسکے بازوؤں میں جلن سی ہوئی۔ شاید اسے سرنج لگائی جا رہی تھی۔

تنویر نے گردن گھما کر دیکھا۔ جیمسن اسکے بازوں میں سرنج کے ذریعے کوئی سیال مادہ داخل کر رہا تھا۔ قریب ہی خونی آنکھوں والا باس کھڑا تھا۔ اس نے ہاتھ میں ربر کے دستانے پہن لئے تھے

تنویر پر غنودگی طاری ہونے لگی آخری آواز جو اس نے سنی وہ کسی چیز کے کھلنے کی تھی۔ اسکی آنکھیں خود بخود بند ہوگئی تھیں۔ دوسرے ہی لمحے وہ بیہوش ہو چکا تھا۔ جیمسن نے سوئچ بورڈ کے قریب جا کر کچھ سوئچ آن کیئے۔ چاروں بڑی سرچ لائٹیں جل اٹھیں۔ آپریشن ٹیبل روشنی سے جگمگا اٹھا

باس نے آگے بڑھ کر ٹرے میں سے آلاتِ جراحی اٹھائے اور اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔ الفریڈ اور جیمسن معاون کی حیثیت سے اسکے ساتھ تھے۔ بقیہ افراد ایک سرے پر خاموش سے کھڑے تھے۔ تقریباً دو گھنٹے وہ لوگ اپنے کام میں مصروف رہے۔ باس نے کام ختم کر کے اوزار واپس ٹرے میں رکھے دستانے اور چہرے پر لگے ہوئے نقاب کو اتار کر ایک طرف رکھا۔ اور خود قریب پڑی ہوئی ایک

آرام کرسی پر بیٹھ کر گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ الفریڈ اور جیمسن ہنوز نقابوں میں تھے۔ جیمسن نے آلاتِ جراحی کی ٹرے واپس اسکی جگہ پر رکھ دی۔ الفریڈ نے ایک دوسرا انجکشن بھر کر بے ہوش تنویر کے بازو میں انجیکٹ کر دیا۔

اُن لوگوں نے اسکے سر کا آپریشن کیا تھا۔ سر میں لگائے گئے ٹانکے صاف نظر آ رہے تھے اس لئے کہ ٹانکے لگانے کے بعد پٹی نہیں باندھی گئی تھی۔

جیمسن نے قریب رکھی ہوئی ایک مشین کو آن کیا۔ اس میں سبز اور سرخ بلب جلنے لگا۔ مشین سے ہلکی ہلکی گھرر رر کی آواز آ رہی تھی۔ اس نے ایک تار سیور نما آلہ لیا جو دو موٹے تاروں کے ذریعے مشین سے منسلک تھا۔ وہ آلہ لئے آپریشن ٹیبل کے قریب آیا۔ آلے میں لگا ہوا ایک بٹن دباتے ہی اس میں سے دو دھیا رنگ کی شعاعیں نکلنے لگیں۔

اس نے ان شعاعوں کا رُخ تنویر کے سر کے اس طرف کر دیا جہاں ٹانکے لگائے گئے تھے۔ شعاعوں کے زخم پر پڑتے ہی زخم حیرت انگیز طور پر مندمل ہوتا جا رہا تھا۔ اپنا کام ختم کرتے اس نے مشین بند کر دی۔ الفریڈ نے اس اثناء میں چمٹی کی مدد سے تمام ٹانکے کھول ڈالے تھے۔ ٹانکے کھلنے کے بعد ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسکا آپریشن ہی نہ ہوا ہو۔

باس نے کرسی سے اٹھ کر اس کا معائنہ کیا۔ اور ایک مطمئن مسکراہٹ اسکے لبوں پر آ گئی۔!

نعمانی اور خاور نے ملکر ہوٹلوں ریستورانوں، نائٹ کلبوں، مختلف پارکوں اور ممکنہ جگہ تنویر کی تلاش میں ناکام ہونے کے بعد، اب کیفے جارج میں بیٹھے گرم گرم کافی کے گھونٹ لیکر تھکن اور ناکامی کے احساس کو زائل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

کافی کی یہ تجویز خاور نے پیش کی تھی۔ نعمانی نے اس سے اس لئے اتفاق کیا کہ وہ خود بھی شدت

سے چلئے یا کافی کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ آج کا دن اسکے اپنے خیال میں کافی منحوس ثابت ہوا تھا۔
آرام کے ڈھیر سارے دن گزارنے کے بعد ایکسٹو نے پہلی بار انہیں کسی کام سے لگایا تھا۔ وہ بھی اُن کے اپنے ساتھی کی تلاش پر۔ وہ اپنے چیف کے حکم کی تعمیل میں فوراً اپنے گھر سے نکل آیا تھا در در کی خاک چھانتے ہوئے وہ جب بلیو اسٹار کے قریب پہنچا تو اچانک اسے مخالف سمت سے خاور آتا ہوا نظر آیا۔ دونوں نے علیک سلیک کے بعد جب اپنے مطلب بیان کیئے تو دونوں کے مقصد ایک ہی نکلا۔ یعنی تنویر کی تلاش۔ دونوں اکیلے گھوم گھوم کر بہت بور ہو گئے تھے اس لئے انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ ایک ساتھ ملکر اپنی تلاش جاری رکھیں۔ اس ضمن میں انھیں ایکسٹو کی ناراضگی کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اس لئے کہ انہیں اسی معاملے کیلئے کوئی اور خاص ہدایت نہیں دی گئی تھی ویسے ان دونوں نے اپنے اپنے طور پر سمجھ لیا تھا کہ کوئی نہ کوئی خاص بات ہے ضرور ورنہ تنویر جو اچھا بھلا فلیٹ میں موجود تھا۔ یکایک ایسے کیسے غائب ہو جاتا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

کافی کے گرم گرم گھونٹ حلق سے نیچے اترتے ہی انھیں تازگی اور فرحت کا احساس ہوا۔ دونوں نے کافی مختلف باتوں کے دوران ختم کی۔ تھکاوٹ کا احساس ایک حد تک زائل ہو گیا تھا۔ وہ دونوں نئے سرے سے تازہ دم ہو کر اٹھے۔ بل خاور نے بمع ٹپ ادا کر دیا تھا۔ وہ لوگ جب کیفے جارج سے باہر آئے تو خنک ہوا چل رہی تھی زندگی کا کارواں اپنی پوری آب و تاب سے جاری و ساری تھا۔ وہ لوگ ابھی کیفے جارج سے ذرا ہی آگے بڑھے ہونگے کہ خاور ایک دم ٹھٹھک کر رہ گیا اسکی نظریں دور سڑک پار لگی ہوئی تھیں۔ اس کے اس طرح رکنے پر نعمانی نے حیرت سے اسے دیکھا۔ اسے ایک طرف تسلسل سے دیکھتے دیکھکر اس نے بھی اسکی نظروں کے تعاقب میں اپنی نگاہیں دوڑا دیں۔ دوسرے ہی لمحے وہ بڑے غور سے اس شخص کو دیکھنے لگا جو ابھی بہت دور تھا لیکن فاصلے کے باوجود وہ اس کے ہیولے اور چال سے بتا سکتا تھا کہ وہ تنویر کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔

"ارے یہ تو تنویر معلوم ہوتا ہے۔" نعمانی کے چہرے سے حیرت کے ساتھ ساتھ خوشی کے آثار نظر آرہے تھے۔ خاور بدستور ٹکٹکی باندھے اس طرف دیکھ رہا تھا۔

"مجھے بھی یہی معلوم ہو رہا ہے۔ ذرا قریب آنے دو پھر پتہ چلے گا۔" خاور نے کہا۔ وہ دونوں اس شخص کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگے۔

فاصلہ کم ہوتا رہا پھر جب وہ شخص قریب آیا۔ تو خاور کا اندازہ بالکل درست نکلا۔ وہ تنویر ہی تھا۔ سفید شرٹ اور بلیک پتلون میں وہ کافی اسمارٹ لگ رہا تھا۔ بال نہایت سلیقے سے بنے ہوئے تھے۔ اور وہ ادھر اُدھر دیکھے بغیر تیزی سے یوں سڑک پر چل رہا تھا جیسے اسے ٹرین چھوٹ جانے کا خطرہ ہو۔

خاور اور نعمانی نے دوڑ کر سڑک پار کی اور دوڑتے ہوئے ہی تنویر کے قریب پہنچ گئے۔

"تنویر!" نعمانی نے اُسے آواز دی۔

آواز سنکر وہ ٹھٹھک کر رُکا اور پلٹ کر اس کی طرف دیکھا۔ نعمانی اور خاور پر نظر پڑتے ہی اس کے چہرے پر شناسائی کے آثار نظر آنے لگے۔

"ارے تم خاور ——— نعمانی!" اس نے حیرت سے دونوں کی طرف دیکھا اور اس کے لبوں پر ایک دلفریب مسکراہٹ آگئی۔

"کہاں تھے تم یار ہم صبح سے تمھیں تلاش کر رہے تھے۔" نعمانی نے گرمجوشی سے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر کہا۔

"میں کہاں تھا۔" اس نے سوچنے والے انداز میں سر پر ہاتھ مارا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے اس کے چہرے سے سوچ کی لکیریں غائب ہو گئیں۔

"میں تو یہیں تھا یار۔ ایک ضروری کام پڑ گیا تھا۔ اس لئے مصروفیات نے فرصت نہیں دی۔" اس نے عذر پیش کیا۔ لیکن نعمانی اور خاور اس کی اس غائب دماغی کو نوٹ کر چکے تھے۔ تنویر کا معمولی

سابدلہ ہوا رویہ اُن کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہ سکا۔ وہ دونوں پر تشویش نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔

"کہاں جا رہے ہو۔؟" نعمانی نے سوال کیا۔

"کہیں نہیں بس یوں ہی چہل قدمی کر رہا تھا۔" تنویر نے بات بنائی۔

خاور نے نعمانی کو کچھ اشارہ کیا نعمانی نے سر ہلا کر اسکا جواب دیا۔ وہ وہاں سے ہٹ کر ایک بکسٹال کے قریب ہو گیا۔ جبکہ خاور نے تنویر کو باتوں میں الجھا لیا تھا۔

نعمانی نے ادھر اُدھر دیکھا اور واچ ٹرانسمیٹر کی چابی باہر کھینچ لی۔

"سر نعمانی کالنگ یو اوور" اس کا لہجہ بہت مدھم تھا۔

"یس ایکسٹو، اوور" سلسلہ ملتے ہی نعمانی نے تنویر کے مل جانے کی اطلاع دی اور ساتھ ہی اسکی بدلی ہوئی کیفیت سے بھی ایکسٹو کو آگاہ کر دیا۔

دوسری طرف کچھ دیر خاموشی طاری رہی۔

"اس جگہ کا پتہ بتاؤ جہاں اس وقت تم لوگ موجود ہو۔"

نعمانی نے مفصل طور پر اس جگہ کا پتہ بتا دیا جہاں اس وقت وہ لوگ موجود تھے۔

"ٹھیک ہے نعمانی تم اور خاور اُسے پندرہ منٹ مزید باتوں میں الجھائے رکھو گے۔ پندرہ منٹ بعد تم دونوں کی ڈیوٹی ختم۔"

"آل رائٹ سر" خاور نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"اپنے اپنے فلیٹ پہنچنے سے پہلے اطراف کا گہری نظروں سے جائزہ لے لینا۔ ہو سکتا ہے کوئی تمہارا تعاقب کرے اس صورت میں مجھے فوراً صورتحال سے آگاہ کرنا۔ اوور اینڈ اسٹاپ۔" ایکسٹو نے ہدایت دی جسکے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا۔ نعمانی نے چابی برابر کی۔ اور واپس تنویر اور خاور کے پاس آ گیا۔ جو نہ جانے کس بات پر ہنس رہے تھے۔ اسے دیکھکر خاور نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔

"کہاں چلے گئے تھے خاور۔؟" تنویر نے پوچھا۔

"ذرا سگریٹ لینے چلا گیا تھا۔ لو سگریٹ پیو۔" اس نے جیب سے سگریٹ نکالا اور تنویر کی طرف بڑھا دیا۔ تنویر نے پیکٹ سے ایک سگریٹ نکالی۔ نعمانی نے اُسے سگریٹ جلانے میں مدد دی۔ پھر وہ تینوں باتوں میں مشغول ہو گئے۔ خاور اور نعمانی نے اسے اس طرح مختلف موضوعات پر الجھایا کہ وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا۔

"اچھا دوست ہمیں تو ایک ضروری کام ہے۔ کبھی موقع ملے گا تو فرصت سے باتیں ہونگی۔" خاور نے نعمانی کو چلنے کا اشارہ کیا۔ ٹھیک پندرہویں منٹ میں وہ تنویر سے ہاتھ ملا رہے تھے۔ تنویر سے گرمجوشی سے مصافحہ کرنے کے بعد وہ اس سے جدا ہو کر ایک طرف چل دیئے۔

اُن کے جانے کے بعد تنویر کچھ دیر وہیں کھڑا سوچتا رہا اور پھر وہ بھی چلنے لگا۔ اس کا رُخ عمران کے فلیٹ کی طرف تھا۔ مختلف سڑکوں اور جگہوں سے گذر کر وہ عمران کے فلیٹ پر پہنچ گیا۔ دروازہ بند تھا۔ اس نے کال بیل پر ہاتھ رکھا۔ دور کہیں گھنٹی بجنے لگی۔ تھوڑی ہی دیر بعد دروازہ کھلا اور سلیمان نے اندر سے گردن نکال کر اُسے دیکھا۔

"عمران ہے۔؟"

جواب میں سلیمان نے گردن ہلا کر اثبات میں جواب دیا۔ اور اُسے اندر آنے کی جگہ دے دی وہ تنویر کو بخوبی جانتا تھا۔ اس لئے اس نے اس سے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔

تنویر فلیٹ میں داخل ہوا۔ اس وقت اسکا چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا۔ آنکھیں بالکل ساکن تھیں ایسی جیسے اُن میں زندگی کی رمق ہی موجود نہ ہو۔ وہ ڈرائینگ روم میں داخل ہوا۔ عمران اُسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ اسکے چہرے پر حماقتوں کی بارش ہو رہی تھی وہ بانچھیں پھیلائے اس انداز سے تنویر کی طرف بڑھا جیسے بچھڑے دوست سے مدتوں بعد مل رہا ہو۔ بے پناہ

خوشی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

"آیئے آیئے تنویر بھائی چشمِ ما روشن دلِ ناشاد آپ کے انتظار میں آنکھیں ترس گئی تھیں۔ تمہارا چاند سا مکھڑا میرے دِل کا ٹکڑا۔ دھات تیرے کی۔ معاف کرنا یار ذرا جذباتی ہوگیا تھا۔" عمران نے تسبی نکالی اور آنکھیں بند کئے بغل گیر ہونے کیلئے آگے بڑھا۔

لیکن جیسے ہی وہ تنویر کے قریب پہنچا۔ اس نے اچانک پھرتی سے ریوالور نکالا۔ عمران بدستور آنکھیں بند کئے ہاتھ پھیلائے اسکی طرف بڑھ رہا تھا۔

تنویر نے اپنا ہاتھ سیدھا کیا۔ ریوالور کا رُخ عمران کے سینے کی طرف تھا۔

دھماکے کی آواز ہوئی ریوالور سے ایک نارنجی شعلہ نکلا اور .....

بلیک زیرو کیلئے یہ بات الجھن اور تشویش کی باعث ہی تھی کہ۔ تنویر اس غیر ملکی کے تعاقب میں ٹپ ٹاپ نائٹ کلب سے چلا۔ لیکن عمران کے فلیٹ کے قریب ہی سے لاپتہ ہوگیا۔ تنویر کی موٹر سائیکل کی وہاں موجودگی اور خود تنویر کی غیر موجودگی سے اس کے ذہن میں صرف دو باتیں تھیں۔ نمبر (۱) اس غیر ملکی کو جو عمران کا تعاقب کر رہا تھا۔ اپنے تعاقب کا علم ہوگیا اور اس نے متعاقب کو راستے سے ہٹاتے کیلئے کوئی کاروائی کی ہو یا نمبر (۲) بیک سیلف سسٹم۔ یعنی تعاقب کرنے والے کی پشت سے حفاظت کرنا۔

اگر تعاقب کے دوران بیک سیلف سسٹم استعمال کیا گیا ہے تو یقیناً تنویر تعاقب کے دوران اسکے دوسرے ساتھی یا ساتھیوں کی نظروں میں آگیا ہوگا۔ پھر ظاہر ہے نتیجہ تنویر کی گمشدگی کے علاوہ کچھ نہیں ہوسکتا۔ عمران کی ہدایت کے بموجب وہ بھی تنویر کو دارالحکومت کے گرد و نواح اور مختلف مقامات پر تلاش کر رہا تھا۔ صفدر خاور اور نعمانی کو وہ پہلے ہی اس کام پر لگا چکا تھا۔ اس ہدایت کے ساتھ کہ تنویر سے متعلق وہ کوئی بھی اطلاع فوری طور پر واچ ٹرانسمیٹر کے ذریعے دیں۔ اس وقت وہ شاہراہ

نجیب سے گذر رہا تھا۔ اس کی سیاہ بیوک ہلکی رفتار سے شاہراہِ نجیب عبور کر رہی تھی۔ جب اُسے واچ ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ تھاما، اور دوسرے ہاتھ سے گھڑی کی چابی باہر کھینچ لی۔

دوسری جانب نعمانی تھا۔ جس نے توقع کے مطابق تنویر کے مِل جانے کی اطلاع دی تھی۔ لیکن ساتھ ہی اس نے تنویر کی جو ذہنی کیفیت بیان کی تھی۔ اس سے بلیک زیرو کی آنکھوں میں الجھنوں کے ڈورے تیرنے لگے۔ اس نے وہاں کا جائے وقوع معلوم کیا۔ جہاں تنویر ملا تھا۔ انھیں پندرہ منٹ مزید وہاں رکنے کی ہدایت دیکر اس نے واچ ٹرانسمیٹر کی چابی برابر کر دی۔ تنویر کے مل جانے لیکن اس کی دماغی حالت کے مشکوک ہونے کی بنا پر اسے یہ اندازہ لگانے میں ذرا دیر وقت نہیں ہوئی کہ مجرم اب تنویر کے ذریعے اپنا کوئی نہ کوئی مقصد حل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ کیا مقصد ہوسکتا ہے۔؟

اس نے ذہن پر بہت زور دیا لیکن وہ کچھ سمجھنے سے ہی رہا۔

بلیک زیرو نے ایک بار پھر واچ ٹرانسمیٹر کو آن کیا۔ اب کے اس نے صفدر کو جارج ریستوران پہنچنے کیلئے کہا۔ جہاں سے اس نے اسے تنویر کے تعاقب کی ہدایت کی۔ ریستوران تک پہنچنے کیلئے اس نے صفدر کو صرف دس منٹ کا ٹائم دیا۔

اس کام سے فارغ ہوکر اس نے اپنی بیوک کا رُخ بھی جارج ریستوران کی طرف کر دیا۔ اس کے ذہن میں ایک خیال تھا جسکے پیشِ نظر وہ خود بھی دور رہ کر تنویر اور صفدر پر نظر رکھنا چاہتا تھا۔

خود اسے کیفے جارج تک پہنچنے میں دس منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے۔ اس نے اپنی بیوک کیفے جارج کے قریب کھڑی کی اور انجن بند کر کے کار سے نیچے اتر آیا۔

اس نے کنکھیوں سے اپنے سے ذرا فاصلے پر سڑک کے دوسرے کنارے پر دیکھا۔ نعمانی اور خاور تنویر سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو رہے۔ صفدر ذرا فاصلے پر موجود تھا۔ نعمانی اور خاور کے رخصت

ہوتے ہی تنویر دوبارہ چلنے لگا۔ صفدر اس سے ذرا فاصلے پر اس کے تعاقب میں موجود تھا۔

ان لوگوں کے آگے جانے کے بعد بلیک زیرو نے اطراف کا گہری نظروں سے جائزہ لیا۔ اور خود بھی سڑک کے اس جانب سے کافی فاصلہ دیکر اُن کا تعاقب کرنے لگا۔ مختلف سڑکوں سے گذرتے ہوئے اس نے محسوس کر لیا کہ جو کچھ اندازہ اس نے لگایا تھا۔ وہ بالکل درست تھا۔ وہ صفدر کے پیچھے ذرا فاصلے پر تھا۔ اس کا قد کافی لمبا تھا۔ بال لمبے لمبے تھے قوی ہیکل اعضاء کی مناسبت سے چہرہ کافی بھاری تھا۔ اس کی سفید چمڑی اسے کسی سرد ملک کا باشندہ ظاہر کر رہی تھی۔ چہرے پر کینہ توزی کی جھلک نمایاں تھی۔ وہ بڑی ہوشیاری سے صفدر کا تعاقب کر رہا تھا۔ بلیک زیرو نے روڈ کے اس پار سے اس کا بھرپور جائزہ لیا۔ وہ دِل ہی دِل میں مجرموں کی چالاکی پر داد دیئے بغیر نہیں رہ سکا۔ اس کی توقع کے مطابق عین مجرم بیک سیلف سسٹم ہی استعمال کر رہے تھے۔

صفدر کو اپنے تعاقب کا علم نہیں تھا۔ وہ بڑے اطمینان سے تنویر کے تعاقب میں مصروف تھا۔ سڑک کے اس جانب اس غیر ملکی کا پیچھا کرتے ہوئے بلیک زیرو کو اچانک محسوس ہوا کہ اس کے متعاقب نے اچانک اپنی رفتار تیز کر دی ہے۔

دور آگے تنویر کے پیچھے صفدر ٹہلنے والے انداز میں چلا جا رہا تھا۔

غیر ملکی کی رفتار تیز ہوتے دیکھ کر بلیک زیرو نے خود اپنی رفتار بھی اس کی تقلید میں تیز کر دی۔ وہ غیر ملکی تیزی سے صفدر کے قریب ہوتا گیا۔ بلیک زیرو ابھی تک اسکا مطلب نہیں سمجھ سکا تھا گو وہ اس کی پشت پر ہنوز موجود تھا۔ المرکز والی سڑک پر مڑتے ہوئے بلیک زیرو نے دیکھا کہ غیر ملکی بالکل صفدر کے پیچھے چل رہا ہے وہ دو قدم آگے بڑھا۔ اس نے سڑک کی دوسری جانب سے صفدر کو ٹھٹھک کر رُکتے دیکھا۔ غیر ملکی بالکل اسکے ساتھ لگا کھڑا تھا۔ وہ دونوں کچھ دیر وہیں کھڑے رہے۔

تنویر اپنی دُھن میں مگن تیزی سے چلا جا رہا تھا۔

گو فاصلہ زیادہ تھا لیکن بلیک زیرو نے جان لیا تھا کہ غیر ملکی کی اوور کوٹ کی نچلی جیب کچھ اُبھری ہوئی ہے۔ اس نے صفدر کو ٹہوکا دیا۔ صفدر نے بے چارگی سے کندھے اُچکائے اور المرکز کے ذیلی روڈ کی طرف مڑ گیا۔

بلیک زیرو تیزی سے روڈ کراس کیا۔ اب وہ بھی اس غیر ملکی کے پیچھے تھا جسنے صفدر کو کور کر لیا تھا۔ المرکز کے ذیلی روڈ کی طرف مڑ گیا۔ المرکز کا یہ ذیلی روڈ المرکز کے عقب میں رہنے والے باشندوں کی آمد و رفت میں سہولت کیلئے کارپوریشن والوں نے حال ہی میں بنایا تھا یہ ایک کم چوڑی سڑک تھی جس پر ہلکی گاڑیاں ہی چل سکتی تھیں۔ المرکز اور اسکے عقب میں بنے ہوئے فلیٹوں کے درمیان سے گذرتی ہوئی یہ سڑک آگے جاکر ایک میدان میں ختم ہو جاتی تھی۔ یہ ایک فٹبال گراؤنڈ تھا۔ فٹبال گراؤنڈ کے سرے پر ہی ایک خوبصورت سا پارک تھا۔ غیر ملکی صفدر کو کور کیئے میدان سے گذرتے ہوئے پارک میں داخل ہوا۔ جس وقت وہ دونوں میدان سے گذر رہے تھے بلیک زیرو ایک دیوار کی آڑ میں کھڑا تھا۔ اس وقت ان تینوں کے علاوہ وہاں کسی نفس کا نام و نشان موجود نہیں تھا۔ بلیک زیرو کھلے میدان میں داخل ہو کر کوئی رسک لینا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن جیسے ہی صفدر اور غیر ملکی پارک میں داخل ہو کر اس کی نظروں سے اوجھل ہوئے۔ اس نے تیزی سے دوڑتے ہوئے میدان کو عبور کیا۔ پارک کے قریب پہنچ کر وہ گھٹنوں کے بل مہندی کی باڑ پر جھکا دوسرے ہی لمحے وہ پارک کے اندر تھا۔ اس نے اُٹھنے میں نہایت پھرتی کا مظاہرہ کیا۔ قریب ہی ایک برگد کا درخت تھا۔ وہ پنجوں کے بل چلتا ہوا درخت کی آڑ میں ہو گیا۔ چند لمحے سانس درست کرنے کے بعد اس نے پارک کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ اس کی کھوج لگاتی والی نظروں نے جلد ہی صفدر کو اور اُس غیر ملکی کو ڈھونڈھ نکالا تھا۔

صفدر مہندی کی باڑھ کی طرف منہ کئے کھڑا تھا جبکہ اسکی پشت پر غیر ملکی بدستور موجود تھا اسکا ہاتھ اوور کوٹ سے باہر تھا۔ جسمیں اس نے ایک خوفناک سیاہ ریوالور پکڑ رکھا تھا۔ ریوالور کا رُخ بھی صفدر کی پشت کی طرف تھا۔

ابھی بلیک زیرو اپنا کوئی لائحہ عمل مرتب کر ہی رہا تھا کہ غیر ملکی کا ریوالور والا ہاتھ سر سے بُلند ہوا۔ دوسرے ہی لمحے صفدر لڑکھڑایا اور سبز گھاس کے تختے پر اوندھے منہ گر گیا۔ بلیک زیرو کی آنکھوں میں ایک لمحے کیلئے خون اُتر آیا۔ اسکے دماغ میں سیٹیاں سی بجنے لگیں۔ لیکن وہ اپنی جگہ بدستور جما کھڑا رہا۔ غیر ملکی نے ٹھوکر مار کر اسکی بے ہوشی کا اندازہ لگایا۔ اور پھر مطمئن انداز میں سر ہلاتے ہوئے پارکنگ گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

بلیک زیرو نے اس دوران گلاب کے پیڑوں کی آڑ لے لی تھی۔ وہ سانس روکے اسے اپنے قریب سے گذرتے ہوئے دیکھتا رہا۔ جب غیر ملکی گیٹ کے راستے پارک سے باہر نکل گیا۔ تو بلیک زیرو اٹھ کھڑا ہوا۔ اسکا رُخ بھی مین گیٹ ہی کی طرف تھا۔ جب وہ پارک سے باہر آیا۔ غیر ملکی تیزی سے میدان عبور کر رہا تھا۔ بلیک زیرو انتظار کرتا رہا۔ غیر ملکی نے جیسے ہی میدان عبور کیا۔ بلیک زیرو میدان کی طرف دوڑ پڑا۔ جس وقت بلیک زیرو میدان عبور کر رہا تھا۔ غیر ملکی امرکز کی ذیلی سڑک پر کافی آگے نکل چکا تھا۔ بلیک زیرو نے اپنی رفتار کچھ اور تیز کر دی۔ وہ کسی صورت میں غیر ملکی کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔ غیر ملکی نے امرکز کا ذیلی روڈ بہت تیزی سے پار کیا تھا۔ اب وہ عین امرکز کے سامنے مین روڈ پر کھڑا دونوں جانب متلاشی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ بلیک زیرو اگلو آئسکریم کے ایک اسٹال کے پیچھے کھڑا۔ اسکے اگلے اقدام کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن بلیک زیرو کو زیادہ دماغ ماری نہیں کرنی پڑی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ غیر ملکی کو کسی ٹیکسی کی تلاش ہے۔

اسے دور سے ایک ٹیکسی آتی نظر آئی۔ غیر ملکی نے اسے رُکنے کا اشارہ کیا۔ ٹیکسی رُکی غیر ملکی نے ڈرائیور سے کچھ کہا۔ ڈرائیور نے سر ہلا کر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور میٹر گرانے لگا غیر ملکی نے پچھلا دروازہ کھولا۔ اور عقبی سیٹ پر دراز ہو گیا۔

ٹیکسی جوں ہی آگے بڑھی بلیک زیرو اسٹال کی آڑ سے نکل آیا۔ اُسے خود بھی کسی سواری کی جستجو تھی اور یہ اس کی خوش قسمتی ہی تھی کہ تقریباً اس وقت ایک دوسری ٹیکسی اسکے قریب ہی آکر رُکی۔ بلیک زیرو نے آگے بڑھکر ڈرائیور سے کچھ کہے بغیر بیک سائڈ کا دروازہ کھولا سیٹ پر بیٹھتے ہوئے اس نے ڈرائیور کو اگلی ٹیکسی کا پیچھا کرنے کی ہدایت کی۔ ٹیکسی ڈرائیور اس کی ہدایت سن کر حیرت سے اس کی طرف مُڑ کر دیکھنے لگا۔ بلیک زیرو نے خوفناک نظروں سے اُسے گھورا۔ ڈرائیور نے سہم کر اپنی ٹیکسی اگلی ٹیکسی کے تعاقب میں ڈال دی۔ اگلی ٹیکسی کافی آگے نکل جانیکے باوجود نظروں سے اوجھل نہیں ہوئی تھی۔ ٹیکسی کا ڈرائیور بڑے ماہرانہ انداز میں اگلی ٹیکسی کا تعاقب کر رہا تھا۔ اسپیڈ بڑھانے کی وجہ سے دونوں ٹیکسیوں کے درمیان فاصلہ کچھ کم ہو گیا تھا بلیک زیرو ونڈ اسکرین پر نظریں جمائے، بظاہر آگے جانے والی ٹیکسی کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن درحقیقت اسکا دماغ اس غیر ملکی میں الجھا ہوا تھا۔ جو اگلی ٹیکسی میں جا رہا تھا۔

مجرموں نے تنویر کی نگرانی کیلئے اس غیر ملکی کو مقرر کیا ہوگا۔ جس نے صفدر کو چیک کر لیا۔ اور اسے پارک میں لے جا کر بے ہوش کر دیا۔ جسکا مطلب تھا کہ مجرم نہیں چاہتا کہ تنویر کو انھوں نے جس مقصد کیلئے استعمال کیا ہے وہ پورا ہونے تک کوئی اسکا تعاقب یا نگرانی کرے۔ جسکا ثبوت اس غیر ملکی نے صفدر کو بے ہوش کر کے فراہم کر دیا تھا۔

وہ ابھی تک اس گتھی کو سُلجھانے میں ناکام رہا تھا کہ مجرموں نے تنویر کو اپنے کس مقصد کیلئے استعمال کیا ہے۔ بہرحال اُن کا جو بھی مقصد تھا جلد ہی سامنے آنے والا تھا۔ بلیک زیرو

کو یہ اندازہ لگانے میں بھی دشواری نہیں ہوئی تھی کہ تنویر کا رُخ عمران کے فلیٹ کی طرف تھا۔ یعنی مجرم تنویر کے ذریعے عمران تک پہنچنا چاہتے تھے۔

اُسے تنویر کی جانب سے کوئی فکر نہیں تھی۔ وہ چاہتا تو پارک کے اندر ہی اس غیر ملکی سے نمٹ لیتا۔ ہوسکتا تھا وہ اسے عبور کرکے کچھ معلومات بھی حاصل کرلیتا لیکن اس نے ایسا کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ کیونکہ اُن میں اسکے پیشِ نظر بہت سی قباحتیں تھیں۔ اگلی ٹیکسی مختلف شاہراؤں سے گذرتی ہوئی گرانڈ ہوٹل کے پھاٹک کے سامنے رُکی غیر ملکی نے نیچے اتر کر کرایہ ادا کیا۔ اور ہوٹل کی طرف بڑھ گیا۔ بلیک زیرو نے پھاٹک کے قریب ہی فٹ پاتھ پر ڈرائیور کو رکنے کا اشارہ کیا۔ ٹیکسی ایک جھٹکے سے رُکی۔ بلیک زیرو تیزی سے نیچے اُترا۔ اس نے پرس نکالکر کچھ نوٹ ڈرائیور کی طرف بڑھا دیئے۔ ڈرائیور نے توقع سے زیادہ ٹپ دیکھکر دانت نکالے اور سلام جھاڑ دیا۔ بلیک زیرو اُسے نظر انداز کرتا ہوا پھاٹک کی طرف بڑھ گیا تھا۔

جب بلیک زیرو روش عبور کر رہا تھا غیر ملکی داخلی دروازے سے ہوٹل میں داخل ہو رہا تھا۔ بلیک زیرو اس کے پیچھے ہی ہوٹل میں داخل ہوا تھا۔

غیر ملکی ریکریشن حال عبور کرکے زینوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔

بلیک زیرو نے ایک لمحہ توقف کیا۔ غیر ملکی زینوں کے ذریعے اوپر پہنچ چکا تھا۔ بلیک زیرو نے تیزی سے زینے عبور کئے۔ جب وہ گیلری میں پہنچا تو غیر ملکی سب سے آخری دروازے کے سامنے کھڑا لاک کھولنے میں مصروف تھا۔ بلیک زیرو تیزی سے زینوں کی آڑ میں ہوگیا۔ وہ اس وقت تک وہاں رُکا رہا جب تک غیر ملکی دروازہ کھول کر کمرے میں نہ داخل ہوگیا۔ بلیک زیرو نے شُکر ہی ادا کیا تھا کہ اس دوران زینوں پر کوئی نہیں آیا تھا ورنہ اسکیلئے بڑی دشواریاں پیدا ہوجاتیں۔ وہ دبے قدموں گیلری میں چلتا ہوا اس کمرے کی طرف بڑھا

جہاں غیر ملکی داخل ہوا تھا۔ کمرے کے سامنے پہنچکر اُس نے دونوں جانب نظریں دوڑائیں۔ اور کی ہول سے کان لگادیئے غیر ملکی فون پر کسی سے گفتگو کر رہا تھا۔ جسمیں بار بار تنویر کا ذکر آرہا تھا۔ غیر ملکی کے فون رکھنے کے بعد بلیک زیرو بھی وہاں سے ہٹ گیا تھا وہ واپس زینوں کے ذریعے حال میں پہنچا۔ کاؤنٹر کے قریب پہنچکر اس نے کاؤنٹر گرل سے ایک فون کرنے کی درخواست کی، کاؤنٹر گرل نے مسکراکر فون اسکی طرف سرکادیا۔ بلیک زیرو نے کیپٹن شکیل کے نمبر ڈائیل کیئے۔ اُسے غیر ملکی کا حلیہ بتا کر فوراً گرانڈ ہوٹل میں پہنچنے کی تاکید کی، فون رکھنے کے بعد اس نے کاؤنٹر گرل کی طرف دیکھا وہ دوسری جانب مصروف تھی۔ بلیک زیرو نے مطمئن انداز میں سر ہلایا اور ایک قریبی میز کی طرف بڑھ گیا۔

اُسے کیپٹن شکیل کے آنے تک بہر حال یہاں موجود رہنا تھا۔

ایس قریشی کی عمران سیریز میں عظیم الشان خاص نمبر

موت کے ہم سفر
گیم آف ڈیتھ

آج ہی طلب کیجئے!

سلیمان تنویر کے پیچھے ہی کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اس نے جیسے ہی دیکھا کہ تنویر نے ریوالور نکال لیا ہے اور عمران اس سے بے خبر ہاتھ پھیلائے اسکی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس نے بے توحیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ لیکن تنویر کو ریوالور کا رُخ عمران کی طرف کرتے دیکھ کر وہ تیزی سے جھپٹا۔ جس وقت گولی چلی سلیمان کا جھٹکا لگنے سے وہ قریبی صوفے میں جا گھسی۔ سلیمان نے دونوں ہاتھوں سے تنویر کا ریوالور والا ہاتھ پکڑ لیا۔

دھماکے کی آواز کے ساتھ ہی عمران نے آنکھیں کھول دیں۔ تنویر اور سلیمان کو دست وگریباں دیکھکر وہ فوراً معاملے کی تہہ تک پہنچ گیا۔

اس دوران تنویر نے زوردار ٹکر سلیمان کی ناک پر رسید کردی۔ وہ ناک پکڑے فرش پر بیٹھتا چلا گیا۔ اسکی ناک سے خون پھوّارے کی طرح نکل رہا تھا۔ شاید چوٹ سے نکسیر پھوٹ گئی تھی۔ عمران نے ابھی کچھ کہنے کیلئے منہ کھولا ہی تھا کہ تنویر نے ریوالور کا رُخ اس کی طرف کرکے دوبارہ گولی چلا دی۔ عمران اُچھل کر ایک جانب ہوگیا۔ تنویر نے فوراً ہی اس پر تیسرا فائر کیا۔ لیکن عمران دوسری جانب چھلانگ لگا چکا تھا۔

"ارے کیا کر رہے تنویر بھائی قسم سے تم تو بہت خطرناک آدمی ہو۔ ارے بھیّا یہ کرو مجھے اختلاجِ کلب ہونے لگا ہے۔"

لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے تنویر نے عمران کی بکواس سنی ہی نہیں۔ وہ تو اسوقت تک مسلسل فائر کرتا چلا گیا جب تک ریوالور خالی نہیں ہوگیا۔

عمران نے ایک جانب کھڑے ہوکر سکون کا سانس لیا۔ لیکن ابھی اسکی سانس باہر بھی آنے نہیں پائی تھی کہ تنویر دوبارہ اس پر جھپٹ پڑا۔ اب کے اسکے ہاتھ میں ایک لمبے پھل والا خنجر چمک رہا تھا۔ وہ اپنے ہاتھ میں خنجر تھامے ماہرانہ انداز میں عمران کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسکی آنکھیں بدستور ساکت تھیں اور چہرہ پتھر کی طرح سخت ہوگیا تھا۔

عمران اسکے ہاتھ میں ایک چمکدار خنجر دیکھ کر بُری طرح کانپ رہا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو بھیّا۔ اسے واپس رکھلو! کہیں لگ گیا تو خواہ مخواہ مُصیبت آجائیگی ارے ہائیں مان جاؤ یار۔"

مگر تنویر ماننے والا کہاں تھا۔ وہ برق رفتاری سے عمران پر جھپٹا۔ عمران جھکائی دے کر الگ ہونے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر کرتا تو خنجر کا اسکی پسلیوں میں اتر جانا یقینی تھا۔ تنویر کا دُوسرا حملہ بڑا نپا تُلا تھا۔ عمران اس سے بال برابر فاصلے سے بچا تھا۔ عمران تنویر کے موجودہ خطرناک رویئے سے کافی حد تک معاملے کی تہہ تک پہنچ گیا تھا۔ اُسے اب جوابی طور پر کوئی فیصلہ کُن قدم اٹھانا تھا۔ ورنہ اسے معلوم تھا کہ وہ اس پوزیشن میں زیادہ دیر اپنا دفاع نہیں کر سکے گا۔

تنویر نے دیوانہ وار جیسے ہی عمران پر چوتھا حملہ کیا۔ عمران نے لپک کر اس کا خنجر والا ہاتھ پکڑ لیا۔ تنویر کی کلائی کو ایک زبردست جھٹکا لگا اور خنجر اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا خنجر ہاتھ سے نکلنے کے باوجود تنویر کے جوش و خروش میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ مسلسل ناکامیوں کی وجہ سے آنکھیں اسکی سُرخ سی ہوگئی تھیں۔ چہرے پر بھی غضبناکی کے آثار اُمنڈ آئے تھے۔

اس نے جھٹکا دے کر اپنا ہاتھ چھڑایا۔ ہاتھ چھوٹتے ہی اس نے عمران پر چھلانگ لگا دی۔ عمران اس کیلئے پہلے ہی تیار تھا۔ جیسے ہی تنویر اُس پر آیا۔ اس نے ہلکی سی جھکائی دیکر اسکی کمر میں بازو حمائل کئے دوسرے ہی لمحے تنویر دھب سے زمین پر گرا۔ وہ ابھی اٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ عمران کا کھڑا ہاتھ مخصوص انداز میں اسکی گردن پر پڑا۔ ضرب کافی پنی تُلی تھی۔ تنویر آواز نکالے بغیر ڈھیر ہو گیا۔ عمران نے اُسے اٹھا کر پلنگ پر ڈال دیا۔

نکسیری پھوٹنے کے بعد سلیمان ہائے ہائے کرتا ہوا کمرے سے بھاگ گیا تھا۔

اچھا خاصہ ڈرائنگ روم اسوقت کباڑ خانہ معلوم ہو رہا تھا۔ تنویر کی چلائی ہوئی گولیوں سے نہ صرف دیواروں کا بلکہ ڈریسنگ ٹیبل اور دیگر اشیاء کا نقصان بھی ہوا تھا۔

عمران نے ناقدانہ نظروں سے کمرے کا جائزہ لیا۔

قریب ہی خنجر پڑا ہوا تھا عمران نے اُسے اٹھا کر ٹیبل کی دراز میں رکھ دیا۔ اس نے ریوالور تلاش کیا۔ وہ ایک صوفے کے نیچے پڑا ہوا تھا۔ عمران نے اسے اٹھا کر دیکھا وہ اعشاریہ ۳۷ کا، تنویر کا اپنا ریوالور تھا۔ عمران نے اسے بھی دراز میں ڈالدیا۔ بکھرا ہوا سامان درست کرتے ہوئے اسے اچانک سلیمان کا خیال آیا۔ جس نے اسکی جان بچانے کیلئے اپنی جان داؤ پر لگادی تھی۔

یہ حقیقت ہی تھی کہ اگر سلیمان بروقت نہ پہنچ جاتا تو تنویر کی پہلی گولی ہی عمران کیلئے کافی تھی اور اس کا یہ کارنامہ عمران کیلئے قابلِ ستائش ہی تھا۔

سلیمان کا خیال آتے ہی عمران باورچی خانے کی طرف بڑھ گیا۔

کیوں کہ باورچی خانے کے علاوہ اس کا مسکن اور کہاں ہو سکتا تھا۔ حسبِ توقع وہ عمران کو باورچی خانے ہی میں مل گیا۔

سر پر ٹھنڈا پانی ڈالنے کی وجہ سے ناک سے بہنے والا خون رُک گیا تھا۔ لیکن ناک کے سوراخوں میں سُرخی اب بھی موجود تھی۔ اسکی ناک باتسے کے قریب سوج بھی رہی تھی۔

"سلیمان"

عمران نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں اُسے آواز دی۔

سلیمان نے پلٹ کر عمران کی طرف دیکھا۔

عمران نے بازو پھیلائے اور آگے بڑھکر اُسے سینے سے لگا لیا۔

"سلیمان۔ تم بہت وفادار اور عظیم انسان ہو۔ مجھے تم پر فخر ہے"

عمران نے پیار سے اس کی پشت تھپتھپائی۔

"صاحب آپ شرمندہ کرتے ہیں۔ میں تو صرف آپ کا ملازم ہوں۔ اور مجھے آپ کا ملازم ہونے میں فخر ہے"

سلیمان کی آنکھوں میں باقاعدہ نمی تیرنے لگی۔

"اچھا۔ تو لو اس خوشی میں تمہارا یہ انعام"۔ عمران نے جیب سے پرس نکال کر چند بڑے نوٹ سلیمان کی طرف بڑھا دیئے۔

"صاحب آپ مجھے لالچی سمجھتے ہیں"۔ سلیمان نے نوٹ جھپٹتے ہوئے دانت نکالے

"نہیں یار میں تو تمہیں آلو بخارہ سمجھتا ہوں"۔

عمران کے چہرے پر دوبارہ حماقتیں جگ مگانے لگیں تھی۔ لیکن اس سے پہلے کہ اس کی بکواس شروع ہوتی، فون کی گھنٹی نے اُسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ وہ سلیمان کو چائے کیلئے کہکر سیدھا ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

"ہیلو عمران اسپیکنگ"۔

"طاہر سر" دوسری جانب سے آواز آئی۔

"اوہ طاہر پلیز گیومی رپورٹ۔"

جواب میں بلیک زیرو نے وہ تمام واقعات سنا دیئے۔جو اُسے غیر ملکی کے تعاقب کے دوران پیش آئے تھے۔اس نے صفدر اور تنویر کے تعاقب کے بارے میں نیز صفدر کی پارک میں بے ہوشی کے بارے میں بھی تفصیلاً عمران کو بتا دیا۔ خاص طور پر بیک سیلف سسٹم کے ذکر پر عمران کی آنکھیں چمکنے لگیں تھیں۔

بلیک زیرو کے تنویر کے متعلق پوچھنے پر اس نے تنویر کے حملے کی تمام تر تفصیلات اُسے بتائیں۔

"سر میرے خیال میں تو آپ کو راستے سے ہٹانے کی یہ بہت بڑی سازش ہے جس میں مجرم ہمارے ہی آدمی کے ذریعے آپ کو ٹارگٹ بنانا چاہتے ہیں۔"

"مجھے بھی یہی محسوس ہوتا ہے۔جہاں تک حقیقت کا تعلق ہے۔تنویر کے دماغی معائنے کے بعد ہی کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔" عمران نے جواب دیا۔

"سر یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ اِس طرف سے ناکام ہو کر آپ پر دوسری طرف سے وار کریں۔" بلیک زیرو کی آواز میں تشویش شامل تھی۔

"ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے۔سر دست تو ہمیں تنویر کی فکر کرنی چاہیئے۔تم جوزف کو بھیجو میں تنویر کو یہاں سے دانش منزل میں منتقل کرنا چاہتا ہوں۔ ڈاکٹر رضوی کو تیار رہنے کیلئے کہہ دو۔ انہیں فوری طور پر تنویر کے دماغ کا آپریشن کرنا ہوگا۔" اس نے ٹیلیفون پر بلیک زیرو کو ہدایت دی۔

"او کے سر"

بلیک زیرو کی مودبانہ آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

"کیپٹن شکیل کی طرف سے جیسے ہی کوئی اطلاع آئے مجھے فوراً خبر کرو۔"

عمران نے دوسری ہدایت دی۔اور ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

اس دوران سلیمان نے چائے بنا کر اسکے سامنے پہنچا دی تھی۔ وہ چائے کے ہلکے ہلکے گھونٹ لیتے ہوئے بیہوش تنویر کی جانب تشویش آمیز نظروں سے دیکھنے لگا۔

تنویر جو کچھ بھی تھا بہر حال اس کا ماتحت تھا۔ اور وہ ماتحتوں سے بیٹوں جیسی محبت کرتا تھا۔

کیپٹن شکیل جس وقت گرانڈ ہوٹل میں داخل ہوا۔ وہاں معمول سے بھی کم میزیں بھری ہوئی تھیں۔ کاؤنٹر گرل رجسٹر سامنے رکھے فرصت پا کر اونگھنے میں مصروف تھی۔

کیپٹن شکیل نے اس پر سرسری نظر ڈالی اور زینوں کی طرف بڑھ گیا۔ ایکسٹو کے حکم کے مطابق اُسے ایک بھاری بھرکم اور کھردرے چہرے والے اُس غیر ملکی پر نظر رکھنی تھی جو اسی ہوٹل کے فرسٹ فلور کے روم نمبر چھبیس میں مقیم تھا۔

کیپٹن شکیل نے زینے طے کرنے کے بعد کاریڈور پر نظر ڈالی۔ ہال کی بانسبت یہاں بالکل خاموشی کا راج تھا۔

اس فلور پر زیادہ تر کمروں پر تالے پڑے ہوئے تھے یعنی اُن کے مکین کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ ویسے بھی یہ ہوٹل سیاحوں کے لئے مشہور تھا۔ اس لئے زیادہ تر سیاح آؤٹنگ پر ہی رہتے تھے اور جن دروازوں پر تالے نہیں تھے اُن کے مکین بھی اندر سے دروازہ بند کئے آرام کرنے میں مصروف تھے۔

تمام کمروں کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد کیپٹن شکیل روم نمبر ۲۶ کے سامنے رُکا۔ روم نمبر ۲۶ پر گو اس وقت تالا نہیں تھا۔ جسکا مطلب تھا مطلوبہ شخصیت کمرے ہی میں موجود ہے۔ کیپٹن شکیل نے جھک کر کی ہول سے آنکھ لگا دی۔

اس حرکت سے اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ ایکسٹو کے بتائے گئے حلیئے والے شخص کی تصدیق کرنا چاہتا تھا۔

اس نے اس کا گہری نظروں سے جائزہ لیا۔ وہ حقیقتاً وہی شخص تھا جس کا حلیہ اُس کے چیف ایکسٹو نے بتایا تھا۔ وہ اس وقت آرام دہ مسہری پر بے ترتیبی سے پڑا خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا۔ اسکا منہ کھلا ہوا تھا جس سے عجیب سی بے ڈھنگی آوازیں نکل رہی تھیں۔

کیپٹن شکیل نے اپنی آنکھ کی ہول سے ہٹالی اور سیدھا ہو گیا۔ اب وہ واپس زینوں کی طرف جا رہا تھا۔ ہال میں واپس آنے کے بعد اس نے ایک ایسی میز اپنے لئے منتخب کی جہاں سے وہ بیک وقت زینوں سے لے کر پورے ہال میں دیکھ سکتا تھا۔

کُرسی سنبھالتے ہی بیرا آ موجود ہوا۔ کیپٹن شکیل نے اُسے کافی کا آڈر دیا۔ اور کُرسی پر پھیل کر بیٹھ گیا۔ اسے اب غیر ملکی کے جاگنے کے بعد ہال میں آنے تک انتظار کرنا تھا۔ ملٹری انٹیلیجنس میں رہنے تک اُسکی فطرت میں رچی ہوئی بیقراری کی وجہ سے کسی چیز کا انتظار اس کیلئے شدید اذیت کا باعث ہوتا۔ لیکن جب سے وہ سیکرٹ سروس میں منتقل ہوا تھا۔ ایکسٹو کی سخت ٹریننگ کی وجہ سے اسکی یہ فطرت آہستہ آہستہ بالکل ختم ہو گئی تھی۔ اور اب وہ کسی بھی معاملے میں بے صبری کا مظاہرہ قطعی نہیں کرتا تھا۔ اسکی یہ عادت عمران ہی کی رہینِ منت تھی کہ خوفناک ترین لمحات میں بھی وہ عجلت کا مظاہرہ نہیں کرتا تھا۔

عمران کا خیال ذہن میں آتے ہی اسکے لبوں پر بے ساختہ دلفریب مسکراہٹ رقصاں ہو گئی۔ ایکسٹو کی کال آنے سے پہلے اس کا ارادہ عمران کے پاس جانے کا تھا۔ ویسے بھی اُسے اس سے ملے ہوئے کافی عرصہ ہو چکا تھا۔ عمران کی صحبت اسکیلئے بہترین مشغلہ ثابت ہو سکتی تھی۔ مگر اس کا کیا کیا جائے کہ عین انہیں لمحوں میں جب وہ عمران کے متعلق سوچ رہا تھا۔ ایکسٹو کی کال آگئی اور اب وہ! اُس غیر ملکی کے انتظار میں جو روم نمبر ۲۶ میں پڑا سو رہا تھا۔ میز پر بیٹھا نہ جانے کہاں کہاں خیالی گھوڑے دوڑا رہا تھا۔

کافی کے برتن میز پر رکھے جانے کی آواز پر وہ اپنی خیالوں کی دنیا سے باہر آگیا۔ بیرا برتن رکھکر واپس جا چکا تھا۔ تنویر نے برتن اپنی طرف کھسکائے اور کافی بنانے لگا۔ کافی بنا کر اس نے کپ اٹھایا اور آہستہ آہستہ کافی پینے لگا۔

خالی کپ رکھ کر اس نے ہال کا جائزہ لیا۔ ہال ہنوز خالی تھی۔ اکا دکا میزوں کے علاوہ تمام میزیں خالی تھیں۔

اس دھیان دوبارہ غیر ملکی کی طرف چلا گیا۔ ایکسٹو نے اُسے اسکی نگرانی کا حکم دیا تھا۔ اس کا مطلب تھا پھر کوئی نہ کوئی کیس آن ٹپکا ہے۔

اسے اس کا اندازہ تو اس وقت ہی ہو گیا تھا جب جولیا نے اسے تیار رہنے کو کہا تھا۔ یہ تین چار دن پہلے کی بات تھی۔ جولیا کے فون سے اُسے یہ سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی تھی کہ مصروفیات کا دور پھر چل نکلا ہے۔

اس کی سوچ کا دائرہ اس وقت سمٹ کر ختم ہوا۔ جب اس نے اسی غیر ملکی کو زینوں کے ذریعے ہال کی طرف آتے دیکھا۔ ذہن سے تمام خیالات یکسر نکال کر اس نے اپنی تمام تر توجہ غیر ملکی کی جانب مبذول کر دی۔ غیر ملکی اب ایک میز پر بیٹھ رہا تھا۔

اس نے میز پر بیٹھتے ہی ایک بیرے کو اشارہ کیا۔ اشارہ ملتے ہی بیرا مؤدبانہ انداز میں اسکے قریب آگیا۔ غیر ملکی نے اُسے کچھ آرڈر دیا۔ آرڈر لینے کے بعد بیرا وہاں سے چلا گیا۔ اور غیر ملکی ناقدانہ نظروں سے ہال کا جائزہ لینے لگا۔ اس نے اُچٹتی سی نظر کیپٹن شکیل پر ڈالی تھی۔ لیکن کیپٹن شکیل نے اپنا منہ دوسری طرف کر لیا تھا۔ غیر ملکی نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ غیر ملکی نے بیرے کو کھانے کا آرڈر دیا تھا۔ کیونکہ بیرے نے اس کی میز پر کھانے کے برتن ہی سجائے تھے۔

غیر ملکی کو کھانے میں مصروف دیکھکر کیپٹن شکیل نے بھی موقع غنیمت جانا۔ بیرے کو بُلا کر اس نے اپنے لئے بھی کھانے کا آرڈر دیا۔

وہ اپنے فلیٹ سے کھانا کھائے بغیر چلا تھا۔ شدید بھوک ہونے کے باوجود اس نے صرف اسلئے کھانے کا آرڈر نہیں دیا تھا کہ ہو سکتا تھا وہ غیر ملکی نہایت عجلت میں اُٹھتا اور اُٹھ کر سیدھا باہر نکل جاتا۔ گو اس کی توقع نہیں تھی لیکن ایسا ہونا ناممکن بھی نہیں تھا۔

کیپٹن شکیل کو رسک لینے کی ویسے بھی عادت نہیں تھی۔ لیکن یہ موقع بہر حال غنیمت تھا۔ اور وہ ایک ذہین آدمی کی طرح موقع سے فائدہ اُٹھانا خوب جانتا تھا۔

بیرے نے جلد ہی اس کی میز پر کھانا سرو کر دیا۔ کیپٹن شکیل نے برتن اپنی طرف سرکائے اور کھانا کھانے میں مشغول ہو گیا۔ کھانا کھاتے ہوئے بھی اسکی نظریں گاہے بہ گاہے اس غیر ملکی کی طرف اُٹھ جاتیں جو خود بھی کھانے میں مصروف تھا۔

کیپٹن شکیل نے حالانکہ اس غیر ملکی کے بعد کھانا شروع کیا تھا۔ لیکن وہ تیزی سے ہاتھ چلاتے ہوئے اُس سے پہلے ہی فارغ ہو گیا تھا۔

بیرے کے برتن اُٹھاتے ہی اس نے دوبارہ کافی کا آرڈر دیا۔ ساتھ ہی بل لانے کو بھی

کہہ دیا۔ کافی اور بل ایک ساتھ اسکی میز پر پہنچا دیئے گئے۔ کیپٹن شکیل نے عجلت میں کافی ختم کی اور بل کی رقم بمع ٹپ پلیٹ میں رکھ دی۔

غیر ملکی کھانا ختم کرتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کلائی میں بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا اور کاؤنٹر پر جا کر بل ادا کرنے لگا۔ بل ادا کرنے کے بعد وہ باہر آگیا۔ اس کا رُخ پارکنگ لان کی طرف تھا۔

کیپٹن شکیل اس وقت تک اپنی جگہ جما رہا جب تک غیر ملکی ہال سے باہر نہیں نکل گیا۔ غیر ملکی کے نکلنے کے بعد جیسے ہی شیشوں کا خود کار دروازہ بند ہوا۔ کیپٹن شکیل اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ میانہ روی سے چلتا ہوا خود بھی باہر نکل آیا۔ اُسے غیر ملکی ایک نیلی سیڈان میں بیٹھتے ہوئے نظر آیا۔

وہ ایک ستون کی آڑ میں ہو گیا تاکہ غیر ملکی کی نظر اس پر نہ پڑ سکے۔ غیر ملکی نے سیڈان اسٹارٹ کرنے کے بعد یوٹرن لیا۔ اور اس کی گاڑی گرانڈ ہوٹل کے گیٹ سے نکلتی چلی گئی۔ سیڈان جیسے ہی مین گیٹ سے باہر نکلی۔ کیپٹن شکیل تقریباً دوڑتا ہوا اپنی کار تک پہنچا۔ اس نے نہایت عجلت میں اُسے اسٹارٹ کیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ خود بھی مین گیٹ سے باہر نکل رہا تھا۔ کافی فاصلے پر نیلی سیڈان برق رفتاری سے چلی جا رہی تھی۔ کیپٹن شکیل نے اس کی رفتار کا اندازہ کیا۔ اس نے اپنی کار کی اسپیڈ بھی اگلی کار کی تقلید میں بڑھا دی۔ درمیان میں مناسب فاصلہ دیکر وہ نہایت ہوشیاری سے اس کا تعاقب کرنے لگا۔ جس سڑک پر سے اس وقت اس کی کار گزر رہی تھی۔ وہ ون وے تھی یہ سڑک آگے جا کر ایک ہائی وے سڑک سے مل جاتی تھی۔ سڑک پر ٹریفک کم تھی وہ ابتک نیلی سیڈان کے تعاقب میں تین چار گاڑیوں کو اوور ٹیک کر چکا تھا۔ نیلی سیڈان اور اس کے درمیان دو اور گاڑیاں تھیں۔ جن کی موجودگی میں نیلی سیڈان والے غیر ملکی کو اپنے تعاقب کا احساس نہیں ہو سکتا تھا۔

وِنڈ سکرین پر نظریں جمائے اسے اچانک کچھ خیال آیا۔ اس نے ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ سنبھالا اور دوسرے ہاتھ سے واچ ٹرانسمیٹر کی چابی باہر کھینچ لی۔

"سر کیپٹن شکیل کالنگ یو اوور"

"یس ایکسٹو از دِس۔ کیا پوزیشن ہے۔؟"

"سر وہ اس وقت نیلی سیڈان ماڈل ۶۹ نمبر ۲۷۴۸ میں ہائی وے کی سمت جا رہا ہے"

کیپٹن شکیل نے اپنی پوزیشن بتائی۔

"ہوں۔ تم نہایت ہوشیاری سے اسکا تعاقب جاری رکھو۔ لیکن اپنے عقب سے بھی باخبر رہو ہو سکتا ہے کوئی تمہارا تعاقب کر رہا ہو۔ مجرم بیک سیلف سسٹم استعمال کر رہے ہیں" ایکسٹو کی ہدایت پر اس نے چونک کر بیک ویو مرر میں دیکھا۔ لیکن دور دور تک کسی گاڑی کا نام و نشان نہیں تھا اسکے عقب میں سڑک بالکل سنسان تھی۔

"سر میرے پیچھے تو کوئی بھی گاڑی نہیں ہے۔ اوور"

"ٹھیک ہے پھر بھی محتاط رہو۔ مجرم بہت چالاک ہیں۔ مجھے تمہاری طرف سے اچھی انٹارمیشن کا انتظار ہے"

"تھنک یو سر اوور"

"اوکے بوائے وِش یو گڈ لک" سلسلہ منقطع ہوتے ہی اس نے چابی برابر کی۔

نیلی سیڈان اب ہائی وے پر دوڑ رہی تھی۔ جس سے کافی فاصلے پر کیپٹن شکیل اپنی نئی کرولا میں اسکے تعاقب میں مصروف تھا۔ ہائی وے پر پہنچتے ہی اس نے اپنی کار کی رفتار کم کر کے نیلی سیڈان اور اپنے درمیان فاصلہ بڑھا دیا تھا۔

پچاسویں سنگ میل کے ساتھ ہی ایک کچا راستہ عزیز نگر کو جاتا تھا۔

نیلی سیڈان ہائی وے چھوڑ کر کچے راستے پر مڑ گئی۔ کیپٹن شکیل نے اپنی کار بھی اس کی تقلید میں ہائی وے سے ہٹا کر عزیز نگر جانے والے کچے راستے پر ڈال دی۔

عزیز نگر مشہور سماجی کارکن عزیز احمد کے نام پر دارالحکومت سے کافی فاصلے پر بسایا گیا تھا۔ یہ نئی بستی تھی لیکن یہاں زیادہ تر کوٹھیاں پرانی ہی تھیں۔ کیونکہ سکون پسند اور مستمول لوگوں نے عزیز نگر بسائے جانے سے پہلے بھی یہاں کوٹھیاں بنالی تھیں۔ لیکن عزیز نگر کے آباد ہو جانے سے یہاں حکومت نے تمام ضروری سہولتیں پہنچا دی تھیں جسکے سبب یہاں تعمیرات میں زبردست اضافہ ہوا تھا۔ لیکن پھر بھی آبادی اتنی نہیں بڑھی تھی۔ پلاٹوں کی تقسیم گوٹبے پیمانے پر کی گئی تھی لیکن اُن کے درمیان خاصہ فاصلہ رکھا گیا تھا۔ خاص طور پر عزیز نگر کے نئے مکانات یہاں پہلے ہی سے موجود کوٹھیوں سے کافی فاصلے پر تھے۔ اور کوٹھیاں بھی ایک دوسرے سے بہت دور دور تھیں۔ نیلی سیڈان کچا راستہ طے کرنے کے بعد اس بڑی سی ویران کوٹھی کی طرف بڑھ گئی جو بظاہر نیم شکستہ اور مکینوں سے خالی معلوم ہو رہی تھی۔

کیپٹن شکیل اپنی کرولا کو آگے سیدھ میں لے گیا۔ آگے ذرا فاصلے پر دوسری کوٹھی تھی۔ کیپٹن شکیل نے اپنی کرولا اس کوٹھی کی شمالی دیوار کے ساتھ کھڑی کر دی۔

نیلی سیڈان اس ویران و شکستہ کوٹھی میں داخل ہو چکی تھی۔

کیپٹن شکیل نے اپنی کار کا انجن بند کیا۔ اور دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ اس نے گہری نظروں سے اس بڑی سی کوٹھی کا جائزہ لیا جس میں نیلی سیڈان داخل ہوئی تھی اور کار سے ٹیک لگا کر دوبارہ واچ ٹرانسمیٹر کی چابی باہر کھینچ لی۔

"کیپٹن شکیل از کالنگ یو سر، اوور"

"یس ایکسٹو"

"سر نیلی سیڈان عزیز نگر کی ایک پرانی کوٹھی میں داخل ہوئی ہے۔ اوور۔"

"تم کہاں سے بول رہے ہو۔ اوور۔"

"سر اس کوٹھی سے جہاں وہ غیر ملکی گیا ہے ذرا فاصلے پر ایک دوسری کوٹھی ہے جس پر لالٹین بلو کلر کیا گیا ہے میں اس کے قریب موجود ہوں۔ اوور۔"

"او کے تم انتظار کرو میں عمران کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ تمہیں اس کی ہدایت پر عمل کرنا ہوگا۔ اوور۔"

"آل رائٹ سر ایسا ہی ہوگا۔"

"یٹس آل رائٹ اوور اینڈ اسٹاپ۔"

سلسلہ منقطع ہوتے ہی اس نے چابی اندر کی اور دوبارہ کار میں بیٹھ گیا۔ جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر اس نے ایک سگریٹ جلایا اور دو چار گہرے گہرے کش لے کر دوبارہ اس کوٹھی کی طرف متوجہ ہوگیا۔ جہاں اب ایک بلیک شیورلیٹ داخل ہو رہی تھی۔ اس کی آنکھیں کسی اندرونی خیال سے چمکنے لگیں۔ اس کی بے چین فطرت بار بار کچھ کرنے پر اکسا رہی تھی۔ لیکن وہ فی الحال کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اسے ایکسٹو کے حکم کے مطابق عمران کا انتظار کرنا تھا۔ اس کے اندازے کے مطابق عمران کو یہاں تک پہنچنے میں بیس منٹ ضرور لگتے۔ یہ حقیقت ہے کہ اس نے یہ عرصہ سگریٹیں پھونک پھونک کر نہایت بے چینی سے گذارا تھا۔

اس نے پہلا سگریٹ ختم کر کے کھڑکی سے باہر پھینکا۔ اور سیٹ سے پیکٹ اٹھا کر دوسرا سگریٹ نکال لیا۔ لیکن وہ ابھی اسے سلگا بھی نہیں پایا تھا کہ بریکوں کی تیز چرچراہٹ پر اس نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ ایک اوپل بالکل اس کی کار کے برابر آ کر رکی اوپل سے تین غیر ملکی برآمد ہوئے جنکے ہاتھوں میں اسٹین گنیں موجود تھیں۔

کیپٹن شکیل کے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا "بیک سیلف سسٹم" اس کے کانوں میں ایکسٹو کے الفاظ گونجے۔ لیکن وہ ابھی کسی ردِ عمل کا اظہار بھی نہیں کر پایا تھا کہ اسٹین گنوں کے ذریعے اس کی کار کو گھیرے میں لے لیا گیا۔

"اگر زندگی پیاری ہے تو خاموشی سے باہر آجاؤ۔"

انگریزی میں اسے گویا حکم دیا گیا۔

اس نے بے چارگی سے اپنی جانب اٹھی ہوئی اسٹین گنوں کی خوفناک نالیوں کو دیکھا۔ اور خاموشی سے باہر آگیا۔

ایک غیر ملکی نے تیزی سے آگے بڑھ کر اس کی تلاشی لی۔ اور ریوالور سمیت دوسری چیزیں اپنے قبضے میں کر لیں۔ اسے نہتا کرنے کے بعد پشت پر موجود دوسرے غیر ملکی نے اسے اسٹین گن سے ٹھوکا دیکر چلنے کا اشارہ کیا۔

کیپٹن شکیل تین اسٹین گنوں کے گھیرے میں اس کوٹھی کی سمت چلنے لگا۔ جہاں تک اس نے نیلی سیڈان کا تعاقب کیا تھا۔

تین اسٹین گنوں کی موجودگی میں اسکے لئے کچھ کرنا قطعی ناممکن ہوگیا تھا۔ اور اسے اچانک اس طرح گھیرے میں لیا گیا تھا کہ اسے کچھ سوچنے کی مہلت بھی نہیں ملی تھی۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ اسقدر احتیاط کے باوجود اسے کس طرح چیک کر لیا گیا۔ وہ اس بات پر خدا کا شکر ادا کر رہا تھا کہ ٹریس ہونے سے پہلے اس نے ایکسٹو کو اپنی پوزیشن کے متعلق بتا دیا تھا۔ چند منٹوں میں عمران یہاں پہنچنے والا تھا۔ لیکن عمران کے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی ٹریس کر لیا گیا تھا۔

تینوں اسے گھیرے میں لئے ہوئے کوٹھی میں داخل ہوئے۔ کیپٹن شکیل ان کے ساتھ چلتے ہوئے کوٹھی کا گہری نظروں سے جائزہ لیتا جا رہا تھا۔

کوٹھی باہر سے جتنی بوسیدہ اور شکستہ تھی ۔ اندر سے اتنی ہی شاندار اور دیدہ زیب تھی ۔ وہ اُسے لئے ہوئے کوریڈور میں داخل ہوئے۔ یہاں قطار میں بہت سے کمرے بنے ہوئے تھے انہوں نے کیپٹن شکیل کو ایک کمرے کے سامنے روکنے کا اشارہ کیا۔

"یس کم اِن"

اندر سے آواز آئی جس کے ساتھ ہی دروازہ کھلا ۔ تینوں اسٹین گن برداروں کے گھیرے میں کیپٹن شکیل کمرے میں داخل ہوا۔

اس مستطیل کمرے میں بڑی سی میز تھی جسکے گرد آٹھ کرسیاں رکھی ہوئی تھیں ۔چار کرسیاں خالی تھیں جبکہ چار کرسیوں پر چار غیر ملکی بیٹھے ہوئے تھے جن میں سے ایک وہ تھا جس کا تعاقب کیپٹن شکیل گرانڈ ہوٹل سے کرتا ہوا یہاں تک آیا تھا۔ وہ بڑی کینہ توز نظروں سے اُسے گھور رہا تھا۔

کیپٹن شکیل کو مجرموں کی طرح میز کے قریب کھڑا کر دیا گیا۔

"جیک یہی وہ شخص ہے جو تمہارے تعاقب میں گرانڈ ہوٹل سے یہاں تک پہنچ گیا ہے۔ صرف تمہاری غفلت کی وجہ سے اُسے ہمارے ٹھکانے کا علم ہو گیا ہے ۔ اگر ہم بیک سیلف سسٹم پر عمل نہ کرتے تو اب تک ہمارا خاتمہ یقینی تھا۔"

اس خونی آنکھوں والے شخص نے جیک کو مخاطب کیا جو میز کے دوسرے سرے پر بیٹھا تھا۔ کیپٹن شکیل نے اس کے لہجے میں سے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ اُن کا سرغنہ ہی ہو سکتا ہے۔

جیک کے چہرے پر شدید شرمندگی کے آثار نظر آئے۔

"ایس کیوزمی سر آئندہ احتیاط رکھوں گا"

جیک نے ندامت کا اظہار کیا۔

"ٹھیک ہے تمہاری غلطی کسی نقصان کا باعث نہیں بنی اس لیئے تمہیں معاف کیا جاتا ہے۔"

باس نے کیپٹن شکیل کی طرف دیکھا۔

"یہ شخص بھی عمران کا ساتھی ہی ہے۔"

"یس باس میرا بھی یہی خیال ہے۔"

ایک اسٹین گن بردار نے خیال آرائی کی۔

"ہم نے عمران کے ساتھی ہی سے اس پر حملہ کرا کے اس پر یہ ظاہر کیا تھا کہ، ہم اتنے طاقتور ہیں کہ جب چاہیں اس کے اپنے آدمیوں سے اُسے ہلاک کرا سکتے ہیں۔"

"عمران پر وہ حملہ ناکام رہا ہے، مجھے بھی یہی اُمید تھی۔ لیکن میرے خیال کے برعکس وہ معاملے سے علیحدہ ہونے کے بجائے اب براہِ راست مدافعت پر آمادہ ہے۔ عمران کو شہہ کرنے کیلئے ہمیں ایک بار اور اس کے سامنے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنا پڑیگا۔" باس پُرخیال انداز میں بولا

"جیمسن تم اُسے روم نمبر تھری میں لیجا کر اس بھیم سے باندھ دو۔"

حکم ملتے ہی جیمسن نے سر جھکایا اور کیپٹن شکیل کو اپنی اسٹین گن سے دھکا دیا۔ کیپٹن شکیل اس کی ہدایت پر کمرے سے باہر نکل آیا ۔ تینوں اسٹین گن بردار اُسے ایک دوسرے کمرے میں لے گئے۔ جس کے دروازے کی پیشانی پر روم نمبر تھری لکھا ہوا تھا۔ تین اسٹین گنوں کی موجودگی میں کیپٹن شکیل ذرا بھی حرکت نہیں کر سکا۔

جیمسن نے رسیوں کی مدد سے اُسے کرسی بھیم سے باندھ دیا۔

باس سمیت دیگر دوسرے آدمی اسی وقت کمرے میں داخل ہوئے اور اس کے اطراف کھڑے ہو گئے۔ کیپٹن شکیل اپنے آپ کو اُن کے درمیان قربانی کا دُنبہ ہی سمجھ رہا تھا۔

"تمہارا نام"

خونی آنکھوں والے باس نے اُس کا نام دریافت کیا۔

"کیپٹن شکیل"

"عمران کے ساتھی ہو؟"

"جوابدینا ضروری نہیں سمجھتا۔" اُس نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"نوجوان، ہم تمھیں جوابدینے پر مجبور نہیں کریں گے۔ ہمیں معلوم ہے کہ تم عمران ہی کے ساتھی ہو، ہمیں افسوس ہے کہ عمران کو سبق دینے کیلئے ہم تمھاری دونوں آنکھیں نہ صرف بے نور کر دیں گے بلکہ تمھارے دونوں کان ناک سمیت کاٹ دیئے جائینگے۔ جس وقت تم اِس حالت میں عمران تک پہنچو گے تو وہ یقیناً ہمارے راستے میں مزاحم ہونے کی کوشش ترک کر دیگا۔"

باس نے خوفناک لہجے میں کہا۔ اور الفریڈ کو اشارہ کر دیا۔ اشارہ پاتے ہی الفریڈ نے دو نوکدار سلاخیں اٹھائی اور انھیں کیپٹن شکیل کی آنکھوں کی سیدھ میں کئے آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔

سلاخیں آہستہ آہستہ اس کی آنکھوں کے قریب ہوتی جارہی تھی۔ فاصلہ آہستہ آہستہ گھٹ رہا تھا۔ کیپٹن شکیل کے چہرے پر پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے تھے۔

اس کی آنکھوں اور سلاخوں کے درمیان فاصلہ صرف چند انچ رہ گیا تھا۔ یہ چند انچ بھی آہستہ آہستہ گھٹنے لگے۔ اور پھر۔۔۔۔۔۔۔۔؟

عمران کیپٹن شکیل کی دوسری کال ملتے ہی اپنے فلیٹ سے چل کھڑا ہوا تھا۔

اس سے پہلے اس نے اپنے چہرے پر ریڈی میڈ میک اپ فٹ کر لیا تھا۔ یہ بھی اس کی مصلحت ہی تھی۔ تیز رفتاری سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے وہ ہائی وے کی طرف اُڑا چلا جارہا تھا کار کی رفتار سے دوگنی رفتار پر اس کا ذہن سوچ میں مصروف تھا۔

کافی کاوشوں کے بعد تو بلیک زیرو اور کیپٹن شکیل کی کوششوں سے مجرموں کے کسی ٹھکانے کا پتہ چلا تھا۔ ورنہ وہ ابھی تک خود کو اندھیرے ہی میں محسوس کر رہا تھا۔ مجرموں کی حد سے زیادہ خود اعتمادی اور بیک سیلف سسٹم کے استعمال کی وجہ سے گو وہ اب تک اُن پر ہاتھ ڈالنے میں کامیاب نہیں ہوا تھا۔ لیکن اب اُسے اُمید ہو چلی تھی کہ کامیابی ضرور ہو گی۔

کیپٹن شکیل کی پہلی کال اس نے دانش منزل ہی میں رسیو کی تھی۔ یہاں وہ گذشتہ دو گھنٹوں سے بلیک زیرو اور جوزف کے ساتھ آپریشن روم سے باہر بڑی بے چینی سے ڈاکٹر رضوی کا انتظار کر رہا تھا۔ خدا خدا کر کے ڈاکٹر رضوی مسکراتے ہوئے آپریشن روم سے باہر آئے۔

عمران لپک کر اُن کے قریب پہنچ گیا تھا۔

ڈاکٹر رضوی سے آپریشن کی کامیابی کی اطلاع پاکر اس کی بے چینی رفع ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر رضوی نے تنویر کے دماغ سے اسٹیل کی ایک چوکور پلیٹ نکالی تھی جس میں سے کئی تار نکل کر اس کے دماغ کی رگوں کے ساتھ منسلک کر دیئے گئے تھے۔ عمران نے وہ پلیٹ بغور دیکھنے بعد ریسرچ کیلئے لیبارٹری بھجوادی تھی۔ تنویر کی حالت خطرے سے باہر تھی۔ لیکن وہ ہنوز بے ہوش تھا۔

عمران بلیک زیرو کو تنویر کا خیال رکھنے کی ہدایت دے کر اپنے فلیٹ واپس آگیا تھا۔ یہاں آکر اس نے سر سلطان کو کیس کے متعلق تفصیلی طور پر آگاہ کیا تھا۔ اور اب وہ کیپٹن شکیل کی دوسری کال موصول ہوتے ہی عزیز نگر کی طرف اڑا چلا جا رہا تھا۔ اس کی کار شہری حدود کو پیچھے چھوڑتی ہوئی ہائی وے پر دوڑ رہی تھی۔ ہائی وے پر پہنچتے ہی عمران نے ایکسلیٹر پر پاؤں کا دباؤ بڑھا دیا۔ کار کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد اُسے پچاسواں سنگِ میل نظر آنے لگا۔ اس نے رفتار ہلکی کی اور کچے راستے پر گاڑی موڑ دی۔ سامنے ہی عزیز نگر تھا۔ عمران کی کار کچے راستے سے ہوتی ہوئی لائٹ ہاؤس کالونی کی کوٹھی سے ذرا فاصلے پر روکی۔ اس نے انجن بند کیا۔ اور کار سے نیچے اُتر آیا۔ اُسے کیپٹن شکیل کی تلاش تھی۔ وہ جب لائٹ ہاؤس کالونی کی کوٹھی کے عقب سے گھومتا ہوا سامنے کی طرف آیا تو اُسے کیپٹن شکیل کی کروزلا نظر آگئی۔ وہ تیزی سے کروزلا تک پہنچا لیکن کار خالی تھی اور کیپٹن شکیل کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ ایک آدھ جلی سگریٹ سیٹ پر پڑی ہوئی تھی۔ جس کی حدت کے سبب سیٹ کا ریگزین اس جگہ سے کالا ہو گیا تھا۔ اس نے اطراف میں نظریں دوڑائیں۔ سامنے ہی کچھ فاصلے پر وہ کوٹھی تھی جس کی نشان دہی کیپٹن شکیل نے واچ ٹرانسمیٹر پر کی تھی۔

عمران، کیپٹن شکیل کی اپنی جگہ سے غیر موجودگی کا سبب جان گیا تھا۔ مجرموں نے اُسے بھی

بیک سیلف سسٹم کے ذریعے چیک کر لیا تھا۔ عمران پہلے ہی یہ بات جانتا تھا۔ لیکن کیپٹن شکیل کے بار بار اپنے تعاقب کی تردید پر اس نے پھر زیادہ زور نہیں دیا تھا۔

عمران کو اس بات کا یقین تھا کہ کیپٹن شکیل کو اس عمارت میں لے جایا گیا ہو گا۔ وہ واپس اپنی ٹوسیٹر تک آیا۔ اُسے اسٹارٹ کرنے کے بعد اس نے ٹرن لیا۔ اور ایک لمبا چکر کاٹ کر اس شکستہ سی کوٹھی کے عقب میں پہنچ گیا۔ جہاں کے متعلق کیپٹن شکیل نے اُسے اطلاع دی تھی۔

ٹوسیٹر اس نے کوٹھی سے کافی دُور کھڑی کی تھی۔ وہ پیدل ہی اس کوٹھی تک آیا۔ باؤنڈری وال سے چیک کر وہ کچھ دیر اطراف کی سُن گُن لیتا رہا۔ راستہ صاف پاکر اس نے اندر نظر دوڑائی کوٹھی کیا تھی ایک بڑا سا کھنڈر تھا۔ شکستہ اور جا بجا ٹوٹی ہوئی دیواریں۔ وسیع و عریض کمپاؤنڈ جھاڑ جھنکار سے اٹا پڑا تھا۔ اندر بظاہر کسی متنفس کے آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ لیکن کیپٹن شکیل کی اطلاع غلط نہیں ہو سکتی۔

اُس نے باؤنڈری وال پر اپنے دونوں ہاتھ ٹیکے اور ہاتھوں کے بل اُوپر اٹھتا چلا گیا۔ اوپر پہنچنے کے بعد اس نے اندر چھلانگ لگائی۔ دھپ کی ہلکی سی آواز ہوئی اب وہ کوٹھی کے احاطے میں تھا۔ وہ تیزی سے اٹھا اور رکوع کے بل دوڑتا ہوا اصل عمارت تک پہنچ گیا۔ عقب میں کئی کمرے کھلے ہوئے پڑے تھے جن میں مختلف قسم کا کاٹھ کباڑ پڑا ہوا تھا۔

اچانک کھڑکھڑ کی آواز ہوئی۔

وہ ایک چھجّے کی آڑ میں ہو گیا۔

ایک موٹا سا چوہا کاٹھ کباڑ سے نکلا اور اپنے بل میں جا گھسا۔

اُسے دیکھ عمران نے بُرا سا منہ بنایا اور چھجّے کی آڑ سے نکل آیا۔

"کمبخت چوہے بھی ڈرانے پر تُلے ہوئے ہیں۔" اس نے ہاتھ جھاڑے اور دوسری طرف بڑھ

گیا۔ یہاں بھی کچھ کمرے بنے ہوئے تھے لیکن وہ سب کے سب خالی تھے۔ وہ گھوم کر سامنے کی طرف آگیا۔ داخلی دروازے کے قریب ہی ایک کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ وہ بلّی کی چال چلتا ہوا کھڑکی تک پہنچا۔ دیوار سے چپک کر اس نے کھلے ہوئے پٹ کی جھری سے آنکھ لگا دی۔ یہ ایک سجا سجایا ڈرائنگ رُوم تھا۔ وہ کمرے جو عمران ابھی تک دیکھتا آیا تھا اُن کے مقابلے میں یہ کمرہ حیرت انگیز طور پہ مضبوط اور خوب صورت تھا۔ کمرہ اس وقت خالی تھا۔

عمران کچھ دیر اسی حالت میں کھڑا اِدھر اُدھر کی آہٹ لیتا رہا۔ لیکن ہر سُو ایک پُراسرار خاموشی مُسلّط تھی۔ اس نے دھیرے سے پٹ کو دھکا دیا وہ اندر کی جانب کُھلتا چلا گیا۔ عمران نے دُوسرا پٹ بھی کھول دیا۔

دوسرے ہی لمحے وہ کھڑکی کے ذریعے کمرے کے اندر تھا۔ اندر پہنچتے ہی اس نے ایک صوفے کی آڑ لے لی اور کمرے کا جائزہ لینے لگا۔

کمرے کو بہترین فرنیچر سے ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔ کمرہ خاصہ وسیع تھا۔ کھڑکی واحد تھی جس کے ذریعے عمران اندر داخل ہوا تھا لیکن دروازے دو تھے۔ ایک بیرونی دروازہ تھا۔ اور اندرونی اس وقت دونوں دروازے بند تھے۔ عمران اپنی جگہ سے اٹھا اور اندرونی دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے دروازے سے کان لگا کر کچھ سُننے کی کوشش کی لیکن دوسری جانب مکمّل خاموشی تھی۔ اس نے ہلکے سے دروازے پر دباؤ ڈالا۔ وہ کُھلتا چلا گیا۔

یہ کوری ڈور تھی۔ جن میں ایک جانب قطار سے کمرے بنے ہوئے تھے۔

عمران نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ لیکن مایوسی سے باہر نکال لیا۔ ہمیشہ کی طرح وہ اس بار بھی ریوالور لانا بھول گیا تھا۔ وہ دروازے میں کھڑا کچھ دیر تک سوچتا رہا۔ پھر واپسی کے لئے مُڑ گیا اس کا رُخ باہر کی سمت تھا۔ بیرونی دروازہ کھولنے کے بعد وہ عمارت سے باہر آگیا۔ سامنے ہی

کیڈی لک، شیورلیٹ اور سیڈان ایک دوسرے کے برابر میں کھڑی تھیں اس نے جیب سے [illegible] معلوم کرنے والے آلے نکالے اور تینوں کاروں کے پیچھے بمپروں کے نیچے انہیں چسپاں کر دیا۔ یہ آلے وہ دانش منزل سے آتے ہوئے نہ جانے کیا سوچ کر جیبوں میں ڈال لایا تھا۔

وہ ایک مرتبہ پھر اندر کی طرف جا رہا تھا۔ ڈرائنگ روم پار کر کے اس نے دوبارہ اندرونی دروازہ کھولا اور کوری ڈور میں داخل ہو گیا۔

مختلف کمروں کے سامنے سے گذرتے ہوئے اس نے آہٹیں لینے کی کوشش کی لیکن ہر کمرہ میں خاموشی طاری تھی۔ سوائے تین نمبر کمرے کے جس میں سے کچھ افراد کے باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ دبے پاؤں اس کمرے کی طرف بڑھا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ کوئی کھڑکی وغیرہ بھی نہیں تھی۔

اندر کی آوازوں سے اس نے پہچان لیا تھا کہ کیپٹن شکیل کو یہیں لایا گیا ہے۔ کیونکہ جو لوگ اُسے یہاں لائے تھے وہ اُسے تشدّد کی دھمکیاں دے رہے تھے۔ عمران نے سچویشن کی نازکی کا احساس کرتے ہی بے چینی سے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی۔

کمرے میں داخل ہونے کا واحد راستہ دروازے کے ذریعے تھا لیکن وہ نہتا تھا اس لئے اس کا خطرہ میں پڑ جانا یقینی تھا۔

اس کی متلاشی نظریں کونے میں بنے ہوئے زینے پر پڑیں۔ جو بل کھاتا ہوا دوسری منزل پر چلا گیا تھا۔

عمران تیزی سے زینے کی طرف بڑھا اور پھُرتی سے زینے عبور کرنے لگا۔

چند لمحوں بعد وہ دوسری منزل پر تھا۔ یہاں بھی نچلی منزل کی طرح کوری ڈور تھی۔ جس میں قطاروں میں کمرے بنے ہوئے تھے۔

وہ اندازے سے اس کمرے کی طرف بڑھا جو روم نمبر تھری کے عین اوپر واقع تھا۔ دروازے پر تالا پڑا ہوا تھا۔ اس نے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا دوسرے لمحے ایک مڑا تڑا تار اس کے ہاتھ میں تھا۔ جس کے ذریعے اس نے چند منٹوں میں تالا کھول لیا۔ دروازے کھولنے کے بعد وہ پھرتی سے کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے میں مختلف مشینوں کے اسپیئر پارٹس رکھے ہوئے تھے۔

دروازے کے عین سامنے ایک کھڑکی تھی جس کے شیشے بند تھے۔

عمران نے کھڑکی کھول کر نیچے جھانکا۔ وہ عین روم نمبر تھری کے اوپر تھا۔ کھڑکی سے دو فٹ نیچے ایک چھجّا تھا۔ وہ کھڑکی کے ذریعے چھجّے پر اُتر گیا۔

یہ چھجّا جس پر عمران اس وقت بیٹھا ہوا تھا۔ روم نمبر تھری کے روشن دان کے اُوپر بنایا گیا تھا۔

عمران نے دونوں ہاتھوں سے چھجّے کو تھاما اور اُلٹا ہوکر روشندان کے ذریعے کمرے میں جھانکنے لگا۔

کمرے کے اندر آٹھ غیر ملکی کھڑے تھے۔ تین کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں کیپٹن شکیل کو رسیوں سے جکڑ دیا گیا تھا۔

ایک غیر ملکی ہاتھوں میں دو نوکدار سلاخیں تھامے آہستہ آہستہ کیپٹن شکیل کی طرف بڑھ رہا تھا۔

عمران نے کیپٹن شکیل کے ماتھے پر پسینے کے قطرے جھلملاتے دیکھے اور اُسے سچویشن سمجھنے میں دیر نہیں لگی۔

غیر ملکی بدستور سلاخیں تھامے کیپٹن شکیل کی سمت بڑھ رہا تھا۔

فاصلہ برابر گھٹ رہا تھا۔ عمران نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں لیکن اُسے مایوسی ہوئی وہ چھجّے پر سیدھا ہوا۔ اور دوبارہ کھڑکی کے راستے کمرے میں واپس آیا یہاں آکر اس نے اسپیئر پارٹس میں سے لوہے کا ایک ٹھوس گولا نکالا اور واپس کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ چھجّے پر اُلٹا لٹک رہا تھا۔

اس کام میں اُسے چند سیکنڈ سے زیادہ نہیں لگے تھے۔

اس نے اس غیر ملکی کا نشانہ تاکہ جو اب کیپٹن شکیل سے صرف چند انچ کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔ گولا اس کے ہاتھ سے بندوق کی گولی کی طرح نکلا اور بہت زور سے غیر ملکی کے سر کے پچھلے حصّے میں لگا۔

چوٹ کافی زور دار تھی۔ غیر ملکی برداشت نہیں کر سکا لڑکھڑا کر گرا اور بے ہوش ہوگیا۔ اُسے لڑکھڑاتے دیکھ کر تقریباً تمام ہی افراد بُری طرح چونکے تھے باس نے لوہے کا گولا اٹھایا اُسے دیکھا پھر روشندان کی طرف دیکھنے لگا۔ لیکن عمران روشندان سے پہلے ہی ہٹ چکا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ اسکا ردِّ عمل کیا ہوگا۔ اس لئے وہ دوبارہ کھڑکی کے ذریعے کمرے سے باہر نکل کر زینوں کی طرف بڑھ گیا جو چھت پر جا کر ختم ہو گئے تھے۔

کیپٹن شکیل غیر ملکی کے لڑکھڑا کر گرتے ہی سمجھ گیا تھا کہ عمران پہنچ گیا ہے اس کے چہرے سے پریشانی کے آثار غائب ہو گئے اور وہ اطمینان سے باس کی طرف دیکھنے لگا جو اپنے ساتھیوں کو اس نادیدہ شخص کو تلاش کرنے کا حکم دے رہا تھا۔ جو پلک جھپکنے میں الفریڈ کو گولا مار کر غائب ہوگیا تھا۔

اُس کا حکم ملتے ہی تمام غیر ملکی کمرے سے باہر نکل گئے اور ادھر اُدھر

پھیل کر عمران کی تلاش شروع کر دی۔

لیکن عمران وہاں کہاں تھا۔ وہ تو چھت میں بنے ہوئے پانی کے ٹینک میں کھڑا راگ ملہار کے بول یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ اس کی خوش قسمتی ہی تھی کہ ٹینک میں پانی اس کے ٹخنوں سے بھی کم تھا۔ اُسے فوری طور پر چھپنے کے لیے اس سے بہتر جگہ کوئی اور دستیاب نہیں ہو سکی تھی۔

عمارت کے اندر اور باہر اطراف میں تمام غیر ملکی شکاری کتوں کی طرح اسکی بو سونگھتے پھر رہے تھے۔

کئی بار اس نے چھت پر اپنے ٹینک کے قریب قدموں کی چاپ بھی سنی تھی لیکن تلاش کرنے والوں نے ٹینک میں جھانکنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

وہ کافی دیر تک ٹینک میں چھپا رہا۔

تمام غیر ملکی اس کی تلاش میں ناکامی کے بعد دوبارہ کمرے میں جمع ہو گئے تھے۔ اُن کے چہروں پر ناکامی کی وجہ سے پشیمانی تھی۔

باس نے اپنی خون چھلکاتی ہوئی آنکھوں سے ایک ایک کا بغور جائزہ لیا۔ لٹکے ہوئے چہرے اُن کی ناکامی کا اعلان کر رہے تھے۔

"ہوں تو تم سب مل کر اُسے تلاش کرنے میں ناکام رہے" وہ زہریلے لہجے میں بولا

"باس ہم نے تو بہت تلاش کیا لیکن پتہ نہیں اُسے زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا" جیمسن نے ہمت کر کے جواب دیا۔ لیکن اس کے لہجے سے لغزش صاف عیاں تھی۔

باس کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔ اس کی آنکھیں کچھ زیادہ سُرخ ہو گئیں۔ اس

نے اپنی خون برساتی آنکھوں سے جیمسن کی طرف دیکھا۔

"اُسے زمین کھا گئی ہو یا آسمان نگل گیا ہو۔ اپنی بکواس بند کرو"

اس نے زہر خند لہجے میں جیمسن کے چلے دھرائے۔

"وہ یہاں سے بچ کر نکل گیا ہے اسکا مطلب تم جانتے ہو۔ یہ اس کا مطلب ہے 'موت' ہیڈ کوارٹر ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔ لیکن ہیڈ کوارٹر سے پہلے یہاں کی پولیس انٹیلیجنس، سیکرٹ سروس اور عمران جو پہلے ہی ہماری تاک میں ہے۔ ہمارا صفایا کر دیں گے۔۔۔" وہ کہتے کہتے رُکا کچھ دیر کھڑا سوچتا رہا۔

"ابھی بھی وقت ہے" وہ اپنے آپ بڑبڑایا۔ "ہم کسی طرح پانچ ارب ڈالر بچا کر نکلنے میں کامیاب ہو گئے تو ہو سکتا ہے ہیڈ کوارٹر ہمیں معاف کر دے"

"ٹھیک ہے" اب کے وہ اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوا۔

"تم لوگ جس قدر جلد ہو سکے یہاں سے نکل کر اسپاٹ نمبر فائیو پر پہنچنے کی کوشش کرو۔ اسپاٹ نمبر فائیو پر پہنچ کر ہم اپنا بقیہ کام پورا کرنے کے متعلق غور کریں گے۔ فوراً یہ بلڈنگ خالی کرو"

اس کی ہدایت پر تمام غیر ملکی سراسیمہ حالت میں دوبارہ کمرے سے باہر نکلے۔ اُن کے جانے کے بعد باس نے بھی کمرے سے نکلنے میں تیزی دکھائی تھی۔

اُن میں سے کسی نے کیپٹن شکیل کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا۔ جو رسیوں سے بندھا انہیں افراتفری کے عالم میں بھاگ دوڑ کرتے دیکھ رہا تھا۔

پانچ ارب ڈالر کے ذکر پر اس کے کان ضرور کھڑے ہوئے تھے۔ مگر وہ کیا کر سکتا تھا۔ بندھا ہونے کی وجہ سے مجبور تھا۔ دوسرے عمران کی موجودگی کا ثبوت تو مل

گیا تھا۔ لیکن کافی دیر گزرنے کے باوجود اس کی طرف سے دوسرا قدم نہیں اٹھایا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے کیپٹن شکیل کچھ سمجھنے سے قاصر ہی تھا۔

باس روم نمبر تھری سے نکل کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا۔ ایک دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ جب وہ واپس آیا تو اس کے ایک ہاتھ میں بریف کیس اور دوسرے ہاتھ میں کچھ فائلیں دبی ہوئی تھیں۔ وہ بریف کیس اور فائلیں لے کر دوڑتا ہوا عمارت سے باہر نکلا تھا۔

کیڈی لک کی فرنٹ سیٹ پر وہ دونوں چیزیں رکھ کر خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

الفریڈ اور جیمسن تقریباً دوڑتے ہوئے اندر سے برآمد ہوئے انہوں نے چند بکس اٹھا رکھے تھے۔ اسٹین گنیں اب انہوں نے گلے میں لٹکالی تھیں۔

دونوں نے نہایت تیزی سے بکسوں کو ڈکی میں بند کیا۔ اور کار میں جا بیٹھے اُن کے بیٹھتے ہی باس نے کار اسٹارٹ کی اور تیزی سے گیٹ عبور کر گیا۔

کچھ ہی لمحوں بعد اندر سے کچھ اور غیر ملکی بھاگتے ہوئے آئے۔ اُن میں سے ہر ایک نے کچھ نہ کچھ اٹھا رکھا تھا۔ انہوں نے وہ چیزیں بڑی عجلت میں سیڈان اور شیورلیٹ کی ڈگی میں رکھیں۔ اور کاروں میں بیٹھتے چلے گئے۔

دونوں کاریں اُن کے بیٹھتے ہی اسٹارٹ ہوئی اور وہ بھی تیزی سے ایک دوسرے کے پیچھے مین گیٹ کراس کر گئیں۔

پہلی کار کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سن کر عمران ٹینک سے باہر نکل آیا تھا۔ اور اب وہ پیٹ کے بل لیٹا ہوا نیچے جھک کر اُن لوگوں کی بدحواسی پر مسکرا رہا تھا۔

اس کی ترکیب سو فیصد کامیاب رہی تھی۔ مجرم اس کی چال میں آ گئے تھے اور نہایت بدحواسی کے عالم میں بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ عمران نے اُن کی گنتی کی تھی وہ تعداد میں اُتنے ہی تھے جتنے اُس نے روم نمبر تھری میں دیکھے تھے۔

جب تینوں ہی کاریں ایک دوسرے کے پیچھے مین گیٹ سے نکل گئیں تو عمران کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر ایک پیس منہ میں رکھ لیا اور واپسی کیلئے زینوں کی طرف بڑھ گیا۔

دوسری منزل حسبِ معمول خالی۔ وہ پہلی منزل پر آیا۔ یہاں بھی حسبِ توقع کوئی نہیں تھا۔ تمام کمروں میں اُلٹا سیدھا سامان بکھرا پڑا تھا۔ عمران نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا اور روم نمبر تھری میں داخل ہو گیا۔

"کیا حال ہیں مائی ڈیئر۔"

اُس نے کیپٹن شکیل کو دیکھ کر آنکھ دبائی۔

"بڑے خوبصورت لگ رہے ہو بندھے ہوئے۔"

"آپ ہی کی نوازشیں ہیں ورنہ ظاہر ہے۔ بندہ ہے کس قابل۔"

اُسے دیکھ کر کیپٹن شکیل کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ وہ عمران کو میک اپ کے باوجود پہنچان گیا تھا۔

"واہ، واہ کیا کہتے تمہاری منکسرالمزاجی کے۔ بندہ ہو تو ایسا ہو جیسے تم ہو مکمل خاکسار اور کیا کہتے ہیں اُسے ..... دل شاد، دھات تیرے کی۔"

اس نے سر پہ دو ہتھڑ مارا اور کیپٹن شکیل کی بندشیں کھولنے لگا۔

"شکر کرو اور دعائیں دو اس ناچیز کو! جس کی بدولت تم اندھے ہونے سے بچ گئے۔"

"بالکل ٹھیک کہتے ہیں آپ مگر ابھی تک یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ آخر ان لوگوں کا مقصد کیا تھا۔"؟

بندشوں سے آزاد ہوتے ہی کیپٹن شکیل نے اپنے جسم کو ورزش کرنے والے انداز میں حرکت دی تاکہ خون کی روانی بحال ہو سکے۔

"بڑا ہی نیک مقصد تھا اُن کا فی الحال نہ ہی سمجھو تو بہتر ہے۔"

عمران نے ٹالنے والے لہجے میں کہا۔

کیپٹن شکیل نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا لیکن عمران کو مصروف پاکر خاموش ہو گیا۔

عمران اُسے نظر انداز کر کے مختلف کمروں میں پڑے ہوئے سامان کا جائزہ لے رہا تھا۔ تلاشی پر اُسے کچھ کاغذات بھی ملے تھے جن کا اس نے وہیں سرسری نظروں سے جائزہ لے کر انہیں کوٹ کی اندرونی جیب میں محفوظ کرلیا تھا۔

کیپٹن شکیل اُسے ہونقوں کی طرح کچھ ٹٹولتے دیکھ رہا تھا۔

عمران نے پوری کوٹھی کھنگال ڈالی تھی۔ کافی تلاش اور جستجو کے بعد اُسے مجرموں کے متعلق بہت سی کام کی باتیں معلوم ہوئیں تھیں۔

کام سے فارغ ہو کر وہ دوبارہ کیپٹن شکیل کے پاس آکھڑا ہوا۔ جس کے چہرے پر بہت سی الجھنیں مترشح تھیں۔

"کیا سوچ رہے ہو"؟

"عمران صاحب یہ پانچ ارب ڈالر کا کیا معاملہ ہے"؟

"ہائیں تمہیں کیسے معلوم ہوا"؟

عمران نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"دراصل مجھے اُن لوگوں کے تشدد آمیز رویئے کے متعلق اندازہ نہیں تھا وہ جب مجھے یہاں لائے تو اُن کا باس بار بار آپ کا نام لے رہا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ عمران کو سبق دینے کے لئے میری آنکھیں پھوڑنا چاہتا ہے۔ یہی نہیں، اسکا ارادہ ناک اور کان کاٹنے کا بھی تھا۔ ہو سکتا تھا وہ اپنے کہے کو عملی جامہ پہنا دیتا۔ لیکن آپ کی بروقت مداخلت کی وجہ سے وہ لوگ سراسیمہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ لیکن اُن کے باس کے الفاظ ابھی تک میرے کانوں میں گونج رہے ہیں کہ ا۔

"پانچ ارب ڈالر کی منتقلی ہمارا بہت بڑا کارنامہ ہوگی" اس سلسلے میں وہ کسی ہیڈ کوارٹر کے متعلق بھی کہہ رہا تھا"

عمران نے غور سے اس کی تمام باتیں سُنی اور کسی سوچ میں گم ہوگیا۔ پھر اس نے چونک کر کیپٹن شکیل کا ہاتھ پکڑا اور کوٹھی سے باہر آ گیا۔

پانچ ارب ڈالر کی منتقلی کے، مجرموں کے ارادے بہر حال تشویش کے باعث ہی تھے۔

عمران کی ٹوسیٹر سر سلطان کے آفس کی جانب رواں دواں تھی۔

عزیز نگر سے واپسی پر اس نے کیپٹن شکیل کو فلیٹ واپس جانے کی ہدایت کی تھی۔ کیپٹن بُری طرح اس کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ وہ اُس سے کیس کے متعلق کچھ اگلوانا چاہتا تھا۔ لیکن وہ بھی عمران ہی تھا۔ کیپٹن شکیل نے جب دیکھا کہ عمران کسی طرح کچھ اُگلنے پر آمادہ نہیں ہوگا تو وہ جھلاّ سا گیا تھا۔ عمران کی دوسری تنبیہہ پر اس نے فلیٹ واپس جاتے ہی میں عافیت جانی تھی؛ کیپٹن شکیل سے گلو خلاصی کے بعد اُسے سوچنے کا کافی موقع مل گیا۔

دانش منزل تک اس کا سارا راستہ کیس کی مختلف کڑیاں ملاتے ہوئے گزر گیا تھا۔

مجرموں کو عزیز نگر کی اُس شکستہ کوٹھی سے نکلنے کا موقع بھی عمران نے کسی مصلحت کے تحت جان بوجھ کر فراہم کیا تھا۔

اس کے سیڈان، بیوک اور شیورلیٹ میں لگائے ہوئے آلے برابر کام کر رہے تھے۔ جس کا ثبوت ٹِک ٹک کی وہ آوازیں تھی جو عمران کی جیب سے آرہی تھی۔

دانش منزل پہنچ کر اس نے آپریشن روم میں بلیک زیرو کے ساتھ مل کر کیس کی تفصیلات تیار کیں۔ جیب سے آلے نکال کر اس نے میز کے اوپر رکھدیئے تھے۔ اُن آلوں کو تاروں کے ذریعے میٹروں سے ملا دیا گیا تھا۔ جن کی سوئیاں آہستہ آہستہ سرکتی ہوئی پینتالیس[۴۵] کے ہندسوں پہ آکر رُک گئی تھیں۔ عمران جو بغور میٹروں کی طرف دیکھ رہا تھا سوئیوں کو پینتالیس کے ہندسوں پہ رُکتے دیکھ کر اس کی آنکھیں کسی اندرونی جذبے سے چمک اٹھیں تھیں۔

اس نے بلیک زیرو کو متعدد ہدایات دیں۔ اور دانش منزل سے نکل آیا۔ اس نے اپنی ٹوسیٹر سر سلطان کے آفس کے سامنے روکی۔ اور انجن بند کر کے انگلی میں چابی گھماتے ہوئے آفس میں داخل ہو گیا۔

سر سلطان آنکھیں بند کئے کسی گہری سوچ میں غرق تھے۔ اُن کے سامنے میز پر چائے کا کپ رکھا ہوا تھا۔ جس سے بھانپ بل کھاتی ہوئی اوپر کو اٹھ رہی تھی۔

عمران نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔ اس کے چہرے پہ ازلی حماقتیں رقصاں تھیں۔

وہ دبے پاؤں آگے بڑھا اور آواز پیدا کئے بغیر چائے کا کپ اُٹھایا۔ اور سر سلطان کی میز کے نیچے اکڑوں بیٹھ کر نہایت خاموشی سے چائے پینے لگا۔

سر سلطان نے اپنے خیالات سے چونک کر کپ اٹھانے کیلئے ہاتھ بڑھایا! وہاں اُسے موجود نہ پا کر اُن کے چہرے پر شدید حیرانی کے تاثرات اُبھر آئے انہوں نے حیرانی سے دروازے کی طرف دیکھا کسی کو موجود نہ پا کر انہوں چپراسی کو بلانے کے لئے گھنٹی بجائی۔

چپراسی دوڑتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

"کہاں تھے تم۔؟"

"جی۔ جی وہ باتھ روم!"

اُن کے سخت لہجے پر اس کی زبان لکھلاہٹ کے مارے لڑکھڑا گئی۔

"یہاں سے چائے کا کپ کیوں اٹھایا؟"

انھوں نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

اچانک چپراسی کی نظر سر سلطان پر سے پھسلتی ہوئی عمران پر جا پڑی جو میز کے نیچے بیٹھا چائے پینے میں مصروف تھا۔ اس کی آنکھیں اس طرح بند تھیں۔ جیسے چائے کا سرور اس پر غالب آ رہا ہو۔

"صاحب وہ وہ ...."

چپراسی ہکلا کر خاموش ہو گیا۔ اس کی نگاہیں بدستور میز کے نیچے عمران پر جمی ہوئی تھیں۔

"کیا بکواس کر رہے ہو؟" انہوں نے بھنّا کر چپراسی کی طرف دیکھا اور

اُسے اپنی میز کے نیچے دیکھتے پا کر خود اُن کی نظریں بھی بے اختیار میز کے نیچے پہنچ گئیں۔ کپ خالی ہو چکا تھا لیکن عمران اُسے پکڑے اب بھی آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا۔

اُسے دیکھ کر سر سلطان کے لبوں پر بے اختیار ایک دلفریب مسکراہٹ آ گئی۔

"اچھا تو بدتمیز، تم نے یہ شرارت کی ہے۔"

سر سلطان نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اُسے کان سے پکڑ کر اُٹھاتے ہوئے کہا۔

عمران کان کے ساتھ ہی اُن کی طرف کھنچا چلا آیا۔ سر سلطان نے اُسے ایک کرسی پر بٹھایا۔ اور اس کے ہاتھ سے کپ لے کر چپراسی کے ہاتھ میں تھما دیا۔

عمران ہاتھ سے کپ نکل جانے کے باوجود اسی پوزیشن میں آنکھیں بند کئے بیٹھا رہا۔ سر سلطان اپنی جگہ بیٹھ کر کچھ دیر اس کی طرف دیکھتے رہے۔ لیکن اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ وہ بدستور ایک مجسمے کی طرح ساکن آنکھیں بند کئے اور ہاتھ اس طرح پھیلائے بیٹھا تھا جیسے چائے کا کپ ابھی تک اُس کے ہاتھ ہی میں ہو۔

"عمران کیا بدتمیزی ہے سیدھے بیٹھو"؟

انہوں نے ناگواری سے کہا۔ لیکن عمران کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔ وہ جھلا کر ایک مرتبہ پھر اپنی جگہ سے اُٹھے اب کہ انہوں نے عمران کو بُری طرح جھنجھوڑ دیا۔

عمران نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔

"س س اسلام علیکم!"

اس نے بوکھلا کر ہاتھ ماتھے تک اٹھایا۔

"سیدھے بیٹھو!" انہوں نے حکم دیا۔
اور عمران کسی فرماں بردار بچّے کی طرح کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔
"کہاں تھے اب تک! کیس کے متعلق کیا ہوا۔؟"
انہوں نے اپنی جگہ بیٹھتے ہی سوال داغ دیا۔ عمران کیس سے متعلق اُن کی بے چینی پر مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا۔
"مُرغی انڈوں پر بٹھا آیا ہوں بس بچے نکلنے ہی والے ہیں۔"
"کیا مطلب۔؟"
انہوں نے حیرت سے پلکیں جھپکیں۔
"کس کا مطلب! انڈوں کا یا مُرغی کا۔؟"
اس کا لہجہ چھیڑنے والا ہی تھا۔
"بکواس نہیں۔ میں بہت پریشان ہوں۔ وزیرِ اعظم ہر صورت میں پانچ ارب ڈالر کی بازیابی چاہتے ہیں۔ اس کے لئے کسی قسم کی تاخیر بھی انہیں گوارا نہیں ہے۔"
"مجھے معلوم ہے۔ لیکن جناب چوہے کو بل سے نکالنے کے کچھ نہ کچھ وقت تو ضرور لگتا ہے۔"
"کتنا وقت اور لگے گا۔ تمہیں علم نہیں کہ مارچ میں صرف تین دن رہ گئے ہیں۔" اُن کا لہجہ بہت زیادہ تشویش ناک تھا۔
"زیادہ وقت نہیں لگے گا ہو سکتا ہے آج ہی یا تھوڑی دیر بعد ہی اس کیس کا ڈراپ سین ہو جائے۔ میں خود بھی اب اس سے تنگ آ گیا ہوں۔"

"اوہ بیٹے خُدا کرے ایسا ہو۔ تم نہیں جانتے یہ ہماری عزت کا ہی نہیں ہمارے ملک کے وقار کا بھی مسئلہ ہے۔"
"فکر مت کیجئے آپ کی عزت اور ملک کے وقار کو کوئی دھچکا نہیں پہنچے گا۔"
"شکریہ بیٹے مجھے تم سے یہی اُمید تھی۔"
اُن کا لہجہ تشکّر سے پُر تھا۔
عمران نے ان کی طرف دیکھ کر احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔
"آپ کو مجھ سے کوئی اور اُمید بھی تو ہو سکتی ہے۔"
"کیا مطلب؟" انہوں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔
"ایک تو اس تکیہ کلام نے ہم مشرقی لوگوں کا بیڑا غرق کر کے رکھ دیا ہے۔ اچھے خاصے بات کرتے کرتے لوگوں کو نہ جانے کیا ہو جاتا ہے کہ درمیان میں اوٹ پٹانگ الفاظوں کے ٹانکے لگاتے چلے جاتے ہیں۔ میرا ایک دوست ہے اُسے ہر جملے کے بعد "ہیں جی" کہنے کی عادت ہے۔ ایک اور صاحب ہیں وہ بات کے دوران سینکڑوں مرتبہ "چیز ایک ایسی ہے" کی گردان کریں گے، ایک دوسرے صاحب ہیں وہ ".....
"اچھا بکواس مت کرو میں تمہارا مطلب سمجھ گیا ہوں۔"
انہوں نے ہنستے ہوئے کہا۔
"دیکھئے آپ نے دوبارہ وہی الفاظ استعمال کئے! کیا ان کے بغیر آپ کا گذارا نہیں ہو سکتا۔" اس نے بحث کرنے والے لہجے میں اُن سے کہا۔
"اچھا بھئی اب بس بھی کرو اپنی بکواس۔"

"ذرا شائستہ لہجے میں کہیے۔"

"خاموش رہو۔"

"اچھی فلم تھی۔خاص طور پر محمد علی کی پرفارمینس کا تو جواب ہی نہیں۔کیا
دست ڈائیلاگ بولے ہیں بس مزا آگیا۔معاشرے کی قلعی کھول کر رکھدی ہے۔"

"خاموش رہو ورنہ مجھے کہیں تمہارا سر نہ کھولنا پڑے۔"

انہوں نے غصیلی نظروں سے عمران کو گھورا۔"کیا بکواس کرتے کے لئے یہاں
ے تھے۔"

"نہیں جی میں "خاموش رہو" کی ایڈوانس بکنگ م م .... ہپ۔"

اس نے انہیں کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے پاکر، بوکھلا کر منہ
ہاتھ مضبوطی سے جما لئے۔سر سلطان کچھ لمحے عاجزی سے اس کی طرف دیکھتے رہے
انہوں نے اپنے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر آنکھیں بند کر لیں۔بعض اوقات
ن اُن کے لئے اتنا ہی تکلیف دہ ہو جاتا تھا۔

عمران دونوں ہاتھ منہ پر جمائے بیٹھا تھا کہ اُسے اپنی کلائی میں ہلکا سا جھٹکا
وس ہوا۔اُس نے چونک کر گھڑی کی طرف دیکھا اور واچ ٹرانسمیٹر کی چابی کھینچ
۔فوراً ہی ایک سبز نقطہ جلنے بجھنے لگا۔عمران نے کلائی کا رُخ کان کی طرف کر دیا۔

"بلیک زیرو کالنگ یو سر اوور۔"

"یس عمران از ہیر اوور۔"

اس نے گھڑی کی طرف منہ کر کے کہا۔

"سر میں اس وقت اس کے تعاقب میں ہوں۔وہ ائرپورٹ کی طرف جا ر

ہے اوور۔"

"الجیرہ ہاؤس کا کیا بنا اوور۔"

"سر، صفدر، خاور اور نعمانی نے ملٹری کے ساتھ ریڈ کر کے الجیرہ ہاؤس
میں موجود تمام غیر ملکیوں کو ارسیٹ کر لیا ہے۔اوور۔"

"ٹھیک ہے میں خود بھی ائرپورٹ پہنچ رہا ہوں۔تم اس پر ہوشیاری سے
نظر رکھو۔اوور اینڈ اسٹاپ۔"

عمران نے چابی برابر کی اور سر سلطان کی طرف دیکھنے لگا جو خود بھی اس
کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"اُٹھیے جناب۔"

اُس نے اُٹھتے ہوئے سر سلطان سے کہا۔

"کہاں۔" انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

"ائرپورٹ۔" اس کا لہجہ معنی خیز تھا۔"مجرم پانچ ڈالر سمیت فرار
ہونا چاہتا ہے۔"

"لیکن۔" انہوں نے تذبذب سے اُس کی طرف دیکھا۔

"چلئے آپ کی موجودگی کچھ ضروری ہو گئی ہے۔"

پھر وہ وہاں رُکا نہیں بلکہ سر سلطان کو لئے ہوئے ہی اُن کے آفس سے
باہر آگیا تھا۔سر سلطان اپنی کار کی طرف بڑھ گئے۔اُن کے ڈرائیور نے انہیں آتا
دیکھکر پہلے ہی بیک سیٹ کا دروازہ کھول دیا تھا۔سر سلطان کے کار میں بیٹھتے ہی
اس نے ادب سے دروازہ بند کیا اور خود بھی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

سر سلطان کی کار عمران کی ٹوسیٹر کے پیچھے ہی سڑک پر آئی تھی۔

عمران کی ٹوسیٹر خاصی رفتار سے ائرپورٹ کی جانب اڑی چلی جا رہی تھی جس کی تقلید میں سر سلطان کے ڈرائیور کو بھی اسپیڈ بڑھانی پڑی تھی۔

دونوں کاریں ایک دوسرے کے پیچھے ہی ایئرپورٹ کے پارکنگ ایریئے میں داخل ہوئی تھیں۔

عمران نے ٹوسیٹر کا انجن بند کیا اور اُتر کر سر سلطان کی طرف آگیا جو خود بھی اپنی کار سے نیچے اُتر کر اس کی جانب دیکھ رہے تھے۔

عمران انہیں لئے ہوئے ائرپورٹ کی عمارت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ائرپورٹ سیکورٹی گارڈ کو جیسے ہی انہوں نے شناختی کارڈ دکھائے اس نے مؤدب ہو کر سیلوٹ کیا اور اُن کے لئے شیشے کا دروازہ کھول دیا۔ ایرپورٹ انتظامیہ کے بہت سے افسر عمران اور سر سلطان سے واقف تھے اس لئے وہ جس جگہ سے بھی گذرے انہیں مختلف سیلوٹوں اور سلاموں کے ہاتھ اٹھا کر جواب دینے پڑے تھے۔

کنٹرول ٹاور کی عمارت کے بالکل سامنے وہ ایک انجن والا فوکر طیارہ کھڑا ہوا تھا جس میں ایک چھوٹی سی سیڑھی لگی ہوئی تھی۔

کنٹرول ٹاور کے کسی گوشے سے بلیک زیرو نکل کر اُن کے سامنے آگیا۔ اس نے ادب سے سر سلطان کو سلام کیا جس کا جواب انھوں نے ایک شفیق مسکراہٹ سے دیا۔ اور اس جانب متوجہ ہو گئے جس جانب اس نے عمران کو اشارہ کیا تھا۔

سر سلطان اس کی طرف دیکھ کر بُری طرح چونکے انہوں نے عمران کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اپنی جانب متوجہ کیا۔

"یہ تو تمہیں معلوم ہے یہ تو راجیشا کے سفیر ہیں"

"جی ہاں اسی لئے تو میں آپ کو یہاں لایا ہوں تاکہ آپ کی موجودگی کے سبب میرے کام میں روکاوٹ نہ پیدا ہو" عمران نے اس شخص کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جو گرین سوٹ میں ملبوس تھا۔ وہ اپنے ہاتھ میں چمڑے کا ایک سوٹ کیس اٹھائے طیارے کی سمت جا رہا تھا۔ سوٹ کیس کے بوجھ سے وہ جھکا جا رہا تھا۔

عمران اُسے طیارے کی سمت بڑھتے دیکھ کر خود بھی طیارے کی طرف جانے لگا۔ سر سلطان اس کے ساتھ ساتھ تھے جبکہ بلیک زیرو اُن سے چند قدم کے فاصلے پر چل رہا تھا۔

طیارا چند فٹ دُور تھا کہ اس شخص کی نظریں اچانک عمران اور پھر سر سلطان پر پڑیں اس کے چہرے پر ایک لمحے کیلئے تردّد کے آثار پیدا ہو کر غائب ہو گئے۔

وہ دونوں بھی اس وقت اس کے قریب پہنچ گئے۔

"گڈ نون، سلطان صاحب۔ ہو آر یو"

"کوائیٹ ویل ڈونلڈ" سر سلطان نے آگے بڑھ کر مصافحہ کیا "کہاں جا رہے ہیں آپ۔؟"

"وزیرِ اعظم کی ایمرجنسی کال ہے انہوں نے مجھے فوراً یاد فرمایا ہے۔ میں نے وزارتِ داخلہ کو اپنی روانگی سے آگاہ کر دیا تھا۔

"یہ سوٹ کیس بہت بھاری ہے لائیے میں اُسے طیارے میں پہنچا دوں"

عمران نے سوٹ کیس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"شکریہ! میں خود اس کا بوجھ اٹھا سکتا ہوں"

ڈونلڈ نے بظاہر خوش اخلاقی سے کہا۔ لیکن اس کے چہرے پر چھائی ہوئی سراسیمگی

سر سلطان کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہ سکی۔

"اے صاحب ایسا بھی کیا تکلف آپ لائیے تو۔" عمران نے سوٹ کیس زبردستی اس کے ہاتھ سے چھیننا چاہا۔ میکڈونلڈ چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ وہ عمران کو غصیلی نظروں سے گھور رہا تھا۔

"سلطان صاحب اُسے منع کیجئے کہیں مجھے اس بدتمیزی کی شکایت نہ کرنی پڑے"

"میکڈونلڈ سوٹ کیس دے دو نا آخر اس میں حرج ہی کیا ہے۔"

سر سلطان کا لہجہ معنی خیز تھا۔

وہ چند لمحے اُن کو بغور دیکھتا رہا۔

"سلطان صاحب آپ اور یہ جو کچھ میرے ساتھ کر رہے ہیں۔ میرا ملک آپ کے ملک سے اس کے لئے باز پرس کرے گا۔ میں آپ کی شکایت براہِ راست وزیرِ اعظم سے کروں گا۔ آپ اتنے بڑے افسر ہیں اور آپ کو سفارتی آداب کا ذرا بھی خیال نہیں ہے ہٹ جائیے میرے راستے سے ویسے ہی میں کافی لیٹ ہوں۔" میکڈونلڈ نے آخری حربہ استعمال کیا۔ اور آگے بڑھنے کے لئے قدم اٹھایا۔ عمران نے جھپٹ کر سوٹ کیس اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔

دفعتاً ڈونلڈ نے پھرتی سے ریوالور نکال کر سر سلطان کی گدی سے لگا دیا۔

"اگر زندگی چاہتے ہو تو اس سے کہو فوراً میرا سوٹ کیس واپس کر دے میں تین تک گنتی گنوں گا اور پھر"۔۔۔۔۔

اُس نے خوفناک لہجے میں کہا۔ سر سلطان عمران کی جانب تشویش آمیز نظروں سے دیکھنے لگے۔

ڈونلڈ نے گنتی شروع کی! "ایک ..... دو ....."

ابھی اس کے منہ سے دو کے الفاظ ادا بھی نہیں ہوئے تھے کہ بلیک زیرو نے اس پر چھلانگ لگا دی اسکا سیدھا ہاتھ ڈونلڈ کے ریوالور والے ہاتھ پر پڑا۔ جھٹکا زوردار تھا۔ ریوالور۔ ڈونلڈ کے ہاتھ سے چھوٹ کر دُور جا گرا۔

اس سے پہلے کہ ڈونلڈ کوئی دوسرا وار کرتا بلیک زیرو اُسے مکمل طور پر قابو میں کر چکا تھا۔ اس دوران کچھ اور سیکورٹی افسران وہاں پہنچ گئے۔ بلیک زیرو نے اُن کی مدد سے ڈونلڈ کو بالکل بے دست و پا کر دیا۔ پھر وہ لوگ اُسے اٹھا کر کنٹرول ٹاور کی بلڈنگ کی جانب چلے گئے تھے۔

عمران اور سر سلطان کچھ دیر اپنی جگہ کھڑے ڈونلڈ کو لے جاتے ہوئے دیکھتے رہے

"لیجئے یہ رہے آپ کے ۵ ملین ڈالرز" عمران نے سوٹ کیس سر سلطان کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ سر سلطان نے اس کے ہاتھ سے سوٹ کیس لیا اور کھول کر دیکھنے لگے۔

سوٹ کیس کے اندر ۵ ملین ڈالرز کی نئی نئی گڈیاں نہایت سلیقے سے جما کر رکھی گئی تھیں۔ سر سلطان نے ایک نظر ڈالروں پر ڈالی اور مطمئن ہو کر بریف کیس دوبارہ بند کر دیا۔

"کچھ تو بتاؤ آخر یہ سب کچھ ہوا کیسے۔؟"

انہوں نے بے چینی سے پوچھا۔

"آگے تو بڑھیے یا یہیں داستانِ الف لیلیٰ شروع کر دوں"

عمران کے کہنے پر انہوں نے سوٹ کیس اٹھایا اور اس کے ساتھ ساتھ ائرپورٹ لاؤنج

کی طرف چلنے لگے وہ چلتے ہوئے بار بار اس کی طرف متجسس نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"آخر تک بھی چکو کیا سسپنس پیدا کر رہے ہو"

اُن پر عمران کی خاموشی گراں گزری اور وہ بول پڑے۔ عمران نے مسکرا کر اُن کی طرف دیکھا اور کہنا شروع کیا:

"میکڈونلڈ دراصل دوہرا ایجنٹ تھا۔ وہ یہاں بظاہر راجیشا کے سفیر کی حیثیت سے متعین تھا لیکن پس پردہ وہ راجیشا کی بلیک تنظیم کا رکن بھی تھا۔ اس تنظیم کے مقاصد بہت خطرناک ہیں۔ یہ ایک خفیہ تنظیم ہے جس کی سرپرستی راجیشائی حکومت کرتی ہے کسی طرح اس تنظیم کو ہمارے ملک کے معاشی حالات کا علم ہوگیا۔ آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ یہ ملک ہمارے خلاف ہر وقت ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتا ہے۔

انہوں نے موقع غنیمت جانا اور ہماری معشیت کو کمزور کرنے کے لئے ڈونلڈ نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے اسٹیٹ بینک پر کامیاب ڈاکہ ڈالا۔ (واضح رہے کہ اس کے جتنے بھی ساتھی تھے بلیک تنظیم کے رکن تھے اور ڈونلڈ کو یہاں کے مشن کے لئے ان کا سربراہ بنایا گیا تھا۔

۵ ارب ڈالر کے کامیاب ڈاکے کے بعد فوراً ڈونلڈ نے وزیر خزانہ کو قتل کرا دیا اس سے اُن کا مقصد حکومتی مشینری کو حراساں کرنا تھا۔ اس میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی رہے۔ پانچ ارب کے ڈاکے کے بعد مجرموں نے اپنا اگلا قدم اٹھایا۔ لیکن اس دوران اتفاقاً صفدر کی نظر ان کے ایک ساتھی پر پڑ گئی۔ اور میں ان کی راہ پر لگ گیا۔ انہوں نے مجھے راستے سے ہٹانے کے لئے تنویر کو استعمال کیا۔ اس کے دماغ کو انہوں نے کمپیوٹر کا تابع کر دیا۔ تنویر نے میری جان لینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ لیکن خوش قسمتی سے میں بچ گیا۔ مجرم مجھے

نظر انداز کر کے اپنا کام دوبارہ شروع کرنا چاہتے تھے۔ لیکن میں اُن کے بھگانے سے ان ہو گیا اور عین اس وقت جب یہ کیپٹن شکیل کے ذریعے مجھے دوسرا سبق دینا چاہتے تھے میری بروقت مداخلت پر یہ لوگ بوکھلا اُٹھے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ لیکن میں نے پہلے ہی ان کی گاڑیوں میں سمت معلوم کرنے والے آلے لگا دیئے تھے۔ اِن کا دوسرا ٹھکانہ پوائنٹ نمبر فائیو تھا جو راجیشین ایمبیسی ہی کے ہیڈ آور ہے۔ ڈونلڈ دوہری شخصیت کا مالک تھا۔ جب یہ باس کے رُوپ میں اپنے ماتحتوں کے سامنے آتا تو مصنوعی رنگ کے ذریعے آنکھیں سُرخ کر لیتا ہلکے سے میک اپ سے وہ ڈونلڈ کی بجائے کوئی اور شخصیت نظر آنے لگتا۔ یہی نہیں وہ ایک ماہر برین اسپیشلسٹ بھی تھا۔ اپنی صلاحیتوں کے بل پر وہ مجھے کئی بار ڈاج دینے میں کامیاب ہوا۔ مگر پوائنٹ نمبر فائیو پر چھاپے کے بعد اس کی شخصیت کھل کر سامنے آگئی۔

میکڈونلڈ کا رابطہ ہر وقت ٹرانسمیٹر کے ذریعے تنظیم کے ہیڈ کوارٹر سے قائم رہتا۔ ہیڈ کوارٹر کی ہدایت پر اس نے اپنا کام کچھ عرصے کے لئے بند کر دیا۔ اور سفارتی مراعات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ۵ ارب ڈالر سوٹ کیس میں رکھ کر راجیشا جانے کے لئے اپنے خصوصی طیارے میں سوار ہونا چاہتا تھا۔ اس کے پیچھے بلیک زیرو لگا ہوا تھا۔ اس نے مجھے فوراً اس کی اطلاع دی اور میں آپ کو لئے یہاں پہنچا کہ یہ ایک بااثر اور معزز سفیر خیال کیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق حکومت نے خصوصی طور پر سیکورٹی کے عملے کو ہدایات دی ہوں گی۔ اگر میں آپ کی عین موجودگی میں اس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرتا تو ممکن تھا سیکورٹی کے افسران درمیان میں مزاحم ہو جاتے۔"

"لیکن ان سب باتوں سے مجرموں کا مقصد کیا تھا۔" عمران کے رُکتے ہی سر سلطان

تے سوال داغ دیا۔

"مقصد سامنے ہے راجیشیا نہیں چاہتا کہ ہم ترقی کر کے اس سے آگے نکلیں اور دنیا میں ہمارا وقار بلند ہو۔ پانچ ارب کے ڈاکے کے دو مقاصد تھے۔ اوّل یہ کہ ہم وقت متعیّن پر اُس ملک کو قرضہ واپس نہ کر سکیں جس سے ہم نے مارچ میں قرضہ واپس کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اس سے ہمارے مُلک کی "ساکھ" بیرونی طور پر بہت گر جاتی اور دُوسرے ممالک وعدہ خلافی پر ہمیں آئندہ قرضہ دینے سے گریز کرتے اور ہمارے ملک میں لگائے ہوئے تمام منصوبوں پر کام رُک جاتا۔ دوئم یہ کہ حکومت ۵ ارب ڈالر کے خسارے کو پورا کرنے کے لئے نئے ٹیکس لگا دیتی۔ گرانی بڑھ جاتی جس کے سبب عوام کا ردِّ عمل حکومت کے لئے نفرت کی صورت میں ظاہر ہوتا اور اس طرح اچھا خاصہ ہنگامہ اُٹھ کھڑا ہوتا۔ مجرموں کا دُوسرا قدم ہنگاموں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وسیع پیمانے پر تخریب کاری کے ذریعے مُلک کو تباہی کے کنارے لا کھڑا کرنا تھا۔ لیکن خُدا کا شکر ہے۔ مجرموں کی یہ سازش جلد ہی بے نقاب ہو گئی۔"

"خدا کے بعد ہمیں تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ کیونکہ تم نے ملک و ملّت کو ایک مُہیب تباہی سے نجات دلائی ہے۔"

سر سلطان نے تشکّر آمیز لہجے میں کہا۔ اُن کی آنکھوں میں عمران کے لئے بے پناہ پیار سمٹ آیا تھا۔

عمران نے اُن کی طرف دیکھا اور بوکھلا کر سر کھجانے لگا۔

ضروری کارروائی سے فارغ ہو کر وہ لوگ ایئر پورٹ سے باہر آ گئے۔

عمران انھیں کار تک چھوڑنے گیا۔ اُن کے کار میں بیٹھتے ہی کار ایک جھٹکے

سے روانہ ہو گئی۔

عمران کچھ دیر اپنی جگہ کھڑا اُلّوؤں کی طرح دیدے نچاتا رہا پھر وہ بھی اپنی ٹوسیٹر کی طرف بڑھ گیا۔

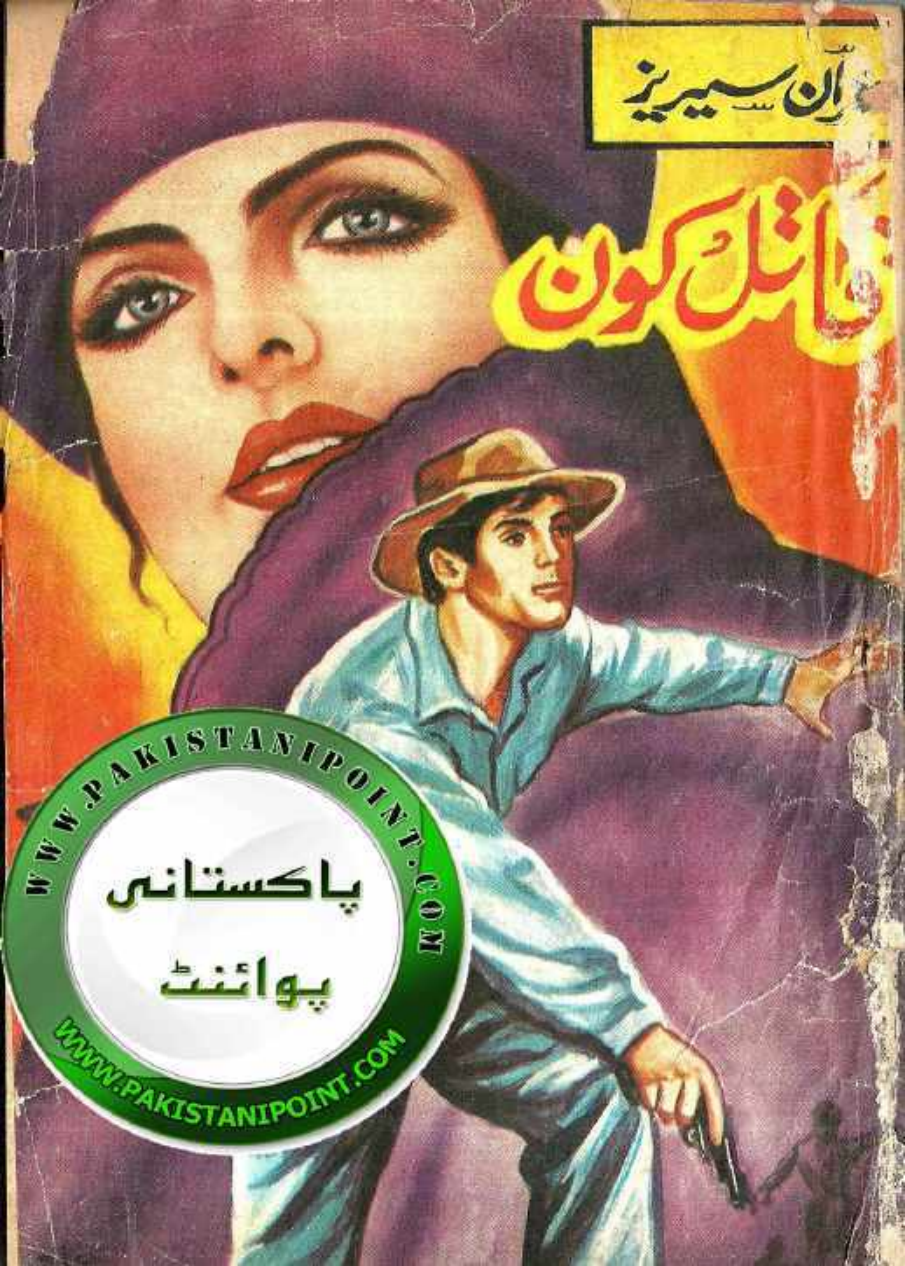
اس کا رُخ دانش منزل کی طرف تھا۔ کیوں کہ ابھی اُسے بلیک زیرو کے ساتھ مل کر کیس کی رپورٹ تیار کرنا تھی۔

ختم شُد

ایس قریشی کی عمران سیریز کے نئے ناول

بلیک بزنس	گیم آف ڈیتھ
بلیک سٹریٹ	موت کے ہمسفر
اسپائے اسمیشر	ماسٹر آف دی گیم

نہ پڑھے ہوں تو آج ہی طلب کیجیئے!


آن سیریز
قاتل کون
WWW.PAKISTANIPOINT.COM
پاکستانی
پوائنٹ
WWW.PAKISTANIPOINT.COM

عمران سیریز

قاتل کون

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

مصنف
نعمہ صفی

قیمت ——— ۷/۵۰
سات روپے پچاس پیسے

ادارہ

ایوب اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

اس ناول کے جملہ حقوق بنام مصنف ایس۔ قریشی محفوظ ہیں جزوی یا کلی کسی بھی طور پر نقل کرنے ترجمہ کرنے پردہ قلم پر لانے ایڈیٹنگ یا ٹی وی ڈرامے میں استعمال کرنے یا کسی اور طریقے پر استعمال کرنے کے لئے مصنف ایس۔ قریشی کی تحریری اجازت لینا ضروری ہے ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی اور ہر صورت کے وہ ذمے دار ہونگے۔

○

اس ناول کے نام مقام کردار افراد واقعات اور تشبیہ دی جانیوالی چیزیں فرضی ہیں کسی سے مطابقت محض اتفاقیہ ہے جس کے لئے مصنف پرنٹر پبلشر یا ادارہ ذمے دار نہیں۔

○

تمام امور میں استحقاق کا حق صرف کراچی صوبہ سندھ کی عدالتوں کو حاصل ہوگا۔

○

فضلی سنز آفسٹ پریس کراچی میں چھپ کر شائع ہوئی۔

○

خط و کتابت و آرڈر بھیجنے کا پتہ

ایوب اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

پیش لفظ:۔

قاتل کو اپنے اندر بے شمار دلچسپیاں لے کر سامنے آیا ہے۔ عمر آفتو سیریز کے ناولوں میں یہ ایک یادگار ناول ثابت ہوگا۔

یہ ایک ایسے ذہین اور شاطر مجرم کی کہانی ہے جسکے ساتھی انسان ہی نہیں جانور بھی تھے۔ وہ اپنے دشمنوں کو کس طرح سے ٹھکانے لگواتا ہے آپ پڑھ کر اچھل اچھل پڑیں گے۔ سسپنس اور سسپنس پنس کی کہانی اچھوتی کہانی۔ جس میں سسپنس بھی ہے اور ایکشن بھی ہنگامے بھی ہیں اور قہقہے بھی ملاحظہ فرمایئے۔

ادارہ

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

نغمہ صفی کی عمران سیریز کے نئے شاہکار

اسمگلر درندہ | پراسرار ایڈونچر

قاتل کون | احمق پجاری

انتقام کی آگ | ناچتے شعلے

عمران سیریز میں نغمہ صفی کے حیرت انگیز پراسرار اور ایکشن سے بھرپور ناولز
آفسٹ کی نکھاتی چھپائی۔ آٹھ رنگوں کے حسین ترین سرورق
آج ہی طلب کیجئے
ہم سے ملو سکتے ہیں

ایوب اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۳ یاقوت آباد کراچی ۱۹

ایس قریشی کے اور سامنے کے صفحے پر دیئے گئے سارے
ناولز کراچی بک ڈپو - ۴۸ - اردو بازار کراچی سے
ملو سکتے ہیں

عمران اگر اچھل کر قریب کھڑی ہوئی کار کی چھت سے دوسری طرف چھلانگ نہ لگا دیتا تو اس پر جھپٹنے والے الشیشین کتے نے دبوچ ہی لیا ہوتا اسے اپنی طرف جھپٹتے دیکھ کر عمران کو کسی سرکس کے پھرتیلے آدمی کی طرح اچھل کود کا مظاہرہ کرنا پڑا تھا۔

کتا اپنے ہی زور میں ہوا کی طرح کار سے ٹکرایا اور اس کی ضرب سے بھونکتے ہوئے کار پر چڑھ گیا۔ اس طرف لپکا جہاں عمران کھڑا اپنے کپڑے جھاڑ رہا تھا۔ وہ پھر جھپٹا مگر عمران اس سے پہلے ہی کار کی چھت پر چڑھ چکا تھا۔ کتا غضبناک انداز میں چھت پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگا مگر ناکام رہا۔ دفعتاً وہ مڑا پھر تھوڑی دور جا کر پلٹا اور وہیں سے کار کی چھت پر چھلانگ لگا دی لیکن عمران اب بھی اس کی دسترس سے باہر تھا۔ وہ قبل ہی کار کی پچھلی طرف پھسل چکا تھا۔

کتا کار کی چھت سے پھسلتا ہوا دوسری طرف جا گرا اور پھر بھونکنے لگا۔ اس وقت اس کا چہرہ کسی زخم کھائے ہوئے شیر کی طرح بھیانک لگ رہا تھا۔ انداز میں وحشت بھی جھلکنے لگی تھی۔

Pakistanipoint
Waqar Azeem
وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

عمران بڑی تیز نگاہوں سے کتے کو دیکھ رہا تھا۔ وہ کار سے دور جا کھڑا ہوا۔ یک بیک کتا پھر اس کی طرف جھپٹا مگر عمران اپنی جگہ سے ہٹ کر دوسری طرف کھڑا ہو گیا۔ اور کتا اپنے جھونک میں دور جا گرا۔ مگر گرتے ہی حیرت انگیز طور پر وہ پھر اٹھا اور پلٹ کر عمران پر حملہ کر دیا۔ مگر اس بار بھی وار خالی گیا۔

کتا جھپٹتا رہا اور عمران وار خالی کرتا رہا۔ مگر اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔ جیسے وہ سچویشن سمجھنے میں قاصر رہا ہو۔ (؟) لوگوں کا کافی ہجوم ہو گیا تھا۔ وہ سب کتے کو بھگانے کی کوشش کر رہے تھے مگر اس کی ایک ہی بھبکی میں پیچھے ہٹ جاتے۔

اس بار جیسے ہی کتے نے اس پر حملہ کیا۔ عمران نہ صرف پیچھے ہٹا بلکہ ایک بھرپور لات بھی اس کی کمر پر رسید کر دی۔ ٹھیک اسی وقت ایک تیز رفتار بس ادھر سے گذری۔ اور عمران اس پر چڑھ گیا۔ اس مصیبت سے نجات کا فی الحال یہی طریقہ اسکی سمجھ میں آیا تھا۔ کتے کے انداز سے وہ بخوبی سمجھ چکا تھا کہ اس کی نیت کیا ہے۔ نوکیلے دانتوں میں یقیناً کسی قسم کا زہر ہو سکتا تھا جس کی ہلکی سی خراش بھی اسے موت کی نیند سلا سکتی تھی۔

مگر وہ کتا پاگل تو نہیں تھا۔ بلکہ تربیت یافتہ لگتا تھا۔ مگر اس پر حملہ کرنے کا مقصد کیا ہو سکتا تھا۔ عمران نے سوچا۔ پھر سر جھٹک کر یہ خیال نکال دیا۔ شہر میں اس کے دشمنوں کی تعداد کم نہیں تھی۔

اچانک بس رک گئی۔ اور عمران اترنے کے لئے پلٹا۔ مگر اسے بری طرح چونکنا پڑا۔ بس کے گیٹ پر کتا زبان نکالے اترنے والی سواریوں کو بغور دیکھ رہا تھا۔ لیکن اس نے بس میں چڑھنے کی کوشش نہیں کی۔ بس چلتے ہی وہ بھی دوڑ پڑا۔ اگلے اسٹاپ پر وہ پھر گیٹ پر کھڑا ہوا سواریوں کو بغور دیکھ رہا تھا۔ بس کے دوبارہ روانہ ہوتے ہی وہ دوسری طرف بھاگ نکلا۔ عمران دیکھ رہا تھا کہ وہ مشرق کی جانب گیا ہے۔

اس نے ایک انگڑائی لی اور جسم ڈھیلا چھوڑ دیا۔ پھر اس طرح اترنے والے اسٹاپ کا انتظار کرنے لگا۔ جیسے اسے اترنے کی بہت جلدی رہی ہو۔ اسٹاپ بھی آگیا۔ اور وہ اطمینان سے نیچے اتر آیا۔ مگر پھر اسے جلد ہی دوبارہ اوپر چڑھنا پڑا۔ بس کے پیچھے ایک ہی نہیں بلکہ تین تین کتے دوڑتے ہوئے آ رہے تھے۔ بس کے چلتے ہی عمران نے دیکھا کہ وہ تینوں کتے بس کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔

عمران نے ایک طویل سانس لی اور بڑبڑانے لگا۔ "مقدر" اپنا اپنا۔ کتوں نے گھراؤ شروع کر دیا۔ اگلے بس اسٹاپ پر ایک شخص کو چڑھتے دیکھ کر عمران کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ پھر جیسے ہی اس شخص کی نگاہیں عمران پر پڑیں۔ اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ مگر عمران نے اسے مزید حیرت کا موقع نہیں دیا۔ وہ فوراً ہی قریب آیا اور اس شخص کو کچھ سمجھانے لگا۔ بس کے رکتے ہی وہ شخص اتر گیا۔ بس پھر چل پڑی اور عمران شیشوں کے عقب سے دوڑتے ہوئے کتوں کو دیکھتا رہا۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

آٹھ دس اسٹاپ گزر گئے مگر کتوں نے پیچھا نہیں چھوڑا۔

یک بیک کتوں کے پیچھے ایک جیپ نے سر ابھارا۔ وہ کتوں کے پیچھے دوڑتی رہی۔ عمران کی آنکھوں میں شرارت آمیز لہر ابھری پھر معدوم ہو گئی۔

ایک موڑ پر بس آہستہ ہوئی۔ ٹھیک اسی وقت جیپ بس کے گیٹ کے ساتھ چلنے لگی۔ اس وقت بس اور جیپ میں بمشکل آدھے فٹ کا فاصلہ تھا۔

یکایک عمران نے چھلانگ لگائی اور جیپ میں کود گیا۔ اس کے کودتے ہی جیپ کی رفتار تیز ہو گئی۔ بس کے مسافر بڑی حیرت سے اس جیپ کو دیکھ رہے تھے۔

کتوں نے بھی شاید عمران کو چھلانگ لگاتے دیکھ لیا تھا۔ اسی لئے اب وہ بس کو چھوڑ کر جیپ کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔

"شہری حدود سے باہر چلو۔" عمران کتوں کی طرف دیکھتا ہوا بڑبڑایا اور جیپ کا رخ بدل گیا۔ اب وہ ایک ایسی سڑک پر دوڑ رہی تھی جو نہ صرف سنسان تھی بلکہ کسی حد تک کچی بھی تھی۔ جیپ کی رفتار بہت تیز تھی۔ یہی وجہ تھی کہ کتے بہت پیچھے رہ گئے تھے۔

"ریوالور ہے تمہارے پاس۔" اس نے جیپ چلانے والے سے پوچھا۔

"جی ہاں۔" وہ بولا۔ پھر جیب سے ریوالور نکال کر عمران کی

طرف بڑھاتا ہوا بولا "یہ لیجئے۔"

"ہوں۔" عمران نے ریوالور لیکر کہا۔ "رفتار ہلکی کر دو۔"

رفتار ہلکی کر دی گئی۔ اور آہستہ آہستہ کتے کے قریب آتے گئے۔ عمران کینہ توز نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ کتے اور قریب آتے گئے۔ پھر ایک نے جیپ پر چھلانگ لگائی۔ اور فوراً ہی عمران کے ریوالور سے شعلہ نکلا۔ کتا غرایا اور لہرا کر زمین پر آگرا۔ پھر دوسرے کتے نے چھلانگ لگائی اور عمران کی گولی کا نشانہ بن کر زمین پر تڑپنے لگا۔ تیسرا کتا بغیر جھپٹے دوسری طرف بھاگ نکلا۔ عمران کے ریوالور سے شعلہ نکلا مگر اس وقت تک کتا کھیتوں میں غائب ہو چکا تھا۔ جیپ چلانے والے نے تیزی سے جیپ گھما کر کھیتوں کی طرف لے جانا چاہی مگر عمران نے اسے روک دیا۔

اب وہ دونوں کتوں کی لاشوں کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔ عمران نے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ پھر اسے وہیں چھوڑ کر واپس جیپ کی جانب چل پڑا۔

"کیا ان کو یہیں چھوڑ دینے کا ارادہ ہے۔"

"ہاں۔" عمران نے بغیر مڑے جواب دیا۔

جیپ پھر شہر کی جانب دوڑنے لگی تھی۔

پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

○

جس وقت عمران فیاض کے آفس میں داخل ہوا، فیاض کسی انسپکٹر سے گفتگو کر رہا تھا۔ عمران کو دیکھتے ہی اس نے انسپکٹر کو باہر بھیج دیا۔

عمران ایک صوفے پر دھنس گیا۔

فیاض اسے بڑی حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ عمران کا چہرہ کسی اداس بکرے کی طرح لٹکا ہوا تھا۔ البتہ آنکھوں میں غصہ کے آثار موجود تھے۔

"خیریت۔" فیاض نے پوچھا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ البتہ اس کا چہرہ مزید غضبناک ہو چلا تھا۔ بالکل ایسا لگ رہا تھا جیسے فیاض نے مزید کچھ کہا تو شور مچ سکیں گے۔

فیاض نے حیرانہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔ پھر بڑے نرم لہجہ میں بولا۔

"کیا بات ہے عمران۔ تم کچھ اداس لگ رہے ہو۔" مگر پھر اسے جلد ہی سنبھلنا پڑا تھا۔ عمران کسی بوہ کی طرح پھٹ پڑا تھا۔ "یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ ڈیڈی ٹھیک کہتے تھے کہ فیاض تمہیں کہیں کا نہیں رکھے گا۔ وہ ٹھیک نکلا نا۔؟"

"میں سمجھا نہیں۔" فیاض پلکیں جھپکاتا ہوا بولا۔

"ہاں ہاں تم کیوں سمجھو گے۔" عمران کا لہجہ بدستور وہی رہا۔ مگر خود

کو صاف بچ نکلتے ہوا دیکھ مجرموں سے الجھا کر ان کو میرا دشمن بنا دیتے ہو۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔" فیاض الجھن زدہ لہجہ میں بولا۔

پھر عمران نے مختصر طور پر کتوں والا قصہ سنایا۔ فیاض کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے عمران کی بکواس پر ذرہ برابر یقین نہ ہو۔

"جب تمہارے ہاتھ میں کوئی کیس نہیں ہوتا تو تم اسی طرح دوسروں کا وقت برباد کرتے پھرتے ہو۔" فیاض نے ناخوشگوار لہجہ میں کہا۔

"ہائیں۔!" عمران آنکھیں پھاڑتا ہوا بولا۔ "اے میں پوچھتا ہوں کہ میں تمہارے واسطے اپنی جان پر کھیل جاؤں اور تم میری خاطر اپنا ذرا سا وقت بھی برباد نہیں کر سکتے۔"

"لیکن میں تمہاری بات کا کیسے یقین کر لوں کہ کتے اتنی دور تک تمہارا تعاقب کرتے رہے۔؟"

"کتے اپنی زبان بند کر چکے ہیں ورنہ وہ بہترین گواہ ثابت ہوتے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب شاہراہ پر پڑی ہوئی دو کتوں کی لاشوں کے متعلق ہی ہو سکتا ہے۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

فیاض چند منٹ تک اسے گھورتا رہا۔ پھر سر کو جنبش دیکر اٹھا اور فون کرنے لگا۔

نصف گھنٹے کے بعد دو سب انسپکٹر کتوں کی لاشیں لے آئے۔ فیاض جھک کر انہیں بغور دیکھنے لگا۔ پھر واپس آکر بولا۔ "ممکن ہے کہ یہ کسی

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

کے پالتو ہوں اور اچانک غیر ارادی طور پر تم پر حملہ کر دیا ہو۔ ضروری نہیں کہ یہ کسی کی سازش ہی ہو۔"

"سوپر فیاض تم اتنے سمجھدار کب سے ہو گئے۔"

"کیا مطلب؟"

"کچھ نہیں۔" عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "میں نہیں سمجھتا تھا کہ مجھ پر قاتلانہ حملہ کی خبر تم سکون و اطمینان سے سنو گے۔"

"اوہ۔" فیاض مضطربانہ انداز میں اس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "تم غلط سمجھے عمران۔ میں واقعی اب تک اسے ایک شاندار گیم سمجھ رہا تھا۔ مگر اب۔ کیا تمہیں کتوں کے مالک کے متعلق آگاہی چاہیئے۔"

"یقیناً!" عمران نے کہا اور قدم بڑھاتا ہوا بولا۔ "کل تک مجھے کتوں کے متعلق معلومات حاصل ہو جانا چاہئیں۔"

محکمہ انسداد غرسانی کا کیپٹن فیاض عمران کی سنائی ہوئی کہانی کے متعلق غور کر رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر کتوں کا حملہ واقعی کسی سازش کا نتیجہ تھا تو یقیناً عمران کی جان خطرے میں ہے۔ اتنی بات تو وہ خود بھی سمجھتا تھا کہ عمران کے لاتعداد دشمن ہو گئے ہیں۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کسی پرانے دل جلے نے اسے ختم کرنے کی ٹھانی ہو۔ کتے سے کاٹنے کے بعد مر جانا ایک عام سی بات ہے ایسی صورت میں عمران کی موت کو صرف ایک حادثہ

قرار دیا جاتا۔ قتل کی نوعیت سامنے نہ آتی۔

اس نے گھڑی دیکھی اور جھنجھلا کر رہ گیا۔ اسے اس رپورٹ کا انتظار تھا جس میں شہر کے ان آدمیوں کے متعلق معلومات تھیں جو کہ کتوں کو تربیت دیتے تھے۔

اس وقت وہ اپنے آفس میں رپورٹ کا ہی منتظر تھا۔

کچھ ہی دیر بعد رپورٹ بھی آ گئی۔ رپورٹ کے مطابق شہر میں صرف چار پانچ ہی ایسے اشخاص تھے جو کتوں کو تربیت دینے کے ماہر تھے۔ ان میں ایک شخص ایسا بھی تھا جو کتوں کو تربیت دیکر برکس میں بھیجتا تھا۔ فیاض نے سب سے پہلے اسی سے ملنا مناسب سمجھا۔

وہ شخص اپنے مکان پر ہی ملا۔ فیاض کو دیکھ کر وہ استفہامیہ انداز میں اس کی طرف بڑھا۔

"کیا مورس تمہارا ہی نام ہے۔؟" فیاض اسکی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"کیوں؟" جواب دینے کی بجائے وہ شخص کسی کٹکھنے کتے کی طرح غرایا۔

"حکومت! جو کچھ پوچھا جا رہا ہے صرف اس کا جواب دو۔" فیاض غرایا۔

ایسے موقعوں پر فیاض ہمیشہ اپنے مخصوص انداز میں گفتگو کیا کرتا تھا۔ اور شاید اسی وجہ سے اکثر لوگ اس سے دوران گفتگو مرعوب ہو جاتے تھے۔

"ہاں! مورس میرا ہی نام ہے۔" اس نے منہ موڑ کر جواب دیا۔ "مگر میں تمہارے کتے نہیں سدھار سکتا۔"

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"تم کتوں کو کب سے تربیت دے رہے ہو۔" فیاض اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

"بچپن سے کتوں میں ہی پلا بڑھا ہوں۔"

"کیا مطلب۔؟"

"بچپن کا مطلب بتاؤں یا کتوں کا۔؟"

دفعتاً فیاض نے جیب سے اپنا وزٹنگ کارڈ نکالا اور مورس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ "دوران گفتگو احتیاط سے کام لو۔"

مورس کچھ نہ بولا۔ مگر اس کے انداز سے لگ رہا تھا جیسے اس کی نظر میں کیپٹن فیاض اب بھی کچھ وقعت نہیں رکھتا ہو۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"یہ ہمارا خاندانی پیشہ ہے۔" اس نے بیزاری سے جواب دیا۔ پھر بولا۔ "مگر میں نہیں سمجھ سکتا کہ آخر اس قسم کی معلومات کس سلسلہ میں ہو رہی ہے۔؟"

فیاض نے کچھ بولنا چاہا۔ مگر وہ رک گیا۔ پھر یک بیک آگے بڑھکر اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔ "میں ابھی سب کچھ بتلائے دیتا ہوں، مگر میری چند باتوں کا سوچ سمجھ کر جواب دو۔"

"تشریف رکھیے۔" مورس نے پہلی بار اخلاق کا مظاہرہ کیا۔ اور سامنے رکھی ہوئی کرسی پر خود بھی بیٹھ گیا۔

"شکریہ!" فیاض بیٹھتے ہوئے بولا۔ "تمہارے پاس زیر تربیت کتے کتنے ہیں۔"

"چار۔"

"ہوں۔!" فیاض کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ "ہمیں پولیس کیلئے چند کتے درکار ہیں۔ کیا تم کتوں کو ایسی بھی تربیت دے سکتے ہو کہ اگر ہم چاہیں تو وہ ہمارے اشارے پر کسی پر حملہ کر دیں۔"

"نہیں۔" مورس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں صرف کتوں کو سرکس کرتب کی تربیت دلانے میں ماہر ہوں۔ جاسوسی کی تربیت کے لئے آپ کو حیدر سے ملنا ہوگا۔"

"حیدر۔!"

"ہاں! وہ ایک ماہر ہے۔ کتوں کی تربیت میں اسے ایک ملکہ حاصل ہے۔ مگر وہ بھی حملہ کرنے والی تربیت نہیں دے سکتا۔" پھر اس نے فیاض کو سمجھانے والے انداز میں کہا۔ "دراصل حملہ کرنے والے کتے ایک خاص نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ایسے کتوں کو تربیت دینے والا تو اس شہر میں کوئی نہیں ہے۔"

کافی دیر تک کتوں کے متعلق گفتگو کرنے کے باوجود فیاض کوئی کارآمد بات حاصل نہ کر سکا۔ پھر وہ وہاں سے چلا آیا۔ حیدر سے بھی ملاقات کرنے کے بعد عقدہ حل نہ ہو سکا۔ ایک ایک کر کے رپورٹ کے مطابق وہ پانچوں آدمیوں سے ملا۔ مگر ناکامی ہی ہوئی۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

عمران اپنے فلیٹ میں داخل ہوتے ہی چلا پڑا۔

"مرگیا۔ ہائے۔ ارے کوئی ہے۔؟" "سلیمان۔"

سلیمان بھاگتا ہوا آیا اور عمران کو ٹانگ پکڑے دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"کیا ہوا سرکار۔؟"

"مرگیا سلیمان۔"

"مگر میں تو زندہ ہوں۔"

"ابے میں مرگیا۔" عمران کراہا۔

"مگر آپ تو بول رہے ہیں۔" سلیمان بولا۔ پھر تشویش کن انداز میں بڑھ کر سہارا دینے لگا۔ "آخر ہوا کیا۔؟"

"کتے نے کاٹ لیا۔" عمران بولا۔

"کتے نے۔؟" سلیمان آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔ "تو ٹھہریئے۔ میں

ہلدی مرچ لاتا ہوں وہ لگا لیجئے گا۔"

"ابے ہلدی مرچ تو کھانے میں ڈالتے ہیں۔"

"نہیں سرکار۔ میرے باپ دادا یہی کہتے تھے۔ کہ کتا کاٹ لے تو ہلدی مرچ لگانی چاہیئے۔"

"کیا انہیں بھی کتے نے کاٹا تھا۔؟"

"نہیں تو۔"

"پھر وہ یونہی کہہ رہے ہوں گے۔" عمران نے سسکاری بھرتے ہوئے کہا۔

"آپ ٹھہریئے۔ میں ابھی لایا۔" سلیمان اسے صوفے پر بٹھاتا ہوا بولا۔

"ابے سن تو۔" عمران کہتا رہ گیا مگر سلیمان سیدھا کچن میں گھس گیا۔

پھر سلیمان ہلدی مرچ تیل میں گرم کرکے ہی لایا۔

"اسے لگا لیجئے۔" وہ بولا۔

"کیوں ابے۔؟"

"صاحب کتے کا کاٹا بہت برا ہوتا ہے۔"

"مگر اب میں ٹھیک ہوں۔" عمران بولا۔ "میں نے کتے کے کاٹے کا نیا علاج دریافت کرلیا ہے۔"

"نیا علاج۔؟"

"ہاں۔ جس جگہ کتے نے کاٹا تھا۔ اس جگہ میں نے بلی سے چٹوالیا۔ بلی کے چاٹتے ہی زخم اپنے آپ بھر گئے۔"

سلیمان بھونچکا رہ گیا۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

پھر کافی دیر بعد اس کی سمجھ میں آسکا کہ عمران کر کتنے کیا کسی چیز نے بھی نہیں کاٹا تھا۔

اچانک کال بیل بجی اور سلیمان دروازہ کی طرف لپکا۔ چند لمحوں بعد واپس آکر اس نے بتایا کہ کوئی لڑکی ملنا چاہتی ہے۔

"لل۔۔۔ لڑکی۔" عمران نے الوؤں کی طرح آنکھوں کو گردش دی۔

سلیمان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا، پھر سرگوشیانہ لہجہ میں بولا۔

"سلیمان۔!" لڑکی کے بھیس میں کوئی گنتا تو نہیں ہے۔؟"

"نہیں صاحب! واقعی لڑکی ہے۔" سلیمان نے بڑے خلوص سے کہا۔

عمران کی ہدایت پر سلیمان لڑکی کو اندر ہی لے آیا۔

لڑکی نہ صرف قبول صورت بلکہ کسی حد تک خوبصورت بھی تھی۔ قیمتی ساڑھی میں ملبوس تھی۔ لہٰذا کچھ زیادہ ہی خوبصورت لگ رہی تھی۔ عمران پھٹی پھٹی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ چہرے پر حماقت کے سیلاب امڈ رہے تھے۔

لڑکی اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتی ہوئی آگے بڑھی۔

"کیا آپ مجھے بیٹھنے کے لئے بھی نہیں کہیں گے۔" وہ بولی۔

"ہاں۔" عمران بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ کیا یہ بھی کہنا پڑتا ہے۔ وہ گھٹے گھٹے لہجہ میں بولا۔ "بیٹھئے۔"

لڑکی کی آنکھوں میں کچھ ایسی چمک پیدا ہوئی جیسے کسی بچے کو پسندیدہ

چیز ملنے والی ہو۔ وہ اب کچھ دلچسپ نظروں سے عمران کو دیکھ رہی تھی

"میں نے آج تک آپ جیسا آدمی نہیں دیکھا۔" وہ مسکرائی۔

"کیوں۔؟ کیا میرے دم نکل آئی ہے۔" عمران بوکھلا کر مڑا اور پیچھے کی طرف دیکھنے لگا۔

"نہیں۔ نہیں۔ میرا مطلب یہ نہیں ہے۔" لڑکی جلدی سے بولی۔ "میرا مطلب ہے کہ آپ جیسا پھرتیلا انسان میں نے کبھی نہیں دیکھا۔"

"ہے نا۔؟" عمران مسرت کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔ "یہ سلیمان کا بچہ بیکار ہی مجھے چھیڑتا ہے کہ ان دنوں میں کاہل ہوتا جا رہا ہوں۔ مگر محترمہ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کب آپ کے ساتھ دوڑ لگائی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ پہلے ہم ایک دوسرے کو جان لیں۔ اس کے بعد ہی گفتگو مناسب رہے گی۔؟"

عمران نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ ٹٹولنے والی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میرا نام سلطانہ ہے۔" لڑکی نے کہا۔ "میرے قاسم علی میرے والد ہیں۔"

"میر قاسم علی۔" عمران سوچتا ہوا بولا۔ "وہی سٹی مجسٹریٹ نا۔؟ جن کی کرزن روڈ پر رہائش ہے۔"

"وہی۔" لڑکی نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے۔ میں آپ کو جان گیا۔ اب۔؟"

وقار عظیم
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

"اب آپ ..."

"اب میں خود کو جنوا دوں۔؟"

سلطانہ جھینپ گئی۔ وہ ناخنوں سے فرش کھرچنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"دیکھئے محترمہ!" عمران اس کی طرف جھکتا ہوا بولا۔ اگر آپ اپنا ٹائم پاس کر رہی ہیں تو اور بات ہے ورنہ میں ایک بہت یتیم شخص ہوں جس کے والدین بقیدِ حیات ہیں۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"شاید فلیٹ میں داخل ہونے سے قبل آپ نے میرا نام مع ڈگریوں کے دیکھ ہی لیا ہوگا۔ اس کے باوجود آپ کو میرا تعارف درکار ہے کیوں؟"

"وہ... وہ... دیکھئے۔"

"ہاں ہاں دکھائیے۔"

سلطانہ نے بڑی گہری نظروں سے عمران کو گھورا۔ پھر ایک طویل سانس لیکر کرسی کے پشتے سے ٹیک لگا دی۔

"میں۔" وہ بولی۔ چونکہ میں ایک مجسٹریٹ کی بیٹی ہوں لہٰذا یہ بات آپ ذہن سے نکال دیجئے کہ میں آپ کو فلرٹ کر رہی ہوں۔ میں نے دراصل صبح آپ کو ایک عجیب و غریب سچویشن میں دیکھا تھا۔ بس اسی وقت سے آپ سے ذاتی طور پر ملاقات کرنے کی خواہش پیدا ہو چکی تھی

"ٹھہریئے۔" عمران ہاتھ اٹھاتا ہوا بولا۔ آپ کی کوئی بات میرے

پلے نہیں پڑ رہی ہے۔ معدہ چوپٹ ہے نا۔ لہٰذا کوئی بات سمجھ میں آ ہی نہیں سکتی۔" پھر وہ بلند آواز میں بولا۔ "سلیمان۔ چائے اور پراٹھے۔"

"پراٹھے۔" سلطانہ چیز سی ہو کر رہ گئی۔

"کیوں۔؟" عمران نے سوالیہ انداز میں دیکھا۔

"کچھ نہیں۔"

چند منٹ بعد ہی سلیمان واقعی چائے اور پراٹھے لے آیا۔ شاید وہ کچھ دیر قبل پراٹھے ہی بنا رہا تھا۔ اور اس کی خوشبو نے عمران کا معدہ چوپٹ کیا تھا۔

میز پر چائے اور پراٹھے رکھ دیئے گئے۔

"آیئے۔" عمران سلطانہ کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"بس شکریہ۔ آپ ہی کھایئے۔"

عمران نے مزید اصرار کیا مگر سلطانہ نے صرف چائے پر اکتفا کیا۔

"غوں۔ غا۔" عمران حلق سے نوالہ اتارتا ہوا بولا۔ "ڈاکٹر پڈسن کہتا ہے کہ جب بھی کوئی لڑکی تمہیں بے وقوف بنانے کی کوشش کرے۔ فوراً پراٹھوں کا استعمال کرو۔ پراٹھوں سے معدے کا ہاضمہ فل ہو جاتا ہے۔ خون کا دوران بڑھ جاتا ہے۔ بینائی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ عقل گدی سے کھسک کر اپنے مقام پر آ جاتی ہے۔ اور"

"آپ شاید سمجھتے ہیں کہ میں آپ کو بے وقوف بنا رہی ہوں۔"

"ضروری نہیں کہ آپ ڈاکٹر پڈسن کی رائے سے اتفاق کریں

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

ویسے کنفوشش بھی اس سے ملتا جلتا مقولہ کہہ گیا ہے کہ لڑکیوں سے گفتگو کرتے وقت پیٹ بھرا ہوا ہونا چاہیئے لیکن کنفوشش کی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس نے دنیا کے ہر موضوع پر کچھ نہ کچھ کہا ہے۔ جبکہ میرا دعویٰ ہے کہ اس کی ساری زندگی محض مقولے ایجاد کرنے میں گذری ہے۔ کسی ایک بھی مقولے پر اس نے بذات خود عمل تک نہ کیا ہوگا۔ کیا خیال ہے آپ کا۔"

"اگر آپ کو میری موجودگی ناگوار گذری ہو تو میں اٹھ جاتی ہے۔" سلطانہ نے ناخوشگوار لہجہ میں کہا۔

"ہرا ناں گیلس آپ۔" عمران چائے کی پیالی خالی کرتا ہوا بولا۔ کنفوشش نے ... اور رہپ بیٹھے بیٹھے رمس متانہ میں اب آپ سے بات کرنے کے قابل ہو گیا ہوں۔"

"سلطانہ پلیز۔" سلطانہ نے تصحیح کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ ساری۔" عمران جلدی سے بولا۔ "یہ نام بھولنے کا مرض مجھے بچپن سے ہے۔ بہرحال تو مس متانہ ... اور مس سلطانہ۔ اب فرمائیے مجھ سے آپ کیا چاہتی ہیں۔"

"صرف دوستی۔"

"کیا مطلب۔؟"

"دراصل مسٹر عمران۔ میں اپنی افتاد طبع سے مجبور ہوں صبح آپ کو ایک کتے کے ساتھ اچھل کود کرتے دیکھا تھا۔ آپ نے جس پھرتی سے اس کو

چکمہ دیا اور جس پھرتی سے آپ بس میں سوار ہوئے۔ اوہ میرے خدا۔ میں تو نہیں سکتی مسٹر عمران اس وقت آپ واقعی ٹارزن لگ رہے تھے۔" سلطانہ کہتی رہی۔ "میں بچپن سے ہی کچھ اس قسم کی طبیعت رکھتی ہوں کہ۔ کہ۔"

"کہ جیسے آپ خوابوں کے جزیروں سے گذر رہی ہوں۔" عمران نے لقمہ دیا۔

"ہاں ہاں بالکل۔" سلطانہ دبے دبے جوش کے ساتھ بولی۔ "میں واقعی خواب دیکھنے والی لڑکی ہوں۔ مجھے ہر وہ انسان اچھا لگتا ہے جو انفرادیت رکھتا ہو۔ عام نوجوانوں جیسا دل پھینک یا سوکھے ہوئے پانس کی طرح نہ ہو۔ مسٹر عمران آپ کو اس وقت دیکھ کر میں ٹھٹھکی تھی۔ پھر کچھ ہی دیر بعد آپ کی حرکتوں سے اتنی متاثر ہوئی۔ کہ آپ کے چلے آنے کے بعد مضطرب ہو گئی کہ کہاں ملوں۔ مجھے قطعی معلوم نہ تھا کہ آپ کون ہیں کیا نام ہے اور کہاں رہتے ہیں۔ اب اسے اتفاق کہا جائے یا میری خوش قسمتی کہ جب میں اس روڈ سے گذر رہی تھی تو آپ فلیٹ میں داخل ہو رہے تھے۔"

"لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں اپنے کسی دوست کے گھر آیا ہوں۔"

"بالکل یہی بات میرے ذہن میں بھی ابھری تھی۔ اسی لئے کچھ دیر تک مجھے باہر انتظار کرنا پڑا۔" سلطانہ نے کہا۔ پھر بولی۔ "فلیٹ کے باہر نام دیکھا تو علی عمران اور درجنوں دستکریاں لکھی تھیں۔ جس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کسی بزرگ کا فلیٹ ہے۔ پھر دستک دینے پر آپ کے نوکر سے معلوم ہوا کہ علی عمران آپ ہی ہیں۔"

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

سلطانہ خاموش ہو گئی۔ اب وہ چائے کا آخری گھونٹ بھر رہی تھی جو پیالی میں ہی ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ گھونٹ بھرتے ہی اس کا منہ بن گیا۔

"چائے اور منگواؤں۔" عمران نے پوچھا۔ پھر جواب کا انتظار کئے بغیر ہانک لگائی۔ "سلیمان۔ چائے!!"

O

رات کے دو بجے تھے۔

شہر کی سنسان سڑکوں پر ویرانی اور بھی بڑھ گئی تھی۔ دور کہیں سے گیدڑ کی ہا ہو، ہا ہو کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ اور قریب کوئی کتا رو رہا تھا۔ پھر اچانک ایک کتا بڑے زور سے بھونک پڑا۔ اس کے فوراً بعد دور کہیں سے کسی دوسرے کتے نے بھونک کر گویا پہلے کتے کو جواب دیا۔ پہلا کتا پھر بھونکنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے قرب و جوار کے کئی کتوں کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ تھوڑی دیر بعد سنسان اور ویران سڑک پر کتوں کا اس قدر شور بڑھا کہ قطعی یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ اس علاقہ میں کتوں کے علاوہ بھی کوئی ذی نفس رہتا ہے۔

"کیا مصیبت ہے۔" گشتی کانسٹیبل اپنا ڈنڈا زمین پر مارتے ہوئے بڑبڑایا۔ پھر ایک موٹی سی گالی دیکر بلغم تھوکتا ہوا دہاڑا۔ "ہوشت ہوشت... ہاشت ہاشت۔"

گشتی کانسٹیبل کی آواز کتوں کے شور میں ہی دب گئی۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

پھر اس نے ڈنڈا زمین پر مار کر کئی بار "ہاشت ہاشت اور ہوشت ہوشت" کہا۔ مگر کتوں میں بھی غالباً پھوٹ گئی تھی۔ وہ کسی طرح رکنے پر تیار نظر نہ آتے تھے۔ بالکل ایسا لگ رہا تھا جیسے ایک بڑے جلسے میں کسی مقرر نے تقریر کی اور مخالف پارٹی کے کسی فرد نے آواز کسا۔ اس کے بعد تقریر کرنے والے کے حمایتی نے جواب میں سخت سست کہا۔ پھر اس کے بعد مخالف پارٹی اور مقرر کے حمایتوں میں باقاعدہ مقابلہ ہونے لگا۔ اور جلسہ گاہ سیاسی اکھاڑہ بن کر رہ گئی ہو۔

گشتی کانسٹیبل ڈنڈا مار مار کر کھانستا اور دہاڑتا رہا اور کبھی کبھی بلند تھوکتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔

اچانک اس کی نظر سڑک پر پڑی جو کسی کار کی ہیڈ لائٹس سے روشن ہو رہی تھی۔ کانسٹیبل نے چلتے ہوئے انداز میں پیشانی کے نیچے ہاتھ رکھ کر سڑک کی دوسری طرف دیکھا۔

وہ واقعی ایک کار تھی۔ سیاہ رنگ کی ایک چمکیلی کار چمکیلی اس لئے کہ چاند کی مدھم روشنی اس پر سے پھسلتی ہوئی لگ رہی تھی۔ رفتار زیادہ سے زیادہ تیس تھی۔ کانسٹیبل کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ سڑک سے گذرتی ہوئی دوسری سڑک پر مڑ گئی۔ کانسٹیبل سوچ رہا تھا کہ اتنی رات گئے اس کار کا یہاں کیا کام، اور جس سڑک پر وہ مڑی تھی وہ تو صرف اس بستی کی طرف جاتی تھی جہاں جھونپڑیوں اور کچے مکانوں کی بھرمار تھی۔ اور اس علاقے میں ہر قسم کا ناجائز کام ہوتا تھا۔ غریب لوگ راتوں کو اپنی بیٹیوں کو غیروں

کی آغوش میں دینے میں بھی نہیں ہچکچاتے تھے، اور پھر کچی شراب کی بھٹیاں تو بکثرت یہاں پائی جاتی تھیں۔ یہ سب کچھ سہی مگر گھٹیا درجے کی شراب اور ہڈیوں سے چمڑی لگی ہوئی بدصورت لڑکیوں سے ان کاروں والوں کا کیا واسطہ!

گشتی کانسٹیبل سوچتا رہا۔ کافی دیر تک سوچنے کے بعد تو وہی شانے اچکا کر بڑبڑایا۔ "مجھے کیا؟ ہوگا کچھ۔" اس نے پھر زمین پر ڈنڈا مارا۔ مگر اب کتوں کا شور کہاں تھا۔ اب تو پھر وہی ویرانی تھی۔

کار بہت سے کچے مکانوں اور جھونپڑیوں کو پار کرتی ہوئی اینٹوں کے ایک مکان کے سامنے جا کر رک گئی۔

کار چلانے والا شخص بڑی بڑی مونچھوں والا ایک بدصورت آدمی تھا۔ اس نے اسٹیرنگ وہیل سے ہاتھ ہٹا کر جیب میں ڈالا۔ پھر سگریٹ سلگا کر ایک طویل کش لگایا، اور دروازہ کھول کر اتر آیا۔ اب وہ اس مکان کی طرف بڑھ رہا تھا جو اینٹوں کا فرد تھا مگر کچا تھا۔

دروازے پر اس نے ہلکی سی دستک دی اور آرام سے کش لینے لگا۔ جیسے اسے یقین ہو کہ ابھی دروازہ کھل جائے گا۔ دو تین کش لینے کے بعد اس نے دوبارہ دستک دی۔ پھر اسے انتظار نہیں کرنا پڑا۔

دروازہ جلد ہی کھل گیا۔

دروازہ کھولنے والا ایک لمبے قد اور نکلتے گول مٹول شخص تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ساخت کا پمپ تھا۔

"آجاؤ۔" وہ سرگوشی کے انداز میں پھنکارا۔

وقار عظیم
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

کار چلانے والا اندر داخل ہوگیا۔ لمبے قد نے دروازہ بند کر دیا۔

وہ دونوں ایک چھوٹے سے بہت ہی گندے کمرے میں ایک چارپائی پر آکر بیٹھ گئے۔

کار چلانے والے نے چارپائی پر بیٹھتے ہی کہا۔ "ماٹو۔ کیا ہوا۔؟"

"وہ صاف بچ نکلا۔" لمبے قد ماٹو نے دھیمی آواز میں کہا۔ پھر بولا۔ "صرف یہی نہیں اس نے دو کتوں کو بھی گولی مار دی۔ تیسرا کتا واپس آگیا تھا۔"

کار چلانے والے نے کچھ کہنا چاہا مگر ماٹو اس سے پہلے ہی بول پڑا۔

"میں اس کے ساتھ وہاں گیا تھا۔ مگر اس وقت تک وہاں پولیس پہونچ چکی تھی۔ پولیس کتوں کو اٹھا کر لے گئی ہے۔"

"تو اب۔۔" کار چلانے والے نے کہا۔ "وہ اور بھی ہوشیار ہوگیا ہوگا۔"

"ہاں۔ لیکن مجھے تعجب ہے کہ وہ بچ کیسے گیا۔"

"میرا خیال ہے کہ اس نے کتوں کو اپنے قریب پہنچنے ہی نہ دیا ہوگا۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔۔ کتے۔"

"ماٹو۔۔ تم اس سے اچھی طرح واقف نہیں ہو وہ صورت سے احمق سہی۔ مگر اندرونی طور پر دنیا کا محتاط ترین انسان واقع ہوا ہے۔"

"لیکن ماٹو کے کتوں سے بچنا بھی بہت مشکل کام ہے۔" وہ بولا۔ "بہرحال آپ کو جلد ہی یہ اطلاع مل جائے گی کہ عمران کو کتوں نے بھنبھوڑ ڈالا ہے۔"

"لیکن پولیس۔"

"پولیس مجھ تک نہیں پہنچ سکتی۔" ماٹو نے خود اعتمادی کے لہجہ میں کہا۔

جس جگہ سے میں نے کتوں کو بھیجا تھا۔ وہاں پولیس کو صرف اس تیسرے کتے کی لاش کے علاوہ اور کچھ بھی نہ ملے گا۔ لیکن مجھے ہمیشہ افسوس رہے گا کہ میرے تین تربیت یافتہ کتوں کا خون ہو جانے کے باوجود کام نہ ہو سکا۔"

کار چلانے والے شخص نے کچھ سوچا۔ پھر جیب سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر ماٹو کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "حقیقی جلد کا کام مکمل ہوگا اتنی ہی جلد بقیہ ادائیگی بھی ہو جائے گی۔ کیا سمجھے!"

"میں سمجھتا ہوں۔" ماٹو نے گڈی لیتے ہوئے کہا۔ "اس بار چھ کتے عمران پر لپکیں گے۔"

"میں سمجھتا ہوں۔۔ ماٹو۔۔" کار چلانے والے نے ماٹو کے شانے پر تھپکی دی اور واپس جانے کے لئے مڑ گیا۔

کار میں بیٹھتے ہی اس نے انجن اسٹارٹ کیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے کار واپس مڑ کر اس سڑک پر چل پڑی۔ جہاں سے آئی تھی۔ مگر اس بار اس کی رفتار کافی تیز تھی۔

ستسان سڑکوں پر کافی دیر دوڑنے کے بعد ایک شاندار کوٹھی پر اس کے بریک چرچرائے۔ کار چلانے والا اترا اور کوٹھی کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔ اب وہ ایک دروازے کے سامنے کھڑا اطلاعی گھنٹی دبا رہا تھا۔ اندر گھنٹی کی آواز گونجی۔ اور وہ انتظار کرنے لگا۔ چند لمحے بعد اس نے دوبارہ گھنٹی کا بٹن دبایا۔ پھر جلد ہی دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھلتے ہی وہ اندر داخل ہوگیا۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

اب وہ ایک کمرہ میں تھا جہاں ایک تیز روشنی کا بلب جل رہا تھا۔ دروازہ کھولنے والا ایک دراز قد نقاب پوش تھا جس نے اس کے داخل ہوتے ہی دروازہ پھر بند کر لیا تھا۔

∴ ∴ ∴

سلطانہ بے اختیار قہقہے لگا رہی تھی۔

اور عمران اس طرح برے برے منہ بنا رہا تھا جیسے سلطانہ کی ہنسی کو وہ بچکانہ حرکت سمجھتا ہو۔

"آپ واقعی بہت دلچسپ ہیں مسٹر عمران۔ واقعی بہت دلچسپ۔" سلطانہ نے اپنی ہنسی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ کے اس جملہ کو سات سے ضرب دی جائے تو حاصل ضرب انچاس ہوگا۔" عمران نے کہا

سلطانہ اتنی دیر میں کافی حد تک عمران سے گھل مل چکی تھی۔ دوران گفتگو عمران نے کئی بار یہ احساس کرنا چاہا کہ یہ لڑکی کہیں اسے گھس تو نہیں رہی۔ مگر اب تک کوئی ایسی بات وہ نوٹ نہیں کر سکا تھا۔ پھر اس کے علاوہ اور کیا صورت رہ جاتی تھی کہ فی الحال واقعی اسے بے ضرر سمجھے۔ اگرچہ لڑکی نے اس سے کہا تھا کہ فی الحال اس سے دوستی کرنا چاہتی ہے۔ مگر نہ معلوم کیوں عمران کے حلق سے یہ بات اتر نہیں رہی تھی۔ بہرحال۔ اس نے سوچا... اگر یہ کسی قسم کا جال بھی ہے تو کیا مضائقہ ہے؟ وہ تو خود

ہی خطرات میں گھس کر کام کرنے کا شائق تھا۔

"مسٹر عمران!" سلطانہ نے کہا۔ "یہ اتنی ڈھیر ساری ڈگریوں کا کیا چکر ہے۔؟"

"چکر۔" عمران غصیلے انداز میں بولا۔ "ارے کیا یہ سب میں نے محض نمائش کے لئے لکھوائی ہیں۔"

"تو کیا واقعی آپ نے ڈگریاں لی ہیں۔" سلطانہ کا لہجہ کچھ مضحکہ اڑانے والا تھا۔

"کیا دکھا دوں۔"

"ضرور ضرور۔ مجھے نئی چیزیں دیکھنے کا بہت شوق ہے۔" سلطانہ نے کہا۔

عمران سچ مچ سٹپٹا گیا۔ بھلا اس وقت وہ ڈگریاں کہاں ڈھونڈتا وہ رحمٰن صاحب کی کوٹھی پر حفاظت رکھی تھیں۔ پھر بھی وہ غصیلے انداز میں اٹھا۔ مگر پھر فوراً ہی کرسی پر ڈھیر ہوتے ہوئے بولا۔ "لعنت ہے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"آپ پر لعنت نہیں بھیج رہا ہوں۔ بلکہ اس وقت پر لعنت بھیج رہا ہوں جبکہ آپ میری بھرتی پر فدا ہوئی تھیں۔ ارے میں پوچھتا ہوں کیا آپ کو ڈگریاں دکھانے پر ہی یقین آئے گا..... میری زبان پر اعتبار نہیں۔"

"اچھا چلئے مان لیا کہ واقعی آپ ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں۔" سلطانہ

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

نے اس طرح کہا جیسے بات ختم کرنا چاہتی ہو۔ پھر چونک کر بولی "اس کتے کے متعلق پتہ چلا کہ آخر وہ آپ پر ہی کیوں جھپٹا تھا۔"

"وہ بھی دوستی کرنا چاہتا ہوگا۔"

"بیہودگی نہیں۔" سلطانہ نے برا مانتے ہوئے کہا۔ "میں سنجیدگی سے پوچھ رہی ہوں۔"

"خدا معلوم کیوں جھپٹا تھا۔" عمران لاپرواہی سے بولا۔ "مگر بہرحال اس نے کاٹ ہی لیا۔"

"نہیں۔۔ کہاں۔" وہ گھبرائی ہوئی بولی۔

عمران بڑی گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"بعد میں ایک کے بجائے تین کتے ہوگئے تھے۔ اور ان میں سے ایک نے مجھے کاٹ لیا۔"

"کہاں کاٹا ہے۔"

"ٹانگ پر۔" عمران نے ران پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"ذرا دکھائیے۔"

"کیا۔؟" عمران نے ہونقوں کی طرح منہ پھاڑ کر کہا۔

"ہاں ہاں ذرا دکھائیے تو۔" سلطانہ نے اصرار کیا۔ پھر عمران کی طرف دیکھ کر بے ساختہ ہنس پڑی۔

عمران بالکل کسی کنواری اور شرمیلی لڑکی کی طرح اس طرح لجا رہا تھا جیسے اسے کسی غیر مرد نے چھیڑ دیا ہو اور وہ پانی پانی ہو رہی ہو۔

"ارے۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "آپ کا چہرہ تو گلنار ہو رہا ہے۔"

"تو آپ بھی تو ٹانگ دکھانے کو کہتی ہیں۔" عمران نے گھٹے گھٹے لہجہ میں کہا۔

"ارے تو اس میں شرم کی کیا بات ہے۔ میں صرف ٹانگ ہی تو دیکھ رہی ہوں۔"

پھر جیسے جیسے عمران نے پتلون کے پائنچے ہٹا کر ٹانگ پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔ "یہاں کاٹا تھا۔" اور قور" ہی پائنچے نیچے کر کے اس طرح گہرے گہرے سانس لینے لگا جیسے کسی پردہ نشین خاتون نے مجبوری کے عالم میں جسم کا کوئی حصہ بے نقاب کیا ہو۔

سلطانہ بڑی مشکل سے اپنے زبردست قہقہے کو روک سکی تھی۔

"لیکن یہاں تو کوئی نشان نہیں ہے۔" وہ بولی۔

"نہیں ہے نا۔" یک بیک عمران نے چہک کر کہا۔ چہرے پر سے شرمندگی کی علامتیں یکلخت دور ہوگئیں۔ "میں پہلے ہی جانتا تھا کہ ایسا ہی ہوگا۔ بہتر ہی ہوا کہ میں نے سلیمان کی ہلدی اور مرچیں نہیں لگائیں۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"ارے کچھ نہیں۔" عمران نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "سلیمان کہتا تھا کہ ہلدی اور مرچیں لگانے سے ٹھیک ہو جائے گا۔ جبکہ میں نے الجرا میں پڑھا تھا کہ کتا کاٹے تو ملی سے چھوا لینا چاہیئے۔ باقی اللہ پر چھوڑ دینا چاہیئے۔" پھر سلطانہ کے آگے انگوٹھا نچاتے ہوئے بولا۔ "اتنے

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

بڑے بڑے نشان تھے۔"

سلطانہ مسکرادی۔

"آج کی شام آپ میرے ساتھ گذارنا پسند کریں گے؟" وہ بولی۔

"دوپہر ہی نہیں گذر رہی، شام کیا گذرے گی۔"

"کیا مطلب۔؟"

"ہم کب سے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں اور ابھی تک دوپہر نہیں گذری۔ اور ہاں میں یہ تو بھول ہی گیا کہ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد مجھے قیلولہ کی عادت ہے۔"

"ارے باپ رے۔" پھر خود بخود اس کا سر کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔ اور آنکھیں بند ہوگئیں۔

"بہرحال، میں شام کو ہوٹل ریو کے لان میں انتظار کروں گی۔" سلطانہ نے کہا۔ اور عمران۔ اس کے خراٹے بلند ہو رہے تھے۔

سلطانہ نے بڑی عجیب نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ اور سیدھی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

∴ ∴ ∴

شام کے ٹھیک چھ بجے جولیا کا فون بڑا اٹھا۔

جولیا نے لپک کر ریسیور اٹھالیا۔ "جولیا اسپیکنگ۔"

"جولیا! تم ہوٹل ریو میں ٹھیک سات بجے عمران سے ملو۔

"یس سر۔!"

"انداز ایسا ہی ہو۔ جیسے تم اس کی بہت پرانی شناسا ہو۔"

"آل رائٹ سر۔!"

"وہ لان میں کسی ٹیبل پر بیٹھا ہوگا۔" ایکسٹو کی آواز آئی۔ پھر سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

ہوٹل ریو شہر کا ایک شاندار ہوٹل تھا۔ ہوٹل کے درمیان چاروں طرف پارک تھا۔ اور اکثریت بھرے اپنی شامیں ہوٹل ریو کے اس پارک میں گذارنا پسند کرتے تھے۔ پارک میں بیٹھنے کا پورا انتظام کیا گیا تھا۔ اور ویٹر وہیں آرڈر سرو کیا کرتے تھے۔

عمران نے جیسے ہی لان میں قدم رکھا، اسے سلطانہ نظر آ گئی۔ وہ ایک خالی ٹیبل پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"ہالو۔۔۔" عمران نے وہیں سے ہانک لگائی۔ اور گرد و پیش کے لوگ چونک پڑے۔

سلطانہ کے چہرے پر شرمندگی کے آثار ابھرے۔ مگر پھر معدوم ہوگئے۔ وہ عمران کو دیکھ رہی تھی، جو سرمئی سوٹ میں بے انتہا جچ رہا تھا۔ خدا معلوم اس بار وہ سلیقہ کا لباس کیسے پہن آیا تھا۔

"ہیلو شیطانہ۔" اس نے قریب آتے ہی کہا۔

سلطانہ نے برا سا منہ بنا کر منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

"اوہ۔ شاید میں غلط جگہ آ گیا۔" عمران بولا۔ پھر جانے کے لئے مڑا۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"ٹھہریئے۔" سلطانہ نے کہا۔

عمران ٹھہر گیا۔

"فرمایئے۔" وہ مہذبانہ انداز سے بولا۔

"میرا نام ٹھیک طرح نہیں لے سکتے۔" سلطانہ نے بڑے ناز و ادا سے کہا۔

اور عمران کی کھوپڑی سوچنے لگی۔ "محترمہ تم بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ ان غلوں میں تیل کہاں۔؟ تم شاید سمجھتی ہو کہ میں اس ناز و ادا پر لٹو خطی ہو جاؤں گا۔"

ابھی وہ کچھ اور سوچتا مگر سلطانہ جھٹ بول پڑی۔ "آپ آخر میرا نام لگاتے کیوں ہیں۔"

"ٹھیک ہی تو نام لیا ہے۔" عمران بولا۔

"ٹھیک لیا تھا۔"؟

"بالکل۔"

"پتہ نہیں آپ اتنے بنتے کیوں ہیں۔ میرا نام سلطانہ ہے۔"

"اوہ۔" عمران طویل سانس لیکر بولا۔ "میں ابھی وہی سوچ رہا تھا کہ اگر شیطانہ غلط نام ہے تو صحیح کیا ہے۔؟ ذہن میں۔ مستانہ اور کریانہ سے لے کر ہریانہ تک آیا۔ مگر یہ سلطانہ۔۔۔ ارے باپ رے۔"

ارے باپ رے کہتے ہی عمران کچھ اس طرح نروس نظر آنے لگا جیسے شدید طور پر نروس بریک ڈاؤن کا حملہ ہوا ہے۔

"کیا ہوا۔؟" سلطانہ چونکی۔

لیکن عمران کے جواب دینے سے قبل ہی جولیا اسٹیبل پر پہنچ چکی تھی۔

"ہیلو عمران۔۔۔" جولیا نے آتے ہی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ آواز میں لہک بھی تھی۔

"ہے۔۔۔ ہے۔۔۔ ہیلو۔۔۔" عمران تھوک نگلتا ہوا بولا۔

جولیا نے بڑی گہری نظروں سے سلطانہ کی طرف دیکھا۔ پھر عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ "آپ کی تعریف۔"

"تعریف اس خدا کی جس نے جہاں بنایا۔" عمران نے انگلی اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے درویشانہ انداز میں کہا۔

کچھ لمحوں تک انگلی اٹھائے رکھنے کے بعد پھر دوسرے ہاتھ سے انگلی پکڑ کر اسی احتیاط سے نیچے کی۔ جیسے خطرہ ہو کہ گر نہ پڑے۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر عمران نے ہی تعارف کرایا۔ مگر دونوں نے ایک دوسرے سے کچھ کہا نہیں۔

جولیا کافی دیر تک عمران سے باتیں کرتی رہی، انداز ایسا ہی تھا جیسے دیرینہ شناسا ہو۔

دفعتاً عمران بولا۔ "ابھی تک آپ لوگوں نے دوستی کے لئے ہاتھ نہیں بڑھایا۔"

"اوہ۔" دونوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

اور پھر دونوں نے ہاتھ ملا کر ایک دوسرے سے ملکر پر مسرت ہونے کا اعلان کیا۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

ویٹر کے آنے پر سلطانہ نے ہی آرڈر دیا۔ جو تھوڑی ہی دیر بعد میز پر چن دیا گیا۔ جیسے ہی میز پر کھانا چنا گیا۔ عمران اس پر ٹوٹ پڑا پھر جولیا اور سلطانہ میں باتوں کا سلسلہ چل پڑا۔

"آپ عمران صاحب کو کب سے جانتی ہیں"، سلطانہ نے پوچھا۔

"بچپن سے۔"

"کیا یہ آپ کے بھائی ہیں"، سلطانہ نے اس پر چوٹ کی۔

جولیا سٹپٹا گئی۔ مگر پھر سنبھل کر بولی "نہیں۔ ہم بچپن سے ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ آج صبح انہوں نے یہاں ملنے کے لئے کہا تھا، کہ میں تمہیں اپنی بہن سے ملاؤں گا۔"

جولیا کو سلطانہ کا رنگ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اس نے پھر چوٹ کی "واقعی آپ دونوں کی شکل کتنی ملتی جلتی ہے"، سلطانہ بڑی مشکل سے ضبط کر رہی تھی۔ دفعتاً وہ اٹھتے ہوئے عمران کی طرف دیکھ کر بولی۔ "میں ابھی آئی۔"

عمران بدستور کھانے میں مشغول رہا۔ اب یہ بات اور ہے کہ کھانے کے ساتھ ہی ساتھ اس نے کان بھی کھلے رکھے ہوں۔

"یہ کیا بدتمیزی تھی"، سلطانہ کے جاتے ہی جولیا عمران پر برس پڑی۔

"ہائیں"، عمران پلکیں جھپکاتے ہوئے بولا "کیا ایکسٹو نے تمہیں کچھ نہیں بتایا"

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب وہی جو ہا جاتے۔" عمران نے کہا اور پھر کھانے میں جٹ گیا۔

∴ ∴ ∴

دروازہ بند کرنے کے بعد نقاب پوش نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا اور خود دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔

پھر اس سے پہلے کہ کار چلانے والا کچھ کہتا۔ نقاب پوش بولا "پولیس ان دونوں کتوں کو اپنے ساتھ لے گئی ہے جس کو اس احمق نے گولی کا نشانہ بنایا تھا۔"

"کیا۔ آپ۔۔" کار چلانے والا گڑبڑا کر رہ گیا۔

"ہاں! مجھے معلوم ہے۔" نقاب پوش نے کہا "اور اب وہ ان کتوں کے ذریعہ ہلاک نہیں ہو سکتا۔"

"لیکن مالوٹ نے مجھے یقین دلایا ہے کہ اب وہ اس پر چھ کتے ایک ساتھ چھوڑے گا۔ اور اس بار اس کا خاتمہ ضرور ہو جائے گا۔"

"تم لوگ احمق ہو۔" نقاب پوش غرایا۔ "اب وہ اس فکر میں ہوگا کہ کتے جلد از جلد اس پر حملہ کریں۔"

"لیکن مالوٹ کا کہنا ہے کہ اگر پولیس کے ہاتھ میں کتے پڑ بھی گئے تو وہ اس تک نہیں پہنچ سکتی۔"

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"ہوں۔" نقاب پوش بولا۔ "مگر تم ماٹو سے ملنے وقت ہوشیار رہنا۔"

"میں احتیاط رکھوں گا جناب۔" کار چلانے والے نے مودب لہجہ میں کہا۔

"آل رائٹ! اب تم جا سکتے ہو۔"

کار چلانے والا اٹھ گیا۔ پھر بولا۔ "میں نے اسے مزید دو ہزار روپے دے دیئے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ کام ختم ہو جانے پر باقی ادائیگی بھی کر دینا۔"

"اوکے سر۔" کار چلانے والے نے سر خم کرتے ہوئے کہا پھر دروازہ کھول کر اپنی کار میں آ گیا۔ اور کار ایک بار پھر سنسان سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔

○

بلیک زیرو نے ریسیور اٹھا لیا۔

دوسری طرف عمران تھا۔

"ہیلو.. کالے صفر۔" وہ کہہ رہا تھا۔

"میں ہی بول رہا ہوں جناب۔"

"شکر ہے بول رہے ہو۔ بھونک نہیں رہے۔" دوسری طرف سے ٹھنڈی سانس لیکر کہا گیا۔

"میں سمجھا نہیں!"

"سمجھ کر بھی کیا کرو گے۔ خیر سنو! آج تمہیں میرا تعاقب کرنا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"کیوں۔؟ کیا میں نے لاطینی میں کہا ہے۔"

"اوہ۔ یہ بات نہیں جناب۔ میرا مطلب تھا کہ آپ کے تعاقب کی نوعیت کیا ہوگی۔؟"

"کھوپڑی کا استعمال کرو بلیک زیرو۔ کیا تمہیں سب کچھ بتا کر

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

ہی سمجھا جا سکتا ہے۔"

"معاف کیجئے گا جناب! میں سمجھ گیا۔ یقیناً آپ پر حملہ ہونے والا ہے۔"

"گڈ۔! آواز میں تحسین کی جھلک تھی۔" بلیک زیرو کیا تم نے فلم شمس الدین دلی والا دیکھی ہے۔"

"شمس الدین دلی والا۔" بلیک زیرو نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں ہاں۔ کیوں۔؟"

"اس فلم کا نام آج ہی سن رہا ہوں جناب۔!"

"ارے واہ! روتا ہا دس فل جام ہا ہے اور تم کہتے ہو کہ نام ہی نہیں سنا۔ ارے بھئی ڈیڈ لائٹ پر تو لگی ہے۔"

"اوہ۔" بلیک زیرو مسکرا دیا۔" جناب اس کا نام ہیمین اینڈ ڈائیلاگ ہے۔"

"غلط۔" عمران کی غصیلی آواز ابھری۔" اس کا نام شمس الدین دلی والا ہی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ یقیناً بھول رہے ہیں۔"

"تمہارا یہ خیال درست ہو یا نہ ہو، مگر میرا خیال بالکل درست ہے کہ تم میں بھی اب دوسرے ماتحتوں کی طرح لاپرواہی آتی جا رہی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں جناب۔"

"کیا تمہیں فلم کا تذکرہ کاٹ کر یہ نہیں معلوم کرنا چاہیئے تھا کہ تعاقب کہاں سے شروع ہوگا اور میں کہاں سے بول رہا ہوں۔"

"اوہ۔ بلیک زیرو نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا۔" آئی ایم سارری سر۔"

"میں آرتھر روڈ کے پبلک بوتھ سے بول رہا ہوں۔ سمجھے! اور تمہیں دس منٹ کے اندر وہاں پہنچنا ہے۔" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

ٹھیک دس منٹ میں بلیک زیرو عمران کی بتائی ہوئی جگہ پر پہنچ گیا۔

عمران کو تلاش کرنے میں اسے بہت زیادہ دیر نہ لگی۔ وہ بوتھ کے قریب والی دکان پر ایک شوکیس پر جھکا ہوا تھا۔ شاید اس نے بھی بلیک زیرو کو دیکھ لیا ہوگا اسی لئے اب وہ اس دکان میں داخل ہو گیا تھا۔

بلیک زیرو ایک بک اسٹال کے قریب چلا گیا۔ اور بے مقصد رسالوں پر نظر دوڑانے لگا۔ اب یہ اور بات ہے کہ وہ اس دکان کی بھی نگرانی کر رہا ہو جس میں عمران داخل ہوا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہی عمران دکان سے نکل آیا۔

اب اس کے ہاتھ میں ایک جال تھا۔ بلیک زیرو نے جال کو بڑی حیرت زدہ نظروں سے دیکھا۔ پھر سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے شانوں کو جنبش دے کر رہ گیا۔

عمران کو یقین تھا کہ کتے پھر اس پر حملہ کریں گے۔ یہی وجہ تھی۔ وہ اب بے مقصد سڑکوں کے چکر لگا رہا تھا۔ اگر کوئی اور ہوتا تو وہ اس واقعہ کو اتفاق قرار دیکر اس کی طرف سے دھیان ہٹا دیتا۔ مگر وہ عمران تھا۔ معمولی قسم کا شبہ بھی اس کو بہت دور کی سمجھا دیتا تھا۔

کتوں کو حملہ کرنے کو وہ اتفاق نہیں مانتا تھا۔ یہ بھی سمجھ میں نہیں آ سکا تھا کہ آخر اس حملہ کی پشت پر کون ہے۔ ظاہر ہے حملہ اس لئے کیا گیا

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

تھا کہ عمران ختم ہو جائے اور اس کی موت کو صرف ایک حادثہ تصور کیا جائے۔ قتل پر کسی کا شبہ بھی نہ ہو۔

عمران سوچتا رہا اور اس کی عقابی نظریں اطراف کا جائزہ لیتی ہوئی بڑھتی رہیں۔ بلیک زیرو کا تعاقب برابر جاری تھا۔

انہی چکروں میں تقریباً دو گھنٹے صرف ہو گئے۔ مگر کوئی بھی کتا عمران پر نہ جھپٹا۔

یہ ایک اکتا دینے والی بات تھی۔ عمران کی جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ جھلا کر اپنا ارادہ ترک کر دیتا۔ مگر عمران سے ایسی توقع رکھنا بیکار ہی تھا۔ اس کے ذہن میں ایک جنہ جب جڑ پکڑ جائے تو وہ اس طرح آسانی سے الگ ہوتا تقریباً ناممکن ہی تھا۔

وہ متواتر چلتا رہا۔

پھر اچانک وہ ایک متقامی ریسٹورنٹ میں داخل ہو گیا۔ اسے بلیک زیرو کا خیال تھا۔ جو اب تک اس کے تعاقب میں تھا۔

نصف گھنٹہ وہاں بیٹھنے کے بعد وہ پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کنکھیوں سے بلیک زیرو کی طرف دیکھا۔ بلیک زیرو بل کی رقم ادا کر رہا تھا۔

پھر جیسے ہی عمران نے ریسٹورنٹ سے قدم باہر نکالا۔ کوئی چیز اس کے اوپر سے ہوتی ہوئی تیزی سے گذر گئی۔

یہ بالکل ایک غیر متوقع حملہ تھا۔

ابھی عمران سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ دوسری چھلانگ اکتا بڑے خونخوار انداز میں جھپٹا تھا۔

عمران نے ایک جھکائی لی اور پھر فوراً ہی دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔ چھلانگ لگانے کا مقصد تھا کہ وہ کسی مناسب جگہ پہونچ کر جال کا استعمال کر سکے۔

چھلانگ سے یہ فائدہ تو ہوا کہ وہ کتے کے تیسرے حملہ سے محفوظ رہا۔ مگر اتفاقاً جس جگہ وہ چھلانگ کے زور میں آیا وہاں ایک پتھر سے ٹھوکر لگی اور وہ گر پڑا۔ جال دوسری طرف ہاتھ سے نکل گیا۔

وہ کچھ ایسا بے تکا گرا تھا کہ اٹھ کر فوراً ہی جال پر قبضہ نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ سرعت سے اٹھا اور جال کی طرف لپکا۔

ٹھیک اسی وقت کتے نے چھلانگ لگائی اور...

اور پھر عمران کے قریب ہی تڑپتا ہوا آ گرا۔

عمران ایک لمحے کے لئے ٹھٹکا۔ پھر دوبارہ جال کی طرف جھپٹا۔ مگر اسے ایک بار پھر سنبھلنا پڑا۔ اس بار ایک نہیں کئی کتے اس کی طرف جھپٹے تھے۔ نہ معلوم کس طرف سے وہ برآمد ہوئے تھے۔

پھر عمران نے یہی بہتر سمجھا کہ فی الحال جال کا خیال چھوڑ ہی دینا چاہیئے۔

وہ کتوں کے تیور دیکھ رہا تھا۔ یک بیک وہ بدک کر بھاگا۔ پتہ نہیں دل میں کیا سمائی تھی۔ کتے اس کے پیچھے تھے۔ چند منٹ دوڑنے

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

کے بعد اچانک وہ دائیں طرف مڑ گیا۔

کتے اپنے زور میں آگے بھاگتے چلے گئے۔

اب عمران بڑی تیزی سے پیچھے کی طرف لوٹ رہا تھا۔ رخ جال کی طرف ہی تھا۔

مگر اسے جال تک پہنچنا نصیب نہ ہوا۔ کتے برق کی مانند پلٹے تھے، اور پھر اس کے قریب ہو رہے تھے۔

اچانک عمران نے اچھل کر ایک مکان کا چھجا پکڑ لیا۔ اور اس طرح وہ ہوا میں معلق نظر آنے لگا۔ کتے بھی چھجے کے نیچے آ گئے تھے۔ اور اس کی طرف منہ کر کے بری طرح بھونک رہے تھے۔

چاروں طرف بھیڑ لگ چکی تھی۔ اور لوگ بڑی حیرت سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ مگر بلیک زیرو کا برا حال تھا۔ جب کتے عمران کے پیچھے دوڑ رہے تھے تو اس نے کئی بار چاہا کہ کتوں کو گولی کا نشانہ بنا دے مگر چونکہ یہ دوڑ بے ترتیب اور اوٹ پٹانگ تھی۔ لہٰذا نشانہ خطا ہونے کا خدشہ تھا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ عمران کے ہی لگ جاتی یا پھر کسی راہگیر کے۔ کیونکہ یہ بازار ہی تو تھا۔ پھر جب عمران مکان کا چھجا پکڑ کر لٹکا تو بلیک زیرو نے اطمینان کی سانس لی، اور نشانہ باندھا مگر اچانک اسے عمران کا اشارہ ملا۔ اشارہ کے مطابق اسے کتوں کو گولی کا نشانہ نہیں بنانا چاہیئے تھا۔

بلیک زیرو مضطربانہ انداز میں ٹہل رہا تھا۔

کتے برابر عمران پر جھپٹ رہے تھے۔ مگر عمران اب چھجے کے اوپر

اوپر ہو گیا تھا۔ نیچے کتے بری طرح بھونک رہے تھے۔ دفعتاً عمران نے جیب سے ریوالور نکال لیا۔ پھر اس میں سے دو شعلے نکلے اور دو کتے تڑپتے ہوئے زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ یک بیک عمران کی چھٹی حس نے اس کو نیچے مڑنے پر مجبور کیا۔ مڑتے ہی اس نے ایک فائر کیا۔ عقب سے آنے والا کتا بھیانک چیخ مار کر الٹ گیا۔

اب نیچے صرف دو کتے باقی رہ گئے تھے۔

عمران نے بلیک زیرو کو اشارہ کیا اور عقب کی دیوار سے لوہے کی نالی کے ذریعے نیچے اترنے لگا۔

بلیک زیرو اس کا اشارہ پاتے ہی جال کی طرف لپکا، پھر اس کا انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی سی دیر میں اس نے عمران کو دیکھا جو اس کی طرف آ رہا تھا۔ مگر اس کے پیچھے کتے بھی تھے۔ عمران نے وہیں سے اشارہ کیا، اور بلیک زیرو نے جال اس کی طرف اچھال دیا۔

عمران نے پھرتی سے نہ صرف جال لپک لیا بلکہ چھلانگ لگانے والے کتے کی زد سے بچتا ہوا ایک زوردار رسید بھی رسید کر دی۔ دوسرے کتے کو بھی اس نے اسی طرح ڈاج دیدیا تھا

جب تک کتے دوبارہ اس پر حملہ کرتے عمران نے جال کھول دیا تھا۔ پھر اس نے پھرتی سے جال ان کی طرف پھینکا۔ اور مسکرا دیا۔ دونوں کتے اس کے جال میں پھنس گئے تھے۔

وقار عظیم
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

تھوڑی ہی دیر میں اس کے گرد مجمع اکٹھا ہو چکا تھا۔ سب ہی لوگ عمران کو متحیر نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ سب مختلف قسم کے عجیب عجیب سوالات کر رہے تھے۔ مگر عمران کی نظریں بلیک زیرو کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ جو نہ معلوم کہاں غائب ہو گیا تھا۔

O

بلیک زیرو نے مضطربانہ انداز سے عمران کی طرف دیکھا۔ مگر عمران بدستور کتوں میں منہمک تھا۔ جس آدمی کو بلیک زیرو نے تاڑا تھا وہ نکلا جا رہا تھا۔ مگر عمران نے نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ پھر بلیک زیرو کے ذہن میں صرف یہی بات آئی تھی کہ وہ اس کا تعاقب کرے۔

ظاہر ہے کہ عمران نے کتوں کو نرغے میں لے لیا تھا۔ لہٰذا فی الحال اس پر کسی حملہ کا خطرہ نہ تھا۔ اور یہ پراسرار شخص جو کتوں کو جال میں پھنستے دیکھ کر بری طرح چونکا اور فوراً ہی تیزی سے مڑ کر گلی میں داخل ہوا تھا نکلا جا رہا تھا۔ لہٰذا اس نے عمران کو چھوڑ کر اس کے تعاقب کو بہتر سمجھا۔

پر پیچ گلیوں سے ہوتا ہوا وہ شخص تقریباً نصف گھنٹے تک پیدل ہی چلتا رہا۔ اگر وہ کسی سواری کا سہارا لیتا تو بلیک زیرو کو بڑی پریشانی

کا سامنا کرنا پڑتا۔ فوراً ہی دوسری سواری کا مہیا ہونا قدرے ناممکن تھا لہٰذا اسے بلیک زیرو کی خوش قسمتی ہی کہنا چاہیئے کہ اس کا شکار کسی سوچ میں پیدل ہی چل رہا تھا۔

اگرچہ اس شخص نے اب تک پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔ شاید اسے احساس ہی نہیں تھا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بلیک زیرو تعاقب میں بڑی احتیاط برت رہا تھا۔ بلیک زیرو نے یہ بھی نہیں سوچا تھا کہ ہو سکتا ہے یہ شخص قطعی غیر متعلق ہو۔ وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ کامل یقین تھا کہ یہ شخص کتوں سے یقیناً تعلق رکھتا ہے۔ کتوں کے جال میں پھنستے ہی اس کے چہرے پر بدحواسی اور اضطرابی کیفیت کو اس نے اچھی طرح محسوس کیا تھا۔

یک بیک اسے ٹھٹھکنا پڑا۔

وہ شخص ایک بوسیدہ سے مکان میں داخل ہو رہا تھا۔

بلیک زیرو ایک لمحے کے لئے ٹھٹھکا۔ پھر فوراً ہی قریب کی ایک ٹوٹی ہوئی دیوار پر چڑھ کر اس طرح دیکھنے لگا جیسے دوسری طرف اترنا چاہتا ہو۔ مگر یہ اور بات ہے کہ وہ دوسری طرف اترنے کے بجائے اس بوسیدہ سے مکان میں جھانک رہا تھا جس میں وہ شخص داخل ہوا تھا۔

اندر متعاقب شخص موم بتی کی روشنی میں کچھ تلاش کر رہا تھا۔ پھر جلد ہی وہ واپس آنے کے لئے مڑ گیا۔

اس کے مڑتے ہی بلیک زیرو دیوار کی دوسری طرف مڑ گیا۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

مکان سے نکل کر وہ سیدھا سڑک کی طرف آیا۔ اور ایک طرف چلنے لگا۔ بلیک زیرو نے اندازہ لگایا کہ وہ ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف جا رہا تھا۔ اس کا خیال درست ہی نکلا۔

اس نے ایک ٹیکسی لی اور چل دیا۔ بلیک زیرو نے بھی لپک کر دوسری ٹیکسی کا دروازہ کھولا۔

"اس کا پیچھا کرو۔" اس نے بھرائے لہجے میں کہا۔

ٹیکسی ڈرائیور نے مشتبہ نظروں سے اسے دیکھا۔ مگر کچھ بولا نہیں

"پولیس!" بلیک زیرو نے اس کا شک دور کرنے کی خاطر کہا۔ اور رونالڈ اسکرین کی طرف دیکھنے لگا۔

"فاصلہ زیادہ رکھو۔ انہیں تعاقب کا علم نہیں ہونا چاہیئے۔" وہ بولا۔

"بہتر صاحب۔" ٹیکسی ڈرائیور نے جواب دیا۔

تعاقب بہت زیادہ دیر نہ رہا۔

آگے والی ٹیکسی جیسے ہی اس علاقے کی طرف مڑی، جہاں ناجائز شراب کی بے شمار بھٹیاں تھیں۔ بلیک زیرو کو اندازہ ہو گیا کہ اب تعاقب ختم ہونے ہی والا ہے۔

ٹیکسی ایک مکان پر رکی جو کسی حد تک شکستہ تھا۔

بلیک زیرو نے اپنی ٹیکسی موڑ پر ہی رکوا لی تھی۔ سیدھی سڑک پر اب اس کے دیکھے جانے کا احتمال نہ تھا۔

ٹیکسی کو روانہ کر کے بلیک زیرو آگے بڑھ گیا۔

o

عمران کتوں کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اور سلیمان اس طرح منہ پھاڑے کھڑا تھا جیسے عمران پر دیوانگی سوار ہو گئی ہو۔

کتے پنجرے میں بند تھے اور بدستور غرا رہے تھے۔ انداز ایسا ہی تھا کہ جیسے عمران پر جھپٹ پڑنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔

اچانک ٹیلیفون کی گھنٹی بجی اور عمران چونک پڑا۔

"ہیلو۔" وہ ریسیور اٹھاتے ہوئے بولا۔

"میں مجرز آباد کی تھانے سے بول رہا ہوں جناب۔" دوسری جانب سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔ "توقع تو نہیں تھی کہ آپ ملیں گے مگر۔"

"مختصر بات کرو۔" عمران ناخوشگوار لہجے میں بولا۔ "تم کہاں غائب ہو گئے تھے۔"

"وہی بتانے جا رہا ہوں جناب۔" بلیک زیرو نے کہا۔ پھر مختصر طور پر واقعات بتاتے ہوئے بولا۔ "اب آپ جلد آ جایئے۔"

"تم وہیں ٹھہرو۔ میں آ رہا ہوں۔" عمران نے کہا اور ریسیور کریڈل پر ڈال کر بے عجلت اٹھا۔ سلیمان کو کتوں کے متعلق ہدایت کرتا ہوا باہر نکل آیا۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

بلیک زیرو تک پہنچنے میں اسے بمشکل دس منٹ صرف کرنے پڑے۔

"کیا رہا۔" اس پہنچتے ہی سوال کیا۔

"وہ ابھی تک اندر ہی ہے۔" بلیک زیرو نے سرگوشی کے لہجہ میں جواب دیا۔

"تنہا ہی ہے؟"

"ایسا ہی لگتا ہے۔ ویسے میں اپنا اطمینان کر چکا ہوں۔"

"چلو۔" عمران اسے آگے دھکیلتا ہوا بولا۔

بلیک زیرو سمجھا تھا کہ شاید عمران عقبی دیوار کے سہارے اندر داخل ہوگا۔ مگر وہ اسے دروازے کی نگرانی کرنے کی ہدایت کرتا ہوا اندر داخل ہوگیا۔

اندر ٹوٹی ہوئی میز پر لیمپ جل رہا تھا۔ اور پلنگ پر کوئی شخص اس طرح لیٹا ہوا تھا جیسے وہ سو رہا ہو۔ عمران نے چاروں طرف دیکھا اور اس کی نظر اچانک الماری میں رکھے ہوئے پرانے جوتے کی طرف اٹھ گئی۔

جوتے سو فیصدی عمران کے تھے۔

عمران نے سیٹی بجانے والے انداز ہونٹ سکوڑے۔ صرف سکوڑے ہی نہیں بلکہ باقاعدہ سیٹی بجانے لگا۔ ردِ عمل کے طور پر سونے والا ہڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

پھر جیسے ہی اس کی نظر عمران پر پڑی وہ بری طرح بوکھلا گیا۔

"تم کون ہو۔!" اس کے منہ سے نکلا۔

"قطعی ذہین نہیں ہوں۔" عمران نے چبھتے ہوئے انداز میں کہا۔

"تمہیں کچھ اور پوچھنا یا کہنا چاہیئے تھا۔"

"عمران۔!" وہ پھر بولا۔

"یہ دوسری حماقت ہے۔ جب ایک چیز جانتے ہو تو پھر خواہ مخواہ زبان کو تکلیف دے کر کیوں اترجی برباد کر رہے ہو۔"

"میں یہاں تمہاری موجودگی کی وجہ پوچھنا چاہتا ہوں۔" دفعتاً وہ شخص غصیلے لہجے میں بولا۔

عمران مسکرا دیا۔ "تم گدھے ہو۔"

"شٹ اپ۔" وہ حلق پھاڑ کر بولا۔ پھر اچھل کر کھڑا ہوگیا۔

"بکو مت۔!" یک بیک عمران کا لہجہ بدل گیا۔ "زبان کی جنبش کے ساتھ اگر تم نے جسم کو بھی حرکت دی تو نتیجہ کے تم خود ذمہ دار ہوگے پھر اس کی پتلون کی جیب کا ابھار اور واضح ہوگیا۔

"اوہ۔" وہ شخص سنبھل گیا۔ پھر بولا۔ "میں اب تک نہیں سمجھ سکا ہوں کہ تم چاہتے کیا ہو۔"

"بہت اچھے۔!" عمران نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔ "کیا میں اپنے جوتے واپس لینے کا بھی حقدار نہیں ہوں۔"

عمران کے یہ کہتے ہی وہ چونک پڑا۔ پھر ریوالور کی پرواہ کئے بغیر اس نے عمران پر چھلانگ لگا دی۔

"ارے۔۔ رے۔۔۔ رے۔" عمران ایک طرف ہٹ گیا۔ مقابل اپنے ہی زور میں دوسری طرف آگرا۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"ارے یار کیا تم جانتے ہو کہ میری جیب میں ریوالور نہیں بلکہ پینسل ہے۔"
عمران نے احمقانہ انداز میں کہا اور مقابل چونک پڑا۔
پھر تو وہ واقعی شیر نظر آنے لگا۔ یہ اطمینان کہ عمران کے پاس ریوالور نہیں ہے۔ اس کو شیر کرنے کے لئے کافی تھا۔ مگر جلد ہی وہ ہانپنے لگا۔ عمران نے تھوکا مارا تھا۔ آخری چھلانگ میں جیب وہ کرسی کے پشتے سے ٹکرایا تو زمین پر گر کر اس سے اٹھا نہ گیا۔
"تم کتوں سے بھی بدتر ہو ماٹو ڈیئر ماٹو۔" عمران نے طنزیہ انداز میں کہا۔
"کم از کم کتے اس طرح ہانپ کر زمین پر تو نہیں ڈھیر ہو جاتے تھے۔"
"ماٹو۔" اس شخص نے دہرایا۔ پھر بولا۔ "اوہ۔ تو تم مجھے پہچان گئے۔"
پھر بیٹھے بیٹھے اس نے بھرپور چھلانگ لگائی۔
ماٹو چھلانگ غیر متوقع تھی یا عمران کے تیار رہے ہی گردش میں آ گئے تھے۔ ماٹو بس اس سے لپٹ ہی گیا تھا۔ عمران نے بہت کوشش کی کہ وہ اس کی گرفت ڈھیلی کر سکے۔ مگر ماٹو شاید جھنجلایا ہوا تھا۔ اس نے عمران کو بری طرح جکڑ رکھا تھا۔
دفعتاً عمران کے منہ سے رو دینے والی آواز نکلی۔ پھر اس کا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔
ماٹو نے حیرت سے کچھ سوچا اور اس کی طرف دیکھنے لگا۔ یہی ایک موقع تھا۔ پھر بھلا ایک بار نجات پا جانے کے بعد عمران دوبارہ کیسے گرفت میں آتا۔ البتہ اب ماٹو کو اپنی حیرت خطرے میں نظر آنے لگی تھی۔

عمران نے کسی مشتاق مرغابی کی طرح ماٹو کو گھٹنوں پر رکھ لیا تھا۔
تھوڑی ہی دیر میں ماٹو بے دم ہو کر زمین پر گر پڑا تھا۔
جسم بے حس تھا۔ صرف آنکھوں سے اس کی زندگی کا پتہ چلتا تھا۔ مگر نہیں، سینہ بھی تو لوہار کی دھونکنی کی طرح پھول۔ پچک رہا تھا۔
عمران کینہ توز نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔
"اب تم مجھے کتوں کا مقصد سمجھاؤ گے۔" اس نے سر سہلاتے ہوئے لہجہ میں کہا۔
ماٹو ٹھوکر نگل کر رہ گیا۔
"دنیا میں آج تک مجھ سے بڑا کوئی ایکٹر پیدا نہیں ہوا۔" عمران کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "لہٰذا میرے سامنے ایکٹنگ بیکار ہی رہے گی پیارے۔ کیا سمجھے۔!"
"میں کچھ نہیں جانتا۔" دفعتاً ماٹو نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔
"بہت اچھے۔!" عمران مضحکہ اڑانے والے انداز میں بولا۔ پھر جیب سے ریوالور نکال کر اس کی طرف کرتے ہوئے بولا۔ "کبھی کبھی پینسل ریوالور بھی ثابت ہو جاتی ہے۔"
ماٹو حیرت سے ریوالور کی طرف دیکھ رہا تھا۔ یہ اعشاریہ تین ناپ کا ننھا سا ریوالور تھا جس کے متعلق عمران نے کہا تھا کہ پینسل ہے۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار پیدا ہو گئے۔ اگر یہ ریوالور تھا ہی تو عمران کو اس سے پہلے ہی کام لے لینا چاہیئے تھا۔ خواہ مخواہ ہاتھا پائی کیوں

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

کی گئی۔ تو پھر... دفعتاً مالٹو کے ذہن میں ایک خیال ابھرا۔ تو ریوالور خالی ہے۔

عمران بڑے غور سے مالٹو کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ یک بیک وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "نہ... نہ یہ سوچنے کی حماقت بھی نہ کرنا کہ ریوالور میں گولیاں نہیں ہیں"۔ پھر اس نے سامنے کی دیوار میں نشانہ لگا دیا۔ گولی نہ صرف اچھا خاصا سوراخ کرگئی بلکہ دھماکہ بھی ہوا۔ "ریوالور میں سائلنسر لگا ہوا ہے بس ایک چٹ کی آواز پیدا ہوئی اور بس"۔

مالٹو کی آنکھوں میں [illegible]

"تم کیا چاہتے ہو"۔ وہ ہراساں ہو کر بولا۔

"جو میں کہوں گا منہ تو تم کھلانے سے رہے۔ گتوں کے نشہ سے ہی واقف کرا دو"۔

"گتوں کا نشہ"۔

"کیوں۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں"۔ عمران چبھتے ہوئے لہجہ میں بولا۔

"یا تو کتے کے نشے میں تھے یا میرے جسم میں کوئی محلول چھڑک کر انہیں صرف مجھ پر ہی حملہ آور ہونے کا موقع دیا گیا ہے۔ کیوں۔؟"

مالٹو پلکیں جھپکانے لگا۔

دفعتاً عمران کا لہجہ بدل گیا۔ "باتوں میں وقت ضائع نہ کرو"۔ وہ سخت لہجہ میں بولا۔ "تمہارے فرشتوں کو بھی پتہ نہیں ہوگا کہ مجھ پر حملہ کرنے

کا مقصد کیا ہے۔ تم مجھے صرف اس آدمی کا پتہ بتاؤ جس کے لئے تم کام کر رہے ہو"۔

مالٹو کچھ نہ بولا۔ البتہ اس نے سر جھکا لیا تھا

دفعتاً عمران کچھ بڑھا اور الٹے ہاتھ کا پھر پورا ہاتھ رسید کرتے ہوئے بولا۔ "تمہارے باپ کو بھی بتانا پڑے گا کہ تم کس کے لئے کام کر رہے ہو"۔

مالٹو کی آنکھوں سے چنگاریاں برسنے لگیں۔ جبڑے سے سرخ سرخ خون بہہ کر ٹھوڑی پر بہہ رہا تھا۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اگر اس میں ذرا سی بھی قوت ہوتی تو وہ عمران کو کسی حالت میں بھی زندہ نہ چھوڑتا۔

عمران نے تو راہی دوسرا ہاتھ رسید کر دیا۔

یا تو وار کاری تھا یا پھر مالٹو کو ہی عقل آگئی تھی۔ وہ خود ہی چیخ پڑا۔ "باس۔ بس کرو۔ میں بتاتا ہوں۔ پھر وہ حلق سے بہ مشکل تھوک نگلتا ہوا بولا۔ "پی۔ پانی۔ ذرا پانی دو مجھے"۔

عمران چند لمحے اسے گھورتا رہا۔ پھر کچھ سوچ کر قریب رکھی ہوئی صراحی سے گلاس میں پانی انڈیل کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ مگر شاید مالٹو میں اتنی ہمت بھی نہیں رہ گئی تھی کہ وہ گلاس پکڑ سکتا۔ پھر اس کے سوا عمران کے پاس اور کیا چارہ تھا کہ وہ خود ہی اس کو پانی پلاتا۔ گلاس خالی ہوتے ہی مالٹو نے ایک طویل سانس لی۔ اور کچھ اس

Pakistanipoint
Waqar Azeem
وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

طرح نظر آنے لگا جیسے بولنا چاہتا ہو مگر شروع کرنے کے لئے مناسب الفاظ نہ مل رہے ہوں۔

"تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔" عمران ہاتھ اٹھاتا ہوا بولا۔ "صرف اس کا نام بتاؤ جس کے لئے تم کام کر رہے ہو۔"

"جمشید۔" مالٹو کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"اوہ۔" عمران کے لب بھنچ کر رہ گئے۔ "رابرٹ بارکا منیجر۔"

مالٹو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران نے بڑے غور سے اس کے چہرے کو دیکھا۔ پھر تاثرات کا اندازہ کرنے کے بعد بولا۔ "تم شاید ٹھیک ہی کہہ رہے ہو۔ خیر اسے بھی دیکھ لوں گا۔"

پھر وہ واپسی کے لئے مڑ گیا۔

"ٹھہرو۔" مالٹو نے کراہتے ہوئے پکارا۔ "تم نے کتوں کے متعلق کچھ نہیں پوچھا۔"

"پھر تم ہی بتا دو۔ ویسے آتا میں جانتا ہوں کہ وہ کتے صرف ایک مخصوص بو پر جھپٹتے ہیں۔ انہیں مجھ سے کچھ سروکار نہیں۔"

"تم ٹھیک سمجھے۔" مالٹو نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ "وہ دراصل۔"

مگر مالٹو کا جملہ ادھورا ہی رہ گیا۔ باہر گولیوں کے چلنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

عمران کی پیشانی پر لکیریں ابھر آئیں۔ اس نے مالٹو کی طرف گہری نظروں سے دیکھا۔ مگر وہاں صرف حیرت ہی نظر آئی۔ جیسے اس کے لئے بھی گولیوں کا تبادلہ متحیر کن ہو۔

یک بیک عمران نے الوؤں کی طرح آواز نکالی اور دروازے کی طرف اوٹ میں ہو گیا۔

اس کی آواز کا جواب الو کی آواز میں فوراً ہی مل گیا۔ پھر اسے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔ "وہ نکلا جا رہا ہے جناب۔"

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

o

عمران بری طرح بھونک رہا تھا۔ اور کتے اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ سلیمان اور جوزف اس کے قریب بیٹھے ہوئے تھے سلیمان کے انداز میں لاپرواہی تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عمران اسی قسم کی اوٹ پٹانگ حرکتوں کا عادی ہے مگر جوزف بڑی ہمدردانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا

"باس۔۔ باس۔" وہ کہہ رہا تھا۔ "خدا کے لئے یہ محویت ختم کرو۔ یہ تمہیں روز بروز کیا ہوتا جا رہا ہے۔"

"بھوں۔" عمران اس کی طرف اس طرح پلٹا جیسے کاٹ کھانے کا ارادہ رکھتا ہو۔ اور جوزف بوکھلا کر دوسری طرف الٹ گیا۔

"باس۔ خدا کے لئے باز آجاؤ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔" جوزف اٹھتا ہوا بولا۔ پھر سینے پر کراس بناتے ہوئے بڑبڑایا۔ "اے خدا اس شخص پر رحم کر۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے اس کے جسم میں فوماینہ کی خبیث روح حلول کر گئی ہو۔۔۔ رحم۔۔۔ رحم۔۔۔ گاڈ رحم کر۔"

"اے او۔ فوماینہ کی اولاد۔ یہ کیا بک رہا ہے۔" عمران اس پر الٹ پڑا۔

"توبہ۔۔۔ توبہ کرو باس۔" جوزف کانپتا ہوا بولا۔ پھر کان پکڑتا ہوا گڑگڑایا۔ "فوماینہ کی اولاد۔ ارے باس یہ تم نے کیا کہہ دیا۔ جانتے ہو فوماینہ کون تھی۔"

عمران سے پہلے ہی سلیمان بول پڑا۔ "تیری ہونے والی جورو ہوگی۔"

"چوپ کیفگیر کے تخم۔" جوزف حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"جوزف۔ یہ کیا بدتمیزی ہے۔" عمران ناخوشگوار لہجہ میں بولا۔ "چلو تم لوگ جاؤ۔"

"نہیں باس۔" جوزف مٹھیاں بھینچتا ہوا بولا۔ "اس بادرچی کے بچے سے کہو کہ وہ اپنے الفاظ واپس لے۔ فوماینہ میری جورو ہوگی۔ ارے باپ رے۔"

"ابے یہ فوماینہ ہے کون۔؟"

"باس۔ نہ پوچھو وہ کون تھی۔ ارے وہ ایک کتیا کے پیٹ سے پیدا ہوئی تھی۔ مگر اس کی نسل ایک خنزیر سے ملتی ہے۔ تم نہیں سمجھو گے باس۔ دیکھو میں سمجھاتا ہوں۔۔ ایک جنگلی کتیا۔ اور ایک خنزیر۔ بھلا سوچو باس ان دونوں کا ملاپ کیا رنگ لایا ہوگا۔ بس اس ملاپ سے فوماینہ کا جنم ہوا۔۔ بدبخت فوماینہ۔۔ جس کا چہرہ خنزیر کی طرح اور باقی دھڑ جنگلی کتوں کی طرح تھا۔ وہ ایک بدروح تھی باس۔ اس کا سایہ جس کے

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

سر پر پڑ جاتا بس وہ بھی بھونکنے لگتا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ اس کی دم بھی ہلنے لگتی تھی۔"

"ابے۔" عمران نے بوکھلا کر کہا۔ "ذرا دیکھ تو جوزف میری دم تو نہیں ہل رہی ہے۔"

"نہیں باس۔!" جوزف نے ہاتھ کی پشت پر دیکھ کر کہا۔ اور سلیمان کا قہقہہ بے ساختہ آزاد ہو گیا۔

پھر اس سے پہلے کہ جوزف سلیمان پر جھپٹتا۔ عمران نے سختی سے ان دونوں کو الگ الگ بیٹھنے کو کہا۔

وہ اب پھر کتوں کی طرف دیکھنے لگا۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ یک بیک کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے جلدی سے قمیض اتاری اور کتوں کے پنجرے کے سامنے اچھال دی۔ کتوں نے ہلکی سی "لف" کی اور اسے گھور کر رہ گئے۔ اب عمران بنیان اتار رہا تھا۔ بنیان بھی قمیض کی طرح پنجرے کی طرف اچھال دیا گیا لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔

پھر جیسے ہی عمران پینٹ اتارنے کے لئے جھکا۔ جوزف بوکھلا اٹھا "یہ کر رہے ہو باس۔"

سلیمان بھی متحیر تھا۔ اس کی عقل خبط ہو گئی تھی۔

پینٹ بھی پنجرے کے سامنے آ پڑی۔ اس سے اتنا ضرور ہوا کہ کتے بھونکنے لگے۔ مگر وہ پینٹ کی طرف متوجہ نہیں تھے۔ بلکہ عمران کی طرف کو

منہ کر کے بھونکتے چلے جا رہے تھے۔

"جب... باس۔" جوزف نے لرزتے ہوئے کہا۔ "اب انڈرویر نہ اتارنا۔ ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔"

عمران کے جسم پر واقعی اس وقت صرف انڈرویر تھا۔ سب کپڑوں سے بے نیاز جسم اس قدر دلکش اور متناسب لگ رہا تھا کہ اگر جولیا ہوتی تو اس کے منہ سے بے ساختہ سسکی سی نکل جاتی۔

"کیا ہم لوگ پردہ کر لیں۔" سلیمان نے پوچھا۔ اور عمران کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"شاید اب یہی کرنا پڑے گا۔" وہ بولا۔ "لیکن ٹھہرو۔ ابھی نہیں۔"

پھر وہ اپنی گھڑی اتارنے لگا۔

"پھینکے گا نہیں۔" سلیمان بنیان نہ اتارنے میں اٹھ کھڑا ہوا۔ "لاؤ میں ان سانپوں کے پنجرے کے قریب رکھ آؤں۔"

پھر اس نے ایسا ہی کیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جس ساخت کی گھڑی عمران کے پاس ہے وہ ملک بھر میں نہ ملے گی۔

گھڑی نے بھی جب کوئی کارنامہ انجام نہ دیا تو عمران کے چہرے پر تشویش کے آثار نمایاں ہو گئے۔

"اچھا بیٹا۔" وہ بڑبڑایا۔ "اگر اس بار بھی وہ نہ ہوا جو میں چاہتا ہوں تو یقیناً خودکشی کر لوں گا۔"

پھر وہ جوزف کی طرف مڑتے ہوئے بولا۔ "جوزف... میں یہ

وقار عظیم
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

انگوٹھی پنجرے میں پھینک رہا ہوں۔ اگر کتوں نے اس کو جھپٹنے کی کوشش نہ کی تو یقیناً میں تیری شادی ان دونوں سے کر دوں گا۔ کیا سمجھا۔؟"

"یس۔۔ یاس۔!" جوزف تھوک نگل کر رہ گیا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں جوزف۔!"

"تمہیں کیا ہو گیا ہے باس۔! خدا کے لئے میری ماتو اور شراب کی تین بوتلوں سے نہا کر یوبان کا دھواں ناک میں ڈالو۔ فوماینہ کی بد روح بھاگ جائے گی۔"

مگر عمران انگوٹھی پنجرے کے قریب اچھال چکا تھا۔

"ارے باپ رے۔" جوزف بوکھلا گیا۔

وہ منظر ہی ایسا تھا۔ پنجرے میں بند کتے خونخوار شیروں کی طرح غرا رہے تھے۔ انگوٹھی پنجرے سے باہر تھی اور کتے بالکل اسی طرح سلاخوں سے ٹکرا رہے تھے جیسے وہ انگوٹھی کو کسی بھی طرح حاصل کرنا چاہتے ہوں خواہ اس کے لئے انہیں لوہے کی سلاخیں ہی کیوں نہ توڑنی پڑیں۔

چند منٹ میں ہی کتوں کی پیشانیاں لہولہان ہو گئیں۔ مگر ان کے جوش و خروش میں کوئی کمی نہیں آئی۔ وہ بدستور اسی جوش میں غرا غرا کر انگوٹھی کی طرف لپک رہے تھے۔

عمران پنجرے کے قریب آ گیا۔ مگر کتوں نے اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ جیسے اس سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔

عمران کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے جھک کر انگوٹھی اٹھائی اور اس میں لگے ہوئے نگینے کو بغور دیکھنے لگا۔

⁂

دوسری طرف بلیک زیرو عمران کی ہدایت پر صفدر، تعمانی اور خاور کو فون کرنے کے بعد اب تنویر کو رنگ کر رہا تھا۔

"یس سر۔!" دوسری طرف سے تنویر کی آواز ابھری۔

"سنو! تم نے فوری طور پر مکان چھوڑ کر رابرٹ بار میں پہنچنا ہے۔ وہاں صفدر، تعمانی اور خاور بھی قبل پہونچ چکے ہوں گے۔ تم کار لیکر جاؤ گے اور بار کے گیٹ سے الگ ہٹ کر کسی محفوظ جگہ کھڑے ہو کر صفدر، تعمانی اور خاور کے منتظر رہو گے۔ وہ لوگ وہاں کسی کی لاش لائیں گے۔۔۔ تم انہیں لے کر دانش منزل پہنچو گے۔"

"آل رائٹ سر۔ مگر رابرٹ بار۔۔۔؟"

"کیا بکتے ہو۔؟" ایکسٹو کی غراتی ہوئی آواز آئی۔ کیا شہر کے بدنام ترین ہوٹلوں اور باروں کے متعلق تمہاری معلومات

وقار عظیم
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

صفر ہیں۔"

"جج... جناب۔!"

"کچھ نہیں۔ یہ تمہاری نااہلی کا ثبوت ہے۔ سنو رابرٹ بارکلسن روڈ پر واقع ہے۔ اب پوچھو کہ نکلسن روڈ کہاں ہے۔"

"میں سمجھ گیا جناب۔" تنویر نے تھوک نگل کر کہا۔ اور شاید کار کے نمبر بھی تبدیل ہوں گے جناب۔!"

"تنویر تم گدھے ہو۔" ایکسٹو کی آواز میں نہ صرف غصہ بلکہ وارننگ بھی تھی۔ "تمہیں اس کی سزا ضرور دی جائے گی۔ کیا یہ معمولی قسم کی بات تھی۔"

تنویر نے کچھ کہنا چاہا۔ مگر بلیک زیرو نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

تنویر کو ہدایت کرنے کے بعد اس نے عمران کے نمبر ڈائل کئے اور جواب کا منتظر رہا۔

دوسری طرف سے فوراً ریسیور اٹھا لیا گیا۔

"میں نے سب کو ہدایات دیدی ہیں جناب!" وہ بولا۔

"ایک دلچسپ بات سنو۔" عمران اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

"کتوں کو میری انگوٹھی سے پیار تھا، مجھ سے نہیں۔"

"میں سمجھا نہیں جناب۔"

"کتوں کا مطلب سمجھاؤں یا انگوٹھی کا۔"

"اوہ..." بلیک زیرو نے کہا۔ "تو کیا آپ یہ راز پانے میں کامیاب ہو گئے کہ کتے صرف انگوٹھی کے سبب آپ پر جھپٹتے تھے۔"

"گڈ۔!" عمران کی آواز میں تحسین کی چھلکیاں تھیں۔ "تم بہت جلد بات سمجھ جاتے ہو بلیک زیرو۔"

"شکریہ جناب!" بلیک زیرو نے کہا۔ پھر چند لمحے توقف کے بعد بولا۔ "جناب! وہ پچھلی رات کے حملہ آور کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو سکا۔!"

"میں بھی اس سلسلے میں ابھی اندھیرے میں ہوں۔" عمران نے کہا۔ "مگر جیسا کہ میں تمہیں مالٹو کے متعلق تفصیل بتا چکا ہوں۔ اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ رابرٹ بار کا مینیجر جمشید ہی ہو سکتا ہے۔"

"اگر ایسا ہی ہے۔" بلیک زیرو بولا۔ "اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ رابرٹ بار....."

"گھاس کھا گئے ہو کیا۔؟" عمران ناخوشگوار لہجہ میں بولا۔ "جمشید کو بلا کون رہا ہے۔!"

"کیا..؟" بلیک زیرو بوکھلا گیا۔ "آپ کی ہدایات پر ہی تو صفدر، تنویر، خاور اور تنویر کو بھیجا گیا ہے۔"

"بھیجہ استعمال کرو بلیک زیرو... مقصد صرف ہنگامہ اور مجرموں کو آگاہی ہے کہ ہم ان تک پہنچ رہے ہیں۔"

"اوہ۔!" بلیک زیرو کے منہ سے نکلا۔ پھر وہ کچھ سوچ

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

کر بولا "مگر جناب اس طرح تو ہمارے آدمی اس کی نظروں نہیں آجائیں گے۔"

"میں بیسیوں بار کہہ رہا ہوں کہ عقل استعمال کرو۔ ارے بھئی جو شخص مجھ سے واقف ہے اور میری اندرونی طاقت کو جانتے ہوئے مجھ پر چالاکی سے حادثہ نما حملہ کرا کے قتل کروانا چاہتا ہے۔ اس کی نگاہ میں یقیناً میرے سب ماتحت ہوں گے۔"

"لیکن اگر جمشید پر زور ڈال کر اس سے ہی اگلوا لیا جائے کہ اصل مجرم کون ہے تو کیا بہتر نہ ہوگا۔"

"جمشید کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہوگی۔" عمران نے جواب دیا۔ "میں جانتا ہوں کہ جمشید کس قسم کے مجرموں میں سے ہے۔ اسے محض آلہ کار بنایا گیا ہے۔ روپیہ بھر پور دیا گیا ہوگا۔ لہٰذا اس کو یہ جاننے کی ضرورت نہیں ہوگی کہ قتل کی وجہ کیا ہے اور قتل کرانے والا کون ہے۔"

"تو پھر۔"

"پھر یہ کہ ذہین کو ذہانت سے مارو۔ مجرم جو خود کو محفوظ سمجھتا ہے اسے بوکھلا کر اندھیرے سے نکال لاؤ۔ اس طرح بڑی آسانی سے وہ پھنس سکتا ہے۔ کیا سمجھے!"

"میں سمجھ گیا جناب!" بلیک زیرو نے ٹھنڈی سانس لیکر کہا

"اور سنو۔" عمران جلدی سے بولا۔ اگر جمشید قابو میں آجائے اور صفدر وغیرہ اسے دانش منزل میں لے ہی آئیں تو مجھے فوراً

مطلع کرنا۔"

"آل رائٹ سر!"

∴ ∴ ∴

تنویر نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ اور ڈرائیونگ سیٹ پر مضبوطی سے جم کر بیٹھ گیا۔

بار کے اندر سے ہنگامہ کی آواز یہاں تک سنائی دے رہی تھی۔ تنویر سوچ رہا تھا کہ شاید باہر میں کان پڑی آواز بھی سنائی نہ دے رہی ہوگی۔ غالباً سب ہی حلق پھاڑ کر چیخ رہے تھے۔

اس نے بار گیٹ کی طرف دیکھا۔ لوگ اس طرح بدحواسی سے باہر بھاگ رہے تھے جیسے ملک الموت ان کے تعاقب میں ہو۔ پھر اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ لوگوں کے پیچھے درجنوں شہد کی مکھیاں اڑ رہی تھیں۔

تنویر کے لبوں پر مسکراہٹ ابھری۔ جیسے سب کچھ اس کی سمجھ میں آگیا ہو۔

شہد کی مکھیاں اب کافی تعداد میں باہر آگئی تھیں۔ تنویر

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

نے جھپٹ کر کار کے شیشے چڑھا لیے۔ اور انتظار کرنے لگا۔ اسے بہت زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا۔ صفدر نے خود ہی دروازہ کھولا تھا اور کسی کو اندر دھکیل کر خود بھی پیچھے آ بیٹھا تھا۔ اگلی نشست پر منویر نے خاور اور نعمانی کو بٹھایا تھا۔

چند ہی لمحوں میں کار فراٹے بھر رہی تھی۔

صفدر، خاور اور نعمانی نے اپنے چہروں سے سفید پٹی کی طرح کے چپکے ہوئے کاغذ اکھاڑنے شروع کر دیئے تھے۔ ہاتھوں کے دستانے وہ پہلے سے ہی اتار چکے تھے۔ شاید ان دستانوں اور چہرے پر چپکے ہوئے سفید پٹی کی طرح کاغذ کی وجہ سے ہی وہ ان شہد کی مکھیوں کے ڈنک سے بچ سکے تھے۔ البتہ جس شخص کو وہ لائے تھے۔ اس کے دو ایک جگہ سرخ سرخ نشانات سے یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ مکھیوں نے اسے ڈنک مارے ہیں۔

"زیادہ محنت تو نہیں کرنی پڑی۔" منویر نے ونڈ اسکرین پر نظریں جماتے ہوئے یونہی پوچھا۔

"نہیں۔" خاور نے مختصر سا جواب دیا۔

"یہ سفید پٹی چہروں پر چپکانے والی بات بھی خوب رہی۔" وہ ہنسا۔

"میرا خیال ہے کہ اگر ہم لوگ خاموشی سے راستہ طے کریں تو بہتر ہوگا۔" صفدر نے بھرائے ہوئے مگر خشک لہجہ میں کہا۔

کوئی کچھ نہ بولا۔ شاید سب نے ہی اس کی بات سے اتفاق کیا تھا۔

دانش منزل پہنچتے ہی انہیں جمشید کو چھوڑ کر واپس جانے کا حکم ملا۔ اور وہ سب واپس ہو گئے۔

* * *

بلیک زیرو کا فون ملتے ہی عمران دانش منزل دوڑا چلا آیا۔ اسے توقع نہیں تھی کہ جمشید آسانی سے ہتھے چڑھ جائے گا۔ جمشید دانش منزل کے مخصوص ساؤنڈ پروف کمرے میں بند تھا۔ جیسے ہی عمران وہاں داخل ہوا وہ بری طرح چونک پڑا۔

"تت۔۔۔ تم۔" وہ بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیوں۔؟" عمران خود کو ٹٹولتا ہوا بولا۔ "کیا میری دم نکل آئی ہے۔؟"

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"تو یہ سب کچھ تمہارا چلایا ہوا چکر ہے۔"

"چکر کی بات چھوڑو پیارے۔!" عمران نے کہا۔ "فی الحال یہ بتاؤ کہ تم نے مالٹو کی یقیہ ادائیگی کر دی یا نہیں۔"

"کون مالٹو۔" جمشید نے پوچھا۔ انداز بالکل ایسا تھا کہ احمق سے احمق آدمی سمجھ سکتا تھا کہ وہ ایکٹنگ کر رہا ہے۔

"بہت اچھے۔!" عمران نے کہا۔ پھر ایک کرسی پر پاؤں رکھتا ہوا بولا۔ "تم سے کوئی گفتگو کرنی بیکار ہے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم محض کرائے کے ٹٹو ہو۔ اصل مجرم کون ہے؟ یہ تمہارے فرشتوں کو بھی پتہ نہیں ہوگا... خیر... وہ کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر سر ہلانے لگا۔ یک بیک اس نے چٹکی بجائی اور شرارت آمیز انداز میں مسکرانے لگا۔

جمشید الجھن زدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"میں ابھی آیا۔" عمران نے اس طرح کہا جیسے کسی مہمان سے معذرت طلب کر کے باہر جانا چاہتا ہو۔ پھر وہ مڑا اور باہر نکل آیا۔

کمرے سے نکل کر وہ سیدھا بلیک زیرو کے پاس آیا۔ پھر اس کو کچھ ہدایات دینے لگا۔ بلیک زیرو سنتا رہا۔ اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگیں۔

"اوہ۔" اس کے منہ سے نکلا۔ پھر وہ کچھ اور کہنا ہی چاہتا تھا۔ مگر عمران کے اشارے پر اس نے لبوں کو بند کر لیا۔

○

جمشید نے بہ آہستگی دروازہ پر ہاتھ کا دباؤ ڈالا۔ اور دھیرے دھیرے کھولنے لگا۔

"کتنے احمق ہیں یہ لوگ۔" وہ سوچ رہا تھا۔ "بڑے سائنٹفک طریقہ سے مجھے اغوا کرایا۔ اس عظیم الشان عمارت کے اس شاندار کمرے میں رکھا اور بغیر دروازہ بولٹ کئے مجھے چھوڑ گئے۔"

دروازہ کھول کر اس نے ایک قدم آگے بڑھایا اور گردن باہر نکال اردگرد کا جائزہ لینے لگا۔

"کوئی نہیں ہے!" اس نے سوچا۔ اور دیوار سے چپکتا ہوا آہستہ آہستہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ بیرونی دروازہ کے متعلق اسے اچھی طرح علم تھا۔ وہ اتنا زیادہ ذہین نہیں تھا مگر نہ معلوم کس طرح اس نے عمارت میں داخل ہوتے وقت عمارت کے داخلے کے راستے کو ذہن میں محفوظ کر لیا تھا۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

انتہائی محتاط انداز میں قدم بڑھاتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا کہ اگر عمران دوبارہ کمرے میں آکر پھر لاپرواہی سے باہر نہ چلا جاتا تو اس کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہوتا کہ کمرہ وہ کھلا چھوڑ گیا ہے۔ عمران جب دوسری بار اس کے پاس آیا تھا تو اس نے بڑے مخلص انداز میں اس کے کاروبار اور خاندان کے متعلق دریافت کیا تھا۔ اس نے جب اپنی گرفتاری اور اغوا کے سلسلہ میں احتجاج کیا تھا تو عمران نے بڑی نرمی سے بتایا تھا کہ وہ اس کو قتل نہیں کرے گا۔ پھر عمران نے خود ہی کہا تھا کہ وہ جانتا ہے کہ جمشید کے ہاتھوں سے کتنے قتل ہو چکے ہیں۔ لیکن یہ گرفتاری اور اغوا اس سلسلے میں نہیں ہے۔

"پھر کس سلسلے میں۔؟" جمشید نے جھلا کر کہا تھا۔

"دھیرج مائی ڈیئر جمشید! دھیرج!" عمران نے پچکارتے ہوئے کہا تھا۔ "تم اگرچہ قاتل ہو مگر فی الحال قانون کی گرفت سے باہر ہو۔ لہٰذا میرا خیال ہے کہ کیوں نہ تمہیں کسی حادثے کا شکار کر کے ختم کر دیا جائے۔ تم بہرحال قاتل ہو اور تمہیں سزا ملنی ہی ہے پھر تاخیر کیوں۔؟"

"کک... کیا۔؟"

"نہ... نہ۔" عمران جلدی سے بولا۔ "یہاں تمہیں اس لئے نہیں لایا گیا ہے۔ بس چند دن آرام کرو۔ مجھے اس آدمی کو تلاش کرنے دو جس نے تمہارے ذریعہ مجھ پر کتوں کا حملہ کروایا تھا۔"

دفعتاً عمران کو سنبھلنا پڑا تھا۔ جمشید کسی بھوکے بھیڑیے کی

طرح جھپٹا تھا۔ پھر عمران بھی اس سے لپٹ گیا۔ خدا معلوم وہ خود لپٹا تھا یا جمشید نے جھلا کر ہی تاک کر لگائی تھی۔

چند لمحوں تک عمران اس سے لپٹا رہا۔ حالانکہ وہ بڑی آسانی سے چھٹکارا پا سکتا تھا۔ مگر تپہ نہیں اب تک وہ کیوں اسی طرح جمشید سے برسرِ پیکار رہا تھا۔

اچانک عمران نے ایک ہاتھ جھاڑ دیا۔

وار بھرپور تھا۔ پھر کنپٹی پر پڑنے سے تو یقیناً جمشید کو چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔ وہ دھڑام سے زمین پر آگرا۔ اس کے زمین پر گرتے ہی عمران غصیلے انداز میں مڑا۔ اور جھلاہٹ میں دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ باہر سے اس نے زور سے دروازہ بند کیا جس کی بلند آواز جمشید تک بھی پہنچی تھی۔

جمشید نے اسی وقت تاڑ لیا تھا کہ عمران جھلاہٹ اور غصے کے سبب دروازہ نہ تو بولٹ کر کے گیا ہے اور نہ ہی باہر سے تالا لگایا ہے۔

بیرونی دروازہ قریب آگیا تھا۔

جمشید نے چاروں طرف اطمینان کرنے کے بعد دروازہ سے باہر قدم نکال دیئے۔ پھر جیسے ہی وہ کھلی سڑک پر آیا۔ اس نے قدرتی طور پر خود کو تازہ دم محسوس کیا۔ مگر یہاں ٹھہرنا بہت زیادہ اچھا نہ تھا۔ اس نے جلد ہی قدم بڑھا دیئے۔

چلتے چلتے وہ ایک ایسی سڑک پر آگیا جہاں زندگی کے آثار موجود

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

تھے موٹر کاریں اور دیگر شہری سواریاں دوڑتی پھر رہی تھیں۔
اس نے ہاتھ اٹھا کر ایک ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا۔ ٹیکسی آگے سڑک پر ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ اس کو کھڑی دیکھ کر وہ اس کی طرف چل پڑا۔
ابھی ٹیکسی میں دس بارہ قدم کا فاصلہ تھا کہ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی شے اس پر سے چھلانگ لگا کر گذر گئی ہو۔ اس نے بوکھلا کر چاروں طرف دیکھا۔ اور کانپ کر رہ گیا۔
ایک خونخوار کتا اس کی طرف دوبارہ جھپٹنے کی تیاری کر رہا تھا۔
جمشید نے بھاگنا چاہا۔ مگر کتے نے یہ موقع نہیں دیا۔ وہ غراتا ہوا جھپٹا اور جمشید بلبلا کر رہ گیا۔
کتا اس کے بائیں ہاتھ کو پکڑ کر لٹک گیا تھا۔
جمشید کے حلق سے چیخ نکل گئی کتے کے نوکیلے دانت اس کے بازو میں پیوست ہوتے جا رہے تھے۔ اس نے ہمت سے کام لے کر دوسرے ہاتھ سے کتے کو ہٹانا چاہا۔ مگر اس کا نتیجہ بہت زیادہ خوشگوار نہ نکلا۔
کتے نے غضب ناک انداز میں اس کے چہرے پر اپنا پنجہ مارا تھا اور جمشید کا منہ لہولہان ہو گیا تھا۔
ٹیکسی والا منیجر کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ مگر شاید مداخلت کرنے کی اس میں بھی ہمت نہ تھی۔ چاروں طرف بے شمار راہگیر بھی

جمع ہو گئے تھے۔
دیکھتے ہی دیکھتے جمشید اس طرح بیدم ہو کر زمین پر گر پڑا جیسے جسم میں قطعی طاقت نہ رہی ہو۔ کتا بری طرح اس کا ہاتھ جھنجھوڑ رہا تھا۔
اچانک مجمع کے بیشتر لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔
کتا جمشید کے بائیں ہاتھ کی دو انگلیوں کو منہ میں دبا کر فوراً ہی نگل گیا۔ ایک انگلی میں انگوٹھی بھی تھی۔ جیسے ہی کتے نے انگلیاں نگلیں۔ اس کے منہ سے عجیب قسم کی غراہٹ نما آواز نکلی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ بھی جمشید کے پیر پر لمبا لمبا لیٹ گیا۔
جمشید کی طرح کتے کے جسم میں بھی حرکت معدوم ہو چکی تھی۔
"کھسک چلو۔" عمران نے بلیک زیرو کا ہاتھ دباتے ہوئے سرگوشی کی۔ اور بھیڑ سے باہر نکل آیا۔ "پولیس آتی ہی ہو گی۔"
"ہوں۔" بلیک زیرو نے بے خیالی میں کہا۔ وہ ابھی تک یہ سوچ رہا تھا کہ اگر اس دن عمران پر کتوں کا حملہ کامیاب ہو جاتا تو۔۔؟ یہ سوچتے ہی اس کے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔
اسی شام عمران فیاض سے ملا۔
مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا کہ اس واقعہ کی تشہیر کرائی جا سکے۔
"مگر تمہیں اس معمولی سے واقعے سے دلچسپی کیوں ہے۔؟" فیاض

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

نے پوچھا۔

"کیوں۔؟ کیا تمہیں گذشتہ واقعات کا علم نہیں ہے کہ کتے مجھ میں دلچسپی لے رہے ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر یہ تو معلوم ہی نہیں ہو سکا کہ پشت پر کون ہے۔ میں نے ذاتی طور پر کافی تفتیش کی ہے مگر نتیجہ صفر ہی نکلا ہے۔"

"اسی لئے تو کہتا ہوں کہ محکمہ سراغرسانی میں کیپٹن کا عہدہ تمہارے لئے سائز نہیں ہے۔" عمران نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

فیاض جھینپ کر رہ گیا۔

"تم چاہتے کیا ہو۔؟" وہ بولا۔

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ اس واقعہ کی تشہیر کی جائے۔"

"ٹھیک ہے کل کے اخبارات میں یہ خبر فوٹو تشہیر ہو جائے گی۔ مگر اس سے کیا حاصل۔؟"

"مزید کتے شہر میں چھوڑ دیئے جائیں گے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"کتوں کا مطلب تیاؤں یا بھونکنے کا۔؟"

پھر عمران بہت دیر وہاں نہیں رکا۔ فیاض روکتا ہی رہا۔ مگر عمران کی "ماتا" کے آگے کس کی چل سکتی تھی۔

عمران کا ذہن بوجھل ہو رہا تھا۔

وہ جمشید کی موت نہیں تھی۔ بھلا ایک ایسے قاتل کی موت سے عمران کا ذہن کیوں بوجھل ہوتا جو قتل کرنے کے بعد بھی گرفت میں نہیں آسکا تھا۔ عمران جانتا تھا کہ جمشید کے ہاتھوں سے ایک قتل ہو چکا ہے۔ مگر پولیس کوئی ثبوت حاصل نہ کر سکی تھی۔ ویسے بھی یہ کام سول پولیس کا تھا لہٰذا عمران کو ٹانگ اڑانا ضروری نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جمشید صاف بچ گیا تھا مگر عمران پر جیسے ہی کتوں کا حملہ ہوا اور اس میں جمشید ملوث پایا گیا عمران نے طے کر لیا تھا کہ وہ اس کو نہ چھوڑے گا۔ قتل کرنے کے بعد بھی صاف بچ نکلنا قاتل کے لئے اور زیادہ دلیر کا کا باعث بنتا ہے۔

پھر یہی ہوا کہ عمران نے وہ انگوٹھی جس پر کتے بھونکتے تھے۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

جمشید کی انگلی میں اس وقت پہنا دی تھی جبکہ وہ عمران پر دانش منزل کے ساؤنڈ پروف کمرے میں جھپٹا تھا۔ اس کے بعد اس نے خود ہی جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا تھا اور اس طرح جمشید کو اندھیرے میں رکھ کر اس کو صاف نکل جانے کا موقع فراہم کر دیا تھا۔ کتے اس کے پاس پہرے میں ہی تھے۔ ایک کتا اس راستے پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ جس راہ سے جمشید کو نکلنا تھا۔

لیکن کتا جمشید کی انگلیاں کاٹ کر نگل جائے گا۔ یہ بات عمران کے تصور میں بھی نہیں تھی۔ اور اسی وجہ سے اس کا ذہن منتشر ہو رہا تھا کہ انگوٹھی خواہ مخواہ ضائع ہو گئی۔ اور یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ انگوٹھی کی کس کشش سے کتے اس کے لئے بیتاب ہوتے تھے۔

اچانک وہ چونک پڑا۔

فلیٹ کا دروازہ بلند آواز میں کھلا تھا اور سلطانہ دیوانوں کی طرح داخل ہوئی تھی۔ وہ تیر کی طرح عمران کی طرف آئی۔ مگر اس کے قریب پہنچتے پہنچتے قریب کی کرسی سے ٹھوکر کھا کر گر پڑی۔ عمران لپک کر اٹھا اور اسے سنبھال کر کرسی پر بٹھا دیا۔ سلطانہ نیم بیہوشی کے عالم میں کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ عمران نے تشویش انداز میں اس کی طرف دیکھا۔ پھر سلیمان کو پکار کر اس نے ٹھنڈا پانی طلب کیا اور اس کے چہرے پر چھینٹے دینے لگا۔ سلطانہ کے چہرے پر ناگواری کے آثار پیدا ہوئے پھر آہستہ آہستہ وہ ہوش میں آنے لگی۔ عمران کے

اشارے پر سلیمان پہلے ہی کھسک چکا تھا۔

کچھ دیر بعد سلطانہ مکمل طور پر ہوش میں آ گئی۔ وہ عمران کو بڑی عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ عمران نے بھی براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھا اور معنی خیز انداز میں سر ہلانے لگا۔ یک بیک سلطانہ چھوٹ چھوٹ کر رونے لگی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ رکھا تھا۔ جسم کے ارتعاش سے یہ بھی پتہ چلتا تھا کہ ہچکیاں بھی جاری ہیں۔

سلطانہ ہچکیاں لیتی رہی اور عمران بور ہوتا رہا۔ وہ اس وقت کا انتظار کر رہا تھا جب وہ اپنا رونا دھونا ختم کر کے کوئی نئی کہانی سنائے۔

پھر ایسا ہی ہوا۔ سلطانہ نے جو کہانی سنائی اس پر عمران کو اچھل جانا چاہیے تھا۔ مگر وہ اس قسم کے آدمیوں کی طرح نہیں تھا جو اپنی اضطراری کیفیت پر قابو نہ پا سکتے ہوں۔

پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

O

ایکسٹو کے تمام ماتحت اس نئے حکم پر متحیر تھے جس کے تحت انہیں شام تک ایئر پورٹ پہنچ کر اس خصوصی طیارے میں سفر کرنا تھا جو صرف اس کے لئے وقف کر دیا گیا تھا۔ مگر اس سے زیادہ حیران کن حکم یہ تھا کہ فی الحال واپسی تک ان سب کو عمران کا ماتحت رہنا تھا۔ گویا عمران ان سب کے چیف کی حیثیت رکھتا ہے۔

شام کے ٹھیک پانچ بجے طیارے نے حرکت کی اور چند منٹ بعد ہی وہ فضا کی لامحدود وسعتوں میں اڑنے لگا۔ راستے بھر کوئی خاص بات رونما نہ ہو سکی۔ نہ معلوم کیوں عمران کی سنجیدگی سب کو ہی پراسرار لگ رہی تھی۔

دفعتاً انہیں چونکنا پڑا۔ طیارہ میں نصب ٹاکر وفون ایک ایسی آواز نشر کر رہا تھا جو سو فیصدی ایکسٹو سے مشابہ تھی۔ ایکسٹو کہہ رہا

تھا۔ تم سب اس وقت ایک ایسی مہم پر جا رہے ہو جو اگر کامیاب ہو گئی تو ملک و قوم پر ایک عظیم احسان ہو گا۔ میں اس وقت تفصیل تو نہ بتا سکوں گا مگر اتنا سمجھ لو کہ پڑوسی ملک جو ہمارا دشمن بھی ہے ہم پر جارحانہ حملہ کرنے کی غرض سے خود ہمارے ملک کے بنائے ہوئے مخفیہ ہمارے ملک کے وطن فروشوں سے حاصل کر رہا ہے۔ ہمارے ملک میں ان دنوں انتہائی وسعت کے ساتھ فوجی ہتھیار اور دفاعی انتظامات کے لئے خفیہ جہاز تیار ہوتے ہیں وہ سب ملک و قوم کی امانت ہوتے ہیں۔ مگر ہمارے ان ہتھیاروں میں سے بیشتر وہ دشمن ملک ہمارے ہی لوگوں کے ذریعہ حاصل کر رہا ہے۔ حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وطن فروش بہترین اور خطرناک قسم کے ہتھیاروں فالتو اور بیکار پرزوں اور ٹرکوں میں ڈال دیتے ہیں جو کرتی وغیرہ کہلاتی ہیں۔ لہٰذا ایسے وقعت چیزیں ادنیٰ قیمت پر فروخت کر دی جاتی ہیں اور پھر انہیں لاپرواہی سے اٹھا کر ان سے کام لیا جاتا ہے۔ مگر یہ تمہاری مہم اس لئے نہیں ہے کہ تم ان فالتو پرزوں اور بیکار کرتنوں سے کارآمد اور خطرناک ہتھیار چنو۔ بلکہ اس بار اس ملک نے انتہائی چالاکی سے وہ جدید ترین جہاز حاصل کرنے کا پلان بنایا ہے جو اس ایٹمی دنیا میں ایٹم بم کی طرح خطرناک تو نہیں البتہ اپنی نوعیت کا خطرناک ترین بمبار جہاز ہے۔ مہم کی کامیابی کے ضروری ہے کہ میں تمہیں اس جدید ترین جہاز کی تباہ کاریوں کے متعلق آگاہ کر دوں جس کی تفصیل تک ملک بھر میں صرف سات آدمیوں کو ہے یا پھر جہاز

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

تیار کرنے والے اٹھارہ انجینئروں کو۔ ستو یہ جہاز دیکھنے میں ایک عام بمبار جہاز کی طرح ہے۔ مگر تمہیں یہ سنکر حیرت ہوگی کہ اس میں کوئی بم نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی کوئی پائلٹ! جدید سائنسی طریقوں کے تحت اس کو ریڈیائی لہروں کے ذریعہ کنٹرول میں رکھا جاتا ہے اور اسی کے تحت اس کی رفتار اور اسکا رخ بدلا جاتا ہے۔ اس جہاز میں تقریباً ایک ہزار چھوٹے چھوٹے جہاز بند ہوتے ہیں۔ دشمن کو شکست دینے کے لئے اس کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ بغیر کسی ایئرپورٹ کے اس کو جہاں سے چاہے اڑا کر جس رخ پر چاہے بھیجا جا سکتا ہے۔ مقررہ جگہ پر پہنچ کر یہ جہاز خود بخود فضا میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ اور اس کے ٹکڑے ہوتے ہی اندر چھوٹے چھوٹے جہاز حرکت میں آجائیں گے۔ یہ جہاز بھی ریڈیائی لہروں سے کنٹرول ہوں گے پھر یہ جہاز پورے شہر پر چھا جائیں گے اس کے بعد اچانک یہ شہر کے مختلف جگہوں پر گر جائیں گے۔ ان جہازوں کے ایک ایک پرزے اور ایک ایک جگہ پر بارودی اسلحہ بھرا ہوا ہوگا۔ جیسے ہی یہ گریں گے اپنے ساتھ ہولناک تباہ کاری پھیلائیں گے۔ اور اس طرح ہم بغیر ایٹم بم کے بھی ایٹم بم کی طرح ایک پورے شہر کو محض ایک جہاز سے تباہ کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس چونکہ ایٹم بم بنانے کے اتنے زیادہ وسائل نہیں ہیں۔ لہٰذا یہ جہاز ایک ایٹم بم کی مانند ہی سمجھا جائے گا۔ یہ بات تم سب جانتے ہو کہ ہمارا ملک کسی پر جارحانہ حملہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ مگر اس کا

مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ دشمن کا سامنا کرنے کی سکت سے بھی محروم رہے۔ اس دور میں جو یقیناً ایٹمی دور کہا جا سکتا ہے ضروری ہو گیا ہے کہ اپنے دفاع کے لئے ہم ہر طرح چوکس اور مضبوط رہیں۔ کیونکہ آج کے زمانہ میں کمزور کو اور زیادہ دبایا جاتا ہے۔ اس دنیا میں کمزور پر زندگی اجیرن کر دی گئی ہے۔ اسے بزدل کہا جاتا ہے۔ اور یقیناً ہم خود کو کمزور بن کر بزدل نہیں کہلوا سکتے۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا چند ہی دنوں میں اس جہاز کو دشمن ملک اپنے وسائل کے ذریعے ہمارے ملک سے اڑانا چاہتا ہے اور ہم نے اس ناپاک سازش کو ناکامیاب بنانا ہے۔ تمہیں کیا کرنا ہے؟ یہ بات تمہیں سمجھا دی جائے گی۔ اور تم سب فی الحال اس کے ماتحت رہو گے اور بغیر کسی آپسی رنجش کے اس کے حکم کو بلا تامل بجا لاؤ گے۔ یہ میرا حکم ہے۔ اور ہاں اس مہم میں میں خود بھی شامل ہوں۔ اور وقتاً فوقتاً تم سے رابطہ قائم رکھتا رہوں گا۔ اوور اینڈ آل۔"

آواز بند ہو گئی اور طیارے کے اندر موت کا سا سناٹا چھا گیا۔

طیارہ اس وقت ایک ریتیلے میدان کے اوپر سے گذر رہا تھا۔ اچانک طیارہ کے اندر لگا ہوا سرخ بلب اسپارک کرنے لگا اور

وقار عظیم
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

عمران چونک پڑا۔ پائلٹ کی آواز سب کو ہی سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "ہمارے جہاز کو گھیرا جا رہا ہے۔ اردگرد تین طیارے ہمیں نیچے اترنے کا اشارہ کر رہے ہیں۔ فی الحال نزدیک میں ہمارا کوئی ہوائی اڈہ نہیں ہے اس لیے ان کو باخبر نہیں کیا جا سکتا۔"

"ٹھیک ہے۔" عمران بولا "تم طیارے کو ان کی زد سے نکال کر تیزی سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ چند میل دور ہی ایک ہوائی اڈہ ہے اس کو خطرے کا سگنل دیا جا سکتا ہے۔"

"میں کوشش کرتا ہوں۔" پائلٹ کی آواز ابھری۔ پھر فوراً ہی جہاز میں بیٹھے ہوئے افراد کو قلابازی کھانی پڑی۔ شاید پائلٹ نے طیارہ ہی جھکائی لی تھی۔

"کیا رہا۔؟" عمران بولا۔

"فی الحال تو ان کی دسترس سے نکال لایا ہوں۔ مگر میں دور سے مزید کچھ طیارے دیکھ رہا ہوں۔"

"اوہ۔۔ وہ شاید گھیر رہے ہیں کیوں۔؟"

"ایسا ہی لگتا ہے۔" پائلٹ کی آواز ابھری۔ "دیکھیے وہ نزدیک آ رہے ہیں۔"

"ان کی تعداد کیا ہے۔"

"تقریباً سات۔"

"اوہ۔۔" عمران نے دانتوں سے نچلا لب دباتے ہوئے کہا۔ پھر بولا

کوئی راہ نہ دکھائی دے تو بلا چوں چرا ان کے اشاروں پر عمل کرو۔"

"آل رائٹ! ویسے دیکھتے ہیں جہاز موڑنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

جہاز کو پھر جھٹکا لگا۔ دیر تک یونہی جھٹکے لگتے رہے۔ اور وہ سب ادھر ادھر ڈولتے رہے۔

"نہیں جناب!" پائلٹ کی آواز میں مایوسی تھی۔ "اتارے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے اتار لو۔"

جہاز آہستہ آہستہ نیچے اترنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ زمین سے لگ گیا۔ اگرچہ اس ترنیلی جگہ پر جہاز اتارنا خطرناک تھا مگر اس کے علاوہ اور چارہ بھی کیا تھا۔؟

تعاقب کرنے والے جہازوں میں سے دو جہاز اس کے ساتھ نیچے اترے باقی کم بلندی پر پرواز کرتے رہے۔ جہاز سے نکلتے ہی انہیں قیدیوں کی مانند گرفتار کر لیا گیا عمران کی ہدایت پر کوئی مزاحمت نہیں کی گئی تھی۔ مگر عمران کے علاوہ وہ سب ہی حیران تھے کہ اس جہاز میں انہوں نے ایکسٹو کی آواز سنی تھی جس کا مطلب تھا کہ وہ بھی اس میں ہے مگر پائلٹ کے علاوہ کوئی اور نیا فرد نہیں نکلا۔ تو کیا پائلٹ کے بھیس میں ایکسٹو ہے؟ مگر انہیں بہت زیادہ سوچنے کا موقع نہیں مل سکا۔ انہیں دھکیل کر دوسرے جہاز میں بٹھا دیا گیا۔ ویسے کچھ ہی دیر میں یہ بات سب کی سمجھ میں آ گئی تھی کہ پائلٹ کے روپ میں ایکسٹو نہیں ہو سکتا کیونکہ

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

پائلٹ نے عمران سے جس انداز میں گفتگو کی تھی وہ تحکمانہ نہیں تھی۔ بلکہ ایسی تھی جیسے وہ عمران کا ماتحت رہا ہو۔ پھر ایکسٹو کہاں تھا۔ تو کیا وہ جہاز میں ہی ہے؟ جولیا سوچتی رہی مگر کسی ایک فیصلے پر قائم نہ رہ سکی۔

کچھ ہی دیر بعد جہاز ایک ایسی جگہ اترا جو اگرچہ میدانی جگہ تھی مگر چاروں طرف پہاڑیاں اس میدانی جگہ کو اس طرح گھیرے ہوئے تھیں کہ دور سے یہ بھی پہاڑی لگتی تھی۔ جہاز سے اتار کر یہ لوگ ایک قید خانے میں پہنچا دیے گئے۔ جو اگرچہ تمام پتھر کا تھا مگر اس کا دروازہ آہنی تھا مضبوط قسم کا آہنی دروازہ جو شاید قیدیوں کے لئے ہی بنا تھا۔

○

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

دروازہ بند ہوتے ہی عمران نے اس طرح انگڑائی لی جیسے اپنے کمرے میں آنے کے بعد تنہائی میسر ہو گئی ہو۔ پھر وہ اپنی قمیض کے بٹن کھولنے لگا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے سونے کا ارادہ رکھتا ہو۔ جہاز کی سنجیدگی شاید ہوا ہو چکی تھی۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو۔" دفعتاً جولیا بولی۔

"ہاں۔ تم لوگ یہاں کہاں۔؟" اس نے بوکھلا کر دوبارہ قمیض پہن لی۔

"یہ نہ بھولو تم اس وقت ہمارے چیف ہو۔!" تنویر نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"چپل ۔؟" عمران نے دہرایا۔ پھر گال پیٹتا ہوا بولا۔ "تو یہ تو یہ کیا کہہ رہے ہو خنزیر ڈیئر ۔؟"

خنزیر بنتا تنویر کو کھل گیا۔ "تمہاری تو ایسی تیسی ۔" وہ غراتا ہوا اٹھا۔

"کیا کر رہے ہو یار ۔" صفدر درمیان میں پڑتا ہوا بولا۔ "ہم یہاں اس لئے نہیں آئے ہیں ۔!"

"لیکن اس سے کہہ دو کہ یہ اپنی زبان بند ہی رکھے ۔ ہم ایکسٹو کے ماتحت ہیں اس کے نہیں ۔" تنویر آپے سے باہر تھا۔

"مگر ایکسٹو کے ماتحت ہی ہم عمران صاحب کو چیف سمجھنے میں مجبور ہیں ۔" صفدر نے کہا۔ "ہم سب کو ان کا حکم ماننا ہوگا۔"

"یہ کیا حکم دے گا۔" تنویر پھر مضحکہ اڑانے والے انداز میں عمران کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ "کہیے چیف صاحب کیا آپ دیواروں سے سر پھوڑیں یا دروازہ پر زور آزمائی کریں ۔"

"تم یہی کرو گے ۔" دفعتاً عمران سانپ کی طرح پھنکارا۔ پھر اس کا چہرہ ۔۔۔ خدا کی پناہ صفدر تک لرز گیا۔ اور جولیا۔ اس کو تو شکرال والا عمران یاد آگیا تھا ۔۔۔ درندگی سے بھرپور آنکھوں میں وحشت اور دیوانگی ۔۔۔

خود تنویر تک خوفزدہ سا لگ رہا تھا۔ خدا معلوم یہ عمران کی سحر زدہ آنکھوں کا اثر تھا کہ سب ہی اس سے آنکھیں ملاتے

ہوئے کترا رہے تھے۔ یک بیک عمران دوبارہ اسی انداز میں بولا۔

"تنویر تم یقیناً دروازہ سے سر پھوڑ دو گے ۔۔۔ آپسکی رنجش میں تم بھول جاتے ہو کہ یہ وقت اس قسم کی حرکتیں کرنے کا نہیں ہوتا۔ کیا تمہیں ایکسٹو کی تباہی لرزہ خیز تفصیل یاد نہیں۔ چلو ۔۔۔ میں کہتا ہوں چلو ۔۔۔ تم دروازے سے سر پھوڑو ۔۔۔ چلو جلدی کرو۔"

تنویر نہ سمجھنے والے انداز میں پیچھے ہٹا۔ اور عجیب بیچارگی کے عالم میں دروازے کی طرف کھسکتا چلا گیا۔ جیسے ہی وہ دروازہ سے لگا۔ عمران بڑے زور سے دہاڑا۔ "سر ٹکراؤ ۔"

خدا معلوم عمران کی آواز میں کیا جادو تھا۔ خود بخود تنویر کا سر دروازہ سے ٹکرا گیا۔

پھر عمران ان سب لوگوں کی طرف مڑا۔

"چیخو ۔۔۔ چیخو۔ حلق پھاڑ کر چیخو ۔" وہ خود بھی حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"تم ۔۔۔ تم پاگل ہو گئے ہو عمران ۔" جولیا کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"بکو مت جس طرح میں کہتا ہوں کرو۔ ہم اتفاق سے ان ہی لوگوں سے ٹکرائے ہیں جو اس خطرناک سازش سے تعلق رکھتے ہیں جس کی تفصیل ایکسٹو نے بتائی تھی۔ ایسی صورت میں اب ہمیں بھٹکنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ صرف اس قید خانے سے نکلنے

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

کی ضرورت ہے ... میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ لوگ زیادہ تعداد میں نہیں ہیں۔ لہٰذا ہم ان سے نپٹ سکتے ہیں۔ آں ہاں میں سمجھ رہا ہوں کہ انہوں نے ہمیں تہتا کر دیا ہے۔ مگر تم لوگوں کو فکر نہیں کرنی چاہیئے۔ تمہارے جسم پر موجود لباس کا ہر ٹین ایک بم کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اگر تم محسوس کرو تو تمہیں پتہ چلے گا کہ یہ مخصوص لباس جس کو پہننے کی ہدایت ایکسٹو نے کی تھی ... اس میں تقریباً دو درجن ٹین ہیں ... کیا سمجھے؟ ہاں تو اب تم لیس چیخو۔ حلق پھاڑ کر چیخو اور اس وقت تک چیختے رہو ... جب تک دروازہ نہ کھل جائے۔"

پھر وہ قید خانہ واقعی چیخوں سے لرز اٹھا۔ وہ سب ہی بری طرح چیخ رہے تھے۔

کچھ ہی دیر بعد دروازہ میں چابی کی نال گھومی، اور عمران بولا۔

"صفدر، خاور ترکیب نمبر تین۔"

جیسے ہی دروازہ کھلا تین آدمی ٹامی گن لیے ہوئے دکھائی دیئے۔ ان کو دیکھتے ہی وہ سب چیختے چیختے رک گئے۔

"کیا ہے۔؟"

ایک نے چیخ کر پوچھا۔

جواب میں عمران، صفدر اور خاور نے اتنی پھرتی سے

چھلانگ لگائی کہ وہ ٹامی گنوں کا استعمال کیے بغیر زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ عمران، خاور اور صفدر تینوں کا گلا گھونٹ رہے تھے۔ چند منٹ میں ہی مقابل بے حس و حرکت ہو گئے۔ خاور، صفدر اور عمران نے ٹامی گنوں پر قبضہ کر لیا۔

یہ سب کچھ اتنی تیزی سے ہوا کہ سب ہی حیران رہ گئے تھے۔

"چلو۔" عمران نے داہنی طرف مڑتے ہوئے کہا۔ پھر کچھ دور جا کر ایک بند دروازے کی طرف بڑھ کر عمران نے ٹامی گن سے دروازے پر دستک دی۔ باقی لوگ آنے والے خطرہ سے دوچار ہونے کے لئے پوزیشن لیکر کھڑے ہو گئے۔

دستک سے دروازہ کھلا، اور پہرے دار قسم کا شخص چونک پڑا۔ اس نے اپنے کندھے پر پڑی ہوئی ٹامی گن کو چھوا ہی تھا کہ عمران کی سرد آواز اس کے کانوں میں پڑی۔ "ہاتھ اوپر اٹھا کر کھڑے ہو جاؤ۔"

پہریدار عقلمند تھا۔ اس نے موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے ہاتھ بلند کر دیئے۔ چند منٹ بعد وہ بھی اسی جگہ نظر آیا جہاں اس کے دیگر ساتھی پہنچ چکے تھے۔

"تنویر۔ تم اس کی ٹامی گن سنبھالو۔" عمران نے کہا۔ اور تنویر نے بے چون چرا اس پر عمل کیا۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"عمران۔!" وفعتاً جولیا اس کے قریب کھسکتی ہوئی بولی۔
"نہیں کس طرح پتہ چلا کہ یہی مجرموں کی جگہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ہم کسی اور مجرم سے ٹکرا گئے ہوں۔"
"مجھے اس جگہ کا نقشہ معلوم ہے۔!" عمران بولا۔ "ہم اوپر جہاز سے اس جگہ کی شناخت نہیں کر سکتے تھے۔ یہ بہتر ہی ہوا کہ وہ لوگ ہمیں پکڑ لائے۔ ورنہ شاید ہم بھٹکتے رہتے۔!"
"مگر ان لوگوں کو ہمارے ارادے کی کس طرح خبر لگی۔!"
"یہ میں کیا بتا سکتا ہوں۔"
وہ آگے بڑھتے رہے۔ مگر ارد گرد کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ چاروں طرف سناٹے کی حکمرانی تھی۔
"اب آپ کو کس کی تلاش ہے۔؟" صفدر نے لب کشائی کی۔
"میر قاسم علی کی۔!"
"کیا۔؟"
"ہاں۔ وہ سٹی مجسٹریٹ ہے!... اوہ... کنٹرول روم!" عمران اچانک داہنی طرف بنے ہوئے پتھریلے مکان کو دیکھ کر ٹھٹکا۔!

پھر اس سے پہلے کہ وہ لوگ اس کی طرف بڑھتے۔ مکان کی چھت سے زبردست گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی۔

"سنبھلو...!" عمران چیخا۔ اور زمین پر لیٹتا ہوا دوسری طرف نکل آیا۔
عمران کی آواز سنتے ہی سب زمین پر لیٹ گئے اور جلد ہی پوزیشن لے لی۔
مکان سے گولیوں کی بوچھاڑ ابھی تک ہو رہی تھی۔ البتہ عمران نے یا اس کے کسی ساتھی نے ابھی تک جوابی حملہ نہیں کیا تھا۔
"کیا ارادے ہیں۔؟"
صفدر نے پوچھا۔
"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ صرف اس مکان کے مکین کو پکڑنا ہے۔!"
"یہ لوگ کون ہیں؟"
"سازش کے محرک۔!"
"اوہ تو کیا آپ انہیں جانتے ہیں۔!"
عمران نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر بڑبڑایا۔ اس طرح تو وقت گذرتا جائے گا۔ اس کے پاس میگزین کی کیا کمی۔!"
صفدر کچھ نہ بولا۔ وہ عمران کے حکم کا منتظر تھا۔
"مکاری۔!"
عمران بائیں آنکھ دباتا ہوا بولا۔ پھر سرگوشی میں صفدر سے کچھ کہنے لگا۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

صفدر نے اثبات میں سر ہلایا اور مکان کی طرف دیکھنے لگا جہاں سے اب گولیوں کی بوچھاڑ ختم ہو چکی تھی۔ پھر اس نے قریب پڑا ہوا پتھر اٹھایا اور دروازے مارا۔

پتھر کی آواز کے ساتھ ہی مکان سے پھر بوچھاڑ ہوئی اور ساتھ ہی صفدر کے منہ سے دلدوز چیخ ابھری۔ اس کے بعد عمران نے خاور اور نعمانی کو اشارہ کیا۔ انہوں نے بھی اسی طرح پتھر اٹھائے اور پھینک دیئے۔ گولیوں کا پھر حملہ ہوا اور خاور اور نعمانی کی چیخیں فضا میں بلند ہو گئیں۔

دفعتاً عمران اپنی جگہ سے اٹھا اور زمین پر تڑپتے ہوئے صفدر سے پیر مارتا ہوا چیخا۔

"بھاگو۔" ساتھ ہی اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔ پھر وہ سب ہی اس طرح زمین پر پیر پٹخنے لگے جیسے واقعی بھاگ رہے ہوں۔ گولیاں پھر چلیں اور عمران کے ساتھ سب نے ہی اس طرح چیخیں ماریں جیسے گولیوں کا شکار ہو گئے ہوں۔

کافی دیر تک بالکل سناٹا رہا۔

سب لوگ دم سادھے منتظر تھے۔ تقریباً دس منٹ بعد مکان سے ایک سایہ نے سر ابھارا۔ پھر ادھر ادھر دیکھنے کے بعد محتاط قدموں سے باہر نکل آیا۔ اس کے ہاتھ میں ٹامی گن موجود تھی۔

وہ حیران نظروں سے چاروں طرف اس طرح دیکھ رہا

تھا جیسے متوقع لاشوں کو نہ پا کر حیران ہو رہا ہو۔ اچانک ایک بہت بڑا پتھر زناٹے سے آیا اور ٹامی گن سے ٹکراتا ہوا ٹامی گن کے ساتھ ہی زمین آ گرا۔

"خبردار۔" دفعتاً عمران آڑ سے نکل آیا۔ "مجھے معلوم ہے کہ اب تم بالکل نہتے ہو۔"

"ہاں۔" سائے نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "مگر میری طرف بڑھنے کی حماقت نہ کرنا، ورنہ درجنوں گولیاں تمہارے جسم میں پیوست ہو جائیں گی۔"

"وہ کس طرح پیارے۔؟"

"مکان میں ایک درجن میرے ماتحت صرف میرے اشارے کے منتظر ہیں۔"

"اوہ.....!" عمران آگے بڑھتا ہوا بولا۔ "تو انہیں حکم دو کہ وہ میرے جسم میں ایک درجن گولیاں داخل کریں۔ بھئی واہ ایک درجن گولیاں۔ کیوں صفدر ڈیر ایک درجن گولیاں کتنے کی فروخت ہو جائیں گی۔"

"تم اپنی موت کو آواز دے رہے ہو۔"

"نہیں تو..... میں نے صفدر کو پکارا تھا۔" عمران آگے بڑھتا ہوا بولا۔

"میں کہتا ہوں وہیں رک جاؤ۔ ورنہ پچھتاؤ گے۔"

وقار عظیم
پاکستانی ویب سائٹ ڈاٹ کام

"یار پچھیانے بھی دو پچھیانے ٹریکسی نہیں لگتا۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔
"ویسے میں اتنا بتا دوں کہ اگر تم نے بھاگنے کی کوشش کی تو ٹامی گن سے خود بخود درجنوں گولیاں نہیں چاٹ جائیں گی۔ تم دیکھ رہے ہو نا میرے ہاتھ میں ٹامی گن ہے۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ واقعی اسکے ملازم گولیاں چلانی شروع کر دیں۔ یہاں کہیں پوزیشن لینے کی بھی جگہ نہیں ہے۔" جولیا قریب آتے ہوئے بولی

"تو کیا تم بھی سمجھتی ہو کہ اس کے ماتحت مکان میں موجود ہیں۔" عمران مضحکہ اڑانے والے انداز میں بولا۔

"لیکن اسی مکان سے تو ابھی ٹائپ توڑ حملہ ہوا تھا۔ جیسے واقعی درجن بھر انسان گولیاں چلا رہے ہوں۔" صفدر بولا۔

"اس کے باوجود یہ مکان میں تنہا ہی تھا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے مکان کے اردگرد ایک درجن ریوالور نصب کر دیئے ہیں تمام ریوالوروں کے ٹریگر ایک تار سے منسلک ہیں، اس طرح صرف ایک تار ہلانے پر درجن بھر ریوالور جن کا رخ علیحدہ علیحدہ ہے چاروں طرف گولیوں کی یلغار کر دیتے ہیں۔"

"آپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں جیسے خود آپ ہی چلاتے ہوں۔"

"صرف یہی نہیں بلکہ ریوالوروں میں میگزین خود بخود بھرتا رہتا ہے۔ آٹومیٹک سسٹم ہے نا۔" عمران نے کہا۔

اچانک عمران بات کرتے کرتے چونک پڑا۔ پھر سب کو ہی آسمان

کی طرف منہ کرنا پڑا۔ جہاں بے شمار جہاز منڈلا رہے تھے۔

"لیٹ جاؤ۔" عمران چیخا۔ اور پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا۔ کھسکتے ہوئے پوزیشن لینے کی کوشش کرو۔" وہ پھر چیخا اور تیزی سے اوٹ لے لی۔ اس کے بقیہ ساتھیوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ اس وقت انہیں اس بات کا بھی ہوش نہیں تھا کہ مکان سے نکلنے والا شخص جو ابھی چند منٹ پہلے ان کا شکار تیا ہوا تھا اب غائب ہو چکا تھا۔

آسمان سے برابر گولیاں برس رہی تھیں۔ بس قسمت ہی اچھی تھی کہ ابھی تک کسی کی چیخ نہیں ابھری تھی۔ انہوں نے پوزیشن لینے میں بڑی عجلت سے کام لیا تھا۔

دفعتاً سب کو عمران کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "تم سب نے ایک ایک بم توڑ کر نکال لو اور انہیں مٹھی میں دبا کر صرف دو سیکنڈ منہ سے گرمائی دے کر سامنے والے مکان پر دے مارو۔ مگر ٹھہرو۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ منہ سے گرمائی دینے میں دو سیکنڈ سے زیادہ نہ لگیں ورنہ خود تمہارے پرخچے اڑ جائیں گے۔"

سب سے پہلا بم صفدر نے پھینکا۔ اس کے بعد سب نے ہی اس کی تقلید کی۔ کچھ ہی دیر میں وہاں مکان کی جگہ دھواں اور شعلے دکھائی دینے لگے۔

"وہ یقیناً ختم ہو گیا ہو گا۔" عمران کی آواز سنائی دی۔ مگر کسی نے پوچھنے کی زحمت گوارہ نہیں کی کہ کون ختم ہو گیا ہو گا۔ ان سب کے

وقار عظیم
پاکستان پوائنٹ ڈاٹ کام

دہن آسمان سے برسنے والی گولیوں سے الجھے ہوئے تھے۔

"ان کا کیا کیا جائے عمران صاحب!" صفدر نے بلند آواز میں پوچھا

"ابھی یہ سب سمیٹ تلاش کرنے کے لئے جہاز کی بلندی کم کرنے سطحی رفتار پر لے آئیں گے۔"

"پھر۔؟"

"پھر کیا تمہارا سر۔!" عمران بولا۔ "ارے کیا ہم اپنے بموں اور طیارہ شکن توپوں سے ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یاد رکھو جہازوں کے پرخچے اڑا دیں گے۔"

پھر وہی ہوا۔ جہاز آہستہ آہستہ نیچے آنے لگے۔ پھر وہ بہت کم بلندی پر اس طرح پرواز کرنے لگے جیسے وہ ان کی تلاش میں ہوں۔ ان کی تعداد چار تھی۔

عمران اور اس کے ساتھیوں نے کئی بٹن توڑ کر سیارہ کر رکھے تھے۔

"مارو۔" عمران یک بیک چیخا۔

"ایک ساتھ بے شمار بم فضا میں بلند ہوئے۔ اور دھماکوں سے فضا لرز گئی۔

"مارتے رہو۔ عمران کی آواز دھماکوں میں بھی صاف ابھری۔

چاروں طرف دھواں پھیل گیا تھا۔ شاید سب جہاز مار گرائے گئے تھے۔ مگر پھر بھی کسی کا یہ حال تھا کہ دیوانگی میں وہ بٹن توڑ توڑ کر فضا میں مار رہے تھے۔

دوسری صبح بڑی ہنگامہ خیز رہی، مگر دوسری ہی صبح کہاں وہ لوگ تو کئی روز تک مصروف رہے تھے۔ جہاز بنانے والوں میں سے چیف انجینئر کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ وہی اس کیس کا سرغنہ تھا۔ اس نے اقرار کر لیا تھا کہ وہ دشمن ملک کے لئے کام کر رہا تھا۔ ایکسٹو کے ماتحتوں کو ایکسٹو کی طرف سے شاباشی ملی تھی۔ اگرچہ سب جانتے تھے کہ اس مہم میں عمران کے علاوہ اور کسی نے کام نہیں کیا تھا۔

یہ سب کچھ ہوا۔ مگر صفدر عمران کے کان میں کہہ رہا تھا کہ اس منظم سازش کا پتہ کس طرح چلا۔ نہ پہلے سے کوئی سرگرمی تھی نہ ہی تفتیش! اچانک ایسا پتہ چلا کہ الہ دین کے دیو نے آکر خبر دی ہو کہ جاؤ فلاں جگہ سازش ہو رہی ہے اسے پکڑو۔

عمران نے پھر اسے بتایا کہ یہ سارا قصہ ان کتوں سے شروع ہوا تھا جو اس کی طرف لپکتے تھے۔ عمران کی جستجو سے جب جمشید کو پکڑا گیا پھر اس کے حملہ کو اس پر آزما کر کتے کے ذریعے ختم کرا دیا گیا تو فطری طور پر اصل مجرم کو کھلا گیا۔ اور کھل کر سامنے آنے کے بجائے اس سے ایک ایسی حرکت سرزد ہو گئی ہے کہ سارے دروازے کھلتے چلے گئے۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

دراصل ملک میں کافی عرصہ سے دشمن ملک کی سرگرمیاں جاری تھیں۔ ہمارے اسلحہ کو کوڑے کرکٹ کے حساب سے خرید کر وہ اپنا ذخیرہ بھر رہا تھا۔ پھر جب اس نے جہاز کے متعلق اسے علم ہوا تو اس کی جستجو بھی شروع کر دی۔ شہر میں اس دشمن ملک کے کئی ماتحت ہیں۔ جو بظاہر نیک نام مگر اندرونی طور پر [illegible] کا آلہ کار تھا۔ عیاشی اس کی فطرت تھی۔ اسی وجہ سے اسے بلیک میلنگ کر کے اپنے لئے ہموار کیا گیا۔ یہ بالکل ایک اتفاق ہے کہ میر قاسم علی کی اکلوتی بیٹی سلطانہ بھی اسی [illegible] سلطانہ بڑی حبشی زدہ لڑکی تھی اور اسکا تعلق چیف انجینئر سے تھا۔ ایک طرح سے وہ اس کی داشتہ بھی کہی جا سکتی ہے اور شریک کار بھی۔ جب مجھ پر کتوں کا حملہ ہوا تو اس وقت وہ سڑک پر اتفاق سے کھڑی ہوئی تھی۔ شاید اسے میری کوئی حرکت پسند آگئی ہو اور نادانستگی میں مجھ سے ملنے فلیٹ پر آگئی ہو۔ میں کہہ چکا ہوں کہ وہ ایک حبشی زدہ لڑکی ہے۔ اس لئے یہ سوچا جا سکتا ہے کہ وہ مجھ سے دوستی بڑھا کر اس سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتی ہوگی۔ دوسری طرف چیف انجینئر جو درپردہ مجھ پر کتوں کے حملے کرا رہا تھا، اسے سلطانہ کی مجھ سے ملاقات کا علم ہوا تو وہ بھڑک اٹھا ہو سکتا ہے رقابت اثر انداز ہوئی ہو۔ بہرحال پھر اس نے انتقاماً ایک ایسی حرکت کی کہ وہی اسکے لئے بربادی کا باعث بن گئی۔ میں کہہ چکا ہوں کہ میر قاسم علی عیاش طبع انسان تھا۔ خوبصورت لڑکیاں اس کی خوراک

تھیں۔ پچھلے دنوں چیف انجینئر نے خود اس کو دعوت دی اور ایک نئی لڑکی پیش کر دی۔ قاسم نے بخوشی قبول کر لی۔ مگر صبح اٹھ کر اسے معلوم کہ وہ خود اپنی لڑکی کے ساتھ سویا تھا۔ سلطانہ اس وقت تک بیہوشی کے عالم میں تھی۔ میر قاسم علی بھاگ گیا۔ سلطانہ کو تنبیہ کرنے کی خاطر چیف انجینئر نے اسے وہ فلم دکھائی جو میر قاسم علی اور سلطانہ کے متعلق تھی۔ پھر اسے یہ بھی بتا دیا گیا کہ یہ کارروائی محض انتقاماً کی گئی ہے۔ سلطانہ لاکھ حبشی زدہ عورت سہی مگر عورت تھی۔ اس انتقام کا بدلہ اس نے چیف انجینئر سے یہ لیا کہ تمام حالات، مقامات اور دشمن کے ارادوں سے مجھے آگاہ کر دیا۔ بس اس کے بعد کیا ہوا۔ یہ تم بھی جانتے ہو۔"

"مگر۔" صفدر بولا۔ "یہ کتوں سے آپ پر حملہ کرانے کا کیا مقصد تھا اگر ختم کرنا مقصود تھا تو کیا ریوالور کا استعمال نہیں کیا جا سکتا تھا۔"

"اب اسے کیا کہو گے کہ لوگ خواہ مخواہ مجھ سے خوفزدہ رہتے ہیں۔" عمران مسکرایا۔ "اب یہی دیکھ لو۔ ڈیڑھ پسلی کا یہ انسان یقیناً ایک گولی میں چت ہو جاتا۔۔۔ مگر کم بختوں نے کتوں سے ہی ریس لگوا دی۔"

"تو کیا وہ آپ کو جانتا تھا۔"

"اگر نہ جانتا تو خوفزدگی کو کس خانے میں فٹ کرو گے۔"

صفدر خاموش ہو گیا۔ اور عمران زمین پر جوتے کی نوک سے کھیلنے لگا۔

Pakistanipoint
Waqar Azeem
وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"ایک بات اور۔" صفدر چونک کر بولا۔ "میر قاسم علی کہاں ہے؟"

"اس نے خودکشی کر لی ہے۔ لاش بھی مل چکی ہے"

"اور سلطانہ۔!"

"اے کیا میں نے سب کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ اپنے چوہے سے پوچھو نا۔! اور ہاں تم نے یہ نہیں معلوم کیا کہ ہم لوگوں کی گرفتاری تک تو جہاز کا پائلٹ ہمارے ساتھ تھا۔ اس کے بعد کہاں غائب ہو گیا تھا!"

"اوہ۔" صفدر کے ہونٹ دائرے کی صورت میں سکڑ گئے۔

"میرا خیال ہے وہی ایکسٹو تھا ورنہ بعد میں کہاں غائب ہو جاتا۔ کیوں۔؟"

"غلط!" صفدر نے نفی میں سر ہلایا۔ "پائلٹ کے بھیس میں اگر ایکسٹو ہوتا تو اس قید خانے میں آپ اس بری طرح نہیں پھنستے۔ آپ پر تو ایک قسم کا دورہ سا پڑا تھا۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ صفدر بہت زیادہ ذہین ہوتا جا رہا ہے۔!

ختم شد

سسپنس، سسپنس اور ایڈونچر کی نئی دنیا

سیکرٹ سروس کے آئندہ ناول

نائٹ کلب

ڈیتھ کمپوزر

چھاتہ بردار

کیپٹن پرمود کے یہ ناول آپ نے نہیں پڑھے تو یاد رکھیے آپ چند اچھے ناول پڑھنے سے محروم رہ جائیں گے۔ ایکشن اور سسپنس کے شیدائیوں کے لئے نئے تحفے۔ آج ہی طلب کیجئے۔

خط و کتابت و آرڈر بھیجنے کا پتہ

ایوب اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۳ یاقوت آباد کراچی نمبر ۱۹

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

ایجنٹ سیریز

گینگ لیڈر

www.BooksPK.com

نغمہ صفی کی عمران سیریز

گینگ لیڈر

www.BooksPK.com

مصنف
نغمہ صفی

قیمت
پچاس پیسے
15/-

خط و کتابت کا پتہ

ایوب اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر ۲۶۲۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

اس ناول کے تمام نام مقام کردار افراد واقعات۔ اور تشبیہ دی جانیوالی چیزیں
فرضی ہیں کسی سے مطابقت محض اتفاقیہ ہے جس کے لئے مصنف، پرنٹرز پبلشرز
ناشر، یا ادارہ ذمے دار نہیں۔

جملہ حقوق بنام پبلشرز دائمی طور پر محفوظ ہیں نقل کرنے ترجمہ کرنے یا فلم سکرپٹ
کیلئے استعمال کرنے یا چھاپنے کیلئے پبلشرز کی تحریری اجازت لینی ضروری ہے
ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔

نفیس اکیڈمی پریس کراچی میں چھپی

ملنے کا پتہ ایوب اکیڈمی لیاقت آباد۔ کراچی

ہر قسم کے ناول
شاہین لائبریری
نور پور نزد نور پور تھل خیرپور میرس

پیشرس:۔

لیجئے پیش خدمت ہے گینگ لیڈر۔
بہت عرصے بعد میں اپنے پڑھنے والوں کی خدمت میں نیا ناول
لے کر حاضر ہو رہی ہوں۔
اتنے عرصے میں نے ناول کیوں نہیں لکھا یا لکھا تو اسے کیوں،
شائع نہیں کرایا یہ ایک الگ کہانی ہے۔ مجھے امید ہے آپ کو اس سے کوئی
دلچسپی نہیں ہوگی۔
اب آپ عمران سیریز کے گریٹ کا نیا اور جماقتوں اور
قہقہوں سے بھرپور ناول پڑھئے اور پھر مجھے لکھئے کہ ناول آپ کی توقع
پر کہاں تک پورا اترا ہے تاکہ اگلی کہانی آپ کے مشوروں کو مدنظر رکھ کر میں
لکھ سکوں۔ کیا خیال ہے۔؟

شکریہ
نغمہ صفی

www.BooksPK.com

ایس قریشی

کے اب یہ ناول مل سکتے ہیں

سیکرٹ سروس		عمران سیریز	
سرد جنگ	۵-۵۰	آسیبی چکر	۵-۵۰
برفانی جہنم	۵-۵۰	لاہوتی آواز	۵-۵۰
درند سے کی واپسی	۵-۵۰	بلیک ڈیتھ	۵-۵۰
بلیک ہاؤس	۵-۵۰	ایجاد کی چوری	۵-۵۰
اصلی چہرہ	۵-۵۰	بدصورت فتنہ	۵-۵۰
بے چین دشمن	۵-۵۰	بلیک سرکل	۵-۵۰
بلو پرنٹ	۵-۵۰	نیلا نشان	۹-۷۵
سیاہ بچھو	۵-۵۰	روڈ ٹو ڈیتھ	۹-۷۵
بلیک نائٹ دو حصے فی حصہ	۱۰-۵۰	بلیک وومن	۴-۵۰
ہنگاموں کا موجد دو حصے فی حصہ	۱۰-۵۰	بلیک نائٹ	۲-۰۰
ہل آف ڈیتھ	۳-۰۰	ڈائمنڈ ریکٹ	۴-۵۰
سیون گولڈن مین	۴-۵۰	مرڈر بزنس	۷-۵۰
موت بھیجنے والے	۴-۵۰	ڈیجر زون	۷-۵۰
وارنٹ آفیسر	۴-۵۰	گرین اسپاٹ	۷-۵۰
ڈیتھ کمپوزر	۲-۰۰	پراسرار آگ	۵-۵۰
خطرناک موڑ	۷-۵۰	ٹائم بابا	۵-۵۰
اپریشن سپاتے	۷-۵۰	بلیک سیریز	
موت کا تجربہ	۱۲-۰۰	پینڈورا سین۔ کارڈیل	۴-۵۰
		ایجنٹ نمبر سیون	۲-۰۰

محدود تعداد ہے جلد منگا لیجئے

ملنے کا پتہ

ایوب اکیڈمی لیاقت آباد کراچی ۱۹

ایس قریشی

کے سامنے کے صفحہ پر دیئے گئے سارے ناول اب

کراچی بک ڈپو۔ ۴۸۔ اردو بازار پر مل سکتے ہیں

سب سے منسے بچوں کی کتابوں کا مرکز

قیوم بک ڈپو چشتیاں

ہر قسم کے ناول دستیاب ہیں

www.BooksPK.com

وائیل کی حرکت رُکتے ہی دوسری جانب گھنٹی بجنے لگی تھی۔ وہ رابطہ قائم ہونے کے انتظار میں کچھ سوچ رہا تھا.....

"ہیلو۔" ریسیور سے خارج ہونے والی نسوانی آواز نے اُسے چونکا دیا تھا....

"اشفاق کو بلائیے ذرا۔" اُس نے چونک کر کہا۔

"اچھا۔ بلاتی ہوں۔"

وقفے سے فائدہ اُٹھا کر وہ ایک مرتبہ پھر سوچ میں گم ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کوئی اہم بات اُس کے دماغ کو پریشان کر رہی تھی۔

"جی فرمائیے۔" اشفاق کی آواز اُسے سوچ کی دنیا سے باہر کھینچ لائی۔

"کدّو کیا سیر بک رہے ہیں۔؟" اُس نے بے خیالی میں بے تکی ہانکی.....

"کدّو آج کل ناپید ہیں قبلہ۔ البتہ بینگن سے کام چل جائے تو بھاؤ بتاؤں۔"

اشفاق نے معنی خیز لہجے میں کہا تھا۔ ..

" لل ..... لاحول ولا قوۃ ۔ " عمران کا منہ بن گیا ۔

" آپکے لئے ہر بات جائز اور ہم پر لاحول ولا قوۃ — بہر حال فون بغیر وجہ تو نہیں کیا ہوگا ۔ "

" مجھے ایک کار کی ضرورت ہے — فوراً ۔ "

" کار — آپکی کار کیا ہوئی ۔؟ " اشفاق کی آواز میں حیرت تھی ۔

" نظر دوستاں ۔ بلکہ نظیر بماں ہوگئی ۔ "

" کیا اکڑا رہے ہیں ۔؟ "

" مکھیاں — جنکی فون بوتھ میں بہتات ہے ۔ "

" میں نے کار کے بارے میں پوچھا تھا ۔؟ "

" اتفاق سے ابھی تک کوئی ایسی کار ایجاد نہیں کی گئی جو دوڑنے کے ساتھ اڑ بھی سکے "

" دماغ کچھ زیادہ ہی بہک گیا ہے ۔؟ "

" لے موت عمران صاحب کے پیچھے لگی ہو اور وہ بہکے بھی نہیں ۔ کیا ظلم ہے ۔ "

عمران نے فریاد کرنے والے انداز میں کہا ۔

" موت ۔ خدا کے لئے کھل کر بتائیں ..... اس وقت میں چیستاں حل کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں ۔ "

" جب تمہارے آفس میں بیٹھا ہوا تھا تو کسی نے کار میں بم لگا دیا تھا ۔ ... "

" اوہ — مائی گاڈ ..... تو وہ آپ کی کار تھی ۔ " اشفاق کی آواز میں حیرت کی لرزش تھی ۔

" وہ کار ۔؟ " عمران نے دیدے گھمائے ۔

" کسی کار کے دھماکے سے پھٹنے کی خبر مجھے آفس ہی میں مل گئی تھی .. لیکن میں نے سوچا بھی نہیں تھا وہ کار آپ کی ہوگی ۔ "

" وہ ابتدائے عشق تھا پیارے بھائی ..... "

" عمران صاحب پلیز ..... "

" پپ .... پولیس ... گک ... کہاں ہے ... " عمران نے خوفزدگی کی ایکٹنگ کی ۔

" پولیس نہیں ۔ پلیز کہا تھا ... "

" لل ... لاحول و لا قوۃ ۔ تم نے تو میری جان ہی نکال دی تھی ۔ " عمران جھینپے ہوئے انداز میں ہنسا ۔

" ایسی باتیں کم از کم مجھ سے نہ کیا کریں .... "

" کیوں ۔ کیا تمہاری دُم میں بیری کے پھول لگے ہوئے ہیں ۔؟ "

" جو دل چاہے سمجھ لیجئے ... لیکن میں حالات سُنے بغیر نہیں مانوں گا ۔ "

" یعنی ۔ "

" کوئی مقولہ نہیں چلے گا جناب عالی ..... "

" سچ کہتے ہو بجا کہتے ہو ..... "

" شروع ہو جایئے جناب ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں نروس بریک ڈاؤن کا شکار نہ ہو جاؤں ۔ "

عمران نے مختصر طور پر حالات کہہ سنائے ....

" خُدا کی پناہ — اس تواتر اور خوفناک انداز سے حملے ..... ایسا معلوم ہوتا ہے

www.BooksPK.com

آپ نے اُنکے خلاف کوئی اہم ثبوت حاصل کرلیا ہے۔؟"

"ممکن ہے تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں نے بھی اسی انداز میں سوچا تھا ...." عمران سنجیدہ تھا۔

"پھر۔؟"

"فی الحال تو ایسی کوئی چیز نظر نہیں آئی جسے کسی ثبوت کا درجہ دیا جاسکے ....

"کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی طرح اُنہیں آپ کی خطرناک شخصیت کے بارے میں معلوم ہوگیا ہے۔"

"قوی امکان ہے۔"

"کوئی بات پورے یقین سے بھی کہدیں۔"

"آج رات شدید سردی پڑے گی۔"

"کیسی کار درکار ہے ..."

"اچھی خاصی .. چلتی چلاتی ... ممکن ہو تو چاروں پہیئے صحیح سلامت ہوں ... دروازے نہ ہوں تو بھی کام چل جائے گا۔"

"بس .... بس ... ایسی کار کے لئے مجھے کباڑی بازار کا رُخ کرنا پڑے گا۔" اُس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "میری کار سے کام چلائیے گا۔ .....

"نہیں — میں تمہیں قربان کرانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا ..." عمران نے سنجیدگی اختیار کرلی تھی۔

"کسی دوست سے مانگ لوں۔ ..."

"تب بھی تان تم ہی پر ٹوٹے گی ... بائی دی وے کیا تم اتنے کنگلے ہو کہ ایک کار خرید

بھی نہ سکو۔؟"

"اس وقت بینک ٹائم نہیں ہے جناب۔"

"مر گئے محلے والے۔" عمران کراہا ..."

"پھر کیا کروں۔؟"

"فقیر کو اپنی ہی جھولی ٹٹولنی پڑے گی ...؟" وہ کھوپڑی سہلاتے ہوئے بڑبڑایا... پھر اچانک ہی نئی سوجھ گئی تھی ...

"اپنے کسی دوست کی کار حاصل کرلو ...." وہ تیزی سے بولا۔

"لیکن ... آپ تو .....

"پوری بات سُن لو یار۔"

"سنائیے۔؟"

"کار حاصل کرکے نمبر بدلوا دو۔"

"آپ کا مطلب ہے جعلی نمبر پلیٹ۔"

"جو نمبر میں بتاؤنگا وہ جعلی نہیں ہیں ... اُس نمبر کی کار میری ملکیت ہے۔"

"ترکیب اچھی ہے۔ اس طرح تو میری کار بھی استعمال کیجا سکتی ہے۔"

"تم کیا کروگے۔؟"

"میرے پاس ایک چھوٹی فیاٹ بھی ہے اُس سے کام چلا لونگا۔"

"پھر نمبر بدلوا کر کار مجھے پہنچا دو۔"

"یہ کام میں خود بھی کرسکتا ہوں۔ آپ یہ بتائیں کار کہاں پہنچاؤں۔؟"

عمران کچھ سوچتا رہا پھر ایک پتہ بتا کر کہا۔ "اُس جگہ تم چار بجے کے لگ بھگ پہنچنا"

www.BooksPK.com

"کوئی خاص بات۔؟"

"اس درمیان میں کچھ ضروری کام نپٹالوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔"

"تمہارے پاس کوئی ایکسٹرآرڈنری قسم کا رپورٹر ہے۔؟" چند لمحے خاموشی کے بعد اُس نے پوچھا۔

"ہے ــ کام بتائیں۔؟"

"اُسے پولیس کے ساتھ چپکا دو ــ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ وہ لوگ دونوں واقعات کو کیا رنگ دیتے ہیں۔"

"ہوں ــ سمجھا..." وہ بڑبڑایا...

"سمجھ گئے..." عمران نے ہلکی سی قلکاری لگائی۔ اشفاق بھی ہنسا۔

"درست آہے سائیں۔"

"کوئی اور حکم.....؟"

"چڑھ جا بھیّا سولی پر رب بھلی کرے گا۔"

"صُبح کا اخبار پڑھنا مت بھولئے گا....."

"بقول کنفیوشس .. اب صُبح کا انتظار کون کرے۔"

"اتفاق سے میرا پرچہ شام کا ایڈیشن شائع نہیں کرتا۔"

"نہ کرے میرے ٹھینگے سے ... اگر تمہاری خرافات ختم ہوگئی ہو تو میں فون بند کر دوں۔؟"

"ہائیں .. ہائیں .. الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔"

"میرے خیال میں تم کچھ غلط کہہ گئے ہو۔"

"کیا غلط کہہ گیا۔؟"

"کنفیوشس کا یہ مقولہ کچھ یوں ہے کہ اُلٹا کوتوال چور کو شہہ دے۔"

"جواب نہیں آپکے کنفیوشس کا... اشفاق ہنس پڑا۔" میرے خیال میں اس مرتبہ اس نے کچھ ٹھیک ہی کہدیا۔"

"وہ ہمیشہ ہی ٹھیک کہا کرتا ہے نورِ چشمی....."

"کہتا ہوگا۔"

"ہوگا" نہیں "ہے"۔ اور تمہیں چاہئے کہ "ہے" کو ثابت کرنے کے لئے اپنے رپورٹر کو پولیس ہیڈ کوارٹر کی طرف دوڑا دو... اُسے اپنے تمام وسائل استعمال کر کے پولیس کی تحقیقات سے واقف رہنا ہوگا۔"

"فکر مت کریں ۔ جلیل جنّ ہے۔ جس کام کے پیچھے لگاؤ۔ کیئے بغیر دم نہیں لیتا... ایس پی کا ریڈر اُس کا چچا ہے جس سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رہتی.. چونکہ جلیل اُس کا ہونے والا داماد ہے اس لئے وہ جلیل سے کچھ چھپانے کی کوشش نہیں کرتا۔"

"تمہارے ہونے والے سُسر کہاں کام کرتے ہیں۔؟"

"اتفاق سے ابھی نوبت سُسر کی نامزدگی تک نہیں پہنچی۔" اشفاق نے شگفتہ لہجے میں کہا۔

"پہنچ جاتی تو بھی تم میرا کیا بگاڑ لیتے۔"

"ظاہر ہے کچھ نہیں..."

"تب میرے کان کیوں کھا رہے ہو۔ بند کرو فون۔"

www.BooksPK.com

"یہ کام تو آپ ہی کی طرف سے کیا جائے گا۔ میرے فون بند کر دینے کے باوجود لائن کلیئر نہیں ہوگی۔"

"ہائیں یہ بات تم نے پہلے کیوں نہیں بتائی۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"بزرگوں نے کہا تھا کہ دیر آئید درست آئید۔"

"گڈ بائی۔" عمران نے ریسیور ہک پر لٹکا دیا۔ کبھی کبھی وہ بلاوجہ بکواس کرنے پر تل جاتا تھا اور اس وقت بھی یہی کچھ ہوا تھا...

بوتھ سے باہر نکل کر وہ ایک میز پر پہنچ گیا۔ وہاں سے رخصت ہونے سے پہلے وہ کھانا کھا لینا چاہتا تھا۔

ویٹر آیا تو کھانے کا آرڈر دے کر وہ آئندہ لائحہ عمل پر غور کرنے لگا تھا۔ حالات کی تیز رفتاری اُسے بھی تیزی سے کام دکھانے پر اُکسا رہی تھی۔

وہ سوتے میں اُلجھا تو اُلجھتا چلا گیا... حالات میں یوں تو کوئی الجھاؤ نہیں تھا... وہ کھیل کو مکمل طور پر سمجھ چکا تھا.. دشواری صرف ثبوت کے حصول کی تھی۔ جس کے بغیر کھیل ختم نہیں ہو سکتا تھا۔

سوچنے اور اُلجھنے کا سلسلہ ویٹر کی آمد تک قائم رہا تھا.. اُس وقت تک جو کچھ اُس نے اندازہ لگایا اُس کے مطابق کھیل کو ختم کرنے کے لئے کسی اُوٹ پٹانگ طریقے کی ضرورت تھی۔

"اونہہ۔" اُس نے زبردستی تمام اُلجھنوں اور خیالات کو دماغ سے باہر دھکیلا اور کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

کھانے کے بعد چائے پی اور اُس کے بعد ہوٹل سے نکل کھڑا ہوا۔ ٹیکسی لینے کے

بجائے وہ پیدل ہی ایک طرف چلا جا رہا تھا۔

اُس کے سفر کا اختتام تیسری شاہراہ پر بنجامن کے کیفے کے سامنے ہوا تھا۔ وہ ٹہلنے کے انداز میں چلتا ہوا کیفے میں داخل ہو گیا تھا۔

کیفے چھوٹا سا لیکن صاف ستھرا تھا.. وہاں کے ماحول سے ظاہر ہوتا تھا وہاں نچلے طبقے کے افراد ہی کا گزر تھا۔ وہ ایک کونے میں جا کر بیٹھ گیا تھا۔

اُس کی نظریں گھومتی ہوئی کاؤنٹر پر پہنچ گئیں۔ وہاں ایک نوجوان بیٹھا تھا۔ اُس نے اِدھر اُدھر نظریں گھمائیں.... لیکن مایوسی ہی ہوئی.. بنجامن کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

"یس سر۔" ویٹر کی آمد نے اُسے چونکا دیا تھا۔

"آں.... چائے لے آؤ۔"

ویٹر چلا گیا۔ عمران کھوپڑی پر ہاتھ پھیر کر کچھ سوچنے لگا... پھر کسی فیصلہ پر پہنچ کر مطمئن انداز میں سر ہلا دیا تھا۔

ویٹر چائے لیکر آیا اور برتن سجا کر جانا ہی چاہتا تھا کہ عمران نے اُسے روک لیا تھا۔ "سنو۔ بل لیتے جاؤ۔" اُس نے جیب سے پرس کھینچتے ہوئے کہا۔

"بہتر۔"

عمران نے دس کا ایک نوٹ نکال کر ویٹر کی طرف بڑھا دیا۔ اُس نے نوٹ لے کر باقی دینے کے ارادے سے جیب میں ہاتھ ڈالا لیکن عمران نے منع کر دیا۔

"باقی تم رکھ لو۔"

"شش... شکریہ جناب۔" لمبی ٹپ ملنے پر ویٹر کھل اٹھا تھا۔

www.BooksPK.com

"کیا بات ہے۔ بنجامن نظر نہیں آرہا....؟" عمران مطلب کی بات پر آگیا۔

"وہ۔ اُن کی طبیعت کچھ خراب ہے۔ اس وجہ سے آج نہیں آئیں گے۔"

ویٹر نے ادب سے کہا...

"چچ..... بیچارے کو جب سے دھمکیاں ملی ہیں وہ کچھ ٹھیک نہیں رہتا۔

"دھمکیاں۔" ویٹر کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ "آ... آپ کو کیسے معلوم۔"

"بنجامن نے مجھے خود بتایا تھا.... وہ میرا دوست ہے۔"

"دوست۔ لیکن میں نے تو آپکو پہلے کبھی نہیں دیکھا جناب۔"

"کیا یہ ضروری ہے کہ اُس کے تمام دوست یہاں آیا کریں۔" عمران مسکرایا۔

"نن... نہیں تو۔" وہ بے چارہ کچھ بوکھلا سا گیا تھا۔

عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ "اُس نے دراصل مجھے کل بلایا تھا... لیکن کام میں پھنس جانے کی وجہ سے نہ آسکا تھا۔ اب فرصت ملی تو سوچا ملتا ہی چلوں.. لیکن خیر گھر جا کر مل لونگا۔"

"جی ہاں۔ جی ہاں... وہ گھر پر ہی ہونگے..."

"اُس کی کار مل گئی یا نہیں۔؟"

"کار تو مل گئی جناب۔ لیکن سُنا ہے کار سے ایک آدمی مر گیا ہے۔"

"وہ۔ راجرس اسٹریٹ والا حادثہ۔؟" عمران نے چونکنے کی ایکٹنگ کی۔

"جی ہاں۔"

"وہ مرنے والا تو نائیر تھا.... میرے خیال میں تو تم بھی اُسے پہچانتے ہوگے دھمکیوں والے چکر میں وہ یہاں آچکا ہے۔

"اچھا۔ وہ۔ جس کے گال پر موٹا سا سیاہ مسا تھا۔"

"گڈ۔ تمہاری یادداشت اچھی ہے۔ وہی سیاہ مسّے والا تو مرا ہے۔"

"کیسے نہ یاد رکھتا صاحب۔ اُسے میں نے ہی دھکے دیکر باہر نکالا تھا۔" وہ فخریہ لہجہ میں بولا۔

"اے ویٹر۔" ایک طرف سے اُسے پکارا گیا۔

"اوہ۔" وہ چونک گیا۔ "میں جاتا ہوں صاحب۔"

"ہاں جاؤ۔" عمران نے خلوص کے ساتھ اُسے جانے کی اجازت دے دی۔

ویٹر چلا گیا تو عمران تیزی سے چائے حلق سے اتارنے لگا.... اُس کا مطلب ضرورت سے کچھ زیادہ بہتر طریقے پر حل ہوگیا تھا اس لئے قبل اس کے کوئی اٹرچین کھڑی ہو وہ وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔

چائے ختم ہوتے ہی وہ وہاں سے رخصت ہوگیا۔ اس مرتبہ بھی وہ پیدل ہی سفر کر رہا تھا... اس مرتبہ اُس نے بنجامن کے فلیٹ کا رُخ کیا تھا جو وہاں سے کچھ فاصلے پر تو ضرور تھا لیکن نہ جانے کیوں اُس نے ٹیکسی پکڑنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔!!

★ ——— ★

تین گھنٹے سے زیادہ گذر چکے تھے لیکن اکبر کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ اُس کی گمشدگی نے سوہنی کو پاگل بنا رکھا تھا۔ یہ احساس اُس کے لئے پریشان کُن تھا کہ وہ دلاور کو کیا جواب دے گا جس نے اُس پر اعتماد کرتے ہوئے اُسے تمام معاملے کا مختار بنا دیا تھا۔

www.BooksPK.com

دلاور اُس وقت بھی محوِ خواب تھا لیکن کسی بھی وقت اُٹھ کر جواب طلبی کر سکتا تھا۔

اُس نے اپنے بہت سے آدمی عمران اور اکبر کی تلاش میں روانہ کر رکھے تھے۔ لیکن اُن میں سے بھی کسی نے کوئی اطلاع نہیں دی تھی۔

اچانک فون کی گھنٹی اُسے سوچ کی دنیا سے باہر کھینچ لائی۔ اُسنے چیل کی مانند جھپٹ کر ریسیور اُٹھا لیا تھا۔

"سونی۔" اُس کی آواز لرز رہی تھی۔

"شاہد بول رہا ہوں مسٹر سونی۔" دوسری جانب سے کسی نے کہا۔

"کہو... کیا ہوا۔؟"

"کاؤنٹر کلرک نے بتایا ہے کہ عمران ہوٹل آیا تھا۔۔ لیکن دس پندرہ منٹ بعد ہی واپس چلا گیا تھا۔"

"یہ کس وقت کی بات ہے۔؟"

"بارہ بجے کے قریب۔"

"اوہ۔" اضطرابی عالم میں وہ ہونٹ مسل رہا تھا۔

"اب کیا کرنا ہے۔؟"

"ایں۔" وہ چونکا۔ "مجھے سوچنے دو۔" پھر تقریباً ایک منٹ سوچنے کے بعد کہا۔ "تم پولیس ہیڈ کوارٹر چلے جاؤ۔؟"

"کس لئے۔؟"

"راجرس سے کہو کہ وہ معلوم کرے۔ شہر کے کسی حصے میں کوئی حادثہ یا قتل

نہیں ہوا۔؟"

"کیا بات بنی۔؟" شاہد کی آواز میں حیرت تھی۔

"بات بننے نہ بننے کے چکر میں پڑنے کی بجائے سیدھے راجرس کے پاس چلے جاؤ۔۔ اُس نے کرخت لہجے میں کہا۔

"او، کے۔ او۔ کے۔"

"راجرس سے کہنا معلومات بہت خاموشی سے کرے۔ کسی کو محسوس نہیں ہونا چاہئے۔"

"راجرس سے کہہ کر واپس آجاؤں۔؟"

"نہیں۔ جب تک وہ معلوم کر کے نہ بتائے تم وہیں رکنا۔"

"ٹھیک ہے۔"

ریسیور کریڈل پر ڈال کر اُس نے سر پکڑ لیا۔ شراب پینے اور مسلسل سوچتے رہنے کی وجہ سے اُس کے سر میں شدید درد ہو رہا تھا۔ اُس کا دل چاہ رہا تھا کہ جا کر کچھ دیر کے لئے سو جائے لیکن ایسے آثار ہی نظر نہیں آ رہے تھے۔

وقت گذرتا رہا لیکن کسی طرف سے کوئی خبر نہیں آئی۔ اُسی عالم میں ایک گھنٹے سے زیادہ وقت گذر گیا تھا.... اُسی وقت فون کی گھنٹی نے انتظار کے خاتمہ کا اعلان کیا تھا۔

"سونی۔" اُس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"شاہد بول رہا ہوں۔"

"کچھ معلوم ہوا۔؟" اُس نے تقریباً چیختے ہوئے معلوم کیا۔

"ہاں۔"

www.BooksPK.com

"کیا۔؟"

"بیل کالونی کے قریب ایک کار اُلٹ جانے سے ڈرائیور مر گیا ہے۔"

"اوہ۔"

"پولیس کو عینی شاہدوں نے حادثہ کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے اُس کے مُطابق اُس کار کا ڈرائیور ایک آدمی کو کچلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن وہ آدمی تو بچ گیا۔ لیکن کار بے قابو ہو کر ایک گھڑے میں چلے جانے سے پلٹ گئی تھی۔۔۔۔ نتیجے میں ڈرائیور ہلاک ہو گیا۔"

"اور وہ آدمی۔؟"

"وہ وہاں سے فرار ہو گیا تھا۔"

"ہوں۔" سونی کا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا وہ سینہ توڑ کر باہر نکل آئے گا۔

"اور مسٹر سونی۔" شاہد کہہ رہا تھا۔ "راجرس نے مرنے والے کا جو حلیہ بتایا ہے وہ اکبر سے سو فیصدی مطابقت رکھتا ہے۔"

سونی کے دماغ میں زبردست دھماکہ ہوا۔ ریسیور اُس کے ہاتھ میں کانپ گیا۔ جس بات کا اُسے ڈر تھا بالآخر وہ خدشہ سامنے آ ہی گیا تھا۔۔۔۔ اُس نے بولنا چاہا لیکن بول نہ سکا۔

"اب کیا کرنا ہے۔؟" شاہد زیادہ دیر خاموش نہ رہ سکا تھا۔

"آں۔ واپس آجاؤ۔" اُس نے خالی خالی لہجے میں کہا۔

"اچھا۔"

ریسیور کریڈل پر ڈال کر اُس نے ایک مرتبہ پھر سر پکڑ لیا تھا۔ اکبر کی موت کی

خبر ایسا دھماکہ تھی جس نے اُس کے اعصاب درہم برہم کر دیئے۔ وہ بے اختیار شراب کی طرف رجوع ہو گیا تھا۔

شراب کی اچھی خاصی مقدار معدے میں پہنچ جانے کے بعد وہ کسی حد تک پُرسکون ہو گیا تھا۔۔۔۔ جب پُرسکون ہوا تو اُس کا دماغ بھی کام کرنے لگا تھا۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ کمرے سے نکل گیا۔۔۔۔ دلاور کے اُٹھنے سے پہلے پہلے وہ عمران کا معقول انتظام کر دینا چاہتا تھا۔ اُس مرتبہ اُس نے جو ترکیب سوچی وہ بلاشبہ لاجواب تھی۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد جب وہ واپس آیا تو چار آدمی اُس کی ہدایت پر عمل کرنے کے لئے جا چکے تھے۔ اُسے یقین تھا اگر وہ چاروں کامیاب ہو گئے تو عمران خود بخود اُن کے جال میں آ پھنسے گا۔

بے فکری کے احساس کے بعد وہ آنکھیں بند کر کے صوفے میں نیم دراز ہو چکا تھا اب اگر دلاور اُٹھ جاتا تو بھی وہ کسی نہ کسی حد تک اُس کی تسلّی کر سکتا تھا۔

تقریباً سوا گھنٹے بعد جب فون کی گھنٹی بجی تو وہ کچھ غنودگی کی کیفیّت سے دوچار تھا اس لئے کچھ تساہل کے بعد ہی کال اٹینڈ کی تھی۔

"ہیلو۔۔۔۔۔ لو۔"

"بوجھو مسٹر سونی۔" دوسری جانب سے تیز تیز آواز میں کہا گیا۔

"کیا رہا۔؟" وہ تیزی سے سیدھا ہو گیا تھا۔

"کامیابی۔ ہم نے اُسے اُٹھا لیا ہے۔"

"شاندار۔" جوش مسرّت سے اُس کا چہرہ چمک اُٹھا۔

www.BooksPK.com

"اب ۔"

"کوہالی والے اڈے پر چلے جاؤ..... جب تک دوسری ہدایت نہ ملے وہیں رہو گے ۔" سونی نے تیزی سے ہدایت دی ۔

"چیز شاندار ہے مسٹر سونی ۔؟" دوسری جانب والے نے معنی خیز لہجے میں کہا ۔

"کوئی حماقت نہیں کروگے ۔" سونی نے کرخت آواز میں کہا ۔ "اُسے تنگ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ۔"

"کیا ظلم کرتے ہو ۔"

"شٹ اپ ۔ اُسے عیاشی کے لئے نہیں اٹھوایا ہے ۔"

"اوکے ۔ اوکے ۔ ناراض ہونے کی ضرورت نہیں ۔" وہ کچھ کھسیا گیا ۔

"بہت ہوشیار اور مستعد رہنا ۔ اگر وہ تم لوگوں کے قبضے سے نکل گیا تو پھر باس سے تو تم واقف ہی ہو ۔"

"فکر نہ کریں ۔ اُس کے فرشتے بھی ہماری اجازت کے بغیر نہیں بھاگ سکتے ۔"

"اوکے ۔"

ریسیور کریڈل پر ڈال کر اُس نے اطمینان کی طویل سانس لی ۔ پھر اُس کی نظریں بے اختیار دلاور کی طرف اُٹھ گئیں جو کروٹیں بدل رہا تھا ....

سونی یکدم مستعد ہوگیا دلاور کے اٹھنے کے آثار نظر آرہے تھے ... اور چند منٹ بعد آثار حقیقت بن گئے ۔

وہ کافی دیر آنکھیں کھولے بے خیالی کے انداز میں لیٹا رہا .... سونی خاموشی سے اُس کے اُٹھ جانے کا انتظار کر رہا تھا ۔

"سونی ۔" دلاور اُٹھا تو نہیں البتہ کشن کے سہارے اوپر ہوگیا تھا ۔

"یس باس ۔" سونی مستعدی سے بولا ۔

"سر میں شدید درد ہے ۔" وہ سر دباتے ہوئے بڑبڑایا ۔ نشے کے اثرات اب تک اُس کے دماغ پر موجود تھے ۔

"آپ منہ ہاتھ دھولیں میں کافی منگواتا ہوں ۔" سونی کھڑا ہوگیا تھا ۔

"آ... ہاں ..." اُس نے چونک کر سونی کی طرف دیکھا ۔ "اُس معاملے میں کیا پروگرس ہے ۔؟"

"آپ فریش تو ہو جائیں ۔ سب کچھ بتادونگا ۔" سونی نے ٹالنے کی کوشش کی ۔

"اچھا ۔" اُس نے سر ہلا دیا .... وہ شدید قسم کی سرگرانی میں مبتلا تھا ۔

وہ بمشکل کھڑا ہوا اور ٹوائیلٹ کی طرف چلا گیا تو سونی بھی کافی کا آرڈر دینے کے لئے باہر چلا گیا تھا ۔

دلاور کو فریش ہوتے ہوتے نصف گھنٹے سے زیادہ لگ گیا تھا ۔ جب وہ باتھ روم سے باہر آیا تو سونی اور کافی دونوں ہی موجود تھے ۔

ایک کپ بلیک کافی نے کافی حد تک دلاور کو سر درد سے نجات دلادی تھی پھر وہ سگریٹ سلگا کر سونی سے مخاطب ہوگیا تھا ۔

"ہاں ۔ اب بتاؤ ۔ عمران کے لئے تم نے کیا کیا ۔"

"اُس معاملے میں کچھ گڑبڑ ہوگئی ہے باس ۔" سونی نے ڈرتے ڈرتے کہا ۔

"کیا ۔" وہ بُری طرح چونکا ۔ "کیسی گڑبڑ ۔؟"

"وہ .... وہ ..." اُس کے لئے حقیقت بیان کرنا مشکل ہو رہا تھا ۔

www.BooksPK.com

"سونی۔" وہ غرّایا۔

"یس باس۔" وہ سہم گیا۔

"میں پوچھ رہا ہوں کیا گڑبڑ ہوئی ہے۔؟"

"باس ..... میں نے عمران کا پتہ لگا لیا تھا...

"پھر۔؟"

رُک رُک کر سہی بہرحال اُسے پوری کہانی تو سنانی ہی پڑی تھی۔

"سونی۔" کہانی سُن کر دلاور پھٹ پڑا تھا۔

"یس ..... یس باس۔"

"تم دنیا کے سب سے بڑے احمق ہو۔" دلاور چنگھاڑ کر بولا۔ "تم نے کام بنانے کی بجائے اُسے اور بگاڑ دیا ہے۔ میں تمہیں اس قدر گدھا نہیں سمجھتا تھا۔

"مم ..... میں معافی چاہتا ہوں ... باس۔" سونی کی پیشانی پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔

"معافی کے بچے۔ تمہیں لڑکے کو اُٹھوانے کی کیا ضرورت تھی۔ اس طرح تم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کار کا حادثہ اُسکا نہیں بلکہ کسی اور کا کارنامہ ہے .... تم نے کیا سوچ کر یہ حرکت کی ہے۔؟"

"مم ..... میں نے ... سوچا ... اس طرح ہم عمران کو بلیک میل کر سکیں گے۔" سونی کی آواز بُری طرح کانپ رہی تھی۔

"بلیک میل ...." وہ درندگی آلود انداز میں ہنسا۔ "تم کو میں نے عمران کے بارے میں تمام تفصیلات بتا دی تھیں۔ اس کے باوجود تم نے اس قدر سطحی حرکت کی ہے۔"

سونی نے کوئی جواب نہیں دیا ..... اپنی جانب سے تو اُس نے اچھا ہی کیا تھا۔ لیکن معلوم یہ ہوا کہ آنتیں اُلٹ کر گلے میں آ گئیں۔

"کتنا شاندار کارنامہ ہے کسی کو دن دھاڑے گھر میں گھس کر اغوا کر لیا۔" وہ جلتے ہوئے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ "کیا تم اندازہ لگا سکتے ہو بات کہاں تک پہنچے گی ... اس مرحلے پر پولیس سے بھی تعاون کی کوئی اُمید مت رکھنا۔ وہ ایسے کُتے ہیں جو خود کو مصیبت میں دیکھ کر اپنے مالک ہی پر جھپٹ پڑتے ہیں۔"

"اُس ... سے .. چھوڑ دیا جائے۔" سونی کانپ رہا تھا۔

"بالکل۔" وہ فیصلہ کُن لہجے میں بولا۔ "قبل اس کے اس معاملے میں لے دے ہو اُسے اُس کے گھر پہنچ جانا چاہئے۔"

"بب بہتر۔"

"جاؤ۔ فوراً جا کر یہ کام کرو۔ برجو اور اُس کے ساتھیوں کو کچھ عرصے کے لئے باہر بھیج دو۔ تم خود لڑکے کے سامنے مت آنا۔" دلاور ہدایت دیتا چلا گیا ....

سونی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"عمران کے معاملے میں اب خاموش ہو کر بیٹھ جاؤ۔ اُسے چھیڑنے کی بجائے یہ دیکھو وہ کیا کرتا ہے۔"

"لل ... لیکن اُسکا پتہ کس طرح چلے گا۔؟"

"کب تک چھپا رہے گا۔ اگر لڑکے کو بے گناہ ثابت کرنا ہے تو کسی نہ کسی مرحلے پر اُسے سامنے آنا ہی پڑے گا۔ اُسی وقت اُس سے نبٹ لیا جائے گا۔ فی الحال تم لڑکے کو واپس بھیجو باقی باتیں بعد میں دیکھ لی جائیں گی۔"

www.BooksPK.com

"بہتر۔"

سونی کمرے سے باہر گیا تو دلاور نئی سگریٹ سلگا کر دھواں اڑانے لگا تھا۔ اُسے رہ رہ کر سونی پر غصہ آرہا تھا۔ جس نے بچکانہ حرکتیں کر کے نئی اُلجھنیں کھڑی کر دی تھیں۔

سانپ نکل جانے کے بعد لکیر پیٹنے سے کچھ حاصل نہیں تھا۔ اُس نے آئندہ اقدام کے لئے دماغ کا استعمال شروع کر دیا۔ تاکہ خود کو آفات سے محفوظ رکھا جا سکے۔

اُسے رہ رہ کر خیال آرہا تھا کہ سونی پر بھروسہ کر کے اُس نے غلطی ہی کی تھی جس کے نتیجے میں معاملات کچھ اور زیادہ پیچیدہ ہو گئے تھے۔

کافی دیر سوچنے کے بعد وہ کھڑا ہوا اور میز پر پہنچ گیا۔ اپنے گرگوں کو آئندہ ہدایت دینے کے لئے وہ انٹر کام استعمال کرنا چاہتا تھا۔!!!

★ ——— ★

کال بیل کا بٹن دبانے سے پہلے عمران نے مونچھیں اُتار کر جیب میں ڈال لی تھیں۔۔۔ بنجامن کے فلیٹ تک پہنچتے پہنچتے اُس نے کئی مرتبہ اپنے تجویز کردہ پلان کو تبدیل کیا تھا پھر ایک پر مستحکم ہو کر وہاں پہنچا تھا۔

گھنٹی کے جواب میں دروازہ کچھ دیر بعد کھلا تھا۔۔۔ وہ اینجلا تھی جو عمران کو دیکھ کر بھونچکی ہو گئی تھی۔

"تم ....."

"دم تو میں گھر ہی چھوڑ آیا ہوں البتہ خود آگیا۔" عمران نے دانت نکوس کر کہا۔

"اب کیوں آئے ہو۔؟" اُس نے عمران کی بکواس نظر انداز کر کے مضطرب لہجے میں پوچھا

"مسٹر بنجامن کی خیریت دریافت کرنے۔ سُنا ہے کچھ بیمار ہیں۔"

"تم سے مطلب۔ جاؤ اپنا کام کرو۔" اُس نے دروازہ بند کر دینا چاہا۔

عمران کو یقین تھا اینجلا کچھ ایسی ہی حرکت کرے گی اس لئے وہ بایاں پیر غیر محسوس طریقہ پر آگے بڑھا کر تیار تھا۔۔۔ جیسے ہی اینجلا نے دروازہ بند کرنا چاہا عمران نے پیر اڑا دیا۔

"کیا زبردستی ہے .... پیر ہٹاؤ۔" وہ جھلا گئی۔

"مجھے اندر آنے دو مس اینجلا میرا مسٹر بنجامن سے ملنا ضروری ہے۔" عمران نے سنجیدگی اختیار کر لی تھی۔

"اُن کی طبعیّت خراب ہے وہ کسی سے نہیں ملیں گے۔"

"میں صرف تمہارا خیال کر رہا ہوں اینجلا ورنہ بنجامن کو راہِ راست پر لانے کے لئے اور بھی راستے ہیں۔" عمران سانپ کی مانند پھنکارا۔

"کک ... کیا .... کیا کہنا چاہتے ہو۔؟" وہ سہم گئی تھی۔

"کیا تم یہ پسند کرو گی کہ تمہارے پڑوسی بھی وہ سب باتیں سن لیں جو میں تمہیں بتاؤں۔ یا تم یہ پسند کرو گی کہ کچھ دیر بعد پولیس تمہارے دروازے پر دستک دے رہی ہو۔ میرے پاس اس امر کے ثبوت موجود ہے کہ ٹائیگر تمہارے والد کو بلیک میل کر رہا تھا ..... اور ..... اس کا سبب ....."

"چُپ رہو..... خُدا کے لئے۔" وہ بوکھلا کر بولی۔

"اس صورت میں۔ تمہیں مجھ کو اندر آنے کی اجازت دیدینی چاہئے۔" عمران نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"آؤ۔" وہ بے بس ہو گئی تھی۔

www.BooksPK.com

"شکریہ۔"

دونوں کمرے میں داخل ہوئے تو بنجامن گیلری میں بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ ساتھ ہی وقت گذاری کے لئے سڑک اور اطراف کے ماحول کی نظارا بازی میں بھی مصروف تھا۔

وہ لوگ اندر داخل ہوئے تو آہٹ پاکر وہ گھوم گیا عمران کو دیکھ کر ایک لمحے کے لئے ششدر رہ گیا لیکن فوراً ہی چیختا ہوا کرسی سے کھڑا ہو گیا تھا۔

"تم ... ... میں نے تمہیں منع کیا تھا ... ..."

"اور میں نے بھی تم سے کہہ دیا تھا کہ میں واپس آؤنگا۔" عمران اُس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی بول پڑا۔

"کس لئے۔؟"

"یہ معلوم کرنے کہ تم نے نائیر کو کیوں اپنے کیفے سے دھکے دے کر نکلوایا تھا۔"

عمران نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"کیا۔؟"

"تم نائیر کو ہفتے میں کتنی رقم ادا کرتے رہے ہو۔؟" عمران نے اُس کی آنکھوں میں جھانک کر کہا۔

بنجامن نے کچھ کہنا چاہا۔ لیکن آواز حلق سے آگے نہ آسکی تھی ... وہ حیرت و اضطراب کی صورت بن گیا تھا۔

عمران معنی خیز نظروں سے اُس کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ بنجامن بت بنا کھڑا رہا۔ پھر عمران کی آواز دھماکے کی مانند کمرے کی خاموش فضاء میں پھیلی تھی۔

"جب نائیر کو کار کے نیچے کچلا گیا تو تم وہاں کیا کر رہے تھے۔ مسٹر بنجامن۔"

بنجامن کا بت کانپ گیا۔ ... وہ پھٹی پھٹی نظروں سے عمران کو دیکھ رہا تھا جس کی آنکھیں اُس وقت دہکتے ہوئے انگاروں کی مانند چمک رہی تھیں۔

عمران کا خیال تھا اُس مرحلے پر بنجامن ضرور بولے گا لیکن بنجامن تو شاید قوتِ گویائی ہی سے محروم ہو گیا تھا۔

"تمہاری وہاں موجودگی سے کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نائیر کو کچلنے والے تم ہی تھے۔" عمران نے کھنکتی ہوئی آواز میں کہا۔ "اور کیا تم اس بات سے انکار کر سکتے ہو کہ کار کی چوری ایک ڈرامہ تھی۔"

سرد موسم کے باوجود بنجامن کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا تھا۔ اُس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے گلاس کو مُنہ کی طرف لے جانا چاہا لیکن ہاتھ نے حرکت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

"نائیر تمہیں کس سلسلے میں بلیک میل کر رہا تھا مسٹر بنجامن۔" عمران کا سوال دھماکے کی مانند بنجامن کی سماعت سے ٹکرایا تھا۔

"اس کا جواب میں دونگی مسٹر عمران۔"

عمران چونک کر آواز کی جانب گھوما اور جو کچھ اُسے نظر آیا وہ دیکھ کر اُس کے جسم میں حرارت سی پھیل گئی تھی۔

اینجلا کے ہاتھ میں پستول تھا اور جس انداز میں اُس نے عمران کو زد پر لے رکھا تھا اُس سے معلوم ہوتا تھا وہ پستول کے استعمال سے بخوبی واقف ہے۔

"بہت شاندار۔" عمران بے اختیار مسکرایا۔ "اس کا مطلب ہے بنجامن کے بلیک میل ہونے کی اصل وجہ تم ہو۔؟"

"ہاں۔" وہ سرسراتی آواز میں بولی۔

www.BooksPK.com

"اینجلا ..... اینجلا .... کیا تم پاگل ہوگئی ہو۔" بنجامن ہذیانی لہجہ میں چیخا۔ "ہٹاؤ پستول۔"

"آپ مت بولئے ڈیڈی۔" اینجلا کے آنکھوں سے وہ آنسو جنہیں وہ بڑی دیر سے ضبط کئے ہوئے تھی بہہ کر اُس کے گالوں پر آگئے .... لیکن پستول کا رُخ تبدیل نہیں ہوا۔ "آپ میری خاطر بہت کچھ کر چکے ہیں۔ .... اب میری باری ہے ... میں آپکو پریشان نہیں دیکھ سکتی۔ میں سمجھتی تھی نائیر کو ختم کر کے آپ نے پریشانی سے نجات حاصل کرلی ہے ... لیکن اب یہ شخص ...

"احمق مت بنو۔ ... یہ مجھے اب معلوم ہوا ہے کہ تم کس انداز میں سوچ رہی ہو۔ بہنیں بے بی .... میں کسی مصیبت میں نہیں ہوں۔ ... کیونکہ میں نے نائیر کو نہیں کچلا۔ البتہ اس شخص کو قتل کر کے تم ضرور مصیبت کا دروازہ کھول دوگی۔" بنجامن نے اینجلا کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"نہیں۔ نہیں .... آپ مجھے بہلانے کی کوشش مت کیجئے۔"

عمران نے دیدے نچائے اور اچانک ہی اتنی تیزی سے حرکت کی کہ اینجلا کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا .... اور سمجھی تو ایک جھٹکے کے ساتھ پستول اُس کے ہاتھ سے نکل کر عمران کے ہاتھ میں پہنچ گیا تھا۔

"سکون سے بیٹھ جاؤ اینجلا۔" عمران نے نرم آواز میں کہا۔ "تمہارے ڈیڈی ٹھیک کہتے ہیں کہ انہوں نے نائیر کو قتل نہیں کیا۔"

"لیکن تم تو ....."

"وہ بلف تھا۔ .. ...."

"تم .. سُور .. کمینے ... وہ چیخ کر عمران پر جھپٹ پڑی۔ پھر وہ عمران کے

سینے پر دونوں ہاتھوں سے گھونسے مارنے کے ساتھ روتی بھی جا رہی تھی۔ عمران نے اُسے روکنے منع کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی ...

"اینجی ... اینجی ... بنجامن تیزی سے آگے گیا اور اینجلا کو کھینچ کر صوفے پر لے گیا ... وہ اُسوقت بھی رو رہی تھی۔

بنجامن کی کوشش نے اینجلا کو بہت جلد پُرسکون کر دیا تھا۔ اس درمیان عمران پستول سنبھال کر لپکتا رہا تھا ...

"میرے خیال میں پستول کا لائسینس تو تمہارے پاس موجود ہی ہوگا مسٹر بنجامن۔" عمران نے اپنا کھیل بند کر کے پوچھا۔

"ہاں۔" وہ چونکا۔ "دکھاؤں؟"

"نہیں۔ لیکن اتنا ضرور کہنا چاہتا ہوں۔ کہ پستول کو ایسی جگہ رکھا کریں جہاں سے ... حاصل نہ کر سکیں۔"

"میں بچہ نہیں ہوں۔" اینجلا چیخی ... ،

"کنفیوشس نے کہا تھا کہ کوئی بھی احمق خود کو احمق سمجھنے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوتا عمران نے پستول نچاتے ہوئے کہا۔ پھر اُس نے پستول اینجلا کے قریب صوفے پر پھینک دیا تھا۔

"جاؤ۔ اُسے جہاں سے لائیں تھیں وہیں رکھ کر آؤ۔"

"کیا ہے" وہ ہچکچا سکی تھی۔

"ارے .. اب جاؤ بھی۔" عمران نے جھلانے کی ایکٹنگ کی۔

"تم .... تم ..

"ہاں .. میں بہت بڑا گدھا ہوں۔" عمران مقابل صوفے پر بیٹھ گیا۔ "میری تمام زندگی

www.BooksPk.com

گدھے پن کے ایسے ہی کارناموں سے مُرقع ہے۔"

"تم ... تمہیں .. کیا سمجھا جائے ....."

"نیڈو بے بی۔ جسے دودھ کی بجائے چائے کی شدید ضرورت ہے۔ اگر تم نے فوراً انتظام نہیں کیا تو میں بلکنا اور رونا شروع کر دوں گا۔ لہٰذا فوراً باورچی خانے کی طرف روانہ ہو جاؤ۔"

"جاؤ اینجلا۔" بنجامن اب پُرسکون تھا۔

اینجلا کو جانا ہی پڑا ... عمران نے اُسے پستول بھی یاد دلا دیا تھا۔

"تم ... تم کو کیا سمجھا جائے مسٹر عمران۔" بنجامن تھکے تھکے انداز میں بولا۔

"دشمن کے علاوہ جو دل چاہے سمجھ لو۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کیا سمجھوں۔"

"سمجھنے اور اُلجھنے کی بجائے کھل جاؤ مسٹر بنجامن۔" عمران گمبھیر لہجے میں بولا۔ "میں تم سے اب بلیک میل ہونے کی وجہ نہیں پوچھوں گا۔ لیکن دوسری تمام باتیں تو تمہیں بتانی ہی پڑیں گی۔"

"تم .. تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ حادثہ کے وقت میں وہاں موجود تھا۔" اُس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے گلاس کو خالی کر کے پوچھا۔

"کنفیوشس نے کہا تھا کہ دو اور دو کو جمع کر لو نتیجہ خود بخود نکل آئے گا۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ "اس چکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ یہ باتیں مجھے کیسے معلوم ہو گئیں تم مجھے اصل حالات بتاؤ۔"

"جب تمہیں ہر بات معلوم ہی ہے تو مجھ سے کس لئے اعتراف کرانا چاہتے۔" بنجامن

کے لہجے میں بے بسی تھی۔

"مجھے نائیر کے اصل قاتل کی تلاش ہے۔ مسٹر بنجامن۔"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ میں اُس کے بارے میں جانتا ہوں۔"

"ممکن ہے نہ جانتے ہو۔ لیکن کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور تمہارے علم میں ہو سکتی ہے جو مجھے قاتل تک پہنچا سکے۔"

"کیا کہہ سکتا ہوں۔" وہ بڑبڑایا۔

"یہ بات تو طے شدہ ہے کہ حادثہ کے وقت تم وہیں موجود تھے ... تو کیا تم نے قاتل کو نہیں دیکھا تھا۔"

"بالکل دیکھا تھا .... لیکن میں اُس کا حلیہ نہیں بتا سکوں گا۔"

"کیوں۔؟"

"جب وہ نائیر کو کچلنے کے بعد کار سے اُتر کر اُس کے پاس گیا تو اوّل تو میری جانب اُس کی پشت تھی ... دوسرے اُس نے اسٹر کے کالر کھڑے کر رکھے تھے فلیٹ ہیٹ بھی چہرے پر جھکا ہوا تھا .... اُس حالت میں اُس کا چہرہ دیکھ لیا جانا ممکن نہیں تھا۔"

"ہوں۔" عمران کی پیشانی پر سلوٹیں پھیل گئی تھیں۔ "نائیر کی لاش کے پاس جا کر اُس نے کیا کیا تھا۔؟"

"نائیر کی جیب سے کوئی نوٹ بک یا ایسی ہی کوئی چیز نکالی تھی۔"

"اوہ۔" عمران کا سر معنی خیز انداز میں ہلا۔ "پھر۔؟"

"پھر وہ وہ چھلانگ مار کر تاریک گلی میں گھسا اور غائب ہو گیا۔ وہ نصف منٹ سے زیادہ میری نظروں کے سامنے نہیں رہا تھا۔

www.BooksPK.com

"اُس کے جانے کے بعد تم کیوں رُکے رہے تھے۔؟"

"میں جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ وہ لڑکا وہاں پہنچ گیا تھا۔... اُس وقت قتل ہوئے دو منٹ بھی نہیں گذرے تھے۔... پھر جب لڑکا اپنی کارروائی ختم کر کے چلا گیا تو میں بھی وہاں سے چلا گیا تھا۔

"جب تم قتل کے عینی شاہد تھے تو احمد کے بیان کی تائید کرنے آگے کیوں نہیں آئے۔؟"

"اگر میں ایسا کرتا تو تم جانتے ہو ہمارا کیا حشر ہوتا۔" بنجامن کی آواز بے انتہا تلخ ہو گئی۔..... عمران نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔.....

"وہ میرا کیفے تباہ کر دیتے.... اینجلا کو کہیں بھی اُٹھا لیتے۔"

"اوہ۔"

"میرے گواہی نہ دینے کے نتیجے میں لڑکے کو چند ماہ کی سزا ہو جاتی۔ لیکن اگر میں گواہی دے دیتا تو میرا وہ حشر کر دیا جاتا کہ میں مرنا چاہتا اور نہ مر سکتا... نہیں مسٹر عمران یہ میرے بس کی بات نہیں۔" اُس نے جلتے ہوئے لہجے میں کہا۔"اب بھی تم مجھ سے اس بات کی توقع مت رکھنا کہ جو کچھ تمہیں بتا رہا ہوں قانون کے سامنے اُس کی تائید بھی کروں گا۔ تمہیں میری گواہی کے بغیر ہی لڑکے کو بے گناہ ثابت کرنا ہوگا۔"

عمران نے اس انداز میں سر ہلایا جیسے وہ بنجامن کی تائید کر رہا ہے۔ حقیقتاً اُسے بنجامن کی مجبوری کا احساس تھا۔

"تمہیں معلوم ہے نائیر کس کے ایما پر تم سے غندہ ٹیکس وصول کر رہا تھا۔ چند لمحے خاموشی کے بعد عمران نے پوچھا۔

"نہیں۔ اگر اصل شخصیت کے بارے میں مجھے پتہ چل جاتا تو میں اپنے انجام کی پرواہ

کئے بغیر اُسے ٹھکانے لگانے سے دریغ نہ کرتا...

"کوئی اندازہ بھی نہیں۔؟"

"نہیں۔"

"کار کی چوری۔؟"

"وہ حقیقت تھی۔"

"کیا تم میری مدد کرو گے۔؟"

"میری بیٹی کا مستقبل زد پر نہ آئے تو میں ہر مدد کے لئے تیار ہوں۔" میں نے اینجلا کو ماں بن کر پالا ہے مسٹر عمران۔ تم اُس محبت کا اندازہ نہیں لگا سکتے جو مجھے اینجلا سے ہے۔ اُس کا مستقبل محفوظ رکھنے کے لئے میں سب کچھ کر سکتا ہوں۔"

عمران خاموش ہو کر کسی سوچ میں ڈوب گیا... لیکن اینجلا کی آمد نے اُسے زیادہ دور نہیں جانے دیا تھا۔

اینجلا اب رو تو نہیں رہی تھی لیکن اُس کا چہرہ اضطراب اور پریشانیوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اُس نے خاموشی سے چائے کا کپ عمران کو تھما دیا تھا۔

"اب تم کیا کرو گے۔؟" بنجامن نے تشویش زدہ لہجے میں پوچھا۔

"کس سلسلے میں۔؟" عمران نے چونک کر اُسے دیکھا۔

"یہاں جو کچھ ہوا ہے۔؟"

"وہ۔" عمران مسکرایا۔" میں نادان بچوں کی اوٹ پٹانگ حرکتوں کا بُرا نہیں مانتا۔ اور اینجلا بھی بچی ہی ہے۔"

اینجلا کا مُنہ بنا لیکن وہ بولی کچھ نہیں۔

www.BooksPK.com

"اگر تم میری ہدایت پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ تو میں اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ اینجلا کے مستقبل کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔"

"مجھے کیا کرنا ہوگا۔؟"

"کوئی ایسا کام نہیں جس کے لئے تم پریشان ہونے کی کوشش کرو۔"

"پھر بھی۔؟"

"اگر تم پورے خلوص کے ساتھ تیار ہو تب ہی بتا سکتا ہوں۔"

"کہو تو اپنے الفاظ دوہرا دوں۔"

"تم بھی کہو تو میں اینجلا کے مستقبل والے وعدے کی تصدیق کر دوں۔"

"یہ بات ہے تو پھر میں تمہارے ساتھ ہوں۔" بنجامن نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "بولو مجھے کیا کرنا ہوگا۔"

"ٹیپ ریکارڈ ہے تمہارے پاس۔؟"

"ہاں۔ لیکن اس کا کیا کرو گے۔؟"

"ٹیپ ریکارڈ۔ کچھ الیکٹرک وائیر۔ ایک اسکرو ڈرائیور اور پلاس کا بندوبست کرو۔ لیکن فٹافٹ۔"

"یہ سب چیزیں گھر ہی پر موجود ہیں..... لیکن....."

"فی الحال سوال کرنے کی ضرورت نہیں۔ سامان مہیا کرو۔ پھر خود دیکھ لو گے میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" اس کی آواز میں بے بسی تھی۔ "اینجلا سب چیزیں لے آؤ۔"

اینجلا خاموشی سے چلی گئی... عمران چائے پینے لگا اور بنجامن جا کر بوتل لے آیا

کچھ دیر بعد اینجلا تمام چیزیں لیکر واپس آ گئی تھی۔

عمران نے جو کچھ کرنا شروع کیا وہ دیکھ کر اینجلا اور بنجامن حیران ہو گئے تھے۔ عمران ٹیپ ریکارڈ کو فون سے اٹیچ کر رہا تھا۔

اس کام میں عمران کو نصف گھنٹے سے زیادہ وقت لگا تھا۔ کام سے فارغ ہو کر اس نے ...ل کیا... اس کی محنت شاندار طریقے پر کام کر رہی تھی۔۔ اس تمام وقت میں باپ اور بیٹی ...وش تماشائی بنے رہے تھے۔

"لو... مسٹر بنجامن۔ کام کی ابتدا ہو گئی۔" عمران نے مسکرا کر کہا۔

"لل.. لیکن.. اس سے تم کیا کام لینا چاہتے ہو۔؟" بنجامن نے ہکلاتی آواز میں پوچھا۔

"وہ بھی بتا دوں گا۔" عمران نے جیب سے ایک چشمے کا کور جیسا چرمی کیس نکالتے ہوئے ...ا۔ اس نے زپ کھینچ کر کیس کھولا اس میں ایک چھوٹی سی کسی قسم کی مشین موجود تھی.....

...اس نے میز پر رکھ دیا۔ پھر جیب سے ایک انگوٹھی نکال لی تھی۔

"ذرا اپنا ہاتھ دکھانا اینجلا۔"

"کک... کیوں۔؟" وہ بوکھلا سی گئی۔

"ارے ڈرو مت تمہارا ہاتھ لے کر بھاگنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"پتہ نہیں کیا چکر چلا رہے ہو۔" اس نے بڑبڑاتے ہوئے داہنا ہاتھ آگے بڑھا دیا تھا۔

عمران نے پھرتی کے ساتھ انگوٹھی اس کی ایک انگلی میں چڑھا دی تھی...

"ارے.. ارے... یہ کس لئے۔" اینجلا کی بوکھلاہٹ عروج پر پہنچ گئی تھی۔ اس ...انگوٹھی اتارنے کی کوشش کی تھی۔

"رہنے دو اسے۔" عمران کی کرخت آواز نے اسے روک دیا۔ "یہ زبردستی کی انگیج

www.BooksPK.com

منٹ رنگ نہیں ہے۔"

اُس نے آنکھیں اور مُنہ پھاڑ کر عمران کی طرف دیکھا... دونوں باپ بیٹی حیران و پریشان تھے عمران کی حرکتوں نے اُن کی عقل خبط کر دی تھی۔

عمران نے مشین اُٹھا کر اُس کے دو بٹن دبا دیئے۔ مشین سے زناٹے کی ہلکی سی آواز آئی ہوئی اور ڈائیل پر لگی ہوئی سوئی حرکت میں آگئی تھی۔

"اُس طرف جاؤ۔" عمران نے اینجلا کو اشارہ کیا۔

اینجلا نے مشینی انداز میں حرکت کی اور عمران کی اشارہ کردہ سمت چلی گئی... عمران بار بار اُس سے جگہیں تبدیل کرا رہا تھا۔ اُس کی نظریں ڈائل کی سوئی پر جمی ہوئی تھیں جو اینجلا کے ساتھ ساتھ حرکت کر رہی تھی۔ اینجلا جدھر بھی جاتی سوئی اُسی سمت اشارہ کرنے لگتی تھی

عمران کے ساتھ بنجامن بھی مشین پر نظریں جمائے ہوئے تھا... شروع میں تو وہ عمران کا مقصد نہ سمجھ سکا لیکن جب اینجلا کے ساتھ سوئی بھی حرکت کرتی رہی تو وہ سب کچھ سمجھ گیا

"میرے خیال میں انگوٹھی کسی قسم کا نشری آلہ ہے۔" اُس نے سرسراتے لہجے میں عمران سے کہا جو مشین بند کر رہا تھا۔

"ہاں۔" عمران نے سر ہلا دیا۔

"اس سے کیا کام لینا چاہتے ہو۔؟"

"کام۔" عمران نے اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔ "مختصراً یہ سمجھ لو میں اس کو مجرموں کی گرفتاری کے لئے بطور چارہ استعمال کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا۔" وہ بے اختیار چیخ پڑا تھا۔ "نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔؟"

"کیا تم اپنی اور اینجلا کی تمام زندگی خوف کے سائے میں گزار دینا چاہتے ہو۔" عمران

نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کیا تم سمجھتے ہو۔ رقم ادا کرتے رہنے سے تم نے اینجلا کا مستقبل محفوظ کر لیا ہے۔ اگر تم اس انداز میں سوچتے ہو تو تم سے بڑا احمق اس دنیا میں نہیں ہے۔"

بنجامن نے کوئی جواب نہیں دیا وہ بس پھٹی پھٹی نظروں سے عمران کے چہرے کو دیکھ رہا تھا... "اینجلا کا مستقبل محفوظ کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے مسٹر بنجامن کہ وہ وجہ ہی ختم کر دی جائے۔ جو تباہی اور خوف کا اصل سبب ہے۔" عمران گمبھیر لہجے میں کہہ رہا تھا۔ "اور یہ کام اُسی صورت میں ممکن ہے جب تم لوگ میرے ساتھ تعاون کرو۔ مجھے مجرموں کے خلاف کچھ ثبوت چاہئے ہیں اور وہ اینجلا کے ذریعہ فراہم ہو جائیں گے اُس کے بعد میں اُنہیں دفن کر دوں گا۔"

دونوں خاموش رہے اُن کے پاس عمران کی بات کا اس لئے کوئی جواب نہیں تھا کہ وہ بالکل درست کہہ رہا تھا...

"پھر کیا کہتے ہو مسٹر بنجامن۔؟"

"ٹھیک ہے مسٹر عمران۔ آپ جو کہیں گے وہی ہو گا۔" بنجامن کی بجائے اینجلا فیصلہ کُن لہجے میں بولی۔ "میں خود بھی خوف کے سائے میں زندگی بسر نہیں کر سکتی جو کچھ ہوتا ہے ہو جائے۔"

"کچھ نہیں ہو گا۔" عمران نے اطمینان کی طویل سانس لی۔ "یہ میرا وعدہ ہے کہ اب تمہیں کوئی بلیک میل نہیں کر سکے گا۔ چوبیس گھنٹے کے اندر تمہارا مستقبل بلیک میلنگ کے چکر سے آزاد ہو چکا ہو گا۔"

"میں کہہ چکی ہوں جو کچھ بھی ہو میں آپ کے ساتھ ہوں۔"

"گڈ۔" عمران مسکرایا۔

"ایک بات میری سمجھ میں اب تک نہیں آئی۔" بنجامن بھی خاموش نہ رہ سکا۔

www.BooksPK.com

"کیا۔؟" عمران نے چونک کر اُس کی طرف دیکھا۔

"تمہارا نہ تو پولیس سے کوئی تعلق ہے نہ ہی تم شاداب نگر سے تعلق رکھتے ہو پھر تم کس اُمید پر اتنے بڑے دعوے کر رہے ہو۔؟"

"اینجلا ذرا دیکھنا میرے سر پر سینگ تو نہیں ہیں۔؟" عمران نے دیدے گھماتے ہوئے پوچھا۔

"نن ....نہیں ۔" وہ بے خیالی میں کہہ گئی ... پھر فوراً ہی اپنی حماقت کا احساس ہو گیا تھا۔..

"جب میرے سر پر سینگ نہیں ہیں تو میرے احمق ہونے کا بھی سوال پیدا نہیں ہوتا مسٹر بنجامن۔" عمران بدستور دیدے نچا رہا تھا ...." جب ضرورت ہوگی تو یہاں کی پولیس خود بخود کام شروع کر دیگی۔

"لیکن کیسے۔؟"

"میرے پاس جادو کا چراغ ہے اُس کا جن میرے اشارے پر تمام بگڑے کام بنا دیتا ہے۔" عمران نے جھلا کر کہا۔" اے تم آدمی ہو یا بقر قل قل۔ تمہیں آم کھانے سے مطلب ہے یا پیڑ کا ڈنٹ کرنے سے۔ ظاہر ہے کوئی نہ کوئی ایسی گراؤنڈ ہے جس پر میں دعوے کی اتنی بڑی عمارت تعمیر کر رہا ہوں۔ اب یہ ضروری تو نہیں کہ ہر بات تمہیں بتا دوں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر عمران۔ اب کچھ نہیں پوچھوں گا۔" اُس نے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ بتاؤ ہمیں کیا کرنا ہے۔؟"

"بیٹھ جاؤ۔" عمران اُنہیں اس انداز میں ٹریٹ کر رہا تھا جیسے وہ خود اُس مکان کا مالک ہے۔ اور وہ دونوں مہمان۔...

عمران کافی دیر تک اُنہیں اپنا پلان سمجھاتا رہا ... جسے دونوں ہی نے ذہن نشین کر لیا تھا ...

"کیا آپ سمجھتے ہیں یہ نتیجہ خیز رہے گا۔؟" آخر میں اینجلا نے پوچھا۔

"اُمید پر دنیا قائم ہے مس اینجلا۔" عمران مسکرایا۔" بہر حال کوئی نہ کوئی نتیجہ تو ضرور برآمد ہوگا۔"

"اب تو جو بھی ہو..." اُس نے اعتماد سے سر ہلا دیا تھا۔۔

"اب میں جاتا ہوں۔"

"فون کب کریں گے۔؟" بنجامن نے پوچھا۔

"وقت مقرر نہیں کر سکتا لیکن کر دونگا ضرور۔ اُس وقت تم لوگ اپنا کام شروع کر دینا۔"

دونوں نے خاموشی سے سر ہلا دیا۔ پھر عمران نے وہاں سے رخصت ہونے میں دیر نہیں لگائی تھی۔!!

عمران جب طے شدہ ہوٹل میں پہنچا تو اشفاق موجود تھا۔ اُس کی نظریں دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔ یقینی طور پر اُسے عمران کا انتظار تھا۔ لیکن عمران اُس کی نظروں کے سامنے سے گذر گیا اُس کے باوجود اُس کا انتظار موجود تھا۔

عمران کے چہرے پر گھنی مونچھوں والا میک اپ سجا ہوا تھا جس نے عمران کے نقوش ہی تبدیل کر دیئے تھے۔ ایسے میں وہ بے چارہ کس طرح پہچان لیتا۔

www.BooksPK.com

عمران چھوٹا سا چکر لگا کر اشفاق کی میز پر پہنچ گیا۔ اُس کی آنکھوں میں شرارت چمک رہی تھی۔

"اشفاق کے سامنے پہنچا تو وہ چونک کر دیکھنے لگا۔ لیکن اُس وقت بھی عمران کو نہ پہچان سکا تھا۔

عمران ہلکے سے کھانسا.. پھر بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔" میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں برخوردار۔"

"کیوں۔" اشفاق نے ناگواری کا مظاہرہ کیا۔ "جب میزیں خالی ہیں تو یہاں ہی کیو بیٹھنا چاہتے ہیں۔

"اس لئے کہ تم میرے دادا زاد نانا کے خلیرے بھتیجے کے پوتے کے خلوانسے سے ہو بہو ملتے ہو۔ وہی کان۔ وہی آنکھیں... وہی بتیس دانت ....."

"جی نہیں.. ابھی ایک عقل داڑھ نکلنی باقی ہے اس لئے اکتیس دانت کہیئے... پھر بیٹھ جایئے۔" اشفاق نے طویل سانس لے کر کہا۔ بکواس کر کے عمران نے اپنے میک اپ کا بھرم ختم کر دیا تھا۔

"بڑے سعادت مند واقع ہوئے ہو لہٰذا جُتے رہو۔" عمران بیٹھ تو گیا لیکن آواز بدستور تھی۔

"آپ کافی لیٹ ہیں۔" اشفاق نے عمران کی طرف جُھک کر سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔

"کافی لیٹ ہے۔" عمران نے دیدے گھمائے۔ "اے اگر کافی لیٹ ہے تو اُسکا انتظار کیوں۔ چائے سے کام چلا لو۔"

"مجھے آفس پہنچنا ہے جناب اس لئے زیادہ نہیں رُک سکوں گا۔" اُس نے کار

کی چابی عمران کے سامنے پھینک کر سرگوشی کی

ویٹر کی آمد کی وجہ سے عمران کو خاموش رہنا پڑا اشفاق نے چائے کا آرڈر دے کر اسے فوراً رخصت کر دیا تھا۔

"اُس طرف کی کیا خبر ہے۔؟" عمران نے آواز دبا کر پوچھا۔

"کس طرف کی۔؟"

"پولیس ہیڈ آفس کی۔؟"

"وہ لوگ دوسری کار تک بھی پہنچ گئے ہیں۔ اُس کا ڈرائیور مر چکا ہے۔"

"میری کار کے بارے میں کیا خیال ہے۔؟"

"ابھی تک کوئی ایسی خبر نہیں ملی جسے اہم کہا جا سکے۔ بہر حال یہ بات طے شدہ ہے کہ کار کے نمبر سلامت ہیں جنکی مدد سے وہ کار کے مالک کا پتہ لگا لیں گے۔"

"جب تک وہ مجھ تک پہنچیں گے اُسوقت تک کھیل کا "دی اینڈ" ہو جائے گا۔"

"کوئی کامیابی۔؟"

"شیرہ لگا دیا ہے... باقی کام خود بخود ہو جائیں گے۔ بہر حال تم خلیل کو چھپائے رکھنا... اُن کی خیر خبر رکھنی ضروری ہے۔"

"جب تک آپ نہیں کہیں گے وہ چھپا رہے گا۔"

"گڈ۔"

"کمشنر کی طرف کب چلیں گے۔؟"

"ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جب تک حالات واضح صورت اختیار نہ کر لیں اُس کی طرف جانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

www.BooksPK.com

"فائدہ نقصان آپ جانئے۔ مجھ سے تو جو کہئے کرتا رہونگا۔"

"یہ بات ہے تو ذرا سر کے بل میز پر کھڑے ہو کر دکھاؤ۔"

"آفس آئیں گے تو یہ بھی کر کے دکھا دونگا۔" اُس نے ہنسکر کہا پھر کچھ کہتے کہتے رک گیا کیوں کہ۔ ویٹر ظالم سماج کی مانند درمیان میں آگیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا چائے تیار ہی رکھی تھی کہ وہ گیا اور لے آیا۔

"فائل سے لیئے ہوئے ناموں کا کیا کیا۔؟" اشفاق نے چائے بناتے ہوئے پوچھا۔

"فی الحال تو انہیں سینک رہا ہوں۔"

"اچھا ہی کر رہے ہیں۔" اُس نے شانے اُچکا کر کہا۔ "بائی دی وے آج کل آپ کی قوتِ ارادی کچھ کمزور ہو گئی ہے کیا۔؟"

"ہائیں — یہ میری قوتِ ارادی کی کمزوری کہاں سے آگھسی۔؟" عمران نے حیرت سے دیدے نچائے...

"آپ کے چہرے پر سجے ہوئے جھاڑ جھنکاڑ دیکھ کر خیال آیا تھا۔"

"اوہ۔ یہ حرکت تو صرف اس لئے ہے کہ وہ نامعقول کچھ دیر مجھے ڈھونڈتے رہیں اور میں اُن کی ناک کے نیچے کبڈی کھیلتا رہوں۔ ویسے بھی کیا تم مجھے سکس ملین ڈالر مین سمجھتے ہو کہ چاروں طرف سے گولیاں چلتی رہیں اور میں شوں کر کے اُن کے درمیان سے اُڑ کر بچ جاؤں"

"اب تک آپ سے جو کارنامے سرزد ہوئے ہیں اُن سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ سکس ملین ڈالر مین کے بھی چچا ہیں۔" اُس نے ہنس کر کہا۔

"میرے خیال میں تو چائے پی کر کھسک ہی لوں.... ورنہ کچھ دیر بعد تم مجھے سُپر مین کا دادا بنانے کے درپہ ہو جاؤ گے۔" ویسے نام زبردست دھانسو ہے سُپر مین کا دادا۔

ہاہا۔ بابونک وومین کی نانی..."

اشفاق نے اُسے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے عمران کا دماغ چل گیا ہو پھر کپ اُٹھا کر تیزی سے چائے پینے لگا تھا۔

"امے... ہائیں.. تم چائے پی رہے ہو یا لسی۔؟" عمران نے دیدے گھمائے۔

"کبھی کبھی چائے بھی لسی سمجھ کر پی لینی پڑتی ہے۔ پانچ بج رہے ہیں۔ مجھے جلد از جلد آفس پہنچنا ہے۔"

"میرے لفافے کا خیال رکھنا۔"

"لاحول ولا قوۃ... یہ بھی کوئی یاد دلانے والی بات تھی۔"

"وعلیکم لاحول ولا۔ اب آپ تشریف لے جائیں۔"

"ویٹر کو آجانے دیں۔؟"

"اب اتنا گیا گزرا بھی نہیں ہوں کہ چائے کا بل بھی ادا نہ کر سکوں۔"

"آپ کی مرضی۔ ورنہ میں تو آپ پر بوجھ نہیں ڈال سکتا تھا..."

"نو دو گیارہ ہو جاؤ پیارے بھائی ورنہ میرا بوجھ تم پر پڑ سکتا ہے۔"

"خدا حافظ جناب۔" وہ کھڑا ہوا اور وہاں سے رخصت ہو گیا تھا۔

عمران کے پاس فی الحال کوئی کام نہیں تھا اس لئے وہاں سے جانے کی جلدی نہیں تھی۔ ویٹر آیا تو ایک چائے کا آرڈر اور صادر کر دیا تھا۔

جب وہ وہاں سے رخصت ہوا تو شام کے سائے تیزی سے گہرے ہونے لگے تھے۔ اُس کے ساتھ سردی میں بھی اضافہ ہو رہا تھا۔ اشفاق کی کار میں ہیٹر موجود تھا اس لئے سردی کی اُسے زیادہ فکر نہیں تھی۔

www.BooksPK.com

ہوٹل سے دور جانے کے بعد اُس نے میک اپ اتار کر جیب میں ڈال لیا تھا۔
اور یہ اس بات کی علامت تھی کہ اُس کی عمرانیت جاگ اُٹھی ہے۔ اور اُس نے خطرات کو چیلنج کر دیا ہے۔

کچھ دیر وہ کار کو بلا مقصد ہی ادھر اُدھر دوڑاتا رہا... تاریکی آہستہ آہستہ اُجالے کو نگلتی جا رہی تھی۔... پھر جیسے ہی اُس کو ایک فون بوتھ نظر آیا اُس نے کار روک لی۔
وہ رشید سے بات کرنا چاہتا تھا۔

رشید تھانے ہی میں تھا۔ اس لئے ذرا توقف کے بعد وہ فون پر آ گیا تھا۔

"رشید دِس اینڈ۔"

"اگر شین کے نکتے غائب کر دیئے جائیں تو تم کیا بن جاؤ گے۔" عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ آپ کہاں غایب ہیں۔" رشید کی آواز میں ہیجان اور اضطراب تھا "کچھ پتہ بھی ہے کیا ہو گیا ہے"

"کیا ہو گیا۔؟" عمران کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔

"سلیمان یہاں آیا تھا۔"

"کیوں۔؟"

"رپورٹ کرنے۔ چار آدمی زبردستی فلیٹ میں گھس کر احمد کو اٹھا کر لے گئے ہیں"

"کیا۔" عمران کے دماغ میں زبردست دھماکہ ہوا تھا... اُس خبر نے چند لمحے کے لئے اُس کے حواس مختل کر دیئے تھے۔

"ہیلو۔۔۔ ہیلو۔۔ کیا فون بند کر دیا۔؟" اُس کی خاموشی پر رشید پریشان ہو گیا تھا

"یہ کس وقت کی بات ہے۔" عمران نے چونک کر پوچھا۔

"تقریباً تین بجے کی۔"

"پھر تم نے کیا کیا۔؟"

"تحقیقات کے لئے ایک اے ایس آئی کو بھیج دیا ہے۔"

"کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔" عمران بڑبڑایا۔

"کیا کہہ رہے ہیں۔؟"

"کچھ نہیں۔" عمران نے طویل سانس لی۔

"میں کافی دیر سے آپکا انتظار کر رہا تھا کہ شاید فون کریں۔ سلیمان بتا رہا تھا کہ صبح کے بعد آپ اُس طرف نہیں گئے۔

"رشید۔ کسی خیال کے تحت عمران تیزی سے بولا۔

"جی۔"

"فوراً گھر جاؤ اور لباس تبدیل کر کے احمد کے فلیٹ پر پہنچو۔ میں بھی اُدھر جاتا ہوں۔"

"کوئی خاص بات ہے"

"بہت خاص ـــ میں جانتا ہوں احمد کو کسی نے اور کس لئے اغوا کیا ہے۔"

"اچھا۔ کون ہیں وہ لوگ۔؟"

"جنہوں نے نائیر کو قتل کرایا ہے۔"

"کیا۔؟"

"میں معلوم کر چکا ہوں نائیر کسی حادثے میں نہیں مرا بلکہ اُسے دانستہ طور پر کار سے کچل کر ہلاک کیا گیا ہے۔"

"میرے خدا۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔؟" اُس کی آواز پھٹ گئی تھی۔

www.BooksPK.com

"باتیں بعد میں بھی ہوتی رہیں گی۔ جلد از جلد پہنچو۔ لیکن کسی کو یہ نہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تم کہاں جا رہے ہو۔ کچھ بھی بہانہ کر لینا۔"

"ٹھیک ہے۔ آدھے گھنٹے میں پہنچ جاؤں گا۔"

"اوکے۔" ریسیور کریڈل پر پٹخ کر وہ باہر نکل گیا۔ چند لمحے بعد کار تیز رفتاری سے راجرس اسٹریٹ کی طرف جا رہی تھی... اُس وقت اُس کا دماغ طوفانوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ احمد کے فلیٹ کے دروازے پر دستک دے رہا تھا.. اندر سے بہت سے افراد کے بات کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہاں اہلِ خانہ کے علاوہ بھی کچھ افراد موجود تھے۔

دروازہ سلیمان نے کھولا تھا... وہ عمران کو دیکھ کر کھل اُٹھا تھا۔ عمران نے اُس کے چہرے کو غور سے دیکھا لیکن وہاں فکر و پریشانی کی علامتیں موجود نہیں تھی۔

"آ گئے آپ۔ اندر آ جائیں۔"

"احمد کا کیا معاملہ ہے۔" عمران نے اندر داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔ "رشید بتا رہا تھا کہ اُسے اغوا کر لیا گیا ہے۔ یہ"

"جی ہاں۔ جی ہاں۔" اُس کے دانت نکل آئے۔ "لیکن پندرہ منٹ پہلے وہ واپس آ گیا ہے۔"

"واپس بھی آ گیا۔" عمران کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔

"جی ہاں۔ جی ہاں۔"

"کیا جی ہاں۔" عمران نے اُسے گھورا۔

"مم... میرا مطلب ہے۔ وہ واپس آ گیا ہے۔"

"کہاں ہے بُلاؤ۔ مجھے اُس سے بات کرنی ہے۔"

"بلاتا ہوں۔ آپ بیٹھیں تو سہی۔"

"بیٹھتا ہوں.. لیکن دیکھ کسی اور کو ادھر نہیں آنا چاہئے۔"

"کوئی نہیں آئے گا فکر نہ کریں۔"

"اور سن۔" عمران نے اُسے روکا۔

"جی.... فرمائیے....."

"وہ تیرا رشتہ دار رشید بھی آنے والا ہے.. چائے کا بندوبست کرا لے اور فلیٹ میں جتنے فالتو افراد ہیں اُن کی چھٹی کرا دے۔"

"سمجھ لیجئے کہ ہو گئی۔" اُس نے دانت نکالے۔

"ابے دانت بند کر۔ مکھی فلائنگ کِک مار دے گی۔"

"کھی... کھی..." اُس کے دانت کچھ اور نمایاں ہو گئے تھے۔

"ابے.. اب جاتا ہے یا دھکیلنے کے لئے بُلڈوزر منگانا پڑے گا۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

سلیمان دوسرے کمرے میں چلا گیا تو عمران نے سر پکڑ کر آنکھیں بند کر لیں.. احمد کی غیر متوقع واپسی نے اُس کی کھوپڑی کے انجر پنجر ڈھیلے کر دیئے تھے۔ احمد کا اغوا تو سمجھ میں آتا تھا لیکن واپسی؟ وہ اُسے کوئی معنی نہیں پہنا سکا تھا۔

"سلام علیکم صاحب۔" احمد کی آواز نے عمران کو زیادہ دیر سوچ میں گم نہیں رہنے دیا تھا۔

"بیٹھو۔" عمران نے چونک کر اُس کی طرف دیکھا۔

احمد خاموشی سے دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ اُس وقت یرقان کا مریض نظر آ رہا تھا۔

www.BooksPK.com

"تمہارے ساتھ بُرا سلوک کیا گیا تھا۔؟" عمران نے نرم آواز میں پوچھا۔

"نن ۔۔نہیں۔" خوف اب بھی اُس کے اعصاب پر قابض تھا۔

"وہ لوگ تمہیں کہاں لے گئے تھے۔؟"

"پپ ... پتہ نہیں۔کار میں انہوں نے کسی دوائی سے مجھے بے ہوش کر دیا تھا۔ جب ہوش آیا تو میں قریبی پارک میں پڑا تھا۔"

"درمیان میں ہوش نہیں آیا تھا۔؟"

"آیا تو تھا لیکن اُن لوگوں نے فوراً ہی دوبارہ بے ہوش کر دیا تھا۔" اُس کی آواز کانپ رہی تھی۔

"اغوا کرنے والوں کو پہچان سکتے ہو۔؟"

"بب ... بالکل پہچان لونگا۔" اُس نے اعتماد کے ساتھ کہا۔

عمران خاموش ہو کر سوچنے لگا ... وہ شدید ترین اُلجھن میں مبتلا ہو گیا تھا .... اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس طرح احمد کو اغوا کرنا اور پھر بغیر کوئی تکلیف پہنچائے چھوڑ دینا کیا معنی رکھتا ہے۔، جب تک احمد کی واپسی کے بارے میں معلوم نہیں ہوا تھا اُس کے پاس اغوا کا جواز تھا لیکن اب تو وہ جواز بھی بے معنی ہو گیا تھا۔

"کوئی خاص بات جو تم بتا سکو۔؟" کچھ دیر خاموشی کے بعد عمران نے پوچھا۔

"کیا خاص۔؟"

"کار کے نمبر دیکھے تھے ...؟"

"نن ... نہیں ... میں اس قابل ہی نہیں تھا۔"

"اچھا۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی "جاؤ فی الحال عیش کرو۔میں رشید

سے کہہ دوں گا وہ تمہیں مجرموں کے فوٹو دکھا دے گا۔ ... اُنہیں تم شناخت کرنے کی کوشش کرنا۔"

"جی .. اچھا۔"

"جاؤ آرام کرو۔" عمران نے شفقت سے اُس کا شانہ تھپتھپایا۔

وہ جانے کے لئے کھڑا ہی ہوا تھا کہ دروازے پر دی جانے والی دستک نے دونوں کو چونکا دیا تھا۔

"تم اندر جاؤ۔ میں دیکھ لونگا۔" عمران نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

احمد خوفزدہ انداز میں تیزی سے اندر چلا گیا۔ عمران نے جا کر دروازہ کھول دیا اُس کی توقع کے مطابق باہر رشید موجود تھا۔

"آگئے آپ ...؟" اُس نے بے ساختہ پوچھا۔

"فضٹی ... فضٹی ..." عمران نے منہ بنا کر کہا۔

"کک .. کیا مطلب ..؟" وہ اندر آگیا تھا۔

"آدھا آیا ہوں اور آدھا آنے والا ہوں ..."

"کیا اُڑا رہے ہیں ..." وہ ہنس پڑا۔

"اُڑانے کی بجائے تشریف رکھیئے ..." عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"احمد کے اغوا کے سلسلے میں کوئی بات معلوم ہوئی ..؟" رشید نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"بڑی آفت بات معلوم ہوئی ہے ..." عمران نے شرارتی انداز میں آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"کیا ...؟"

"احمد خود بخود واپس آگیا ہے ..."

"واپس آگیا ہے۔کب ..." وہ حیرت سے اُچھل پڑا تھا۔

"عمران نے مختصراً بتا دیا۔

www.BooksPK.com

"یہ کیا بات بنی ۔۔۔؟" وہ بدستور حیرت زدہ تھا۔

"اس موقع کے لئے کنفیوشس کا انمول مقولہ سن لو۔"

؎ کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ۔؟"

"جی نہیں ۔ روحِ عمران عرض کر رہی تھی ۔"

"میں نہیں مانتا کہ آپ اس کیفیت کے شکار ہو سکتے ہیں ۔"

سلیمان کی آمد نے چند لمحے کے لئے گفتگو کا سلسلہ موقوف کر دیا تھا۔ وہ چائے لیکر آیا تھا۔

"چائے بنا کر دے اور چھوٹ جا فوراً ۔ عمران نے سلیمان سے کہا۔

سلیمان نے ایک لفظ کہے بغیر تیزی سے چائے بنائی۔ اور دونوں کو دیکر چلا گیا۔ اُس نے درمیانی دروازہ بھی بند کر دیا تھا۔ تاکہ اُن کے درمیان ہونے والی گفتگو دوسری جانب نہ سنی جا سکے۔

"آپ فون پر کیا کہہ رہے تھے ۔۔۔؟" رشید سے خاموشی برداشت نہ ہو سکی تھی۔

"ہائیں ۔ یہ ٹیلی فون یہاں کہاں سے آ ٹپکا ۔۔؟ عمران نے چونک کر دیدے گھمائے ۔

"قبلہ عمران صاحب ۔ میں بھلا اس قابل کہاں کہ آپ سے مقابلہ کر سکوں ۔" اُس نے ہنس کر کہا ۔" میں تو آپ سے صرف درخواست کر سکتا ہوں ۔"

"درخواست تحریری ہو تو غور کیا جا سکتا ہے ۔"

"کاغذ قلم منگوایئے لکھکر بھی دیدونگا ۔"

"سعادتمندی کا اصل انداز میں مظاہرہ کر کے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہو ۔ ایں ... چلو یار تم بھی کیا یاد رکھو گے ... باندھ لو کمر ۔"

"کیا کشتی لڑوانے کا ارادہ ہے ۔" وہ پھر ہنسا ۔

"ضرورت پڑی تو ایسا بھی کر گزرونگا ۔ فی الحال تو نہیں کچھ اور ہی کرنا ہوگا ۔"

"کیا ۔؟"

"پہلے یہ طے کر لو کہ تم میری ہدایات پر آنکھیں بند کر کے عمل کرنے کے لئے تیار ہو یا نہیں"

"آپ حکم تو دیجئے ۔"

"اچھی طرح سوچ لو ۔ مخالف پارٹی بہت تگڑی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ دباؤ پڑتے ہی غبارے کی ہوا نکل جائے ... ویسے میں تمہیں اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ اگر تم مضبوط رہے تو اسٹار کے اضافے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے ۔"

"میں آپکا خادم ہوں عمران صاحب ۔۔۔" وہ کھل اٹھا ... یہ بات وہ کس طرح بھول جاتا کہ کیپٹن فیاض کو بام عروج تک پہنچانے والا عمران ہی ہے ... جب کیپٹن فیاض عمران کی مدد سے آگے بڑھ سکتا تھا۔ تو وہ بھی کیوں اُس نادر موقع سے فائدہ نہ اٹھاتا ۔

"ٹھیک ہے خادم صاحب ۔ چائے پیئں ۔ پھر بتاتا ہوں تمہیں کیا کرنا ہوگا ۔"

"آپ نے فون پر کہا تھا کہ نائیر کی موت حادثہ نہیں قتل ہے ۔" رشید مطلب کی بات پر آگیا ۔

"ہاں ۔ میں اُس عینی شاہد سے ملاقات کر چکا ہوں جسکے بارے میں احمد نے بتایا تھا ... اُس نے نائیر کو قتل ہوتے بھی دیکھا تھا ۔"

"اچھا ۔" اُس کے چہرے پر حیرت پھیل گئی تھی ۔ "کون ہے وہ ۔؟"

"ابھی سے کیسے بتا دوں صاحبزادے ۔ وہ تو ترپ کا اکّہ ہے جسے مناسب وقت پر استعمال کیا جائے گا ۔"

"اوہ ۔" عمران کے جواب نے اُسے مایوس کر دیا تھا ... "اور قاتل کے بارے میں کیا کہتے ہیں ۔؟"

www.BooksPK.com

"فی الحال تم کو اس چکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں کھچڑی پکا لینے کے بعد ہی دعوت کا اعلان کرتا ہوں۔ اور تم اس حقیقت سے بھی واقف ہو کہ میں محبت پسند نہیں کرتا۔ جب وقت آئے گا تو سب کچھ میں خود ہی بتا دونگا۔"

"ٹھیک ہے جناب۔ اب کوئی سوال نہیں کرونگا۔"

"اچھا۔ اب جو کچھ کہوں اُسے اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ کیونکہ تمہاری ہلکی سی حماقت بنے بنائے کھیل کو بگاڑ بھی سکتی ہے۔"

"مطمئن رہیں۔ آپ کو مایوس نہیں کرونگا۔"

"خیر میں نے تو مایوس ہونا سیکھا ہی نہیں۔ البتہ تمہارا چانس ضرور مارا جائے گا۔" عمران نے اُسے دھونس دی۔

"آپ بتائیں تو۔ پھر دیکھئے کس طرح آپ کی ہدایت پر عمل کرتا ہوں۔"

"تو پھر ہمہ تن خرگوش ہو جاؤ۔"

"جی۔ فرمائیں۔"

"پھر عمران تیزی سے فرماتا چلا گیا۔ اور وہ فرمان کچھ ایسا ہی تھا کہ حیرت کی زیادتی نے رشید کا چہرہ بگاڑ دیا تھا۔

"کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس معاملہ میں اُس کا ہاتھ ہے۔" وہ پھٹی پھٹی آواز میں بولا۔

"تم ماہدے کی خلاف ورزی کر رہے ہو نور چشمی ۔۔۔" عمران نے تیکھے لہجے میں کہا۔

"سس ۔۔۔ سوری ۔۔" وہ سنبھل گیا۔

"سونے کی نہیں جاگنے کی ہو رہی ہے۔ چائے پیو اور کھسک لو۔ یہاں سے تمہیں سیدھا اُدھر ہی جانا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔"

"اور یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ کہ ہمارے تمہارے درمیان ہونے والا ماہدہ کسی تیسری شخصیت کے علم میں نہیں آنا چاہئے۔"

"ایسا ہی ہوگا۔ آپ سے کہاں ملاقات ہوگی۔"

"سیدھے تھانے جانا۔ میں موقع دیکھ کر فون کر لونگا۔ لیکن یہ خیال رہے کہ واپس جانے کے بعد تم تھانے سے کہیں نہیں جاؤ گے۔ ممکن ہے تمہارا کہیں اوپر سے بلاوا آجائے۔۔"

"اوپر سے۔؟"

"اشارہ۔ اللہ میاں کی طرف نہیں بلکہ تمہارے اعلا افسران کی طرف ہے۔"

"ایس پی صاحب کی طرف سے۔؟"

"سوچتے رہو۔ ایسا کرنے سے عقل میں اضافہ ہوتا ہے۔"

"آپ تو مکمل طور پر سسپنس میں رکھنا چاہتے ہیں۔"

"دِل چاہے تو سسپنس کی جگہ میگزین میں چلے جاؤ۔"

"جی۔ کیا مطلب۔۔۔؟"

"مطلب کے چکر میں رہو گے تو کسی مصرف کے نہ رہو گے برخوردار۔" اب چائے ذرا جلدی سے پی ڈالو۔"

"آپ بات کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتے ہیں۔"

"اسی کا نام تو بندر ابن ہے پیارے بھائی ... ہمارے ساتھ رہو گے تو ایسے ہی معمّے حل کرنے کو ملیں گے۔"

"احمد کو اغوا کرنے والوں کے سلسلے میں کچھ نہیں کرینگے ... میرا خیال ہے اُسے تھانے

www.BooksPK.com

بھیج دیں میں فائل دکھادوں گا۔"

"یہ سب فرصت کی باتیں ہیں۔اس وقت ہمیں دوسری اہم باتوں پر توجہ دینی ہے۔"

"آپ کی مرضی۔"

"چائے پیئو اور کھسک جاؤ.... مجھے بھی جاکر کچھ کام کرنے ہیں۔"

"او، کے۔سر۔"

اُس نے عمران کی خواہش پر عمل کرنے میں دیر نہیں لگائی... رشید کے جانے کے بعد عمران نے سلیمان کو آواز دی تو وہ یوں دروازہ کھول کر اندر آگیا تھا جیسے دروازے سے لگا ہی کھڑا تھا۔

"جی صاحب۔"

"میں جارہا ہوں..." عمران نے کہا۔

"کہاں۔؟"

"دنیا کے اُس نکڑ نے جہاں تیرے جیسے نامعقول نوکر نہیں پائے جاتے۔"

"جو دل چاہے کہہ لیں صاحب۔آپکا احسان اتنا وزنی ہے کہ میں سر نہیں اُٹھا سکتا۔" اُس نے گلوگیر آواز میں کہا۔

"ہائیں.. ہائیں۔یہ تو کیا بک رہا ہے۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا "ابے پردیس میں لاکر بے عزتی خراب کرتا ہے۔"

"خدا نہ کرے صاحب۔"

"خدا کرے نہ کرے لیکن تو ضرور کر رہا ہے۔اچھا سن۔"

"جی فرمائیں۔"

"کسی بات سے ڈرنے یا خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔اب اس بات کی اُمید ذرا کم ہی ہے کہ وہ لوگ ادھر کا رُخ کریں۔"

"صاحب۔یہ چکر کیا ہے۔"

"بگلو کا چکر ہے جس کے چکر میں تجھے پڑنے کی ضرورت نہیں۔"

"واہ۔واہ۔کیسے ضرورت نہیں ہے۔آپ میری ہی خاطر تو یہاں آئے ہیں۔"

"میرے پاس تیری بکواس سننے کے لئے وقت نہیں ہے۔" عمران نے جیب سے ڈائری اور پین نکالتے ہوئے کہا...

پھر اُس نے ایک صفحے پر اشفاق کا نام اور نمبر لکھے اور صفحہ پھاڑ کر سلیمان کو تھما دیا۔

"یہ کیا ہے۔؟" وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

"اب اگر کوئی بات ہو تو رشید کی طرف دوڑنے کی بجائے لکھے ہوئے نمبروں پر فون کر کے میرے لئے پیغام چھوڑ دینا۔"

"کیا یہ بہت خطرناک معاملہ ہے صاحب۔؟"

"ہاں۔لیکن تجھ سے زیادہ خطرناک نہیں ہے۔"

"صاحب... خدا کے لئے... احتیاط رکھئے گا۔اگر آپ کو خدانخواستہ کچھ ہوگیا تو میرا تو مُنہ کالا ہو جائے گا۔"

"فکر مت کر میرے پاس سفیدی کرانے کا معقول انتظام ہے... تیرا کالا چہرہ سفید کرا دوں گا۔"

"نہیں صاحب۔میرا خیال ہے آپ اس معاملے کو یونہی رہنے دیں۔احمد کی قسمت میں جو کچھ ہوگا وہ بھگت لے گا... لیکن آپ..."

www.BooksPK.com

"سلیمان ....." عمران تیوریاں چڑھا کر غرّایا۔

"جی۔ صاحب۔"

"میرے سامنے آئندہ اس قسم کی بکواس مت کرنا۔ اب ایسے معاملات کیا میرے لئے نئے ہیں۔؟"

"وہ تو ٹھیک ہے صاحب۔"

"بس۔ نو بکواس ایٹ آل۔"

سلیمان نے بے بسی کے انداز میں شانے اُچکا دیئے ... وہ خاموش تو ہو گیا لیکن چہرے سے تفکرات اور پریشانی تو دور نہ کر سکا۔"

"ابے۔ کیا کنواری بیوہ کی طرح تھوتھنی سُجالی ہے ...؟" عمران نے دیدے گھمائے ...

"آپ میری فکر چھوڑیئے اور صرف اپنی فکر کیجئے ... میرا دل اندر سے ڈرتا ہے۔"

"ابے اس وقت تو "راجہ مارون کا رول ادا کرنے کی کوشش مت کر ..."

سلیمان نے کوئی جواب نہیں دیا تھا ....

"اچھا۔ میں جا رہا ہوں۔" عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"پھر کب آئیں گے۔؟"

"جب خدا لائے گا۔"

"جب تک آپ کی صورت نظر نہیں آئے گی میں پریشان رہونگا۔"

"تب میں کسی کے ہاتھ اپنی تصویر بھیج دوں گا۔ اُسے دیکھ کر اپنی پریشانی دور کرتے رہنا۔"

عمران نے مُنہ بنایا۔

"صاحب آپ سمجھتے کیوں نہیں۔؟"

"اُستاد کنفیوشس کہہ مرے تھے کہ، کچھ نہ سمجھے خدا کرے عمران"۔ "لہٰذا ٹاٹا۔" عمران نے ہاتھ لہرایا اور سلیمان کو اظہار تشویش فکر کا موقع دیئے بغیر دروازے کی طرف چل دیا تھا۔

★ ——— ★

دلاور سگریٹ ایش ٹرے میں رگڑ کر کرسی سے کھڑا ہونا ہی چاہتا تھا کہ اُسے رُک جانا پڑا ... انٹر کام سے اشارہ نشر ہو رہا تھا۔

"ہاں ۔ کیا بات ہے۔؟" وہ سوئچ آن کر کے تیزی سے بولا۔

"ایس ایچ او رشید یہاں موجود ہیں جناب۔" دوسری جانب والے نے ادب سے کہا تھا۔

"اوہ۔" دلاور کے جبڑے بھنچ گئے۔ اُس کی آنکھوں سے پریشانی جھانکنے لگی تھی۔ پھر اُس نے تیزی سے کہا۔ "انہیں ہال میں بٹھاؤ میں ابھی آتا ہوں۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"سوئچ آف کر کے وہ ٹھوڑی رگڑنے لگا .. رشید کا آنا اُس کے نزدیک خطرے کا سگنل ہی تھا۔ وہ پہلے ہی اُلجھا ہوا تھا رشید نے آ کر اُس کی پریشانی میں کچھ اور اضافہ کر دیا تھا۔

"سونی کو بھیجو۔ فوراً ..." وہ انٹر کام کا سوئچ آن کر کے تیزی سے بولا ...

"رائیٹ سر۔"

سلسلہ منقطع کر کے اُس نے سگریٹ سلگائی اور پیکٹ اور لائیٹر جیب میں ڈالتا ہوا کھڑا ہو گیا ... وہ دماغ کو پُرسکون کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دو منٹ بعد سونی کمرے میں موجود تھا۔

www.BooksPK.com

"ہوشیار رہو۔ ایس ایچ او، رشید نیچے موجود ہے۔۔" سونی کی صورت نظر آتے ہی وہ مضطرب لہجے میں بولا۔

"رشید۔ کس لئے۔؟" سونی چونکا تھا۔

"یہ بات تو اُس سے ملنے کے بعد ہی معلوم ہوگی کہ وہ کس لئے آیا ہے... لیکن مجھے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمہاری حماقت کے نتیجے میں آیا ہے۔"

سونی کا سر جھک گیا تھا۔

"جاکر کچھ دیر کے لئے کھیل بند کرا دو اور ہال کنووٹ کر دو۔"

"کیا آپ کا خیال ہے کہ۔۔۔۔۔"

"میں اسوقت کسی قسم کا رسک لینے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ ویسے بھی احتیاط اچھی چیز ہوتی ہے۔ بس جاؤ۔۔۔"

سونی کے ساتھ ساتھ وہ بھی باہر نکل گیا۔ جب وہ کلب کے ڈائننگ ہال میں داخل ہوا تو چہرے پر فکر و پریشانی کی جگہ سکون اور شگفتگی نے لے لی تھی۔۔۔ رشید اُس کی مخصوص میز پر بیٹھا تھا جو نسبتاً پُرسکون گوشے میں تھی۔۔۔

"آہا۔۔ رشید صاحب۔ زہے نصیب کہ آپ تشریف لائے۔" دلاور نے میز پر جاکر خوش خلقی کا مظاہرہ کیا تھا۔۔ "کہئے کیسے مزاج ہیں۔؟"

"نوازش ہے آپ کی۔" رشید نے مسکرا کر مصافحہ کیا۔

"کیا پئیں گے... چائے۔ کافی یا سیال آتش... دلاور نے کرسی سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

"چائے ہی کافی ہوگی۔"

دلاور نے ہاتھ لہرا کر چٹکی بجائی۔ ایک ویٹر فوراً آگیا جسے چائے کا آرڈر دیکر دلاور

نے رخصت کر دیا تھا۔

"میری شدید خواہش تھی کہ آپ بھی کبھی مہمان نوازی کا موقع دیتے۔۔ آج آپ نے میری خواہش کی تکمیل کر دی۔" دلاور نے بہترین زبان دانی کا مظاہرہ کیا۔

"اتفاق سے مجھے آپ کی خواہش کا علم نہیں تھا۔۔۔ ورنہ پہلے ہی آگیا ہوتا۔" رشید نے مسکرا کر کہا۔

"بزرگوں نے کہا تھا دیر آید درست آید۔ بہرحال آپ آتو گئے... لیجئے سگریٹ پیجئے۔" اُس نے سگریٹ آفر کی۔

"شکریہ۔" رشید نے بلا تکلف سگریٹ لیکر سلگالی۔

"وہ... اُس چکر کا کیا ہوا۔؟" دلاور اصل موضوع پر آگیا تھا۔

"اُس سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔ مجھے کچھ معلومات درکار ہیں۔؟"

"مجھے جو کچھ معلوم ہوگا بصد شوق بتا دونگا۔ آپ پوچھیں۔"

رشید چند لمحے وہ سوالات ذہن میں ترتیب دیتا رہا جو وہ دلاور سے پوچھنا چاہتا تھا۔ پھر پہلا سوال فائر کیا۔ "نائیر آپ کے پاس کتنے عرصے سے کام کر رہا تھا۔؟"

"اوہ۔۔۔" اُس نے سوچنے کی ایکٹنگ کی پھر کہا۔ "میرے خیال میں تقریباً چار سال سے"

"آپ اُس سے ذاتی طور پر واقف تھے۔؟"

"اس سوال سے آپ کا مقصد کیا ہے۔؟"

"میرا مطلب تھا۔ اُس کی عادت و اطوار۔ جب وہ ڈیوٹی پر نہ ہو تو اُس کی مصروفیات کے بارے میں علم رکھتے ہیں۔؟"

"جہاں تک عادت و اطوار کا سوال ہے۔ تو میں نے شائد پہلے بھی بتایا تھا کہ وہ کم گو

www.BooksPK.com

اور اپنے کام سے کام رکھنے والا آدمی تھا۔ اُس سے کبھی کسی کو شکایت نہیں ہوئی تھی۔۔۔ رہ گئی آف ٹائم کی مصروفیات تو اُن سے میرا کیا تعلق ہو سکتا تھا۔۔۔ آفیسر۔۔۔ بائی دی وے۔۔۔ اب آپ کو اُس کی ذاتی زندگی سے دلچسپی کیوں پیدا ہو گئی۔۔

"میرے علم میں نائیر سے کچھ ایسی باتیں آئی ہیں جنہیں حیرت انگیز ہی کہا جا سکتا ہے۔"

"اچھا۔۔۔ وہ کیا۔۔۔؟"

"کچھ ایسے ثبوت ہاتھ آئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے نائیر کی موت حادثہ نہیں بلکہ قتل ہے۔"

"نہیں۔" وہ حیرت سے اُچھل پڑا تھا۔ "یہ آپ کیا کہہ رہے مسٹر رشید اُس بے چارے سے کسی کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے کہ اُسے قتل کرنے پر تُل جائے۔۔۔۔"

"کیا واقعی آپ کچھ نہیں جانتے۔؟" رشید نے اُس کی آنکھوں میں جھانکا۔۔۔

"کیا واقعی مجھے جاننا چاہئے۔؟" دلاور نے جواباً سوال کیا۔

"ہوں۔" رشید نے طویل سانس لی۔ "ہمارے پاس یہ یقین کرنے کی کافی وجوہ ہیں کہ نائیر کو قتل کیا گیا ہے۔"

"میرے لئے تو یہ اطلاع حیرت انگیز ہے۔" وہ مکمل طور پر پُرسکون تھا۔۔۔ بہرحال آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔"

"تحقیقات کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ یہاں سے تنخواہ لینے کے علاوہ بھی نائیر کے ذرائع آمدنی تھے۔۔۔ ناجائز ذرائع۔"

"کیوں مذاق کرتے ہو آفیسر۔" وہ بے یقینی کے انداز میں ہنسا۔

"یہ مذاق نہیں حقیقت ہے مسٹر دلاور کہ نائیر غنڈہ ٹیکس وصول کرنے اور بلیک

میلنگ کا دھندہ کر رہا تھا۔

"اگر یہ حقیقت ہے تو مجھے اپنی بے خبری کا افسوس ہے آفیسر۔ میں تو اُسے ایک شریف اور محنتی ملازم ہی سمجھتا تھا۔۔۔" اُس نے لاپرواہی سے کہا۔

"تین چار سو روپے تنخواہ پانے والا کوئی ملازم میرے کی انگوٹھی اور راڈو رائے گھڑی پہننے کے علاوہ جیب میں ہزاروں کی رقم لئے نہیں پھرتا۔

"ان چیزوں کے بارے میں آپ نے پہلے تو نہیں بتایا تھا۔"

"کوئی ضروری تو نہیں کہ ہم اپنی معلومات ہر کس و ناکس کے سامنے بیان کیا کریں۔" رشید نے خشک لہجے میں کہا۔

دلاور کی بھنویں کھنچ گئیں۔ اُسے رشید کا لہجہ پسند نہیں آیا تھا۔ لیکن جب بولا تو اُس کی آواز میں ناگواری کا شائبہ بھی نہیں تھا۔۔۔ "ٹھیک ہے۔ لیکن یہ باتیں مجھے سنانے سے کیا فائدہ۔"

"آپ ہم سے تعاون کریں تاکہ ہم نائیر کے قاتل کی گردن پر ہاتھ رکھ سکیں۔"

"لیکن وہ تو آپ کے کہنے کے مطابق ایک حادثہ تھا۔؟"

"حادثہ کا اعلان صرف اس لئے کیا تھا کہ قاتل ہوشیار ہو کر شہادتیں ضائع کرنے کی کوشش نہ کرے۔" رشید معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "اب ہمیں قریب قریب کامیابی ہو گئی ہے۔"

"اچھا۔؟"

"جی ہاں۔" ہم اُس آدمی کا کسی قدر سراغ لگانے میں کامیاب ہو گئے ہیں جو اُس حادثہ یا قتل کا عینی شاہد ہے۔ مجھے یقین ہے چند گھنٹے کے اندر ہم اُس آدمی تک پہنچ جائیں گے۔"

"آپ کی کامیابی پر میں پیشگی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔"

"کامیاب ہونے پر میں آپکی مبارک باد پر شکریہ پیش کرونگا۔"

www.BooksPK.com

ویٹر کی آمد پر کچھ دیر کے لئے باتوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔ رشید نے دلاور کو چند لمحات کے لئے پریشان ہوتے دیکھا تھا لیکن اُس نے تیزی سے خود کو پُرسکون کر لیا تھا۔ دونوں چائے پینے لگے۔ رشید خاموش نہ رہ سکا تھا۔ "مسٹر دلاور۔؟"

"فرمایئے۔"

"آپ تو ایک وسیع حلقہ رکھتے ہیں۔ کیا آپ کچھ ایسے افراد کے بارے میں جانتے ہیں جو غنڈہ ٹیکس اور بلیک میلنگ کا دھندہ کر رہے ہوں۔ اس سوال سے کوئی غلط مطلب اخذ مت کیجئے گا... ایک دوستانہ تعاون درکار ہے۔"

"میں صاف ستھرا کام کرتا ہوں اور صاف ستھرے آدمیوں سے تعلقات رکھتا ہوں اس سلسلے میں میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکوں گا آفیسر۔" دلاور نے خشک لہجے میں کہا۔

"نہ کسی ایسے فرد کے بارے میں شُبہ ظاہر کر سکتے ہیں جیسے نائیر کے قتل سے دلچسپی ہو؟"

"خود ہی تو کہہ چکے ہو کہ چند گھنٹے کے اندر قاتل کے خلاف گواہی حاصل کر لو گے۔ پھر کسی اور سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔" دلاور نے طنز کیا۔

"اوہ۔ ہاں۔" رشید جھینپے ہوئے انداز میں مسکرایا۔ "بائی دی وے آپ نے نائیر کی جگہ کسی کو مقرر کیا ہے۔"

"کیا مطلب...؟" دلاور کے چہرے پر رنگ آکر گزر گیا تھا۔

"میرا مطلب تھا صفائی ستھرائی کے کام کے لئے نائیر کی جگہ کسی کو لگا لیا یا نہیں۔؟" رشید نے تیزی سے وضاحت کی۔

"تمہارے دماغ میں کیا ہے مسٹر رشید...؟" اُس نے برہمی کے انداز میں پوچھا۔ "تم بڑے ٹیڑھے ٹیڑھے سوال کر رہے ہو۔؟"

"میرے سوال تو خیر سیدھے تھے اب آپ کو ٹیڑھے نظر آئیں تو میں کیا کر سکتا ہوں۔" رشید نے لاپرواہی سے کہا۔

"سنو آفیسر... مجھے اُلجھانے کی کوشش مت کرو۔ میں پولیس سے اُلجھنے سے ہمیشہ گریز کرتا ہوں۔"

"اور اگر کوئی پولیس آفیسر تم سے اُلجھنا ہی چاہے تو تم کیا کرتے ہو۔"

"تمہارے جملے کو چیلنج سمجھا جائے۔"

"پولیس کا کام چیلنج دینا نہیں قبول کرنا ہوتا ہے مسٹر دلاور۔" رشید مسکرایا۔ "میرے خیال میں ہمارے درمیان کافی باتیں ہو چکی ہیں۔ اب مجھے چلنا چاہئے۔"

"ارے... اتنی جلدی۔؟"

"اگر یہاں بیٹھا رہا تو عینی شاہد تک کیسے پہنچ سکوں گا۔" اُس نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "انشاء اللہ بہت جلد دوبارہ ملاقات ہو گی۔" اُس نے مصافحے کے لئے ہاتھ پھیلا دیا تھا۔

"اگر جانا ہی چاہتے ہیں تو آپ کی مرضی۔ ورنہ میں تو آپ کی خدمت کرنے کا خواہشمند ہوں۔" وہ بھی کھڑا ہو گیا تھا۔

"کیسی باتیں کرتے ہیں مسٹر دلاور۔ خادم تو ہم ہیں اور خدمت بھی ہم ہی کریں گے۔" رشید نے ذومعنی انداز میں کہا۔ "اچھا۔ تو پھر اجازت۔"

دلاور نے بھی ہاتھ پھیلا دیا، رشید نے مصافحہ کیا اور پلٹ کر دروازے کی طرف چل گیا اگر راستے میں ایک مرتبہ بھی پلٹ کر دیکھ لیتا تو اُسے دلاور کے چہرے پر پھیلی ہوئی کینہ توزی بخوبی نظر آجاتی... رشید کے دروازے سے باہر نکلتے ہی وہ بھی وہاں سے رخصت ہو گیا۔ جب اپنے آفس میں پہنچا تو سوزی اُس کا منتظر تھا۔

www.Bookstube.com

"چلا گیا۔؟" سونی نے مضطرب لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔ اور جاتے جاتے کچھ دھمکیاں بھی دے گیا ہے۔" دلاور نے میز کی دوسری طرف جا کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"دھمکیاں۔۔۔؟"

"ہاں۔ براہ راست تو کچھ نہیں کہا لیکن در پردہ کہہ گیا ہے کہ وہ مجھ پر غنڈہ ٹیکس وصول کرنے والے گروہ کی سرپرستی کرنے کے علاوہ نائیر کے قاتل ہونے کا شک بھی کر رہا ہے۔"

"یہ سب باتیں وہ بغیر بیکنگ کے ہرگز نہیں کہہ سکتا۔ مجھے تو یہ عمران کا چلایا ہوا چکر معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ رشید بذات خود اتنا ذہین ہرگز نہیں ہے۔"

"میرا بھی یہی اندازہ ہے۔"

"پھر۔۔۔؟"

"پھر کیا۔۔۔؟"

"مم۔ میرا مطلب تھا رشید کے سلسلے میں کیا کریں گے۔۔۔؟"

"اُنہہ۔ زیادہ ہاتھ پیر چلائے گا تو کسی چیک پوسٹ پر پھنکوا دوں گا۔" اُس نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔ "اُس جیسے کتنے آئے اور چلے گئے۔ اس وقت تو مجھے کسی اور ہی کی فکر ہے۔"

"کس کی۔۔۔؟"

"بنجامن۔ وہی ایک ایسا آدمی ہے جو نائیر کو قتل ہوتے دیکھ سکتا ہے۔۔۔ پھر یہ بات ہمیں معلوم ہی ہے کہ عمران اُس سے ملنے کے لئے گیا تھا۔۔ ممکن ہے عمران نے کسی طرح اُسے گواہی پر آمادہ کر لیا ہو۔"

"اگر حکم ہو تو اُس کا مُنہ بند کرنے کا انتظام کر دیا جائے۔"

"کرنا ہی پڑے گا۔ اُس کی بیٹی کو یرغمال رکھ کر ہی اُس کا مُنہ بند رکھ سکتے ہیں۔" دلاور نے کاٹ دار لہجے میں کہا۔ "جلد از جلد اس کام کو کرا لو۔"

"بہتر۔"

"اس کام کے لئے کلب کا کوئی آدمی استعمال مت کرنا۔ کیونکہ یہاں کا عملہ جانا پہچانا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔"

"کام بڑی صفائی اور ہوشیاری سے ہونا چاہئے۔ جسے بھیجو اُسے سمجھا دینا کہ کسی قسم کا ہنگامہ نہ ہونا چاہئے۔"

"نوبل اور جینٹل کو بھیجوں گا اُن کی کارگزاری سے آپ بھی واقف ہیں۔"

"ہاں وہ دونوں اس کام کے لئے موزوں رہیں گے۔" لڑکی کے لئے آخری کمرے میں انتظام

www.BooksPK.com

"یہاں لانا مناسب ہوگا۔؟"

"بیوقوف اس عمارت سے زیادہ محفوظ جگہ اور کونسی ہو سکتی ہے۔ کبھی کبھی تو تم گدھے پن کی باتیں کرنے لگتے ہو۔؟"

"سوری سر۔" شرمندگی سے اُس نے نظریں جھکا لی تھیں۔۔۔

"جاؤ جا کر انتظام کرو۔ کہیں تم تو سوال جواب میں اُلجھے رہو اور عمران اپنا کام کر گزرے۔"

جملہ مکمل بھی نہیں ہوا تھا کہ اُسے فون کی طرف متوجہ ہو جانا پڑا جو گھنٹی بجا رہا تھا۔ ریسیور اٹھانے سے پہلے اُس نے سونی کو جانے کا اشارہ کیا تھا۔۔۔

"ہیلو۔ دلاور۔"

"کھوسو بول رہا ہوں مسٹر دلاور۔"

"اوہ۔آپ۔" دلاور کے حلق سے طویل سانس نکلی۔"کیا حال ہیں مسٹر کھوسو۔"

"حال تو ٹھیک ہیں۔لیکن آپ نے کچھ الجھن پیدا کر دی ہے مسٹر دلاور۔"

"کیسی الجھن۔؟"

"جو کار بم کے دھماکے میں پھٹی ہے اُس کے بارے میں اُلجھن ہے۔کیا تمہیں معلوم ہے کہ اُس کی نمبر پلیٹیں محفوظ ہیں۔جن سے ہیڈ آفس میں ہر ایک کو یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ میں نے اُسی کار کو تلاش کرنے کا حکم دیا تھا۔"

"بس یہی اُلجھن ہے یا کوئی اور بھی ہے۔؟"

"فی الحال تو یہی ہے۔"

"اس اُلجھن کا سیدھا راستہ یہ ہے کہ نمبر پلیٹیں تبدیل کرا دیں... مجھے یقین ہے جو انسپکٹر تحقیقات کر رہا ہے وہ آپ کا حکم نہیں ٹالے گا... اس کے علاوہ میں خود بھی اُس کا منہ بند رکھنے کا انتظام کر لونگا۔آپ مجھے تحقیقاتی افسر کا نام بتائیں۔"

"سب انسپکٹر بدرالدین۔"

"اوہ۔ڈونٹ وری۔وہ اپنا یار ہے... سب ٹھیک ہو جائے گا۔" دلاور نے پُر اعتماد لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔یہ کام فوراً کرا لو۔صبح ہوتے ہی بات پھیل جائے گی۔"

"ڈونٹ وری مسٹر کھوسو۔جب تک میں موجود ہوں آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں اوہاں... بونس پہنچ گیا آپ کو۔؟"

"ہاں۔"

"اوکے، مجھے اجازت دیں تاکہ میں بدرالدین کا بندوبست کر دوں۔"

"ٹھیک ہے۔لیکن خدا کے لئے آئندہ ہاتھ پیر بچا کر کام کرو۔حالات ٹھیک نہیں ہیں۔"

"میں خیال رکھونگا کہ آئندہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔"

"اسی میں سب کا فائدہ ہے۔خدا حافظ۔"

ریسیور کریڈل پر ڈال کر وہ کرسی میں نیم دراز ہو گیا... اُس کے دماغ کو ایک مرتبہ پھر اندیشوں اور وسوسوں نے گھیر لیا تھا۔لیکن وہ ایسا آدمی نہیں تھا جو کسی بھی بات کو روگِ جاں بنا لیا کرتے ہیں۔!!

★ ——— ★

عمران ٹھیک آٹھ بجے چوتھی شاہراہ کے کونے سے ذرا فاصلے پر موجود تھا۔تھوڑی سی تگ و دو کے بعد اُس نے ایک آدمی کو بھانپ ہی لیا جو سردی ہونے کے باوجود فٹ پاتھ پر کھڑا اضطرابی عالم میں ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔

عمران نے کار حرکت میں لا کر آگے بڑھائی اور اُس آدمی کے قریب لے جا کر روک دی... وہ چونک کر کار کو گھورنے لگا تھا...

"مسٹر منصور۔" عمران نے فٹ پاتھ کی طرف کا شیشہ گرا کر اُسے آواز دی۔

"ہاں۔" وہ اُچھل کر دروازے کے قریب آ گیا تھا...

"اندر آ جاؤ۔"

وہ ایک لفظ کہے بغیر دروازہ کھول کر اندر آ گیا تھا... اندر کی روشنی گُل تھی اس لئے دونوں ایک دوسرے کو گھور کر چہرے دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

www.BooksPK.com

"رقم لائیے۔" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"ہاں۔" اس نے چونک کر السٹر کی جیب سے ایک بھاری لفافہ نکالا اور عمران کی طرف بڑھا دیا تھا۔

"میرے ایک سوال کا جواب دو گے مسٹر منصور۔" عمران نے اُس کے ہاتھ سے لفافہ لیکر کہا۔

"کیسا سوال۔؟" اُس کی آواز میں اُلجھن اور پریشانی تھی۔

"تمہیں کس سلسلے میں بلیک میل کر کے رقم وصول کی جا رہی ہے۔"

"کیا... کیا تمہیں نہیں معلوم۔" وہ بُری طرح چونکا۔

"معلوم ہوتا تو پوچھنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"حیرت ہے تم نے نائیر کی جگہ لی ہے۔ اور تمہیں وجہ بھی نہیں معلوم۔"

عمران نے ہاتھ بڑھا کر اندرونی روشنی جلائی اور کچھ دیر قبل نکالا ہوا وزیٹنگ کارڈ اُس کی طرف بڑھا دیا تھا۔۔

علی عمران

آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی

وزارت داخلہ ؛

اُس نے کارڈ لے کر تحریر پڑھی تو حیرت اور پریشانی سے اُس کا چہرہ بگڑ گیا تھا بلیک میلر کی بجائے کسی پولیس آفیسر کی موجودگی اُس کے لئے ناقابل یقین تھی۔۔۔

"گھبرانے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں مسٹر منصور۔" عمران نے روشنی گل کرتے ہوئے کہا۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔" وہ پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے بُری طرح بڑبڑایا۔

عمران نے کچھ کہنے کی بجائے انجن اسٹارٹ کیا اور کار حرکت میں لے آیا تھا۔۔۔

"اے... اے... یہ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔؟" منصور چونک کر چیخا۔

"تھانے نہیں لے جا رہا جو چیخنا شروع کر دیا۔" عمران نے نرم آواز میں کہا۔ "ایک جگہ کھڑے رہنا ٹھیک نہیں تھا۔ اس لئے گھوم پھر کر باتیں کریں گے۔"

"نہیں۔ میں تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔" وہ ہذیانی لہجے میں بولا۔

"اس لفافے کی موجودگی میں بھی۔" عمران نے طنز کیا۔ "مسٹر منصور مجھے آپ کا تعاون درکار ہے اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو پھر انجام کی ذمہ داری خود تم پر ہو گی۔"

"اوہ۔ میرے خدا۔ میں کیا کروں۔" اُس نے سر پیٹ لیا۔ "ارے بھائی تم کیوں مجھ سے دشمنی کرنے پر آمادہ ہو۔ میں ویسے ہی ہارٹ اٹیک کا مریض ہوں۔"

"یار تم تو اس طرح فریاد کر رہے ہو جیسے میں نے تمہیں شادی کا پیغام دیا تھا۔" عمران نے دیدے نچا کر کہا۔

"کک... کیا مطلب۔" عمران کے جُملے نے اُسے بھونچکا بنا دیا تھا۔

"مطلب کی دُم میں سیل رسہ۔ امے.. نام اتنا شاندار اور ہمت صفر... شائد کنفیوشس نے تمہارے ہی لئے اونچی دُکان پھیکا پکوان والا مقولہ کہا تھا۔"

"تمہاری بات میری سمجھ سے باہر ہے۔"

"بات صرف اتنی سی ہے کہ مرکزی حکومت کو شکایت ملی تھی کہ کچھ جرائم پیشہ یہاں کے شہریوں کو حراساں کر کے غنڈہ ٹیکس وصول کر رہے ہیں۔" عمران یکدم سنجیدہ ہو گیا تھا۔ "ساتھ ہی یہ بھی شکایات ملی ہیں کہ مقامی انتظامیہ شہریوں کی مدد کرنے کی بجائے غنڈوں اور بدمعاشوں کی سرپرستی کر رہی ہے۔"

"اس میں کیا شک ہے۔"

www.BooksPK.com

"اس لئے تو مجھے بھیجا گیا ہے تاکہ اس چکر کو ختم کیا جا سکے ..."

"کیوں مذاق کرتے ہو بھائی۔" وہ بے یقینی کے انداز میں ہنسا۔ "مجھے یقین ہے کچھ دن چکر چلاؤ گے پھر اپنا الو سیدھا کر کے "سب ٹھیک ہے" کے نعرے لگاتے ہوئے واپس چلے جاؤ گے۔

"کچھ زیادہ ہی جلے ہوئے معلوم ہوتے ہو۔"

"میرے بھائی اگر میری خیریت درکار ہے تو کار روک کر مجھے اتار دو۔ اگر غنڈہ ٹیکس وصول کرنے والوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ میں کسی پولیس آفیسر سے ملا تھا تو صبح ہونے سے پہلے پہلے میری فیکٹری جلے ہوئے کپڑوں کے ڈھیر میں تبدیل ہو جائے گی۔"

"جب تک تم میرے چند سوالوں کے جواب نہ دیدو کہیں نہیں جا سکتے۔" عمران نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "اگر تم ہی لوگ مجھ سے تعاون نہیں کرو گے تو میں مجرموں کی سرکوبی کیسے کر سکوں گا۔"

"میرے بھائی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ملک پر فرشتوں کا نزول بند کر دیا ہے۔ اس لئے تمہاری بات پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا کہ تم مجرموں کی سرکوبی کر سکو گے۔"

"خیر اس بات کا جواب چوبیس گھنٹے کے اندر تمہیں خود ہی مل جائے گا۔" "اگر تم تعاون نہیں کرو گے تو کیا میرا کام نہیں بنے گا۔ مسٹر منصور میں جس کام کے لئے آیا ہوں اُسے پورا کر کے ہی جاؤں گا۔"

"کیا واقعی۔؟"

"تم دیکھ ہی لو گے۔"

"اگر ایسا ہوا تو میں سمجھوں گا اللہ میاں نے فرشتوں کی ترسیل دوبارہ شروع کر دی ہے۔"

"اب یہ فضول باتیں چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ نائیر کا تعلق کس گروہ سے تھا۔" عمران اصل مطلب پر آ گیا تھا....

"اگر مجھے اس بات کا یقین دلا دو کہ تم فراڈ نہیں ہو تو میں تمہیں ایسی معلومات فراہم کر سکتا

ہوں جو تمہیں گینگ لیڈر تک پہنچا دے۔"

"میں تمہیں ایک ایسے آدمی کے پاس لے چل رہا ہوں جو تمہاری ہی طرح غنڈوں کا شکار ہے وہ تمہیں میرے خلوص کا یقین دلا دے گا۔"

"کون ہے وہ۔؟"

"کچھ دیر بعد تم خود ہی دیکھ لو گے۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر مجھے اطمینان ہو گیا تو میں تمہاری مدد کرنے سے دریغ نہیں کروں گا۔" اُس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا....

عمران نے خاموشی اختیار کر لی اور کار کی رفتار میں اضافہ کر دیا چند منٹ بعد وہ بنجامن کے فلیٹ کے دروازے پر کھڑا گھنٹی بجا رہا تھا۔

بار بار گھنٹی بجانے کے باوجود جب کوئی جواب نہیں ملا تو اُس کے ذہن پر وسوسوں نے یلغار کر دی ... اُس نے بے اختیار ہینڈل دبا کر دروازہ دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ عمران ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اندر گھس گیا منصور بھی اُس کے پیچھے تھا۔

ڈرائنگ روم میں داخل ہو کر وہ رک گیا۔ اُس کے ہونٹ سیٹی بجانے کے انداز میں سکڑ گئے تھے۔ کمرے کا فرنیچر بکھرا پڑا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا وہاں اچھی خاصی زور آزمائی ہوئی تھی پھر اُس کی نظریں قالین پر بے حس و حرکت پڑے بنجامن پر جم گئیں وہ بے اختیار دوڑ کر اُس کے پاس پہنچ گیا تھا.... چیک کیا تو یہ دیکھ کر اُس کے حلق سے اطمینان کی سانس نکل گئی کہ وہ صرف بے ہوش ہے۔ وہ اٹھا اور دوڑ کر باتھ روم سے پانی لے آیا تھا۔

پانی کے چھینٹے بنجامن کو جلد ہی ہوش میں لے آئے عمران کے اشارے پر منصور نے ایک الٹا ہوا صوفہ سیدھا کیا تو عمران بنجامن کو سہارا دے کر اُدھر لے گیا تھا۔

www.Paksociety.com

"وہ ... وہ ... اینجلا کو لے گئے ہیں۔" بنجامن نے کراہتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ ایسا کر کے اُنہوں نے اپنی بدقسمتی پر مُہر لگائی ہے۔" عمران نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"لیکن اینجلا کو کچھ ہو گیا تو۔۔۔"

"کچھ نہیں ہوگا۔ کیا میں نے اینجلا کے اغوا کے بارے میں پہلے ہی نہیں بتا دیا تھا۔"

"ہاں.... ہاں... لیکن۔"

"مسٹر منصور۔ ذرا شراب کی بوتل اور گلاس اُٹھا لائیں تاکہ مسٹر بنجامن اپنے حواس پر قابو پا سکیں۔" ..... منصور مشینی انداز میں حرکت کر کے دونوں چیزیں لے آیا پھر عمران کے اشارے پر گلاس میں شراب اونڈیل کر آقا کی تھی... جب وہ دوسرا گلاس معدے میں اتار رہا تھا تو کمرے کی خاموش فضا میں گھنٹی کی کرخت آواز پھیل گئی تھی۔

"فون .." بنجامن نے اُٹھنا چاہا....

"تم بیٹھے رہو... میں دیکھتا ہوں۔" عمران اُسے روک کر تیزی سے چلتا ہوا فون والی میز کے پاس پہنچ گیا... اُس نے ریسیور اُٹھا لیا تھا۔

"ہیلو۔" اُس کے حلق سے بنجامن کی آواز نکلی جو کانپ رہی تھی۔

"مسٹر بنجامن....

"بول رہا ہوں۔"

"غور سے سنو... تمہاری لڑکی ہمارے پاس ہے۔" دوسری جانب سے سرگوشیانہ لہجے میں کہا گیا۔

"تم... تم نے اُسے اُٹھوا کر اچھا نہیں کیا ہے۔" عمران ہانپنے کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔ "میں

نے تمہاری ہدایت پر حرف بحرف عمل کیا تھا اُس کے باوجود...."

"بکواس کرنے کی بجائے خاموش رہ کر سنو۔" دوسری جانب والے کی آواز میں عزاہٹ شامل ہو گئی تھی...

"کہو.. کہو.. میں سُن رہا ہوں۔"

"اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ تمہاری لڑکی اُسوقت تک بالکل محفوظ رہے گی جب تک تم مُنہ بند رکھو گے...

"کیا میں نے تمہاری ہدایت پر عمل نہیں کیا تھا۔؟"

"اُس کے باوجود تمہارا مُنہ بند رکھنے کے لئے لڑکی کو بطور یرغمال رکھا جائیگا۔ مجھے معلوم ہے پولیس کسی بھی وقت تم تک پہنچ جائے گی۔"

"اوہ ... مائی گاڈ... پولیس....."

"گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں.... تم اپنا مُنہ بند رکھو باقی سب کچھ ہم خود سنبھال لیں گے۔"

"ایک بات تم بھی سمجھ لو۔"

"کیا۔؟"

"اگر اینجلا کے ساتھ کسی قسم کی بدسلوکی کی گئی تو میں خاموش نہیں رہوں گا۔ تمہاری اطلاع کے لئے بتا دوں کہ میں تمہارے بارے میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم کون ہو۔ کیا ہوا اور نائیر کا گینگ لیڈر کون ہے۔"

"کیا واقعی تم یہ سب کچھ جانتے ہو۔؟"

"بالکل... تم گرین ایرو نائٹ کلب کے مالک ہونے کے ساتھ غنڈہ ٹیکس اور بلیک میلنگ کرنے والوں کے گینگ لیڈر ہو۔" عمران نے انسٹرومنٹ کو آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

www.BooksPK.com

دوسری طرف والا خاموش ہوگیا تھا جس کا واضح مطلب یہی تھا کہ عمران کے ہونٹوں سے نکلے ہوئے الفاظ حقیقت تھے۔

"تم نے سن لیا۔؟" عمران نے کہا۔

"ہاں۔ اگر تم زبان بند رکھو گے تو نیلا مکمل طور پر محفوظ رہے گی ...." دوسری جانب والے کی آواز میں ہلکی سی نرمی آگئی تھی۔

"اُسے واپس کب کرو گے۔؟"

"جیسے ہی حالات پرسکون ہوئے ...."

"لیکن میں لمبے عرصے تک انتظار نہیں کر سکتا ..."

"کرنا ہی پڑے گا مسٹر بنجامن۔ معاملہ تمہاری بیٹی کا ہے۔، ان الفاظوں کے ساتھ لائن بے جان ہوگئی تھی ....

عمران نے ریسیور کریڈل پر ڈال کر فون سے منسلک ٹیپ ریکارڈ کو دیکھا اور مسکرا دیا دلاور آہستہ آہستہ غیر محسوس طریقے پر اُس کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس رہا تھا۔

اُس نے تیزی سے تاروں کا ایک جوڑ کھول کر ٹیپ ریکارڈ کی کارکردگی کو روک دیا۔ پھر ریسیور اُٹھایا اور اشفاق کے نمبر ڈائل کرنے لگا تھا۔

"اشفاق دس اینڈ۔"

"لفافہ آگیا۔؟" اُس نے تیزی سے پوچھا۔

"ہاں۔ آکر لے لیں۔"

"لے لوں گا۔ فی الحال تم فون کر کے ایک گھنٹے بعد کا وقت لے لو۔"

"کچھ کام بن گیا۔؟"

"بن رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے .. ابھی فون کیے لیتا ہوں۔"

"لیکن یہ کام میرے نام سے کرنا ... ابھی تمہیں سامنے آنے کی ضرورت نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ خود اس طرف آرہے ہیں۔؟"

"لفافہ لینا ہے تو آنا ہی پڑے گا ...."

"او۔کے ... میں آپکا انتظار کر رہا ہوں۔"

ریسیور کریڈل پر ڈال کر اُس نے تار دوبارہ جوڑ کر ٹیپ ریکارڈر کو کارآمد بنا دیا تھا۔

"ادھر آجاؤ مسٹر منصور۔" عمران نے اُسے بھی استعمال کرنے کا فیصلہ کر ڈالا۔

"کیا بات ہے۔" وہ حیرت زدگی کے عالم میں چل کر اُس کے پاس آگیا تھا۔

"غور سے سنو۔ میں نمبر ملاتا ہوں۔ بات تم کرو گے .. لیکن وہی کہو گے جو میں بتاؤں۔"

"کیا چکر چلا رہے ہو۔؟"

"وہ چکر جو تم لوگوں کو غنڈہ ٹیکس کے چکر سے آزادی دلا دیگا۔ اب کچھ بولنے کی بجائے سنو۔" اُس نے بے چارگی سے شانے اُچکا دیئے تھے۔

عمران نے جو کچھ کہا وہ سُن کر منصور کے چہرے پر حیرت پھیل گئی تھی۔

"جب تم دلاور کے بارے میں جانتے ہی ہو تو پھر میری مدد کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔"

"ضرورت ہے جب ہی تو سے فون کروانا چاہتا ہوں۔" عمران نے ریسیور اُٹھاتے ہوئے کہا۔ پھر اُس نے تیزی سے دلاور کے نمبر ڈائل کیے اور ریسیور منصور کو تھما دیا تھا۔

"مسٹر دلاور۔؟" منصور کی آواز کانپ رہی تھی۔

"ہاں۔ کون ہے۔؟"

www.BooksPK.com

"میں منصور ہوں - منصور النور، ایم - اے گارمنٹ کا مالک"....

"کیا بات ہے - "

"آج میری پیمنٹ کا دن ہے ....نائیر نے مجھ سے کہا تھا کہ جب کبھی وہ رقم وصول کرنے نہ آسکے تو میں فون پر آپ سے بات کرلوں... آپ رقم کی وصولی کے لئے خود ہی انتظام کر لیں گے ---

"کیا بک رہے ہو - ؟"

"مم... میں ٹھیک کہہ رہا ہوں مسٹر دلاور... نائیر نے مجھ سے یہی کہا تھا - ورنہ مجھے کیا ضرورت تھی کہ فون کرتا.... دیکھئے جی ...میں ہر قسم کی ہنگامہ آرائی سے دور رہتا ہوں اسی وجہ سے نائیر کو غنڈہ ٹیکس ادا کرنے پر آمادہ ہوگیا تھا -

"معلوم ہوتا ہے تم اپنے ہوش میں نہیں ہو جب ہی بے معنی بکواس کر رہے ہو - "

"آپ گالیاں دیں تو بھی ٹھیک ہے ... میں کچھ نہیں کہونگا - بس اتنا کریں کہ دس بجے کسی کو کیفے عبت کے سامنے بھیج کر رقم وصول کرلیں... ورنہ میں رات بھر سو نہ سکوں گا - اور آپ جانتے ہی ہیں میں دل کا مریض ہوں - ...خخ ...خدا... حافظ - " اتنا کہہ کر اس نے ریسیور کریڈل پر ڈال دیا - .... عمران کے چہرے پر جوش اور مسرت کی چمک پھیل گئی تھی -

"یہ کس مصیبت میں پھنسا رہے ہیں... اب میں کیا کرونگا - ؟" اس نے فریاد کی -

"وہی - وہی جو کچھ تم نے کہا ہے - " عمران مسرور کن انداز میں مسکرایا - "کیفے عبت کے سامنے رقم ادا کروگے ... لیکن اس سے قبل تمہیں ایک کام اور کرنا پڑے گا - "

"وہ کیا - ؟"

"بتا دونگا - جلدی کیا ہے - "

"میرا دل بیٹھ رہا ہے - اور آپ کہتے ہیں جلدی کیا ہے - "

"فکر مت کرو - میں جیک لگا کر دل کو کھڑا کردوں گا - " یہ کہتے ہوئے عمران بنجامن کی طرف بڑھ گیا جو حیرت کی تصویر بنا بیٹھا تھا -

"تم... تم... میری آواز میں بولتے تھے ...؟" وہ تحیر آمیز لہجے میں بولا -

"ضرورت پڑنے پر میں گدھے کی آواز میں بھی بول سکتا ہوں - ، بہر حال اب میں جا رہا ہوں

"لل... لیکن ...

"اینجلا کی طرف سے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں - " عمران نے مسکرا کر کہا - "اگر کام بن گیا تو صبح ہونے سے پہلے اینجلا واپس آجائے گی - "

"میرا دل ڈر رہا ہے - "

"کچھ حاصل کرنے کے لئے کبھی کبھی قربانی بھی دینی پڑتی ہے - " عمران نے اسے تسلی دی - "اچھا اب تم بھی کھڑے ہو جاؤ - تمہیں بھی ساتھ چلنا ہے - "

"کہاں - ؟"

"چی ... ہوا... ہوا... جہاں آج کل دھر اٹھا پٹخ کے مقابلے ہو رہے ہیں - اے کوئی کام تو سوال پوچھے بغیر بھی کرلیا کرو - " اتنا کہہ کر وہ مڑا اور تیزی سے جا کر ٹیپ ریکارڈر میں لگا ہوا کیسٹ نکال لایا تھا - ...جسے اس نے جیب میں رکھ لیا تھا -

پھر وہ دونوں کو ساتھ لے کر فلیٹ سے باہر نکل گیا تھا -

www.BooksPK.com

دوسری صبح شاداب نگر کے باشندوں کے لئے چونکا دینے والی تھی۔

خوف و ہراس اور حبس کے فضاء میں ایک ایسا اداریہ جس میں جرائم پیشہ افراد کی غنڈہ گردی۔ عوام کی مشکلات اور پولیس کی نااہلی پر تفصیل سے نشاندھی کی گئی تھی۔ شاداب نگر کے عوام نے سالوں کے طویل عرصے کے بعد پڑھا تھا....

کسی زمانے میں کرائم گزٹ اپنی بیباکی اور آزاد صحافت کی وجہ سے شاداب نگر کا مقبول ترین اخبار تھا۔ لیکن گذشتہ حکومت کے دور میں کرائم گزٹ کا گلا اس شدت کے ساتھ گھونٹا کہ اُس بے چارہ کی آواز ہی بند ہوگئی تھی۔ پھر نام تو رہا لیکن روح مر چکی تھی۔

طویل عرصے کے بعد "شاداب نگر کے مظلوم عوام" کے نام سے شائع ہونے والا یہ اداریہ دھماکے کی صدا میں تبدیل ہو کر شاداب نگر کے طویل و عریض میں پھیل گیا تھا... ابھی صبح پوری طرح جوان نہیں ہوئی تھی کہ اخبار کی آخری کاپی بھی فروخت ہو چکی تھی۔

اداریہ کی بازگشت جب ایڈمنسٹریشن کے ایوانوں سے ٹکرائی تو اُن میں رہنے والے برا فاختہ ہو کر اچھل پڑے تھے... اشفاق نے اپنے اداریہ میں انتظامیہ پر غنڈوں اور مجرموں کی سرپرستی کا الزام لگایا تھا... کہا گیا تھا کہ پولیس غنڈوں اور جرائم پیشہ افراد کے خلاف عوام کی دادرسی کرنے کی بجائے وہ مختلف طریقوں پر شہریوں کو ہراساں کرتے ہیں... یہی وجہ تھی

جو شاداب نگر غنڈہ اور جرائم پیشہ افراد کا گڑھ بن گیا تھا۔

اشفاق نے نام واضح نہیں کئے تھے لیکن سمجھنے والے بخوبی سمجھ سکتے تھے کہ اُس نے کن ہاتھوں پر نشانے لگائے ہیں۔

عوام خوش تھے کہ چلو تاخیر سے سہی لیکن کرائم گزٹ نے ایک مرتبہ پھر اُن کے دل کی آواز بلند کی ہے.... لیکن وہ افراد جو ظلم کی مسند پر آسیہ تھے چراغ پا تھے... اور کرائم گزٹ کو اُس کی دیدہ دلیری کا مزہ چکھانے کے پلان بنا رہے تھے...

عمران اور اشفاق اچھی طرح جانتے تھے کہ اداریہ شائع ہوتے ہی اشفاق اور کرائم گزٹ کے خلاف ایک طوفان برپا ہو جائے گا۔ ایک طرف مجرم اور دوسری طرف مجرم قانون پوری قوت کے ساتھ اُنہیں کچلنے کے لئے حرکت میں آجائیں گے....

عمران کو اپنی ذمہ داری کا بھرپور احساس تھا۔ اشفاق نے صرف اُسی کے کہنے پر بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ دیا تھا... اور قبل اس کے وہ بھڑیں اشفاق کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں وہ کھیل کو نکتۂ اختتام پر لے جانا چاہتا تھا...

اُس نے گذشتہ رات بہت مصروف گذاری تھی... کچھ کرنے سے قبل عمران مجرموں کے خلاف اپنے دفاع کو مضبوط کر لینا چاہتا تھا۔

وہ کمشنر ظفر احمد سے ملا تو اُنہوں نے اپنے پُرخلوص تعاون کا یقین دلایا تھا۔ عمران اپنے ساتھ بنجامن اور منصور کو بھی لے گیا تھا... جنہوں نے اغوا اور بلیک میلنگ کی باقاعدہ رپورٹ کمشنر کو پیش کی جس نے دونوں کا بیان ریکارڈ کر کے بطور ثبوت اپنے پاس محفوظ کر لیا تھا۔ نوٹ دستخط کر کے منصور کے حوالے کر دیئے گئے تھے تاکہ جب چھاپہ پڑے تو وہ نوٹ بطور ثبوت برآمد کئے جا سکیں عمران کے سامنے سب بڑی دشواری طاقت کی فراہمی کی تھی... اگر وہ پولیس فورس کا استعمال

کرنے کی کوشش کرتا تو دلاور کو قبل از وقت خبر ہو جاتی اور وہ باآسانی اپنا دفاع کر لیتا۔

جب یہ مسئلہ کمشنر کے سامنے آیا تو اُنہوں نے یہ کہکر ذمہ داری اپنے سر لے لی کہ شاداب نگر پولیس میں سب ہی بدعنوان نہیں ہیں۔ اُن کے علم میں بہت سے ایسے افراد ہیں جو اُس مُہم کے لئے استعمال کئے جا سکتے ہیں۔

عمران نے وہ ذمہ داری کمشنر کو سونپ تو دی لیکن یہ بات واضح کر دی تھی کہ اُس مہم کو رشید خود اُن کی نگرانی میں لیڈ کریگا۔۔ ظاہر ہے کمشنر کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ ویسے بھی دارلحکومت سے عمران کو جو اختیارات موصول ہوئے تھے اور کمشنر کو فون پر جو ہدایات ملی تھیں اُن کی موجودگی میں عمران کمشنر سے کہیں زیادہ با اختیار تھا۔ ایک طرح کمشنر کو بھی عمران کی ماتحتی میں دے دیا گیا تھا۔

اختیارات ہونے کے باوجود عمران نے دوران گفتگو ظفر احمد کو اس بات کا احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ اُن سے زیادہ با اختیار ہے۔

وہاں سے نبٹ کر عمران اشفاق کے آفس چلا گیا۔ اُصولی طور پر اُسے اینجلا کی تلاش میں جانا چاہیئے تھا۔ لیکن فی الحال وہ مجرموں کو مطمئن رکھنا چاہتا تھا۔

اشفاق کو لمبی چوڑی ہدایات دے کر رشید کو دوسری صبح خاموشی کے ساتھ احمد کے فلیٹ پہنچنے کی ہدایات کی اور وہاں سے روانہ ہو گیا تھا۔

وہ رات ہوٹل کی بجائے احمد کے فلیٹ پر گذارنا چاہتا تھا۔ کیونکہ ہوٹل میں رات گذارنے کا مطلب ایک اور قاتلہ نہ حملہ بھی ہو سکتا تھا۔ اور وہ فی الحال کسی نئے ہنگامے کے موڈ میں نہیں تھا

ہدایت کے مطابق رشید صبح ہی احمد کے فلیٹ پر پہنچ گیا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں اخبار موجود تھا۔

"آپ کے شاداب نگر میں قدم رکھتے ہی یہاں کی کایا پلٹنے لگی ہے۔" اُس نے ہنستے ہوئے عمران سے کہا تھا۔

"کیا اُڑا رہے ہو۔؟" عمران نے اُسے تیز نظروں سے گھورا۔

"اداریہ پڑھ لیجئے۔" اُس نے اخبار عمران کی طرف اُچھال دیا۔

عمران نے تیزی سے اداریہ پڑھ ڈالا وہ اُس کی ہدایت کے عین مطابق تھا۔ پھر کوئی ردِ عمل ظاہر کئے بغیر اخبار میز پر ڈال دیا تھا۔

"کیا خیال ہے۔؟" رشید خاموش نہ رہ سکا۔

"پولیس والوں کو چلّو بھر پانی تلاش کر لینا چاہیئے۔" عمران نے منہ بنا کر کہا پھر اونچی آواز میں سلیمان کو آواز لگائی تھی۔

ایسا معلوم ہوتا تھا سلیمان دروازے کے ساتھ ہی لگا کھڑا تھا آواز کے ساتھ ہی اندر آ گیا اُس نے ناشتہ کی ٹرے اٹھا رکھی تھی۔

"سلام صاحب۔" اُس نے رشید کو دانت دکھائے۔

"ناشتہ تو تم کر کے آئے ہو گے۔" عمران نے رشید کو مخاطب کیا۔

"جی ہاں۔ لیکن چائے پیئے بغیر نہیں مانوں گا۔" اُس نے ہنس کر کہا۔

"حرام کھانے کے معاملے میں فیاض سے کم نہیں ہو۔ چل بھائی سلیمان انہیں بھی ایک کپ چائے پلا دے۔"

"چائے تو خیر پی ہی لوں گا لیکن یہ بتایئے بلایا کیوں ہے۔؟"

"کنفیوشش نے کہا تھا کہ اگر گھر سے نکلنے سے پہلے کسی پولیس والے کی خاطر تواضع کر دی جائے تو دن اچھا گذرتا ہے۔" عمران نے دیدے نچا کر کہا۔

www.BooksPK.com

"خاطر تواضع کی وضاحت نہیں کی آپ نے۔۔"

"سمجھ دار کے لئے اشارہ کافی ہے۔"

"تب تو یہی کہنا پڑے گا کہ سر تسلیم خم ہے۔۔"

"ہار ساتھ لائے ہو۔؟۔"

"آپ کی موجودگی میں ہار جانے کی توقع کوئی احمق ہی کر سکتا ہے۔" اُس نے ہنس کر کہا۔ "بہر حال ناشتہ آپ کا انتظار کر رہا ہے۔"

"یار۔ اسقدر زیادتی سے مکھن مت لگاؤ کہ بہہ کر آنکھوں میں آجائے....

"خیال ہے آپ کا ورنہ مکھن کا استعمال آپ خود کرنے والے ہیں۔" وہ تُرکی یہ تُرکی جواب دے رہا تھا۔۔

"سلیمان چائے دے بھائی۔۔ تاکہ شخص مذکور کا مُنہ مصروف ہو سکے....."

سلیمان نے چائے کا کپ رشید کی طرف بڑھا دیا عمران بھی ناشتے کی طرف رجوع ہو گیا تھا۔

"لو، پیارے بھائی میں نے تمہارے ستاروں کے اضافے کا انتظام کر دیا ہے۔" عمران نے مزید وقت ضائع کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ "آج رات تمہاری صلاحیتوں اور کارکردگی کا امتحان مقصود ہے۔"

"اچھا۔" عمران کا مطلب سمجھ کر وہ کھل اٹھا تھا۔ "مجھے کیا کرنا ہوگا۔"

"سلیمان۔ ذرا کاغذ پنسل لے آ۔"

سلیمان فوراً ہی نو دو گیارہ ہو گیا تھا۔

"آج رات کے لئے میں تمہیں پورا پروگرام ابھی سے سمجھا دیتا ہوں۔" عمران نے رشید سے کہا: "لیکن یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینا کہ کوئی بھی بات تمہاری ذات سے آگے بڑھی تو اپنا مستقبل کیا

مال بھی تباہ کر بیٹھو گے۔ اس بات کے قطعی امکانات ہوں گے کہ تمہیں بھی نااہلوں کی فہرست میں شامل کر دیا جائے۔۔ میں تم پر اپنی عادت کے خلاف اعتماد کر رہا ہوں۔"

"میں بھی آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے اعتماد پر ہر قیمت پر پورا اُتروں گا۔" اُس نے مستحکم لہجے میں کہا۔

"اس لمحے سے تم صرف کمشنر ظفر احمد کے سامنے جوابدہ ہو گے۔ تمہیں اُس ٹیم کا لیڈر مقرر کیا گیا ہے جو آج رات آپریشن میں حصہ لینے والی ہے۔ اس لیڈری کا مقصد تو تم سمجھ ہی سکتے ہو۔"

اُس نے سر ہلا دیا۔ اُسکا چہرہ جوش مسرّت سے چمک رہا تھا۔ عمران کا اشارہ اُس کی ترقی کی طرف تھا۔

ناشتہ کرنے کے ساتھ عمران اُسے سمجھاتا بھی جا رہا تھا... اور رشید عمران کے مُنہ سے نکلے ہوئے ہر لفظ کو دماغ پر نقش کرتا جا رہا تھا۔

ناشتہ ختم کر کے عمران نے سلیمان کی لائی ہوئی کاغذ پنسل سنبھال کر ایک نقشہ بنایا اور اُس کی مدد سے آپریشن کے بارے میں بتانے لگا تھا۔

"اسکا مطلب ہے آپ دلاور کو گینگ لیڈر ڈکلیئر کر چکے ہیں۔" رشید نے بھرائی آواز میں کہا۔

"دلاور کے بارے میں اعتراض ہے تو تمہیں گینگ لیڈر ڈکلیئر کرا دوں۔؟"

"خدا نہ کرے۔"

"جو چاہیں سو آپ کریں۔ خدا کو ناحق ہی بدنام کیا۔" عمران نے ہانک لگائی۔ "بہر حال.... ہر بات تمہیں سمجھا دی ہے... اگر کوئی بھی کام اس کے برعکس ہوا تو بازی پلٹ جائے گی اور مورد الزام تم ٹھہرو گے۔"

www.BooksPK.com

"اس کا مطلب ہے تمام تر ذمہ داری میرے کندھوں پر ہوگی۔"

"ظفر احمد تمہارے ساتھ ہونگے ضرور لیکن ٹیم کو لیڈ کرنا اور اُس سے کام لینے کی ذمہ داری تمہاری گی ..... میں ہر بات تمہیں سمجھا ہی چکا ہوں ... پھر گھبرا کیوں رہے ہو۔"

"اتنی بڑی ذمہ داری پہلی مرتبہ مل رہی ہے۔ اس لئے گھبرانا فطری امر ہے۔"

"اس وقت جس قدر دِل چاہے گھبرا لو لیکن آپریشن کے وقت تمہیں مکمل طور پر خود اعتمادی کا مظ کرنا ہے۔"

"ایسا ہی ہوگا۔" اُس نے اعتماد کے ساتھ کہا۔

"اگر کچھ پوچھنا چاہتے ہو تو پوچھ لو اُس کے بعد تو وقت نزاع ملاقات ہوگی ..."

"آپ کہاں ہوں گے۔؟"

"سوال واپس لے لو.. کیونکہ میں بکواس کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"بہتر۔"

"اب تم جاکر آرام کرو اور تاریکی پھیلتے ہی خاموشی کے ساتھ کمشنر ہاؤس پہنچ جانا۔"

"آپ کے بتائے ہوئے پلان پر کمشنر صاحب سے ڈسکس کرنا ہے۔؟"

"نہیں۔ البتہ اگر وہ تم سے کسی بات کی وضاحت چاہیں تو کر دینا لیکن کسی کے سامنے نہیں اتنی احتیاط صرف اس لئے کی جا رہی ہے کہ کسی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مجرموں کا ساتھی ہے یا نہیں

"میں آپ کا مطلب اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔"

"ایک آدمی اور تم لوگوں کے ساتھ ہوگا۔ اگر کسی قسم کی کسی وقت اُلجھن محسوس ہو تو اُس سے بات کر لی

"کرائم گزٹ کا اڈیٹر اشفاق۔"

"اوہ .... وہ ... بھی۔" رشید کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

"وہ بھی کیا مطلب۔؟"

"میرا مطلب تھا وہ بھی آپ کے دوستوں میں سے ہے ... اوہ ... اب سمجھا کہ یہ اداریہ کیوں لکھا ہے۔ مانتا ہوں عمران صاحب۔ آپ واقعی لمبے ہاتھ رکھتے ہیں۔

"ابے کیا ہانک رہے ہو۔"

"حقیقت بیان کر رہا تھا۔"

"یہ کس شے کا نام ہے یار۔"

"بہرحال .... تو اب میں جاؤں۔"

"نہیں۔ ابھی بیٹھو۔ کچھ کھا پی کر جانا ..." عمران نے مُنہ بنا کر کہا۔

"بس رہنے دیجئے ... کیوں اتنی زحمت اُٹھاتے ہیں۔" رشید ہنس پڑا تھا۔ "اب آپ سے ملنا ہونے کے امکانات نہیں ہیں۔ لیکن یہ تو بتائیں اگر کوئی اُلجھن پیدا ہو گئی تو .....

"ابے تم بھی فیاض کی طرح پیشِ از مرگ واویلا میں مبتلا ہو گئے۔ اب پھوٹ لو اگر میری کھوپڑی گھوم گئی تو .....

"آگے کچھ مت کہیئے گا۔ میں جا رہا ہوں۔" وہ کھڑا ہو گیا تھا۔

"خدا حافظ۔" عمران نے بڑبڑاتے ہوئے ہاتھ لہرایا ....

رشید کے جانے کے بعد عمران نے سلیمان سے چائے لانے کے لئے کہا رات ٹھیک طرح نیند نہ آنے کی وجہ سے وہ سر گرانی میں مبتلا تھا۔ سلیمان نے چائے لانے میں بہت پھرتی دکھائی تھی۔

چائے پی کر وہ جانے کے لئے تیار ہو گیا ... ابھی کوئی کام نہیں تھا ... پھر بھی وہاں رُکے رہنا سے پسند نہیں تھا۔

"جا رہے ہیں صاحب۔" عمران کو تیار دیکھ کر سلیمان نے پوچھا۔

www.PakSociety.com

"تیرا کیا خیال ہے۔ کیا میں یہاں چھاؤنی ڈالنے کے لئے آیا تھا۔"

"مم... میرا مطلب تھا اتنی صبح..."

"کیوں۔ یہاں صبح صبح نکلنے پر کوئی پابندی ہے کیا۔"

"اب کیا عرض کر سکتا ہوں..."

"ثابت یہ ہوا کہ شاداب نگر کی آب و ہوا تجھے راس نہیں آئی لہٰذا واپسی کے لئے بستر باندھ لے"

"واہ۔ واہ۔ اتنے طویل عرصے کے بعد آیا ہوں اتنی جلدی کیسے چلا جاؤں۔" پھر میرے جانے نہ جانے سے فرق بھی کیا پڑے گا۔ آپ تو دولت نگر جائیں گے۔ میں کچھ دن ٹھہر کر چلا جاؤں گا"

"تو بھی یہی کہتا ہے۔ تو پھر میں جاؤں۔" عمران نے مسمسی صورت بنا کر کہا۔

"جانے والے کو آج تک کسی نے روکا ہے صاحب۔"

"کنفیوشش نے کہا تھا کہ جب سلیمان کو فلسفہ سوجھے تو عمران کو چھوٹ لینا چاہیئے۔"

"آئیں گے کب۔؟"

"اب تو دولت آباد جانے ہی کے لئے آؤں گا۔"

"یہاں میں آپ کی باتوں کا کیا جواب دوں... خیر جایئے..."

"خدا حافظ۔" عمران نے ہاتھ لہرایا اور دروازے کی طرف چلا گیا تھا۔

★ ——— ★

سردی کی شدت رگوں میں اتری جا رہی تھی۔

وہ عمارت جس میں گرین ایرو کلب قائم تھا اچھی خاصی بڑی تھی... اس کے قریب جانے

سے پہلے عمران کافی دیر تک اُس کے گرد و پیش کا جائیزہ لیتا رہا تھا۔

لوگ رہے تھے کلب کے سامنے سڑک پر کاروں کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔ شہر کے مالدار بے فکرے سردی سے بے نیاز کلب میں مختلف تفریحات میں مشغول تھے... عمران نے ہاتھ میں دبی ہوئی ٹریسنگ مشین کو گھور کر دیکھا... ڈائل کی سوئی کلب کی عمارت کی طرف اشارہ کر رہی تھی اور یہ اس بات کا اعلان تھا کہ اینجلا کو اغوا کر کے اُسی عمارت میں رکھا گیا ہے۔

اُس کے پاس کچھ کرنے کے لئے بہت کم وقت تھا... اور اُس ہی کم وقت میں اُسے ریڈ کیلئے حالات سازگار بنانے تھے۔

اُس کی ہدایت پر اشفاق ایک ایسا آدمی ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گیا تھا جو کافی عرصے تک گرین ایرو میں کام کر چکا تھا۔

معقول رقم کے عیوض عمران نے اس آدمی سے ہر وہ بات معلوم کر لی تھی جو عمارت کے اندر داخل ہونے کے بعد اُس کے لئے جاننی ضروری تھی۔ اب وہ عمارت کے اندرونی حصّہ سے اتنا ہی واقف تھا جتنا کہ وہ آدمی تھا۔

جائیزہ مکمل کر کے وہ اپنی جگہ سے نکلا اور تیزی سے سڑک عبور کر کے عمارت کے پہلو میں ایک پتلی گلی میں داخل ہو گیا جہاں تاریکی تھی۔

عمارت کی پشت پر ایک کھلا پلاٹ تھا جو کلب ہی کی ملکیت تھا۔ عمران نے جیب سے دستانے نکال کر ہاتھوں پر چڑھا لئے تھے... اُسے فلیش پائپ کے ذریعہ آخری منزل تک جانا تھا۔ اور سخت ترین سردی میں خالی ہاتھوں کو استعمال کرنا ممکن نہیں تھا۔

اُس نے پائپ کو پکڑ کر ہلایا تاکہ اُس کی مضبوطی کا اندازہ کر سکے... جب مطمئن ہو گیا تو پائپ کے سہارے بندروں کی سی پھرتی کے ساتھ اوپر چڑھنا شروع کر دیا تھا۔

www.BooksPK.com

عمارت تین منزلہ تھی لیکن پائپ دوسری منزل سے کچھ اوپر ختم ہوگیا تھا۔ عمران انتہائی جانے کی بجائے تقریباً دو فٹ چوڑے چھجے پر اُتر گیا جو عمارت کے چاروں طرف بنا ہوا تھا۔ ایسا ہی چھجہ پہلی منزل پر بھی تھا۔

دوسری منزل پر گلی کی طرف کچھ کھڑکیاں موجود تھیں ... عمران کی معلومات کے مطابق وہاں کلب کے کچھ ملازم رہتے تھے۔

دیوار کی طرف مُنہ کر کے اُس نے بیلنس درست کیا اور قدم قدم آگے کھسکنے لگا تھا.. اُس کی معمولی سی لغزش اُسے نیچے گرا سکتی تھی اس لئے وہ بہت محتاط انداز میں چل رہا تھا۔

پہلی کھڑکی تاریک تھی۔ وہ اُس کے سامنے رُک گیا۔ دروازوں پر دباؤ ڈال کر چیک کیا۔ کھڑکی اندر سے بند تھی۔ اُس نے جیکٹ کی زپ کچھ نیچے کھینچی اور اندر ہاتھ ڈال کر رول کیا ہوا ایک کاغذ نکال لیا۔ پھر احتیاط کے ساتھ رول کو شیشے پر لگا کر ایک ہاتھ سے رول کھولتے ہوئے دوسرا ہاتھ اُس پر پھیرنے لگا ... کاغذ شیشے پر چپک گیا تھا۔

اُس نے دروازے پر کان لگا کر سُنا لیکن دوسری جانب سے کوئی آواز سنائی نہیں دی تھی...

اُس نے اطمینان کے ساتھ کاغذ چپکے شیشے پر گھونسہ رسید کر دیا۔

دھپ کی تیز آواز کے ساتھ شیشہ ٹوٹ گیا لیکن کاغذ چپکا ہونے کی وجہ سے شیشے کے ٹکڑے اندر گرنے کی بجائے کاغذ کے ساتھ اندر لٹک گئے تھے۔

اُس نے شیشے کے راستے ہاتھ اندر ڈال کر سٹکنی گرائی اور پٹ دھکیل کر کھڑکی کھول دی...

پھر اطمینان کے ساتھ اندر داخل ہو کر کھڑکی بند کر دی تھی۔

پینسل ٹارچ کی روشنی کی مدد سے اُس نے کمرے کا جائزہ لیا... وہ کسی نوکر کا رہائشی کمرہ تھا۔ وہ دروازے پر پہنچا اور ہینڈل گھما کر دروازہ کھولنا چاہا تو اُس کے حلق سے طویل سانس نکل گئی۔

دروازہ مقفّل تھا۔

اُس کے ماہر ہاتھوں نے قفل کھولنے میں دیر نہیں لگائی تھی... اُس نے در تر بنا کر باہر جھانکا....

دوسری جانب راہداری تھی جہاں روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن وہاں کوئی آواز نہیں تھی۔

اُس نے ریوالور نکال لیا کیوں کہ باہر نکلتے ہی کسی بھی لمحے خطرہ سامنے آسکتا تھا اُس وقت وہ خالی ہاتھ نہیں رہنا چاہتا تھا۔

گھڑی دیکھی۔ نو بج چکے تھے.. ٹھیک دس بجے پولیس ریڈ کرنے والی تھی۔ اس وقت تک اُسے کام مکمل کر لینا تھا۔

یہ بات اُس کے علم میں تھی کہ ولادر کا آفس اُس کی رہائش گاہ کے علاوہ تیسری منزل اُسکے خاص آدمیوں کے استعمال میں تھی جہاں ہر کس و ناکس کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ اُسے یقین تھا اجلا کر بھی اُسی منزل پر کہیں رکھا گیا ہوگا۔

باہر نکل کر اُس نے راہداری میں دونوں جانب دیکھا پھر پنجوں کے بل دوڑتا ہوا راہداری کے اختتام پر پہنچ گیا جہاں نیچے اور اوپر جانے کے لئے سیڑھیاں تھیں... یہ سیڑھیاں صرف عقبی حصّے کے لئے تھیں۔

اوپر جانے کی بجائے وہ دیوار سے چپک کر نیچے اُترنے لگا... پہلی منزل کے قریب پہنچتے ہوئے اُسے محتاط ہو جانا پڑا کیوں کہ کہیں سے دو آدمیوں کے باتیں کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

اُس نے احتیاط کے ساتھ جھانک کر راہداری میں دیکھا کچھ فاصلے پر دو آدمی کرسیوں پر بیٹھے آپس میں ہنسی مذاق کر رہے تھے ... اب یہ عمران کی خوش قسمتی ہی تھی کہ دونوں کی پشت عمران کی طرف تھی... لیکن اُن کے سر کی ہلکی سی جنبش عمران کو اُن کی نظروں میں لا سکتی تھی۔

عمران رسک لینے کے موڈ میں نہیں تھا.... اُس نے ریوالور ہولسٹر میں لگایا اور کچھ اوپر جا کر

www.BooksPK.com

ریلنگ پر چڑھا پھر اُسے پکڑ کر نچلی سیڑھیوں پر لٹک کر نیچے کود گیا۔

اُس کے پیروں میں کینوسی جوتے تھے اس لئے کودنے کی آواز زیادہ تیز نہیں تھی۔

ایک لمحے توقف کئے بغیر اُس نے سیڑھیاں پھلانگنی شروع کر دیں ساتھ ہی ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا تھا۔

سیڑھیوں کا اختتام ایک بند دروازے پر ہوا... اُس کی معلومات کے مطابق اُس طرف ایک آدمی کو ہونا چاہئے تھا۔ جس کے ذمے عقبی دروازے کی دیکھ بھال تھی۔

اُس نے احتیاط کے ساتھ ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور اندر گھس گیا۔ سامنے کرسی پر ایک آدمی بیٹھا تھا۔ عمران کی صورت پر نظر پڑتے ہی اُس نے اُچھل کر اُٹھ جانا چاہا تھا۔

"بیٹھے ہی رہو دوست۔ ورنہ کھوپڑی میں سوراخ کرا لوگے۔" عمران کی آواز میں بے پناہ درندگی وسفاکی تھی۔

"کک... کیا... کون ہو تم..." وہ بُری طرح بوکھلا گیا تھا۔

"الہ ڈینو کا سانڈ۔" عمران جست لگا کر اُس کے قریب پہنچ گیا۔ "کھڑے ہو جاؤ... لیکن کسی شرارت کا خیال بھی دماغ میں مت لانا... میں گولی چلانے میں دیر نہیں لگاتا ہوں۔"

"آخر تم ہو کون..." وہ حواس پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔

عمران کے پاس ضائع کرنے کے لئے ایک لمحہ بھی نہیں تھا اُس نے ہاتھ بڑھا کر ریوالور کی نال اُس آدمی کی کھوپڑی پر رکھ دی تھی۔

"اب بولے اور گئے۔" اُس نے سفاکی سے کہا۔ "بس کھڑے ہی ہو جاؤ۔" عمران کا لہجہ ہی ایسا تھا کہ وہ بے چارہ کھڑے ہونے پر مجبور ہو گیا... لیکن وہ خوفزدہ ہونے سے زیادہ اُلجھن کا شکار تھا۔

"آخر تم چاہتے کیا ہو۔؟" وہ بولے بغیر نہ رہ سکا....

"باتھ روم میں چلو۔ وہاں پیار محبت کی باتیں کریں گے۔" عمران کا لہجہ بدستور تھا۔

"بکو مت... میں کہیں نہیں جاؤنگا۔"

"اگر مرنا ہی چاہتے ہو تو تمہاری مرضی..." وہ غرّایا اور ٹریگر پر اُنگلی کا دباؤ بڑھا دیا تھا۔

"ٹھ.. ٹھ.. ٹھہرو۔" عمران کی حرکت نے اُسے خوفزدہ کر دیا تھا۔

"جلدی کرو۔" عمران نے اُس کی پشت پر جا کر اُسے باتھ روم کی طرف دھکیلا.. باتھ روم کے دروازے کے قریب پہنچ کر وہ آدمی رُک گیا... لیکن اب عمران نے زبان سے کام لینے کے بجائے ریوالور والا ہاتھ گھما کر ریوالور اُسکی کھوپڑی پر رسید کر دیا تھا۔

اُس نے لہرا کر گرنا چاہا تو عمران نے اُسے ایک ہاتھ پر سنبھالا اور خالی ہاتھ سے دروازہ کھول کر اُسے باتھ روم میں لے جا کر ڈال دیا۔ ساتھ ہی اُس کی کنپٹیاں بھی رگڑ دیں تاکہ وہ کافی دیر تک آرام کرتا رہے۔

پھر وہ باہر کھلنے والے دروازے کی طرف گیا... اُس میں تالا لگا ہوا تھا لیکن عمران کے لئے اُسے کھولنا کیا مشکل تھا۔

بیرونی دروازہ کھول کر اُس نے ایک مرحلہ طے کر لیا تھا۔ اُس نے گھڑی دیکھی۔ سوا نو بج چکے تھے۔ وہ گھوما اور باہر نکل گیا۔

واپسی پر وہ ایک مرتبہ پھر نچلے ریلنگ پر چڑھا اور اوپر چڑھ گیا تھا... اُسے اُن دونوں سے نبٹنے کی فی الحال کوئی ضرورت نہیں تھی۔

تیسری منزل کے قریب پہنچ کر وہ دیوار سے چپک گیا۔ کیونکہ اوپر سے بھی باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں... لیکن وہ آوازیں حرکت میں تھیں۔

اُس نے احتیاط کے ساتھ دوسری جانب جھانک کر دیکھا دو آدمی باتیں کرتے ہوئے راہداری

www.BooksPK.com

کے دوسرے حصّے کی طرف جا رہے تھے۔

عمران نے ایک نظر میں پہچان لیا، اُسی راہداری کے دوسرے سرے پر دلاور کا کمرہ تھا۔ کسی خیال کے تحت اُس نے جیب سے مشین نکالی اور بٹن دبا کر ڈائل چیک کرنے لگا۔ سوئی جس طرف اشارہ کر رہی تھی۔ وہاں ایک دروازہ نظر آ رہا تھا۔

باتیں کرنے والے دونوں آدمی راہداری کے دوسرے سرے پر پہنچکر گھوم گئے تو وہ مشین جیب میں ڈال کر باہر نکلا اور دبے پاؤں دروازے کے سامنے پہنچکر رُک گیا تھا۔

کان لگا کر سُنا تو کوئی آواز نہیں تھی۔ ہینڈل گھمانا چاہا تو اُمید کے مطابق وہ مقفّل تھا۔۔۔۔ مخصوص سوئی کی مدد سے اُس نے تالہ کھولا اور ریوالور تانے اندر گھس گیا تھا۔

اُس کی نظروں کے ساتھ ریوالور نے بھی حرکت کی پھر طویل سانس لیتے ہوئے ہاتھ گرا لیا تھا۔ سامنے ایک مسہری پر اینجلا بیٹھی حیرت بھری نظروں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔

"شی۔" جیسے ہی اُس نے بولنا چاہا تو عمران نے اشارہ سے اُسے خاموش کر دیا پھر وہ دروازہ بند کر کے اینجلا کے پاس پہنچ گیا جو کھڑی ہو گئی تھی۔

"عمران صاحب آپ ۔۔۔ یہاں ۔۔۔؟" اینجلا نے سرگوشی کی۔

"کیوں۔ کیا میری آمد کی اُمید نہیں تھی۔" عمران نے بھی جواباً سرگوشی کی تھی۔

"نہیں۔ میں سمجھتی تھی پولیس ہی مجھے چھڑائے گی ... کیا آپ کو سگنل مل رہے تھے۔"

"اگر نہ ملتے تو میں تم تک کس طرح پہنچتا۔" عمران نے جیکٹ کے اندر سے ایک ریوالور نکال کر اُسے دیتے ہوئے کہا۔

"یہ۔ یہ کس لئے ...؟" وہ چونکی تھی۔

"حفاظت کے لئے۔"

"کیا مطلب۔ کیا ساتھ نہیں لے جائیں گے۔؟"

"یہ فرض پولیس انجام دے گی ... تمہیں برآمد کر کے ہی دلاور کے خلاف ثبوت فراہم کیا جا سکے گا۔"

"پھر اسکی کیا ضرورت ہے۔؟"

"رکھ لو۔ پولیس ریڈ کے وقت نہ معلوم اونٹ کس کروٹ بیٹھے۔ اگر حالات بگڑ گئے تو تم اپنی حفاظت تو کر ہی سکو گی۔"

"آپ دور تک سوچتے ہیں۔؟" وہ مسکرا دی۔

"کوئی غلط سلوک تو نہیں کیا گیا۔؟"

"نہیں۔ اپنی ماں کی طرح رکھا ہوا ہے۔"

www.BooksPK.com

"ٹھیک ہے۔ اب میں جاتا ہوں۔ ابھی بہت سے مرحلے طے کرنے ہیں۔"

"کرائیسٹ آپ کو کامیاب کرے۔" اُس نے پُرخلوص لہجے میں دعا دی۔

عمران نے جواب میں کچھ کہنے کی بجائے جیب سے مونچھوں والا میک اپ نکال کر چہرے پر سجا لیا۔ اُسکی اس حرکت نے اینجلا کو بھونچکا بنا دیا تھا۔

اینجلا کی حیرت کا نوٹس لئے بغیر گھوما اور باہر نکل گیا لیکن اچانک ہی اُس نے اپنی اسکیم تبدیل کر دی اور میک اپ اُتار کر دوبارہ جیب میں ڈال لیا تھا۔۔۔ پہلے اُس نے سوچا تھا کہ بدلی ہوئی شکل میں دلاور کے سامنے آئے گا لیکن سوچا تو اُس اسکیم میں جان نظر نہیں آئی تھی۔

وہ پلٹ کر دوبارہ کمرے میں چلا گیا۔ اینجلا اُسے دیکھ کر حیران ہی ہوئی تھی۔ لیکن عمران کو اُس کی حیرت کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔

"آپ واپس کیوں آ گئے ۔۔۔۔؟" اُس نے پوچھ ہی لیا۔

"طے شدہ پروگرام تبدیل کر دیا ہے۔ اب کچھ دیر انتظار کرنا پڑے گا۔" عمران نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔"

"کس کا انتظار۔۔۔؟"

"لائحہ عمل کو عملی جامہ پہنانے کا۔۔۔ یہ بتاؤ یہاں کسی کے آنے کی اُمید ہے۔"

"کیا کہہ سکتی ہوں۔"

"اوہ۔" عمران کو فوراً ہی اپنی حماقت کا احساس ہو گیا تھا۔ اُسے یہ سوال نہیں کرنا چاہئے تھا۔

"آس پاس کے کمروں کے بارے میں کچھ معلومات ہیں۔؟" اُس نے دوسرا سوال کیا۔

"نہیں۔ کیونکہ مجھے بے ہوشی کے عالم میں یہاں لایا گیا تھا۔۔۔ ہوش میں آنے کے بعد باہر نکلنے کی اجازت بھی نہیں ملی۔

عمران سر ہلا کر خاموش ہو گیا۔ اُسکا دماغ کمپیوٹر کی مانند حرکت میں تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر اُسے معلوم ہوتا کہ دونوں مرحلے اتنی آسانی کے ساتھ طے ہو جائیں گے تو وہ پولیس ریڈ سے کچھ دیر پہلے وہاں داخل ہوتا۔۔۔۔ ظاہر ہے جو کچھ وہ کر چکا تھا اُس میں تبدیلی کی گنجائش نہیں تھی۔ اب وہ انتظار کرنے پر مجبور تھا۔ کیونکہ اب اُس کے لئے اتنا ہی کام باقی تھا کہ وہ دلاور کو اُس عمارت سے فرار ہونے سے روک لے۔۔۔

مخبر نے اُسے یہ بھی بتایا تھا کہ عمارت میں کچھ چور راستے بھی ہیں۔۔ لیکن وہ اُن کی نشاندھی نہیں کر سکا تھا۔ عمران کی دہاں ہو جو گی صرف اسی لئے تھی کہ وہ دلاور کو اُن راستوں کا استعمال نہ کرنے دے۔ !!!

رشید بیقراری کے عالم میں بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا۔۔۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا اُسوقت گھڑی کی سوئیوں کی حرکت کچھ سست ہو گئی تھی۔ کسی طرح نو پچاس ہونے ہی میں نہیں آ رہے تھے۔

"بہت بے قراری ہے۔" اشفاق جو اُس کے برابر بیٹھا تھا ہنس پڑا۔

"ہاں۔ کچھ ایسی ہی بات ہے۔" اُس نے چونک کر طویل سانس لی۔

دونوں رشید کی کار میں بیٹھے تھے جو گرین ایرو سے کچھ فاصلے پر ایک گلی میں کھڑی ہوئی تھی۔ اُس کی کار کی طرح اور بہت سی کاریں گرین ایرو کے اطراف میں موجود تھیں ایک کار میں کمشنر اور سٹی مجسٹریٹ بھی موجود تھے۔

عمران نے دلاور کے خلاف احتیاط کا کوئی خانہ خالی نہیں چھوڑا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ دلاور کسی بھی مرحلے پر قانون کی کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر بچ نکلے۔۔۔ یہی وجہ تھی جو اُس نے ایک ایسا پروگرام ترتیب دیا تھا کہ پھنس جانے کے بعد دنیا کی کوئی بھی عدالت دلاور کو چھوڑ نہیں سکتی تھی۔

اُس کی ہدایت کے مطابق مُہم میں حصہ لینے والے بیس افراد نے صرف سادہ لباس میں ملبوس تھے بلکہ وہ وہاں پرائیویٹ کاروں ہی میں آئے تھے۔ تاکہ دلاور قبل از وقت کسی بھی طرح ریڈ سے آگاہ ہو کر بچ نکلنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

عمران کی ہدایت پر اُس مُہم میں شامل ہونے والے افراد کو آخری لمحات میں مُہم کے بارے میں بتایا گیا تھا۔ ظفر احمد بھی بہت ہوشیار آدمی تھے۔ اُنہوں نے تمام آدمیوں کو فرداً فرداً ایسی گولی دی تھی کہ ہر شخص

www.BooksPK.com

اپنے ساتھی پر نظر رکھنے پر مجبور تھا۔ ویسے بھی پولیس کا یہ خاصہ ہے کہ جب بات بگڑے تو وہ اپنے عزیز ترین دوست کو بھی گھاس ڈالنے سے گریز کرتے ہیں۔

رشید واحد آدمی تھا جس کے ساتھ اس پولیس آفیسر کی بجائے اشفاق تھا۔ ظاہر ہے دونوں ہی قابل اعتماد تھے۔

عمران کی ہدایت کے مطابق پارٹی کو دو حصوں میں تقسیم ہو کر عمارت میں داخل ہونا تھا۔ ایک پارٹی عقبی راستے سے اندر جاتی تو دوسری پارٹی کو رشید کی سربراہی میں سامنے سے اندر جانا تھا۔ کمشنر اور سٹی مجسٹریٹ کو اسی پارٹی کے ساتھ رہنا تھا۔

اشفاق اور رشید دونوں ہی اپنے خیالوں میں مگن تھے۔ اشفاق کا دماغ صبح کے اخبار کے لئے دھانسو قسم کی سرخیاں سوچ رہا تھا تو رشید اخبار میں چھپنے والے اس کارنامے کے بارے میں سوچ رہا تھا جس میں اسکا نام سرفہرست ہوگا۔ آنیوالی صبح دونوں کے لئے کامیابی لانے والی تھی

جیسے ہی نو بچاس ہوئے کاروں کے دروازے کھلے اور ان میں بیٹھے ہوئے افراد مشینی انداز میں حرکت میں آکر گرین ایرو کی طرف بڑھنے لگے۔

اشفاق اور رشید سب سے آگے تھے ... اشفاق کے ہاتھ میں انتہائی حساس موویٔ کیمرہ تھا جو کم سے کم روشنی میں بہت واضح فوٹو گرافی کر سکتا تھا... وہ اس مہم کو یادگار بنانے کا عزم رکھتا تھا۔ ان سے دو قدم پیچھے دو اور آدمی تھے۔ باقی افراد کو ذرا وقفے کے بعد آنا تھا۔

دروازے کے قریب پہنچکر رشید نے اپنا سروس ریوالور نکال لیا کیونکہ اب کسی بھی لمحے اس کی ضرورت پڑ سکتی تھی۔

جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئے لابی میں متعین محافظ چونک پڑا تھا.. پھر جیسے ہی اسے رشید کے ہاتھ میں ریوالور نظر آیا اسنے دیوار پر لگے ہوئے فون بورڈ کی طرف چھلانگ لگائی تھی۔

رشید بیوقوف تو نہیں تھا کہ اس آدمی کو خطرے کا سگنل دے دینے کی اجازت دے دیتا وہ بھی چھلانگ لگا کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ قبل اس کے وہ آدمی بورڈ پر لگا ہوا ایک بٹن دبا پاتا رشید کا ریوالور والا ہاتھ گھوم کر اس کے جبڑے پر پڑا اور وہ چیخکر پلٹ گیا تھا۔

رشید کی حرکت کے ساتھ اشفاق کا کیمرہ بھی حرکت میں آگیا تھا .. اس نے وہاں ہونے والے مختصر سے ڈرامے کو فلم کے فیتے پر محفوظ کر لیا تھا۔

جیسے ہی وہ آدمی لڑکھڑا کر گرا رشید نے اس کی کھوپڑی پر ٹھوکر رسید کر کے بے حس کر دیا تھا ہر شخص جانتا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے اس لئے کسی کو ہدایت دینے یا لینے کی ضرورت نہیں تھی۔

جب وہ اندر داخل ہوئے تو ایک آدمی خود بخود وہیں رہ گیا تھا۔ یہ اس کی ذمہ داری تھی کہ وہ کسی کو نہ اندر جانے دے نہ باہر آنے دے۔

دو آدمی ریوالور تانے ہال میں گھس گئے۔ ظاہر ہے وہاں موجود افراد کو انہیں دیکھکر حیران و پریشان ہونا ہی چاہیئے تھا۔

"خبردار۔ پولیس۔ کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔" وہ ریوالور کو حرکت دیتے ہوئے حلق کے بل دھاڑا ..... ایک آدمی بار کاؤنٹر کی طرف گیا تھا۔

کاؤنٹر میں چند لمحے تو بھونچکا بنا کھڑا رہا پھر اس نے تیزی سے نیچے بیٹھ جانا چاہا۔ یقینی طور پر وہ خطرہ کا الارم بجانا چاہتا تھا۔

کاؤنٹر کے قریب پہنچنے والے آفیسر نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر فائیر کر دیا.. انہیں وہاں بھیجا ہی اس لئے گیا تھا کہ وہ کسی کو بھی خطرہ کا سگنل نہ دینے دیں۔

کاؤنٹر میں نے چیخ مار کر بازو پکڑ لیا۔ آفیسر کی چلائی ہوئی گولی اس کے بازو میں اتر گئی تھی

"باہر نکل آؤ۔ ورنہ دوسری گولی تمہارے سینے میں اتر جائے گی۔" آفیسر نے غرا کر کہا۔

www.BooksPK.com

بارمین تکلیف ضبط کرنے کی کوشش میں ہونٹ چباتا ہوا باہر نکلا آیا... دونوں آفیسروں نے اس انداز میں پوزیشن لی کہ ہال میں کوئی بھی فرد اُن کی نظروں اور ریوالور کی زد سے محفوظ نہ رہے۔

سامنے ہی راہداری میں ایک دروازے کے سامنے دو آدمی مستعدی سے کھڑے تھے.... اجنبی لوگوں کو دیکھ کر اُن کے ہاتھ جیبوں کی طرف لپکے لیکن ریوالور نکالنے کی حسرت ہی رہی کیونکہ رشید اور اُس کے ساتھیوں کے ریوالور اُن کی طرف اُٹھے ہوئے تھے۔

"ہاتھ جیبوں سے دور ہی رکھنا۔" رشید غرا کر بولا۔ اور آگے بڑھ کر ریوالور کی نال ایک کے سینے پر رکھ دی۔

ایک آفیسر نے پلک جھپکتے میں دونوں کے ہاتھ میں ایک ہی ہتھکڑی ڈال کر اُن کی جیبوں سے ریوالور نکال لئے تھے۔ ساتھ ہی اُنہیں دروازے کے سامنے سے بھی ہٹا دیا تھا۔

رشید کے ساتھ دوسرے بھی دروازہ کھول کر اندر گھس گئے۔ وہ شاندار قسم کا ویٹنگ ہال تھا۔ لیکن اُسکی چند ہی میز پر آباد تھیں۔ ایک دیوار کے قریب میز پر دو آدمی بیٹھے تھے۔ وہ اُن لوگوں کو دیکھ کر اُچھل پڑے تھے۔

"پولیس..... اپنی جگہ سے حرکت مت کرنا۔" رشید اُن کی طرف دوڑتا ہوا چیخا۔

ایک آدمی رشید کی وارننگ کی پرواہ کئے بغیر جست لگا کر دیوار پر لگے ایک بورڈ کے قریب پہنچا اور ایک بٹن دبا دیا۔ اُسی لمحے رشید بھی گولی چلا چکا تھا... اُس نے چیخ کر بازو پکڑ لیا لیکن وہ اپنا کام کر چکا تھا۔

ہال میں گھنٹی کی تیز اور کرخت آواز پھیل رہی تھی۔ یہ خطرہ کا الارم تھا۔ رشید کا فائیر نتیجہ ہی رہا تھا۔

"دروازہ کھولو۔" رشید نے ریوالور لہرا کر درندگی آلود لہجہ میں کہا۔

"کونسا دروازہ۔؟" جو آدمی زخمی نہیں تھا اُس نے اعصاب پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

"وقت ضائع مت کرو رشید۔" اشفاق نے مضطرب لہجے میں کہا۔ "یہ کام خود کر لو۔"

دو آدمی غنڈوں کو کھینچ کر ایک طرف لے گئے رشید دیوار پر نصب بورڈ کے سامنے پہنچا اور اُس کے تمام کھٹکے نیچے کر دیئے تھے.... دوسرے لمحے گڑگڑاہٹ کی ہلکی سی آواز اُبھری اور دیوار میں ایک دروازہ کھلنے لگا جو بادی النظر میں دیوار ہی کا ایک حصہ نظر آتا تھا

دروازہ نمودار ہوتے ہی شور و غُل کا ایک طوفان اندر گھس آیا... پھر وہ دوسری طرف گھس گئے۔ اشفاق کا کیمرہ ہر لمحے کی عکاسی کر رہا تھا۔

وہاں دوسرا گروپ سبقت لے کر پہنچ گیا تھا۔ اس لئے رشید کے گروپ کو اُنگلی ہلانے کی ضرورت بھی نہیں پڑی تھی۔

دوسرا گروپ عقبی راستے سے عمارت میں داخل ہوا۔ راستہ عمران کھول ہی چکا تھا۔ اس لئے اُنہیں کوئی دشواری نہیں ہوئی تھی... بس احتیاط سے چل کر پہلی منزل پر پہنچ گئے جہاں دو آدمی کرسیوں پر بیٹھے تھے۔

جہاں دس ریوالور آگ برسانے پر آمادہ ہوں وہاں اچھے اچھے پھنّے خان کو بھی ہتھیار ڈالتے ہی بنتی ہے... پولیس کے جوانوں نے اُنہیں پلک جھپکنے میں بے قابو اور غیر مسلح کر دیا تھا

چار آدمی وہیں دروازے کے سامنے ڈٹ گئے باقی چھ افراد اوپری منزلوں کی طرف چلے گئے تھے۔ تاکہ وہاں کی سچویشن کنٹرول کر سکیں۔

وہ چاروں مستعدی سے کھڑے سگنل کا انتظار کرنے لگے جو اُنہیں کسی بھی لمحے مل سکتا تھا۔

دو منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ وہاں گھنٹی کی کرخت آواز گونجنے لگی... وہ چونکے اور دروازہ

www.Bookspk.com

کھول کر اندر گھس گئے تھے۔

دوسری جانب ایک بڑا ایئر کنڈیشنڈ ہال تھا۔ جہاں انواع و اقسام کی خوشبوئیں پھیلی ہوئی تھیں... خطرہ کے الارم کی گونج وہاں بھی موجود تھی۔

ہال مرد اور عورتوں سے بھرا ہوا تھا جو خوفزدہ بھیڑیوں کی مانند چیخ رہے تھے۔ جب وہ چاروں اندر داخل ہوئے تو چیخ و پکار کی آوازیں کچھ اور تیز ہو گئی تھیں۔

"خبردار۔۔۔" وہ چاروں منتشر ہو کر ہال کے مختلف حصوں کی طرف لپکے۔۔ اُن کی نظریں اور ریوالور مستعدی سے حرکت کر رہے تھے۔

اُس غیر متوقع مصیبت نے نہ صرف کھیلنے والوں کو بلکہ کلب کے عملے کو بھی خوف و ہراس میں مبتلا کر دیا۔ پولیس، پولیس کے نعرے سُن کر اُنہیں یہ تو معلوم ہی ہو گیا تھا کہ وہاں گھس آنے والے کون ہیں اُن بیچاروں کے پاس جائے فرار نہیں تھی۔ عقبی دروازہ وہ چاروں کو روکے ہوئے تھے جب اُنہوں نے بیرونی دروازے کی طرف بڑھنا چاہا تو وہ بھی کھلا اور اُدھر سے بھی ریوالور بکف افراد اندر گھس آئے تھے۔

یہ رشید کا گروپ تھا جس میں کمشنر اور سٹی مجسٹریٹ بھی شامل تھے۔ وہ حیرت اور کینہ توز نظروں سے وہاں موجود افراد اور جوا کھیلنے کے ساز و سامان کو دیکھ رہے تھے۔۔ اُنہیں ایسا ہی محسوس ہوا تھا وہ یورپ کے کسی جدید ترین قمار خانے میں موجود ہیں۔

"خُدا کی پناہ۔ یہ تو مکمل قمار خانہ قائم کیا گیا ہے۔" سٹی مجسٹریٹ نے کمشنر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "حیرت ہے اسے قائم کس طرح ہونے دیا گیا۔"

"یہ بات آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں۔" کمشنر کی آواز میں بے انتہا تلخی تھی۔ بہرحال۔" وہ رشید کی طرف گھوم گیا۔ "دوسرے یہاں سنبھال لیں گے، آیئے چلیں۔"

"چلئے سر۔" رشید نے مستعدی سے کہا۔

پھر چھ آدمیوں کا گروپ باہر نکل گیا۔ یہ بات یقینی تھی کہ خطرہ کا الارم سُن کر دلاور فرار ہونے کی کوشش کرے گا۔ وہ اس سے پہلے ہی اُس کے سر پر پہنچ جانا چاہتے تھے۔

خطرہ کے الارم کی بازگشت دلاور کے آفس میں بھی گونجی تھی۔ وہ اُسوقت سونی سے محوِ گفتگو تھا... گھنٹی کی آواز پھیلتے ہی دونوں اُچھل پڑے تھے۔

"یہ کیا چکر ہے۔" دلاور بُری طرح مضطرب ہو گیا تھا۔ ابھی اُسکا جُملہ مکمل ہی ہوا تھا کہ انٹر کام سے اشارہ نشر ہونے لگا... وہ چونکا اور ہاتھ مار کھٹکا گرا دیا تھا... انٹر کام سے شور و غل کی کان پھاڑ دینے والی آوازیں نکل رہی تھیں۔

"ہیلو... ہیلو سر۔" کوئی دلاور کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"کیا ہوا۔؟" دلاور نے چیخ کر پوچھا۔

"پولیس جناب۔" "وہ یہاں گھس آئے ہیں۔"

"عقبی دروازہ کھول دو۔"

"وہ اُس طرف سے گھُسے ہیں.... اوہ... میرے خُدا.... سامنے کے دروازے سے بھی آ رہے ہیں"

دلاور نے ہاتھ مار کر سوئچ بند کیا اور اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ سونی بھی سب کچھ سُن چکا تھا۔ اس لئے اُسکے چہرے پر بھی بارہ بجنے لگے تھے۔

"پولیس کہاں سے آ گئی جناب۔؟" سونی کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

"یہ وقت باتوں میں ضائع کرنے کا نہیں ہے۔ جاؤ اینجلا کو لے آؤ اس درمیان میں سیف سے تمام چیزیں نکالتا ہوں۔"

"اب اُسے لانے سے کیا فائدہ ہوگا۔"

"شٹ اپ۔ باسٹرڈ۔ جو کہہ رہا ہوں کرو۔ وہ چیخا اور تیزی سے میز کے گرد گھوم کر دیوار پر لٹکی ہوئی ایک بڑی تصویر کے سامنے پہنچ گیا۔

سونی کو جانا ہی پڑا۔ دلاور نے تصویر کے فریم کے عقب میں انگلیاں ڈال کر کسی چیز کو حرکت دی تو وہ دروازہ کی مانند ایک جانب کھلنے لگی ... اُس کے پیچھے سے ایک فولادی سیف برآمد ہوئی تھی ...

دوسری طرف سونی دوڑتا ہوا اُس کمرے کی طرف گیا جس میں اینجلا کو رکھا گیا تھا۔ ... لیکن اُسے درمیان ہی میں رُک جانا پڑا ... ایک آدمی اُس کمرے سے نکل کر لابی میں آگیا تھا۔

سونی نے ایک نظر میں پہچان لیا ... وہ عمران تھا ... اُس نے پلٹ کر بھاگنا چاہا۔ لیکن عمران کی وارننگ نے روک لیا تھا۔ "رک جاؤ۔ سونی۔" عمران کی آواز میں درندگی وسفاکی تھی "ورنہ میں گولی چلا دوں گا۔"

سونی ایک لمحے کے لئے رُکا لیکن پھر دوڑ ہی پڑا۔ شاید اُس نے سمجھ لیا تھا کہ عمران گولی نہیں چلائے گا لیکن ایسا سوچنا اُس کی حماقت تھی۔

عمران نے پے در پے دو فائیر کئے .... سونی اُچھلا اور چیختا ہوا اوندھے مُنہ فرش پر گر پڑا عمران کی گولیاں اُس کی دونوں ٹانگوں میں اُتری تھیں۔

عمران برق رفتاری سے سونی کے سر پر پہنچ گیا۔ اُسوقت عقبی جانب سے دو پولیس والے اوپر آگئے تھے۔

"اے ... ریوالور پھینک۔ ورنہ گولی چلاتا ہوں۔" ایک اُس طرف دوڑتے ہوئے چیخا۔

عمران نے چونک کر اُن کی طرف دیکھا پھر ریوالور والا ہاتھ گرا دیا۔ آنے والے چونکہ اُسے پہچانتے نہیں تھے اس لئے اُن کی طرف سے رعایت کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔

"ریوالور نیچے پھینک دو۔" ایک نے قریب پہنچکر عمران کو حکم دیا۔

"گینگ لیڈر۔" عمران نے پرسکون لہجے میں کہا۔ "یہ اُس کی شناخت کیلئے کوڈ ورڈ تھا۔

"اوہ۔ آپ۔" وہ ڈھیلے پڑ گئے۔

"یہاں رُکو اور اسے دیکھو۔" عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور پلٹ کر دلاور کے کمرے کی طرف چل دیا۔

دلاور کے کمرے کے سامنے پہنچ کر وہ رک گیا۔ زینوں کی طرف سے دوڑنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

اُس کے حلق سے طویل سانس نکل گئی۔ آنے والے یقینی طور پر رشید کے گروپ کے آدمی ہونے چاہئے تھے۔ چند سیکنڈ بعد اُس کا خیال درست ثابت ہو گیا تھا۔ رشید اور اُس کے ساتھی عمران کے قریب پہنچ کر رک گئے تھے۔

"سب ٹھیک ہے۔" رشید نے ہانپتے ہوئے بتایا۔ "ہم نیچے سچویشن کنٹرول کر چکے ہیں۔"

"گڈ۔" عمران نے ریوالور ہولسٹر میں لگا لیا۔ پھر اُس نے کمشنر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"لڑکی۔ اُسی آخری کمرے میں ہے۔"

"آپ دونوں اُسی طرف جائیں۔" کمشنر نے رشید کے ساتھی پولیس والوں کو حکم دیا وہ مشینی انداز میں حرکت کر کے اینجلا کو لانے کے لئے دوڑ گئے اس درمیان سونی کو ہتھکڑیاں لگائی جا چکی تھیں۔

"میرے ساتھ آئیں۔" عمران نے کمشنر سے کہا اور پلٹ کر دروازہ کھول کر اندر گھس گیا تھا۔

دلاور طوفانی رفتار سے سیف کی چیزیں میز پر رکھے ہوئے لیک چھوٹے سوٹ کیس

www.BooksPK.com

میں بھر رہا تھا۔ وہ اپنے کام میں اتنا منہمک تھا کہ دروازہ کھلنے کی آہٹ بھی نہ سن سکا تھا۔

وہ سب خاموشی کے ساتھ دلاور کو دیکھتے رہے ... پھر دلاور اُن کی موجودگی محسوس کر کے چونک پڑا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے مسٹر دلاور۔" عمران نے زہر خند کیا۔ "سفر کی تیاری ہو رہی ہے؟"

دلاور کیا جواب دیتا۔ اُس کے تو اعصاب سُن ہو گئے تھے۔ وہ آنکھیں پھاڑ کر انہیں یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ آدمی نہیں بھوت تھے۔

"ایسی بھی کیا بے رُخی ہے یار کچھ تو بولو۔" عمران مسکراتا ہوا اُس کے قریب پہنچ گیا تھا۔

"ہتھکڑیاں ڈالدو اس کے۔" کمشنر نے جلتے ہوئے لہجے میں رشید کو حکم دیا۔

رشید جیب سے ہتھکڑیاں نکال کر دلاور کے قریب پہنچا اور بڑے اطمینان اُس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی تھیں۔ پھر کمشنر کے اشارے پر اُسے کھینچ کر صوفے پر دھکیل دیا تھا۔

اُسوقت بھیجے ہوئے آدمی بھی اینجلا کو لیکر وہاں آگئے تھے۔ اُسے دیکھکر عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

عمران میز پر رکھے ہوئے سوٹ کیس کے پاس پہنچا اور اینجلا کو اشارہ کر کے اپنے پاس بلا لیا تھا۔

"اپنی چیز تلاش کر لو۔"

اینجلا کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آگئے ... عمران نے شفقت آمیز انداز میں اُس کا شانہ تھپتھپایا اور وہاں سے ہٹ گیا تاکہ اینجلا اطمینان کے ساتھ اپنی چیز ڈھونڈ لے۔

"لیجئے جناب۔" عمران کمشنر اور سٹی مجسٹریٹ کے سامنے پہنچ کر بولا۔ "میرا کام ختم ہو چکا ہے۔ اب آپ لوگ خود سنبھال لیجئے۔"

"اس کا کیا مطلب ہوا۔؟" کمشنر چونکے۔

"مطلب یہ کہ اب میں جاؤنگا۔"

"نہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے ... یہ آپ کا کیس ہے .... اور ....

"ہائیں ... ہائیں ... یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ رشید کا کیس ہے ... میں نے تو صرف مدد کی ہے ... میرا کہیں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہی کہہ رہا ہوں۔" عمران سنجیدہ تھا۔ "اگر آپ لوگوں نے میرے بارے میں کہیں بھی کوئی ذکر کیا تو آپ لوگوں کو جوابدہی کرنی پڑ جائے گی۔ پھر آپ لوگوں کے لئے یہی بہتر ہے کہ اس کیس کو آپ اپنے طور پر ڈیل کریں .... میں تو خواہ مخواہ ہی درمیان میں آگیا۔"

"میری سمجھ میں آپ کی بات نہیں آرہی۔"

"بس اتنا سمجھ لیجئے کہ یہ کیس رشید نے ڈیل کیا ہے۔" عمران نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"ظاہر ہے آپ کی خواہش ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔" اُنہوں نے بیچارگی سے شانے اچکا دیئے۔

"اس سیف اور سامان سے آپ کو دلاور کے خلاف بے شمار ثبوت مل جائیں گے لڑکی کو بھی آپ برآمد کر ہی چکے ہیں۔ جو کارروائی باقی رہ گئی ہے وہ رشید سنبھال لے گا۔ لہٰذا مجھے اجازت دیں۔"

"پھر کب ملاقات ہو گی۔؟"

www.BooksPK.com

"کل دن میں کسی وقت۔" "لڑکی میرے ساتھ جائے گی۔ اس کا بیان بعد میں لیا جا سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔"

عمران نے اینجلا کی طرف دیکھا وہ ہاتھ میں ایک لفافہ لئے کھڑی تھی... جیسے ہی عمران سے اُسکی نظریں ٹکرائیں اُس نے اثبات میں سر ہلا دیا.... اُس کی آنکھوں سے بے تحاشہ آنسو بہہ رہے تھے۔

عمران نے دلاور پر ایک قہر آلود نظر ڈالی پھر اشفاق کی طرف گھوم گیا تھا...

"میرے خیال میں تمہارا کام کسی حد تک ختم ہو گیا ہے۔؟"

"چلنا ہے کیا...؟" اُس نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں۔"

"چلئے۔"

وہ تینوں چلے تو رشید نے بھی ساتھ چلنا چاہا۔ لیکن عمران نے اُسے منع کر دیا تھا۔ عمران اچھی طرح جانتا تھا رشید کس لئے اُس کے ساتھ آنا چاہتا ہے۔ لیکن وہ اُسوقت تعریف و ستائیش سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔

اشفاق کے ساتھ ہونے کی وجہ سے پولیس والوں نے اُنہیں روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ کلب کی حدود سے باہر نکل گئے تھے۔

"کار ہے۔" عمران نے اشفاق سے پوچھا۔

"نہیں۔ رشید کی کار میں آیا تھا۔" اُس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"پھر میرے ساتھ آؤ۔ اینجلا کو ڈراپ کرنے کے بعد تمہیں آفس لے چلوں گا۔"

"آپ نہ کہتے تو بھی اتنی آسانی کے ساتھ جان کہاں چھوڑتا۔" اُس نے ہنس کر کہا۔ "مجھے آپ سے بہت کچھ پوچھنا ہے۔"

عمران نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

ذرا دیر بعد کار تیز رفتاری سے بنجامن کے فلیٹ کی طرف جا رہی تھی۔ اینجلا عقبی نشست پر گم سُم بیٹھی تھی۔ لفافہ اُس وقت بھی اُس کے ہاتھ میں تھا۔

عمران خاموشی کے موڈ میں تھا اس لئے اشفاق نے بھی اُسے چھیڑنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

جب وہ بنجامن کے فلیٹ پر پہنچے تو وہ بے تحاشہ شراب پیئے ہوئے تھا۔ یقینی طور پر اینجلا کی جدائی ناقابل برداشت تھی۔ عمران بیٹی کو باپ کے حوالے کرنے کے بعد دو منٹ سے زیادہ وہاں نہیں رکا.... اور دوسرے دن آنے کا وعدہ کر کے وہاں سے پیچھا چھوڑ لیا تھا۔

ایک مرتبہ پھر کار نے سڑک نوردی شروع کر دی۔ اس مرتبہ اُس کا رُخ اشفاق کے آفس کی طرف تھا۔

"لڑکی کے بارے میں کوئی تبصرہ اور تصویر نہیں ہونی چاہئے...." عمران نے اشفاق کو تنبیہ کی۔ "میں نے اُس سے وعدہ کیا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن جب وہ بطور گواہ عدالت میں جائے گی۔"

"دیکھونگا۔ اگر اُسکی گواہی کے بغیر ہی کام چل گیا تو رشید کو منع کر دونگا ورنہ مجبوری ہوگی"

"اب ذرا مجھے تفصیل سے حالات بتا دیں تاکہ میں صبح کے لئے تیاری کر سکوں۔"

"بہت جلدی ہے۔؟"

"آپکا کیا ہے۔ کسی بھی ملحے چھوڑ کر بھاگ سکتے ہیں۔ اس لئے بتا ہی دیں۔"

www.BooksPK.com

اُس نے ہنس کر کہا۔

"بغیر رشوت کے ممکن نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ کسی ہوٹل پر روک لیجئے تاکہ میں رشوت پیش کر سکوں۔"..... کچھ دیر بعد وہ ایک ہوٹل میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے، اُنہیں دیکھ کر کوئی یہ اندازہ بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کوئی ہنگامہ خیز مہم نبٹا کر آ رہے ہیں۔ کھانے کے ساتھ عمران نے اشفاق کو ہر وہ بات بتا دی جو ضروری تھی..... اشفاق اُن تمام باتوں کو ذہن نشین کرتا گیا تھا۔

"شاید یہ معقولہ آپ ہی کیلئے کہا گیا تھا کہ وہ آیا، اُس نے دیکھا، کام ختم کیا اور چلا گیا۔" اشفاق نے سرسراتے لہجے میں کہا۔ "آپ جب بھی آتے ہیں آندھی اور طوفان کی مانند اور ہنگامے برپا کر کے پھوٹ لیتے ہیں۔ اب جانے کا کب ارادہ ہے۔"

"کل۔ مجھے جلد از جلد دولت آباد پہنچنا ہے۔"

"دولت آباد۔ کوئی اور چکر ہے۔؟"

"دو نامعقول وہاں میرا انتظار کر رہے ہوں گے... ایک طویل عرصے کے بعد آؤٹنگ کا پروگرام بنایا تھا کہ یہ چکر نکل آیا۔ نتیجے میں میں ادھر اور وہ اُدھر۔"

"چلئے۔ اس بہانے شاداب نگر کے شہریوں کی جان تو عذاب سے چھوٹ گئی۔ اب وہ آرام اور سکون کی زندگی بسر کر سکیں گے۔"

"خیال ہے تمہارا۔"

"کیا مطلب؟"

"جب تک عوام خود اس بات کا عزم نہیں کر لیتے کہ وہ کسی برائی اور جبر و استبداد کے سامنے سر نہیں جھکائیں گے۔ جب تک وہ اپنے اندر ظلم و زیادتی کے خلاف لڑنے کی قوت پیدا نہیں

کریں گے۔ کچھ نہیں ہوگا۔۔ ایک دلاور کو میں نے ختم کر دیا لیکن پھر کوئی دلاور پیدا ہو جائے گا۔"

"کہتے تو آپ ٹھیک ہیں۔"

"لہٰذا تمہیں چاہئے کہ اپنے اخبار کی مدد سے عوام کو جگاؤ۔ اُن کے دماغوں پر چھائی ہوئی بے حسی دور کرو۔ موجودہ حکومت بڑے خلوص کے ساتھ ماضی کے نقوش مٹانے کی کوشش کر رہی ہے لیکن ایسا اُسی وقت ممکن ہو سکے گا جب عوام بھی اُن کوششوں کا ساتھ دیں۔"

"مجھے یقین ہے عمران صاحب کہ یہ کوششیں بار آور ثابت ہوں گی۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں کرائم گزٹ کی تمام صلاحیتیں برائیوں کے خلاف جہاد پر لگا دوں گا۔"

"ایسا ہی ہونا چاہئے... اخبار ایک بڑی طاقت ہے۔۔ اُسے موثر اور مثبت کام لیا جا سکتا ہے۔"

اشفاق نے کوئی جواب نہیں دیا۔۔ وہ سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

www.BooksPK.com

ختم شُد

ایس قریشی کی سیکرٹ سروس

آنے والے نئے اور کیپٹن پرمود کے ایکشن سے بھرپور ناول

مشن آف مرڈر

ڈانس آف ڈیتھ

ہارڈ سٹون

بلیک سٹریٹ

یورنیم فراڈ

ٹریپل کراس

ریڈ پاور

شعلے اور دھماکے

کیپٹن پرمود کے ہنگامہ خیز و سنسنی اور ایکشن سے بھرپور ناول

آفسٹ کی کتابت طباعت آٹھ رنگوں کے دیدہ زیب سرورق۔ آج ہی آرڈر روانہ کیجئے

خط و کتابت کا پتہ

ایوب اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۳ لیاقت آباد کراچی

ایس قریشی کی عمران سیریز

آنے والے نئے ایکشن اور قہقہوں سے بھرپور ناول

پیش فائر

منحوس ستارہ

شعلوں کا تعاقب

طاقت کی واپسی

گریٹ احمق

ڈاکٹر ہارس

موت کا ناچ

ڈاکٹر سلیمان

صاف ستھری آفسٹ کی لکھائی چھپائی آٹھ رنگوں کا سرورق

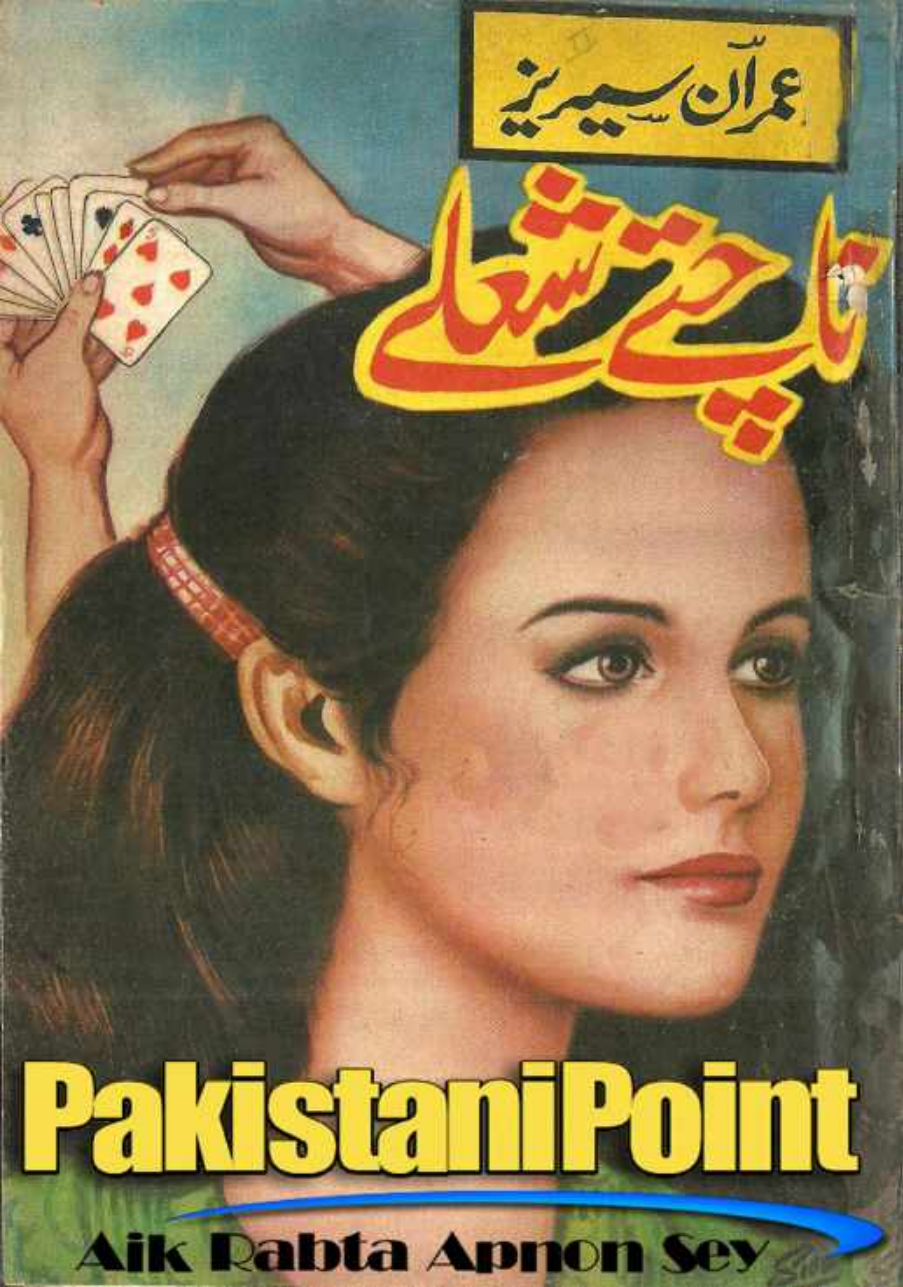
آج ہی طلب کیجئے

ایوب اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

www.BooksPK.com

عمران سیریز

تپتے شعلے



PakistaniPoint

Aik Rabta Apnon Sey

اس ناول کے جملہ حقوق بنام مصنف ایس ایم قریشی محفوظ ہیں۔ کسی بھی طور پر نقل کرنے ترجمہ کرنے پردہ فلم پر لانے اسٹیج یا ٹی وی ڈرامے میں استعمال کرنے یا کسی اور طریقے پر استعمال کرنے کے لئے مصنف ایس ایم قریشی کی تحریری اجازت لینا ضروری ہے ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی اور ہر خرچہ کے وہ ذمے دار ہونگے۔

○

اس ناول کے نام مقام کردار افراد واقعات اور تشبیہ دی جانیوالی چیزیں فرضی ہیں کسی سے مطابقت محض اتفاقیہ ہے جس کے لئے مصنف پرنٹر۔ پبلشر یا ادارہ ذمے دار نہیں۔

○

تمام امور میں استحقاق کا حق صرف کراچی صوبہ سندھ کی عدالتوں کو حاصل ہوگا۔

○

فضلی سنز آفسٹ پریس کراچی میں چھپ کر شائع ہوئی۔

○

خط و کتابت و آرڈر بھیجنے کا پتہ

انتقام کی آگ حصہ اول ۔ ناچتے شعلے حصہ دوم

فکشن فیکٹری ۔ بیاقت آباد کراچی نمبر ۱۹

پیش لفظ:۔

اور اب پیش خدمت ہے ناچتے شعلے۔

ایک عجیب و غریب سسپنس اور ایکشن سے بھرپور کہانی اس پاگل عورت کا قصہ جو سب کو اپنے جیسا بنا دینا چاہتی تھی۔ پاگل سائکیاٹرسٹ جسکی ذہانت انتقام اور لالچ کی طرف چل پڑی تھی۔ وہ یہ سب کچھ کیوں کر رہی تھی کیا چاہتی تھی وہ۔؟

پڑھیے اور دیکھئے کہ عمران نے اس ناول میں کیا کیا گل کھلائے ہیں۔ کس کس طرح سے وہ مجرموں سے کھیلا اور پھر اُن کو پکڑ کر قانون کے حوالے کیا ہے۔

ناول پڑھئے اور رائے سے مطلع کیجئے تاکہ آئندہ بھی آپ کے لئے ایسی ہی دلچسپ کہانیاں لکھی جا سکیں۔

شکریہ

ادارہ

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

ایس قریشی

کو عمران سیریز کے دو سنسنی خیز اور مکمل ناول

بلیک بزنس

بلیک بزنس جسکا نام لیتے ہی موت آدبوچتی تھی۔ بلیک بزنس عمران نے نام لیا ہی تھا کہ ایک دھماکہ ہوا اور پوری عمارت کے ٹکڑے اڑ گئے اور عمران۔ ہوجولیا نے بلیک بزنس کا نام لیا ہی تھا کہ اسٹین گن کا پورا برسٹ سینے پر لگا..... کیا جولیا مر گئی۔ ہنسنی سنسنی پنس اور ایکشن سے بھرپور خاص نمبر

اسپائے اسیمشر

وہ جسکی تلاش میں پولیس اور مجرم دونوں ہی تھے۔ اور دونوں ہی اس سے خوف کھاتے تھے۔ اسپائے اسیمشر ایک عجیب و غریب مجرم۔ خونخوار بھی اور..... پنس پنس ہی سنسنی ایکشن ہی ایکشن۔ عمران کے کارناموں میں سب سے بڑا شاہکار۔ ایک انمول شہ پارہ۔ قیمت فی خاص نمبر پچیس روپے.....

چھپ کر شائع ہو گئے ہیں۔ آج ہی طلب کریں

خط و کتابت کا پتہ

ایوب اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

ایس قریشی کے سامنے کے صفحہ پر دیئے گئے سارے ناول اب

کراچی بک ڈپو ۴۸۔ اردو بازار پر مل سکتے ہیں

کراچی بک ڈپو

ایک ہفتہ کے دوران کسٹم کلکٹر کے علاوہ شہر میں بہت سے افراد غائب ہو چکے تھے۔ وہ سب نوجوان اور خوب صورت تھے اور اونچے طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ کوئی عورت ابھی تک اغوا نہیں کی گئی تھی۔ ان واردا توں کا ذمہ دار جو کوئی بھی تھا اسے محض نوجوان مردوں سے دلچسپی تھی۔ احمد سرفراز کی گمشدگی کو پورے دس روز گزر چکے تھے مگر ابھی تک اس کا کوئی پتہ نہ چل سکا تھا۔ سول پولیس سر توڑ کوشش کر چکی تھی۔ دوسرے محکموں نے بھی کسٹم کلکٹر کی بازیابی کے سلسلے میں کافی سرگرمی دکھائی تھی۔ مگر ابھی تک کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا تھا۔

مرکزی حکومت بھی کسٹم کلکٹر کی گمشدگی کو تشویش کی نظر سے دیکھ رہی تھی۔ اور اخبارات بھی بے شمار اغوا کی وارداتوں پر بری طرح چلانے لگے تھے۔

رحمان صاحب فیاض کو اپنے آفس میں بلا کر کئی مرتبہ جھاڑ چکے تھے مگر فیاض غریب کیا کرتا۔

Pakistanipoint
Waqar Azeem
Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

واقعات ہی اس قدر پیچیدہ تھے۔ کہ کوئی سرا ہاتھ نہ آتا تھا اس کا دن کا چین اور راتوں کی نیند بیں حرام ہو چکی تھی۔ ڈاکٹر پی پونگ کا کیس ہی اچھا خاصا معمہ تھا۔ کہ یہ نئی افتاد آ پڑی۔؟

اس وقت بھی فیاض دن بھر کا تھکا ہارا اپنے گھر کی طرف لوٹ رہا تھا۔ رات کا ایک بج چکا تھا۔ اور اس کی کار کی اسپیڈ سے اس کی ذہنی الجھن کا صاف پتہ چلتا تھا۔ ایک بج کر پچیس منٹ ہوئے تھے۔ جب وہ اپنے سرکاری بنگلے پر پہنچ گیا۔

اس نے گاڑی گیراج میں چھوڑی۔ اور تھکے تھکے قدموں سے صدر دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے کال بیل پر انگلی رکھ دی۔ اور دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگا۔

لیکن اندر مکمل خاموشی چھائی رہی۔

فیاض نے دوبارہ بٹن دبایا۔ لیکن اندر تو جیسے کوئی موجود ہی نہ تھا۔ فیاض نے تیسری بار گھنٹی بجائی۔۔۔ اور انگلی سے کال بیل کے بٹن کو مسلسل دبائے رہا۔ کچھ دیر بعد اندر گھسٹتے ہوئے قدموں کی آواز آئی۔ اور دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا۔ فیاض نے دیکھا۔ سامنے اس کی بیوی کھڑی ہوئی قہر آلود نظروں سے اسے گھور رہی تھی۔

"تشریف لے آئیے جناب!" اس نے زہر خندہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

لیکن فیاض جواب دینے کی بجائے دروازہ بند کر کے تیز تیز

قدموں سے کمرے میں آ گیا اس کی بیوی بھی وہیں آ گئی تھی۔

"سنیئے۔۔۔" اس نے تلخ لہجہ میں کہا۔

فیاض نے مڑ کر مجرموں کی مانند اپنی بیوی کی طرف دیکھا۔ پھر خود ہی دھیمے لہجے میں کہنے لگا۔

"مجھے افسوس ہے۔"

"کس بات کا افسوس۔! وہ شاید آج لڑنے پر تلی بیٹھی تھی۔

دراصل۔۔۔ فیاض کہنے لگا۔ میں اس بات کو شدت سے محسوس کرتا ہوں کہ تمہیں کچھ زیادہ وقت نہیں دے پاتا۔"

"تمہارا وقت خوفیوں۔ ڈاکوؤں اور لٹیروں کے لئے وقف ہو کر رہ گیا ہے۔ تمہیں میری پرواہ کب ہے۔"

"ایسا نہ کہو! فیاض اس کے قریب آ گیا۔ میں بہت مجبور ہوں۔"

"میں کچھ سننا نہیں چاہتی۔! وہ کڑک کر بولی لیکن اتنا کہے دیتی ہوں کہ آئندہ آپ دس بجے تک گھر لوٹ آئیں۔ ورنہ۔

"ورنہ کیا۔؟" فیاض نے بن کر پوچھا۔

میں دروازہ نہیں کھولوں گی۔"

"خوب۔۔۔ فیاض زور سے ہنسا۔

پھر اس کی ٹھوڑی اوپر اٹھا کر کہنے لگا۔

"سمجھنے کی کوشش کرو۔ تم نہیں جانتی کہ میں دن بھر کس قدر مصروف رہتا ہوں۔ ایک پل آرام کے لئے نہیں ملتا۔"

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

"میں کون سی سنیڈریلا بن گئی ہوں۔ فیاض کی بیوی کا موڈ ابھی تک خراب تھا۔ جس دن سے اس گھر میں آئی ہوں مسرت کا کوئی لمحہ نہیں ملا ہوگا۔

"آخر میں کیا کر سکتا ہوں۔ تم کہو تو نوکری چھوڑ دوں"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ اوہ بھرائی آواز میں بولی۔ تمہاری پولیس کی نوکری میری زندگی کو دیمک کی مانند چاٹ جائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ چند سال بعد کسی سنی ٹوریم میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دم توڑ دوں گی اور تم کسی کیس کی تفتیش میں مصروف ہوگے۔"

ایسا نہ کہو فیاض نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔ میں اب تمہیں زیادہ وقت دوں گا۔"

پھر وہ اسے لئے ہوئے خواب گاہ کی طرف بڑھنے لگا۔

اور وہ دونوں ابھی خواب گاہ کے دروازے کے قریب ہی پہنچے تھے کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

فیاض کی بیوی کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ اس نے کھا جانے والی نظروں سے ٹیلی فون کی طرف دیکھا۔ اور پھر تیزی سے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔ اوہ پہاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔

لیکن دوسرے ہی لمحہ اس کے چہرے پر شدید ناگواری کے آثار نمایاں ہوگئے۔ اس نے ریسیور میز پر ٹپک دیا اور بڑبڑاتی ہوئی

کمرے سے نکل چلی گئی۔

فیاض نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔ پھر کہنے لگا۔

"ہیلو۔ کیپٹن فیاض اسپیکنگ ۔۔۔۔!!"

اوہ! کیپٹن صاحب! دوسری طرف سے گھبرائی ہوئی آواز آئی۔ میں بیگم سرفراز بول رہی ہوں۔"

"فرمایئے۔! اس وقت کیسے تکلیف کی۔!" فیاض نے پوچھا۔

"میں سخت مشکل میں ہوں کیپٹن۔ براہ کرم آپ جلد آیئے۔ میں بیحد مشکور ہوں گی۔"

"آخر معاملہ کیا ہے۔؟ کچھ بتایئے تو سہی۔" فیاض نے پوچھا۔

لیکن دوسری طرف سے فون بند کیا جا چکا تھا۔

فیاض نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ چند لمحے وہیں رکا رہا سوچتا رہا پھر اس نے ٹوپی اٹھائی۔ اور اپنی بیوی کے کمرے میں پہونچ گیا۔ وہ تکیئے میں سر دیئے ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی۔

"سنو۔! فیاض نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ ایک مظلوم عورت سخت مصیبت میں مبتلا ہے۔ اسے میری مدد کی سخت ضرورت ہے میں ابھی واپس آتا ہوں۔"

"جایئے۔۔۔!" اس نے آنسوؤں سے تر چہرہ اوپر اٹھا لیا۔ آپ دنیا بھر کی مظلوم عورتوں کی مدد کرتے پھریئے۔ میں اس طرح گھٹ گھٹ کر مر جاؤں گی۔"

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

"سنو تو سہی۔" فیاض نے بے حد مترنم لہجہ میں کہا۔ "وہ سخت خطرے میں ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ قتل نہ کر دی جائے۔" پھر اس نے محبت سے بیوی کے رخساروں پر ہاتھ رکھا۔ اور کہنے لگا۔

"میرا پہنچنا بہت ضروری ہے۔ میں جلد واپس آجاؤں گا بہت جلد۔" پھر اس نے اپنی بیوی کے رخساروں کو تھپتھپایا۔ اور ٹوپی سر پر رکھتا ہوا باہر آ گیا۔

کچھ دیر بعد اس کی کار نہایت تیزی سے بیگم سرفراز کے بنگلے کی طرف بڑھ رہی تھی۔

* * *

گھنٹی کی بازگشت ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ بیگم سرفراز دروازہ پر نمودار ہوئی۔ اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں بال بکھرے ہوئے تھے۔ اور چہرے سے رنج و الم مترشح تھی۔

"اوہ کیپٹن صاحب۔" وہ خشک لہجہ میں بولی۔ "آئیے میں آپ کی آمد کی منتظر تھی۔ مجھ پر غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔" وہ دفعتہً غم سے گری جا رہی تھی۔ فیاض نے اسے سنبھالا۔ اور اس کو سہارا دیتے ہوئے خواب گاہ میں پہنچ گیا لیکن کمرے کے اندر داخل ہوتے ہی وہ ٹھٹک کر

اپنی جگہ پر رک گیا۔

صوفے پر ایک عورت نیم دراز تھی۔ اس کے بال کٹے ہوئے تھے۔ اور اس نے ایک گہرے سرخ رنگ کی ساڑھی زیب تن کر رکھی تھی۔ فیاض کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ اس عورت کو پہلے کہیں دیکھ چکا ہے۔

عورت فیاض کو دیکھتے ہی اپنی جگہ کھڑی ہو گئی۔

"آپ کون ہیں۔!" اس نے عجیب انداز میں فیاض کی طرف انگلی اٹھائی۔

"میں پولیس کا آدمی ہوں۔" فیاض نے جواب دیا۔ "اور مجھے بیگم سرفراز نے اپنی حفاظت کے لئے بلایا ہے۔"

"ان کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" عورت نے بیگم سرفراز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ مجھے اپنا شوہر بتاتی ہے۔ آپ کہیئے۔ کیا ایک عورت کسی عورت کی شوہر ہو سکتی ہے۔"

فیاض نے بیگم سرفراز کی طرف دیکھا۔ بیگم سرفراز نے غمزدہ لہجہ میں کہا۔ "نہیں خدا جانے کیا ہو گیا ہے۔"

"یہ کون محترمہ ہیں۔!" فیاض نے بیگم سرفراز سے پوچھا۔ "میں شاید انہیں پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔"

"میں عورت ہوں۔!" وہ عورت خود ہی بول پڑی۔ "کیا تمہیں نظر نہیں آ رہا ہے۔ تباؤ میرے اندر کیا کمی ہے۔"

Waqar Azeem
Pakistanipoint.Com

آہ... ! بیگم سرفراز دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھامے ہوئے صوفے پر گر گئی۔ پھر وہ روتے ہوئے کہنے لگی۔

"میں لٹ گئی ہوں کیپٹن فیاض... میرا سب کچھ برباد ہو گیا۔"

پھر وہ اسی عورت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

"یہ... یہ... یہ میرے شوہر احمد سرفراز ہیں۔ انہیں یہ کیا ہو گیا ہے...؟"

"بکو مت..." عورت چیخی۔ "میں تو خود عورت ہوں۔ اور اب کسی خوب صورت مرد سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔"

پھر وہ فیاض سے مخاطب ہوئی۔

"مسٹر پولیس... تمہاری شادی تو ابھی نہیں ہوئی۔"

فیاض پاگلوں کی طرح کھڑا تھا۔ اس کی پولیس کی زندگی میں ہزاروں کیس آئے تھے۔ مگر یہ معاملہ ان سب سے الگ اور عجیب تھا۔

مگر فیاض کو بھی یہ پہچاننے میں دشواری نہیں ہوئی کہ عورت کے روپ میں کرنل کلکٹر احمد سرفراز ہی تھا۔ وہ اسے رحمان صاحب کے ہمراہ کئی مرتبہ دیکھ چکا تھا۔

لیکن... لیکن... فیاض سوچ رہا تھا۔ یہ عورت کیسے بن گیا۔ اس کی گھنی مونچھیں کہاں گئیں۔ اس کے چہرے کی جلد بالکل صاف اور نہایت نرم و نازک تھی کلائیوں پر سے سیاہ بال بھی ختم

ہو چکے تھے۔ اور اب وہ ایک عورت کی مرمریں کلائیاں نظر آ رہی تھیں۔

پھر وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔ اور جھک کر اسے غور سے دیکھنے لگا۔

"اے مسٹر!" عورت پھر چلائی۔ "تم مجھے اس طرح کیوں گھور رہے ہو۔ کیا تم دیوانے ہو۔ اور اگر میں تمہیں پسند آ گئی ہوں اور تم مجھے شادی کا پیغام دینا چاہتے ہو... تو معزز اور باقاعدہ طریقے پر ایسا کرو۔!"

فیاض پیچھے ہٹ گیا۔ پھر اس نے بیگم سرفراز کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ اور دروازہ کی طرف بڑھنے لگا۔

"اے... ! کہاں چلیں تم۔" عورت بیگم سرفراز کو اٹھتے دیکھ کر بولی۔ "کیا تم لوگ میرے خلاف کوئی سازش کر رہے ہو۔"

بیگم سرفراز نے حسرت بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ پھر نڈھال قدموں سے دروازے کی طرف بڑھنے لگی۔

"دروازہ لاک کر دو۔!" فیاض نے آہستہ سے کہا۔ پھر وہ ایک دوسرے کمرے میں چلے گئے۔

"اب بتائیے اصل معاملہ کیا ہے۔؟" فیاض نے پوچھا۔

بیگم سرفراز کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔ اس کا چہرہ رنج و الم میں ڈوبا ہوا تھا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اس نے ایک سرد آہ بھری۔ پھر مضمحل لہجہ میں کہنے لگی۔

"میں کیا بتاؤں کیپٹن فیاض۔! میں کچھ نہیں سمجھ سکتی۔ میری زندگی یکسر ختم ہو کر رہ گئی ہے۔"

"آخر یہ سب کچھ ہوا کس طرح۔؟"

بیگم سرفراز ٹھوکنے پر گر پڑی۔ پھر رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

"جیسا کہ آپ کو معلوم ہے... یہ کچھ دن قبل پراسرار طور پر غائب ہو گئے تھے۔ میں نے آپ کو اس کی اطلاع بھی دی تھی۔"

"ہاں مجھے معلوم ہے۔" فیاض نے جواب دیا۔

"اور آج... بیگم سرفراز نے سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا۔ رات کے ساڑھے بارہ بجے اچانک گھنٹی پر شور آواز میں بجنے لگی۔ میں سو رہی تھی اتنی رات گئے کون آیا ہے۔ میں بستر پر لیٹی رہی لیکن گھنٹی مسلسل بجتی رہی تھی۔ پھر میں اٹھی۔ میں نے اپنا پستول لیا اور دروازہ کھول دیا جب یہ اس حالت میں کھڑے ہوئے نظر آئے۔

"آہ...! وہ پھر رنجیدہ ہو گئی۔ یہ سب کچھ کیا ہو گیا۔ میں کہیں کی نہیں رہی۔"

فیاض گہری سوچ میں تھا۔ اس کی عقل فلایا زیاں کھا رہی تھی۔ اس نے بیگم سرفراز کی طرف غور سے دیکھا۔ پھر کہنے لگا۔

"کیا آپ کو یقین ہے کہ یہ آپ کے شوہر احمد سرفراز ہی ہیں۔؟"

"میں نے ان کے ساتھ زندگی کے دس سال گزارے ہیں۔ میں

انہیں بھول نہیں سکتی مسٹر کیپٹن۔!"

فیاض پھر سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے پوچھا۔

"فون کس کمرے میں ہے۔"

"اسی کمرے میں! وہ رہا دیوار کے پاس۔" بیگم سرفراز نے اشارہ کیا۔ فیاض اٹھ کر فون کی طرف چلا گیا۔ اس نے ریسیور اٹھایا پھر نمبر ملانے لگا۔ دوسری جانب سے فوراً ہی جواب ملا۔

"علی عمران۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی آکسن۔!"

"کیا تم رات بھر جاگتے رہتے ہو۔؟" فیاض نے پوچھا۔

"ہاں میں چمگادڑ کی قوم میں سے ہوں۔" رحمان صاحب سے پوچھ لینا۔ مگر تم آجکل دیوانگی کی کونسی حدود میں ہو۔ یا یہ بھی تمہارے سرکاری فرائض میں شامل ہے کہ رات کے تین بجے شریف لوگوں کو فون کر کے ان کے آرام میں خلل ڈالتے ہو۔"

"معاملہ بہت اہم ہے۔" فیاض نے کہا۔

"ہونے دو۔ مجھے یقین ہے کہ اس کی اہمیت تمہارے عہدے میں اضافے کا سبب نہیں بنے گی۔"

"سنجیدگی اختیار کرو یار۔ واقعات بیحد عجیب ہیں۔"

"میں واقعات کی سنجیدگی کو خوب سمجھتا ہوں۔" عمران نے جواب دیا۔

"کیا سمجھے ہو تم۔؟"

"یہی کہ اب پی پونگ نے خلا میں درخت اگا دیئے ہوں گے اور

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

درختوں کی شاخوں سے بہت سے کارڈ لٹک رہے ہوں گے اور ان پر لکھا ہوگا خلا میں امن ہے۔

"یہ بات نہیں ہے۔!" فیاض نے کہا۔

"تو پھر کوئی مرد خوب صورت عورت بن گیا ہوگا۔" عمران نے جواب دیا۔

"تمہیں کیسے معلوم!" فیاض نے چونک کر پوچھا۔

"مجھے سب کچھ معلوم رہتا ہے۔ مجھ پر چودہ طبق روشن ہیں۔"

"میں بیگم سرفراز کے بنگلے سے بول رہا ہوں۔" فیاض نے کہا۔

"فوراً بولو۔ تمہیں بولنے سے کون روک سکتا ہے۔؟"

"کرنل کلکڑ احمد سرفراز حیرت انگیز طور پر عورت بن گئے ہیں!"

"بڑی خوشی کی بات ہے!" عمران نے جواب دیا۔ "تم اس سے فوراً شادی کر لو۔ یوں بھی تمہاری اپنی بیوی سے ان بن رہتی ہے۔"

"پھر وہی۔!" فیاض نے جھلا کر کہا۔

پھر خوشامدانہ لہجہ میں بولا۔

"تم بیگم سرفراز کے بنگلے پر آجاؤ۔ تھرٹی نائن اے ماڈرن کالونی۔"

"کیوں۔؟ کیا وہ تم اکیلے کے بس کی نہیں ہے۔"

"لاحول ولا قوۃ۔ فیاض بڑبڑایا۔ کبھی آدمی بھی بن جایا کرو یار۔؟"

"آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا۔" عمران نے شعر پڑھا پھر بولا۔

"اچھا۔! میں آرہا ہوں۔"

فیاض نے ریسیور رکھ دیا۔ لیکن وہ سوچ رہا تھا۔

عمران کو احمد سرفراز کے عورت بن جانے کا علم کس طرح ہوا جب کہ خود اس کے اور بیگم سرفراز کے علاوہ اس بارے میں کسی اور کو کچھ معلوم نہ تھا۔ بیگم سرفراز نڈھال سی ہو کر ایک صوفے پر پڑی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اور چہرے سے رنگ اڑ سا گیا تھا لیکن اس عالم میں وہ بے حد حسین نظر آرہی تھی۔

فیاض اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ گہرا خاموشی اس کے اعصاب پر گراں گزر رہی تھی۔ اس نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھی۔ تین بج کر پندرہ منٹ ہوئے تھے۔

دفعتاً کال بیل چیخ پڑی۔ بیگم سرفراز نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ اور فیاض تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ آنے والا عمران ہی تھا۔

"وہ عورت بن گیا ہے۔!" فیاض نے عمران کے اندر داخل ہوتے ہی کہا۔

"یہ خبر تم مجھے پہلے بھی سنا چکے ہو۔ سوپر۔ فیاض! کوئی نئی بات بتاؤ۔"

"ہم نے اسے ایک کمرے میں بند کر دیا ہے۔" فیاض نے کہا۔

"یہ صنف نازک پر ظلم ہے۔!" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اور یو این۔ میں شدید احتجاج کروں گا۔"

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

پھر وہ دونوں اس کمرے میں آگئے جہاں بیگم سرفراز موجود تھی۔ عمران نے نئی نویلی دلہن کی طرح جھک کر بیگم سرفراز کو سلام کیا اور پھر سمٹ کر ایک صوفے پر ٹک گیا۔ بیگم سرفراز نے معنی خیز نظروں سے عمران کی طرف دیکھا۔ پھر فیاض خود ہی بول پڑا۔

"یہ علی عمران ہیں۔! رحمان صاحب کے صاحبزادے۔"

"اچھا۔ بیگم سرفراز نے بدستور مضمحل لہجہ میں کہا۔ میں جب مسز رحمان سے ملنے ایک مرتبہ ان کے گھر گئی تھی۔ تو شاید ان کو وہاں دیکھا تھا۔"

"یہ اس وقت آسمان پر اڑتی ہوئی چیلوں کو شمار کرنے میں مصروف تھے۔"

"جی ہاں۔! فیاض نے مسکرا کر کہا۔ یہ عجیب و غریب حرکتیں کرنے میں مشہور ہیں۔ لیکن ہیں چھپے رستم۔"

اور عمران اس طرح بے تعلق سا بنا بیٹھا تھا۔ جیسے ذکر کسی اور کا ہو رہا ہو۔ اس کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا۔ اور چہرے پر حماقت کی آتش بازی چھوٹ رہی تھی۔

اچانک دوسرے کمرے سے چیخوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور ساتھ ہی دروازہ بھی پوری قوت سے پیٹا جا رہا تھا۔ یہ وہی کمرہ تھا جس میں احمد سرفراز کو جو عورت بن گیا تھا بند کیا گیا تھا۔

وہ چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی۔

"دروازہ کھولو۔۔۔ دروازہ کھولو۔۔ یہ میرا گھر ہے۔ تم سب یہاں سے دفع ہو جاؤ۔!"

"بھوت۔۔!" عمران نے چہرے پر خوف کا تاثر پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔! فیاض بولا یہ احمد سرفراز ہے۔ آؤ۔ اسے دیکھتے ہیں۔"

پھر وہ تینوں اٹھ کر اس کمرے کی طرف چلے گئے جس میں احمد سرفراز بند تھا۔

بیگم سرفراز نے دروازہ کھول دیا۔ اور دروازہ کھلتے ہی وہ طوفان کی طرح ان تینوں پر آ پڑا۔ اس نے فیاض کا گریبان پکڑ لیا اور چاخ چاخ کی دو آوازیں کمرے میں گونج گئیں۔ فیاض کے رخسار سرخ ہو گئے تھے۔

پھر اچانک احمد سرفراز عمران کی طرف پلٹ پڑا۔

"تم کون ہو۔؟ تم مجھے بہت اچھے لگ رہے ہو۔ آؤ۔ میرے ساتھ بیٹھو۔" اس نے عمران کا بازو پکڑ کر اپنی جانب کھینچتے ہوئے کہا۔؟ اور عمران بھی اس کے ساتھ ہی کھنچا ہوا چلا گیا۔

وہ اسے ایک صوفے پر لیکر بیٹھ گیا۔ پھر محبت آمیز لہجے میں پوچھنے لگا۔

"کیا نام ہے تمہارا۔"

"جگنو۔!" عمران نے جواب دیا۔

"ویری گڈ۔! بڑا پیارا نام ہے تمہارا۔"

Waqar Azeem Pakistanipoint.Com

"اور تمہارا نام۔؟" عمران نے پوچھا۔

"مہ لقا۔"

"مہ لقا۔ ماشاءاللہ۔ سبحان اللہ۔ عمران نے لپک لپک کر کہا۔ کتنی خوب صورت ہو تم۔ پری پیکر ہو تم۔ حسن کا پیکر ہو تم۔ حور تمثال ہو۔ دل کا زوال ہو۔ تمہارے رخسار! جیسے انار کا دانہ آنکھیں۔ گویا شراب خانہ۔!

عمران۔ اس کے حسن کے قصیدے پڑھتا رہا۔ اور احمد سرفراز کنواری لڑکیوں کی مانند شرماتا رہا۔ پھر اس نے کنکھیوں سے عمران کی طرف دیکھا۔ اور بولا۔

"کیا تم مجھ سے شادی کرو گے۔"

"ضرور۔ ضرور۔ عمران نے گرمجوشی سے کہا مگر۔۔۔

"مگر کیا۔؟"

"تم چلی کہاں گئی تھیں۔ عمران غمزدہ آواز میں بولا۔ میں کب سے تمہیں تلاش کرتا پھر رہا ہوں۔"

"میں۔! احمد سرفراز نے حیرت سے کہا۔ میں تو کہیں نہیں گئی تھی۔"

"تم شاید بھول رہی ہو۔ عمران بولا۔ کچھ لوگ تمہیں اٹھا کر لے گئے تھے۔ کون لوگ تھے وہ۔؟"

"خاموش۔! احمد سرفراز نے چیخ کر کہا۔ "تمہیں ایک باعصمت

اور نا محرم لڑکی سے ایسی شرمناک باتیں کرتے ہوئے حجاب نہیں آتا۔"

"لیکن۔۔ لیکن۔۔۔ دیکھو نا۔۔۔ عمران ہکلایا۔

"کچھ نہیں۔ اس نے تیز لہجہ میں کہا۔ میں تمہیں دل دے بیٹھی ہوں ورنہ تمہاری زبان گدی سے کھینچ کر بھوکے بھیڑیوں کو کھلا دیتی۔"

"مگر تمہارا تو کافی دنوں سے کہیں پتہ نہ تھا۔"

"غلط بالکل غلط۔ اس نے غصیلے لہجہ میں کہا۔ یہ میرا گھر ہے اور میں یہاں سے کہیں نہیں گئی۔"

"ٹھیک ہے۔ عمران نے کہا۔ پھر مجھے غلط خبر مل گئی ہوگی۔۔ رقیب روسیاہ بڑے شیطان ہوتے ہیں۔"

"کون رقیب۔؟"

"یہ۔۔۔!" عمران نے فیاض کی طرف اشارہ کر دیا۔

احمد سرفراز نے خونخوار نظروں سے فیاض کی طرف دیکھا پھر اس نے پوری قوت سے چیخ کر کہا۔

"گٹ آؤٹ۔۔! فوراً نکل جاؤ یہاں سے ورنہ میں تمہیں شوٹ کر دوں گی۔"

اور پھر فیاض کو واقعی کمرے سے باہر نکلنا پڑے گا۔"

"اچھا۔! اب بتا دو ڈیر۔" عمران نے پیار بھرے لہجہ میں کہا۔

"کیا بتا دوں۔؟"

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

"یہی کہ تم اتنے روز کہاں رہیں۔"

"جہنم میں۔ اس کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ میں کہتی ہوں میں اس گھر سے کہیں نہیں گئی۔ میں ہمیشہ سے اس گھر میں رہتی ہوں۔ تم تشکوک وشبہات کو دل سے نکال دو۔"

اچھا۔ عمران اٹھ کھڑا ہوا میں یہ دونوں چیزیں ذرا نکال آؤں تم یہیں بیٹھو۔"

"اور وہ شادی والی بات۔؟" اس نے عمران کا ہاتھ تھام لیا

"مجھے اجازت لینی پڑے گی۔" عمران نے جواب دیا۔

"کس سے۔؟"

"اپنی اماں سے۔"

"کیا تم خود مختار نہیں ہو۔"

"نہیں۔ میں صرف بیکار ہوں۔"

"یہ تو اور بھی اچھا ہے۔ اس طرح ہمیں عشق لڑانے کے لئے زیادہ مواقع حاصل ہوں گے۔"

"بیشک بیشک۔" عمران نے چلتے ہوئے کہا۔

"اب کب آؤ گے۔؟" وہ پیچھے سے چلائی۔

"قاضی کو لیکر۔ دلہن بن کر تیار بیٹھو۔"

پھر عمران کمرے کے باہر آگیا۔ اور دروازہ اس نے لاک کر دیا۔

فیاض اور بیگم سرفراز دروازے سے باہر بیچینی سے اس کے منتظر تھے۔ وہ تیزی سے عمران کی طرف بڑھے۔

مگر عمران نفی میں گردن ہلانے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ اسے واش برین کر دیا گیا ہے۔ اسے صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ ایک لڑکی ہے۔ اور ہمیشہ سے اس گھر میں رہتی چلی آئی ہے۔"

پھر۔؟ بیگم سرفراز نے پوچھا۔

"صبح ڈاکٹروں کا بورڈ ان کا طبی معائنہ کرے گا۔ عمران نے جواب دیا۔ اور اس کے بعد ہی کوئی آخری رائے قائم کی جائے گی۔"

"کیا میں دروازہ کھول دوں۔؟" بیگم سرفراز نے پوچھا۔

"ہاں۔! مگر میرے چلے جانے کے بعد۔ عمران نے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔ وہ مجھ پر بری طرح فریفتہ ہوگئی ہے۔"

فیاض نے محسوس کیا کہ اس پر عمران کا یہ جملہ گراں گزرا ہے۔

پھر وہ بیگم سرفراز سے کہنے لگا۔ "اب ہمیں اجازت دیجئے۔ ویسے آپ مطمئن رہیئے۔ میں مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچائے بغیر چین سے نہ بیٹھوں گا۔

ایک بات اور۔۔۔! عمران نے کہا۔ آپ ان کی ہدایات پر عمل کریں۔ اور ان کو یہ باور کرانے کی قطعی کوشش نہ کریں۔ کہ آپ ان کی بیوی ہیں اور وہ آپ کے شوہر۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

بیگم سرفراز کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ اور سسکیاں بھرتی ہوئی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

مظلوم عورت ...! فیاض نے آہستہ لہجہ میں کہا۔

"اے ہاں۔! عمران نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ جلدی آؤ! ابھی قاضی کا انتظام کرنا ہے۔"

"کیا مطلب۔؟ فیاض نے چونک کر عمران کی طرف دیکھا۔

"شادی۔ عمران نے معصومیت سے جواب دیا۔

"کس کی شادی۔؟"

"تمہاری۔ میں نے بات پکی کر لی ہے سوپر۔ فیاض۔ وہ بہت اچھی بیوی ثابت ہوگی۔"

فیاض کھسیانا ہو کر ہنسنے لگا۔

پھر وہ دونوں اپنی اپنی گاڑیوں کی طرف بڑھنے لگے۔

ڈاکٹری رپورٹ نہایت عجیب اور حیران کن تھی۔

احمد سرفراز کو نہایت عجیب و غریب انداز سے عورت بنا دیا گیا تھا۔ اسکا جسم شفاف اور نرم و نازک بن گیا تھا۔ اور جلد کے سیاہ بال بالکل ختم ہو گئے تھے۔ داڑھی مونچھیں تو درکنار اس کے چہرے پر

رواں تک نہ تھا

بورڈ کی رپورٹ کے مطابق اسکا چہرہ ایسے سائنٹفک طریقے سے بنایا گیا تھا کہ جیسے وہ پیدائشی عورت ہو۔ سب سے عجیب بات یہ تھی کہ اس کے جذبات اور احساسات بھی یکسر تبدیل ہو گئے تھے۔ اور اس کے ذہن کے کسی گوشے میں یہ بات موجود نہ تھی کہ وہ کبھی مرد رہا ہوگا۔ اس کی چال انداز گفتگو۔ غرض تمام کچھ عورتوں کی مانند تھا۔

عمران کو اس انکشاف پر قطعی حیرت نہ ہوئی تھی۔ وہ اس سلسلے میں بہت کچھ جانتا تھا لیکن وہ مجرموں پر محض اس لئے ہاتھ نہیں ڈال رہا تھا کہ ان کے خلاف ابھی مکمل ثبوت اس کے پاس موجود نہ تھا۔ وہ کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھا۔ کیونکہ جلد بازی سے بنا بنایا کھیل کو بگاڑ سکتی تھی۔

رفتہ رفتہ شہر میں مردوں کے اغوا کی وارداتیں زور پکڑتی گئیں۔ لوگوں میں سراسیمگی پھیل گئی۔ اخبارات بری طرح چیخنے لگے تھے۔ اور سرکاری حلقوں میں بھی خاصی تشویش پائی جاتی تھی۔

کچھ دنوں بعد گمشدہ افراد کی واپسی کا سلسلہ شروع ہو گیا لیکن اس وقت وہ مکمل طور پر عورت بن چکے ہوتے تھے۔

ان وارداتوں سے لوگ بری طرح خوفزدہ تھے۔ شہر میں ایک ہنگامہ برپا تھا۔ ہر محفل اور ہر حلقہ میں یہی حیرت انگیز واقعات موضوع سخن تھے۔ لوگ گھروں سے نکلتے ہوئے ڈرتے تھے۔ ہر شخص کو اپنی جنس کی فکر تھی۔

Nagar Azeem
Pakistanipoint.Com

عورت بن جانے والے لوگوں پر کافی تجربات کیے گئے تھے لیکن ماہرین اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود کچھ معلوم نہ کر سکے۔ وہ حیران تھے کہ جسم پر بال اگنا آپ ہی آپ کیوں بند ہو گئے۔ اور کھردرے اور سخت مردانہ جسموں میں شگفتگی رعنائی اور لچک کیسے پیدا ہو گئی جبکہ پلاسٹک سرجری سے بھی کوئی استفادہ نہیں کیا گیا تھا۔

واردا توں کا وہی عالم تھا۔ ہر روز شہر میں کئی افراد غائب ہونے کی اطلاعات ملتیں۔ اور پھر پندرہ بیس روز کے بعد اغوا شدہ لوگ عورت بنے ہوئے واپس آجاتے۔

پولیس حیران و پریشان تھی۔ نت نئے طریقہ کار اختیار کیے گئے۔ لیکن مجرم کی گرد تک کو نہ پا سکا۔ ان حیرت ناک واقعات نے سب ہی کو بوکھلا کر رکھ دیا تھا۔

کچھ دنوں بعد وارداتوں نے ایک نئی شکل اختیار کر لی۔ اب مرد و زن کے علاوہ چھوٹے بچے بھی اغوا ہونے لگے تھے۔ اور انہیں بھی پندرہ بیس روز کے بعد واپس پہنچا دیا جاتا۔ واپسی پر ان کی جنس تبدیل ہو چکی ہوتی اور انہیں مکمل طور پر لڑکی بنا دیا جاتا۔

ان واقعات نے لوگوں کے خوف و ہراس میں بے پناہ اضافہ کر دیا لوگوں نے بچوں کا گھروں سے نکلنا بند کر دیا۔ اسکول ویران نظر آنے لگے۔ بازاروں اور محلے کے گلی کوچوں میں بھی بچے اب دکھائی نہ دیتے تھے ہر طرف ایک عجیب ویرانی اور وحشت سی پھیلی تھی۔ پہلے تو لوگوں کو

اپنی فکر تھی اور اب انہیں اپنے معصوم بچوں کی فکر بھی ہو گئی۔ ہر دل خوف سے لرزاں تھا۔ اور ہر شخص غیر یقینی حالات سے دوچار تھا۔ لیکن ان تمام پیش بندیوں کے باوجود وارداتوں میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ بچے اور مرد اسی طرح اغوا ہوتے رہے۔ اور وہ نادیدہ قوت انہیں عورت اور لڑکیاں بنا بنا کر واپس بھیجتی رہی۔

بعض توہم پرستوں کا خیال تھا کہ یہ کسی مافوق الفطرت ہستی کی کارستانیاں ہیں لیکن حکومت کے ذمہ دار اس بات پر متفق تھے کہ ان وارداتوں کی تہہ میں کوئی بڑا مقصد پوشیدہ تھا۔ اور یہ کہ وہ جو کوئی ہے نہایت چالاک ہے اس کے ذرائع لامحدود ہیں۔ اور وہ آسانی سے ہاتھ آنے والا نہیں ہے۔

جوں جوں وقت گزرتا رہا۔ اغوا کی وارداتوں میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ دفتروں میں حاضری برائے نام رہ گئی تھی۔ صنعتی ادارے بھی اس صورت حال سے خاصے پریشان تھے۔ بیشتر ادارے بند ہو گئے تھے۔ اور جو چل رہے تھے ان میں بھی پروڈکشن برائے نام رہ گئی تھی۔

گو یہ سب کچھ تھا مگر ان حالات میں عورتوں کو بڑی آزادی مل گئی تھی۔ اس کی اہم وجہ یہ تھی کہ آج تک کوئی عورت غائب نہیں ہوئی تھی مجرم کو صرف مردوں کو عورت بنانے سے دلچسپی تھی۔ عورتوں کو اس نے یکسر نظر انداز کر رکھا تھا۔ یا شاید یہ بات اس کے پروگرام میں شامل ہی نہ تھی۔ اور اسی بنا پر بازاروں میں عورتوں کا اژدہام تھا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ہر جگہ عورتیں خرید و فروخت کرتی نظر آ رہی تھیں۔ گو ان میں مرد بھی تھے۔ لیکن ان کی تعداد نہایت کم تھی۔ اور خوف و دہشت ان کے چہروں سے ہویدا ہوتی تھی۔ اور اس وقت تو ملک کے اندر ایک کھلبلی سی مچ گئی جب صدر مملکت کے بڑے صاحبزادے کو اغوا کر لیا گیا۔ اس کی عمر پچیس سال تھی اور چند ماہ بعد اس کی شادی ہونے والی تھی۔

صدر مملکت کے لڑکے کی گمشدگی ایٹم بم کے دھماکے سے کم نہ تھی۔ پولیس پاگلوں کی طرح ادھر ادھر دوڑتی پھر رہی تھی لیکن مجرم یا تو آسمان کی وسعتوں میں پنہاں تھے۔ یا زمین کی تہوں میں چھپا بیٹھا تھا۔ انتظامیہ کے کئی سینئر افسر صدر کے عتاب کا شکار ہو چکے تھے۔ انہیں صدر کے ایک خاص حکم کے تحت سسپینڈ کر دیا گیا تھا اور کچھ کو نااہلی کی بنا پر ملازمت سے برطرف کر دیا گیا تھا۔

سر سلطان علاج کی غرض سے دو ماہ کی چھٹی پر ملک سے باہر گئے ہوئے تھے۔ اور تمام ذمہ داری عمران کے کندھوں پر آ پڑی تھی۔ اور سر سلطان کی عدم موجودگی میں ان کے فرائض کی انجام دہی بھی اس کے ذمہ تھی۔

دوسری جانب رحمان صاحب تھے۔ اور ان کا اس کیس سے براہ راست تعلق تھا۔ انہیں مجرم کی گرفتاری کے سلسلے میں خاص احکامات مل چکے تھے۔ اور بار بار تنبیہ کی جا چکی تھی۔

لیکن فیاض ابھی تک کچھ بھی نہ کر سکا تھا۔ رحمان صاحب کو اپنی

ملازمت اور وقار خطرے میں نظر آنے لگا تھا۔ اور شاید یہ اتفاق ہی تھا کہ وہ ابھی تک صدر کے عتاب سے بچے ہوئے تھے۔

عمران ان باتوں کو بخوبی سمجھتا تھا۔ اسے رحمان صاحب سے بے پناہ محبت تھی۔ بلکہ عام لوگوں کے مقابلے میں وہ اپنے باپ سے کچھ زیادہ ہی انسیت اور چاہت کے جذبات رکھتا تھا۔ نفرت کی دیوار ایک طرف تھی جسے رحمان صاحب نے تعمیر کیا تھا۔ لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کا بیوقوف، کھلنڈرا اور ناکارہ بیٹا کتنا عظیم انسان ہے۔ رہا عمران تو وہ کھل کر رحمان صاحب کی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ اور وہ پہل کرنا بھی نہ چاہتا تھا۔ آخر وہ بیٹا تو رحمان صاحب کا ہی تھا۔

رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ شہزادی کے کمرے کے دروازہ پر دو افریقی عورتیں ہاتھوں میں برہنہ تلواریں لئے کھڑی تھیں۔ ان کی جلد کا رنگ اماوس کی رات کی مانند سیاہ تھا۔ اور ان کے بڑے بڑے دانت خوفناک انداز میں منہ سے باہر نکلے ہوئے تھے۔

یہ کمرہ تہہ خانے کے اندر شہزادی کی رہائش کے لئے مخصوص تھا۔ اس کمرے کے عین مقابل بڑے دروازے والے کئی کمرے برابر برابر بنے ہوئے تھے۔ اور وہ سب بند تھے۔

دفعتاً دیوار کے ساتھ والے پہلے کمرے کا دروازہ کھلا۔ اور

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

ادھیڑ عمر کی ایک انگریز عورت شہزادی کے کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔ اس نے اپنے جسم پر ایک سرخ کوٹ پہن رکھا تھا۔ اور اس کا چہرہ نہایت باوقار تھا جس سے اس وقت سخت گیری نمایاں تھی وہ دھیمے قدم اٹھاتی ہوئی دروازہ کے نزدیک پہنچ گئی۔ دونوں افریقی عورتیں اسے دیکھتے ہی مستعد ہو کر کھڑی ہو گئی تھیں۔ پھر انہوں نے ایک خاص انداز میں جھک کر اس انگریز عورت کو سلام کیا۔ اور ان میں سے ایک نے نہایت شستہ انگریزی میں پوچھا۔

"ڈاکٹر کلاؤٹ۔۔ کیا آپ شہزادی سے ملنے کی خواہش مند ہیں۔"

"ہاں۔ ڈاکٹر کلاؤٹ نے آہستہ سے جواب دیا۔ شہزادی کو میری آمد کی اطلاع کر دو۔"

اسی وقت وہ افریقی عورت مڑی۔ اس نے تلوار نیام کے اندر داخل کر دی اور نہایت آہستگی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔

ڈاکٹر کلاؤٹ اسی جگہ کھڑی انتظار کرتی رہی تھی۔ وہ ایک ماہر کیمیا دان تھی اور شہزادی کی دست راست تھی۔ وہ نسلاً برطانوی تھی۔ اور اسکاٹ لینڈ یارڈ کو قتل اور ڈکیتی کے کئی مقدمات میں مطلوب تھی۔ [illegible]

کچھ دیر بعد دروازہ کھلا۔ اور عورت واپس آ گئی۔ پھر اس نے قدرے جھک کر کہا۔

"ڈاکٹر کلاؤٹ۔! شہزادی آپ کو یاد فرماتی ہیں۔!" پھر

اس نے ایک ہاتھ سے دروازہ کو خفیف سا کھول دیا۔ اور ڈاکٹر کلاؤٹ اندر داخل ہو گئی۔

دروازے کے ساتھ ہی نارنجی رنگ کا ریشمی پردہ لٹک رہا تھا۔ ڈاکٹر کلاؤٹ نے پردے کو ایک جانب تھوڑا سا سرکا دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ہلکی گھنٹیوں کی آواز کمرے میں گونجنے لگی۔

پردے کے دوسری طرف عجیب طلسماتی ماحول تھا۔ ہلکے اندھیرے میں بہت سے گدے اور صوفے نظر آ رہے تھے۔ اور درمیانی صوفے پر شہزادی نیم دراز تھی۔ اس نے بڑا عجیب سا لباس پہن رکھا تھا نہ تو اس کے جسم کو ڈھانپنے کی سعی کر رہا تھا اور نہ ہی اس لباس کی موجودگی میں شہزادی کو برہنہ کہا جا سکتا تھا۔ اس کے سر کے بال ایک بڑی نما ٹوپ کے اندر چھپے ہوئے تھے اور اس کی آنکھوں میں بلا کی چمک تھی۔ وہ کسی کالی ناگن کی مانند۔۔۔ خونخوار۔۔۔ اور جھیل کے نیلوفر کی طرح حسین!

ڈاکٹر کلاؤٹ چند قدم آگے بڑھ کر رک گئی۔ پھر وہ آہستہ سے جھکی۔ اور شہزادی کی تعظیم میں چند الفاظ ادا کئے۔ تب آہستہ سے شہزادی کا دہن دلفریب کھلا۔ اور ہونٹوں کی حد تک اسے یوں محسوس ہوا جیسے ہوا کے جھونکے سے پھول کی پنکھڑیاں کھل رہی ہوں۔ اور ہونٹوں کے پیچھے سے دانتوں کی لڑیاں یوں چمکنے لگیں جیسے سفید بالوں والی اجلی چاندنی۔۔۔ یا جیسے بے داغ ہنسوں کی قطاریں۔ پھر

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

اس کی آواز کسی معبد کی گھنٹی کی طرح دھیرے دھیرے بلند ہوئی۔
وہ کہہ رہی تھی۔

"کلاوٹ۔۔ کیا تمام انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔"

"سب تیار ہے شہزادی آپ تشریف لے چلیے۔"

"گذشتہ کیس کے مریضوں کا کیا حال ہے۔" شہزادی نے پھر پوچھا۔

"سب ٹھیک ہیں۔ ڈاکٹر کلاوڈ نے جواب دیا۔ بس ایک بچہ جو پہلے سے کمزور تھا ایٹمی شعاعوں کی تاب نہ لاکر چل بسا۔ لیکن۔۔"

"کہو۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔؟ شہزادی نے اسی باوقار انداز میں پوچھا۔

"پولیس۔۔۔ شہزادی۔ ڈاکٹر کلاوٹ نے آہستہ سے کہا۔ پولیس کی سرگرمیوں میں اضافہ ہو گیا ہے۔"

"خاموش رہو۔۔۔ شہزادی کے چہرے پر ناگواری کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ میں ان بیوقوفوں سے قطعی ہراساں نہیں ہوں۔۔۔ یہ خطرناک کھیل کھیلتے ہوئے مجھے تسکین ملتی ہے۔ مجھے ان سے محبت ہے میں شکاری کتوں کے آگے گوشت کا ٹکڑا چھوڑنے کی عادی ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ صدر کے لڑکے کی گمشدگی پر ملک میں ہنگامہ برپا ہو گیا ہوگا۔ اور اب ان کی بڑی مشینری کے کل پرزے حرکت میں آچکے ہوں گے۔ میرے پاس دولت کی کمی نہیں۔ میں ان کتوں کو ضرور خرید سکتی ہوں۔ شہزادی خاموش ہو گئی۔ اس نے ہاتھی دانت کے بنے ہوئے

سگریٹ کیس سے ایک سگریٹ نکال کر اپنے ہونٹوں میں دبائی اور ایک لمبا کش لیکر فضا میں مرغولے چھوڑنے لگی۔ کچھ دیر بعد اس کی سریلی اور مترنم آواز پھر بلند ہوئی۔ وہ ڈاکٹر کلاوٹ سے پوچھ رہی تھی۔

"سونے کی کیا رپورٹ ہے۔؟"

"دو سو پونڈ سونا اس وقت اسٹاک میں موجود ہے۔"

"سابقہ مال کی رقم مل چکی ہے۔؟"

"ہاں شہزادی۔ کل ہی پچاس ہزار کا چیک کیکاؤس جی لمیٹڈ سے اور ڈیڑھ لاکھ ڈالر کا ڈرافٹ میکا پٹیل اینڈ کمپنی آف امریکہ سے موصول ہو چکا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" شہزادی نے پرخیال آواز میں کہا۔ تاہم سونے کی مقدار اور بڑھنی چاہیئے۔ ہمیں آئندہ زیادہ سرمائے کی ضرورت ہوگی لیکن ایک بات کا خیال رہے کہ فارمولا کسی صورت میں آؤٹ نہ ہو جائے۔"

"نہیں شہزادی۔" ڈاکٹر کلاوٹ نے یقینی لہجہ میں کہا۔ میں بہت احتیاط برت رہی ہوں۔ کوئی دوسرا ہمارے فارمولے پر کام نہیں کر سکتا۔ ہم نے جو تیل اور تانبے کو گلانے کا ایٹمی طریقہ ایجاد کیا ہے۔ وہ کسی کے بس کی بات نہیں۔"

شہزادی مطمئن ہو گئی۔ پھر اس نے کلاوٹ سے پوچھا۔

"کیا مریض آپریشن روم میں پہنچایا جا چکا ہے۔"

"ہاں شہزادی۔ بس آپ ہی کا انتظار ہے۔"

Waqar Azeem Pakistanipoint.Com

شہزادی اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر وہ دونوں دروازے کے باہر آگئیں۔ اور لفنگی عورتیں تلواریں سونتے اب شہزادی کے پیچھے چل رہی تھیں۔ وہ سب اسی دروازہ میں داخل ہو گئے۔ جہاں سے ڈاکٹر کلاوڈ برآمد ہوئی تھی۔

"یہ کمرہ بالکل خالی تھا۔ اس میں کوئی سامان موجود نہیں تھا سامنے کی دیوار میں ایک دروازہ نظر آرہا تھا۔ شہزادی اور اس کے تینوں ساتھی اس دروازہ کے اندر داخل ہو گئے۔

یہ ایک بڑا کمرہ تھا۔ اور کسی ہاسپٹل کا وارڈ نظر آتا تھا۔ برابر برابر کئی بیڈ بچھے ہوئے تھے۔ اور ان پر سرخ کمبل اوڑھے ہوئے مریض لیٹے تھے۔ سفید لباس میں ملبوس خوب صورت نرسیں تیزی سے ادھر ادھر آجا رہی تھیں۔ شہزادی اسی کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

بستر پر ایک عجیب شکل و صورت کا مریض لیٹا ہوا تھا۔ اسکا چہرہ نہ تو کسی عورت کا چہرہ کہا جا سکتا تھا۔ اور نہ ہی مرد کا۔ اور اس کی کھوپڑی شیشے کی مانند چکنی اور شفاف تھی اور اس پر بالوں کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اس کا چہرہ بھی صاف تھا۔ داڑھی مونچھ سے مبرا۔

"ہیلو ڈاکٹر۔ کیسی ہے مریضہ۔" شہزادی نے پوچھا۔

لیڈی ڈاکٹر احتراماً جھک گئی۔ پھر کہنے لگی۔

"مریضہ بالکل ٹھیک ہے شہزادی لیکن دماغی حالت ابھی کچھ درست نہیں ہے۔"

"کیوں۔؟ کیا وہ خود کو ابھی تک مرد سمجھ رہی ہے۔"

"نہیں۔ بلکہ کبھی کبھی اس کی یادداشت واپس لوٹ آتی ہے۔"

"ہوں۔" شہزادی پرخیال انداز میں بولی۔ گویا اسکا دماغ بریں کرنے میں کوئی خامی رہ گئی ہے۔"

"شاید ایسا ہی ہوا ہو۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ تم اسے دیکھو۔" شہزادی نے کہا۔ اس کے بعد مجھے رپورٹ دو۔"

پھر شہزادی ایک نہایت چھوٹے دروازہ سے گزر کر ایک دوسرے کمرے میں داخل ہو گئی۔ یہ شہزادی کی تجربہ گاہ تھی۔ وہ ایک بڑا ہال تھا جس میں بے شمار دیو ہیکل اور چھوٹی بڑی مشینیں نصب تھیں۔ جگہ جگہ رنگین بلب جل رہے تھے۔ ایک جانب سوئچ بورڈ تھا۔ جہاں لاتعداد بٹن لگے ہوئے تھے۔ اور ان سب کا رنگ مختلف تھا۔ سامنے کی دیوار میں تین دروازے نظر آرہے تھے۔ اور وہ تینوں بند تھے۔ اچانک ان میں ایک دروازہ کھلا۔ اور چند لڑکیاں ایک پہیے دار سٹریچر کو دھکیلتی ہوئی اندر داخل ہوئیں۔ اسٹریچر پر ایک برہنہ آدمی لیٹا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں لیکن وہ زندہ تھا۔ شاید اسے بے ہوش کر دیا گیا تھا لیکن اسکا جسم لباس سے قطعی آزاد تھا۔ اس کی داڑھی کافی بڑھی ہوئی تھی۔ شاید اس نے کئی روز سے شیو نہیں کیا تھا۔

"اوہ... ! صدر مملکت کا صاحبزادہ!!" شہزادی اسٹریچر کی

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

طشتری دیکھ کر مسکرائی۔ پھر اس نے ڈاکٹر کلاوٹ سے پوچھا۔

"کیا اسے آخری انجکشن دے دیا گیا ہے۔"

"جی ہاں شہزادی۔!"

"ٹھیک ہے۔ پھر ہمیں کام شروع کر دینا چاہیئے۔" شہزادی نے کہا اور وہ کلاوٹ کے ساتھ ساتھ چلتی ہوئی مشینوں کے نزدیک پہنچ گئی۔ وہ لڑکیاں بھی اسٹریچر کو دھکیلتی ہوئی اسی جگہ لے گئی تھیں۔

مشینوں کے درمیان قدرے اونچی جگہ پر ایک ٹب سا بنا ہوا تھا۔ وہ شیشے کی مانند شفاف تھا۔ اور اس کی لمبائی چوڑائی ایسی تھی کہ ایک آدمی کو آسانی سے اس کے ساتھ اندر لٹایا جا سکے۔

ڈاکٹر کلاوٹ نے ایک بٹن دبایا۔ اور اسی وقت وہ ٹب اپنی جگہ سے کھسک کر نیچے آ گیا۔ دونوں لڑکیوں نے فوراً ہی برہنہ شخص کو ٹب کے اندر ڈال دیا۔ پھر ڈاکٹر کلاوٹ سوئچ بورڈ کی جانب بڑھی۔ اور ایک سفید بٹن پر انگلی رکھ دی۔ اسی لمحہ ٹب کے اندر سفید سیال مادہ داخل ہونا شروع ہو گیا۔ وہ دودھ کی مانند تھا۔ اور رفتہ رفتہ اس کے جھاگ بننا شروع ہو گئے تھے۔ پھر ٹب بھر گیا۔ اور برہنہ شخص مجسم اس میں ڈوب گیا۔ شہزادی نے ٹب کی جانب دیکھا۔ پھر اس نے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ اور ڈاکٹر کلاوٹ نے ایک دوسرا بٹن دبا دیا۔ اسی وقت ٹب میں بھرا ہوا سفید رقیق مادہ جیسے پگھلنے لگا۔ وہ دودھ کی مانند کھول رہا تھا۔ مگر عجیب بات یہ تھی کہ اس میں سے دھواں یا بھاپ نہیں اٹھ رہی تھی۔

شہزادی کی نظریں اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر تھیں اور ٹھیک دو منٹ بعد اس نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور اسی ڈاکٹر کلاوٹ نے سوئچ آف کر دیا ٹب میں بھرے ہوئے سیال مادہ کی سطح آہستہ آہستہ گھٹنے لگی پھر ٹب بالکل خالی ہو گیا۔ شہزادی نے پھر ہاتھ بلند کیا اور اس مرتبہ ڈاکٹر کلاوٹ نے ایک دوسرا سوئچ آن کر دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ٹب کے اندر چمکیلا دھواں بھرنا شروع ہو گیا۔ دھواں ہر لمحہ اپنا رنگ بدل رہا تھا لیکن اس کا حجم ٹب سے بلند نہ ہو سکا۔ بس وہ برہنہ شخص کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے تک یہ عمل جاری رہا۔ پھر شہزادی کے اشارے پر کلاوٹ نے سوئچ آف کر دیا۔ اسی وقت مشینیں چلنا بند ہو گئیں۔ اور چمکیلا دھواں ٹب کے اندر ہی کسی راستے سے غائب ہو گیا۔ اب صرف وہ برہنہ جسم ٹب کے اندر پڑا ہوا تھا۔ لیکن اب اس کی ہیئت بدل گئی تھی۔ بڑھی ہوئی داڑھی اب اس کے چہرے پر نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے جسم کے دوسرے حصوں پر بھی کوئی بال نہیں تھا۔ پورا جسم چکنا اور ملائم تھا۔ اور اس کی کھوپڑی بالکل سفید اور چمکتی تھی۔ جیسے وہاں کبھی کوئی بال اگا ہی نہ ہو۔

لڑکیوں نے برہنہ جسم کو ٹب سے نکال کر دوبارہ اسٹریچر پر ڈال دیا۔ شہزادی نے آگے بڑھ کر اس کا معائنہ کیا۔ پھر مطمئن انداز میں کلاوٹ کی طرف دیکھنے لگی۔

اس کے بعد برہنہ جسم کو ایک دوسری مشین کے پاس لے جایا گیا اس

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کے ایک حصے میں ایک اسپرنگ کے گدے والا بیڈ نظر آ رہا تھا۔ یہ بھی شاید شیشے ہی کا تھا کیونکہ اس کے آر پار آسانی سے دیکھا جا سکتا تھا۔ بیڈ کے اوپر ایک شاور سا نظر آ رہا تھا۔ اور وہ بھی شیشے ہی کا معلوم ہوتا تھا۔ ایک جانب ہینڈل لگا ہوا تھا جس کے ذریعے بیڈ کو ادھر ادھر حرکت دی جا سکتی تھی۔ کلاوڈ نے آگے بڑھ کر ہینڈل کو گھمایا۔ اور بیڈ آہستہ آہستہ نیچے آ گیا۔ لڑکیاں پہلے ہی سے مستعد کھڑی تھیں۔ انھوں نے تیزی سے برہنہ جسم کو بیڈ کے اوپر رکھ دیا۔

ڈاکٹر کلاوڈ نے پھر ہینڈل گھمایا۔ اور بیڈ دوبارہ اپنی جگہ پر پہنچ گیا۔ وہ ہینڈل کو بدستور ادھر ادھر گھماتی رہی اور اس کے ساتھ بیڈ بھی مسلسل حرکت کرتا رہا۔ پھر وہ اپنی پوزیشن میں آ گیا اور ان کا درمیانی فاصلہ ایک فٹ سے کم نہیں تھا۔

"ٹھیک ہے!" شہزادی نے آہستہ سے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی ڈاکٹر کلاوڈ سوئچ بورڈ کی طرف بڑھ گئی۔

شہزادی نے ایک نظر اوپر دیکھا۔ پھر اس نے دائیں ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اور ڈاکٹر کلاوڈ نے ایک سرخ بٹن پر انگلی رکھ کر اسے آگے کی جانب دبا دیا۔ اسی لمحے اوپر لگے ہوئے شاور سے تیز قسم کی شعاعیں خارج ہونے لگیں۔ ان کا رنگ سرخ تھا۔ اور وہ برہنہ شخص کے سر میں پیوست ہو رہی تھیں

بہت دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ شہزادی کی نظریں گھڑی پر مرکوز

تھیں اور پورے انہماک سے سیکنڈ والی سوئی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اور جونہی سوئی بارہ کے ہندسے پر پہنچی۔ شہزادی نے قدرتاً اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا۔ پھر ڈاکٹر کلاوڈ نے اس کے ساتھ ہی سوئچ آف کر دیا تھا۔ مشینیں چلنا یکلخت بند ہو گئی تھیں۔ اور تجربہ گاہ میں سناٹا چھا گیا تھا۔

"آہاہاہا... اچانک شہزادی کا طویل قہقہہ سناٹے کو چیرتا ہوا کمرے میں گونجا۔ وہ آپ ہی آپ بڑبڑائی تھی۔

"اب یہ سب کچھ فراموش کر چکا ہے۔ اپنی پچھلی زندگی۔ اپنی ذلت۔ اپنی شخصیت... اسے ہوش میں آنے کے بعد کچھ بھی یاد نہ ہوگا۔ اس کے ذہن کے پردوں سے ہر چیز حرفِ غلط کی طرح مٹ گئی ہے۔ اور اب۔ اب جو کچھ میں چاہوں گی۔ اس کے ذہن پر نقش ہوتا چلا جائے گا۔ یہ اس وقت ایک نوزائیدہ بچے کی مانند ہے۔ آہاہاہا... اس نے ایک اور فلک شگاف قہقہہ لگایا پھر کہنے لگی۔ آہ! میرا منصوبہ کس قدر کامیاب و عظیم تر ہے۔ میں جلد ہی پوری دنیا پر حکمرانی کروں گی۔ ہٹلر کا خواب جو شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا تھا۔ اب میں نئے انداز میں پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے گا۔

اتنی دیر میں برہنہ جسم کو دوبارہ اسٹریچر پر رکھا جا چکا تھا۔ اور پھر وہ سب آپریشن روم میں پہنچ گئے۔

یہ ایک مختصر سا کمرہ تھا۔ درمیان میں آپریشن ٹیبل پڑا تھا اور آلات جراحی قرینے سے رکھے ہوئے تھے پھر اس شخص کے برہنہ جسم کو

Yadgar Azeem
Pakistanipoint.com

ٹیبل پر لٹا دیا گیا اور اسسٹنٹ لیڈیاں قدرے دور ہٹ کر کھڑی ہو گئیں۔

شہزادی اور کلاؤڈ میز کے نزدیک پہنچ گئیں انہوں نے ربڑ کے دستانے اپنے ہاتھوں میں چڑھا لیئے۔ پھر شہزادی نے ایک چمکدار نشتر اٹھایا۔ اور نوجوان کے جسم کے درمیانی حصہ پر جھک گئی۔ ڈیڑھ گھنٹے کے بعد شہزادی نے اپنا پسینے سے تر چہرہ اٹھایا اور ایک گہری سانس لی۔ پھر وہ پیچھے ہٹی۔ اور نزدیک پڑی آرام دہ کرسی پر گر سی پڑی۔

اور دوسری طرف صدر مملکت کے نوجوان لڑکے کا برہنہ جسم ایک عورت کے جسم اور اعضا میں تبدیل ہو چکا تھا۔ پھر شہزادی جلدی کر کسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"فار مولا سیونٹی ٹو...!" اس نے کلاؤڈ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اور کلاؤڈ فوراً ہی ایک الماری کی طرف بڑھ گئی۔ اور جب واپس پلٹی تو اس کے ہاتھ میں سرنج اور شیشے کی ایک چھوٹی بوتل تھی۔ جس کے اندر سیاہ اور قدرے گاڑھا سیال مادہ موجود تھا۔ پھر ڈاکٹر کلاؤڈ نے وہ سیال مادہ سرنج کے اندر بھر لیا اور اسے شہزادی کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔

شہزادی نے ایک سرنج پکڑ لی اور اور اس کے پیروں کی طرف چلی گئی۔ پھر اس نے سوئی پیر کے تلوے کی نرم جگہ میں داخل کر دی۔ اور نصف سیال مادہ دوسرے پیر کے تلوے میں داخل کر دیا۔ پھر اس نے سرنج رکھ دیا۔ اور جھک کر برہنہ جسم کو بغور دیکھنے لگی۔

اور پچیس سیکنڈ بعد ہی جسم کے اندر نمایاں تبدیلی پیدا ہونی شروع

ہو گئی۔ اور اس کا سینہ جو سپاٹ تھا۔ دو خصوصی جگہوں سے ابھرنا شروع ہو گیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس جگہ ایک دو نیزہ..... نظر آنے لگے۔

شہزادی نے مسکرا کر ڈاکٹر کلاؤڈ کی طرف دیکھا۔ اور جواباً وہ بھی مسکرانے لگی۔ پھر اس نے دور کھڑی ہوئی لڑکیوں کی طرف دیکھا۔ اور انہوں نے تبدیل شدہ برہنہ جسم کو آپریشن ٹیبل سے اٹھا کر آہستگی سے اسٹریچر پر رکھ دیا۔

اور اب وہ پھر تجربہ گاہ میں مشینوں کے پاس پہنچ گئے تھے۔

شہزادی اور کلاؤڈ ایک عجیب ساخت کی ایٹمی مشین کے نزدیک پہنچ کر رک گئے۔ یہ مشین نہایت پیچیدہ تھی اور اس کا ایک حصہ گیند کی مانند تھا۔ جس کے نچلے حصہ میں ایک ہینڈل لگا ہوا نظر آ رہا تھا۔

ڈاکٹر کلاؤڈ نے ہینڈل کو اپنی جانب کھینچا۔ اور وہ کسی میز کے دروازہ کی طرح کھنچا چلا آیا۔ دروازہ کا یہ خانہ بھی اندر سے اتنا کشادہ تھا کہ اس میں ایک آدمی کو لٹایا جا سکے۔

لڑکیوں نے برہنہ جسم کو دروازے کے اندر احتیاط سے رکھ دیا پھر ڈاکٹر کلاؤڈ نے دروازہ کو اندر کی جانب دھکیل دیا۔ اور خود سوئچ بورڈ کی طرف چلی گئی۔

اس نے سوئچ بورڈ پر ایک ایسے بٹن کو پریس کر دیا جس پر سرخ حرفوں میں E M واضح طور پر لکھا ہوا نظر آ رہا تھا۔

اسی لمحہ گیند کے اندر سے عجیب سی آوازیں نکلنے لگیں جیسے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کسی اونچی پہاڑی سے ٹھنڈے اور شفاف پانی کا آبشار گر رہا ہو۔ اس کے ساتھ وہ لڑکیاں اسیٹریچر کو دھکیلتی ہوئی واپس چلی گئیں۔ شاید کام ختم ہو گیا تھا۔

پھر شہزادی اور ڈاکٹر کلاوٹ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ایک دوسرے کمرے کے دروازے میں داخل ہو گئیں۔ یہاں وسط میں ایک آرام دہ اور خوشنما مسہری پڑی ہوئی تھی اور اس پر ایک خوب صورت برہنہ عورت لیٹی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اور سانس حسب معمول چل رہا تھا۔ گو وہ جسمانی طور پر ایک مکمل عورت تھی لیکن اس کی کھوپڑی تانبے کی مانند چمک رہی تھی۔ اور اس پر کوئی بال نہیں تھا۔ اسے بھی شاید مرد سے عورت بنایا گیا تھا۔ اور اب وہ کسی اور تجرباتی مرحلے سے گزر رہی تھی کیونکہ اس میں اور صدر کے لڑکے کی موجودہ ہیئت میں کوئی فرق نہ تھا۔

شہزادی مسہری کے قریب بڑھتی چلی گئی تھی۔ پھر وہ جھکی اور مسہری پر لیٹی ہوئی برہنہ عورت کے جسم کو ہر طرف سے ٹٹولنے لگی۔ کلاوٹ اس کے نزدیک ہی کھڑی ہوئی تھی۔

"اسے ہوش میں لاؤ۔" شہزادی نے سر اوپر اٹھا کر کلاوٹ سے کہا۔

اور ڈاکٹر کلاوٹ فوراً ہی باہر چلی گئی۔ اور کچھ دیر بعد جب وہ واپس آئی تو اس کے ایک ہاتھ میں سرنج اور دوسرے میں رنگین پلاسٹک کی ایک تھیلی سی تھی۔ کلاوٹ نے تھیلی نزدیک پڑی ہوئی میز پر رکھ دی اور سرنج کی سوئی اس عورت کے بازو میں داخل کر دی۔

کچھ دیر بعد عورت نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دیں۔ مگر ان سے ویرانی اور وحشت جھانک رہی تھی۔

ڈاکٹر کلاوٹ نے اسے مسہری کی پشت سے ٹکا کر بٹھایا۔ عورت نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی۔ وہ حیران اور وحشت زدہ نظروں سے دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ان میں کوئی تاثر نہیں تھا۔ شہزادی اپنی جگہ سے چل کر اس عورت کے عین مقابل آ گئی اور اسی وقت کلاوٹ نے آگے بڑھ کر لائٹ آف کر دی تھی۔ اور تاریکی کے اس امتزاج میں شہزادی نہایت عجیب اور پراسرار نظر آ رہی تھی۔ اس کا چہرہ کچھ عجیب سا ہو گیا تھا اور آنکھوں میں بلا کی چمک اور متضاطیسیت پیدا ہو گئی تھی۔

پھر اس کی ڈوبی ہوئی اور پراثر آواز کمرے میں اس طرح گونجنے لگی جیسے وہ کنوئیں کی گہرائی سے بول رہی ہو اس کا لہجہ ہڑا ہڑا خوفناک سا اور بیحد متاثر تھا۔ وہ اس عورت کو مخاطب کر کے کہہ رہی تھی۔

"تم کون ہو... تم کون ہو... تمہارا نام کیا ہے۔!"

مگر عورت نے شہزادی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اتنا ضرور ہوا تھا کہ وہ عورت شہزادی کے مخاطب پر اس کی طرف دیکھنے لگی لیکن شہزادی کی بات! جیسے اس نے بالکل سمجھی ہی نہ ہو اس کی آنکھوں اور چہرے پر کوئی تاثر یا جذبات و احساسات کی کوئی لہر نہیں تھی۔

شہزادی نے کلاوٹ کی طرف دیکھا۔ پھر کہنے لگی۔ اس کے ذہن سے اس کی پچھلی زندگی کے واقعات یکسر دھل گئے ہیں یہ سب کچھ فراموش کر چکی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ہے۔ گو یہ سن سکتی ہے اور اس میں قوت گویائی بھی ہے لیکن چونکہ اسے کچھ معلوم نہیں کہ وہ کون اور کیا ہے اس لئے جواب دینے سے قاصر ہے۔

پھر شہزادی نے ڈاکٹر کلاوڈ کو اس عورت کی نظروں کے سامنے سے ہٹ جانے کے لئے کہا۔ اور وہ عورت کی پشت کی جانب چلی گئی۔

اب شہزادی بڑے طلسماتی انداز میں اس نیم مدہوش عورت کے سامنے کھڑی تھی۔ پھر وہ اسی اور دل میں اتر جانے والے لہجہ میں کہنے لگی۔

"تم عورت ہو... تم عورت ہو... تم پیدائشی عورت ہو۔ تمہارا نام محمودہ ہے... تمہارا نام محمودہ ہے... تم نرسیٹھ کوئن اسٹریٹ پر رہتی ہو... نرسیٹھ کوئن اسٹریٹ... وہی تمہارا گھر ہے... تم عورت ہو... تمہارا نام محمودہ ہے۔" شہزادی مسلسل اپنی پراسرار آواز میں بول رہی تھی۔ اس کی پرفسوں آنکھیں عورت کے چہرے پر گڑھی ہوئی تھیں ان میں بے پناہ کشش تھی۔ اور ایک عجیب سی چمک اور تیزی۔

عورت بھی بغیر پلک جھپکائے مسلسل شہزادی کی طرف دیکھ رہی تھی اس کی آنکھوں سے اب ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ شہزادی کے الفاظوں کو سمجھ رہی ہے۔ یا سمجھ چکی ہے... شہزادی چند لمحہ کے لئے خاموش ہو گئی۔

پھر اس نے دوبارہ عورت کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

کہو۔ "میں عورت ہوں... میرا نام محمودہ ہے... میں نرسیٹھ کوئن اسٹریٹ پر رہتی ہوں۔ وہی میرا گھر ہے۔"

پھر اچانک اس عورت کے لب ہلے۔ اور ایک مدہم اور عجیب

آواز کمرے میں گونجنے لگی۔ جیسے نہ تو عورت کی آواز کہا جا سکتا تھا۔ اور نہ وہ کسی مرد کی آواز سے مشابہ تھی۔ تاہم اس کا لہجہ صاف تھا اور بڑی خوبی سے شہزادی کے الفاظوں کو دہرا رہی تھی۔

"میں عورت ہوں... میرا نام محمودہ ہے... میں نرسیٹھ کوئن اسٹریٹ پر رہتی ہوں۔ وہی میرا گھر ہے۔"

"ویری گڈ!" شہزادی کلاوڈ کی طرف بڑھی۔ سب ٹھیک ہے۔ اب اس کی واپسی کا بندوبست کرو۔"

"بہتر ہے شہزادی۔ کلاوڈ نے کہا۔ مگر اس کا سر؟ کیا یہ ہمیشہ ہی ایسا رہے گا۔"

"نہیں۔" شہزادی نے جواب دیا۔ ایک سال بعد اس کے سر پر سیاہ اور چمکیلے بال اگ آئیں گے۔ بشرطیکہ وہ ایک خاص لوشن استعمال کرتی رہے۔ بلکہ وہ لوشن جسم کے جس حصہ پر لگایا جائیگا۔ وہیں بال اگنا شروع ہو جائیں گے۔ دراصل یہاں جلد کو صاف چکنا بنانے کے لئے مردوں کے جسم کے بالوں کو ایسی طریقے سے صاف کرنا پڑتا ہے اور چونکہ چہرے کے بال بھی اس میں شامل ہیں۔ اور سر چہرے کے بالکل نزدیک ہے چنانچہ اس ایسڈی عمل سے کھوپڑی بھی متاثر ہوتی ہے اور تمام بال اڑ جاتے ہیں۔ تاہم میں کوئی ایسا طریقہ دریافت کرنے کی کوشش کر رہی ہوں کہ سر اور سر کے بال اس عمل سے محفوظ رہ سکیں۔ پھر شہزادی نے پلاسٹک کی بھٹلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر کلاوڈ سے

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

کہا۔" اسے لگا دو! یہ آخری مرحلہ ہے۔"

کلاؤٹ نے میز کے اوپر رکھی ہوئی بوتل اٹھائی۔ پھر اسے چاک کیا اور اب اس کے ہاتھوں میں عورت کے مصنوعی بال تھے۔ بھدیلے اور چمکدار... ڈاکٹر کلاؤٹ نے میز سے ان بالوں کو برہنہ عورت کے سر پر رکھ دیا۔ اور اب وہ ایک مکمل اور جاذب نظر عورت نظر آ رہی تھی۔ اب اس کی آنکھوں میں پہلے جیسی وحشت اور حیرانی نہ تھی۔

پھر شہزادی اور ڈاکٹر کلاؤٹ کمرے سے نکل آئیں اور دروازے پر کھڑی ہوئی تلوار بردار افریقی عورتیں اب پھر شہزادی کے پیچھے پیچھے چلنے لگیں تھیں۔

کچھ دیر بعد شہزادی اپنے کمرے میں پہنچ گئی۔ کلاؤٹ بھی اس کے ساتھ ہی تھی عقبی دیوار پر ایک خوشنما کلنڈر لٹک رہا تھا۔ شہزادی نے میز سے پنسل اٹھائی اور کلنڈر کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے گیارہ تاریخ پر گول دائرہ بنا دیا۔ پھر کلاؤٹ کی طرف مڑی۔ اور معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگی۔

"میں سمجھ گئی ہوں شہزادی۔" کلاؤٹ نے کہا۔ "گیارہ تاریخ شعلوں کی برسات۔!"

"ہاں۔ گیارہ تاریخ۔ شعلوں کی برسات۔" شہزادی نے مسکرا کر کہا۔ "تم کہہ رہی تھیں نا کہ پولیس ہماری جستجو میں ہے۔ بس انہیں ایک قلابازی کھا لینے دو۔"

پھر شہزادی کا فلک شگاف قہقہہ گونجا تھا۔ وہ بڑی دیر تک ہنستی رہی تھی۔

رحمان صاحب بے چینی سے اپنے کمرے میں ٹہل رہے تھے۔ ان کے چہرے پر فکر و تردد کے آثار تھے۔ آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں اور لباس بھی بے ترتیب نظر آ رہا تھا۔

دراصل ان عجیب و غریب وارداتوں نے ایک تہلکہ مچا رکھا تھا۔ اور ان میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اور اوپر سے سخت احکامات مل رہے تھے لیکن یہ راز ہنوز سربستہ تھا۔ پی پونگ کی شخصیت بھی ابھی تک معمہ بنی ہوئی تھی۔ گو فیاض نے ایڑی چوٹی کا زور لگا لیا تھا مگر۔ وہ آج بھی اسی مقام پر تھا جہاں سے اس نے اپنی تفتیش کا آغاز کیا تھا۔

اس وقت بھی وہ فیاض کی آمد کے منتظر تھے۔ ان کے چہرے سے پریشانی مترشح تھی۔ اور شاید واقعات پر وہ پوری شدت سے غور کر رہے تھے۔ اچانک ملازم نے فیاض کی آمد کی اطلاع دی اور رحمان صاحب فوراً ہی بولے۔

"بھیج دو۔"

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

کچھ دیر بعد فیاض کمرے میں موجود تھا۔ اس نے رحمان صاحب کو سلام کیا۔ اور پھر ان کے اشارے پر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ کچھ سہما سہما اور منتشر منتشر سا تھا۔ اور اس میں رحمان صاحب سے نظر ملانے کی تاب نہ تھی۔

"کوئی نئی خبر۔ رحمان نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ صدر مملکت کا لڑکا واپس آچکا ہے۔ اور اب وہ مکمل طور پر عورت بن چکا ہے۔"

"یہ خبر میں رات ہی ریڈیو پر سن چکا ہوں۔" رحمان صاحب نے ناگواری سے کہا۔

"اس کے علاوہ بھی کئی افراد تبدیلی جنس کے بعد واپس پہنچائے جا چکے ہیں۔" فیاض نے شکستہ لہجہ میں کہا۔

"ہوں۔" رحمان صاحب مضمحل آواز میں بولے۔ "اور ہم اب تک تماشہ دیکھنے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکے۔"

فیاض نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ نظریں نیچی کئے اپنی گھڑی کے ڈائیل کو دیکھ رہا تھا۔

پھر رحمان صاحب خود ہی کہنے لگے۔ "واقعات انتہائی نازک شکل اختیار کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اگر ہم جلد ہی ان وارداتوں پر قابو نہ پا سکے تو شاید ملک کا ہر فرد عورت بن جائے گا۔ اور۔ اور۔"

رحمان صاحب ایک لمحہ کے لئے خاموش ہوئے۔ پھر پریشان انداز میں کہنے لگے۔

"یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مجرم کون ہیں۔ اور ان کا ان عجیب و غریب اور مضحکہ خیز وارداتوں سے کیا مقصد ہے۔"

"جی ہاں۔" فیاض نے کہا۔ "ان وارداتوں سے جرائم کی دنیا میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا ہے۔ ممکن ہے وہ کوئی مخبوط الحواس شخص ہو اور پاگل پن کے انتہائی درجہ میں ان وارداتوں کا مرتکب ہو رہا ہو۔"

"فضول بات۔" رحمان صاحب نے کہا۔ "کوئی پاگل اور مخبوط شخص اس قدر عظیم پیمانے پر کوئی کام نہیں کر سکتا۔ یقیناً یہ کسی ذی ہوش آدمی کا کام ہے۔ اور اس کی تہہ میں کوئی بڑا مقصد پوشیدہ ہے۔؟"

پھر وہ فکرمند لہجے میں کہنے لگے۔ "کل ایک اور نئی اور سنسنی خیز خبر مجھے ملی ہے۔ حکومت کو اس پر سخت تشویش ہے۔ اور اگر حالات پر جلد قابو نہ پایا گیا تو ملک زبردست اقتصادی مشکلات سے دوچار ہو جائے گا۔"

فیاض سوالیہ نظروں سے رحمان صاحب کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر رحمان صاحب خود ہی گویا ہوئے۔

"ملک میں ٹائیفائیڈ اور پلیگ پھیلتا جا رہا ہے۔ اور سونے کا تواتر حیرت انگیز طور پر بڑھ رہا ہے۔ وزارت خزانہ کی بیالس صفحات پر مشتمل ایک رپورٹ کل ہی ایوان میں پیش ہوئی ہے اور اس پر گرما گرم بحث ہو چکی ہے۔"

"غالباً کوئی گروہ بہت اونچے پیمانہ پر سونا اسمگل کر رہا ہے۔" فیاض نے خیال ظاہر کیا۔

Waqar Azeem
pakistanipoint.com

"لیکن تانیے اور نیل کے غائب ہونے کے بارے میں تم کیا کہو گے!"

"اس کا مطلب ہے کوئی کیمیا گر بڑے پیمانے پر سونا بنا رہا ہے۔"

شاید رحمان صاحب نے سوچتے ہوئے کہا۔ بہرحال اگر جلد ہی تمام واقعات کا پتہ نہ چلایا گیا تو ملک تباہی کے کنارے پر پہنچ جائے گا۔ بے شمار سرکاری کاغذات غائب ہو چکے ہیں اور ملک میں ایک عجیب افراتفری پھیلی ہوئی ہے۔"

"ممکن ہے ان تمام وارداتوں میں پی پونگ ہی کا ہاتھ ہو۔" فیاض نے کہا۔

"وہ جو کوئی بھی ہے اگر جلد گرفتار نہ کر لیا گیا تو بہت خطرناک نتائج برآمد ہوں گے۔"

پھر ملازم نے چائے کی ٹرے لا کر میز پر رکھ دی اور فیاض چائے بنانے لگا۔ لیکن یہ بات وہ بہت شدت سے محسوس کر رہا تھا کہ رحمان صاحب بہت زیادہ متفکر اور پریشان ہیں۔ اس نے چائے بنا کر پیالی رحمان صاحب کی طرف بڑھا دی۔ مگر وہ کرسی کی پشت گاہ سے ٹکے ہوئے اوپر چھت کی طرف گھور رہے تھے۔ فیاض جانتا تھا کہ ان کی پریشانی ان پے در پے واقعات کے سبب ہے لیکن وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ تمام متعلقہ محکمے مجرموں کی تلاش میں ناکام رہے تھے۔

رحمان صاحب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ پھر انہوں نے دھیمے لہجے میں آہستہ آہستہ کہنا شروع کیا۔

"اگر تم ایک ہفتہ تک مجرموں کا سراغ نہ لگا سکے تو میں استعفیٰ دے دوں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ بے عزت ہو کر ملازمت سے برطرف کیا جاؤں۔ صدر مملکت کا عتاب کسی وقت بھی نازل ہو سکتا ہے اور میں اپنی عزت اور وقار خطرے میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ اگر تم کچھ نہیں کر سکتے تو میرے لئے یہی مناسب ہے کہ خاموشی سے سبکدوش ہو جاؤں یہ میرا اٹل فیصلہ ہے۔"

"لیکن... لیکن..." فیاض حیرت سے منہ پھاڑے رحمان صاحب کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ حالات ایسی شکل اختیار کریں گے۔ وہ کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر کہنے لگا۔

"شاید عمران اس سلسلے میں کچھ زیادہ جانتا ہے۔"

"مجھے اس کی مدد درکار نہیں۔" رحمان صاحب نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔ میں اس کے سامنے بے دست و پا ہونا نہیں چاہتا۔"

پھر رحمان صاحب اٹھ گئے اور فیاض بھی باہر آ گیا۔ اور کچھ دیر بعد وہ ایک پبلک ٹیلیفون میں گھسا ہوا رنگ کر رہا تھا۔

"پی پونگ اسپیکنگ۔" دوسری طرف سے ایک بھاری آواز آئی۔

"کیا؟" فیاض کا چہرہ ایک دم متغیر ہو گیا۔ ریسیور پر اس کی گرفت سخت ہو گئی تھی جیسے اس نے کسی مجرم کو پکڑ رکھا ہو۔

"اتنی جلد بھول گئے پی پونگ کو۔" عمران کی آواز آئی۔

"اوہ تم۔!" فیاض نے غصہ سے کہا۔ یہ کیا حرکت ہے۔"

"کچھ نہیں سوپر۔ فیاض۔ پی سی ڈھمپ، اور پی پونگ میں کچھ

Waqar Azeem Pakistanipoint.Com

زیادہ فرق نہیں ہے۔ دونوں کا آغاز ایک ہی طرح ہوتا ہے مجھے یہ نام اچھا لگا۔ میں نے اسے اپنا لیا۔ تمہیں کیا اعتراض ہے۔"

"کوئی اعتراض نہیں۔" فیاض نے جواب دیا۔ "مگر۔۔۔"

"آگے بولو۔!"

"ملک کے حالات بہت خراب ہوتے جا رہے ہیں۔" فیاض کہنے لگا۔

"اوہ۔۔! عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ یہ کوئی خاص بات نہیں میں تو سمجھا تھا۔ تم اپنے عورت بن جانے کی خبر سناؤ گے۔"

"رحمان صاحب سخت پریشان ہیں۔"

"فرد رہوں گے۔ عمران نے جواب دیا۔ بلکہ ان کی پریشانی تو اسی دن سے شروع ہو گئی تھی جس روز عمران پیدا ہوا تھا۔"

"تم بات کو مذاق میں ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو جبکہ معاملہ بہت اہم ہے۔"

"میرا بزنس بھی بہت اہم ہے۔ میں آجکل بہت مصروف ہوں سوپر فیاض۔"

"کیسا بزنس۔؟" فیاض نے حیرت سے پوچھا۔

"میں نے آجکل تازہ کھالوں کا دھندہ شروع کر رکھا ہے۔"

"کس کی کھالیں۔؟" فیاض کی حیرت بدستور قائم تھی۔

"ہر قسم کی کھالیں! عمران کہنے لگا۔ ہاتھی کی کھال، چوہے کی کھال، پسو کھٹمل، مکڑ بھیگے کی کھال۔ اور۔۔ اور۔۔ آدمی کی کھال۔"

"آدمی کی کھال۔" فیاض چونکا۔

"ہاں سوپر۔ فیاض۔ اگر تم چاہو تو اپنی کھال میرے ہاتھ اچھے داموں فروخت کر سکتے ہو۔"

"کیا مطلب۔؟" فیاض نے غصیلے لہجہ میں کہا۔

"مطلب یہ کہ اپنی کھال سے باہر آ کر تم بڑی فرحت محسوس کرو گے۔"

"سر سر مکواس۔۔۔" فیاض نے ابلے ہوئے لہجہ میں کہا۔ سنجیدگی اختیار کرو یار! تمہیں اس معاملہ کی نزاکت کا احساس نہیں ہے۔"

"کیسا معاملہ۔؟" عمران نے پوچھا۔

"رحمان صاحب اگلے ہفتہ ملازمت سے استعفیٰ دے رہے ہیں۔"

"ہائیں۔ کیا انہیں بھی کھالوں کا بزنس پسند آ گیا ہے۔ مگر تم ان سے کہہ دو کہ وہ ہڈیوں کا کاروبار شروع کریں۔ میرے سامنے جم نہیں سکیں گے۔"

پھر ملکی خون کی خرابی کے باعث سلسلہ آپ ہی آپ منقطع ہو گیا تھا عمران نے ریسیور رکھ دیا۔ مگر اس کے چہرے پر فکر کی پرچھائیاں تھیں پوری بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ ذمہ دار افسران پر صدر مملکت کا قہر ٹوٹ رہا ہے اور رحمان صاحب بھی جلد یا بدیر اس کی لپیٹ میں آنے والے تھے۔ چنانچہ وہ قبل از وقت ہی ملازمت سے علیحدگی اختیار کرنا چاہتے ہوں گے۔ کئی اعلیٰ افسران پہلے ہی ملازمتوں سے استعفیٰ دے چکے تھے۔

عمران نزدیک پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ اس وقت گہری

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

سوچ میں تھا۔ وہ پوری شدت سے رحمان صاحب کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ وہ اس کے باپ تھے اور اسے اپنے باپ سے بہرحال محبت اور ہمدردی تھی۔ ایک ہی خون تھا جو دو جسموں میں دوڑ رہا تھا۔ مگر تحریک مختلف تھی۔

جولیا کئی روز سے غائب تھی۔

گو ایکس ٹو کی جانب سے اس امر کی تصدیق نہیں کی گئی تھی تاہم ایکسٹو کے تمام ماتحت اس بات پر متفق تھے کہ جولیا کو اغوا کر لیا گیا ہے۔

اس وقت دانش منزل میں جولیا کے علاوہ سیکرٹ سروس کے سب ہی افراد جمع تھے۔ ان میں عمران بھی تھا۔ اور وہ سب ایکسٹو کی ہدایت کے مطابق جمع ہوئے تھے۔ وہ آج اپنے ماتحتوں سے خطاب کرنے والا تھا۔

صفدر کہہ رہا تھا۔ اب تک مرد اغوا ہوتے رہے ہیں۔ اور ان کو عورت بنایا جاتا رہا ہے۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اب عورتوں کے اغوا سے اس پراسرار مجرم کا کیا مقصد ہے۔"

"ہوشیار رہو بڑے بھائی۔" عمران نے ہانک لگائی۔ "وہ پراسرار مجرم اب اپنا پروگرام تبدیل کر چکا ہے۔"

"کیا مطلب!" تنویر نے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ اب عورتوں کو مرد بنایا جائے گا۔ اور اس نئی انسانی مخلوق سے ایک نئی نسل وجود میں لائی جائے گی۔"

"اور اس نسل سے پیدا ہونے والے بچے۔؟" چوہان اور صدیقی نے بیک وقت پوچھا۔

"وہ اونٹ کی شکل کے ہوں گے۔" عمران نہایت سنجیدگی سے کہہ رہا تھا اور بعض مگرمچھ اور سارس سے ملتے ہوں گے۔"

"یہ سارس اور مگرمچھ کا کیا جوڑ ہے۔؟" خاور نے پوچھا۔

"جوڑ کی بات چھوڑو برخوردار۔" عمران نے بزرگوں کی طرح ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "چھپکلی اور گھوڑے کا شاندار پیر بن سکتا ہے۔"

"کیا۔؟" کمرے میں موجود سب ہی لوگوں کے منہ بھاڑ کی مانند حیرت سے کھل گئے۔

"تعجب کی کوئی بات نہیں۔" عمران کی سنجیدگی برقرار تھی۔ "تم لوگ خچر کی نسل کے بارے میں کیا خیال رکھتے ہیں۔"

اس پر ایک زبردست قہقہہ پڑا۔ پھر خاور نے سنجیدگی سے کہا۔ "جولیا بیچاری! اس پر نہ جانے کیا بیت رہی ہو۔"

"وہ اب تک مرد بنی جا چکی ہو گی۔" عمران نے جواب دیا اور ممکن ہے اس نے داڑھی بھی چھوڑ دی ہو گی۔"

"بہرحال! ہمیں اس کی تلاش میں سر دھڑ کی بازی لگا دینی چاہیئے۔" صفدر نے کہا تھا۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

"یقیناً"۔ اخاور نے کہا۔ سرکاری فرائض کے علاوہ بھی ہمارا اخلاقی فرض ہے کہ ہم اس کی بازیابی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں۔ وہ ہماری ایک بہترین ساتھی تھی۔ اس کی گمشدگی ہم سب کے لئے یکساں طور پر باعث حزن و ملال ہے۔"

"لیکن میں سمجھتا ہوں یہ سب کچھ بے سود ہوگا۔" تنویر نے لاپرواہی سے کہا۔

"کیا بے سود ہوگا۔؟" عمران نے پوچھا۔

"جولیا کی تلاش۔!"

"کیوں۔؟"

"اس لئے کہ میرا خیال ہے وہ ایکسٹو سے جان چھڑا کر اپنے کسی دوست کے ساتھ فرار ہو گئی ہے۔"

تنویر کے اس جملے پر سب کو غصہ اور طیش آیا تھا۔ اور عمران کے چہرے پر حماقت کی بجائے غصہ کی علامتیں تھیں۔ وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ تاہم وہ نہایت ضبط اور سکون کے ساتھ بولا۔

"دیکھو برخوردار! تمہیں الفاظ سوچ سمجھ کر زبان سے نکالنے چاہئیں۔"

"کیوں۔؟" تنویر غرایا۔

"اس لئے کہ گو زبان تمہاری اپنی ہے لیکن ایک شریف لڑکی کی غیر موجودگی میں اس پر بے بنیاد تہمت عائد کرنا شرافت سے بعید ہے۔"

"مگر تمہیں اس سے کیوں ہمدردی ہے۔؟" تنویر غرا کر بولا۔ جبکہ میں اسے بہت قریب سے جانتا ہوں۔"

"کیا جانتے ہو۔؟"

"یہی کہ وہ اچھے کیریکٹر کی لڑکی نہیں ہے اور نہ جانے وہ کتنے لوگوں سے عشق لڑاتی پھرتی ہے۔"

"بکواس بند کرو! عمران دہاڑا۔ میں تمہارے دانت توڑ دونگا۔"

"تم۔!" تنویر غراتا ہوا اٹھا۔ میں تم سے ڈرتا نہیں ہوں۔ تم ایکسٹو کے چہیتے ہوگے۔ مگر میں تمہاری مرمت کر سکتا ہوں۔"

"میری نظر میں تم گیدڑ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ عمران نے حقارت سے کہا۔ اپنے بازو آزما لو۔"

اور پھر دوسرے ہی لمحہ تنویر نے عمران پر چھلانگ لگائی تھی۔ لیکن۔۔۔ عمران کی کرسی حیرت انگیز طور پر ایک جانب کھسک گئی تھی۔ اور تنویر کا سر سامنے کی دیوار سے جا ٹکرایا تھا۔

عمران نے پیچھے مڑ کر دیکھنے تک کی زحمت نہیں کی تھی۔ وہ بھینسے کی طرح عجیب انداز میں منہ چلا رہا تھا اور چہرے سے حماقت پھوٹ رہی تھی۔ تنویر سر سہلاتا ہوا اٹھا اور پھر اس نے عقب ہی سے عمران پر جست لگائی تھی۔ اور اس بار بھی عمران کرسی سمیت دوسری طرف کھسک گیا تھا۔ اور تنویر کو فرش کی سیر کرنا پڑی تھی۔

تنویر بھوکے شیر کی طرح پھر اٹھا۔ لیکن اس مرتبہ اخاور اور

Pakistanipoint
Waqar Azeem
Waqar Azeem Pakistanipoint.com

صفدر نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا تھا۔ اور اسی وقت ایکسٹو کی بھرائی ہوئی آواز کمرے میں گونجنے لگی تھی۔

"جولیا اغوا کر لی گئی ہے۔ اور ملک کے حالات اس وقت بہت نازک شکل اختیار کر چکے ہیں۔ سیکڑوں افراد کو اغوا کیا جا چکا ہے۔ اور انہیں عورت بنا دیا گیا ہے۔ اس مرتبہ پراسرار مجرم کے عزائم کیا ہیں۔ اس بارے میں ابھی کوئی کچھ نہیں جانتا۔ تاہم صورت حال بیحد تشویشناک ہے۔ صدر مملکت کا بھی عورت بنایا جا چکا ہے اور دن بدن واردا توں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ علاوہ ازیں ملک میں سرمایہ کا تناسب بھی بگڑتا چلا جا رہا ہے۔ تانبا اور پیتل حیرت انگیز طور پر غائب ہو رہا ہے اور سونے کی مقدار مسلسل بڑھ رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص ملک کے اندر بھاری مقدار میں سونا بنا رہا ہے۔ بہرحال ان تمام واردا توں پر فوری طور پر قابو پانے کی ضرورت ہے۔ عمران۔ صدیقی چوہان۔ صفدر اور تنویر شہر میں پھیل جائیں اور مشتبہ لوگوں پر نظر رکھیں۔ خاور ہمہ وقت ٹیلیفون پر موجود رہے گا۔ ہر قسم کی رپورٹ اسے ہی ڈکٹیٹ کرائی جائے گی۔ دیگر ہدایات وقتاً فوقتاً عمران سے ملتی رہیں گی اس کا حکم ایکسٹو کا حکم ہوگا۔ اور اس کے حکم سے سرتابی براہ راست ایکسٹو کی حکم عدولی تصور ہوگی۔ پھر ایکسٹو کی آواز بند ہو گئی۔ اور کمرے میں سناٹا چھا گیا۔

∴ ∴ ∴

O

جولیا ایک مختصر کمرے میں مقید تھی۔ اس کمرے میں کوئی کھڑکی یا روشندان نہیں تھا۔ اور دروازہ باہر سے لاک تھا۔

کمرے میں ایک بیڈ اور لوہے کی ایک چھوٹی میز کے سوا کوئی دوسرا سامان موجود نہیں تھا۔ میز پر صرف شیشے کا ایک گلاس اور پانی سے بھرا ہوا ایک جگ رکھا تھا۔ جولیا مسلسل غور کر رہی تھی لیکن وہ ابھی تک نہیں سمجھ سکی تھی کہ اس کو اغوا کرنے والے کون لوگ ہیں اور اس کے اغوا سے ان کا کیا مقصد ہے۔

اسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ کیونکہ اغوا کے وقت اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی لیکن کار کے سفر سے اس کو اتنا اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ شہر سے باہر نہیں لے جائی گئی ہے۔ بلکہ شہر کے اندر ہی کسی مقام پر قید ہے۔ اس نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھی۔ رات کے آٹھ بج چکے تھے۔ دفعتاً دروازہ کھلا اور دو بھری بھرکم عورتیں داخل ہوئیں۔ ایک کے ہاتھ ریوالور تھا۔ اور دوسری کے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے۔ پستول والی عورت دور ہی کھڑی رہی تھی۔ اور دوسری عورت نے کھانے کی ٹرے میز پر رکھ دی تھی۔ پھر دونوں نے زبان سے کوئی لفظ ادا کئے بغیر

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

مڑیں۔ اور باہر نکل گئیں۔ دروازہ پھر بند ہو گیا تھا۔

گو جولیا کو بھوک بالکل نہیں تھی۔ مگر وہ سوچنے لگی زندہ رہنے کے لیے خوراک ضروری ہے۔ پھر اس نے ٹرے کی جانب ہاتھ بڑھایا اور آہستہ آہستہ کھانے لگی۔ ٹرے میں کئی قسم کے کھانے تھے اور وہ بیحد مرغن اور لذیذ تھے۔ پہلے تو جولیا کو بھوک نہیں تھی۔ لیکن بعد میں اس نے محسوس کیا کہ عمدہ پکے ہوئے کھانے وہ ضرورت سے زیادہ کھا گئی ہے۔

جولیا کم خوراک تھی۔ اور اب وہ زیادہ کھا جانے کے سبب گرانی سی محسوس کر رہی تھی۔ پھر وہ اٹھی اور کمرے میں ٹہلنے لگی۔

غیر ارادی طور پر اس کی نظر اوپر اٹھ گئی۔ چھت کے ایک گوشہ میں اسے ایک چھوٹا سا لاؤڈ اسپیکر لگا ہوا نظر آیا۔ جولیا سوچنے لگی۔ اس سے پہلے تو یہ لاؤڈ اسپیکر اس جگہ موجود نہیں تھا۔ یا پھر وہ اسے دیکھ ہی نہ سکی ہو۔ مگر... کمرے میں لاؤڈ اسپیکر کی موجودگی کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔

کمرے کے اندر کئی طاقتور بلب بھی لگے ہوئے تھے لیکن وہ روشن نہیں تھے۔ بس ایک ٹیوب لائٹ تھی جو کہ کمرے میں روشنی کئے ہوئے تھی۔

رفتہ رفتہ مرغن غذائیں اپنا اثر دکھانے لگیں۔ جولیا پر نشہ طاری ہونے لگا۔ اس کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ وہ سونا چاہتی تھی پھر وہ بستر پر آ گئی۔ اور ابھی نیند اس پر پوری طرح طاری نہیں

ہوئی تھی کہ اچانک... کمرے کے اندر ہیبت ناک چیخیں گونجنے لگیں۔ جولیا ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ اسے اپنا دماغ پھٹتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ آوازیں اس قدر تیز تھیں کہ جیسے کمرے کی چھت اور دیواریں ابھی اڑ جائیں گی۔

پھر جولیا سب کچھ سمجھ گئی۔ چیخوں کی آوازیں چھت میں لگے ہوئے لاؤڈ اسپیکر سے آ رہی تھیں۔ اور ان ہیبتناک چیخوں میں سونا تو درکنار اس کا دماغ ہی ماؤف ہوا جا رہا تھا۔

ایک گھنٹہ تک ہولناک اور پرشور چیخوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ایک ہی قسم کی آوازیں تھیں۔ شاید کوئی ریکارڈ تھا جسے بار بار لگایا جا رہا تھا۔

پھر چیخیں بند ہو گئیں۔ لیکن جولیا کا ذہن ابھی تک جھائیں جھائیں کر رہا تھا۔ اس کی ذہنی صلاحیتیں سلب ہو کر رہ گئی تھیں۔

کچھ دیر کمرے میں بھیانک سکوت طاری رہا۔ اور پھر اچانک لائٹ آف ہو گئی۔ کمرے میں ہولناک تاریکی چھا گئی تھی۔

جولیا بستر پر گر سی گئی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ مگر دوسرے لمحے ہی کمرے میں بہت تیز روشنی پھیل گئی۔

جولیا نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ وہ تمام طاقتور بلب جو پہلے بجھے ہوئے تھے۔ اب روشن ہو گئے تھے۔ اور ان میں سے اس قدر تیز روشنی پھوٹ رہی تھی کہ نظریں خیرہ ہوئی جا رہی تھیں۔ اور آنکھیں کھول کر دیکھنا دشوار ہو گیا تھا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اور پھر یہ سلسلہ دیر تک جاری رہا۔ کبھی کمرے میں تاریکی چھا جاتی اور کبھی آنکھیں پھوڑ دینے والی تیز روشنی پھوٹ پڑتی۔

روشنی اور تاریکی کے اس طلسم میں جولیا کا ذہن ناکارہ ہو گیا تھا اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفقود ہو چکی تھیں۔ اور اس پر جنون سا سوار ہو گیا تھا۔

پھر یہ سلسلہ بھی ختم ہو گیا۔ کمرے میں وہی ایک خوب لائٹ جل رہی تھی۔ اور سب کچھ معمول کے مطابق تھا۔

اور پھر اچانک چھت سے لٹکا ہوا ایئر کنڈیشنر آپ ہی آپ بند ہو گیا۔ پنکھا گرما گرم ہوا پھینکنے لگا تھا۔ اور پنکھا بند ہو جانے سے کمرے میں شدید گرمی ہو گئی۔

گرمی لمحہ بہ لمحہ بڑھتی ہی چلی جا رہی تھی۔ حتیٰ کہ جولیا گھبرا کر بستر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ گرمی نے اس کے جسم کو پگھلا کر رکھ دیا تھا۔ اس کے کپڑے بھیگ گئے تھے۔ اور وہ انہیں جسم سے نوچ کر دور پھینک دینا چاہتی تھی۔

بہت دیر تک کمرے کے اندر جہنم کی سی کیفیت طاری رہی۔ جولیا کا بدن پکنے لگا۔ اور دماغ نے تو گویا کام کرنا ہی بند کر دیا تھا۔

اور پھر اچانک کمرے میں تیز ہوائیں داخل ہونے لگیں۔ ہوائیں لمحہ بہ لمحہ تیز... اور تیز تر ہوتی چلی گئیں۔ پورا کمرہ شدید ہواؤں سے بھر گیا تھا۔ جیسے کمرے کے اندر زبردست طوفان آ گیا ہو۔

تیز ہواؤں سے کمرے کے اندر رکھی ہوئی لوہے کی چھوٹی میز

گر گئی تھی۔ جگ اور گلاس بھی ٹوٹ کر گر گئے تھے۔ اور ٹرے میں رکھے ہوئے کھانے کے برتن ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے۔

جولیا کی عجیب کیفیت تھی۔ وہ لاکھ سنبھلنے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر تیز ہوائیں اس کے نازک جسم کو اڑا لے جا رہی تھیں۔ وہ کبھی ہواؤں کے زور سے کمرے میں ایک طرف پہنچ جاتی۔ اور کبھی دوسری طرف کئی مرتبہ اس کا سر دیواروں سے ٹکرایا تھا۔ اور وہ فرش پر گر پڑی تھی۔ جولیا حیران تھی کہ بند کمرے کے اندر یہ قیامت خیز ہوائیں کس طرف سے داخل ہو رہی تھیں۔ تب اچانک اس کی نظر اوپر اٹھ گئی۔ جہاں سامنے دیوار میں ایک خلا نظر آ رہا تھا۔ اور ہوائیں یقیناً اسی خلا سے کمرے کے اندر داخل ہو رہی تھیں۔

اور پھر اچانک ہوائیں بند ہو گئیں۔ کمرے میں سکوت چھا گیا جیسے اس سے پیشتر یہاں کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

کافی دیر تک کوئی خاص واقعہ رونما نہیں ہوا تھا۔ جولیا کرسی پر ڈھے سی گئی۔ اس پر نیم بے ہوشی طاری تھی۔

دفعتاً لاؤڈ اسپیکر پھر گرجنے لگے۔ اور کمرے میں وہی دلخراش چیخیں گونجنے لگیں۔ اس کے بعد روشنی اور تاریکی کا کھیل شروع ہو گیا۔ اور ہوا کے طوفان نے پھر کمرے کو تہہ و بالا کر دیا۔ اس مرتبہ تینوں قیامتیں ایک ساتھ نازل ہوئی تھیں۔

جولیا تو پہلے ہی حواس باختہ تھی۔ اس نئی قیامت نے اسے بے حال

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کر دیا۔ اور پھر اسی کیفیت میں صبح کے چار بج گئے۔ جولیا کے دماغ کی رگیں پھٹنے لگیں اور جسم سن ہو گیا۔ اس کی حالت بہت قابل رحم تھی۔ ایک عجیب عذاب اس پر مسلسل نازل ہو رہا تھا۔ اسکے بال بکھرے ہوئے تھے چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ اور جسم پسینے میں شرابور تھا۔ اس کی آنکھیں دیوانوں کی مانند پھٹی ہوئی تھیں۔ اور وہ برسوں کی بیمار نظر آ رہی تھی۔

اچانک کمرہ ساکت ہو گیا۔ روشنیوں کا طلسم ٹوٹ گیا۔ ہوائیں رک گئیں اور لاؤڈ اسپیکر نے چیخنا چلانا بند کر دیا۔

دفعتاً دروازہ کھلا۔ اور شہزادی ڈاکٹر کلاؤٹ کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔ اس نے سیاہ لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ اور وہ بڑی پراسرار لگ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں اسی طرح چمک رہی تھیں جیسے دو دیئے جل رہے ہوں۔ شہزادی اور ڈاکٹر کلاؤٹ جولیا کے بستر کے نزدیک پہنچ گئیں شہزادی نے جولیا پر ایک بھرپور نظر ڈالی۔ پھر وہ ٹھہرے ہوئے لہجہ میں کہنے لگی۔

"تم کون ہو۔ تمہارا نام کیا ہے۔ تم کہاں رہتی ہو۔!"

لیکن جولیا تو جیسے ہوش میں ہی نہ تھی۔ رات بھر ٹوٹنے والی قیامت اور اذیت نے اسکا دماغ ماؤف کر دیا تھا اور جسم شل ہو کر رہ گیا تھا۔ گو اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ لیکن اسے کچھ معلوم نہ تھا کہ وہ کون ہے۔ کیا ہے۔ کہاں ہے۔

شہزادی نے کلاؤٹ کی طرف دیکھا۔ پھر بولی۔

"اب اسے نہایت آسانی سے ہپناٹائز کیا جا سکتا ہے۔ اب یہ قطعی مدافعت نہیں کرے گی چلو۔ اسے پوزیشن میں لاؤ۔"

ڈاکٹر کلاؤٹ آگے بڑھی اور اس نے جولیا کو مسہری کی پشت سے ٹکا کر بٹھا دیا۔ جولیا نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی نظروں سے شہزادی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اسے کسی بات کا ہوش نہیں تھا۔ شہزادی نے کلاؤٹ کو اشارہ کیا۔ اور وہ جولیا کی نظروں کے سامنے سے ہٹ گئی اب صرف شہزادی جولیا کے عین مقابل کھڑی تھی۔ اور اس کی آنکھوں کی چمک کچھ بڑھ گئی تھی۔ پھر وہ عجیب بھرائے ہوئے لہجے میں آہستہ آہستہ کہنے لگی۔

تم سو جانا چاہتی ہو... گہری نیند... بہت گہری نیند۔ تمہاری پلکیں بوجھل ہوتی جا رہی ہیں۔ تم پر نیند طاری ہو رہی ہے۔ تم سو جاؤ گی میٹھی نیند... گہری نیند... تمہاری پلکیں بند ہونا چاہتی ہیں۔ تم پر غنودگی طاری ہے... تم سو جانا چاہتی ہو... آرام کی نیند... سکون پرور نیند۔ تم تھکی ہوئی ہو۔ بیحد تھکی ہوئی ہو۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ تمہیں نیند کی ضرورت ہے... تم سونا چاہتی ہو... گہری نیند پرسکون نیند۔ تمہاری آنکھیں بند ہونے لگی ہیں... انہیں بند ہو جانے دو... تم سو جاؤ۔ گہری نیند پرسکون نیند۔

پھر آہستہ آہستہ جولیا کی آنکھیں بند ہونے لگیں اور اس کی گردن ایک جانب ڈھلک گئی۔

ڈاکٹر کلاؤٹ آگے بڑھی، اور جولیا کو سیدھا کر کے چت لٹا دیا۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

شہزادی اب جولیا کے نزدیک پہنچ گئی۔ پھر وہ جھکی۔ اور اس نے اپنے ہونٹ جولیا کے کان پر رکھ دیئے۔

اب وہ پھر آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی۔

"تم جولیا نافرمان نہیں ہو... تم مارگریٹ ہو۔ فرانسیس مارگریٹ۔ یہ تمہارا پیدائشی نام ہے... تم شہزادی کے تابع ہو... تم شہزادی کی غلام بن چکی ہو۔ تم اس کے بغیر نہ بول سکتی ہو نہ کوئی حرکت کر سکتی ہو... تم شہزادی کی مطیع ہو کر رہ گئی ہو... تم شہزادی کی غلام بن چکی ہو۔ تمہیں شہزادی کا ہر حکم ماننا پڑے گا۔ تم اس کے حکم سے انحراف نہیں کر سکتیں۔ شہزادی کا ہر حکم موت کی طرح اٹل ہے... تم مارگریٹ ہو... یہی تمہارا نام ہے... تم شہزادی کی غلام ہو... تمہیں اس کا ہر حکم ماننا پڑے گا۔ تمہیں اس کا ہر حکم ماننا ہوگا۔!"

پھر شہزادی سیدھی کھڑی ہو گئی۔ اس نے ڈاکٹر کلاوڈ کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

"اب اس کی شخصیت بدل چکی ہے۔ اسے بارہ گھنٹے آرام کرنے دو۔ اور اس کے بعد یہ سوئیں۔ لڑکی مارگریٹ بن کر اٹھے گی۔!"

"اور اس حبشی کا کیا ہوگا۔!" کلاوڈ نے پوچھا۔

"کون۔؟" شہزادی نے سوالیہ نظروں سے کلاوڈ کی طرف دیکھا۔

"اچھا۔" پھر وہ خود ہی بولی۔ "وہ گرانڈیل جوزف۔ اسے خوب شراب دو۔ وہ کام کا آدمی ہے۔ وہ کئی آدمیوں کو اغوا کر کے لا چکا

ہے اور جب اس کی ضرورت باقی نہ رہے گی تو اسے عورت بنا دیا جائیگا۔"

"اس پر سے ہپناٹائزم کا اثر ذائل ہوتا جا رہا ہے۔" کلاوڈ نے کہا۔

وہ آج ہی کہہ رہا تھا۔ میں شرافت علی نہیں ہوں۔ میرا نام جوزف ہے مجھ پر افریقی دیوتاؤں کا قہر نازل ہوا ہے۔ آسمانی باپ مجھ پر رحم کرے۔"

"ہوں... شہزادی پر خیال انداز میں بولی۔ اس کا ہپناٹائز پریڈ شاید ختم ہو رہا ہے۔ میں اس پر دوبارہ ورک کروں گی۔ وہ ایک شب اس کمرے میں گذار کر پھر دوسری دنیا میں پہنچ جائے گا۔ پھر شہزادی نے آخری نظر جولیا پر ڈالی۔ اس کا چہرہ پرسکون تھا۔ جیسے وہ گہری نیند سو رہی ہو۔ پھر شہزادی اور ڈاکٹر کلاوڈ کمرے سے باہر آگئے۔ دروازہ لاک ہو گیا تھا۔

وہ گیارہ تاریخ کی ایک اندھیری رات تھی تین بج چکے تھے اور پورا شہر نیند کے سمندر میں ڈوبا ہوا تھا کبھی کبھی کسی چوکیدار کی "جاگتے رہو" جاگتے رہو کی صدا بلند ہوتی اور اس کے بعد پھر گہرا سناٹا چھا جاتا۔ دور کسی گھڑیال نے ٹن ٹن کی آواز کے ساتھ رات کے گیارہ بجنے کا اعلان کیا اور اس لمحے آسمان روشن ہو گیا۔ ہر طرف آگ کے شعلے نظر آ رہے تھے جو فضا میں تیرتے ہوئے تیزی سے زمین کی طرف بڑھ رہے تھے۔ چند لمحوں میں پورا شہر بیدار ہو گیا ہر طرف ایک ہنگامہ برپا تھا اور عجیب افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ شور و غل

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

اس قدر تھا جیسے شہر کے تمام لوگ ایک ساتھ مل کر واویلا کر رہے ہوں۔
گو شعلے زمین پر پہنچ کر آپ ہی آپ بجھ جاتے تھے اور ان سے کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا تھا لیکن لوگ سخت خوفزدہ اور سراسیمہ تھے سڑک پر بھاگتے ہوئے قدموں کی مسلسل آوازیں آ رہی تھیں اور پولیس والوں کی تیز اور رسیلی سیٹیوں نے ماحول کو کچھ اور ہولناک بنا دیا تھا۔

دوسری جانب ایئر فورس کے ایروڈرم پر ایک وارنٹ آفیسر نہایت انہماک سے ریڈار پر نظریں جمائے ہوئے بیٹھا تھا۔ اسے اسکرین پر بے شمار ننھے منے نقطے نظر آ رہے تھے۔ وہی فضا میں تیرتے ہوئے پراسرار شعلے تھے ان نقطوں کے درمیان اسے قدرے بڑا نقطہ نظر آیا جس سے بے شمار چھوٹے چھوٹے نقطے خارج ہو رہے تھے۔ وہ بڑا نقطہ اب شمال کی جانب رینگ رہا تھا۔ وارنٹ آفیسر کو یہ سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ یقیناً وہ کوئی طیارہ ہے اور پھر فوراً ہی اس کی اطلاع اس نے ڈیوٹی آفیسر کو دی تھی۔

اور پھر کچھ دیر بعد ایک جیٹ نہایت تیزی سے رن وے کے اس حصے کی طرف دوڑ رہی تھی جہاں تھوڑے تھوڑے فاصلے سے تین ۸۹ سیبر طیارے کھڑے تھے۔

جیٹ طیاروں کے نزدیک پہنچ کر رک گئی۔ پھر اس میں سے تین پائلٹ کودے اور اپنے طیاروں کی طرف دوڑ پڑے۔

چند ہی لمحوں بعد زبردست گڑگڑاہٹ کے ساتھ تینوں طیارے

آسمان کی بلندیوں کی طرف اٹھ رہے تھے۔ ان کی رفتار بیحد تیز تھی۔
طیارے اب کافی بلندی پر پہنچ چکے تھے۔ فضا میں ہر طرف آگ کے شعلے بکھرے ہوئے تھے جو تیزی سے زمین کی طرف لپک رہے تھے۔ لیکن وارنٹ آفیسر کی اطلاع کے مطابق کسی پائلٹ کو کوئی طیارہ فضا میں نظر نہیں آیا انہوں نے مختلف سمتوں سے شہر کے کئی چکر لگائے لیکن وہ کسی طیارے کو نہ دیکھ سکے۔

فضا اب تاریک ہونے لگی تھی شعلے معدوم ہوتے جا رہے تھے اور تینوں پائلٹ بے چینی سے اپنے طیاروں کو ادھر ادھر گردش دے رہے تھے۔ تب انہوں نے ایک نقطے کو انتہائی شمال میں تیرتا ہوا دیکھا تھا۔ اور پھر تینوں پائلٹ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اس جانب لپکے۔
جلد ہی انہیں ایک طیارہ کی دم واضح طور پر نظر آنے لگی انہوں نے اپنے اپنے طیاروں کی رفتار اور تیز کر دی لیکن... وہ جس قدر آگے بڑھ رہے تھے۔ وہ نقطہ اتنا ہی معدوم ہوتا جا رہا تھا۔
اور پھر اچانک نظروں سے غائب ہو گیا تینوں پائلٹ کئی سو میل تک تعاقب میں نکلتے چلے گئے۔ مگر وہ نقطہ جسے وہ طیارہ سمجھے تھے اور جس کی دم انہیں نظر آئی تھی۔ انہیں فضا میں کہیں بھی نظر نہیں آ سکا تھا تینوں پائلٹ حیران اور ششدر تھے۔ ان کے خیال میں طیارہ کنج کر نہیں نکلنا چاہیئے تھا مگر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ فضا میں تحلیل ہو گیا ہو یا پھر... ان کی نظریں دھوکا کھا گئی ہوں۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

پائلٹ اسکے بعد بھی کافی دیر فضا میں گردش کرتے رہے۔ مگر بے سود... وہاں کچھ نہیں تھا۔ پھر انہوں نے کنٹرول ٹاور کو اس حیرت ناک واقعہ کی اطلاع دیدی کنٹرول ٹاور میں ڈیوٹی کمانڈر پہلے ہی سب کچھ سمجھے بیٹھا تھا۔ ریڈار سے ایک ایک بات کا پتہ چل گیا تھا۔

پھر کنٹرول ٹاور سے انہیں واپس زمین کی طرف آنے کی ہدایت مل گئی۔ اور بیلون طیارے تدریج بلندیوں کو چھوڑنے لگے۔ پراسرار شعلے اب کہیں نظر نہیں آ رہے تھے۔

-:-

کارونیٹ سوئمنگ پول شہر کی بہترین تفریح گاہ تھی۔

اعلیٰ سوسائٹی کے بے فکرے سورج کی تمازت سے لطف اندوز ہونے کے لئے جوق در جوق یہاں پہنچتے تھے۔ اور اکثر ہی یہاں خاصی بھیڑ بھاڑ رہا کرتی تھی۔

اس وقت بھی وہاں آئے ہوئے لوگ ساحلی کرسیوں پر دراز مختلف مشاغل میں مصروف تھے۔ بچے ادھر ادھر دوڑ بھاگ رہے تھے۔ دنیا و مافیا سے بے خبر نوجوان جوڑے راز و نیاز میں مصروف تھے اور بوڑھے حسرت سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ ان سب کے جسموں پر نہانے کا مختصر لباس تھا۔ اور ان کے جسم دھوپ میں چمک رہے تھے۔

تالاب کے اندر بھی خاصی گہما گہمی تھی۔ عورتیں اور مرد پانی کے اندر ایک ہنگامہ برپا کئے ہوئے تھے۔ ان میں کچھ آپس میں پانی اچھال رہے تھے۔ بعض لوگ ایک دوسرے کو پکڑنے کی کوشش کرتے تھے۔ اور کچھ شیشی خوروں ڈائی لگا کر اپنی طویل غوطہ خوری کا مظاہرہ کرنے میں مصروف تھے۔ تنویر اسی وقت وہاں پہنچا تھا۔ اس نے ایک نظر تالاب میں نہاتے ہوئے شوخ و شنگ جوڑوں پر ڈالی۔ اور پھر وہ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے لوگوں کا جائزہ لینے لگا۔ ایک چہرے پر اس کی نظریں جم کر رہ گئیں۔

جولیا... بے ساختہ تنویر کے منہ سے نکلا۔ وہ نہانے کے مختصر لباس میں بہت حسین نظر آ رہی تھی۔ اس کا سڈول اور نرم و نازک جسم دھوپ میں چمک رہا تھا۔ اور وہ ٹکٹکی باندھے تالاب کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ تنہا ہی تھی۔ پھر تنویر تیز تیز قدموں سے اس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ لیکن نزدیک پہنچکر اسے مایوسی ہی ہوئی تھی۔

وہ جولیا نہیں تھی۔ مگر اس کا جسم اس کے اعضا اس کے بال اور رنگت وغیرہ بالکل جولیا کی مانند تھی۔ بس چہرے میں ذرا سا فرق تھا۔ ورنہ اسے دور سے دیکھ کر جولیا ہی کہا جا سکتا تھا۔

بہرحال تنویر واپس لوٹنا نہیں چاہتا تھا۔ جولیا کی ہمشکل وہ خوب صورت لڑکی اسے بہت اچھی لگی تھی۔ اور اب اس کی للچائی ہوئی نظریں لڑکی کے نیم برہنہ جسم پر پڑ رہی تھیں۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.Com

لڑکی کے دائیں بائیں والی کرسیاں خالی ہی تھیں۔ تنویر اس کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔ لڑکی نے چونک کر تنویر پر نظر ڈالی۔ اور پھر تالاب کی طرف دیکھنے لگی۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں۔؟" تنویر نے نہایت مہذب لہجہ میں پوچھا۔

"جی... جی ہاں۔ تشریف رکھیئے۔" لڑکی نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ اور تنویر چونک پڑا۔ آواز بالکل جولیا کی سی تھی۔

"تو کیا یہ جولیا ہی ہے۔؟" تنویر سوچنے لگا۔

اور کیا یہ میک اپ میں ہے۔ مگر... جولیا کو غائب ہوئے تو کئی روز گزر چکے ہیں۔ اور اگر یہ جولیا ہی ہے تو اسے میک اپ کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ خیر ابھی پتہ چل جائے گا۔؟ تنویر نے خیالات کو ذہن سے جھٹک دیا۔ پھر اس نے لڑکی کو مخاطب کئے بغیر کہا۔

"کتنی حسین جگہ ہے۔؟"

"آہاں... ہاں...!" لڑکی نے گردن گھما کر تنویر کی طرف دیکھا۔ "واقعی بڑی شاندار جگہ ہے۔ کیا آپ اکثر یہاں آتے رہتے ہیں۔"

"نہیں۔!" تنویر نے جواب دیا۔ "میں یہاں پہلی مرتبہ آیا ہوں۔"

"میری گڈ۔!" لڑکی نے جواب دیا۔ "میں بھی پہلی بار یہاں آئی ہوں۔ میرا نام فرانسیس ہارگریٹ ہے۔"

"بہت خوب۔!" تنویر نے گردن کو خم دے کر کہا۔ "بہت خوب صورت نام ہے آپ کا۔ مجھے تنویر کہتے ہیں۔"

"ایکسیلنٹ۔!" لڑکی نے آہستہ سے کہا۔ "مگر ناموں کی خوب صورتی سے کچھ نہیں ہوتا۔ آدمی کو خود خوب صورت ہونا چاہیئے۔ کیا نام کی طرح میرا بدن خوب صورت نہیں ہے۔؟" لڑکی نے اپنی برہنہ اور سڈول باہوں کی طرف اشارہ کیا۔

تنویر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ اسے لڑکی کے اس قدر بے تکلف ہو جانے کی توقع نہیں تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"بے حد خوب صورت ہیں آپ!! بہت خوب صورت جسم ہے آپ کا۔"

"آپ نے نہانے کا لباس نہیں پہنا۔؟" لڑکی نے پوچھا۔

"مجھے تیرنا نہیں آتا۔!" تنویر نے جواب دیا۔ "میں اگر پانی میں چلا جاؤں۔ اور اس حسین زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھوں۔ بس دوسروں کو نہاتا دیکھ کر خوش ہو لیتا ہوں۔"

"آپ بھی میری طرح ہیں۔" لڑکی نے مسکرا کر کہا۔ "پانی سے مجھے بھی ڈر لگتا ہے۔ اپنے شوق کی تکمیل کے لئے یہ لباس پہن لیا کرتی ہوں۔"

"پھر ہم دونوں ایک ہی ناؤ پر سوار ہیں۔" تنویر نے اس کے برہنہ جسم کو بھرپور نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔!" لڑکی نے ایک نیا مست تیز انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔ "مجھے بھی آپ جیسے ساتھی کی ضرورت تھی۔ میں اس شہر میں نئی ہوں نا۔ اور دوست آسانی سے بنائے بھی نہیں جا سکتے۔"

"تو کیا آپ اس شہر کی رہنے والی نہیں ہیں۔؟" تنویر نے حیرت

Yaqar Azeem
Pakistanipoint.com

سے پوچھا۔

"نہیں۔! لڑکی نے جواب دیا۔ میں اپنے ڈیڈی کے ساتھ تفریح کی غرض سے ایک مہینہ کے لئے یہاں آئی ہوں۔ ہم گرینڈ ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ ویسے میرے ڈیڈی نہایت آزاد خیال ہیں۔ اور وہ مجھ پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کرتے۔"

"خوش نصیب ہیں آپ۔! تنویر نے کہا۔ اس کی نظریں مسلسل لڑکی کے جسم کا طواف کر رہی تھیں۔ اسے اپنے جذبات پر قابو پانا مشکل ہو گیا تھا۔ وہ سوچنے لگا۔ جولیا نہ سہی۔ جولیا کی ہمشکل ہی سہی جسم تو اس کا بھی بہت خوب صورت ہے۔

پھر اسے اپنی انگلی پر دباؤ سا محسوس ہوا۔ تنویر نے نیچے نظر کی لڑکی کا پیر اس کے پیر پر رکھا ہوا تھا۔

تنویر پر عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی۔ وہ مدہوش ہوا جا رہا تھا پھر وہ لڑکی کی طرف جھک کر بولا۔

"کتنی پیاری ہیں آپ۔!"

"تم بھی تو کم نہیں ڈیئر!" وہ بے تکلفی پر اتر آئی۔ "تمہارا جسم کتنا خوب صورت اور ٹھوس ہے۔"

"میں کتنی خوش نصیب ہوں۔"

"تمہاری کلائیوں پر یہ سیاہ بال کتنے حسین لگ رہے ہیں۔ لڑکی نے تنویر کی کلائیاں اپنے ہاتھ میں تھام لیں۔

"اور تمہارے رخسار۔" تنویر کہہ رہا تھا۔ "قندہاری انار کی مانند ہیں اور تمہاری آنکھیں۔ جیسے پورا شراب خانہ ان کے اندر موجود ہو۔"

پھر لڑکی نے ایک تو یہ تھکن انگڑائی لی۔ پھر اس طرح طویل سانس کھینچی جیسے تھکن محسوس کر رہی ہو۔ پھر اچانک وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اب میں چلوں گی۔ کیا تم آج شب میرے مہمان بننا پسند کرو گے۔"

"ضرور۔ ضرور۔" تنویر جیسے کھل اٹھا ہو۔ "یہ میری خوش نصیبی"

"پھر آؤ۔" لڑکی نے تنویر کا بازو تھام لیا۔ "میری گاڑی عمارت کے عقب میں موجود ہے۔"

تنویر بے دام غلام کی طرح اس کے ساتھ ہو لیا پھر وہ ایک لمبی شیورلیٹ کے نزدیک پہنچ گئے۔ لڑکی نے اسٹیرنگ سیٹ سنبھال لی اور تنویر دوسرے گیٹ سے داخل ہو کر اس کے برابر ہی بیٹھ گیا۔ اس کا جسم لڑکی کے جسم سے مس ہو رہا تھا۔ اور ابھی لڑکی نے گیئر نہیں لگایا تھا کہ اچانک پچھلی سیٹ سے ایک ہاتھ بلند ہوا۔ اور تنویر کے سر پر ایک شدید ضرب پڑی۔ تنویر کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچ گئے۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھنے کی کوشش کی تھی۔ مگر... وہ اس سے پہلے ہی بے ہوش ہو گیا تھا۔ اس کی گردن ایک جانب ڈھلک گئی تھی۔ اور وہ بے جان سا ہو کر لڑکی پر آ پڑا تھا۔ اسی وقت پچھلی نشست سے ایک کالے رنگ کی نگرڈی عورت برآمد ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک موٹا سریا تھا۔ جسے اس نے وہیں سیٹ کے نیچے ڈال دیا پھر

Faqar Azeem
Pakistanipoint.com

اس نے آگے پہنچکر تنویر کو اٹھایا اور سیٹ کی پشت گاہ کے اوپر ہی سے پچھلی نشست کی طرف دھکیل دیا۔

کچھ دیر بعد شیورلیٹ کار سوئمنگ پول کی حدود سے نکل کر تیزی سے سڑک پر دوڑ رہی تھی۔

نادرہ نوصیف کی رہائش گاہ پر آج پھر کاروں کا ہجوم تھا کانفرنس روم میں تل دھرنے کو جگہ نہیں تھی۔ تحریک آزادی نسواں کی ممبران کی تعداد بہت بڑھ چکی تھی۔ بے شمار نئے چہرے نظر آرہے تھے اور ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔

سب سے پہلے نادرہ نوصیف نے سرخ پردے کے عقب سے برآمد ہوکر ولولہ انگیز تقریر کی تھی۔ اس نے تقریر میں کہا تھا۔

"ہم۔ توقعات سے کہیں بڑھ کر کامیابی حاصل کر چکے ہیں اور عنقریب پوری دنیا میں ایک عظیم انقلاب آجائے گا۔ وہ دن دور نہیں جب مرد کی حیثیت یکسر ختم ہو جائے گی اور اس دنیا میں عورت اور صرف عورت کا راج ہوگا۔"

اور پھر تنظیم کی کئی سرکردہ ممبران نے باری باری اسٹیج پر آکر تقاریر کیں۔ ان کی آوازوں میں غضب کا جوش تھا۔ اور وہ پیشہ ور

سیاسی لیڈروں پر سبقت لیجانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

سب سے آخر میں اسٹیج پر آنے والی ایک دبلی پتلی سی عورت تھی اس نے نفیس لباس پہن رکھا تھا اور وہ کچھ زیادہ ہی جوش و خروش سے بول رہی تھی۔ یہ عورت شہزادی کی معتمد خاص تھی۔ اور تمام بیرونی کام اسی کے ذمے تھے۔ وہ ملک کے سب سے بڑے صنعت کار سیٹھ ہارون بھائی کی بیوی تھی۔ گو اس کے یہاں دولت کی کمی نہ تھی۔ لیکن وہ شہزادی کے پروگرام اور اس کی تنظیم میں پیش پیش تھی۔ اسے لیڈی ہارون کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

پھر اجلاس ختم ہوگیا۔ عورتیں ہال سے باہر نکلنے لگیں لیکن لیڈی ہارون اسٹیج پر ہی رکی رہی تھی۔

کچھ دیر بعد ہال خالی ہوگیا۔ اور لیڈی ہارون اب اسی سرخ پردے کی طرف بڑھ رہی تھی جہاں سے شہزادی برآمد ہوکر اندر چلی گئی تھی۔

لیڈی ہارون نے آہستہ سے پردہ کھسکایا۔ وہ ایک مختصر کمرہ تھا۔ اندر ایک ٹیبل اور اس کے گرد چند کرسیاں پڑی تھیں اور شہزادی سامنے کی کرسی پر نیم دراز تھی۔

لیڈی ہارون تعظیماً جھکی۔ پھر شہزادی کے اشارے پر اس کے مقابل کرسی پر بیٹھ گئی۔

"کیا رپورٹ ہے۔؟" شہزادی نے پوچھا تھا۔

"رپورٹ نہایت اچھی ہے!" لیڈی ہارون کہنے لگی۔ "ہماری تحریک

Wajar Azeem
Pakistanipoint.Com

عورتوں میں بیحد مقبول ہوتی جا رہی ہے۔ اور بہت تیزی سے ممبر بن رہی ہیں۔؟"

"ان عورتوں کا کیا عالم ہے جو یہاں سے مرد بنا کر بھیجی گئی ہیں۔؟"

"وہ سب ٹھیک ہے شہزادی۔ لیڈی ہارون نے جواب دیا۔ ڈاکٹر ٹھیک کچھ معلوم نہیں کر سکے ہیں۔ البتہ ان کی حیرت بڑھتی جا رہی ہے ماہرین کی ایک جماعت نے ایک عورت کو دوبارہ مرد بنانے کی کوشش کی تھی مگر...!"

"مگر کیا...؟" شہزادی نے تیزی سے پوچھا۔

"وہ مر گئی۔!"

"ہوں۔" شہزادی مطمئن لہجہ میں بولی۔ وہ کبھی کچھ معلوم نہیں کر سکیں گے۔ میں چاہوں تو ان سب بڑے بڑے اور شہرہ آفاق ماہرین کو لپسو کی طرح مسل دوں۔ لیکن... لیکن میں انہیں عورت بناؤں گی۔ یہ بڑا دلچسپ ہوگا۔ کیونکہ اس کے بعد وہ میرے لئے ہی کام کریں گے۔ اور اپنا سر میرے قدموں پر جھکانے میں فخر محسوس کریں گے۔"

"بیشک۔ لیڈی ہارون نے کہا۔ ایسا ہی ہوگا۔

"تم غریب اور نادار عورتوں کی دل کھول کر امداد کرتی رہو۔ شہزادی کہنے لگی۔ پیسے ہی سے سب کچھ خریدا جا سکتا ہے۔ تاہم میں موجودہ حالت کو ختم کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ میں اس وقت ایک ایسا انجکشن بنانے میں مصروف ہوں جو بغیر آپریشن اور ایٹمی

مل کے کسی مرد کو عورت بنا دے۔

"اوہ۔! لیڈی ہارون کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔ اس وقت ہمارا کام بہت آسان ہو جائے گا۔"

"یقیناً۔" شہزادی نے کہا۔ مگر تم اپنے کام کو برابر جاری رکھو۔"

پھر اس نے میز کی دراز سے ایک لفافہ نکالا۔ اور لیڈی ہارون کی طرف بڑھا دیا۔ پھر وہ کہنے لگی۔

"یہ ڈھائی لاکھ کا چیک ہے۔ تم اس کا مصرف سمجھ گئی ہو گی۔ نادار عورتوں کی دل کھول کر امداد کرو اور انہیں تنظیم سے روشناس کراؤ۔"

لیڈی ہارون نے لفافہ جیب میں رکھ لیا۔ پھر کہنے لگی۔

"سب کام پروگرام کے مطابق ہی ہوگا۔ میں اس رقم میں مزید ڈھائی لاکھ کا اضافہ کر دوں گی۔"

"ویری گڈ۔" شہزادی نے کہا۔ مجھے تم سے بڑی توقعات ہیں۔"

وہ چند لمحے خاموش رہ کر کہنے لگی۔

"کیا تنظیم میں کوئی ایسی عورت ہے جس پر میں مکمل اعتماد کر سکوں اور جو میری معاون بن سکے۔"

لیڈی ہارون نے ایک لمحہ غور کیا۔ پھر بولی۔

"تنظیم میں ایسی بہت سی عورتیں ہیں جن پر کلی اعتماد کیا جا سکتا ہے مگر... مگر ڈاکٹر کلاؤڈ کو کیا ہوا۔"

اس پر فالج کا حملہ ہوا ہے۔ شہزادی کہنے لگی۔ میں اسے ٹھیک

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ اور تم جانتی ہو کہ مسز جمشید پہلے ہی انتقال کر چکی ہے۔ ان حالات میں مجھے ایک عورت کی شدید ضرورت ہے جو ڈاکٹر کلاوٹ کی جگہ سنبھال سکے۔!"

"میں کل ہی کوئی بندوبست کر دوں گی۔ لیڈی ہارون نے کہا۔ تنظیم کی ہر عورت خون کا آخری قطرہ تک بہانے کو تیار ہے۔"

"مجھے یہی امید تھی۔ شہزادی نے کہا۔ پھر وہ اٹھ گئی۔ اور لیڈی ہارون اس سے رخصت ہو کر ہال کے باہر آ گئی۔ اب وہ اپنی سرخ بیوک کی طرف بڑھ رہی تھی۔

پھر لیڈی ہارون کی کار ایک زناٹے کے ساتھ گیٹ سے نکلی تھی اور سڑک پر تیزی سے پھسلتی جا رہی تھی۔ مگر لیڈی ہارون اس سے بے خبر تھی کہ ایک ٹیکسی اس کے تعاقب میں لگی ہوئی ہے۔

لیڈی ہارون کے ڈرائنگ روم میں بلبی تڑنگی اور سرخ و سفید عورت کافی دیر سے بیٹھی ہوئی تھی۔

اس نے سفید رنگ کی ایک معمولی سی سوتی ساڑھی باندھ رکھی تھی۔ اور اس کا چہرہ رنج و الم میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ کوئی مصیبت زدہ عورت معلوم ہوتی تھی۔ عمر کے حساب سے وہ ادھیڑ ہی تھی۔

کچھ دیر بعد لیڈی ہارون ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔

اور وہ عورت تعظیماً کھڑی ہو گئی۔ لیڈی ہارون نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر خود بھی ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔

"کیا نام ہے تمہارا۔؟"

"حمیدہ۔" عورت نے مغموم لہجہ میں جواب دیا۔

"تمہارا شوہر کیا کام کرتا ہے۔؟"

"اب میرا کوئی شوہر نہیں ہے۔! عورت بدستور رنجیدہ تھی۔ میں اس بدبخت سے طلاق لے چکی ہوں۔"

"کیوں۔! کیا وہ تمہیں مارتا ہے۔ لیڈی ہارون نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ اس کے علاوہ وہ عورتوں کا کاروبار کرتا تھا۔ اس نے مجھے بھی اس راہ پر لگانا چاہا لیکن میں عصمت جیسے آبدار موتی کو یوں سرعام لٹانے پر تیار نہ ہوئی۔ تب اس نے مجھے قتل کر دینے کی دھمکی دی اور ایک روز موقع پا کر اس کے گھر سے فرار ہو گئی۔ پھر میں نے عدالت سے طلاق حاصل کر لی۔"

"کیا تم اب پھر شادی کرنا چاہتی ہو۔؟" لیڈی ہارون نے دریافت کیا۔

"نہیں۔! حمیدہ نے حقارت آمیز لہجہ میں کہا۔ مجھے مردوں سے نفرت ہو گئی ہے۔ میں ان کی شکلوں پر تھوکنا تک گوارہ نہیں کرتی۔"

"ویری گڈ۔ لیڈی ہارون نے تعریفی لہجہ میں کہا۔ یہ مرد اس قابل ہیں۔ ویسے اب تمہارا پروگرام کیا ہے۔"

"میں اس دنیا سے عاجز ہو گئی ہوں۔" حمیدہ نے جواب دیا۔ میں چاہتی ہوں کسی جگہ ملازمت کر کے باقی عمر سکون اور اطمینان سے گزار دوں۔؟"

Nasir Azeem
Pakistanipoint.com

"تمہارا گھر کہاں ہے۔؟" لیڈی ہارون نے پوچھا۔

"میرا کوئی گھر نہیں ہے۔" حمیدہ نے افسردہ آواز میں کہا۔ میرا کوئی رشتہ دار بھی نہیں ہے۔ میں اپنی ایک غریب سہیلی کے یہاں مقیم ہوں۔ مجھے پتہ چلا تھا کہ آپ بیحد غریب پرور ہیں۔ اور نادار عورتوں کی سرپرستی فرماتی ہیں۔ اسی لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ لیڈی ہارون نے کہا۔ میں تمہاری امداد کر سکتی ہوں اور تم چاہو تو تمہیں ملازمت بھی دلوا سکتی ہوں۔"

"میں آپ کا یہ احسان عمر بھر نہ بھولوں گی۔" حمیدہ نے تشکر آمیز لہجہ میں کہا۔ خدا آپ کو اس کا اجر دے گا۔"

"یہ کوئی اہم بات نہیں ہے۔ لیڈی ہارون نے انکساری سے جواب دیا۔ ایک انسان کا فرض ہے کہ وہ دوسرے کی مدد کرے۔"

"یقیناً۔ حمیدہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ اگر دنیا کے تمام انسان آپ جیسے جذبات رکھنے لگیں تو یہاں کوئی مصیبت زدہ نہ رہے۔

لیڈی ہارون خاموش ہی رہی تھی۔

پھر اس نے پانچ سو روپے کا ایک نوٹ حمیدہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"لو اپنی ضروریات کیلئے یہ رقم اپنے پاس رکھو۔ پھر تم کل اسی وقت مجھ سے ملاقات کرو۔ میں تمہارے لئے کسی اچھی ملازمت کا بندوبست کر دوں گی۔"

حمیدہ نے نوٹ لے لیا۔ اس کی آنکھوں میں تشکر اور احسانمندی کے آنسو تھے۔ پھر وہ آنسو ڈھلک کر اس کے رخساروں پر آ گئے۔ وہ فرط جذبات سے رونے لگی تھی۔

"تم غم نہ کرو۔ لیڈی ہارون نے کہا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اب تم جاؤ۔ اور کل ضرور مجھ سے آ کر ملو۔"

حمیدہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ مگر اس کی آنکھوں سے ابھی تک رواں تھے۔ پھر اس نے لیڈی ہارون کو سلام کیا۔ اور نوٹ سنبھالتی ہوئی باہر آ گئی۔

حمیدہ کو کچھ معلوم نہ تھا کہ وہ اس سجے سجائے اور آراستہ کمرے میں کس طرح پہنچی۔ اسے بس اتنا یاد ہے کہ دوسرے دن جب وہ ملازمت کی غرض سے لیڈی ہارون کی رہائش گاہ پہنچی تھی اور پھر لیڈی ہارون سے اپنی کار میں لے کر روانہ ہوئی تھی۔ اس کے بعد کے حالات کا اسے کوئی علم نہ تھا۔ پھر وہ بستر سے اٹھی اور کمرے سے ملحق باتھ روم میں چلی گئی۔ اس کے چہرے پر عجیب مسکراہٹ تھی۔

کچھ دیر بعد وہ باتھ روم سے واپس آ گئی۔ تب اچانک اسے اپنی بائیں ہاتھ میں کچھ سختی کا احساس ہوا جیسے کھال سکڑ گئی ہو۔ اور ابھی وہ اس پر غور ہی کر رہی تھی کہ اچانک دروازہ کھلا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اور ایک خوبصورت سی لڑکی اندر داخل ہوئی۔

"آپ کو شہزادی یاد فرماتی ہیں۔" لڑکی نے آہستہ سے کہا۔

"شہزادی۔۔ کون شہزادی۔؟ حمیدہ حونک کر بولی۔ کیا میں کسی بادشاہ کے محل میں ہوں۔"

مگر لڑکی نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے دوبارہ کہا۔

"شہزادی آپ کی منتظر ہیں۔" پھر حمیدہ اس لڑکی کے ساتھ چل پڑی۔ اور کچھ دیر بعد ایک طویل راہداری سے گذر کر لڑکی اسے لیے ہوئے ایک کمرے میں داخل ہو گئی۔ یہاں شہزادی ایک صوفے پر نیم دراز سگریٹ کے ہلکے ہلکے کش لے رہی تھی۔ اور اس کے سامنے ایک کرسی پر لیڈی ہارون بیٹھی تھی۔ لڑکی دروازہ سے ہی لوٹ گئی تھی۔ اور لیڈی ہارون نے حمیدہ کو دیکھ کر کہا تھا۔

"آؤ۔ آؤ۔ شہزادی تمہیں دیکھنا چاہتی ہیں۔"

حمیدہ نے جھک کر شہزادی کو سلام کیا۔ اور خاموشی سے مودب کھڑی ہو گئی۔ شہزادی نے نظر بھر کر حمیدہ کی طرف دیکھا۔ پھر لیڈی ہارون سے کہنے لگی۔

"کیا اسے تنظیم کے مقاصد سے آگاہ کر دیا گیا ہے۔؟"

"نہیں شہزادی۔ لیڈی ہارون نے کہا۔ ابھی اسے کچھ نہیں بتایا گیا ہے"

پھر شہزادی نے حمیدہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں لیڈی ہارون سے تمہارے متعلق سب کچھ سن چکی ہوں لیکن

سب سے پہلے تمہیں ایک آزمائشی مرحلے سے گذرنا پڑیگا تاکہ میں تم پر اعتماد کر سکوں۔"

"میں ہر آزمائش کیلئے تیار ہوں شہزادی! حمیدہ نے کہا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ میرے کام کو پسند فرمائیں گی۔"

پھر شہزادی نے صوفے کے دائیں جانب لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا اور نزدیک ہی کہیں گھنٹی بجنے لگی۔ اور کچھ دیر بعد ہی ایک موٹی اور کالی بھجنگ عورت اندر داخل ہوئی۔

"راڈ اور ہیڑ۔" شہزادی نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

اور چند منٹ بعد کالی عورت واپس آئی تو اسکے ایک ہاتھ میں بجلی کا ہیڑ اور دوسرے میں لوہے کی موٹی سلاخ تھی۔ اس نے ہیڑ فرش پر رکھ کر اس کے اوپر وہ موٹی سلاخ رکھ دی۔ پھر وہ سوئچ بورڈ کی طرف بڑھ گئی۔ اور دوسرے ہی لمحہ ہیڑ آن ہو گیا۔ اور لوہے کی سلاخ تدریج سرخ ہونے لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے سلاخ سرخ انگارہ بن گئی۔ اور اس سے آگ کی لپٹیں نکلنے لگیں۔ کمرے میں موت کا سا سکوت طاری تھا۔ اور پھر اس سکوت کو توڑتی ہوئی شہزادی کی مترنم آواز کمرے میں گونجی۔

"سنو۔!" وہ حمیدہ سے کہہ رہی تھی۔ آگے بڑھو۔ اور اس جلتی ہوئی سلاخ کو اپنے ہاتھ میں اٹھا لو۔"

حمیدہ نے شہزادی اور لیڈی ہارون کی طرف دیکھا پھر وہ ہیڑ کی طرف دیکھنے لگی۔ جہاں لوہے کی دہکتی ہوئی سلاخ سے شعلے نکل رہے

Nawaar Azeem
Pakistanipoint.com

تھے۔ شاید بہادر سے بہادر آدمی بھی اسے ہاتھ میں اٹھانے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔

"یہ تمہارا امتحان ہے۔" شہزادی نے پھر کہا۔ اور غور سے حمیدہ کی طرف دیکھنے لگی۔ مگر حمیدہ کے چہرے پر گھبراہٹ یا خوف و دہشت کا کوئی تاثر نہ تھا؟ وہ ہیڑ کی طرف بڑھی۔ اور اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

"ٹھہرو!" شہزادی نے اچانک تیز آواز میں کہا۔ "تمہیں اس سلاخ کو بائیں ہاتھ سے اٹھانا ہوگا۔"

حمیدہ نے اپنے دائیں ہاتھ پر نظر ڈالی۔ اور پھر لپک کر دہکتی ہوئی سلاخ کو اپنے بائیں ہاتھ میں اٹھا لیا۔ لیکن اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جبکہ اسے ہاتھ میں ذرا سی بھی تپش اور جلن کا احساس نہ ہوا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نے ٹھنڈے لوہے کو اپنے ہاتھ میں اٹھا رکھا ہو۔

"آہا ہا ہا۔" شہزادی کا فلک شگاف قہقہہ کمرے میں گونجا۔ پھر اس نے حمیدہ سے کہا۔

"اسے پھینک دو۔ تم امتحان میں کامیاب ہو گئی ہو۔ تمہارے بائیں ہاتھ پر پہلے ہی ایک ایسا عرق لگا دیا گیا تھا جس پر آگ اثر نہیں کرتی۔ مجھے صرف تمہاری ہمت اور تمہارے جذبہ کا امتحان لینا مقصود تھا۔" حمیدہ حیرت حیرت سے شہزادی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے سلاخ پھینک دی اور اپنے ہاتھ کو دیکھنے لگی۔ مگر وہاں جلنے کا کوئی

معمولی سا نشان بھی نہ تھا۔

"اب تم اپنے کمرے میں واپس چلی جاؤ۔" شہزادی نے کہا۔ "تمہیں جلد ہی سب کچھ بتا دیا جائے گا۔"

پھر حمیدہ مڑی۔ اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

★

حمیدہ نے بہت جلد شہزادی کا اعتماد حاصل کر لیا تھا۔ اور وہ شہزادی کے عین توقعات کے مطابق ثابت ہوئی تھی۔ وہ اپنے بیان کے مطابق کچھ زیادہ پڑھی لکھی نہیں تھی لیکن اس نے ڈاکٹر کلاوٹ کا بہت سا کام سنبھال لیا تھا۔ دوسری طرف ڈاکٹر کلاوٹ بھی تیزی سے صحت یاب ہو رہی تھی۔ اور جب سے شہزادی کی تحریک کے متعلق پتہ چلا تھا تو وہ بہت خوش ہوئی تھی۔ اسکے دل میں تو خود ہی مردوں کے خلاف نفرت بھری ہوئی تھی انتقام کی آگ اس کے سینے میں بھڑک رہی تھی۔ اس وقت وہ شہزادی کے کمرے میں موجود تھی۔ شہزادی اس کی کارکردگی پر اطمینان کا اظہار کر رہی تھی اور آئندہ پروگرام کے متعلق تفصیلات بتا رہی تھی۔ پھر حمیدہ نے کہا تھا۔

"شہزادی! میں انتقام کی آگ میں تپ رہی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ رے شوہر بدبخت کو بھی عورت بنا دیا جائے۔ میں اپنی آنکھوں سے اس انجام دیکھنا چاہتی ہوں۔"

Waqar Azeem Pakistanipoint.Com

"مگر شہزادی۔! کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ۔۔۔ کہ۔۔۔

"کہو کہو۔! شہزادی نے کہا۔ تم کیا کہنا چاہتی ہو۔؟

"کوئی ایسی دوا ایجاد کر دیجیے شہزادی جو مردوں کو کھلا دی جائے اور وہ بدبخت سب کے سب ایک ہی دن میں عورت بن جائیں۔"

"میں ایک ایسا انجکشن تیار کر رہی ہوں شہزادی نے کہا۔ اور مجھے اس میں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ میں جلد ہی اسکا استعمال شروع کر دوں گی۔ کیونکہ موجودہ طریقہ کار بہت دیر طلب ہے لیکن اس وقت تک کے لئے موجودہ فارمولا پر کام جاری رہنا چاہیئے۔"

سبحان اللہ۔! حمیدہ نے جھوم کر کہا۔ یہ بہت اچھا رہے گا۔ بس چلتے چلتے کسی مرد کے انجکشن دیا اور گھر پہنچتے پہنچتے وہ عورت بن گیا۔

"میرا نظریہ یہی ہے شہزادی نے کہا۔ خیر اب تم جاؤ۔ اور کل سے مردوں کو اغوا کرنا شروع کر دو اور اپنے اس شوہر کو بھی پکڑ لاؤ پھر تم اس کا حشر دیکھ لو گی۔"

"یہ تو میری دلی تمنا ہے۔ حمیدہ نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ مگر میں نے سنا ہے وہ بدبخت کسی اور شہر چلا گیا ہے۔"

"خیر۔ تم اس کی تلاش جاری رکھو۔"

"بہتر ہے شہزادی۔! حمیدہ نے کہا اور پھر کمرے سے نکل آئی۔

★

ٹیلیفون کی گھنٹی بجتے ہی صفدر نے ریسیور اٹھا لیا تھا۔

"صفدر اسپیکنگ۔!"

"ایکسٹو۔۔۔ رپورٹ!!"

"یہ کچھ مشکل نہیں ہے۔! شہزادی نے کہا۔ تم اسے اغوا کر لاؤ پھر میں تمہارے سامنے ہمیشہ کیلئے مردانہ خصوصیات سے اسے محروم کر دوں گی۔ اسکے علاوہ ڈاکٹر کلاوڈ اب ٹھیک ہو چکے ہے۔ اور تمہارے فرائض میں بھی شامل ہو گا کہ تم مردوں کو اغوا کر کے لاؤ۔"

"بہتر ہے شہزادی۔ میں ہر حکم بجا لانے کیلئے تیار ہوں۔ میں اس دن کا بے چینی سے انتظار کر رہی ہوں جب اس دنیا پر مردوں کی بجائے عورتوں کی حکومت ہو گی۔ آہ! کتنا دلچسپ ہو گا کہ مرد عورت کا محکوم ہو جائیگا اور عورت جب چاہے گی اسے میری طرح پیٹ سکے گی

"تم بہت زیادہ جذباتی ہو۔! شہزادی نے کہا۔ تاہم بہت جلد وہ وقت آ جائیگا۔ پس تم اپنے کام کو زیادہ تندہی سے انجام دو۔"

"میں بالکل کوتاہی نہیں برتوں گی شہزادی۔ حمیدہ نے کسی معصوم بچے کی مانند خوش ہو کر کہا۔ میں تو اس وقت کی شدت سے منتظر ہوں جب مرد گھر میں بیٹھ کر برتن مانجھے گا۔ ہانڈی چولہا کرے گا۔ اور بچوں کو کھلایا کرے گا۔ اور عورت وہ تمام ذمہ داری سنبھال لے گی جن پر بدبخت مرد نے قبضہ کر رکھا ہے۔"

"ایسا ہی ہو گا شہزادی نے کہا۔ بہر حال تم زیادہ سے زیادہ مردوں کو اغوا کر کے لاؤ تاکہ کام میں تیزی پیدا ہو اور ہم جلد اپنے مقصد کو پا لیں۔"

"یقیناً۔۔۔ یقیناً۔! حمیدہ بیوقوفوں کی طرح سر ہلانے لگی پھر بولی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

"جناب ابھی تک کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ تنویر کئی روز سے لاپتہ ہے۔"

"یہ مجھے معلوم ہے۔ ایکسٹو کی غراتی ہوئی آواز آئی۔ تم سب لوگ ناکارہ اور نکمے ہوتے جا رہے ہو۔ شہر میں وارداتوں کا زور بڑھ گیا ہے ہر طرف بے چینی اور سراسیمگی ہے اور تم لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہو۔"

"جناب... صفدر کہہ رہا تھا۔ چوہان۔ صدیقی، خاور اور نعمانی شہر کے چپہ چپہ کی گشت کر رہے ہیں۔ انہوں نے کئی مشتبہ افراد کا تعاقب بھی کیا تھا۔ مگر وہ سب معزز آدمی نکلے۔"

"ہوں۔ صفدر نے پھر ایکسٹو کی غراہٹ سنی۔ اسکا مطلب ہے تم لوگ مجرم سے شکست کھا چکے ہو اور اس سے خائف ہو گئے ہو میں تم سب کیلئے چوڑیوں کا بندوبست کروں مگر صفدر خاموش ہی رہا تھا! ایکسٹو کی آواز پھر آئی۔ مجرم کو ہر صورت اور جلد گرفتار کیا جانا چاہیئے۔ اب تم بھی ٹیلیفون چھوڑ کر باقی لوگوں سے جا ملو اور ہر گرگی سے مجرم کی تلاش شروع کر دو میں جلد مجرم کو قانون کی گرفت میں دیکھنا چاہتا ہوں اور اگر تم لوگ کسی وقت یہ محسوس کرو کہ تمہیں اغوا کیا جا رہا ہے تو تم کوئی مزاحمت نہیں کرو گے بلکہ آسانی سے اغوا ہو جاؤ گے اور وہاں کے حالات کا پتہ چلاؤ گے۔ تم سب لوگوں کو یہ پیغام پہنچا دو... پھر سلسلہ منقطع ہو گیا صفدر نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ پھر اس نے لباس تبدیل کیا اور دروازہ مقفل کر کے نیچے آ گیا۔ اب وہ اپنے ساتھیوں کی تلاش میں تھا۔ ویسے ان کو تلاش کرنا کچھ زیادہ مشکل بھی نہیں تھا کیونکہ شہر میں مردوں کی تعداد بہت کم تھی زیادہ تر عورتیں نظر آ رہی تھیں۔ اور پھر صفدر کو وہ

سب ایک کیفے میں بیٹھے ہوئے نظر آ گئے۔ وہ ٹہل سے نظر آ رہے تھے اور ان کے چہروں پر تھکن اور پریشانی کے آثار تھے۔

"کیا رہا۔؟" صفدر نے قریب آ کر پوچھا۔

"کچھ نہیں رہا۔" چوہان نے عجیب سا منہ بنا کر کہا۔ سمجھ میں نہیں آتا کسے پکڑیں اور کس کا تعاقب کریں۔"

"میرا تو خیال ہے مجرم کوئی انسان نہیں ہے۔" نعمانی نے کہا۔

"پھر۔؟" صفدر نے پوچھا۔

"پھر یہ کہ وہ کوئی جن بھوت یا بد روح ہی ہو سکتا ہے۔"

"آہا ہا ہا ہا۔ صفدر زور سے ہنسا پھر اس نے ایکسٹو کا حکم کہہ سنایا۔

"ہوں۔" چوہان نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اسکا مقصد ہے ایکسٹو ہم سب کو عورت بنوا دینا چاہتا ہے۔"

"اب جو کچھ بھی ہو۔" صفدر نے کہا۔ یہ ایکسٹو کا حکم ہے۔"

"اور اگر تنویر اس وقت یہاں موجود ہوتا تو ایکسٹو کے اس حکم پر اسے مغلظات سنانا شروع کر دیتا۔" نعمانی نے کہا۔

مگر اسوقت تو وہ بے چارہ عورت بننے کے مراحل سے گزر رہا ہوگا۔ خاور نے مسکرا کر کہا اور واقعات پر سب ہی ہنس پڑے پھر بل ادا کر کے وہ سب کیفے کے باہر آ گئے اور مختلف سمتوں میں چل پڑے۔ خاور اور صفدر ساتھ ساتھ تھے پھر ایک چوراہے پر وہ بھی ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اسوقت صفدر گرین اسکوائر کے نزدیک سے گزر رہا تھا جب اسکے آگے چلتی ہوئی ایک بلی نما عورت اچانک سڑک پر گری۔ اور گر کر بیہوش ہو گئی۔

Nagar Azeem Pakistanipoint.Com

صفدر سو رہا تھا اور زمین پر گری ہوئی عورت کو دیکھنے لگا۔ اسی وقت ایک لمبی کار اس جگہ آکر رکی اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی ہوئی عورت نے سر نکال کر صفدر سے پوچھا۔ "کیا ہوا۔؟"

"یہ اچانک گر کر بیہوش ہو گئیں۔" صفدر نے جواب دیا۔

"اوہ۔" عورت نے افسردہ لہجہ میں کہا۔ یہ مرض بہت خطرناک ہوتا ہے۔ آپ انہیں میری کار کی پچھلی سیٹ پر ڈال دیں۔ انہیں فوراً ہاسپٹل پہنچا دینا چاہیئے۔"

"ضرور ضرور۔" صفدر نے کہا۔ پھر چند راہگیروں کی مدد سے بیہوش عورت کو کار کی پچھلی نشست پر لٹا دیا۔

"بیٹھیے۔" ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی ہوئی عورت نے صفدر سے کہا۔ کیا آپ اس نیک کام میں میرا ہاتھ نہیں بٹائیں گے۔"

"جی۔" صفدر کا سوالیہ نشان بن گیا۔

"دراصل۔" عورت نے کہا۔ مجھے ہاسپٹل کا راستہ معلوم نہیں ہے۔ براہ کرم آپ بھی میرے ساتھ چلیئے۔ انسانی ہمدردی کے جذبہ کے تحت صفدر انکار نہ کر سکا۔ اور دروازہ کھول کر اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحہ کار چل پڑی۔ اس کی اسپیڈ خاصی تیز تھی۔

"ادھر نہیں محترمہ۔" صفدر نے کہا۔ ہاسپٹل کا راستہ اسطرف ہے۔"

"خاموش بیٹھے رہو۔ پچھلی سیٹ سے آواز آئی۔ میرے ہاتھ میں پستول ہے۔"

"دیری گڈ۔" ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی ہوئی عورت خوشی سے چلائی۔ تمہاری ایکٹنگ بہت شاندار رہی جمیدہ۔ اور اسی لمحہ صفدر سب کچھ سمجھ چکا تھا۔

ایجنسٹ کے تمام ماتحت اغوا کر کے شہزادی کی تجربہ گاہ میں پہنچائے جا چکے تھے۔ اور انہیں اغوا کرنیوالی جمیدہ ہی تھی شہزادی جمیدہ کی کارکردگی سے بیحد خوش تھی۔ اور اسنے جمیدہ کو تجربہ گاہ کا منتظم بنا دیا تھا وہ شہزادی کا بہت زیادہ اعتماد حاصل کر چکی تھی۔ خاور صدیقی نعمانی۔ جوہان اور صفدر وغیرہ ایک ہی کمرے میں قید تھے انکے ساتھ کچھ دوسرے افراد بھی تھے۔ البتہ تنویر وہاں نہیں تھا۔ اور اس بات پر وہ سب ہی حیران تھے۔ وہ جس کمرے میں قید تھے وہاں انہیں آرام دہ بستر مہیا کئے گئے تھے۔ انہیں خوراک بھی عمدہ دی جا رہی تھی۔ اور ان کی سہولت کا ہر طرح خیال رکھا گیا تھا لیکن اسکے باوجود وہ خود کو قیدی سمجھنے پر مجبور تھے کیونکہ دروازہ میں حوالات کی طرح موٹی سلاخیں لگی ہوئی تھیں اور ایک بہت بڑا سا تالا لٹک رہا تھا۔ وہیں انہیں جولیا بھی نظر آئی تھی۔ جو بار بار ادھر ادھر آجا رہی تھی۔ صفدر نے اسکا نام لیکر اسے کئی مرتبہ آوازیں دی تھیں۔ مگر وہ ہر بار لاتعلقی سے گزر جاتی تھی۔ اور ایک مرتبہ جب خاور نے پوری قوت سے چیخ کر اسے مخاطب کیا تو دروازہ کے نزدیک آگئی۔

"کیا بات ہے۔" اس نے بگڑے ہوئے لہجہ میں پوچھا تھا۔ کیوں شور کر رہے ہو۔"

"جولیا۔" نعمانی نے کہا تھا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا تم ہم لوگوں کو نہیں پہچانتیں۔ آخر ہم لوگ کہاں ہیں۔ یہ کون سی جگہ ہے۔ مگر جولیا جواب دینے کی بجائے چیخ پڑی۔

"خاموش رہو۔ میں جولیا نہیں۔ فرانسس مارگریٹ ہوں۔ پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی چلی گئی تھی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.Com

"یہ بھی گئی ہاتھ سے۔" چوہان نے کہا۔

"ہاں۔" خاور بولا۔ "وہ تو ہمیں پہچانتی بھی نہیں۔"

"شاید وہ داشن برین ہو چکی ہے۔" صدیقی نے خیال ظاہر کیا۔

"ہو سکتا ہے۔" صفدر نے پرخیال انداز میں کہا۔ "ممکن ہے اسے ہپناٹائز کیا گیا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔" چوہان نے کہا کہ کسی سائنسی عمل کے ذریعہ اس کی یادداشت ختم کر دی گئی ہو۔"

"اسی کو داشن برین کہتے ہیں۔" صفدر نے جواب دیا۔ "بہرحال حالات بہت سنگین ہیں یہاں سے فرار کی بھی کوئی راہ نظر نہیں آتی۔"

"اب تو ہم یہاں سے عورت بنکر ہی نکلیں گے۔" خاور نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اسوقت تم ناک پر انگلی رکھ کر" اولی" کر دو گے تو اچھے معلوم ہو گے۔" تھامی نے کہا۔ اسمرتیہ کرے میں زبردست قہقہہ بلند ہوا مگر دوسرے افراد بدستور سنجیدہ اور متفکر تھے۔ یہ تو ایکسٹو کے ماتحت ہی تھے جو اس مصیبت میں گرفتار ہونے کے باوجود خوش طبعی کا اظہار کر رہے تھے۔ پھر انہیں جوزف آتا ہوا نظر آیا اسکے ایک ہاتھ میں گلاس اور دوسرے میں شراب کی بوتل تھی۔ وہ رک رک کر گلاس میں شراب انڈیلتا۔ اور ایک ہی سانس میں چڑھا جاتا۔ پھر وہ لڑکھڑاتا ہوا ان کے دروازے کے نزدیک آکر کھڑا ہو گیا۔ "تو تو۔ تمہیں شراب نہیں ملے گی" وہ جھوم جھوم کر کہہ رہا تھا۔ "شراب۔ میرے لئے ہے۔ میں جتنی چاہوں پی سکتا ہوں۔ تمہارے بابا۔ باپ کا راج نہیں ہے۔ مجھے کو کو۔ کوئی نہیں روک سکتا۔ میں دنیا کا بادشاہ ہوں۔ موموں۔ مجھے کوئی شکست

نہ دے۔ نہ۔ نہیں دے سکتا۔ سا سا۔ سمجھے۔ پھر اس کی بوتل خالی ہو گئی تھی اور اس نے بوتل اور گلاس دونوں فرش پر پٹک کر توڑ دیئے اور ڈگمگاتے ہوئے قدموں سے واپس چلا گیا۔ کچھ دیر بعد حمیدہ دروازہ کے قریب آکر رکی اس کے ساتھ چند لڑکیاں بھی تھیں۔ چند کے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھیں اور باقی کے ہاتھ میں پستول تھے۔

"خبردار۔" حمیدہ نے بلند آواز میں کہا۔ اگر کسی نے کوئی غلط حرکت کی تو بے دریغ گولی مار دی جائے گی۔ پھر اس نے جیب سے چابیوں کا گچھا نکال قفل کھولا اور ٹرے والی لڑکیوں کے ساتھ اندر داخل ہو گئی پستول والی لڑکیاں باہر ہی ٹھہری رہی تھیں اور انہوں نے پستول سیدھے کئے ہوئے تھے۔ لڑکیوں نے کھانے کی ٹرے میز پر رکھ دی تھیں۔ اور اسی وقت حمیدہ نے کوئی چیز صفدر کے ہاتھ میں تھما دی تھی۔ پھر حمیدہ لڑکیوں کے ساتھ واپس چلی گئی اور دروازہ بند کر دیا گیا۔

★

تنویر آپریشن ٹیبل پر پڑا ہوا تھا۔ اور اس کی آنکھیں بند تھیں شاید وہ بیہوش تھا۔ حمیدہ آپریشن ٹیبل کے نزدیک ہی آلات جراحی قرینے سے رکھ رہی تھی اس کے علاوہ کمرے میں اور کوئی موجود نہیں تھا۔

دفعتاً دروازہ کھلا۔ اور شہزادی اندر داخل ہوئی۔ اس کے پیچھے ڈاکٹر کلاوٹ اور لیڈی ہارون تھیں۔ وہ تینوں آپریشن ٹیبل کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

"یہ میرا آخری آپریشن ہوگا۔؟" شہزادی نے کہا۔ اور اس کے بعد میں انجکشن کا استعمال شروع کر دوں گی۔ میں نے فارمولا مکمل کر لیا ہے اور وہ سو فیصد کامیاب ثابت ہوا ہے۔

"پھر تو ہم اپنے مقصد میں جلد کامیاب ہو جائیں گے۔" لیڈی ہارون نے کہا۔

"ہاں۔! ہم بہت جلد مردوں کی دسترس سے اس دنیا کو آزاد کرا لیں گے۔ پھر ہر طرف عورتوں کا بول بالا ہوگا۔ اور مردوں کی تعداد فقط ضرورت رہ جائے گی۔ یہ ظالم مرد جو روز ازل سے کائنات پر حکمران ہے۔ عنقریب عورت کا محکوم و غلام بن کر رہ جائے گا۔ اس کی بڑائی کا جذبہ نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ اور اس کی تمام قوتیں اس سے چھین لی جائیں گی۔

پھر شہزادی نے جھک کر تنویر کے جسم کو ٹٹولا۔ اور اس کے بعد ربڑ کے دستانے اپنے دونوں ہاتھوں پر چڑھا لیے۔

حمیدہ آپریشن ٹیبل سے ذرا دور اپنے ہاتھ پشت کی جانب کئے کھڑی تھی اور نہایت انہماک سے شہزادی کی حرکات و سکنات کا مطالعہ کر رہی تھی۔

پھر شہزادی نے ایک تیز اور چمکدار نشتر اپنے ہاتھ میں اٹھا لیا۔ پھر وہ تنویر کے جسم کی جانب جھکی۔ اور نشتر والا ہاتھ حرکت میں آ گیا۔ لیکن اس سے پیشتر کہ تنویر کے جسم کے کسی حصہ پر نشتر کا گھاؤ لگتا۔

کمرے میں ایک دھماکہ ہوا۔ اور نشتر شہزادی کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا پڑا۔ ان تینوں نے یک بیک وقت نظر اٹھا کر دیکھا۔ اور پھر ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ حمیدہ بڑے خوفناک انداز میں کھڑی مسکرا رہی تھی اس کے ہاتھ میں پستول تھا اور پستول کی بیرل سے ابھی تک دھواں نکل رہا تھا۔

"تم۔! شہزادی کسی بلا کی طرح چیخی۔ یہ تمہاری کیا حرکت ہے۔"

"حرکت ہی میں برکت ہے! حمیدہ نے بھی اسی لہجہ میں جواب دیا۔

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب یہ کہ میں ذرا اپنا نشانہ آزما رہی تھی۔ ٹھیک تو ہے میرا نشانہ!

"ہوش میں آؤ۔! شہزادی چیخی۔" اور پستول پھینک دو کیا آج شراب پی لی ہے۔؟"

"نہیں۔ میں نے آج چنڈو کے ساتھ پھفوڈین کھائی ہے اور آج میں تمہیں اس آپریشن ٹیبل پر لٹا کر عورت سے مرد بنا دوں گی۔ میں آج تجربات شروع کرنے والی ہوں۔"

"شاید کسی صدمے سے پاگل ہو گئی ہے۔" لیڈی ہارون نے کہا۔

"میں ابھی اسے ٹھیک کر دوں گی! شہزادی بولی۔ ایک انجکشن اس کے حواس درست کر دیگا۔"

"مجھ پر کوئی انجکشن اثر نہیں کر سکتا۔ حمیدہ نے جواب دیا۔ میں تو سرنج کی مانند ہوں جسمیں ہر قسم کے انجکشن بھر کر لگائے جاتے ہیں مگر خود سرنج پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ میں پھر کہتی ہوں پستول پھینک دو۔" شہزادی نے گرج کر کہا۔ ورنہ نتائج کی

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

ذمہ داری تم پر ہوگی۔"

"میں پستول نہیں پھینکوں گی۔" حمیدہ نے اٹھلا کر کہا۔ "میں تم تینوں کی کھوپڑی سے گولی گزار کر یہ تجربہ کرنا چاہتی ہوں کہ کس کی کھوپڑی میں بڑا سوراخ ہوگا۔" اور پھر دوسرے ہی لمحہ پشت کی جانب سے حمیدہ کی گردن پر ایک زبردست گھونسہ پڑا۔ پستول اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا اور وہ خود بری طرح لڑکھڑا گئی۔ اس نے پیچھے گھوم کر دیکھا۔ حبشی جوزف خونخوار نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔ حمیدہ نے سنبھل کر ایک بھرپور مکہ جوزف کے جبڑے پر جڑ دیا۔ جوزف اچھل کر دیوار سے جا ٹکرایا۔ پھر وہ بھوکے شیر کی طرح مکا مان کر حمیدہ پر جھپٹا۔ مگر حمیدہ آہستگی سے ایک جانب ہٹ گئی اور گرانڈیل جوزف ایک دھماکے کے ساتھ زمین پر آ رہا۔ "میں تجھے کچا کھا جاؤں گا۔" جوزف دھاڑتا ہوا اٹھا۔

"فرور کھا جاؤ۔" حمیدہ نے کہا۔ "مگر افریقی دیوتاؤں کا قہر ٹوٹ پڑیگا۔ اور تم آسمانی باپ کے رحم سے محروم ہو جاؤ گے۔" جوزف ٹھٹھک کر رک گیا اور اسی وقت شہزادی نیچے سے چلائی۔ "شرافت علی خاں۔ یہ بچکر نہ نکلنے پائے۔ اسے ختم کر دو۔" جوزف پھر حمیدہ کی طرف بڑھا۔ مگر اسکا مکہ فضا ہی میں لہرا کر رہ گیا تھا اور حمیدہ کا ہاتھ پوری قوت سے اس کی کنپٹی پر پڑا تھا۔ جوزف فٹ بال کی طرح اچھل کر پھر دیوار سے جا ٹکرایا تھا اور اس مرتبہ وہ اٹھ نہیں سکا تھا اس کے سر سے خون کی ایک باریک لکیر فرش پر آڑی ترچھی لائن بنا رہی تھی لیکن شہزادی اتنی دیر میں فرش پر پڑا ہوا... پستول اٹھا چکی تھی۔ "اب تو بچکر نہیں جا سکتی۔ شہزادی عمران۔"

"اسے فوراً گولی مار دو۔" لیڈی ہارون اور کلاوٹ نے بیک وقت کہا اور دوسرے لمحہ شہزادی نے فائر جھونک دیا تھا۔ مگر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ حمیدہ اسی انداز میں کھڑی مسکرا رہی ہے۔ وہ تیزی سے اچھل کر ایک جانب ذرا سی ہٹ گئی تھی۔ "مجھ پر گولیاں بے اثر ہیں کرتیں۔ حمیدہ نے تمسخرانہ ... انداز میں کہا

"ایک راؤنڈ اور آزماؤ!" شہزادی نے جھنجھلا کر پھر فائر کر دیا۔ مگر حمیدہ پھر ایک جانب کھسک گئی تھی۔ پھر شاید شہزادی پاگل ہی ہو گئی تھی۔ اس نے یکے بعد دیگرے پانچوں گولیاں فائر کر دیں۔ مگر حمیدہ ابھی اسی طرح کھڑی مسکرا رہی تھی۔

"کیا اب توپ منگواؤں۔" حمیدہ نے عجیب انداز میں کہا۔ اور وہ تینوں بری طرح چونک پڑیں۔ "تم کون ہو!" شہزادی پرتحیر آواز میں بولی۔

"پی سی ڈھمپ۔" جواب ملا۔ "تم مردوں کو عورت بنانے کا کاروبار کر رہی تھیں نا۔ اور میرا کمال یہ ہے کہ میں خود عورت سے مرد بن گیا۔ میری ننھی سائنسدان!

"میں تمہیں فنا کر دوں گی۔!" شہزادی چیخی۔

"ضرور کر دو۔ مگر اس سے پہلے میں تم تینوں کی ٹکریں لڑا کر کھوپڑیوں کی مضبوطی کا اندازہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہینڈز اپ۔" اچانک دروازے کی جانب سے آواز آئی۔ عمران نے گھوم کر دیکھا دروازہ میں کئی لڑکیاں اور حبشی عورتیں ہاتھوں میں

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

پستول اور تلواریں لئے کھڑی تھیں۔

"اسے ختم کر دو۔ یہ بچکر نہ جانے پائے۔" شہزادی پوری قوت سے چیخی لیکن اسی لمحہ نزدیک بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں آئیں اور کئی مسلح آدمی عورتوں پر ٹوٹ پڑے۔ وہ صفدر اور صدیقی، چوہان اور نعمانی تھے۔ اور پھر وہ عورتیں عمران کو چھوڑ کر ان لوگوں سے الجھ پڑیں اور تڑا تڑ گولیاں چلنا شروع ہو گئیں۔

"تم لوگ خاموشی سے خود کو میرے حوالے کر دو۔" عمران نے خوفناک لہجے میں کہا۔ "تمہارا ناٹک ختم ہو چکا ہے نادرہ توصیف! لیکن آخری الفاظ ادا ہونے سے پہلے ہی شہزادی نے آپریشن میں استعمال ہونے والا ایک خنجر عمران کی طرف پھینک مارا مگر... عمران غافل نہیں تھا۔ وہ اسی پھرتی سے ایک جانب ہٹ گیا۔ اور خنجر دیوار سے ٹکرا گیا۔

"تم یوں نہیں مانو گی۔" عمران غراتا ہوا بڑھا۔

"میرے نزدیک مت آؤ۔ میرے نزدیک مت آؤ!" شہزادی نہایت خوفناک انداز میں چیخی۔ مگر عمران رکا نہیں تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر پوری قوت سے شہزادی کی کنپٹی پر گھونسہ جڑ دیا۔ شہزادی درخت سے جھڑے ہوئے پتے کی مانند زمین پر گری۔ مگر وہ کافی سخت جان تھی۔ وہ فوراً اٹھی۔ اور پھر وہ بلیوں بلاؤں کی طرح عمران سے چمٹ گئیں۔

"ہٹ تیرے کی۔" عمران بڑبڑایا۔ ایسی تاقدری کہ آج چھٹانک چھٹانک بھر کی لونڈیوں سے نبرد آزما ہونا پڑ رہا ہے۔

اور پھر اچانک شہزادی کی انگلی عمران کی آنکھ میں بڑے زور سے لگی اور عمران کو واقعی طیش آ گیا۔ اس مرتبہ اس نے جم کر ایک مکا شہزادی کی ناک پر رسید کیا تھا۔

شہزادی الٹی ہو کر گری تھی۔ اور پھر عمران نے کلاؤٹ اور لیڈی ہارون کی گردنیں پکڑ کر ان کی کھوپڑیوں کو پوری قوت سے آپس میں ٹکرا دیا تھا۔ وہ دونوں ہی زمین پر ڈھیر ہو گئیں تھیں مگر شہزادی رینگ کر پھر عمران کے قریب پہنچ گئی اور اس نے لیٹے ہی لیٹے اس کی ٹانگ پکڑ لی تھی۔ اور عمران دھڑام سے نیچے پڑی ہوئی کلاؤٹ پر گر پڑا۔ پھر وہ تیزی سے اٹھا تھا اور ایک زبردست ٹھوکر شہزادی کی کھوپڑی پر لگائی تھی۔ اس مرتبہ شہزادی کی گردن بھی ڈھلک گئی تھی۔ اب وہ تینوں بے ہوش تھیں۔

دوسری طرف خاور، صدیقی، چوہان، نعمانی اور صفدر عورتوں کی فوج پر قابو پا چکے تھے۔ یہاں بے شمار عورتیں تھیں۔ کچھ ماری جا چکی تھیں اور باقیوں کو انہوں نے بے دست و پا کر دیا تھا اور ان کے ہتھیار چھین لئے تھے۔ ایک گولی صفدر کے بازو میں لگی تھی اور اس کے کپڑے خون میں تر نظر آ رہے تھے۔ عمران تیزی سے صفدر کی طرف بڑھا اور اپنی ساڑھی پھاڑ کر اس کا زخم باندھنے لگا تھا۔ اس کے بعد عمران نے ساڑھی اور ساتھ ہی حمیدہ کا میک اپ بھی اتار پھینکا۔ اور اب وہ اٹھ روپیرا اور نیلیاں میں خالص عمران ہی نظر آ رہا تھا۔

خاور، صدیقی، چوہان اور نعمانی حیرت سے اسے دیکھنے لگے تھے۔

Zulfiqar Azeem
Pakistanipoint.com

مگر صفدر پہلے ہی سے سب کچھ جانتا تھا۔ جب عمران نے کھانا پہنچاتے وقت چابیاں اس کے حوالے کی تھیں۔!

-:-

دانش منزل میں جولیا اور تنویر کے علاوہ ایکسٹو کے سارے ہی ماتحت جمع تھے۔ عمران بھی موجود تھا۔ اور وہ چیونگم کو اپنے منہ میں تیزی سے ادھر ادھر گھما پھرا رہا تھا۔

جولیا اور تنویر کو کمبائنڈ ملٹری ہاسپٹل میں داخل کرا دیا گیا ہے۔ اچانک۔ ایکسٹو کی بھرائی ہوئی آواز کمرے میں گونجنے لگی۔

"وہ ایک پاگل سائنسدان تھی۔ اس نے ایک مرد سے محبت کی اور پھر محبت میں ناکام ہو کر ساری دنیا کے مردوں سے انتقام لینے پر اتر آئی اس کا منصوبہ بیحد خطرناک تھا۔ وہ تمام دنیا کے مردوں کو عورت بنا دینا چاہتی تھی۔ اس کا مقصد اس دنیا سے مرد کا وجود ختم کر دینا تھا۔ اور طلسم کی مانند وہ یہ خواب دیکھ رہی تھی کہ ایک روز روئے زمین پر عورتوں اور صرف عورتوں کی حکومت ہوگی۔ اس منصوبے کے تحت مردوں کا وجود اس دنیا میں برائے نام ہوتا۔ اور ان کا مقصد وقت ضرورت بچے

پیدا کرنا ہوتا۔ اور وہ جانوروں والا طریقہ رائج کرنا چاہتی تھی۔ کچھ دیر کمرے میں خاموشی رہی۔ پھر آہستہ آہستہ ایکسٹو کی بھرائی ہوئی آواز آئی۔

"یہ بہت پہلے کی بات ہے جب نادرہ توصیف کو ایک نوجوان سے محبت ہو گئی تھی۔ مگر وہ اسکا سب کچھ لوٹ کر چلتا بنا۔ نادرہ ایک حساس دل کی مالک تھی۔ وہ اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکی۔ وہ اپنے محل میں مقید ہو گئی اس نے دنیا سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ اور شادی نہ کرنے کی قسم کھالی تھی۔۔ اسے مردوں سے شدید نفرت ہو گئی تھی۔ اور وہی نادرہ توصیف جو بیحد حلیم طبع اور ملنسار تصور کی جاتی تھی۔ اب ایک چڑچڑی ضدی۔ ظالم اور جابر عورت بن گئی تھی۔ اور کچھ دنوں بعد وہی نوجوان بستر پر مردہ پایا گیا۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ اس قتل میں نادرہ توصیف کا ہاتھ ہے۔ پولیس بھی کچھ ایسا ہی تصور کرتی تھی۔ اور پھر بالا بالا تفتیش ہوتی رہی لیکن نادرہ پر جرم ثابت نہ ہو سکا۔ پولیس اس پر ہاتھ ڈالنے سے قاصر رہی۔ دراصل حکومت میں نادرہ کا اثر رسوخ اس قدر زیادہ تھا کہ کوئی اسکی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرات نہ کر سکتا۔ کیونکہ وہ حکومت کو اپنی ایک نادر ایجاد تحفہ پیش کر چکی تھی۔

مردوں سے شدید نفرت ہی کا ردعمل تھا کہ نادرہ توصیف نے محل کے تمام مرد ملازموں کو علیحدہ کر دیا تھا۔ وہ مردوں کی شکل دیکھنا بلکہ نام بھی سننا گوارہ نہ کرتی تھی۔ اور اسی جذبہ نے اسے عورتوں کی آزادی کی تحریک چلانے پر اکسایا تھا۔ وہ عورتوں کو مردوں سے باغی کرنے

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

پر اپنی تمام تر صلاحیتوں کو صرف کر رہی تھی۔ وہ مردوں کے خلاف زہر اگلنے میں کوئی کسر نہ چھوڑتی۔ وہ ہر وقت مردوں سے انتقام۔ شدید انتقام لینے کے منصوبے باندھتی رہتی تھی۔

وہ سوچتی رہی ... سوچتی رہی ... اور پھر ایک دن ... وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی۔ وہ ایک اعلیٰ سائنسدان اور ماہر سرجن تھی۔ اس نے اسی لائن میں ایک خطرناک منصوبہ بنایا۔ اور اس پر عمل پیرا ہو گئی۔ تحریک آزادی نسواں اسی مقصد کیلئے معرض وجود میں لائی گئی تھی۔ اس کی آڑ میں نادرہ توصیف ایک خطرناک کھیل کھیل رہی تھی۔ اس کا طریقہ کار بے حد عجیب اور پراسرار تھا۔ اس نے اپنے محل کی پشت پر ایک تہہ خانہ تعمیر کرایا تھا۔ جسکا خفیہ راستہ ایک حوض کے ذریعہ تھا۔ وہی اس کی تجربہ گاہ تھی اور وہاں نادرہ توصیف نے شہزادی کا لقب اختیار کیا ہوا تھا۔ اس کے گروہ میں بہت سی لڑکیاں اور عورتیں شامل تھیں۔ جنھیں وہ معقول تنخواہ اور بہتر سہولتیں مہیا کرتی تھی۔ روپے پیسے کی اس کے پاس کوئی کمی نہیں تھی۔ کیونکہ برطانیہ کی مشہور کیمیاوی ڈاکٹر کلاوڈ اس کی شریک کار تھی۔ جو ایٹمی طریقے سے تانبے اور پیتل کو پگھلا کر کثیر تعداد میں سونا تیار کرتی تھی ایک طرف تو اس کی تنظیم تحریک آزادی نسواں عورتوں میں مقبول ہوتی چلی جا رہی تھی اور اس کی جماعت میں شہر کی مقتدر اور اعلیٰ بیگمات شامل تھیں اور دوسری جانب وہ اپنے تہہ خانے میں شہزادی کے روپ میں مردوں کو عورت بنا رہی تھی۔ اس مقصد کے لئے اس کے پاس حسین

لڑکیاں موجود تھیں جو مردوں کو اپنے حسن و شباب سے مسحور کر کے تجربہ گاہ میں لے آتیں اور ایک مخصوص آپریشن کے ذریعہ ان کی جنس تبدیل کر دی جاتی یہی نہیں بلکہ وہ سائنسی اصولوں پر ان کے ذہن بھی پلٹ دیا کرتی اور ان کے جذبات و احساسات عورتوں جیسے ہو جاتے اور انہیں جسمانی و ذہنی طور پر مکمل عورت بنا دیا جاتا۔

نادرہ توصیف نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ وہ معصوم بچوں اور حاملہ عورتوں تک کو اغوا کرا لیتی۔ اور ان کے بطن سے پیدا ہونے والے بچوں کو اگر وہ لڑکی ہوتے تو ان کی جنس تبدیل کر دیتی۔ غرض اس پر ایک جنون سا طاری رہتا تھا۔ اور اب اس نے ایک ایسا انجکشن تیار کر لیا تھا جو جسم میں انجیکٹ ہونے کے بعد کسی مرد کو مکمل طور پر عورت بنا... سکتا تھا۔

بہرحال ماہر اس پر تجربات کر رہے ہیں۔ انجیکٹو چند لمحے کے لئے خاموش ہوا۔ اور کچھ دیر بعد پھر اس کی آواز گونجنے لگی۔

نادرہ توصیف نے حکومت اور پولیس کی توجہ اپنی جانب سے ہٹانے کے لئے ڈاکٹر پی پونگ کا فرضی نام تخلیق کیا۔ اور اس کو حکومت کی نظروں میں ایک خطرناک مجرم کی حیثیت سے روشناس کرایا۔ وہ اس کے نام سے لوگوں کو اغوا کرتی رہی اور کچھ ایسا تاثر دیا جیسے تمام وارداتوں میں بھی "پونگ" کا ہاتھ ہو۔ وہ پی پونگ کے نام سے مختلف سائنسی شعبدے بھی دکھاتی رہی۔ جیسے آسمانی شعلے وغیرہ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ان شعلوں کی کوئی اصل حقیقت نہیں تھی۔ وہ ایک ایسا کیمکل تھا جسے ہوا میں رگڑنے سے آگ لگ جاتی ہے اور وہ شعلوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے لیکن وہ شعلے نیچے پہنچتے ہی بجھ جاتے ہیں۔ اور کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

ایکسٹو پھر رکا۔ اور چند ثانیے کے بعد کہنے لگا۔

"مجھے مسرت ہے کہ میرے عملے کے فرض شناس افراد نے اس خطرناک گروہ کا قلع قمع کر دیا ہے۔ عمران کی مدد سے قابل صد ستائش ہیں جس کی بدولت یہ خوفناک تنظیم صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو گئی اور قانون کی بالادستی قائم رہی۔

جولیا کو ہپناٹائز کیا گیا ہے وہ بہت جلد ٹھیک ہو جائے گی البتہ تنویر کے ٹھیک ہونے میں کچھ وقت درکار ہو گا۔ اس پر ایٹمی عمل کے گہرے اثرات ہیں۔ تاہم وہ ٹھیک ہو جائے گا۔"

پھر ایکسٹو کی آواز بلند ہو گئی اور اسی وقت تمام لوگوں نے عمران کی طرف دیکھا۔

لیکن عمران ... وہ اپنی کرسی پر بے سدھ پڑا سو رہا تھا۔ اور اس کے خراٹے کمرے میں گونج رہے تھے۔

ختم شد

Pakistanipoint
Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ایکشن ہنگاموں اور سنسنی سے بھرپور عمرانی کا نیا مکمل ناول

آپریشن ٹوڈیتھ

مصنف :- ایس ایس قریشی

- وہ موت کے تماشائی تھے اور موت ان سے دور بھاگ رہی تھی۔
- چاروں طرف سے گولیاں برس رہی تھیں اور ایکسٹو کے ماتحت اپنے وطن کا نام سربلند رکھنے اور اسکی آزادی برقرار رکھنے کے لئے جانیں ہتھیلی پر لئے اس برستی آگ میں آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔
- انہیں ٹینکوں کے آگے ڈالدیا گیا تھا اور دیوہیکل ٹینک انھیں کچلنے کے لئے بڑھتے چلے آ رہے تھے پھر عمران کے منہ سے چیخ نکلی اور دیوہیکل ٹینکوں نے ان کے جسموں کا قیمہ بنا ڈالا۔ کیا عمران اور اسکے ساتھی مر گئے۔؟
- طیاروں نے غوطہ لگایا اور ہزار ہزار پونڈ کے بم گراتے چلے گئے اور وہ عمارت لمحوں میں پتھروں کا ڈھیر بن گئی جس میں عمران اور اسکے ماتحت چھپے ہوئے تھے۔ کیا وہ سب مارے گئے۔؟

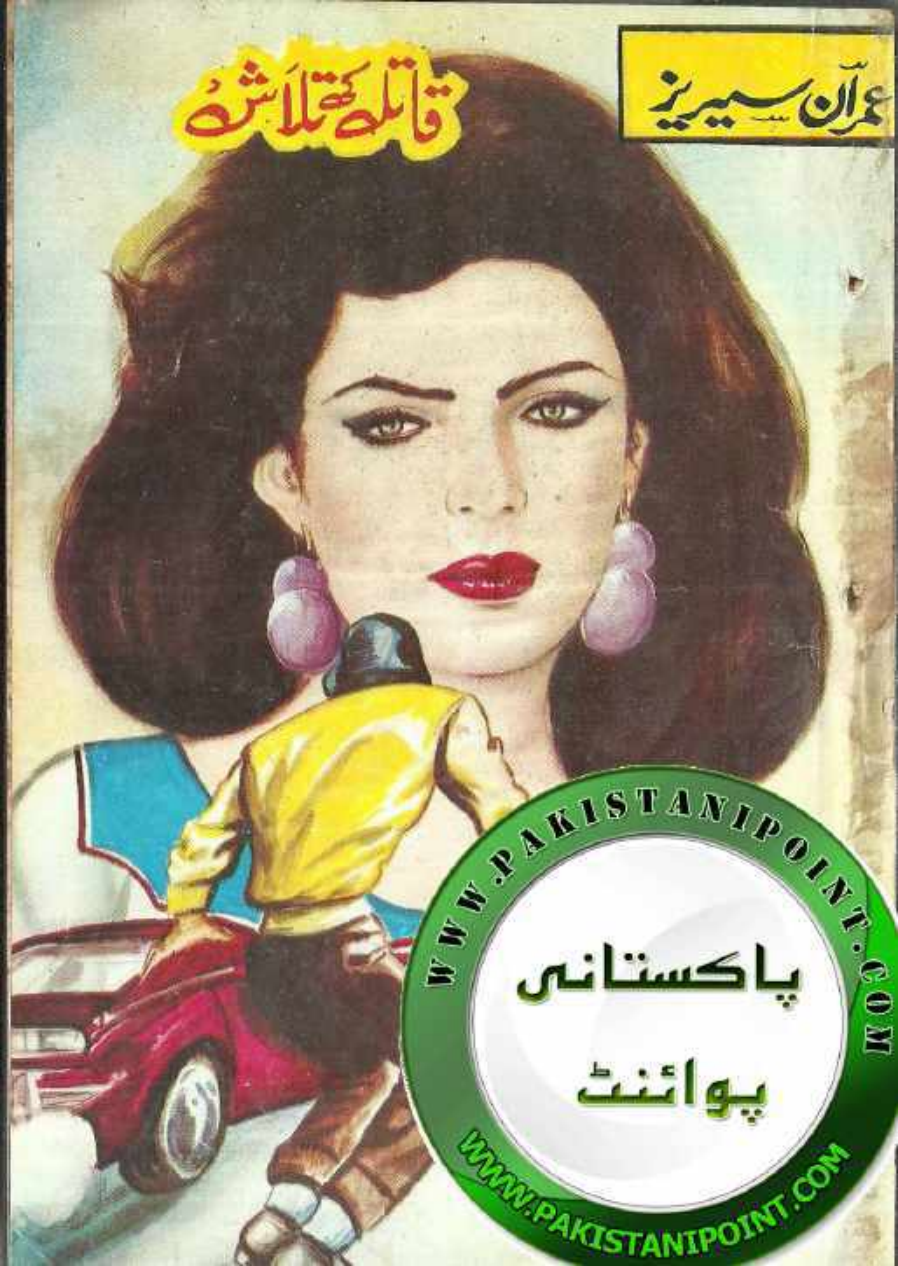
ہنگاموں۔ ایکشن۔ سسپنس سے بھرپور ایس ایس قریشی کے قلم سے نکلی ہوئی ایک ناقابل فراموش کہانی۔ عمران کا تازہ کارنامہ مکمل کہانی آج ہی طلب کیجئے

خط و کتابت و آرڈر بھیجنے کا پتہ

فکشن سیلرز پوسٹ بکس نمبر ۲۳۰۸ کراچی ۱۸

عمران سیریز

قاتلہ کی تلاش



WWW.PAKISTANIPOINT.COM
پاکستانی
پوائنٹ
WWW.PAKISTANIPOINT.COM

سسپنس سسپنس اور ایکشن سے بھرپور

عمران سیریز

قاتل کی تلاش

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

مصنفہ
نعمہ صفی

قیمت ۲۰/- بیس روپے

آرڈر بھیجنے کا پتہ

فکشن فیکٹری۔ لیاقت آباد کراچی نمبر ۱۹

اس ناول کے جملہ حقوق بنام مصنف محفوظ ہیں
ترمیم و اضافہ کر کے چھاپنے اسٹیج ٹی وی یا فلم
ڈرامے کی صورت میں فلمانے کے لئے مصنف
کی تحریری اجازت لینا ضروری ہے ورنہ قانونی
چارہ جوئی کی جائے گی۔

اس ناول کے تمام اہم مقام کردار و واقعات
اور تشبیہ دی جانیوالی چیزیں فرضی ہیں کسی
سے مطابقت محض اتفاقیہ ہے جس کے لئے
پبلشر پرنٹر مصنف ناشر یا ادارہ ذمے دار نہیں

فضلی سنز آفسٹ پریس میں چھپ کر شائع ہوئی
انہی دو حصوں میں مکمل

دیوانے قاتل حصہ اول۔ قاتل کی تلاش حصہ دوم
ناشر
فکشن فیکٹری۔ لیاقت آباد۔ کراچی 19

پیش لفظ

دیوانے قاتل کے بعد ملاحظہ کیجئے قاتل کی تلاش
سسپنس سسپنس اور ایکشن سے بھرپور عمران کا
شاندار کارنامہ۔

دیکھئے وہ برازیل کے جنگلات میں کس طرح
سے اپنے جنگلی آدم خوروں اور زہریلے تیر پھینکنے
والے دشمنوں سے نمٹتا ہے۔

نعمت صفی نے اسے آپ کی پسند کے
مطابق لکھا ہے اس میں سسپنس بھی ہے اور سسپنس تھرل و
ایکشن بھی۔

ناول پڑھئے اور رائے سے مطلع کیجئے۔

ادارہ

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

سسپنس تھرلر اور ایکشن سے بھرپور

عمران سیریز کے نئے ناول

مصنف:-	نمبر	صفحہ
چوتھا شکار مکمل ناول	۷۰-۵۰	
سی این سی " "	۷۰-۵۰	
بلیک چارلی " "	۷۰-۵۰	
ڈیتھ آف بادل " "	۷۰-۵۰	
پراسرار خودکشی " "	۷۰-۵۰	
آخری فائر " "	۷۰-۵۰	
چور سیفر " "	۷۰-۵۰	
کریمنل آف ڈیتھ روڈ " "	۷۰-۵۰	
برف کی قبر " "	۷۰-۵۰	
عقربیت " "	۶۰-۵۰	
برادرز کلب حصہ اوّل	۶۰-۵۰	
کلب کا ہنگامہ حصہ دوئم	۶۰-۵۰	
غنڈہ ٹیکس حصہ اوّل	۶۰-۵۰	
گینگ لیڈر حصہ دوئم	۶۰-۵۰	
قاتل کون مکمل ناول	۷۰-۵۰	
اسمگلر درندہ " "	۱۵۰-۰۰	
پراسرار ایڈونچر حصہ اول	۱۰۰-۰۰	
انتقامی پجاری حصہ دوئم	۹۰-۰۰	
انتقام کی آگ حصہ اول	۷۰-۵۰	
ناچتے شعلے حصہ دوئم	۷۰-۵۰	

مصنف:-		
فریبی قاتل مکمل ناول	۱۱۰-۰۰	
گڑیا کا ہنگامہ " "	۱۳۰-۰۰	
زرد پوش شیطان " "	۱۴۰-۰۰	
ہیروں کا ہنگامہ " "	۱۵۰-۰۰	
دیوانے قاتل حصہ اول	۱۰۰-۰۰	
" " حصہ دوئم	۱۰۰-۰۰	

مصنف:- ایم اے راحت:- عمران سیریز		
لاکنگ ڈیتھ مکمل ناول	۹۰-۰۰	
سیاہ جنتے دو ناول حصہ اول	۱۵۰-۰۰	
خوف کے سائے حصہ دوئم	۹۰-۰۰	
آخری شکار دو ناول حصہ سوئم	۱۵	
رنگین سائے اول دوئم	۱۳۰-۰۰	
فولادی شیطان زیر طبع	۰۰-۰۰	

مصنف:- ابن کلیم:- عمران سیریز		
آتشی طشتری مکمل ناول	۶۰-۵۰	
سنگرال " "	۶۰-۵۰	
پہاڑوں کا مسافر " "	۶۰-۵۰	
صحرائی دشمن حصہ اول	۷۰-۰۰	
دشمن صحرا حصہ دوئم	۶۰-۵۰	

آج ہی طلب کیجئے

ایوب اکیڈمی - پوسٹ بکس نمبر ۲۶۱ لیاقت آباد کراچی ۱۹

ایس قریشی کے اور سامنے کے صفحے پر دیئے گئے سارے ناولز اب **کراچی بک ڈپو** ۴۸- اردو بازار کراچی سے مل سکتے ہیں۔

موجودہ صورت حال عمران اور صفدر کے لئے ایک زبردست دھماکے سے کم نہیں تھی۔

وہ دونوں اچھی طرح جانتے تھے کہ جوزف پیگ کے حساب سے شراب پینے کا عادی ہے۔ لیکن کسی عورت کے ساتھ ملنا اسے قطعی پسند نہیں تھا۔

وہ قطعی لوگوں کو بھی نصیحت کیا کرتا تھا کہ کسی عورت کے قریب نہ جاؤ۔

عورت ایک ایسا زہر ہے جو کسی طاقتور ترین مرد کو بھی چند روز میں ختم کر دیتی ہے۔

لیکن آج صورت حال اس کے برعکس نظر آ رہی تھی۔ بکونی کو اگرچہ دنیا کی حسین ترین عورت کہا جا سکتا تھا لیکن تھی تو وہ عورت ہی۔

یہ بات بھی نہیں سوچی جا سکتی تھی کہ جوزف اس وقت نشہ میں ہے اور نشہ ہی میں وہ عورت کے قریب پہنچ گیا ہے۔

وہ آٹھ بوتلیں بیک وقت حلق میں انڈیلنے والا انسان تھا اور

Pakistanipoint
Waqar Azeem
وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

یہ سوچنا حماقت تھی کہ وہ نشہ میں ہوگا۔ ہاں البتہ یہ بات سوچی جا سکتی تھی کہ جوزف دنیا کی اس حسین ترین لڑکی کو دیکھ کر اپنا فیصلہ بدل چکا ہو۔

عورت تو ایک ایسی چیز ہے جس کے حسن و شباب کے سامنے بڑے سے بڑے زاہد اور متقی انسان اپنی نیت بدل بیٹھتے ہیں اور جوزف تو محض ایک عام انسان ہے۔

عورت کے معاملے میں چاہے وہ کتنا ہی کٹر کیوں نہ ہو آخر تھا تو مرد ہی۔ نیت بدلتے میں کتنی دیر لگ سکتی ہے۔

جوزف یا بکونی وغیرہ میں سے کسی نے ابھی تک عمران کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

اور عمران نے بھی ابھی تک صفدر کو ان لوگوں کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔

عمران نے ان کی طرف سے پہلو بدل لیا تھا تاکہ اگر بکونی یا اس کے ساتھیوں میں سے کوئی اس کی طرف دیکھے بھی تو انھیں اس کی شکل نظر نہ آسکے۔

"عمران صاحب! اس لڑکی کو بلاشبہ دنیا کی حسین ترین لڑکی کہا جا سکتا ہے لیکن جوزف کی یہ کایا پلٹ اپنی سمجھ میں نہیں آسکی۔"

"تم نہیں سمجھ سکو گے پیارے بھائی! یہ دیوتاؤں کے معاملات ہیں اور ہم سر دست اس معاملے میں کوئی مداخلت نہیں کر سکتے۔"

"کیا مطلب؟"

صفدر متعجب لہجے میں بولا۔

"جوزف کے ساتھ جو لوگ ہیں ان کا تعلق برازیل کے خطرناک جنگلات کے اس پار بنجر پہاڑوں میں بسنے والے بونگارو قبیلے سے ہے۔ بوڑھا آدمی اس قبیلے کا سردار ہوگو ہے۔"

"کیا آپ انھیں پہلے سے جانتے ہیں؟"

صفدر کی حیرت بڑھ گئی۔

"ہاں بعض نامعلوم لوگ ان کے دیوتا کا مجسمہ چرا کر لے آئے ہیں اور یہ لوگ اسی کی تلاش میں یہاں تک پہنچے ہیں۔ ان کے ہاں صدیوں سے ایک روایت یہ بھی چلی آرہی ہے کہ مشرق کے کسی ملک میں انکا سورج دیوتا انسانی روپ میں زندہ جاوید ان کے سامنے آئے گا اور میرا خیال ہے کہ انھیں اپنا دیوتا زندہ انسان کی صورت میں مل گیا ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ جوزف ..." صفدر چونک گیا۔

"ہاں! میرا اندازہ یہی ہے جو سو فیصدی درست نکلے گا۔ تم اس لڑکی اور اس کے ساتھیوں کی نگاہوں میں جوزف کے لئے عقیدت و احترام نہیں دیکھ رہے۔"

"ہاں! میں اب یہی بات محسوس کر رہا ہوں لیکن آپ کو یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟" صفدر نے پوچھا۔

"تم لوگوں کو معلوم نہیں میں چند روز قبل تک بلاس پور کے ایک غنڈے دارا کے چکر میں تھا جو بہت سے ناجائز کاروبار کرنے کے

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

علاوہ ملک کے مختلف حصوں سے لڑکیوں کو اغوا کر کے ان کی خرید و فروخت کا کاروبار بھی کیا کرتا تھا۔"

"ہاں! میں نے چند روز قبل ہی یہ خبر اخبارات میں پڑھی تھی کہ وہاں کی سیکورٹی فورس نے بلاس پور کے سابق ڈپٹی انسپکٹر پولیس اور چند حساس شہریوں کی مدد سے اس گروہ کا قلع قمع کر دیا ہے۔"

"ان چند شہریوں میں میں بھی شامل تھا لیکن میں نے اپنا نام سامنے نہیں آنے دیا۔ یہ لڑکی جس کا نام بکونی ہے دارا نائٹ کلب پر ریڈ سے ایک روز قبل رات کے وقت مجھے اسی کلب میں ملی تھی۔ میں بھی ایک غنڈے ہی کے روپ میں تھا۔

یہ لڑکی کسی نہ کسی طرح تہہ خانے سے نکل بھاگی تھی اور مجھے اسے وہاں سے نکالنے کا موقع مل گیا۔ مجھے اس لڑکی ہی سے سب کچھ معلوم ہوا کہ بعض نامعلوم افراد ان کے سورج دیوتا کا مجسمہ چوری کر کے یہاں لے آئے ہیں اور یہ لوگ اپنے دیوتا کی تلاش ہی میں یہاں تک پہنچے ہیں۔ چند روز قبل دارا کے گروہ کا ایک آدمی دیوتا کی تلاش کے بہانے اسے ورغلا کر بلاس پور لے گیا جہاں یہ مجھے مل گئی۔ واپس آنے کے بعد میں نے اس کے سردار اور دوسرے ساتھیوں سے ملاقات کی اور اس ملاقات ہی میں سردار ہوگو نے اس عقیدہ کا اظہار کیا تھا کہ ان کا دیوتا مشرق کے کسی ملک میں انسانی روپ میں جنم لے گا اور اب میرا خیال ہے کہ جوزف ہی انکا دیوتا ہے۔" عمران تفصیل بتا کر خاموش ہو گیا۔

"اوہ! اس کا مطلب ہے کہ جوزف بری طرح پھنس گیا ہے لیکن مجھے تو اس بات پر حیرت ہو رہی ہے کہ یہ کسی عورت کی طرف اس قدر مائل کیوں ہو گیا جب کہ وہ نشے میں بھی نہیں معلوم ہوتا۔ جب وہ یہاں داخل ہوئے تھے تو آپ نے دیکھا تھا کہ اس نے کس طرح اس لڑکی کے گرد بازو ڈال رکھا تھا۔"

"ہاں! اس لڑکی کی آنکھوں میں کچھ کشش ہی ایسی ہے کہ دیکھنے والا مسحور ہو جاتا ہے اور اس کا حسن و شباب دیکھ کر تو پتھر سے پتھر دل آدمی بھی گرویدہ ہو جاتا ہے۔"

"ہاں! میں کچھ ایسا ہی محسوس کر رہا ہوں۔"

"بس بس۔ اب تم اس پر لٹو ہونے کی کوشش نہ کرنا۔ کھانا کھاؤ ورنہ بھوکا رہنا پڑے گا۔"

"میری تو اب بھوک ہی اڑ گئی ہے عمران صاحب!"

"کیوں؟ کیا اتنی دور سے ہی بکونی کے حسن کا شکار ہو گئے ہو؟"

"یہ بات نہیں عمران صاحب! مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے ہم برازیل کے خوفناک جنگلات کے اس پار بنجر اور ویران پہاڑوں میں گھرے ہوئے بونگارو قبیلہ کے افراد سے اپنے جوزف دیوتا کی واپسی کے لئے برسرِ پیکار ہوں۔"

صفدر نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن میرا خیال ہے کہ جوزف ایسا بے وقوف نہیں ہے کہ وہ ہمیں اس قدر دور دراز کا سفر کرنے کی تکلیف دے۔" عمران بولا۔

وقار عظیم
پاکستانی بوائنٹ ڈاٹ کام

"خیر! یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ جوزف ہمیں یہ تکلیف دیتا ہے یا نہیں" عمران نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ دونوں دوبارہ کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

ابھی چند ہی منٹ گزرے تھے کہ عمران کی نظر دوبارہ ہال کی طرف اٹھ گئی۔ عمرانہ اندر داخل ہو کر ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔

"لو بھائی! تمہاری ہمشیرہ صاحبہ تشریف لے آئیں۔ لیکن وہ تو اکیلی ہے۔ اس کے ساتھ کوئی غیر ملکی نظر نہیں آ رہا ہے۔" عمران نے صفدر کو متوجہ کیا۔

صفدر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ اتنی دیر میں عمرانہ کی نظر بھی ان کی طرف اٹھ گئی۔

وہ مسکراتی ہوئی ان ہی کی طرف بڑھنے لگی۔ ان کی میز تک آنے کے لئے انہیں جوزف والی میز کے قریب سے گزرنا پڑا تھا۔

وہ جوزف کو دیکھ کر ایک لمحہ کے لئے ٹھٹکی، لیکن رکے بغیر ان کی میز پر آ گئی۔

"جوزف سے کچھ ناراضگی ہے کیا؟" اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں بس ایک ڈرامہ ہو رہا ہے۔ اس لئے ہم الگ بیٹھے ہیں۔" عمران نے جواب دیا۔

"کیسا ڈرامہ؟"

"ابھی تم نہیں سمجھ سکو گی۔ ہاں ہمارے ساتھ کھانے میں شامل ہو سکتی ہو اور ہاں! صفدر کہہ رہا تھا کہ کل تمہارے ساتھ کوئی غیر ملکی بھی تھا۔"

"جی ہاں! وہ ہانگ کانگ کا ایک بزنس مین تھا۔ کپاٹا اپنا زیادہ مال ان ہی کی فرم سے منگواتا ہے۔ اسے کپاٹا ہی نے کل یہاں کھانے کی دعوت دے رکھی تھی۔ وہ خود تو کل یکایک بیمار ہو گیا اور میزبانی کے فرائض مجھے انجام دینے پڑے۔"

عمرانہ نے بے تکلفانہ انداز میں کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اب کیسی طبیعت ہے کپاٹا کی، کیا ہوا تھا؟" عمران نے پوچھا۔

"ڈی سنٹری تھی۔ اب قدرے بہتر ہے۔"

"ہوں۔" عمران نے پانی کے گلاس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے ہنکارہ بھرا۔

چند ہی لمحے گزرے تھے کہ ایک ویٹر کھانے سے لدی ہوئی ٹرالی ڈھکیلتا ہوا ان کے قریب سے گزر کر جوزف والی میز کے قریب رک گیا اس نے کھانا میز پر لگایا اور ٹرالی لے کر واپس چلا گیا۔

بکوئی اور بوڑھے ہوگو نے مدھم لہجے میں جوزف سے کچھ کہا۔

اور۔ جوزف نے بے تکلفانہ انداز میں کھانے کی طرف ہاتھ بڑھا دیئے۔

وہ وحشیانہ انداز میں ہر پلیٹ میں سے تھوڑا تھوڑا کھا رہا تھا۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

عمران، صفدر اور عمرانہ کے لئے جوزف کے کھانے کا یہ انداز بھی نیا ہی تھا۔

جوزف کھانا کھا رہا تھا اور بوڑھا ہوگو اور اس کے ساتھی اس کے سامنے عقیدتمندانہ انداز میں بیٹھے اسے کھاتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔

ان میں سے کسی نے بھی کھانے کی طرف ہاتھ بڑھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

جوزف نے تمام پلیٹوں سے تھوڑا تھوڑا کھانے کے بعد اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

اور ۔۔۔ پانی کا بھرا ہوا جگ اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ جگ نصف کے قریب خالی کر کے ہی اس نے چھوڑا تھا۔

بکونی اور اس کے ساتھی چند لمحوں تک جوزف کی طرف دیکھتے رہے اور پھر یکایک اس کے چھوڑے ہوئے کھانے پر ٹوٹ پڑے۔ وہ اپنی زبان میں ایک دوسرے سے کچھ گفتگو بھی کر رہے تھے۔

دیکھتے ہی دیکھتے انھوں نے تمام پلیٹیں اس طرح صاف کر دیں جیسے انھیں دھو کر رکھا گیا ہو۔

کھانے کے بعد انھوں نے ویٹر سے بل لانے کو کہا اور جب ویٹر بل لے آیا تو ادائیگی کے بعد وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

اٹھتے ہوئے سردار ہوگو اور بکونی کی نظر اچانک ہی عمران کی طرف

اٹھ گئی جو اس وقت ان ہی کی طرف دیکھ رہا تھا لیکن ان دونوں کی نگاہوں میں اجنبیت ہی تھی۔

جوزف نے بھی میز کے اوپر سے گھومتے ہوئے ان تینوں کی طرف دیکھا تھا لیکن اس کی نگاہوں میں بھی شناسائی کی ہلکی سی جھلک تک نہیں تھی۔

اس کے اس اندازِ اجنبیت کو عمرانہ تو نہ سمجھ سکی کیونکہ عمران پہلے اسے بتا چکا تھا کہ ڈراما ہو رہا ہے۔

لیکن ۔۔۔ عمران اور صفدر چونکے بغیر نہیں رہ سکے تھے کہ جوزف ان سے اس طرح اجنبیت کا اظہار کرے گا۔

یہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ان دونوں نے معنی خیز انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"کیا ہم ان کے پیچھے جائیں ۔۔۔" صفدر مدھم لہجے میں بولا۔

"نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ ان لوگوں کا قیام کس جگہ ہے اس لئے پیچھے جانے کی ضرورت نہیں ۔۔۔" عمران نے جواب دیا۔

"یہ کیا چکر ہے۔ مجھے تو دال میں کچھ کالا کالا نظر آ رہا ہے ۔۔۔" عمرانہ بولی۔

"کالا کالا جوزف کے علاوہ اور کوئی نہیں ڈیئر عمرانہ ۔۔۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ابھی ہم خود بھی پوری طرح مطلب نہیں سمجھ سکے۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

دو تین گھنٹے بعد شاید میں کوئی مطلب سمجھنے کے قابل ہو سکوں۔ تب تمہیں بتا سکوں گا کہ کیا چکر ہے۔"

"مجھے تو جوزف کی تندرستی خطرے میں نظر آ رہی ہے۔ آپ نے بتایا تھا کہ ڈرامہ ہے۔ اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو جوزف کی نگاہوں میں وہ اجنبیت نظر نہ آتی۔"

"تم جوزف کی تندرستی کہتی ہو۔ مجھے تو ٹیم کے سب ممبروں کی تندرستی خطرے میں نظر آ رہی ہے۔"

صفدر بولا۔

"یہ پہیلیاں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔ صاف صاف کہیے کیا بات ہے؟"

عمرانہ الجھے ہوئے لہجہ میں بولی۔

اس کے جواب میں صفدر نے عمران کی طرف دیکھا اور اس کی نگاہوں میں اجازت پا کر اسے عمران سے سنی ہوئی ساری بات بتا ڈالی۔

"اوہ ایسی صورت میں تو ہم میں سے... کسی کو ان کا پیچھا کرنا چاہیے تھا ممکن ہے جوزف کو ان کی طرف سے کوئی نقصان پہنچ جائے۔"

عمرانہ کے لہجہ میں تشویش تھی۔

"جوزف کی طرف سے مطمئن رہو۔ وہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے بلکہ اس کے برعکس وہ اس کے لئے اپنی جانیں تک قربان کر دینگے" عمران نے کہا۔

صفدر یا عمرانہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ دونوں سوچ میں پڑ گئے تھے۔

کھانا وہ کب کے ختم کر چکے تھے اور اب ویٹر نے ان کی فرمائش کے مطابق ان کے سامنے کافی رکھ دی تھی۔ عمرانہ نے کافی بنائی اور وہ تینوں خاموشی سے کافی پینے لگے۔

ساڑھے گیارہ بجے وہ لوگ اٹھ گئے۔ بل صفدر ہی نے ادا کیا تھا۔

ہال سے باہر آ کر عمرانہ تو اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ صفدر اور عمران ٹو سیٹر کی طرف چل دیئے۔

کمپاؤنڈ سے باہر آ کر عمرانہ کی گاڑی تو دائیں طرف مڑ گئی اور عمران نے ٹو سیٹر کو بائیں طرف گھما دیا۔

صفدر کو اس کے فلیٹ کے سامنے چھوڑنے کے بعد عمران سیدھا واٹش منزل پہنچا۔

"جوزف آ گیا ہے کیا۔؟" عمران نے جاتے ہی بلیک زیرو سے پوچھا۔

"جی ہاں! آدھا گھنٹہ پہلے آیا تھا اور اب شاید وہ اپنے کمرے میں سو رہا ہے کیونکہ وہ آتے ہی بستر پر لیٹ گیا تھا۔ شاید اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

بلیک زیرو نے جواب دیا۔

عمران اس کی بات کا جواب دیے بغیر جوزف کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

کمرے کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا تو جوزف پلنگ پر سو رہا تھا۔

عمران نے اسے ایک دو مرتبہ پکارا لیکن جوزف پر کوئی اثر نہ ہوا وہ شاید بہت گہری نیند میں تھا۔

عمران دوسرے کمرے میں آ گیا۔ بلیک زیرو کچھ دیر تک اس کے کمرے میں بیٹھا رہا پھر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ عمران بھی لباس تبدیل کر کے سونے کے لئے پلنگ پر لیٹ گیا۔

دوسرے روز صبح سویرے ہی عمران جوزف کے کمرے میں پہنچ گیا۔ جوزف کمرے میں موجود نہیں تھا۔

عمران اسے تلاش کرتا ہوا عقبی لان میں پہنچا۔ جوزف اسے وہاں ورزش کرتا ہوا نظر آیا۔

"جوزف ادھر آؤ۔" عمران نے دور ہی سے پکارا۔

"اوہو! باس تم! رات کو یہیں پر تھے کیا۔؟" جوزف دوڑتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔

"ہاں! میں یہیں تھا۔ لیکن تم کہاں تھے۔؟"

"یہیں تھا باس اپنے کمرے میں۔"

"یہاں آنے سے پہلے کہاں تھے۔؟"

"یہاں آنے سے پہلے۔"

جوزف سوچ میں پڑ گیا۔

"بتاؤ کہاں تھے؟" عمران نے دوبارہ پوچھا۔

"مجھے معلوم نہیں باس! شاید میں کہیں بھی نہیں تھا۔"

"رات تمہارے ساتھ وہ لڑکی کون تھی جس کی کمر میں ہاتھ ڈالے تم لیڈو میں گھوم رہے تھے۔"

عمران نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

"لڑکی کی کمر میں میرا ہاتھ۔ یہ تم نے بہت ہی عجیب سا مذاق کیا ہے باس! تم جانتے ہو کہ کسی عورت کے قریب جانا ہی میں اپنی توہین سمجھتا ہوں۔" جوزف نے جواب دیا۔

عمران اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ اسے جوزف کے چہرے یا نگاہوں میں اداکاری کے کوئی آثار نظر نہیں آئے۔

وہ چند لمحوں تک اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اسے حیران و پریشان چھوڑ کر واپس آ گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ گذشتہ رات جوزف اپنے سنس میں نہیں تھا۔

دن کو گیارہ بجے کے قریب وہ بکوفی وغیرہ کے ہاں پہنچ گیا۔ انھوں نے بڑی گرمجوشی سے اس کا استقبال کیا۔ عمران وہاں ایک گھنٹہ تک بیٹھا رہا۔

اس دوران ان میں سے کسی نے بھی گذشتہ رات لیڈو میں ایک دوسرے کو دیکھ لینے کا تذکرہ نہیں کیا۔

ایک گھنٹے بعد عمران وہاں سے اٹھ گیا۔ وہ عجیب سی الجھن میں پڑ گیا تھا۔ گذشتہ رات اس نے جوزف کو جس انداز میں بکوفی وغیرہ کے ساتھ دیکھا تھا اس سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ لوگ جوزف کو اپنا دیوتا سمجھ رہے ہیں۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

شام تک وہ اپنے فلیٹ میں رہا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ بکوئی اور ہوگو سے اس سلسلے میں بات کرے گا۔

یہ فیصلہ کرتے ہی وہ فلیٹ سے نکل آیا اور ٹوسیٹر پر سوار ہو کر اس ہوٹل میں پہنچ گیا جہاں وہ لوگ ٹھہرے ہوئے تھے۔

لیکن وہاں پہنچ کر اسے ہوٹل کے کلرک سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ چار بجے کے قریب ہوٹل چھوڑ چکے ہیں کیونکہ انھیں پانچ بجے کی فلائٹ سے نیویارک پرواز کرنا تھی۔ عمران یہ سنکر بری طرح چونک گیا۔

"کیا ان کے ساتھ کوئی حبشی بھی تھا۔ لمبا سا مضبوط جسم والا۔"

جی ہاں جناب! کل اسے پہلی مرتبہ میں نے ان کے ساتھ دیکھا تھا اور جناب وہ کچھ عجیب سے لوگ تھے۔ ان کے جانے کے بعد اس لڑکی کے کمرے سے یہ بت ملا ہے۔ میں نے ایک بار اس لڑکی کو اس بت کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔

کلرک نے کونٹر کی دراز سے ایک چھوٹا سا بت کا مجسمہ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

عمران نے بت اٹھا لیا اور دوسرے ہی لمحہ اسے دیکھ کر چونک گیا۔ بت سنہرا دھات کا بنا ہوا تھا۔ شاید یہ سونے کا تھا۔ سر پر نکلتے ہوئے سورج کی کرنوں کی طرح کا تاج تھا اور بت کے چہرے کے نقش جوزف کی شکل اور بت کے چہرے کے نقوش میں معمولی سا بھی فرق نہیں تھا۔

ہوٹل کا کونٹر کلرک شاید اس بت کی اہمیت یا قدر و قیمت کو نہیں سمجھ سکا تھا۔

وہ اس کی نظروں میں ایک معمولی سا بت تھا۔ یہی وجہ تھی کہ عمران کے طلب کرنے پر اس نے وہ بت بلا حیل و حجت اس کے حوالے کر دیا۔

عمران وہ بت لینے کے بعد وہاں نہیں رکا۔ ہوٹل سے نکل کر وہ ٹوسیٹر میں آکر بیٹھ گیا۔ ٹوسیٹر اسٹارٹ کرنے سے پہلے وہ کتنی دیر تک سوچتا رہا۔ بونگارو قبیلے کے یہ افراد جو بظاہر بہت معصوم اور سادہ نظر آتے تھے اس قدر چالاک ثابت ہوئے کہ اسے چکمہ دے گئے۔

آج صبح جب عمران نے ان سے ملاقات کی تھی تو سردار ہوگو نے بتایا تھا کہ وہ ابھی چند روز یہاں رہنے کا ارادہ رکھتے ہیں کیونکہ ابھی تک ان کے دیوتا کا پتہ نہیں چلا اور جب تک انھیں اپنا دیوتا نہیں مل جاتا قبیلے میں واپس جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

لیکن ہوا اس کے برعکس۔ عمران ان کی سادہ لوحی کے چکر میں آگیا اور ان کی طرف سے مطمئن ہو کر فلیٹ میں آگیا اور وہ لوگ پانچ بجے کی

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

فلائٹ سے نیویارک پرواز کر گئے۔

عمران نے ٹوسیٹر اسٹارٹ کر دی اور اسے سڑکوں پر دوڑانے لگا آخر میں ٹوسیٹر کا رخ ایئرپورٹ کی طرف ہو گیا۔

ایئرپورٹ پہنچ کر اس نے ٹوسیٹر پارکنگ پلاٹ پر کھڑی کی اور ٹرمینل بلڈنگ میں داخل ہو کر انکوائری آفس کی کھڑکی کے سامنے کھڑا ہو گیا جہاں ایک خوبصورت لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔

"یس پلیز۔ فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں۔"

"آج شام پانچ بجے نیویارک کے لئے کس کمپنی کے جہاز نے پرواز کی ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"پین ایم ڈی سی تھری پانچ بجکر تین منٹ پر فلائٹ نمبر ایٹ وائی تین سو دس روانہ ہوئی تھی۔"

"شکریہ۔"

عمران پین ایم کے دفتر میں پہنچ گیا۔ وہاں سے معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ عمران کے بتائے ہوئے ناموں اور حلیے کے مطابق پانچ افراد اس پرواز سے نیویارک روانہ ہوئے ہیں۔ ان میں ایک خوبصورت لڑکی بھی تھی اور جوزف نامی ایک لمبا تڑنگا حبشی بھی۔ اس پرواز کے لئے انھوں نے ایک روز پہلے سیٹیں بک کروائی تھیں۔

نیویارک کے لئے اس کمپنی کی اگلی پرواز کل صبح آٹھ بجے روانہ ہوتی تھی۔ اس سے پہلے نیویارک کے لئے کسی کمپنی کی کوئی پرواز نہیں تھی۔ عمران

نے صبح کی اس پرواز کے لئے آٹھ نشستیں محفوظ کروالیں اور واپس آ گیا۔

دانش منزل پہنچ کر اس نے بلیک زیرو کو حالات سے آگاہ کیا۔ جوزف کے اغوا کی خبر سنکر بلیک زیرو بھی پریشان ہو گیا تھا۔

"یہ چونکہ کوئی سرکاری کام نہیں ہے اس لئے اس مہم کے تمام اخراجات میرے ذمہ ہوں گے اور تم یہیں پر رہو گے تاکہ بعد میں حالات پر نظر رکھ سکو۔"

"میرا تو خیال تھا کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہی چلتا۔"

"نہیں۔ یہاں ایک آدمی کی موجودگی ضروری ہے۔ تم فون پر ٹیم کے تمام ممبروں کو اطلاع کر دو کہ وہ ایک لمبے سفر کی تیاری کر کے صبح ساڑھے پانچ بجے ایئرپورٹ پہنچ جائیں۔"

"تو کیا آپ پونگارو قبیلہ تک سفر کریں گے؟" بلیک زیرو نے پوچھا۔

"کوشش کی جائے گی کہ انھیں راستہ ہی میں گھیر لیا جائے کیونکہ اگر وہ اپنے قبیلے میں پہنچ گئے تو ہمارے لئے مشکل پیدا ہو جائے گی۔ لیکن اگر وہ راستہ میں ہمارے قابو میں نہ آ سکے تو مجبوری ہے ہم ان کے قبیلے تک سفر کریں گے۔"

"میں ابھی سب کو مطلع کئے دیتا ہوں۔ جولیا یا عمرانہ تو نہیں جائیں گی۔"

"یہ دونوں بھی جائیں گی۔"

"بہتر۔ اور کیا نیویارک میں اپنے نمائندے کو اطلاع کر دوں۔"

"ہاں۔ انھیں آج پانچ بجے یہاں سے روانہ ہونے والی پین ایم کی پرواز کا نمبر بتا دو اور جوزف وغیرہ کے متعلق بتا کر ہدایت کر دو کہ وہ صرف اتنا چیک کرے کہ نیویارک سے یہ لوگ کس طرف روانہ ہوتے ہیں۔ انکا پیچھا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"بہتر ہے۔"

"او کے۔ میں جا رہا ہوں۔ مجھے ابھی بہت سے دیگر انتظامات کرنے ہیں۔"

"آپ کے بعد اگر سر سلطان پوچھیں تو کیا کہا جائے۔" بلیک زیرو نے پوچھا۔

"تم انھیں صحیح حالات سے آگاہ کر دو گے۔ او کے، گڈ بائی۔ اب واپسی پر ہی ملاقات ہوگی۔"

"اچھا۔ خدا حافظ۔" بلیک زیرو مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔

عمران دانش منزل سے نکل آیا۔ رات گیارہ بجے تک وہ روانگی کے انتظامات کے سلسلے میں مختلف جگہوں پر جاتا رہا۔ اس طرف سے فارغ ہو کر وہ اپنے فلیٹ آ گیا اور اپنی تیاری کرنے لگا۔ ظاہر ہے ایک خطرناک مہم پر روانگی کے لئے اس کی تیاری کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ اسی تیاری میں اسے تین بج گئے۔ وہ چار بجے تک بیٹھا ان ہی لوگوں کے متعلق سوچتا رہا جنھوں نے اپنی سادہ لوحی سے اسے بڑے شاندار طریقے سے بے وقوف بنایا تھا۔ اب عمران اپنی اس حماقت پر پچھتا رہا تھا کہ جوزف کو پہلی مرتبہ ان کے ساتھ دیکھنے کے فوراً بعد ہی اس نے ان لوگوں کی نگرانی شروع کیوں نہ کروا دی۔ ایسی صورت میں وہ جوزف کو لے کر اس ملک سے باہر نہیں جا سکتے تھے۔

لیکن اب اگر یہ حماقت ہو ہی چکی تھی تو اس پر پچھتانے سے کوئی فائدہ تو نہیں تھا۔ یہ تو ہونے سے رہا کہ وہ لوگ واپس آ کر جوزف کو اس کی خدمت میں پیش کر دیں۔ اب تو جوزف ان کا دیوتا تھا اور ربرازیل کے قبائلیوں سے ان کے دیوتا کو چھیننا ایسا ہی تھا جیسے موت سے اس کا شکار چھیننے کی کوشش کی جائے۔ عمران

نے طے کر لیا تھا کہ وہ جوزف کو ہر صورت میں واپس لائے گا۔ ساڑھے چار بجے اس نے عمرانہ کو فون کیا۔ تیسری گھنٹی پر ہی کال ریسیو کر لی گئی۔

"یس۔ عمرانہ۔"

"رات بھر سوئی نہیں کیا؟" عمران نے پوچھا۔

"نہیں۔ ابھی ابھی اٹھی ہوں اور ایئرپورٹ جانے کی تیاری کر رہی ہوں۔"

"ایسا کرو کہ چند منٹ پہلے روانہ ہو جانا۔ راستہ میں جولیا اور صفدر کو بھی اٹھا لینا۔"

"بہتر ہے، اور کوئی حکم۔"

"کچھ نہیں، شکریہ۔"

عمران نے سلسلہ منقطع کیا اور دوسری مرتبہ جولیا کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ جولیا بھی بیدار ہو چکی تھی۔ عمران نے اسے بتایا کہ وہ اپنے فلیٹ پر عمرانہ کا انتظار کرے۔ وہ اسے لینے کے لئے پہنچ جائے گی۔

صفدر کو بھی اسی قسم کی ہدایت دینے کے بعد اس نے چوہان کے نمبر ڈائل کئے۔

"یس چوہان آن دی لائن۔"

"کیا تم تیار ہو۔"

"بالکل، اس وقت چائے بنا رہا ہوں تاکہ روانگی سے پہلے اپنے گھر کی چائے پی لوں۔ پتہ نہیں واپس آنا نصیب ہوتا بھی ہے یا نہیں۔" چوہان کی آواز ابھری۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"پانی کچھ زیادہ رکھ لینا۔ میں بھی پہنچ رہا ہوں۔ وہاں سے اکٹھے ہی ایئرپورٹ روانہ ہوں گے۔"

"بہتر۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔"

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا اور اپنے تیاری کا آخری جائزہ لینے کے بعد سلیمان کو جگا دیا۔

سلیمان کو اس کے پروگرام کا قطعاً علم نہیں تھا۔ لہٰذا وہ اطمینان سے سو رہا تھا۔

"ارے صاحب! یہ نور کے تڑکے آپ گھر چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟" سلیمان نے حیرت سے پوچھا۔

اس کے جواب میں اس نے سلیمان کو جوزف کے اغوا کی ساری داستان سنا دی اور بتایا کہ وہ لوگ اس کی بازیابی کے لئے برازیل کے جنگلات کے اس پار ایک خطرناک سفر پر جا رہے ہیں۔

"میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا صاحب! یہ کیا شرافت ہے کہ میرے عزیز دوست جوزف پر ایسی مصیبت گذر رہی ہے اور آپ نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔"

"نہیں پیارے سلیمان! تو نہیں جا سکتا۔"

"کیوں نہیں جا سکتا صاحب۔"

سلیمان نے اسے گھورا۔

"اس لئے کہ میرا دوست جوزف کسی مصیبت میں مبتلا نہیں ہے۔ وہ تو ان

کا دیوتا بن چکا ہے اور عیش کر رہا ہوگا۔ ہاں البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اگر تو ساتھ گیا تو وہ تجھے پکڑ کر دیوتا کا پجاری بنا دیں گے۔"

"تو کیا ہوا صاحب! میں اپنے دوست کا پجاری بھی بن جاؤں گا۔"

"لیکن تو نہیں جائے گا۔ بس کہہ دیا۔ اب سامان اٹھا کر نیچے لے چل اور بعد میں طاہر کو فون کر کے کہہ دینا کہ وہ ایئرپورٹ سے ٹوسیٹر لے آئے۔ ڈپلی کیٹ چابی اس کے پاس موجود ہے۔"

"کہہ دوں گا صاحب! لیکن آپ بھی ایک وعدہ کریں۔"

"کیا؟"

عمران سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"اگر آپ جوزف کو واپس نہ لا سکے تو خود بھی لوٹ کر نہیں آئیں گے۔"

"کیا؟" عمران نے حلق پھاڑ کر کہا۔

"تو چاہتا ہے کہ میں اس کالے دیو کے لئے گھر بار چھوڑ دوں اور واپس نہ آؤں اور میرے بعد تو میری جائیداد پر قبضہ کر لے۔"

"میرا مطلب یہ نہیں صاحب۔"

سلیمان گڑبڑا گیا۔

"تو پھر کیا مطلب ہے؟ جلدی بتا۔"

عمران نے اسے گھورا۔

"میرا مطلب ہے کہ آپ جوزف کی بازیابی کے لئے اپنی کوششیں

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

جاری رکھیئے چاہے آپ کو ساری زندگی برازیل اور افریقہ کے جنگلوں میں بھٹکنا پڑے۔ آخر جوزف کوئی غیر تو نہیں۔ اپنا ہی آدمی ہے۔ اپنوں کے لئے تو لوگ اپنی جانیں تک قربان کر دیتے ہیں۔ رہا جائیداد کا مسئلہ تو وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس کی حفاظت کروں گا۔ اگر آپ زندگی میں کبھی لوٹ کر نہ آسکے تو آپ کی منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کا ایک ٹرسٹ قائم کر دوں گا۔ اس ٹرسٹ کا منیجر میں خود ہوں گا تاکہ کسی دوسرے کو تنخواہ نہ دینی پڑے۔"

"اچھا۔ لیکن ٹرسٹی کی اولاد۔ اب میرا سامان اٹھا کر نیچے لے چل۔ دیر ہو رہی ہے۔"

عمران نے اسے گھورا۔

"کسی ٹرسٹ کے منیجر کا یہ کام تو نہیں کہ وہ قلیوں کی طرح سامان ڈھوتا پھرے۔"

"سامان اٹھاتا ہے یا بناؤں تجھے ٹرسٹ کا منیجر۔"

عمران نے اسے گھورا۔

اس کے خطرناک تیور دیکھ کر سلیمان جلدی سے کمرے میں رکھے ہوئے سامان کی طرف بڑھ گیا۔

یہ سامان دو بڑے اٹیچی کیس پر مشتمل تھا۔ دونوں اٹیچی کیس خاصے بھاری تھے۔

سلیمان نے ایک اٹیچی کیس کندھے پر رکھ لیا اور دوسرا ہاتھ میں پکڑ لیا اور دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"اٹیچی کیس بہت بھاری ہیں صاحب! مجھے شبہ ہے کہ آپ ایئر پورٹ پر ہی اسمگلنگ کے الزام میں دھر لئے جائیں گے۔"

عمران کوئی جواب دینے کی بجائے اسے صرف گھور کر رہ گیا۔

نیچے آکر اس نے گیراج سے ٹوسیٹر نکالی اور ڈکی کھول دی۔ سامان کو ڈکی میں رکھوانے کے بعد وہ اسٹیرنگ کے سامنے آکر بیٹھ گیا اور چابی گھما کر انجن اسٹارٹ کرنے لگا۔

انجن اسٹارٹ کر کے اس نے سلیمان کی طرف رخ کر کے الوداعی انداز میں ہاتھ ہلایا۔

"خدا حافظ صاحب! خدا آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ میری دعا ہے کہ آپ جوزف کو لے کر جلدی لوٹ آئیں۔"

سلیمان اس کی خیر و عافیت اور سلامتی کی دعائیں مانگتا رہا اور عمران نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

جب وہ چوہان کے فلیٹ پر پہنچا تو سوا پانچ بج چکے تھے۔ چوہان اسی کا منتظر تھا۔

چائے کے ساتھ اس نے چند سلائس بھی تیار کر لئے تھے۔

اگلے دس منٹ میں انھوں نے ہلکا سا ناشتہ کیا اور چوہان کا سامان اٹھا کر باہر نکل آئے۔ پانچ بجکر پینتیس منٹ پر وہ ایئر پورٹ پہنچ گئے۔

ان کے تمام ساتھی وہاں پہنچ چکے تھے۔

عمران نے ان سب کے پاسپورٹ جمع کئے اور امیگریشن روم

میں چلا گیا۔

سیکرٹ سروس کے رکن ہونے کی وجہ سے انھیں ہر وقت یہ سہولت حاصل تھی کہ وہ جب بھی ملک سے باہر جانا چاہیں متعلقہ ملک کے سفارت خانے میں ویزا کے لئے بھاگ دوڑ کرنے کی بجائے ایئرپورٹ امیگریشن آفس ہی سے اپنے پاسپورٹ پر ویزا کی اسٹیمپ لگوا سکتے تھے۔

اس کام میں دس بارہ منٹ لگ گئے۔ ایئرپورٹ کسٹمز نے بھی انکا سامان چیک کئے بغیر اوکے کر کے جہاز پر پہنچا دیا۔

اور جب یہ لوگ خود جہاز پر پہنچے تو پرواز کرنے میں صرف دو منٹ باقی تھے۔

عمران اور تنویر کی سیٹ دائیں قطار میں سب سے پیچھے تھی۔ اس سے آگے بائیں طرف چوہان اور عمرانہ کی سیٹ تھی۔ جولیا آگے دو دوسرے مسافروں کے ساتھ بیٹھی تھی۔ صدیقی اور خاور عمران والی قطار کے وسط میں کہیں بیٹھے تھے اور نعمانی کو بائیں قطار میں سب سے آگے ایک یورپین لڑکی کے ساتھ سیٹ ملی تھی۔

ویو ہیکل جہاز کے انجن اسٹارٹ ہو چکے تھے جن سے سارا ایئرپورٹ گونج اٹھا تھا۔

چند لمحوں میں جہاز آہستہ آہستہ رینگتا ہوا رن وے کے آخری سرے پر پہنچ گیا۔

ایک دو سیکنڈ جہاز کا رخ تبدیل کرنے میں لگے۔ رخ تبدیل ہوتے ہی

ٹاور سے سگنل دیا گیا۔

سگنل ملتے ہی دیو ہیکل ڈی سی ٹین رن وے پر دوڑنے لگا۔

اس کی رفتار گذرنے والے ہر لمحہ کے ساتھ تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔

اور پھر رن وے کے آخری سرے تک پہنچنے سے پہلے ہی جہاز کے پہیوں نے ایک تیز گڑگڑاہٹ کے ساتھ زمین چھوڑ دی۔

عمران سیٹ کے سرے پر بیٹھا ہوا تھا اور اس نے حفاظتی بیلٹ بھی نہیں باندھا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہاز نے جیسے ہی ایک زبردست جھٹکے کے ساتھ زمین چھوڑی وہ اپنی سیٹ سے اچھل کر درمیانی راستے پر آن گرا۔ اس کے منہ سے ایک تیز چیخ نکلی۔

اور وہ سنبھلنے کی بجائے سیٹوں کے درمیانی راستے پر لڑھکنے لگا۔ اس کے منہ سے مسلسل چیخیں نکل رہی تھیں۔ چیخوں کی آواز سن کر تمام مسافر اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

کچھ لوگ چیخ چیخ کر اسے مشورے دینے لگے کہ وہ کسی سیٹ کو تھام لے تاکہ مزید لڑھکنے سے بچ جائے۔

عمران نے اس مشورے پر عمل بھی کر ڈالا۔

لیکن اس نے کوئی سیٹ تھامنے کی بجائے ایک سیٹ پر بیٹھی ہوئی ایک بوڑھی امریکن عورت کا بازو تھام لیا۔

بازو تھامتے ہی وہ اٹھ کر خوفزدہ انداز میں اس بوڑھی عورت سے

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

لپٹ گیا۔ نتیجتاً اس عورت کے حلق سے بھی چیخیں نکلنے لگیں۔

بلندی پر پہنچنے کے بعد جہاز کی پرواز ہموار ہو چکی تھی۔

ایئر ہوسٹس چیخوں کی آواز سنکر اپنے کیبن سے نکلی اور دوڑتی ہوئی اس جگہ پہنچ گئی جہاں عمران ابھی تک اس امریکن عورت سے لپٹا ہوا تھا۔

"کیا ہوا، کیا ہوا جناب؟"

ایئر ہوسٹس نے حیرت سے پوچھا۔

"کک، کچھ نہیں۔ شاید جہاز نے مجھے دھکا دیا تھا۔"

عمران ہکلایا۔

ایئر ہوسٹس سمجھ گئی کہ یہ حضرت بے وقوفی کا شکار ہوئے ہیں۔ وہ اسے بازو سے پکڑ کر اس کی سیٹ پر لے آئی۔

سیٹ پر بیٹھتے ہی عمران نے حفاظتی پٹی لپیٹ لی جب کہ پرواز ہموار ہونے کے بعد دوسرے لوگ بیلٹ کھول رہے تھے۔

ایئر ہوسٹس مسکراتی ہوئی ایک طرف چلی گئی۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد جہاز کی چارروں ایئر ہوسٹسیں مسافروں میں ناشتہ تقسیم کرنے لگیں۔

عمران بھی سیٹ پر حفاظتی بیلٹ باندھے ناشتہ کر رہا تھا۔ ساتھ ہی وہ خوفزدہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ بھی رہا تھا۔

دوسرے روز رات دو بجکر بارہ منٹ پر جہاز نے نیویارک ایئرپورٹ پر لینڈ کیا۔

اس وقت بھی ایئرپورٹ پر دن کا سا سماں تھا۔ ایئرپورٹ کا پورا علاقہ روشنی میں نہایا ہوا تھا۔

لاتعداد رن وے تھے اور ہر رن وے پر کوئی نہ کوئی طیارہ لینڈ کر رہا تھا یا پرواز کے لئے پر تول رہا تھا۔

جہاز سے اتر کر یہ لوگ ٹرمینل کی طرف بڑھے۔ ٹرمینل کی وزیٹرز گیلری میں لوگوں کا ایک اژدھام تھا۔

لوگ جہاز سے اترنے والوں کو اشارہ کر رہے تھے۔ اسی اژدھام میں ایکسٹو کا نمائندہ بھی تھا۔

وہ عمران ہی کا ہم وطن تھا جو ایک تاجر کی حیثیت سے طویل عرصے سے یہاں مقیم تھا۔

اور اپنے ملک کے مفاد کے لئے ایک سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ اس نے دور ہی سے عمران وغیرہ کو دیکھ کر ہاتھ ہلا دیا جواباً

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

عمران نے بھی ہاتھ لہرایا۔

پاسپورٹ کی چیکنگ اور کسٹمز وغیرہ سے فارغ ہونے میں تقریباً پون گھنٹہ لگ گیا۔

جب وہ کسٹمز ہال سے باہر نکلے تو دروازے پر ایکسٹو کا ایجنٹ ان کا منتظر تھا۔

"ہیلو نصیر۔" عمران نے آگے بڑھ کر اس سے ہاتھ ملایا۔

"ہیلو عمران صاحب! آپ کو دوبارہ یہاں دیکھ کر خوشی ہوئی۔" نصیر نے مسرت کا اظہار کیا۔

"نہ بھی ہوتی تو کیا کر لیتے۔ بس اب جلدی سے کسی ٹھکانے پر پہنچو۔ میرے پیٹ میں سخت گڑبڑ ہو رہی ہے۔ جہاز میں موقع ہی نہیں ملا۔" عمران پیٹ دباتے ہوئے بولا۔

"چلیے باہر گاڑیاں منتظر ہیں۔" نصیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ سب باہر چل دیئے۔ ان کا سامان باہر کھڑی ہوئی گاڑیوں میں پہنچا دیا گیا۔

نصیر کی ایک اپنی گاڑی تھی اور باقی ٹیکسیاں جنھیں نصیر نے پہلے ہی انگیج کر رکھا تھا۔ عمران نصیر کے ساتھ اس کی گاڑی میں بیٹھ گیا۔

"کہو۔ ان لوگوں کے متعلق کچھ معلوم ہوا۔" عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ وہ لوگ آج صبح یہاں پہنچے تھے اور پانچ بجے شام ایک ڈکوٹا چارٹر کر کے ٹمبکٹو چلے گئے۔" نصیر نے بتایا۔

"اوہ۔ وہ لوگ بہت چالاک نکلے۔ بہرحال ان لوگوں کو اپنی رہائش گاہ پر چھوڑنے کے بعد معلوم کرنا کہ کوئی جہاز راں کمپنی زیادہ سے زیادہ کتنی دیر تک ہمارے لئے ٹمبکٹو تک کوئی طیارہ چارٹر کر سکتی ہے۔"

"میں پہلے ہی معلوم کر چکا ہوں اور میں نے اس کا بندوبست بھی کر لیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مجھے معلوم تھا کہ ان کی روانگی کا سنکر آپ بھی جلد سے جلد ٹمبکٹو پہنچنا چاہیں گے۔ میں نے تین چار جہاز راں کمپنیوں سے بات کی تھی لیکن ٹمبکٹو کی طرف موسم کی مسلسل خرابی کے باعث اپنی پروازیں ملتوی کر دی ہیں۔ صرف ایک کمپنی دہرے معاوضے پر طیارہ دینے پر راضی ہوئی ہے اور وہ بھی کل دوپہر بارہ بجے سے پہلے پرواز کے لئے تیار نہیں۔"

"پھر۔؟" عمران نے پوچھا۔

"مجبوری ہے۔ میں نے اس کمپنی سے بات طے کر لی ہے۔"

"چلو اچھا ہوا۔ اور کوئی خاص بات؟"

"اور خاص بات یہ کہ کرنل فریدی اور کیپٹن حمید بھی اپنے دو قاسم ان دنوں نیویارک میں موجود ہیں۔" نصیر نے مسکرا کر بتایا۔

"اوہو۔ کیا واقعی؟"

"جی ہاں آج شام کیپٹن حمید اور قاسم سے ایک نائٹ کلب میں ملاقات بھی ہوئی تھی۔ وہ لوگ اسکائی ہاک ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔"

"گڈ۔ لیکن کیا تم نے معلوم کیا کہ یہاں ان کی تشریف آوری کس سلسلے میں ہوئی ہے؟"

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

کیپٹن حمید کا کہنا تو یہی ہے کہ وہ محض تفریح کی غرض سے آئے ہیں ایک دو روز میں واپس چلے جائیں گے۔"

"کرنل تفریحات میں وقت گنوانے والا آدمی نہیں۔"

"کرنل سے ابھی تک میری ملاقات نہیں ہو سکی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی مشن پر ہی یہاں آئے ہوں۔"

"کیا تم نے انھیں ہمارے متعلق بتایا تھا۔"

"جی نہیں۔ میں نے یہ سوچ کر نہیں بتایا تھا کہ شاید آپ اسے پسند نہ کریں۔"

"چلو ٹھیک ہے ہم صبح مل لیں گے بہت عرصہ سے ملاقات نہیں ہوئی۔"

عمران سیٹ کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے بولا۔

عمرانہ جو پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی بڑی دلچسپی سے ان کی گفتگو سن رہی تھی انھیں خاموش ہوتے دیکھ کر بولی۔

"عمران بھائی! ایک عرصہ سے کرنل فریدی سے ملاقات کی خواہش دل میں مچل رہی ہے۔ کیا آپ مجھے ان سے نہیں ملائیں گے۔؟"

"ملا تو دوں لیکن ڈرتا ہوں کہ ان سے ملاقات کے بعد اگر تم گھر کا راستہ بھول گئیں تو میں کپاٹا کو کیا جواب دوں گا۔" عمران شرارت آمیز لہجے میں بولا۔

"کیا مطلب؟"

"کرنل فریدی سے ملاقات کے بعد اکثر لڑکیاں گھر کا راستہ بھول جاتی ہیں۔ کچھ ایسی لڑکیوں کو بھی جانتا ہوں جو پاگل خانے میں پہنچ چکی ہیں۔ کرنل کچھ ایسا ہی جادو قسم کا انسان ہے کہ وہ اپنے سے ملنے والی لڑکیوں کو پاگل بنا دیتا ہے۔"

"لیکن مطمئن رہیے میرا شمار ان لڑکیوں میں نہیں ہوگا۔"

عمرانہ مسکرائی۔

"تب ٹھیک ہے۔ صبح تمھیں لے چلوں گا۔"

"اوہ شکریہ۔"

عمرانہ خوش ہوگئی۔

باقی راستہ تقریباً خاموشی ہی میں کٹا کیونکہ عمران نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر اونگھنا شروع کر دیا تھا۔

تقریباً پون گھنٹے بعد یہ لوگ نصیر کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ یہ ایک بہت بڑی کوٹھی تھی اور نصیر پہلے ہی ان کے لئے انتظامات کر چکا تھا کیونکہ ایکسٹو نے اسے ایک روز پہلے ان کی آمد کی اطلاع دے دی تھی۔

عمران تو نصیر کی رہائش گاہ پر پہنچتے ہی سو گیا تھا۔ دوسرے افراد کچھ دیر تک باتیں اور سفر پر تبصرہ کرتے رہے۔

عمرانہ اور جولیا ایک ہی کمرے میں تھیں اور ظاہر ہے کہ جہاں دو عورتیں ہوں وہاں کبھی خاموشی نہیں ہو سکتی۔ یہ دونوں بھی تقریباً چار بجے تک باتوں میں الجھی رہیں۔

صبح عمران نے اپنے تمام ساتھیوں کو اس بات کی اجازت دے دی کہ وہ جہاں چاہیں گھوم سکتے ہیں لیکن گیارہ بجے انھیں ہر حالت میں واپس آنا ہوگا اور وہ خود عمرانہ اور جولیا کو لے کر فریدی وغیرہ سے ملاقات کرنے کے لئے ہوٹل سکائی ہاک کی طرف روانہ ہو گیا۔ ہوٹل کا کمرہ نمبر وغیرہ اس نے

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

نصیر سے معلوم کر لیا تھا اور نصیر کو ایئرپورٹ بھیج دیا تھا تاکہ وہ روانگی کے آخری انتظامات کر سکے۔

ہوٹل سکائی ہاک کی عمارت پچھتر منزلوں پر مشتمل تھی۔ ہر منزل ایک مکمل ہوٹل کی حیثیت رکھتی تھی جس میں ڈائننگ ہال، بار روم، اسموکنگ روم ویٹنگ روم اور ڈانسنگ ہال تک موجود تھے۔

یہ صرف اس لئے تھا کہ اوپر والی منزلوں پر قیام پذیر مسافروں کو کھانے پینے یا تفریحی پروگراموں میں حصہ لینے کے لئے نچلی منزلوں پر نہ آنا پڑے۔

فریدی، کیپٹن حمید اور قاسم کا قیام اکسٹھویں منزل پر تھا۔ عمران، جولیا اور عمرانہ کو وہاں تک پہنچنے میں کسی قسم کی دشواری نہیں ہوئی کیونکہ آمدورفت کے لئے خودکار لفٹیں موجود تھیں۔

عمران کمروں پر لگے ہوئے نمبر پڑھتا ہوا راہداری میں چلتا گیا اور ایک دروازے کے سامنے رک گیا جس پر پیتل کے ہندسے ۸۸ کا نمبر ظاہر کر رہے تھے۔

اس نے جولیا اور عمرانہ کو وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اس کو گھمانے لگا۔ وہ بغیر اطلاع کے اندر داخل ہو کر کرنل وغیرہ کو حیران کر دینا چاہتا تھا اور اسی لئے اس نے جولیا اور عمرانہ کو باہر ہی رکنے کا اشارہ کیا تھا۔

ہینڈل گھما کر اس نے آہستگی کے ساتھ دروازہ کھول کر اندر جھانکا

سامنے والا کمرہ خالی ہی تھا۔ وہ اندر داخل ہو گیا اور مسکراتا ہوا اندرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ یہ پہلا کمرہ سٹنگ روم تھا اور اگلا کمرہ شاید بیڈ روم تھا۔

دوسرے دروازے کے سامنے رک کر وہ چند لمحوں تک سامنے لٹکے ہوئے پردے کو گھورتا رہا پھر یکایک پردہ اٹھا کر اندر داخل ہو گیا لیکن دوسرے ہی لمحہ اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

کمرے کے وسط میں ایک یورپین لڑکی بالکل برہنہ حالت میں کھڑی تھی۔ وہ شاید ورزش کر رہی تھی۔ اس کا لباس قریب ہی پلنگ پر پڑا تھا۔

عمران حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس لڑکی کو گھورتا رہا۔ برہنہ لڑکی بھی پہلے تو اپنے کمرے میں ایک اجنبی کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ پھر وہ چیخ کر اپنے لباس کی طرف لپکی اور عمران بھی باپ رے کا نعرہ لگاتا ہوا پلٹ کر باہر کی طرف دوڑا۔

وہ بڑی عجلت میں باہر نکلا تھا۔ دروازے کے سامنے ہی جولیا کھڑی تھی۔ عمران بدحواسی میں اس سے ٹکرا گیا اور دونوں گرتے گرتے بچے۔

"کیا ہوا۔ آپ اتنے بدحواس کیوں ہو رہے ہیں۔"

عمرانہ نے پوچھا۔

"اندر، ان تینوں میں سے کسی ایک کی جنس تبدیل ہو گئی ہے۔"

"کیا مطلب؟ کہیں آپ غلط کمرے میں تو نہیں گھس گئے۔"

"نہیں۔ کمرہ ٹھیک ہے۔ نصیر نے ایک سو اٹھاسی نمبر ہی بتایا تھا۔"

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

عمران دروازے پر لگے ہوئے نمبر کی طرف دیکھنے لگا۔ دوسرے ہی لمحہ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔

اس کمرے کا نمبر دراصل ایک سو اٹھتر تھا۔ ہندسے پیتل کے بنے ہوئے تھے جنھیں سکریوز کی مدد سے لگایا گیا تھا۔

سات کے ہندسے کے دائیں طرف کناروں والے سکریوز نکلے ہوئے تھے اور سات کا ہندسہ نیچے لٹک کر آٹھ کے ہندسے میں تبدیل ہو گیا تھا۔

اور اس طرح کمرے کا نمبر ایک سو اٹھتر کی بجائے ایک سو اٹھاسی ہو گیا تھا۔

اس عظیم الشان ہوٹل کے منتظمین نے ایک نئی جدت سے کام لیا تھا انھوں نے ہوٹل کی ہر منزل کو دنیا کی مختلف تہذیبوں کے لحاظ سے ڈیکوریٹ کیا تھا۔

مثلاً ایک منزل انگریزی تہذیب کی عکاسی تھی۔ اس منزل کی ہر چیز سے اسی تہذیب کی جھلک ملتی تھی۔ اسی طرح اکسٹھ دیں منزل مشرقی تہذیب و معاشرت کی عکاسی کرتی تھی اور یہاں کے کمروں کے نمبر بھی اردو میں لکھے ہوئے تھے۔

عمران ابھی وہاں سے بھاگنے کی سوچ ہی رہا تھا کہ ایک جھٹکے کے ساتھ دروازہ کھلا اور وہی لڑکی جسم پر باریک گون لپیٹے باہر نکلی۔ یہ الگ بات ہے کہ اس گون میں بھی وہ برہنہ ہی نظر آ رہی تھی۔

"تم بلا اجازت میرے کمرے میں کیوں گھس آئے تھے مسٹر۔" لڑکی۔

باری باری ان تینوں کو گھورتے ہوئے عمران سے پوچھا۔

"م۔ معافی چاہتا ہوں مس! دراصل نمبر کی غلطی ہو گئی تھی۔ ہمیں کمرہ نمبر ایک سو اٹھاسی میں جانا تھا جہاں ہمارے ایک دوست کرنل فریدی مقیم ہیں۔ آپ دیکھ رہی ہیں کہ اس کمرے پر بھی سات کا ہندسہ آٹھ میں تبدیل ہو کر وہی نمبر ظاہر کر رہا ہے۔"

عمران نے جواب دیا۔

"تم کیپٹن حمید کی بات تو نہیں کر رہے۔" لڑکی نے پوچھا۔

"ہاں ہاں۔ بالکل وہی۔"

"وہ سامنے کی طرف تیسرا کمرہ ان ہی کا ہے۔"

لڑکی نے مسکرا کر اشارہ کیا۔

"شکریہ۔"

عمران، جولیا اور عمرانہ کے ساتھ آگے چل دیا۔ وہ لڑکی دروازے میں کھڑی کچھ دیر تک عجیب سی نگاہوں سے انھیں دیکھتی رہی پھر کمرے میں گھس گئی اور عمران سوچ رہا تھا کہ کیپٹن حمید یہاں اچھی خاصی شہرت پا چکا ہے۔

وہ لڑکی کے بتائے ہوئے کمرے کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔ دروازے پر ایک سو اٹھاسی کا ہندسہ نظر آ رہا تھا۔

لیکن اس مرتبہ عمران نے کوئی حماقت نہیں کی۔ اس نے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور کیپٹن حمید کا چہرہ نظر آیا۔ کیپٹن حمید کے

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

چہرے پر ایک لمحہ کے لئے حیرت کے تاثرات ابھرے لیکن چہرے کے تاثرات فوراً ہی تبدیل ہو گئے۔

"ویری سوری مسٹر عمران! میں اور کرنل صاحب اس وقت دنیا کے انتہائی اہم مسئلے پر گفتگو کر رہے ہیں اس لئے آپ کو اندر آنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ ایک گھنٹے بعد تشریف لائیے۔"

"انسلٹ، گریٹ انسلٹ۔ ان خواتین کے سامنے تم نے میری سخت توہین کی ہے کیپٹن۔ میں کرنل کی عدالت میں تم پر ہتک عزت کا دعویٰ دائر کر دوں گا۔"

"خواتین ۔۔۔؟"

کیپٹن حمید نے چونک کر دروازہ پوری طرح کھول دیا۔ وہ پہلے جولیا اور عمرانہ کو نہیں دیکھ سکا تھا۔

لیکن دروازہ پوری طرح کھل جانے کے بعد اس کی نظریں جولیا کے چہرے سے پھسلتی ہوئی جیسے ہی عمرانہ کے چہرے پر رکیں اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا چمک ابھر آئی۔

"ایک تو پتھر ہے جس میں جونک نہیں لگ سکتی۔ دوسری خاتون کے متعلق فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بہرحال تشریف لے آیئے مسٹر عمران! آپ کو یہاں دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔"

"مجھے دیکھ کر خوشی ہوئی یا ان خواتین کو دیکھ کر۔"

عمران مسکرایا۔

"ایک ہی بات ہے۔ تشریف لائیے۔"

عمران ان دونوں کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ پہلا کمرہ خالی تھا۔ دوسرے کمرے میں کرنل فریدی اور قاسم موجود تھے۔

عمران کو دیکھ کر کرنل فریدی کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور قاسم کھلا جہاد کا نعرہ لگاتا ہوا اس سے لپٹ گیا۔

"میرا خیال ہے کہ میں نے ابھی تک آپ لوگوں سے شیک ہینڈ نہیں کیا۔" کیپٹن حمید بولا۔

اب بھی وقت نہیں گیا کیپٹن! ضرور شیک ہینڈ کر لو۔ لیکن خیال رہے کہ شیک زیادہ نہ ہو۔"

عمران نے مسکرا کر اس سے ہاتھ ملایا۔

عمران کے بعد کیپٹن حمید نے جولیا سے ہاتھ ملایا اور پھر اپنا تعارف کراتے ہوئے عمرانہ کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

"مجھے کیپٹن حمید کہتے ہیں۔ کرنل فریدی جیسے خشک ترین انسان کا اسسٹنٹ ہوں۔"

"آداب عرض ہے کیپٹن۔"

عمرانہ نے ہاتھ ملانے کے بجائے خالص مشرقی انداز میں ہاتھ اٹھا کر سلام کیا۔

اور بیچارہ کیپٹن اس کی طرف دیکھتا رہ گیا۔

"گریٹ انسلٹ۔"

عمران زیر لب بڑبڑایا۔

وقار عظیم
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

"تم اور تمہارے دوستوں سے انسلٹ کے علاوہ اور کس چیز کی توقع کی جا سکتی ہے۔"

کیپٹن حمید کے لہجے میں ناگواری تھی۔

فریدی اور عمران مسکرا دیئے۔ بعد میں عمران نے ان سے عمرانہ کا تعارف کروا دیا۔

"ہاں! مجھے اس کے متعلق اطلاع ملی تھی۔" فریدی نے کہا پھر وہ عمران سے باتیں کرنے لگا۔

کیپٹن حمید نے چائے منگوائی تھی اور ظاہر ہے کہ چائے خالی نہیں ہو سکتی تھی۔

کرنل نے بتایا کہ وہ لوگ محض تفریح کی غرض سے آئے ہیں اور آج شام کی فلائٹ سے واپس جا رہے ہیں۔ عمران نے بھی اسے اپنے مشن سے آگاہ کر دیا۔

پونے گیارہ بجے تک وہ لوگ باتیں کرتے رہے۔ پھر عمران وغیرہ اجازت لے کر اٹھ گئے۔ کیپٹن حمید ہوٹل کے باہر تک ان کے ساتھ آیا تھا۔

جب وہ لوگ نصیر کی رہائش گاہ تک پہنچے تو ان کے تمام ساتھی تیار بیٹھے تھے۔

عمران کے پہنچنے کے چند ہی منٹ بعد وہ لوگ ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔

وہ لوگ ٹھیک بارہ بجے ایئرپورٹ پہنچ گئے۔

برازیلی ایئرلائن کا ڈکوٹا طیارہ رن وے نمبر ستائیس پر کھڑا تھا۔ طیارے کی ظاہری حالت دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے ابھی ابھی کباڑ خانے سے نکالا گیا ہو۔ نیلی وردی میں ملبوس تین چار انجینئر قسم کے آدمی اس کے مختلف حصوں سے الجھے ہوئے تھے۔

معلوم ہوا کہ یہ انجینئر طیارے کی چیکنگ کر رہے ہیں۔ اس پڑتال میں آدھا گھنٹہ مزید صرف ہو گیا تب کہیں جا کر ان لوگوں کو طیارے میں بیٹھنے کی اجازت دی گئی۔

طیارے کی اندرونی حالت بھی کچھ بہتر نہیں تھی۔ شاید عمران کا یہ خیال درست ہی تھا کہ طیارہ کو کباڑ خانے میں ملنے والے کل پرزوں سے جوڑ کر تیار کیا گیا ہے۔

سیٹیں سرکاری بسوں کی طرح تھیں۔ ٹوٹی پھوٹی۔ جب طیارے کی ظاہری حالت ایسی تھی تو انجن کے کل پرزوں کا خدا ہی حافظ تھا۔

پائیلٹ نے کاک پٹ میں بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کیا۔ انجن ایک مرتبہ تو

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

گڑگڑا کر رہ گیا۔

دس منٹ کی مزید کوشش کے بعد کہیں جا کر طیارہ اسٹارٹ ہو سکا۔

پائیلٹ اسے رن وے کے آخری سرے پر لے گیا اور کنٹرول ٹاور کو اپنی پرواز کا نمبر بتا کر سگنل کا انتظار کرنے لگا۔

تقریباً پانچ منٹ بعد کنٹرول ٹاور سے طیارے کو پرواز کا سگنل ملا۔

سگنل ملتے ہی طیارہ آہستہ آہستہ رن وے پر دوڑنے لگا۔

رن وے پر طیارہ اس طرح دوڑ رہا تھا جیسے کوئی شتر بے مہار ریگستان میں دوڑا جا رہا ہو۔

زبردست ہچکولے لگ رہے تھے۔ طیارہ کبھی دائیں طرف کو جھک جاتا اور کبھی بائیں طرف کو۔

عمران اپنی سیٹ میں دھنسا بلند آواز میں جل جلال تو کا ورد کر رہا تھا لیکن اس کی آواز طیارے کے انجن کے زبردست شور میں دب رہی تھی۔

طیارے نے رن وے کا نصف سے زیادہ حصہ طے کر لیا۔

اور ان سب کا خیال تھا کہ اب بس طیارے کے پہیے زمین کا ساتھ چھوڑنا ہی چاہتے ہیں۔

لیکن ایک زبردست گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ انجن بند ہو گیا اور طیارہ رن وے کے آخری سرے پر پہنچنے سے پہلے ہی رک گیا۔

طیارہ رکتے ہی سب لوگ معنی خیز انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

ٹھیک اسی وقت طیارے کی واحد ایئر ہوسٹس اپنے چھوٹے سے کیبن سے نکل آئی۔

"کیوں مس! یہ ڈھینچو ڈھینچو پرواز بھی کر سکے گا یا بائی روڈ ہی منزل طے کرنے کا ارادہ ہے۔" عمران نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"شاید انجن میں کوئی نقص پیدا ہو گیا ہے۔ میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔" ایئر ہوسٹس کہتی ہوئی کاک پٹ میں داخل ہو گئی۔

اس کی واپسی دس منٹ بعد ہوئی تھی۔ عمران سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"طیارے کو فضا میں اٹھانے والی ناب پھنس گئی تھی۔ چند منٹ میں ٹھیک ہو جاتی ہے۔"

اور یہ چند منٹ آدھے گھنٹے سے پہلے پورے نہیں ہوئے۔ پائیلٹ لگاتار محنت اور جفاکشی کے بعد طیارہ کا انجن دوبارہ بیدار کرنے میں کامیاب ہو گیا اور پائیلٹ نے ایک بار پھر کنٹرول ٹاور سے پرواز کا سگنل مانگا۔ انجن کی خرابی کی اطلاع وہ پہلے ہی دے چکا تھا۔

سگنل ملتے ہی ڈکوٹا ایک بار پھر رن وے پر دوڑنے لگا اور یہ شاید طیارے کے انجن کی قوت کا کمال تھا یا عمران اور اس کے ساتھیوں کی دعاؤں کا نتیجہ کہ اس بار طیارہ فضا میں بلند ہو گیا۔ فضا میں بلند ہونے کے بعد پائیلٹ نے فضا میں ایک دو چکر کاٹے اور کنٹرول ٹاور کو آل رائٹ کی رپورٹ دیکر طیارے کو ایک رخ پر ڈال دیا۔ عمران دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ اگر پرواز

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

کے دوران طیارے کا کوئی اور کل پرزہ کسی جگہ پھنس گیا یا اپنی جگہ سے ہل گیا تو ان کا انجام کیا ہوگا۔

نیویارک سے ٹمبکٹو تک نو گھنٹے کا راستہ تھا۔ پرواز کا یہ وقت صاف موسم کے لئے مقرر تھا۔ موسم خراب ہونے کی صورت میں زیادہ وقت بھی لگ سکتا تھا۔ اگر موسم بہت زیادہ خراب ہوتا تو طیارہ واپسی کا رخ اختیار کر لیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس طرف آنے والے پائیلٹ پرواز کے دوران ہر ایک گھنٹے کے بعد محکمہ موسمیات کے مرکز سے موسمی اطلاعات موصول کرتے رہتے تھے۔ محکمہ موسمیات کا یہ مرکز خاص طور سے اسی مقصد کے لئے قائم کیا گیا تھا اور ہر گھنٹے بعد ایک مخصوص فریکوئنسی پر موسمی رپورٹ نشر کرتا رہتا تھا۔

ڈکوٹا کی پرواز کو چار گھنٹے ہو چکے تھے اور اب نیچے پہاڑوں کا ایک وسیع سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ ایئر ہوسٹس اپنے مسافروں کو شام کی چائے پلانے کے بعد فارغ ہو کر اب اپنے کیبن میں بیٹھی کوئی ناول پڑھ رہی تھی۔ کیبن کا دروازہ کھلا ہونے کی وجہ سے عمران اسے صاف طور پر دیکھ رہا تھا۔

ایک گھنٹہ مزید گزر گیا۔ پھر دفعتاً طیارے کو ہچکولے لگنے لگے۔ وہ فضا میں اس طرح ڈولنے لگا جیسے پائیلٹ نے کنٹرول سے ہاتھ ہٹا لیا ہو۔

عمران اور صفدر وغیرہ تو پہلے بھی یہ سفر کر چکے تھے لیکن عمرانہ پر یکدم گھبراہٹ طاری ہو گئی تھی۔ وہ پریشان نگاہوں سے بار بار اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ عمران اس کی حالت دیکھ کر دل ہی دل میں محظوظ ہو رہا تھا۔

ایئر ہوسٹس اب بھی بڑے اطمینان کے ساتھ اپنے کیبن میں بیٹھی ناول کا مطالعہ

کر رہی تھی۔ عمران نے اسے اشارے سے اپنے قریب بلایا۔

"یس پلیز۔"

"ہماری وہ ساتھی طیارے کے ہچکولوں سے پریشان ہو رہی ہے۔ اسے اس کی وجہ بتا دو تاکہ وہ مطمئن ہو جائے۔" عمران نے عمرانہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"یہ صرف ہوا کا طوفان ہے جناب! یہ ہچکولے طیارے میں کسی خرابی کی باعث نہیں لگ رہے۔"

"میں جانتا ہوں لیکن ہماری اس ساتھی کو بتا دو۔" عمران نے دوبارہ کہا۔

ایئر ہوسٹس مسکراتی ہوئی عمرانہ کی طرف چلی گئی۔ چند لمحوں تک اس کے قریب کھڑی باتیں کرتی رہی پھر اس کے ساتھ ہی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

تقریباً نصف گھنٹے بعد تو صورت حال اور بدتر ہو گئی۔ ہوا کے طوفان میں شدت آ گئی تھی اور چھوٹا ڈکوٹا ربڑ کی طرح ڈولنے لگا۔ وہ اس طرح لرز رہا تھا جیسے جہاز نہ ہو کوئی خزاں رسیدہ پتہ ہو جسے ہوا اڑائے پھر رہی ہے۔

ہزاروں فٹ نیچے بلند پہاڑی سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ سرسبز درختوں سے ڈھکی ہوئی یہ نوکیلی چٹانیں گو دیکھنے میں بہت دلکش منظر پیش کر رہی تھیں لیکن عمران سوچ رہا تھا کہ اگر جہاز ان چٹانوں سے ٹکرا جائے تو نہ جہاز کا پتہ چلے گا اور نہ ان لوگوں میں سے کسی کا۔

جہاز خزاں زدہ پتے کی طرح لرز رہا تھا۔ تیز ہوا اسے پیچھے کی طرف دھکیلنے کی کوشش کر رہی تھی۔ پائیلٹ شاید ایسی صورت حال سے نمٹنے کا گر بھی جانتا تھا کیونکہ چند ہی لمحوں بعد اس نے جہاز کو اوپر کی طرف اٹھانا شروع کر دیا۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

جہاز گذرنے والے ہر لمحہ کے ساتھ بلند ہوتا گیا۔ پائیلٹ کا خیال تھا کہ زیادہ بلندی پر ہوا کا دباؤ کم ہونے کی وجہ سے وہ صورت حال پر قابو پالے گا لیکن وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ بلندی پر ہوا کا دباؤ نیچے سے بھی زیادہ تھا۔

بلندی پر پہنچ کر تو جہاز اور بھی بری طرح لرزنے لگا۔ ان لوگوں سے سیٹوں پر بیٹھا بھی نہیں جا رہا تھا۔ کچھ دیر تک تو یہ حالت رہی کہ وہ لوگ سیٹوں کو مضبوطی سے تھامے بیٹھے رہے لیکن پھر یہ بھی ناممکن ہو گیا۔ ٹھیک اسی وقت اسپیکر پر جہاز کے کپتان کی آواز ابھری۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"خواتین و حضرات! جہاز ہوا کے زبردست طوفان میں گھر چکا ہے۔ ہوا کا دباؤ اسے نامعلوم منزل کی طرف دھکیل رہا ہے۔ ہم اس کوشش میں ہیں کہ جہاز کو بچانے کے ساتھ اسے صحیح رخ پر رکھ سکیں۔ آپ لوگوں سے درخواست کی جاتی ہے کہ حفاظتی بیلٹ باندھ لیں تاکہ جہاز کے ڈولنے سے کسی کو نقصان نہ پہنچ سکے۔ اگر مزید آدھے گھنٹے تک ہوا کے طوفان میں کمی نہ آئی تو ہم واپسی کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہوں گے۔"

اسپیکر خاموش ہو گیا اور عمران سوچنے لگا کہ اگر جہاز نے واپسی کا رخ اختیار کر لیا تو اس کا سارا پروگرام دھرے کا دھرا رہ جائے گا۔ وہ چاہتا تھا کہ جلد سے جلد آگے بڑھ کر سردار ہوگو اور بکونی کے قافلے کو راستہ ہی میں روک لے۔ اگر وہ لوگ اپنے قبیلے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تو جوزف کو واپس لانے میں انہیں بہت محنت کرنی پڑے گی۔ لیکن اگرچہ وہ بہت عجلت

سے کام لیتا آیا تھا۔ اس کے باوجود بعض قدرتی عناصر اس کے راستہ کی رکاوٹ بن رہے تھے جیسے یہ اچانک طوفان۔

مزید آدھا گھنٹہ گذر گیا۔ ہوا کے طوفان میں کچھ اور بھی شدت آگئی تھی اور اس کے ساتھ ہی عمران اور اس کے ساتھیوں کے چہرے بھی پیلے پڑ گئے کیونکہ اب اپنی قوت سے آگے بڑھنے کی بجائے ہوا کے دباؤ کے ساتھ جہاز دائیں طرف جھکتا جا رہا تھا اور ظاہر ہے یہ تشویشناک ہی نہیں خطرناک بھی تھی۔

جہاز تیزی کے ساتھ دائیں طرف جھکتا جا رہا تھا۔ اس کا دایاں پر نیچے تھا اور بایاں اوپر کی طرف اٹھا ہوا تھا۔ ہوا اسے تیزی سے ایک طرف دھکیل رہی تھی اور اس صورتحال سے ظاہر ہوتا تھا کہ طیارے کا کنٹرول اب پائیلٹ کے اختیار میں نہیں رہا۔ جہاز تیزی سے نیچے کی طرف جا رہا تھا۔

پہاڑوں کی نوکیلی چوٹیاں انتہائی تیزی کے ساتھ قریب آتی جا رہی تھیں کوئی لمحہ جاتا تھا کہ جہاز کسی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے اور ساتھ ہی ان کی زندگیوں کا چراغ بھی گل کر دے۔

زندگی اور موت کے درمیان فاصلہ سمٹتا جا رہا تھا۔ چند لمحے۔ زندگی کے صرف چند لمحے باقی تھے۔ اس کے بعد پہاڑوں میں ایک زبردست دھماکہ گونجا۔ چند چیخوں کی صدائیں ابھریں۔ دھواں اٹھا اور اس کے ساتھ ہی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا۔

موت کو اس قدر قریب دیکھ کر سب کے چہروں کی رنگت پیلی پڑ چکی تھی۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

ایئر ہوسٹس جولیا اور عمران کے ہونٹوں سے خوف کے مارے چیخیں نکلنے لگی تھیں۔ حالا
عمران اور اس کے ساتھی مردوں کی بھی اچھی نہیں تھی لیکن انھوں نے اپنے ہو
مضبوطی سے بھینچے ہوئے تھے۔

پہاڑوں کی نوکیلی چٹانیں اب بہت قریب آگئی تھیں۔ زندگی اور مو
میں صرف چند لمحے باقی تھے۔ جہاز تیزی سے چٹانوں کی طرف بڑھ رہا تھ
دفعتاً ایک معجزہ رونما ہوا۔ جی ہاں اسے معجزہ ہی کہا جاسکتا ہے۔

جہاز اور چٹانوں کے درمیان تقریباً ڈیڑھ سو فٹ کا فاصلہ باقی
اور جہاز نے یکایک پلٹا کھایا۔ اس کا رخ بھی اچانک ہی تبدیل ہوگیا اور
جہاز سیدھا نیچے گرنے کی بجائے بائیں پہلو پر گر رہا تھا۔

نیچے ہوا کا دباؤ کم تھا۔ معجزانہ طور پر جہاز کا رخ بدلتے ہی کپتان نے
ہوشیاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کنٹرول اسٹک کو تیزی کے ساتھ با
طرف کھینچ لیا اور جہاز ایک بلند چٹان سے صرف پچاس فٹ کے فاصلے
بائیں طرف مڑ گیا۔

چند لمحوں بعد پائیلٹ نے جہاز کو مزید سنبھال لیا اور اب جہاز
سلسلے کے ساتھ ساتھ بڑھ رہا تھا۔

اس کے دائیں طرف بھی پہاڑ تھے اور بائیں طرف بھی۔ لیکن پہاڑوا
درمیان وہ زیادہ دیر تک آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ کیونکہ آگے دونو
کے پہاڑوں کا درمیانی فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا۔

جہاز اب مکمل طور پر پائیلٹ کے کنٹرول میں تھا۔ اس نے مائیک

جہاز کے مسافروں کو اطمینان دلایا اور پھر جہاز کو آہستہ آہستہ اوپر اٹھانے
لگا یہاں تک کہ وہ اسے پہاڑی سلسلے کے اوپر لے آیا اور اب جہاز
پہاڑوں سے صرف پچاس ساٹھ فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔

وہ لوگ موت کے منہ سے تو نکل آئے لیکن معلوم ہوا کہ طیارہ اپنے
اصل راستے سے کئی ڈگری ہٹ چکا ہے۔ ہوا کے طوفان میں گھر کر اصل راستہ
سے بھٹک جانے کی یہ کوئی پہلی واردات نہیں تھی۔

ماضی میں اکثر ایسا ہوتا رہا تھا اور ہوشیار قسم کے پائیلٹ ان مشکلات
سے نمٹنے کے لئے پہلے ہی انتظامات کر لیا کرتے تھے۔ ان انتظامات میں عملہ اور مسافروں
کے لئے اضافی خوراک اور پٹرول کا اضافی ذخیرہ شامل تھا۔

اس ڈیکوٹا میں بھی پٹرول کی اضافی ٹنکیاں موجود تھیں اور راستہ
بھٹک جانے کے بعد یہ اضافی ایندھن انہیں کام دے سکتا تھا بشرطیکہ اس
کے ختم ہونے سے پہلے وہ اپنا اصل راستہ تلاش کر لیں۔

اور اصل راستہ تک آنے میں انہیں مزید دو گھنٹے کا وقت ضائع کرنا پڑا۔

ہوا کے طوفان میں بھی اب کمی آگئی تھی اور اسوقت جس مقام پر وہ پرواز
کر رہے تھے۔ وہاں سے ان کی منزل تقریباً ڈیڑھ ہزار میل کے فاصلے پر تھی۔

اگر طیارہ نیویارک سے ٹھیک بارہ بجے پرواز کرتا تو وہ رات نو بجے اپنی
منزل پر پہنچ جاتے لیکن طیارہ دو گھنٹے کی تاخیر سے روانہ ہوا تھا۔ کچھ وقت طوفان
کی مزاحمت نے ضائع کر دیا اور دو گھنٹے راستہ سے ہٹ جانے کی باعث ضائع ہوگئے
چنانچہ جب طیارہ ٹمبکٹو کے ہوائی اڈے پر اترا تو رات کے دو بج چکے تھے۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

دنیا کے ہنگاموں سے الگ تھلگ "بکنو" کا شہر نیند کی آغوش میں تھا۔ عمران وغیرہ چونکہ پہلے بھی ایک مرتبہ یہاں آچکے تھے اس لئے وہ شہر کے ایک ایسے ہوٹل کے متعلق جانتے تھے جہاں اس وقت بھی انھیں رہائش کے لئے کمرے مل سکتے تھے چنانچہ وہ ایئرپورٹ ہی کی ایک گاڑی کرایہ پر لیکر ہوٹل پہنچ گئے۔

انھوں نے اپنا سارا سامان ایئرپورٹ پر ہی چھوڑ دیا تھا صرف ضروریات کی چند چیزیں ساتھ لے لی تھیں۔

رات گزرنے کے بعد صبح ہوتے ہی عمران نے ایئرپورٹ سے سامان منگوایا اور ناشتہ کرنے کے بعد ہوٹل سے نکل کھڑا ہوا۔ اسے مختلف ذرائع سے معلوم ہو گیا تھا کہ ہوگو اور ریکونی کی پارٹی کل صبح ہی ایک چارٹرڈ طیارے کے ذریعہ "بکنو" صوبہ کے سرحدی شہر کوئٹو کے لئے روانہ ہو چکی ہے۔

عمران جانتا تھا کہ اس طرف کوئٹو مہذب دنیا کا آخری شہر ہے۔ اس سے پچاس میل آگے ایک اور چھوٹا سا قصبہ تھا جو مہذب اور غیر مہذب دنیا کے سنگم پر واقع تھا۔ اس قصبہ سے آگے برازیل کے خطرناک جنگلات کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔

عمران نے سب سے پہلے ایک ہوائی کمپنی سے کوئٹو جانے کے لئے ایک طیارہ چارٹر کیا۔ اور پھر دن بھر دوسرے انتظامات میں لگا رہا۔ رات نو بجے کے واپس ہوٹل آیا تھا۔

"شکر ہے عمران بھائی! آپ واپس تو آئے۔ ہم تو یہ ہی سمجھ رہے تھے کہ شاید آپ ہمیں یہاں چھوڑ کر واپس چلے گئے ہیں۔" عمرانہ اسے دیکھتے ہی بولی۔

"اگر اس سفر میں مقصد جوزف کی بازیابی کے علاوہ کچھ اور ہوتا تو میں یقیناً کسی طرف بھاگ نکلتا لیکن جوزف کی وجہ سے مجھے اس مہم کو اختتام تک پہنچانا ہی پڑیگا۔"

"اگر اس مہم کا کوئی اور مقصد ہوتا تو کیا آپ نہ آتے۔"

"قطعی نہیں، یہ سائنس کا دور ہے۔ انسان خلا میں چھان رہا ہے اور ایک ہم ہیں کہ جنگلوں کی خاک چھان رہے ہیں۔" عمران نے منہ بنا کر جواب دیا۔

"جنگلوں کی یہ خاک خلا سے زیادہ قیمتی ہے عمران بھائی۔"

"تو ٹھیک ہے ہم واپسی پر تمہیں کسی قبیلے میں چھوڑ جائیں گے تاکہ تم عمر بھر اس قیمتی خاک کو اچھی طرح چھانتی رہو۔"

"نا بابا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔" عمرانہ جلدی سے بولی۔

"کیوں۔ ڈر گئیں۔"

عمران مسکرایا۔

"ہاں۔ ایسا ہی سمجھ لیجئے۔"

"اچھا چھوڑو ان باتوں کو۔ کھانے کا کیا پروگرام ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"اس ہوٹل کا کھانا تو بالکل بیکار ہے۔ صفدر وغیرہ تو کسی اور ہوٹل میں چلے گئے ہیں جولیا اور تنویر آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ چلئے اب ہم لوگ بھی کھانے کے لئے کوئی ہوٹل تلاش کر لیتے ہیں۔"

"لیکن ذرا جلدی چلو۔ مجھے شدت کی بھوک لگ رہی ہے۔" عمران پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

عمرانہ مسکراتی ہوئی اس کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آئی۔ جولیا اور

وقار عظیم
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

تنویر کو بھی ان کے کمروں سے نیا گیا۔

وہ چاروں ہوٹل سے نکل کر شہر کی مختلف سڑکوں پر گھومتے رہے پھر ایک اچھے سے ہوٹل میں گھس گئے۔

عمران نے جب یہ سنا تھا کہ تنویر بھی کھانے کے لئے اس کا انتظار کر رہا ہے تو اسے قدرے حیرت ہوئی تھی۔ تنویر کی تو شروع ہی سے اس کے ساتھ لگتی آئی تھی اور اب کھانے کے لئے اس کا انتظار حیرت ہی کی بات تھی لیکن عمران کی یہ حیرت جلد ہی دور ہو گئی۔

اپنے ہوٹل سے نکل کر اس ہوٹل میں آنے تک عمران سمجھ گیا کہ تنویر کا یہ انتظار عمران کی وجہ سے نہیں بلکہ عمرانہ کی وجہ سے ہے۔

راستہ میں بھی تنویر زیادہ تر عمرانہ ہی سے باتیں کرتا رہا تھا اور جب ہوٹل میں ان کی میز پر کھانا چنا گیا تو تنویر مختلف ڈشیں اٹھا اٹھا کر عمرانہ کے سامنے رکھ رہا تھا۔

عمران یہ سوچ کر دل ہی دل میں مسکرا دیا کہ تنویر جولیا سے مایوس ہو کر اب عمرانہ میں دلچسپی لینے لگا ہے۔ یعنی ایک نئے عشق کی ابتدا۔

تنویر نے جیسے ہی ایک ڈش عمرانہ کے سامنے رکھی عمران نے اسے اپنی طرف سرکا لیا اور لمبے لمبے ہاتھ مارنے لگا۔ اس کے سامنے بیٹھا ہوا تنویر اسے خونخوار نگاہوں سے گھورنے لگا۔ لیکن عمران کو بھلا اس کے گھورنے کی پرواہ کب تھی۔ وہ تو بڑے اطمینان سے کھانا کھا رہا تھا۔

اگلے روز صبح نو بجے یہ لوگ ٹمبکٹو کے ایئرپورٹ پہنچ گئے۔ یہاں عمران نے کوٹو کے لئے جو ڈیکوٹا چارٹر کیا تھا اس کی حالت بھی پہلے سے مختلف نہیں تھی۔ اس کا تو رنگ بھی اکھڑا ہوا تھا۔

جہاز پر اس وقت لکڑی کی بھاری پیٹیاں اور دیگر سامان لادا جا رہا تھا اور جہاز کے قریب کھڑا عمران اس سامان کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہ وہ سامان تھا جو کل سارا دن کی تیاریوں کے سلسلے میں اس نے خریدا تھا۔ اس سامان میں ہر وہ چیز موجود تھی جو اس مہم میں کام آ سکتی تھی۔

اس بھاری بھاری سامان کے بعد ان کا ذاتی سامان لادا گیا اور انہیں جہاز میں بیٹھنے کی اجازت دے دی گئی۔ پائیلٹ بھی کاک پٹ میں پہنچ چکا تھا۔ عمران بھی اس کے پیچھے ہی کاک پٹ میں داخل ہو گیا۔

"کیوں بڑے بھائی! کیا یہ کھٹارہ بھی بخیریت منزل پر پہنچا دے گا۔"

"کیوں نہیں جناب! بظاہر یہ کھٹارہ ہی نظر آتا ہے لیکن اس کا انجن اے ون کنڈیشن میں ہے۔" پائیلٹ نے جواب دیا۔

"اور موسم کی کیا رپورٹ ہے۔"

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"اوکے جناب! آج تو موسم بالکل صاف ہے۔"

"اوکے بڑے بھائی۔ ہم سب مل کر دعا کریں گے کہ مطلع صاف رہے۔"

عمران کہتا ہوا کاک پٹ سے باہر نکل آیا۔

اس کے چند ہی لمحوں بعد ایئر ہوسٹس نے دروازہ بند کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی طیارہ کا انجن گڑگڑا اٹھا۔

پہلے طیارے کی نسبت یہ طیارہ آسانی کے ساتھ فضا میں بلند ہو گیا اور منزل کی طرف پرواز کرنے لگا۔

کوئٹہ چھ گھنٹے کے فاصلے پر تھا۔ چار گھنٹے تک طیارہ بلند پہاڑوں کے اوپر پرواز کرتا رہا۔ بعض اوقات اسے پہاڑی درّوں کے درمیان بھی پرواز کرنا پڑی۔ ایسے موقعوں پر جہاں انسان ایک عجیب سا لطف محسوس کرتا ہے، وہاں ہر آن زندگی کو خطرہ لاحق رہتا ہے کیونکہ طیارے کے دونوں طرف بیس پچیس فٹ کے فاصلے پر چٹانیں تھیں اور پائیلٹ کی معمولی سی غلطی یا لاپرواہی سے طیارہ کسی طرف چٹان سے ٹکرا کر تباہ ہو سکتا تھا۔

مزید ایک گھنٹے کی پرواز کے بعد طیارہ پہاڑوں سے نکل آیا۔ اب آگے زمین پر تاحدِ نگاہ جنگلات کا وسیع سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ یہ جنگلات دیکھنے میں بظاہر بڑے خوبصورت لگ رہے تھے لیکن ان میں زندگی ہر لمحہ خطرات میں گھری رہتی تھی۔ انسان کی تو اوقات ہی کیا۔ درندے بھی ایک دوسرے کی چیر پھاڑ میں مصروف رہتے تھے۔

اب صرف دو گھنٹے کا سفر باقی رہ گیا تھا۔ موسم بالکل ٹھیک تھا اور

طیارے کا انجن درست حالت میں کام کر رہا تھا لہٰذا طیارے کے اندر بیٹھے ہوئے سب ہی لوگ مطمئن تھے اور خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ عمران انہیں لطیفے سنا رہا تھا۔ ڈریکوٹا کی ایئر ہوسٹس مس گارجیا بھی اس کے لطیفوں پر دل کھول کر ہنس رہی تھی۔

"عمران بھائی! وہ قصہ سنایئے۔ کامن سنس والا۔" عمرانہ بولی۔

"وہ سردار بدھی سنگھ والا۔"

"ہاں ہاں، وہی۔" عمرانہ نے سر ہلایا۔

"کیا آپ لوگ یہ قصہ سننے کو تیار ہیں۔" عمران نے باری باری سب کی طرف دیکھا۔

سب ہی نے اثبات میں گردنیں ہلا دیں۔ ان میں ڈریکوٹا کی ایئر ہوسٹس مس گارجیا بھی شامل تھی۔

یہ ساری گفتگو چونکہ انگلش میں ہو رہی تھی اس لئے وہ بھی ان کی باتوں سے محظوظ ہو رہی تھی۔

"ہم۔ معزز خواتین و حضرات!" عمران ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"قصہ کچھ سردار لوگوں کے بارہ بجنے کا ہے۔ یہ بات تو سب ہی جانتے ہیں کہ گھڑی کی دونوں سوئیاں جیسے ہی بارہ کے ہندسے پر ملتی ہیں سکھوں کی عقل ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔ اسی مسئلہ پر ایک سکھ اور ایک مسلمان میں بحث ہو رہی تھی۔ مسلمان سردار صاحب

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اگر تم لوگ عقل یعنی کامن سنس سے کام لو تو تمھارے کبھی بارہ نہ بجیں۔"

مثال پیش کرنے کے لئے مسلمان نے دیوار پر ہاتھ رکھ دیا اور سردار صاحب کو کہا کہ وہ اپنی پوری قوت سے ان کے ہاتھ پر مکہ ماریں سردار صاحب نے پوری قوت سے گھونسہ مارا لیکن مسلمان نے جلدی سے ہاتھ ہٹا لیا اور سردار صاحب کا گھونسہ دیوار پر لگا اور وہ تکلیف کی شدت سے دیر تک بلبلاتے رہے۔

مسلمان نے ان کی تکلیف پر مسکراتے ہوئے کہا کہ اسی کو کامن سنس کہتے ہیں۔ اگر تم عقل سے کام لیتے اور سوچتے کہ میں ہاتھ ہٹا لوں گا تو تمہیں یہ تکلیف کبھی نہ اٹھانی پڑتی۔

سردار صاحب نے ان کی بات کو سمجھ لیا اور وعدہ کیا کہ آئندہ وہ کامن سنس سے کام لیں گے۔

اس کے کچھ ہی عرصہ بعد سردار صاحب کو اپنے گاؤں جانے کا اتفاق ہوا۔

وہ اپنے دوستوں کے ساتھ کھیتوں میں بیٹھا ڈینگیں ہانک رہا تھا کہ شہر سے وہ کامن سنس سیکھ آیا ہے۔

جب اس کے دوستوں نے کامن سنس کا مظاہرہ کرنے کو کہا تو وہ سردار صاحب ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

وہاں کھیتوں میں کوئی دیوار تو تھی نہیں سردار صاحب نے اپنا

ایک ہاتھ اپنی آنکھ پر رکھ لیا اور ایک گھبرو جوان سے کہا کہ وہ ان کے ہاتھ پر گھونسہ ماریں۔

اس ہٹے کٹے گھبرو جوان نے پوری قوت سے گھونسہ مارا۔

سردار صاحب نے کامن سنس سے کام لیتے ہوئے جلدی سے اپنا ہاتھ ہٹا لیا اور گھونسہ سردار صاحب کی آنکھ پر لگا اور سردار صاحب کی آنکھ باہر نکل آئی۔

یہ سردار صاحب کا کامن سنس تھا کہ انھوں نے ہاتھ تو ہٹا لیا لیکن ان کی ایک آنکھ کامن سنس کی نظر ہو گئی۔

عمران نے خاموش ہوتے ہی وہاں قہقہوں کا طوفان ابل پڑا خاص طور پر مس گارجیا تو کامن سنس کے اس استعمال پر ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہوئی جا رہی تھی۔

جب ہنسی کا یہ طوفان تھما تو عمران نے ایک اور لطیفہ سنانا شروع کر دیا۔

منزل پر پہنچنے میں صرف پون گھنٹہ باقی تھا اور عمران چاہتا تھا کہ یہ وقت ہنستے ہوئے ہی گزر جائے۔

لطیفہ سناتے سناتے عمران یکدم خاموش ہو گیا اور ان سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کر کے ایک طرف توجہ مبذول کر دی۔ اسے جہاز کے انجن کی آواز کچھ بدلی بدلی سی لگ رہی تھی۔

"کیا بات ہے" صفدر نے پوچھا۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"میں جہاز کے انجن کی آواز بدلی ہوئی محسوس کر رہا ہوں۔ کہیں کوئی گڑبڑ تو نہیں ہے۔" عمران نے پرسوچ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ کچھ محسوس تو ہو رہا ہے۔ میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔"

مس گارجیا پائیلٹ کے کیبن کی طرف دوڑ گئی۔

ابھی دو منٹ ہی گزرے تھے کہ جہاز فضا میں ڈولنے لگا۔ وہ کبھی دائیں طرف جھک رہا تھا کبھی بائیں طرف۔

عمران کی ہدایت پر ان لوگوں نے حفاظتی بیلٹ باندھ لئے تاکہ کسی کو چوٹ نہ لگ جائے۔

وہ خود اٹھ کر سیٹوں کا سہارا لیتا ہوا کاک پٹ کی طرف چل دیا جہاز اب بری طرح ڈولنے لگا تھا۔ عمران بمشکل کاک پٹ تک پہنچ سکا جہاں پائیلٹ مختلف سوئچ اوپر نیچے کر رہا تھا۔

"کیا ہوا پائیلٹ۔؟" عمران نے پوچھا۔

"اوہ۔ انجن میں اچانک ہی کوئی زبردست نقص پیدا ہو گیا ہے جس کا پتہ نہیں چل رہا۔ منزل پر پہنچنا مشکل ہے۔ جہاز کسی بھی وقت گر کر تباہ ہو سکتا ہے۔"

"اوہ۔؟" عمران چونک گیا۔

اس کے چہرے پر یکایک تشویش اور فکر و تردد کے آثار پیدا ہو گئے تھے۔

"اب کیا ہو گا۔ کیا نقص معلوم نہیں ہو سکتا۔"

"نہیں مسٹر۔ اب ہم سب کو مرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ اپنے ساتھیوں سے کہہ دو کہ مرنے سے پہلے اپنے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیں"

"کریش لینڈنگ۔ کیا کریش لینڈنگ نہیں ہو سکتی۔" عمران بولا۔

کریش لینڈنگ کیسے ہو سکتی ہے۔ نیچے جنگل ہی جنگل ہے میدانی علاقہ ہوتا تو کریش لینڈنگ ہو سکتی تھی۔ لیکن اس جنگل میں ممکن نہیں۔"

عمران نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ پرتشویش نگاہوں سے نیچے جنگل کا جائزہ لے رہا تھا۔ دفعتاً اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک ابھر آئی۔

جنگل میں ایک نیلی سی لکیر نظر آ رہی تھی۔ اور یہ نیلی لکیر ایک ندی تھی جو نجانے کس طرف سے آتی ہوئی کس طرف کو جا رہی تھی۔ درختوں کے درمیان گھری ہوئی یہ ندی عمران کے اندازے کے مطابق بچاس فٹ چوڑی تھی۔

"پائیلٹ! کیا تم اس ندی میں جہاز نہیں اتار سکتے۔"

"موت کے خوف سے کہیں تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا مسٹر!" پائیلٹ نے مضحکہ خیز انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

"سیٹ چھوڑ دو پائیلٹ! میں جہاز کو اس ندی میں اتارنے کی کوشش کروں گا۔"

"تم۔؟"

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"ہاں۔ میں ایک تربیت یافتہ پائیلٹ ہوں۔ ڈیکوٹا سے لے کر جیٹ تک اڑانے کا ماہر۔ اگر ہمیں مرنا ہی ہے تو کیوں نہ زندگی کے لئے ایک کوشش کرلی جائے۔"

پائیلٹ چند لمحوں تک الجھی ہوئی نگاہوں سے اسکی طرف دیکھتا رہا پھر کنٹرولنگ اسٹک کو سنبھالے آہستہ آہستہ ایک طرف سرکنے لگا۔

عمران نے اس کی سیٹ سنبھالی۔ چند لمحوں بعد وہ اسٹک کو تھامے جہاز کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

جہاز بری طرح ڈول رہا تھا۔ اس کے انجن سے اب ہلکا ہلکا دھواں اٹھنے لگا تھا۔ شاید تاروں نے آگ پکڑ لی تھی اور یہ بات تشویشناک تھی۔

جہاز کافی بلندی پر تھا۔ عمران اسے آہستہ آہستہ نیچے لانے لگا اس نے فضا میں دو تین چکر کاٹے پھر ندی کے اوپر پرواز کرنے لگا۔

جہاز کی بلندی سو فٹ سے زیادہ نہیں تھی اور یہاں سے ندی کی چوڑائی کا قدرے درست اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔

ندی اب چالیس فٹ سے زیادہ چوڑی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے دونوں کناروں پر درخت تھے جن کی شاخیں پانی میں جھکی ہوئی تھیں۔ ایک جگہ سے ندی تقریباً تین چار میل تک بالکل سیدھی چلی گئی تھی اور یہ ہی جگہ عمران کے مقصد کے لئے مناسب تھی۔ وہ جہاز

کو اور بھی نیچے لے آیا۔ اب وہ ندی سے چند فٹ اوپر درختوں کے درمیان پرواز کر رہا تھا۔

درختوں کی شاخیں دونوں طرف جہاز کے پروں سے صرف چند فٹ کے فاصلے پر تھیں۔ کسی طرف ذرا سا بھی جھکاؤ جہاز کی تباہی کا باعث بن سکتا تھا۔

عمران نہایت ہوشیاری کے ساتھ جہاز کو کنٹرول کئے ہوئے تھا اس کی چمکتی ہوئی نظریں ندی کے پاٹ اور آس پاس کا جائزہ لے رہی تھیں۔

جہاز پانی کے بہاؤ کے مخالف سمت میں پرواز کر رہا تھا۔ جہاز کچھ دور تک ندی کے اوپر چند فٹ کے فاصلے پر پرواز کرتا رہا پھر عمران نے خدا کا نام لے کر اسے ندی میں ڈال دیا۔

طیارہ چھپاکے کی آواز کے ساتھ ندی کے پانی سے ٹکرایا۔ زبردست جھٹکے اور ہچکولے لگنے لگے۔

پائیلٹ جو عمران کے قریب سہارا لئے کھڑا تھا۔ لڑکھڑا کر سوئچ بورڈ سے ٹکرایا اور اس کی پیشانی خون سے تر ہو گئی۔

طیارے کو پانی میں ڈالتے ہی عمران نے انجن بند کر دیا تھا جس سے اس کی قوت ختم ہو گئی۔ اس کے پہیئے بھی عمران نے نہیں کھولے تھے۔ طیارہ کا پیندہ پانی میں پھسلتا چلا گیا۔

پانی کا بہاؤ مخالف ہونے کی وجہ سے طیارہ زیادہ دور تک

وقار عظیم
پاکسانی پوائنٹ ڈاٹ کام

نہ جا سکا۔ تقریباً دو سو گز آگے ندی کا پاٹ کچھ تنگ ہو گیا تھا۔
اس کے دونوں پر ندی پر جھکے ہوئے درختوں کی شاخوں سے ٹکرانے لگے۔ یہاں تک وہ درختوں کی شاخوں میں الجھ کر ایک زبردست جھٹکے کے ساتھ رک گیا۔

طیارہ رکتے ہی عمران اپنی سیٹ سے اٹھ گیا اور زخمی پائلٹ کو پکڑ کر کھینچتا ہوا کاک پٹ سے نکل کر اندرونی حصے میں آ گیا اور چیخ کر اپنے ساتھیوں کو ہدایت کی کہ وہ ندی میں کود جائیں اور جلد سے جلد طیارہ سے دور پہنچنے کی کوشش کریں۔

ایئر ہوسٹس گارجیا نے جہاز کا دروازہ کھول دیا سب سے پہلے ندی میں چھلانگ لگانے والی وہی تھی۔ اس کے بعد عمرانہ اور جولیا نے چھلانگ لگائی۔ پھر عمران کے دوسرے ساتھی کودنے لگے سب سے آخر میں کودنے والا عمران تھا۔

پانی بہت ٹھنڈا تھا اور اس کا بہاؤ بھی کافی تیز تھا عمران کے تمام ساتھی ہاتھ مارتے ہوئے جہاز سے دور ہٹتے جا رہے تھے۔ ان کا رخ کنارے کی طرف تھا۔ عمران نے بھی کنارے کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ دفعتاً اس کی نظر دائیں طرف اٹھ گئی۔ اس سے تقریباً پچیس تیس فٹ کے فاصلے پر ڈیکوٹا کی ایئر ہوسٹس مس گارجیا پانی میں غوطے کھا رہی تھی۔ وہ شاید تیرنا نہیں جانتی تھی۔ اگر تیرنا جانتی تھی تو پانی کے تیز بہاؤ کا مقابلہ نہیں کر سکی تھی۔

اب عمران نے اپنا رخ تبدیل کر لیا اور وہ تیزی سے گارجیا کی طرف بڑھنے لگا۔

گارجیا اب پانی کے تیز بہاؤ کے ساتھ بہتی ہوئی بری طرح ہاتھ پیر مار رہی تھی۔ عمران جلد ہی اس کے قریب پہنچ گیا اور اس نے گارجیا کا ہاتھ پکڑ لیا۔

گارجیا بدحواس ہو رہی تھی۔ اس نے عمران کے ساتھ لپٹ جانا چاہا۔ لیکن عمران نے جلد ہی اسے سنبھال لیا اور اسے لے کر کنارے کی طرف بڑھنے لگا۔

اس کے ساتھی اس سے پہلے ہی کنارے پر پہنچ چکے تھے لیکن وہ لوگ وہاں رکنے کی بجائے جنگل کی طرف دوڑنے لگے۔

عمران بھی کنارے پر پہنچ گیا۔ گارجیا نڈھال سی ہو گئی تھی اور اس قابل نہیں تھی کہ وہ چند قدم بھی چل سکتی۔ عمران نے گھوم کر جہاز کی طرف دیکھا۔

اس کے انجن سے اب بھی دھواں اٹھ رہا تھا۔ اس نے جلدی سے نیچے جھک کر گارجیا کو کندھے پر اٹھا لیا اور جنگل کی طرف دوڑنے لگا۔

ندی کے کنارے سے تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر اس کے تمام ساتھی موجود تھے۔

عمران بھی ان کے قریب ہی رک گیا۔ اس نے گارجیا کو زمین پر لٹا دیا تھا اور اب وہ سب ڈیکوٹا کی طرف دیکھ رہے تھے جو شاخوں میں الجھا ندی کے پانی میں ہچکولے کھا رہا تھا۔ اسکے انجن سے دھواں اٹھ رہا تھا۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

وہ لوگ عمران کی ذہانت اور عقلمندی کی بدولت اگرچہ موت کے منہ سے نکل آئے تھے۔

لیکن ان سب کے چہروں کے رنگ اڑے ہوئے تھے اور وہ خوفزدہ نظروں سے کبھی جہاز اور کبھی عمران کی طرف دیکھ رہے تھے۔

آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ جہاز کے انجن سے اٹھنے والا دھواں ختم ہو گیا اس کے ساتھ ہی عمران کے چہرے پر بھی طمانیت کی لہر دوڑ گئی۔

"اگر جہاز میں آگ لگ جاتی تو ہم میں سے کوئی نہ بچ سکتا۔ جہاز میں لدی ہوئی پیٹیوں میں اسلحہ بھرا ہوا تھا۔" عمران نے صفدر کی طرف رخ کر کے ہولے سے کہا۔

صفدر بھی اس کی یہ بات سنکر چونک گیا لیکن اس نے چہرے سے کسی قسم کا تاثر ظاہر نہیں ہونے دیا۔

عمران کچھ دیر تک جہاز کی طرف دیکھتا رہا پھر صفدر اور پائیلٹ کو ساتھ لے کر ندی کی طرف چل دیا۔

وہ تینوں ایک بار پھر ندی میں تیرتے ہوئے جہاز پر پہنچ گئے۔ یہاں عمران نے سب سے پہلے کاک پٹ میں داخل ہو کر مشینری کا جائزہ لیا۔ وائرنگ کا تمام سسٹم جل کر تباہ ہو چکا تھا۔ اگر وہ مزید دس منٹ تک پرواز کرتے رہتے تو جہاز کے ساتھ وہ خود بھی تباہ ہو جاتے۔

"یہ اس ڈیکوٹا کی آخری منزل ہے پائیلٹ۔ یہاں سے اب یہ جہاز کہیں نہیں جا سکے گا۔"

"آپ کا خیال ٹھیک ہے مسٹر عمران! واقعی یہ اس کی آخری منزل ہے۔" پائیلٹ نے اثبات میں سر ہلایا۔

عمران نے جہاز کے پچھلے حصے میں جا کر جائزہ لیا۔ پیٹیاں وغیرہ اگرچہ الٹ پلٹ ہو چکی تھیں لیکن محفوظ تھیں۔ وہ واپس کاک پٹ میں آ گیا۔

"ہم کوئٹہ سے اندازاً کتنی دور ہیں مسٹر پائیلٹ۔" عمران نے پوچھا۔

جس وقت جہاز میں نقص پیدا ہوا تھا تو ہم پون گھنٹے کی مسافت پر تھے لیکن یہ ندی کوئٹہ شہر سے پندرہ بیس میل کے فاصلے پر ہے۔ پیدل ڈیڑھ دو گھنٹے میں پہنچا جا سکتا ہے۔"

پائیلٹ نے بتایا۔

عمران کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے جہاز کے دروازے پر کھڑے ہو کر جولیا، عمران اور جیمز گارجیا کے علاوہ سب کو جہاز پر بلا لیا اور جہاز سے سامان اتار کر خشکی پر پہنچانے لگے۔

اس کام میں انہیں دو گھنٹے سے زیادہ وقت لگ گیا۔ انہوں نے ندی کے کنارے پر جگہ صاف کر کے کیمپ لگا لیا تھا۔ اس کے بعد وہ کتنی دیر تک آپس میں بیٹھے پروگرام بناتے رہے۔

عمران کا کہنا تھا کہ ایک دو آدمی کوئٹہ شہر چلے جائیں۔ جہاں وہ بکوتی وغیرہ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے علاوہ کچھ تلی بھی ساتھ لے آئیں۔

اگر سردار ہوگوا اور بکوتی کا قافلہ روانہ ہو چکا ہے تو وہ کوئٹہ سے قلیوں کو لا کر یہاں سے آگے نکل جائیں گے۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

تقریباً سب ہی نے عمران کے اس پروگرام سے اتفاق کیا تھا۔
چنانچہ طے کیا گیا کہ عمران اور چوہان کوئٹو جائیں گے۔
جہاں رات گذارنے کے بعد وہ صبح قلیوں وغیرہ کا انتظام کرکے واپس آجائیں گے۔
کیمپ کی حفاظت کی ذمہ داری صفدر وغیرہ پر چھوڑی گئی تھی۔
عمران نے ڈیکوٹا کے پائیلٹ اور ایئر ہوسٹس مس گارجیا سے کہا کہ اگر وہ چاہیں تو ان کے ساتھ کوئٹو جاسکتے ہیں۔
اس وقت شام کے پانچ بجے تھے اور زیادہ سے زیادہ سات بجے شہر پہنچ سکتے تھے۔
پائیلٹ اور ایئر ہوسٹس مس گارجیا بھی ان کے ساتھ جانے کو تیار ہوگئے تھے۔
چنانچہ عمران اور چوہان نے لکڑی کی پیٹیوں سے ٹامی گنیں اور زائد تعداد میں کارتوس نکال کر جیبوں میں ٹھونس لیے۔
اور وہ چاروں اپنے ساتھیوں کو خدا حافظ کہہ کر جنگل میں داخل ہوکر کوئٹو شہر کی طرف چلنے لگے جو پائیلٹ کے اندازے کے مطابق یہاں سے پندرہ بیس میل کے فاصلہ پر تھا۔

کوئٹو میں جہاز کے گرنے کی اطلاع پہنچ چکی تھی۔
جس جگہ جہاز ندی میں اتارا گیا تھا وہ جگہ پائیلٹ کے اندازے کے مطابق ہی نکلی تھی یعنی کوئٹو سے سترہ میل کے فاصلے پر۔
اور ظاہر ہے کہ یہ فاصلہ اتنا زیادہ نہیں تھا کہ ایک جہاز کو دھواں چھوڑ کر گرتے ہوئے نہ دیکھا جاسکے۔
جہاز کے انجن میں نقص پیدا ہونے سے تقریباً پندرہ منٹ قبل پائیلٹ کوئٹو ایئرپورٹ سے وائرلیس پر بات کرچکا تھا۔
انجن میں خرابی پیدا ہونے کے پندرہ منٹ بعد بھی اس نے ایئرپورٹ سے رابطہ قائم کیا تھا۔
لیکن انجن میں نقص کے باعث یہ رابطہ بھی ٹوٹ گیا تھا اور ظاہر ہے ایئرپورٹ کا عملہ تشویش میں مبتلا ہوگیا ہوگا۔
انھوں نے بار بار طیارے سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش بھی کی ہوگی ایسی صورت میں کیسے ممکن تھا کہ ایئرپورٹ کا عملہ مطمئن ہوکر بیٹھ گیا ہوگا۔
انھیں یہ معلوم ہوچکا تھا کہ طیارہ کوئٹو سے شمال میں تقریباً پندرہ بیس میل

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

کے فاصلے پر جنگل میں کسی جگہ گر چکا ہے اور شہر سے ایک امدادی پارٹی بھی اسی طرف روانہ ہو چکی تھی۔ یہ امدادی پارٹی عمران وغیرہ کو تقریباً سات میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد جنگل میں مل گئی تھی۔ پائیلٹ اور ایئر ہوسٹس کو تو سب لوگ پہچانتے تھے۔ اس نے امدادی پارٹی کے سربراہ کو صورت حال سے آگاہ کر دیا۔

اور بتایا کہ طیارے کا عملہ اور مسافر مسٹر عمران کی ذہانت کے باعث موت کے منہ میں جانے سے بچ سکے ہیں۔

امدادی پارٹی جائے حادثہ پر جانے کے لئے مصر تھی لیکن عمران انہیں کسی نہ کسی طرح واپس شہر لے جانے میں کامیاب ہو گیا۔

غروب آفتاب کے بعد ہی وہ لوگ شہر پہنچ سکے۔ ان کی خبر آناً فاناً پورے شہر میں پھیل گئی اور کچھ ہی دیر بعد انہیں شہر کے میئر نے طلب کر لیا۔ وہاں بھی پائیلٹ نے عمران کی ذہانت کی بے حد تعریف کی اور جب اسے پتہ چلا کہ عمران اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قدیم انکا تہذیب کا مطالعہ کرنے کے لئے سلطنت انکا کے کھنڈرات تک جانا چاہتا ہے تو اس نے انہیں ہر قسم کی سہولت فراہم کرنے کا وعدہ کر لیا۔

عمران نے انہیں یہ بھی بتایا تھا کہ وہ اور اس کے ساتھی قدیم تہذیب کی تاریخ کے اسکالر ہیں اور انکا تہذیب کے مطالعہ کے لئے وہاں تک جانا چاہتے ہیں۔

رات عمران اور چوہان شہر کے میئر کے مہمان رہے۔ صبح اٹھتے ہی عمران

نے سب سے پہلے بکوفی اور سردار ہوگو کے متعلق معلومات حاصل کیں تو اسے معلوم ہوا کہ ان کا قافلہ کل صبح یہاں سے روانہ ہو چکا ہے۔

عمران نے میئر کی مدد سے اسی وقت قلیوں کی ایک جماعت کا انتخاب کیا اور دس بجے سے پہلے پہلے اپنے کیمپ کی طرف روانہ ہو گیا۔

وہ اب جلد سے جلد ہوگو کے قافلے کو راستہ ہی میں جا لینا چاہتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر وہ جنگل سے نکل کر پہاڑوں میں پہنچ گئے تو ان کا قابو میں آنا مشکل ہو جائے گا۔

ایک بجے وہ قلیوں کی جماعت کے ساتھ اس جگہ پہنچ گیا۔ اس کے ساتھی اس وقت کھانا کھا رہے تھے۔ عمران وغیرہ بھی ان کے ساتھ کھانے میں شامل ہو گئے۔

اور کھانے کے صرف نصف گھنٹہ بعد ہی عمران نے کیمپ اٹھوا دیا اور وہ لوگ اپنی منزل کی طرف بڑھنے لگے۔ ان کے ساتھ پندرہ قلی تھے جنھوں نے سامان اٹھا رکھا تھا۔

روانگی سے پہلے عمران نے بکسوں میں سے ٹامی گنیں اور کارتوس نکال کر اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیئے تھے۔ اس علاقے میں چونکہ گھوڑے خچر وغیرہ نہ ہونے کے برابر تھے اس لئے انھیں یہ سفر پیدل ہی طے کرنا پڑ رہا تھا۔ سب سے آگے عمران اور صفدر تھے۔ ان کے پیچھے چولیا، عمرانہ پھر سامان بردار قلی اور آخر میں چوہان تنویر اور نعمانی وغیرہ۔ وہ سب ایک قطار میں آگے بڑھ رہے تھے۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

ان کے چلنے میں خاصی تیزی تھی۔ شام تک انھوں نے تقریباً تیس میل کا فاصلہ طے کر لیا۔ پھر ایک مناسب سی جگہ پر کیمپ لگا دیا۔

جولیا اور عمرانہ بھی اگرچہ ان کے ساتھ تھکن سے چور ہو رہی تھیں لیکن انھوں نے کیمپ لگانے کے فوراً ہی بعد کھانے کی تیاری شروع کر دی۔

صفدر ان کا ہاتھ بٹا رہا تھا۔ نعمانی نے پیٹرومیکس روشن کر دیئے تھے۔

اور تنویر اور جوہان آس پاس سے خشک لکڑیاں جمع کرنے لگے تھے جب کہ عمران قلیوں کے پاس بیٹھا گپیں مار رہا تھا۔ اس کی یہ گپیں بھی بے معنی نہیں تھیں۔

وہ قلیوں سے اس راستہ کے بارے میں پوچھ رہا تھا جو انھوں نے اختیار کیا تھا۔ ایک قلی اسے بتا رہا تھا کہ وہ اصل راستے سے بہت ہٹ کر چل رہے ہیں۔

لیکن ایک روز کی مزید مسافت کے بعد دریا پار کرنے کے بعد وہ اصل راستہ کے بہت قریب آ جائیں گے۔

جس دریا کا اس نے ذکر کیا تھا وہ جنوبی امریکہ کا سب سے طویل دریا ایمزن تھا۔ اور اس دریا کے اس پار ایمزن کا علاقہ شروع ہو جاتا تھا ایمزن کے جنگلات کا شمار دنیا کے خطرناک ترین جنگلات میں ہوتا تھا۔

عمران جانتا تھا کہ ان جنگلات کو پار کرنا یا ان میں سفر کرنا آسان بات نہیں۔

موت ہر قدم پر مختلف انداز میں سامنے آتی تھی۔ جان ہتھیلی پر رکھ کر چلنے والی بات تھی۔

ایک طرف ان جنگلات میں اگر انتہائی خونخوار درندوں کا بسیرا تھا تو دوسری طرف درندوں سے بھی زیادہ خونخوار قبائلی تھے جو اچانک ہی حملہ آور ہوتے تھے۔

یہ جنگلی خونخوار ہونے کے ساتھ اس قدر ہوشیار واقع ہوئے تھے کہ اپنے شکار کو اس وقت تک خبر نہ ہونے دیتے تھے جب تک کہ ان پر جھپٹ نہ پڑتے۔

اور جب تک کوئی سنبھلتا ان کے زہر میں بجھے ہوئے نیزے ان کا خاتمہ کر دیتے۔

یہ علاقہ جہاں وہ کیمپ لگائے ہوئے تھے زیادہ خطرناک نہیں تھا لیکن ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ رات کو اطمینان کی نیند سو رہتے۔ کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد وہ کچھ دیر تک باتیں کرتے رہے۔

عمران نے پہرے کے لئے دو دو آدمیوں کی ڈیوٹی مقرر کر دی۔ ہر پارٹی کو ڈھائی گھنٹے کی ڈیوٹی ملی تھی۔

پیٹرومیکس رات بھر جلتے رہے اور ساری پارٹیاں اپنے اپنے وقت کے مطابق ڈیوٹی دیتی رہیں۔

تین بجے سے ساڑھے پانچ بجے تک عمران اور نعمانی کی ڈیوٹی تھی ساڑھے پانچ بجنے کے کچھ ہی دیر بعد عمران نے باقی تمام افراد کو جگا

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

دریا جو لیا اور عمانہ نے ناشتہ کی تیاری شروع کر دی۔

عمران قلیوں اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ خیمے اکھاڑنے لگا۔

ناشتہ تیار ہونے تک ان لوگوں نے سامان وغیرہ باندھ لیا۔ اور ناشتہ کے کچھ ہی دیر بعد وہ لوگ آگے روانہ ہو گئے۔

دوپہر کو وہ کھانے کے لیے صرف ایک گھنٹہ کے لئے رکے تھے۔ شام تک انھوں نے تقریباً پچاس میل کا سفر طے کر لیا۔

اگر عمران عجلت سے کام نہ لیتا تو ایک دن میں وہ اتنا فاصلہ کبھی بھی طے نہ کر سکتے تھے۔

شام کو دریائے ایزن کے کنارے کیمپ لگا دیا گیا۔ اس جگہ سے دریا کا پاٹ بہت چوڑا اور پانی کی گہرائی بھی زیادہ تھی اور عمران دریا کے کنارے کھڑا سوچ رہا تھا کہ دریا کس طرح پار کیا جائے۔

رات کو کھانے کے دوران بھی عمران یہی سوچتا رہا کچھ ہی دیر بعد ایک ترکیب اس کی سمجھ میں آ گئی۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد عمران تمام قلیوں کو ساتھ لے کر درختوں کی طرف چلا گیا۔ صفدر اور نعمانی بھی اس کے ساتھ تھے۔ ایک پیٹرومیکس بھی وہاں پہنچا دیا گیا۔

عمران نے قلیوں کو ہدایت کی کہ وہ درختوں کی موٹی موٹی شاخیں کاٹ کر ایک طرف ڈھیر کرتے رہیں۔

تقریباً دو گھنٹے میں بہت ساری شاخیں کاٹ ڈالی گئیں۔ یہ تمام

شاخیں عمران کی ہدایت پر دریا کے کنارے پہنچا دی گئیں اور پھر عمران ہی کی ہدایت کے مطابق ان بڑی بڑی شاخوں کو باریک لچیلی شاخوں کی مدد سے ملا ملا کر باندھنا شروع کر دیا گیا۔

تقریباً ایک گھنٹے کی محنت کے بعد وہ ان شاخوں کی مدد سے ایک بہت بڑا تختہ تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

یہ رات بھی گزشتہ رات کی طرح بخیریت گزر گئی۔ صبح دیگر ضروریات اور ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد تمام سامان باندھ دیا گیا اور رات کو تیار کیے جانے والے تختہ کو دریا میں ڈال کر سامان اس پر لاد دیا اور عمران کے تمام ساتھی بھی اس پر سوار ہو گئے۔ یہ تختہ اتنا بڑا بنایا گیا تھا کہ اس پر پچاس آدمی با آسانی بیٹھ سکتے تھے۔

صفدر اور چوہان درختوں کی لمبی لمبی مضبوط شاخیں لے کر تختے کے اگلے سروں پر کھڑے ہو گئے تھے۔ ان کا کام صرف اتنا تھا کہ وہ ان ڈنڈوں کی مدد سے تختے کا رخ سیدھا رکھیں۔

چار قلی، عمران اور نعمانی نیچے رہ گئے۔ عمران اور نعمانی نے قمیض اتار کر تختے پر پھینک دی تھیں اور پتلونوں کے پائنچے بھی ٹانگ لیے تھے۔ جب سب لوگ کشتی نما تختے پر بیٹھ گئے تو عمران نے نعمانی اور قلیوں کی مدد سے تختے کو پانی میں دھکیل دیا۔ انھوں نے تختے کو تھام لیا اور تیر کر اسے پانی میں آگے دھکیلنے لگے۔

عمران کو بتایا گیا تھا کہ دریائے ایزن میں مگرمچھ بھی بکثرت ہوتے ہیں

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

ان کے ساتھی قلی بھی اس بات سے آگاہ تھے اور جو قلی پانی میں تختے دھکیل رہے ان کے چہروں پر تو خوف کا ہلکا سا تاثر بھی نظر آ رہا تھا۔

عمران کی نظریں چاروں طرف گھوم رہی تھیں۔ وہ دریا میں نصف کے قریب فاصلہ طے کر چکے تھے کہ عمران کو تختے کے دائیں طرف کچھ ہی فاصلے پر پانی میں ہلچل سی نظر آئی۔ دوسرے ہی لمحہ ایک مگرمچھ نے پانی سے سر ابھارا۔

"تنویر، صدیقی۔ دائیں طرف۔ اسے ختم کر دو۔" عمران مگرمچھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چیخا جو اب تختے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

صدیقی اور تنویر نے فوراً ہی ٹامی گنیں سنبھال لیں اور مگرمچھ پر فائر کھول دیا لیکن مگرمچھ پہلے ہی پانی کی تہہ میں پہنچ چکا تھا۔

عمران کے ساتھ تختے کو دھکیلنے والے چاروں قلی بہت زیادہ خوفزدہ ہو گئے تھے۔ اور اب وہ تختے کو دھکیلنے سے زیادہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ ان میں سے ہر ایک کو یہی خوف تھا جیسے ابھی کہیں سے مگرمچھ پانی کے اندر سے سر ابھارے گا اور ان میں سے کسی کو اپنے بھیانک جبڑوں میں پکڑ کر پانی کی تہہ میں لے جائے گا۔

تنویر اور صدیقی تختے پر کھڑے ٹامی گن سنبھالے دریا کی سطح کو گھور رہے تھے اور عمران ان قلیوں کو اطمینان دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اب مگرمچھ نہیں آئے گا۔

چند منٹ گزر گئے اور ان چند منٹ میں صرف آٹھ دس گز فاصلہ ہی طے ہو سکا تھا کہ یکایک عمران کو اپنے عقب میں کچھ گڑبڑ کا احساس ہوا اس نے تیزی سے گردن گھما کر پیچھے کی طرف دیکھا۔

ایک مگرمچھ اپنا بھیانک جبڑا کھولے تختے کو دھکیلتے ہوئے ایک قلی کی طرف بڑھ رہا تھا اس قلی نے بھی مڑ کر مگرمچھ کو دیکھ لیا تھا۔

قلی کے ذہن پر خوف اس قدر مسلط ہو گیا کہ اس نے چیختے ہوئے تختہ چھوڑ دیا اور تیزی سے ایک طرف تیرنے لگا۔ مگرمچھ نے بھی اپنے شکار کو تاڑ لیا تھا اور وہ بھی جبڑا کھولے تیزی سے اس طرف بڑھ رہا تھا۔

قلی کے منہ سے مارے خوف کے بھیانک چیخیں نکل رہی تھیں۔ بدحواسی میں وہ تیرنا بھول کر الٹے سیدھے ہاتھ پیر مارنے لگا تھا۔

اب مگرمچھ اس کے عین سامنے پہنچ گیا۔ قلی نے چیخ مار کر ہاتھ پیر مارنے چاہے لیکن دوسرے ہی لمحہ مگرمچھ نے اس کی ٹانگ اپنے بھیانک جبڑے میں جکڑ لی اور اسے پانی میں کھینچنے لگا۔

تنویر اور صدیقی ٹامی گنیں سنبھالے چند لمحوں تک تو تصویر حیرت بنے یہ تماشہ دیکھتے رہے پھر جیسے یکایک ہوش میں آ گئے۔ انھوں نے ٹامی گنوں کا رخ مگرمچھ کی طرف کر دیا اور فائر کھول دیا۔

لیکن اتنی دیر میں مگرمچھ اپنے شکار کو کھینچتا ہوا پانی کی تہہ میں جا چکا تھا اور ان کی چلائی ہوئی گولیاں دریا کی سطح پر چھینٹے اڑانے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکیں۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

اس حادثے سے دوسرے قلی بدحواس ہو گئے تھے عمران کے ساتھ تختے کو دھکیلنے والے تینوں قلی اچھل کر تختے کے اوپر چڑھ گئے۔ وہ کسی طرح بھی پانی میں آنے کو تیار نہیں تھے۔ مجبوراً خاور، صدیقی اور تنویر کو ان کی مدد کے لئے آنا پڑا۔

اب وہ تیزی سے تختے کو دوسرے کنارے کی طرف دھکیل رہے تھے۔ ان کی نگاہیں چاروں طرف اور پانی کی سطح کا جائزہ بھی لے رہی تھیں لیکن مزید کوئی حادثہ پیش نہیں آیا اور وہ خیریت سے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔

سامان وغیرہ اتارنے کے بعد تختے کو بھی کنارے پر کھینچ لیا گیا اور اسے درختوں کے اندر ایک ایسی جگہ پہنچا دیا گیا جہاں وہ محفوظ رہے اور واپسی پر وہ ان کے کام آسکے۔

کنارے پر پہنچ کر عمران کو دو گھنٹے ضائع کرنے پڑے۔ یوں تو وہ سب ہی اس حادثے سے متاثر ہوئے تھے لیکن قلیوں پر اس کا زیادہ اثر ہوا تھا۔ ہونا ہی چاہیئے تھا کیونکہ حادثے کا شکار ہونے والا قلی ان کا ہم وطن اور ساتھی تھا۔

دو گھنٹے بعد وہ آگے روانہ ہو گئے۔ یہ ایزن کے جنگلات کا خطہ تھا اور انہیں نہایت احتیاط سے چلنا پڑ رہا تھا۔ دوپہر تک وہ صرف پندرہ میل کا فاصلہ طے کر سکے۔ ڈیڑھ گھنٹہ کھانے اور آرام کرنے میں صرف ہوا اور وہ دوبارہ آگے روانہ ہو گئے۔ ابھی انھوں نے دو چار میل کا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ سب بری طرح چونک گئے۔ وہ ڈھول پیٹنے کی آواز

تھی جو بہت دور سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ یہ آواز ایک مخصوص طرز پر ابھر رہی تھی اور عمران اچھی طرح جانتا تھا کہ ڈھول پیٹنے کی اس مخصوص طرز کا کیا مطلب ہے۔

سامان بردار قلی بھی اس آواز کو سنکر چونک گئے تھے۔ انھوں نے سروں پر رکھا ہوا سامان اتار کر نیچے رکھ دیا اور سب ایک جگہ جمع ہو گئے ان کے چہروں پر خوف کے گہرے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"کیا بات ہے۔ تم لوگ کیوں رک گئے۔" عمران نے ان کے قریب آکر پوچھا

"یہ ڈھول کی آواز۔ ہم آگے نہیں جا سکتے جناب! ناتو قبیلہ جنگل میں ہماری موجودگی سے آگاہ ہو چکا ہے۔ اگر ہم لوگوں نے یہ سفر جاری رکھا تو ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچ سکے گا۔" ایک قلی نے خوفزدہ لہجے میں جواب دیا۔

"میں جانتا ہوں۔ لیکن تم لوگ کیا چاہتے ہو؟"

"ہم لوگ واپس جانا چاہتے ہیں جناب!"

"واپسی کی کوشش میں تم لوگ موت سے زیادہ قریب ہو جاؤ گے کیا تم نہیں جانتے کہ ان قبائلیوں نے ہماری واپسی کا راستہ بھی مسدود کر دیا ہوگا اگر تم لوگ واپس جانا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن یہ سوچ لو کہ تم لوگ ہمارے ساتھ زیادہ محفوظ رہ سکو گے۔ ہمارے پاس ہتھیار ہیں اور ہم آسانی سے ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں مگر تم لوگ نہتے ہو۔ واپسی کی کوشش میں تم لوگ آسانی سے مارے جاؤ گے۔ میں تمہیں دو منٹ کا وقت دیتا ہوں۔ اچھی طرح سوچ لو۔"

Pakistanipoint
Waqar Azeem
وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

قلیوں سے ہٹ کر عمران اپنے ساتھیوں کو ہدایات دینے لگا۔ ڈھول کی آواز مسلسل ابھر رہی تھی۔ عمران کے تمام ساتھی ٹامی گنیں سنبھالے مستعد ہو گئے تھے۔ تمام قلی ایک جگہ جمع ہو کر کچھ دیر تک آپس میں صلاح مشورے کرتے رہے پھر انھوں نے ان لوگوں کے ساتھ سفر جاری رکھنے پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔ قلیوں نے شاید ان کے ساتھ رہنے ہی میں اپنی بھلائی سمجھی تھی۔

سفر دوبارہ شروع ہو گیا تھا۔ اس مرتبہ رفتار میں پہلے سے زیادہ تیزی تھی۔ کچھ آگے بڑھنے کے بعد عمران نے راستہ بھی تبدیل کر دیا تھا۔ اب وہ سیدھے آگے بڑھنے کی بجائے دائیں طرف ہٹ رہے تھے۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد ڈھول کی آواز ان سے بہت دور رہ گئی لیکن عمران جانتا تھا کہ ایزن کے قبائلیوں کے گھیرے سے نکل جانا اس قدر آسان نہیں تھا جتنا اس کے ساتھی سمجھ رہے تھے۔

وہ اب بھی گھیرے ہی میں تھے اور عمران مسلسل راستہ کاٹ کر ان کے گھیرے سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ڈھول کی آواز اب بائیں طرف بہت دور سے آ رہی تھی لیکن دفعتاً دائیں طرف سے بھی آواز ابھرنے لگی۔ یہ آواز بہت قریب تھی جسے سنکر وہ قدرے گھبرا گئے۔

عمران نے ایک مرتبہ پھر راستہ کاٹ دیا۔ اب وہ سیدھا آگے بڑھ رہے تھے۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ گھنے جنگل سے نکل کر ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں آگے درختوں کا سلسلہ کچھ چھدرا تھا۔ وہ ان چھدرے درختوں سے بھی نکل آئے۔ آگے درختوں کا ایک بہت بڑا جھنڈ تھا۔ وہ اس جھنڈ میں داخل ہو گئے۔

یہ جھنڈ کافی وسیع تھا اور انھوں نے جیسے ہی جھنڈ سے دوسری طرف نکلنا چاہا وہ سب ٹھٹھک کر رک گئے۔ جھنڈ کے دوسری طرف درختوں کے درمیان گھرے ہوئے ایک چھوٹے سے میدان میں بیسیوں ننگ دھڑنگ قبائلی نیزے سنبھالے کھڑے تھے اور ان کے عقب میں کچھ جھونپڑیاں بھی نظر آ رہی تھیں۔

ڈھول کی آواز اب چاروں طرف سے آنے لگی تھی۔ واپسی کا راستہ بھی مسدود ہو چکا تھا۔ وہ درختوں کے اس جھنڈ میں گھر چکے تھے دفعتاً قلیوں نے سامان پھینک دیا اور چیختے چلاتے ہوئے ادھر ادھر دوڑنے لگے۔

عمران اور صفدر وغیرہ نے بڑی مشکل سے انہیں دھمکا کر ایک جگہ جمع کر لیا۔ وہ سب خوف کے مارے بری طرح لرز رہے تھے وہ لوگ چاروں طرف سے گھیرے میں آ چکے تھے۔ ڈھول پیٹنے کی آوازیں اب بلند ہوتی جا رہی تھیں۔

اور ساتھ ہی اب قبائلیوں کا شور بھی جنگل میں گونجنے لگا تھا یہ آوازیں بھی چاروں طرف سے ابھر رہی تھیں۔

عمران غور سے سننے لگا۔ یہ انکا سے ملتی جلتی کوئی زبان تھی اور وہ لوگ ایک رزمیہ گیت گا رہے تھے۔ جس میں کسی دیوتا کا بھی ذکر موجود تھا۔ یہ گیت سنکر عمران کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اس نے جلدی جلدی اپنے تمام ساتھیوں اور قلیوں کو کچھ سمجھایا اور بلند آواز میں انکا زبان میں

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

کچھ گانے لگا۔

اس کے ساتھی اور قبلی بھی اس کے ساتھ ہی یہ بول دہرا رہے تھے اور بول یہ تھے۔

"ناٹو قبیلہ کے دیوتا نے اس قبیلہ کے افراد پر رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ اس نے اپنی حسین دیوی کو خوشحالی پھیلانے کے لئے قبیلہ میں بھیج دیا ہے۔ اور قبیلہ کے افراد پر یہ فرض عائد کر دیا ہے کہ وہ اس دیوی کی اطاعت کریں۔ اگر انھوں نے دیوی اور اسکے محافظوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو قبیلے پر تباہی نازل ہوگی پیلا بخار ان پر قہر بن کر نازل ہوگا اور وہ سب مر جائیں گے

ناٹو قبیلے کے لوگو! اپنی دیوی کا استقبال کرو اور خوشیاں مناؤ کہ دیوی کو تمھارے پاس بھیجا گیا ہے۔"

عمران نے عزانہ کو اپنے تمام ساتھیوں کے درمیان سے لیا اور وہ لوگ یہی گیت گاتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔

یہ گیت گاتے آگے بڑھتے ہوئے وہ بظاہر بے خوف پرسکون اور مطمئن نظر آ رہے تھے لیکن اندرونی طور پر وہ خوفزدہ تھے۔ ان سب کے ہاتھ خاموش کنوں کے ٹریگروں پر تھے۔

وہ گیت گاتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ اب جنگل میں صرف انہی کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ قبائلی خاموش ہو چکے تھے۔

عمران کے اس داؤ پیچ کا نتیجہ خاطر خواہ برآمد ہوا۔

ناٹو قبیلے کے وہ خونخوار خونخوار دھڑنگ قبائلی جو تین چار گھنٹے کی سخت محنت کے بعد اپنے شکار کو گھیر گھار کر ایک خاص جگہ پر لے آئے تھے۔

اور ان کی تکہ بوٹی کر دینے کے لئے ان پر ٹوٹ پڑنے سے پہلے اپنے دیوتا کی شان میں قصیدہ گوئی اور رزمیہ گیت گا رہے تھے۔ اپنے مخالفین کی طرف سے بھی اسی قسم کا گیت سن کر یکایک خاموش ہو گئے۔

جن افراد کو وہ گھیر گھار کر لائے تھے ان کے گیت نے انہیں اچنبھے میں ڈال دیا تھا۔

وہ انہیں دیوی کی آمد کا مژدہ سنا رہے تھے۔ وہ دیوی جس کا انہیں صدیوں سے انتظار تھا۔

دیوی کا نام سنکر ان کی زبانیں گنگ ہو گئیں زہر میں بجھے ہوئے نیزوں کے رخ زمین کی طرف جھک گئے۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

عمران نے جب اپنی بکواس کا نتیجہ مثبت انداز میں نکلتے دیکھا تو اس نے کچھ اور بھی زوردار آواز میں گانا شروع کر دیا۔ اس کے ساتھی ان الفاظ کو دہرا رہے تھے۔

اس نے اپنی قمیص اتار کر ایک شاخ پر ٹانگ لی تھی اور اس طرح ایک جھنڈا بنا لیا تھا۔

عمران کو درمیان میں لا کر اس کے اوپر ایک چادر ڈال دی تھی اور اس طرح اس کا چہرہ چھپ گیا تھا۔

وہ گیت گاتے ہوئے خونخوار قبائلیوں سے چند قدم کے فاصلے پر رک گئے جو مبہوت انداز میں کھڑے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

عمران اپنے ساتھیوں کے ساتھ کچھ دیر تک ہاتھ ہوا کے نعرے بلند کرتا رہا۔

پھر اس نے ہاتھ اٹھا کر اپنے ساتھیوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور خود چند قدم آگے بڑھ آیا۔

وہ چند لمحوں تک گہری نظروں سے اپنے سامنے کھڑے قبائلیوں کا جائزہ لیتا رہا۔ اس کی نظریں ایک ایک کے چہرے پر پھسل رہی تھیں۔

ان میں قبیلے کا سردار بھی تھا جس نے سر پر پروں کا تاج پہن رکھا تھا۔

اور — ان کا روحانی پیشوا بھی تھا جس کے گلے میں ہڈیوں کی لامتعداد مالائیں پڑی ہوئی تھیں۔ پھر وہ سردار اور روحانی پیشوا کو مخاطب کر کے بلند آواز میں بولا۔

"میں دیوی کا خاص پجاری تم دونوں کو حکم دیتا ہوں کہ دیوی کے سامنے جھک کر تعظیم بجا لاؤ اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس کا حکم دو۔ اگر تم لوگوں نے دیوی کی تعظیم نہ کی تو آج ہی پیلا بخار تمہیں آن دبوچے گا۔ اے روحانی پیشوا آگے آؤ۔ سب سے پہلے تم دیوی کو تعظیم دو۔"

عمران نے یہ الفاظ انکاز زبان میں کہے تھے جسے سنکر وہ کچھ اور بھی مبہوت ہو گئے۔

اور — جب عمران نے روحانی پیشوا کو اشارہ کیا تو ان کی حیرت اور بھی بڑھ گئی۔

"تم کیسے جانتے ہو کہ قبیلے کا روحانی پیشوا ہوں۔" اس نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"میں دیوی کا سب سے بڑا پجاری ہوں اور سب کچھ جانتا ہوں۔ مجھ سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ مجھے کچھ دن پہلے بشارت ہوئی تھی کہ ناٹو دیوتا اپنی دیوی کو یہاں بھیجنے والا ہے تاکہ وہ ہمیں خوشحال کر دے لیکن مجھے اس دیوی کی کچھ خاص نشانیاں بھی بتائی گئی ہیں۔ ہم اس

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

دیوی کو دیکھیں گے۔ اگر اس میں وہ خاص نشانیاں موجود ہوئیں تو ہم اسے اپنی خوش قسمتی سمجھیں گے۔"

"مجھے بتاؤ کہ دیوی کے متعلق کیا نشانیاں بتائی گئی ہیں میں ابھی ان کی تصدیق کر دیتا ہوں۔"

"اس طرح نہیں۔ قبیلے کا سردار اور چند معززین خود ان نشانیوں کو چیک کریں گے جن کے متعلق یہاں کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ اس کے لئے دیوی کو لباس اتارنا پڑے گا۔"

"باپ رے۔" عمران بڑبڑایا۔ پھر پہلے سے زیادہ اور بارعب آواز میں بولا۔

"تم لوگ دیوی کی توہین کر رہے ہو۔ مجھے وہ نشانیاں بتاؤ دیوی اسے خود تم پر آشکارا کر دے گی۔"

روحانی پیشوا اس کے اس لہجے سے مرعوب ہو گیا۔ وہ چند لمحوں تک سوچتا رہا پھر بولا۔

"ہمیں دیوی کی جو نشانیاں بتائی گئی ہیں ان کے مطابق دیوی کے سینے کے عین وسط میں ہلال کا نشان ہے۔ دوسری بات ہمیں بتائی گئی تھی کہ جب دیوی بستی میں آئے گی تو زمین سے دھوئیں کا بادل اٹھے گا۔ یہ دو خاص نشانیاں ہیں۔"

"ٹھہرو۔ میں ابھی بتاتا ہوں۔"

عمران خود عمرانہ کے اوپر اوڑھی ہوئی چادر میں گھس گیا اور

مدھم لہجے میں بولا۔

"عمرانہ! انھوں نے جو کچھ کہا تم نے سنا"

"ہاں عمران بھائی! لیکن آپ نے مجھے کس مصیبت میں ڈال دیا۔"

"اس مصیبت سے ہم چھٹکارا پا سکتے ہیں بشرطیکہ تمہارے سینے پر ہلال کا نشان ہو۔ اگر نہیں تو ایسا نشان بنایا بھی جا سکتا ہے انگوٹھے کا ناخن اس کام میں مدد دے سکتا ہے۔ رہی دوسری بات تو وہ کوئی مشکل نہیں۔ دھوئیں کا ایک بم چھوڑ کر اس نشانی کو پورا کیا جا سکتا ہے۔"

"عمران بھائی! میرے سینے پر قدرتی طور پر ہلال کا نشان موجود ہے۔ اگر یہ اپنے قبیلے کی عورتوں کو بھیجیں تو میں دکھا سکتی ہوں۔"

عمرانہ بولی۔

"اوہ! بہت خوب۔ ٹھہرو میں ان سے بات کرتا ہوں۔"

عمران چادر سے باہر نکل آیا۔

اس نے صفدر کو قریب بلا کر سرگوشیانہ انداز میں اسے ہدایت کی کہ وہ ایک پیٹی سے دھوئیں کے بم نکال کر انھیں مختلف اطراف میں اس طرح پھینک دے کہ قبیلہ کا کوئی فرد اسے بم پھینکتے ہوئے نہ دیکھ سکے۔ پھر وہ روحانی پیشوا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"دیوی کہتی ہے کہ ابھی دونوں نشانیاں تمہارے سامنے آ جائیں گی

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

لیکن دیوی کے سینے پر ہلال کا نشان دیکھنے کے لئے تمہیں اپنی عورتوں کو بلانا ہوگا۔ وہی اس نشان کو دیکھ کر اس کی تصدیق کریں گی۔"

"نہیں! اس مقدس نشانی کی تصدیق صرف میں اور میرے دوست کریں گے۔ عورتیں بعد میں آئیں گی۔"

روحانی پیشوا نے جواب دیا۔

عمران نے عمرانہ کو بتایا تو اس نے انکار میں سر ہلا دیا۔

"نہیں عمران بھائی! یہ نہیں ہو سکتا۔ میں ان کے سامنے برہنہ نہیں ہو سکتی۔"

"عمرانہ! تم دیکھ رہی ہو کہ انہوں نے ایک منظم طریقے سے ہمیں چاروں طرف سے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ ان کے زہر میں بجھے ہوئے نیزے ہمیں موت کی نیند سلا دینے کے لئے بے قرار ہیں۔ ہم سب کی زندگی اور موت صرف تمہارے ہاتھ میں ہے تمہیں مکمل طور پر برہنہ نہیں ہونا پڑے گا۔ ان خبیثوں کو اپنے سینے پر ہلال کا نشان دکھا دو۔ اس کے بعد یہ تمہارے سامنے سجدے میں گر جائیں گے اور تمہارے اشارے پر اپنی جانیں تک دے دیں گے۔"

اس لمبی چوڑی تقریر کا عمرانہ پر خاطر خواہ اثر ہوا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کی جانیں بچانے کے لئے ان وحشیوں کے سامنے اپنا سینہ برہنہ کرنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ جب عمران نے روحانی

پیشوا کے سامنے اس کا اعلان کیا تو ٹھیک اسی وقت ان کے چاروں طرف مختلف مقامات سے دھوئیں کے بادل اٹھنے لگے۔ صفدر نے اپنا کام کر دیا تھا۔

"ناٹو قبیلے کے ناسمجھ لوگو! ایک نشانی تمہارے سامنے آ چکی ہے آؤ اور دیوی کے سینے پر دوسری نشانی بھی دیکھ لو۔"

عمران چیخا۔

زمین سے دھوئیں کے بادل اٹھتے ہوئے دیکھ کر قبائلیوں کے چہروں پر رونق سی آ گئی اور وہ بلند آواز میں چیخنے لگے۔ شاید خوشی کے نعرے لگا رہے تھے۔

روحانی پیشوا، سردار اور چار دیگر قبائلیوں کے ساتھ ان کے قریب آ گیا۔

عمران نے جولیا کے ساتھ مل کر عمرانہ کے لئے چادر تان لی۔ اس طرح دوسرے افراد کی طرف سے پردا ہو گیا تھا۔ جب وہ قبائلی قریب پہنچ گئے تو عمران نے عمرانہ کو اشارہ کیا۔

عمرانہ نے شرما کر اس کی طرف سے رخ بدل لیا اور چہرہ قبائلیوں کی طرف کر کے قمیض اتار دی۔

قمیض کے نیچے عمرانہ نے برجیر پہن رکھا تھا۔ شرم و حیا سے اس کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔

لیکن! اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جان بچانے کے لئے اسے

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

ان وحشیوں کے سامنے اپنے جسم کا بالائی حصہ برہنہ کرنا ہی پڑا اس نے جھجکتے ہوئے برنیر یہ بھی اتار لیا۔

اس کے سینے کے ابھاروں کے عین وسط میں نیچے کی طرف ہلال کا ایک نشان بنا ہوا تھا۔

یہ نشان قدرتی ہی تھا اور سرخ رنگت اختیار کیے ہوئے تھا اس نشان کو دیکھ کر قبائلیوں کی آنکھوں میں چمک سی آ گئی۔

روحانی پیشوا نے آگے بڑھ کر اس نشان پر انگلی رکھ دی۔ اور اسے اچھی طرح چھو کر دیکھنے لگا۔ وہ شاید اس بات کا اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ یہ نشان جعلی تو نہیں۔

دوسری طرف عمرانہ کے چہرے کی رنگت کچھ اور بھی سرخ ہو گئی تھی۔ وہ دل ہی دل میں بری طرح پیچ و تاب کھا رہی تھی لیکن وہ بڑی مشکل سے اپنے اوپر قابو پائے رہی۔

روحانی پیشوا نے اپنا اطمینان کرنے کے بعد انگلی ہٹالی اور پیچھے ہٹ گیا۔

اور ۔۔ اپنے ساتھیوں سے مدھم لہجے میں کچھ باتیں کرنے لگا انھوں نے اثبات میں سر ہلا دیے۔

اور ۔۔ پھر دفعتاً روحانی پیشوا بلند آواز میں کچھ چیخا۔ اس کے ساتھ ہی وہ عمرانہ کے سامنے سجدے میں گر گیا۔ اس کے فوراً ہی بعد تمام قبائلی چیختے ہوئے سجدے میں گر گئے۔

عمرانہ نے جلدی سے برنیر درست کیا اور قمیض پہن لی۔ عمران اور جولیا نے چادر ہٹالی۔

لیکن ۔۔ عمرانہ نے اپنا رخ تبدیل نہیں کیا۔ وہ اپنے اندر اپنے ساتھیوں سے نگاہیں ملانے کی ہمت نہیں پا رہی تھی۔

قبائلیوں کے سجدے میں گرتے ہی عمران اور اس کے ساتھیوں کی جان میں جان آ گئی۔

انھوں نے تلواروں کے دستوں سے ہاتھ ہٹالیے اور اطمینان کا سانس لیا۔

"عمرانہ! تم نے ہم سب کی جان تو بچا لی لیکن اب تمھیں دیوی کا کردار بھی انجام دینا ہوگا۔ انھیں حکم دو کہ یہ لوگ سجدے سے اٹھ جائیں اور ہم لوگوں کو قبیلے کی بستی میں لے جا کر ہمارے آرام کا بندوبست کریں۔" عمران ہولے سے بولا۔

عمرانہ نے کن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھا۔ چند لمحوں تک دیکھتی رہی پھر قبائلیوں کی طرف رخ بدل کر بلند آواز میں چیخی۔

"ناؤ کے بچاریو! اٹھو۔ تمھاری غلطیاں معاف ہو چکی ہیں۔ میں ناؤ کی دیوی، دیوتا کے خاص حکم کے تحت تمہارے پاس آئی ہوں تاکہ تم میں خوشیاں تقسیم کر سکوں۔ تمہارے سر دوبارہ خوشحالی کے منڈلاتے ہوئے سائے دور کر سکوں اور تم پر رحمتوں کی بارش کر دوں۔"

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

میں ناٹو کی دیوی انسانی روپ دھار کر تمہارے سامنے آئی۔ تم لوگوں نے میری اصلیت پر شبہ کیا اور وہ نشانیاں طلب کی گئیں جن کی تمہیں بشارت دی گئی تھی۔ وہ دونوں نشانیاں تم نے دیکھ لیں۔ زمین سے اٹھتے ہوئے بادل بھی اور میرے سینے پر ہلال کا سرخ نشان بھی۔

اٹھو! میں نے تمہاری خطائیں بخش دی ہیں میں اپنے پجاریوں کے ساتھ ایک بہت طویل سفر طے کر کے آئی ہوں۔

میرے پجاری اور محافظ اس سفر سے تھک چکے ہیں انہیں آرام کی ضرورت ہے۔ اور یاد رکھو۔ انہیں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ یہ میرے غلام ہیں اور تم ان کے غلام ہو۔ اٹھو اور انہیں عزت و احترام کے ساتھ بستی میں لے جاؤ۔ اور ان کے آرام کا بندوبست کرو۔

عمرانہ خاموش ہو گئی

عمران اور صفدر وغیرہ سے توصیفی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

حقیقت تو یہ تھی کہ عمرانہ نے یہ تقریر اسی انداز میں اور لب و لہجہ میں کی تھی جیسے وہ سچ مچ ہی کوئی دیوی ہو۔ عمران نے بلند آواز میں اس کی تقریر کا ترجمہ کر دیا۔

اس کے خاموش ہوتے ہی تمام قبائلی سجدے سے اٹھ گئے۔ قبیلے کا روحانی پیشوا تین مرتبہ اس کے سامنے رکوع کے بل جھکا پھر بستی کی طرف رخ کر کے بلند آواز سے چیخ کر اپنی زبان میں کچھ کہا۔

اس کی آواز کی بازگشت ختم ہونے سے پہلے ہی ان کے عقب میں بستی کے جھونپڑوں سے بیسیوں وحشی عورتیں نکل کر چیختی چلاتی ان کیطرف دوڑیں۔

وہ عورتیں بالکل ننگ دھڑنگ تھیں۔ ان کے جسموں پر لباس نام کا ایک چیتھڑا تک نہیں تھا۔

ان کی رنگت تانبے کی طرح تھی اور ڈوبتے ہوئے سورج کی سنہری روشنی میں ان کے جسم چمک رہے تھے۔

بابے رستے۔ خدایا! ان چڑیلوں سے بچانا۔" عمران آنکھیں بند کر کے بدبدایا۔

وحشی مردوں نے درختوں کے پتوں اور چھال سے جسم کے نچلے حصوں کی ستر پوشی کر رکھی تھی لیکن اس کے برعکس عورتوں نے جسم کے کسی بھی حصے کی ستر پوشی نہیں کی تھی۔

شاید ان کا رواج یہ ہی تھا کہ مرد ستر پوشی کریں اور عورتیں برہنہ رہیں۔

عورتوں نے آ کر ان سب کو گھیرے میں لے لیا۔ کچھ عورتیں تو عمرانہ کے گرد جمع ہو گئیں۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

اور ۔جس طرح ایک دلہن کو پکڑ کر ڈولی میں بٹھایا جاتا ہے اسی طرح اسے پکڑ کر جھونپڑوں کی طرف لے چلیں۔

باقی عورتیں عمران اور اس کے دیگر ساتھیوں کو گھیرے میں لے کر آگے بڑھنے لگیں۔

اس کے ساتھ ہی فضا ان کے عجیب و غریب شور سے گونج اٹھی وہ لوگ چیخ چیخ کر دیوی کے گیت گا رہے تھے۔

وہ عورتیں عمرانہ کو ایک الگ جھونپڑے میں لے جا رہی تھیں۔

عمران نے جولیا کو بھی اشارہ کر دیا اور وہ بھی اسی طرف بڑھ گئی جس طرف عمرانہ کو لے جایا جا رہا تھا۔

عورتیں عمران اور اس کے ساتھیوں کو مختلف جھونپڑوں میں لے جا رہی تھیں۔

ظاہر ہے ان کے لئے دیوی کا حکم تھا کہ اس کے پجاریوں اور محافظوں کے آرام کا خیال رکھا جائے۔

اور شاید اسی لئے ہر فرد کے ساتھ دو دو عورتیں تھیں۔ یہ عورتیں لباس پہنے ہوئے ہوتیں تو کوئی مضائقہ نہ تھا۔

لیکن سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ وہ قطعی برہنہ تھیں اور عمران وغیرہ عجیب سی وحشت محسوس کر رہے تھے۔

عمران نے بلند آواز سے چیخ کر روحانی پیشوا کو بلایا اور بارعب لہجے میں بولا۔

"میں دیوی کا سب سے بڑا پجاری تمہیں یہ حکم دیتا ہوں کہ ان عورتوں کو ہم سے دور کر دیا جائے۔ ہم ان کے بغیر زیادہ آرام محسوس کریں گے۔"

روحانی پیشوا بیچارہ سر ہلا کر رہ گیا۔

اس نے تمام عورتوں کو حکم دیا کہ وہ انھیں چھوڑ دیں اور صرف ان کے طلب کرنے پر ہی ان کے پاس جائیں۔

اس طرف سے چھٹکارہ پا کر عمران اور اس کے ساتھیوں نے قلیوں کی مدد سے جھونپڑوں سے ذرا ہٹ کر خیمے لگانے شروع کر دیئے۔

جنگلی مرد اور عورتیں بڑی حیرت سے انھیں یہ کام کرتے دیکھ رہے تھے۔

خیمے وغیرہ لگانے کے بعد انھوں نے پیٹرومیکس روشن کر دیئے اور کھانا بنانے کی تیاری کرنے لگے۔

ظاہر ہے کہ یہ کام بھی اب انھیں ہی کرنا تھا کیونکہ عمرانہ دیوی بن جانے کے بعد ان کے لئے کھانا تیار نہیں کر سکتی تھی۔

ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ روحانی پیشوا اور سردار ان کے پاس آ گئے۔

روحانی پیشوا کچھ دیر تک انھیں کام کرتے دیکھتا رہا پھر عمران سے مخاطب ہو کر بولا۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

"اے دیوی کے سب سے بڑے پجاری! دیوی کی آمد کی خوشی میں آج رات بستی کے عقبی میدان میں ایک بہت بڑا جشن منایا جائے گا اور تم لوگ بھی اس جشن میں شرکت کرو گے۔ یہ جشن چاند طلوع ہونے کے وقت شروع ہو جائے گا۔"

"جشن۔"

عمران کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ رات بھر ہنگامہ رہے گا۔"

"ہاں۔ رات بھر خوشیاں منائی جائیں گی۔ اور جشن کا یہ ہنگامہ سات روز تک جاری رہے گا۔ ساتویں روز دیوی کو تاج پہنایا جائے گا۔"

"سات روز۔ لیکن دیوی تو کل روانہ ہو جائے گی۔"

"روانہ ہو جائے گی۔ لیکن کہاں؟" روحانی پیشوا حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

دراصل بات یہ ہے کہ کچھ لوگ دیوی کے جوتے چرا کر بھاگ گئے ہیں۔ اور دیوی ان ہی کی تلاش میں ہے۔ وہ لوگ اسی طرف جا رہے ہیں جنگلوں کے اس پار پہاڑوں کے حصار میں ان کا قبیلہ آباد ہے۔ بونگارو قبیلہ۔"

ہم نے یہ نام سنا ہے۔ بونگارو کی طرف جانے والا راستہ بھی یہاں سے قریب ہی ہے۔ لیکن ہم نے کئی روز سے اس طرف سے

کسی کو گزرتے نہیں دیکھا۔" روحانی پیشوا بولا۔

"ہو سکتا ہے وہ تمہیں دھوکہ دے کر آگے نکل گئے ہوں۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔ کوئی بھی ہماری نظروں میں آئے بغیر ان جنگلوں سے نہیں گزر سکتا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے تم اپنے کچھ آدمیوں کو راستہ کی نگرانی کے لئے بھیج دو۔ بونگارو قبیلے کے آدمی جیسے ہی اس طرف سے گزریں ہمیں اطلاع کر دو۔ اس وقت تک ہم تمہارے جشن سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے۔"

"فکر نہ کرو۔ ہم بونگارو کے لوگوں کو پکڑ کر یہاں لے آئیں گے۔ انہیں دیوی کے سامنے پیش کیا جائے گا تاکہ دیوی ان سے اپنا جوتا دھو سکے۔ لیکن اے بڑے پجاری کی یہ جوتا کیا ہوتا ہے۔"

"یہ دیوی دیوتاؤں کی باتیں ہیں۔ تم نہیں سمجھ سکو گے۔" عمران مسکرایا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ میں نہیں سمجھ سکوں گا۔"

روحانی پیشوا سر ہلاتا ہوا سردار کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔

عمران وغیرہ کو جلد ہی ان کے جشن کی تیاریوں کا علم ہو گیا جو جھونپڑیوں کے عقب میں ایک وسیع میدان میں کی جا رہی تھیں۔

میدان کے وسط میں خشک لکڑیوں کا ایک بہت بڑا ڈھیر لگایا جا چکا تھا اور قبیلے کے افراد وہاں جمع ہو رہے تھے۔

عمران وغیرہ کھانا کھا رہے تھے کہ دو ننگ دھڑنگ عورتیں لکڑی

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

کے برتنوں میں ایک بدبودار مشروب لے آئیں۔ جو ظاہر ہے ان کی بنائی ہوئی شراب کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا۔

عمران اور اس کے ساتھیوں میں سے کسی نے اس مشروب کی طرف دیکھا تک نہیں۔ لیکن ان کے ساتھ آئے ہوئے قبیلوں نے چسکے لے لے کر اس مشروب کو پیا۔

مشروب لانے والی عورتیں صحت مند اور بھرے ہوئے جسموں کی مالک جوان عورتیں تھیں۔

عمران وغیرہ کی طرف سے مایوس ہو کر وہ ان قبیلوں ہی کے پاس جا بیٹھی تھیں جو ان سے مخش قسم کے مذاق کر رہے تھے اور وہ قہقہے لگا رہی تھیں۔

پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد سردار انہیں لینے کے لئے آ گیا اس نے بتایا کہ مستی کے تمام لوگ میدان میں جمع ہو چکے ہیں اور روحانی پیشوا دیوی کو لینے کے لئے اس کے جھونپڑے کی طرف جا چکا ہے اور جشن شروع ہونے میں تھوڑی ہی دیر باقی ہے۔

یہ سب ہی دن بھر کے سفر کے تھکے ہوئے تھے۔ آرام کرنا چاہتے تھے لیکن ظاہر ہے اب وحشیوں کے جشن میں شریک ہونا آرام کرنے سے زیادہ ضروری تھا ورنہ ہو سکتا تھا کہ ان کے انکار کو دیوی کی توہین سمجھ کر وہ ان پر جھپٹ ہی پڑتے۔ چنانچہ وہ لوگ اٹھ کر خاموشی سے جشن گاہ کی طرف چل دیئے۔

عمرانہ کو جس جھونپڑے میں لے جایا گیا تھا وہ کافی بڑا تھا۔ اس کی دیواروں پر مختلف جانوروں کی کھوپڑیاں اور کھالیں ٹنگی ہوئی تھیں۔

فرش پر پیال بچھی ہوئی تھی۔ پیال اس قدر نرم اور دبیز تھی کہ پیر اندر دھنسا جا رہا تھا۔

جھونپڑے کے اندر تاریکی تھی۔

ایک لڑکی نے کونے میں پڑے ہوئے دو چقماق پتھر اٹھا کر انہیں رگڑا اور ان کی مدد سے ایک طرف دیوار کے ساتھ ٹنگی ہوئی مشعل جلا دی۔

مشعل جلتے ہی جھونپڑے کے اندر ایک ناگوار سی بو پھیل گئی مشعل میں شاید کسی جانور کی چربی جل رہی تھی۔

اس جھونپڑے میں عمرانہ اور جولیا کے علاوہ سات قبائلی لڑکیاں تھیں جو سب کی سب برہنہ ہی تھیں۔

یہ ساتوں قبیلے کی انتہائی جوان اور حسین لڑکیاں تھیں اور

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

وہ سب کنواری تھیں۔

ان کے ذمے روحانی پیشوا کی طرف سے یہ فرض عائد کیا گیا تھا کہ وہ دیوی کو جشن میں شرکت کے لئے تیار کریں اور ساتھ ہی اس کی پجارن کو بھی۔

وہ سب لڑکیاں نہایت مودبانہ انداز میں عرانہ کے گرد کھڑی تھیں۔

اور وہ تقدیس اور حیرت آمیز نگاہوں سے دیوی کے حسین چہرے کو دیکھ رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد ان میں سے دو لڑکیاں عرانہ کے بالکل قریب آگئیں ان میں سے ایک نے عرانہ سے کچھ کہا۔

لیکن! عرانہ کچھ نہ سمجھ سکی۔ تب ایک لڑکی اس کا لباس پکڑ کر کھینچنے لگی۔

شاید وہ اسے لباس اتارنے کو کہہ رہی تھی۔ دو لڑکیاں جولیا کو بھی اسی قسم کے اشارے کر رہی تھیں۔

"اے جولی! یہ کیا کہہ رہی ہیں؟"

عرانہ بولی۔

"میرا خیال ہے کہ یہ ہمارا لباس اتروانا چاہتی ہے تاکہ اپنی رسوم کے مطابق دیوی کو سنوار کر سکیں۔"

جولیا نے جواب دیا۔

"ہائے اللہ۔ مجھے تو انہیں برہنہ دیکھ کر پہلے ہی شرم آرہی ہے۔"

"مجبوری ہے عرانہ! جہاں تک میرا خیال ہے اس جھونپڑے میں کوئی مرد نہیں آئے گا۔ ہمیں ان کی ہدایت پر عمل کرنا چاہیئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا انکار انہیں کسی شبہ میں ڈال دے یہ دیکھو۔ یہ میرا لباس بھی کھینچ رہی ہیں۔ اور میں لباس اتار رہی ہوں۔"

جولیا نے کہا۔ اور مسکرا کر لڑکیوں کی طرف دیکھتی ہوئی اپنا لباس اتارنے لگی۔

چند لمحوں بعد ہی جولیا بالکل برہنہ ہو چکی تھی۔

اس کی دیکھا دیکھی عرانہ نے بھی جھجکتے ہوئے لباس اتار دیا۔

دونوں کے چہرے شرم سے سرخ ہو چکے تھے اور وہ شرمسار نگاہوں سے ایک دوسری کی طرف دیکھ رہی تھیں انہیں برہنہ دیکھ کر ان ساتوں لڑکیوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔

ان کے جسموں کی رنگت تانبے کی طرح تھی جب کہ عرانہ اور جولیا کے جسم گلابی رنگت لئے ہوئے تھے۔

جولیا کے قریب جو دو لڑکیاں کھڑی تھیں وہ چند لمحوں تک

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

حیرت سے اس کی طرف دیکھتی رہیں۔

پھر۔ ایک لڑکی نے بے اختیار ہاتھ بڑھا کر جولیا کے سینے کو چھو لیا اور اسے ٹٹول کر دیکھنے لگی۔

جولیا کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔

دوسرے ہی لمحے اس نے غصہ سے بے قابو ہو کر لڑکی کے رخسار پر ایک بھرپور طمانچہ جڑ دیا۔

لڑکی چیختی ہوئی پیچھے ہٹ گئی اور خونخوار نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

جولیا اسے طمانچہ تو مار بیٹھی تھی لیکن پھر یک دم گھبرا گئی۔ وہ ڈر گئی کہ ہو سکتا ہے وہ ساری لڑکیاں اس سے لپٹ جائیں اور اس کی تکہ بوٹی کر ڈالیں۔

چنانچہ اس نے عمران دلاور بہ آزمایا اور بلند آواز سے ناٹو ناٹو چیختی ہوئی عمرانہ کی طرف دیکھنے لگی۔

نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔

لڑکی کے چہرے پر غصہ کی بجائے یک دم خوف کے آثار پھیل گئے۔

اور وہ جھکی جھکی نگاہوں سے عمرانہ کی طرف دیکھنے لگی۔ چند لمحے گزر گئے۔

پھر ان میں سے ایک لڑکی نے انہیں نرم پیال پر بٹھا دیا اور

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

جھونپڑے کے ایک کونے سے کسی جانور کی کھال کی ایک پوٹلی اٹھائی۔ اس پوٹلی میں زرد رنگ کا سفوف تھا۔

انھوں نے وہ سفوف آدھا آدھا تقسیم کر لیا اور اس سے جولیا اور عمرانہ کے جسم کی مالش کرنے لگیں۔

سفوف نجانے کس چیز کا بنا ہوا تھا اس میں نہایت ہی مسحور کن خوشبو تھی کہ پورا جھونپڑا مہک اٹھا۔

ان کے دماغ معطر ہو گئے۔

اور وہ دونوں ذہنی طور پر عجیب سی طمانیت کا احساس کرنے لگیں۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ اس خوشبودار سفوف سے ان کے جسموں کو ملتی رہیں۔

ایک لڑکی ساتھ والے جھونپڑے سے ایک اور بڑی سی پوٹلی اٹھا لائی۔

اس پوٹلی میں درختوں کی لچکیلی شاخوں اور گھونگھوں وغیرہ کی جھالریں بنی ہوئی تھیں۔

یہ جھالریں انھوں نے عمرانہ اور جولیا کو پہنا دیں۔ ایک جھالر جسم کے بالائی حصہ پر اور ایک زیریں حصہ پر۔

عمرانہ کو گلے میں ہڈیوں کی تین مالائیں بھی پہنائی گئی تھیں۔ وہ سمجھ گئیں کہ انھیں اسی لباس میں جشن میں شرکت کرنی پڑے گی۔

انھوں نے اٹھ کر ایک دوسرے کی جھالروں کا جائزہ لیا۔ یہ جھالریں اس قدر عرق ریزی سے بنائی گئی تھیں کہ ان کے نیچے جسم کے حصے مکمل طور پر چھپ گئے تھے۔

اوپر والی جھالروں نے پورے سینے کو چھپا لیا تھا اور نچلی جھالریں ٹخنوں تک تھیں۔

جسم کی ذرا سی حرکت سے جھالریں ہلنے لگتیں جس سے انکے نیچے جسموں کے حصے جھانکنے لگتے۔

لہٰذا انھوں نے طے کیا کہ عریانیت چھپانے کے لئے نہایت احتیاط سے کام لیا جائے گا۔

ان دونوں کے بال پشت پر پھیلا دیئے گئے تھے۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس لباس میں وہ دونوں ہی بہت حسین لگ رہی تھیں۔

عمرانہ کا حسن جولیا سے کچھ زیادہ ہی نکھرا ہوا تھا۔

تقریباً پندرہ بیس منٹ بعد جھونپڑے کے باہر ایک آواز ابھری۔

جواب میں اندر سے بھی ایک لڑکی نے چیخ کر بلند آواز میں کچھ کہا۔

اور — ان دونوں کو باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔ وہ دونوں

ایک دوسرے کی طرف دیکھتی جھجکتی شرماتی دروازے کی طرف بڑھیں۔

ایک لڑکی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ جب وہ باہر نکلیں تو جھونپڑے کے سامنے قبیلے کا روحانی پیشوا اور چند قبائلی کھڑے تھے۔

انہیں دیکھتے ہی پیشوا بلند آواز سے چیخا اور اس کے ساتھ سب قبائلی سجدے میں گر گئے۔

وہ چند لمحوں تک عمرانہ کے سامنے سجدے میں گرے رہے پھر اٹھ کر آگے چلنے لگے۔

ان کے پیچھے پیچھے عمرانہ اور جولیا برہنہ لڑکیوں کے تھرمٹ میں چل رہی تھیں۔

وہ نہایت احتیاط سے قدم اٹھا رہی تھیں۔ مبادا کہ تیز حرکت سے ان کے جسم برہنہ ہو جائیں۔

روحانی پیشوا اور قبائلی بلند آواز میں دیوی کی عظمت کے گیت گاتے ہوئے جھونپڑیوں سے نکل کر پچھلی طرف آ گئے جہاں میدان کے وسط میں ایک بہت بڑا الاؤ روشن تھا۔

اور — چاروں طرف سینکڑوں قبائلی بیٹھے ہوئے تھے میدان کے ایک طرف ایک بلند چبوترا بنا ہوا تھا جس پر نرم پیال بچھی ہوئی تھی۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

یہ لوگ جیسے ہی چبوترے پر پہنچے پیشوا دوبارہ چیخا اور میدان کے چاروں طرف کھڑے ہوئے تمام قبائلی سجدے میں گر گئے۔

دوسری چیخ پر وہ سجدے سے اٹھ گئے اور بلند آواز سے دیوی کی عظمت کے گیت گانے لگے۔

عمران اور اس کے ساتھی بھی اس بڑے چبوترے کے ساتھ ایک چھوٹے چبوترے پر موجود تھے۔

قبائلیوں کا یہ شور شور تقریباً پندرہ بیس منٹ تک جاری رہا پھر روحانی پیشوا نے قبائلیوں کے سامنے دیوی کی تقدیس کی داستان بیان کی اور دیوی کی اجازت سے جشن کے آغاز کا اعلان کر دیا۔

جشن کیا تھا قبائلیوں کی بہادری کے مظاہرے ہو رہے تھے۔ مختلف مقابلوں میں کئی قبائلی بیچارے مارے گئے اور جو فاتح بنے انہیں دیوی کے سامنے پیش کیا گیا۔ دیوی نے ہاتھ اٹھا کر ان کی خوشحالی کی دعا مانگی۔

آدھی رات تک بہادری کے مقابلے اور کھیل تماشے ہوتے رہے پھر نشہ آور مشروب کے بڑے بڑے مشکے اور لکڑی کے برتن میدان میں رکھ دیئے گئے اور قبائلی اپنے روحانی پیشوا کا اشارہ پاتے ہی مشروب کے مشکوں پر ٹوٹ پڑے۔ ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی جلد ہی اس مشروب کا نشہ ان کے ذہنوں پر چھا گیا اور وہاں ایک

طوفان بدتمیزی مچ گیا۔

مرد اور عورتیں میدان میں ایک دوسرے سے خلط ملط ہو رہے تھے۔ ایک وحشیانہ کھیل شروع ہو چکا تھا۔

عمران زیادہ دیر تک اس کھیل کو نہ دیکھ سکا۔ اس نے جولیا کو اشارہ کیا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ان کے اٹھتے ہی روحانی پیشوا اور سردار بھی اٹھ گئے۔ برہنہ لڑکیوں نے انہیں اپنے جھرمٹ میں لے لیا۔

اور چبوترے سے اتر کر جھونپڑوں کی طرف بڑھنے لگے۔ لڑکیاں اور سردار وغیرہ اب بھی اس کی عظمت کے گیت گا رہے تھے۔

سردار، روحانی پیشوا اور دوسرے مرد جھونپڑے کے باہر ہی رک گئے۔ اور لڑکیاں ان دونوں کو لے کر اندر گھس گئیں۔

جھونپڑے میں آتے ہی جولیا اور عمران نے جھالروں والا لباس اتار کر اپنا لباس پہن لیا۔ وہ دونوں آپس میں کچھ دیر تک باتیں کرتی رہیں۔

پھر جولیا عمران کو بلانے کے لئے باہر چلی گئی۔ کچھ دیر بعد عمران جولیا کے ساتھ کمرے میں آ گیا۔ عمران نے تمام لڑکیوں کو جھونپڑے سے باہر نکال دیا۔

اور وہ تینوں وہاں بیٹھے اس مصیبت سے نجات پانے کا منصوبہ بنانے لگے۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

وہ لوگ اگرچہ رات کے آخری پہر سوئے تھے لیکن عمران صبح سویرے ہی بیدار ہو گیا۔

اور۔۔۔ اس کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی آٹھ بجے سے پہلے نہیں اٹھ سکا تھا۔

گزشتہ رات جشن کے آغاز سے پہلے قبیلے کے سردار سے جو گفتگو ہوئی تھی۔ اس سے عمران کو یہ تو معلوم ہو چکا تھا کہ بونگارو قبیلے کی طرف جانے والا راستہ یہاں سے قریب ہی ہے۔ یہ راستہ انکا کے قدیم کھنڈرات کی طرف نکل جاتا تھا۔

سردار کے کہنے کے مطابق گزشتہ کئی روز سے کوئی بھی اس راستے سے نہیں گزرا تھا۔

اس کا مطلب یہ ہی تھا کہ بونگارو قبیلہ کا سردار ہوگا اور بکونی کا قافلہ ابھی تک اس راستہ سے نہیں گزرا۔

بونگارو قبیلہ اور انکا کی قدیم سلطنت کی طرف جانے کے لئے صرف دو ہی راستے تھے۔

ایک تو یہ ہی جو ایمزن کے جنگلات میں سے ہو کر گزرتا تھا اس راستہ میں اگرچہ خطرات زیادہ تھے۔

لیکن مسافت کم تھی۔

دوسرا راستہ دریائے ایمزن کے منبع کے اوپر سے ہو کر جاتا تھا۔

لیکن وہ راستہ اس قدر طویل تھا کہ بہت کم لوگ اس طرف سے جانے کو ترجیح دیتے تھے۔

حفاظتی انتظامات کے ساتھ وہ لوگ جنگل کا راستہ ہی اختیار کیا کرتے تھے۔

لیکن عمران کو حیرت تھی کہ بکونی وغیرہ ابھی تک اس طرف کیوں نہیں پہنچے۔

جب کہ اس کی معلومات کے مطابق وہ لوگ اس سے ایک روز پہلے ہی کوئٹو سے روانہ ہو چکے تھے۔

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی تھی کہ عمران کی پارٹی انتہائی تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے راستہ کاٹتی ہوئی جلد یہاں تک پہنچ گئی تھی۔

دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی تھی کہ بکونی وغیرہ نے اس طرف آنے کی بجائے ایمزن کے منبع والا طویل راستہ اختیار کیا ہو۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

لیکن ۔!

عمران اس خیال سے متفق ہونے کو تیار نہیں تھا کیونکہ ان کی بھی یہ ہی کوشش رہی ہو گی کہ وہ جلد سے جلد اپنے قبیلے میں پہنچ جائیں۔

اور ۔ اس کے لئے ظاہر ہے کہ وہ نزدیکی راستہ ہی اختیار کریں گے۔

بہر حال! سردار نے گذشتہ رات ہی اپنے آدمی راستہ کی نگرانی کے لئے بھیج دیئے تھے اور عمران کو ہر لمحہ ان کی طرف سے کسی اطلاع کا انتظار تھا۔

صبح کا سورج طلوع ہونے کے ساتھ ہی قبائلیوں نے بستی کے عقبی میدان میں ہنگامے شروع کر دیئے تھے۔ وہ جشن منا رہے تھے۔ سردار نے انہیں بھی دعوت دی تھی۔

لیکن عمران نے اسے بڑی خوبصورتی سے ٹال دیا۔

عمرانہ بڑے جھونپڑے میں بند ہو کر رہ گئی تھی۔ اسے مکمل طور پر دیوی کا درجہ دے دیا گیا تھا۔

اور ۔ ظاہر ہے ایک دیوی عام انسانوں میں نہیں گھل مل سکتی تھی۔

اس کے جھونپڑے کے چاروں طرف خونخوار وحشیوں کا

پہرہ تھا جو زہر میں بجھے ہوئے نیزے ہاتھوں میں لئے ٹہلتے رہتے کسی کو اس طرف جانے کی اجازت نہیں تھی۔ عمران نے اپنے آپ کو چونکہ دیوی کا سب سے بڑا پجاری ظاہر کیا تھا اس لئے صرف وہی آزادی سے جھونپڑے میں آ جا سکتا تھا۔

یا پھر جولیا تھی جو دیوی کی خاص پجارن کی حیثیت سے اس کے ساتھ رہ رہی تھی۔

صبح تنویر نے عمرانہ سے ملاقات کے لئے جھونپڑے میں داخل ہونے کی کوشش کی تھی۔

لیکن قبائلیوں نے اسے جھونپڑے کے قریب بھی نہیں بھٹکنے دیا تھا۔

اور وہ بھناتا ہوا واپس چلا گیا تھا۔

قبیلے کی سات کنواریاں ہر وقت دیوی کے قریب موجود رہتیں۔

وہ ساتوں دیوی کی خدمت کے لئے مقرر کی گئی تھیں۔

لیکن! عمران جب بھی جھونپڑے میں جاتا ان سب کو باہر بھگا دیتا۔

کیونکہ عمران اور ان کی بیک وقت موجودگی سے عمرانہ اور جولیا شرم کے مارے بات بھی نہ کر سکتی تھیں۔

سارا دن گزر گیا۔ سورج مغرب کی طرف جھکنے لگا تھا۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

اس کے ساتھ ہی عمران کی بے چینی میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

وہ حیران تھا کہ بکونی وغیرہ اس سے ایک روز پہلے کوٹ سے روانہ ہوئے تھے لیکن اب تک یہاں کیوں نہیں پہنچے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ انھوں نے اپنے قبیلے تک پہنچنے کے لئے دوسرا راستہ اختیار کیا ہو۔

شام کا اندھیرا پھیلنے کے کچھ ہی دیر بعد سردار کے بھیجے ہوئے دو آدمی بستی میں واپس آ گئے۔

انھوں نے بتایا کہ راستہ کو دونوں طرف دور دور تک چیک کر لیا گیا ہے۔

لیکن! اس راستے پر کسی انسان کا نشان نہیں ملا۔ تاہم راستوں کی نگرانی بدستور جاری ہے۔

کھانے کے بعد انہیں ایک بار پھر بستی کے عقبی میدان میں لے جایا گیا جہاں جشن کی دوسری رات کا آغاز ہو چکا تھا۔

اس رات بھی عمران کو گزشتہ رات والا لباس پہنا کر وہاں لایا گیا۔

رات کے پچھلے پہر جب شراب کے نشے میں مدہوش قبائلی مرد اور عورتیں گھناؤنا کھیل کھیلنے لگے تو گزشتہ رات کی طرح وہ دونوں اٹھ گئیں۔

اور۔ ان کے ساتھ ہی عمران وغیرہ بھی اٹھ کر اپنے خیموں میں آ گئے۔ صبح کا سورج ابھی طلوع بھی نہیں ہوا تھا کہ پوری بستی ڈھول کی آوازوں سے گونج اٹھی اور ساتھ ہی وحشیوں کی ہا ہو کی آوازیں فضا میں گونجنے لگیں۔

یہ شور سنکر ہی عمران کی آنکھ کھلی تھی۔ قبائلی حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہے تھے۔

عمران نے ان چیخ و پکار پر توجہ دی تو چونک گیا۔

وہ لوگ جو کچھ کہہ رہے تھے اس کا مطلب یہ تھا کہ بھاگو قبیلہ کے وحشیوں نے ایک بار پھر ان کی بستی پر حملہ کر دیا ہے۔

لیکن اس مرتبہ ناٹو دیوتا کی دیوی بستی میں موجود ہے۔ وہ ایسی بد دعا دے گی کہ بھاگو قبیلے والے خاک و خون میں لوٹ جائیں گے۔

عمران کے تمام ساتھی بھی بیدار ہو چکے تھے اور عمران انہیں اسی صورت حال سے آگاہ کر رہا تھا۔

"یہ بھی ایک رہی۔ میرا تو خیال ہے کہ اب ہمیں ان حملہ آوروں سے بھی لڑنا پڑے گا۔"

تنویر بڑبڑایا۔

خیال ہی نہیں۔ حقیقت ہے۔ تم لوگ جلدی سے اٹھ جاؤ۔ بندوقیں تیار کر لو اور کارتوسوں کی پیٹیاں کھول لو۔ میں سردار

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

سے معلوم کرتا ہوں۔"

عمران کہتا ہوا باہر نکل گیا۔

خیمے کے سامنے ہی اسے قبیلے کا سردار اور روحانی پیشوا مل گیا۔ وہ دونوں اسی طرف دوڑے آ رہے تھے۔

"اے دیوی کے سب سے بڑے پجاری۔" پیشوا اسے دیکھتے ہی بولا۔

"بھاگو قبیلے والوں نے گزشتہ چاند کی طرح اس بار پھر ہم پر حملہ کر دیا ہے۔ جاؤ۔ مقدس دیوی سے کہو۔ انہیں ایسی بد دعا دے کہ وہ خاک و خون میں لوٹ جائیں۔"

"ضرور ایسا ہی ہوگا۔ لیکن۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ حملہ آوروں کی تعداد کتنی ہے۔"

عمران نے پوچھا۔

"ان کی تعداد ہمارے ہی جتنی ہے۔ لیکن وہ ہم سے زیادہ طاقتور ہیں۔ وہ ہمیشہ ہماری کنواریوں کو چھین کر لے جاتے ہیں۔"

پجاری بولا۔

"مطمئن رہو۔ اس مرتبہ ایسا نہیں ہوگا۔ جاؤ۔ تم اپنے تمام آدمیوں کو بستی کے پچھلے میدان میں جمع کر لو۔"

عمران کہتا ہوا خیمے میں گھس گیا۔

اس بستی کے قبائلیوں کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی اور

ظاہر ہے حملہ آور بھی تقریباً اتنی ہی تعداد میں ہوں گے۔

سات آٹھ آدمیوں کے ساتھ اتنی بڑی تعداد سے نمٹنا اگرچہ کوئی آسان کام نہ تھا لیکن آتشیں اسلحہ سے وہ انہیں بھگا سکتے تھے

عمران نے ایک پیٹی سے دو ٹامی گنیں نکال کر ان کے میگزین لوڈ کئے اور عمرانہ کے جھونپڑے کی طرف چل دیا۔ راستہ میں ملنے والے مردوں کے حوصلے اگرچہ بلند تھے لیکن عورتیں انتہائی خوفزدہ تھیں اور ادھر ادھر بھاگ رہی تھیں۔ وہ جھونپڑے میں پناہ لینے کے لئے ادھر ادھر دوڑ رہی تھیں۔

عمران سیدھا عمرانہ کے جھونپڑے میں گھس گیا۔ اس نے انہیں اس نئی صورت حال سے آگاہ کر کے ان کی حفاظت کے لئے دونوں ٹامی گنیں انہیں دے دیں اور باہر آ گیا۔

تمام قبائلی بستی کے عقبی میدان کی طرف دوڑے جا رہے تھے اور اسی میدان کے دوسری طرف بہت دور سے ڈھول پیٹنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ظاہر ہے یہ حملہ آور تھے جو ڈھول پیٹتے ہوئے بستی کی طرف آ رہے تھے۔

عمران قبائلیوں کی فطرت سے آگاہ تھا۔ یہ لوگ جنگ میں بھی سادگی کے اصول ہی اپنایا کرتے تھے یعنی سامنے آ کر حملہ کرنا۔ چھپ کر حملہ کرنے کو وہ دھوکہ اور فریب سمجھتے تھے اور عمران کو یقین تھا کہ حملہ آور بستی کو گھیرنے کی جنگی چال چلنے کی بجائے بیک وقت سامنے

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

سے حملہ آور ہوں گے۔

عمران خیمے میں آگیا جہاں اس کے تمام ساتھی ٹامی گنیں لوڈ کر چکے تھے اور کچھ اضافی میگزین بھی انھوں نے لے لئے تھے۔

عمران نے بھی ٹامی گن اٹھا کر اسے لوڈ کیا۔ چند فالتو میگزین پتلون کے بیلٹ میں اڑس لئے اور دستی بموں کی پیٹی کھول کر سب میں دو دو بم تقسیم کر دیئے اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"دوستو! ہم نے جو دیوی کا ڈھونگ رچایا تھا وہ اب تک چل رہا ہے۔ اب ایک نئی مصیبت ہمارے سامنے ہے۔ اگر ہم حملہ آوروں کو شکست دے کر بھگا دیں تو سمجھو ہم اس قبیلے سے اپنی ہر بات منوا سکتے ہیں۔

لیکن! اگر حملہ آوروں کو ہم شکست نہ دے سکے تو ہمارا حشر بھی اس قبیلے کے افراد سے مختلف نہیں ہوگا۔

سردار کے اندازے کے مطابق ان کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ ہے۔

اور میرا خیال ہے کہ ہم ان ہتھیاروں کی مدد سے انہیں آسانی سے شکست دے سکیں گے۔

اب چلو میرے ساتھ۔ ناشتہ ہم واپس آ کر کریں گے"

وہ سب بڑے خیمے سے باہر آ گئے۔ سردار میدان میں دوڑتا ہوا ان ہی کی طرف آ رہا تھا۔

اس نے بتایا کہ حملہ آوروں کی تعداد ان سے تقریباً ڈیڑھ گنا ہے اور وہ بہت قریب پہنچ چکے ہیں۔

عمران اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بستی کے عقبی میدان میں پہنچ گیا۔

اس نے کچھ قبائلیوں کو بستی کے چاروں طرف پھیلا دیا۔ دو سو قبائلیوں کو اسی میدان میں رہنے دیا اور باقی قبائلیوں کو ساتھ لے کر آگے بڑھنے لگا۔

سردار پریشان ہو رہا تھا کہ دیوی کا یہ پجاری آدھے جوانوں کو تو یہیں چھوڑ کر جا رہا ہے۔ حملہ آوروں سے مقابلہ کیسے کیا جائے گا۔

لیکن! عمران نے اسے اطمینان دلایا کہ اس کے یہ آدھے آدمی بھی جنگ میں استعمال نہیں کئے جائیں گے بلکہ صرف وہ اور اس کے ساتھی لڑیں گے۔

تقریباً ایک فرلانگ آگے بڑھنے کے بعد عمران نے قبائلیوں کو وہیں روک لیا۔

اور ان کی صف بندی کر کے انہیں مختلف پوزیشنوں پر متعین کر دیا۔ اور خود اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تقریباً سو گز آگے بڑھ کر ادھر ادھر کا جائزہ لینے لگا۔

ڈھول پیٹنے کی آوازیں اب قریب آتی جا رہی تھیں

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

حملہ آور سیدھے راستہ پر ہی بڑھے آ رہے تھے۔
اور اب تو ان کے شور و غل اور جنگی نعروں کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔
عمران کچھ دیر تک ادھر ادھر کا جائزہ لیتا رہا۔
پھر۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو تھوڑے تھوڑے فاصلے پر درختوں پر چڑھا دیا۔
اور۔ خود بھی ایک درخت پر چڑھ گیا اور حملہ آوروں کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔
تقریباً دس منٹ بعد حملہ آور سامنے آ گئے۔ ان کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے کچھ زیادہ ہی تھی۔
انھوں نے بھی شاید دور کھڑے ناٹو قبیلے کے افراد کو دیکھ لیا تھا۔
یہی وجہ تھی کہ وہ لوگ وہیں رک گئے اور ان کے چند جنگی سردار آپس میں مشورے کرنے لگے۔
ٹھیک اسی وقت ایک درخت کی شاخیں ہلنے لگیں۔ اس درخت پر نعمانی تھا۔
اس کا پیر پھسل گیا تھا اور وہ سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن حملہ آوروں میں سے ایک کی نظر اس طرف اٹھ گئی اور وہ چیخ چیخ کر اپنے ساتھیوں کو اس طرف متوجہ کرنے لگا۔

ان کے جنگی سردار بھی اس طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ اس نے اپنا نیزہ بلند کر لیا۔
اس کے ساتھ ہی کئی اور ہاتھ بھی اوپر کی طرف اٹھے تھے جن میں نیزے موجود تھے۔
یہ صورت حال انتہائی خطرناک تھی۔
کوئی لمحہ جاتا تھا کہ زہر میں بجھے ہوئے سینکڑوں نیزے نعمانی کا جسم چھلنی کر دیں۔
لیکن! بھلا عمران اپنے ایک ساتھی کو اس طرح کہاں مرنے دیتا۔
اس نے ملامی گن کا رخ قبائلیوں کی طرف کر کے ٹریگر کھینچ لیا۔
اس کے ساتھ ہی چاروں طرف درختوں پر بیٹھے ہوئے اسکے ساتھی فائر کرنے لگے۔
درخت بارش کے قطروں کی طرح گولیاں برسا رہے تھے۔
فضا فائرنگ کی آواز سے گونج رہی تھی اور حملہ آور قبائلی چیخ چیخ کر ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ ان میں سے کچھ درختوں کی طرف نیزے بھی اچھال رہے تھے۔
لیکن! بدحواسی کے باعث ان کا کوئی بھی نیزہ نشانے پر نہیں جا رہا تھا حملہ آور قبائلی ادھر ادھر بکھر گئے تھے۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

درختوں کے نیچے بیسیوں لاشیں خون میں لت پت پڑی تھیں۔

بہت سارے حملہ آور اوپر سے گھوم کر ناٹو قبیلے کے افراد کی طرف بڑھے۔

لیکن! عمران نیچے کود گیا۔ ساتھ ہی اس نے چیخ کر اپنے ساتھیوں کو بھی نیچے آجانے کی ہدایت کی۔

تین چار سو قبائلیوں کا ایک گروہ بستی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

عمران نے ایک دستی بم کی پن نکال کر اسے ان قبائلیوں کی طرف اچھال دیا۔

ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ کئی قبائلیوں کے پرخچے اڑ گئے اور اس کے بعد تو پے در پے دھماکے ہونے لگے۔ حملہ آور قبائلی خاک و خون میں لوٹ رہے تھے۔

ان کے سردار چیخ چیخ کر انہیں آگے بڑھنے کو کہہ رہے تھے۔

لیکن وہ زیادہ دیر وہاں نہ رک سکے۔ وہ لاتعداد لاشوں اور زخمیوں کو چھوڑ کر جنگل میں غائب ہو گئے۔

چند منٹ میں ہی حملہ آور جنگل میں روپوش ہو چکے تھے۔

عمران وغیرہ نے بھی فائرنگ بند کر دی تھی۔ اتنی دیر میں ناٹو قبیلے کا سردار اور اس کے آدمی وہاں پہنچ گئے۔

وہ حیرت سے حملہ آوروں کی لاشوں کو دیکھ رہے تھے جو جگہ جگہ بکھری پڑی تھیں۔

دفعتاً بستی کی طرف سے فائرنگ کی آواز گونجی۔ عمران نے چونک کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور صفدر کو اشارہ کر کے پوری قوت سے بستی کی طرف دوڑنے لگا۔ وہ بستی سے ابھی کچھ ہی دور تھے کہ فائرنگ بند ہو گئی۔

اور۔۔۔ جب یہ بستی میں پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ حملہ آوروں میں سے دس پندرہ کسی نہ کسی طرح اس طرف پہنچ گئے تھے۔

انھوں نے سب سے بڑے جھونپڑے پر حملہ کیا تھا۔

لیکن! عمرانہ اور جولیا کی ٹامی گنوں نے انہیں موت کی نیند سلا دیا۔

ان میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچ سکا تھا۔

ان کی فائرنگ سے ناٹو قبیلے کے پانچ آدمی بھی زد میں آ کر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔

کچھ ہی دیر میں قبیلے کا سردار اور روحانی پیشوا بھی وہاں پہنچ گیا اور جب انہیں معلوم ہوا کہ ان کی دیوی نے حملہ آوروں کو اپنے ہاتھ سے ہلاک کیا ہے تو انہوں نے بلند آواز سے اس کی تقدیس کے گیت گانے شروع کر دیئے۔

اور پھر چند لمحوں بعد تو چاروں طرف سے گیت کی آوازیں گونجنے لگیں

اس موقع پر عمران بھی خاموش نہ رہ سکا۔

وہ بھی عمرانہ کے قریب کھڑا حلق پھاڑ پھاڑ کر اس کی تقدیس کا گیت گا رہا تھا اور گیت یہ تھا۔

چھیڑ چھاڑ کروں گا ادا ادا کروں گا یا ہو۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

غروب آفتاب کے کچھ ہی دیر بعد!

سردار کے بھیجے ہوئے دو آدمیوں نے وہ اطلاع بہم پہنچا دی جس کا عمران منتظر تھا۔

اور وہ بونگا رو قبیلے کے سردار ہوگو اور بکونا کے قافلے کے بارے میں تھی۔

ان دونوں آدمیوں نے بتایا کہ یہ قافلہ بستی سے تقریباً دس میل کے فاصلے پر ایک ندی کے کنارے پڑاؤ ڈال چکا ہے ان کے ساتھ ایک بہت لمبا تڑنگا سیاہ فام حبشی بھی ہے جو اُن کا دیوتا ہے۔

یہ اطلاع ملتے ہی عمران روانگی کی تیاری کرنے لگا۔ سردار ناٹو نے اپنے چند آدمی اس کے ساتھ بھیجنے کی پیشکش کی۔

لیکن! عمران نے اس پیشکش کو شکریہ کے ساتھ رد کر دیا اور بتایا کہ دیوی کے پجاری اس قافلے سے نبٹنے کے لئے ہی کافی ہیں۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

عمران نے چوہان اور نعمانی کو بستی ہی میں رہنے دیا۔ انہیں صرف عمرانہ اور جولیا کی حفاظت کے لئے چھوڑا جا رہا تھا۔ اگرچہ دیوی ہونے کی حیثیت سے عمرانہ یا جولیا کو ان قبائلیوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔

لیکن! احتیاط کا تقاضہ یہی تھا کہ ان کی حفاظت کے لئے کوئی نہ کوئی یہاں پر ضرور موجود رہے۔

عمران کے ساتھ ٹیم کے صرف چار آدمی تھے۔ خاور، صدیقی تنویر اور صفدر۔ پانچواں وہ خود تھا۔

اور دو اس قبیلے کے وہ آدمی ساتھ لے لئے گئے تھے جنہیں سردار ہوگو کے کیمپ تک ان کی رہنمائی کرنی تھی۔ اس طرح ان کی کل تعداد سات ہو گئی تھی۔

وہ بستی سے نکل کر شمالی سمت میں جنگل میں داخل ہو گئے۔ وہ دونوں وحشی ان کے آگے آگے چل رہے تھے۔

رات گہری تاریک تھی۔ عمران نے ٹارچ روشن کر رکھی تھی۔ لیکن اس کے باوجود اس کے ساتھی جگہ جگہ ٹھوکریں کھا رہے تھے۔

اس کے برعکس ان کے وہ دونوں رہنما بڑی تیزی سے راستہ طے کر رہے تھے۔

تقریباً آٹھ میل کا فاصلہ انھوں نے ایک گھنٹے میں طے کیا۔

اب عمران نے ٹارچ بجھا دی تھی اور ان کی رفتار بھی کم ہو گئی تھی وہ بہت احتیاط سے آگے بڑھ رہے تھے۔

تقریباً دو میل آگے بڑھنے کے بعد انہیں روشنی نظر آنے لگی۔ یہ روشنی کبھی گھنے درختوں کی آڑ میں چھپ جاتی اور کبھی سامنے آجاتی۔

یہ روشنی آگ کے ایک دہکتے ہوئے الاؤ کی تھی جو ان سے تقریباً ایک فرلانگ کی دوری پر تھا۔

اب وہ لوگ بہت محتاط ہو کر آگے بڑھ رہے تھے۔ تقریباً پچاس ساٹھ قدم آگے بڑھنے کے بعد ایک چھوٹی سی ندی نے ان کا راستہ روک لیا۔ آگ کا الاؤ اس ندی کے دوسری طرف تھا۔

وہ لوگ ندی کے کنارے رک گئے۔

ندی کے دوسری طرف آگ کے الاؤ کے پاس چند آدمی بھی نظر آرہے تھے۔

عمران کچھ دیر تک ندی کے کنارے کھڑا دوسری طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس نے تنویر کو وہیں رکنے کی ہدایت کی۔ صدیقی اور خاور کو ندی کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ کر ندی عبور کرنے کی ہدایت کی اور خود صفدر کو ساتھ لے کر ندی کے ساتھ ساتھ بائیں طرف بڑھنے لگا

تقریباً پچاس قدم چلنے کے بعد انھوں نے ایک جگہ سے ندی عبور کر لی اور ۔ اب وہ دونوں نہایت احتیاط کے ساتھ آگے

بڑھ رہے تھے۔

وہ دونوں ایک جگہ درختوں کی آڑ میں رک گئے۔

یہاں سے بونگارو قبیلے کا سردار ہوگو، بکونی اور اس کے تمام ساتھی صاف نظر آرہے تھے۔

ان میں جوزف بھی تھا لیکن ایک عجیب منظر ان کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ جوزف نے اپنے جسم پر صرف ایک لنگوٹ باندھ رکھا تھا اور یہ لنگوٹ شاید کسی جانور کی کھال کا تھا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور شراب کی بوتل اس کے ہاتھ میں تھی۔ تین چار بوتلیں کرسی کے قریب زمین پر بھی پڑی ہوئی تھیں۔

سردار ہوگو، بکونی اور دوسرے ساتھی اس کے سامنے مودبانہ انداز میں زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔

جوزف نے بوتل ہونٹوں سے لگا لی۔

سانس لئے بغیر اس نے بوتل خالی کر دی اور اسے ایک طرف پھینکنے کے بعد دہاڑا۔

"دوسری بوتل لاؤ ہوگو۔"

ہوگو جلدی سے اٹھ کر اس طرف چلا گیا جہاں ان کا سامان پڑا ہوا تھا۔

ایک پیٹی سے اس نے شراب کی ایک نئی بوتل نکالی اور جوزف کے قریب آگیا۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

پہلے اس نے تین مرتبہ رکوع کے بل جھک کر جوزف کو تعظیم دی اور بوتل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

"دیوتا۔ کھانا بھی تیار ہے۔ حکم ہو تو حاضر کیا جائے۔"

"کھانے کے بچے! کیا تو نہیں جانتا کہ دیوتا لوگ کھانے کے محتاج نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ کسی کے مشوروں پر عمل کرتے ہیں۔"

جوزف دہاڑا۔

"جانتا ہوں دیوتا۔"

"جانتا ہے پھر بھی مجھے مشورہ دے رہا ہے۔ چل مرغا بن جا۔ تیری یہ ہی سزا ہے۔"

جوزف پھر دہاڑا۔

سردار ہوگو اسی وقت اس کے سامنے مرغا بن گیا۔

عمران اور صفدر نہایت دلچسپی سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

"کم بخت۔ کس ٹھاٹھ سے حکم چلا رہا ہے۔ اگر اسے ان ہی لوگوں کے سامنے مرغا نہ بنایا تو نام نہیں۔"

عمران دھیرے سے بولا۔

پھر اس نے صفدر کو کچھ ہدایات دیں اور دوبارہ سامنے دیکھنے لگا۔ اس کی نظر اچانک ہی سردار ہوگو کے اس آدمی پر پڑ گئی جو ہاتھ میں رائفل پکڑے الاؤ کے دوسری طرف سے ٹہلتا ہوا سامنے آ گیا تھا۔ اس آدمی کو دیکھ کر عمران آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیگر اطراف میں دیکھنے

لگا۔ لیکن گن بردار آدمی ایک ہی تھا۔ باقی سارے آدمی جوزف دیوتا کی خدمت میں حاضر تھے۔

گن بردار ٹہلتا ہوا دوبارہ الاؤ کے دوسری طرف چلا گیا۔

وہ جیسے ہی اس طرف پہنچا۔ عمران صفدر سے چند قدم ہٹ کر ایک اور درخت کی آڑ میں چلا گیا اور الاؤ کی طرف رخ کر کے بلند آواز میں انکازبان میں چیخا۔

"سردار ہوگو! تمہارا کھیل ختم ہو گیا۔ تم اپنے اس دیوتا کو ہمارے حوالے کر دو۔ انکار کی صورت میں تم لوگوں میں سے کوئی بھی زندہ بچ کر نہیں جا سکے گا۔"

یہ آواز سنتے ہی وہ سب لوگ چونک گئے۔ گن بردار بھی دوڑتا ہوا اس طرف پہنچ گیا۔

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر جنگل کی طرف دیکھ رہے تھے۔ شاید بولنے والے کو تلاش کر رہے تھے۔

عمران چند لمحوں تک درخت کی آڑ میں کھڑا رہا پھر تانی گن سنبھالے سامنے آ گیا۔ جلتے ہوئے الاؤ کی روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی اسے دیکھتے ہی گن بردار نے رائفل سیدھی کر لی۔

لیکن سردار ہوگو نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا اور عمران کی طرف منہ کر کے بولا۔

"تم نوجوان! میں نہیں سمجھ سکا کہ تم یہاں تک کس طرح پہنچ گئے

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

لیکن تم نے ہمارے سورج دیوتا کی شان میں کوئی گستاخانہ لفظ استعمال کیا تو اچھا نہیں ہوگا۔

"دیوتا۔ تم جسے دیوتا سمجھ رہے ہو وہ ہمارا آدمی ہے جسے تم اغوا کرلائے ہو۔ اور ہم اسی کی بازیابی کے لئے تمہارا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آئے ہیں۔"

عمران نے کہا پھر بولا۔

"ہم اسے طاقت کے زور پر بھی تم سے حاصل کرسکتے ہیں لیکن ہیں خون خرابہ نہیں چاہتا۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ اسے خاموشی سے ہمارے حوالے کردو۔"

"یہ نہیں ہوسکتا۔ اپنے دیوتا کے لئے ہم اپنی جانیں تک دے دیں گے۔"

سردار ہوگو نے کہا۔

اور۔۔۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے لنگوٹ میں اڑسا ہوا ریوالور نکال کر عمران پر فائر کر دیا۔

عمران ایک دم اچھل کر درخت کی آڑ میں ہوگیا۔

اگر وہ ذرا بھی تاخیر کرتا تو ہوگو اور اس کے ساتھیوں کی چلائی ہوئی گولیوں کا نشانہ بن کر اس کا جسم چھلنی ہو جاتا۔

ان سب لوگوں نے بیک وقت فائرنگ شروع کر دی تھی۔

ادھر دوسرے درخت کی آڑ میں کھڑے ہوئے صفدر نے

قبائلیوں پر ٹامی گن کا فائر کھول دیا۔

پہلے ہی برسٹ میں دو قبائلی ڈھیر ہوگئے اور باقی چیختے ہوئے الاؤ کے دوسری طرف دوڑ گئے۔

دوسری طرف سے بھی صدیقی اور رضا در نے فائرنگ شروع کر دی۔

لیکن! اس طرف بڑے بڑے پتھر تھے۔ قبائلیوں نے فوراً ہی ان پتھروں کی آڑ لے لی اور جوابی فائرنگ کرنے لگے۔

وہ لوگ چاروں طرف سے گھر چکے تھے۔

اور۔۔۔ ان کے بچنے کی ایک فیصد بھی امید نہیں تھی لیکن اسکے باوجود وہ مقابلہ کر رہے تھے۔

جوزف کرسی پر بیٹھا اطمینان سے بوتل کو منہ لگائے شراب پیتا رہا۔

اور۔۔۔ جب بوتل خالی ہوگئی تو اسے پھینک کر الاؤ کے دوسری طرف پہنچ گیا۔

پتھروں کی آڑ ہونے کی وجہ سے وہ فائرنگ سے محفوظ ہی تھا۔

سردار ہوگو نے جوزف کو دیکھ لیا۔ بکونی بھی اس کے قریب ہی تھی۔

اس نے بکونی کی طرف دیکھا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں باتیں ہوئیں اور وہ دونوں اپنے ساتھیوں کو وہیں چھوڑ کر جوزف کے قریب آگئے

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

اور ۔۔ اسے بازو سے پکڑ کر ندی کی طرف دوڑنے لگے جوزف ابھی تک معاملے کی نوعیت نہیں سمجھ سکا تھا لہٰذا وہ بھی ان کے ساتھ دوڑتا گیا۔

عمران نے انہیں دوڑتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ بھی درختوں کی آڑ لیتا ہوا ان کے پیچھے دوڑا۔

اور ۔۔ ندی کے قریب پہنچ کر ایک درخت کی آڑ میں رک کر بلند آواز میں چیخا۔

"ہوگو! ندی کے دوسری طرف بھی ہمارے آدمی موجود ہیں۔ اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈالنے کی بجائے بہتر ہے کہ ہتھیار پھینک دو۔"

جواب میں ہوگو نے فائر جھونک مارا۔

گولی اس درخت کے تنے میں پیوست ہو گئی جس کے پیچھے عمران کھڑا تھا۔

وہ لوگ اگرچہ تاریکی میں تھے۔

لیکن ۔۔ عمران نے ان کے قد و قامت کا اندازہ لگا کر ٹامی گن کا ٹریگر کھینچ لیا۔

فائر کی آواز کے ساتھ ہی ہوگو کی چیخ گونجی اور وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

ٹھیک اسی وقت جوزف کو بھی جیسے ہوش آ گیا۔ وہ چند لمحوں

تک ادھر ادھر دیکھتا رہا۔

پھر ۔۔ اس نے لپک کر بکونی کو ہاتھوں پر اٹھا لیا اور اسے ندی کے پانی میں اچھال دیا۔

"جوزف! ندی کے دوسری طرف تنویر موجود ہے اسے بلاؤ۔" عمران چیخا۔

"اوہو ہو ہو۔ باس! تم؟"

جوزف نے قہقہہ لگاتے ہوئے ندی میں چھلانگ لگا دی۔

اور ۔۔ بکونی کو پکڑ کر ندی کے دوسری طرف پہنچ گیا جہاں تنویر اور نعمانی موجود تھے۔ انھوں نے فوراً ہی بکونی کو سنبھال لیا۔

دوسری طرف کیمپ میں اب بھی فائرنگ ہو رہی تھی لیکن یہ فائرنگ زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکی کیونکہ ہوگو کے باقی ساتھی بھی جلد ہی ختم ہو چکے تھے۔

معرکہ ختم ہو چکا تھا۔

عمران نے لاشوں اور کیمپ کا جائزہ بھی نہیں لیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ ناٹو قبیلہ کی بستی کی طرف چل دیا۔ بکونی بھی ان کے ساتھ تھی۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

ناٹو قبیلے کی بستی میں پورے سات روز تک جشن منایا جاتا رہا۔
عمرانہ بدستور دیوی کا کردار ادا کرتی رہی۔ بھاگو قبیلے کی
عبرتناک شکست کے بعد انہیں پورا یقین ہو گیا تھا کہ دیوی واقعی
ان کے لئے رحمتوں کے خزانے لے کر آئی ہے۔
عمران نے بکونی ناٹو سردار کی خدمت میں تحفہ کے طور
پر پیش کر دی تھی۔
اس سے کہا گیا تھا کہ یہ تحفہ بھی دیوی کی طرف سے ہے
یہ حسین تحفہ پا کر سردار خوشی سے پھولا نہیں سمایا تھا۔
جشن کی آخری رات دیوی کو تاج پہنایا گیا اور بکونی کو باقاعدہ
سردار کی دلہن بنا دیا گیا۔
شادی کی تقریبات میں عمران اور اس کے ساتھیوں
نے بھی شرکت کی تھی۔
بکونی کو دلہن بنانے کے لئے رسومات کے مطابق اس کا
لباس اتار دیا گیا تھا۔

وقار عظیم
PakistaniPoint
Waqar Azeem
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

اور ۔۔۔ اس کے جسم پر رنگین مٹی کے نقش و نگار بنائے گئے
تھے۔
بکونی کے لباس سے سونے کی ایک چھوٹی سی مورتی برآمد
ہوئی تھی۔
یہ ان کے سورج دیوتا کی مورتی تھی جسے عمران نے اس
مہم کی یادگار کے طور پر اپنے پاس رکھ لیا۔
جشن کے بعد یہ لوگ تقریباً ایک ہفتہ مزید وہاں رہے
اس دوران عمران اور اس کے ساتھی شکار سے جی بہلاتے
رہے۔
اور ۔۔۔ عمرانہ دیوی کی حیثیت سے ان پر حکومت کرتی رہی
اور جب ایک روز عمران نے انہیں بتایا کہ دیوی ان کے
قبیلے سے واپس جا رہی ہے تو وہ سب اداس ہو گئے۔
ظاہر ہے وہ لوگ دیوی کو زبردستی نہیں روک سکتے تھے
کیونکہ اس طرح دیوی کے ناراض ہو جانے کا خدشہ تھا۔
قبیلے کے سینکڑوں مرد اور عورتیں ان لوگوں کو رخصت
کرنے کے لئے دریائے ایمزن تک آئے تھے۔
درختوں کی شاخوں سے بنائی ہوئی کشتی (تختہ) درختوں
کے جھنڈ میں محفوظ تھا۔ اسے دھکیل کر پانی میں ڈالا گیا۔
سامان لادنے کے بعد وہ لوگ تختے پر سوار ہو گئے۔

اور ــ

جیسے ہی تختہ پانی پر بہنے لگا قبیلے کے روحانی پیشوا نے چیخ کر کچھ کہا۔

اور ــ قبیلے کے تمام افراد سجدے میں گر گئے۔

چند لمحوں بعد وہ سیدھے ہو گئے اور بلند آواز میں دیوی کے الوداعی گیت گانے لگے۔

اور ــ ان کی دیوی عمارتی تختے پر کھڑی ہاتھ ہلا ہلا کر انہیں الوداع کہہ رہی تھی۔ وہ اپنا مشن ختم کر کے کامیاب لوٹ رہے تھے۔

(ختم شد)

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

ہنگامے ہی ہنگامے ــ سسپنس ہی سسپنس

عمران سیریز کا شاہکار

مسٹر فراڈی

مصنف ــ ابن صفی

- ایک کروڑ کے ہیرے خرید کر وہ بے حد خوش تھا مگر جب وہ انھیں تجوری میں رکھنے لگا تو ــ؟ اسکے منہ سے چیخ نکلی اور وہ دل تھام کر گر پڑا۔
- ملک کے سب سے بڑے بنک میں ڈاکو مگر ڈاکو کلاشنکوف لے کر نہیں آتے تھے مگر اسکے باوجود وہ ایک کروڑ روپے بنک سے نکال لے گئے۔ بنک منیجر نے خوشی خوشی سیف کے سامنے رقم انھیں دی تھی۔ مگر ..... ؟
- سیٹھ راشد نے خود کشی کر لی کیونکہ بنک سے اسکے پچاس لاکھ روپے نکلوا لیے گئے تھے رقم خود انہوں نے نکالی تھی مگر وہ اس سے انکار کر رہے تھے پھر رقم کس نے نکالی تھی اور چیک پر دستخط کرنے والا کون تھا۔؟

مسٹر فراڈی تجسس اسرار اور ایکشن سے بھرپور نئے طرز کی مکمل کہانی عمران اور ایکسٹو کی ٹیم کا دلچسپ کارنامہ۔ آج ہی طلب کیجئے۔

خط و کتابت و آرڈر بھیجنے کا پتہ

ایوب اکیڈمی ۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

سنگ ہی تھریسیا اور عمران۔ تین دوست۔ تین دشمن

عمران سیریز میں ایک ہنگامہ خیز اور یادگار ناول

ڈائمنڈ ٹری

مکمل ناول

مصنف:۔ ایس۔ ایم یٰسین

- سنگ ہی سے ملتے تھی آب و تاب اور تھی چالاکیوں کے ساتھ۔
- تھریسیا میل بی آف یو ہیما کا تیا مشن وہ مشن کیا تھا۔؟
- عمران جو شکاری کتے کی طرح سنگ ہی اور تھریسیا کی بو سونگھتا پھر رہا تھا۔
- خطرناک کیڑا جسے سنگ ہی جیسے شاطر اور تھریسیا جیسی ذہین مجرم کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ وہ کیڑا کون تھا؟ سنئی سسن میں۔
- ڈائمنڈ ٹری۔؟ کیا واقعی ہیرے کا درخت کہیں موجود تھا اور سنگ ہی کیا اسی کی وجہ سے عمران کے ملک میں آیا تھا۔؟

ایکشن سسپنس اور اسرار و سراغ سے بھرپور سنگ ہی اور تھریسیا کا تیا ناول

آج ہی طلب کیجئے

خط و کتابت و آرڈر بھیجنے کا پتہ

ایوب اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر ۲۶۲۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

خوف دہشت اسرار و سراغ اور ایکشن کا نیا انداز

عمران سیریز کا ایک نہ بھولنے والا یادگار ناول

سیاہ ماسٹر

مصنف:۔ ایس۔ ایم یٰسین

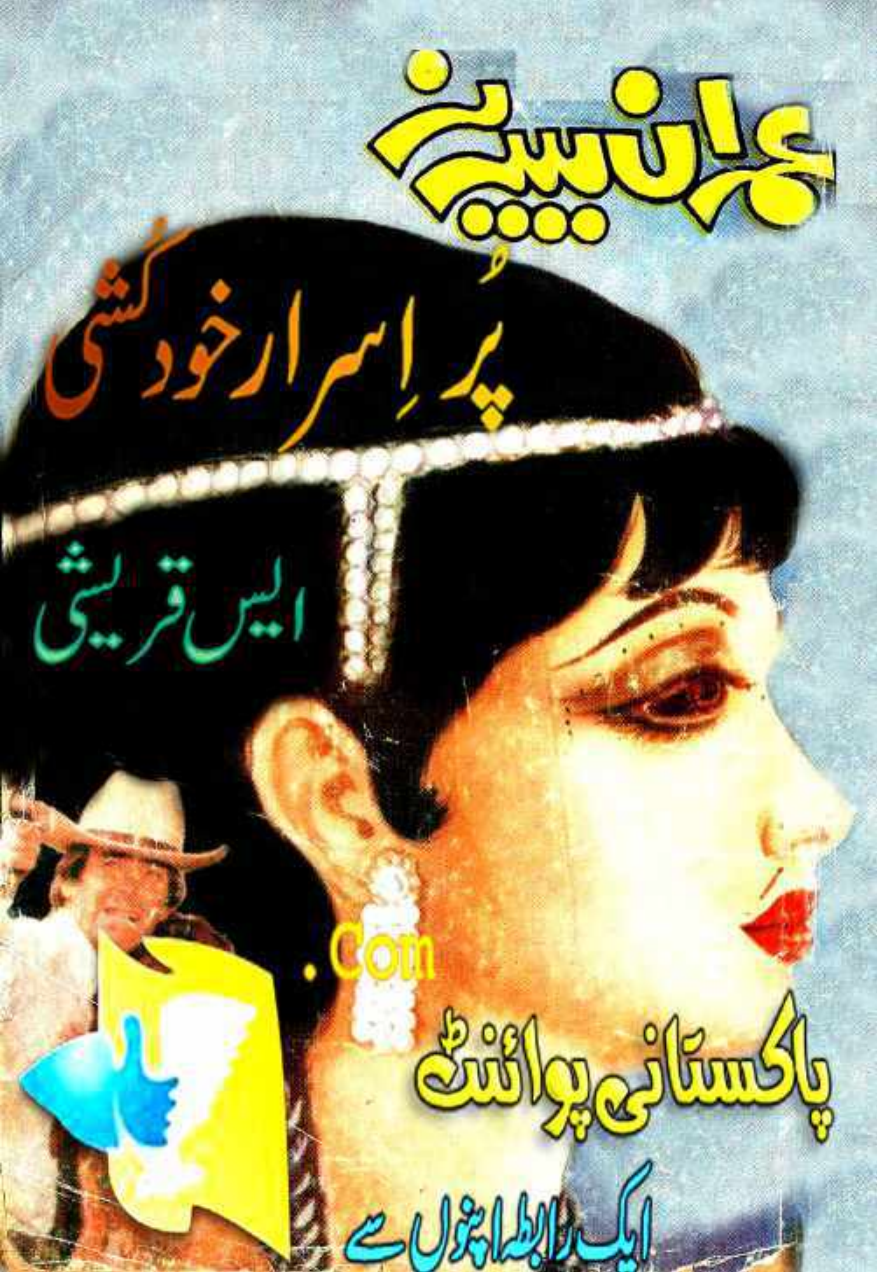
- خاور نے پہلو کہکر جو لیا سے ہاتھ ملایا دوسرے ہی لمحے وہ اٹھتا ہوا سامنے والی دیوار سے ٹکرایا اور بیہوش ہو گیا۔
- تنویر نے اس بھولی بھالی معصوم لڑکی پر اظہار عشق کر دیا جو فیڈر سے دودھ پی رہی تھی دوسرے ہی لمحے لڑکی کے ہاتھ پیر حرکت میں آئے اور تنویر گنگی کے ڈھیر میں جا گرا اور۔۔۔۔
- مصطفیٰ نے جھک کر پرس اٹھانا ہی چاہا تھا کہ اسکے جبڑے پر گھونسہ پڑا اور وہ دور جا گرا گھونسہ مارنے والا عمران تھا۔ آپ۔؟ مصطفیٰ کے منہ سے نکلا اور عمران کی آنکھوں میں دیکھ کر کانپ اٹھا وہاں درندگی ہی درندگی تھی۔ یہ وہ سب پاگل ہو گئے تھے یا پاگل خانے میں جا پھنسے تھے کہ جہاں کوئی کسی کا دوست نہیں تھا حیرت و اسرار سے بھرپور مکمل ناول۔

آج ہی طلب کیجئے

خط و کتابت و آرڈر بھیجنے کا پتہ

ایوب اکیڈمی۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۶۲۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

وقار عظیم
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام


عمران سیریز
پُراِسرار خودکشی
ایس قریشی
.Com
پاکستانی پوائنٹ
ایک رابطہ اپنوں سے

بلند پایہ جاسوسی لٹریچر پیش کرنے والا سلسلہ

عمران سیریز

مکمل ناول

پُراسرار خودکشی

مصنفہ
نعمہ صفی

قیمت
سات روپے پچاس پیسے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

خط و کتابت کا پتہ،

ایوب اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۲، لیاقت آباد، کراچی نمبر ۱۰

جملہ حقوق بنام مصنف ایس قریشی محفوظ ہیں کسی طرح سے نقل کرنے، ترجمہ کرنے یا کسی حصے کو جزوی یا کلی طور پر شائع کرنے کے لئے مصنف کی تحریری اجازت لینا ضروری ہے ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔

اس ناول کے تمام نام مقام کردار افراد واقعات اور تشبیہہ دی جانیوالی چیزیں فرضی ہیں کسی سے مطابقت محض اتفاقیہ ہے جس کے لئے مصنف پرنٹر پبلشر نہ یا ناشر ذمے دار نہیں۔

فضلی سنز آفسٹ پریس
کراچی میں آفسٹ پر چھپ کر شائع ہوئی۔

خط و کتابت کا پتہ

ایوب اکیڈمی ۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

Waqar Azeem
Pakistanipoint.Com

پیش لفظ

"نغمہ صفی" کا ایک اور مکمل ناول آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس سے پہلے آپ "برادرز کلب، کلب کا ہنگامہ، گینگ لیڈر، غنڈہ ٹیکس" پڑھ چکے ہیں۔

"پراسرار خودکشی" اس لحاظ سے بہت زیادہ دلچسپ ہے کہ اس میں سسپنس ایکشن کی کمی نہیں ہے اور سسپنس ایکشن کے ساتھ ہی عمران کے قہقہے بھی آپ کے پیٹ میں بل ڈال دینے کے لئے موجود ہیں۔

"نغمہ صفی" نے اس ناول میں وہ سب کچھ پیش کیا ہے جس کی آپ ان سے خطوط لکھ کر فرمائش کرتے رہے ہیں۔

ناول پڑھیئے اور مطلع فرمایئے کہ وہ کیسا رہا۔

"ادارہ"

۵

ایس قریشی

کے سامنے کے صفحہ پر دیئے گئے سارے ناول اب

کراچی بک ڈپو ۴۸۔ اردو بازار پر ملے سکتے ہیں

Pakistanipoint

Nagar Azeem

www.Nagar Azeem Pakistanipoint.Com

عمران کرسی سے اٹھتے اٹھتے رک گیا۔ اس کی نظریں ہال کے داخلی دروازے پر جمی ہوئی تھیں، جہاں سے ایک وجیہہ نوجوان اندر داخل ہو رہا تھا اس کے جسم پر بیش قیمت سوٹ اور ہاتھوں کی انگلیوں میں موجود قیمتی انگوٹھیاں اس بات کی غمازی کر رہی تھیں کہ وہ اچھی حیثیت کا مالک ہے پروقار انداز میں قدم اٹھاتا ہوا وہ ایک میز کی طرف بڑھنے لگا جس پر ریزرو کی تختی لگی ہوئی تھی عمران کے چہرے پر مسکراہٹ تیرنے لگی وہ تیزی سے نوجوان کی میز کی طرف بڑھا میز کے قریب پہنچ کر وہ رکا گلے ہی لمحے نوجوان کرسی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا اس کی وجہ بھی معقول تھی عمران نے سلام کچھ اتنے ہی دھماکہ خیز انداز میں کیا تھا نوجوان کی غصیلی نظریں عمران کے چہرے پر تھیں لیکن رفتہ رفتہ ان نظروں میں شناسائی کی جھلک لہرانے لگی۔

"تم..... عمران ہو نا" وہ سوالیہ انداز میں گویا ہوا۔

"جی ہاں بندہ وہی ہے، کیوں آپ نے پہچانا نہیں"۔ عمران نے مصافحے کیلئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تم بالکل نہیں بدلے میرے دوست بالکل نہیں"۔ اس نے مصافحے کے بجائے عمران کو گلے لگالیا عمران کا چہرہ اس سے گلے ملتے وقت اس قدر مضحکہ خیز لگ رہا تھا کہ ہال میں موجود کئی لوگ ان کی طرف دیکھ کر قہقہے مار کر ہنسنے لگے وہ ٹپ ٹاپ نائٹ کلب کا ہال تھا جس کی تقریباً تمام میزیں بھری ہوئی تھیں اب وہ دونوں کرسیوں پر دراز ہو چکے تھے عمران کے چہرے پر اب بھی حماقت کی پرچھائیاں لہرا رہی تھیں رسمی بات چیت کے بعد وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا عمران کی نظریں اس کی نظروں کا تعاقب کرتی ہوئی آخر کی میز پر دراز ایک خوب صورت لڑکی پر جم گئی۔

"کیا بات ہے فاروق ۔۔۔ کیا پسند آگئی"

"تم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے کالج کی زندگی میں بھی تم ایسے ہی تھے اور اب بھی تمہاری وہی عادت ہے۔" فاروق نے مسکراتے ہوئے کہا وہ ... کسی زمانے میں عمران کا کلاس فیلو رہ چکا تھا یونیورسٹی کی زندگی سے نکل کر ان کی راہیں جدا جدا ہو گئی تھیں جب سے عمران سے ملاقات نہ ہو سکی تھی آج پورے چھ سال بعد وہ عمران کو نظر آیا تھا اور یہ بھی اتفاق تھا کہ عمران نے اسے پہچان لیا ورنہ اس نے تو عمران کو پہچانا ہی نہ تھا عمران کے یاد دلانے پر اُسے یاد آیا۔

"تم تو ایسے غائب ہوئے جیسے گدھے کے سر سے بال ... اوہ سوری سینگ" عمران نے بات شروع کی۔

"میں پورے چھ سال سے یورپ میں تھا عمران" فاروق نے مسکراتے ہوئے

جواب دیا۔

"وہاں سے کب واپس آئے۔" عمران نے اشارے سے ویٹر کو قریب بلاتے ہوئے کہا۔

"مجھے ایک مہینے سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا ہے۔" فاروق نے جواب دیا

"اور مجھے شائد تم بھول چکے تھے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا پھر ویٹر کی آمد سے ان کی گفتگو کا سلسلہ چند لمحوں کے لئے منقطع ہو گیا عمران نے کافی کا آرڈر دیا اور ویٹر چلا گیا چند لمحوں بعد کافی ان کی میز پر موجود تھی۔

"میں تم کو کس طرح بھول سکتا ہوں عمران، مگر مجھے تمہاری قیام گاہ کا علم نہ تھا۔" فاروق بولا۔

"شائد شادی وادی کر لی ہے تم نے۔" عمران نے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔

"تم کو یہ خیال کیوں آیا۔" فاروق نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تم نے شائد سنا ہو کہ ڈھونڈنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ بیوی کے چکر میں پھنس کر میں تمہارا پتہ معلوم کرنا بھول گیا۔"

"اللہ تعالیٰ تم کو دو درجن بچوں سے نوازے۔" عمران نے جوابی فاروق مسکرانے لگا۔

"مگر میری تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی۔" فاروق نے مسکراتے ہوئے اس کے خیال کی تردید کی۔

"ہائیں۔ دھت تیرے کی میں تو سمجھا تم دو چار بچوں کے باپ بن چکے

ہوگے" عمران اسے گھورتے ہوئے بولا۔

"اور فی الحال میرا شادی کرنے کا ارادہ بھی نہیں ہے مگر تم اپنی سناؤ" فاروق نے کہا۔

"کہاں تک سنو گے کہاں تک سناؤں ہزاروں ہی بچے ہیں کتنے گناؤں"

"بس، بس، تم نے تو شعر کی مٹی پلید کر کے رکھ دی" فاروق ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"لک... کیا ہوا بب... بڑے بھائی۔" عمران نے ہکلاتے ہوئے کہا فاروق چونک کر اس کی صورت دیکھنے لگا اور پھر عمران کے چہرے پر عماقت کی پرچھائیاں لہراتے دیکھ کر اس کے حلق سے ہکا سا قہقہہ نکل گیا عمران بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا اسی وقت ہال میں پیالی ٹوٹنے کے چھناکے کی آواز گونج گئی عمران کے ہاتھ سے پیالی چور چور ہو کر گر پڑی وہ بوکھلا کر کھڑا ہو گیا فاروق سکتے کے عالم میں اپنی پیالی تھامے عمران کی صورت دیکھ رہا تھا جہاں رفتہ رفتہ سنجیدگی کے آثار قدم جما رہے تھے اسی وقت فاروق کے ہاتھ میں موجود پیالی کے بھی پرخچے اڑ گئے ان کی میز دیوار کے قریب تھی۔

فاروق کے چہرے پر بدحواسی پھیل گئی عمران نے چونک کر دیوار کی طرف دیکھا جہاں تھوڑے فاصلے پر دو سوراخ نظر آ رہے تھے اسی وقت اس کی نظروں گیلری کی طرف اٹھ گئیں پھر وہ فاروں کو لیتا ہوا زمین بوس ہو گیا اسی وقت میز کے عین وسط میں دو سوراخ ہو گئے اگر عمران یا فاروق زمین پر گرنے میں ذرا بھی دیر لگاتے تو ان کی موت یقینی تھی عمران تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا اور بے تحاشہ اوپر والی سیڑھیوں کی طرف دوڑ پڑا چند لمحوں بعد ہی وہ اوپر تھا۔ ہال میں افراتفری مچ چکی تھی لوگ

اُٹھ اُٹھ کر دروازے کی طرف بھاگ رہے تھے اتنا تو ہر کوئی سمجھ سکتا تھا کہ عمران اور فاروق پر چلائی جانے والی گولیاں بے آواز ریوالور کی مرہونِ منت تھیں سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ گیلری میں دوڑنے لگا اس نے ایک شخص کی ہلکی سی جھلک دیکھ لی تھی وہ ایک کمرے میں گھس چکا تھا عمران کوریڈور کے آخری سرے پر بنے ہوئے کمرے تک پہنچ کر رک گیا لیکن وہ کمرے کے اندر نہ داخل ہو سکا کیوں کہ دروازہ اندر سے لاک کیا جا چکا تھا عمران کے چہرے پر سنجیدگی تھی آنکھیں بلی کی طرح چمک رہی تھی۔ وہ بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا اگلے ہی لمحے وہ برابر والے کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ وہ کمرہ خالی تھا عمران نے دونوں کمروں کے درمیان والی دیوار میں فٹ روشن دانکو دیکھا پلک جھپکنے کی دیر میں وہ روشندان کے ذریعے دوسری طرف پہنچ چکا تھا مگر کمرہ خالی تھا عمران تقریباً دوڑتا ہوا دوسرے کمرے میں پہنچا سڑک کی طرف کھلنے والی کھڑکی کے دونوں پٹ کھلے ہوئے تھے وہ تیزی سے کھڑکی کے قریب پہنچ کر نیچے سڑک پر دیکھنے لگا سڑک پر نظر پڑتے ہی اس کے حلق سے طویل سائنس خارج ہو گئی، سیاہ ہوٹل والا شخص جس نے ہال میں عمران اور فاروق پر بے آواز ریوالور سے گولیاں چلائیں تھیں ایک سرخ رنگ کی ڈاٹسن میں سوار ہو رہا تھا جس وقت وہ کار میں داخل ہوا۔

عمران نے اس کا چہرہ دیکھ لیا تھا چند لمحوں بعد ڈاٹسن ٹریفک کے ہجوم میں غائب ہو گئی عمران کمرے کا دروازہ کھول کر فوراً باہر نکل آیا۔ کچھ دیر میں وہ ہال کے اندر پہنچ چکا تھا لیکن ہال کی حالت بھی بُری ہو رہی تھی اب وہاں چند ایک میز ہی پر نظر آ رہی تھی باقی سب خالی تھیں۔ صدر دروازے کے قریب فاروق

کھڑا ہوا تھا جس کے ساتھ منیجر اور دوسرے لوگ بھی موجود تھے لیکن عمران کو چونکا دینے کیلئے وہاں جو موجود تھا وہ انٹیلیجنس کا ایس پی فیاض تھا عمران کو دیکھ کر وہ اس کی طرف لپکا۔

"وہ کہاں گیا؟ کیا نکل گیا۔۔۔؟" فیاض نے عمران کے بدن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"کک ... کون نکل گیا؟" عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"وہی جس نے تم پر گولیاں چلائیں تھیں۔" فیاض نے اسے گھورتے ہوئے جواب دیا۔

"مگر تم یہاں کس طرح پہنچ گئے سوپر۔۔۔؟" عمران نے پہلی مرتبہ سنجیدگی کے ساتھ سوال کیا۔

"مجھے اس واقعے کی اطلاع منیجر نے دی میں فوراً ہی چلا آیا مگر۔۔۔" فیاض خاموش ہو گیا۔

"تم کچھ کہتے کہتے رک گئے۔ کیا کہنا چاہ رہے تھے؟" عمران نے فیاض کو جملہ ادھورا چھوڑتے دیکھ کر پوچھا۔

"تم پر حملہ کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔؟" فیاض نے اس طرح کہا گویا اپنے آپ سے سوال کر رہا ہو۔

"میرے ہزاروں دشمن ہیں سوپر، اوہ فاروق تم تو ٹھیک ہو نا۔؟" عمران نے آخری جملہ فاروق کی طرف مڑتے ہوئے ادا کیا جس کا فرد س بریک ڈاؤن ہو چکا تھا۔ چہرے پر ہوائیاں ابھی تک اڑ رہی تھیں۔

"کیا بات ہے تمہارے چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں۔؟"

"ہم پر فائرنگ کرنے والا کون ہو سکتا ہے، عمران جی کو تو یہاں بہت کم لوگ جانتے ہیں۔"

"میں نے اس کو پہچان لیا ہے پیارے تم بے فکر رہو صبح تک وہ حوالات میں ہوگا۔"

"تم ...نے ...تم نے اسے پہچان لیا۔؟" فاروق نے پوچھا لہجے میں حیرت کا عنصر شامل تھا۔

"ہاں۔ وہ شہر کا بہت مشہور غنڈہ ہے۔"

"تو پھر کیوں نہ ابھی اس کے پاس۔" فیاض نے درمیان میں دخل دیا فاروق استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کوئی مجرم اس قدر دلیر نہیں ہوتا کہ واردات کرنے کے بعد سیدھا اپنی قیام گاہ پر جائے۔"

"جناب یہ کلب کے نقصان ....." منیجر کا باقی جملہ حلق ہی میں گھٹ کر رہ گیا فیاض قہر آلود نگاہوں سے اسے گھورنے لگا منیجر اس کے اس طرح دیکھنے پر بوکھلا کر نیچے دیکھنے لگا دوسرے سپاہی ضروری کاروائیوں میں مصروف تھے۔

"تم کو اپنے نقصان کی پڑی ہے اگر ....." فیاض اس سے آگے نہ بول سکا۔

"چلو چھوڑو سوپر۔" عمران نے فیاض کا جملہ کاٹ کر جلدی سے کہا فاروق نے یہ سن کر اپنی جیب سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر منیجر کو دیا اور بولا۔

"تمہارا نقصان میں پورا کروں گا یہ میرا کارڈ ہے اس پر پتہ بھی لکھا ہوا ہے۔"

"آؤ چلو عمران، ویسے میں تو بالکل ہی بوکھلا گیا تھا تم پر حملے کی سُن کر۔" فیاض نے کہا وہ لوگ کلب سے باہر آ گئے، فاروق عمران کو اپنا کارڈ دے کر رخصت ہو گیا وہ کافی خوفزدہ ہو چکا تھا عمران نے اسے فلیٹ کا پتہ بتا دیا تھا فاروق کے جانے کے بعد وہ فیاض کی جانب متوجہ ہوا۔ جو سپاہیوں کو واپس جانے کا حکم دے رہا تھا سپاہی اس کی ہدایت پر واپس چلے گئے، فیاض عمران کی طرف گھوم گیا وہ کلب کے پارکنگ شیڈ میں کھڑے ہوئے تھے۔

"یہ نوجوان کون تھا جو تمہارے ساتھ اس حملے سے بچا ہے؟" فیاض نے عمران سے پوچھا۔

"کسی زمانے میں میرا کلاس فیلو رہ چکا ہے آج ملا تو راجو نے یہ حرکت کر ڈالی۔"

"تو یہ حرکت راجو کے بچے نے کی ہے مگر اس کو تم سے یا فاروق سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔؟"

"یہ تو اسکے ملنے کے بعد ہی معلوم ہو سکے گا۔" عمران نے جواب دیا فیاض خاموش ہو گیا۔ "یہ فاروق کا تم نے اچانک کیوں پوچھ ڈالا۔؟" عمران نے اس کے خاموش ہو جانے پر کہا۔

"ان صاحب پر پہلے بھی تین مرتبہ حملہ ہو چکا ہے انہوں نے مجھ سے مدد مانگی تھی۔" فیاض نے کہا عمران چونک کر اس کی صورت دیکھنے لگا، اس کی کشادہ پیشانی پر بڑی شکنیں اس بات کی غمازی کر رہی تھیں کہ فیاض کی گفتگو نے اس کو الجھن میں مبتلا کر دیا ہے۔

"تم کیا سوچنے لگے عمران۔" فیاض نے عمران کے بولنے کا انتظار کیا مگر جب

وہ کچھ نہ بولا تو فیاض پوچھ بیٹھا۔

"کچھ نہیں سوپر، سوچ رہا تھا کہ اگر کوئی گولی فاروق کو یا مجھے چاٹ جاتی تو؟" عمران نے جواب دیا۔

"تم نے میرے لئے کیا کیا؟" فیاض نے اچانک کچھ یاد آجانے پر پوچھا۔ عمران نے چونک کر اسے دیکھا پھر مسکرانے لگا۔

"بہت جلد مجرم تمہارے قدموں میں ہوگا سوپر" اس نے لہجے میں پُراسراریت پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"آج یہ جملہ کہتے ہوئے تم کو تین روز ہو گئے ہیں لیکن ابھی تک تم کوئی کلیو نہیں حاصل کر سکے۔"

"میں گھر سے باہر ذرا کم ہی نکلتا ہوں کیوں کہ آج کل قرض داروں کے تقاضے بڑھ چکے ہیں" عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا فیاض چونک کر اس کی صورت دیکھنے لگا وہ عمران کا مطلب سمجھ چکا تھا یہی وجہ تھی کہ اس نے اپنی جیب سے پرس نکالا اور پانچ بڑے بڑے نوٹ عمران کے ہاتھ پر رکھ دیئے جنہیں عمران نے اس تیزی کے ساتھ جیب میں رکھا جیسے اگر اس نے ذرا بھی کوتاہی سے کام لیا تو فیاض واپس مانگ لے گا۔

"اب میں تم کو ایک پائی بھی نہیں دوں گا اور میرا کام....."

"ہو جائے گا پیارے، تم بے فکر رہو" عمران نے اس کا جملہ کاٹ کر جواب دیا۔

"اگر تم نے اس مرتبہ چالاکی کھیلنے کی کوشش کی تو ہتھکڑیاں ڈالے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔"

"اس کیس پر تم کام کر رہے ہو، ذرا آنکھیں اور کان کھلے رکھنا ایسا نہ ہو کہ مجرموں کے ہتھے چڑھ جاؤ یا پھر ان کی گولی تم کو چاٹ جائے۔" عمران نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ فیاض نے پسوچ انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"عمران پھر وہاں کا نہیں" فیاض کو ضروری ہدایات دیتا ہوا اپنی ٹوپیٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اگلے ہی لمحے اس کی ٹوسیٹر ہواؤں کے دوش پر اڑی جا رہی تھی عمران کی آنکھوں میں سوچ کی پرچھائیاں لہرا رہی تھیں۔ پیشانی بھی شکن آلودہ تھی رفتار بتانے والی سوئی پچاس کے ہندسے پر متحرک تھی لیکن اس کا ذہن کار کی رفتار سے زیادہ تیز دوڑ رہا تھا وہ مجرموں کے متعلق سوچ رہا تھا جن کی جانب سے حملوں کی ابتداء ہو چکی تھی۔ جبکہ وہ مجرموں کے متعلق ابھی تک کسی قسم کی معلومات حاصل نہ کر سکا تھا۔

کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر نظر ڈال کر وہ پھر سے ونڈ سکرین کی طرف دیکھنے لگا، مضافاتی علاقے کی طرف جانے والی سڑک اس وقت سنسان پڑی ہوئی تھی اکا دکا کار ادھر ادھر سے گزر بھی جاتی تھی۔ اس کی کار کی رفتار میں ابھی تک کوئی فرق نہیں آیا تھا وہ اپنی سابقہ رفتار سے اڑی جا رہی تھی چند منٹ بعد وہ مضافاتی علاقے میں داخل ہو گئی لیکن اس نے کار گلیوں میں لے جانے کی حماقت نہیں کی، سڑک کے کنارے روک کر وہ اترا اور ایک گلی میں داخل ہو گیا گلیوں میں الیکٹرک پولز نہ ہونے کی وجہ سے تاریکی چھائی ہوئی تھی وہ سنبھل سنبھل کر قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اس کے چہرے

پر پیشہ ور بدمعاشوں والا میک اپ تھا ۔ لباس بھی کچھ اسی قسم کا تھا اس کی موجودہ حالت دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ عمران ہے گلیوں گلیوں ہوتا ہوا وہ ایک کشادہ سڑک پر نکل آیا اب یہ الگ بات تھی کہ وہ سڑک پختہ نہ تھی سڑک کی دوسری سمت بنی ہوئی پختہ عمارت کے ایک طرف لگے سائن بورڈ کو دیکھتا ہوا وہ سڑک کراس کرنے لگا ۔ عمارت کے قریب پہنچ کر وہ قدرے جھجکا پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا شراب اور چرس کی ملی جلی ناگوار بو اس کی ناک کے راستے دماغ میں سرایت کر گئی! ایک لمحے کے لئے ... صرف ایک لمحے کیلئے اس کی آنکھوں میں ناگواری کی پرچھائیاں لہرائیں مگر دوسرے ہی لمحے وہ سنبھل چکا تھا شاید اسے احساس ہو گیا تھا کہ وہ اس وقت کسی بُرے آدمی کے روپ ہی میں ہے بہت سی نگاہیں اس کا طواف کرنے لگیں ہال میں اس وقت تقریباً تمام میزیں بھری ہوئی تھیں اور ان میزوں کے گرد بیٹھے ہوئے غنڈے بدمعاش قسم کے لوگ چرس و شراب سے دل بہلا رہے تھے ہال میں دھوئیں کی باریک سی چادر تنی ہوئی نظر آ رہی تھی، کاؤنٹر کے دوسری طرف موجود شخص کی تیز نظریں اس کے چہرے پر جم گئیں۔ ان میں موجود سرخی اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ وہ کوئی شریف آدمی نہیں ہے اور اُس کی شرافت کا اندازہ تو عمران کو اُس کے چہرے پر موجود متعدد زخموں کے نشانوں سے ہو گیا تھا وہ رکے بغیر کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ بار مینیجر اسے اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر سنبھل چکا تھا اس کی پیشانی شکن آلودہ ہو چکی تھی اور آنکھوں سے خوں خواری بدستور چھلک رہی تھی ۔

وہ کاؤنٹر کے قریب پہنچ کر ہال میں موجود افراد کو دیکھنے لگا اس کی متلاشی نگاہیں کسی کو تلاش کر رہی تھیں پھر وہ مایوس ہو کر بار مینیجر کی طرف مڑ گیا کاؤنٹر

پر اپنی دونوں کہنیاں ٹیک کر اس نے بار ٹینڈر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں چند لمحوں تک وہ عمران سے نظریں ملاتے رہا۔ مگر کب تک سٹپٹا کر اس نے نگاہیں جھکا لیں عمران کے ہونٹوں پر پھیلنے والی سفاکی سے بھرپور مسکراہٹ بار ٹینڈر کو لرزا گئی۔

"راجو کہاں ہے؟" اس نے آواز بدل کر سفاکی سے پوچھا بار ٹینڈر چونک کر اسے گھورنے لگا۔ اس کے اس طرح گھورنے پر عمران کی آنکھوں میں خونخواری تیرنے لگی۔

"تم اس کو کیوں پوچھ رہے ہو؟" بار ٹینڈر نے سنبھل کر کرخت لہجے میں پوچھا۔

"شٹ اپ، مجھے صرف اپنے سوال کا جواب چاہیئے" عمران نے درندگی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"اونچا بول کر تم اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال رہے ہو نوجوان"۔

"میں بذاتِ خود دوسروں کیلئے سب سے بڑا خطرہ ہوں" عمران کا لہجہ بے حد خوں خوار تھا۔

"شیرے کے بارے میں اچھے اچھوں کی بدمعاشی نہیں جم سکی" نوجوان نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"میں بدمعاشی کرنے نہیں راجو کا پتہ معلوم کرنے آیا ہوں" عمران نے نرم پڑتے ہوئے کہا۔

"راجو کے بارے میں تم کو کوئی کچھ نہ بتا سکے گا" بار ٹینڈر نے آہستگی سے جواب دیا۔

"اس کا سبب ...؟" عمران کا لہجہ ایک مرتبہ پھر خطرناک ہو گیا۔

"راجو ہی بتا سکے گا۔"

"اگر وہ مجھے چند منٹ تک نہ ملا تو ہو سکتا ہے تم بھی مصیبت میں پھنس جاؤ شاید تم نہیں جانتے اس نے اب سے تین گھنٹے قبل، ڈی جے رحمان کے لڑکے اور ایک باعزت شہری فاروق پر فائرنگ کی تھی لیکن خوش قسمتی سے راجو قاتل نہ بن سکا قیاس اسی کی تلاش میں سرگرداں ہے مجھے راجو کو انتہائی اہم خبر دینی ہے اگر وہ نہ ملا تو اس کی باقی زندگی جیل میں بسر ہوگی۔" عمران نے بار ٹینڈر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا اس نے نفسیاتی حربہ استعمال کیا تھا۔

بار ٹینڈر چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا

"اوہ آئی سی۔" اس کے ہونٹ دائرے کی شکل میں سکڑ گئے بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا۔ عمران کی آنکھوں میں کامیابی کی چمک لہرائی، عمران مستعد نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔

"وہ اوپری منزل کے کمرہ ۱۴ میں موجود ہے۔" بار ٹینڈر نے جواب دیا اس کا جواب سن کر عمران رکا نہیں تیزی کیساتھ وہ اوپر جانے والی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا، چار چار سیڑھیاں پھلانگتا ہوا وہ اوپر آیا اور کوریڈور میں رکے کمرہ نمبر ۱۴ کے دروازے کو دیکھنے لگا کھلے ہوئے دروازے پر نظر پڑتے ہی اس کے ذہن میں روشنی کا جھماکہ ہوا، ایک خیال بجلی کی طرح اس کے ذہن میں کوندا دبے قدموں سے وہ کمرہ ۱۴ کے قریب پہنچا کھلے ہوئے دروازے سے اس نے اندر جھانکا اور اندر کا منظر دیکھتے ہی وہ بری طرح چونک گیا ذہن میں بجلیاں سی کوندنے لگیں کمرے کے عین وسط میں راجو پڑا ہوا تھا، لمبے قد اور کسرتی جسم والا راجو، مگر اس حالت میں

کہ اس کے سینے میں ایک تیز دھار خنجر دستے تک پیوست تھا راجو کے چہرے پر کرب کے آثار منجمد تھے آنکھیں پھیلا نک انداز میں پھٹی ہوئی تھیں زبان بھی آدھی سے زیادہ باہر نکلی ہوئی تھی۔ کمرے کی حالت دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا جیسے اس نے مرنے سے پہلے قاتل کے ساتھ بچاؤ کے لئے کافی جدوجہد کی تھی ایک طرف پڑی ہوئی مسہری کی چادر بھی شکن آلود تھی اس کے قریب ہی تپائی پر شراب کی خالی بوتل اور گلاس موجود تھا گلاس تپائی پر لڑھکا ہوا تھا اور اس میں موجود شراب فرش پر گری ہوئی تھی راجو کے سینے اور سر کے قریب خون ہی خون پھیلا ہوا تھا۔

عمران کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ قتل ہونے سے پہلے راجو شراب نوشی میں مشغول رہا ہوگا اور اسی وقت قاتل بھی وہاں آگیا ہوگا راجو کی اس کے ساتھ ہاتھا پائی بھی ہوئی مگر قاتل نے اس پر قابو پانے کے بعد اس کے سینے میں خنجر اتار دیا ایک ہی وار میں راجو ملک عدم کو سدھار گیا گلاس سے گرتی ہوئی شراب دیکھ کر عمران کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ اس واقعے کو ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری اسی وقت اس کی نظریں مسہری کے قریب کھلی ہوئی کھڑکی پر پڑیں کسی خیال کے آتے ہی وہ تیزی سے مسہری کے قریب آیا اور کھڑکی سے نیچے دیکھنے پر اس کے ذہن میں دھماکہ ہوا کھڑکی کی دائیں طرف گندے پانی کی نکاسی کیلئے لگے ہوئے پائپ پر سے ہوتی ہوئی اس کی نظریں زمین پر پڑیں جہاں ایک سیاہ وجود کھڑا ہوا تھا تاریکی کی وجہ سے عمران صحیح اندازہ نہ لگا سکا کہ وہ کون ہو سکتا ہے، مرد یا عورت؟ اس سیاہ وجود کو عقبی حصے کی طرف بڑھتے دیکھ کر عمران تیزی کے ساتھ پلٹا مگر پھر کچھ سوچ کر وہ کھڑکی پر چڑھ گیا، اپنا داہنا پیر اس نے پائپ پر جما دیا دونوں ہاتھوں سے اس نے چوکھٹے تھام رکھی تھی پائپ پر اچھی طرح پیر جما کر اس نے ایک ہاتھ چوکھٹے پر سے ہٹا کر

پائپ پکڑ لیا اگلے ہی لمحے وہ تیزی سے پائپ کے ذریعے نیچے جا رہا تھا جب تک وہ نیچے پہنچتا سیاہ وجود عقبی حصے کی دیوار کراس کر کے باہر کود چکا تھا۔

عمران نیچے پہنچ کر تقریباً دوڑتا ہوا دیوار تک آیا اگلے ہی لمحے وہ بھی دیوار کراس کر کے باہر پہنچ چکا تھا۔ وہ لمبی سی گلی تھی جس میں نیم تاریکی پھیلی ہوئی تھی گلی کے آخری سرے پر عمران نے اسکوٹر غائب ہوتے دیکھا وہ بے آواز طریقے سے دوڑتا ہوا گلی کے سرے پر پہنچا دائیں طرف مڑ کر وہ ذرا کا دوسری گلی کے اختتام پر وہ سیاہ وجود کھڑا ہوا ادھر ادھر دیکھ رہا تھا عمران فوراً آڑ میں ہو گیا اس کے ذہن میں ہلچل مچی ہوئی تھی وہ سیاہ وجود ہی کو قاتل سمجھ رہا تھا اور یہ حقیقت بھی تھی وہ اسی پائپ کے ذریعے اترا تھا جو راجو کے کمرے پر پہنچ کر ختم ہو گیا تھا پھر اُسے قاتل کیوں نہ سمجھا جاتا وہ قاتل سیاہ پوش اب عمران کی نظروں سے غائب ہو کر بائیں طرف مڑ چکا تھا عمران دوڑتا ہوا گلی کے سرے پر آ گیا۔ اب گلیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا سامنے ہی کچھ فاصلے پر سڑک تھی! جہاں تاریکی میں کھڑی ہوئی کار عمران کو بخوبی نظر آ گئی تھی قاتل سیاہ پوش اسی کی طرف بڑھ رہا تھا عمران کے ذہن میں چھناکہ ہوا وہ دائیں طرف مڑ کر دوڑتا ہوا کچھ فاصلے پر کھڑی ہوئی کار کے قریب پہنچا جس وقت وہ اپنی کار کے قریب پہنچا اس وقت قاتل کی کار روانہ ہو چکی تھی چند منٹ بعد وہ عمران کی نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی لیکن عمران کو اس کی اتنی فکر نہ تھی کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ شہر تک جانے کے لئے یہ واحد سڑک ہے۔ . . . . . اگلی کار کی رفتار خاصی تیز تھی اس لئے عمران کو بھی رفتار تیز رکھنی پڑی اس نے تمام لائیٹیں آف کر رکھی تھیں وہ اگلی کار والے کو تعاقب کے شبے میں ڈالنا نہیں چاہتا تھا تھوڑی ہی دیر بعد عمران کی کار شہری

حدود میں داخل ہو گئیں اگلی کار والے کو بھی تک تعاقب کا شبہ نہیں ہوا تھا اگلی کار چند منٹ بعد گرین اسکوائر کے سامنے رک گئی اور راجو کا قاتل کار سے اتر کر ادھر اُدھر دیکھے بغیر عمارت میں داخل ہو گیا عمران نے اپنی کار کافی فاصلے پر روکی تھی وہ انجن بند کرنے کے بعد جیسے اتر آیا چابی جیب میں ڈالتا ہوا وہ عمارت کی طرف بڑھ گیا عمارت میں داخل ہو کر وہ اوپر جانے والی سیڑھیاں طے کرنے لگا اسے سیاہ پوش ابھی تک نظر نہیں آیا تھا سیڑھیاں طے کر کے وہ دوسری منزل پر آ گیا۔ اور اوپر پہنچتے ہی اس کی نظریں کوریڈور کے سرے والے فلیٹ پر جم گئیں اب یہ اتفاق ہی تھا کہ اس کا دروازہ اسی وقت بند ہوا تھا اور عمران نے سیاہ پوش کو اندر داخل ہوتے ہوئے بھی دیکھ لیا تھا۔ کوریڈور سنسان پڑا ہوا تھا چھت پر لگے ہوئے بلب کی روشنی وہاں پھیلی ہوئی تھی دبے قدموں چلتا ہوا وہ دروازے کے قریب پہنچ گیا جھک کر اس نے کی ہول سے اندر کا منظر دیکھا اور کھڑا ہو گیا سامنے والا کمرہ خالی تھا عمران نے دروازے پر دستک دی اس کا دوسرا ہاتھ دروازے کے ہینڈل پر پڑا دروازہ لاک نہیں ہوا تھا۔ عمران اسے کھول کر اندر داخل ہو گیا درمیان ہی میں ایک میز رکھی ہوئی تھی جس پر رکھی ہوئی کافی کی آدھی خالی پیالیاں اس بات کی مظہر تھیں کہ چند لمحوں قبل وہاں جو کوئی بھی موجود تھا کافی سے شغل کر رہا تھا عمران کی آنکھیں سرچ لائٹوں کی مانند گردش کرنے لگیں وہ چوکنی نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ ہولسٹروں میں لٹکے ہوئے ریوالور کسی بھی دم باہر نکالنے کے لئے بالکل تیار تھے وہ آواز پیدا کیے بغیر اندر آ گیا دروازہ بھیڑ کر وہ دائیں طرف والے دروازے کے قریب آیا اور سن گن لینے کی کوشش کرنے لگا مگر جب چند لمحوں تک کسی قسم کی آواز نہ سنائی

دی تو اس نے اپنے داہنے ہاتھ کا دباؤ دروازے پر ڈالا ایک پٹ، آواز پیدا کیئے بغیر کھلتا چلا گیا عمران اندر جھانکنے کیلئے مڑ کر آگے بڑھا ہی تھا کہ اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے کھوپڑی بھنا کر رہ گئی انگ انگ میں چیونٹے دوڑنے لگے کسی نے اس کا استقبال نہایت ہی خوبصورت انداز میں کیا تھا عمران پھرتی سے چھلانگ لگا کر دروازے سے دور جا گرا عمران سنبھلنے کی کوشش کرتا ہوا اندر جا پڑا مگر پھرتی کے ساتھ قلا بازی کھا کر وہ سیدھا ہو گیا تھا اس کے داہنے ہونٹ سے ریوالور باہر آگیا تھا مگر سیدھے ہوتے ہی کمرے میں ٹشک کی آواز پیدا ہوئی اور ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا عمران چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا جہاں سیاہ پوش اپنے دونوں ہاتھوں میں ... سائیلنسر لگے ریوالور لئے کھڑا اسے سفاک انداز میں گھور رہا تھا اس کی نقاب میں سے جھانکتی ہوئی آنکھیں بے حد خوں خوار معلوم دے رہی تھیں ان میں موجود سرخی اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ وہ شراب نوشی کا بھی عادی ہے عمران کی آنکھیں سکڑ گئیں دانت ایک دوسرے پر مضبوطی سے جم گئے وہ خوں خوار نظروں سے سیاہ وجود کو گھورنے لگا اس پر سے ہوتی ہوئی عمران کی نظریں ایک طرف سہمی کھڑی عورت پر پڑیں جس کے چہرے پر بوکھلاہٹ رقصاں تھی آنکھوں سے شدید خوف چھلک رہا تھا اور سینہ کسی آہنی چٹان کی طرح لرز رہا تھا کمرے میں خاموشی چھائی ہوئی تھی، صرف سانسوں کی بازگشت وہاں کی خاموش فضا میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔

شاید دارالحکومت میں نئے وارد ہوئے ہو۔ سیاہ پوش کے لہجے کی سفاکی بتا رہی تھی کہ وہ حد درجہ خوفناک ہے سچویشن کا اندازہ ہوتے ہی عمران

سنبھل گیا اس کا ایک ہاتھ غیر محسوس طریقے سے دوسرے ہولسٹر کی طرف بڑھ رہا تھا عورت خوف زدہ نظروں سے سیاہ پوش کو گھور رہی تھی جس کا کسرتی جسم کسی آہنی چٹان کی طرح معلوم دے رہا تھا قد بھی چھ فٹ سے کسی طرح کم نہ تھا۔

"تم نے راجو کو قتل کیوں کیا۔" عمران نے آواز بدل کر درندگی سے بھرپور لہجے میں دریافت کیا۔

"میں اپنی راہ میں آنے والی ہر دیوار کو گرا دیتا ہوں۔"

"اس نے تمہارا کیا بگاڑا تھا۔"

"چالاکی دکھانے کی کوشش مت کرو ورنہ تم کو موت کے منہ سے کوئی نہ بچا سکے گا۔" سیاہ پوش اپنے ریوالوروں کو جنبش دیتے ہوئے بولا عمران ٹھٹھک گیا اس نے ریوالور نکالنے کا ارادہ ترک کر دیا، سیاہ پوش اس کی توقعات سے کہیں زیادہ چالاک ثابت ہو رہا تھا۔

"تم میرا تعاقب کیوں کر رہے تھے۔" سیاہ پوش نے عمران کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

"میں صرف خوبصورت لڑکیوں کا تعاقب کیا کرتا ہوں۔" عمران نے غرا کر جواب دیا۔

"میں تم کو ختم بھی کر سکتا ہوں ورنہ میرے سوال کا صحیح جواب دے دو۔"

"رعب جمانے کی ضرورت نہیں دوسرے کے حکم کی تعمیل کرنے سے بہتر میں مر جانا سمجھتا ہوں۔"

"تو پھر تمہارا زندہ رہنا بے کار ہے نوجوان۔" سیاہ پوش نے انتہائی سفاک

انداز میں کہا اور اپنے دائیں ہاتھ میں موجود ریوالور سے عمران کے سینے کا نشانہ لے کر ٹریگر دبا دیا۔ "ٹھک" کی ہلکی سی آواز کمرے میں پیدا ہوئی اور پھر وہ ٹریگر دباتا چلا گیا مگر عمران ..... عمران تو اس وقت چھلاوہ بنا ہوا تھا سنگ آرٹ کا بہترین مظاہرہ کرتے ہوئے وہ اپنے آپ کو بچاتا رہا۔ ویسے اسے اندیشہ تھا کہ سیاہ پوش ایک ساتھ دونوں ریوالور نہ استعمال کر ڈالے مگر شاید اس کی اوپری منزل تھوڑی سی خالی تھی، ورنہ وہ دونوں سے عمران کو نشانہ بنانے کی کوشش کرتا، نتیجہ ظاہر تھا عمران صاف بچ گیا سیاہ پوش کی آنکھوں میں حیرت کی پرچھائیاں لہرا رہی تھیں اگر اس کے چہرے پر نقاب نہ ہوتا تو اس کا حیرت سے بگڑا ہوا چہرہ ضرور مضحکہ خیز معلوم ہوتا، اتنی ہی حیرت ظاہر ہو رہی تھی اس کی آنکھوں میں اور لڑکی جو چند منٹ پہلے خوف سے کانپ رہی تھی حیرت سے منہ پھاڑے عمران کو دیکھ رہی تھی جس کے عقب والی دیوار میں سوراخ نظر آ رہے تھے اور وہ خود پرسکون انداز میں ایک طرف کھڑا سفاک نظروں سے سیاہ پوش کو گھور رہا تھا جو دوسرا ریوالور نچا رہا تھا۔

"یہ میرے فن کا معمولی سا مظاہرہ تھا مسٹر سیاہ پوش" عمران کا لہجہ پھاڑ کھانے والا تھا۔

"تم وہ نہیں ہو جو خود کو پوز کر رہے ہو" سیاہ پوش نے ڈرامائی انداز میں کہا۔

عمران غیر محسوس طریقے سے چونک پڑا پھر اس نے برق رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا دوسرا ریوالور نکالنا چاہا مگر یہ اس کی بدقسمتی تھی جنگلی شیر کی طرح پھنکارتے ہوئے سیاہ پوش نے دوسرا ریوالور سیدھا کر لیا۔

"ابھی میرے پاس آخری مہرہ باقی ہے"

"اسے بھی آزما ڈالو پانچ راؤنڈ میں مجھے ختم کرنے کی کوشش کر دو اگر کامیاب ہو گئے تو ٹھیک ہے ورنہ چھٹی گولی اپنے سینے میں مار لینا سمجھے" عمران نے تاؤ دلانے والے انداز میں کہا۔

"یو شٹ اپ ..... میں اتنا بے وقوف نہیں ہوں"

"اپنی عقل مندی کا مظاہرہ تم کافی پہلے کر چکے ہو" عمران نے جواب دیا سیاہ پوش غیر محسوس طریقے سے دروازے کے قریب پہنچ چکا تھا جسے عمران نے بھی محسوس کر لیا اس کا ذہن طوفانی رفتار سے سوچنے میں مصروف تھا وہ سیاہ پوش کے ارادے سے واقف ہو چکا تھا عمران تیزی کے ساتھ آگے بڑھا سیاہ پوش نے ایک جھٹکے کے ساتھ دروازہ کھولا اور باہر نکلتے نکلتے عمران پر فائر جھونک دیا اگر عمران پھرتی کے ساتھ ایک طرف نہ ہٹ گیا ہوتا تو اس کی کھوپڑی اس وقت خون اگل رہی ہوتی اس نے گولی سے بچتے ہوئے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی اور اڑتا ہوا سا دروازے تک گیا مگر شاید اس وقت اس کی قسمت سوئی ہوئی تھی، دھماکے کے ساتھ بند ہونے والے دروازے سے وہ ٹکرایا اور دھپ سے فرش پر گر پڑا باہر سے ہلکا سا قہقہہ سنائی دیا اور اس کے ساتھ دروازہ لاک کرنے کی آواز سنائی دی عمران کی آنکھوں میں الجھنیں تیرنے لگیں جرم اسکی توقعات سے زیادہ چالاک نکلا نہ صرف اس نے عمران کو خوبصورت ڈاج دیا تھا۔ بلکہ اسے وقتی طور پر اپنے تعاقب سے بھی روک کر چھٹکارا پا لیا تھا یہی وجہ تھی کہ بے اختیار اس کا ہاتھ اپنی کھوپڑی پر پہنچ گیا کوریڈور میں چند لمحوں قبل پیدا ہونے والی قدموں کی آوازیں اب معدوم ہو چکی تھیں آوازوں کے معدوم ہوتے عورت کو جیسے ہوش آگیا وہ بری طرح چونک کر عمران کو دیکھنے لگی وہ تیزی سے ایک طرف

تپائی پر رکھے ہوئے فون کی جانب جھپٹی، عمران کی بھنویں سکڑ گئیں اس نے عورت کی طرف دیکھا جس نے ریسیور اٹھا لیا تھا اور اب نمبر ڈائل کر رہی تھی عمران نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا عورت خوفزدہ نظروں سے اسے گھورنے لگی ذرا سی دیر بعد اسکے ہونٹوں میں لرزش پیدا ہوئی مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولے عمران بول پڑا۔

"یہ کیا کر رہی ہو۔؟" اس کے لہجے میں بھیڑیوں جیسی غراہٹ تھی۔

"میں پولیس کو فون کر رہی ہوں۔" عورت نے لرزشدہ لہجے میں جواب دیا۔

عمران کے پتلے پتلے ہونٹوں پر سفاکی پھیل گئی اس نے تیز نظروں سے عورت کو گھورا۔

"احمقانہ بکواس مت کرو بھول جاؤ کہ یہاں کوئی حادثہ پیش آیا تھا۔" عمران کے حلق سے نکلنے والی آواز میں پوشیدہ درندگی محسوس کر کے عورت کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد سی لہر دوڑ گئی وہ سراپا لرز کر رہ گئی ریسیور اس کے ہاتھ سے کریڈل پر گر پڑا۔

عورت اب بھی ایسی نظروں سے عمران کو دیکھ رہی تھی جن میں خوف و حیرت کا عنصر شامل تھا۔

"وہ، تت تم، تم کو قتل کرنا چاہتا تھا۔" عورت نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"تم نے اگر اب اس حادثے کے بارے میں ایک لفظ بھی ادا کیا تو میں تم کو جہنم رسید کر دوں گا۔"

"مگر جب پولیس تفتیش کرنے کی غرض سے میرے پاس....؟"

"تم پولیس کو اس واقعے کی ہوا بھی نہیں لگنے دو گی ورنہ میرا نام موت ہے، اب فوراً سے پیشتر دروازہ کھولنے یا کھلوانے کی کوشش کرو۔" عمران کا حکم پا کر عورت دروازے کی طرف بڑھ گئی اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر اس نے چابیاں نکالیں پھر ایک چابی سے لاک

کھول دیا عمران کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی مگر اس مسکراہٹ میں بھی ایسا تاثر تھا کہ عورت خوفزدہ انداز میں دو قدم پیچھے ہٹ گئی عمران دروازہ کھول کر باہر نکل آیا مگر اس سے پہلے وہ عورت کو ایک مرتبہ پھر وارننگ دینا نہ بھولا دوسرے کمرے میں پہنچ کر وہ دروازے سے گزرنے کے بعد کوریڈور میں آگیا۔

چند لمحوں بعد اس کی کار فلیٹ کی جانب اڑی جا رہی تھی رفتار خطرناک حد تک تیز تھی آج عمران کو دو مرتبہ ناکامی ہوئی تھی اور یہی وجہ تھی کہ اس پر جھلاہٹ سوار ہو چکی تھی۔ ویسے اب اسے عورت کی طرف سے فکر نہیں تھی کیوں کہ اسے یقین تھا کہ عورت اس حد تک خوفزدہ ہو چکی ہے کہ کسی سے اس واقعے کا تذکرہ نہیں کرے گی!

وہ ہوس بھری نظروں سے اسکے عریاں جسم کو دیکھ رہا تھا جہاں جگہ جگہ زخم بن چکے تھے اور وہاں سے خون رس رہا تھا مسہری پر پڑی ہوئی چادر بے ترتیب تھی وہ مسہری کے قریب کھڑی یک ٹک ایک سمت دیکھ رہی تھی اس کے لانبے لانبے بال کمر سے نیچے تک لٹک رہے تھے لیکن ان کی آرائش باقی نہ رہی تھی دونوں رخساروں پر کاٹے جانے کے نشان موجود تھے سینے ..... پر ناخنوں سے لگنے والے زخم بھیانک معلوم دے رہے تھے وہ مکمل طور پر برہنہ حالت میں کھڑی ہوئی تھی اس کی حالت دیکھ کر ایسا لگتا جیسے وہ اپنے حوش و حواس میں نہ ہو۔ اس کے پرکشش چہرے پر بلا کی معصومیت چھائی ہوئی تھی۔ نوجوان بھی کم خوبصورت نہ تھا اس کی آنکھوں میں ایسی چمک تھی جیسی چیتے کی آنکھوں میں شکار کو دیکھ کر پیدا ہوتی ہے اس کی تیز نظریں لڑکی کے سراپے کا جائزہ لے رہی تھیں سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا اس کی وجہ سے سینے میں

ہلچل مچی ہوئی تھی اپنی شرٹ کے بٹن لگاتے ہوئے اُس نے آخری بار ہوس بھری نظر لڑکی پر ڈالی پھر ایک طرف پڑے ہوئے لباس کو اٹھا کر لڑکی کی طرف بڑھا دیا۔

"لو یہ پہن لو۔" اس نے سرگوشی کرنے والے انداز میں کہا لڑکی نے کوئی جواب دیئے بغیر لباس اس کے ہاتھ سے لے کر پہن لیا نوجوان کی حالت آہستہ آہستہ اعتدال پر آتی جا رہی تھی وہ اطمینان سے صوفے پر بیٹھ گیا البتہ لڑکی کھڑی ہی رہی اُس کی آنکھوں میں اب بھی سرخ ڈورے تیر رہے تھے۔

"تم میرے کہنے پر عمل کرو گی۔" نوجوان نے حکمانہ انداز میں کہا۔

"میں تمہارے کہنے پر عمل کرونگی۔" لڑکی نے خمار آلودہ لہجے میں جواب دیا نوجوان کے ہونٹوں پر سفاک مسکراہٹ تیر رہی تھی لڑکی کی حالت ابتر کرنے والا یہی نوجوان اس وقت بھی درندہ معلوم دے رہا تھا لڑکی دوسرے حکم کے انتظار میں ساکت و صامت کھڑی رہی اس کی پلک ایک مرتبہ بھی نہیں جھپکی تھی۔

"آؤ میرے ساتھ!" اس نے دوسرا حکم دیا لڑکی کچھ کہے بغیر اس کے ساتھ چلدی نوجوان کمرے سے نکل کر راہداری میں آگیا اور راہداری سے گزر کر وہ مین گیٹ سے باہر آگئے باہر کھڑی ہوئی کار کا دروازہ کھول کر اس نے لڑکی کی طرف دیکھا۔

"بیٹھ جاؤ۔" اس نے کہا اور لڑکی ڈرائیور کے برابر والی نشست پر بیٹھ گئی نوجوان نے دروازہ بند کیا اور ڈرائیونگ سیٹ پر دراز ہو گیا چند لمحوں بعد اس کی کار طوفانی رفتار سے اڑی جا رہی تھی لڑکی کی حالت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا نوجوان اس کی طرف سے لاپرواہ نظر آرہا تھا۔ اس وقت صبح کے چھ بجے تھے۔

سڑکوں پر زیادہ ٹریفک نہ تھا اکا دکا گاڑیاں نظر آرہی تھیں صبح کی سپیدی

تیزی سے دن کی روشنی میں تبدیل ہو رہی تھی اس کی کار تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑتی ہوئی ساحل سمندر کی طرف جانے والی سڑک پر اڑی جا رہی تھی پھر ساحل سمندر تک پہنچنے میں ان کے صرف پانچ منٹ صرف ہوئے، کار روک کر وہ نیچے اترا آیا جابی اُس نے اگنیشن ہی میں رہنے دی تھی لڑکی کی طرف کا دروازہ کھول کر اس نے لڑکی کو اترنے کا حکم دیا پھر لڑکی کے باہر آجانے پر دروازہ بند کر دیا، اب وہ اسے لیکر سمندر کی طرف بڑھ رہا تھا ایک مناسب جگہ پہنچ کر وہ رک گئے۔

سمندر کی پرشور لہریں حد بندی سے ٹکرا کر واپس جا رہی تھیں تاحد نظر پانی ہی پانی نظر آ رہا تھا جس کی گہرائیوں میں نجانے کتنے طوفان کروٹیں لے رہے تھے۔ وہ لڑکی کو گھورتے لگا لڑکی کی حالت میں سرمو فرق نہیں آیا تھا اب وہ سمندر کے پانی میں پیدا ہوتے والی لہروں کو اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے جان لینا چاہتی ہو کہ لہریں کتنی گہرائی سے پیدا ہو کر کہاں ختم ہوتی ہیں۔

"جاؤ میری ہدایت پر عمل کرنا"

"میں ایسا ہی کروں گی" لڑکی کا جواب تھا نوجوان کی آنکھیں کسی اندرونی خیال کے تحت چمک رہی تھیں ان میں لہرانے والی چمک بے حد خطرناک تھی۔ لڑکی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی پانی کے قریب پہنچ گئی نوجوان کنارے پر کھڑا رہا۔ لڑکی کی حالت دیکھ کر ایسا معلوم دیتا تھا جیسے وہ نیند کے عالم میں چل رہی ہو آہستہ آہستہ وہ پانی میں اتر گئی اسی وقت ایک لہر اس کے جسم سے ٹکرائی لڑکی کا تمام جسم پانی میں شرابور ہو گیا مگر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اسے اپنے جسم کے گیلا ہو جانے کا احساس بھی نہ ہو وہ بدستور آگے بڑھتی رہی تھی پانی اب اس کے گھٹنوں تک پہنچ چکا تھا ابھی

وہ ایک یا ڈیڑھ فٹ گہرے پانی میں پہنچی تھی پھر رفتہ رفتہ گہرائی بڑھنے لگی ۔ دو فٹ... ڈھائی فٹ... تین فٹ... چار فٹ... ساڑھے چار فٹ... اب پانی لڑکی کے سینے تک پہنچ چکا تھا مگر وہ اپنی جان کی پرواہ کیئے بغیر آگے بڑھتی رہی کنارے پر کھڑا ہوا نوجوان پُراشتیاق نظروں سے لڑکی کو آگے بڑھتا ہوا دیکھ رہا تھا اچانک ایک زوردار لہر آئی، لڑکی کے قدموں نے زمین چھوڑ دی اور اگلے ہی لمحے اُس کا خوبصورت جسم نیلے پانی کی گہرائیوں میں گم ہو چکا تھا ۔ سمندر کی گہرائیاں اسے اپنی آغوش میں لے چکی تھیں تین منٹ کے اندر اندر ایک انسانی وجود سمندر کی بے رحم موجوں میں مدغم ہو چکا تھا، دور کنارے پر کھڑا ہوا نوجوان سفاکانہ انداز میں ہلکے ہلکے قہقہے لگا رہا تھا یوں لگتا تھا جیسے لڑکی کو پانی کی گہرائیوں میں دفن ہوتے دیکھ کر اسے بے انتہا مسرت حاصل ہوئی ہے ۔ اس کی جنم جنم کی خواہش پایہ تکمیل کو پہنچی ہو "

"قانون تیرے قاتل کا نام کبھی نہ جان سکے گا ۔ کبھی بھی نہیں" نوجوان نے قہقہے کے دوران کہا پھر مسکراتے ہوئے اپنی کار کی طرف بڑھنے لگا اُس کے قہقہے رک چکے تھے اب وہ صرف مسکرا رہا تھا کار کے قریب پہنچ کر اس نے آخری بار سمندر میں تلاطم پیدا کرنے والی موجوں کو دیکھا اور اسٹیرنگ سیٹ سنبھال لی ۔

چند منٹ بعد اس کی کار ایک مرتبہ پھر طوفانی رفتار سے شہر کی جانب اُڑی جا رہی تھی ۔

وہ صوفے پر ٹانگیں پھیلائے دراز کسی گہری سوچ میں مستغرق تھا اس کی غمازی اس کی کشادہ پیشانی پر پڑی ہوئی شکنیں کر رہی تھیں آنکھوں میں بھی فکر

وتردد کی پرچھائیاں لہرا رہی تھیں البتہ چہرہ سپاٹ تھا اس کی موجودہ حالت تقریباً ایک گھنٹے سے یہی تھی اور ابھی نجانے کتنی دیر رہتی کہ فلیٹ میں کال بیل کی آواز گونجنے لگی وہ خیالوں کی دنیا سے باہر آگیا چونک کر اس نے داخلی دروازے کی طرف دیکھا پھر سلیمان کی آمد کا منتظر رہا مگر جب وہ نہ آیا تو ناچار اسے خود ہی اٹھ کر دروازہ کھولنا پڑا دروازہ کھلتے پر اُسے ایس پی فیاض کی صورت نظر آئی وہ اپنی سرکاری وردی میں کھڑا ہوا اُسے گھور رہا تھا۔

"اوہ، سوپر اُو ..... وہ گھر میں ہمارے آئے خدا کی قدرت ہے کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں" عمران نے احمقانہ انداز میں اسے گھورتے ہوئے کہا چہرے پر حماقت کے ڈونگرے برس رہے تھے، فیاض کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی وہ خوش گوار موڈ لیکر وہاں آیا تھا۔

"مگر یہ کبھی ان کو کبھی اپنے گھر کو، کیوں دیکھتے ہیں یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔"

عمران نے اسے اندر آنے کے لئے راستہ دیتے ہوئے کہا فیاض اندر آگیا۔

"وہ اس لئے دیکھتے ہیں کہ کوئی شے چوری نہ کر کے لے جائیں"

"واہ میرے سوپر ڈیزل، تم تو تشریح کار بن گئے"

"کیا مطلب"؟

"مطلب یہ کہ جیسے فنکار ویسے ہی تشریح کار مگر....."

"بس ... اب تم زیادہ بکواس نہیں کرو گے۔"

"سر تسلیم خم ہے جو ....." عمران نے کہنا چاہا مگر فیاض کے گھورنے پر وہ احمقانہ انداز میں گڑگڑاتے ہوئے اپنے جوتوں کی ٹوہ کو گھورنے لگا فیاض کے چہرے

پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ عمران شرافت سے ایک صوفے پر بیٹھ گیا چہرے پر بھی پلک جھپکنے کی دیر میں سنجیدگی پھیل گئی کمرے میں ایک لمحے کے لئے خاموشی چھا گئی پھر اس خاموشی کو عمران ہی نے توڑا "میں تمہاری آمد کا مقصد جاننا چاہتا ہوں۔" عمران نے سنجیدگی کے ساتھ کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔" فیاض نے مسکرا کر پوچھا۔

"کیا میں بکواس شروع کر دوں"۔ عمران نے آنکھیں دکھائیں۔

"نا... نا..." فیاض بوکھلا گیا وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ عمران کا چرخہ چالو ہو گیا تو اسے وہاں سے بھاگتے ہی بنے گی یہی وجہ تھی کہ وہ عمران کا مطلب سمجھ کر بوکھلا گیا تھا۔

"تم کو معلوم ہے عمران راجو قتل ہو گیا" فیاض نے اپنی دانست میں دھماکہ خیز انکشاف کیا، اس کا خیال تھا عمران راجو کے قتل ہو جانے کا سنکر اچھل پڑیگا مگر اس کی توقعات کے خلاف نہ عمران اچھلا نہ ہی اس کے چہرے پر حیرت نظر آئی وہ فیاض کے بولنے کا انتظار کر رہا تھا۔

"تم نے کسی حیرت کا اظہار نہیں کیا۔"

"حیرت اس بات پر کرتا ہوں جس سے واقف نہ ہوں"۔

"تو کیا تم ....؟"

"ہاں مجھے علم ہے کہ راجو کو قتل کیا جا چکا ہے نہ صرف یہ بلکہ میں نے اس کے قاتل کا تعاقب بھی کیا مگر وہ مجھے ڈاج دے کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا"۔

فیاض نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا مگر وہ کچھ بول نہ سکا۔

"تم تفصیل معلوم نہیں کرو گے۔"

"مگر کیا تم نے قاتل کو پہچانا نہیں۔؟"

"نہیں، وہ سر سے پیر تک سیاہ لباس میں ملبوس تھا۔"

"اوہ، مائی گوڈ، یعنی خود راجو کا مفاد اس میں نہ تھا کہ وہ تم کو یا فاروق کو قتل کرے اس کو لیڈ کرنے والا کوئی دوسرا ہے۔" فیاض نے تشویش زدہ لہجے میں کہا اس کے ماتھے پر سلوٹیں پڑ چکی تھیں آنکھوں میں الجھنیں تیر رہی تھیں۔

"کافی سمجھدار ہوتے جا رہے ہو۔" عمران نے جواب دیا فیاض نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا وہ خاموشی سے کچھ سوچنے میں مصروف تھا عمران چند لمحوں تک اس کو گھورتا رہا پھر خاموشی کو طول پکڑتے دیکھ کر اس سے نہ رہا گیا۔

"کس کا سوگ منا رہے ہو سویرے۔؟" عمران نے فیاض کو گھورتے ہوئے جھلاہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

"کک.. کیا مطلب۔؟" فیاض نے چونک کر پوچھا۔

"کس کی یاد میں تم رو رہے تھے۔؟"

"بالکل احمق ہو یار، کبھی موقع محل دیکھ کر بھی بات کر لیا کرو۔"

"موقع تو دیکھ لیتا ہوں البتہ محل پر نظر ہی نہیں پڑتی۔"

"پھر وہی بکواس۔"

"تو پھر تم مجھے اتنا موقع ہی کیوں دیتے ہو کہ میں بکواس کروں۔"

"اب تک چھ وارداتیں ہو چکی ہیں مگر قاتل کا سراغ نہیں ملا رحمان صاحب

کا اصرار بڑھ رہا ہے کہ میں جلد از جلد اس وحشی قاتل کو گرفتار کروں جس نے دارالحکومت میں خوف و ہراس پھیلا رکھا ہے اب تو ان وارداتوں میں تیزی آگئی ہے ہر تیسرے چوتھے دن کوئی نہ کوئی لڑکی یا تو کسی کار کے آگے آجاتی ہے یا پھر سمندر سے اس کی لاش برآمد ہوتی ہے اب تک تمام وارداتیں ایک جیسی ہوتی ہیں پوسٹ مارٹم کی رپورٹوں کے مطابق ان لڑکیوں کی ... پہلے عصمت دری کی جاتی ہے پھر نجانے وہ خودکشی کر لیتی ہیں یا قتل کی جاتی ہیں ابھی تک یہ معمہ حل نہیں ہو سکے تمہارا اس بارے میں کیا نظریہ ہے۔" فیاض نے تفصیل سے کہا، آخر میں اس کا لہجہ سوالیہ ہو گیا۔

"قبل از وقت میں کوئی بات نہیں کہہ سکتا ویسے مجھے یقین قاتل بہت جلد قانون کے شکنجے میں ہوگا۔" عمران نے سنجیدگی کے ساتھ کہا فیاض اٹھ کھڑا ہوا عمران بھی کھڑا ہو گیا۔

"اچھا اب میں چلتا ہوں تم جلد از جلد ....."

"میں اپنی جانب سے پوری کوشش کر رہا ہوں۔" عمران نے کہا اور فیاض خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گیا اس کے باہر جاتے ہی عمران نے دروازہ بند کیا اور صوفے پر دراز ہو کر ٹانگیں پھیلا دیں پھر کسی خیال کے تحت اس نے سلیمان کو بلانے کیلئے منہ کھولا ہی تھا کہ عام استعمال والے فون کا بزر چلا اٹھا۔ عمران نے دھیرے سے چونگا فون کی طرف دیکھا۔

"کون ہو سکتا ہے۔" اس کے ذہن میں پہلا سوال پیدا اور اس نے ریسیور اٹھا لیا۔ "یس عمران اسپیکنگ۔" اس نے سنجیدگی کے ساتھ کہا۔

"میرا دوسرا نام موت ہے پیارے۔" دوسری جانب سے کرخت آواز سن کر اسکے ذہن میں جھماکہ ہوا، لہجے میں پوشیدہ سفاکی محسوس کر کے اس کو احساس ہوا کہ وہ یہ آواز پہلے بھی کہیں سن چکا ہے مگر کہاں۔ وہ ابھی یہ جاننے سے قاصر رہا، دوسری طرف سے بولنے والے

نے اس کو خیالوں کی دنیا سے باہر نکال لیا۔

"کیوں کیا سانپ سونگھ گیا۔" دوسری جانب سے پوچھا گیا۔

"سانپ کی ناک ہی نہیں ہوتی پیارے۔" عمران کی تمام نجیدگی رخصت ہوگئی اور اس کی جگہ حماقت نے لے لی اب یہ الگ بات تھی کہ اس کا ذہن بدستور طوفانی رفتار سے سوچنے میں مصروف تھا۔

"میرے خیال میں تم کل والا واقعہ بھول گئے۔" آواز آئی عمران سمجھ گیا کہ وہ راجو کے قاتل سے محوِ گفتگو ہے۔

"کل والا واقعہ۔" عمران نے بڑبڑانے والے انداز میں کہا ایسا اس نے صرف دوسری طرف والے کو سنانے کے لئے کہا تھا اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی رہا۔

"میں تمہارے متعلق پوری معلومات کر چکا ہوں کل بدمعاش والے میک اپ میں تم تھے عمران۔" دوسری طرف سے کہا گیا عمران کے ذہن میں دھماکہ ہوا اس کی پیشانی شکن آلودہ ہوگئی۔

"ارے یار کیوں مذاق کر رہے ہو کبھی میرے باپ دادا نے بدمعاشی نہیں کی میرے دادا کے متعلق تم ان کے آبائی گاؤں جا کر معلومات کر سکتے ہو اور میرے ڈیڈی" "ان کی شرافت کے ڈنکے ابھی تک بج رہے ہیں۔" برجستہ جواب نے عمران کے کھوپڑی بھنا دی۔ اب فون کرنے کا مقصد بھی واضح کرتے چلو پیارے۔"

"کیپٹن فیاض کی تم مدد نہیں کرو گے۔" دوسری جانب سے پُراسرار لہجے میں کہا گیا عمران کا دماغ چکرا گیا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مجرم اسقدر دلیر اور چالاک ہوگا کہ اس کی تمام باتیں معلوم کرنے میں کامیاب ہو جائے گا مگر اس کو یہ تمام باتیں کہاں سے

سے معلوم ہوئیں ۔؟" یہ سوال اس کے دل و دماغ میں برقی رو کی مانند دوڑ گیا مگر یہ سوالوں کے جواب تلاش کرنے کا وقت نہیں تھا۔

"کیوں ۔ آپ کو تکلیف پہنچتی ہے ۔؟"

"راجو کا قتل تم کو یاد ہوگا تمہارا حشر اس سے بہت مختلف ہوگا۔"

"خوفزدہ کرنا چاہتے ہو شائد ۔؟"

"نہیں وارننگ دے رہا ہوں کہ تم راستے سے ہٹ جاؤ۔"

"اگر میں ایسا کرنے سے انکار کر دوں تو۔"

"۱۲ گھنٹے بعد تم کو دوسری وارننگ دی جائے گی۔"

"اس کے بعد ۔؟"

"تمہارے جسم پر لگے ہوئے زخم گننے والا بھی کوئی نہ ہوگا۔"

"کبھی اپنے انجام کے متعلق بھی غور کیا ہے ۔؟"

"انجام کی پرواہ کرنے والوں کو میں بزدل تصور کرتا ہوں۔"

"تم کون سے بہادر ہو۔"

"یہ آنے والا وقت بتائے گا مسٹر عمران کہ کون بہادر ہے ۔؟"

"چالاک ہونے کے ساتھ ساتھ دیدہ دلیر بھی معلوم ہوتے ہو۔"

"میری حرکتوں سے تم خود اندازہ لگا سکتے ہو۔"

"تم کو اور کچھ کہنا ہے ۔؟"

"تم کو ۱۲ گھنٹے بعد دوسری وارننگ دی جائے گی اچھی طرح سوچ لو ورنہ بعد میں پچھتانا پڑے گا۔" دوسری طرف سے بولنے کا لہجہ خوں خوار ہو گیا۔

"اور چوبیس گھنٹوں بعد تم جیل کے اندر بھی نظر آسکتے ہو۔" عمران نے بھی کرخت لہجہ اپنایا۔

"تمہاری بھول ہے مسٹر عمران۔"

"کیا تم صوفے پر پہلو بدل رہے ہو۔؟" عمران نے اچانک کہا نتیجہ اس کی توقعات کے مطابق نکلا ——— دوسری طرف سے ہلکا سا قہقہہ سنائی دیا۔

"میں بے وقوف نہیں ہوں تمہارا مقصد یہی معلوم کرنا ہے کہ میں اپنے گھر سے فون کر رہا ہوں یا کسی پبلک بوتھ سے، تو تمہاری اطلاع کیلئے عرض ہے کہ میں پبلک بوتھ سے فون کر رہا ہوں۔"

"اس اطلاع کا شکریہ اب میں تھک چکا ہوں ٹاٹا ..." عمران نے یہ کہہ کر ریسیور کریڈل پر دے مارا اتنا تو وہ سمجھ ہی چکا تھا کہ فون پر گفتگو کرنے والا راجو کا قاتل یعنی وہی سیاہ پوش تھا جس کا اس نے تعاقب کیا تھا اور وہ چالاکی سے عمران کو ڈاج دے گیا تھا مگر یہ بات ابھی تک اس کی سمجھ میں نہ آسکی تھی کہ آخر مجرم کو اس بات کا کس طرح علم ہوا۔ کہ بدمعاش والے میک اپ میں وہی تھا اگر فرض کیا جائے کہ اس نے اپنے ذرائع سے کام لے کر معلومات حاصل کیں تو اس کو یہ اطلاع فراہم کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔؟ عمران سوچتا رہا اور اس کا ذہن اس کڑی کو سلجھانے میں الجھا رہا مگر دیر تک اس کی سمجھ میں نہ آسکا کہ یہ راز کیا ہے۔ ؟ تھک کر اس نے سوچنا ہی چھوڑ دیا صوفے پر بیٹھتے ہی اچانک ایک خیال اس کے ذہن میں بم کی طرح پھٹا اور وہ اس طرح اچھل گیا جیسے بجلی کا شاک لگا ہو اگلے ہی لمحے وہ فلیٹ سے باہر تھا۔

○

جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہی اس نے اگنیشن میں چابی گھمائی جیپ کا طاقتور انجن جاگ اٹھا اس نے گیئر بدلکر ایکسیلیٹر پر پاؤں کا دباؤ بڑھا دیا جیپ ہلکا سا جھٹکا کھا کر اٹھی اور یو ٹرن لیکر سڑک پر دوڑنے لگی مختلف سڑکیں کراس کرنے کے بعد وہ ایک ایسے چوراہے پر آگئی جہاں سے سڑک چار حصّوں میں تقسیم ہو گئی تھی سیدھی جاتی ہوئی سڑک مضافاتی علاقے کیطرف جاتی تھی دائیں طرف والی محکمہ سراغرسانی کی طرف اور بائیں طرف والی سڑک شہر سے باہر جانے کیلئے تھی چوتھی پر خود اس کی جیپ موجود تھی، راستہ کھلتے ہی اس نے جیپ محکمہ سراغرسانی کی عمارت کیطرف جانے والی سڑک پر ٹرن کرنی چاہی مگر یہ حسرت صرف حسرت ہی رہی تکمیل تک نہیں پہنچی کیوں کہ ایک سرد سی شے اس کی گدی سے چپک کر رہ گئی اور اس سرد سی شے کو وہ خوب اچھی طرح جانتا تھا وہ لوہے کی بے جان نال تھی جس سے ایک چھٹانک سیسہ نکل کر جان دار کو پلک جھپکنے کی دیر میں زندگی کی سرحد عبور کرا دیا کرتا تھا وہ چونک پڑا ذہن میں لفظ خطرہ گونجا مگر اب کیا ہو سکتا تھا، خطرہ پوری طرح اس پر قابو پا چکا تھا اب وہ صرف سوچ سکتا تھا غلط حرکت اُس کی زندگی کیلئے مہلک خطرہ بن جاتی۔

"نہیں کیپٹن تم جیپ کو ٹرن نہیں کرو گے سیدھے لے چلو" کرخت لہجے میں اس کو حکم دیا گیا وہ آواز تلخی، ایسا معلوم دیتا تھا جیسے کوئی سفاک بھیڑیا غرایا ہو، فیاض کے رگ و ریشے میں سردی لہر دوڑ گئی، گدی پر ریوالور کی نال کا دباؤ مزید بڑھ گیا اس کے ہونٹوں میں لرزش پیدا ہوئی۔

"تم کون ہو۔؟"

"یہ جملہ بہت پرانا ہوگیا صرف وہی کرو جو کہا جا رہا ہے۔"

"تم کو اس کے لئے بھگتنا پڑے گا۔" فیاض گیئر تبدیل کرتے ہوئے دانت پیس کر بولا۔

"کیا میں ٹریگر دبا دوں۔" عقب سے درندگی سے بھرپور لہجے میں کہا گیا فیاض جیپ کو سیدھا نکال لے گیا اب جیپ مضافاتی علاقے کی طرف جانے والی سڑک پر دوڑ رہی تھی فیاض کے دانت ایک دوسرے پر مضبوطی سے جمے ہوئے تھے ایسا کرنے کے سبب اس کے جبڑوں کی ہڈیاں ابھر آئی تھیں آنکھوں میں الجھنیں تیر رہی تھیں اور ذہن انجانے دشمن سے نجات پانے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

"شاباش تم جیسے لوگ مجھے کافی پسند ہیں۔"

"ریوالور رکھ دو تو تمہاری پسند اور ناپسند سب نکال دوں۔"

"اپنی سپرنٹنڈنٹی کا رعب مت جماؤ۔"

"ریوالور کے زور پر اکڑ دکھا رہے ہو۔ ایسے لوگ بزدل کہلاتے ہیں۔"

"وقت کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے ایسا کرنے والوں کو عقلمند کہا جاتا ہے۔"

"تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔؟"

"یو شٹ اپ، تم بہت بکواس کر چکے۔" اپنی توہین پر فیاض کا چہرہ سرخ ہوگیا اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ پچھلی سیٹ پر دراز انجانے دشمن کو کچا ہی چبا جاتا جیپ تیز رفتار سے سڑک پر دوڑ رہی تھی ابھی مضافاتی علاقہ شروع نہیں ہوا تھا سڑک کے ایک طرف خاردار جھاڑیوں سے بھرا ہوا میدان اور دوسری طرف درخت موجود تھے گھنے گھنے لانبے درخت۔

"بس روک دو" دو منٹ بعد جیپ میں چھائی ہوئی خاموشی کو کرنل آواز نے توڑا فیاض کا پیر بریک پر پڑ گیا جیپ رک گئی فیاض دوسرے حکم کا منتظر تھا موجودہ سچویشن اس کو بوکھلا دینے کیلئے کافی تھی اس کا ایسے حادثات سے سابقہ کم ہی پڑتا تھا ہاں اگر اس کی جگہ عمران ہوتا تو سچویشن کچھ اور ہوتی حالات سے بوکھلا جانے والے آدمی سے نپٹنے کی ہمت نہیں کر پاتے کیوں کہ بوکھلاہٹ میں ذہن کو قابو میں رکھنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ثابت ہوتا ہے یہی حال فیاض کا تھا اس کو اسوقت کچھ نہیں سجھائی دے رہا تھا کہ وہ کیا کرے اور کیا نہ کرے بس خاموشی سے انجانے دشمن کے حکموں کی تعمیل میں مصروف تھا فوراً درختوں کے درمیان سے دو سیاہ پوش نکل کر جیپ کے قریب آ گئے ان کے ہاتھوں میں بے آواز ریوالور دبے ہوئے تھے سر سے پیر تک سیاہ لبادے میں وہ بارجوں کی مانند معلوم دے رہے تھے، ان کی نقاب میں سے جھانکتی ہوئی سرخ سرخ آنکھیں انگاروں کی مانند معلوم دے رہی تھیں فیاض کو اپنی عافیت خطرے میں نظر آنے لگی مگر سپرنٹنڈنٹی کا رعب کہاں جاتا وہ اس کے اعصاب پر اس بری طرح سوار تھا کہ وہ کسی موقع کو بھی نہیں دیکھا کرتا تھا یہی وجہ تھی کہ ہر جگہ ناکام رہنا اس کا نصیب سا بن چکا تھا اس وقت بھی کچھ یہی حال تھا۔

"تم بہت بڑے جرم کا ارتکاب کر رہے ہو" فیاض نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"اس مرتبہ بولے تو جسم چھلنی کر دوں گا" عقب سے غرا کر کہا گیا۔

"نیچے اتر آیئے کپتان صاحب ورنہ ہمیں زحمت کرنی پڑے گی" آنے والے سیاہ پوشوں میں سے ایک نے زہریلے انداز میں کہا فیاض خاموشی سے نیچے آیا اس کے نیچے آنے کے بعد پچھلی سیٹ سے ایک اور سیاہ پوش باہر آ گیا اس کا قد کسی بھی طرح چھ فٹ سے کم نہ تھا جسم بھی کسرتی نظر آتا تھا آنکھیں تیز چمکدار تھیں۔

"چلو۔" اس نے ریوالور سے فیاض کو دھکیلتے ہوئے کہا فیاض خاموشی سے ہاتھ اٹھائے آگے پڑھنے لگا درختوں کے درمیان آکر اس کو رکنے کا حکم ملا فیاض رک گیا۔ اس کی آنکھیں قہر آلودہ تھیں غصے کی وجہ سے ان میں مرخی تیر رہی تھی دانتے ایک دوسرے پر مضبوطی سے جمے ہوئے تھے، اب لانے والا اس کے سامنے کھڑا تھا باقی دو اس کے عقب میں تھے اگر فیاض کچھ حرکت بھی کرتا تو وہ اُسے مہنگی پڑتی۔

"آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟" اس نے بے بسی سے پوچھا سامنے کھڑے ہوئے سیاہ پوش کے حلق سے اس کے سوال پر ہلکا سا قہقہہ آزاد ہو کر فضا میں بکھر گیا فیاض کی پیشانی پر موجود شکنیں گہری ہو گئیں۔

"لڑکیوں والے کیس کو تم ڈیل کر رہے ہو؟" اس نے فیاض کو گھورتے ہوئے پوچھا،

"اوہ تو تم وہی جرم....." فیاض کا جملہ ادھورا رہ گیا۔

"بکواس بالکل نہیں صرف اپنے سوال کا جواب چاہتا ہوں۔" اُس کی غراہٹ کسی خوں خوار بھیڑیئے سے کم نہ تھی۔

"میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔" فیاض نے فیصلہ کن لہجے میں کہا

"ہوں۔" یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے کیپٹن فیاض۔" وہ سوالیہ انداز میں بولا، لہجے کی خوں خواری برقرار رہی اس کی آنکھیں بدستور فیاض کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں

"ہاں، یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔" فیاض نے انجام کی پروا کیے بغیر جواب دیا سیاہ پوش پُراسرار انداز میں قدم اٹھاتا ہوا فیاض کے قریب آیا اور اس سے دو قدم کے فاصلے پر رک کر اس نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں ان چاروں کی موجودگی نے وہاں پر موجود پُراسراریت میں اضافہ کر دیا تھا پھر ان کا عمل، وہ بے حد خوفناک معلوم دے رہا تھا۔

"سوچ لو کیپٹن تمہارا چہرہ بگاڑ دیا جائے گا" اس نے سرگوشی کرنے والے انداز میں کہا۔

"میں کچھ نہیں ..... ایں ..... ایں" فیاض کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی تڑاخ کی آواز وہاں گونج کر رہ گئی اس کے داہنے ہاتھ کا بھرپور طمانچہ فیاض کے رخسار پہ نشان چھوڑ گیا فیاض کے منہ سے خون بہہ نکلا اس کا ہونٹ پھٹ گیا تھا ہاتھ بھی کچھ اتنا ہی زوردار تھا فیاض کی آنکھوں میں ایک لمحے کیلئے شعلوں خواری لہرائی مگر سیاہ پوش کے بائیں ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور پر نظر پڑتے ہیں اس کے چہرے پر مایوسی پھیل گئی لیکن اب فیاض کے ارادے خطرناک ہی نظر آرہے تھے۔

"بولو، جواب دو گے"

"نہیں ..... تم مجھ سے کچھ بھی نہ معلوم کر سکو گے" فیاض نے دھاڑ کر کہا اسی وقت سیاہ پوش کا ہاتھ اٹھا مگر اس سے پہلے کہ وہ فیاض کا گال سہلائے فیاض کے بدن میں جیسی بجلی بھر گئی، اس نے ایک ہاتھ سے سیاہ پوش کا وار روکا اور دوسرے ہاتھ کا گھونسہ پوری قوت سے اس کے پیٹ میں جما دیا اس کے ہاتھ ہی اس نے گھوم کر عقب میں کھڑے ہوئے سیاہ پوشوں میں سے ایک کے سر اور دوسرے کے پہلو میں گھونسے دے مارا وہ تینوں ہی بوکھلا گئے ان کے ہاتھوں سے ریوالور چھوٹ کر گر پڑے فیاض پھرتی کے ساتھ گھوما اور گھومتے ہی اُس نے لمبے سیاہ پوش کا طاقتور گھونسہ اپنے پہلو میں برداشت کرنا پڑا ایک لمحے کے لئے فیاض کی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا گیا لیکن خود کو خطرے میں گھرا ہوا محسوس کر کے اس نے ایک حد تک اپنے آپ کو سنبھال لیا پھر اگر وہ فوری طور پر ایک طرف نہ جھک گیا ہوتا تو ریوالور کا دستہ اس کی کھوپڑی ہی

توڑ دیتا لمبے قد والے سیاہ پوش کا وار خالی گیا باقی دو سیاہ پوش اس کے اشارے پر ایک طرف کھڑے ہو چکے تھے وہ اب اکیلا ہی فیاض سے مقابلہ کر رہا تھا۔

اچانک ہی فیاض کی لات چلی اس کا ارادہ سیاہ پوش کے پیٹ میں ٹھوکر جمانے کا تھا مگر وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا سیاہ پوش [illegible] میں آکر اس کی ٹانگ پکڑ لی ہی نہیں بلکہ ٹانگ پکڑ کر زوردار جھٹکا دیا نتیجہ ظاہر تھا فیاض قلابازی کھا کر دوسری طرف الٹ گیا پھر ابھی وہ اٹھنے کی کوشش ہی کر رہا تھا کہ سیاہ پوش کی ٹھوکر اس کے کولہے پر پڑی وہ بارہ زمین بوس ہو گیا پھر تو سیاہ پوش نے اسے اٹھنے کی مہلت ہی نہ دی۔

تھپڑ... گھونسے... لاتیں... گنے بغیر وہ فیاض پر برساتا رہا فیاض بار بار اٹھنے کی کوشش کرتا مگر سیاہ پوش اس کے ہر ارادے کو ناکام بناتا رہا حتیٰ کہ فیاض بے دم ہو کر ہانپنے لگا اس کا ذہن بڑی تیزی سے تاریکیوں کے گہرے غار میں گر رہا تھا۔ اس کو اپنے آنکھیں کھلی رکھنی مشکل ہو رہی تھیں بال بکھر چکے تھے چہرے پر کہیں کہیں نیل بھی پڑ گئے تھے منہ سے تو خون بہہ ہی رہا تھا جسم کے دیگر حصے بھی پھوڑے کی طرح دکھ رہے تھے سیاہ پوش۔ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا اس نے ایک ہاتھ سے فیاض کا گریبان پکڑ کر اسے سیدھا کیا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

"کیپٹن فیاض میرے خیال میں اب تم ہماری راہ میں آنے کی کوشش نہیں کرو گے" اس نے غراتے ہوئے سرگوشی کرنے والے انداز میں فیاض سے کہا فیاض کے ہونٹ صرف لرز کر رہ گئے وہ کچھ بول نہ سکا۔

"تمہارے لئے یہ پہلی اور آخری وارننگ ہے اگر اب تم نے ہماری راہ میں آنے کی کوشش

کی تو تمہارے جسم کو چھلنی کر کے لاش کسی پُر رونق شاہراہ پر لٹکا دوں گا۔"

فیاض نے اس کا جملہ آدھا سنا اور آدھا نہیں کیوں کہ اس کا سر ایک طرف ٹرھک چکا تھا وہ بے ہوشی کے تاریک غار میں گم ہو چکا تھا سیاہ پوش کے حلق سے ہلکا سا قہقہہ خارج ہوا اس نے فیاض کو اُٹھا کر کاندھے پر لادا اور سڑک کی طرف چل دیا۔

دونوں سیاہ پوشوں نے اپنے ریوالور اٹھائے اور اس کے عقب میں چلنے لگے۔

جیپ کے قریب پہنچ کر اس نے بے ہوش فیاض کو پچھلی سیٹ پر لٹا دیا اور اپنے ساتھیوں کی جانب مڑ گیا چند لمحوں بعد وہ تینوں درختوں کے درمیان غائب ہو چکے تھے فیاض بے ہوش حالت میں پچھلی سیٹ پر پڑا ہوا تھا تقریباً پندرہ منٹ بعد سڑک کی دوسری طرف ایک کار آکر رکی فضا میں اس کے ٹائروں کی احتجاجی چیخیں گونج کر معدوم ہو گئیں۔ پھر اسی کار کا دروازہ کھلا اور اس میں سے برآمد ہونے والی شخصیت عمران کی تھی وہ الجھن زدہ نظروں سے جیپ کو دیکھ رہا تھا چہرے پر فکر و تردد کے آثار منجمد تھے۔

اگلے ہی لمحے وہ احتیاط، مگر تیز تیز قدموں سے جیپ کی طرف آ رہا تھا اس کی چوکنی نظریں چاروں طرف گردش کر رہی تھیں اور ایک ہاتھ جیب میں پڑے ہوئے ریوالور کے دستے پر جما ہوا تھا وہ ہر خطرے سے نبٹنے کے لئے پوری طرح تیار تھا جیپ کے قریب پہنچ کر اس نے جیپ کے اندر جھانکا اور پچھلی نشست پر بے ہوش پڑے ہوئے فیاض کو دیکھ کر اس کے حلق سے طویل سانس خارج ہو گئی اس نے ہاتھ جیب سے باہر نکال لیا۔ شاید موجودہ پوزیشن اُس کی توقع کے مطابق تھی ورنہ اس کا بوکھلا جانا ضروری تھا۔

رات کا بھیانک سکوت مکمل طور پر ماحول پر چھا چکا تھا تاریکی اور سکوت کے ملنے

یہ ماحول کی پُراسراریت میں مزید اضافہ ہو گیا تھا سڑکوں کے کنارے لگے ہوئے الیکٹرک پول بھی تاریکی کا برابر ساتھ دے رہے تھے سڑک دُور دُور تک سنسان پڑی ہوئی تھی۔ بارہ یا ایک کے درمیان کا وقت ہو گا کہ ریگل ٹاؤن کے علاقے کی ایک کوٹھی کے عقب میں دو سائے نظر آئے گلی میں چوں کہ پوری طرح تاریکی پھیلی ہوئی تھی اس لئے ان کو پہچاننا مشکل تھا وہ سایوں کیطرح نظر آ رہے تھے ہاں البتہ ان کی چمکتی ہوئی سُرخ سُرخ آنکھیں تاریکی میں انگارہ کی مانند دہکتی ہوئی ضرور دیکھی جا سکتی تھیں دونوں نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ایک عقبی دیوار پکڑ کر اوپر اٹھا اور اندر کود گیا دوسرے سائے نے بھی اسکی تقلید کی۔ عقبی حصے سے گھوم کر وہ سامنے کے رُخ پر آ گئے دو منٹ بعد وہ صدر دروازے سے گزر کر راہداری میں پہنچ چکے تھے، چھت پر لگے ہوئے بلب کی تیز روشنی میں وہ دونوں سر سے لے کر پیر تک سیاہ لبادے میں ملبوس نظر آئے اپنی حرکتوں کے سبب وہ پُراسرار بدروحوں کی مانند معلوم دے رہے تھے سب سے خطرناک بات یہ تھی کہ ان کے ہاتھوں میں لمبی نال کے بے آواز ریوالور دبے ہوئے تھے ان سب باتوں کو مدِ نظر رکھ کر ایک عام آدمی بھی یہ سمجھ سکتا تھا کہ ان کے ارادے ٹھیک نہیں ہیں، دبے قدموں وہ دونوں آگے بڑھتے رہے دونوں سمت بتے ہوئے کمروں کے دروازے بند تھے لیکن انہوں نے اندر جھانکنے کا ذریعہ کھڑکی ہوں کو بنایا، تیسرے کمرے کے دروازے سے اندر جھانکتے ہی ان کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"تم اندر جاؤ" ایک نے سرگوشی کرنے والے انداز میں کہا۔

"او کے پارٹنر" دوسرے نے بھی اسی لہجے میں جواب دیا۔

"احتیاط کا دامن تھامے رہنا ورنہ باس یہ پسند نہیں کرے گا کہ کسی کو ہمارے

متعلق علم ہو جائے۔"

"تم بے فکر رہو" اس نے جواب دیا اور کی ہول کے سوراخ میں اپنے لباس کے سے نکالی ہوئی کوئی شے داخل کر دی چند لمحوں کے بعد ہلکی سی کلک کی آواز پیدا ہوئی اور دروازے کا لاک کھل گیا آہستگی کے ساتھ دروازے کے ہینڈل کو گھماتے ہوئے اس نے دروازے کو اندر کی جانب دھکیلا پھر خود پھرتی کے ساتھ اندر داخل ہو گیا دوسرا باہر کھڑا رہا۔ اندر مشرقی دیوار کے قریب پڑی ہوئی مسہری پر ایک حسین و جمیل لڑکی محوِ خواب تھی۔ اس کے سنہری بال ادھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے سینے کا اتار چڑھاؤ قیامت خیز معلوم دے رہا تھا۔ سلیپنگ سوٹ اوپر اٹھ جانے کی وجہ سے اس کی رانیں عریاں ہو گئیں تھیں سیاہ پوش نے ہوسناک نظروں سے لڑکی کو دیکھا پھر آگے بڑھ کر لڑکی کے سرہانے پہنچ گیا ایک ہاتھ سے ریوالور تھام کر اس نے دوسرا ہاتھ اپنے لباس میں ڈال دیا پھر جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس میں ایک رومال دبا ہوا تھا کمرے کی فضا میں پھیل جانے والی ناگوار بو یہ احساس دلا رہی تھی کہ وہ رومال کلوروفارم سے تر ہے سیاہ پوش نے رومال والا ہاتھ لڑکی کے چہرے کی طرف بڑھایا اگلے ہی لمحے رومال لڑکی کی ناک پر جم چکا تھا لڑکی ذرا سا کسمسائی پھر جلد ہی وہ ساکت ہو گئی سیاہ پوش نے تیزی کے ساتھ رومال جیب میں رکھا اور لڑکی کو کاندھے پر لاد کر کمرے سے باہر نکل آیا باہر آ کر وہ رُکے بغیر صدر دروازے کی طرف چلا دیا دروازے پر کھڑا ہوا دوسرا سیاہ پوش برابر اسکی تقلید کر رہا تھا لڑکی اس کے کاندھے پر جھول رہی تھی صدر دروازے سے گزر کر وہ عقبی حصّے کی طرف چلا دیئے عقبی حصّے میں پہنچ کر دوسرا سیاہ پوش دیوار پر چڑھ گیا دیوار پر چڑھنے کے بعد اس نے لڑکی کو اپنے ساتھی کے کاندھے سے اوپر کھینچ لیا وہ دیوار پر لڑکی کو لا

وقت تک تھامے بیٹھا رہا جب تک اس کا دوسرا ساتھی باہر نہ آ کودا، اس نے باہر آ کر اپنے دونوں ہاتھ اوپر کر دیئے اوپر والے نے ... احتیاط سے لڑکی کو اُسے تھما دیا۔ باہر کھڑے ہوئے سیاہ پوش نے اُسے سنبھال کر کاندھے پر لاد دہ پھر چند لمحوں بعد وہ تیزی سے گلیاں عبور کر رہے تھے اب یہ الگ بات تھی کہ وہ پوری طرح چوکنے تھے تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے وہ جلد ہی ایک سڑک پر نکل آئے فٹ پاتھ کے سہارے کھڑی ہوئی سیاہ کار کا پچھلا دروازہ کھول کر بے ہوش لڑکی کو اندر لٹا دیا گیا ان دونوں نے اگلی سیٹیں سنبھال لیں تھوڑے وقفے کے بعد اُن کی کار سڑک پر اڑی جا رہی تھی اس کی رفتار خطرناک حد تک تیز تھی کار میں خاموشی چھائی ہوئی تھی صرف کار کے انجن کی ہلکی ہلکی آواز گونج رہی تھی اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے انہوں نے ایسی سڑکوں کا انتخاب کیا تھا جو گشتی پولیس والوں کی زد سے محفوظ رہا کرتی تھیں لیکن اب یہ ان کی بدقسمتی تھی کہ ایک سڑک پر ان کی کار کے ٹرن ہوتے ہی فضا میں سیٹی کی کرخت آواز پھیل گئی وہ دونوں بری طرح چونکے سیٹی کی آواز سن کر کار ڈرائیو کرنے والے کے ہاتھ اسٹیرنگ پر ایک لمحے کیلئے بہک گئے کار بُری طرح سڑک پر لہرائی مگر اس نے جلد ہی اپنی طرف حالت پر قابو پا لیا۔

"پولیس" دوسرے کے منہ سے نکلا اور ڈرائیور سیاہ پوش کے پیر کا دباؤ ایکسیلیٹر پر مزید بڑھ گیا کار نے ہلکا سا جھٹکا کھایا پھر وہ طوفانی رفتار سے ہواؤں کے دوش پر اڑنے لگی۔ مگر بد قسمتی سے ان کی بدقسمتی تھی کہ وہاں گشتی دستے کا انچارج بھی موجود تھا ان کی کار کو نہ رکتے اور رفتار بڑھتے دیکھ کر اس نے اپنی ہیوی موٹر سائیکل ان کے تعاقب میں ڈال دی فضا میں پولیس گاڑی کے سائرن کی آواز نے ارتعاش پیدا کر دیا اب نئی صورت ان دونوں کے دماغ میں ہل چل مچا گئی۔

"یہ کیا ہو گیا۔" ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والی نشست پر دراز سیاہ پوش غرایا۔

"اگر ہم نے ان سے جلد بچنے کی کوشش نہ کی تو ذرا سی دیر بعد سارا علاقہ پولیس گاڑیوں سے بھر جائے گا پھر ....." بچے کا تصور ہی ان کے لئے لرزا خیز تھا اور ایسے میں جب کہ کار کی پچھلی سیٹ پر نوجوان لڑکی بے ہوش حالت میں پڑی ہو ان کا گھیرا جانا لازمی امر تھا۔ سائرن کی آواز تیزی سے ان کے قریب آتی جا رہی تھی سیاہ پوش بھی رفتار بڑھائے جا رہا تھا۔ اچانک ایک موڑ پر اس نے پوری قوت سے اسٹیرنگ موڑ دیا۔

چرچراتے ہوئے کار دو پہیوں پر سڑک گھومی اور پھر سیدھی ہو کر دوڑنے لگی یقیناً وہ ایک مشاق ڈرائیور تھا۔ کار کی رفتار میں کمی آنے کے بجائے ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ تیزی آتی جا رہی تھی عقب سے دو پولیس گاڑیاں تیز رفتاری کے ساتھ ان کی طرف بڑھ رہی تھیں اور انہیں کہا جا سکتا تھا کہ آئندہ چند لمحوں میں ان کی تعداد کتنی ہو جائے۔ ان کی کار کی تمام لائٹیں آف تھیں اس لئے ان کو یقین تھا کہ کوئی ٹمبر نوٹ نہ کر سکے گے۔

"یہ کیا مصیبت پیچھے پڑ گئی" دوسرے نے جھلاہٹ بھرے انداز میں کہا۔

"غصے کے بجائے عقل سے کام لو ورنہ دونوں بری طرح مارے جائیں گے" کار ڈرائیو کرنے والے نے پرسکون لہجے میں جواب دیا اپنے انداز سے وہ مضبوط قوت ارادی کا مالک معلوم دے رہا تھا اچانک ایک چوراہے پر دائیں طرف سے دو پولیس کاریں نکل کر ان کی طرف آ گئیں سیاہ پوش نے بوکھلا کر کار کو گلی میں ٹرن کیا کار گلی میں اچھلتی کودتی آگے بڑھی پھر بڑی تیزی سے ٹرن ہو کر دوسری سڑک پر پہنچی اور ایک مرتبہ پھر وہ خطرناک رفتار سے اڑی جا رہی تھی۔ سائرن کی آوازیں اب بھی ان کی کار کا تعاقب کر رہی تھیں لیکن ابھی وہ کافی فاصلے پر تھیں موٹر سائیکلوں پر سوار سارے جنٹوں کو بھی شاید ہو چکی تھی وہ کسی قیمت پر ان کا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہتے تھے پھر اب تو سیاہ پوشوں کو مزید خطرہ اس لئے لاحق تھا کہ دو پولیس کاریں بھی

میں شامل ہو چکی تھیں۔

"اب ٹائم آگیا ہے کہ تم اپنا کام دکھاؤ۔" ڈرائیور سیاہ پوش نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد کہا برابر میں بیٹھا ہوا سیاہ پوش دھیرے سے چونک پڑا پھر اپنے ساتھی کا مطلب سمجھ کر وہ پچھلی سیٹ پر آگیا اور سیٹ کے نیچے ہاتھ ڈال کر اس نے کوئی چیز اپنی طرف کھینچی جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس میں اسٹین گن دبی ہوئی تھی وہ اپنے ساتھی کی طرف دیکھنے لگا۔

"تم صرف ہوائی فائرنگ کرو گے۔"

"مگر اس طرح ہمارا تعاقب ختم نہیں ہوگا۔"

"دھوئیں والے بم۔"

"اوہ آئی سی۔" اس کے حلق سے صرف یہی تین الفاظ نکلے اس کے ساتھ ہی وہ پھر اگلی سیٹ پر آگیا اسٹین گن کو اپنے پیروں کے قریب ڈال کر اس نے ڈیش بورڈ کے خانے میں ہاتھ ڈال دیا ہاتھ باہر آنے پر اس کی مٹھی بھنچی ہوئی تھیں اس لئے نہیں دیکھا جا سکتا تھا کہ اس کے ہاتھ میں کیا شے پوشیدہ ہے۔ ڈرائیور سیاہ پوش کے اشارے پر اس نے سر کھڑکی سے باہر نکال کر طوفانی رفتار سے اپنی طرف بڑھتی ہوئی موٹر سائیکلوں کو دیکھا پھر ان پر سے ہوتی ہوئی اس کی نظریں موٹر سائیکل سے کافی فاصلے پر آتی ہوئی کاروں پر جم گئیں کوئی لمحہ گزرتا وہ ان کی کار کے قریب پہنچ جاتے زیادہ سے زیادہ ان کو آدھے منٹ کا وقفہ درکار تھا اور یہی لمحہ ان کی آزادی کا باعث بھی بن سکتا تھا بشرطیکہ وہ پولیس والوں کو اپنے قریب آنے سے روکنے میں کامیاب ہو جاتے اس نے اپنا ہاتھ کھڑکی سے باہر نکال کر ہوا میں لہرایا پھر اس کے ہاتھ کی مٹھی کھلی اور اس میں سے گولی کے برابر کوئی شے نکل کر فضا میں اڑتی ہوئی اسائیکلوں کی موٹر سائیکلوں کے قریب گری اس کے زمین پر گرتے ہی ہلکا سا دھماکہ سنائی دیا۔ اور پھر

فضا میں سنسناتی گیس کی ناگوار بو پھیل گئی گاڑھا گاڑھا دھواں سڑک سے بلند ہو کر بلند ہوتا جا رہا تھا! سائرنوں کی آوازیں رک چکی تھیں یہیں بلکہ اب فضا میں اسٹین گن کی تڑتڑاہٹ گونج رہی تھی سیاہ پوش کھڑکی سے اپنا آدھا دھڑ باہر نکالے ہوائی فائرنگ کرتے میں مصروف تھا دھواں کم ہونے کے بجائے تیزی سے چاروں جانب پھیل رہا تھا سیاہ پوش نے مطمئن انداز میں سر ہلا کر اپنا دھڑ اندر کر لیا ان کا راب جلدی جلدی چھوٹی سڑکیں کراس کر رہی تھی اس کی رفتار میں کوئی فرق نہیں آیا تھا سیاہ پوش تھوڑی دیر تک بار بار عقب کا جائزہ لیتا رہا پھر اپنا اطمینان ہو جانے پر اس نے عقب میں دیکھنا ترک کر دیا اور یہی اس کی غلطی تھی اگر وہ ایک بار اور مڑ کر دیکھ لیتا تو اسے اپنے تعاقب میں آتی ہوئی کار ضرور نظر آجاتی۔

سگریٹ کا ایک طویل کش لیکر اس نے دھواں حلق سے نیچے اتارے بغیر فضا میں منتشر کر دیا نیلے دھوئیں کی باریک سی چادر اس کے گرد تن گئی مگر چھت پر لگے ہوئے الیکٹرک فین کی ہوا نے اُسے ذرا سی دیر میں کمرے سے باہر نکال دیا وہ دونوں ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے عمران چند منٹ پہلے ہی یہاں پہنچا تھا اسے فاروق نے فون کر کے بلایا تھا ان کے درمیان رکھی ہوئی میز پر کافی کی خالی پیالیاں موجود تھیں جو اس بات کی نشاندہی کر رہی تھیں کہ وہ کافی پی چکے ہیں۔

"مجھے میں نہیں آتا وہ طویل القامت سیاہ پوش کون تھا۔" عمران نے کمرے کی فضا پر مسلط خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا فاروق چونک کر اس کی صورت دیکھنے لگا اس کے دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں جلتا ہوا سگریٹ دبا ہوا تھا۔

"کمال ہے وہ تمہارے جیسے آدمی کو ڈج دے گیا۔"

"مجھے اعتراف ہے کہ وہ بہادر ہونے کے ساتھ ساتھ چالاک بھی ہے۔"

"وہ کئی بار تمہارے سامنے آچکا ہے مگر تم اسے پہچان نہ سکے۔"

"یہی تو مصیبت ہے وہ ہر بار سر سے پیر تک سیاہ لبادے میں ہوتا ہے۔"

"کیا تم کو یقین ہے کہ لڑکیوں والے کیس میں بھی اس کا ہاتھ ہے۔؟"

"اس کے بارے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا مگر وہ راجو کا قاتل ضرور ہے۔"

"تمہارا کہنا ہے کہ لب و لہجے سے وہ کوئی پڑھا لکھا شخص معلوم دیتا ہے۔"

"ہاں میں یقین سے کہہ سکتا ہوں۔ وہ پڑھا لکھا شخص ہے۔"

"اب تمہارا کیا پلان ہے۔؟"

"فی الحال میں تاریکی میں ہوں ویسے تم نے آج کا اخبار ضرور دیکھا ہوگا۔؟"

"ہاں صبح سمندر سے ایک نوجوان خوب صورت لڑکی کی لاش برآمد ہوئی ہے۔ یہ سمندر سے برآمد ہونے والی چوتھی لاش ہے اس کی پوسٹ مارٹم رپورٹ بھی وہی ہے جو دوسری لاشوں کی تھیں تمام بڑے سرمایہ داروں کی لڑکیاں ہی ان حادثات کا شکار ہوئی ہیں۔"

عمران نے تشویش زدہ لہجے میں فاروق کو بتایا اس کے چہرے پر سنجیدگی چھائی ہوئی تھی

"مگر ان حادثات کا ذمہ دار کون ہو سکتا ہے۔؟"

"وہی جس کی سب سے بڑی کمزوری عورت ہے۔"

"اس میں اس کا کیا مفاد ہو سکتا ہے۔؟"

"بہت کچھ، وہ پہلے لڑکیوں سے جنسی تعلقات قائم کرتا ہے۔"

"مگر یہ لڑکیاں خودکشی کیوں کر لیتی ہیں۔"

"یہ تو مجرم ہی جانتا ہوگا کہ وہ خودکشی کیوں کرتی ہیں اور ابھی یہ بات وثوق سے بھی نہیں

کہی جا سکتی کہ وہ خودکشی کرتی ہیں یا ان کو قتل کیا جاتا ہے۔" عمران نے جواب دیا۔

ایک طے کیلئے کمرے کی فضا پر پھر سے خاموشی چھا گئی عمران اپنی سوچ میں ڈوب گیا۔ جب کہ فاروق کی حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی وہ کش پر کش لیتے ہوئے عمران کی طرح جرم کے متعلق سوچ رہا تھا۔

"مجھے بارہ گھنٹے کی وارننگ ملی ہے اور بارہ گھنٹے پورے ہوتے ہیں اب صرف دو گھنٹے رہ گئے ہیں۔" عمران نے خاموشی کو طول پکڑتے دیکھ کر کہا۔

"پھر تمہارا کیا کرنے کا ارادہ ہے۔؟"

"فی الحال گھر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں مگر....."

"کیا بات ہے تم شائد کچھ کہنے والے تھے۔؟"

"ہاں۔ تم نے اپنے اوپر ہونے والے قاتلانہ حملوں کے بارے میں مجھکو اس دن اطلاع نہ دی۔"

"مجھے یاد ہی نہیں رہا پھر راجو کے حملے سے تو میں بوکھلا گیا تھا۔"

"بہت چھوٹے دل کے مالک ہو ویسے کالج کی زندگی میں تم بڑے دلیر تھے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو، کالج کے لڑکوں کا خیال تھا کہ میں ضرور کوئی جرم کروں گا۔"

"مگر ہوا اس کے برعکس تم بے حد ڈرپوک ہو گئے۔"

"وقت وقت کی بات ہے یار۔"

"پہلی بار تم پر قاتلانہ حملہ کب اور کہاں ہوا تھا۔؟"

"مجھے گولڈن ہوٹل کے کمرہ نمبر ۱۶ میں زہر دینے کی کوشش کی گئی تھی میں یورپ سے آکر اسی میں ٹھہرا تھا یہ کوٹھی تو چند دن بعد خریدی تھی مجھے وہاں کافی میں زہر دیا گیا مگر اتفاق سے

وہ کافی مجھ سے دھوکے میں گر پڑی اور زہر کا مجھے اس وقت علم ہوا جب ایک بلّی نے زمین پر پڑی ہوئی کافی چاٹنی شروع کی اور وہ چاٹتے ہی تڑپ کر گری پھر دوبارہ نہ اٹھ سکی اس وقت اس حادثے کا ذکر میں نے کسی سے نہیں کیا تھا۔"

"دوسرا حادثہ ....."

"وہ سرِ عام پیش آیا قریبی شہر سے آتے ہوئے مجھ پر ایک کار میں موجود دو سیاہ پوشوں نے فائرنگ کی تھی مگر خوش قسمتی سے میں بچ گیا، تیسرا واقعہ بھی اسی قسم کا تھا اس وقت مجھے تمہاری رہائش کا علم نہ تھا اور نہ یہ معلوم تھا کہ تم ایک مبغضے ہوئے سراغرساں بن چکے ہو اکثر پولیس اور سیکرٹ سروس کیلئے بھی کام کرتے ہو ورنہ میں تم سے ضرور رابطہ قائم کرتا۔"

"تم کو یہ معلومات کس طرح ملیں کہ میں پولیس اور سیکرٹ سروس کیلئے بھی کام کرتا ہوں۔"

"یہ کیپٹن فیاض نے دی تھیں۔"

"پھر تو وہ بڑا ہی لیجنڈ قسم کا آدمی ہے۔"

"یہ تمہارا اور اس کا معاملہ ہے۔" فاروق نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا۔

"تم نے ابھی تک کیا اندازہ لگایا۔"

"کس بارے میں۔"

"یہی کہ تم کو قتل کرنے کی کوشش کرنے والا یا والے کون ہو سکتے ہیں۔"

"وہی جن کو میرے قتل سے سب سے زیادہ فائدہ پہنچے۔" فاروق نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"میری نظر میں ایسا تو کوئی شخص نہیں۔" عمران نے چونک کر جواب دیا۔

"تم طاہر کو کیوں بھول رہے ہو۔"

"اوہ۔ آئی سی۔ وہ، میرا خیال ہے تمہارا سوتیلا بھائی ہے۔"

"ہاں اور مجھے شک ہے کہ مجھ پر وہی قاتلانہ حملے کروا رہا ہے۔"

"تم یہ بات کسطرح کہہ سکتے ہو۔" عمران نے دھیرے سے چونک کر پوچھا فاروق کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی اس نے سگریٹ ایش ٹرے میں مسل دیا۔

"والد صاحب مرحوم کی وصیت کے مطابق ان کی جائداد ہمارے حصے میں آدھی آدھی آتی ہے تم کو تو معلوم ہے والدہ ہمارے بچپن کے دنوں ہی میں فوت ہو گئی تھیں والد صاحب نے وصیت نامے میں یہ شرط رکھی تھی کہ اگر ہم دونوں میں سے کوئی بھی ایک بڑی مصیبتوں کا شکار ہو جائے یا خدانخواستہ ہلاک ہو جائے تو تمام جائداد ایک ہی کے نام ہو گی گو جائداد کا بٹوارا نہیں ہوا ہے پھر اس کے علاوہ....."

"میں سمجھ گیا تھا تمہارا شک بھی بجا ہے، خیر میں دیکھوں گا۔" عمران نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا اس نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالی۔

پونے ایک بج چکا تھا یعنی آدھی رات گزر گئی اس نے سوچا پھر فاروق کو مخاطب کر کے بولا۔ "طاہر کی رہائش؟"

"جہانگیر آباد پہلی اسٹریٹ کوٹھی نمبر ۱۴۔"

"بہرحال اب تم کو محتاط رہنے کی ضرورت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ مجرم تمہارا شکار کر جائیں۔"

"مقدر کے لکھے کو کون مٹا سکتا ہے میرے دوست۔"

"اوکے میں اب چلتا ہوں رات کافی گزر چکی ہے۔"

"صبح ہی چلے جاتے۔" فاروق نے کھڑے ہو کر کہا مگر عمران نے انکار میں سر ہلا دیا۔

"مجھے اور بھی کام کرنے ہیں۔" "خدا حافظ" عمران نے کہا اور کمرے سے باہر نکل آیا گیٹ پر اُسے خدا حافظ فاروق نے کہا پھر عمران کی کار کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی وہ واپس پلٹ

پڑا عمران عجیب کشمکش میں پھنس کر رہ گیا تھا اس کا ذہن متواتر سوچتے رہنے کی وجہ سے پھوڑے کی طرح دکھنے لگا تھا پہلے اس پر اور فاروق پر راجو نے گولیاں چلائیں اسکے بعد وہ قتل کر دیا گیا دوسرے دن اُسے فون پر دھمکی دی گئی اور اُسی دن فیاض کو مضافاتی علاقے کیطرف بھیجا کر اس کی اچھی خاصی درگت بنائی گئی عمران اُسے بے ہوش حالت میں اُس کے گھر تک چھوڑ آیا تھا اس کے بعد وہ اپنے فلیٹ چلا گیا تھا مگر آدھے گھنٹے بعد ہی فاروق نے اُسے فون کر کے بلا لیا ٹیپ ٹیپ والے واقعے کے بعد سے وہ اس سے نہیں ملا تھا اور مجرم کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے اُس نے عمران کو بلایا تھا جہاں سے رخصت ہوتے پر اس نے عمران کو ایسی باتیں بتائیں کہ وہ سناٹے میں رہ گیا فاروق کے سوتیلے بھائی سے وہ اچھی طرح واقف تھا وہ بے انتہا خود غرض اور لالچی انسان تھا فاروق کے باپ نے جب اس کی ماں سے شادی کی تھی تو ایک سال بعد ہی طاہر کی والدہ انتقال کر گئیں تھیں کچھ عرصے بعد فاروق کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا تھا اب عمران کبھی سوچ رہا تھا کہ دولت بھی کیا شے ہے۔ بھائی، بھائی کی جان کے درپے تھا فاروق سے گفتگو کے بعد اس کا شک طاہر ہی پر گیا تھا کہ ہو سکتا ہے وہی فاروق کو قتل کرانے کی سازش میں ملوث ہو اس سے پہلے اُسے طاہر یاد بھی نہ تھا لیکن اب حالات نے نئی کروٹ لی تھی عمران دو طرف سے مصیبت میں گھر چکا تھا۔

ایک طرف فاروق تھا دوسری طرف اُس کے قاتل۔ ایک طرف خوبصورت لڑکیوں کی عزت داغدار کرنے والا مجرم تھا تو دوسری طرف انکی پُراسرار دراتوں کا مُحمد اور ایک طرف وہ سیاہ پوش راجو کا قاتل تھا جس کو عمران ابھی تک نہیں پہچان سکا تھا دیسے وہ مایوس نہیں تھا اس نے مایوس ہونا سیکھا ہی نہیں تھا اسے یقین تھا کہ وہ ایک نہ ایک دن لڑکیوں کے مجرم راجو کے قاتل اور فاروق کے دشمنوں کو

بے نقاب کر دیگا، سوچوں کی دنیا میں غرق وہ کار کو سنسان اور تاریک سڑک پر طوفانی رفتار سے اُڑائے لیئے جا رہا تھا چہرے پر حسبِ معمول سپاٹ پن تھا آنکھوں میں تیرنے والی الجھنیں اسکے ذہنی خلفشار کی ترجمانی کر رہی تھیں۔ اب اسکا ارادہ فلیٹ جانے کا تھا وہ کچھ دیر آرام کرنا چاہتا تھا دوسرے اُسے مجرموں کی دوسری وارننگ کا بھی انتظار تھا یہی وجہ تھی کہ وہ فلیٹ میں رہنا چاہتا تھا باتوں باتوں میں اُسے فاروق کے یہاں اتنی دیر ہو گئی کہ وہ اندازہ نہ کر سکا کہ کیا وقت ہو گیا ہوگا۔ وقت کے یاد آجانے پر اس کی ذہنی رو سلیمان کی طرف مڑ گئی جو ہمیشہ اُسکے رات گئے آنے پر جھلا جاتا تھا مگر وہ سلیمان کے متعلق زیادہ نہ سوچ سکا اسکی گاڑی جیسے ہی وسیم آباد کے علاقے میں داخل ہوئی فضا میں ایک کرخت آواز پھیل گئی اور عمران اس کرخت آواز سے بخوبی واقف تھا وہ اسٹین گن کی تڑتڑاہٹ تھی جو رات کے سناٹے میں خلل ہو رہی تھی اسکا چوکنا لازمی تھا آواز سے اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ بھی اس مقام سے کافی دور ہے۔ جہاں گولیاں چل رہی ہیں مگر اتنی رات گئے یہ اسٹین گن سے فائرنگ ... گویا وہ اپنے آپ سے کہہ رہا تھا۔ لیکن اس کا جملہ مکمل نہ ہو سکا "سائیں" کرتی ہوئی ایک کار اس کے قریب سے گزر گئی اس کی کار آگے نکل چکی تھی اس نے گزرتی ہوئی کار میں موجود افراد کی صرف ایک جھلک دیکھی تھی اور دوسرا ہی لمحہ قیامت خیز ثابت ہوا اسکی کار ایک جھٹکے کے ساتھ رکی سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں وہ ٹھیک ہوئی پھر یو ٹرن لے کر اگلی کار کے تعاقب میں چل دی عمران کے دانت ایک دوسرے پر مضبوطی سے جم چکے تھے کار کی رفتار لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔

کار ہلکا سا جھٹکا کھا کر رکی سیاہ پوش نے معنی خیز انداز میں اپنے ساتھی کی طرف دیکھا پھر دروازہ کھول کر پھرتی کیساتھ نیچے اترا دوسرے نے بھی اترنے میں دیر نہیں لگائی تیز رفتاری کا مظاہرہ

کرتے ہوئے اس نے پھیلا دروازہ کھولا اور بیہوش لڑکی کو کھینچ کر اس نے باہر نکالنے کے بعد کاندھے پر لاد لیا وہ کسی کوٹھی کا عقبی حصہ تھا جہاں ان کی کار رکی تھی وہ دونوں تیزی کے ساتھ کوٹھی کے عین گیٹ پر آ گئے شائد انکو امید تھی کہ وہاں چوکیدار نہیں ہوگا اور ہوا بھی یہی گیٹ پر چوکیدار نام کی کوئی شے موجود نہ تھی ایک گیٹ پر چڑھ کر اندر کود گیا چند لمحوں بعد اس نے گیٹ کھول دیا اور دوسرا سیاہ پوش لڑکی کو اٹھائے ہوئے اندر داخل ہو گیا صدر دروازے سے گزر کر وہ راہداری میں پہنچ گئے اور ایک کمرے کے دروازے پر رک کر انہوں نے معنی خیز انداز میں ایک دوسرے کو دیکھا آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ اشارے ہوئے پھر انکو دروازہ کھولنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی وہ دونوں ہی بلا خوف و خطر اندر داخل ہو گئے اندر مسہری پر کوئی محو خواب تھا اگر اس نے سر سے پیر تک پھول دار چادر نہ اوڑھی ہوتی تو اس کا پہچان لیا جانا مشکل نہ تھا۔

"دروازہ بند کر دو" لڑکی کو اٹھائے ہوئے سیاہ پوش نے کہا اس کے ساتھی نے دروازہ بند کر دیا پھر جیسے ہی وہ مڑا چادر میں حرکت پیدا ہوئی اور پلک جھپکنے کی دیر میں مسہری پر سے کوئی کود کر فرش پر آ رہا وہ دونوں بری طرح چونکے پھر اس سے پہلے کہ وہ اگلا قدم اٹھائیں وہ نوجوان سیدھا ہو گیا اس کے ہاتھ میں بلی نال کا خوفناک ریوالور جگمگا رہا تھا آنکھیں خوفناک انداز میں دونوں پر جمی ہوئی تھیں کمرے کی فضا پر بڑی بھیانک خاموشی مسلط تھی اور وہ خاموشی کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ معلوم دے رہی تھی دونوں سیاہ پوش سنبھل گئے نوجوان ان کی آمد سے شائد پہلے ہی مطلع ہو چکا تھا ورنہ اس کا اسطرح اٹھ جانا یقینی بات تھی یا ہو سکتا تھا اس نے دروازہ کھلنے کی آواز سن لی ہو یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ ان کا پہلے سے کوئی معاہدہ رہا ہو۔

"تم میں سے کوئی بھی غلط حرکت نہ کرے۔"

"ہم کو غلط مت سمجھو پارنٹر" لڑکی کو جو سیاہ پوش اٹھائے ہوئے تھا بولا۔

"اس بات کا کیا ثبوت ہے۔" نوجوان نے الجھن زدہ لہجے میں پوچھا۔

"طوائفوں سے دل روزانہ بہلاتے ہو آج باس نے تمہارے لیے نیا تحفہ بھیجا ہے۔"

"ہوں۔ تو تم شیرے کے آدمی ہو۔"

"تم نے درست اندازہ لگایا مسٹر طاہر۔"

"مگر وہ آج اسقدر مہربان کیوں ہو گیا؟"

"اسے تم سے مال زیادہ ملنے کی امید تھی۔"

"اس نے میرا دل خوش کیا ہے میں اسکا دل ضرور خوش کروں گا۔" نوجوان نے اپنے ریوالور کو گاؤن کی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا پھر کچھ توقف کے بعد اس نے مزید کہا۔ "اس کو مسہری پر ڈالدو۔" نوجوان کا حکم پاکر انہوں نے لڑکی کو مسہری پر ڈالدیا اور استعجابیہ نظروں سے نوجوان کو دیکھنے لگے۔

"ہمیں جلد واپس جانا ہے۔" سیاہ پوش بولا نوجوان نے مسکراتے ہوئے اُسے دیکھا پھر مسہری کی طرف بڑھ گیا اپنی مسہری کے دائیں طرف پہنچ کر اس نے ایک طرف سے گدا اٹھا کر اس کے نیچے رکھی ہوئی بڑے نوٹوں کی ایک گڈی اٹھا کر سیاہ پوش کی طرف اچھالدی اس نے بڑی مہارت سے تھام لیا نوجوان ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔

"تم کو یہاں آتے ہوئے کسی نے دیکھا تو نہیں۔"

"رات کی تاریکی اور سناٹے میں سیاہ وجودوں پر کسی کی نظر نہیں پڑتی۔"

"کافی عقلمند معلوم ہوتے ہو۔"

"صبح ہونے سے قبل ہی لڑکی کو واپس لینے آئیں گے۔"

"وہ کیوں۔؟"

"لڑکی کو اس کے گھر بھی تو پہنچانا ہے مسٹر۔"

"اوہ۔ اب تم جا سکتے ہو اپنے پاس کا میری طرف سے شکریہ ادا کرنا۔"

"اوکے، گڈ بائی۔" دونوں یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل آئے اس کی آنکھیں کسی خطرناک خیال کے تحت چمک رہی تھیں وہ جلدی کوٹھی سے باہر آ گئے، گیٹ سے نکل کر انہوں نے ادھر ادھر دیکھا پھر عقب کی طرف جلدی سے عقب میں کھڑی ہوئی کار کے قریب پہنچ کر وہ دونوں رک گئے پھر انکو اندر بیٹھنے میں زیادہ وقفہ نہ لگا لیکن ابھی انکی کار اسٹارٹ ہو کر آگے بھی نہ بڑھی تھی کہ وہ دونوں بُری طرح چونکے اسکی وجہ بھی معقول تھی ان کی گدیوں پر ریوالور کی نالیں چپک چکی تھیں سرد سی نالیں جو کسی بھی لمحے شعلہ اگل سکتی تھیں پھر جو کچھ ہوتا اس سے وہ دونوں ہی اچھی طرح واقف تھے۔

عمران اس علاقے کو پہچان کر دھیرے سے چونک گیا اگلی کار جس علاقے میں داخل ہوئی تھی وہ جہانگیر آباد کا علاقہ تھا پھر اس کے چونکنے کی سب سے اہم وجہ اگلی کار کا پہلی کوٹھی کے عقب میں رکنا تھا وہ پہلی اسٹریٹ کی کوٹھی نمبر ۴۱ تھی اس کے ذہن میں دھماکہ سا ہوا اس کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں یہ تو طاہر کی کوٹھی ہے اس نے سوچا کار تو وہ آگے لیتا ہی چلا گیا تھا اگلی کار گلی میں ٹرن ہو کر رک چکی تھی جب کہ عمران نے اپنی کار گلی میں داخل کرنے کی حماقت نہیں کی تھی وہ کار روک کر انجن بند کرنے کے بعد پھرتی سے اتر آیا اس کے دونوں ہاتھ جیبوں میں تھے وہ ہر خطرے سے نپٹنے کے لئے پوری طرح تیار تھا گلی میں داخل ہوتے سے پہلے اس نے جھانک کر گلی میں دیکھا وہ دونوں سامنے کی سمت جا رہے تھے لیکن عمران کی آنکھیں سیاہ پوش کے کاندھے پر لدی ہوئی لڑکی پر جم کر رہ گئی تھیں، چاند صرف ایک لمحے کیلئے بادلوں کی اوٹ سے نکلا تھا مگر اتنی دیر میں اس کی روشنی میں عمران نے لڑکی کو دیکھ لیا تھا وہ سیاہ پوش مڑ چکے تھے عمران نے قدموں

دوڑتا ہوا دوسری گلی تک آیا وہ گلی بھی سنسان تھی اسے عبور کر کے وہ سڑک کے کنارے آگیا لیکن وہ گلی سے باہر نہیں نکلا اب اس کے دائیں ہاتھ سے کچھ فاصلے پر لگے ہوئے گیٹ پر وہ دونوں موجود تھے شائد اندر جانے کی تیاری کر رہے تھے عمران کا ذہن طوفانی رفتار سے سوچنے میں مصروف تھا سڑک کے دوسری طرف بھی کوٹھیاں تھیں وہ گلی کے نکڑ پر کھڑا ہوا ان کی حرکتوں کو دیکھتا رہا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ آیا انکے ساتھ کوٹھی میں داخل ہو یا باہر ہی کھڑے ہو کر سیاہ پوشوں کی واپسی کا انتظار کرے وہ چاہتا تھا کہ سیاہ پوشوں کو قابو میں کر کے دانش منزل لیجائے اور ان پر تشدد کر کے انہیں زبان کھولنے پر مجبور کرے سارا لڑکی اور طاہر کا سوال تو وہ کوٹھی پر ہی جگہ پر تھی جبکہ سیاہ پوش ہاتھ سے نکل جاتے تو عمران پھر سے تاریکی میں رہتا ویسے ہی مجرموں نے اس کے دماغ کی چولیں ہلا کر رکھ دی تھیں بھلا اس موقعے کو وہ ہاتھ سے کیوں جانے دیتا یہی سوچ کر اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ مجرموں کی کار میں چھپ کر انکا انتظار کریگا اپنے فیصلے پر غور کرتا ہوا وہ واپس مجرموں کی کار تک آگیا کار کے قریب آکر اس نے پچھلا دروازہ کھولا اور اندر رینگ گیا اس کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات گردش کر رہے تھے اب طاہر کی شخصیت بھی اس کی نظروں میں مشکوک تھی ظاہر ہے سیاہ پوش لڑکی کو اس کے علاوہ کس کے حوالے کر کے آئے تھے کیوں کہ عمران کی معلومات کے مطابق طاہر اور دو ملازموں کے علاوہ اس کوٹھی میں کوئی فرد موجود ہی نہیں تھا۔

"تو کیا لڑکیوں کا مجرم طاہر ہی ہے۔" سیاہ پوش کے کاندھے پر لادی ہوئی لڑکی کون تھی کیا وہ مر چکی تھی۔ یا بے ہوشی کی حالت میں اسکے کاندھے پر پڑی ہوئی تھی۔ سیاہ پوش کون ہیں۔ انکا کس گروہ سے تعلق ہے۔ کیا وہ بھی طاہر کے ساتھی ہیں۔ کیا یہی سیاہ پوش تو ہر بار فاروق پر حملے نہیں کرتے۔" عمران جوں جوں سوچتا چلا گیا اس کی نظروں میں طاہر کی شخصیت مشکوک ہوتی چلی گئی مگر وہ ابھی طاہر کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا تھا کیوں کہ وہ دارالحکومت میں بااثر شخصیت کا مالک تھا۔

حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں سے اس کے اچھے خاصے تعلقات تھے وہ بغیر ثبوت کے طاہر کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا وہ سوچتا رہا سوچتا رہا پھر اس کی سوچ کا سلسلہ اسوقت منقطع ہوا جب گلی میں قدموں کی آوازیں ابھریں وہ کچھ اور سمٹ گیا اسکے دونوں ریوالور جیبوں سے باہر نکل کر ہاتھوں میں آچکے تھے۔ آوازیں قریب آتی گئیں... قریب اور قریب... پھر وہ کار کے قریب آکر معدوم ہو گئیں عمران دم سادھے سیٹوں کے درمیان دبکا بیٹھا رہا اسکے حساس کان ہلکی سی بھی آہٹ سننے کیلئے پوری طرح تیار تھا اگلے دونوں دروازے کھلے پھر ان کے بند ہونے کی آوازیں عمران کے حلقہ سماعت سے ٹکرا کر اسکے ذہن کو پوری طرح بیدار اور ہاتھوں کو حرکت میں آنے کیلئے اشارہ کر گئیں وہ آہستہ آہستہ اوپر اٹھا اور اگلے ہی لمحے اسکے بے آواز ریوالور ان دونوں کی گدیوں کو پیار کر رہے تھے کار میں چھائی ہوئی خاموشی بڑی پراسرار معلوم دے رہی تھی وہ دونوں ریوالوروں کی زد پر کچھ کرنے سے قاصر تھے کار میں اندھیرا تھا ورنہ سیاہ پوش لمبی آئینے کی مدد سے اسے دیکھ سکتے تھے۔ خاموشی... مکمل خاموشی پُراسرار خاموشی۔ نجانے آنے والا لمحہ کسکے حق میں مفید ثابت ہوتا بہرحال وہ لمحے تو عمران کیلئے مفید تھے۔ "شاید لوٹنا چاہتے ہو۔" اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے سیاہ پوش نے کار میں چھائی ہوئی خاموشی کو توڑا عمران کے ہونٹوں پر سفاک مسکراہٹ تیر رہی تھی۔

"کیا اپنی طرح سمجھتے ہو۔"

"پھر اس ذلیل حرکت کا مطلب۔"

"اوہ، ایک ذلیل آدمی ذلیل حرکت کا برا مان رہا ہے۔"

"شٹ اپ میرا مارا ہوا پانی نہیں مانگتا۔"

"اس میں کتنی حقیقت ہے۔" چند منٹ تک خاموشی چھائی رہی عمران کی انگلیاں ٹریگر پر جمی ہوئی تھیں۔

"حقیقت اور جھوٹ کا اندازہ تم ریوالور ہٹا کر کر سکتے ہو۔"

"میری کھوپڑی میں بھوسا نہیں بھرا ہوا۔"

"معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے جیسے"..... کھٹاک کی آواز کار میں گونجی اور اسٹیئرنگ پہیہ بیٹھے ہوئے سیاہ پوش کے حلق سے کراہ خارج ہو گئی اسکا سر ایک طرف لڑھک گیا ریوالور کا دستہ عمران نے پوری قوت سے اسکی کھوپڑی پر جما دیا تھا لیکن اِدھر اس کی ذرا سی نگاہ چوکی اور دوسرے نقاب پوش کو پھرتی دکھانے کا موقع مل گیا اس نے جس پھرتی کیساتھ عمران کا ریوالور والا ہاتھ جھٹک کر دروازہ کھولا وہ دیدے کے قابل تھی عمران اچانک جھٹکا لگنے کے سبب پچھلی سیٹ پر الٹ گیا ایک ریوالور بھی اسکے ہاتھ سے نکل گیا دوسرا وہ نالی کی طرف سے پلٹا ہوا تھا یہی وجہ تھی کہ نقاب پوش کو موقع مل گیا اس نے کار سے اُتر کر پھرتی کے ساتھ پچھلا دروازہ کھولا اور اس سے پہلے کہ عمران سنبھلے اُس نے عمران کا گریبان پکڑ اسے باہر کھینچ کر جھٹکا دیا عمران توازن برقرار نہ رکھ سکا وہ کوٹھی کی دیوار سے ٹکرایا ویسے اگر وہ پھرتی کے ساتھ دیوار پر اپنے دونوں ہاتھ نہ ٹیک دیتا تو اسکا چہرہ بگڑ جانا لازمی تھا۔ اس کو توقع نہیں تھی کہ سچویشن اس قدر جلد اسطرح تبدیل ہو جائے گی ویسے اُسے نقاب پوش کی پھرتی کو ماننا پڑا دیوار سے ٹکرا کر وہ پھرتی کیساتھ گھوما نقاب پوش ریوالور کیطرف ہاتھ بڑھا چکا تھا مگر عمران نے اُسے ریوالور نکالنے کا موقع نہ دیا اُسکی پھرتی ہی اسکا کام آگئی سیاہ پوش کے پہلو میں اُسکی ٹھوکر پڑی وہ کراہ کر جھکا اسی وقت اسکا دایاں ہاتھ لہرایا اور گھونسے کی صورت میں سیاہ پوش کی ٹھوڑی پر پڑا سیاہ پوش کے حلق سے بے اختیار کراہ خارج ہو گئی۔

اسی وقت عمران کی لات چلی لیکن اس بار وہ کامیاب نہ ہو سکا سیاہ پوش پھرتی سے ایکطرف جھک گیا عمران نے لات اتنی قوت سے گھمائی تھی کہ وار خالی جانے کیصورت میں وہ اپنے ہی زور سے گھوم گیا سیاہ پوش کے سر کی ٹکر اسکی پشت پر لگی وہ تڑپ کر گھوما اور سیاہ پوش کا گھونسہ اسکے پہلو میں پڑا لیکن اس بار اس نے

پہلو کی تکلیف کو نظر انداز کرتے ہوئے سیاہ پوش کا ہاتھ بڑھا اور یکے بعد دیگرے تین بھرپور ٹھوکریں اس کی آنکھوں کے درمیان ماریں ٹھوکروں کے بعد اس کا ہاتھ اٹھا لیکن... اسے سیاہ پوش کو یہ گھونسہ مارنے کی حسرت دل ہی میں رہ گئی وجہ بھی معقول تھی۔

"بس بس میں نے تسلیم کر لیا کہ تم بہادر ہو" اچانک عمران نے کسی کو کہتے سنا۔

"تم..." اس نے بیساختہ نظریں اٹھا کر سامنے کی طرف دیکھا جہاں لمبے قد اور کسرتی جسم والا سیاہ پوش آسٹین گن ہاتھ میں تھامے کھڑا اسے گھور رہا تھا اس کی اندھیرے میں چمکتی ہوئی آنکھیں بیحد خوفناک معلوم دے رہی تھیں عمران کے حلق سے طویل سانس خارج ہو گئی اس کا ذہن طوفانی رفتار سے سوچنے میں مصروف تھا قدم قدم پر محترم اسے دھوکے دے رہے تھے۔ دقیقے دقیقے سے اسے بیوقوف بنا رہے تھے۔ نجانے وہ یکدم کہاں سے نکل کر وہاں آ گیا تھا عمران کو قطعاً امید نہ تھی کہ ان کا تیسرا ساتھی بھی وہاں موجود ہو گا حالات منٹ منٹ پر نت نئی کروٹیں بدل رہے تھے اسکا دماغ خراب ہو گیا تھا اسکو اسبات کا اعتراف ہو گیا تھا کہ اسبار ایسے مجرموں سے پالا پڑا ہے جو نہ صرف دلیر ہیں بلکہ اسکی طرح چالاک ذہن کے مالک بھی ہیں اس نے کچھ سوچکر سیاہ پوش کو چھوڑ دیا وہ دو تین بار سر جھٹکنے کے بعد ایکطرف کھڑا ہو گیا لمبے قد والے سیاہ پوش کے حلق سے ہلکا سا قہقہہ خارج ہوا، لمبے قد والے سیاہ پوش کی آمد سے وہاں کی پراسرار یت میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

"تم بھوت پریت کے خاندان سے تو نہیں ہو" عمران نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"وقت پڑنے پر وہ بھی بن جاتا ہوں" سیاہ پوش نے جواب دیا۔

"تمہارا کون سے اسکول سے پاس کیا تھا؟"

"اس سوال کا مقصد۔؟"

"جواب اچھے دیتے ہو مگر تھوڑے سے بیوقوف ہو"

"کوئی نئی چال، یا نیا فریب۔؟"

"یہ میرا پرانا مشغلہ ہے پیارے"

"کیوں بیوقوف بنتے ہو۔ مگر اب میں تمہاری باتوں میں نہیں آنے والا"

"لاحول ولا قوۃ یعنی کہ تم کوئی لڑکی ہو"

"اپنی زبان کو قابو میں رکھو مسٹر عمران ورنہ ۔۔۔"

"بہت مشکل ہے پیارے یہ باپ کے سامنے بھی نہیں رکتی"

"مجھے خاموش کرانے کا طریقہ بھی آتا ہے"

"مجھے بھی سمجھا دو۔ فیس ادا کر دوں گا"

"میں فیس نہیں لیا کرتا، صرف تکلیف دیتا ہوں"

"فیس دوگنی ادا کروں گا مگر تکلیف برداشت نہ ہو سکے گی"

"وہ تو بہرحال برداشت کرنی ہی پڑے گی، تم اسٹین گن کی زد پر ہو"

"یہ اخلاقاً جرم ہوگا میں تم پر کیس ۔۔۔"

"ناجائز حرکت کی اجازت نہیں دی جائے گی"

"وارننگ کا ٹائم ختم ہو چکا ہے اب تمہارا کیا ارادہ ہے"

"گھر جا کر سوئے گا"

"اگر تم نے اب فیاض کا سا تھ دیا تو لاش کا پتہ بھی نہ چلے گا"

عمران نے کوئی جواب نہ دیا وہ موقع کا منتظر تھا مگر سیاہ پوش بیحد چالاک واقع ہوا تھا وہ عمران کی طرف سے پوری طرح چوکنا تھا دوسرا بھی ریوالور نکال چکا تھا۔

"تم نے ابھی تک میرے کہنے پر عمل نہیں کیا"

"وہاں ماروں گا جہاں پانی بھی نہ ملے" وہ بڑبڑانے والے انداز میں کہتے ہوئے گھوم گیا شاید ہی

نہیں حقیقتاً سیاہ پوشوں نے اس کا جملہ نہیں سنا تھا وہ تو انکا خاموش رہنا ممکن نہ تھا اسٹین گن والے نے دوسرے سیاہ پوش کو آنکھ سے اشارہ کیا اسی وقت عمران کو اپنی کھوپڑی پر دھماکہ محسوس ہوا اسکی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اس نے سنبھلنے کی کوشش بھی کی اور وہ سنبھل بھی جاتا لیکن دوسرے وار نے اسکی کھوپڑی میں انگارے بھر دیئے اسکے دونوں ہاتھ سر کی جانب اٹھ گئے سر تھام کر وہ لہراتا ہوا زمین پر آرہا وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ سیاہ پوشوں نے اسے ہلا جلا کر اپنا اطمینان کیا اور دونوں اپنی کار کی طرف بڑھ گئے، کار چند لمحوں میں وہاں سے نکل چکی تھی عمران کا جسم بے حس و حرکت زمین پر پڑا رہا۔

تہہ خانے کے ایک ہال نما کمرے کی مدھم سی روشنی کو وہ بدروحوں کی مانند معلوم دے رہے تھے ہلکی ہلکی روشنی میں یہ دیکھا جا سکتا تھا کہ وہ ایک طرف رکھی ہوئی کرسیوں کی جانب بڑھ رہے تھے کرسیوں پر دراز ہونے کے بعد انہوں نے اپنے نقاب اتار دیئے انمیں ایک لمبے قد والا سیاہ پوش تھا باقی دو اسکے ماتحت تھے نقاب اترنے کے بعد انکی اصلی صورتیں اچھی طرح دیکھی جا سکتی تھیں۔

لمبے قد والا سیاہ پوش ایک خوبرو نوجوان تھا جسکا چہرہ سرخ و سپید تھا آنکھیں بڑی بڑی اور سرخ تھیں چوڑی پیشانی پر پڑی ہوئی لکیریں اسکے ذہین ہونے کی غمازی کر رہی تھیں چہرے پر کلین شیو کیا تھا البتہ بال کافی بڑے بڑے تھے جو سلیقے سے جمے ہوئے تھے باقی دو بھی جوان تھے البتہ ان کے چہرے پر رعونت کے کافی نشانات تھے آنکھیں خوفناک ہونے کے ساتھ ساتھ چرس نوشی کے سبب سرخی مائل ہو رہی تھیں۔

وہ دونوں خوبرو نوجوان کے سامنے مؤدب نظر آرہے تھے جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس سے کم حیثیت کے مالک ہیں۔ "ہم کو کچھ دن کیلئے اپنی سرگرمیاں بند کرنی پڑیں گی" خوبرو نوجوان نے کہنے میں پھیلی ہوئی خاموشی کو توڑا ظاہر ہے مخاطب وہ دونوں ہی رہے ہوں گے۔

"یس باس، یہ عمران بڑا خطرناک شخص ہے"

"تمہارا کیا خیال ہے میں اس سے خوفزدہ ہوں۔؟"

"م ...میں ...میرا مطلب یہ نہ تھا جناب" داہنی طرف بیٹھا ہوا سیاہ پوش گڑبڑا گیا نوجوان باس کے چہرے پر سفاکی اور پُراسراریت سے بھرپور مسکراہٹ رینگ گئی وہ کچھ سوچنے لگا ایک لمحے کیلئے وہاں خاموشی چھا گئی تینوں اپنی اپنی جگہ سوچنے میں مصروف تھے۔

"ہمیں کیپٹن فیاض کی جانب سے کسی فکر کی ضرورت نہیں۔"

"جی ہاں، وہ دانے کا بہت کمزور ہے۔"

"اسے کورا ہ سے ہٹانا ضروری ہوگیا ہے۔"

"آپ حکم دیں باس کل ہی اس کا کام تمام کر دیا جائے۔"

"اب یہی کرنا پڑیگا۔"

"لیکن اب وہ چوکنا ہو چکا ہوگا۔" دوسرے نے دخل دیا۔

"شکار کو ہوشیار کر کے مارنا میرا اصول ہے۔"

"مگر وہ ایسا شکار نہ تھا جناب۔"

"میری زد سے آجتک کوئی نہ بچ سکا۔"

"اُس نے بڑے بڑے جاسوسوں کی گردنیں توڑ دیں جناب"

"لیکن اسکی گردن میں توڑوں گا۔"

"جیسے آپکا حکم ہو۔"

"دیری گڈ۔ کل رات اس کا کام تمام ہو جانا چاہیئے۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"طاہر کو کسی قسم کا شک تو نہیں ہوا۔؟"

"جی نہیں اوہ لڑکی کو دیکھ کر ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔"

"اسکا صلہ اُسے جلد ہی مل جائے گا۔"

"آپ کا ہر پلان اتنا مکمل اور جامع ہوتا ہے کہ....."

"بس بس مجھے خوشامدی لوگوں سے نفرت ہے اور یہ بات تم اچھی طرح جانتے ہو۔" وہ ہاتھ اٹھا کر بھنویں اچکاتے ہوئے بولا۔

"اگر وہ فیاض کا بچہ اس بار بھی باز نہ آیا تو اسکا بھی پتہ صاف۔"

"وہ کبھی باز نہیں آئے گا۔"

"تم یہ کس طرح کہہ سکتے ہو۔"

"وہ جناب اگر اس سے یہ کیس حل نہ ہو سکا تو دوسرے بہت سے ہیں۔"

"شاید تم ٹھیک ہی کہتے ہو۔" اس نے کہا اور خاموش ہو گیا چند منٹ کے توقف کے بعد اس نے مزید کہا۔ "تم لوگ احتیاط سے کام لینا اگر عمران کے ہتھے چڑھ گئے تو وہ تمہارے جسم سے یہ کھال اتار لیگا پھر تم کو ہر حال میں تمام راز اگلنا پڑیں گے مگر میرے ان جملوں سے یہ مطلب مت اخذ کرنا کہ میں عمران سے خوفزدہ ہوں میں بہادر ہوں اور بہادروں کی قدر کرتا ہوں اب تم دونوں جا سکتے ہو۔" وہ یہ کہکر خاموش ہو گیا۔ اسکا حکم سنکر وہ دونوں اٹھے اور کچھ کہے سنے بغیر خدا حافظ کہکر کمرے سے باہر نکل گئے ان کے جانے کے بعد وہ اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا چند لمحوں بعد وہ ایک دوسرے کمرے میں آگیا وہ کمرہ بناوٹ اور سجاوٹ کے اعتبار سے بیڈ روم لگ رہا تھا۔ نوجوان نے دروازہ بند کیا اور ایک کونے میں پڑی ہوئی میز کیطرف بڑھ گیا۔ میز پر فون رکھا ہوا تھا۔

چند منٹ بعد نوجوان فون پر رسیور کان سے لگائے کسی سے محوِ گفتگو تھا۔

○

اس کے خراٹے کمرے کی خاموش فضا میں ارتعاش پیدا کر رہے تھے نجانے وہ اصلی تھے یا نقلی ؛ مسہری پر کروٹ سے لیٹے ہوئے وہ خراٹے تشکر کے میں مصروف تھا اور کہیں گھنٹے نے رات کے دو بجنے کا اعلان کیا آہستہ آہستہ اسکے خراٹے بند ہوتے چلے گئے کچھ ہی دیر بعد کمرے میں صرف اس کے سانسوں کی بازگشت پر اسرار یت پھیلا رہی تھی ناٹے بلب کی نیلی روشنی میں وہ کچھ عجیب سا نظر آرہا تھا ۔ دو منٹ بعد اچانک کمرے میں کھٹک کی ہلکی سی آواز گونج کر معدوم ہوگئی اس نے تیزی سے کروٹ بدلی اب یہ الگ بات تھی کہ اسکی آنکھیں بند ہی تھیں پھر دروازہ کھلا اور کمرے میں دو سیاہ پوش داخل ہوئے انھوں نے سر سے لیکر پیر تک سیاہ لباس پہن کر رکھا تھا ظاہر ہے انکی شکلیں دیکھنا مشکل تھا ۔ دروازے کو بھیڑ کر وہ ایک دوسرے کو معنی خیز انداز میں دیکھنے لگے پھر ان کی تیز نظریں مسہری پر محو خواب نظر آنے والے عمران پر جم گئیں ایک نے اپنے دائیں طرف لٹکتے ہوئے ہولسٹر سے ریوالور کھینچ لیا اس پر سائیلنسر فٹ تھا چند لمحوں تک وہ عمران کو گھورتا رہا پھر سوئے ہوئے عمران کا نشانہ لیکر ٹریگر دبا دیا لیکن دوسرا ہی لمحہ انتہائی دھماکہ خیز ثابت ہوا سیاہ پوشوں کی آنکھوں میں ایک لمحہ کیلئے حیرت کی پرچھائیاں لہرائیں ۔ ادھر اس نے ٹریگر کو گردش دی ادھر عمران بجلی کی سی تیزی سے دوسرا کروٹ لیٹ کر مسہری کے نیچے گرتا چلا گیا گولی اسکے بازو کو چھوتی ہوئی دیوار سے ٹکرائی اس کے ہاتھ ہی کمرے میں ٹن کی آواز دوبارہ گونجی اور ریوالور نقاب پوش کے ہاتھ سے نکل کر دوسری طرف جا پڑا وہ بری طرح اچھلے فائر مسہری کے نیچے سے ہوا تھا ابھی دوسرے نے ریوالور نکالنے کی کوشش ہی کی تھی کہ مسہری کے نیچے سے دوبارہ فائر ہوا اور گولی اسکے ہاتھ کو چھیدتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی کمرے میں اسکی ہلکی سی چیخ گونج کر رہ گئی ۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو ورنہ ... !" عمران کے لہجے میں خوں خواری تھی وہ کھڑا ہوا ان دونوں کو قہر آلود نگاہوں سے گھور رہا تھا ہاتھ تو اٹھیں ... بلند کرتے ہی پڑے عمران کے ہونٹوں پر سفاک مسکراہٹ

رقصاں تھیں اسکا ریوالور انگلی کے ذرا سے اشارے پر گولی اگلنے کیلئے تیار تھا۔ "مجھے یقین تھا پیارے تم ضرور آؤ گے۔"

"تو تم جاگ رہے تھے۔۔" اس نے غراتے ہوئے پوچھا۔

"جاگ نہ رہا ہوتا تو اسوقت ملک عدم کو سدھار گیا ہوتا۔"

"تھوڑی دیر بعد روانہ کر دیئے جاؤ گے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"باس نیچے کھڑا ہے۔"

"کوئی بات نہیں اس سے بھی نپٹ لوں گا۔" عمران نے ادھر اُدھر دیکھے بغیر جواب دیا وہ سمجھ گیا تھا جو اسے ڈراتے دھمکاتے رہے ہیں تاکہ اس کا خیال ان کیطرف سے ہٹ جائے مگر ظاہر تھا وہ انکی باتوں میں کسطرح آجاتا۔؟

"اب شرافت سے دوسری طرف گھوم جاؤ۔" عمران نے لہجے میں درندگی پیدا کرتے ہوئے کہا۔ ان دونوں نے اپنی خیریت اسی میں سمجھی کہ عمران کے حکم کی تعمیل کریں ورنہ اسکے چہرے پر پھیلی ہوئی سفاکی کہہ رہی تھی کہ وہ انہیں ختم کرنے سے بھی دریغ نہیں کریگا۔ انکے گھومتے ہی عمران انکے قریب آگیا قریب پہنچ کر اس نے ریوالور کو نال کیطرف سے پکڑا اور کھٹاک کی آواز کے ساتھ دستہ اسکی کھوپڑی پر پڑا وہ لہراتا ہوا زمین پر آگیا دوسرے نے پھرتی کیساتھ گھوم کر عمران پر حملہ کرنا چاہا مگر کامیاب نہ ہو سکا شاید عمران کو بھی اُس سے اسی قسم کی توقع رہی تھی ورنہ وہ پھرتی کے ساتھ نہ جھک جاتا۔ جھکنے کے سبب سیاہ پوش کا وار خالی گیا نتیجے میں اسکو عمران کا گھونسہ اپنے جبڑے پر برداشت کرنا پڑا گھونسہ کھا کر وہ مکے کے عین وسط میں آگیا عمران نے اسی پر بس نہیں کیا ریوالور سیدھی کیطرف اچھال دیا اس نے سیاہ پوش پر چھلانگ لگا دی وہ کئی مرتبہ دھوکہ کھا چکا تھا اس لئے وہ چاہتا تھا کہ مجرم کو کوئی موقع دیئے بغیر بے بس کر دے

سیاہ پوش کو لیتا ہوا وہ زمین بوس ہوگیا اسکے پیٹ میں زوردار ٹھوکر جما کر وہ کھڑا ہوگیا پھر تو اس نے سیاہ پوش کو اٹھنے کا موقع نہ دیا۔ گھونسے، لاتیں، تھپڑ، تعداد کا شمار کیئے بغیر وہ اس پر برساتا رہا یہاں تک کہ سیاہ پوش آخری بار کراہ کر بیہوش ہوگیا عمران نے بھیانک انداز میں مسکراتے ہوئے اسکی طرف دیکھا پھر کمرے سے باہر نکل گیا چند لمحوں بعد وہ لوٹا تو اسکے ہاتھ میں پانی کا جگ تھا۔ بیہوش سیاہ پوش جس کی اس نے پٹائی کی تھی" کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے کے بعد اس نے جگ ایک طرف رکھ دیا اور مسہری کی طرف بڑھ گیا مسہری کے نیچے سے ریشمی ڈوری نکالکر اس نے دونوں سیاہ پوشوں کے ہاتھ پشت کی جانب لیجاکر جکڑ دیئے چند لمحوں بعد عمران کے ہاتھوں مار کھانے والے کو ہوش آگیا اس کے حلق سے اب بھی ہلکی ہلکی ہلکی کراہیں خارج ہو رہی تھیں اب وہ خوفناکی سے بھرپور نہیں بلکہ خوفزدہ نظروں سے عمران کیطرف دیکھ رہا تھا عمران نے اسے گریبان سے پکڑ کر اٹھایا اور مسہری کیطرف لے چلا۔

"بیٹھ جاؤ" وہ بھیڑیئے کیطرح غراتے ہوئے بولا اور سیاہ پوش خاموشی سے مسہری پر بیٹھ گیا عمران نے ایک جھٹکے کے ساتھ نقاب اسکے چہرے سے اتار دیا اسکی اصل صورت دیکھ کر عمران دھیرے سے چونک پڑا سیاہ پوش کی نظریں اب بھی عمران پر جمی ہوئی تھیں کمرے میں چھائی ہوئی خاموشی کسی طوفان کی آمد کا پیش خیمہ معلوم دے رہی تھی۔

"ہوں، اب اپنا نام اور شجرۂ نسب بتاتے چلو" عمران نے ہنکارہ بھر کر اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر پوچھا مگر وہ خاموش رہا نہ صرف یہ بلکہ اس کے دانت ایکدوسرے پر مضبوطی سے جم گئے ایسا کرنے سے اس کے جبڑوں کی ہڈیاں ابھر آئیں اس کا انداز دیکھ کر محسوس ہوتا تھا جیسے اس نے نہ بولنے کا ارادہ کر لیا ہو عمران کی پیشانی شکن آلود ہوگئی۔ اس نے چند لمحوں تک نوجوان کے بولنے کا انتظار کیا مگر وہ خاموش ہی رہا۔ اچانک ہی تڑاخ کی آواز کے ساتھ اس کے ہاتھ کا بھرپور تھپڑ نوجوان کے گال پر پڑا نوجوان مسہری پر الٹ گیا پھر کچھ اتنا ہی زوردار تھا کہ نوجوان کے منہ سے خون نکلنے لگا عمران نے اسکا شانہ پکڑ کر اسے

پھر سے بٹھا دیا نوجوان کا انداز دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے اُسے اگر ذرا بھی موقع مل جائے تو وہ عمران کو کچا چبا جائے گا۔ "بولو ورنہ مار مار کر بھرکس نکال دوں گا۔"

"تم مجھ سے کچھ نہ معلوم ..... تڑاخ ..... نوجوان کا جملہ ادھورا رہ گیا عمران کا دوسرا تھپڑ کچھ زیادہ ہی زوردار تھا نوجوان کی آنکھوں میں ایک لمحے کیلئے تکلیف کے آثار لہرائے مگر وہ جلد ہی سنبھل گیا عمران اسکی حالت بغور دیکھ رہا تھا۔

"اگر تم نے اس مرتبہ جواب نہ دیا تو میرے ہاتھوں سے تم کو شیرو بھی نہ بچا سکے گا۔" عمران نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا، شیرو کے نام پر نوجوان بری طرح چونکا اسکے چہرے پر حیرت کے تاثرات واضح طور پر دیکھے جا سکتے تھے عمران کے ہونٹوں پر پُراسرار مسکراہٹ رقصاں تھی۔

"تت ..... تم کو کس طرح معلوم ہوا کہ میں شیرو کا ماتحت ہوں۔" نوجوان غنڈے نے لکنت زدہ لہجے میں عمران کو سوالیہ انداز میں گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تمہاری شکل سے میں شیرو کے ایک ایک غنڈے کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔"

"تو پھر یہ بھی سمجھ لو میں تم کو کچھ نہ بتا سکوں گا۔"

"مجھ اُگلوانا بھی آتا ہے۔" عمران کا لہجہ بیحد خونخوار تھا۔ یہ کہکر اس نے نوجوان کو موقع دیئے بغیر اس پر تھپڑ اور گھونسوں کی مار شروع کر دی وہ چیختا رہا، چلاتا رہا مگر عمران نے اس وقت تک ہاتھ نہیں روکے جب تک اس نے سب کچھ اُگل دینے کی حامی نہ بھر لی عمران نے ہاتھ روک لیئے۔

"پپ ..... پانی ....." اس نے ہکلاتے ہوئے کہا عمران نے جگ اٹھا کر اس کے منہ سے لگا دیا۔ جب وہ پانی پی چکا تو عمران نے جگ ایک طرف رکھا اور نوجوان کو گھورنے لگا نوجوان چند منٹ تک اپنی حالت پر قابو پاتا رہا اور جلد ہی اس کی حالت اعتدال پر آ گئی۔

"اب شروع ہو جاؤ، مگر میں سچ کا عادی ہوں۔" عمران نے کہا۔

"مجھے جو کچھ معلوم ہے تمکو بتا دوں گا" نوجوان بولا۔

"تمکو یہاں کس نے بھیجا تھا شیرو نے یا طاہر نے" عمران نے کہا۔

"طاہر ... کون .." نوجوان نے بوکھلا کر پوچھا۔

"تم پھر سیک رہے ہو صرف میرے سوال کا جواب دو" عمران نے غراتے ہوئے کہا لہجے کی سنجیدگی محسوس کر کے نوجوان کانپ گیا۔

"شیرو نے ..." نوجوان نے مختصر سا جواب دیا۔

"مجھے قتل کرنے کا حکم بھی اسی نے دیا تھا۔" عمران نے دوسرا سوال کیا۔

"ہاں، معاوضہ پانچ ہزار طے ہوا تھا" نوجوان نے جواب دیا۔

"بکواس ... بالکل بکواس وہ اپنے ماتحتوں کو کبھی اس طرح معاوضہ نہیں دیتا ان کا مہینہ بندھا ہوا ہے جبکہ تم نے ابھی خود کہا ہے کہ تم اسکے ماتحت ہو ...." عمران نے اسکو گھورتے ہوئے کہا پھر اس نے نوجوان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اور سرگوشی کرنے والے انداز میں بولا۔

"مجھے بے وقوف بنانا چاہتے ہو"

"نن ... نہیں ... نہیں ..." نوجوان گڑبڑا گیا عمران کے دانت ایک دوسرے پر مضبوطی سے جم گئے نوجوان عمران کو غلط راہ پر ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا مگر ظاہر تھا عمران اتنا بیوقوف نہیں تھا کہ نوجوان کی باتوں میں آجاتا۔ "تو پھر مجھے بیوقوف بنانے کے بجائے سچ بولنے کی کوشش کرو ورنہ میرے ہاتھوں کا انداز تمکو ہو ہی چکا ہوگا" عمران بولا۔ نوجوان کے حلق سے طویل سانس خارج ہو گئی وہ اب تک عمران کو بے وقوف بنانے ہی کے چکر میں تھا مگر کامیاب نہ ہو سکا۔

"لڑکیوں کو کون اغواء کرواتا ہے۔"

"شیرو ... کے حکم پر ہم ایسا کرتے ہیں"

"یعنی صرف تم دونوں ۔" عمران نے فرش پر پڑے ہوئے دوسرے سیاہ پوش کو دیکھا جو اب تک بے ہوش پڑا ہوا تھا۔

"ہاں، بس ہم دونوں ۔" نوجوان نے جواب دیا۔

"پھر وہ لڑکیاں کہاں جاتی ہیں ۔؟"

"یہ ہمیں معلوم نہیں ۔" نوجوان کا جواب نفی میں تھا عمران چند لمحوں تک اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جھوٹ اور سچ کا اندازہ لگاتا رہا پھر جب اسے یقین ہو گیا کہ نوجوان سچ بول رہا ہے تو وہ مطمئن ہو گیا۔

"کل ایک لڑکی طاہر کے پاس پہنچائی گئی تھی ۔؟"

"تو تم ہمارا تعاقب کر رہے تھے ۔؟"

"شٹ اپ ... اگر اس مرتبہ کوئی سوال کیا تو تیسری منزل سے نیچے پھینک دونگا۔"

"ہاں ... ایسا کرنے کیلئے بھی شیرو نے کہا تھا۔"

"کیا لڑکیوں کو اغوا کرانے میں اس کا بھی ہاتھ ہے ۔؟"

"پتہ نہیں ..." نوجوان نے نفی میں جواب دیا۔

"کیا یہ پہلا موقع تھا کہ تم نے طاہر کو لڑکی دی تھی ۔؟"

"ہاں اس سے پہلے بھی اسکے پاس طوائفوں کو بھیجوا تا رہا۔"

"ہوں ۔" عمران کچھ سوچنے لگا کمرے میں ایک لمحے کیلئے خاموشی چھا گئی۔

"پچھلے کل کتنی لڑکیاں تم نے اغوا کی ہیں ۔؟"

"سات یا آٹھ، وہ سب شہر کے رئیسوں کی خوبصورت لڑکیاں تھیں ۔"

"شیرو اس وقت کہاں مل سکتا ہے ۔؟"

جواب دینے سے پہلے نوجوان ہچکچایا مگر عمران کے چہرے پر پھیلی ہوئی سفاکی دیکھ کر اس نے اگل دیا۔۔۔ وہ اپنے اڈے کے تہہ خانے میں ملے گا۔" نوجوان بولا۔ تہہ خانے کے نام پر عمران دھیرے سے چونک گیا جسے نوجوان محسوس نہ کر سکا۔

"اور جو کچھ تمہیں معلوم ہے خود بخود اگلتے چلو۔" نوجوان نے عمران کے حکم پر جو کچھ اسے معلوم تھا۔ سب اگل دیا مگر ان میں کوئی خاص معلومات نہ تھیں صرف اس معلومات سے عمران کو اتنا یقین ضرور ہو گیا کہ اصل مجرم ظاہر ہے کیوں کہ نوجوان کی باتوں سے یہی معلوم ہوتا تھا نوجوان سب کچھ بتا کر خاموش ہو گیا عمران نے فرش پر پڑے ہوئے سیاہ پوش کو دیکھا "اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔"؟

"یہ بھی وہی کچھ جانتا ہے جو میں نے بتایا ہے۔"

"ہوں، اچھا تو اب تم آرام کرو۔" یہ کہہ کر عمران نے اسکی کنپٹی پر اپنا چپا تلا ہاتھ مار کر اسے تین چار گھنٹے کیلئے بے ہوشی کی دنیا میں پہنچا دیا اسکام سے فارغ ہو کر اس نے نوجوان کو بھی اچھی طرح چیک کر دیا پھر دوسرے سیاہ پوش کو دیکھا اس کو بے اندازہ لگانے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ دوسرا نوجوان بھی تین چار گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آنے والا اسے بھی اچھی طرح جکڑ کر عمران نے مسہری پر ڈال دیا ریوالور اٹھا کر اس نے اپنی جیب میں رکھا اور دوسرے کمرے میں آکر اس نے کسی کو فون پر کچھ ہدایتیں دیں اس کے بعد کمرے سے باہر نکل آیا دروازے کو اچھی طرح لاک کرنے کے بعد وہ فلیٹ سے باہر آگیا ان دونوں کی طرف سے اب وہ بے فکر ہو چکا تھا اسے یقین تھا اب وہ دونوں اسکی مرضی کے بغیر باہر نہیں نکل سکتے تھے، سیڑھیاں طے کر کے وہ نیچے آگیا چند منٹ بعد اسکی کار بچاس کی سپیڈ سے مضافاتی علاقے کی طرف دوڑ رہی تھی چہرے پر پریشانی تھی۔ آنکھوں میں الجھنیں تیر رہی تھیں دماغ الجھنوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا اسٹیرنگ کو مضبوطی سے تھامے ایکسیلیٹر پر پاؤں رکھے وہ کار کو شیرو کے اڈے کی جانب اڑائے لئے جا رہا تھا۔ شیرو کے متعلق وہ اچھی طرح جانتا تھا وہ دارالحکومت کا نامی ہوا بدمعاش تھا تعلیم

یافتہ ہونیکے ساتھ ساتھ وہ بے حد چالاک اور ذہین بھی تھا یہی وجہ تھی کہ ہر جرم کرنیکے بعد بھی وہ ہر بار صفائی سے بچ نکلتا تھا پولیس ایک مرتبہ بھی اسکے خلاف کسی بھی قسم کا ثبوت حاصل نہ کر سکی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ بے دھڑک قتل، ڈاکہ، اغوا جیسے ذلیل حرکتوں کا ارتکاب کرتا تھا عمران کیلئے بھی اس پر ہاتھ ڈالنا آسان نہیں تھا لیکن کوئی موقع نہیں ملا تھا جو عمران اسکی راہ پر لگتا مگر عمران کو موقع کا انتظار تھا جب وہ آپہنچا تھا اس کا دل نہیں مانتا تھا کہ شیرو اصل مجرم ہے طاہر بھی اسکے سامنے تھا مگر وہ دارالحکومت کے بااثر لوگوں کے طبقے سے تعلق رکھتا تھا اس پر بغیر ثبوت کے ہاتھ ڈالنا بھی حماقت تھی ظاہر تھا ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے وہ صاف بچ نکلتا۔ ہاں اگر شیرو اسکے ہتھے چڑھ جاتا اور طاہر کے بارے میں تمام واقعات وہ قبول دیتا تو عمران طاہر پر ہاتھ ڈال سکتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ شیرو کو اسبات کی خبر دیئے بغیر کہ اسکے دونوں ماتحت عمران کے ہتھے چڑھ چکے ہیں اسے بے بس کر دینا چاہتا تھا ورنہ ہو سکتا تھا کہ شیرو کوئی پلان بنا کر صاف بچ نکلتا یا مفرور ہو جاتا یہی سوچکر عمران اسکے اڈے کی طرف جا رہا تھا۔ سڑکیں سنسان اور تاریک تھیں مگر عمران کار کو کسی کی پرواہ کیئے بغیر اڑائے لیئے جا رہا تھا۔ لیکن کار کی رفتار سے زیادہ تیزی سے اسکا ذہن مصروف کار تھا۔

وہ تہہ خانے میں پہنچے کیلئے اسطرف آیا جدھر باتھ روم بنے ہوئے تھے ایک باتھ روم کے قریب رک کر وہ چوتھے دروازے کو دیکھنے لگا جو دائیں طرف بنا ہوا تھا وہ تیزی سے دروازے کے قریب آیا وہ گودام کہلاتا تھا اور اسجگہ کے بارے میں عمران کو نوجوان سے معلوم ہوا تھا وہ اپنی کار کافی دور کھڑی کر کے آیا تھا چونکہ وہ بدنام علاقہ تھا اسلئے شیرو کے ہوٹل کی رنگینیاں بھی عروج پر تھیں اس لئے کہ ہوٹل غنڈوں اور بدمعاشوں سے بھرا ہوا تھا عمران کاؤنٹر مین کے سامنے آنا نہیں چاہتا تھا اسلئے کہ ہو سکتا تھا وہ عمران کو دیکھ کر کھٹک جاتا یہی وجہ تھی کہ اس نے اندر آنے کیلئے عقبی

راستہ اختیار کیا تھا اب وہ نظریں بچا کر اس گودام تک پہنچ چکا تھا جہاں سے نیچے جانیکا راستہ شروع ہوتا تھا دروازہ کھولنا اسکے لئے مشکل ثابت نہ ہوا وہ دروازہ کھولکر اندر داخل ہوگیا کمرے میں مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی وہ بھی روشندان سے چھنکر اندر آرہی تھی ورنہ وہاں روشنی کا انتظام نہ تھا لیکن اس روشنی میں عمران نے ایکطرف لگے ہوئے دروازے کو بخوبی دیکھ لیا جو بند تھا دروازہ کھولکر اس نے اندر جھانکا نیچے جاتی ہوئی سیڑھیاں دیکھکر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔

اس نے اندر داخل ہوکر دروازہ بند کیا اور سیڑھیاں اترنے لگا ایک منٹ بعد وہ راہداری میں کھڑا تھا چھت پر لگے ہوئے بلب کی روشنی میں اس نے دائیں بائیں بنے ہوئے کمروں کو دیکھ لیا ایک لمحے کیلئے اسکی آنکھوں میں خوفناک چمک لہرائی پھر وہ آگے بڑھتا چلا گیا تیسرے دروازے کے قریب پہنچکر اس نے اپنے گردوپیش کا جائزہ لیا پھر ہر طرف سے مطمئن ہوکر وہ کی ہول پر جھک گیا دروازہ لاک تھا لیکن عمران کو اسے کھولنے میں خاص دشواری پیش نہ آئی دروازے کو دائیں ہاتھ کی مدد سے ذرا سا کھول کر اس نے اندر جھانکا کوئی مہری پر سویا ہوا تھا اس نے سر سے لیکر پیر تک چادر اوڑھ رکھی تھی عمران کا جہاں تک اندازہ تھا وہ شیرو سو رہا تھا بہرحال اس نے اپنی جیب سے بے آواز ریوالور نکالا اور دبے قدموں مہری کی طرف بڑھا مہری کے قریب پہنچکر اس نے دائیں ہاتھ میں ریوالور تھاما اور بائیں ہاتھ کی مدد سے چادر ایک جھٹکے کے ساتھ اتار دی سویا ہوا شخص ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا عمران کا خیال درست نکلا وہ شیرو ہی تھا جیسے ہی اٹھا عمران اچھلکر دور ہٹ گیا ورنہ شیرو کا ہاتھ اس کے منہ پر ہی پڑتا۔ وہ اچھلکر مہری سے نیچے آگیا پھر اسے کھڑا ہونے میں دیر نہیں لگی۔

"تت.. تم" شیرو نے ہکلاتے ہوئے کہا وہ اسطرح ایکدم عمران کو سامنے دیکھکر بوکھلا گیا تھا اسے قطعاً امید نہیں تھی کہ عمران وہاں تک پہنچ جائیگا یہی وجہ تھی کہ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہوکر بڑی تیزی سے ختم ہوئے اور پھر اگلی جگہ سفاکی نے لے لی۔

"کیوں کسی اور کے آنے کی اُمید تھی۔" عمران نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"شٹ اپ ... میں تمہیں کتے کی موت ماروں گا۔"

"فی الحال اپنی خیر مناؤ۔"

"تم یہاں کس طرح پہنچے۔" وہ اپنی حالت پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

"تمہارے ماتحت سے معلومات حاصل کر کے۔"

"کیا!!" حیرت سے اُسکا منہ کھل گیا شدید حیرت کی وجہ سے چہرہ بھی بگڑ کر رہ گیا عمران اُس کی حالت سے لطف اندوز ہو رہا تھا اسکے ذہن میں نئے نئے خیالات جنم لے رہے تھے۔

"منہ بند کرو مکھی گھس جائیگی۔" عمران نے اُسکا کھلا ہوا منہ دیکھکر اچانک کہا شیرو کا کھلا ہوا منہ ایک جھٹکے کے ساتھ بند ہو گیا وہ خون خوار نظروں سے عمران کو گھور رہا تھا جو کسی آہنی چٹان کیطرح اسکے سامنے ڈٹا ہوا تھا ورنہ بڑے بڑے بدمعاش اسکا نام ہی سنکر کانپ جایا کرتے تھے لیکن اسوقت بات کچھ اور تھی اسکے سامنے قانون کے دشمنوں کیلئے موت بن جانے والا شخص اس صدی کا آٹھواں عجوبہ علی عمران تھا جسکو بیوقوف سمجھنا زندگی کی سب سے بڑی حماقت تھی۔

"آخر تم چاہتے کیا ہو مسٹر عمران۔"

"تم کو سلاخوں کے پیچھے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"کیا ہم دوستانہ ماحول میں گفتگو نہیں کر سکتے۔"

"کیوں نہیں، مگر چالاکی دکھانے کی صورت میں اپنا انجام مدِ نظر رکھنا۔" عمران کا جملہ سنکر اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کیلئے ناگواری کے اثرات لہرائے پھر وہ مسکراتے لگا مگر اسکی حالت عمران محسوس کر چکا تھا اب یہ الگ بات تھی کہ وہ خاموش ہی رہا۔

"تو پھر یہ ریوالور جیب میں رکھلو۔"

"میں اسے اپنی زندگی کی سب سے بڑی حماقت تصور کروں گا۔"

"تمہاری مرضی بہرحال میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ہم ایک ہو جائیں۔"

"تشریح کرتے جاؤ اسطرح بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

"میرا مطلب تھا، کیا یہ معاملہ کچھ لے دے کر ختم نہیں ہو سکتا۔"

"کونسا معاملہ۔؟"

"میرا خیال ہے تم معاملے کیطرف سے بے خبر نہیں رہے ہو گے۔"

"ہاں اور اس میں سب سے بڑا حصہ تمہارا ہے۔"

"جبھی تو میں چاہتا ہوں کہ تم کچھ لے دے کے معاملہ یہیں دبا دو ویسے یقین جانو اگر تمہاری جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو اتنے عرصے زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔"

"کیوں مجھ میں ایسی کونسی بات ہے۔؟"

"پوچھ رہے ہو تو بتا دیتا ہوں۔" شیرو نے یہ کہہ کر سانس لیا پھر مزید بولا "تم پہلے شخص ہو جو میرے خلاف ثبوت حاصل کرنے کیلئے میرے ہی خاص آدمیوں کو اپنا آلہ کار بنا چکے ہو ورنہ کسی دوسرے سے اتنی چالاکی اور بہادری کی امید نہ تھی۔" وہ یہ کہہ کر استہفامیہ نظروں سے عمران کو دیکھنے لگا جسکی پیشانی پر ارمائی ترچھی لکیریں بن چکی تھیں وہ کچھ سوچ رہا تھا لیکن اسکا مطلب یہ ہرگز نہ تھا کہ شیرو کی طرف سے لاپرواہ ہو چکا ہے وہ پوری طرح چوکنا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو مسٹر عمران۔؟" خاموشی کو طویل ہوتے دیکھ کر شیرو نے عمران سے پوچھا عمران کی آنکھیں چمک رہی تھیں جیسے شیرو کو کوئی معنی نہ پہنا سکا۔

"پہلے تم میرے ایک سوال کا جواب دو۔" عمران نے کہا۔

"پوچھو۔ میں حتی الامکان کوشش کروں گا کہ سچ بول سکوں۔"

"مجھے اس شخص کے بارے میں بتاؤ جسکے پاس لڑکیاں پہنچائی جاتی ہیں۔"

"میں اس شخص کے بارے میں تم کو نہ بتا سکوں گا۔"

"پھر ہمارا تمہارا معاملہ طے ہونا مشکل ہے پیارے۔"

"مگر اس سے تم کو کیا فائدہ پہنچے گا۔؟"

"فائدے اور نقصان کے بارے میں تم کو کوئی فکر نہیں ہونی چاہیئے۔" شیرو چند منٹ تک خاموش رہا عمران الجھن زدہ نظروں سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا کچھ وقفے بعد شیرو نے طویل سانس لی اور بولا "اصل مجرم طاہر ہے۔" وہ خاموش ہو کر عمران پر اسکا ردِ عمل دیکھنے لگا۔

"طاہر۔۔۔ کون۔؟ مسٹر شیرو۔؟" عمران نے انجان بنکر پوچھا اس نے محسوس کر لیا تھا کہ شیرو جھوٹ بول رہا ہے۔

"وہی تمہارے دوست فاروق کا بھائی۔" شیرو نے جواب دیا۔

"کیا راجو کو تم نے قتل کیا تھا۔؟" عمران نے بدستور گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تم خود جانتے ہو مسٹر عمران۔" شیرو نے خود اپنی زبان سے اقرار نہ کیا۔

"فاروق پر قاتلانہ حملہ اب تک کون کروا چکا ہے۔" عمران نے پوچھا۔ یہ سنکر شیرو کی بھنویں سکڑ گئیں عمران کی نظریں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"یہ بھی طاہر کا کام تھا اس نے اس کام کیلئے میری خدمات حاصل کی تھیں۔"

"مگر تم یہ سب کچھ اتنی سچائی سے کیوں اگل رہے ہو۔؟"

"کیوں اگل رہے ہو۔؟" شیرو نے حیرت سے کہا۔ پھر یکایک اسکے چہرے کے اثرات بدلنے عمران اسے فریب دیکر نجانے کیا کیا اگلوا چکا تھا یہ پہلا موقع تھا جو وہ دھوکہ کھا گیا ورنہ اسے آج تک کوئی دھوکہ نہ دے سکا۔

"تو میں اب تک دھوکے ہی میں رہا۔" اس نے خود خوار انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے بہتر تم سمجھ سکتے ہو پیارے۔" عمران کا لہجہ تاؤ دلانے والا تھا۔

"ہوں۔ تو یہ بات تھی مجھے دھوکہ دیکر تم نے اپنی زندگی کے دن کم کر لیئے ہیں۔" شیرو کے چہرے پر ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ درندگی پھیلتی جا رہی تھی۔

"کوشش کر کے دیکھ لو۔" اگر مجھے مار سکتے ہو تو میں تمہیں موقع دے سکتا ہوں۔" عمران نے ریوالور جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ عمران کے ریوالور رکھتے ہی شیرو نے اس پر چھلانگ لگا دی اگر عمران برق رفتاری کے ساتھ ایک طرف نہ ہٹ گیا ہوتا تو شیرو اُسے دُور تک رگیدتا ہوا لے جاتا اسکی پھرتی قابل داد تھی عمران نے جھکتے ہی اُس کے ہاتھ جھاڑ دیا شیرو اپنے ہی زور سے لہراتا ہوا آگے جا گرا عمران کی لات چلی لیکن شیرو بھی کم پھرتیلا نہ تھا وہ کروٹ بدل کر اٹھ کھڑا ہوا عمران اپنے ہی زور سے گھوم گیا راجو کی لات اُسکی پشت پر پڑی وہ جھٹکا کھا کر کرسی پر جا گرا پھر کرسی سمیت فرش بوس ہونے میں اُسکو پلک جھپکنے کی دیر لگی شیرو کھڑا ہو کر خوں خوار انداز میں آگے بڑھا عمران کھڑا ہونے کی کوشش کر رہا تھا شیرو نے اس پر چھلانگ لگا دی عمران بوکھلا گیا ٹکر کھڑا کر وہ گرا شیرو اسکے اوپر آ رہا پھر نجانے کیا ہوا شیرو اڑتا ہوا دیوار سے ٹکرا گیا اس کی قوت ارادی مضبوط تھی ورنہ دیوار سے ٹکرانے کے بعد وہ کبھی پھرتی کے ساتھ نہ اٹھ کھڑا ہوتا۔ عمران بھی کھڑا ہوا وہ پرسکون ہی رہا اس نے اپنے دونوں ہاتھ اس طرح آگے پھیلا دیئے جیسے گلے ملنے کا ارادہ رہا ہو ہی نہیں بلکہ اس نے باقاعدہ شیرو کو دعوت دی۔

"آؤ..... آؤ..... پیارے، زندگی کا مزا لوٹ لو..... یار تم تو بالکل بودے ہو میں تو سمجھا کافی طاقت ور ہو گے... اگر شکست تسلیم کرنا ہے تو مزا کر کے گلے تو مل لو۔ یار تم بے مروت ہو۔" عمران نے زبان چلاتے رکھتے ہوئے اس پر چھلانگ لگا دی لیکن شیرو نے بھی اسی وقت چھلانگ لگائی اب یہ الگ بات تھی کہ اس کا رُخ دروازے کیطرف تھا۔ عمران اپنی ہی جھونک میں آگے بڑھتا چلا گیا پھر

وہ سنبھل کر پلٹا مگر اسے دیر ہو چکی تھی عمران ابھی دروازے کی طرف لپکا سیڑھیوں تک اس نے شیرو کا تعاقب کیا پھر واپس کمرے میں آگیا اس نے جو کچھ سوچا تھا وہ پورا ہو چکا تھا ورنہ شیرو اس کے ہاتھ سے نہ نکل سکتا تھا۔

شیرو کے یہاں سے واپسی پر اُسے کافی دیر ہو چکی تھی وہ سیدھا فلیٹ پہنچا وہاں اسکی توقع کے مطابق اسکے دونوں مجرم موجود اور بے ہوش تھے انکو لے کر وہ دانش منزل گیا جہاں طاہر (بلیک زیرو) کی نگرانی میں ان دونوں کو چھوڑا وہاں بھی اُسے بلیک زیرو نے الجھالیا اور پھر اُس کی نیند پوری نہ ہو سکی۔ صبح سات بجے کے قریب وہاں سے لوٹا فلیٹ آکر ناشتہ کیا اور کپڑے تبدیل کر کے محکمہ سراغرسانی کے آفس کیطرف روانہ ہو گیا عمارت کے پارکنگ میں اس نے موٹر سیکل روکی اور انجن بند کر کے چابی نکالی پھر دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا، عمارت میں داخل ہوتے وقت اس نے مسکرا کر چوکیدار کو دیکھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولے چوکیدار بول اٹھا۔

"ایس پی صاحب اندر ہیں" وہ چوکیدار کا جواب سن کر مسکراتا ہوا اندر داخل ہو گیا فیاض کے آفس کے سامنے پہنچکر اس نے دروازے پر کھڑے ہوئے اردلی کو دیکھا جس نے ادب سے اُسے سلام کیا تھا عمران نے اس کے سلام کا جواب دیکر بال بچوں کی خیریت بھی پوچھ ڈالی اردلی اس کی عادت سے اچھی طرح واقف تھا اسی لئے نہ وہ بوکھلایا نہ ہی اُسنے کسی قسم کی حیرت کا اظہار کیا۔

"خفیہ کے تمام آدمی عقلمند ہوتے جا رہے ہیں" عمران نے بڑبڑانے والے انداز میں کہا۔ اور چک اٹھا کر اندر داخل ہو گیا چونکہ آج کل رحمن صاحب کچھ زیادہ ہی گرم تھے اس لئے فیاض وقت پر آفس پہنچ جایا کرتا تھا یہی وجہ تھی کہ وہ آفس میں بیٹھا ہوا کسی فائل کے مطالعے میں غرق تھا عمران کی اس سے دو دن سے ملاقات نہ ہو سکی تھی فیاض اُسے دیکھتے ہی کھل اٹھا۔ عمران شرافت سے ایک کرسی

پر دراز ہوگیا فیاض حیرت سے اُسے دیکھ رہا تھا اور کیوں نہ دیکھتا عمران سنجیدہ نظر آرہا تھا فیاض نے فائل بند کر کے ایک طرف رکھی اور عمران کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"بڑے سنجیدہ نظر آرہے ہو۔" فیاض نے مسکراتے ہوئے خوش اخلاقی سے پوچھا۔

"ہاں یار بات ہی کچھ ایسی ہی ہے۔" عمران نے سنجیدگی سے پھر پور لہجے میں کہا فیاض سوچنے لگا آخر ایسی کونسی بات ہے جو عمران جیسا انسان بھی سنجیدہ نظر آرہا ہے اسکی دلچسپی بڑھ گئی وہ خاموش نہ رہ سکا۔ "ایسی کونسی بات ہے جس نے تم کو سنجیدہ ہو جانے پر مجبور کر دیا۔؟"

"میری مرغی نے انڈے دیئے تھے پھر انکو سینے بیٹھ گئی۔"

"مرغی ... انڈے ..." فیاض کا منہ حیرت سے کھل گیا عمران اب بھی سنجیدہ تھا۔

"ہاں مگر جب بچے نکلے تو مجھے فکر ہوگئی ....."

"کس بات کی۔؟" فیاض ایک حد تک سمجھ چکا تھا کہ عمران اُسے گھسنے کی کوشش کر رہا ہے مگر اور دنوں کیطرح وہ قطعاً نہ جھلایا بلکہ عمران کے آگے بولنے کا منتظر رہا عمران کے چہرے پر سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

"انڈوں سے نکلنے والے بچے نر ثابت ہوئے پورے ایک درجن اب مجھے ان کی شادی کی فکر پڑ گئی کہ ..." عمران کا جملہ ادھورا رہ گیا۔

"بس بس میں سمجھ گیا مگر اب بکواس بالکل نہیں ہوگی۔" فیاض نے اُسے پیار سے ڈانٹتے ہوئے کہا عمران کے حلق سے طویل سانس خارج ہوگئی مگر وہ اب بھی پہلے کیطرح سنجیدہ نظر آرہا تھا فیاض چند لمحے تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا "ناشتہ کر کے آئے ہو یا ....."

"اپنی قسمت میں ناشتہ کہاں ....." عمران نے سوگوار لہجے میں کہا۔

"یہاں ... یعنی کہ محکمہ سراغرسانی کے آفس میں۔" فیاض نے کہا۔

"آہا... پھر تو مزہ آگیا ذرا جلدی سے سنگاپور۔" عمران کی بھنویں گستاخ ہوگئیں۔

"ناشتہ بھی آجائے گا مگر پہلے اپنی رپورٹ بھی دھرا دو۔" فیاض بولا۔

"ہمیں پیارے پہلے ناشتہ ..." عمران کہاں جان چھوڑنے والا تھا۔

"اپنی کارگزاری بیان کرو پھر ناشتہ۔" فیاض بھی اڑ گیا۔

"ناشتہ ..." عمران نے دھماکہ کر کہا فیاض کو اس سے یہ قطعاً امید نہ تھی وہ بوکھلا کر کھڑا ہو گیا اردلی بھی بوکھلایا ہوا اندر داخل ہوا عمران پر سے ہوتی ہوئی اس کی نظریں فیاض پر سوالیہ انداز میں پڑ گئیں مگر فیاض کے بولنے سے پہلے عمران بول اٹھا جس تیزی کیساتھ اس نے اردلی کو ناشتہ لانے کا آرڈر دیا وہ مضمحل چیز تھی اردلی فوراً ہی باہر چلا گیا اور فیاض طویل سانس خارج کرتے ہوئے دھپ سے کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ عمران کے چہرے پر مسکراہٹ رقصاں تھیں۔

"تم بہت سور ہو عمران کے بچے۔"

"خبردار میرے بچوں کو کچھ نہ کہنا۔" اگر ان کے دادا نے سنا یا تو سر گنجا کر کے رکھ دینگے..." اسے تھپتھپاتے ہوئے کہا فیاض بے بسی سے ہنسنے لگا عمران سے جتنا اسکے بس کا روگ نہ تھا اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ گرمی دکھانے کی صورت میں عمران اسے سر پٹخنے پر مجبور کر دے گا یہی وجہ تھی کہ وہ برداشت سے کام لے رہا تھا۔ چند منٹ بعد ناشتے کی ٹرے میز پر موجود تھی عمران نے فیاض کو دعوت دیئے بغیر اس پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا فیاض کو مجبوراً خود ہی شروع ہونا پڑا مگر اس نے دیگر چیزوں کو ہاتھ نہ لگایا چائے کی ایک پیالی بنا کر وہ ہلکے ہلکے گھونٹ لینے لگا عمران پوری تندہی کے ساتھ ناشتے میں مصروف رہا اس نے جاتے ٹرے میں رکھی ہوئی تمام چیزیں صاف کر دیں پھر پائپ پی کر اس نے رومال نکال کر منہ صاف کیا اور کھنکھار کر فیاض کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

"ہاں۔ تو سور پر میں کیا کہہ رہا تھا۔" عمران نے پوچھا۔

"اب اگر بکواس کی تو تمہارا سر توڑ دوں گا۔ یہ بتاؤ مجرم تک پہنچے یا ...؟" فیاض نے آنکھیں نکال کر کہا آخر میں اسکا لہجہ سوالیہ ہوگیا۔

"آج شام تک۔ اس کیس کا کریڈٹ آپکو مل جائے گا۔"

"کیا! واقعی ..." فیاض کو یقین نہیں آیا۔ عمران نے اس "کیا" کا کوئی جواب نہ دیا اسے معلوم تھا اگر اس نے جواب دیدیا تو فیاض پھر تمام تفصیل پوچھ ڈالیگا فیاض کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔

"تم کیا سوچنے لگے عمران ...؟"

"سوچ رہا ہوں اگر ہم پیروں کے بجائے سر کے بل چلنا شروع کر دیں ...."

"پھر وہی بکواس، میں کہتا ہوں آخر تمہارے سر میں کس کا بھیجا ہے ...؟"

"قسم خدا کی سچ کہہ ... میرا اپنا بھیجا ہے کہو تو سرٹیفکیٹ ...؟"

"کیا میں اپنا سر دیوار میں دے ماروں ...؟" وہ جھلا کر بولا عمران مسکرانے لگا۔

"ضرور، ضرور میں تمہاری مدد کرونگا۔"

"اچھا تو تم میرا سر بھی دیوار میں مارنے کے چکر میں ہو ...؟" فیاض غرایا۔

"یہ میرے نہیں تمہارے الفاظ ہیں" عمران نے اطمینان سے جواب دیا۔

"اچھا بابا میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں" فیاض نے یہ کہتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے اسکے چہرے پر بے بسی کے آثار تھے اسوقت وہ مرجانے کی حد تک بھلا گیا تھا لیکن ظاہر ہے عمران کو کیا پرواہ رہی ہوگی کچھ دیر تک کمرے میں خاموشی رہی عمران تو نجانے کیا سوچ رہا تھا البتہ فیاض اس کے بولنے کا انتظار کر رہا تھا بالآخر اسے خود ہی خاموشی کو توڑنا پڑا۔

"تمنے آج کا اخبار پڑھا تھا ...؟" فیاض نے اچانک کہا عمران چونک پڑا۔

"کیوں کوئی خاص بات ...؟" عمران نے اس مرتبہ حقیقتاً سنجیدگی کے ساتھ پوچھا۔ اس کا

پیشانی پر پڑی ہوئی لکیریں کچھ اور گہری ہوگئی تھیں اور کان کوئی دھماکہ خیز خبر سننے کیلئے تیار تھے۔

"ہاں۔ شہر کا مانا ہوا بدمعاش شیرو کل رات کے کسی حصے میں قتل کر دیا گیا۔"

"اوہ ..." عمران کے منہ سے صرف اتنا نکلا اُس کے ہونٹ دائرے کی شکل میں سکڑ چکے تھے۔

"اُسے رہا کیا جانا چاہیئے تھا آج نہ ہوتا تو کل وہ ضرور قتل ہو جاتا۔" عمران نے مزید کہا۔

"تو تم کو توقع تھی کہ وہ قتل ہو جائیگا۔؟"

"ہاں۔ مجھے اُمید تھی مگر کیا تم کو معلوم تھا کہ راجو کا قتل لڑکیوں کو اغوا کرنے والا اور تمہاری پٹائی کرنے والا کون تھا۔؟" عمران نے کہا آخر میں اسکا لہجہ سرگوشی میں بدل گیا۔ فیاض چونک کر اُسے گھورنے لگا مگر عمران لاتعلق سا نظر آنے لگا پھر ظاہر ہے فیاض کو ہی بولنا پڑا ہوگا۔ "تم نے بتایا نہیں کہ ان سب وارداتوں کا ذمہ دار کون تھا۔؟"

"شیرو، پیارے شیرو مرحوم۔" عمران نے بتایا۔

"نہیں ..." فیاض کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار صاف طور پر دیکھے جا سکتے تھے چند لمحوں تک وہ حیرت سے عمران کو دیکھتا رہا پھر آہستہ آہستہ اسکی حالت اعتدال پر آتی چلی گئی۔

"مگر اُسکو قتل کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔؟" فیاض نے عمران کی توقع کے مطابق سوال کیا۔

"وہی جسکو یہ ڈر ہو گیا ہوگا کہ شیرو قانون کی نظروں میں آچکا ہے۔"

"لیکن ایسا کون سا شخص ہو سکتا ہے عمران۔"

"دھیرج سویرے سب کچھ معلوم ہو جائیگا فی الحال میں تو چلا تم تیار رہنا کسی بھی وقت تم کو میرا فون مل سکتا ہے آج شام تک اصل مجرم تمہارے سامنے ہوگا خدا حافظ۔" عمران نے تیزی کے ساتھ کہا اور فیاض کا جواب سنے بغیر اٹھ کھڑا ہوا چیک اٹھا کر وہ آفس سے باہر نکل آیا چند ہی لمحوں بعد وہ ٹوٹیسر ڈرائیو کرنے میں مصروف تھا اسکی کار تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑتی ہوئی سڑک پر اڑی جا رہی تھی عمران

کا ذہن طوفانی رفتار سے سوچنے میں مصروف تھا اُس کے ذہن میں نئے نئے خیالات جنم لے رہے تھے۔

دس منٹ بعد اس نے کار ایک پبلک بوتھ کے قریب روکی اور انجن بند کرنے کے بعد بوتھ میں داخل ہو گیا نمبر ڈائل کرنے کے بعد وہ سلسلہ ملنے کا انتظار کرنے لگا سلسلہ ملنے میں دیر نہیں لگی تھی۔ اپنی کار کی طرف دیکھنے میں مصروف تھا۔

"ہیلو ... یس ..." دوسری طرف سے ابھی اتنا ہی کہا گیا تھا کہ عمران نے اسکا جملہ کاٹ کر تیزی سے کہنا شروع کیا۔

"عمران بول رہا ہوں میں ریزیڈنٹ ہوٹل کے کیبن نمبر ۱۶ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں تم فوراً وہاں پہنچو اگر میں نہ ملوں تو انتظار کر لینا بہت ضروری کام ہے۔"

"اوکے میں ابھی آتا ہوں مگر کام کیا ہے۔" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"وہیں آجاؤ، بتا دوں گا خدا حافظ" عمران نے یہ کہہ کر رسیور رکھ میں ٹھکا دیا اور بوتھ سے باہر نکل آیا ایک بار پھر اسکی کار سڑکوں پر اُڑتی سی جا رہی تھی عمران کے ہونٹوں پر بڑی پُراسرار مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ آنکھوں میں ایسی چمک تھی جیسی شکاری کی آنکھوں میں شکار کو دیکھ کر پیدا ہوا کرتی ہے چند منٹ بعد اس کی کار شہر کے پُر رونق علاقے میں داخل ہو گئی وہاں خوبصورت بنگلے بنے ہوئے تھے ایک گلی میں کار ٹرن کر کے اس نے روک دی اور انجن بند کرنے کے بعد چابی نکال لی دروازہ کھول کر وہ نیچے اترا پھر ایک بنگلے کی عقبی سمت میں آگیا دیوار زیادہ اونچی نہ تھی صرف سات یا آٹھ فٹ ہی اونچی رہی ہوگی حالانکہ عام آدمی کیلئے وہ بھی کافی بلند تھی مگر عمران کے آگے کچھ نہ تھی اچھلکر اس نے دیوار پکڑ لی اور اپنے سارے جسم کا بوجھ مضبوط بازوؤں پر ڈالتا ہوا اونچا ہوتا چلا گیا دیوار پر بیٹھ کر اس نے اندر کا جائزہ لیا عقب میں سنسان پڑا ہوا تھا وہ دھپ سے اندر کود گیا کریپ سول کے جوتے ہونے کی وجہ سے زیادہ آواز پیدا نہ ہوئی حالانکہ دن کا وقت تھا اور عمران کو ایسے میں کودتے ہوئے کوئی دیکھ بھی سکتا تھا لیکن اسوقت تو اُسے رسک

لینا ہی پڑا اُسے آج ہر قیمت پر ڈراپ سین کرنا تھا اور اگر آج وہ کچھ نہ کرتا تو ہو سکتا تھا مجرم اسکے ہاتھ سے جاتا رہتا... اصل عمارت میں داخل ہونے میں اُسے خاص دشواری پیش نہ آئی وہ پائپ کے ذریعے اُوپر پہنچا پھر وہاں سے ٹیڑھیاں طے کر کے نیچے آگیا چند ہی منٹ بعد وہ راہداری کے آخری سرے پر بنے ہوئے ایک کمرے کے دروازے پر کھڑا ہوا اُدھر ادھر دیکھ رہا تھا اب اسکے چہرے پر گھنی مونچھوں اور موٹے سے ہیٹ کا اضافہ ہو چکا تھا ناک بھی ابھری ہوئی لگ رہی تھی دہانہ کچھ چوڑا ہو کر رہ گیا تھا اب اُسے بحیثیت عمران شناخت کرنا بہت مشکل تھا دروازے پر کھڑے ہو کر اس نے گرد و پیش کا جائزہ لیا راہداری خالی پڑی ہوئی تھی۔

چاروں طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی ایسا معلوم دیتا تھا جیسے وہاں کوئی موجود ہی نہ ہو عمران نے شیشوں سے اندر جھانکا پھر کمرہ خالی دیکھ کر اس نے ماسٹر کی کی مدد سے لاک کھولا اور دروازے کو دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو گیا دروازے بند کرنے کے بعد وہ چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا۔ فرنیچر کے لحاظ سے وہ کمرہ بیڈ روم معلوم دے رہا تھا لیکن عمران کی نگاہ کمرے میں داخل ہوتے ہی جس شے پر پڑیں وہ ایک طرف رکھی ہوئی قد آدم الماری تھی ایک جانب سیڑھی پڑی ہوئی تھی۔ اسکی چھٹی حس اسے الماری کی جانب بڑھنے کا اشارہ کر رہی تھی وہ الماری کو یکٹک گھورے جا رہا تھا۔ کچھ سوچ کر وہ سب سے پہلے الماری کیطرف بڑھا الماری کے قریب پہنچکر وہ رکگیا ہینڈل کو پکڑ کر اس نے گھمایا مگر الماری نہ کھلی اس نے ہینڈل کو ادھر اُدھر گردش دی گردش دینے کے باعث وہ پورا گھوم گیا عمران نے اُسے گھمانا شروع کیا۔ پھر جیسے ہی ہینڈل پانچویں مرتبہ گھوما ہلکے سے کھٹکے کیساتھ الماری کھلگئی۔ اُسکے دونوں پٹ بالکل اِس طرح کھلے جیسے کسی غیبی قوت نے انکو اندر سے دھکیلا ہو لیکن الماری کے کھلتے ہی عمران اتنی زور سے اچھلا جیسے ناداستگی میں اس نے بجلی کے ننگے تار کو چھو لیا ہو یا کسی نے اسکے جسم میں بس اچانک ہیجانی لہروں کی آمد پیوست کر دی ہو اسکی نظریں الماری کے اندر رکھی ہوئی ایک چھوٹی سی مشین پر جمی ہوئی تھیں جو بظاہر ٹرانسمیٹر کیطرح نظر آ رہی تھی اسکے سامنے کی سمت دو چھوٹے چھوٹے بلب لگے ہوئے تھے

انکے درمیان پانچ یا چھ انچ کا فاصلہ رہا ہوگا ایکطرف دو بٹن لگے ہوئے تھے عمران نے دوسری دراز میں دیکھنا شروع کیں سب سے نچلی دراز میں سے ایک پاکٹ ڈائری اس کے ہاتھ لگی اس نے اسے کھول کر دیکھنا شروع کیا چند ہی منٹ کے اندر اندر اس نے ڈائری میں لکھی ہوئی تمام تحریریں پڑھ ڈالیں۔ اسکی آنکھوں میں خطرناک قسم کی چمک لہرا رہی تھی ڈائری جیب میں رکھکر اس نے دراز اندر کی پھر اس کے دونوں پٹ بند کرنے کے بعد ہینڈل کو داہنی طرف سے گھمانا شروع کیا الماری لاک ہوتے ہی وہ نہیں لگی الماری لاک کر کے وہ مڑا اور عام جگہوں سے اپنی انگلیوں کے نشانات مٹا دینے کے بعد دروازے تک آیا دروازہ کھولکر اس نے راہداری میں جھانکا وہ ابھی تک ویران پڑی ہوئی تھی۔ پھر قدم کے ساتھ دروازہ باہر نکل آیا دروازہ لاک کر کے وہ ایکطرف چلدیا چند لمحوں بعد وہ چھت پر تھا۔ چھت سے وہ پائپ کے ذریعے نیچے اگیا عقبی دیوار عبور کرنے کے بعد وہ گلی میں پہنچ گیا اپنے عقب میں نظریں ڈالکر وہ کار کا دروازہ کھولکر اندر داخل ہوگیا۔ اگنیشن میں چابی گھماتے ہی کار کا انجن جاگ اٹھا عمران نے گیئر بدلکر کار آگے بڑھادی تھوڑی ہی دیر بعد اس کی کار سڑکوں پر دوڑ رہی تھی چہرے پر حسب معمول سپاٹ پن تھا اس لئے اس کے دلی تاثرات کا اندازہ لگانا مشکل تھا اب یہ الگ بات تھی کہ اس کی آنکھیں اس کے ذہنی خلفشار کی ترجمانی کرنے میں مصروف تھیں وہ بے حد الجھا ہوا نظر آرہا تھا۔

طاہر بھی فاروق کیطرح خوبرو نوجوان ثابت ہوا ڈیل ڈول میں بھی وہ فاروق ہی کیطرح تھا مگر اسکے چہرے میں سب سے زیادہ نمایاں شے اسکی آنکھیں تھیں جنمیں خود غرضی اور لالچ کی چمک بخوبی دیکھی جاسکتی تھی جب عمران وہاں پہنچا تو وہ سو رہا تھا ملازم نے اسے جاکر عمران کی آمد کی اطلاع دی اٹھکر کے وہ سیدھا ڈرائنگ روم میں آگیا عمران وہیں اسکا انتظار کر رہا تھا۔

"غالباً آپ کا نام علی عمران ہے اور آپ انٹیلیجنس کے...."

"ڈائریکٹر جنرل کے لڑکے ہیں۔ جی ہاں آپ کا خیال درست ہے۔" عمران نے اس کا جملہ کاٹ کر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا کچھ دیر خاموشی رہی طاہر عمران کے سامنے والے صوفے پر دراز ہو چکا تھا اس کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ عمران کی آمد کا مقصد جاننا چاہتا تھا عمران سوچ رہا تھا کہ گفتگو کہاں سے شروع کرے پھر اسے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا طاہر خود ہی بول اٹھا۔

"میں آپکی آمد کا مقصد جاننا چاہتا ہوں۔"

"شیرو کو تو آپ جانتے ہی ہوں گے وہ کل رات کسی حملے میں قتل کر دیا گیا۔" عمران کا جملہ سنکر طاہر کے چہرے پر کئی رنگ آکر گزر گئے وہ خوفزدہ نظر آنے لگا مگر اسنے اپنی حالت کا اظہار عمران پر نہیں ہونے دیا۔ اب یہ الگ بات تھی کہ اعمران اسکی بدلتی حالت محسوس کر چکا تھا طاہر نے جلد ہی اپنے آپکو سنبھال لیا۔ "مگر اس سے میرا کیا تعلق۔" اس نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے پوچھا عمران بڑی سفاکی سے مسکرایا اور طاہر کو تولنے والی نظروں سے گھورنے لگا۔

"بہت گہرا تعلق ہے مائی ڈیئر طاہر۔۔۔" عمران کے لہجے میں پراسراریت تھی۔

"بکواس۔۔ بالکل بکواس۔۔۔ یہ بھی میرے دشمنوں کی چال معلوم ہوتی ہے۔" طاہر نے بڑبڑانے والے انداز میں کہا عمران اُسے صرف گھور کر رہ گیا وہ جان چکا تھا کہ طاہر آسانی سے قابو میں آنے والا نہیں ہے

"جی ہاں۔۔۔ جی ہاں۔۔۔ بالکل بالکل۔۔۔" عمران کا انداز احمقانہ تھا۔

"کیا تمہارا دماغ خراب ہے یا مجھے خوفزدہ کرنا چاہتے ہو۔" طاہر نے غصے سے پوچھا۔

"نہ میرا دماغ خراب ہے نہ میں تم کو خوفزدہ کرنا چاہتا ہوں بلکہ میں تو صرف اصلیت بیان کر رہا ہوں۔" عمران نے جواب دیا طاہر کی بھنویں سکڑ گئیں۔

"وہ قاذق کا بچہ میرا سب سے بڑا دشمن ہے یہ بھی یقیناً اسی کی شرارت رہی ہوگی اور جب کہ تم اس کے بچپن کے دوست بھی ہو۔"

"اب تم اس بات کا اعتراف کرلو کہ شیرو سے تمہارے تعلقات تھے۔"

"نہیں میرا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔"

"وہ تمہارے لئے شب بسری کا انتظام بھی نہیں کرتا تھا۔" عمران نے زہریلے لہجے میں پوچھا طاہر نے چونک کر اُسے دیکھا پھر ایک جھٹکے کے ساتھ کھڑا ہوگیا اس کی آنکھیں سُرخ ہو چکی تھیں، اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ سخت غصے میں ہے مگر عمران جانتا تھا وہ سراسر ایکٹنگ تھی۔

"یہ سب کچھ فراڈ ہے میرے ارد گرد نجانے کونسے جال بچھائے جا رہے ہیں اس کا بس نہیں چلا اب وہ مجھ کو اسطرح خوفزدہ کروانا چاہتا ہے۔" طاہر نے دھاڑتے ہوئے کہا عمران کی کشادہ پیشانی پر سلوٹیں پڑ چکی تھیں۔

"طیش میں آنے کی ضرورت نہیں مسٹر طاہر۔ نہ مجھے یہاں کسی نے بھیجا ہے اور نہ ہی یہ فاروق کی حرکت ہے۔" عمران کے چہرے پر وہ چونک کر عمران کی طرف مڑا۔

"تم نہیں جانتے مسٹر وہ بے حد خود غرض اور لالچی انسان ہے۔" طاہر نے نرم پڑتے ہوئے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"دو دن پہلے تم نے شیرو سے کسی کام کے لئے کہا تھا کسی طوائف کے بارے میں۔"

"نہیں ... یہ بھی جھوٹ ہے۔"

"اس نے طوائف زادی کی جگہ سیٹھ رحیم کی لڑکی تمہارے حوالے کی۔"

"یہ ... بھی ... جھوٹ ہے غلط ہے۔"

"سیٹھ رحیم کی لڑکی کو پرسوں صبح واپس اس کے گھر بے ہوشی کی حالت میں پہنچا دیا گیا۔"

"شٹ اپ تم ... بکواس کر رہے ہو تم میں فراڈ ہے ہو۔"

"تم نے شیرو کے غنڈوں کو دس ہزار روپیہ نہیں دیا تھا۔"

"میں تم پر ہتک عزت کا دعویٰ کر دوں گا تم کو بھگتنا پڑے۔"

"تم کہتے ہو یہ سب جھوٹ ہے... غلط ہے...؟"

"ہاں میرے خلاف سازش... خوفناک سازش بنائی جا رہی ہے۔"

"تو پھر تمہارے چہرے پر ہوائیاں کیوں اڑ رہی ہیں ایسی تو جرم کرنے والوں کی حالت ہوتی ہے جب کہ تم کہتے ہو کہ میں بے گناہ ہوں تو پھر شبرو کے نام پر تم چونکے کیوں۔ ؟ ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ تمہاری حالت کیوں بگڑتی چلی گئی۔" عمران نے غراتے ہوئے کہا اچانک طاہر نے ریوالور نکال لیا مگر عمران کی جیب سے فائر ہوا اور طاہر کے ہاتھ سے ریوالور نکل گیا۔ کوٹ کی جیب میں ہونے والے سوراخ سے ریوالور کی نال جھانک رہی تھی عمران کے چہرے پر درندگی پھیلتی چلی گئی۔

"تم... میرے..." طاہر نے تھوک نگل کر ہونٹوں پر زبان پھیری پھر اپنا جملہ مکمل کرتے ہوئے بولا۔ "خلاف کوئی ثبوت حاصل نہ کر سکو گے۔"

"یہ میرا کام ہے اگر کہو تو ابھی تم خود ہی اقرار کر لو گے۔"

"کیا مطلب... یعنی کہ تم مجھ پر تشدد کرو گے میں..."

"شٹ اپ، جہاں قانون بے بس ہوتا ہے میں وہی عمل دہراتا ہوں پھر تم تو نجانے کتنی لڑکیوں کے قاتل ہو۔" عمران نے اسے سفاکی سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"شہر میں ہونے والی ایک واردات میں بھی میرا ہاتھ نہیں ہے۔"

"ابھی معلوم ہو جائے گا۔" عمران بولا۔ کمرے میں اس کے چپ ہونے کی وجہ سے خاموشی چھا گئی لیکن وہ زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکی عمران ہی کو بولنا پڑا، طاہر کی حالت تو غیر ہو چکی تھی وہ تو بے بسی سے عمران کے کوٹ کی جیب سے جھانکتی ہوئی ریوالور کی نال کو گھور رہا تھا۔

"اے نیوٹرائل کرو فوراً دن ٹیرو ٹو ڈرا جلدی" عمران کا حکم پاکر وہ حیرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا مگر فون کی طرف تو اُسے بڑھنا ہی پڑا۔

"یہ... تو فاروق کے نمبر ہیں۔"

"ہاں میں تم دونوں کے ہی بیانات سننا چاہتا ہوں۔"

"پھر تم کو ضرور یقین آجائے گا کہ میں بے گناہ ہوں۔" طاہر نے نیوٹرائل کرتے ہوئے کہا عمران دروازے کیطرف بڑھ رہا تھا دروازہ لاک کر کے وہ طاہر کیطرف مڑا جو کہہ رہا تھا۔

"تم خود بات کرو۔" عمران نے ریسیور اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

"کسی قسم کی بھی چالاکی مجھے تمہارے جسم پر نشان ڈالنے پر مجبور کر دے گی شرافت سے اس صوفے پر بیٹھ جاؤ۔" عمران نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھکر کہا طاہر نے خاموشی سے اُسکے حکم کی تعمیل کی وہ بے حد نروس ہو چکا تھا عمران اب فاروق سے گفتگو میں مصروف تھا۔

"تم مجھے رنگ میں بلا کر خود غائب ہو گئے۔" دوسری طرف سے فاروق نے شکایت بھرے لہجے میں کہا۔ عمران مسکرانے لگا طاہر کی نظریں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"نہیں وہ دراصل میں تمہارے جرم کے چکر میں تھا۔" عمران نے جواب دیا۔

"کیا تم نے اُسے گرفتار کر لیا۔" دوسری طرف سے پُر اشتیاق لہجے میں پوچھا گیا۔

"ذرا صبر سے کام لو تب کہا جائے گا۔" عمران نے جواب دیا۔

"اِس وقت فون کرنے کا مقصد بھی بتا دو۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"تم طاہر کی کوٹھی پر چلے آؤ دیر کر دگے تو گھاٹے میں رہو گے۔" عمران بولا نظریں طاہر پر تھیں

"مگر... مگر... تم وہاں کیا کر رہے ہو۔" اور کیا میرا وہاں آنا اتنا ہی ضروری ہے۔"

"یہ تم بہتر طور پر سمجھ سکتے ہو ویسے تمہارا مجرم سامنے آنے والا ہے۔"

"اوکے میں ابھی آیا" دوسری طرف سے کہا گیا اور لائن بے جان محسوس کر کے اس نے ریسیور کریڈل پر ڈال دیا پھر طاہر کو پُرسکون انداز میں صوفے پر بیٹھے کچھ سوچتے دیکھ کر وہ مسکرانے لگا اس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ کھیل رہی تھی اور ذہن میں آنے والے لمحات کا تصور کر کے وہ دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ کمرے میں چھائی ہوئی خاموشی بڑی بھیانک معلوم دے رہی تھی نجانے آنے والا وقت کس کے حق میں فائدے مند اور کس کے حق میں نقصان دہ ثابت ہوتا۔

کیپٹن فیاض، رحمٰن صاحب کے بلاوے کا سنکر بوکھلا گیا مگر اس نے اپنی بوکھلاہٹ اور دلی پریشانی ظاہر نہیں ہونے دی کیپ سر پر جماتا ہوا وہ رحمان صاحب کے آفس کیبن کی طرف چل دیا دل ہی دل میں "الٰہی تو بلال" کا ورد کرتا ہوا وہ دروازے تک آیا پھر چپ، اٹھا کر اندر داخل ہو گیا اس کی ایڑیاں بج اٹھیں اور ہاتھ ماتھے تک جا پہنچا رحمٰن صاحب نے سر کے خفیف سے اشارے سے اس کے سلام کا جواب دیا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا فیاض خاموشی سے کرسی پر دراز ہو گیا رحمان صاحب چند منٹ تک خاموش رہے ان کی پیشانی پر پڑی ہوئی سلوٹیں اس بات کی مظہر تھیں کہ وہ گہری سوچ میں مستغرق ہیں فیاض نے بھی انہیں اپنی طرف متوجہ کرنا مناسب نہ سمجھا لیکن رحمٰن صاحب کی وہ حالت زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی طویل سانس خارج کر کے وہ فیاض کو گھورنے لگے فیاض کو مجرموں کے بارے میں دی گئی وارننگ کا آج آخری دن تھا۔ جسکے چار گھنٹے گزر چکے تھے فیاض ان نظروں کا مطلب اچھی طرح سمجھتا تھا۔

"تم تو کہہ رہے تھے کہ کل صبح تک مجرم حوالات میں ہوں گے" رحمان صاحب نے کہا فیاض نے انکے لہجے میں چھپا ہوا طنز بخوبی محسوس کر لیا۔

"وہ جناب انشاء اللہ وہ دو چار گھنٹے بعد آپ کے سامنے ہوں گے"

"ہوں تو اسکا مطلب ہے وہ تمہارے نظروں میں ہیں۔"

"جی ... ہاں ... جی ہاں ..." فیاض نے اقرار کرتے ہوئے تیزی دکھائی۔

"تو پھر وہ آپ تک آزاد کیوں ہیں کیا تم ان کو گرفتار نہیں کر سکتے۔" رحمٰن صاحب نے اس کو گھور کر سخت لہجے میں کہا۔

"جناب ... مجرم اپنا ہر ثبوت ضائع کرتا جا رہا ہے اس نے شیرو، راجو دونوں ہی کو ٹھکانے لگوا دیا کیوں کہ وہ دونوں میری نظروں میں آ چکے تھے۔" فیاض نے اپنی حالت پر ایک حد تک قابو پاتے ہوئے کہا۔

"تمہاری نظروں میں یا ... عمران کی ..." رحمٰن صاحب نے خشک لہجہ اختیار کیا۔

"وہ ... وہ جناب۔" اس نے تھوک نگلا پھر ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولا "عمران بھی میرے ہی لئے کام کر رہا ہے جناب۔" رحمان صاحب طنزیہ انداز میں مسکرانے لگے۔

"ہر دفعہ تم اسی کی انگلی پکڑ کر چلتے ہو مگر بہر حال مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہیں آج مجرم اپنے سامنے دیکھنا چاہتا ہوں ورنہ اس سے بہتر تمہارا استعفیٰ دیکھنا پسند کروں گا۔" رحمٰن صاحب نے فیصلہ کن لہجے میں کہا فیاض کی جان میں جان آئی۔

"جناب آج میں ہر قیمت پر ان کو گرفتار کر لوں گا مگر آپ کو کچھ مراعات دلوانی ہوں گی۔" فیاض یہ کہہ کر استہفامیہ نظروں سے رحمٰن صاحب کی طرف دیکھنے لگا "مجرم کافی بااثر آدمی ہے آپ مجھے سادہ وارنٹ دلوا دیں۔" فیاض بولا رحمٰن صاحب چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"اس کے خلاف ثبوت مہیا کر سکو گے۔" رحمٰن صاحب نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"عمران ..." فیاض نے بے دھڑک نام لے دیا۔

"بکواس ... اس احمق کا نام میرے سامنے مت لیا کرو۔" رحمٰن صاحب گرج کر بولے۔

"جناب اس نے مجھے یقین ....." فیاض کا جملہ حلق میں ہی گھٹ کر رہ گیا۔

"تم جانو اگر غلط آدمی پر ہاتھ ڈالا تو تم دونوں کو بھگتنا پڑے گا۔"

"تب بے فکر رہیں جناب۔" فیاض نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم جانو۔ ایک گھنٹے بعد تم کو وارنٹ مل جائیں گے۔ اب تم جا سکتے ہو۔" رحمٰن صاحب نے پہلے سے نسبتاً نرم لہجے میں کہا اور فیاض ان کا حکم پا کر کھڑا ہو گیا ایڑیوں پر گھوم کر وہ چپک اٹھا کر باہر نکل آیا باہر نکل کر اس نے طویل سانس لی اور اپنے پیشانی پر عود کر آنے والے پسینے کو صاف کرنے لگا رحمان صاحب کے سامنے پہنچ کر اس کی ہمیشہ یہی حالت ہو جایا کرتی تھی وہی کیا رحمان صاحب کے آگے اچھے اچھوں کا پسینہ نکل آتا تھا وہ اپنے آفس کیطرف چلدیا آفس میں داخل ہونے سے پہلے اس نے اردلی کو ایک گلاس ٹھنڈا پانی لانے کی ہدایت کی اور آفس میں داخل ہو کر کرسی پر دراز ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد اردلی پانی کا گلاس رکھ کر چلا گیا فیاض نے پانی پیا اور سر کرسی سے ٹکا دیا وہ رحمٰن صاحب سے کہنے کو تو یہ کہہ آیا تھا کہ تین چار گھنٹے بعد مجرم اس کے قبضے میں ہونگے مگر اب یہ سوچ کر اس کا دم نکلا جا رہا تھا کہ نجانے عمران کب تک مجرموں کیخلاف ثبوت حاصل کر کے اس کو انہیں گرفتار کرنے کا حکم دے اس نے رحمٰن صاحب سے یہ جھوٹ اس لئے بولا تھا کہ وہ اس پر چڑھ نہ دوڑیں ورنہ ثبوت حاصل کرنا تو دور رہا اس نے ابھی تک کسی بھی مجرم کی شکل نہیں دیکھی تھی سارا دارو مدار عمران پر تھا جو جانے سے پہلے اسے بہت کچھ سمجھا کر گیا تھا۔ اچانک فیاض کی ذہنی رو شیرو کی طرف مڑ گئی جس کی لاش سیونتھ اسٹریٹ کے پہلے چوراہے پر پڑی ہوئی تھی اس کے سینے میں تین سوراخ تھے جس سے یہ ظاہر ہوا تھا کہ قاتل نے ریوالور استعمال کیا تھا اور اس نے تین گولیاں ضائع کی تھیں اسکی لاش سب سے پہلے ایک خاکروب نے دیکھی تھی اور اس نے قریبی تھانے کو اطلاع دی تھی مگر ابھی تک اسکے قاتل کا پتہ نہ چل سکا تھا شیرو کا یاد آتے ہی فیاض کی بھنویں اوپر کو چڑھ گئیں بقول

عمران کے اس کی پٹائی کرنے والا وہی تھا اگر وہ فیاض کے ہتھے چڑھ جاتا تو فیاض یقیناً اس کو باندھ کر مارتا مگر قدرت نے اسے ایسا موقع فراہم ہی نہ کیا وہ اور نجانے کیا کیا سوچتا رہا سوچتا رہا اس کا ذہن دور دراز کی سیر کرتا رہا اس کی سوچوں کا سلسلہ ارد لی ۔۔ نے توڑا جو سادہ وردی پہنے وہاں آیا تھا فیاض نے انہیں احتیاط سے رکھا ابھی اس نے پھر سے سوچنا شروع بھی نہ کیا تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی اسکے بعد ایسا معلوم ہوا جیسے فیاض کو اس کی آواز سنکر بے پناہ مسرت ہوئی ہو اس نے بڑی تیزی کے ساتھ رسیور اٹھا لیا۔

"یس کیپٹن فیاض اسپیکنگ۔" فیاض نے تیزی سے اپنا نام بتایا۔

"اوہو، بس فوراً چلے آؤ دو شریف آدمی تمہارے منتظر ہیں۔" دوسری طرف سے عمران کی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی فیاض مسکرائے لگا اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

"کیا بعد پولیس کے پنجوں۔" اس نے تیزی سے پوچھا وہ بے حد خوش نظر آرہا تھا۔

"نہیں تو کیا اکیلے آؤ گے دو کو ساتھ لانا۔" عمران کی آواز آئی۔

"پتہ بھی تو بتاؤ پیارے۔ یا سارے شہر میں تم کو تلاش کرتا پھروں۔" فیاض بولا۔

"ہاں۔ جہانگیر آباد۔ پہلی اسٹریٹ کوٹھی نمبر ۴۴" آواز آئی۔

"اوکے میں ابھی آیا۔۔۔" فیاض نے کہا اور عمران کیطرف سے سلسلہ منقطع ہوتے محسوس کرکے اس نے بھی رسیور کریڈل پر ڈالا اور پی کیپ سر پر جماتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اس کے انداز سے بے چینی اور اضطراب کا اظہار ہو رہا تھا باہر آکر اس نے دو سپاہیوں کو ساتھ لیا اور چند منٹ بعد اس کی سرکاری جیپ تیز رفتاری سے جہانگیر آباد کے علاقے کی طرف اڑی جا رہی تھی فیاض کے چہرے پر بے پناہ خوشی کے اثرات لہرا رہے تھے۔ ان کی جیپ ٹھیک چوتھے منٹ پر جہانگیر آباد کے علاقے میں داخل ہو چکی تھی۔

○

چند ہی منٹ بعد وہاں فاروق بھی پہنچ گیا عمران نے دروازے پر دستک کی آواز سن کر دروازہ کھولا اور فاروق کو دیکھ کر مسکرانے لگا فاروق اندر چلا آیا اس بار عمران نے دروازہ بند نہیں کیا صرف بھیڑنے پر ہی اکتفا کیا طاہر اس عرصے میں خاموش ہی بیٹھا رہا وہ کچھ بولنا بھی چاہتا تو عمران اُسے روک دیتا وہ فاروق کے آنے سے قبل کوئی بات کر کے اسے مشتعل کرنا نہیں چاہتا تھا اور ایسے میں جبکہ وہ مجرم کی شہ رگ کے قریب تھا کسی قسم کا خطرناک رسک لینا اس کے نزدیک حماقت تھی۔

"تم اس کے پاس کیا کر رہے ہو۔" فاروق نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا اشارہ طاہر کی طرف کیا تھا اُسے دیکھ کر طاہر کے چہرے پر جو آثار نظر آئے اُنمیں نفرت و حقارت کو زیادہ دخل تھا

"کیا اسکا جواب دینا ضروری ہے۔" عمران نے الٹا سوال داغ دیا۔

"میں اس کی شکل سے نفرت کرتا ہوں۔" فاروق نے طاہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "بکواس مت کرو۔" طاہر دھاڑا عمران اچھل گیا چہرے پر حماقت کی پرچھائیاں لہرانے لگیں۔ "پلیز ... پلیز مسٹر طاہر اور مسٹر فاروق آپ دونوں خاموش رہیں تو بہتر ہے میں ذرا ایک فون کرونگا۔" عمران نے عاجزی بھرے لہجے میں دونوں سے التجا کی۔

"کس کو۔" فاروق بے ساختہ پوچھ بیٹھا عمران چونک کر اسکی طرف مڑا۔ "اسکو جو یہ فیصلہ کر سکے کہ تم پر قاتلہ نہ حملے کرنے والا کون ہے۔"

"کیا ... وہ یہیں موجود ہے۔" فاروق خاموش نہ رہ سکا۔

"ایکس کیوزمی پیارے۔" عمران نمبر ڈائل کرتے ہوئے بولا اس نے کیپٹن فیاض کو فون کیا تھا لیکن اس نے ان دونوں پر ہی نہیں ظاہر ہونے دیا کہ اس نے کیپٹن کو فون کیا ہے

وہ دونوں ہی اُسے فون کرتے دیکھ کر اپنی جگہ سوچتے ہیں مصروف تھے عمران نے ریسیور کریڈل پر ڈالا اور خاموشی سے دروازے قریب جا کر کھڑا ہو گیا کمرے کے ماحول پر عجیب سی پُراسراریت طاری تھی وہ دونوں ہی سوچ رہے تھے نجانے اب کیا ہو گا۔ مگر اس 'کیا' کا مطلب بہت جلد ان کی سمجھ میں آ گیا کیپٹن فیاض چار منٹ بعد راہداری میں نظر آیا اور جلد ہی وہ کمرے کے دروازے پر موجود تھا جس کہ اس دروازے سے صدر دروازے تک کا منظر صاف دکھائی دیتا تھا۔ اس لئے وہ عمران کو دیکھ کر سیدھا ادھر ہی چلا آیا اس کے ساتھ دو سپاہی بھی ڈرائنگ روم میں گھس آئے طاہر اور فاروق نے معنی خیز انداز میں ایک دوسرے کو دیکھا پھر اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

"اس حرکت کا مطلب۔" دونوں ہی کے حلق سے ایک ساتھ ان الفاظوں کو آزادی حاصل ہوئی عمران کا قہقہہ بے حد جاندار تھا فیاض بُت سے بنا ان دونوں کو گھور رہا تھا موجودہ سچوئیشن اس کی توقع کے خلاف تھی۔

"تم کو بتاؤں یا تم کو۔" عمران نے پہلے طاہر کی طرف پھر فاروق کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اور چند لمحوں کے توقف کے بعد خود ہی بولا "خیر تم دونوں نے تو چپ کا روزہ رکھ لیا ہے اب تمام ماجرہ مجھے ہی بیان کرنا پڑے گا۔" وہ یہ کہہ کر اپنے الفاظوں کا ردِعمل فاروق اور طاہر کے چہرے پر تلاش کرنے لگا۔

"میں ابھی تک نہیں سمجھا عمران کہ یہ ....."

"مجھے اس سے بات کرنے دو پیارے۔" عمران طاہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے گویا ہوا پھر فیاض کی طرف گھوم کر بولا "ہتھکڑیاں ہیں تمہارے پاس۔" فیاض کا سر اثبات میں ہل گیا۔

"یہ ہتھکڑیاں..." عمران نے مسکرا کر فاروق کی طرف دیکھا۔ "طاہر کے ہاتھوں میں ڈالو۔ تم کو زنا بالجبر کے الزام میں گرفتار کیا جا رہا ہے تم نے سیٹھ رحیم کی لڑکی کے ساتھ یہ بہیمانہ سلوک

کیا تھا اس کے گواہ وہ غنڈے ہیں جو اسے بے ہوش حالت میں تمہارے پاس چھوڑ گئے تھے کیا تم کو اس سے انکار ہے۔" عمران بولا آخر میں اس کا لہجہ سوالیہ ہو گیا طاہر کیا جواب دیتا خاموشی سے اس کی صورت دیکھتا رہا البتہ اس کی ذہنی حالت کا اندازہ عمران کو اس کی آنکھوں کی خطرناک چمک سے ہو چکا تھا وہ سنبھل گیا طاہر نے اچانک چھلانگ لگائی عمران اس کیلئے پہلے سے تیار تھا اس کا فولادی گھونسہ طاہر کو دائیں کمرے کے وسط میں لے آیا اس کا ہونٹ پھٹ گیا تھا منہ سے خون نکل کر قمیض کو رنگین کر رہا تھا۔

"میں اسی طرح مار مار کر تم کو ختم بھی کر سکتا ہوں تمہارے نام کا وارنٹ کیپٹن کے پاس موجود ہے مسٹر طاہر" عمران نے درندگی سے بھرپور لہجے میں کہا۔ طاہر کے چہرے پر پژمردگی چھا گئی فاروق کیلئے حالات سمجھنا مشکل ہو گیا تھا۔

"ہوں تو لڑکیوں کو اغوا کروا کے انکی زندگیاں اسی نے تباہ کی تھیں" کچھ دیر بعد فاروق بولا۔ طاہر کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑ چکی تھیں کچھ ہی دیر بعد عمران سے حد سنجیدہ نظر آنے لگا۔

"نہیں مسٹر فاروق انکا قاتل یہ نہیں تم ہو" عمران کا انکشاف کمرے میں موجود تمام لوگوں کو اچھلنے پر مجبور کر گیا فاروق کے چہرے کی رنگت میں تغیر پیدا ہوا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو عمران" فاروق بولا عمران فیاض کی طرف مڑا۔

"ان کو گرفتار کر لو تمہارا اصلی مجرم یہ ہے سوپر"

"عمران یہ تو تمہارا بچپن کا دوست ہے" فیاض نے عمران کو مخاطب کیا۔

"میں ایسے لوگوں کو اپنا دوست بھی کہلوانا پسند نہیں کرتا جو قانون کے دشمن ہوں"

"تم یہ کسطرح کہہ سکتے ہو کہ میں لڑکیوں کا قاتل ہوں"

"اس کا ثبوت تمہارے بیڈ روم کی الماری میں موجود وہ مشین ہے جس سے تم لڑکیوں کو

ہپناٹائز کرتے تھے پھر اپنا مطلب نکالنے کے بعد ان کو خودکشی کیلئے مجبور کر دیتے تھے تم خود ایک بڑے ہپناٹسٹ ہو مسٹر فاروق اگر مجھے پہلے معلوم ہو جاتا کہ تم ہپناٹزم کے ماہر ہو تو میں پہلے ہی تمہارے خلاف قدم اٹھاتا۔" عمران یہ کہہ کر خاموش ہو گیا فاروق کا چہرہ اب بھی سپاٹ تھا۔

"مگر اس سے یہ کسطرح ثابت ہوا کہ انکو قتل پر بھی میں ہی مجبور کرتا تھا اگر بالفرض تمہاری بات صحیح بھی مان لی جائے تو تم مجھے گرفتار نہیں کر سکتے کیوں کہ میرے خلاف تم کوئی ثبوت حاصل نہ کر سکو گے۔" فاروق کے چہرے پر ملکہ جھلکنے کی دیر میں شیطانیت پھیل گئی۔

"اب تم کو میں پوری طرح سمجھاتا ہوں مسٹر فاروق اس لئے کہ اس وقت میں علی عمران نہیں وزارت خارجہ کا خصوصی اجنٹ تامر رکھنے والا آفیسر ہوں۔" یہ کہکر وہ چند لمحوں کیلئے رکا پھر اس نے کہنا شروع کیا۔ "تم پر اور مجھ پر ٹپ ہیں جو فائرنگ کی گئی تھی وہ بھی تمہاری ہدایت پر ہوئی تھی تم ہی نے راجو کو حکم دیا تھا کہ وہ ایسا کرے کہ تم مجھکو صحیح راہ سے بھٹکا سکو بعد میں تم نے اپنے اوپر قاتلانہ حملوں کی جھوٹی اطلاعات دیکر واقعی مجھے صحیح راہ سے بھٹکا دیا مگر میں تو راجو کا نقشہ دیکھکر ہی سمجھ گیا تھا کہ ہو نہ ہو وہ تمہاری ہی حرکت تھی ایسا خیال میرے ذہن میں اس لئے آیا کہ جب میں نے کلب میں یہ کہا تھا کہ میں نے مجرم کو پہچان لیا ہے تمہارے اور کیپٹن کے علاوہ میرے قریب کوئی اور نہ تھا دوسری وجہ وہ بھی کہ تم میرے منہ سے مجرم کے پہچانے جانے کا سنکر حیرت زدہ ہو گئے تھے اب میں اس کے علاوہ کیا سوچ سکتا تھا کہ یہ حرکت تمہاری ہی ہو سکتی ہے پھر میرے سامنے شیرو آگیا وہ بھی تمہارے حکم پر چلتا تھا مگر کل جب شیرو کے ساتھیوں نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا تو میں نے ان دونوں کو پکڑ لیا۔" عمران یہ کہکر ذرا رکا پھر اس نے ایک نظر فاروق کے چہرے پر ڈالی جہاں ابھی تک سپاٹ پن تھا شاید وہ اپنی کسی حرکت سے عمران کو کوئی موقع دینا نہیں چاہتا تھا مگر عمران کو کوئی فکر نہ تھی وہ دوبارہ شروع ہوتا ہوا بولا۔ "ان پر تشدد کر کے میں نے

ان سے سب کچھ اگلوالیا مگر اصلی قاتل کا نام وہ بھی نہ بتا سکے میں اسی وقت شیرو کے اڈے پر پہنچ گیا شیرو مجھے دیکھ کر بوکھلا گیا مجھ کو معلوم بھی اسوقت ہوا کہ ابتک سیاہ پوش بنکر جو شخص میرے سامنے آتا رہا وہ شیرو تھا اور یہ بھی اسکی ذہانت ہی تھی کہ پولیس آج تک اس پر ہاتھ نہ ڈال سکی تھی۔ مگر میں نے نفسیاتی حربے استعمال کیئے اور اُسے تعاون کا یقین دلاتے ہوئے سب کچھ اگلوالیا مگر جب اُسے اس حقیقت کا علم ہوا کہ میں نے اُسے دھوکہ دیا ہے تو وہ مشتعل ہوگیا میرا مقصد بھی یہی تھا ذرا سی دیر میں میدان چھوڑ کر فرار ہوگیا میں بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ کسی طرح فرار ہو جائے جب آدمی پر اچانک کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ بوکھلا جاتا ہے اور اسی بوکھلاہٹ میں وہ تمام احتیاطی تدابیر بھول گیا وہ پہلا تمہاری کوٹھی پر پہنچا کیا تم کو اس سے آثار سے کہ کل رات تین بجے کے قریب وہ تمہارے پاس نہیں آیا تھا۔" عمران نے کہا آخر میں اسکا لہجہ سوالیہ ہوگیا تخاطب فاروق ہی رہا۔

"وہ میرے پاس نہیں آیا تھا" فاروق نے نچلا ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"اس نے تمکو تمام صورتحال سے آگاہ بھی کیا تھا۔" عمران نے پوچھا۔

"تمہیں جب وہ میرے پاس پہنچا ہی نہیں تو صورتحال سے آگاہ کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" فاروق نے جھنجھوس لہجے میں کہا۔

"پھر تم بھی بُری طرح بوکھلا گئے تھے اور اپنی کار میں اسکو سیونتھ اسٹریٹ تک لے گئے تھے" عمران نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"میں تمکو کسطرح یقین دلاؤں کہ یہ سب جھوٹ ہے۔" فاروق نے لہجے میں بے بسی پیدا کرتے ہوئے یقین دلانے والے انداز میں کہا۔

"خیر جھوٹ اور سچ کا اندازہ تم کو خود ہو جائے گا بہرحال تم نے سیونتھ اسٹریٹ کے پہلے چوراہے پر پہنچ کر آواز لیا اور کی تین گولیاں دھوکے سے اس کے سینے میں اتار دیں اور تم یہ

دیکھے بغیر کہ وہ مرگیا یا زندہ ہے وہاں سے گھبراتے ہوئے اپنی کوٹھی واپس آگئے پھر تم کو سکون ہوگیا تھا کہ اب تمہارے سربراز سے واقف شیر دموت کی ابدی نیند سو چکا ہے اس لئے تم بے فکر ہوگئے۔ میں تمہارے پاس آیا تو تم نے مجھے اس الجھن میں ڈالدیا کہ ظاہر تم کو قتل کرنا چاہتا ہے اور اس طرح وہ اکیلا تمہارے باپ کی جائیداد پر قبضہ جمانا چاہتا ہے۔"

"یہ سب کو اس سرتا ہے۔۔ مسٹر عمران یہ بہت چالاک انسان ہے" ظاہر نے جھلاہٹ بھرے انداز میں بے ربط الفاظ استعمال کئے فاروق قہقہہ لگا کر ہونٹوں سے اُسے گھورنے لگا۔

"تم خاموش رہو۔" بوفیاض دھاڑا ظاہر نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبالیا مگر وہ فاروق کو برابر گھورتا رہا جو عمران کی طرف متوجہ تھا۔ عمران کہہ رہا تھا۔

"اور تم نے مجھ سے استدعا کی کہ میں تمہارے اوپر قاتلانہ حملے کروانے والے کو گرفتار کروں اس سلسلے میں تم نے سب سے پہلے اپنے بھائی پر الزام لگایا اس کے بعد تم اسی جستجو میں لگے رہے کہ کسی طرح سارا الزام تمہارے بھائی پر آجائے وہ لڑکیوں کے اغوا۔۔۔ زنا بالجبر۔۔۔ اور قتل جیسے سنگین جرموں کا مرتکب قرار دیا جائے اور میں ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ جاؤں پھر تمہاری ایک غلطی ہی تم کو لے ڈوبی۔۔۔ بتاؤ تم بتا سکتے ہو وہ کون سی غلطی تم سے سرزد ہوئی تھی۔" عمران نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا فاروق کی پیشانی شکن آلود ہوگئی۔

"نہیں مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی۔" اس نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔

"تو اس بات کا اعتراف کرتے ہو کہ تمام جرموں کے تم ذمہ دار ہو۔" عمران نے زہریلے انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا فاروق دھیرے سے چونکا۔

"نن۔۔۔ نہیں۔۔۔ تو۔۔ میں نے یہ کب کہا۔" وہ گڑبڑا کر بولا عمران کے پتلے پتلے ہونٹوں پر پھیلنے والی درندگی سے بھرپور مسکراہٹ اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد سی لہر دوڑا گئی حالانکہ

عمران نے اسے بڑا خوبصورت ڈاج دیا تھا لیکن وہ بے حد کائیاں نکلا مگر گڑبڑائے بغیر نہ رہ سکا۔

"خیر... خیر... میں کہہ رہا تھا کہ تم کو اس بات کا علم شیرو سے ہوا کہ تمہارا بھائی یعنی یہ طاہر اپنی شب بسری کا انتظام شیرو کے ہاتھوں کرواتا ہے اور اس کی عیوض شیرو کو معاوضہ دیتا ہے تم نے یہ چال چلی کہ سیٹھ رحیم کی لڑکی اغوا کروا کے طاہر کے بنگلے پر پہنچا دی اور اُسے یہ کہا کہ شیرو نے آج طوائف کے بدلے اس لڑکی کا انتظام کیا ہے طاہر نہ سمجھ سکا کہ وہ جال میں پھنس رہا ہے دوسری صبح لڑکی بے ہوشی کی حالت میں گھر پہنچا دی گئی۔ تم نے اس واردات سے دو گھنٹے قبل مجھے اپنے گھر بلایا پھر باتوں میں لگا کر اُس وقت چھوڑا جب شیرو کے غنڈے لڑکی اغوا کر چکے تھے تم کو اس بات کا یقین تھا کہ میں ضرور اس معاملے میں بھی دلچسپی لوں گا اور تمہارے ساتھیوں نے بھی وہی راستہ اختیار کیا جو میں نے کیا تھا نتیجے میں میں نے ان کا تعاقب کیا پھر وہی ہوا جو کچھ تم چاہتے تھے طاہر میری نظروں میں آگیا مگر اس واقعے نے مجھے دوسری مرتبہ تمہاری طرف سے مشکوک کیا اس کے بعد تم جانتے ہی ہو کیا ہوا۔" عمران یہ کہہ کر خاموش ہو گیا فاروق عمران پر چھلانگ لگانے کی تیاری کر رہا تھا مگر اس کی حسرت دل ہی میں رہ گئی قباس نے اس کا ارادہ بھانپ کر ہولسٹر سے ریوالور کھینچ لیا۔

"خبردار تم اپنی جگہ سے حرکت کرنے کی کوشش نہیں کرو گے۔" اسکی دھاڑ سے کمرہ گونج اٹھا اپنی جانب ریوالور کی اکلوتی آنکھ اُٹھتے دیکھ کر فاروق کے چہرے پر بے بسی نظر آنے لگی طاہر مسکرا رہا تھا شائد رقابت کے جزبے نے اُسے ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا کمرے میں چند لمحوں کیلئے پھر سے خاموشی چھا گئی۔

"میں جانتا ہوں تم نے ہر کام انتہائی احتیاط اور عقلمندی سے کیا تھا اگر تم سے چند غلطیاں نہ ہوتیں تو شائد مجھ جیسا آدمی بھی تم کو نہ پکڑ پاتا میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ تم بے حد بہادر

دلیر اور چالاک فطرت کے مالک ہو یورپ نے تم کو اس کے علاوہ بھی ایک ایسی چیز سے نواز کر یہاں بھیجا تھا جس کی بدولت کہ تم خود اپنے ہی ہاتھوں اپنی قبر تیار کرتے رہے اور آج خود ہی اس میں گر گئے اوپر سے مٹی میں ڈالو رونگا میری فطرت سے تم اچھی طرح واقف ہو میں قانون دشمن عناصر کو کبھی معاف نہیں کیا کرتا۔" عمران کے لہجے میں بے پناہ سفاکی اور درندگی عود کر آئی تھی فاروق اس زخمی شیر کی مانند نظر آ رہا تھا جسے پنجرے میں بند کر کے خود اس کے سامنے سٹکلہ کو چھوڑ دیا گیا ہو فاروق کے حلق سے طویل سانس خارج ہو گئی اس نے خاموشی سے اپنے ہاتھ آگے کر دیئے جنہیں ہتھکڑیاں ڈالنے کے بعد فیاض عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

"لے چلو۔" اس نے مدھم لہجے میں کہا اور فیاض طاہر اور فاروق کو لیکر باہر نکل گیا۔ دونوں سپاہیوں نے بھی اس کی تقلید کی عمران انکے بعد باہر آیا باہر آ کر وہ فیاض کے قریب آ گیا وہ مجرموں کو جیپ میں بٹھا چکا تھا عمران کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔

"کیا بات ہے تم کچھ غمگین نظر آ رہے ہو۔" فیاض پوچھ بیٹھا۔

"نہیں۔۔ کوئی ایسی بات نہیں۔" عمران نے اپنے دلی جذبات کا اظہار فیاض پر نہیں ہونے دیا مگر فیاض کو اندازہ ہو چکا تھا پھر بھلا وہ کیوں کر خاموش رہ سکتا تھا۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم کیوں اداس ہو میں نے بہت کم لوگ ایسے دیکھیں جو تمہاری جیسی فطرت کے مالک ہیں اس دور میں ایسی بہت کم مثالیں ملتیں ہیں کہ ایک دوست نے دوسرے دوست کو یا بھائی نے بھائی کو گرفتار کرا دیا ہو میری نظروں میں تمہاری وقعت بڑھ چکی ہے تم بلاشبہ ایک محب وطن شخص ہو۔ اور تمہارے جیسے لوگ جس ملک میں موجود ہوں گے وہ ہمیشہ غداروں اور قانون دشمن عناصر سے پاک ہو گا۔" فیاض نے جذبات بھرے لہجے میں کہا عمران کوئی جواب دیئے بغیر اپنی کار کیطرف بڑھ گیا چند منٹ بعد اس کی کار فلیٹ کی جانب اڑی جا رہی تھی عمران کا چہرہ حسب معمول

سپاٹ تھا دماغ الجھنوں کی آماج گاہ بنا ہوا تھا۔ اور وہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے کار کو اڑائے لئے جا رہا تھا آنکھیں ونڈ سکرین کے دوسری طرف پیچھے بھاگتی ہوئی سڑک پر جمی ہوئی تھیں

دوسرے دن کے اخبارات فیاض کے کارنامے سے بھرے ہوئے تھے جگہ جگہ اس کی تصاویر چسپاں تھیں کالم کے کالم اس کیس کی تفصیل سے بھرے ہوئے تھے لیکن ان میں عمران کا نام نہیں آیا تھا ایسا خود عمران ہی کی بدولت ہوا تھا اس نے کسی بھی جگہ اپنا نام نہیں آنے دیا۔ عوام میں فیاض کے کارنامے کے بارے میں چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں ادھر یہ سب ہو رہا تھا۔ لیکن عمران اور فیاض ٹپ ٹاپ کے کیبن نمبر ۱۶ میں بیٹھے ہوئے مصروف گفتگو تھے عمران کے چہرے پر حسب معمول حماقت کے دفتر برس رہے تھے البتہ فیاض بے حد خوش نظر آ رہا تھا اور کیوں نہ ہوتا آج کا دن اس کے لئے یادگار دن کی حیثیت رکھتا تھا آج اس کے کارناموں کی لسٹ میں نئے کارنامے کا اضافہ ہو چکا تھا۔

عمران شام چھ بجے اس کے گھر پہنچا تھا پھر وہاں سے فیاض کو ٹپ ٹاپ لے آیا تھا اسوقت وہ دونوں چائے اور دیگر لوازمات سامنے رکھے گفتگو کر رہے تھے اب یہ الگ بات تھی کہ عمران کی توجہ ٹرے پر ہی رہی فیاض کچھ سوچ رہا تھا لیکن یہ سلسلہ زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا۔ عمران فیاض کو متوجہ کئے بغیر چائے پر ٹوٹ پڑا اور جلدی جلدی کیک پیسٹریاں اپنے معدے میں منتقل کرنے لگا فیاض نے اسے کچھ نہیں کہا وہ خاموشی سے اسے کھاتا ہوا دیکھتا رہا۔

"ارے یار تم بھی کھاؤ سوپر، تم کو میرا منہ دیکھ رہے ہو۔ مگر ڈیئر تم مت کھاؤ صرف چائے پیو کیوں آج کی خوشی سے ہی تمہارا پیٹ بھرا ہوا ہے..... سمجھے میرے سوپر"۔ عمران نے تیزی کے ساتھ رک کر اسے دعوت دی پھر خود ہی کھانے سے رک گیا اور ایک مرتبہ پھر کھانے پر

ٹوٹ پڑا چند ہی منٹوں میں اس نے تمام پلیٹیں صاف کر ڈالیں چائے کا خالی کپ ٹرے میں رکھکر اس نے ہاتھ نیپکن سے صاف کیئے پھر فیاض کی طرف متوجہ ہوا۔

"ہاں سوپر اب کہو تم کیا کہہ رہے ہو۔" عمران نے خالی منہ ہلاتے ہوئے کہا۔

"اس کیس میں کچھ باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں" فیاض نے مسکراتے ہوئے جواب دیا

"لاحول ولا قوۃ ..." عمران نے ایسا منہ بنایا جیسے کونین کی گولی حلق میں پھنس گئی ہو۔

"کیوں۔ کیا ہوا۔" فیاض اس کے چہرے پر مضحکہ خیز تاثرات دیکھ کر بولا۔

"میں نے تم سے لاکھ مرتبہ کہا ہے کہ کیس کا نام میرے سامنے مت لیا کرو۔"

"کیا مطلب۔" فیاض چونک کر بولا لہجے کی خوشگواری غائب ہو چکی تھی۔

"کیس کا مطلب، کیس ہی ہوا کرتا ہے بھینس نہیں۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا تم کہنا کیا چاہتے ہو۔" فیاض نے الجھن آمیز لہجے میں کہا۔

"پھر تمہاری سمجھ داں چھوٹی رہی ہوگی۔ کیا کبھی معائنہ کروایا ہے۔"

"انسان بنو عمران ورنہ تھپڑ مار دوں گا۔" فیاض غرایا۔

"ہائیں۔ کیا میں تم کو جانور یعنی کہ گدھا گھوڑا گائے بیل وغیرہ نظر آتا ہوں۔" اس نے آنکھیں مٹکاتے ہوئے جواب دیا فیاض اسے گھورنے لگا۔

"پلیز عمران سنجیدگی سے گفتگو کرو مجھے بتاؤ تمکو فاروق پر کسطرح شک ہوا۔"

"فاروق ... کو فاروق ویسے یاد پڑتا ہے میں نے یہ نام پہلے بھی کہیں سنا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ تمہارے رقیب روسیاہ کا نام ہو بہر حال تم ہی بتاؤ۔" عمران نے کنپٹی پر شہادت کی انگلی مارتے ہوئے کہا ظاہر تھا وہ ایکٹنگ کر رہی ہوگی۔ فیاض حیرت سے منہ پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا پھر اسے جب یہ احساس ہوا کہ عمران بن رہا ہے تو چہرے پر جھلاہٹ کے تاثرات رونما ہوئے شروع

ہوئے لیکن اس سے پہلے کہ اس کی جھلاہٹ عروج پر پہنچے عمران مسکراتے ہوئے بول پڑا۔

"ہاں یاد آگیا تم شاید اسی فاروق کی بات کر رہے ہو جو کل گرفتار ہوا ہے کیوں۔"

"ہاں اور اب تم شرافت سے جو پوچھوں بتاتے چلو ورنہ اٹھا کر زمین پر دے ماروں گا۔"

"سوال پوچھنے سے پہلے ہی دھمکی دے رہے ہو یار بڑے۔" عمران کا جملہ ادھورا رہ گیا۔

"بس ... اب یہ بتاؤ وہ مشین کا کیا چکر تھا وہ کس قسم کی مشین ہے۔" فیاض نے غرا کر کہا۔

"وہ فاروق خود یورپ ہی سے لیکر آیا تھا وہ اس نے کسی سے خریدی تھی ہپناٹزم کے اور بہت سے طریقے ہیں سویر مگر وہ جدید طریقہ تھا معمول کو اس کے سامنے کھڑا کر دیا جاتا تھا کیوں کہ معمول کے دل میں ایک قسم کا تجسس پیدا ہوتا ہے اس لئے وہ مشین کو نہ چاہتے ہوئے بھی ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہتا ہے۔ فاروق ... لڑکی کو ٹرانسمیٹر نما مشین کے سامنے کھڑا کر کے وہ اُسے ہپناٹزم (وہ خود بھی اچھا ہپناٹسٹ ہے) کرتا تھا پھر اسے مشین کی جانب دیکھنے کا حکم دیتا تھا لڑکی مشین کی طرف دیکھتی رہتی تھی اور وہ بٹن دبا کر اس کے سامنے کی سمت لگے ہوئے دونوں بلب آن کر دیتا تھا نیز روشنی کی لہریں ان سے نکل کر لڑکی کو پوری طرح ٹرانس میں لے لیتی تھیں پھر لڑکی وہی کرتی جو فاروق کہتا تھا۔ اس سے اس کے کام میں بڑی آسانی پیدا ہو جاتی تھیں۔

"مگر جب وہ آنکھوں سے ہپناٹزم کر سکتا تھا تو مشین سے کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"آنکھوں سے ٹرانس میں لئے گئے معمول کو زیادہ دیر تک قابو میں رکھنا مشکل ہوتا ہے جب کہ مشین کے ذریعے ٹرانس میں لیکر فاروق لڑکیوں کو ۱۲ گھنٹے تک اپنے حکم پر چلنے کیلئے مجبور کر سکتا تھا۔" عمران نے اسے سمجھایا فیاض سر ہلانے لگا۔

"اور یہ لڑکیوں کی خودکشی والا معمہ۔" وہ کچھ دیر خاموش رہ کر بولا۔

"لڑکیوں کو خودکشی کا حکم فاروق ٹرانس میں لیکر ہی دیا کرتا تھا اس لئے لڑکیاں اس کے

حکم پر خودکشی کر لیتی تھیں تم نے دیکھا نہیں جب بھی یہ واقعہ ہوا تو کار کے ڈرائیور کا بیان تھا کہ اس نے لڑکی کو بچانے کی بے حد کوشش کی مگر وہ خود ہی کار کے آگے کود پڑی جس کے سبب وہ کار کے نیچے آکر کچل گئی اور کپتان بھی اسطرح کہ کوئی بیان دیئے بغیر مر گئی پھر ظاہر تھا تمہارے جیسے پولیس والے اس کا قاتل کار والے ہی کو گردانتے مگر اب معاملہ صاف ہو چکا ہے اس کی قسم کے کیس میں تین کار ڈرائیور جیل کی سیر کر رہے ہیں باقی لاشیں سمندر سے دستیاب ہوئیں۔" عمران یہ کہکر خاموش ہو گیا فیاض نیا سوال سوچنے لگا۔

ان کے خاموش ہو جانے سے کیبن میں کچھ دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔

"مگر تم کو اس بات کا علم کسطرح ہوا کہ اصل مجرم فاروق ہی ہے۔؟"

"ہاں یہ اہم سوال ہے ویسے اس کا جواب تم چاہو تو اپنے طور پر بھی حل کر سکتے ہو مگر میں ہی تم کو بتا دیتا ہوں میں نے تمہارے سامنے یہ بات کہی تھی کہ مجھے فاروق پر شک نہیں تھا لیکن اس کی آنکھوں میں مخصوص چمک دیکھ کر میں شک میں پڑ گیا تھا کیوں کہ جیسی چمک اس کی آنکھوں میں تھی ویسی صرف ہپناٹسٹوں کی آنکھوں میں ہوا کرتی ہے شیرو وہاں سے فرار ہو کر فاروق کے بنگلے پر پہنچا تو میرا آدمی بھی اسکا تعاقب کرتا ہوا وہاں تک پہنچ گیا پھر اس نے مجھے اطلاع دی کہ فاروق نے شیرو کو سیونتھ اسٹریٹ پر لے جا کر ختم کر دیا اس سے میرا شک یقین میں بدل گیا اسکی باقاعدہ نگرانی شروع ہو گئی پھر جب میرا شک یقین میں بدلا تو میں ثبوت حاصل کرنے کے لئے فاروق کی کوٹھی میں جا گھسا اس سے پہلے میں نے فاروق کو فون کر کے رینو ہوٹل پہنچنے کیلئے کہا۔ مقصد صرف کوٹھی سے اس کو نکالنا تھا مجھے معلوم تھا اس کے علاوہ کوٹھی میں دو ملازم اور بھی ہیں لیکن چونکہ صبح کا وقت تھا اس لئے وہ دونوں کام میں مصروف تھے۔

فاروق کے بیڈ روم کی تلاش لینے پر وہاں موجود الماری میں ایک مشین دیکھنے

ہی میں سمجھ گیا کہ اصلی مجرم فاروق ہے لیکن پھر بھی وہ نامکمل ثبوت تھا ہماری ہی کی تلاش لیتے پر میرے ہاتھ فاروق کی ذاتی ڈائری لگی میں نے اسے وہیں چیک کیا۔۔

عمران اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا فیاض اشتیاق بھرے انداز میں سب کچھ سن رہا تھا۔

"اس میں کیا درج تھا۔" وہ عمران کو خاموش ہوتے دیکھ کر بولا۔

"اس میں اس کے تمام جرموں کی فہرست درج تھی تم نے عموماً دیکھا اور سنا ہوگا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے روزمرہ کے کام ڈائریوں میں تاریخ ڈال کر درج کرتے رہتے ہیں اس کا بھی یہی فائدہ تھا وہ ایک مکمل اور جامع ثبوت تھا جبکہ ہر صفحے پر خود اس دن کے کام کے تحریر کے نیچے دستخط موجود تھے۔" عمران نے کہا۔

"مگر تم نے یہ بات وہیں پر کیوں نہیں بتائی۔" فیاض آنکھیں نکال کر بولا۔

"میری مرضی۔" عمران نے بھی آنکھیں دکھائیں۔

"اب وہ ڈائری کہاں ہے۔" فیاض نے پرسکون لہجے میں پوچھا۔ عمران مسکرانے لگا۔

"کیوں تم کو ڈائری کی ضرورت کیوں پیش آئی۔" اس کے ہونٹوں پر شرارت بھری مسکراہٹ تھی۔

"عدالت میں اس کے خلاف مکمل ثبوت پیش کرنا ہے۔"

"ہاں۔ وہ تو ہے۔" عمران نے آنکھیں مٹکاتے ہوئے جواب دیا۔

"تو پھر۔" فیاض چونک کر سیدھا ہوتے ہوئے بولا۔

"ڈائری تم کو اس وقت ملے گی جب تم میرا پورا معاوضہ چکا دو گے۔"

"کیا مطلب۔" فیاض کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں وہ حیرت کے سمندر میں غوطے کھانے لگا۔

"کیس میں دلچسپی لینے سے پہلے میرا اور تمہارا یہ معاہدہ ہو گیا تھا کہ تم اس بار معاوضہ ادا کرو گے۔"

"اگر میں معاوضہ نہ ادا کروں، حالانکہ میں پہلے ہی تم کو کافی دے چکا ہوں۔"

"تو ڈائری نہیں ملے گی، عمران نے تاؤ دلاتے والے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا بابا لو۔" فیاض نے اس کو پانچ بڑے نوٹ دیتے ہوئے کہا لہجے میں جھلاہٹ کا عنصر شامل تھا عمران نے نوٹ جھپٹ کر اپنی جیب میں رکھ لیئے اور ڈائری نکال کر فیاض کو دیدی جسے فیاض نے احتیاط سے جیب میں رکھ لیا پھر وہ عمران کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے بولا۔

"اب مجھے اس شخص کے بارے میں بتاؤ جو تمہارا آدمی تھا اور فاروق کی نگرانی بھی اسی نے کی تھی۔ یہ کیا وہ سیکرٹ سروس کا کوئی آدمی تھا۔"

"یار کہہ تو دیا وہ میرا ایک دوست تھا جاسوسی سے اسے دلچسپی ہے میرے حکم پر وہ فاروق کی نگرانی کے لئے تیار ہو گیا اب اور کیا پوچھنا چاہتے ہو۔"

آخر میں عمران کا لہجہ سوالیہ ہو گیا اس نے فیاض سے جھوٹ بولا تھا کہ وہ آدمی سیکرٹ سروس کا ممبر نہیں تھا حالانکہ اس نے شیرو کے یہاں جاتے ہوئے جس شخص کو فون کیا تھا وہ صفدر تھا جو فاروق کی نگرانی کرتا رہا مگر ظاہر تھا عمران فیاض کو کس طرح بتا دیتا کہ وہ واقعی سیکرٹ سروس کا ممبر تھا پھر تو فیاض نے نئے نئے سوالات کر کے اس کی جان کھا جانی تھی وہ اب بھی کسی نئے سوال کے بارے میں خاموشی سے سوچ رہا تھا دونوں کے خاموش ہو جانے پر وہاں مکمل طور پر سکوت طاری ہو گیا تھا۔

"اب فاروق کا کیا ہو گا۔" اچانک فیاض نے عمران کو مخاطب کیا عمران چونک کر فیاض

کی صورت دیکھنے لگا پھر بولا۔

"ہوگا کیا۔ اس کو سزائے موت تو بہر حال ملنی ہے وہ ایک دو نہیں پوری سات لڑکیوں کا قاتل ہے جبکہ اُس پر تین سنگین وارداتوں کی دفعہ لگیں گی۔" عمران نے سنجیدگی کے ساتھ بتایا فیاض نے اس کی تردید نہیں کی وہ کچھ دیر وہاں رکنے کے بعد کھڑا ہو گیا عمران بھی اس کا مطلب سمجھ کر کھڑا ہو گیا بل کی رقم فیاض ہی نے ادا کی اس کے بعد دونوں باہر نکل آئے فیاض "خدا حافظ" کہکر اپنی جیپ کی طرف بڑھ گیا اور عمران اپنے ذہن میں بے شمار الجھنیں لئے فاروق کے متعلق ہوٹل تاہوا کار کی طرف بڑھتا چلا گیا چند منٹ بعد اس کی کار فلیٹ کی طرف اُڑی جا رہی تھی۔ کیس ختم ہو جانے کے باوجود عمران کا ذہن بوجھل بوجھل سا تھا۔

تمام شد

ایس قریشی کی عمران سیریز

اور

ایس قریشی کی سیکرٹ سروس

کے چار ناول ہر ماہ خوبصورت سرورق آفسٹ کی اعلیٰ چھپائی اور دیدہ زیب صورتی خوبیوں سے مزین ہو کر شائع ہوتے ہیں

اگر آپ نے ابتک مستقل آرڈر نہیں بھیجا تو فوری روانہ فرما دیں تاکہ کتابیں چھپتے ہی ارسال کر دی جائیں

ایوب اکیڈمی ۔ لیاقت آباد کراچی ۱۹

عمران سیریز

درز کلب

www.BooksPK.com

نغمہ صفی کی عمران سیریز

حصہ اوّل

برادرز کلب

مصنف
نغمہ صفی

قیمت ——— روپے پچاس پیسے

خط و کتابت کا پتہ

ایوب اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

ناولوں کے جملہ حقوق بنام مصنف محفوظ ہیں۔ ترجمہ کرنے، نقل کرنے، فلم پر لانے یا کسی اور طرح استعمال کرنے کے لئے مصنف کی تحریری اجازت لینا ضروری ہے، ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔

اس ناول کے تمام نام کردار، واقعات، افراد اور تشبیہ دی جانیوالی چیزیں فرضی ہیں کسی سے مطابقت محض اتفاقیہ ہے جس کے لئے پرنٹرز، پبلشر، ناشر، ادارہ یا مصنف ذمے دار نہیں۔

نفیس اکیڈمی پریس کراچی میں چھپی

خط و کتابت کا پتہ

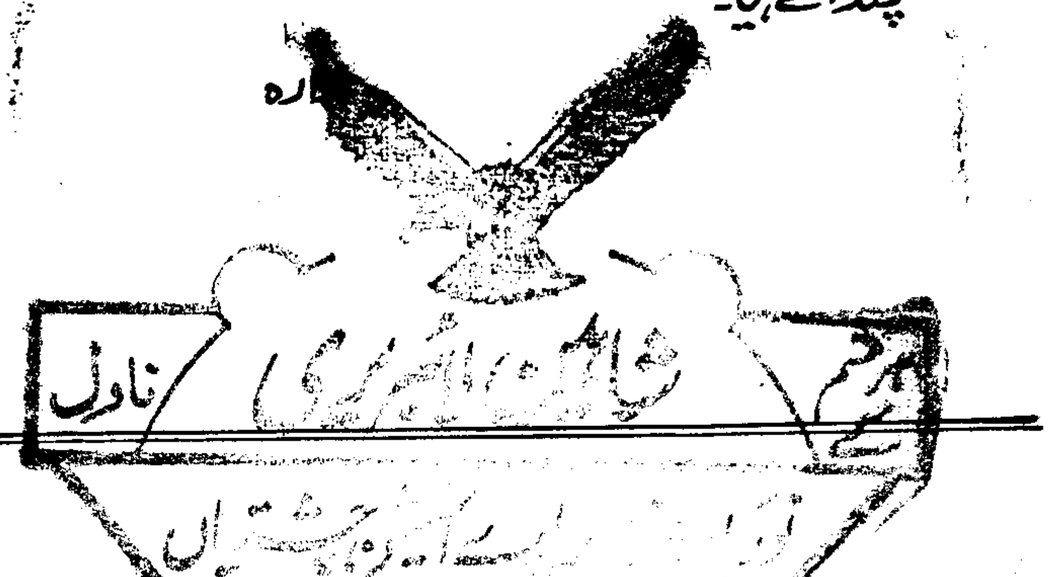
ایوب اکیڈمی ۔ لیاقت آباد کراچی ۱۹

بچوں کی کتابوں کا مرکز
قیوم بک ڈپو چشتیاں
پیشرس ہر قسم کے ناول دستیاب ہیں

نغمہ صفی کا نیا ناول برادر کلب ملاحظہ کیجئے۔

اس سے پہلے آپ نغمہ صفی کے درجنوں ناول پڑھ چکے ہیں اور انھیں آپ نے بے حد پسند کیا ہے۔ زیر نظر ناول برادر کلب میں بھی نغمہ صفی نے، اپنے قلم کی تمام تر صلاحیتیں صرف کی ہیں اور اس ناول کو آپ کی پسند کے مطابق بنانے کی پوری کوشش کی ہے۔

ناول پڑھیئے اور پھر اپنی رائے سے مطلع کیجئے کہ ناول کیسا رہا اور آپ کی توقعات کہاں تک پوری ہوئیں تاکہ آپ کی رائے کے مطابق ہی اگلا ناول لکھا جاسکے۔ نغمہ صفی صاحبہ آپ کی رائے اور مشوروں کی روشنی میں ہی آپ کے لئے ناول تحریر کرتی ہیں اور اسی لئے وہ آپ کو بے حد پسند آتے ہیں۔



ایس قریشی کے اب یہ ناول ملسکتے ہیں

عمر آنو سیریز					
گولڈن گن	۹-۰۰	خطرناک آدمی	۶-۰۰	ایجنٹ سیون	۲-۰۰
لوزاٹا	۹-۰۰	دھوئیں کے شکار	۶-۰۰	سیکرٹ سروس (کیپٹن پرنود)	
ٹی تھری بی	۹-۰۰	سیارہ کی تباہی	۶-۰۰	وٹیچ اِن ڈیول	۹-۰۰
سنگ سی کی واپسی	۹-۰۰	پہاڑی کا نغمہ	۶-۰۰	خطرناک مہم	۹-۰۰
ایکسٹو کا ہنگامہ	۶-۰۰	موت کا جزیرہ	۶-۰۰	بلاسٹنگ سپاٹ	۹-۰۰
موت کا سایہ	۶-۰۰	پراسرار سیارہ	۶-۰۰	پیمودکی موت	۹-۰۰
نیلا شعلہ	۶-۰۰	لاہوتی آواز	۶-۰۰	مرڈر ایجنٹ	۶-۰۰
شعلے کا شکار	۶-۰۰	آسیبی چکر	۶-۰۰	بلیک پاور	۶-۰۰
ہیرا آدمی	۶-۰۰	بلیک ڈیتھ	۶-۰۰	بلیک پاورس	۶-۰۰
قاتل مصور	۶-۰۰	ایجاد کی چوری	۶-۰۰	ورتدے کی واپسی	۶-۰۰
دولت کے پجاری	۶-۰۰	آگ بابا	۵-۵۰	سرد جنگ	۶-۰۰
حادثوں کا شکار	۶-۰۰	پراسرار آگ	۵-۵۰	برفانی جہنم	۶-۰۰
سرخ دھبے	۶-۰۰	بدصورت فتنہ	۵-۵۰	اصلی چہرہ	۶-۰۰
گمشدہ چہرہ	۶-۰۰	بلیک سرکل	۵-۵۰	بے چین دشمن	۶-۰۰
سنہری انگلیاں	۶-۰۰	روڈ ٹو ڈیتھ	۹-۷۵	سیاہ نجھیو	۶-۰۰
خطرناک جواری	۶-۰۰	نیلا نشان	۹-۷۵	بلو پرنٹ	۶-۰۰
بھیانک سایہ	۶-۰۰	بلیک وومن	۲-۰۰	ہنگاموں کا موجد اول	۱۰/۵۰
مرڈر محل	۶-۰۰	بلیک نائٹ	۴-۵۰	ناٹ گرل اول	۱۰/۵۰
پہلا اشارہ	۶-۰۰	مسٹر گرین	۷-۵۰	" " دوئم	۱۰/۵۰
آواز کی چوری	۶-۰۰	مرڈر بزنس	۷-۵۰	ہل آف ڈیتھ	۳-۰۰
اد یجا شکاری	۶-۰۰	گرین اسپاٹ	۷-۵۰	موت کا تجربہ	۱۲-۰۰
انجانا دشمن	۶-۰۰	ڈینجر زون	۷-۵۰	خطرناک موڈ	۷-۵۰
بھیڑیئے	۶-۰۰	بلیک سیریز (کیپٹن شانیہ)		آپریشن سپائے	۷-۵۰
موت کی چوری	۶-۰۰	پینڈورا باکس کارڈیل	۴-۵۰	∴ ∴ ∴ ∴	

محدود تعداد میں موجود ہیں، آج ہی طلب کیجئے کراچی میں

کراچی بک ڈپو ۴۸۔ اردو بازار کراچی سے طلب کیجئے

ایوب اکیڈمی لیاقت آباد کراچی ۱۹

ایس قریشی

کے

سامنے کے صفحے پر دیئے گئے سارے ناول اب

کراچی بک ڈپو ۔ ۴۸۔ اردو بازار کراچی سے مل سکتے ہیں

(۱)

وہ شاندار پرسنالٹی کا مالک تھا اسنے اِدھر اُدھر دیکھا۔ لابی خالی تھی اِدھر سے مطمئن ہو کر اسنے چو
پر لگے کال بیل کا بٹن دبا دیا بٹن دبا تے جانے کا ردعمل ظاہر ہونے میں دیر نہیں لگی دروازہ کا ایک پٹ کھل
سامنے ایک حسین وجمیل شعلہ جوالا عورت موجود تھی۔

۔ فرمایئے۔" اسنے سرد اور سپاٹ لہجے میں پوچھا اسکا نظریں مرد کا گہری نظروں سے جائزہ
رہی تھیں۔

"مس کارمین ۔" مرد کے لہجے میں شائستگی اور نرمی تھی۔

"ہاں۔ میں ہی ہوں ۔" عورت کی بھنویں کھنچ گئیں۔

"میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں ۔"

"کس سلسلہ میں ۔؟

"ظاہر ہے وہ سلسلہ ایسا نہیں ہے جو میں یہیں کھڑے کھڑے بتادوں پلیز مجھ سے ڈرنے کی
ضرورت نہیں۔ مجھے اندر آنے دیں ۔"

"ڈر ۔" وہ ہولے سے ہنسی۔ کیا مجھے کسی بات سے ڈرنا چاہیئے ۔؟

"آپ کے لئے اجنبی ہوں۔ اس خیال سے کہا تھا ۔"

"مجھ میں اتنی صلاحیت ہے کہ اپنا دفاع کر سکوں مسٹر۔" عورت کی آواز تیکھی ہو گئی۔

"تب تو مجھے اندر آنے کی اجازت مل جانی چاہئے۔" مرد مسکرایا۔ مس کارمن چند لمحے اسے تیکھی نظروں سے گھورتی رہی پھر ایک طرف ہٹ کر راستہ چھوڑ دیا اور بولی۔

"آیئے۔"

"شکریہ۔" مرد اندر داخل ہو کر چند قدم آگے بڑھ گیا مس کارمن نے دروازہ بند کیا اور اسے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے مختصر راہداری عبور کرتی ہوئی ایک بڑے ہال نما کمرے میں داخل ہو گئی۔ مرد نے دروازے کے قریب رک کر اس ہال نما کمرے کا جائزہ لیا جو بیک وقت ڈرائینگ اور بیڈ روم کے علاوہ آفس بھی تھا وہاں کا سیٹ اپ اتنا شاندار تھا کہ وہاں کی ہر شے اپنی جگہ فٹ نظر آتی تھی۔ ہوا میں، سینٹ کی بھینی بھینی خوشبو رچی ہوئی تھی۔ ہلکی خنکی سے اسکا ایئر کنڈیشنڈ ہونا عیاں تھا۔

"بہت شاندار ڈیکوریشن ہے۔" چند گہری سانسیں لینے کے بعد وہ مس کارمن کیطرف متوجہ ہو گیا

"شکریہ، مس کارمن کا لہجہ خشک ہی تھا۔ لیکن مجھے امید ہے آپ صرف ڈیکوریشن کی تعریف کرنے تو آتے نہیں ہیں۔؟"

"اوہ۔ ہاں۔" وہ مسکرایا۔ "پہلے تو میں اپنا تعارف کرا دوں مجھے جرجیس آفندی کہتے ہیں اور میں آپ سے ملنے کیلئے دور دراز کا سفر کر کے ترکی سے یہاں آیا ہوں۔"

"ترکی سے۔ مجھ سے ملنے کیلئے۔؟" مس کارمن کا چہرہ حیرت کی زیادتی سے بگڑ گیا۔

"جی۔ ہاں۔"

"لل۔ لیکن۔ لیکن کیوں۔ آپ مجھے کیسے جانتے ہیں۔ پھر آپکا مقصد کیا ہے میرا تو کوئی عزیز بھی ترکی میں نہیں رہتا۔" وہ ایک ہی سانس میں بہت سے سوال کر گئی۔

"اتنے بہت سے سوال۔" وہ مسکرایا۔ "میں دیکھ رہا ہوں آپ پینے پلانے کا شوق بھی رکھتی ہیں۔ تو

کیا اتنی دور سے آنیوالے کی ایک گلاس سے تواضع بھی نہیں کریں گی۔"

"اوہ۔" مس کارمن کے دلکش نقوش فکر و تشویش سے بگڑ گئے تھے پھر وہ جھٹکے سے گھومی اور ایک جانب بنے ہوئے بار کاؤنٹر کی جانب چلی گئی۔ موقع غنیمت جان کر آفندی قریب ہی ایک صوفے پر بیٹھ گیا مس کارمن نے واپس آنے میں کافی تیزی دکھائی تھی اسنے خاموشی کے ساتھ گلاس آفندی کو تھمایا اور مقابل صوفے پر بیٹھ کر اسے جواب طلب نظروں سے دیکھنے لگی۔

"میں۔ آپ کے پاس ڈمپل بروس کے سلسلے میں آیا ہوں مس کارمن میرے علم میں یہ بات ہے کہ آپ اور وہ آپس میں گہرے دوست ہیں۔" چند گھونٹ حلق سے اتارنے کے بعد آفندی نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"ڈمپل۔" وہ حیرت سے اچھلی۔

"نہ۔ نہ۔ یہ مت کہئے گا میں کسی ڈمپل کو نہیں جانتی۔" وہ تیزی سے بولا۔ اور کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک دوہری کی ہوئی تصویر نکال کر اسکی طرف بڑھا دی۔ مس کارمن نے کھوئے ہوئے انداز میں تصویر لی اور اسے کھول کر دیکھنے لگی پھر اس انداز میں آنکھیں پھیلی تھیں جیسے وہ کوئی بھوت دیکھ رہی ہو۔ تصویر میں وہ خود ایک خوبرو نوجوان کے برابر موجود تھی نوجوان کی تصویر پر تحریر تھا۔ "وہ جو میرے لئے دنیا کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔ ایلیا کارمن۔"

"یہ۔ یہ تصویر آپ کو کہاں سے ملی۔" کچھ دیر تصویر کو گھورتے رہنے کے بعد اسنے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"مس ایلیا کیا آپ ڈمپل کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں۔ میرا مطلب ہے اسکے کردار اسکے کاروبار اور گزشتہ تین مہینے کے حالات سے۔" آفندی کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔

"میں اسکے بارے میں بہت کچھ جانتی ہوں۔ وہ ایک ایکسپورٹ فرم کا ٹورنگ منیجر ہے جس کا کام یہ ہے کہ وہ مختلف ممالک میں جا کر اپنی فرم کے لئے آرڈر حاصل کرے اس سلسلے میں وہ گزشتہ تین مہینے

سے بیرونی ممالک کے دورے پر ہے۔"

"اور ۔ ۔ ۔ ۔"

"اور کیا۔؟"

"کیا آپ یہ نہیں جانتیں کہ آرڈر کے حصول کیلئے مختلف ملکوں کا سفر تو ایک آڑ ہے ورنہ اصل میں اس کا کاروبار کچھ اور ہی ہے۔"

"آپ مجھے کیا بتانے کی کوشش کر رہے ہیں مسٹر آفندی۔ اور آخر آپ ہیں کون۔" اس مرتبہ ایلیا کی قدر برافروختہ تھی۔

"میرا تعلق ٹرکش اسٹیٹ سکیورٹی سے ہے اگر چاہیں تو میں شناختی کاغذات بھی پیش کر سکتا ہوں۔" اسنے نرم لہجے میں کہا۔

"مائی گاڈ۔" قانون کا نمائندہ۔"

"جی ہاں۔" آفندی کے چہرے پر اچانک ہی گہری سنجیدگی مسلط ہو گئی تھی۔

"لل۔ لیکن۔"

"میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں اسے سکون سے سن لیجئے۔ میں سمجھتا ہوں آپ کو آپ کے بہت سے سوالات کے جواب مل جائیں گے۔"

ایلیا ٹھٹکے سے اٹھی اور تیر کیطرح بار کاؤنٹر کی طرف چلی گئی آفندی کی باتوں نے یقین طور پر اسکے اعصاب درہم برہم کر دیئے تھے جب وہ واپس آئی تو اسکے ہاتھ میں ایک گلاس اور بوتل تھی۔ آفندی سگریٹ سلگا کر اس وقت تک دھویں اڑاتا رہا جبتک ایلیا نے چند گھونٹ حلق سے نہیں اتار لئے تھے۔

"میں آپکے بولنے کی منتظر ہوں مسٹر آفندی۔" وہ مضطرب اور متجسس لہجے میں بولی۔

"اوہ۔ ہاں۔" اسنے چند گھونٹ میں گلاس خالی کیا اور بے تکلفی سے بوتل اٹھا کر اسے دوبارہ بھر لیا۔

"یہ تقریباً آٹھ دن قبل کی بات ہے مس ایلیا۔" اسنے گمبھیر لہجے میں کہنا شروع کیا۔ ایک ایسا مجرم جسے ہیروئن کی اسمگلنگ کے سلسلے میں پکڑا گیا تھا عدالت جاتے ہوئے باہر کے کچھ افراد کی مدد سے پولیس کار سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا بلکہ اسنے ایک پولیس آفیسر کو قتل بھی کر دیا تھا پھر وہ اسمگلروں کی مدد سے ہمارے ملک سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ جانتی ہیں وہ مجرم کون تھا۔؟"

ایلیا کچھ نہ بولی بس بت بنی آفندی کیطرف دیکھتی رہی جسکی آنکھوں میں شعلے بھڑکنے لگے تھے۔

"وہ ڈمپل تھا مس ایلیا۔" آفندی نے جلتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اسنے میرے بھائی کو اس حالت میں گولی ماردی جب اسنے غیر مسلح حالت میں ڈمپل کو پکڑنے کی کوشش کی تھی۔"

"نہیں۔" وہ ہذیانی انداز میں بڑبڑائی۔

"مرنیوالا پولیس آفیسر ایسا آدمی تھا جو مجرموں کو بھی انسان ہی سمجھتا تھا اسنے انتہائی ناگزیر حالات میں بھی کبھی کسی پر گولی چلانا تو کجا تشدد بھی نہیں کیا تھا لیکن اس کا وہی اصول اسکے لئے موت کا پیغام بن گیا۔ وہ چاہتا تو بڑی آسانی کے ساتھ ڈمپل کو گولی مار سکتا تھا لیکن اسکے اصول آڑے آئے۔ مجرم اس کی نظروں کے سامنے فرار ہو گیا اور وہ آفیسر اپنے ہی خون میں لوٹتا ہوا دنیا سے رخصت ہو گیا۔"

مرنیوالا اگر تنہا مرتا تو کوئی بات نہیں تھی۔ لیکن اسنے اپنے ساتھ جسمانی طور پر نہ سہی روحانی طور پر چار افراد کو مار دیا۔ اسکی بیوی۔ دو بچے اور ایک بھائی جو اس کا بھائی کم اور اولاد زیادہ تھا۔ ڈمپل نے ایک پورے خاندان کو اسکی خوشیوں کو قتل کر دیا ہے مس ایلیا آپ اندازہ بھی نہیں لگا سکتیں بھائی احمد ہم لوگوں کے لئے کیا حیثیت رکھتے تھے۔" آفندی نے خاموش ہو کر گلاس کو دونوں ہاتھوں کے درمیان یوں دبایا جیسے وہ گلاس نہیں ڈمپل کی گردن ہو اندرونی جذبات سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

دوسری طرف ایلیا کی حالت بھی دگرگوں تھی اسنے منہ پر یوں ہاتھ جما رکھا تھا جیسے وہ دل سے

اٹھنے والی چیخوں کو منہ سے باہر آنے سے روکنا چاہتی ہے۔ پھر آفندی نے چونک کر گلاس منہ سے لگایا اور کئی گھونٹ لے ڈالے وہ تیزی کے ساتھ خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا وہ جب بولا تو اس کی آواز کسی قدر پر سکون تھی۔

"بہر حال۔" اسنے گہری سانس لی۔ میرے یہاں آنے کا مقصد ڈمپل کو گرفتار کرنا ہے مس ایلیا۔ میں خدا۔ انسانیت اور قانون کے نام پر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس سلسلہ میں میری مدد کریں۔"

ایلیا کچھ نہ بولی۔ بس بت بنی آفندی کو دیکھتی رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا آفندی کی باتیں سن کر اسکے دل پر قیامت گزر گئی ہو۔ اس قیامت کے اثرات اسکے چہرے پر بدرجہ اتم موجود تھے۔

"آئی ایم ویری سوری مس ایلیا۔ میرا مقصد آپ کو ذہنی اذیت میں مبتلا کرنا نہیں تھا۔" چند لمحے خاموشی کے بعد آفندی نے کہا۔

"ٹھٹھ... ٹھیک ہے مسٹر آفندی۔ سب ٹھیک ہے۔" اسنے منہ سے ہاتھ ہٹالیا۔ اسکی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے تھے۔

"میں سمجھتا ہوں وہ کسی طرح بھی آپ جیسی خاتون کے قابل نہیں ہے۔" آفندی نے چوٹ لگائی۔ مجھے یقین ہے اسکی طرفداری کر کے آپ اپنے مستقبل اور عزت کو داؤ پر نہیں لگائیں گی۔"

کچھ کہنے کی بجائے وہ شراب کے سہارے اپنے اعصاب پر قابو پانے کی کوشش کرتی رہی۔ آفندی نے اس وقت اسے چھیڑنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"آ... آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔؟" ایلیا ذرا دیر بعد ہی بولنے کے قابل ہو سکی تھی۔

"تعاون۔ مجھے اس بات پر یقین ہے کہ ڈمپل آپ سے مل چکا ہے۔"

"ہاں۔" وہ کل رات آیا تھا۔" اسنے بھرائی ہوئی آواز میں بتایا۔ اس مرتبہ باہر جاتے

وقت ایک لڑکی کی وجہ سے ہمارے تعلقات کسی حد تک خراب ہو گئے تھے لیکن مجھے یقین تھا جب وہ واپس آئے گا تو بات گئی گزری ہو جائے گی لیکن جب وہ آیا تو بے انتہا نشے میں ڈوبا ہوا تھا میرے پوچھنے پر کچھ بتانے کی بجائے نہ صرف گرم ہو گیا بلکہ بہت بہیمانہ سلوک بھی کیا تھا اسی وقت میں نے اس سے تعلقات ختم کر لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اگر تم کل آتے تو میں یقینی طور پر تمہیں نہ ملتی۔"

"اس کا مطلب ہے یہ اپارٹمنٹ ڈمپل کی ملکیت ہے۔؟"

"ہاں یہاں کی ہر چیز کا مالک وہی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ۔"

"نہ... نہ کسی قسم کی ہمدردی ظاہر کرنے کی کوشش مت کیجئے گا۔" وہ ہاتھ اٹھا کر تیزی سے بولی۔ یہ سب کچھ یوں تو ڈمپل کی ملکیت ہے لیکن قانونی حیثیت سے میں مالک ہوں اگر چاہوں تو ڈمپل مجھے یہاں سے نکالنے پر قادر نہیں ہے لیکن میں نے کبھی ڈمپل کی دولت کی خواہش نہیں کی۔ مجھے اس سے محبت تھی بے انتہا محبت۔ جب وہی نہیں تو اسکی دولت اور دوسرے سامان سے کیا واسطہ۔ میں یہ سب کچھ چھوڑ کر جا رہی ہوں۔"

"آپ بہت عظیم ہیں مس ایلیا۔ ورنہ آج کے دور میں کوئی بھی اس انداز میں سوچنے کی کوشش نہیں کرتا۔" آفندی کے لہجے میں تحسین و تعظیم تھی۔

"آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔؟"

"کیا ڈمپل یہاں واپس آئے گا۔؟"

"کچھ کہہ نہیں سکتی۔ ممکن ہے آجائے۔ ممکن ہے نہ آئے۔ ویسے مجھے اس بات پر یقین ہے اگر آیا بھی تو کچھ دن بعد ہی آئے گا۔"

"اوہ۔ کچھ بتا سکیں گی اسکے ملنے کے چانسز کتنے ہیں۔ کوئی ایسی جگہ جہاں وہ یہاں

سے جانے سے قبل پابندی سے جاتا رہا ہوں۔"

"ایسی تو دو ہی جگہیں ہیں۔ ایک اس کا آفس اور دوسری برادرز کلب۔"

"آفس تو وہ اس لئے نہیں جا سکتا کہ وہ قانون کو مطلوب ہے۔ اسکے بارے میں یہاں کی پولیس کو بھی اطلاع دی جا چکی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے اس تصویر کے۔۔۔۔"

نہیں مس ایلیا۔۔ اسنے نفی میں سر ہلایا۔ ہم نے یہاں کی پولیس کو صرف ڈمپل کے کوائف مہیا کر کے گرفتار کرنیکے لئے کہا ہے لیکن وہ تمام چیزیں جن میں یہ تصویر اور آپکے کچھ خطوط بھی شامل ہیں ہم نے اپنے تک محدود رکھے ہیں۔"

"کیوں۔؟"

"اس لئے کہ میں ڈمپل سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔ میرے یہاں آنے کا مقصد بھی یہی ہے"

"ہوں۔"

"یہ برادرز کلب کس جگہ ہے مس ایلیا۔؟"

اسنے ایک پتہ بتایا جسے آفندی نے ذہن نشین کر لیا تھا۔"

"آپ سے ایک درخواست ہے مس۔" اسنے لجاجت سے کہا۔

"کیا۔؟"

"اگر ڈمپل سے آپ کی ملاقات ہو جائے تو آپ اسے میرے بارے میں نہیں بتائیں گی۔"

"اول تو اب ہماری ملاقات ہونے کے امکانات ہی نہیں ہیں۔ اگر ہوئی تو بھی آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"فکر مجھے اپنی نہیں آپ کی ہے مس ایلیا۔"

"کیا مطلب۔؟"

"اگر ڈمپل کو یہ معلوم ہو جائے کہ ٹرکش سیکورٹی کا کوئی آفیسر آپ سے مل چکا ہے تو وہ آپ کو ختم بھی کر سکتا ہے۔"

"نہیں۔ وہ ایسا نہیں کر سکتا۔"

"سمجھنے کی کوشش کیجئے مس۔ اس وقت وہ ہر طرف سے مایوس ہو چکا ہے۔ اسنے یہاں آکر زبردست حماقت کا ثبوت دیا ہے۔ وہ یہ بھول گیا کہ ترکی اور آپ کے ملک کے درمیان ایسے تعلقات اور معاہدات ہیں کہ کسی بھی ملک کا مجرم دوسرے ملک میں آزاد نہیں رہ سکتا۔ صرف آپ ہی وہ واحد ہستی ہیں جو اسکے بارے میں معلومات فراہم کر سکتی ہیں۔ اسی خطرے کے پیش نظر میں نے آپ سے درخواست کی تھی۔"

"میرے خدا یہ سب کیا ہو گیا۔" میں نے تو ڈمپل کے بارے میں ایسا سوچا بھی نہیں تھا۔"

"بہت سے بھیڑیئے خود کو بھیڑ کی کھال میں اس خوبی کے ساتھ چھپا لیتے ہیں کہ قریبی آدمی بھی اسکے بھیڑیا ہونیکے بارے میں نہیں سوچ سکتے۔ بہرحال میری درخواست کو نظر انداز نہ کرنے کی زحمت کیجئے گا۔"

ایلیا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر پوچھا۔ ڈمپل کیلئے تم کیا عزائم رکھتے ہو۔؟"

"پکڑ کر ساتھ لیجاؤں گا۔"

"لیکن تمہارا انتقام۔؟"

"میں قانون کا نمائندہ ہوں مس۔ میرا انتقام یہی ہے کہ میں اسے بچکر بھاگنے کا موقع نہ دوں اور پکڑ کر لے جاؤں۔"

ایلیا نے مزید کچھ نہیں کہا بس خاموشی سے کچھ سوچتی رہی۔ آفندی بھی شراب کے

گھونٹ حلق سے اتار نے لگا تھا۔

"مجھے اب اجازت دیں۔ زندگی رہی تو پھر ملاقات ہوگی۔" آفندی نے خالی گلاس میز پر رکھ کر کہا۔

"مجھے پوچھنا تو نہیں چاہئیے۔ لیکن آپ اپنی قیام گاہ کا پتہ بتانا پسند کریں گے؟" ایلیا نے نہ جانے کس خیال کے تحت پوچھا۔

"آفندی اسکی آنکھوں میں جھانک کر کچھ سوچنے لگا۔

"اگر آپ کو کوئی خدشہ محسوس کر رہے ہیں تو مت بتایئے۔" ایلیا نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"ہوٹل الحمرا کمرہ نمبر چار سو نو۔" آفندی پتہ بتاتے ہوئے کھڑا ہو گیا شاید اسے یہ اعتماد ہو گیا تھا کہ ایلیا کو پتہ بتا کر وہ کوئی غلطی نہیں کر رہا۔

"اعتماد کا شکریہ۔" اس مرتبہ وہ مسکرا دی۔

"خدا حافظ۔" آفندی نے اس سے مصافحہ کیا اور رخصت ہو گیا۔ آفندی کے جانے کے بعد ایلیا کھوئے کھوئے انداز میں شراب پیتی رہی کسی اندرونی جذبے کے تحت اسنے تصویر اٹھائی اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے میز پر پھینک دیا۔ پھر وہ اوندھے منہ صوفے پر گر کر سسکنے لگی تھی۔

دوسری طرف آفندی عمارت سے باہر نکل کر ٹیکسی پکڑ کر سول لائنز کی طرف روانہ ہو گیا کیونکہ ایلیا کے بتائے ہوئے پتے کے مطابق برادرز کلب سول لائنز کے علاقہ میں تھا۔ یہ اتفاق ہی ہے کہ ڈرائیور برادرز کلب سے واقف تھا اس لئے اسے تلاش کی قباحت سے دوچار نہیں ہونا پڑا تھا۔

"اس گلی میں سیدھے چلے جائیں صاحب۔ تقریباً ڈیڑھ سو گز آگے دائیں ہاتھ پر وہ

کلب ہے۔" ڈرائیور نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں بتایا۔

"شکریہ دوست۔" وہ بل معہ ٹپ دیکر اترا اور گلی میں داخل ہو گیا جو کچھ دور جا کر ایک چھوٹے سے ایسے بازار سے مل گئی جہاں گہما گہمی نہیں تھی۔ اسنے معمولی جائزہ لیکر اندازہ لگا لیا تھا کہ وہاں، مخصوص لوگوں کی آبادی تھی اور وہاں کی دکانیں بھی انہی لوگوں کی تھیں۔ برادرز کلب کا بورڈ اسے دور ہی سے نظر آ گیا تھا۔

وہ ٹہلنے کے انداز میں چلتا ہوا کلب کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔ کلب کے دروازے شیشے کے تھے اس لئے وہ باہر سے بھی اندر بیٹھے ہوئے افراد کو کسی حد تک دیکھ سکتا تھا اسنے جھک کر دیکھا۔ اسکی نظروں گھومتی ہوئی بار کاؤنٹر تک گئیں پھر وہاں سے پھسلتی ہوئی ایک میز پر ٹک گئیں۔

اس میز پر بیٹھے ہوئے دو افراد کی صورتیں زیادہ وضاحت سے نظر نہیں آ رہی تھیں البتہ تیسرا آدمی اسکی نظروں کے سامنے تھا۔ اس آدمی کی صورت نظر آتے ہی اسکے جسم میں حرارت پھیل گئی وہ تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا اسکی آنکھوں میں شکاری چمک لو جزن تھی اسے یقین تھا۔ تیسرا آدمی ڈمپل کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

اسنے ایلیا کے لئے بے اختیار ممنونیت کے جذبات محسوس کئے کیونکہ صرف اسکے، پرخلوص تعاون نے ڈمپل تک پہنچنے کا موقع فراہم کیا تھا۔ وہ پیچھے ہٹا اور تیزی سے نظریں گھما کر کوئی ایسی مناسب جگہ تلاش کرنے لگا جہاں چھپ کر وہ ڈمپل کے باہر آنے کا انتظار کر سکے۔

مشکل یہ تھی کہ دن کی روشنی پوری طرح تاریکی میں تبدیل نہیں ہوئی تھی اس لئے جگہ تلاش کرنے میں دشواری ہو رہی تھی پھر بھی اسنے ایک ڈسٹ بن تلاش کر ہی لیا تھا۔

اسنے بیزارانہ انداز میں سگریٹ کو ایش ٹرے میں رگڑا اور ایک خالی گلاس اٹھا کر اسے نیپکن سے صاف کرنے لگا تھا۔ چار دن قبل اسے دانش منزل پہنچنے کا حکم ملا تھا۔ کوشش کے باوجود وہ یہ پوچھنے کی جرأت نہیں کر سکا تھا کہ جناب عالی کم از کم وہاں بلائے جانے کی وجہ تسمیہ تو بیان فرما دیجئے۔

ایک اس پر کیا منحصر۔ کچھ پوچھ لینے کی ہمت تو ایکسٹو کے کسی ماتحت میں نہیں تھی پھر بیچارہ تنویر تو وہ مظلوم تھا جو ہمہ وقت ایکسٹو کی ڈانٹ پھٹکار کا مرکز بنا رہتا تھا۔

ایکسٹو کو صلواتیں سناتیں۔ سر پٹیا دانت کچکچاتے کہ اگر ایکسٹو کا بچہ کہیں نظر آجائے تو وہ اسکی ٹہیاں چبا ڈالے۔ لیکن یہ بات اس کے بس میں کہاں تھی کہ وہ ایکسٹو کے حکم کی تعمیل نہ کرتا۔

دانش منزل پہنچا تو اس کا استقبال عمران نے کیا۔ ظاہر ہے جب آگ اور پٹرول ایک جگہ جمع ہوں تو پھر آگ کا لگنا لازمی امر ہے۔ تنویر نے ایکسٹو پر آنے والا غصہ عمران پر اتارنے کی کوشش کی تھی۔

وہ خون کھولاتا رہا۔ عمران کو برا بھلا کہتا رہا اور عمران بھی قینچی کی طرح زبان چلاتا رہا۔ یہ دوسری بات ہے کہ عمران میک اپ کر رہا تھا اور تنویر میک اپ کرا رہا تھا۔ میک اپ ختم ہوا تو تنویر کی شکل ادھیڑ عمر لیکن وجیہہ انگلو انڈین چہرے میں تبدیلی ہو چکی تھی سے پپوٹے اور چہرہ یہ بتاتے تھے کہ زیادتی سے شراب پینے کا عادی ہے۔

میک اپ ختم ہوا تو ہدایات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ وہ ہدایات کچھ ایسی ہی تھیں

کہ تنویر کو سنجیدہ ہو کر انھیں ذہن نشین کرنا پڑا تھا۔ آخر میں عمران نے کہا تھا۔

"یہ بات تمہیں اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ تم کان کھلے اور منہ سختی سے بند رکھو گے۔"

"اس بات کا کیا مطلب ہے۔؟" اسنے پوچھا تھا۔

"وہاں کچھ بھی۔ لڑائی جھگڑا، قتل تم دیکھو اور سنو گے ضرور لیکن نہ منہ کچھ بولو گے اور نہ ہی دخل اندازی کرو گے۔"

"کیا تم مجھے روبوٹ سمجھتے ہو۔؟" وہ بگڑ گیا تھا۔

"اگر تم چاہتے ہو کہ اپنے پوتوں اور نواسوں کے چہروں پر سہرے جھولتے ہوئے دیکھو تو تمہیں روبوٹ ہی بنکر رہنا ہوگا۔"

"کیا مصیبت ہے۔ کبھی کوئی کام ڈھنگ سے بھی کیا جائیگا۔؟"

"اچھا۔ تو مجھے بتاؤ کوئی کام ڈھنگ سے کس طرح کیا جا سکتا ہے۔؟" عمران نے اسکا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا تھا۔

"مجھ سے اڑنے کی ضرورت نہیں۔"

"غلطی ہو گئی مہاراج۔ میں بھول ہی گیا تھا کہ آپ سرکاری بیل واقع ہوئے ہیں۔"

جواب میں تنویر نے اسے بے شمار سنا ڈالیں اور وہ دونوں کانوں کا بہترین استعمال کرتے ہوئے کسی ماہر اناؤنسر کیطرح ہدایات نشر کرتا رہا۔ پھر عمران نے اسے لیجا کر شہر میں ایسی جگہ چھوڑ دیا تھا جہاں سے وہ آسانی کے ساتھ پیدل ہی ڈونی کی رہائش گاہ تک جا سکتا تھا عمران نے نہ صرف اس کا حلیہ ہی بدلا تھا بلکہ نام اور لباس تک تبدیل کر ڈالا تھا۔ اب وہ ڈونی آسکر برادرز کلب کا بار ٹینڈر تھا۔ اب وہ چار دن سے برادرز کلب میں ڈونی کی حیثیت سے بار ٹینڈر کے فرائض انجام دے رہا تھا یہ رول ادا کرنے میں کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا کیونکہ ڈونی کافی تنہا زندگی گزار رہا تھا۔ اس کا نہ تو کوئی قریبی دوست تھا نہ ہی بیوی بچے۔

برادرز کلب جو صرف ایک بڑے ہال پر مشتمل تھا اس لحاظ سے کلب کہلاتا تھا کہ وہاں کے تقریباً

تمام ہی گاہک نہ صرف مستقل تھے بلکہ شاید ہی کوئی اینگلو انڈین نہ ہو ایک طرح سے اس جگہ کو اینگلو انڈین کلب کہنا زیادہ مناسب تھا۔ تنویر کا کام چور ضرور تھا لیکن کند ذہن نہیں۔ پہلی شام ہی ڈیوٹی دیتے ہوئے اسنے نہ صرف کافی افراد کے نام جان لئے تھے بلکہ دوسری ایسی بہت سی باتیں بھی سمجھ لی تھیں جن کا بحیثیت ڈونی اسکے علم میں ہونا ضروری تھا۔

چار دن میں اسنے خود کو ڈونی کے قالب میں ڈھال لیا تھا لیکن ڈونی کے روپ میں ڈھل جانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ وہ اپنا فرض فراموش کر چکا تھا۔ وہاں آتے اسے چار دن گزر چکے تھے لیکن ابتک نہ اسنے کوئی ایسی بات سنی نہ حرکت دیکھی جو کسی بھی طرح شکوک کے دائرے میں آتی۔ وہ مسلسل سوچ رہا تھا کہ ایکٹو وہاں سے کیا بات معلوم کر لینے کا خواہشمند ہے۔

یہ بات اسکی سمجھ میں نہیں آئی لیکن وہ اس حقیقت کو نظر انداز کرنیکے لئے تیار نہیں تھا کہ ایکٹو نے اسے تفریحاً وہاں بھیجا ہے کسی بات نے اسے فرائض کو بھولنے نہیں دیا تھا۔ کلب میں ایک خاص قسم کا ماحول تھا اسی لئے نہ تو وہاں بھیڑ بھاڑ ہوتی نہ ہی شور و غل اور ہنگامہ۔ وہاں آنے والوں میں شاید ہی کوئی تھرڈ گریڈ آدمی ہو۔ ورنہ سب کے سب اچھے اسٹیٹس کے آدمی تھے۔ ایکٹو کی دی ہوئی آزادی سے فائدہ اٹھا کر تنویر بے دھڑک شراب پی رہا تھا لیکن صرف اس حد تک کہ سرور کیف سے نکل کر نشہ کی حالت میں داخل نہ ہو۔

اس کا وقت شاندار طریقہ پر گزر رہا تھا۔ اس درمیان ایکٹو نے پلٹ کر اس کی خبر بھی نہیں لی تھی۔ لیکن اس بات سے کم از کم تنویر تو فکر مند ہونیکے لئے تیار نہیں تھا۔ پانچویں شام بھی آگئی۔ اتنے دنوں میں وہ اس مکھی مار کام سے بور ہو چکا تھا۔ اگر شراب پینے کی آسانی نہ ہوتی تو شاید وہاں سے چھوٹ لینے سے گریز بھی نہ کرتا۔

"اے ڈونی۔ بوتل وہسکی اور سوڈا۔" اچانک ایک تیز آواز اسے سوچ کی دنیا سے باہر کھینچ لائی تھی۔

اسنے چونک کر منہ بنایا اور وہسکی کی بوتل طلب کرنیوالے کے سامنے رکھدی پھر دو گلاس اور سوڈے کی بوتلیں اسکے حوالے کر کے کاؤنٹر پر پڑا جانیوالا نوٹ اٹھا کر کیش بکس کے حوالے کیا اور باقی پیسے اسکے حوالے کر دیئے تھے۔

وہ آدمی بوتل اور دوسری چیزیں دو پھیروں میں کاؤنٹر کے قریب ایک میز پر لے گیا جہاں ایک آدمی اندر بیٹھا تھا۔ تنویر نے ایک طائرانہ نظر ہال پر ڈالی اور کاؤنٹر کے نچلے حصے سے گلاس نکال کر دوسرے سرے کے قریب اسٹول پر جا بیٹھا اور شراب کی چسکیاں لگانے لگا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی اسے اسٹول سے اتر آنا پڑا کیونکہ ایک اور گاہک نے آکر شراب طلب کی تھی۔

وقت گزرتا رہا پھر دن کی روشنی ملگجی ہونے لگی۔ گاہک آتے رہے اور وہ شراب سرو کرتا رہا۔ پھر ایک مرتبہ دروازہ انتہائی بے ڈھنگے طریقے سے کھولا گیا اور ایک جوان آدمی اندر آکر رک گیا۔ اسکی نظریں جس انداز سے گھوم رہی تھیں اس سے ظاہر ہوتا تھا اسے کسی کی تلاش ہے پھر اسکی نظریں کاؤنٹر کے قریب والی میز پر رکیں اور وہ بے اختیار اس طرف بڑھتا چلا گیا۔ تنویر کی نظریں آنے والے کے ساتھ ساتھ حرکت کر رہی تھیں۔ وہ صورت اسے پہلی مرتبہ نظر آئی تھی۔

"ہائے۔ ڈونی۔" اسنے تنویر کو آنکھ مار کر ہاتھ لہرایا۔

"ہائے۔" اسنے یہ جانے بغیر کہ وہ کون ہے دانت نکال کر جواب دیا۔

نوجوان اسکے لئے اجنبی سہی لیکن ڈونی یقینی طور پر اسکے لئے اجنبی نہیں ہوگا۔ تنویر کن انکھیوں سے دیکھتا رہا وہ سیدھا مارجرا اور گومیز کی میز پر گیا تھا اسنے اپنی تمام تر سماعی قوت اس طرف لگا دی تھی۔!

"تم... تم... یہاں کیوں آتے ہو۔؟" یہ گومیز کی مضطرب آواز تھی۔

یہ جملہ تنویر کے لئے پر کشش تھا۔ اسنے اپنا گلاس نکالا اور ایک اسٹول سنبھال لیا لیکن

پشت گومیز کی طرف رکھی تھی۔ اب وہ انلوگوں کے اتنے قریب تھا کہ ذرا اونچی آواز میں کی جانیوالی گفتگو کو شش کرنے پر سن سکتا تھا۔

"میں تمہیں بار بار فون کرتا رہا ہوں۔" یہ آنیوالے کی آواز تھی۔

"لیکن کیوں۔ میں تمہیں صبح ہی جواب دے چکا تھا... پھر بھی۔"

"بکواس مت کرو۔" موجودہ حالات میں تم مجھے دھکا نہیں دے سکتے ڈمپل کسی مکھی کا نام نہیں ہے جسے تم دودھ سے نکال کر پھینک دو۔"

"شش... شش۔" مارجر نے اسے چپ کرایا۔ اپنی آواز قابو میں رکھو۔"

پھر انکی آواز اتنی مدہم ہوگئی کہ تنویر کوشش کے باوجود کچھ نہ سن سکا اسی وقت اسے جگہ چھوڑنی پڑی کیونکہ ویٹر گلاس بجا رہا تھا۔

"فون دو ڈونی۔" کچھ ہی دیر میں گومیز اٹھ کر کاؤنٹر پر آگیا۔ تنویر نے چونک کر اسکی طرف دیکھا وہ کچھ مضطرب اور بے چین نظر آتا تھا۔ پھر اسنے جھک کر نچلے حصّے سے فون نکالا اور گومیز کی طرف کھسکا دیا۔ ڈائیل کا رخ گومیز کیطرف ہونے کی وجہ سے تنویر وہ نمبر نہ بھانپ سکا جو گومیز ڈائیل کر کے رابطہ قائم ہونے کا منتظر تھا۔

اچانک اسے عمران کی ہدایات یاد آگئی کہ خود کو تمام معاملات سے لاپرواہ ظاہر کرنا اور اس وقت گومیز اگر ہلکی سی توجہ دیتا تو اسے آسانی کے ساتھ معلوم ہو جاتا کہ وہ ان میں دلچسپی لے رہا ہے۔ اسنے نچلے حصّے سے پیکٹ اور ماچس اٹھایا اور ذرا آگے چلا گیا پھر سگریٹ سلگا کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا یہ دوسری بات ہے کہ کان گومیز ہی کی طرف لگے ہوئے تھے۔

"ہیلو۔ ہیلو سر۔ گومیز بول رہا ہوں۔" اسکے کانوں سے گومیز کی مدہم آواز ٹکرائی تھی۔

چند لمحے خاموش رہی۔ دوسری جانب سے کچھ کہا گیا ہوگا۔

"وہ پھر آگیا ہے سر۔"

پھر خاموشی....

"یس سر۔"

خاموشی دوبارہ۔ اس مرتبہ وقفہ کچھ طویل تھا۔

"ویری ویل سر۔ جو آپ نے کہا ہے وہی کیا جائیگا۔ آپ بھی دیں۔" اس مرتبہ گومیز نے سرگوشی ہی کی تھی جسے تنویر بھی بمشکل سن سکا تو دوسروں کا تو کیا سوال پیدا ہوتا تھا۔ پھر ریسیور کریڈل پر ڈالنے کی آواز آئی ساتھ ہی گومیز نے کہا تھا۔ "فون رکھ لو ڈونی۔" اور ڈونی بیچارے نے فون اٹھا کر اسکی جگہ پہنچا دیا۔

گومیز تو ایک خالی گلاس لیکر میز پر چلا گیا لیکن بیچارے تنویر کے دماغ کے لئے ایک خلجان چھوڑ گیا۔

وہ اگر ڈونی ہوتا تو شاید نوجوان کی آمد گفتگو اور فون پر گومیز کی گفتگو کو کوئی اہمیت نہیں دیتا لیکن تنویر تو اسی قسم کی کسی سچویشن کی تلاش میں پانچ دن سے وہاں مکھیاں مار رہا تھا۔ اس کا دماغ الجھا تو الجھتا چلا گیا۔

پھر ایک گاہک نے آکر اسے الجھن سے نجات دلائی تھی۔ وقت آہستہ آہستہ گزرتا رہا۔ باہر رات کی تاریکی فضا میں اپنے قدم جما چکی تھی۔ تنویر کئی مرتبہ گومیز کی طرف دیکھ چکا تھا۔ جہاں اب ڈمپل بھی مے نوشی میں ان کا شریک تھا۔

پھر اسنے گومیز اور مارجر سے ہاتھ ملا کر رخصت ہوتے دیکھا تو نہ جانے کیوں اسکے جسم میں اضطراب کی ہلکی سی لہر دوڑ گئی تھی۔

ڈمپل دونوں ہاتھ جیبوں میں ٹھونس کر باہر نکلا اور بڑے اطمینان سے آگے چلنا شروع

کر دیا۔ اسکی نظریں ڈسٹ بن سے کچھ آگے کھڑی ایک کار پر جمی ہوئی تھیں۔

"رک جاؤ۔ اور ہاتھ جیبوں سے باہر نکال لو۔" اچانک کوئی نوکدار شئے اسکی کمر سے ٹکرائی اور کسی نے اسکے کان کے پاس سرگوشی کی۔ اس سرگوشی میں کچھ ایسی ہی سفاکی تھی کہ ڈمپل کے قدم خود بخود رک گئے۔

"ہاتھ بہت آہستہ آہستہ جیبوں سے نکال کر اوپر اٹھا لو۔" دوسرا حکم ملا۔

اسے اس حکم کی تعمیل بھی کرنی پڑی پھر وہ مزید حکم کا انتظار کر ہی رہا تھا کہ عقب میں دھپ کی آواز کے ساتھ کسی کے کراہنے کی آواز پھیلی تھی۔ وہ بے اختیار گھوم گیا ایک آدمی سر پکڑ کر نیچے گر رہا تھا اور اسکے برابر ایک اور آدمی ریوالور سنبھالے موجود تھا۔

"بارنی... تم۔"؟ ڈمپل بری طرح چونک پڑا۔

"ہاں۔ اور اب کار کی طرف چلنا شروع کر دو۔" ریوالور والے نے خشک لہجے میں کہا۔

"کیوں کیا بات ہے۔"؟ ڈمپل کی آواز لرز رہی تھی۔

"باس کا حکم ہے کہ اب تمہاری ضرورت نہیں رہ گئی۔" اسنے سرد اور سفاک لہجے میں کہا۔

"لیکن گوئیز..."

"باتیں کار میں بیٹھ کر کر لینا چلو۔" بارنی نے اسے ایک جانب دھکیلا۔

جب ریوالور پشت پر رکھا ہو تو حکم کی تعمیل سب ہی کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں ڈمپل بھی مجبور تھا۔

"کار تم چلاؤ گے۔" بارنی نے ایک کار کے قریب رک کر چابی اسکی طرف بڑھائی۔

"سنو تو۔" ڈمپل نے پھر کچھ کہنا چاہا۔

"ایک مرتبہ کہہ رہا ہوں کار میں۔" بارنی غرایا۔ "ورنہ مجبوراً وقت سے پہلے تمہیں رخصت کر دینا پڑے گا۔"

"او... ود..." اسنے جھنجلاہٹ میں سر کو جھٹکا اور ہاتھ بڑھا کر بارنی کے ہاتھ سے چابی جھپٹ لی۔ اب یہ اتفاق تھا یا کوئی اور بات چابی ڈمپل کے ہاتھ میں آنے کی بجائے سڑک پر گر پڑی تھی۔

"اٹھاؤ۔" بارنی نے حکم دیا۔

ڈمپل نے ایک نظر اسے دیکھا اور چابی اٹھانے کے لئے جھک گیا۔ اس حالت میں کہ اسکے بائیں ہاتھ نے چابی اٹھائی اور دایاں ہاتھ دائیں پیر کے موزے میں چلا گیا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ سیدھا ہوا اور بجلی کی مانند چمک کر گھوم کر بارنی کے دل والے مقام پر ہاتھ مار کر یوں گھما دیا جیسے پیچ کسنے کے لئے اسکرو ڈرائیور گھمایا جاتا ہے۔ ساتھ ہی دوسرا ہاتھ بارنی کی کمر کے گرد لپیٹ لیا۔

بارنی کے حلق سے چیخ سی نکلی اور وہ بے جان ہو کر ڈمپل کے بازو میں جھول گیا۔ ڈمپل نے اسے دھکیلنے کے ساتھ ہاتھ بھی کھینچ لیا تھا اسکے ہاتھ میں خون آلود سوئے نما کوئی ہتھیار تھا۔ وہ جھکا اور بارنی کا ریوالور اٹھا لیا پھر وہ پلٹ کر اپنی کار کی طرف جھپٹا تھا۔

"رک جاؤ ڈمپل۔" وہ کار کے قریب پہنچا ہی تھا کہ ڈسٹ بن کے قریب سے اسے حکم دیا گیا۔

ڈمپل برق رفتاری سے گھوما اور ہاتھ سیدھا کرتے ہوئے فائر کر دیا۔ دھماکے کی تیز آواز کے ساتھ اسے روکنے کی کوشش کرنے والا لڑکھڑا گیا۔ ڈمپل کی چلائی ہوئی گولی اسکی ران میں پیوست ہو گئی تھی۔ اس آدمی کا حشر دیکھنے کی بجائے ڈمپل کار میں گھسا اور انجن اسٹارٹ کر کے کار حرکت میں لے آیا۔ بار سے نکلنے اور کار اسٹارٹ کرنے کے درمیان صرف چار فٹ کا وقفہ تھا اس مختصر وقت میں تین مرتبہ اسے گھیرنے کی کوشش کی گئی اور وہ ایک آدمی کو قتل اور دوسرے کو زخمی کر کے

صاف نکل آیا تھا۔ زخمی ہو جانیکے باوجود اس آدمی نے جو جرجیس آفندی تھا وہاں سے نو دو گیارہ ہونے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

وہ کافی دیر ڈمپل کے انتظار میں وہاں رہا تھا اور اس دوران وہ گردوپیش کی سچوئشن سے اچھی طرح واقف ہو گیا تھا۔ یہی وجہ تھی جو وہ ایک تنگ گلی میں گھسا اور مختلف گلیوں سے گزر کر مین روڈ پر پہنچ گیا۔ اب یہ اتفاق ہی تھا کہ سامنے ہی ایک ٹیکسی موجود تھی جو سواریاں اتار کر حرکت میں آیا چاہتی تھی۔ وہ تیزی سے آگے بڑھ کر ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔

"اکیسویں شاہراہ چلو۔" جسم میں گولی ہونیکے باوجود وہ قطعی پرسکون تھا۔ ٹیکسی حرکت میں آئی تو اسنے جیب سے ایک پتلا سا اسٹیل کیس نکال کر کھول لیا اس میں مختلف چیزوں کے علاوہ آپریشن میں استعمال ہونے جیسا ایک نشتر بھی تھا جو اسنے نکال لیا تھا۔

اسنے رومال نکالا اور ٹائی بھی کھول لی۔ پھر تپلون کا پائنچہ چڑھا کر رومال سے زخم سے بہنے والا خون صاف کیا اور جبڑوں کو پوری قوت کے ساتھ بھینچ کر نشتر کی مدد سے زخم کا منہ چوڑا کرنے لگا اس کا چہرہ کرب واذیت کی وجہ سے سفید پڑ گیا تھا۔ خود آپریشن کر کے گولی اس طرح نکال لینا کہ منہ سے آواز بھی نہ نکلے یقینی طور پر ایسا ہی کارنامہ تھا جیسے بہت کم افراد انجام دے سکتے تھے۔ گولی جیب میں ڈال کر اسنے رومال تہہ کر کے زخم پر جمایا اور ٹائی سے مضبوطی کے ساتھ باندھ دیا۔ پھر وہ اعصاب پر کنٹرول پانیکے لئے سگریٹ سلگا کر کش لینے لگا۔

ڈمپل کی کار ہوا میں اڑتی ہوئی نظر آئی تھی۔ وہ جلد از جلد سول لائنز کے علاقے سے نکل جانا چاہتا

تھا۔ اسکی بھنچی ہوئی آنکھوں میں طوفان رقص کر رہا تھا اور دماغ میں بارنی اور دوسرے آدمی کی شبیہ ناچ رہی تھی۔ بارنی کو تو وہ نہ صرف پہچانتا ہی تھا بلکہ اسکی حرکت کا مقصد بھی سمجھ سکتا تھا۔ بارنی نے اسے اس آدمی کے اشارے پر قتل کرنے کی کوشش کی تھی جسکے لئے خود ڈمپل سا لہاسا سال سے کام کر رہا تھا۔ اور اب جبکہ قانون ڈمپل کی تلاش میں تھا تو اسنے ڈمپل کا کانٹا صاف کر دینا بہتر سمجھا تھا۔ تم مجھے آسانی کے ساتھ ختم نہیں کرا سکو گے باس۔" وہ بے اختیار زیر لب بڑبڑایا۔ "ڈمپل بھی کسی مچھر کا نام نہیں ہے۔"

پھر اچانک پہلے حملہ آور کی شبیہ اسکے ذہن میں ابھری تھی۔ اسنے اس آدمی کی بس ہلکی سی جھلک دیکھی تھی۔ اسنے اپنی یاداشت کو ٹٹول ڈالا لیکن یاد نہ کر سکا کہ کبھی اسکی اس اجنبی سے ملاقات ہوئی ہے۔ بہرحال اس پر اسے مکمل یقین تھا کہ وہ شخص یقینی طور پر غیر ملکی تھا اور اس کا تعلق یوروپ کے کسی ملک سے تھا۔

کسی غیر ملکی کا اس میں دلچسپی لینا اسکی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ویسے نہ جانے کیوں اسے غیر ملکی کے نقوش کچھ جانے پہچانے لگے تھے۔ وہ بار بار غیر ملکی کو ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کرتا لیکن اس کا خیال بھوت کی مانند اسکے دماغ پر سوار ہو گیا تھا۔ وہ بار بار انداز سے قائم کرتا اور انھیں رد کر دینے کے بعد دوبارہ غور کرنے لگتا تھا۔

اچانک اسکے دماغ میں روشن دریچہ کھلا اور ایک نئے خیال نے اسے بے اختیار مضطرب کر دیا اسنے کسی حد تک غیر ملکی کے بارے میں اندازہ قائم کر لیا تھا۔

اپنے اندازے کی تصدیق کے لئے اسنے کار کا رخ تبدیل کر لیا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ ایلیا کے اپارٹمنٹ کے دروازے پر کھڑا گھنٹی بجا رہا تھا دروازہ کھلنے میں جتنی دیر ہو رہی تھی اسکی بے چینی اور اضطراب میں اضافہ ہو رہا تھا۔ پھر جب اسنے دروازہ توڑ کر اندر داخل

ہونے کے بارے میں سوچا ہی تھا کہ دروازہ کھل گیا۔ سامنے ایلیا موجود تھی۔ ایلیا کے کچھ بولنے سے پہلے ہی وہ اسے دھکیل کر اندر پہنچ گیا پھر دروازہ بند کیا اور نشے میں ڈوبی ہوئی ایلیا کے ساتھ اپارٹمنٹ میں داخل ہو گیا۔

"یہاں کوئی یورپین مجھے پوچھتا ہوا آیا تھا ایلی۔؟" اسنے دروازے کے قریب رک کر ایلیا کے دونوں کندھوں پر ہاتھ جما دیئے۔

"تم واپس کیوں آئے ہو جاؤ یہاں سے۔" ایلیا نشے میں بری طرح ڈول رہی تھی اسنے ڈمپل کے سوال کو نظر انداز کر دیا تھا۔

"میرے سوال کا جواب دو۔" ڈمپل نے جنونی انداز میں اسکے شانے پکڑ کر اسے جھنجھوڑ دیا۔

"چھوڑ دو مجھے۔ پاگل کتے۔" ڈمپل کی حرکت نے ایلیا کو پاگل بنا دیا وہ ہذیانی انداز میں چیخی تھی۔ ڈمپل اسکے شانے چھوڑ کر پیچھے ہٹا اور اتنی قوت کے ساتھ ایلیا کے چہرے پر تھپڑ رسید کیا کہ وہ چیخ کر اچھلی اور بے قابو ہو کر فرش پر گر پڑی۔

چند لمحے قہر آلود نظروں سے اسے گھورنے کے بعد ڈمپل نے اس کا بازو پکڑ کر اٹھا لیا۔ ایلیا ہذیانی انداز میں چیختی رہی لیکن ڈمپل نے بے رحمی کے ساتھ گھسیٹ کر اسے ایک صوفے میں دھکیل

"تم... تمہیں بھگتنا پڑے گا..." ایلیا بمشکل بولی۔

"جب وقت آئیگا۔ تو بھگت لوں گا۔" وہ سفاکانہ لہجے میں بولا۔ "بتاؤ کون آیا تھا یہاں"

"کک... کوئی... نہیں۔" نشے میں ہونے کے باوجود ایلیا نے صورتحال کی نزاکت کو محسوس کر لیا تھا ظاہر ہے وہ سچ کیسے بول دیتی۔

"ایلیا۔ جھوٹ بولنے کی کوشش مت کرو۔"

"میں کہہ چکی ہوں کوئی نہیں آیا تھا۔" وہ چیخی۔ "بس جاؤ مجھے پریشان مت کرو

"ہوں۔" وہ پھنکارا اور مزید کچھ پوچھنے کی بجائے ایلیا کو گھورنے لگا پھر اسکی نظریں اسکے چہرے سے پھسل کر دسٹ کلینر پر پہنچ گئیں جس پر بوتل اور گلاس کے علاوہ تصویر کے ٹکڑے پڑے تھے۔

ڈمپل بے اختیار جھکا اور گھٹنوں کے بل فرش پر بیٹھ کر تصویر کے ٹکڑے اٹھا کر دیکھنے لگا۔ ایلیا کا دل بے اختیار اچھل کر حلق میں آگیا اور اسے آفندی کے کہے ہوئے آخری الفاظ یاد آنے لگے تھے۔ تصویر دیکھ کر ڈمپل کے چہرے پر خونخواری اور سفاکی امڈ آئی۔ وہ بے اختیار ایلیا کیطرف دیکھنے لگا تھا۔

"یہ تصویر۔؟"

"پپ... پرانی تصویر ہے۔" ایلیا اسکا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی بول پڑی۔

"مجھے بھی معلوم ہے کہ پرانی تصویر ہے۔" وہ دانت بھینچ کر غرایا۔ "اور مجھے یہ بھی یاد ہے یہ مجھ سے کہاں الگ ہوئی تھی۔ جب ترکش سیکورٹی نے مجھے پکڑا تھا تو یہ میرے سامان میں تھی۔ کیوں کیا اب بھی انکار کرو گی کہ یہاں کوئی غیر ملکی نہیں آیا تھا۔؟"

وہ بے چاری کیا جواب دیتی بس آنکھیں پھاڑے ہانپتی رہی اس کا چہرہ بے رنگ ہو گیا تھا۔

"کتیا کی بچی۔" وہ چنگھاڑتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ "بتاؤ۔ تم اسے میرے بارے میں کیا کچھ بتا چکی ہو۔؟" کتیا کی بچی میں اتنی سکت ہی کہاں تھی جو زبان ہلاتی۔ ڈمپل چند لمحے اسکے بولنے کا انتظار کرتا رہا پھر وحشی درندے کی مانند اس پر جھپٹ پڑا۔ ایلیا چیختی رہی اور ڈمپل اس پر ٹھوکروں کی بارش کرتا رہا اسکے پیر کی حرکت اس وقت رکی جب ایلیا خاموش ہو چکی تھی۔

"کتیا۔ کمینی۔" وہ بڑبڑاتا ہوا پیچھے ہٹا اور میز سے شراب کی بوتل اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لی جو اس وقت ہونٹوں سے الگ ہوئی جب آخری قطرہ بھی ڈمپل کے معدے میں نہ پہنچ گیا۔ شراب کی کثیر مقدار اسکے آتش غضب کے لئے پیٹرول ثابت ہو رہی تھی۔ وہ سوچتے ہوئے دانت کچکچانے لگا ایسا معلوم ہوتا تھا وہ کسی فیصلے پر پہنچنے کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ پھر دھچکے

کے ساتھ مٹرا اور آفس ٹیبل پر رکھے ہوئے فون کے قریب پہنچ گیا۔ چند لمحے بعد وہ نمبر ڈائیل کر کے رابطہ قائم ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔

"یس پلیز۔"

"ہوٹل انٹرنیشنل۔"

"یس پلیز۔؟"

"ارنی شیورز بول رہا ہوں کمرہ نمبر پانچ سو انیس کے لئے کوئی پیغام ہے۔؟"

"نو سر۔" چند لمحے توقف کے بعد جواب ملا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔" سلسلہ منقطع کر کے وہ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"برادرز کلب۔؟ سلسلہ ملنے پر ریسیور سے آواز آئی۔

"مسٹر گومیز یا مسٹر موجو ہے۔" حتی المکان اسنے لب و لہجے کو تبدیل کرنے کی کوشش کی تھی۔

"کون صاحب بات کریں گے۔؟"

"اسبات سے تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ اگر دونوں میں سے کوئی ہے تو بلا دو۔"

"اچھا ٹھہریں۔"

چند لمحے کا انتظار بھی اسکے اعصاب پر گراں گزرا تھا۔

"گومیز۔"

"مجھے یقین ہے بارنی کی موت کے بعد باس اپنا خیال تبدیل کر لیگا۔"

"تم۔ کہاں سے بول رہے ہو۔؟"

"بتا دوں تو بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ جہاں سے فون کر رہا ہوں وہاں سے روانہ ہونے والا ہوں۔"

"مقصد کیا ہے۔؟"

"وہی۔ جو پہلے تھا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں بات کر کے بتاؤں گا۔ کچھ دیر بعد فون کرو۔"

"یہ چکر بازی فضول ہے گومیز۔ باس سے کہو کہ وہ ٹھیک نو بجے ریجنٹ کے کیفے ٹیریا میں ملے۔ اب میں براہ راست اس سے بات کرنا چاہتا ہوں اسکے چمچوں سے نہیں۔"

"کیا تم سمجھتے ہو تمہاری خواہش پوری ہو جائے گی۔"؟

"میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اگر باس مقررہ وقت پر نہیں ملا تو پھر مجھ پر کوئی ذمہ داری باقی نہیں رہے گی۔ اسکے بعد سب کچھ ہو سکتا ہے۔"

"اوکے۔ میں کہہ دوں گا۔"

"دٹیس آل۔" اسنے ریسیور کریڈل پر پٹخا اور تیزی سے چل کر اس الماری کے پاس پہنچ گیا جس میں مردانہ لباس بھرے ہوئے تھے۔

اسنے تیزی سے کپڑے تبدیل کئے اور وہاں سے رخصت ہو گیا۔ اسنے پلٹ کر یہ دیکھنے کی بھی کوشش نہیں کی تھی کہ ایلیا مر گئی یا زندہ ہے۔

ایلیا مری تو نہیں البتہ شکستہ ضرور تھی۔ جب ڈمپل اس پر ٹھوکریں برسا رہا تھا تو وقتی طور پر وہ ہوش و حواس گم کر بیٹھی تھی لیکن وہ وقفہ بہت مختصر تھا۔ وہ ہوش میں تو آ گئی لیکن دانستہ طور پر بے حس و حرکت پڑی رہی تھی اس میں اب مار کھانے کی ذرا سی بھی سکت نہیں تھی اس لئے بے ہوش بن کر پڑے رہنے ہی میں اسنے عافیت جانی تھی۔

اسنے ٹیلی فون پر کی جانیوالی دونوں مرتبہ کی ڈمپل کی گفتگو سنی تھی لیکن حرکت اسی وقت کی جب ڈمپل کو گئے کئی منٹ ہو گئے تھے۔

بمشکل تمام جسم کو گھسیٹ کر وہ ایک صوفے میں ڈھیر ہو گئی اس کا جسم مواد بھرا ہوا پھوڑا بن گیا تھا۔ اگر شراب کی کافی مقدار اسکے جسم میں گردش نہ کر رہی ہوتی تو وہ یقینی طور پر ڈمپل کے کئے ہوئے تشدد کو برداشت نہ کرتے ہوئے بے ہوش پڑی ہوتی۔

حواس پر قابو پانے میں اسے اچھی خاصی دیر لگ گئی۔ اسنے بار کاؤنٹر کی طرف جانے کی نیت سے حرکت کرنی چاہی تو اسکے حلق سے چیخیں نکل پڑیں شاید کوئی پسلی ٹوٹ گئی تھی یا اپنی جگہ سے ہٹ گئی تھی۔

چیخیں کراہوں میں تبدیل ہوتی گئیں لیکن اسنے دوبارہ حرکت کرنے کی کوشش نہیں کی تھی درد کرب کی جو اذیت اسکے جسم میں موجزن تھی اس کا مزا کچھ وہی جانتی تھی۔

اسنے اس وقت بھی حرکت کرنے کی ہمت نہیں کی جب کوئی اطلاعی گھنٹی بجا رہا تھا اس وقت تو اس کا دماغ اندھیرے کی جانب مائیل بہ پرواز تھا یہی وجہ تھی جو اسنے دروازہ کھلنے کی آوازیں بھی نہیں سنی تھیں۔

اطلاعی گھنٹی بجاتے رہنے کے باوجود جب اندر سے کوئی جواب نہیں ملا تو وہ دروازہ کھول کر اندر گھس آیا تھا۔

آنیوالا جرجیس آفندی تھا۔ اسکی نظریں جیسے ہی ایلیا پر پڑیں وہ برق رفتاری سے اسکے قریب پہنچ گیا۔

"مس ایلیا۔" اسنے جھک کر ایلیا کو سیدھا کرنے کی کوشش کی تو ایلیا کے حلق سے چیخیں نکل گئی تھیں۔

"اوہ۔ میرے خدا۔" وہ تیزی سے سیدھا ہو گیا ایلیا کی حالت دیکھ کر اسکے لئے اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ اس بیچاری پر کیا گزر گئی ہوگی۔

ڈمپل کے فرار کے بعد ہی اسکے ذہن دور رسا نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اسکی شکل دیکھ لینے کے بعد ڈمپل کے لئے اندازہ لگانا مشکل نہیں ہوگا کہ آفندی کون ہے وہ اپنے مرنے والے بھائی کا کاربن کاپی تھا۔ اگر دونوں کی عمروں میں تفاوت نہ ہوتا تو وہ یقینی طور پر جڑواں بھائی تصور کئے جاتے۔

اسے یقین تھا ڈمپل میں اگر ذرا بھی ذہانت ہوتی تو وہ سیدھا ایلیا کی طرف جائے گا کیونکہ اسکا ایک ایسی ہستی تھی جو کسی اجنبی کو برادر کلب کی طرف بھیج سکتی تھی۔

اس اندیشہ کا اظہار تو وہ ایلیا پر پہلے ہی کر چکا تھا اسی اندیشہ نے اسے ایلیا کی طرف دوڑنے پر مجبور کیا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ بے گناہ عورت ڈمپل کے غیض و غضب کا نشانہ بن جائے۔

اسکے ٹیکسی ڈرائیور نے پہنچانے میں بہت جلدی دکھائی تھی پھر بھی وہ اتنی دیر سے پہنچا کہ ڈمپل اپنا کارنامہ دکھا کر واپس بھی جا چکا تھا۔

اسنے ایک گلاس میں شراب اونڈیلی اور ایلیا کو پلا دی تاکہ اسکے بکھر جانے والے اعصاب قدرے مجتمع ہو جائیں۔

شراب کی اچھی خاصی مقدار خون میں شامل ہو جانے کے بعد ایلیا کے اعصاب اس حد تک سکون ہو گئے تھے کہ درد و کرب کی کیفیت بھی اسے آفندی سے بات کرنے سے نہ روک سکی۔

آفندی نے جا کر دروازہ بولٹ کر دیا تھا۔ حالانکہ ڈمپل کی واپسی کی امید تو نہیں

تھی پھر بھی وہ بے خبر نہیں رہنا چاہتا تھا۔

"مجھے بہت شرمندگی ہے مس ایلیا۔" وہ آہستہ سے بولا۔ آپ کا یہ حال صرف میری وجہ سے ہوا ہے۔"

"جو کچھ ہونا تھا ہو چکا مسٹر آفندی۔ اب اس پر شرمندہ ہونے سے کیا فائدہ۔" ایلیا نے مسکرانے کی ناکام کوشش کی تھی۔

"پھر بھی۔" آفندی نے اصرار کرنا چاہا۔

"چھوڑو۔ مجھے یہ خوشی ہے کہ تمہاری وجہ سے میں نے اس کا اصل روپ دیکھ لیا۔ ورنہ شاید میں کسی بھی حالت میں اسے نہ چھوڑ پاتی۔"

"اور مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ اسنے آپ کو قتل نہیں کیا۔ ورنہ میں تو سمجھ رہا تھا وہ یہ حرکت کر گزرے گا۔"

ایلیا نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ نشہ کی زیادتی سے اسکی آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں۔

"میرے خیال میں آپ کو یہاں سے کسی محفوظ جگہ منتقل ہو جانا چاہیئے۔" آفندی نے مشورہ دیا۔

"ہونہہ۔" وہ کرب آلود انداز میں ہنسی۔ اب میں نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا ہے مسٹر آفندی۔"

"کیا مطلب۔؟" آفندی نے چونک کر اسے گہری نظروں سے دیکھا۔

"پہلے میں یہ سب کچھ چھوڑ دینے کے لئے تیار تھی لیکن اب نہ صرف یہ کہ نہیں جاؤں گی بلکہ ڈمپل اگر ادھر آیا تو اس کی لاش ہی جائے گی۔ میں اسے گولی مار دوں گی۔"

"نہیں مس ایلیا۔ آپ کو یہ حرکت کرنے کی ضرورت نہیں۔" قانون بہر حال قانون

ہوتا ہے۔ آپ ڈمپل کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں۔"

"لیکن میرا ارادہ کچھ اور ہے۔"

"کیا۔؟"

"میرے خیال میں ایک مرتبہ تمہارے ہاتھوں سے بچ نکلنے کے بعد ڈمپل شاید ہی تمہارے ہاتھ آئے۔ غیر ملکی ہونے کی حیثیت سے تمہیں وہ آسانیاں حاصل نہیں ہیں جو ڈمپل کو ہیں۔"

"ہاں۔ یہ بات تو ہے۔ لیکن اسکا یہ مطلب بھی نہیں کہ میں بے دست و پا ہوں۔" میں کسی نہ کسی طرح اسکی گردن تک پہنچ ہی جاؤں گا۔"

"میرے خیال میں تمہیں کسی مقامی آدمی سے مدد لے لینی چاہیئے۔ ایسا آدمی جو اس قسم کے معاملات میں ماہر ہو۔"

"فی الحال تو میں اپنے طور پر ہی کوشش کرنا چاہتا ہوں۔ اگر ناکام رہا تو پھر میں آپ کی بتائی ہوئی خصوصیات کے مالک کی مدد حاصل کر لوں۔"

"تمہاری مرضی۔"

"اگر آپ... میرے کچھ ...." وہ رک گیا۔

"سوالوں کے جواب۔؟ میں تمہیں یہ بتا سکتی ہوں کہ ڈمپل کہاں مقیم ہے اور آج رات وہ کہاں ہوگا۔ پھر اسنے انٹرنیشنل ہوٹل اور ریجنٹ کیفے ٹیریا کے بارے میں بتا دیا۔

"میرے خدا۔ میں آپ کا احسان کس طرح اتار سکوں گا۔" آفندی کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔

"یہ صرف الفاظ ہیں یا تم واقعی احسان اتارنے کے خواہشمند ہو۔؟" ایلیا نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"آزما کر دیکھتے۔ پھر آپکو خود معلوم ہو جائیگا۔" آفندی کے لہجے میں بے پناہ خلوص تھا۔

"اچھا وقت آنے دو۔"

"مجھے اب اجازت دیجئے۔" ڈمپل سے دوسری ملاقات کرنے سے قبل میں اپنے ہوٹل جانا چاہتا ہوں۔"

"جاؤ۔ لیکن فون مجھے دے کر۔"

"ضرور۔" وہ کھڑا ہوگیا۔

انٹرونمنٹ سے منسلک تار اتنا لمبا تھا کہ فون آسانی کے ساتھ ایلیا کے قریب پہنچ گیا پھر آفندی کو ٹیلی فون ڈائریکٹری بھی لاکر دینی پڑی تھی۔

"میرا مشورہ اب بھی یہی ہے کہ آپ کسی محفوظ جگہ منتقل ہوجائیں۔" آفندی نے متفکر لہجے میں کہا۔

"محفوظ جگہ جانے کی بجائے میں حفاظت ہی کو یہاں بلا لیتی ہوں۔"

"کسی کو حفاظت کے لئے بلانا چاہتی ہیں۔؟

"ہاں۔ کیا میری حالت اس قابل ہے کہ میں باہر جاسکوں۔ پھر مجھے علاج کی بھی ضرورت ہے۔ اس لئے میں اپنی ایک ایسی سہیلی کو بلا سکتی ہوں جو ڈمپل سے میری حفاظت بھی کرسکتی ہے اور علاج بھی۔"

"اگر آپ کے خیال میں ایسا کرنا مناسب ہے تو آپ کی مرضی۔" ظاہر ہے آفندی اس پر اپنی مرضی مسلط نہیں کرسکتا تھا۔

"میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ کیا کرنے جارہی ہوں۔" وہ مسکرائی۔ "تم بے فکر ہوکر جاؤ۔ اب ڈمپل مجھے انگلی بھی نہ لگا سکے گا۔"

"اینڈ یو لاتیک۔"

"جاتے جاتے ذرا میز کی دراز سے ریوالور نکال کر مجھے دیتے جاؤ اگر ڈمپل آ ہی گیا تو میں اسے نبٹ لوں گی۔"

"ریوالور۔۔۔" آفندی کا منہ کھل گیا تھا۔

"غیر قانونی نہیں ہے۔ باقاعدہ لائسنس رکھتی ہوں۔ یہ بھی ڈمپل ہی کا دیا ہوا تحفہ ہے۔"

وقت کم تھا جسے ضائع کرنے کی بجائے آفندی اسے ریوالور دیکر اسکے فلیٹ سے نکل آیا۔ ایلیا نے ڈائریکٹری سے ایک نمبر نکالا اور نمبر ڈائیل کرنے لگی جسکے لئے اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔

"ہیلو روشی۔"

"ایلیا بول رہی ہوں روشی۔" اسکی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"تم۔ یہ تمہاری آواز کو کیا ہوا۔؟ روشی کی آواز میں حیرت و اضطراب تھا۔

"میں۔ میں خطرے میں ہوں روشی۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے پلیز فوراً لیبے اپارٹمنٹ پر آجاؤ۔ دیر نہ کرنا ورنہ شاید مجھے زندہ نہ دیکھ سکو۔"

"مائی گڈنس۔ بات کیا ہے۔؟

"چلی آؤ۔ بات یہاں پہنچنے پر بتادوں گی اور ہاں اپنے اس بوائے فرینڈ عمران کو بھی لیتی آنا جس کا تم تذکرہ کرتی رہتی ہو۔"

"پہلے مجھے چکر تو بتاؤ ایلیا۔؟

"پلیز۔ میری حالت ایسی نہیں ہے کہ مزید باتیں کرسکوں۔ آجاؤ۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔" اتنا کہہ کر اس نے ریسیور کریڈل پر ڈالا اور صوفے کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کرلیں۔

عمران نے کہیں جانے کے لئے فلیٹ کے دروازے سے پیر نکالا ہی تھا کہ کسی جن کی مانند روشی اسکے سامنے آموجود ہوئی تھی۔

"کہیں جا رہے ہو۔؟ روشی بوکھلائی ہوئی تھی۔

"ہاں۔" عمران نے مبہم سی صورت بنائی تھی۔

"کہاں۔؟

"گدھے۔ تمہاری صورت دیکھ لینے کے بعد وہیں جانے کی نوبت آجاتی ہے۔"

"بکو مت۔ میرے ساتھ آؤ۔" روشی نے اس کا بازو پکڑ کر کھینچا۔

"ہائیں۔ ہائیں کیا کرتی ہو تمہیں کسی غیر مرد کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی۔؟

"اے غیر مرد خاموشی سے میرے ساتھ چلے آؤ۔ ورنہ ہاتھ کی بجائے ٹانگ پکڑ کر بھی کھینچ سکتی ہوں اور مجھے بالکل شرم نہیں آئے گی۔"

"مرگئے محلے والے۔" وہ کراہا۔

"کیوں محلے والے بیچاروں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔"

"جی ہاں شخص بیچارہ ہے۔ چارے دار تو صرف عمران ہے۔ ہائے اوریا۔ تو جانتا ہے سب۔"

"بکنے پر کوئی پابندی نہیں لیکن رکنا مت ورنہ تماشا بنا دونگی سمجھے طوطے۔"

"سس... سمجھ گیا آنٹی۔" عمران کے لہجے میں بے بسی تھی۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا روشی نے جو کچھ کہا ہے اس پر عمل بھی کر دکھائیگی اس لئے وہ سیڑھیاں طے کرتا رہا تھا۔ اس عالم میں بھی وہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ روشی پر کیا مصیبت ٹوٹ پڑی ہے وہ اچھی طرح جانتا تھا روشی بلاوجہ کبھی اسکے فلیٹ کا رخ نہیں کرتی اور وہ

جس قدر تیزی دکھا رہی تھی اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ جلد از جلد کہیں پہنچنے کی خواہشمند ہے۔

"تمہاری کار کدھر ہے۔؟ نیچے پہنچ کر روشی نے پوچھا۔

"وہ۔ وہ تو بابلی پیر والے کو دیدی۔" عمران نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"طوطے۔" روشی اسے آنکھیں دکھاتے ہوئے بولی۔

"اسے خدا غارت کر دے تمہارے طوطے کو۔"

"بکو مت۔"

مزید تکرار کے بجائے عمران گیراج سے کار نکال لایا روشی وہ مصیبت تھی جو جب بھی سامنے آتی تھی عمران کے چھکے چھڑا دیا کرتی تھی۔

"کک... کدھر۔؟ عمران نے کار حرکت میں لاکر پوچھا۔

"اکیسویں شاہراہ۔" روشی نے مختصر سا جواب دیا۔

"لیکن میرے خیال میں تمہاری عمر اکیسویں سال سے گزرے ہوئے اکیس سال ہو چکے ہیں۔" عمران تبکی اڑائے بغیر نہ رہ سکا۔

"عمران میں کان کھینچ دوں گی۔"

"اے باپ رے۔ آجکل تمنے باربرا حریف کی اردو پکچریں تو دیکھنی نہیں شروع کر دیں۔"

"دماغ مت خراب کرو۔" میں پہلے ہی پریشان ہوں۔"

"کیا یہ کسی معمہ کا چلپائی اشارہ ہے۔"

"میری ایک سہیلی کسی مصیبت میں پھنس گئی ہے۔"

"تم عورتوں کو پھنس جانیکے سوا اور آتا بھی کیا ہے۔ خدا بٹو غرق کرے اس ماڈرن تہذیب کا۔"

"دماغ کچھ زیادہ ہی خراب معلوم ہوتا ہے۔" وہ غرائی۔

"بلی کیطرح خون خون مت کرو پھوی... ارر.. روشی. میں آجکل نروس بریک ڈاؤن کا شکار ہوں۔"

"میں تمسے تمہارے نروس سے اور اسکے بریک ڈاؤن سے اچھی طرح واقف ہوں۔"

"اے جب تمہاری کوئی سہیلی.. ارر سہیلی مصیبت میں پھنس سکتی ہے تو کیا میں اپنے نروس کا بریک ڈاؤن بھی نہیں کرا سکتا۔"

"تمہارے جملوں میں کس قسم کا ربط ہے۔؟

"تم نے کنفیوشس کا وہ مقولہ..."

"ادھر تمنے وہ مقولہ سنایا اُدھر میں نے تمہیں کار سے باہر دھکیلا سمجھے۔" یا تو ڈھنگ کی بات کرو یا ورنہ خاموش رہو۔"

"ڈھنگ کی بات تم خود ہی نہیں کرتیں تو مجھ سے کیسے امید رکھ سکتی ہو۔؟ عمران جھنجھلا کر بولا۔

"میں کیا بات کروں۔؟

"یہی کہ تمہاری سہیلی کو کون سی... مصیبت بھوت بنکر لپٹ گئی ہے جو تم مصیبت بنکر مجھ پر نازل ہو گئی ہو؟"

"اوہ۔۔؟

"اب آہ اور یہ بھی کرو تاکہ تینوں فارم پورے ہو جائیں۔"

"ایلیا نے مجھے فون کیا تھا کہ وہ کسی ایسی مصیبت میں پھنس گئی ہے جسمیں اسکی جان جانے کا اندیشہ ہے۔"

"کوئی بات نہیں جانے دو جانے والے کو کوئی نہیں روک سکتا۔"

اسکی آواز سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے اسے تشدد کا نشانہ بنایا ہے" روشی نے اسکے جملے کا نوٹس نہیں لیا تھا۔

"روشی۔"

"ہاں۔؟ اسنے چونک کر عمران کو دیکھا۔

"ذرا دیکھنا کہیں میرے دم تو نہیں نکل آئی۔"

"اگر نکل آئی تو اسے اکھاڑ کر تمہارے ہاتھ میں دیدوں گی۔"

"بجا کہتی ہو سچ کہتی ہو۔"

ایلیا کے اپارٹمنٹ پہنچنے تک ان کے درمیان مسلسل نوک جھونک ہوتی رہی تھی روشی اسے اس سے زیادہ نہ بتا سکی کہ اسکی سہیلی ایلیا نے نہ صرف اس سے آنے کی درخواست کی تھی بلکہ عمران کو بھی ساتھ لانیکے لئے کہا تھا۔

بحوالس اپنی جگہ پر لیکن عمران کے کان کھڑے ہو گئے تھے وہ متعدد مرتبہ اسی قسم کی سچوئشن سے دوچار ہو کر مصیبت بھگت چکا تھا اسنے روشی سے تو کچھ نہیں کہا تھا مگر خود کو ہر قسم کی سچوئشن سے نبٹنے کیلئے تیار کر لیا تھا۔ اپارٹمنٹ کے دروازے کے سامنے رک کر عمران نے گھنٹی بجائی لیکن ایک منٹ گزر جانیکے باوجود اندر سے کوئی ردعمل ظاہر نہیں ہوا تھا۔

عمران نے طویل سانس لیکر روشی کو معنی خیز نظروں سے دیکھا جسکے چہرے سے فکر و تشویش عیاں تھی۔ پھر اسنے ہینڈل پر ہاتھ رکھا تو ہلکے سے دباؤ پر وہ گھومتا چلا گیا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔

"تم یہیں رکو گی روشی۔" عمران کی آواز میں گہری سنجیدگی تھی۔

"کیوں۔؟ روشی چونکی۔

"تمہاری سہیلی۔ ارر سہیلی کی فون کال ایک جال بھی ہو سکتی ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ۔؟

"فی الحال مطلب کے چکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ دیکھیں پہاڑ کھودنے پر کیا برآمد ہوتا ہے۔"

عمران نے نیلی ہولسٹر سے ریوالور نکالا اور دروازے کو بے آواز کھول کر اندر داخل ہو گیا اگر اس کا خیال تھا کہ روشی نہیں آئیگی تو وہ خیال خام ثابت ہوا وہ اسکے ساتھ تھی۔ عمران کا منہ تو بنا لیکن بولا کچھ نہیں۔ پھر اندرونی دروازے سے گزر کر وہ اندر پہنچ گئے۔ سامنے نظر پڑتے ہی عمران کے ہونٹ سیٹی بجانے کے انداز میں سکڑ گئے۔ سامنے ایک بگڑے ہوئے حلیہ والی عورت بیٹھی تھی جسکے ایک ہاتھ میں شراب کا

گلاس اور دوسرے میں ریوالور تھا جسکی نال ان ہی کی جانب اٹھی ہوئی تھی۔

"ایلیا۔" روشی بے اختیار اسکی جانب لپکی۔

اسنے طویل سانس لیکر ریوالور والا ہاتھ جھکا لیا دوسری طرف عمران بھی ریوالور ہولسٹر میں لگا کر ان کے قریب پہنچ گیا۔

"مم... مجھے یقین تھا تم ضرور آؤ گی۔" ایلیا بری طرح نشہ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"یہ... یہ تمہیں کیا ہوا ہے۔؟ روشی نے اسکے پہلو میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ تمہارا یہ حال کس نے بنایا ہے"؟

"بتا دوں گی۔" اسنے مسکرانے کی کوشش کی پھر عمران کیطرف دیکھتے ہوئے بولی۔ آ۔ آپ... یقیناً روشی کے بوائے فرینڈ عمران ہیں۔"

"یہ میری فرینڈ نہیں آنٹی ہیں۔" عمران کے دیدے تیزی سے گردش کر رہے تھے۔" ایلیا کی حالت، اسکی نظروں کے سامنے تھی اس لئے اسے اس بات پر تو یقین کر لینا ہی پڑا کہ اسکی فون کال جال نہیں تھی۔ اب وہ ایلیا کی کہانی جلد از جلد سن لینے کا خواہشمند تھا تاکہ وہاں سے کھسک سکے کیونکہ اسکے پاس کرنیکے لئے بہت کچھ کام تھے۔ اور وہاں جتنا وقت گزر رہا تھا وہ اسکے لئے ناقابل برداشت تھا۔

"آنٹی۔" وہ ہنسی۔ بڑی خوبصورت آنٹی ڈھونڈی ہے آپ نے بھی۔ بہرحال بیٹھ تو جائیں۔"

عمران اسکے مقابل بیٹھ تو گیا لیکن چہرے سے ناگواری مترشح تھی۔ ایلیا نے تو محسوس نہیں کیا لیکن روشی کے لئے سمجھ لینا دشوار نہیں تھا کہ عمران مارے باندھے رکا ہوا ہے ورنہ وہ وہاں سے چلے جانے کا خواہشمند ہے۔ وہ عمران اور اسکی حیثیت سے اچھی طرح واقف تھی اسلئے سوچے بغیر نہ رہ سکی کہ عمران کہیں کسی کیس پر تو کام نہیں کر رہا۔؟ یہی بات ہوگی۔؟ اسنے تسلیم کر لیا ورنہ عمران بیکار ہو تو اسکے انداز ہی کچھ اور ہوا کرتے ہیں۔"

"ایلیا۔ عمران ذرا جلدی میں ہے۔ تم جو کچھ کہنا چاہتی ہو کہہ ڈالو۔" اسنے ایلیا کو مخاطب کیا۔

"تم بھی چلی جاؤ گی کیا۔؟ نشہ میں ہونیکے باوجود وہ خوفزدہ ہو گئی تھی۔

"فکر مت کرو۔ میں تمہارے پاس رک جاؤنگی۔" روشی نے مسکرا کر اسکا شانہ تھپتھپایا لیکن "تم عمران سے جو کچھ کہنا چاہتی تھیں کہہ ڈالو۔"

"ہاں۔" اسنے اثبات میں سر ہلایا پھر گلاس منہ سے لگایا اور اسے خالی کرنے لگی۔ جوں جوں دیر ہو رہی تھی عمران پر جھنجھلاہٹ سوار ہوتی جا رہی تھی پھر وہ خاموش نہ رہ سکا۔

"مس ایلیا۔ میں آپکے بولنے کا منتظر ہوں۔"

"اوہ۔ ہاں۔" اسنے پہلو میں رکھی ہوئی بوتل اٹھانی چاہی تھی۔

"پینے کا کام بعد میں بھی ہو سکتا ہے ایلیا۔ ویسے بھی تم ضرورت سے زیادہ ہی پیتے ہوئے نظر آ رہی ہو۔" روشی نے بوتل جھپٹ کر کرخت لہجے میں کہا۔ تم عمران کو بلانے کا مقصد بتا رہی ہو یا نہیں"

"سس... سوری روشی۔ میں بھول ہی گئی تھی۔"

"چلو۔ اب تو میں نے یاد دلا دیا۔"

"ہاں۔" اسنے سر کو زور سے ہلایا۔ دراصل میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہاں سے شروع کروں۔"

"اپنی پٹاقی سے شروع کر دو مختصر۔" عمران کی آواز میں تلخی تھی۔

"پٹاقی۔" وہ کچھ اس انداز میں تن کر بیٹھ گئی جیسے شدید جھٹکا لگا ہو۔ دوسرے لمحہ الفاظ آبشار کی مانند اسکے منہ سے نکل رہے تھے۔ اسکے کہے ہوئے زیادہ تر جملے بے ربط تھے لیکن کم از کم عمران اتنا ذہین تو تھا ہی کہ ان سے مقصد حاصل کر لیتا اور اسکی سمجھ میں جو کچھ آیا وہ یقیناً اسکے لئے دہما کہ انگیز تھا اب اسے وہاں آکر وقت ضائع کرنے کا قطعی افسوس نہیں تھا۔ عمران کے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات دیکھ کر روشی چونکی ضرور لیکن بولی کچھ نہیں۔ اب وہ اتنی ذہین تو تھی ہی کہ عمران کی آنکھوں کی چمک اور سوالات کی بوچھاڑ سے یہ سمجھ لیتی کہ ایلیا کی بے ربط کہانی کسی،

صورت عمران کے لئے دلچسپی کا باعث بنی ہے۔ جب ایلیا نے یہ بتایا کہ ڈمپل نو بجے ریجنٹ کیفے ٹیریا جائیگا اور جب حسین آفندی بھی ادھر ہی جائے گا تو عمران نے بے اختیار گھڑی دیکھی۔ نو بجنے میں دس منٹ تھے۔ اور اس مختصر مدت میں کیفے ٹیریا پہنچنا کچھ دشوار ہی تھا۔

"یہاں کا فون نمبر کیا ہے۔؟" عمران نے اضطرابی لہجے میں پوچھا۔

ایلیا نے نمبر بتا دیا۔

"تم یہیں رک کر ایلیا کو دیکھو روشی میں جا رہا ہوں۔" عمران کھڑا ہو گیا تھا۔ اسکی آواز میں اضطراب و بیقراری تھی یہ بات یاد رکھنا ڈمپل واپس بھی آسکتا ہے اس صورت میں ایلیا کی حفاظت تمہاری ذمہ داری ہوگی۔"

"یہ معاملا تمہارے لئے کسی اہمیت کا حامل ہے۔" روشی نے فرانسیسی میں پوچھا تھا۔

"اتنا کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتیں۔" عمران نے پرجوش لہجے میں کہا۔ اس بیچاری نے نادانستگی میں میری بہت سی مشکلات حل کر دی ہیں۔"

"کیفے ٹیریا کیطرف جا رہے ہو۔؟"

"ہاں دیکھتا ہوں وہاں اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے بہر حال میں کسی بھی وقت تمہیں فون کرونگا لیکن اسکا انحصار حالات پر ہے جبتک میں فون نہ کروں یا خود نہ آجاؤں تم یہاں سے کہیں نہیں جاؤ گی۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ تم جاؤ اسنے نکل کر نہیں جانا چاہیئے۔"

"او کے۔ ٹاٹا۔" اسنے ہاتھ لہرایا جانیکے لئے آگے بڑھا پھر پلٹ آیا۔

"اب کیا ہے۔؟" روشی پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

"ڈمپل کی تصویر۔" وہ میز پر جھکا اور ٹھپی ہوئی تصویر کا وہ ٹکڑا اٹھا لیا جس میں ڈمپل کا چہرہ واضح طور پر نظر آرہا تھا۔ ذرا دیر بعد اسکی کار اڑتی ہوئی صدر کی طرف جا رہی تھی اور

وہ کار میں لگے ہوئے ٹرانسمیٹر کے ذریعے بلیک زیرو سے رابطہ قائم ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔

"یس۔" ذرا دیر بعد ٹرانسمیٹر سے ایکسٹو کی مخصوص آواز آئی۔

"کوئی خبر طاہر۔"؟ اسنے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"کہاں ہیں آپ۔ فلیٹ پر رنگ کیا تو معلوم ہوا آپ چلے گئے۔ ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم نہ ہو سکا۔"

"یہ میرے سوال کا جواب ہے۔؟" عمران غرایا۔

"سس... سوری جناب۔" طاہر بوکھلا گیا۔ کچھ دیر پہلے تنویر نے رپورٹ دی تھی کہ اسنے کچھ مشکوک آدمیوں کو چیک کیا ہے اسکے علاوہ برادرز کلب کے پاس ایک آدمی بھی قتل کر دیا گیا ہے۔"

"تفصیل کیا ہے۔؟"

"کچھ زیادہ نہیں۔"

"جتنی بھی ہے بتا جاؤ یار۔"

بلیک زیرو کو بتانے میں نصف منٹ بھی نہیں لگا تھا۔

"رپورٹ کس طرح دی گئی تھی۔؟"

"واچ ٹرانسمیٹر کے ذریعہ۔"

"اسے سگنل دو کہ کسی بھی طرح تفصیلی رپورٹ دے۔"

"کسی کو اس طرف بھیج دوں۔؟"

"احمق پنے کی باتیں مت کیا کرو۔ یہ کام واچ ٹرانسمیٹر پر بھی کیا جا سکتا ہے۔" عمران غرایا۔

"سس... سوری۔"

"کیا ہو گیا ہے تمہاری عقل کو جو معمولی معمولی باتیں بھی مجھے بتانی پڑ رہی ہیں۔" عمران بگڑ کر بولا۔

"اب کیا عرض کروں جناب۔"

"عرض تو کسی دن میں ہی کروں گا۔ بہر حال کسی کو قتل اور مقتول کے بارے میں معلومات حاصل کرنے پر لگاؤ۔"

"بہت بہتر۔"

"اسکے علاوہ کسی کو... یا بہتر ہے صفدر کو ہوٹل الحمرا بھیج دو۔ وہاں کمرہ نمبر چار سو تین میں جرجیس آفندی نام کا ایک آدمی جو ترکی سے آیا ہے ٹھہرا ہوا ہے میں چاہتا ہوں صفدر اسکے وہاں پہنچنے پر تم کو اطلاع دے اور اسے کسی بھی قیمت پر کمرے سے نہ جانے دے۔"

"میں اس سے ملنا چاہتا ہوں اس لئے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں صفدر اسے کس طرح کمرے میں رکنے پر مجبور کرتا ہے ویسے اس بات کا بھی امکان ہے کہ وہاں سرے سے کوئی جرجیس آفندی مقیم ہی نہ ہو۔"

"ٹھیک ہے۔"

"سر سلطان کو فون کر کے معلوم کرو کیا ترکی حکومت نے ہمیں کوئی ایسا کیس ریفر کیا ہے جس میں کسی ایسے آدمی کی گرفتاری کی درخواست کی گئی ہے جس کا تعلق ہمارے ملک سے ہے۔ اگر ایسا کوئی کیس ریفر کیا گیا ہے تو نہ صرف اس کیس کی تفصیلات حاصل کرو بلکہ اگر وہ کیس سی آئی بی کے حوالے کر دیا گیا ہے تو اس پر تحقیقات رکوا کر کیس ٹرانسفر کرا لو۔"

"کچھ کہنے کی اجازت ہے۔؟" بلیک زیرو کی آواز میں حیرت و استعجاب تھا۔

"جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو وہ مجھے معلوم ہے۔ مختصر الفاظوں میں سمجھ لو کہ اس معاملے کا تعلق بھی ہمارے معاملات سے ہے۔"

"میرے خدا۔ یہ معاملا کہاں تک پھیلے گا۔"

"حیران ہونے کے لئے زندگی پڑی ہے۔ فی الحال اپنی پوری توجہ کام کی طرف لگا دو۔ کیونکہ،

حالات دھماکہ خیز موڑ پر آ گئے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے آپ اپنے طور پر کچھ معلوم کر چکے ہیں۔؟"

"نہیں۔ لیکن امید ضرور رکھتا ہوں۔ بہر حال تم کام کرو اور مستعد رہو کیونکہ کسی بھی وقت، پوری قوت کے ساتھ حرکت میں آنے کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

"او کے سر۔"

"اور سنو۔ عمران کو اچانک ہی کچھ یاد آ گیا۔ میرے خیال میں خاور کے پاس کوئی کام نہیں ہے۔؟"

"جی ہاں۔"

"اسے انٹرنیشنل ہوٹل بھیج دو وہاں کمرہ نمبر پانچ سو انیس کے مسافر کی نگرانی کرنی ہے اس کا نام ارنی شیورز ہے۔"

"بہتر۔ یہ بھی ہو جائیگا۔ اور کوئی کام۔؟"

"فی الحال یہی کچھ کامیابی سے کر ڈالو تو بہت کچھ ہے۔"

"سب کچھ ہو جائے گا۔ مطمئن رہیں۔"

"اطمینان تو قبر میں پہنچنے کے بعد ہی نصیب ہوگا۔"

"تب مجھے اجازت دیجئے۔ آپکی ایسی باتیں کم از کم مجھے تو بوکھلا دیتی ہیں۔"

"تم تو اس طرح کہہ رہے ہو جیسے مرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"ایسا کوئی پروگرام نہیں جناب۔ لیکن جب آپ اپنے بارے میں ایسی باتیں کرتے ہیں تو دل پر چوٹ لگتی ہے۔"

"تم کچھ غلط تو نہیں کہہ گئے۔" عمران ہنسا۔

"کیا غلط کہہ گیا۔؟"

تمہیں کہنا چاہتے تھا خدا حافظ۔ ٹاٹا۔" اسنے سلسلہ منقطع کر کے ڈیش بورڈ کا خانہ کھول کر گھنی مونچھیں والا ریڈی میڈ میک اپ نکال لیا۔

آفندی نو بجے سے پہلے ہی کیفے ٹیریا میں پہنچ گیا تھا۔ موٹے فریم کے چشمے، داہنی گال پر مسے اور مسوڑوں کے اوپر جمے ہوئے ربر پیڈ نے اسکے چہرے میں حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی تھی اسوقت اسے جرجیس آفندی کی حیثیت سے شناخت کر لینا مشکل تھا۔

اسنے دروازے کے بالکل قریب ایک میز کا انتخاب کیا تھا وہاں سے وہ نہ صرف کیفے میں آنے جانے والوں پر گہری نظر رکھ سکتا تھا بلکہ ضرورت کے وقت تیزی سے باہر بھی نکل سکتا تھا۔ وہاں آنے سے قبل اسنے ہوٹل جا کر نہ صرف لباس تبدیل کیا تھا ساتھ ہی زخم کی ڈریسنگ بھی کر لی تھی۔

وہ یقینی طور پر آہنی اعصاب کا مالک تھا کوئی دوسرا ہوتا تو زخم کھانیکے بعد بستر سے اٹھنے کے قابل بھی نہ رہتا لیکن اسنے تو زخمی ہونیکے بعد کچھ دیر بھی آرام نہیں کیا تھا۔

جب ڈمپل وہاں داخل ہوا تو اس وقت ٹھیک نو بجے تھے اسے دیکھ کر آفندی نے تیزی کے ساتھ کھانا معدے میں پہنچانا شروع کر دیا تھا کیونکہ کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا ڈمپل وہاں کتنی دیر رکے۔ دروازے کے قریب رک کر ڈمپل نے ہال میں کسی کی تلاش میں نظریں دوڑائیں پھر ایک طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

آفندی کی نظریں ڈمپل کے ساتھ حرکت کرتی ہوئی ہال کے دوسرے سرے کی ایک میز تک پہنچ گئیں جہاں ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ ڈمپل بھی اسکے مقابل کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

آفندی کو یقین تھا وہ اس آدمی کو برادرز کلب میں دیکھ چکا ہے۔ وہ وقفے وقفے سے اس کی طرف دیکھ لیتا تھا۔ دونوں کے تاثرات اور بات کرنے سے معلوم ہوتا تھا وہ کسی اہم مسئلے پر گرما گرم بحث کر رہے ہیں۔

ویٹر برتن سمیٹنے کے لئے آیا تو آفندی نے بل ادا کر دیا وہ خود کو ڈمپل کے تعاقب میں جانیکے لئے تیار رکھنا چاہتا تھا۔

اس خیال نے اسے الجھن میں مبتلا کر دیا تھا کہ اگر ڈمپل اس آدمی کے ساتھ گیا تو ان کا تعاقب کرنے کی کیا صورت ہوگی۔ اس خیال نے اسے اس حد تک پریشان کیا کہ سواری کے حصول کے لئے وہ ڈمپل اور اسکے ساتھی کے اٹھنے کا انتظار کئے بغیر باہر نکل گیا۔

باہر بہت سی کاریں۔ اسکوٹریں اور موٹر سائیکلیں کھڑی تھیں۔ ایک طرف رک کر اسنے ایک ایسا اسکوٹر کو تاڑ لیا جو قدرے تاریکی میں کھڑی تھی۔

سگریٹ سلگا کر وہ یوں نظریں ادھر ادھر گھماتا رہا جیسے اسے کسی ٹیکسی کی تلاش ہے لیکن اصل مقصد ڈمپل کی واپسی کو چیک کرنا تھا۔

پانچ منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ ڈمپل اپنے ساتھی کے ہمراہ باہر آ گیا۔ چند لمحے دونوں باتیں کرتے رہے پھر وہ دو الگ کاروں میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔

آفندی تیزی سے اسکوٹر کے قریب پہنچا ادھر ادھر دیکھا جب قریب میں کوئی نظر نہیں آیا تو اسکوٹر کا ہینڈل پکڑ کر ایک مخصوص انداز میں پوری قوت کے ساتھ تین جھٹکے دیئے آخری جھٹکے پر کھٹاک کی آواز کے ساتھ اس کا لاک ٹوٹ گیا تھا۔

برق رفتاری سے پٹرول کھول کر کک ماری انجن کا سینہ دھڑک اٹھا۔ وہ پھرتی سے بیٹھا گیئر لگا کر وہاں سے روانہ ہو گیا یہ کام نصف منٹ سے بھی کم وقت میں مکمل ہو گیا تھا۔

ڈمپل اور اسکے ساتھی کی کاریں مناسب رفتار سے چلی جارہی تھیں اسنے مناسب فاصلہ دیکر اسکورٹران کے تعاقب میں لگادی ساتھ ہی راستے بھی ذہن نشین کرتا جارہا تھا۔

تعاقب کا سلسلہ شہری حدود سے ملی ہوئی ایک فیشن ایبل آبادی میں پہنچ گیا۔ تمام راستوں پر ٹریفک کی ریل پیل تھی اسکے پیش نظر آفندی کو یقین تھا وہ دونوں تعاقب کو چیک نہیں کر سکتے تھے۔

سڑکیں تبدیل کرتے ہوئے دونوں کاریں ایک شاندار کوٹھی کی حدود میں داخل ہوگئیں آفندی اسکوٹر آگے نکال لے گیا تھا البتہ کوٹھی کے گیٹ کے سامنے سے گزرتے ہوئے اسنے نمبر ضرور ذہن نشین کر لئے تھے۔

کچھ دور جاکر اسنے اسکوٹر ایک گھنے درخت کے ساتھ میں روک دی۔ اس کا دماغ تیزی سے سوچ رہا تھا۔ اب اسے کیا کرنا چاہیئے۔؟

ظاہر ہے اسنے ڈمپل کی واپسی کا انتظار کرنے کا فیصلہ کیا ہوگا۔ ویسے وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اگر فی الحال ڈمپل پر ہاتھ ڈالنے کی بجائے اگر وہ اسکی سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرے تو کیا حرج ہے۔ ظاہر ہے ڈمپل بچکر کہاں جاسکتا تھا۔

کئی مرتبہ اسنے یہ بھی سوچا کہ اپنے چیف کی ہدایت کے مطابق اسے مقامی حکام سے مل لینا چاہیئے کیونکہ ایک طرح سے اپنے طور پر کام کر کے وہ اس ملک کے قانون کی خلاف ورزی کر رہا تھا۔ اگر کسی ہنگامہ آرائی کے چکر میں پکڑا گیا تو نہ صرف اسکی نوکری ختم ہو جاتی بلکہ اسے جان چھڑانا بھی مشکل ہو جاتی۔

گرم خون تھا اس لئے نتائج کی فکر کرنے کی بجائے اسنے اپنے طور پر کام کرتے رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔

ڈمپل اور اسکے ساتھی کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ وہ کسی مصیبت کو ساتھ لگائے کوٹھی تک لے آئے ہیں۔ وہ ایک شاندار آفس نما کمرے میں دو اور آدمیوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔

"یہ بات تمہیں پہلے ہی بتادی گئی تھی کہ کسی مہم کے دوران اگر تم کو پولیس نے پکڑ لیا تو ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں رہے گا۔" باس کی کرسی میں بیٹھا ہوا ادھیڑ عمر آدمی جسکے چہرے پر سفاکی اور رعونت کے تاثرات موجود تھے پر رعب اور گرجدار آواز میں کہہ رہا تھا۔

"میں وہ بات بھولا نہیں ہوں باس۔" ڈمپل نے مدہم آواز میں کہا لیکن اسکے انداز سے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ باس کے لب ولہجے نے اس پر اثر کیا ہو۔ "لیکن آپ یہ بتلایئے کیا میں نے معاہدے پر حرف بحرف عمل نہیں کیا۔ پکڑے جانیکے بعد مجھ پر جو تشدد کیا گیا اس کا آپ اندازہ بھی نہیں لگا سکتے لیکن وہ مجھ سے دوسروں کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ کر سکے۔"

"اسی وجہ سے تو تمہاری رہائی کا بندوبست کیا گیا تھا۔" باس نے کہا۔ "لیکن تمہیں چاہیئے تھا رہائی حاصل کرنیکے بعد کسی بھی طرف نکل جاتے لیکن ادھر کا رخ نہ کرتے۔"

"لیکن میرا سب کچھ یہاں تھا۔"

"دولت۔" باس غرایا۔ "تمہاری دولت کسی بھی ملک میں تمہیں پہنچائی جاسکتی تھی۔ اس سلسلے میں تمہیں پیغام بھی بھیجدیا گیا تھا۔"

"مجھے اس قسم کا کوئی بھی پیغام نہیں ملا تھا۔" اسنے لاپرواہی سے شانے اچکائے۔ "اور باس میں سمجھتا ہوں ماضی کے بارے میں باتیں کر کے ہم وقت ہی ضائع کر رہے ہیں جو کچھ ہو چکا ہے اس پر اب نہ تو آپ کا اختیار ہے اور نہ ہی میرا۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو۔؟"

"میں آپ کے لئے تقریباً دس سال سے کام کر رہا ہوں۔ میری صلاحیتوں کا اعتراف آپ خود

متعدد مرتبہ کر چکے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے اب اسمگلنگ کے کام کے لئے میں بیکار ہو چکا ہوں لیکن آپ کی وسیع و عریض آرگنائیزیشن میں مجھ جیسے آدمی کے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "

"آرگنائیزیشن ۔۔ باس چونکا۔ تم اسکے بارے میں کیا جانتے ہو ۔؟

"اتنا کچھ کہ اگر میں اپنا منہ کھول دوں تو آپ کو کوئی بھی آہنی سلاخوں کے پیچھے جانے سے نہیں روک سکے گا۔"

"تم اسی وقت کرو گے جب تمہیں یہاں سے زندہ چلا جانے کا موقع مل جاتے ۔" گومیز نے پہلی مرتبہ لب کھولے۔ یہاں سے اب تمہاری لاش ہی جائیگی ۔"

"کیا میں تمہیں کسی رخ سے بیوقوف نظر آتا ہوں گومیز ۔" ڈمپل معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

"کیا مطلب ۔؟

"مطلب بالکل صاف ہے۔ بارنی کے حملے کے بعد یہ بات بالکل واضح ہو گئی تھی کہ باس مجھے زندہ نہیں دیکھنا چاہتا۔ اس حقیقت سے باخبر ہونیکے بعد اگر میں یونہی تمہارے ساتھ موت کے منہ میں چلا آتا تو مجھ سے بڑا احمق روئے زمین پر نہ ہوتا۔ کیفے ٹیریا جانے سے پہلے میں نے ایسا انتظام کر دیا ہے کہ اگر بارہ بجے تک میں واپس نہ پہنچوں تو آرگنائیزیشن سے متعلق تمام معلومات پولیس کے ہاتھوں میں چلی جائیں۔"

"بلف ۔۔" گومیز غرایا۔

"تب پھر دیر کیا ہے۔ چلاؤ گولی ۔۔" ڈمپل کی آواز میں زہر گھلا ہوا تھا۔ وہ آدمی جو برسوں، تک مختلف ملکوں کے نگہبانوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اپنا کام کرتا رہے اس کو احمق سمجھ لینا خود کو احمق ظاہر کرنیکے مترادف ہے مائی ڈیئر گومیز۔ اور ڈمپل اپنی ذہانت پر فخر کرتا ہے ۔"

کمرے میں سناٹا پھیل گیا ڈمپل کے لب و لہجے اور الفاظوں میں اتنا وزن تھا کہ تینوں افراد متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے تھے ان کی آنکھوں میں اضطراب کروٹیں لینے لگا تھا۔

"اب تم کیا چاہتے ہو ۔؟" باس نے طویل سانس لیکر پوچھا۔ "یا بلیک میل کر کے رقم حاصل کرنا چاہتے ہو ۔؟"

"آپ مجھ کو اتنا ہی ذلیل تصور کرتے ہیں ۔؟

"پھر مقصد کیا ہے ۔؟

"آپ کی خدمت ماضی کیطرح ۔"

"میرا ایک مشورہ مانو گے ڈمپل ۔؟" باس نے میز پر جھکتے ہوئے کہا۔

"اگر قابل قبول ہوا تو ۔"

"بہتر یہ ہے کہ کچھ عرصے کے لئے انڈر گراؤنڈ ہو جاؤ ۔ میں انتظام کر دوں گا ملک سے باہر چلے جاؤ ۔ یہ ٹھیک ہے تم ذہین بھی ہو اور دلیر بھی۔ لیکن ایسے وقت جبکہ قانون تمہاری تلاش میں ہے تم سے کوئی کام لینا آگ میں ہاتھ دینا ہوگا البتہ کچھ عرصے بعد جب معاملات ٹھنڈے ہو جائیں گے تو تم سے کام لیا جا سکتا ہے ۔"

"ہوں ۔۔" ڈمپل سوچ میں پڑ گیا۔

"میں تمہیں دوبئی بھیج دیتا ہوں۔ وہاں تمہیں دنیا کی ہر شئے میسر ہوگی۔ اگر مناسب ہوا تو کچھ دن بعد وہاں کے معاملات کے نگراں بھی بنائے جا سکتے ہو۔ لیکن موجودہ وقت میں ہمارے اور خود تمہارے مفاد میں یہی ہے کہ خاموش ہو کر بیٹھ جاؤ ۔"

ڈمپل اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باس کے الفاظوں کی صداقت جانچنے کی کوشش کرتا رہا دوسرے اسکے جواب کے منتظر تھے۔

"آل رائیٹ باس ۔۔" آخر کار ڈمپل نے فیصلہ کر ہی لیا۔ مجھے آپ کا مشورہ قبول ہے ۔"

"گڈ ۔" باس نے اطمینان کی طویل سانس لی۔ کل رات ایک لانچ دوبئی جا رہی ہے تم بھی اسکے ساتھ جاؤ گے ۔"

"جیسا مناسب سمجھیں کریں لیکن ایک بات کہہ دینا چاہتا ہوں۔"

"کیا۔؟"

"ابھی میں جوان ہوں اور دنیا کی رعنائیوں سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہوں۔ ظاہر ہے کم از کم اس عمر میں کوئی بھی مرنا پسند نہیں کرتا۔ لیکن اگر آپ لوگوں کی کسی حرکت کی وجہ سے مجھے مرنا ہی پڑا تو میں تنہا نہیں مروں گا۔"

"دھمکیاں دینے کی ضرورت نہیں۔" باس کی تیوریاں چڑھ گئیں۔ "جب تمہاری وجہ سے ہمارے لئے خطرات پیدا نہیں ہوں گے تو ہمیں کیا پڑی ہے جو بلاوجہ تمہیں قتل کر دیا جائے۔"

"میں نے اطلاعاً عرض کیا تھا۔"

"لیکن جانے سے قبل تمہیں ایک کام کرنا پڑے گا۔ کیونکہ بارنی کے مرنیکے بعد اس کام کو کرنے کے لئے فی الحال کوئی دوسرا آدمی نہیں ہے۔"

"کوئی خاص کام۔؟"

"بہت ہی خاص۔"

"فرمائیے۔؟"

"شیلڈن۔" "فوٹو۔" باس نے تیسرے آدمی کو مخاطب کیا۔ تیسرے آدمی نے جو لاتعلق سا بیٹھا تھا کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک پوسٹ کارڈ سائز کی تصویر نکال کر ڈمپل کیطرف بڑھا دی۔ ڈمپل نے تصویر کو غور سے دیکھا۔ وہ ایک معمر آدمی تھا جو تصویر میں نظر آنیوالے آدمی سے مسکراتے ہوئے باتیں کر رہا تھا۔ چند ہی لمحے میں غیر ملکی کے نقوش ڈمپل کے دماغ پر نقش ہو گئے۔ اسنے تصویر میز پر ڈالی اور باس کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھنے لگا۔ ویسے وہ لباس کے متعلق کے بارے میں کسی قدر اندازہ لگا سکتا تھا۔

"تمہیں اس آدمی کو ختم کرنا ہوگا ڈمپل۔" باس ایک ایک لفظ پر زور دیکر بولا۔ "بارنی آج رات اس مشن پر جانے والا تھا۔"

"اوہ۔" ڈمپل کا سر ہل گیا۔

"یہ شخص ہمارے لئے مصیبت بنا ہوا ہے۔ اگر اسے آج رات ختم نہ کیا گیا تو کل کا سورج ہمارے لئے بے شمار پریشانیاں لیکر آئے گا۔"

"کون ہے یہ۔؟" ڈمپل نے پوچھا۔

"ہائی کورٹ کا ایک جج جسے کچھ معاملات کی تحقیقات کے لئے تحقیقاتی افسر مقرر کیا گیا ہے میری معلومات کے مطابق اسنے تحقیقات مکمل کر لی ہے اور کل صبح وہ اپنی رپورٹ حکومت کے حوالے کرنے والا ہے۔"

"اگر اسے قتل کر دیا جائے تو بھی کیا فرق پڑیگا۔ ظاہر ہے حکومت اسکے مرنیکے بعد بھی رپورٹ حاصل کر سکتی ہے۔ اصل مسئلہ تو رپورٹ کا ہے۔"

"ایک کام تم کرو۔ دوسرا ہم کر لیں گے۔ رپورٹ ہر وقت ہمارے قبضہ میں آ سکتی ہے لیکن اس کا فائدہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب تحقیقات کرنیوالا دنیا میں موجود نہ ہو۔"

"لیکن تحقیقات کا کام جج کی ذات ہی تک تو محدود نہیں ہوگا۔"

"اتفاق سے یہ جج کچھ زیادہ ہی رازداری برتنے کا عادی ہے۔ اسنے انتہائی خاموشی کے ساتھ تحقیقات کی تھی اتنی احتیاط کے ساتھ کہ پانی سر کے لیول پر آجانے کے بعد ہی ہمیں معلوم ہو سکا۔ پھر بھی کسی کو کچھ معلوم ہو تو بھی جج کے موت کے بعد ہم سب کچھ ٹھیک کر لیں گے۔ بہرحال تمہیں اس سلسلے میں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ بتاؤ تم یہ کام کر رہے ہو یا نہیں۔"

"شیور۔" ڈمپل مسکرایا۔ "جب ہمارے درمیان ایک معاہدہ ہو گیا ہے تو میں تیار

ہوں لیکن یہ کہہ کر کہ مجھے دھوکہ دینے کی کوشش نہ کیجائے کہ ۔ ۔ ۔ ۔"

"تمہیرے الفاظوں پر اعتماد کر سکتے ہو۔" باس بات کاٹ کر بولا۔

"یقیناً جناب۔ اب آپ مجھے اس بیچارے کے بارے میں تفصیلات بتا دیجئے۔"

باس کے اشارے پر شیلڈن تفصیلات بیان کرنے لگا اور ڈمپل انہیں ذہن نشین کرتا جا رہا تھا دوسرے بالکل خاموش بیٹھے تھے۔

"آلرائیٹ باس۔" ہدایات وصول کرنیکے بعد ڈمپل مسکراتے ہوئے بولا۔ اب آپ اسے مردہ تصور کر سکتے ہیں۔"

"میں خوش فہمی میں مبتلا ہونے کا عادی نہیں ہوں مائی ڈیئر۔" باس بھی مسکرایا۔ اس لئے جبتک اسکی موت کی اطلاع نہ مل جاتے میں اسے مردہ تصور کرنیکے لئے تیار نہیں۔"

"اطلاع بھی مل جائے گی جناب۔"

"ایک آخری بات۔"

"وہ بھی کہہ دیجئے۔"

"اس کام سے فارغ ہونیکے بعد تم اپنی رہائش گاہ جانے کی بجائے سیدھے اکرم کے پاس جاؤ گے"

"لیکن میرا سامان اور دوسری چیزیں۔؟"

"سب کو بھول جاؤ۔ بس یہ سمجھ لو تم ایک طرح سے نئے سرے سے زندگی شروع کرنیوالے ہو اگر دولت پاس ہو تو ہر شئے دوبارہ حاصل کیجا سکتی ہے اور اس کام سے فارغ ہونیکے بعد تمہیں دولت کے لئے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں پڑیگی۔"

"ایز یو وش سر۔"

"کسی چیز کی ضرورت ہے۔؟"

"سائلنسر اور ریوالور کی۔"

"جاتے ہوئے شیلڈن تمہیں دیدیگا۔"

"اوکے۔" وہ کرسی چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

شیلڈن بھی ڈمپل کے ساتھ باہر نکل گیا تھا۔ ان کے باہر جاتے ہی گویئر جو کافی دیر سے بولنے کے لئے پر تول رہا تھا خاموش نہ رہ سکا۔

"آ۔ آپ غلطی تو نہیں کر رہے۔ مم۔ میرا مطلب ہے ڈمپل۔۔۔"

"شٹ اپ۔" باس نے غرا کر اسکی بات کاٹ دی۔ غلطی وہ حکم تھا جو میں نے بارنی کو دیا تھا۔ ڈمپل سے کام لیکر ہم نے غلطی نہیں کی ہے وہ ہمارا بہترین آدمی ہے جو اپنے دماغ اور صلاحیتوں کے استعمال سے بخوبی واقف ہے جسکا مظاہرہ تم دیکھ ہی چکے ہو۔" جھاڑ کھا کر گویئر کا چہرہ لٹک گیا چند لمحے بعد خاموش رہا پھر بولا۔

"اچھا۔ میں جا رہا ہوں باس۔" پھر وہ بھی کرسی چھوڑ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

کیفے ٹیریا پہنچ کر عمران کو مایوسی ہی ہوئی تھی۔ وہاں ڈمپل تو کیا اسکی ڈال بھی موجود نہیں تھی ظاہر ہے اسے بہ نیل و مرام واپس لوٹنا پڑا۔ کسی اور طرف جانے کی بجائے وہ سیدھا رانا ہاؤس آ گیا۔ کمرے میں داخل ہوا تو بلیک زیرو کتاب پڑھنے میں منہمک تھا ظاہر ہے عمران کو دیکھ کر اسنے کتاب پھینک دی ہوگی۔

"ہوں تو ناول پڑھے جا رہے ہیں۔ جب ہی تو کہوں آجکل تمہارا دماغ ٹنڈ یا گو کیوں گیا

ہوا ہے ۔۔عمران نے نتھنے پھیلاتے۔

"یہ ناول نہیں جناب۔ابن بطوطہ کا سفر نامہ ہے ۔"

"اچھا۔" عمران نے دیدے نچاتے ۔مصنف زندہ ہے یا مر گیا۔مرد تھی یا عورت تھا ایشیائی تھا یا امریکی ۔؟

"بس بس۔" بلیک زیرو ہاتھ اٹھا کر تیزی سے بولا۔آتے ہی بسم اللہ شروع ہو گئی ۔؟

"کھانا موجود نہیں تو بسم اللہ کس چیز پر کروں ۔اب میں فرنیچر تو چبانے سے رہا۔"

"بھوکے ہیں ۔؟

"اس حد تک کہ مل جائیں تو تمہاری ہڈیاں چبانے سے بھی گریز نہ کروں ۔"

"باپ رے ۔مم۔میں ابھی آتا ہوں ۔"

"لیکن ٹیلی فون مجھے دیکر۔"

فون عمران کے حوالے کر کے بلیک زیرو عمران کی پیٹ پوجا کا انتظام کرنے کے لئے چلا گیا عمران نے ایلیا کے نمبر ڈائیل کئے کیونکہ روشی کو کچھ ہدایات دینی ضروری تھیں ۔

"ہیلو ۔" کال روشی نے وصول کی تھی۔

"جس قدر دل چاہے ہلو۔میں اعتراض کرنے والا کون ہوتا ہوں ۔"

"تم۔کیا ہا۔ ؟

"ٹائیں ٹائیں فش اور پیٹرول کی بربادی ۔"

"ایلیا کی دی ہوئی اطلاع غلط تھی ۔؟

"نہیں ۔وہ وہاں گیا تو تھا لیکن مجھے ہی کچھ دیر ہو گئی تھی ۔"

"اب کیا کرو گے ۔؟"

"فی الحال تو تم اپنی پہیلی اور سہیلی کی سناؤ ۔"

"اس حرامزادے نے بڑی بیدردی سے مارا ہے کھال کئی جگہ سے پھٹ گئی ہے ممکن ہے ہڈیاں بھی چٹخ گئی ہوں لیکن یہ ایکسرے ہی سے معلوم ہو سکے گا۔"

"ہوں ۔ہوش میں ہے ۔؟"

"نہیں ۔نشے میں بے سدھ پڑی ہوئی ہے ۔"

"اس کا مطلب ہے فی الحال اس سے کچھ پوچھا نہیں جا سکتا ۔" عمران نے بڑبڑاتے ہوئے ٹھوڑی مسل کر کہا۔

"ظاہر ہے ۔کیا تم ایسا انتظام نہیں کر سکتے کہ اسے ہسپتال پہنچا دیا جائے۔اسے علاج کی ضرورت ہے ۔"

"یہ انتظام بھی کر دوں گا۔لیکن اس وقت نہیں ۔"

"لیکن اسے فوری علاج کی ضرورت ہے ۔"

"ڈاکٹر بھیج دیتا ہوں ۔"

"صرف ڈاکٹر سے کام نہیں چلے گا میڈیکل چیک اپ کی شدید ضرورت ہے اور بغیر آلات کے ایسا ہونا ممکن نہیں ۔"

"لیکن میں اسے ہسپتال بھیج کر اسکے لئے مصیبت اور اپنے لئے الجھن نہیں کھڑی کر سکتا اسکی حالت ایسی ہے کہ ہسپتال پہنچتے ہی وہ پولیس کیس بنا دیں گے ۔"

"سول ہسپتال بھیجنے کی کیا ضرورت ہے ۔ملٹری ہسپتال بھیج دو ۔"

"سوچنا پڑیگا۔لیکن اگر یہ کام کیا گیا تو بھی نصف رات کے بعد ہی ہوگا۔تاکہ اسکے پڑوسی اسکے حالت کے بارے میں نہ جان سکیں ۔"

"خیر یہ سب سوچنا تمہارا کام ہے۔"

"جی ہاں۔ تم تو صرف دماغ کھانے کا کام کر سکتی ہو۔"

"بتاؤ مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہو۔؟"

"بس رہنے دو۔ تم سے کوئی کام لیکر اپنی ریڑھ تو لگوانی نہیں ہے۔"

"بکواس۔ یہ بتاؤ کیا چکر ہے۔؟"

"بگلو کا چکر۔ جسے چکر میں تمہیں چکر کھانے کی ضرورت نہیں سمجھیں۔"

"سمجھ گئی طوطے۔"

"ہاہا۔ میں پہلے ہی سمجھتا تھا کہ تم سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے سمجھ جاؤ گی۔"

"بول کہاں سے رہے ہو۔؟"

"منہ سے۔"

"میرا مطلب تھا اس وقت موجود کہاں ہو۔؟"

"کمرے میں ایک صوفے پر موجود ہوں۔"

"ہوں۔ تو بتانا نہیں چاہتے۔"

"تمہیں کنفیوشس کے اس مقولے پر عمل کرنا چاہیئے کہ۔

تجھکو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔"

"سامنے ہوتی تو یہ مقولا سن کر تھپڑ مار دیتی۔"

"آہا۔ اس موقع کے لئے بھی کنفیوشس نے کہا تھا کہ۔"

"میرا دماغ خراب کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"تب مجھے خدا حافظ کہہ دینا چاہیئے۔" ان الفاظوں کے ساتھ کہ "میری دوسری کال کا انتظار کرو۔"

"ذرا جلدی بندوبست کر لینا۔"

"فکر مائکو آنٹی۔ ٹاٹا۔" ریسیور کریڈل پر ڈالکر وہ کھوپڑی سہلانے لگا رد شی کے ساتھ تھوڑی سی بکواس کر لینے کے بعد وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا تھا۔ جب بلیک زیرو واپس آیا تو عمران آنکھیں بند کئے نہ جانے کن خیالوں میں کھویا ہوا تھا بلیک زیرو کی آمد سے واقف ہو کر بھی اس نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔

"کیا سو گئے جناب۔" بلیک زیرو نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"کنفیوشس نے کہا تھا جو سوتا ہے سو کھوتا ہے۔ لہذا میں سوتے میں بھی جاگتا رہتا ہوں تاکہ کوئی مجھے کھوتا نہ کہہ سکے۔" عمران نے اپنے انداز میں تبدیلی پیدا کئے بغیر کہا۔

"جو آپ کو کھوتا سمجھے وہ خود ہی کھوتا ہوگا۔"

"ناؤ۔ بکواس اسٹاپ اینڈ رپورٹ چالو۔" وہ آنکھیں کھول کر سیدھا بیٹھتے ہوئے بولا۔

"آف کورس۔" بلیک زیرو مستعد ہو گیا۔ "پہلی یہ ہے کہ سر سلطان کو تین مرتبہ فون کر چکا ہوں لیکن وہ کسی دعوت میں شرکت کے لئے گئے ہوئے ہیں۔"

"بیڑہ غرق۔ انہیں بھی آج ہی دعوت میں جانا رہ گیا تھا۔" عمران نے بڑبڑا کر کھوپڑی سہلائی۔

"صفدر اور فاور کو بھیج دیا گیا ہے لیکن ابھی تک کوئی رپورٹ نہیں ملی۔ تنویر نے بتایا ہے کہ مشکوک آدمیوں کے نام گومیز اور مارجر ہیں۔ وہ برادرز کلب کے مستقل ممبروں میں سے ہیں۔"

"ہوں۔"

پھر بلیک زیرو نے ڈمپل کے آنے جانے اور قتل کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا۔ "تنویر کا خیال ہے وہ قتل ڈمپل نے کیا ہے۔"

"خیال کی وجہ۔؟"

"یہ اسنے نہیں بتایا۔ البتہ ڈیوٹی آف کرنیکے بعد تفصیل سے بات کرنے کیلئے کہا۔ کیونکہ اسکے کہنے کے مطابق کاؤنٹر سے غیر حاضری اسے مشکوک بنا سکتی ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے شراب پینے کی آزادی مل جانیکے بعد اسکے دماغ سے زنگ اتر گیا ہے۔" عمران مسکرایا۔ قتل کے سلسلے میں کیا کیا۔؟

"نعمانی کو بھیجدیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔"

"تینوں مشکوک آدمیوں کے لئے کیا کرنا ہے۔ کسی کو ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیجوں۔؟

"ذرا ٹھہرو۔"

"کوئی خاص بات۔؟

"اگر صفدر اور خاور اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو پھر بہت سے سوالوں کے جواب خود بخود مل جائیں گے۔ ممکن ہے ان جوابات سے گومیز اور مارجر بھی روشنی میں آجائیں۔"

"یہ ترکی والے کیس کا کیا سلسلہ ہے۔؟ بلیک زیرو نے دماغ میں مچلنے والا سوال پوچھ ہی لیا۔

"کچھ باتیں چھپر میں بھی رہنے دیا کرو کالے صفر۔" عمران مسکرایا۔

"آپ کی مرضی۔"

"میری مرغی اب کہاں پیارے وہ تو سلیمان کی چھری کی نظر ہو گئی۔"

"کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ اب تنویر کو وہاں سے ہٹا لیا جائے۔" بلیک زیرو نے موضوع تبدیل کرنے کی کوشش کی۔

"کیا تنویر کی میزبانی کھلنے لگی ہے۔؟"

"کیا بات بنی۔؟

"اسے کر لینے دو کچھ دن عیش۔ وہ نالائق بھی کیا یاد کریگا۔"

"اس مرتبہ آپکو عجیب و غریب موڈ میں دیکھ رہا ہوں۔"

"اس لئے کنفیوشس نے کہا تھا۔" عمران چاروں طرف دیکھ کر بولا "بدلتا ہے رنگ عمران کیسے کیسے۔ وہ کھانے والی بات میں نے محاورتاً نہیں کہی تھی۔"

"لاتا ہی ہوگا۔"

"لاؤ۔ میں سر سلطان ہی کو ٹرائی کر ڈالوں۔؟

"کر لیجئے۔ ویسے ان کے گیارہ بجے تک واپسی کے امکانات ہیں۔"

"تو پھر ٹالو۔"

بلیک زیرو نے خاموشی اختیار کر لی۔ عمران بھی سوچ میں ڈوب گیا دونوں اس وقت چونکے جب ایک آدمی ٹرے اٹھائے اندر آیا تھا۔

کھانیکے لئے کچھ شامی کباب انڈے اور ڈبل روٹی تھی لیکن عمران ملنگ آدمی تھا پیٹ بھرنے کے لئے وہ اچھے برے کھانے میں امتیاز کا قائیل نہیں تھا۔

عمران نے خاموشی اختیار کر رکھی تھی اس لئے بلیک زیرو نے بھی چھیڑنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ اوٹ پٹانگ سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔ کھانے کے بعد چائے کا دور چلا لیکن خاموشی کا دور قائم رہا۔ اسی عالم میں ساڑھے دس بج گئے۔

"دیکھو۔ ممکن ہے آگئے ہوں۔" عمران نے بیزاری انداز میں کہا۔

اشارہ سر سلطان کی طرف تھا۔ بلیک زیرو کے لئے اس اشارے کا مفہوم سمجھ لینا

مشکل نہیں تھا اسنے فون اپنی جانب کھینچ کر سر سلطان کے نمبر ڈائیل کرنے شروع کر دیئے۔ اس مرتبہ بھی کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ سر سلطان اس وقت بھی موجود نہیں تھے۔

عمران نے فون لیا۔ پہلے روشی سے بات کر کے اسے ہدایات دیں پھر ملٹری ہسپتال سے رابطہ قائم کر کے ادھر بھی کسی کو ہدایت دینے لگا۔

بلیک زیرو حیرت و پریشانی کی تصویر بنا خاموش بیٹھا رہا لیکن دماغ پر تو خاموشی کی مہر نہیں لگائی جا سکتی تھی وہ اپنا کام کر رہا تھا۔ ادھر سے فارغ ہو کر عمران نے ہدایات کی بندوق کا رخ بلیک زیرو کی طرف کر دیا۔

"آخر آپ بتا کیوں نہیں دیتے یہ نیا چکر کیا ہے۔؟ بلیک زیرو تجسس کی زیادتی برداشت نہیں کر سکا تھا۔

"نیا۔؟ عمران معنی خیز انداز میں ہنسا۔ یہ بھی پرانے چکر کا ایکسٹینشن... مم۔ میرا مطلب ہے کہ اسی کی ایک شاخ ہے۔"

"میرے خدا۔ کھل کر کیوں نہیں بتاتے۔ کیا مجھ سے بھی رازداری برتنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" بلیک زیرو جھنجھلا گیا تھا۔

"واہ۔ واہ۔ کیا انداز دوجیانہ ہے۔" عمران نے مضحکہ اڑایا۔ ایسے انداز دکھانے کے باوجود کہتے ہو مجھے شادی کر لینی چاہیئے۔"

"لاحول ولاقوۃ۔"

"میں لاحول والا شیطان نہیں برخوردار۔"

"آپ اچانک بہک کیوں جاتے ہیں۔؟"

"ہائے ظالم تو نے پی ہی نہیں اس لئے بہکنے کا مزا کیا جانے۔"

"آپ کہیں جا رہے ہیں۔؟"

"ارادہ تو ہے۔"

"تو پھر تشریف لے ہی جائیں یہی بہتر رہے گا۔"

"باتیں۔ دھکے دے رہے ہو۔؟"

"اوٹ پٹانگ باتیں کریں گے تو یہی ہوگا۔"

"سچ کہا تھا کنفیوشس نے کہ ڈرو اس وقت سے جب تمہارا سایہ بھی تمہیں ٹھینگا دکھانے لگے۔"

"میں نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی۔" جی ہاں تم تو میرے سامنے تصویر بنے بیٹھے ہو۔"

"اب آپ کے منہ سے اس قسم کی باتیں سننا کچھ اچھا نہیں لگتا۔"

"اس میں قصور کس کا ہے۔ باتوں کا یا میرے منہ کا۔"

"آپ سنجیدہ نہیں ہو سکتے۔؟"

"ہو سکتا ہوں۔ بشرطیکہ تم سر سلطان کی واپسی کا وقت متعین کر دو۔"

"اتفاق سے جادوگر واقع نہیں ہوا ہوں۔"

"تب خالی خولی تو سنجیدہ ہونے سے رہا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ہی کچھ دیر کے لئے یہاں سے چلا جاتا ہوں۔"

"آجکل میں نے دم اگا کر اس پر ٹیسو کے پھول سجانے کا کاروبار شروع کر دیا ہے۔"

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔؟"

"ہائے یہی تو وہ عقدہ لاینحل ہے جس کی وجہ سے میری شادی نہیں ہو پاتی۔"

"کیا اڑا رہے ہیں۔" بلیک زیرو بے بسی سے ہنس پڑا۔

"اگر اسی طرح ہنستے مسکراتے رہو تو مجھے کیا پڑی ہے کہ کہ... کہ..." اسنے خاموش ہو کر

پیشانی پر اس انداز میں انگلی ماری جیسے کوئی بھولی ہوئی بات یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔"

"چلتے ہیں گے۔"

"شرط یہ ہے کہ کوئی فارن کا آئٹم نہ ہو۔"

"فرمت کیجئے میں خالص ملکی باغات کی چائے پلاؤں گا۔" وہ تیزی سے اٹھا اور عمران کے کچھ بولنے سے پہلے ہی وہاں سے دوڑ گیا۔ اس کو جاتے دیکھ کر عمران نے یوں اطمینان کی سانس لی جیسے وہ خود بھی یہی چاہتا ہو۔ پھر وہ کھوپڑی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کچھ سوچنے لگا سوچ کے لمحات اتنے طویل ثابت ہوئے کہ بلیک زیرو چائے لیکر وہاں آ گیا اس مرتبہ عمران نے لغویات پھیلانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"اب میں جاؤں گا طاہر۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "میرا ارادہ ہے صفدر کو واپس بھیج کر اس کی جگہ لے لوں۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں۔"

"کوئی بھی بات ہو کال کر لینا۔ خاص طور پر ٹیرے میاں سے بات کرنا مت بھولنا۔" اشارہ سر سلطان کی طرف تھا۔ بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ عمران کی چائے ختم کرنے کے بعد ہی بولا تھا۔

"سایونارا[1] پیارے بھائی۔" وہ کھڑا ہوا اور وہاں سے رخصت ہو گیا تھا۔

اگر اسکوٹر نہ ہوتی تو آفندی کے لئے آسانی کے ساتھ ڈمپل کا تعاقب کرنا مشکل ہی ہوتا۔ یہ اسکوٹر ہی تھی جو اسے سوسائٹی لے گئی اور اب وہ ڈمپل کے تعاقب میں ڈیفنس کی حدود میں داخل ہو چکا تھا۔

---

[1] جاپانی زبان کا لفظ بمعنی خدا حافظ۔

کافی دیر سے وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ ڈمپل کا معاملا اسکے قابو سے باہر ہوتا جا رہا ہے جس انداز سے وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ کیطرف دوڑ رہا تھا اس سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں تھا کہ وہ کسی لمبے چکر میں ہے۔ وقت گزرنیکے ساتھ جس قسم کے حالات پیدا ہو رہے تھے انھیں دیکھ کر آفندی کی خود اعتمادی ختم ہوتی جا رہی تھی وہ معاملہ اب صرف ڈمپل کی گرفتاری سے کہیں آگے بڑھ گیا تھا اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ گروہ جسکے لئے ڈمپل کام کرتا تھا اس رات ڈمپل کو کسی اہم معاملے کے لئے استعمال کر رہا ہے۔

تعاقب کا سلسلہ اسوقت رکا جب ڈمپل نے اپنی کار ایک گلی میں موڑ کر روکدی۔ ظاہر ہے آفندی کو بھی رکنا پڑا تھا پھر اسنے ڈمپل کو پیدل ہی ایک طرف جاتے دیکھا تھا۔ مناسب فاصلہ دیکر وہ بھی ڈمپل کے تعاقب میں لگ گیا۔ وہ سڑک کی دوسری سائیڈ پر لگتا تھا کہ [illegible]

کو محسوس [illegible]

دیکھنے کی [illegible]

کھڑی [illegible]

کوٹھی ہو [illegible]

تھا کہ وہ [illegible]

میں چور [illegible]

وہ پلٹ [illegible]

[illegible] پیدا ہو گئی تھی۔ سوچا [illegible]

[illegible] دروازہ کھولنا [illegible]

[illegible] بھی حصہ [illegible]

[illegible] سے کیا لینا تھا جلد از جلد اپنا [illegible]

[illegible] کی ہول سے کان لگا کر [illegible]

[illegible] دوڑ گئی وہاں ایک جانب دروازے [illegible]

[illegible] پر آنے والی آوازیں یہ ظاہر کرتی تھیں [illegible]

[illegible] نکال کر کی ہول میں ڈال کر ایک خاص انداز [illegible]

[illegible] دروازے میں دستک دینا کر اسنے اضافہ [illegible]

[illegible] پہنچ کر دروازہ بند کر لیا۔ چند قدم طویل راہداری [illegible]

[illegible] وہ دروازہ ایک کشادہ راہداری میں کھلتا تھا جو [illegible]

[illegible] ٹ کر اسنے نیچے دیکھا۔ پارٹی میں شامل بہت سے افراد [illegible]

وہ کھڑکیاں تبدیل کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ آخر میں ایک کھڑکی سے نیچے دیکھتے ہوئے اسکی نظروں نے اپنے شکار کو تلاش کر ہی لیا۔

اب مسئلہ اپنی جان بچا کر خاموشی سے نکل جانے کا تھا دو منٹ کے جائزہ کے بعد اسنے واپسی کے راستے کا تعین بھی کر لیا تھا۔ کھڑکی کی آڑ سے اسنے اپنے شکار کو دیکھا وہ دو آدمیوں سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا۔

آہستہ آہستہ ریوالور بلند کر کے اسنے اپنے شکار کی کھوپڑی کا نشانہ لیا جب کامیابی کا یقین ہو گیا تو پے در پے دو گولیاں فائر کر دیں۔

سائلنسر لگے ریوالور سے کیجانے والی فائرنگ کی آوازوں کا سن لیا جانا ممکن نہیں تھا۔

وہ یقیناً قادر انداز تھا اسکی چلائی ہوئی دونوں گولیاں شکار کی کھوپڑی ہی میں اتری تھیں۔ اسنے ایک نظر لڑکھڑا کر گرنے والے شکار کو دیکھا پھر پلٹا اور پہلو کی راہداری میں دوڑنا شروع کر دیا۔

نیچے جھانک کر دیکھا تو اسکے جسم میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ قسمت اس پر مہربان ہی تھی کھڑکی کے نیچے ویران گیراج کی چھت تھی۔ ایک لمحہ انتظار کئے بغیر وہ چھت پر کودا اور اسے عبور کر کے برابر والی کوٹھی کے کمپاؤنڈ میں کود گیا۔

وہاں سے نکل کر عقبی گندی گلی میں کودا اور تیز رفتاری سے چلتا ہوا اس سائیڈ روڈ پر پہنچ گیا جہاں پر اسکی کار کھڑی تھی۔ ظاہر ہے وہاں سے نو دو گیارہ ہو جانے میں کیا چیز مانع ہو سکتی تھی۔ اسنے تیزی کے ساتھ کار اسٹارٹ کر کے بیک کی اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ پہلی گولی چلانے سے فرار ہونے میں صرف تین منٹ کا معمولی وقفہ حاصل تھا۔

آفندی کی نظریں دعوت والی کوٹھی کی طرف مرکوز تھیں ظاہر ہے ڈمپل اسی سمت گیا تھا اور اصولی طور پر اسے ادھر ہی سے آنا چاہئیے تھا۔

وقت گزرتا رہا۔ ڈمپل کو گئے تقریباً بیس منٹ ہو چکے تھے وہ نظریں جمائے اسکی واپسی کا منتظر تھا۔

انتظار کے ان لمحات میں اسنے فیصلہ کر لیا تھا کہ آخری مرتبہ تعاقب کرنے کے بعد وہ ان معاملات سے ہاتھ کھینچ لے گا۔ حالات اس قدر الجھتے جا رہے تھے کہ لاعلمی میں اس کا اٹھا ہوا قدم ڈمپل اور اسکے ساتھیوں کو ہوشیار بھی کر سکتا تھا اور خود اسے ختم بھی کرا سکتا تھا۔ ظاہر ہے ابھی اسکی عمر ایسی نہیں تھی جو وہ آسانی کے ساتھ مرنے پر آمادہ ہو جاتا۔

اچانک قریب ہی کہیں کار کا انجن جاگا تو وہ چونک کر آواز کی سمت دیکھنے لگا پھر اس کا منہ غیر ارادی طور پر کھلتا چلا گیا۔ وہ ڈمپل کی کار تھی جو ریورس ہو کر گلی سے باہر آ رہی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ڈمپل کی کار گلی سے نکل کر گھومی اور تیزی سے آگے چلی گئی کچھ دور جا کر اسنے روشنیاں جلائی تھیں۔

سوچنے سمجھنے کا وقت نہیں تھا۔ آفندی بھی اسکوٹر حرکت میں لے آیا اور تعاقب کا سلسلہ شروع ہو گیا ڈمپل شہر کی طرف واپس جا رہا تھا۔

آفندی کو ڈر تھا کہیں پیٹرول دھوکہ نہ دیجائے اس بھاگ دوڑ میں وہ کافی سفر کر چکا تھا۔ وہ دل ہی دل میں خدا سے دعا کر رہا تھا کہ ڈمپل اتنا دور ہی جائے جتنی دور تک پیٹرول اسکوٹر کو رواں رکھ سکے۔

دس منٹ میں وہ شہری حدود میں داخل ہو گئے وہاں پہنچ کر آفندی چونکا تھا کیونکہ وہ سول لائنز کے علاقے میں تھے جہاں برادرز کلب تھا۔ اسے اچانک ہی بریک لگانے پڑے۔

کیونکہ ڈمپل کی کار رک رہی تھی پھر وہ ایک تاریک گلی میں گھوم کر رک گئی۔

آفندی نے پھرتی سے اسکوٹر پارک کیا اور تیزی سے اس گلی کے سامنے پہنچ گیا جس میں ڈمپل نے کار روکی تھی۔ حالانکہ وہاں تاریکی تھی اسکے باوجود اسنے ڈمپل کو آگے جاتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

سڑک پار کر کے وہ گلی میں داخل ہوگیا۔ مقصد ڈمپل کی منزل معلوم کرنیکے سوا کیا ہوسکتا تھا۔ ڈمپل زیادہ دور جانے کی بجائے اس گلی کی ایک عمارت میں داخل ہوگیا تھا۔ آفندی گھوم کر سڑک کے پار چلا گیا۔

وہ اس خیال سے وہاں کھڑا رہا کہ شاید ڈمپل واپس آئے کچھ دیر بعد اسکے انداز سے کی تصدیق ہوگئی۔ ڈمپل کی کار بیک ہو کر گلی سے باہر آرہی تھی۔ جیسے ہی کار روشنی میں آئی اسنے ڈرائیور کا چہرہ دیکھ لیا دوسرے لمحے اسکے حلق سے طویل سانس ابل پڑی۔ وہ ڈمپل نہیں تھا۔

اجنبی کار لیکر وہاں سے چلا گیا۔ اب ہر بات آفندی پر عیاں تھی۔ ڈمپل کم از کم اس رات اسی عمارت میں قیام کا ارادہ رکھتا تھا۔

اب وہاں مزید رکنا بے کار تھا اسنے چہرے سے اضافی چیزیں اتار کر جیب میں ڈالیں اور وہاں سے رخصت ہوگیا۔ ٹیکسی نے کچھ دیر میں اسے اسکے ہوٹل کے سامنے پہنچا دیا۔ اسے شدید بھوک لگ رہی تھی کاؤنٹر پر اسنے کھانے کا آرڈر نوٹ کرایا اور لفٹ میں سوار ہو کر اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔

وہ بڑے اطمینان سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔ تاریکی تھی جسے دور کرنیکے لئے اسنے لائٹ بٹن تلاش کر کے دبا دیا کمرے میں روشنی پھیل گئی۔ جیسے ہی اسنے پلٹ کر بڑھنا چاہا اسکے قدموں نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ اس کا منہ بے اختیار کھل گیا۔ سامنے

ایک اجنبی صوفے پر بیٹھا اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

وہ سناٹے میں رہ گیا تھا۔

"جہاں ہو وہیں رک جاؤ مسٹر۔"

جیسے ہی اسنے اندر پہنچ کر دروازہ بند کیا ایک کرخت آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی۔ کمرے میں اتنی تاریکی تھی کہ دونوں ہی ایک دوسرے کی صورتیں نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن آواز تو پہچانی ہی جاسکتی تھی۔

"کنفیوشس نے کہا تھا کہ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں۔؟" وہ چہک کر بولا۔

"عمران صاحب آپ۔؟" دوسرے کی آواز میں حیرت و استعجاب تھا۔ "آپ کہاں سے آگئے؟"

"جہنم جہاں سے تم آئے تھے۔" عمران نے برجستہ کہا۔

"مم... میرا۔"

"بکری کے بچے کی طرح ممیانے کی بجائے یہاں سے نو دو گیارہ ہو جاؤ۔" میں تمہاری جگہ لینے کے لئے آگیا ہوں۔" عمران نے اسے بولنے کا موقع نہیں دیا تھا۔

"سوری جناب۔" چیف نے مجھے کچھ اور ہی ہدایت دی تھیں۔"

"اے او چیف کے فرمانبردار ماتحت۔ اب جاتے ہو۔ یا دو چار آدمیوں کو بلانا پڑے گا۔"

"آٹھ دس بلا لیجئے تب بھی نہیں جاؤں گا۔" صفدر کی آواز میں شرارت لہرا رہی تھی۔

"نور چشمی۔ ابھی تو شرافت سے عرض کر رہا ہوں۔ پھر ہاتھ دکھانا پڑے گا۔ سمجھے۔؟"

"کیا واقعی سنجیدہ ہیں۔؟

"نہ صرف سنجیدہ بالکل سنجیدہ خان محتاط۔" عمران کی آواز میں گہری سنجیدگی تھی۔ "اچھا پھوٹ لو۔"

"ذمے داری آپ پر ہوگی۔"

"ٹھیک ہے جاؤ۔" اس مرتبہ عمران کی آواز کرخت ہوگئی تھی۔

عمران کا وہ لہجہ صفدر کے لئے جانا پہچانا تھا۔۔۔۔۔ جس کا مطلب تھا اسے رخصت ہو جانا چاہیئے۔"

صفدر کے چلے جانے کے بعد عمران نے دروازہ مقفل کیا اور صوفے پر بیٹھ کر آفندی کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔

ابھی دس منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ دروازے پر ایسی آوازیں پیدا ہوئیں جیسے کوئی دروازہ کھول رہا ہو۔

اسکے جسم میں مستعدی کی لہر دوڑ گئی۔ اسے یقین تھا آنیوالا جرجیس آفندی ہی ہوگا لیکن اسنے ریوالور نکالنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔

دروازہ کھلا اور ایک آدمی اندر آ گیا۔ اسنے دروازہ بند کر کے کمرہ روشن کر دیا جیسے ہی اسنے گھوم کر آگے آنا چاہا تو ٹھٹھک کر رک گیا۔ ظاہر ہے اسے وہاں کسی اجنبی کی موجودگی کی توقع نہیں ہوگی۔ دوسرے لمحے اس کا ہاتھ کوٹ کے گریبان کی طرف لپکا تھا۔

"نہ نہ ریوالور نکالنے کی زحمت مت کرنا مسٹر آفندی۔" عمران نے مسکرا کر کہا۔ "تم دیکھ ہی رہے ہو میں خالی ہاتھ ہوں۔"

آفندی سناٹے میں رہ گیا۔ اس کا ہاتھ آگے بڑھنے سے رک گیا تھا لیکن وہ کیفیت

چند لمحے سے زیادہ قائم نہیں رہی تھی۔

"کون ہو تم۔؟ ظاہر ہے اسے یہ سوال کرنا ہی چاہیئے تھا۔

"اس کا فیصلہ کرنا تو تمہارا کام ہوگا۔ لیکن کھڑے کیوں ہو۔ باتیں ہم بیٹھ کر بھی کر سکتے ہیں۔"

آفندی کشمکش میں پھنس گیا اسکی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ اس نوجوان کو جس کی نظریں دل میں اترتی جا رہی تھیں کیا حیثیت دے۔؟

"سناؤ۔ تمہارے ٹبرے میاں کے کیا حال چال ہیں۔" عمران نے شوخ لہجے میں پوچھا۔

"ٹبرے میاں۔" آفندی کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔

"اے وہی بوڑھا شیر صمد دنکتاش۔"

"تت۔۔۔ تم۔۔۔ ان کے بارے میں کیا جانو۔؟ آفندی کے نقوش حیرت کی زیادتی سے بگڑ گئے تھے۔

"ان کے تو ان کے میں ان کے تمام خاندان کے بارے میں جانتا ہوں۔ کچھ کہو تو یہ بھی بتا دوں وہ بوڑھی شیرنی آکسنہ وسیما سے کس قدر ڈرتا ہے۔"

"میرے خدا۔"

"میری جیب میں اتنے پیسے نہیں کہ تمہارے لئے گدو بندر کا ٹکٹ خرید سکوں اس لئے دماغ مت چلا بیٹھنا۔"

"آ۔۔۔ آپ۔۔۔۔ علی عمران تو نہیں ہیں۔؟ اس نے پھنسی پھنسی آواز میں پوچھا۔

"پپ ... پتہ نہیں ....." سلیمان سے پوچھ کر بتانا پڑے گا۔" عمران نے مسمسی صورت بنالی تھی۔

"یقیناً یقیناً آپ وہی ہیں۔ چیف نے علی عمران کی جو تعریف کی تھی وہ آپ پر پوری اترتی ہے۔" وہ عمران کیطرف بڑھتے ہوئے پرجوش آواز میں بولا۔

"بھوسی ٹکڑے۔" عمران نے ہانک لگائی۔

"کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔" قریب پہنچ کر اسنے عمران کی آنکھوں میں جھانکا۔

"بیٹھنے کے بارے میں کیا خیال ہے۔؟ عمران نے نرم لہجے میں کہا۔

"جبتک آپ ہاں نہیں کہیں گے ایسا ممکن نہیں۔"

"ارے باپ رے۔ لڑکی دکھاتے بغیر ہاں کرا لینا چاہتے ہو۔؟

"لڑکی۔؟ یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔؟"

"بیٹھ جاؤ۔ یار کیوں دماغ کھانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"تو پھر آپ عمران ہی ہیں نا۔؟ اسنے پراشتیاق لہجے میں پوچھا۔

"زبردستی ہے تو تسلیم کئے لیتا ہوں۔"

"میرے... خدا۔ لل... لیکن آپ۔"

"میرے خیال میں پہلے تم حواس پر قابو پالو۔ اور یہ کام ذرا جلدی سے کر ڈالو تو بہتر ہے کیونکہ میرے پاس وقت کم ہے۔" عمران نے یک لخت سنجیدگی اختیار کر لی تھی۔

آفندی خاموش ہو کر دماغ کو یکسو کرنے لگا اسکی چیف نے روانہ ہونے سے قبل اسے عمران سے ملنے اور مدد لینے کی ہدایت کی تھی۔ ساتھ ہی اس نے عمران کے لئے ایک خط بھی دیا تھا۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اسکے جانے کی بجائے عمران خود ہی اس تک پہنچ جائے گا لیکن اس کا پتہ عمران کو معلوم کیسے ہو۔؟ اس سوال نے اسے پریشان کر دیا تھا۔

"آپ کو میرے بارے میں کیسے معلوم ہو گیا۔؟ دماغ میں گردش کرنے والا سوال اسکے ہونٹوں پر آ گیا تھا۔

"میرے پاس ایک طلسمی آئینہ ہے اسی کے ذریعہ اپنے مطلب کی باتیں معلوم کر لیا کرتا ہوں۔" عمران نے مسکرا کر کہا۔ یہ بتاؤ ڈمپل مل گیا تھا یا نہیں۔؟

"کیا۔؟ اسکے دماغ میں دھماکہ ہوا تھا۔

"بہتر یہ ہے کہ جتنے بھی کیا۔ کیوں، کیسے وغیرہ لفظ ہیں انھیں بیک وقت کہہ ڈالو تاکہ مجھے بار بار سننے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔" عمران نے منہ بنا کر کہا۔

"میں کیا کروں۔ آپ سے ملاقات ہی کچھ اس انداز میں ہوئی ہے کہ دماغ پر قابو ہی نہیں رہا۔" آفندی کچھ خجل ہو گیا تھا۔

"کچھ دے دلا کر اسے قابو میں کر لو یار۔"

وہ ہنسنے لگا۔

"تمہارے دماغ کی یکسوئی کے لئے بتا دوں تمہارے بارے میں مجھے ایلیا سے معلوم ہوا تھا۔" عمران کھل کر بولا۔ کیونکہ وہ جلد از جلد اپنا مطلب حل کر کے وہاں سے بھاگ لینا چاہتا تھا۔ اب تم ایک لمحہ ضائع کئے بغیر سب کچھ بتا دو۔"

کچھ بولنے سے پہلے اسنے جیب سے پیکٹ نکال کر سگریٹ سلگا لی تھی۔ اب وہ کافی حد تک پرسکون ہو گیا تھا۔

"آپ ڈمپل کے بارے میں کیا جانتے ہیں۔؟ اسنے دھواں اڑاتے ہوئے پوچھا۔

"میں کیا جانتا ہوں اسے چھوڑو۔ تم جو کچھ کرتے رہے ہو وہ بتاؤ۔" عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

دروازے پر دی جانیوالی دستک نے دونوں کو چونکا دیا عمران نے بے اختیار آفندی کیطرف دیکھا تھا۔

"ویٹر ہوگا۔ میں نے کھانا منگایا تھا۔" آفندی نے چونک کر کہا اور جاکر دروازہ کھولدیا۔

ویٹر ہی تھا جو ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر آگیا تھا عمران نے اسے چائے کا آرڈر دے کر فوراً رخصت کردیا۔

"منہ کے ساتھ تمہاری زبان بھی چلتی رہنی چاہیئے۔" عمران نے کہا۔

"آپ بھی کھایئے نا۔"

"کھاکر آیا ہوں۔ اور اب تم شروع ہوجاؤ۔"

آفندی چند لمحے سوچتا رہا پھر نیز ی کے ساتھ اپنی رام کہانی سنانے لگا۔ درمیان میں عمران ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا۔ لیکن اسکے چہرے سے معلوم ہوتا تھا اسکی کہانی اہمیت رکھتی ہے۔

"تینوں عمارتوں کے پتے بتاؤ۔" عمران کی آواز میں ہلکی سی بیقراری شامل تھی۔

آفندی سوسائٹی اور ڈیفنس والی کوٹھی کے بارے میں کچھ نہ بتا سکا البتہ اتنا بتادیا کہ ڈمپل دعوت والی کوٹھی کے آس پاس والی کسی کوٹھی میں گھسا ہوگا۔

"اور وہ عمارت جس میں ڈمپل گیا تھا۔؟ عمران نے پوچھا۔

"وہ ساتھ جاکر دکھا سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے کھانا کھاکر تم میرے ساتھ چل رہے ہو۔؟

"ضرور۔ اب مجھے بھی کچھ پوچھنے کی اجازت ہے۔؟

"اوٹ پٹانگ سوال مت کرنا۔"

"چیف نے مجھے بتایا ہے آپ کا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے۔؟

"میرا تعلق ابابیلوں کے جھنڈ سے بھی ہوسکتا ہے۔ یہ بتاؤ تمہیں جرمنی آتی ہے۔"؟

"نہیں۔ کوئی خاص بات۔؟"

وہ چونکا۔

"میں دیکھنا چاہتا ہوں جب کوئی ترکی باشندہ جرمن بولے تو کیسا لگتا ہوگا۔"

"موضوع آپ بہت خوبی سے تبدیل کردیتے ہیں۔"

آفندی ہنس پڑا۔

"اگر آپ کچھ نہیں بتانا چاہتے تو میں اصرار نہیں کروں گا۔"

"اس کا مطلب ہے سعادتمند واقع ہوتے ہو۔"

"خیال تو کچھ ایسا ہی ہے ..... باقی دی دے ڈمپل کا کیس آپ کو آفیشلی ریفر کردیا گیا ہے۔"؟

"تم یہاں کیا مقصد لیکر آتے ہو۔؟ عمران نے اس کا سوال اڑاکر پوچھا۔

"ڈمپل کو ساتھ لیجانا چاہتا ہوں۔" وہ سنجیدہ ہوگیا۔

"اور کچھ۔؟

"بس۔"

"تب تمہیں اور کسی معاملے سے سروکار رکھنے کی ضرورت نہیں۔" عمران نے خشک لہجے میں کہا۔ میں نہیں چاہتا کسی چکر میں پڑکر تم ہمارے لئے اور اپنے لئے کسی قسم کی دشواریاں پیدا کردو۔"

"میں حالات کا کسی قدر اندازہ لگا چکا ہوں جناب۔ اور یہ بھی میرا اندازہ ہے کہ ڈمپل اگر سامنے آیا تو بھی آپ اسے گرفتار کرنے سے گریز کریں گے۔"

"اندازے لگانے پر کوئی پابندی نہیں ہے پیارے بھائی۔"

"ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔"

"فی الحال تمہاری درخواست کا کوئی جواب نہیں دیا جا سکتا۔" عمران نے اس کی درخواست کا مضمون بھانپ لیا تھا۔ تم ہمارے مہمان ہو اور تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ اس وقت تک کھاؤ پیئو اور عیش کرو جب تک لیجانے کے لئے ڈمپل کو تمہارے حوالے نہ کر دیا جائے۔ اور اب ذرا جلدی سے کھانا ختم کر لو۔"

"مرضی ہے آپ کی۔ ویسے آپ کے ساتھ کام کر کے مجھے کچھ سیکھنے کا موقع مل جاتا۔" آفندی کچھ مایوس ہو گیا تھا۔

"اگر ممکن ہوا تو موقع مل جائیگا۔"

عمران نے اسے تسلی دی۔

"ظاہر ہے وہ عمران پر اپنی مرضی مسلط نہیں کر سکتا تھا لہذا چپ ہو جانا مناسب سمجھا۔"

وہاں سے روانہ ہوتے ہوتے انھیں مزید پندرہ منٹ لگ گئے۔ عمران کی کار سول لائنز کی طرف جا رہی تھی۔

ابھی کار ہوٹل سے دو کلومیٹر دور بھی نہیں گئی تھی کہ ٹرانسمیٹر جاگ اٹھا۔ عمران کو یقین تھا دوسری جانب بلیک زیرو ہوگا اس لئے تیزی سے بول پڑا تھا۔

"عمران بول رہا ہوں۔ میرے ساتھ آفندی بھی ہے۔"

"اوہ۔ تو آپ اسے پکڑنے میں کامیاب ہو گئے۔؟

"مطلب کی بات کرو۔"

"دو منٹ پہلے میری سر سلطان سے بات ہوئی تھی۔ فائیل آج صبح ہی سی آئی بی کو بھیجی گئی ہے۔ میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ وہ فوری طور پر فائیل واپس حاصل کر لیں۔"

"بہت گڈ کہہ دیا۔ پھر کیا جواب ملا۔؟

"وہ دراصل کچھ نروس تھے۔"

"کیوں۔؟

عمران کے کانوں نے کھڑے ہونے کی کوشش کی۔

"وہ جس پارٹی میں انوائیٹ تھے وہاں ایک قتل ہو گیا ہے جسے احسن مرزا سے تو آپ بھی واقف ہیں۔ وہ سر سلطان کے گہرے دوستوں میں سے تھے۔"

"احسن مرزا۔ میرے خیال میں یہ تو پچاس کروڑ روپے کے غبن والے کیس کی تحقیقات کر رہے تھے۔"

عمران نے مضطرب لہجے میں کہا۔

"وہی۔"

"کیا پارٹی احسن مرزا کی کوٹھی پر تھی۔؟"

"جی نہیں۔ سٹیو برلاس کے بنگلے پر ڈیفینس میں۔"

"ڈیفینس۔" عمران کے دماغ میں زبردست دھماکہ ہوا اس نے بے اختیار آفندی کی طرف دیکھا جو اسے الجھن آمیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"کیا بات ہے۔ آپ چونکے کیوں۔؟

"بات تیزی سے بگڑتی جا رہی ہے صاحبزادے۔ فوری طور پر کسی کو مکمل معلومات یا.... نہیں۔ یہ کام سر سلطان سے بھی لیا جا سکتا ہے... ممکن ہے یہ بھی اسی سلسلے

کی ایک کڑی ثابت ہو۔"

"میرے خدا۔ اگر ایسا ہوا تو حالات بالکل مختلف ہو جائیں گے۔"

"نظر کچھ ایسا ہی آرہا ہے۔" عمران بڑبڑایا۔

"ٹھیک ہے۔ میں سر سلطان کو فون کرتا ہوں۔"

"لیکن انہیں کچھ بتانے کی ضرورت نہیں۔"

"ایسا ہی ہوگا۔"

"اور سنو۔" عمران کو اچانک ہی کچھ یاد آیا۔ "خاور کو واپس بلا لو اب اسکی وہاں رہنے کی ضرورت نہیں۔"

"ٹھیک ہے اور کچھ۔؟

"نہیں۔"

"آپ ادھر آئیں گے۔؟

"نظر کچھ ایسا ہی آرہا ہے۔ اچھا خدا حافظ۔"

سلسلہ منقطع کر کے وہ کھوپڑی سہلانے لگا۔ تیزی سے بدلتے ہوئے حالات اسکے عقل خبط کئے دے رہے تھے۔

گفتگو اردو میں ہوتی رہی تھی اس لئے آفندی مفہوم تو نہ سمجھ سکا البتہ ڈیفنیس کا نام سن کر اسنے اتنا ضرور سمجھ لیا کہ دوسری جانب والے نے عمران کو کوئی ایسی اطلاع دی ہے جس کا تعلق ڈیفنیس سوسائٹی سے تھا۔

وہ عمران سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا لیکن اسے پریشان دیکھ کر اس کی ہمت نہیں پڑی تھی۔

اسی عالم میں وہ سول لائنز پہنچ گئے۔ آفندی عمران کو گائیڈ کرتا ہوا اس عمارت میں لے گیا جس میں ڈیپل گیا تھا۔

عمران نے عمارت اور اسکے محل وقوع کو اچھی طرح ذہن نشین کیا اور وہاں سے واپس ہو لیا۔ وہ آفندی کو ہوٹل پہنچا کر ہی کچھ کرنے کا خواہشمند تھا۔

"مجھے یہیں کہیں چھوڑ دیں۔ میں ٹیکسی لیکر واپس چلا جاؤں گا۔" کچھ دور جانے کے بعد آفندی خاموش نہ رہ سکا۔

"ایں۔" عمران چونک کر خیالوں کی دنیا سے باہر نکل آیا اچانک ہی اسے کچھ یاد آیا تو اسنے رفتار کم کئے بغیر کار کو فل ٹرن دیکر موڑ لیا۔

عمران کی یہ حرکت اتنی اچانک تھی کہ آفندی توازن کھو کر دروازے سے ٹکرا گیا تھا۔ کار بھی گھومتے ہوئے دو پہیوں پر اٹھ گئی تھی۔ ظاہر ہے ٹائر بھی چیخے ہوں گے۔ جبتک آفندی حواس پر قابو پاتا کار طوفانی رفتار سے ڈیفنیس کی طرف دوڑنے لگی تھی۔

"یہ اچانک آپ کو کیا ہو گیا ہے۔؟" آفندی حواس پر قابو پا کر بولا۔

"کبھی کبھی پاگل پن کا دورہ پڑ جاتا ہے۔" عمران نے پرسکون لہجے میں کہا۔ "چوٹ تو نہیں لگی تمہیں۔؟

"ہم کہاں جا رہے ہیں۔؟

"ڈیفنیس۔"

"کوئی خاص بات۔" میرے خیال میں آپ کو ڈیفنیس ہی کے بارے میں کوئی اطلاع ملی تھی۔" آفندی بالآخر دل کی بات زبان پر لے ہی آیا۔

"تم اندازے لگانے سے باز نہیں رہو گے۔" عمران مسکرا دیا۔ ویسے وہ آفندی کا

معترف ہوگیا تھا۔

"آپ نے خود ہی تو اندازے لگانے کی اجازت دی تھی۔" اسنے نہایت معصومیت سے کہا۔

"اندازے لگانے پر کوئی پابندی نہیں لیکن انھیں اپنے تک ہی محدود رکھو تو بہتر ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اب کچھ نہ کہوں گا۔" اسنے چپ سادھ لی۔

عمران آفندی کے جذبات کو سمجھ رہا تھا اسے اعتراف بھی تھا کہ آفندی کی وجہ سے بہت سے مسائل حل ہو گئے ہیں لیکن وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ آفندی کسی معاملے میں دخل اندازی کرے۔

اسی وجہ سے وہ آفندی کے ذوق و شوق کو مایوسی میں تبدیل کر دیتا تھا۔ دونوں اپنے اپنے خیالوں میں غرق رہے اور کار طوفانی رفتار سے اپنا سفر طے کرتی رہی۔

●

"ہیلو۔۔۔" کال سر سلطان ہی نے وصول کی تھی۔

"فرمائیے۔ کیوں بلایا تھا۔؟" عمران نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"فون کرنے کی بجائے اگر آجاتے تو زیادہ مناسب ہوتا۔ فون پر لمبی چوڑی باتیں کرنا مناسب نہیں ہوگا۔"

"میرے پاس فرصت نہیں ہے جناب۔ جو کچھ کہنا ہے کہہ ڈالیئے۔"

"احسن مرزا کے بارے میں بات کرنا چاہتا تھا۔؟

"تو کیجئے روکا کس نے ہے۔"

"ہم.... میرا مطلب ہے ان کے قتل کی تحقیقات رحمان کی بجائے اگر تم لوگ کرو تو زیادہ مناسب ہوگا۔"

"کیا ان کا قتل ایسے عوامل کا نتیجہ ہے جو کسی بھی طرح سیکرٹ سروس کے دائرہ کار میں آتے ہوں۔"

"پپ... پتہ نہیں۔"

"تب اپنی فرمائش فی الحال واپس لے لیں اور سی آئی بی کو تحقیقات کرنے دیں۔ آجکل میں ڈیڈی سے اڑنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"یہ تمہارا فیصلہ ہے۔؟" انھیں عمران کا ٹکا سا جواب دینا پسند نہیں آیا تھا۔

"میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی تھی۔"

"منع کرنے کا اور کیا مطلب ہوتا ہے۔"

"آخر آپ ہمیشہ اپنے ہی مطلب کی بات کیوں کیا کرتے ہیں۔" عمران تنک کر بولا۔ "کبھی ہمارا مطلب بھی پورا کر دیا کریں۔"

"تمہارا مطلب۔؟"

"میں جاننا چاہتا ہوں احسن مرزا کس چکر میں کام کر رہے تھے۔"

"پچاس کروڑ روپے کے غبن کا کیس تحقیقات کے لئے انہیں دیا گیا تھا۔"

"یہ بات تو گنگو تیلی بھی جانتا ہے۔ آپ نے تبادی تو کونسا تیر چلا لیا۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو۔؟"

"تحقیقات کے نتائج جاننا چاہتا ہوں۔ ان تمام افراد کے نام معلوم کرنا چاہتا ہوں جو غبن میں ملوث پائے گئے ہیں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے کہ احسن مرزا کے قتل میں۔۔۔۔"

"زیادہ تیز دوڑنے کی کوشش مت کیجئے میں نہیں چاہتا بوڑھاپے میں گر کر آپ چوٹ کھا بیٹھیں۔"

"عمران مجھے یقین ہے احسن کا قتل اسی چکر میں ہوا ہے۔"

"براہ راست واٹر لیس پر خبر ملی ہے کیا۔؟"

"پارٹی میں ایک موقع پر احسن نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ اپنی تحقیقات مکمل کر چکا ہے اور کل کسی بھی وقت فائنل سیکرٹری داخلہ کے حوالے کر دیا گا۔"

"تب ذرا جلدی کیجئے۔ اب وہ فائنل سیکرٹری داخلہ کی بجائے خارجہ کے قبضہ میں آجانی چاہئیے۔" عمران نے کسی خیال کے تحت تیزی سے کہا۔

"یہ کام اتنا آسان نہیں ہوگا۔"

"آسان ہو یا مشکل۔ فائنل صبح ہونے سے پہلے آپ کی تحویل میں ہونی چاہئیے۔" عمران کی آواز کرخت ہو گئی تھی۔ "آپ اسی وقت احسن مرزا کی قیام گاہ پر چلے جائیں اور اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں۔"

"ٹھیک ہے چلا جاتا ہوں۔ لیکن تم اپنا لہجہ تبدیل کرو۔" عمران کا لب و لہجہ انہیں گراں ہی گزرنا چاہئیے تھا۔

"آپ لہجے کی بات کرتے ہیں میں تو دل اور دماغ بھی تبدیل کرانا چاہتا ہوں۔ کنفیوشس نے سچ کہا تھا سیکنڈ ہینڈ چیزیں اکثر دھوکا دے جاتی ہیں۔"

"پتہ نہیں کیا کہہ رہے ہو۔؟"

سر سلطان نے کہا۔

"دماغ مست قلندر۔۔۔۔ فائنل حاصل کرتے ہی فون کیجئے باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔ خدا حافظ۔"

پھر سر سلطان کے ردعمل کا انتظار کرنے کی بجائے اسنے ریسیور کریڈل پر رکھ کر رابطہ منقطع کر دیا۔

بلیک زیرو کافی دیر سے عمران کو یک ٹک دیکھے جا رہا تھا۔ گفتگو ختم کر کے عمران اسکی طرف متوجہ ہو گیا۔

"کیا میرے سینگ نکل آتے ہیں جو یوں گھور رہے ہو۔؟"

"سوچ رہا ہوں یہ رازداری کا چکر کہیں آپ کو نروس بریک ڈاؤن کا شکار نہ بنا دے۔" بلیک زیرو گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولا۔ وہ پر تشویش

نظر آتا تھا۔"

"کیا اڑا رہے ہو۔؟"

"اگر سکون کے ساتھ غور کریں تو آپ کو خود احساس ہو جائے گا۔"

"کس بات کا احساس۔؟"

عمران نے پوچھا۔

"آپ کا دماغ کس قدر ڈس بلینس ہو گیا ہے۔"

"کیا بک رہے ہو یار۔؟"

"میں کافی دن سے دیکھ رہا ہوں آپ کوئی بھی کام اس یکسوئی اور اعتماد کے ساتھ نہیں کر پا رہے جو آپ کا شخصیت کا جزو لازم تھا۔ فروعات میں الجھ جاتے ہیں۔ فیصلے تبدیل کرتے رہتے ہیں..... اور سب سے بڑی بات یہ کہ آپ ہر بات مجھ سے بھی چھپانے کی کوشش کرتے ہیں..... اس کی وجہ میں نے یہی سمجھی ہے کہ آپ کی قوت فیصلہ کچھ کمزور ہو گئی ہے اور....."

"اچھا۔ تو زور کس پر ہوا۔ رازداری پر..." عمران نے تیزی سے اس کی بات کاٹ دی۔

"صرف رازداری نہیں۔ رازداری بھی انہی عوامل میں سے ایک ہے جو آپ کی شخصیت اور کارکردگی پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔"

"سچ تباؤ۔ کتنے میں فیصلہ ہوا ہے۔؟"

عمران نے پوچھا۔

"کس بات کا فیصلہ۔؟"

"مجھے گدو بندر بھجوانے کا۔"

"ایسی باتیں کرتے ہوئے آپ کو شرم آنی چاہیے۔"

کنفیوشس نے کہا تھا۔ پہلے آتی تھی بات بات پر شرم۔

اب کسی بات پر نہیں آتی۔ ویسے برخوردار اس میں شرم کی کونسی بات ہے۔ جب استاد بیکار ہو جائیں تو ان کی جگہ شاگرد ہی سنبھالا کرتے ہیں۔"

"خاموش رہتے پلیز....." عمران کی بات نے بلیک زیرو کو دھچکا پہنچایا تھا۔!

"اچھا جی..... تم منطق کی رو سے مجھے پاگل ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے تو کوئی بات نہیں تھی..... اور میں نے ذرا سی بات کی تو برا مان گئے۔" عمران لڑاکا عورتوں کی مانند ہاتھ نچا کر بولا۔

"میں آپ کو پاگل ثابت کرنے کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔"

"اچھا۔"

"میں صرف یہ بتانا چاہتا تھا کہ آپ دماغی طور پر ضرورت سے زیادہ تھک چکے ہیں اس لئے بہتر یہی ہے کہ کچھ عرصے آرام اور تفریح کر لیں۔"

اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"لل... لاحول ولا قوۃ۔ میں تو کچھ اور ہی سمجھ بیٹھا تھا۔"

بلیک زیرو مزید کچھ بولنے کی بجائے عمران کو خشمگیں نظروں سے گھورتا رہا ظاہر ہے وہ نظریں عمران پر کیا اثر کرتیں۔؟

"چائے پلانے کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

بلیک زیرو ایک لفظ کہے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ عمران اسکی برہمی کا مقصد بخوبی سمجھتا تھا اور وہ مقصد اسکے سوا کچھ نہیں تھا کہ عمران اس کیس کے سر پیر اسے دکھا دے۔ اسنے صوفے میں نیم دراز ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔

بلیک زیرو کی اس بات میں وزن تھا کہ وہ ذہنی تھکاوٹ میں مبتلا ہو گیا ہے اور جسکی وجہ سے وہ ڈھنگ سے کام نہیں کر پا رہا۔

ظاہر ہے بات میں وزن محسوس کر لینے کا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ وہ بلیک زیرو کے سامنے اعتراف بھی کر لے۔ . . . . . البتہ اس نے کیس سے متعلق تمام باتیں بتانے کا ضرور ارادہ کر لیا تھا۔

یہ فیصلہ کر لینے کے بعد اس نے دماغ کو ہر قسم کے خیالات و سوالات سے خالی کر لیا تھا۔

اور :!

یہ سلسلہ بلیک زیرو کی آمد تک قائم رہا تھا۔

"تنویر نے رپورٹ کی تھی. . . . . ؟ اس نے بلیک زیرو سے کپ لیتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں . . . . ." بلیک زیرو نے سر ہلایا۔ پھر اس نے چند لفظوں میں تنویر کی رپورٹ کہہ سنائی تھی۔

"ہوں . . . . . " عمران نے اسے گھورا . . . . بلیک زیرو اس وقت بھی کچھ روٹھا ہوا نظر آ رہا تھا۔

"کیا مجھے فلمی انداز میں گانا سنانا ہوگا۔" اسنے دیدے نچا کر کہا۔

"وہ کس سلسلے میں۔؟

"پھر کچھ کہوں گا تو شکایت کے دفتر کھول دو گے۔ اے اب سوئی کو حرکت دے کر بارہ کے ساڑھے بارہ بجا لو . . . . . تم تو کسی تازہ تازہ بیوہ ہو جانے والی محترمہ کیطرح منہ پھلائے بیٹھے ہوئے ہو۔"

"کام کی بات کریں جناب۔"

اس کا انداز بدستور تھا۔

"ایک لطیفہ سنو گے۔؟

"موڈ نہیں ہے۔"

"اچھا تو بقول کنفیوشس، ہم چلے چھوڑ کر تیری محفل صنم
پھر ملیں گے گر خدا لایا
یا پھر بقول اس مقولے کے، یہ کہاں کی دوستی ہے کہ روٹھ گئے تم
نہ کھانے پر بلایا نہ جاتے ہی پلائی

"اسے کہتے ہیں کپ سمیت آنکھوں میں گھسنا۔" بلیک زیرو نے موڈ یک لخت تبدیل کر لیا۔ چائے ہاتھ میں موجود ہے اور شکوہ فرما رہے ہیں۔"

"میں نے معقولاً شکوہ کیا تھا۔ بہر حال اگر کھوپڑی مرکز پر آ گئی ہے تو آپ کی خدمت میں کچھ عرض کر دوں . . . . . کیونکہ بوجہ شدید طلب تنید۔ قدوی اب جانے کو بنگٹا۔"

"فرمائیے۔؟ بلیک زیرو مستعد ہو گیا تھا۔

"مزید اوٹ پٹانگ اڑانے کی بجائے۔" عمران نے الف سے ی تک تمام روئیداد

کہہ سناتی تھی۔۔۔۔۔۔ ظاہر ہے وہ سب کچھ سن کر بلیک زیرو کو حیرت و تشویش ہونی ہی چاہیئے تھی۔

"یہ کیس ہے یا آکٹوپس۔ جو ہر مرتبہ ایک نئی سونڈ نکال کر سامنے دکھا دیتا ہے۔" اسنے تشویش زدہ لہجے میں کہا تھا۔

"آکٹوپس کی تشبیہ غیر مناسب نہیں ہے۔" عمران نے تائید کی۔ "اس آکٹوپس پر قابو پانے میں دانتوں پسینے آجائیں گے۔"

"کوئی اندازہ ہے کہ اس کھیل کے پیچھے کس کا ہاتھ ہوگا۔؟

"اگر اندازہ ہو جاتا تو پھر کھیل کو طویل دینے کی کیا ضرورت تھی۔"

"ڈائرکٹ ایکشن کے بارے میں کیا خیال ہے۔؟

"کوئی فائدہ نہیں ہوگا پیارے۔ شاخوں پر ہاتھ ڈالنے سے حاصل بھی کچھ نہیں ہوگا پھر ماسٹر برین بھی ہوشیار ہو جائے گا۔"

"اوہ۔"

"ویسے اب حالات کی واضح تصویر میرے سامنے ہے۔ اگر ہم نے خاموشی اور احتیاط کے ساتھ کام کیا تو ماسٹر برین تک پہنچنے کی صورت نکل ہی آئے گی۔"

"لیکن یوں خاموش بیٹھے رہنے سے تو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو۔؟

عمران نے پوچھا۔

"کم از کم ڈمپل کو پکڑ لینے کا تو ایک مضبوط جواز ہمارے پاس موجود ہے۔ ترکی کی حکومت کی درخواست کی آڑ میں ہم اسے پکڑ سکتے ہیں۔"

"اور وہ اتنے ہی احمق ہوں گے جو اسے تمہارے ہاتھوں میں زندہ چلے جانے دیں گے۔ جیسے ہی انھیں محسوس ہوا ڈمپل ان کے لئے خطرناک ہے وہ اسے ختم کرنے میں ایک لمحے کی دیر نہیں لگائیں گے۔"

"تو۔ پھر۔ کیا کیا جائے۔؟

"فی الحال نگرانی اور خاموشی کے ساتھ معلومات حاصل کرنے کے سوا کچھ نہیں کیا جا سکتا۔"

"اوہ۔"

"سوسائٹی والی کوٹھی اور سول لائنز کی عمارت کی نگرانی کا انتظام کرو لیکن ان کالوں کے لئے تم صفدر کو استعمال نہیں کرو گے۔"

"کوئی خاص بات۔؟

"ممکن ہے کسی بھی وقت مجھے اسکی ضرورت پڑ جائے۔ پھر وہ تمہارے نعمانی صدیقی وغیرہ کس مرض کی دوا ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ انھیں ہی بھیج دوں گا۔"

"یہ بات اچھی طرح ان کی کھوپڑیوں میں بٹھا دینا کہ اگر ان سے کوئی حماقت سرزد ہوئی تو کھوپڑی گنجی کر کے ٹینس کورٹ بنوا دیا جائے گا۔"

"اور کچھ۔؟

بلیک زیرو ہنس پڑا۔

"خاور کو گومیز اور مارجر کے پیچھے لگاؤ۔ اسے ان کا مکمل ترین شجرہ نسب معلوم کرنا ہے۔"

"چوہان اور جولیا باقی رہ گئے ان کے لئے بھی کوئی حکم سنا دیجئے۔" بلیک زیرو نے ہنس کر کہا۔

"ہاتیں۔ تمہیں اٹکھیلیاں سوجھی ہیں اور ہم بیزار بیٹھے ہیں۔" عمران نے اسے آنکھیں دکھائیں۔"

"وہم کا علاج تو حکیم لقمان کے پاس بھی نہیں تھا۔"

اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی نے شور مچا کر انہیں اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ بلیک زیرو نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔!"

اسکے حلق سے ایکسٹو کی مخصوص آواز نکلی تھی۔

"کون ہے۔؟ دوسری جانب سر سلطان تھے۔ آواز سے وہ بوکھلائے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔"

"طاہر جناب۔"

"عمران ہے۔؟

"جی۔ ہاں۔ توقف کریں۔" پھر وہ رسیور عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ سر سلطان۔"

"جی۔" عمران نے رسیور جھپٹ لیا تھا۔

"گڑبڑ ہو گئی ہے عمران۔" سر سلطان کی آواز میں لرزش تھی۔

"کیسی گڑبڑ۔؟ عمران کے کان کھڑے ہو گئے۔"

"فائیل اور دوسرے بہت سے کاغذات احسن مرزا کی سیف سے غائب ہیں۔"

"اوہ۔" عمران نے اس انداز میں سر ہلایا جیسے اسکے کسی اندازے کی تصدیق ہو گئی ہو۔

"اب کیا کرنا ہے۔؟

"کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ فائیل سیف کی بجائے کہیں اور رکھی گئی ہو۔؟

"بیگم احسن مرزا کے کہنے کے مطابق احسن نے فائیل اور دوسرے کچھ کاغذات شام کو ان کی موجودگی میں سیف میں مقفل کئے تھے۔۔۔ پھر سیف کا تالا بھی کھلا ہوا ملا تھا۔"

"گئی بھینس کیچڑ میں۔" عمران ہونٹ مسلتے ہوئے بڑبڑایا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔؟"

"واپس گھر چلے جائیں جناب۔ اور دوسروں کو کچھ اپنا کام کرنے دیں۔"

"تم اس معاملہ میں دلچسپی نہیں لو گے۔؟

"دن میں کسی وقت فون کر کے بات کروں گا۔"

"لیکن۔؟

"کچھ کہنے سننے کی فی الحال کوئی گنجائش نہیں۔ خدا حافظ۔" اسنے رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

"چلو بیاسے۔ یہ معاملہ بھی ختم ہوا۔" اسنے بلیک زیرو سے کہا۔ آکٹوپس ہم سے بھی زیادہ تیزی سے کام دکھا رہا ہے۔"

"اگر ان لوگوں نے فائیل اڑائی ہے تو بھی کیا فرق پڑے گا۔ ظاہر ہے جب وہ تحقیقات کر رہے ہوں گے تو نتائج سے کچھ دوسرے بھی واقف ہوتے ہوں گے۔"

"کیا کہہ سکتا ہوں۔ بہر حال اس معاملہ کو تم خود دیکھو مگر تمہیں۔ صفدر کو لگا دو۔ تمہارا یہاں رہنا ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے۔"

"میں یہ چاہتا ہوں ہم اپنا کام اتنی خاموشی سے کریں کہ کسی کو بھی احساس نہ ہو سکے۔ ڈیڈی کو بھی احساس نہیں ہونا چاہیئے۔"

"میں سب کو محتاط رہنے کی ہدایت کر دوں گا۔"

عمران نے خاموشی کے ساتھ سر ہلا دیا تھا۔ اسکے دماغ میں ہلکی ہلکی آندھیاں چل رہی تھیں اسکے لئے یہ بات تشویش انگیز تھی کہ مجرم اپنے خلاف ہر ثبوت کو تیزی سے مٹاتے چلے جا رہے ہیں۔

اور اس عالم میں وہ وقت بھی آسکتا تھا جب وہ مجرم ہونیکے باوجود عدم ثبوت کی وجہ سے اسکی ناک کے نیچے سے صاف نکل جاتے۔

ایسا نہیں ہو سکتا۔ کم از کم عمران کی زندگی میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ وہ ذہنی طور پر بڑبڑایا تھا۔

عمران نے رانا ہاؤس میں ڈیرے ڈال رکھے تھے۔

وہ خود آرام کر رہا تھا اور اسکے تمام ماتحت بشمول بلیک زیرو اسکے اشاروں پر ناچ رہے تھے۔

سب کچھ ہو رہا تھا لیکن تمام دن گزر جانیکے باوجود کوئی ایسی اطلاع نہیں ملی جسے وہ کارآمد کہہ سکتا۔

ایک طرف وہ مصروف تھے تو دوسری طرف سی آئی بی کی بھی شامت آئی ہوئی تھی۔

احسن مرزا کا قتل اور ان کی تحقیقات مواد کی چوری ایک قومی سانحہ تھی۔

دونوں واقعات کو یکجا کر کے کوئی بھی سمجھ سکتا تھا احسن مرزا کا قتل صرف انکی تحقیقات کی وجہ سے ہوا ہے۔

شام کو ایک دہماکہ خیز اطلاع ملی۔

دو اور آدمی قتل کر دیئے گئے۔ وہ دونوں تحقیقاتی کاموں میں احسن مرزا کو اسسٹ کر رہے تھے۔

ابھی وہ اطلاع وصول کئے دس منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ سر سلطان کا فون آگیا تھا۔

"تم یہاں چھپے بیٹھو ہو۔ میں کئی مرتبہ تمہارے فلیٹ پر فون کر چکا ہوں" وہ چیخ رہے تھے۔ "تمہیں معلوم ہے کیا قیامت برپا ہوئی ہے۔؟"

"شکیل اور یعقوب کے قتل کی بات کر رہے ہیں۔" عمران پرسکون ہی تھی۔

"تت... تو تمہیں معلوم ہو گیا۔؟"

"خیال تو یہی ہے۔"

"پھر تم کیا کر رہے ہو۔؟"

"میں کیا کر سکتا ہوں جناب۔ ظاہر ہے موت کا فرشتہ کسی کی روح قبض کرنے سے پہلے مجھ سے تو مشورہ نہیں کرتا۔"

"اس وقت بکواس سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"ٹھہری یا مالکوس سنا دوں۔؟"

"عمران۔"

"آخر آپ مجھ سے کیا کر لینے کی توقع رکھتے ہیں جناب۔" عمران نے سرد آواز میں کہا۔ "ان معاملات کا سیکرٹ سروس سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن حب الوطنی بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔"

"یہ سبق مجھے پڑھانے کی ضرورت نہیں۔" عمران غرایا۔

"عمران۔ عمران میں بہت پریشان ہوں۔"

"آخر کیوں۔ اس لئے کہ احسن مرزا آپ کے دوست تھے۔ اس لئے کہ وہ اعلیٰ طبقے سے تعلق رکھتے تھے اس لئے کہ....."

"خاموش رہو۔" انھوں نے چیخ کر عمران کو روک دیا۔ "اتنی بکواس کرنے سے پہلے یہ سوچ لیا ہوتا کہ تم کس سے بات کر رہے ہو۔"

"مجھے حب الوطنی کا سبق پڑھانے سے پہلے آپ کو بھی سوچ لینا چاہیئے تھا کہ کس آدمی

کو وہ سبق پڑھا رہے ہیں۔"

"چلو غلطی ہو گئی۔ الفاظ واپس لیتا ہوں۔"

"دل کے ٹکڑے کر کے معافی مانگتے ہیں۔ خوب ہیں آپ بھی۔" عمران نے زہر خند کیا۔ "جن لوگوں کو حب الوطنی کے سبق سکھانا چاہتے ان کے سامنے تو آپ لوگ بھیگی بلی بن جاتے ہیں۔ آپ لوگوں کا چلن بھی خوب ہے۔ کل تک جن کے سامنے ہاتھ باندھ کر یس سر۔ یس سر کرتے تھے آج وہی لوگ غدار اور ملک دشمن ٹھہرے..... حالانکہ جو وہ آج ہیں کل بھی تھے..... فرق صرف اتنا ہے کہ کل وہ برسر اقتدار تھے اور آج تہی دست۔ آپ لوگوں کی حب الوطنی کا یہی جواب نہیں۔ ہر چڑھنے والے سورج کی پرستش کیا کرتے ہیں۔"

"بس کرو۔ خدا کے لئے بس کرو۔"

وہ رو دینے کے قریب تھے۔

"کیوں... ان کے کارنامے سن کر شرم آنے لگی۔" عمران کی آواز میں شرارے لہرا رہے تھے۔

"کیا میں ہاتھ جوڑ کر اپنے الفاظوں کی معافی طلب کروں بیٹے۔"؟

عمران یک لخت ہوش میں آ گیا۔

اسے جذبات کنٹرول کرنے مشکل ہو رہے تھے۔ کوئی اسے حب الوطنی کا سبق پڑھاتے اسکے لئے وہ سب سے بڑی گالی تھی۔

لیکن۔ یہ حقیقت بھی وہ فراموش نہ کر سکا کہ اس کے سامنے سر سلطان تھے۔

"ٹالتے جناب۔" اسنے طویل سانس لیکر دماغ کو پرسکون کرنے کی کوشش کی۔ آئندہ

مجھے حبُ الوطنی کا سبق مت پڑھایئے گا۔"

"میں معافی مانگ چکا ہوں بیٹے۔"

"اس قسم کی باتیں کرنے کی بجائے آپ جوتے مار لیا کریں جناب۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں میں آپ کو کیا سمجھتا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں۔"

"لیکن کیا کروں۔ چھ سال کے عرصے میں جو کچھ دیکھ لیا اسکے بعد سے میں اپنے جذبات سے بے قابو کر بیٹھتا ہوں ..... یہی وجہ ہے جو میں اس قدر ایکسائیٹڈ ہو گیا تھا۔"

"میں تمہارے جذبات کو اچھی طرح سمجھتا ہوں بیٹے ..... لیکن اب ظلم ستم کو وہ رات ڈھل چکی ہے جس نے اس ملک کو اپنے عفریتی پنجوں میں جکڑ رکھا تھا۔ اب نہ تم پر اور نہ تمہارے محکمے پر کسی قسم کی پابندیاں ہیں تمہیں فون کرنے سے قبل سربراہ مملکت فون پر مجھ سے بات کرتے رہے تھے۔"

"اوہ۔"

"انھوں نے جن الفاظوں میں ایکسٹو کی عظمت اور صلاحیتوں کو سلام کیا وہ میں تبا نہیں سکتا۔"

سر سلطان کا لہجہ بدل گیا تھا۔

"ان کے کہنے کے مطابق وہ ایک ایسا سرکلر ایشو کر چکے ہیں جسکے ذریعہ ایکسٹو کو اس سے چھین لئے جانے والے تمام اختیارات واپس مل گئے ہیں۔ اب تم ہر کام اپنی مرضی سے کرنے کے لئے آزاد ہو بیٹے۔"

"اختیارات کا دینا اور لینا میرے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا جناب۔ میں اس دور میں بھی بے بس نہیں تھا جب سیکرٹ سروس سے میرا دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ اس وقت بھی میں تمام کام اپنی مرضی کے مطابق کر لیا کرتا تھا۔"

"مجھے معلوم ہے تم کیا ہو۔"

"اچھا اب ختم کیجئے اس سلسلے کو۔ کوئی دوسری بات کیجئے۔"

"سربراہ مملکت نے احسن مرزا کے قتل کی تحقیقات کا کام تمہارے سپرد کیا ہے وہ چاہتے ہیں تم قاتل کو جلد از جلد تلاش کر لو۔"

"آپ کی اطلاع کے لئے عرض کر دوں احسن مرزا کا قاتل اس وقت تو کیا کل رات ہی سے میری جیب میں ہے۔"

"میرے خدا۔ تو پھر اسے گرفتار کیوں نہیں کر لیتے۔؟"

"اس سے کوئی فائدہ ہونے کی بجائے نقصان پہنچے گا۔ قاتل تو صرف ایک ہتھیار ہے میں تو ہتھیار استعمال کرنے والے کی تلاش میں ہوں۔"

"کیا تم اس کیس پر کام شروع کر چکے ہو۔؟"

"قتل کے محرکات اور قاتل میرے علم میں ہیں۔ لیکن یہ کیس صرف اتنا ہی نہیں ہے۔ یہ تو ایک نادر درخت کی شاخ ہے۔"

"تمہاری بات میری سمجھ سے باہر ہے ..... مجھے صرف یہ بتا دو ان سے میں کیا کہوں۔؟"

"کہہ دیجئے ان کے خواہش کی تعمیل کی جائیگی۔"

"رحمان کو کیس پر کام کرنے سے روک دوں۔؟"

"اسکے برعکس جو کچھ وہ کرنا چاہتے ہیں کرنے دیجئے۔"

"پتہ نہیں تم کس انداز میں کام کرنا چاہتے ہو۔؟

"ترکی والی فاتیل منگالی۔؟

"ہاں۔ میرے پاس ہے۔ کسی کو بھیج کر منگالو۔"

"منگا کر کیا کروں گا۔ وہ معاملا تو گزشتہ رات ہی ختم ہو چکا ہے۔"

"ڈمپل کو گرفتار کر لیا۔؟

"جب چاہوں گا کان پکڑ کر گرفتار کر لوں گا۔ اچھا۔ اب کوئی اور اہم بات باقی ہو تو بتا تیں ورنہ فون بند کر دیں۔"

"جو بات تھی بتا چکا ہوں۔"

"تب خدا حافظ۔ لل۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔ ٹھہریئے ایک خاص بات تو رہ ہی گئی۔"

"کیا۔؟

"ذرا یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں احسن مرزا کی تحقیقات کے دائیرے میں کون کون آتا ہے۔"

"ٹھیک ہے میں معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"اس سلسلے میں کسی بھی محکمے کے پاس کوئی فاتیل یا مواد ہو تو میں دیکھنا چاہوں گا۔" عمران نے تیزی سے کہا۔ بہتر ہوگا آپ یہ کام سربراہ مملکت کے علم میں لے آئیے جب انھوں نے کیس احسن مرزا کے سپرد کیا ہوگا تو اسکے لئے ان کے پاس کچھ ضروری معلومات بھی ہوں گی۔"

"فکر مت کرو۔ مجھ سے جو کچھ ممکن ہوگا کر گزروں گا۔"

"لیکن یہ بات کسی کے علم میں نہیں آنی چاہیئے کہ سیکرٹ سروس اس کیس کو ڈیل کرنے والی ہے آپ انہیں بھی بتا دیجئے گا۔"

"آخر اس قدر رازداری برتنے کی کوشش کیوں کر رہے ہو۔" سر سلطان کی آواز میں حیرت تھی۔

"کچھ عرض کروں گا تو آپ کو شکایت پیدا ہو جائیگی جناب۔ پھر اس وقت میں دماغ بھی خراب نہیں کرنا چاہتا۔"

"ظاہر ہے کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"کچھ کہنے کی بجائے سلسلہ منقطع کر دیں مجھے کچھ ضروری کالیں کرنی ہیں۔"

"خدا حافظ۔"

رسیور کریڈل پر ڈال کر عمران نے کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ سر سلطان سے بات کر کے وہ سرگرانی میں مبتلا ہو گیا تھا۔

گھنٹی کے جواب میں آنے والے آدمی کو چائے لانے کے لئے کہہ کر اسنے فوراً ہی رخصت کر دیا تھا۔

ابھی سکون کے چند منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ ٹرانسمیٹر نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

"یس۔" کال وصول کرنے میں اسنے تیزی دکھائی تھی۔

"چوہان رپورٹنگ سر۔"

"کیری آن۔"

"ڈیپل ایک آدمی کے ساتھ کہیں جا رہا ہے جناب۔"

"پیدل۔؟"

"جی نہیں کار میں ہیں۔"

"گڈ۔ احتیاط کے ساتھ تعاقب کرتے رہو۔ میں ان کی منزل کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں اس سلسلے میں کوئی حماقت سرزد نہیں ہونی چاہیئے۔"

"میں احتیاط رکھوں گا جناب۔"

"اوکے۔"

سلسلہ منقطع کر کے وہ صوفے میں ڈھیر ہو گیا۔ وہ سوچنا چاہتا تھا لیکن سر میں ہونے والا ہلکا سا درد ایسا کرنے میں مانع تھا۔

پھر چائے آئی اور اس نے حلق میں اونڈیلنی شروع کر دی جب دوسری پیالی خالی کر رہا تھا تو بلیک زیرو بھی پہنچ گیا۔

"چائے چل رہی ہے۔"

"چل نہیں رہی پی جا رہی ہے۔" عمران نے کپ خالی کرتے ہوئے کہا۔ "کیا کر آئے۔؟"

بلیک زیرو نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ ان چند افراد کے نام ہیں جن سے احسن مرزا نے پوچھ گچھ کی تھی۔"

"چند۔"

عمران بڑبڑایا۔

"یہ نام بھی بمشکل معلوم ہو سکے ہیں جناب۔ احسن مرزا تحقیقات کا کام انتہائی خاموشی اور رازداری سے کر رہے تھے۔ زیادہ تر کسی کو اپنے آفس میں بلانے کی بجائے خود

تنہا جا کر معلومات حاصل کرتے تھے۔"

کچھ کہنے کی بجائے عمران نے کاغذ کی تہیں کھولیں اور اس پر تحریر شدہ مسودہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اس کام میں اسے زیادہ دیر نہیں لگی تھی۔

"آپ کی طرف کیا خبریں ہیں۔؟" بلیک زیرو نے پوچھا۔

"چند گھنٹوں کے اندر احسن مرزا کے دو مددگار بھی قتل کر دیئے گئے ہیں۔" عمران نے بتایا۔

"میرے خدا۔"

"اگر حالات کی یہی رفتار رہی تو کچھ اور افراد بھی قتل کئے جا سکتے ہیں۔" عمران نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"یہ... یہ سب کیا ہو رہا ہے جناب۔"

"اپنے ظلم و تشدد اور بدکرداریوں کے نشانات مٹانے کی کوشش کیجا رہی ہے۔ اس درخت کی جڑیں بہت دور دور تک پھیلی ہوتی ہیں۔"

"آ... آپ کہنا چاہتے ہیں کہ....."

"وہی کہنا چاہتا ہوں جو تم سمجھ رہے ہو۔ لیکن کسی کے سامنے اظہار کی کوشش مت کرنا۔ ایک خوشخبری سنو گے۔؟"

"خوش خبری۔" اسے چونکنا ہی چاہیئے تھا۔

"خوشخبری کی خبر نے تمہیں خوش نہیں کیا۔"

"اب خوشیاں کہاں وہ تو سب طاق نسیاں ہو گئیں۔" اس نے ٹھنڈی سانس لی۔ "بہرحال بتائیں کیا خوشخبری ہے۔؟"

"تمہارے چھینے ہوئے اختیارات بحال ہو گئے ہیں۔"

"اختیارات بحال ہو گئے۔" اسکے دماغ کو زبردست جھٹکا لگا اسنے عمران کو یقینی

کی نظروں سے دیکھا تھا۔

تجسس پیدا کرنے کی بجائے عمران نے اسے مختصر الفاظوں میں سر سلطان سے ہونے والی گفتگو سنا دی تھی جسے سن کر بلیک زیرو کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا تھا۔

اسے بے اختیار وہ وقت یاد آ گیا جب گزشتہ حکومت کے آخر وزیر اعظم نے آہستہ آہستہ ایکسٹو سے وہ تمام اختیارات چھین لئے تھے جو اس سے پہلے کی حکومتوں نے ایکسٹو کو دیئے تھے تاکہ وہ موثر انداز میں ملک و قوم کے دشمنوں سے نبٹ سکے۔

معزول وزیر اعظم نے ایکسٹو کے محکمے کو اس حد تک بے دست و پا کر دیا تھا کہ وہ اس وقت تک کسی کیس پر کام نہیں کر سکتے تھے جب تک وزیر اعظم اجازت نہ دے دیتے۔

ملک میں طوفان آتا رہا۔ ٹوٹ جانے والے ملک کے مزید ٹکڑے کرنے کے اقدامات ہوتے رہے۔

ملک جرائم ..... اسمگلنگ ..... اغوا برائے پروری اور دوسری خرابیوں کے دھارے میں بہتا رہا۔

وہ دیکھتے اور جلتے کھولتے رہے لیکن کچھ کرنا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ ملک لٹتا رہا۔ برباد ہوتا رہا اور وہ خاموشی سے تماشائی بنے دیکھتے رہے۔ بول کر کرتے بھی کیا چپہ چپہ پر آمریت کا پہرہ تھا۔

بولنے والوں کی زبانیں کھینچ لی جاتیں۔ حق کی آواز بلند کرنے والوں کے سینے سرخ کر دیئے جاتے ..... ظلم اس حد تک بڑھا کہ مادر وطن کا سینہ دہلنے لگا تھا۔

وہ حالات دیکھ کر ان کے دل پھٹنے لگتے تھے۔ یہی تو وہ جانباز تھے جو ملک و قوم پر

نازل ہونیوالی ہر آفت کے سامنے یوں ڈٹ جاتے تھے کہ شدید سے شدید طوفان بھی انہیں ہلانے پر قادر نہیں تھا۔

انھوں نے دشمن کی ہر سازش ہر یلغار ہر حملہ کو اس شان سے روک کر دشمنوں ہی کی طرف لوٹایا کہ ایک دنیا نے تماشا دیکھا تھا۔

وہ جنہیں دشمن کبھی مات نہ دے سکا تھا۔ اپنوں کے ہاتھوں زخمی ہو گئے۔ وہ جو حوادث کے پہاڑوں سے ٹکرا کر بھی مسکراتے تھے دوستوں کے مارے ہوئے پھولوں کی ضرب سے چیخ پڑے تھے۔

لیکن وہ تو عذابِ خداوندی تھا۔ اپنے اعمالوں کی سزا تھی۔ ظلم و ستم کی طویل رات تھی۔

وہ چیخے تڑپے لیکن خاموش رہے۔

بلیک زیرو نے متعدد مرتبہ رو رو کر عمران سے کہا تھا کہ وہ سیکرٹ سروس سے استعفیٰ دیکر محکمہ توڑ دے اور اپنے تمام ماتحتوں کو لیکر اس ملک ہی سے نکل جائے۔ آخر وہاں رہنے سے فائدہ بھی کیا تھا۔

لیکن ۔!

عمران کبھی ناامید نہیں ہوا تھا۔ یہ اس کا ایمان تھا جب وہ اپنے اعمالوں کی سزا بھگت چکیں گے تو ظلم و ستم کی رات ڈھل جائے گی۔ پھر ایک نیا سویرا طلوع ہوگا۔ ایسا سویرا جو عوام کے لئے نئی خوشیاں لیکر آئے گا۔

اس نے کسی بھی لمحے اپنی امیدیں ختم نہیں کی تھیں وہ مایوس ہونے کا قائل نہیں تھا کیونکہ ان کا ایمان تھا مایوسی کفر ہے اور وہ کافر نہیں تھا۔

اور ۔!

اب نیا سویرا طلوع ہو چکا تھا۔ وہ شیاطین جو رات کی طوالت کے ذمے دار تھے مکافاتِ عمل کے شکار ہو کر اپنے انجام کی طرف بڑھ رہے تھے۔

ہر شخص کو اس کا حق مل رہا تھا ایکسٹو کو بھی کیوں حق نہ ملتا اور آج اسے بھی چھینے ہوئے اختیارات کی صورت میں اسکے حقوق مل گئے تھے۔ عمران کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھر آئی۔

"ختم شد"

لغمہ صفی کی عمران سیریز آئیوالا نیا ناول

کلب کا ہنگامہ

○ ۔ کیا ڈمپل فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔؟

○ ۔ جرجیس آفندی کا اصل مقصد کیا تھا۔؟

○ ۔ پے در پے قتل کیوں ہو رہے تھے۔؟ غبن کے سلسلے میں یا.....؟

○ ۔ عمران نے ڈمپل کو ڈھیل کیوں دی تھی۔؟

○ ۔ برادرز کلب کا راز۔ آخر وہ کن خرابیوں کا گڑھ تھا۔؟ اور وہاں کس قسم کی سازشیں کیجا رہی تھیں۔؟

عمران کا سنسنی خیز پیچیدہ اور تہقہوں سے بھرپور شاہکار ناول

اس ناول کے ساتھ ہی عمران سیریز کے ناول کلب کا ہنگامہ اور ایس قریشی کے ناول ڈاکٹر ہارس گریٹ اجنبی

نحوس ستارہ اور پیش فائر بھی چھپ کر شائع ہو گئے ہیں آج ہی طلب کریں

آفسٹ کی رنگا رنگ چھپائی، خوبصورت سرورق قیمت چھ روپے پچاس پیسے صرف

خط و کتابت کا پتہ

ایوب اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر ۲۶۲۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

ایس قریشی کی عمران سیریز کا جوبلی نمبر

سلور جوبلی گولڈن جوبلی کے بعد ستواں ناول پلاٹینم جوبلی

بلیک بزنس

مصنف
ایس قریشی

قیمت ——— اکیس روپے

عمران اور اسکی ٹیم کا وہ ناول جسے آپ مدت تک یاد رکھیں گے اور جسے ایس قریشی نے یادگار بنانے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کی ہیں۔ جھلکیاں اور تفصیلات آئندہ ناول میں دیکھئے

خط و کتابت کا پتہ

ایوب اکیڈمی

پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

ایس قریشی کی عمران سیریز

آنے والے نئے ایکشن اور قہقہوں سے بھرپور ناول

پیش فائر

گریٹ احمق

منحوس ستارہ

ڈاکٹر ہارس

شعلوں کا تعاقب

موت کا ناچ

لحاقت کی واپسی

ڈاکٹر سلیمان

صاف ستھری آفسٹ کی لکھائی چھپائی۔ آٹھ رنگوں کا سرورق۔ آج ہی طلب فرمائیے

ایوب اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

نئی سیریز

ہیروں کا ہنگامہ

www.BooksPK.com

اس ناول کے جملہ حقوق بنام پبلشر محفوظ ہیں کسی بھی طرح نقل کرنے پر قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔

اس ناول کے تمام نام، مقام، واقعات و کردار اور تشبیہہ دیجانے والی چیزیں فرضی ہیں کسی سے مطابقت محض اتفاقیہ ہے جس کے لئے مصنف، پرنٹر، پبلشرز، ناشر یا ادارہ ذمے دار نہیں۔

تمام امور میں استحقاق کا حق صرف کراچی صوبہ سندھ کی عدالتوں کو حاصل ہوگا۔

حصہ اول
ہیروں کا ہنگامہ
حصہ دوئم
فریبی شہزادہ

ایک ہی جلد میں
مکمل

ناشر
فکشن فیکٹری۔ لیاقت آباد
کراچی ۱۹

پیش لفظ

نیا ناول "ہیروں کا ہنگامہ" پیشِ خدمت ہے
اس سے قبل مختلف اداروں سے نغمہ صفی کے سو سے زیادہ ناول شائع ہو چکے ہیں اس لئے مصنفہ کے فن کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے برابر ہے۔

"ہیروں کا ہنگامہ" نغمہ صفی کا ایک ہنگامہ خیز ناول ہے ایسے لوگوں کی کہانی ہے جو راتوں رات کروڑ پتی ہونا چاہتے ہیں اور اس کیلئے وہ جرائم کی راہ اپناتے ہیں۔ لیکن اگر ہر مجرم جرم کر کے کروڑ پتی بننے لگے تو آج کی دنیا میں کوئی شریف آدمی نظر نہ آئے۔

دیکھئے کہ جب ایسے سر پھروں سے دنیا کا سب سے بڑا احمق "علی عمران" ٹکرایا تو ان کا کیا حشر ہوا۔؟ وہ کروڑ پتی ہوئے یا ان کو قانون کے سامنے جھکنا پڑا۔

ایکشن سسپنس اور اسرار و سراغ سے بھرپور یہ ناول آپ سب ہی کو پسند آئے گا پڑھیئے اور رائے سے مطلع فرمایئے۔

"ادارہ"

عمران سیریز کے شاہکار ناول

نغمہ صفی	برف کی قبر ۷/۵۰	ابنِ کلیم
قاتل کون ۷/۵۰	برادرز کلب اوّل ۶/۵۰	آتشی طشتری ۶/۵۰
اسمگلر درندہ ۱۵/۰۰	کلب کا ہنگامہ دوم ۶/۵۰	سنگرال ۶/۵۰
پُراسرار ایڈونچر ۱۰/۰۰	غنڈہ ٹیکس اوّل ۶/۵۰	پہاڑوں کا مسافر ۶/۵۰
احمق پجاری ۹/۰۰	گینگ لیڈر دوم ۶/۵۰	صحرائی دشمن ۷/۰۰
انتقام کی آگ ۹/۰۰	ایم اے ، راحت	
ناچتے شعلے ۹/۰۰	لاننگ ڈیتھ ۹/۰۰	
فریبی قاتل ۱۱/۰۰	سیاہ چیتے (دو ناول) ۱۵/۰۰	
گڑیا کا ہنگامہ ۱۳/۰۰	آخری شکار (رر رر) رر	
ہیروں کا ہنگامہ ۹/۰۰	خوف کے سائے ۹/۰۰	
فریبی شہزادہ ۹/۰۰	رنگین سائے اوّل دوم ۱۳/۰۰	
زرد پوش شیطان ۱۴/۰۰	فولادی شیطان (زیرِ طبع)	
چوتھا شکار ۷/۵۰		
سی این سی ۷/۵۰		
بلیک چارلی ۷/۵۰		
ڈیتھ آف بادل ۷/۵۰		
پُراسرار خودکشی ۷/۵۰		
آخری فائر ۷/۵۰		
چور سفیر ۷/۵۰		
کریمنل آف ڈیزرٹ ۷/۵۰		

آج ہی طلب کیجئے

فکشن فیکٹری

لیاقت آباد ۔ کراچی ۱۹

خوبصورت پائیدار چلدیں ہوائی

سیاہ لباس اور گہرے کلر کے چشمہ میں لپٹا ہوا وہ شخص تقریباً دس منٹ سے "افشاں جیولرز" کے سامنے سڑک کے دوسری طرف کھڑا تھا۔ اس کی نظریں افشاں جیولرز کے دروازے پر جمی ہوئی تھیں اور وہ دوکان کے اندر آنے جانے والے ہر فرد کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔

ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ لیکن گلابی جاڑے کے اس موسم میں یہ بارش ایسی بھی نہیں تھی کہ اس سے بچنے کے لئے کسی شیڈ وغیرہ کے نیچے پناہ لینا ضروری سمجھا جاتا اور پھر۔ گہرے چشمہ میں ملبوس وہ شخص تو وہاں کھڑا ہی کسی خاص مقصد کے تحت ہی تھا ایسی صورت میں کہیں اور جا کر کسی شیڈ کے نیچے پناہ لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ یوں تو وہ افشاں جیولرز میں آنے جانے والے ہر فرد کو بغور دیکھ رہا تھا لیکن عورتیں اس کی خصوصی توجہ کا مرکز تھیں۔ وہ دوکان میں آنے جانیوالی ہر عورت کا بھرپور جائزہ لیتا۔ لیکن شاید اگر اسے کسی خاص عورت کی تلاش تھی۔ تو وہ اب تک اس کی نظروں میں نہیں آئی تھی۔ وہ

بار بار کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اور کبھی ہاتھ میں پکڑے ہوئے اٹیچی کیس نما سیاہ بریف کیس کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل کر لیتا۔

پانچ منٹ اور گزر گئے۔ وہ سڑک کے کنارے کھڑا ہلکی ہلکی بارش میں بھیگتا رہا اور پھر۔ دفعتاً وہ چونک گیا۔ افشاں جیولرز کے سامنے ایک ٹیکسی آکر رکی تھی۔ اس کی توجہ ٹیکسی کی پچھلی نشست پر بیٹھی ہوئی عورت نے فوراً ہی اپنی طرف مبذول کر لی تھی۔ جس نے ٹیکسی کے رکتے ہی اس طرف دیکھ کر اُسے ایک مخصوص اشارہ کیا تھا۔

تیس برس کی عمر کے قریب وہ عورت دراز قد اور صحت مند جسم کی مالک تھی فیشن ایبل لباس پہن رکھا تھا۔ سیکس اپیل اس کے جسم کے ایک ایک حصے سے پھوٹ رہی تھی۔

ٹیکسی سے اترنے کے بعد اس عورت نے پرس کھول کر ڈرائیور کو کرایہ ادا کیا اور پھر پُروقار چال چلتی ہوئی افشاں جیولرز کی دوکان میں داخل ہوگئی۔ اور صرف ایک منٹ کے وقفے کے بعد وہ گہرے سوٹ والا وہ شخص بھی بریف کیس ہاتھ میں لٹکائے سڑک پار کر کے افشاں جیولرز کی طرف بڑھ گیا۔

دروازے کے قریب رک کر اس نے اپنے چہرے پر بارش کے رکے ہوئے قطروں کو جھٹکا اور شیشے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔

دوکان کے اندر سات گاہک موجود تھے جن میں چار عورتیں اور

تین مرد تھے۔ ان میں ایک تو وہی فیشن ایبل عورت جو ابھی ابھی ٹیکسی سے اتر کر اندر داخل ہوئی تھی اور تیسری تین عورتیں تینوں مردوں کے ساتھ تھیں۔

تمام گاہک مختلف کاؤنٹرز پر تھے اور افشاں جیولرز کے سیلز مین انہیں ان کی پسندیدہ چیزیں دکھا رہے تھے۔ وہ تنہا آنے والی فیشن ایبل عورت اس کاؤنٹر کے سامنے کھڑی تھی جہاں صرف انگوٹھیاں تھیں۔ شوکیس کے پیچھے کھڑا سیلز مین اس کی فرمائش پر انگوٹھیوں سے بھرے ہوئے خوب صورت ڈبے نکال نکال کر اس کے سامنے شوکیس کے شیشے پر رکھتا رہا جن میں مختلف ڈیزائنوں کی انگوٹھیاں موجود تھیں۔

اس عورت نے دو ڈبے اپنے سامنے رکھ لئے ان ڈبوں میں ایسی انگوٹھیاں رکھی ہوئی تھیں جن میں قیمتی نگینے جڑے ہوئے تھے۔ وہ ایک ایک انگوٹھی کو اٹھا کر اس کے متعلق سیلز مین سے کچھ بات کرتی اور اسے رکھ کر دوسری انگوٹھی اٹھا لیتی

گہرے چشمہ اور ہاتھ میں بریف کیس والا شخص سرسری انداز میں اس عورت کی طرف دیکھتا ہوا دوسرے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا جہاں ایک مرد اور ایک عورت نیکلس دیکھ رہے تھے۔ اس نے بھی سیلز مین سے کوئی خوبصورت جڑاؤ نیکلس دکھانے کی فرمائش کی اور شوکیس کے شیشے پر پڑا ہوا ایک نیکلس اٹھا کر دیکھنے لگا۔

دوسرے کاؤنٹر پر فیشن ایبل عورت نے یاقوت کی ایک انگوٹھی پسند کی سیلز مین سے اس کی قیمت کے بارے میں بات کرنے لگی۔

"ٹھیک ہے۔ اسے پیک کردیں۔ اور بل بنوا کر لا دیں۔" وہ پرس کھولتے ہوئے بولی۔

کاؤنٹر کلرک دوسری انگوٹھیاں سنبھالے بغیر اس کی پسندیدہ انگوٹھی اٹھا کر شوکیس کے پیچھے ہی پیچھے چلتا ہوا آخری سرے پر پہنچ گیا۔

بل سیکشن ایسی جگہ پر واقعہ تھا جہاں سے دوکان کا باقی حصہ نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ سیلز مین جیسے ہی کاؤنٹر کے آخری سرے پر گھوم کر بل سیکشن میں داخل ہوا اس فیشن ایبل عورت نے اپنے سامنے رکھے ہوئے انگوٹھیوں کے ایک ڈبے میں سے ہیرے کے رنگ والی ایک انگوٹھی نکال لی۔ اور اُسے دیکھنے کے بہانے چور آنکھوں سے اپنے ارد گرد کا جائزہ لینے لگی۔ کوئی بھی اس طرف متوجہ نہیں تھا کسی کی توجہ نہ پا کر اس عورت نے ہیرے کی انگوٹھی اپنے پرس میں ڈال لی۔ اور پرس کی ایک جیب سے بالکل اسی ڈیزائن اور اسی طرح کے ہیرے کی انگوٹھی نکال کر اسے ڈبے میں رکھ دیا اور اطمینان کا سانس لے کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔

چند منٹ بعد سیلز مین اس کی پسندیدہ انگوٹھی ایک خوبصورت مخملی ڈبیہ میں بند کر کے لے آیا اور ساتھ ہی اس نے بل واؤچر اس عورت کے سامنے رکھ دیا۔ فیشن ایبل عورت نے بل واؤچر پر ایک نظر ڈالی اور پرس سے رقم نکال کر شوکیس پر رکھ لی اور انگوٹھی والی ڈبیہ اٹھا کر پرس میں رکھتی ہوئی بولی،

"تھینک یو۔ اپنی انگوٹھیاں چیک کر لو۔"

"ٹھیک ہے میڈم۔ تھینک یو۔ سیلز مین ڈبوں پر سرسری نظر ڈالتا

ہوا بولا پھر شوکیس پر بکھری ہوئی انگوٹھیاں سنبھالنے لگا۔

وہ عورت پرس ہلاتی ہوئی نیکلس والے کاؤنٹر پر پہنچ گئی۔ جہاں گہرے چیٹر والا شخص موجود تھا۔ وہ وہاں صرف ایک لمحہ کے لئے رکی۔ اور اس ایک لمحہ کے دوران اس نے گہرے چیٹر والے کو آنکھ کے گوشے سے اشارہ کر دیا اور پرس جھلاتی ہوئی باہر نکل گئی۔

گہرے چیٹر والے کے ہاتھ میں اس وقت ایک خوبصورت جڑاؤ نیکلس تھا۔ جس کے لئے اس نے سیلز مین سے فرمائش کی تھی۔ اس نے اس عورت کو مخصوص اشارہ کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ جیسے ہی وہ عورت دوکان سے باہر نکلی اس نے نیکلس شوکیس پر رکھ کر اپنا بریف کیس اٹھا لیا۔ چند لمحوں بعد وہ دوکان کے اس حصے میں پہنچ گیا جہاں ایک دروازے پر "داخلہ ممنوع ہے" کی پلیٹ لگی ہوئی تھی۔ اس وقت دکان کا ایک ملازم اس طرف آنکلا۔

"اے مسٹر۔ یہ کارڈ ذرا مسٹر ہاشم تک پہنچا دو۔" اس نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر ملازم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

ملازم نے کارڈ لیکر پہلے اس شخص کا سرتاپا جائزہ لیا۔ اور پھر اس دروازے میں داخل ہو گیا جس پر داخلہ ممنوع کی پلیٹ لگی ہوئی تھی اور پھر۔ ٹھیک دو منٹ بعد ملازم باہر آگیا۔

"آیئے جناب۔ سیٹھ صاحب آپکا انتظار کر رہے ہیں۔"

گہرے برساتی والا وہ شخص بریف کیس سنبھالے اس ملازم کے

ساتھ دروازے کے اندر داخل ہوگیا۔ دوسری طرف ایک مختصر سی راہداری تھی جس کے دونوں طرف دو دو کمرے بنے ہوئے تھے۔ راہداری کے اختتام پر اوپر جانے کے لئے زینے بھی تھے۔

گہرے چسٹر والا ملازم کے پیچھے چلتا ہوا زینوں پر پہنچ گیا۔ زینوں کے اختتام پر ایک مختصر سی گیلری تھی۔ اس گیلری میں دروازے دو تھے۔ ایک دروازہ مضبوط آہنی تھا۔ اور اس پر سرد سنگ "روم" کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ جبکہ دوسرے دروازے کی پیشانی پر پروپرائٹر کی سنہرے حروف والی پلیٹ چمک رہی تھی۔

دروازے کے سامنے نیلے رنگ کا دبیز پردہ لٹکا ہوا تھا۔ ملازم نے دروازے کے قریب رک کر پردہ ہٹا دیا اور وہ شخص بریف کیس سنبھالے اندر داخل ہوگیا۔

ایک وسیع کمرہ تھا جس کے ایک طرف تین چار بڑے بڑے آہنی سیف استادہ تھے۔ اور سامنے ایک بہت بڑی شیشے کی ٹاپ والی میز تھی جس پر ٹیلی فون انٹر کام اور دفتری ضروریات کی دیگر چیزیں موجود تھیں۔ میز کے سامنے دو اور اطراف میں ایک ایک سیاہ لکڑی کی کرسیاں پڑی تھیں

پینٹ شدہ دیواروں پر ہیرے جواہرات کی بڑی بڑی رنگین تصویریں آویزاں تھیں۔ اور ہر تصویر کے نیچے اس نگینے کا نام، خصوصیات اور اس سے متعلق دیگر معلوماتی باتیں لکھی ہوئی تھیں۔

شیشے کے ٹاپ والی میز کے پیچھے گنجے سر والا ایک موٹا سا آدمی

بیٹھا ہوا تھا اس کا پیٹ اسقدر بڑھا ہوا تھا کہ اس نے اپنی پینٹ کو سنبھالنے کے لئے کندھوں پر پٹیاں لگا رکھی تھیں۔

"سیٹھ ہاشم۔؟" گہرے چسٹر والا میز کے قریب رک کر سوالیہ انداز میں میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے شخص کی طرف دیکھنے لگا۔

"آیئے مسٹر واکر۔ میں ہی سیٹھ ہاشم ہوں۔ گنجے سر والے نے اٹھ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ گہرے چسٹر والے نے اس سے مصافحہ کیا اور اس کے سامنے میز کے دوسری طرف کرسی سنبھال کر بیٹھ گیا۔

"میں شاید اپنے دیئے ہوئے وقت سے لیٹ پہنچا ہوں۔"

"جی ہاں، لیکن خیر۔ کوئی بات نہیں"۔ سیٹھ ہاشم نے سامنے دیوار گیر کلاک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولے:

"کہیئے کیا پینا پسند کریں گے، چائے۔ کافی یا ٹھنڈا۔"

"کوئی ضرورت نہیں لیکن خیر۔ کافی چل جائے گی"۔ وہ شخص جسے سیٹھ ہاشم نے واکر کے نام سے مخاطب کیا تھا بریف کیس اپنے پیروں کے قریب رکھتے ہوئے بولا۔

سیٹھ ہاشم مسکرا کر میز کے دائیں طرف رکھے ہوئے انٹر کام کی طرف جھک گیا۔ اور بٹن دبا کر کسی مسٹر رشید کو دو آدمیوں کے لئے کافی بھجوا دینے کی ہدایت کر کے سلسلہ منقطع کر دیا۔

چند منٹ بعد کافی آگئی۔ کافی پینے کے دوران خاموشی ہی رہی۔

کافی ختم کرنے کے بعد مسٹر واکر نے خالی کپ میز کے ایک کونے کی طرف سرکا دیا

اور مسٹر ہاشم سے مخاطب ہو کر بولا۔

"مسٹر ہاشم۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے میرے بھیجے ہوئے ڈائمنڈ کے متعلق اطمینان کر لیا ہوگا۔"

"ہاں۔ میں نے اسے دیکھا ہے اور مجھے حیرت ہے کہ اتنی قیمتی چیز آپ نے ایک عام پارسل میں کس طرح بھیجدی جبکہ اس سے پہلے ہمارا آپس میں تعارف بھی نہیں تھا۔" سیٹھ ہاشم کہتا ہوا مقفل دراز کھولنے لگا۔

"ہم بزنس میں اعتماد کے قایل ہیں مسٹر ہاشم۔ ہمارا اصول ہے کہ یا تو کسی پر قطعی اعتماد نہ کرو۔ اور اگر اعتماد کرو تو مکمل طور پر۔ مقابل کو یہ احساس نہ ہونے دیا جائے کہ اُسے اعتماد کے قابل نہیں سمجھا جا رہا۔" مسٹر واکر نے مسکرا کر جواب دیا۔

اتنی دیر میں مسٹر ہاشم میز کی دراز میں سے دفتی کا ایک چھوٹا سا ڈبہ نکال کر میز پر رکھ چکے تھے۔ انہوں نے مسٹر واکر کی طرف دیکھتے ہوئے یہ کھول دیا۔ اس کے اندر نرم روئی بھری ہوئی تھی۔ انہوں نے روئی کی اوپر والی دو تہیں ہٹا کر ایک چمکتا ہوا ہیرا نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا۔

مٹر کے دانے سے قدرے بڑا بہت صاف ستھرا اور قیمتی ہیرا تھا۔ اس سے پھوٹنے والی روشنی کی رنگ برنگی شعاعوں سے کمرہ جگمگانے لگا تھا۔ سیٹھ ہاشم چند لمحوں تک مختلف زاویوں سے ہیرے کو دیکھتا رہا۔ اور پھر مسٹر واکر کی طرف رُخ کرکے بولا:

"ہمارا منیجر رشید ہیرے جواہرات پرکھنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ میں

نے اُسے بھی یہ ہیرا کل ہی دکھایا تھا۔ وہ بھی اس میں کوئی نقص نہیں نکال سکا۔

"شکریہ مسٹر ہاشم۔ ہم بزنس میں دغا اور فریب کے قائل نہیں۔" مسٹر واکر بولا۔

"آپ نے اس کے ساتھ خط میں لکھا تھا کہ آپ کے پاس کچھ ہیرے اور بھی ہیں۔ اور آپ سستے داموں دیدیں گے لیکن میں شروع ہی میں ایک بات بتا دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ اگر یہ ہیرے اسمگل شدہ ہیں تو ہم انہیں خریدنے سے قاصر ہیں!" سیٹھ ہاشم ہیرے کو دوبارہ ڈبے میں رکھتے ہوئے بولا۔

"مسٹر ہاشم۔ یہ ہیرے اسمگل شدہ نہیں ہیں۔ یہ ایک یاقوت دیکھیئے۔ آپ کو یقیناً یہ بھی پسند آئے گا۔" مسٹر واکر نے جیب سے اسی حجم کا ایک یاقوت نکال کر میز پر رکھدیا۔ یاقوت دیکھکر مسٹر ہاشم حیران رہ گیا۔ اس نے جلدی سے یاقوت نکال کر ہتھیلی پر رکھ لیا۔ پہلے کچھ دیر ویسے ہی دیکھتا رہا اور پھر میز سے محدّب عدسہ نکال کر اس کی مدد سے سُرخ یاقوت کا بغور جائزہ لینے لگا۔ پھر عدسہ اور یاقوت میز پر رکھ کر اس نے اپنے جنرل منیجر رشید کو انٹرکام کے ذریعہ اپنے کمرے میں آنے کی ہدایت کی۔ تین چار منٹ بعد ہی جنرل منیجر رشید کمرے میں آگیا۔

"یہ یاقوت دیکھئے مسٹر رشید۔" سیٹھ ہاشم نے میز پر رکھے ہوئے یاقوت کی طرف اشارہ کیا۔ رشید جو ساٹھ کے پیٹے میں ایک دبلا پتلا سا آدمی تھا۔ اس نے پہلے مسٹر واکر کی طرف دیکھا اور پھر میز پر رکھا ہوا یاقوت اٹھا کر اپنی

ہتھیلی پر رکھ لیا۔ چند لمحے ویسے ہی اسے دیکھتا رہا اور پھر اپنے کوٹ کی جیب سے ایک چھوٹا عدسہ نکال کر یاقوت کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔

بوڑھا رشید یاقوت کا معائنہ کر رہا تھا اور سیٹھ ہاشم رشید کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ جہاں ہر لمحہ تاثرات بدل رہے تھے۔ ان تاثرات میں حیرت و استعجاب زیادہ تھا وہ کچھ دیر تک یاقوت کا جائزہ لیتا رہا پھر اسے میز پر رکھتے ہوئے بولا:

"بہت عمدہ۔ یاقوت کا ایسا قیمتی اور صاف دانہ آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا۔"

"اور ان کے متعلق کیا خیال ہے۔" ڈاکر نے مسکرا کر ہیروں کے قریب پڑا ہوا بریف کیس اٹھایا اور اسے کھول کر میز کے اوپر الٹ دیا۔ بریف کیس میں سے کئی ہیرے جواہرات نکل کر میز پر بکھر گئے اور ان کی روشنی سے کمرہ قوسِ قزح بن گیا۔ سیٹھ ہاشم اور رشید کی آنکھیں ایک لمحہ کے لئے چندھیا گئیں۔ اور پھر وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر حیرت و تعجب سے ایک دوسرے کیطرف دیکھنے لگے۔

میز پر بکھرنے والے یہ جواہرات تعداد میں پندرہ تھے۔ ان میں چھوٹے سے چھوٹا نگینہ مٹر کے دانے کے برابر تھا۔ اور بڑے سے بڑا مرغی کے انڈے کے برابر۔ ان میں ہر نگینہ تراش خراش میں اپنی مثال آپ تھا۔

ادھیڑ عمر رشید اور سیٹھ ہاشم کچھ دیر تک تو آنکھیں پھاڑے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے اور پھر۔ سیٹھ ہاشم نے بادام کے حجم کا ایک ہیرا اٹھا کر اسے ہتھیلی پر رکھا اور دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

ہیرے کی جگمگاتی ہوئی شعاعیں اس کی آنکھوں کو چندھیا کر رہی تھیں وہ چند لمحے تک ہیرے کو اس طرح دیکھتا رہا اور پھر محدب عدسہ اٹھا کر اس کی مدد سے ہیرے کا بغور معائنہ کرنے لگا۔

"مسٹر ہاشم۔ یہ ہیرا جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے۔ ہندوستان کی ایک سابقہ ریاست جودھے پور کے مہاراجہ کی ملکیت ہے۔ اور اسکی اصل قیمت کا اندازہ لگانا آپ کے لئے کچھ مشکل نہیں۔" مسٹر ڈاکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

سیٹھ ہاشم نے ایک نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور پھر ہیرا رشید کی طرف بڑھا دیا۔ رشید نے بھی محدب عدسے کی مدد سے ہیرے کا جائزہ لیا اور اسے میز پر رکھتے ہوئے بولا۔

"لاجواب مسٹر ڈاکر۔ مجھے جواہرات کی دنیا میں آئے ہوئے چالیس برس ہو چکے ہیں اور مجھے اعتراف ہے کہ اس قدر قیمتی ہیرے میں نے اپنی زندگی میں اس سے پہلے نہیں دیکھے۔

"شکریہ مسٹر ہاشم۔ ان میں سے کوئی بھی ہیرا لاکھ سوا لاکھ روپے کی قیمت سے کم نہیں۔ اور ہر ہیرا کسی نہ کسی نواب مہاراجہ۔ لارڈ یا کسی ملکہ کی ملکیت ہے۔ یہ دیکھیئے۔ کوہ نور، یہ ہیرا شہنشاہ ایران کے شاہی خزانے کا سب سے قیمتی موتی ہے۔" مسٹر ڈاکر نے ایک بڑا جگمگاتا ہوا ہیرا اٹھا کر سیٹھ ہاشم کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"کوہ نور۔" سیٹھ ہاشم اور رشید کے منہ سے بیک وقت نکلا۔ انہوں

نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر سیٹھ ہاشم نے ہیرا ہاتھ میں لے لیا۔ اور عدسے کی مدد سے اُسے بغور دیکھنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد اس نے ہیرا رشید کے ہاتھ میں دیدیا۔ اور میز کی دراز سے ایک چھوٹی سی کتاب نکال لی۔

یہ کتاب انتہائی قیمتی کاغذ پر مشتمل تھی اور اس کے ہر صفحہ پر دنیا کے مشہور ہیرے جواہرات کی رنگین تصاویر چھپی ہوئی تھیں۔ اور ہر تصویر کے ساتھ اس ہیرے کی تاریخ لکھی ہوئی تھی۔ اور یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ یہ ہیرا اس وقت کس کی ملکیت ہے۔ سیٹھ ہاشم نے ایک صفحہ کھول کر کتاب سامنے رکھ لی۔ کتاب کے دائیں صفحہ پر ہیرا کوہِ نور کی تصویر تھی اور اس کے سامنے دوسرے صفحے پر اس کی تاریخ درج تھی ساتھ ہی اس کی خصوصیات بھی تحریر تھیں۔ سیٹھ ہاشم نے رشید کے ہاتھ سے ہیرا واپس لے لیا اور کتاب میں درج شدہ خصوصیات سے اسے چیک کرنے لگا۔ اور پھر چند منٹ بعد وہ کتاب بند کر کے ایک بار پھر حیرت انگیز نگاہوں سے میز پر بکھرے ہوئے ہیروں کو دیکھنے لگا۔

"مسٹر ہاشم، ان میں سے ہر موتی تاریخی اہمیت کا حامل ہے یہ کوہِ نور ابھی جو آپ نے دیکھا ہے۔ شہنشاہِ ایران کے شاہی خزانے کی زینت ہے۔ یہ یاقوت ہندوستان کی ایک سابقہ ریاست بلاس پور کے مہاراجہ کی ملکیت ہے اور یہ نیلم دنیا کے امیر ترین آدمی اوناسس کی ملکیت ہے۔" مسٹر واکر ایک ایک نگینہ اٹھا کر سیٹھ ہاشم اور رشید کو اس کی اہمیت سے آگاہ کرتا رہا۔

وہ دونوں چند لمحوں تک حیرت بھری نگاہوں سے ان جواہرات کو دیکھتے

ہے اور پھر سیٹھ ہاشم ہی نے چند لمحوں بعد لب کشائی کی۔

"لیکن۔ لیکن۔ یہ اربوں روپے کی مالیت کے جواہرات آپ کے پاس سے پہنچ گئے مسٹر واکر۔"

"یہ مت پوچھیے۔ یہ ہمارا ٹریڈ سیکرٹ ہے۔ میں نے بزنس کی غرض سے ہیرا بطور سامپل آپ کو بھیجا تھا جس کی اصلیت میں کوئی شبہ نہیں ہے اور نہ ہی ان میں سے کوئی جوہر مشکوک ہے۔ اگر آپ ان میں سے کچھ مال خریدنا چاہتے ہوں تو فرمایئے۔ آپ کو اصل قیمت سے بہت کم پر دیا جائے گا۔" مسٹر واکر نے کہا۔

"دیکھیے مسٹر واکر۔ میں بزنس میں صاف گوئی کا قائل ہوں۔ آپ سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ نے مطمئن کر دیا تو ممکن ہے خود کچھ خریدنے کے علاوہ دوسرے جوہریوں کے ہاتھ بھی آپ کا کچھ مال بکوا دوں۔" سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"فرمایئے۔ اگر آپ کے سوالات سے میرے بزنس کو کوئی نقصان نہ پہنچتا ہو تو، تو میں آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کروں گا۔" مسٹر واکر نے مسکرا کر جواب دیا۔

"سب سے پہلی بات تو یہ کہ یہ ہیرے آپ کے پاس کس طرح پہنچے۔ آیا یہ اپنے مالکوں کے ذریعے درست طریقے سے آپ کے پاس آئے ہیں یا چوری کے ذریعے۔" سیٹھ ہاشم نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"مجھے آپ کی صاف گوئی سے خوشی ہوئی۔ لیکن آپ کے یہ دونوں شبہات

غلط ہیں۔" واکر نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" سیٹھ ہاشم کا لہجہ سوالیہ تھا۔

"مطلب میں پھر کسی وقت آپ کو سمجھا دوں گا۔" مسٹر واکر مسکرا دیا۔

"اچھا۔ تو آپ اصل قیمت سے کم پر کیوں فروخت کرنا چاہتے ہیں؟" سیٹھ ہاشم نے پوچھا۔

"یہ تو آپ جانتے ہی ہیں مسٹر ہاشم کہ جب کوئی نئی چیز مارکیٹ میں آتی ہے تو اسے سخت مقابلہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور ایسی چیزوں کی قیمت ہمیشہ کم رکھنا پڑتی ہے تاکہ وہ اپنی مارکیٹ بنا سکیں۔" واکر نے مسکرا کر جواب دیا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا مسٹر واکر۔ نئی چیز تو وہ ہوتی ہے جو پہلے سے متعارف نہ ہو اور ان جواہرات میں اکثر ایسے ہیں جو تاریخی اہمیت کے حامل ہیں اور صدیوں سے دنیا میں متعارف ہیں ایسی صورت میں یہ کہنا کہ نئی چیز کو مارکیٹ بنانے کے لئے قیمت کم رکھنی پڑتی ہے، میری سمجھ میں نہیں آسکی۔" سیٹھ ہاشم نے الجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"مسٹر ہاشم، آپ اس ملک کی 'جیولرز ایسوسی ایشن' کے صدر ہیں۔ میں نے پارسل کے ذریعے ہیرا صرف آپ ہی کو نہیں بھیجا تھا۔ اس شہر کے تمام صرافوں کو ہیرے بھیج چکے ہیں۔ آپ چاہیں تو فون پر ان سے تصدیق کر سکتے ہیں ویسے بہتر تو یہی ہو گا کہ آپ ان سب کو بھی یہیں پر بلوا لیجئے۔ میں ان سب کی موجودگی میں گفتگو کرنا زیادہ پسند کروں گا۔" مسٹر واکر نے مسکرا کر کہا۔

سیٹھ ہاشم اور رشید۔ دونوں ہی یہ سن کر چونک اٹھے کہ مسٹر واکر نے

لوں روپے کی مالیت کے جواہرات بغیر کسی تعارف کے شہر بھر کے جوہریوں کو یعہ پارسل بھیجے ہیں۔ جو ہیرا بذریعہ پارسل خود اسے ملا تھا اس کی مالیت اس کے زے کے مطابق کم از کم پندرہ ہزار روپے تھی۔ اگر اس نے اتنی مالیت کے ہیرے کے دوسرے جوہریوں کو بھی بھیجے ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ اس نے ایک روپے سے زائد مالیت کے ہیرے مفت تقسیم کر دیئے۔ اور اتنی رقم کی کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں تھی۔

"آپ نے کن کن لوگوں کو ہیرے بھیجے ہیں۔ برائے کرم ان کے نام بتا بھیجے تاکہ انہیں یہیں پر بلوا لیا جائے۔" سیٹھ ہاشم نے پوچھا۔

مسٹر واکر نے ان سب جوہریوں کے نام بتا دیئے جنہیں اس نے ہیرے ریعہ پارسل روانہ کئے تھے۔

سیٹھ ہاشم نے یہ نام ایک کاغذ پر نوٹ کر لئے جو تعداد میں سات تھے اس نے کاغذ رشید کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"رشید صاحب۔ فرداً فرداً ان سے فون پر رابطہ قائم کر کے ان سے درخواست کیجئے کہ فوری طور پر یہاں آجائیں۔ بہتر ہو گا کہ آپ ان سے پارسل ملنے والے ہیروں کا ذکر بھی کر دیں۔"

"بہت اچھا۔" رشید نے کاغذ لے لیا۔

پہلے اس نے کاغذ پر لکھے ہوئے نام سرسری انداز میں دیکھے اور پھر ایک ایک کے فون نمبر ڈائل کر کے انہیں اطلاع دینے لگا۔ ہر ایک کو اس بذریعہ پارسل ملنے والے جواہرات کا حوالہ بھی دیا تھا۔ فون سے فارغ ہو

کر وہ واکر کے قریب ہی کرسی پر بیٹھ گیا اور میز پر بکھرے ہوئے جواہرات اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگا۔

آدھے گھنٹے کے اندر اندر تمام جوہری سیٹھ ہاشم کے پاس پہنچ گئے۔ ان میں سے ہر ایک میز پر بکھرے ہوئے جواہرات دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔

جب وہ سب لوگ پہنچ گئے تو سیٹھ ہاشم نے ان سب سے مسٹر واکر کا تعارف کروایا۔ اور انہیں مسٹر واکر کے مقصد سے آگاہ کیا۔ ان میں سے ہر ایک مسٹر واکر کے طریقہ کار پر ششدر تھا۔ بات تھی بھی حیرت کی۔ لاکھوں روپے کی مالیت کے جواہرات بطور سیمپل مختلف لوگوں کو مفت روانہ کر دینا کوئی معمولی بات نہیں تھی جبکہ یہی سیمپل وہ خود بھی ان لوگوں کے پاس جا کر انہیں دکھا سکتا تھا

آخر میں ہر ایک نے یہی سوال کیا کہ یہ قیمتی جواہرات جن میں سے اکثر تاریخی نوعیت کے ہیں مسٹر واکر کے پاس کس طرح پہنچے۔؟

"حضرات۔" مسٹر واکر نے ان سب کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔ "مجھے خوشی ہے کہ میری درخواست پر آپ حضرات یہاں تشریف لائے، بجائے اس کے کہ میں فرداً فرداً سب کے پاس جاتا ایک جگہ اور ایک بار بتا دینا بہتر ہے۔ آپ لوگ ایکبار پھر ان جواہرات کا معائنہ کر لیجئے کہ کہیں ان میں کوئی نقلی تو نہیں۔"

"نہیں۔ ہم سب اپنا اطمینان کر چکے ہیں۔ اور پھر مسٹر رشید کی رائے تو اس سلسلے میں حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے جواہرات پرکھنے میں پوری دنیا میں ان کا ثانی نہیں۔" ان میں سے ایک نے جواب دیا۔

"شکریہ۔" مسٹر واکر مسکرایا پھر بولا۔ "لیکن آپ کی اطلاع کے لیے عرض

ہے کہ ان میں سے کوئی بھی جوہر اصل نہیں، یہ سب نقلی ہیں۔"

"کیا! نقلی ہیں۔"

وہ سب حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے پھر انہوں نے اس انداز میں مسٹر واکر کی طرف دیکھا جیسے اسکا دماغ خراب ہو گیا ہو۔ پھر ان میں سے ایک خاموشی کو توڑتے ہوئے بولا۔

"مسٹر واکر۔ ہم نہیں سمجھ سکے آپ نے یہ بات کیوں کہی۔ ہماری پوری زندگی ہیرے جواہرات میں کھیلتے ہوئے گزری ہے کسی پتھر کو دور سے ہی دیکھ کر بتا دیتے ہیں کہ اس کی قدر و قیمت کیا ہے۔ آپ یہ کہہ کر کہ یہ جواہرات نقلی ہیں گویا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہمیں جواہرات کی پرکھ میں شدھ بدھ بھی نہیں ہے۔

"ناراض ہونے کی ضرورت نہیں حضرات۔ میں آپ حضرات کی قابلیت کا دل سے معترف ہوں۔ لیکن۔ یقین جانئے میں نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ حقیقت ہے یعنی یہ تمام جواہرات نقلی ہیں۔ لیکن دنیا کا کوئی جوہری انہیں نقلی ثابت نہیں کر سکتا۔" مسٹر واکر نے مسکرا کر کہا۔

"یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔" سیٹھ ہاشم جلدی سے بولا۔

"وہ اس طرح کہ۔ ان میں جو تاریخی جواہرات ہیں وہ بدستور اپنے مالکوں کے پاس موجود ہیں۔ مثلاً یہ کوہِ نور ہیرا۔" واکر میز پر سے کوہِ نور ہیرا اٹھاتے ہوئے بولا۔ "یہ ہیرا اس وقت بھی شہنشاہِ ایران کے شاہی خزانے میں موجود ہے۔ اور یہ ہیرا جو اس وقت آپ دیکھ رہے ہیں اس کی نقل ہے۔ اگر یہ دونوں ہیرے ایک ہی جگہ رکھ دیئے جائیں تو کوئی بھی جوہری یہ نہیں بتا سکتا کہ ان میں نقلی کون

سلہے۔ اور اس لئے میں نے ان کی اصل مالیت سے بہت کم قیمت پر
جواہرات کی فروخت کی پیشکش کی تھی۔ مثال کے طور پر یہ یاقوت۔" مسٹر
نے میز پر سے یاقوت اٹھاتے ہوئے کہا۔

"اس یاقوت کی اصل قیمت پچاس ہزار روپے سے کم نہیں ہو سکتی لیکن
میں صرف پندرہ ہزار کی پیشکش کرتا ہوں۔ اور اس حساب سے دوسرے جواہر
بھی فروخت کئے جائیں گے۔ اب اگر آپ حضرات میں سے کسی کو ضرورت ہو تو
فرمایئے۔"

"چلئے، ہم مان لیتے ہیں کہ یہ جواہرات نقلی ہیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے
آپ نے یہ کہاں سے حاصل کئے۔ اگر یہ واقعی نقلی ہیں تو اس قدر عمدہ نقل ہم نے آج
تک نہیں دیکھی۔" ایک جوہری بولا۔

"اس بات کو رہنے دیجئے کہ میں نے یہ جواہرات کہاں سے خریدے۔ آپ حضرات
یہ سوچئے کہ انہیں خریدنے کے بعد آپ کتنا منافع کما سکتے ہیں۔" مسٹر داکر نے مسکرا
کر جواب دیا۔

"لیکن۔ یہ تو سراسر غیر قانونی بزنس ہوا۔ اور مسٹر داکر۔ آپ شاید نہیں
جانتے کہ ہم میں سے کوئی بھی غیر قانونی بزنس کرنا پسند نہیں کرتا۔" ایک جوہری نے
کہا۔

"اس شہر میں تقریباً بائیس جوہری ہیں جو جواہرات کا بزنس کرتے ہیں لیکن
میں نے صرف ان لوگوں کو ہیرے بذریعہ پارسل بھیجے تھے جنہیں میں جانتا ہوں۔"
مسٹر داکر نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب۔" سیٹھ ہاشم نے اس کی طرف دیکھا۔

"میرا مطلب واضح ہے۔" مسٹر داکر مسکرا کر بولا۔

"کیا آپ کے پاس سونے کا ناجائز اسٹاک موجود نہیں۔ اور مسٹر شاہد، کیا
آپ نے صرف ایک ہفتہ قبل پچیس لاکھ کی مالیت کے جواہرات نہیں خریدے۔ مسٹر
رحیم آپ نے بھی دس روز قبل ایک اسمگلر سے لاکھوں روپے کا سونا خریدا تھا۔ آپ
سب لوگ غیر قانونی بزنس میں ملوث ہیں۔ آپ لوگوں کے متعلق مکمل تحقیقات
کرنے کے بعد ہی میں نے سیمپل بھیجے تھے۔ اور مجھے امید تھی کہ آپ لوگ اپنے
مفاد کے پیش نظر میری اس پیشکش سے فائدہ اٹھائیں گے۔ کہئے، اب کوئی
صاحب یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ وہ کسی غیر قانونی بزنس میں ملوث نہیں ہے۔" داکر
خاموش ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔

وہ سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ ان میں سے کسی نے بھی مسٹر
داکر کے اس دعوے کو جھٹلانے کی کوشش نہیں کی جس کا مطلب یہی تھا کہ داکر
نے ان کے متعلق جو کچھ بھی کہا تھا درست ہی کہا تھا۔

چند منٹ تک خاموشی چھائی رہی۔ اور پھر سیٹھ ہاشم نے گویا اپنے ساتھیوں
کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا:

"مسٹر داکر، ہم آپ کے ساتھ کوئی بات کرنے سے پہلے آپس میں مشورہ کرنا
چاہتے ہیں۔ اور اس میں ہمیں کچھ وقت لگے گا۔ آپس کے مشورے کے بعد ہی ہم
آپ سے بزنس کی کوئی بات کر سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ہاشم۔ میں انتظار کر لوں گا۔ آپ لوگ مشورہ کر لیجئے۔ میں کل

ٹھیک اس وقت آجاؤں گا۔" مسٹر واکر نے میز پر بکھرے ہوئے جواہرات سمیٹتے ہوئے کہا۔

سیٹھ ہاشم نے اثبات میں گردن ہلادی، اور اس کے کچھ دیر بعد واکر نے جواہرات بریف کیس میں ڈال کر اُسے بند کر دیا۔ اور مسکرا کر ان کی طرف دیکھتا ہوا باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے چند ہی لمحے بعد مسٹر ہاشم نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور پھر اپنے ادھیڑ عمر جنرل منیجر رشید کو اشارہ کر دیا۔ رشید اشارہ پاتے ہی تیزی سے باہر نکل گیا۔

مسٹر واکر جب افشاں جیولرز سے باہر نکلا تو اس وقت بارش خاصی تیز ہو رہی تھی۔ شام کا اندھیرا ابھی اب رات کی تاریکی میں بدل گیا تھا جسے دور کرنے کے لئے سڑکوں پر لگے ہوئے بجلی کے پولز پر برقی قمقمے جگمگا رہے تھے۔ دکانوں کے سامنے لگے ہوئے نیون سائن اور دیگر روشنیاں بھی اندھیرا دور کرنے میں کافی مدد و معاون ثابت ہو رہی تھی۔

بارش ہونے کی وجہ سے سڑکوں پر آمد و رفت بہت کم تھی اکثر لوگ بارش کے پانی سے پناہ لینے کے لئے دو کانوں کے اندر گھس گئے تھے۔

واکر ایک ہاتھ جیکٹ کی جیب میں ڈالے اور دوسرے ہاتھ میں بریف کیس سنبھالے تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا چلا جا رہا تھا تقریباً پچاس قدم کے فاصلے پر ایک موڑ مڑنے کے فوراً ہی بعد اسے احساس ہو گیا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔

اس احساس کے ساتھ ہی اس کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ آگئی۔

اس نے اپنے چلنے کی رفتار پہلے سے بھی تیز کر دی۔ اور پھر چند قدم مزید چلنے کے بعد وہ ایک بڑے ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں گھس گیا۔ اس دوکان کا ایک دروازہ پچھلی سڑک پر بھی تھا۔

وہ دکان میں رکے بغیر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا پچھلی طرف نکل گیا دکان کے عقبی دروازے سے نکلتے ہوئے اس نے محسوس کر لیا تھا کہ اس کا تعاقب کنندہ بھی دکان میں داخل ہو چکا تھا۔

دوسری طرف نکلتے ہی وہ ساتھ والی دکان میں گھس گیا۔ یہاں بھی نہ تو وہ رکا اور نہ ہی اس نے اپنی رفتار کم کی۔ بلکہ عجلت کا مظاہرہ کرتا ہوا دکان کے دوسرے دروازے سے نکل کر سڑک پر آگیا۔

سڑک پر آتے ہی اُسے سامنے سے آتی ہوئی ایک خالی ٹیکسی دکھائی دی اس نے ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا اور جیسے ہی ٹیکسی رکی وہ پھرتی کے ساتھ دروازہ کھول کر پچھلی نشست پر دراز ہو گیا۔

"سیدھے چلتے رہو۔ جس طرف مڑنا ہو گا میں تمہیں بتا دوں گا۔" اس نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ اور لائٹر نکالتے ہوئے ڈرائیور سے کہا۔

ٹیکسی چلنے کے بعد اس نے ایک دو مرتبہ غیر محسوس انداز میں سرسری طور پر پیچھے گھوم کر دیکھا اور پھر مطمئن ہو کر اس نے ڈرائیور کو ریگل اسکوائر کی طرف چلنے کی ہدایت کی اور سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر سگریٹ کے لمبے لمبے کش لگانے لگا۔ جواہرات والا بریف کیس اس کے قریب ہی سیٹ پر پڑا تھا۔

کیاٹا والا کیس ختم ہونے کے بعد عمران ان دنوں فارغ ہی تھا۔ شام پانچ بجے ڈھمپ اینڈ کو سے چھٹی کرنے کے بعد اس کا زیادہ وقت اب عمرانہ کے ساتھ گزرتا تھا۔ دراصل عمرانہ سے مار کھانے کے بعد وہ اس کے متعلق سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔ اس نے عمرانہ کے متعلق اپنے طور پر تحقیقات بھی کی تھی۔ اور اب تک کی معلومات کے مطابق عمرانہ کا باپ عمارات و شارعات کے محکمہ میں ایک بہت بڑا آفیسر تھا عمرانہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی۔ اسے بچپن ہی سے والدین کا بے حد پیار حاصل تھا۔

ہر والدین کو بیٹے کی خواہش ہوتی ہے۔ اور عمرانہ کے ماں باپ اپنی اس فطری خواہش کو پورا کرنے کے لئے بیٹی کی پرورش بیٹوں کی طرح کی تھی۔ اس کے بال لڑکوں کی طرح بنائے جاتے اور لباس بھی لڑکوں والا ہی پہنایا جاتا۔

والدین کا حد سے بڑھا ہوا لاڈ پیار میسر ہونے کے باوجود عمرانہ عام بچوں کی طرح بگڑی نہیں، وہ جس چیز کی خواہش کرتی اسے فوراً مہیا کر

کر دی جاتی اور جس چیز کے لئے انکار کر دیا جاتا اس کے لئے کبھی اصرار یا ضد نہ کرتی عام بچوں کی طرح کبھی اس نے بیجا ضد کا مظاہرہ نہیں کیا۔

وہ کافی ذہین تھی، پڑھنے لکھنے کا شوق بہت تھا، سائنس کے سبجیکٹ سے اسے زیادہ لگاؤ تھا۔ وہ میٹرک میں تھی کہ اس کے والد کا تبادلہ ہوگیا۔ اس موقعہ پر زندگی میں پہلی بار عمرانہ نے والدین کے سامنے ضد کی۔ وہ اسے اپنے ساتھ ہی لیجانا چاہتے تھے جبکہ عمرانہ کا اصرار تھا کہ صرف ایک ماہ بعد میٹرک کے امتحانات ہونے والے ہیں۔ اور وہ والدین کے ساتھ چلی گئی تو امتحانات نہ دے سکے گی۔ اور اس طرح اس کی تعلیمی زندگی کا ایک قیمتی سال ضائع ہو جائے گا۔

اس کی یہ ضد چونکہ بیجا نہیں تھی۔ اس لئے عمرانہ کے والدین کو اس کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ اس کے والد نے اسے اپنے ایک تاجر دوست شیخ عبدالحمید کے سپرد کر دیا۔ شیخ عبدالحمید کے دو لڑکے تھے۔ بڑے کا نام کرامت علی اور چھوٹے کا نام رحمت علی،

کرامت علی ایک خوبصورت و خوبرو لڑکا تھا جبکہ رحمت علی اس کے برعکس انتہائی بھدے اور کریہہ نقش و نگار کا مالک تھا۔ کرامت علی تو محنتی اور پڑھنے والا لڑکا تھا جبکہ رحمت علی پڑھنے سے جی چراتا۔ وہ اکثر اسکول سے بھاگ جایا کرتا جس پر اگلے روز اسے اسکول سے بھی سزا ملتی اور گھر پر بھی اچھی خاصی پٹائی ہوتی۔ اس کا ردِ عمل یہ ہوتا کہ رحمت علی کئی کئی روز تک اسکول کا رُخ نہ کرتا۔

شیخ حمید کے گھرانے سے عمرانہ کے گھرانے سے پُرانے تعلقات تھے دونوں گھروں کے افراد کا ایک دوسرے کے ہاں کھلا آنا جانا تھا۔ عمرانہ بچپن ہی سے اس گھر میں آتی رہی تھی۔ اس لئے جب والدین سے الگ ہو کر اکیلے ہی یہاں رہنا پڑا تو اسے اجنبیت کا احساس قطعی نہیں ہوا۔

نجانے کیا بات تھی کہ عمرانہ کو بچپن ہی سے رحمت علی سے لگاؤ سا ہو گیا تھا۔ حالانکہ وہ انتہائی بدصورت انسان تھا۔ اور کوئی بھی لڑکی یا لڑکا اس کے قریب کھڑے ہونا بھی پسند نہیں کرتا تھا لیکن عمرانہ کو اس کی بدصورتی میں نہ جانے کیا نظر آ گیا تھا کہ وہ اس کی طرف ملتفت رہی۔

شرارتی اور نٹ کھٹ ہونے کی وجہ سے رحمت علی کی ماں اسے کپتا کہہ کر پکارتی اور عمران نے اس نام کو کپاٹا کا تلفظ دیدیا تھا۔ اور اسکے بعد تو سب ہی لوگ اسے کپاٹا کہنے لگے تھے۔

عمرانہ بچپن ہی سے کپاٹا کی طرف ملتفت تھی۔ اور جب وہ ان کے گھر میں رہنے لگی تو وہ اس وقت بھی اس کا لگاؤ برقرار تھا۔ اسے جب وقت ملتا وہ کپاٹا کے پاس بیٹھ جاتی۔ اپنی باتوں میں وہ کپاٹا کو ہمیشہ یہی سمجھانے کی کوشش کرتی کہ وہ پڑھ لکھ لے لیکن کپاٹا تعلیم سے اس قدر جی چراتا تھا کہ عمرانہ جب بھی پڑھائی کا نام لیتی وہ اٹھ کر چلا جاتا۔

اس کے برعکس عمرانہ کو کپاٹا کی طرف مائل دیکھ کر کپاٹا کا بڑا بھائی کرامت علی دل ہی دل میں کڑھتا رہتا وہ عمرانہ کے قریب آنے کی کوشش کرتا لیکن عمرانہ اس سے دور بھاگتی

میٹرک تک عمرانہ لڑکوں کے انداز میں بال کٹواتی رہی۔ اور مردانہ لباس ہی پہنتی رہی۔ میٹرک کے بعد فرسٹ ایر میں بھی اس نے کچھ عرصہ تک یہی انداز اپنائے رکھا لیکن، پھر یکایک اسے اپنی نسوانیت کا احساس ہوا اور اس نے مردانہ لباس پہننا ترک کر دیا۔ اب وہ لڑکوں کی طرح بال نہیں کٹواتی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ عرصہ ہی بعد اس کے شانوں پر سیاہ ریشمی زلفیں لہرانے لگیں۔

میٹرک کے بعد بھی وہ اپنے والدین کے پاس نہیں گئی تھی۔ بلکہ اس نے گرلز کالج کے ہاسٹل میں داخلہ لے لیا تھا۔ چھٹیوں میں یا ویسے کبھی کبھار ایک آدھ روز کے لئے وہ والدین سے ملنے کے لئے چلی جاتی۔ اس دوران اس کے والد کا تبادلہ دو مختلف مقامات پر ہو چکا تھا۔ اور عمرانہ کا موقف یہ تھا کہ اگر وہ ان کے ساتھ رہی تو اپنی تعلیم جاری نہیں رکھ سکے گی۔ کیونکہ اس کے والد کا آئے دن تبادلہ ہوتا رہتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اُسے بار بار اپنی تعلیم کا سلسلہ بھی منقطع کرنا پڑیگا۔

اس کے والدین نے تعلیم سے اس کی دلچسپی دیکھ کر اس کا یہ موقف قبول کر لیا اور اس کے تعلیمی اخراجات کے لئے ہر ماہ اسے ایک معقول رقم روانہ کی جانے لگی۔

ہوسٹل میں آنے کے بعد بھی اس نے کپاٹا کے گھر میں آمد و رفت جاری رکھی، کبھی کبھار وہ کپاٹا کو ساتھ لے کر کوئی فلم وغیرہ دیکھنے یا تفریح کیلئے ساحل پر چلی جاتی۔ جیسے جیسے دن گزرتے جا رہے تھے کپاٹا سے اس کا لگاؤ بڑھتا

جارہا تھا اور وہ محسوس کر رہی تھی کہ اس کے بغیر وہ ایک منٹ بھی اطمینان اور سکون سے نہیں گزار سکتی۔

وہ تھرڈ ایئر میں تھی کہ کپاٹا کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اور جب وہ فائنل میں پہنچی تو کپاٹا کے والد شیخ عبدالحمید بھی اس جہاں سے کوچ کر گئے۔ ان کا تمام کاروبار کرامت علی نے سنبھال لیا۔ عمرانہ کے سلسلے میں رقابت ہونیکے باوجود اسے اپنے بھائی کپاٹا سے بے حد پیار تھا وہ اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھتا اور اسے اخراجات کی بھی کبھی تنگی نہ ہونے دی۔

کپاٹا اگرچہ تعلیم جیسی نعمت سے محروم رہ گیا تھا۔ لیکن اس میں آوارگی کے جراثیم نہیں آئے تھے۔ وہ اپنا زیادہ وقت گھر پر ہی گزارتا۔ اس کا نہ کوئی دوست تھا اور نہ کوئی سوسائٹی۔ مجموعی طور پر وہ ایک سیدھا سادھا انسان تھا۔

اسی دوران کرامت علی عمرانہ کی طرف زیادہ جھکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور ایک بار تو اس نے موقع پا کر عمرانہ سے شادی کی خواہش کا اظہار بھی کر دیا۔ لیکن عمرانہ نے اسے بڑی خوبصورتی سے ٹال دیا تھا۔ اور پھر، اس کے چند روز بعد ہی عمرانہ کو پتہ چلا کہ کرامت علی نے سلطانہ نامی ایک خوبصورت لڑکی سے تعلقات استوار کر لئے ہیں۔ ان کے تعلقات کی ابتدا ایک نائٹ کلب میں ہوئی تھی۔

باپ کا کاروبار سنبھالنے کے بعد کرامت علی میں جہاں اور بہت سی تبدیلیاں آگئی۔ وہاں اس نے اپنا نام بھی تبدیل کر لیا تھا۔ کرامت علی کو وہ

ایک پرانا اور فرسودہ سا نام سمجھتا تھا چنانچہ اس نے اپنا نام کرامت علی کی بجائے۔ سہیل حیدر رکھ لیا۔

اب کرامت علی سہیل حیدر بن چکا تھا۔ نائٹ کلب میں سلطانہ سے ہونے والی ملاقات گھر تک وسعت اختیار کر گئی۔ وہ سہیل کے ساتھ اکثر گھر پر آجاتی۔ ایک دو مرتبہ عمرانہ سے بھی اس کی ملاقات ہوئی۔

عمرانہ کے نزدیک سلطانہ اگرچہ حسین اور خوبصورت عورت تھی لیکن وہ ایک اچھی عورت نہیں تھی۔ اس کا اندازِ گفتگو اس قدر ترقی یافتہ تھا کہ اسے تہذیب میں شامل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ انتہا سے زیادہ بے تکلف واقعہ ہوئی تھی۔ اور اکثر ایسا ہوا تھا کہ اس نے عمرانہ اور کپاٹا کی موجودگی میں ہی اپنی محبت کا ثبوت دینے کے لئے سہیل کو اپنے ساتھ لپٹا کر کس کیا تھا۔

اب سلطانہ آزادانہ طور پر گھر میں آنے جانے لگی۔ اس گھر پر اس نے اس طرح تصرف جما لیا تھا جیسے وہ اسی کا ہو۔ کئی مرتبہ تو وہ رات کو بھی یہیں پر رہ جاتی۔

عمرانہ نے محسوس کیا تھا کہ سلطانہ گھر پر تصرف جمانے کے ساتھ ساتھ کپاٹا کو بھی اچھا نہیں سمجھتی حالانکہ اس کا کوئی حق نہیں تھا لیکن وہ کپاٹا کو اکثر طعنے تشنے دیا کرتی تھی۔

عمرانہ کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ سلطانہ کو سہیل سے محبت نہیں وہ اس کی دولت سے محبت کرتی ہے۔ اور کسی نہ کسی طرح اس کی جائیداد اور دولت پر قبضہ کرنا چاہتی ہے۔

اور پھر، ایک روز عمرانہ کو یہ جان کر قطعی حیرت نہیں ہوئی کہ سُہیل اور سلطانہ کی شادی ہوگئی ہے۔ اب سلطانہ مکمل طور پر اس گھر کی مالکہ بن گئی تھی شادی کے چند ہی روز بعد سلطانہ نے کپاٹا پر بہتان تراشی شروع کر دی۔

ایک روز تو عمرانہ نے اپنے کانوں سے سلطانہ کو اپنے شوہر سے کہتے ہوئے سُنا تھا کہ اس کا آوارہ بھائی اس پر بُری نگاہ رکھتا ہے اور وہ ڈرتی ہے کہ کپاٹا کسی روز تنہائی میں اس پر مجرمانہ حملہ نہ کر بیٹھے۔

یہ سن کر عمرانہ کا خون کھول اٹھا تھا۔ اس کا دِل تو چاہا تھا کہ سلطانہ کی چٹیا پکڑ کر اس کی مرمت کر ڈالے لیکن پھر نجانے کیا سوچ کر وہ خاموش ہو رہی۔

اس کے بی ایس سی کے امتحانات ختم ہو چکے تھے۔ اور اب رزلٹ کا انتظار تھا۔ ایک روز اس نے ایک انگلش جاسوسی فلم دیکھی جس میں دبلا پتلا سا ہیرو کراٹے اور جوڈو کی مدد سے اپنے سے کئی گنا طاقتور مردوں کو زیر کر لیتا تھا۔

عمرانہ کو بھی یکایک اس کھیل سے دلچسپی پیدا ہوگئی۔ اور اس نے یہ کھیل سیکھنے کے لئے دارالحکومت کے ایک سپورٹس کلب میں داخلہ لے لیا جہاں کراٹے اور جوڈو بھی سکھلائے جاتے تھے۔ اور تین ماہ کی مختصر سی مدت کے دوران وہ ان دونوں فنون میں طاق ہوگئی۔ اور پھر انہی دِنوں اس کا بی ایس سی کا رزلٹ نکل آیا۔ وہ بڑے اچھے نمبروں سے پاس ہوئی تھی۔

وہ کپاٹا کو اپنی کامیابی کی خبر سنانے کے لئے اس کے گھر پہنچی تو سلطانہ نے بتایا کہ کپاٹا نے کل رات اسے تنہا پا کر اس پر مجرمانہ حملہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن مزاحمت کے باعث ناکام رہا اور پھر وہ رات ہی رات گھر سے بہت ساری نقدی اور زیورات لے کر فرار ہوگیا۔

عمرانہ یہ سُن کر سناٹے میں آگئی۔ اسے اس بات کا قطعاً یقین نہیں آیا کہ کپاٹا نے سلطانہ پر مجرمانہ حملہ کیا ہوگا۔ کیونکہ وہ اسے اچھی طرح جانتی تھی وہ خود گھنٹوں تنہائی میں کپاٹا کے ساتھ رہی تھی۔ اور کپاٹا جب بھی چاہتا اسے اپنی ہوس کا نشانہ بنا سکتا تھا لیکن۔ کپاٹا نے ایسا کبھی نہیں کیا تھا۔ وہ اس سلسلے میں کپاٹا کو ضرورت سے زیادہ بزدل سمجھتی تھی جو سنہرا موقع ہونے کے باوجود کسی لڑکی پر دست درازی کرنا تو الگ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت اور جرأت بھی نہیں کر سکتا تھا۔

اس بات کا بھی یقین نہیں تھا کہ کپاٹا گھر سے نقدی اور زیورات لے کر فرار ہوا ہوگا۔ اس سلسلے میں بھی کپاٹا کا کردار بے داغ رہا تھا۔ گھر میں پیسے کھلے پڑے رہتے تھے۔ لیکن کپاٹا کو جب بھی ضرورت ہوتی وہ اپنے بھائی سے تنگ کر لیتا تھا۔ از خود اس نے کبھی کھلی الماری یا سیف سے پیسے اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔

عمرانہ کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ کپاٹا اپنی بھابی سلطانہ کی بہتان تراشیوں سے تنگ آکر گھر چھوڑ گیا ہے لیکن یہ سوچ کر اس کے دِل کو دھچکا سا لگا کہ وہ جاتے ہوئے مِل کر بھی نہیں گیا۔

اس سے اگلے ہی روز وہ سلطان پور چلی گئی کیونکہ ان دِنوں اس کے والد وہیں تھے۔ اور پھر تقریباً ایک ماہ بعد سلطان پور میں کپاڈیا سے ملاقات ہوگئی۔ اس انداز میں کہ کپاڈیا کے جسم پر ریلوے کے کانٹے والوں کی نیلے رنگ کی مخصوص وردی تھی۔

عمرانہ کو اُسے دیکھ کر جہاں خوشی ہوئی وہاں اس بات کا دُکھ بھی ہُوا کہ کپاڈیا کس حالت کو پہنچ گیا ہے۔ وہ اپنا زیادہ وقت کپاڈیا کے پاس ہی گزارنے لگی وہ ڈیوٹی پر ہوتا تو کیبن میں اس کے پاس بیٹھی رہتی۔

بہت جلد سلطان پور ریلوے اسٹیشن کے اسٹاف میں چرچا ہونے لگا۔ لیکن اس نے کبھی کسی کی پرواہ نہیں کی۔ افسران انسپکشن کے بہانے کپاڈیا کے کیبن میں آنے لگے۔ چند ایک نے حسین وجمیل اور پُرشباب عمرانہ پر ڈورے ڈالنے کی کوشش بھی کی لیکن عمرانہ نے اس طرح گھُرکی بتائی کہ انسپکشن کے لئے آنے والے افسروں کی تعداد میں کمی آگئی۔

اور پھر، ایک روز جب ایک آفیسر نے عمرانہ کو کمزور اور ناتواں لڑکی سمجھ کر تنہائی میں اس کے ساتھ زیادتی کی کوشش کی تو عمرانہ نے اسے ریلوے لائنوں میں اٹھا اٹھا کر پٹخ دیا۔ دو چار ہاتھ ہی کھانے کے بعد وہ آفیسر اسٹیشن کی طرف اس طرح دوڑا کہ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تک نہیں۔ اور پھر اس روز کے بعد کوئی آفیسر انسپکشن کے لئے کپاڈیا کے کیبن میں نہیں آیا۔

ایک سال گزر گیا۔ عمرانہ اس عرصے کے دوران اس کشمکش میں رہی کہ زندگی کا کونسا راستہ اپنائے۔ کبھی وہ سوچتی کہ ایم، ایس، سی میں داخلہ لے لے

اور کبھی کسی اور ادھیڑبن میں پڑ جاتی۔ اسی دوران اچانک کپاڈیا پر قاتلانہ حملے شروع ہوگئے۔ عمرانہ پریشان ہوگئی۔ وہ نہیں سمجھ سکتی تھی کہ کسی کو کپاڈیا سے کیا دشمنی ہوسکتی ہے اور ایک مرتبہ جب وہ دارالحکومت گئی تو اُسے پتہ چلا کہ کپاڈیا کا بھائی سہیل حیدر کار کے ایک حادثہ میں ہلاک ہوچکا ہے اور جائیداد پر سلطانہ مکمل طور پر قابض ہو چکی ہے۔ دارالحکومت ہی میں عمرانہ کو سلطانہ کے متعلق یہ بھی علم ہوا کہ وہ افسانہ نگار بھی ہے۔ اور پھر ایک روز اتفاق ہی سے عمرانہ کے سامنے سلطانہ کا ایک افسانہ آگیا جو ایک ماہنامے میں شائع ہُوا تھا۔ اس افسانے کے نام نے عمرانہ کو چونکا دیا۔ کپاڈیا۔ یہ افسانہ کا عنوان تھا۔ عمرانہ نے افسانہ پڑھ ڈالا۔ کپاڈیا کو دُنیا کا انتہائی گھناؤنا انسان بتایا گیا تھا۔ اور پھر عمرانہ یہ پڑھ کر چونک سی گئی کہ اس افسانے کا مرکزی کردار کپاڈیا بھی سلطان پور ریلوے اسٹیشن پر کانٹے والے کی حیثیت سے ملازم ہے

تھوڑی ہی دیر کی سوچ بچار کے بعد عمرانہ کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ کپاڈیا پر حملے کون کروا رہا ہے۔ اس نے سلطان پور واپس آکر کپاڈیا کو مشورہ دیا کہ وہ یہاں سے اپنا تبادلہ دارالحکومت کروالے۔ اس نے دِل ہی دل میں سلطانہ کو ایک عبرتناک سبق دینے کا پروگرام بنا لیا تھا۔ اور پھر اسی دوران وہ عمران سے ٹکرا گئی۔ عمران، جس نے آج تک کسی سے شکست نہیں کھائی تھی عمرانہ کے سامنے بے بس ہوگیا اور اس نے بڑی فراخدلی سے عمرانہ کے سامنے اپنی شکست تسلیم کرلی۔

اور یہی عمرانہ، آجکل عمران کی دوست تھی، سلطانہ کی گرفتاری کے بعد سہیل حیدر کی ساری جائیداد کپاڈیا کو مل گئی تھی۔ اور عمران کے تعاون سے اس نے تمام کاروبار بھی سنبھال لیا تھا۔ اور اس سلسلے میں وہ دونوں عمران کے مشکور

تھے اور اسے اپنا بہترین ہمدرد اور دوست سمجھتے تھے۔

عمرانہ اور عمران کی دوستی کو پندرہ بیس روز ہی گزرے تھے۔ اور اس مختصر سے عرصہ میں عمرانہ کی جو خوصیات سامنے آئی تھیں انہیں دیکھکر عمران کی کھوپڑی چکرا کر رہ گئی تھی۔ اور کبھی تو عمران سوچنے لگتا کہ اگر یہ موہنی سی لڑکی لڑائی بھڑائی میں اس سے تیز ہے تو شرارتوں اور شوخیوں میں بھی اس سے کسی طرح کم تر نہیں ہے۔

اس کا ذہن ہر وقت نت نئی شرارتیں سوچنے میں مصروف رہتا لیکن اس کی شرارتوں میں سنجیدگی ہوتی۔ اور دیکھنے والا ہر شخص اس کی حرکات سے محظوظ رہتا۔

جولیا اور صفدر وغیرہ بھی عمرانہ سے متعارف ہو چکے تھے اور وہ سب ہی ان دنوں فارغ اوقات میں اپنی خیر و عافیت اور سلامتی کی دعائیں مانگ رہے تھے پہلے عمران ہی کیا کم تھا کہ اب عمرانہ بھی آ گئی تھی۔

آج بھی عمران، عمرانہ کے ساتھ ٹپ ٹاپ نائٹ کلب پہنچ گیا تھا اس وقت رات کے دس بج رہے تھے کلب میں اگرچہ رش تھا لیکن عمران کی مخصوص ٹیبل خالی پڑی تھی۔ اس پر ریزرویشن کی تختی لگی ہوئی تھی جو ان کے بیٹھتے ہی اٹھا لی گئی۔

چند منٹ بیٹھنے کے بعد عمران کو نجانے کیا سوجھی کہ وہ اٹھ کر ٹیلیفون بوتھ میں گھس گیا۔ ہک پر لٹکا ہوا ریسیور اٹھا کر اس نے مطلوبہ سکے ڈال کر صفدر کے نمبر ڈائل کئے۔ اسے امید تھی کہ صفدر اس وقت گھر پر ہی ہوگا۔ اور پھر اس کا خیال درست ہی نکلا۔ چند لمحوں بعد ہی کال ریسیو کر لی گئی اور ظاہر ہے کہ کال ریسیو کرنے والا صفدر ہی ہوگا۔

"یس، صفدر سعید آن دی لائن" ریسیور پر صفدر کی آواز ابھری۔

"مابدولت پرنس آف ڈھمپ فرما رہے ہیں، تمہارے لئے ایک تازہ بتازہ فرمان جاری ہوا ہے کہ تم بی بی جولیا نافٹر واٹر کو لے کر ٹپ ٹاپ نائٹ کلب پہنچ جاؤ جہاں ہم اپنی مؤنث یعنی عمرانہ کے ہمراہ انتظار کی زحمت برداشت کر رہے ہیں۔"

"کیا اس وقت کوئی نئی شرارت سوجھ رہی ہے" صفدر نے پوچھا۔

"شرارت نئی ہو یا پرانی کہلائے گی شرارت ہی۔ لیکن تم پہنچ تو جاؤ۔"

"عمران صاحب، ایک بات بتایئے۔" صفدر نے پوچھا۔

"ضرور پوچھو برخوردار" عمران چہکا۔

"پہلے آپ اکیلے ہی کیا کم تھے جواب عمرانہ بھی کہیں سے ٹپک پڑی ہے۔"

"ارے اد، کیا تم چاہتے ہو کہ میرا جوڑا کبھی نہ لگ سکے۔ عمران اور عمرانہ۔ بنا بنایا جوڑا ہے۔ اتفاق ہی سے تو یہ محترمہ ملی ہیں۔"

"خدا جانے یہ اتفاقات آپ کی تلاش میں کیوں رہتے ہیں۔ ابھی تو چاچا موقعہ کو سلا کر دی گئی شیروانی بھی میلی نہیں ہوئی۔" صفدر بولا۔

"مطمئن رہو۔ عمرانہ کے لئے کچھ نہیں خریدنا پڑے گا بلکہ وہ تو خود مجھے کچھ خرید کر دینے کو تیار ہے۔ اچھی خاصی کھاتی پیتی ہے اس کا باپ محکمہ عمارات اور شارعات میں ایک بڑا آفیسر ہے کچھ دن تو پرائی دولت پر عیش کر لینے دو دوست۔" عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے عمران صاحب، میں آ رہا ہوں لیکن جولیا کی ضمانت نہیں دے سکتا۔" صفدر بولا۔

"اے خبردار، اگر جولیا کے بغیر تم نے یہاں قدم رکھنے کی کوشش کی تو کھڑے کھڑے نکال دوں گا۔" عمران نے دھمکی دی۔

"اوکے، میں اسے لے کر آرہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔" عمران نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

فون کا ریسیور ہک پر لٹکا کر وہ باہر نکل آیا۔ جب وہ اپنی میز پر پہنچا تو قیمتی سوٹ میں ملبوس ایک خوبرو نوجوان عمرانہ کے سامنے والی کرسی پر بیٹھا مسکرا مسکرا کر اس سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ شخص عمران کے لئے اجنبی ہی تھا پھر یہ سوچ کر کہ ممکن ہے عمرانہ کا جاننے والا ہو وہ خاموشی سے دوسری کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"ان سے ملئے عمران صاحب۔" عمرانہ مسکرا کر اس شخص کی طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی۔ "یہ آج کی شام کے میرے پہلے عاشق ہیں۔ بیچارے بیٹھے آنکھیں مار رہے تھے میں نے یہیں بلا لیا۔"

اس تعارف پر عمران کی کھوپڑی گھوم اٹھی۔ اور اس شخص کی حالت تو قابل دید تھی۔ عمرانہ کے اس تعارفانہ جملے کے اختتام کے ساتھ ہی اس کی پیشانی پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے چمکنے لگے تھے۔ اور وہ پریشان نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا تھا۔

"ہم سے ملئے مسٹر، ہم ہیں ان محترمہ کے پرانے عاشق یہ ضرب المثال تو آپ نے یقیناً سن رکھی ہوگی کہ نیا نو دن اور پرانا سو دن۔" عمران اس شخص کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

وہ شخص چکرا کر رہ گیا۔ اس نے بدحواس نگاہوں سے پہلے عمرانہ کی

طرف دیکھا اور پھر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔ لیکن، بہرحال عمران سے ہاتھ تو اسے ملانا ہی پڑا تھا۔ وہ الگ بات ہے کہ اس کے منہ سے ایک لفظ تک نہ نکل سکا ہو

"کیوں جناب۔ آپ خاموش کیوں ہو گئے، کیا میری رقابت آپ کو پسند نہیں آئی۔" عمران نے مسکرا کر کہا۔

اس شخص کی حالت کچھ اور بھی دیدنی ہو گئی۔ وہ بے بس نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا شاید بھاگنے کی راہ دیکھ رہا تھا۔

عمران اور عمرانہ بھی شاید اس کے اس ارادے کو تاڑ گئے۔ اور پھر چند لمحوں بعد جیسے ہی اس شخص نے ایکسکیوزمی کہہ کر اٹھنا چاہا عمرانہ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ارے کہاں چلے، تشریف رکھئے نا۔ عمران صاحب کی کسی بات کا برا نہ منائیے۔ یہ بہت زندہ دل واقعہ ہوئے ہیں۔ ایسے موقعوں پر یہ کچھ دب جانا بھی جانتے ہیں۔؟"

"جی ہاں جی ہاں، ایسے موقعوں پر میں اپنے دل میں پیار کی سلگتی ہوئی آگ کو کچھ دیر کے لئے فراموش کر کے اپنی اس محبوبہ کے نئے عاشق کے متعلق سوچنے لگتا ہوں اور اگر حالات موافق ہوں تو کچھ لے کر ہٹ بھی جایا کرتا ہوں۔" عمران نے لہجے میں سنجیدگی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"معاف کیجئے جناب۔ مجھے کچھ غلط فہمی ہو گئی تھی۔" وہ شخص دوبارہ اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔

"غلط فہمی؟" عمران اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔ "ارے

نہیں میرے محترم اُسے خوش فہمی کہتے ہیں۔ ویسے بائی دی وے آپ کا جغرافیہ کیا ہے۔"

"جی میں سمجھا نہیں۔" وہ شخص پریشانی سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"جغرافیہ۔ یعنی کہ حدودِ اربعہ، ہے تو یہ بھی جغرافیائی زبان لیکن، میرا خیال ہے کہ آپ سمجھ گئے ہوں گے۔" عمران بولا۔

"یقین جانئے جناب، میں اب بھی نہیں سمجھ سکا۔" وہ شخص بولا۔

"ارے بھئی۔ میں نے آپ کا نام پوچھا ہے۔" عمران مسکرایا۔

"اکبر غازی، مجھے اکبر غازی کہتے ہیں۔" وہ شخص جلدی سے بولا۔

"اکبر غازی، واہ واہ۔ آپ تو اسم بامسمّٰی واقع ہوئے ہیں حضرت یعنی اکبر بھی اور غازی بھی جبکہ اس وقت آپ نے ایک عدد معرکہ بھی سر کر لیا ہے۔" عمران کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"برائے کرم مجھے اجازت دیجئے۔" اس شخص نے پھر اُٹھنے کی کوشش کی۔

"کیوں، پیشاب لگ رہا ہے کیا۔" عمران نے پوچھا۔

"جی۔" وہ شخص حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"چھوڑیئے مسٹر اکبر غازی، یہ بتایئے کہ آپ شادی شدہ ہیں یا..... میرا مطلب ہے۔" اس مرتبہ عمران نے اُسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"جی..... ہم..... میں....." اکبر غازی ہکلا کر رہ گیا۔

"آپ یقیناً شادی شدہ ہیں یہ آپ کا چہرہ بتا رہا ہے۔ ممکن ہے آپ کی کوکھ سے آٹھ دس بچے بھی جنم لے چکے ہوں کیونکہ آپ کا چوکھٹا بتا رہا ہے کہ آپ فیملی

پلاننگ پر عمل کرنے کے قائل نہیں ہیں۔" عمران اس کے چہرے کیطرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"پلیز، مسٹر۔" اکبر غازی گھگھیا اٹھا۔

"اچھا خیر، بتلایئے، آپ ہماری کیا تواضع کر سکتے ہیں۔ ویسے ہم نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا ہے۔" عمرانہ اُسے اپنی طرف متوجہ کرتی ہوئی بولی۔

"اور، ہمارے دو ساتھی اور بھی آنے والے ہیں۔ آرڈر دیجئے کھانا لگنے تک وہ بھی تشریف لے آئیں گے۔" عمران نے لقمہ دیا۔

اکبر غازی بیچارہ پریشان ہو کر رہ گیا۔ دِل ہی دِل میں وہ سوچ رہا تھا کہ کن پاگلوں میں پھنس کر رہ گیا ہے وہ اس ساعت کو کوس رہا تھا جب اس نے پُرشباب اور خوبصورت عمرانہ کو تنہا سمجھ کر اُسے شکار کرنے کی کوشش کی تھی اور نتیجہ کے طور پر اب وہ خود ہی شکار ہو کر رہ گیا تھا۔

"ہاں تو مسٹر اکبر غازی صاحب، فرمایئے آپ کیا کھانا کھانا پسند کریں گے۔" عمرانہ نے مسکرا کر اکبر غازی کی طرف دیکھا۔

اکبر غازی نے یہ سوچ کر کہ چلو اگر انہیں کھانا کھلا کر ہی جان چھوٹ جائے تو مہنگا نہیں۔ اس نے اپنی پسند کا اظہار کر دیا۔

"گڈ۔ آپ تو بہت خوش خوراک واقعہ ہوئے ہیں اکبر غازی صاحب چائے واقعی کھانے کی چیز ہے۔" عمرانہ مسکرائی۔

"اور میری اور میرے ساتھیوں کی خوش خوراکی بھی نوٹ کر لیجئے مس عمرانہ۔" عمران، عمرانہ کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "تین مرغِ

مُسلّم ڈبل، گردہ ۔ مُرغی کا پوٹ ۔ چانپ ۔ بھیگیلا ۔ اسٹو، مُرغ روسٹ، بریانی، بھُنا ہوا ۔ اور مغز ۔ مغز میری اپنی پسند ہے ۔ میں یہ چیز بہت شوق سے کھاتا ہُوں ۔"

عمرانہ تو مسکرا کر آرڈر سنتی رہی اور اکبر غازی کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی گئیں ۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر کچھ کہنا چاہا لیکن عمران نے اسے بولنے کا موقع نہیں دیا اور مزید آرڈر بتاتا رہا ۔ یہاں تک کہ اکبر غازی دونوں ہاتھوں سے سر تھام کے بیٹھ گیا ۔

عمرانہ نے ویٹر کو بلا کر ان تمام چیزوں کا آرڈر نوٹ کروا دیا ۔ ویٹر پہلے تو حیرت سے ان کی طرف دیکھتا رہا اور پھر خاموشی سے سر ہلا کر چلا گیا ۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد جولیا اور صفدر بھی آ گئے ۔ کرسیوں پر بیٹھنے کے بعد وہ دونوں سوالیہ انداز میں اکبر غازی کی طرف دیکھنے لگے ۔

"یہ اکبر غازی ہیں ۔ مس عمرانہ کے نئے عاشق ۔ آج پہلی ہی ملاقات ہُوئی ہے ۔ اور اس ملاقات کی خوشی ہی میں انہوں نے سب کی دعوت کی ہے ۔" عمران نے گویا تعارف کروایا ۔

"بہت خوب ۔ مس عمرانہ کو نئے نئے عاشق پالنے کا شوق ہے آپ سے مل کر خوشی ہوئی مسٹر اکبر غازی، اتفاق سے میں بھی انہی کا ڈسا ہوا ہُوں ۔" صفدر نے اکبر غازی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا ۔ اکبر غازی بیچارہ پریشان ہو گیا ۔ لیکن اسے صفدر اور جولیا سے ہاتھ تو ملانا ہی پڑا تھا ۔ چند لمحوں بعد ہی دو ویٹر کھانے سے لدی ہُوئی ٹرالیاں دھکیلتے ہوئے آ گئے انہوں نے ایک

تو میز لا کر ان کی میز کے ساتھ بچھا دی اور کھانا چن دیا ۔

وہ سب لوگ نہایت بے تکلفی سے کھانے پر ٹوٹ پڑے اور بیچارہ اکبر غازی بدحواس نظروں سے ان کی طرف دیکھتا رہا ۔

"شروع کیجئے نا مسٹر اکبر غازی ۔" عمران مُرغِ مسلّم کی ٹانگ ادھیڑتا ہوا بولا ۔

اکبر غازی چند لمحوں تک حیرت سے اس کی طرف دیکھتا رہا اور پھر اس نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھا دیا ۔ ابھی اس نے ایک لقمہ اٹھانا ہی چاہا تھا کہ عمران نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اُسے اپنی طرف جھکاتے ہوئے سرگوشیانہ لہجے میں بولا ۔

"اکبر غازی صاحب، یہ جو نئی لڑکی آئی ہے اس کے متعلق کیا خیال ہے سوئیس ہے ۔ ایک دم سوئیس ۔"

اکبر غازی بدحواس سا ہو گیا ۔ اور ساتھ بیٹھی ہُوئی جولیا کی طرف دیکھنے لگا ۔ عمران کی سرگوشی اس قدر مدھم بھی نہیں تھی کہ اسے اکبر غازی کے علاوہ اور کوئی نہ سن سکتا ۔ جولیا نے بھی اس کا یہ جملہ سن لیا اور ساتھ ہی اس کے حلق سے غراہٹ نکلی ۔

"یہیں جوتے لگانا شروع کر دوں گی سمجھے ۔"

"باپ رے ۔ اس کی غراہٹ سے خوفزدہ نہ ہونا مسٹر غازی ۔ ویسے ہے ایکدم فرسٹ کلاس چیز ۔" عمران نے دوبارہ سرگوشی کی ۔

عمران کے جملے اور جولیا کی غراہٹ، اکبر غازی کے پسینے چھوٹ گئے ۔ اس

نے کھانا تو کیا کھانا تھا وہ ایک ایک کی شکل دیکھتا رہا۔

تقریباً پندرہ منٹ میں میز صاف ہو چکی تھی۔ برتن اٹھانے کے بعد ا
ویٹر نے بل لاکر عمران کے سامنے رکھ دیا۔ عمران نے بل عمرانہ کی طرف بڑھا د
عمرانہ نے بل کی رقم پر ایک نظر ڈالی۔ ڈیڑھ سو سے زیادہ کا بل تھا۔ اس نے مسکرا
ہوئے بل اکبر غازی کے سامنے رکھ دیا۔

"ہماری پہلی ملاقات کا یادگار بل"۔ عمرانہ مسکرائی۔

اکبر غازی نے گھور کر بل کی رقم دیکھی اور جیب سے پرس نکال لیا اتفاق سے اس
کی جیب سے پورے ڈیڑھ صد روپے نکلے۔ اس نے رقم پلیٹ میں رکھی ا
جلدی سے اٹھ کر ایک طرف چل دیا۔

"شکار کرنے کو آئے شکار ہو کے چلے۔" عمران نے بلند آواز میں مصرعہ ا
لیکن اکبر غازی نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا تھا وہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح
باہر چلا گیا۔ عمران اور ان کے ساتھیوں کے حلق سے بے اختیار قہقہے اُمڈ پڑے

"کیا قصہ تھا عمران صاحب۔" صفدر نے پوچھا۔

"مجھے تو کچھ علم نہیں۔ اس نے آج شام کے پہلے عاشق کی حیثیت سے ا
کا تعارف کروایا تھا۔" عمران نے عمرانہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

صفدر اور جولیا رخ بدل کر عمرانہ کی طرف دیکھنے لگے۔ صفدر کی نگاہوں
میں تو کوئی خاص بات نہیں تھی البتہ جولیا کی نظروں میں حسد و رشک کی جھلک
موجود تھی

عمرانہ ان دونوں کو اپنی طرف متوجہ پا کر دھیرے سے مسکرائی اور پھر اس نے

غازی سے ملاقات کی تفصیل بتا دی۔ جسے سُن کر صفدر تو مسکرا دیا مگر جولیا
وش نہ رہ سکی۔

"مردوں کو اپنے حسن کا شکار بنانے کا فن کسی کسی کو آتا ہے۔"

جولیا کا لہجہ طنز سے بھرپور ہونے کے باوجود عمرانہ نے اس کی بات کا کوئی
س نہ لیا بلکہ اس کی مسکراہٹ کچھ اور بھی گہری ہو گئی۔

"جولیا، اگر چاہو تو تم بھی اپنے حُسن و شباب سے فائدہ اٹھا سکتی ہو۔
ح کہتا ہوں بہت فائدے میں رہو گی، اوپر کا خرچہ بچا رہے گا۔" عمران نے جولیا
شورہ دیا۔

"شٹ اپ، یہ کمائی تم ہی لوگوں کو مبارک ہو۔" جولیا غرائی۔

"باپ رے، تم تو بہت بگڑی بیٹھی ہو۔"

"میرا خیال ہے اب چل دینا چاہیئے صفدر۔" جولیا نے صفدر کی طرف دیکھ
کر کہا۔ صفدر نے عمران اور عمرانہ کی طرف دیکھا۔

"آپ لوگ جایئے، ہم ابھی کچھ دیر یہاں بیٹھیں گے۔" عمرانہ مسکرا کر بولی۔

جولیا عمرانہ کو کھا جانے والی نظروں سے گھورتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور چند
موں بعد وہ صفدر کے ساتھ دروازے کی طرف جا رہی تھی۔

ان دونوں کے جانے کے بعد عمران اور عمرانہ کی نظریں تیسری میز پر
بیٹھے ہوئے گنجے کی طرف اٹھ گئیں۔ پھر دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور
ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ شاید انہیں کوئی نئی شرارت سوجھ رہی تھی۔

♥

○

ریگل اسکوائر پر داکر نے ٹیکسی چھوڑ دی۔ اب وہ پیدل ہی ایک طرف جا رہا تھا۔ اس کا رُخ کلاک ٹاور کی طرف تھا جو چوراہے سے تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ ریگل اسکوائر کا یہ علاقہ شہر کا دِل کہلاتا تھا۔ نیون سائن کی رنگ برنگی جلتی بجھتی روشنیاں اور دکانوں کی روشنیوں نے پورے علاقے کو بقعۂ نور بنا رکھا تھا یہ روشنیاں کلاک ٹاور تک ہی محدود تھیں۔ کلاک ٹاور سے آگے کا علاقہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔

داکر بریف کیس سنبھالے کلاک ٹاور کی طرف چلتا رہا۔ اس نے متعدد بار پیچھے مڑ کر اپنے تعاقب کا اندازہ لگانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن سڑک پر سینکڑوں لوگوں کی آمد و رفت میں یہ اندازہ قائم کرنا دشوار تھا کہ کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہے یا نہیں۔

کلاک ٹاور کے قریب پہنچ کر اس نے ایک بار پھر پیچھے مڑ کر دیکھا اور پھر ایک نیم تاریک گلی میں داخل ہو گیا۔ اس علاقے میں آگے تاریک نیم تاریک اور تنگ گلیوں کا جال بچھا ہوا تھا جو مکڑی کے جالے کی طرح ایک دوسرے کو قطع کرتی ہوئی پھیلی ہوئی تھیں۔

گلی میں داخل ہوتے ہی داکر کی رفتار میں تیزی آ گئی۔ بریف کیس کے ہینڈل پر اس کی گرفت بھی مضبوط ہو گئی تھی۔ اس وقت اگرچہ بارش تھم چکی تھی لیکن ہلکی پھوار اب بھی پڑ رہی تھی۔ گلی کے فرش پر بہتے ہوئے پانی میں اس کے قدموں کی شڑاپ شڑاپ کی آواز ابھر رہی تھی۔

تقریباً پچاس قدم چلنے کے بعد وہ بائیں طرف کی گلی میں گھس گیا۔ یہ گلی پہلی گلی سے زیادہ تاریک تھی۔ اس کے آخری سرے پر ایک مدھم سی روشنی والا بلب نظر آ رہا تھا جو اس علاقے کی گہری تاریکی سے دست و گریباں تھا۔ تقریباً تیس قدم آگے ایک اور گلی اس گلی کو قطع کرتی تھی۔ داکر نے جیسے ہی اس گلی کے قریب سے گزرنا چاہا تاریک گلی سے ایک سایہ اچھل کر اس کے اوپر آن گرا۔ داکر اس اچانک افتاد کے لئے قطعی تیار نہیں تھا۔ وہ اپنے آپ کو سنبھال نہیں سکا اور لڑکھڑاتا ہوا گلی کے فرش پر گر گیا۔ چھلانگ لگانے والا بھی اس کے ساتھ ہی گرا تھا۔

بریف کیس بھی داکر کے ہاتھ سے نکل کر نالی میں جا گرا تھا لیکن اسوقت بریف کیس سے زیادہ اس حملہ آور پر توجہ دینے کی ضرورت تھی جس نے اس طرح اچانک اسے دبوچنے کی کوشش کی تھی۔

اس نے یکدم سنبھل کر اٹھنا چاہا لیکن اس کا پیر کیچڑ میں پھسل گیا اور وہ دوبارہ نیچے گر گیا۔ اور یہ بات اس کے حق میں بہتر ہی ثابت ہوئی تھی کیونکہ اس کے اس طرح گرنے سے اس پر حملے آور کی گرفت بھی ڈھیلی پڑ گئی تھی۔

داکر یکدم اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحہ حملہ آور بھی اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا اب وہ دونوں رات کی تاریکی میں ایک ویران اور سنسان گلی میں ایک دوسرے

کے سامنے کھڑے تھے۔ دفعتاً دوسرے شخص نے داکر پر چھلانگ لگادی۔ داکر نے ایک طرف ہٹنا چاہا لیکن اس کا پیر رپٹ گیا اس نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن حملہ آور اُسے دبوچ چکا تھا۔

وہ دونوں ایک بار پھر گلی کے کیچڑ میں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ داکر حملہ آور کے نیچے دبا ہُوا تھا۔ اس نے موقعہ پاکر اپنے دونوں پیر حملہ آور کے پیٹ پر جمادیئے اور اُسے پوری قوت سے پیچھے اچھال دیا۔

حملہ آور گلی کی دیوار سے جاکر ٹکرایا۔ داکر نے اٹھ کر فوراً ہی اس پر چھلانگ لگادی لیکن دوسرا شخص لوٹ لگاکر ایک طرف ہٹ گیا۔ اور داکر کا سر پورے زور کے ساتھ دیوار سے ٹکرایا۔ ضرب کچھ اسقدر زوردار تھی کہ اس کی پیشانی کی کھال پھٹ گئی اور خون بہنے لگا۔ اس کا دماغ بُری طرح جھنجھنا اٹھا تھا

اس کے سنبھلنے سے پہلے ہی حملہ آور نے اسے دبوچ لیا اور ایک زبردست گھونسہ اس کے جبڑے پر رسید کر دیا۔ داکر لڑکھڑا کر دوبارہ دیوار سے جاٹکرایا۔ اور اس کے سنبھلنے سے پہلے ہی ایک اور زوردار گھونسہ اسکی کنپٹی پر لگا جس سے اسکا دماغ جھنجھنا اٹھا۔

حملہ آور کا تیسرا گھونسا اس نے اپنی بائیں کلائی پہ روکا اور نہایت پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دائیں ہاتھ کا گھونسا اس کے جبڑے پر جمادیا۔ حملہ آور لڑکھڑا گیا۔ داکر نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک اور گھونسہ رسید کیا۔ وہ شخص لڑکھڑا گیا۔ اس کا پیر بھی رپٹ گیا اور وہ کیچڑ میں گر گیا۔

داکر حملہ آور کے جسم کے مختلف حصوں پر ضربیں لگانے لگا۔ نیچے پڑا ہُوا

شخص کیچڑ میں لت پت ٹھوکروں سے بچنے کے لئے لوٹیں لگاتا رہا لیکن داکر کی ہر ٹھوکر اس کے جسم کے کسی نہ کسی حصے کو سہلا دیتی۔

اور پھر، دفعتاً اس نے داکر کا پیر پکڑ لیا۔ داکر لڑکھڑا کر نیچے گرا۔ لیکن فوراً ہی سنبھل گیا۔ اس کے پیر حملہ آور کے منہ کی طرف تھے۔ نیچے گرنے کے ساتھ ہی اس نے دائیں پیر کی ٹھوکر حملہ آور کے منہ پر رسید کر دی۔ حملہ آور نے دوبارہ اس کا پیر پکڑ لیا۔ داکر نے اپنا پیر اس کی ٹھوڑی کے نیچے جما دیا اور دباؤ ڈالنے لگا۔ دوسرا شخص اس کا پیر پکڑ کر مروڑنے کی کوشش کر رہا تھا داکر نے بھی دونوں ہاتھوں سے اس کا ایک پیر پکڑ لیا اور اُسے پوری قوت سے بل دینے لگا۔

دفعتاً نجانے کیا ہُوا کہ داکر قلابازی کھاتا ہُوا اچھل کر دور جا گرا۔ وہ پُشت کے بل گرا تھا اور اس کے سنبھلنے سے پہلے ہی حملہ آور نے اسے دبوچ لیا اور اس کے سینے پر سوار ہو کر اس کے جبڑوں پر گھونسوں کی بارش کر دی۔ داکر بچنے کی کوشش کر رہا تھا مگر حملہ آور کے گھونسوں نے اس کے جبڑے ہلا کر رکھ دیئے۔ اب اس کے ہونٹوں کے دونوں گوشوں سے بھی خون بہنے لگا۔ اس نے ہمت کر کے حملہ آور کو اپنے اوپر سے اچھال دیا اور پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن، حملہ آور اس سے پہلے ہی سنبھل چکا تھا اور اس سے قبل کہ داکر اس پر حملہ کرنے کی کوشش کرتا حملہ آور نے نہایت پھرتی کے ساتھ جیب سے ریوالور نکال لیا۔

۔ بس مسٹر داکر، اب بہت ہو چکی، ہاتھ اٹھالو، ورنہ میں بے دریغ گولی چلا دونگا، حملہ آور ریوالور کا رُخ اس کی طرف کرتا ہُوا بولا۔

داکر کے منہ سے بے اختیار ایک ٹھنڈا سانس نکل گیا۔ اور پھر اسے

ہاتھ تو سر سے بلند کرتے ہی پڑے تھے۔ حملہ آور اسے ریوالور سے کور کئے ہوئے اس
جگہ پہنچ گیا جہاں نالی میں واکر کا بریف کیس گرا تھا۔ اس نے جھک کر دوسرے ہاتھ
بریف کیس اٹھالیا اور غرا کر بولا۔

"چلو مسٹر واکر، ہمارا باس شاید تم سے ملاقات کرنا بھی پسند کرلے۔"

واکر کو اس کے کہنے پر عمل کرنا پڑا اور وہ اسکی ہدایت کے مطابق اسکے آگے
آگے چلنے لگا۔ حملہ آور ایک ہاتھ میں بریف کیس اور دوسرے میں ریوالور سنبھالے ہوئے
مختلف گلیوں میں مڑنے کی ہدایت دیتا رہا۔ وہ زیادہ تر ان گلیوں میں چل رہے تھے
جو تاریک اور سنسان تھیں۔ ان گلیوں میں اگرچہ مکانات تھے۔ لیکن سب کے دروازے
بند تھے۔ مکانوں میں مکین شاید برسات کی وجہ سے گھروں میں دبکے بیٹھے تھے۔

تقریباً بیس منٹ وہ ایک کشادہ گلی میں پہنچ گئے۔ اس گلی میں اگرچہ تھوڑے
تھوڑے فاصلے پر الیکٹرک پولز لگے ہوئے تھے لیکن برسات کی وجہ سے بجلی کی رو
منقطع ہوجانے سے اس گلی میں بھی تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ اور یہاں بھی کسی قسم کی آمد
و رفت نہیں تھی۔ یہی گلی تقریباً سو قدم آگے جاکر ایک مین روڈ سے مل گئی تھی۔ مین
روڈ پر روشنی نظر آرہی تھی۔ لیکن وہ لوگ مین روڈ تک نہیں پہنچے۔ تقریباً پچیس قدم
ادھر ہی تاریکی میں سیاہ رنگ کی ایک کار کھڑی تھی کار کی تمام بتیاں بجھی ہوئی تھیں
لیکن کار کے اندر کبھی کبھی ایک چنگاری سی چمکتی ہوئی نظر آجاتی تھی۔ شاید کار کے
اندر کوئی سگریٹ پی رہا تھا۔

وہ شخص جس نے واکر کو ریوالور سے کور کر رکھا تھا کچھ محتاط ہوگیا۔ اس
نے واکر کو رفتار کم کردینے کا حکم دیا اور ساتھ ہی منہ سے مخصوص انداز میں ہلکی

بجائی، سیٹی کی آواز فضا میں ابھرتے ہی کار کی پچھلی نشست کا دروازہ کھلا اور
شخص باہر نکل آیا، وہ سیاہ لباس میں ملبوس تھا اور اس کے ہونٹوں میں سلگتا
سگریٹ دبا ہوا تھا۔

"رک جاؤ مسٹر واکر" ریوالور والے نے واکر کو رکنے کی ہدایت کی۔

واکر کار سے چند قدم ادھر ہی رک گیا۔ اسے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ کار سے
اترنے والا شخص بھی اسی کا ساتھی ہے۔ اور وہ اسی کے انتظار میں یہاں موجود ہے

"کیا رہا جونی"۔ کار سے اترنے والا سیاہ پوش انکی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

"کچھ محنت کرنا پڑی ہے لیکن لے آیا ہوں" ریوالور والے نے جواب دیا۔

"تمہیں تو پہلے کہا تھا کہ مجھے یا رادھن کو ساتھ لے لو۔ لیکن تم تو خود ہی بہادری
کی کوشش کرتے ہو" سیاہ پوش بولا۔

"میری کامیابی ہی میری بہادری کا ثبوت ہے" جونی نے جواب دیا پھر بولا۔
"بہرحال، اب اسے سنبھال لو۔"

سیاہ پوش ان کے قریب آکر رک گیا۔ وہ چند لمحوں تک واکر کو دیکھتا رہا اور پھر
یکایک اس نے دائیں ہاتھ سے ایک زوردار تھپڑ اس کی کنپٹی پر رسید کردیا۔ واکر کے
ہونٹوں سے ایک کراہ نکلی اور دوسرے ہی لمحہ وہ کٹے ہوئے درخت کی طرح لہرانے لگا
لیکن سیاہ پوش نے گرنے سے پہلے ہی اسے سنبھال لیا اور اسے گھسیٹتا ہوا کار کی طرف
لے چلا۔ جونی نے ریوالور جیب میں ڈال لیا اور جلدی سے آگے بڑھ کر کار کا دروازہ
کھول دیا۔ سیاہ پوش نے بے ہوش واکر کو کار کے اندر گھسیٹ لیا۔ جونی ان کے
ساتھ ہی پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔ اس طرح بے ہوش واکر ان دونوں کے درمیان

پھنس گیا تھا۔

ان دونوں کے علاوہ ایک اور شخص کار کی اگلی سیٹ پر اسٹیرنگ کے سا
بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے بیٹھنے کے فوراً ہی بعد اس نے کار کا انجن اسٹارٹ کر دیا۔ اور
چند ہی لمحوں بعد کار ایک جھٹکے کے ساتھ آگے بڑھ گئی اور کچھ دیر بعد مین روڈ
پہنچ کر تیز رفتاری سے ایک طرف دوڑنے لگی۔

کار شہر کی ایسی سڑکوں پر دوڑ رہی تھی جہاں زیادہ ٹریفک نہیں تھا۔ اور
تقریباً نصف گھنٹے بعد وہ کار شہر کی متوسط آبادی میں واقعہ ایک بہت بڑی عما
کے سامنے رک گئی۔ اس عمارت کی اوپر والی منزلوں پر دفاتر تھے جو اسوقت بند ہی
اور نچلی منزلوں پر گودام اور گیراج بنے ہوئے تھے۔ کار بھی ایک گیراج کے دروازے
کے سامنے ہی رکی تھی۔ کار کے رکتے ہی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا سیاہ پوش دروا
کھول کر پھرتی سے نیچے اتر آیا اور دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے دروازے
کے دائیں طرف دیوار میں لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ یہ بٹن ایسا ہی تھا جیسے عام طور
پر گھروں کے سامنے کال بیل کے بٹن لگے ہوتے ہیں۔ بٹن دبانے کے چند سیکنڈ
بعد ہی گیراج کا شٹر کسی قسم کی آواز پیدا کئے بغیر اوپر اٹھنے لگا یہاں تک کہ پورا شٹر
اوپر جا کر لپٹ گیا۔ شٹر کے ہٹتے ہی ڈرائیور نے کار آگے بڑھا کر گیراج میں لے
جا کر کھڑی کر دی۔ سیاہ پوش نے کار اندر آجانے کے بعد دروازے کے اندر لگا ہوا
اسی قسم کا ایک اور بٹن دبا دیا۔ جس سے شٹر پہلے کی طرح آواز پیدا کئے بغیر نیچے گر گیا۔
اور اندر گہری تاریکی چھا گئی لیکن دوسرے لمحہ پورا گیراج روشنی میں نہا گیا۔ یہ روشنی
چھت پر لگے ہوئے بلب سے خارج ہو رہی تھی اور اس کا سوئچ اس سیاہ پوش نے

آن کیا تھا۔

یہ گیراج کافی وسیع تھا۔ اس کے درمیان جہاں کار کھڑی تھی اس کے نیچے
ی قسم کا ایک گڑھا تھا جیسے موٹروں کے سروس اسٹیشنوں پر ہوتے ہیں۔ یہ
ہ گڑھا تھا اور اس کا فرش بالکل صاف تھا۔ کمرے کی ایک دیوار کے ساتھ
رانے ٹائر اور ٹیوبوں کا ایک چھوٹا سا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ موٹروں کی مرمت میں
م آنے والے کچھ اوزار بکھرے ہوئے تھے۔ اور کار کی ایک سیٹ بھی دیوار
کے ساتھ پڑی تھی جس کا کشن پھٹا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ کچھ اور ایسی چیزیں تھیں
جو عموماً گیراجوں میں نظر آسکتی ہیں۔

پچھلی نشست پر بیٹھا ہوا جونی جو واکر کو گھسیٹ کر لایا تھا دوسری طرف کا
دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ پھر اس نے سیاہ پوش کی مدد سے بے ہوش واکر کو کھینچ
کر کار سے نکالا اور اسے بازوؤں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے کار کے نیچے گڑھے میں اتر
گئے۔ پھر سیاہ لباس والے نے گڑھے کی دائیں دیوار پر ابھری ہوئی ایک کیل کو
انگوٹھے کی مدد سے اندر کی طرف دبا دیا جس کے فوراً ہی بعد نیچے کا آدھا فرش
اپنی جگہ سے حرکت کرتا ہوا دائیں طرف کی دیوار میں گھس گیا۔ نیچے ایک خلا تھی جس
میں زینے نظر آرہے تھے۔ زینوں پر بھی تیز روشنی کا ایک بلب جل رہا تھا۔ سیاہ پوش
اور جونی نے دوبارہ واکر کو بازوؤں سے پکڑا اور اسے بیدردی سے گھسیٹتے ہوئے
زینے اترنے لگے۔

وہ ابھی آدھے راستہ ہی میں تھے کہ واکر ہوش میں آگیا۔ اس کے ہونٹوں سے
کراہیں نکل رہی تھیں۔ جونی نے واکر کا بازو چھوڑ کر جیب سے ریوالور نکال لیا۔

اس کے دوسرے ہاتھ میں واکر کا بریف کیس اب بھی موجود تھا۔ سیاہ پوش بھی واکر کا ہاتھ چھوڑ چکا تھا۔

واکر ایک زینے پر پڑا کچھ دیر تک کراہتا رہا۔ پھر اس نے سر کو دو تین مرتبہ جھٹکا دیا اور آنکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ پھر اسکی نظریں راجن اور دوسرے سیاہ پوش کا جائزہ لینے لگی۔

"مسٹر واکر۔ میرا خیال ہے کہ اب تم اپنے آپ بھی چل سکتے ہو۔" جونی نے پستول کا رُخ اسکی طرف کرتے ہُوئے کہا۔

واکر نے خونخوار نگاہوں سے ایک مرتبہ پھر ان دونوں کی طرف دیکھا اور آستین سے ہونٹوں کا خون پونچھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اور پھر لڑکھڑاتے ہُوئے قدموں سے زینے اُترنے لگا۔ زینوں کے اختتام پر ایک مختصر سی راہداری تھی اور راہداری کے سامنے صرف ایک ہی دروازہ تھا جو کھلا ہُوا تھا۔ وہ اس دروازے میں داخل ہو گئے۔

یہ ایک وسیع کمرہ تھا جس میں شاندار فرنیچر لگا ہُوا تھا۔ فرش پر بھی دبیز قالین بچھا ہوا تھا۔ ایک طرف بچھے ہُوئے صوفے پر سفید بالوں والا ایک لحیم شحیم شخص بیٹھا ہُوا تھا۔ آنکھوں پر ہلکے رنگ کے شیشوں کا چشمہ بھی موجود تھا۔ شیشے اس قدر ہلکے رنگ کے تھے کہ ان میں سے اسکی آنکھیں صاف نظر آ رہی تھیں۔ اس نے سیاہ رنگ کی پتلون اور چیک کی آدھے بازوؤں کی بشرٹ پہن رکھی تھی۔

"اوہ۔ گڈ۔ تم اسے لے آئے۔" وہ شخص انہیں دیکھ کر صوفے سے اٹھ کھڑا ہُوا۔

"جونی حکم کا بندہ ہے باس۔ وہ حکم کی تعمیل کرنا جانتا ہے۔ چاہے اس کی

جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔" جونی نے واکر کو دھکا دیتے ہُوئے کہا۔

واکر لڑکھڑاتا ہُوا منہ کے بل قالین پر گر گیا۔ سفید بالوں والے شخص نے پہلے گہری نظر سے واکر کی طرف دیکھا اور پھر جونی کی طرف دیکھتے ہُوئے بولا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہیں شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا ہوگا جونی۔"

"یس باس۔ یہ کم بخت ضرورت سے زیادہ ہی پھرتیلا نکلا۔ لیکن مجھ سے بچکر کہاں جا سکتا تھا۔ یہ لیجئے۔ بریف کیس۔" جونی نے کہتے ہُوئے بریف کیس اسکی طرف بڑھا دیا۔

"گڈ۔ مجھے اس سے زیادہ بریف کیس کی ضرورت تھی۔" سفید بالوں والے نے جونی کے ہاتھ سے بریف کیس لے لیا۔

سفید بالوں والا وہ شخص جسے جونی نے باس کہہ کر مخاطب کیا تھا بریف کیس لے کر دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ اور بریف کیس کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے بریف کیس کے دونوں کھٹکوں کو باری باری دبایا لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس کی انتہائی کوشش کے باوجود بھی کھٹکے نہیں کھلے۔

"اس کی چابی کہاں ہے۔" باس نے قالین پر پڑے ہُوئے واکر سے پوچھا۔

"اس کی چابی نہیں ہے یہ میکنزم کے تحت کھلتا ہے۔" واکر نے پیشانی سے خون پونچھتے ہُوئے جواب دیا۔

"تو پھر۔ وہ میکنزم ہی بتا دو جس سے یہ کھولا جاتا ہے۔" باس بولا۔

"میں نہیں بتا سکتا۔" واکر نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"تمہیں بتانا پڑے گا۔" سیاہ پوش لباس والے نے آگے بڑھ کر واکر کو ایک

زور دار ٹھوکر لگاتے ہوئے غرا کر کہا۔

"نہیں۔ تم مجھ سے نہیں پوچھ سکتے۔" واکر کے لہجے کی سختی برقرار تھی۔

اس کے جواب سے سیاہ لباس والا طیش میں آگیا۔ اس نے واکر پر ٹھوکروں کی بارش کر دی۔ ساتھ ہی وہ واکر سے بریف کیس کے میکنزم کے متعلق بھی پوچھتا جا رہا تھا لیکن واکر نے سختی کے ساتھ اپنی زبان بند رکھی تھی۔ وہ ٹھوکریں کھاتا ہوا پورے کمرے میں لڑھک رہا تھا لیکن اس نے اپنی زبان نہیں کھولی۔

"ٹھہرو بھنڈاری۔" باس نے سیاہ لباس والے کو روک دیا۔

"اگر یہ میکنزم کے متعلق کچھ نہیں بتاتا تو ہم اسے مجبور نہیں کریں گے۔ ہم خود بھی اس بریف کیس کو کھولنے کی ٹرائی کر سکتے ہیں۔"

"تم ساری عمر لگے رہو تب بھی اسے نہیں کھول سکو گے۔" واکر ہانپتے ہوئے بولا۔

"ہمیں کھولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اسے توڑ سکتے ہیں۔" باس مسکرایا۔

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے مسٹر۔ اگر تم اس پر دزنی ہتھوڑے بھی برساؤ تو اسے توڑنے میں کامیاب نہیں ہو سکو گے۔ ہاں البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اسے کھولنے کا غلط طریقہ کھولنے والے کی موت کا باعث ہو سکتا ہے۔" واکر نے کہا۔

"کیا مطلب۔"؟ باس نے اسے گھورا۔

"اس کے ایک حصے میں دھماکے سے پھٹ جانے والا بارود بھرا ہوا ہے کسی غلط طریقے سے بارود پھٹ کر سامنے والے کے پرخچے اڑا سکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کا مخصوص حصہ محفوظ ہی رہے گا۔" واکر نے مسکرا کر جواب دیا۔

"ہُم۔ شاید نفسیاتی حربہ استعمال کر رہے ہو۔" باس نے اسے گھورا۔

"نفسیاتی حربہ نہیں۔ یہ حقیقت ہے۔ تم چاہو تو کوشش کر سکتے ہو۔" واکر نے جواب دیا۔

باس نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور پھر بریف کیس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ چند لمحوں تک وہ سرسری انداز میں دیکھتا رہا پھر اسے الٹ پلٹ کر انتہائی توجہ اور انہماک کے ساتھ اس کا جائزہ لینے لگا۔ لیکن انتہائی باریک بینی کے باوجود وہ اس بریف کیس کے کسی بھی حصہ پر سوئی کی نوک کے برابر بھی کوئی مخصوص نشان تلاش نہ کر سکا۔ جسے میکنزم سمجھا جا سکتا۔

اس طرف سے مایوس ہو کر اس نے ایک بار پھر کھٹکوں پر ٹرائی شروع کر دی لیکن انتہائی کوشش کے باوجود بھی وہ کھٹکوں کو حرکت نہ دے سکا اور آخر کار وہ ایک بار پھر بریف کیس کو الٹ کر دیکھنے لگا۔

"لاؤ باس میں دیکھتا ہوں، یہ بریف کیس کیسے نہیں کھلتا۔" جوتی نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

باس نے نظریں اٹھا کر جوتی کی طرف دیکھا اور بریف کیس اسکے ہاتھ میں تھما دیا۔ جوتی نے ریوالور کوٹ کی جیب میں ڈال لیا اور بریف کیس کو دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر اسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ پھر وہ بریف کیس لے کر صوفے کے کونے پر بیٹھ گیا اور جیب سے چابیوں کا گچھا نکال کر چابیوں کو دیکھنے لگا۔ پھر اس نے ایک چھوٹی سی چابی منتخب کی۔ یہ چابی بریف کیس میں لگے ہوئے کھٹکے کے سوراخ کے برابر تھی چند لمحوں تک اس نے چابی کو بغور دیکھا اور پھر چابی کو کھٹکے کے سوراخ میں ڈال کر اسے دائیں بائیں گھمانے لگا۔ سب لوگ اس کی طرف بغور دیکھ رہے

تھے۔ واکر بھی اس کی طرف متوجہ تھا اور اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار تھے۔

لیکن جب۔ جونی نے چابی پہلے کھٹکے سے نکال کر دوسرے کھٹکے میں داخل کی تو یکایک اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار پھیل گئے۔ وہ جونی کی چابی کو ادھر ادھر حرکت دیتے دیکھکر غیر محسوس انداز میں ایک طرف سرکنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ جونی سے تقریباً دس فٹ کے فاصلے پر پہنچ گیا۔

سفید بالوں والا باس اور سیاہ لباس والا جونی کی طرف متوجہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ واکر کو اپنی جگہ سے پیچھے ہٹتے ہوئے نہ دیکھ سکے۔ جونی بدستور چابی کو کھٹکے میں ادھر ادھر حرکت دے رہا تھا۔ اس نے بھی واکر کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔

دفعتاً کھٹاک کی ہلکی سی آواز ابھری اور تینوں چونک گئے۔ چابی نے کھٹکے میں دائیں طرف گھوم کر ایک چکر پورا کر لیا تھا۔ ان تینوں کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی جبکہ واکر کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات مزید گہرے ہو گئے اور وہ مزید پیچھے سرکنے لگا۔ جونی نے پہلی مرتبہ مسکرا کر واکر کی طرف دیکھا اور چابی کو دوبارہ آہستہ آہستہ دائیں طرف گھمانے لگا۔ چابی اس مرتبہ آہستہ آہستہ دائیں طرف گھومتی چلی گئی جیسے جیسے چابی گھومتی جا رہی تھی۔ ویسے ہی ویسے جونی کے ہونٹوں کی مسکراہٹ بھی گہری ہوتی جا رہی تھی۔ شاید وہ اس بات پر خوش تھا کہ وہ اپنی کوششوں سے بریف کیس کو کھولنے میں کامیاب ہونے ہی والا ہے۔ اس نے چابی کو مزید حرکت دی۔ چابی کا دوسرا چکر بھی پورا ہو گیا اور پھر۔

دفعتاً کمرے میں ایک زوردار دھماکہ گونجا۔ ایک انسانی چیخ بلند ہوئی اور جونی کے جسم کے سامنے والے حصے کے پرخچے اڑ گئے۔ کمرے میں ہر طرف گوشت

کے چھوٹے چھوٹے لوتھڑے اور خون کے چھینٹے بکھر گئے۔

چند لمحوں تک تو سفید بالوں والا باس اور اس کا ساتھی کچھ سمجھ ہی نہ سکے۔ اور جب ان کے حواس کچھ ٹھکانے آئے تو ان کی نظروں نے ایک انتہائی خوفناک منظر دیکھا کمرے میں گوشت کے لوتھڑے اور خون کے چھینٹے پھیلے ہوئے تھے۔ اور جونی کے پیٹ اور سینے کا کچھ حصہ غائب تھا۔ وہ جگہ ایسے نظر آ رہی تھی جیسے کسی نے انتے حصہ کا گوشت نوچ لیا ہو۔ جسم کے پھٹے ہوئے اس حصے سے اس کی آنتیں باہر نکل پڑی تھیں۔ اور خون کا پرنالہ بہہ رہا تھا۔ اس سے چند منٹ کے فاصلے پر واکر کا سیاہ بریف کیس پڑا تھا۔ بریف کیس کے دونوں کھٹکوں کے درمیانی جگہ ایک مربع انچ کا ایک سوراخ نظر آ رہا تھا۔ اس کے علاوہ اسے کوئی معمولی سا نقصان بھی نہیں پہنچا تھا۔ واکر کمرے کے ایک کونے میں کھڑا کبھی جونی کی لاش اور کبھی ان دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"مسٹر واکر، ہم صرف اس بریف کیس کی خاطر اپنے ایک دوست کی جان ضائع کر چکے ہیں۔ اور اب تمہیں اس بریف کیس کو کھولنا ہی پڑے گا۔ بصورت دیگر تمہارا حشر بھی جونی سے مختلف نہیں ہوگا۔" بالآخر سفید بالوں والے باس نے لب کشائی کی۔ اسکی آنکھوں میں خون کی سرخی اور آواز میں بھیڑیئے کی سی غراہٹ تھی۔

"ناممکن، تم اپنی کوششوں میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔" واکر نے ایک پرعزم لہجے میں جواب دیا۔

"بھنڈاری۔ ہم جونی کی قربانی ضائع نہیں جانے دیں گے۔ جیسے بھی ممکن ہو تم اس سے بریف کیس کا میکنزم معلوم کرو۔" باس نے غراتے ہوئے لہجے میں سیاہ

لباس والے کو حکم دیا۔

"ابھی لو باس، اگر پانچ منٹ کے اندر اندر اس نے زبان نہ کھولی تو مجھے اپنے باپ کا مت کہنا۔" بھنڈاری آگے بڑھتے ہوئے بولا۔

"نہیں مسٹر بھنڈاری، وہیں کھڑے رہو۔ تمہیں جاننے والے سب ہی لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ تم حرام کی پیدائش ہو۔"

وہ تینوں ہی یہ آواز سن کر اچھل پڑے، اور وہ تینوں بیک وقت مڑ کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے جہاں ایک لمبے قد والا نقاب پوش کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں سیاہ نال کا ایک ریوالور تھا جس کے سامنے سائیلنسر بھی نظر آ رہا تھا۔

"تت ... تم کون ہو۔؟" باس نے لہجے کو بارعب بناتے ہوئے پوچھا۔

"ہمیں بھی بہت دنوں سے مسٹر واکر کی تلاش تھی۔ اور آج یہ اتفاق سے سامنے آیا بھی تو تمہارے آدمی آڑے آ گئے، لیکن میں بھی کچی گولیاں نہیں کھیلا تھا۔ میں اس کار کے ڈکے میں چھپ گیا تھا جس میں تمہارے آدمی واکر کا تعاقب کر رہے تھے اور سفر کے دوران ہی میں ان کے سارے پروگرام سے آگاہ ہو چکا تھا۔ اور جب یہ واکر کو لے کر گیراج میں پہنچے تو میں اس وقت بھی کار کے ڈکے میں موجود تھا۔" نقاب پوش نے بتایا۔

"اوہ۔ لیکن کیا اوپر ہمارا ایک آدمی موجود نہیں تھا۔" باس سنبھل کر بولا۔

"موجود تھا، اس نے مزاحمت کی کوشش بھی کی تھی لیکن اس بیچارے کو اس گونگے ریوالور کی گولی چاٹ گئی۔" نقاب پوش نے بتایا۔

"اوہ۔" باس اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکا۔

"مسٹر واکر، اپنا بریف کیس اٹھا لو اور اس طرف آ جاؤ۔" نقاب پوش نے واکر کو حکم دیا۔ واکر کی کیفیت گویا آسمان سے گرا اور کھجور میں اٹکا والی بات ہوئی تھی۔ اس نے نقاب پوش کی طرف دیکھے بغیر اس کے حکم کی تعمیل کی اور قالین پر پڑا ہوا بریف کیس اٹھا کر اس طرف آ گیا جہاں اس نے اشارہ کیا تھا۔

اسی دوران بھنڈاری اپنی جگہ سے غیر محسوس انداز میں سرک کر ایک طرف ہٹ گیا تھا۔ اس نے کن انکھیوں سے اپنے باس کی طرف دیکھا اور پھر دفعتاً اس نے نقاب پوش پر چھلانگ لگا دی۔

نقاب پوش بھی غافل نہیں تھا۔ اس نے ٹریگر دبا دیا۔ خاموش ریوالور سے ایک شعلہ نکلا اور بھنڈاری چیخ کر قالین پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے سینے سے خون کی دھار بہہ نکلی تھی۔

"میں غلط حرکات برداشت کرنے کا عادی نہیں۔" نقاب پوش غرایا پھر اس نے واکر کو باہر دھکیل دیا۔ اور خود بھی باہر نکل آیا۔ باہر آتے ہی اس نے دروازے کی زنجیر چڑھا دی پھر واکر کو ریوالور سے کور کیے اوپر پہنچ گیا۔ اور پھر اچانک اس نے ریوالور کا دستہ واکر کی کھوپڑی پر رسید کر دیا۔ واکر تیورا کر گرا۔ وہ ایک بار پھر بے ہوش ہو گیا تھا۔

نقاب پوش نے واکر کو اٹھا کر کار کی پچھلی سیٹ پر ڈال دیا۔ بریف کیس بھی پچھلی سیٹ پر پھینک دیا اور میکنزم کا پش بٹن دبا کر دروازہ کھول دیا۔ پھر اس نے کار میں بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کیا اور اسے باہر نکال لایا۔

اور پھر، اس کے چند لمحوں بعد وہ سیاہ کار تیز رفتاری سے ایک طرف اڑی

جارہی تھی۔ اور اس کی پچھلی سیٹ پر واکر بے ہوش پڑا تھا۔

کچھ دیر تک کار تاریک اور سنسان سڑکوں پر دوڑتی رہی پھر وہ ایسی سڑک پر آگئی جہاں روشنی بھی تھی اور ٹریفک بھی، لیکن، اس سڑک پر آنے سے پہلے ہی نقاب پوش اپنے چہرے سے نقاب اتار چکا تھا۔ نقاب کے نیچے سے برآمد ہونے والا چہرہ اسے یورپ کے کسی ملک کا باشندہ ظاہر کر رہا تھا۔ اسکی تمام تر توجہ ونڈ سکرین پر لگی ہوئی تھی پچھلی نشست پر بے ہوش واکر کی طرف سے شاید وہ مطمئن تھا۔

واکر پچھلی سیٹ پر الٹی سیدھی حالت میں پڑا تھا۔ اس کے جسم کا آدھا حصہ سیٹ کے اوپر تھا اور آدھا نیچے لٹک رہا تھا۔ دفعتاً اس کے جسم میں ہلکی سی حرکت پیدا ہوئی۔ اس نے آنکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر آہستہ آہستہ اس کا ہاتھ بریف کیس کی طرف بڑھنے لگا جو اس سیٹ پر پڑا ہوا تھا۔ چند ہی لمحوں بعد اس کی انگلیاں بریف کیس کے ہینڈل پر گرفت جما چکی تھیں۔ اور اب اس کا دوسرا ہاتھ غیر محسوس انداز میں دروازے کے ہینڈل کی طرف سرک رہا تھا۔

اس کا ہاتھ دروازے کے ہینڈل پر پہنچ گیا۔ اور پھر ایک مرتبہ جب ایک موڑ پر کار کی رفتار قدرے کم ہوئی تو واکر نے ایک جھٹکے کے ساتھ دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا دی۔ وہ کسی پرندے کی طرح اڑتا ہوا سڑک پر گرا چند منٹ اُسے سنبھلنے میں لگے۔ اس نے کار کی طرف دیکھا جو بریکوں کی تیز چرچراہٹ کی آواز کے ساتھ کچھ دور جا کر رک گئی تھی۔ اور پھر، دوسرے ہی لمحے واکر نے ایک طرف دوڑ لگا دی۔ وہ جان توڑ کر دوڑ رہا تھا اور بریف کیس اس کے ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا

○

سیٹھ ہاشم اور سیٹھ نجیب، گرینڈ کی ایک ٹیبل پر بیٹھے مصروفِ گفتگو تھے، ان کی گفتگو کا موضوع وہ آرٹیفیشل ڈائمنڈ ہی تھے جو آج شام مسٹر واکر ان کے پاس بیچ آیا تھا۔ مسٹر واکر کے کہنے کے مطابق وہ تمام جواہرات نقلی تھے۔ لیکن انہیں اس بات کا یقین نہیں تھا کہ وہ جواہرات نقلی ہو سکتے ہیں کیونکہ انہوں نے خود بغور ان جواہرات کا معائنہ کیا تھا۔ اور انہیں خوب اچھی طرح سے پرکھا تھا۔ اور پھر سیٹھ ہاشم کے جنرل منیجر رشید نے بھی تو ان جواہرات کو اصل قرار دیا تھا۔

رشید کو جواہرات کی دنیا میں آئے ہوئے چالیس برس ہو چکے تھے۔ اسے جواہرات کا کیڑا کہنا مناسب ہوگا۔ وہ کسی ہیرے کو دور سے ایک نظر دیکھ کر ہی اس کی تمام خصوصیات اور کہانی بتا دیا کرتا تھا۔ وہ نہ صرف اپنے ملک میں بلکہ یورپ کے بیشتر ممالک میں بھی ایک بہترین جوہر شناش کی حیثیت سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ یورپ کے مختلف ممالک کے بعض بڑے بڑے لارڈ جواہرات کی خرید و فروخت کے موقعہ پر ان کی پرکھ اور جانچ پڑتال کے لئے اسے اپنے خرچ اور ایک معقول معاوضے

پہ بلایا کرتے تھے۔

رشید نے بھی ان جواہرات کو اصلی ہی قرار دیا تھا۔ پھر ایسی صورت میں وہ داکر کی اس بات پر کس طرح یقین کر لیتے کہ یہ جواہرات نقلی ہیں۔ لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ اگر وہ جواہرات اصلی تھے تو داکر انہیں اسقدر کم قیمت پر کیوں فروخت کر رہا تھا۔ یعنی پچاس ہزار کی چیز صرف پندرہ ہزار میں۔

"سیٹھ ہاشم، میں کسی طرح بھی یقین کرنے کو تیار نہیں ہوں کہ داکر کے جواہرات نقلی ہو سکتے ہیں۔"

سیٹھ نجیب نے چائے کا ایک گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔

"یقین تو مجھے بھی نہیں آرہا لیکن۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ وہ اتنے قیمتی جواہرات ایک تہائی قیمت پر فروخت کر رہا ہے۔" سیٹھ ہاشم نے جواب دیا۔

"اس سلسلے میں میرا ایک اندازہ ہے۔" سیٹھ نجیب بولا۔

"وہ کیا۔؟" سیٹھ ہاشم سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"یہ جواہرات چوری کے ہو سکتے ہیں۔" سیٹھ نجیب نے کہا۔

"یہ ناممکن ہے۔ تم نے ان جواہرات میں کوہ نور دیکھا تھا۔ جو شہنشاہ ایران کی ملکیت ہے۔ اگر یہ تاریخی ہیرا چوری ہو جاتا تو پوری دنیا میں اس کی دھوم مچ جاتی اس لیے یہ سوچنا بیکار ہے کہ یہ ہیرے چوری کے ہو سکتے ہیں۔"

"تو پھر۔" سیٹھ نجیب اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"اس کے بارے میں سوچنا پڑے گا کہ مسٹر داکر کے پاس یہ ہیرے کہاں سے آئے۔" سیٹھ ہاشم نے پُرسوچ انداز میں کہا اور چائے کے گھونٹ بھرنے لگا۔

"اس کے بارے میں یہ کس طرح معلوم کیا جائے۔"

"بہر حال، اس کے متعلق بعد میں سوچ لیا جائے گا۔ ویسے ہم کسی پرائیویٹ سراغ رساں کی خدمات بھی حاصل کر سکتے ہیں۔" سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے لیکن، تم نے شاید ایک بات پر غور نہیں کیا۔" سیٹھ نجیب بولا۔

"وہ کیا۔؟"

"یہ ہیرے چاہے اصلی ہوں یا نقلی، مارکیٹ میں آگئے تو جواہرات کی دنیا میں اس قدر شدید بحران آجائے گا کہ اس سے نبرد آزما ہونا انتہائی دشوار ہوگا۔"

"اس کے متعلق میں نے ابھی تک نہیں سوچا تھا۔ یہ تو واقعی تم نے ٹھیک کہا۔ پچاس ہزار کی مالیت والی چیزیں اگر وافر تعداد میں مارکیٹ میں آجائے تو بحران تو پیدا ہونا ہی ہے لیکن جواہرات کا یہ بحران اسقدر شدید ہوگا کہ دنیا بھر کی حکومتیں بوکھلا اٹھیں گی دنیا کی بیشتر حکومتیں ایسی ہیں۔ جن کے زرِ مبادلہ کا دارومدار جواہرات پر منحصر ہے۔" سیٹھ ہاشم نے فکرمند لہجے میں کہا۔

"یقیناً، لیکن۔ اس کا کیا حل ہونا چاہیئے۔" سیٹھ نجیب نے پوچھا۔

"داکر نے صرف ان لوگوں کو ہیروں کے سیمپل روانہ کئے تھے جن کے متعلق وہ جانتا ہے کہ وہ بلیک مارکیٹ سے وابستہ ہیں۔ اس طرح آج جتنے احباب بھی میری دکان پر آئے تھے وہ سب داکر کے الزام کی زد میں آتے ہیں جن میں ہم دونوں بھی شامل ہیں اور میرا خیال ہے کہ ہمیں خندہ پیشانی سے اس کا اعتراف کر لینا چاہیئے۔ کہ داکر کا یہ الزام بے بنیاد نہیں ہے۔" سیٹھ ہاشم مسکرا کر بولا۔

"ہاں، لیکن۔ اس وقت مسئلہ یہ نہیں کہ ہم اپنی بدعنوانیوں کا اعتراف کریں یا نہیں بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ ان بیش قیمت سستے جواہرات کو مارکیٹ میں آنے سے کس طرح روکا جائے۔" سیٹھ نجیب نے پوچھا۔

"اس کے دو طریقے ہیں۔ پہلا تو یہ کہ ملک بھر کے تمام جوہریوں کو اس سے مطلع کر دیا جائے اور انہیں جواہرات خریدنے سے روک دیا جائے، لیکن یہ کوئی یقینی بات نہیں۔ ممکن ہے ہم میں سے کوئی بظاہر تو بات مان لے لیکن خفیہ طور پر انہیں خرید لے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کل جب واکر جواہرات لیکر آئے تو اسے پولیس کے حوالے کر دیا جائے" سیٹھ ہاشم بولا۔

"فی الحال، ان دونوں تجاویز پر عمل ممکن نہیں" سیٹھ نجیب نے کہا۔

"وہ کیسے۔؟"

"اگر اسی ملک کا کوئی بھی جوہری ایمانداری کا ثبوت دیتے ہوئے واکر سے جواہرات خریدنے سے انکار کر دے تو ممکن ہے واکر کسی اور ملک میں جاکر ان کا سودا کر لے ظاہر ہے پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ اس طرح بات جہاں کی تہاں رہ جاتی ہے۔ اور اسے پولیس کے حوالے کرنا بھی عقلمندی نہیں، ظاہر ہے واکر اکیلا ہی تو نہ ہوگا۔ اس کے کچھ دوسرے ساتھی بھی ہوں گے جو ابھی تک ہماری نظروں میں نہیں آئے۔ اور ممکن ہے ان کے پاس بھی کثیر تعداد میں جواہرات موجود ہوں۔ اس طرح ہم واکر کو تو پکڑ لیں گے لیکن اسکے دوسرے ساتھی آسانی سے کسی دوسرے ملک جاکر اپنا کام کر سکتے ہیں" سیٹھ نجیب نے کہا۔

"ہاں تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ پھر کیا کیا جائے۔"

"ہم ایک دو روز تک اُسے ٹالتے رہیں گے۔ اس دوران ہم کسی چالاک جاسوس کا انتظام کریں گے جو واکر اور اس کے تمام ساتھیوں کے متعلق تحقیقات کریگا۔ اور پھر بیک وقت ان پر گرفت کی جائے گی۔" سیٹھ نجیب نے تجویز پیش کی۔

"لیکن، اس ملک میں پرائیویٹ جاسوس نہیں ہوتے" سیٹھ ہاشم بولا۔

"میں ایک لڑکے کو جانتا ہوں۔ وہ میرے ایک دوست کا لڑکا ہے وہ شوقیہ طور پر اس قسم کے کام کرتا رہتا ہے" سیٹھ نجیب بولا۔

"لیکن، اس کام کے لئے تو کسی نہایت شاطر اور چالاک انسان کی ضرورت ہے" سیٹھ ہاشم بولا۔

"وہ ایسا ہی ہے، میری نظروں میں اس سے زیادہ چالاک انسان آج تک نہیں گزرا۔ تم نے شاید علی عمران کا نام سنا ہو۔"

"علی عمران، اوہ! وہ انٹیلیجنس کے ڈائریکٹر جنرل رحمٰن کا لڑکا تو نہیں" سیٹھ ہاشم نے پوچھا۔

"ہاں وہی، وہ بہت چالاک انسان ہے۔"

"ہاں۔ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ اس کام کیلئے بہتر رہے گا" سیٹھ ہاشم نے گردن ہلائی۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ میں صبح ہی اس سے بات کر لوں گا، لیکن! یہ بات ابھی ہم دونوں کے درمیان ہی رہے گی، کسی تیسرے کو اس کا علم نہیں ہونا چاہیئے"

"مطمئن رہو نجیب، ایسا ہی ہوگا۔" سیٹھ ہاشم بولا۔

"تو پھر میرا خیال ہے کہ اب چلیں، مجھے ایک تقریب میں بھی جانا ہے نجیب

کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔

"چلو" سیٹھ ہاشم کرسی سے اٹھ گیا۔

وہ دونوں اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف بڑھے، شیخ نجیب نے بل ادا کیا اور باہر نکل آئے اور پھر پارکنگ میں اپنی اپنی گاڑیوں کی طرف بڑھ گئے۔

اپنی کوٹھی پہنچ کر سیٹھ نجیب نے کچھ دیر ریسٹ کیا اور پھر لباس تبدیل کر کے دوبارہ گھر سے نکل گیا۔ اس وقت رات کے نو بجے تھے۔ اور اسے ساڑھے نو بجے ڈنر کی ایک تقریب میں شریک ہونا تھا۔ اسطرح اسکے پاس پانچ دس منٹ باقی تھے۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ اس دوران عمران سے بات کر لی جائے۔

یہ سوچ کر اس نے کار سڑک کے کنارے ایک پبلک ٹیلیفون بوتھ کے سامنے روک لی اور نیچے اتر آیا۔ اس وقت بوتھ میں کوئی آدمی موجود فون پر بات کر رہا تھا چنانچہ سیٹھ نجیب کو اسوقت تک باہر کھڑے رہ کر انتظار کرنا پڑا جب تک کہ وہ شخص باہر نہیں آگیا، پھر۔ سیٹھ نجیب نے بوتھ کے اندر داخل ہو کر ہک پر لٹکا ہوا ریسیور اٹھایا اور انسرومنٹ میں مطلوبہ سکے ڈال کر عمران کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی، پھر تقریباً ڈیڑھ منٹ بعد دوسری طرف سے کال ریسیو کر لی گئی۔ کال ریسیو کرنیوالا عمران کا ملازم سلیمان تھا۔ اس نے بتایا کہ اسوقت گھر پر موجود نہیں اور ان کی واپسی کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کب آئیں گے۔

سیٹھ نجیب نے فون بند کر دیا۔ اور ریسیور ہک پر لٹکا کر باہر آگیا۔ پھر کار میں بیٹھ کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔

وہ ٹھیک وقت پر اپنے دوست کے ہاں پہنچ گیا۔ اسوقت تقریباً سارے ہی

مہمان آچکے تھے۔ اور وہ لوگ آپس میں گفتگو میں مصروف تھے۔ سیٹھ نجیب یہ جان کر چونک سا گیا کہ تقریباً سارے ہی مہمانوں کا موضوع گفتگو ایک قیمتی ہیرا ہے جو تقریب میں موجود ایک غیر ملکی خاتون کے نیکلس میں جڑا ہوا ہے۔

سیٹھ نجیب کے دل میں وہ ہیرا دیکھنے کا تجسس پیدا ہو گیا اور اس کی نظریں اس غیر ملکی خاتون کو تلاش کرنے لگیں جس کے نیکلس میں وہ ہیرا موجود تھا۔

اس نے جلد ہی اس غیر ملکی خاتون کو دیکھ لیا۔ جو چند مہمان میں گھری مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہی تھی۔ ان مہمانوں میں مرد بھی تھے اور خواتین بھی۔ خواتین کی تعداد مردوں کی نسبت کچھ زیادہ ہی تھی۔

سیٹھ نجیب بھی ان کے قریب جا کھڑا ہوا۔ اور غیر ملکی خاتون کی گردن میں پتلی سی سنہری زنجیر کے ساتھ آویزاں اس خوبصورت نیکلس کو دیکھنے لگا جو اس کے سینے کے عین وسط میں ..... جھول رہا تھا۔

اس خوبصورت نیکلس میں بادام کے برابر اسی شکل و صورت کا ایک ہیرا جڑا ہوا تھا جس سے رنگ برنگی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ خاتون کی گردن کی حرکت کے ساتھ جب نیکلس ہلتا تو ہیرے کی شعاعیں اسکے سامنے کھڑے ہوئے لوگوں کے چہروں پر پڑتیں اور ان کے چہرے جگمگا اٹھتے۔

سیٹھ نجیب پوری توجہ اور انہماک سے ہیرے کو دیکھ رہا تھا۔ ایک مرتبہ جب اس غیر ملکی خاتون نے اپنی گردن کو حرکت دی تو ہیرے کی بنفشی شعاعیں سیٹھ نجیب کی آنکھوں پر پڑیں اور ایک لمحہ کے لئے اس کی آنکھیں چندھیا سی گئیں۔

"خاتون، کیا آپ یہ نیکلس ایک منٹ کے لئے مجھے دکھا سکتی ہیں۔" سیٹھ

نجیب نے غیر ملکی خاتون کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

وہ غیر ملکی خاتون، جس کی عمر زیادہ سے زیادہ تیس برس ہوگی، عجیب سی نگاہوں سے اسکی طرف دیکھنے لگی جیسے سیٹھ نجیب کی یہ بات اسکے پاگل پن کا اظہار کرتی ہو۔ "اوہو سیٹھ نجیب ہیں۔" ایک پُر وقار عورت سیٹھ کی طرف دیکھ کر مسکرائی پھر وہ غیر ملکی خاتون کی طرف رُخ کر کے بولی۔

"مس شیبا، سیٹھ نجیب اس مُلک کے سب سے بڑے جوہری ہیں انہیں ہیرے جواہرات پرکھنے میں ملکہ حاصل ہے۔"

وہ غیر ملکی خاتون جسے مس شیبا کہہ کر مخاطب کیا گیا یہ سُن کر مسکرادی پھر اس نے گلے سے نیکلس اتار کر سیٹھ نجیب کی طرف بڑھا دیا۔

سیٹھ نجیب نے نیکلس ہاتھ میں لے کر ہیرے کو بغور دیکھا۔ ہیرا واقعی بہت عمدہ اور شاندار تھا۔ اور سیٹھ نجیب یہ دیکھ کر چونک گیا کہ یہ ہیرا یا ہو بہو اس شکل کا ہیرا گزشتہ روز وہ واکر کے پاس بھی دیکھ چکا تھا۔

"بہت خوب اچھی چیز ہے، ایسی عمدہ چیزیں آجکل مُشکل ہی سے ہاتھ لگتی ہیں۔ یہ آپ کو کہاں سے مِل گیا مس شیبا؟" سیٹھ نجیب نے نیکلس لوٹاتے ہوئے کہا۔

"یہ اتفاق ہی ہے کہ مسٹر نجیب یہ نیکلس مجھے کل رات ہی میرے منگیتر نے مجھے پریذنٹ کیا ہے۔" مس شیبا نے مسکرا کر جواب دیا اور نیکلس گلے میں ڈال لیا۔

"پریذنٹ؟" سیٹھ نجیب چونک گیا۔

"جی ہاں، میرا منگیتر فرانس کا لارڈ ہے اُسے ہیرے جواہرات سے جنون کی حد تک لگاؤ ہے۔ اس کے ذخیرے میں بیسیوں قیمتی جواہرات موجود ہیں اور بعض جواہرات تو تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔" مس شیبا نے مسکرا کر جواب دیا۔

"تب تو آپ بہت خوش قسمت ہیں مس شیبا، لیکن آپکے منگیتر ان دنوں یہیں پر موجود ہیں۔؟" سیٹھ نجیب نے کہا۔

"جی ہاں۔ آج دوپہر تک وہ یہیں تھے، لیکن انہیں اچانک ہی پیرس جانا پڑ گیا انکے منیجر نے بذریعہ ٹیلیگرام انہیں اطلاع دی تھی کہ ان دِنوں پیرس میں ایک جوہری آیا ہوا ہے جس کے پاس بیش قیمت جواہرات کا ذخیرہ موجود ہے اور وہ ان میں سے کچھ جواہرات فروخت کرنا چاہتا ہے۔ میرا منگیتر یہ پیغام ملتے ہی آج دوپہر کی فلائٹ سے پیرس روانہ ہوگئے۔" مس شیبا نے بتایا۔

"اوہ، مجھے افسوس ہے کہ میں ان سے ملاقات نہ کر سکا۔ لیکن کیا آپ غائبانہ طور پہ ان کا تعارف نہیں کروائیں گی؟" سیٹھ نجیب بولا۔

"موسیو ڈیورنڈ آندرے۔ وہ پورے فرانس میں ہیروں کے شہزادے کے نام سے مشہور ہیں۔"

"اوہ، موسیو آندرے، یہ تو میرے اچھے دوستوں میں سے ہیں حیرت کی بات ہے کہ یہاں انہوں نے مجھ سے ملاقات نہیں کی۔" سیٹھ نجیب بولا۔

"ہم لوگ پرسوں ہی یہاں ایک ضروری کام سے پہنچے تھے۔ اور مسٹر صادق کے علاوہ کسی کو بھی ہماری آمد کا علم نہیں۔ آج اگر وہ واپس نہ چلے جاتے تو موسیو آندرے یہاں اپنے تمام دوستوں سے ملاقات کرتے۔" مس شیبا نے بتایا۔

"کیا اب آپ یہیں رہیں گی؟" سیٹھ نجیب نے پوچھا۔

"جی ہاں، چند روز یہاں کے تاریخی مقامات کی تفریح کروں گی، مجھے مشرق کی تاریخ سے بیحد دلچسپی ہے۔"

"بہت خوب، آپکا قیام کہاں ہے مس شیبا۔"؟

"ہوٹل شوبرا، کمرہ نمبر ایک سو بارہ" مس شیبا نے بتایا۔

سیٹھ نجیب ابھی کچھ کہہ بھی نہ پایا تھا کہ گانگ بج اٹھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ڈائننگ ہال میں کھانا چنا جا چکا ہے۔ گانگ کی آواز سنتے ہی تمام مہمان کھانے کے کمرے کی طرف جانے لگے۔ سیٹھ نجیب مس شیبا کے ڈائننگ ہال کی طرف چل دیا۔ راستہ میں میزبان مسٹر صادق سے ملاقات ہوگئی۔ سیٹھ نجیب رک کر اس سے باتیں کرنے لگا۔ سیٹھ نجیب کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ موسیو آندرے اسکے دوستوں میں سے ہے۔ اس نے ان دونوں کو ڈنر پہ مدعو کیا تھا مگر موسیو آندرے کو اچانک ہی دوپہر کی فلائٹ سے پیرس جانا پڑ گیا یہی وجہ تھی کہ اس وقت اس کی منگیتر مس شیبا اکیلی ہی آئی تھی۔

پھر وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے ڈائننگ ہال کی طرف چل دیئے۔ جہاں لمبی میزوں پر پُرتکلیف کھانا چنا ہوا تھا تمام مہمان میزوں کے ارد گرد کھڑے تھے۔ اور شاید میزبان ہی کا انتظار کر رہے تھے۔ میزبان مسٹر صادق نے میزوں کا جائزہ لیا اور پھر مہمانوں سے کھانا شروع کرنے کی درخواست کی۔ میزبان کی اجازت ملتے ہی سب لوگوں نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

سیٹھ نجیب میزبان مسٹر صادق کے قریب ہی کھڑے تھے۔ اور مس شیبا

ان سے کچھ فاصلے پر میز کے دوسری طرف چند خواتین کے ساتھ کھڑی تھیں، مس شیبا کے جسم کی ہر معمولی سی حرکت کے ساتھ اس کا نیکلس جھولنے لگتا اور ہیرے کی جگمگاتی ہوئی شعاعیں چمکنے لگتیں۔

ابھی چند ہی منٹ گزرے تھے کہ دفعتاً پورا ہال تاریکی میں ڈوب گیا۔ اسکے ساتھ ہی خواتین کی دبی دبی چیخیں اور ملا جلا شور ابھرنے لگا۔ اور پھر یکایک ایک تیز نسوانی چیخ گونجی اور اسکے ساتھ ہی برتنوں کے چھناکے کا شور ابھرا جیسے کوئی میز الٹ گئی ہو اور پھر دھڑام سے کسی بھاری چیز کے نیچے گرنے کی آواز سنائی دی۔

پہلی تیز نسوانی چیخ کے فوراً ہی بعد وہاں پر موجود خواتین بلند آواز سے چیخنے چلانے لگیں، گزرنے والے ہر لمحہ کے ساتھ چیخنے چلانے کے اس شور میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ ساتھ ہی مردوں کی "کیا ہوا کیا ہوا" کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ لیکن اس وقت کوئی کیا بتا سکتا تھا کہ کیا ہوا ہے۔

پھر ٹھیک ایک منٹ بعد تاریک ہال روشنی میں نہا گیا۔ ایک لمحہ کے لئے سب لوگوں کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ اور جب انکی بینائی درست ہوئی تو سب کی نظریں ایک طرف اٹھ گئیں جہاں ایک میز الٹی ہوئی تھی۔ اور کھانے کے برتن دور دور تک بکھرے ہوئے تھے فرش پہ سالن اور ٹوٹے ہوئے برتنوں کے ٹکڑے پھیلے ہوئے تھے، اور میز کے قریب ہی مس شیبا آڑی ترچھی فرش پر پڑی تھی۔ اس کے جسم میں کسی قسم کی حرکت نہیں تھی۔

چند خواتین کے منہ سے ایک بار پھر خوفزدہ سی چیخیں نکل گئیں، آس پاس کھڑے

ہُوئے آدمی مس شیبا کی طرف دوڑے، سیٹھ نجیب بھی لوگوں کو ادھر ادھر ہٹاتا ہُوا وہاں پہنچ گیا۔ مس شیبا کے پاس پہنچ کر سب سے پہلی چیز جو اس نے محسوس کی وہ یہ تھی کہ مس شیبا کے گلے سے نیکلس غائب تھا۔ اور اس کے جسم پر سینے ——— سے ذرہ اوپر ایک ہلکی سی خراش تھی جس سے خون رس رہا تھا۔ ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے کسی نے وحشیانہ انداز میں اس کے گلے سے نیکلس نوچا ہو۔

" اوہ، یہ کیا ہوگیا سیٹھ نجیب " میزبان مسٹر صادق سیٹھ نجیب کے قریب آکر بولا۔

سیٹھ نجیب نے گردن گھما کر دیکھا۔ مسٹر صادق کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں اور وہ بدحواس سا ہو رہا تھا۔ سیٹھ نجیب چند لمحوں تک اسکی طرف دیکھتا رہا پھر جلدی سے بولا:

" مسٹر صادق، یہ ڈاکے کی واردات ہے براہِ کرم ہال کے تمام دروازے بند کروا دیجئے۔ فوراً، اور کسی کو اس وقت تک باہر نکلنے کی اجازت نہ دیں جب تک پولیس نہ آجائے، دروازے بند کرنے کے بعد پولیس کو اطلاع کر دیجئے۔"

" ڈاکہ، پولیس " مسٹر صادق کی کی بدحواسی یکدم بڑھ گئی۔ یہ اس کی بدحواسی ہی تھی کہ وہ کچھ سوچے سمجھے بغیر مہمانوں کو ادھر ادھر دھکے دیتا ہُوا۔ ایک طرف دوڑا اور بجائے اس کے ملازموں یا کسی اور کو کہتا خود ہی دوڑ دوڑ کر ہال کے دروازے بند کرنے لگا پھر شاید اُسے کچھ ہوش آگیا۔ اس نے چیخ چیخ کر ملازموں کو بلایا اور انہیں ہال کے تینوں دروازوں پر متعین کر دیا اور سختی سے ہدایت کر دی کہ کسی کو اندر آنے یا باہر جانے کی اجازت نہ دی جائے۔

ملازموں کو ہدایات دیکر وہ خود ہال سے باہر نکلکر اس کمرے کی طرف بھاگا جہاں ٹیلی فون رکھا ہُوا تھا، فون کے قریب پہنچ کر اس نے ریسیور اٹھایا اور جلدی جلدی پولیس اسٹیشن کے نمبر ڈال کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد ہی سلسلہ مل گیا۔ اور دوسری طرف سے ریسیور اٹھا لیا گیا۔ مسٹر صادق دوسری طرف سے کسی کے بولنے کا انتظار کئے بغیر جلدی سے ماؤتھ پیس میں بولے۔

" ہیلو پولیس، جلدی پہنچو، یہاں ایک ڈاکے کی واردات ہُوئی ہے "

" اطمینان سے بات کیجئے جناب، آپ کون ہیں اور کہاں سے بول رہے ہیں "

ریسیور پر ایک بھاری آواز سنائی دی۔

" اوہ، میں صادق قریشی بول رہا ہُوں، اٹھارہ وائٹ روڈ، براہِ کرم جلدی پہنچیئے " صادق نے بتایا۔

" مطمئن رہیئے ہم آرہے ہیں۔" اس آواز کے ساتھ ہی دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہوگیا۔ صادق قریشی نے ریسیور کریڈل پر رکھا اور جلدی سے باہر نکل کر ڈائننگ ہال کی طرف لپکا ڈائننگ ہال کا دروازہ بند تھا۔ اس نے ملازم سے دروازہ کھلوایا اور اندر داخل ہوگیا۔

ہال میں ابھی تک افراتفری مچی ہُوئی تھی، کچھ لوگ دبے لہجے میں دروازے بند کئے جانے پر احتجاج کر رہے تھے۔ بہت سے مہمان مس شیبا کے گرد جمع ہو چکے تھے جو ابھی تک بے ہوش پڑی تھی اور سیٹھ نجیب اور ایک عورت اُسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے تھے۔

چند منٹ بعد مس شیبا ہوش میں آگئی۔ آنکھیں کھولتے ہی اس نے

دیوان نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا پھر غیر ارادی طور پر اسکا ہاتھ گلے پر پہنچ گیا۔ دوسرے ہی لمحہ وہ چیخ مار کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"مائی نیکلس، او مائی گاڈ، میں لُٹ گئی۔"

"اطمینان رکھئے مس شیبا، ہال کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ مہمانوں میں سے ابھی تک کوئی بھی باہر نہیں نکلا۔ آپ کا نیکلس تلاش کیا جائے گا۔ پولیس کو بھی اطلاع کر دی گئی ہے۔ اور وہ ابھی پہنچنے ہی والے ہیں۔" سیٹھ نجیب نے اسے تسلی دی۔

مس شیبا بے اختیار اپنے گلے کی خراش کو سہلانے لگی جہاں سے ابھی تک خون رس رہا تھا۔ خون دیکھ کر وہ کچھ اور بھی خوفزدہ ہوگئی۔ اور پھر بے اختیار اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

"اوہ گاڈ، میں بالکل تباہ ہوگئی اگر مجھے علم ہوتا کہ اس ملک میں لٹیرے رہتے ہیں تو میں کبھی اس طرف کا رُخ نہ کرتی۔" مس شیبا روتے ہوئے بولی۔

"کوئی بھی ملک ان لٹیروں سے پاک نہیں مس شیبا مطمئن رہیئے۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ کا نیکلس مل جائے گا۔" سیٹھ نجیب نے ایک بار پھر اسے دلاسہ دیا۔

مس شیبا نے ایکبار پھر سیٹھ نجیب کی طرف دیکھا اور پھر بھوں بھوں کر کے بلند آواز سے رونے لگی۔ تقریباً بیس منٹ بعد ایک ملازم نے پولیس کی آمد کی اطلاع دی۔ یہ ملازم اسوقت ہال سے باہر ہی موجود تھا۔ اور پولیس کی آمد کی اطلاع اس نے دروازہ کھٹکھٹا کر دی تھی۔ پولیس کی اطلاع پا کر صادق قریشی ہال کے دروازے پر پہنچا اور پولیس کے اندر آنے کے بعد اس نے پھر دروازہ

بند کر دیا۔

پولیس کا عملہ جو چھ افراد پر مشتمل تھا، ایک انسپکٹر، ایک ہیڈ کانسٹیبل اور چار کانسٹیبل، مسٹر صادق قریشی نے انسپکٹر کو واقعات سے آگاہ کیا۔ انسپکٹر نے ہال کے تینوں دروازوں پر مسلح کانسٹیبلوں کو تعینات کر دیا اور خود صادق قریشی کے ساتھ مس شیبا کے پاس آگیا کچھ دیر تک وہ مس شیبا کی حالت کا جائزہ لیتا رہا اور پھر اس سے سوالات کرنے لگا۔

"یہ کیسے ہوا مس شیبا، برائے کرم تفصیل سے بتائیے، آپ کے تعاون سے ہی ہم صحیح تفتیش کر سکیں گے۔"

مس شیبا چند لمحوں تک آنسو بہاتی رہی اور پھر گلوگرفتہ لہجے میں کہنے لگی۔

"کھانا شروع ہوئے ابھی چند ہی منٹ ہوئے تھے کہ لائٹ آف ہوگئی۔ اور اس کے صرف دو سیکنڈ بعد مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی کا ہاتھ میرے سینے سے ٹکرایا ہو میں اپنے آپ کو بچانے کے لئے پیچھے ہٹ گئی لیکن دوسرے ہی لمحہ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے کوئی خونخوار پنجہ میرے سینے پر آپڑا ہو۔ ساتھ ہی میری گردن کو جھٹکا لگا خوف کے مارے میرے منہ سے چیخ نکل گئی۔ پھر کسی نے مجھے زور سے دھکا دیا۔ اور میں میز کے اوپر گر گئی، اس کے بعد مجھے نہیں معلوم کہ کیا ہوا جب ہوش میں آئی تو سیٹھ نجیب اور چند دوسرے مہمان میرے اردگرد موجود تھے مجھے اپنے سینے پر ہلکی سی جلن کا احساس ہوا اور جب میں نے ہاتھ سے اس جگہ کو ٹٹولا تو اس وقت علم ہوا کہ میرے گلے سے نیکلس غائب ہے۔"

"ہوں، اس وقت آپ کے پاس کون کون موجود تھا۔" انسپکٹر نے پوچھا

"آپ کا مطلب ہے لائٹ آف ہوتے سے پہلے" مس شیبا نے پوچھا۔

"جی ہاں، میرا یہی مطلب ہے" انسپکٹر نے سر ہلایا۔

"اس وقت میرے پاس مسز شاکر، مسز صادق مس ساحرہ مسٹر رفیق موجود تھے" مس شیبا نے سوچتے ہوئے بتایا۔

"کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ آپ کے سینے پر جو ہاتھ پڑا تھا وہ نرم تھا یا کھردرا میرا مطلب ہے ہاتھ زنانہ تھا یا مردانہ" انسپکٹر نے پوچھا۔

"مردانہ ہاتھ تھا، بھاری، اور یقیناً ناخن بھی لمبے رہے ہوں گے جس سے میرے سینے پر خراش آگئی" مس شیبا نے سینے کی خراش دکھاتے ہوئے کہا۔

"ہوں، کیا آپ مسٹر رفیق پر اس حرکت ... کا شبہ کر سکتی ہیں" انسپکٹر نے پوچھا۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ لیکن، میرا خیال ہے کہ میں مسٹر رفیق پر شبہ نہیں کر سکتی کیونکہ ان کے ہاتھ تو بہت ملائم ہیں کچھ دیر پہلے جب میں نے ان سے ہاتھ ملایا تھا تو یہ بات خاص طور سے نوٹ کی تھی اور حقیقت تو یہ ہے کہ میں نے مردوں میں ایسے نرم اور ملائم ہاتھ بہت ہی کم دیکھے ہیں۔ اور شاید ان کے ناخن بھی صاف ہیں جبکہ میں نے اپنے سینے پر جو ہاتھ محسوس کیا تھا وہ کافی کھردرا تھا" مس شیبا نے بتایا۔

"رفیق کے علاوہ اور کون مرد آپ کے آس پاس موجود تھا یعنی قریب ترین" انسپکٹر نے پوچھا۔

"افسوس میں اس کے متعلق کچھ نہیں بتا سکتی کیونکہ میں نے اس بات کو نوٹ

نہیں کیا تھا" مس شیبا نے جواب دیا۔ اور پھر چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کسی فوری خیال کے تحت بولی۔

"اور ہاں، مجھے یاد آیا، اس وقت ایک بٹلر بھی ہمارے آس پاس موجود تھا۔ وہ ایک ڈش ہماری میز پر رکھ کر پیچھے ہٹا ہی تھا کہ لائٹ آف ہو گئی تھی۔

"اوہ، کیا آپ اس بٹلر کو پہچان سکتی ہیں" انسپکٹر چونک کر بولا۔

"جی ہاں، اگر وہ اب بھی یہاں موجود ہے تو میں اُسے یقیناً پہچان لوں گی" مس شیبا ہال میں ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

پھر، انسپکٹر کی درخواست پر مسٹر صادق قریشی نے تمام ملازموں کو وہاں طلب کر لیا۔ جو اس وقت ہال میں موجود تھے۔ انسپکٹر نے مس شیبا کو اشارہ کیا اور وہ ملازموں کی طرف دیکھنے لگی۔

"یہی تھا" اس نے ایک بٹلر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

انسپکٹر نے اس بٹلر کو روک کر دوسرے تمام ملازموں کو جانے کی اجازت دیدی اور پھر اس بٹلر سے سوالات کرنے لگا۔

"تمہارا نام"؟

"سعید احمد جناب" بٹلر نے ڈرے ڈرے لہجے میں جواب دیا۔

"ان کی میز پر تم ہی سرو کر رہے تھے" انسپکٹر نے پوچھا۔

"جی ہاں جناب"

"لائٹ آف ہونے سے تھوڑی دیر قبل بھی تم ان کی ٹیبل کے قریب موجود تھے"

"جی ہاں جناب۔ میں اس وقت چاولوں کی ڈش ان کی میز پر رکھ کر پیچھے

ہٹ رہا تھا کہ لائٹ آف ہو گئی ۔" بٹلر نے بتایا۔

" لائٹ آف ہونے کے بعد تم وہیں کھڑے رہے تھے یا تم نے کسی طرف جانے کی کوشش کی تھی ؟" انسپکٹر نے پوچھا۔

" سچ تو یہ ہے جناب کہ میں اسوقت دو قدم اٹھا چکا تھا کہ لائٹ آف ہو گئی۔ اس کے چند ہی لمحوں بعد کوئی تیزی کے ساتھ مجھ سے ٹکرایا۔ میں لڑکھڑاتا ہوا۔ دوسری طرف ہٹ گیا۔ اور پھر شائد ایک سیکنڈ بعد کسی خاتون کی چیخ اور میز کے الٹنے کی آواز سنائی دی۔"

" کیا تم بتا سکتے ہو کہ لائٹ آف ہونے سے پہلے تمہارے آس پاس کون تھا؟" انسپکٹر نے پوچھا۔

" یہ دو تین حضرات اپنی اپنی میزوں پر کھڑے کھانا کھا رہے تھے ۔" بٹلر نے قریب کھڑے ہوئے دو تین آدمیوں کی طرف اشارہ کیا۔

" تم لڑکھڑا کر کس طرف ہٹے تھے ۔" انسپکٹر نے پوچھا۔

" بائیں طرف جناب ۔"

" اس کا مطلب ہے کہ تم سے ٹکرانے والا دائیں طرف سے آیا تھا۔ اور یہ لوگ کس طرف کھڑے تھے ۔" انسپکٹر نے پوچھا۔

" اس طرف جناب ۔" بٹلر نے بائیں طرف کی میزوں پر اشارہ کیا۔

" مس شیبا کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ آپ کے بائیں طرف کون کون موجود تھا۔ میرا مطلب ہے کوئی مرد ۔" انسپکٹر نے مس شیبا سے پوچھا۔

مس شیبا چند لمحوں تک سوچتی رہی انسپکٹر نے اس سمت کے بارے میں

پا تھا جس سمت سے بٹلر کے کہنے کے مطابق کوئی اس سے ٹکرایا تھا۔

" میرا خیال ہے کہ میز کے اس طرف آخری سرے تک کوئی مرد نہیں تھا۔ مرد میز سے دوسری طرف کھڑے تھے ۔" مس شیبا نے بتایا۔

" تم سے ٹکرانے والا کوئی مرد تھا یا عورت ؟" انسپکٹر نے بٹلر سے سوال کیا۔

" مرد تھا جناب ۔" بٹلر نے جلدی سے جواب دیا۔

" ہوں، تمہارے کہنے کے مطابق تم سے ٹکرانے والا دائیں طرف سے آیا تھا۔ وہ مرد تھا، جبکہ اس طرف کوئی مرد موجود نہیں تھا۔ مرد میز کے دوسری طرف تھے اور کسی کا فوری طور پر میز کے اس طرف پہنچ جانا قطعی ممکن نہیں ۔" انسپکٹر بولا۔

" میں کیا کہہ سکتا ہوں جناب ۔" بٹلر گڑبڑا سا گیا۔

" اپنے ہاتھ دکھاؤ ۔" انسپکٹر نے اچانک ہی کہا۔

بٹلر کچھ اور بھی گڑبڑا گیا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ انسپکٹر کے سامنے پھیلا دیئے ۔ ہاتھ بھاری اور کھردرے تھے ۔ اور اس کے ناخن بھی خاصے بڑھے ہوئے تھے۔ انسپکٹر نے دونوں ہاتھ الٹ پلٹ کر دیکھے ۔ دائیں ہاتھ کی درمیانی انگلی کے ناخن میں بھری ہوئی میل میں ہلکی سی سرخی کی رنگت بھی نظر آ رہی تھی ۔

" ٹھیک ہے ۔ اپنا پتہ لکھوا دو ۔ اگر ضرورت پڑی تو تمہیں پھر کسی وقت بلا لیا جائیگا۔" انسپکٹر اس کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے بولا۔

" میں یہیں رہتا ہوں جناب ۔ کوٹھی کے ایک سرونٹ کوارٹر میں ۔" بٹلر نے جواب دیا

" کب سے یہاں رہ رہے ہو ؟" انسپکٹر نے پوچھا۔

" ہم تو اس خاندان کے جدی پشتی خدمتگار ہیں جناب، میرے باپ دادا بھی اس

گھرانے کی خدمت کرتے رہے ہیں" ملازم نے بتایا۔

"ٹھیک ہے، اب تم جا سکتے ہو" انسپکٹر نے اسے اشارہ کیا۔

اس کے جانے کے بعد انسپکٹر ہال کا جائزہ لیتا رہا، پھر وہ بلند آواز سے مہمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔

"خواتین و حضرات، ہے تو یہ بہت بُری سی بات۔ لیکن حالات ہی کچھ اسی بات کے متقاضی ہیں کہ آپ لوگ اُسے گستاخی نہ سمجھتے ہوئے ہم سے تعاون فرمائیں گے آپ حضرات ایک ایک کر کے دروازے سے باہر نکلتے جایئے، دروازے پر موجود ہیڈ کانسٹیبل باری باری سب کی تلاشی لیگا۔ اُمید ہے کہ آپ اس میں اپنی توہین نہیں سمجھیں گے۔ یہ قانون سے تعاون کی بات ہے۔ خواتین کی تلاشی مس شیبا اور مسز صادق دوسرے دروازے پر لیں گی"

انسپکٹر کی اس درخواست پر بہت سے لوگوں کے مُنہ بگڑ گئے۔ لیکن بہرحال انہیں اس کی ہدایت پر عمل تو کرنا ہی پڑا تھا۔

جب سب لوگ ہال سے جا چکے اور نیکلس کسی سے بھی برآمد نہ ہوا تو ہال کی تلاشی لی گئی، دیوار کے قریب رکھی ہوئی چھلکے وغیرہ پھینکنے کی ایک باسکٹ سے مس شیبا کا نیکلس مل گیا لیکن اس میں ہیرا موجود نہیں تھا جس کا مطلب یہی تھا کہ ہیرا غائب کیا جا چکا ہے۔

ہال کی دوبارہ تلاشی لی گئی لیکن ہیرا نہیں ملا۔ پھر صادق کے اشارے پر ہال سے بٹلروں کو برتن وغیرہ اٹھانے کی اجازت دیدی گئی بٹلر برتن اٹھا اٹھا کر باہر لیجانے لگے۔ ان میں سعید احمد بھی شامل تھا۔

بٹلر سعید احمد چند برتن اٹھا کر کچن میں لے گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے محتاط نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر ایک پلیٹ اٹھا کر اسے پلٹ دیا۔ پلیٹ کے اندر کی طرف دھنسے ہوئے پیندے میں موم کے ساتھ ہیرا چپکا ہوا تھا۔

باورچی خانے کے باہر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ بٹلر نے ہیرا نکال کر اُسے جلدی سے گندگی کے کنستر میں ڈال کر ڈھکنا بند کر دیا اور باہر نکل آیا۔

ہزاروں روپے کی مالیت کا ہیرا گندگی کے کنستر میں پڑا تھا اور بلیسویں افراد اس کی گمشدگی پر پریشان ہو رہے تھے۔

♥

○

صبح کے ٹھیک سات بجے تھے۔ عمران ناشتہ سے فارغ ہو کر دفتر جانے کے لئے تیار ہوا ہی تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی، اس نے گھور کر ٹیلی فون کی طرف دیکھا۔ لیکن فون پر اس کے اس طرح گھورنے کا کچھ اثر نہیں ہوا اس کی گھنٹی بدستور بجتی ہی رہی مجبوراً اسے آگے بڑھ کر فوراً کا ریسیور اٹھانا ہی پڑا۔

"یس، علی عمران، ایم، ایس۔ سی۔ پی ایچ۔ ڈی وغیرہ" وہ ریسیور اٹھا کر بولا۔

"میں سیٹھ نجیب بول رہا ہوں عمران صاحب" ریسیور پر ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"سیٹھ نصیب، براہِ کرم پوری وضاحت کیجئے۔ بدنصیب یا خوش نصیب لیکن، میرا خیال ہے کہ سیٹھ لوگ تو ہوتے ہی خوش نصیب ہیں۔ اگر ان کے نصیب ان سے خوش نہ رہیں تو انہیں سیٹھ کوئی نہ کہے" عمران نے کہا۔

"نصیب نہیں عمران صاحب نجیب، نجیب جیولرز کا مالک" ریسیور پر کہا گیا۔

"اوہو، سیٹھ نجیب، سمجھ گیا۔ کہئے صبح ہی صبح آپ کو کیا تکلیف پہنچی" عمران نے بے تکلفی سے کہا۔ کیونکہ سیٹھ نجیب سے اس کی اچھی خاصی جان پہچان تھی۔

"تکلیف تو مجھے کل رات سے ہے عمران، کیونکہ کل رات بھی میں نے فون کیا تھا لیکن تم نہیں ملے" فون پر سیٹھ نجیب کی ہنستی ہوئی آواز ابھری۔

"کہئے۔ تکلیف کیا ہے جس نے کل رات سے آپ کو بے چین کر رکھا ہے" عمران نے پوچھا۔

"بس یوں سمجھ لو کہ کیس ہے۔" سیٹھ نجیب نے کہا۔

"کیس ہے" عمران دیدے گھماتا ہوا کہنے لگا۔

"کمال ہے کیس کے سلسلے میں آپ کو کل رات سے تکلیف ہے اور آپ مجھے تلاش کر رہے ہیں، ارے بندۂ خدا کسی دائی کو بلا لیا ہوتا"

"لاحول ولا قوۃ" سیٹھ نجیب کی جھینپی ہوئی آواز ابھری۔

"ارے بھائی میرا مطلب ہے کہ ایک عجیب سی الجھن آن پڑی ہے اور تمہارے ذریعے اس معاملے میں کچھ تحقیق کروانا چاہتا ہوں"

"تو پھر بتایئے۔ کیا الجھن ہے" عمران نے پوچھا۔

"فون پر نہیں بتا سکتا۔ تم میرے پاس آجاؤ یا مجھے اجازت دو میں تمہارے فلیٹ پر آجاؤں یہ بات اطمینان سے کرنے والی ہے"

"تمہیں شاید علم نہیں کہ میں ان دنوں بزنس کے معاملے میں بہت مصروف ہوں اور کسی اور معاملے پر زیادہ توجہ نہیں دے سکتا" عمران بولا۔

"لیکن میری بات سننے کے بعد تم اپنا بزنس بھول جاؤ گے۔ انتظار کرو میں

چند منٹ میں تمہارے فلیٹ پر پہنچ رہا ہوں۔" سیٹھ نجیب کی آواز ابھری۔

"میں فلیٹ پر نہیں ملوں گا۔ ایسا کرو تم آدھے گھنٹے بعد ڈھمپ اینڈ کو کے دفتر پہنچ جاؤ، امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس کرنے والی اس فرم کا دفتر اینڈرسن روڈ پر واقعہ ہے تمہیں آسانی سے مل جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں آدھے گھنٹے تک وہاں پہنچ جاؤں گا۔" سیٹھ نجیب کی آواز ابھری اور اس نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے کے بعد عمران نے بھی فون کا رسیور رکھ دیا۔ اور دروازے کی طرف بڑھا۔ لیکن ابھی اس نے دوسرا ہی قدم اٹھایا تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ عمران گھوم کر فون کو گھورتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔

"یس، اب کون میرا وقت ضائع کرنا چاہتا ہے۔" عمران رسیور اٹھا کر دھاڑا۔

"طاہر بول رہا ہوں جناب، رسیور پر بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

"کیا بات ہے کیا بولے بغیر تمہارا ناشتہ ہضم نہیں ہو سکتا۔" عمران نے کھا جانے والے لہجے میں کہا۔

"جی ہاں، کچھ ایسی ہی بات ہے۔" بلیک زیرو کی آواز ابھری۔

"تو پھر، جلدی کہو کیا بات ہے۔"

"یہ آج آپ انگارے کیوں چبا رہے ہیں۔" بلیک زیرو نے پوچھا۔

"میں انگارے چباؤں یا بجھے ہوئے کوئلے۔ تم مقصد کی بات کرو۔" عمران غصیلے لہجے میں بولا۔

"کیا آپ نے آج کا اخبار دیکھا ہے۔" بلیک زیرو نے پوچھا۔

اخبار والی بات پر عمران چونک گیا، یہ تو وہ پہلے ہی جانتا تھا کہ بلیک زیرو نے بھی کسی مقصد کے بغیر فون نہیں کیا۔ اور اسوقت اخبار کے حوالے سے اسے چونک جانا چاہیے تھا، یقیناً کوئی اہم بات ہو گی جو بلیک زیرو اسے بتانا چاہتا تھا۔ وہ بات کیا ہو سکتی ہے۔ اس نے آج کا کوئی اخبار نہیں دیکھا تھا کیونکہ جو ہاکر اسکے اخبارات لایا کرتا تھا وہ آج آیا ہی نہیں تھا۔

"نہیں پیارے کالے صفر، میں نے ابھی تک کوئی اخبار نہیں دیکھا کیونکہ ہمارے ہاکر کے سائیکل کا پیڈل ٹوٹ گیا ہے جس کی وجہ سے وہ ابھی تک اخبارات لے کر نہیں آیا۔" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"اوہو، تب آپ یقیناً بے خبر ہیں۔" بلیک زیرو بولا۔

"سسپنس پیدا کرنے کی کوشش مت کرو طاہر۔" عمران نے لہجے میں سنجیدگی پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"آج کے تقریباً تمام اخبارات میں اٹھارہ وائٹ روڈ پر ڈاکے کی ایک دلچسپ خبر چھپی ہے۔" بلیک زیرو نے بتایا۔

"ذرا وہ دلچسپی بھی بتا دو جو اس خبر میں موجود ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"وہاں ایک ڈنر پارٹی تھی۔ کھانے کے دوران لائٹ آف ہو گئی۔ اور کسی نے ایک مہمان خاتون مس شیبا کے گلے سے نیکلس نوچ لیا۔ جس میں بیاسی ہزار روپے کی مالیت کا ایک ہیرا جڑا ہوا تھا بعد میں وہ نیکلس تو ڈائننگ ہال کے ایک ڈسٹ بن سے مل گیا۔ لیکن ہیرے کا پتہ نہیں چل سکا۔ نیکلس کی مالک خاتون

موسیو ڈیورنڈ آندرسے کی منگیتر ہے۔ جو فرانس میں جواہرات کا شہزادہ کے نام سے مشہور ہے۔" بلیک زیرو نے بتایا۔

"اوہ، کیا وہاں پر موجود مہمانوں کی تلاشی لی گئی تھی۔" عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں خبر میں تو یہی بتایا گیا ہے کہ تلاشی لئے بغیر کسی بھی فرد کو ہال سے باہر نہیں نکلنے دیا گیا۔ وائٹ روڈ پولیس اس کیس کی تحقیقات کر رہی ہے۔"

"اچھا ٹھیک ہے میں خبر پڑھنے کے بعد ہی اس کیس میں اپنے لئے کوئی دلچسپی تلاش کر سکوں گا۔ فی الحال تو مجھے دفتر سے دیر ہو رہی ہے۔ تم چاہو تو اپنے طور پر کچھ کر سکتے ہو، اوکے، اوور اینڈ آل۔"

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ اور ریسیور رکھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔ ابھی وہ دروازے تک پہنچا ہی تھا کہ ذہن میں آنے والے ایک خیال کے تحت چونک سا گیا۔ کچھ دیر پہلے ہی اسے سیٹھ نجیب نے فون کیا تھا۔ سیٹھ نجیب بھی ہیرے جواہرات کا بزنس کرنے والی ایک فرم کا مالک تھا کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ بھی اسی سلسلے میں بات کرنا چاہتا ہو۔ یہی کچھ سوچتا ہوا وہ فلیٹ سے باہر نکل گیا۔ کرائے کے گیراج سے اس نے ٹوسیٹر نکالی اور اس پر سوار ہو کر کپاڈیا اینڈ کو کی طرف روانہ ہو گیا عمران نے کپاڈیا کی فرم کا یہی نام رکھا تھا۔ اسے امید تھی کہ عمران اور کپاڈیا دونوں بھی اپنی دکان پر پہنچ چکے ہوں گے، کپاڈیا اینڈ کو ایک ڈیپارٹمنٹل اسٹور تھا جس کے پچھلے حصے میں عمران نے اپنے لئے ایک چھوٹا سا دفتر بھی بنا رکھا تھا۔

عمران جب وہاں پہنچا تو وہ دونوں وہاں موجود تھے۔ اسے دیکھ کر دونوں مسکرا دیئے۔

"عمران صاحب۔ آج کے اخبارات میں آپ کے لئے ایک دلچسپ خبر موجود ہے۔" عمرانہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"ہاں، سنا تو میں نے بھی ہے لیکن ابھی تک خبر پڑھی نہیں۔ ذرا اخبار دکھانا مجھے۔" عمران ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"لیجئے اخبار اور ساتھ ہی یہ بھی بتایئے کہ ناشتہ کریں گے یا صرف چائے چلے گی۔" کپاڈیا نے اخبار اسکی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ناشتہ تو میں کر آیا ہوں۔ البتہ چائے سے انکار نہیں ہو سکتا عمران نے جواب دیا کپاڈیا نے ایک ملازم کو بلا کر اسے چائے لانے کی ہدایت کی اور عمران کیطرف دیکھنے لگا جواب پوری توجہ سے اخبار پڑھ رہا تھا پوری خبر پڑھنے کے بعد عمران نے اخبار میز پر رکھ دیا۔ اور پھر مسکراتا ہوا بولا۔" خبر تو واقعی بوریت دور کرنے والی ہے۔ لیکن میں آج شام کو تمہیں یہ بتا سکوں گا کہ اس آتش نمرود میں کود پڑنا چاہیئے یا نہیں۔"

"اور آج شام کا پروگرام تو بدستور رہے گا نا۔" عمرانہ نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں ہاں، کیوں نہیں۔ اس پروگرام کو تو ختم نہیں کیا جا سکتا۔" عمران نے بھی جواب دیا۔

"اور عمران صاحب، اگر آپ نے اس کیس پر کام شروع کیا تو مجھے ضرور ساتھ رکھئے۔ یہ میری خواہش ہے۔" عمرانہ بولی۔

"یقیناً، میں اس کیس میں تم سے کام ضرور لوں گا۔" عمران نے جواب دیا۔ پھر کچھ ہی دیر بعد ملازم چائے لے آیا۔ عمرانہ نے چائے بنا کر ایک ایک کپ کپاڈیا اور عمران کے سامنے رکھ دیا اور تیسرا کپ اپنے سامنے سرکا لیا چائے کے دوران

ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں اور پھر چائے ختم کرنے کے بعد عمران اٹھ گیا۔

وہ ٹھیک ساڑھے سات بجے ڈھمپ اینڈ کو پہنچ گیا۔ اور اس کے دفتر میں بیٹھنے کے صرف پانچ منٹ بعد سیٹھ نجیب بھی پہنچ گیا۔

"آؤ، آؤ سیٹھ نجیب، تمہاری تکلیف رفع ہوئی یا نہیں۔" عمران نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔

"اسی لئے تو تمہارے پاس آیا ہوں کہ شاید تم کوئی کام دکھا سکو۔" سیٹھ نجیب مسکراتا ہوا اس کے سامنے دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم صادق قریشی کے ہاں گزشتہ رات رونما ہونے والی واردات کے متعلق تو بات نہیں کرنا چاہتے۔" عمران نے پوچھا۔

"وہ ایک ضمنی چیز ہے، لیکن بات جواہرات ہی کی ہے۔" سیٹھ نجیب نے کہا۔

"تو پھر، ٹھیک ہے، بتا چلو، میں ہمہ تن گوش ہوں۔" عمران بولا۔

سیٹھ نجیب چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا اور پھر اس نے پارسل کے ذریعے ملنے والے قیمتی ہیرے سے لے کر واکر کی ملاقات تک کی تمام تفصیلات بتا دیں۔

"اوہ، یہ تو واقعی خطرناک بات ہے۔ اگر یہ ہیرے مارکیٹ میں آ گئے تو دنیا کی معیشت میں ایک زبردست بھونچال آجائے گا۔" عمران تفصیل سن کر چونکنے والے انداز میں بولا۔

"ہاں، اور میرا خیال ہے کہ یہ ہیرے مارکیٹ میں آ چکے ہیں۔" سیٹھ نجیب فکر مند لہجے میں بولا!

"کیا مطلب۔؟" عمران نے چونک کر اسکی طرف دیکھا۔

"گزشتہ رات صادق قریشی کی دعوت میں جو ہیرا چوری ہوا ہے مجھے شبہ ہے کہ وہ بھی انہی ہیروں میں سے ایک ہے جو گذشتہ روز میں نے واکر کے پاس دیکھے تھے۔" سیٹھ نجیب نے بتایا۔

"اوہ۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ چوری ہونے والا ہیرا انہی میں سے تھا۔" عمران نے پوچھا۔

"یقینی طور پر تو کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن میں نے ہو بہو اسی شکل اور حجم کا ہیرا اس کے پاس دیکھا تھا۔" سیٹھ نجیب نے بتایا۔

"ہوں۔ تو اس کا مطلب ہے کہ اس طرح مس شیبا بھی مشکوک ہو سکتی ہے۔" عمران بولا۔

"ہو سکتا ہے۔ بہرحال، میں تمہارے پاس اسی لئے آیا ہوں کہ اس سلسلے میں کچھ کرو۔"

"واکر آج کس وقت آئے گا۔" عمران نے پوچھا۔

"وہ آج رات آٹھ بجے آنے کو کہہ گیا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اپنا ایک آدمی وہاں بھیج دوں گا۔ پہلے ہم واکر کے بارے میں ہی تحقیقات کریں گے۔ اس کے بعد ہی کچھ اور سوچا جا سکتا ہے۔" عمران نے کہا

"ٹھیک ہے، تو پھر میں اب چلتا ہوں۔ اگر کوئی خاص بات ہوئی تو میں اطلاع کر دوں گا۔" سیٹھ نجیب کرسی سے اٹھتے ہوئے بولا۔

"اوکے۔" عمران نے اٹھ کر ہاتھ ملایا۔

سیٹھ نجیب چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد عمران نے صفدر کو بلا لیا۔

"یس باس" صفدر کمرے میں داخل ہو کر مؤدبانہ انداز میں میز کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

عمران نے گردن اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور پھر نجانے کیا سوچ کر بولا۔

"آئی ایم ساری مسٹر صفدر، میں نے تمہیں جس کام سے بلایا تھا وہ اس وقت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تم دوپہر کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ گے۔ اس وقت بات کی جائے گی۔"

"او کے باس" صفدر باہر چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد عمران نے روٹین کے مطابق ڈھمپ اینڈ کو کا کام شروع کر دیا۔ اور دوپہر ٹھیک ایک بجے اس نے فائلیں بند کر کے ایک کونے پر رکھ دیں۔ اور پھر تقریباً دو منٹ بعد صفدر اور روشی اس کے کمرے میں داخل ہوئے۔

"ہیلو طوطے، تمہاری عمارہ کا کیا حال ہے۔ میں تو کئی روز سے اس سے ملاقات ہی نہیں کر سکی" روشی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بے تکلفی سے بولی۔

"ٹھیک ہے، تمہیں دعائیں دے رہی تھی۔ آج چار بجے وہ یہاں آ رہی ہے" عمران نے بتایا۔

"اوہ۔ گڈ، بہت اچھی لڑکی ہے۔ لیکن کیا تم کھانا کھانے نہیں جاؤ گے" روشی بولی۔

"نہیں، آج یہیں منگوا لیتے ہیں" عمران نے کہا اور پھر پیون کو بلا کر کھانا لانے کی ہدایت کر دی۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد پیون دو لنچ بکس لے کر آ گیا۔

اور اس کے فوراً ہی بعد چاچا موقعہ بھی ایک پلیٹ میں پکوڑے سجا کر لے آیا۔

"عمران بھائی بالکل تازہ ہیں۔ ابھی ابھی بنائے ہیں" وہ پکوڑوں کی پلیٹ میز پر رکھتا ہوا بولا۔

"شکریہ استاد، تم میرا کتنا خیال رکھتے ہو۔ بیٹھ جاؤ، اب تم بھی کھانا کچھ ہی لو" عمران بولا۔

"کتنا خلوص اور چاہت ہے آپ کی اس دعوتِ شیراز میں عمران بھائی۔ اور اس دعوت کو رد کر دینا کفرانِ نعمت ہو گا" چاچا موقعہ بے تکلفی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

صفدر اور روشی اس کے اس انداز پر مسکرا دیئے روشی نے دونوں لنچ بکس کھول دیئے اور وہ سب اکٹھے کھانا کھانے لگے۔ چاچا موقع تو جلد ہی اٹھ کر تشکر تشکر کی تکرار کرتا ہوا۔ باہر چلا گیا۔ مگر روشی اور صفدر بیٹھے رہے۔

"کیا قصہ ہے عمران صاحب، صبح آپ کیا بات کرنا چاہتے تھے" صفدر نے پوچھا۔

"تم نے آج کا اخبار تو دیکھا ہو گا" عمران بولا۔

"جی ہاں۔ اوہ، وہ ہیرے کی چوری والی بات تو نہیں" صفدر چونک گیا۔

"ہاں، ٹھیک سمجھے۔ یہ صرف ہیرے کی چوری کی بات نہیں۔ بہت بڑی تعداد میں نقلی ہیرے اس ملک میں پہنچ چکے ہیں۔ جو دیکھنے میں بالکل اصلی ہیں۔ کوئی بڑے سے بڑا جوہری بھی انہیں نقلی ثابت نہیں کر سکتا۔ یہ ہیرے مارکیٹ میں لانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس ملک میں یہ ہیرے لانے والا داکر

نامی شخص ہے۔ معلوم کرنا ہے کہ وہ کون ہے اور اس کے ساتھ اور کتنے آدمی ہیں۔" عمران نے کہا۔

"اوہ، لیکن۔ کیا یہ ہیرے واقعی نقلی ہیں" صفدر نے حیرت سے پوچھا۔

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ تمہارے چیف کی اطلاع کے مطابق اس کے پاس کچھ ایسے جواہرات بھی ہیں۔ جنہیں تاریخی اہمیت حاصل ہے۔ مثلاً۔ کوہِ نور۔"

"کوہِ نور" صفدر حیرت سے بولا۔

"لیکن یہ ہیرا تو شہنشاہِ ایران کے پاس ہے۔"

"ہاں، میں جانتا ہوں۔ اس کے متعلق تمہارا ایکسٹو اپنے غیر ملکی ایجنٹوں کے ذریعے معلومات کرتا رہے گا۔ کہ وہ ہیرا اب بھی ایران کے شاہی خزانے میں موجود ہے یا نہیں، تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ تم واکر کے متعلق معلومات حاصل کرو۔" عمران نے کہا۔

"واکر کا حلیہ کیا ہے۔" صفدر نے پوچھا۔

"افسوس تمہارے چیف نے یہ نہیں بتایا۔ اس کے متعلق تمہیں خود معلوم کرنا ہوگا۔ اور میرا خیال ہے کہ تم اسے آسانی سے تلاش کر لو گے۔" عمران بولا۔

"ٹھیک ہے میں معلوم کر لوں گا۔"

"اور تم اپنی رپورٹ براہِ راست اپنے چیف کو دو گے۔"

"اوکے۔ اور کچھ۔" صفدر مسکرایا۔

"نہیں، شکریہ، اب تم دونوں میری جان چھوڑو، میں عمرانہ کو یہاں بلانے والا ہوں، مجھے ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے۔" عمران نے کہا۔

"اوکے، آؤ رد شی۔ ریسٹورنٹ سے چائے پی آئیں ابھی آدھ گھنٹہ باقی ہے۔" صفدر مسکراتا ہوا اٹھ گیا۔

ان کے جانے کے بعد عمران نے کپاٹا ایکسٹو کے نمبر ڈائل کئے اور سلسلہ ملنے پر عمرانہ کو اپنے پاس آنے کی ہدایت کی۔ پھر فون بند کرنے کے بعد اس نے چپراسی کے ذریعے چاچا موقعہ کو بلا لیا۔ عمرانہ کے آنے تک وہ چاچا موقعہ کی "خالص اردو" اور کاک ٹیل شاعری سے محظوظ ہوتا رہا۔ عمرانہ کے آنے پر اس نے چاچا موقعہ کو رخصت کر دیا۔

"کہئے خیریت عمران بھائی۔" عمرانہ اس کے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"ہاں خیریت ہی ہے۔ صبح تم نے کسی کیس پر کام کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔" عمران بولا۔

"اوہ، تو کیا واقعی آپ مجھے چانس دے رہے ہیں۔" عمرانہ کی آنکھیں چمک اٹھیں

"تم یہاں سے سیدھی اپنے گھر چلی جاؤ اور وہاں سے مختصر سا سامان لیکر شوبرہ ہوٹل پہنچ جاؤ۔ وہاں کمرہ نمبر ایکسو بارہ میں مس شیبا نامی ایک فرانسیسی لڑکی مقیم ہے یہ وہی لڑکی ہے جس کا کل رات ہیرا چوری ہو گیا تھا۔ تم کوشش کرنا کہ اس کے سامنے یا ساتھ والا کمرہ حاصل کر سکو۔ وہاں رہ کر تم مس شیبا کی نگرانی کرو گی۔ تمہیں اس کی تمام تر سرگرمیوں کو نگاہوں میں رکھنا ہوگا اور تم یہ بھی دیکھو گی کہ اس سے ملنے کے لئے کون کون آتا ہے لیکن اس کام میں انتہائی مہارت اور احتیاط کی ضرورت ہے، تمہاری معمولی سی غفلت یا لاپرواہی بنا بنایا کام بگاڑ سکتی ہے اور ممکن ہے تم خود بھی خطرے میں گھر جاؤ۔" عمران خاموش ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"مطمئن رہیئے، عمران بھائی، اسے کبھی بھی یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اس کی نگرانی کی جا رہی ہے، لیکن، وہ شام کا پروگرام۔" عمرانہ بولی۔

"تم کمرہ لینے کے بعد ٹھیک پانچ بجے یہاں پہنچ جانا۔ پھر وہ پروگرام بھی ہو جائے گا۔" عمران مسکرایا۔

"اوکے، تو اب میں چلوں۔" عمرانہ کرسی سے اٹھ گئی۔

"ہاں، جاؤ۔ لیکن کپاٹا کو اس کی ہوا بھی نہیں لگنی چاہیئے۔" عمران نے اُسے ہدایت کی۔

"مطمئن رہیئے، اچھا ماٹا۔" عمرانہ ہاتھ ہلاتی ہوئی باہر چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد عمران نے میز کی دراز سے ایک بوسیدہ سی کتاب نکالی اس کتاب کے صفحات کی رنگت پیلی پڑ چکی تھی۔ اور کئی صفحات گلے سڑے تھے۔ عمران نہایت احتیاط کے ساتھ اس کے صفحات الٹتا رہا۔ اس میں مختلف ادویات اور تیل صابن وغیرہ بنانے کے نسخے تھے۔

اس نے ایک صفحہ کھول کر سامنے رکھ لیا اور ایک کاغذ پر اس صفحہ سے کچھ نقل کرنے لگا۔ یہ چند چیزوں کی فہرست تھی۔ پھر اس نے کتاب بند کر کے احتیاط کے ساتھ میز کی دراز میں رکھ دی اور چاچا موقعہ کو بلا کر وہ سلپ اور سو روپے کا نوٹ اس کے حوالے کیا اور اُسے سلپ پر لکھی ہوئی چیزیں لانے کی ہدایت کی۔

چاچا موقعہ آدھے گھنٹے کے اندر اندر اس کی مطلوبہ چیزیں لے آیا پھر عمران نے ایک کنستر منگوایا۔

اور چاچا موقعہ سے منگوایا ہوا وائٹ آئل اس میں پلٹ دیا۔ اور مختلف

شیشیوں میں سے سیال روغن اس میں ڈال کر چاچا موقعہ کو ہدایت کی کہ اس محلول کو خوب ے تاکہ یہ اچھی طرح مکس ہو جائے۔ چاچا موقعہ نے فوراً ہی آستین اوپر چڑھا لیا اور نستر میں محلول کو مکس کرنے لگا۔

کچھ دیر بعد جب محلول اچھی طرح مل گیا تو اس نے سرخ رنگ کے سیال کی یشی اس میں پلٹ دی اب کنستر کے محلول کی رنگت سُرخ ہو چکی تھی۔ اس نے ینس کی شیشی بھی کنستر میں پلٹ کر اسے مکس کر دیا۔ پورہ کمرہ تیز خوشبو سے ہک اٹھا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے کنستر میں بھرا ہوا محلول فینسی قسم کی خوبصورت بوتلوں یں بھرنا شروع کر دیا۔ تقریباً بیس بوتلیں بھرنے کے بعد اس نے میز کی دراز میں ے خوبصورت چھپے ہوئے لیبل نکالے اور انہیں بوتلوں پر لگانا شروع کر دیا۔ کچھ ی دیر بعد تمام بوتلیں تیار ہو گئیں۔ اس نے ایک بوتل اٹھائی اور اُسے چہرے کے سامنے ا کر دیکھنے لگا۔

"بیڈال ہیئر ٹانک تیار تھا۔ لیبل پر چھوٹے حروف میں جو تحریر چھپی ہوئی تھی۔ اس کے مطابق یہ تیل سر کے بالوں کو کالا کرنے گرتے بالوں کو روکنے اور دماغ کو قوت و طاقت پہنچانے کے کام آتا تھا۔ اس نے بوتل میز پر رکھ دی اور چاچا موقعہ کو ہدایت کی کہ تمام تیار شدہ بوتلیں لکڑی کے بکس میں ڈال کر دوسری چیزیں ایک طرف سنبھال کر رکھ دے۔ چاچا موقعہ نے اس کی ہدایت پر پورا پورا عمل کیا۔

"ٹھیک ہے اُستاد۔ اب تم خوانچہ لے کر کہیں جاؤ گے نہیں۔ پانچ بجے کے قریب عمرانہ آئے گی تو پھر ہم چلیں گے۔" عمران نے اسے ہدایت کی۔

چاچا موقعہ کے جانے کے بعد عمران نے وقت دیکھا۔ ابھی صرف چار بجے
اور عمرانہ کو تقریباً پانچ بجے آنا تھا۔ اس دوران بیکار بیٹھنے کی بجائے اس نے ڈھمپ
اینڈ کو کا کام نمٹانا بہتر سمجھا۔

ٹھیک پانچ بجے عمرانہ آگئی اس نے بتایا کہ وہ مس شیبا کے ساتھ والا کمرہ حاصل
کرنے میں کامیاب ہو چکی ہے اس کمرے کا نمبر ایک سو گیارہ ہے دونوں کمروں کے درمیان
ایک دروازہ بھی ہے جو بند رہتا ہے اور دیوار کے اوپر ایک چھوٹا سا روشندان بھی موجود
ہے۔"

"گڈ، تم آج رات وہیں رہو گی، اور میں نے جو کچھ بھی کہا ہے اس پر عمل کرو
گی۔" عمران بولا۔

"مطمئن رہیئے عمران بھائی، آپ دیکھیں گے کہ میں کس ہوشیاری سے اپنا
کام انجام دیتی ہوں۔" عمرانہ نے مسکرا کر جواب دیا۔

"گڈ، ہمارا آج کا پروگرام تیار ہے۔ چاچا موقعہ کو بلا لوں تو پھر چلیں۔" عمران
نے کہا۔

اس نے چپراسی کے ذریعے پیغام بھیج کر چاچا موقعہ کو بلوا لیا۔ چاچا موقعہ
اپنا خوانچہ ٹھکانے لگا آیا تھا۔ اس کے کہنے پر وہ تیل کی بوتلوں والا بکس اٹھا کر
باہر لے گیا۔ عمران اور عمرانہ بھی اس کے پیچھے ہی دفتر سے باہر نکل آئے۔ بکس
کو عمرانہ کی کار کی ڈکی میں رکھ دیا گیا۔ عمران اور عمرانہ اگلی سیٹ پر بیٹھ گئے اور
چاچا موقعہ پچھلی سیٹ پر۔ اسٹیرنگ کے سامنے عمرانہ تھی۔

"کس طرف چلنا ہے۔" اس نے اسٹرنگ سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

"کیپٹل اسکوائر چلو۔ وہ جگہ ہمارے لئے زیادہ سود مند رہے گی۔" عمران
نے جواب دیا۔

عمرانہ نے گاڑی اسٹارٹ کر دی اور مختلف سڑکوں پر اُسے دوڑانے
لگی۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ کیپٹل اسکوائر پہنچ گئے۔ یہ جگہ شہر کا مرکز کہلاتی
تھی، شہر کے مختلف علاقوں کو جانے والی بسیں اس جگہ سے گزرتی تھیں اس جگہ
ٹرام جنکشن بھی تھا۔ یہاں چوبیس گھنٹے لوگوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ فٹ پاتھ پر مجمع
لگانے والوں کا قبضہ رہتا تھا۔ نیم حکیم قسم کے لوگ عوام کو خوب لوٹتے تھے۔

ایک طرف فٹ پاتھ خالی دیکھ کر عمران نے بھی وہاں گاڑی رکوا لی۔ عمران نے
نیچے اُتر کر ادھر ادھر دیکھا اور چاچا موقعہ کو ہدایت کی کہ ڈکی میں سے بکس نکال کر
کار سے کچھ دور فٹ پاتھ پر رکھ دے اور بوتلیں نکال کر فٹ پاتھ پر سجانے لگا۔
عمران اور عمرانہ کار کے نزدیک کھڑے اس کی طرف دیکھتے رہے۔ بوتلیں سجانے
کے بعد چاچا موقعہ نے عمران کی طرف دیکھا اور اس کا اشارہ پا کر مجمع جمع کرنا شروع کر
دیا۔ چند ہی منٹ میں اس کے گرد بیس پچیس آدمی جمع ہو چکے تھے۔

ہزار دل سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے گلشن میں دیدہ ور پیدا

چاچا موقعہ نے شعر پڑھ کر مجمع کو خطاب شروع کر دیا۔

"صاحبو! جس طرح ادکارہ نرگس کئی سال کی محنت کے بعد جوبن میں آ
کر لوگوں کی توجہ کا مرکز بنی تھی لیکن بڑھاپے نے جب اس کے بال سفید کر دیئے
تو لوگ اس سے دور ہٹنے لگے۔ صاحبو، ہر انسان پیدائش سے لیکر آخر تک اپنے

بالوں کو سنوارتا ہے۔ محنت کرتا ہے ان کی دیکھ بھال کرتا ہے لیکن بڑھاپے کا آغاز ہوتے ہی بالوں میں سفیدی آنا شروع ہوتی ہے تو وہ پریشان ہو جاتا ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ انسان جوانی میں بوڑھا نظر آنے لگے۔

صاحبو! آج کل بہت سے نیم حکیم قسم کے لوگوں نے آپ لوگوں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنا شروع کر دیا ہے۔

بوتلوں میں خوشبودار پانی بھر کر گراں قیمت پر فروخت کرتے ہیں لیکن اس کے استعمال کے بعد آپ کے بال کالے ہونے کی بجائے مزید سفید ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔"

لیکن صاحبو، ہماری کمپنی کا تیار کردہ بیڈال ہیر آئل اپنی مثال آپ ہے میرا سر دیکھئے میں بیس سال سے یہ تیل استعمال کر رہا ہوں اگر آپ کو میرے سر میں ایک بھی سفید بال نظر آجائے تو میرا سر منڈوا دیجئے۔"

چاچا موقعہ نے خاموش ہو کر اپنا سر جھکا دیا اور چاروں طرف گھوم کر لوگوں کو دکھانے لگا۔

اس موقعہ پر عمران اور عمرانہ بھی چاچا موقعہ کے پاس پہنچ گئے۔ عمران نے عمرانہ کو اشارہ کیا اور وہ مجمع کے وسط میں آکر کھڑی ہو گئی۔ چند لمحوں تک لوگوں کے چہروں کا جائزہ لیتی رہی اور پھر اس طرح مجمع سے خطاب کرنے لگی جیسے وہ ہمیشہ سے یہی کام کرتی چلی آرہی ہو۔

"حضرات، ابھی چند منٹ قبل میرے اسسٹینٹ نے بیڈال ہیر ٹانک اور بیڈال ہیر آئل کی جو تعریفیں بیان کی ہیں ان میں ذرا بھی مبالغہ نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ تیل اپنی نظیر آپ ہے اس کا کوئی ثانی نہیں، یہ تیل ہم نے نہایت محنت اور جفاکشی سے بادن بوٹیوں سے تیار کیا ہے۔ یہ دماغی کام کرنے والوں کے لئے ایک قیمتی تحفہ ہے اس کے استعمال سے دماغ کو تازگی اور فرحت محسوس ہوتی ہے۔ ذہن میں تر داٹ پیدا ہوتی ہے اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں نکھر آتی ہیں اس کے لگانے سے سفید بال قدرتی سیاہ نظر آنے لگتے ہیں بڑھاپے میں بھی آدمی جوان نظر آنے لگتا ہے۔ یہ ہماری گارنٹی ہے۔ اگر اس تیل کے استعمال سے فائدہ نہ ہو تو ہم قیمت کا دس گنا واپس کریں گے۔"

عمرانہ کے خاموش ہونے پر عمران نے مجمعہ سے خطاب کیا۔ اور آخر میں بولا۔

"حضرات، ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ ہم اپنی سچائی کا دعوے ثابت کرنے کی ہمت بھی رکھتے ہیں ایک صاحب آگے آجائیں، ابھی ہمارے جھوٹ سچ کا پتہ چل جائیگا۔"

عمران مجمع میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔ عمرانہ بھی متجسس نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر ادھیڑ عمر کے ایک آدمی کو بازوؤں سے پکڑ کر آگے کھینچ لیا۔ اس شخص کے سر کے بال بھی سفید تھے اور ڈاڑھی بھی بالکل سفید تھی۔

مجمع میں عمرانہ کی موجودگی کی وجہ سے ان کے چاروں طرف بہت سے لوگ جمع ہو چکے تھے عمرانہ جب اس ادھیڑ عمر شخص کو آگے کھینچ لائی تو بہت سے لوگ مسکرانے لگے۔

"ملاحظہ فرمائیے حضرات، ہمارے تیل کے استعمال سے ان کے بال پانچ منٹ کے اندر اندر بالکل سیاہ ہو جائیں گے۔ چاہے آپ دن میں دس مرتبہ

دھوئیے بالوں کا رنگ نہیں اترے گا۔" عمرانہ نے کہتے ہوئے چاچا موقعہ کو اشارہ کیا۔ چاچا موقعہ نے ایک بوتل اٹھا کر کھولی اور آستین چڑھا کر اس شخص کے سر اور ڈاڑھی پر تیل کی لپائی کرنے لگا۔ اس کے سر اور ڈاڑھی کی اچھی طرح لپائی کرنے کے بعد چاچا موقعہ ایک طرف ہٹ گیا اور مجمع سے باہر نکل گیا۔

"حضرات انتظار فرمایئے۔ صرف پانچ منٹ بعد جب ان کا سر دھویا جائے گا تو ان کے بال سیاہ ہو چکے ہوں گے۔" عمرانہ نے مجمع کو مخاطب کر کے کہا۔

کچھ دیر بعد چاچا موقعہ کہیں سے پانی کی بالٹی لے آیا۔ اور پھر ٹھیک پانچ منٹ بعد عمرانہ نے اسے اشارہ کیا چاچا موقعہ بالٹی لے کر اس شخص کے قریب آگیا۔ جو وسط میں بیٹھا ہوا تھا اس نے پانی سے اس شخص کا سر دھلانا شروع کر دیا۔ وہ شخص ہاتھوں سے سر اور ڈاڑھی کے بال ملتا رہا۔ اور پھر، چند منٹ بعد جب اس نے ہاتھ ہٹائے تو بالوں کے گچھے اس کے ہاتھوں میں تھے پانی کے ساتھ بھی سر اور ڈاڑھی کے بال نیچے بہہ رہے تھے۔

اس شخص نے جب اپنے ہاتھوں میں بالوں کے گچھے دیکھے تو ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا اور بری طرح چیخنے لگا۔

عمران اور عمرانہ نے بھی اسکی طرف دیکھا اس کے سر اور ڈاڑھی کے بال اکھڑ گئے تھے چہرہ پر سیاہی ملی ہوئی تھی اور مجموعی طور پر وہ شخص کچھ عجیب سا نظر آرہا تھا۔

"بھبھ... بھاگو!" عمران نے چیخ کر چھلانگ لگادی۔ دوسرے ہی لمحہ چاچا موقعہ اور عمرانہ بھی بدحواسی کے عالم میں لوگوں کو دھکیلتے ہوئے کار کی

طرف دوڑے۔

پہلے تو چند لمحوں تک لوگ صورتحال کو سمجھ ہی نہ سکے اور جب سمجھے تو وہ لوگوں کار میں پہنچ چکے تھے۔

عمرانہ نے اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ اتنے میں لوگ کار کو گھیرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ عمرانہ نے کار اسٹارٹ کر کے ایک جھٹکے کے ساتھ اسے دائیں طرف موڑا۔ اور پھر لوگوں کے ہٹتے ہی اس نے ایکسیلیٹر پر پیر کا دباؤ بڑھا دیا۔

"بال بال بچ گئے عمرانہ، نہیں تو آج بیچ چوراہے کے پٹائی ہو جاتی۔" عمران بولا۔

"لیکن، یہ کیسے ہوگیا۔" عمرانہ نے مسکرا کر پوچھا۔

"میں خود بھی نہیں سمجھ سکا۔"

"آپ نے مجھے نسخہ تو غلط نہیں لکھ دیا تھا عمران بھائی۔" چاچا موقعہ پچھلی سیٹ سے بولا۔

"اوہ، ایسا ممکن ہے۔" عمران چونک کر بولا۔

"بس، اب خاموش رہیئے۔ میں کچھ اور سوچ رہی ہوں۔" عمرانہ نے کہا۔

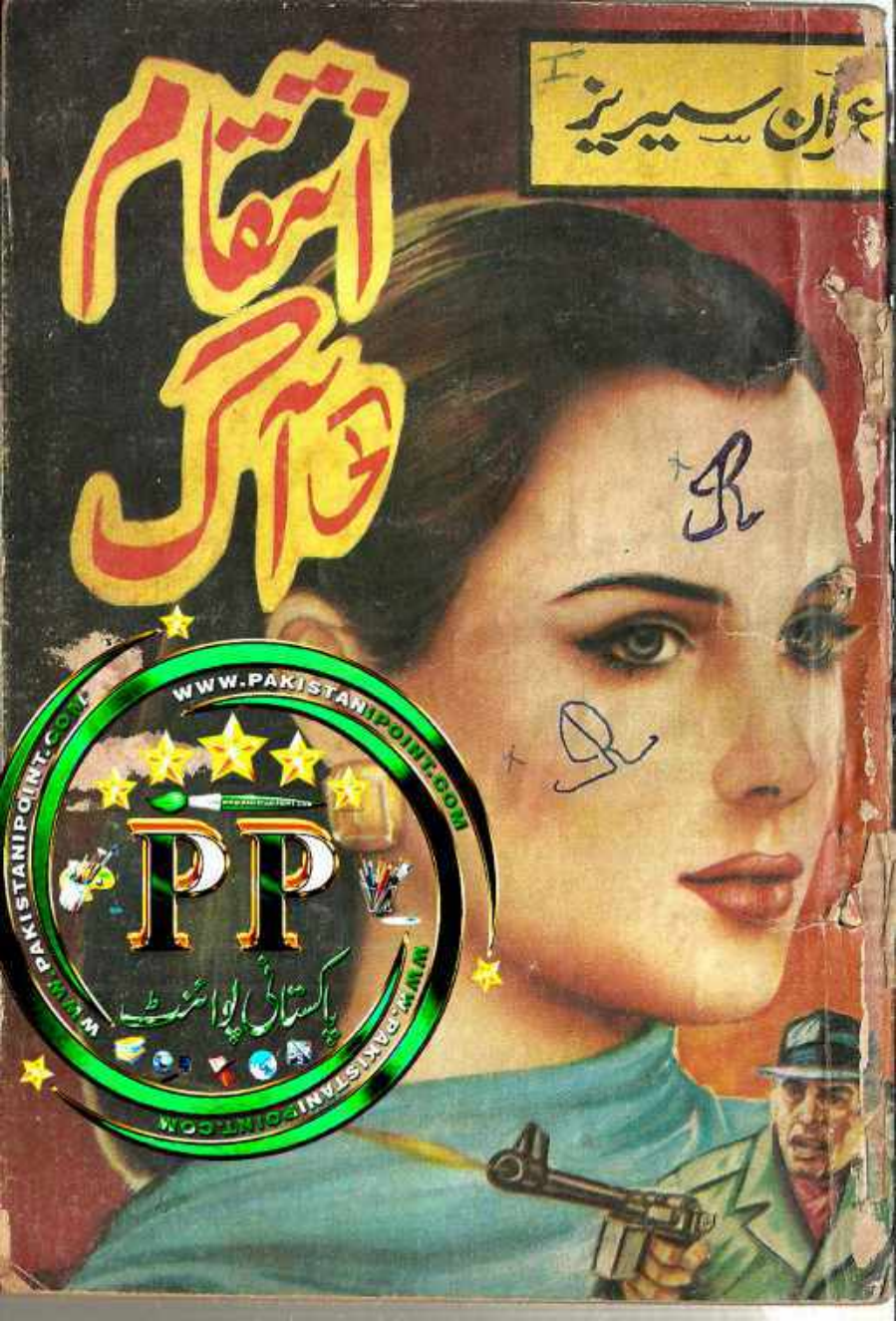
وہ دونوں خاموش ہوگئے اور عمرانہ نے کار کی رفتار بڑھا دی۔

ختم شد

اسکے بعد پڑھیئے حصہ دوئم ——— فریبی شہزادہ

عمران سیریز

انتقام



WWW.PAKISTANIPOINT.COM
PP
پاکستانی پوائنٹ

عمران سیریز

انتقام کی آگ

مصنفہ
نغمہ صفی

قیمت :- ——— سات روپے پچاس پیسے

ادارہ

فکشن فیکٹری - لیاقت آباد کراچی ۱۹

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اس ناول کے جملہ حقوق بنام مصنف ایس قریشی محفوظ ہیں۔ ترجمہ کرنے فلم ٹی وی یا اسٹیج ڈرامے کے لئے اسے نقل کرنے یا استعمار لینے کے لئے ایس قریشی کی تحریری اجازت لینا ضروری ہے ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔ استحقاق کا حق صرف کراچی کی عدالتوں کو حاصل ہے۔

اس ناول کے تمام نام مقام کردار افراد واقعات اور تشبیہ دی جانے والی چیزیں فرضی ہیں کسی سے مطابقت محض اتفاقیہ ہے جس کے لئے مصنف پرنٹر پبلیشر ناشر یا ادارہ ذمے دار نہیں۔

جناب ابرار صاحب اور طارق صاحب کی زیر نگرانی
فضلی سنز آفسٹ پرنٹرز کراچی میں چھپی۔

خط و کتابت کا پتہ

انتقام کی آگ حصہ اوّل۔ ناچتے شعلے حصہ دوئم
فکشن فیکٹری۔ لیاقت آباد کراچی ۱۹

پیش لفظ

انتقام کی آگ ملاحظہ کیجئے۔

عمران کا ایک نیا سنسنی خیز سسپنس ایکشن ہنگامہ اور پراسرار سراغ سے بھرپور ناول۔ ایک عجیب و غریب اور پراسرار کہانی جسے پڑھتے ہوئے دل دھڑکتا رہے گا اور خون کی روانی تیز ہوتی رہے گی۔

یہ اس مجرم کی کہانی ہے جو ایک قابل سائنسدان تھا مگر انتقام کی آگ نے اسے جرم کی طرف راغب کر دیا اور وہ اپنی ہی آگ سے جل کر بھسم ہونے لگا اس کا خیال تھا کہ اپنے ساتھ وہ دوسروں کو بھی جلا ڈالے گا۔ کیا ایسا ہوا۔ ملاحظہ کیجئے۔

ادارہ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ایس قریشی

کی عمران سیریز کے دو سنسنی خیز اور مکمل ناول

بلیک بزنس

بلیک بزنس جس کا نام لیتے ہی موت آدبوچتی تھی۔ بلیک بزنس عمران نے نام لیا ہی تھا کہ ایک دھماکہ ہوا اور پوری عمارت کے ٹکڑے اڑ گئے اور عمران۔ ہ جولیا نے بلیک بزنس کا نام لیا ہی تھا کہ اسٹین گن کا پورا برسٹ سینے پر لگا.... کیا جولیا مر گئی۔ سنسنی سسپنس اور ایکشن سے بھرپور خاص نمبر

اسپائے اسیمشر

وہ جسکی تلاش میں پولیس اور مجرم دونوں ہی تھے۔ اور دونوں ہی اس سے خوف کھاتے تھے۔ اسپائے اسیمشر ایک عجیب و غریب مجرم۔ خونخوار بھی اور سسپنس ہی سسپنس ایکشن ہی ایکشن۔ عمران کے کارناموں میں سب سے بڑا شاہکار ایک انمول شہ پارہ قیمت فی خاص نمبر پچیس روپے۔ چھپکر شائع ہوگئے ہیں آج ہی طلب

خط و کتابت کا پتہ

ایوب اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۳ لیاقت آباد کراچی،

"مے آئی کم ان سر!"

"آجاؤ۔!" رحمان صاحب کی گونج دار آواز فیاض کے کانوں سے ٹکرائی۔

پھر وہ پردہ ہٹا کر مودبانہ انداز میں چلتا ہوا رحمان صاحب کی میز کے نزدیک پہنچ گیا۔

"بیٹھ جاؤ۔!" رحمان صاحب کا موڈ بگڑا ہوا تھا۔

فیاض آہستگی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے رحمان صاحب کے چہرے پر جھنجلاہٹ اور ناگواری کے اثرات صاف محسوس کئے تھے۔

رحمان صاحب نے رومال سے عینک کے شیشے صاف کئے۔ پھر اسے ناک پر جما کر کہنے لگا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم... اور تمہارا عملہ اس قدر لاپرواہ کیوں ہوتا جا رہا ہے۔!"

Pakistanipoint
Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

"جی... جی..!" فیاض بوکھلا گیا۔

"ڈاکٹر ڈی پونگ کا کچھ پتہ چلا؟" رحمان صاحب نے اس کی بوکھلاہٹ کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں جناب! میں انتہائی کوشش کر چکا ہوں۔"

"تمہاری کوششیں نہ جانے کب بارآور ثابت ہوں گی!" رحمان صاحب نے ناگواری سے کہا۔ "ہمارے محکمہ کا ایک جونیئر افسر مجرموں کے ہاتھوں مارا جا چکا ہے۔ اور تم ابھی تک اس کا سراغ نہیں لگا سکے ہو۔"

"میں نہایت سرگرمی سے اس کے پیچھے لگا ہوا ہوں جناب مگر۔!"

"یہی ناکہ ابھی تک تم اس کی گرد بھی نہ پا سکے۔" رحمان صاحب نے جل کر کہا۔

"ایسا تو نہیں ہے جناب۔" فیاض نے کہا۔ لیکن..!"

"لیکن کیا۔؟"

"وہ... وہ.. ایکسٹو جناب! اس کی مداخلت ہمیشہ ہی میرے منصوبے کو ناکام بنا دیتی ہے۔"

"میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ایکسٹو کا ذکر میرے سامنے مت کیا کرو۔ وہ کون ہے۔ اور اس کی قانونی پوزیشن کیا ہے مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ اور میں اکثر محسوس کرتا ہوں کہ تم انگریزی کے ان دو لفظوں سے بے حد خائف ہو۔!"

"ایسا تو نہیں ہے جناب۔"

"پھر تمہارے ہی منصوبے نامکمل اور ناپختہ ہوتے ہوں گے!" رحمان صاحب کا پارہ آج چڑھا ہوا تھا۔ "جامع منصوبے ہی کامیابی کی دلیل ہوتے ہیں۔ اور منصوبہ بناتے وقت اس بات کو مدنظر رکھا کرو کہ میدان میں تمہارا حریف کون ہے۔"

"آئندہ ایسا ہی ہوگا جناب!" فیاض نے شرمندگی سے کہا۔

رحمان صاحب کچھ دیر خاموش رہے پھر کہنے لگے۔

"اوپر سے مجرم کی گرفتاری کے لئے سخت دباؤ پڑ رہا ہے اور تم ابھی تک محض کوششیں ہی کر رہے ہو۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ ہر کیس میں ایسا ہی ہو رہا ہے کہ تم تفتیش کرتے رہ جاتے ہو۔ اور دوسرے محکمے مجرموں کو نے نقاب بھی کر دیتے ہیں۔ کیا تم نے اپنے عملے میں تمام ناقص لوگ بھر رکھے ہیں۔"

"نہیں جناب...!" فیاض نادم سا تھا۔ "لیس یہ اتفاق ہی ہے۔"

"اتفاقات کا سلسلہ اب ختم ہو جانا چاہیئے۔" رحمان صاحب پھر گرجے۔ "تم جلد اصلیت تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ یہ محکمے کے وقار کا سوال ہے۔ اگر ہم ہر کیس میں ناکام ہوتے رہے تو اس محکمے کے وجود کا کوئی مقصد بھی نہ رہے گا۔"

"اب ایسا نہیں ہوگا جناب۔" فیاض نے یقینی لہجہ میں کہا۔ "اب میں جلد اس تک پہنچ جاؤں گا۔"

"ڈاکٹر ڈی پونگ ایک خطرناک مجرم ہے۔" رحمان صاحب پریشانی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

لہجے میں کہنے لگے۔" اس کے منصوبے بے حد تباہ کن تھیں اسے جلد گرفتار ہو جانا چاہیئے۔!"

"ایسا ہی ہوگا جناب!" فیاض نے جواب دیا۔

"میں نے اب طریقہ کار بدل دیا ہے۔!"

"تم کوئی سا بھی طریقہ اختیار کرو۔ میں تو صرف مجرموں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"میں انتہائی کوشش کروں گا جناب! تاہم وہ بہت چالاک مجرم ہے۔"

"مجرم سب ہی چالاک ہوتے ہیں۔" رحمان صاحب نے طنزیہ لہجہ میں کہا۔ "ایسا کوئی نہیں کرے گا کہ بھیانک جرم کا ارتکاب کر کے تمہارے پاس بھاگا چلا آئے۔ اور تم سے درخواست کرے کہ مجھے پکڑ کر حوالات میں بند کر دو۔"

فیاض کھسیانا سا ہو گیا۔ اس نے وہاں سے اٹھ جانے ہی میں عافیت سمجھی! پھر اس نے رحمان صاحب سے اجازت لی اور باہر نکل آیا۔

∴ ∴ ∴

فیاض کافی دیر سے کال بیل کا بٹن دبا رہا تھا لیکن اندر صرف گھنٹی کی مترنم آواز گونجتی رہی۔ دروازے پر کوئی نہیں آیا تھا۔ فیاض سوچ رہا تھا۔ عمران اگر اندر موجود نہیں ہے تو کوئی ملازم تو ضرور ہوگا کیونکہ

دروازہ باہر سے لاک نہیں تھا۔ اور اندر سے بھی کھلا ہوا تھا۔ پھر اس نے دروازے پر ٹھوکر ماری۔ اور نہایت طمطراق سے عمران کے کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا لیکن... دوسرے ہی لمحے اسے ٹھٹھک کر رک جانا پڑا۔ اندر سے عجیب قسم کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ایک آواز تو نہایت واضح تھی۔ وہ عمران کی آواز تھی۔ مگر دوسری آواز کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ وہ عجیب آواز تھی۔ جو نہ تو عورت کی معلوم ہوتی تھی۔ اور نہ کسی مرد کی۔ فیاض دروازے سے کان لگا کر غور سے سننے لگا۔ اندر سے کچھ اس قسم کی آوازیں آ رہی تھیں۔

"نہیں پیاری۔ ایسا نہ کہو۔" میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ تمہارے بغیر میری زندگی آثار قدیمہ کا کھنڈر بن کر رہ جائے گی۔" یہ آواز عمران کی تھی۔

پھر فیاض نے دوسری آواز سنی جو غالباً کسی لڑکی کی تھی وہ کہہ رہی تھی۔

"میں مجبور ہوں پیارے! تمہاری موٹر اتنے پرانے ماڈل کی ہے کہ ڈیڈی نے اسے دیکھتے ہی تمہیں اپنی فرزندی میں قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔"

پھر.... عمران کے رو دینے کی آواز آئی۔" پھر بتاؤ میں کیا کروں... کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں اس موٹر پر رنگ روشن کرا کر نیا بنا لوں۔ اور کسی کمپنی سے رسید حاصل کر لوں۔

Vaqar Azeem Pakistanipoint.com

"ہاں۔ یہ ترکیب کچھ اچھی ہے۔! لڑکی کی آواز آئی۔ مگر زیادہ کارگر نہیں۔ میں اس دن ڈیڈی کا موٹے شیشوں والا چشمہ چھپا دوں گی۔"

"ویری گڈ! عمران کی مسرت سے بھرپور آواز آئی۔ پھر ہم دونوں کی شادی ہو جائے گی۔ اور۔۔۔ اور۔۔ اسکے بعد بچے۔"

"نہیں۔! لڑکی کی گھبرائی ہوئی آواز آئی۔"

"کیوں۔؟"

"میں دودھ کہاں سے پلاؤں گی بچوں کو۔"

"پھر وہی۔!" عمران نے چیختی ہوئی آواز میں کہا تھا۔

"اچھا۔ اچھا۔ میں سمجھ گئی۔ مگر۔۔۔!"

"مگر کیا۔؟"

"تم نے مجھے تتھنی تو لاکر ہی نہیں دی۔ پھر شادی ہو جانے کے بعد میری فرمائش کیسے پوری کرو گے۔؟"

"اوہ تتھنی۔ عمران کی آواز آئی۔" دیکھو ڈیئر! آج کل سونا بہت مہنگا ہو گیا ہے۔ کیا پیتل کی تتھنی سے کام نہیں چل جائے گا۔"

"نہیں۔ میں تو اصل سونے کی تتھنی پہنوں گی اور جو کہ اسمگلنگ کا مال نہ ہو۔"

"کیوں۔ اس بات سے تمہارا کیا واسطہ!" عمران کی قدرے تیز آواز آئی۔

"پولیس والے جو مجھے پکڑ لیں گے۔"

"ٹھیک کہا تم نے۔ پولیس والے یقیناً تمہیں پکڑ کر لے جائیں گے اور رات بھر میں تمہارا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیں گے۔ اور پھر میں۔۔!"

مگر عمران کا جملہ پورا ہونے سے پیشتر ہی قیافی دروازے پر زور آزمائی کرنے لگا۔

"ہائے۔۔ ہائے۔۔۔ کون ہے یہ دروازے پر!" لڑکی کی سہمی ہوئی آواز آئی۔

"رقیب روسیاہ!" عمران رو دینے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔ شاید میرے علاوہ تمہارے چاہنے والے بھی موجود ہیں۔"

"اے قسم لے لو جو کبھی کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا ہو۔" لڑکی یقین دلانے والے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ یہ تو تم ہی ہو۔ ورنہ میرے بدن کو تو آج تک کسی نے چھوا تک نہیں۔!"

"دروازہ کھولو۔!" قیافی پوری قوت سے چیخا۔

"اے بھیا کون ہے!" لڑکی کی آواز دروازے کے قریب ہی محسوس ہوئی تھی۔

"پولیس۔! فوراً دروازہ کھولو۔" قیافی نے کڑک کر کہا۔

"اب کیا ہوگا۔ پولیس آئی ہے!" لڑکی کی گھبرائی ہوئی آواز آئی۔

"ضرور آئی ہوگی۔" عمران کہہ رہا تھا۔ "شاید نئے بجٹ میں حکومت نے عشق و محبت پر بھی ٹیکس لگا دیا ہے۔"

Waqar Azeem Pakistanipoint.Com

"ایسا ہی ہوا ہوگا۔" لڑکی نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہا۔ "مگر اب میں کیا کروں۔"

"تم چھپ جاؤ۔"

"کہاں۔؟"

"پلنگ کے نیچے۔!" عمران کی آواز آئی۔

"یہ ٹھیک ہے۔"

پھر کچھ دیر بعد دروازہ کھل گیا۔ اور فیاض دندناتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"لڑکی کہاں ہے؟" فیاض نے عمران سے پوچھا۔

"لڑکی! کیسی لڑکی۔؟" عمران نے پلکیں جھپکائیں۔

"وہی جس سے تم ابھی عشق فرما رہے تھے۔"

"قسم لے لو سوپر! فیاض! میرے علاوہ اس کمرے میں اور کوئی موجود نہیں ہے۔"

فیاض نے پلنگ کی طرف دیکھا۔ اسے دور ہی سے ایک ٹانگ نظر آگئی۔ پھر وہ تیزی سے اس طرف بڑھا۔ اور ٹانگ کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ مگر دوسرے ہی لمحے اس پر حیرت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے وہ... وہ تو سلیمان تھا۔ اس نے ایک لہنگا پہن رکھا تھا۔ اور سر پر سرخ دوپٹہ تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح کبھی عمران کی طرف دیکھنے لگتا اور کبھی فیاض کی جانب۔

"یہ کیا حرکت ہے۔؟" فیاض غراتا ہوا عمران کی طرف بڑھا

"ایکٹری۔ سوپر۔ فیاض۔!"

"کیا مطلب۔؟"

"یعنی اداکاری تمہیں یہ سنکر خوشی ہوگی کہ میں فلم کمپنی میں بھرتی ہوگیا ہوں۔ اور اس وقت رات والے شاٹ کی ریہرسل کر رہا تھا۔"

"بھاگو یہاں سے!" فیاض سلیمان کی طرف گھوما۔ اور سلیمان کسی نئی نویلی دلہن کی طرح دوپٹہ سنبھالتا ہوا کمرے سے بھاگ کھڑا ہوا۔

"بیٹھ جاؤ۔!" فیاض خود بھی ایک صوفے پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

"ضروری باتیں۔!" عمران نے ہونقوں کی طرح فیاض کی طرف دیکھا۔ خیر تو ہے۔؟

"ہاں۔" فیاض نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ تم پی پونگ کے متعلق کچھ جانتے ہوگے۔"

"پی پونگ.... اوہ مائی گڈ!" عمران خوشی سے چلایا۔ "بڑا پیارا نام ہے میں آئندہ فلم میں ہیروئن کا یہی نام رکھوں گا۔"

"بھاڑ میں گئی تمہاری فلم۔ مجھے ٹھیک ٹھیک جواب دو۔ پی پونگ کو تم جانتے ہو۔!"

"بالکل نہیں سوپر فیاض! شاید اس نام کا کوئی آدمی تمہاری سسرال میں موجود ہو۔!"

Waqar Azeem
Pakistanipoint.Com

"بکومت!" فیاض بیزاری سے بولا۔ "یہ ناممکن ہے کہ تم پی پونگ کے متعلق کچھ نہ جانتے ہو۔ تمہارے ایکسٹو کے گرگے اب بھی اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔"

"لگا رہنے دو۔!" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ "میں نے سب دھندے چھوڑ دیئے۔ سراغرسانی سے توبہ کرلی ہے۔ اور ایکسٹو پر لعنت بھیج چکا ہوں۔"

"مگر میں نے تمہیں کل ہی ایک کار کا تعاقب کرتے ہوئے دیکھا تھا۔!"

"ضرور دیکھا ہوگا۔ مگر وہ منظر کسی فلم کی شوٹنگ کا ہوگا۔ اور اگلی کار میں فلم کی ہیروئن ہوگی مس چنگاری۔!"

"یہ سب ڈھونگ ہے۔ تم ضرور کسی چکر میں ہو۔" فیاض کہنے لگا۔

"یہ دنیا ہی چکر میں ہے سوپر فیاض۔ کیا تم اس بات کو جھٹلا سکتے ہو کہ زمین سورج کے گرد اس طرح دوڑ رہی ہے جیسے پولیس والا کسی جیب کترے کے پیچھے۔"

"سنو۔" فیاض کے لہجے میں خوشامد عیاں تھی۔ "میں بہت مشکل میں پھنس گیا ہوں۔"

"پولیس کی نوکری کروگے تو یہی کچھ ہوگا پیارے۔"

"بات میری نوکری پر بھی آگئی ہے۔"

"نوکری سے استعفیٰ دے دو۔" عمران نے مشورہ دیا۔ "میں تمہیں کسی فلم میں ولن کا کردار ضرور دلوا دوں گا۔"

"میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"بات میں بھی سنجیدگی سے کر رہا ہوں۔" عمران نے جواب دیا۔

"پھر بتاؤ کہ پی پونگ کو کہاں تلاش کیا جائے۔؟"

"فلمی دنیا میں۔"

"اس نے میرے محکمے کے ایک آدمی کو ختم کر دیا ہے!"

"وہ تمہیں بھی ختم کر دے گا۔!" عمران نے برجستہ کہا۔

"وہ بہت خطرناک مجرم ہے۔" فیاض نے پھر کہا۔

"تم غضبناک بن جاؤ! آخر پولیس والے ہو کس بات کی ہے۔"

"سنو تو یار!" فیاض کچھ اور خوشامد پر اتر آیا تھا۔ "رحمان صاحب سخت برہم ہیں۔"

"کیوں۔؟"

"میں پی پونگ کو ابھی تک گرفتار نہ کر سکا۔ اور میرا خیال وہ یہ ملک چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا ہے۔"

"تم اسے کبھی بھی گرفتار نہ کر سکو گے۔!"

"وجہ۔؟"

"وجہ صرف یہ ہے کہ پی پونگ نام کا کوئی مجرم اس روئے زمین پر موجود نہیں ہے۔" عمران نے کہا۔

"کیا مطلب۔!" فیاض چونک پڑا۔

"میں نے نہایت شستہ اردو ہی میں بات کی ہے سوپر فیاض۔"

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

"میں تمہارا تک تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"ذرا بڑے ہو جاؤ۔ پھر اچھی طرح سمجھنے لگو گے۔"

ٹھیک اس وقت عمران کے ذاتی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اور وہ اٹھ کر ٹیلی فون کے نزدیک پہونچ گیا۔ اس نے رسیور اٹھایا۔ پھر بولا۔

"اٹ از علی عمران فلم ایکٹر۔۔۔!"

"اوہ! اچھا اچھا۔۔۔ ڈاکٹر کڑھا صاحب! ٹھہر جائیے۔ جی۔۔ جی ہاں۔ طفو جان! ویری گڈ۔۔۔ بالکل۔۔ یعنی بالکل ٹھیک۔۔۔ ہاں ہاں۔ مگر میں نے سنا ہے کہ اگر شوٹنگ کے دوران ہیرو کوئی نامناسب حرکت کرے تو وہ شوٹ کر دیتی ہے۔!"

"اچھا۔۔۔ تو پھر ٹھیک ہے۔۔ میں نے غلط سنا ہوگا۔ جی۔۔۔ کیا کہا۔ ولن۔۔۔ ولن بھاگ گیا ہے۔۔ خیر کوئی بات نہیں۔ میں نے ایک پیدائشی ولن کا بندوبست کر لیا ہے۔ وہ میرا ایک دوست ہے۔ پولیس کی نوکری سے عنقریب مستعفی ہونے والا ہے۔ اچھا۔ اچھا ٹھیک ہے۔ میں پہنچ رہا ہوں۔ بہت جلد۔۔۔" پھر اس نے آہستہ آہستہ فون پر کچھ کہا جسے فیاض بالکل نہ سن سکا تھا۔ پھر عمران نے رسیور رکھ دیا۔

"یہ کیا بکواس لگا رکھی تھی۔" فیاض غرایا۔

"تمہارے روزگار کی بات کر رہا تھا۔ فیاض ڈیئر۔ کیا پتہ تمہیں کب پولیس کی نوکری سے جواب مل جائے۔ اس نے سیٹ ریزرو

کرا دی ہے۔ اور سنو۔ اس وقت مجھے فوری طور پر شوٹنگ کے لئے اسٹوڈیو پہنچنا ہے۔ طفو جان سولہ سنگھار کے فلور پر پہنچ گئی ہے ٹاٹا۔"

عمران نے کہا۔ اور پھر تیزی سے کمرے سے نکل گیا۔

فیاض پاگلوں کی طرح اکیلا بیٹھا رہ گیا تھا۔

∴ ∴ ∴

وہ حسین لڑکی بہت دیر سے تعاقب کر رہی تھی۔ عمران نے کن انکھیوں سے دیکھا۔ وہ اب بھی اس کے پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھی اس نے تنگ شلوار پر سرخ رنگ کے بڑے بڑے پھولوں والا ایک جمپر پہن رکھا تھا۔ اور اس کا جسم لباس کو پھاڑ کر باہر نکلنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

پہلے تو عمران نے یہی سمجھا تھا کہ وہ لڑکی اتفاقاً اس کے پیچھے چل رہی ہے لیکن اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ حقیقتاً وہ اس کا پیچھا کر رہی ہے۔

عمران نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ لیکن اب لڑکی وہاں موجود نہیں تھی۔ اس نے ادھر ادھر نظر دوڑائی۔ مگر لڑکی کا دور دور پتہ نہ تھا۔

عمران پھر چل پڑا۔ اب وہ شہر کے فیشن ایبل علاقے میں آ گیا۔ یہ شہر کا سب سے بڑا شاپنگ سینٹر تھا۔ اور یہاں اونچے گھرانوں

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

کی معزز عورتیں بھڑکیلے ملبوسات میں خریداری کرنے میں مصروف تھیں۔

عمران نے غیر ارادی طور پر پیچھے گھوم کر دیکھا۔ لڑکی پھر اس کے تعاقب میں چلی آ رہی تھی۔ اور اب تو اس بات میں کوئی شبہ ہی نہ رہا تھا کہ لڑکی واقعی اس کا تعاقب ہی کر رہی ہے۔

سامنے ہی ایک کیفے تھا۔ عمران سیدھا کیفے میں گھستا چلا گیا اس نے ایک میز منتخب کی۔ پھر اچانک وہ اٹھا اور ایک کیبن میں چلا گیا۔ اس نے کیبن کا پردہ اس قدر کھول دیا تھا کہ باہر سے اس کو آسانی سے دیکھا جا سکے۔

کچھ دیر بعد لڑکی کیفے میں داخل ہوئی تھی۔ اس کی متلاشی نظریں ہر طرف کا جائزہ لینے لگیں۔ جیسے وہ کسی کو تلاش کر رہی ہو۔

دفعتاً اس کی نظر کیبن کی طرف گئی اور وہ کچھ مطمئن سی نظر آنے لگی۔ پھر وہ بڑھی۔ اور عمران کے سامنے ہی ایک میز پر جم گئی اس نے بیرے کو کافی کا آرڈر دیا۔ پھر چور نظروں سے عمران کی طرف دیکھنے لگی۔

عمران کے چہرے پر حماقت کی جلیاں کوند رہی تھیں۔ وہ ہونقوں کی طرح منہ پھاڑے اوپر چھت کی طرف گھور رہا تھا۔ چہرے سے خوف و ہراس اور حیرت مترشح تھی۔ جیسے کسی سے چھپ کر یہاں آ بیٹھا ہو۔ اور اسے جان کا خطرہ ہو۔

لڑکی نے کافی ختم کی۔ پھر وہ اٹھی۔ اور پرس گھماتی ہوئی عمران کے کیبن کی طرف بڑھنے لگی۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں۔" لڑکی کی مترنم آواز گونجی عمران نے چونک کر لڑکی کی طرف دیکھا۔ پھر وہ اس طرح سمٹ گیا جیسے بہت خوفزدہ ہو گیا ہو چہرے پر اب حماقت کی موسلا دھار بارش ہونے لگی تھی۔ لڑکی عمران کی اجازت کے بغیر ہی اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

"آپ بہت گھبرائے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔؟"

"دیکھئے میڈم!" عمران مضمحل آواز میں بولا۔ "ہمیں زیادہ تنگ نہ کیجئے۔ ہم شریف آدمی ہیں۔ اور۔۔ اور۔۔۔"

"اور کیا۔؟" لڑکی مسکرا دی۔

"اور یہ۔ کہ اگر آپ اسی طرح ہمارے پیچھے پڑی رہیں تو ہمیں اپنے عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے چیخ چیخ کر لوگوں کو جمع کر لینا پڑے گا۔ ورنہ۔۔"

"ورنہ آپ کیا کریں گے۔!"

"ورنہ ہم پولیس کو مطلع کر دیں گے۔ لیڈیز پولیس کو۔ اور پھر پولیس والوں کو بتائیں گے کہ ہماری عزت سخت خطرے میں ہے۔"

لڑکی نے زوردار قہقہہ لگایا۔ پھر بولی۔ "آپ کی عصمت کو کس سے خطرہ ہے۔"

Syaqar Azeem Pakistanipoint.com

"آپ سے!" عمران نے کنوارپنوں کی طرح شرما کر کہا۔ آپ بہت دیر سے ہماری پیچھے لگی ہوئی ہیں۔ آپ کو کیا حق ہے کہ آپ راہ چلتے شریف مردوں کو چھیڑیں۔ آپ لوگوں کے اگر یہی ہتھکنڈے رہے تو شریف مردوں کا گھر سے نکلنا دوبھر ہو جائے گا۔ کاش میں برقعہ اوڑھ کر آیا ہوتا۔!"

"برقعہ!" لڑکی نے حیرت سے عمران کی طرف دیکھا۔

"ہاں!" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "شریف مردوں نے اب برقعہ پہن کر گھروں سے نکلنا شروع کر دیا ہے۔ منچلی لڑکیاں جگہ جگہ لونڈوں کی تاک میں کھڑی رہتی ہیں۔ وہ ان پر آوازیں کستی ہیں اور کسی ایک لڑکے اغوا بھی کئے گئے ہیں اب شریف مردوں کا تو خدا ہی حافظ ہے۔!"

لڑکی حیرت سے عمران کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اسے یہ آدمی کچھ زیادہ ہی کریک نظر آیا تھا۔ اور وہ اس میں بے حد دلچسپی لے رہی تھی۔

پھر لڑکی نے کہا "مگر میں نے تو آپ سے کچھ نہیں کہا۔"

"ہائیں۔ یعنی چوری اور سینہ زوری۔ اب باقی بھی کیا رہ گیا ہے۔ آخر گھیر تو لیا آپ نے مجھے۔"

"آپ مجھے بہت اچھے لگ رہے ہیں۔" لڑکی نے عجیب نظروں سے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ضرور لگ رہا ہوں گا۔ ممی بھی یہی کہتی تھیں۔"

"اب کہاں ہیں تمہاری ممی۔؟"

"ان کا انتقال پر ملال ہو گیا۔"

"مجھے سخت افسوس ہوا۔" لڑکی نے افسردہ لہجے میں کہا۔ "مگر کب؟"

عمران کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ پھر وہ گھمبیر آواز میں کہنے لگا۔ "میرے پیدا ہونے سے قبل ہی ممی اس دنیا کو چھوڑ کر آسمانوں میں جا بسی تھیں۔"

"مگر آپ تو ابھی کہہ رہے تھے کہ اپنی ممی کو آپ بہت پیارے تھے!"

"آں۔۔ ہاں۔۔!" کہا تو تھا میں نے۔" عمران پر خیال انداز میں بولا۔ "پھر ضرور میں کوئی بات بھول گیا ہوں گا۔!"

"اور آپ کے ڈیڈی۔!" لڑکی نے پوچھا۔

"وہ بھی اس دنیا کو چھوڑ چکے ہیں۔ اور انھوں نے بن باس اختیار کر لیا ہے۔" عمران رو دینے پر آمادہ تھا۔

لڑکی اب سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔ عمران کی باتوں نے اسے زیر لب مسکرانے پر مجبور کر دیا تھا۔

"آپ کا گھر کہاں ہے۔؟" اس نے پوچھا۔

"میرا کوئی گھر نہیں ہے۔!"

"آپ رہتے کہاں ہیں۔؟"

"جہاں رات پڑ جائے۔ میں یتیم ابن یتیم ہوں۔"

"کیا آپ میرے گھر چلنا پسند کریں گے۔؟" لڑکی عمران کے چہرے کے تاثرات کا بغور جائزہ لینے لگی۔

"نہیں۔!" عمران نے عجیب ادائے دلربانہ سے کہا۔ "نوجوان لڑکیوں سے مجھے خوف آتا ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک خوبصورت سی لڑکی مجھے اپنے گھر لے گئی تھی اور... اور...!"

"کیا کیا اس نے تمہارے ساتھ۔؟" لڑکی نے اشتیاق سے پوچھا۔

"وہ نہ جانے میرے ساتھ رات بھر کیا کچھ کرتی رہی۔ وہ غنڈہ معلوم ہوتی تھی۔"

"غنڈہ!" لڑکی زور سے ہنسی۔ پھر بولی۔ "میں ایسی نہیں ہوں تمہیں وہاں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ اٹھو! آؤ میرے ساتھ!" لڑکی عمران کا ہاتھ کھینچتے ہوئے بولی۔

اور عمران سہما سہما خوفزدہ سا اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

پھر وہ کیفے سے باہر آگئے۔ لڑکی نے ٹیکسی رکوائی۔ اور عمران سمیت اس میں بیٹھ گئی۔

"تم مجھے کہاں لے جا رہی ہو۔!" عمران نے گھبرا کر کہا۔

"اپنے گھر۔!"

"کہاں ہے تمہارا گھر۔؟"

"ڈراؤنگ اسٹریٹ۔"

"میں نہیں جانتا ڈراؤنگ اسٹریٹ کہاں ہے۔ مگر... مگر۔!"

لڑکی اس کی پریشانی کو بھانپ گئی۔ پھر کہنے لگی۔ "تم کوئی فکر نہ کرو۔ میرے سوا وہاں اور کوئی نہیں ہے۔ تم وہاں بہت آرام سے رہو گے۔"

"اچھا!" عمران نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا جیسے تمہاری مرضی۔"

ٹیکسی تیزی سے سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ ڈراؤنگ اسٹریٹ کے علاقے میں متوسط طبقہ کے لوگ آباد تھے۔ یہ شہر کا مغربی حصہ تھا۔

ایک کثیر منزلہ عمارت کے سامنے پہنچ کر ٹیکسی اچانک رک گئی لڑکی عمران کو لئے ہوئے ٹیکسی سے اتر گئی۔ اس نے میٹر دیکھ کر بل ادا کیا۔ پھر وہ زینے کی طرف بڑھ گئی۔

عمران اس کے ساتھ ہی تھا۔ وہ بے خود سا نظر آ رہا تھا جیسے اسے کسی بات کا ہوش بھی نہ ہو۔

پہلے فلور پر پہنچ کر لڑکی رک گئی۔ پھر وہ ایک مقفل دروازہ کی طرف بڑھی اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔

وہ ایک خوبصورت ڈرائنگ روم تھا۔ اور آسائش کی ہر چیز وہاں موجود تھی۔ لڑکی نے مسکرا کر عمران کی طرف دیکھا۔ پھر اس کا ہاتھ تھامے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"تم یہاں بیٹھو میرے شہزادے! میں لباس تبدیل کر آؤں۔"

"آں... ہاں..." عمران نے کھوئی ہوئی آواز میں کہا۔ "مگر جلد آجانا مجھے تنہائی میں ڈر لگتا ہے۔"

لڑکی مسکراتی ہوئی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ عمران اب

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

محتاط نظروں سے کمرے کا جائزہ لینے لگا۔

کمرے میں رکھی ہوئی ہر چیز قیمتی تھی۔ اور ایک عام آدمی کی حیثیت کی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ عمران اس پہلو پر غور کئے بغیر نہ رہ سکا۔ پھر اس نے ایک گوشے میں ٹیلی فون رکھا ہوا دیکھا۔ اور اسی وقت لڑکی واپس کمرے میں آگئی تھی۔

عمران نے اسکی طرف دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ لڑکی نے بہت باریک لباس زیب تن کر رکھا تھا جس میں سے اس کا سڈول اور مرمریں جسم نمایاں نظر آرہا تھا۔ اس کا ہر ہر عضو سانچے میں ڈھلا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اور جسم سے شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ عمران نے نگاہیں دوسری طرف پھیر لیں۔ پھر وہ جھنجھلا ہوا بولا۔

"شرم کرو۔ شرم کرو۔ ایک نامنحوس مرد کے سامنے اس عالم میں نمودار ہوتے ہوئے تم پر بجلی نہ گر پڑی۔"

"کیوں۔؟" لڑکی اس جگہ سے ہٹ کر عمران کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ "کیا تمہیں میرا جسم پسند نہیں ہے۔"

"نہیں۔!" عمران بولا۔ "میں نے آج تک صرف اپنے جسم کو ننگا دیکھا ہے۔ اور وہ بھی باتھ روم میں۔"

اچانک فون کی گھنٹی بجی۔ اور لڑکی عمران کو چھوڑ کر ٹیلی فون کی طرف بڑھ گئی۔

اس نے ریسیور اٹھایا۔ پھر بولی۔ "ہیلو۔ ڈائنا اسپیکنگ۔"

"اوہ! آپ... گڈ نائٹ سر... جی... جی ہاں.. وہ میرے ساتھ ہے... جی.. کافی دلچسپ ہے... کافی دلچسپ کتاب ہے... بہت بہتر... جی نہیں..... کوئی دقت نہیں ہوگی۔ وہ بالکل ہی..... میرا مطلب ہے..... جی.. جی ہاں۔"

پھر ہلکے سے قہقہے کے ساتھ ڈائنا نے ٹیلی فون بند کر دیا اور عمران کے قریب آکر بولی۔

"سناؤ ڈیئر! تم اس وقت کیا پینا پسند کرو گے۔!"

"زہر!" عمران نے تلخ لہجہ میں کہا۔

"کیوں۔؟"

"میں مرنا چاہتا ہوں۔ اس دنیا نے مجھے بہت دکھ دیئے ہیں۔"

"تم عنقریب تمام دکھوں سے آزاد ہو جاؤ گے۔"

"کیا۔؟" عمران نے گھور کر لڑکی کی طرف دیکھا۔

"مطلب یہ کہ تمہارے دکھوں کا مداوا کیا جائے گا۔ اور خوشیاں تمہارے دامن میں بھر دی جائیں گی۔"

"کیا تم مسرتوں اور خوشیوں کی ٹھیکیدار ہو۔؟"

"ایسا ہی سمجھ لو۔!" لڑکی نے جواب دیا۔ "مگر.. مگر تم نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا۔؟"

"طیلہ نواز خاں۔!" عمران نے سوکھے ہوئے منہ سے جواب دیا۔

Waqar Azeem
pakistanipoint.com

"کیا۔؟ لڑکی حیرت سے چونکی۔ اور تمہارے باپ کا نام!"

"سارنگی نواز خاں۔"

"نام رکھنے کی یہ کون سی تک ہے۔" لڑکی نے پھر حیرت ظاہر کی۔

"ہم قوم کے میراثی ہیں۔" عمران لڑکی کو بتلانے لگا۔ اور ہمارے خاندان کی یہ قدیم روایات ہے کہ نام مختلف سازوں پر رکھے جاتے ہیں۔"

"پھر تمہاری ماں کا نام ڈھولکی وغیرہ ہوگا۔" لڑکی نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"نہیں۔!" عمران بولا۔ اس کا نام بیفری تھا۔"

دفعتاً ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا۔ اور چار نوجوان لڑکیاں اندر داخل ہوئیں۔ انھوں نے بھڑکیلے لباس پہن رکھے تھے اور چہرے میک اپ سے پُتے ہوئے تھے۔ ان سب کے ہاتھوں میں ایک ایک ریوالور تھا۔ اور ان کا رخ عمران کی طرف تھا۔

اچانک تین لڑکیاں عمران پر ٹوٹ پڑیں ان میں سے ایک عمران کو کور کیے ہوئے کھڑی رہی تھی۔

تینوں لڑکیوں نے عمران کو دبوچ لیا تھا پہلے تو عمران ہاتھ پیر مار کر لڑکیوں کی گرفت سے آزاد ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر اس نے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ جیسے تھک کر لیٹ گیا ہو۔

دراصل عمران خود بھی مزاحمت نہیں کر رہا تھا۔ ورنہ۔۔"

پھر ڈائنا ریشم کی ایک مضبوط رسی لے آئی۔ اور وہ سب مل کر عمران کے ہاتھ پیر باندھنے لگیں۔

"ارے شیطان کی خالاؤں۔ تم کیوں اس طرح مجھے باندھ رہی ہو۔" عمران چیخ پڑا۔

"خاموش رہو۔!" ایک لڑکی غرائی۔

"میں خاموش نہیں رہوں گا۔ بالکل نہیں رہوں گا۔ میں چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھا لوں گا۔ اور زمین پیروں پر۔ بتاؤ تم مجھے کہاں لے جا رہی ہو۔"

"جہنم میں۔" ایک لڑکی نے غصہ سے کہا۔ "شور مت کرو۔!"

"میں جہنم میں نہیں جاؤں گا! کبھی نہیں جاؤں گا۔" عمران دہائی دینے لگا۔ "میں نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔"

"ہم کچھ نہیں جانتے۔" لڑکی نے جواب دیا۔ "خدا خود فیصلہ کریگا۔"

"خدا۔! مگر تم کون ہو۔" عمران اب رو دینے والا تھا۔

"ملک الموت۔" اسی لڑکی نے جواب دیا۔ وہ ان سب کی لیڈر معلوم ہوتی تھی۔

"ہائیں۔! تم ملک الموت ہو۔!" عمران حیرت سے انہیں دیکھنے لگا۔ چند لمحے بعد بولا۔ "مگر پہلے تو کبھی کسی انسان کے ہاتھ پیر باندھ کر روح قبض نہیں کی گئی تھی۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.Com

"اب طریقہ کار بدل گیا ہے۔" لڑکی نے جواب دیا۔ "اب سب کے ساتھ ایسا ہی سلوک ہوا کرے گا۔"

"ہائے ... !" عمران کراہتے ہوئے بولا۔ "اب فرشتے بھی تشدد پر اتر آئے ہیں۔ خدا کیلئے تم مجھے جنت کے دروازے پر چھوڑ دینا۔"

"طوسی !" لیڈر لڑکی نے دوسری لڑکی سے کہا۔ "اس کی آواز بند کر دو۔"

پھر طوسی آگے بڑھی۔ اور عمران کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا۔ اس کے ساتھ ہی آنکھوں پر پٹی بھی باندھ دی گئی تھی۔

پھر لڑکیاں دوسرے کمرے سے ایک بڑا سا صندوق اٹھا لائیں اور عمران کو صندوق کے اندر ڈال کر اسے مقفل کر دیا۔

"بہت شریف آدمی ہے۔" ڈائنا کہنے لگی۔ "زمانے کا دھتکارا ہوا معلوم ہوتا ہے۔"

"اور خوبصورت بھی ہے۔" ایک لڑکی نے مسکرا کر ڈائنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔!" ڈائنا نے افسردہ لہجہ میں کہا۔ "شہزادی ہمیں کچا چبا جائے گی۔"

"خیر۔ اب ہمیں چلنا چاہیئے۔" لیڈر لڑکی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

پھر وہ ایک دوسری لڑکی سے تحکمانہ لہجہ میں بولی۔ "طوسی

مزدوروں کو بلاؤ۔"

طوسی باہر چلی گئی۔ اور کچھ دیر بعد جب وہ واپس آئی تو دو مزدور اس کے ساتھ تھے۔

"اس صندوق کو اٹھا کر باہر کھڑی ہوئی کار کی ڈکی میں رکھ دو۔" اسی سرغنہ لڑکی نے کہا۔ "اور دیکھو! احتیاط سے صندوق کو اٹھا کر گرنے نہ پائے۔ اس میں کانچ کے بہت نازک برتن ہیں۔"

مزدوروں نے آہستگی سے صندوق کو اٹھا لیا۔ پھر وہ سیڑھیاں طے کرنے لگے۔ چاروں لڑکیاں اس کے پیچھے ہی تھیں۔

ڈائنا اندر کمرے ہی میں رک رہی تھی۔

مزدور صندوق کو ڈکی میں رکھنے کے لئے۔ مگر وہ بہت بڑا تھا۔ اور ڈکی میں آ نہیں رہا تھا۔ اس کا کافی حصہ ڈکی سے باہر نکلا ہوا تھا۔ اور ڈھکن اوپر اٹھا ہوا تھا۔

"یہ صندوق کسی دوسری کار کی ڈکی کا ہے۔" لیڈر لڑکی نے گھور کر اپنی ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ "تم لوگوں نے صندوق کا غلط انتخاب کیا ہے۔ اور اچھی خاصی مصیبت بن گئی ہے۔"

"کیا اسے تبدیل کر دیا جائے۔" ایک لڑکی نے پوچھا۔

"نہیں۔!" اسی لڑکی نے جواب دیا۔ "اس طرح کافی دیر ہو جائے گی۔ ہم زیادہ دیر اس جگہ نہیں ٹھہر سکتے۔"

پھر اس نے مزدوروں کو سیٹ کے نیچے سے نکال کر ایک

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

رسی دی۔ اور صندوق کو کار کی ڈکی سے باندھ دیا گیا۔
لڑکی نے مزدوروں کو ان کی اجرت ادا کی۔ پھر وہ سب کار کے اندر بیٹھ گئیں۔ لیڈر لڑکی اسٹیرنگ سیٹ پر تھی۔
کچھ دیر بعد کار نہایت تیزی سے سڑک پر دوڑ رہی تھی۔

فیاض نے "پی پونگ" کی تلاش میں اپنی پوری قوت صرف کر دی تھی لیکن وہ اس تک پہنچنے میں ابھی تک کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔
انٹی لیجنس کی اطلاعات کے مطابق وہ نہایت خطرناک مجرم تھا۔ وہ حکومتوں کے تختے الٹ دیا کرتا تھا۔ اور اپنی مرضی کے لوگ برسر اقتدار لے آتا تھا اس طرح حکومت پر اس کے اثرات قائم ہو جاتے تھے اور وہ سیاہ و سپید کا مالک بن جاتا تھا۔ پھر وہ ملک کو جس طرح چاہتا تھا۔ اپنے مفاد میں استعمال کرتا تھا۔
مگر فیاض ابھی تک اس کی گرد کو بھی نہ پا سکا تھا۔ دراصل پی پونگ کو ابھی تک کسی نے نہ دیکھا تھا۔ بس اس کا نام ہی ہیبت کا باعث بنا ہوا تھا۔ وہ نام کی مناسبت سے جیسی تصور کیا جاتا تھا۔ مگر یہ مصدقہ بات نہیں تھی۔ خود انٹیلیجنس کا محکمہ اس بارے میں گول مول

خیالات رکھتا تھا۔
اور اس وقت بھی فیاض ایک عمارت پر چھاپہ مارنے جا رہا تھا۔
وہ پولیس ٹرک میں اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس کے ساتھ ایک سارجنٹ تھا جس نے یہ اطلاعات بہم پہنچائی تھیں کہ گورنمنٹ سوسائٹی میں ایک شخص کو مشتبہ حالت میں آتے جاتے دیکھا ہے پیچھے ٹرک پولیس کے سپاہیوں سے لدا ہوا تھا۔
جلد ہی ٹرک گورنمنٹ سوسائٹی کی حدود میں داخل ہو گیا۔ سارجنٹ ڈرائیور کو راستہ بتا رہا تھا۔ اور پیچھے سپاہی مستعد ہو گئے تھے۔
اچانک ٹرک ایک خوبصورت بنگلے کے قریب پہنچ کر رک گیا اس طرف عمارت کی پشت تھی لیکن باؤنڈری زیادہ اونچی نہیں تھی۔
فیاض سارجنٹ اور چھ سپاہیوں کے ساتھ چار دیواری پر چڑھ کر بنگلے کے اندر اتر گیا۔ اس نے باقی سپاہیوں کو مستعد رہنے کے لئے کہا تھا۔
فیاض اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نہایت آہستگی سے عمارت کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ اچانک مجرم کے سر پر پہنچنا چاہتا تھا یہی وجہ تھی کہ اس نے پھاٹک سے داخل ہونے کی بجائے یہ ٹیڑھا راستہ اختیار کیا تھا۔
اس نے تین سپاہیوں کو عمارت کے مختلف حصوں میں فائر کی پوزیشن میں کھڑا کر دیا۔ ان کی رائفلیں لوڈ تھیں۔ اور وہ پوری طرح چوکس تھے۔ عمارت کے چوکیدار یا سنتری کی شاید ان پر نظر نہ پڑی تھی۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.Com

پھر فیاض دو سپاہیوں اور سارجنٹ کے ساتھ راہداری میں پہنچ گیا۔ پوری عمارت تاریک پڑی تھی۔ صرف ایک کمرہ روشن تھا۔ اور فیاض کا رخ اسی جانب تھا۔

فیاض آہستہ آہستہ چلتا ہوا — دروازے کے نزدیک پہنچ گیا۔ دروازہ اندر سے بند تھا البتہ دروازے کے اوپر والا روشندان کھلا ہوا تھا مگر وہ کافی اونچا تھا۔

فیاض ایک سپاہی کی کمر پر چڑھ کر روشندان تک پہنچ گیا یہ ایک آراستہ خواب گاہ تھی۔ اندر ایک شخص کرسی پر بیٹھا تھا۔ اور کچھ لکھنے میں مصروف تھا۔ اس کے سامنے میز پر بہت سے کاغذات اور کتابیں وغیرہ رکھی ہوئی تھیں۔ اور وہ اپنے کام میں بیحد منہمک تھا۔ وہ بڑی بڑی مونچھوں والا کرخت چہرے کا ایک گرانڈیل انسان تھا۔

فیاض نیچے اتر آیا۔ پھر اس نے سارجنٹ سے کہا۔ "تم اوپر چڑھ کر دیکھو۔ کیا یہ وہی ہے۔!"

سارجنٹ سپاہی کی کمر پر چڑھ کر اوپر جھانکنے لگا۔ پھر بولا۔

"میں نے شناخت کر لیا ہے۔ وہی۔ بالکل وہی۔!"

پھر سارجنٹ نیچے آ گیا۔ اور فیاض آہستہ آہستہ دروازے پر دستک دینے لگا۔

اسی لمحے ایک چیختی ہوئی آواز اندر سے آئی۔ "کون ہے؟"

"دروازہ کھولو..!" فیاض نے بھی اسی طرح کرخت لہجہ میں

جواب دیا۔

کچھ دیر بعد دروازہ کھلا گیا۔ وہی مونچھوں والا شخص سامنے کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ریوالور تھا اور اسکا چہرہ غضبناک ہو رہا تھا۔

"ریوالور پھینک دو۔" فیاض نے للکارا۔ "اس وقت تمہیں چار ریوالور کور کئے ہوئے ہیں۔ اگر جنبش بھی کی تو چاروں گولیاں جسم میں پیوست ہو جائیں گی۔"

"کون ہو تم لوگ۔؟" مونچھوں والا اس مرتبہ کچھ زیادہ ہکا کرخت آواز میں بولا تھا۔

"پولیس۔!" فیاض نے تاثر پیدا کرنے والے لہجہ میں کہا۔

"مگر پولیس کا یہاں کیا کام۔!" مونچھوں والے نے مرعوب ہونے کے بجائے غرا کر کہا۔

"ہم تمہیں گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔!" فیاض نے جواب دیا۔ "تم خاموشی سے خود کو ہمارے حوالے کر دو۔ اور بتاؤ کہ نیلی پوتنگ کہاں ہے۔ اور تمہارا اس سے کیا تعلق ہے۔؟"

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔!" مونچھوں والے نے زہر خند مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "جانتے ہو میں کون ہوں؟"

"کون ہو تم۔؟" فیاض نے تیز آواز میں پوچھا۔

"میں محکمہ انٹیلیجنس کا نائب چیف ہوں۔"

"جی... !" فیاض چونک پڑا۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

پھر مونچھوں والا لکھنے کی میز کے قریب گیا اور آئیڈنٹٹی کارڈ اٹھا کر فیاض کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

پھر وہ کہنے لگا "تم پولیس کے کس محکمے میں ہو۔؟"

"محکمہ سراغرسانی میں۔" فیاض نے جواب دیا

"اس محکمے میں تم کس عہدے پر فائز ہو۔؟" انٹیلیجنس کے نائب چیف نے پوچھا۔

"میں کیپٹن ہوں۔!" فیاض نے خجالت سے کہا۔

"بہت خوب۔!" مونچھوں والا طنزیہ لہجہ میں بولا "تم ایک ذمہ دار آفیسر ہو کر ایسی زبردست حماقتیں کرتے ہوئے کس طرح اس اہم عہدے تک پہنچ گئے۔؟"

"دیکھئے جناب۔!" فیاض نے احتجاج کرنا چاہا۔

لیکن وہ فوراً بول پڑا۔ [illegible]

"خاموش رہو اور اپنی اس فوج ظفر موج کو لیکر فوراً عمارت سے نکل جاؤ۔ میں کل ہی رحمان صاحب سے تمہاری شکایت کروں گا۔"

"جی.... دیکھئے...!" [illegible]

"چلے جاؤ!" مونچھوں والا دھاڑا ورنہ میں ٹیلی فون اٹھانے پر مجبور ہو جاؤں گا تم اس وقت سادہ کپڑوں میں ہو اور میں تمہارے خلاف سرکاری اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے ڈکیتی کا کیس قائم کرا دوں گا۔"

اسی وقت انٹیلیجنس کے کچھ اور آدمی وہاں پہنچ گئے اور حیرت سے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔

"ان سب کو باہر نکال دو۔" مونچھوں والا اپنے آدمیوں کی طرف دیکھتے ہوئے غضبناک لہجہ میں بولا "اور تم لوگ اب تک کہاں مرے پڑے تھے۔ یہ پولیس کے فرض شناس لوگ مجھے گرفتار کرنے کیلئے عمارت کے اندر داخل ہو گئے۔ اور تمہیں پتہ تک نہ چلا۔ صبح میں تم سب کو سسپینڈ کر دوں گا۔" انٹیلیجنس کے آدمی سہم گئے۔

پھر اس سے پہلے کہ وہ فیاض اور اس کے ساتھیوں کی طرف بڑھتے۔ فیاض خود ہی تیزی سے چلتا ہوا عمارت کے باہر آگیا تھا۔

اس نے قہر آلود نظروں سے سارجنٹ کی طرف دیکھا پھر بولا۔ "تم تو کہتے تھے کہ وہ کوئی مشتبہ آدمی ہے۔ اور میں نے اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر لی ہیں۔!"

"سر... جناب...!" سارجنٹ ہکلانے لگا۔ وہ مجھے مشکوک ہی نظر آیا تھا۔ میں کبھی اس کے چہرے پر داڑھی دیکھتا تھا۔ کبھی صرف مونچھیں۔ اور کبھی کلین شیو۔!"

فیاض دانت پیس کر رہ گیا۔ پھر یہ پولیس کا قافلہ ایک مرتبہ پھر پی پونگ کی گرفتاری میں ناکام واپس لوٹ رہا تھا۔

فیاض اس ناکامی پر سخت مضمحل اور شرمندہ تھا۔ وہ ابھی تک سارجنٹ کو خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ انٹیلیجنس کا نائب

چیف واقعی رحمان صاحب سے اس کی شکایت نہ کر دے۔

چی پونگ اب پھر فیاض کے ذہن پر چھا گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہیں عمران کی یہ بات سچ تو نہیں کہ چی پونگ نامی مجرم کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

لیکن وہ اپنے ان خیالات کا اظہار رحمان صاحب کے سامنے تو نہیں کر سکتا تھا۔

فیاض خیالات کے سمندر میں غوطہ زن تھا۔ اور ٹرک نہایت اسپیڈ سے چلا جا رہا تھا۔

اس وقت رات کا ایک بجا تھا۔ سڑکیں ویران پڑی تھیں۔ بازار بند ہو چکے تھے۔ اور کوئی راہگیر دور دور نظر نہ آتا تھا۔

دفعتاً ڈرائیور نے پوری قوت سے بریک لگائی۔ اور ٹرک بے ہنگم شور کے ساتھ اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔

فیاض کا سر پوری شدت سے چھت کے ساتھ ٹکرایا تھا۔ اس نے قہر آلود نظروں سے ڈرائیور کی طرف دیکھا۔ لیکن اس کے چہرے پر تشویش برس رہی تھی۔

"وہ.. وہ۔ جناب!" اس نے سامنے کی طرف اشارہ کیا۔

فیاض نے خود بھی اس طرف دیکھا۔ اور پھر چونک پڑا۔

سڑک پر ایک بہت بڑا صندوق پڑا تھا۔ فیاض تیزی سے اتر کر صندوق کے نزدیک پہنچ گیا۔ وہ مقفل تھا اور بہت وزنی معلوم ہوتا تھا۔

یکایک صندوق کے اندر سے ایک بھیانک چیخ بلند ہوئی اور فیاض اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

اتنی دیر میں تمام پولیس والے صندوق کے گرد جمع ہو چکے تھے لیکن وہ سب سہمے ہوئے تھے۔ وہ سوچ رہے تھے نہ جانے اس صندوق کے اندر کون سی بلا بند ہے۔

دفعتاً ہیبت ناک چیخ بلند ہوئی۔ اور یوں محسوس ہوا جیسے سینکڑوں چڑیلیں صندوق کے اندر چلا رہی ہوں۔

"ٹول کٹس سے ہتھوڑا لے آؤ۔" فیاض نے ڈرائیور کو حکم دیا۔

اور جلد ہی ڈرائیور ہتھوڑا لئے ہوئے صندوق کے نزدیک پہنچ گیا۔

"قفل توڑ دو!" فیاض نے ایک سپاہی کو حکم دیا۔

سپاہی ایک لمحے کے لئے جھجکا۔ پھر صندوق کے تالے پر ہتھوڑے برسانے لگا۔ چند ضربات پڑنے پر ہی قفل ٹوٹ گیا۔ پھر فیاض تیزی سے آگے بڑھا اور صندوق کا ڈھکن اوپر اٹھا دیا۔

دوسرے لمحے اس پر حیرانی کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ صندوق کے اندر عمران تھا۔ اس کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے۔ چہرے پر وہی

Waqar Azeem Pakistanipoint.Com

ازلی حماقت تھی اور ہونٹوں پر مانوس سی مسکراہٹ۔

"نکالو یار.. جلدی نکالو!" عمران نے عجیب آواز میں کہا۔ "کمر کمان بن کر رہ گئی ہے۔"

"کیا مطلب۔؟" فیاض ابھی تک حیرت زدہ تھا۔

"مطلب بعد میں پوچھتے رہنا۔ پہلے مجھے اس صندوق سے تو رہائی دلواؤ۔"

فیاض نے رسی کی گرہیں کھول دیں اور وہ تیزی سے جسم کو سیدھا کرتا ہوا قبر نما صندوق سے باہر نکل آیا۔

"اب بتاؤ یہ کیا حرکت ہے!" فیاض نے پوچھا۔

"حرکت!" عمران نے طنزیہ مسکراہٹ سے کہا۔ "تم جیسے پولیس کپتان اگر اس شہر کے ذمہ دار بنے رہے تو شریف لوگوں کے ساتھ ایسی ہی حرکتیں ہوتی رہیں گی۔"

"کیا مطلب۔؟" فیاض نے پھر کہا۔

"یار تم اس فقرے کا استعمال ذرا کم کر دو۔" عمران نے چڑ کر کہا۔ "میں تمہیں بند کر دوں گا!" فیاض غرایا۔ "اگر صحیح بات نہیں بتاؤ گے۔"

"سنو!" عمران کہنے لگا۔ "میں فلم لنگڑی دھوبن کا آخری شو دیکھ کر گھر واپس لوٹ رہا تھا کہ ایک کار میرے قریب آ کر رکی پھر اچانک اس میں سے بڑی بڑی مونچھوں والے چند آدمی اترے۔ اور مجھے پکڑ لیا پھر انھوں نے مجھے رسی سے باندھ کر اس صندوق میں ڈالا۔ اور صندوق

ڈکی میں رکھ کر ہوا ہو گئے۔ اب یہ میری خوش قسمتی ہی تھی کہ صندوق ڈکی سے گر گیا اور تم اس جگہ پہنچ گئے۔ ورنہ صبح اس جگہ سے علی عمران ایم ایس سی پی ایچ ڈی آکسن کا جنازہ اٹھایا جا سکتا تھا۔"

فیاض نے مشکوک نظروں سے عمران کی طرف دیکھا۔ پھر بولا۔ "مگر تم ان کے قبضے میں کیسے آ گئے۔"

"کیوں! میں کوئی جن تو نہیں ہوں۔ چار آدمیوں کا مقابلہ کیسے کرتا۔"

دفعتاً دور ایک کار کی ہیڈ لائٹس نظر آئیں۔ وہ بہت تیزی سے قریب آتی چلی جا رہی تھی۔ کار سیدھی اسی طرف آ رہی تھی۔ پھر دو سو گز کے فاصلہ پر آ کر کار اچانک رک گئی۔

کار چند ثانیے اسی جگہ رکی کھڑی رہی۔ پھر وہ نہایت تیزی سے مڑی۔ اور اسی سڑک پر واپس لوٹ گئی۔

اس کی اسپیڈ اب پہلے سے کہیں زیادہ تھی۔

فیاض۔ عمران ایک دم چیخا۔ یہی ہے۔ وہ گاڑی۔ پھر اس نے فیاض کا ہاتھ پکڑا۔ اور تقریباً گھسیٹتا ہوا سڑک کی جانب بڑھتا چلا گیا۔

"جلدی بیٹھو!" اس نے فیاض سے کہا۔ اور اس نے خود اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ پھر ٹرک ایک طوفانی شور کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا۔ پولیس کے سپاہی حیران نظروں سے اس کی طرف دیکھتے رہ گئے تھے۔

اگلی کار شاید سپر لیٹ تھی اور بہت تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی پولیس کا ٹرک غالباً فورڈ تھا۔ اور بہت پرانے ماڈل کا معلوم ہو رہا تھا

مگر اسکو ڈرائیو کرنے والا عمران جیسا آدمی تھا جس کے سامنے خطرات کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ وہ طوفان کی مانند اگلی کار کے پیچھے لگا ہوا تھا۔

اچانک اگلی کار ایک گلی میں مڑ گئی۔ عمران بھی تیر کی طرح اس جگہ پہنچ گیا۔ اور ٹرک ایک زناٹے کے ساتھ گلی میں مڑ گیا۔ لیکن گلی سنسان پڑی تھی۔ کار اتنی دیر میں گذر چکی تھی۔

ٹرک گلی سے نکل کر مین روڈ پر آ گیا۔ کار نصف فرلانگ کے فاصلے پر جاتی ہوئی نظر آئی۔ عمران نے پھر ایکسیلیٹر پر اپنے جسم کا پورا بوجھ ڈال دیا اور ٹرک زن زن کرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ پھر ایک سڑک پر مڑ گئی مگر عمران کسی سانپ کی مانند اس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔

"ایکسیڈنٹ نہ ہو جائے!" فیاض نے اس کی رف ڈرائیونگ سے گھبراتے ہوئے کہا۔

"ہو جانے دو۔!" عمران نے جواب دیا۔ "کم از کم ہمارے حصوں کا آدھا حصہ ضرور بچ رہے گا کہ لوگ دعائے مغفرت کر سکیں۔"

شیورلیٹ کار اب بار بار چھوٹی چھوٹی گلیوں میں گھس کر ادھر ادھر سڑکوں پر نکل رہی تھی۔ دراصل وہ لوگ سڑک سے پیچھا چھڑانا چاہتے تھے لیکن یہ عمران تھا۔ اور وہ جہنم تک ان کا پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا وہ ہر گلی میں خطرناک ڈرائیونگ کرتا ہوا گھس جاتا۔ اور اگر کوئی گلی زیادہ پتلی ہوتی تو وہ اگلے راستہ سے متعلقہ سڑک پر جا نکلتا۔

اور پھر ایک مرتبہ جب عمران کار کے تعاقب میں ایک گلی سے

نکل کر سڑک پر آیا تو فیاض کی حیرت کی انتہا نہ رہی شیورلیٹ کار سڑک پر کھڑی ہوئی تھی۔ عمران نے پچیس گز کے فاصلے پر ٹرک روک دیا۔ پھر وہ پوری قوت سے چلایا تھا۔

"خبردار۔! تم جو کوئی بھی ہو کار سے نکل کر سڑک پر آ جاؤ۔ اگر تم نے کوئی غلط حرکت کی تو ہمارے پاس گرنیڈ ہیں۔ تمہیں کار سمیت تباہ کر دیا جائے گا۔"

مگر دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ کار کے اندر خاموشی چھائی رہی۔

عمران نے پھر کاشن دیا۔ مگر کار کے اندر تو جیسے کوئی موجود ہی نہ ہو۔ پھر وہ دونوں ٹرک سے اتر پڑے۔ فیاض پستول نکال کر احتیاط سے چلتا ہوا شیورلیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ عمران بھی اس کے ساتھ ہی آگے بڑھا تھا۔

"ٹھہرو۔!" فیاض نے کہا۔ "ہمیں نزدیک پہنچنے سے پہلے کار کے دھیل بریسٹ کر دینے چاہئیں۔"

"نہیں۔!" عمران نے جواب دیا۔ "ہنگامہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

پھر وہ دونوں کار کے نزدیک پہنچ گئے تھے۔

لیکن۔۔۔ شیورلیٹ خالی پڑی تھی۔

البتہ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک سبز رنگ کا دوپٹہ پڑا ہوا تھا۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

○

۹۷ شہر کے آخری حصہ میں ایک شاندار لیکن قدیم عمارت تھی یہاں ہر طرف خوبصورت کوٹھیاں بکھری ہوئی تھیں لیکن اس عمارت کے بعد آبادی کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ اس کے بعد گھنا جنگل شروع ہو جاتا تھا۔ اور شاداب نگر کو جانے والی سڑک اس عظیم الشان عمارت کے عقب میں تقریباً ڈیڑھ سو گز کے فاصلہ پر گزرتی تھی۔ اس عمارت کو اگر قلعہ کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ یوکلپٹس کے درختوں کے درمیان گھری ہوئی یہ عمارت قدیم فن تعمیر کا ایک نادر نمونہ تھی۔

لمبی محرابوں اور اونچے ستونوں والی اس عمارت میں بے شمار کمرے تھے۔ اس کی چھت بہت بلند تھی۔ اور دیواروں پر پلاسٹر بہت نفیس کیا گیا تھا۔ تمام کمرے قیمتی سامان سے آراستہ تھے۔ ہر کمرے میں بیش قیمت قالین بچھے ہوئے تھے۔ چھت سے خوبصورت اور قیمتی فانوس لٹک رہے تھے۔ اور دیواروں پر ہرن کے سر اور شیر کی کھالیں آویزاں تھیں۔

عمارت کی پشت پر ایک وسیع باغ تھا جس میں دنیا بھر کے خوبصورت پھولوں اور ہر قسم کے پھلوں کے درخت تھے۔ باغ کے درمیان میں ایک حوض تھا جس میں اوپر تک پانی بھرا ہوا تھا۔

اس وقت حوض کے نزدیک چار خوبصورت لڑکیاں افسردہ اور مضمحل کھڑی تھیں۔ وہ وحشت زدہ نظر آ رہی تھیں۔ اور خوف سے ان کے چہرے زرد پڑے ہوئے تھے۔

اچانک حوض کا پانی کم ہونا شروع ہو گیا تھا۔ رفتہ رفتہ حوض سے پانی خالی ہو گیا۔ اور اب اس کی نچلی سطح صاف نظر آ رہی تھی۔ پانی کسی خفیہ راستہ سے کسی اور طرف چلا گیا تھا۔

تمام لڑکیاں سنگ مرمر کی بنی ہوئی سیڑھیوں سے گذر کر خشک حوض کے اندر داخل ہو گئیں۔

دفعتاً حوض کی نچلی سطح نیچے کی طرف دھنسنا شروع ہو گئی جیسے کوئی اڑن کھٹولا فضا میں تیر رہا ہو۔

دس فٹ کی گہرائی پر حوض کا وہ نچلا حصہ جو اپنی جگہ سے علیحدہ ہو گیا تھا۔ اچانک رک گیا۔ اور اس کے گرد سنگ مرمر کی سیڑھیاں نظر آنے لگیں۔ جو نیچے کی جانب جا رہی تھیں۔

چاروں لڑکیاں حوض کی سطح سے اتر کر سنگ مرمر کی سیڑھیوں سے گذر کر نیچے اتر گئیں۔ حوض کا وہ حصہ پھر اوپر جا کر اپنی جگہ فٹ ہو گیا تھا۔ اس میں دوبارہ پانی بھرنا شروع ہو گیا۔ اور کچھ دیر بعد وہ لبریز ہو گیا تھا یہ سب کچھ چند لمحوں میں ہو گیا تھا۔

چاروں لڑکیاں جہاں اتری تھیں۔ وہ ایک بڑا ہال تھا۔ ہال کے اندر بہت سے کمروں کے دروازے تھے۔ ان میں سے ایک دروازہ

جو سامنے کی جانب تھا۔ ان سب سے بڑا تھا۔ اور سونے چاندی کی پتریوں سے مرصع تھا۔

دروازے پر تین مسلح عورتیں کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ بیحد قد آور اور تنومند تھیں۔ اور مردوں سے کہیں زیادہ فربہ اور جسیم نظر آ رہی تھیں۔ ان کے چہروں سے خشونت ٹپک رہی تھی۔

ان میں سے ایک عورت تیزی سے ان چاروں لڑکیوں کی طرف بڑھی اور نزدیک آ کر کہنے لگی۔

"تم آگئی ہو! ٹھہرو۔ میں اطلاع کرتی ہوں۔" عورت دروازہ کھول کر اندر چلی گئی۔ چاروں لڑکیاں اسی جگہ کھڑی رہی تھیں۔ ان کے چہرے اب کچھ اور خوفزدہ ہو گئے تھے۔ سانس بہت تیز چل رہی تھی اور جسم پسینے میں شرابور تھے۔

کچھ دیر بعد ہی عورت اندر سے واپس آ گئی۔ اس نے لڑکیوں کے قریب آ کر بلند آواز سے کہا۔ "جاؤ تمہیں فوراً بلایا گیا ہے۔"

چاروں لڑکیاں کانپ سی گئیں۔ پھر وہ تھکے تھکے قدموں سے دروازے کی طرف بڑھنے لگیں۔

موٹی عورت نے آگے بڑھ کر پرسرار دروازے کو خفیف سا کھولا۔ اور وہ چاروں باری اندر داخل ہو گئیں۔

یہ ایک بڑا کمرہ تھا۔ اندر عجیب سی تاریکی پھیلی ہوئی تھیں۔ کمرے کی دیواروں پر سیاہ رنگ کیا ہوا تھا۔ فرش بھی سیاہ تھا

اور چھت بھی اسی رنگ کی تھی۔ سامنے کی دیوار سے ملحق ایک لمبی میز پڑی تھی اس میز کا رنگ بھی سیاہ تھا۔ اور اس کے پیچھے بے حد حسین عورت بیٹھی تھی۔ بلکہ اسے لڑکی کہا جائے تو بہتر ہے کیونکہ اس کا عمر پچیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔

اس کے جسم سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ اور وہ جنت سے اتری ہوئی حور محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے چہرے پر تاریک شعاعوں کا ایک خوبصورت چشمہ تھا جس سے اس کی آنکھیں بالکل نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس نے سیاہ رنگ کا ایک بیش قیمت لباس پہن رکھا تھا۔ اور اس کے سر پر بیش قیمت اور خوبصورت تاج رکھا تھا جس میں قیمتی ہیرے جڑے ہوئے تھے۔

اسی حسن و جمال کے پیکر کے برابر ہی ایک کرسی پر سیاہ رنگ کا ایک طویل قامت چیتا بیٹھا ہوا تھا۔ اسکا چہرہ خوفناک انداز میں کھلا ہوا تھا۔ اور اس کی لمبی زبان منہ سے باہر لٹک رہی تھی۔ وہ بری طرح ہانپ رہا تھا۔ اور اس کی تیز اور چمکدار آنکھیں لڑکیوں پر جمی ہوئی تھیں۔

اچانک چاروں لڑکیاں احترام سے جھک گئیں۔ اور ان کے منہ سے بیک وقت آواز نکلی۔ "خادمائیں شہزادی کی خدمت میں کورنش بجالاتی ہیں اور دراز عمر کی متمنی ہیں۔"

"سیدھی کھڑی ہو جاؤ۔" ایک بے حد سریلی لیکن تیز اور کھنکتی ہوئی آواز کمرے میں گونجی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

چاروں لڑکیاں کانپتی ہوئی سیدھی کھڑی ہوگئیں۔ ان کی نظریں فرش پر جمی ہوئی تھیں۔

"کہاں ہے وہ۔؟" کمرے میں پھر وہ کڑکتی ہوئی رعب دار آواز گونجی۔

"کون شہزادی۔!" لیڈر لڑکی نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمہارا باپ۔" شہزادی نے غضب ناک لہجہ میں کہا۔ "وہی جسے تم نے صندوق میں بند کیا تھا۔ اور اب کار کی ڈگی سے کسی سڑک پر گرا آئی ہو۔"

"غلطی ہوگئی شہزادی۔ ہم نے واپس جاکر صندوق کو تلاش کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر۔ مگر۔"

"مگر وہ نہیں ملا۔" شہزادی نے زہر خند مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "وہ پولیس کو مل گیا ہوگا۔ اور اب پولیس والے مجرموں کی تلاش میں ہوں گے۔ جو اس آدمی کو اغوا کرکے کہیں لئے جا رہے تھے تمہاری غلطی نے پولیس کو ہمارے اوپر لگا دیا ہے۔ تم نے ہمارے لئے بہت مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ اور تمہاری یہ غلطی ہم پر خوفناک تباہی لا سکتی ہے۔ تمہاری سزا۔۔۔"

"رحم شہزادی۔!" لیڈر لڑکی نے گڑگڑا کر کہا

"تم ہی سزا کی زیادہ مستحق ہو۔!" شہزادی نے اس طرح کہا۔ جیسے لڑکی کی زبان سے نکلے ہوئے رحم کے الفاظ اس نے سنے ہی نہ ہو

وہ ایک لمحہ کیلئے رکی۔ پھر کہنے لگی۔ "تم کار کے ساتھ اپنا دوپٹہ بھی پولیس والوں کے حوالے کر آئی ہو۔ ہم نے تمہیں اس گروپ کا انچارج بنا کر بھیجا تھا مگر تم لیڈری کے قابل نہیں ہو۔ تم نے انتہائی لاپرواہی کا ثبوت دیا ہے۔ اور میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ میری تنظیم میں ایسی لڑکیوں کی بالکل ضرورت نہیں۔ اور سنو!" شہزادی ان تینوں لڑکیوں سے مخاطب ہوئی۔ "تم بھی سزا کی مستحق ہو لیکن قدرے کم۔ بہرحال اب تم سزا کیلئے تیار ہو جاؤ۔!" پھر شہزادی نے میز کی دراز کھولی۔ اور اب اس کے ہاتھ میں ایک ہنٹر تھا۔

وہ لڑکیوں کی طرف بڑھی اور اسی لمحہ وہ سب کی سب چیخ پڑیں

"رحم۔۔! شہزادی۔ رحم رحم۔"

"بکو مت!" شہزادی نے گرج کر کہا۔ "تم میرے اصولوں سے واقف ہو تمہیں معلوم ہے کہ رحم جیسا غیر اصولی لفظ میری لغت میں موجود نہیں ہے۔ پھر شہزادی بڑھی۔ اور ایک لڑکی کی کمر پر پوری قوت سے ہنٹر رسید کر دیا۔ اسی لمحے کمرے میں فلک شگاف چیخ گونجی اور لڑکی لٹو کی طرح گھوم کر فرش پر گر گئی۔ پھر کمرے میں ہنٹر اپ شٹاپ کی آوازیں گونجنے لگیں۔ اور اس کے ساتھ ہی دلخراش چیخیں۔

شہزادی پوری قوت سے ان پر ہنٹر برسا رہی تھی۔ اور لڑکیاں مرغ بسمل کی مانند فرش پر تڑپ رہی تھیں۔ ان کی ہیبت ناک چیخوں سے دیواریں ہلتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

لیکن شہزادی صرف تین لڑکیوں کو پیٹ رہی تھی۔ لیڈر لڑکی کو اس نے ایک جانب ہٹا دیا تھا۔ اور اسے کچھ نہیں کہا تھا۔

لڑکیاں ابھی تک قرش پر لوٹ رہی تھیں چیتا بار بار لڑکیوں کی طرف لپک رہا تھا..... مگر شہزادی اپنی مخصوص آواز میں اسے منع کر رہی تھی۔ ورنہ وہ ایک آدھ لڑکی کو ضرور پھاڑ ڈالتا اور پھر ایک مرتبہ تو سیاہ چیتا غضب ناک ہو کر ایک لڑکی پر جھپٹا۔ اور اس کے بال اپنے خوفناک جبڑے میں بھر لئے۔

اسی وقت شہزادی نے پلٹ کر پوری قوت سے ایک ہنٹر چیتے کی کمر پر رسید کر دیا تھا۔

چیتے کے منہ سے ایک دل ہلا دینے والی چیخ بلند ہوئی پھر وہ خوفناک انداز میں غراتا ہوا اپنی کرسی پر چپ چاپ جا کر بیٹھ گیا۔

لڑکیاں اب بیہوش ہو گئی تھیں۔ اور فرش پر بے حس و حرکت پڑی تھیں شہزادی واپس لوٹ آئی۔ اس نے ہنٹر میز کی دراز میں رکھ دیا۔ پھر میز کے ایک گوشہ میں لگی ہوئی بیل پر انگلی رکھ دی۔

اسی وقت دروازے کے باہر گھنٹے بجنے کی آواز آئی۔ اور دوسرے ہی لمحے وہ تگڑی عورت پھر کمرے کے اندر داخل ہوئی۔

"شگفتلا۔!" شہزادی نے فرش پر پڑی ہوئی لڑکیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"انہیں لے جاؤ۔"

شگفتلا ادھیڑ عمر کی ایک بہت تگڑی اور سیاہ فام عورت تھی اس نے زمین پر پڑی لڑکیوں کی جانب حقارت بھری نظروں سے دیکھا۔

پھر وہ جھکی۔ اور ایک لڑکی کو اپنی بغل میں دبا لیا۔ اور کمرے سے نکل گئی۔ پانچ منٹ کے اندر اندر کمرہ تینوں بے ہوش لڑکیوں سے خالی ہو چکا تھا۔

شہزادی نے چوتھی لڑکی کی طرف دیکھا۔ پھر آہستہ سے بولی۔

"جینی۔ میرے نزدیک آؤ۔!" لڑکی کا چہرہ خوفزدہ ہو رہا تھا۔ وہ مرے ہوئے قدموں سے آگے بڑھی۔ اور پھر بت کی مانند ساکت کھڑی ہو گئی۔

"مجھے تم سے ہمدردی ہے جینی!" شہزادی نے نزدیک بیٹھے ہوئے چیتے کے سیاہ بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"را... حم.. شہزادی!" لڑکی نے روتے ہوئے کہا۔ "اب میں کوئی غلطی نہیں کروں گی۔ کبھی بھی نہیں۔"

"جینی!" شہزادی قدرے سخت لہجے میں بولی۔

"جی..!"

"تمہیں معلوم ہے کہ مجھے اپنے اصول کس قدر پیارے ہیں۔!"

"میں جانتی ہوں شہزادی۔!"

"اور تم یہ بھی جانتی ہو گی کہ اس سے پیشتر دو بار تم زبردست غلطیوں کی مرتکب ہو چکی ہو۔"

لڑکی خاموش ہی رہی۔!

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اور تمہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ میری غلطی پر میں نے کبھی کسی کو معاف نہیں کیا۔ اگر میں زیادہ فراخدلی سے کام لوں تو مجھے پھانسی کے پھندے کے لئے ہر وقت اپنی گردن تیار رکھنی ہوگی۔ اور میں اپنے عظیم مقاصد کے حصول سے پہلے مرنا نہیں چاہتی۔ میں اور میری تنظیم اسی صورت میں زندہ رہ سکتی ہے جب میں اپنے اصولوں پر سختی سے کاربند رہوں۔"

"نہیں... ! شہزادی نہیں !" لڑکی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی "مجھے بخش دیجئے شہزادی۔"

"خاموش رہو۔ !" شہزادی نے ناگواری سے کہا۔ "تم جانتی ہو کہ میں بلاسبب کسی پر ظلم پسند نہیں کرتی مگر میرے اصولوں کے مطابق تمہارا وقت پورا ہو چکا ہے۔ تاہم میں تمہارے لئے مغفرت کی دعا مانگوں گی۔ تمہاری اندھی ماں کو اس قدر رقم دیدی جائے گی کہ وہ زندگی بھر آرام سے گھر بیٹھی کھاتی رہے۔" شہزادی خاموش ہوگئی اور چیتے کے جسم پر پیار سے ہاتھ پھیرنے لگی۔ پھر اس نے غور سے لڑکی کی طرف دیکھا۔ اور اس نے آواز دی۔ "چیتی۔ !"

"جی۔ !" اس کی آواز کانپ گئی تھی۔

"اس چیتے کی طرف دیکھو۔ !"

لیکن چیتی کو اس کی طرف دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی۔

"اسے خوراک کی ضرورت ہے۔" شہزادی بدستور چیتے کے جسم کو سہلاتے ہوئے کہا۔

چیتی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کا چہرہ کپڑے کی مانند سفید تھا۔ اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ وہ جانتی تھی کہ کچھ دیر بعد اس کا کیا حشر ہونے والا ہے۔

"تمہارے جسم کا گوشت نہایت نرم اور لذیذ ہوگا۔ !" شہزادی کے چہرے پر خوفناک مسکراہٹ تھی۔

"رحم شہزادی۔" وہ پورے زور سے چیخی۔ اور ابھی اس کی آواز کی بازگشت ختم نہیں ہوئی تھی کہ شہزادی نے چیتے کو اشارہ کیا۔

"ٹائیگر ڈارلنگ شروع ہو جاؤ۔ !" اور شہزادی کی زبان سے آخری الفاظ ادا ہونے سے پیشتر ہی خونخوار چیتا پوری قوت سے دھاڑتا لڑکی پر جھپٹ پڑا۔

اس نے اپنا پنجہ پوری قوت سے لڑکی کی گردن پر مارا تھا۔ اور وہ اچھل کر کئی فٹ دور جا پڑی تھی۔ شاید اس کی گردن ٹوٹ گئی تھی۔ اسے چیخنے کی مہلت بھی نہ مل سکی تھی۔

سیاہ چیتا پھر جھپٹا۔ اور لڑکی کا لباس تار تار کر دیا۔ اب وہ برہنہ ہوگئی تھی۔ پھر چیتے نے لڑکی کے جسم کو اپنے نوکیلے پنجوں سے نوچنا اور پھاڑنا شروع کر دیا۔ لڑکی کا گاڑھا اور سرخ خون فرش پر بہنے لگا۔ چیتا بڑی رغبت سے اسے چاٹ رہا تھا۔

پھر وہ مردہ لڑکی کے جسم کے اعضا ایک ایک کر کے جدا کرنے لگا۔ اور کمرے میں چپڑ چپڑ کی آوازیں گونجنے لگیں۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

چینے کو اپنی خوراک مل گئی تھی۔ اور وہ اپنا پیٹ بھرنے میں بیحد منہمک تھا۔ اور شہزادی انتہائی دلچسپی اور محویت سے اس منظر کو دیکھ رہی تھی۔

واقعات انتہائی عجیب شکل اختیار کر گئے تھے۔ عمران کا خصوصیہ ناکام ہو گیا تھا۔ اور اب اسکا ذہن قفس میں معلق تھا۔

دراصل عمران نے خود کو اسی لئے لڑکیوں کے حوالے کر دیا تھا کہ وہ ان کی اصلیت کا پتہ چلا سکے۔ لیکن یہ اتفاق ہی تھا کہ صندوق ڈکی سے گر گیا۔ اور عمران مجرموں کے بالکل نزدیک پہنچ کر بھی اب ناہموار راستوں پر بھٹک گیا تھا۔

شیورلیٹ کار جسکا عمران اور فیاض نے گذشتہ شب پیچھا کیا تھا۔ اور جس میں ڈرائیونگ سیٹ پر سبز دوپٹہ پایا گیا تھا۔ فیاض نے اپنے قبضے میں لے لی تھی

اس وقت بھی عمران ان پراسرار لڑکیوں کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ کون تھیں اور ان کا مقصد کیا تھا۔ کیا وہ کسی منظم گروہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ یا انھوں نے محض تفریح طبع اور دلچسپی کے لئے وہ ڈرامہ کھیلا تھا۔ لیکن۔ عام لڑکیاں محض تفریح کی خاطر ایسی حماقت نہیں کر سکتیں۔ پھر...؟

اور اس پھر کے بعد عمران کا دماغ قلابازیاں کھا گیا۔

دفعتاً عمران کے ذاتی فون کی گھنٹی بجی۔ اور عمران تیزی سے اس طرف بڑھ گیا۔

"پی سی ڈھمپ اسپیکنگ۔ ؟"

"اوہ۔ یار کبھی تو آدمیوں کے جامے میں نظر آیا کرو۔!" دوسری جانب سے فیاض کی آواز آئی۔

"پیارے!" عمران کہنے لگا۔ "آدمیوں کا جامہ اس قدر غلیظ اور ناہموار ہو گیا ہے کہ اب اس میں سمائے رہنے کو جی نہیں چاہتا۔ اس جامہ میں اچھا خاصا جسم ننگا نظر آنے لگا ہے۔"

"فلسفہ! سالے فیاض بڑبڑاتے ہوئے کہا۔" یہ تم نے کب سے شروع کر دیا۔

"جب سے مجھے اس بات کا اندازہ ہوا ہے کہ فاختہ اور بھینس ایک نسل سے تعلق رکھتی ہیں۔"

"فضولیات۔!" فیاض کی جھنجھلائی ہوئی آواز آئی۔ "اب کوئی کام کی بھی بات کرو۔"

"ضرور کرو! بلکہ کام کے ساتھ دام کی بھی بات کرو۔ کیونکہ میں آجکل سخت پھکڑ ہو رہا ہوں۔"

"اچھا سنو۔ شیورلیٹ کار کے متعلق میں نے معلومات حاصل کر لی ہیں۔!"

"ویری گڈ!" عمران چہکا۔ "کس دھات کی بنی ہوئی ہے وہ کار؟"

"تمہارے سر کی!" فیاض واقعی بگڑ گیا۔ "میں تو ان نیند کے دنیا ہوں۔"

"ضرور کر دو۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ "مگر تم سیز دو ٹپہ کے راز سے کبھی پردہ نہ اٹھا سکو گے۔!"

"تم سنجیدگی سے کچھ سننے کی بھی کوشش کرو۔"

"اچھا سناؤ سوپر۔ فیاض۔!"

"سٹیورلیٹ کار نادرہ توصیف کی ہے!" فیاض نے کہا۔

"کون نادرہ توصیف!"

"ملک کی ایک عظیم سائنسدان، جو گمنامی کی زندگی بسر کر رہی ہے۔"

"تمہیں کیسے پتہ چلا۔؟" عمران نے پوچھا۔

"میں نے پولیس ہیڈ آفس سے معلومات حاصل کی ہیں۔" فیاض بتانے لگا۔ "کار کا رجسٹریشن بھی نادرہ توصیف کے نام ہے اور اس واقعہ سے ایک روز قبل نادرہ توصیف کی جانب سے کار کی گمشدگی کی رپورٹ متعلقہ پولیس اسٹیشن میں درج کی جا چکی ہے۔"

"گڈ۔ تو اسکا مطلب ہے نادرہ توصیف اس جرم میں ملوث نہیں ہے۔" عمران نے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" فیاض بولا۔ "اصل مجرم غالباً وہی لوگ ہیں جنھوں نے سٹیورلیٹ چرائی ہوگی۔!"

"یقیناً... یقیناً..." عمران نے اس طرح گردن ہلائی جیسے فیاض سامنے ہی بیٹھا ہو۔

"اور سنو۔!" فیاض کی ذرا تیز اور پرجوش آواز آئی۔

"ارشاد۔ ارشاد! میں ہمہ تن گوش ہوں۔"

"ہمہ تن گوش۔" فیاض نے ہنستے ہوئے کہا۔

"چلو ایسا ہی سہی۔ بس اب کہہ ڈالو ڈیئر۔!"

"رحمان صاحب کو آج ہی ڈاک میں ایک خط ملا ہے۔!"

"ضرور ملا ہوگا۔" عمران نے کہا۔ "اور شاید وہ خط عالم بالا سے ان کی محبوبہ نے لکھا ہو۔!"

"تمہیں اپنے باپ کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال کرتے ہوئے شرم محسوس نہیں ہوتی۔"

"اے کیسی شرم۔! محبت کوئی جرم ہے کیا۔! آخر ہونا پولیس والے! کیا تمہارے باپ نے کسی سے محبت نہیں کی تھی!"

"کی ہوگی۔" فیاض نے بیزاری سے کہا۔ "بہرحال وہ انتہائی پراسرار ہے ہونے دو۔ تمہارے شولڈر پٹکے ہوئے تین عدد اسٹارز میں کون سی کمی واقع ہو جائے گی۔"

"یہ بات نہیں۔؟"

"پھر۔؟"

"وہ خط پی پونگ کی طرف سے لکھا گیا ہے۔" فیاض نے کہا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

"پی پونگ۔!" عمران چونکا۔

"ہاں۔"

"کیا لکھا ہے اس میں۔؟"

"بس چند ٹائپ کئے ہوئے حروف ہیں۔" فیاض نے کہا۔

"اسے آگے بھی تو کہو! خواہ مخواہ سسپنس پیدا کرنے کے عادی ہو۔"

"خط میں لکھا ہے۔ اس ملک کو عنقریب تباہ کر دیا جائے گا۔ نیچے پی پونگ کا نام ٹائپ کیا ہوا ہے۔!"

"دیری گڈ۔" عمران نے تھپکا لگا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" فیاض کی غصیلی آواز آئی۔

"مطلب یہ کہ قیامت قریب ہے۔ اور میں قرب قیامت ہی کا انتظار کر رہا تھا۔"

"کیوں۔؟" فیاض نے پوچھا۔

"پولیس والوں کا حشر دیکھنے کے لئے۔"

"لعنت ہو تم پر۔" فیاض کی غرائی ہوئی آواز آئی۔ پھر شاید اس نے رسیور رکھ دیا تھا۔

عمران سوچنے لگا۔ کیا واقعی کسی پی پونگ کا اس دنیا میں وجود ہے۔ اور وہ اس ملک کو ختم کرا دینا چاہتا ہے۔ لیکن خود اس کو اس کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔

پھر وہ نادرہ توصیف کے بارے میں غور کرنے لگا۔ یہ

نام اس نے سنا تو ضرور تھا لیکن اس عورت کے بارے میں اسے کچھ زیادہ معلوم نہ تھا۔

پھر اچانک وہ ایکسٹو کے فون کی طرف بڑھا۔ اور صفدر کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"صفدر سپیکنگ۔" دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا تھا۔

"ایکسٹو۔!" عمران نے اپنی مخصوص بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "کوئی نئی خبر۔؟"

"ڈاکٹر پی پونگ کی سرگرمیاں بہت بڑھ گئی ہیں جناب۔!"

"تم اس کے متعلق اور کیا جانتے ہو۔!"

"کچھ بھی نہیں جناب۔ وہ ابھی کھل کر سامنے نہیں آیا۔"

"پھر تمہیں اس کی سرگرمیوں کے بارے میں کیسے پتہ چلا۔؟"

"مختلف محکموں کو اس کے دھمکی آمیز خطوط موصول ہو رہے ہیں۔" صفدر کہنے لگا۔ "محکمہ سراغرسانی اور انٹیلیجنس کو حال ہی بذریعہ ڈاک اس کے خط ملے ہیں۔ اور ان خطوں میں لکھا ہے کہ اس ملک کو بہت جلد تباہ کر دیا جائے گا۔"

"تم خاور اور نعمانی کو ہدایت کر دو کہ وہ پی پونگ کے متعلق معلومات حاصل کریں۔"

"بہت بہتر ہے جناب۔!"

"اور سنو! کیا تم نادرہ توصیف کو جانتے ہو۔!"

"نادرہ توصیف! جی ہاں۔ شائد وہ سائنسداں بھی ہے۔"

"ہاں۔ تم اس کے بارے میں جلد معلومات حاصل کر کے مجھ سے رابطہ قائم کرو۔!" پھر عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

عمران اس وقت بلکے میک اپ میں تھا۔ اس نے اپنی ٹوسیٹر ڈاؤننگ اسٹریٹ کی اس عمارت سے کچھ فاصلے پر ہی روک دی تھی۔ جہاں وہ حسین لڑکی اپنی دانست میں اسے اغوا کر کے لے گئی تھی اور پھر اسے فندق میں بند کر کے کار کی ڈکی میں لے جایا گیا تھا۔

اور پھر جیسے ہی عمران گیٹ کے اندر داخل ہو کر زینے کی طرف بڑھا۔ اس کی مڈبھیڑ ادھیڑ عمر کی ایک بہت موٹی اور سیاہ فام عورت سے ہوئی۔ یہ اس عمارت کی مالکہ تھی۔ اور گراؤنڈ فلور پر ہی رہتی تھی۔

"کس کو مانگتا!" وہ تقریباً لڑھکتی ہوئی عمران کی طرف بڑھی تھی۔

"مس پھیٹچر۔!" عمران نے معصومیت سے کہا۔

"پھیٹچر۔!" عورت نے اپنی سفید آنکھیں گھمائیں۔ "اس نام کا کوئی چھوکری ادھر نہیں رہتا۔"

"اوہ! دیکھئے وہ فلیٹ نمبر سیون میں رہتی ہے۔"

"تھرٹی سیون...!" سیاہ فام عورت پر خیال انداز میں بڑبڑائی پھر وہ تیزی سے بولی۔ "وہ چھوکری تو چلا گیا۔ مگر اس کا نام پھیٹچر تو نہیں تھا۔"

"پھر سلیپر ہوگا۔! مگر وہ کب چلی گئی۔"

"کل۔! مگر تم پولیس والے کی مانک کی پوچھتا اے۔!"

"آہ! وہ چلی گئی۔" عمران نے چہرے پر کرب کے آثار پیدا کر لئے۔

"کیا ہوا تم کو۔!" عورت نے غور سے عمران کی طرف دیکھا۔

"وہ لڑکی تو بہت اچھا تھا۔"

"مگر وہ گئی کہاں...!"

"جہنم میں گیا ہوگا۔" عورت بیزاری سے بولی۔ "ہم کو وہ کرایہ پورے سے بھی زیادہ دیکر گیا ہے۔!"

"جیا ستی۔! کیا مطلب!" عمران چونکا۔

وہ چند دن پہلے اس فلیٹ میں آیا تھا۔ اور اس نے تین مہینے کا ہم کو ایڈوانس دیا تھا۔ اور کل وہ ایسے ہی چلا گیا۔ کوئی ضروری کام پڑ گیا ہوگا بے چاری کو۔"

"کیا اسکا سامان بھی فلیٹ کے اندر نہیں ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"تم کالے کو بیگ ماری کرتا۔!" عورت غرائی۔ "ایک بار بولا وہ چلا گیا۔ پھر تم محبت کرتا اے خالی چلی۔"

"آہ۔!" عمران سینے پر ہاتھ رکھ کر کراہا وہ چلا گیا۔

"کیا ہوا تم کو۔!"

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

"دل ۔!" عمران نے آنکھیں بند کرلیں۔ اور چہرے پر کرب کے آثار اور نمایاں ہوگئے۔

"کیا ہوا تمہارے دل کو ۔!" عورت نے پوچھا۔

"لو ۔! ہم اس سے لو کرتا تھا۔ ڈیپ لو ۔!"

"کیا باتا ۔!" عورت چیخ پڑی۔

"ٹھیک بتا ۔" عمران نے بھی اسی طرح جواب دیا۔ "ہائے میرا دل ۔!"

"دیکھو مسٹر" عورت غرائی۔ "تم ابھی ادھر سے نکل جاؤ۔ نہیں ہم پولیس کو پھون کر کے تم کو تھکڑی لگوائیں گا۔ ہم لڑکا لوگ چھوکریوں کو بھوت کھراب کرتا ہے۔"

"نہیں میڈم ۔" عمران نے غمزدہ لہجہ میں کہا۔ "ہم تو اس سے سچی محبت کرتا تھا۔"

"دیکھو مسٹر!" عورت نے آنکھیں نکالیں۔ "ہم کو میڈم نہیں بولو ۔!"

"پھر ۔!"

"مس ... ! ہم کو مس بولو ۔ مس ٹلی ۔!"

"اوہ ۔ تو کیا آپ کا شادی نہیں ہوا مس ٹلی ۔" عمران نے پوچھا۔

"نائیں ..." مس ٹلی نے شرما کر کہا۔

"شائد آپ کے ڈارک کلر کی وجہ سے ۔!"

"نہیں ۔ نہیں مسٹر ...!" مس ٹلی نے ہاتھ اٹھا کر اس کو روکا

دیا۔ "ہمارے واسطے ہمارا رشتہ آیا۔ پر میرے کو کوئی اچھا نہیں لگا ادھر چھوکرا لوگ کچھ زیادہ شیطان ہے۔"

"بالکل ... بالکل ...!" عمران نے تائید میں گردن ہلائی۔ "اب آپ کے کیا ارادے ہیں ۔!"

"کیا ارادہ ۔؟"

"میرا مطلب ہے شادی کے بارے میں ۔!"

"اوہ ۔! مس ٹلی پھر شرما گئی۔ "ہم بولا نا۔ ادھر چھوکرا لوگ کھیصورت نہیں ہے ۔!"

پھر مس ٹلی عمران کے ذرا نزدیک آگئی۔ اس کے سیاہ چہرے پر عجیب سا رنگ آگیا تھا۔ اور آنکھوں میں چمک پیدا ہوگئی تھی۔ پھر عمران کی طرف عجیب نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔ "تم تھک گیا ہوگا ۔! چائے پیئں گا ۔؟"

"نہیں مس ٹلی ۔! تھینک یو ویری مچ ۔"

"اور کوئی چیز ۔؟"

"نہیں ۔!"

"کوکا کولا ۔؟"

"وہ بھی نہیں ۔!"

"پھر کیا پیئں گا ۔!" مس ٹلی جیسے ناراض ہوگئی۔

"سنو ۔!" عمران نے جواب دیا۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

"یہ کیا ہوتا ہے۔!" مس ٹلی نے حیرت سے پوچھا۔

"کولڈ ڈرنک۔!"

"مگر ہم تو آج تک اس کا نام نہ سنا ہے!"

"ہاں۔!" عمران نے جواب دیا۔ "یہ مارکیٹ میں ابھی نیا نیا آیا ہے۔"

"اچھا ٹھہرو۔ پھر ہم تم کو اپنا البم دکھائے گا۔"

"ضرور ضرور۔ مس ٹلی۔" عمران نے اشتیاق ظاہر کیا۔

پھر مس ٹلی البم لینے کے لئے اندر چلی گئی۔ اور عمران رفوچکر ہو گیا

اب وہ سوچ رہا تھا۔ لڑکی اچانک کہاں چلی گئی۔

پھر وہ کافی دیر تک اپنی ٹوسیٹر میں ادھر ادھر گھومتا رہا۔

اور تھک ہار کر واپس اپنے فلیٹ پر آ گیا۔

اور پھر جوں ہی وہ کمرے میں داخل ہوا۔ ایکسٹو والے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

عمران سیدھا اسی طرف چلا گیا۔ اس نے ریسیور اٹھایا پھر مخصوص آواز میں بولا۔ "ایکسٹو اسپیکنگ۔ رپورٹ۔"

"جناب!" دوسری طرف صفدر تھا۔ "میں نے نادرہ توصیف کے متعلق معلومات حاصل کر لی ہیں۔"

"ویری گڈ۔ آگے چلو۔"

"وہ نارتھ سوسائٹی کے ایک مختصر سے بنگلے میں رہتی ہے اور آج

کل گوشہ نشینی کی زندگی گذار رہی ہے۔ وہ ایک ماہر سرجن اور اس کے ساتھ ساتھ مشہور سائنسدان ہے۔ اس سے پہلے حکومت نے بہت کوشش کر چکی ہے کہ سرجن یا سائنسدان کے طور پر نادرہ توصیف کی خدمات حاصل کر سکے لیکن اس نے سختی سے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ اس کا کہنا ہے کہ اس نے یہ علم اپنے ذوق کی تکمیل کے لئے حاصل کی ہے اسے کسی ملازمت کی ضرورت نہیں ہے۔

"یہ وہی تو نہیں جس نے پراسرار کیمرہ ایجاد کیا تھا۔" عمران نے پوچھا۔

"بالکل وہی جناب۔ وہ ایجاد نادرہ توصیف نے بغیر کسی معاوضے کے گورنمنٹ کے حوالے کر دی تھی۔ اس کیمرے کو فوجی اہمیت کا حامل قرار دے کر دفاع میں شامل کر لیا گیا تھا۔ یہ کیمرہ دس ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کرتے ہوئے طیارے اور ہیلی کاپٹر کے بارے میں یہ معلومات فراہم کر سکتا ہے کہ اس کے اندر کتنے افراد ہیں۔ اور اس میں کس قسم کا ساز و سامان ہے۔!"

"تم اس بات کا پتہ نہیں لگا سکے کہ نادرہ توصیف نے گوشہ نشینی کیوں اختیار کر رکھی ہے۔"

"میں اس سلسلہ میں بھی معلوم کر چکا ہوں جناب!" صفدر کہنے لگا۔ "دراصل نادرہ توصیف کی عمر زیادہ نہیں ہے۔ وہ بحر حسن صورت ہے۔ چند سال قبل اسے ایک نوجوان سے شدید محبت ہو گئی تھی۔ رفتہ رفتہ وہ دیوانگی کی شکل اختیار کر گئی لیکن وہ نوجوان اسے فریب

دے کر ایک دن روپوش ہوگیا۔!"

"پھر۔!" عمران نے پوچھا۔

"اس کے بعد ہی سے وہ اپنے گھر میں محصور کر بیٹھ رہی بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ دماغی توازن کھو بیٹھی ہے لیکن ایسا نہیں ہے دراصل نادرہ توصیف ایک بیحد حساس لڑکی ہے۔ اس صدمہ نے اس کے دل و دماغ پر گہرا اثر ڈالا تھا اس کو مردوں سے شدید نفرت ہوگئی اور اس نے دنیا سے قطع تعلق کرلیا وہ اب تک اپنے گھر میں مقید ہے۔ وہ کسی سے نہیں ملتی۔ ایک زمانے سے اس کو کسی نے نہیں دیکھا۔ مردوں سے نفرت کی شدت کا یہ عالم ہے کہ اس نے اپنے تمام مرد ملازمین کو علیحدہ کردیا۔ اور صرف عورتیں اس کے یہاں کام کرتی ہیں۔!"

"کیا تم اسے دیکھ سکے ہو۔؟" عمران نے پوچھا۔

"نہیں جناب!" صفدر نے کہا۔ "اسے کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا۔ پہلے وہ ایک مخلص اور ملنسار عورت سمجھی جاتی تھی مگر اب وہ بیحد چڑچڑی۔ ضدی، ظالم اور خونخوار بن گئی ہے۔ وہ مردوں کی شکل دیکھنا۔ بلکہ ان کا نام تک ستا گوارہ نہیں کرتی۔ اب وہ مردوں کے خلاف ایک تحریک چلا رہی ہے۔ اس کے بنگلے کے گیٹ پر ایک بہت بڑا بورڈ لٹکا ہوا ہے۔ جس پر لکھا ہے۔ تنظیم آزادی نسواں۔ اس کی بانی خود نادرہ توصیف ہے۔ اور تنظیم کے تمام اخراجات وہی برداشت کرتی ہے۔ اس جماعت میں شہر کی مقتدر خواتین اور اعلیٰ بیگمات شامل

ہیں۔ اور نہایت سرگرمی سے حصہ لیتی ہیں۔ تنظیم کا اجلاس ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو اس عمارت میں ہوتا ہے۔ جس کی صدارت نادرہ توصیف کرتی ہے۔"

"ہوں۔!" عمران نے اکیسٹو کے لہجہ میں کہا۔ "تمہاری معلومات کافی امید افزا ہیں اور قابل تعریف بھی۔ تم اس کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرو۔ اور ستو! تم ڈاکٹر پی پونگ کو بھی نظر انداز نہیں کرو گے!" پھر عمران نے فون بند کردیا۔!

Pakistanipoint
Waqar Azeem

جوزف پانچ روز سے لاپتہ تھا اور ایسا آج تک نہیں ہوا تھا کہ جوزف بغیر اطلاع کے کہیں چلا گیا ہو۔

عمران نہایت سرگرمی سے اس کی تلاش میں تھا لیکن کہیں بھی اس کا پتہ نہ چل سکا۔

تمام پولیس اسٹیشن، ہاسپٹلوں اور گھٹیا شراب خانوں کا ایک ایک گوشہ عمران نے دیکھ لیا لیکن جوزف تو اس طرح غائب ہوا تھا جیسے اس کا کبھی کوئی وجود ہی نہ رہا ہو۔

اس وقت بھی عمران اپنی ٹوسیٹر میں شہر کا گشت کر رہا تھا مقصد جوزف کی بازیابی ہی تھی۔

عمران رات گئے تک ادھر ادھر بھٹکتا رہا۔ مگر بلیو ڈائمنڈ کا جوزف کہیں سراغ نہ مل سکا۔

پھر چار روز اور گزر گئے۔ جوزف ہنوز لاپتہ تھا۔ عمران اب متفکر ہو گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ جوزف کہاں جا سکتا ہے۔ اگر اسے کوئی ورغلا کر لے گیا ہے تو وہ کون لوگ ہیں۔ مگر۔۔۔ جوزف اتنی آسانی سے جھانسے میں آنے والا نہیں تھا۔

عمران آج صبح ہی سے اپنے کمرے سے نہیں نکلا تھا۔ وہ جوزف کی گمشدگی پر سنجیدگی سے غور کر رہا تھا لیکن کوئی پہلو اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

دفعتاً کمرے کا دروازہ کھلا۔ اور سلیمان چائے کی ٹرے لئے ہوئے اندر داخل ہوا تھا۔ اس کا منہ سوجھا ہوا تھا۔ اس نے خاموشی سے ٹرے میز پر رکھ دی اور اسی خاموشی سے لوٹنے لگا۔

"ادھر آ بے۔" عمران چیخا۔

سلیمان گھوما۔ اور تیموں کی طرح عمران کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا ہوا ہے۔!"

"کچھ نہیں صاحب! بس ذرا طبیعت اونچی نیچی ہے۔"

"اونچی نیچی سے بچے۔!" عمران غرایا۔ "یہ کیوں نہیں کہتا کہ کل بلبل ہائے میں فلم دیکھنے کی اجازت نہیں ملی۔!"

لیکن سلیمان خاموش ہی رہا تھا۔

"مرمت۔!" عمران جیب میں ہاتھ ڈال کر پانچ روپے کا نوٹ نکالتے ہوئے بولا۔ "لے آج فلم دیکھنے چلا جا بچو۔!"

سلیمان کی باچھیں کھل گئیں۔ اس نے لپک کر نوٹ عمران کے

ہاتھ سے لے لیا اور تیزی بنا کر کان سے لگا لیا۔

"جوزف کا پتہ چلا صاحب!" سلیمان نے پوچھا۔

"نہیں۔! نہ جانے کمبخت کہاں روپوش ہو گیا ہے۔!"

"صاحب!" سلیمان نے ذرا دانہ لہجہ میں کہا۔ "کہیں جوزف کسی عورت کے چکر میں تو نہیں۔!"

"نہیں بے۔!" عمران غرایا۔ "وہ تیری طرح نہیں ہے جہاں کسی کو دیکھا اور رال ٹپک گئی۔"

"کیا کروں صاحب!" سلیمان نے افسردگی سے کہا۔ "پھر بھی کوئی سالی گھاس نہیں ڈالتی۔!"

"ابے ایسے گھاس تھوڑا ہی ڈالے گی۔"

"پھر صاحب!" سلیمان نے معصومیت سے پوچھا۔

"پہلے گدھا بن۔ پھر چاروں ہاتھ پیروں سے چل اور کسی شاہد پر جا کر کھڑا ہو جا۔!"

"مجھ سے ایسا نہیں ہو گا جناب۔!"

"پھر تیری شادی بھی نہیں ہو گی۔"

"نہ ہو صاحب! میں لنڈورا ہی بھلا۔!"

"اچھا دیکھ فلم دیکھ کر جلدی آ جا بچو! ایسا نہ ہو کہ تو بھی جوزف کی طرح نو دو گیارہ ہو جائے اور میں ٹاپتا رہ جاؤں۔"

"مگر صاحب! جوزف گیا کہاں۔!" سلیمان نے حیرت سے پوچھا۔

Waqar Azeem
Pakistani Point.com

"اسے کوہ قاف کی پریاں اڑا کر لے گئیں تو نہ آجا یہاں کے جھانسے میں۔"

"نہیں صاحب!" سلیمان نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔ "مگر وہ تو اس دن شراب کی بوتلیں لینے گیا تھا۔!"

"تو پھر اس کے شراب پینے کے بجائے خود شراب اسے پی گئی ہوگی یا پھر وہ کسی خالی بوتل میں گھس کر جنبا سٹک کی مشق کرنے لگا ہوگا اور ابھی تک بوتل میں بند ہوگا۔!"

"مگر صاحب...!"

"اگر مگر کے بچے اب بھاگ یہاں سے! اور دیکھ زیادہ آوارہ گردی نہ کیا کر۔ ورنہ جوزف کی طرح تجھے بھی کوئی اغوا کر لے جائیگا۔!"

"میں کوئی لڑکی ہوں صاحب۔!"

"ابے تو جوزف کوئی لڑکی تھا۔" عمران نے کہا۔ "آج کل لوگ بڑی تندرت سے اغوا کئے جا رہے ہیں۔ جان بچا کے رکھیو۔ لڑکیاں اٹھا کر لے جاتی ہیں آدمیوں کو۔!"

اور اس خیال کے ساتھ ہی عمران کے ذہن میں ایک نیا خیال آیا کہیں جوزف کو وہی لڑکیاں تو اغوا کر کے نہیں لے گئیں۔"

سلیمان جا چکا تھا۔ اور عمران اس پہلو پر اب پورے انہماک سے غور کر رہا تھا۔

دفعتاً اس کے ذاتی فون کی گھنٹی بجی۔ اور عمران نے اٹھ

کر ریسیور کریڈل سے نکال لیا۔

"اختری بائی فیض آبادی۔" عمران نے لہک لہک کر کہا۔

"ڈھنگ سے بات کرو۔" دوسری طرف جولیا تھی۔ "کہاں ہو آج کل۔" وہ پوچھ رہی تھی۔

"تمہیں کیا۔" عمران ٹھنڈی سانس لیکر بولا۔ "ہم تو تنہا ہی عشق کی آگ میں جل رہے ہیں۔"

"کیا مطلب۔؟" جولیا کی تیز آواز آئی۔

"کس چیز کا مطلب بتاؤں جولیا ڈیئر یعنی عشق کا یا عشق کی آگ کا!"

"بکواس۔ سراسر بکواس۔ تم کبھی سنجیدہ بھی ہوئے ہو!"

"میں ہمیشہ لگاتا ہوا سیریا ہوا تھا۔ جبکہ تم چیاؤں چیاؤں کرتی ہوئی اس دنیا میں آئی ہوگی۔"

"ایڈیٹ۔" جولیا نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "میں فون بند کر دونگی۔"

"ضرور کر دو مجھے کوئی اور لڑکی رنگ کر لے گی۔ شہر میں حسین تتلیوں کا کال نہیں ہے۔ ویسے آجکل میں بیحد نروس ہو رہا ہوں۔"

"کیوں۔!" جولیا نے پوچھا۔

"میرا یار مجھ سے بچھڑ گیا۔" عمران نے تان سین کیطرح تان لگائی۔

"کیا مطلب۔؟"

"جوزف۔" عمران نے جواب دیا۔

"کیا ہوا جوزف کو۔!"

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

"وہ مجھے چھوڑ کر کسی افریقی بڑھیا کے ساتھ فرار ہو گیا ہے۔"

"کیا تم سنجیدہ ہو۔!"

"بالکل سنجیدہ ہوں۔ جولیا ڈیئر۔" عمران نے افسردہ لہجے میں کہا۔ "اور رنجیدہ بھی۔"

"تم نے تلاش کیا اسے۔"

"بہت کیا۔ مگر وہ تو شاید آسمانی دیوتاؤں کے دیس میں پہنچ گیا ہے۔ اس خبیث اور کالی کلوٹی بڑھیا کے ساتھ۔!"

"کون بڑھیا۔!" جولیا نے حیرت سے پوچھا۔

"جوزف کی محبوبہ۔!"

"کیا مطلب۔!"

"مطلب بالکل صاف ہے۔" عمران کہنے لگا۔ "اس نے تم سے شادی کی درخواست کی تھی۔ اور تم نے اسے دھتکار دیا۔ آخر وہ کیا کرتا۔"

"عمران۔" جولیا شاید پوری قوت سے چیخی تھی۔

اور دوسرے ہی لمحے فون کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔ عمران نے مسکرا کر ریسیور رکھ دیا۔

○

رات بیحد تاریک تھی۔ سڑکوں کے علاوہ جہاں الیکٹرک پول نصب تھے۔ ہر جگہ بھیانک اندھیروں کا راج تھا۔ سردی بھی شباب پر تھی۔ اور پورا شہر سنسان پڑا تھا۔

البتہ کبھی کبھی گشتی پولیس کے سپاہی کی سیٹی کی آواز یا سردی سے ٹھٹھرے ہوئے کسی کتے کی چیخیں سنائی دے جاتیں۔

رات کا ایک بج چکا تھا۔ اور عمران ابھی تک اپنے کمرے میں جاگ رہا تھا۔ جوزف کی گمشدگی سے وہ خاصا متاثر تھا۔

پھر... دور کہیں رات کے دو بجنے کی آواز آئی۔ عمران بستر پر دراز ہو گیا۔ لیکن... نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

وہ کافی دیر تک بستر پر کروٹیں بدلتا رہا۔ اور نہ جانے کب اس کی آنکھ کھل گئی۔

اچانک بے پناہ شور سے وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ ہر طرف سے بے پناہ شور و غل کی بے پناہ آوازیں آ رہی تھیں۔ عمران سوچنے لگا۔ شاید وہ عالم خواب میں ہو۔ لیکن نہیں... وہ حقیقت تھی۔ شہر میں ایک ہنگامہ بپا تھا۔

دفعتاً کوئی پوری قوت سے دروازہ پیٹنے لگا۔ وہ سلیمان

Pakistanipoint.com

تھا۔ اور پوری قوت سے گلا پھاڑ کر چیخ رہا تھا۔
"فوراً کوئی پوری قوت سے خیالہ کی آسیبے! قیامت آچکی ہے۔
توبہ کرنے کا مقام ہے۔"
پھر عمران تیزی سے اٹھا۔ اور اس نے دروازہ کھول دیا۔
اور اسی لمحے آسمان کی جانب سے ایک شعلہ لپکتا ہوا آیا اور
عمران سے چند فٹ کے فاصلے پر گر کر آپ ہی آپ بجھ گیا۔
سلیمان دلخراش چیخیں مار کر ایک جانب بھاگا۔ عمران ابھی
تک اس طرف دیکھ رہا تھا۔ جہاں شعلہ گر کر بجھ گیا تھا۔
عمران نے آسمان کی طرف دیکھا۔ ہر طرف روشنی پھیلی ہوئی
تھی۔ اور آگ کے شعلے نہایت تیزی سے زمین کی طرف لپک رہے تھے۔
چیخ و پکار اور شور و غل کی آوازیں اب اور تیز ہو گئی تھیں۔
لوگ گھروں سے باہر نکل آئے تھے۔ اور پورے شہر پر ایک قیامت
برپا تھی۔
آسمان سے ابھی تک آگ برس رہی تھی۔ شعلوں میں اب اور
اضافہ ہو گیا تھا۔ فضا میں حدِ نگاہ تک آگ کے شعلے رقص کر رہے تھے۔
پورا شہر روشن ہو گیا تھا۔ زمین اور آسمان میں ہر طرف آگ —
ہی آگ تھی۔ شعلے تیزی سے زمین کی طرف لپکتے تھے اور پھر
نہ جانے کہاں غائب ہو جاتے تھے۔
"صاحب... صاحب...!" سلیمان پھر چیخا۔ "قیامت

ہے صاحب! بالکل قیامت۔ خدا مجھے معاف کرے۔" وہ گڑگڑا رہا
تھا۔ "میں نے بہت گناہ کیے ہیں صاحب۔! میں نے ایک مرتبہ آپ
کا دس کا نوٹ بھی چرایا تھا۔ صاحب مجھے معاف کر دینا۔ بلبل ٹاکیز
میں بڑی عمدہ فلم لگی تھی۔ میں مجبور ہو گیا تھا۔"
"چپ بے۔" عمران چیخا۔
"کیسے چپ رہوں صاحب۔ مرتے میں کسر ہی کیا رہ گئی ہے یہ
سب قیامت کے آثار ہیں۔ ابھی آسمان پھٹ پڑے گا۔ اور
زمین دہل جائے گی۔ اور ہم سب فنا۔۔۔۔" اور آخری الفاظ
ادا کرنے سے پہلے ہی سلیمان چیخ کر ایک طرف بھاگا۔!"
دراصل اس جگہ ایک شعلہ آکر گرا تھا۔
عمران بھی دو قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔ شعلہ زمین پر گرتے ہی
بجھ گیا تھا۔ عمران نے اس طرف دیکھا۔ اسے وہاں ایک کارڈ پڑا
ہوا نظر آیا۔
عمران نے لپک کر اسے اٹھا لیا۔ وہ وزیٹنگ کارڈ کی مانند
تھا۔ اور اس پر لکھا تھا۔

موت بھی آخر ہے

بی پونگ

عمران حیرت سے کارڈ لیے کھڑا تھا۔ اس نے آسمان کی طرف
دیکھا۔ اب شعلوں کے ساتھ بے شمار کارڈ بھی زمین کی طرف آرہے تھے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اسی لمحہ اس کے ذاتی فون کی گھنٹی بجی۔ اور عمران اندر کمرے میں چلا گیا۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔

دوسری طرف سر سلطان تھے۔ وہ گھبرائی ہوئی آواز میں کہہ رہے تھے۔ "تم یہ سب کچھ دیکھ رہے ہو۔"

"یقیناً دیکھ رہا ہوں۔" عمران نے مطمئن لہجہ میں جواب دیا۔

"یہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔!"

"کیا مطلب۔؟" سر سلطان کی تحیر آمیز آواز آئی۔

"دراصل۔!" عمران کہنے لگا۔ "قدرت نے اپنے اصولوں میں اب تبدیلی پیدا کر لی ہے۔!"

"کیسی تبدیلی۔!"

"پہلے آسمان سے پانی برستا تھا۔ اور اب شعلوں کی برسات ہوا کرے گی۔!"

"ہوش میں آؤ۔ تمہیں اس عالم میں بھی مذاق سوجھا ہے۔" سر سلطان کے لہجے میں خفگی کا اظہار تھا۔

پھر وہ خود ہی بولے۔ "شعلوں کے ساتھ آسمان سے کارڈ بھی برس رہے ہیں جن پر لکھا ہے۔

"موت ہی اس کا نام ہے۔"

اور نیچے پی پونگ کا نام ہے۔!"

"یہ پی پونگ موت کا فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔" عمران

اب بھی سنجیدہ نہیں ہوا تھا۔

"پھر وہی بے پر کی۔!" سر سلطان جھلائے۔

"پر تو شعلوں کو بھی لگ گئے ہیں!" عمران بولا۔ "میں کیا کروں! اور عجیب بات یہ کہ آگ کا شعلہ زمین سے اوپر کی طرف اٹھتا ہے۔ لیکن یہ آسمان سے زمین کی جانب شعلوں کی پرواز سمجھ میں نہیں آئی۔ اور پھر یہ کہ شعلہ جہاں گرتا ہے وہیں ختم ہو جاتا ہے اس نے کسی جگہ آگ نہیں لگائی ہے۔!"

"یہ نقلی شعلے معلوم ہوتے ہیں۔!" عمران نے کہا۔ "ان میں آگ لگانے کی صلاحیت نہیں ہے۔ یا پھر قدرت اس معاملہ میں تبدیلی اختیار کر چکی ہے۔!"

لیکن دوسری طرف سر سلطان خاموش ہی رہے تھے۔ پھر ان کی آواز آئی۔

"سنو۔ تم صبح ہی میرے پاس پہنچ جاؤ۔!"

"ابھی آجاؤں۔" عمران نے کہا۔

"نہیں۔ اس وقت نہیں۔ میں ان شعلوں کی برسات میں تمہیں گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

"آپ فکر نہ کیجئے۔!" عمران نے کہا۔ "یہ شعلے مجھے فرحت بخشیں گے۔"

"نہیں۔ نہیں۔!" سر سلطان نے جواب دیا۔ "تم صبح ہی میرے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

پاس پہنچو۔"

پھر سلسلہ منقطع ہوگیا۔!

سر سلطان کی میز پر ایک فائل رکھا ہوا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی بے شمار خوبصورت کارڈ پڑے تھے اور ان سب پر ایک ہی عبارت چھپی ہوئی تھی۔

"موت ہی امن رہے۔"

"پی پونگ"

عمران سر سلطان کے سامنے ہی خاموش اور بے حس و حرکت بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں جیسے مراقبے کے عالم میں ہو۔

"کیا سوچ رہے ہو۔؟" سر سلطان نے پوچھا۔

عمران نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں۔ پھر مضمحل آواز میں بولا۔

"کاش میں دنیا میں اچھا کام کر لیتا۔"

"کیا مطلب۔؟" سر سلطان نے گھور کر اسے دیکھا۔

عمران نے دو چار بار پلکیں جھپکائیں۔ پھر کہنے لگا۔ میں نے عاقبت کے بارے میں بالکل غور نہیں کیا تھا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ موت اس قدر جلد اور اچانک آجائے گی تو میں سب کچھ چھوڑ کر نیکیاں بٹورنا شروع کر دیتا۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو۔!"

"آہ۔! عمران نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ اب میں کیا کہوں گا وقت گزر گیا ہے۔"

"کیسا وقت۔؟"

"زندہ رہنے کا وقت۔ اب تو ہر طرف موت کے بھیانک رقص کر رہے ہیں۔!"

"تمہارا اشارہ ان کارڈوں کی جانب ہے۔؟"

"کارڈ نہیں۔۔ موت کا پیغام کہیے۔ وہ پوری دنیا کو وارننگ دے رہا ہے۔ بلکہ امن امن چلانے والوں کو بالکل سیدھا راستہ دکھا رہا ہے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب۔ عمران افسردہ لہجہ میں بولا۔ مطلب یہ کہ ہم سب مر جائیں گے۔ اس کے بعد دنیا میں خود بخود امن قائم ہو جائے گا۔"

"مگر پی پونگ کو اس سے کیا فائدہ پہنچے گا۔" سر سلطان نے پوچھا۔

"ہر کام فائدہ کے لئے نہیں کیا جاتا۔!" عمران فلسفیوں کے انداز میں بولا۔

"پھر۔؟"

دراصل۔۔ عمران کہنے لگا۔ وہ اس جھگڑالو اور فتنہ پرداز دنیا کو آگاہ کر رہا ہے۔ کہ یو فو فو! تم جو امن امن پکارتے ہوئے ہو اور ساتھ ہی خطرناک اور مہلک نئے نئے ایٹمی ہتھیار بھی وجود میں

Waqar Azeem
Pakistanipoint.Com

لا رہے ہو۔ تو اس صورت میں امن قائم نہیں ہوگا۔ بہتر ہے کہ تم سب مر جاؤ۔ یہ آسان طریقہ ہے۔"

"مگر وہ ہے کون۔؟" سر سلطان نے پوچھا۔

وہ کوئی فلاسفر یا دانشور ہی ہوگا! یا ممکن ہے وہ کسی سرکس کا مسخرہ ہو۔"

"فضولیات...!" سر سلطان اکتا گئے۔ "کام کی بات کرو۔"

پھر وہ خود ہی کہنے لگے۔

میرے پاس ڈاکٹر پی ینگ سے متعلق بہت سی رپورٹیں ہیں اور ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک خطرناک مجرم ہے۔ اور ملک کے ملک تباہ ڈالتا ہے۔ تم اپنی تمام تر توجہ اس طرف مرکوز کر دو۔ وہ بچ کر نہ جانے پائے۔"

مگر آسمان کی وسعتوں میں اسے میں کہاں تلاش کروں گا۔ میرا خیال ہے اس کا تعلق عالم ارواح سے ہے۔"

"سنجیدگی اختیار کرو۔" سر سلطان پیار سے غرائے۔ میرے خیال میں وہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ اور ہم پر بھیانک تباہی نازل کر سکتا ہے۔"

"اس کی کوئی تصویر آپ کے پاس موجود ہے۔" عمران نے پوچھا۔

وہ اب سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"نہیں۔ اسے آج تک کسی نے نہیں دیکھا۔!"

"وہ کس ملک کا باشندہ ہے۔؟"

"یہ بھی نہیں معلوم ہو سکا۔" سر سلطان نے جواب دیا۔ تاہم اسے چینی تصور کیا جاتا ہے۔"

"نام کی مناسبت سے۔" عمران نے کہا۔

"ہاں۔"

مگر اس ٹائپ کے نام تو جاپانیوں کے بھی ہوتے ہیں۔"

"بہرحال... سر سلطان بولے۔ وہ جو کوئی بھی ہے اس کی سرگرمیاں تیز ہونے سے پیشتر ہی اسے ختم کر دینا چاہیئے۔ لیکن"

"لیکن کیا۔؟" سر سلطان نے پوچھا۔

"میرا مطلب ہے۔ وہ عورت تو نہیں ہے۔"

"اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا مگر تم یہ کیوں پوچھا۔"

"میں نہانی کی زندگی سے اکتا گیا ہوں۔"

"کیا مطلب۔؟"

"شادی! اگر وہ عورت ہے تو میں اس سے شادی رچا لوں گا۔"

پھر وہی۔! سر سلطان نے مصنوعی خفگی سے کہا۔ تم کم بننے کی کوشش کرو معاملہ بہت اہم ہے۔"

"اہم معاملے میں اسی طرح حل کیا کرتا ہوں... وہ جو کوئی بھی ہے بی سی ڈاکٹر سے بچ کر نہیں جا سکتا۔"

"ٹھیک ہے۔!" سر سلطان نے کہا۔ مجھے تمہارے طریقہ کار

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

سے کوئی غرض نہیں۔ میں تو اسے قانون کی گرفت میں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"لیکن میرا خیال ہے کہ وہ قانون کی گرفت میں کبھی نہ آئے گا۔" عمران نے کہا۔

"کیا مطلب۔؟" سر سلطان چونکے۔

عمران نے چند لمحے توقف کیا۔ پھر کہنے لگا۔ "مجھے یقین تو نہیں ہے لیکن شبہ ہے کہ پی پونگ نام کا کوئی مجرم اس ملک میں موجود نہیں ہے۔"

"یہ تمہاری بات نہیں سمجھا۔" سر سلطان نے استفہامیہ لہجہ میں کہا۔

"میرا خیال ہے۔۔!" عمران کہنے لگا۔ "پی پونگ کی کوئی اصلیت درحقیقت نہیں ہے۔ ورنہ میرے علم میں یہ بات بہت پہلے آچکی ہوتی۔"

"لیکن میرے پاس نہایت معتبر رپورٹیں ہیں۔" سر سلطان نے کہا۔ "اور وزارت خارجہ کو اس سلسلہ میں کافی تشویش ہے۔ مرکزی حکومت بھی اس ضمن میں ایک سرکلر متعلقہ محکموں کو بھیج چکی ہے۔"

"یہ ضروری تو نہیں کہ تمام رپورٹیں درست ہوں۔" عمران نے کہا۔ "بعض اطلاعات بالکل غلط ہوتی ہیں۔ اور ان میں کوئی صداقت نہیں ہوتی۔"

"مگر تم یہ بات کس بنیاد پر کہہ سکتے ہو۔" سر سلطان نے پوچھا۔

"کوئی بنیاد نہیں۔"

"پھر۔؟"

"بس میرا ذہن کسی پی پونگ نامی مجرم کے وجود کو قبول نہیں کرتا۔"

"آخر اس کی کوئی وجہ تو ہوگی۔!"

"فی الحال میں کوئی ٹھوس وجہ بیان نہیں کر سکتا۔" عمران نے جواب دیا۔ "تاہم میں جلد اس راز سے پردہ اٹھانے کی کوشش کروں گا۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔" سر سلطان نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "تم اصل واقعات کا جلد پتہ چلانے کی کوشش کرو۔"

"بہتر ہے۔!" عمران بھی سر سلطان کے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پھر اس نے اجازت لی اور باہر نکل آیا۔

پشت سے ہونیوالا حملہ اسقدر اچانک اور شدید تھا کہ عمران اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ اور اوندھے منہ زمین پر جا رہا ہے۔

پھر وہ قوراً ہی اٹھا تھا۔ اس نے حملہ آور کو مڑ کر دیکھا اور دوسرے ہی لمحہ اس پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

وہ جوزف تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور چہرہ بھیانک تھا۔

"تم بچ کر نہیں جا سکتے۔!" جوزف دہاڑا۔

پھر دوسرے ہی لمحہ اس نے عمران پر چھلانگ لگائی تھی۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.Com

لیکن عمران غافل نہیں تھا۔ وہ آہستگی سے ایک جانب ہٹ گیا۔ اور جوزف کی کھوپڑی عمران کی ٹوسیٹر کے بمپر سے ٹکرائی تھی۔

دراصل عمران جوزف کی تلاش میں گرینڈ ہوٹل تک آیا تھا۔ اور اپنی ٹوسیٹر اس نے پکیا وِنڈ میں کھڑی کر دی تھی۔ یہ حصہ تاریکی میں تھا۔ اور ادھر آمد و رفت بالکل نہیں تھی۔

پھر جب وہ اندر سے واپس آیا تو اچانک یہ حادثہ پیش آگیا۔ لیکن اسے حیرت اس بات پر تھی کہ جوزف اس پر کیوں حملہ آور ہوا تھا۔ اور وہ کیا چاہتا تھا۔ تاہم اس بات کا اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ جوزف بیہوشی میں ہے اور اس نے کئی بوتلیں چڑھا رکھی تھیں۔

لیکن وہ اکثر حد سے زیادہ پی گیا تھا۔ مگر ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ وہ عمران پر حملہ آور ہوا ہو۔ اور اسے پہچاننے سے انکار کر دیا ہو۔؟

لیکن اس وقت اس کی عجیب حالت تھی۔ وہ اپنے آپے میں نظر نہیں آرہا تھا۔

اور عمران کو یہ محسوس کرنے میں دشواری نہیں ہوئی کہ یہ شراب کے نشے کا ردعمل نہیں ہے۔ بلکہ اصل معاملہ کچھ اور ہے۔

جوزف کھوپڑی سہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اور اب خونخوار نظروں سے عمران کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ بھوکے شیر کی طرح اس کی طرف لپکا۔

"جوزف ... ہوش میں آؤ ... !" عمران چیخا

"جوزف ... ! کون جوزف ... !" جوزف غرایا۔ "میں جوزف نہیں ہوں۔"

"پھر تم کون ہو۔؟"

"شرافت علی خاں۔! یہ میرا اصلی نام ہے۔ تم کس کی بات کر رہے ہو!"

"ہوں ... !" عمران نے ایک گہری سانس لی۔ "تو تم شرافت علی خان ہو۔؟"

"بالکل۔! یہ میرا پیدائشی نام ہے تمہیں اس پر کیا اعتراض ہے۔"

"کوئی اعتراض نہیں۔!" عمران نے جواب دیا۔ "مگر کیا تم مجھے نہیں جانتے۔"

"نہیں۔ میں نے اس سے پہلے تمہیں کبھی نہیں دیکھا۔"

"میں حیران ہوں۔"

"ہوگے ... میرا کام تمہیں اٹھا کر لے جانا ہے۔"

"تمہیں کس نے بھیجا ہے۔"

"بکو مت۔! اور خاموشی سے خود کو میرے حوالے کر دو۔ ورنہ۔"

"ورنہ کیا۔؟" عمران نے پوچھا۔

"میں تمہیں مار مار کر بے ہوش کر دوں گا۔ اور پھر کار میں ٹھونس کر لے جاؤں گا۔"

"کہاں۔؟"

"یہ مجھے نہیں معلوم! میرا کام تمہیں پکڑ کر شہزادی کے حضور میں پیش کر دینا ہے۔ اسکے عوض مجھے پوری دس بوتلیں ملیں گی۔ اور ساتھ میں مرغ مسلم ان

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

"شہزادی کون ہے۔؟"

"ہوگی۔؟ تمہاری بلا سے۔ تم میرے ساتھ چلو۔"

"اور اگر میں تمہیں بارہ توتلوں کی پیش کش کر دوں۔"

"نہیں۔! جوزف نے کانپ کر کہا۔ میں تمہارے اپنی کھال ادھڑوانا نہیں چاہتا۔"

"کیسا تمہارے۔؟"

"یہ تمہیں تبھی چل جائے گا۔ جب تمہارا جسم اس سے آشنا ہوگا۔"

"چلو میں چلتا ہوں۔ کہاں ہے تمہاری گاڑی۔؟"

"آؤ۔ اس طرف۔ وہ نیلی فیئٹ۔"

پھر عمران جوزف کے ساتھ ایک نیلے رنگ کی فیئٹ کار کے قریب پہنچ گیا۔ جوزف نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تھی۔ اور عمران اس کے نزدیک ہی بیٹھ گیا۔

پھر کار ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے نکلی۔ اور تیزی سے سڑک پر دوڑنے لگی۔

"تم مجھے بالکل نہیں پہچانتے۔!" عمران نے پوچھا۔

"نہیں۔! میں کسی کو نہیں جانتا۔ تم خاموش بیٹھے رہو۔"

اور پھر عمران خاموش ہی ہو گیا تھا۔ کار شہر کی حدود سے نکل کر اب ویران راستوں پر دوڑ رہی تھی۔ جوزف کمال ہوشیاری سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ اور عمران اس گدھے کی مہارت پر حیران تھا۔

کار شہر کی جنوبی سمت میں کافی آگے نکل آئی تھی۔ پھر اچانک جوزف نے بریک لگائی۔ اور دوبارہ شہر کی جانب مڑ گیا۔ وہ کچھ پریشان سا نظر آ رہا تھا۔ اور چہرے پر خوف کے تاثرات تھے۔

عمران سمجھ گیا کہ وہ راستہ اور مقام بھول گیا ہے۔

"تم کہاں جانا چاہتے ہو۔!" عمران نے پوچھا۔

"جہنم میں۔ جوزف غرایا۔" تم کون ہو۔!"

عمران خاموش ہو گیا۔

جوزف شہر کی سڑکوں کے چکر لگاتا رہا۔ اور اب ایک بار پھر وہ شہر کے باہر آ گیا۔ اس کی یادداشت واقعی جواب دے گئی تھی۔

عمران کے ذہن میں اب ایک دوسری اسکیم آ گئی تھی۔ دراصل اس نے جوزف کے ساتھ چلنے پر اس لئے آمادگی ظاہر کی تھی کہ وہ اس کے اغوا کرنے والوں کو دیکھ سکے۔ اور یہ معلوم کر سکے کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ اور جوزف کے اغوا میں کیا مقصد کارفرما تھا۔ یوں بھی ان لوگوں تک پہنچنے کا ایک یہی آسان راستہ تھا۔ مگر اب اس میں بھی ناکامی ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ کیونکہ جوزف راستہ بھول گیا تھا۔ تاہم عمران نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کو ہپناٹائز کیا گیا ہے۔ اور اس طرح اس دیو کو اپنے مقصد کیلئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ ورنہ وہ عمران کو پہچاننے سے یوں انکار نہ کر دیتا جس سے اس کی روح فنا ہوتی تھی۔

اور پھر عمران اپنی نئی اسکیم پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اچانک

اس نے ایک ہاتھ اسٹیرنگ پر رکھا اور دوسرے ہاتھ سے جوزف کی گردن دبوچ لی۔

اسی لمحہ عقب سے گولی چلنے کی آواز آئی۔ اور اگر عمران اپنے سر کو نیچے نہ جھکا لیتا تو اس کی کھوپڑی کے ٹکڑے اڑ جاتے۔ گاڑی رک گئی۔

پھر مسلسل گولیاں چلنے لگیں۔ جو کار کی باڈی میں پیوست ہو رہی تھی۔

اچانک جوزف کے منہ سے ایک دلخراش چیخ نکلی۔ جیسے کوئی سانڈ پوری قوت سے ڈکرایا ہو۔ اسی لمحہ عمران کا ہاتھ خون میں بھیگ گیا۔ گولی جوزف کے باڈی میں لگی تھی۔

عمران نے جوزف کو گھسیٹ کر کار سے باہر لے جانا چاہا لیکن جوزف کا بھرپور مکا عمران کی کنپٹی پر پڑا۔

گو عمران اگر چاہتا تو جوزف کو وہیں ڈھیر کر دیتا۔ مگر حالات ایسے نہیں تھے۔ گولیاں اندھا دھند برس رہی تھیں۔ اور کوئی ایک گولی اسے ملک عدم کی راہ دکھا سکتی تھی۔ دراصل سنگ آرٹ کا مظاہرہ بھی اسی وقت کر سکتا تھا۔ جبکہ گولی چلانے والا اس کے سامنے موجود ہو۔ گہری تاریکی سے آنے والی گولیوں کے بارے میں وہ کوئی پیش منٹ نہیں کر سکتا تھا۔ جب کہ وہ کھیل ہی اندازہ کا تھا۔

عمران نے جوزف کی طرف دیکھا۔ اس کا سر اسٹیرنگ پر جھکا ہوا تھا۔ شاید وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

عمران نے اپنے ارادہ ترک کر دیا۔ گولیوں کی بوچھاڑ میں جوزف

کی تو من کی لاش کو اٹھا کر چلنا خاصا دشوار تھا۔

گولیاں اب اور تیزی سے برسنے لگی تھیں۔ عمران آہستگی سے کار کا دروازہ کھولا۔ اور تاریکی میں رینگ گیا۔

کچھ دیر بعد فائر کی آوازیں بند ہو گئیں۔ پھر بھاگتے ہوئے بھاری قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

وہ تعداد میں تین تھے۔ اور اب کار کے نزدیک پہنچ گئے تھے۔ ان سب کے ہاتھوں میں ٹارچیں تھیں۔ اور دوسرے میں پستول۔ ان تینوں نے بیک وقت ٹارچ کی برقی لہریں کار کی طرف پھینکیں لیکن اندر جوزف کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔

بھاگ گیا شاید۔ ایک نسوانی اور سریلی آواز فضا میں ابھری۔ اور یہ حبشی۔؟ ایک دوسری آواز آئی۔ یہ بھی کسی نوجوان لڑکی ہی کی تھی۔

"آؤ۔ اسے دیکھتے ہیں۔"

پھر وہ تینوں جو یقیناً نوجوان لڑکیاں تھیں۔ کار کے بالکل نزدیک پہنچ گئیں۔

"بے ہوش ہو گیا ہے۔ گولی اس کے بازو میں لگی ہے۔"

"چلو جلدی کرو۔ وہی پہلی آواز آئی۔ ہمیں اس جگہ کو فوراً چھوڑ دینا چاہیئے۔"

پھر وہ تینوں کار کے اندر گھس گئیں۔ انھوں نے جوزف کو

اٹھا کر پچھلی سیٹ پر ڈال دیا پھر ان میں سے ایک نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ اور باقی مستعد ہو کر بیٹھ گئیں۔

کچھ دیر بعد کار نہایت تیزی سے سڑک پر دوڑ رہی تھی لیکن کار کے اندر بیٹھی ہوئی ان تینوں لڑکیوں کو اس بات کا قطعی علم نہ تھا کہ گاڑی کی پشت پر ڈکی کے اوپر ایک اور آدمی چڑھا بیٹھا ہے۔

وہ عمران تھا۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم سے کیوں ایسی حماقتیں سرزد ہو رہی ہیں رحمان صاحب کہہ رہے تھے تم انٹیلیجنس کے چیف کے بنگلے پر جا پہنچے اور اسے گرفتار کرنے کی دھمکی دے ڈالی۔

فیاض بھیگی بلی بنا رحمان صاحب کے سامنے بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر ندامت کے آثار تھے اور سر جھکا ہوا تھا۔

رحمان صاحب کہہ رہے تھے۔ اس نے تمہاری بہت سخت شکایت کی ہے تمہیں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیئے تھا۔

ج ج جناب... فیاض کہنے لگا تھا۔ مجھے اطلاع ملی تھی۔"

"تمہیں خاک اطلاع ملی تھی! رحمان صاحب کافی غصہ میں تھے۔ وہ انٹیلیجنس کا چیف ہے۔ اکثر مختلف میک اپ میں نظر آتا ہے۔ اور تم نے بغیر سوچے سمجھے اسی بنیاد پر اس کی کوٹھی پر رات کے دو بجے چھاپا

مار دیا۔ پہلے کسی معاملہ میں پوری معلومات حاصل کر لیا کرو۔ پھر قدم اٹھایا کرو۔"

"غلطی ہو گئی جناب۔"

"میں تمہاری غلطیوں سے عاجز آ گیا ہوں۔ پی پونگ کا ابھی تک پتہ نہیں چلا۔"

"میں نہایت سرگرمی سے اس کے پیچھے لگا ہوا ہوں جناب۔!"

"آسمانی شعلوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔" رحمان صاحب نے اچانک پوچھا۔

"وہ... وہ... وہ جناب عجیب معاملہ ہے۔"

"یہ تو سب جانتے ہیں کہ وہ عجیب معاملہ تھا۔" رحمان صاحب نے ناگواری سے کہا۔ مگر تم اس بارے میں کیا رائے رکھتے ہو۔ جب کہ یہ بات ظاہر ہے کہ وہ پی پونگ کی حرکت ہے۔ شہر میں ہزاروں کی تعداد میں وہ پراسرار کارڈ پڑے پائے گئے ہیں۔"

"جی ہاں۔ حالات کافی تشویش ناک ہوتے جا رہے ہیں۔ فیاض نے مضطرب لہجہ میں کہا لیکن آسمانی شعلے قطعی بے ضرر تھے۔ اور ان سے شہر میں کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔"

"ممکن ہے کل وہ شعلے بے ضرر نہ رہیں۔" سر سلطان نے کہا۔ اور پورے شہر کو جلا کر راکھ کر ڈالیں۔"

فیاض خاموش رہا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.Com

رحمان صاحب خود ہی کہنے لگے۔ پی یونگ کی گرفتاری کے لیے اوپر سے سخت احکامات مل رہے ہیں۔ چند روز قبل وزارت کو ایک خط موصول ہوا ہے جس میں وارننگ دی گئی ہے کہ عنقریب ایونیشن سپلائی سینڈیکیٹ کو اڑا دیا جائے گا۔ خط کے نیچے پی یونگ کے دستخط ہیں۔"

"جناب ..." فیاض کہنے لگا۔

میں پی یونگ کو گرفتار کیے بغیر چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ لیکن آپ یقین کیجیے کہ میں نے اب تک اپنے تمام ذرائع استعمال کر لیے ہیں۔ اور ہر امکانی کوشش کی ہے۔ مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کس گوشہ میں چھپا ہوا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ زمین پر موجود نہ ہو۔

رحمان صاحب کو فیاض کی بات میں صداقت نظر آ رہی تھی وہ خاموش ہی رہے تھے۔ پھر کہنے لگے۔

وہ جہاں کہیں بھی ہو ہمیں اسے تلاش کرنا ہے۔ فی الحال تم سب کچھ چھوڑ کر پی یونگ کیس کے پیچھے لگ جاؤ لیکن ہوشیاری کے ساتھ کوئی غلط قدم نہ اٹھ بیٹھنا۔

پھر فیاض اٹھ کھڑا ہوا۔

"سنو! رحمان صاحب نے کہا۔

اسمگلنگ کیس کی فائل فوراً مجھے بھجوا دو۔ میں اس پر مارک کروں گا اور کچھ نوٹ لکھنے ہیں۔ مرکزی حکومت اسی سلسلے میں فوراً رپورٹ چاہتی ہے۔"

"بہتر ہے جناب۔! فیاض نے کہا۔ مگر مجرموں کو تو سزا ہو چکی ہے۔"

"ہاں۔! رحمان صاحب نے جواب دیا۔ وہ کافی بااثر ہیں۔ اور انھوں نے سپریم کورٹ میں اپیل داخل کر دی ہے۔

نادرہ توصیف کے بنگلے پر خاصی چہل پہل تھی۔ اندر کمپاؤنڈ میں بے شمار کاریں ترتیب سے کھڑی تھیں اور باہر کی پارکنگ کے ساتھ ساتھ ہی خوبصورت رنگوں اور نئے ماڈلوں والی گاڑیاں قطار در قطار نظر آ رہی تھیں۔

عمارت کے اس حصہ پر پرستان کا گمان ہو رہا تھا۔ جہاں تحریک آزادی نسواں کا دفتر تھا ہر طرف شوخ اور بھڑکیلے لباس لہرا رہے تھے۔ بیگمات باوقار انداز میں چلتی ہوئی ادھر ادھر آ جا رہی تھیں ان میں خوبصورت لڑکیاں بھی تھیں اور جوان عورتیں بھی۔ ان سب کے چہروں پر مسرت اور شادمانی تھی۔ رنجیدہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

کانفرنس روم کی تقریباً تمام کرسیاں پر ہو چکی تھیں۔ ہال میں بیٹھی ہوئی ہر عورت کی زبان نہایت تیزی سے چل رہی تھی۔ وہ سب بول رہی تھیں ان میں سننے والا کوئی نہ تھا۔

سامنے اسٹیج پر ایک کرسی پڑی تھی اس کے ساتھ ہی ایک چھوٹی

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

میز نظر آرہی تھی۔ اور اس پر سرخ گلاب کے پھولوں کا ایک خوبصورت گلدستہ رکھا ہوا تھا۔ میز کے نزدیک ہی مائک نصب تھا لیکن اسٹیج پر کوئی موجود نہیں تھا۔

اچانک اسٹیج کی دائیں جانب پڑا ہوا سرخ پردہ ہلا۔ اور نادرہ توصیف مرزا یا سیاہ لباس میں ملبوس برآمد ہوئی۔ پھر وہ شاہانہ انداز میں کرسی کی طرف بڑھنے لگی۔ اس کی چال میں بے پناہ وقار تھا۔ چہرے پر بلا کی نمکنت تھی اور حقیقتاً وہ کوئی ملکہ نظر آرہی تھی۔

ہال کے اندر موجود تمام خواتین نادرہ توصیف کی آمد کے ساتھ ہی تعظیماً کھڑی ہوگئیں۔ ہال اب سکوت چھا گیا۔ ان سب کی آنکھیں اسٹیج پر لگی ہوئی تھیں۔

نادرہ توصیف نے ہاتھ کے اشارہ سے سب کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر وہ خود ہی کرسی پر بیٹھ گئی اس وقت وہ انتہائی خوبصورت لگ رہی تھی۔

اس نے ایک سرسری نظر ہال پر ڈالی۔ اور پھر بڑے دلفریب انداز میں مائیک کے سامنے کھڑی ہوگئی۔

پھر اس کے گلاب پتیوں جیسے باریک لب ہلے اور مائیک پر اس کی دلکش اور نغمہ بار آواز گونجنے لگی۔

وہ کہہ رہی تھی۔ اس کے الفاظ پختہ اور لہجے تلے تھے۔

معزز خواتین ...!

مجھے مسرت ہے کہ ہماری تحریک خواتین میں بیحد مقبول ہوئی ہے اور وہ

حقوق درحقوق اس میں شمولیت اختیار کی جارہی ہے۔ دنیا کے تقریباً ہر ملک میں اس تحریک کی شاخیں موجود ہیں۔ اور عورتوں نے اسے پسند کیا ہے۔ دراصل ہمارا مقصد یہی ہے کہ مردوں کی بالادستی ختم کردی جائے مرد جو خود کو عورت کا ٹھیکیدار تصور کرتا ہے۔ اسے باور کرادیا جائے کہ عورت اس قدر مجبور و محصور نہیں ہے۔

ہال میں پرجوش تالیوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ اور تالیوں کی گونج میں نادرہ توصیف نے پھر کہنا شروع کیا۔

جہاں تک عقل و فراست کا تعلق ہے۔ عورتیں مردوں سے زیادہ فہیم ہوتی ہیں لیکن مرد کی یہ پالیسی رہی ہے کہ اس نے عورت کو ناقص العقل اور کمزور گردانا۔ اور ایک ایسے معاشرہ کو جنم دیا جس میں عورت مرد کی دست نگر بن گئی اور ایسے حالات پیدا کردیئے گئے گویا عورت مرد کے بغیر زندہ ہی نہ رہ سکے۔

تالیاں پھر بجیں۔

اور اس کے بعد نادرہ توصیف نہایت پرجوش آواز میں کہنے لگی۔ مرد کی نظر میں عورت کی حیثیت ایک پالتو کتے سے زیادہ نہیں اس کا دعویٰ ہے کہ وہ عورت کو پالتا ہے اور ہر طرح اس کی کفالت کرتا ہے لیکن مرد شاید یہ بھول گیا ہے کہ اس کو جنم دینے والی عورت ہے جس کے احسانات کو بھلا دیتا۔ اپنے وجود کو فراموش کردینے کے مترادف ہے۔ اس کے بعد مرد یہ موقف اختیار کرتا ہے کہ وہ روپیہ کماتا ہے اور

عورت اسے صرف خرچ کرنا جانتی ہے۔ تو میں کہتی ہوں اگر مرد معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھاتا ہے تو عورت اس کے بچوں کی تخلیق کرتی ہے انہیں پالتی ہے اور پورے گھر کا نظام چلاتی ہے جو کہ خاصا دشوار طلب کام ہے۔ قدرت نے بھی اس معاملے میں انصاف سے کام نہیں لیا۔ اور پیدائش و پرورش کی تمام ذمہ داریاں عورت کو سونپ دیں۔ مرد اس سے قطعی طور پر بری الزمہ ہے۔

نادرہ توصیف چند ثانیہ کے لئے رکی۔ اس نے میز سے گلاس اٹھا کر حلق تر کیا۔ پھر کہنے لگی۔

نظام کائنات میں عورت کے اتنا اہم ہونے کے باوجود مرد اس کی برتری تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔ اسے اپنی مردی کا جو گھمنڈ اور تکبر ہے۔ اس نے عورت کے جذبات کو بری طرح مجروح کیا ہے اور اب مظلوم اور ستم رسیدہ عورت یہ سمجھنے پر مجبور ہو گئی ہے کہ مرد روز اول سے عورت کے ساتھ فراڈ کرتا چلا آ رہا ہے اور اس نے ہمیشہ عورت کو اس کے حق سے محروم رکھنے کی کوشش کی ہے اور مرد کی یہی ہٹ دھرمی اور مطلق انسانی و تحریک آزادی نسواں کے وجود کو عمل میں لانے کی محرک ثابت ہوئی ہے۔

چنانچہ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ عورت اب زیادہ عرصے تک مرد کے ظلم و ستم کا نشانہ نہیں بنے گی۔ عورت اب آزادی چاہتی ہے۔ خود مختاری چاہتی ہے۔ اور اسے اب مرد کی سرپرستی کی قطعی ضرورت نہیں وہ

مرد سے کہیں زیادہ افضل ہے اور اسے زندہ رہنے کا ڈھنگ سکھا سکتی ہے۔ عورت اب ہر قدم پر مرد کا مقابلہ کرے گی۔ اور اس سے سربلند اور عظیم ہو جائے گی۔ اور اگر آپ لوگوں کی کوششیں جاری رہیں تو ایک دن ایسا آئے گا کہ روئے زمین پر صرف عورتوں کی حکومت ہو گی اور مرد اس زمین پر برائے نام اور بقدر ضرورت باقی رہ جائے گی۔ میرا مقصد یہ ایسا ہی عظیم اور حیرت انگیز ہے۔

ہال تالیوں کی گونج سے گونج اٹھا۔

پھر ایک عورت اپنی جگہ کھڑی ہوئی۔ اور اس نے سوال کیا۔

ہم عورتیں اس سلسلہ میں کیا خدمات انجام دے سکتی ہیں؟

نادرہ توصیف نے ہال پر ایک گہری نظر ڈالی پھر بھڑے ہوئے لہجہ میں کہنے لگی۔

آپ لوگوں کے لئے فی الحال اہم کام نہیں ہے۔ آپ زیادہ سے زیادہ عورتوں کو اس تحریک سے روشناس کرائیں انہیں انجمن کا ممبر بنائیں اور ان پر تحریک کے اغراض و مقاصد واضح کریں۔ ساتھ ہی آپ لوگ نفسیاتی طور پر آہستہ آہستہ مردوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کریں کہ عورت ان سے کمتر اور حقیر نہیں ہے اور بالکل برابر کا درجہ رکھتی ہے۔ اور یہ کہ اگر عورت چاہے تو مرد روئے زمین پر اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتا۔ اور ایسی خواتین جن کے شوہر اہم عہدوں پر فائز ہیں وہ ان کے توسط سے حکومت کے اہم راز اور منصوبے غائب

کرنا شروع کر دیں۔ تاکہ کسی حد تک حکومت کا کام رک جائے۔ اور وہ لاچار و مجبور ہو جائے اس طرح حکومت در پردہ ہمارے ہاتھوں میں کسی حد تک پہنچ جائے گی۔ اور پھر ایک خاص وقت پر ہم اچانک منظر عام پر آجائیں گے۔ اس وقت مرد اس قدر بدحواس ہوگا کہ اسے عورتوں کے حق میں دستبرداری ہی میں عافیت نظر آئے گی اس وقت وہ بے دست و پا ہو چکا ہوگا۔ اور اس کی برتری ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو جائے گی۔ اس وقت دنیا کی تاریخ بدل چکی ہوگی اور وہ دنیا کا سب سے عظیم انقلاب ہوگا۔؟"

نادرہ توصیف نے کچھ دیر رک کر اپنی سانس درست کی پھر کہنے لگی۔

میرے سامنے اس وقت کئی اہم اور عظیم منصوبے ہیں اور میں ان پر عمل کر رہی ہوں۔ ان کے نتائج عنقریب منظر عام پر آنے والے ہیں۔ آپ لوگوں کو جو ہدایات دی گئی ہیں یہ محض اضافی حیثیت رکھتی ہیں۔

پھر اجلاس ختم ہو گیا۔ تحریک کی کامیابی کے لئے دعائیں مانگی گئیں۔ اور اس کے بعد نادرہ توصیف سرخ پردے کے پیچھے غائب ہو گئی۔

ہال میں پھر شور و غل آمنڈ آیا۔ خوب صورت لباس پھر سر سرانے لگے۔ اور تیز و طرار زبانوں نے اپنی مہارت کا مظاہرہ شروع کر دیا۔

پھر تمام بیگمات آہستہ آہستہ ہال سے باہر نکل کر اپنی اپنی گاڑیوں کی طرف بڑھنے لگیں۔!

∴ ∴ ∴

فیاض نے نہایت بیزاری سے ریسیور اٹھایا تھا۔

دراصل اوپر نیچے یہ چوتھا فون تھا۔ اور پچھلے تینوں رانگ نمبر تھے

"ہیلو۔۔۔" فیاض ماؤتھ پیس میں دہاڑا۔

"اوہ! ایک نسوانی آواز آئی۔

"میں کیپٹن فیاض سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"فرمایئے۔" میں ہی فیاض ہوں۔"

"اوہ کیپٹن صاحب۔ مجھے آپ کی مدد کی فوری اور شدید ضرورت ہے

"آپ واقعات بیان کیجئے۔ اس طرح میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔ آپ کہاں سے بول رہی ہیں۔؟"

"میں ماڈرن سوسائٹی سے بول رہی ہوں۔! دوسری جانب سے افسردہ سی آواز آئی۔ میں بہت فکرمند ہوں۔"

"مگر۔۔۔ آپ۔۔۔ کیوں فکرمند ہیں۔ فیاض نے عجیب لہجہ میں رک رک کر کہا۔ کوئی وجہ تو بیان کیجئے۔"

"اوہ۔۔۔! میں کیا بتاؤں۔! الفاظ زبان کا ساتھ نہیں دے رہے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

"تو پھر جب الفاظ زبان کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائیں تو مجھے رنگ کر لیجئے گا۔" فیاض نے جھلائے ہوئے لہجہ میں کہا۔ اور پھر فون بند کر دیا۔

پھر فیاض نے ٹرے میں رکھا ہوا ایک فائل اٹھایا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی پھر گنگنانے لگی۔

ٹرن... ٹرن... ٹررررن۔"

"لاحول ولا قوۃ۔!" فیاض نے برا سا منہ بنایا تھا۔ پھر ٹیلیفون اٹھایا۔

"ہیلو... کیپٹن فیاض اسپیکنگ۔"

"اوہ۔ کیپٹن صاحب۔! وہی نسوانی آواز تھی۔ آپ نے فون کیوں بند کر دیا تھا۔"

"اس لئے کہ میں وقت کی قدر کرتا ہوں۔" فیاض نے جل کر کہا۔ "ہی چوڑی تمہید اور فضول باتوں کیلئے میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

"لیکن میں کوئی معمولی عورت نہیں ہوں۔ دوسری طرف سے تیز لہجہ میں کہا گیا۔ آپ تمیز سے بات کیجئے۔"

"کیا مطلب۔؟" فیاض نے غرا کر کہا۔

"آپ کو عورتوں سے بات کرنے کا ڈھنگ نہیں آتا۔"

"جی ہاں۔! اس لئے کہ میں خود عورت نہیں ہوں۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آپ کو عورتوں سے گفتگو کرتے وقت خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔"

"بہتر ہے حضور! فیاض عاجز آ گیا تھا۔ فرمایئے۔ کیا میں ملکہ عالم کی خدمت اقدس میں سر کے بل حاضر ہو جاؤں۔ یا سر کاٹ کر جناب کے حضور پیش کر دوں اور خود سر بریدہ سڑکوں پر رقص کرتا پھروں۔"

"دیکھئے۔ عورت نے مضمحل لہجہ میں کہا۔ اب آپ کے طنز کے نشتر چلانے لگے۔ میں واقعی بہت پریشان ہوں۔"

"فرمایئے۔ پھر میں کس طرح آپ کی پریشانی دور کر سکتا ہوں۔"

"میں بیگم سرفراز بول رہی ہوں۔ آپ کمپنی کلکٹر احمد سرفراز کو تو ضرور جانتے ہوں گے۔"

"جی ہاں... جی ہاں! فیاض نے چونک کر کہا۔ اسے معلوم تھا کہ رحمان صاحب کے احمد سرفراز سے گہرے تعلقات ہیں۔ پھر کہنے لگا۔

"معاف کیجئے گا۔ میں آپ کو پہچانا نہیں۔ دراصل نت نئے کیسز کے پرابلم ایسے شدید ہوتے ہیں کہ دماغ ہر وقت الجھا ہوا اور کچھ عجیب سا رہتا ہے۔ ہاں تو فرمایئے آپ نے کیسے یاد فرمایا۔"

"میں نے پہلے رحمان صاحب کو فون کیا تھا۔ بیگم سرفراز کی آواز آئی۔ لیکن وہ اپنے دفتر میں موجود نہیں ہیں۔ پھر مجھے آپ کو رنگ کرنا پڑا۔"

"کوئی بات نہیں۔! فیاض نے نرم لہجے میں کہا۔ میرے لائق کوئی خدمت۔!"

"دراصل...! بیگم سرفراز کہنے لگیں۔ وہ تین روز سے گھر نہیں آئے۔ ممکن ہے وہ کسی سرکاری کام سے باہر چلے گئے ہوں۔ اور انہیں

Waqar Azeem Pakistanipoint.Com

اطلاع دینے کا موقع نہ ملا ہو۔" فیاض نے کہا۔

"وہ کہیں نہیں گئے۔! بیگم سرفراز نے کہا۔ میں سرکاری طور پر اس کی تصدیق کر چکی ہوں۔"

"پھر... پھر آپ کیا رائے رکھتی ہیں۔" فیاض نے سوچتے ہوئے کہا۔

میں... میں کیا بتاؤں...! بیگم سرفراز کی روہانسی آواز آئی۔ ایسا تو کبھی نہیں ہوا۔

اچھا... اچھا میں آرہا ہوں۔" فیاض نے کہا۔

اٹالیس۔اے ماڈرن سوسائٹی۔ بیگم سرفراز نے نمبر بتائے۔

"اوکے! فیاض نے ڈائری میں نوٹ کرتے ہوئے کہا۔ اور ٹیلیفون بند کر دیا۔ پھر کچھ دیر بعد اس کی کار نہایت تیزی سے ماڈرن سوسائٹی کی طرف دوڑ رہی تھی۔

نبگلہ تلاش کرنے میں فیاض کو زیادہ پریشانی نہیں ہوئی۔ بیگم سرفراز ڈرائنگ روم میں اس کی منتظر تھی۔ اس نے اٹھ کر فیاض کا خیر مقدم کیا اور بے تپاک انداز میں ملی۔

فیاض نے غور سے دیکھا۔ وہ چھبیس ستائیس سال کی ایک خوبرو عورت تھی۔ گو اسکا چہرہ پژمردہ تھا۔ اور شوہر کے غم میں وہ کافی مضمحل تھی لیکن اسکے متناسب جسم اور خوبصورت چہرے کی دلکشی قائم تھی۔ وہ ایک قیمتی سفید ساڑھی میں ملبوس تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اور ان کے درمیان اسکا شہابی چہرہ بہت پرکشش نظر آرہا تھا۔

"آپ کیا پئیں گے۔" بیگم سرفراز کی ترنم آواز کمرے میں گونجی۔

"فی الحال کچھ نہیں۔" فیاض نے جواب دیا۔ پہلے کام کی باتیں ہو جائیں۔

"آہ۔! بیگم سرفراز اچانک رنجیدہ ہو گئیں۔ میں نے اسی لئے آپ کو بلایا ہے۔"

"کیا مسٹر سرفراز اس سے پیشتر بھی اسی طرح گھر سے باہر رہ چکے ہیں۔!" فیاض نے بات شروع کی۔

"جی نہیں۔! میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ یہ پہلا موقع ہے۔"

"وہ کب تک آفس سے گھر لوٹ آیا کرتے تھے۔"

"چھ بجے تک! بیگم سرفراز نے کہا۔ یہ ان کے معمولات میں شامل تھا۔ اور اگر انہیں کوئی کام ہوتا تو وہ گھر آکر میرے ہمراہ شام کی چائے پیتے تھے۔ اور اس کے بعد کہیں جایا کرتے تھے۔"

"کیا وہ اس سے پیشتر متفکر اور کچھ پریشان سے نظر آئے تھے۔" فیاض نے پوچھا۔

"نہیں۔! میں نے ان کے چہرے یا حرکات و سکنات سے فکر و تردد کا اظہار نہیں پایا۔"

"کیا انھوں نے آپ کوئی خاص بات بتائی؟"

"نہیں۔ جبکہ وہ مجھ سے کوئی بات نہیں چھپایا کرتے تھے۔"

"وقوعہ کے روز وہ کب گھر سے باہر گئے تھے۔؟"

"صبح نو بجے۔!"

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

"کیا اس روز آفس سے ان کا کوئی فون موصول ہوا تھا۔"

"نہیں۔ کسی ضروری کام کے علاوہ انہوں نے کبھی آفس سے فون نہیں کیا۔"

فیاض چند لمحہ خاموشی سے کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے پوچھا۔

"کیا مسٹر سرفراز نے کبھی آپ سے اپنے کسی دشمن یا دشمنوں کا ذکر کیا تھا جو کسی وجہ سے ان کے مخالف ہوں۔ اور ان سے عداوت رکھتے ہوں۔"

"نہیں۔۔۔ بیگم سرفراز نے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔ ایسا کبھی ہوا۔ وہ نہایت خلیق اور ملنسار آدمی تھے۔ اور میرے خیال میں ان کی کسی سے دشمنی نہیں تھی۔"

فیاض گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

پھر دھیمے دھیمے ٹہرے ہوئے لہجہ میں کہنے لگا۔ کسی اور سے۔۔۔۔

"کھل کر بات کیجئے۔" بیگم سرفراز نے کہا۔ یہ میرے شوہر کی گمشدگی کا معاملہ ہے۔"

"میں یہ کہنا چاہتا تھا۔ فیاض بولا۔ کیا آپ کے شوہر۔ کسی دوسری۔۔۔ عورت میں دلچسپی رکھتے ہیں۔"

"نہیں۔! بیگم سرفراز نے تلخ لہجہ میں کہا۔ انہیں مجھ سے بے پناہ محبت تھی۔"

"تب آپ ان کی زندگی کے بارے میں کیا خیال رکھتی ہیں۔" فیاض

نے پوچھا۔

"میں کیا خیال ظاہر کروں مسٹر فیاض۔! میری سمجھ میں تو کوئی بات نہیں آتی۔!"

"کیا انہیں کوئی اغوا کر سکتا ہے۔!" فیاض نے پوچھا۔

"شاید نہیں۔!" بیگم سرفراز نے غمگین لہجہ میں کہا۔

"تب ان کی گمشدگی کو کس پہلو سے سوچا جا سکتا ہے۔"

"کاش مجھے سب کچھ معلوم ہوتا۔۔۔!" بیگم سرفراز کی آنکھیں اشک آور ہو گئیں۔

انہوں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ پھر کہنے لگیں۔

میں سول پولیس کو بھی مطلع کر چکی ہوں لیکن وہ ابھی تک اس سلسلے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ پھر مجبور ہو کر میں نے رحمان صاحب کو فون کیا تھا ویسے محکمانہ طور پر بھی انہیں تلاش کیا جا رہا ہے۔"

اچانک ایک ملازم اندر داخل ہوا۔ اور اس نے آج ڈاک میں آیا ہوا خط بیگم سرفراز کے سامنے میز پر رکھ دیا۔ بیگم سرفراز نے لفافے کی جانب دیکھا۔ پھر اسے اٹھا کر چاک کر دیا۔

لفافہ کے اندر ایک کارڈ تھا۔۔۔ وزیٹنگ کارڈ کے برابر اور اس پر درج تھا۔

"بی پونگ امر ہے۔"

بیگم سرفراز حیرت سے اس کارڈ کو دیکھنے لگیں۔ پھر کارڈ ان کے

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

نے فیاض کی طرف بڑھا دیا۔

اور پھر دوسرے ہی لمحہ فیاض چونک پڑا تھا۔ اس کا چہرہ فکرمند ہوگیا اور آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔

"کیا مطلب ہے اس کا۔؟" بیگم سرفراز نے بخر آمیز لہجہ میں پوچھا۔

"شاید اسکول کے بچوں کی شرارت ہے۔" فیاض سنبھل گیا۔ پھر اس نے کارڈ جیب میں رکھا اور اٹھتے ہوئے بولا۔

"مجھے آپ سے ہمدردی ہے خاتون۔ گو یہ کیس سول پولیس کا ہے اور میں سرکاری طور پر اس میں مداخلت نہیں کر سکتا۔ تاہم میں آپ کی ہر ممکن مدد کروں گا۔ اور مسٹر سرفراز کی تلاش میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھوں گا۔" پھر فیاض نے ٹوپی اتار کر سر کے خفیف اشارے سے بیگم سرفراز کو سلام کیا۔ اور ڈرائنگ روم سے باہر نکل آیا۔

راہداری میں اسے وہی ملازم کھڑا ہوا نظر آیا تھا جس نے بیگم سرفراز کو خط لا کر دیا تھا۔

فیاض اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"سنو۔! یہ خط کہاں سے ملا۔!"

"ڈاکیہ دے گیا تھا حضور۔!"

"کیا ہر روز یہی ڈاکیہ خط لے کر آتا ہے۔"

"ہاں حضور۔ ڈیڑھ سال سے یہی موٹی توند والا آتا ہے۔"

"ہوں۔!" فیاض نے آہستہ سے سر ہلایا۔

پھر پورچ میں کھڑی ہوئی اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ چوکیدار نے گیٹ کھول دیا تھا۔ فیاض کار کو بیک کرتا ہوا گیٹ کے باہر تک لیتا چلا گیا۔ پھر اس نے وہیل موڑ کر فرنٹ گیئر لگایا۔ اور کار ایک زناٹے کے ساتھ آگے نکل چکی تھی۔ اسکی رفتار کافی تیز تھی۔ اور اتنی ہی تیزی سے فیاض کا دماغ کام کر رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔

یہ پی یونگ تو کمبخت پیچھے ہی پڑ گیا ہے۔ ہر جگہ اسی کا چرچا اور اسی کا ظہور ہے۔ اور پھر یہ کارڈ۔۔۔۔ یہ کارڈ بیگم سرفراز کو بھیجا گیا ہے کیا کسم کلکرنی کے اغوا میں پی یونگ کا ہاتھ ہے۔ مگر۔۔ احمد سرفراز کے اغوا میں پی یونگ کا کون سا مقصد پوشیدہ ہے۔

پھر فیاض اچانک متفکر ہوگیا۔

وہ سوچ رہا تھا۔

رحمان صاحب اب کچھ زیادہ ہی خفگی کا مظاہرہ کریں گے وہ ڈاکٹر پی یونگ کے متعلق ابھی تک کچھ بھی تو معلوم نہ کر سکا تھا۔

یکایک فیاض نے پوری طرح سے بریک لگائی۔ اور وہیل خوفناک آواز میں چیخ پڑے۔

فیاض کے خیالات کا سلسلہ منتشر ہوگیا۔

دراصل ایک بچہ بھاگتا ہوا کار کے سامنے آگیا تھا۔ اور اگر فیاض اچانک بریک نہ لگا لیتا تو اس کا جسم کار کے پہیوں سے کچل گیا ہوتا۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

O

سلیمان عمران کے جوتوں پر پالش لگانے میں پوری طرح منہمک تھا۔
پھر اس نے اچانک پوچھا۔
"صاحب جوزف کا کچھ پتہ چلا۔"
"نہیں۔ عمران نے جواب دیا۔ وہ شاید آسمانی باپ کے پاس پہنچ گیا ہے۔"
"ٹھیک کہا صاحب! سلیمان نے تائید کی وہ ہمیشہ آسمانی باپ اور افریقی دیوتاؤں کی باتیں کیا کرتا تھا۔ مگر صاحب یہ آسمانی باپ ہے کون۔؟"
"مجھے نہیں معلوم۔ ذرا جلدی کرو اور خوب چمکا دے آج جوتوں کو!"
"کہاں جانا ہے۔؟"
"جہنم میں۔!"
"کیا جہنم میں جوتے چمکا کر جایا کرتے ہیں صاحب!"
"ہاں بے! مگر یہ تو جوتوں پر پالش کر رہا ہے یا پلاستر۔! پوری ڈبی ختم کر کے رکھ دی۔"
اس طرح جوتے مضبوط ہو جاتے ہیں صاحب! اور چمک بھی خوب آتی ہے۔ بالکل نواب صاحب کے جوتوں کی طرح۔"

"کون نواب صاحب۔؟" عمران نے آنکھیں نکالیں۔
سلیمان نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ پھر بولا۔
"یہ بہت دنوں کی بات ہے صاحب! جب میں بچہ تھا۔ تو ایک نواب صاحب کے یہاں ملازم تھا۔"
"کیا نام تھا ان کا۔؟"
"نواب کلن! سلیمان نے جواب دیا لکھنؤ کے نوابوں کی طرح بڑے جینگے نواب تھے وہ بس ذرا کلے تھے۔ جیسے اللہ تو اسا تھا ان کی ذات میں کوئی کسر رہ گئی تھی۔"
"کیسی کسر۔؟"
"یہ نہیں معلوم صاحب! بس اتنا ہی سنا تھا میں نے جو آپکو بتا دیا۔"
"اچھا آگے چلو۔"
سلیمان جوتے چھوڑ کر کھڑا ہو گیا اور آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔
"کہاں چلا بے۔" عمران نے چیخ کر کہا۔
"آپ ہی نے تو کہا تھا صاحب۔ آگے چل۔" سلیمان معصومیت سے بولا "ابے یہ محاورہ ہے گدھے۔"
"ہو گا صاحب! میں تو سچ سمجھا تھا۔"
"اچھا اب آگے بک۔!"
سلیمان نے پھر برش سنبھال لیا۔ اور جوتے رگڑتے ہوئے کہنے لگا۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.Com

ان نواب صاحب کو کسی پر بھروسہ نہیں تھا۔"

"کیسا بھروسہ۔؟"

"وہ اپنے جوتوں پر پالش خود کیا کرتے تھے۔" سلیمان نے جواب دیا۔

"کس گاؤدی سے پالا پڑ گیا ہے۔" عمران نے جھلا کر کہا۔ "ایسے بات کا کوئی سر پیر بھی ہے۔ یا یونہی بکواس کئے جائے گا۔"

"ٹھیک کہا صاحب! سلیمان نے برش ہاتھ سے رکھ دیا۔ جوتوں کا تعلق سر سے بھی ہے اور پیر سے بھی۔"

"تو فلسفی بنتا جا رہا ہے۔" عمران نے کہا۔ "تجھے کسی کالج میں پروفیسر نیوا پڑے گا۔"

"نہیں صاحب۔۔!" سلیمان چیخا۔ "خدا کے لئے ایسا نہ کیجئے گا۔"

"کیوں۔؟"

"سنا ہے صاحب۔ کہ پروفیسروں کے لڑکے گندے انڈے اچھالتے ہیں۔"

"یہ تو ٹھیک سنا ہے تو نے۔ مگر وہ نواب صاحب والی بات؟"

"نواب صاحب ایک ڈبیہ ایک جوتے پر لگایا کرتے تھے۔ اور دوسری مرتبہ ڈبیہ دوسرے جوتے پر۔" سلیمان نے انکشاف کیا۔

"ان کا دماغ تو نہیں چل گیا تھا۔" عمران نے پوچھا۔

"نہیں صاحب! باتیں تو ٹھیک کیا کرتے تھے۔"

"تو پھر ان کے دسترخوان پر بھی ایک ڈبیہ موجود رہتی ہوگی۔"

"دسترخوان پر تو انجن کی ڈبیہ ہوتی تھی صاحب!"

"کیا مطلب۔؟"

"چنیا بیگم سے انہیں عشق تھا۔" سلیمان بتانے لگا۔ "ایک ہاتھ سے وہ لقمہ منہ کے اندر داخل کیا کرتے تھے۔ اور دوسرے سے افیم کا غوطہ۔ اور پھر دسترخوان پر ہی وہ اوندھے ہو جایا کرتے تھے۔ اور ان کا سر شوربے کی پلیٹ میں پہنچ جاتا تھا۔"

"پھر۔؟"

"پھر نواب صاحب رات بھر دسترخوان پر ہی سجدے میں پڑے رہتے تھے۔ بیگم صاحبہ کا حکم تھا کہ انہیں چھوا تک نہ جائے۔"

"کیوں۔؟"

"یہ بات تو بیگم صاحبہ ہی سمجھتی تھیں صاحب! ویسے اس وقت ان کے کئی ملنے والے آجایا کرتے تھے۔ اور وہ اپنے کمرے میں ان کے ساتھ ہنسی ٹھٹھا کیا کرتی تھیں۔"

اسی وقت عمران کے ذاتی فون کی گھنٹی بجی۔ اور وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھ گیا۔

"یہ کسی ڈٹھمپ اسپیکنگ۔!"

دوسری جانب فیاض تھا۔ وہ پوچھ رہا تھا۔

"کیسے ہو۔؟ بہت دنوں سے نظر نہیں آئے۔"

"میں تاریک المزاج ہو گیا ہوں۔"

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب یہ کہ میں نے دنیا سے قطع تعلق کر لیا ہے۔" اور صرف حسینوں

Nazar Azeem
Pakistanipoint.Com

کو شربت دیدار پلایا کرتا ہوں۔"

"میں نے تو سنا تھا کہ تم کوئی دوکان کھول رہے ہو۔" فیاض نے پوچھا۔

"ہاں دوکان کی بات چیت بھی چل رہی ہے۔ بس کوئی ڈھنگ کا پارٹنر نہیں مل رہا ہے۔ اور جیسے ہی کوئی آنکھ کا اندھا اور گانٹھ کا پورا میسر آیا۔ میں تارک الدنیا سے ریٹائر ہو کر دوکان پر بیٹھنے لگوں گا۔"

"کس چیز کی دوکان کھول رہے ہو۔؟"

"دل کی۔!"

"کیا مطلب۔؟" فیاض چونکا۔

"ہماری دکان پر ٹوٹے ہوئے دل جوڑے جائیں گے آدھا منافع شرط ہے۔ ویسے اس کام کیلئے لائسنس کی ضرورت تو نہیں ہوگی سر فیاض!"

"مجھے نہیں معلوم۔" فیاض نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "سنو!"

"ضرور سناؤ۔!"

"میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"مگر میں نے آج کل اپنی فیس مقرر کر لی ہے۔"

"کیسی فیس۔!"

"ایک لفظ کا ایک روپیہ۔!" عمران تفصیل بتانے لگا۔ اس حساب سے جو کچھ پوچھنا چاہو پوچھ سکتے ہو لیکن سوال ایک کاغذ کے ایک طرف لکھے ہوئے ہوں۔ کٹے پھٹے اور مشکوک الفاظ کا کوئی جواب نہیں جائے گا۔ البتہ فیس پوری وصول کر لی جائے گی۔

"معاملہ مذاق میں ٹالنے کا نہیں ہے۔" فیاض سنجیدگی سے بولا۔ واقعات عجیب شکل اختیار کر گئے ہیں۔"

"کر جانے دو! تم غریب شکل اختیار کر لو۔"

"کرنل کلکٹر پراسرار طور پر غائب ہو گیا۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔! اسمگلنگ کے دھندے کے لئے معالات سازگار ہو گئے ہیں۔"

"کرنل کلکٹر کی بیوی کو بذریعہ ڈاک ایک کارڈ ملا ہے۔"

"اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔! عمران نے کہا۔ لوگ تو اس تاک میں لگے رہتے ہیں کہ کب کسی خوبصورت عورت کا شوہر مرے۔ اور وہ شادی کا پیغام دے ڈالیں۔"

"مگر وہ شادی کا پیغام نہیں تھا۔"

"پھر۔؟"

"وہ خط پی پونگ کی جانب سے بھیجا گیا ہے۔ اس میں صرف ایک کارڈ تھا اور اس پر لکھا تھا۔

"پی پونگ امر ہے۔!

ہمیں خبر ہے۔ عمران نے گرہ لگائی۔ یہ پی پونگ یقیناً کوئی بھوت معلوم ہوتا ہے۔

"فضولیات...!" فیاض کی الجھی ہوئی آواز آئی۔ تم کب سے بھوتوں پر یقین کرنے لگے۔

Pakistanipoint
Waqar Azeem
pakistanipoint.com

"جب سے پی پونگ آسمانی وسعتوں کو پھلانگ کر اس دنیا میں وارد ہوا ہے۔

"تو کیا۔ تم اسے آسمانی مخلوق تصور کرتے ہو۔؟

"بالکل۔! عمران نے جواب دیا۔ آسمان سے آگ کی بارش کرنے والا تھوتھلی تو نہیں ہو سکتا۔"

"یہ تو ٹھیک ہے! مگر وہ کوئی بڑا مجرم معلوم ہوتا ہے۔

"پھر تم اسے خود گرفتار کرو۔"

"مگر... مگر کہاں سے گرفتار کروں۔ اس کمبخت کا کوئی سراغ ہی نہیں ملتا۔" فیاض نے بے بسی سے کہا۔

"اسی لئے تو کہتا ہوں کہ وہ کوئی بھوت ہے۔ میرا خیال ہے تم کسی ملا یا سیانے سے رجوع کرو وہ ایسا تعویذ دے گا کہ خواب میں تم پی پونگ کو گرفتار کر کے پھانسی کے تختے پر چڑھتا ہوا دیکھ لوگے۔!"

"لعنت ہے تم پر..." فیاض کی جھلائی ہوئی آواز آئی۔

پھر فون کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔

ختم شد

869

ایس قریشی

کے عمران سیریز کے دو سنسنی خیز اور مکمل ناولز

بلیک بزنس

بلیک بزنس جسکا نام لیتے ہی موت آدبوچتی تھی۔ بلیک بزنس عمران نے نام لیا ہی تھا کہ ایک دھماکہ ہوا اور پوری عمارت کے ٹکڑے اڑ گئے اور عمران۔؟ جولیا نے بلیک بزنس کا نام لیا ہی تھا کہ اسٹین گن کا پورا برسٹ سینے پر لگا... کیا جولیا مر گئی۔؟ سنسنی سسپنس اور ایکشن سے بھرپور خاص نمبر

اسپائے اسیشر

وہ جسکی تلاش میں پولیس اور مجرم دونوں ہی تھے۔ اور دونوں ہی اس سے خوف کھاتے تھے۔ اسپائے اسمیشر ایک عجیب و غریب مجرم۔ خونخوار بھی اور... سسپنس ہی سسپنس ایکشن ہی ایکشن۔ عمران کے کارناموں میں سب سے بڑا شاہکار۔ ایک انمول شہہ پارہ قیمت فی خاص نمبر پچیس روپے چھپ کر شائع ہو گئے ہیں آج ہی طلب کریں

خط و کتابت کا پتہ

ایوب اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۳ بیاقت آباد کراچی نمبر ۱۹

698

عمران سیریز

کالا شنگا مہ

www.BooksPK.com

عمران سیریز

نغمہ صفی کی

حصہ دوم

کلب کا ہنگامہ

مصنف
نغمہ صفی

قیمت ——— 1/ روپے پچاس پیسے

خط و کتابت کا پتہ

ایوب اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر ۲۶۲۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

جملہ حقوق دائمی بنام مصنف محفوظ ہیں، اس ناول کے تمام نام مقام کردار واقعات اور تشبیہ دی جانے والی چیزیں فرضی ہیں کسی سے مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کے لئے مصنف پرنٹرز، پبلیشرز، ناشر یا ادارہ ذمے دار نہیں۔

اس ناول کو نقل کر کے چھاپنے فلمانے یا اسٹیج ڈرامے کے لئے نقل کرنے کے لئے مصنف کی تحریری اجازت لینی ضروری ہے ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی، استحقاق کا حق صرف کراچی کی عدالتوں کو حاصل ہوگا۔

نفیس اکیڈمی پریس کراچی میں آفسٹ پر چھپ کر شائع ہوئی

خط و کتابت کا پتہ

ایوب اکیڈمی لیاقت آباد کراچی ۱۹

ناول

نور پورہ نزد [illegible]

پیشرس

اداب کلب کا ہنگامہ پیش نظر ہے۔

پچھلے دونوں ناول۔ غنڈہ ٹیکس اور گینگ لیڈر تقریباً سارے ہی قارئین نے پسند کئے ہیں اس کا اندازہ ان خطوط سے ہوتا ہے جو دوبارہ ناول لکھنے شروع کرنے پر مجھے مبارکباد کے موصول ہوتے ہیں اور جن میں ناولوں کی پسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے۔ زیر نظر ناول بھی سراغرسانی اور سسپنس کا ایک شاہکار ہے اور میں نے اس میں پوری پوری کوشش کی ہے کہ اسے مکمل کرتے ہوئے آپکی راتے اور مشوروں پر عمل پیرا رہوں۔

ناول پڑھیئے اور مطلع کیجئے کہ کیسا رہا آپکی راتے اور مشوروں کا انتظار رہے گا۔

فقط

نغمہ صفی

ایس قریشی کے اب یہ ناول مل سکتے ہیں

عمران سیریز

گولڈن مین	۹-۰۰
لونا ٹھا	۹-۰۰
ٹی تھری بی	۹-۰۰
سنگ ہی کی واپسی	۹-۰۰
موت کا سایہ	۶-۰۰
نیلا شعلہ	۶-۰۰
شعلے کا شکار	۶-۰۰
لمبا کومی	۶-۰۰
قاتل مصور	۶-۰۰
دولت کے پجاری	۶-۰۰
حادثوں کا شکار	۶-۰۰
سرخ دھبے	۶-۰۰
گمشدہ چہرہ	۶-۰۰
سنہری انگلیاں	۶-۰۰
خطرناک جواری	۶-۰۰
بھیانک سایہ	۶-۰۰
مرمریں محل	۶-۰۰
پہلا اشارہ	۶-۰۰
آواز کی چوری	۶-۰۰
اونچا شکاری	۶-۰۰
انجانا دشمن	۶-۰۰
بھیڑیے	۶-۰۰
موت کی چوری	۶-۰۰

خطرناک آدمی	۶-۰۰
دھوئیں کے شکار	۶-۰۰
سیارہ کی تباہی	۶-۰۰
پہاڑی کا نغمہ	۶-۰۰
موت کا جزیرہ	۶-۰۰
پراسرار آواز	۶-۰۰
لاہوتی آواز	۶-۰۰
آسیبی چیخ	۶-۰۰
بلیک ڈیتھ	۶-۰۰
ایجاد کی چوری	۶-۰۰
آگ بابا	۵-۵۰
پراسرار آگ	۵-۵۰
بدصورت فتنہ	۵-۵۰
بلیک سرکل	۵-۵۰
روڈ ٹو ڈیتھ	۹-۷۵
نیلا نشان	۹-۷۵۰
بلیک وومن	۲-۰۰
بلیک ناٹ	۴-۵۰
نیمڈ گرلز	۷-۵۰
مرڈر بزنس	۷-۵۰
گرین سپاٹ	۷-۵۰
ڈیتھ زون	۷-۵۰
پینڈورا سین بلیک سیریز کارڈ ڈیل	۴-۵۰

ایجنٹ سیون	۲-۰۰
سیکرٹ سروس (کیپٹن پرنود)	۰۰
ڈیتھ آف ڈیول	۰۰
خطرناک مہم	۰۰
بلاسٹنگ سپاٹ	۰۰
پریمود کی موت	۰۰
مرڈر ایجنٹ	۰۰
بلیک پاور	۰۰
بلیک ہاؤس	۶-۰۰
درندے کی واپسی	۶-۰۰
سرد جنگ	۶-۰۰
برفانی جہنم	۶-۰۰
اصلی چہرہ	۶-۰۰
بے چین دشمن	۶-۰۰
سیاہ بچھو	۶-۰۰
بلو پرنٹ	۶-۰۰
ہنگاموں کا موجد (اول)	۱۰/۵۰
ناٹ گرل " دوم	۱۰/۵۰
ہل آف ڈیتھ " اول	۱۰/۵۰
موت کا تحریر " دوم	۳-۰۰
خطرناک موڑ	۱۲-۰۰
آپریشن سپائے	۷-۵۰

محدود تعداد میں موجود ہیں، آج ہی طلب کیجئے کراچی میں
کراچی بک ڈپو ۴۸۔ اردو بازار کراچی سے طلب کیجئے

ایوب اکیڈمی یاقوت آباد کراچی ۱۹

ایس قریشی کے سامنے کے صفحہ پر دیئے گئے سارے ناول اب
کراچی بک ڈپو ۴۸۔ اردو بازار پر مل سکتے ہیں

سگریٹ کا دھواں اڑاتے ہوئے وہ ویٹر کی آمد کا انتظار کر رہا تھا جب کوئی اور مصروفیت نہ ہو تو آدمی خود بخود کچھ نہ کچھ سوچنے لگتا ہے اور وہ بھی آدمی ہی تھا اسکے دماغ میں گزشتہ دن کے تمام واقعات گھوم گئے چند گھنٹے کے مختصر وقت میں وہ متعدد مراحل سے گزرا تھا۔

ڈیفنس میں پارٹی والی کوٹھی کی نشاندہی کرانے کے بعد عمران اسے واپس ہوٹل چھوڑ گیا تھا لیکن روانہ ہونے سے قبل اسنے سختی سے تاکید کی تھی کہ وہ جو کچھ ہو چکا ہے اسے بھلا کر صرف سیر و تفریح سے مطلب رکھے کیونکہ انجانے میں وہ اٹھ لتے پریشانی کا سبب بن سکتا ہے۔ ظاہر ہے وہ ساتھ کام کرنے کی درخواست ہی کر سکتا تھا لیکن عمران کسی طور بھی آمادہ نہیں ہوا تھا عمران کے انکار نے آفندی کو کافی حد تک ملول و مایوس کر دیا تھا۔

تمام دن وہ کمرے ہی میں پڑا رہا کہیں جانے کو دل ہی نہیں چاہا تھا۔ ایلیا کے بارے میں بھی عمران نے بتایا تھا کہ وہ اپنے اپارٹمنٹ سے ہسپتال منتقل کر دی گئی ہے۔ وہ عملی دنیا کا آدمی تھا ایک جگہ پڑے پڑے اس کا دماغ خراب ہونے لگا تو وہ بوکھلا کر نکل کھڑا ہوا تھا۔

اپنے حلقہ احباب میں وہ بھرا ہوا چیتا کہلاتا تھا وہ اپنے شکار کو سونگھنے اور اس پر جھپٹ کر قابو پا لینے کی حیرت انگیز صلاحیت رکھتا تھا جب بھی اسنے کسی کام میں ہاتھ ڈالا کبھی ناکام نہیں رہا تھا یہی وجہ تھی جو چند سال کے اندر ترقی کر کے وہاں پہنچ گیا جہاں پہنچنے کی جد و جہد میں لوگوں کے بالوں پر برف جم جاتی ہے پھر بھی بہت کم کامیاب ہو پاتے ہیں۔ وہ صرف چھبیس سال کی عمر میں ٹرکش اسٹیٹ سیکورٹی کی تنظیم میں ڈپٹی ڈائریکٹر کے عہدے پر فائز تھا۔

ظاہر ہے یہاں آنے کی ہر صلاحیت اور خوبی بے معنی تھی وہ اس کا ملک تو نہیں تھا جو دوسروں کے معاملات میں بھی پیر اڑا بیٹھتا۔ ویسے وہ اپنے طور پر ذہنی جمناسٹک برابر کرتا رہا تھا۔ جسکی وجہ سے حالات کی کسی نہ کسی حد تک ایک تصویر ضرور بن گئی تھی۔

کام تو کوئی تھا نہیں ہوٹل سے نکل کر وہ پیدل ہی چل پڑا۔ ایک بار میں اس حد تک شراب پی کہ بس سرور ہو سکے مقصد اپر چیمبر کو پر سکون رکھنا تھا پھر ادھر ادھر گھومتا رہا اور جب بھوک لگی تو ایک ہوٹل میں پہنچ گیا اور اب کھانے کا انتظار کر رہا تھا۔

بیٹھنے کے لئے اسنے ایک الگ تھلگ میز کا انتخاب کیا تھا اسکے قریب کی کچھ میزیں خالی تھیں لیکن ابھی ویٹر کھانا بھی نہیں لایا تھا کہ اسکی پشت والی میز آباد ہو گئی تھی۔ ظاہر ہے اسے ان لوگوں سے کیا لینا تھا وہ اپنے خیال میں مگن رہا جب ویٹر کھانا لایا تو اسے کرسی سیدھی کرنی پڑی اس وقت غیر ارادی طور پر اسکی نظروں نے اطراف کا جائزہ لیا تو عقبی میز پر بیٹھے ہوئے آدمی کی ہلکی سی جھلک نظر آگئی تھی۔ اور ساتھ ہی اسکے دماغ میں ہلکی سی روشنی پھیل گئی اسے اپنی یادداشت پر بھرپور اعتماد تھا اس لئے ایک جھلک ہی بتانے کے لئے کافی تھی کہ وہ آدمی وہ ہے جسکے ساتھ ڈمپل ریجنٹ کیفے ٹیریا سے رخصت ہوا تھا۔

اچانک ہی اسکی صلاحیتیں اور کچھ کر گزرنے کی امنگ جاگ اٹھی وہ یہ بھی بھول گیا کہ عمران نے اس پر کیا پابندی لگائی تھی۔ اسنے اپنی تمام تر سماعی قوت عقبی میز کی طرف لگا دی تھی جب ویٹر آرڈر لینے کے لئے ادھر پہنچا تو اس آدمی نے کچھ دیر بعد آنے کے لئے کہا تھا۔ جس کا مطلب تھا اسے کسی کی آمد کا انتظار ہے۔

آفندی کے جسم میں ہلکی ہلکی برقی رو دوڑنے لگی۔ اس کا جسم حرکت کرنے کے لئے بے چین تھا کھانے کے ساتھ ساتھ وہ سوچ بھی رہا تھا پھر اسنے جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ سوچ کر کچھ کرنے کا

فیصلہ کر لیا تھا۔ گھوم کر دیکھنے کی بجائے وہ جس انداز میں بیٹھا تھا بیٹھا کھانا کھاتا رہا لیکن نظریں دروازے کا جائزہ لیتی رہی تھیں تاکہ اس آدمی کو دیکھ سکے جس کا انتظار عقبی میز والے کو تھا۔

لوگ آتے جاتے رہے لیکن کوئی ایسا نہیں آیا جس کا رخ ان کی طرف ہوتا پھر جب وہ کھانا تقریباً ختم کر چکا تھا تو اسنے ایک آدمی کو اندر آکر رکتے پھر ہال کا جائزہ لیتے دیکھا تھا۔ آنیوالے کی نظریں ہال کے ایک سرے سے ہوتی ہوتی بالآخر ان میزوں کیطرف آگئیں جہاں آفندی اور دوسرا آدمی بیٹھا تھا۔

آفندی نے تیزی سے نظروں کا زاویہ تبدیل کر لیا۔ نووارد اسی ہی سمت آرہا تھا۔ پھر وہ آفندی کے قریب سے گزر کر عقبی میز پر پہنچ گیا تھا۔

"میں بیس منٹ سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔" نووارد بیٹھا بھی نہیں تھا کہ پہلے سے موجود آدمی نے اپنی برہمی کا مظاہرہ کر ڈالا۔

"اس وقت بھی بڑی مشکل سے آسکا ہوں۔" نووارد کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا تھا۔ اسکی آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کچھ پریشان ہے۔

"کیوں۔؟"

"ایسے پوچھ رہے ہو جیسے تمہیں کچھ معلوم ہی نہیں ہے۔ تم لوگوں کے لئے کام کر کے تو میں نے اپنی جان عذاب میں پھنسالی ہے۔"

"کیا بک رہے ہو۔ تمہیں احساس ہونا چاہئے کہاں بیٹھے ہو۔" پہلا آدمی سانپ کی مانند پھنکارا تھا۔ "بہتر یہ ہے کہ کہیں اور چلتے ہیں پھر اطمینان سے بات ہوگی۔"

"میرے پاس کہیں آنے جانے کا وقت نہیں ہے۔ مجھے فوری طور پر ہیڈ کوارٹر پہنچنا ہے۔ رحمان صاحب کسی بھی وقت مجھے طلب کر سکتے ہیں۔ اس وقت کسی کو بھی آفس چھوڑنے کی اجازت

نہیں ہے۔ جو کچھ کہنا ہے فوری طور پر کہہ ڈالو۔"

پہلا آدمی بولتے بولتے رک گیا کیونکہ ویٹر ایک مرتبہ پھر آرڈر وصول کرنیکے لئے ادھر پہنچا تھا۔

"کھانا کھاؤ گے۔؟ پہلے نووارد سے پوچھا۔

"نہیں۔ چائے چل جائے گی۔"

چائے اور کھانے کا آرڈر دیکر پہلے آدمی نے ویٹر کو رخصت کر دیا تھا وہ لوگ اتنی ہلکی آواز میں باتیں کر رہے تھے کہ اگر آفندی کی توجہ مکمل طور پر اس طرف نہ ہوتی تو وہ ان کی باتیں نہ سن سکتا۔

وہ کھانا ختم کر چکا تھا۔ نیپکن سے ہاتھ صاف کر کے سگریٹ سلگائی تھی اسکے انداز دیکھ کر کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ وہ کسی کے معاملات میں دلچسپی لے رہا ہے۔ ویٹر کے جانے کے بعد دونوں کے درمیان پھر باتیں ہونے لگی تھیں اس لئے آفندی نے اپنی توجہ ادھر مرکوز کر دی تھی۔

"ہاں۔ بتاؤ۔ کس لئے بلایا ہے۔؟ نووارد نے بیقراری سے پوچھا۔

"تحقیقات کے بارے میں معلوم کرنا تھا۔"

"رحمان صاحب خود اس معاملے کو ہینڈل کر رہے ہیں۔"

"یہ مجھے بھی معلوم ہے۔ مجھے نتائج بتاؤ۔"

"اگر تمہارا اشارہ قتل کے مقاصد کی طرف ہے تو وہ بالکل واضح ہے۔"

احمق یہ بتاؤ۔ اس سلسلے میں وہ کن افراد پر انگلی رکھ چکے ہیں۔" پہلے نے کرخت آواز میں کہا۔

اپنا لہجہ درست کرو مسٹر گومیز میں یہ انداز قطعاً پسند نہیں کرتا۔" دوسرے

بچوں کی کتابوں کا مرکز
فیروز بک ڈپو چشتیاں
ہر قسم کے ناول دستیاب ہیں

نے برہمی کا اظہار کیا۔

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ میرے سوال کا جواب دو۔؟ آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ میز غصہ اور برہمی کو ضبط کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"ابھی تک تین افراد ایسے سامنے آتے ہیں جن پر قتل کرانے کا شبہ کیا جا سکتا ہے۔" نووارد نے بتایا۔

"کون۔؟

"یاور علی۔ ممتاز اور جکسن۔ ان لوگوں کے بارے میں تم بھی جانتے ہو گے۔ اس لئے تعارف کی ضرورت نہیں۔ ڈی ایس پی ناصر اور وجاہت انھیں چیک کر رہے ہیں۔"

"ہوں اور کچھ۔؟

"نہیں۔ ابھی تک جو کچھ کیا گیا ہے وہ بتا دیا۔ لیکن ایک بات بتا دینا چاہتا ہوں۔"

"کیا۔؟

"جبتک معاملات ٹھنڈے نہ پڑ جائیں تم نہ تو مجھ سے ملو گے اور نہ ہی فون کرو گے۔ تمہیں نہیں معلوم آجکل رحمان صاحب معمولی معمولی باتوں پر بھی نظر رکھے ہوئے ہیں شام کو ہونیوالے دونوں قتلوں کے بعد تو وہ اور بھی زیادہ محتاط ہو گئے ہیں۔"

"اس قدر ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ ضرورت پڑی تو رحمان صاحب کا پتہ بھی صاف کر دیا جائے گا۔"

"تم کچھ بھی کرتے رہو۔ میں بس اتنا ہی چاہتا ہوں کہ مجھے مشکوک نہ بنایا جائے۔ اگر زیادہ ہی ضرورت ہو تو میری کوٹھی فون کر کے بات کر لینا۔"

"ٹھیک ہے۔ ایسا ہی کیا جائیگا۔"

ان کے درمیان باتیں ہوتی رہیں۔ درمیان میں ویٹر کے آنے کی وجہ سے آفندی کی توجہ

ان سے ہٹ گئی تھی۔ جب وٹیر کے چلے جانیکے بعد وہ ادہر متوجہ ہوا تو اُدھر کا ویٹر سرو کرنیکے لئے پہنچ گیا تھا۔ آفندی کا دماغ برق رفتاری سے کام کر رہا تھا وہ یہ سمجھ چکا تھا دونوں کسی قتل کے اور تحقیقات کے بارے میں بات کرتے رہے ہیں۔

گزشتہ رات عمران نے تو اسے کچھ نہیں بتایا تھا لیکن جب وہ ڈیفنس پہنچے تو یہ بات معلوم ہو جانا کچھ مشکل نہیں ہوا تھا کہ دعوت والی کوٹھی میں کسی کو قتل کر دیا گیا ہے۔ کوٹھی کے قریب جانے کے بجائے عمران نے چوراہے ہی سے کار موڑ لی تھی اس کے بعد وہ شہر واپس ہو گئے تھے۔

گومیز سے باتیں کرنے والے نووارد کی باتوں سے صاف ظاہر تھا وہ پولیس میں کسی اعلیٰ عہدے پر فائز ہے نام ہی سے ظاہر تھا وہ بھی گومیز کا ہم مذہب ہے۔ اس کا دماغ برق رفتاری سے اس فیصلہ پر پہنچنے کے لئے کوشاں تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے ایک طرف عمران کی لگائی ہوئی پابندی تھی تو دوسری طرف اسکی فطرت اپنا رنگ دکھا رہی تھی بالآخر اسنے گومیز کا تعاقب کرنے کا فیصلہ کر ڈالا کیونکہ ولسن کے مقابلے میں وہ زیادہ اہمیت رکھتا تھا۔

فیصلے پر پہنچ کر اسنے بل ادا کر کے وہاں سے رخصت ہونے میں دیر نہیں لگائی تاکہ گومیز کے باہر نکلنے سے پہلے ہی کسی سواری کا بندوبست کر لے۔ بدقسمتی یہ تھی وہ مقامی زبان سے نابلد تھا۔ اسلئے کسی ٹیکسی ڈرائیور کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا اسکے لئے بہت مشکل کام تھا باہر نکل کر اسنے پہلے تو کل کی طرح اسکوٹر یا موٹر سائیکل کے حصول کے لئے سوچا لیکن باہر کی سچویشن دیکھ کر اسنے ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔

جب آدمی کوئی کام کرنے پر تل جاتے تو قسمت بھی مہربان ہو جایا کرتی ہے وہ ٹیکسی کے لئے نظریں دوڑا ہی رہا تھا کہ عقب سے آنے والی آواز نے اسے چونکا دیا تھا۔

"ٹیکسی کی تلاش ہے سر۔" کسی نے اسے شستہ انگریزی میں مخاطب کیا تھا۔

وہ بے اختیار گھوم گیا اسکی نظروں کے سامنے ایک ادھیڑ عمر آدمی کھڑا مسکراتے ہوئے اسکی طرف دیکھ رہا تھا لیکن وہ اپنے لباس سے کسی طور پر بھی ٹیکسی ڈرائیور نظر نہیں آتا تھا۔

"تم ٹیکسی ڈرائیور تو نظر نہیں آتے۔؟" آفندی نے شک آمیز لہجے میں پوچھا۔

"پرائیویٹ ٹیکسی ڈرائیور ہوں سر۔" اسنے ادب سے کہا۔

"یہ کس قسم کی ٹیکسی ہوتی ہے۔؟

"وہ۔ دراصل۔ بات یہ ہے کہ۔" وہ بتلاتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔ "ہم لوگ پرائیویٹ کاروں کو غیر ملکی مہمانوں کے لئے بطور ٹیکسی استعمال کرتے ہیں۔"

"کیا نام ہے تمہارا۔؟" آفندی نے شگفتہ لہجے میں پوچھا۔

"خالد۔ جناب۔"

"میرا خیال ہے یہ تمہارا پارٹ ٹائم بزنس ہے۔" کہیں ایسا تو نہیں کہ تم اپنے ملک کی کار کو اپنے معاشی حالات سدھارنیکے لئے استعمال کرتے ہو۔" آفندی نے اسکی آنکھوں میں جھانک کر کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں سر۔ کار ایسی ایجنسی کی ملکیت ہے جو کاریں لوگوں کو کرایہ پر دیتی ہے۔"

"اوہ۔ آئی سی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگوں کے گاہک زیادہ تر غیر ملکی ہوتے ہیں۔" آفندی مسکرا دیا۔ "خیر آؤ دیکھیں تمہاری کار میرے کام آ سکتی ہے یا نہیں۔"

خالد اسے لیکر ذرا فاصلے پر کھڑی ہوئی ایک کار کی طرف بڑھ گیا۔ آفندی کے لئے اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ اس قسم کی کاریں زیادہ تر کس قسم کے غیر ملکی استعمال کرتے ہوں گے۔ اس قسم کی ٹیکسیاں اسکے اپنے ملک میں بھی ملتی تھیں۔

"نہیں۔ میں آگے ہی بیٹھوں گا۔" ڈرائیور نے اسکے لئے عقبی دروازہ کھولنا چاہا تو آفندی

نے اسے روک دیا تھا۔

خالد کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا دونوں اگلی نشست پر بیٹھ گئے ڈرائیور نے انجن اسٹارٹ کرنا چاہا تو آفندی نے ایک مرتبہ پھر روک دیا تھا۔

"نہیں دوست۔ جبتک میں نہ کہوں تم کار حرکت میں نہیں لاؤ گے۔"

"کوئی خاص بات ہے سر۔" خالد کی آنکھوں میں شکوک کی پرچھائیاں تیر رہی تھیں شاید سوچ رہا ہو کہ وہ کسی لفڑے میں تو نہیں پھنسنے والا۔

"سنو دوست۔" آفندی نے پروقار لہجے میں کہتے ہوئے جیب سے پرس نکال لیا۔ اگر تم نے میرے ساتھ پرخلوص تعاون کیا تو میں بھی تمہارا خیال رکھوں گا۔ پھر اسنے ایک درمیانی نوٹ نکال کر اسکی طرف بڑھا دیا۔

"فی الحال یہ رکھ لو۔ اس کا تمہارے کرائے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"سنیئے صاحب۔ میں کسی غیر قانونی....."

"شش... شش۔ جب تم یہ محسوس کرو میں تم سے کوئی غیر قانونی کام لینے والا ہوں تو تم مجھے ڈراپ کر سکتے ہو۔" آفندی نے اسے جملہ مکمل نہیں کرنے دیا۔ "لو۔ نوٹ رکھ لو شاباش۔"

"آپ کو نہیں معلوم سر۔ جب سے نئی حکومت آئی ہے ہم لوگوں پر کڑی نظر رکھی جاتی ہے۔" خالد اب بھی ہچکچا رہا تھا۔ "اگر پکڑے گئے تو کمپنی بھی ضمانت نہیں دے گی۔"

"رکھ لو نہ تو مجھے خیرات خریدنی ہے اور نہ ہی کوئی اور غلط کام کرنا ہے جسکے لئے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت پڑے۔ مجھے بتانا تو نہیں چاہئے لیکن مجھے اس وقت کار کی سخت ضرورت ہے۔" اسنے پرس کھول کر خالد کے سامنے کر دیا۔ پرس کی سلوفین ٹرانسپیرنٹ جیب میں انٹرپول کا شناختی کارڈ لگا ہوا تھا وہ حقیقتاً اپنے ملک میں انٹرپول کی نمائندگی کرتا تھا۔

"انٹرپول۔" خالد یقینی طور پر لکھا پڑھا تھا۔

"ہاں۔ میں یہاں کچھ ایسے افراد کی تلاش میں ہوں جو مافیا تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں۔" آفندی نے پرس بند کرتے ہوئے اوٹ پٹانگ اڑائی۔ "میں یہاں ایک مجرم کے تعاقب میں یہاں پہنچا ہوں۔ اب دیکھنا یہ ہے وہ آدمی کس سے کس سے ملتا ہے اور کہاں کہاں جاتا ہے۔"

"ٹھیک ہے سر۔ اب مجھے آپ کی خدمت کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔" خالد کسی حد تک مطمئن ہو گیا تھا۔

"اچھا۔ نوٹ تو لیلو۔"

"شکریہ سر۔" اسنے نوٹ لیکر جیب میں رکھ لیا۔

آفندی نے اطمینان کی سانس لیکر سگریٹ سلگائی خالد نے نہ صرف اس وقت کے لئے بلکہ بعد کے لئے بھی کنوینس کا مسئلہ حل کر دیا تھا۔ گومیز کے برآمد ہونے میں نصف گھنٹہ لگا تھا اس دوران ولسن ایک کار میں بیٹھ کر رخصت ہو چکا تھا۔ گومیز کے کچھ دور نکل جانیکے بعد آفندی کے اشارے پر خالد بھی کار حرکت میں لے آیا تھا۔

جس انداز سے اسنے کار گومیز کے تعاقب میں لگائی اس سے آفندی نے بخوبی اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ ان معاملات میں اناڑی نہیں ہے۔ وہ ہوٹل سے زیادہ فاصلے پر نہیں گئے تھے کہ آفندی کو چونک جانا پڑا۔ ایک سفید کیرولا انہیں اوورٹیک کر کے آگے نکلی اور گومیز کے تعاقب میں لگ گئی تھی۔

تعاقب کا سلسلہ ارجن گھاٹ تک پہنچا تھا۔ اس علاقے میں پہنچ کر چوہان کے لئے تعاقب

جاری رکھنا دشوار ہو گیا۔

کیونکہ گھاٹ تک جانے والی ٹوٹی پھوٹی سڑک پر ان دو کاروں کے سوا کوئی اور سواری موجود نہیں تھی۔

ارجن گھاٹ شہر سے تقریباً بیس میل دور مچھیروں کی ایک چھوٹی سی بستی تھی جہاں کی آبادی چند سو خاندانوں پر مشتمل تھی۔

اس علاقے کو ایک چھوٹی موٹی ریاست بھی کہا جا سکتا تھا کیونکہ وہاں کے تمام معاملات اور اس بستی کی زیادہ تر زمین دور غلامی ہی سے ایک مشہور خاندان کی ملکیت تھی۔ یہ وہ علاقہ تھا جہاں کسٹم اور پولیس کے ارکان بھی پیر رکھتے ہوئے گھبراتے تھے۔

خاص طور پر گزشتہ حکومت کے دور میں تو کوئی ارجن گھاٹ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

وہ کرپشن اور لوٹ کھسوٹ کا دور تھا۔

ہر چھوٹا بڑا ہر جائز و ناجائز طریقے سے جیبیں بھر رہا تھا ارجن گھاٹ کے خاندان کا ایک فرد حکومت میں شامل تھا۔

اس بستی میں رہنے والوں کی بن آئی۔

اور۔!

وہ کسی ڈر خوف اور روک ٹوک کے بغیر دنیا بھر کی چیزیں اسمگل کرنے لگے۔ یہ بات انٹی اسمگلنگ سے متعلق تمام محکموں کو معلوم تھی۔ لیکن ہاتھ کون ڈالتا۔ وہاں تو اوپر سے نیچے تک سب چور تھے۔

چوہان نے کار کو اس آخری موڑ کے قریب روک لیا جہاں سے سڑک چند فرلانگ

دور بستی تک بالکل سیدھی چلی گئی تھی۔

اس بات کے قوی امکانات تھے کہ سیدھی سڑک پر پہنچتے ہی اس کی کار دیکھ لی جائے گی۔

چند لمحے وہ مخمصے میں پھنسا رہا۔ ایکسٹو کا حکم تھا کہ تعاقب بالکل خاموشی سے ہونا چاہیئے۔ وہ سوچتا رہا۔

پھر۔!

فیصلہ کن نتیجہ پر پہنچ کر ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کر دیا کیونکہ اس مرحلے پر ایکسٹو سے ہدایت لینی ضروری تھی۔

"یس۔"

رابطہ قائم ہونے پر ایکسٹو کی مخصوص آواز کار میں ابھری۔

"چوہان سر۔" وہ ڈیشن بورڈ کی طرف جھک کر بولا۔

"کیا خبر ہے۔؟"

"ہم ارجن گھاٹ پہنچ گئے ہیں سر۔"

"ارجن گھاٹ۔؟"

"یس سر۔ صورتحال کچھ ایسی ہے اگر میں نے کار کے ذریعے تعاقب جاری رکھا تو میں خود کو پوشیدہ نہیں رکھ سکوں گا۔"

"ہوں۔ میں وہاں کی سچویشن سے اچھی طرح واقف ہوں۔"

"اب میرے لئے کیا حکم ہے جناب۔؟"

"واچ ٹرانسمیٹر ہے تمہارے پاس۔؟"

"نن... نہیں... سر۔"

"احمق۔ کیا تمہیں مستقل ہدایات یاد نہیں رہیں۔؟

"بس جناب۔ اتفاق سے یاد نہیں رہا تھا۔" چوہان کانپ گیا تھا۔

"ہوں۔" چند لمحے خاموشی رہی اور چوہان اس خیال سے کانپتا رہا کہ اس فروگذاشت پر ایکسٹو نہ جانے کیا کچھ سنا دے۔ لیکن اسکے خدشات بے بنیاد ثابت ہوئے تھے۔

"چوہان۔" کچھ دیر بعد ایکسٹو نے اسے مخاطب کیا۔

"یس سر۔"

"ریوالور بھی موجود ہے یا نہیں۔؟

"ہے جناب۔"

"پیدل بستی کی طرف جاؤ اور دیکھو ڈمپل کس چکر میں وہاں گیا ہے۔"

"بہتر جناب۔"

"لیکن یہ یاد رکھنا وہ بھیڑیوں کی بستی ہے۔ کسی بھی حماقت کی صورت میں تم یوں غائب ہو جاؤ گے جیسے کبھی دنیا میں آئے ہی نہیں تھے۔"

"مم... میں جانتا ہوں جناب۔"

مزید کچھ کہنے کی بجائے ایکسٹو نے ایک مرتبہ پھر خاموشی اختیار کر لی یقینی طور پر وہ کچھ سوچ کر کوئی اہم فیصلہ کرنا چاہتا ہوگا۔

"چوہان۔" کسی فیصلے پر پہنچ کر ایکسٹو بولا تھا۔

"یس سر۔"

"جا کر دیکھو اور واپس آ کر رپورٹ دو۔ اس درمیان میں عمران کو ادھر بھیجتا ہوں۔

اسے پہنچنے پر تمہارا کام ختم ہو جائے گا۔"

"جو حکم جناب۔"

"کچھ پوچھنا ہے۔"

"اگر اجازت ہو تو کچھ کہنا چاہتا ہوں جناب۔" وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔

"یہ کہنا چاہتے ہو کہ کہیں ڈمپل ملک سے اسمگل تو نہیں ہونا چاہتا۔"

"یس... یس سر۔" چوہان کا چہرہ حیرت کی زیادتی سے بگڑ گیا تھا ایکسٹو کا اندازہ سو فیصدی درست تھا۔

"تم سے جو کہا ہے وہ کرو باقی سب میں خود دیکھ لوں گا۔"

"اما بہت بہتر جناب۔"

"ایک مرتبہ پھر کہہ رہا ہوں تمہاری واپسی ٹوٹ پھوٹ کے بغیر ہونی چاہئے اسلئے بہت محتاط رہنا۔"

"اپنی طرف سے پوری کوشش کروں گا۔ لیکن اگر شامت ہی آ گئی ہوگی تو میں کیا کر سکوں گا جناب۔"

"اچھا۔ بس جاؤ۔"

"راجیٹ سر۔" سلسلہ منقطع کر کے اسنے انجن اسٹارٹ کیا اور کار سڑک سے ریت پر اتار دی پھر کچھ دور جا کر ایک بڑے ٹیلے کی آڑ میں رک گیا۔ سڑک سے اسکی کار خاص طور پر دیکھنے کے بعد ہی نظر آ سکتی تھی۔ چابی اسنے اگنیشن ہی میں چھوڑ دی تھی تاکہ ضرورت کے وقت کار حرکت میں لانے میں آسانی رہے۔ پھر ریوالور کی موجودگی چیک کر کے نیچے اترا اور ٹیلوں کی آڑ لیکر بستی کی جانب دوڑنا شروع کر دیا۔

چند منٹ بعد وہ بستی کے قریب پہنچ گیا اور ایک نیم پختہ مکان کے سائے میں رک کر سانس استوار کرنے لگا۔ وہ اس بستی میں متعدد مرتبہ آ چکا تھا اس لئے وہاں کے محل وقوع سے اچھی طرح واقف تھا۔ وہاں پہنچتے ہوئے اسنے ایک اندازہ قائم کیا تھا۔

...ہونے کی وجہ سے اس لئے جلد سو جانا انکی عادت میں شامل تھا لیکن اس
...کے اخلاق بستی کے تمام افراد پر تو نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے وہ پوری طرح محتاط اور مستعد تھا۔ مکانوں اور
جھونپڑوں کی آڑ لیتا ہوا وہ بالآخر اس وسیع و عریض احاطہ کے قریب پہنچ گیا جس میں ڈانچی خاندان آباد
تھا۔ دیوار پھلانگ کر اندر پہنچنے میں اسے کوئی دشواری نہیں ہوئی تھی۔

گزشتہ سالوں میں اس احاطہ کی صورت ہی بدل گئی تھی۔ جہاں پہلے کھجور کے چند درختوں اور
ریت کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اب وہاں ہر طرف سرسبز اور انواع و اقسام کے درختوں کی بہتات تھی۔
درختوں کی آڑ لیکر وہ باآسانی وسط میں بنی ہوئی حویلی کے سامنے والے حصّہ کے قریب پہنچ گیا
لیکن مزید آگے جانے کی بجائے ایک درخت کی آڑ میں دبک گیا۔ حویلی کے اس حصّے میں روشنی کا اچھا،
خاصا انتظام موجود تھا وہاں بہت سی کاریں اور جیپیں بھی کھڑی تھیں اسکی نظریں ایک الگ تھلگ کھڑی
کار پر جم گئیں اسکی آنکھیں چمک اٹھیں یہ وہی کار تھی جس کا وہ تعاقب کرتا ہوا وہاں پہنچا تھا۔ حویلی
کی ڈیوڑھی میں کچھ آدمی بھی موجود تھے جنکی ظاہری وضع قطع ہی سے ظاہر تھا کہ وہ محافظ ہیں۔

اسے یہ تو معلوم ہو چکا تھا کہ ڈمپل اس عمارت میں موجود ہے لیکن کس لئے۔؟ اس سوال کا
جواب حاصل کر لینا آسان کام نہیں تھا۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے کہ اسکی نظر دو
آدمیوں پر جم گئی جو حویلی کے بیرونی دروازے سے باہر آکر ٹہلتے ہوئے الگ کھڑی ہوئی کار کی طرف
جا رہے تھے۔ کار کے قریب پہنچکر دونوں آدمیوں نے ہاتھ ملایا اور ایک آدمی کار میں بیٹھ گیا تھا چوہان کا
سر معنی خیز انداز میں ہل گیا کار میں بیٹھنے والا ڈمپل نہیں تھا پھر کار وہاں سے روانہ ہو گئی تھی۔

چوہان کا دماغ تیزی سے کام کرتے ہوئے اندازے لگا رہا تھا۔ ایکسٹو ڈمپل کے پیچھے لگا ہوا
تھا اور یہ اس بات کی علامت تھی کہ ڈمپل یقینی طور پر کسی اہم چکر میں ملوث ہے ظاہر ہے ایکسٹو کسی چھوٹے
موٹے معاملات میں تو دلچسپی لینے سے رہا۔ بے اختیار چوہان کے دماغ میں ایک خیال جم گیا۔ خود کو خطرات

میں دیکھ کر ڈمپل ملک سے فرار ہونے لگتے تو وہاں نہیں آیا۔؟ اس سوال پر اسنے جس قدر سوچا وہ اسی قدر مستحکم
ہوتا گیا تھا۔ اب وہاں رکے رہنا حماقت ہی تھا اسے ڈمپل کے بارے میں معلوم ہو ہی چکا تھا ایکسٹو کی ہدایت
کے مطابق وہ وہاں سے روانہ ہو گیا تھا۔

بستی سے باہر نکلنے میں اسے کسی کی روک ٹوک کا سامنا نہیں کرنا پڑا پھر وہ دوڑ کر ریت کے ٹیلوں
کی آڑ میں پہنچا ہی تھا کہ ایک غیر متوقع مصیبت کا سامنا ہو گیا۔

"اے رک جاؤ۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔" جیسے ہی اسنے ایک ٹیلے کی آڑ میں پہنچنا چاہا بائیں جانب سے
کسی نے چیخ کر اسے وارننگ دی تھی۔

چوہان کے قدم خود بخود رک گئے اور وہ بے اختیار آواز کی سمت گھوم گیا تھا ایک ٹیلے کے پہلو میں
ایک لمبا تڑنگا شلوار قمیض میں ملبوس آدمی کھڑا تھا اسکے ہاتھ میں ریوالور تھا ظاہر ہے اس کا رخ چوہان
ہی کی طرف ہونا چاہئے تھا۔

چوہان کے جسم میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی وہ زیر لب اس آدمی کی ماں بہن سے رشتہ بھی جوڑ
بیٹھا ایسے وقت جبکہ وہ خوش اسلوبی سے اپنا کام ختم کر کے واپس ہو رہا تھا تو وہ آدمی اسکی راہ میں
دیوار بن گیا۔ تاریکی اور فاصلے کی وجہ سے چوہان اس آدمی کے نقوش نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن اس سے
فرق بھی کیا پڑتا تھا۔؟

"ہاتھ اوپر اٹھا لو۔" اس آدمی نے سفاکانہ لہجے میں حکم دیا۔

چوہان کو ہاتھ اوپر اٹھا لینے پڑے مجبور جو تھا پھر وہ آدمی محتاط انداز میں چل کر چوہان سے
دو قدم کے فاصلے پر رک گیا۔

"کون ہو تم۔ اور بستی میں کیا کرنے گئے تھے۔" اس آدمی نے کرخت آواز میں پوچھا۔

"میں کوئی بھی ہوں اور کچھ بھی کرنے گیا تھا لیکن تم یہ سب پوچھنے والے کون ہو۔" چوہان نے

[redacted] سدا رکھ کر ہی وہ اس نامعقول آدمی پر قابو حاصل کر سکتا تھا۔

"[redacted] کو مچھر کی طرح مسل دیا کرتا ہوں۔ جلدی بتاؤ ورنہ کھوپڑی میں سوراخ کر دوں گا۔"

"اچھا۔" چوہان کے انداز سے معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اسکا مضحکہ اڑا رہا ہو۔

"آخری مرتبہ کہہ رہا ہوں۔"

"چھوڑو یار کیوں مذاق کرتے ہو۔" چوہان ہنسا۔

"مذاق۔" اسکا پریشر ایکدم گرم ہوا اور وہ ایکدم قدم اور آگے آگیا تھا اب ریوالور کی نال چوہان کی کھوپڑی سے دو فٹ کے فاصلے پر تھی۔ "ذرا ایک مرتبہ اپنے الفاظ تو دوہراؤ۔"

چوہان نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ آدمی کسی قسم کا نشہ کئے ہوئے ہے زیادہ امکان چرس کا تھا اس عالم میں وہ آدمی دماغ پر قابو کھو کر عواقب کی پرواہ کئے بغیر گولی چلا سکتا تھا۔ چوہان بھی وہ چانس چلانیکے لئے مجبور ہی تھا۔ کیونکہ ہولسٹر سے ریوالور نکالنے کا مطلب اس آدمی کو فائر کر دینے کی دعوت دینا تھا خالی ہاتھ بھڑ جانے کا کام بھی اسی وقت کیا جا سکتا تھا جب وہ آدمی چوہان سے خاطر خواہ فاصلے پر ہوتا اور باتیں بنا کر چوہان اسے اپنے قریب لے آیا تھا۔

"چاہتے کیا ہو یار۔" چوہان نے بیزاری کا مظاہرہ کیا۔

"گھومو اور بستی کی طرف چلنا شروع کر دو۔"

"ضرور۔" چوہان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اسنے آنیوالے لمحات سے نبٹنے کیلئے خود کو تیار کر لیا تھا۔

چوہان کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی تو وہ آدمی یہ سمجھ کر کہ چوہان اسکے حکم پر عمل کر رہا ہے خود بھی گھوم گیا۔ نتیجہ میں وہ چوہان کے پہلو میں آگیا۔ چوہان نے شاندار ڈانج دیا تھا اسنے صرف اوپری جسم کو ہلکا سا گھمایا تھا ورنہ قدم اپنی جگہ سے ذرہ برابر نہیں ہلے تھے جیسے ہی وہ آدمی پہلو میں آیا۔ وہ قوت کے ساتھ چھوٹے ہوئے اسپرنگ کی مانند گھوما اور اپنی پہلی پوزیشن پر پہنچتے ہوئے اس

آدمی کے ریوالور والے ہاتھ پر جوڈو کی مخصوص ضرب لگائی تھی۔

چوہان کی حرکت اتنی غیر متوقع اور برق رفتار تھی کہ وہ آدمی کچھ سمجھ ہی نہیں سکا۔ کلائی پر پڑنیوالی ضرب اتنی شدید تھی کہ وہ چیخ پڑا۔ ظاہر ہے اس حالت میں ریوالور اسکے ہاتھ میں کس طرح رک جاتا۔ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر چوہان نے اپنی جگہ سے حرکت کرتے ہوئے پوری قوت کے ساتھ اسکے جبڑے پر گھونسہ رسید کر دیا وہ آدمی لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا تو اچھل کر شاندار قسم کی فلائنگ کک رسید کر دی۔ نتیجہ میں وہ ریت پر جا پڑا تھا۔

"سکون سے رہنا دوست۔ ورنہ تم تو دھمکیاں ہی دیتے رہے تھے لیکن میں ضرور تمہاری کھوپڑی میں سوراخ بنا دوں گا۔" چوہان ہولسٹر سے ریوالور نکال کر سفاکانہ لہجے میں بولا۔

کچھ بولنے کی بجائے وہ آدمی کراہتا اور ہانپتا رہا۔ یقینی طور پر جوڈو کی ضرب نے اسکی کلائی کی کی ہڈی چٹخا دی تھی۔

"اب کھڑے ہو جاؤ۔" چند لمحے انتظار کے بعد چوہان نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

اس آدمی نے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی۔ چوہان کے پاس ضائع کرنیکے لئے وقت نہیں تھا۔ اسنے ٹرائیگر دبا دیا۔ بے آواز ریوالور سے شعلہ چمکا اور وہ چیخ پڑا پھر وہ بوکھلاتے ہوئے انداز میں کھوپڑی ٹٹول رہا تھا۔ گولی اسکے بالوں کو چھوتی ہوئی ریت میں جذب ہو گئی تھی۔

"جلدی کھڑے ہو جاؤ۔" ورنہ اس مرتبہ گولی کھوپڑی میں اترے گی۔" چوہان غرا کر بولا۔

وہ بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔ چوہان نے گولی چلا کر اسے اس حد تک بدحواس کر دیا تھا کہ، چوہان کو اسے ہانکنے میں دشواری نہیں ہوئی تھی۔

اس آدمی سے ٹکراؤ چوہان کی غلطی کی وجہ سے ہوا تھا وہ اس وقت ڈانجی خاندان کی

رہا تش کاہ کے عقب میں تھا اس آدمی کی وہاں موجودگی سے ظاہر تھا کہ وہ لوگ کسی وجہ سے ہوشیار رہنا پسند کرتے تھے۔

"کہاں لیجا رہے ہو مجھے" کچھ دور جانیکے بعد وہ آدمی خاموش نہ رہ سکا۔

"جہنم میں۔ خاموشی سے چلتے رہو" چوہان نے کرخت آواز میں کہا۔

"نہیں۔ میں کہیں نہیں جاؤں گا" وہ پلٹ پڑا۔ یقینی طور پر وہ اپنے دماغ پر قابو حاصل کر چکا تھا۔

"مرنا چاہتے ہو"؟

کچھ کہنے کی بجائے اسنے بھی چوہان کی نقل کرتے ہوئے اس پر چھلانگ لگادی تھی لیکن وہ بیچارہ چوہان کی صلاحیت کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا اسکی وہ حرکت صرف حماقت ہی تھی۔ چوہان بے خبر نہیں تھا اسکے حرکت کرتے ہی وہ ایک طرف ہٹ گیا وہ بیچارہ اپنے زور کی جھونک میں آیا تو چوہان نے گھومتے ہوئے اسکی کھوپڑی ریوالور سے بجا دی تھی۔

اسنے چیخ کر سر پکڑتے ہوئے گھومنا چاہا تو چوہان نے بڑے اطمینان سے ایک مرتبہ پھر کھوپڑی بجادی۔ اس مرتبہ وہ بیچارہ چیخنے کی حسرت دل میں لئے چکرا کر ریت پر گر پڑا۔ اسے وہاں چھوڑنا خطرناک تھا وہ کسی وقت بھی ہوش میں آکر بستی کی طرف دوڑ سکتا تھا نتیجہ میں اسکی تمام محنت پر پانی پھر جاتا۔ وہ آدمی اتنا بھاری تھا کہ اسے کھینچ کر کار تک لے جانے میں اسکے پسینے چھوٹ گئے تھے۔

ایکسٹو سے رابطہ قائم کرنے سے پہلے وہ سانس درست کرتا رہا تھا پھر وہ رابطہ قائم کر کے ایکسٹو کو اپنی کارگزاری سے آگاہ کرنے لگا۔ اسکی رپورٹ سن کر ایکسٹو چند لمحے کے لئے سوچ میں پڑ گیا تھا۔ چوہان کی رپورٹ سے یقینی طور پر کوئی ایسی بات سامنے آئی تھی جو یقینی طور پر

پریشان کن تھی۔

"واپس لوٹ جاؤ چوہان" آخر ایکسٹو نے فیصلہ سنا دیا تھا۔

"بہتر جناب" اس آدمی کا کیا کروں۔؟

"اسکے ہاتھ پیر اور منہ بند کر کے ایسی جگہ ڈال دو جہاں اسے صبح ہونے سے پہلے نہ دیکھا جا سکے"

"رائیٹ سر"

"آوٹ" سلسلہ منقطع کر کے چوہان نیچے اتر گیا تاکہ بے ہوش آدمی کا خاطر خواہ انتظام کر سکے۔

نعمانی کے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں تھا ایکسٹو اس آدمی کی نگرانی کس لئے کرا رہا ہے۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں تھی جسکے لئے وہ آزردہ ہونے کی کوشش کرتا۔ تعاقب سوساٹی سے شروع ہو کر سیون اسٹار ہوٹل پر ختم ہوا تھا بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب تھا کہ وہ اس آدمی کی درمیانی منزل تھی۔ وہ آدمی ہوٹل میں گیا تو کچھ وقفہ دیکر وہ بھی پہنچ گیا۔ وہاں وہ آدمی ایک ایسے آدمی سے ملا جو نعمانی کیلئے جانا پہچانا تھا۔ نووارد اسکے شکار سے پہلے ہی ہوٹل سے رخصت ہو گیا تھا۔

اس آدمی کے ہوٹل سے رخصت ہونیکے بعد تعاقب کا سلسلہ ایک مرتبہ پھر شروع ہو گیا۔ ہوٹل سے کچھ دور جانیکے بعد ایکسٹو کی ہدایت کے مطابق اسنے رابطہ قائم کر لیا تھا۔

"یس"

"نعمانی رپورٹنگ سر"

"کہیے جاؤ"

۔ وہ آدمی سوسائٹی سے سیون اسٹار ہوٹل آیا تھا وہاں ڈی ایس پی ولسن اس سے ملنے کیلئے آیا تھا۔"

۔ ولسن ۔" ایکسٹو کی آواز میں ہلکا سا اضطراب تھا۔

۔ یس سر۔ ولسن اس سے پہلے ہی ہوٹل سے رخصت ہو گیا تھا۔"

۔ اب تم کہاں ہو۔ ؟"

۔ اس کا تعاقب کر رہا ہوں۔"

۔ ٹھیک ہے۔ منزل پر پہنچ کر مجھے اطلاع دو۔"

۔ بہت بہتر۔"

۔ آؤٹ ۔" سلسلہ منقطع کر کے نعمانی نے سگریٹ سلگالی کچھ دیر وہ دماغ میں ناچنے والے سوالوں کے جواب تلاش کرنے کی کوشش کرتا رہا جب کوئی بات نہ بن سکی تو سوچنا ہی ترک کر دیا۔

نعمانی کا خیال تھا وہ آدمی واپس سوسائٹی ہی جائیگا لیکن جب اس نے ایک چوراہے سے راستہ تبدیل کر لیا تو اسے مستعد ہو جانا پڑا تھا۔

اسمرتبہ تعاقب کا سلسلہ راجرس کالونی کی ایک کوٹھی پر ہوا۔ ہوٹل سے وہاں پہنچنے تک نعمانی نے ایک لمحہ کے لئے بھی محسوس نہیں کیا تھا کہ خود اسکے پیچھے بھی کوئی لگا ہوا ہے۔ دس بج چکے تھے۔ سڑکیں زیادہ تر ویران ہو چکی تھیں۔ نعمانی نے کچھ دور جا کر کار روکی اور ایک مرتبہ پھر ایکسٹو سے رابطہ قائم کر لیا۔

۔ وہ راجرس کالونی کی انیس اے کوٹھی میں گیا ہے جناب۔" ایکسٹو کی آواز سن کر اس نے ادب سے بتایا۔

۔ اردگرد کی پوزیشن کیا ہے۔ ؟ ایکسٹو نے پوچھا۔

۔ سناٹا ہے جناب۔"

۔ واچ ٹرانسمیٹر ہے تمہارے پاس۔ ؟"

۔ یس سر۔"

۔ گڈ۔ جا کر دیکھو وہ وہاں کس لئے گیا ہے لیکن یہ کام انتہائی احتیاط اور خاموشی سے ہونا چاہئے۔"

۔ ویری ویل سر۔"

۔ واچ ٹرانسمیٹر پر پیری فریکوئنسی سیٹ کر لو۔ اندر جا کر سوئچ آن کر لینا۔"

۔ بہتر ہے جناب۔"

۔ کچھ پوچھنا ہے۔ ؟

۔ اگر کوئی گڑبڑ ہو جائے تو مجھے کیا کرنا ہوگا۔ ؟

۔ ہنگامہ کرنے کی بجائے خود کو ان کے حوالے کر دینا۔ لیکن واچ ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کرنا مت بھولنا۔"

۔ آف کورس سر۔"

۔ بس جاؤ۔ احتیاط کے ساتھ کام کرنا۔"

۔ آپ کے احکامات کی حرف بحرف تعمیل ہوگی جناب۔"

۔ اچھا بس جاؤ۔" سلسلہ منقطع کر کے اسنے واچ ٹرانسمیٹر پر ایکسٹو کی فریکوئنسی سیٹ کی اور کار سے اتر گیا۔ اس وقت بھی وہ اس حقیقت سے بے خبر تھا کہ کچھ فاصلے پر کھڑی ہوئی کار میں بیٹھا ہوا ایک آدمی اس پر نظر رکھے ہوئے ہے۔"

چند منٹ بعد جب نعمانی عقبی دیوار پھاند کر کوٹھی میں داخل ہوا تو وہ آدمی بھی نہایت خاموشی سے معمولی وقفہ کے بعد اندر پہنچ گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا عمارت کے مکینوں کو چور اچکوں

کا کوئی ڈر نہیں تھا کیونکہ زیریں منزل کی بہت سی تاریک اور روشن کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں نعمانی بلا تکلف ایک تاریک کھڑکی پھاند کر اندر پہنچ گیا تھا۔

ایک کے بعد دوسرے کمرے سے گزر کر وہ ایک روشن کمرے میں پہنچ گیا لیکن داخل ہونے سے قبل اسنے کمرے کے خالی ہونے کا یقین کر لیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا عمارت میں بہت کم افراد قیام پذیر تھے یا پھر کہیں گئے ہوئے تھے کیونکہ نعمانی کو تمام کمرے خالی ملے تھے۔

بالآخر وہ ایک ایسے کمرے میں پہنچ گیا جہاں ایک کھلے ہوئے دروازے کے دوسری جانب سے باتیں کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ آوازوں سے معلوم ہوتا تھا وہاں دو سے زیادہ آدمی موجود تھے۔

دروازے کے سامنے پھیلے ہوئے پردے کی وجہ سے نعمانی کو یقین تھا دوسرے کمرے سے اسے دیکھا نہیں جا سکے گا وہ دروازے کے قریب پہنچ کر چہرہ پردے کے قریب لے گیا تاکہ دوسری جانب ہونیوالی باتیں سن سکے۔ اس چکر میں وہ گرد و پیش سے کسی قدر لاپرواہ ہو گیا تھا اور اسکی لاپرواہی اسے مہنگی پڑ گئی تھی۔

وہ آدمی باتھ روم کے کھلے ہوئے دروازے سے باہر نکلا تھا اسنے دروازہ بند کرنیکے لئے ہینڈل کھینچا ہی تھا کہ اسکی نظر نعمانی پر پڑ گئیں۔ ظاہر ہے اسے حیران ہو کر چونکنا ہی چاہئیے تھا۔ دوسرے لمحے چہرے پر پھیل جانیوالی حیرت کی جگہ کینہ توزی اور خونخواری نے لے لی تھی۔ "اسنے دروازے کو کھلا ہی چھوڑا اور سانس روک کر دبے پاؤں نعمانی کی طرف بڑھنے لگا فرش پر بچھے ہوئے قالین کی وجہ سے نعمانی کو پتہ بھی نہیں چلا تھا۔

یقینی طور پر اس آدمی کے پاس ریوالور موجود نہیں تھا ورنہ وہ دور ہی سے ریوالور دکھا کر نعمانی کو بے بس کر سکتا تھا۔ قریب پہنچنے پر اسنے ہاتھ بڑھاتے اور نعمانی کو پوری قوت کے ساتھ آگے دھکیل دیا۔ حملہ بے خبری میں ہوا تھا وہ بڑی آسانی سے اچھل کر پردے سے الجھنے کی کوشش

کرتے ہوئے دوسری جانب جا گرا تھا۔

ڈرائنگ روم میں تین آدمی گفتگو تھے نعمانی دھماکے کے ساتھ ادھر گرا تو وہ چونک پڑے۔ جیسے ہی انہیں نعمانی کی اجنبی صورت نظر آئی عالم اضطراب میں وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے تھے نعمانی کو دھکیلنے والا بجلی فوراً دوسری جانب پہنچ گیا۔ نعمانی نے اٹھنا چاہا لیکن حملہ آور اس سے زیادہ تیز رفتار ثابت ہوا تھا اسکی کھوپڑی پر پڑنے والی ٹھوکر نے کچھ لمحات کے لئے نعمانی کو حواسوں سے بیگانہ کر دیا تھا۔ وہ تینوں آدمی تیزی سے نعمانی کے گرد جمع ہو کر اس کا چہرہ دیکھنے لگے۔ حملہ آور نے نعمانی کا ریوالور نکال کر اسے نہتا کر دیا تھا۔

"کون ہے یہ شہزاد۔" ایک ادھیڑ عمر آدمی نے حملہ آور کو مخاطب کر کے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔" اسنے شانے اچکاتے۔ "جب میں باتھ روم سے باہر آیا تو اسے چھپ کر تم لوگوں کی باتیں سنتے دیکھا تھا پھر جو کچھ ہوا اور تم لوگوں کے سامنے ہے۔"

"لل۔ لیکن یہ ہے کون۔" یہ وہی آدمی تھا جسکے تعاقب میں نعمانی وہاں تک پہنچا تھا۔

"مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے گومیز یہ شخص تمہارے پیچھے یہاں تک آیا ہے۔" شہزاد نے پرخیال لہجے میں کہا۔

"کیا بک رہے ہو۔؟ گومیز بڑبڑاتے ہوئے بولا۔ کیا تم مجھے اتنا ہی بیوقوف سمجھتے ہو کہ کسی کو اپنے پیچھے لگا کر یہاں تک لے آؤں۔"

"تب تم ہی بتاؤ اسکی موجودگی کا سبب کیا ہو سکتا ہے۔؟ شہزاد کی آواز میں زہر گھلا ہوا تھا۔

"آپس میں الجھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔" معمر آدمی کرخت آواز میں بولا۔ اسے ہوش میں لاؤ پھر معلوم ہو جائیگا یہ کون ہے اور یہاں کس طرح آ گیا۔؟"

"لیکن میرا خیال کچھ اور ہی ہے۔" تیسرا آدمی پرخیال لہجے میں بولا۔

کس کو گومیز سے دلچسپی ہو سکتی ہے۔؟

"پولیس کو مجھ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے مسٹر احمد۔" گومیز جلدی سے بولا۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو مجھے معلوم ہو جاتا۔"

"کوئی ضروری تو نہیں ہر بات تمہارے خریدے ہوئے آدمیوں کے علم میں آجائے جیسے تم نے بتایا تھا کیس ڈی جی رحمان خود ڈیل کر رہا ہے تو وہ ایسا آدمی ہے جس سے اسکی مرضی کے بغیر کچھ معلوم کر لیا جانا ناممکن ہے۔ ممکن ہے اسنے اپنے خاص آدمیوں کے علاوہ اپنی معلومات کسی اور کو نہ بتائی ہوں۔"

"آپ کے خدشات رد تو نہیں کئے جا سکتے لیکن اگر وہ مجھ پر کسی قسم کا شبہ کر رہا ہے تو کسی کسی انداز میں انھیں مجھ سے پوچھ گچھ کرنی چاہیئے تھی۔"

"یہ سب دل خوش کرنیوالی باتیں ہیں گومیز۔" شہزاد نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ اگر تم پر کسی قسم کا شبہ نہ کیا جاتا تو اس آدمی کو یہاں نہیں ہونا چاہیئے تھا۔"

"اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔" معمر آدمی نے تیزی سے کہا۔ فی الحال یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اس کا کیا کیا جائے۔ تمہارا کیا خیال ہے گومیز۔؟"

"میں اسے ساتھ لیجا کر ٹھکانے لگوا دوں گا۔" گومیز نے سفاکی سے کہا۔ اس کا یہ بہترین علاج ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" معمر آدمی نے فیصلہ کر ڈالا۔ دیر کرنے کی ضرورت نہیں۔ قبل اسکے کہ نئی مصیبت کھڑی ہو اسے لیکر نکل جاؤ۔"

"بہت بہتر۔" گومیز نے ادب سے سر ہلا دیا۔

"ایک خاص بات ذہن نشین کر لو۔"

"فرمایئے۔؟"

"اب نہ تو تم ہماری طرف آؤ گے اور نہ ہی فون پر رابطہ قائم کرو گے۔ تمہارے لئے بہترین مشورہ ہے کہ حالات سازگار ہونے تک انڈر گراؤنڈ ہو جاؤ۔"

"لیکن۔ لیکن کام کون سنبھالے گا۔"

"مارجہ۔"

"لیکن۔"

"شٹ اپ۔" معمر آدمی آنکھیں نکال کر غرایا۔ تم اچھی طرح جانتے ہو میں بحث پسند نہیں کرتا۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

"ویری ویل سر۔"

"ہم پہلے ہی قتل و ہنگامہ برپا کئے ہوئے ہیں اس لئے اس شخص کی موت کو حادثہ کی صورت میں منظر عام پر آنا چاہیئے۔" اسنے مزید کہا۔ حادثہ کسی قسم کا ہو یہ سوچنا تمہارا کام ہو گا۔"

"لیکن اسے منظر عام پر لانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میں اسے یوں غائب کر دوں گا جیسے یہ پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔"

"جو تمہارا دل چاہے کرنا لیکن بات بگڑنی نہیں چاہیئے۔"

"آپ گومیز کی صلاحیتوں سے بخوبی واقف ہیں۔"

"بس جاؤ۔" اسنے ہاتھ لہرا کر حکم دیا۔ شہزاد تم گومیز کی مدد کرو۔" کچھ بولنے کی بجائے شہزاد نے سر ہلانے پر اکتفا کیا پھر وہ اور گومیز نعمانی کو اٹھا کر باہر چلے گئے تھے۔ احمد اور معمر آدمی جا کر صوفوں پر بیٹھ گئے ان کے چہروں پر پریشانی ناچ رہی تھی۔

"بھائی جان۔" گفتگو کی ابتدا احمد نے کی تھی۔

"ہوں۔" معمر آدمی نے چونک کر اسکی طرف دیکھا۔

"میرا ایک مشورہ ہے اگر مان لیں۔"

"کہو۔؟"

"ہم لوگوں کو کچھ عرصے کیلئے ملک سے باہر چلا جانا چاہئیے۔ یا کم از کم آپ تو چلے ہی جائیں۔ اگر گومیز یا اسکے ساتھیوں میں سے کوئی پھنس گیا تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔"

"تم مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔؟"

"نہیں بلکہ حقیقت بتانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ یہ ٹھیک ہے کہ غبن والا معاملا فی الحال کسی حد تک ٹھیک ہو گیا ہے لیکن وہی ایک معاملا تو نہیں ہے کوئی اور چکر بھی کھڑا ہو سکتا ہے۔ پھر دوسرے آدمیوں میں سے اگر کوئی دباؤ میں آ گیا تو غبن والے معاملے سے بھی خطرہ پیدا ہو سکتا ہے کیا خیال ہے آپ کا۔؟"

"کہے جاؤ میں سن رہا ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے آپ میرے خدشات کو اہمیت دینے کیلئے تیار نہیں۔" احمد کے لہجے میں ناگواری تھی۔!

"ایسی کوئی بات نہیں۔ تمہارا ہر خدشہ اپنی جگہ اہمیت رکھتا ہے لیکن میں کچھ سوچنے کے بعد ہی فیصلہ کروں گا۔ یہ بات تم بھی اچھی طرح سمجھ لو جو لوگ شکوک کی فہرست پر آ جائیں گے انھیں ملک چھوڑنے کی اجازت نہیں ملے گی۔"

"خیر یہ ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے جب ہم دوسروں کو بھیج سکتے ہیں تو خود کیوں نہیں جا سکتے۔"

"پھر بھی۔ میں سوچنے کے بعد ہی فیصلہ کروں گا۔"

"آپ کی مرضی۔" وہ شانے اچکا کر خاموش ہو گیا تھا۔

●

وہ آفندی تھا جو نعمانی کے پیچھے پیچھے کوٹھی میں داخل ہوا تھا۔ جس وقت شہزاد نے نعمانی کو دوسرے کمرے میں دھکیلا تو وہ خاموشی سے دیکھتا رہا تھا۔ وہ اس وقت تک خاموش رہ کر تماشہ دیکھنے کا ارادہ رکھتا تھا جب تک نعمانی کی جان پر نہ بن آتی۔

وہ ڈرائنگ روم میں ہونیوالی گفتگو حرف بحرف سنتا رہا تھا۔ اس وقت وہ بے اختیار مسکرا دیا تھا جب شہزاد اور گومیز بے ہوش ہونیوالے کے کسی دوسرے ساتھی کی تلاش میں باہر گئے تھے اگر وہ لوگ اندر آ جاتے تو انھیں بے ہوش آدمی کا ساتھی نہ سہی لیکن ایک دشمن اور مل جاتا۔

وہ بڑے اطمینان سے اس وقت تک دوسرے کمرے میں موجود رہا تھا جب تک معمر آدمی نے گومیز کو نعمانی کو لیجانے کے لئے حکم نہیں دیا تھا۔ حالانکہ اس آدمی کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتا تھا لیکن اتنا اندازہ تو لگا ہی سکتا تھا کہ وہ چاہے جس محکمے سے تعلق رکھتا ہو لیکن ہے قانون کا نمائندہ۔ اور یہ بات، اس کے لئے ناقابل برداشت تھی کہ وہ بیچارہ فراتفس کی بجا آوری کرتے ہوئے موت کے منہ میں چلا جائے۔

کوٹھی میں داخل ہونے سے قبل اسنے ڈرائیور کو اچھی خاصی رقم دیکر تاکید کر دی تھی کہ وہ اسکی واپسی کا انتظار کرے۔ لیکن جب وہ کوٹھی کی حدود سے باہر نکلا تو وہ پھنس جانیوالے کی کار استعمال کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ نعمانی کی کار تک پہنچنے میں اسے دو منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے یہ دیکھ کر وہ کھل اٹھا تھا کہ اگنیشن میں چابی موجود تھی۔ اسے یقین تھا جتنے کم وقت میں وہ وہاں

تک پہنچا ہے اس مختصر عرصے میں گومیز روانہ نہیں ہوا ہوگا۔ اسی اندازے کے پیش نظر اسنے کوٹھی کے گیٹ پر نظریں مرکوز کر دی تھیں۔

تقریباً پانچ منٹ بعد اسکے اندازے ٹھیک ثابت ہوگئے۔ گیٹ کھلا اور گومیز کی کار باہر آکر گھوم گئی لیکن آفندی کار اسی وقت حرکت میں لایا جب گومیز کی کار کچھ فاصلہ پر پہنچ گئی تھی۔ ٹیکسی کے قریب جاکر اسنے ایک لمحے کے لئے کار روکی اور ڈرائیور کو رخصت ہونے کی ہدایت کرتے ہوئے کار آگے بڑھادی۔ اس کار کی موجودگی میں ٹیکسی کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ گئی تھی۔ اسنے گومیز کی کار کو اتنا آگے جانے دیا تھا کہ بس ٹیل لائٹیں نظر آتی رہیں۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا گومیز کس طرح اپنے شکار کو ہلاک کرنے کی کوشش کرے گا۔

اب فرصت تھی اس کا دماغ گزرے ہوئے حالات کا تجزیہ کرنے کی کوشش کرنے لگا تھا خاص طور پر وہ نعمانی کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ وہ کون ہوگا۔ ظاہر ہے وہ شہر میں اجنبی تھا اسی لئے یہ نہ جان سکا گومیز کس طرف جا رہا ہے البتہ یہ شہر کی طرف جانیوالا راستہ نہیں تھا کچھ دیر بعد وہ سڑک ویرانے میں پہنچ گئی وہاں سڑک کی حالت کچھ شکستہ بھی تھی۔

آفندی نے روشنیاں گل کر رکھی تھیں تاکہ گومیز آئینے کے ذریعے چیک کرنے کے بارے اپنے تعاقب سے واقف نہ ہوسکے۔ دفعتاً وہ چونک گیا۔ گومیز کی کار کی اسٹاپ لائیٹ روشن ہوئی تھیں جس کا مطلب تھا وہ بریک استعمال کرکے کار روک رہا ہے۔ آفندی نے بھی کار کی رفتار کم کرلی تھی۔ پھر گومیز کی کار رک گئی تھی۔ آفندی کے جسم میں حرارت پھیل گئی اسنے سمجھ لیا تھا گومیز کس قسم کا حادثہ رونما کرنے والا ہے۔

وہ طوفانی انداز سے نیچے اترا اور ہولسٹر سے ریوالور نکال کر گومیز کی طرف دوڑنا شروع کردیا پھر وہ سڑک سے اتر کر جھاڑیوں کے درمیان دوڑنے لگا۔ اسے گومیز کی کار تک پہنچنے میں

تین منٹ سے زیادہ نہیں لگے اس وقت وہ بے ہوش نعمانی کو سڑک پر آڑا ترچھا ڈال کر کار پیچھے ہٹا رہا تھا۔ آفندی نے تیزی سے سوچا۔ گومیز کو روکنے کیلئے ہنگامہ ناگزیر تھا وہ الجھن میں پھنس گیا لیکن جب گومیز کی کار کو رکتے اور پھر آگے بڑھتے دیکھا تو اسنے فیصلہ کرہی لیا۔ جیسے ہی گومیز کی کار سامنے آئی اسنے اعتماد کے ساتھ ریوالور کا رخ ٹائر کی جانب کرکے ٹریگر دبا دیا تاریکی میں بے آواز شعلہ لپکا اور زبردست دھماکے کے ساتھ گومیز کی کار لہرا گئی۔

کار کے لہراتے ہی آفندی نے ایک مرتبہ پھر دو فائر کئے کیونکہ کار کے لنگڑانے کے باوجود گومیز سڑک پر پڑے ہوئے آدمی کو کچلنے پر قادر تھا دوسری گولیوں نے بھی اپنی قیمت وصول کرتے ہوئے عقبی ٹائروں کو پھاڑ دیا تھا۔ دوسرا ٹائر پھٹتے ہی کار گومیز کے قابو سے باہر ہوکر سڑک کے دوسری جانب نشیب میں اتر گئی۔ آفندی اچھل کر آگے بڑھا اور کار کی طرف قلانچیں بھرنے لگا۔ گومیز بھی بیوقوف تو نہیں تھا جو اسے آنیوالے لمحات کا اندازہ نہ ہوتا کار بے قابو ہوکر نشیب میں اتری تو وہ دروازہ کھول کر نیچے کود گیا۔

وہ وقت الجھن میں پھنسنے کا نہیں تھا گھنی جھاڑیوں کیطرف چھلانگ لگاتے ہوئے اسنے ریوالور نکالنے کی کوشش کی تھی۔ ابھی وہ دونوں ہی کام نہیں کرپایا تھا کہ آفندی کار کے قریب پہنچ گیا جو ایک بڑے پتھر سے ٹکرا کر رک گئی تھی۔

"خبردار رک جاؤ۔ گولی ماردوں گا۔" آفندی گومیز کو دیکھتے ہی چیخا۔ اب گومیز کی شامت تو نہیں آئی تھی جو وہ رک جاتا۔ دوسری باتوں کی پرواہ کئے بغیر وہ جھاڑیوں میں گھس گیا تھا اسکے ساتھ آفندی کی چلائی ہوئی گولی بھی ادھر گھسی لیکن وہ گومیز کے جسم کو نہ چھو سکی تھی۔

جھاڑیوں میں گھستے ہی گومیز نے جیب میں پھنسا ہوا ہاتھ ریوالور سمیت باہر نکال لیا پھر جیسے ہی اسے آفندی کا ہیولا نظر آیا اسنے فائر جھونک مارے۔ آفندی کو آگے والے لمحات

کا اندازہ تھا اسنے برق رفتاری سے کار کی آڑ لینے کیلئے چھلانگ لگائی تھی۔ اسی وقت گومیز کی چلائی ہوئی گولیاں اسکے قریب سے گزر کر کار میں دھنس گئیں۔

کار کی آڑ لینے کا وقت نہیں تھا آفندی لباس کی پرواہ کئے بغیر برق رفتاری سے زمین پر لیٹا اور سینے کے بل جھاڑیوں کی طرف رینگنے لگا۔ وہ ہر قیمت پر گومیز کو زندہ پکڑنا چاہتا تھا۔ گومیز کے لئے بھی صورتحال کا اندازہ لگانا دشوار نہیں تھا وہ ایک انتہائی خطرناک سچویشن میں پھنس گیا تھا۔

اب سٹرک پر بے ہوش پڑے نعمانی کو وہ اسی صورت میں ختم کر سکتا تھا جب وہ اس غیر متوقع مصیبت کو پہلے ختم کر دیتا جسنے نہ صرف نئی بنائی بازی بگاڑ دی تھی بلکہ ایک نئی مصیبت کھڑی کر دی تھی اور اس نئی مصیبت سے چھٹکارا پانا بھی اسکے لئے ناگزیر تھا۔

اسنے جھاڑیوں کے درمیان سے نکل کر دوسری جھاڑیوں کیطرف چھلانگ لگائی پھر وہاں رکنے کی بجائے تیزی سے جگہیں تبدیل کرتا رہا تاکہ کسی مناسب مقام سے اپنے مقابل کو ٹھکانے لگا سکے۔

دوسری طرف آفندی بھی اسکی نقل و حرکت سے بے خبر نہیں تھا لیکن وہ بلاوجہ گولیاں ضائع کرنیکے لئے تیار نہیں تھا کیونکہ اسکے ریوالور میں صرف چار گولیاں باقی تھیں۔

کھڑبڑاہٹ کی آوازوں سے وہ گومیز کی نقل و حرکت کا اندازہ لگاتا رہا اسکی نظریں گومیز کے ساتھ جگہیں تبدیل کر رہی تھیں۔ اسنے اندازہ لگا لیا تھا کہ گومیز وہاں سے فرار ہو جانے کی بجائے اسے ختم کرنے کے درپے ہے اس احساس کے ساتھ آفندی کے ہونٹوں پر خونخواری مسکراہٹ ثبت ہو گئی تھی۔

پھر جیسے ہی اسے جھاڑیوں کے درمیان گومیز کا ہیولیٰ نظر آیا اسنے ٹریگر دبا دیا دوسرے ہی لمحے فضا میں لہرانے والی چیخ نے آفندی کے جسم میں مسرت کی لہر دوڑا دی تھی۔

آفندی کی چلائی ہوئی گولی گومیز کی ٹانگ کو چیر گئی تھی۔ حالانکہ وہ زخم کچھ خطرناک نہیں تھا مگر تکلیف تو پہنچاتی ہی تھی اس لئے گومیز چیخ پڑا تھا۔ دشمن اسکی پوزیشن سے واقف تھا اس لئے اسنے بوکھلا کر فوراً ہی وہاں سے نکل کر ایک جانب دوڑ لگا دی اور ایسا کر کے اسنے حماقت کا ثبوت دیا تھا۔

آفندی کی نظروں نے اسے جھاڑیوں کے جھنڈ سے نکل کر دوسری جھاڑی کی طرف دوڑتے دیکھ لیا تھا اگر وہ اس نادر موقع سے فائدہ نہ اٹھاتا تو اس سے بڑا بیوقوف کوئی اور نہ ہوتا۔ اس مرتبہ ہدف پہلے سے کہیں زیادہ واضح تھا۔ اس مرتبہ آفندی کی چلائی ہوئی گولی گومیز کے کولہے میں اتر گئی۔ وہ چیختے ہوئے اچھلا اور اوندھے منہ نیچے گر پڑا۔

آفندی تیزی سے کھڑا ہوا اور گومیز کی طرف دوڑ لگا دی وہ اس موقع سے فائدہ اٹھانا گومیز پر قابو پا لینا چاہتا تھا۔ گومیز کے جسم میں کرب و اذیت کی لہریں دوڑ رہی تھیں لیکن وہ انہیں برداشت کرنے پر مجبور تھا پھر دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازوں نے اسے سنبھلنے پر مجبور کر دیا۔ اسنے سر گھما کر دیکھا آفندی بالکل قریب آ گیا تھا۔ ریوالور اب بھی اسکے ہاتھ میں موجود تھا اسنے پلٹتے ہوئے ہاتھ اوپر کیا اور پے در پے ٹریگر دباتا چلا گیا۔

آفندی کو اسی قسم کی سچویشن کی توقع تھی جب اسنے گومیز کو پلٹتے دیکھا تو بندر کی مانند دائیں جانب جست لگا دی پھر فوراً ہی بائیں جانب ہو گیا تھا۔

دو گولیاں اسکے قریب سے گزر گئیں لیکن تیسری گولی اسکے بازو کو چھوتی ہوئی گئی تھی۔ آفندی کو ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے دہکتی ہوئی سلاخ اسکے بازو سے چھو گئی ہو۔ وہ وقت تکلیف و اذیت محسوس کرنے کا نہیں تھا۔ وہ گومیز کے اتنے قریب پہنچ گیا تھا کہ ایک ہی جست میں اسکے سر پر پہنچ گیا پھر اسکے پیر کی بھرپور ٹھوکر نے ریوالور گومیز کے ہاتھ سے نکال دیا تھا۔

"بس پڑے ہی رہنا گومیز۔" آفندی دوسری ٹھوکر گومیز کے پہلو پر رسید کرتے ہوئے

درندوں کی مانند غرایا۔

گومیز چیخ کر پلٹ گیا۔ درد و کرب کی وجہ سے اس کا جسم دکھتے ہوتے پھوڑے میں تبدیل ہو گیا تھا۔

"کھڑے ہو جاؤ۔ لیکن کوئی شرارت مت کرنا ورنہ زندگی کی ضمانت نہیں دے سکوں گا۔"

آفندی نے دوسرا حکم دیا۔

گومیز کراہتے ہوتے آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھا پھر گھٹنوں پر زور دیکر اوپر اٹھنے لگا اس حالت میں بھی اس کا دماغ مسلسل کام کر رہا تھا۔

آفندی کے ہاتھ میں ریوالور موجود تھا پھر اسے یہ بھی بے فکری تھی کہ گومیز بری طرح زخمی ہے اسنے زیادہ احتیاط نہیں برتی تھی۔

اوپر اٹھتے اٹھتے گومیز نے ٹانگ زخمی ہونے کی پرواہ کئے بغیر بپھرے ہوتے درندے کی مانند آفندی پر چھلانگ لگا دی تھی۔ پیٹ پر پڑنے والی ضرب نے آفندی کو پیچھے اچھال دیا وہ اپنی خوش فہمی کا شکار ہو گیا تھا۔

جیسے ہی آفندی بے قابو ہو کر نیچے گرا گومیز اپنی حالت کی پرواہ کئے بغیر اس پر چھا گیا تھا۔ آفندی کی اچھی خاصی مرمت ہو گئی گومیز اچھی طرح جانتا تھا اسکے دشمن کو موقع مل گیا تو وہ بازی مار جائیگا اس لئے اسنے آفندی کو سنبھلنے کا موقع نہیں دیا تھا پھر قسمت نے آفندی کو موقع فراہم کر ہی دیا۔

اس مرتبہ گومیز جیسے ہی اسکی پسلیوں پر ٹھوکر مارنیکے لئے پیر پیچھے لے گیا اس کا پیر جھاڑی میں الجھ گیا نتیجہ میں وہ لڑکھڑا گیا اور سنبھلنے کی کوشش کرنے لگا۔

اس مہلت سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوتے آفندی نے لیٹے ہی لیٹے ریوالور کو گومیز

کے ٹخنے پر دے مارا وہ ہذیانی انداز میں چیخ کر توازن کھو بیٹھا۔

آفندی نے برق رفتاری سے اوپر اٹھتے ہوتے بے قابو گومیز کے گھٹنے پر ایک مرتبہ پھر ضرب لگائی نتیجہ میں وہ چیختا ہوا جھاڑیوں پر جا گرا۔

آفندی اسے کوئی مہلت دینے کیلئے تیار نہیں تھا وہ گومیز کے سر پر پہنچا اور کھوپڑی پر ریوالور کے دستے سے پے در پے ضربیں لگا کر اسے بے ہوش ہو جانے پر مجبور کر دیا۔

چند لمحے سانس استوار کرنیکے بعد وہ گومیز پر جھکا اور اسکی کنپٹی کی ایک مخصوص رگ مسل دی اب وہ مطمئن تھا گومیز ایک گھنٹے سے پہلے کی طرح ہوش میں نہیں آسکتا۔ پھر وہ پلٹ کر سڑک کی جانب چل دیا تھا۔

ٹانگ پھٹنے سے گومیز کے بے ہوش ہونے میں پانچ منٹ بھی نہیں لگے تھے لیکن آفندی کو ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ گھنٹوں گومیز سے برسرپیکار رہا ہو۔ سڑک پر پہنچ کر وہ رک گیا۔

اسکی نظریں بے اختیار سڑک پر پڑے ہوتے آدمی کی طرف گئیں جو اسوقت ہوش میں آکر سڑک سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

نعمانی ہوش میں تو آگیا لیکن دماغ میں ہونیوالے دھماکوں نے اسکی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت صلب کر لی تھیں جب آفندی اسکے قریب پہنچا تو وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا سر پکڑے جھوم رہا تھا۔

"تم ٹھیک ہو دوست۔؟" آفندی اسکے قریب بیٹھتے ہوتے نرم لہجے میں بولا۔

"ایں۔" نعمانی نے چونک کر اسکی طرف دیکھا لیکن دماغ میں لہرانے والے سیاہ دائروں نے اسے کچھ سمجھنے ہی نہیں دیا تھا۔

"تم خود کو سنبھالو۔ میں ذرا کار ادھر لے آؤں۔" آفندی شفقت آمیز انداز میں اس کا شانہ تھپتھپا کر کھڑا ہو گیا۔

آفندی تو کار لانے چلا گیا اور نعمانی حواس بحال کرنے کی کوشش کرنے لگا تھا جب آفندی کار لیکر وہاں پہنچا تو وہ دماغ کو کافی حد تک پرسکون کر چکا تھا۔

جب کار اسکے قریب پہنچی تو وہ اس حد تک تو ہوش میں آ ہی گیا تھا کہ اپنی کار پہچان لیتا۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا ایک غیر ملکی اور اپنی کار دیکھ کر فرط حیرت سے اس کا دماغ ماؤف ہو گیا۔ آفندی کار سے اتر کر نعمانی کے پاس پہنچ گیا جو بت بنا کھڑا تھا۔

"کیا ہوا دوست۔؟ اسنے مسکرا کر نعمانی کو مخاطب کیا۔

"یہ کار تمہیں کہاں سے ملی۔؟" نعمانی نے خال خال لہجے میں پوچھا۔

"یہ سوال بعد میں ہونا چاہیئے تھا۔ پہلے تمہیں پوچھنا چاہیئے تھا میں کون ہوں۔" آفندی بدستور مسکرا رہا تھا۔ ویسے یہ سوال جواب شہر کی طرف جاتے ہوئے بھی کئے جا سکتے ہیں۔ فی الحال اگر تم ٹھیک ٹھاک ہو تو گومیز کو اٹھا لاؤ۔"

"گومیز۔" نعمانی مضطرب ہو گیا تھا۔

"میرے خیال میں تو اس کا یہی نام ہے۔ ممکن ہے تم کسی اور نام سے اسے جانتے ہو۔"

"کہاں ہے وہ۔؟ نعمانی کے دماغ میں سناٹا پھیل گیا تھا۔

"اس طرف بے ہوش پڑا ہے۔" آفندی نے اشارہ سے بتایا۔ ذرا جا کر اٹھا لاؤ۔ اگر زیادہ دیر ہو گئی تو اسکے جسم میں گولیاں موجود ہونے کی وجہ سے زہر پھیل سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ تم یہیں ٹھہرو۔ میں لیکر آتا ہوں۔" نعمانی بری طرح بوکھلایا ہوا تھا۔

"ظاہر ہے شہر تک پیدل واپسی کا کوئی ارادہ [illegible] نعمانی کچھ کہنے کی بجائے آفندی کی اشارہ کردہ سمت میں دوڑ گیا اس کا دماغ [illegible]

وہ حیران پریشان تھا کہ وہ غیر ملکی کون ہے اور اسکی وہاں موجودگی کیا معنی رکھتی ہے پھر وہ وہاں سڑک پر پڑا کیا کر رہا تھا اسکے دماغ میں لاتعداد سوالات گردش کر رہے تھے لیکن جواب ندارد۔

وہ بے ہوش گومیز کے پاس پہنچ کر رک گیا اس وقت اسے وہ بات یاد آ گئی جو اسے ہوش میں آتے ہی یاد آنی چاہیئے تھی۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ سر۔ ہیلو۔" وہ گھڑی چہرے کے قریب لاتے ہوئے کانپتی ہوئی آواز میں بولا اسے یقین تھا اس پر ایکسٹو کا عتاب نازل ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔

"اوہو۔ تو تمہیں بات کرنے کا ہوش آ گیا۔" گھڑی سے ایکسٹو کی آواز آئی۔ اس آواز میں ایسی کیفیت تھی کہ نعمانی کے پسینے چھوٹ گئے اسنے بولنا چاہا لیکن اسکی آواز حلق سے باہر نہ آ سکی۔

"کیا مر گئے۔؟ ایکسٹو دہاڑا تھا۔

"نن... نہیں سر۔" جواب تو اسے دینا ہی پڑا۔

"اپنی پوزیشن بتاؤ۔"

بتانے کو اسکے پاس تھا ہی کیا۔ چند لمحوں میں اسنے ہوش میں آنے کے بعد کی روئیداد سنا دی۔

"وہ آدمی کون ہے۔؟

"پپ... پتہ نہیں سر۔ کوئی غیر ملکی ہے میری کار اسکے پاس ہونے کا مطلب یہی ہے کہ وہ شروع ہی سے ہمارے پیچھے لگا ہوا تھا وہ گومیز سے بھی واقف ہے۔"

"اوہ۔" ایکسٹو نے طویل سانس لی تھی۔

"میرے لئے کیا حکم ہے جناب۔؟

"تمہاری لاپرواہی کا محاسبہ تو بعد میں کروں گا۔ فی الحال گومیز کو رانا پیلس پہنچا دو۔" ایکسٹو کی آواز میں غراہٹ تھی۔

"مم... میں بہت شرمندہ ہوں جناب۔" نعمانی لرز گیا تھا۔

"وقت ضائع کرنے کی بجائے اسے لیکر روانہ ہو جاؤ۔"

"اس آدمی کا کیا کیا جائے جناب۔"

"شہری حدود میں کہیں چھوڑ دینا۔ اس سے کچھ پوچھنے یا اسکے کسی سوال کا جواب دینے کی ضرورت نہیں۔"

"اگر وہ پیچھا چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوا تو۔"

"اگر اتنا کام بھی نہ کر سکو تو تمہیں خودکشی کر لینی چاہیئے۔ ویسے مجھے امید نہیں کہ وہ تمہارے ساتھ لگے رہنے کی کوشش کرے گا۔"

"آ۔ آپ۔ اس سے واقف ہیں جناب۔؟

"شٹ اپ۔ اپنا کام کرو۔"

"ببب... بہتر جناب۔"

"اوور اینڈ آؤٹ۔" سلسلہ منقطع کر کے نعمانی پیشانی سے پسینہ صاف کرنے لگا اسی وقت فضا میں ہارن کی کرخت آواز پھیلی۔ نعمانی نے چونک کر آواز کی سمت دیکھا پھر گھوم کر بے ہوش گومیز کو کندھے پر لاد لیا تھا۔ یہ سمجھنا مشکل نہیں تھا کہ ہارن غیر ملکی بجا رہا ہے۔

کیا گومیز ہوش میں آ گیا تھا۔ جب وہ کار کے قریب پہنچا تو آفندی نے بیقراری سے پوچھا۔

"نہیں۔" نعمانی نے مختصر جواب دیا اور دروازہ کھول کر گومیز کو عقبی حصہ کے پائیدان میں پھینک دیا۔

"چابی کہاں ہے۔؟" اسنے خشک لہجے میں آفندی سے پوچھا۔

"سوئچ میں لگی ہوتی ہے۔"

"چلو بیٹھو۔ مجھے ذرا جلدی شہر پہنچنا ہے۔"

"ہوں۔" آفندی نے اسے تیز نظروں سے دیکھا پھر ایک لفظ کہے بغیر اگلی نشست پر بیٹھ گیا تھا۔ واپسی کا سفر طوفانی رفتار سے شروع ہو گیا کار نعمانی چلا رہا تھا ایکسٹو کا یہ خیال گدی نشین ہو گیا تھا کہ غیر ملکی شاید ہی کمبل بننے کی کوشش کریگا۔

آفندی نے کئی مرتبہ نعمانی سے کچھ سوال پوچھنے کا ارادہ کیا لیکن پھر ٹال گیا نہ جانے کیوں وہ اس بات پر یقین رکھتا تھا کہ نعمانی عمران کے ساتھیوں میں سے ایک ہے حالانکہ اسکے پاس اس یقین کی کوئی معقول وجہ نہیں تھی۔

پھر شہری حدود میں داخل ہونیکے بعد نعمانی نے اس سے اترنیکے بارے میں پوچھا تو اسنے صرف اتنا کہا کہ اسے ایسی جگہ اتار دے جہاں سے اسے ٹیکسی ملنے میں دشواری نہ ہو۔

عمران شدید ترین ذہنی انتشار کا شکار تھا۔ وہ جس مسئلہ پر سوچتا وہ الٹ پلٹ نظر آتا تھا۔ جس معاملے میں ہاتھ ڈالنے کے بارے میں غور کرتا وہاں کوئی نہ کوئی اڑچن کھڑی ہو جاتی تھی۔ چوہان کی کال وصول کرنیکے بعد پہلے تو اسنے خود ارجن گھاٹ جانے کا فیصلہ کیا پھر

غور کیا تو اس فیصلے سے کوئی فائیدہ ہوتا نظر نہیں آیا تو اسنے ارادہ تبدیل کر لیا تھا۔ بعد میں جب اسنے چوہان کی کال دوبارہ وصول کی تو اسے بھی واپس بلا لیا تھا۔

دوسری طرف نعمانی گومیز کا تعاقب کر رہا تھا اور سیون اسٹار ہوٹل اور ڈی ایس پی ولسن کے بارے میں اطلاع دیکر ایک مرتبہ پھر گومیز کے تعاقب میں روانہ ہو چکا تھا۔ عمران کے ہر پلان بدلتے ہوئے فیصلوں نے بلیک زیرو کو پریشان کر دیا تھا۔ اسکی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ عمران کرنا کیا چاہتا ہے۔

اسکی دانست میں جرم۔ وجہ جرم اور مجرم سامنے تھے مسئلہ صرف ثبوت کی فراہمی کا تھا سو یہ کام پکڑو مارو اور اگلواؤ سے بھی حل کیا جا سکتا تھا۔ اسکی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا عمران ڈمپل مارجر اور گومیز کو کس لئے چھوٹ دینے پر تلا ہوا ہے۔

عمران اپنے خیال میں ان تینوں کو بطور چارہ استعمال کر کے کسی بڑی مچھلی تک پہنچنا چاہتا تھا یہی وجہ تھی جب نعمانی نے راجرس کالونی پہنچ کر رپورٹ دی تو اسنے نعمانی کو اندر گھس جانے کا حکم دیا تھا۔

نعمانی اسکی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے کوٹھی میں گھس گیا لیکن واچ ٹرانسمیٹر کے ذریعہ عمران کو صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ نعمانی بڑی آسانی کے ساتھ مخالفوں کے قبضے میں جا کر بے ہوش ہو گیا تھا۔

واچ ٹرانسمیٹر نے جو آوازیں عمران کی طرف منتقل کیں وہ اتنی مبہم تھیں کہ عمران کوئی فیصلہ کن اندازہ قائم نہیں کر سکا تھا پھر بھی اسے دو نام شہزاد اور احمد تو معلوم ہو ہی گئے تھے۔ اسکے بعد جو آوازیں آتی رہیں وہ بھنبھناہٹ سے زیادہ واضح نہیں تھیں لیکن کچھ دیر بعد کار اسٹارٹ ہونے کی آواز سے معلوم ہو گیا تھا کہ نعمانی کو کہیں اور منتقل کیا جا رہا ہے۔ لیکن اس بات

سے عمران فکرمند نہیں ہوا تھا کیونکہ ٹریسنگ مشین کے ذریعے آسانی کے ساتھ اسے تلاش کیا جا سکتا تھا۔

عمران وہ گفتگو نہیں سن سکا تھا جس میں نعمانی کو ختم کر دینے کا فیصلہ کیا گیا تھا ورنہ وہ ایک لمحہ کے لئے پرسکون نہ رہتا۔

پھر واچ ٹرانسمیٹر نے کچھ گڑبڑ کو ظاہر کیا۔ پھر نعمانی سے بات کر لینے کے بعد ہی اسے حالات کا کسی قدر اندازہ ہو سکا تھا جب نعمانی نے کسی غیر ملکی کا تذکرہ کیا تو عمران کے لئے اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ آدمی آفندی ہی ہوگا۔ اسنے فیصلہ کر لیا کہ وہ آفندی سے اچھی طرح نبٹ لیگا۔

سب کچھ ہو رہا تھا اور بیچارہ بلیک زیرو ٹک ٹک دیدم کی تصویر بنا بیٹھا رہا تھا عمران کا موڈ دیکھ کر اسنے کچھ بولنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"یہ شخص تو انتہائی احمق ثابت ہوا۔" عمران بڑبڑایا تھا۔

بلیک زیرو نے یہ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی کہ عمران کا اشارہ نعمانی کی طرف تھا یا غیر ملکی کی طرف۔؟

"کیوں۔ تمہیں سانپ کیوں سونگھ گیا ہے۔" عمران نے چونک کر اسے گھورا۔

"بولنے کے لئے میرے پاس کیا ہے جناب۔؟ بلیک زیرو نے ادب سے کہا۔ ویسے بھی آپکا حکم ہے میں خاموش ہی رہوں۔"

"ہوں۔" عمران نے کھوپڑی سہلائی۔ ذرا چائے تو منگوالو۔"

کچھ کہے بغیر بلیک زیرو نے کال بیل کا بٹن دبا دیا جسکے جواب میں آدمی نے آنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ چائے لانیکے لئے کہہ کر عمران نے اسے نعمانی اور گومیز کے بارے میں بھی کچھ ہدایات دی تھیں۔

"کیا بات ہے تم اس قدر سعادتمند کب سے ہو گئے صاحبزادے۔" عمران نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"سعادتمند تو ہمیشہ سے ہی ہوں جناب۔" بلیک زیرو سنجیدہ ہی رہا۔
"لیکن اس قدر ہائی گریڈ سعادتمند کبھی نہیں تھے۔"
"پہلے نہیں اب سہی کیا فرق پڑتا ہے۔"
"معلوم ہوتا ہے اپر چیمبر کچھ زیادہ ہی گرم ہو گیا ہے۔" عمران مسکرایا۔
"خیال ہے آپ کا۔ وہاں تو سال کے بارہ مہینے برف جمی رہتی ہے۔"
"ٹافیاں لے دوں تو مانو گے۔"
"ٹافیوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ عرض کیجئے ویسے ہی مان لوں گا۔"
"یار ایسی باتیں نہ کرو کہ مجھے اپنے دم اگ آنے کا احساس ہونے لگے۔"
"کیا کہنا چاہتے ہیں۔"
"دو شعر سنو۔" عذاب یہ بھی کسی اور پہ نہیں آیا
کہ ایک عمر چلے اور گھر نہیں آیا
کریں تو کس سے کریں نارسائیوں کا گلا
کہ سفر تمام ہوا اور ہمسفر نہیں آیا
"بہت عمدہ شعر ہیں۔ لیکن مایوسی ہمارے مذہب میں گناہ ہے اور کم از کم میں آپ کا شمار ہمت ہار جانیوالوں میں نہیں کر سکتا۔ آخر آپ کو ہو کیا گیا ہے۔؟"
"ایک شعر اور سنو۔"
"اگر ویسا ہی ہے تو رہنے دیجئے۔"
"ارے سن تو لے ظالم۔ بڑا چٹخارے دار شعر ہے۔"
"شعر و شاعری کا موڈ کیوں سوار ہو گیا ہے۔"؟

"کنفیوشس نے کہا تھا کہ
خالی نہ بیٹھ کچھ کیا کر ۔ کچھ اور نہیں تو شاعری کیا کر
"یہ بات ہے تو مجھ سے بھی ایک شعر سن لیجئے۔"
لیکن ٹیلی فون کی گھنٹی نے جو شعر سنایا اسنے دونوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ عمران کے اشارے پر بلیک زیرو نے کال وصول کر لی تھی۔
"یس۔"
"کون ہے۔؟" دوسری جانب سر سلطان تھے۔
"سر سلطان۔" بلیک زیرو نے فوراً ہی رسیور عمران کی طرف بڑھا دیا تھا۔
"فرمایئے۔" عمران نے تیزی سے کہا۔
"تم نے تو رانا پیلس ہی آباد کر لیا ہے۔" سر سلطان نے ہنس کر کہا۔
"کام کی بات کیجئے جناب۔"
"ابھی ابھی سربراہ مملکت نے غبن کے سلسلے میں ایک فائل مجھے بھیجی ہے۔" سر سلطان نے عمران کی سنجیدگی کو محسوس کر لیا تھا۔
"آپ نے دیکھا اسے۔؟" عمران سنبھل کر بیٹھ گیا تھا۔
"فائل ملتے ہی تمہیں فون کیا ہے۔"
"ٹھیک ہے۔ طاہر کو بھیجتا ہوں فائل اسے دیدیجئے گا۔"
"بھیجدو۔ کچھ بات بنی۔؟"
"بات تو بنی بنائی ہے جناب لیکن ثبوت ہاتھ نہیں آ رہے۔ اور ثبوت کی غیر موجودگی میں اگر انہیں گھیر بھی لیا جائے تو عدالت سے صاف بچ نکلیں گے۔"

"یہی تو سب سے بڑی مصیبت ہے کہ سربراہ مملکت کی بھی سخت ترین ہدایت ہے کہ جب تک ٹھوس ثبوت فراہم نہ کر لئے جائیں کسی کو نہ چھیڑا جائے۔"

"میں اس حکم کے پس منظر کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ لیکن کوئی بات نہیں۔ میں اگر ان کے خلاف کوئی ثبوت فراہم نہیں کر سکا تو بھی بچ کر نہیں جانے دوں گا۔"

"کیا کہہ رہے ہو۔؟"

"جو آپ سن رہے ہیں۔ میں یہ ہرگز برداشت نہیں کروں گا کہ ملک و قوم کے دشمن صرف اس لئے بچ نکلیں کہ ان کے خلاف کوئی ایسا ثبوت موجود نہ ہو جو انہیں قانون کی نظروں میں مجرم ثابت کر سکے۔"

"ہوش میں رہو عمران۔" تم کوئی غلط کام نہیں کرو گے۔"

"غلط کام۔؟ عمران ہنسا۔ کبھی آپ نے مجھے غلط کام کرتے دیکھا ہے۔"

"نہیں۔ لیکن۔۔۔۔؟"

"لیکن ویکن کی بات مت کیجئے۔ بس خاموشی سے دیکھتے رہئے کہ میں کیا کرتا ہوں۔"

"کیا کرنا چاہتے ہو۔؟"

"فی الحال تو لیٹنا چاہتا ہوں۔"

"کیا بک رہے ہو۔؟"

"بکنے والی کوئی بات نہیں ہے۔ ڈور کے بے شمار پھیلے ہوئے سروں کو لپیٹنا چاہتا ہوں تاکہ ان ہاتھوں کو روشنی میں لاسکوں جو کٹ پتلیاں نچا رہے ہیں۔"

"تمہاری باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں۔"

"آپ سمجھنے کی بجائے دیکھتے رہئے۔" عمران نے پرسکون لہجے میں کہا۔ یہ تباہی سی آئی بی

ہمارا ساتھ کہاں تک دیگی۔"

"تم رحمان کو اچھی طرح جانتے ہو۔ قانون کے دائرے سے باہر ہو کر وہ کسی قسم کی مدد نہیں کریگا۔"

"میں بھی قانون کے دائرے میں ہی انکی مدد چاہتا ہوں۔"

"کس قسم کی مدد درکار ہے۔"

"آپ اپنے طور پر ڈیڈی کو سمجھا دیں باقی باتیں میں خود کر لوں گا۔"

"مجھ سے بھی رازداری۔؟"

"ابھی تو میں خود بھی پوری طرح سمجھ نہیں سکا ہوں تو آپکو کیا بتاؤں۔ ڈیڈی کی مدد حاصل کر کے میں صرف پیش بندی کرنا چاہتا ہوں تاکہ ضرورت کے وقت خواہ مخواہ کی الجھنیں نہ کھڑی ہوں۔"

"عمران۔ میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"اچھا۔ خدا کا شکر ہے کہ ایک آدمی تو ایسا ملا جو مجھے جانتا ہے ورنہ یہ عالم ہو گیا ہے کہ اب تو پہچانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی۔"

"طاہر کو کتنی دیر میں بھیج رہے ہو۔؟"

"نیند آ رہی ہے کیا۔؟"

"تو کیا ساری رات جگانے کا پروگرام ہے۔" وہ تنک کر بولے۔

"ہاتے... اسی موقع کے لئے کنفیوشس نے کہا تھا۔"

"بکواس مت کرنا۔"

"ڈیڈی کو فون ابھی کر دیجئے۔ میں ان سے کسی وقت بھی ملاقات کر سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے میں بات کئے لیتا ہوں۔"

"اوکے۔ طاہر نصف گھنٹے میں آپ کے پاس پہنچ جائیگا۔ خدا حافظ۔" ریسیور

کان سے ٹھاکرا سنے بلیک زیرو کو تھما دیا جسنے کریڈل پر ڈال دیا تھا۔

"لو پیارے کمر کس لو۔" تمہاری ہدایت پر عمل شروع کئے دیتے ہیں۔" عمران نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

"میری ہدایت پر۔؟ وہ چونکا۔

"پکڑو۔ مارو۔ اگلوا قو اور اندر کر دو۔ ابتدا نعمانی نے کر ہی دی ہے۔ اب ذرا نیول پولیس سے بات کرو تاکہ ڈمپل کا علاج بھی ہو جائے۔"

"آپ کے خیال میں وہ ملک سے اسمگل ہونا چاہتا ہے۔"؟

"نہیں تو کیا ڈنجی خاندان کے بچوں کے عقیقے میں شرکت کیلئے ارجن گھاٹ گیا ہے صاحبزادے اس بات پر یقین کر لو کہ وہ آج رات ملک سے نو دو گیارہ ہونے والا ہے۔ اصولی طور پر ایسا ہونا بھی چاہیئے۔"

"لمبا چکر چلانے کی کیا ضرورت ہے اسے ارجن گھاٹ سے بھی پکڑا جا سکتا ہے۔"

"اے۔ میں اذلی احمق ہوں مجھ سے کسی عقلمندانہ اقدام کی توقع کیوں رکھتے ہو۔" عمران نے منہ بنایا۔

"اگر آپ مناسب سمجھتے ہیں تو یہی سہی۔"

"تم جس انداز میں ہتھیار ڈال دیتے ہو اسی انداز پر تو میری جان جاتی ہے۔" عمران ہنس پڑا۔ کچھ کہنے کی بجائے بلیک زیرو دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ آدمی چائے لیکر اندر آ گیا تھا پھر وہ ٹرے رکھ کر عمران کے اشارے پر فوراً واپس چلا گیا تھا۔

"رحمان صاحب کے ذریعہ کیا چکر چلانا چاہتے ہیں۔" بلیک زیرو نے چائے بناتے ہوئے پوچھا۔

"تمہاری خدمت میں عرض ہے کہ میں پیش بندی کر لینا چاہتا ہوں۔ فی الحال اس سلسلے میں کچھ سوال کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"جو حکم جناب عالی۔"

"چائے پیو اور فوراً نو دو گیارہ ہو جاؤ۔ میں جلد از جلد اس قاتل کو دیکھنا چاہتا ہوں۔"

بلیک زیرو نے خاموشی سے سر ہلا دیا اور چائے کا کپ عمران کے حوالے کر دیا۔ عمران کچھ سوچنے لگا تھا۔ عمران خاموش تھا تو بلیک زیرو بھی خاموشی سے چائے پیتا رہا۔ عمران نے کپ خالی کر کے ایک کپ اور بنا لینے کے لئے کہا تھا۔

"اچھا۔ میں چلا۔" چائے عمران کے حوالے کر کے بلیک زیرو کھڑا ہو گیا۔ عمران نے سر ہلایا پھر چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا چائے لانے والا آدمی اندر آ گیا تھا۔

"اسے نمبر تین میں پہنچا دیا ہے جناب۔" اس نے ادب سے کہا۔

"گڈ۔ احسن سے کہو اس کا چیک اپ کرے اور زخم سے گولی نکال کر مرہم پٹی کر دے۔ کام ختم ہونے کے بعد مجھے اطلاع دینا۔"

"راجیٹ سر۔" وہ الٹے پیروں واپس چلا گیا۔ عمران نے بلیک زیرو سے ٹیلی فون دیکر چلے جانے کے لئے کہا تھا۔

بلیک زیرو چلا گیا۔ عمران نے ہوٹل الحمرا کے نمبر ڈائیل کر کے آپریٹر سے جرجیس آفندی کے کمرے سے رابطہ قائم کرنے کے لئے کہا۔ چند لمحے کلک کلک کی آوازیں آتی رہیں پھر کسی نے دوسری جانب سے کال وصول کر لی تھی۔

"ہیلو۔"

"پہنچ گئے تم۔؟" عمران نے آفندی کی آواز پہچان کر کہا۔

"عمران صاحب آپ۔" اسنے بھی آواز شناخت کرلی تھی۔ بس ایک منٹ پہلے پہنچا ہوں۔ کہیئے، آپ کے ساتھی خیریت سے پہنچ گئے۔؟"

"میں نے تمہیں منع کیا تھا آفندی۔" عمران کی آواز میں سرد مہری تھی۔

"مجھے یقین تھا آپ فون بھی ضرور کریں گے اور وضاحت بھی طلب کریں گے۔" آفندی شگفتہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔ اگر یقین کرسکیں تو کرلیں کہ میں بالکل اتفاقی طور پر اس معاملے میں شریک ہوگیا تھا۔ ویسے یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اگر میں نہ ہوتا تو آپ کا ساتھی اس دنیا سے کبھی کا رخصت ہوگیا ہوتا۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو۔؟" عمران کی آنکھوں میں حیرت پھیل گئی تھی۔

"کہانی ذرا لمبی ہے اگر دو منٹ توقف کریں تو بہتر ہوگا۔ میں ذرا ٹیبل تک ہو آؤں۔"

"جاؤ۔" عمران اس کا مقصد سمجھ گیا تھا۔ دوسری طرف آفندی تو شراب لانے چلا گیا اس طرف عمران کا دماغ نئی الجھن سے دوچار ہوگیا تھا۔ لیکن وہ لمحات طویل نہیں تھے۔

"لائن پر ہیں مسٹر عمران۔؟" آفندی کی آواز نے اسے چونکا دیا تھا۔

"ہاں۔ کہو۔؟"

چند لمحے توقف کے بعد آفندی تفصیل سے اپنی سرگذشت سناتا چلا گیا جسے سنتے ہوئے عمران کا چہرہ رنگ بدلتا رہا تھا۔ جب آفندی نے یہ بتایا کہ اس نے دخل اندازی کرکے کس طرح نعمانی کو موت کے منہ میں جانے سے بچایا تھا تو عمران کو اس کا شکریہ ادا کرنا ہی پڑا تھا۔ اسے یقین تھا آفندی نے وہ واقع اپنی اہمیت اور افادیت جتانے کے لئے نہیں سنایا ہوگا۔

"اس سلسلہ میں میں تمہارا شکریہ ہی ادا کرسکتا ہوں آفندی۔" عمران نے تشکر آمیز لہجے میں کہا۔

"یہ آپ کیسی باتیں کررہے ہیں۔ آپ کے لئے میں جو جذبات رکھتا ہوں وہ الفاظوں میں بیان

نہیں کئے جاسکتے۔ میں تو اب بھی یہی چاہتا ہوں کہ مجھے کچھ دن آپ کے زیر سایہ کام کرنے کا موقع مل جائے تاکہ میں کچھ سیکھ کر جاسکوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس سلسلے میں اپنے چیف سے بات کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تمہاری خواہش کا احترام کریں گے۔"

"اگر ایسا ہوگیا تو میں تمام زندگی آپ کا شکر گذار رہوں گا۔" اسکی آواز سے دلی جذبات کی آئینہ دار تھی۔

"آرام کرو۔ اگر ڈاکٹر کی ضرورت ہو تو اس کا انتظام کردوں۔"

"ایسی کوئی ضرورت نہیں۔ گولی بس کھال ہی پھاڑ سکی تھی سو اسکا علاج میں خود کرلوں گا۔"

"آرام کرو۔ کل کسی وقت میں تمہیں فون کروں گا۔"

"بہتر۔ لیکن کیا آپ ایک کام نہیں کرسکتے۔؟"

"کیا۔؟"

"مجھے کوئی ایسا فون نمبر نہیں دے سکتے جہاں ضرورت کے وقت میں آپ سے رابطہ قائم کرسکوں۔"

"کل کا انتظار کرو پھر شاید تمہیں فون نمبر کی ضرورت ہی نہ پڑے۔" عمران نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"آپ کی مرضی۔ کل میں اپنے کمرے ہی میں رہوں گا۔"

"خدا حافظ۔" ریسیور کریڈل پر ڈال کر وہ صوفے پر نیم دراز ہوگیا۔ آفندی کی کہانی زنجیر کی کچھ اور کڑیوں کو سامنے لے آئی تھی۔ اچانک کسی خیال کے تحت وہ سیدھا ہوا اور ریسیور اٹھا کر ڈائیل گھمانے لگا۔ ذہنی جنبا سٹک کرنے سے قبل وہ ڈمپل کا معاملا بھی ختم کردینا چاہتا تھا۔

پانچ منٹ بعد جب اسنے ریسیور کریڈل پر ڈالا تو وہ ڈمپل کے لئے خاطر خواہ انتظام کرچکا تھا اسے یقین تھا۔ ڈمپل اب کسی قیمت پر بچ کر نہیں جاسکے گا۔ سلسلہ منقطع کرکے چند

لمحے وہ کچھ سوچتا رہا پھر رحمان صاحب کے نمبر گھمانے شروع کر دیئے اسے یقین تھا سر سلطان اُن سے بات کر چکے ہوں گے۔

"رحمان بول رہا ہوں۔" توقع کے مطابق کال جلد وصول کر لی گئی تھی۔

"سلام علیکم ڈیڈی۔" اسنے سنجیدہ رہنا مناسب سمجھا تھا۔

"تم۔ وعلیکم سلام۔" ریسیور نے سانس کی تیز آواز خارج کی تھی۔

"سر سلطان نے فون کیا تھا۔؟

"ہاں۔ لیکن میری سمجھ میں ان کی بات نہیں آتی۔"

"کوئی پرواہ نہیں۔"

"کیا مطلب۔؟

"مم... میں تھوڑی دیر میں آپکے پاس پہنچ رہا ہوں پھر تمام باتیں خود بخود آپکی سمجھ میں آجائیں گی۔"

"کیا چکر چلا رہے ہو۔؟

"اس وقت غیر سنجیدہ ہونے کا قطعی موڈ نہیں ہے اس لئے میرے پہنچنے کا انتظار کیجئے۔ خدا حافظ۔"

رحمان صاحب کے جواب کا انتظار کئے بغیر اسنے ریسیور کریڈل پر ڈال دیا وہ اچھی طرح جانتا تھا اگر رابطہ قائم رہا تو رحمان صاحب کے سوالوں کا سلسلہ بند نہیں ہوگا۔ رحمان صاحب کے پاس جانے کا واضح مطلب یہی تھا کہ وہ پوری طرح حرکت میں آنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔

●

عمران سر جھکائے کچھ سوچ رہا تھا اور رحمان صاحب اسے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ عمران کے چہرے پر جو سنجیدگی متانت اور وقار پھیلا ہوا تھا وہ شاید ہی کبھی انھوں نے دیکھا ہو۔ اس وقت کا عمران ان خوابوں کی تصویر تھا جو وہ ہمیشہ کیلئے عمران کیلئے دیکھا کرتے تھے۔ عمران کا وہ روپ انھیں یہ بھی سمجھانے کے لئے کافی تھا کہ وہ معاملہ بے انتہا اہم ہے جسکے سلسلے میں عمران رات کے ایک بجے ان سے ملنے کے لئے آیا تھا۔ اب وہ اسکے بولنے کا انتظار کر رہے تھے۔

"ایک بات اچھی طرح سمجھ لیجئے ڈیڈی کہ جو کچھ میں آپ کو بتاؤں گا وہ صرف اور صرف آپکی ذات تک محدود رہے گا۔" بالآخر عمران نے لب کھولے۔

"اس رازداری کی وجہ۔؟

"آپکے محکمے میں لاتعداد کالی بھیڑیں موجود ہیں ادھر آپکی زبان سے ایک لفظ نکلا ادھر اسکی خبر مجرموں تک پہنچی جب انھیں معلوم ہوگا کہ آپ کے ہاتھ انکی شہ رگ تک پہنچنے والے ہیں تو وہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر آپ کو راستے سے ہٹوا دیں گے۔"

"مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"مجھے معلوم ہے آپکو خوف کی ہجے بھی نہیں آتی۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ لوگ فیصلہ کر چکے ہیں کہ اگر آپ ان کی راہ کا روڑا بنے تو وہ احسن مرزا کی طرح آپکو بھی راستے سے ہٹا دیں گے۔ آپ ہی کے ماتحتوں میں کچھ افراد ایسے ہیں جو اشارہ ملتے ہی اپنے سروس ریوالور کی تمام

گویاں آپ کے جسم میں اتار دیں گے اور میں یہ بات ہرگز پسند نہیں کروں گا کہ آپ کو ہلکی سی خراش بھی آئے۔"

"اوہو۔ اس مرتبہ تو میرا بہت خیال کیا جا رہا ہے۔"

"میں نالائق ہی سہی لیکن میں نے کب آپ کا خیال نہیں کیا تھا جناب۔" عمران نے زہر خند کیا۔ "بہرحال اگر ہم اسی انداز میں بات کرتے رہے تو صبح ہو جائے گی اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکے گا۔"

"تم مجھے پورے حالات سنا دو۔ اسکے بعد ہی فیصلہ کروں گا کہ تمہاری خواہش پر عمل کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔"

"مجھے معلوم تھا آپ کٹ حجتی سے باز نہیں آئیں گے۔" عمران کی آواز میں زہر گھلا ہوا تھا۔ "اگر حالات ضرورت سے زیادہ خراب نہ ہوتے اور ملک و قوم کی سلامتی کا سوال نہ ہوتا تو وہ کام جو آپ کو کرنا ہے وہ ملٹری کے جوانوں سے بھی لیا جا سکتا ہے لیکن سربراہ مملکت کی سخت ترین ہدایت بھی ہے اور حالات کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ فوج کو اس قسم کے معاملات سے دور رکھا جائے ورنہ وہ لوگ جو ملک کو خانہ جنگی کی آگ میں جھونکنے کے لئے بہانے تلاش کر رہے ہیں وہ ملٹری ایکشن سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔"

"ملکی حالات سے میں بھی واقف ہوں اس لئے وضاحت کی ضرورت نہیں۔" رحمان صاحب نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔

"صرف واقف ہونے سے کام نہیں چلے گا۔ انکی نزاکت کا بھی محسوس کیجئے جناب۔ ہر جگہ اصولوں پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔"

"سبق پڑھانے کی ضرورت نہیں۔ حالات بتاؤ۔"

عمران کو ہر قیمت پر رحمان صاحب کے محکمے کی مدد درکار تھی اس لئے اسنے سیکرٹ سروس

کے اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر انہیں شروع سے آخر تک تمام حالات سنا دیئے البتہ آفندی کے بارے میں ایک لفظ نہیں بتایا تھا۔

جبکہ عمران بولتا رہا رحمان صاحب کا چہرہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا رہا تھا عمران نے انہیں ہوش اڑا دینے والی کہانی سنائی تھی۔

"یہ ہیں تمام حالات۔" آخر میں عمران کہہ رہا تھا۔ "اب آپ کیا کہتے ہیں۔"

"معاملا جس قسم کے افراد کا ہے ان پر کسی واضح ثبوت کے بغیر ہاتھ ڈالنا بے انتہا خطرناک ہوگا۔" عمران۔" عمران کی کہانی سن کر رحمان صاحب پریشان ہو گئے تھے۔ یہ بات تم خود ہی کہہ چکے ہو کہ وہ خانہ جنگی کرانے کے لئے کسی بھی وجہ کی تلاش میں ہیں۔"

"میرا بھی یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کی بڑی مچھلیوں پر ہاتھ ڈالا جائے۔"

"پھر۔؟"

عمران نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر انکی طرف بڑھا دیا۔ اس میں کچھ افراد کے نام اور پتے موجود ہیں۔ ان لوگوں کو ریڈ کر کے پکڑوا لیجئے۔ اول تو ریڈ کے دوران ہی کوئی نہ کوئی ایسی چیز ہاتھ لگ جائیگی جو ان کے خلاف بطور ثبوت استعمال کیجا سکے گی ورنہ ان پر کوئی بھی الزام لگا کر گرفتار کیا جا سکتا ہے۔ معاملا عدالت تک جانے سے پہلے ہی ان کے خلاف ثبوت فراہم کر لئے جائیں گے۔"

کچھ کہنے سے پہلے رحمان صاحب نے فہرست پر نظر ڈالی تھی۔ ان کے چہرے پر ایسے تاثرات پیدا نہیں ہوتے جس سے معلوم ہوتا وہ ان لوگوں سے کسی بھی طرح واقفیت رکھتے ہیں۔

"یہ لوگ کون ہیں۔" انھوں نے کاغذ میز پر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"ڈمپل وہ آدمی ہے جسکی کیس فائل سر سلطان نے آپ سے واپس لی تھی۔"

"ترکی والا معاملا ہے۔؟"

"جی ہاں۔ اس ہی نے احسن مرزا کو بھی قتل کیا ہے۔ اور یہ آج رات ملک سے فرار ہو رہا ہے لیکن سیکرٹ سروس نیول پولیس کو اسکے بارے میں ہدایت دے چکی ہے اسلئے اس کا فرار ہو جانا ممکن نہیں ہے۔"

"اوہ۔"

عمران نے دوسروں کے بارے میں بھی مختصراً بتادیا۔ رحمان صاحب سے کام لینے کی خاطر وہ اپنے اصولوں کی دھجیاں اڑا رہا تھا۔

"حالانکہ ایسا کرنا میرے اصولوں کے خلاف ہے لیکن میں سمجھتا ہوں موجودہ حالات میں ایسا کرنا ناگزیر ہے"۔ وہ بھی اپنے اصولوں کے خلاف عمران کے مشورہ پر عمل کرنیکے لئے تیار ہو گئے تھے۔

"ششش... شکریہ ڈیڈی۔" عمران کھل اٹھا۔

"لیکن یہ کام اس شرط پر کروں گا کہ تم مجھے حالات سے برابر باخبر رکھو۔"

"شیور۔ شیور۔ اس کیس کو آپ ہی کا محکمہ حل کرے گا۔ کیونکہ سیکرٹ سروس کو درمیان میں لانا خطرناک نتائج مرتب کر سکتا ہے۔ سی آئی بی کی مدد لینے کا فیصلہ صرف ملک و قوم کے وسیع تر مفاد کو سامنے رکھ کر کیا گیا ہے۔"

"ان افراد کی گرفتاری کل ہو جائے گی۔ ڈمپل کو بھی ہماری تحویل میں ہونا چاہیئے۔" انھوں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"اس سلسلے میں آپ خود نیول ہیڈ کوارٹر سے بات کر لیں۔ ویسے انھیں کہہ دیا جائیگا کہ وہ پکڑے جانے والے تمام افراد کو آپ کے محکمے کے حوالے کر دیں۔"

"ٹھیک ہے۔"

"اب چند باتیں اور سن لیجئے۔ ممکن ہے میرے الفاظ سن کر آپ کو تکلیف پہنچے لیکن

یہ یاد رکھیئے گا کہ میری زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ حقیقت پر مبنی ہوگا۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو۔؟"

"چند نام اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے۔ پھر عمران نے کچھ نام بتلائے جن میں ولسن کا نام بھی شامل تھا۔ یہ سب مجرموں کے ساتھی ہیں اس لئے انھیں اس کیس سے دور رکھیئے گا۔ آگے آپ خود عقلمند ہیں۔"

"ان لوگوں کے بارے میں تمہیں یقین ہے۔؟" رحمان صاحب کو تکلیف ہی پہنچی تھی۔

"آپ مجھ سے اچھی طرح واقف ہیں ڈیڈی۔" عمران نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"اچھا۔ میں سمجھ لوں گا ان سے۔"

"لیکن ابھی نہیں۔ ابھی انھیں چھیڑنے کی ضرورت نہیں۔ جو لوگ واقعی قابل اعتماد ہوں ان سے خاموشی کے ساتھ کام لیجئے اور دوسروں کو ادھر ادھر دوڑاتے رہیئے تاکہ انہیں یہ احساس نہ ہو کہ انھیں مشکوک سمجھا جا رہا ہے۔"

کچھ کہنے کی بجائے وہ ہونٹ چبانے لگے۔ انکی یہ حرکت انکی دلی اور دماغی کیفیت کی غمازی کر رہی تھی۔ عمران بھی انکی دلی کیفیت کو سمجھ رہا تھا اسلئے اسنے کچھ دیر خاموش رہنا بہتر سمجھا تھا۔

"کوئی بات باقی تو نہیں رہ گئی۔؟" سلسلہ کلام رحمان صاحب ہی نے جاری کیا۔

"صرف یہ کہ جو باتیں آپ کو بتائی ہیں انکی خبر سر سلطان کو بھی نہیں ہونی چاہیئے۔" عمران نے طویل سانس لیکر کہا۔ "زیادہ ثقیل باتیں ان کا ہاضمہ خراب کر دیتی ہیں انکے چاروں طرف بھی قابل اعتماد افراد نہیں ہیں۔"

"پوری ایڈمنسٹریشن ہی کرپٹ ہو چکی ہے کسی ایک پر کیا تہمت رکھی جائے۔" رحمان صاحب کی آواز میں تاسف تھا۔

"اسی لئے تو میں بار بار رازداری پر زور دے رہا ہوں۔"

"تم ان لوگوں کے خلاف ثبوت حاصل کر لینے کے بارے میں پر امید ہو۔؟"

"کم از کم میں نے مایوس ہو جانا نہیں سیکھا۔ اگر گھی سیدھی انگلیوں سے نہیں نکلا تو انگلیاں ٹیڑھی کر لوں گا۔"

"کیا مطلب۔؟" انھوں نے چونک کر عمران کو گھورا۔

"مطلب تو ابھی مجھے بھی نہیں معلوم۔" عمران نے لاپرواہی سے شانے اچکاتے۔ جیسا موقع ہوگا کر لیا جائے گا۔ بہرحال یہ بات طے شدہ ہے کہ انھیں کسی قیمت پر بچ کر نہیں جانے دیا جائیگا۔ چاہے غیر قانونی طریقہ استعمال کیا جائے۔؟ وہ پھنکارے۔

"وہ ملک و قوم کے مجرم ہیں جناب۔ کیا آپ پسند کریں گے کہ سب کچھ کر لینے کے باوجود آزادی کے ساتھ مونچھوں پر تاؤ دیتے پھریں۔" عمران جل کر بولا۔ "نہیں جناب۔ انھیں اپنے اعمال کی سزا بھگتنی ہی پڑے گی۔"

"زیادہ جذباتی بننے کی ضرورت نہیں۔"

"بہتر۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔"

"کہاں جاؤ گے۔؟"

"اگر حالات میں کوئی نئی تبدیلی نہیں ہوئی تو گھر ہی جاؤں گا ورنہ کیا کہا جا سکتا ہے پھر آپ یہ جان کر کیا کریں گے۔"

"ممکن ہے مجھے تم سے بات کرنے کی ضرورت پڑ جائے۔"

"ایسی کسی بھی ضرورت کے وقت میں خود آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔ آپ مجھے کہاں ڈھونڈتے پھریں گے۔؟"

"میں نے سنا ہے ایکسٹو کے اختیارات بحال کر دیئے گئے ہیں۔؟"

"پتہ نہیں۔ ایکسٹو نے اس سلسلے میں مجھے کچھ نہیں بتایا۔"

"ہوں۔" رحمان صاحب نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

"اچھا۔ میں جاؤں گا۔" عمران کھڑا ہو گیا۔

"جاؤ۔ لیکن فون کرتے رہنا۔"

"ضرور۔" کچھ دیر بعد اسکی کار طوفانی رفتار سے رانا پیلس کی طرف دوڑ رہی تھی خود اس کا دماغ بھی کار کی رفتار کا ساتھ دے رہا تھا۔ کچھ کر گزرنے کا فیصلہ کرنے کے بعد سے وہ کافی حد تک پرسکون ہو چکا تھا یہی وجہ تھی جو پریشانیوں اور الجھنوں کے بوجھ سے آزاد ہونے کے بعد اس کا دماغ بہتر طریقے پر کام کر رہا تھا۔ رانا پیلس پہنچتے پہنچتے اسنے کچھ اور فیصلے کر ڈالے تھے۔

کیپٹن انیس نے مخصوص عدسوں والی دوربین کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک گھمایا پھر مایوسی کے انداز میں سر ہلا کر دوربین آنکھوں سے ہٹا لی۔ وہ ان تین گن بوٹس کی کمانڈ کر رہا تھا جن کے ذمے ارجن گھاٹ کے گرد و پیش کی نگرانی کا کام تھا۔ انکے لئے واضح حکم تھا کہ وہ اس رات اس طرف کے سمندر میں نظر آنیوالی تمام موٹر بوٹس اور لانچوں کو روک کر چیک کریں اور جن پر اسمگلر ہونے کا شبہ ہو انھیں گرفتار کر لیں۔

کیپٹن اچھی طرح جانتا تھا اسمگلروں کو پکڑنا نیوی کی ذمے داری نہیں ہے پھر جس انداز میں اسے حکم دیا گیا تھا اس سے ظاہر ہوتا تھا وہ معاملا اسمگلنگ سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ وہ حکم سن کر

عمل کرنے اور اپنے ماتحتوں سے عمل کرانے کا پابند تھا سو وہی کچھ کر رہا تھا جس کا حکم ملا تھا۔ لیکن وہ ذہنی خلش کو دبا کر تا جسنے اسے پریشان کر رکھا تھا۔ اسے یقین تھا نیوی کو استعمال کرنے کا مطلب اسکے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتا کہ کوئی اہم شخص لانچ یا موٹر بوٹ کے ذریعہ ملک سے فرار ہونا چاہتا ہے جبکہ حکومت اس شخص کو روک لینا چاہتی ہے۔ یہ کام کوسٹ گارڈز کے ذریعہ نہ کرانے سے ظاہر تھا کہ ملک کے نئے حکمران کے نزدیک انٹی اسمگلنگ کی وہ تنظیم قطعی قابل اعتبار نہیں تھی۔

اسنے جس قدر بھی سوچا اسی قدر اسکے ارادے مستحکم ہوتے چلے گئے تھے پھر ریڈیو ٹرانسمیٹر کے ذریعہ ہیڈ کوارٹر سے ملنے والی نئی ہدایت نے اسکے اندازوں کی تصدیق کر دی تھی۔

رات کا ڈیڑھ بج چکا تھا جب اسنے کال وصول کی سن کر اسکے حواس چند لمحے کیلئے گم ہو گئے تھے کہ ایڈمرل بذات خود ہدایات دینے کے لئے دوسری جانب ہیڈ کوارٹر آپریشن روم میں موجود تھے۔ ایڈمرل کی ہدایات کے مطابق اسے ایک خاص آدمی کو ہر قیمت پر زندہ پکڑنا تھا۔ کی تصویر لیکر ایک بوٹ کیپٹن انیس کی طرف روانہ کی جا چکی تھی۔ مہم کی تمام تر پلاننگ اور ذمہ داری کیپٹن کی صوابدید پر چھوڑ دی گئی تھی۔

کیپٹن انیس بھی اس مادر وطن کا سپوت تھا۔ اس لئے ملک میں پیش آنیوالے واقعات اور رونما ہونیوالی تبدیلیوں سے بے خبر نہیں تھا اس لئے وہ اس آدمی کی اہمیت کے بارے میں اندازہ لگا سکتا تھا جسکی گرفتاری کا حکم دیا گیا تھا۔

ایڈمرل سے بات کرنیکے بعد اسنے تینوں بوٹس کو اس انداز میں مختلف مقامات پر متعین کیا کہ ارجن گھاٹ کا تو ذکر ہی کیا کہیں اور سے بھی روانہ ہونیوالی لانچ انکی نظروں سے بچکر کھلے سمندر میں نہیں جا سکتی تھی۔

اب ان کیلئے صرف یہ کام باقی رہ گیا تھا کہ انتظار کرتے رہیں۔ اسوقت تین بج رہے تھے۔

جب نمبر دو بوٹ نے اسے ایک لانچ کے بارے میں اطلاع دی جو کھلے سمندر کی طرف جانا چاہتی تھی۔

کیپٹن نے اس پر نظر رکھنے کیلئے کہا اور اپنی بوٹ کا رخ نمبر ٹو کیطرف کروا دیا وہ خود اسے چیک کرنا چاہتا تھا۔

دس منٹ کے طوفانی سفر کے بعد انکی بوٹ اس پوزیشن پر پہنچ گئی جہاں سے کیپٹن انیس دوربین کے ذریعے بوٹ ٹو اور لانچ کو دیکھ سکتا تھا۔

کیپٹن کی ہدایت پر بوٹ کا عملہ حرکت میں آ گیا ہر شخص پوزیشن لیکر کیپٹن کے احکامات پر عمل کرنیکے لئے تیار ہو گیا تھا۔

کیپٹن کی ہدایت پر نمبر ٹو بھی حرکت میں آ کر لانچ کی طرف بڑھنے لگی دوسری طرف سے خود کیپٹن کی لانچ اس کو گھیرنے کیلئے آ گئی تھی۔

پھر وہ وقت آ گیا جب دونوں گن بوٹس کی سرچ لائٹیں کی روشنیوں نے لانچ کو اپنے احاطہ میں لے لیا۔ اور کیپٹن کی بوٹ پر نصب لاؤڈ اسپیکر لانچ کو رکنے کا حکم دے رہا تھا۔

لانچ والوں نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ کسی بھی صورت میں گن بوٹس سے بچکر نہیں جا سکتے ظاہر ہے مشین گن کی گولیاں آن واحد میں لانچ کے چیتھڑے اڑا دینے پر قادر تھیں۔

لانچ روک لی گئی۔ کیپٹن کی بوٹ رفتار کم کرتی ہوئی اسکے پہلو میں اسطرح جا کر رکی کہ وہ آسانی کے ساتھ لانچ پر پہنچ سکتے تھے۔

کیپٹن انیس کے ساتھ چار مسلح جوان لانچ پر کود گئے۔ انکی برین گنیں جہنم کا دہانہ کھولنے کے لئے پوری طرح مستعد تھیں۔

لانچ اپنی وضع قطع اور ساز و سامان سے ماہی گیری سے تعلق رکھتی تھی وہاں موجود سات آٹھ افراد بھی اپنے لباس سے ماہی گیر ہی نظر آتے تھے۔

"کیا بات ہے جناب۔ ہمیں کس لئے روکا گیا ہے۔ ایک ادھیڑ عمر آدمی نے جسکے چہرے پر پریشانی ناچ رہی تھی کیپٹن انیس سے ادب سے پوچھا۔

"تم لوگ کہاں جا رہے ہو۔؟ کیپٹن نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"مچھلیاں پکڑنے کے لئے کھلے سمندر کی طرف۔"

"تمہارے کاغذات کہاں ہیں۔؟

"موجود ہیں جناب دکھاؤں۔؟

"ظاہر ہے۔" وہ غرّایا۔

اسنے ایک آدمی سے کاغذات لانیکے لئے کہا۔ کیپٹن خاموشی سے وہاں موجود افراد کے چہرے گھور رہا تھا اسے تصویر والا آدمی نظر نہیں آیا تھا۔

"لانچ پر کتنے آدمی ہیں۔؟ اسنے انچارج سے پوچھا۔

"یہی آٹھ ہیں جناب۔" اسنے دانت نکوس کر کہا۔ کیا بات ہے جناب۔ آج سے پہلے تو ہمیں اس طرح کبھی نہیں روکا گیا۔ ہم سے کیا غلطی ہو گئی جناب۔؟

"لانچ کہاں سے چلی ہے۔؟ کیپٹن نے اس کا سوال اڑا کر پوچھا۔

"ارجن گھاٹ سے صاحب۔"

"ہوں ....." کیپٹن کی تیز نظریں ایک مرتبہ پھر وہاں موجود افراد کے چہروں پر منڈلانے لگیں۔

اچانک اس نے ایک عجیب سی بات محسوس کی۔ یوں روک لئے جانے سے سب لوگ پریشان تھے لیکن ایک آدمی کچھ زیادہ ہی مضطرب نظر آتا تھا جب بھی کیپٹن اسکی طرف دیکھتا وہ، ادھر ادھر دیکھنے لگتا تھا۔

کیپٹن اس آدمی کی طرف سے مشکوک ہوا تو اس کا دماغ خود بخود حرکت میں آ گیا پھر اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس شخص کی مونچھیں اور ناک پر نظر آنے والا موٹا سا مسّہ کچھ غیر فطری سے ہوں۔

"لیجئے صاحب۔" آدمی کاغذات لے آیا تھا۔

کیپٹن نے چونک کر کاغذات لے لئے۔

لیکن۔!

اسکی نظریں اس آدمی کے چہرے ہی پر مرکوز رہی تھیں۔ کیپٹن کی توجہ دوسروں سے بھی پوشیدہ نہیں رہی تھی۔

"اے۔ تم ادھر آؤ۔" کیپٹن نے فیصلہ کرتے ہوئے اس آدمی کو کرخت آواز میں مخاطب کیا۔

"کیا بات ہے صاحب ..... ؟ وہ مضطرب لہجے میں بولا لیکن اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی تھی۔

"آگے آؤ۔"

کیپٹن حلق کے بل دہاڑا۔

کیپٹن کی آواز کے ساتھ برین گنوں کا رخ خود بخود اس آدمی کی جانب ہو گیا تھا۔

وہاں موجود ہر فرد نے محسوس کر لیا تھا کہ انکی کوئی بھی حرکت تباہی کو دعوت دے سکتی ہے۔ اس احساس نے انھیں بری طرح خوفزدہ کر دیا تھا۔

کیپٹن کی دہاڑ کے جواب میں وہ آدمی آگے بڑھا پھر دوسرے لمحے اسنے انتہائی برق رفتاری

سے رسوں کے ڈھیر کی طرف چھلانگ لگا دی۔

مشکوک ہو جانیکے بعد کیپٹن اسکی طرف سے کسی بھی حرکت کی توقع کر رہا تھا۔ اس لئے وہ ہر حرکت سے نبٹنے کے لئے تیار تھا۔

جیسے ہی وہ آدمی اچھل کر رسوں کے ڈھیر کے قریب پہنچا کیپٹن نے بھی جست لگا دی۔ نتیجہ میں دونوں ٹکرا کر ڈھیر پر گرے تھے۔

"خبردار..... کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے..." برین گن والے دہاڑے۔

اس وارننگ نے دوسروں کے بڑھتے ہوئے قدم روک لئے تھے سب کی نظریں رسوں کے ڈھیر کی طرف لگی ہوئی تھیں۔

اٹھنے میں کیپٹن اس آدمی سے زیادہ تیز رفتار ثابت ہوا۔

پھر۔!

اس آدمی نے جیسے ہی سیدھا ہونا چاہا کیپٹن کی بھرپور ٹھوکر نے اسے پلٹ دیا

تھا۔!

ہاتھا پائی کرنے کی بجائے کیپٹن نے ریوالور نکال کر نال اسکی کھوپڑی پر لگا دی

تھی۔

"کھڑے ہو جاؤ۔ فرار کی کوشش بے سود ہے۔" کیپٹن نے سفاکانہ لہجے میں حکم

دیا۔!

وہ آدمی آہستہ آہستہ کھڑا ہو گیا۔ اسکی نظریں کیپٹن کی نظروں سے ٹکرا رہی تھیں۔ کیپٹن کی پلک جھپکی اور وہ اپنا کام دکھا گیا۔ اس کا اٹھا ہوا ہاتھ ہتھوڑے کی مانند کیپٹن کے

ریوالور والے ہاتھ پر گرا تھا۔

کیپٹن اگر جوڈو کا ماہر نہ ہوتا تو وہ ضرب اسکی کلائی توڑ دینے کے لئے کافی ہوتی۔ پھر بھی ریوالور اسکی گرفت سے چھوٹ گیا تھا۔

اس آدمی نے کیپٹن کو دھکیل کر سمندر میں کود جانا چاہا لیکن اسکے تمام ارادے ہی گردش میں آگئے تھے۔

اس کا پیر رسی کے ڈھیر میں الجھا اور وہ اوندھے منہ نیچے جا گرا۔ کیپٹن بپھرے ہوئے درندے کی مانند جھپٹا اور اسے ٹھوکروں پر رکھ لیا۔

اگر اسے ایڈمرل کے سخت ترین احکامات یاد نہ ہوتے تو وہ ٹھوکریں مار مار کر ہی اسے دنیا سے رخصت کر دیتا۔

جب وہ بے دم ہو گیا تو کیپٹن نے اسے اٹھا کر رسے کے ڈھیر پر پھینک دیا پھر کیپٹن کے ہاتھ کی ایک ہی رگڑے نے اسکے چہرے سے مونچھیں اور مسہ غائب کر دیا تھا۔

"بہت خوب۔" کیپٹن نے زہر خند کیا۔ اب اسکی نظروں کے سامنے اس کا مطلوبہ آدمی تھا۔

ایک خیال نے کیپٹن کو چونکا دیا۔ اس نے جھک کر تیزی کے ساتھ اسکی تلاشی لے ڈالی جب وہ سیدھا ہوا تو دوسری بہت سی چیزوں کے ساتھ ریوالور اور ایک چاقو بھی ہاتھ میں تھا پھر اسنے تمام چیزیں جیبوں میں ٹھونس لی تھیں۔

پھر کیپٹن نے اس آدمی کا گریبان پکڑ کر اوپر کھینچ لیا وہ بے چارہ پٹ پٹا کر اس درجے ادھ موا ہو گیا تھا کہ جب کیپٹن اسے کھینچتا ہوا اپنی بوٹ کی طرف لے گیا تو وہ کوئی مزاحمت نہیں کر سکا تھا۔

"اسکے ہاتھ پیر باندھ کر ڈال دو۔" اس آدمی کو جب دو آدمیوں نے بوٹ پر کھینچ لیا تو کیپٹن نے انہیں حکم دیا پھر وہ لانچ پر موجود افراد کی طرف گھوم گیا تھا۔

"تمہاری لانچ ہمارے ساتھ جائیگی۔ اگر کسی نے فرار ہونے یا شرارت کرنے کی کوشش کی تو وہ خود اپنی موت کا ذمہ دار ہوگا۔" کیپٹن کی آواز آگ اگل رہی تھی۔ اور تم۔" وہ مسلح آدمیوں سے مخاطب ہوا۔

"تم لوگ لانچ پر رہو گے۔ اگر یہ لوگ گڑبڑ کرنے کی کوشش کریں تو سب کو بھون ڈالنا۔" اتنا کہہ کر وہ چند قدم چلا اور کود کر اپنی بوٹ پر پہنچ گیا۔ پھر وہ اونچی آواز میں واپسی کے احکامات دینے لگا۔

"کھل جاؤ گومیز۔" عمران نے اسے قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ ابھی میں زبان سمجھا رہا ہوں۔ پھر جو حشر کروں گا اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکو گے۔"

"نہیں۔ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔" زخمی اور قید ہونیکے باوجود وہ خوفزدہ نہیں تھا۔ آخر تم ہو کون اور مجھے غیر قانونی طور پر کیوں پکڑا ہے۔"

"قانون کی بات مت کرو دوست۔" عمران نے زہر خند کیا۔

"بہتر یہی ہے مجھے جانے دو۔ ورنہ بڑی مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔ تم شاید میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔"

"اچھا۔" عمران نے دیدے گھمائے۔

"میرے خیال میں وقت ضائع کرنا بیکار ہے۔ یہ اس طرح زبان نہیں کھولے گا۔" بلیک زیرو جو خاموش تماشائی بنا ہوا تھا بول پڑا۔

"تشدد کرنا چاہتے ہو۔؟" گومیز مضطرب ہو گیا۔

"جی نہیں۔ تم سے پیار کریں گے۔" عمران چہکا۔ ٹھیک ہے سامان لے آؤ طاہر۔ یہ لاتوں کا بھوت ہے اس طرح کہاں مانے گا۔" اسنے بلیک زیرو سے کہا۔ تمہارے مشورے پر عمل

کرنا ہی پڑے گا۔"

بلیک زیرو سر ہلا کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ گومیز نے بیقراری سے جسم کو یوں حرکت دی، جیسے اس رسی کو توڑ دینا چاہتا ہو جس سے اسے کرسی کے ساتھ باندھا گیا تھا۔

"تم... تم میرے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو۔؟" وہ چیخا۔

"تم۔ تم کتے ہو۔ ایک بے دست و پا آدمی پر ظلم کرنا چاہتے ہو۔"

"دماغ خراب کرنے کا موڈ نہیں ہے ورنہ تمہاری گانی کا شاندار جواب عرض کر دیتا۔"

عمران غرایا۔

"میں کہتا ہوں کہ...."

"اگر کچھ کہنا چاہتے ہو تو اپنے آقاؤں کے بارے میں کہو ورنہ خاموش بیٹھے رہو۔"

"بھگتنا پڑے گا گومیز للو پنجو آدمی نہیں ہے۔"

"اے... دنیا کے عظیم ترین آدمی اب خاموش ہی بیٹھے رہو۔ رات کے پچھلے پہر میں عموماً ہاتھوں کو تکلیف دینے سے گریز کرتا ہوں۔ لیکن اگر تم مجبور کرنے پر تلے ہوئے ہو تو تمہاری ہڈیوں کی ضمانت نہیں دے سکوں گا۔" اس مرتبہ عمران کی آواز سے درندگی اور سفاکی جھلک رہی تھی۔

وہ خاموش تو ہو گیا لیکن عمران کو قہر آلود نظروں سے گھورتا رہا تھا لیکن عمران کو صحت پہ وہ نظریں کیا اثر ڈال سکتی تھیں۔؟ وہ خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

بلیک زیرو کمرے میں آ گیا پھر گومیز چیخیا چلاتا رہا لیکن وہ بلیک زیرو کو انجکشن لگانے

سے نہیں روک سکا تھا۔

"ٹیپنگ کا بندوبست کرو میں اسکی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ ریکارڈ کر لینا چاہتا ہوں۔" عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔

بلیک زیرو فوراً چلا گیا۔ عمران نے گومیز پر نظریں جما دیں وہ بوکھلاتے ہوئے انداز میں جسم کو حرکت دینے کی کوشش کر رہا تھا..... عمران کے ہونٹوں پر سفاکی سے بھرپور مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

سیال کے ردعمل نے گومیز کو چیخنے پر مجبور کر دیا وہ پاگلوں کی مانند رسیاں توڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ عمران جیب سے چاقو نکال کر اسکے قریب پہنچا اور اسے رسی کی گرفت سے آزاد کرا دیا تھا۔

ذرا دیر میں گومیز نے پاگلوں کی مانند لباس پھاڑ ڈالا۔ جسم نوچ ڈالا لیکن کوئی بھی صورت اسے رگوں میں دوڑنے والی آگ سے نجات نہیں دلا سکتی تھی۔

"خبیث... خدا کے... لئے... مجھے قتل کر دو۔ لیکن اس مصیبت سے نجات دلا دو۔" وہ عمران کے سامنے ہاتھ جوڑ کر ہذیانی انداز میں چیخا۔ "مجھ سے یہ اذیت برداشت نہیں کی جاتی۔"

"مرد بنو یار۔ پہلے ہی ڈوز میں گھبرا گئے۔" عمران سفاکانہ انداز میں ہنسا۔ "ابھی تو دوسرا اور تیسرا ڈوز بھی دیا جائیگا۔"

"نن... نہیں۔ رحم کرو مجھ پر۔" وہ گڑگڑایا۔

"یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب تم زبان کھولنے پر تیار ہو جاؤ۔"

"نن... نہیں۔"

"تو پھر تڑپتے رہو۔ کس نے روکا ہے۔"

جب بلیک زیرو وہاں پہنچا تو گومیز کی قوت مدافعت دم توڑ چکی تھی اسنے عمران کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ عمران کے اشارے پر بلیک زیرو نے سکون پہنچانے والا سیال اسکے جسم میں انجیکٹ کر دیا تھا۔

"یہ مت سمجھ لینا کہ تم دھوکہ دیکر جان بچا لوگے۔" عمران نے کہا۔ "دوسری مرتبہ مجھے انجیکشن دیا جا سکتا ہے۔ اس وقت تم اپنے جسم سے خود ہی گوشت اتار لوگے۔ اس لئے جھوٹ بولنے کی کوشش مت کرنا۔"

"نن..... نہیں۔ مم... میں... اس آگ کو برداشت نہیں کر سکتا۔" وہ ہانپتے ہوئے بولا۔

عمران کے اشارے پر بلیک زیرو شراب لے آیا تاکہ اسکی مدد سے گومیز حواس پر قابو پا سکے۔

کچھ دیر بعد گومیز عمران کے سوالوں کے جواب دے رہا تھا جو ٹیپ ہوتے جا رہے تھے۔

یہ سلسلہ ایک گھنٹے سے زیادہ جاری رہا تھا۔ گومیز نے یہ سوچ کر کہ وہ خود تو ڈوب ہی رہا ہے غلط بیانی سے کام لینے کی کوشش نہیں کی تھی۔

عمران اور بلیک زیرو اتنا تجربہ تو رکھتے ہی تھے کہ جھوٹ سچ کے درمیان تمیز کر سکیں۔ انہیں یقین تھا گومیز نے غلط بیانی سے کام نہیں لیا۔ اس لئے وہ مطمئن اور مسرور تھے۔!

"میرا کیا حشر ہوگا۔؟" آخر میں گومیز نے پوچھا۔

"اس کا فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے۔"

"کیا مطلب۔؟ اسے چونکنا ہی چاہیئے تھا۔

"اگر تم نے خلوص کے ساتھ تعاون کیا تو تمہیں وعدہ معاف گواہ بھی بنایا جا سکتا ہے۔" عمران نے کہا۔ "اس کا دارومدار تمہارے دیئے ہوئے جوابوں پر ہے۔"

"اس بات پر یقین کر لو کہ میں نے ایک ایک لفظ درست کہا ہے۔"

"ایسا ہے تو تم رعایت کے حقدار بن جاؤ گے۔" عمران نے اسے تسلی دی۔ پھر وہ بلیک زیرو سے مخاطب ہوا۔

"اسے نمبر چار میں پہنچا کر تمام سہولتیں مہیا کر دو۔ اسے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونی چاہیئے۔"

"بہتر۔" بلیک زیرو نے مختصر جواب دیا۔

عمران ٹیپ ریکارڈ اٹھا کر آپریشن روم میں چلا گیا لیکن اندر جانے سے پہلے دروازے پر متعین محافظ سے چائے کیلئے کہہ دیا تھا۔

حالات کے دھارے نے اسکی خواہشات کے مطابق بہنا شروع کر دیا تھا اس لئے وہ بہت مطمئن و بے فکر تھا حالانکہ تمام رات آنکھوں میں گزر چکی تھی اسکے باوجود وہ تھکا ہوا نظر نہیں آتا تھا۔

"سناؤ پیارے۔" بلیک زیرو کو دیکھتے ہی وہ چہکا۔

"اب سننے سنانے کا وقت کہاں رہ گیا جناب۔" وہ مسکرا کر بولا۔ "ویسے گومیز کے بیان کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"بلکل پرفیکٹ۔" عمران آنکھ مارتے ہوئے مسکرایا۔ "ڈیڈی کے لئے کام کچھ اور بڑھ

گیا ہے۔"

"یہ سب تو ٹھیک ہے۔ لیکن بڑی مچھلیوں کے لئے کیا کریں گے۔"

"دیکھتے جاؤ۔ ایسا چکر چلاؤں گا کہ وہ لوگ خود بخود اپنے دام میں آپھنسیں گے۔" جوشؔ مسرت سے عمران کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ویسے وضاحت طلب کرنے مت بیٹھ جانا۔"

"اگر آپ کہتے ہیں تو نہیں پوچھوں گا۔"

"بس ڈمپل کے بارے میں اور معلوم ہو جاتے پھر ہم اپنا کھیل شروع کر دیں گے۔ تمہارے ماتحتوں کے لئے یہ بڑا ہی مصروف دن ہوگا۔"

بلیک زیرو ٹیلی پیتھی کا علم تو نہیں جانتا تھا کہ عمران کے خیالات پڑھ لیتا اس لئے خاموش ہی بیٹھا رہا تھا۔

عمران سوچ میں ڈوبا تو خاموشی کا سلسلہ طویل ہوتا چلا گیا۔ بلیک زیرو بیچارہ عالم تورّیت میں پہلو بدلتا رہا۔ اگر چاتے نہ آجاتی تو وہ سلسلہ شاید طلوع سحر ہی پر ختم ہونے والا تھا۔

"مستعد بلیک زیرو۔ جو کچھ کہوں اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔" چند گھونٹ حلق سے اتر نیکے بعد ہی عمران بولا تھا۔

"کچھ بتاتیں گے بھی یا صرف نصیحتیں چلتی رہیں گی۔" بلیک زیرو اکتاتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ہاتیں۔ کیا بور ہونے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"کوشش نہیں کر رہا۔ حقیقتاً بور ہو رہا ہوں جناب۔"

"اچھا۔ تو ذرا بور کیے بجے تو کر دو۔" عمران نے دیدے نچاتے۔

"ٹھہرتے ڈکشنری لے آؤں تب ہی بجے بتا سکوں گا۔"

"رہنے دو۔ یونہی کام چلا لوں گا۔"

"جو کچھ کہنا ہے کہہ ڈالئے جناب۔ اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔" بلیک زیرو کچھ جھنجھلا گیا تھا۔

"ٹھیک ہے بھائی..... برداشت کرنیکے لئے تو صرف عمران صاحب ہی کی جانِ ناتواں ہے۔"

"بہتر یہ ہے کہ آپ کچھ دیر کے لئے سو جائیں۔"

"تاکہ تم مجھے کھوتا ثابت کرنے میں کامیاب ہو جاؤ۔ یہ سازش نہیں چلے گی صاحبزادے۔"

"ٹھیک ہے۔ تب میں ہی یہاں سے چل پڑتا ہوں....." وہ زچ ہو گیا تھا۔

"ایک کپ چاتے اور پلاؤ۔"

عمران کو دینے کے ساتھ بلیک زیرو نے اپنے لئے بھی چاتے بنائی تھی خاموشی کے معمولی وقفے سے فائدہ اٹھا کر عمران نے ذہن کو استوار کر لیا تھا۔

دوسرے کپ کے خالی ہوتے ہوتے عمران نے بلیک زیرو کو کچھ ضروری ہدایات دے ڈالی تھیں۔ آخر میں وہ کہہ رہا تھا۔

"اب میری جگہ تم یہاں رہ کر ماتحتوں کو کنٹرول کرو گے۔"

"اور آپ۔؟"

"درویشوں کا کیا ہے۔ جدھر منہ اٹھے گا چلا جاؤں گا۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ "لیکن میری غیر موجودگی سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش مت کرنا۔"

"کیا کہنا چاہتے ہیں۔؟"

"صرف اتنا کہ سومت جانا۔"

"کیا آپ مجھ سے ایسی توقع رکھتے ہیں۔؟"

"کہنے کو بہت کچھ ہے لیکن خیر جانے ہی دو۔ اور ہاں۔ ذرا صفدر سے دانش منزل، پہنچنے کے لئے تو کہہ دو۔"

"کیا ارادہ ہے ..... ؟" بلیک زیرو نے چونک کر اسے تیز نظروں سے دیکھا۔

"گو ہیز۔"

"کیا آپ سمجھتے ہیں اس سے کوئی فائدہ پہنچے گا۔"

"فائدہ نہ پہنچے۔ لیکن میں انھیں مطمئن رکھنا چاہتا ہوں تاکہ اندھیرے میں حملہ کیا جاسکے۔"

"سوچ لیجئے۔ کہیں معاملا الٹا ہی نہ پڑ جاتے۔"

"جو ہوگا دیکھا جائیگا یار۔ شہر کے اندیشے میں دبلا ہونے کی ضرورت نہیں۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

"آپ کی مرضی۔"

"کاغذ پنسل سنبھال کر ٹیپ ریکارڈ چلاؤ اور تمام نام پتے نوٹ کرلو تاکہ بیکار قسم کے نام ڈیڈی کے حوالے کردوں۔"

"اس مرتبہ آپ کے کام کرنے کا انداز کچھ عجیب ہی ہے۔"

"حالات بھی تو دیکھو کس قسم کے ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن ...."

"اگر تمہارے دماغ میں کوئی بہتر ترکیب ہے تو بیان کردو ورنہ بلاوجہ اعتراض برائے اعتراض کرنے کی ضرورت نہیں۔" عمران بھنکارا۔

"ایز یو لائیک سر۔"

"سوال لائیک کرنے یا نہ کرنے کا نہیں ہے۔" عمران ٹھنڈا پڑ گیا۔ "اس وقت مار دار دوڑ دھوپ کے سوا اور کوئی راستہ باقی نہیں رہ گیا ہے۔"

"آپ زیادہ بہتر سمجھتے ہیں جناب۔"

"مکھن لگانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ فٹا فٹ فہرست بنا ڈالو تاکہ میں یہاں سے نو دو گیارہ ہوسکوں .... اور ...."

بعد کے الفاظ ٹیلی فون کی گھنٹی کی نظر ہو گئے تھے۔ رات کے آخری پہر فون کا آنا اہمیت رکھتا تھا۔

"یس۔" عمران نے جھپٹ کر رسیور اٹھا لیا تھا۔

"کون ہے۔؟" رسیور سے سر سلطان کی بھرائی ہوئی آواز نکلی۔

"عمران۔" وہ اصل آواز میں بولا۔ "کیا خبر ہے۔؟"

"نیول ہیڈ کوارٹر سے اطلاع دی گئی ہے کہ انھوں نے تمہارے آدمی کو پکڑ لیا ہے۔"

"فائن۔"

عمران کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ "آپ ان سے کہدیں فی الحال اسے اور دوسروں کو اپنی تحویل میں رکھیں اور جب سی آئی بی والے طلب کریں تو ان کے حوالے کردیں۔"

"ہوں۔ اس کا مطلب ہے تم رحمان سے بات کرچکے ہو۔"

میں ذرا جلدی میں ہوں اس لئے سوال جواب کا چکر کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھیں۔"
عمران نے تیزی سے کہا۔ اف یو پلیز ڈونٹ مائنڈ۔ مجھے خدا حافظ کہنے کی اجازت دیجئے۔"
سر سلطان کی طرف سے کسی جواب کا انتظار کئے بغیر اسنے ریسیور کریڈل پر ڈالا اور
بلیک زیرو کی طرف متوجہ ہوگیا۔
"تم بھی اب کام دکھا دو پیارے۔"

عمران کو رانا پیلس سے رخصت ہوئے چھتیس گھنٹے سے زیادہ گزر گئے تھے اسکے بعد سے
اس کا کوئی پتہ نہیں تھا۔
بلیک زیرو کو خود پتہ نہیں تھا عمران کہاں ہے تو وہ سر سلطان کو کیا جواب دیتا جنہوں نے
فون کر کر کے ناک میں دم کر رکھا تھا۔
وہ اس حقیقت سے اچھی طرح واقف تھا کہ سر سلطان کا دماغ رحمان صاحب
نے خراب کر رکھا ہوگا کیونکہ عمران کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے انھوں نے بے تحاشہ گرفتاریاں

کی تھیں۔
ظاہر ہے گرفتار ہونے والوں کے ورثا ان گرفتاریوں کا مقصد جاننا چاہتے ہوں
گے۔"
بلیک زیرو کو عمران پر بے تحاشہ غصہ آرہا تھا کہ کچھ کہے سنے بغیر غائب ہو کر کتنے آدمیوں
کو پریشان کر دیا تھا۔
واچ ٹرانسمیٹر پر عمران سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش بھی بے نتیجہ رہی تھی۔ جس کا مطلب
تھا یا تو اسکے پاس واچ ٹرانسمیٹر ہے یا پھر وہ جان بوجھ کر کسی وجہ سے کال وصول کرنے سے
گریزاں ہے۔
جب وقت کچھ زیادہ ہی گزر گیا تو اس کے ذہن میں وسوسے پیدا ہونے شروع،
ہوگئے تھے۔
ظاہر ہے عمران بھی آدمی ہی تھا اور حالات کا شکار ہو سکتا تھا کوئی اور اسکے سامنے
عمران کے بارے میں ان خیالات کا اظہار کرتا تو وہ یقینی طور پر اس پر چڑھ دوڑتا۔ لیکن اپنے دماغ
کو سمجھا لینا اسکے بس سے باہر ہوا جا رہا تھا۔
اس وقت بھی وہ سر سلطان سے بات کر کے بیٹھا تھا جسکے بعد عمران کے لئے اسکی فکر و تشویش
میں اضافہ ہوگیا تھا۔
اچانک دروازہ کھلنے کی آواز نے اسکی توجہ اپنی طرف مبذول کرالی وہ بے اختیار چیخ
پڑا تھا۔
"آ۔۔۔ آپ۔؟
"ہاں میں۔۔" آنیوالا عمران تھا جسکے چہرے سے تھکن عیاں تھی۔

"خدا کا شکر ہے کہ ....."

"کہ میں زندہ ہوں ورنہ تم نے تو مردہ ڈکلیر کر دیا تھا۔" عمران مسکراتا ہوا صوفے میں ڈھیر ہو گیا۔ "کیا حال چال ہیں پیارے بھائی۔"

"کہاں غائب تھے ..... ؟ کم از کم دوسروں کی پریشانی کا تو خیال کر لیا ہوتا۔"

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے اس لئے کچھ تم کرو اور کچھ مجھے کرنے دو۔" عمران سنجیدہ تھا۔

"بتاتے کیا کرنا ہے۔" بلیک زیرو نے طویل سانس لی۔

"تم چائے بنواؤ اور مجھے فون کرنے دو۔"

"وہ ... سر سلطان ... ؟"

"مجھے معلوم ہے کس کس کے پیٹ میں درد ہو رہا ہوگا ..... تم اپنا کام کرو۔"

"بہتر۔" بلیک زیرو اٹھ گیا۔

عمران نے فون اپنی طرف کھینچا اور رسیور اٹھا کر ڈائیل گھمانا شروع کر دیا۔ اسے مصروف دیکھ کر بلیک زیرو کمرے سے چلا گیا۔

لیکن۔!

دروازے پر موجود محافظ سے چائے کے لئے کہہ کر وہ لوٹ آیا تھا۔ اس وقت وہ عمران کے قریب ہی رہنا چاہتا تھا۔

"ہیلو۔" دوسری جانب سے کال وصول کر لی گئی تھی۔

"عمران بول رہا ہوں۔"

"تم۔"

دوسری جانب سر سلطان اتنی زور سے چیخے کہ عمران کا منہ بن گیا تھا۔ کہاں غائب ہو۔؟"

"ہو نہیں تھا، کہنا چاہیئے تھا۔ بہر حال وقت ضائع کرنے کی بجائے غور سے میری بات سنیئے۔" عمران نے کھردرے لہجے میں کہا۔ "اب کوئی اوٹ پٹانگ سوال مت کیجئے گا۔"

"کیا بکواس ہے۔ تمہیں دوسروں کو پریشان کر کے کیا ملتا ہے۔؟"

"ٹھیک ہے میں فون بند کر رہا ہوں ..... جب آپ کا دماغ ٹھکانے پر ہوگا تو دوبارہ رنگ کر لوں گا۔"

"ارر ... سنو۔"

"اگر کچھ سننا ہی چاہتے ہیں تو منہ بند اور کان کھول لیجئے۔" عمران نے تلخ لہجے میں کہا۔ "ورنہ میں فون بند کر دوں گا۔"

"دھمکیاں دے رہے ہو۔ ایں۔" وہ ہنسے۔ "خیر کہو۔؟"

"آپ کے پاس کوئی موجود ہے۔؟"

"رحمان موجود ہے۔"

"گڈ۔ یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ وہ موجود ہیں۔" ان سے بعد میں بات کروں گا فی الحال آپ سن لیں۔"

"کہو تو سہی۔"

چند لمحے کی خاموشی کے بعد عمران نے بولنا شروع کر دیا۔ وہ جو کچھ کہہ رہا تھا اسے

سنتے ہوتے بلیک زیرو کے دماغ میں حیرت کے دھماکے ہوتے رہے تھے اسنے سب کچھ کہہ دینے کے بعد ہی خاموشی اختیار کی تھی۔

"یہ.... یہ تم کیا کرانا چاہتے ہو۔؟ سر سلطان بیچارے بوکھلا گئے تھے۔

"اگر وہ انتظام کرنا آپ کے لئے ممکن نہیں ہے تو بتا دیں میں کوئی اور طریقہ اختیار کرلوں گا۔" عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا میں نے ایسی کوئی بات کہی تھی۔؟"

"کہنے سننے کا وقت ختم ہو چکا ہے اب کچھ کرنے کی کوشش کیجئے جناب۔ خالی باتیں بنانے اور سوال کرنے سے کام نہیں چلے گا۔"

"کیا تم واقعی سنجیدہ ہو۔؟

"حلف نامہ داخل کر دوں۔" عمران گرم ہو گیا۔ کبھی کبھی آپ نادان بچوں کی سی باتیں کرنے لگے ہیں۔ اچھا اب فون ڈیڈی کو دیجئے تاکہ ان سے بھی نبٹ لوں۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن کیا.....؟

"ہاں۔ انھیں بھی بتا دیجئے گا۔" عمران نفس مضمون بھانپ کر بولا۔ ان سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن فون بند کرنے سے قبل مجھ سے بات کر لینا۔ کچھ ضروری ہدایات ملی ہیں وہ بتانا چاہتا ہوں۔"

"کہہ چکا ہوں کہ سننے سنانے کا وقت گزر چکا ہے۔ کام کیجئے۔ اب ریسیور ڈیڈی کو دے دیں۔"

چند لمحے خاموشی کے بعد رحمان صاحب کی آواز آئی تھی۔

"کیا چکر ہے عمران۔؟

"میں آپ کو سر سلطان سے زیادہ ذہین سمجھتا ہوں جناب۔ اس لئے کہنے کی بجائے صرف سنیئے۔"

"تمہیں معلوم ہے تمہاری وجہ سے....."

"ڈیڈی پلیز...."

"ہوں۔ اچھا کہو۔"

وہ ڈھیلے پڑ گئے تھے۔

عمران نے تیزی سے انہیں بھی ہدایات دے ڈالیں۔ اور اس اعتماد کے ساتھ کہ وہ ان ہدایات پر عمل کریں گے۔"

"کیا تم سمجھتے ہو اس چکر بازی سے کوئی نتیجہ نکل آئے گا۔؟ رحمان صاحب حیرت ضبط نہیں کر سکے تھے۔

"کیا آپ نے کبھی مجھے کوئی ایسا کام کرتے دیکھا ہے جس سے نتائج برآمد نہ ہوں۔" عمران کے لہجے میں تلخی تھی۔

"ممکن ہے تمہارے نزدیک وہ حرکتیں کوئی معنی رکھتی ہوں لیکن....."

"سر سلطان سے بات کر لیجئے پھر ہر بات اور حرکت کی وضاحت ہو جائیگی۔" عمران نے انہیں جملہ مکمل کرنے کی مہلت نہیں دی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ ان سے بات کر کے کوئی فیصلہ کروں گا۔"

"ڈیڈی پلیز۔ جس طرح آپ نے میری بات مان کر کام کیا ہے اس وقت بھی یہی کچھ کریں اگر آپ چکر میں پڑ گئے تو بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔ جب تک مجھے آپ کی طرف سے اطمینا

ہو جاتے میں کوئی فیصلہ کن قدم نہیں اٹھا سکتا ..... آپ سمجھنے کی کوشش
یں۔"

رحمان صاحب یقیناً تذبذب میں پھنس گئے تھے۔

اس طرح عمران کی بات مانتے چلے جانا انکی فطرت کے منافی تھا۔ یہی وجہ تھی جو وہ فیصلہ کن
واب دینے سے ہچکچا رہے تھے۔

"اچھا۔ ٹھیک ہے۔"

بالآخر انھوں نے عمران کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ ظاہر ہے وہ عمران اور اسکی صلاحیتوں
سے بے خبر نہیں تھے۔

"بہت بہت شکریہ ڈیڈی۔" عمران نے اطمینان کی سانس لی۔ اب میں اطمینان کے
ساتھ کام کر سکوں گا۔"

"کیا کرنا چاہتے ہو۔؟"

"ابھی یہ مت پوچھئے۔ کل صبح کسی وقت فون کر کے بات کروں گا۔ اس وقت بہت
کچھ بتا سکوں گا۔"

"بہت جلدی میں ہو۔؟"

"جلدی سے بھی کچھ زیادہ جلدی میں جناب۔ خدا حافظ۔"

اسنے ریسیور کریڈل پر ڈال کر اس انداز میں سانس لی جیسے کسی بڑی مصیبت سے
نجات حاصل کر لی ہو۔

اس دوران چائے آ چکی تھی ..... بلیک زیرو نے کپ عمران کے
سامنے سرکا دیا تھا۔

"چائے کی رشوت سے کام نہیں چلے گا برخوردار۔" عمران نے دیدے نچا کر کہا۔

"پھر فرمائیے کیا پیش کروں۔؟"

عمران نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر بلیک زیرو کی طرف بڑھا دیا جسے اس نے لے
لیا تھا۔

"کیا ہے یہ۔؟"

"اس سامان کی فہرست جو تمہیں دو تین گھنٹے کے اندر فراہم کرنا ہے۔" عمران نے
مسکرا کر کہا۔

بلیک زیرو نے ایک نظر عمران پر ڈالی پھر کاغذ کھول لیا۔ جوں جوں وہ پڑھتا گیا اسکی آنکھوں
میں حیرت پھیلتی چلی گئی تھی۔

"یہ۔ یہ۔ سامان۔" وہ اپنی حیرت پر قابو نہ رکھ سکا۔

"یہ تمام سامان چند گھنٹے کے اندر اندر فراہم کرنا ہے۔" عمران نے لاپرواہی سے
کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن اس کا کریں گے کیا۔؟"

"یہ سامان ہی تو کھیل کو اختتام تک پہنچائے گا۔"

"کیا مطلب۔؟"

"میں تمہیں سر سلطان اور ڈیڈی سے مختلف دیکھنا چاہتا ہوں طاہر۔" عمران کی آواز
میں گہری سنجیدگی تھی۔

"سوری سر۔"

وہ عمران کا مقصد بخوبی سمجھ گیا تھا۔

"سامان حاصل کرنے میں دشواری تو نہیں ہوگی۔؟"

"ہوگی تو ضرور لیکن خیر میں کسی نہ کسی طرح بندوبست کر ہی لوں گا۔" اسنے پراعتماد لہجے میں کہا۔

"گڈ۔" یہ سب سامان لیکر بارہ بجے کے بعد راجرس کالونی آجانا۔"

"اس کوٹھی میں۔؟"

"کوٹھی میں نہیں باہر۔"

"کیا آپ....."

"پھر وہیں پہنچنے کی کوشش کر رہے ہو۔" عمران نے منہ بنایا۔

"کیسے نہ پہنچوں۔ چھتیس گھنٹے جس عالم میں گزارے ہیں اسکے بارے میں کچھ میں ہی جانتا ہوں۔"

"بہتر یہ ہے کہ تم جنس تبدیل کرالو تاکہ میں تم سے شادی کرلوں اور پھر تم زوجہ مادرتما کا رول ادا کیا کرنا۔"

"لاحول ولاقوۃ۔"

"میں شیطان نہیں ہوں جو تمہاری لاحول سے بھاگ جاؤں۔"

"معافی چاہتا ہوں جناب۔ میں اب نہیں بولوں گا۔"

"وہی انداز بیوبانہ۔"

"پھر کیا چاہتے ہیں۔؟"

"یہ وہ سوال ہے جس کا جواب ملنے پر میری شادی ہونے کا امکان ہے۔"

"ابھی جائیں گے۔؟"

"مجبوری ہے۔ کئی گھنٹے سے غائب ہوں ممکن ہے میری تلاش کی جارہی ہو۔"

"ظاہر ہے مجھے سوال پوچھنے کی اجازت تو ہے نہیں۔"

"بالکل۔"

"تب پھر کیا عرض کرسکتا ہوں۔" اسنے بیچارگی سے شانے اچکا دیئے تھے۔

"عرض کرنے کی بجائے چائے پیئو پیارے بھائی۔" عمران نے کہا اور چائے پینے شروع کردی۔

بلیک زیرو نے طویل سانس لی اور اسکی تقلید میں چائے پینے لگا۔

وہ ایک ایک کرکے دس منٹ کے اندر ڈرائنگ روم میں جمع ہوتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا وہ سب ہی وقت کے پابند ہیں..... اب صرف ایک فرد کی کمی تھی سو وہ بھی ٹھیک چار بجے کمرے میں آگیا تھا۔

"کیا بات ہے دلاور صاحب۔ ہم سب کس لئے جمع ہوتے ہیں۔" عمر آدمی کے

"ہم لوگوں کو معلوم ہے حالات کس موڑ پر پہنچ گئے ہیں۔" دلاور کی کرخت آواز ہال میں گونجی۔

"کیسے حالات۔؟ ایک ادھیڑ عمر آدمی نے کہا۔ اسکے چہرے پر خباثت پھیلی ہوئی تھی۔

"ہم لوگ سخت ترین خطرے میں ہیں۔" دلاور نے بتایا۔

"لیکن تم نے بتایا تھا کہ غبن والے معاملے میں تمام ثبوت ختم کر دیئے گئے ہیں۔" بے ڈھنگے جسم والا دوبارہ بولا۔

"وہ بات صحیح ہے۔" دلاور نے سر ہلایا۔

"تو پھر۔؟"

"ہمارے گروپ کے لئے کام کرنے والے تمام افراد ایک ایک کر کے گرفتار کئے جا چکے ہیں۔"

"کس جرم میں۔؟ ایک نوجوان تیزی سے بولا۔

"کچھ پتہ نہیں چلتا۔"

"یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی۔" انھوں نے لازمی طور پر کوئی الزام تو عائد کیا ہوگا۔" نوجوان نے کہا۔

"ابھی تک الزامات تاریکی میں ہیں۔" دلاور نے بتایا۔ بہر حال وہ کوئی بھی الزام عائد کریں لیکن ان گرفتاریوں کا اصل مقصد کچھ اور ہی ہے۔"

"کیا۔؟" بے ڈھنگے جسم والا بولا۔

"کیا میں نے اس بات کی اطلاع نہیں دی تھی کہ تم۔ جیکسن اور یاور ڈی جی رحمان کی فہرست پر ہیں۔"

"ہاں بتایا تھا۔"

"سیدھی سی بات ہے ہمارے لئے کام کرنے والوں کو پکڑ کر وہ ہمارے خلاف ثبوت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

"کیا وہ لوگ ثبوت فراہم کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔" جیکسن نے پوچھا۔

"نہیں لیکن وہ ہمارے خلاف اطلاعات ضرور فراہم کر سکتے ہیں۔"

"میرے خیال سے تم کچھ زیادہ پریشان ہو گئے ہو دلاور۔" ممتاز نے کہا۔

"ہاں۔ کیونکہ گروپ کو میں ہی کنٹرول کرتا ہوں۔" اسنے تائید کی۔ اسلئے سب سے زیادہ خطرات میرے ہی لئے ہیں۔"

"کیا تم اتنی ہی کمزور شخصیت کے مالک ہو کہ بغیر ثبوت کے تم پر ہاتھ ڈالا جاتے۔" ممتاز نے اعتراض کیا۔

"تم لوگ میری بات سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔" دلاور چڑھ گیا۔

"کچھ سمجھاؤ تو سمجھ میں بھی آئے۔؟"

"حکومت ہر قیمت پر ہم لوگوں کو پکڑنا چاہتی ہے۔"

"کیوں۔؟"

"ظاہر ہے ہم سب پارٹی کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص بے پناہ اثر و رسوخ کا مالک ہے۔ حکومت اس بات سے خوفزدہ ہے کہ کہیں ہم لیڈر کی حمایت میں اپنے اثرات استعمال نہ کر بیٹھیں۔"

"اگر یہ بات ہوتی تو وہ ہاتی کمان کے ساتھ ہمیں بھی اندر کر سکتے تھے۔" جیکسن نے اعتراض کیا۔

"میرے خیال میں آپ غلط سمت میں جا رہے ہیں بھائی صاحب۔" احمد نے پہلی مرتبہ دخل اندازی کی تھی۔

"کیا مطلب۔؟" دلاور نے چونک کر اسے تیز نظروں سے دیکھا۔

"اجازت ہو تو میں حالات کی وضاحت کر دوں۔"

"کہو۔؟"

"دوستو۔" وہ تقریر کرنے والے انداز میں بولا۔ "میرے خیال میں آپ سب ہی گردن تک دلدل میں دھنس گئے ہیں۔"

"جو کچھ کہنا ہے کھل کر کہو۔" ممتاز غرایا۔

"کھل کر ہی کہوں گا۔ ذرا بولنے کی مہلت تو دیں۔" احمد پراسرار انداز میں مسکرایا۔ اسکی نظریں ممتاز کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ "آپ سب غبن کے کیس میں ملوث ہیں۔ اور آپ ہی لوگوں کے ایما پر جج احسن اور انکے دو مددگاروں کو قتل کر کے تحقیقات کی فائیل اڑائی گئی ہے تاکہ آپ لوگوں کے خلاف کوئی ثبوت باقی نہیں رہے۔ میں غلط تو نہیں کہہ رہا صاحبان۔"

"نہیں۔" بیک وقت کئی آوازیں بلند ہوئیں۔

"میں اپنے طور پر معلومات حاصل کرتا رہا ہوں اگر آپ لوگ پسند کریں تو وہ معلومات گوش گزار کر دوں۔"

"ہاں کئی آوازیں پھر بلند ہوئیں۔"

"مسٹر جیکسن، یاور اور ممتاز کے خلاف غبن میں ملوث ہونے، اسمگلنگ کرانے اور منشیات کی تجارت کرانے کے الزامات ہیں۔ میرے خیال میں آپ لوگوں کو ان الزامات سے انکار نہیں ہوگا۔؟"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے لیکن ہمارے خلاف ثبوت کہاں سے آئیں گے۔" وہ تینوں بیک وقت

بولے۔

"وہ لوگ ثبوت ہی تو حاصل کرنیکے لئے کوشش کر رہے ہیں اور جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اب وہ آپ تینوں کے خلاف ناقابل تردید ثبوت حاصل کر چکے ہوں گے۔"

"اچھا۔" ممتاز خوف سے لرز گیا تھا۔

"اور برلاس صاحب آپ۔" وہ ایک طوطے کی ناک والے آدمی سے مخاطب ہوا۔ "آپ کے خلاف انھوں نے کچھ زیادہ ہی سنگین الزامات تلاش کئے ہیں۔"

"وہ کیا۔؟" وہ بھی کچھ گھبرایا ہوا تھا۔

"غبن میں تو خیر آپ شامل ہی ہیں اسکے علاوہ گزشتہ دنوں مل ایریا میں جو فساد ہوا تھا اور جس میں بارہ آدمی ہلاک ہو گئے تھے اور موٹر کمپنی میں آتش زدگی سے کروڑوں روپے کا نقصان ہوا تھا یہ تینوں چیزیں آپ کے کھاتے میں لکھی گئی ہیں کیا یہ غلط ہے۔؟"

"نہیں۔ لل... لیکن... انہیں کیسے معلوم ہوا کہ ان معاملات میں میرا ہاتھ کام کر رہا تھا۔" برلاس بری طرح پریشان ہو گیا تھا۔

"بھائی صاحب۔" اس مرتبہ وہ دلاور سے مخاطب ہوا۔ "آپ کے خلاف الزامات کی فہرست کچھ زیادہ ہی طویل ہے۔"

"تبادو۔" وہ سانپ کی مانند پھنکارا۔

"آپکے اشارے پر ڈمپل نے احسن مرزا کو قتل کیا۔ شیلڈن نے احسن مرزا کے گھر سے تحقیقات والی فائیل اڑائی۔ پھر اس ہی نے احسن مرزا کے مددگاروں کو قتل کیا۔"

"بہت خوب۔ اور کچھ۔" وہ مسکرایا تھا۔

"اسکے علاوہ گومیز کی سربراہی میں ایک ایسے گروہ کی ترتیب بھی آپ کے کھاتے میں ہے

جس کا کام آپکے اشارہ پر آپکے مخالفین کو راستے سے ہٹانا تھا۔ اسکے علاوہ براتیٹ کارپوریشن
ذریعہ منشیات کا کاروبار اور اسمگلنگ کا الزام بھی ہے۔" یہ بات آپکے علم میں شاید ابتک نہیں آئی
ڈمپل اس لانچ سمیت پکڑا جا چکا ہے جو اسے لیکر دوبئی جا رہی تھی۔"

"ڈمپل پکڑا جا چکا ہے۔" اس مرتبہ دلاور اچھل پڑا تھا۔

"جی ہاں اور اسنے حکام کو براتیٹ کارپوریشن کے بارے میں تمام تفصیلات مہیا کر دی ہیں

"لل... لیکن... تم کو یہ سب کچھ کیسے معلوم ہو گیا۔؟"

"اس لئے کہ یہ چچا احمد نہیں ہے۔" شہزاد نے پہلی مرتبہ لب کھولے۔

"کیا۔" شہزاد کا انکشاف دھماکہ خیز تھا سب ہی اچھل پڑے تھے۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو شہزاد۔؟ دلاور کی آواز کانپ گئی تھی۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ڈیڈی۔" وہ زہریلے انداز میں مسکرایا۔ ساتھ ہی اسنے جیب سے
ریوالور نکال کر اس کا رخ احمد کی طرف کر دیا تھا۔ اپنا دایاں ہاتھ پھیلاؤ مسٹر۔"

"وہ کس لئے۔" احمد بدستور مسکرا رہا تھا۔

"ہاتھ پھیلاؤ۔ ورنہ میں گولی چلانے میں دیر نہیں لگاتا۔" شہزاد کی آواز میں درندگی

"چلو یار، میں ہاتھ پھیلائے بغیر ہی اپنا احمد نہ ہونا تسلیم کئے لیتا ہوں۔" اسنے لاپرواہی سے
کہا۔ احمد کے الفاظوں نے بم کے دھماکے کا کام کیا تھا چند لمحے کے لئے وہاں سناٹا پھیل گیا اور
وہ سکتے میں آ گئے۔

"کون ہو تم۔؟ دلاور نے سراسیمہ لہجے میں پوچھا۔

"ابھی تک تو دوست ہی ہوں۔ لیکن دشمن بھی بن سکتا ہوں۔"

"کیا بکواس ہے۔" ممتاز نے اسے ڈانٹنے کی کوشش کی یہ دوسری بات ہے کہ اسکی آواز

مانگ رہی تھی۔

"اب جبکہ بات کھل ہی گئی ہے تو پھر صاف صاف بات ہو جانی چاہیئے۔" اسنے پرسکون لہجے
میں کہا۔

"کیسی بات۔؟"

"بزنس۔"

"کیسی بزنس۔؟"

"رازوں اور ثبوتوں کی بزنس۔ وہ ثبوت جنہیں اگر میں پولیس کے حوالے کر دوں تو وہ تم
لوگوں کو بڑی آسانی کے ساتھ اتنے عرصے کیلئے آہنی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیں کہ کوئی بھی زندگی بھر
باہر نہ آ سکے۔"

"کیا بک رہے ہو۔؟ شہزاد نے منہ بنایا۔

"مجھے دولت کی ضرورت ہے اور تم لوگوں کو پولیس کی گرفت سے آزاد رہنے کی۔

"اچھا۔ تو تم بلیک میلر ہو۔؟" شہزاد نے زہر خند کیا۔

"ہاں۔ کوئی اعتراض ہے۔؟

"نہیں۔ لیکن ہم تمہیں سرکاری سراغرساں کیوں نہ سمجھ لیں۔"

"اگر ایسا ہی سمجھنا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی۔" اسنے لاپرواہی سے شانے اچکائے۔
"ہر شخص سوچنے سمجھنے کے معاملے میں آزاد ہوتا ہے۔"

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہاں سے زندہ جا سکو گے۔؟ شہزاد بھنکارا۔

"بچے ہو یار۔ تم سے کیا بات کروں۔ کیا تم مجھے اتنا ہی بیوقوف سمجھتے ہو کہ بغیر انتظام کئے
یہاں آ گھستا۔" اسنے منہ بنا کر کہا۔

"بکواس۔ تمہارے پاس تو کیا کسی کے پاس ہمارے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔"

"تب مجھے گولی مار دو۔ حقیقت خود بخود تمہارے سامنے آجائیگی۔"

"تو تم کیا سمجھ رہے ہو یونہی چلا جانے دوں گا۔ ذرا کھڑے تو ہو جاؤ۔"

"ٹھہرو شہزاد ذرا اس سے مجھے بات کرنے دو۔" دلاور تیزی سے بولا۔

"یہ سو فیصدی بلف کر رہا ہے ڈیڈی۔"

"ٹھیک ہے لیکن مجھے بات تو کرنے دو۔"

"کر لیجئے۔ لیکن کوئی غلط فیصلہ مت کیجئے گا۔"

"تمہارے پاس بلیک میلر ہونے کا کوئی ثبوت ہے مسٹر۔" دلاور نے نقلی احمد کو مخا

کیا۔

"کچھ نہیں۔" اسنے لاپرواہی سے شانے اچکاتے۔

"تب تو ہمیں شہزاد کی بات مان لینی چاہیئے۔"

"اس صورت میں احسن مرزا کی فائیل کی فوٹو اسٹیٹس اور گومیز پولیس کی تحویل

پہنچ جائیں گے۔"

"کیا۔" اسکے دماغ کو جھٹکا لگا تھا۔

اسنے مسکرا کر کہا۔ مسٹر دلاور عقل استعمال کریں جب میں احمد کی جگہ لے سکتا ہوں

اسکے سینے میں چھپی ہوئی معلومات کیوں حاصل نہیں کر سکتا۔ آپ لوگوں سے متعلق ہر بات میرے

علم میں ہے۔"

"احمد۔ کہاں ہے احمد۔؟ دلاور مضطرب ہو گیا تھا۔

"گومیز کے پاس۔ میرے آدمیوں کی قید میں۔"

"میں یہ ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں کہ تم کوئی بلیک میلر ہو۔" شہزاد چیخ پڑا۔ تم یقینی طور پر

پولیس کے آدمی ہو۔ ڈیڈی آپ سمجھتے کیوں نہیں یہ ہمیں بلاوجہ باتوں میں الجھاتے ہوتے ہے۔"

شہزاد کی بات نے ایک مرتبہ پھر سناٹا پھیلا دیا تھا جسے شہزاد ہی نے ختم کیا۔

"آپ اسے کور کریں۔ میں باہر جا کر چیک کرتا ہوں۔" اسنے ریوالور دلاور کی طرف

بڑھاتے ہوتے کہا۔

"انداز سے بہت تیزی سے لگاتے ہو۔" نقلی احمد ہنس پڑا۔ جاؤ جا کر تسلی کر آؤ۔"

"تم۔ تم مجھے بیوقوف نہیں بنا سکتے مسٹر۔" شہزاد غرایا۔ کوئی بھی بلیک میلر نہ تو اس انداز

میں بلیک میل کیا کرتا ہے اور نہ ہی اسے میک اپ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ پھر میک اپ بھی

کیسا کہ تمہاری اور احمد چچا کی شکل میں سر مو فرق نہیں ہے۔ اوہ میرے خدا۔ اب میں سمجھا تم

نے کیا چکر چلایا ہے۔ یہ۔ یہ تمہارا ہی مشورہ تھا کہ گروپ کے تمام افراد کو یہاں جمع کیا جائے۔"

"گڈ۔ کہے جاؤ۔ میں سن رہا ہوں۔" وہ بدستور مسکرا رہا تھا۔

"آپ سب لوگ فوری طور پر یہاں سے چلے جائیں۔" شہزاد ہذیانی انداز میں کہہ رہا تھا۔ مجھے

یقین ہے پولیس یہاں پہنچنے میں دیر نہیں لگائے گی۔"

شہزاد کی بات نے اضطراب کی لہر دوڑا دی تھی۔ کسی کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

"تم بلاوجہ ہی پریشان ہو رہے ہو شہزاد۔ جبتک میں نہ چاہوں پولیس یہاں نہیں آسکتی۔"

نقلی احمد نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"ہوں۔" شہزاد نے اسے دہکتی ہوئی نظروں سے گھورا۔ تم کہتے ہو کہ ہم لوگوں کے

خلاف تمام ثبوت تمہارے قبضے میں ہیں ہے؟

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے جاؤ اور ان ثبوتوں کو ہمارے خلاف استعمال کرو۔"

"تم ہوش میں تو ہو شہزاد۔" جیکسن چیخ پڑا۔ "تم جان بوجھ کر سب کو مصیبت میں دھکیل دینا چاہتے ہو۔؟"

"ایسی کوئی بات نہیں۔ یہ ہم لوگوں کے خلاف کسی قسم کا ثبوت پیش نہیں کر سکتا۔"

"لیکن ایک طرح ہم سب ہی اسکے سامنے اپنے جرائم کا اعتراف کر چکے ہیں۔" ممتاز نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کوئی پرواہ نہیں۔ سنی سنائی باتوں کی قانونی اہمیت کوئی نہیں ہوتی۔ رہ گئی اسکی بات تو اس کا قصہ ہی ختم سمجھ لیں۔" اسنے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"اچھی طرح سوچ لو۔" دلاور نے کہا۔ "اگر یہ تمہارے خیال کے مطابق پولیس کا ہی آدمی ہے تو اس کا یہاں آنا بلا مقصد نہیں ہو سکتا۔"

"اس کا سب سے بڑا مقصد ہم سب کو ایک جگہ جمع کرنا تھا۔ اب پولیس ریڈ کر کے ہمیں پکڑ لے تو وہ آسانی کے ساتھ کہہ سکتے ہیں ہم سب کوئی تخریبی پروگرام بنا رہے تھے۔ یہ الزام مسٹر برلاس اور مسٹر جیکسن کی موجودگی کی وجہ سے زیادہ آسان ہو جائیگا کیونکہ یہ دونوں ہسٹری شیٹر ہیں۔"

"اوہ۔"

"اسی لئے کہہ رہا ہوں کہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر سب لوگ نکل جائیں بعد کی باتیں بعد میں دیکھ لی جائیں گی۔"

"شہزاد ٹھیک کہہ رہا ہے مسٹر دلاور ہم سب کو یہاں سے چلا جانا چاہئے۔" جیکسن نے بھی تائید کی۔

"ہائیں تو میرا پلان چوپٹ کر دینے کا ارادہ ہے۔" نقلی احمد متاسفانہ لہجے میں بولا۔

"خاموشی سے کھڑے ہو جاؤ مسٹر۔"

شہزاد اٹھ کر اسکے سر پر پہنچ گیا۔ "تمہارا تو میں ایسا علاج کروں گا کہ لوگ عبرت حاصل کریں گے۔"

"چلو یار۔ کھڑا ہو جاتا ہوں تم بھی دل کی حسرت نکال لو۔" وہ بڑے اطمینان سے کھڑا ہو گیا۔

شہزاد نے برق رفتاری سے اسکی تلاشی لے ڈالی لیکن اسکے پاس کوئی اسلحہ نہیں تھا۔!

"تسلی ہو گئی۔" اسنے زہر خند کیا۔

"شٹ اپ۔" شہزاد نے عالم غیض میں اسکی کھوپڑی پر ریوالور کا دستہ مارنا چاہا تھا۔!

لیکن۔!

وہ جو کوئی بھی تھا شہزاد سے کہیں زیادہ زیرک اور تجربہ کار تھا شہزاد کا ہاتھ حرکت میں آتے ہی وہ تیزی سے ایک جانب ہو کر وار خالی دے گیا۔ پھر جھونک میں جیسے ہی شہزاد جھکا اسنے دونوں ہاتھوں سے اسکی کمر پکڑی اور پوری قوت کے ساتھ اسے اچھال دیا۔

یقینی طور پر وہ بے انتہا طاقت کا مالک تھا۔ شہزاد بڑی صفائی سے صوفے کے دوسری جانب فرش پر جا گرا تھا۔

اس آدمی کے جسم میں بجلیاں بھری ہوئی تھیں وہ اچک کر صوفے پر چڑھا اور اچھل کر

فرش پر ٹپے ہوتے شہزاد کے قریب پہنچ گیا۔

دبیز قالین کی وجہ سے شہزاد کو چوٹ تو نہیں لگی لیکن وہ بدحواس ہو گیا تھا پھر اسنے سنبھل کر اٹھنا چاہا تو اس آدمی کی ٹھوکر نے اسے پلٹ دیا تھا۔

شہزاد کے حلق سے برآمد ہونیوالی کریہہ چیخ نے وہاں موجود تمام افراد کو لرزہ دیا تھا وہ لوگ بے اختیار کھڑے ہو گئے تھے۔

اس آدمی نے شہزاد کے ریوالور پر قبضہ کر کے اس کا گریبان پکڑ کر اوپر کھینچ لیا تھا شہزاد نے گریبان چھڑانے کے لئے حرکت کی تو اس آدمی کے بھرپور تھپڑ نے ایک مرتبہ پھر اسکے حواس گم کر دیئے تھے۔

"ہاتھ پیر تڑوانا نہیں چاہتے تو شرافت سے صوفے پر بیٹھ جاؤ شہزاد۔" اسنے سفاکی سے کہا۔ اور اسے کھینچ کر صوفے پر دھکیل دیا۔

"سب لوگ بیٹھ جائیں۔" وہ ریوالور لہرا کر دہاڑا۔

"تم کون ہوتے ہو ہمیں روکنے والے۔ ہم جا رہے ہیں۔" جیکسن ہذیانی انداز میں بولا۔ "چلو دوستو۔"

"یہ مت سمجھنا کہ میں گولی نہیں چلاؤں گا۔"

"چلاؤ گولی۔ میں دیکھتا ہوں تم کتنی ہمت رکھتے ہو۔" وہ چیخ کر بولا۔ "دلاور تم پولیس کو فون کر کے رپورٹ کرو ایک لٹیرا یہاں گھس آیا ہے۔ اگر یہ پولیس کا آدمی ہے تو بھی اسے وارنٹ دکھائے بغیر اندر آنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔"

"بہت خوب۔" وہ پراسرار انداز میں مسکرایا۔

"کیا انتظار کر رہے ہو دلاور۔؟"

"ٹھہر جاؤ۔" دلاور تیزی سے بولا۔ پھر اس آدمی سے مخاطب ہوا۔ "تمہیں کتنا روپیہ چاہیے۔؟"

"میری معلومات کا سودا کرنا چاہتے ہو۔؟"

"ہاں۔ میں سیدھا سادہ راستہ اختیار کرنے کا عادی ہوں۔ اگر تم دولت حاصل کر کے منہ بند رکھ سکتے ہو تو ہمیں کسی اور الجھن میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔ بولو کیا چاہتے ہو۔؟"

"فیصلہ کرنے میں تم نے دیر لگا دی دلاور۔ میں اپنا ارادہ تبدیل کر چکا ہوں۔" وہ سرد لہجے میں بولا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو۔؟"

"میں اپنی تمام معلومات اور یہاں ہونے والی گفتگو ڈی جی رحمان کو بتا دوں گا۔ قانون کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے یہ میرا فرض ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ جاؤ اور رپورٹ کر دو۔ پھر تم چند گھنٹے سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکو گے۔" دلاور کا لہجہ تبدیل ہو گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ "میں اپنی راہ میں آنیوالے کتوں کو ٹھوکروں میں اڑا دینے کا عادی ہوں۔"

"ایسا تو جب کر سکو گے جب تمہیں آزاد رہنے کا موقع ملے گا۔"

"میں اندر ہوں یا باہر لیکن تم عدالت میں ہمارے خلاف گواہی دینے کے لئے زندہ نہیں رہو گے۔" چند آدمیوں کے پکڑ لئے جانے سے یہ مت سمجھنا کہ ہم بے بس ہو جائیں گے۔ ہمارے ہاتھ بہت لمبے ہیں مسٹر۔ خون کے دریا بہا دیتے جائیں گے۔"

"بڑے خطرناک ارادے رکھتے ہو۔"

"ہاں۔ اتنے خطرناک ارادے کے خود کو بچانے کے لئے ملک میں ہنگامہ بھی برپا کرا دیا

جاسکتا ہے۔"

"تب میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ تم لوگ ملک و قوم کے غدار بھی ہو۔ تمہیں ہر حالت میں صرف اپنا مفاد عزیز ہے۔ جسے حاصل کرنے کے لئے تم لوگ ملک کو خانہ جنگی کی آگ میں دھکیل دینے سے بھی گریز نہیں کرو گے۔"

"ہم صرف بزنس مین ہیں اس لئے ہمیشہ اپنے نفع نقصان سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ بہرحال بولو کیا کہتے ہو۔؟"

"اگر میں روپیہ لینے پر آمادہ ہو جاؤں تو تم کیا چاہو گے۔؟"

"احمد اور گومیز کا حصول اور تمہارے پاس جو ثبوت اور معلومات ہیں وہ میرے حوالے کرنے ہوں گے۔"

"اگر میں یہ سب کچھ اس لئے کرنے کی حامی بھر لوں کہ اپنی جان بچا کر جا سکوں تو تم میرا کیا کر لو گے۔"

"یہ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ تمہیں چلا جانے دیا جائے گا۔۔۔ تم یہیں رہ کر اپنے ساتھیوں کو ہدایت دو گے۔ تبادلے کا عمل بیک وقت ہوگا۔"

"ہوں۔ بہت ہوشیار ہو۔ کیا تمہیں اس بات کا ڈر نہیں کہ ممکن ہے پولیس نے کوٹھی کو گھیرے میں لے رکھا ہو اور کسی وقت بھی وہ لوگ ریڈ کر بیٹھیں۔"

"فکر مت کرو۔ ان سے نبٹنا ہمارا دردِ سر ہوگا۔"

"کچھ دیر پہلے تک تو تم بھیگی بلی بنے ہوئے تھے اور اب یوں ٹریٹ کر رہے ہو جیسے ریوالور ہاتھ میں ہونے کے باوجود میں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا۔"

شہزاد کی جلد بازی اور تیزی کی وجہ سے میں کچھ دیر کے لئے بوکھلا گیا تھا۔ لیکن

اب ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"اس کا مطلب ہے مجھے تمہاری بات مان لینی چاہئے۔"

"اسی میں دونوں کا فائدہ ہے۔"

وہ سوچنے لگا تو بیک وقت کئی آدمی بول پڑے ان میں ممتاز پیش پیش تھا۔ "میرے خیال میں ہمیں رخصت ہو جانا چاہئے دلاور۔"

"ہاں جاؤ۔" دلاور نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ اور فوری طور پر ملک چھوڑنے کی تیاری کر ڈالو۔" اس مرحلے پر کوئی رسک نہیں لیا جا سکتا۔"

"اس کا کیا کرو گے۔؟" جیکسن نے پوچھا۔

"اس سے میں خود نبٹ لوں گا۔ بس جاؤ۔"

"اے تم تو اس طرح کہہ رہے ہو جیسے ریوالور میری بجائے تمہارے ہاتھ میں موجود ہے۔"

وہ آدمی جھلاتے ہوئے انداز میں بولا۔

ابھی دلاور کچھ کہنے بھی نہیں پایا تھا کہ شہزاد نے بیٹھے بیٹھے ایسی ٹھوکر ماری کہ ریوالور اس آدمی کے ہاتھ سے نکل کر فرش پر جا گرا جسے فوراً ہی برلاس نے اٹھا لیا تھا۔

"شہزاد۔ خود پر قابو رکھنا سیکھو۔ اس طرح بے سوچے سمجھے حرکت کرنا، نقصان ہوا کرتا ہے۔"

دلاور کو شہزاد کی حرکت پسند نہیں آئی تھی۔

"لیکن ڈیڈی۔"

"تم کیا مجھے بیوقوف سمجھتے ہو۔ یہ بیچارہ کافی دیر سے میرے رحم و کرم پر تھا۔ یہ د

اسنے ہاتھ میں دبا ہوا لائیٹر اسے دکھایا۔ لائیٹر سے نکلی ہوئی زہریلی سوئی اسے ٹرائیگر دبانے کی مہلت ہی نہیں دیتی۔"

"ماننا پڑتا ہے کہ تم ضرورت سے زیادہ ہوشیار ہو دلاور۔" اس آدمی نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"لیکن اب تمہاری ہوشیاری اور ذہانت بھی تم لوگوں کو نہیں بچا سکے گی۔ تمہارا کھیل ختم ہو گیا ہے۔ بہتر یہ ہے جدوجہد کئے بغیر خود کو قانون کے حوالے کر دو۔"

"کیا بکتے ہو۔؟" دلاور غرایا۔

"یہ۔" اسنے بجلی کی مانند چمک کر حرکت کی اور دلاور کے حلق سے کریہہ چیخ نکل گئی۔ اس آدمی نے ناقابل یقین تیزی سے ہاتھ چلا کر دلاور کے لائیٹر والے ہاتھ پر وار کیا تھا نتیجہ میں اسکی کلائی ٹوٹ گئی تھی۔

قبل اسکے کوئی کچھ کرتا وہ دلاور کو دھکیل کر صوفے کی پشت پر لے گیا ساتھ ہی اسنے دلاور کی گردن کو گرفت میں لے لیا تھا۔ پھر وہ حلق کے بل چیخ کر بولا تھا۔

"اب کیا انتظار ہے چلے بھی آیئے جناب۔"

ابھی کوئی اس پکار کا مقصد نہیں سمجھا تھا کہ اندرونی جانب کے دروازے کھلے اور رحمان صاحب اپنی سپاہ کے ساتھ اندر گھس آئے۔ ان کے ساتھ آنے والوں میں کوئی بھی فرد انسپکٹر کے رینک سے کم نہیں تھا۔

"کیچ دیم" رحمان صاحب ہاتھ لہرا کر دہاڑے۔

ریوالور بردار آفیسرز تیزی سے چاروں طرف پھیل گئے۔ برلاس بیچارے کے ہاتھ سے ریوالور گر پڑا

"تم غیر قانونی طور پر ہمارے گھر میں گھسے ہو۔" شہزاد مذیانی انداز میں چیخ کر بولا "تم ہمیں بغیر وارنٹ کے گرفتار نہیں کر سکتے۔"

"یہ رہا وارنٹ۔" رحمان صاحب نے ہاتھ میں دبا ہوا کاغذ لہرایا۔ "اور قانون کی بات کرنے کی ضرورت نہیں۔ حوالات میں تم لوگوں کو تمام قانونی سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔ فی الحال منہ بند کر کے بیٹھ جاؤ۔"

"لیکن ہمارے خلاف الزام کیا ہے۔؟"

"قتل۔ دھوکہ دہی۔ اسمگلنگ۔ حکومت کی دستاویزات کی چوری، غنڈہ گردی اور دہشت انگیزی۔ اسکے علاوہ بھی بہت سے الزامات ہیں۔" رحمان صاحب خلاف توقع نرمی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

"فکر مت کرو تم لوگوں کو صفائی کیلئے پوری پوری سہولتیں حاصل ہونگی۔" پھر وہ احمد کے ہمشکل کی طرف گھوم گئے تھے۔

"وہ اب بھی کام کر رہے ہیں۔؟" انھوں نے سرگوشی کے انداز میں پوچھا۔

"جی ہاں۔" اسنے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تو بند کر دا نہیں۔"

"ابھی لیجئے۔"

وہ تیزی کے ساتھ سوئچ بورڈ کی طرف گیا اور دو سوئچ آف کر دیئے وہاں موجود ہر فرد کی نظریں اسکے ساتھ حرکت کر رہی تھیں۔

وہاں سے وہ ایک ٹی وی کے پاس گیا اور اس کے نچلے حصے کی دراز کھول کر ایک مشین باہر نکال لی جس میں سے کچھ تار نکل کر کہیں گئے ہوئے تھے۔

اسنے تیزی کے ساتھ مشین کے بٹن بند کئے اور تار کھینچ کر علیحدہ کر دیتے ہر شخص حیرت بھری نظروں سے اس آدمی کی حرکتیں دیکھ رہا تھا . . . . . صرف رحمان صاحب پرسکون تھے۔

جس کا مطلب تھا وہ ان حرکتوں کا مطلب اچھی طرح سمجھتے ہیں۔

"چھٹی ہوگئی جناب۔"

وہ مشین اٹھا کر چلتے ہوئے پوچھا۔

"یہ۔ یہ کیا ہے۔؟"

ممتاز نے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔

"تم لوگوں کا اعتراف جرم۔"

اس آدمی نے مسکرا کر کہا۔

"کیا۔؟"

"ادھر دیکھو۔" اسنے ایک جانب دیوار کی طرف اشارہ کیا۔ وہاں دیوار پر بنے ہوئے بک شیلف میں لگی ہوئی کتابوں کے درمیان کوئی گول چیز چمک رہی تھی۔ وہ شارٹ سرکٹ ٹی وی کیمرہ ہے تین اور کیمرے تین مختلف سمتوں میں رکھے ہوئے ہیں۔ جو یہاں ہونیوالی تمام کاروائی ریکارڈ کرتے رہے ہیں۔ جو اس مشین میں موجود ہے۔"

اس کا انکشاف اتنا دہماکہ خیز تھا کہ رحمان صاحب کے علاوہ ہر فرد سناٹے میں آگیا تھا۔

"ریکارڈ ہونیکے علاوہ ان کیمروں کے ذریعہ تمام کاروائی ایک ایسے ہال میں بھی دیکھی جارہی تھی جہاں صحافی۔ قانون کے نمائندے، سیاسی لیڈر، سول اور فوجی حکام کے علاوہ

سربراہ مملکت بذات خود موجود ہیں۔ میرے خیال میں اب تم لوگوں کو اس بات پر یقین کر ہی لینا چاہیئے کہ اب دنیا کی کوئی بھی طاقت تمہیں نہیں بچا سکے گی۔"

وہ خاموش ہوا تو کمرے میں سناٹا پھیل گیا۔ مجرم تو خیر مجرم تھے قانون کے محافظ بھی سکتے کے عالم میں کھڑے تھے۔

"اچھا جناب . . . . . اسے سنبھالتے۔" اب میں جارہا ہوں۔" وہ مشین رحمان صاحب کے قریب رکھ کر بولا۔

"کہاں جاؤ گے۔؟" ان کی آواز میں شفقت کی آمیزش تھی۔

"فی الحال تو فلیٹ ہی کی طرف جاؤں گا تاکہ حلیہ درست کر سکوں۔"

"مجھے تمہاری ضرورت پڑیگی۔"

"حاضر ہو جاؤں گا۔" وہ تھکے تھکے لہجے میں بولا۔

"ٹھیک ہے جاؤ۔"

"ان پر کڑی نظر رکھیئے گا۔ ان میں سے کوئی بھی خودکشی نہ کر سکے۔"

"یہ میری ذمہ داری ہے جس کے لئے تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"بہتر ہے۔"

اس آدمی احمد نے کہا۔

"جاکر کچھ دیر آرام کرو۔ تمہاری حالت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔" رحمان صاحب نے شفقت آمیز لہجے میں کہا۔

"آپ کے مشورے پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔" اس آدمی احمد نے کہا۔

ان کے درمیان ہونے والی گفتگو اتنی مدہم تھی کہ کوئی نہ سن سکا پھر وہ گھوما اور فیاض کی طرف دیکھنے لگا جو اسے بڑی عجیب سی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

اسنے مسکرا کر فیاض کو آنکھ ماری اور بڑے اطمینان سے دروازے کی طرف چلا گیا۔

اسنے یہ دیکھنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی تھی کہ حیرت کی زیادتی نے فیاض کے چہرے کی کیا حالت بنائی ہوگی۔

"ختم شد"

عمران سیریز کے نئے ناول

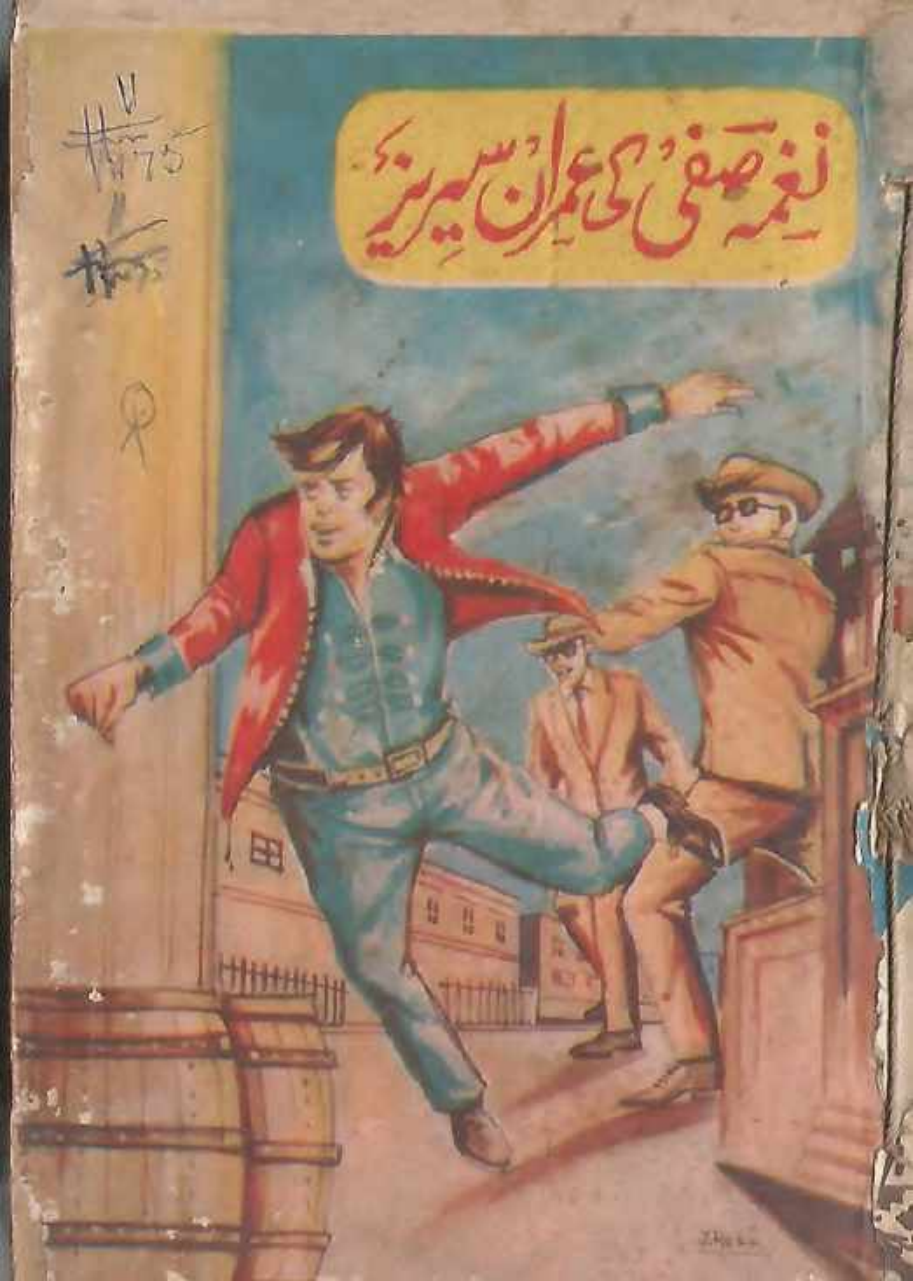
مصنفہ نغمہ صفی	مصنف ابن کلیم
گینگ لیڈر	سنگرال
غنڈہ ٹیکس	آتشی طشتری
برادر کلب	پہاڑوں کا مسافر
کلب کا ہنگامہ	صحرائی دشمن

آفسٹ کی کتابت وطباعت اور آٹھ رنگوں کے سرورق کے ساتھ چھپ کر شائع ہو گئے ہیں

خط وکتابت کا پتہ

ایوب اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

نغمہ صفی کی عمران سیریز



نغمہ صفی کی عمران سیریز

مکمل ناول

سازش کا سایہ

قیمت [redacted] پیسے

مصنفہ
نغمہ صفی

عمران کا سسپنس سے بھرپور ناول

جملہ حقوق دائمی بنام
پبلشرز محفوظ ہیں۔

اس ناول کے تمام نام مقام کردار
افراد واقعات اور تشبیہ دی جانے
والی چیزیں فرضی ہیں جس کے لیے پرنٹرز
پبلشرز ناشر مصنف یا ادارہ ذمہ دار
نہیں :۔

باہتمام
حاجی عظمت حسین
ایجوکیشنل پریس
کراچی میں چھپی ۔

ادبی اکیڈیمی
نمبر ۳ لیاقت آباد کراچی نمبر ۱۹

پیش لفظ :۔

سازش کا سائیہ

ان ناولوں میں سے ایک ہے جو پڑھنے والوں کے ذہن پر انمٹ نقش چھوڑ جاتے ہیں اور قارئین عرصے دراز تک انہیں یاد کر کے لطف لیتے ہیں۔ عمران اور فیاض ایک ہی چہرے کی دو لڑکیوں کے قاتل پولیس عمران کو گرفتار کرنے اس کے فلیٹ تک پہنچ جاتی ہے کیا وہ گرفتار ہو گیا۔ ؟

کیپٹن فیاض بھی محفوظ نہیں رہا۔ پولیس انسپکٹر اسے بھی قاتل سمجھ کر گرفتار کرنا چاہتا ہے مگر عین وقت پر سازش کا بھید کھل جاتا ہے۔

بھید کھولنے والا کون تھا۔ ؟ قتل کس نے کئے تھے۔ ؟ اور کیوں ؟

سسپنس تجسس اور تعاقب اس ناول کی جان ہیں آپ کی محبوب مصنفہ نغمہ صفی نے بڑی محنت سے یہ ناول لکھی ہے پڑھیے اور رائے سے مطلع کیجئے

ادارہ

نئی اور نایاب کتابیں

دست شناسی: ۔ یورپ میں لاکھوں کی تعداد میں فروخت ہونیوالی ہاتھ کی لکیروں پر ایک جامع و اعلیٰ کتاب۔ قیمت نو روپے

رمور پامسٹری: ۔ دست شناسی سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے ایک نایاب تحفہ۔ قیمت نو روپے

ستاروں کا پیغام: ۔ آپ کے ستارے کیا کہتے ہیں۔؟ وہ آپ کو کیا دیتے رہتے ہیں؟ قبل از وقت معلوم کیجئے۔ قیمت نو روپے

محبت جنس اور ستارے: ۔ ستاروں کی چال کے حساب سے انسانی جسم میں کب اور کہاں جنس کا طوفان اٹھتا ہے؟ جنس کے بارے میں ستارے کیا کہتے ہیں۔؟ اس موضوع پر ایک نایاب کتاب۔ قیمت نو روپے

ہپناٹزم کی عملی کتاب: ۔ کیا آپ سگریٹ چھوڑنا چاہتے ہیں؟ کیا آپ بھرپور جنسی قوت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ کیا آپ شراب اور دیگر نشہ آور چیزوں سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں۔؟ آج ہی اس کتاب کا مطالعہ کیجئے اور الجھنوں سے نجات پائیے۔ قیمت نو روپے

یوگا اور شباب: ۔ کیا آپ حسین اور خوب صورت بننا چاہتے ہیں؟ کیا آپ اپنے جسم کو سڈول اور پرکشش بنانا چاہتے ہیں؟ کیا آپ جسمانی طور پر ہمیشہ جوان رہنا چاہتے ہیں؟ تو آج ہی اس کتاب کا مطالعہ کیجئے۔ قیمت نو روپے

تمام کتب آنسٹ پر چھپی ہوئی ہیں آج ہی طلب کیجئے

ایوب اکیڈیمی نمبر ۳ لیاقت آباد کراچی نمبر ۱۹

آسیہ نے کار ایڈورڈ پارک کے پھاٹک سے کچھ آگے بڑھا کر فٹ پاتھ کے قریب روک دی اور فریدہ نے اِدھر اُدھر دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

"ہائیں۔ یہاں کیوں روک دی؟"

آسیہ نے انجن بند کر کے پچھلی سیٹ سے کتابیں اٹھائیں اور دروازہ کھول کر اترتی ہوئی بولی

"اٹھا کتابیں نیچے اتر آ۔ اور وہ تھرماس بھی اٹھا لی لا۔"

"کیا مطلب۔؟" فریدہ نے چونک کر پوچھا۔

"مطلب اندر آ کر معلوم کرنا۔"

آسیہ کتابیں لے کر پارک میں داخل ہو گئی۔ فریدہ حیرت سے اسے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے بھی اپنی کتابیں اٹھائیں اور کار سے اتر کر آسیہ کے پیچھے اندر آ گئی۔ وہ تھرماس بھی اٹھا لائی تھی۔

آسیہ ایک سنسان گوشہ منتخب کر کے کتابیں گھاس پر ڈال کر بیٹھ گئی فریدہ نے کتابیں گھاس پر ڈالیں اور تھرماس رکھ کر بیٹھتی ہوئی بولی۔

"کیا یہاں کسی کا انتظار کرنا ہے۔؟"

"جی نہیں۔ آسیہ نے خشک لہجہ میں کہا۔ نہ میں خود کسی کا انتظار کرتی

"ارے تو پھر یہاں کیا جھک مارنے آئی ہے" فریدہ جھنجھلا گئی۔

"سٹیڈی کرنے۔!" آسیہ نے لاپروائی سے کہا۔

"کیا!" فریدہ آنکھیں پھاڑ کر بولی "یہاں اور اسٹیڈی کرنے۔؟"

"اور کیا۔ آج پندرہ دن اسٹیڈی شروع کئے گزر چکے ہیں۔ کسی کتاب کا کوئی ایک چیپٹر بھی مکمل نہ ہو سکا۔"

"تو یہاں مکمل ہو جائے گا۔؟"

"کیوں نہیں ہو گا۔؟ یہاں نہ تیرا عاشق خط دینے یا لینے آسکے گا اور نہ وہ باتونی رضیہ کان کھانے آئے گی۔ سکون سے اسٹیڈی کر سکیں گے۔

فریدہ آسیہ کو گھورتی ہوئی بولی۔

"اب میں سمجھی۔"

"کیا سمجھی۔؟"

"تو اس باتونی رضیہ کی وجہ سے نہیں عامر کی وجہ سے یہاں آئی ہے۔"

"ارے واہ۔ مجھے کوئی خاص طور سے اس سے دشمنی ہے۔؟"

"خاص طور سے نہ سہی۔ مگر عام طور سے مزور ہے۔

"کیا بات ہوئی۔؟"

"بات کیا ہوتی۔!" ارے جیسی تو خود خشک اور آدم بیزار لڑکی ہے ایسی ہی دوسروں کو بنانا چاہتی ہے تجھے یہ بات پسند نہیں تھی کہ میں عامر سے ہنس بول کر دو باتیں کر سکوں۔"

"اور اپنا شمار تجھ جیسوں میں کرا دوں... کیوں۔؟" آسیہ نے آنکھیں نکالیں۔

"ارے جا۔ تو کیا جانے اس چھچھورے پن کی لذت اور جب بوڑھی ہو جائے گی تو پچھتائے گی کہ ہائے کوئی تیری طرف نظریں اٹھا کر کیوں نہیں دیکھتا۔ کوئی مجھے دیکھ کر ٹھنڈی آہیں کیوں نہیں بھرتا۔"

"اچھا بس بکواس نہیں۔ مجھے ایسی باتوں سے نفرت ہے۔"

"مگر تیرے بدن میں کوئی بوڑھی روح ہے۔ مگر اتنا یاد رکھو۔ آسیہ۔ جوانی کے یہ دس پانچ سال ایک بار گزر جائیں تو پھر کبھی واپس نہیں آتے۔ تو نے جو یہ بوڑھا پا اپنے اوپر لاد رکھا ہے اس کا انجام تجھے دو چار برس میں معلوم ہو گا۔ جب کسی تیرے ہی جیسے نک چڑھے سے تیری شادی ہو جائے گی۔ دو چار بچے آنگن میں کھیلنے لگیں گے۔ کسی نے پیشاب کر دیا۔ کسی نے گلدان توڑ دیا اور کسی نے چادر پر گندے پاؤں رکھ دیئے تب تجھے یہ دن یاد آئیں گے کہ ہائے میں نے کیا دولت گنوا دی۔ اری کمبخت کبھی تو نے اس غریب اصغر کے متعلق سوچا ہے جو تیری بے رخی سے اس درجہ عاجز ہے کہ ہر روز سائنس کے کسی سلو پوائزن سے ایسے زہر کے بارے میں پوچھتا ہے جس سے آسانی سے خودکشی کی جا سکے۔"

"اچھا اب تو بک بک کرتی رہے گی یا اسٹیڈی بھی شروع کرے گی۔؟"

"وہ تو کروں گی۔ مگر یہ یاد رکھو۔ یہاں میں خود ہی رضیہ کا رول ادا کروں گی اور تجھے کل ہی سے پھر لائبریری میں اسٹیڈی کرنے چلنا پڑے گا۔"

"کل کا کل دیکھا جائے گا" آسیہ نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ فی الحال تو بیٹھ کے جلدی سے ڈھکن میں کافی نکال۔"

فریدہ مارے غصہ کے دھم سے بیٹھ گئی۔ چوٹ لگی تو اس کے منہ سے اوئی نکل گئی۔ آسیہ لاپروائی سے کتاب کھول رہی تھی۔ فریدہ اسے گھورتی رہی۔ آسیہ نے چند لمحے بعد فریدہ کی طرف دیکھا اور پھر غصہ سے بولی "ارے یہ تو گھور کیا رہی ہے کافی نکال نا۔"

فریدہ نے جھٹکے سے تھرماس اٹھا کر ڈھکن کھولا اور کافی انڈیلنے لگی وہ ابھی تک نوخوار نظروں سے آسیہ کو گھورے جا رہی تھی مگر وہ

بڑے سکون سے کتاب کا ورق کھولے صفحہ پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔

آسیہ اس وقت چونکی جب فریدہ کی بے ساختہ چیخ حلق سے نکلی اور کافی اچھل کر کتاب پر گری، اور پھر فریدہ کی طرف دیکھ کر آسیہ ہڑبڑا کر کھڑی ہو گئی اس کے حلق سے بے ساختہ چیخیں نکل رہی تھیں

"بچاؤ بچاؤ"۔

اور فریدہ زمین پر پڑی ہوئی کسی مشین کی طرح چیخے چلی جا رہی تھی۔ اس کے ایک ہاتھ کی کلائی ایک بھاری بھرکم اور خطرناک قسم کے کتے کے منہ میں تھی اور وہ فریدہ کو بھنبھوڑے دے رہا تھا۔ بڑے جوش و خروش میں معلوم دے رہا تھا۔

دفعتاً ایک جانب سے ایک نوجوان جھپٹا اس نے کتے کے قریب پہنچ کر اس کی دم مروڑ دی کتا غرا کر نوجوان پر جھپٹا اس کے منہ سے فریدہ کی کلائی چھوٹ گئی تھی مگر اس سے قبل کہ وہ نوجوان پر حملہ کرتا نوجوان پھرتی سے ایک طرف ہو گیا اور پھر جانے کس طرح اس کی ایک ٹانگ نوجوان کے ہاتھ میں آ گئی۔

نوجوان نے پیچھے ہٹ کر پوری قوت سے کتے کو ہوا میں گھمایا اور پھر جھٹکے سے چھوڑ دیا۔ کتا دور جا گرا اور چیاؤں چیاؤں کی آوازیں نکالتا ہوا دوڑتا ہوا ایک طرف چلا گیا اس نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا۔

نوجوان ہانپتا ہوا پھرتی سے فریدہ کی طرف مڑا اس نے فریدہ کی کلائی کس کر پکڑ لی اس کی کلائی سے خون ٹپک رہا تھا نوجوان نے جلدی سے اپنا رومال نکالا اور فریدہ کی کلائی پر کس دیا فریدہ کو چکر پر چکر آ رہے تھے اور آسیہ قریب ہی کھڑی ہوئی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ نوجوان نے فریدہ سے کہا "گھبرائیے نہیں دانت گہرے نہیں لگے ہیں"۔

لیکن فریدہ جواب دینے کے بجائے لڑکھڑا کر گرنے لگی نوجوان نے بڑھ کر فریدہ کو سنبھال لیا اور سر ہلاتا ہوا بولا "نہیں جی ایسے نہیں۔ ذرا ہمت کیجئے۔ لیکن فریدہ گہری گہری سانس لے رہی تھی۔ نوجوان نے آسیہ کی طرف دیکھا اور جلدی سے بولا۔

"مس آسیہ آپ کی سہیلی بے ہوش ہو گئی ہیں انہیں فوری طور پر طبی امداد ملنی چاہیے۔ کتا خطرناک معلوم ہوتا تھا اگر زہر پھیل گیا تو پریشانیاں بڑھ جائیں گی۔

"مم۔ میری کار باہر موجود ہے" آسیہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"آئیے میں آپ کے ساتھ چل رہا ہوں" نوجوان نے فریدہ کو بازوؤں پر اٹھا لیا۔ آسیہ جلدی سے نوجوان کے پیچھے چل پڑی۔ نوجوان ٹھٹھک کر رکا اور پلٹ کر بولا "اپنی کتابیں اور تھرماس اٹھا لیجئے"۔

آسیہ ٹھٹھک گئی۔ پھر اس نے جلدی سے کتابیں سمیٹیں۔ تھرماس اٹھایا اور نوجوان کے پیچھے چل پڑی اس کا پورا جسم تھر تھر کانپ رہا تھا۔ جوان کہہ رہا تھا "کتا پاگل معلوم ہوتا تھا۔ اگر فوری طور پر امداد نہ ملی تو۔ پاگل کتے کے کاٹے سے بارہ برس بعد بھی آدمی پاگل ہو کر کتے کی طرح ہی بھونکنے لگتا ہے" آسیہ کچھ نہ بولی اس نے کار کے قریب پہنچ کر کتابیں اگلی سیٹ پر ڈالیں تھرماس رکھا اور جلدی سے دروازہ کھولا۔ نوجوان نے فریدہ کو پچھلی سیٹ پر لٹا دیا اور آہستہ سے بولا۔

"آپ ان کے ساتھ پیچھے تشریف رکھئے اس وقت آپ کا ڈرائیونگ پوزیشن میں نہیں ہیں۔ آسیہ نے چابی نوجوان کو دیدی اور فریدہ کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی اس نے فریدہ کا سر گود میں رکھ لیا تھا اس کی آنکھوں میں بار بار آنسو چھلکنے لگتے تھے۔ نوجوان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور کچھ دیر بعد

کار سڑک پر دوڑ رہی تھی۔

.....

فریدہ کا چہرہ خوف سے زرد ہو رہا تھا۔ آسیہ پر تشویش نظروں سے فریدہ کی طرف دیکھ رہی تھی چند لمحے بعد نوجوان داخل ہوا اور مسکراتا ہوا بولا۔

"گھبرائیے مت۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اب خطرے کی کوئی بات نہیں۔ اگر زہر کلائی سے بڑھ کر جسم میں پھیل جاتا تو پھر آپ کو اکیس انجکشن لگنے پڑتے۔ ہاتھ سے پورا زہر آلود خون نچوڑ لیا گیا ہے۔"

فریدہ کے چہرے پر پھر بھی خوف اور بے یقینی تھی۔ البتہ آسیہ کے چہرے پر کسی قدر اطمینان کی جھلک نظر آ رہی تھی نوجوان مسکرا کر فریدہ کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "آپ شاید میری بات غلط سمجھ رہی ہیں۔ مگر یقین کیجیے میں ٹھیک کہہ رہا ہوں آپ کو صرف سات روز تک کلائی میں انجکشن لگوانا پڑیں گے میں خود ڈاکٹر کی بات پر یقین نہ کرتا مگر کیوں کہ میں خود بھی سائنس کا سٹوڈنٹ ہوں اس لئے مجھے اس کی بات پر اعتماد ہے۔"

"آپ۔" فریدہ نے کہا۔ "آپ کا بہت شکریہ بھیا اگر اس وقت آپ نہ ہوتے تو جانے وہ کتنا میرا کیا خسارہ کرتا۔"

"شکریہ کس بات کا بہن۔؟ آپ بھائی بھی کہہ رہی ہیں اور شکریہ بھی ادا کر رہی ہیں۔" نوجوان مسکرا کر بولا۔

"سچ مچ اگر آپ نہ ہوتے۔" آسیہ نے کہنا چاہا۔

"بس۔" نوجوان ہاتھ اٹھا کر بولا۔ مجھے زیادہ نہ کیجیے۔ ہاں فریدہ بہن

آپ کو ایک ہفتہ تک انجکشن ضرور لگوانے ہیں۔"

"وہ تو ضرور ہی لگیں گے۔"

"آپ اسی ہسپتال میں لگوائیے گا۔ یہ ڈاکٹر شہباز میرا بڑا اچھا دوست ہے۔ میں خود بھی شام کو ادھر آ جایا کروں گا۔"

"یہاں۔" فریدہ کسی قدر پریشان ہو کر بولی۔ "کیوں۔؟"

"کیا کسی اور ڈاکٹر سے نہیں لگوائے جا سکتے۔؟"

"لگوائے جا سکتے ہیں مگر ایک ڈاکٹر کا کیس دوسرے ڈاکٹر کے پاس لے جایا جائے تو وہ توجہ سے علاج نہیں کرتا۔ پھر میرا یہاں رسوخ بھی ہے۔ مگر آپ کو یہاں آنے میں جھجک کیوں محسوس ہو رہی ہے۔؟"

"جی۔ دراصل میں بہت دور رہتی ہوں یہاں سے۔"

"واہ۔"

"تو گھبراتی کیوں ہے۔؟" آسیہ نے کہا۔ "میں تجھے لے آیا کروں گی۔ ایک ہفتہ کی تو بات ہی ہے۔ میری گاڑی کس کام آئے گی۔؟"

"یہ ٹھیک رہے گا۔" نوجوان بولا۔

چند لمحے خاموشی رہی پھر آسیہ نے فریدہ سے کہا۔

"چلو فریدہ دیر ہو رہی ہے۔" فریدہ اٹھ گئی۔ تینوں ساتھ ساتھ باہر آئے اور نوجوان نے برآمدے میں پہنچ کر کہا۔ "اچھا اب مجھے اجازت دیجیے۔"

"کہاں جانا ہے آپ کو۔؟" فریدہ نے پوچھا۔

"زیب سٹریٹ۔ میں وہیں رہتا ہوں۔ دلکش بلڈنگ میں۔"

"وہ تو راستہ ہی میں پڑے گی۔" آسیہ بولی۔ "چلئے۔ پھر راستہ میں ڈراپ کرتے جائیں گے۔"

"نہیں شکریہ"

"واہ بھیّا" فریدہ نے کہا۔ "آپ مجھے بہن کہکر بھی میری درخواست ٹھکرا رہے ہیں"

نوجوان نے فریدہ کی طرف دیکھا اور مسکرا کر بولا "اچھا آپ کا حکم سر آنکھوں پر" نوجوان کار میں بیٹھ گیا۔ فریدہ اور آسیہ اگلی سیٹ پر تھیں۔ کچھ دیر بعد کار سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ راستہ میں فریدہ نے نوجوان سے کہا "بھیّا۔ آپ نے اب تک اپنا نام تو بتایا ہی نہیں"

"اوہ۔ مجھے شکیل کہتے ہیں" نوجوان مسکرایا۔

"میرا نام فریدہ ہے" فریدہ بولی "یہ میری سہیلی مس آسیہ ہیں" نوجوان نے مسکرا کر کہا۔

"اوہو۔ آپ انھیں کیسے جانتے ہیں۔؟"

"میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ مس آسیہ شمی صاحب کی بیٹی ہیں۔ اور شمی صاحب خازن سکریٹری ہیں... پرائم منسٹر کے"

"تعجب ہے"

"تعجب کی کوئی بات نہیں مس آسیہ کو شاید یاد نہ ہو۔ مگر ہم دونوں کی ملاقات ایک پارٹی میں ہو چکی ہے جب مس آسیہ اپنے والد کے ساتھ تھیں"

"آپ کے والد کیا کرتے ہیں۔؟"

"میرے والد؟" اس نے ہلکی سی سانس لے کر کہا۔ "ان کی پچھلے سال ہی ایک حادثہ میں موت واقع ہو گئی تھی"

"اوہ...!"

"کچھ دیر وہ لوگ خاموش رہے۔ افسردگی کا ماحول پیدا ہو گیا تھا چند لمحے بعد شکیل ہنس کر بولا "ہونی ہو کر رہتی ہے۔ اب جانے والوں کے لئے اس

طرح اداس ہی رہا جائے تو آدمی زندہ کب تک رہ سکتا ہے"

"آپ کی ماں بھی ہیں۔؟" فریدہ نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ ولکشن بلڈنگ میں ہی رہتی ہیں اور وہ دل کی مریض ہیں"

"اوہ"

"میں ان کا علاج کرا رہا ہوں۔ اور ان کے دکھ دیکھ کر ہی میرے دل میں ڈاکٹر بننے کی تمنا پیدا ہوئی تھی۔ دل کرتا تھا کہ کسی کو بھی دنیا میں مریض نہ رہنے دوں"

"آپ کے خیالات اچھے ہیں بھیّا۔ فریدہ بولی۔

آسیہ غور سے عقب کے آئینہ میں شکیل کو دیکھ رہی تھی۔ فریدہ نے پوچھا۔

"تو بھیّا آپ صرف ماں بیٹے ہی ہیں۔؟"

"ہاں بہن"

"آپ کو نوکری بھی کرنی پڑتی ہو گی۔؟"

"نہیں میں ٹیوشن کرتا ہوں۔ میری تعلیم کا آخری برس ہے۔ اگر پاس ہو گیا تو ڈاکٹر کی ڈگری مل جائے گی اور شاید شہباز کے ذریعہ ہی اسی ہسپتال میں اچھی نوکری بھی مل جائے۔ اسی آس پر جی رہا ہوں"

"خدا آپ کو کامیاب کرے" فریدہ نے آہستہ سے کہا۔

"بس جو خدا کی مرضی ہو۔ میں اپنی طرف سے تو کوئی کسر نہیں چھوڑ رہا۔ کامیابی یا ناکامیابی خدا کے ہاتھ میں ہے" چند لمحہ خاموشی رہی۔ پھر شکیل چونک کر بولا "اوہ بس یہیں روک لیجئے۔

آسیہ نے کار روک دی اور شکیل اترتا ہوا بولا "اچھا بہت بہت شکریہ"

"پھر شکریہ۔ فریدہ نے جلدی سے کہا"

شکیل اور فریدہ ہنس پڑے۔ اور آسیہ مسکرا کر رہ گئی۔ فریدہ نے کہا۔

"اچھا بھئی! اب پھر کل شام کو پانچ بجے انجکشن لگوانے جائیں گے آپ اس سامنے والے بس اسٹاپ پر شام کو ٹھیک پانچ بجے مل جائیے گا۔"

"اچھی بات ہے۔" شکیل مسکرایا۔ پھر اس نے خدا حافظ آہستہ سے کہا۔ آسیہ نے ایک نگاہ اس پر ڈالی اور شکیل نے کسی قدر گڑبڑا کر نظریں جھکا لیں۔ آسیہ نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ گاڑی آگے بڑھا دی۔

.....

○

عمران نے زور سے آواز لگائی۔ "ابے او سلیمان کے بچے۔"

کچن سے سلیمان کی بڑی مطمئن آواز سنائی دی۔ "کیا ہے صاحب۔"

"صاحب کے بچے ادھر تو آ۔"

"آ رہا ہوں۔ صاحب۔؟"

قریباً پانچ منٹ کے بعد وہ ہاتھ آٹے میں لتھڑے ہوئے اندر داخل ہوا اور عمران کی طرف دیکھ کر بولا۔ "فرمائیے صاحب۔"

"ابے جانتا ہے میں نے تجھے کتنی آوازیں دی ہیں۔؟"

"جی ہاں صاحب پانچ آوازیں دی ہیں۔!"

"اپنی غلطی پر شرمندہ ہونے کے بجائے اتنی دیدہ دلیری سے بات کر رہا ہے۔"

"شرمندگی کی اس میں کیا بات ہے صاحب؟" سلیمان نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"صاحب آپ نے صرف آوازیں ہی تو دی تھی چار بار... پانچویں بار آپ نے آنے کو کہا تھا۔ اور میں آٹا چھوڑ کر چلا آیا۔"

"ابے تو آواز کیا میں تیری آواز سننے کے لئے دے رہا تھا۔"

"صاحب ہماری یونین نے کچھ قوانون بنائے ہیں۔"

"ہائیں۔ ابے یہ قوانون کیا ہوتے ہیں۔؟"

"قانون کی جمع۔"

"ابے وہ قوانین کہلاتے ہیں۔"

"واہ صاحب۔ اب میں اتنا بغیر پڑھا لکھا بھی نہیں ہوں۔ آج کل ہماری یونین میں باقاعدگی کے ساتھ تعلیم دی جا رہی ہے۔ قانون کی جمع قوانون۔"

"اور یہ باقاعدگی کیا ہوتی ہے۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"قاعدے کے ساتھ۔"

"ابے وہ لفظ باقاعدگی ہے۔"

"ہو گا صاحب۔" وہ لاپروائی سے بولا۔ "آپ کو میں یہ بتا رہا تھا کہ ہماری یونین نے سب سے پہلا قانون یہ بنایا ہے کہ مالک جتنا کہے اتنا کرو۔"

"وہ کیوں۔؟"

"صاحب کوئی نوکر اپنی مرضی سے کچھ کر لیتا ہے تو قصوروار ٹھہرایا جاتا ہے ہماری یونین کے سیکریٹ علی... کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔"

"سیکریٹ علی...!! آئیں... ابے یہ کیا ہوتا ہے۔؟"

"پتہ نہیں کیا ہوتا ہے۔"

"کہیں تو سکریٹری تو نہیں کہنا چاہتا تھا۔؟"

تھا ہمارے سگریٹ علی۔ سگریٹ علی کیا کہتے ہیں انھیں۔ ان کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ ہوا تھا ان کے مالک نے ان سے کہا تھا کہ شام کو شاندار مرغا بننا چاہیئے ان کی سسرال والے دیکھنے آرہے ہیں سگریٹ جی نے مرغے کے ساتھ شراب کی بوتل بھی کھانے کی میز پر رکھدی۔

"اب صاحب اس میں بے چارے سگریٹ جی کا کیا قصور تھا جبکہ مالک ہر سنیچر کی رات کو مرغا بنواتے تھے اور شراب میز پر ضرور ہوتی تھی۔ سسرال والے بدک کر چلے گئے اور نزلہ بے چارے نوکر پر گرا۔"

"اچھا اب تو یہ بھی پوچھے گا کہ میں نے تجھے کیوں بلایا ہے۔؟"

"جانتا ہوں صاحب۔ آٹا گوندھ رہا ہوں اس لئے پراٹھے پکنے میں دیر ہو گئی ہے۔"

"پراٹھے۔؟"

"ہاں صاحب۔ مہمانوں کے لئے پراٹھے پکا رہا ہوں۔"

"مہمان۔ میرے تو کوئی مہمان نہیں آرہے۔"

"میرے مہمان آرہے ہیں صاحب۔"

"کون ہے۔؟"

"صاحب۔ صاحب میری ہونے والی بیوی کے چاچازاد بھائی اور ان کی بیوی۔"

"وہ کاہے کے لئے آرہے ہیں۔؟"

"گھر اور گھر کا رکھ رکھاؤ دیکھنے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"صاحب۔ میری شادی کی بات چیت چل رہی ہے نا۔"

"شادی۔ اگر عمران اس طرح چونکا جیسے جانگھ میں کچھ چبھ گیا ہو۔"

"ہاں صاحب۔ آخر کب تک کنوارہ رہوں گا۔؟"

"جب تک میرے ساتھ رہے گا۔"

"اس کے لئے میں نے دوسرے فلیٹ کی بات کی ہے۔"

"دوسرے فلیٹ کی بات۔؟"

"ہاں صاحب۔ اس میں آپ سوئیے گا۔ میرے اور میری بیوی کے لئے یہ فلیٹ مناسب رہے گا۔"

"سلیمان۔ عمران نے آنکھیں نکالیں۔"

"جی صاحب۔"

"بے تو ہمیں غصہ دلائے گا تو ہم بھی شادی کرلیں گے۔"

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے صاحب۔"

"کیا مطلب۔؟"

"پھر تو آپ بھی اپنی بیگم صاحبہ کے ساتھ اس فلیٹ میں رہ سکتے ہیں۔"

"ہائیں یعنی اس کا کیا مطلب ہوا۔؟"

"صاحب۔ دراصل میری منگیتر کا کہنا ہے کہ وہ ایک نامحرم کے ساتھ ایک ہی فلیٹ میں نہیں رہ سکتی۔ اس واسطے آپ کے لئے میں دوسرے فلیٹ کا انتظام کر رہا تھا۔"

"ابے نامحرم نہیں۔ نامحرم۔"

"ہوگا صاحب۔ تو پھر آپ شادی اس لڑکی سے کرلیں گے۔؟"

"کس لڑکی سے۔؟"

"جس کا پیار بھرا خط آپ کے پاس آیا ہے۔"

"خط۔ اگر عمران اچھل پڑا پھر اس نے جلدی سے اپنے ہاتھ میں دبے خط کی [illegible]

"ابے ہاں میں نے اس کے لئے تو تجھے بلایا تھا۔"

"نہیں صاحب میں تو اپنی شگفتہ کو پسند کر چکا ہوں۔"

"ابے میں پوچھ رہا ہوں یہ کس کا خط ہے۔؟"

"صاحب لڑکی کا ہی ہے۔ دیکھا نہیں کیسی خوشبو آ رہی ہے لفافہ سے۔"

"کون لایا تھا اسے۔؟"

"ایک لڑکا دے گیا تھا آپ کا نام لے کر۔"

"کیا مطلب۔؟"

"صاحب۔ ایک گھنٹہ ہوا ایک لڑکا آیا تھا۔ خط دے کر بولا۔ اپنے صاحب کو دیدینا۔ کہدینا باجی نے بھیجا ہے اور وہ صاحب سے ملنے کیلئے بہت بے چین ہیں۔"

عمران کھوپڑی سہلاتا رہ گیا۔ پھر آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"ابے یہ کس کی باجی کا خط لے لیا ہے تو نے۔؟"

"میں کیا جانوں صاحب۔؟"

"لڑکے سے نام پوچھا تھا۔"

"پوچھا تھا۔"

"کیا بتایا تھا اس نے؟"

"کچھ بھی نہیں۔ کہنے لگا تھا۔ تمہیں نام سے کیا کام۔؟ اپنے کام سے کام رکھو۔"

عمران آنکھیں پھاڑے ہوئے سلیمان کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ پھر سلیمان نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "صاحب اب تو آٹے کا خمیر بننے والا ہو گا۔"

عمران کچھ نہ بولا سلیمان برا سا منہ بنا کر جھٹکے سے مڑا اور کچن کی طرف چلا گیا۔ عمران نے پھر لفافہ کی طرف دیکھا جس میں رکھا ہوا خط پہلے وہ سلیمان

کے نام ہی سمجھا تھا۔ دراصل سلیمان کے نام اس قسم کے خطوط اس کی منگ پہلے بھی کئی بار لکھ چکی تھی انداز تحریر اس کی یاد داشت میں نہ رہا تھا مگر تر ہی لکھا ہوا تھا۔ "آج رات کو اگر تم مجھ سے نہیں ملے تو میرا حشر دیکھ کر کانپ اٹھو گے۔ اردو زبان میں ہی لکھا تھا اور لفافہ سے خوشبو کی لپٹیں پھوٹ تھیں۔ عمران سوچ رہا تھا کہ خط بھیجنے والی بھی بالکل اُلو کی پٹھی ہے۔ یہ نا تو لکھا نہیں کہ کہاں اور کتنے بجے ملا جائے۔؟ کم از کم وہ اس نادیدہ حا کے درشن تو کر ہی لیتا۔ کیونکہ یہ بھی ممکن تھا کہ اس کے گرد کسی قسم کا ہی بنا جا رہا ہو۔ ابھی وہ اسی شش و پنج میں تھا کہ پرائیویٹ ٹیلی فون کی گھ بجی اور وہ جلدی سے لفافہ جیب میں ٹھونستا ہوا پرائیویٹ فون والے کمر میں گھس گیا۔ رسیور اٹھا کر اس نے ایکسٹو کی بھاری آواز بنائی اور بولا۔

"بس۔ ہیز از ایکسٹو۔"

"جولیا۔ سپیکنگ سر۔"

"بولو۔"

"سر اس نوعیت کا واقعہ ایک اور بھی ہوا ہے۔"

"کس نوعیت کا واقعہ۔؟"

"آپ کو یاد ہو گا پینگنگ گارڈین کا وہ واقعہ۔ جب ایک لڑکی پر ایک خوفناک بندر نے حملہ کیا تھا۔"

"اوہ۔ یاد ہے۔"

"اور اس بندر کو ایک اجنبی نوجوان نے ٹانگ سے پکڑ کر دیوار سے مارہ تھا بندر کی کھوپڑی پھٹ گئی تھی اور وہ اس جگہ ختم ہو گیا تھا۔"

"یاد ہے پھر اس لڑکی سے اس نوجوان کے تعلقات استوار ہو گئے تھے اور ایک رات وہ لڑکی اپنے بیڈ روم میں مردہ پائی گئی تھی اس نے خود کش

کی تھی اور خط میں لکھا تھا کہ وہ اس قابل نہیں رہی کہ اپنے والدین کو منہ دکھا سکے اس لئے خودکشی کر رہی ہے۔"

"جی ہاں۔ اور اس کے سرہانے رکھے تکیہ کے غلاف میں سے کچھ تصویریں برآمد ہوئی تھیں جن کے متعلق یہ سوچا جا رہا تھا کہ انہیں تصویروں کے سبب اس لڑکی نے خودکشی کی ہے۔"

"دوسرا واقعہ۔؟"

"دوسرا واقعہ دو روز قبل ایڈورڈ پارک میں ہوا ہے۔ مگر پہلے واقع سے قدرے مختلف ہے۔"

"وہ کیا۔؟"

"دو لڑکیاں ایڈورڈ پارک میں سیٹیڈی کے لئے آئی تھیں اچانک ایک لڑکی پر ایک خوفناک قسم کے کتے نے حملہ کیا اور ایک اجنبی نوجوان نے اس کتے کو ٹانگ سے پکڑ کر گھما کر دور پھینک دیا۔ لیکن وہ کتا بچ کر بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔"

"وہ نوجوان۔۔؟"

"اس نے ان دونوں لڑکیوں سے تعلقات استوار کر لئے۔ کتے کی شکار لڑکی کو اس سے من بنا لیا ہے اور دوسری لڑکی شاید جذباتی طور پر اس کے نزدیک آ رہی ہے۔"

"اس واقعہ کی اطلاع اور تفصیلات تمہیں کیسے ملیں۔؟"

"سر۔ جس وقت ایڈورڈ پارک میں یہ واقع ہوا تھا۔ وہاں اتفاقاً صفدر موجود تھے۔ اس واقع پر انہیں بندر والا واقعہ یاد آ گیا اور انہوں نے یونہی ان لوگوں کا تعاقب کیا اجنبی پہلے لڑکیوں کو ہسپتال لے گیا پھر وہاں سے وہ لوگ فریر روڈ تک پہنچ گئے پھر ہربنس روڈ گئے اور اس کے بعد وہ لڑکی جس پر کتے نے

حملہ کیا تھا ہربنس روڈ پر اتر گئی۔ نوجوان فریر روڈ پر اتر چکا تھا۔ کار والی لڑکی کا نام آسیہ تھا وہ لڑکی وزیر اعظم کے خازن سکریٹری کی بیٹی ثابت ہوئی ہے اس لئے صفدر کو خصوصاً توجہ دینی پڑی۔"

"اوہ۔ پھر۔؟"

"صفدر نے ان کی گفتگو بھی سنی تھی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ لوگ دوسرے دن پانچ بجے پھر ملیں گے صفدر احتیاطاً دوسرے دن پانچ بجے مقررہ مقام پر پہنچ گئے جہاں وہ تینوں ملے پہلے تینوں ہسپتال گئے پھر زخمی ہونے والی لڑکی ہسپتال نہیں رہ گئی اور آسیہ اس نوجوان کے ساتھ کار میں چل پڑی۔ صفدر نے ان لوگوں کو بلا مقصد گھومتے پھرتے دیکھا۔

"آج بھی ایسا ہی پروگرام ہے لہٰذا صفدر نے مجھے تفصیلات بتائیں اور آپ سے مشورہ لینا چاہا اس کا خیال ہے کہ وہ نوجوان جس کا نام شکیل ہے بلاوجہ آسیہ سے تعلقات نہیں بڑھا رہا ہے اس کے پیش نظر کوئی ایسا سبب بھی ہو سکتا ہے جس کے تحت بندر والے واقعہ میں ملوث لڑکی کی موت واقع ہوئی تھی۔"

"بہت ممکن ہے اس کا خیال درست ہو۔"

"پھر کیا حکم ہے جناب۔؟"

"ان لوگوں کی ملاقات کا وقت کیا ہے۔؟"

"شام کو پانچ بجے فریر روڈ کے بس اسٹاپ پر۔"

"اور اس وقت تین بجے ہیں۔"

"جی ہاں جناب۔"

"صفدر سے کہو وہ ٹھیک چار بجے فریر روڈ کے کسی ریسٹوران میں موجود رہے۔"

"بہت بہتر جناب - کیا وہ تنہا ہی آئے - ؟"

"ہاں - فی الحال میں اسے عمران کے ساتھ کام کرنے کی ہدایت کروں گا۔"

"یعنی وہاں اسے عمران ملے گا - ؟"

"ہاں"

"لیکن جناب - !"

"بس باقی پھر"

عمران نے ڈسکنکٹ کر دیا۔ اس کی پیشانی پر تفکر کی شکنیں نمایاں تھیں تفکر کا سبب پہلے والا واقعہ تھا جس سے ایک بندر منسلک تھا۔ خودکشی کرنے والی لڑکی ایک بہت بڑے افسر کی بیٹی تھی اور وہ بھی اکلوتی بیٹی اس لئے اس نے اپنی بیٹی کی وہ گندی تصویریں دیکھ کر پہلے تو یہی یقین نہیں کیا تھا کہ اس کے ساتھ ایسا ہوا ہے۔

پھر اس نے اس معاملہ کو محکمہ سراغرسانی کے سپرد کر دیا تھا۔ تصویریں بھی محکمہ سراغرسانی کو دی گئی تھیں۔ جن میں لڑکی کے ساتھ موجود مرد کی صورت خراب کر دی گئی تھی اس لئے وہ پہچان میں نہیں آسکا تھا اور وہ آفیسر چاہتا تھا کہ کسی طرح نوجوان کا پتہ چل جائے جو تصویر میں لڑکی کے ساتھ ہے۔

بات فیاض کے محکمہ تک پہنچی تھی اور فیاض کے محکمے والے اس قدر تحقیقات کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے کہ اس لڑکی کی ملاقات کس انداز میں ایک اجنبی نوجوان سے ہوئی تھی اور پھر وہ اس نوجوان کے ساتھ مختلف مقامات پر دیکھی گئی تھی۔ نوجوان کا حلیہ تو ضرور معلوم ہو سکا تھا مگر اس کی صحیح نشاندہی نہ ہو سکی تھی۔

بہرحال حالیہ واقعہ بھی اس واقعہ سے خاص مماثلت رکھتا تھا۔

خازن سیکریٹری کی بیٹی تھی۔ اور پھر خاص طور سے وہ نوجوان جس نے کتے کو ٹانگ سے پکڑ کر گھما کر پھینکا تھا۔ پچھلے واقعہ میں بھی نوجوان نے بندر کو ٹانگ سے پکڑ کر ہی گھمایا تھا۔ ممکن ہے پچھلے واقعہ والا اور حالیہ واقعہ والا نوجوان ایک ہی ہو اس طرح اس نوجوان کو تو پکڑا ہی جا سکتا ہے۔

عمران نے کلائی کی گھڑی دیکھی۔ سوا تین بج رہے تھے۔ پھر وہ جانے کی تیاریاں ہی کر رہا تھا کہ عام ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور اس نے رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ علی عمران گورداسپوری سپیکنگ"

"دوسری طرف سے ایک نقرئی آواز سنائی دی" میں جانتی ہوں جان من۔ تم ہی ہو"

"عمران نے بوکھلا کر رسیور کان سے ہٹا کر کان میں انگلی ڈال کر جھٹکے دیئے پھر رسیور کان سے لگا کر گڑبڑائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ذرا پھر سے تو کہیئے"

"لڑکی نے پھر اپنا جملہ دہرایا اور بولی" تمہاری اداؤں نے تو مجھے گھائل کر دیا ہے"

"ارے باپ رے۔ وہ باقاعدہ ہانپنے لگا۔

"سچ کہتی ہوں عمران۔ بس یہی جی چاہتا ہے کہ ہر وقت تمہاری صورت دیکھتی رہوں اور تمہاری پیاری پیاری آواز سنتی رہوں"

"آ... آپ۔ کک... کون صاحب ہیں۔ ؟" کک۔ کو صاحبہ ہیں۔ ؟"

"جب مجھ سے ملو گے تو یہ بھی جان لو گے"

"لا

"میرا خط تمہیں مل ہی گیا ہوگا۔"

"وہ جس میں سینٹ کی فیکٹری لیسی ہوئی ہے۔؟"

"ہاں وہی۔"

"مم... مل گیا ہے۔"

"بس تو آج رات کو مل رہے ہو نا۔؟"

"کک... کہاں۔؟"

"جہاں تم کہو۔"

"مم... میری تو کچھ میں نہیں آتا۔"

"کوئی بات نہیں میں بتائے دیتی ہوں۔"

"جب بتائیے۔"

"میں ساحل پر تمہارا انتظار کروں گی۔"

"سس... ساحل پر۔؟"

"وہاں پرسکون جگہ ہے نا۔ پھر اطمینان سے بیٹھ کر گفتگو کر سکیں گے۔"

"کک... کتنے بجے۔؟"

"رات کو ٹھیک آٹھ بجے۔"

"مم... مگر۔؟"

"دیکھو جان من اگر تم نہ پہنچے تو یاد رکھنا۔"

"کیا یاد رکھنا۔؟"

"میں اپنی دھمکی پر عمل کئے بغیر نہیں رہوں گی۔"

"کک... کیسی دھمکی۔؟"

"میں اپنی جان دیدوں گی۔"

"ارے باپ رے۔"

"اس بات کو مذاق نہ سمجھو۔ اگر تم آج رات کو ٹھیک آٹھ بجے مجھ سے نہیں ملے تو ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے رات کو تمہارے فلیٹ پر میری لاش ملے گی۔"

"مم... مر گئے۔ عمران کراہا۔"

"تم اندازہ نہیں لگا سکتے جان من۔ میں تمہارے لئے کتنی تڑپ رہی ہوں۔"

"مگر میں آپ کو پہچانوں گا کیسے۔؟"

"اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔؟"

"کک... کیا مطلب۔؟"

"مطلب یہ کہ میں تو تمہیں پہچانتی ہی ہوں۔"

"اوہو۔ ٹھیک ہے۔"

"تو تم آرہے ہو نا۔؟"

"مم... میں آرہا ہوں۔"

"اچھا بس۔"

رسیور پر ایک بوسے کی آواز آئی اور عمران نے بوکھلا کر رسیور رکھ کر اسی طرح ادھر ادھر دیکھا جیسے کوئی دیکھ تو نہیں رہا۔ پھر وہ ماتھے سے پسینہ پونچھ کر فون کے پاس سے ہٹنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی پھر بج اٹھی۔ عمران نے جھپٹ کر رسیور اٹھایا اور بولا۔

"آ... آپ گھبرائیے مت جان من۔ مم... میں ضرور آؤں گا۔"

دوسری طرف سے فیاض کی حیران کن آواز سنائی دی۔ "کیا بک رہے ہو؟"

"ارے باپ رے۔" عمران جلدی سے بولا۔ "یہ تو ذرا بھی نرم آواز نہیں ہے۔ اے مسٹر کون ہو تم۔؟"

"میں فیاض ہوں۔" فیاض کی خشک آواز آئی۔"

"ارے باپ رے۔ اوہ۔ سوپر فیاض۔ کہو کیا بات ہے؟"

"یہ کس کو جان من کہہ رہے تھے۔؟"

"پتہ نہیں۔"

"کیا مطلب۔؟"

"ارے یار پتہ نہیں کا مطلب بھی تمہیں نہیں معلوم۔؟"

"کس لڑکی کے لئے کہا تھا تم نے۔؟"

"یہ بھی پتہ نہیں۔"

"کیا بکتے ہو۔؟"

"سچ کہتا ہوں۔ نیا نیا عشق شروع ہوا ہے۔"

"عشق۔!" فیاض کی آواز تحیر سے بھرپور تھی۔"

"ہاں بھئی عشق۔"

"اور تم اس لڑکی کو جانتے بھی نہیں۔"

"جب ابھی تک صورت ہی نہیں دیکھی تو جانوں گا کیسے۔؟"

"پھر وہی بکواس۔"

"بکواس نہیں حقیقت ہے سوپر۔ ابھی تک دونوں طرف برابر آگ نہیں لگی ہے۔ ہاں اگر لڑکی کافی کھتری یا کالی کلوٹی ہوئی تو دونوں طرف برابر آگ لگ جائے گی۔"

"دھاڑ۔؟"

"اس لئے میں نے آج تک عشق نہیں کیا۔ کسی خوبصورت لڑکی سے عشق کرو تو بعد میں پتہ چلتا ہے کہ ایک درجن عاشق پہلے ہی قطار میں ہیں

دیکھنا پسند نہ کرے۔"

"اور یہ لڑکی خوبصورت نکلی تو۔؟"

"یا تو تمہارے حق میں بہت دردار... کیا کہتے ہیں اسے۔؟"

"دست بردار۔"

"ہاں دست بردار ہو جاؤں گا۔ یا ادھر آگ زیادہ جل رہی ہو گی تو کوشش کروں گا کہ اسے ہی اپنے معیار کے مطابق بنالوں۔"

"یعنی اسے ہی کافی یا کھتری یا کالی بنا دو گے۔؟"

"مجبوری ہے۔ اس کے سوائے کونسا چارہ کھایا جا سکتا ہے۔؟ نہیں شاید یہاں مجھے کوئی اور محاورہ استعمال کرنا چاہیے تھا۔"

"کونسا چارہ کا رہ جاتا ہے۔"

"بہت خوب۔ یار آج کل کہیں تم اسٹیڈی کی طرف تو مائل نہیں ہو گئے۔؟"

"مائل نہیں۔ مائل کہتے ہیں۔"

"چلو مائل ہی سہی۔ کہیں تم سٹیڈی کی طرف تو مائل نہیں ہو گئے۔؟"

"اگر تمہاری بکواس ختم ہو چکی ہو تو میں بھی کچھ کہوں۔؟"

"بکئے... ار۔ ر فرمائیے۔"

"تمہارے پاس کچھ وقت فالتو ہے۔؟"

"ہائیں۔ اس جملے کا مطلب بتاؤ۔؟"

"میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"مر گئے۔"

"کیوں۔؟"

"آج کل لوگ مجھ سے زیادہ تر ملنا چاہتے ہیں۔ کیا میں بہت خوبصورت

"ہو سکتا ہے۔ مگر میں نے تمہاری صورت تو چار ہفتے سے نہیں دیکھی۔"

"چار ہفتے سے۔؟" عمران نے آنکھیں پھاڑیں۔

"ہاں دوسرے معنوں میں ایک مہینہ کہہ لو۔"

"ایک..... منٹ ٹھہرو۔ عمران نے انگلیوں پر حساب لگایا اور بولا ٹھیک ہے چار ہفتوں کا ہی ایک مہینہ ہوتا ہے۔"

"تو پھر کیا سوچا۔؟"

"کس بارے میں۔؟"

"ملاقات کے بارے میں۔"

"سوچ رہا ہوں اگلے آٹھ ہفتوں تک میں ہی تمہاری صورت نہ دیکھوں۔"

"وہاٹ۔؟"

"شاید آٹھ ہفتوں کے دو مہینے ہوتے ہیں۔"

"ہوتے تو ہیں۔"

"بس۔ تمہیں بھی تو اندازہ ہو کہ اس بے مرمتی کی کوئی سزا بھی ہوتی ہے۔"

"بے مرمتی۔"

"کیا کہتے ہیں ایسے۔؟"

"شاید تم بے مروتی کہنا چاہتے ہو۔"

"ہاں وہی۔ اس کی سزا تمہیں بھی تو ملنا چاہیئے۔"

"کیوں۔؟"

"اسے کوئی تک بھی ہے۔ آٹھ ہفتے سے تم نے میری صورت تک دیکھنا گوارا نہیں کی۔"

"چار ہفتے تک۔"

"چار ہفتے ہی سہی۔ بہت ہوتے ہیں۔ کوئی کہدے گا کہ ہم دونوں نے کبھی

ایک ہی کالج میں ایک ہی کلاس میں آئس کریم کھائی ہے۔؟ ایک لنگوٹ میں سوئے ہیں۔؟"

"میرا خیال ہے۔ تمہارے پاس فالتو وقت بہت ہے۔"

"ہائیں۔ اس خیال کا سبب۔؟"

"اتنی دیر سے بکواس جو کئے جا رہے ہو۔"

"اچھا بکواس ختم۔ اب کام کی بات شروع۔"

"تو پھر مل رہے ہو آج۔؟"

"سبب۔؟"

"زبانی بتاؤں گا۔ میں بہت الجھن میں پھنس گیا ہوں۔"

"کیسی الجھن۔ سوہر۔؟"

"بس ایسی ہی ہے۔ فون پر بتانے کی نہیں۔"

"کسی لونڈیا کا چکر تو نہیں ہے۔؟"

"یار کہیں تم روشن ضمیر تو نہیں ہو۔"

"یہ کیا ہوتا ہے۔"

"غیب کی باتیں معلوم کر لینے والا۔"

"یعنی کسی لونڈیا کا چکر بھی غیب کی بات ہے۔؟"

"یار معاملہ ایک لڑکی کا ہی ہے جس کے متعلق اب میں سنجیدگی سے غور کرنے لگا ہوں۔"

"کس سلسلے میں۔؟"

"دوسری شادی کے چکر میں۔"

"شش شادی۔!!" عمران اس طرح بولا جیسے حلق میں کوئی چیز اٹک گئی ہو۔ پھر وہ اپنا گلا صاف کر کے جلدی سے مگر وہی آواز میں بولا۔ "کک کیا

تم سچ کہہ رہے ہو کہ دوسری شادی کرو گے۔"

"بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔"

"مگر وہ ہے کون۔؟"

"یہ تو میں بھی نہیں جانتا۔"

"ہائیں کیا مطلب۔؟"

"پہلے وہ مجھے خط لکھا کرتی تھی۔"

"خ۔ خط لکھا کرتی تھی۔؟"

"ہاں۔ اور اب ٹیلی فون بھی کرنے لگی ہے۔"

"ٹٹ۔ ٹیلی فون بھی کرنے لگی ہے۔؟"

"ہاں۔"

"کیا کہتی ہے۔؟"

"کہتی ہے اگر تم مجھے نہ ملے تو میں خودکشی کر لوں گی۔"

"پھر تم کیا کہتے ہو۔؟"

"میں۔ میں کیا کہتا۔"

"اسے کچھ تو جواب دیا ہوگا۔؟"

"جواب دینے کے لئے ہی تو تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"ہائیں۔ کیا مطلب؟ یعنی جواب تم اسے دو گے اور ملنا مجھ سے چاہتے ہو۔"

"تم سے مشورہ کرنا بھی تو ضروری ہے۔"

"تو اب مشورہ کی سوجھی ہے جب بات یہاں تک پہنچ گئی۔"

"پہلے تو میں اس کی بات کا مذاق سمجھتا رہا تھا۔"

"پھر۔؟"

"پھر اس نے ایک ایسی دھمکی دیدی کہ میں سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور ہو گیا۔"

"یعنی۔؟"

"اس نے کہا ہے۔ اگر آج اسے جواب نہ ملا تو وہ خودکشی کرے گی۔"

"ارے باپ رے۔"

"میں سخت الجھن میں ہوں۔"

"کک۔۔ کس وقت کہا تھا اس نے۔؟"

"ایک گھنٹہ گزر گیا ہے اس بات کو۔"

"اور ایک گھنٹہ میں تم کوئی فیصلہ نہیں کر پائے۔؟"

"اس لئے تو تم سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔ وقت بہت کم ہے نا۔"

"کیا مطلب۔؟"

"اس نے کہا ہے اگر آج آٹھ بجے رات تک میں نے اس سے شادی پر رضامندی ظاہر نہ کی تو وہ خودکشی کرے گی اور ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے اس کی لاش میرے دروازے پر موجود ہوگی۔"

"ارے باپ رے۔ عمران نے الوؤں کی طرح دیدے نچائے۔"

"اور میں سوچ رہا ہوں کہ اگر اس کی دھمکی درست ہی نکلی تو خواہ مخواہ ایک بے گناہ کا خون میری گردن پر ہوگا۔"

"اور اس نے تمہیں فیصلہ سنانے کے لئے بھی کہیں بلایا ہے۔؟"

"ہاں۔ بلایا ہے۔"

"کہاں۔؟"

"ساحل سمندر پر۔ ٹھیک آٹھ بجے رات کو۔"

"عمران نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بولا۔ تو پھر تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"یہی تو میں تم سے مشورہ لینا چاہتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہیں ٹھیک پونے آٹھ بجے مشورہ دے سکوں گا۔"

"کیوں۔؟"

"آٹھ بجے وہ تم سے ملے گی اور میں اسے دیکھنے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کر سکوں گا۔"

"تو پھر تم مجھے کہاں اور کس وقت ملو گے۔؟"

"ٹھیک پونے آٹھ بجے ساحل پر ملوں گا۔"

"ساحل پر کس جگہ۔؟"

"کسی مرغ چھولے والے کے ٹھیلے پر۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

"اور کچھ۔؟"

"نہیں بس شکریہ۔"

عمران نے ڈسکنکٹ کر دیا اور دیوار کو آنکھ مار کر مسکرایا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس کے خلاف کسی قسم کا جال بنا جا رہا ہے اور اس جال میں فیاض کو بھی شریک کیا جا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ دونوں کے کیس بالکل ایک ہی نوعیت کے تھے اور یہ بات کون نہیں جانتا ہوگا کہ عمران کے فیاض سے کس قسم کے تعلقات ہیں۔

عمران نے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالی ساڑھے تین بجے تھے اور اسے ٹھیک چار بجے صفدر سے ملنا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ باہر جانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اور اب اس کی پیشانی پر فکرمندی کی لکیریں بھی ابھری ہوئی تھیں۔

.....

○

ٹھیک چار بجنے میں پانچ منٹ پر عمران فریر روڈ کے ملکی ریستوران میں داخل ہوا اس نے ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں۔ صفدر ایک گوشے کی میز پر موجود تھا مگر اس کے اندازے کے مطابق صفدر اسے پہچان نہ سکتا تھا کیونکہ عمران اس وقت تبدیل شدہ حلیہ میں تھا۔ چہرے پر معمولی میک اپ تھا۔ یہ قدم اس نے احتیاط کے طور اٹھایا تھا۔

وہ کاؤنٹر پر گیا اور کاؤنٹر کلرک فوراً اس کی طرف جھکتا ہوا مودبانہ لہجہ میں بولا۔ ارشاد۔!"

"یا یس۔؟" عمران نے حیرت سے کہا۔ "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میرا نام ارشاد ہے؟"

"جی۔ سر!" کاؤنٹر کلرک کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"اے بتاؤ کیا تم روشن ضمیر ہو۔؟"

"صاحب۔ یہ محض اتفاق ہے۔ میں تو یہ کہنا چاہتا تھا کہ آپ کی کیا خدمت کروں۔؟"

"خدمت۔!" عمران کچھ سوچ کر بولا۔ "تمہیں مالش کرنا آتی ہے۔؟"

"مالش۔!"

"ہاں بھئی۔ تمپی بھی کہتے ہیں اسے۔"

"نہیں تو صاحب۔"

"تو پھر بیکار ہے۔" وہ مایوسانہ انداز میں بولا۔

"کیا بیکار ہے۔؟"

"تم میری کوئی خدمت نہیں کر سکتے۔ دراصل میرے سر میں اس وقت سخت درد ہے۔"

"کوئی گولی لے لیجئے۔"

"گولیوں کا مسئلہ آج تک میرے ذہن میں صاف نہیں ہوا لوں کیسے۔؟"

"جی۔ میں سمجھا نہیں صاحب۔"

"ارے یہ بھی کوئی سمجھنے یا کوشش کرنے کی بات ہے۔؟ پچھلے ہفتہ فلم دیکھ رہا تھا۔ اشتہاری فلمیں دیکھیں ایک کنجی آنکھوں والا کہہ رہا تھا اسپرو سے درد غائب ہو جاتا ہے۔ پھر چار انگلیاں آگئیں۔ اناسین چار طریقوں سے درد کو بھگاتی ہے۔ پھر ایک خوبصورت لڑکی آگئی وہ کہتی ہے میں ڈوزاکی پیراسیٹامول کھاؤ۔ اب تم ہی بتاؤ اگر تمہارے سر میں درد ہے تو کیا لوگے۔؟" ایک بار اسی مسئلہ پر غور کرتے کرتے سر کا درد سارے جسم میں پھیل گیا تھا۔ اور ڈاکٹر کے پاس جانا پڑا تھا۔"

"آپ بہت ہی دلچسپ آدمی ہیں صاحب۔"

"ارے واہ۔ یہاں جان پر بنی ہے۔ تمہیں دلچسپی کی سوجھی ہے۔" عمران برا مان کر بولا۔ "تم نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ میرے سر میں درد کیوں ہے۔؟"

"کیوں ہے صاحب؟"

"میں جب کسی گمبھیر مسئلہ پر سوچتا ہوں یہی ہوتا ہے۔"

"مجھے بتائیے۔ شاید میں آپ کا مسئلہ حل کر سکوں۔"

اتنی دیر تک کاؤنٹر کلرک کو باتوں میں لگائے رکھنے کا مقصد یہی تھا کہ وہ یہ اندازہ کرنا چاہتا تھا کہ صفدر اسے پہچانتا ہے یا نہیں۔ اس نے کاؤنٹر کلرک سے کہا۔ وہ جو گوشے کی سیٹ پر ایک صاحب نیلا سوٹ پہنے بیٹھے ہیں انہیں

"جی ہاں۔"

"بس وہی میرے سر درد کا باعث ہیں۔"

"وہ کیوں۔؟"

"پچھلے سال انھوں نے مجھ سے پچاس روپے ادھار لئے تھے مگر اب وہ ان روپوں کی واپسی کا تذکرہ ہی نہیں کرتے لہٰذا انہیں دیکھتے ہی میرے سر میں درد ہونے لگتا ہے۔"

"آپ ان سے تقاضہ کیوں نہیں کرتے۔؟"

"فطری شریف ہوں اس لئے مانگتے ہوئے شرم آتی ہے۔"

"صاحب اپنا پیسہ مانگنے میں شرم کس بات کی۔؟"

"آج کل اپنا ہی دیا ہوا مانگتے ہوئے شرم آتی ہے۔" پچھلے دنوں سرخ گالوں والا ایک کاتب آٹھ سو روپے لیکر بھاگ گیا تھا اب بتائیے وہ کسی مار گولی کھا کالونی میں رہتا ہے۔ مجھے دیکھتے ہی نظریں چرا لیتا ہے۔"

"پھر میں آپ کی کیا مدد کروں۔؟"

"ایک ترکیب سمجھ میں آئی ہے میرے۔"

"وہ کیا۔؟"

"میں تمہیں پچاس روپے دیتا ہوں اور ان کی میز کے قریب جا کر بیٹھ جاؤں گا تھوڑی دیر بعد تم میرے قریب آنا اور میں تم سے سنجیدگی سے تقاضہ کروں گا۔ تم جلدی سے پچاس روپے نکال کر مجھے دے دینا ممکن ہے اس طرح انہیں یاد آجائیں۔"

"جیسے آپ کا حکم صاحب۔"

کاؤنٹر کلرک نے اس طرح عمران کی طرف دیکھا جیسے وہ اسے پاگل سمجھ رہا ہو اس نے جلدی سے دس دس روپے کے پانچ نوٹ نکال کر کاؤنٹر کلرک کی طرف

اور بولا۔ "ذرا ہوشیاری سے۔"

"آپ اطمینان رکھئے صاحب۔"

"شکریہ۔" عمران کاؤنٹر سے ہٹ کر صفدر کے قریب کی ایک میز پر جا بیٹھا۔ اور کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ لیکن صفدر اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ غالباً وہ اسے پہچانا بھی نہیں تھا۔

چند لمحے بعد ہی کاؤنٹر کلرک عمران کے قریب پہنچ گیا اور عمران نے جلدی سے دانت نکال کر گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

"بس مجھے ایک ہفتہ کی مہلت اور دیدیجئے ابراہیم صاحب میں آپ کے پچاس روپے جلد ہی واپس کر دوں گا ان دنوں بڑی تنگی چل رہی ہے۔"

"جی۔!" کاؤنٹر کلرک نے حیرت سے کہا۔

"جی ہاں ساتوں بچے روایت کے مطابق بیمار چل رہے ہیں۔ بیوی بھی بیمار ہے اور بوڑھی ماں کو فالج مار گیا ہے باپ کو دمہ ہو گیا ہے چھ بہنیں ہیں جن کی شادیوں کی فکر لگی ہے اور چار چھوٹے بھائی ہیں جن کے مستقبل کی فکر کھائے جا رہی ہے آپ صرف ایک ہفتہ کی مہلت اور دیدیں تو میں ان سب کے متعلق سوچ لوں گا۔"

"صاحب روپے تو آپ کے چاہئیں مجھ پر۔"

"میرے روپے چاہئیں۔؟" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"اور کیا صاحب۔ میں آج ہی آپ کی رقم لوٹانے آیا ہوں۔" کاؤنٹر کلرک نے پچاس روپے نکال کر عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "لیجئے آپ کے پچاس روپے۔"

صفدر۔ عمران اور کاؤنٹر کلرک کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ عمران نوٹ لیتے ہوئے حیرت سے بولا۔ "تھی۔ یہ ڈرامہ ہو گیا۔"

"لیکن آپ فکر مت کیجئے۔" کاؤنٹر کلرک قدرے جھک کر مؤدبانہ لہجے میں بولا۔ "ان صاحب پر اثر ضرور ہوا ہے۔ ادھر ہی دیکھ رہے ہیں۔"

"اچھا۔ اگر عمران مسرور لہجہ میں بولا۔" پھر وہ صفدر کی طرف مڑ کر بولا۔

"کیوں صاحب۔ آپ پر کوئی اثر ہوا ہے۔؟"

"کلرک بوکھلا کر رہ گیا۔ صفدر مسکرا کر اٹھتے ہوئے بولا۔

"جی ہاں۔ اثر ہو گیا ہے۔"

عمران نے کاؤنٹر کلرک کی طرف دیکھ کر لجاجت سے کہا۔ "آپ کا بہت بہت شکریہ ابراہیم صاحب۔ اب میرے پچاس روپے یقیناً وصول ہو جائیں گے۔"

"کاؤنٹر کلرک بدحواسی میں سیدھا کاؤنٹر کی طرف چلا گیا۔ صفدر عمران کی میز پر بیٹھتا ہوا بولا۔" کیا قصہ تھا عمران صاحب۔"

"ہائیں۔ تم نے پہچان لیا مجھے۔"

"شاید نہ پہچانتا۔ اگر آپ نے پچاس روپوں کا چکر نہ چلایا ہوتا۔ اسے آپ نے کاؤنٹر پر پچاس روپے دیئے تھے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ مسئلہ حل ہو گیا۔"

"کیا مسئلہ تھا۔؟"

"پھر بتاؤں گا۔ اس وقت تو خود میرا ذہن صاف نہیں ہے۔"

"آپ کو اس معاملہ میں الجھا ہی لیا گیا۔؟"

"کس معاملے میں۔"

"جس کے لئے اس رستوران میں آئے ہیں۔"

"ہائیں۔ میں تو شاید تم سے اپنے پچاس روپے وصول کرنے آیا تھا۔"

"چلئے۔ وہ میں ادا کر دوں گا۔ مگر اس وقت وہ یہیں موجود ہے۔"

"جس کے لئے میں یہاں بیٹھا ہوں۔"

"کوئی لڑکی ہے۔؟"

"صفدر مسکرا کر عمران کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔ میں جانتا ہوں آپ کو جولیا نے ہی ادھر بھیجا ہے۔ اور چیف کے حکم پر ہی ایسا ہوا ہے۔"

"اوہ۔ وہ بندر والا معاملہ۔"

"نہیں جناب۔ وہ کتے والا معاملہ۔؟"

"اوہ۔ ہاں کتے والا معاملہ۔"

"وہ آدمی یہیں موجود ہے۔"

"جس نے کتے کو پھاڑا تھا۔؟"

"جی ہاں۔"

"کہاں ہے۔؟"

"سامنے کھڑکی کے قریب والی میز پر بیٹھا ہے۔ غالباً اسے انہیں لڑکیوں کی کار کا انتظار ہے۔"

عمران نے کھڑکی کی سمت دیکھا۔ ایک خوبصورت اور صحت مند نوجوان کھڑکی کے قریب کی میز پر بیٹھا تھا اور اس کی نگاہیں کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھیں اس کے جسم پر معمولی سے کپڑے کا سوٹ تھا مگر رکھ رکھاؤ سے تعلیم یافتہ اور اعلیٰ طبقہ کا ہی فرد معلوم ہوتا تھا۔ سامنے میز پر کافی کی پیالی رکھی تھی۔ اور وہ آہستہ آہستہ سگریٹ کے کش لے رہا تھا۔ عمران نے نوجوان کا بغور جائزہ لیا اور صفدر سے بولا۔ "کب سے بیٹھا ہے۔؟"

"کوئی پندرہ منٹ سے۔"

"اکیلا ہی آیا تھا۔؟"

"جی ہاں۔"

"معاملہ کیا ہے؟"

صفدر نے شروع سے آخر تک کی روداد سنائی اور بولا۔ "میں نے چیف کو اس واقعے سے باخبر کر دیا تھا۔"

"اس کے متعلق کچھ معلوم ابھی کیا۔"

"جی ہاں۔ وکٹوریہ بلڈنگ میں گراؤنڈ فلور پر چوتھے فلیٹ میں ہی رہتا ہے۔"

"پیشہ۔؟"

"تعلیم حاصل کر رہا ہے۔"

"خاندان۔؟"

"صرف ایک بوڑھی ماں ہے جو دل کی مریض ہے۔"

"اور ان دونوں لڑکیوں میں سے جو دوسری لڑکی ہے۔؟"

"اس کا نام فریدہ ہے۔ طالب علم ہے۔ آسیہ کی کلاس فیلو ہے۔"

"وہ کہاں رہتی ہے۔؟"

"ہرنس روڈ پر کہیں رہتی ہے۔ مکان کا پتہ میں معلوم نہیں کر سکا۔"

اچانک عمران کی نگاہیں ریسٹوران کے دروازے کی طرف اٹھ گئیں۔ جہاں اس نے ایک سرخ و سفید پستہ قد غیر ملکی کو داخل ہوتے دیکھا تھا لباس اور حلیہ سے وہ کوئی ہپی معلوم ہوتا تھا۔

ہپی نے دروازے پر رک کر چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور اس کی نگاہیں ایک لمحہ کے لئے اس نوجوان پر رکیں پھر ادھر ادھر دیکھتا ہوا وہ آگے بڑھا۔ عمران نے نوجوان کی طرف دیکھا اور اس نے محسوس کیا کہ نوجوان کسی قدر مضطرب نظر آنے لگا ہے اس کی نگاہیں پستہ قد ہپی کا ہی تعاقب کر رہی تھیں پستہ قد ہپی خالی میز کی تلاش میں نوجوان کے قریب سے گزرا اس کے ہاتھ میں سگریٹ کا پیکٹ تھا جس میں سے آخری سگریٹ نکال کر اس نے خالی ڈبیہ نوجوان کی

میز کے قریب پھینکدی تھی۔ وہ آگے بڑھتا ہوا ایک کیبن کی طرف چلا گیا۔
نوجوان کا اضطراب بڑھ گیا تھا اور وہ ادھر ادھر دیکھ کر پیر سے سگریٹ کی خالی ڈبیہ اپنی میز کے نیچے سرکا رہا تھا۔
عمران اور صفدر اسی طرف متوجہ تھے۔ عمران نے صفدر کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر سرگوشی کی "جلدی کرو وہ ہپی کیبن کے بجائے کلاک روم کی طرف گیا ہے اور کلاک روم کا ایک راستہ باہر کی جانب بھی کھلتا ہے"
صفدر پھرتی سے اٹھ گیا۔ چند لمحہ بعد وہ کلاک روم کی سمت میں جا کر نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ عمران نے نوجوان کی طرف دیکھا جو اب ڈبیا اٹھا چکا تھا اور اس پر کچھ دیکھ رہا تھا عمران کے اندازے کے مطابق وہ کوئی پیغام ہی پڑھ رہا ہو گا۔ پھر عمران نے نوجوان کو ایک ٹھنڈی سانس لے کر پشت گاہ سے ٹیک لگاتے دیکھا اس کے انداز سے یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ وہ جلدی میں ہو۔
اتنے میں عمران کی میز پر بھی ایک بیرہ پہنچ گیا تھا اور اپنے لئے ایک کافی کا آرڈر دینا ہی پڑا پھر چند منٹ بعد ہی صفدر بھی واپس آ گیا وہ کرسی کھینچ کر آہستگی سے بیٹھ گیا۔ عمران نے اس کی آنکھوں میں سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا ہوا۔؟"
"وہ یہاں سے نکل کر ایک کار میں بیٹھ گیا تھا۔ میں نے کار کے نمبر نوٹ کر لئے ہیں" صفدر نے بتایا اور عمران نے انہیں ذہن نشین کر کے کہا "ہو سکتا ہے نمبر پلیٹ ہی جعلی ہو"
"مگر وہ چہرہ جعلی نہیں ہو سکتا جو میں نے کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر دیکھا تھا۔ صفدر نے مسکرا کر آہستہ سے کہا۔
"اچھا۔!"
"کوئی اور جا کر کار کے شیشے دھو لے تھے۔ مگر اس نے ہی کے لئے

دروازہ کھولا تھا تب میں نے اس کی ایک جھلک دیکھی تھی"
"اور تم اسے پہچانتے ہو۔؟"
"بہت اچھی طرح۔ غالباً آپ بھی اسے پہچانتے ہوں"
"کون ہے۔؟"
"ہوٹل ایڈورڈ کا منیجر"
عمران کے ہونٹ دائرہ کی شکل میں سکڑے رہ گئے۔ پھر وہ آہستہ سے بولا "پیری مور"
"جی ہاں پیری مور"
عمران کچھ نہ بولا۔ اس کی پیشانی پر تفکر کی لکیریں نمایاں تھیں صفدر نے کنکھیوں سے نوجوان کی طرف دیکھا اور بولا "غالباً اسے کوئی پیغام ملا ہے اب وہ ڈبیہ زمین پر نہیں نظر آ رہی"
"وہ جیب میں ہے اس کی کافی پیو"
"نہیں۔ شکریہ آپ پیجئے"
"تم پیو۔ ٹھنڈی ہو رہی ہے میں ابھی آتا ہوں"
عمران اٹھ کر سیدھا دروازے کی طرف بڑھا۔ صفدر نے نوجوان کی طرف کی طرف دیکھا جو کاؤنٹر پر بل ادا کر رہا تھا۔ صفدر کافی کے کپ کی طرف متوجہ ہو گیا۔
نوجوان بل ادا کر کے دروازے کی طرف بڑھا۔ پھر دروازہ سے نکل ہی رہا تھا کہ اندر آتے ہوئے عمران سے اس کی ٹکر ہو گئی۔ دونوں لڑکھڑا گئے۔ عمران نے معذرت طلب لہجہ میں کہا "آئی۔ ایم۔ سارری"
"کوئی بات نہیں" نوجوان مسکرایا۔
پھر نوجوان باہر چلا گیا۔ اور عمران صفدر کے پاس پہنچ گیا صفدر مسکرا کر بولا "دیکھا گئے ہاتھ کا صفائی"

"یار میں کتنا ایکسپرٹ ہوں۔ کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ تمہارے چیف سے چھپ کے اگر نکل جاؤں تو ہزار دو ہزار تو مہینہ میں بغیر محنت کے ہی پیٹ لیا کروں گا۔" صفدر مسکرا کر رہ گیا۔ عمران نے ڈبیہ کھولی۔ اس پر گھسیٹ انگریزی میں لکھا تھا "اب دیر کرنے کی ضرورت نہیں۔ جو کچھ کرنا ہے۔ آج ہی کر ڈالو۔" اس نے ہونٹوں کو سیٹی بجانے کے انداز میں سکوڑا اور ڈبیہ صفدر کی طرف بڑھا دی۔

"اس کا مطلب ہے۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ وہ سچ مچ کسی کا آلۂ کار ہے۔"

"اور بندر اور کتے والے واقعات بھی اتفاقیہ نہیں تھے۔"

"بے شک۔"

"چلو۔ اٹھو اسے دیکھتے ہیں۔"

صفدر نے کلائی کی گھڑی دیکھی اور بولا۔ اس وقت وہ بھی اسٹاپ پر ہوگا۔ پانچ بجنے میں پانچ منٹ ہیں۔ ٹھیک پانچ بجے آسیہ کی گاڑی آتی ہے اور اسے بس اسٹاپ پر سے لے لیتی ہے۔"

"چلو پانچ منٹ ہی تو رہ گئے ہیں۔"

"کیا تعاقب کیجئے گا۔؟"

"اور کیا بخشش دیں گے۔؟"

"آپ کی گاڑی بھی تو ہوگی۔"

"ابھی گاڑی چھوڑ دو۔ میری گاڑی بھی جیب میں نہیں ہے۔" عمران اور صفدر اٹھ گئے۔ عمران کاؤنٹر کے قریب پہنچا اور کاؤنٹر کلرک نے جلدی سے دانت نکالا دیئے پھر رازدارانہ لہجہ میں بولا۔ "آپ کے پچاس روپے وصول ہو گئے جناب۔؟"

"ہائیں کون سے پچاس روپے۔؟" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

اتنے میں صفدر بھی قریب پہنچ گیا تھا لہٰذا کاؤنٹر کلرک بوکھلا کر جلدی سے بل بنانے لگا۔ وہ بل ادا کر کے باہر نکل آئے۔

نوجوان بس اسٹاپ پر ہی کھڑا تھا اور بار بار کلائی کی گھڑی دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اضطراب کے آثار نظر آ رہے تھے۔ صفدر نے عمران سے کہا۔ "آج سے پہلے وہ اتنا مضطرب نظر نہیں آیا تھا۔"

"لڑکیوں کا معاملہ ہی ایسا ہوتا ہے۔" عمران بولا۔ "کب کس کا سکون برباد کر دیں۔ کوئی ٹھیک نہیں ہے ان بت کافروں کا۔"

صفدر کچھ نہ بولا۔ دونوں گاڑی کے قریب رک گئے تھے یہ ایک بند گاڑی تھی جس کے شیشے بھی گہرے رنگ کے تھے۔ باہر کی چیز اندر سے دیکھی جا سکتی تھی لیکن باہر سے اندر نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔

اب عمران اور صفدر پوری طرح نوجوان کی طرف متوجہ تھے۔

شکیل نے گھڑی دیکھی پانچ بج کر دو تین منٹ ہو گئے تھے لیکن ابھی تک فریدہ کی گاڑی نہیں نظر آئی تھی اس نے مضطربانہ نظروں سے دور تک دیکھا پھر اچانک اسے گاڑی نظر آئی اور وہ ایک لمبی اور گہری سانس لے کر اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔ چند لمحے بعد گاڑی بس اسٹاپ سے آگے بڑھ کر رک گئی۔ شکیل نے ہونٹوں پر مسکراہٹ پیدا کی اور گاڑی کی طرف بڑھا۔ گاڑی کا دروازہ کھلا اور آسیہ اور فریدہ دونوں نیچے اتریں آسیہ کی نظریں کچھ جھکی جھکی سی تھیں اور فریدہ کسی قدر چور چور سی نظر آ رہی تھی۔ شکیل نے دونوں کو حیرت سے دیکھا اور بولا۔

"کیا بات ہے۔؟ آپ لوگ آج کسی الجھن کا شکار لگتی ہیں۔؟"

"ایں۔!" آسیہ چونک کر بولی۔ "نن۔ نہیں تو۔"

"نہیں۔ کوئی بات تو ضرور ہے۔"

"میں بتاتی ہوں۔" فریدہ نے کہا۔

شکیل نے فریدہ کی طرف دیکھا اور آسیہ نے فریدہ کو تیز نظروں سے گھورا۔ فریدہ نے اس سے نظریں بچائیں اور بولی۔ "بات یہ ہے کہ آج میں انجکشن لگوانے نہ جاسکوں گی۔"

"کیوں۔؟" شکیل نے حیرت سے پوچھا۔ اس کے چہرے پر کسی قدر گھبراہٹ اور مایوسی ابھر آئی تھی۔ فریدہ نے کہا۔

"بات یہ ہے کہ میری شادی کی بات چیت چل رہی ہے۔"

"واہ یہ تو خوشی کی بات ہے بہن۔"

"اور آج کچھ لوگ ٹھیک چھ بجے گھر پر آرہے ہیں۔"

"تب تو آپ کو اس وقت نہیں آنا چاہیئے تھا۔"

"نہیں آتی تو آپ خواہ مخواہ یہاں کھڑے کھڑے بور ہوتے اس لئے میں نے سوچا کہ آپ کو اطلاع تو کر ہی دینی چاہیئے۔"

"لیکن یہ پیغام تو آسیہ بھی دے سکتی تھیں۔ وہ مسکرایا۔

"میں نے کہا تھا۔ مگر یہ آپ سے شرماتی بہت ہے۔"

"کیوں۔؟ مجھ سے کیوں شرماتی ہیں۔؟"

"یہ تو آسیہ ہی جانے۔ مگر میں جانتی تھی کہ یہ آپ سے صرف اتنا ہی کہہ کر رہ جائے گی کہ آج فریدہ نہیں آسکے گی۔"

"اس لئے انجکشن ملتوی۔"

"اس کے علاوہ بھی کچھ کہنا تھا۔؟"

"میں تو کوشش کر رہی ہوں کہ اس کے منہ میں زبان آجائے۔" فریدہ

"کیا مطلب۔؟" شکیل نے حیرت سے پوچھا۔

"کیا بک بک کئے جارہی ہے۔" آسیہ نے غصہ سے کہا۔

"اری میں ماحول بنا رہی ہوں۔" تاکہ تجھے زبان کھولنے میں آسانی ہو۔

"اچھا بس خاموش۔"

"ٹھیک ہے۔ میں خاموش ہوئی جاتی ہوں۔ مگر یاد رکھو تو بھی خاموش رہی تو میں کل سے تیری صورت بھی نہیں دیکھوں گی۔"

آسیہ فریدہ کو گھورتی رہ گئی۔ شکیل نے باری باری دونوں کو حیرت سے دیکھا اور پھر فریدہ کی طرف دیکھ کر بولا۔ "معاملہ کیا ہے۔؟"

"معاملہ تو یہی بتائے گی۔"

"آپ لوگ مجھے اختلاج میں مبتلا کر دیں گی۔"

"اچھا مجھے تو اجازت دیجئے۔" بھیا میں آپ کو اختلاج میں مبتلا نہیں دیکھ سکتی۔"

پھر شکیل فریدہ کو روکتا ہی رہ گیا لیکن فریدہ بائی بائی کرتی ہوئی تیزی سے ایک ٹیکسی کی طرف بڑھ گئی۔ شکیل نے فریدہ کو حیرت سے ٹیکسی میں بیٹھتے دیکھا پھر آسیہ کی طرف دیکھا اور ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔

"مم۔ میں کچھ سمجھا نہیں۔ مس آسیہ۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔؟"

"یہ سب اسی فریدہ کی بچی کی حرکت ہے۔" آسیہ نے جلدی سے کہا۔

"مگر کیسی حرکت۔؟"

"آسیہ نے جلدی سے شکیل کی طرف دیکھا پھر گڑبڑا کر نظریں جھکالیں اور آہستہ سے کپکپاتی آواز میں بولی۔ "یہ تو مم ... مجھے بھی نہیں معلوم۔"

دونوں کچھ دیر تک خاموش کھڑے رہے۔ شکیل کے چہرے پر ایک زلزلے جیسے آثار نظر آرہے تھے۔ اس کی آنکھوں سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے

وہ ابل پڑنا چاہتا ہو لیکن کوئی انجانی سی قوت اسے بولنے سے روک رہی ہو۔"

اور آسیہ وہ تو صرف انگلیوں پر آنچل لپیٹ رہی تھی اس کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں اور چہرے پر کئی رنگ آجا رہے تھے۔ آخر چند منٹ بعد خود شکیل نے ہی سکوت توڑا۔ "مس آسیہ۔"

آسیہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور شکیل بولا۔ "آخر ہم کب تک یہاں کھڑے رہیں گے۔؟"

"ایں۔ اوہ... مم... میں تو بھول ہی گئی تھی۔" آسیہ نے جلدی سے کار کا دروازہ کھولا اور بولی۔ "آئیے۔ آئیے۔"

شکیل نے ایک بار غور سے آسیہ کو دیکھا پھر ہلکی سی سانس لیکر بیٹھ گیا اس نے سٹیرنگ سنبھالا اور کار سڑک پر دوڑنے لگی۔ دونوں بالکل خاموش تھے۔

.....

○

سٹیرنگ صفدر نے سنبھالا تھا عمران اس کے برابر ہی بیٹھ گیا تھا۔ اور اور اب ان کی کار آسیہ کی کار کا پیچھا کر رہی تھی۔ صفدر نے عمران سے کہا۔

"اس کا کیا مطلب ہوا۔؟"

"کس کا۔؟"

"فریدہ آج کیوں واپس چلی گئی۔؟"

"یار میں تو ابھی تک نابالغ ہوں۔ اس لئے ایسے معاملات میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"کیا مطلب۔"

"مطلب یہ کہ شاید فریدہ نے جان بوجھ کر آسیہ کو اس نوجوان کے ساتھ تنہائی میں گفتگو کرنے کا موقع عنایت فرمایا ہو۔"

"عنایت فرمایا ہو۔" صفدر ہنس پڑا۔

"دونوں کو ملانے والے بیچ میں قابل احترام ہوتے ہیں۔"

"کہیں فریدہ بھی تو کسی سازش میں شریک نہیں ہے۔؟"

"اس کا جواب تو وقت ہی دے گا۔"

"لیکن یہ لوگ جا کدھر رہے ہیں۔؟"

"بس جدھر جا رہے ہیں چلے چلو۔ سٹیرنگ تو آسیہ کے ہاتھ میں ہے لہٰذا فی الحال تو کسی قسم کے خطرہ کا اندیشہ ہے نہیں۔"

"خطرہ۔!!"

"یار تم ایک دم چغد ہو۔ اس ہپی کا پیغام بھول گئے اور ساتھ ہی بندر والے واقعہ میں ملوث لڑکی کا حشر بھی۔"

"اوہ۔"

صفدر خاموش ہو گیا کار دوسری کار کا تعاقب کرتی رہی۔

.....

○

کچھ دیر تک آسیہ اور شکیل دونوں ہی خاموش رہے پھر شکیل نے سکوت توڑا۔ "آسیہ۔"

"اوں۔" وہ چونک پڑی۔

"اس خاموشی کا کیا مطلب ہے۔؟"

"کک... کیسی خاموشی۔؟"

"یہ جو ہم دونوں نے اپنے اوپر لاد رکھی ہے۔"

"میں کیا جانوں۔؟"

"یہ فریدہ ہمیں اس طرح چھوڑ کر کیوں چلی گئی۔؟"

"میں کیا جانوں۔؟"

"اور وہ کس مسئلے پر زبان کھولنے کو کہہ رہی تھی۔؟"

"میں کیا جانوں۔؟"

"کیا آپ کچھ بھی نہیں جانتیں۔"

"میں کیا جانوں۔؟" وہ روانی میں کہہ گئی۔ پھر اس نے ہڑبڑا کر شکیل کی طرف دیکھا۔ شکیل کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "اب کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔"

"جج... جی۔؟"

"ہاں۔ آسیہ اب میں بغیر تمہارے کچھ کہے ہی سب کچھ سن چکا ہوں۔ تمہاری آنکھوں کی زبان سے اور فریدہ کی اشاراتی زبان سے۔"

اچانک آسیہ کے چہرے پر گہری شرم کے آثار ابھر آئے اور اس کا ہاتھ کپکپا اٹھا۔ اس نے پھرتی سے کار ایک سائیڈ میں کر کے روک لی۔ اور شکیل نے چونک کر پوچھا۔ "کیا ہوا۔؟ کیوں روک لی گاڑی۔؟"

لیکن وہ کوئی جواب نہیں دے پائی اس نے جلدی سے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ شکیل ہکا بکا سا آسیہ کو دیکھتا رہ گیا۔ پھر اس کے ہونٹوں سے ہلکی سی آواز نکلی۔ "آسیہ۔"

لیکن وہ کچھ نہ بولی۔ شکیل کا کپکپاتا ہاتھ اس کے بالوں تک گیا۔ اور اس نے جھجھکتی سی لے کر آہستگی سے ہاتھ ہٹا دیا۔ شکیل نے آہستہ سے کہا۔

"آسیہ۔ ہم۔ کیا... یہ... یہ سچ ہے نا۔"

آسیہ نے بہت آہستگی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ شکیل کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔ اس نے کپکپاتی آواز میں کہا۔ "کہیں۔ میں... میں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔؟"

آسیہ نے نا کے اشارے میں سر ہلا دیا۔ شکیل نے آہستہ سے کہا۔ "مجھے یقین نہیں آ رہا آسیہ۔"

آسیہ نے اس کی طرف دیکھا اور پلکیں جھکا لیں۔ شکیل نے کہا۔ "میں... میں تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں... آسیہ۔"

آسیہ کچھ نہ بولی۔ چپ چاپ اپنی انگلیاں دیکھتی رہی۔ شکیل نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ تھام لیا لیکن آسیہ نے آہستہ سے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکال لیا اور بولی۔ "کبھی کبھی۔ مجھے خود یہ سب کچھ خواب سا محسوس ہوتا ہے۔"

"خواب ہی تو ہے یہ۔ اسی خواب کو تو میں برسوں سے دیکھتا آ رہا ہوں۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ میری خوابوں کی رانی تم جیسی خوب صورت لڑکی ہو گی۔"

شکیل۔" آسیہ نے آہستہ سے کپکپاتی آواز میں کہا۔

"آسیہ۔" شکیل نے آسیہ کو آغوش میں لینا چاہا لیکن آسیہ نے اس کے ہاتھ روک دیئے اور بولی۔ "خدا کے لئے میرے اس تصور کو متزلزل نہ کیجئے جو میں نے آپ کے لئے بنایا ہے... آپ میری زندگی میں پہلے نوجوان ہیں جس کے متعلق میں نے اتنی شدت سے سوچا ہے آپ کی آنکھوں سے جھانکتی ہوئی شرافت اور بے لوث جذبات ہی آپ کی شخصیت کے آئینہ دار ہیں۔"

پر ایک زلزلہ کے سے آثار نظر آ رہے تھے۔

پھر آسیہ کی کار اسٹارٹ ہوئی اور عمران نے آنکھوں پر سے دوربین ہٹا کر صفدر سے کہا۔ "چلو۔ بڑھاؤ اونٹ گاڑی"

صفدر نے کار آگے بڑھا دی۔ اب تک ان کی کار سے خاصے فاصلے پر کھڑی ہوئی تھی اور عمران دوربین سے شکیل اور آسیہ کو دیکھ رہا تھا صفدر نے کہا۔ "کیا دیکھا دوربین سے۔؟"

"کچھ نہیں"

"پاگل پھر کیا کر رہے تھے آپ اتنی دیر سے۔؟"

"یہ سوچ رہا تھا کہ آسیہ شاید فلمیں نہیں دیکھتی!"

"کیا مطلب؟"

"ارے ہماری فلموں کے مطابق لڑکے لڑکی میں اس وقت تک محبت ہو ہی نہیں سکتی جب تک دونوں ایک دوسرے سے ہم آغوش نہ ہوں۔ باہمیں باہم ڈال کر گانا نہ گائیں"

"یعنی۔؟"

"یعنی یہ کہ آسیہ تو اسے ہاتھ تک۔ نہیں چھونے دے رہی تھی"

"خاصی ریزرو لڑکی معلوم ہوتی ہے"

"اس کا مطلب ہے۔ اس معاملہ میں اس قسم کی تصاویر کا امکان نہیں ہے"

"اب یہ لوگ کدھر جا رہے ہیں۔؟"

"غالباً کسی سنسان مقام کی طرف۔ شاید ریلوے لائن کی طرف جا رہے ہیں۔ اس سے اچھا موقع اور کونسا ہو سکتا ہے۔؟"

"آسیہ کی کار ایک چٹان کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ وہ دونوں کار سے اتر آئے کچھ دور تک دونوں ریت پر چلتے رہے پھر وہ ایک جگہ بیٹھ گئے دونوں خاموش خاموش تھے کچھ دیر بعد پھر شکیل نے ہی سکوت توڑا۔

"آسیہ"

"ہم۔۔۔"

"میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں"

"کہیئے۔؟"

"تم جانتی ہو کہ میں ایک یتیم نوجوان ہوں"

"جانتی ہوں"

"اور یہ بھی جانتی ہو کہ میں تمہاری طرح دولت مند نہیں ہوں۔ ٹیوشن پر گزارا کرتا ہوں اور ساتھ میں مجھے اپنی ماں کا علاج بھی کرنا پڑتا ہے"

"جانتی ہوں"

"اس کے باوجود بھی تم مجھ سے پیار کرتی ہو۔؟"

"پیار کیا دولت کی ترازو میں تولا جاتا ہے۔؟"

"پھر بھی میں تمہیں دنیا کی آرام تو نہ دے سکوں گا"

"کیوں نہ دے سکیں گے۔؟ میں بھی تو اپنے ڈیڈی کی اکلوتی بیٹی ہوں"

"لیکن میں سسرال کی دولت پر عیش کرنا اپنے ضمیر کے خلاف سمجھتا ہوں"

"شکیل۔!"

"ہاں۔ آسیہ میں نے اپنے مستقبل کی تعمیر کا بیڑا خود اٹھایا ہے"

"اور ایسے لوگوں کی مدد خدا کرتا ہے شکیل" آپ کی انہیں باتوں نے تیرے دل میں گھر کر لیا ہے۔ میں سچ سچ کہتی ہوں اگر آپ میرے ساتھ بیٹھی

"تم - تم کتنی اچھی ہو آسیہ - مگر کیا تمہارے ڈیڈی یہ رشتہ منظور کر لیں گے؟ سچ کہتا ہوں میری ماں تمہیں دیکھے گی تو اس کی آدھی بیماری تو صرف تمہیں دیکھ کر ہی ٹھیک ہو جائے گی۔"

مجھے کسی دن لے چلئے ان کے پاس۔"

"آج ہی لے چلوں گا۔"

"آج نہیں کل۔"

"کیوں۔؟"

"کل میں آپ کے ساتھ رہوں گی۔ آج تو لوٹتے لوٹتے ہی رات ہو جائے گی۔"

جیسے تمہاری مرضی۔"

"پھر شکیل نے جیب میں سے ایک چھوٹی سی سینٹ کی شیشی نکالی اور اسے کھولتا ہوا مسکرا کر آسیہ کی طرف دیکھ کر بولا۔" آج ہمارے پیار کے اقرار کا پہلا دن ہے نا۔؟ آج کا ایک ایک لمحہ خوشبوؤں کی لپٹوں میں بسا ہوا ہونا چاہیئے۔" آسیہ نے ایک شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف دیکھا۔ اور شکیل نے شیشی آسیہ کی بڑھاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"لو - سونگھو کتنی بھینی خوشبو ہے۔"

"آسیہ نے شیشی لیکر ناک سے لگائی اور گہری سانس کھینچی تیز اور بھینی بھینی خوشبو اس کی ناک کے نتھنوں سے ہوتی ہوئی پورے جسم میں تیرتی چلی گئی۔ اور وہ آنکھیں بند کر کے بولی۔" کتنی بھینی خوشبو ہے۔"

شکیل نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔ اور آہستہ سے بولا۔" سچ مچ بہت بھینی ہے۔ رہ رہ کے خوشبوؤں میں لپیٹ دیتی ہے۔"

بند کر کے جیب میں ڈال لی اور اس کی طرف دیکھا۔

رہی آسیہ تو اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا وجود ہلکا پھلکا ہو کر ہوا کے دوش پر اڑا چلا جا رہا ہو۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے چاروں طرف سوائے خوشبوؤں کے اور کچھ ہے ہی نہیں۔ دل اور دماغ پر ایک عجیب سا سرور انگیز نشہ طاری ہوتا جا رہا تھا۔ تمام رگوں میں ایک عجیب سے تناؤ کا احساس ہو رہا تھا۔ جیسے جسم کا جوڑ جوڑ ٹوٹا جا رہا ہو۔

اس نے ایک سرور انگیز مسکراہٹ کے ساتھ شکیل کی طرف دیکھا۔

شکیل اس کے قریب کھسک آیا اور اس کے منہ سے بولا۔" کیسا لگ رہا ہے۔؟"

اوں۔ آسیہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر ایک طویل انگڑائی لی اور آہستہ سے لڑکھڑاتی آواز میں بولی ایسا لگ رہا ہے جیسے جسم کا جوڑ جوڑ ٹوٹا جا رہا ہو۔"

شکیل نے اس کا ہاتھ آہستگی سے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور آسیہ اس کی طرف دیکھ کر بڑے نشیلے انداز میں مسکرائی۔ شکیل نے اس کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

"کیا کرتے ہو۔؟" وہ کسمسا کر بولی۔" کہیں میں ٹوٹ نہ جاؤں۔"

شکیل نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اپنے آپ سے لپٹا لیا۔ وہ بل کھاتی ہوئی شکیل سے لپٹ گئی اور اس کی باہیں شکیل کے گلے میں حائل ہو گئیں۔ اس نے شکیل کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے لڑکھڑائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم - تم کتنے خوبصورت ہو۔ شکیل۔"

"تم بھی تو کچھ کم خوبصورت نہیں ہو۔"

"آسیہ نے ایک ہاتھ کی انگلی شکیل کے ہونٹوں پر رکھی اور بولی۔" کتنے مردانہ اور خوبصورت ہیں یہ ہونٹ۔"

تمہارے ہونٹوں سے خوبصورت تو نہیں ہیں۔"

"اگر اجازت ہو تو انہیں چوم لوں۔؟"

"وہ کچھ نہ بولا۔ آسیہ نے ہونٹ بڑھائے اور شکیل کے ہونٹوں پر رکھ دیئے۔ پھر اس کا ہاتھ شکیل کی گردن میں حمائل ہو گیا۔

.....

○

عمران نے بوکھلا کر دوربین آنکھوں سے ہٹائی اور دونوں آنکھیں ملل کر پھر دوربین آنکھوں سے لگائی۔ صفدر نے پوچھا۔ "کیا بات ہے۔؟"

"او گاڈ۔" عمران کپکپاتی آواز میں بولا۔ "یہ میرے کان کیا دیکھ رہے ہیں"

"کوئی خاص بات ہے۔؟"

"اے۔ اگر تمہیں پتھر چلتا ہوا نظر آئے تو کیا وہ خاص بات نہ ہوگی۔؟"

"کیا مطلب۔؟"

"اپنی آنکھوں سے دیکھو میں تو سات پشتوں سے کنوارہ چل رہا ہوں"

عمران نے جلدی سے دوربین صفدر کو دیدی اور خود گال پیٹ پیٹ کر توبہ کرنے لگا۔ صفدر نے دوربین آنکھوں سے لگا کر دیکھا اور شکیل اور آسیہ کو جس عالم میں اس نے دیکھا اس کو دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئیں۔

چند لمحہ بعد عمران نے صفدر کا کندھا ہلا کر کہا۔ "ہاں... کیا ہو گیا"

صفدر نے جلدی سے دوربین آنکھوں سے ہٹا کر عمران کی طرف دیکھا اور بولا

"حیرت عمران صاحب۔ ہزار حیرت کا مقام ہے۔"

"ہائیں۔ ارے یہ مقام تو بلیو پوائنٹ ہے۔"

"کیا یہ وہی آسیہ ہے جسے ہم نے تھوڑی دیر پہلے دیکھا تھا۔"

"اسی بات پر تو مجھے حیرت ہے۔ ورنہ مسٹر سمی کی لڑکی آسیہ کے متعلق تو بہت ساری کہانیاں مشہور ہیں۔ کہنے والے تو یہاں تک کہتے ہیں کہ آ شاید شادی ہی نہ کرے۔ اور وہ تو عورت ہی نہیں ہے۔"

"پھر اس معجزہ کا سبب۔؟"

"سوچو۔"

"کہیں اس نے آسیہ کو کوئی نشہ آور چیز تو نہیں پلا دی۔؟"

"کار میں پلائی ہو تو کہہ نہیں سکتا ویسے ابھی تک تو میں نے کچھ پیتے دیکھا نہیں۔"

"پھر۔؟"

"اوہ ٹھہرو۔ عمران کچھ سوچ کر بولا۔"

"کوئی خاص بات۔؟"

"ہاں۔ اس نے آسیہ کو کوئی چیز سنگھائی ضرور تھی۔"

"سنگھائی تھی۔؟"

"ہاں۔ کوئی سینٹ کی شیشی تھی۔"

"لیکن عمران صاحب سونگھنے کی چیزوں سے بھی کہیں نشہ ہوتا ہے یا تو بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے یا پھر آدمی سو ہی جاتا ہے۔"

"تو پھر کوئی اور عجوبہ ہی ہو سکتا ہے۔"

"ضروری نہیں کہ سنگھانے سے ہی اس کی یہ کیفیت ہوئی ہو۔"

"نہیں میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ چیز سونگھنے کے بعد ہی آسیہ کی کیفیت میں یہ تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔"

"اس یقین کا سبب۔؟"

"ارے اس سے قبل دونوں ایک دوسرے سے لگ بھگ ایک فٹ

کے فاصلے پر بیٹھے تھے۔ سونگھنے کے بعد ہی آسیہ عورت بن گئی تھی۔"

صفدر حیرت سے عمران کی طرف دیکھتا رہا پھر دونوں پر زبان پھیر کر بولا۔

"تعجب ہے۔"

"قطعی تعجب نہیں۔۔ یہ سائنسی دور ہے آدمی کے کارنامے کہاں تک پہنچ سکتے ہیں اس کا تصور ہر آدمی کے لئے محال ہے۔"

"تو کیا اس بندر والے کیس میں جو لڑکی ملوث تھی اس کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔؟"

"اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا ہے۔؟ ظاہر ہے کہ اس وقت آسیہ جس کیفیت میں ہے اس کیفیت میں وہ کسی بھی طرح کے حالات کا شکار ہو سکتی ہے۔ لہٰذا مدافعتی قوت تو اگر رہی وہ خود بری طرح سے شکیل پر لوٹی پڑ رہی ہے۔"

"پھر کیا کریں گے آپ۔؟"

"ابھی تک تو توبہ تلا ہی کر رہا ہوں۔ میرے خدا۔ کیا زمانہ آ گیا ہے۔ بڑے بوڑھے کہا کرتے تھے کہ عورت بیسویں صدی میں اپنے منہ سے بر مانگے گی اور وہ دور قیامت کے قریب ہونے کی دلیل ہوگا۔ پتہ نہیں قیامت کہاں چھپی بیٹھی ہے۔"

"عمران صاحب یہ باتیں بنانے کا وقت نہیں ہے۔"

"پھر کیا بتاؤں۔؟ میں تو سات پشتوں سے مجرد چلا آ رہا ہوں۔"

"اوہ۔ دیکھئے وہ لوگ کار کی طرف جا رہے ہیں۔" صفدر چونک کر بولا۔ عمران نے جلدی سے دیکھا۔ شکیل آسیہ کی کمر میں ہاتھ ڈال کر کار کی طرف لے جا رہا تھا۔ اور وہ اس طرح لڑکھڑا رہی جیسے گہرے نشے میں ہو۔ اور عمران نے بیرنی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "چلو۔"

عمران اور صفدر کار کے قریب پہنچے۔ اتنی دیر میں شکیل آسیہ کو کار میں سوار کرا چکا تھا اور خود بھی سٹیرنگ سنبھال چکا تھا۔

صفدر نے پھرتی سے اگنیشن میں چابی گھمائی۔ مگر بے سود انجن صرف گڑگڑا کر رہ گیا صفدر نے کئی بار کوشش کی مگر کار سٹارٹ نہ ہو سکی صفدر نے گڑبڑا کر عمران کی طرف دیکھا اور بولا۔ "یہ کیا ہوا۔؟"

"گھٹالا۔" عمران نے پلکیں جھپکائیں۔ پھر جلدی سے وہ کار سے اتر آیا۔ اس نے بانٹ اٹھا کر دیکھا۔ بیٹری کا تار انجن میں جایا ہوا تھا۔ عمران نے گہری سانس لے کر صفدر سے کہا۔ "ہو گیا گھٹالا۔"

"کیا ہوا۔؟"

"بیٹری ڈاؤن کر دی گئی۔ یہ دیکھو۔ اس کا تار لوہے پر جما دیا گیا ہے سارا کرنٹ لوہا چوس گیا ہوگا۔ ذرا سی دیر میں۔"

"اوہ۔" صفدر بھی کار سے اتر آیا اس نے آسیہ کی گاڑی کی سمت دیکھا لیکن اب وہاں اس کی گاڑی تھی ہی کہاں۔؟ اس نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔ دور دور تک کسی ٹیکسی کا بھی نشان نہیں تھا۔ اس نے عمران کی طرف دیکھا اور بولا۔ "یہاں تو ٹیکسی بھی نہیں ملے گی۔"

"وہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ زبردست چوٹ ہوئی ہے اس وقت۔"

"لیکن یہ تار کس نے اور کس وقت ایسا کر دیا۔؟"

"کسی نے کسی وقت بھی کر دیا ہوگا ہماری تو پوری توجہ ان کی طرف ہی رہی ہے نا۔ اور ہم لوگ گاڑی سے خاصی دور تھے۔"

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہم ان کی نگرانی کرتے رہے ہیں اور کوئی دوسرا ہماری نگرانی کرتا رہا ہے اتنی دیر تک۔"

"ظاہر ہے ہم نے اپنے تعاقب پر تو دھیان ہی نہیں دیا تھا۔ اگر یہ کوئی

بڑی سازشی ہی کام کر رہی ہے تو ظاہر ہے کہ سازشی دماغ اپنے اہلکاروں کی طرف سے غافل تو نہ رہتے ہونگے۔"

"لیکن اب آسیہ کا کیا حشر ہوگا۔؟"

"جو خدا کو منظور ہوگا۔"

صفدر فکرمند نظروں سے عمران کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ "مجھے اس لڑکی کی تباہی پر افسوس ہوگا۔"

"کس بات کا افسوس۔؟"

"آپ نے کیا آپ کو بندر والے واقعہ والی لڑکی کا حشر نہیں یاد۔؟"

"یاد ہے۔ مگر اس میں قصور تو آسیہ کا ہی ہوگا۔ دو دن کی ملاقات میں اس نے ایک اجنبی پر اتنا بھروسہ کیوں کر لیا کہ اس کے ساتھ اس کی مرضی کے مطابق چلی آئی۔؟ وہ بھی اتنی ریزرو لڑکی ہو کر آدمی اپنی تباہی کے اسباب خود ہی تو پیدا کرتا ہے۔"

"لیکن اتنی سی بھول کی اتنی بڑی سزا تو نہیں ہونی چاہیئے۔"

"کسی بھول کی کتنی بڑی سزا مل جائے یہ کوئی نہیں کہہ سکتا صفدر صاحب ہم لوگ آدمی ہی ہیں ہم سے اتنی ہی بھول تو ہوئی ہے کہ ہم نے اپنی گاڑی اور اپنے تعاقب پر توجہ نہیں دی۔ اس کی ہمیں یہ سزا مل رہی ہے کہ ہمارے سامنے ایک لڑکی کو مجرموں کا ایک آلہ کار لے اڑا۔ کیا اس قسم کی بے بسی تم نے اس سے پہلے کبھی محسوس کی ہے۔؟"

"ظاہر ہے کہ نہیں۔"

"بس تو اب بغلیں بجانے سے کیا فائدہ۔؟ ہمارا احساس یا افسوس اس لڑکی کی بھول کی تلافی تو نہیں کر سکتی۔"

"پھر کیا کیا جائے۔؟"

"صبر کے علاوہ اور کیا ہی کیا جا سکتا ہے۔؟"

"اس کا مطلب ہے وہ لوگ ہم سے بخوبی واقف ہو گئے ہوں گے"

"یقیناً ہم نے مسلسل آسیہ کی کار کا تعاقب کیا ہے۔"

"تب تو ہمیں شکیل کی طرف سے بھی ہاتھ دھو لینے چاہئیں۔"

"مگر یہاں پانی ہی کہاں ہے۔؟" عمران ادھر ادھر دیکھ کر بولا۔

صفدر کچھ نہ بولا اس کی آنکھوں میں بے پناہ گہرے تاسف کے آثار نظر آ رہے تھے عمران نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ "صفدر صاحب اب اس مسئلہ پر سوچو کہ ہم لوگ شہر تک کس طرح پہنچیں گے پیدل میں تو اتنا ہی نہیں ہے کہ دھکے سے ہی گاڑی اسٹارٹ ہو جائے دانتوں پسینہ آ جائے گا گاڑی دھکیلتے دھکیلتے۔"

صفدر کچھ نہ بولا۔ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"چلو کچھ دور تم سٹیئرنگ سنبھالو میں دھکا لگاتا ہوں پھر میں سنبھالوں گا تم دھکا لگانا۔"

صفدر مضمحل قدموں سے چلتا ہوا کار میں جا بیٹھا...

.....

○

عمران نے کلائی کی گھڑی دیکھی سات بجنے والے تھے کار کو کسی نہ کسی طرح دھکیل کر شہر کے ایک گیرج تک لے آئے تھے اور بیٹری چارج کے لیے دیدی گئی تھی۔ عمران نے صفدر سے کہا۔ "ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں۔" پھر وہ ایک پبلک کال بوتھ تک آیا اندر سے دروازہ بند کر کے اس نے ٹیلی فون ڈائریکٹری اٹھائی اور اس میں بٹر تلاش کرتا رہا پھر اس نے ایک نمبر ذہن نشین کیا اور

ڈائرکٹری بند کر کے ریسیور اٹھایا اور ڈائل پر انگلی گھمانے لگا کچھ دیر بعد دوسری طرف سے آواز آئی "ہیلو"

یہ ایک نسوانی آواز تھی - اچانک عمران کی آواز بھی نسوانی ہو گئی

"ہیلو"

"کون ہے -؟"

"کیا مس آسیہ گھر پر موجود ہیں -؟"

"جی نہیں - مگر آپ کون ہیں -؟"

"جی میں آسیہ کی سہیلی ہوں"

"کون فریدہ -؟" دوسری طرف سے بے چینی سے کہا گیا "بیٹا تمہارے ہی ساتھ تو گئی تھی ہم لوگ خود اس کی طرف سے فکرمند ہیں"

"نہیں میں فریدہ نہیں ہوں"

"اوہ"!

"آپ شاید آسیہ کی والدہ ہیں"

"ہاں - بیٹی میں اس کی ماں ہوں - تمہیں کیا کام تھا -؟"

"جی مجھے ایک کتاب لینی تھی آسیہ سے"

"وہ تو ہے نہیں بیٹی تم اپنا نام بتا دو - میں اس کے آنے پر کہہ دوں گی"

"جی میرا نام زرینہ ہے - مگر وہ کہاں گئی ہے -؟"

"فریدہ کے ساتھ سینما دیکھنے جاتی ہے روزانہ - مگر چھ بجے تک آجاتی ہے آج خلاف توقع اسے ایک گھنٹہ زیادہ ہو گیا ہے حالانکہ اسے معلوم ہے کہ آج ہم لوگوں کو پارٹی میں جانا ہے اس کے ڈیڈی بھی پریشان ہیں"

آپ نے فریدہ کے یہاں بھی فون کروایا ہوتا"

"بیٹی - فریدہ کا گھر بھی یہاں کوئی نہیں جانتا - کبھی ضرورت ہی نہیں پڑی - خود فریدہ آجاتی ہے یا آسیہ اس کے ساتھ چلی جاتی ہے"

"اچھا - ٹھیک ہے میں فریدہ کا گھر جانتی ہوں میں اسے دیکھتی ہوں"

"شکریہ بیٹی - تمہاری بڑی مہربانی ہو گی"

"نہیں - ممی مہربانی کی کیا بات ہے -؟"

پھر عمران نے ڈسکنکٹ کر دیا - چند لمحے تک وہ کچھ سوچتا رہا - پھر اس نے جولیا کے نمبر ڈائل کئے اور رابطہ قائم ہونے پر اس نے آواز سنی

"ہیلو"

"جولیا"

"ایکس ٹو اسپیکنگ"

"اوہ - فرمائیے سر"

"تنویر اور چوہان کے لئے ہدایات ہیں"

"یس سر"

عمران نے پہلے فریئر روڈ میں واقع شکیل کی قیام گاہ کا پتہ بتایا اور بولا - اس پتہ پر ایک نوجوان شکیل نام کا رہتا ہے تنویر کو اس کی نگرانی کرنی ہے اس رہائش گاہ پر صرف شکیل ہی اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے جیسے ہی وہ اپنی رہائش گاہ پر پہنچے اس کی نگرانی شروع ہو جائے اور کسی بھی طور سے اسے نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیا جائے - ایسا موقع آئے تو شکیل کو کسی بھی طریقے سے بیڈ کو اٹرلایا جا سکتا ہے"

"او ... کے - سر"

دوسرے پیراگرام منسٹر کے خازن سکریٹری مسٹر حسن کی بیٹی آسیہ جس

حرکات کو بغور چیک کیا جائے۔"

"بیسٹ لک جناب۔"

"وہ یس آل۔" عمران نے ڈسکنکٹ کر دیا اور کال بوتھ سے باہر نکل آیا۔ کچھ دیر بعد وہ صفدر کے پاس تھا۔ صفدر خاصا افسردہ و مضمحل نظر آرہا تھا اس نے عمران کی طرف دیکھا اور بولا۔ "اب کیا پروگرام ہے۔ عمران صاحب۔"

"اب رادی چین بجا چین لکھتا ہے۔"

"یعنی۔؟"

"آرام کرو۔ ضرورت پڑنے پر تمہیں چیف خود ہی کال کرے گا۔"

"مگر مجھے اس لڑکی کی بربادی کا افسوس ہمیشہ رہے گا۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں کوشش کروں گا کہ تمہاری شادی اس لڑکی سے کر دی جائے۔"

صفدر کچھ نہ بولا۔ عمران نے گیراج کے مستری سے پوچھا۔ "میری میں میں کتنی دیر لگے گی۔؟"

"صاحب کم سے کم آٹھ گھنٹے تو جا رجر پر لگی رہنی چاہیئے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں صبح گاڑی لے لوں گا۔"

پھر عمران صفدر کو گیراج ہی پر چھوڑ کر ٹاٹا کر کے ایک طرف چل پڑا۔ ساڑھے سات بجنے والے تھے اور اسے ٹھیک پونے آٹھ بجے فیاض سے ساحل پر ملنا تھا اور آٹھ بجے اپنی نادیدہ عاشقہ کو بھی دیکھنا تھا۔

.....

○

ساحل پر پہنچ کر عمران نے ٹیکسی چھوڑ دی۔ ٹھیک پونے آٹھ بجے تھے وہ مرغ چھولے والوں کی دکانیں دیکھتا ہوا چل رہا تھا اس وقت بھی وہ اپنی اصلی شکل میں نہیں تھا۔ ایسا اس نے مصلحتاً ہی کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس کی نادیدہ "عاشقہ" اسے اس کی اصلی شکل سے ہی پہچانتی۔ اور اگر اس شکل میں بھی پہچان لیتی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ پیچ کسی سازش میں اسے پھانسا جا رہا ہے۔

یا پھر ایک بات اور بھی ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے یہ "عاشقہ" کا چکر اس لیے چلایا گیا ہو کہ اس کی توجہ اصل معاملہ سے ہٹا کر دوسری طرف کرائی جا سکے۔

ایک مرغ چھولے والے کے ٹھیلے کے قریب فیاض نظر آ ہی گیا وہ بڑی بے چینی سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا اور اس وقت اس کے جسم پر اس کا سب سے قیمتی اور جدید تراش کا سوٹ تھا۔ عمران نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور فیاض کے بالکل قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن فیاض نے کوئی توجہ نہ دی۔ عمران نے مرغ چھولے والے سے کہا۔

"ایک پلیٹ مرغ چھولے۔"

"ایک منٹ صاحب۔ ذرا گرم کر لوں۔"

"نہیں۔ ہمیں ٹھنڈے ہی چاہئیں۔" عمران نے شیطانی لہجہ میں کہا۔

"جیسے آپ کا حکم صاحب۔"

"کس بات کا حکم۔؟" عمران اور زیادہ غصہ سے بولا۔

"ٹھنڈے کھا کر میں اپنے معدے کی مٹی پلید کروں گا۔؟"

"صاحب۔ آپ ہی تو کہہ رہے تھے کہ ٹھنڈے ہی چاہئیں۔"

"تو میں کب کہہ رہا ہوں کہ گرم کر دو۔"

مرغ چھولے والا حیرت سے عمران کی طرف دیکھنے لگا۔ انداز ایسا ہی تھا کہ جیسے وہ عمران کو جھکی سمجھ رہا ہو۔ عمران نے جھلا کر کہا۔ "ارے ایسے کیا دیکھ رہے ہو۔؟ کیا کاٹ کھاؤ گے۔؟"

"ارے صاحب آپ تو خواہ مخواہ۔"

"یعنی میں خواہ مخواہ ہوں۔؟" عمران آپے سے باہر ہو گیا۔

فیاض نے عمران کا بازو پکڑا اور ایک طرف کھینچنے لگا۔ عمران لڑنے کے انداز میں چلتا ہوا بولا۔ "چھوڑ دیجئے مجھے۔"

"بس زیادہ حماقت کی ضرورت نہیں۔" فیاض نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔ بے عزتی نہیں کرانی تو چپ چاپ چلو۔"

"تو یار پہلے ہی بتا دیتے۔ میں اس غریب سے کیوں الجھتا۔؟"

"اچھا بس۔ خاموش رہو۔"

عمران چپ چاپ اس کے ساتھ ایک تاریک گوشے میں آ گیا۔

فیاض نے ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں اور عمران نے پوچھا۔ "کیا ابھی تک تمہاری عاشقہ نظر نہیں آئی۔؟"

"ابھی تک تو نظر نہیں آئی۔؟"

"میری بھی نظر نہیں آئی ہے۔؟"

"میں سوچ رہا ہوں کسی نے اگوا تو نہیں بنایا۔؟"

"چھوڑو یار اتنے بڑے آدمی کا اگوا کیسے بنایا جا سکتا ہے؟ یہ بات

کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارا کیا معاملہ ہے۔؟"

"تم سے مختلف نہیں ہے۔"

"ہوں۔" فیاض نے کہا۔ "اگر یہ معاملہ مذاق ہی ہوا تو پھر میں تمہیں دیکھ لوں گا۔"

"بائیں۔ مجھے تک... کیوں دیکھو گے۔"

"میرے ساتھ اس قسم کا مذاق تمہارے سوائے کوئی نہیں کر سکتا۔"

"تب پھر میں کس کس کو دیکھتا پھروں گا۔ سوپر فیاض۔؟ میرے ساتھ خود اس قسم کا مذاق ہر آدمی کر سکتا ہے وہ جو کہتے ہیں۔ غریب کی بھابی۔ سب کی... نہیں شاید غریب کی جورو سب کی بھابی محاورہ ہے۔"

"اچھا بک چھوڑو اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کرو۔"

"اب تک سنجیدگی سے ہی غور کیا ہے۔"

"پھر کچھ سوچا۔؟"

"کیا سوچنا ہے۔؟"

"تو پھر کیا جھک ماری ہے غور کر کے۔؟"

"میں نے تم سے کہہ دیا ہے کہ میں اس لڑکی کو دیکھے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔"

فیاض خاموش ہو کر پائپ سلگانے لگا۔ دفعتاً عمران نے اس طرح نتھنے سکوڑے جیسے اس کے نتھنوں سے کسی قسم کی بو ٹکرائی ہو۔ فیاض نے حیرت سے پوچھا۔

"کیا بات ہے۔؟"

"خوشبو۔ کسی لڑکی کی خوشبو ہے۔"

"کیا بکواس ہے۔؟"

"اگر لڑکی کی خوشبو بکواس ہوتی تو حکومتوں کے تختے نہ الٹ جایا کرتے فیاض صاحب۔ فیصلہ یہ کرنا ہے کہ خوشبو میری والی کی ہے یا تمہاری والی کی"

ایک ہلکے سے نقرئی قہقہے کی آواز گونجی اٹھی اور عمران اور فیاض اچھل پڑے عمران لیکپاتا ہوا بولنے لگا۔ جل تو۔ جلال تو۔ آئی بلا کو ٹال

"یہ کیا بیہودگی ہے۔؟" فیاض نے عمران کے بازو میں چٹکی لی۔

"بیہودگی نہیں سو پر بزرگ لوگ بلائیں اسی طرح بھگاتے ہیں۔

"مگر میں بلا نہیں ہوں۔؟" ایک نسوانی آواز ابھری۔

"ہائیں۔ پھر کون ہو تم۔؟" عمران بوکھلا کر ادھر ادھر دیکھتا ہوا بولا۔

"ایک لڑکی ہوں۔"

"لل۔ لڑکی ہو تو سامنے آکر بات کرو۔"

"میں سامنے آؤں گی۔ مگر تمہارے نہیں آؤں گی۔"

"پپ۔ پھر۔؟"

"میں فیاض سے ملنے آئی ہوں۔"

"اوہو۔ تو تم فیاض والی ہو۔"

"کیا تم مجھے فیاض صاحب سے تنہائی میں ملنے کا موقع نہیں دو گے"

"لک۔ کیوں نہیں دوں گا۔"

"تو پھر جاؤ انہیں تنہا چھوڑ دو۔"

فیاض جلدی جلدی اپنا کالر اور بالوں کا اسٹائل درست کر رہا تھا عمران نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ اچھا دوست خدا حافظ۔"

"خدا حافظ اور ہاں دیکھو۔ تم ٹیکسی اسٹینڈ پر میرا انتظار کرنا۔ فیاض کی آواز

"کون سے سن میں واپس آؤ گے۔؟" عمران نے بے چارگی سے پوچھا۔

لڑکی کے قہقہہ کی آواز پھر آئی اور کہا گیا۔ گھبراؤ نہیں تمہارے دوست کو میں چند منٹ بعد ہی بھیج دوں گی۔"

"شش۔ شکریہ۔ شکریہ۔"

عمران بوکھلایا ہوا اس گوشے سے بھاگ نکلنے کے انداز میں نکلا اور تیر کی طرح ایک دوسرے گوشے میں پہنچ گیا۔ وہاں کھڑے ہو کر وہ باقاعدہ طور پر ہانپ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ نہ جانے فیاض کا کیا حشر ہو رہا ہو گا ممکن ہے۔ وہ اس گوشے سے بیہوش لڑکی کے ساتھ چلا جائے۔ فیاض اسی قسم کا آدمی تھا۔ دل پھینک اور عیاش۔ ابھی عمران کو چند منٹ بھی وہاں پہنچے ہوئے نہیں ہوئے تھے کہ کانوں میں ایک دلکش سی نقرئی آواز ٹکرائی۔ "آ گئے تم۔"

"آ گیا۔ عمران روانی میں بولا۔ پھر دوسرے ہی لمحے اس نے ارے باپ رے کا نعرہ لگایا اور بھاگنے کی پوزیشن میں آیا تھا کہ آواز پھر ٹکرائی

"ٹھہرو۔"

عمران کے قدم جہاں کے تہاں جم گئے۔ آواز نے پھر کہا۔

"تم اس طرح کیوں بھاگ رہے تھے۔؟"

"مم۔ میں بھوت پریت سے بہت ڈرتا ہوں۔"

"مگر میں بھوت نہیں ہوں۔"

"پھر کون ہو تم۔؟"

"تمہاری ہی طرح انسان ہوں۔"

"تت۔ تو سامنے آکر بات کرو۔"

"میں سامنے آ رہی ہوں۔" چند لمحے بعد ہی ایک چٹان کے عقب سے ایک سایہ سا نمودار ہوا نکلا اور عمران کے قریب آ کر رک گیا عمران کی ناک کے

نتھنوں میں ایک مست کن خوشبو گھستی چلی گئی اور وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔

"سائیہ نے کہا۔ لو میں آگئی ہوں تمہارے سامنے۔"

"پپ۔ پہلے اپنے پاؤں دکھاؤ۔" عمران کپکپاتا ہوا بولا۔

"کیوں۔؟"

"تم۔ اطمینان کرنا چاہتا ہوں تم چھل پیری تو نہیں ہو۔"

لڑکی نے آہستگی سے ہنس کر اپنے پیر آگے بڑھا دیئے پھر عمران نے جیب سے ٹارچ نکال کر لڑکی کے پیروں پر روشنی ڈالی۔ پیر سیاہ تھے ہی تھے بڑے سبک اور گورے چٹے پیر تھے جن کی انگلیاں جوتی کی کالی پٹیوں میں سے جھانک رہی تھیں۔ عمران نے اطمینان کی سانس لی اور لڑکی بولی۔ اب تو مطمئن ہو تم۔؟"

"ہاں۔ اب مطمئن ہوں۔"

"میرا چہرہ نہیں دیکھو گے روشنی میں۔؟"

"نہ۔ نہیں۔"

"کیوں۔؟"

"اس لئے کہ تمہارے پیروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم بہت خوبصورت ہو۔"

"پھر۔؟"

"تم۔ میں خوبصورت عورتوں سے بہت ڈرتا ہوں۔"

"وہ کیوں۔؟"

"اگر شادی ہی کرنی پڑی تو کون حفاظت کرتا پھرے گا۔؟"

"کیا مطلب۔؟"

"میرا ایک دوست ہے۔ بڑا روکھا اور غیر مجلس قسم کا آدمی ہے۔ اس

ہو گئی تھی اب اس کے احباب کا شمار اگر قلم لے کر بھی کرو تو ناممکن ہے۔"

لڑکی ہنس کر بولی۔ سچ مچ تم بہت دل چسپ ہو۔ تمہاری انہی اداؤں نے میرا دل موہ لیا ہے۔"

"ارے باپ رے۔ عمران پیٹ پکڑ کر کراہا۔"

"کیا ہوا۔؟"

"پپ۔ پیٹ میں مروڑ رہتی ہے۔ ایسا جملہ کسی لڑکی کی زبان سے سن کر۔ پچھلے سال ایک لڑکی نے ایسا ہی جملہ کہہ دیا تھا پورے گیارہ مہینہ تک معدہ خراب رہا تھا۔ پچھلے مہینہ سے ذرا ٹھیک ہوا تھا۔ اب پھر گیارہ مہینے تک کے لئے گیا۔" اس طرح باتوں میں لگائے رکھنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ اندازہ کرنا چاہتا تھا کہ وہ لڑکی اکیلی ہے یا اس کے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔ لیکن ابھی تک وہ اس بات کا صحیح طور پر اندازہ نہ کر پایا تھا۔

لڑکی عمران کی بات سن کر ہنس رہی تھی۔ پھر بولی۔

"تو پھر کیا سوچا ہے تم نے۔؟"

"کک۔ کس بارے میں۔؟"

"میرے بارے میں۔"

"بہت خوبصورت ہو گی۔ روشنی میں اور خوبصورت نظر آتی ہو گی۔"

"یہ تمہارا جواب تو نہیں ہے۔"

"ہائیں کس بات کا جواب۔؟"

"میرے سوال کا جواب۔"

"کک۔ کیا سوال۔؟"

"میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔"

"ہائیں اس مکالمے کا جواب تو مجھے معلوم نہیں۔ کبھی کسی لڑکی کی

زبان سے یہ مکالمہ میں نے نہیں سنا۔"

"یہ مکالمہ نہیں۔ میرے دل کی ترجمانی ہے۔"

"کک۔ کیا چیز ہے۔؟"

"میرے دل کی ترجمانی۔"

"اس لفظ کا مطلب بھی مجھے نہیں معلوم۔"

"تم ترجمانی کا مطلب نہیں سمجھتے۔؟"

"مطلب تو سمجھتا ہوں۔ غالباً ٹرانس لیشن کو ہی ترجمانی کہتے ہیں۔؟"

"ہاں۔"

"مگر یہ جملہ دل کا ٹرانس لیشن کیسے ہو سکتا ہے۔؟"

"عمران۔ !!" لڑکی کی آواز دردناک تھی۔

"یس۔ سر۔" عمران جلدی سے بولا۔

"کیا تم سچ مچ اتنے ہی سنگدل ہو۔؟"

"ہائیں۔ اس جملہ کا کیا مطلب ہوا۔؟"

"کیا سچ مچ تمہارے سینہ میں دل نہیں پتھر ہے۔؟"

"ہائیں۔ سینے میں پتھر کیسے ہو سکتا ہے۔" عمران ہراساں ہو کر بولا۔ "تم مجھے احمق ہی سمجھتی ہو بالکل۔؟"

"عمران پلیز۔"

"یس سر۔"

"خدا کے لئے سنجیدگی سے بات کرو۔"

"اب یہاں روشنی ہوتی تو تم دیکھتیں کہ میں اس وقت کتنا سنجیدہ ہوں۔"

"تمہارے لئے کس طرح سنجیدہ ہو جاؤں۔؟"

لڑکی چند لمحوں تک بے حس و حرکت کھڑی رہی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ عمران کے قریب آئی اور اس کے بازو عمران کے گلے کی طرف بڑھے۔

"ارے باپ رے۔" وہ لو کھا کر پیچھے ہٹ گیا۔

عمران۔" لڑکی ہاتھ پھیلا کر بولی۔" خدا کے لئے مجھے مایوس نہ کرو۔"

"مم۔ میرا دل دھڑک رہا ہے۔"

"میں تمہارے دل کو چین بخشوں گی۔"

"مم... میرا دم گھٹ رہا ہے۔"

"میں تمہارے دل اور دماغ میں سکون ہی سکون پیدا کر دوں گی۔"

"تت۔ تم کوئی ڈاکٹر ہو۔؟"

"عمران خدا کے لئے میرے جذبات کا اس طرح مذاق مت اڑاؤ۔"

"ارے میں نے تو آج تک مکھی بھی نہیں ماری۔"

"میرے قریب آؤ۔ عمران خدا کے لئے قریب آؤ۔" لڑکی عمران کی طرف بڑھتی رہی۔ مگر عمران پیچھے ہٹتا ہوا کپکپاتی آواز میں بولا۔" تم خدا کے لئے میرے قریب مت آؤ۔" عمران۔ مجھے اپنی آغوش میں لے لو۔ عمران میں تمہارے لئے کب سے تڑپ رہی ہوں۔"

"ارے واہ نہیں شرم بھی نہیں آتی ایسی باتیں کرتے ہوئے۔؟"

"عمران ڈارلنگ۔ !!" لڑکی جھٹکے سے رک گئی۔

"مم... میں... اپنی عزت آبرو پر حرف آنے سے پہلے اپنی جان دے دوں گا۔"

لڑکی چپ چاپ کھڑی رہی۔ پھر آہستہ سے بولی۔" تو یہ تمہارا فیصلہ ہے۔؟"

"بب۔ بالکل میرا فیصلہ ہے۔"

"سوچ لو۔"

"کک - کیا سوچ لوں - ؟"

"آج کے بعد تم مجھے زندہ نہیں پاؤ گے"

"ارے واہ - بھلا کیسے مر جاؤ گی - ؟ مجھے تو تم بیمار بھی نظر نہیں آتیں"

"میں تمہاری بیمار ہوں - عمران ڈارلنگ"

"واہ - میں کوئی کالرا ہوں - ؟ یا ٹپ دق ہوں"

"عمران !" - ؟

"دیکھو میں - میں غیر لڑکیوں سے ایسی باتیں سننے کا عادی نہیں ہوں"

"میں تمہارے لئے غیر نہیں ہوں"

"ہائیں - کیا مطلب - ؟"

"ایسا لگتا ہے عمران - جیسے میں تمہیں جنم جنم سے جانتی ہوں"

عمران ہنس پڑا - اور لڑکی بولی "تم میرے جذبات کا مذاق اڑا رہے ہو - ؟"

"نہیں - میں اس بات پر ہنس رہا ہوں کہ مجھے اپنے پچھلے جنم کی کوئی بات یاد نہیں - پھر تم مجھے کیسے جنم جنم سے جانتی ہو - ؟"

"اس کا مطلب ہے - تمہارا دل پگھلے گا نہیں"

"یعنی میرا دل بھی کوئی موم کا بنا ہوا ہے - بھئی واہ - کبھی پتھر - کبھی موم - اے تم لڑکی ہو کہ جھوٹ کا پٹارہ - ؟"

"تو پھر تم مجھے زندہ نہیں دیکھنا چاہتے"

"دیکھنا چاہتا ہوں - مگر اب روشنی میں دیکھنا چاہتا ہوں"

"جب تمہارے دل میں ہی میرے لئے جگہ نہیں ہے تو مجھے روشنی میں دیکھ کر ہی کیا کرو گے - ؟"

"سوچوں گا"

"کیا سوچو گے - ؟"

"یہی کہ تمہارے لئے کوئی خالی جگہ نکال سکتا ہوں یا نہیں"

"تم سچ مچ پتھر دل ہو - میں یہ بات بھول ہی گئی تھی یہ نہیں سوچا کہ پتھر میں جونک کس طرح لگ سکتی ہے"

"ہائیں - یعنی کہ تم جونک ہو - ؟"

"میں جا رہی ہوں - مگر اتنا یاد رکھو - اب تمہیں میری لاش ہی دیکھنے کو ملے گی - اور تم زندگی بھر پچھتاؤ گے"

پھر لڑکی چٹان کی طرف بڑھنے لگی اور عمران اس کی طرف جھپٹتا ہوا بولا "ارے - ارے سنو تو سہی" لیکن لڑکی اندھیرے میں غائب ہو چکی تھی - عمران کو یہ توقع نہیں تھی کہ وہ لڑکی اتنی پھرتیلی بھی ثابت ہو سکتی ہے اس نے ٹارچ کی روشنی میں ادھر ادھر دور دور تک جائزہ لیا لیکن اس علاقے میں ویسے بھی کسی کو تلاش کر لینا آسان کام نہیں تھا۔

عمران کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا - اب کیا کرے - ؟ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ لڑکی کو اس طرح چھوڑ کر اس نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی ہے - دفعتاً اسے فیاض کا خیال آیا اور وہ تیزی سے اس کی طرف لپکا جہاں وہ فیاض کو چھوڑ کر آیا تھا مگر فیاض سے راستہ میں ہی مڈبھیڑ ہو گئی - وہ حد درجہ بدحواس نظر آ رہا تھا - اس نے عمران کو دیکھتے ہی گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہا۔

"کہاں چلے گئے تھے تم - ؟ میں کتنی دیر سے ڈھونڈتا پھر رہا ہوں"

عمران نے حیرت سے پلکیں جھپکا کر فیاض کا چہرہ دیکھا - فیاض کے ہونٹوں اور گالوں پر جگہ جگہ لپ سٹک کے واضح نشانات نظر آ رہے تھے - فیاض نے حیرت سے پوچھا "اس طرح کیا دیکھ رہے ہو - ؟"

"اگر آئینہ ہوتا تو تمہیں دکھاتا کہ تمہاری محبت کے فسانے کے حروف

کس طرح تمہارے چہرے پر پھیلے ہوئے ہیں۔"

"کیا مطلب۔؟"

"شاید تمہاری عاشقہ کسی پروف لپ سٹک استعمال نہیں کرتی۔"

فیاض نے بوکھلا کر منہ رگڑا اور اس کے ہاتھ پر بھی سرخی لگ گئی وہ جلدی سے رومال نکال کر اپنا چہرہ رگڑ رگڑ کر صاف کرنے لگا۔"

"اب تو نہیں ہیں۔؟"

"نہیں۔ مگر شکر کرو کہ رات کا وقت ہے۔ ورنہ اینٹی کرپشن پولیس اور پریس سے بڑی زبردست داد ملتی... آہا... کیا قطعہ یاد آیا ہے۔ اس بات پر۔ ہم نے سنا ہے۔ احمد محی الدین عرشی کا قطعہ۔؟"

"کیا قطعہ۔؟"

"سنو اور جھوم جھوم کر سنو۔" عمران نے اکڑ کر پڑھا۔

اک حسینہ کہہ رہی تھی کل یہ ہونٹوں شاپ پر
چاہئے مجھ کو لپ سٹک ہو مگر وہ کس پروف
کیوں کہ اکثر گرمیٔ جذبات سے ہوتا ہے یہ
پھیل جاتے ہیں محبت کے فسانے سے حروف

"بھئی واہ۔ کیا فرمایا ہے۔" فیاض نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "کیا ہم یہاں شعر و شاعری کے لئے آئے تھے۔؟"

"نہیں۔ تم تو یہاں آخری مصرعہ کی تشریح کے لئے آئے تھے۔"

"اچھا باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔"

"پھر کیا کروں۔؟"

"تم نے اس لڑکی کو تو نہیں دیکھا۔؟"

"دیکھا تھا۔"

"کہاں۔؟"

"ادھر چٹانوں کی طرف۔ مگر وہ شاید ہوا میں تحلیل ہو گئی۔"

"ارے جلدی چل کر اسے تلاش کرو... ورنہ غضب ہو جائیگا۔"

"کک۔ کیسا غضب۔؟"

"وہ کہہ گئی ہے کہ میں نے اس سے شادی نہیں کی تو وہ اپنی جان دے دیگی۔"

"اے۔ میں اپنی والی کا تذکرہ کر رہا ہوں۔ مجھے ادھر اپنی والی ملی تھی۔"

"واہ پھر میری والی آخر کہاں غائب ہو گئی۔؟"

"تم نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔؟"

"بہت کوشش کی تھی مگر وہ اچانک چھوٹ کر بھاگ نکلی اور اندھیرے میں غائب ہو گئی۔"

"کیا وہ ابھی تم سے شادی کرنا چاہتی تھی۔؟"

"کہتی تھی کہ ایک گھنٹہ کے اندر اندر مجھے زندگی کی ساتھی بنا لو۔ ورنہ جان دیدوں گی۔"

"ارے باپ رے۔ یہی تو میری والی کہہ رہی تھی۔ پھر وہ بھی اس طرح غائب ہو گئی کیا تم نے اسے ٹھکرا دیا تھا۔؟"

"نہیں۔ میں نے تو یہ کہا تھا کہ میں ایک دن کی مہلت چاہتا ہوں کل تک سوچ کر جواب دیدوں گا بس اسی بات پر ناراض ہو گئی تھی۔"

"اور تم اسے ڈھونڈتے پھر رہے ہو۔"

"اور کیا کرتا۔؟"

"تو اب تم کر ہی رہے ہو اس سے شادی کر لیتے۔؟"

"شاید کر لیتا۔ عمران اگر تم بھی اسے دیکھتے تو تمہارا بھی ایمان ڈگمگا اٹھتا۔ پھر وہ لوٹ کر پیار کرتی ہے۔ ایسی لڑکیاں کامیاب شریک حیات ثابت ہوتی ہیں۔ میں دوسری کر لوں گا۔"

"اسے جانے دو۔ کسی کنوارے کو اس قسم کا دھوکا کھانے کا حق حاصل نہیں ہے۔"

"نہیں عمران سنجیدگی سے سوچو۔ میں اسے کہاں تلاش کروں؟"

"گھر جاؤ۔ ممکن ہے اس کی لاش سے ملاقات ہی ہو جائے۔"

فیاض عمران کو گھورتا رہا پھر بولا۔ "لگتا ہے تمہیں میری بات پر اعتبار نہیں ہے۔"

"تمہاری بات پر اعتبار ہے مگر جو کچھ تم اس لڑکی کے متعلق کہہ رہے ہو اس پر اعتبار نہیں ہے۔"

"کیوں۔؟"

"اس لئے کہ جو واقعہ تمہارے ساتھ پیش آیا ہے من و عن وہی واقعہ میرے ساتھ پیش آیا ہے۔ مجھے تو لگتا ہے کوئی چالاک مجرم ہم دونوں کو کسی قسم کے جال میں پھانسنا چاہتا ہے۔"

فیاض عجیب یقینی نظروں سے عمران کی طرف دیکھتا رہا۔

.....

عمران نے فلیٹ میں داخل ہو کر سلیمان کو کھانا میز پر لگانے کا حکم دیا اور خود باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ عین اسی وقت پرائیویٹ فون کی گھنٹی بج اور وہ چونک پڑا۔ وہ تیزی سے پرائیویٹ کمرے میں پہنچا اور رسیور اٹھا کر ایکسٹو کی آواز میں بولا۔

"ہیلو۔!!"

"جولیا سپیکنگ سر۔"

"یس۔"

"چوہان کی رپورٹ۔"

"بولتی رہو۔"

"آسیہ واپس آ گئی ہے۔"

"کوئی خاص بات۔؟"

"چوہان کی رپورٹ کے مطابق آسیہ واپس آئی ہے۔ اس وقت گھر میں کوئی موجود نہیں سب کسی پارٹی میں گئے ہوئے ہیں۔ صرف نوکر گھر پر موجود ہیں اور آسیہ بے حد پریشان اور بدحواس نظر آتی ہے وہ اپنے بیڈ روم میں نوکروں سے کہہ کر چلی گئی ہے کہ وہ تھکی ہوئی ہے۔ اسے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔"

"اور کوئی خاص بات۔؟"

"چوہان کی رپورٹ کے مطابق آسیہ کا چہرہ خاصا اترا ہوا تھا۔ رنگت [illegible]

تھی جیسے وہ ابھی ابھی رو پڑے گی۔

"ہوں۔ اور۔ تنویر کی رپورٹ۔؟"

"اس کی رپورٹ بھی مل گئی ہے۔ جس نوجوان کی نگرانی اس کے سپرد کی گئی تھی وہ ابھی تک ٹولوٹا نہیں ہے اس کے فلیٹ میں صرف ایک مفلوج عورت ہے جو کئی بار باہر آ آ کر پڑوسیوں سے شکیل کے متعلق پوچھ گچھ کر گئی ہے اور اس کی پریشانی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خلاف توقع اتنی دیر تک گھر سے باہر رہا ہے ورنہ وہ جلدی واپس آجاتا ہے۔

"ٹھیک ہے۔ نگرانی بدستور جاری رہنی چاہئے۔"

"او۔ کے۔ سر۔"

"اب مجھے صبح رپورٹ ملنی چاہیئے۔"

"او کے۔"

"ویلیس آل۔"

عمران نے ڈسکنکٹ کر دیا۔ پھر وہ پرائیویٹ روم سے نکلا ہی تھا کہ عام ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی عمران نے بڑھ کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ عمران سپیکنگ۔"

"اوہ۔ عمران... تم... میں فیاض بول رہا ہوں۔" دوسری طرف سے کپکپاتی آواز سنائی دی۔

عمران نے حیرت سے پوچھا۔ "خیریت۔؟ کیا تمہیں سردی لگ رہی ہے۔"

"غضب ہو گیا۔ عمران۔"

"لک۔ کیسا غضب۔؟"

"اس لڑکی نے اپنی دھمکی پر عمل کر لیا۔"

"کیا۔؟" عمران اچھل پڑا۔

"ارے اس کی لاش میرے گھر کے سامنے پڑی ہے۔ اور ایک بڑی بھیڑ بھی جمع ہے۔ سارے پڑوسی جمع ہو کر وہ خط پڑھ رہے ہیں۔ جو اس کے سینے پر رکھا ملا ہے۔"

"لک... کیسا خط۔؟"

"میں نے تو سنا نہیں نوکر بتا رہا تھا کہ اس خط میں جو کچھ لکھا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے اس لئے خودکشی کی ہے کہ وہ میرے بچے کی ماں بننے والی ہے اور میں نے اس کی آبرو لوٹ کر اس سے شادی کرنے انکار کر دیا تھا۔"

"ارے باپ رے۔"

"پڑوسی مجھ پر بہت ناراض ہو رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم تو فیاض کو شریف سمجھتے تھے۔ کچھ لوگ پولیس کو بھی اطلاع کر چکے ہیں۔ میں سخت پریشان ہوں کیا کروں۔؟ عزت کا سوال ہے۔"

"کمال کی خبر ہے۔"

"خدا کے لئے میری مدد کرو۔"

"ہم۔ میں کیا مدد کر سکتا ہوں۔؟"

"تم بہت کچھ کر سکتے ہو۔ خدا کے لئے فوراً ادھر چلے آؤ۔ میں بہت پریشان ہوں۔ اوہ شاید پولیس آ چکی ہے... میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ خدا کے لئے جلدی چلے آؤ۔"

پھر دوسری طرف سے ڈسکنکٹ ہو گیا اور عمران بوکھلایا ہوا کھڑا رہ گیا۔ پھر اس نے رسیور رکھا ہی تھا کہ اچانک داخلی دروازے کی گھنٹی بڑے زور سے بجی اور عمران اچھل پڑا۔ گھنٹی بجتی چلی جا رہی تھی۔ عمران بھپتے کر دروازے کے قریب پہنچا اور زور سے بولا۔ "کون ہے۔؟"

"دروازہ کھولو۔ میں ہوں پڑوسی۔"

عمران نے جلدی سے دروازہ کھول دیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ ہڑبڑا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ کیوں کہ دروازے پر پڑوسی تنہا نہیں تھا اس کے ساتھ کئی اور پڑوسی بھی تھے وہ عمران کو خونخوار نظروں سے گھور رہے تھے۔

"کیا... کیا بات ہے۔؟" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"میں تو تمہیں شریف سمجھتی تھی۔" ایک پڑوسن بولی۔

"خ... خدا کی قسم میں بالکل شریف ہوں۔"

"تمہاری شرافت کا ثبوت بھی موجود ہے۔" وہ عورت ایک طرف ہٹ گئی۔ اور عمران کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ سامنے ہی ایک خوب صورت لڑکی کی لاش چت پڑی تھی وہی لباس جسم پر تھا جس لبادہ میں اس نے ساحل پر اپنی نادیدہ محبوبہ کو دیکھا تھا۔

"یہ... یہ کون ہے۔؟" عمران ہکلایا۔

"ہم سے پوچھ رہے ہو۔؟ یہ تمہاری شرافت کا ثبوت ہے۔"

"نائیں۔ میں سمجھا نہیں۔"

ایک پڑوسن نے آگے بڑھ کر کہا۔ "عمران صاحب۔ افسوس ہے کہ ہم نے آپ کو سمجھنے میں غلطی کی تھی۔"

"آپ کا اصل روپ آج سامنے آیا ہے۔" دوسرا بولا۔

"بہتر ہوگا کہ آپ اسی وقت یہ فلیٹ خالی کردیں۔"

"نہیں۔" ایک نے کہا۔ "اس طرح انہیں نہیں چھوڑا جاسکتا۔ انہیں پولیس کے حوالے کیا جائے گا۔"

"پولیس کو ٹیلی فون کرو۔"

"جی ہاں۔ آپ ایک معصوم لڑکی کے قاتل ہیں۔"

"ارے باپ رے۔ مم۔ میں نے اسے قتل نہیں کیا۔"

"قتل کرنے کے برابر ہی ہے۔"

"کک۔ کیا مطلب۔؟"

"اس نے خودکشی کی ہے۔"

"کک۔ کیوں۔؟"

"اس لئے کہ آپ نے اس کی عزت لوٹ لی تھی اور جب یہ ماں بننے وا تھی تو آپ نے اس سے شادی کرنے سے انکار کردیا۔"

"ارے واہ۔ آپ لوگ کیا علم غیب پڑھے ہوئے ہیں۔؟"

"جی نہیں اس لڑکی کا خط یہ سب ظاہر کرتا ہے۔ یہ دیکھئے۔" ایک آدمی نے خط بڑھاتے ہوئے کہا۔ اس میں صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ آپ نے اس سے محبت کی پینگیں بڑھائیں اور جب اس کے حسن و شباب سے کھیل چکے اور یہ ماں بننے لگی تو آپ نے اسے ٹھکرا دیا۔"

"ارے باپ رے۔ یہ مجھ جھوٹ ہے۔"

"آپ اتنی واضح حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتے۔"

"کوئی لڑکی جھوٹ موٹ اپنی جان نہیں دے سکتی۔"

"آپ کو اس کی سزا ضرور ملنی چاہیئے۔"

"پولیس کو ٹیلی فون کرو۔"

"میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔" ایک نے کہا۔ "پولیس آتی ہی ہوگی۔"

"ضرور پولیس کو بلائیے۔" عمران چلا گیا۔ "میرے پاس بھی اس کی آوارگی کے ثبوت موجود ہیں اس نے جس طرح مجھے بیوقوف بنایا تھا اسی طرح کئی کو بنایا ہ

"کیا مطلب۔؟"

"اس کا نام روزا ہے۔ اور اس کے لکھے ہوئے کئی خطوط جو اس نے مختلف عاشقوں کے نام لکھے تھے میرے پاس موجود ہیں۔"

"آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔"

"ٹھہریئے۔ میں آپ لوگوں کو دکھاتا ہوں۔" عمران غصیلے انداز میں فلیٹ میں آگیا۔ وہ سیدھا بیڈ روم میں گیا۔ اس کے پیچھے سلیمان بھی آگیا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے صاحب۔؟"

"طوطے کی بلا بندر کے سر۔"

"کیا مطلب۔؟"

"یہ فیوریٹ روم کا سامان کسی کی نظر میں نہیں آنا چاہیئے۔ میں جا رہا ہوں۔ پولیس آئے تو کہہ دینا کہ مجھے پتہ نہیں صاحب کہاں گئے ہیں میں تو کچن میں تھا۔"

"لیکن صاحب۔ معاملہ کیا ہے۔؟"

"واپسی میں بتاؤں گا۔"

"اور واپسی کب ہوگی۔؟"

"ابے تو کسی وکیل کی اولاد تو نہیں ہے۔؟"

عمران نے پھرتی سے ایک موٹی سی ڈوری نکال کر مسہری کے پائیہ سے باندھی اور اسے کھڑکی سے نیچے لٹکا کر نیچے اترتا چلا گیا۔

سلیمان ہکا بکا سا عمران کو اترتے دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد عمران زمین پر رکا اور اس نے سلیمان کو ڈوری چھوڑنے کا اشارہ کیا اور اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

فیاض کی کوٹھی کے سامنے ٹیکسی رکوا کر عمران اترا اور کرایہ ادا کر کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو گیا۔ فیاض کی کوٹھی کے سامنے تو اب بھیڑ نہیں تھی۔ مگر ادھر ادھر بھیڑ موجود تھی۔ کچھ پولیس والے موجود تھے ایک سب انسپکٹر پڑوسیوں کا بیان لے رہا تھا۔ اور فیاض اس طرح کھڑا ہوا تھا جیسے اسے پھانسی دینے کی تیاری کی جا رہی ہو۔

عمران پر نظر پڑتے ہی وہ بری طرح اچھل پڑا اور کپکپاتی آواز میں بولا

"تم۔ تم آ گئے عمران۔؟"

سب انسپکٹر نے عمران کی طرف دیکھا۔ دوسرے پڑوسی بھی اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے اور فیاض عمران سے کہہ رہا تھا۔

"تم تو میرے دوست ہو۔ مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔ کیا کسی لڑکی سے میرے اس قسم کے تعلقات بھی تھے کہ وہ میرے بچے کی ماں بن جاتی۔؟"

"ارے توبہ توبہ۔" عمران گال پیٹ کر بولا۔ "یہ قطعی ناممکن ہے۔"

"عمران صاحب۔" سب انسپکٹر نے خشک لہجہ میں کہا۔ "مجھے خود اس کاروائی پر افسوس ہے۔ مگر حقیقت کو تو نہیں جھٹلایا جا سکتا۔ فیاض صاحب کی کوٹھی کے لان پر لاش پائی گئی ہے اور لاش کے سینے پر خط رکھا ہوا پایا گیا ہے۔"

"ہم۔ میں وہ خط دیکھنا چاہتا ہوں۔" عمران نے کہا۔

سب انسپکٹر نے خط عمران کی طرف بڑھا دیا اور عمران خط ہاتھ میں لیتے ہی اچھل پڑا پھر اس نے جلدی سے اسے کھول کر پڑھا۔ مون وعن وہی تحریر تھی جو عمران کے نام لکھے گئے اس خط میں تھی جو اس نے فلیٹ کے سامنے پائی گئی لاش کے سینہ پر پایا گیا تھا۔ عمران نے ایک جھرجھری سی لی اور بولا۔

"اگر یہی خط فیاض کے جرم کا ثبوت ہے تو پھر اس جرم میں میں بھی شریک ہوں۔"

"کیا مطلب۔؟"

"عمران نے اپنی جیب سے خط نکالا اور سب انسپکٹر کو دیتا ہوا بولا۔

"اس خط کو پڑھیے۔ تحریر اور انداز تحریر میں کوئی فرق ہو تو بتایئے۔"

سب انسپکٹر نے عمران کا خط اور فیاض کا خط دونوں لے لئے عمران کا خط پڑھا تو اس کی آنکھوں میں بھی حیرت ابھر آئی۔ انداز تحریر کے ساتھ ہی تحریر بھی ایک جیسی تھی اس نے حیرت سے عمران کی جانب دیکھا اور بولا۔

"آپ کے پاس یہ خط کہاں سے آیا؟"

"ایک لاش کے سینے پر سے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"ایک لڑکی کی لاش میرے فلیٹ کے سامنے بھی موجود ہے۔!"

"نہیں۔!"

"اس بلڈنگ میں ٹیلی فون بھی موجود ہے میں نمبر بتاتا ہوں۔ آپ تصدیق کر لیجئے۔"

سب انسپکٹر حیرت سے دیکھتا رہا۔ عمران نے کہا۔ ممکن ہے یہ کسی قسم کی سازش ہو جس کا جال میرے اور فیاض کے گرد پھیلا یا گیا ہو۔"

"لیکن یہ کس قسم کی سازش ہو سکتی ہے۔؟"

"یہ تو حالات ہی بتا سکتے ہیں۔ لاش کہاں ہے۔؟"

"وہ رہی۔"

"عمران لاش کے قریب گیا اس پر چادر ڈھکی ہوئی تھی۔ عمران نے لاش کے چہرے پر سے چادر کھسکا کر دیکھی۔ دوسرے ہی لمحہ وہ ہڑبڑا کر کھڑا ہو گیا اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ کیونکہ یہ تو ہو بہو وہی لڑکی کی لاش تھی جسکی لاش خود اس کے فلیٹ کے سامنے پڑی تھی۔ سب انسپکٹر عمران کے قریب پہنچ کر بولا۔ اب کیا ہوا۔؟"

"خدا کی قسم۔ یہ تو اسی لڑکی کی لاش ہے جس کی لاش میرے فلیٹ کے سامنے پڑی ہے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"اس لاش کی شکل میں اور اس لاش کی شکل میں ایک بال کا بھی فرق نہیں ملے گا۔"

"مسٹر عمران!" سب انسپکٹر نے خشک لہجہ میں کہا۔ آپ قانون کی آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتے۔"

"سب انسپکٹر۔ میں یہاں موجود ہوں۔ آپ اگر خود نہ جانا چاہیں تو اس نمبر پر ٹیلی فون کیجئے وہاں پر پولیس موجود ہو گی۔ اس علاقے کے انچارج کو بلا کر یہ لاش دکھا دیجئے۔"

"اگر یہ بات غلط ہوئی تو۔؟"

"میں چھ ماہ کے لئے پھانسی پانے کو تیار ہوں۔" عمران نے صدق دلی کے ساتھ کہا۔

سب انسپکٹر عمران کو گھورتا رہا پھر بولا۔ اچھی بات ہے۔ اگر آپ کی بات غلط نکلی تو آپ کے خلاف سخت قسم کا ایکشن لیا جائے گا۔ آپ اپنی بلڈنگ کا ٹیلیفون

نمبر بتایئے۔" عمران نے اپنی بلڈنگ کا ٹیلی فون نمبر بتایا اور سب انسپکٹر فون کے لئے چلا گیا۔ فیاض کے کھوئے ہوئے حواس واپس آتے جا رہے تھے

عمران کے علاقے کا سب انسپکٹر جیسے ہی فیاض کی کوٹھی کے لان کے قریب پہنچا وہ عمران کو دیکھ کر بری طرح اچھل پڑا۔ "اوہو تو آپ یہاں موجود ہیں۔"

"جی ہاں۔ موجود ہوں۔ اور ابھی آپ کی تسلی ہو جائے گی۔"

"پہلے آپ یہ بتایئے کہ آپ وہاں سے فرار کس طرح ہوئے۔؟"

"اللہ تعالیٰ بڑا مسبب الاسباب ہے داروغہ جی۔ وہ آدمی کو ہوا میں بھی تحلیل کر سکتا ہے۔"

"لیکن اب آپ ہوا میں تحلیل نہیں ہو سکتے۔ خود کو حراست میں سمجھیے۔"

"سمجھ لیا۔ آپ نے اس لڑکی کی لاش کا معائنہ کر لیا جو میرے فلیٹ کے سامنے پڑی ہے۔؟"

"اور کیا اس کی پوجا کرتا رہتا۔"

"اب اس لاش کا بھی معائنہ کر لیجئے۔ ایسا ہی کیس یہاں بھی ہوا ہے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب لاش سے پوچھئے۔"

داروغہ لے آگے بڑھ کر لاش کے چہرے پر سے چادر ہٹائی اور دوسرے ہی لمحے وہ... ہڑبڑا کر پیچھے ہٹ گیا وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر لاش کو دیکھتا رہا۔ پھر ہونٹوں پر زبان پھیر کر عمران کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"یہ کیا معجزہ ہے۔؟"

"سن لیا آپ نے۔؟" عمران فیاض کے علاقہ کے انچارج سے بولا۔ "اب ان داروغہ جی سے پوچھئے کہ جو لڑکی مجھ پر الزام لگا کر مری ہے۔ وہ کونسی ہے اور یہ لڑکی کون۔"

"ارے۔ عمران کے علاقے کا انچارج بولا۔" یہ تو سونیا صدی اس لڑکی کی لاش ہے۔؟"

"مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔؟" فیاض کے علاقے کا انچارج بولا۔ "ایک ہی لڑکی کی دو لاشیں کیسے ہو سکتی ہیں۔؟"

"اور وہ خطوط بھی دکھا دیجئے۔"

عمران کے علاقے کے انچارج نے خطوط دیکھے اور حیرت سے بولا۔ "یہ تو ایک ہی ہاتھ کی تحریریں ہیں۔"

"اور ان میں سے ایک خط سونیا صدی پر فیاض کے نام لکھا گیا ہے دوسرا میرے نام۔" فیاض بھی ہکا بکا سا کھڑا تھا اور پڑوسی بھی حیران تھے۔ "سب انسپکٹر نے کہا۔" لیکن اس معجزے کا سبب کیا ہے۔؟"

"معجزہ نہیں داروغہ جی۔ یہ سازش ہے... اور میں اسے ثابت کئے دیتا ہوں۔" پھر عمران نے لاش کے قریب پہنچ کر لڑکی کا چہرہ ٹٹولا اور اس کی گردن بھی ٹٹولی۔ اور پھر چند لمحہ بعد ہی وہاں پر موجود لوگوں کی آنکھیں حیرت سے اور زیادہ پھیل گئیں۔

لاش کے چہرہ پر سے ایک مصنوعی چہرے کی جھلی اور سنہری بالوں کی وگ اتر آئی تھی لاش کا اصلی چہرہ ایک اور عورت کا تھا۔ عمران نے کہا۔

"میرا دعویٰ ہے کہ میرے فلیٹ کے سامنے جو لاش پڑی ہے۔ اس کے چہرے پر بھی اسی قسم کا مصنوعی چہرہ فٹ ہوگا۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔؟" ممکن ہے کہ وہ اصلی چہرہ ہی ہو۔"

"ٹھہریئے میرے پاس اس کی دلیل بھی موجود ہے۔" عمران نے لاش کا پورا جسم ٹٹولا۔ آنکھیں دیکھیں گردن پر نشانات تلاش کئے اور ٹھنڈی سانس

لے کر اٹھتا ہوا بولا۔ "اس خط میں لکھا ہے کہ یہ عورت ماں بننے والی ہے۔"

"جی ہاں۔"

"مگر میرا دعویٰ ہے کہ دنیا کا کوئی ڈاکٹر اس بات کو ثابت نہیں کر سکتا کہ یہ لڑکی ماں بننے والی تھی۔"

"جی!"

"جی ہاں... اور میرا یہ بھی دعویٰ ہے کہ اس لڑکی کی موت غیر قدرتی نہیں ہے۔ یہ یا تو ہارٹ فیلیو کا شکار ہے یا اس کے جسم میں کوئی خطرناک زہر ملے گا۔"

"یعنی۔؟"

"آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس کے جسم پر زخم کا کوئی نشان نہیں ہے۔"

"قطعی۔"

"اور خودکشی کرنے والے یا تو کوئی تیز دھار آلہ استعمال کرتے ہیں۔ یا ریوالور... بالفرض یہ بھی مان لیا جائے کہ خودکشی کیلئے رسی کا پھندا بھی استعمال کیا جاتا ہے تو اس لاش کی گردن پر بھی اس قسم کا کوئی نشان نہیں ہے۔ یہ بھی نہیں سمجھا جا سکتا کہ کسی دوسرے فرد نے اسے گلا گھونٹ کر مارا ہو۔ کیونکہ گلے پر کسی قسم کا نشان بھی نہیں ہے۔"

"مگر۔"

"ایک منٹ جناب۔ مگر یہ خودکشی کا کیس ہے تو اس نے خودکشی کہاں کی تھی۔؟ اگر اس فلیٹ کے سامنے ہی خودکشی کی تھی تو خودکشی کے وسائل کس طرح مہیا کئے گئے اور پھر یہ خط خودکشی کے بعد اس نے سینہ پر کیسے رکھ لیا۔؟ مگر یہ بھی ہے کہ لاش یہاں لائی گئی ہے۔"

"سو فیصدی ایسا ہی ہوا ہے۔ مگر خودکشی کرنے والی لڑکی کس سے کہہ کر مری تھی کہ میری لاش فلاں جگہ پہنچا دینا۔؟ ایسا ہوا تو پھر اس نے اقدام خودکشی سے روکا کیوں نہیں جس نے لاش یہاں تک پہنچائی ہے۔؟"

دونوں سب انسپکٹر بنگا سے منہ دیکھتے رہ گئے۔ عمران پھر بولا۔ "اور دوسری بات یہاں یقیناً کوئی نہ کوئی ڈاکٹر بھی ہوگا۔"

"میں ہوں۔" ایک پڑوسی آگے بڑھ کر بولا۔

"ذرا آپ لاش کی آنکھیں دیکھ کر بتائیے۔ کیا اس لڑکی کی موت کو چوبیس گھنٹے سے زیادہ نہیں گزر گئے۔؟"

ڈاکٹر نے لاش کو دیکھا بھالا اور بولا۔ "عمران صاحب کا اندازہ ٹھیک ہے۔ میرے اندازے کے مطابق اس کی موت کو چوبیس گھنٹے سے کچھ اوپر ہی گزر رہے ہیں۔"

"اور اس کا مطلب ہے۔ یہ لاش کسی سازش کے تحت یہاں ڈال کر فیاض کو پھنسانے کی کوشش کی گئی ہے اور اسی طرح ایک لاش میرے فلیٹ کے سامنے ڈال کر مجھے بھی پھنسانے کی کوشش کی گئی ہے کسی نہ کسی طرح دو لاشیں حاصل کی گئی ہیں۔ جس طرح ایک شکل کی دو لاشیں حاصل کرنا ممکن ہے۔ اسی طرح ایک لاش کی شکل کا چہرہ اسی کم مدت میں تیار کر لینا بھی ممکن ہے۔ اس لئے ایک ہی شکل کے دو مصنوعی چہرے بنائے گئے ہوں گے۔ اور انہیں ان دونوں لاشوں کے چہروں پر استعمال کیا گیا ہے اور اس سازش کا ثبوت ان خطوط سے بھی ملتا ہے۔ جو میرے اور فیاض کے نام پائے گئے ہیں۔"

"لیکن اس سازش کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔؟"

"یہ سازش کرنے والے ہی جانیں۔"

"یا آپ بتانا نہیں چاہتے۔؟"

"کچھ بھی سمجھئے ۔ اگر ہمیں گرفتار کرنا ہے ۔ تو جلدی سے گرفتار کر لیجئے"

"نہیں ۔ یہ سازش ثابت ہونے کے بعد اس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ لیکن آپ کو بیانات دینے کے لئے ضرور چلنا پڑے گا ۔ اور یہ خطوط بھی ہمارے پاس ہی رہیں گے"

"سپر" وہ فیاض کی طرف گھوم کر بولا "اب آپ حکم دے سکتے ہیں کیونکہ آپ پر جرم ثابت نہیں ہوا"

"ٹھیک ہے ۔ ہم لوگ تیار ہیں ۔ اور آپ سرکاری ہسپتال فون کر کے معلوم کر لیجئے ۔ وہاں سے یقیناً دو لاشیں غائب ہوں گی"

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں"

ایک سب انسپکٹر نے سرکاری ہسپتال ٹیلی فون کر کے معلوم کیا اور عمران کے اس خیال کی بھی تصدیق ہو گئی کہ بیچ بیچ وہاں سے دو عورتوں کی لاشیں غائب ہو گئی تھیں جو پوسٹ مارٹم کے لئے لا کر رکھی گئی تھیں ۔

.....

فیاض نے عمران کی طرف دیکھا اور بولا "یار ۔ اس وقت تم نے کمال ہی کر دیا ۔ ورنہ میرے تو ہاتھ پاؤں ہی پھول گئے تھے"

"مجھے خود بھی پاؤں پر سر رکھ کر بھاگنا پڑا تھا"

"سر پر پاؤں رکھ کر ۔۔ محاورہ ہے"

"ہو گا"

"لیکن اس سازش کا مقصد کیا ہے ۔؟"

"ہمیں کچھ گھنٹوں تک الجھائے رکھنا"

"یعنی ۔!!"

"ظاہر ہے کہ سازش کا مقصد ہمیں پھنسانا ہی ہوتا تو اتنا گنجلک پلاٹ نہ بنایا گیا ہوتا ۔ غالباً سازشی یہی چاہتے تھے کہ ہمیں چند گھنٹوں یا ایک دو دن کیلئے اس معاملے میں الجھا کر ہماری توجہ کسی خاص معاملہ کی طرف سے ہٹا دیں"

"اوہ" فیاض چونک پڑا ۔

"کیوں ۔؟ کیا ان دنوں تمہارے سپرد کوئی خاص کیس کیا گیا تھا"

"ہاں میں ان دنوں اس واقعہ کی تحقیقات کر رہا تھا ۔ جس میں ایک بندر بھی ملوث تھا اور جس کے سبب ایک لڑکی نے خودکشی کر لی تھی"

"اور تازہ واقع تو پھر تم نے سنا ہی نہ ہو گا"

"وہ کیا ۔؟"

"جس طرح ایک نوجوان نے فوج آفیسر کی لڑکی کو بندر سے بچایا تھا اسی طرح ایک نوجوان نے وزیر اعظم کے خاص سیکریٹری مسٹر ہمی کی بیٹی آسیہ کو ایک خطرناک کتے سے بھی بچایا تھا"

"نہیں ۔!!"

"تم تو اس لڑکی کی میٹھی باتوں کے نشہ میں کھوئے ہوئے ہو گے"

"مگر تمہیں اس واقعہ کی اطلاع کیسے ملی ۔؟"

"میں اپنی آنکھیں کھلی رکھتا ہوں"

"مگر اس واقع کا ردعمل کیا ہوا ۔؟"

"آسیہ گھر تو پہنچ چکی ہے ۔ لیکن یہ نہیں معلوم کہ وہ زندہ ہے یا خودکشی کر چکی ہے"

"کیا مطلب ۔؟"

"ٹھہرو۔ کیونکہ اسی نوعیت کا کیس تمہارے محکمہ میں ہے اس لئے میں تمہیں خبردار کئے دیتا ہوں۔" حلاف توقع عمران نے آسیہ اور شکیل اور فریدہ کی ملاقات کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ اس تفصیل میں وہ صفدر کا نام گول کر گیا تھا اس نے آخر میں کہا۔ "اور آسیہ کو اس نوجوان کے ساتھ آج ہی میں نے بلیو پوائنٹ پر دیکھا تھا۔"

اس کے بعد عمران نے آسیہ کی ان کیفیات کی تفصیل بتائی جس میں ڈوبا ہوا اس نے دیکھا تھا اور بولا۔ "جبکہ آسیہ کے متعلق سنا گیا ہے کہ وہ ایک انتہائی محتاط رہنے والی لڑکی ہے۔ پھر وہ شکیل کے ساتھ ہی کار میں کس طرح چلی گئی تھی۔ میں نے اس کا تعاقب کرنے کی کوشش کی لیکن میری توجہ کیونکہ آسیہ کی طرف رہی تھی اس لئے کسی نے میری گاڑی کی بیٹری ہی ڈاؤن کر دی تھی۔ میں تعاقب سے معذور رہا اور اس کے بعد آسیہ رات اپنے بنگلے پر دیکھی گئی ہے۔ خدا جانے ان تین چار گھنٹوں میں اس پر کیا بیتی ہو؟ ویسے اطلاع کے مطابق وہ بے حد پریشان اور ہر حواس نظر آ رہی ہے۔ اور اس وقت غالباً وہ اپنے بنگلے پر اکیلی ہی ہوگی۔"

"اوہو۔ اس کا مطلب ہے اس کا بھی وہی حشر ہو چکا ہے۔ جو فوجی آفیسر کی لڑکی کا ہوا تھا۔"

"امکانات اسی بات کے ہیں۔ غالباً یہ کسی منظم گروہ کا کام ہے۔ لڑکیوں کو اس طرح پھانس کر وہ کوئی بڑا کام لینا چاہتا ہے۔ پہلا کیس کیونکہ تمہارے محکمے نے نمٹایا تھا۔ اس لئے دوسرے کیس کے دوران ان لوگوں نے تمہیں اس نقلی فلیور سے چکر میں پھنسانے کی کوشش کی ہوگی اور ساتھ میں مجھے بھی۔ پہلے اور ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ جرم خاصہ باخبر لوگ ہیں وہ جانتے ہیں کہ تمہیں جرم سونپا جائے گا اس میں تمہارے ساتھ میں بھی شامل ہو سکتا ہوں۔"

"قطعی۔ اس سے تو یہی ظاہر ہے مگر اب کیا کیا جائے۔؟"

عمران چند لمحہ تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ "اچھا۔ تم ایسا کرو۔ چند منٹ میں ٹھہرو۔"

"اور تم۔؟"

"میں ذرا پبلک کال بوتھ تک جا رہا ہوں۔ ابھی آتا ہوں۔" پھر عمران فیاض کو چھوڑ کر ریسٹوران سے نکل آیا۔ چند لمحہ بعد وہ پبلک کال بوتھ میں تھا اس نے جولیا سے رابطہ قائم کیا۔

"یس۔ جولیا سپیکنگ۔"

"ایکسٹو۔" عمران بھاری آواز میں بولا۔

"یس۔ سر۔"

"ضرورتاً مجھے ابھی رپورٹ پھر لینی پڑ رہی ہے۔"

"سر میں خود آپ سے کئی بار رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر چکی ہوں۔"

"کوئی خاص بات۔؟"

"جی ہاں۔ سر۔ تنویر کی رپورٹ کے مطابق شکیل اپنے فلیٹ پر پہنچ چکا ہے۔ مگر ایک لاش کی صورت میں۔"

"کیا مطلب۔؟"

"وہ ایکسیڈنٹ کا شکار ہو گیا تھا۔ اس کی مطلوح حال روتے روتے بیہوش ہو گئی ہے۔ اور اب پولیس لاش کو اٹھانے کے انتظامات کر رہی ہے۔"

"ہوں۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ "اور پوچھا۔ جو جہاں کی رپورٹ"

"جہاں کی رپورٹ کے مطابق ابھی تک آسیہ کے گھر والے یا رشتے دار نہیں پہنچے ہیں۔ اور وہ اپنے بیڈ روم سے باہر نہیں نکلی ہے۔"

"اوہو۔ وہ زندہ تو ہے۔؟"

"جی ہاں۔ وہ زندہ ہے۔ کیونکہ چوہان نے دریچہ سے آسیہ کی سسکیاں سنی تھیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اب تنویر کی رپورٹ ملنے پر اسے واپس بلا لینا۔"

"اور چوہان۔؟"

"اسے پوزیشن پر رہنے دو۔"

"او۔ کے۔ سر۔"

دیٹس آل۔" عمران ڈسکنکٹ کر کے بوتھ سے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر فیاض کے ساتھ ریستوران میں بیٹھا تھا۔ فیاض نے پوچھا۔

"کیا ہوا۔؟ کہاں گئے تھے تم۔؟"

"وہی جس کا مجھے قبل ہی سے اندیشہ تھا۔"

"یعنی۔؟"

"وہ نوجوان شکیل ختم کر دیا گیا جو آسیہ کے ساتھ بلیو پوائنٹ پر دیکھا گیا تھا۔"

"اوہ۔!"

"کچھ دیر تک دونوں خاموش رہے۔ پھر فیاض نے پوچھا۔"

"اب کیا پروگرام ہے۔؟"

"اب ایک ہی مہرہ رہ جاتا ہے۔ اور وہ ہے آسیہ۔"

"تو پھر چلو آسیہ کو چیک کیا جائے۔"

"آؤ۔ اٹھو۔"

عمران اور فیاض اٹھ گئے۔ فیاض نے بل ادا کیا اور دونوں ریستوران سے نکل آئے۔

○

کلاک نے رات کے گیارہ کے گھنٹے بجائے اور آسیہ نے چونک کر گھڑیال کی طرف دیکھا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے گھنٹے نہیں۔ اس کے سر پر ہتھوڑے برسائے جا رہے ہوں۔ روتے روتے اس کی آنکھیں سوج گئی تھیں۔

اچانک دروازے پر دستک ہوئی اور اس نے چونک آنسو پونچھے اور بولی۔

"کون۔؟"

"میں ہوں۔ بیٹی۔" اس کے نوکر کی آواز آئی۔

"کیا ہے۔؟"

"تم کھانا نہیں کھاؤ گی بیٹی۔ گیارہ بج چکے ہیں۔"

"ممی ڈیڈی کب تک لوٹیں گے۔؟"

"وہ تو ایک ڈیڑھ بجے سے پہلے نہیں لوٹیں گے۔ میں نے تو تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ صاحب کہہ گئے ہیں کہ آسیہ آجائے تو فوراً بھیج دینا۔"

"نہیں مجھے نہیں جانا۔"

"تو کھانا تو کھا لو۔"

"نہیں مجھے بھوک نہیں ہے۔"

بھرنے لگی۔ اچانک اسے کانوں سے ٹیلی فون کی گھنٹی کی آواز ٹکرائی۔ اور پھر وہ چونک پڑی۔ کسی انجانے سے اندیشے سے اس کا دل دھڑک اٹھا۔ وہ جلدی سے اٹھی اور بیڈ روم سے نکل کر فون والے کمرے میں آئی۔ اس نے جلدی سے رسیور اٹھایا اور کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"ہیلو"

"غالباً۔ آپ مس آسیہ ہی ہیں"

"جی ہاں۔ مگر آپ کون ہیں۔؟"

"میں آپ کی ایک نادیدہ ہمدرد ہوں" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیا مطلب۔؟"

"آپ مجھے نہیں جانتیں۔ مگر میں آپ کو جانتا ہوں۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ آپ آج شام سے شکیل کے ساتھ نہیں"

"جی۔!" آسیہ اچھل پڑی۔

"جی ہاں۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ شکیل نے آپ کے ساتھ کس قسم کی زیادتی کی ہے"

"کیا مطلب۔؟"

"اس نے نہ صرف آپ کی آبرو ریزی کی ہے۔ بلکہ آپ .... کی برہنہ تصاویر بھی کھینچ لی ہیں"

"نہیں" آسیہ کی آواز کپکپا گئی۔

"اور وہ تصاویر اب میرے قبضہ میں ہیں"

"کک۔ کیا مطلب۔؟"

"جی ہاں۔ آپ کی اور شکیل کی برہنہ تصاویر اب میرے قبضہ میں ہیں۔" آسیہ سناٹے میں بیٹھی رہ گئی۔ دوسری طرف سے پھر کہا گیا۔

"سن رہی ہیں آپ۔؟"

"آ۔ آپ۔ کک۔ کون ہیں۔؟"

"یقین مانیئے۔ میں آپ کا ہمدرد ہوں۔ آپ کا دشمن نہیں ہوں"

"آ۔ آپ۔ کک۔ کیا چاہتے ہیں۔؟"

"میں چاہتا ہوں کہ وہ تصاویر آپ کو معہ نیگیٹوز کے واپس مل جائیں تاکہ آپ کا مستقبل محفوظ رہ سکے اور آپ کے ساتھ کسی وقت بھی کوئی زیادتی نہ ہونے پائے"

"مم۔ مگر... اس سے بڑی زیادتی اور کیا ہوگی۔؟ اب میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں رہی ہوں" کہتے کہتے آسیہ کی آواز بھرا گئی۔

"مجھے سچ مچ آپ سے ہمدردی ہے۔ مس آسیہ اور آپ چاہیں تو میں اس نوجوان شکیل کے ساتھ آپ کی شادی بھی کرا سکتا ہوں"

"جی۔!!"

"جی ہاں۔ جس آدمی نے آپ کی آبرو کا موتی چھینا ہے۔ آپ اس کی شریک حیات بن سکتی ہیں۔ کیوں کہ اگر کسی دوسرے سے آپ کی شادی ہوئی تو آپ کی روح اور آپ کا ضمیر آپ کو چین نہیں لینے دیں گے۔ اور فرض کیجیے آپ اپنی اور ضمیر کی آواز کو اپنی خاندانی بدنامی کے ڈر سے دبا بھی جائیں تو ممکن ہے کہ کسی روز وہ تصاویر آپ کے ڈیڈی یا آپ کے شوہر کے ہاتھ میں پہنچا دی جائیں۔ آپ خود سوچیے اس وقت آپ کی کیا حالت ہوگی۔؟"

"نہیں۔!" آسیہ کا پورا وجود تھرا گیا۔

"اس [illegible] کہ وہ تصاویر آپ کو واپس [illegible] جائیں [illegible]

"م۔ مگر۔ آپ کس طرح پہنچائیں گے مجھ تک وہ تصویریں۔؟"

"میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ وہ تمام تصویریں کل صبح تک آپ کے ہاتھوں میں ہوں گی۔ مگر۔ اس میں ایک الجھن ہے۔"

"وہ کیا۔؟"

"دیکھئے جس آدمی کے ایما پر سنگیل نے آپ کے ساتھ یہ زیادتی کی ہے۔ اس کا میں بھی محکوم ہوں اور سنگیل بھی محکوم ہے۔"

"جی۔؟" آسیہ چونکی تھی۔

"جی ہاں۔ ہم لوگ اس کی مرضی کے پابند ہیں اور اسکی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔"

"پھر۔ پھر۔؟ کیسے ملیں گی مجھکو وہ تصویریں۔؟"

"تصویریں آپ کو مل جائیں گی۔ لیکن اس کے لئے آپ کو ہمارے باس کا ایک کام کرنا پڑے گا۔"

"وہ کیا۔؟"

"اگر آپ یہ کام کر دیں گی تو سمجھئے آپ کا مستقبل محفوظ ہے۔ ورنہ اس کی ہوتی ہے جس کے گناہ کا راز فاش ہو جائے۔ ورنہ دنیا میں کروڑوں گنہگار ایسے ہوں گے جن کو دنیا آج بھی شریف سمجھتی ہے۔ آپ اگر باس کا یہ کام کر دیں گی تو آپ کی تصویریں واپس مل جائیں گی اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی کہ آپ کے ساتھ کیا حادثہ ہوا ہے۔ اور میں آپ کی شادی کے ساتھ کرا دوں گا۔"

"دوسری صورت میں شاید میں بھی آپ کے لئے کچھ نہ کر سکوں کیونکہ میرا باس بہت سخت گیر ہے اور یہ بھی ممکن ہے کل ہی صبح ان تصاویر کی کاپیاں آپ کے ڈیڈی کو بھیج دی جائیں اور کچھ کاپیاں اخبارات میں اشاعت

"نہیں۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔" وہ کپکپا کر بولی۔

"میں خود نہیں چاہتا کہ ایسا ہو۔ تو پھر آپ تیار ہیں باس کے کام کے لئے۔؟"

"کک... کیا کام کرنا ہوگا مجھے۔؟"

"آپ اپنے ڈیڈی کے پرائیویٹ روم سے تو واقف ہیں۔؟"

"جی ہاں۔"

"اس روم میں مسٹر سمی پرائیویٹ کاغذات بھی رکھتے ہیں اور پرائیویٹ طور پر قومی منصوبوں پر غور بھی کرتے ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"اسی کمرے میں۔ کسی الماری میں ایک گہرے نیلے رنگ کی فائل ہوگی اور فائل پر ایک موٹا سا سفید حرف بنا ہوا ہوگا۔ بس آپ کو وہ فائل نکال کر ہم تک پہنچانی ہے۔"

"نہیں۔ یہ ناممکن ہے۔"

"سوچ لیجئے۔ آپ کا انکار باس کو برہم بھی کر سکتا ہے۔ اور پھر انجام سے تو آپ بخوبی واقف ہیں۔ میں بھی باس کو نہ روک سکوں گا۔"

"مم۔ مگر مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ اس روم کی چابیاں کہاں ہیں۔"

"ظاہر ہے کہ چابیاں نہ تو مسٹر سمی ساتھ لئے پھرتے ہوں گے۔ اور نہ کہیں گھر سے باہر رکھتے ہوں گے آپ ان کی مخصوص نشست گاہوں پر تلاش کیجئے کہیں نہ کہیں مل ہی جائے گی۔"

"اور مل جائے تو میں فائل لے کر آپ کے پاس کیسے پہنچوں گی۔؟"

"آپ اس کی پرواہ مت کیجئے۔ بس آپ گاڑی لیکر کوٹھی سے نکل پڑیئے گا۔ ہم لوگ آپ کو کہیں نہ کہیں روک کر فائل لے لیں گے۔"

"اور اگر فائل لینے کے بعد بھی تم نے تصویریں نہ دیں تو۔؟"

"اس وہم کا تو کوئی علاج ہمارے پاس نہیں ہے۔ آپ یہ بھی سوچئے کہ اس وقت ہمارے اوپر بھروسہ کرنا ہی پڑے گا۔ ویسے ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کی تصاویر ہر قیمت پر آپ کو واپس مل جائیں گی۔ کیونکہ ہمیں آپ سے کوئی ذاتی دشمنی تو ہے نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کوشش کرتی ہوں۔"

"شکریہ۔ آپ سمجھدار ہیں اور اپنے برے بھلے کے متعلق سوچ سکتی ہیں۔"

پھر وہ دوسری طرف سے ڈسکنکٹ کر دیا گیا۔

آسیہ کچھ دیر تک سناٹے میں بیٹھی رہی۔ پھر وہ جلدی سے اٹھ کر فون والے کمرے سے باہر آئی۔ کوٹھی میں گہرا سناٹا تھا۔ سارے ملازمین کوارٹروں میں جا چکے تھے۔ دربان صدر پھاٹک پر موجود تھا۔ اور وہ اطمینان سے اس وقت چابی تلاش کر سکتی تھی۔

اس نے چابیاں تلاش کرنے کی مہم شروع کی اور ٹھیک آدھ گھنٹے کی تلاش کے بعد اسے وہ چابیاں مل ہی گئیں جو ایک پرائیویٹ دراز میں تھیں۔ آسیہ چابیاں لیکر پرائیویٹ روم کی طرف گئی۔ دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہو گئی۔ اس کا سارا بدن پسینے میں شرابور تھا اور دل کی دھڑکنیں کنپٹیوں میں دھماکے پیدا کر رہی تھیں۔ اس نے الماری کھولی اور اس میں سے فائلیں نکال کر دیکھنے لگی۔ پندرہ منٹ بعد اسے نیلے رنگ کی وہ مطلوبہ فائل مل گئی۔ فائیل ایک طرف رکھ کر جلدی جلدی الماری بند کرنے لگی۔

[illegible] آسیہ کی گاڑی [illegible] اور اس [illegible]

"دربان کدھر مر گیا؟"

"دربان دور مٹا ہوا کوٹھی سے نکلائے۔ جی سرکار۔!!"

"پھاٹک کھولو جلدی سے۔"

دربان نے پھاٹک کھول دیا۔ آسیہ کی کار پھاٹک سے نکلی اور سڑک پر پہنچ کر فراٹے بھرنے لگی اسکے دونوں ہاتھ اسٹیرنگ پر تھرتھرا رہے تھے اور آنکھوں کے سامنے چنگاریاں سی اڑ رہی تھیں۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ گاڑی کا توازن قائم نہ رکھ سکے گی بڑی مشکل سے اپنے آپ پر قابو پا رہی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی سوچ رہی تھی کہ جانے اس اقدام کا انجام کیا ہو گا۔؟ پتہ نہیں یہ کس نوعیت کی فائیل ہو۔ اور اس کی گمشدگی کا ردعمل پر کیا اثرات لائے گی۔؟

.....

عمران کی گاڑی اسی وقت آسیہ کی گاڑی کے پیچھے لگ گئی تھی جب آسیہ کی گاڑی کوٹھی کے پھاٹک سے نکلی تھی۔ فیاض اس وقت عمران کے ساتھ ہی تھا اور دونوں کچھ دیر پہلے آسیہ کی کوٹھی کے قریب پہنچے تھے۔ وہ یہ فیصلہ بھی نہ کر پائے تھے کہ اسے کس طرح چیک کیا جائے؟ کہ اچانک انھوں نے آسیہ کی گاڑی کو کوٹھی سے نکلتے دیکھا اور عمران نے آسیہ کی گاڑی کا تعاقب شروع کر دیا۔

کچھ دیر بعد عمران نے دربان کی گاڑی بھی دیکھی جو اسی طرف آ رہی تھی لیکن عمران نے اپنی گاڑی کی بیک لائٹ تین بار جلا بجھا کر دربان کو اس بات کا

اشارہ دے دیا تھا کہ وہ واپس جا سکتا ہے لہٰذا اب چوہان کی گاڑی اوجھل میں نہیں نظر آ رہی تھی۔

آسیہ کی گاڑی آندھی اور طوفان کی طرح دوڑ رہی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اسے ایکسی ڈنٹ کی بھی پرواہ نہ ہو۔

"وہ تو آندھی اور طوفان کی طرح جا رہی ہے۔ فیاض نے کہا۔

"ہوں"

"کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ وہ خودکشی کا ارادہ کر کے ہی نکلی ہو"

"ممکن ہے"

"تو پھر اس طرح پیچھا کب تک کرتے رہو گے۔؟"

"راستہ تھوڑا صاف آنے دو"

کچھ دیر بعد عمران نے گاڑی کی رفتار بڑھانا شروع کر دی۔ پھر کچھ دیر بعد ہی اس کی گاڑی آسیہ کی گاڑی کے برابر دوڑ رہی تھی۔ آسیہ کی گاڑی ڈگمگائی اور پھر سنبھل گئی۔ پھر آسیہ کی آواز سنائی دی جو چیخ کر کہہ رہی تھی۔

"میں تمہارا کام کر لائی ہوں"

"یہ بہت اچھا ہوا" عمران نے بلند آواز میں جواب دیا۔

"کیا مطلب۔؟" فیاض چونک پڑا۔

"شش... خاموش بیٹھو"

"آسیہ کی آواز پھر آئی" گاڑی روکو میں بھی گاڑی روک رہی ہوں"

"روکو۔ میں بھی روکتا ہوں"

آسیہ کی گاڑی رک گئی۔ عمران نے بھی آسیہ کی گاڑی سے آگے بڑھا کر گاڑی روک لی۔ اور فیاض نے سرگوشی کی "یہ کیا معاملہ ہے۔؟"

عمران دروازہ کھول کر اترا اور آسیہ کی گاڑی کی طرف بڑھا۔ آسیہ نے کپکپاتی آواز میں کہا "وہ تصویریں لائے ہو تم۔؟"

"لایا ہوں" عمران بولا۔

"تو لاؤ مجھے دیدو"

"پہلے تم میرا کام کرو"

"میں یہ فائل لے آئی ہوں" آسیہ نے جواب دیا "مگر پہلے تم مجھے تصویریں دیدو۔ مجھے بھروسہ نہیں ہے کہ فائل لینے کے بعد تم مجھے تصویریں دے دو گے"

"ٹھہرو۔ میں تمہیں تصویریں دیتا ہوں" عمران اپنی گاڑی کے قریب واپس آیا۔ ڈیش بورڈ کا خانہ کھولا۔ اور اس میں سے گاڑی کے کاغذات کا لفافہ نکال کر وہ آسیہ کے قریب پہنچا اور بولا "لو تمہاری تصویریں"

آسیہ نے ہاتھ بڑھایا۔ مگر عمران نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔

"نہیں پہلے فائل دو"

آسیہ نے فائل گود میں سے اٹھا کر عمران کی طرف بڑھائی اور بولی "میں تمہیں فائل دیتی ہوں تم مجھے تصویریں دو"

عمران نے فائل لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور تصویریں دینے کیلئے دوسرا ہاتھ بڑھا دیا۔ جیسے ہی فائل عمران کے ہاتھ میں آئی... اچانک پیچھے سے ایک فائر ہوا اور گولی نے آسیہ کی گاڑی کا شیشہ توڑ دیا۔ آسیہ چیخ پڑی اور دوسری طرف سے فیاض چیخا "کیا ہوا۔؟"

فائل اور لفافہ نیچے گر چکے تھے اور عمران نہ صرف جھک گیا تھا بلکہ اس نے ریوالور نکال کر پوزیشن بھی لے لی تھی اچانک پیچھے سے

"یہ فائر صرف وارننگ تھی۔ تم سب اپنے اپنے ہتھیار پھینک کر ہاتھ اوپر اٹھا لو۔ دوسری صورت میں۔ میں صرف پندرہ سیکنڈ کا انتظار کروں گا۔ اس کے بعد رسٹی بم پھینکنا شروع کر دوں گا۔ ایک بم آسیہ کی کار کے لئے کافی ہو گا۔ اور دوسرا عمران صاحب تمہاری کار کے لئے کافی ہو گا۔"

فیاض بوکھلا کر کار سے اترا۔ ایک فائر اور ہوا۔ فیاض لڑکھڑا کر گرا۔ آواز نے پھر کہا۔ "فیاض مخاطب۔ یہ صرف وارننگ تھی دوسرا فائر تمہاری جان بھی لے سکتا ہے۔ اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو۔ ورنہ میں فائر کرتا ہوں۔"

فیاض نے جلدی سے ہاتھ اوپر اٹھا لئے اور تھرتھر کھڑا ہو گیا۔ عمران نے چیخ کر کہا۔ "تم جھوٹ بول رہے ہو تمہارے پاس دستی بم نہیں ہیں۔"

اچانک ایک زوردار دھماکہ ہوا اور ایک بم عمران کی کار سے کچھ فاصلے پر گرا۔ آسیہ کی ایک چیخ اور نکلی پھر کہا گیا۔ "دیکھ لیا تم نے۔ یہ دستی بم کا ہی دھماکہ ہے صرف دو تین بم تم سب کو موت کے گھاٹ اتار سکتے ہیں۔ عمران صاحب یہ آخری وارننگ ہے۔ اپنا ریوالور پھینک دو۔"

عمران نے ریوالور اچھال کر پھینک دیا۔ پھر کہا گیا۔ "ابھی فیاض کے پاس ریوالور موجود ہے۔"

"میں بھی پھینک رہا ہوں۔" فیاض بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

پھر اس نے بھی اپنا ریوالور پھینک دیا۔ کچھ دیر بعد ایک سیاہ پوش ان لوگوں کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ریوالور تھا۔ دوسرا اوورکوٹ کی جیب میں تھا۔ اور اس کے ساتھ دو آدمی اور بھی تھے جو اس کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے اس نے کہا۔ "عمران صاحب۔ آپ آسیہ کے تعاقب کے جوش میں یہ بھول گئے تھے کہ آپ کا تعاقب بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"تم لوگ آسیہ کے ساتھ کس قسم کا کھیل کھیل رہے ہو۔" عمران نے پوچھا۔

"مسٹر عمران اس وقت ہم اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ تمہارے سوالات کے جوابات دینے پر مجبور ہوں۔ اگر تم اپنی زندگی چاہتے ہو تو وہ فائیل اٹھا کر ہماری طرف پھینک دو۔ جو تمہارے پیروں کے پاس پڑی ہے۔"

"عمران۔" فیاض نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "فائیل اٹھا کر نہ دینا موقع ہو گا۔"

عمران نے فیاض کی بات کا جواب دینے کے بجائے سیاہ پوش سے کہا۔ "کا مطلب یہ ہے۔ اسی فائیل کے حصول کے لئے تم نے آسیہ کے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے۔"

"مجبوری" اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے مسٹر عمران۔ ہم جس نظریاتی جنگ کے زیر سایہ ہیں۔ اس کے لئے یہ فائیل ہمیں ملنا ضروری تھی۔ اور اسی لئے ہماری تنظیم کے مطابق اس پاگل کتے نے آسیہ اور فرید پر حملہ کیا تھا اور سکیم کے مطابق ہی شکیل اور آسیہ کے لطیفات بڑھوائے گئے تھے تاکہ آخر میں شکیل آسیہ کو بے قابو کر لے۔ ہمارا ایسی تصاویر لے سکے جن کے ذریعہ آسیہ ہماری مٹھی میں آ جائے اور ہم اسی کے ذریعہ فائیل نکلوا سکیں۔"

"مگر شکیل نے آسیہ کو بدنام کر کے اس کی آبرو نہیں لوٹی ہے۔"

"ہمیں معلوم ہے۔ تم اس وقت آسیہ کی نگرانی کر رہے تھے اور ہمارے ایک آدمی نے تمہاری کار خراب کی تھی۔ اور تمہیں اور فیاض کو اسی لئے حوادثیوں کے کیس میں الجھایا گیا تھا کہ تم لوگ اس طرف متوجہ نہ ہو سکو۔ آسیہ کو بدنام کرنے کے لئے وہ سیٹ کافی تھا جو ہمارے ملک کی ایک انوکھی ایجاد ہے۔ جسے صرف سونگھنے سے ہر لڑکی اتنی مست ہو جاتی ہے کہ اس کے ساتھ کچھ بھی کیا جا سکتا ہے اور وہ اعتراض نہ کرے گی۔ اور یہ نشہ تین چار گھنٹے تک برقرار رہتا ہے۔"

آسیہ سناٹے کے عالم میں بیٹھی تھی۔ عمران نے تلخ لہجے میں کہا۔

"اور اسی لیفٹیننٹ کے نشے میں تم نے اس فوجی آفیسر کی لڑکی کی عزت لٹوائی تھی؟"

"ہاں۔ کیوں کہ ہمیں اس فوجی آفیسر کے یہاں موجود کچھ فوجی رازوں کی ضرورت تھی مگر وہ راز سوائے اس کی بیٹی کے اور کوئی مہیا نہیں کر سکتا تھا۔"

"تم نے اس کام کے سلسلے میں بھی شکیل کو ہی استعمال کیا تھا۔؟"

"ہاں۔ شکیل کو ہی استعمال کیا تھا۔ کیونکہ ہم نے شکیل کو مستقل طور پر اپنا آلہ کار بنا لیا تھا۔"

"وہ کس طرح تمہارا آلہ کار بن گیا تھا؟"

"بہت آسانی سے۔" سیاہ پوش بولا۔ "کسی بھی ملک کی اقتصادی بدحالی اس کے غریب اور نادار عوام کو بکنے پر مجبور کر دیتی ہے۔"

"پھر تم نے شکیل کی جان کیوں لے لی۔؟"

"اس لئے کہ وہ تمہاری نظروں میں آ چکا تھا اور ہم جانتے ہیں کہ تم اکثر پولیس کے لئے کام کرتے ہو۔"

"تمہیں اس فائیل کی کس لئے ضرورت تھی جو تم نے آسیہ سے نکلوائی ہے؟"

"بہت خوب تم تو اس طرح سوالات کئے جا رہے ہو جیسے اس وقت ہم تمہارے قبضے میں ہیں۔"

"نہیں قبضے میں تو ہم ہیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ فائیل کے حصول کے بعد تم ہمیں زندہ نہیں چھوڑو گے۔ لہٰذا بتا دینے میں کیا حرج ہے؟"

"تمہارا خیال درست ہے۔ ہم فائیل پانے کے بعد تم تینوں میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ کیوں کہ ہم اپنے خلاف کسی قسم کا ثبوت نہیں چھوڑنا چاہتے ابھی ہمیں اس ملک میں بہت کچھ کرنا ہے۔ تمہاری بھلائی کے لئے ہم یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ اور کسی ملک کو زیر بنانے کے لئے اس کی زمین کو خون کی ضرورت

"بھلا تم کیا بھلائی کر رہے ہو۔ ہمارے لئے۔؟"

"تمہارا ملک رفتہ رفتہ سرخ سویرے کی لپیٹ میں جا رہا ہے ہم تمہیں اس ڈکٹیٹر شپ کی گود میں نہیں جانے دینا چاہتے۔ اسی فائیل میں ایک ایسے معاہدہ کا راز ہے جو تمہارا ملک ایک سرخ ملک سے کر رہا ہے۔ ہم جاننا چاہتے ہیں کہ اس معاہدے کی شرائط کیا ہیں۔ ہمارا ملک ان تفصیلات کو جاننے کے لئے بے چین ہے۔ تاکہ ہم تمہاری آنکھوں پر بندھی ہوئی پٹی بھی کھول سکیں۔"

"پٹی کھول سکیں یا ہمیں مسلسل اپنا محتاج بنا کر رکھ سکو۔ دنیا جانتی ہے کہ اب تک ہم تمہارے محتاج بن کر رہے ہیں۔ اور نہ تم نے ہمیں چین سے رہنے دیا اور نہ ہمارے اس نادان پڑوسی کو جس کو مسلسل ہم سے لڑنے پر آمادہ کر کے تم نہ صرف اس کی معیشت تباہ کر رہے۔ بلکہ خواہ مخواہ ہمارے لئے بھی الجھنیں پیدا کر رہے ہو۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ تم نے کسی بھی ملک کیلئے کچھ کیا ہے تو صرف اپنے مفاد کے لئے کیا ہے۔ جگہ جگہ حکومتوں کے تختے الٹوائے ہیں۔ عوام کا سیاسی شعور بیدار کرنے کے بہانے تم نے حکومتوں میں بغاوتیں کرائی ہیں۔ آج دنیا کا تین چوتھائی حصہ جس اضطراب اور انتشار کا شکار ہے۔ اس کے ذمہ دار تم ہو۔ صرف تم لوگ ہو۔"

سیاہ پوش نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور بولا۔

"افسوس کہ تمہارے جیسے احمقوں کے دماغ سے ابھی تک جہالت کا دھواں نہیں نکلا ہے۔ اسی لئے تم لوگوں کی زندگیاں تمہارے ہی ملک کے مفاد کے لئے مضر ہیں۔ ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"یہ تو وقت بتائے گا مسٹر کلارک۔"

"وہاٹ۔" سیاہ پوش اچھل پڑا۔ "تم مجھے جانتے ہو۔؟"

آگے تھے۔ اور پھر تم نے یہاں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ پھر ترقی کرتے کرتے ایڈورڈ کے مینیجر بن بیٹھے بلا ہر تم ایڈورڈ کے مینیجر ہو۔ مگر تمہاری ساری سرگرمیاں میری نظر میں تھیں۔ تمہارا ایک آلہ کار جب شکیل کو کچھ کر گزرنے کی ہدایت دے کر گیا تھا۔ تب ہی میں تمہارے متعلق جان چکا تھا۔ اور اب تم بچ نہیں سکتے۔

"فائیل اٹھاؤ" کلارک غرایا۔ "ورنہ میں بم پھینکتا ہوں"

"کوشش کر کے دیکھو۔ بغیر اس فائیل کے حصول کے تم بم بھی نہیں چلا سکتے"

سیاہ پوش کلارک چپ کھڑا رہا پھر اس نے اپنے ایک ساتھی سے کہا "جان فائیل اٹھاؤ۔"

جان ان کے درمیان سے نکل کر آگے بڑھا اور جیسے ہی وہ فائیل کے قریب پہنچا عمران نے پھرتی سے جھک کر فائیل اٹھایا اور ساتھ ہی اس کے بغلی ہولسٹر سے ریوالور بھی نکل آیا۔ یہ سب کچھ چشم زدن میں ہو گیا تھا۔ جان بوکھلا کر کھڑا رہ گیا۔ عمران نے کہا۔

"مسٹر کلارک۔ تم مجھے اتنا ہی بے بس سمجھتے ہو۔ صرف ایک ریوالور ہی تو میرا ہتھیار نہیں ہو سکتا۔ اب تم لوگ اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو۔ ورنہ میں جان کو گولی مار رہا ہوں"

"تم گولی نہیں چلا سکتے۔ ورنہ میں سب کو تباہ کر دوں گا"

"اگر کر سکتے ہو تو ضرور کرو۔ پھر یہ فائیل تمہیں نہیں مل پائے گی"

کہتے کہتے عمران کے ریوالور سے شعلہ نکلا۔ اور سیاہ پوش سے پیچھے کھڑا ہوا آدمی چیخ مار کر پیچھے لڑھک گیا۔ عمران نے چیخ کر کہا۔

"خبردار کسی نے جنبش کی تو گولی مار دوں گا"

"تم موت سے کھیل رہے ہو" سیاہ پوش بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"اب تمہاری دھمکی کام نہیں کرے گی" عمران بولا "میں جانتا ہوں کہ دشمنی ہم تمہارے اس ساتھی کے پاس تھے جو مر گیا۔ اور تم نے اس کی جیب سے بم نکالنے کی کوشش کی تو گولی مار دوں گا۔ رعایت نہیں کروں گا"

اچانک جان نے کچھ حرکت کرنے کی کوشش کی اور عمران کے ریوالور سے دوسرا شعلہ نکلا جان کی چیخ فضا میں بلند ہوئی اور وہ لڑھک کر گر گیا۔ عمران نے کہا۔

"مسٹر کلارک ابھی میرے ریوالور میں دس راؤنڈ مزید موجود ہیں۔ اگر تم اپنا حشر دیکھنا چاہتے ہو تو مزید حرکت کرو"

"میں تم سے سودا کرنا چاہتا ہوں" کلارک بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"اپنا ریوالور پھینک دو"

"سودے کی بات کرو۔ میں تمہیں مالا مال کر دوں گا"

"ریوالور پھینک دو۔ ورنہ میں گولی چلاتا ہوں" عمران غرایا۔

"سیاہ پوش کا ریوالور اٹھا مگر زمین پر آنے کے بجائے کنپٹی پر جا لگا اور ایک دھماکہ ہوا۔ اور سیاہ پوش چیخ مار کر گر پڑا۔

عمران اور فیاض سناٹے میں رہ گئے۔ آسیہ بھی سناٹے کے عالم میں بیٹھی تھی۔ پھر فیاض کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی "اس نے بھی خودکشی کر لی"

"اس کے لئے کوئی دوسرا راستہ بھی نہ تھا" عمران آہستہ سے بولا۔

اچانک آسیہ کی سسکیاں گونج اٹھیں۔ عمران نے فائیل آسیہ کی گود میں ڈال دی اور آہستہ سے بولا "مس آسیہ۔ آپ کی جو دولت چھن چکی ہے وہ تو میں واپس نہیں دلا سکتا۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ یہ راز اب ہمیشہ راز ہی رہے گا۔ ایڈورڈ کے خفیہ اڈوں کا بھید ہمارے پاس ہے۔ اور اگر تم [illegible] تو وہ راز داری

اور یہ سمجھ لینا کہ جس طرح ملک کی بہت سی عورتیں اپنے ملک پر سب کچھ قربان کر دیتی ہیں۔ ایسا ہی تمہارے ساتھ ہوا ہے۔

آسیہ کچھ نہ بولی اس کی سسکیاں بڑھ گئی تھیں۔ عمران اپنی گاڑی کی طرف مڑا فیاض حیرت سے آسیہ کو دیکھ رہا تھا۔

دفعتاً دور سے آتی ہوئی پولیس کاروں کے سائرن کی آوازوں نے اسے چونکا دیا۔

"پولیس کو کس نے فون کیا۔؟" وہ گویا خود سے مخاطب تھا۔

"میں نے بھی ہم کا دھماکہ اور گولیوں کی آواز سنی ہوگی۔" عمران نے دیدے نچاتے ہوئے کہا۔ سارا معاملہ تمہارے سامنے نپٹا ہے۔ لہٰذا سنبھال لینا اور فوری طور پر ایڈورڈ کے اڈوں پر چھاپہ مارنا۔ ورنہ کنفیوشس کا قول ہے کہ پھر کیا ہوت ہے جب چڑیاں چگ جائیں بہ یاں اچھا ٹاٹا۔" اس نے ہاتھ ہلایا اور آسیہ کو آگے بڑھنے کا اشارہ کرتا ہوا گاڑی گھمانے لگا۔

فیاض اب ان سے لاپرواہ اس سمت دیکھ رہا تھا جس طرف سے پولیس کی گاڑیاں آتی دکھائی دے رہی تھیں۔

..... ختم شد

عمران سیریز کے نئے شاہکار ناول

شائع ہو گئے ہیں			چھپ رہے ہیں		
مظلوم قاتلہ	نغمہ صفی	۳۰-۲۰	آستین کا سانپ	نغمہ صفی	۳۰
ہیجڑا گروہ	// //	۳۰-۳۰	مادام بی جمالو	// //	۳۰
بھیانک راز	// //	۳۰-۴۰	خون کے تاجر	// //	۰
سازش کا سایہ	// //	۳۰-۳۰	خون کی پکار	// //	۰
قاتل جاسوس	// //	۳۰-۳۰	قاتل حیوان	// //	۰
شیطانی آنکھ	اظہر کلیم	۳۰-۲۰	لاش اور ساحل	اظہر کلیم	۳۰
سمگلر کی لاش	// //	۳۰-۲۰	سمگلر پاک	ایچ اقبال	۳۰
وحشی سیاہ فام	// //	۳۰-۳۰	سمگلر پاک کی تلاش	// //	۳۰
سکوٹر والا	ایچ اقبال	۳۰-۲۰	بیوی کی تلاش	// //	۳۰
چلتن پلٹر	// //	۳۰-۳۰	زہریلی موت	// //	۳۰
بے چین مردے	// //	۳۰-۳۰	بلیک پیرو	// //	۳۰
شیطان کے پاؤں	// //	۳۰-۳۰	سلور مون	// //	۳۰

بچوں کے دلچسپ ناول

الیوب کی چالاکی ۳۰-۰ پکڑا گیا ۳۰-۰ ننھے قیدی ۰-۰
راز کی قیمت ۳۰-۰ سونے کا سیب ۳۰-۵۰ دلیر شہزادہ ۰-۵۰
معصوم شہزادی ۳۰-۵۰ ننھے ہمدرد ۳۰-۵۰

چھپ کر شائع ہو گئے ہیں آج طلب کیجئے

..... ملنے کا پتہ .....

ادبی اکیڈمی نمبر ۳ لیاقت آباد کراچی نمبر ۱۹


عمران سیریز

بلند پایہ جاسوسی لٹریچر پیش کرنے والا سلسلہ

عمران سیریز

مکمل ناول

خوفناک مجرم

خاص نمبر

مصنفہ ـــــــــ نغمہ صفی

خط و کتابت کا پتہ

ادبی اکیڈمی ۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

جملہ حقوق بنام پبلشرز
محفوظ ہیں

اس ناول کے تمام نام مقام کردار واقعات اور تشبیہ دیجانیوالی چیزیں فرضی ہیں کسی سے مطابقت اتفاقیہ ہوگی جس کیلئے مصنف پرنٹرز پبلشرز یا ادارہ ذمہ دار نہیں۔

قیمت
پاکستانی روپے

ایجوکیشنل پریس کراچی میں جناب عظمت صاحب
کی زیر نگرانی چھپ کر شائع ہوئی۔

خط و کتابت کا پتہ

ادبی اکیڈمی ۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

کی گھڑیاں اب ختم ہو رہی ہیں

انتظار

ایس قریشی کے تینوں نئے ناول

نائٹ گرل

ہنگاموں کا موجد

نیلا نشان

اب جولائی ۵۶ء کے آخری ہفتے میں چھپ کر شائع ہو رہے ہیں درج بالا ہر ناول کی قیمت نو روپے ہے۔ ایجنٹ حضرات کو ناولوں کے سرورق روانہ کر دیئے گئے ہیں۔ التماس ہے کہ بیس جولائی تک اپنے آرڈر سے مطلع فرما دیں ورنہ مانگ پوری نہ ہونے کی ذمہ داری ادارے پر نہ ہوگی۔ اس پتے پر خط و کتابت کیجئے۔!

ایوب اکیڈمی ۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

نئی اور نایاب کتابیں

دست شناسی — رموز پامسٹری

ستاروں کا پیغام — یوگا اور شباب

محبت جنس اور ستارے — ہپناٹزم کی عملی کتاب

درج بالا کتب اب بہت جلد چھپ کر تیار ہو رہی ہیں

ایجنٹ صاحبان سے گزارش ہے کہ وہ جلد از جلد آرڈر سے مطلع فرمادیں

ملنے کا پتہ

ایوب اکیڈمی

۳ نیاقت آباد کراچی ۱۹

۸۱
۷۶

۵

28/6/76

مون راکٹ چاند کے سفر کے لئے تیار تھا۔

پچھلے دو سال سے ملک کے چوٹی کے سائنسدان اس راکٹ کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ دلشاد آباد سے ستر میل دور دس میل کے دائرے میں جنگل کے درخت اور جھاڑیاں وغیرہ صاف کر کے مون پراجیکٹ کی عمارتیں بنائی گئی تھیں۔ جنگی حفاظت کا بندوبست اس طرح کیا گیا تھا کہ ایک مکھی تک مہربانوں کی نظر میں آئے بغیر پراجیکٹ تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔

پراجیکٹ کی عمارتوں کے درمیان تقریباً ایک میل فاصلہ کا میدان تھا۔ جس کے درمیان راکٹ کے لئے لانچنگ پیڈ بنایا گیا تھا۔ پیڈ پر اسونت ملکی سائنسدانوں اور انجینئروں کا بنایا ہوا پہلا تین منزلہ راکٹ کھڑا تھا۔

پراجیکٹ کی عمارتوں میں ہلچل تھی اگرچہ یہ پراجیکٹ بہت خفیہ رکھا گیا تھا لیکن اب راکٹ بھیجنے سے پہلے ملک کے تمام اخباری نمائندے دور

ٹیلی ویژن والوں کو دعوت دی گئی تھی۔

ٹھیک بارہ بجے راکٹ کو چاند کی طرف داغا جانا تھا۔

گراؤنڈ کنٹرول بلڈنگ میں سائنسدان اور انجینئر ٹیلی ویژن اسکرین کے سامنے بیٹھے تھے۔

ہر اسکرین پر راکٹ لانچنگ پیڈ کا منظر نظر آرہا تھا۔ گھڑی کی ٹک ٹک کے ساتھ ہر شخص کا دل دھڑک رہا تھا۔

کیونکہ ان کی دو سال کی انتھک محنت کا نتیجہ آج برآمد ہونے والا تھا۔

ایک مشینی آواز گذرتا ہوا ایک ایک لمحہ گن رہی تھی اور یہ آواز پراجیکٹ کے ہر حصہ میں لاؤڈ اسپیکروں سے سنی جارہی تھی۔ مشینی آواز کہہ رہی تھی۔

"مائنس ایک گھنٹہ چار منٹ، مائنس ایک گھنٹہ تین منٹ، مائنس گو۔ یہ راکٹ چھوڑے جانے میں ایک گھنٹہ تین منٹ باقی رہ گئے تھے۔

لانچنگ پیڈ سے ایک میل کے فاصلے پر اخبار نویسوں کیلئے پلیٹ فارم بنایا گیا تھا۔

ایک میل کے دائرے میں ہیلی کاپٹر پر دانہ کر رہے تھے۔ جن میں ٹیلی ویژن کیمرے لگے ہوئے تھے۔ ہر شخص کے چہرے پر خوشی اور مسرت کے آثار تھے۔ سوائے ایک شخص کے یہ شخص الیکٹرونکس انجینئروں کی ٹیم کا فورمین مسٹر گوئل تھا۔

گوئل کی عمر پچاس سال کے قریب ہوگی۔ اس کے تین بچے تھے۔ بیوی تھی۔ سب سے بڑے بچے کی عمر آٹھ سال تھی۔

پراجیکٹ کے قریبی قصبہ میں اس کا چھوٹا سا بنگلہ تھا۔ گوئل کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔ انجینئروں کی ٹیم راکٹ کے آلات کی آخری بار چیکنگ کر رہی تھی۔ اور وہ پلیٹ فارم کے درمیان اسٹیج پر کھڑا ہوا خالی خالی نظروں سے راکٹ کو گھور رہا تھا۔ اس کے ذہن میں کوئی زبردست ہلچل تھی۔

لاؤڈ اسپیکر نے اعلان کیا۔

"مائنس تیس منٹ۔ مائنس تیس۔۔۔"

اسی وقت راکٹ میں جانیوالے تین خلا باز ایک بند گاڑی میں بیٹھ کر لانچنگ پیڈ پر پہنچ چکے تھے اور انکو آخری ہدایات دی جارہی تھیں۔

انجینئروں کی ٹیم چیکنگ کر کے جیسے ہی باہر نکلی گوئل نے کہا "تم لوگ چلو میں بھی آخری بار اور چیکنگ کر لوں۔"

"لیکن ہم نے اچھی طرح چیکنگ کر لی ہے مسٹر گوئل۔"

"غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے میں بھی ایکبار چیک کر کے اپنا اطمینان کر لوں۔"

یہ کہکر وہ پلیٹ فارم کی لفٹ میں سوار ہوگیا اور لفٹ اسکو لیکر تیزی سے راکٹ کی آخری منزل میں پہنچ گئی۔ جہاں تینوں خلا بازوں کو سفر کے دوران رہنا تھا۔

تینوں خلا بازوں میں ٹیم کا انچارج کمانڈر نعیم تھا۔ نوجوان اور ہنس مکھ شخص، دوسرے نمبر پر ونگ کمانڈر فاروقی تھا اور تیسرے نمبر پر فلائٹ لفٹیننٹ اسرار احمد تھا۔ یہ تینوں شخص ایئر فورس سے آئے تھے اور دو

سال سے خلا میں سفر کی ٹریننگ لے رہے تھے۔ صرف ان کی ٹریننگ پر ہی گورنمنٹ کا لاکھوں روپیہ خرچ ہو چکا تھا۔

گوئل جس وقت خلا بازوں کے کیبن میں داخل ہوا لاؤڈ سپیکر کہہ رہا تھا

"مائنس دس منٹ۔۔۔۔ مائنس دس منٹ۔"

خلا باز لفٹ میں سوار ہو رہے تھے تاکہ اپنے کیبن تک پہنچ سکیں۔

کمانڈر نعیم کے ایک دوست نے ایلومونیم کی ایک فٹ لمبی ماچس کی تیلی تحفہ اور مذاق کے طور کمانڈر نعیم کو دیتے ہوئے کہا۔

"کمانڈر یہ ہمارا تحفہ ہے۔ چاند سے واپس آنے کا جب خیال ہو تو یہ تیلی کسی کھردری سطح سے رگڑ دینا۔ باقی ہمارا راکٹ خود سنبھال لیگا۔"

کمانڈر نعیم نے مسکرا کر تیلی لی اور اپنی بغل میں دبالی اور لفٹ میں سوار ہو گئے۔

گوئل اب خلا بازوں کے کیبن میں تھا۔ اس کے ماتھے پر پسینہ کے قطرے چھوٹ آئے تھے۔ اور اس کا دل ہتھوڑے کی طرح پسینہ میں چوٹیں مار رہا تھا

کمانڈر نعیم کی کرسی کے نیچے بہت سے تاروں کا ایک گچھا ایک مشین سے نکل کر دوسری مشین میں جا رہا تھا۔ اور کچھ پتلے پتلے پائپ بھی تھے۔

گوئل گھٹنوں کے بل وہاں بیٹھ گیا

جیب سے اس نے دستانے نکال کر پہنے اور دوسری جیب سے پلاسٹک کا ایک برش نکالا۔ جس میں کچھ بہت چھوٹے چھوٹے اوزار تھے۔

اس نے پہلے ایک ریتی نکال کر ایک تار کے اوپر کی ربڑ اور پلاسٹک گھسی جس سے تار ننگا ہو گیا۔

پھر اس نے ایک دوسرے آلے سے دوسرا تار کاٹ کر اس کا ایک سرا ننگے تار پر لپیٹ دیا۔

اس کے بعد اس نے دھات کا ایک پائپ ریتی سے آدھا کاٹ کر اس میں سوراخ کر دیا۔

اس پائپ سے ایک آگ بھڑکانے والی گیس ٹینک سے انجن تک جاتی تھی۔

اس کام سے فارغ ہو کر وہ اٹھا تو اس نے دیکھا کہ تینوں خلا بازوں کو لے کر لفٹ اوپر آ چکی تھی۔ وہ جلدی سے کیبن سے باہر آ گیا۔

تینوں خلا بازوں کی نظر اس پر پڑی۔ گوئل نے زبردستی اپنے چہرے پر مسکراہٹ پیدا کر کے کہا۔

"ہیلو گڈ لک۔"

آگے آگے کمانڈر نعیم تھا۔ اس کی بغل میں ابھی تک وہ ایلومونیم کی بنی ہوئی ماچس کی تیلی تھی۔ کمانڈر نے مذاق کے طور وہ تیلی گوئل کو دیکر کہا۔

"مسٹر گوئل آئندہ جب کبھی آگ جلانے کی ضرورت ہو تو یہ تیلی استعمال کرنا۔"

یہ کہکر نعیم تیلی اس کے ہاتھ میں دے کر کیبن میں داخل ہو گیا۔ گوئل خالی خالی نگاہوں سے تینوں خلا بازوں کو گھور رہا تھا۔

لاؤڈ سپیکر نے اعلان کیا۔ "مائنس پانچ منٹ۔"

گوئل نیچے آ گیا۔ تمام انسان لانچنگ پیڈ سے دور ایک محفوظ جگہ ہٹ گئے

گوئل کنٹرول ٹاور میں ایک مشین کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا جس پر ایک انجینئر بیٹھا ہوا ڈائلوں کو دیکھ رہا تھا۔ سامنے ہی ٹیلی ویژن اسکرین تھا۔ جس میں خلا بازوں

کے کیبن کا اندر کا منظر تھا۔

تینوں خلاباز اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ کر اپنے جسموں پر پٹیاں باندھ چکے تھے۔ لاؤڈ سپیکر نے اعلان کیا۔

"مائنس چالیس سیکنڈ ــــ مائنس پینتیس سیکنڈ ... تیس سیکنڈ ..."

گراؤنڈ کنٹرول سے آفیسر انچارج نے مائیک پر کہا۔

"کمانڈر نعیم۔ ایوری تھنگ او کے؟"

"یس سر"

"آل رائٹ .... اب تم ٹی ٹو سی ۔ ا لیبل کا سوئچ دباؤ۔"

"یس سر"

کمانڈر نے جھک کر سبز رنگ کا ایک سوئچ دبا دیا۔

سوئچ دیتے ہی کمانڈر کی کرسی کے نیچے لگی ہوئی نلکی میں سے گیس باہر نکلنے لگی۔

لاؤڈ سپیکر نے اعلان کیا۔

مائنس دس سیکنڈ .... نو .... آٹھ .... سات ... چھ ... پانچ ... چار ... تین ... دو ... ون۔"

گراؤنڈ کنٹرول نے آرڈر دیا۔

"بلاسٹ۔"

ایک پرشور آواز سے سارا میدان گونج گیا۔

گراؤنڈ کنٹرول کے تمام ٹیلی ویژن اسکرینوں پر غلابازوں کے کیبن کا منظر تھا۔

بارہ بجکر دس سیکنڈ پر لوگوں نے ٹیلی ویژن پر دیکھا کہ اچانک کمانڈر نعیم کی کرسی کے نیچے آگ سی بھڑکی۔

بارہ بجکر پندرہ سیکنڈ پر لوگوں نے دیکھا کہ کمانڈر نعیم نے خود کو کسی ہوئی پٹیوں سے چھڑانے کی کوشش کی اور ذرا سا مڑ کر کرسی کے نیچے دیکھا پھر اسکی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"گیس پائپ کٹا ہوا ہے۔ گیس میں آگ ...."

بارہ بجکر پچیس سیکنڈ پر ونگ کمانڈر فاروق کے دل کی حرکت بتانیوالے آلے نے بتایا کہ اس کا دل ایک منٹ میں ۱۴۰ بار کی رفتار سے دھڑک رہا تھا۔ پھر اس کی آواز سنائی دی۔

"ہمیں یہاں سے باہر نکالو ہم جل رہے ہیں۔"

بارہ بجکر ستائیس سیکنڈ پر پورے کیبن میں اچانک سفید شعلے بھڑکے اور کچھ چیخیں سنائی دیں۔

بارہ بجکر تینتیس سیکنڈ پر راکٹ کی اوپری منزل سے دھوئیں کا ایک بادل نکلا اور شعلے باہر تک پھیل گئے۔

بارہ بجکر تیئیس سیکنڈ پر فورمین گوئل نے بورڈ پر بیٹھے ہوئے انجینئر پر جھکتے ہوئے تیزی سے ایک سوئچ دبا دیا۔

سوئچ دیتے ہی ایک دھماکہ ہوا اور راکٹ کا اوپر والا حصہ جو شعلوں میں بری طرح لپٹ گیا تھا اچانک راکٹ کے باقی جسم سے الگ ہو کر فضا میں اچھلا اور تقریباً دو فرلانگ دور جا پڑا۔

سارے گراؤنڈ کنٹرول اسٹیشن میں ایک کھلبلی مچ گئی تھی ہر شخص کا چہرہ اتر گیا تھا دو سال کی ہزاروں انسانوں کی محنت اور لاکھوں روپیہ ضائع ہو چکا تھا۔ پراجیکٹ ناکام ہو چکا تھا۔

ساڑھے بارہ بجے ریڈیو پر خبریں سنائی جا رہی تھیں۔

"فورمین گوئل کی عقلمندی اور بہادری سے پورا راکٹ تباہ ہونے سے بچ گیا۔ اگر مسٹر گوئل عین وقت پر وہ سوئچ نہ دبا دیتے تو پورے راکٹ میں آگ لگ جاتی اور اتنا خوفناک دھماکہ ہوتا کہ دس میل کے دائرے میں کوئی عمارت کوئی جاندار باقی نہ رہتا۔"

○

رات کے نو بجے تھے گوئل کے ڈرائینگ روم میں اس کے تینوں بچے ٹیلی ویژن دیکھ رہے تھے جس پر دوپہر کی راکٹ ٹریجڈی کی فلم دکھائی جا رہی تھی۔ گوئل کی بیوی بھی بچوں کے درمیان بیٹھی تھی۔

اچانک بچے چلائے۔

"ارے یہ تو ڈیڈی کی تصویر ہے... ڈیڈی.... ڈیڈی...."

ٹیلی ویژن پر نیوز کاسٹر کہہ رہا تھا "یہ فورمین گوئل ہیں جنہوں نے عقلمندی اور بہادری سے کام لیکر پورے پراجیکٹ کو تباہ ہونے سے بچا لیا ہے۔"

گوئل دور کونے میں تنہا بیٹھا تھا۔ اسکی آنکھیں خالی خالی اور ویران

تھیں۔ کوئی چیز اندر ہی اندر اسکو کھا رہی تھی۔ کیونکہ وہ قاتل تھا۔ تین معصوم انسانوں کا قاتل... غدار تھا... اور بزدل تھا۔ اس کی بیوی نجمہ نے کہا۔

"بچو۔ اب سونے کا وقت ہو گیا ہے چلو اپنے اپنے بستروں پر۔"

وہ بچوں کو سلانے کے لئے دوسرے کمرے میں لے گئی اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔

گوئل نے جلدی سے اٹھ کر کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ریسیور اٹھا کر کہا۔

"گوئل۔ اسپیکنگ۔"

"مسٹر گوئل۔ یہ انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ کے ڈائرکٹر مسٹر سہگل خان کی آواز تھی۔ پلیز یہاں فوراً آجائیے کچھ باتیں دریافت کرنی ہیں۔"

گوئل کا دل تیزی سے اچھلا۔ سہگل کی آواز کا لہجہ بڑا عجیب تھا۔ گوئل ذہین شخص تھا وہ سمجھ گیا کہ معاملہ ختم ہو چکا ہے۔ کمانڈر نعیم نے مرنے سے پہلے کہا تھا کہ گیس کا پائپ کٹا ہوا ہے۔

اس وقت تک خلائی کیبن کے ملبہ سے اس کے اوزار مل چکے ہوں گے جن سے اس نے پائپ کاٹا تھا۔ وہ گھبراہٹ میں اوزار وہیں بھول آیا تھا۔

اب اس کا راز کھل چکا تھا۔ اور وہ غدار تھا۔ قاتل بھی تھا۔ چند سیکنڈ میں اس کے پورے چہرے پر پسینہ کے قطرے پھیل گئے تھے۔ کچھ دیر سوچکر اس نے کہا۔

"او کے سر میں آرہا ہوں۔ میں حادثے کے بارے میں پوری تفصیل بتانے کو تیار ہوں... لیکن میں پولیس کی مدد چاہتا ہوں۔"

"پولیس کی مدد....؟" سہگل خانم نے حیرت سے کہا۔

"یس سر۔ اپنے بچوں کی حفاظت کے لئے جب تک پولیس یہاں میری بیوی بچوں کی حفاظت کے لئے نہیں پہنچ جائے گی میں نہیں آسکتا۔"

"اوکے گوئل... میں تمہاری خواہش کے مطابق پولیس کو تمہارے بچوں کی دیکھ بھال کے لئے بھیج رہا ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر واپس آگیا۔ نجمہ نے دوسرے کمرے سے واپس آتے ہوئے کہا۔

"کس کا فون تھا۔؟"

"آفس سے آیا تھا۔" گوئل نے مرے ہوئے لہجہ میں جواب دیا۔ "مجھے ابھی بلایا گیا ہے۔"

"اس وقت...؟"

"مجبوری ہے۔"

نجمہ بڑبڑاتی ہوئی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ دس منٹ بعد ہی دروازے کی گھنٹی بجی۔ نجمہ پھر واپس آگئی تھی۔ اس نے کہا۔

"کون ہو سکتا ہے۔؟"

"پولیس ہوگی۔" گوئل نے جواب دیا۔

"پولیس کیوں؟"

"میں نے بلائی ہے۔ تم لوگوں کی حفاظت کے لئے۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ دروازے میں تین پولیس والے کھڑے تھے۔ تینوں کے چہرے خوفناک تھے۔ ان میں سے سب سے آگے

والے کے ہاتھ میں ایک انجکشن لگانے کی سرنج تھی۔ دوسرے کے ہاتھ میں برڈ دل کا ایک ڈبہ تھا۔ اور تیسرے کے ہاتھ میں پستول تھا۔ وہ تینوں پولیس کی وردی میں تھے وہ اندر داخل ہوئے ان میں سے ایک نے کہا۔

"ہمیں ڈائریکٹر نے تمہاری حفاظت کے لئے بھیجا ہے۔"

لیکن گوئل ان کے چہرے دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ اس کا وقت آگیا ہے وہ پولیس والے نہیں تھے۔ صرف وردی پولیس کی تھی۔ اس نے خوفزدہ ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹاتے ہو "نہیں۔ نہیں۔ تم۔"

سرنج والے نے آگے بڑھکر تیزی سے سرنج کی سوئی اس کے بازو میں چبھو کر دبا دی۔ گوئل کے حلق سے ایک گھٹی ہوئی چیخ نکلی۔ نجمہ کی آنکھیں خوف سے پھٹ گئیں۔ اس نے چلانے کے لئے منہ کھولا تو پستول والے شخص نے آگے بڑھکر اس کے سر پر پستول کا دستہ مارا۔ دونوں میاں بیوی ایک ساتھ فرش پر گرے اور وہیں پڑے رہ گئے۔

سرنج والے نے سرنج جیب میں رکھی اور دوسری جیب سے ایک تیز چاقو نکالا چاقو کھولتا ہوا وہ بچوں کے کمرے میں چلا گیا

کچھ معصوم چیخیں گونجیں... دو منٹ بعد وہ واپس آیا تو اس کے چاقو کے پھل سے خون ٹپک رہا تھا۔

پھر اس نے بڑے اطمینان سے بیہوش نجمہ کا گلا کاٹ دیا۔ خون کا فوارہ ابل پڑا۔ چاقو والے نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا۔ وہ دونوں بیہوش گوئل کو اٹھا کر نجمہ کی لاش کے پاس لے آئے۔ پھر ان میں سے ایک نے گوئل کی انگلی نجمہ کے

خون میں ڈبو ڈبو کر دیوار پر لکھنا شروع کیا۔

"میں نے غلاباز وں کو قتل کیا ہے۔ میں غدار ہوں اس لئے خودکشی کر رہا ہوں۔"

اس کے بعد انہوں نے گوئل کو اٹھایا باورچی خانہ میں لے گئے۔ ایک انگیٹھی میں پہلے انہوں نے کوئلہ بھرے پھر اس میں پٹرول چھڑک کر آگ لگا دی اور پھر گوئل کا چہرہ ان بھڑکتے ہوئے شعلوں میں رکھ دیا گوئل بیہوش تھا اسے پتہ بھی نہ چلا ہوگا کہ موت کس طرح آئی۔

تینوں نے باہر آکر سرسری طور پر اپنے کام کو دیکھا اور مطمئن انداز میں سر ہلاتے ہوئے باہر نکل گئے۔

مینا ناز کا نیا ناول

جسے پیا چاہے

آج ہی طلب فرمائیے

کراچی بک ڈپو۔ ۴۸۔ اردو بازار کراچی

عمران اپنے ساتھیوں سے چھپ کر دشت آباد بغرض تفریح آیا ہوا تھا۔ جب سے اس نے تن تنہا کیس نپٹانے شروع کئے تھے اس کے ساتھی اس کی نگرانی کرنے لگے تھے اور ایک لمحہ کے لئے بھی اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے تھے۔

ان کا کہنا تھا کہ وہ ان کو ساتھ لیکر حسب معمول کیس کیوں نہیں حل کرتا حالانکہ اس معاملے میں وہ خود بے بس تھا۔

پچھلے دنوں جو کیس اس کے ہاتھ لگے تھے وہ اتنی تیزی سے شروع ہو کر ختم ہوئے کہ اسے کسی اور کو ساتھ لینے کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ اس نے یہی جواز ان لوگوں کے سامنے پیش کیا تھا جسے انہوں نے ٹھکرا کر اس کی نگرانی شروع کر دی۔ اسی لئے وہ ان سے بچکر بھاگ نکلا تھا۔ ایک ہفتہ سے وہ یہاں ہوٹل موکا میں ٹھہرا ہوا تھا۔

اس ایک ہفتہ میں اس نے کئی دوست بنا لئے تھے۔ ان میں غیر ملکی لڑکیاں بھی تھیں۔ اس وقت شام کے چار بجے تھے۔ وہ سوئمنگ سوٹ میں ایک جرمن لڑکی سوسی کے

ساتھ سوئمنگ پول پر تھا دونوں ابھی نہا کر باہر نکلے تھے۔ اور ٹھنڈے فرش پر لیٹے ہوئے تھے قریب ہی عمران کا لباس اور دھوپ کی عینک پڑی تھی ایک آواز نے ان دونوں کو چونکا دیا۔

"مسٹر عمران آپ ہی ہیں سر"

عمران نے چونک کر دیکھا ۔ سرخ وردی میں ہوٹل کا ایک ملازم کھڑا تھا۔

"ہاں ۔" عمران نے سر ہلایا۔

"آپ کا فون ہے سر۔ لابی کے کیبن نمبر فور میں جا کر بات کر لیجئے۔"

"ابھی آتا ہوں ۔" عمران نے جواب دیا

پھر سوسی سے بولا۔

"سوری ڈارلنگ، میں ابھی آتا ہوں۔"

یہ کہکر وہ اٹھا۔ آرام سے چلتا ہوا لابی میں آیا اور کیبن نمبر چار میں داخل ہو کر اس نے رسیور اٹھا کر کہا۔

"عمران اسپیکنگ۔"

مسٹر عمران ۔" فوراً ہی ایک مردانہ آواز نے کہا۔ آواز پہچان کر اس کو حیرت ہوئی کیونکہ یہ سر سلطان کی آواز تھی۔

"سر آپ ؟" اس نے حیرت سے کہا۔

"یس مسٹر عمران۔ یہ میں ہوں۔ کہئے کیسی گذر رہی ہے ۔"

"بڑے آرام سے ۔ تھینک یو۔"

"کیا آجکل اخبار وغیرہ پڑھ رہے ہو"

"سوری سر، میرا اصول ہے کہ جب میں آرام کرنے آتا ہوں تو اخبار وغیرہ کچھ نہیں پڑھتا۔"

"مجھے یہی ڈر تھا ۔ کیا آج رات ڈنر پر میرے ساتھ شامل ہو سکتے ہو"

"مجھے خوشی ہوگی سر، کس جگہ، کیا آپ دلشاد آباد آئے ہوئے ہیں"

"نہیں ۔ میں دلشاد آباد میں نہیں ہوں ۔ اس وقت چار بجے ہیں عمران، قصبہ سلطان، دلشاد آباد سے صرف ستر میل دور ہے آپ سات بجے تک آسانی سے پہنچ سکتے ہیں۔"

"قصبہ سلطان" عمران نے حیرت سے کہا۔

"ہاں عمران، وہاں ایک رسیلوران ہے ۔" ہوٹل پیراڈائز" اس کا کھانا تمام ہوٹلوں سے لذیز ہوتا ہے ۔ میں ٹھیک سات بجے وہاں آپکا انتظار کروں گا۔"

"لیکن سر مجھے آنے کے لئے بہت سے انتظام کرنے پڑیں گے۔"

"تمکو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں عمران، اس وقت ہوٹل کے باہر ایک سیاہ کیڈلاک کھڑی ہے جس کا نمبر یو پی ڈبلیو ۱۲۱ ہے اس گاڑی میں سامان پیک کر کے رکھا جا چکا ہے ۔ ہوٹل کا بل ادا کر دیا گیا ہے تم شاور اس وقت غسل کے لباس میں ہو، ایک سوٹ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر رکھدیا گیا ہے اور سوسی کو اطلاع دیدی گئی ہے کہ اچانک ضروری کام آپڑنے کی وجہ سے آپ کو فوری

جانا پڑ گیا ہے۔"

"اوکے سر۔" عمران کا لہجہ خشک تھا۔ "مجھے اتنی اجازت تو مرحمت ہو گی کہ میں اپنا چشمہ سوئمنگ پول سے اٹھا لاؤں۔"

"تکلیف کی ضرورت نہیں عمران تمہارا چشمہ اٹھا کر گاڑی کے اگلے خانہ میں رکھا جا چکا ہے۔ تم تو صرف کیبن سے نکلو۔ گاڑی میں داخل ہو کر سوٹ پہنو اور روانہ ہو جاؤ۔ میں سات بجے انتظار کروں گا۔"

یہ کہہ کر سر سلطان نے فون رکھ دیا۔

○

سیاہ کیڈلاک تیزی سے اڑی جا رہی تھی۔ عمران کی آنکھوں پر سیاہ چشمہ تھا جس تیزی سے گاڑی جا رہی تھی اسی تیزی سے اسکے خیالات دوڑ رہے تھے۔ ایک بات یقینی تھی۔ کوئی بہت ہی اہم واقعہ پیش آیا تھا تبھی سر سلطان نے یہ طریقہ کار اختیار کیا تھا۔

اسے حیرت تھی کہ کیا یہاں کا خفیہ پولیس کا محکمہ اس قدر تیز ہو سکتا ہے کہ اس کو پتہ بھی نہ چلا اور صرف چند منٹ میں اس کا سامان بھی کار میں پہنچ گیا۔ بل بھی چکا دیا گیا حد یہ ہے کہ سوئمی کو خبر دیکر اسکا چشمہ بھی اٹھا لیا گیا یہ تو بالکل جادو کی طرح ہو گیا تھا۔

اس سے پہلے عمران نے قصبہ سلطان کبھی نہیں گیا تھا، لیکن وہ اس کی اہمیت سے واقف تھا۔

جب سے وہاں مون پراجیکٹ شروع ہوا تھا۔ یہ قصبہ اچھا خاصا شہر بن گیا تھا۔

تو کیا مون پراجیکٹ پر بھی کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ اس نے سوچا اب اسے خود پر غصہ آ رہا تھا کہ اس نے اخبار پڑھنے اور خبریں سننی بند کیوں کر دی تھیں۔

غرض یہ کہ ٹھیک سات بجے اس نے گاڑی ہوٹل پیراڈائز کے سامنے روک لی وہ اس وقت ڈنر سوٹ میں تھا۔ گاڑی پارکنگ میں کھڑی کر کے وہ

ہوٹل میں داخل ہوا۔

دروازے میں گھستے ہی ایک ساڑھے چھ فٹ لمبے آدمی نے سوال کیا۔

"کیا آپ کی ریزرویشن ہے سر۔؟"

"مسٹر سلطان نے مجھے دعوت دی ہے۔" عمران نے کہا۔

"اوہ۔ یس اس طرف تشریف لائیے۔"

بڑے سے ہال کے ایک کونے میں سر سلطان تنہا بیٹھے تھے۔ عمران کو دیکھ کر ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

انہوں نے اٹھ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا اور کہا۔

"آئیے آئیے مسٹر عمران آپ بالکل ٹھیک وقت پر پہنچے۔"

دونوں نے ہاتھ ملایا اور میز پر بیٹھ گئے۔

"کھانے سے پہلے کچھ لیں گے۔" سر سلطان نے پوچھا۔

"صرف کافی ہو جائے تو اچھا ہے۔"

"یہاں دنیا کی ہر چیز ملتی ہے۔" یہ کہہ کر انہوں نے ویٹر کو اشارہ کیا ویٹر چینی نسل کا معلوم ہوتا تھا۔ لیکن وہ عام چینیوں کے مقابلہ میں قد میں لمبا تھا چھ فٹ سے کم نہیں ہوگا۔

"ڈون لی" سر سلطان نے کہا۔ "ہم دونوں کے لئے کافی لاؤ۔"

"یس سر۔" ڈون لی نے سر جھکایا اور چلا گیا۔

عمران نے سر سلطان سے کہا۔

"گویا آپ یہاں اکثر آتے رہتے ہیں۔ جو سب ہیروں کو جانتے ہیں۔"

"میں یہاں پانچ دن سے مقیم ہوں۔ اور روزانہ اسی ہوٹل میں کھانا کھاتا

ہوں۔"

"آج تو آپ نے مجھے ہر معاملے میں حیران کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔"

"ایک ہفتہ سے پوری حکومت حیران و پریشان ہے۔ عمران اسی لئے مجھے آپ کو اغوا کرانا پڑا۔ ملٹری انٹیلی جینس دلشاد آباد برانچ کے جاسوسوں نے آپ کو اغوا کرنے میں میری مدد کی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کوئی بہت زبردست حادثہ پیش آیا ہے۔"

"ہاں۔" سر سلطان نے سر ہلا کر کہا۔ "ایک ارب روپے اور ہزاروں سائنسدانوں کی دو سال کی محنت سے تیار ہونے والا پہلا راکٹ چھ منٹ کو چاند پر بھیجا جانے والا تھا۔ لیکن عین وقت پر راکٹ میں آگ لگ گئی اور تین خلا بازوں کے ساتھ راکٹ جل کر ختم ہو گیا۔"

"بائی گاڈ۔" عمران نے حیرت سے آنکھیں پھیلا کر میز کا کونہ تھامتے ہوئے کہا۔ "بڑا خوفناک حادثہ تھا۔"

"حادثہ نہیں تھا۔" سر سلطان نے کہا۔

"پھر کیا تھا۔؟"

"سازش۔ راکٹ کو تباہ کرنے والے مجرم کا بھی پتہ چل چکا ہے۔"

عمران کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ اسی وقت بیرا کافی لیکر آ گیا اور وہ خاموش ہو گیا۔

عمران نے میز کا کونہ ہاتھ سے پکڑا ہوا تھا۔ اس کی انگلیاں میز کے اندر کی جانب چھو گئیں تو اس نے محسوس کیا میز کی لکڑی میں ایک تار سا ابھرا ہوا تھا۔

اس کو حیرت ہوئی کہ یہ تار کیسا ہے اس نے تار کے ساتھ ساتھ انگلی گھمائی۔ تار کنارے سے ہو کر میز کے درمیان تک چلا گیا تھا جہاں ایک چھوٹے سے سوراخ میں جا کر غائب ہو گیا تھا۔

اوپر میز کے درمیان ایک دھات کا خوبصورت گلدان رکھا تھا عمران نے گلدان اٹھا لیا۔ گلدان کے بالکل نیچے ایک دائرہ کا ڈیزائن بنا ہوا تھا۔

دائرہ بھی دھات کی مانند تھا۔ عمران سمجھ گیا کہ یہ کیا ہو سکتا ہے۔ اس نے پھر تار کے ساتھ ساتھ انگلی پھیری۔ تار میز کے ایک پائے

کے اندر سے ہوتا ہوا نیچے فرش پر قالین کے نیچے غائب ہو گیا تھا

گویا اس ہوٹل میں ہر میز کے گلدان میں ایک مائک چھپا ہوا تھا۔ اور ہر میز پر کی جانے والی گفتگو ہوٹل کے کسی کمرے میں سنی جا سکتی تھی۔

وہ حیران تھا کہ آخر کیوں؟ ہوٹل والوں کو اپنے گاہکوں کی باتیں سننے سے کیا فائدہ تھا

میز کے درمیان جو دھات کا دائرہ تھا اس کا کنکشن تار سے تھا گلدان بھی دھات کے تھے جب وہ اس دائرے پر رکھے جاتے تھے تو بجلی کا کنکشن گلدان کے ذریعہ مائک تک پہنچ جاتا تھا۔

بیرا ڈون لی کافی دے کر چلا گیا تو سر سلطان نے کہا۔

"وہ۔ انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ کا فورمین گوئل تھا۔ اس نے غلاموں کے کیبن میں گیس کی نلی کاٹ کر دو تار ملا دیئے تھے جیسے ہی سوئچ دبا گیس میں آگ لگ گئی۔"

"بلیز" عمران نے انکو اشارے سے خاموش رہنے کے لئے کہا۔ اور پھر انگلی سے میز پر لکھا "میز پر مائک چھپا ہوا ہے"

سر سلطان نے اس طرح سر ہلایا جیسے کہہ رہے ہوں مجھے معلوم ہے لیکن پھر بھی اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"بعد میں گوئل نے خودکشی کر لی۔ کیونکہ چند گھنٹوں میں ہی سیکورٹی آفیسر کو پتہ چل گیا تھا کہ آخری بار راکٹ میں گوئل گیا تھا۔ اور راکٹ کے جلے ہوئے ملبے میں سے گوئل کے اوزار ملے تھے۔

انجینئرنگ سیکشن کے ڈائریکٹر مسٹر سہگل خان نے گوئل کو بلایا

تو وہ سمجھ گیا کہ اس کا راز کھل چکا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے بیوی بچوں کو قتل کیا دیوار پر انگلی خون میں ڈبو کر اپنے جرم کا اقبال لکھا اور پھر انگیٹھی میں آگ بھڑکا کر خود کو جلا کر مر گیا۔"

عمران نے خشک لہجہ میں کہا۔

"ملک سے غداری کر کے کیوں بے گناہ خلا بازوں کو قتل کر کے معصوم بچوں کو قتل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا وہ صرف خودکشی نہیں کر سکتا تھا۔؟"

سر سلطان نے آگے جھکتے ہوئے کہا۔

"سازش یہیں ختم نہیں ہو جاتی عمران۔ ملک کے بہترین سراغرساں اس کی کھوج پر لگائے گئے۔ انہوں نے گوٹل کے مکان کی تلاشی لی۔ ایک ایک چیز کا معائنہ کیا۔۔ آخر انکو پتہ چل گیا کہ گوٹل اس سازش کا صرف ایک مہرہ تھا۔ لیکن اب اس ایک شخص کی سازش کی وجہ سے ہمارا چاند پر پہنچنے کا پروگرام پانچ سال کے لئے رک گیا ہے۔"

عمران حیران تھا کہ سر سلطان میز پر مالک سے خبردار ہونے کے باوجود ایسی اہم باتیں کر رہے ہیں۔

اس نے ایک بار پھر مالک کی جانب اشارہ کیا۔ انہوں نے سر ہلا دیا لیکن اپنی گفتگو جاری رکھی۔

"ان ٹیلی بنس کے جاسوسوں کو گوٹل کی الماری سے کچھ خطوط ملے جن کے اوپر نقطوں میں خفیہ پیغامات تھے۔"

"نقطوں میں۔" عمران نے کہا۔ "آپ کا مطلب ہے ڈوٹ سسٹم۔"

"وہی۔ پورا پیغام مائیکرو کیمروں سے ایک نقطہ کی برابر چھوٹا کر دیا جاتا ہے اور پھر اس نقطہ کو حروف کے اوپر چپکا دیا جاتا ہے جہاں اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ پیغام پانے والا مائیکرو سکوپ کے نیچے اس نقطہ کو رکھ کر پیغام پڑھ لیتا ہے۔

ان پیغامات میں سازش کا مکمل پلان تھا۔ راکٹ کے نقشے تھے اور ہدایات درج تھیں کہ گوٹل کو کہاں نشانہ اور کونسا پارٹ کاٹنا ہے۔۔ ان پیغامات کے نیچے "فش" نام کے دستخط تھے۔"

"فش۔ یعنی مچھلی۔" عمران نے سوال کیا۔

"وہی۔ اس کے علاوہ اسی ہوٹل پیراڈائز کے لیٹر ہیڈ پر ایک پیغام تھا جس پر لکھا تھا۔

"ہوٹل پیراڈائز ۲۱۴ فش۔"

یعنی گوٹل اسی ہوٹل میں اس پراسرار فش سے ملتا تھا۔؟

یہ کہہ کر سر سلطان نے جیب سے ایک تصویر نکال کر اسکو دکھاتے ہوئے کہا۔

"یہ گوٹل کی تصویر ہے۔" پھر انہوں نے ویٹر ڈون لی کو اشارے سے بلا لیا اور اسکو تصویر دکھاتے ہوئے بولے۔

"کیا یہ صاحب یہاں آتے ہیں۔؟"

ڈون لی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔۔۔ تقریباً ایک ماہ پہلے یہ ایک خاتون کے ساتھ یہاں آئے تھے۔"

"کیا تم ان خاتون کو جانتے ہو۔؟"

"یس سر۔ ان کا نام ڈاکٹر مس مینا کشی ہے۔ وہ گورنمنٹ کے مون پراجیکٹ پر ملازم ہیں۔"

"تھینک یو۔۔۔" سر سلطان نے ڈون لی سے کہا۔ ڈون لی واپس چلا گیا تو انہوں نے مسکرا کر عمران سے پوچھا۔

"مینا کشی آپ جانتے ہیں کسے کہتے ہیں؟"

"مچھلی جیسی آنکھ۔" عمران نے کہا۔

"آل رائٹ۔ نس۔۔۔ اور مچھلی جیسی آنکھ یعنی ڈاکٹر مینا کشی جو پراجیکٹ پر کام کرتی ہے۔ گولڈ سے وہی ہوٹل میں ملی تھی۔ اس کے لئے ہمارا پہلا شبہ ڈاکٹر مینا کشی پر ہے۔ ڈاکٹر مینا کشی دوغلی نسل کی عورت ہے۔ اس کا باپ دیسی تھا اور ماں روسی۔ اس نے امریکہ سے پی ایچ ڈی کیا ہے۔"

"بائی گاڈ۔۔۔" عمران نے کہا۔ "لیکن میں ابتک یہ نہیں سمجھا سر کہ آپ کا یا میرا ان چیزوں سے کیا واسطہ۔ یہ تو ٹیلی جنسی والوں کا سر درد ہے۔"

"درست ہے۔ لیکن یہ پوری قوم و ملک کا معاملہ ہے اس لئے ہر محکمہ پر ملک کی حفاظت کا فرض آجاتا ہے۔ اس سازش کا پتہ لگانا بہت ضروری ہے۔ میرا خیال ہے اب ہم نے بہت باتیں کر لی ہیں اس لئے کھانے کا آرڈر دینا چاہیئے۔"

یہ کہتے ہوئے سر سلطان کھانے کا آرڈر دینے لگے۔

عمران ابھی تک حیران تھا کہ گلڈن میں مائک کے بارے میں جانتے ہوئے بھی اتنے اہم راز کی باتیں اس میز پر اس کو کیوں بتا رہے ہیں۔

سر سلطان نے کھانے کا آرڈر دے کر پلٹ کر اس سے کہا۔

"تم کو ان ٹیلی جنس محکمہ سے تعاون کر کے اس سازش کے کیس کی تحقیق کرنی ہے۔ ان ٹیلی جنس کا ایجنٹ آکر خود ملے گا۔ لیکن کیس کے انچارج تم خود ہی ہو گے۔"

عمران کو اب غصہ آنے لگا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کیا سر سلطان پاگل ہو گئے ہیں۔ اگر یہ ہوٹل کسی سازش کا گڑھ تھا۔ اور ان کی گفتگو سنی جا رہی تھی تو اس کی زندگی سخت خطرے میں تھی۔

جو لوگ راکٹ کو تباہ کر سکتے تھے۔

گولڈ کو قتل کر سکتے تھے۔

وہ سب سے پہلے اس کو قتل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور سر سلطان خود ہی اسکی شناخت دشمنوں کو بتا رہے تھے۔ بلکہ ری اسکیم خود ہی وہ دشمنوں کے سامنے کھول کر رکھ رہے تھے۔

عمران نے بات کا موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"آپ کی طبیعت اب کیسی ہے۔ جب میں آیا تھا تو آپ کو نزلہ تھا۔"

"میں ٹھیک ہوں۔ تھینک یو۔"

اور پھر وہ دونوں کھانے کا انتظار کرنے لگے۔

○

کھانا ختم ہونے کے بعد سر سلطان نے کہا۔
عمران دراصل بات یہ ہے کہ ہم اپنا ایک آدمی مون پراجیکٹ میں بھیجنا چاہتے ہیں۔ ابھی تک کوئی ایسا ذریعہ سمجھ میں نہ آسکا تھا کہ ہمارا کوئی آدمی کسی مہمانے سے پراجیکٹ میں شامل ہو لیکن اب ایک ذریعہ مل گیا ہے۔"
یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔
عمران کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ آج کیسی باتیں کر رہے ہیں اگر ان کا خیال خود اس کو مون پراجیکٹ پر بھیجنے کا تھا تو انہوں نے اس کی کافی پبلسٹی کر دی تھی۔
اور اب اسی لمحہ سے اس کی زندگی ہزار خطروں میں تھی۔ وہ جانتا

تھا کہ عام مجرموں اور سیاسی جاسوسوں میں کیا فرق ہوتا ہے۔
عام مجرم ایک بار جرم کرتے ہوئے گھبراتا ہے لیکن سیاسی جاسوسوں کی نظر میں تو زندگی کی کوئی قیمت ہوتی ہی نہیں۔
عمران بھی سر سلطان کے ساتھ کھڑا ہوا تو انہوں نے کہا۔
"آپ ابھی بیٹھئے عمران آپ نوجوان آدمی ہیں یہاں کی رنگینیوں سے لطف اٹھائیے۔ مجھے ایک ضروری کام ہے۔ اس لئے جانا چاہتا ہوں۔"
یہ کہتے ہوئے انہوں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔
عمران نے مصافحہ کیا تو اس نے محسوس کیا کہ ایک چھوٹا سا کارڈ سر سلطان نے اس کی ہتھیلی میں رکھ دیا تھا۔
پھر وہ جواب کا انتظار کئے بغیر گھوم کر دروازے کی طرف چلے گئے۔
عمران نے کارڈ جیب میں رکھ لیا اور جب بیرا برتن اٹھا کر لے گیا تو اس نے کارڈ نکال کر دیکھا اس پر لکھا تھا

"یہیں ٹھہرو۔ ان ٹیلی جنس کا ایجنٹ تم سے یہیں ملے گا۔ شناختی کوڈ یہ ہے۔ وہ کہے گا۔

"ارے تم مئی کے مہینے میں
یہاں کیا کر رہے ہو۔ شکار
کا موسم تو ختم ہو گیا۔"
تم جواب دو گے۔" آجکل میں
شکار کی تلاش میں نہیں ہوں۔ صرف

تفریح کے لئے آیا ہوں۔"

یہ کارڈ پانی میں گھل جاتا ہے۔ پڑھنے کے بعد اس کو ضائع کر دینا۔ رات کو بارہ بجے سے پہلے مجھ سے بات کرنا ضروری ہے۔"

عمران نے ادھر ادھر دیکھ کر کارڈ کو پانی کے گلاس میں ڈال دیا۔ وہ چند سیکنڈ میں ہی نمک کی طرح پانی میں گھل گیا۔

وہ وہاں سے اٹھ کر بار کاؤنٹر پر جا بیٹھا اور بارمین کو کمکیٹ کا آرڈر دیا۔

بارمین نے گلاس اس کی جانب سرکا دیا۔

اس کی نظر دروازے کی جانب تھیں۔ چند منٹ بعد ہی ایک خوبصورت نوجوان لڑکی دروازے میں نظر آئی۔

اس کا رنگ گورا اور سرخ تھا۔ ہونٹ بے حد سیکسی تھے۔

وہ سیدھی کاؤنٹر پر آئی اور بارمین سے بولی۔

"ایک کمکیٹ۔"

اور پھر اس نے پہلی بار عمران کی جانب دیکھا پھر چونک کر بولی۔

"ارے تم مئی کے مہینے میں یہاں کیا کر رہے ہو۔ شکار کا موسم تو ختم ہو گیا۔"

عمران کے جسم میں سنسنی دوڑتی چلی گئی وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ان ٹیلی جنس کی جاسوس ایک لڑکی ہو گی۔ اس نے فوراً جواب دیا۔

"آج کل میں شکار کی تلاش میں نہیں ہوں صرف تفریح کے لئے آیا ہوں۔"

بارمین اس وقت تک لڑکی کے سامنے گلاس سرکا چکا تھا اس نے گلاس اٹھاتے ہوئے کہا۔

"پہلی نظر میں تو میں تمہیں پہچان بھی نہ سکی تھی۔ آؤ تو پھر ہم ٹیبل پر بیٹھ کر گفتگو کرتے ہیں۔"

عمران خالی ٹیبل پر آ بیٹھا۔ لڑکی اس کے مقابل آ کر بیٹھ گئی تو اس نے کہا۔

"تو آپ ان ٹیلی جنس کی ایجنٹ ہیں۔؟"

"ہاں۔ اور آپ ڈی جی آر جنس سے لڑکے علی عمران ہیں۔؟"

"جی ہاں۔ آپ کا شاید کوڈ نمبر ہو گا۔"

"ایسی بات نہیں۔ میرا نام جی ٹی ہے۔"

"جس طرح آپ پراسرار ہیں اسی طرح نام بھی پراسرار ہے کم از کم مجھے یہ توقع نہیں تھی کہ آپ لڑکی ہوں گی اور خوبصورت بھی۔"

"پلیز مسٹر عمران مجھ پر عاشق ہونے کی کوشش نہ کرنا۔"

"کیوں۔ کیا آپ کو عاشقوں سے ڈر لگتا ہے؟"

"میرے پہلے ہی دس بارہ اچھی کوالٹی کے عاشق موجود ہیں فی الحال کسی نئے کی گنجائش نہیں۔ سوری۔"

"اوکے مس جی ٹی۔ میں اپنا ارادہ فی الحال ملتوی کر دیتا ہوں۔"

"صرف جی ٹی کہئے۔ اور میں عمران کہوں گی۔ مجھے آداب و اخلاق

پسند نہیں۔ ہم دونوں کو چونکہ ساتھ رہ کر کام کرنا ہے اس لئے بے تکلفی ضروری ہے۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو جی ٹی" عمران نے جواب دیا۔

جی ٹی نے اپنا گلاس ایک ہی سانس میں ختم کرتے ہوئے کہا۔

"کیا ہم ذرا باہر کی تازہ ہوا کھانے چلیں۔"

"ضرور چلو" عمران نے کہا۔

اور اٹھ کر دونوں باہر چل دیئے۔

ہوٹل کی عمارت سے باہر آ کر وہ ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر چلتے ہوئے عمارت کے موڑ پر پہنچے تو عمران نے کہا۔

"اس ہوٹل میں ہر میز پر مائیک چھپے ہوئے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے" جی ٹی نے سر ہلا کر کہا۔ "اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ان کا کیا مقصد ہے۔؟"

"کیا واقعی" عمران نے حیرت سے کہا۔ "کیا مقصد ہے۔"

"یہاں سے خبریں حاصل کر کے فروخت کی جاتی ہیں۔ ہر قسم کی باتیں لوگ ٹیبل پر بیٹھ کر کرتے ہیں۔ اکثر پرائیویٹ معاملات پر بحث کرتے ہیں۔ زیادہ تر یہاں دولت مند یا ملٹری آفیسر آتے ہیں جو پراجیکٹ سے متعلق ہیں۔

دولت مند آدمیوں کی باتوں سے ان کے جواہرات اور دولت کی خبریں پیشہ ور چوروں کو فروخت کر دی جاتی ہیں اور ملٹری یا پراجیکٹ کی اہم خبریں سیاسی جاسوسوں کو بیچ دی جاتی ہیں۔ اس لئے ان ٹیبلی جنس

والے اب اس ہوٹل کی نگرانی کر رہے ہیں۔ کیا تم ہوٹل والوں کا ٹیکنیکل کمرہ دیکھنا چاہو گے؟"

"ضرور۔"

"تو میرے ساتھ آؤ۔ کل محض اتفاق سے میں اس کمرے تک پہنچ گئی تھی۔ ہوٹل کی عمارت کے پیچھے سے ایک راستہ ہے میں دوبارہ اندر پہنچا سکتا ہے۔"

وہ اس کا ہاتھ تھامے عمارت کے ساتھ ساتھ چلتی ہوئی پیچھے کی جانب آئی۔

پیچھے ایک گلی تھی اور چھوٹا سا دروازہ تھا دروازے پر ایک شخص پہریدار تھا۔

جی ٹی نے ایک دیوار کی آڑ میں رک کر اس کے کان میں کہا۔

"تم ٹھہرو۔ میں اسکو سنبھالتی ہوں۔"

پہریدار کم از کم چھ فٹ کا آدمی تھا۔ اور مسلح بھی یقینی ہو گا۔ عمران کو حیرت ہوئی کہ یہ نازک سی لڑکی اسکو کیا سنبھالے گی۔

وہ اس کو روکنا چاہتا تھا لیکن جی ٹی اتنی دیر میں مچھلی کی طرح پھسل کر اندھیرے میں آگے بڑھ چکی تھی۔

پہریدار کا منہ دوسری طرف تھا۔ جی ٹی نے جوتے اتار کر ایک ہاتھ میں لے لئے تھے۔ اور وہ دیوار سے لگی لگی اس طرح جا رہی تھی کہ پہریدار کو اس کی موجودگی کا احساس اس وقت ہوتا جب وہ اس سے صرف چھ فٹ کے فاصلے پر رہ گئی تھی۔

پہریدار گھوما۔ جاپانی نے پھرتی سے بلی کی طرح اچھل کر اپنی ٹانگ پہریدار کی ٹانگوں میں پھنسا کر جھٹکا مارا۔ پہریدار منہ کے بل آ پڑا۔ جاپانی نے اس کے گرتے ہی اس کی کنپٹی پر ٹھوکر ماری۔

پہریدار کا سر تختۂ فرش سے ٹکرایا اور وہ وہیں پڑا رہ گیا۔

عمران حیرت سے اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ بیسویں صدی کی خطرناک تھی۔ یہ دونوں داؤں اس نے جاپانی لڑائی کے فن "جوڈو" کے کئے تھے۔

پہریدار کی طرف سے مطمئن ہو کر جی نے اس کو ہاتھ سے اشارہ کیا۔ عمران اتنی دیر میں خود ہی اس کی طرف چل پڑا تھا۔

○

قریب جا کر پہلے تو اس نے جھک کر پہریدار کو دیکھا۔ اسکی حالت سے پتہ چلتا تھا کہ اب وہ دو گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آئے گا۔ عمران نے اس کو کھینچ کر ایک دیوار کی آڑ میں ڈال دیا۔ اور دبے لہجہ میں بولا۔ "ہیلو گاڈ۔ جاپانی تم واقعی عشق کرنے کے قابل ہو۔"

"سوری۔ عمران ڈیئر۔ مجھے عشق کرنے والوں سے ڈر لگتا ہے۔"

"کیوں؟"

"عاشق محبت کے پاگل پن میں سوکھ سوکھ کر ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جاتا ہے۔ اور میں نے کالج میں ڈاکٹری صرف اس لئے نہیں لی تھی کہ وہاں مُردوں کے ڈھانچے دکھائے جاتے ہیں۔"

"گویا تمہیں موٹے تازے عاشق پسند ہیں۔"

"ہاں۔ ایک لڑکی کم از کم اپنی دوستوں میں کہہ تو سکتی ہے کہ اس کا عاشق پہلوان دارا سنگھ کی کاربن کاپی ہے۔ ویسے تو تم بھی جسم کے اعتبار سے بُرے نہیں ہو۔ لیکن مجھے دوستوں سے عشق کرنا کبھی پسند نہیں آتا۔"

"تو کیا ہم دوست بن چکے ہیں؟"

"مجبوری ہے۔" جی نے شانوں کو اچکا کر کہا۔ "ساتھ مل کر کام جو کرنا ہے۔"

"پھر مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔" عمران بولا۔ "اب کیا کریں؟"

جی نے پرس سے ایک پلاسٹک کارڈ نکالا اور دروازے کی درز میں پھنسا کر آہستہ آہستہ حرکت دی۔ تیسری کوشش ہی میں تالے کا کھٹکا ہٹ گیا۔

"کیا تم کبھی چور بھی رہ چکی ہو۔" عمران نے پوچھا۔

"نہیں۔ لیکن میرا ایک عاشق بہترین چور تھا۔ وہ ہر قسم کے تالے کھول سکتا تھا۔ اس نے مجھے یہ فن سکھایا تھا۔"

"اور جوڈو کراٹے کا فن۔"

"میرا ایک اور عاشق پیشہ ور قاتل تھا۔ اس نے سکھایا تھا۔"

"ویری گڈ۔ اس کا مطلب ہے تمہیں ابھی تک کوئی پیشہ ور عاشق نہیں ملا جو تمہیں عشق کرنا سکھا دے۔"

"نہیں۔ کیا تم پیشہ ور عاشق ہو۔"

"میرا خاندانی شجرہ پنجاب کے مشہور مہینوال سے ملتا ہے مجھے اس پر فخر ہے۔"

"کیوں۔" جی نے بیرے کا جسم کھینچ کر کمرے میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"اس لئے کہ عشق کے بعد شادی کر لینا میرا عام قاعدہ ہے اور تم جیسی لڑنے والی عورت کو بیوی بنانا انتہائی حماقت ہے۔"

"تھینکس گاڈ۔ تمہیں عقل تو آئی۔" جی نے جواب دیا۔ "میرا خیال ہے اب ہمیں یہاں سے فوراً کھسک لینا چاہئے۔"

"یہی میں کہنا چاہتا تھا۔"

اور وہ دونوں واپس چل دیئے۔

○

باہر خیریت سے پہنچنے کے بعد جوزف نے عمران سے پوچھا۔
"کیا تم گوئل کا مکان دیکھنا چاہو گے؟"
"ان ٹیلی جنس والے اس کی تلاشی لے چکے ہیں۔" عمران نے پوچھا۔
"ہاں۔"
"پھر میری کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے وہاں کچھ نہیں چھوڑا ہوگا۔"
"تمہیں گوئل کے بارے میں کیا معلوم ہے؟"
"صرف یہ کہ اس نے راکٹ کے کیبن میں پائپ اور تار کاٹے تھے جس سے آگ لگی۔"
"دراصل گوئل ایماندار آدمی تھا۔ ان ٹیلی جنس نے اسکو پراجیکٹ

پر بھیجنے سے پہلے اس کی پوری چھان بین کر لی تھی۔ اس کے ساتھ مشکل یہ تھا کہ وہ اپنے بیوی بچوں سے بہت محبت کرتا تھا۔"
"کون نہیں کرتا۔؟"
"یہ آدمی کے نقطۂ نظر کی بات ہوتی ہے۔ کچھ لوگ ملک اور قوم کی خاطر اپنے خاندان کو قربان کر دیتے ہیں۔"
"میں سمجھا نہیں تم کیا کہنا چاہتا ہو۔"
"اس کے مکان کی تلاشی میں ایک خط بھی ملا تھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے بیوی بچوں کو قتل کر دینے کی دھمکی دے کر اسکو راکٹ میں آگ لگانے پر مجبور کیا گیا تھا۔ اور چونکہ وہ ان لوگوں سے واقف تھا اس لئے اسکو قتل کر دیا گیا۔"
"وہ چاہتا تو پولیس کی مدد لے سکتا تھا۔"
"ہاں۔ لیکن ان لوگوں نے اس کو یقین دلایا ہوگا کہ پولیس کی حفاظت کے باوجود وہ اس کے بیوی بچوں کو قتل کر سکتے ہیں اس لئے وہ مجبور ہو گیا تھا۔"
"اور مجبور ہو کر اس نے تین انسانوں کی جان لے لی کروڑوں روپے کا نقصان کر دیا۔"
"اسی لئے میں نے کہا تھا کہ یہ نقطۂ نظر کی بات ہوتی ہے۔ کچھ لوگوں کے لئے ذاتی جذبات کی زیادہ قیمت ہوتی ہے بہ نسبت ملک اور قوم کے۔"
"اب ہم کہاں چل رہے ہیں۔" عمران نے پوچھا۔

"کہیں بھی ۔۔ ویسے میں ہوٹل اپالو میں ٹھہری ہوئی ہوں۔ تم بھی وہیں آجاؤ۔ رات کو میں تم سے عشق کا پہلا سبق لینے کی کوشش کروں گی۔"

"سوری ۔۔۔ ہمارے پیشہ میں دو ساتھ ساتھ کام کرنے والوں کو الگ الگ رہنا چاہیئے۔ اس لئے مجبوری ہے۔"

"تم بزدل ہو۔"

"ہاں۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ "اگر بزدلی عقل اور تجربہ کا نام ہے تو میں بزدل ہوں۔ اسی لئے آج تک زندہ ہوں۔ اور تم اسی طرح عمل کرتی رہیں جیسا نمونہ تم نے پیش کیا ہے تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم ایک سال سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتیں۔"

"مجھے موت سے کبھی خوف نہیں ہوا۔ لیکن میں جوانی میں مرنا نہیں چاہتی۔"

"تو عقل سے کام لینا سیکھو۔ میں رات کو کسی اور ہوٹل میں ٹھہر جاؤں گا اور صبح تمہیں فون کروں گا۔"

اسی وقت ایک جیپ ان کے قریب سے گذری جس میں سبز رنگ کی وردی پہنے ہوئے کچھ مسلح لوگ بیٹھے تھے۔

"یہ کون لوگ تھے۔"

"یہ الیکٹرا پولیس ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"راکٹ کے لئے تمام الیکٹرونک آلات الیکٹرو فرم بناتی ہے

چونکہ گورنمنٹ کے لئے یہ فرم بہت اہم ہے اس لئے اس فرم کو اپنی حفاظتی پولیس رکھنے کا اختیار ہے۔"

"کیا وہ فرم یہاں ہے۔؟"

"ہاں۔ اس کی ایک فیکٹری یہاں ہے۔ دوسری کسی اور جگہ ہے اس قصبہ پر اسی الیکٹرا پولیس کی حکومت ہے عام پولیس کا درجہ یہاں دوسرے نمبر پر ہے۔"

"او کے جی جی۔ فی الحال گڈ نائٹ۔ ابھی میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ مجھے تم سے مل کر واقعی خوشی ہوئی ہے یا نہیں۔"

"مجھے تو افسوس ہوا ہے۔" جی جی نے کہا۔

"یہ اچھی بات ہے۔ پہلے افسوس کر کے بعد میں خوشی حاصل کرنے میں زیادہ لطف آتا ہے۔ تم ان ٹیلی جنس محکمہ کے لئے کب سے کام کر رہی ہو۔؟"

"دو سال سے۔"

"اتنے مختصر عرصہ میں محکمہ نے تمہیں اتنی اہم مہم پر بھیج دیا۔"

"بظاہر میں ایک اخبار کی نمائندہ ہوں۔ میری یہاں موجودگی پر کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا اس لئے مجھے بھیجا گیا ہے۔"

"لیکن جس تیزی سے تم یہاں لوگوں کو مار پیٹ کر بے ہوش کر رہی ہو اس سے چند روز میں ہی لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ تم صرف جرنلسٹ نہیں ہو۔"

"او کے انکل عمران ۔۔ آئندہ میں خیال رکھوں گی گڈ نائٹ۔"

یہ کہہ کر وہ ایک طرف کو چلدی۔

○

عمران نے ایک چھوٹے سے ہوٹل میں کمرہ بک کرایا۔ لیکن ہوٹل پہنچنے سے پہلے اس نے اچھی طرح اطمینان کر لیا کہ کوئی اس کا تعاقب تو نہیں کر رہا ہے۔

ہوٹل پہونچ کر اس نے ٹرنک کال کر کے سر سلطان کا نمبر مانگا کچھ انتظار کے بعد ہی سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

عمران نے حیرت سے کہا۔

"سر آپ اتنی جلدی پہنچ گئے"

"وہاں ایک ہیلی کاپٹر میرا منتظر تھا۔ کیا جی ٹی آپ سے مل لی۔

"جی ہاں۔ کیا آپ اسکو جانتے ہیں"؟

"آج صبح ہی ملا تھا۔ میرا خیال ہے ہوٹل میں میری لاپرواہی پر آپکو ضرور غصہ آیا ہوگا مسٹر عمران۔ لیکن بات دراصل یہ ہے کہ میں نے جان بوجھ کر وہ ساری باتیں کی تھیں۔ مجھے معلوم تھا کہ وہاں مائک چھپے ہو سکتے ہیں۔۔۔۔ جو کچھ کرنا ہے اس سلسلے میں پوری اسکیم میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں۔ یہ تمام معلومات جو میں آپ کو دے رہا ہوں۔ ان ٹیلی جنس کی حاصل کی ہوئی ہیں۔

ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ مجھے ان ٹیلی جنس کے ذریعہ معلوم ہوا تھا۔ کہ ہوٹل پیراڈائز کی ہر میز میں مائک لگا ہوا ہے۔ دراصل کچھ عرصہ سے گورنمنٹ کے بہت اہم راز آؤٹ ہو رہے تھے۔

یہ راز مون پراجیکٹ سے متعلق بھی تھے۔ اس لئے سارے بڑے افسروں کی دوبارہ چیکنگ کی گئی تو پتہ چلا کہ پراجیکٹ کے تمام افسر ہوٹل پیراڈائز میں ضرور جاتے ہیں۔ ہوٹل کی خفیہ طور پر چیکنگ کرنے سے پتہ چل گیا کہ وہ کیا کرتے ہیں۔؟

میں نے جو گفتگو آپ سے ہوٹل میں کی تھی۔ وہ اسی لئے کی تھی تاکہ ہماری گفتگو دشمن کے کان تک پہنچ جائے۔ میں نے ساری باتیں سچ سچ کہنے کے باوجود کچھ اہم باتیں جھوٹ کہی تھیں۔ تاکہ دشمن کو یقین ہو جائے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ سو فیصد سچ ہے۔

وہ ہماری باتوں پر یقین کر کے غلط پروگرام بنائیں گے اور مارے جائیں گے۔

مثلاً میں نے یہ جھوٹ کہا تھا کہ راکٹ میں آگ لگنے سے اب ہمارا مون پراجیکٹ کم از کم پانچ سال پیچھے چلا گیا ہے"

"کیا ایسا نہیں ہے"؟

"بالکل نہیں بلکہ بیس دن بعد ہی ایک اور راکٹ بھیجا جانے والا ہے"

"یہ راکٹ قصبہ سلطان پراجیکٹ پر نہیں بنایا گیا۔ بلکہ یہ دارالحکومت کے قریب ایک خفیہ سینٹر پر ہے۔ راکٹ تیار ہے اور اسکے خلاباز کی ٹریننگ مکمل ہو چکی ہے"

اور آپ کو دراصل اسی سینٹر پر جا کر کام کرنا ہے مسٹر عمران۔"

"مجھے ۔۔۔" عمران نے حیرت سے کہا۔ "میں وہاں کیا کام کر سکتا ہوں۔"

"آپ کو وہاں جا کر خلا بازوں کی ٹریننگ لینی ہے۔"

"میرا خیال ہے آپ مذاق کر رہے ہیں سر۔"

"یہ مذاق نہیں ہے۔ بہت سوچ سمجھ کر یہ پروگرام بنایا ہے آپکو خلا بازوں کی ٹریننگ کے لئے وہاں بھیجا جا رہا ہے۔"

عمران حیران تھا کہ کیا یہ لوگ پاگل ہو گئے ہیں۔؟ کیا واقعی اسکو چاند پر بھیجا جا رہا ہے۔؟

○

وہ چند لمحہ خاموش رہا تو سر سلطان نے کہا۔

"عمران آپ شائد سوچنے لگے ہیں۔"

"یس سر۔ کیا آپ لوگ مجھے چاند پر بھیجنا چاہتے ہیں۔؟"

"بالکل نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ دوسرا مون سینٹر اگرچہ بہت ہی خفیہ۔ ۔ ۔ ۔ رکھا گیا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا یہ خفیہ راز بھی باہر نکل چکا ہے۔ اور سازشیوں کے ہاتھ وہاں تک بھی پہنچ چکے ہیں۔"

"وہ کیسے؟"

"اس پراجیکٹ پر جسے پراجیکٹ ایکس" کہا جاتا ہے جو خلا باز ٹریننگ لے رہے تھے، تین اس راکٹ پر جانے کے لئے تین آئندہ پروگرام کے لئے پہلی ٹیم کا کمانڈر کرنل چودھری تھا لیکن کرنل چودھری اس وقت ہسپتال

ہیں پڑا ہے۔ اور ڈاکٹر یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ بچے گا یا نہیں یا اگر بچے گا بھی تو اس کی یادداشت واپس بھی آسکے گی یا نہیں۔"

"کرنل چودھری کو کیا ہوا۔؟"

"وہ ماڈل کیپ سول میں بے وزنی مشق کر رہے تھے کہ کسی نے باہر سے ایمنو گیس زیادہ تعداد میں اندر بھیج دی۔

یہ گیس خلائی ماحول پیدا کرنے میں کام آتی ہے۔ لیکن یہ زہریلی گیس ہے۔ اتفاق سے جلد ہی ان کو ماڈل کیپ سول سے نکال لیا گیا۔

اگر چند منٹ اور گزر جاتے تو وہ مردہ تھے اب بھی وہ مردہ کے برابر ہیں۔ تجویز یہ ہے کہ آپکو کرنل چودھری بنکر پراجیکٹ ایکس پر جانا ہوگا۔ آپ جسم کے اعتبار سے پوری طرح کرنل چودھری سے ملتے ہیں صرف چہرے کی بات ہے۔"

اس کیلئے ملک کے بہترین پلاسٹک سرجنوں کی خدمات حاصل کی گئی ہیں جو ٹیپ ریکارڈ پلاسٹک سرجری کر کے چہرہ بدل سکتے ہیں کچھ عرصہ بعد جب جی چاہے اس سرجری کو چہرے سے صاف کر کے اصل شکل میں آیا جا سکتا ہے۔"

عمران نے کچھ سوچ کر کہا۔

"وہاں پراجیکٹ ایکس پر کرنل چوہدری کے دوست بھی ہونگے اس کے علاوہ وہ دو تین سال سے ٹریننگ لے رہے ہیں جسکا تجھے کچھ علم نہیں۔"

"ان تمام پہلوؤں پر غور کر لیا گیا ہے عمران۔" سر سلطان نے جواب دیا۔ "اس گیس کی ایک خوبی یا خرابی یہ ہے کہ ہوش میں آنے

کے بعد انسان کی یادداشت گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ سب جانتے ہیں کہ کرنل چوہدری ٹیکنیکل غلطی سے گیس کا شکار ہو گئے ہیں۔ اس لئے آپ جہاں چاہیں یادداشت کھو جانے کا بہانہ کر سکتے ہیں۔"

"وہاں روزانہ صبح میڈیکل چیک اپ بھی ضرور ہوگا۔" عمران نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"اس صورت میں چیک اپ کرنے والا ڈاکٹر مجھے پہلے دن ہی پہچان لے گا۔"

"وہ کیسے؟"

"میری ساری عمر مجرموں سے لڑتے اور زخم کھاتے گزری ہے میرے جسم پر جگہ جگہ زخموں کے نشانات ہیں۔ جبکہ کرنل چوہدری کے جسم پر یہ نشان نہ ہوں گے اور جو ڈاکٹر کرنل چودھری کا جسم بار بار دیکھ چکا ہوگا۔ وہ میرا جسم دیکھتے ہی سمجھ جائے گا کہ میں کوئی اور ہوں۔"

"یہ کوئی پرابلم نہیں۔"

"یعنی...؟" عمران دید سے بچاتے ہوئے بولا۔

"ہم یہی چاہتے ہیں۔"

"یعنی یہ کہ مجھے نقلی کرنل چودھری کی حیثیت سے شناخت کر لیں۔؟"

"ہاں۔ یہی مطلب ہے۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا۔؟"

"دراصل ابھی چند روز پیشتر ڈاکٹر مینا کشی کو قصبہ سلطان پر اجیکٹ سے تبادلہ کر کے پراجیکٹ ایکس پر بھیجا گیا تھا۔ ان کے جاتے ہی وہاں کرنل چودھری کو حادثہ پیش آیا۔

اس سے سیکورٹی آفیسرز کو یقین ہو گیا کہ سازش میں ڈاکٹر مینا کشی شامل ہے وہ ابھی ڈاکٹر مینا کشی کو اس لئے گرفتار نہیں کرنا چاہتے کہ اس کے دوسرے ساتھی ہوشیار نہ ہو جائیں۔ ڈاکٹر مینا کشی ہی روز خلابازوں کا معائنہ کرتی ہے۔ اب جب وہ تمہارا جسم دیکھے گی تو اسکو شبہ ہوگا۔ اور وہ گھبرا کر یا تو تمہیں قتل کرنے کی کوشش کرے گی یا کوئی اور حرکت کریگی۔ اور اس سے اس کا راز کھل جائیگا۔"

عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس نے کہا۔

"گویا آپ مجھے شکار کے چارہ کے بطور استعمال کرنا چاہتے ہیں۔"

"ہاں لیکن اس بھروسہ کے ساتھ کہ آپ اپنی حفاظت کر سکتے ہیں۔"

"ایک سوال پوچھوں؟"

"پوچھیے۔"

"جی فی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔"

"کس بارے میں۔؟"

"کیا وہ اسی قدر اہم ہے کہ محکمہ ان ٹیلی جنس اس کو ایسی خطرنا

مہم پر بھیجے۔؟

"میری اطلاع کے مطابق جی فی ذہین ہے اور اپنی حفاظت کرنا جانتی ہے۔"

"یہ مجھے معلوم ہے لیکن وہ ایڈونچر ٹائپ کی لڑکی ہے بڑی آسانی سے کسی مصیبت میں پھنس سکتی ہے اور دس منٹ بھی ٹارچر برداشت نہیں کر سکتی ایسے ایجنٹ محکمہ کے لئے ہمیشہ خطرناک ہوتے ہیں۔"

"میں آپکی بات ان ٹیلی جنس کے ڈائریکٹر کو بتا دوں گا۔ کیا آپ اسکے ساتھ کام کرنا پسند نہیں کرتے۔"

"نہیں۔ لیکن اب تو وہ اس بارے میں جان چکی ہے۔ اس لئے مجبوری ہے کیا اس کو اس نئے پروگرام کا علم نہیں۔"

"مجھے پتہ نہیں۔"

"اگر اسکو اس پروگرام کا علم نہ ہو تو میں درخواست کرونگا کہ اسکو بلکل نہ بتایا جائے۔ ایسے ساتھی سے میں تنہا رہ کر کام کرنا ہی پسند کروں گا۔"

"اوکے عمران۔ صبح آپ سے ملاقات ہوگی۔"

"یس سر۔"

"گڈ بائی۔ اینڈ گڈ لک۔"

یہ کہکر سر سلطان نے فون بند کر دیا۔

○

پورا ایک مہینہ عمران کو سانس لینے تک کی فرصت نہیں ملی تھی۔ پلاسٹک سرجن آپ ہی صرف تین دن لگے تھے۔

اور اس نے جو کرنل چودھری کی تصویریں دیکھی تھیں ان کو دیکھ کر اسے یقین ہو گیا تھا کہ اب کرنل چودھری کی ماں بھی شاید ان دونوں میں شناخت نہ کر سکے کہ اصل کرنل چودھری کون ہے۔

اس کے بعد اس کو ایک ماہ غلاظت کی ٹریننگ دی گئی تھی۔

اس پروگرام کے بارے میں صرف چند لوگوں کو علم تھا۔ پراجیکٹ ایکس کے سیکورٹی آفیسر تک کو اس بارے میں نہیں بتایا گیا تھا۔ بس پراجیکٹ کے چیف جنرل سانیال کو راز دار بنایا گیا تھا۔

ٹھیک ایک ماہ بعد خود جنرل سانیال عمران کو کرنل چودھری کے روپ میں پراجیکٹ ایکس کے ہیڈ آفس لیکر گیا۔

اصل کرنل چودھری کو اس ہسپتال سے ایک نامعلوم ہسپتال میں پہنچا دیا گیا تھا۔

اس کے زندہ رہنے کی توقع بہت کم تھی۔ پھر بھی ڈاکٹر اپنی سی کوششوں میں مصروف تھے۔

پراجیکٹ ایکس کے ہیڈ آفس پہنچ کر جنرل سانیال نے عمران سے کہا۔

"مسٹر عمران یہاں آپکو بہت ہوشیاری سے کام کرنا ہوگا۔ نمبر ایک تو یہ کہ ہمیں توقع ہے کہ آپ پر جلد ہی دوسرا قاتلانہ حملہ ضرور ہوگا۔ ایک بار ناکام ہونے کے بعد قاتل دوسرا حملہ بہت سوچ سمجھ کر لیکن فوراً کرے گا۔ کیونکہ اب اس کو یہ بھی ڈر ہوگا کہ شائد آپ نے قاتل کو گیس گھولتے ہوئے دیکھ لیا ہو۔

اس کے علاوہ پراجیکٹ کا سیکورٹی آفیسر کرنل شریف بہت ذہین شخص ہے اگر اس کو ذرا بھی شبہ ہو گیا کہ آپ اصل کرنل چودھری نہیں ہیں تو وہ فوراً سارے پراجیکٹ میں خطرے کا الارم کر دیگا۔"

"میں اپنی سی کوشش کروں گا۔" عمران نے مسکرا کر کہا۔

سب سے پہلے سیکورٹی آفیسر کرنل شریف سے اس کا تعارف کرایا گیا۔

کرنل شریف نے اس کو سر سے پاؤں تک دیکھ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"دوبارہ آپ کو زندہ دیکھ کر خوشی ہوئی کرنل مبارکباد۔ اب

کیسی طبیعت ہے؟"

"تقریباً ٹھیک ہوں۔" عمران نے کرنل چودھری کے لہجہ میں جواب دیا۔ "لیکن ابھی تک ذہن میں دھند سی چھائی ہوئی ہے۔ بعض اوقات یادداشت کام نہیں کرتی ہے۔"

"آپ بچ گئے یہی بہت ہے۔ یادداشت بھی آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائے گی۔ بچ بچ جانا معجزہ سے کم نہیں۔"

"تھینک یو کرنل۔"

جنرل سانیال نے کرنل شریف سے کہا۔

"میرا خیال ہے اب یہ ٹریننگ کے لئے فٹ ہیں۔ ڈاکٹروں کی بھی یہی رائے ہے۔ اب ان کا چارج تم سنبھالو کرنل۔ مجھے واپس جانا ہے۔"

"اوکے سر۔ میں ان کو ابھی ڈاکٹر مینا کشی کے حوالے کر دیتا ہوں۔"

ڈاکٹر مینا کشی کا ذکر سن کر عمران کا دل زور زور سے دھڑکا۔

اس کی اطلاعات کے مطابق ڈاکٹر مینا کشی دشمن نمبر ایک تھی کیونکہ جس نے بھی کرنل چودھری کو گیس سے قتل کرنے کی کوشش کی تھی وہ گیسوں کے اثرات کے بارے میں واقف تھا۔ اس کو خلاء میں زندہ رکھنے والے سوٹ کے بارے میں بھی جانکاری تھی۔ اور ڈاکٹر مینا کشی ان تمام خوبیوں کی مالک تھی۔

جنرل سانیال چلا گیا تو کرنل شریف نے گھنٹی بجا کر اپنے میجر رضی کو بلا کر کہا۔

"کرنل چودھری کو مینا کشی کے آفس میں پہنچا دو میجر رضی۔"

"میرے ساتھ آئیے سر۔" میجر نے عمران سے کہا۔

عمران اس کے ساتھ چل دیا۔

جیپ میں بٹھا کر اس کو پراجیکٹ کے اندر دو تین میل کے فاصلے پر ایک عمارت میں لیجایا گیا۔

ڈاکٹر مینا کشی کے کمرے پر اسکے نام کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ وہ اپنے محکمہ کی انچارج تھی۔

کرنل چودھری یا عمران نے میجر رضی کا شکریہ ادا کیا اور دروازہ کھول کر ڈاکٹر مینا کشی کے کمرے میں داخل ہوا۔

سامنے ہی میز کے پیچھے ڈاکٹر مینا کشی بیٹھی تھی۔

آہٹ سنکر اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔

دروازے پر کرنل چودھری کا چہرہ دیکھ کر ڈاکٹر مینا کشی کے چہرے پر صرف ایک بار رنگ آکر گذر گیا۔

وہ اپنی تصویر سے زیادہ خوبصورت اور سیکسی تھی۔

اس کی عمر مشکل سے تیس بتیس سال ہو گی۔

عمران نے سوچا اگر ڈاکٹر مینا کشی قاتل ہے تو وہ یقیناً بہترین ایکٹریس ہے۔

ڈاکٹر مینا کشی خود ڈاکٹر تھی۔ اسے یقین ہو گا کہ کرنل چودھری اب بچ نہیں سکتا۔ کم از کم اتنی جلد صحت یاب نہیں ہو سکتا۔

اس لئے حیرت سے اس کی آنکھیں پھیلنا قدرتی بات تھی۔

لیکن ڈاکٹر مینا کشی نے ذرا بھی حیرت اور خوف کا اظہار نہیں کیا البتہ مسکرا کر بولی۔

"اوہ ہیلو۔ مبارکباد کرنل۔ آپ یقیناً بہت مضبوط شخص ہیں جو اس قدر جلد ہسپتال سے آگئے۔"

"فکس ڈاکٹر، میں اب ٹھیک ہوں۔" عمران نے جواب دیا۔ "صرف کبھی کبھی سر چکرا جاتا ہے۔ اور یادداشت دھوکا دیجاتی ہے۔"

"آپ کا زندہ بچ جانا ہی کمال ہے کرنل۔ یہ شکایتیں تو معمولی باتیں ہیں۔"

"میں ڈیوٹی پر آگیا ہوں۔" عمران نے کہا۔

"اتنی جلدی؟"

"ہسپتال کے ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ میں ڈیوٹی کے لئے فٹ ہوں۔"

"اوکے، میں ابھی دیکھتی ہوں۔ کپڑے اتار دیجئے پلیز۔"

اب خطرناک لمحہ تھا۔

عمران کو یقین تھا کہ مینا کشی اس کا جسم دیکھتے ہی سمجھ جائے گی کہ وہ نقلی کرنل ہے لیکن وہ مجبور تھا۔

ایک پردے کی آڑ میں کھڑے ہو کر اس نے سارے کپڑے اتار دیئے صرف انڈرویئر اور بنیان پہنے رہا۔ پھر وہ پردے کی آڑ سے باہر نکلا تو مینا کشی نے کہا۔

"بنیان بھی اتار دیجئے۔"

عمران کے پہلو میں چاقو کے زخم کا ایک لمبا سا نشان تھا ایک بار ایک مجرم نے پیچھے سے اس پر حملہ کر کے زخمی کر دیا تھا۔

اس نے بنیان اتار دیا۔

ڈاکٹر مینا کشی کی نظریں اس کے پہلو کے زخم پر جم کر رہ گئیں۔

پھر اس نے عمران کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"عجیب بات ہے۔"

"کیا۔" عمران نے سوال کیا۔

اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

"کچھ نہیں۔ میں کہہ رہی تھی کہ آپ کی جسمانی حالت اتنی لمبی بیماری کے باوجود کافی اچھی ہے۔"

عمران کو یقین ہو گیا کہ وہ پہچان چکی ہے کہ وہ اصل کرنل نہیں ہے۔

لیکن اس نے اپنے چہرے سے ظاہر نہیں ہونے دیا۔ غالباً وہ سوچ رہی ہو گی کہ دوسرا قاتلانہ حملہ کس طرح کیا جائے۔

اس نے قریب آکر اس کے جسم کا معائنہ کئے بغیر کہا۔

"آپ اب بالکل فٹ ہیں اور ٹریننگ میں حصہ لے سکتے ہیں۔"

"تھینک یو۔ کیا میں کپڑے پہن لوں۔؟"

"جی ہاں۔"

عمران نے پردے کے پیچھے جا کر کپڑے پہن لئے۔

وہ حیران تھا کہ مینا کشی نے اگر اسکو پہچان لیا ہے تو اس نے اپنے شک کا اظہار کیوں نہیں کیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لباس بدل کر باہر آیا تو مینا کشی نے اسے ایک کاغذ دے کر کہا۔

"یہ آپ کے ٹھیک ہو جانے کا سرٹیفکیٹ ہے اب آپ ٹریننگ سینٹر میں چلے جائیے"

"تھینکس ڈاکٹر۔" عمران نے کاغذ لیکر کہا۔ اور واپس چلدیا

مینا ناز کے شاہکار ناول

یہ بھی ایک کہانی

پیاسے

شائع ہو گئے ہیں

آج ہی درج ذیل پتے سے طلب کیجئے

چوہان اکیڈمی ستیانہ بازار۔ لائل پور

○

پراجیکٹ ایریا کے سینٹر میں تقریباً دو فرلانگ مربع علاقہ پر ایک بڑا گنبد بنایا گیا تھا۔

اس گنبد کے اندر سے مشینوں کے ذریعہ سانس لینے والی ہوا بالکل نکال کر خلاء بنائی گئی تھی۔

زمین پر چاند کی سطح کی طرح کے مصنوعی پہاڑ اور غار بنائے گئے تھے۔

گنبد کے اندر ہوا کا دباؤ صفر تھا اور درجہ حرارت ۲۲۰ سینٹی گریڈ تھا۔

جس میں انسان پانچ منٹ میں تندور میں لگے ہوئے مرغ کیطرح پک سکتا تھا۔ اور آکسیجن نہ ہونے کی وجہ سے تین چار منٹ میں

ہی مرسکتا تھا۔

چاند پر بھی اسی قدر درجہ حرارت ہوتا ہے اور ہوا نہیں ہوتی۔ اس لئے وہی فضا یہاں بنائی گئی تھی تاکہ خلاباز خلائی سوٹ پہن کر وہاں ٹریننگ لے سکیں۔

عمران خلائی سوٹ پہنے چاند کی نقلی فضا میں داخل ہوا سوٹ سے اندر ہوا کا بندوبست تھا۔ اس نے دیکھا کہ دور فاصلے پر دو شخص اور خلائی سوٹ پہنے ہوئے کچھ کر رہے ہیں وہ سمجھ گیا کہ چاند پر جانے والی ٹیم کے باقی دو ممبر ہیں۔

• اچانک اس کے کان میں ایک آواز آئی۔

• اوہ۔ ہیلو کرنل چودھری۔ واپسی مبارکباد۔" یہ کرنل اسمٰعیل کی آواز تھی۔

یہ آوازیں بھی اس کو ٹیپ ریکارڈ پر سنوادی گئی تھیں باتیں کرنے کے لئے ان کے سوٹ میں ٹرانسمیٹر لگے ہوئے تھے۔

• تھینکس۔" عمران نے بے تکلفی سے کہا۔

• کیا آپ اب بالکل ٹھیک ہیں کرنل۔" کیپٹن خلیل نے پوچھا۔

• تقریباً۔ جسمانی طور پر بالکل ٹھیک ہوں دماغ میں ابھی کچھ کمزوریاں ہیں۔"

• خوشی ہوئی کہ آپ واپس آگئے۔ بہتر ہو کہ آپ روٹر کو دیکھ لیں۔" روٹر ایک کار نما گاڑی کا نام تھا۔ جس کو خلاباز دل کیساتھ چاند

پر جانا تھا یہ گاڑی چاند کی سطح پر چلنے کے لئے خاص طور پر بنائی گئی تھی۔

گاڑی کے پہیے لچکدار اور بہت بڑے بڑے تھے عام حالات میں روٹر کا وزن دو ٹن کے قریب تھا لیکن گنبد کے اندر چونکہ ہوا کا دباؤ نہیں تھا اس لئے اس کا وزن آدھے ٹن کے قریب ہو جاتا تھا۔

" روٹر کہاں ہے۔" عمران نے پوچھا۔

• سیکٹر بارہ میں۔ ہم لوگ اولمپک چوٹی کے پیچھے ہر کولیس ھیل میں جا رہے ہیں۔"

• اوکے۔"

علاقہ کے تمام نام چاند کے مطابق ہی رکھے گئے تھے۔ سائنسدانوں نے چاند کے پورے علاقوں کو خطوں میں بانٹ کر الگ الگ نام رکھ دیئے تھے

عمران کو کچھ پتہ نہیں تھا کہ سیکٹر نمبر بارہ کس طرف ہے پھر بھی وہ ایک طرف کو چل دیا۔ کچھ جگہ اس نے بڑے بڑے نمبر لکھے دیکھے جس سے اس نے اندازہ لگایا کہ شاید یہ سیکٹروں کے نمبر ہیں۔

زمین پوری تھی۔ اس کے خلائی سوٹ کے قدموں کے نشان تھے کے پیروں کے نشان معلوم ہو رہے تھے۔

جگہ جگہ بڑے بڑے بھاری پتھر پھیلے ہوئے تھے اور گہرے گہرے غار بنے ہوئے تھے۔

انہیں غاروں اور چٹانوں پر اترتے چڑھتے وہ بہت آہستہ آہستہ روٹر کی تلاش میں آگے بڑھتا رہا۔

پھر اس نے دیکھا کہ کوئی دس فٹ چوڑی اور بارہ فٹ گہری ایک نہر سی بنی ہوئی تھی اس کے دونوں طرف بڑے بڑے پتھر تھے۔ وہ اس خشک نہر میں اتر کر آگے چلنے لگا۔ کچھ دور چلنے کے بعد ہی اس کے کانوں میں کوئی مشین چلنے کی آواز آئی۔

خلائی سوٹ میں بڑے سنبھل سنبھل کر قدم اٹھانا پڑتا تھا کیونکہ تقریباً ۶۵ پونڈ تو خلائی سوٹ ہی کا وزن تھا غلط پاؤں پڑنے سے گر جانے پر اٹھنا مشکل ہو جاتا تھا اور گرنے سے سوٹ کے کسی حصہ کو نقصان پہنچ جانے پر جان کا خطرہ تھا۔ اس لئے وہ سنبھل سنبھل کر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

اور پھر جیسے ہی وہ ایک موڑ پر گھوما تو اس نے دیکھا کہ صرف بیس پچیس گز کے فاصلہ پر روڑ تھا۔ روڑ پر خلائی سوٹ میں ایک شخص بیٹھا تھا اور روڑ اسکی جانب بڑھ رہا تھا۔

خلائی سوٹوں میں سے صرف ایک دوسرے کی آنکھیں دیکھی جا سکتی تھیں پورا چہرہ نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ روڑ کی چوڑائی ساڑھے نو فٹ سے کم نہیں ہوگی وہ پوری نہر میں دونوں کناروں کو چھوتی ہوئی اسکی جانب بڑھ رہی تھی یعنی ادھر ادھر بچنے کی جگہ نہیں تھی۔ دونوں طرف کی دیواریں تقریباً بارہ بارہ فٹ اونچی تھیں۔ اس لئے وہ دیوار پر بھی نہیں چڑھ سکتا تھا۔ روڑ کی رفتار اس کی رفتار سے تین گنا زیادہ تھی۔ مقررہ فاصلے پر ہی روڑ اسکو جا کر کچل دے گی۔

اگر روڑ پر قاتل تھا تو اس کے بچنے کا اب کوئی چانس نہیں

تھا اور جس تیزی سے روڑ اس کی جانب آ رہی تھی اس سے اسے یقین ہو گیا کہ وہ قاتل ہی تھا۔

ان لوگوں نے کرنل چودھری کے واپس آتے ہی دوسرے حملہ میں زیادہ دیر نہیں کی تھی۔

عمران کے ذہن میں اب دو سوال تھے۔ پہلا یہ کہ قاتل کون ہے کیا ڈاکٹر ضیا کشی؟

اور دوسرا سوال یہ تھا کہ وہ جان کس طرح بچائے۔؟؟

دو سو بیس سینٹی گریڈ درجہ حرارت میں جہاں ہوا بھی بالکل نہ ہو ۶۵ پونڈ وزنی سوٹ پہن کر بھاگنا ناممکن تھا روڑ سے کچلے جانا یقینی بات تھی۔

قاتل تمام لوگوں کی امید سے زیادہ چالاک تھا۔ شائد قاتل نے فائر لیس سے اسکی اور کرنل اسمٰعیل وغیرہ کی گفتگو سن لی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ روڑ کی تلاش میں آئیگا۔ چنانچہ وہ روڑ پر اس کا منتظر تھا۔ اس خطرناک فضا میں حادثہ ہو جانا معمولی بات تھی۔ اس لئے قاتل بڑی آسانی سے اس کو قتل کر کے واپس چلا جائیگا۔ بعد میں اس کی لاش ملتی رہیگی۔ روڑ اب صرف دس گز کے فاصلے پر تھا۔ عمران نے ادھر ادھر دیکھا کوئی جگہ جان بچانے کی نہیں تھی۔

پھر اس کی نظر روڑ کے نیچے اگلے حصہ پر گئی۔ دو بڑے بڑے لچکدار پہیوں کے درمیان اگرچہ روڑ کی باڈی زمین سے صرف چند انچ اونچی ہی رہتی تھی۔ لیکن پہیوں کے درمیان چوڑائی میں باڈی کو سہارا دینے کے لئے ایک فولادی سلاخ لگی ہوئی تھی۔

موت یقینی تھی، اب صرف یہی چانس لیا جا سکتا تھا۔ روڑ پانچ گز کے فاصلہ پر رہ گئی تو وہ جلدی سے نیچے لیٹ گیا۔

اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ لباس کے اندر درجہ حرارت نارمل ہونے کے باوجود اسکو پسینہ آگیا تھا۔

پھر جیسے ہی روڑ کے دشال پہیے اس کے دونوں طرف آئے اور باڈی نے اس کے پیروں کو چھوا اس نے اس سلاخ میں دونوں ہاتھ ڈالکر پیر باڈی میں پھنسا دیئے اور روڑ کے ساتھ ساتھ ہی زمین پر گھسٹنے لگا۔

قاتل کو یقین تھا کہ روڑ اس پر سے گذرنے کے بعد اس کا بچنا ناممکن ہے۔ کوئی چار پانچ گز آگے بڑھنے کے بعد ہی روڑ رک گئی۔ قاتل شائد روڑ روک کر پیچھے اس کی لاش دیکھ رہا تھا۔

وہ وہیں سانس روکے لٹکا رہا۔ پیچھے لاش نہ پاکر قاتل کو یقیناً حیرت ہوئی ہوگی۔ اور اب وہ اصل حال جاننے کے لئے اتر کر نیچے آئیگا اس کا اندازہ درست نکلا چند منٹ بعد ہی ایک سایہ اسکو نظر آیا۔ یہ قاتل تھا۔ اس نے شائد ابھی اس کو نہیں دیکھا تھا۔

عمران سلاخ چھوڑ کر زمین پر لیٹ گیا۔ اور پھر اس نے دونوں ہا زمین پر ٹکا کر گھٹنوں کے بل اٹھنے کی کوشش کی۔

قاتل نے اب اسکو دیکھ لیا تھا۔ اسکے ہاتھ میں تیز چمکدار خنجر تھا اور وہ آگے بڑھتے ہوئے آہستہ آہستہ اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔

عمران کو زمین سے اٹھنا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ جانتا تھا

خنجر اس کے سینے میں اترنا ہی ضروری نہیں۔ اگر خنجر کی نوک سے خلائی سوٹ میں ذرا سا بھی سوراخ ہو گیا تو اس کی موت یقینی ہے

وہ وہیں گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور قاتل کے حملہ کرنے کا انتظار کرنے لگا۔

○

قاتل کا خنجر والا ہاتھ اوپر اٹھا اور پھر نیچے آیا۔ عمران گھٹنوں کے بل کھڑا تھا اس نے اپنا جسم ایک طرف کو جھکایا اور اپنا ہاتھ قاتل کے خنجر والے ہاتھ پر ڈال دیا۔ اسے امید نہیں تھی کہ وہ اس کا ہاتھ روک سکے گا۔ قسمت کی بات تھی کہ صحیح جگہ اسکا ہاتھ پڑا اب مشکل یہ تھی چونکہ انگلیوں پر بھی موٹے موٹے دستانے تھے اس لئے دشمن کی کلائی کو اچھی طرح نہیں پکڑ سکتا تھا۔ اس نے کلائی پکڑ کر جھٹکا دیا۔ قاتل بھی توازن قائم نہ رکھ سکا وہ جیسے ہی نیچے گرا عمران نے دوسرا ہاتھ بھی اس کی کلائی پر رکھ کر پوری قوت سے اس کا ہاتھ مروڑا۔

عمران کو قاتل کے ہاتھ کی کوئی ہڈی ٹوٹنے کی آواز سنائی دی۔ اور قاتل کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔

اس نے پوری قوت سے خود کو جھٹکا دیا۔ عمران کے ہاتھ سے اس کا ہاتھ چھوٹ گیا۔ وہ پیچھے کی جانب جا پڑا۔ اور لڑھک کر اس سے دور ہٹ گیا۔ اس کے بعد ایک ہاتھ کا سہارا لیکر اٹھا۔ اس کا ایک ہاتھ بالکل بے کار ہو کر لٹک گیا تھا۔ خنجر اب اس نے دوسرے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ اس بار اس نے بائیں ہاتھ سے خنجر کھینچ مارا۔

بائیں ہاتھ کی طاقت کم تھی۔ خنجر اس کے سوٹ میں گھس گیا۔ عمران سمجھ گیا کہ اب اس کی موت یقینی ہے۔ خلائی لباس سے خنجر نکلتے ہی ازدر کی آکسیجن ہوا نکل جائیگی اور وہ چند منٹ میں ہی مر جائے گا۔

اور پھر اچانک اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ احمق تھا وہ بالکل بھول گیا تھا کہ اس وقت وہ دنیا کے ماحول میں نہیں تھا۔ چاند کے مصنوعی ماحول میں تھا جہاں آواز میں صرف ٹرانسمیٹر پر سنی جا سکتی ہیں۔ اس کو فوراً مدد کے لئے ٹرانسمیٹر پر بلانا چاہیئے تھا۔ باقی دو خلاباز جو وہیں کسی جگہ تھے اسکی مدد کو آ سکتے تھے۔

یہ سوچکر اس نے ٹرانسمیٹر کا ایمرجنسی بٹن دبا دیا۔ اس کی حرکت سے خنجر نکل کر نیچے گر پڑا۔ اور ایسی آواز پیدا ہوئی جیسے تیز ہوا کسی تنگ راستہ سے نکل ہو۔

عمران کو اپنا سانس گھٹتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ اس کے پھیپھڑوں میں جیسے آگ سی لگ گئی۔

ٹرانسمیٹر کا بٹن وہ دبا چکا تھا۔ بمشکل تمام اس نے چیخنا چاہا لیکن اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی آواز حلق سے نکلی ہی نہیں۔

بمشکل تمام وہ ایک لفظ کہہ سکا "بچاؤ"

اور پھر اس کی آنکھوں کے سامنے تاریکی پھیلتی چلی گئی۔ ایک آگ سی اس کے سینے میں اٹھ کر سارے جسم میں بھر گئی۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ مر رہا ہے۔

کیونکہ آکسیجن کے بغیر وہ پانچ منٹ سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا تھا اور مدد آتے آتے یقیناً پانچ منٹ سے زیادہ لگ جائیں گے۔

اس کے بعد اسے ہوش نہیں رہا کہ کیا ہوا۔

○

دوسری بار اس کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ وہ آرام دہ بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ تین چار چہرے اس کے چاروں طرف تھے۔ ان میں سے ایک سیکورٹی چیف کرنل شریف تھا۔ اور دو نوں خلا باز تھے۔ ایک ڈاکٹر معلوم ہوتا تھا۔ عمران نے آنکھیں کھولدیں تو کرنل شریف نے آگے بڑھکر پوچھا۔

"اب کیسا محسوس ہو رہا ہے کرنل؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔" عمران نے جواب دیا۔ اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ یہ حیرت کی بات تھی کہ اب وہ بالکل ٹھیک محسوس کر رہا تھا۔ وہ زخمی نہیں ہوا تھا صرف آکسیجن ختم ہو جانے کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا تھا۔ وہ یقیناً پانچ منٹ سے پہلے پہنچ گئی تھی۔ کرنل شریف نے اس پر جھکتے ہوئے پوچھا۔

"میں حیران ہوں کرنل کہ اگر سوٹ میں کوئی خرابی ہو گئی تھی تو ایمرجنسی دروازے میں کیوں نہیں داخل ہوئے؟"

"ایمرجنسی دروازہ؟" عمران نے حیرت سے کہا۔

"تم سے صرف بیس فٹ کے فاصلے پر تھا۔ تم جانتے ہو اس پورے علاقہ میں بارہ ایمرجنسی دروازے بنے ہوئے ہیں ہر خلا باز کو کسی حادثہ کے موقع پر وہ دروازے استعمال کرنے کا حکم ہے۔"

"سوری۔" عمران نے ماتھے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "حادثہ نے

مجھے بوکھلا دیا تھا۔ میں نے شاید دروازے تک جانے کی کوشش بھی کی تھی۔"

"حادثہ کیا پیش آیا تھا؟"

عمران نے اصل واقعہ نہیں پہیلا بتایا۔ وہ ابھی یہاں خوف پھیلانا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے کہا۔

غلطی میری تھی۔ میں ایک چٹان پر چڑھ رہا تھا کہ میرا پاؤں پھسل گیا اور نیچے گر پڑا کوئی نوکدار پتھر سوٹ میں گھس گیا جس سے آکسیجن نکل گئی۔ مجھے اس وقت ایمرجنسی دروازے کا خیال نہیں آیا۔ میری یادداشت ابھی تک ٹھیک نہیں ہے۔"

"اس حادثہ کی تحقیق کی جائے گی۔" کرنل شریف نے کہا۔ "اس وقت ہم کسی معمولی واقعہ کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔ تم جانتے ہو کرنل اس وقت تم ہمارے لئے کتنے اہم ہو اگر دو منٹ کی دیر اور ہو جاتی تو تمہاری موت یقینی تھی۔ وہ تو اتفاق سے کیپٹن خلیل تم سے تھوڑے فاصلے پر ہی کام کر رہے تھے انہوں نے تمہاری چیخ سنی اور تمہاری مدد کو پہنچے کو انہوں نے سب سے پہلے اپنے آکسیجن سوٹ کا دوسرا پائپ تمہارے منہ سے لگا دیا۔"

"تھینکس لیفٹیننٹ۔" عمران نے جھینپتے ہوئے کہا۔

"شکریہ کی کیا بات ہے کرنل۔" کیپٹن خلیل نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن آئندہ جب کبھی گرنے کا پروگرام ہوا کرے تو ذرا پہلے سے وارننگ دیدیا کیجئے۔"

کرنل شریف نے اس شخص سے کہا جو ڈاکٹر معلوم ہوتا تھا۔

"ڈاکٹر مینا کشی کہاں ہیں۔؟"

"یہ ان کا آرام کا وقت ہے۔ وہ ریسٹ روم میں ہیں۔"

"انکو بلاؤ۔"

"کیوں۔" عمران نے سوال کیا۔

"آپ کی چیکنگ ضروری ہے اور ابھی آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر مینا کشی آپکو کوئی انجکشن لگا دیں گی۔"

عمران نے سوچا ڈاکٹر مینا کشی اگر سازش کا ایک حصہ ہے اگر کرنل چودھری پر پہلا حملہ خود ڈاکٹر مینا کشی نے کیا تھا تو وہ اس کو ایسا انجکشن لگا سکتی ہے جس سے وہ کبھی نہ اٹھ سکے۔ بعد میں کہہ سکتی ہے کہ ابھی اس پر گیس کا اثر باقی تھا اس لئے مر گیا۔

یہ بات یقینی تھی کہ دشمن کے دو آدمی پراجیکٹ پر تھے ایک مینا کشی اور دوسرا وہ جس نے اس پر حملہ کیا تھا۔ انکا دوسرا حملہ بھی ناکام ہو چکا تھا۔ تیسری بار ڈاکٹر مینا کشی اپنا اطمینان کرے گی کہ وہ عادتہ سے بچ نہ سکے۔ یہ تمام خیالات اس کے ذہن میں ایک سیکنڈ سے بھی کم عرصہ میں گذر گئے۔ اس نے جلدی سے کہا۔

"آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہیں کرنل۔ میں اب بالکل ٹھیک ہوں ڈاکٹر مینا کشی کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے کرنل۔" مینا کشی کے اسسٹنٹ ڈاکٹر نے کہا۔

"اوکے۔" کرنل شریف نے کہا۔ "کرنل تم مجھے حادثہ کی تفصیل تحریری طور پر دو۔ میں فوراً اس جگہ کی جانچ کرنا چاہتا ہوں جہاں حادثہ پیش

آیا ہے۔"

"اوکے۔" عمران نے سر ہلا دیا۔

"کرنل چودھری۔" پہلی بار کرنل اسمٰعیل نے سوال کیا۔ "کیا روٹر کو آپ اس جگہ لائے تھے۔ جہاں حادثہ پیش آیا ہے۔"

"ہاں۔" عمران نے جھوٹ بولا۔

"کیا آپ کینال سے اوپر چڑھنے کی کوشش کر رہے تھے۔"

"ہاں۔" اس نے پھر سر ہلایا۔

"پھر تو آپ کا گرنا یقینی تھا۔ اس جگہ کی مٹی بھربھری زیادہ ہے۔"

"میری غلطی تھی۔" عمران نے کہا۔

"بہتر ہو کہ آپ آج آرام ہی کیجئے۔"

"یہی میں سوچ رہا ہوں۔" عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور اٹھ کر ریسٹ روم کی طرف چل دیا۔

○

کرنل چودھری کی رہائش کے لئے ایک چھوٹا سا بنگلہ سنیٹر سے آٹھ میل دور تھا۔

یہاں سے قریبی آبادی سات آٹھ میل تھی۔ عمران اسی بنگلہ میں مقیم تھا۔

اس کی مدد کے لئے ان ٹیلی جنس کا ایک اور ایجنٹ یوسف دھلوی اس کے ساتھ تھا۔

یوسف نے بنگلہ کو اچھی خاصی لیبارٹری میں تبدیل کر دیا تھا۔ تین چار ٹرانسمیٹر وہاں تھے۔ اور نہ جانے کیسے کیسے آلات تھے۔

اس دن رات کو عمران چودھری کے بنگلہ پر پہنچا تو یوسف برآمدے میں بیٹھا تھا۔

"ہیلو" اس نے مسکرا کر کہا۔ "تم آج بھی زندہ واپس آ گئے"

"قاتل کی غلطی سے" عمران نے خود کو ایک صوفے پر گراتے ہوئے کہا۔ "آج کل دنیا میں نہ پر خلوص دوست ملتے اور نہ ہی پر خلوص دشمن"

"کیا آج کچھ ہوا تھا" یوسف نے حیرت سے پوچھا۔

"کیا نہیں ہوا یہ پوچھو۔ صرف دو منٹ اور مدد نہ پہنچتی تو میری لاش یہاں آتی"

"کیا ہوا مجھے تفصیل سے بتاؤ"

عمران نے اس کو تمام واقعہ تفصیل سے سنا دیا۔ سب کچھ سننے کے بعد وہ اندر گیا۔

اور پھر وہسکی کا گلاس لے کر باہر آیا۔

اس بار اس کے ہاتھ میں ایک فوٹو گراف بھی تھا جو اس نے عمران کی جانب بڑھا دیا۔

"کس کا فوٹو ہے" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"ڈاکٹر مینا کشی کے عاشق کا"

عمران نے فوٹو لیکر دیکھا۔

اس میں پینتالیس پچاس سال کی عمر کا ایک شخص تھا۔ جس کا چہرہ کسی سنگدل اور ظالم انسان کا چہرہ معلوم ہوتا تھا۔ اس کے گلے پر دو ہی نشان تھا... تصویر میں وہ سوٹ میں تھا۔ ڈاکٹر مینا کشی کے ساتھ جو

اس کا فولاد تھا وہ ننگا تھا۔

"کون ہے یہ۔؟" عمران نے سوال کیا۔

"اس کا نام بنگ ہے۔ ناگا قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے کسی زمانے میں کلکتہ میں رہتا تھا۔ آج کل قصبہ سلطان میں مغربی ڈانس سکھانے کا ماسٹر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عورتوں کو پھانسنے کا اسے کوئی گر یاد ہے۔"

"تو مجھے ذرا ایک سو سیر مٹھائی منگا دو۔"

"کیوں۔؟"

"میں بھی اس کا چیلہ بننا چاہوں گا۔"

"میری ایک تجویز ہے۔" یوسف بولا۔

"کیا۔"

"تم مینا کشی سے عشق شروع کر دو۔"

پھر کیا ہوگا۔؟"

"وہی ہوگا جو دنیا میں ہوتا ہے۔ پھر تمہاری شادی ہوگی۔ پھر بچہ ہوگا جو مجھے انکل یوسف کہہ کر بلائے گا۔"

"میں حیران ہوں کہ تمہیں ان ٹیلی جنسی محکمہ میں کس نے اور کیوں لیا ہے۔"

"کیوں؟"

تمہارے پاس عقل نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں۔"

یوسف نے ایک ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔

"میں نے زندگی میں ایک بار ہی عشق کیا ہے جب سے ہی مجھے تجربہ ہو گیا کہ عقل سے کام لینا دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہے۔"

"پھر عشق کا انجام کیا ہوا۔ کیا محبوبہ نے تمہیں ٹھکرا دیا؟"

"یہی تو مشکل ہوئی۔ آجکل وہ میرے تین بچوں کی ماں ہے میں نے عقل سے کام لے کر اس سے شادی کر لی تھی۔"

"اور یہی انجام تم میرا دیکھنا چاہتے ہو۔ باقی دی دے کیا اس شخص بنگو کی نگرانی کی جا رہی ہے۔"

"ہاں۔"

اسی وقت ٹرانسمیٹر سے سگنل کی آواز سنائی دی یوسف گلاس رکھ کر اندر کی طرف بھاگا ہوا گیا۔ چند منٹ بعد وہ واپس آیا تو اسکے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔

"کیا ہوا؟" عمران نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے ہم لوگ اور ہمارے تمام محکمے اب ناکارہ ہوتے جا رہے ہیں۔"

"کیوں؟"

"ابھی آدھا گھنٹہ پہلے الیکٹرو فرم کے ایک پلانٹ میں آگ لگ گئی ہے جس میں تقریباً چھ آدمی جل کر مر گئے ہیں اور فرم کی تقریباً دس لاکھ کی مالیت کی مشینیں جل گئی ہیں۔"

"قصبہ سلطان میں۔"

"ہاں۔"

"مجھے معلوم ہوا تھا کہ اس فرم کی اپنی پولیس ہے اور اپنا سیکورٹی سسٹم ہے۔"

"ہاں۔ لیکن جب دشمن ہمارے محکموں کی آنکھوں میں دھول جھونک سکتے ہیں تو پرائیویٹ پولیس کیا کر سکتی ہے۔"

"لیکن اس فرم میں آگ لگانے سے دشمن کو کیا فائدہ؟"

"خلائی پروگرام کے لئے سارے الیکٹرونک آلات بنانے کا ٹھیکہ اسی فرم کے پاس تھا۔ جب الیکٹرونک آلات ہی نہ ہوں گے تو ہمارا مون پراجیکٹ کیسے کامیاب ہو سکے گا۔"؟

"ویسے تمہارا اس سازش کے بارے میں کیا خیال ہے۔" عمران نے سوال کیا۔

"ہمارے دو دشمن ملک ہیں انہیں سے کسی کا بھی ہاتھ ہو سکتا ہے ویسے میرا خیال ہے کہ روسی جاسوس اس کی نہیں ہیں کیونکہ وہ کبھی یہ نہیں چاہے گا کہ ہم اسکے مقابلے پر آ سکیں۔"

"خاص طور پر روس کا ہی نام تمہارے ذہن میں کیوں آیا؟"

"اس کی دوسری وجہ یہ کہ ہمارا سب سے پہلا شبہ مینا کشی پر ہے اور مینا کشی کی ماں روسی تھی۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔

اس بار عمران نے ٹیلیفون اٹھا کر کہا۔

"کرنل جوزف ہیری۔"

"عمران۔" دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز آئی۔

"یس سر۔"

"کیا حال ہے؟"

"ابھی تک تو ٹھیک ہوں سر۔"

"اپنا خیال رکھنا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ کچھ نامعلوم لوگ آپکے بارے میں انکوائری کر رہے ہیں۔"

"کون لوگ تھے؟"

افسوس یہ معلوم نہ ہو سکا۔ میرا خیال ہے ان لوگوں کو ضرور یقین ہو گیا ہے کہ آپ کو پراجیکٹ پر کسی جگہ لگایا گیا ہے۔"

"ویسے تو انہیں یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ میں نقلی ہوں۔ لیکن ابھی تک انکو یہ نہیں معلوم کہ میں کون ہوں۔ شائد اسی لئے وہ انکوائری کر رہے ہوں گے۔"

"شائد احتیاطاً میں نے یہ خبر پھیلا دی ہے کہ آپ کو ایک کیس کے سلسلے میں فوری طور پر دوسری جگہ بھیج دیا گیا ہے۔"

"وہ لوگ صرف خبر سے مطمئن نہیں ہوں گے۔"

"میں جانتا ہوں اسی لئے ایک ہفتہ پہلے تمہارے نام ایک سپیڈ جہاز پر ریزرو کرکے ایک اور شخص کو بھیج دیا گیا ہے۔ اور وہ شخص آپ کے میک اپ میں ہے۔ اسی میک اپ میں وہ اس جگہ

رہے گا تاکہ وہ لوگ اگر وہاں تحقیق کریں تو ان کو یقین ہو جائے۔"

"خدا کرے اس طرح ان کی تسلی ہو جائے۔" عمران نے کہا۔ "ویسے جس چالاکی سے دشمن کام کر رہے ہیں مجھے یقین نہیں کہ وہ دھوکا کھا جائیں گے۔"

"آپ کو کسی مدد کی ضرورت ہو تو میں صفدر یا جولیا میں سے کسی کو بھیج دوں۔"

"تھینک یو سر۔ یہاں پر میری مدد کے لئے بہت سے لوگ ہیں۔ دشمن صرف چند ہیں۔ اس کے باوجود انہوں نے ہم سب کو ناکوں چنے چبوا رکھے ہیں۔"

"او کے۔ عمران... میں پھر کہوں گا کہ اپنی حفاظت کا خیال رکھنا۔"

"تھینکس سر۔ آپ فکر نہ کریں، اتنی آسانی سے میں بھی مرنے والا نہیں ہوں۔"

اس کے بعد فون رکھ دیا گیا۔

○

دوسرے دن صبح سویرے ہی جنرل سانیال کا فون آیا۔ اس نے کہا۔

"کرنل چودھری، آدھ گھنٹہ میں تیار ہو جاؤ گاڑی تمہیں لینے آ رہی ہے۔ ہم لوگ قصبہ سلطان چل رہے ہیں۔"

"قصبہ سلطان۔" عمران نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔ تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ قصبہ سلطان الیکٹرو فرم میں رات حادثہ پیش آ گیا ہے۔"

"جی ہاں۔"

"بس تو پراجیکٹ ایکس کے ماہرین کی ایک ٹیم وہاں حالات دیکھنے جا رہی ہے۔"

"کیا میرا جانا ضروری ہے؟"

"ہاں۔ میں تمہیں مسٹر ڈاگی سے بھی ملانا چاہتا ہوں۔"

"مسٹر ڈاگی کون؟"

"الیکٹرو فرم کا ڈائرکٹر۔"

"اوکے سر میں تیار ہوں گا۔"

فون رکھ کر عمران نے یوسف کو بتایا اور خود جلدی جلدی غسل کر کے لباس تبدیل کرنے میں مصروف ہو گیا۔

آدھے گھنٹہ بعد ہی ایک کار نے بنگلہ کے باہر ہارن دیا۔

عمران باہر آیا تو اس نے دیکھا گاڑی میں جنرل سانیال اور کرنل شریف دونوں بیٹھے تھے۔

ایک ائر فورس کا سارجنٹ گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔

عمران اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

گاڑی روانہ ہو گئی۔

کرنل شریف نے عمران سے سوال کیا۔

"اب کیا حال ہے کرنل؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔" عمران نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پراجیکٹ کے ائرپورٹ پر پہنچ گئے۔ جہاں ایک جینٹ جہاز تیار کھڑا تھا۔

جہاز میں داخل ہو کر عمران نے دیکھا کہ ڈاکٹر مینا کشی بھی جانیوالوں

میں شامل تھی۔

اس کے علاوہ کرنل اسمٰعیل کیپٹن دیپ۔ منیجر رضی ڈپٹی سیکرٹری افسر اور چند لوگ تھے جنکو وہ نہیں جانتا تھا۔

جہاز روانہ ہو گیا۔

دو گھنٹہ بعد جہاز قصبہ سلطان کے ائرپورٹ پر اترا

تین لمبی لمبی گاڑیاں ان کی منتظر تھیں۔ وہ گاڑیوں میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔

آبادی سے باہر کانٹے دار تاروں کی باڑھ کے ایک پھاٹک پر ان کی گاڑیاں روک لی گئیں یہاں الیکٹرا پولیس کی وردی میں چار مسلح شخص کھڑے تھے۔ ان کی ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔

الیکٹرا پولیس نے ان کے کاغذات چیک کئے۔ اس کے بعد گاڑیوں کے انجن اور ڈگیاں کھول کر دیکھیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے کاروں کے نیچے لیٹ کر بھی جانچ کی کچھ دیر کے بعد ان کے افسر نے سیلوٹ دیکر کہا۔

"سوری سر آپ کو تکلیف دی۔"

"کوئی بات نہیں۔" جنرل سانیال نے مسکرا کر کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ آپ لوگ سرکاری پولیس سے زیادہ محنتی اور مستعد ہیں۔"

"تھینک یو سر۔"

گاڑیاں آگے چل پڑیں تو جنرل سانیال نے کہا۔

ہمارے سیکورٹی سسٹم سے تو الیکٹرا پولیس والے ہی زیادہ چالاک

نظر آتے ہیں۔"

کرنل شریف نے خشک لہجہ میں کہا۔

"اس کے باوجود الیکٹرو فرم میں آگ لگا دی گئی۔"

"یہ الگ بات ہے۔ حکومت کے اتنے سخت انتظامات کے باوجود جب ایک راکٹ کو آگ لگائی جا سکتی ہے تو الیکٹرو فرم تو معمولی بات ہے وہ محض ایک فرم ہے۔ اور اس کے سیکورٹی کے انتظامات اسقدر مکمل نہیں ہیں جتنے ہمارے ہیں۔"

"ان تمام گاڑیوں میں مائک لگے ہوئے ہیں سر۔" ڈرائیور نے کہا۔

"ہماری گفتگو ٹیپ ہو رہی ہوگی۔"

"تو کیا ہوا۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ میرے نقطۂ نظر سے صحیح ہے۔"

تھوڑی دیر بعد ہی گاڑیاں ایک اور پھاٹک پر جا کر رک گئیں تینوں گاڑیوں کے ڈرائیوروں نے کہا۔

"بس یہ ہماری آخری حد ہے سر، ہم لوگ اس سے آگے نہیں جا سکتے۔"

وہ لوگ گاڑیوں سے اتر گئے

کچھ فاصلے پر ہی فرم کی عمارتیں تھیں۔

الیکٹرا پولیس کے دو آفیسر تیزی سے آگے آئے اور سیلوٹ دے کر بولے۔

"تشریف لائیے سر باس آپ کے منتظر ہیں۔"

"باس۔؟" جنرل سانیال نے کہا۔

"ہمارا مطلب ہے مسٹر ڈاگی۔"

ان کے ساتھ وہ ایک عمارت کے پورچ میں داخل ہوئے۔

دروازے میں ہی چار آدمی کھڑے تھے ان میں سے ایک شخص سب سے لمبے قد کا تھا عمر کے اعتبار سے وہ پچاس پچپن کے قریب ہوگا اس کا سر انڈے کی طرح گھٹا ہوا اور چکنا تھا! اس کی آنکھیں بادام کی طرح چھوٹی چھوٹی اور ترچھی تھیں۔

یہی مسٹر ڈاگی تھا۔ باقی چاروں آدمی ملٹری سیکرٹ سروس سے تعلق رکھتے تھے۔

"ہیلو، ہیلو۔" ڈاگی نے جنرل سانیال کو دیکھ کر آگے بڑھتے ہوئے کہا پہلے اس نے سانیال سے ہاتھ ملایا۔ پھر کرنل شریف سے اس کے بعد عمران کا ہاتھ گرمجوشی سے دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا۔

"ہیلو کرنل، خوشی ہوئی کہ تم صحت یاب ہو گئے کیا اب بھی کبھی کبھی لمبے داؤں لگا دیتے ہو؟"

عمران کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ اس کا داؤں لگانے سے کیا مطلب تھا لیکن اس نے گول مول جواب دیا۔

"یس مسٹر ڈاگی کبھی کبھی۔"

"او کے، آپ سب لوگ کسی دن میری رہائشی کوٹھی پر آئیے

اور ایک ہفتہ رہیئے۔"

"مجھے خوشی ہوگی۔" عمران نے جواب دیا۔

ڈاگی آگے بڑھکر دوسرے لوگوں سے مصافحہ کرنے لگا۔ پھر اس نے ڈاکٹر مینا کشی سے مصافحہ کیا تو عمران نے محسوس کیا کہ دونوں کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔

سب سے مصافحہ کرنے کے بعد اس نے جنرل سانیال سے کہا۔ "ملٹری سیکریٹ سروس والے معائنہ کر چکے ہیں لیکن کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکے حادثہ اتفاقی بھی ہو سکتا ہے اور سازش کا نتیجہ بھی۔ کیا آپ ابھی رپورٹ دیکھنا چاہیں گے۔"

"جی ہاں۔ ہم صرف اسی مقصد سے آئے ہیں۔ میرے ساتھ کچھ ایکسپرٹ ہیں وہ بلڈنگ بھی دیکھنا چاہیں گے جس میں آگ لگی ہے۔"

اس وقت تک جو تحقیق ہوئی تھی اس کی ٹائپ کی ہوئی رپورٹ ڈاگی نے منگا کر جنرل کے حوالے کر دی۔ ان کے ساتھ جو ایکسپرٹ آئے تھے وہ موقعہ واردات دیکھنے چلے گئے۔

جنرل نے پوری رپورٹ پڑھ کر کرنل شریف کو دی اور جب وہ پڑھ چکا تو جنرل نے رپورٹ لیکر عمران کو دیتے ہوئے کہا۔

"کرنل چودھری آپ بھی ذرا پڑھ کر دیکھئے۔ شائد آپ کسی پوائنٹ کو سمجھ سکیں۔"

صرف جنرل سانیال کو ہی معلوم تھا کہ وہ کرنل چودھری نہیں ہے وہ شائد اسی لئے اسکو ساتھ لایا تھا کہ وہ سازش کے بارے میں تمام

حالات سے خبردار رہے اور اسکو لانیکی وجہ سے جنرل کو پراجیکٹ سے تین چار آدمی اور خواہ مخواہ ساتھ لینے پڑے تھے۔

عمران حیران تھا کہ ڈاکٹر مینا کشی کو جنرل لایا ہے یا وہ خود آئی ہے اس نے دس منٹ میں ساری رپورٹ پڑھ لی۔ لیکن رپورٹ سے کچھ بھی اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد ایکسپرٹ واپس آ گئے۔ ایک چھوٹی سی کانفرنس ہوئی جس میں مشترکہ طور پر یہی فیصلہ کیا گیا کہ اگرچہ بظاہر یہ اتفاقی حادثہ نظر آتا ہے لیکن موجودہ حالات کی وجہ سے اسکو سازش کا نتیجہ ہی سمجھ کر سیکورٹی کے انتظامات اور زیادہ سخت کر دینے چاہئیں۔

○

جتنے لوگ پراجیکٹ ایکس سے آئے تھے وہ سب ائرپورٹ لاؤنج میں بیٹھے تھے ان کا جیٹ جہاز ان کو واپس لے جانے کے لئے تیار تھا۔

جہاز رن وے پر آچکا تھا۔ لیکن ابھی تک ان کو جہاز پر سوار ہونے کی اجازت نہیں ملی تھی۔

یہ ملٹری ائرپورٹ تھا اچانک مالک نے اعلان کیا۔

"سوری لیڈیز اینڈ جنٹلمین۔ جس جہاز سے آپ لوگ روانہ ہونے والے تھے، اس کو چیکنگ کے لئے ائرپورٹ سے دور لیجایا جارہا ہے۔ کیونکہ ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ اس جہاز میں بم ہے۔ جہاز کی چیکنگ میں کم از کم دو گھنٹے ضرور لگ جائیں گے۔"

جنرل سانیال نے غرا کر کہا۔

"لعنت ہے۔ اس کا مطلب ہے اب کوئی جگہ بھی محفوظ نہیں۔ ملٹری ائرپورٹ پر اگر کوئی شخص جہاز میں بم رکھ سکتا ہے تو ڈگیا کچھ نہیں کر سکتا۔

"ہو سکتا ہے یہ کسی نے مذاق کیا ہو۔" کرنل شریف نے کہا "ممکن ہے کسی نے خوف پھیلانے کے لئے فون کر دیا ہو کہ جہاز میں بم ہے۔"

"پھر تو مذاق کرنے والا یقیناً کوئی بہت بڑا افسر ہوگا۔ کیونکہ ہماری ٹیم کے یہاں آنے اور واپس جانے کے بارے میں صرف چند بڑے افسروں کو ہی علم ہے اسی وقت اناؤنسر نے پھر اعلان کیا۔

"لیڈیز اینڈ جنٹلمین آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ایک دوسرا جیٹ جہاز ایمرجنسی کے لئے تیار ہے۔ یہ دوسرا جہاز پندرہ منٹ میں رن وے پر آرہا ہے۔ ٹھیک آدھے گھنٹہ بعد آپ روانہ ہو جائیں گے۔"

اس اعلان پر سب نے اطمینان کا سانس لیا۔

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد واقعی وہ فضا میں تھے۔ یہ کافی بڑا جہاز تھا اور وہ صرف چودہ پندرہ آدمی تھے۔ ہر شخص تین تین سیٹوں پر پھیلا ہوا تھا۔

عمران موقع پاکر ڈاکٹر مینا کشی کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ پھر اس نے ڈاکٹر مینا کشی مخاطب کر کے کہا۔

"کیا خیال ہے اگر ایک ایک کپ کافی پی جائے اور کچھ رومانٹک باتیں کی جائیں"

مینا کشی نے اسکو گھور کر کہا۔

"مسٹر یہ آنکھ مچولی کا کھیل بند کیجئے۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تم کرنل چودھری نہیں ہو"

عمران نے جواب دینے کی بجائے ایک ائر فورس سارجنٹ کو اشارہ کیا جو ائیر ہوسٹس کی خدمات انجام دے رہا تھا۔ وہ قریب آیا تو عمران نے کہا۔

"دو کپ کافی لاؤ"

"میرے لئے بلیک کافی" ڈاکٹر مینا کشی نے کہا۔ سارجنٹ آرڈر لیکر چلا گیا۔ تو مینا کشی نے کہا۔

"کون ہو تم۔ کیا گورنمنٹ کے کسی محکمہ کے ایجنٹ ہو۔؟"

"آپ نے کیسے سمجھ لیا کہ میں کرنل چودھری نہیں ہوں"

"تمہارے جسم سے۔ میں کرنل چودھری کے جسم کا سینکڑوں بار معائنہ کر چکی ہوں تمہارا جسم بالکل مختلف ہے اگرچہ چہرہ وہی ہے غالباً پلاسٹک سرجری ہے"

عمران نے اس کے چہرے پر نظریں جما کر اچانک کہا۔

"کل آپ نے کسی کو مجھے قتل کرنے کے لئے بھیجا تھا ڈاکٹر مینا کشی۔ وہ جس نے مجھے روڈ سے کچلنے کی کوشش کی تھی"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو۔؟" مینا کشی نے چونک کر کہا۔

عمران نے جیب سے فوٹو نکالا جس میں مینا کشی اور بنگو بے شرٹی کی حالت میں تھے۔ عمران نے تصویر اپنے گھٹنوں پر رکھتے ہوئے کہا۔

"آج کل تم اپنے بال مختلف انداز سے بنانے لگی ہو ڈاکٹر مینا کشی"

مینا کشی پتھر کے بت کی مانند بیٹھی رہ گئی۔ اس کی نظریں تصویر پر جم کر رہ گئیں تھیں۔ پھر کچھ دیر کے بعد اس نے ایک لمبا سانس کھینچ کر کہا۔

"یہ تمہیں کہاں سے ملی"

"بازار میں چار چار آنے بک رہی تھیں یہ تصویریں"

مینا کشی نے کوئی جواب دینے کیلئے منہ کھولا ہی تھا کہ ایک چھوٹا سا دھماکہ ہوا اور انہیں ایسا لگا جیسے جہاز نے قلابازی کھائی ہو تیز ہوا نے ان دونوں کو اگلی سیٹ سے اسطرح چپکا دیا جیسے ہزاروں من پتھر انکی پیٹھ پر رکھ دیا ہو۔ جہاز میں کئی لوگوں کی چیخیں نکل گئیں دھماکہ کے ساتھ ہی جہاز کے پہلو میں ایک بہت بڑا سوراخ ہوا تھا اور ہوا جہاز کے اندر کی ہر چیز کو اب زبردست قوت کے ساتھ باہر کی جانب کھینچ رہی تھی۔

مینا کشی کا منہ سیٹ سے ٹکرانے کے باعث اس کی ناک اور منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ ائر فورس سارجنٹ کافی لے کر آ رہا تھا۔ دھماکہ کے ساتھ ہی ٹرے اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گری اور پھر انہوں نے دیکھا کہ ہوا کی زبردست طاقت نے اسکو تنکے کی طرح اٹھا لیا۔ سارجنٹ کا جسم ہوا میں تیرتا ہوا ٹوٹے ہوئے حصے تک پہنچا اور پھر ایک زناٹے کے ساتھ باہر نکل گیا۔

ہوا عمران کو بھی باہر کی جانب کھینچ رہی تھی لیکن عمران نے ایک ہاتھ سے اگلی سیٹ کو مضبوطی سے تھام لیا تھا اور دوسرا ہاتھ مینا کشی کی کمر میں ڈال لیا تھا۔

عمران کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ بم دراصل پہلے جہاز میں نہیں رکھا گیا تھا بلکہ اس ایمرجنسی والے جہاز میں بم رکھا گیا تھا بم رکھنے والے نے خود ہی گمنام طور پر فون کر دیا تھا کہ جہاز میں بم ہے وہ جانتا تھا کہ پہلے جہاز کو تلاشی کے لئے روک لیا جائے گا اور ایمرجنسی جہاز کو استعمال کیا جائیگا۔"

قاتل کی سازش نہائت مکمل تھی اور اب وہ سب خطرہ میں تھے پراجیکٹ ایکس کی پوری ٹیم خطرے میں تھی۔

اگر باہر نکلتا ہوئی تیز ہوا کی خطرناک انگلیاں انکو باہر نہ بھی کھینچ سکیں تو بھی جہاز کے کسی دم بھی پھٹ جانے کا خطرہ تھا پائیلٹ کو دھماکہ کے بعد جہاز پر قابو رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔

اور پھر اچانک انکو ایسا محسوس ہوا جیسے ان سب کا وزن ختم ہو گیا ہو جیسے وہ خلا میں تیر رہے ہوں۔"

عمران سمجھ گیا کہ جہاز تیزی سے غوطہ لگا رہا تھا۔

اس نے دیکھا کہ میجر رضی کا ہیٹ اڑ کر فضا میں ٹھہر گیا۔ پھر اس نے دیکھا کہ میجر رضی کا پورا جسم جہاز کی چھت سے جا لگا اور وہ اپنے بائیں ہاتھ سے سیٹ کو پکڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کا داہنا ہاتھ بے جان سا سینہ پر رکھا ہوا تھا۔

عمران نے پلٹ کر جہاز کے ٹوٹے ہوئے حصہ کی جانب دیکھا ہوا کے دباؤ سے جہاز کی ایک کرسی اکھڑ کر اس سوراخ کے منہ پر جا لگی تھی۔ جس سے

عارضی طور پر ہوا سے باہر کھینچ جانے کا خطرہ دور ہو گیا تھا۔

عمران نے بھی کرسی کو چھوڑ دیا۔ ساتھ ہی وہ بھی خود بخود اٹھ کر چھت سے جا لگا۔ اس کو اپنے اعضا پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ ہوا میں اس طرح تیر رہا تھا جیسے پانی میں ہو۔ اس کا سر نیچے کی جانب تھا اور ٹانگیں چھت پر۔

اچانک اس کے سر پر کچھ لگا۔ اس نے ہاتھوں سے ٹٹولا تو وہ مینا کشی کی ٹانگیں تھیں۔

ایک اور جسم اس کے قریب سے تیرتا ہوا گذرا۔ یہ اسٹاف کے کسی ڈاکٹر کا جسم تھا۔ اس کی گردن جس طرح مڑی ہوئی تھی اس سے پتہ چلتا تھا کہ اسکی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے اور وہ مردہ ہے۔

عمران نے مینا کشی کی ٹانگیں پکڑ کر اپنی جانب کھینچ لیا۔ وہ تقریباً بے ہوش ہو چکی تھی۔ پھر اس نے چھت پر پاؤں جما کر ذرا زور لگایا۔ اور اس کا جسم تیرتا ہوا نیچے ایک سیٹ پر آ لگا۔ اس نے جلدی سے سیٹ کو دوسرے ہاتھ سے تھام لیا۔

اسی وقت جہاز نے پھر جھٹکا کھایا اور ان لوگوں کے جسم پھر وزنی ہو گئے۔ اس کا مطلب تھا پائیلٹ نے جہاز پر قابو پا لیا تھا اور جہاز اب پھر اوپر چڑھنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہی جہاز کے پائیلٹ نے لاؤڈ اسپیکر پر اعلان کیا۔

"لیڈیز اینڈ جنٹلمین ہم لوگ خطرے میں ہیں۔ لیکن اب جہاز پر قابو پا لیا گیا ہے اور خطرہ کچھ کم ہو گیا ہے۔ پھر بھی ہم خطرے سے باہر نہیں ہیں۔ ہم نے دلشاد آباد ائرپورٹ سے درخواست کی ہے کہ وہ ایمرجنسی لینڈنگ کے لئے تمام بندوبست کر دیں پندرہ منٹ میں ہم لوگ سول ائرپورٹ پر اترنے کی کوشش کریں گے۔"

سب لوگوں کے سانس رکے ہوئے تھے کیونکہ موت ان سے بالکل قریب تھی لینڈنگ میں ذرا سی غلطی سے جہاز پھٹ سکتا تھا۔ یا فضا میں ہی پھٹ سکتا تھا۔

مینا کشی نے آنکھیں کھول کر ہاتھ سے اپنے چہرے کا خون صاف کیا اور دہشت زدہ لہجہ میں عمران سے سوال کیا۔

"کیا ہم بچ جائیں گے؟"

"یہ تو خدا ہی جانتا ہے۔"

"ہوا کیا تھا۔ کیا حادثہ پیش آیا؟"

"بم پھٹا تھا۔"

"بم...!"

"ہاں بم۔" عمران بولا۔ "تمہیں تو پہلے سے معلوم ہونا چاہئے یا اس بار تمہارے ساتھیوں نے تمہیں بھی نہیں بتایا۔ شائد اب انکو تمہاری ضرورت نہیں رہی ہے اس لئے انہوں نے ہمارے ساتھ ہی تمہیں بھی قتل کر دینا مناسب سمجھا۔"

"تم کیا کہہ رہے ہو۔۔۔؟" مینا کشی نے آنکھیں پھیلا کر کہا۔

"۔۔۔۔ میرے کون ساتھی ہیں مجھے کچھ نہیں معلوم۔ اگر تمہارا خیال ہے کہ بم میری سازش سے جہاز میں رکھا گیا ہے تو میں جہاز میں نہ ہوتی۔"

"اس کا مطلب ہے تمہارے ساتھیوں نے تم سے بھی دھوکہ کیا ہے۔"

اچانک مینا کشی کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اور اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"مسٹر تم کوئی بھی ہو۔ میں قسم کھاتی ہوں کہ میرا کسی سازش سے کوئی تعلق نہیں۔ مجھے کچھ بھی نہیں معلوم۔ میرا کوئی ساتھی نہیں۔"

○

وقت کم تھا۔ عمران جانتا تھا کہ اس وقت مینا کشی جھوٹ نہیں بول سکتی۔ کیونکہ موت سے اتنا قریب ہو کر جھوٹ بولنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

چنانچہ ان لمحوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"پھر اس تصویر کے بارے میں تم کیا کہتی ہو؟ فورمین گوئل سے تمہارا کیا تعلق تھا؟"

"میں گوئل کو نہیں جانتی۔ میرا مطلب ہے اس سے کبھی میرا دوستانہ نہیں رہا۔"

"اس کے باوجود تم دونوں کو ہوٹل پیراڈائز میں دیکھا گیا۔ وہاں کا بیرا ڈون لی کہتا ہے کہ اس نے تمہیں فورمین گوئل کے ساتھ دیکھا ہے۔"

"ڈون لی جھوٹ بولتا ہے۔" مینا کشی نے جواب دیا۔ "میں ہوٹل پیراڈائز [illegible] صرف ایک بار گئی ہوں۔ لیکن گوئل کے ساتھ نہیں۔"

"پھر کس کے ساتھ؟"

"کسی کے ساتھ بھی نہیں۔ البتہ مجھے وہاں کسی نے بلایا تھا میں اس کا انتظار کرتی رہی۔ لیکن وہ خود نہیں آیا۔"

"وہ کون تھا؟"

مینا کشی نے نظریں نیچی کر کے کہا۔

"مسٹر ڈاگی۔"

"مسٹر ڈاگی سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"مون پرا جیکٹ پر ملازمت کرنے سے پہلے میں مسٹر ڈاگی کی الیکٹرو [illegible] میں ملازم تھی۔ لیکن میں مسٹر ڈاگی کو اس سے پہلے بھی جانتی تھی۔ [illegible] ڈاگی ارب پتی ہے۔ میں اس کو جب سے جانتی ہوں جب وہ کچھ بھی [illegible] تھا۔ وہ میرے ڈیڈی کا دوست تھا۔ ہم شام نگر میں رہتے تھے۔ میں [illegible] وقت صرف چودہ سال کی تھی اور ڈاگی جوان تھا۔

ڈاگی میں یہ خوبی ہے کہ وہ باتیں کر کے لوگوں کو ہپناٹائز کر دیتا [illegible] میں اس کی محبت میں گرفتار ہو گئی۔ وہ ہمارے یہاں اکثر آتا تھا۔ [illegible] ڈیڈی کو اس نے باتوں میں پھنسا کر ایک کاروبار میں شامل [illegible] اور ان کو تباہ کر دیا۔ اور پھر خود غائب ہو گیا۔

اسی طرح اس نے شام نگر کے بہت سے دولت مند لوگوں کو

تباہ کیا ہے پھر اچانک وہ وہاں سے غائب ہو گیا۔

میں اسکو تقریباً بھول چکی تھی۔ تین سال پہلے پی ایچ ڈی کرنے کے بعد میں الیکٹرو فرم میں ایک سروس کا اشتہار دیکھ کر انٹرویو میں گئی تو مجھے پتہ چلا کہ ڈاگی اس فرم کا مالک ہے۔

میری بچپن کی محبت جاگ گئی۔ اس نے مجھے ملازمت دیدی چند دنوں بعد ہی ہم دونوں محبت کی رنگینیوں میں گم ہو گئے۔ لیکن ایک سال بعد ڈاگی مجھ سے بور ہو گیا۔ وہ اسی طرح بہت سی لڑکیوں کو تباہ کر چکا تھا۔ اس کے پاس جب دولت نہیں تھی جب بھی وہ سرمایہ دار اور خوبصورت لڑکیوں کو تباہ کرتا تھا اور بیشمار دولت آجانے کے بعد بھی وہ یہی کرتا ہے۔

غرض یہ کہ ایک سال بعد میں نے ملازمت چھوڑ دی اور مہ پراجیکٹ پر نوکری کر لی۔

اور یہ دو ماہ پہلے کی بات ہے ایک روز ڈاگی کا مجھے پیغام ملا کہ وہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ ملنے کے لئے اس نے ہوٹل پیراڈائز شام کا وقت مقرر کیا۔

اس نے اگرچہ مجھے دھوکہ دیا تھا لیکن میرے دل میں ابھی اس کی محبت کی چنگاری تھی اس لئے میں اس سے ملنے پیراڈائز میں چلی گ

عمران نے اس کی بات کاٹ کر پوچھا

"یہ پیغام اس نے تمہیں ڈائرکٹ بھیجا تھا یا کسی کے ذر

"ڈاگی پیغامات ہمیشہ کسی کے ذریعہ بھیجتا ہے۔ اس بار ملاقات کا پیغام لیکر ایک شخص جونی آیا تھا۔ ڈاگی جب شام نگر میں تھا۔ جونی اس کا ساتھی تھا جونی نے بھی بہت سے لوگوں کا روپیہ دھوکہ سے کھایا ہے لیکن وہ ڈاگی کی طرح عقلمند نہیں ہے۔ اس لئے اب وہ پیراڈائز میں ملازمت کرتا ہے۔

مختصر یہ کہ میں پیراڈائز چلی گئی۔ مقررہ وقت پر ڈاگی نہ آیا۔ پھر جونی ہی اس شخص بنگو کو میری میز پر لایا اور بولا۔

"یہ مسٹر ڈاگی کے دوست ہیں۔ جب تک وہ نہیں آتے آپ ان سے باتیں کیجئے۔"

"ہم باتیں کرنے لگے بنگو نے مجھے وہسکی کی پیشکش کی۔ میں نے منظوری دیدی۔

جونی ہمارے لئے وہسکی لایا۔ اس وہسکی میں یقیناً کوئی دوا ملی ہوئی تھی کیونکہ پہلا پیگ پینے کے بعد ہی مجھے کچھ ہوش نہیں رہا مجھے اسکے بعد کا کوئی واقعہ یاد نہیں صرف خواب کی طرح کچھ ٹکڑے ذہن میں آتے ہیں جیسے بنگو مجھے ایک کمرے میں لے گیا اور پھر۔ پھر۔"

لینا کشی کی آنکھوں سے پھر آنسو بہنے لگے تھے۔ اس نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"مجھے ہوش آیا تو میں ہوٹل سے باہر اپنی کار میں تھی۔ اور اسی نوٹو کی ایک کاپی میرے پرس میں تھی۔ اس وقت مجھے فوراً یہ خیال آیا

کر شائد جوفی اس طرح مجھے بلیک میل کرنا چاہتا ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ اس نے آجتک مجھے بلیک میل کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

اسی وقت پائیلٹ نے اعلان کیا۔

"ہم ایئرپورٹ پر اترنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

جہاز میں ہر شخص سانس روک کر بیٹھ گیا۔ موت اور زندگی کا آخری لمحہ آگیا تھا۔ ایئرپورٹ والوں نے ایئرپورٹ کا سب سے الگ رن وے آسودیا تھا اور رن وے کے دونوں طرف آگ بجھانے والے انجن اور ایمبولنس گاڑیاں کھڑی تھیں۔

لیکن موت سے زندگی زیادہ طاقتور نکلی۔ جہاز کسی حادثہ کے بغیر اتر گیا آدھے گھنٹے کے عرصہ میں پہلی بار سب نے اطمینان کا سانس لیا۔

○

ایئرپورٹ پر اتر کر عمران نے بینا کشی کے کان میں کہا۔

"کیا تم آج رات یہاں ٹھہر سکتی ہو؟"

"کیوں؟" بینا کشی نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا

"کیا یہ بھی بتانا پڑے گا۔" عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"اوہ۔" وہ شرما گئی۔ "لیکن کیسے؟ مجھے یقین ہے ٹیم کے لوگ اگلی دوسرے جہاز سے پرائیویٹ ایکس کیلئے روانہ ہو جائیں گے۔"

"ہم دونوں غائب ہو جاتے ہیں۔"

ہماری تلاش جو ہوگی۔"

"وہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔"

بینا کشی نے چند لمحہ سوچا پھر بولی۔

"او کے تم کافی خطرناک معلوم ہوتے ہو کرنل۔ تم نے اپنا نام تو مجھے ابھی تک نہیں بتایا ہے۔ میرا مطلب ہے اصل نام۔"

"عمران۔"

وہ لاؤنج میں جمع ہو گئے تھے۔ جنرل سانیال کہہ رہا تھا۔

"دوسرے جہاز کا بندوبست ہو رہا ہے۔ ایک گھنٹہ میں ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔"

عمران نے بینا کشی کو باہر چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ اٹھ کر باہر چلی گئی۔ پیچھے پیچھے عمران آگیا۔ عمران نے ٹیکسی لی اور بینا کشی کو ساتھ لیکر ایک ہوٹل میں چلا گیا۔

وہ بینا کشی کے ساتھ رہ کر اس کے دل کا حال معلوم کرنا چاہتا تھا جہاز کے حادثہ میں پورا عرصہ وہ بینا کشی کی حفاظت کرتا رہا تھا اس لئے وہ اس سے متاثر ہو چکی تھی۔

جہاز کے حادثے میں کوئی ایسی شے عمران کی نظر سے گذری تھی جو نہایت اہم تھی، اس وقت زندگی اور موت کا سوال تھا اس لئے وہ سوچ نہ سکا تھا اب محفوظ جگہ آکر وہ بات ذہن سے نکل گئی تھی۔ وہ بار بار یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن بات اس کے ذہن میں کر نکل جاتی تھی۔

ٹھیک ایک گھنٹہ بعد عمران اور مینا کشی کے علاوہ ساری ٹیم جہاز پر سوار ہو گئی جنرل سانیال نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ [redacted]

"کرنل چودھری اور ڈاکٹر مینا کشی کہاں ہیں؟"

فوراً ائرپورٹ پر ان کی تلاش شروع ہو گئی لیکن وہ نہ مل سکے جہاز روانگی کے لئے تیار تھا۔ جنرل سانیال جانتا تھا کہ مینا کشی پر شبہ کیا جا رہا ہے اور عمران اسکو بیکر غائب ہے۔ جنرل نے سوچا شائد عمران یہی چاہتا ہو اس لئے اس نے ان دونوں کے بغیر ہی روانگی کا حکم دیدیا۔

ادھر ہوٹل پہنچکر عمران نے ایک روم بک کرایا۔ اور کمرے میں پہنچکر بولا۔

"میں پہلے غسل کرنا چاہتا ہوں لیکن اگر تم مناسب سمجھو تو پہلے تم غسل کر لو۔"

"نہیں۔ تم جاؤ۔ میں پہلے ذرا آرام کرنا چاہتی ہوں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم ایک قیامت سے گذر کر آئے ہیں۔"

"قیامت سے تو گذر کر آئے ہی ہیں۔" عمران نے جواب دیا اور غسلخانہ میں گھس گیا۔

وہ فوارہ کے نیچے بیٹھا ہوا جسم پر صابن مل رہا تھا کہ اسکا صابن پھسل کر نیچے گرا۔ اس نے صابن پکڑنے کے ہاتھ بڑھایا تو اس کا ہاتھ اچانک پہلو والی دیوار سے ٹکرایا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں ایک کلی سی چٹک گئی اور اسے یاد آگیا کہ اس نے جہاز میں کیا چیز دیکھی تھی جو بار بار اس کے ذہن

میں آکر نکل جاتی تھی۔

اس نے دیکھا تھا کہ ڈپٹی سیکورٹی آفیسر رضی کا ہیٹ جہاز کے خلاء میں تیر رہا تھا۔ اس کے پیچھے ہی رضی کا جسم تھا۔ اور رضی بائیں ہاتھ سے اپنے ہیٹ کو پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کا داہنا ہاتھ اس کے سینے پر بے جان تھا۔

داہنا ہاتھ — بے جان — کیوں —؟

کل جب قاتل نے اس پر چاقو سے حملہ کیا تھا تو اس نے قاتل کا چاقو والا داہنا ہاتھ دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر مروڑا تھا۔ اور اس کے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹی تھی — یا کم از کم ایسی آواز آئی تھی۔

اور ڈپٹی سیکورٹی آفیسر رضی کا داہنا ہاتھ بیکار تھا۔

"بائی گاڈ۔" اس کے منہ سے نکل گیا "رضی غدار ہے۔ سیکورٹی آفیسر اور غدار —؟"

لیکن دوسرا اہم سوال یہ تھا کہ اس کے نقلی کرنل چودھری ہونے کے بارے میں پراجیکٹ پر صرف جنرل سانیال کو معلوم تھا یا مینا کشی نے اسکے جسم سے اسکو پہچان لیا تھا پھر رضی کو کیسے پتہ چلا —؟

"کیا مینا کشی نے اسکو بتایا۔؟"

اسے مینا کشی کی باتوں سے یہ یقین ہو گیا تھا کہ وہ بالکل بے گناہ ہے دشمن نے ان کو غلط راستے پر ڈالنے کے لئے مینا کشی کے خلاف کچھ شبہات پیدا کئے تھے تاکہ سراغرسانوں کی ساری توجہ مینا کشی پر لگی رہے۔ اور وہ اصل دشمن

تک نہ پہنچ سکیں۔

رضی نے اصل کرنل چودھری کو گیس سے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ کرنل چودھری کو واپس زندہ دیکھکر اسے خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے تھا کیونکہ اگر کرنل چودھری نے اسکو گیس کھولتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ اور کرنل کو ہوش آچکا تھا تو رضی کو فوراً گرفتار ہوجانا چاہا تھا مگر وہ ابھی تک گرفتار نہیں ہوا تھا اس لئے یقینی بات تھی کہ کرنل چودھری نے اسکو نہیں دیکھا تھا اس لئے وہ محفوظ تھا۔

پھر رضی نے فوراً ہی اس پر دوسرا قاتلانہ حملہ کیوں کیا۔ اس نے ٹریننگ ہال میں اس پر حملہ کرکے بہت بڑا خطرہ کیوں مول لیا۔

اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ وہ جانتا تھا کہ کرنل چودھری کے روپ میں کوئی اور ہے۔ اسی لئے وہ خوفزدہ ہوگیا تھا۔ اسی لئے اس نے پہلا موقع ملتے ہی اپنی جان پر کھیل کر اس کو قتل کرنا چاہا تھا۔

معاملہ ہر آن الجھتا جارہا تھا۔ پیچ پر پیچ پڑتے جارہے تھے۔ اور اسے یہ تمام معمے حل کرنے تھے۔

اس کے بعد جلدی جلدی کہا کہ وہ باہر گیا۔

○

مینا کشی پر دہشت کا ہلکا ہلکا نشہ تھا۔

"تم واقعی خوبصورت ہو مینا۔ اور تمہاری آنکھیں واقعی مچھلیاں ہیں۔ کیا تم فش پسند کرتی ہو۔" عمران نے اسکے قریب پہنچکر کہا۔

یہ جملہ اس نے خاص طور پر کہا تھا کیونکہ اس میں "فش" کا ذکر تھا جس نے گونل کو راکٹ تباہ کرنے کا حکم دیا تھا۔

"ہاں۔ مجھے مچھلیاں بہت پسند ہیں۔" مینا کشی نے کہا۔ "تمہارا جسم ہینڈسم ہے عمران۔ مگر تم مجھے اپنا اصلی چہرہ کب دکھاؤ گے۔"

"بہت جلد۔ جب تم نے مجھے پہچان لیا تھا کہ میں کرنل چودھری نہیں ہوں تو کیا تم نے کسی اور سے بھی ذکر کیا تھا؟"

"ہاں۔"

"کس سے۔؟"

"ڈپٹی سیکورٹی آفیسر میجر رضی سے۔ تمہارے جاتے ہی وہ آگیا تھا میں خوفزدہ تھی۔ مجھے کچھ علم نہیں تھا کہ تم کوئی دشمن کے آدمی ہو یا گورنمنٹ کے ایجنٹ اس لئے میں نے رضی کو بتا دیا تھا کہ تم اصلی کرنل چودھری نہیں ہو۔"

عمران نے آنکھیں بند کرکے ایک گہرا سانس لیا اور بولا۔

"ڈارلنگ۔ ڈارلنگ۔ تم واقعی بے گناہ ہو۔ تمہارا واقعی سازش سے کوئی تعلق نہیں۔"

"گویا تمہیں میری بے گناہی کا اب یقین آیا ہے۔"

"ہاں۔"

"کیوں۔"

"تمہاری آنکھوں سے ان میں سچائی ہے پیار ہے۔" عمران نے

بات بدل دی، حالانکہ اصل بات یہ تھی کہ رضی کا ذکر کر کے مینا کشی نے کئی معمہ حل کر دیئے تھے۔ مینا کشی کی اس معمولی سی بات سے یہ بات یقینی ہو چکی تھی کہ مینا کشی کا سازش سے تعلق نہیں۔ بلکہ مجرم رضی ہے رضی غدار ہے اور پراجیکٹ پر اس کا کوئی اور ساتھی بھی موجود ہے۔

○

جس ڈاکٹر نے عمران کا پلاسٹک میک اپ کیا تھا۔ اس نے میک اپ اتارنے کی بھی ترکیب بتا دی تھی۔ صبح کو ابھی مینا سو ہی رہی تھی کہ عمران نے غسل خانے میں جا کر اپنا میک اپ اتار دیا۔ کیونکہ اس کے خیال کے مطابق اب اس کو میک اپ کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھ کر اسے کچھ سکون ملا۔ پھر وہ آدھا گھنٹہ غسل کرتا رہا۔ غسل کے بعد وہ باہر نکلا تو مینا کشی جاگ چکی تھی اس نے اصل چہرے پر مینا کشی کی نظر پڑتے ہی مینا کشی نے گھبرا کر کہا۔

"تم کون ہو... ارے۔ یہ تمہارا اصلی چہرہ ہے۔"

"ہاں۔ کیسا لگا تمہیں میرا اصل چہرہ۔"

"ہینڈسم ہے۔ کرنل کے چہرے سے اچھا ہے۔"

"اچھا اب تم جلدی سے غسل کر لو کیونکہ فوراً تمہیں روانہ ہونا ہے۔"

"کہاں۔"

"پراجیکٹ پر!"

"اور تم؟"

"میری اب وہاں ضرورت نہیں!"

"پھر تم مجھ سے کب ملو گے۔؟"

"بہت جلد۔ تم فکر نہ کرو۔"

مینا کشی اٹھ کر غسل کھانے چلی گئی۔

دس بجے عمران نے مینا کشی کو ائرپورٹ سے جہاز پر رخصت کر دیا۔

ہوٹل وہ چھوڑ چکا تھا۔ ٹیکسی لے کر وہ سیدھا قصبہ سلطان روانہ ہو گیا۔ جہاں ان ٹیلی جنس نے الگ ایک چھوٹا سا ہیڈ کوارٹر بنا رکھا تھا۔

دو گھنٹے میں ہی وہ قصبہ سلطان پہنچ گیا۔ بستی میں ایک چھوٹے سے ہنگامہ نما مکان میں ان ٹیلی جنس کا ایک اور ایجنٹ شاہد موجود تھا۔ اس کے پاس ٹرانسمیٹر تھا۔ عمران کو دیکھ کر شاہد نے کہا۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں مسٹر عمران؟"

"یہ میں بعد میں بتاؤں گا۔" عمران نے جواب دیا۔ "میں پہلے ٹرانسمیٹر پر پراجیکٹ ایکس کے چیف جنرل سانیال سے گفتگو کرنا

چاہتا ہوں۔ فوراً۔"

"خیریت تو ہے۔؟"

"نہیں۔"

"او کے۔ میں کنکشن ملانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

تھوڑی سی کوشش سے ہی پراجیکٹ ایکس سے کنکشن مل گیا تو اس نے عمران کو اشارہ کیا۔

عمران نے ہیڈ فون لے کر کہا۔

"ہیلو پراجیکٹ ایکس۔ ایگل فور اسپیکنگ۔"

یہ سیکورٹی کے محکمہ میں اسکو کوڈ نام دیا گیا تھا۔

"یس ایگل۔" کرنل شریف کی آواز سنائی دی۔ کرنل شریف کو بھی یہ معلوم نہیں تھا کہ ایگل کون ہے۔

"کیا جنرل سانیال پراجیکٹ پر ہیں۔"

"یس۔"

"پلیز فوراً میرا کنکشن ان سے ملا دیجئے۔"

"او کے۔"

تھوڑی دیر بعد ہی جنرل سانیال کی آواز سنائی دی۔

"یس۔ جنرل سانیال اسپیکنگ۔"

"ایگل فور سر۔" عمران نے کہا۔

"مسٹر عمران۔" جنرل کے گہرے سانس کی آواز سنائی دی۔ "تم کہاں

غائب ہو گئے تھے اور مینا کشی کہاں ہے۔؟"

"مینا کشی پراجیکٹ کے لئے روانہ ہو گئی ہے۔ میں اس وقت قصبہ سلطان سے بول رہا ہوں۔ اور بہت ارجنٹ پیغام ہے۔ کیا ڈپٹی سیکورٹی آفیسر مسٹر رضی پراجیکٹ پر ہیں۔"

"پتہ نہیں میں معلوم کرتا ہوں۔ کیوں؟"

"ان کو فوراً گرفتار کر لیجئے۔ پراجیکٹ پر غدار رضی ہے۔"

چند لمحہ جنرل کی طرف سے خاموشی رہی۔ پھر جنرل نے حیرت بھری آواز سے کہا۔

"مسٹر عمران۔ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں کیا اس کی اہمیت کا اندازہ ہے۔"

"جی ہاں۔ آپ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اس کو گرفتار کر لیجئے۔ اسی نے کرنل چودھری کو گیس سے قتل کرنے کی کوشش کی تھی اسی نے کل ٹریننگ ہال میں پہلے مجھے روٹر سے کچلنے کی کوشش کی تھی۔ بعد میں چاقو سے حملہ کیا تھا۔ جدوجہد میں اس کا داہنا ہاتھ زخمی ہو گیا تھا۔ اس کا داہنا ہاتھ اب بھی بیکار ہے۔"

"اگر یہ سچ ہے مسٹر عمران تو میں کہوں گا کہ آپ ملک کے ذہین ترین جاسوس ہیں۔"

"یہ سو فیصدی سچ ہے۔"

"لیکن تم ایک بات بھول رہے ہو۔"

"کیا۔؟"

"اگر رضی غدار ہے تو وہ اس جہاز میں ہمارے ساتھ کیسے تھا جسکو حادثہ پیش آیا تھا۔"

"وہ تنہا نہیں ہے۔ وہ بھی اصل سازش کا ایک مہرہ ہے اور چونکہ وہ دوبارہ کرنل چودھری کو قتل کرنے میں ناکام رہ چکا ہے اس لئے اصل مجرم کیلئے اب اسکا وجود خطرناک ہو گیا ہے چنانچہ اس نے ہمارے ساتھ ہی رضی کو بھی ختم کر دینا چاہا تھا۔ بلکہ مجھے یقین ہے کہ آپ نے جلد ہی رضی کو گرفتار نہ کیا تو دشمن خود اس کو قتل کر دیں گے۔"

"اس کا مطلب ہے پراجیکٹ پر رضی کے علاوہ کوئی اور بھی ہے۔"

"یقیناً ہے۔"

"مینا کشی۔"

"جی نہیں مینا کشی بالکل بے گناہ ہے۔ یہ بھی دشمن کی چال تھی اس نے ہمارے ذہنوں میں مینا کشی کی جانب سے شک ڈال کر ہماری توجہ اصل مجرم کی جانب سے ہٹانی چاہی تھی۔"

"اوکے مسٹر عمران میں رضی کو تلاش کر کے ابھی گرفتار کراتا ہوں۔ باقی کا ڈ۔ کون سوچ سکتا تھا کہ خود سیکورٹی آفیسر غدار ہے۔"

"اسکو گرفتار کر کے فوراً پراجیکٹ سے الگ کر دیا جائے۔"

"کیا تم اس سے کچھ سوالات کرنا چاہو گے۔"

"یقیناً۔ میرا مشورہ ہے کہ اسکو میرے حوالہ کر دیا جائے۔ دشمن کو ابھی تک یہ شبہ نہیں ہے کہ سیکرٹ سروس اس کیس میں دلچسپی لے رہا ہے۔"

"او کے مسٹر عمران اور کچھ۔؟"

"اور میں مسٹر ڈاگی کے بارے میں پورا فائل چاہتا ہوں۔ اس کے ماضی کے بارے میں۔"

"کیوں کیا تمہیں ڈاگی پر بھی کوئی شبہ ہے۔ ہمارا پورا موون پراجیکٹ ڈاگی کے ہی دم سے ہے مسٹر عمران کیونکہ وہ ملک کی سب سے بڑی الیکٹرونک آلات تیار کرنے کی فرم ہے۔"

"شبہ نہیں۔ لیکن میں ایک تحقیق کے سلسلہ میں اس کے ماضی کی رپورٹ چاہتا ہوں۔"

"او کے۔ ایک گھنٹہ تک تم کو رپورٹ مل جائے گی۔"

"تھینک یو سر۔"

یہ کہکر عمران نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کر دیا۔

○

کچھ دیر گزری تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔

عمران فون کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔

جواب میں ایک نسوانی آواز آئی۔

"شاہد جی فی ہیر۔"

"اوہ ہیلو جی فی۔ میں عمران بول رہا ہوں۔"

"بائی گاڈ۔" جی فی نے ایک سانس بھر کر کہا۔ "عمران کیا واقعی یہ تم ہو۔"

"سو فیصدی۔"

"تم اب تک کہاں تھے، میں سمجھ رہی تھی شاید تم شہید ہو چکے ہو۔" عمران نے ہنسکر کہا۔

"تم جانتی ہو جی فی ہم تو عشق کے شہید ہیں یہ عام گولیاں اور خنجر ہمارے جسموں پر کام نہیں کرتے۔"

"تم کب آئے؟"

"ابھی۔"

"او کے۔ مجھ سے کب ملو رہے ہو؟"

"جب تمہیں فرصت ہو۔"

"ڈنر کیسا رہے گا۔؟" جی فی نے کہا۔

"پیراڈائز میں۔" عمران نے پوچھا۔

"کیا حرج ہے اس دن کے ایڈونچر کے بارے میں کوئی جانتا نہیں ہے۔"

"او کے۔ آٹھ بجے پیراڈائز۔ کیا میں شاہد کو فون دوں۔"

"اب ضرورت نہیں۔ مجھے ایک ساتھی کی ضرورت تھی وہ تم مل گئے۔"

یہ کہکر جی فی نے فون رکھ دیا۔

عمران نے بھی فون بند کیا تو شاہد نے پوچھا۔

"کس کا فون تھا؟"

"تمہاری محبوبہ کا۔"

"جی فی کا۔ کیا کہتی تھی۔؟"

"اس کو ایک ساتھی کی ضرورت تھی، چنانچہ اس نے تمہارے بجائے

مجھے چن لیا۔"

"تھینکس گاڈ۔ وہ عورت نہیں اچھی خاصی ایٹم بم ہے۔"

"گویا تم اس کے ساتھ راتیں گزار چکے ہو؟"

"صرف ایک رات غلطی کر چکا ہوں۔ میں حیران ہوں کہ اس رات وہ مجھے روسٹ کر کے یا میری چٹنی پلیس کر کیوں نہ کھا گئی تھی۔ ایسی لذت آمیز اور ایسی خوفناک رات میری زندگی میں کبھی نہیں آئی تھی۔"

وہ کیسے؟"

"میرا خیال ہے جی فی نمفومینیک (NYMPHOMANIAC) ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے ایسی عورت جس کی بھوک کبھی نہیں مٹتی۔"

"وہی۔" شاہد نے سر ہلایا۔

"کیا ان ٹیلی جنس میں تمام ممبر ہی "نمفو" ہوتے ہیں۔"

شاہد جھینپ گیا۔ اس نے کہا۔

"لیکن وہ بہت اچھی آپریٹر ہے۔ ذہین ہے۔ آج تک جو ڈیوٹی اس کے سپرد کی گئی ہے اس میں وہ ناکام نہیں رہی۔"

"وہ ان ٹیلی جنس میں کب سے ہے۔"

"دو سال سے۔"

"میں حیران ہوں کہ ابھی تک اس کو گولی کیوں نہیں لگی میرا خیال ہے کہ ابھی وہ نابالغ ہے ایڈونچر میں زیادہ ہے۔"

"یہ حیرت تو مجھے بھی ہے۔"

اسی وقت ٹرانسمیٹر پر سگنل ہوا۔ شاہد نے جلدی سے ہیڈ فون کان پر چڑھا کر سوئچ آن کر کے کہا۔

"وی، ٹو سیونٹی۔ شاہد اسپیکنگ"

"شاہد ایگل فور۔ میرا مطلب مسٹر عمران سے ہے"

"یس سر"

"بلاؤ۔ فوراً اسکو بلاؤ"

شاہد نے ہیڈ فون اتار کر اس کی جانب بڑھا دیا۔ عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"ایگل فور اسپیکنگ"

"مسٹر عمران۔ سائیلنٹ ہیر"

"اوہ۔۔۔ فرمایئے۔ یقیناً آپ نے رضی کو گرفتار کر لیا ہوگا"

"مسٹر عمران رضی غائب ہے"

"غائب ہے" عمران نے حیرت سے کہا۔

"جی ہاں۔ اس کا بریف کیس بھی کہیں پتہ نہیں"

"لیکن وہ یہاں سے آپ کے ساتھ گیا تھا سر"

"درست ہے۔ مگر ائرپورٹ پہنچ کر وہ غائب ہو گیا۔ جہاز ائرپورٹ پر اترنے کے بعد اس کو کسی نے نہیں دیکھا"

"یہ تو برا ہوا سر۔ اس سے ہمیں بہت کچھ معلوم ہو سکتا تھا"

"ایمانداری کی بات یہ ہے کہ تمہارے الزام پر مجھے بھی شبہ تھا لیکن اب

اس کے بغیر اطلاع کے غائب ہو جانے سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ وہ مجرم ہے"

"کسی بھی طرح اسکو تلاش کرایئے۔"

"میں نے تمام محکموں کو اطلاع دیدی ہے ہر جگہ اس کی تلاش کی جا رہی ہے"

"کیا وہ بریف کیس موون پر بھی قصبہ سلطان میں کام کر چکا ہے"

"پہلے وہ قصبہ سلطان میں ہی تھا"

"تو قصبہ میں بھی اس کو تلاش کرایئے"

"او کے۔ کیا تم ابھی قصبہ سلطان میں ہی رہو گے"

"جی ہاں"

"میں نے ریکارڈ سیکشن کو حکم بھیج دیا ہے۔ تمہیں ڈاگی پر فائل بہت جلد مل جائیگی"

"تھینک یو۔ ایک بار پھر میں عرض کروں گا کہ رضی کی زندگی خطرے میں ہے۔ اگر اس کو تلاش نہ کیا گیا تو دشمن اس کو قتل کر دے گا وہ بھی یہ سمجھ چکا ہے کہ اس کو دھوکہ دیا گیا ہے اسی لئے وہ ڈر کر کہیں چھپ گیا ہے بشرطیکہ وہ دشمنوں کے ہاتھ نہ پڑ گیا ہو"

"اس کا مطلب ہے وہ ہماری طرف سے خوفزدہ نہیں ہے"

"جی نہیں"

"او کے مسٹر عمران میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد تمہیں حالات سے مطلع کرتا رہوں گا۔ ایمانداری کی بات یہ ہے کہ تمہاری کوششوں سے یہ پہلی کامیابی تھی۔ لیکن ہماری سیکورٹی سسٹم کی غلطی سے یہ کامیابی بھی ناکامی

ہیں بدلتی نظر آ رہی ہے۔"

"تھینک یو۔" عمران نے جواب دیا۔

اس کے بعد ڑانسمیٹر آف ہو گیا۔

"مجھے بھی تو کچھ بتاؤ۔" شاہد بولا۔

"تم میری گفتگو سن چکے ہو اور کیا جاننا چاہتے ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں کافی تھکا ہوا ہوں۔ اور اس وقت صرف رومانی موڈ میں ہوں۔"

"جی ہاں یہی تو خرابی ہے کہ وہ آدمی کا موڈ منٹوں میں تبدیل کر دیتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ایک رات اسکے ساتھ گذار کر تم دو سال تک رومانس کا نام نہیں لو گے۔"

"کیا وہ اتنی خطرناک ہے۔"

"ایسی خوبصورت بلا آج تک میری نظر سے نہیں گذری۔"

"میرا خیال ہے ان ٹیلی جنس کے آدھے ممبر صرف عشق کرتے ہیں اور حرام کی تنخواہ لیتے ہیں۔"

"عشق ضرور کرتے ہیں لیکن تنخواہ حرام کی نہیں لیتے۔ ڈیوٹی پوری کرتے ہیں۔ عشق ہم لوگوں کا ہابی ہے۔ جو لوگ عشق کے بغیر زندہ ہیں وہ انسان نہیں روبٹ ہیں۔ میرا مطلب ہے مشینی انسان۔"

"بائی گاڈ۔" عمران نے آنکھیں پھیلا کر کہا۔ "اب تم مجھے فلسفہ سکھا کر بور کرو گے۔ میں چلتا ہوں۔"

"کہاں۔"

"مجھے زیادہ ایک انکوائریاں کرنی ہیں کوئی شخص میرے لئے کچھ لائے تو لیکر رکھ لینا۔"

"اوکے۔" شاہد نے سر ہلا دیا۔

عمران باہر نکل گیا۔

○

شام کو چار بجے عمران واپس آیا۔ ڈاگی پر پورا فائل اس کے لئے موجود تھا۔ وہ فائل لے کر بیٹھ گیا۔ رپورٹ کے مطابق ڈاگی منیرو لینڈ کا پیدائشی تھا شام نگر یونیورسٹی سے اس نے الیکٹرونکس میں ایم ایس سی کیا تھا تین سال کی عمر تک وہ شام نگر میں ہی رہا۔ کئی دولت مندوں کو شریک کر کے اس نے مختلف بزنس کئے لیکن ہر بزنس میں نقصان رہا۔ بنگو اور جونی اس زمانے میں اسکے ساتھی تھے۔ اس کے بعد ڈاگی اچانک کلکتہ سے غائب ہو گیا۔

دس سال کے بعد الیکٹرونکس فرم کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے وہ پھر نمودار ہوا۔ اور علیحدہ اس فرم نے سارے ملک میں شہرت حاصل کر لی۔ اس بار ڈاگی کروڑ پتی تھا۔

پینتالیس سال کی عمر میں وہ دنیا کے ٹور پر گیا۔ لیکن جب امریکہ سے جاپان ہوتے ہوئے واپس آ رہا تھا تو ہانگ کانگ میں اس کے جہاز کو حادثہ پیش آ گیا۔ حادثہ میں صرف چار شخص زندہ بچے تھے جن میں سے ایک ڈاگی تھا۔ چھ ماہ وہ ہانگ

کانگ کے ایک ہسپتال میں رہا۔ اس کا سر بری طرح جل گیا تھا۔ ہانگ کانگ کے ڈاکٹروں نے اس کے سر پر پلاسٹک سرجری کی۔ یہی وجہ تھی کہ اس کا سر انڈے کی طرح چکنا اور چمکدار تھا۔

ایک سال بعد وہ واپس آیا اور حکومت سے پہلا الیکٹرونک آلات بنانے کا ٹھیکہ ملا۔ اس کی فرم کا مال بہت عمدہ تھا اور وقت پر سپلائی کرتی تھی اس لئے جب مون پراجیکٹ بنایا گیا تو پراجیکٹ سے متعلق تمام الیکٹرونک آلات بنانے کا اسی کی فرم کو ٹھیکہ ملا۔ یہ دونوں راکٹ الیکٹرونک فرم کے آلات سے ہی تیار کئے گئے تھے۔

اس کے ریکارڈ میں کہیں کوئی خامی نہیں تھی جوانی میں اس نے ضرور کچھ دولت مندوں کو لوٹا۔

لیکن بعد میں اس نے کوئی چار سو بیس نہیں کی تھی۔

وہ کبھی گرفتار نہیں ہوا۔ جو کچھ چار سو بیس اس نے کی جوانی میں کی وہ سب قانون کی حدود میں رہ کر کیں۔

پورا فائل پڑھنے کے بعد عمران نے فائل ایک طرف ڈال دیا اور آنکھیں بند کر کے سوچنے لگا۔

نجانے کتنی دیر بعد فون کی گھنٹی کی آواز سن کر وہ چونک پڑا۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو" اس نے آہستہ سے کہا۔

"ہیلو عمران" یہ جی کی آواز تھی۔

"ابھی آٹھ تو نہیں بجے" عمران نے جواب دیا۔

"مجھے معلوم ہے لیکن میں نے ابھی آدھ گھنٹہ پہلے ایک دلچسپ چیز دریافت کی ہے"

"کیا دنیا میں تم سے بھی زیادہ کوئی دلچسپ چیز ہو سکتی ہے"

"میں اس وقت سیریس ہوں۔ کیا تم آدھے گھنٹے میں مجھے مال روڈ کے چوراہے پر ہوٹل کیچ کے سامنے مل سکتے ہو"

"یقیناً"

"او کے۔ اس وقت پانچ بجے ہیں ٹھیک ساڑھے پانچ بجے میں تمہارا انتظار کروں گی"

یہ کہہ کر جی نے فون بند کر دیا۔

۵

ٹھیک ساڑھے پانچ بجے عمران ٹیکسی سے "کیبج" کے سامنے اترا تو اس نے دیکھا جی فی اپنی بے بی آسٹن سے لگی کھڑی تھی۔

"تم صحیح وقت پر آئے۔" جی فی نے سر کو جھٹکا دیکر کھلے بالوں کو شانے پر ڈالتے ہوئے کہا۔ "چلو گاڑی میں بیٹھو۔"

عمران اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جی فی نے اس کے پہلو میں بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ گاڑی ایک طرف کو روانہ ہو گئی تو عمران نے کہا۔

"کیا ہم کسی رومانٹک جگہ پر چل رہے ہیں جہاں بیٹھ کر میں تم سے عشق کرنے کا باقاعدہ اعلان کر سکوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں۔" جی فی نے جواب دیا۔ "میں دنیا کے ہر مرد کو جب چاہوں اور جہاں چاہوں اپنے اوپر عاشق کر سکتی ہوں۔ ویسے بھی تم

میرے اسٹینڈرڈ پر پورے نہیں اترتے۔"

"کیا مجھ میں کچھ کمی ہے؟"

"زیادتی ہے۔ تم مجھے ضرورت سے زیادہ چالاک نظر آتے ہو۔ عاشق ہمیشہ احمق اچھے ہوتے ہیں۔"

"پھر تم مجھے کہاں لے جا رہی ہو؟"

"میں بتا چکی ہوں کہ میں نے ایک دلچسپ چیز دریافت کی ہے۔ جو میں تمہیں دکھانا چاہتی ہوں۔"

"کیس سے اس چیز کا کوئی تعلق ہے؟"

"ہاں۔"

اب وہ شہر سے باہر ایک سنسان سڑک پر چل رہے تھے اسی راستہ پر دس میل کے فاصلے پر مون پراجیکٹ تھا۔

تھوڑی دیر میں ہی انکو بہت دور لانچنگ پیڈ نظر آنے لگا جو کم از کم بارہ منزلہ بلڈنگ کی برابر اونچا تھا۔ لانچنگ پلیٹ فارم ابھی اتنے فاصلے پر تھا کہ وہ اس کی دھندلی سی اونچائی دیکھ سکتے تھے۔

سڑک کے ساتھ ہی ایک نہر جیسا نالہ بہہ رہا تھا جس کے دونوں طرف اونچی گھاس کھڑی تھی۔

کچھ دور چل کر جی فی نے گاڑی سڑک سے اتار کر کچے راستے پر ڈالدی اور نالے کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ پھر تھوڑی دیر بعد اس نے ایک درخت کے قریب گاڑی روک دی۔ نالہ یہاں سے مشکل سے بیس گز کے فاصلے پر ہوگا



چند لمحوں کے لئے جیسے عمران کے جسم میں جان نہیں رہی تھی اور نہ ہی ذہن میں سوچنے کی قوت رہی تھی پھر وہ آہستہ آہستہ پانی سے باہر نکلا۔

پہلے اس کی نظر جی فی پر گئی جو تقریباً چالیس گز دور گھٹنوں گھٹنوں پانی میں کھڑی تھی، اس کے ہاتھ میں ایک بنڈل سا تھا جس سے پانی ٹپک رہا تھا۔ اور وہ دہشت زدہ نظروں سے ہیلی کاپٹر کو دیکھ رہی تھی۔

پھر اس کی نظریں ہیلی کاپٹر پر گئیں۔

پائیلٹ کی جگہ ایک شخص بیٹھا تھا۔ وہ عمران کی جانب دیکھ رہا تھا اس کے جسم کے نچلے حصے میں آگ لگ چکی تھی۔ لیکن وہ اٹھ نہیں رہا تھا۔

عمران نے اور قریب ہو کر دیکھا تو سیٹ سے اس شخص کے ہاتھ بازوؤں بندھے ہوئے تھے۔

اچانک وہ چلایا۔

"بچاؤ"

عمران کو حیرت ہوئی۔ آواز کچھ مانوس تھی۔

وہ شخص پھر چلایا۔

"مجھے بچاؤ عمران میں رضی ہوں۔ مجھے بچاؤ میرے چہرے پر ربڑ کا

چہرہ چڑھا ہوا ہے [illegible] سب کچھ بتا دوں گا"

عمران کے سارے جسم میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔

رضی اس کرسی سے پیٹر سے بندھا ہوا تھا اور اس کے چہرے پر ربڑ کا چہرہ تھا۔

آگ کے شعلوں نے پورے ہیلی کاپٹر کو گھیرے میں لے لیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کسی طرح رضی کو بچا لیا جائے۔ اس نے ایک قدم آگے بڑھایا۔

اسی وقت ہیلی کاپٹر کی پیٹرول کی ٹنکی میں دوسرا دھماکہ ہوا۔ عمران نے آواز کے ساتھ ہی خود کو زمین پر گرا دیا۔ شعلے چاروں طرف بکھر گئے۔ کچھ جلتا ہوا پیٹرول اس پر بھی آ کر گرا۔ وہ عجلت سے گھاس پر لوٹ گیا جس سے شعلے بجھ گئے۔

اس دوسرے دھماکے سے رضی ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ اسکا جسم پرزے پرزے ہو کر بکھر گیا اور ہر ٹکڑا اب خشک لکڑی کی طرح جل رہا تھا۔

نجانے وہ کتنی دیر گھاس پر پڑا رہا تھا کہ جی فی کی آواز اس کے کانوں میں آئی۔

"عمران [illegible] تو ہو؟"

عمران [illegible] لہجہ میں بولا۔

"ہاں جی فی"

"بائی گاڈ [illegible] ہیلی کاپٹر کا انجن اچانک فیل

ہو گیا تھا۔"

"شاباش۔" عمران نے سر ہلایا۔ "تمہارے ہاتھ میں وہ بنڈل کیسا تھا"

"وہی تو میں تمہیں دکھانا چاہتی تھی۔"

"تو آؤ دیکھیں وہ کیا ہے۔؟"

جی ٹو کا اسکرٹ بھی پانی میں بھیگ چکا تھا اور اسکے ہاتھوں پر نالے کی مٹی لگی ہوئی تھی وہ عمران کو لیکر پھر اس جگہ گئی جہاں وہ بنڈل پڑا تھا قریب پہنچ کر عمران نے دیکھا کہ وہ واٹر پروف کپڑے کا ایک بنڈل تھا جو نائلون کی ڈوری سے کس کر بندھا ہوا تھا۔

عمران نے جیب سے چاقو نکال کر ڈوری کاٹی اور بنڈل کھولا اندر ایک دوربین تھی، ایک مووی کیمرہ تھا، اور ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر تھا۔ جی ٹو نے دوربین اٹھا کر اسکو دیتے ہوئے کہا۔

"ذرا اس میں دیکھو۔"

عمران نے دوربین لیکر لانچنگ پلیٹ فارم کی طرف کے فوکس کی لانچنگ پلیٹ فارم ان سے اگرچہ پانچ میل کے فاصلے پر تھا لیکن دوربین اسقدر طاقتور تھی کہ اس سے پلیٹ فارم پر کھڑے ہوئے لوگ بھی نظر آنے لگے بلکہ وہ ان کے ہونٹوں کی حرکت تک دیکھ سکتا تھا۔

"یہ چیزیں دو پہر میں نے یہاں" جی ٹو نے کہا۔ "میں کبھی کبھی یہاں نہر کے کنارے آ بیٹھتی ہوں" عمران نے دیکھا کہ پانی میں کوئی چیز کچھوے کی طرح [illegible] دیکھا تو یہ بنڈل

تھا۔ اور کھول کر دیکھا تو اس میں یہ سامان تھا۔ میں نے پھر اسکو اسی طرح لپیٹ کر ذرا فاصلے پر پانی میں ڈبو دیا۔ اور فوراً واپس جا کر تمہیں فون کیا ان چیزوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ..... کوئی شخص یہاں بیٹھ کر پراجیکٹ کی نگرانی کرتا ہے۔ فوٹو بناتا ہے اور پراجیکٹ کے اندر کوئی اس کا ساتھی ہے جس سے وہ ٹرانسمیٹر پر باتیں کرتا ہے۔"

"ٹرانسمیٹر۔" عمران کے ذہن میں ایک آواز ابھری۔ "ٹرانسمیٹر ہیلی کاپٹر بغیر پائیلٹ کے تھا۔ کیونکہ رضی سیٹ پر بندھا ہوا تھا اس کا مطلب ہے ہیلی کاپٹر میں کوئی ایسا الیکٹرونک آلہ لگا ہوا تھا جو ریڈیو لہروں سے کنٹرول ہوتا تھا اور ریڈیو لہریں ٹرانسمیٹر سے بھیجی جاتی ہیں۔ پھر جب وہ جھک کر پرس اٹھا رہا تھا تو عین اس کے سر پر اچانک ہیلی کاپٹر کا انجن بند ہو گیا۔ اور وہ اس بل گر پڑا اگر عمران کو ذرا سی بھی دیر ہو جاتی تو ہیلی کاپٹر اس پر یا اس کے قریب گرتا اور وہ دھماکہ سے ختم ہو جاتا۔

"پرس۔" عمران کے منہ سے نکلا۔ "پرس کہاں ہے۔؟"

پھر اسے یاد آیا کہ وہ پرس لیکر ہی نالے میں کودا تھا۔ یقیناً پرس پانی میں رہ گیا ہے۔

وہ کچھ کہے بغیر دوڑا اور وہ سیدھا اس جگہ پانی میں چھلانگ لگا دی جہاں وہ پہلے کودا تھا۔

پانچ سات منٹ کی کوشش کے بعد ہی اسکو پانی کی تہہ میں پرس مل گیا۔ وہ پرس لیکر باہر خشکی پر آیا۔

ہیلی کاپٹر کے شعلے اب بجھنے لگے تھے۔ فضا میں انسانی گوشت جلنے کی بو پھیل گئی تھی۔

باہر آکر اس نے پرس کھول کر دیکھا اس میں ادیر جی فی کا میک اپ کا سامان تھا۔ چابیوں کا گچھا تھا کچھ روپے تھے رومال اور سینٹ کی شیشی تھی اور اندر تہہ میں کوئی تین انچ لمبا دو انچ چوڑا ایک ٹرانسمیٹر رکھا تھا۔

جی فی.... حیرت سے کھڑی عمران کو دیکھ رہی تھی۔ ٹرانسمیٹر دیکھ

جی فی نے آنکھیں پھیلا کر حیرت سے کہا۔

"یہ... یہ کیا ہے۔ یہ میرے پرس میں کیسے آیا؟"

"مجھے کیا معلوم۔ تم جواب دو۔"

"لیکن یہ کیا ہے۔"

"یہ ٹرانسمیٹر ہے۔ جو ہیلی کاپٹر گرا ہے وہ ریڈیو لہروں سے کنٹرول کر رہا تھا۔ تمہارے پرس میں ٹرانسمیٹر ہے اس کی لہریں ہیلی کاپٹر کو اپنی جانب کھینچ رہی تھیں۔ اور جب ہیلی کاپٹر عین پرس کے اوپر آیا تو انجن بند ہو گیا۔"

"بائی گاڈ۔" جی فی نے آنکھیں پھیلا کر کہا۔ "عمران مجھے بالکل پتہ نہیں کہ یہ میرے پرس میں کہاں سے آیا تھا۔ کم از کم صبح یہ پرس میں نہیں تھا۔"

"کیا تم نے کسی جگہ اپنا پرس تنہا چھوڑا تھا؟"

"نہیں۔ مگر ٹھہرو۔ مجھے یاد آیا۔ جب میں ایک ہوٹل سے تمہیں فون کر رہی تھی تو میں نے پرس کاؤنٹر پر چھوڑ دیا تھا۔ اور ہاں اب یاد آیا فون کر کے میں واپس آئی تو پرس اس پوزیشن میں نہیں رکھا تھا

جس میں چھوڑ کر گئی تھی۔ اس وقت میں نے خیال نہیں کیا تھا لیکن اب یہ بات اہم نظر آتی ہے۔ یقیناً اسی ہوٹل میں کسی نے ٹرانسمیٹر میرے پرس میں رکھا ہوگا۔"

عمران نے ٹرانسمیٹر اپنی جیب میں رکھ کر پرس جی فی کو واپس کرتے ہوئے کہا۔

"آؤ۔ ہم ہوٹل چلتے ہیں۔"

جی فی سر ہلا کر اس کے ساتھ چل دی۔

○

"ہوٹل بند تھا۔" جی نی نے حیرت سے کہا۔

"کمال ہے۔ پانچ بجے تک یہ کھلا ہوا تھا۔ اب بند ہو گیا۔"

ہوٹل کی عمارت ایک منزلہ ہی تھی اور کافی بڑی تھی۔ عمران نے پوچھا۔

"یہ کس کا ہوٹل ہے۔"

"ایک مسٹر گوٹلا اس کا مالک ہے۔"

"کیا اس کی رہائش بھی اسی بلڈنگ میں ہے؟"

"مجھے معلوم نہیں۔"

"اچھا تم یہیں گاڑی میں بیٹھو میں دیکھ کر آتا ہوں۔"

وہ جواب کا انتظار کئے بغیر ہوٹل کے برابر والی گلی میں گھس گیا ہوٹل کے

پچھلی طرف ایک اور تنگ سی گلی تھی۔ اس گلی میں عمارت کا ایک دروازہ کھلتا تھا۔

اس نے دروازہ کو ذرا سا دھکیلا دروازہ اندر سے بند تھا عمران نے ادھر ادھر دیکھا گلی میں کوئی نہیں تھا۔ اس نے جیب سے چابیوں کا ایک گچھا نکالا۔ اس میں سے ایک اسٹیل کا ٹکڑا تلاش کر کے تالے کے سوراخ میں داخل کر دیا۔ ذرا سی کوشش سے ہی تالے کا کھٹکا ہو گیا وہ آہستہ سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اب اس نے اپنا پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا تھا۔ کوئی دو گز لمبا تنگ سا راستہ تھا جس میں اندھیرا تھا۔ سامنے ہی ایک دروازہ تھا۔ پنجوں کے بل چلتا ہوا اس دروازے میں داخل ہوا۔ ابھی تک کوئی آواز اس کو سنائی نہ دی تھی۔ نہ ہی کہیں روشنی نظر آ رہی تھی۔

اس وقت سات بج چکے تھے اور باہر اندھیرا پھیل چکا تھا وہ دبے قدموں سے ایک ہال کمرے میں داخل ہوا جس میں تین دروازے تین طرف تھے اس نے ہر دروازے پر پہلے آوازیں سننے کی کوشش کی پھر دھکیل کر دیکھا۔

مشرقی دیوار کے دروازے کے پیچھے اسے کچھ آہٹ سی معلوم ہوئی وہ کان لگا کر سننے کی کوشش کرنے لگا۔

اچانک اس نے اپنی پشت پر آہٹ سنی۔ وہ تیزی سے گھوما کوئی چیز ہوا میں زناٹا مارتی ہوئی اس کے سر کی طرف آئی خوش قسمتی سے اس کا سر اس جگہ سے ہٹ چکا تھا۔ وہ چیز اس کے شانے پر پڑی۔

عمران کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے سارے جسم میں شعلے تیر گئے ہوں درد کی ٹیسیں نس نس میں دوڑ گئیں۔ اور ہاتھ بے کار بے جان ہو گیا۔

حملہ آور نے دوبارہ وہ فولادی ڈنڈا مارنے کے لئے اٹھایا۔ اب سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ ڈنڈا نیچے آنے سے پہلے اس نے سر جھکا کر چھلانگ لگائی۔ اس کا سر حملہ آور کے سینے سے ٹکرایا۔ دشمن کے حلق سے ایک چیخ نکلی اور وہ دھڑام سے فرش پر جا پڑا۔

عمران اس کے سینے پر سوار ہو گیا اور اس نے پستول کا دستہ اس کے سر پر مارا۔ دشمن کے حلق سے پھر چیخ نکلی۔

اسی وقت پشت پر دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ عمران چھلانگ لگا کر دور جا پڑا۔ اس کی اسی حرکت نے دوبارہ اس کی جان بچائی۔ کیونکہ دروازہ کھولنے والے نے اس پر فائر کر دیا تھا۔

گولی اس کے شانے سے صرف ایک انچ کے فاصلے سے گذر کر پہلے شخص کے چہرے میں جا کر لگی۔ اگر عمران اس کے سینہ پر بیٹھا ہوتا تو یہ گولی اس کی کمر میں لگتی۔

عمران چھلانگ لگا کر لڑھکتا ہوا دور تک چلا گیا تھا۔ اس عرصے میں اس نے پستول کا رخ نئے دشمن کی طرف کر دیا۔

اس شخص نے پھر عمران پر فائر کیا، ساتھ ہی عمران کے پستول نے بھی شعلہ اگلا۔ اس دوسرے شخص کے حلق سے بھی چیخ نکلی اور وہ فرش پر گر پڑا۔ اس کی گولی عمران کے شانے کو چھوتی ہوئی گذر گئی تھی۔

دھماکوں سے خاموش مکان گونج اٹھا تھا۔ عمران کچھ دیر اسی طرح پڑا رہا جب اور کوئی آہٹ نہ ہوئی تو وہ اٹھا۔ اس کے شانے میں آگ سی

بھری ہوئی تھی اور خون کے قطرے اسکو اپنی پیٹھ پر رینگتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ لیکن زخم زیادہ گہرا نہیں تھا۔

کچھ دیر کھڑا ہوا وہ دونوں لاشوں کو دیکھتا رہا۔

پھر اس نے دیواروں پر ٹٹول کر بجلی کا سوئچ تلاش کیا اور روشنی کر دی۔

پہلی نظر میں اس کو یقین ہو گیا کہ پہلا حملہ آور مردہ ہے۔

کیونکہ اس کے ساتھی کی ہی گولی اس کے چہرے پر لگی تھی اور اسکا آدھا چہرہ اڑ گیا تھا۔

دوسرا شخص البتہ زندہ تھا۔

عمران کی گولی اس کے سینے میں دل سے ہٹ کر لگی تھی۔

اور پھر اس نے آگے بڑھ کر جھک کر دیکھا۔ اس کی نبض اگرچہ کمزور تھی۔ لیکن چل رہی تھی۔ اسے حیرت ہوئی کہ اس دوسرے شخص کے جسم پر الیکٹرا پولیس کی وردی تھی۔ وہ الیکٹرو فرم کی سیکورٹی پولیس کا ممبر تھا۔

ابھی اسے پتہ نہیں تھا کہ عمارت میں کوئی اور شخص ہے یا نہیں۔ اس لئے پہلے اس نے بڑی ہوشیاری سے ایک ایک کمرے کی تلاشی لی۔ لیکن وہاں ان دونوں کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔ البتہ ہوٹل کے ہال کے پیچھے ایک چھوٹے سے کمرے میں ایک طاقتور ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا۔

وہ پھر واپس آیا۔ اس بار وہ ہوٹل والے حصہ سے جگ میں پانی ساتھ لے آیا تھا۔ زخمی شخص کو اس نے اٹھا کر صوفہ پر لٹا دیا اور پانی کے چھینٹے اس

کے منہ پر مارنے لگا۔

پانچ سات منٹ کی کوشش کے بعد اس شخص نے آنکھیں کھول دیں۔

اس کی آنکھوں میں تکلیف اور دہشت کے آثار تھے۔

عمران نے جیب سے چاقو نکال کر کھولتے ہوئے کہا۔

"تم ابھی زندہ ہو۔ اور اگر فوراً ہسپتال پہنچا دیا جائے تو تم بچ سکو گے۔

میں تم سے کچھ سوالات پوچھنا چاہتا ہوں اگر تم نے میرے سوالات کے جواب دیدیئے تو میں تمہیں فوراً ہسپتال لے جاؤں گا۔

اور اگر تم نے زبان نہ کھولی تو میں چاقو کی نوک سے پہلے تمہاری آنکھوں کو پھوڑوں گا۔ پھر۔

تمہارے جسم پر اجنتا اور ایلورا کی تصویریں بناؤں گا۔

تم سمجھ سکتے ہو کہ اس طرح تمہیں مرنے میں کتنی دیر لگے گی اور کتنی تکلیف اٹھانی پڑے گی۔"

اس شخص کا حلق خشک ہو رہا تھا۔ اس نے بمشکل ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔

"پانی۔"

"کیا تم نے میری بات سمجھ لی۔"

"ہاں۔" اس نے سر ہلا کر آہستہ سے کہا۔

"تم میری باتوں کا جواب دینے کو تیار ہو۔"

اس نے پھر سر ہلا دیا۔

"تمہارا نام۔؟"

"گجراج۔"

"ایکسٹو پولیس میں ملازم ہو۔؟"

"ہاں۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ آج ہیلی کاپٹر مجھ پر گرا کر مجھے قتل کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ کیا اس ہیلی کاپٹر کو یہاں کے ٹرانسمیٹر سے کنٹرول کیا جا رہا تھا؟"

"ہاں۔"

"مجھے کون قتل کرانا چاہتا تھا۔ اس تمام سازش کا چیف کون ہے۔"

"مجھے معلوم نہیں۔"

عمران نے چاقو کی نوک اس کی آنکھ پر رکھ کر کہا۔

"نام بتاؤ۔ ورنہ۔"

"نہیں۔ میں قسم کھاتا ہوں مجھے معلوم نہیں۔ میں تو صرف حفاظت کے لئے تھا۔"

"تمہیں یہاں کس نے بھیجا تھا۔ تمہارا افسر کون ہے۔"

یکایک عمران نے محسوس کیا کہ وہ اس کے پیچھے کسی چیز کو خوف سے دیکھ رہا ہے۔ پھر اسے گجراج کی آواز سنائی دی

"مجھے نہیں معلوم۔ اس سے پوچھو۔ اسے سب کچھ معلوم ہے وہی چیف ہے۔"

عمران تیزی سے گھوما۔ اور پھر جہاں تھا وہیں جم کر رہ گیا۔

ہال میں جی فی کھڑی تھی۔ جی فی کے ہاتھ میں چھوٹا سا پستول تھا اور پستول کا رخ عمران کی طرف تھا۔

○

ایک لمحہ میں عمران کے ذہن میں بجلی کے بلب سے روشن ہوتے چلے گئے

"تو سازش کی چیف جی فی تھی۔" اس نے سوچا۔ جی فی ان ٹیلی جنی کی ممبر۔ جی فی کو معلوم تھا کہ وہ کون ہے۔ جی فی اس کا بھروسہ حاصل کرنے کے لئے اسکو ہوٹل ہیرا ڈائنز کے وہ خفیہ کمرے دکھا کے تھے۔ جی فی نے ہی اس کو ڈاکٹر مینا کشی اور نیگو کی وہ برہنہ تصویر دکھائی تھی۔ جی فی کو معلوم تھا کہ کرنل چودھری ہسپتال میں ہے۔ اس لئے اس نے اندازہ کر لیا کہ کرنل چودھری بن کر جانیوالا عمران کے علاوہ کوئی نہیں ہو گا۔ اس نے رضی کو اطلاع کر دی۔ رضی نے عمران کے پہنچنے کے بعد ڈاکٹر مینا کشی سے تصدیق کر لی کہ وہ اصلی کرنل چودھری نہیں ہے۔

چنانچہ رضی نے اس پر قاتلانہ حملہ کیا۔ لیکن وہ بچ گیا۔ اس کے بعد جہاز میں بم رکھ کر ان سب کو مارنے کی کوشش کی گئی۔ رضی سمجھ گیا کہ اسے ڈبل کراس کیا جا رہا ہے۔ وہ ہراجیکٹ سے فرار ہو گیا۔ لیکن جی فی کے آدمیوں نے اس کو تلاش کر لیا اور جب عمران یہاں پہنچا تو انہوں نے عمران کو ہیلی کاپٹر کے

ذریعہ ہلاک کرنے کا پروگرام بنایا۔ ہیلی کاپٹر میں رضی کو باندھ دیا گیا اور اس کے چہرے پر ربڑ کا چہرہ چڑھا دیا گیا۔ یہ محض اس لئے تھا کہ اگر وہ اتفاق سے بچ جائے تو وہ مرتے ہوئے رضی کا چہرہ دیکھ لے اور سمجھ جائے کہ وہ کوئی جاسوس تھا۔

لیکن وہ ہیلی کاپٹر کے حادثے سے بچ گیا اور اسے پتہ چل گیا کہ مرنے والا رضی تھا

پھر اسے شبہ ہو گیا کہ جی فی کے پرس میں ٹرانسمیٹر کہاں سے آیا جی فی نے سوچا کہ اب اس کا راز کھلنے والا ہے تو اس نے اس ہوٹل کا پتہ بتایا۔

اسے یقین تھا کہ یہاں اس کے ساتھی موجود ہیں وہ عمران کو قتل کر دیں گے لیکن وہ یہاں بھی بچ گیا۔

اور اب جی فی اس کو نشانہ بنائے کھڑی تھی۔

یہ ساری باتیں ایک سیکنڈ میں عمران کے ذہن میں گھوم گئیں۔

اس کے باوجود اس کا دل کہہ رہا تھا کہ کہیں کوئی گڑبڑ ابھی باقی ہے۔

جی فی اس سازش کی چیف نہیں ہو سکتی۔ جی فی اس پوری مشینری کا ایک پرزہ ہو سکتی ہے مشین کا ماسٹر سوئچ نہیں ہو سکتی۔

بس کوئی اور ہے سازش کی تہہ میں کوئی بہت عظیم دماغ کام کر رہا ہے۔ وہ اسی خیال میں گم تھا کہ جی فی کی آواز سنائی دی۔

"سوری ڈارلنگ ... مجھے اپنے ہاتھوں سے تمہیں قتل کرنے میں یقیناً دکھ ہوگا کیونکہ میں کم از کم ایک رات تمہارے ساتھ ضرور گذارنا چاہتی تھی عمران کا پستول جیب میں تھا۔ البتہ اس کے ہاتھ میں چاقو ضرور تھا۔

لیکن وہ جانتا تھا کہ ذرا سی جنبش پر جی فی اس کو گولی مار دیگی۔ اسے وقت چاہیئے تھا۔

سوچنے کے لئے۔ کچھ کرنے کے لئے۔ اس نے جی فی کو باتوں میں لگانے کی غرض سے کہا۔

"مجھے بھی تمہارے ساتھ ایک رات گذارنے کی تمنا تھی جی فی جب سے شاید نے مجھے بتایا کہ تم "نم فو" ہو میرا اشتیاق اور بڑھ گیا تھا۔ کیا واقعی تم "نم فو" ہو جی فی۔"

ڈاکٹر یہی کہتے ہیں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔" لیکن میں کہتی ہوں کہ دنیا کے تمام مرد نامکمل ہیں ۔ کوئی میری خواہش پوری نہیں کر سکتا۔ پوری دنیا میں سوائے ایک مرد کے۔"

"اور وہ مرد کون ہے۔"

"بنگو۔" جی فی نے مسکرا کر کہا۔" مجھے افسوس ہے کہ میں تم پر تجربہ نہیں کر سکتی۔"

"تو اسی لئے تم بنگو کے لئے کام کر رہی تھیں۔ اسی لئے تم اپنے ملک سے غداری کر رہی تھیں۔"

"ہاں۔ اب تم چونکہ مرنے والے ہو اس لئے مجھے سب کچھ بتانے میں کوئی ڈر نہیں۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ میں بیمار ہوں" نم فومینیک" ہوں جب میرے جسم میں آگ ہوتی ہے تو مجھے ایک طاقتور مرد کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔

لیکن مجھے آجتک بنگو کے علاوہ کوئی طاقت ور مرد نہیں ملا۔ صرف وہی مجھے اس آگ سے نجات دلاتا ہے۔ ورنہ میں اب تک پاگل ہو جاتی اس لئے میں بنگو کے لئے سب کچھ کر سکتی ہوں۔"

"کیا بنگو اس سازش کا چیف ہے۔"

"ہاں۔"

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔۔۔ یا تمہیں کبھی معلوم نہیں بنگو گھٹیا ذہن کا مالک ہے وہ اتنی عمدہ سازش کبھی تیار نہیں کر سکتا۔"

"اوکے۔۔۔ بنگو چیف نہیں ہے۔۔۔ پھر۔۔۔؟"

"پھر کون ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"کیا تم ایک مرتے ہوئے عاشق کی یہ خواہش پوری نہیں کرو گی ڈارلنگ۔"

"میں تمہاری دوسری خواہش پوری کر سکتی ہوں۔"

"وہ کیا۔۔؟"

"میں تمہارے ہاتھ باندھ دوں گی اور پھر تمہارے ساتھ صرف

ایک بار کچھ لمحے گذاروں گی۔۔۔ میں دیکھوں گی کہ تم کتنے بڑے مرد ہو۔۔۔ اگر تم بنگو سے زیادہ طاقتور نکلے تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہیں زندہ چھوڑ دونگی ورنہ بعد میں قتل کر دوں گی۔"

"اگر تم مجھے باس کا نام بتا دو تو مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔"

"تم احمق ہو۔۔۔ اب تم یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکتے۔ اس لئے باس کا نام جان کر کیا کرو گے۔"

"میری روح کو مرنے کے بعد تسکین ہو جائے گی۔"

"اگر یہ بات ہے تو جب تم مر رہے ہو گے۔ جب تمہاری آخری سانسیں ہوں گی اس وقت میں تمہیں نام بتا دوں گی کیا تم اس تجربہ کے لئے تیار ہو۔"

"ہاں۔"

"تو کھڑے ہو جاؤ۔۔۔ لیکن یاد رکھو اگر تم نے ذرا بھی غلط حرکت کی تو گولی مار دوں گی۔"

عمران آہستہ سے کھڑا ہو گیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں چاقو ابھی تک تھا اس نے چاقو اپنی آڑ میں چھپا لیا تھا۔

"اب تم اپنے ہاتھ اوپر کر لو۔"

یہی موقع تھا۔ جوانی مہت چالاک تھی۔ لیکن ابھی اس کا ذہن پوری طرح پختہ نہیں تھا۔ اس نے عمران کی ذہانت اور طاقت کا اندازہ کم لگایا تھا۔ عمران نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے پھر اس کا داہنا ہاتھ تیزی سے

گھوما۔ اور تیز دھار کا چاقو اس کے ہاتھ سے نکل کر زناٹا ہوا جی فی کے سینے میں گھس گیا۔ جی فی بھی اس کے ہاتھ کی حرکت دیکھتے ہی فائر کر چکی تھی۔

عمران کو گولی چلنے کی توقع تھی۔ اس لئے اس نے خنجر پھینکتے ہی خود کو نیچے گرا دیا تھا۔ گولی اس کے بالوں کو چھوتی ہوئی گذر گئی۔

جی فی کے حلق سے صرف ایک چیخ نکلی تھی۔ چاقو دستہ تک اس کے سینہ میں پیوست ہو گیا تھا۔

عمران تیزی سے اٹھ کر جی فی کے قریب گیا۔ پستول اس کے ہاتھ میں سے لیکر اس نے جیب میں رکھا اور پھر اس کا سر اپنے زانوں پر رکھکر کہا۔

"جی فی ڈارلنگ ۔۔۔ مجھے افسوس ہے لیکن ہم میں سے ایک کو تو مرنا ہی تھا۔"

جی فی نے آنکھیں کھول دیں۔ کچھ دیر اس کو دیکھتی رہی پھر اسکو کھانسی اٹھی۔ اور اس کے منہ سے بہت سا خون نکل پڑا ۔۔۔ جی فی کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔ اس نے مری ہوئی آواز میں کہا

"تم خوبصورت ہو عمران ۔۔ کاش میں تمہارے ساتھ ایک رات گذار سکتی ۔۔ اب میں یہ حسرت لے کر مر رہی ہوں۔ لیکن مجھے مرنے کا کوئی افسوس نہیں۔"

"تم مر رہی ہو جی فی ۔۔ اب تو مجھے اپنے باس کا نام بتا دو۔ تم نے اپنی بیماری سے مجبور ہو کر ملک سے غداری کی ہے۔ مرتے ہوئے تم اس کا

نام بتا کر اس غداری کا بدلہ اتار سکتی ہو۔"

جی فی کے ہونٹ آہستہ سے ہلے۔ لیکن آواز نہ نکلی۔ عمران نے کان اس کے ہونٹوں سے لگا دیئے۔

جی فی نے بمشکل ایک لفظ کہا جو عمران کے کان تک مشکل سے پہنچا اس کے ساتھ ہی جی فی کے جسم میں ایک جھٹکا سا لگا اور وہ مر گئی۔

○

ارے ۔" شاہد نے عمران کو دیکھ کر کہا ۔" ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تم باقاعدہ جنگ کر کے آ رہے ہو۔"

" میں جنگ کر کے ہی آیا ہوں۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور اسکو تفصیل سے تمام واقعات بتائے۔ سب کچھ سننے کے بعد شاہد نے حیرت سے کہا۔

" بائی گاڈ مسٹر عمران اس حادثہ کے بعد تو ہمیں اپنے پورے محکمہ میں چھان بین کرنی پڑے گی۔ جی فی دشمن کی جاسوس تھی یہ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

" مجھے بھی یہ شک ہرگز نہیں تھا کہ وہ غدار ہو سکتی ہے۔ خیر اب تم ان لاشوں کو اٹھوانے کا بندوبست کرو۔ میں آج ہی واپس جا رہا ہوں۔"

" کیوں؟"

" میرا کام اب تقریباً ختم ہے۔ سازش کے دو ممبر ختم ہو چکے ہیں۔"

" لیکن ابھی بڑی مچھلی تو باقی ہے۔ میرا مطلب ہے مسٹر فش جو اس تمام سازش کا چیف ہے۔"

" یہ تلاش کرنا اب تمہارا کام ہے۔ آخر تم لوگ کس لئے ہو۔"

" ہم لوگوں پر تو نااہلی کی مہر لگ چکی ہے اسی لئے تو تمہیں کھینچ کر لایا گیا تھا۔"

" تو اب میں واپس جا رہا ہوں تاکہ کچھ کام کر کے خود کو کارآمد ثابت کر سکوں۔"

" آل رائٹ مسٹر عمران۔ میں بے چارہ لاشیں اٹھوانے جاتا ہوں۔ آپ عیش کیجئے۔ کم از کم جی فی کی لاش اٹھواتے ہوئے مجھے بہت افسوس ہوگا۔ کیونکہ اسکے ساتھ میں کچھ زندہ لمحہ گذار چکا ہوں۔"

" مجھے بھی اس کی موت کا افسوس ہے۔ وہ جسمانی مرض کے علاوہ ذہنی طور پر بھی مریض تھی۔"

اس کے بعد شاہد چلا گیا۔

○

سر سلطان کے کمرے میں عمران بیٹھا تھا۔ اس نے اپنی رپورٹ پیش کر دی تھی اور آئندہ کے لئے بھی اس نے ایک تجویز پیش کر دی تھی۔

ابھی کی رپورٹ سنکر سر سلطان کے چہرے پر گہرے فکر کے آثار ابھر آئے تھے عمران نے جو کچھ راز فاش کئے تھے وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ اور آخر میں عمران نے جو تجویز رکھی تھی وہ اتنی خطرناک تھی کہ وہ کوئی قدم اٹھاتے ہوئے ڈرتے تھے۔

اسی وقت میز پر رکھے ہوئے سرخ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ اس کا مطلب تھا کہ کوئی بہت اہم پیغام تھا سر سلطان نے فون اٹھایا کچھ بات کی۔ پھر ریسیور عمران کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا "تمہارا فون"

"یس عمران اسپیکنگ" اس نے ریسیور کان سے لگا کر کہا۔

"مسٹر عمران" جواب میں ایک نسوانی آواز نے کہا "میں ڈاکٹر مینا کشی بول رہی ہو۔ کیا آپ اسی وقت آ سکتے ہیں"

"کہاں"

"پراجیکٹ سنٹر پر۔ میرے آفس میں"

"خیریت تو ہے"

"ایک انجینئر کو کچھ نامعلوم آدمیوں نے گولی ماردی ہے وہ اسکو مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے لیکن انجینئر زندہ ہے۔ اگرچہ موت کے بہت قریب

ہے اس نے کچھ ایسی اہم باتیں بتائی ہیں جو میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں"

"بہت اچھا میں پہنچ رہا ہوں" یہ کہکر عمران نے ریسیور واپس رکھتے ہوئے سر سلطان سے کہا۔

"کیا اب مجھے اجازت ہے ڈاکٹر مینا کشی نے مجھے فوراً بلایا ہے کوئی انجینئر زخمی ہو گیا ہے اور وہ سازش سے متعلق کچھ اہم باتیں بتا رہا ہے"

"جاؤ۔ میں تجویز پر غور کروں گا"

"تھینک یو سر"

یہ کہکر عمران وہاں سے چلدیا۔

○

عمران ڈاکٹر مینا کشی کے کمرے میں پہنچا تو دیکھا مینا کشی کا چہرہ اترا ہوا تھا۔

"ہیلو" عمران نے کہا۔ "کیا ہوا؟"

"وہ مر گیا۔ تمہیں دس منٹ دیر ہو گئی۔"

"میں فوراً آ رہا ہوں۔ اس نے تمہیں کیا بتایا ہے۔؟"

"اس نے جو کچھ بتایا ہے مجھے یقین نہیں آیا کہ صحیح ہوگا۔ جب انسان کی موت نزدیک ہوتی ہے تو اس کا ذہنی توازن بگڑ جاتا ہے اور اسے کچھ ہوش نہیں رہتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔"

"تم مجھے بتاؤ کہ اس نے کیا بتایا ہے۔" عمران نے کہا۔

"پہلے تو وہ چلاتا رہا کہ اس کے بیوی بچوں کو بچایا جائے۔ وہ اس کے بیوی بچوں کو قتل کر دیں گے۔"

"وہ کون؟"

"یہ اس نے نہیں بتایا پھر اس نے کہا۔ راکٹ۔ مون راکٹ کبھی چاند پر نہیں جائیگا۔ اس میں، میں نے ایک ایسا آلہ فٹ کر دیا ہے کہ خلا میں پہنچتے ہی راکٹ پر ہمارا کنٹرول ختم ہو جائیگا راکٹ آزاد ہو جائیگا۔"

عمران کے ماتھے پر سوچ کے بل پڑ گئے۔ واقعی یہ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

راکٹ تیار کرنے کے نقشے انجینئر پہلے سے تیار کرتے ہیں اسی کے مطابق الگ الگ اس کے حصے بنوا کر راکٹ جوڑا جاتا ہے۔ ایسا آلہ راکٹ میں کیسے فٹ ہو سکتا ہے جس سے راکٹ کنٹرول سے باہر ہو جائے۔

اور راکٹ کو خلا میں پہنچا کر گراؤنڈ کنٹرول سے آزاد کر دینے سے کسی کا کیا مقصد تھا کیا کوئی طاقت اس پر اپنا کنٹرول کرنا چاہتی ہے۔؟

کچھ دیر سوچنے کے بعد عمران نے ڈاکٹر مینا کشی سے پوچھا۔

"جب یہ شخص اپنا بیان دے رہا تھا تمہارے ساتھ اور کون تھا۔؟"

"کوئی نہیں۔ صرف میں تنہا تھی۔ اور چونکہ یہ راکٹ کی حفاظت کا معاملہ تھا اس لئے میں نے فوراً تمہیں اطلاع دینی چاہی۔"

"تو برا نہ کرو اب یہ بات تم کسی اور کو نہ بتانا۔ کسی کو بھی نہیں۔ حتیٰ کہ سیکورٹی آفیسر کو بھی نہیں۔"

"بہت اچھا۔ کیا تمہارے خیال میں واقعی راکٹ کو کوئی خطرہ ہے؟"

"ناممکن نہیں۔"

"کیا یہ ممکن ہے کہ اس طرح کا کوئی آلہ راکٹ میں چھپا دیا جائے۔"

"اس کے بارے میں میں انجینئروں سے تبادلہ خیال کرنا چاہتا ہوں...
مجھے یہ چیز پریشان کر رہی ہے کہ اس انجینئر کو مرتے ہوئے اپنے بیوی بچوں کی فکر
تھی۔ مون پراجیکٹ پر پہلے راکٹ کو بھی ایک انجینئر نے ہی تباہ کیا تھا۔ اور اس
بات کا ثبوت مل چکا ہے کہ اس انجینئر کے بیوی بچوں کو قتل کر دینے کی دھمکی
دے کر اسکو راکٹ تباہ کرنے پر مجبور کیا گیا تھا۔"

مینا کشی آگے بڑھکر عمران کے قریب آکھڑی ہوئی اور اسکا بازو تھامتے ہوئے
بولی۔ "میں خوفزدہ ہوں۔ عمران۔ آخر یہ کون لوگ ہیں؟"

"یہی ہم لوگ جاننا چاہتے ہیں۔ پہلے ہم سب کا خیال تھا کہ تم ان لوگوں کو جانتی ہو"

"کیا اب بھی مجھ پر شک کیا جا رہا ہے؟"

"کم از کم اب مجھے تم پر کچھ شک نہیں"

"تھینکس ڈارلنگ۔ اگر تم مجھ سے کوئی کام لینا چاہو تو میں ہر خطرہ کا مقابلہ کرنے
کو تیار ہوں تاکہ سب کو یقین ہو جائے کہ میں بے گناہ ہوں"

عمران کے ذہن میں ایک نئی اسکیم آرہی تھی۔ اسکو کچھ دیر غور سے دیکھتا رہا... اس
نئی اسکیم میں وہ مینا کشی سے کام لے سکتا تھا۔

"کیا واقعی تم اپنی زندگی کا خطرہ مول لے سکتی ہو؟"

"آزما کر دیکھ لو"

"اوکے۔ مجھے واقعی شائد تمہاری ضرورت پڑے گی۔ اب تو میں چلتا ہوں جلد ہی
میں تم سے ملونگا یا فون کر دونگا" یہ کہکر عمران واپس چلدیا۔

○

پراجیکٹ ایکس پر دوسرا راکٹ پرواز کے لئے تیار تھا۔ ایک بار پھر ملک کے
مخصوص اہم لوگوں اور اخباری نمائندوں کو راکٹ چھوڑے جانے کا منظر دیکھنے
کے لئے دعوت نامے بھیج دیئے گئے تھے لانچنگ پلیٹ فارم کے چاروں طرف حفاظتی
انتظامات سخت کر دیئے گئے تھے

تین منزلہ راکٹ لانچنگ پیڈ پر ایک عظیم سوئی کی طرح کھڑا تھا خلا بازوں
کو ایک محفوظ کمرے میں انجکشن دیکر آرام سے سلا دیا تھا تاکہ وہ پرواز کے
وقت تازہ دم رہیں۔

اس وقت شام کے آٹھ بجے تھے اور راکٹ کو صحیح ٹھیک چھ بجے چاند کے
سفر پر روانہ ہو جانا تھا۔ خلا بازوں میں کرنل چودھری کی جگہ ایک اور خلا باز کرنل
فیروز کو بھیجا جا رہا تھا۔ کرنل فیروز بھی ان خلا بازوں سے ساتھ دو سال سے ٹریننگ
لے رہے تھے۔

پراجیکٹ ایکس کے سینٹر میں چہل پہل تھی ہر شخص کے چہرے پر جوش

اور مسرت کے آثار تھے کیونکہ چند گھنٹوں بعد ہی انکی برسوں کی محنت کا پھل ملنے والا تھا۔

اسی دن رات کو آٹھ بجے عمران اور ڈاکٹر مینا کشی ہوٹل پیراڈائز میں داخل ہوئے۔

ڈون لی بیرے نے عمران کو پہچان لیا اور آگے بڑھکر مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویل کم سر۔ تشریف لائیے۔"

"میں ہوٹل کے مالک مسٹر کنور سے ملنا چاہتا ہوں ڈون لی" عمران نے کہا۔

"آپ تشریف رکھیئے میں دیکھتا ہوں کہ مسٹر کنور کہاں ہیں" بیرے نے جواب دیا۔

وہ دونوں ایک میز پر بیٹھ گئے۔ ڈون لی اندرونی دروازے میں جاکر غائب ہوگیا۔

عمران نے مینا کشی سے کہا۔

"تم خوفزدہ تو نہیں ہو"

"نہیں۔ تم جو ساتھ ہو۔ کیا پتہ کچھ ہنگامہ ہونے کی امید ہے"

"شائد۔ کیا تم کنور کے بارے میں کچھ جانتی ہو"

"نہیں۔ میں نے سنا ہے کہ وہ پہلے کسی چھوٹی ریاست کا مالک تھا"

"کیا تمہارے خیال میں کنور کا سر نش میں کچھ ہاتھ ہے"

"کچھ نہ کچھ ضرور ہے یہاں تمام میزوں میں مائیک چھپے ہوئے ہیں۔ اور دیوار کے پیچھے کیمرے لگے ہوئے ہیں"

عمران یہ جانتے ہوئے بھی کہ مائیک چھپے ہوئے ہیں بڑے اطمینان سے یہ باتیں کر رہا تھا۔

اسی وقت ڈون لی واپس آکر بولا۔

"مسٹر کنور آپ سے ملنے کو تیار ہیں"

عمران نے مینا کشی کو اٹھنے کا اشارہ کیا اور دونوں ڈون لی کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔

اندر کئی کمروں سے گذرنے کے بعد ایک کمرے کے سامنے ڈون لی نے رک کر کہا۔

"اندر چلئے"

عمران نے اپنا پستول نکال کر ڈون لی کو نشانہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم دروازہ کھولو گے"

ڈون لی کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔

عمران نے ڈون لی کو اندر دھکیل دیا اور اس کے پیچھے خود بھی اندر داخل ہوگیا۔ سامنے ہی بھاری میز کے پیچھے کنور بیٹھا ہوا تھا۔

کنور کا عمر پچاس کے لگ بھگ ہوگی۔ اس کی آنکھوں میں بے چینی کی جھلک تھی۔ عمران کے ہاتھ میں پستول دیکھ کر دہشت سے اسکی آنکھیں پھیل گئیں۔ اس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"آپ کون ہیں۔؟"

"تمہاری موت۔" عمران نے جواب دیا۔ "کنور ہمیں معلوم ہے کہ تمہارے ہوٹل میں ہر میز پر مائیک چھپے ہوئے ہیں اور ایک کمرے میں پورا لائز شیشہ کے پیچھے کیمرے لگے ہوئے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے راکٹ کو تباہ کرنے کی سازش یہاں کی گئی تھی۔ اور یہ کہ تم اس سازش کے سرغنہ ہو۔ اس لئے میں تمہیں گرفتار کرنے آیا ہوں۔"

کنور کا چہرہ پیلا پڑ چکا تھا۔ اس نے مری ہوئی آواز میں کہا۔

"آپ کون ہیں؟"

"میں وہ ہوں جسے مارنے کی تم لوگوں نے کئی سازشیں کی تھیں۔ میرے پاس تمہاری گرفتاری کا وارنٹ ہے۔"

کنور کی نظریں سامنے دیوار پر جم گئیں۔ اس نے مری ہوئی آواز میں کہا۔

"مجھے معلوم تھا کہ ایک دن یہ انجام ہونا ہے۔ لیکن میں قصوروار نہیں ہوں۔ میں مجبور تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ میں اب اس ہوٹل کا مالک نہیں ہوں صرف ملازم کی حیثیت سے کام کر رہا ہوں اور میرے بیوی بچوں کو قتل کر دینے کی دھمکی دے کر مجھے یہاں کا انتظام سنبھالنے پر مجبور کیا گیا ہے۔"

"تم مالک نہیں ہو تو اور کون ہے۔؟"

"بنگو۔ میں نے یہ ہوٹل بڑے شوق سے بنایا تھا۔ اس سے کافی آمدنی تھی کوئی ایک سال پہلے مجھے بنگو نے پانچ لاکھ روپے میں ہوٹل خریدنے کی پیشکش کی میں نے نامنظور کر دی۔ ایک ماہ بعد ہی میرے دو چھوٹے

بچوں کو اغوا کر لیا گیا اور مجھے ہوٹل فروخت کرنے کی مجبور کیا گیا۔ انکار کی صورت میں میرے بچوں کو قتل کر دینے کی دھمکی دی گئی۔

میں نے مجبور ہو کر ہوٹل بنگو کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ روپیہ مجھے ادا کر دیا گیا۔ اس کے بعد مجھ سے کہا گیا کہ اگر میں اپنی اور اپنے خاندان کی سلامتی چاہتا ہوں تو ہوٹل فروخت کرنے کا راز کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ اور مجھے اب بھی بطور مالک ہی ہوٹل کو چلانا ہوگا۔ میں مجبور تھا۔ وہ لوگ انتہائی خطرناک ہیں میرے سامنے وہ کیمرے اور مائیک فٹ کئے گئے۔ لیکن میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اور اب میں اپنے بچوں کی خاطر یہاں مالک بنا بیٹھا ہوں۔"

"بنگو کہاں ہے؟" عمران نے سوال کیا۔

"شائد ہوٹل میں ہی اپنے کمرے میں ہوں۔ یہاں اس نے ایک کمرہ اپنے قبضے میں رکھا ہوا ہے۔"

"کیا تم اسے بلا سکتے ہو؟"

"آپ مجھے فون کرنے کی اجازت دیں گے۔؟"

"فون کرو۔" عمران نے حکم دیا۔

کنور کا ہاتھ فون تک پہنچا نہ تھا کہ کنور کے پیچھے رکھی ہوئی ایک لمبے کی الماری دروازے کی طرح گھوم گئی۔ اس کے پیچھے ایک دروازہ تھا دروازے میں سے آواز آئی۔

"میں خود ہی حاضر ہو گیا ہوں مسٹر عمران۔"

دروازے میں بنگو کھڑا تھا۔

اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ اور اس نے عمران کو نشانہ بنا رکھا تھا اس کے پیچھے ہی جوزف کھڑا تھا۔ جو ڈون لی کی طرح بیرا تھا۔

"براہ کرم پستول نیچے پھینک دیجئے عمران۔ آپ نے ہمیں بہت پریشان کر رکھا ہے۔ اور آپ کو قتل کرنے کے لئے میری انگلیاں کلبلا رہی ہیں۔"

عمران مجبور تھا۔ اس نے آہستہ سے اپنا پستول نیچے ڈال دیا۔

"ڈون لی پستول اٹھا لو۔" بنگو نے حکم دیا۔

ڈون لی نے پستول اٹھا کر عمران کو نشانہ بنا لیا۔

بنگو نے اپنی جیب سے مضبوط ڈوری کا لچھا نکال کر ڈون کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔

"اب تم عمران اور ڈاکٹر مینا کشی کو باندھ دو۔ ہاتھ پیچھے کی طرف مضبوطی سے باندھنا عمران اگر تم نے ذرا سی بھی غلط حرکت کی تو مجھے تم دونوں کو یہیں قتل کرنے میں خوشی حاصل ہو گی۔"

مینا کشی نے خونخوار نظروں سے عمران کی جانب دیکھا۔ عمران نے بڑبڑا کر کہا۔

"سوری ڈاکٹر مینا کشی۔۔ لیکن میں نے تمہیں پہلے خبردار کر دیا تھا کہ تمہاری جانیں خطرے میں پڑ سکتی ہیں۔"

"مجھے موت کا کوئی خوف نہیں۔" مینا کشی نے سر اٹھا کر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ باندھے جانے کے لئے پیچھے کی طرف بڑھا دیئے۔

ڈون لی اور جوزف نے بڑھ کر پہلے مینا کشی کے ہاتھ باندھ دیئے اور پھر

عمران کے۔

"اب اس احمق کو باندھ دو۔" بنگو نے کمور کی جانب اشارہ کیا۔

اس کی اب کوئی ضرورت نہیں رہی۔ صبح چھ بجے کے بعد ہمیں ان میں سے کسی کی ضرورت نہیں رہے گی۔"

جوزف نے کمور کے ہاتھ بھی باندھ دیئے۔ کمور خوف سے پہلے ہی نیم بیہوش ہو چکا تھا۔

اس کے بعد بنگو نے اپنا پستول جیب میں رکھ لیا اور دوسری جیب سے ایک انجکشن کی سرنج نکالی جس میں سرخ دوا بھری ہوئی تھی۔

عمران کے دل میں پہلی بار خوف پیدا ہوا۔ "کیا یہ زہر ہے؟"

لیکن وہ قدم اٹھا چکا تھا۔ موت سے کھیلنا اس کا کام تھا۔ اس لئے خاموش کھڑا رہا۔ بنگو نے اس کے قریب آ کر کہا۔

"ابھی میں تمہیں قتل نہیں کروں گا۔ یہ صرف بے ہوش کرنے کے لئے ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے انجکشن کی سوئی اس کے بازو میں چبھو دی۔ چند سیکنڈ بعد ہی عمران کو اپنے ذہن پر ایک تاریک پردہ سا تنا ہوا محسوس ہوا اور وہ بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑا۔

○

عمران کو ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک آرام دہ کرسی پر مضبوطی سے بندھا ہوا تھا۔

اس کے پہلو میں ہی دوسری کرسی پر مینا کماری بندھی ہوئی تھی

یہ کمرہ بڑا عجیب تھا۔

کمرے کے درمیان ایک عجیب سی مشین رکھی تھی۔

اور چاروں طرف دیواروں کے ساتھ ٹیلی ویژن اسکرین ڈائل اور سوئچ وغیرہ لگے ہوئے تھے۔

سوئچ بورڈ پر نیگو ڈون لی اور جونی جھکے ہوئے تھے۔ کچھ فاصلے پر ایک کرسی پر الیکٹرو فرم کا مالک ڈاگی بیٹھا تھا۔

"آہا۔" عمران۔" ڈاگی نے مسکرا کر کہا۔" آخر آپ کو ہوش آگیا۔"

"میں کہاں ہوں۔" عمران نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ اس وقت الیکٹرو فرم کے ہیڈ کوارٹر میں ہیں۔ اور یہ کمرہ میری پوری فیکٹری کا نروس سینٹر ہے۔ آپ اسے دماغ کہہ سکتے ہیں۔"

عمران نے ایک گہرا سانس لیکر کہا۔

"تو گویا آپ مسٹر فش ہیں۔ اس تمام سازش کے سرغنہ۔"

"سازش مکمل ہو چکی ہے۔ عمران۔ اس وقت پانچ بجے ہیں ٹھیک چھ بجے میرا کام ختم ہو جائے گا۔"

مینا کشی کو بھی اب ہوش آ چکا تھا۔ اس نے ڈاگی کو دیکھ کر حیرت سے کہا۔

"ڈاگی۔ تم۔۔۔؟ تم نے مجھے کیوں باندھ رکھا ہے۔؟"

"مائی ڈیئر مینا کشی تمہیں اس لئے باندھا گیا ہے کہ اب تم بھی میرے لئے خطرناک بن چکی ہو۔

مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ میرے آدمیوں کی حماقت سے وہ انجینئر زندہ رہ گیا تھا۔

جو تمہاری لیبارٹری میں کئی گھنٹے کے بعد مرا ہے۔ میں جانتا تھا کہ اس نے تمہیں کیا بتایا۔

تین دن سے میرے آدمی تمہاری تلاش تھے۔ لیکن تم پراجیکٹ سے غائب ہو چکی تھیں۔

شکر ہے کہ آج عمران کے ساتھ تم بھی ہاتھ لگ گئیں۔ پھر اس نے

عمران کو مخاطب کر کے کہا۔

"تمہاری وجہ سے مجھے بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑا ہے کرنل چودھری کے میک اپ میں تو تم نے مجھے بھی دھوکہ دیدیا تھا۔

تمہاری وجہ سے مجھے کئی اچھے ساتھیوں سے ہاتھ دھونا پڑے لیکن خیر اب مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں۔ ٹھیک چھ بجے میری چار سالہ محنت کا نتیجہ ظاہر ہو رہا ہے۔ ٹھیک ایک گھنٹہ بعد۔"

"چار سالہ محنت۔؟" عمران نے حیرت سے۔

"ہاں میں چار سال سے اس سازش کی تیاریاں کر رہا تھا۔

"کیا واقعی راکٹ میں کوئی ایسا آلہ رکھا ہوا ہے مسٹر ڈاگی جس کے ذریعہ راکٹ خلا میں پہنچتے ہی کنٹرول سے باہر ہو جائیگا۔"

"جی ہاں۔ وہ آلہ میری ہی فیکٹری میں بنکر گیا ہے۔ لیکن خلاء میں پہنچنے کے بعد راکٹ بالکل کنٹرول سے باہر نہیں ہو جائے گا بلکہ حکومت کے کنٹرول سے نکل کر میرے کنٹرول میں آجائے گا۔"

"آپ اس کا کیا کریں گے۔" عمران نے حیرت سے کہا۔

ڈاگی نے مسکرا کر درمیان میں رکھی ہوئی مشین کی جانب اشارہ کر کے کہا۔

اس مشین سے خاص قسم کی ریڈیو لہریں خارج ہو رہی ہیں۔ راکٹ خلاء میں پہنچتے ہی حکومت کے سائنسدانوں کے کنٹرول سے آزاد ہو جائے گا پھر اس مشین سے نکلنے والی لہریں اس راکٹ کو اپنی جانب کھینچ لیں گی اور خلاء میں

پہنچنے کے پانچ منٹ بعد ہی راکٹ اس عمارت پر آگرے گا اور یہ پورا علاقہ ایک میل کے دائرے میں تباہ ہو جائیگا۔"

"معہ آپ کے۔"

"جی نہیں۔ یہاں میں نہیں ہوں گا۔ آدھ گھنٹہ پہلے میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔ یہاں صرف آپ اور ڈاکٹر مینا کشی ہوں گے۔ راکٹ کے خلاء میں جانے اور پھر اس عمارت پر گرنے کا منظر میں اپنی کوٹھی کے ٹیلی ویژن پر دیکھوں گا۔"

سامنے ہی ایک بڑے اسکرین پر لانچنگ پلیٹ فارم اور راکٹ کا منظر عیاں نظر آرہا تھا۔ لوگ ادھر ادھر دوڑ رہے تھے۔ شور و غل کی آوازیں بھی تھیں اور انہیں آوازوں کے درمیان لاؤڈ اسپیکر کی تیز آواز سنائی دے رہی تھی۔

"اٹینشن: ٹھاون منٹ۔ اٹینشن ٹھاون منٹ۔"

ایک اناؤنسر اعلان کر رہا تھا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین، صرف ٹھاون منٹ بعد ہمارا راکٹ چاند کیطرف جانیوالا ہے۔ میں اپنے سامنے راکٹ دیکھ رہا ہوں چاند پر جانیوالے خلاباز اب لانچنگ پلیٹ فارم پر آچکے ہیں۔ یہاں چاروں طرف ایک عجیب قسم کا جوش و خروش پایا جاتا ہے۔"

"یہ جوش ایک گھنٹہ بعد ختم ہو جائیگا۔" ڈاگی نے مسکرا کر کہا۔ "ایک گھنٹہ بعد نہ راکٹ ہوگا اور نہ الیکٹرو فرم ہوگی۔ اس کے بعد راکٹ بنانے کے لئے کم از کم دس سال کا عرصہ درکار ہوگا۔ تمہارا ملک دس سال پیچھے چلا جائیگا۔" یہ کہکر ڈاگی نے دیوانوں کی طرح ایک قہقہہ لگایا۔

"ڈاگی... ڈاگی" ڈاکٹر لینا کشی نے کہا "یہ تم... تم اپنے ملک سے غداری کیوں کر رہے ہو۔ تمہارے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں تم اس ملک میں عیش کرتے ہو پھر بھی اپنے ملک سے غداری کر رہے ہو۔؟"

عمران نے مسکرا کر کہا "آپکو مغالطہ ہو گیا ہے ڈاکٹر لینا کشی، ہمارے سامنے جو مسٹر ڈاگی بیٹھے ہیں وہ یہاں کے باشندے نہیں ہیں"

ڈاگی نے عمران کو گھور کر دیکھا "تو گویا تمہیں معلوم ہے۔" ڈاگی نے حیرت سے کہا

"ہاں مسٹر ڈاگی یا جو کوئی بھی ہو تم مجھے معلوم ہے کہ اصل مسٹر ڈاگی چار سال قبل ہانگ کانگ کے ہسپتال میں مر گئے تھے تم پڑوسی حکومت کے جاسوس ہو۔ اسی ہسپتال میں تمہارے چہرے پر پلاسٹک سرجری کر کے ڈاگی کا ہم شکل بنا دیا گیا تھا اس کے بعد تم ڈاگی بنکر یہاں آ گئے مجھے یقین ہے یہ سازش سال دو سال کی نہیں بلکہ کم از کم پانچ چھ سال پہلے سے کی جا رہی تھی تمہاری حکومت یہ نہیں چاہتی تھی کہ ہمارا ملک ترقی کرے۔ اسکو کسی طرح معلوم ہو گیا تھا مسٹر ڈاگی کی الیکٹرونکس فرم ملک میں اکیلی فرم تھی جو الیکٹرونک آلات بناتی تھی اس لئے تمہاری حکومت کے جاسوسوں نے یہ سازش تیار کی۔ انکی سازش سے ہی وہ جہاز تباہ ہو گیا جس میں اصل مسٹر ڈاگی سفر کر رہے تھے۔ تمہیں ایک دو سال پہلے سے مسٹر ڈاگی کی شخصیت اختیار کرنے کی ٹریننگ دی جا رہی تھی۔ بلکہ ممکن ہے کہ پہلے ہی تمہیں پلاسٹک سرجری کر کے مسٹر ڈاگی کا ہم شکل بنا دیا گیا ہو۔ اگر جہاز کے حادثہ میں مسٹر ڈاگی ختم ہی ہو جاتے تو بھی تم ان کی جگہ لے لیتے غرضیکہ حادثہ کے بعد تم مسٹر ڈاگی بنکر یہاں آ گئے اور الیکٹرونکس فرم پر تم نے قبضہ کر لیا۔ چونکہ اللہ بندگو لالچی آدمی تھے کئی بار دھوکہ بازی کرنے کے باوجود وہ دولت مند نہ بن سکے تھے کیونکہ ان کے پاس صرف جسیم تھے دماغ نہیں تھے تم نے روپے کا لالچ دیکر ان دونوں کو اپنا

ساتھی بنا لیا۔ تم نے ہوٹل پیراڈائز ان کو خرید لیا۔

ڈون کی پہلے سے یہاں تمہارا جاسوس تھا۔ غرضیکہ تم چاروں نے ملکر مون پراجیکٹ کو تباہ کرنیکی یہ سازش بنائی تھی۔ حکومت تم پر بھروسہ کرتی تھی تمہیں ٹیکنری کے لئے اپنی پرائیویٹ پولیس رکھنے کی اجازت تھی تم پراجیکٹ پر آزادی سے آ جا سکتے تھے۔ تمہیں اپنی سازش کو مکمل کرنے کی تمام سہولتیں حاصل تھیں... تم ان ٹیلی فونس کے تمام ایکسچینجوں سے واقف تھے۔ تمہیں معلوم تھا کہ جی ٹی جنسی مریض ہے تم نے اس کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر بلیک میل کے ذریعے اسکو قابو میں کر لیا... تم نے بیوی بچوں کو قتل کر دینے کی دھمکی دیکر فورمین گوٹل کو راکٹ تباہ کرنے پر مجبور کیا۔ رضی کو غدار بننے پر مجبور کیا۔ اور کنور کو ہوٹل کا مالک بنے رہنے پر مجبور کیا۔ تمہاری سازش واقعی مکمل تھی ڈاگی۔ مجھے افسوس ہے کہ مجھے بہت بعد میں پتہ چل سکا کہ اصل مجرم کون ہے۔"

ڈاگی کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔ اس کی آنکھوں میں چمک تھی اور وہ تعریفی نظروں سے عمران کو دیکھ رہا تھا۔ عمران کے خاموش ہوتے ہی اس نے کہا۔

"مسٹر عمران تم واقعی ذہین ہو تمہیں قتل کر کے مجھے دکھ ہوگا اور تمہیں بھی قتل کر کے مجھے دکھ ہوگا لینا کشی ڈارلنگ۔ کیونکہ ایک سال تک تم میری راتوں کی شریک رہ چکی ہو"

"لعنت ہے تم پر۔" لینا کشی نے غصہ سے کہا "اب یہ جان کر کہ تم غیر ملکی جاسوس ہو مجھے اپنے آپ پر شرم آ رہی ہے"

"گھبراؤ نہیں صرف چالیس منٹ باقی رہ گئے ہیں۔ اس کے بعد تمہیں

کبھی شرم نہیں آئیگی۔"

ٹیلی ویژن پر اناؤنسر اعلان کر رہا تھا۔" چالیس منٹ... صرف چالیس منٹ باقی رہ گئے ہیں حضرات۔ چالیس منٹ بعد راکٹ خلا کی گہرائیوں کو چیرتا ہوا چاند کی طرف روانہ ہو جائیگا۔"

ڈاگی نے پلٹ کر ڈون لی سے کہا۔" کیا سب کچھ سیٹ ہو گیا ہے ڈون لی۔؟"

"یس سر۔" ڈون لی نے جواب دیا۔

"ہم یہاں سے ٹھیک ساڑھے پانچ بجے روانہ ہو جائیں گے۔ چھ بجے الیکٹرو فرم پر راکٹ کے گرنے کا منظر ہم اپنی کوٹھی سے دیکھیں گے آٹھ بجے ہم ناشتہ کریں گے اور دس بجے ہم بارڈر کراس کر کے اپنے پیارے ملک میں داخل ہو جائیں گے۔"

"یس سر۔" ڈون لی نے جواب دیا۔

"کیا تم نے کنور کو قتل کر دیا ہے بنگو۔"

"یس مسٹر ڈاگی۔" بنگو نے کہا۔" اب اس کی ضرورت نہیں رہی تھی۔"

"مجھے امید ہے کہ بعد میں تم دونوں ہوٹل سے کافی دولت کما سکو گے۔"

"زندگی میں پہلی بار کامیاب ہوا ہوں مسٹر ڈاگی۔" بنگو نے مسکرا کر کہا۔

ڈاگی نے پلٹ کر مینا کشی سے کہا۔" کیا تمہاری کوئی آخری خواہش ہے ڈارلنگ؟"

"ہاں۔" مینا کشی نے جلکہ کہا۔" میری آخری خواہش یہ ہے کہ میں ٹھوکروں سے تمہارا منہ پیلا کر دوں۔"

اس پر ڈاگی نے ایک قہقہہ لگا کر کہا۔" افسوس اصل ڈاگی کا خسم اب خاک ہو چکا ہے ورنہ میں اس کا چہرہ پیش کر دیتا لیکن مسٹر عمران مجھے ابھی تک حیرت ہے کہ آپ کو

میری اصل شخصیت کے بارے میں کیسے علم ہوا؟"

"میں نے ڈاگی کی رپورٹ پڑھی تھی۔ اس میں چار سال پہلے جہاز کے حادثہ کا ذکر تھا۔ ڈاگی کی رپورٹ سے یہ صاف ظاہر تھا کہ اس نے اگرچہ جوانی میں کچھ دولت مند لوگوں کو دھوکہ دیا تھا لیکن کبھی اس نے کوئی غیر قانونی کام نہیں کیا۔ اس کی ساری جدوجہد اس لئے تھی کہ وہ بہت سا روپیہ کما کر ملک کا بڑا آدمی بن جائے وہ غدار نہیں تھا۔ بلکہ ایک طرح سے وہ اپنا مقصد حاصل کرنے میں ایماندار تھا اسی لئے اس نے اپنا مقصد حاصل کیا اور الیکٹرو فرم قائم کر لی یہ فرم قائم کرنے کے بعد اسکے پاس کروڑوں روپیہ تھا۔ عزت تھی اور شہرت تھی۔ یہی وجہ تھی جب جی نے مجھے بتایا کہ تم اس سازش کے سرغنہ ہو تو مجھے سخت حیرت ہوئی۔ ڈاگی جیسے شخص کو اپنے ملک سے غداری کرنے کیا ضرورت تھی۔ چنانچہ بہت کچھ سوچنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ تم اصل ڈاگی نہیں ہو تم کوئی اور ہو کسی ملک کے جاسوس اور یہ تبدیلی یقیناً ہانگ کانگ میں کی گئی ہے۔"

"ویری گڈ۔" ڈاگی نے کہا۔" ایک بار پھر میں یہی کہوں گا عمران کہ تم واقعی ذہین ہو۔"

ٹیلی ویژن پر اناؤنسر نے اعلان کیا۔" تیس منٹ۔ لیڈیز اینڈ جنٹلمین صرف تیس منٹ باقی رہ گئے ہیں۔ صرف تیس منٹ بعد ہمارا راکٹ۔"

"ڈاگی نے ڈون لی سے کہا۔" آل رائٹ ڈون لی اب ہم کوٹھی پر چلنے کو تیار ہیں۔"

"ہم بھی تیار ہیں سر۔" جونی اور بنگو نے کہا۔ ڈون لی نے جلدی جلدی دو تین سوئچ ٹھیک کئے اور ڈاگی کی طرف آتے ہوئے بولا۔" کیا ان لوگوں کو بے ہوش کرنے کی ضرورت ہے مسٹر ڈاگی۔"

"کوئی ضرورت نہیں" ڈاگی نے مسکرا کر کہا "کم از کم آدھا گھنٹہ تو انکو زندگی سے لطف لینے دو۔ ہم باہر سے تالا لگا جائیں گے۔ پہریداروں کو میں حکم دیدوں گا کہ اس عمارت میں کوئی داخل نہ ہو" یہ کہتے ہوئے وہ دروازے کی جانب بڑھنے لگا تو عمران نے کہا۔

"مسٹر ڈاگی۔ پلیز۔ کیا آپ صرف ایک منٹ اور رک سکتے ہیں"

"ضرور" ڈاگی نے پلٹ کر کہا "کہئے کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟"

"کچھ نہیں ذرا ٹیلی ویژن اسکرین کی طرف دیکھئے میرا خیال ہے اناؤنسر کوئی اہم اعلان کرنے والا ہے"

ڈاگی حیرت سے ٹیلی ویژن کی طرف دیکھنے لگا۔ اور واقعی ٹھیک ایک منٹ بعد اناؤنسر نے اعلان کیا۔

"لیڈیز اینڈ جنٹلمین۔ ایک ضروری اعلان ہے۔ حضرات بہت افسوس کے ساتھ اعلان کیا جاتا ہے کہ راکٹ چھوڑنے کا پروگرام کچھ ٹیکنیکل خرابیوں کی وجہ سے بارہ گھنٹے کے لئے ملتوی کر دیا گیا ہے"

"لعنت ہے" ڈاگی نے غرا کر کہا "یہ کیا ہوا ڈون لی؟"

اسی وقت دروازہ کھلا اور ایک آواز نے کہا "کیا میں اندر آسکتا ہوں"

ڈاگی تیزی سے دروازے کی طرف گھوما۔ دروازے میں صفدر کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں اسٹین گن تھی جس سے اس نے ڈاگی بنگو جونی اور ڈون لی کو نشانہ بنایا ہوا تھا

صفدر کے پیچھے ہی جنرل سانیال اور سر سلطان تھے۔

"آ۔۔۔ آپ۔۔" ڈاگی کے حلق سے گھٹی ہوئی آواز نکلی۔

"جی ہاں یہ میں ہوں" جنرل سانیال نے کہا "مسٹر ڈاگی یا جو کوئی بھی ہو تم ہم نے تم لوگوں کی تمام گفتگو سن لی ہے۔ اور تمہیں غداری کے الزام میں گرفتار کیا جاتا ہے"

یکایک ڈون لی کے ہاتھ کو جنبش ہوئی۔

ساتھ ہی صفدر کی اسٹین گن نے شعلے اگلے۔

ڈون لی اپنا پستول نکالنے سے پہلے ہی گولیوں سے چھلنی ہو کر گر پڑا۔ فوراً ہی سیکرٹ سروس کے تین چار مسلح ممبر اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے فوراً بنگو جونی اور ڈاگی کو ہتھکڑیاں پہنا دیں۔

صفدر نے عمران اور میناکشی کو کھولتے ہوئے کہا۔

"عمران کامیابی کے لئے مبارک باد"

"واقعی" جنرل سانیال نے کہا "اس کامیابی کا سہرا آپ کے سر ہے مسٹر سر سلطان"

"تھینک یو جنرل۔ لیکن یہ ساری تعریف مسٹر عمران کے لئے ہے"

ہاتھ پیر کھلنے کے بعد عمران نے اندرونی جیب سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالتے ہوئے جنرل سانیال سے کہا۔

"کیا اس نے ٹھیک کام کیا تھا"

"بالکل ٹھیک تم نے ہوٹل پیراڈائز میں داخل ہونے کے بعد سے جو کچھ گفتگو کی ہے وہ ہم سنتے رہے ہیں اور ریکارڈ کرتے رہے ہیں پھر اسی ٹرانسمیٹر

کے ذریعہ ہم یہاں تک پہنچے۔ ایکسٹرا پولیس کے افسران چونکہ مجھے جانتے تھے اس لئے اس کمرے تک پہنچنے میں ہمیں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ شکر ہے یہ غدار پکڑے گئے۔ اب چند روز بعد ہم اطمینان سے اپنا راکٹ چاند پر بھیج سکیں گے۔"

سر سلطان نے آگے بڑھکر عمران کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے تم پر فخر ہے۔"

"خالی فخر سے میرا پیٹ نہیں بھرتا جناب فوراً پوسنے چودہ آنے نکالئے سیدھے ہاتھ سے۔"

عمران کے اس جملہ پر وہاں ایک قہقہہ گونج اٹھا۔

"ختم شد"

اس کے ہاتھ کا بنایا ہوا نقشہ

صفحہ کے پیچھے ہی جنرل سائنیاں اور گئو

عمران سیریز کے نئے ناول!

شائع ہو گئے ہیں			چھپ رہے ہیں		
ایجنٹ کافریب	خاص نمبر	نغمہ صفی	قتل کا ہنگامہ		نغمہ صفی
وصیت کا ہنگامہ	,,	گمشدہ موجد	مردہ مجرم	,,	,,
کی کلب ایچ اقبال		ڈبی ڈاکٹر	خفیہ رپورٹ	,,	,,
جرم کا راز	,,	خوفناک مجرم	پراسرار جادوگر	,,	,,
قاتل لٹیرے	,,	قاتل گوریلہ	مقدس جام		اظہر کلیم
مفرور	,,	روح کا ہنگامہ خاص نمبر	پانچ حریف	,,	
خطرناک لڑکی	,,	قاتل کون	پرانا دشمن		ابن کلیم
دوسری عورت	,,	پراسرار لفافے	خون کے شکاری	,,	
		لاش کے ٹکڑے			

درج بالا ہر ناول کی قیمت ۲۰-۳ روپے ہے صرف خاص نمبر ۵/ روپے کا ہے

بچوں کے دلچسپ ناول

ایوب کی چالاکی	۳-۰۰	پکڑا گیا	۳-۰۰
ننھے قیدی	۳-۰۰	دلیر شہزادہ	۳-۵۰
سونے کا سیب	۳-۵۰	ننھے ہمدرد	۳-۵۰
زار کی قیمت	۳-۰۰	معصوم شہزادی	۳-۵۰

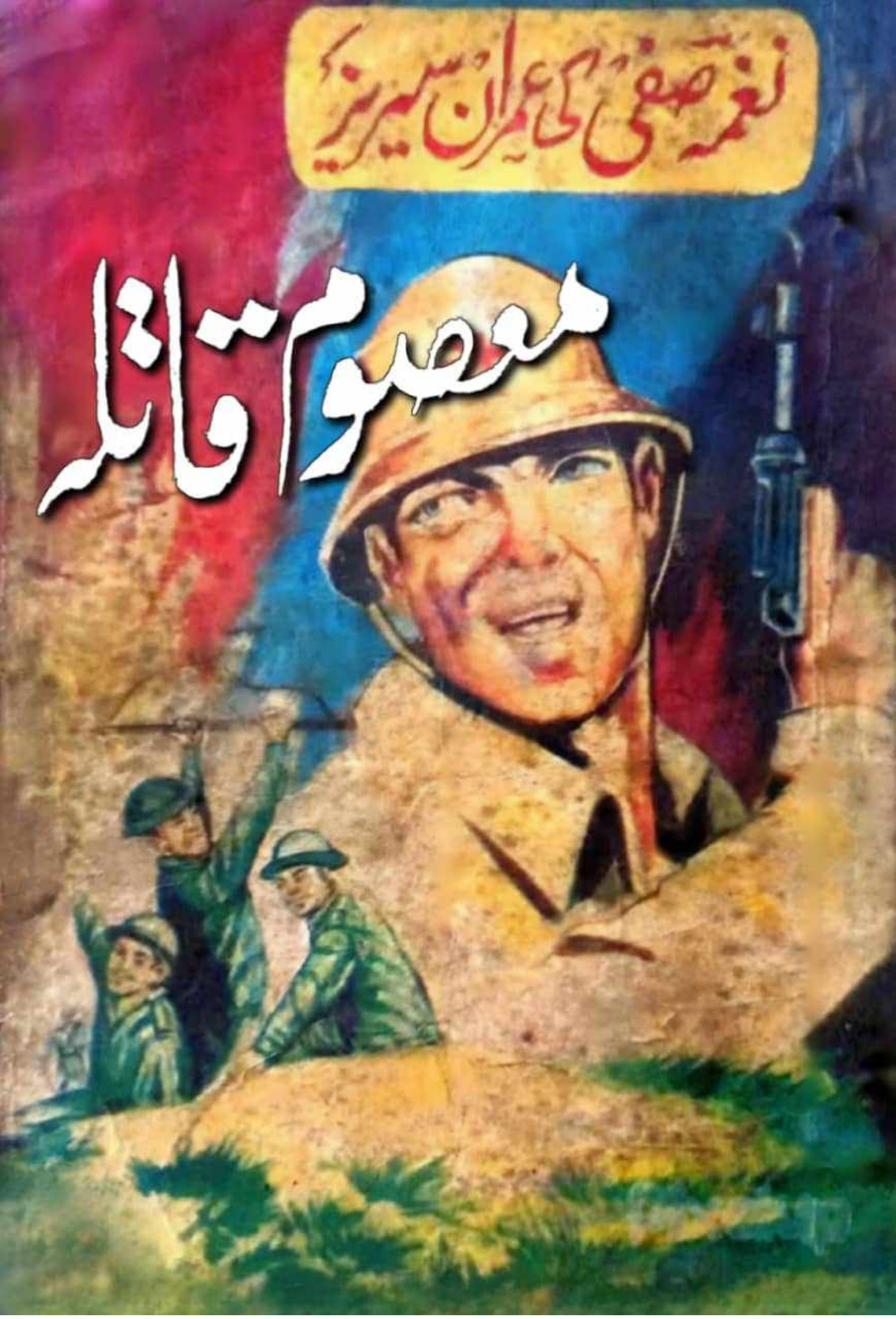
آج ہی طلب فرمائیے

ملنے کا پتہ

ادبی اکیڈمی ۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

نغمہ صفی کی عمران سیریز

معصوم قاتلہ



نغمہ صفی کی عمران سیریز

مکمل ناول

معصوم قاتل

قیمت
تین روپے تیس پیسے

مصنفہ
نغمہ صفی

عمران کا قہقہوں سے لبریز ناول

جملہ حقوق بنام پبلشرز
محفوظ ہیں

اس ناول کے تمام نام مقام کردار واقعات
افراد اور تشبیہ دی جانیوالی چیزیں فرضی
ہیں کسی سے مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی
جس کیلئے مصنف پرنٹر پبلشرز ناشر
یا ادارہ ذمہ دار نہیں ۔

ایجوکیشنل پریس کراچی
میں چھپی

ادبی اکیڈمی ۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

پیش لفظ

معصوم قاتلہ پیش خدمت ہے۔
ایک سنسنی خیز اور سسپنس سے بھرپور ناول۔ کیا
کوئی عورت اپنے سر کے تاج کو بڑی بے دردی سے ختم کر سکتی ہے۔؟
کیا کوئی عورت اپنے مجازی خدا کی قاتل ہو سکتی ہے۔؟
اس پر یہی الزام تھا کہ اس نے قتل کیا ہے۔ اپنے
شوہر کا۔ اپنے مجازی خدا کا۔ کیا یہ ٹھیک تھا۔؟ اور جب قاتل
سامنے آیا تو۔؟
سنسنی خیز لمحہ اور دوسرا سنسنی خیز لمحہ وہ تھا جب
وجہ قتل سامنے آئی۔ آپ کی محبوب مصنفہ نغمہ صفی نے اپنے
اس ناول میں آپ کی دلچسپی کے لئے بہت کچھ پیش کیا ہے۔
سنسنی بھی ہے اور اسرار بھی اور قہقہوں کے لئے
تو کچھ کہنا ہی بیکار ہے۔ جہاں عمران ہے وہاں قہقہے ہیں۔
پڑھیئے اور راتے سے ضرور آگاہ کیجئے

ادارہ

اچانک سیوا کنج کی پوری عمارت گہری تاریکی میں ڈوب گئی۔ عمارت کے مشرقی حصہ میں نوکروں کے کوارٹر تھے۔ ان کوارٹروں میں بھی گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس پوری عمارت میں کوئی آدم زاد رہتا ہی نہ ہو

رحیم کچھ دیر کیلئے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تاریکی میں دیکھنے کی کوشش کرتا رہا اس کے کان بھی کسی قسم کی آہٹ پر لگے ہوئے تھے لیکن جب کافی دیر تک نہ کوئی آہٹ سنائی دی اور نہ روشنی ہی واپس آئی تب اس کے دل کی دھڑکنیں بڑھ گئیں

اس نے پٹی ٹٹولی اور آہستگی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کچھ دیر تک آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کوارٹر کے دروازہ کی طرف دیکھا مگر تاریکی کی وجہ سے اس کو دروازے کا تالا بھی نظر نہ آیا۔ تب وہ بستر پر سے اٹھ گیا اور اندھیرے میں دونوں ہاتھوں کو آگے بڑھا کر ٹٹولتا ہوا دروازہ کی طرف بڑھنے لگا۔

بستر سے پیر اتار کر وہ دروازہ کی بالکل سیدھ میں کھڑا ہوا تھا اسلئے اسے دروازہ تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہ ہوئی

دروازہ کے قریب پہنچ کر اس نے کواڑ ٹٹولے۔ جلد ہی اس کے ہاتھ زنجیر تک پہنچ گئے۔ اس نے زنجیر آہستگی سے کھولی

اور کواڑوں کو آہستگی سے کھول کر باہر آ گیا۔ باہر بھی تاریکی اور سناٹے

کا نام تھا۔ وہ کچھ دیر تک اپنی جگہ کھڑا رہا۔ پھر اس نے داہنی سمت رخ کر کے قدرے بلند آواز میں پکارا۔

"بدھو ــــ"!

لیکن اس کی آواز صدا بہ صحرا ثابت ہوئی۔ اسے کوئی جواب نہ ملا۔

دوسری بار اس نے ذرا زور سے پکارا

"بدھو ــــ اے بدھو"

جواب پھر بھی ندارد تھا۔ وہ حیران لہجہ میں بڑبڑایا۔ "تعجب ہے بدھو تو اتنی گہری نیند کبھی نہیں سوتا تھا۔" پھر اس نے کچھ سوچ کر بائیں سمت کو رخ کر کے بلند آواز میں پکارا۔

"شکیلا ... اے شکیلا"

مگر شکیلا کی طرف سے بھی اسے کوئی جواب نہ ملا۔ رحیم کے دل کی دھڑکن کچھ اور تیز ہو گئی۔ وہ پھر زیر لب بڑبڑایا۔

"آج شکیلا بھی اتنی ہی گہری نیند سو رہی ہے ــــ"

کچھ دیر تک وہ اپنی جگہ گم سم کھڑا رہا۔ پھر وہ اپنے آپ سے بڑبڑایا۔

"میرے تمبو سے اتنی دور کے لئے تو بکائن بھی کبھی نہیں گئی۔" اس کے ذہن میں مختلف اندیشے جنم لے رہے تھے۔ پھر وہ کچھ سوچ کر ہاتھوں کو آگے بڑھا کر ٹٹولنے کے انداز میں چلتا ہوا بکائن کے جھنڈ کی طرف بڑھنے لگا۔ تاریکی اتنی گہری تھی کہ اسے اپنے سے چند ہاتھ کے فاصلے تک کی کوئی چیز نہ نظر آ رہی تھی

ایک بار وہ بکائن کے قریب پہنچ کر وہ بار بار اس کے الجھ کر رہ گیا۔ پھر اس نے بڑی مشکل

سے اپنے آپ کو گرنے سے بچا یا لیکن سنبھلتے سنبھلتے اس کے کانوں سے ایسی آواز ٹکرائی جیسے کوئی دبے پیروں بھاگا ہو۔ رحیم سنبھل کر جلدی سے اونچی آواز میں بولا "کون ہے خبردار ۔ ؟

مگر اب وہ آواز ڈوب چکی تھی ۔ وہ چند لمحے تک اپنی جگہ کھڑا ہوا اپنی سماعت پر پورا زور دیتا رہا مگر اسے پھر کوئی آہٹ نہ سنائی دی مگر اس کا دل کہہ رہا تھا کہ یہ آہٹ کسی کے قدموں کی ہی تھی اور یہ اس کا وہم نہیں ہو سکتا ۔ وہ باڑھ کے سہارے آگے بڑھنے لگا ۔

کسی نہ کسی طرح وہ باڑھ کے اختتام پر پہنچ کر عقبی برآمدہ کی سیڑھیوں تک پہنچ گیا ۔ اور اس نے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اچانک کپڑوں کی تیز سرسراہٹ سنی ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا جیسے کوئی تیزی سے برآمدہ میں چلتا ہوا آگے نکل گیا ہو ۔ اس نے پھر بلند آواز میں کہا ۔

"کون ہے" ؟

مگر کوئی جواب اسے نہ ملا ۔ رحیم نے دیوار ٹٹول کر آگے بڑھتے ہوئے پکارا ۔ "مالک ۔۔۔ مالک ۔"

"تعجب ہے ۔ آج سب ہی اتنی گہری نیند سو رہے ہیں ۔

ایک جگہ کسی چیز سے ٹکرا کر وہ رک گیا اور ساتھ ہی اس کے کانوں سے ایک نسوانی آواز بھی ٹکرائی ۔ کون ہے ۔ خبردار ۔

"مالکن ۔ وہ کپکپاتی آواز میں بولا ۔ یہ میں ہوں رحیم ۔ آپکا خادم ۔

"اوہ رحیم ۔ نسوانی آواز پھر ابھری کہاں ہو تم ؟

میں یہاں پچھلے برآمدہ میں ہوں ۔ مالکن ۔ !

پچھلے برآمدہ میں تو میں بھی ہوں ۔ مگر مجھے تو تم بالکل نظر نہیں آ رہے ۔ ؟

یہی حال میرا بھی ہے۔ مالکن، ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔!
مگر تم اس وقت یہاں کیا کرنے آئے تھے۔؟
"مالکن یک بیک اتنا گہرا اندھیرا جو چھا گیا تھا۔ تو خواہ مخواہ میرا دل گھبرانے لگا۔ میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ اندھیرا کیوں چھا گیا ہے۔!
"شاید بجلی چلی گئی ہے۔!
لیکن مالکن بجلی اتنی دیر کے لئے تھوڑے ہی جاتی ہے۔
"کبھی کبھی اس سے بھی زیادہ دیر لگ جاتی ہے۔!
مالکن کہیں فیوز نہ اڑ گیا ہو۔
ہاں۔ فیوز بھی ہو سکتا ہے میں خود یہی سوچ رہی ہوں خود میرا بھی دل گھبرانے لگا تھا اس لئے میں تمہاری آواز سن کر ادھر آئی تھی۔
آپ ٹارچ لے آئیے میں دیکھتا ہوں فیوز تو نہیں چلا گیا۔
ٹارچ ہی تو میں نے تلاش کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ کم بخت رضیہ نہ جانے کہاں رکھ دی ہے اور پھر اس اندھیرے میں کہاں ڈھونڈتی پھرتی!
دیا سلائی ہی مل جاتی مالکن"
دیا سلائی کچن میں ہو گی اور ایسے اندھیرے میں کچن تک پہنچتے پہنچتے ایک آدھ ہاتھ پاؤں ضرور ٹوٹ جائے گا۔!
مالکن۔ مجھے شبہ ہے کہ بجلی نہیں گئی۔!
"کیا مطلب۔؟
مالکن۔ ابھی ابھی جب میں برآمدہ سے باہر تھا۔ میں نے کسی کے بھاگتے ہوئے قدموں کی آہٹیں سنی تھیں۔
"نہیں۔ سنسنی آواز میں خوف جھلک رہا تھا۔

ہاں ۔ مالکن اور جب میں نے پکارا تو کوئی جواب نہ ملا۔ پھر جب میں برآمدہ میں چڑھا تو میں نے صاف طور پر کسی کے کپڑوں کی سرسراہٹ سنی تھی تب ہی میں نے آپکو اور مالک کو پکارا تھا۔ مجھے تو کوئی گڑبڑ معلوم ہوتی ہے ۔

گگ ۔ گڑبڑ کیا ہوسکتی ہے ؟ نسوانی آواز کپکپا رہی تھی ۔

ممکن ہے چور ہی گھس آئے ہوں !

یا اللہ تم کہاں ہو رحیم ۔ !

میں داہنی سمت کی دیوار کے قریب ہوں ۔

مجھے خوف محسوس ہو رہا ہے رحیم ۔ خدا کے لئے دوسرے نوکروں کو جلدی سے جگاؤ ۔

یہی تو حیرت ہے مالکن ۔ میں نے شکیلا اور بدھو کو زور زور سے آوازیں دیں ۔ مگر کسی کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی ۔ حالانکہ یہ لوگ کبھی اتنی گہری نیند نہیں سوتے لیکن لگتا ہے آج سب ہی گھوڑے بیچ کر سوئے ہیں

تو پھر کیا ہوگا ؟

آپ کسی طرح مالک کو جگا لیجئے ۔ !

وہ تو اوپری منزل میں ہیں ۔ اپنے اوپر کے کمرے میں سو رہے ہیں

کیوں ۔ ؟

آج انہیں کچھ ضروری کام تھا ۔ انہوں نے کہا تھا کہ وہ اوپر کی منزل ہی میں کام کریں گے اور وہیں پر سو بھی جائیں گے ۔ !

مالک کی بندوق کہاں ہے

وہ بھی اوپر ہی کی منزل میں ہے ۔

مالکن مجھے تو بہت خطرہ محسوس ہو رہا ہے ۔ آج کوٹھی میں ضرور کوئی گڑبڑ ہے

اب دیکھئے تو کتنی دیر ہوگئی ہے، تو بجلی کبھی اتنی دیر تک کے لئے نہیں گئی!
اچانک ان کا ہاتھ رحیم کے ہاتھ سے ٹکرایا اور وہ بری طرح اچھل پڑیں
"ادی ماں"
گھبرایئے نہیں۔ مالکن یہ میں ہوں۔ رحیم نے کہا۔
رحیم خدا کے لئے کچھ کرو۔!
"یہی تو میں سوچ رہا ہوں مالکن۔ پہلے کسی طرح مین سوئچ دیکھنا چاہیے کہ کسی نے مین سوئچ تو آف نہیں کیا۔ یا کہیں فیوز تو نہیں اڑ گیا۔!
"مگر مین سوئچ تک پہنچیں گے کس طرح؟
آپ ٹھہریئے۔ آپ کو یاد ہے کہ آپنے رضیہ کو ٹارچ کہاں دی تھی۔؟
یہ تو یاد نہیں مجھے۔!
اچھا ٹھہریئے۔ میں کچن سے دیا سلائی لانے کی کوشش کرتا ہوں۔!
"کچن۔ اتنے اندھیرے میں تم کچن تک پہنچو گے کس طرح؟
کسی نہ کسی طرح پہنچ ہی جاؤں گا مالکن۔ ان حالات میں آنکھیں تو بند نہیں کی جا سکتیں۔!
"اور مجھے یہاں اکیلے میں ڈر لگے گا۔!
لیجئے۔ آپ میرا ہاتھ پکڑ لیجئے۔
نہیں۔ میں کچن کی طرف ہی جاؤں گا وہ تو بالکل کنارے پر ہے۔
میں آپ کو سیڑھیوں کے قریب چھوڑ دونگا۔ آپ کسی طرح سے مالک کو جگانے کی کوشش کیجئے گا۔!
وہ کس طرح جاگیں گے۔! تم تو جانتے ہی ہو کہ وہ نیند کی گولی کھا کر سوتے ہیں صبح سے پہلے کسی طرح بھی نہیں جاگ سکتے۔!

رحیم نے ٹٹول کر مالکن کا ہاتھ تھاما اور بولا۔ آیئے آپ سیڑھیوں کے پاس رک جایئے گا میں دیا سلائی لے کر آجاؤں گا۔

"یہ ٹھیک ہے"!

پھر وہ مالکن کا ہاتھ تھامے ہوئے ٹٹول کر آگے بڑھتا رہا۔

کتنا گہرا اندھیرا ہے! ایسا لگتا ہے مالکن جیسے آنکھوں کو نظر ہی نہ آتا ہو۔ رحیم نے کہا

اگر سچ مچ کوئی چور گھسا ہوا ہوگا تو کیا ہوگا؟ اس وقت تمہارے مالک بھی گہری نیند سو رہے ہیں اور تم کہہ رہے ہو کہ نوکر بھی نہیں جاگ رہے۔

آپ گھبرایئے مت مالکن۔ میں تو ہوں۔ جب تک میں زندہ ہوں کچھ نہیں ہوگا

اگر وہ تعداد میں زیادہ ہوئے تو تم اکیلے کیا کر سکو گے۔؟

آپ روشنی تو ہونے دیجئے سب دم دبا کر بھاگ جائیں گے۔ چند چوروں کے پاؤں ہی کتنے۔ اور پھر یہ بھی تو ممکن ہے کہ یہ میرا وہم ہی ہو۔ کوئی اندر گھسا ہی نہ ہو!

"خدا کرے تمہارا وہم ہی ہو۔!

ایک جگہ رک کر رحیم نے اندھیرے میں ٹٹول کر کہا "یہ رہی ریلنگ مالکن۔ کہاں ہے؟

رحیم نے مالکن کا ہاتھ بڑھا کر ریلنگ تک پہنچایا اور بولا۔ آپ اس ریلنگ کو تھامے کھڑی رہیئے میں دیا سلائی لے کر آتا ہوں۔!

جلدی کرنا۔ میرا دل بیٹھا جا رہا ہے خوف سے۔!

آپ اطمینان رکھیئے مالکن۔! پھر وہ ٹٹولتا ہوا اندازوں سے کچن کی طرف بڑھنے لگا۔ زینوں کے پیچھے سے گذرنے والی راہ داری کے آخری سرے پر کچن تھا۔!

رحیم تھوڑی دور ہی چلا تھا کہ ایک صوفہ سے ٹکرایا۔ ہلکی سی آواز پیدا ہوئی مگر جلد ہی سنبھل گیا۔ ۔ !

کیا ہوا رحیم ؟ مالکن کی خوف زدہ آواز سنائی دی ۔

کچھ نہیں مالکن ۔ میں صوفہ سے ٹکرا گیا تھا ۔

ذرا سنبھل کر چلو رحیم ۔

وہ پھر اٹھ کر آگے بڑھنے لگا کسی نہ کسی طرح وہ راہداری تک پہنچ گیا اور جب اسکے ہاتھ راہداری کی دیوار سے ٹکرائے تب اس نے اطمینان کا سانس لیا ۔ !

ابھی وہ راہداری میں چند ایک بھی نہ بڑھ پایا ہوگا کہ اچانک اسکے کانوں میں مالکن کی بے حد خوف زدہ آواز ٹکرائی

کون ہے ۔ ... خبردار !

کیا ہوا مالکن ؟ وہ زور سے چیخا

"رحیم ۔" مالکن چیخیں ۔" یہاں کون ہے ؟

"کہاں ۔ ؟

میرے قریب

ٹھہریئے مالکن ۔ گھبرایئے نہیں ۔ میں آ رہا ہوں ۔

رحیم ۔ ! اچانک مالکن چیخیں ۔ !

مالکن ۔ !

بچاؤ بچاؤ ۔ رحیم ۔

مالکن میں آ رہا ہوں مالکن خبردار ۔ جان سے مار دوں گا ۔ وہ بڑبڑا کر تیزی سے لپٹ ۔ بڑھا مگر جلدی میں وہ راستہ کا اندازہ کرنا بھول

گیا تھا۔ اس لیے پہلے اس کا سر پوری قوت سے دیوار سے ٹکرایا۔ اور اس کے حلق سے کراہ نکل گئی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔

اچانک اسکے کانوں سے مالکن کی چیخیں پھر ٹکرائیں۔ رحیم بچاؤ، بچاؤ آواز ایسی ہی تھی جیسے کوئی مالکن کا منہ بند کرنے کی کوشش کر رہا ہو اور وہ تیزی سے بڑھتا ہوا درد سے چیخا۔ آرہا ہوں مالکن۔ میں آرہا ہوں۔

پھر مالکن کی آواز یکا یک بند ہوگئی۔ البتہ رحیم کے کانوں سے مالکن کی چوڑیوں کی کھنک اور چوڑیاں ٹوٹ کر گرنے کی بازگشت کے ساتھ ہی اسی قسم کی آوازیں ٹکرا رہی تھیں جیسے دو آدمی آپس میں گتھم گتھا ہوں۔

ایک بار پھر رحیم کے کانوں میں مالکن کی بھنچی بھنچی چیخ ٹکرائی۔ رحیم مالکن ۔۔۔ !

پھر ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی چیز دھم سے گری ہو۔ کپڑوں کی سرسراہٹ اور فرش پر جسم رگڑنے کی آواز گونج رہی تھی۔ اس نے اپنی رفتار تیز کر دی مگر جلد ہی میں ریلنگ تک پہنچنے کی بجائے زینوں کی دوسری طرف جا ٹکرایا۔ اس کی ناک میں چوٹ لگی اور ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں گہرا اندھیرا چھا گیا اور وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر اندھوں کی طرح ہاتھ مارنے لگا۔

دھما چوکڑی کی آوازیں بدستور آرہی تھیں پھر اچانک مالکن کی بھنچی بھنچی اور ہانپتی ہوئی چیخ سنائی دی۔

"رحیم ۔۔۔ بچاؤ۔ یہ ۔۔۔ میری ساڑھی۔ ہیپ ۔"

ایسا محسوس ہوا جیسے اچانک مالکن کا منہ کسی نے زور سے دبا دیا ہو اور اس کے حلق سے ایک تیز چیخ نکلی۔ !

"مالکن ۔ میں آ گیا ہوں ۔ !

پھر وہ دیوانوں کی طرح چیخا اور اس بار اس کا پیر کسی شے سے ٹکرایا۔ ایسا ہی محسوس ہوا جیسے اس کا انگوٹھا ٹوٹ گیا ہو۔ وہ لڑکھڑا کر اوندھا گرا اور اس کا سر کسی سخت سی شے سے ٹکرایا اور پھر اس کی آنکھوں کے سامنے نیلی نیلی چنگاریاں سی اڑنے لگیں۔ اس نے اپنے ذہن کو سنبھالنے کی بہت کوشش کی مگر بے سود ... رفتہ رفتہ ذہن پر چھایا ہوا سناٹا گہرا ہوتا چلا گیا ۔

وہ بے ہوش ہو گیا تھا ۔ !

XXX

۵

داور صاحب اپنے ناول کا آخری باب لکھنے میں منہمک تھے ایک منظر پر پہنچ کر ان کا قلم رک گیا اور انہوں نے ذہن پر زور دینے کیلئے سگریٹ کا پیکٹ اٹھایا، ایک سگریٹ نکال کر سلگائی اور اسے ہونٹوں میں لگی چھوڑ کر اپنے ہاتھوں کی انگلیاں چٹخانے لگے۔ ان کا ذہن بدستور اسی منظر میں الجھا ہوا تھا بڑی خوبصورت کہانی تھی۔ کلائمکس حالانکہ ٹریجڈی تھا مگر اس میں کامیڈین کی انٹری ضروری تھی اور وہ یہ سوچ رہے تھے کہ اتنے سنجیدہ ماحول میں کامیڈین کو کس طرح داخل کریں۔؟

اچانک انہوں نے محسوس کیا کہ ان کی ناک کے نتھنوں سے کسی قسم کی ناگوار اور خوشگوار بو ٹکرا رہی ہے انہوں نے جلدی سے سگریٹ ہونٹوں سے نکال کر سونگھی۔ مگر سگریٹ میں صرف سگریٹ ہی کی بو تھی۔ انہوں نے ذہن پر زور دیا تو محسوس ہوا کہ بو پیٹرول کی ہے۔

داور صاحب نے سب سے پہلے تو گھبرا کر سگریٹ بجھا دیا اور ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔ مگر قریب میں کہیں کوئی ایسی چیز نظر آئی جس سے پیٹرول کی بو آرہی ہونے کا امکان ہوتا اچانک انہیں کچھ خیال آیا اور وہ ہونٹوں میں بڑبڑائے

یہ کم بخت ڈرائیور بھی فلسفی معلوم ہوتا ہے۔ یہ آج پھر کار بوریٹر صاف کرتے کرتے اسے کھلا چھوڑ گیا ہے۔ پھر داور صاحب نے زور سے گھنٹی

پر ہاتھ مارا۔ اور ساتھ ہی انکے ذہن میں اپنے ناول کے منظر میں کا ہیڈین کا داخلہ بھی آ گیا اور وہ جلدی سے قلم سنبھال کر لکھنے لگے۔

چند لمحے بعد ہی کپڑوں کی تیز سرسراہٹ اور پیروں کی بلند دھم دھم کے ساتھ چوڑیوں کی کھنک بھی ان کے کانوں سے ٹکرائی اور انہوں نے بڑا سا منہ بنا کر قلم روکتے ہوئے کہا۔ او بیگم آپ سے کتنی بار کہا ہے کہ لکھتے وقت ڈسٹرب نہ کیا کیجیے۔

دھم دھم اور کھنک انکی میز کے قریب آ کر رک گئی اور انہوں نے نظریں اٹھا کر بیگم کی طرف دیکھا جنکے چہرہ پر اکتاہٹ اور بیزاری کے ساتھ ہی ہلکے سے غصہ کے بھی آثار تھے۔ بال شانوں پر بکھرے ہوئے اور نیلے شب خوابی کے لبادے میں بیگم کی سیاہ زلفیں، گورا چہرہ اور نیلا لبادہ۔ تینوں ہی بلیک ورلڈ کالی گھٹا سے جھانکتا ہوا چاند اور نیلے آسمان کا منظر پیش کر رہے تھے اور ساتھ ہی آنکھوں میں چمکتی ہوئی بجلیاں

اور صاحب نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بولے۔

کر دیا کباڑا سارے تسلسل کا۔!

آگ لگے آپکے تسلسل کو بیگم جھلا کر بولیں آپ کسی کی نیند کا کباڑا کر دیتے ہیں تو کچھ بھی نہیں۔

او بیگم۔ آپ کو معلوم ہے کہ مجھے یہ ناول آج ہی مکمل کرنا ہے۔ ایک رات اگر آپ تنہائی میں گذار لیں گی تو آپکے حسن میں کوئی کمی پیدا نہ ہو گی۔!

توبہ ہے میرے حسن میں کمی ہو یا نہ ہو۔ مگر آپ کے ناولوں نے آپ کی عقل میں ضرور کمی کر دی ہے

ہاں۔ ارے بیگم۔ اگر میری عقل میں کمی پیدا ہو گیا ہوتی تو پھر تم مجھے

گھاس بھی نہ ڈالتے اور قارئین میرے ناول پر میرا نام ہی دیکھ کر برا سا منہ بنا کر ناول سٹال پر واپس رکھ دیا کرتے۔

میں کہتی ہوں۔ آپ نے گھنٹی کیوں بجائی تھی اتنی زور سے۔؟

اوہ ہاں شاید میں نے گھنٹی بجائی تھی مگر گھنٹی تو نصیرا کیلئے تھی آپ نے اس کا عہدہ کب سے سنبھال لیا ہے بیگم۔

"گھنٹی کی جگہ گھنٹہ لگا لیجئے تب اس کی آواز غلام گردش تک پہنچا کرے گی۔

ہائیں کیا مطلب؟

رات کے ساڑھے تین بجے نصیرا آپ کی گھنٹی کے انتظار میں یہاں بیٹھی ہوگی وہ آپ کی بیگم نہیں ہے"

ہائیں ساڑھے تین بجے ہیں۔؟

گھبرائیے مت ابھی صبح ہونے میں پورے دو گھنٹے باقی ہیں چائے بنا کر پیش کروں آپ کی خدمت میں یا کافی؟

اوہو بیگم۔ میں نے چائے یا کافی کے لئے گھنٹی نہیں بجائی تھی۔

"پھر کاہے کے لئے میری نیند اچاٹ کی۔؟

کاہے کے لئے۔؟ داور صاحب پیشانی رگڑ کر ذہن پر زور دیتے ہوئے بڑبڑائے۔ کاہے کے لئے گھنٹی بجائی تھی میں نے۔؟

کہیں ناول کا کوئی کردار تو گھنٹی نہیں بجا رہا تھا کہ ساتھ میں آپ نے بھی بجا دی نہیں مگر ٹھہریئے میں ذرا سطریں پڑھ کر دیکھ لوں" داور صاحب نے ناول کی آخری سطریں بلند آواز میں پڑھیں" اور جس وقت جگو کمرہ میں داخل ہوا پیڑول کی بو برابر کمرہ میں گونج رہی تھی پھر داور صاحب چونک کر بڑبڑائے

ہائیں پیٹرول کی بو سے جگو کے داخلہ کا کیا تعلق۔؟

تعلق تو آپ ہی جانیں

ارے ہاں۔ داور صاحب اچھل پڑے۔ کار کا۔ کار یو ر میٹر۔۔۔؟"

کیا وہ بھی جگو لے کر گیا تھا

نہیں بیگم۔ ہمارا فلمی ڈرائیور شاید کار بریک کھلا چھوڑ گیا ہے۔ کیا آپ کو پٹرول کی بو نہیں محسوس ہو رہی۔؟

بیگم نے چونک کر ننھے سکوٹر کی سانس لی اور بولیں۔ ہائے اللہ یہ تو بہت تیز ہے

"میں نے اس لئے نصیرا کو بلانا چاہا تھا۔

کار یہاں ہے ہی کہاں۔؟

پھر کہاں ہے۔؟

توبہ ہے آپ کی یادداشت سے بھی۔ آپ ہی کے دوست مرزا صاحب تو مانگ کر لے گئے تھے انکے کوئی مہمان آرہے ہیں باہر سے۔ ایک بڑا بیگ اور مرزا صاحب چاہتے تھے کہ انکے مہمان یہ نہ سمجھیں کہ انکے پاس کار بھی نہیں ہے

اوہو یاد آگیا۔ مگر پھر یہ بدبو؟

ٹھہریئے میں دیکھتی ہوں۔ بیگم بولیں۔ ہو سکتا ہے ڈرائیور پٹرول کا ٹین چھوڑ گیا ہو اور وہ کسی طرح لڑھک گیا ہو۔ اچھا بیگم دروازہ کی طرف چلی گئیں اور داور صاحب نے ایک لمبی سانس کھینچ کر بیگم کے وجود کی مہک کو اپنے پھیپھڑوں تک پہنچانے پر اکتفا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے قلم اٹھایا عین اسی وقت بیگم کی ایک کرخت چیخ سے داور صاحب کے پھیپھڑے برسٹ ہوتے ہوتے رہ گئے۔ داور صاحب کے ہاتھ سے قلم چھوٹ کر کاپی پر گرا اور کاپی کے الفاظ پر سیلاب زدہ ریلوے لائن کا نقشہ بناتا ہوا میز پر آ گیا ساتھ ہی داور صاحب ہڑبڑا کر اٹھتے ہوئے خود بھی پیچھے۔ کیا ہوا بیگم؟ بیگم کو کیا ہوا؟ یہ راز ظاہر ہونے سے پہلے انہیں اپنے ساختہ ہوئے پر کرا ہنا پڑا۔ کیونکہ وہ بڑبڑاتے ہوئے میں کرسی سمیت نیچے آرہے تھے پھر اس سے قبل کہ وہ یہ سوچتے کہ قلم کار ہونے کی حیثیت سے انہیں احساس بھی ہونا چاہیئے اور چند منٹ تک اپنے چوٹ زدہ گھٹنے کو سہلانا چاہیئے، اچانک کان کے پردوں سے بیگم کی دوسری چیخ ٹکرائی۔

آگ ... آگ ... !! ان الفاظ میں بلا کی قوت تھی جس نے داور صاحب کو
پسرنگ کی مانند اچھال کر نہ صرف کھڑا کیا بلکہ دروازہ کی طرف لڑھکا بھی دیا۔
اور یہ سوچتے ہوئے کہ کوٹھی کا ایک حصہ جلنے پر اسکی قیمت کتنی ہوگی ایک لمحہ کی
کتنی رائلٹی خرچ ہو جائے گی۔ وہ لنگڑاتے ہوئے باہر نکل آئے مگر باہر
بیگم نظر نہ آئیں "بیگم کہاں ہیں آپا؟" آگ بجھانا آپا کا کام نہیں۔!
"ارے ادھر آیئے جلدی سے بالکنی میں۔ بیگم چیخیں۔
"بالکنی کدھر ہے؟" داور صاحب بوکھلا کر چیخے۔
"جہاں پہلے تھی وہیں ہے۔ ادھر سے چلے آیئے۔!
اور داور صاحب کو یاد آگیا کہ بالکنی کدھر ہے بالکنی پہلے پہل یہیں تھی
پہلے تھی اور بالکنی میں بیگم کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھیں داور صاحب غصہ کر کیا
یہ کیا کرتی ہیں آپ! نمونیہ ہو گیا تو دودھ پینے والے بچہ کو بھی نمونیہ ہو جائے
گا اور جو بچے مجھ سے نہیں سنبھلتے وہ بھی نمونیہ کا شکار ہو جائیں گے۔
"بھاڑ میں جائے آپ کی منطق۔ وہ دیکھئے آگ۔!
آگ! داور صاحب اور زیادہ بوکھلا کر بولے۔ بالکنی میں تو نہیں لگی۔!
بالکنی میں نہیں کہیں اور لگی ہے۔!
کسی نوکر کے وار ٹرین تو نہیں لگ گئی سنا ہے وہ کمبخت نصیر اکا پتہ پینے لگا
ہے چلم میں۔ پچھلے سال ہی تو نیا لحاف برباد کر دیا تھا۔
ارے ہماری کوٹھی میں نہیں سامنے والی کوٹھی میں دھواں ہے۔ اب آپ کو
شاید سینک کی ضرورت بھی پڑ گئی ہے۔
داور صاحب نے گھبرا کر دیکھا سامنے والی کوٹھی کے بالائی حصہ میں
آگ لگ رہی تھی اور داور صاحب ٹھنڈی سانس لے کر بولے۔
"توبہ میں تو ڈر رہی گیا تھا کہ کہیں ہماری کوٹھی کے کسی حصہ میں ہی نہ لگ
گیا ہو۔ میرے ناولوں کی سیل ویسے ہی کم ہو گئی ہے۔

"آپ تو بتیس بتیس برس کی عمر میں ہی سٹھیا گئے ہیں بیگم جھلا کر بولیں۔ کیا کسی پڑوسی کے گھر میں آگ لگ جانا پریشانی کی بات نہیں۔؟

"اوہو بیگم میں تو بھول ہی گیا تھا۔ ایک ادیب کے دل میں تو سارے جہاں کا درد ہونا چاہیے۔ جلدی بتایئے میں کیا کروں۔؟

اب یہ بھی میں ہی بتاؤں۔؟

جلدی سے ایک بالٹی پانی کا انتظام کیجئے۔" داور صاحب کپکپاتے لہجہ میں بولے میں جا رہا ہوں آگ بجھانے کے لئے۔

"ایک بالٹی پانی سے آگ بجھ جائے گی۔؟ بیگم جھلا گئیں

"ارے لو تم۔ نوکروں کو بھی جگا لیجئے۔!

میں کہتی ہوں جلدی سے فائر بریگیڈ کو فون کر دیجئے۔

اوہ۔ یہ تو یاد ہی نہیں آیا تھا۔

داور صاحب جھپٹ کر تیزی سے نکلے۔ بالکنی کے دروازہ سے ٹکرائے اور پھر اپنا سر سہلاتے ہوئے سیدھے فون والے کمرے میں پہنچے کپکپاتے ہاتھوں سے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔ چند لمحے بعد دوسری طرف سے نیند میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔ "ہیلو۔

فائر بریگیڈ اسٹیشن۔ پلیز دیکھئے میری کوٹھی کے برابر والی کوٹھی میں آگ لگ گئی ہے جلدی سے فائر بریگیڈ کو بھیجئے۔

آپ کون صاحب بول رہے ہیں اور کہاں سے بول رہے ہیں۔؟

جی میں داور ہوں ناول نگار داور۔ میں دوسری سڑیٹ سے بول رہا ہوں

"اوہو داور صاحب۔ لڑکی کی گنگناتی اور شوخ آواز سنائی دی آپ ناول نگار داور ہیں۔ میں تو آپکی پرستار ہوں آپ کے پبلشنگ ہاؤس کے پتہ پر آپکو کئی خطوط لکھ چکی ہوں مگر ایک کا بھی جواب نہیں ملا کیا آپ کے

بجھواتے ہیں مگر میرے پاس اتنا وقت کہاں ہے! جتنے خطوط آتے ہیں اگر سب کے جوابات دینے بیٹھ جاؤں تو ناول لکھنا بند کرنا پڑیں گے۔ پھر پرستار کیا پڑھیں گے۔؟

آپ بڑے دلچسپ آدمی ہیں۔

شکریہ۔ مگر آگ۔؟

"آگ کی بات کیا کرتے ہیں دادر صاحب جب سے آپکا ناول آگ پڑھا ہے تن بدن میں آگ سی لگی ہوئی ہے کیا جذبات ابھارتے ہیں آپ

ذرا آہستہ بولیئے۔ میری بیگم نے سن لیا تو۔

آپ بیگم بھی رکھتے ہیں؟

صرف تین بچوں کے... مگر آگ۔

"ارے دادر صاحب... ازدواجی زندگی سے ہٹ کر بھی تو کوئی زندگی ہوتی ہے ایک ادیب صرف اپنی بیوی اور بچوں کا ہی نہیں ہوتا

جی ہاں مگر آپ جلدی سے فائر بریگیڈ کو بھیج دیں۔

فائر بریگیڈ۔

جی ہاں۔ کیا آپ فائر اسٹیشن سے نہیں بول رہیں۔

جی نہیں۔ شاید آپنے نمبر غلط رنگ کرلیا ہے۔

اوہ۔ آئی ایم ویری سوری۔

مگر سنیئے دادر صاحب۔ آپ کے دیدار کا طریقہ کیا ہے؟

صرف چار روپے کا خرچہ۔ شکر کیجئے کاغذ نے مصنف کو آج کل اتنا مہنگا کر دیا ہے۔ داس کے پیچھے میری تصویر بھی چھپی ہے جو میں نے چودہ برس قبل کھچوائی تھی

پھر دادر صاحب نے بغیر جواب کا انتظار کئے ڈسکنکٹ کر دیا پھر وہ مرنے جینے کے سامنے بیگم کمر پر دونوں ہاتھ رکھے انہیں خونخوار نظروں سے گھورتی ہوئی نظر آئیں۔ "اوہ بیگم... وہ آگ۔؟

میری آنکھوں سے نہیں بجھ سکتی تھی آپ یہاں فائر بریگیڈ کو فون کرنے آئے تھے یا رومانس لڑانے کے لئے آئے تھے ؟

" رومانس تو ادیبوں کا مقدر ہوتا ہے بیگم ۔ اصل زندگی میں ہیں تو صفحات پر لڑاتے ہیں ۔ بال سفید بھی ہو جائیں تو بھی ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ناول کے ہیرو ہم ہی ہیں ۔

اور اسی لئے چودہ برس پہلے کی تصویریں چھپواتے ہیں ۔ بیگم آنکھیں نکال کر بولیں ۔

اوہ بیگم ۔ اس آگ کا کیا ہوا ؟

۔ آپ رومانس لڑاتے رہیں گے تو آگ کیا بجھنے لگی ہے ۔

۔ ارے یہاں نمبر غلط ڈائل ہو گیا تھا ۔

اب آپ غلط ڈائلنگ کا لطف اٹھائیے میں جا کر نائیر اسٹیشن کو فون کرتی ہوں ۔ توبہ ہے قلمکاروں سے بھی ۔ صرف قلم کے بادشاہ رہ جاتے ہیں بھی زندگی میں بجلس کا گوبر بن کر رہ جاتے ہیں نہ کسی کے بھلے میں کام آسکتے ہیں نہ برے میں ۔

پھر داد صاحب کے ہونٹ ہلتے رہ گئے اور جلدی سے بیگم ریسور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگیں ۔ !

داد صاحب لپک کر پھر بالکنی میں پہنچ گئے ۔ سامنے والی کوٹھی میں آگ کے شعلے اب خاصے بلند ہو گئے تھے مگر آگ ابھی ایک ہی حصہ میں تھی زیادہ پھیلی نہ تھی ۔ پڑوس کی کوٹھیوں میں جاگ ہو گئی تھی اور شور گونج رہا تھا ۔ لوگ دوڑ دوڑ کر آتشزدہ کوٹھی کی طرف آ رہے تھے ساتھ ہی آوازیں گونج رہی تھیں ۔ آگ ... آگ ۔

اندھیرا بھی تو پڑا ہے کوٹھی میں ۔ شاید بجلی چلی گئی ہے ۔ !

یا گل ہوئے ہو ۔ سارے علاقہ میں بجلی آ رہی ہے ۔ !

ارے کوئی فائر بریگیڈ کو تو فون کرو۔

اچانک داور صاحب بالکنی کی ریلنگ پکڑ کر زور سے چلائے۔ فائر بریگیڈ کو میں نے فون کر دیا ہے۔ مگر اس شور میں ان کی آواز کون سنتا؟ پیچھے سے بیگم آ کر چلاتی ہوئی بولیں۔

پاگل ہو گئے ہیں آپ؟

نہیں تو

پھر کیوں چلا رہے ہیں؟

ارے وہاں فائر اسٹیشن کو فون کرنے کی بات چل رہی ہے میں ابھی ابھی تھانے میں نے فون کر دیا ہے۔ آخر لوگوں کو معلوم تو ہونا چاہیئے کہ ہم بھی پڑوس کا حق ادا کر رہے ہیں۔

"ارے تو کیا کسی کے ساتھ بھلائی نمائش کے لئے کی جاتی ہے"

اوہو۔ آپ سے نہیں بیگم ۔۔۔ اپنے شناساؤں میں ہم ویسے ہی مغرور مشہور ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ہم جمال صاحب کی لڑکی کی شادی میں اس لئے نہ جا سکے تھے کہ مجھے ناول مکمل کرنا تھا۔ ورنہ پبلشر کا سارا سٹاف ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہتا مگر جمال نے ہمیں مغرور سمجھ لیا تھا۔ حالانکہ خدا جانتا ہے کہ ہم ایک فیصدی بھی مغرور نہیں ہیں۔ ہم اس لئے لوگوں سے بھاگتے ہیں کہ فالتو وقت ہمارے مقدر میں کبھی نہیں ہے

توبہ ہے۔ آپ اب یہیں کھڑے کھڑے باتیں بناتے رہیں گے چل کر ان کی خبر بھی تو لینی چاہیئے جن کے یہاں آگ لگی ہے پتہ نہیں بے چاروں پر کیا بیتی ہے۔

اوہو۔ یہ تو ہم بھول ہی گئے تھے۔ مگر بیگم میں اس وقت آخری باب لکھ رہا ہوں۔ کہانی نقطۂ عروج پر ہے اگر اس وقت قلم رک گیا تو بہت سارے اچھے ڈائیلاگ ذہن سے نکل جائیں گے۔ اور پھر کہانی کا تسلسل

کبھی نہ رہے گا۔ لکھتے لکھتے اکھڑ جاؤ۔ تو پڑھنے والوں کو تحریر میں جھول کریں سی لگتی ہیں۔

بھاڑ میں جائے آپکا تسلسل... ناول لکھ رہے ہیں ایٹم بم نہیں بنا رہے چلئے ہمیں چل کر فرزند دیکھنا چاہیئے۔

اچھا بیگم آپ کہتی ہیں تو چلئے...

داور صاحب ٹھنڈی سانس لے کر بیگم کے ساتھ چل پڑے لڑکر جاگ اکھڑے تھے۔ لہذا بچوں کی دیکھ بھال ان کے سپرد کر دی گئی

✣ ✕ ✕ ✕ ✣

○

من فتہ ہی فتہ رحیم کے حواس خمسہ بیدار ہوتے گئے۔ اور اس کے کانوں سے کسی قسم کے شور کی آوازیں ٹکرانے لگیں۔ اس نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں اور اس کی آنکھوں میں دھواں بھر گیا۔ ساتھ ہی اسے محسوس ہوا کہ اس کی ناک کے ذریعے پھیپھڑوں میں بھی خاصا دھواں بھر چکا ہے اس وجہ سے اس کا دم گھٹ رہا ہے

دوسرے ہی لمحہ وہ بڑبڑا کر کھڑا ہو گیا۔ اور پاگلوں کی طرح ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ کوٹھی کے ہال میں بجلی کی روشنی نہیں تھا لیکن کسی طرف سے سرخ سرخ روشنی جھانک رہی تھی اور پورے ہال میں دھواں بھرا ہوا تھا۔ ساتھ ہی اس کے کانوں سے آوازیں بھی ٹکرا رہی تھیں۔ آگ... آگ۔

رحیم کپکپا گیا اور اس نے پاگلوں کی طرح زور سے پکارا

مالکن... مالکن۔ کہاں ہیں آپ؟ لیکن جواب نہیں ملا۔ وہ بڑبڑا کر دھوئیں میں ٹٹولتا ہوا ایک طرف بڑھنے لگا۔ ساتھ ہی باہر سے آوازیں آئیں

اندر کون ہے؟ باہر آجاؤ۔ آگ لگ رہی ہے

رحیم کے پاؤں کسی ہٹے سے ٹکرائے اور وہ اوندھے منہ گرتے گرتے بچا پھر اس نے اس شے کو ٹٹولا جس سے اس کی ٹکر ہوئی تھی اور اس کے حلق سے آواز نکلی "مالکن ہے"

پھر اس نے جلدی سے مالکن کو اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور لپکتا ہوا ہال کے صدر دروازے کی طرف بڑھا کئی صوفوں اور میزوں سے ٹکراتا ہوا

وہ کسی نہ کسی طرح دروازہ تک پہنچ گیا۔ دروازہ سے باہر نکلتے ہی اسے کمپاؤنڈ میں بھیڑ نظر آئی اور اسے دیکھتے ہی لوگ اسکی طرف ایک دم دوڑے

"ارے کون ہے یہ۔؟ ارے یہ تو رحیم ہے۔ رحیم"

ارے یہ مسز جمال ہیں۔ کیا ہوا ان کو؟

گھبرایئے نہیں۔ مالکن صرف بے ہوش ہیں۔ رحیم نے کہا

انہیں جلدی سے گھاس پہ لٹا دو۔

نہیں۔ یہاں سردی ہے مگر مسز جمال کے کپڑے کیسے بھیگے ہوئے ہیں

پھر پوچھے گا۔ پہلے مالکن کو کسی محفوظ جگہ پہنچوا دیجئے۔

میری کوٹھی میں پہنچا دو۔ رحیم داد صاحب آگے بڑھ کر بولے۔

چاہیں تو میرے یہاں پہنچا دیجئے۔ عبدل صاحب نے کہا۔

ارے صاحب۔ میرے یہاں ہی جانے دیجئے تو کیا حرج ہے۔ آخر میں بھی تو پڑوسی ہوں۔ رحیم نے ادھر ادھر دیکھا اور بولا۔

میرا کوارٹر محفوظ ہے میں اپنے کوارٹر میں پہنچائے دیتا ہوں۔ پھر وہ کچھ دوسرے لوگوں کی مدد سے جن میں داد صاحب پیش پیش تھے وہ مسز جمال کو اپنے کوارٹر تک لایا اور اپنے بستر پر ڈال کر اس نے رضائی ڈال دی۔ کیونکہ ان کا لباس جگہ جگہ سے تار تار ہو رہا تھا اور اسکے جسم کے مختلف حصے پھٹے کپڑوں سے جھانک رہے تھے۔

آگ کس حصہ میں لگی ہے صاحب؟ اس نے قریب کھڑے لوگوں سے پوچھا۔

گھبراؤ مت مشرقی حصہ میں لگی تھی فائر بریگیڈ آگئی ہے اور آگ پر قابو پا لیا گیا ہے۔ فائر اسٹیشن کو میں نے فون کر دیا تھا۔ داد صاحب جلدی سے بولے۔

اس حصہ میں تو مالک کا کمرہ تھا رحیم نے کہا۔

کیا جمال صاحب اوپر ہی تھے کسی نے پوچھا۔

جی ہاں ۔ وہ اپنے کمرہ میں کام کر رہے تھے ۔
اوہو ۔ مگر ہمیں تو کہیں نظر نہیں آئے ۔
یا خدا مالک کی حفاظت کرنا ۔
مگر کوئی اور بھی تو نظر نہیں آ رہا ۔ دوسرے نوکر کہاں گئے ہیں ؟
سب یہیں پر تھے ۔ !
آپ تو ابھی تک کمپاؤنڈ میں بھی کوئی نظر نہیں آیا ۔ ؟ کسی کی آواز بھی
میں کہتا ہوں ۔ مالک کی پہلے خبر لیجئے کہیں وہ بھی آپ کی بدولت نہ پڑے ہوں
رحیم بڑبڑا کر بھاگا ۔ داور صاحب جلدی سے سر جمال کی پیٹھ پر بیٹھ کر اسکی
نبض دیکھنے لگے ۔ انیٹی بیگم نے آنکھیں نکال کر داور صاحب کو گھور کر بولیں
آپ باہر جا کر جمال صاحب کا پتہ چلایئے ۔ سجیدہ بہن کی دیکھ بھال میں کر دونگی
اوہ ۔ بہت اچھا بیگم ۔
داور صاحب تیزی سے اٹھ کر باہر آگئے دوسرے لوگ بھی باہر نکل آئے تھے
رحیم نے ہال کے دروازہ پر پہنچ کر بلند آواز میں پکارا " مالک "
جواب نہ ملنے پر رحیم پکارتا ہوا اندر گھستا چلا گیا ۔ کسی نے چیخ کر کہا ۔
ارے اسے روکو ۔ آگ میں گھسا جا رہا ہے ۔
نہیں ۔ آگ بجھ چکی ہے ۔ اب صرف دھواں ہے باقی ۔
زیادہ نقصان تو نہیں پہنچا ۔ !
نہیں صرف ایک ہی حصہ جل کر بری طرح تباہ ہوا ہے ! اور جو حصہ
تباہ ہوا ہے اسی میں جمال صاحب کا کمرہ تھا
جمال صاحب کا بیڈ روم تو نیچے ہے ۔
بیڈ روم نہیں ۔ کام کرنے کا کمرہ ۔ ایک بار انکے یہاں میں کام سے گیا
تھا تب میں نے دیکھا تھا
" خدا خیر کرے ۔ داور صاحب بولے جمال صاحب بھی کہیں نظر نہیں آ رہے ہیں

وہ لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرتے رہے۔ ایک عورت نے کہا۔ آپ لوگ صرف زبانی چرچے چلاتے رہیں گے یا اندر جا کر بھی دیکھیں گے۔ اور پھر اس عورت کی آواز پر سب اندر جانے کو تیار ہو گئے۔

رحیم دھوئیں کی گھٹن میں بڑی مشکل سے سیڑھیاں طے کر کے بالکنی میں پہنچ سکا تھا۔ وہاں بھی دھواں بھرا ہوا تھا اور حبس بھی تھا۔ آگ کی گرمی اور پانی کی بھاپ مل کر دم گھٹنے کا سبب بنے ہوئے تھے۔ بمشکل تمام رحیم کے حلق سے آواز نکل سکی۔ مالک

لیکن جواب کوئی نہیں ملا وہ لڑکھڑاتا ہوا اس کمرہ کے قریب پہنچا جس میں جمال صاحب کام کرتے تھے اور اس کمرہ کے قریب پہنچ کر رحیم کی چیخ نکل گئی۔ "مالک"

اسے زوردار چکر آیا اور دیوار سے ٹک کر وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ جس کمرہ میں جمال صاحب کام کرتے تھے۔ وہ تو ملبہ کا ڈھیر نظر آ رہا تھا۔ ملبہ کے ڈھیر کی طرف سے کسی کی آواز آئی۔ کون ہے؟

مالک۔! رحیم چلایا۔ میں ہوں رحیم پھر وہ کمرہ کی طرف جھپٹا آواز پھر آئی ادھر کوئی مت آنا... کمرہ آگ کی طرح تپ رہا ہے۔ اور رحیم ٹھٹھک کر رک گیا۔ یہ آواز جمال صاحب کی تھی۔ رحیم کپکپاتی آواز میں بولا۔

کون ہیں آپ؟

فائر بریگیڈ کے عملہ کا آدمی ہوں۔

رحیم کو چکر پہ چکر آنے لگے۔ اتنے میں کچھ لوگ اسے اور جمال صاحب کو پکارتے ہوئے اوپر بھی پہنچ گئے تھے۔ ان میں داور سب سے آگے تھے

ارے رحیم تو یہ رہا۔ داور صاحب نے کہا۔

کیوں بھائی جمال صاحب کا کچھ پتہ چلا۔؟

رحیم نے کچھ جواب نہ دیا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کمرہ کی طرف دیکھ

رہا تھا۔ کسی نے پھر زور سے پوچھا۔ ارے بھائی جمال صاحب کا کچھ پتہ چلا
"نہیں۔ وہ بڑبڑایا۔
کیا وہ اسی کمرہ میں تھے؟
ہاں۔ اس کی آواز بند ہو گئی۔!
تو پھر اندر چل کر دیکھنا چاہیئے۔!
اچانک اندر سے آواز آئی۔ اس طرف کوئی نہ آئے۔ ہم آ رہے ہیں۔!
وہ لوگ ٹھٹھک گئے پھر فائر بریگیڈ کے عملہ کے کچھ آدمی باہر آ گئے۔
داور صاحب نے جلدی سے پوچھا۔ اندر جمال صاحب نہیں ہیں کیا۔؟
کون جمال صاحب؟
اس کوٹھی کے مالک۔!
"پتہ نہیں۔ اس میں کوئی نظر نہیں آیا۔ اچانک اندر سے آواز آئی
ارے کون ہے یہ۔؟
کون ہے؟ داور صاحب زور سے بولے۔
"یہاں اندر ایک لاش پڑی ہے جھلسی ہوئی۔
لاش... لاش
کئی چیخیں نکلیں اور ساتھ ہی رحیم تو حلق پھاڑ کر چلایا۔
"مالک ——! اور پھر وہ تیورا کر زمین پر گر پڑا۔ کچھ لوگ لاش کی خبر سن کر اندر کی طرف دوڑ پڑے اور عملہ کے لوگوں نے انہیں روک کر کہا۔
"اندر مت جایئے۔ بہت گرمی ہے اندر۔!
"وہ لاش؟
"لاش ابھی باہر لے آئی جائے گی۔!
سب لوگ رک گئے۔
کچھ دیر بعد کچھ لوگ ایک جھلسی ہوئی لاش سٹریچر پر ڈال کر باہر لا

رہے تھے۔ لاش کی حالت دیکھ کر کسی کمزور دل آدمیوں کی چیخیں نکل گئیں
"یہ یہ جمال صاحب کی لاش ہے۔ ایک کپکپاتی آواز گونجی
کیسے پہچانی جا سکتی ہے! جل کر تو کوئلہ ہو گئے ہیں۔ بے چارے کتنے
اچھے آدمی تھے۔!
ارے صاحب فرشتہ تھے فرشتہ۔ ہمدرد اور غمگسار قسم کے آدمی تھے۔
مگر میں نے سنا تھا کہ وہ بلیک مارکیٹنگ کرتے تھے۔ داور صاحب بولے۔ اور
داور صاحب کو لوگوں نے ایسی نظروں سے گھورا جیسے کہہ رہے ہوں کہ شرم نہیں
آتی آپ کو؟ مرنے والے کی برائیوں کو کبھی سامنے نہیں لایا جاتا۔
اور داور صاحب سہم کر خاموش ہو گئے۔ وہ سوچ رہے تھے شاید
ان سے غلطی ہو گئی ہے۔ اور شاید میں سچ بول گیا ہوں۔ کتنا بڑا جرم
ہے یہ۔ جمال صاحب کی لاش کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے علاقہ
میں پھیل گئی تھی۔ ان کی لاش ہال میں رکھی ہوئی تھی اور لوگ اس طرح
آ آ کر دیکھ رہے تھے جیسے کسی بڑے لیڈر کی آخری رسوم سے پہلے اس کے
آخری دیدار کئے جا رہے ہوں۔
ہال میں اب روشنی ہو چکی تھی۔ مین بورڈ پر فیوز اڑا ہوا پایا گیا تھا جسے
فائر بریگیڈ کے عملہ نے ہی ٹھیک کر دیا تھا۔ جمال صاحب کی لاش کے قریب
رحیم بیٹھا ہوا گھٹنوں میں منہ دیئے سسک سسک کر رو رہا تھا۔ مسز جمال
اپنے بال شانوں پر بکھرائے دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی۔
پڑوسن کی بہت ساری عورتیں اسے تسلیاں دے رہی تھیں مگر اس کو
کسی طرح صبر نہ آتا تھا۔ داور صاحب نے کہا۔ رونے دیجئے بہن
پھر کون سا انہیں رونے کو ملے گا۔ جب تک لاش سامنے رکھی ہے
تب تک کا ہی رونا ہے۔ بعد میں تو صبر کرنا ہی پڑتا ہے
لوگوں سے ملے پھر داور صاحب کو گھور کر دیکھا اور داور صاحب نے محسوس

کیا کہ اس سے پھر کوئی غلطی ہو گئی ہے۔ لہٰذا وہ چپ رہ کر رہ گئے۔ بیگم بھی انہیں کھا جانے والی نظروں سے گھور رہی تھیں کچھ دیر بعد کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دی اور وہ لوگ چونک کر آواز کی سمت متوجہ ہو گئے۔

کسی نوکر کی آواز سنائی دی۔

پولیس آ رہی ہے۔!

پھر تھوڑی دیر بعد علاقے تھانہ کا انچارج اور کچھ کانسٹیبل اندر داخل ہوئے۔ وہ سب لوگ پولیس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ رحیم آنسو پونچھتا ہوا اٹھ گیا تھا۔ لیکن مسز جمال سیدھا بدستور دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی

× × ×

۵

کیپٹن فیاض

تھکا ہوا سا اپنے آفس میں داخل ہوا اور کرسی پر بیٹھ کر فکرمندانہ انداز میں پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ اسکی پیشانی پر شکنیں تھیں اور نظریں خلا میں گھور رہی تھیں۔ حالانکہ اسے یقین تھا کہ اسکی نئی سٹینو مس میری اسی کی طرف دیکھ رہی ہے اسلئے وہ اپنے اندر اور زیادہ انہماک پیدا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

مس میری نے سٹینٹ ٹائپ رائٹر پر سے اتاری اور فیاض کے قریب پہنچ کر بولی۔ ۔ سر یہ رپورٹ ٹائپ ہو گئی ہے۔ دیکھ لیجئے

اہں۔ فیاض نے چونکنے کی ایکٹنگ کی۔ اوہ۔ اچھا۔ رکھ دو۔ کیا بات ہے سر۔ آپ کچھ فکرمند نظر آ رہے ہیں۔؟

ارے کیا بتاؤں مس میری ایسا لگتا ہے خدا نے سارے جہاں کا درد میرے جگر کے لئے ہی بنا کر زمین پر اتارا ہے

ایسی کیا بات ہے؟

محکمہ میں جو کیس آتا ہے۔ وہ مجھے ہی ریفر کر دیا جاتا ہے جیسے باقی عملہ صرف تنخواہیں لینے کا ہی حقدار ہو۔

یہ تو آپ کی قابلیت اور مقبولیت کا ثبوت ہے سر جن ماتحتوں پہ آفیسروں کو زیادہ سے زیادہ اعتماد ہوتا ہے انہی کے سپرد زیادہ کام کرتے ہیں۔

مگر ضرورت سے زیادہ اعتماد بھی تو درد سر بن جاتا ہے۔ ابھی پچھلا کیس نپٹانے دو روز بھی نہیں گذرے ہیں۔ ذہن کو ذرا سا بھی آرام مل نہیں سکا کہ نیا کیس آن دھمکا

"کیا کیس ہے؟

بالکل ارجنٹ کیس ہے یعنی آدھے گھنٹے کے اندر اندر آفس پہنچو۔ قتل کا معاملہ ہے؟

ممکن ہے قتل کا ہی معاملہ نکلے۔

مقامی ہے یا باہر جانا ہے۔؟

مقامی ہے۔ سیٹھ جمال کا نام تو تم نے سنا ہی ہوگا

سیٹھ جمال۔ مس میری نے چونک کر پوچھا۔ جن پر بلیک مارکیٹ کا الزام تھا اور ہمارے محکمہ نے خفیہ طور پر اسکی تفتیش شروع کر رکھی ہے

وہی سیٹھ جمال۔!

کیا ان کا قتل ہو گیا؟

پتہ نہیں قتل کا معاملہ ہے یا خودکشی کا۔؟

یعنی...؟

ان کے گھر میں آگ لگ گئی ہے اور صرف اسی کمرہ میں لگی ہے جس میں سیٹھ تھے۔ کمرہ ملبہ کا ڈھیر بن گیا۔ جمال کی جھلسی ہوئی لاش بھی برآمد ہو گئی ہے۔!

تو کیا سول پولیس والے یہ کیس نہیں کر سکتے۔؟

سول پولیس تو موجود ہے مگر سیٹھ کا پانچ لاکھ روپے کا بیمہ بھی تھا۔ آج ہی بیمہ کمپنی کو اطلاع دی ہے۔ اس حادثہ کی بیمہ والوں نے سول پولیس کی کارروائی رکوا دی ہے اور سی آئی ڈی کو تحقیقات کا حکم ملا ہے پانچ لاکھ کی رقم کچھ کم تو نہیں ہوتی۔!

"اوہو۔ تو یہ کیس آج ہی ہوا ہے
رات کا ہی کیس ہے۔!
تب پھر آپ جا رہے ہیں۔؟
جانا ہی پڑے گا۔!
نہ جانے آپ کو فرصت کب تک ملے گی؟
ہو سکتا ہے رات ہی ہو جائے۔ ابھی تو صرف دس بجے ہیں۔!
تب پھر ان ٹکٹوں کا کیا ہوگا جو میں نے ایوننگ شو کے لئے خریدے ہیں
اوہو۔ یہ تو بھول ہی گیا تھا۔ کونسی فلم کے ٹکٹ ہیں؟
بڑی خوبصورت فلم ہے۔ "ضیائی آگ" ہر اعتبار سے ایک انتہائی
جذباتی ناول پر بنائی گئی ہے میں تو مہینوں سے اسکا انتظار کر رہی تھی۔
مجھے افسوس ہے مس میری۔ آپکو یہ فلم تنہا ہی دیکھنی پڑے گی۔
اوہو تب ٹھہریئے میں ذرا سے کہے دیتا ہوں۔ وہ بھی دیکھنے کو کہہ رہی
تھی مگر اسے ٹکٹ نہیں مل سکا تھا
مس میری ریسیور میز پر رکھ کر تیزی سے باہر چلی گئی۔ اتنی ہی تیزی
سے فیاض بھی اٹھا اور اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا کر آپریٹر
کو نمبر بتا کر کہا۔ کنکٹ می ود سن ٹیچر پلیز۔
ویٹ اے منٹ
تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے کسی کی کھانسی کی آواز آئی اور اس نے
چونک کر ریسیور کو گھورا پھر ریسیور کان سے لگا کر ہاتھ پیس میں بولا۔
"کون ہے...؟
علی عمران ہوں۔ دوسری طرف سے کھانسی کی آواز کے ساتھ کہا گیا۔
اوہو عمران کیا ہو گیا تمہیں۔؟
ڈوریا ئیر منٹ خوبیا ہو گیا ہے۔ اکھوں اکھوں۔

کیا مطلب ۔ ؟
مطلب تو اشتہار کا رہیں بنا نیوالے جانیں ۔ اکھوں
مگر آپ کک ۔ اکھوں ۔ کون صاحب بول رہے ہیں ۔ ؟
میں نہا ص ہوں ۔ !
او ہو تو پر بہت اچھا ہوا جو اس وقت آپنے یاد دلا دیا کہ میں ایک
خفیہ کے آفیسر کا دوست بھی ہوں ۔
کیوں خیریت ؟
آج ہی سے کام شروع ۔
کیسا کام ۔ ؟
اسے معمول کھانسی کا ٹھسکا اٹھا فلم دیکھتے ہوئے جھٹ سے چل آ
گئی ۔ گھریلو ڈبیا بڑ بڑ سے کھانسی کو آرام ملتا ہے ۔ فیصلہ کر لیا کہ
گلا میکو ڈبیا لے لوں گا ۔ تھوڑی دیر بعد دکس مکسچر کی ریل دکھائی گئی
پھر ایک ریل اور دیکھنے کو ملی ۔
اب تم ہی بتاؤ کیسے فیصلہ کرتا کہ کونسا مکسچر لوں ۔ ؟ کیمسٹ کی دکان
پر گیا اور تینوں مکسچر خرید لیا ۔ اب کل سے یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا ہوں کہ کونسا
مکسچر استعمال کروں ؟ کھانسی برابر بڑھتی جا رہی ہے اکھوں اکھوں ۔۔۔ نل
ناھول ولا قوۃ ۔ یاد آتے ہی شروع اکھوں اکھوں
خیر یہ فیصلہ بعد میں کرتے ہیں ۔ ان دنوں کیا کر رہے ہو ؟
کھانس رہا ہوں ۔ اکھوں اکھوں ۔
کوئی کیس بھی ہاتھ میں ہے ؟
کھانسی کے مقابلہ میں کوئی کیس ٹھہر سکتا ہے ؟ اکھوں اکھوں
یار کسی مکسچر کے ایک یا دو بچے ہی ہو ۔
باقی ۲ دو کا گیا ہوگا ۔ اکھوں اکھوں ۔ ؟

وہ میں لے لوں گا۔ یہ بتاؤ کوئی اور کیس تو نہیں ہے ہاتھ میں؟
نہیں۔ اکھوں اکھوں۔
تو پھر تیار رہو جاؤ میں آ رہا ہوں۔
کیوں؟ اکھوں اکھوں۔
ایک کیس ہے شاید تمہیں۔ اس میں دلچسپی نظر آجائے۔
اکھوں اکھوں۔
تو پھر میں آ جاؤں۔؟
اکھوں اکھوں؟ یعنی کہ کہاں تک جانا ہے۔
شیگر سرائے تک۔!
اکھوں۔ اکھوں۔!
ہیں، آ رہا ہوں تم مکسچر ضرور پی لینا۔
اکھوں اکھوں۔
فیاض نے ڈسکنکٹ کر دیا پھر غیر ارادی طور پر کھانسنے لگا پھر لاحوں پڑھتا ہوا اٹھ گیا۔ اتنے میں مس میری داخل ہوتی ہوئی بولی۔
آپ جا رہے ہیں سر۔؟
جانا ہی پڑے گا۔۔۔
ٹھیک ہے اب عذرا میرے ساتھ جا رہی ہے۔!
ٹھیک ہے ہم لوگ اس سنڈے کو فلم دیکھیں گے۔ اور لنچ اور ڈنر کسی ہوٹل میں لیں گے۔
سچ؟ مس میری خوش ہو کر بولی۔
بالکل سچ فیاض مسکرایا۔ پھر اس نے ہیٹ اتار کر سر پر جمائی اور کوٹ کندھوں پر ڈالتا ہوا باہر نکل آیا۔!

۵

فیاض کا سکوٹر فٹ پاتھ کے قریب رک گیا اور عمران بدک کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا فیاض ہنسنے لگا اور عمران جلدی سے بولا۔

اوہ آپ ہیں۔!

کیا کھڑے سو رہے تھے۔

نہیں میں سوچ رہا تھا۔ تمہیں کیا انعام دیا جائے۔

کس بات کا؟

ارے تم نے ترکیب بتائی تھی نا کہ کسی مکسچر کے دو چمچے لے لوں۔

اوہو تو لے لئے۔؟

قطعی پہلے ہی دو چمچوں سے کھانسی رک گئی ورنہ رات بھر تینوں شیشیاں سامنے رکھے ہوئے مسلسل کھانستا رہا تھا

اچھا چلو۔ بیٹھو۔"

عمران کوٹ کی جیبیں سنبھالتا ہوا بیٹھ گیا۔ فیاض نے پوچھا۔

ان جیبوں میں کیا ہے؟

شیشیاں ہیں مکسچروں کی۔

"اسے تو جیب میں رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟

واہ۔ اگر موقعہ در موقعہ کھانسی اُمڈ آئی ہو۔؟

تو ایک ہی شیشی رکھ لیتے۔

رکھ تو ایک ہی لیتا۔ مگر پینے کے بعد یہ بھول گیا تھا کہ میں نے دو چمچے کونسی شیشی سے لئے تھے اور ممکن ہے جس شیشی سے دو چمچے لئے تھے وہی سب سے زیادہ مؤثر ہو۔!

تو موقعہ واردات پر کیا یاد آجائے گا۔

نہیں یاد آیا تو تینوں شیشیوں میں سے دو دو چمچے پی لوں گا۔

فیاض نے ٹھنڈی سانس لے کر سکوٹر سٹارٹ کر دیا۔ راستہ میں عمران نے فیاض سے پوچھا۔ شیگر سٹریٹ میں کہاں جانا ہے؟

سیٹھ جمال کی کوٹھی۔!

سیٹھ جمال کون ہے؟

ایک سیٹھ تھا... لکھ پتی۔

تھا سے کیا مراد ہے؟

رات ختم ہو گیا ہے۔!

ہائیں کہانی تو نہیں ہو گئی تھی اسے؟

یار... اب تمہارے ذہن پر کہانی ہی سوار رہے گی۔!

کیا قتل ہوا ہے ان کا۔؟

نہیں... جل کر مرا ہے!

"خودکشی —؟

اس کی کوٹھی میں آگ لگ گئی تھی۔!

کوٹھی میں آگ لگنے سے اکیلا وہی کیوں مرا۔!

اسلئے کہ صرف اسی حصہ میں آگ لگی تھی جس میں اس کا کمرہ تھا۔

"اوہو... کیا قتل کا شبہ ہے؟

قتل بھی ہو سکتا ہے۔ دھوکہ بھی اور خودکشی بھی۔

تینوں تین دفعات کیسے بیک وقت لاگو ہو سکتی ہیں۔؟

"سیٹھ جمال پر بلیک مارکیٹ کا الزام تھا اسلئے اس کے خلاف خفیہ طور پر سی آئی ڈی تحقیقات کر رہی تھی۔

اوہو۔"

اس کے علاوہ سیٹھ جمال نے زندگی کا بیمہ بھی کرایا تھا پورے پانچ لاکھ کی پالیسی تھی اس کی۔!

اسلیئے بیمہ والوں نے خاص طور سے یہ کیس سی آئی بی کے لیئے ریفر کیا ہے
سول پولیس کی تحقیقات کو بھی انہوں نے رکوا دی ہے
تب تو معاملہ گڑبڑ معلوم ہوتا ہے
قطعی گڑبڑ ہو سکتا ہے ۔
سیٹھ جمال کے ورثا بھی ہوں گے ؟
صرف ایک جوان بیوی ہے اور جوان بھتیجہ
جوان ۔ یہ جوان سے کیا مراد ہے تمہاری ۔
جمال کی عمر پچاس پچپن کے درمیان تھی ۔ جبکہ اس کی بیوی کی عمر اٹھائیس تیس کے درمیان بتائی گئی ہے ۔
" اوہو ۔ اور بھتیجے کی عمر ۔ ؟
وہ بھی نوجوان ہے ۔ "
ساتھ ہی رہتا تھا ۔ ؟
نہیں ۔ وہ ایک علیحدہ فلیٹ میں رہتا ہے ۔
کاروبار کرتا ہے ؟
نہیں وہ بیمہ کمپنی میں کمیشن ایجنٹ ہے ۔
" اوہو ۔ کیا اسی بیمہ کمپنی میں جس سے سیٹھ نے بیمہ کرایا تھا ۔
ہاں ۔ اور وہ بیمہ بھی جمال نے اس کے ذریعہ ہی کرایا تھا ۔ قمر جمال کے بھتیجہ کا نام ہے ۔ !
خوب ۔ اور سیٹھ کی کوئی اولاد ہے ۔ ؟
" نہیں ۔ پہلی بیوی شادی کے پندرہ برس بعد سے اولاد مر گئی تھی دوسری شادی دو سال قبل کی تھی مگر دوسری بیوی سے بھی اس کے یہاں کوئی اولاد نہیں ہے
یعنی ۔ اس کی ساری املاک کا واحد وارث قمر ہے ۔ !

بشرطیکہ جمال نے یہ وصیت نہ کی ہو کہ اسکی املاک اسکی بیوی کو ملنی چاہیے
۔معاملہ غور طلب ہے یہ تفصیلات تمہیں کہاں سے ملیں ۔ :
بیمہ کارپوریشن کے اس آفیسر سے جس نے یہ کیس سی آئی بی کو ریفر کیا ہے
"ہوں ۔ ! "
عمران سوچ میں ڈوبا ہوا بیٹھا رہ گیا ۔ اچانک سکوٹر کا اگلا پہیہ کسی
پتھر پر آ گیا اور سکوٹر اچھلنے کے ساتھ ہی عمران بھی اچھلا ۔ اور اس کی
جیب میں رکھی ہوئی شیشیاں ایک دوسرے سے ٹکرائیں وہ گھبرا کر سنبھل کر
بیٹھ گیا اور جلدی سے اس نے جیب میں سے تینوں شیشیاں نکال کر
ہاتھ میں دبالیں ۔
تھوڑی دور چل کر سکوٹر پھر اچھلا اور عمران جلدی سے بیلنس بنانے
کی کوشش کرتا ہوا بولا ۔
کیا کرتے ہو یار ، کیا تمہیں میری شیشیوں سے دشمنی پیدا ہو گئی ہے ۔ :
کیا بتاؤں یار ، کل مس میری سکوٹر مانگ کر لے گئی تھی کہیں ٹکر مار دی ہے
ہینڈل کچھ ٹیڑھا سا ہو گیا ہے اسلئے بار بار ڈس بیلنس ہو جاتا ہے ۔ :
عمران کچھ نہ بولا ، تیسری بار سکوٹر زور سے اچھلا ۔ اور پھر سکوٹر
آگے نکلا چلا گیا اور عمران سڑک پر کھڑا رہ گیا ۔ وہ کچھ دیر تک سکوٹر
جاتے دیکھتا رہا پھر ایک ٹیکسی روکوائی اور اس میں چڑھتا ہوا بولا ۔
وہ جو سامنے سفید سکوٹر جا رہا ہے اسکے پیچھے پیچھے چلے چلو ۔ ٹیکسی فراٹے
بھرتی ہوئی سکوٹر کے قریب پہنچ گئی پھر سکوٹر کے پیچھے پیچھے چلنے لگی ۔
فیاض نے سکوٹر سیٹھ جمال کے پھاٹک کے سامنے رکتے ہوئے عمران
کو مخاطب کرتے ہوئے کہا
یہی کوٹھی ہے
جواب نہ ملنے پر فیاض نے پلٹ کر دیکھا عمران کیریئر پر سے غائب تھا

وہ اچھل پڑا۔ پھر وہ سکوٹر موڑنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ عمران کی ٹیکسی آکر رکی اور وہ آنکھیں پھاڑے ہوئے عمران کو دیکھتا رہ گیا۔ وہ اطمینان سے سیٹیاں لئے ہوئے ٹیکسی سے اترا اور فیاض سے بولا۔

مس میری کو سکوٹر دینے کا جرمانہ گرایہ ادا کر دو۔

فیاض نے جلدی سے کرایہ ادا کر دیا اور عمران سے بولا۔ کیا تم گر پڑے تھے؟

گرا ہوتا تو ٹوٹ پھوٹ ضرور ہوتی۔ تم نے جب یہ بتایا تھا کہ سکوٹر لیڈی میری استعمال کر چکی ہے تب ہی میں ہوشیار ہو گیا تھا۔ عورتوں کے استعمال میں آنے کے بعد کوئی چیز قابل بھروسہ نہیں رہتی میں نے بڑے بڑے طرم خاں شوہروں کو دیکھا ہے دس بیس برس کے بعد دماغ کی چولیں ہلی ہوئی محسوس کرنے لگتے ہیں۔

فیاض کچھ نہ بولا۔ وہ پھاٹک کی طرف متوجہ ہو گیا جس پر مسلح پولیس کا پہرہ تھا پہریدار کانسٹیبل انہیں غور سے دیکھ رہا تھا فیاض نے اسکے قریب پہنچکر کہا۔ اپنے داروغہ صاحب کو یہ کارڈ پہنچا دو۔

فیاض نے کارڈ نکال کر دیا اور کانسٹیبل اندر چلا گیا عمران نے فیاض سے کہا یہ داروغہ صاحب کیا ہوتا ہے؟

داروغہ داروغہ ہوتا ہے اور کیا۔؟

"اسے داروغہ کے ساتھ ہمیشہ جی" استعمال کیا جاتا ہے۔!

آئندہ خیال رکھوں گا فیاض نے سنجیدگی سے کہا۔

رکھنا ہی پڑے گا۔ ورنہ تم تو اردو ادب کی مٹی پلید کر کے رکھ دو گے اتنے میں کانسٹیبل واپس آگیا اور مودبانہ لہجہ میں بولا۔ آپکو داروغہ جی اندر بلا رہے ہیں۔

"شکریہ" عمران خوش ہو کر بولا۔

پھر فیاض سکوٹر دھکیلتا ہوا اندر لے گیا عمران اسکے ساتھ ساتھ اندر پہنچا ہال میں داروغہ موجود تھا۔ فیاض نے سکوٹر کھڑا کیا اور داروغہ

انکی طرف بڑھتا ہوا بولا ۔ آیئے مجھے آپ ہی کا انتظار تھا ۔ مجھے اطلاع مل چکی تھی کہ بیمہ کمپنی والوں نے یہ کیس سی آئی ڈی کے سپرد کر دیا ہے ۔ !

پھر داروغہ نے عمران کی طرف دیکھا ، جسکے ہاتھوں میں تینوں شیشیاں تھیں ۔ فیاض عمران کی طرف دیکھ کر داروغہ سے بولا ۔ یہ میرے دوست ہیں علی عمران

داروغہ نے عمران کی طرف مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا اور عمران نے بوکھلا کر سیدھے ہاتھ والی شیشی داروغہ کے ہاتھ میں دے دی داروغہ نے حیرت سے عمران کی طرف دیکھا جسکے چہرہ پر اس وقت حماقت ہی حماقت تھی فیاض کی نظریں بھی اب ان شیشیوں پر پڑی تھیں جو عمران کے دونوں ہاتھوں میں تھیں فیاض دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر رہ گیا عمران نے پھر جلدی سے داروغہ کے ہاتھ سے شیشی لے لی اور معذرت طلب لہجے میں بولا ۔

ہم معاف کیجئے میں آپکو اپنا دوست سمجھا تھا ۔

فیاض نے جلدی سے داروغہ سے کہا ۔ لاش کہاں ہے ؟

اندر تشریف لائیے داروغہ بولا ۔ ہال میں موجود ہے

عمران اور فیاض داروغہ کے ساتھ اندر پہنچے ، ہال کے وسط میں زمین پر لاش رکھی تھی ۔ اس پر چادر ڈھکی ہوئی تھی وہ لوگ لاش کے قریب پہنچ کر رک گئے اور عمران لاش کی طرف اشارہ کر کے بولا

یہ کون سو رہا ہے ؟

جی یہ جمال صاحب کی لاش ہے ۔ !

اوہ ۔ ہم عمران خاموش ہو گیا ۔

سب انسپکٹر نے لاش کے اوپر سے چادر ہٹائی اور عمران اچھل کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا اسکی خوف زدہ نگاہیں لاش پر تھیں ، فیاض بھی غور سے لاش کو دیکھ رہا تھا ۔

لاش اوپر سے نیچے تک جھلسی ہوئی تھی۔ چہرہ پوری طرح ناقابل شناخت ہوگیا تھا۔ کھال کھنچنے سے دانتوں کی پوری بتیسی باہر آ گئی تھی۔ عمران کپکپاتی آواز میں بولا۔ یہ سس۔ سیٹھ صاحب کی لاش ہے؟

جی ہاں۔ سب انسپکٹر کی آواز آئی۔

"مم۔ مگر... میں نے تو سنا تھا کہ ان کا رنگ گندمی تھا۔؟

"جناب جھلسنے سے سیاہ سفید ہوگیا۔ سب انسپکٹر برا سا منہ بنا کر بولا۔

عمران نے آنکھیں بند کر کے کہا۔ ڈ ڈ۔ ڈھک دیجیے جلدی سے۔ میرا دل بہت کمزور ہے۔!

سب انسپکٹر نے لاش ڈھک دی فیاض نے ایک نظر عمران کی طرف دیکھا اور عمران کو کھانسی اٹھ گئی اس نے جلدی سے ایک شیشی کی ڈاٹ کھولی اور اس سے تھوڑا سا مکسچر پی کر ڈاٹ بند کرتا ہوا فیاض سے بولا۔

شاید اسی کوٹھی میں آگ لگی تھی۔

جی ہاں۔ سب انسپکٹر نے جواب دیا۔ آگ اوپر والے کمرے میں لگی تھی

ناممکن۔ عمران نے سر ہلا کر کہا۔ اوپر والے کمرہ میں آگ کیسے لگ سکتی ہے؟

کیوں؟ سب انسپکٹر نے سوال کیا۔

کچن تو نچلے حصے میں ہوتا ہے۔!

جناب آگ کچن سے نہیں شروع ہوئی تھی

پھر کہاں سے شروع ہوئی تھی۔؟

سیٹھ صاحب کے کمرہ سے ہی شروع ہوئی تھی

کیا سیٹھ صاحب حقہ پیتے تھے؟

"جی نہیں سگریٹ پیتے تھے

تب تو بالکل ناممکن ہے۔ سگریٹ سے آگ لگ ہی نہیں سکتی البتہ حقہ سے ضرور لگ سکتی ہے میرے دادا جان حقہ پیتے تھے ایک روز حقہ پیتے میں

دوا نکال رہے تھے چلم لڑھک کر لحاف پر گر گئی۔ کچھ دیر بعد ہی شعلے بھڑک اٹھے
جناب یہ آگ پیٹرول سے لگی تھی۔
تا ہم تو سیٹھ صاحب حقہ میں پیٹرول استعمال کرتے تھے۔ عمران آنکھیں پھاڑ کر بولا
سیٹھ صاحب سگریٹ پیتے تھے۔ سب انسپکٹر تمسخرانہ لہجہ میں بولا اور آگ لگانے
کے لئے کسی نے پیٹرول استعمال کیا تھا۔
تو آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ آگ لگی نہیں لگائی گئی تھی۔
ہمیں بھی یہی شبہ ہے کہ آگ لگی نہیں ہے لگائی گئی ہے۔
اسکا مطلب ہے کہ سیٹھ صاحب اوپر والے کمرہ میں بھنگ یا افیون کا نشہ
کر رہے ہوں گے۔؟
کیا مطلب؟ سب انسپکٹر بھنا کر بولا۔
ارے بھائی کیا انہوں نے پیٹرول کی بو نہیں سونگھی ہو گی۔؟ اور پھر آگ
لگنے کے بعد وہ کمرہ میں ہی کیوں رہ گئے تھے۔؟
سب انسپکٹر کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ فیاض کی آنکھوں میں چمک ابھر
آئی اس نے سب انسپکٹر سے کہا۔ فائر بریگیڈ کا سوال ہے۔
جناب ہم نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔
کس کے پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ عمران نے پوچھا
کچھ نہیں۔ فیاض جلدی سے بولا۔ ہاں داروغہ صاحب آپ نے اس سلسلہ میں محلہ
کے دوسرے افراد سے پوچھ گچھ بھی نہ کی ہو گی۔!
اپنے طور پر میں کچھ پوچھ گچھ کر چکا ہوں مگر بیمہ والوں کی مداخلت پر مجھے
اپنی تفتیش روک دینا پڑی۔
مگر سوپر عمران بولا۔ کیوں نہ جلا ہوا کمرہ دیکھ لیا جائے چلئے میں نے
آج تک کوئی جلا ہوا کمرہ نہیں دیکھا
ہاں ٹھیک ہے فیاض بولا۔ ہم پہلے جائے حادثہ کا معائنہ کریں گے۔!

آیئے ۔ سب انسپکٹر عمران کو عجیب نظروں سے دیکھتا ہوا بولا ۔ وہ شاید عمران کو پہچانتا نہیں تھا ۔ عمران اور فیاض سب انسپکٹر کے ساتھ اوپر والے حصہ میں پہنچے اور سب انسپکٹر انہیں جلے ہوئے کمرہ کے قریب لے گیا ۔

یہ کمرہ ہے جس میں آگ لگی تھی ۔ !

یہ کمرہ کس سلسلہ میں سیٹھ صاحب استعمال کرتے تھے ۔ ؟

مزدوری کاموں کے سلسلے میں ۔ یہ گھر والوں کا بیان ہے

وہ لوگ کمرہ میں پہنچے جس میں سارا فرنیچر جل کر ملبہ کا ڈھیر بن گیا تھا دیواریں اور کھڑکیاں تک جل کر راکھ ہو گئی تھیں چھت جگہ جگہ سے چٹخ گئی تھی ۔

عمران نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا ۔ !

مائی گڈنس ۔ کتنی بھیانک آگ ہے ۔ !

اور زیادہ بھیانک ہو جاتی اگر فوری طور پر فائر بریگیڈ کے عملہ نے آگ پر قابو نہ حاصل کر لیا ہوتا وہ تو صرف ایک ہی کمرہ جل پایا تھا ۔

فائر بریگیڈ والوں نے ہی لاش دریافت کی ہو گی ۔

جی ہاں ۔ ہمیں لاش ہال میں ملی تھی

عمران نے جلے ہوئے دریچہ پر سے باہر جھانکا اور بولا اس سمت میں سیڑھیوں کے نشانات ہیں ۔ عملہ کے لوگ ادھر سے ہی چڑھے ہوں گے ۔

ظاہر ہے ۔ !

اور لاش وہ لوگ کدھر سے ہال میں لے گئے تھے ۔

دروازہ سے

" دروازہ توڑنا پڑا تھا ؟

نہیں ۔ عملہ کے بیان کے مطابق دروازہ کھلا ہوا ہی تھا اور اسکے آدھے کواڑ ہی جل پائے تھے

دروازہ کھلا ہوا تھا ۔ ؟ عمران نے حیرت سے پوچھا ۔ !

جی ہاں - عملہ کے لوگوں کا یہی بیان ہے -!
تب تو مرحوم جمال عزیز بھنگ یا افیون کا نشہ کرتے ہوں گے ورنہ پیٹرول کی بو سونگھ کر ہی بھاگ لیتے -
آپ کا خیال درست ہے - سب انسپکٹر نے کہا
یعنی وہ چرس بھنگ یا افیون کے نشے میں تھے -؟
یہ تو میں معلوم نہیں مگر ایک باہوش حواس آدمی ایسی صورت میں کمرہ میں بیٹھ ہی نہیں سکتا -
عمران اور فیاض کافی دیر تک کمرہ کی حالت کا معائنہ کرتے رہے عمران نے کئی بار عقبی دریچہ سے بھی جھانکا پھر بولا - مگر پیٹرول کہاں سے چھڑکا گیا ہوگا
سب انسپکٹر کچھ چونک کر اسکی طرف دیکھنے لگا - عمران نے سوچتے ہوئے انداز میں فیاض کی طرف دیکھا اور بولا
پورے کمرہ اور اس کا فرنیچر اتنی تیزی سے آگ تب ہی پکڑ سکتا ہے جبکہ پورے کمرے میں پیٹرول چھڑکا ہوا ہو اور کمرہ میں پیٹرول تو دروازہ کے راستہ اندر آکر چھڑکا گیا ہے یا پھر دریچہ کے راستہ اندر آکر -
اب اگر دریچہ کے راستہ اندر آکر پیٹرول چھڑکا گیا ہے تو دریچہ کے نیچے ایک عدد سیڑھی کے ڈنڈوں کے نشانات اور رہنے چاہئیں کیونکہ دریچہ تک پہنچنے کے لئے اور کوئی راستہ ہے ہی نہیں - نہ تو قریب میں کوئی سیڑھی پائپ ہے اور نہ ہی دریچہ کے نیچے کارنس ہی بنی ہوئی ہے جمال صاحب چوروں کے معاملہ میں خاصے محتاط رہتے ہیں اور انہوں نے عمارت کی تعمیر میں اس بات کا خاص خیال رکھا ہے -!
سب انسپکٹر اور زیادہ حیران رہ گیا عمران نے فیاض سے کہا -
کیوں انسپکٹر صاحب کیا خیال ہے -؟
تمہارا خیال درست ہے -!

اب اگر پیٹرول چھڑکنے والا دروازہ کے راستہ ہی اندر آیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ یا تو وہ گھر ہی کا کوئی فرد ہے اور اگر گھر ہی کا کوئی فرد نہیں ہے تو کوئی ایسا فرد ہے جو اس گھر سے اچھے مراسم رکھتا ہے اور اس کوٹھی کی پوری سیکیورٹی سسٹم سے بخوبی واقف ہے۔

آپ کا خیال درست ہے۔ سب انسپکٹر بولا۔ گھر والوں کے بیان کے مطابق حادثہ سے کچھ دیر قبل کوٹھی تاریکی میں ڈوب گئی تھی۔

کیا مطلب؟

بعد میں مین بورڈ سے فیوز اڑا ہوا ملا تھا۔ جسے فائر بریگیڈ کے عملے نے درست کیا تھا۔

اوہ۔ عمران بولا۔ تب تو اس حادثہ کا ذمہ دار سچ مچ یا تو گھر کا ہی کوئی فرد ہے یا کوئی اس گھر کا انتہائی بے تکلف شناسا ہے ورنہ اندھیرے میں کوئی بھی اجنبی اس کمرہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

قطعی۔!

اور اس حادثہ کو اتفاقیہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا باقاعدہ پلاننگ کے ساتھ اس کمرہ میں آگ لگائی گئی ہے

بے شک۔!

تب سیٹھ جمال کے کسی ایسے دشمن کو تلاش کرنا پڑے گا جسے سیٹھ صاحب کی موت کے بعد کوئی بڑا فائدہ پہنچ سکتا ہو

اور ایسا ایک ہی آدمی ہو سکتا ہے فیاض بولا۔ اور وہ ہے جمال کا بھتیجہ تحر جو سیٹھ صاحب کی موت کے بعد انہی املاک کا وارث بن سکتا ہے۔

اور سیٹھ صاحب کی بیوی۔؟

وہ بے اولاد ہیں اور اگر تو سیٹھ صاحب کی املاک تب ہی مل سکتی ہے جبکہ خود سیٹھ نے اس قسم کی وصیت کی ہو۔

بیشک ۔ مگر سیٹھ صاحب کی بیوی کہاں ہے ؟
وہ رحیم کے کوارٹر میں ہیں انہیں بار بار غشی کے دورے پڑ رہے ہیں لہٰذا انہیں اس وقت تک کے لئے یہاں سے ہٹا دیا گیا ہے جب تک جمال صاحب کی لاش یہاں سے معائنہ ہونے کے بعد ہٹا نہ جائے ۔!
یہ رحیم کون ہے ۔ ؟
سیٹھ صاحب کا پرانا نمک خوار ۔ !
اوہو تو کوارٹر تو اسکا کوٹھی میں ہی ہوگا ۔؟
جی ہاں ۔ عقبی حصہ میں ملازمین کے کوارٹر ہیں ۔
عمران فیاض اور سب انسپکٹر کمرہ سے باہر نکل آئے ۔

۵

ہال میں عمران فیاض اور سب انسپکٹر کے سامنے کوٹھی کے سارے ملازمین کھڑے ہوئے تھے ۔ عمران نے ان سب کے چہروں کا جائزہ لیا وہ سب بدحواس تھے اور رانی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا عمران نے ان سے پوچھا ۔
تم لوگوں کے علاوہ کوئی اور نوکر بھی یہاں کام کرتا ہے ؟
جی نہیں ۔ رحیم نے جواب دیا ۔ ہمارے علاوہ کوٹھی میں کوئی ملازم نہیں ہے
رات کے حادثہ کے وقت تم سب کہاں تھے ۔
سرکار ہم سب کوٹھی میں ہی تھے ۔ رحیم نے جواب دیا
آگ پٹرول سے لگی ہے کیا تم میں سے کسی نے بھی پٹرول کی بو نہیں محسوس کی تھی ؟
جی ہاں ۔ رحیم نے جواب دیا ۔ میں نے بو محسوس کی تھی مگر بو محسوس کرنے سے

پہلے پوری کوٹھی گہرے اندھیرے میں ڈوب گئی تھی
تم لوگ اس وقت کہاں تھے ؟
۱۰ اپنے اپنے کوارٹروں میں تھے۔ رحیم ہی بولا۔ اندھیرا دیکھ کر میں پریشان ہو گیا تھا بوڑھا آدمی ہوں اسلیے گہری نیند نہیں ہو سکتا ویسے بھی اندھیرا ہوتے ہی میرے دل پر کچھ گھبراہٹ اور وحشت سی ہونے لگتی ہے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کچھ ہونے والا ہو۔
میں نے باہر نکل کر دوسرے نوکروں کو پکارا مگر یہ لوگ بیحد گہری نیند سو رہے تھے میں نے سوچا میں خود ہی دیکھوں کیا معاملہ ہے میں برآمدے کی طرف بڑھا تو مجھے محسوس ہوا جیسے کوئی اندر موجود ہو برآمدہ میں پہنچ کر میں نے مالک اور مالکن کو پکارا تو مالکن کی آواز سنائی دی وہ خود بھی گھبرا کر میری آواز سن کر نکل آئی تھیں میں نے محسوس کیا کہ کوئی اجنبی کوٹھی میں موجود ہے اور میرا خیال تھا کہ بلی اپنے آپ نہیں گئی۔ مالکن کو طارق کے لئے کہا تو انہوں نے بتایا کہ وہ تارچ پہلے ہی تلاش کر چکی ہیں میں کچن میں سلائی لینے کیلئے بڑھا زینوں کے قریب میں نے مالکن کو چھوڑ دیا۔ پھر میں اوپر کی منزل کے قریب ہی پہنچا تھا کہ اچانک میں نے مالکن کی چیخیں سنیں میں لپک کر انکی طرف دوڑا مگر اندھیرے کی وجہ سے ٹکر کھا کر گر پڑا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی مالکن کے ساتھ زیادتی کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ مالکن نے آخری چیخوں میں یہ بھی کہا تھا کہ کوئی ان کی ساڑھی کھینچ رہا ہے پھر میں چوٹ لگنے سے بیہوش ہو گیا۔
پھر جیسا مجھے ہوش آیا تو ہال میں پٹرول کی بو اور دھواں بھرا ہوا تھا میں کسی نہ کسی طرح مالکن کو لے کر باہر نکل گیا تب مجھے پتہ چلا کہ مالک کے کمرہ میں آگ لگی ہوئی ہے اور فائر بریگیڈ بھی آ چکا ہے!
مالکن کو میں نے اپنے کوارٹر میں پہنچا دیا تھا کیونکہ وہ بیہوش تھیں اور انکی ساڑھی تار تار تھی جیسے درندہ نے انکی ساڑھی نوچی ہو۔!

رحیم کے خاموش ہونے پر عمران نے کہا۔ اسکا مطلب ہے اس دوران کسی نے سعیدہ پر مجرمانہ حملہ بھی کیا تھا

جی ہاں۔!

اس وقت باقی نوکر کہاں تھے۔؟

جی۔ یہ سب لوگ اسوقت بھی اپنے اپنے کوارٹروں میں پڑے سو رہے تھے

کیا مطلب؟ عمران نے چونک کر پوچھا

فیاض بھی چونک گیا تھا۔ رحیم نے کہا۔ جی ہاں... ان لوگوں کو تو صبح کے قریب جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگایا گیا ہے تب جاگ سکے ہیں

عمران نے باقی تینوں نوکرانیوں کی طرف دیکھا اور بڑھ کر بڑبڑا کر بولا کیا بتائیں صاحب ہم تو عمر بھر میں کبھی اتنی گہری نیند نہیں سوئے۔ ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ رات بھر کیا ہوتا رہا ہے۔ صبح سویرے بھی جب ہمیں جھنجھوڑ کر جگایا گیا تو ہم سے اٹھا نہیں جا رہا تھا ایسا لگتا تھا جیسے جانے کہاں سے نیند لوٹ پڑ رہی ہے۔!

اسکا مطلب ہے تم لوگوں کو کسی قسم کی نیند آور چیز کھلائی پلائی گئی تھی عمران بولا

جی۔ بڑھو چونک پڑا

مگر وہی چیز رحیم کو کیوں نہیں دی گئی عمران نے رحیم کو گھور کر پوچھا

نوکروں نوکرانیوں نے ایک دوسرے کی طرف حیرت سے دیکھا پھر آنکھیں پھاڑ کر عمران کی طرف دیکھنے لگے۔ عمران نے پوچھا۔

کیا کھایا تھا تم لوگوں نے رات کو؟

کھانا تو وہی کھایا تھا جو رحیم اور مالک مالکن نے کھایا تھا۔!

اور اس کے علاوہ بھی کچھ کھایا تھا؟

جی۔ رحیم نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں جواب دیا۔ اسکے علاوہ شاید ان لوگوں نے لڈو کھائے ہوں گے۔!

"ہاں، لڈو بھی کھائے تھے۔ بدھو جلدی سے بولا۔
"کہاں سے آئے تھے لڈو؟
جی قمر بالو کی پرسوں سالگرہ ہوئی تھی۔ مالک اور مالکن وغیرہ بھی ان کے یہاں گئے تھے کل شام جب قمر بالو آئے تھے تو انہوں نے ایک تھیلا مجھے دیکر کہا تھا کہ یہ لڈو تم سب کے لئے ہیں، آپس میں بانٹ لو۔!
قمر بالو لائے تھے وہ لڈو؟
جی ہاں۔ عمران فیاض اور سب انسپکٹر نے ایک دوسرے کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا پھر عمران نے اس سے پوچھا۔
مگر تم وہ لڈو کھا کر کیوں گہری نیند نہیں سوئے۔
"سرکار۔ میں نے وہ لڈو کھائے ہی نہیں تھے۔
کیوں؟
رات مجھے کچھ بدہضمی ہو گئی تھی۔ میں نے اپنے لڈو اپنی بیٹی کو دیدیئے تھے
"ہوں۔ اسی وجہ سے تم ہوش میں رہے۔
صاحب کیا ان لڈوں میں کچھ ملا ہوا تھا۔؟ رحیم نے پوچھا
اسکے علاوہ اور کیا کیا کھایا تھا ان لوگوں نے؟
کچھ بھی نہیں صاحب۔!
بس تو ان لڈوں میں ہی کوئی نشہ آور شے موجود ہوگی۔!
لیکن سرکار۔ وہ لڈو تو قمر بالو لائے تھے۔ بھلا قمر بالو...؟ پھر رحیم خاموش ہو گیا۔ اسکے چہرے پر ایک رنگ آکر چلا گیا تھا۔ عمران نے چبھتی ہوئی نظروں سے اس کا جائزہ لیا پھر رحیم بولا۔
اب تم لوگ جا سکتے ہو۔!
نوکر باہر چلے گئے اور عمران نے فیاض کی طرف دیکھا
سو فیصدی یہ قمر کی ہی حرکت ہے اور اس واقعہ کا ذمہ دار بھی وہی ہے

فیاض نے سوچتے ہوئے کہا
اتنی لمبی چھلانگ مت لگاؤ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔
ارے یہ تم خود سوچو کیا بینک کے سارے حالات قمر کے ہی خلاف نہیں ہیں؛ سیٹھ جمال لاولد تھے ان کی موت کے بعد ان کا پورا ترکہ قمر کو ہی مل سکتا ہے اگر سعیدہ کے نام وصیت نہ ہو تو ایسی صورت میں قمر نے ہی جمال کا پانچ لاکھ کا بیمہ بھی کرا رکھا تھا اور اب دیکھو جو مٹھائی کھا کر لوگ بیہوش ہوئے ہیں وہ بھی قمر نے ہی لا کر بانٹی تھی۔!
کیا یہ سب کچھ سازش نہیں معلوم ہوتی۔؟
معلوم ہوتی ہے مگر آپ بھول رہے ہیں کہ اس حادثہ میں ایک واقعہ اور بھی شامل ہے وہ کیا۔؟
سعیدہ پر قمر نے حملہ کیا وہ یہ حرکت کر سکتا ہے۔
ہو سکتا ہے اس نے حالات کا رخ موڑنے کیلئے ایسا کیا ہو۔
دوسری بات ابھی تک ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ جمال کی وصیت کس کے نام ہے لہذا اس بات کے معلوم ہونے سے پہلے کسی فیصلہ پر نہیں پہنچا جا سکتا خیر یہ کون سی بڑی بات ہے سعیدہ کے بیان سے معلوم ہو جائے گا۔
اور ہم اب سعیدہ کا بیان لیں گے عمران نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔

◎

سعیدہ ابھی تک رحیم کے کوارٹر میں ہی تھی اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے سے ابھر آئے تھے۔ اس کا نچلا ہونٹ سوجھ رہا تھا اور بائیں گال پر ناخن کے کھرونچے کا نشان بھی موجود تھا۔ آنکھیں گہری سرخ تھیں اور پپوٹے موٹے ہو رہے تھے
چند لمحے بعد عمران فیاض اور سب انسپکٹر اندر داخل ہوئے سعیدہ اٹھنے لگی تو

عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ آپ بیٹھئے۔ بیٹھی رہیئے
جی ہاں فیاض جلدی سے بولا۔ آپ آرام سے بیٹھئے۔ سعیدہ بیٹھی رہ گئی
عمران نے اس کا چہرہ غور سے دیکھا۔ پھر فیاض کی طرف دیکھا اس نے سعیدہ کا چہرہ غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔
قدرتی بات ہے سعیدہ صاحبہ کہ آپ کو اس حادثہ پر گہرا صدمہ ہوگا اب صدمہ کے سوائے رہ ہی کیا گیا ہے۔؟ سعیدہ کی آواز رندھ گئی۔
دیکھئے ہمیں افسوس ہے کہ ایسے حالات میں آپ کا غم تازہ کرنے آئے ہیں۔ کوئی بات نہیں۔ آپ لوگوں کو اپنا فرض ادا کرنا ہے۔
سعیدہ صاحبہ عمران نے کہا۔ آپ اس حادثہ پر کچھ روشنی ڈال سکتی ہیں؟ کس قسم کی روشنی۔؟
یہ حادثہ بہرحال اتفاقیہ نہیں ہے یہ تو آپ بھی جانتی ہوں گی؟
جی ہاں۔ پٹرول سے لگائی گئی آگ اتفاقیہ ہرگز نہیں ہو سکتی۔
آپ کسی ایسے فرد پر شبہ ظاہر کر سکتی ہیں جس سے سیٹھ صاحب کی اس حد تک دشمنی ہو کہ وہ سیٹھ صاحب کی جان لینے تک آمادہ ہو جائے۔؟
میری سمجھ میں نہیں آتا ان کا ایسا کون دشمن ہو سکتا ہے۔
کوئی کاروباری دشمن۔؟ یا ذاتی دشمن؟
میرے خیال میں تو ان کا اس قسم کا کوئی دشمن نہیں تھا۔
اچھا سنیئے۔ رحیم کے ذریعہ ہمیں واردات سے پہلے کے جو واقعات معلوم ہوئے ہیں۔ وہ واقعات ہم آپ کی زبانی بھی سننا چاہتے ہیں۔
سعیدہ کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔!
میں نہیں جانتی یہ سب کچھ کیسے ہوا؟ جس وقت میں اپنے بیڈ روم میں تھی سیٹھ صاحب اوپر کے کمرہ میں کچھ ضروری کاغذات دیکھ رہے تھے اچانک بجلی چلی گئی۔ گہرا اندھیرا ہو گیا تو میں نے سوچا کہ سیٹھ صاحب اندھیرے

میں کام کیے کریں گے؟ ممکن ہے بجلی آنے میں دیر ہو جائے۔ لہذا میں اپنی موم بتیاں پہنچانے کے لئے اٹھی تھی۔ اسی وقت میں نے رحیم کی آوازیں سنیں جو پکارتا ہوا آرہا تھا میں کچھ ڈر گئی اور اس کی آواز کی سمت ہی بڑھنے لگی باقی واقعات اس نے وہی سنائے جو رحیم نے سنائے تھے اور بولی۔

اور جب رحیم مجھے زینوں کے پاس چھوڑ کر کچن کی طرف بڑھا تو کسی نے اندھیرے میں مجھے دبوچ لیا۔ میری کچھ چیخیں نکلیں اس نے میرا منہ بند کر لیا میں نے خود کو چھڑانے کی جدوجہد کی مگر وہ درندہ ہو رہا تھا۔ اس نے میری ساڑھی کھینچ کر کھولنے کی کوشش کی میں نے ساڑھی سختی سے پکڑ لیا تو اس نے میرے کپڑے پھاڑ ڈالے میرے ہونٹ پر گھونسہ مارا میرے گال پر کھونچے بھی پڑ گیا۔ میں نے اس وقت تک جدوجہد کی جب تک میرے اندر طاقت رہی۔ پھر میں بیہوش ہو کر گر پڑی اور اس کے بعد مجھے نہیں معلوم کہ کیا ہوا؟

ہوش آیا تو خود کو رحیم کے کوارٹر میں پڑا ہوا پایا تھا اور میرے قریب نوکر موجود تھے انہی کی زبانی مجھے آگ لگنے اور سہاگ اجڑنے کی اطلاع ملی تھی کہتے کہتے اس کی آواز بھرا گئی اس نے اپنے گرتے ہوئے آنسو روکنے کی کوشش کی عمران اس کا چہرہ غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

معاف کیجئے۔ ایک ذاتی سوال کر رہا ہوں، مگر ہمیں تفتیش میں مدد دینے کے لئے اس کا جواب بے حد ضروری ہے امید ہے آپ خیال نہ کریں گی پوچھیئے میں ہر سوال کا جواب دوں گی۔

اندھیرے میں آپ پر مرحوم نے کبھی مجرمانہ حملہ کیا تھا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا یا نہیں؟

سعیدہ نے چونک کر عمران کی طرف دیکھا پھر اس کی آنکھیں اور چہرہ سرخ ہو گئے اس نے پلکیں جھکا لیں اور کپکپاتی آواز میں بولی۔

کیا کہتے ہیں آپ۔ اگر وہ کامیاب ہو گیا ہوتا تو میں کیا اس وقت آپ

کے سامنے زندہ بیٹھی ہوں ؟

میں ایک بار پھر معافی چاہتا ہوں ویسے کیا آپ کسی ایسے فرد کی شخصیت پر روشنی ڈال سکتی ہیں جس کی بابت آپ کے بارے میں بدرہی ہو اور آپ نے اسے محسوس بھی کیا ہو ؟

"نہیں ۔ میں ایسے کسی فرد کو نہیں جانتی

دیکھئے سوچ سمجھ کر جواب دیجئے کیونکہ اسی جواب پر آپ کے سہاگ کے قاتل کی گرفتاری کا دارومدار ہے

سیدہ نے عمران کو گھور کر دیکھا اور بولی ۔ آپ کا یہ سوال میری ذات پر براہ راست حملہ ہے اگر میں کسی ایسے فرد سے واقف ہوتی تو اس کے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی اس کی گردن دبا دیتی ۔

ایک نیک عورت کی حیثیت سے آپ ٹھیک فرماتی ہیں مگر یہ بھی تو ممکن ہے کہ کوئی ایسا فرد موجود ہو جو آپ سے اس حد تک دل چسپی رکھتا ہو اور آپ کو اس کا علم نہ ہو ۔

ویسے تو ہر جوان عورت پر ہزاروں بھوکی نظریں پڑتی ہیں مگر ہر عورت ان نظروں کے مالکوں کی فہرست تو بنا کر نہیں رکھ سکتی ۔

چلئے جانے دیجئے ۔ آپ کی شادی سلیٹھ صاحب سے کب ہوئی تھی ۔

دو برس قبل ۔

شادی سے قبل آپ زیر تعلیم تھیں ؟

جی ہاں میں بی اے میں پڑھ رہی تھی ۔ شادی کے سبب میں فائنل امتحان نہ دے سکی تھی ۔

آپکی اور سلیٹھ صاحب کی عمروں کا تضاد تو سب کو ہی معلوم ہے ۔

جی ہاں ۔ وہ مجھ سے عمر میں خاصے بڑے تھے ۔

کیا یہ شادی کسی مجبوری کے تحت ہوئی تھی ؟

جی ہاں میرے والد سیٹھ صاحب کے یہاں ملازم تھے میرے بڑے بھائی کو امریکہ بھیجنے کے سلسلے میں انہوں نے سیٹھ صاحب سے دس ہزار قرض لیا تھا اور اس کا کاغذ بھی لکھ دیا تھا۔ میرے بھائی امریکہ میں زیر تعلیم تھے اور ان کی تعلیم کی تکمیل سے ہی ہم لوگوں کا مستقبل وابستہ تھا کیونکہ بھائی بے حد ذہین طالبعلم تھے لیکن ایک حادثہ میں انکی جان چلی گئی۔ والد کی کمر ٹوٹ گئی۔ انہوں نے سیٹھ صاحب کی نوکری چھوڑ دی سیٹھ صاحب نے اپنے قرضہ کا تقاضہ کیا۔ مگر میرے والد کے پاس ان کے قرضہ کی ادائیگی کے ذرائع تک نہ تھے۔ کچھ دن بعد سیٹھ صاحب نے رحیم کے ہاتھ پیغام بھجوایا کہ اگر ان کی شادی مجھ سے کر دی جائے تو وہ قرضہ معاف کر دیں گے۔ میرے والد اس سودے پر آمادہ نہ تھے مگر میں ان کی حالت نہ دیکھ سکتی تھی۔ اسلئے میں نے خود ہی یہ رشتہ منظور کر لیا تھا اور کچھ ہی دنوں میں ہماری شادی ہو گئی

ہوں۔ اور آپ کے والد صاحب؟

وہ اسی صدمہ میں گھل گھل کر مر گئے کہ انکی بیٹی کا رشتہ ناموزوں ہوا تھا۔

آپ اس رشتہ سے خوش تھیں؟

ضروری نہیں کہ ہر لڑکی ہر رشتہ سے خوش ہو۔ مگر میں اپنے شوہر کے یہاں آ کر اسلئے مطمئن اور سکھی تھی کہ مجھے یہاں ایک اچھے شوہر کا پیار ملا تھا میں اس کوٹھی میں ایک مالکن کی سی حیثیت رکھتی تھی اور ہر چیز کے سیاہ و سفید کی مالک تھی سیٹھ صاحب میرے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کرتے تھے

چند لمحے تک خاموشی رہی پھر عمران نے پوچھا۔

اچھا۔ سیٹھ صاحب نے اپنی املاک کے متعلق کبھی کوئی وصیت کر رکھی تھی؟

جی ابھی تو نہیں۔ مگر وہ کاغذات تیار کرا رہے تھے ان کے وکیل کے پاس وصیت کی تحریر موجود ہے بس چند روز میں اس پر سیٹھ صاحب کے باقاعدہ دستخط ہو جاتے۔

یعنی ابھی تک اس کی کوئی وصیت نہیں تھی ؟

جی نہیں ۔ !

آپ کو تو معلوم ہوگا ہی کہ وہ وصیت کس کے نام تھی

جی ہاں میرے ہی نام کرنے والے تھے ۔ انہوں نے اپنی زندگی میں ہی اپنا سب کچھ میرے نام کر دینے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن میں نے سختی سے مخالفت کر کے انہیں روک دیا تھا ۔

سنا ہے سیٹھ صاحب کا ایک بھتیجہ بھی ہے ؟

جی ہاں قمر ۔

سیٹھ صاحب اپنی وراثت میں سے اسے بھی کچھ دے رہے تھے ؟

جی نہیں ۔

خود قمر نے بھی کبھی اس قسم کی خواہش ظاہر کی تھی ۔

جی نہیں سیدہ نے سنجیدگی سے کہا ۔ قمر نے کبھی کوئی ایسی خواہش ظاہر نہیں کی تھی جس سے اس کی خود غرضی جھلکتی ۔ ویسے بھی سیٹھ صاحب اور قمر کے تعلقات خوشگوار تھے ۔ قمر خود اچھی آمدنی کا مالک ہے ۔ دو تین ہزار روپے ماہوار کما لیتا ہے ۔ اکیلا ہے ٹھاٹھ سے خرچ کرتا ہے کچھ عرصہ قبل تک وہ ایک چھوٹے سے فلیٹ میں اپنے ابا کی کوٹھی میں رہتا تھا مگر سیٹھ صاحب کے کہنے پر ہی اس نے اپنا مکان فروخت کر کے ایک اچھے علاقہ میں ایک خوبصورت فلیٹ خریدا تھا اس سودے میں پانچ ہزار کی کمی پڑتی تھی وہ سیٹھ صاحب نے خوشی خوشی میرے ہاتھ سے دلوائے تھے قمر نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ رقم واپس کر دے گا اس پر سیٹھ صاحب ناراض ہو گئے تھے بعد میں اس نے ان سے معافی مانگ لی تھی

یعنی قمر کو سیٹھ صاحب کی دولت کا لالچ نہیں تھا ۔

قطعی نہیں ۔ لاپرواہ اور تن آسان نوجوان ہے شاذ کا بھی کر لے تو بھی

اسکی آمدنی اتنی ہے کہ وہ اپنی بیوی اور دو تین بچوں کے ساتھ عزت اور عیش سے گذار سکتا ہے۔!

قمر ملازمت میں کب سے ہے ؟

تقریباً" دو برس سے

اس سے قبل کیا کرتا تھا۔؟

تعلیم مکمل کر رہا تھا۔ ایم کام کیا ہے اس نے !

کونسی یونیورسٹی سے۔ ؟

دارالحکومت کی یونیورسٹی سے کیا ہے؟

بابی دی دے آپ نے کون سی یونیورسٹی میں تعلیم پائی ہے؟

دارالحکومت یونیورسٹی میں ہی پائی ہے

سعیدہ جواب دیتے دیتے چونک پڑی پھر عمران کو گھور کر بولی ۔!

اس سوال سے آپ کی کیا مراد ہے ؟

اس سوال کا مطلب محفوظ رکھنے کا حق ہمیں بحیثیت تفتیش کار کے ہے

عمران نے خشک لہجہ میں کہا آپ ہر بات کا مطلب مت پوچھئے۔!

مگر کسی کی ذاتیات پر۔۔۔!!

دیکھئے عمران بولا۔ میں نے اب تک آپ سے سیدھے سارے سوالات کئے ہیں اور آپ کے اور قمر کے کردار پر کسی قسم کا شبہ ظاہر نہیں کیا۔ البتہ آپ اپنی باتوں سے ایسا شبہ پیدا کر سکتی ہیں

سعیدہ کچھ نہ بولی وہ عمران کو چپ چاپ گھور رہی تھی عمران نے پھر کہا

کیا آپکو یقین ہے کہ قمر بیگ صاحب کی دولت سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا

کتنی بار دہراؤں۔ وہ برا سا منہ بنا کر بولی۔

بیگ صاحب کا پانچ لاکھ کا بیمہ قمر نے ہی کرایا تھا۔

جی ہاں مگر اس لئے نہیں کہ انہیں ختم کر کے پالیسی کی رقم پر قبضہ کرے

کیونکہ اسے اس بات کا بھی علم ہے کہ سیٹھ صاحب اپنی وارثت میرے نام کر رہے ہیں
آپکو علم ہے کہ گذشتہ شب آپکے نوکروں کے ساتھ کیا حادثہ ہوا تھا۔
نوکروں کے ساتھ ؟ میں سمجھی نہیں۔ !
آپکے نوکروں میں صرف رحیم کے سوا کوٹھی میں اندر باہر کوئی نہیں نکلا اور اس نے باقی نوکروں کو آوازیں دیں مگر کوئی نہ جاگا۔ !
وہ بوڑھا ہے۔ اس کو دیر سے نیند آتی ہے باقی سب نوکر جوان ہیں ممکن ہے کہ انہیں گہری نیند آئی ہو۔ !
اتنا شور ہونے پر تو مردے کی بھی آنکھ کھل جاتی۔
کیا مطلب ؟
آپکے نوکروں کو صبح جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگایا گیا ہے
کیا مطلب۔ سعیدہ چونک پڑی۔
جی ہاں۔ اتنی گہری نیند سو رہے تھے وہ لوگ کہ انہیں جھنجھوڑ کر جگایا گیا ہے تب جاگے ہیں
ہم ... میں سمجھی نہیں۔
کیا آپکو یاد نہیں کہ رات ہی میں نے نوکروں کو سالگرہ کی مٹھائی۔ !
جی ہاں میں اور سیٹھ صاحب بھی اس میں شریک تھے
کل شام قمر جب آپکے ہاں آیا تھا تو اس نے نوکروں کو سالگرہ کی خوشی میں لڈو تقسیم کئے تھے یہ بھی آپکو یاد ہوگا۔ !
آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان لڈوؤں میں کوئی نشیلی شے تھی۔ ؟ سعیدہ نے حیرت سے کہا۔
آپ بہت ذہین ہیں۔ میرا مطلب یہی تھا۔
لیکن پھر رحیم کیسے جاگ رہا تھا۔ ؟
رحیم نے بار مٹھی کے سبب وہ لڈو کھائے ہی نہیں تھے۔ !

نہیں ۔ !
آپ رحیم سے اس بات کی تصدیق کر سکتی ہیں
سعیدہ سناٹے میں بیٹھی رہ گئی پھر بولی ۔ !
آپ کا مطلب ہے قمر نے نوکروں کو نشیلے لڈو اسلئے کھلائے تھے کہ وہ گہری نیند سوتے رہیں اور وہ ... سعیدہ کہتے کہتے رک گئی عمران نے کہا
" آپ کا کیا خیال ہے ؟
میں یقین نہیں کر سکتی ۔ !
چلئے ۔ آپ کو معلوم ہے کہ سیٹھ صاحب اوپر کے کمرے میں جھلسی کر مرے ہیں
جی ہاں ۔ !
اور انکے کمرہ میں پٹرول چھڑک کر آگ لگائی گئی تھی ۔ ؟
جی ہاں ۔ !
اور جس کمرہ میں سیٹھ صاحب کام کر رہے تھے ۔ اسکا دروازہ کھلا ہوا تھا
وہ دروازہ کھلا ہی رکھتے تھے ۔
ایسی صورت میں پٹرول کی بو کا سیٹھ صاحب نے کوئی نوٹس کیوں نہیں لیا ؟
اسکے علاوہ اگر انہوں نے کام میں محویت کے سبب بو پر دھیان نہیں دیا تھا تو پھر آگ لگتے ہی وہ کمرہ سے نکل کر کیوں نہیں بھاگے ۔ !
اس کمرہ میں چلنے کے لئے کیوں رہ گئے ۔ !
اوہ ۔ سعیدہ کپکپاتی آواز میں بولی ۔ میں نے تو اس پر غور ہی نہیں کیا تھا
اگر آگ اچانک بجھا سکتی تو سیٹھ صاحب کو چیخ کر باہر تو بھاگنا ہی چاہیئے تھا
بے شک ۔ !
اسکا مطلب ہے خود سیٹھ صاحب کو یا تو نشہ میں تھے یا بے ہوش تھے ۔ !
اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے
اب یہ بات آپ ہی بتایئے کہ سیٹھ صاحب کیا نشہ بھی کرتے تھے ؟

جی نہیں وہ تو بیڑی تک نہیں پیتے تھے نشہ کرنا تو ایک الگ بات ہے!
اس کا مطلب ہے کہ سیٹھ صاحب کو یا تو بے ہوش کیا گیا یا پھر انہیں کوئی گہری نشہ آور چیز پلائی یا کھلائی گئی۔
ظاہر ہے۔!
اب جو آدمی آپ کے نوکروں کو نشیلی مٹھائی کھلا سکتا ہے کیا وہ سیٹھ صاحب کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتا۔ جبکہ یہ بات قطعی ثابت ہو چکی ہے کہ انہی نشہ آور مٹھائی کھلائی گئی تھی اور وہی لڈو رحیم نے نہیں کھائے تھے تو وہ جاگتا رہا اور وہ لڈو قمر نے ہی ان لوگوں کو لا کر کھلائے تھے۔
"اس کا مطلب ہے کہ قمر۔ سعیدہ کپکپاتی آواز میں بولی۔!
اور بھی بہت سارے اہم نکتے ایسے ہیں جو اس معاملہ میں قمر کی طرف ہی اشارہ کرتے ہیں۔!
وہ کیا۔؟
آپ اس وقت جاگ رہی تھیں جب کوٹھی میں اندھیرا ہوا تھا۔؟
"جی ہاں۔!
اور وہ اندھیرا بالکل اچانک ہوا تھا۔؟
"جی ہاں۔!
بعد میں اس اندھیرے کے بارے یہ ثابت ہوئی کہ کسی نے مین بورڈ کا فیوز اڑا دیا تھا
"جی ہاں۔!
اور وہ فیوز فائر بریگیڈ والوں نے جوڑا تھا!
"جی۔ میں نے سنا ہے!
اور اس اندھیرے میں ہی کسی نے آپ پر جارحانہ حملہ بھی کیا تھا؟
"جی ہاں۔"
"اب آپ خود سوچیئے کہ اس اندھیرے سے کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اندھیرا

جان بوجھ کر اسلئے کیا گیا تھا کہ اس اندھیرے میں سیٹھ صاحب کے کمرہ میں پٹرول چھڑک کر آگ لگانے کی سکیم کو بروئے کار لایا جا سکے۔!

جی ۔ !

اسکے علاوہ پٹرول کا استعمال بھی اس حادثہ کو ایک منظم سکیم ثابت کرتا ہے

جی بے شک ۔ !

اب اس پہلو سے غور کیجئے کہ کوئی آدمی سیٹھ صاحب کی جان لینا چاہتا تھا اس نے پہلے ایک منظم سکیم بنائی ۔ اس سکیم کے تحت گھر کے ملازمین کو نشانہ اور لڈو کھلائے گئے ۔ اس کے بعد وہ کوٹھی میں داخل ہوا ۔ اس نے اچھی طرح جان بوجھ کر صرف سیٹھ صاحب کے کمرہ میں ہی پٹرول چھڑکا اور اس میں آگ لگا دی ۔ پٹرول چھڑکنے اور آگ لگانے سے قبل اسی نے کسی طریقہ سے سیٹھ صاحب کو بے ہوش بھی کیا ہوگا ۔

جی ۔

اپنی سکیم میں مدد کیلئے اس نے کوٹھی میں اندھیرا بھی کیا ۔؟

جی ہاں ۔ !

آپ کی کوٹھی کا مین بورڈ کہاں ہے ؟

کوٹھی کے عقبی برآمدہ میں ۔

کیا سامنے سے ہی نظر آجاتا ہے ۔ !

جی نہیں ۔ اسے آسمانی بجلی سے بچانے کے لئے چھپایا گیا ہے ۔

لیں تو پھر آپ خود سوچیے جس آدمی نے پہلے مین بورڈ پر سے فیوز اڑایا پھر عقبی برآمدہ سے اندھیرے میں چل کر اوپر پہنچا اور اوپر پہنچ کر اس نے سیٹھ صاحب کے کمرہ میں پٹرول چھڑکا ۔ کیا کوئی ایسا اجنبی آدمی جو آپ کی کوٹھی کی سچویشن سے واقف نہ ہو اس طرح مین بورڈ سے کوٹھی میں چل پھر سکتا ہے ۔

"جی ۔ قطعی نہیں ۔"

میرا خیال ہے کہ آپ اتنے عرصے سے کوٹھی میں رہتے ہوئے بھی اگر اچانک کوٹھی میں اندھیرا پایئں گی تو آپ بھی سمتوں کے تعین میں الجھ کر رہ جائینگی آپ ٹھیک کہتے ہیں ۔!

اسکا مطلب ہے جس نے بھی یہ سکیم بنائی وہ آپ کی کوٹھی کی سچویشن سے اتنی اچھی طرح واقف تھا اور یہاں چلنے پھرنے کا اتنا عادی تھا کہ اسے اندھیرے میں بھی کوئی قباحت نہ محسوس ہوئی ہوگی ۔!

ظاہر ہے

اور ایسا آدمی یا تو آپ ہو سکتی ہیں یا سیٹھ صاحب یا آپکے نوکروں میں سے کوئی اور یا پھر کوئی کوٹھی میں آنے جانے والا کوئی بے تکلف شناسا یا عزیز ؟

آپکے دلائل درست ہیں ۔ اسطرح تو مکمل طور پر قمر پر ہی الزام جاتا ہے اب آپ قمر کی صفائی میں کیا کہنا چاہتی ہیں ؟

صرف یہی کہ اس کو اس سے فائدہ کیا پہنچے گا ۔؟

ظاہر ہے کہ وصیت ابھی تک نامکمل ہے کیونکہ اس پہ سیٹھ صاحب کے دستخط نہیں ہوئے ہیں اور قانون کی رو سے سیٹھ صاحب کی ساری املاک کا وارث قمر ہی ہو سکتا ہے ۔! اور وہ بھی ایسی حالت میں جبکہ سیٹھ صاحب کا پانچ لاکھ کا بیمہ بھی ہے اس پالیسی کی رقم بھی براہ راست قمر کو ہی ملیگی

اوہ !! سعیدہ کی آواز کپکپا گئی ۔ تو اس نے یہ سب کچھ دولت کیلئے کیا ہوگا اور کیا وجہ ہو سکتی ہے ؟

اور اس نے کبھی اپنی کسی حرکت سے کسی بات سے یہ نہیں ظاہر ہونے دیا کہ اسے سیٹھ صاحب کی دولت کا لالچ ہے یا اس میں سے ایک پائی بھی چاہتا ہے ۔!

اگر وہ ایسی کوئی حرکت کرتا تو اسکے لیئے وہ آپ ایک شہادت بن سکتی تھی
لیکن ... اس لیئے نے میری آبرو پر حملہ کیوں کیا تھا سمجھ سے باہر تھا۔
میرا خیال ہے وہ عملہ اسلیئے نہیں تھا کہ اسکی نیت میں بدی نہ رہی ہو۔
کامیاب ہو جاتا
کیا مطلب؟
اگر اسکی نیت میں آپ کی آبرو کے خلاف کوئی بری بات ہوتی تو وہ آپکو بیہوش
کرنا چاہتا تھا تاکہ آپ اس کی سکیم میں رکاوٹ نہ بنیں اور اس نے
جس قسم کی حرکت کی تھی اس کا مقصد یہ ہوگا کہ آپ جب اس معاملہ میں
قانون کو بیان دینے لگیں تو قانون یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے کہ اس واردات میں
کسی ایسے شخص کا ہاتھ ہے جس کو آپ سے لگاؤ ہے اور سیٹھ صاحب سے دشمنی
سیمیں کچھ نہ سمجھا۔ وہ بیٹھی ہوئی غصہ کی شدت سے تیز تیز سانسیں لیتی
رہی۔ عمران خاموش اور سب انسپکٹر اس کا چہرہ غور سے دیکھتے رہے
پھر عمران نے ہی پوچھا۔ سیٹھ صاحب پبلک مارکیٹ کے سلسلہ میں کچھ
مقدمات بھی چل رہے تھے۔؟
جی ہاں۔ اب اپنی اتنا ضرور معلوم ہو چکا تھا کہ ان کے کاروبار کے کچھ
حاسدوں نے اس قسم کا شوشہ چھوڑا ہے اور خفیہ محکمہ اس امر کی تفتیش
کر رہا ہے سیٹھ صاحب کا کاروبار شیشہ کی طرح صاف تھا۔ حسابات
میں جو کمی رہ گئی تھی۔ انہوں نے وہی درست کرائی تھی اور اب ان کھاتوں
پر آخری نظر ڈال رہے تھے تاکہ جب تفتیش ہو تو ان کے خلاف کوئی اندراج
نہ ثابت ہو سکے۔ اسلیئے وہ آجکل رات میں مصروف رہتے تھے۔
اسکا مطلب ہے وہ سارے کھاتے بھی انہی کے ساتھ جل کر خاک ہو گئے ہوں گے۔
ظاہر ہے۔!
کچھ دیر پھر خاموشی رہی۔ عمران سیمیں کو مشتبہ نظروں سے گھور رہا تھا مگر
سیمیں کے چہرہ سے ایسا ہی ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب

کھا رہی ہو۔ ! چند منٹ بعد عمران نے کہا ۔
اچھا سعیدہ صاحبہ ہم مزید معلومات کر رہے ہیں ۔ آپکے بیانات بھی قلم بند کیئے جائیں گے ۔!
میں ہر قسم کا بیان دینے کیلئے تیار ہوں ۔ مگر ۔ مگر آپ قمر کے خلاف کیا کارروائی کریں گے ۔ ؟
آپ کی رائے میں اس کے خلاف کارروائی ہونی چاہیئے ۔ ؟
یہ آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں ؟ وہ غصیلے لہجے میں بولی ۔ میرے ہاتھ میں قانون دیجئے میں ابھی اسے جا کر شوٹ کر دوں گی ۔ !
ٹھیک ہے ۔ قمر کے خلاف کارروائی کیجائیگی آپ اطمینان رکھیئے !
میں اس وقت سکون محسوس کروں گی جب مجھے علم ہو جائے گا کہ آپ لوگوں نے اسکو گرفتار کر لیا ہے ۔
ہم یہاں کی کارروائی مکمل کر لینے کے بعد ایسا ہی کریں گے ۔ ! عمران نے کہا بائی دی وے ہمیں آپکے وکیل کا پتہ بھی چاہیئے ۔ جن کے پاس سیٹھ صاحب کی وصیت تھی ۔
سعیدہ نے وکیل کا نام اور پتہ بتایا جو فیاض نے نوٹ کر لیا ۔
پھر وہ لوگ کوارٹر سے باہر نکل گئے ۔ !

○

چھ بجے شام تک ساری تفتیشی کارروائی مکمل ہو گئی ۔ نوکروں سعیدہ اور پڑوسیوں کے بیانات بھی قلم بند کر دیئے گئے ۔ اور لاش پوسٹ مارٹم کے لیئے بھیج دی گئی ۔
شام کو چھ بجے عمران اور فیاض کوٹھی سے نکلے دونوں سکوٹر پر تھے راستہ میں فیاض نے عمران سے پوچھا ۔ اب کیا خیال ہے ؟ ۔ !

خیال ایک رہا ہے۔ عمران گلا مسلتا ہوا بولا۔

کیوں ۔۔ !

میری کھانسی کی دوا کی شیشیاں کوٹھی میں ہی رہ گئیں۔

یا تمہارا یہ بچپن کب رخصت ہوگا۔۔ ؟

ہائیں۔ یعنی کہ کھانسی بچپن کی علامت ہے ؟ اے خدا کے غضب سے ڈرو اسی اسی سال کے بوڑھوں کو بھی کھانسی ہوتی ہے۔ !

مگر ساتھ میں دوا کی شیشیاں بچے بھی نہیں لئے پھرتے

میں سمجھ گیا تم کیا چاہتے ہو۔ !

کیا سمجھ گئے۔۔ ؟

تم چاہتے ہو کہ مجھے شام کی چائے بلائے بغیر ہی ٹال دو۔

چائے رہنے دو تو میرا بھی موڈ ہے۔ کسی ریسٹوران میں بیٹھتے ہیں۔ ناشتہ ہی تو کرنا ہے شام کا۔

کچھ دیر بعد سکوٹر ایک ریسٹوران کے سامنے رک گیا۔

ایک ریسٹوران میں ایک کیبن منتخب کر کے وہ لوگ بیٹھ گئے ناشتہ کا آرڈر دینے کے بعد دیا منی نے عمران کی طرف دیکھا اور بولا

یہ عورت کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔ !

ہائیں۔ اے یہی شکایت حضرت آدم کو بھی اماں حوا سے تھی۔ دنیا کی جاہل سے جاہل عورت بھی اگر تمہاری سمجھ میں آجائے تو میں تمہیں دنیا کا نوبل پرائز دلوا سکتا ہوں ۔۔ !

کام کی بات کرو سعیدہ کے متعلق کیا خیال ہے تمہارا ؟

خوبصورت ترین عورت ہے اس کے ہونٹوں پر کتنی سیکس ہے کوئی اجنبی بھی اس کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے پھر تو اس کا شوہر ہی عزیز ہے۔ !

اور وہ ایک عدد بوڑھے شوہر کی بیوی بھی تھی عمران سوچتا ہوا بولا۔ !

قطعی۔ میں نے ایسے ہزاروں قصے سنے ہیں۔ نوجوان لڑکی کسی مجبوری کے تحت کسی بوڑھے کی بیوی بن گئی مگر اسکے جذبات کی تسکین نہ ہو سکی اور اس نے اپنی تسکین کیلئے کسی نوجوان کو منتخب کر لیا۔ اگر بوڑھے شوہر کو پتہ چل گیا تو اس کی چھٹی کر دی گئی۔

اس شبہ کی کوئی منطقی دلیل۔؟

عمران تم نے دیکھا نہیں مشروع مشروع میں وہ کتنی قطعیت کے ساتھ قمر کی صفائی پیش کر رہی تھی لیکن جیسے ہی ہم لوگوں نے قمر پر شبہ کے دلائل پیش کئے اس نے کتنی پھرتی سے پینترا بدلا۔ خواہ مخواہ غصہ کا اظہار کئے جا رہی تھی۔

"یہ تو ہے۔!

اس کے علاوہ اس کے چہرہ پر اپنے بیوہ ہونے کے غم کی ایک لکیر تک نہ نظر آ رہی تھی۔

یار تم ایسی لکیریں بھی پڑھ لیتے ہو تمہاری بیوی بیوہ ہو چکی ہوتی تو دیکھ کر یہ سمجھ لیا جاتا کہ تجربہ رکھتے ہو گے۔!

کام کی بات کرو۔ وہ برا سا منہ بنا کر بولا۔ میرا دماغ بری طرح الجھا ہوا ہے۔ لہٰذا جب ذہن الجھا ہوا کرے تو خاموشی سے الجھن کی سلجھن تلاش کیا کرو۔

اتنے میں بیرہ ناشتہ لے آیا اور وہ لوگ ناشتہ کرنے لگے۔ درمیان میں فیاض نے پھر کہا۔!

اتنے سارے ثبوت قمر کے خلاف ہیں ان پر بھی تم نے غور کیا۔

اپنی پر غور کر رہا ہوں۔!

اور پھر یہ تو باتوں باتوں میں ہی معلوم ہوا تھا کہ قمر سعیدہ کالونی رسیٹ فیلو بھی رہ چکا ہے۔!

مگر اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ دونوں میں معاشقہ بھی چلا ہو گا۔ قمر کے ساتھ درجنوں لڑکیاں پڑھتی ہوں گی۔!

چلو جانے دو مگر قمر کے خلاف جو ثبوت ہیں ان کا کیا کرو گے۔؟
اس کو مجرم ثابت کرنیکی کوشش کریں گے۔ عمران نے کہا۔
مگر اس میں کئی نکتے میرے ذہن میں صاف نہیں ہیں۔!
وہ کیا۔؟
اگر یہ سکیم قمر کی ہی تھی تو وہ نوکروں کو نشہ آور مٹھائی کھلانے کی حماقت کیوں کر بیٹھا۔؟ اسطرح تو وہ صاف طور پر مجرم ثابت ہوتا ہے۔
ارے یار۔ بڑے سے بڑے مجرم کوئی نہ کوئی غلطی ایسی ضرور کر جاتے ہیں جسکے ذریعے قانون کے ہاتھ اسکی گردن تک پہنچ جاتے ہیں۔
یہ تو ہے۔!
پھر خاموشی چھا گئی چند لمحے بعد فیاض چونک کر بولا۔
اوہ ایک بات اور بھی اہم ہے۔
وہ کیا۔؟
اس حادثہ کی اطلاع قمر کو کیا نہ ملی ہو گی۔؟
بے شک ملی ہو گی۔!
پھر وہ کیوں نہیں آیا۔؟
یہ بھی ممکن ہے کہ اسے اطلاع ملی ہی نہ ہو۔؟
پھر بھی ہمیں اس طرح اسے نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔!
تم نے اس کا پتہ نوٹ کر لیا ہے۔؟ قطعی۔!
بس تو پھر ہم اسکی چل کر خبر لیتے ہیں۔! ناشتہ ختم کرنیکے بعد وہ لوگ اٹھ گئے فیاض نے کاؤنٹر پر بل ادا کیا اور وہ لوگ باہر آ گئے باکچھ دیر بعد سکوٹر قمر کے فلیٹ کی طرف جا رہا تھا۔!
وہ بلڈنگ بڑی ہی خوبصورت تھی جس میں قمر کا فلیٹ تھا اور بلڈنگ کی تعمیر بتا رہا تھا کہ اس کے مکین خاصے صاحب حیثیت ہونے چاہیئں

دوسری منزل پر گیارہویں فلیٹ کے سامنے عمران اور فیاض رک گئے فلیٹ کے دروازہ پر تختی لگی ہوئی تھی جس پر کندہ تھا۔ قمرالدین ایم کامی نشور نشن ایجنٹ۔ اسکے نیچے لگی ہوئی ننھی سی تختی پر ان کا خانہ نظر آرہا تھا جس کا مطلب تھا کہ وہ اندر موجود ہے۔ عمران نے اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبایا فلیٹ کے اندر کہیں گھنٹی کی آواز گونجی اور اسے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا کچھ دیر بعد ہی دروازوں کی آہٹیں گونجیں اور دروازہ کی چٹخنی کھلنے کی آواز کے ساتھ ہی سیٹی پر کم سپٹمبر کی دھن بھی سنائی دی

دروازہ کھلا اور سیٹی کی دھن رک گئی۔ دروازہ کھولنے والے کے ہونٹ سیٹی بجانے کے انداز میں ہی سکڑے رہ گئے۔!

عمران نے اسکا بھرپور جائزہ لیا۔ وہ ایک صحت مند گورا چٹا اور ظاہر تڑنگا نوجوان تھا۔ پاجامہ اس کے اندر صنف مقابل کے لئے خاصی کشش موجود تھی۔ آنکھوں سے فطری شرارت جھانک رہی تھی خوش مزاج بھی معلوم ہوتا تھا۔ اچانک وہ مسکراتا ہوا بولا۔

معاف کیجئے گا۔ میں دودھ والا سمجھا تھا

کوئی بات نہیں۔ عمران خوش اخلاقی سے بولا۔

اندر تشریف لایئے۔!

قمر پیچھے ہٹ گیا وہ دونوں اس کے پیچھے اندر داخل ہوئے اور قمر دروازہ بند کر کے ان کے ساتھ اندر آیا اس کا ڈرائنگ روم بہت ہی خوبصورت تھا اور بڑی محنت اور دلچسپی سے سجایا گیا تھا دیواروں پر رنگ برنگی ماڈرن آرٹ کی تصاویر لگی ہوئی تھیں جسے دیکھ کر عمران اور فیاض چونکے بغیر نہ رہ سکے۔!

ایک تصویر میں قمر اور سیدھ تھے دونوں کے جسموں پر بیڈمنٹن لباس تھے۔ ہاتھوں میں ریکٹ تھے اور ہونٹوں پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ رقصاں تھی

قمر نے صوفہ کی طرف اشارہ کرکے بے حد خلیق لہجہ میں کہا۔ تشریف رکھیے!
شکریہ۔ وہ دونوں بیٹھ گئے۔ نیامن کے چہرہ سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ قمر سے مرعوب ہو گیا ہے لیکن خود کو سنبھالنے کی کوشش بھی کر رہا تھا البتہ عمران کے چہرہ پر ابدی حماقت کے بدستور آثار تھے قمر نے ایک صوفہ کے ہتھے پر ٹکتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ میرا خیال ہے اس سے قبل ہم دونوں کی ملاقات کہیں نہیں ہوئی ہے؟
جی ہاں۔ ہم پہلی بار مل رہے ہیں۔!
تب مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو آج ٹائم نہ دے سکوں گا۔
"جی۔!
اوہ۔ غلط مت سمجھیے۔ میرے کچھ اصول ہیں میں چھٹی کے دن سے ایک رات قبل سے ہی مکمل طور پر چھٹی مناتا ہوں۔ کل رات سے میری چھٹی شروع ہو چکی تھی اور آج رات کے بارہ بجے تک جاری رہے گی۔
مگر آج تو چھٹی کا دن نہیں تھا۔
وہ میں نے ہی چھٹی لی تھی دن میں ایک دوست کی شادی اٹینڈ کرنا تھی پرسوں میری سالگرہ تھی میں تین روز سے چھٹی پر ہوں۔
"اوہ۔"!
ویسے آپ یہ مت سمجھیے کہ میں آپکو بھگانے کی کوشش کر رہا ہوں قمر ہنس کر بولا۔ ابھی آپ کو میرے ساتھ کافی پینی پڑے گی اور آپ اگر تفریحات کے شوقین ہوں تو ہم لوگ کلب بھی چلیں گے آپ کی تفریح کے اخراجات میرے ذمہ۔ لیکن آج رات کے بارہ بجے تک میں کوئی کام کی بات نہیں کر سکوں گا۔ کیونکہ یہ میرے اصول کے خلاف ہے۔
کام کی بات؟
"آپ ہیمہ کے سلسلہ میں تشریف لائے ہیں نا؟ پھر قمر نے جواب کا

انتظار کیئے بغیر زور سے پکارا۔ "کلن چچا"
آیا صاحب۔"
آنے کی تکلیف کیوں کرتے ہو اسی سابدی سے تین کپ گرما گرم کافی پلا دو
دیکھئے ہم لوگ ابھی ابھی ...
کافی یا چائے پی کر آئے ہیں۔ وہ ہنس کر بولا۔ یہ ایک نفسیاتی جملہ ہے
آپ جس کو بھی چائے یا کافی کی پیش کش کریں گے۔ وہ "نہیں" یہی جملہ کہے گا
حالانکہ بعد میں اسے میزبان کی تواضع قبول کرنی ہی پڑتی ہے۔
ٹھیک ہے آپ کہتے ہیں تو ضرور پئیں گے۔ عمران بولا۔
کہئے آپ کس وقت بھی ٹائم مقرر کرلیں اگر دن میں رکھنا چاہیں تو جہاں
آپ حکم دیں۔ میں حاضر ہو جاؤں گا اور اگر شام کے بعد رکھنا چاہیں
تو ہم لوگ ایئر فرانس کلب میں ملیں تو اور بھی لطف رہے گا
شکریہ۔ ہم لوگ جس کام سے آئے ہیں وہ یہیں ہو جائے گا
یعنی آپ لوگ بیمہ پالیسی کے لئے تشریف نہیں لائے ہیں۔
جی نہیں۔"
اوہ معاف فرمایئے گا خیر میں آپکی جو خدمت کر سکتا ہوں اسکے لئے حاضر ہوں
آپ سیٹھ جمال سے تو واقف ہی ہوں گے۔
سیٹھ جمال۔ فخر ہنس کر بولا۔ ارے وہ تو میرے چاچا ہیں بڑے پیارے
پیارے چاچا ہیں۔ ! دفعتاً وہ چونک کر بولا۔ اوہ کہیں آپ لوگوں کا
تعلق سی آئی ڈی سے تو نہیں ہے
یہ آپ نے کیسے اندازہ لگا لیا۔ ؟
آجکل چاچا کے پیچھے لگا کچھ کاروباری حاسدوں نے بلیک مارکیٹ کے
الزامات کا چکر لگایا ہوا ہے اور چاچا کے خلاف شاید تفتیش بھی ہو رہی ہے
جی ہاں ہو تو رہی ہے۔ !

حالانکہ چاچا کے برابر حساب کتاب صاف رکھنے والا کوئی نہیں ملے گا
ایک ایک پیسے کا انکم ٹیکس ادا کرتے ہیں بلیک مارکیٹ سے وہ اسیطرح ڈرتے
ہیں جیسے چوہا بلی سے ڈرتا ہے کیونکہ ان دنوں جتنی الجھنیں کاروباری لوگوں
کو ہیں اتنی کسی اور شخص کو نہیں ہیں ۔
آپکا مطلب ہے جمال صاحب کا کاروبار بالکل صاف ہے ۔؟
بیشک اور پھر ہائر کلاس کو آرسی کیا ہے ؟ آپ لوگ پہلے تو کھاتے ہی
چیک کریں گے جب چاہیں چیک کر لیجئے ۔!
ان کھاتوں کے علاوہ بھی تو کھاتے ہوتے ہیں ۔
اوہو نمبر دو کھاتے ۔ قمر مسکرایا ۔ یہ لفظ میں نے کاروباریوں کی زبان سے
بہت سنا ہے مگر مجھے ایک فیصد کا بھی یقین نہیں ہے کہ چاچا جی کے کاروبار
میں دو نمبر کے کھاتے بھی چلتے ہوں گے ۔!
وہ آپکے چاچا ہیں اسلئے آپ ایسا کہہ سکتے ہیں ۔!
اوہو ۔ قمر ہنس کر بولا ۔ تب تو آپ میرے پاس بلا وجہ تشریف لائے ظاہر
ہے کہ میں انکے خلاف کوئی بات نہیں کہوں گا ۔
عمران اور فیاض نے غور سے قمر کو دیکھا پھر عمران نے پوچھا
آپ اپنے چاچا جی سے پچھلی بار کب ملے تھے ۔؟
کل ہی شام کو کیوں ۔ اس نے حیرت سے پوچھا ۔
کچھ نہیں یونہی پوچھ رہا تھا ۔
نہیں جناب ۔ یہ سوال بلا وجہ نہیں پوچھا جا سکتا ۔
کھاتوں کا ہی چکر ہے کیا انہوں نے کچھ کھاتے آپکو نہیں دیئے ۔ ؟
میرا فلیٹ بڑا ہے آپ تلاشی لے سکتے ہیں ۔
ضروری نہیں کہ وہ کھاتے یہیں چھپائے جائیں ۔
جناب میرا ایک ہی ٹھکانہ ہے اور لاتعداد دوست ہیں انمیں آپ

سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے تمام دوستوں کے یہاں بھی تلاشی لیجئے۔ ویسے میں صرف چند منٹ کے لیے اپنی کوٹھی کلب شام گیا تھا۔ کیونکہ پرسوں میری سالگرہ تھی اور چاچا کے نوکروں کو سالگرہ کی مٹھائی نہیں پہنچی تھی مٹھائی دینے صرف چاچا کو سلام کر کے چلا آیا تھا کیونکہ مجھے آٹھ بجے رات تک شام نگر جانا تھا اور شام نگر کا راستہ کار سے پورے ڈیڑھ گھنٹہ کا ہے شام نگر...؟

جی ہاں۔ تفریحی مقام ہے نا۔ کبھی کبھی میں چھٹی میں وہیں چلا جاتا ہوں رات گذارتا ہوں چھٹی کا دن گذارتا ہوں اور شام تک آجاتا ہوں۔!

آپ کسی وقت لوٹے ہیں؟

میں آپ کے آنے سے شاید آدھ گھنٹہ قبل آیا ہوں گا۔ نہا یا دھویا ہی ہوں کلب کپڑے تبدیل کر رہا تھا کہ آپ تشریف لے آئے۔

اتنے میں کالن کافی کا ٹرے لایا اور رکھ کر چلا گیا قمر نے ٹرے اٹھا کے آگے سرکاتے ہوئے مسکرا کر بولا۔ لیجئے تکلف کی ضرورت نہیں آپ لوگ خفیہ محکمہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسلئے ایسے رشوت بھی نہ سمجھیے۔ میرے دوست ہر شعبہ میں مل جائیں گے۔ ایک شعبہ اور سہی۔!

شکریہ عمران کافی کی پیالی اٹھا کر قدرے پھیل کر بیٹھتا ہوا مسکرایا شام نگر واقعی پرفضا مقام ہے خاص طور سے وہاں کی فالیز کا جواب نہیں

فالیز۔ قمر چونک کر حیرت سے بولا۔ آپکو بھی علم ہے ان فالیز کا۔ کیوں؟ کیا میں آپکی طرح جوان نہیں ہوں۔ عمران مسکرایا۔

میرا مطلب ہے کہ آپکا تعلق خفیہ محکمہ سے ہے اور فالیز...

اوہ فالوزی ہیں۔ عمران دھیرے سے ہنس کر بولا۔ آج کل کتنے کام غیر قانونی ہو رہے ہیں جنکی باقاعدہ دھڑلے سے تشہیر ہوتی ہے آپ سوموم بتیاں جلا کر ایک آدمی کو پھونک مار کر بجھانے پر مقرر کر دیں تو کیا وہ اکیلا اندھیرا کرنے

ہیں کامیاب ہو جائے گی ؟ قطعی نہیں !
اور پھر ہم تو معمولی عہدوں پر ہیں جسطرح ہمیں ایسی بہت ساری غیر قانونی باتوں کا علم ہے ہم سے اوپر والوں کو بھی ہوگا ایک بار ایک سب انسپکٹر نے ایک ایسی ہی جگہ چھاپہ مارنے کی کوشش کی تھی نتیجے کے طور پر اسے رشوت ستانی کے الزام میں سات برس کیلئے جیل جانا پڑا اور وہ جگہ ایک لائسنس یافتہ جوا خانہ ثابت ہو گئی ۔
آپ ٹھیک کہتے ہیں ۔ قمر ٹھنڈی سانس لے کر بولا ۔
شام انگارہ ہیں ... میرا اور میرے چیف کا بھی ایک کمرہ ہوٹل شیراز میں بک رہتا ہے ۔ !
چیف ۔ "
ہاں یہ مرد فیاض ہیں حفیظ محکمہ میں کمپلیٹ ہیں اور میں انہیں اسسٹ کرتا ہوں سب انسپکٹر علی عمران گوردا سپوری ۔
گوردا سپوری ۔ قمر ہنس پڑا
ہاں سترہ سترہ میں کارکردگی کے چکر میں گوردا سپور گیا تھا تب سے لوگ مجھے گوردا سپوری ہی کہنے لگے ہیں اور اب تو ایسا لگتا ہے جیسے یہ نام پیدائشی ہو ۔ !
قمر کچھ زیادہ دیر ہنسا اور بولا "تو آپ کا کمرہ ہوٹل شیراز میں ہے ہاں ۔ چھٹی منزل پر پندرہ نمبر کا روم ہے ۔ !
میں نے ہوٹل اومیگا میں کمرہ لے رکھا ہے شیراز سے بہت سستا ہے بس کچھ دن گزارنے ہی ہوٹل میں چلا جاتا ہوں ۔ !
اکیلے ہی چلتے ہیں ۔ عمران آنکھ مار کر مسکرایا ۔
یہاں سے تو اکیلا ہی جاتا ہوں مگر آپ تو جانتے ہی ہیں کہ آج کل کا نوجوان آدمی نہ فرشتہ ہو سکتا ہے نہ ولی ۔ ! "

تجرد تو اب سے سو برس پہلے کے جوانوں کا ہی کام رہا ہوگا۔ اور شام نگر کی کالی گرلز بھی خاصی مشہور ہیں۔

بے شک۔ آپ تو بہت کچھ جانتے ہیں۔!

بھئی جوان آدمی کو سب کچھ جاننا ہی پڑتا ہے مجھے ہوٹل امیگا کی ریشپشن گرل بہت پسند ہے۔!

قطعی۔!! قمر نے حیرت سے پوچھا

جی ہاں... حالانکہ ریٹ بہت زیادہ ہے اسکا

تو وہ بھی...؟

آپ کو معلوم نہیں تھا۔

نہیں۔ میں تو اسے بڑی معصوم سمجھتا تھا۔

آپ کی بھی تو کوئی پسندیدہ ہوگی۔!

جی ہاں۔ مگر میری پسند ایک نہیں مجھے حسن میں ہر شے پسند ہے اور ہر جوان عورت میرے نزدیک حسین ہوتی ہے مگر خصوصیت سے مجھے اومیگا کی ڈانسر شیلی اور آپکے شیراز کی ہیڈ ویٹریس رضیہ بہت پسند ہیں اور میں جانے سے پہلے ان دونوں میں سے کسی ایک کو تلاش کرتا ہوں۔ اگر اتفاقاً دونوں بچ ہوں تب کسی تیسری کو انگیج کرتا ہوں

بہت خوب۔ کل آپ کے ساتھ کونسی تھی۔؟

کل تو میری پہلی پسند ہی مل گئی تھی شیلی۔!

بہت خوب۔!

کسی دن ہمارے ساتھ چلیئے نا۔ ساری لغزیات میرے ذمہ

کیوں باس۔؟ عمران فیاض سے پوچھا کیا خیال ہے۔؟

ایں ہاں۔ کیوں نہیں۔ فیاض چونک بولا۔

یہ کیپٹن صاحب خاصے کم گو معلوم ہوتے ہیں۔ قمر ہنس کر بولا۔!

خاصے ریزرو آدمی ہیں۔ مگر ہم دونوں بے تکلف دوست بھی ہیں۔!
خوب۔ ایسے چیف اور اسسٹنٹ کم ہی نظروں سے گذرے ہیں۔!
فیاض صرف پہلو بدل کر رہ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر عمران ان لغویات میں کیوں وقت برباد کر رہا ہے۔ اسی دوران عمران نے کارنس کی طرف دیکھا اور اس پر رکھی تصویر کی طرف اشارہ کر کے اس نے پوچھا۔ یہ آپ کی متعلیم کے زمانہ کی تصویر ہے شاید۔؟
جی ہاں ان دنوں میں ایم کام کے سال اول میں تھا میں اپنے زمانہ میں بیڈ منٹن کا چیمپئن رہ چکا ہوں۔
اور یہ لڑکی۔ شاید آپ کی گرل فرینڈ ہے!
جی ہاں کسی زمانہ میں ہم دونوں اچھے دوست تھے۔ اور اب قدرت کی ستم ظریفی ہے اب یہ لڑکی میری چاچی ہے۔ چاچی۔ عمران اچھل پڑا
جی ہاں۔ اس کا نام سعیدہ ہے یہ جمال چاچا کی بیوی ہے۔
"کیا"
آپ لوگ تفتیش کے سلسلہ میں کوٹھی گئے ہوں گے کیا آپ نے انہیں وہاں نہیں دیکھا۔؟
دیکھا تھا۔ مگر ہم تو تصور بھی نہیں کر سکتے کہ جمال صاحب کی بیوی کا روپ یہ بھی ہو سکتا ہے کتنی سمارٹ نظر آ رہی ہیں اس فوٹو میں؟ میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ اس لڑکی کو میں نے پہلے بھی کہیں دیکھا ہے
جی ہاں۔ انقلابات ہیں زمانے کے۔ تھوڑی سی مالش لیکر بولا۔ سچ مچ سعیدہ کسی زمانہ میں بیحد سمارٹ اور نارمل لڑکی تھی مگر چاچا سے شادی کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اس کی روح بھی بوڑھی ہو گئی ہو۔
تعجب ہے مگر اتنی سمارٹ لڑکی نے اتنے بوڑھے آدمی کا ساتھ پسند کیسے کر لیا؟
مجبوری سب کچھ کرا دیتی ہے۔!

"کیسی مجبوری؟

جواب میں قمر نے بھی وہی قصہ سنایا جو سعیدہ کی زبانی وہ لوگ سن چکے تھے اور آخر میں بولا۔ لیکن اتنی صابر اور شاکر لڑکی میری نظروں سے آج تک نہیں گذری اسطرح اپنے آپکو ماحول میں ایڈجسٹ کرلیا ہے جیسے واقعی بڈھی ہو مگر آپ سے تو اس کے قریبی تعلقات رہے ہوں گے!

وہ کیسے جناب؟

ارے جناب ذرا سعیدہ کی آنکھیں دیکھئے کس طرح آپکی طرف دیکھ رہی ہیں قمر نے قہقہہ لگایا اور بولا جب میں زیر تعلیم تھا تو ہر لڑکی میری طرف اسی طرح دیکھتی تھی۔ مگر یہ بھی ممکن ہے کہ اگر سعیدہ میری چاچی نہ بنتی تو مسز قمر ہوتی مجھے وہ بہت پسند تھی

اور اب؟

اور اب بھی پسند کرتا ہوں۔ مگر ایک ایسی عورت کے روپ میں جو اپنے شوہر پر جان چھڑکتی ہے اس نے خود کو خالص مشرقی عورت ثابت کیا ہے بہت خوب۔!

دفعتاً فیاض نے کھنکھار کر پہلو بدلا اور قمر نے چونک کر اسکی طرف دیکھا اور بولا۔

معلوم ہوتا ہے فیاض صاحب بور ہو رہے ہیں

میرا خیال ہے فیاض بولا ہم نے ابھی تک کوئی کام کی بات تو معلوم نہیں کی فضول باتوں میں وقت گذار رہے ہیں۔!

کام کی باتیں تو روز ہوتی ہیں فیاض صاحب آج تفریحی باتیں ہی سہی خواہ مخواہ میرا جی چاہ رہا ہے کہ آپ لوگ میرے دوست بن جائیں۔ افسوس کہ میں آپکو کافی پیش کرچکا ہوں ورنہ میں ایک ایک پیگ آپ کو ضرور پیش کرتا۔

خیر سے یار زندہ صحبت باقی۔ فیاض نے کہا۔ پھر سہی۔!

سنیئے۔ اگر آپ چاہیں تو میں اپنا اصول توڑنے کو تیار ہوں۔!
کیا مطلب؟
آپ اگر چاچا کے اکاؤنٹنٹ وغیرہ کے بارے میں کچھ معلوم کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔!
آپ اپنے چاچا جی کے یہاں روزانہ نہیں جاتے۔ عمران نے پوچھا۔
"نہیں۔ البتہ روزانہ سات آٹھ بجے کے درمیان میں انہیں ٹیلی فون ضرور کر لیتا ہوں۔!
مطلب یہ کہ آج بھی ٹیلی فون کریں گے۔
ظاہر ہے جب تک میں چاچا کی آواز نہیں سن لیتا مجھے چین نہیں آتا میرے بہت ہی اچھے چاچا جی ہیں۔
کیا آپ کی پرورش میں بھی ان کا ہاتھ ہے۔؟
بیشک۔ میرے والد معمولی حیثیت کے آدمی تھے چاچا جو کچھ ہیں وہ سیلف میڈ ہیں۔ مجھے تعلیم کا شوق تھا چاچا نے میرے اس شوق کی تکمیل میں کافی مدد کی ہے۔ ورنہ شاید میں ایک معمولی کلرک ہوتا۔ بی کام کے بعد اس کے علاوہ جس فلیٹ میں میں رہ رہا ہوں۔ وہ بھی چاچا کی ہی عنایت کا نتیجہ ہے۔
چاچا جی نے میرا آبائی مکان فروخت کرا کے یہ فلیٹ مزید پانچ ہزار کی رقم ڈال کر دلوایا تھا۔ کیونکہ انکے خیال میں کسی بھی پیشہ میں آدمی کی ذاتی حیثیت سب سے زیادہ مدد دیتی ہے اور سچ مچ جب سے میں نے یہ فلیٹ لیا ہے میری آمدنی بیس گنا ہو گئی ہے۔
بہت خوب عمران نے کہا اس کا مطلب ہے کہ آپ کے محسن ہیں۔!
اس میں کسی احسان فراموشی کو دخل کا رہو سکتا ہے۔؟
تب تو آپ ہماری مدد ضرور کرنی چاہیئے۔
کس قسم کی مدد؟ قمر چونک کر بولا۔!

سیٹھ جمال کے قاتل کو پکڑوانے ہیں۔!
کیا مطلب؟ قمر ہڑبڑا کر کھڑا ہو گیا۔ پھر ہنس کر بولا۔
آپ مذاق کر رہے ہیں۔!
جی نہیں۔ فیاض خشک لہجے میں بولا۔ یہ حقیقت ہے۔!
نہیں۔۔۔ قمر کے حلق سے کپکپاتی آواز نکلی۔!
ٹیلی فون موجود ہے عمران نے فون کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا تصدیق کر سکتے ہیں آپ ہماری بات کی
قمر پھٹی پھٹی آنکھوں سے دونوں کی طرف دیکھتا رہا۔ اسکے چہرے پر زلزلے کے سے آثار تھے اور عمران سوچ رہا تھا کہ آدمی اتنی اچھی اداکاری بھی کر سکتا ہے۔
اچانک وہ فون کی طرف بڑھا۔ اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے اور رسیور کان سے لگا لیا
عمران نے غور سے دیکھا۔ قمر کا پورا جسم تھر تھر کانپ رہا تھا اور چہرہ کا زلزلہ ابھی تک بدستور تھا۔ پھر اس نے رسیور پر کسی کی آواز سن کر کہا۔ ہیلو۔ ہاں میں قمر بول رہا ہوں۔
کون رحیم۔ اوہو کیا یہ بھیانک اطلاع درست ہے کہ چچا نہیں رہے تم جھوٹ بول رہے ہو۔ رحیم تم جھوٹ بول رہے ہو۔
پھر اچانک رسیور قمر کے ہاتھ سے گر پڑا اور وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا اور دھم سے ایک کرسی پر گر پڑا۔ اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں ہونٹ کپکپا رہے تھے۔ دفعتاً اس نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا اور کسی معصوم بچہ کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا
عمران اور کیپٹن فیاض غور سے قمر کو دیکھ رہے تھے۔!

قمر اپنی حالت پر بہت دیر بعد قابو پا سکا، یک بیک وہ آشفتہ مضمحل اور غم زدہ نظر آنے لگا جیسے وہ مہینوں سے بیمار چلا آرہا ہو اس کے ہونٹ خشک ہو گئے تھے اور آنکھیں بار بار خود ہی بھر کر آرہی تھیں عمران اور فیاض ابھی تک اس کے سامنے موجود تھے۔ کافی دیر بعد پھر قمر نے ان دونوں کی طرف دیکھا اور بے حد مضمحل لہجہ میں بولا۔

"ایک بات پوچھوں عمران صاحب۔؟"

"پوچھیئے۔!"

آپ نے یہ خبر مجھے اتنی دیر سے کیوں سنائی۔؟

شاید ہماری گفتگو یاد کرنے کے بعد آپ کو اس سوال کا جواب مل جائیگا

قمر نے چونک کر عمران کی طرف دیکھا اور بولا میں آپکا مطلب نہیں سمجھا آپ کو ہم لوگ سیٹھ جمال کے قتل کے الزام میں حراست میں لے رہے ہیں

"جی۔!"

قمر کا منہ حیرت سے پھٹا رہ گیا۔ کافی دیر تک وہ کچھ بول ہی نہ سکا پھر اسنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور بولا۔

کیا آپ اپنے اس اقدام کا سبب بتائیں گے

آپ کے خلاف کافی ثبوت مہیا ہونے کے بعد ہی ہم لوگ آپکی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔!

اور وہ ثبوت؟

سب سے بڑا ثبوت وہ مٹھائی ہے جو آپنے اپنی سالگرہ کی خوشی میں سیٹھ صاحب کے ملازمین میں تقسیم کی تھی۔

اس مٹھائی سے چاچا جی کی موت کا کیا تعلق۔؟

بہت گہرا تعلق ہے!

"میں بھی تو سنوں۔؟"

آپ کے دیئے ہوئے لڈو ایک کے علاوہ تمام نوکروں نے کھائے تھے اور وہ تینوں رات بھر اتنی گہری نیند سوتے رہے ہیں کہ انہیں گھر میں ہونے والے قیامت خیز ہنگامے بھی نہیں جگا پائے حتیٰ کہ انہیں جھنجھوڑ کر جگایا گیا تب وہ لوگ جاگے ہیں۔
دوسری طرف رحیم نے وہ مٹھائی نہیں کھائی تھی کیونکہ وہ رات بدہضمی کا شکار تھا اسلئے وہ جاگتا رہا ہے۔

آپکا مطلب ہے ان لڈوؤں میں کوئی نشیلی دوا تھی؟

"صاف ظاہر ہے۔!

اور دوسرا ثبوت۔؟

سیٹھ صاحب کی موت کے بعد آپ نہ صرف انکی املاک کے وارث بن سکتے ہیں بلکہ انکے بیمہ کی پالیسی کی رقم پانچ لاکھ روپے بھی آپ ہی کو ملے گی۔ کیونکہ سیٹھ صاحب بے اولاد تھے قمر کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔ آپ لوگوں کا مطلب ہے کہ میں نے دولت کے لئے اپنے چاچا کا خون کر ڈالا

یہ کوئی نئی بات نہیں ہے دولت کیلئے دنیا میں بڑے بڑے جرائم ہوئے ہیں اسی دولت کیلئے ناجائز ہر آدمی کا کوئی حق نہ ہو اور جسے آدمی ناجائز طریقوں سے حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

ظاہر ہے۔!

مگر میں چاچا سے جتنی دولت چاہتا ویسے ہی حاصل کر سکتا تھا قمر نے کہا۔ خود سعیدہ گواہ ہے کہ چاچا نے اسکے ہاتھوں اکثر مجھ کو رقم دلوائی ہیں۔ دینے کی کوشش کی ہے تو میں نے نہیں لی ہے کیونکہ میں خود اتنا کماتا ہوں کہ مجھے کسی کی محتاجی نہیں۔ میں جتنا کماتا ہوں خرچ کر دیتا ہوں اور اگر دو چار برس بھی اپنی کمائی کا ایک حصہ جمع کر لوں تو شاید پچاس ساٹھ ہزار کا آدمی اپنی ہی دولت سے بن جاؤں۔

مسٹر قمر۔ یہ آپکی صفائی کا کوئی ثبوت نہیں ہے کیونکہ ہم کو جتنے ثبوت

ہیں لے رہی وہ آپ کے خلاف بھی ملے ہیں؟
"میں اپنی صفائی کی ضرورت بھی نہیں سمجھتا کیونکہ اگر میں بے گناہ ہوں تو مجھے پھانسی کی کوئی طاقت پھانسی تک نہیں پہنچا سکتی اور اگر میں گناہ گار ہوں گا تو میری ہزار لاکھ صفائیاں بھی بیکار ہیں مجھے سزا بہرحال میں مل کر رہے گی۔
عمران انکے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دو۔ فیاض نے سنجیدگی سے کہا اور اس نے جیب سے ہتھکڑیوں کا جوڑا بھی نکال لیا۔ قمر کے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی مضمحل مسکراہٹ گہری ہو گئی اور اس نے سکون سے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے اور پھر وہ مضمحل لہجہ میں بولا۔
اگر اجازت ہو تو میں ایک ارجنٹ ٹرنک کال بک کرلوں؟
کہاں کے لئے؟
شام نگر کے لئے۔
وہ کیوں۔؟
چاچا کی موت کا حادثہ رات ہی ہوا ہے نا۔؟
ہاں۔!
اور میں آپکو اس بات کا ثبوت پیش کرونگا کہ میں کل ٹھیک ساڑھے نو بجے شام نگر میں ہوٹل اومیگا میں اپنے روم میں بیٹھا تھا اور رات بھر اسی ہوٹل میں گزارہ دن میں بھی زیادہ حصہ میں نے اسی ہوٹل میں گزارہ ہے اور شام کو پانچ بجے سے کچھ قبل اپنی کار کے ذریعہ میں شام نگر سے روانہ ہوا ہوں۔
شکریہ۔ اس قسم کی تصدیق کرنا ہمارا اپنا کام ہے۔ آپکو اس تکلیف کی ضرورت نہیں فیاض نے خشک لہجہ میں کہا۔
جیسے آپ کی مرضی۔
پھر قمر کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں۔ قمر نے کہا۔ اگر مناسب سمجھیں تو میرے ہاتھوں پر میرا کوٹ ڈال دیجئے تاکہ ہتھکڑیاں نظر نہ آسکیں اور میں

آپ کے ساتھ دوستانہ انداز میں باہر نکلو۔ ایک لمحہ کی اتنی درخواست تو قبول کر لینی چاہیئے کیونکہ ممکن ہے میں درحقیقت مجرم ثابت ہو سکوں۔

فیاض نے عمران کی طرف دیکھا۔ اور عمران نے قہقہہ لگا کر اس کے ہتھکڑیوں والے ہاتھوں پر اس طرح ڈال دیا کہ اس کی ہتھکڑیاں کوٹ کے نیچے چھپ گئیں۔

کچھ دیر بعد تینوں عمران اور فیاض کے ساتھ فلیٹ سے باہر نکل رہا تھا اس کی چال میں ذرا سی بھی لغزش نہ تھی اور نہ ہی چہرے پر اس قسم کی پشیمانی کے آثار تھے۔ جن سے ثابت ہوتا کہ وہ مجرم بھی ہے

× × × × × ×

دیبا غائم کا ایک ناول

پھولوں کی زنجیر

آج ہی طلبا فرمائیے

ملنے کا پتہ:

چوہان اکیڈمی ۔ ستیانہ بازار لائل پور

○

قمر کو پولیس سٹیشن پہنچا کر لاک اپ میں دینے کے بعد عمران اور فیاض پولیس سٹیشن سے نکل آئے راستہ میں عمران کسی قدر کش مکش میں نظر آ رہا تھا۔ فیاض نے پوچھا
کیا بات ہے ؟ تم کسی فکر میں ہو۔
ہاں - میں سوچ رہا ہوں - کیا سچ مچ قمر بے گناہ ہے - !
اس کا فیصلہ تو مزید تفتیش سے ہوگا - مگر شاید تم یہ بات قمر کی گفتگو کے باعث کہہ رہے ہو
ظاہر ہے - !
عمران بعض مجرم اس سے بھی اچھے اداکار ہوتے ہیں - !
بے شک - !
اور میں تو اس کے یہاں کارنس پر وہ تصویر دیکھ کر ہی ٹھٹھک کر رہ گیا تھا جس میں قمر کے ساتھ سعیدہ بھی موجود ہے - " یعنی - !
مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس سازش میں سعیدہ اور قمر دونوں ہی شریک تھا - دونوں ہی تعلیم کے زمانہ کے ساتھی ہیں ممکن ہے دونوں میں عشق بھی رہا ہو - اور سیٹھ جمال نے اس کے باپ کو بلیک میل کر کے سعیدہ سے شادی کر لی ہو اور سعیدہ کے سینہ میں وہ آگ ابھی تک موجود ہو
ممکن ہے - بہت ممکن ہے - !
دوسری صورت میں اس بات میں تو کوئی شک نہیں کیا جا سکتا کہ قمر ہی مجرم ہے
عمران کچھ نہ بولا - فیاض نے پوچھا
اب کیا پروگرام ہے - ؟
میرے فلیٹ کی طرف چلو - !
کیوں ؟

اسلئے کہ ایسی سردی میں سکوٹر کے ذریعہ شام نگر تک کا سفر ناممکنات میں سے ہے
کیا مطلب ۔ ؟
مطلب یہ کہ قلفی جم کر رہ جائے گی ۔ !
کیا شام نگر چلنے کا ارادہ ہے ؟
صرف ڈیڑھ گھنٹہ کا سفر ہے اور ہمیں قمر کے بیان کی تصدیق تو بہرحال
میں کرنی ہی پڑے گی ۔
وہ تو ٹیلی فون پر بھی کی جا سکتی تھی
جی ہاں ۔ اگر قمر ہی مجرم ہے تو وہ سکیم بھی بنا سکتے ہیں اور شام نگر میں اس
قسم کے انتظامات بھی کر سکتا ہے جس کے ذریعہ یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے
گذشتہ رات شام نگر میں گذاری ہے اور فون پر ہم اس طرح تصدیق نہیں کر سکتے
پھر ؟ بس ہم آمنے سامنے تصدیق کریں گے ۔ !
جیسے تمہاری مرضی ۔ ! فیاض نے سکوٹر کا رخ عمران کے فلیٹ کی سمت پھیر دیا
راستہ میں عمران نے پوچھا ۔ لاش کی پوسٹ مارٹم رپورٹ کب تک مل جائے گی ۔ !
زیادہ سے زیادہ کل صبح تک
ٹھیک ہے ۔ !
کیوں ۔ تمہیں اس کی فکر کیوں ہے ۔ !
صرف اسلئے کہ یہ معلوم کرنا ہے کہ جمال کی موت جلنے سے ہوئی ہے یا مرنے
کے بعد ان کی لاش جلائی گئی ہے ۔ !
کیا مطلب ۔ ؟
ہر بات کا تم مطلب پوچھتے ہو اور مردہ بھی قبل از وقت ۔ !
آخر اس خیال کی کوئی وجہ تو ہو گی
اسے اگر زندہ آدمی کو جلایا جائے تو وہ چیخ و پکار تو کریگا اور جمال اتنی
خاموشی سے جل گیا کہ کسی نے اس کی آواز تک نہیں سنی

تمہارا خیال ہے کہ وہ پہلے ختم ہو گئے تھے اور اجد کو اس قتل کو حادثہ بنانے کی کوشش میں ان کے کمرے میں آگ لگانی پڑی ہے
کیا اس بات کا امکان نہیں ہے ۔!
قطعی ہے مگر بات تو ایک ہی ہوئی ۔
میں ایک اور زاویہ بھی سوچ رہا ہوں ریاض صاحب ۔!
وہ کیا ۔
اگر تم سچ مچ بے گناہ ثابت ہوتا ہے تو تم جمال کے قتل کا شبہ کس کے اوپر کرو گے ۔!
اوہ ۔ ریاض چونک پڑا ۔
سوچو اور ذہن پر زور دے کر بتاؤ ۔ ایک
ریاض کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا ۔ اس کے بعد کچھ ہستی رہ جاتی ہے
غالباً تم بھی سعیدہ کی طرف ہی پہنچے ہو گے ۔!
ظاہر ہے ۔
اسکی کوئی معقول دلیل ۔!
بھئی صاف ظاہر ہے سعیدہ نوجوان ہے میجر جمال تو بوڑھے تھے سعیدہ نے کسی نہ کسی طرح دو برس تک اپنے جذبات کا گلا گھونٹ کر رکھا اور جب برداشت کی حد ہی ختم ہو گئی تو اس نے جمال کو ختم کر ڈالا ۔
اگر سعیدہ کے سر پر الزام رکھا جائے تو پھر یہ بھی سوچا جا سکتا ہے کہ وہ احمق ہے
کیا مطلب ؟
اور سے بھئی اسکے بیان کے مطابق جمال کی وصیت کچھ دنوں میں تیار ہونے والی تھی اور اس صورت میں سعیدہ اگر کچھ دن صبر کر کے میجر جمال کو ختم کرتی تو کوئی اس پر شبہ بھی نہ کرتا اور وہ لاکھوں کی مالک بھی بن جاتی جبکہ اپنے شناساؤں میں وہ ایک اچھی عورت مشہور رہتی ۔
تب تو پھر سعیدہ کے علاوہ قصوروار وہ جاتا ہے جس نے اس وصیت کی بھنک سن

ی ہوگی اور اس نے وصیت سے پہلے ہی جمال کو قتل کرکے ختم کرڈالا تاکہ انکی پوری املاک اور بیمہ پالیسی کے پانچ لاکھ روپے اسی کے حصہ میں آئیں ۔ !

ایسی صورت میں تمہارا یہ نظریہ جھوٹا ثابت ہوتا ہے کہ سعیدہ اور قمر ایک دوسرے سے پیار کرتے ہونگے اور دونوں کی مشترکہ سازش سے ہی جمال کا قتل ہوا ہے ۔

اوہ ۔ پھر تم کیا کہنا چاہتے ہو ۔ ؟

یہی کہ مجرم ایک تیسرا فرد بھی ہوسکتا ہے ۔ ! وہ کون ۔ ؟

ذہن پر زور دو ۔ !

مجھے تو کوئی ایسا نہیں نظر آتا جسے سیٹھ جمال کی موت کے بعد کسی قسم کا فائدہ پہنچتا ہو سوائے قمر اور سعیدہ کے ایک فرد اور ہے ۔

اسے تو بتاؤ نا ۔ فیاض نے کہا ۔

صبر سے کام لو ۔ عمران بولا اور یہ سوچو کہ اس وقت جمال صاحب کن الجھنوں میں گرفتار تھے اور کن مشکلات سے گذر رہے تھے ۔

یعنی ۔ ؟

انکے اوپر بلیک مارکیٹ کے مقدمات چل رہے تھے ۔

قطعی ۔ !

اسکے علاوہ وہ انکم ٹیکس کے کھاتے بھی ترتیب دے رہے تھے

قطعی ۔ !

اب جس کمرہ میں سیٹھ جمال جل کر مرے ہیں کیا اس کمرہ سے کوئی کھاتہ یا رجسٹر برآمد کیا جا سکتا ہے ۔ !

نہیں ۔ فیاض چونک پڑا ۔ !

اسکے علاوہ جمال کی موت کے بعد پانچ لاکھ روپے بیمہ پالیسی کے اسکے کسی بھی وارث کو مل سکتے ہیں ۔

قطعی ۔ !

کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ جمال ہی اس حادثہ کا مجرم ہو۔؟

یعنی۔ فیاض اچھل پڑا

بڑی آسان بات ہے۔ اس نے وہ سارے ثبوت بھی ختم کر دیئے جنکے ذریعہ اس پر بلیک مارکیٹ کے مقدمات ثابت ہوتے یا جن کے ذریعہ وہ انکم ٹیکس کے چکر میں پھنس سکتا تھا۔

ظاہر ہے

اسکے علاوہ بیمہ پالیسی کی رقم الگ ہاتھ لگ سکتی ہے۔

ظاہر ہے۔ مگر وہ اپنے آپ کو کب تک چھپا کر رکھ سکتا تھا۔

بہت آسان بات ہے فیاض صاحب۔ ضروری نہیں کہ بیمہ والے یا ہی آئی ڈی والے اس کیس کے سلسلہ میں ساری عمر ہی تصدیق کرتے رہیں اور سال چھ مہینے کے بعد سب کچھ بھول جاتے ہیں لوگ۔ کسی دوسرے شہر یا چھوٹے سے قصبہ میں اپنا نام بدل کر زندگی کے باقی دن اطمینان سے گذار سکتا ہے۔

اوہ۔ مگر اس معاملہ میں یا تو اسکے بھتیجہ کو شریک ہونا چاہیئے یا بیوی کو ورنہ کسی ایک کی شرکت کے بغیر قمر کی اسکیم پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی

ظاہر ہے کیونکہ اس کی وراثت یا تو بیوی کو ملے گی یا بھتیجہ کو اور اگر بھتیجہ کی نیت خراب ہو جائے تو دولت کو وہ ہڑپ بھی کر سکتا ہے۔ اسلئے زیادہ امکان بیوی کا ہی ہے۔ مگر جو بھتیجہ اس حد تک اپنے چچا سے محبت کرتا ہو وہ چچا کے ساتھ دغا نہیں کر سکتا۔

یہ بھی ٹھیک ہے۔ فیاض کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اوہ یقیناً یہ کیس خود جمال ہی کی سازش کا نتیجہ ہے۔

بس۔ پہنچ گئے ایک جگہ پر۔ عمران برا سا منہ بنا کر بولا۔ فیاض صاحب میں نے صرف ایک خیال پیش کیا ہے۔ ایک مفروضہ۔ دوسرے امکانات یں سے ایک ہو بھی سکتا ہے کیونکہ ہم لوگ جب کسی کیس کے ہر پہلو کا

اسکا فی جائزہ نہ لیں۔ ہم اس تک نہیں پہنچ سکتے۔
تمہارا خیال درست ہے۔!
فیاض نے اسکوٹر روک دیا۔ کیونکہ عمران کا فلیٹ آ گیا تھا۔

O

شام نگر کا راستہ ٹھیک ایک گھنٹہ دس منٹ میں طے ہو گیا کیونکہ جیپ عمران ڈرائیو کر رہا تھا اور راستہ بھر فیاض عمران کو ٹوکتا رہا تھا کہ کہیں ایکسیڈنٹ نہ ہو جائے۔ مگر عمران نے اس طرح کانوں میں روئی ٹھونس لی تھی جیسے وہ ایکسیڈنٹ کے سارے خدشات کو بالائے طاق رکھ کر بیٹھا ہو۔!
ٹھیک دس بجے جیپ ہوٹل اومیگا کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر رک گئی اور فیاض نے اطمینان کا سانس لیا۔ توبہ ہے تم نے میری جان ہی نکال لی تھی
عمران اترتا ہوا بولا۔ یہی بات اگر تم نے ناک پر انگلی رکھ کر کہی ہوتی تو میں تم پر قربان ہو جاتا۔
یار کبھی کبھی تم انتہائی گھٹیا مذاق کر بیٹھتے ہو۔!
ایک گھٹیا آدمی سے تم بڑھیا بات کی توقع ہی کیوں رکھتے ہو۔!
اچھا بس۔ بک بک نہیں۔ پہلے ہم لوگ کھانا کھائیں گے میرا بھوک کے مارے دم نکلا جا رہا ہے۔ آنتیں کھنچ کر گلے میں آ رہی ہیں
یہ بھی زنانہ جملہ ہوا۔
فیاض جواب دیئے بغیر عمران کو دھکیلتا ہوا ہوٹل میں لے گیا۔ ہوٹل اومیگا حالانکہ ہوٹل میراج سے اچھا نہیں تھا پھر بھی اسی ہوٹل کا شمار اعلیٰ درجہ کے ہوٹلوں میں ہوتا تھا۔ اومیگا اور میراج کی خصوصیات میں سے سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ یہاں سرو کرنے پر ساری لڑکیاں تھیں۔ جن کے لباس ہفتے میں سات رنگ تبدیل کرتے تھے اور جس روز جس رنگ کا لباس ویٹریسوں کا ہوتا تھا اس رنگ کی کراکری استعمال کی جاتی تھی اور اس رنگ کی روشنی ہوٹل کے چپہ چپہ پر ہوتی تھی اور اپنی

اس خصوصیت کی بنا پر ہوٹل اوبیگا دور دور مشہور تھا
اس ہوٹل کی ویٹریسوں کے لباس کا رنگ گہرا سرخ تھا اور ہوٹل میں سرخ رنگ کی روشنی بھی پھیلی ہوئی تھی۔ سرخ رنگ کی ہی لالٹینیں استعمال کی جا رہی تھیں۔ سرخ لباس میں ملبوس خدمت گار لڑکیاں اپنے سرخ و سپید چہروں میں کسی دوسری دنیا کی مخلوق معلوم ہو رہی تھیں۔ یہاں کی ویٹریسوں کے انتخاب میں صورت شکل کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔!

فیاض اور عمران اندر داخل ہوئے تو ان کی آنکھیں چندھیا گئیں اور ساری بھوک پیاس ہوا ہو گئی۔ اس نے یہ ہوٹل بالکل پہلی بار دیکھا تھا اور اس کی آنکھیں اس طرح پھیل گئیں جیسے کوئی دیہاتی کسی شہر میں گھس آیا ہو وہ دروازہ کے قریب ہی ٹھٹھک کر کھڑا رہ گیا تھا۔

کیا نیند پوری کر رہے ہو؟

ایں!! فیاض چونک کر بولا۔ نہیں تو میں سوچ رہا ہوں کہ اس ارضی جنت میں اب تک کیوں ناواقف تھا۔

بہت سے بدقسمت شام تک یہاں ایسے مل جائیں گے جنہوں نے یہ ارضی جنت نہ دیکھی ہوگی۔ لہٰذا افسوس کرنے کی ضرورت نہیں آؤ۔ عمران فیاض کا ہاتھ تھام کر آگے بڑھا۔ ہال میں بہت ہی مدھم موسیقی کی لہریں تیر رہی تھیں اور اسٹیج پر ایک رقاصہ سرخ رنگ کے انتہائی مختصر لباس میں رقصاں تھی۔ عمران نے فیاض کا ہاتھ دبا کر کہا۔ جانتے ہو وہ رقاصہ کون ہے۔!

کون ہے۔؟

شیلی۔ جس کی ذکر قمر کر چکا ہے۔

اوہ۔ فیاض ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔ کم بخت بہت خوش نصیب ہے قمر کم بخت بھی ہے اور خوش نصیب بھی۔ چلو آؤ۔ رات پکانے کی ضرورت نہیں تمہاری جیب میں پانچسو کے فالتو نوٹ ہیں تو یہ تمہارے ساتھ بھی رات گذار سکتی ہے۔

اتنے میں ایک ویٹرس نے انکا راستہ روک کر مؤدبانہ سے اور خلیق لہجہ میں پوچھا
"آپ لوگوں کا ریزرویشن ہے جناب ؟
نہیں عمران نے جواب دیا "!
تب تو بہت افسوس ہے آپ کو سیٹ نہ مل سکے گی۔ آپکو کاؤنٹر پر کھڑا ہونا پڑے گا۔
"ہائیں۔ کاؤنٹر پر کیسے کھڑے ہو سکیں گے۔ عمران حیرت سے بولا۔
ویٹرس نے اپنی بیساختہ مسکراہٹ روکی اور بولی۔ میرا مطلب ہے آپکو کاؤنٹر کے قریب کھڑے رہنا پڑیگا جو کچھ طلب کریں گے آپکو کاؤنٹر ہی پہنچا دیا جائے گا۔
شکریہ مگر ہم لوگ اپنے ایک دوست کے ساتھ تو بیٹھ سکتے ہیں۔
بیشک۔ اگر آپ کے دوست کے پاس پوری میز ریزرو ہو۔
اس نے ہمیں مدعو کیا ہے لہذا پوری میز ہی ریزرو ہو گی۔
کیا نام ہے آپ کے دوست کا۔!
مسٹر قمر۔!
اوہو۔۔۔ وہ بیمہ ایجنٹ۔؟
وہی ... وہی ... آپ جانتی ہیں انہیں۔؟
انہیں اس ہوٹل کا کون سا فرد نہیں جانتا۔ بڑے دلچسپ اور زندہ دل نوجوان ہیں۔
بس تو ہمیں ان تک پہنچا دیجئے۔ غالباً ان کا کمرہ بھی ریزرو ہے یہاں۔
جی ہاں۔ مگر ان کے متعلق آپ مفصل معلومات کاؤنٹر پر سے حاصل کر لیجئے
شکریہ۔!
ویٹرس کو کسی گاہک نے پکار لیا اور وہ ادھر چلی گئی عمران اور ضیاء کاؤنٹر پر پہنچے۔ کاؤنٹر کلرک نے جھک کر ادب سے کہا۔ حکم فرمایئے جناب۔؟
ہم لوگ مسٹر قمر کے مہمان ہیں

مسٹر قمر ۔! انشورنس ایجنٹ ؟

جی ہاں ۔ !

ایک منٹ ٹھہریئے جناب ۔ !

کیا وہ اس وقت کمرہ میں موجود ہوں گے ؟

کہہ نہیں سکتی ۔ ! کاؤنٹر گرل نے کی بورڈ پر نظر ڈالی اور بولی ۔ معاف کیجئے ۔ ان کے روم کی چابی تو کی بورڈ پر موجود ہے اس کا مطلب ہے وہ اپنے روم میں موجود نہیں ہیں ۔

وہ ہال میں بھی نظر نہیں آ رہے

ایک منٹ ٹھہریئے ۔ کاؤنٹر گرل نے رجسٹر کھولا اور اسے دیکھتی رہی ۔ پھر نظریں اٹھا کر معذرت طلب لہجہ میں بولی ۔ معاف کیجئے ۔ وہ تو ہوٹل چھوڑ چکے ہیں ۔

کس وقت ۔ عمران نے حیرت سے پوچھا ۔

شام کو پانچ بجنے میں پندرہ منٹ پر ۔ !

او ہو ۔ مگر انہوں نے تو کہا تھا کہ وہ ہمیں آج یہیں ملیں گے ۔

کب کہا تھا جناب ؟

پرسوں ۔ !

آپ لوگ دارالحکومت سے تشریف لائے ہیں ۔ افسوس ہے کہ ان سے ملاقات نہ ہو سکے گی وہ کل رات کو ساڑھے نو بجے تشریف لائے تھے اور آج پورے پانچ بجے ہوٹل چھوڑ گئے ہیں ۔ موڈی آدمی ہیں ۔ ہفتہ کی چھٹی میں آتے ہیں اور کبھی کبھی اتفاقی چھٹیوں میں آ جاتے ہیں ۔

تو کل رات مسٹر عمر نے یہیں گذاری تھی ؟

جی ہاں ۔ !

بڑے دھوکے باز نکلے استاد ۔ انہوں نے کہا تھا کہ وہ یہیں اپنی ایک دوست نیلی

سے متعارف کرائیں گے آج اومیگا میں ۔
نیلی یا شیلی ۔۔ ؟
ممکن ہے شیلی ہی کہا ہو میری یادداشت ناموں کے معاملے میں ذرا کمزور ہے !
مس شیلی تو موجود ہیں ۔ !
کیا کل مس شیلی ہی مسٹر قمر کے ساتھ تھیں ۔ ؟
جی ہاں جناب ... دونوں نے ساتھ ہی ڈنر لیا تھا ۔
اور کتنے بجے تک ہال میں رہے تھے ؟
لگ بھگ ڈھائی بجے تک کل مس شیلی نرتی تھیں ایک دوسری رقاصہ مس حسینہ جمال کے رقص کا پروگرام تھا بڑا دلچسپ رقص تھا جو رات ڈھائی بجے تک جاری رہا تھا ۔
آپ یہ کیسے یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ مسٹر قمر ٹھیک ڈھائی بجے تک ہال میں تھے اسلئے کہ مسٹر قمر رات کو جس وقت مس شیلی کیساتھ کاؤنٹر پر چابی مانگنے آئے تھے اسوقت اتفاق سے میری رسٹ واچ بند ہو گئی تھی میں نے ان سے ٹائم پوچھا تھا اور انہوں نے ڈھائی کا وقت بتایا تھا ۔
اوہ ۔ شکریہ ۔
آپ مسٹر قمر کے دوست تھے نا ؟
جی ہاں ۔
اگر کوئی خدمت میرے لائق ہو تو حکم کریں ۔ !
شکریہ ۔ فی الحال ہم لوگ ڈنر کہاں لے سکتے ہیں ۔ ؟
وہ تو کاؤنٹر ہی پر منگوانا پڑے گا ۔ مجھے افسوس ہے کہ یہاں بلا ریزرویشن کے سیٹ ملنا ناممکن ہے رش ہی اتنا رہتا ہے ۔ !
اچھا عمران نے ٹھنڈی سانس لیکر کہا ۔ چلئے کھڑے کھڑے ہی سہی
کاؤنٹر گرل نے ایک ویٹر کو پکار کر کہا ۔ صاحب کا آرڈر نوٹ کرو ۔ !
فرمائیے صاحب ۔ ویٹر نے ٹھیک کہہ کر کہا ۔ عمران آرڈر نوٹ کرانے لگا ۔ !

کھانے کے دوران عمران نے فیاض سے کہا۔ اب کیا خیال ہے؟
تمہارا کیا خیال ہے؟
اس طرح تو قمر کی پوزیشن بھی بالکل صاف ہو جاتی ہے
قطعی ۔ بے شک یہاں کے عملہ کیلئے قمر ہر دل عزیز ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہاں کا عملہ قمر کے کسی جرم میں بھی شریک ہو جائے۔ یہاں کا نظام باقاعدہ ہے رجسٹر میں آنے جانے والوں کے متعلق اوقات تک کی تفصیلات لکھی ہیں
ہوں ۔ کیوں نہ ہم شیلی سے اس بات کی تصدیق کر لیں کہ قمر رات اس کے ساتھ تھا۔!
ضرور عمران نے کہا۔ مگر اس کے لئے رقص کے خاتمہ تک انتظار کرنا پڑے گا۔
کیا حرج ہے کر لیں گے انتظار۔!
جیسے تمہاری مرضی۔!

۵

شیلی سے میک اپ روم میں اپنا میک اپ اتار رہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی اور اس نے ایک طرف سے پردہ کھسکا کے کہا
یس، کم ان پلیز۔!
عمران کسی قدر جھکا ہوا اندر داخل ہوا اور بولا۔
اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو آپ ہی مس شیلی ہیں۔
شیلی ۔ شیلی مسکرائی۔ میرا نام شیلی ہے۔
سوری۔ میں ناموں کے معاملہ میں بہت بدقسمت ہوں۔ اکثر نام بھول جاتا ہوں میرا نام علی عمران گورداسپوری ہے مگر اکثر میں بھول کر اپنا نام ٹٹو بتا دیتا ہوں
میرے لائق خدمت۔

آپ کے دوست مسٹر قمر کا پیغام ہے
اوہو۔ قمر انشورنس ایجنٹ ؟
جی ہاں ۔ !
کیا پیغام ہے ان کا ؟
انہوں نے کہا ہے کل وہ اپنے کسی بڑے آفیسر دوست کے ساتھ آرہے ہیں۔ آپ کسی اور کے ساتھ ملاقات نہ طے کریں۔
اسے اب انکی چھٹی کہاں سے نکل آئی۔ شیلی نے مسکرا کر کہا۔ ابھی کل ہی تو وہ چھٹی پر تھے اور آج ہی شام کو گئے ہیں۔ !
کسی بڑے آفیسر کے ساتھ ان کو بھی لینا ہی پڑ رہی ہے۔ کیا وہ کل ساری رات آپ کے ہی ساتھ رہے ہیں۔ ؟
جی ہاں ہم لوگوں نے ڈھائی بجے رات مصری رقاصہ کا رقص دیکھا تھا
بہر حال۔ پھر کیا جواب دے دوں انہیں۔
کہئے گا ان کا حکم سر آنکھوں پر۔
شکریہ۔ !
کچھ کافی وغیرہ ہو
نہیں شکریہ عمران گھڑی دیکھ کر بولا۔ میں ذرا جلدی میں ہوں مس نیلی۔
نیلی نہیں شیلی۔ شیلی ہنس کر بولی۔
معاف کیجئے گا۔ !
میں سن چکی ہوں آپ نام بھول جاتے ہیں مگر ایسا بھی کیا۔ آپ قمر کے دوست ہیں کم از کم ایک پیگ ہی سہی۔
نہیں شکریہ۔ کل سہی۔
یعنی کل آپ آئیں گے۔ ؟
میرا نہیں وہ دوست ہیں جن کے لئے آپ کو کل کیلئے قمر اینگیج کر رہا ہے۔

ہیں شیلی ہکا بکا سی عمران کو دیکھنے لگی۔ اور عمران شیلی کو حیران چھوڑ کر ہائے ہائے کرتا ہوا باہر نکل آیا۔ فیاض محفظہ بانہ انداز میں اس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "کیا رہا"؟

قمر نے کل رات یہیں گذاری ہے

"اوہو"!

آؤ چلیں۔ عمران فیاض کا ہاتھ تھام کر بولا

تھوڑی دیر بعد وہ جیپ میں سوار تھے۔ اور جیپ فراٹے بھرتی ہوئی واپس دوڑ رہی تھی۔ راستہ میں فیاض نے کہا۔

اسکا مطلب ہے رات کے حادثہ سے قمر کا ہیچ کوئی تعلق نہیں

حالات سے تو یہی ثابت ہوتا ہے

تب تو پھر دو ہی باتیں رہ جاتی ہیں یا تو سعیدہ اس قتل کی ذمہ دار ہے یا پھر خود جمال نے ہی یہ ساری سکیم بنائی ہے۔

اگر سعیدہ ہی اس قتل ذمہ دار ہے تو۔۔۔ عمران کہتے کہتے رک گیا

فیاض نے کہا۔ ہاں ہاں کہو۔

فیاض صاحب اگر جمال کے وکیل نے اسکی وصیت تیار نہیں کی ہے تو سعیدہ اس قتل کی ذمہ دار ہرگز نہیں ہو سکتی۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا مقصد صرف جمال سے پیچھا چھڑانا ہو اور اگر وہ وصیت کے بعد یہ اقدام کرتی تو اس پر براہ راست شبہ جاتا۔

تمہاری دلیل وزن دار ہے مگر خیر اب جب تک جمال کے وکیل سے نہ مل لیں کوئی نظریہ قائم کرنا مشکل ہے۔

وکیل سے؟ اسکے پاس تو غیر دستخط شدہ وصیت موجود ہے ہمیں اس امر کی اطلاع سعیدہ سے مل بھی چکی ہے۔

سعیدہ ہی سے تو ہمیں اگر سعیدہ کو ہم بالفرض اس حادثہ کا ذمہ دار

سمجھ لیں تو یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ وصیت تیار بھی ہو چکی ہو معہ آتشیں کے ۔ !

یہ بات ہوتی تو سعیدہ یہ بیان دیتی کہ وصیت ابھی نامکمل ہے
وہ یہ بیان دے سکتی ہے ۔ کیونکہ بعد میں اگر وصیت مکمل بھی نکلی ہے تو وہ آسانی سے یہ کہکر پیچھا چھڑا سکتی ہے کہ مجھے وصیت کی تکمیل کا علم نہیں تھا
ہاں یہ تو ہے لیکن اگر سعیدہ ہی اس معاملہ کی ذمہ دار ہے تو درحقیقت وہ بے حد ذہین عورت ہے اس نے کتنی چابکدستی سے سارا شبہ قمر پر ڈال دیا ہے بے شک ۔
تو پھر وکیل سے کب ملوگے ؟
اب رات میں کیا اسے جا کر جگائیں گے ؟ کل ہی ملاقات ہو سکے گی اس سے ۔
اور سنو ۔ اگر وصیت نامکمل ہے تو ؟
تو یہ بھی سوچا جا سکتا ہے کہ خود جمال نے شاید سارا پلان مرتب کیا ہے ۔
اور ایسی صورت میں اس کا بھتیجہ بھی اس پلان میں شریک ہوگا ۔
بے شک ہو سکتا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سازش میں قمر جمال اور سعیدہ تینوں ہی شریک ہوں ۔
وہ کیسے ۔ ؟
پلان جمال کا ہو اور پلان کے تحت ہی سارے شبہات قمر پر ڈالے گئے ہوں گے اور قمر نے اپنے دفاع کی اسکیم جمال کی تجویز کے مطابق پہلے ہی سے تیار کر رکھی ہو اب قمر اسلئے بچ گیا کہ جس رات کو حادثہ ہوا اس رات اس کی موجودگی شام منگر میں ثابت ہوتی ہے ۔
سعیدہ اسلئے بچ گئی کہ اسکے خلاف کوئی واضح ثبوت ہی نہیں اسکے علاوہ سعیدہ کے نام وصیت نہیں ہے اور قمر اس میں سے اپنا طے شدہ حصہ لے کر ہی مالا مال ہو سکتا ہے اسطرح جمال مشکلات سے بچ گیا اور بارخ

لاکھ انشورنس کی پالیسی کے الگ مل گئے۔!
لیکن وہ جھلسی ہوئی لاش۔ اسے کس خانہ میں فٹ کروگے؟
برف خانہ میں فٹ کردیں گے عرصہ تک محفوظ رہ سکے گی۔!
وہاٹ ــــ!
یار فیاض کسی زندہ کو جلانے میں کیا تکلیف ہو سکتی ہے مگر ایک لاش کو جھلسانے میں کیا مشکل ہے اور ایک لاش تو کہیں سے بھی حاصل کی جا سکتی ہے
یعنی ــــ؟
کسی تازہ قبر سے بھی حاصل کی جا سکتی ہے یا سول ہسپتال سے بھی جہاں روزانہ لاوارث لاشیں روزانہ آتی ہیں۔
فیاض کچھ نہ بولا۔ عمران پھر بولا۔
اور اسکے لئے صبح سب سے پہلے تمہیں لاش کے پوسٹ مارٹم رپورٹ حاصل کرنی ہے
ٹھیک ہے۔ پھر سفر خاموشی سے کٹنے لگا۔



عمران شیو بنا رہا تھا کہ چالک پے در پے گھنٹی بجنے لگی اور وہ بوکھلا کر بولا۔ ابے او سلیمان دیکھ تو سہی کون بیوقوف گھنٹی کا ستیاناس کر رہا ہے۔
دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور ساتھ ہی تیز تیز قدموں کے ساتھ فیاض کی گڑبڑائی ہوئی سی آواز سنائی دی
عمران ــــ عمران ــــ کہاں ہو تم۔؟
خیریت؟ عمران پلٹ کر باہر آتے ہوئے بولا۔ کیا تمہاری بکری نے انڈا دے دیا ہے؟

کیا بکتے ہو ۔ ؟
لے پچھلے سال شیلا کی مرغی نے انڈے کی بجائے ایک بچہ کو جنم دیا تھا تو شیلا بوکھلائی ہوئی میرے پاس آئی تھی اب بتاؤ اگر مرغی انڈے کی بجائے بچہ دینے لگے تو اس میں علی عمران کا کیا قصور ہے ۔!
بس ۔ شروع کردی بکواس ۔ فیاض منہ بنا کر بولا ۔ میں تو تمہیں پوسٹ مارٹم رپورٹ دکھانے آیا تھا
مرغی کی یا بکری کی ۔ ؟
سیٹھ جمال کی ۔ فیاض جھلا کر بولا ۔
"اوہ ۔ لاحول ولا قوۃ ۔ میں بھول ہی گیا تھا ۔ کیا رپورٹ ہے فیاض ڈارلنگ
"حیرت انگیز ۔ تم سنو گے تو اچھل پڑو گے ۔!
عمران نے مضبوطی سے کرسی کے ہتھے پکڑ لیے اور بولا ۔ !
سناؤ اب نہیں اچھلونگا ۔
فیاض نے عمران کی حرکت نظر انداز کرتے ہوئے کہا ۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق جو لاش جھلسی ہوئی تھی وہ موت کے بعد جھلسی تھی
کیا مطلب ؟
ہاں مقتول کی موت آگ میں جھلسنے سے قریباً ایک گھنٹے قبل واقع ہو چکی تھی ۔
اوہ ۔ عمران کی آنکھیں پھیلی رہ گئیں
اس کا مطلب یہ ہوا کہ ۔ !
مطلب ؟ تم ہی سمجھاؤ ۔ !
صاف ظاہر ہے یہ سب سیٹھ جمال کی چال لگتی ہے اور جمال نے کہیں سے لاش حاصل کر کے یہ ڈرامہ رچایا ہے ۔!
بیشک ۔ ممکن ہے ۔

بس ۔ اب تم جلدی سے تیار ہو جاؤ
چند منٹ میں تیار ہوتا ہوں ۔!
عمران لباس تبدیل کرنے چلا گیا اور فیاض مضطربانہ انداز میں ٹہلنا رہا

×××

عمران اور فیاض فلیٹ کے برآمدہ میں داخل ہوئے اور عمران نے گھنٹی بجائی چند لمحہ بعد ہی دروازہ کھلا اور ایک بوڑھی عورت نے پوچھا
کس کو ملنا مانگتا ۔!
مسٹر یوسف ایڈووکیٹ
کیا نام ۔ ؟
عمران نے فیاض سے کارڈ مانگ کر عورت کو دیدیا۔ عورت کارڈ لے کر چلی گئی ۔!
اور چند منٹ بعد ہی وہ دونوں ڈرائینگ روم میں بیٹھے تھے اور یوسف ایڈووکیٹ آنکھوں عینک کے پیچھے سے حیرت سے دیکھ رہا تھا ۔
میں آپ لوگوں کی کیا خدمت کر سکتا ہوں ۔!
چائے چل جائے گی ۔ عمران انگڑائی لیتا ہوا بولا ۔ ہم لوگ ذرا تھکے ہوئے ہیں ۔
یوسف نے حیرت سے عمران کو دیکھا پھر گھنٹی بجا کر بوڑھی نوکرانی کو بلا کر چائے کے لئے کہا پھر بولا ۔ آپ لوگوں کی آمد کا مقصد دریافت کر سکتا ہوں ۔
ضرور دریافت کر سکتے ہو ۔!
تو پھر بتایئے ۔

سیٹھ جمال کے قانونی مشیر آپ ہی ہیں ؟
جی ہاں۔ غالباً" آپ لوگ ان کی اچانک موت کے بارے میں تفتیش کر رہے ہیں ۔؟
جی ہاں ۔ !
فرمایئے ۔ میں کیا خدمت کروں
سیٹھ جمال نے کوئی وصیت مرتب کرائی تھی آپ سے ۔؟
جی ہاں ۔ !
کب ۔ ؟
کوئی ایک ہفتہ قبل ۔
وصیت مکمل ہو چکی تھی ۔ میرا مطلب ہے اس پر دستخط سیٹھ جمال کے ہو گئے تھے ۔ ؟
جی ہاں ۔ !
کب ۔ ؟
پرسوں ۔ انہوں نے پرسوں ہی دستخط کئے تھے ۔
دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر عمران نے وکیل سے پوچھا ۔ !
کیا وہ دستخط ہم دیکھ سکتے ہیں ؟
کیوں نہیں ۔
کچھ دیر بعد وصیت عمران اور فیاض کے سامنے تھی ۔ عمران نے وصیت پڑھی اور چونک کر بولا ۔ !
یعنی یہ وصیت ہے ؟
جی ہاں ۔ یہ وہی وصیت ہے جو خود سیٹھ جمال نے اپنے سامنے تیار کرائی تھی اور اس پر ان کے ہی دستخط ہیں ۔ دستخط آپ کسی ایکسپرٹ کو بھی

دکھا سکتے ہیں۔
مگر یہ تو مسٹر قمر کے نام ہے۔
جی ہاں سیٹھ جمال نے اپنی ساری وراثت کا حقدار اپنے بھتیجہ کو ہی قرار دیا ہے،
لیکن ہم نے سنا تھا کہ انہوں نے اپنی بیوی سعیدہ کے نام وصیت کی ہے۔؟
جی ہاں ان کے نام بھی بنوائی تھی۔
کیا مطلب۔؟
کچھ عرصہ قبل سیٹھ جمال نے وصیت سعیدہ کے نام ہی بنوائی تھی مگر پرسوں جب وہ آئے تھے تو انہوں نے وصیت تبدیل کرا دی تھی۔
اس تبدیلی کی وجہ بھی انہوں نے کچھ بتائی تھی۔؟
آپ پوری وصیت پڑھ لیجئے۔ وجہ کا اندازہ آپ کو خود ہو جائے گا۔!
عمران وصیت پڑھنے لگا۔ فیاض مضطربانہ انداز میں پہلو بدلتا رہا۔ اس دوران میں بوڑھی چائے رکھ چلی گئی۔
وصیت ختم کر کے عمران نے ایک لمبی سانس لی اور بولا۔
اچھا وکیل صاحب بہت بہت شکریہ۔ تکلیف کے لئے معافی چاہتے ہیں۔
اس میں معافی کی کیا بات جناب! آپ لوگ قانون کے محافظ ہیں اور آپ کی مدد کرنا تو ہمارا پہلا فرض ہے۔!
شکریہ۔ عمران نے کہا۔!

○

عمران اور فیاض ہال میں داخل ہوئے تو سعیدہ بے حد سوگوار نظر آ رہی تھی۔ اس کی جسم پر کالی ساڑھی تھی جس میں سے اس کا گورا رنگ پھٹا جا رہا تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس نے مضمحل نظروں سے ان کا استقبال کیا اور بولی۔!

میں نے سنا ہے قمر کو شبہ میں گرفتار کر لیا گیا ہے

جی ہاں۔ مگر اب بہت جلد اسے چھوڑ دیا جائے گا

کیوں ۔۔۔ ؟ کیا وہ مجرم ثابت نہیں ہوا ؟

جی نہیں ۔۔ !

اور کون مجرم ثابت ہوا ہے ۔۔ ؟

ایک ایسی ہستی جس کے متعلق وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا۔

یعنی ۔۔ ! سعیدہ چونک کر بولی ۔!

شاید آپ کو معلوم نہیں کہ سیٹھ جمال کی جھلسی ہوئی لاش کے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ مل چکی ہے اور اس سے ظاہر ہوا ہے کہ سیٹھ جمال جھلسنے سے پہلے ہی مر چکے تھے

نہیں ۔ سعیدہ بڑبڑائی ۔

جی ہاں ۔۔۔ اور ان کی موت جھلسنے سے نہیں زہر خورانی سے ہوئی ہے ۔ !

سعیدہ کے چہرہ کی رنگت سفید ہو گئی۔ عمران نے پھر کہا اس کے علاوہ ۔ شاید آپ کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ سیٹھ جمال نے آپ کے نام کچھ عرصہ قبل جو وصیت کی تھی۔ اسے اچانک

تبدیل کر دیا تھا ۔
نہیں ۔۔ !
جی ہاں ۔ انہوں نے پرسوں ہی اپنے وکیل سے مل کر وصیت تبدیل کی تھی ۔۔ نئی وصیت پر ان کے مصدقہ دستخط بھی موجود ہیں ۔ اور اس وصیت کی رو سے ان کا بھتیجہ قمر ہی ان کی وراثت کا حقدار ہے ۔!
نن ... نہیں ۔ !
سعیدہ ہکلائی ۔
یہ درست ہے ۔ عمران بولا ۔ اور اس وصیت میں سیٹھ جمال نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ میں اپنی املاک کا واحد وارث اپنے بھتیجہ کو اس لئے قرار دے رہا ہوں کہ مجھے پچھلے دو تین دن سے یہ شبہ ہو رہا ہے کہ میری بیوی مجھے ختم کرنا چاہتی ہے ۔!
یہ جھوٹ ہے بکواس ہے ۔ ! وہ چیخ پڑی ۔
وہ گڑبڑا کر کھڑی ہو گئی تھی ۔ !
عمران نے خشک لہجے میں کہا ۔
سعیدہ صاحبہ آپ کے چیخنے سے آپ کا جرم نہیں چھپ سکتا ۔۔ ! آپ نے پلان بہت اچھا بنایا تھا ۔ آپ سچ مچ اپنے شوہر سے چھٹکارا چاہتی تھیں جوان کی زندگی میں ناممکن تھا ۔۔ !
آپ کسی مناسب موقع کے انتظار میں تھیں ۔ ادھر سیٹھ صاحب کے خلاف جو الزامات لگائے گئے تھے وہ ان کے چکر میں پریشان تھے ۔ دوسری طرف انہوں نے آپ کے نام

وصیت بھی کر دی تھی۔ آپ نے سوچا کہ یہ موقع چھٹکارہ پانے کے لئے موزوں تھا۔

آپ نے ان کے خاتمہ کے لئے بڑا خوبصورت پلان بنایا۔ آپ نے قمر کی سالگرہ پارٹی سے فائدہ اٹھایا۔ قمر کے لائے ہوئے لڈوؤں کو بھنگ ملے لڈوؤں سے تبدیل کر کے نوکروں میں بانٹ دیا۔

وہ لوگ بے خبر سو گئے

آپ کو یہ شبہ بھی نہ ہوگا کہ رحیم جاگتا رہے گا۔ آپ نے کسی بھی طرح سے سیٹھ جمال کو زہر دے کر ختم کر دیا — ممکن ہے انہوں نے چائے ہی مانگی ہو یا آپ نے پانی میں ہی زہر دے دیا ہو۔

ان کے خاتمہ کے بعد آپ کے لئے اس قتل کو حادثہ بنانے کی سوجھی۔ اور آپ نے پیٹرول کا انتظام کیا جو سیٹھ صاحب کی کار سے ہی نکالا گیا تھا۔

آپ نے احتیاط" فیوز بھی اڑا دیا۔ جس کی وجہ سے رحیم اندر آیا جو آپ کے لئے غیر متوقع بات تھی۔ رحیم کو دکھانے کے لئے آپ نے اپنی ساڑھی پھاڑی اور اپنے اوپر حملہ کا ڈھونگ رچایا۔

پھر رحیم ٹکرا کر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

اس کے بعد آپ نے اطمینان سے سیٹھ صاحب کے کمرہ میں پیٹرول چھڑک کر آگ لگا دی۔

اور پھر اپنی جگہ آ کر گر پڑیں ۔
جہاں سے بعد میں آپ کو رحیم نے اٹھایا ۔ ورنہ اگر
چوروں کا معاملہ ہوتا یا قمر کی حرکت ہوتی تو آپ پر
مجرمانہ حملہ کی کوئی تک نہ تھی ۔
اور پھر ...
اس کے بعد آپ نے کئی موقعوں سے فائدہ اٹھایا
اور ڈرامہ اس طرح ترتیب دیا کہ سارا شبہ قمر پر ہو
جائے ۔ !
اور ایسا اس لئے کیا کہ وصیت آپ کے نام ہی لکھی
جا چکی ہے اور اس پر دستخط نہ تھے ۔ لہٰذا قانون یہ
سوچ سکتا تھا کہ قمر نے وصیت کی تکمیل سے قبل ہی
سیٹھ جمال کو قتل کر دیا ۔ !
تاکہ ان کی املاک کا وارث قرار پائے لگے ...
قمر کی بیان انگیز موجودگی کے ثبوت ہمیں مل گئے ہیں ۔
اور پھر ...
اچانک سعیدہ کی آنکھوں میں وحشت ابھر آئی اور
وہ چیخ کر بولی ۔
ہاں ہاں میں نے ہی سیٹھ جمال کو قتل کیا ہے ۔
میں نے ان کے پانی کے گلاس میں زہر کی دو بوندیں ڈال دیں تھیں
کیونکہ وہ میرا شوہر نہیں درندہ تھا ۔ !
میں کوئی انسانوں یا کہ بندروں کی لڑکی نہیں ہوں ۔

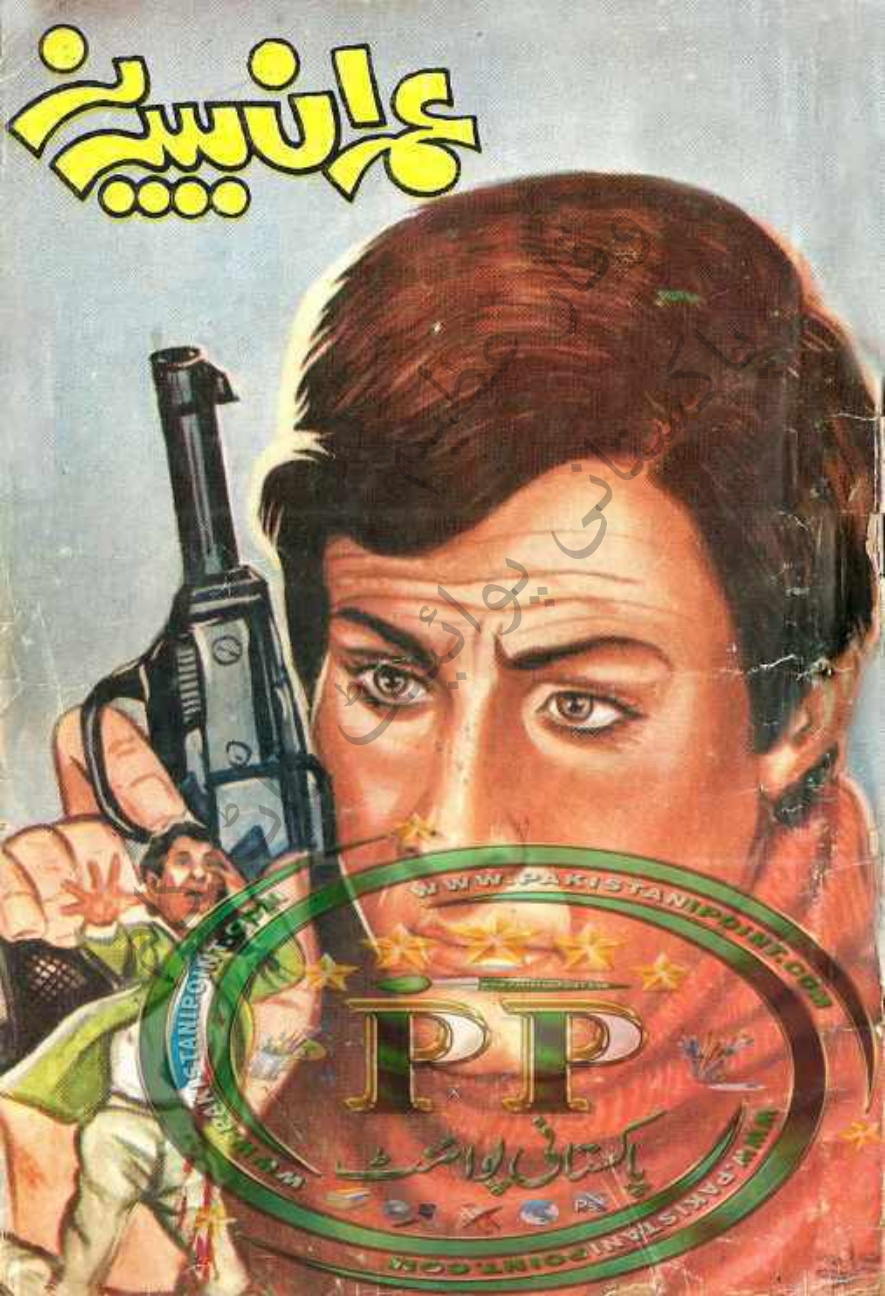
پھر اپنی جوانی اس بوڑھے کی ہوس پر قربان کر کے
میں نیک کیوں بنی رہتی۔
مجھے اس سے نفرت تھی نفرت پر نفرت۔ کیونکہ اس نے
میرے باپ کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر مجھے
اپنی ہوس کی بھینٹ چڑھا دیا تھا۔ اس نے یہ نہیں
سوچا کہ ایک جوان لڑکی کے جذبات اور خواب کیا ہوتے
ہیں ——!
اس نے میرے سارے خوابوں کو پامال کر دیا تھا
اسے میرے باپ پر رحم نہ آیا کہ میرا باپ جوان بیٹی کھو
کر کس کیفیت سے گذر رہا ہو گا۔ تو میں اس پر کیوں
رحم کرتی ——!
اس نے میرے جذبات کا گلا گھونٹا تھا لیکن
میں نے اسے مار ڈالا ..... میں نے اس سے اپنے
باپ کی موت کا بدلہ اور اپنی بربادی کا انتقام لے لیا
اس نے میرے باپ کو قتل کیا تھا۔ مجھے قتل کیا تھا۔ مگر
قانون کی کتاب میں اس کے لئے کوئی سزا نہیں تھی۔
مگر ایک جوان لڑکی کے جذبات خود اپنی جگہ پر ایک اٹل
قانون ہوتے ہیں میں نے اسے سزا دے دی۔ اسے ختم کر ڈالا
ہاں ہاں۔ میں نے اپنی بربادی کا انتقام لے لیا۔ اب میں آزاد
ہوں ——
چیختے چیختے سعیدہ پاگلوں کی طرح زور زور سے

قہقہے لگانے لگی ۔ اس نے اپنے بال نوچ ڈالے
لیکن فیاض اس کی حالت سے متاثر ہوئے بغیر آگے بڑھا اور اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں ۔ عمران کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی ۔

xxxxx

ختم شد

عمران سیریز



WWW.PAKISTANIPOINT.COM
PP
پاکستانی پوائنٹ

عمران سیریز

موت کا پیالہ

مکمل ناول

قیمت
سات روپے پچاس پیسے

مصنفہ
نغمہ صفی

خط و کتابت کا پتہ

ایوب اکیڈیمی

ملنے کا پتہ ایوب اکیڈیمی لیاقت آباد۔ کراچی ۱۰

پاکستان ویب سائٹ ڈاٹ کام

الیاس قریشی

کے سامنے کے صفحہ پر دیئے گئے سارے ناول اب

کراچی بک ڈپو ۔ ۴۸ ۔ اردو بازار پر مل سکتے ہیں

سر رحمان کی کوٹھی کو آج دلہن کی طرح سجایا گیا تھا کیونکہ آج ثریا کی سالگرہ تھی۔ کوٹھی کی سجاوٹ کے علاوہ ڈرائنگ روم کی سجاوٹ تو قابل دید ہی تھی۔ اس تقریب میں حکومت کے تمام اعلیٰ افسران کے علاوہ اونچی سوسائٹی کے بہت سے معزز لوگ بھی مدعو کیے گئے تھے۔ وقت مقررہ سے کچھ دیر بعد مہمان آنا شروع ہوئے تھے اور اس وقت تک تقریباً تمام ہی مہمان آچکے تھے۔ ریاض بھی ایک جانب تھری پیس کے سوٹ میں ملبوس کھڑا تھا۔ چہرے سے رعونت کے آثار یکسر غائب تھے۔ ہونٹوں پر دلفریب مسکراہٹ سجائے وہ ہال کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔ سر رحمان اپنے چند ہم عصر اور ہم عمر دوستوں کے ساتھ نجانے کس بحث میں الجھے ہوئے تھے جبکہ اماں جی ان لوگوں سے ذرا پرے ان خواتین سے باتیں کر رہی تھیں جو جان محفل بننے کے شوق میں مشرق اور مغرب کے فرق کو بھی بھلا بیٹھی تھیں۔ اور زیادہ تر ایک مشین سی بنی ادھر سے ادھر نوکروں کو ہدایت دیتی پھر رہی تھی۔ ہال کے وسط میں ایک بڑی سی میز پر سالگرہ کیک اور مہمانوں کے لائے ہوئے تحائف رکھے ہوئے تھے۔

"کیا بات ہے ثریا تمہارے بھائی جان نظر نہیں آرہے۔ ثریا جیسے ہی ریحانہ کے

قریب سے گذری اس نے اسے روک کر پوچھا۔ وہ سر سلطان کی لڑکی تھی۔

ثریا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور بڑا سا منہ بناتے ہوئے بولی۔ ابھی تک تو نہیں آئے دیکھو شاید آ جائیں اور پھر چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ ارے ریحانہ تمہارے ڈیڈی بھی تو نظر نہیں آ رہے۔

اوہ ہاں وہ آج ایک ضروری میٹنگ میں شریک ہیں اس لئے نہیں آ سکیں گے۔ میں ان کی جانب سے معذرت خواہ ہوں۔ عمران بھائی بھی شاید ان کے ساتھ ہوں۔ ویسے بھی ڈیڈی عمران بھائی کو بہت پسند کرتے ہیں۔ چاہتے ہوں گے۔ ثریا نے تیوریوں پر بل ڈالے۔

تم نے بھائی جان کی بے اعتنائی دیکھی کہ ہمیں کی سالگرہ اور بھائی غائب۔ قسم سے ریحانہ بھائی جان کو ہماری خوشیوں کا ذرا بھی خیال نہیں۔ ثریا نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

ارے نکرت کر کسی کام میں پھنس گئے ہوں گے بچارے آتے ہی ہوں گے۔ ریحانہ نے دلاسا دینے کی کوشش کی۔

ویسے مجھے ڈر ہی لگ رہا ہے ان حضرت کو بلا کر کہیں کوئی گل کھلا بیٹھے تو معیت آ جائے گی۔ ریحانہ نے جواب دینے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ ہال میں ایک زوردار آواز گونجی

"السلام علیکم"

تقریباً تمام ہی لوگوں نے چونک کر صدر دروازے کی طرف دیکھا جہاں اس صدی کا احمق ترین انسان علی عمران ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (اکسن) الو کی طرح دیدے نچا رہا تھا۔ فیاض نے اسے دیکھتے ہی ایسے منہ بنایا جیسے غلطی سے کونین کی ٹکیہ نگل لی ہو۔ سر سلطان کے چہرے پر بھی خفگی کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ ثریا نے بوکھلا کر ایک اچٹتی سی نظر ان لوگوں پر ڈالی اور عمران کی طرف بڑھ گئی۔ "بھائی جان پلیز خدا کے لئے سیریس ہو جایئے۔"

ثریا اس کا بازو پکڑ کر ایک جانب کھینچتے ہوئے بولی۔ لہجہ خوشامدانہ ہی تھا۔ عمران چہرے پر معصومیت طاری کئے مہمانوں کو رحم طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کے ساتھ کھنچا چلا جا رہا تھا۔ ثریا اسے سب سے الگ تھلگ ایک کونے میں لے گئی اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے عمران کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو اور چہرے پر التجا تھی۔

وہ اے باپ رے کا نعرہ لگاتے ہوئے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

بھائی جان پلیز۔ ثریا نے دوبارہ منت کی۔

عمران نے کندھے اچکاتے ہوئے سٹ ڈیڈی سانس لی۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ایک جانب بڑھ گیا۔ اس کے بعد وہ محفل کے اختتام تک سنجیدہ ہو رہا تھا۔

عمران ابھی ابھی سالگرہ کی تقریب سے واپس آیا تھا۔ اس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے زور دار جمائی لی اور جوتے کے تسمے کھولنے لگا۔ ابھی اس نے جوتے اتارے بھی نہیں تھے کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بڑی زور و شور سے بج اٹھی۔ وہ ٹیلیفون کو منہ چڑاتے ہوئے دوبارہ جوتے اتارنے لگا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی متواتر بج رہی تھی لیکن وہ اطمینان سے اپنے کام میں مگن تھا۔ جوتے اتار کر اس نے موزے اتارے ٹائی کی گرہ ڈھیلی کرتے ہوئے اس نے کوٹ

اتارا۔ پھر جس وقت اس نے رسیور اٹھایا اس وقت تک مسلسل گھنٹی بجتی رہی تھی۔

"ہیلو عمران مرحوم اسپیکنگ" اس نے منہ چلاتے ہوئے احمقانہ لہجے میں مادر تھ پیس میں کہا۔

اوہ مردود اتنی دیر سے کیا کر رہے تھے۔ سر سلطان کی آواز گونجی۔ عمران نے بوکھلا کر سر پر جلدی جلدی ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔

اوہ بابا۔ آپ چشم ما روشن دل ما شاد کہتے کیسے راحت کی مم میرا مطلب ہے کیسے تکلیف کی۔ بکواس فوراً دفتر پہنچو۔"

"جناب کیا آپ کے پیٹ میں درد ہے"

عمران پلیز مذاق نہیں بہت ضروری کام ہے جلدی آ جاؤ۔ اس بار سر سلطان کا لہجہ قدرے پرسکون اور سنجیدہ تھا۔

عمران نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا اور رسیور اپنی جگہ پر رکھ کر دوبارہ جوتے پہننے لگا کوٹ پہننے کے بعد اس نے جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکالا اور اس میں سے ایک پیس منہ میں رکھ کر دانتوں سے کچلتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ابھی اس نے دروازہ کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ دروازہ ایک زوردار آواز کے ساتھ کھلا۔ نتیجہ میں عمران شدید دھکے کی وجہ سے فرش پر آ رہا۔ دروازے میں سلیمان کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں کچھ پیکٹ تھے اسے حیرت سے عمران کو دیکھا اور پیکٹوں کو ایک طرف رکھ کر عمران کو اٹھانے کے لئے اس کی طرف بڑھ گیا

"سوری صاحب معاف کیجئے مجھے خیال نہیں رہا تھا" عمران اسے قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے کمر پکڑے کراہ رہا تھا۔

ہائے مار دیا ظالم بے مروت بھاگ گیا تھا۔ عمران نے واویلا مچایا۔

کیا کروں صاحب جب سے سلیمانی منجن استعمال کر رہا ہوں آنکھوں کی بینائی کمزور ہوتی چلی جا رہی ہے۔ تُو بے الو کے پٹھے منجن کا آنکھوں سے کیا تعلق۔"

صاحب وہی تعلق ہے جو لیلیٰ کا مجنوں سے تھا اور آپ کا مجھ سے ہے۔ سلیمان نے فلسفیانہ انداز میں بولا۔

"ہوں۔ تو تو مجھے لیلیٰ سمجھتا ہے۔ عمران ایک دم اٹھ گیا۔ سلیمان بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔ عمران اسے غصے سے گھورتا ہوا قدم بقدم سلیمان کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"ن ن نہیں صاحب میں بھلا یہ گستاخی کر سکتا ہوں۔ آپ تو بذات خود مجنوں کے نانا ہیں ارے تم نے ہمیں کیسے پہچانا۔ عمران دفعتاً رک کر حیرت سے بولا۔

دراصل میری دادی لیلیٰ کا رشتہ دینے آپ کے گھر گئی تھیں۔

نہیں غلط بالکل غلط۔ عمران نے سر ہلایا۔ تیری دادی تو میرے ہاں گائے بھینس کی لید اٹھایا کرتی تھی اور تیرا دادا ہمارے اصطبل سے گھوڑے چرایا کرتا تھا۔

آپ بھول رہے ہیں صاحب لیلیٰ آپ کی خالہ تھی۔ سلیمان اسے بحث میں الجھا کر زمین پر پڑے پیکٹوں کو تیزی سے اٹھا کر دروازے کی جانب کھسکنے لگا۔

اے جا کہاں رہے۔ چل ثابت کر وہ کیسے میری خالہ تھی جبکہ میں اسے پنگوڑے میں لٹا کر ٹھمری اور دادرے گا گا کر سلایا کرتا تھا۔ عمران نے رانوں پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا اس کے چہرے پر حماقتیں عروج پر پہنچ رہی تھیں۔

"صاحب ذرا یاد کر کے بتلائیے آپ نے کون سی ٹھمری یا دادرا گا کر لیلیٰ کو سلایا تھا۔

"وہ ارے وہی۔" عمران نے اس کا ہاتھ چھوڑ کر ماتھے پر انگلی رگڑی۔ ہاں یاد آگیا جلمی نٹ کھٹ اب تو سو جا۔ رات بیتی جائے۔ اس نے کان پر ہاتھ رکھ کر باقاعدہ ترنم

سے گلا پھاڑا۔ مگر اس کی آواز میں فوراً بریک لگ گئے کیونکہ سلیمان وہاں سے موقع پاتے ہی کھسک گیا تھا۔ عمران نے خالی دیوار کو گھونسہ دکھایا اور فلیٹ سے نکلتا چلا گیا۔ کچھ ہی دیر بعد اس کی تو سیڑ سیاہ ناگ روڈ کی سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی۔

تمہیں معلوم ہے میں نے تمہیں یہاں کس لئے بلایا ہے۔ سر سلطان نے عمران سے کہا

"لب مجھے ابہام ہونے سے تو رہا" عمران نے برا سا منہ بنایا۔ وہ اس وقت سر سلطان کے دفتر میں بیٹھا تھا۔ آج مجھے ایک بہت اہم میٹنگ میں شریک ہونا تھا جس کی صدارت خود وزیر اعظم کر رہے تھے اسی وجہ سے میں ثریا کی سالگرہ میں بھی شریک نہیں ہو سکا۔ سر سلطان نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے مدہم لہجہ میں بات کی ابتدا کی۔

ایک بات بتلائیے جناب۔ عمران نے درمیان ہی میں ٹوک دیا

پوچھو۔ سر سلطان کے چہرے پر حیرت طاری ہو گئی۔

"آپ مصنف تو نہیں"

"کیا مطلب" "مطلب کے چکر میں پڑ کر تو سارے مصنفوں نے اپنا بیڑا غرق کر لیا ہے" اس نے گویا انکشاف کیا "کیا بکواس ہے" سر سلطان کی آواز میں جھلاہٹ نمایاں تھی۔

بکواس نہیں جناب حقیقت ہے حقیقت۔ ویسے آپ حقیقت کے معنی بتا سکتے ہیں
شٹ اپ۔ سر سلطان آگ بگولہ ہو گئے۔
کیا آپ نے جھاڑنے کے لئے بلایا تھا مجھے۔ حالانکہ سلیمان آپ سے اچھی جھاڑو لگا لیتا ہے۔ اس نے ان کی ناراضگی کا کوئی اثر نہیں لیا تھا۔
عمران خاموش رہو یا اٹھ کر چلے جاؤ۔ ان کے لہجے سے بے بسی جھلک رہی تھی۔
یا خدا یہ مرضی میرے صیاد کی ہے۔ عمران درد ناک لہجے میں گایا۔
سر سلطان ہنستے ہوئے بولے اور عمران انہیں جھک جھک کر یوں سلام کرنے لگا جیسے انہوں نے بڑی تعریف کی ہو۔ اچھا اب ختم کرو یہ سب کچھ اور سنجیدگی سے سنو۔
سنائیے۔ عمران نے اداس الو کی طرح گردن جھکا دی۔
ہاں تو میں ذکر کر رہا تھا اس میٹنگ کا جس کی صدارت وزیر اعظم کر رہے تھے۔
دراصل اس میٹنگ میں ملک کے دیگر مسائل کے علاوہ ایک اور بھی اہم مسئلہ زیر بحث آیا اور وہ مسئلہ تھا ملک کے اس حصے کے بارے میں جو حال ہی میں پڑوسی ملک نے جارحیت کے ذریعہ الگ کیا اور وہاں اپنی پسند کی کٹھ پتلی حکومت قائم کی اور وہاں کی کمزور حکومت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک دفاعی معاہدہ کیا۔ یہ معاہدہ کیا ہے کیسا ہے یہ ایک سربستہ راز ہے۔
ہم نے اپنے ذرائع معلومات سے پتہ چلایا ہے کہ اس خفیہ معاہدے کی تفصیل پڑوسی ملک کے وزارت داخلہ کے پاس فائل کی صورت میں ہے اور فائل کو سرخ کراس کا نام دیا گیا ہے کیونکہ اس پر ایک سرخ رنگ کا کراس بنا ہوا ہے۔ سر سلطان نے کہتے ہوئے عمران کی طرف دیکھا اور اسے ہمہ تن گوش پائے ہوئے دوبارہ کہنے لگے۔ تمہیں معلوم ہی ہے کہ جب سے اس حصے کو ہم سے علیحدہ کیا گیا ہے وہاں کے لوگ مسلسل تنزل کی طرف گامزن ہیں اور ان کی اس بربادی

میں سو فیصد ہمارے اس پڑوسی ملک کا ہاتھ ہے۔ بیٹے۔ میٹنگ میں یہ مسئلہ زیر غور آیا تھا کہ ہم اپنے ان مسلمان بھائیوں کی کیا مدد کر سکتے ہیں اور کن راستوں پر چل کر انہیں اس ذلیل ملک کے پنجے سے رہائی دلا سکتے ہیں۔ کافی غور کرنے کے بعد یہی طے پایا کہ تمہارے ڈائریکٹر کے ذریعہ اس ملک سے وہ فائل یعنی سرخ کراس فائل حاصل کی جائے جس میں ان دونوں حکومتوں کے خفیہ معاہدے موجود ہیں۔ ہم اس فائل کے ذریعہ نہ صرف ان عزائم سے آگاہ ہو سکتے ہیں جو پڑوسی ملک ہمارے لئے رکھتا ہے بلکہ اس کے ذریعے دنیا کو اس کی گھٹیا سازشوں سے آگاہ بھی کر سکتے ہیں لیکن اس کے لئے تمہاری ضرورت اور تعاون درکار ہے۔

انہوں نے بات ختم کر کے عمران کی جانب پرامید نظروں سے دیکھا۔ عمران کچھ دیر تک پرسوچ انداز میں خلاء میں گھورتا رہا۔

ٹھیک ہے جناب میں آپ کا مطلب سمجھ گیا ہوں۔ آپ بے فکر رہیے۔ میں اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے جو فرض مجھے سونپا گیا ہے اسے پورا کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس کی آواز میں بلا کا اعتماد شامل تھا۔

شکریہ بیٹے مجھے تم سے ایسی ہی امید تھی۔ ان کے لبوں پر اطمینان بھری مسکراہٹ آ گئی۔ تو پھر اب تمہارا کیا پروگرام ہے۔

آپ ضروری اطلاعات کر لیں میں کل ہی روانہ ہونا چاہتا ہوں۔ اپنے ساتھ دو تین ایجنٹوں کو بھی لے جاؤں گا۔

"جی ہاں صرف جولیا کو"۔ اس نے پرسوچ لہجے میں کہا۔ اس کے بعد وہ وہاں سے اٹھ گیا تھا جاتے وقت مجھے ضروری اطلاعات کر دینا۔ انہوں نے اسے قابل تحسین نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ جی ہاں ضرور میں آپ کی طرح بے مروت نہیں ہوں۔ اس کے چہرے سے سنجیدگی غائب ہو گئی تھی اور حماقتیں دوبارہ منڈلانے لگی تھیں لیکن وہ وہاں رکا نہیں جس کام سے آیا

تھا وہ مکمل ہو چکا تھا۔ اسے اور بہت سے ضروری کام تھے ورنہ وہ کچھ دیر سر سلطان کا دماغ کھاتا۔ اس نے باہر جانے سے پہلے ایک الوداعی نظر اپنے آفیسر پر ڈالی اور مسکراتا ہوا ان کے دفتر سے نکل گیا۔

وانش سے منزل کے آپریشن روم میں بار بار اسپارک کرتا ہوا سرخ بلب کسی کی آمد کا اعلان کر رہا تھا۔ بلیک زیرو نے ایک نظر اسپارک کرتے ہوئے بلب پر ڈالی اور اس کے برابر لگے ہوئے اسکرین کا سوئچ آن کر دیا جس میں عمارت کا بیرونی منظر عیاں نظر آ رہا تھا۔ اسکرین کے سامنے بلیک زیرو کے ساتھ جوزف بھی مستعد انداز میں کھڑا ہوا تھا دفعتاً اسکرین پر ایک کار نظر آئی جو مین گیٹ میں داخل ہو رہی تھی۔ اس کے لبوں پر اطمینان بھری مسکراہٹ آ گئی کیونکہ وہ کار کو پہچان چکا تھا جو یقیناً ٹوسیٹر ہی تھی جسے عمران ڈرائیو کر رہا تھا۔

جوزف۔ عمران صاحب

یس مسٹر طاہر باس از کمینگ۔ اٹ از مائی گڈ لک جوزف نے اپنی پوری تیسی کا انکشاف کیا اور بیرونی دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ اتنی دیر میں عمران ٹوسیٹر کو کمپاؤنڈ میں چھوڑ کر برآمدے کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا کہ اس کی نظر جوزف پر پڑی جو اسے دیکھتے ہی خوشی سے

کھل اٹھا تھا۔

گڈ نائٹ باس۔ جیسے ہی عمران اس کے قریب پہنچا اس نے فوجی انداز میں سیلوٹ کیا۔ عمران اس کی جانب احمقانہ انداز میں دیکھنے لگا۔

کان ادھر لا۔ جوزف نے دوستانہ انداز میں کان اس کے منہ کے قریب کر دیا۔ کیا بات ہے آج تیرے ہاتھ میں بوتل نظر نہیں آ رہی۔ کہیں بلیک زیرو نے تیرا کوٹہ تو نہیں بند کر دیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے دھیرے سے جوزف کے کان میں کہا جیسے اسے کسی کے سن لینے کا خدشہ ہو۔ عمران کی بات سنتے ہی اس نے باچھیں پھیلا دیں۔

اوہ تو باس مسٹر طاہر تو بہت اچھا آدمی ہے۔ تمہارا خادم تو ابھی ابھی آج کا کوٹہ ختم کر کے فارغ ہوا ہے۔

اس نے گویا انکشاف کیا جسے سنتے ہی عمران نے غصے سے نتھنے پھلائے۔ تو تو نے اتنی جلدی میرا بیڑا غرق کر دیا۔ عمران نے سر پر دو ہتڑ مارا۔ ٹھہر میں طاہر سے کہہ کر تیرا کل کا کوٹہ بند کرا دیتا ہوں۔ وہ اسے ایک طرف ہٹاتے ہوئے غصے میں آگے بڑھا۔

اوہ باس ایسا غضب مت کرنا ورنہ جوزف دی فائٹر مر جائے گا۔ جوزف نے بوکھلا کر تیزی سے اس کا بازو پکڑا۔ اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے۔ عمران رک کر اسے تشویش آمیز نظروں سے دیکھنے لگا۔

اب تو اسی طرح شراب پیتا رہا تو آئندہ دو چار برسوں میں میرے ملک کی شراب کا ایک ایک قطرہ تیرے معدے میں اتر چکا ہو گا۔ اب کچھ دوسروں کا بھی خیال کر۔ عمران نے ناصحانہ انداز میں اس سے کہا۔ نہیں باس شراب تو ساری کائنات کا وہ چشمہ ہے جو کبھی نہیں سوکھے گا۔ اگر سارا ورلڈ کا لوگ بھی اس کو ختم کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔ باس جوزف دی گریٹ کو تو خوشی ہے کہ یہاں کا لوگ

بہت تعداد میں ڈرنک کرتا۔

عمران کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ جوزف کے مدبرانہ دلائل سے اس کا قائل ہو چکا ہے

"ہاں یار کہتا تو ٹھیک ہی ہے" سالے گوری چمڑی والوں کی تقلید میں اندھے ہو گئے ہیں حالانکہ حال ہی میں کچی شراب پی کر دو ڈیڑھ سو ہلاک ہو چکے ہیں۔ عمران نے کہا پھر بولا

ارے ہاں جوزف وہ کالا صفر کہاں ہے۔

باس یہ کالا صفر کیا ہوتا ہے مانگتا۔ جوزف حیرت سے بولا

ابے تیرا اچھا ہوتا مانگتا شب دیجور کے بچے میں بلیک زیرو کو پوچھ رہا ہوں

ہو ہو باس مسٹر طاہر۔ آپریشن روم میں آپ کا انتظار کرتا ہے۔ اس نے بتیسی نکالتے ہوئے گردن ہلائی۔

"اچھا اب تو جا تھوڑی دیر بعد کافی پہنچا دینا۔" عمران نے کہا اور کاریڈور کی طرف بڑھ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ آپریشن روم میں بلیک زیرو کے ساتھ نظر آ رہا تھا۔

"تو پھر آپ کل روانہ ہو رہے ہیں۔" بلیک زیرو نے عمران سے تمام تفصیلات سن کر سوچتے ہوئے کہا۔

ہاں میں نے تمام ضروری تیاریاں مکمل کر لی ہیں۔ ایسا کرو تم جولیا سے فون پر کہہ دو عمران تمہارے پاس پہنچ رہا ہے۔ اسے تاکید بھی کر دینا۔ عمران نے معنی خیز انداز میں بائیں آنکھ دبائی۔

بلیک زیرو نے رسیور اٹھایا ہی تھا کہ عمران کو جیسے کچھ یاد آ گیا۔

"ٹھہرو ابھی نہیں میں یہاں سے چلا جاؤں تب۔" بلیک زیرو نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا اور واپس بیٹھ گیا۔

میرے جانے کے بعد تم یہاں کے حالات پر گہری نظر رکھو گے اور زیرو فور کے ٹرانسمیٹر

پر مجھے روزانہ کی رپورٹ دیتے رہو گے۔

"بہتر جناب" بلیک زیرو نے مختصر جواب دیا۔ عمران پھر گہری سوچ میں غرق ہو گیا تھا۔ بلیک زیرو نے اچٹتی نظروں سے اسے دیکھا اور خود بھی گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔

جمود اس وقت ٹوٹا جب جوزف کافی کی ٹرالی دھکیلتا ہوا آپریشن روم میں داخل ہوا عمران نے آنکھیں کھول کر خالی نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور منہ چلانے لگا۔ جوزف نے ایک خالی کرسی گھسیٹی اور ٹرالی قریب کر کے کافی بنانے لگا۔ جوزف نے خاموشی ہی سے دونوں کو کافی پیش کی تھی۔

"جوزف" عمران نے کپ لیتے ہوئے کہا۔ جوزف سوالیہ انداز میں اس کی جانب دیکھنے لگا۔

میں کچھ عرصہ کے لئے باہر جا رہا ہوں۔ تم میری غیر موجودگی میں دانش منزل ہی میں رہو گے۔ ادھر ادھر کے حکم کو میرا حکم سمجھو گے۔ اس نے سخت لہجہ میں جوزف کو ہدایت دی۔

"یس باس۔ جوزف تمہارے حکم کی تعمیل کرے گا۔ ویسے باس جوزف دی نائٹر کی خواہش تھی کہ اسے بھی ساتھ رکھتے۔

نہیں تمہاری ضرورت نہیں۔ تمہیں جو کہا جا رہا ہے بس وہی کرو۔ عمران کا لہجہ بدستور خشک تھا۔ جوزف بے چارہ مسکین سی صورت بنا کر رہ گیا۔

"اچھا ایک زیرو میں چلتا ہوں" عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تم نے ساری ہدایات نوٹ کر لی ہیں"

"یس سر" ہاں ہمارے پرواز کرنے تک تمہیں ہمارے اطراف کی کڑی رکھنی ہوگی بلیک زیرو نے پر خیال انداز میں سر ہلایا کچھ دیر بعد عمران کی ٹو سیٹر دانش منزل کے چھاپک سے نکل رہی تھی

سرد ہوائیں جسم میں تیر کی مانند پیوست ہو رہی تھیں۔ حالانکہ ابھی رات کا پہلا پہر ہی شروع ہوا تھا مگر سڑکوں اور بازاروں رونق برائے نام ہی رہ گئی تھی لوگ سرِ شام ہی شدید سردی کے باعث گھروں میں بند ہو گئے تھے۔

یہی کچھ حال جولیا کا تھا۔ وہ اپنے بیڈ روم کے تمام دروازے اور کھڑکیاں بند کئے لحاف گردن تک اوڑھے کسی انگریزی رسالہ کے مطالعہ میں منہمک تھی۔ کیونکہ نیند کوسوں دور تھی اس لئے جولیا نے اپنی دانست میں بوریت سے بچنے کا ایک اچھا طریقہ تلاش کیا تھا۔ مگر ستم ظریفی یہ ہوئی کہ ابھی اس نے ایک دلچسپ کہانی کا آغاز کیا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی چیخنے لگی۔ جولیا نے چونک کر فون کی طرف دیکھا اور بیزاری سے رسالہ ایک طرف رکھتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر ٹیبل سے رسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو جولیا اسپیکنگ۔"

ایکسٹو۔ اس کی سماعت سے ایکسٹو کی بھرائی ہوئی آواز ٹکرائی۔ جسے سنتے ہی وہ چاق و چوبند نظر آنے لگی۔

گڈ نائٹ سر

"نائٹ۔ کیا کر رہی تھیں"

"فارغ تھی سر بوریت سے بچنے کے لئے رسالہ پڑھ رہی تھی۔

"ہوں۔ سنو جولیا عمران کچھ دیر بعد تمہارے پاس آ رہا ہے۔ تمہیں اس کے ساتھ ایک اہم مشن پر ملک سے باہر جانا ہے۔ تفصیلات تمہیں عمران سے مل جائیں گی۔"

"اوکے سر"

"کچھ پوچھنا تو نہیں"

"جی نہیں۔"

پھر اسے دوسری جانب سے ریسیور رکھنے کی آواز آئی تو اس نے بھی ایک طویل سانس لیتے ہوئے خود بھی ریسیور رکھ دیا۔ ایکسٹو کی کال نے اس کے ذہن کو جھنجھنا کر رکھ دیا تھا۔ اور اب وہ سوچ رہی تھی کہ عمران جو کہ بلائے جان ہے نجانے کہاں ہے جس پر اسے اس کے ماتحت جانباز گروہ عمران کے ساتھ پہلے بھی کئی مہمات پر جا چکی تھی اور اسے اس کی رفاقت کا طویل تجربہ تھا۔ عمران کی رفاقت ایک جانب تو اس کے لئے سرور انگیز تھی تو دوسری جانب دردسری سے کم نہیں تھی۔ وہ سوچتی رہی سوچتی رہی اور نجانے کب تک سوچتی رہی۔ چونکی تو اس وقت جب کال بیل کی مسلسل بے ہنگم آواز تسلسل سے اس کی سماعت سے ٹکرانے لگی۔ کال بیل اسی طرح بج رہی تھی جیسے کوئی اس کے بٹن پر ہاتھ رکھ کر ہٹانا بھول گیا ہو۔ کال بیل کی آواز ہی سے وہ پہچان گئی تھی کہ کون آیا ہے۔ اسے تو اس غیر اخلاقی حرکت پر غصہ آیا تھا جو مسلسل جاری تھی۔ وہ غصے میں بھری ہوئی اٹھی اور دندناتی ہوئی بیرونی دروازے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ کال بیل کا تسلسل بدستور قائم تھا۔ جولیا نے کھا جانے والی نظروں سے بند دروازے کو گھورا اور ایک ٹھنڈی سانس لے کر بڑے سکون سے دروازہ کھول دیا۔ توقع کے عین مطابق باہر واقعی عمران اپنی تمام حماقتوں سمیت موجود تھا۔ اس نے آنکھیں پھاڑ کر جولیا کو دیکھا۔ جو اس کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے دلفریب انداز میں مسکرا رہی تھی۔ بے اختیار اس کا ہاتھ سر پر پہنچ گیا۔

اندر آ جاؤ۔ بڑے میٹھے لہجے میں کہا گیا۔ اور وہ سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں داخل ہو کر ایک صوفے پر جوتوں سمیت دراز ہو گیا۔ جولیا اس کی اس حرکت پر خاموش ہی رہی تھی یہ اور بات ہے کہ وہ اندر ہی اندر خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی ہو۔ وہ خاموشی سے

کچن کی طرف بڑھ گئی واپسی پر اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں چائے اور دیگر لوازمات تھے۔ ٹرے پر نظر پڑتے ہی عمران نے پوری بتیسی کا مظاہرہ کیا اور جھپٹ کر ٹرے اس کے ہاتھ سے لے لی۔

شکریہ جولیا ڈیئر دودھ نہار پوتوں پھلو۔ تاروں کے جھرمٹ میں رہ چہ چاند کی طرح اس نے ہاتھ اٹھا کر دلنشاز انداز میں دعائیں دیں۔ اور پھر ادھر ادھر دیکھے بغیر لوازمات پر ٹوٹ پڑا۔ اب وہ جولیا کی موجودگی کو بھی فراموش کر چکا تھا۔ جولیا بے چاری ہونٹ چباتے ہوئے سر جھکا کر چائے بنانے میں مشغول ہو گئی۔

عمران کے ہاتھ اس وقت تک چلتے رہے جب تک ٹرے میں موجود تمام پلیٹیں صاف نہیں ہو گئیں پھر اس نے پانی پینے کے بعد ایک زوردار ڈکار لی۔ جولیا نے خاموشی سے چائے اس کے سامنے رکھ دی۔ ان دونوں نے خاموشی ہی سے چائے پی تھی۔

عمران کی سوچ کا دائرہ جولیا تک محدود تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آج خلاف توقع وہ نہ گرجی نہ برسی۔ جولیا کے اس رویئے نے اس کو ایک حد تک حیرت زدہ اور سنجیدہ کر دیا تھا۔ اس نے ایک نظر جولیا کو دیکھا۔ جولیا بھی اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ فرط ایک ساعت کے لئے دونوں کی نظریں ایک دوسرے سے ٹکرائیں اور۔۔۔۔۔۔

جولی تمہیں معلوم ہے میں یہاں کیوں آیا ہوں۔ عمران نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں معلوم ہے تمہیں ایکسٹو نے بھیجا ہے۔

"اوہ ــــ عمران نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا۔ ایکسٹو کا نام سنتے ہی اس کے چہرے پر دوبارہ حماقتیں برسنا شروع ہو گئیں تھیں۔

تم نے پھر اس چوہے کا نام لیا میرے سامنے سچ کہہ رہا ہوں سارا مزہ۔۔۔۔ اوہ

نہیں کیا کہتے ہیں اسے مونڈھا۔ دھات تیرے کی۔ اس نے ماتھے پر دو ہتھڑ مارا۔

"شاید تم مونڈھ کہنے والے تھے۔ جولیا نے یاد دلایا۔

"جیتی رہو..... ہاں تو میں کہہ رہا تھا تم نے اس چوہے کا نام لے کر سارا موڈ چوپٹ کر دیا ہے۔

عمران پلیز سنجیدگی۔ جولیا نے بے بسی سے اسے دیکھا

جب سے ایکسٹو کی کال آئی ہے یقین جانو سوچتے سوچتے سر چکرا گیا ہے۔ ایکسٹو نے تمہاری آمد کی اطلاع دی تھی اور کہا تھا کسی اہم مشن پر تمہارے ساتھ جانا ہے ملک سے باہر

"ہو ہو..... وہ بے ڈھنگے پن سے ہنسنے لگا۔

وہ چوہا دراصل چاہتا ہے کہ ہم دونوں شادی سے پہلے ہی مزے منالیں۔ کیونکہ اسے سچ مچ ہم دونوں پر رحم آنے لگا ہے۔

تم یقین کرو گی میں نے بہت انکار کیا۔ مگر اس نے دھمکی دی ہے کہ تم نہیں جاؤ گے تو تنویر کو بھیج دے گا۔ اب تمہی بتاؤ میں بھلا یہ کیسے برداشت کر سکتا ہوں۔

عمران بدتمیزی نہیں۔

جولیا کا صبر کا پیمانہ آخری حدوں کو چھو رہا تھا۔

"بدتمیزی نہیں جولی ڈیئر یہ تمہید ہے اس بیان کی جو میں ابھی تمہیں سنانے والا ہوں اور سن کر یقیناً تمہاری روح خوش ہو جائے گی۔

عمران نے جولیا کے تیور بھانپ لئے تھے۔ اس لئے مسکرا دیا۔ لیکن جولیا کے موڈ میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی۔

"اب بک بھی چکو۔" اس کا لہجہ بھنّایا ہوا ہی تھا۔

جولیا ڈیئر یہ الفاظ شاید تم نے کسی شعر سے چرائے ہیں۔ ویسے تم بتا سکتی ہو کہ شیر اور شعر میں کیا فرق ہے۔ وہ چپ رہ گیا۔

وہی فرق ہے جو میرے سینڈل اور تمہارے سر میں ہے۔

بالکل غلط تمہارے مدھبنوں سینڈل میرے سر سے ہم آغوشی کی تمنا لئے شہادت پا چکے ہیں اور میرا سر ابھی تک صحیح و سالم ہے۔ ویسے سالم کہتے ہوئے سالن یاد آرہا ہے۔ کیوں تم نے آج کون سا سالن پکایا ہے۔ کمبخت سلیمان مونگ کی دال کے علاوہ کچھ پکانا ہی نہیں جانتا۔ اسے نہیں وہ مجھے خوب الو بنانا جانتا ہے۔ کیوں جولی تمہیں کیا بناتا ہے۔ اس نے جولیا سے احمقانہ انداز میں پوچھا تھا۔ مگر اس لمحے اگر وہ کرسی سمیت پیچھے کی جانب الٹ نہ جاتا تو آنتا اس کی یہ حسرت بھی نکل جاتی۔ جولیا نے واقعی بہت ناک کو نشانہ لگایا تھا۔ دراصل وہ غصے سے بے قابو ہو گئی تھی۔ عمران کی آمد پر اس نے جو نفسیاتی طریقہ اس پر آزمایا تھا۔ وہ غلط ہو چکا تھا۔ کیونکہ اس کا خیال تھا کہ عمران اس کا ردعمل خلاف معمول نرم دیکھ کر جارحانہ حرکتوں سے باز رہے گا لیکن باری الٹنے پر جولیا کا پارہ چڑھ جانا کوئی غیر متوقع بات نہیں تھی۔ جولیا نے صرف سینڈل مارنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس نے عمران کے بالوں کو پکڑ کر زبردست جھٹکا دیا جو اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر جولیا کے جھٹکے کے نتیجے میں دوبارہ توازن کھو بیٹھا اور بچنے کی کوشش کے باوجود بیچ میں پڑی تپائی کا کونا بڑے زور سے اس کی پیشانی پر لگا۔ اس وقت عمران پر حقیقتاً چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔ اس کا ہاتھ بے اختیار پیشانی پر پہنچ گیا۔ اس وقت اسے پیشانی سے لے کر گردن تک ٹھنڈک کا احساس ہوا۔ اس نے بوکھلا کر جولیا کو گھورنا شروع کر دیا۔ جولیا اس ناگہانی حادثے کے لئے تیار نہیں تھی۔ سہمی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ اس نے ایک بوکھلائی ہوئی نظر عمران کے چہرے پر ڈالی۔ جہاں سے خون بڑی مقدار میں بہہ کر

اس کے کپڑوں کو تر کر رہا تھا۔ جولیا نے تیزی سے اپنے وینٹی بیگ سے رومال نکالا اور اس کے زخم پر رکھ دیا۔ خون رومال میں جذب ہونے لگا۔ اس نے پیشانی پر ادھر ادھر پھیلے ہوئے خون کو صاف کیا اور دوبارہ زخم والی جگہ پر رکھ دیا۔

پکڑ دھکڑ میں ابھی آئی۔

ہائے جولی ڈیئر اس سے اچھا تھا تم مجھے سالم روسٹ کر لیتیں۔ کم از کم اپنا خون دیکھ کر میرا زوس بریک ڈاؤن تو نہ ہوتا۔ عمران رومال پکڑتے ہوئے کراہا۔ لیکن جولیا وہاں تھی کہاں جو اس کا جواب دیتی۔ ہاں باورچی خانے میں ڈریسنگ کے لئے پانی گرم کرتے ہوئے اسے اس کی کراہوں کی آوازیں ضرور آ رہی تھیں اور وہ اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے تیزی سے ڈریسنگ کا سامان تیار کرنے میں مصروف تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ عمران کے سر کی ڈریسنگ کسی ماہر ڈاکٹر کی طرح کر رہی تھی۔ لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ اس وقت بھی عمران کی زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی

ہائے ظالم کیا اسی دن کے لئے رہنے تمہیں چاہا تھا۔ اس نے باقاعدہ روتے ہوئے شور مچانا شروع کر دیا۔ لیکن اس کی زبان کو ایک دم بریک لگ گئے اور وہ خاموشی سے جولیا کو گھورنے لگا جو اس کے سامنے ہاتھ جوڑے بیٹھی تھی۔

"مجھے معاف کر دو عمران"۔ جولیا کا رقت آمیز لہجہ اور اس کے رخساروں پر ڈھلکے ہوئے آنسوؤں کو دیکھ کر دفعتاً وہ چونک پڑا۔ دوسرے ہی لمحے وہ سنجیدہ ہو چکا تھا۔

"چلو ختم کر دو میں نے تمہیں معاف کیا"۔ اس نے فرش سے اٹھ کر دوبارہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ دفعتاً اس کی نظر وال کلاک پر پڑی۔

ارے باپ رے..... جولی ڈیئر میں تمہیں تیار ہونے کے لئے صرف بیس منٹ دے سکتا ہوں۔ تم فٹافٹ تیاری کر لو مگر خیال رہے باہر جانا ہے۔ کہیں سینما دیکھنے نہیں جانا

جولیا نے دیدے پھاڑ کر عمران کو گھورنا شروع کر دیا۔

یہ نظر بازی سپر کبھی کے لئے اسٹار کھو۔ الرٹ عمران کے سخت لہجے کو محسوس کرتے ہی وہ فوری تیاریوں میں مشغول ہو گئی۔ اس نے اسے معروف دیکھ کر ٹھنڈی سانس لی اور ہم یہاں سے فلیٹ چلیں گے وہاں میں تمہارا اور اپنا حلیہ تبدیل کروں گا اور اب سے ٹھیک دو گھنٹے بعد ہم پرواز کر جائیں گے۔ عمران نے سرسری انداز میں اسے بتایا۔ جولیا یوں سر ہلانے لگی جیسے واقعی سب کچھ سمجھ گئی ہو۔ پھر اس نے تیاری میں پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں لگائے تھے۔

کچھ دیر بعد جولیا اور عمران فلیٹ سے باہر آ رہے تھے۔ جولیا کا سوٹ کیس عمران کے ہاتھ میں تھا۔ جولیا نے فلیٹ کو تالا لگایا اور عمران کی ٹو سیٹر کی جانب بڑھ گئی۔ اسی اثنا میں وہ سوٹ کیس ڈگی میں بند کر کے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔ جولیا فرنٹ سیٹ پر عمران کے برابر بیٹھ گئی۔ عمران نے کار اسٹارٹ کی اور ایئرپورٹ کی جانب روانہ ہو گیا۔

ہوٹل سے نیشنل سٹی کا شمار شہر کے اعلیٰ ترین ہوٹلوں میں ہوتا تھا۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ باہر سے آنے والے سیاحوں کو اس ہوٹل میں ریل پیل سے ہوتا تھا لیکن یہ ہوٹل صرف سیاحوں کی وجہ ہی سے مشہور نہیں تھا بلکہ رہائشی کمروں کی سجاوٹ، عمدہ سروس کے علاوہ بہترین ڈانس فلور بھی اس کی شہرت کی خاص وجوہات تھے۔ شب کا پہلا پہر شروع ہو چکا تھا۔ ساتھ ہی شام کے وقت خالی رہنے والے ہال کا یہ نقشہ تھا کہ میز تو کیا بار ٹینڈر کے قریب پڑے ہوئے اسٹول تک خالی نہ تھے۔ استقبالیہ کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی خوبرو لڑکی رجسٹر پر جھکی ہوئی کچھ لکھنے میں مصروف تھی۔ وہ بار بار پیشانی پر آئی ہوئی لٹ کو ہٹاتی۔ ماتھے سے پسینہ پونچھتی اور پھر لکھنے میں مصروف ہو جاتی۔ شاید اس کی یہ مصروفیت کچھ دیر اور اسی طرح جاری رہتی مگر کاؤنٹر پر کسی کی آمد کی آہٹ پا کر اس نے چونک کر سامنے کی جانب نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ اس کے سامنے ایک خوبصورت جوڑا کھڑا تھا۔ شکل سے وہ دونوں کسی مغربی ملک کے باشندے نظر آ رہے تھے۔ مرد کے ہاتھ میں ایک سوٹ کیس تھا۔ جبکہ عورت کے ہاتھ میں ایک خوبصورت سا پرس۔ مرد کے چہرے سے شوخی اور شرارت پھوٹ رہی تھی لیکن اس کے برعکس عورت کے چہرے سے بیزاری عیاں تھی۔ کاؤنٹر گرل نے گہری نظروں سے دونوں کا جائزہ لیا۔

"فرمائیے" کاروباری مسکراہٹ اس کے لبوں پر آگئی۔

ڈبل روم چاہیے۔

اس سے پہلے کہ مرد اپنے لب کھولتا۔ عورت نے جلدی سے کہا۔ آپ کو کون سا فلور پسند ہے۔

"فرسٹ فلور۔" اس بار مرد نے کہا تھا۔

"اوہ سوری فرسٹ فلور کے سارے روم انگیج ہیں۔ اس نے معذرت کی۔

"پھر تو بہت خالی ہو بھوری ہے۔"

سیکنڈ فلور میں ایک ڈبل روم خالی ہے میرے خیال میں آپ کے لئے مناسب رہے گا لڑکی نے کہہ کر یوں سر ہلایا جیسے واقعی اس سے مناسب کوئی اور روم نہیں ہو سکتا۔

"آپ کا نام۔"

"ولسن اینڈ مسز ولسن۔"

"آمد کا مقصد۔"

"سیر و سیاحت۔"

خانہ پری کے دفتر میں نام درج کرانے کے بعد اب وہ ایک پورٹر کی معیت میں سیکنڈ فلور کی طرف جا رہے تھے۔ پورٹر نے انہیں ان کا کمرہ دکھایا۔ مرد نے لڑکی سے لی ہوئی چابی سے تالا کھولا۔ پورٹر کو باہر ہی سے رخصت کر کے وہ اندر داخل ہو گئے۔

ولسن نے سوٹ کیس ایک طرف رکھتے ہوئے گہری نظروں سے کمرے کا جائزہ لیا اور قریب ہی پڑے ہوئے صوفے پر بیٹھ کر انگڑائیاں لینے لگا۔ مسز ولسن اس سے ملحقہ دوسرے کمرے میں چلی گئیں۔ ولسن نے ایک زوردار جماہی لی اور صوفے کی پشت سے سر ٹیک کر آنکھیں موند لیں کچھ ہی دیر میں پورے کمرے میں اس کے بے تکے خراٹے گونج رہے تھے۔ مگر مسز ولسن جاگتی

تھی کہ یہ خراٹے مصنوعی ہیں۔ جس وقت وہ کمرے میں داخل ہوئیں اس وقت بھی مسٹر ولسن کے خراٹوں میں فرق نہیں آیا تھا۔ بلکہ ان میں کچھ اور تیزی آگئی تھی۔

عمران۔

کمرے میں نسوانی آواز سنائی دی اور مسٹر ولسن نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں بیک اپ کی وجہ سے چہرے کے تاثرات کا تو پتہ نہیں چل رہا تھا۔ البتہ آنکھوں سے گہری سنجیدگی ٹپک رہی تھی۔

یہاں کی آب و ہوا نے تم پر شاید الٹا اثر کیا ہے۔

"کیا مطلب؟"

"تمہیں میرا نام لینے کی کیا ضرورت تھی وہ بھی چیخ کر۔" اس نے فرودت سے زیادہ مدھم لہجے میں کہا۔

"اوہ آئی ایم سوری مجھے یاد نہیں رہا تھا۔" مسز ولسن کے چہرے پر پشیمانی جھلکنے لگی۔ ہائے اسی طرح کسی دن تم مجھے ملک الموت کے حوالے کر دو گی اور کہو گی یاد نہیں رہا۔ اس بار ولسن کے لہجے میں سنجیدگی کی جگہ حماقت تھی۔ مسز ولسن نے نظریں جھکالیں اور خاموشی سے دوسرے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"بیرے کو بلا کر کھانا منگوالو۔" ولسن نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا اور باتھ روم میں گھس گیا۔ جب وہ تازہ دم ہو کر باہر نکلا تو مسز ولسن کھانے پر اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے للچائی ہوئی نظروں سے کھانے کو دیکھا اور بے صبری سے کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ مسز ولسن نے بھی خاموشی سے کھانا شروع کر دیا۔

مسٹر ولسن اور مسز ولسن کے روپ میں یقیناً جولیا اور عمران ہی تھے جو پروگرام کے مطابق

بہترین میک اپ میں ایک شادی شدہ جوڑے کی صورت میں کچھ دیر پہلے اسی ملک میں وارد ہوئے تھے۔ عمران نے روانگی سے پہلے سر سلطان کو اطلاع دے دی تھی وہ ان دونوں کو بذات خود رخصت کرنے آئے تھے۔

میں باہر جا رہا ہوں میری غیر موجودگی میں تمہیں ارد گرد سے ہوشیار رہنا ہوگا۔ یاد رکھو ذرا سی بے احتیاطی ہمارے لئے بے انتہا خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ عمران نے کھانے سے فارغ ہو کر چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے کہا جو جولیا نے اس کے لئے پہلے ہی تیار کیا تھا۔ اس کے بعد وہ سوٹ کیس تک گیا جو ابھی تک پلنگ پر ہی پڑا تھا۔ اس نے سوٹ کیس کھولا اور اس میں سے چمڑے کا ایک کالے رنگ کا چیسٹر نکال کر پہنا۔ ریوالور نکال کر لوڈ کیا اور کچھ فالتو گولیاں بھی جیب میں ڈال لیں۔ سوٹ کیس بند کر کے وہ دوبارہ جولیا کے قریب آیا۔

ڈارلنگ میں ذرا گھوم آؤں۔ اس نے ایک آنکھ دباتے ہوئے کہا اور دروازے سے باہر نکل گیا۔ جولیا اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ دروازے تک آئی اور راہداری کے آخری سرے تک اس کے دور ہوتے ہوئے سائے کو دیکھتی رہی۔ جب وہ راہداری پار کر چکا تو جولیا نے ایک سگریٹ سلگا لی اور گیلری میں چاروں طرف چوکنی نظر ڈال کر دوبارہ دروازہ بند کر لیا

یہ وسیع ہال ایک بڑے مربع کی سی شکل کا تھا جس میں ان گنت بڑی مشینیں فٹ تھیں۔ ہر مشین پر آپریٹر سر جھکائے کام میں مشغول تھا۔

ہال کے اندر ایک جانب سنگ نما گیلری تھی جس میں دو رویہ قطار میں کمرے بنے ہوئے تھے۔ ہر کمرے پر کسی نہ کسی نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔ ہال سمیت یہ پوری عمارت ایر کنڈیشنڈ اور ساؤنڈ پروف تھی۔ یہی عمارت دراصل مقامی سیکرٹ سروس کا ہیڈ کوارٹر تھی۔ ہال میں باتیں کرنے اور مشینوں کی ملی جلی آواز گونج رہی تھی لیکن ایک شخص کے جوتوں کی آواز جو اس وقت ہال میں تقریباً بھاگتے ہوئے داخل ہوا تھا اس وقت سب پر بھاری معلوم دے رہی تھی۔ جیسے ہی وہ سنگ نما گیلری میں پہنچا گیلری کے سرے پر کھڑے ہوئے دو مسلح سپاہی اور اسلحے لیس پہریداروں نے اس کا راستہ روک لیا تھا۔

"کوڈ پلیز" ان میں سے ایک نے دریافت کیا۔

"ڈی آر ایس" اس نے تیزی سے بتایا۔

اوکے۔

پہریدار راستے سے ہٹ گئے۔ وہ گیلری میں پہنچ کر ایک کمرے کے سامنے رک گیا۔ جس پر اسسٹنٹ چیف کی تختی آویزاں تھی۔ اس نے کچھ لمحہ ٹھہر کر اپنے سانس درست کئے

اور پھر مخصوص انداز میں دروازے پر دستک دینے لگا۔

کم اِن

ایک بھاری آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ تیزی سے مودبانہ انداز میں کمرے میں داخل ہو گیا۔

"کیا بات ہے ڈی آر این"

ریوالونگ چیئر پر بیٹھے ہوئے بھاری بھرکم شخص نے پوچھا۔ تحکمانہ ہی تھا۔ اس وقت اس کے سامنے کوئی انگریزی میگزین تھا جس کا وہ مطالعہ کر رہا تھا لیکن ڈی آر این کی آمد پر اس نے رسالہ بند کر کے اس پر دونوں ہاتھ یوں رکھ دیئے تھے کہ رسالہ چھپ سا گیا تھا۔ ڈی آر این کی آمد اسے ناگوار گذری تھی اس لئے اس کے چہرے پر بیزاری اور غصے کی علامت واضح تھی۔

سر ڈی آر ایکس کی کال ہے ہوٹل نیشنل سٹی سے۔ ڈی آر این نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی پرچی اسسٹنٹ چیف کے سامنے میز پر رکھ دی۔ اسسٹنٹ چیف نے بیزاری سے پرچی ہاتھ میں لی مگر اس پر نظر ڈالتے ہی بیزاری کے آثار یکلخت اس کے چہرے سے غائب ہو گئے اور وہ مستعد نظر آنے لگا۔

"کال دعوں کے کتنی دیر ہوئی ہے"

"صرف سات منٹ سر"

"اوہ" اس نے تشویش سے سر ہلایا۔

"تم یہیں رکو میں چیف کو اطلاع دے دوں۔

وہ اٹھا۔ وہ ایک دراز قد اور فولادی جسم کا مالک تھا۔ وہ فوجی انداز میں چلتا ہوا کمرے

سے باہر نکل گیا۔ دراز قد دبلے پتلے چیف نے پیشانی پر بل ڈالتے ہوئے نظر اٹھا کر دروازے کی چوکھٹ پر لگے ہوئے سرخ بلب کو دیکھا جو بار بار اسپارک کر رہا تھا۔ اس کے ماتھے پر پڑی ہوئی سلوٹیں کچھ اور گہری ہو گئیں۔ آنکھوں میں چیتے کی سی چمک نمودار ہو کر غائب ہو گئی۔

یس کم اِن۔

اس کی آواز نرم اور پرسکون تھی لیکن تاثر بھیڑیے جیسا تھا۔ دروازہ ہلکی سی آواز سے کھلا نائب چیف نے کمرے میں داخل ہو کر فوجی انداز میں سیلوٹ کیا۔

"بیٹھ جاؤ" اور نائب چیف کرسی سرکا کر مودبانہ انداز میں اس پر بیٹھ گیا۔

"کیا بات ہے" اس نے استفہامیہ نظروں سے نائب کو دیکھا۔

"سر ڈی آر ایکس نے ہوٹل نیشنل سٹی سے یہ اطلاع دی ہے" نائب نے پرچی اپنے چیف کی طرف بڑھا دی۔ چیف نے پرچی کو غور سے پڑھا اور پرسوچ انداز میں نائب کی طرف دیکھنے لگا۔ ڈی آر ایکس سے کنکیٹ کر دیں تفصیل چاہتا ہوں۔

"رائٹ سر"

نائب اٹھا اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ پھر اس کی واپسی میں چند منٹ ہی صرف ہوئے تھے۔ اب کے اس کے ہاتھ میں ایک بکس تھا جو اس نے چیف کے سامنے میز پر رکھ دیا۔ بکس کھولنے کے بعد نائب نے اس میں موجود ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کیا اور فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔ ٹرانسمیٹر سے گھر گھراہٹ اور سیٹی کی ملی جلی آوازیں آ رہی تھیں۔

"ہیلو ڈی آر ایم ہیڈ کوارٹر کالنگ یو"

"یس ڈی آر ایم اسپیکنگ"

سلسلہ ملتے ہی نائب نے ٹرانسمیٹر چیف کی طرف بڑھا دیا۔

"یس سر چیف۔"

"اوہ گڈ مارننگ سر۔"

"مارننگ اوور۔" عمران کو تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

"نو سر وہ یہاں مسٹر ولسن کے نام سے مقیم ہے۔"

"تم نے اسے کیسے پہچانا۔"

سر میں حسب معمول یہاں باہر سے آنے والوں کی نگرانی کر رہا تھا۔ وہ دونوں مسٹر اینڈ مسز کے نام سے ایک ڈبل روم بک کرا رہے تھے۔ جب وہ اپنے کمرے میں پہنچ گئے تو میں نے ان کی باتیں سننے کی کوشش کی تھی لڑکی جس نے اپنے آپ کو مسز ولسن ظاہر کیا تھا اس پر غصہ ہو رہی تھی اور اس نے زور سے عمران کہا تھا۔ میری سمجھ میں ان کی کوئی اور بات نہیں آسکی لیکن میں عمران کے نام پر چونک پڑا اور میں نے فوراً ہیڈ کوارٹر خبر بھیج دی اوور۔

ڈی آر ایم نے تفصیل بتائی۔

"اس وقت وہ وہاں موجود ہے۔" چیف نے کچھ سوچتے ہوئے کہا

"نہیں سر وہ باہر جا چکا ہے لیکن لڑکی موجود ہے۔"

اوکے تم مسز ولسن پر نظر رکھو میں ڈی آر او کو بھیج رہا ہوں اسے بھی اپنے ساتھ شامل کر لو۔ کوئی خاص بات ہو تو مجھے ڈائریکٹ کال کر لینا۔

"اوور اینڈ آل۔" اس نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کر کے اسے نائب کے ہاتھ میں تھما دیا سر عمران کی یہاں موجودگی خطرے سے خالی نہیں۔ نائب چیف نے پرسوچ لہجے میں کہا۔

ٹھیک ہے میں پہلے تصدیق کر لوں کہ وہ عمران ہی ہے یا کوئی اور۔ پھر دیکھا جائے گا۔

چیف نے گہری سوچ میں ڈوبتے ہوئے کہا۔

"سر کیوں نہ ہم اس لڑکی کو اٹھالیں۔ اس سے ہم تمام باتیں معلوم کر سکتے ہیں۔

"بکو مت کیا تم مجھے گدھا سمجھتے ہو" چیف نے گرجدار لہجے میں نائب کو ڈانٹ پلائی۔

تم جا سکتے ہو۔ نائب بے چارہ بھیگی بلی بنا کرسی سے اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"ٹھہرو" چیف نے کرخت لہجے میں اسے حکم دیا۔

"ڈی آر او کی ڈیوٹی ڈی آر او کے ساتھ لگا دو۔ اس سے کہنا ہوشیاری سے عمران پر نظر رکھے۔

"او کے سر" نائب نے جواب دیا اور سر جھکا کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس وقت انتہائی شدید گرمی پڑ رہی تھی۔ ایک تو جون کا مہینہ تھا دوسرے کھڑی دوپہر سورج تو جیسے آگ برسا رہا تھا۔ شہر کے انتہائی گنجان اور بارونق بازار بھی اس وقت خالی پڑے تھے۔ لوگ اس شدید گرمی کی وجہ سے پریشان تھے اور سر امیہ پہرے لئے ہوئے ادھر سے ادھر آجا رہے تھے۔ وزارت داخلہ کی عمارت بھی اس وقت خالی اور سنسان محسوس ہو رہی تھی۔ آفس ٹائم ہونے کے علاوہ اسٹاف کے لوگ جان بوجھ کر باہر نکلنے سے گریز کر رہے تھے۔ بے چارے دربانوں کی جان پر بن آئی تھی۔

آہنی گیٹ پر موجود دو مسلح سنتری پیتل میں شرابور کھڑے تھے۔ ارد گرد کی عمارتیں اس عمارت سے کافی فاصلے پر تھیں۔ اس تمام علاقے میں بس اکا دکا آدمی ہی نظر آ رہے تھے۔ دور سڑک پر ایک نیلا سا نقطہ ابھرتا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ ایک کار تھی نیر ماڈل کی ڈاٹسن۔ اس کی رفتار کافی تیز تھی۔ کار جب وزارت داخلہ کی عمارت کے قریب سے گذری تو سنتریوں نے اس پر ایک سرسری نظر ڈالی۔ ڈاٹسن ٹرن لے کر عمارت کے عقبی روڈ پر مڑ گئی تھی۔ کار میں عمران موجود تھا۔ اس نے دوربین سے سنتریوں کو دیکھ لیا تھا۔ اس وجہ سے وہ ڈاٹسن کو وزارت داخلہ کی عمارت کے عقب میں تقریباً دو فرلانگ تک لے گیا۔ اس نے اسپیڈ کم کی اور ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگا۔ اس کی متلاشی نظریں اطراف کا گہری نظروں سے جائزہ لے رہی تھیں۔ اس کی آنکھیں پرسوچ انداز میں ایک جگہ جا کر رک گئیں۔ اس نے کار کی اسپیڈ بڑھائی اور پلک جھپکتے میں وہاں تک پہنچ گیا۔ وہ ایک درخت تھا خاردار۔ عمران نے کار درخت کے نیچے کھڑی کی اور اتر کر ڈکی کا لاک کھولنے لگا۔ اس نے پہلے ہی اطمینان کر لیا تھا کہ قریب دور تک میں کوئی بھی نہیں جو اسے چیک کر سکے۔ ڈکی کو دوبارہ لاک کر کے وہ وزارت داخلہ کی عمارت کے عقب کی طرف بڑھ گیا۔ سڑک بالکل سنسان تھی۔ اس نے باؤنڈری وال کا جائزہ لیا۔ باؤنڈری وال کی اونچائی تقریباً آٹھ فٹ تھی اور چارفٹ کی اونچائی سے جالیاں لگی ہوئی تھیں جو عموماً خوبصورتی پیدا کرنے کے لئے لگائی جاتی ہیں۔

وہ رکوع کے انداز میں جھکا اور آنکھ جانی کے ایک سوراخ سے لگا دی۔ عمارت کے عقب میں کوئی کھڑکی وغیرہ نہیں تھی۔ صرف گندے پائپ کے نکاس کے لئے چند پائپ چھت سے شروع ہو کر زمین میں غائب ہو گئے تھے۔ اصل عمارت سے باؤنڈری وال تک کی زمین جھاڑ جھنکاڑ اور ٹوٹے فرنیچر سے اٹی پڑی تھی۔ اچانک کھٹ کھٹ کی آواز ہوئی عمران تیزی سے جھکا اور زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔ کھٹ کھٹ کی آواز تیزی سے اس کے قریب

آتی گئی۔ عمران سانس روکے آنے والے کے اگلے اقدام کا منتظر رہا۔ مگر آواز جس تیزی سے آئی تھی اُسی تیزی سے مخالف سمت کی جانب دور ہوتی چلی گئی۔ عمران نے سر اٹھا کر دوبارہ سوراخ سے آنکھ لگا دی۔ اسے ایک آدمی کی پشت نظر آرہی تھی جو کاندھے پر رائفل لٹکائے فوجی انداز میں دوسری جانب مڑ رہا تھا۔

جب کھٹ کھٹ کی آواز بالکل معدوم ہو گئی تو اس نے سر اٹھا کر دوبارہ اطراف کا جائزہ لیا اور کچھ پیچھے ہٹ کر اپنے جسم کو تولنے لگا۔ پھر وہ تقریباً اڑتا ہوا دھپ کی مدہم آواز سے دوسری جانب جا گرا۔ گرتے ہی اس نے تیزی سے ایک ٹوٹی ہوئی میز کی پناہ لی۔ وہ سانس روکے کسی متوقع خطرے کا منتظر رہا۔ اس کے حساس کانوں میں دوبارہ کھٹ کھٹ کی آواز گونجنے لگی اس کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اس نے پُر سوچ انداز میں گردن ہلائی اور میز کے نیچے پیٹ کے بل لیٹ گیا۔ یہ حرکت کرتے ہوئے اسے سخت اذیت برداشت کرنی پڑی تھی۔ اس کا پیٹ زمین پر بکھری ہوئی خاردار جھاڑیوں کی وجہ سے چھل گیا تھا۔ آواز رفتہ رفتہ اس کے قریب آتی گئی۔

سنتری حسب معمول نہایت اطمینان سے کندھے پر رائفل لٹکائے فوجی انداز میں راؤنڈ پہ چلا آرہا تھا۔ عمران دم سادھے لیٹا رہا۔ آہستہ آہستہ اس کا اور سنتری کا درمیانی فاصلہ کم ہو رہا تھا۔ اچانک سنتری کی نظر عمران کی ٹانگوں پر پڑی اور ٹانگوں سے ہوتی ہوئی براہ راست عمران پر۔ سنتری کھڑا ہو گیا۔ وہ عمران کو شدید حیرت کے عالم میں دیکھ رہا تھا۔ مگر عمران نے اسے زیادہ حیرت زدہ ہونے کا موقع نہیں دیا۔ اور لیٹے ہی لیٹے چیتے کی مانند چھلانگ لگا کر آفت ناگہانی کی طرح اس پر جا پڑا۔

گو فاصلہ زیادہ تھا مگر عمران نے ٹارگیٹ پر بالکل ٹھیک چھلانگ ماری تھی۔ اب

وہ سنتری سمیت زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ سنتری کی گردن پر اور دوسرا منہ پر تھا۔ اس نے گردن والے ہاتھ سے مخصوص دباؤ ڈالا اور سنتری اس کی بانہوں میں جھولنے لگا۔ اس نے سنتری کے بیہوش جسم کو آواز پیدا کئے بغیر میز کے نیچے گھسیٹ لیا اور تیزی سے اس کی وردی اتارنے لگا۔ اس کے بعد اس نے بیہوش سے اپنے کپڑے اتارے اور وردی پہن لی۔ ساتھ ہی ساتھ اپنی جیبوں کی چیزیں بھی وردی میں منتقل کر دیں۔ اس کے بعد اس نے ایک چھوٹا سا بکس نکالا جس میں آئینہ بھی لگا ہوا تھا۔

اس نے سنتری کا بغور جائزہ لیا اور تیزی سے اپنے چہرے کی مرمت شروع کر دی اس وقت وہ انتہائی تیزی اور پھرتی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ میک اپ کرنے میں اسے آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔ میک اپ کے بعد سنتری اور عمران میں بمشکل کوئی فرق رہ گیا تھا جسے عام آدمی نہیں پہچان سکتا تھا۔

اس کام سے فارغ ہو کر اس نے سنتری کو اچھی طرح میز کے نیچے ٹھونس کر دو چار تختے اس کے اطراف لگا دیئے۔ اب انہیں ہٹائے بغیر کوئی سنتری کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس نے مطمئن انداز میں اپنے سراپے کا جائزہ لیا اور سنتری ہی کے انداز میں مارچ کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ آگے ایک موڑ تھا۔ اس طرف اصل عمارت سے باؤنڈری وال تک پکا فرش تھا۔ یہاں بھی اسے کوئی نظر نہیں آیا۔ البتہ عمارت کے اندر کھڑکیوں سے آدمیوں کے سر نظر آ رہے تھے جو اندر بیٹھے کام کر رہے تھے۔

دوسرا موڑ قریب آ رہا تھا۔ یقیناً قریب ہی مین گیٹ ہو گا اور مین گیٹ پر پہلے ہی اس نے دو سنتریوں کو دیکھ لیا تھا۔ عمران سوچ رہا تھا کہ بیہوش سنتری اور گیٹ پر موجود سنتریوں کے درمیان اگر پہلے ہی سے دوستی یا جان پہچان ہوئی تو یہ بات اس کے لئے خاصی پریشانی

کا باعث ہو سکتی ہے۔

اس اثنا میں موٹر آ چکا تھا۔ عمران نے لاپرواہی سے ٹہلتے جھٹکے اور اطمینان سے مین گیٹ کے قریب سے مارچ کرتا ہوا گزرنے لگا۔ اس نے کن انکھیوں سے اس کار کو دیکھ لیا تھا جس سے ایک ادھیڑ عمر آدمی سیاہ عینک لگائے اترا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بریف کیس تھا۔ اس نے کار سے نیچے اتر کر گیٹ پر موجود سنتری سے کچھ بات کی سنتری نے جواب میں سر ہلایا۔

"اوئے"

سنتری نے آواز لگائی۔ گو کہ آواز عمران کے کانوں تک پہنچ چکی تھی لیکن پھر بھی وہ انجان بنا چلتا رہا۔

"اوئے سنا نہیں تو نے ادھر آ" اب کے سنتری ذرا اونچی آواز میں چلایا۔

عمران آلتو جلالتو کا ورد کرتا ہوا پلٹا اور آواز دینے والے سنتری کے قریب پہنچ کر رک گیا

"کیا بات ہے" اس نے زکام زدہ آواز بنائی لیکن سنتری نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔ جس کا مطلب تھا وہ اس سنتری سے قطعی ناواقف تھا جسے عمران نے بیہوش کر کے نیچے ڈال دیا تھا۔

انچارج صاحب کا سامان ان کے دفتر میں پہنچا دو۔ سنتری نے کار کی طرف اشارہ کیا عمران فوراً ہی کار کی طرف بڑھا۔ انچارج صاحب نے پہلے ہی کار کی ڈکی کھول دی تھی۔ ڈکی میں ڈھیر ساری کتابیں پیک کی ہوئی تھیں۔ عمران نے کتابوں کے بنڈل دونوں ہاتھوں میں اٹھائے اور ادھیڑ عمر انچارج کے پیچھے چل پڑا۔ ویسے وہ دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کر رہا تھا جس نے اسے عمارت میں داخل ہونے کا سنہری موقع عطا کیا تھا۔

گراؤنڈ فلور پر تمام کمروں میں لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ انچارج وہاں رکے بغیر لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ لفٹ آپریٹر نے اسے دیکھتے ہی جھک کر سلام جھاڑ دیا۔ انچارج نے سر کے خفیف سے اشارے سے اس کے سلام کا جواب دیا اور لفٹ میں کھڑا ہو گیا۔ عمران کتابوں سمیت اس کے ساتھ ساتھ تھا۔

لفٹ آپریٹر نے سعدی سے لفٹ کو بند کیا اور بٹن دبا دیا۔ لفٹ مدھم آواز سے اوپر کی طرف اٹھنے لگی۔ کچھ ہی دیر بعد لفٹ اوپر جا کر رک چکی تھی۔ عمران انچارج کے ساتھ ہی لفٹ سے باہر آیا۔ اس نے ہلکے سے نظر اٹھا کر لفٹ کے اوپر چمکنے والے بٹن سے کو دیکھا جو چوتھی منزل کو ظاہر کر رہا تھا۔ وہ انچارج کے ساتھ ہی چوتھے فلور کے کوریڈور تک گیا۔ جہاں ایک نیم پلیٹ پر سنہری حرفوں میں ڈیفنس سیکشن لکھا ہوا تھا۔ اس کا دل بلیوں اچھلنے لگا کیونکہ قدرت خود اسے کامیابی کے مواقع فراہم کر رہی تھی۔ وہ انچارج کے ساتھ ڈیفنس سیکشن میں داخل ہو گیا۔ یہاں پر بھی تمام اسٹاف اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھا۔

یہ ایک مستطیل ہال تھا جس میں دو قطاروں میں بڑی بڑی الماریاں رکھی ہوئی تھیں الماریوں پر نمبر پڑے ہوئے تھے۔ جب وہ ہال سے گزرے تو جس کی بھی نظر انچارج پر پڑی وہ احتراماً کھڑا ہو گیا۔ انچارج عمران کو لئے ہوئے سب کے سلاموں کا جواب دیتے ہوئے آگے بڑھتا رہا۔ اب وہ مستطیل ہال پار کر چکے تھے اور ایک ایسے کمرے میں پہنچ گئے تھے جسے عمران بلاشبہ انچارج کا آفس سمجھ سکتا تھا۔ ویسے بھی اس نے کمرے سے باہر ڈیفنس انچارج کی نیم پلیٹ پڑھ لی تھی۔ عمران کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اس کی معلومات کے مطابق سرخ کراس فائل ڈیفنس سیکشن میں ڈیفنس انچارج کی تحویل میں تھی۔ عمران نے صرف اسی کی خاطر تو یہ سب بکھیڑے برداشت کئے تھے۔

اب جبکہ منزل مقصود قریب تھی وہ تیزی سے فائل حاصل کرنے کے لئے کوئی جامع لائحہ عمل مرتب کر رہا تھا۔ ریڈ کراس فائل انچارج کی تحویل میں ہونے کا مطلب تھا۔ فائل اسی جگہ اس کمرے میں ہے اور یہیں سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

انچارج ریوالونگ چیئر پر بیٹھ چکا تھا اور اب وہ ایک سگار نکال کر سلگانے سے پہلے اس کا سرا دانتوں سے کچل رہا تھا۔

"یہ بنڈل یہاں رکھ دو۔" میز کی طرف اشارہ کیا گیا۔ عمران نے خاموشی سے کتابوں کے پیکٹ میز پر رکھ دیئے۔ انچارج سگار جلانے میں مصروف تھا۔ جب سگار کا ایک گہرا کش لے کر اس نے نگاہ اٹھائی تو اپنی طرف اٹھی ہوئی ریوالور کی خوفناک نال کو دیکھ کر ششدر رہ گیا۔

عمران نے کتابیں میز پر رکھتے ہوئے نہایت پھرتی سے ریوالور نکال لیا تھا۔ انچارج کے چہرے پر شدید حیرت تھی کہ بیٹھے بٹھائے دن دھاڑے سنتری کو کیا سوجھی ہے کہ وہ ایک ہائی گریڈ آفیسر پر ریوالور تانے کھڑا ہے۔ عمران واقعی احمق نہیں تھا۔ اس نے دن کا وقت اور خاص طور پر دوپہر کا وقت اسی لئے منتخب کیا تھا کہ دن میں نگرانی پہرہ اتنا سخت نہیں ہوتا۔ یہ اس کی ایک نفسیاتی چال تھی جو نہایت ہی شاندار طریقے سے کامیاب تھی۔ کسی کے سان گمان میں بھی نہ ہوگا کہ اس وقت اس اہم عمارت میں کوئی جاسوس گھس آئے گا۔ آفیسر پر پستول تانے کھڑا ہوگا۔

"کون ہو تم۔" انچارج کی آواز میں خوف کا عنصر نمایاں تھا۔

"انسان ہوں ایک ہاتھ میں ایسی خوفناک چیز ہے کہ انگلی کی ذرا سی جنبش تمہیں ملک عدم کی سیر کرا سکتی ہے۔ خاموشی تمہاری زندگی کی ضمانت ہے۔ بغیر ہوشیاری دکھائے خاموشی سے

اٹھو اور دیوار کی طرف منہ کئے کھڑے ہو جاؤ۔ انچارج کچھ زیادہ ہی خوفزدہ تھا اس نے عمران کے کہنے پر بے چوں چرا عمل کیا تھا بے چارے کا رنگ خوف کی وجہ سے سفید پڑ چکا تھا۔ عمران اطمینان سے چلتا ہوا اس کے قریب گیا اور ریوالور کی نال اس کی گدی سے لگا دی

مسٹر انچارج خیریت چاہتے ہو تو جو کچھ پوچھا جائے سچ سچ بتاتے جاؤ۔ اس کا لہجہ بے حد سرد تھا۔ انچارج کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں ٹھنڈی لہر دوڑتی محسوس ہوئی۔

" ریڈ کراس فائل تمہارے پاس ہے۔" اس نے پہلا سوال کیا۔

انچارج کے چہرے پر ایک رنگ سا آکر گزر گیا۔ اس نے بے اختیار مڑنے کی کوشش کی

سنی حرکت میں برکت ہے پیارے مگر ایسی برکت کس کام کی جس کے بدلے موت کو گلے لگانا پڑے۔ ریوالور کی نال کو زیادہ سختی سے چبھوتے ہوئے اس نے احمقانہ لہجے میں تنبیہ کی۔

" جواب دو۔ لیکن انچارج ریوالور کی پروا کئے بغیر پلٹا۔ عمران اس کا ارادہ بھانپ کر دو قدم پیچھے ہٹ چکا تھا۔

" تم شاید غیر ملکی جاسوس ہو۔"

" یہی سمجھ لو۔" عمران نے شانے اچکائے۔

" لیکن یہ میرے سوال کا جواب نہیں۔"

مسٹر جاسوس آپ واقعی بے انتہا دلیر اور ذہین واقع ہوئے ہیں لیکن آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میں آپ کی کسی بات کا جواب نہیں دوں گا۔ انچارج اب پہلے کی طرح اتنا خوفزدہ نہیں تھا۔

" تو پھر تمہاری موت یقینی ہے۔"

" ضرور لیکن گولی چلانے سے پہلے اتنا ضرور سوچ لینا کہ یہ کمرہ ساؤنڈ پروف نہیں اور نہ ہی تمہارے ریوالور پر سائیلنسر فٹ ہے۔ تمہاری گولی میری جان تو لے سکتی ہے لیکن اس سے پیدا ہونے والا دھماکہ تمہارے لئے بھی پیغام اجل سے کم ثابت نہیں ہوگا۔ عمران نے دیدے پٹ پٹائے۔

" بھیا میں بہت احمق ہوں۔ بزدل بھی ہوں اس قدر خوفناک باتیں نہ کرو کہ میرا نروس بریک ڈاؤن ہو جائے۔ عمران کا لہجہ بدستور احمقانہ تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ شخص خوفزدہ کم اور چالباز زیادہ ہے۔

پیارے بھائی کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم مجھے قاتل کا پتہ بتا دو۔ پھر نہ گولی چلے گی نہ دھماکہ ہوگا نہ تمہاری اور میری جان خطرے میں پڑے گی۔

" میرا جواب تم سن چکے ہو۔ عمران نے پہلے سے بھی سخت لہجے میں جواب دیا اور تن کر کھڑا ہو گیا۔

" ہائے اتنی سنگدلی۔ " عمران نے کمر لچکا کر لڑکیوں کی طرح انگلیاں مروڑیں لیکن پھر وہ تیزی سے ایک طرف نہ ہو گیا ہوتا تو اس پر چھلانگ لگانے والا انچارج ضرور اسے چھاپ بیٹھتا لیکن عمران کے الگ ہونے کی وجہ سے وہ میز سے ٹکرا کر پاس پڑی ہوئی کرسی سے لپٹ گیا۔ عمران نہایت تیزی سے آگے بڑھا اور انچارج کے سر پر ایک زنی ضرب پڑی جو بار بار سر جھٹک کر حواس بحال کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ چوٹ شدید تھی اس کی نگاہوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ وہ سر پکڑے زور سے چکرایا اور دھڑام سے فرش پر آیا۔ عمران نے اسے اٹھا کر دوبارہ ریوالونگ چیئر پر اس طرح بٹھا دیا کہ جیسے وہ کچھ سوچتے سوچتے گہری نیند سو گیا ہو۔ اس نے ریوالور دوبارہ جیب میں ٹھونس لیا۔

رائفل کو کندھے سے اتار کر ایک طرف رکھ دیا اور کمرے میں موجود الماری کی طرف بڑھ گیا۔ انچارج کو بیہوش کر دینا اس کے لئے ضروری ہو گیا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس سے مغز ماری کرنے سوائے نقصان کے اسے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ انچارج اس کے لئے خطرہ بھی بن سکتا تھا۔ بہرحال اس نے سر جھٹکا اور الماری کو غور سے دیکھنے لگا۔ الماری میں نمبر والا تالا لگا ہوا تھا۔ کرنٹ سسٹم بھی موجود تھا۔ ہو سکتا ہے وہ لوگ رات میں الماری میں کرنٹ پھیلاتے ہوں۔ مگر اس وقت کرنٹ موجود نہیں تھا۔

عمران نے جیب سے مڑا تڑا تار نکالا۔ لاک کے نمبر سیٹ کرنے کے بعد اس نے دائیں بائیں گھمایا لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہو سکا۔ اسے معلوم تھا کہ اب اسے ایک ایک نمبر کو چیک کرنا پڑے گا۔ اس کے چہرے پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح چمک رہے تھے۔ اس نے باری باری تمام نمبر ملانا شروع کر دیئے۔ پھر ایک بار جب اس نے دوبارہ سات اور تین بار زیرو کو سیٹ کیا تو لاک کی مدھم آواز سے تالا کھل گیا۔ اس نے سکون کی سانس لی۔ الماری کھولتے ہی اس کی آنکھیں چاروں طرف گھومنے لگیں۔ کیونکہ دفاتر سے متعلق تمام اہم فائلیں اس میں موجود تھیں لیکن کافی ڈھونڈنے کے باوجود اسے وہ فائل نہیں ملی جس کا وہ متلاشی تھا۔ وہ دوبارہ غور سے الماری کو دیکھنے لگا۔ فائل کو یہیں کہیں موجود ہونا چاہئے تھا۔ وقت جیسے جیسے گذر رہا تھا اس کے لئے کسی قدر مشکلات میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

"مسٹر کیور، پلیز ہیلپ می۔"

"وہاٹ پرابلم مس نندا۔"

کیور نے اپنی میز چھوڑ کر نندا کی طرف قدم بڑھائے۔

یہ گفتگو دراصل اسی سسطیلی ہال میں ہو رہی تھی جہاں سے کچھ دیر پہلے عمران اور انجانے گذرے تھے۔ وہ لڑکی جسے اس کے ساتھی نے نندا کہہ کر پکارا تھا۔ ایک چھریرے بدن کی نازک اندام لڑکی واقع ہوئی تھی۔ اس کی انگلیوں کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اسے لکھنے کے علاوہ کوئی کام نہ آتا ہو۔

اس کی میز پر سات گنت فائلیں رکھی تھیں۔ ایک فائل اس کے سامنے کھلی رکھی تھی۔ وہ ایک جگہ ہاتھ رکھے کیور کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا بات ہے مس نندا۔" کیور اس کے میز کے قریب آ گیا۔

نندا نے پیشانی پر آئی ہوئی بالوں کی لٹ ہٹا کر کیور کو دھانڈرلائن بنے ہوئے بریکٹ دکھائے جس میں کچھ مشکل کوڈ ورڈ تحریر تھے۔

بات یہ ہے مسٹر کیور کہ مسٹر آنند جی نے یہ فائل مجھے کل ڈیلنگ کے لئے دی تھی لیکن میں بریکٹ میں ان انڈر لائن کوڈ ورڈ کو نہیں سمجھ سکی ہوں۔ آپ سمجھتے ہوں تو بتا دیں۔

مجھے سمجھا دیں۔ کیمرہ نا محل پر جھک گیا۔ کچھ دیر لبوں پر انگلی رکھے انہیں سمجھنے کی کوشش کرتا پھر نہ سمجھنے والے انداز میں گردن ہلاتے ہوئے سیدھا ہو گیا۔

"سوری ندا میں انہیں سمجھنے سے محروم ہوں۔"

"اوہ ندا نے پریشانی سے سر ہلایا۔

مجھے آج ہی یہ ناول ندا کر کے دینی ہے۔ میرے خیال میں تم آنند جی ہی سے معلوم کر لو۔ کیمرہ نے مشورہ دیا۔

یہی کرنا ہوگا۔ وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

میرے خیال میں تم ابھی ان کے پاس مت جاؤ۔

"کیوں؟"

تم نے دیکھا نہیں وہ ابھی کہیں باہر سے آئے ہیں۔ گرمی اتنی شدید ہے کہ اچھے خاصے آدمی کا موڈ چوپٹ ہو جاتا ہے کہیں تمہارے جانے سے وہ ناراض نہ ہو جائیں۔ کیمرہ نے خدشہ ظاہر کیا۔

"نہیں کیمرہ۔" ندا نے مسکرا کر سر ہلایا۔

آنند جی ان آدمیوں میں سے نہیں جو فرض پر موڈ کو فوقیت دیں۔ میں تقریباً اسٹاف سال سے ان کے محکمہ میں ہوں۔ مگر میں نے انہیں ایک فرض شناس آدمی اور ماتحتوں سے نرمی سے پیش آنے والا آفیسر پایا ہے۔

"بڑی اچھی رائے رکھتی ہو ان کے بارے میں۔"

"ہاں اچھے آدمی کے بارے میں اچھی رائے ہی رکھی جاتی ہے۔" ندا کرسی کھسکا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے فائل اٹھائی اور کھٹ کھٹ کرتی ہال کے عقبی دروازے کی طرف بڑھ گئی جہاں اس

کے آفیسر کا کمرہ واقع تھا۔ ہال پار کر کے وہ ڈیفنس انچارج کے کمرے کے سامنے پہنچ گئی۔

"میں آئی کم اِن سر"

لیکن جواب ندارد

نندا نے دوسری بار داخل ہونے کی اجازت چاہی لیکن وہی سکوت وہی خاموشی نندا کا دل اس غیر معمولی صورتحال سے دھڑکنے لگا۔ اس نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے آفیسر انچارج کے کمرے میں جھانکا۔ انچارج صاحب بڑے اطمینان سے کرسی سے ٹیک لگائے گہری نیند سو رہے تھے۔ نندا کچھ دیر کھڑی تشویش زدہ نظروں سے انچارج کی طرف دیکھتی رہی اور واپس پلٹ گئی۔ واپسی پر اس کی چال مدھم تھی۔ ماتھے پر پڑی ہوئی سلوٹیں گہری سوچ کا پتہ دے رہی تھیں۔ وہ اسی انداز میں چلتی ہوئی میز تک گئی۔ ٹاٹل کو میز پر رکھا اور بے خیالی میں دھم سے کرسی پر بیٹھ گئی۔

کیور نے تجسس سے نندا کی طرف دیکھا

"کیا ہوا مس نندا۔ کیا آفیسر نے آپ کو وہ کوڈ ورڈز سمجھا دیئے۔"

"نہیں کیور" اس نے انکار میں سر ہلایا۔

"آج میں نے ایک نئی بات دیکھی ہے جو آٹھ سال کی سروس کے دوران کبھی نہیں دیکھی"

"وہ کیا؟"

"جب میں انچارج صاحب کے کمرے میں گئی تو وہ گہری نیند سو رہے تھے۔ اتنی گہری نیند کہ میرے دوبارہ آواز دینے کے باوجود ان کی آنکھ نہیں کھلی۔"

تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ شاید بور اور گرمی سے نڈھال ہو کر سو گئے ہوں گے کیور نے خیال ظاہر کیا۔

"مگر میں یہ تسلیم نہیں کر سکتی"۔ ندا نے انکار میں گردن ہلائی۔

آنندجی بہت سخت جان اور محنتی آدمی ہیں۔ اب سے پہلے بھی وہ کام کی زیادتی کی وجہ سے راتوں میں بھی کام کرتے رہے تھے۔ سخت گرمی میں بے انتہا محنت کے باوجود وہ کہیں آفس میں اونگھتے نظر نہیں آئے۔ اگر تم ٹھیک کہتی ہو تو یہ ایک تشویشناک بات ہے۔ تم فوراً آنندجی کے پاس جاؤ اور ان کی خیریت معلوم کرو۔ شاید انہیں کسی کی مدد درکار ہو۔

میں اکیلے نہیں جا سکتی مجھے ڈر لگتا ہے تم بھی میرے ساتھ چلو۔ ندا کا لہجہ خوف زدہ تھا ہمارے ساتھ اٹھنے سے ہمارے ساتھیوں کو شک ہوگا اور اگر کوئی بات نہ ہوئی تو خواہ مخواہ اسکینڈل بن جائے گا۔ بہتر یہی ہے کہ تم اکیلی چلی جاؤ۔

ندا کی سمجھ میں بھی بات آ گئی تھی۔ وہ ایک بار پھر آنندجی کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

عمران نے الماری کھنگال ڈالی لیکن اسے مطلوبہ فائل نہیں مل سکی۔ وہ الماری کے کسی خفیہ خانے کے متعلق غور کرنے لگا لیکن اس کے حواس کانوں نے کھٹ کھٹ کی آواز سن لی تھی۔ اس نے تیزی سے الماری کے پٹ بند کئے اور اس کے دوسری جانب آ کر ایک کھڑا ہو گیا۔ وہ اس پوزیشن میں کھڑا ہوا تھا کہ آنے والا جب تک کمرے کے وسط میں نہ آ جائے کسی صورت میں اس پر نظر نہیں پڑ سکتی تھی۔ اس کے ہاتھ میں اب ریوالور بھی نظر آ رہا تھا۔ آواز بہت قریب آ چکی تھی۔ کھٹ کھٹ کی آواز دروازے تک آ کر رک چکی تھی۔ عمران نے ہر خطرے سے مقابلے کے لئے خود کو تیار کر لیا تھا۔

"مے آئی کمین سر۔" سریلی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ اس کا ہاتھ بے اختیار اپنی کھوپڑی پر پہنچ گیا۔ دوسری بار قدرے زور سے آواز دی گئی تھی۔

عمران نے مسکراتی نظروں سے بیہوش انسپکٹر جمشید کو دیکھا اور اسے آنکھ مار کر منہ چلانے لگا۔ کچھ دیر خاموشی چھائی رہی۔ کھٹ کھٹ کی آواز اب کے دور ہوتی جا رہی تھی۔ جیسے ہی کھٹ کھٹ کی آواز معدوم ہوئی۔ عمران لپک کر الماری کے پاس پہنچا۔ اب کے وہ اندر رکھی ہوئی فائلوں کو

اِدھر اُدھر ٹہل کر کوئی خفیہ خانہ تلاش کر رہا تھا۔ آخر کافی کوشش کے بعد اس کی باریک بین نظروں نے وہ خفیہ خانہ تلاش کر ہی لیا جو بظاہر تو الماری کی چادر کا حصّہ معلوم ہو رہا تھا۔ لیکن اس پر دباؤ ڈالتے ہی اسے محسوس ہوا کہ وہ حصّہ اندر سے کھوکھلا ہے۔ اِدھر اُدھر ہاتھ مارنے پر اس کا ہاتھ اوپر کے خانے کے نچلے حصّے سے ٹکرایا۔ عمران نے ٹٹول کر دیکھا وہ حصّہ کچھ زیادہ ہی ابھرا ہوا تھا۔ اس نے ہتھیلی کا ہلکا دباؤ اس ابھار پر ڈالا ہی تھا کہ خفیہ خانہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ عمران نے جلدی سے خانے میں ہاتھ ڈال کر اندر رکھی ہوئی فائلیں نکال کر دیکھنا شروع کر دیں۔ یہ انتہائی اہم فائلیں تھیں جن میں اس ملک کے ایٹمی پروجیکٹ کے عمل وقوع اور اس کی تفصیلات درج تھیں دیگر دوسری فائلوں میں بھی دفاع سے متعلق اہم تحریریں موجود تھیں۔

عمران نے دوسری بار خانے میں ہاتھ ڈالا۔ اب کے اس کے ہاتھ میں صرف ایک فائل آئی جس پر ایک بڑا سا لال رنگ کا کراس بنا ہوا تھا۔ عمران نے اسے کھول کر دیکھا اور مطمئن انداز میں سر ہلاتے ہوئے ان فائلوں کو سرخ کراس فائل سمیت اپنے سینے پر بندھے ہوئے چمڑے کے بیلٹ سے باندھ دیا۔ جب اس نے قمیض پہن لی تو کوئی بھی محسوس نہیں کر سکتا تھا کہ اس کے سینے پر چند خوفناک منصوبے فائلوں کی صورت میں بندھے ہوئے ہیں۔ نہایت پھرتی سے اس نے خفیہ خانے اور الماری کو بند کیا واپس پلٹا بندوق اٹھائی اور کاندھے سے لٹکا لی ایک طائرانہ نظر مسٹر آنجہانی پر ڈالی اور فوجی انداز میں چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

جب وہ گیلری پار کر رہا تھا تو اس نے دیکھا سامنے سے ایک لڑکی اونچی ہیل کی سینڈل پہنے کھٹ کھٹ کرتی چلی آ رہی تھی۔

عمران کو سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ یہ وہی لڑکی ہے جو کچھ دیر پہلے آنجہانی کے کمرے کی طرف آئی تھی۔ وہ لاپرواہی سے اس کے قریب سے گزرتا چلا گیا۔ لڑکی نے بھی قریب سے

گذرتے ہوئے اسے اچٹتی نظروں سے دیکھا تھا۔ عمران جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا کیونکہ لڑکی کی دوبارہ آمد کسی خطرے سے کم نہیں تھی۔ وہ تیزی سے سطیلی ہال پار کرتا ہوا لفٹ تک آیا۔ لفٹ بھی خالی ہی ملی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ عمارت سے نکل کر پھر گیٹ کے سامنے پہنچ گیا گیٹ پر موجود سنتری اسے دیکھتے ہی اس کی طرف لپکا۔

"بہت دیر کر دی تم نے" عمران نے بیزاری سے اس کی طرف دیکھا۔

انچارج صاحب نے دوسرا کام بتا دیا تھا۔ وہ جواب دیکر رائونڈ کرنے والے انداز میں تیزی سے آگے بڑھا اسے جلدی تھی اس لئے وہ سنتری سے فضول باتوں میں الجھ کر وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا تھا۔ فوجی انداز ہی میں چلتے ہوئے اس نے موڑ کاٹا اب وہ ایک بار پھر اس عمارت کے عقب میں تھا۔ اس نے تیزی سے دونوں اطراف کا جائزہ لیا۔ عقب حسب معمول سنسان ہی پڑا تھا۔ اس نے رائفل کندھے سے اتار کر ایک طرف پھینکی اور اڑتا ہوا باؤنڈری وال کے دوسری جانب جا گرا۔ اب وہ جھکے جھکے تیزی سے اس طرف بڑھ رہا تھا جہاں اس نے اپنی گاڑی کھڑی کی تھی۔ چند ہی منٹوں میں وہ وہاں پہنچ گیا۔ اس نے تیزی سے کار کا دروازہ کھولا اور اسٹیرنگ وہیل پر بیٹھتے ہوئے کار اسٹارٹ کر کے اس کو فل اسپیڈ میں ناک کی سیدھ میں دوڑاتا چلا گیا۔ وہ کافی دور تک گاڑی کو انتہائی اسپیڈ میں دوڑاتا چلا گیا۔ جب وہ قدرت واطمینان کی عمارت سے بہت دور نکل آیا تو اس نے رفتار کم کرنی شروع کر دی جیسا کہ اسے توقع تھی اس کے تعاقب میں دور دور تک کوئی نہ تھا۔ اس نے انہیں سانس لینے کی مہلت دیئے بغیر اپنا کام مکمل کر لیا تھا اور وہ سب سے پہلے کر تعاقب کا خیال بھی ان کو آتا وہ ان کی دسترس سے بہت دور نکل چکا تھا۔ وہ انتہائی کامیابی سے اس ملک کی خفیہ اور خطرناک فائلیں لے اڑا تھا۔ گو کہ اسے صرف ریڈ کراس فائل کی ضرورت تھی لیکن دیگر اہم فائلوں کو بھی یونہی چھوڑنا اسے گوارا نہ کیا اور انہیں بھی اڑا لایا۔ یہاں کی سیکریٹ سروس کے متعلق وہ بخوبی جانتا تھا کہ اس کے ممبر

کتنے ذہین اور زیرک ہیں۔ وہ یہاں کے چیف کے متعلق بھی جانتا تھا کہ انتہائی باصلاحیت آدمی ہے اور عمران سے ماسوائے سنگ آرٹ کے وہ کسی بھی طرح کم نہیں۔ انہیں خیالوں میں ڈوبے ہوئے اس نے گاڑی کو آبادی کی طرف موڑا۔ اس کے لئے فی الحال سب سے بڑا مسئلہ وہ فوجی وردی تھی جو اس وقت اس کے جسم پر موجود تھی وہ جلد از جلد اس سے چھٹکارا پانا چاہتا تھا۔ کار کو تیز رفتاری سے دوڑاتے ہوئے وہ ایک بہترین بازار میں داخل ہوا۔ اس نے پہلے ہی یہاں ریڈی میڈ کپڑوں کی بہت سی دکانیں دیکھ لی تھیں۔ اس نے کار ایک ریڈی میڈ کپڑوں کی دکان کے سامنے روک دی اور فوجی انداز میں چلتا ہوا دکان میں داخل ہو گیا۔ گو کہ دکان میں اس وقت کافی رش تھا سیلز مین بے انتہا مصروف تھے۔ لیکن ایک فوجی پر نظر پڑتے ہی ایک سیلز مین دوسرے گاہکوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔

"فرمائیے جناب"۔ سیلز مین کا لہجہ مودبانہ اور مسکراہٹ پیشہ ورانہ تھی۔

"سوٹ چاہئے"۔ عمران نے کھردرے لہجے میں جواب دیا۔ سیلز مین نے بہتر کہہ کر فیتہ اٹھایا اور اس کا ناپ لینے لگا۔ کچھ دیر بعد جب عمران دکان سے نکل رہا تھا تو اس کے ہاتھ میں ایک بنڈل تھا۔ کپڑوں کے بنڈل کو اس نے برابر کی سیٹ پر پھینکا اور کار اسٹارٹ کر دی۔ وہ ایک بار پھر آبادی سے باہر جا رہا تھا جب وہ ایک ویران سے علاقے میں پہنچ گیا تو اس نے گاڑی روکی اور گاڑی میں بیٹھے بیٹھے وردی اتار کر سوٹ پہننے لگا۔ اس کام سے فارغ ہو کر اس نے اپنے پہرے سے سنتری کا میک اپ اتارا۔ اب وہ ایک بار پھر وہی بن چکا تھا۔ فوجی وردی کا بنڈل بنا کر اس نے اسے ڈگی میں رکھا اور خود کار میں بیٹھ کر اسے دوبارہ آبادی کی طرف موڑ دیا۔ آبادی کا رخ کرنے کے بعد اس نے کار کو اپنے ہوٹل کی جانب موڑ دیا۔ وہ محتاط طریقے سے ڈرائیونگ کرتا ہوا ابھی ہوٹل سے آٹھ دس فرلانگ دور ہی ہوگا کہ اسے اپنی کلائی پر ہلکا سا جھٹکا محسوس ہوا۔ اس نے چونک کر دوسرے

ہاتھ سے اسٹیرنگ سنبھالا۔ گھڑی کی چابی کھینچتے ہی اس کے ڈائل پر ایک سبز نقطہ جلنے اور بجھنے لگا۔

"ہیلو ہیلو عمران جولیا کالنگ یو۔"

"یس عمران از دس۔"

"عمران تم کہاں ہو۔ میرا مطلب ہے کہاں سے بول رہے ہو۔"

قبرستان سے تمہارے پیٹ میں درد اٹھا ہے کیا اور۔

"عمران میں محسوس کر رہی ہوں کہ میری نگرانی ہو رہی ہے اور۔" عمران نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔

کی ہوگی کوئی حرکت چپکے سے تو بیٹھے سے رہیں۔

یقین کرو میں بہت محتاط ہوں اس کے باوجود وہ بولتے بولتے چپ ہو گئی۔

"اس کے باوجود انہوں نے تمہیں چیک کر لیا۔" عمران نے زہریلے لہجے میں کہا۔

غور سے سنو جولیا۔ عمران نے پہ سوچ لہجے میں کہنا شروع کیا۔

میں تم سے نہیں ملوں گا۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ ہمارے گرد ایک جال سا بنا جا رہا ہے تمہیں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ داتح ٹرانسمیٹر کو آن رکھنا میں خطرے کو بہت قریب محسوس کر رہا ہوں۔ اس کی آنکھیں تشویش سے خلا میں گھور رہی تھیں۔ ہو سکتا ہے وہ تمہیں ٹریس کر لیں۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ میں تمہارے قریب ہی رہوں گا۔ اوور اینڈ آؤٹ۔

اس نے داتح ٹرانسمیٹر کی چابی کو برابر نہیں کیا بلکہ اسے کھلا چھوڑ کر کار کو ہوٹل کی مخالف سمت میں موڑ دیا۔

اسی وقت مقامی سیکریٹ سروس کا چیف اپنے دفتر میں بیٹھا آنکھیں موندے کسی گہری سوچ میں غرق تھا کہ میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی کی مرّاہٹ نے اس کے خیالات کو منتشر کر کے رکھ دیا۔ اس نے خالی نظروں سے ٹیلی فون کی طرف دیکھا اور رسیور اٹھا لیا

"ہیلو"، ہیلو سرگیڈ الیونگ آئی ایم انچارج فار ڈیفنس سیکشن۔

"اوہ انچارج کیا بات ہے" چیف چونک کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"سر ڈیفنس سیکشن میں کوئی غیر ملکی جاسوس گھس آیا تھا۔ ڈیفنس سے متعلق چار اہم فائلیں لے اڑا ہے"

"کیا بکتے ہو" اس کی غراہٹ چیتے سے مشابہ تھی۔

"یس میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں سر"

"بکو مت تم کہاں مر گئے تھے۔ تمہاری گارڈ کہاں تھی"

"سر میری موجودگی میں وہ یہاں آیا تھا اس نے مجھے بیہوش کر دیا تھا۔ اس سے پہلے وہ ایک سنتری کو بیہوش کر کے اس کے روپ میں مجھ تک آیا تھا۔

اوکے مائی سنس انتظار کرو میں ابھی آتا ہوں۔ چیف نے ٹیلیفون رکھتے ہوئے میز پر لگی ہوئی گھنٹی کو زور سے پش کیا۔ اس وقت وہ واقعی چیتا معلوم ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھیں انگارے برسا رہی تھیں دوسرے ہی لمحے نائب چیف اس کے سامنے موجود تھا۔

یس سر۔ نائب نے اس کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ مگر چیف اسے اپنے پیچھے آنے

کا اشارہ کر کے دروازے کی طرف بڑھ چکا تھا۔ کچھ دیر بعد ایک کار طوفانی رفتار سے سیکریٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر سے نکلی اور سیاہ چکنی تارکول کی سڑک پر پھسلتی چلی گئی۔ کار چیف ڈرائیو کر رہا تھا۔ نائب چیف اسکے برابر میں بیٹھا وہ ڈاسکریٹ کو خالی نظروں سے گھور رہا تھا۔ اس کے ذہن میں کھلبلی مچ رہی تھی مگر چیف کے چہرے پر غصے اور گہری سنجیدگی کو دیکھتے ہوئے اس نے خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا تھا۔ یہ خاموشی اس وقت تک قائم رہی جب تک کار وزارت داخلہ کی عمارت میں داخل ہو کر رک نہ گئی۔

عمارت کے سامنے تمام اسٹاف کھڑا مختلف قسم کی چہ میگوئیاں کر رہا تھا۔ گارڈز نے عمارت کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ جیسے ہی چیف کار سے نیچے اترا۔ انچارج آف دی ڈیفنس سیکشن مسٹر آنند جی آگے بڑھا۔ اس وقت اس کے چہرے پر حقیقتاً بارہ بج رہے تھے۔ گو کہ اس وقت گرمی کا وہ زور نہیں تھا اور مغرب کی جانب سے ٹھنڈی اور فرحت بخش ہوا چل رہی تھی مگر اس خوشگوار تبدیلی کا اثر مسٹر آنند جی پر نہیں ہوا تھا۔ وہ انتہائی پریشانی کے عالم میں پسینے میں شرابور چیف کی طرف بڑھا۔ اس نے مصافحہ بھی سراسیمہ طریقے سے ہی کیا تھا۔ چیف نے مصافحہ کرتے ہوئے غور سے آنند جی کو دیکھا۔ آنند جی پہلے اپنی حالت ٹھیک کر لو۔

اوہ جناب۔ آنند جی بوکھلا کر ایک جانب کھسک گیا۔

جب سے پہلے آنند جی کو بیہوشی کی حالت میں کس نے دیکھا تھا۔ چیف نے اسٹاف کی طرف استفہامیہ نظروں سے گھورا۔

"ہم میں نے سر" نندا خوفزدہ چہرے لئے آگے بڑھی۔

"گھبرو نہیں تفصیل سے بتاؤ" چیف نے اسے تسلی دی۔ نندا نے کھنکار کر گلا صاف کیا اور وہی کچھ باتیں بتانے لگی جو اس نے دیکھا تھا۔

تم اس سنتری کو پہچانتی ہو جو آنند جی کے ساتھ گیا تھا۔ چیف نے نندا سے تفصیل معلوم

کرنے کے بعد پوچھا

"یس سر یہی ہے وہ سنتری لیکن۔

"بس خاموش رہو" چیف نے ہاتھ اٹھایا۔

"تمہارا نام"؟ چیف اب اس شخص سے مخاطب تھا جس کی جانب نندا نے اشارہ کیا تھا۔

"امرتی لال" اس نے جواب دیا۔

ہوں امرتی لال تم بھی شروع ہو جاؤ۔ مگر یاد رہے ذرا سی بھی کوئی بات نہیں چھپنی چاہیئے۔ اشارہ پاتے ہی امرتی لال بتانے لگا۔

جناب میں بھی چھبیسے ڈیوٹی پہ آیا میری ڈیوٹی راؤنڈ لگانے کی ہے۔ میں نے اپنے سے پہلے ڈیوٹی والے سے چارج لیا اور ڈیوٹی شروع کر دی۔ دوپہر کے وقت جبکہ شدید گرمی پڑ رہی تھی میں راؤنڈ کرتے ہوئے جیسے ہی بلڈنگ کے پیچھے پہنچا میں نے ایک شخص کو دیکھا جو میز کے نیچے پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا۔ ابھی میں نے اسے کور کرنے کے ارادے سے بندوق تیار کی ہی تھی کہ وہ شخص ایک دم سے میرے اوپر آ رہا اس کے بعد کا جناب مجھے ہوش نہیں۔

تمہیں بیہوشی کی حالت میں کسی نے دیکھا تھا۔

جی نہیں میں خود ہوش میں آیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ میں اس میز کے نیچے پڑا ہوں جس کے نیچے میں نے اس آدمی کو دیکھا تھا۔ البتہ میز کے چاروں طرف تختے لگا دیئے تھے۔ میں نے تختے ہٹا دیئے۔ باہر آ کر مجھے معلوم ہوا کہ سوائے انڈر ویئر کے میرے جسم پر کوئی لباس نہیں ہے۔

"اچھا تم لوگ جاؤ" چیف نے ہاتھ سے جانے کا اشارہ کیا۔

"مسٹر نندا آپ ٹھیک ہیں" "یس سر" نندا نے کہا۔

آپ چل کر مجھے اپنا آفس دکھائیں۔ نندا چیف اور نائب چیف کو لے ہوئے

آفس کی طرف بڑھ گیا۔ آفس میں پہنچ کر چیف سیدھا اس الماری کی طرف بڑھا جس کی طرف نذانے اشارہ کیا تھا اور جس میں سے فائلیں نکالی گئی تھیں۔ چیف نے پُرخیال انداز میں خفیہ خانے کے اندر ہاتھ ڈالا۔ ادھر ادھر ہاتھ مار کر دیکھا اور پھر ہاتھ باہر نکال لیا۔

اپنے فوٹو گرافروں کو بلا کر یہاں فنگر پرنٹس تلاش کرکے ان کے فوٹو لو۔ چیف نے نائب کو ہدایت دی۔

"رائٹ سر" نائب نے مستعدی سے جواب دیا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

"اور کوئی خاص بات نذا جی" چیف نے سوالیہ نظروں سے نذا جی کی طرف دیکھا۔

"نو سر" نذا جی کا جواب بڑا مختصر تھا۔

"ٹھیک ہے اب مجھے اس جگہ لے چلو جہاں سے سنتری کی رائفل ملی تھی۔" وہ دونوں عمارت کے عقب میں اس جگہ پہنچے۔ نذا نے ایک طرف اشارہ کیا۔ چیف جھک کر بغور اس جگہ کو دیکھنے لگا۔ پھر وہ اسی انداز میں قدم بڑھاتے ہوئے باؤنڈری وال تک گیا۔ واپس پلٹا اور اس میز تک گیا جہاں سے سنتری غائب ہوا تھا۔ عمران کے کپڑوں پر نظر پڑتے ہی وہ تیزی سے آگے بڑھا اور کپڑے اٹھا کر الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ پھر کپڑوں کو ناک کے قریب کرکے کچھ سونگھا۔ اس وقت فرط جوش سے اس کا چہرہ ٹماٹر کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔

"تم نے کوئی اندازہ قائم کیا ہے" اس نے اپنے نائب کی طرف دیکھتے ہوئے پُرسوچ لہجے میں اس سے پوچھا۔ نائب چیف فنگر پرنٹس ایکسپرٹ کو فون کرکے واپس آچکا تھا۔

"سر میرے خیال میں ڈی آر ایکس کی اطلاع غلط نہیں ہو سکتی۔" نائب نے پُرمعنی لہجے میں کہا۔

"گڈ۔" چیف نے اسے تعریفی نظروں سے دیکھا۔

"آئیے میرے ساتھ" چیف آگے بڑھ گیا۔ پھر وہ دونوں وہاں رُکے نہیں۔ البتہ چیف نے وہ کپڑے فرداً ساتھ لے لئے تھے جو اس نے میز کے نیچے سے اٹھائے تھے۔

اس لڑکی کے بارے میں کوئی اطلاع ملی جس کی نگرانی ڈی آر ایکس کر رہا ہے۔

"کوئی خاص اطلاع نہیں ہے سر۔ وہ لڑکی کل شام کے سارا دن اپنے کمرے میں بند رہی شام کو بھی اس نے صرف چند گھنٹے ڈائننگ ہال میں گزارے تھے۔

ہوں۔ چیف نے منڈاسکرین کو گھورتے ہوئے ہنکارہ بھرا۔ رات ہو چکی تھی جس کے ساتھ ہی سڑکوں پر روشنیوں کا سیلاب امنڈ آیا تھا۔

وہ لڑکی ہمارے لئے بہت اہم ہو گئی ہے کیول سنگھ۔ پوری گفتگو میں چیف نے پہلی بار اپنے نائب کو نام سے پکارا تھا۔

یس سر۔ عمران کافی چالاک اور شاطر آدمی ہے۔ کمبخت نے فائلیں چرانے کے لئے کتنا بہترین وقت چنا۔ سر مجھے تو اندیشہ ہے کہ اس کے اور بھی ساتھی موجود نہ ہوں جو کسی بھی وقت گڑبڑ پھیلا سکتے ہیں۔ کیول سنگھ نے اندیشہ ظاہر کیا۔

یہ بعد میں دیکھا جائے گا پہلے تم اپنے آدمیوں سے خود اپنی نگرانی میں اس لڑکی کو ہوٹل سے اٹھوا کر یہاں پہنچاؤ۔ یہ بہت ضروری ہے۔ اس کے بعد تم دیکھنا عمران۔۔۔ چیف کے لبوں پر تمسخرانہ مسکراہٹ آگئی۔

سر ہمیں جلد از جلد وہ فائلیں برآمد کرنی ہوں گی۔ ورنہ عمران اگر انہیں لے کر غائب ہو گیا تو قیامت آجائے گی۔

قیامت تو خیر کرے گی مگر اپنے لئے نہیں عمران کے اپنے ملک کے لئے۔

ان کو اپنے اس ایجنٹ پر بہت ناز ہے۔ سچ پوچھو تو صرف اسی کی وجہ سے ہمارے

اس ملک کے خلاف کئی مشن ناکام ہو چکے ہیں۔ اب وہ یہاں ہے۔ میرے ملک میں اسے میرے پنجے سے کوئی رہائی نہیں دلا سکتا۔ چیف کے لہجے میں بھیڑیے جیسی غراہٹ اور ہونٹوں پر وہی تمسخرانہ مسکراہٹ کا عنصر شامل تھا۔ نائب سہم کر کچھ سمٹ کر بیٹھ گیا۔

کار ڈرائیو کرتی ہوئی ہیڈ کوارٹر کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ وہ دونوں خاموشی سے اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے۔ یہ اور بات ہے کہ دونوں کی سوچوں کے دائرے الگ الگ تھے۔ چیف تو جیرالڈ عمران کے بارے میں سوچ رہا تھا لیکن نائب چیف خود چیف کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کا چیف ٹھاکر سنگھ ملک کا سب سے خوفناک اور چالاک ترین آدمی ہے جس کا اسے کئی بار تجربہ بھی ہو چکا تھا۔ ٹھاکر سنگھ نے آج تک جس کام کو ہاتھ میں لیا تھا اسے پورا کر کے چھوڑا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ تمام مرکزی وزراء اور خود وزیراعظم کسی بھی معاملے میں صرف چیف کے نام کی منظوری کو اس کی کامیابی قرار دیتے تھے۔

نائب نجانے کب تک یوں ہی خیالوں میں گم رہتا کہ بریکوں کی تیز چرچراہٹ ہوئی اور اگر وہ اپنے آپ کو نہ سنبھالتا تو اس کا سر بڑے زور سے ونڈ اسکرین سے ٹکرا جاتا۔ سنبھل کر بیٹھتے ہوئے اس نے ونڈ اسکرین سے باہر دیکھا۔ سڑک کے درمیان ایک ہجوم سا کھڑا تھا جس میں چند سپاہی اور ایک انسپکٹر بھی موجود تھا۔ نائب نے دروازہ کھولا اور کار سے نیچے اتر گیا۔ چیف پہلے ہی اتر کر مجمعے کے قریب پہنچ چکا تھا۔ انسپکٹر کی نظر جیسے ہی چیف پر پڑی۔ اس کی ایڑیاں بج اٹھیں۔ انسپکٹر کو سیلوٹ کرتے دیکھ کر سپاہی بھی بوکھلا کر سیلوٹ کرنے لگے۔ انسپکٹر اور سپاہیوں کو سیلوٹ کرتے دیکھ کر مجمعے میں کھڑے لوگوں نے اندازہ لگایا تھا کہ کوئی بڑا آفیسر ہے۔ اس لئے جیسے ہی یہ دونوں قریب پہنچے ان کے لئے خود بخود راستہ بنتا چلا گیا۔

"کیا بات ہے انسپکٹر روڈ کیوں روک رکھا ہے۔؟" چیف نے بھاری بھرکم لہجے میں انسپکٹر سے پوچھا۔ اس نے ایک ہی نظر میں جائزہ لے لیا تھا۔ ہجوم کے درمیان پھٹے ہوئے کپڑے اور مظلوم چہرہ لئے ایک آدمی کھڑا تھا اس کی آنکھوں میں التجا تھی رحم کی بھیک تھی۔

"کون ہے یہ"

"مسلمان" انسپکٹر نے جواب دیا

"کیا بات ہوگئی۔"

"سر جان پہاری جا رہے تھے کہ مورکھ نے راستہ کاٹ دیا" مجمعے کے درمیان سے ایک دوسرے صاحب بولے۔ ہم نے اس سے کہا تو نے مہان پجاری کا راستہ کاٹ کر بڑا پاپ کیا ہے اب ان کے قدموں میں گر کر معافی مانگ۔ پر یہ مورکھ راضی نہ ہوا۔ مہا پجاری تو راستے کو سدھارے۔ ہم نے اسے اس کے کئے پر کشٹ دینے کے لئے روک لیا۔

"بٹ ییز مان سنس" چیف اس پر برس پڑا۔

"سٹرک تمہارے باپ کی ہے جو اسے گھیر کر سنسار دوگے" پھر انسپکٹر سے مخاطب ہوا۔

"انسپکٹر تم کیا کر رہے تھے۔؟

سر میں اسے تھانے لے جا رہا تھا مگر یہ لوگ راضی نہیں ہوتے۔ چیف نے غصیلی نظروں سے انسپکٹر کو دیکھا۔

اسے تھانے لے جا کر تم دیش کا اور نقصان کرتے۔ یہ مسلے ہماری دال روٹی کے بھی قابل نہیں۔ بہتر تھا تم مجمع کی بات مان کر اسے ان کے سپرد کر دیتے۔ خیر اس نے نفرت سے ہونٹ سکیڑتے ہوئے اس مغلوک الحال شخص کی طرف دیکھا۔

"ابے تو مسلمان ہے۔" اس نے سر کو جنبش دے کر اقرار کیا اور سر جھکا دیا۔

"گردن اٹھا میری طرف دیکھ" چیف نے تحکمانہ لہجے میں اسے حکم دیا۔ اس نے جیسے ہی گردن اٹھا کر چیف کی طرف دیکھنا چاہا۔ چیف نے ہاتھ اٹھایا اور اس کے ہاتھ کی درلوں بڑی انگلیاں چھریوں کی مانند اس شخص کی آنکھوں میں دور تک دھنستی چلی گیں۔ وہ شخص درد سے کراہا اور ایک تیز چیخ مار کر زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔ اب اس کی آنکھوں کی جگہ دو گہرے غار تھے جن سے خون فوارے کی مانند نکل کر اس کے کپڑوں کو رنگین کر رہا تھا۔ چیف واپس پلٹا گاڑی میں بیٹھا اور اسے اسٹارٹ کر دیا۔ نائب پہلے ہی اپنی سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔ چیف نے کار کو ریورس گیر میں ڈالا۔ کار پیچھے ہٹتی چلی گئی۔ اس نے ایکسیلریٹر پیڈل پر پاؤں کا دباؤ ایک دم بڑھا دیا۔ کار بندوق سے نکلی ہوئی گولی کی طرح مجمع کے درمیان بڑھی۔ لوگ بوکھلا کر ادھر ادھر ہونے لگے۔ اور پھر ایک زوردار دھماکہ ہوا اور چیف کی کار اس مظلوم کو کچلتی ہوئی کئی گز بڑھ گئی۔

چیف نے راستہ صاف کرنے کا اپنی دانست میں شاندار طریقہ ڈھونڈا تھا۔ اس کے لبوں پر آسودہ اور فاتح مسکراہٹ رقصاں تھی۔ جیسے اس نے ایک مظلوم مسلمان کو نہیں کچلا بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا کر رکھ دیا ہے۔

نائب بھی اپنے چیف کی مسکراہٹ میں شامل تھا۔ کار آگے نکل چکی تھی لیکن انہیں اب بھی وہ نعرے سنائی دے رہے تھے جو مجموعہ لگا رہا تھا۔

وہ کس قدر بہادر اور کتنی دلیر قوم تھی یہ۔ چیف کے چہرے سے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ فلسطینی لڑکے زخم کو بھول چکا ہے۔ وہ بے حد مسرور و شادمان نظر آ رہا تھا جبکہ نائب چیف خدا کا شکر ادا کرنے میں مصروف تھا کہ اس کے چیف کا موڈ یکلخت خوشگوار ہو گیا تھا۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

عمران کے جانے کے بعد جولیا کافی دیر تک بستر پر دراز رہی۔ لیکن گہری سوچ کی وجہ سے سو نہ سکی۔ اسے عمران پر وہ کر غصہ آ رہا تھا کہ جب بھی کوئی کام ہوتا ہے خواہ وہ کتنا ہی اہم اور خطرناک کیوں نہ ہو۔ وہ اپنے ماتحتوں کو ہمیشہ اس کے مقصد سے بے خبر رکھتا ہے۔

ایک طرف جولیا کو اس پر غصہ بھی آ رہا تھا اور دوسری طرف وہ عمران کے اس اقدام سے مطمئن بھی تھی۔ ایک وہ ہی نہیں اس کے تمام ساتھی مطمئن تھے۔ وہ اس لئے کہ مشن کے بارے میں لاعلمی کی وجہ سے کئی بار وہ خطرناک توقعوں پر بھی اپنی جان بچا کر نکل آئے تھے۔ پھنسے ضرور ہوں گے لیکن صرف ایک آدھ بار۔

سوچتے سوچتے جولیا بے حد بور ہو گئی تھی۔ سفر کی وجہ سے تھکان محسوس ہو رہی تھی اس لئے اس نے غسل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ غسل کرنے کے بعد وہ اپنے آپ کو بالکل تر و تازہ محسوس کرنے لگی۔ لباس تبدیل کر کے اس نے کمرے کو تالا لگایا۔ اور چہل قدمی کرتی ہوئی زمینوں کی طرف بڑھ گئی۔ مقصد بعد میں دور کرنا ہی تھا۔ زینے سے اترتے ہوئے اس نے ساتھ والی دیوار پر سایا سا دیکھا۔ جولیا نے نظر انداز کر دیتی لیکن سایہ کی حرکات مشکوک تھیں۔

اس نے اسے چیک کرنے کے لئے اپنے قدم بہت آہستہ کر دیئے۔ کیونکہ سہ پہر کا وقت تھا۔ اس لئے سورج عین اس کے پیچھے دور کہیں مغرب کی طرف سمندر میں ڈوبنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس لئے اس سائے کو چیک کرنے میں اسے ذرا بھی دقت پیش نہیں آئی۔ سایہ آہستہ آہستہ زینوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔

جب وہ آخری زینے سے نیچے اتر چکی تو اس نے کن انکھیوں سے دیکھا وہ شخص بھی اب زینے طے کر رہا تھا۔

جولیا لابردی سے چلتی ہوئی ہال میں داخل ہوئی۔ ہال کمرہ اب کافی روشن تھا۔ باتوں اور قہقہوں کی ملی جلی آوازیں ہال کی رونق میں اضافہ کر رہی تھیں۔ جولیا نے ایک ایسی میز منتخب کی جو ہال کے بالکل سرے پر کونے میں واقع تھی۔ وہ اطمینان سے کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس نے کن انکھیوں سے دیکھا وہ شخص بھی اس کے قریب ہی ایک میز پر بیٹھ چکا تھا۔

بیرے کی آمد پر اس نے کافی کا آرڈر دیا اور اپنے پرس سے رسالہ نکال کر اس کے مطالعہ میں مصروف ہو گئی۔ اس کی آنکھیں تو بظاہر رسالے پر لگی ہوئی تھیں لیکن وہ در حقیقت اپنے تعاقب کرنے والے کافری نظروں سے جائزہ لے رہی تھی۔

اس کے ذہن میں بار بار عمران کے یہی الفاظ گونج رہے تھے کہ اپنے سائے سے بھی محتاط رہو۔ ویسے بھی وہ اتنی ناسمجھ نہیں تھی کہ عمران کی اس ملک میں آمد کو محض تفریح خیال کرتی۔ اسے معلوم تھا کہ یہ ملک اور اس میں رہنے والے لوگ کتنی گھٹیا ذہنیت کے مالک ہیں۔

سازش کا ان کا شیوہ تھا۔ گذشتہ سالوں میں ان پر اس ملک نے تین جنگیں تھوپی تھیں۔

اگر ان میں آپس میں پھوٹ نہ پڑتی تو یہ ملک کبھی اس کے ایک حصے کو علیحدہ نہیں کر سکتا تھا۔ ویسے پھوٹ ڈلوانے میں بھی اس ملک کا ہاتھ تھا۔ اور اب عمران اپنے دشمن ملک میں تھا۔ ضرور کوئی خطرناک اور اہم بات ہوگی۔ ویسے بھی جولیا کو یہاں کے لوگوں کی نسل اور قوم پرستی سے چڑ تھی۔

جولیا جان بوجھ کر وہاں کافی دیر تک بیٹھی رہی۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی اور ریکریشن ہال میں رنگ و نور کی باتیں ہونے لگیں۔

وہ شخص اب بار بار بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔

جولیا نے اچٹتی سی نظر اس پر ڈالی اور رسالہ واپس پرس میں رکھ کر ایک نوٹ بک جما ہی لی۔

اس نے بیرے کو دوسری بار کافی کا آرڈر دے دیا گو کہ یہ کھانے کا وقت تھا لیکن اس نے کافی پر ہی اکتفا کرنا مناسب سمجھا۔

بیرے کو کافی کا آرڈر دے کر اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کی کہنیاں میز پر ٹکا کر دونوں ہتھیلیوں پر اپنا سر رکھ کر آنکھیں موند لیں۔ لیکن آنکھوں میں اتنی جھری ضرور رہنے دی کہ اس شخص پر نظر رکھ سکے۔

وہ شخص اب بار بار بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے داخلی دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کبھی وہ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کو دیکھتا اور پھر دروازے کی طرف دیکھنے لگ جاتا۔

جولیا نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اسے کسی کا انتظار ہے۔ ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ایک شخص جس کا قد بہت دراز تھا۔ بہترین تراش کے سوٹ میں ملبوس چہرے پر تلوار مارکہ مونچھیں اور آنکھوں پر بہترین فریم کی عینک لگائے استقبالیہ کاؤنٹر کی طرف بڑھ رہا

تھا جسے دیکھتے ہی ہال میں پہلے سے موجود شخص اطمینان سے اپنی جگہ بیٹھ گیا تھا۔

جولیا نے اندازہ لگا لیا تھا کہ نوارد ہی اس آدمی کی مطلوبہ شخصیت ہے جس کا وہ بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔

جولیا کی نظروں سے وہ اشارہ بھی نہیں چھپ سکا جو میز پر بیٹھے ہوئے آدمی نے کاؤنٹر پر کھڑے ہوئے شخص کو کیا تھا۔

تلوار مارکہ مونچھوں والے نے ہال پر نظریں دوڑائیں۔ اس کی نظر جیسے ہی جولیا پر پڑی وہ کاؤنٹر چھوڑ کر اس کی میز کی طرف بڑھنے لگا۔

"ہیلو مس اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو میں یہاں کچھ دیر کے لئے بیٹھ سکتا ہوں؟"

تلوار مارکہ مونچھوں والے نے قریب آکر خالی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

جولیا انجان بنی ہال میں ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگی۔

آپ دیکھ رہی ہیں ہال میں کوئی میز خالی نہیں۔

تلوار مارکہ مونچھوں والا دوبارہ گویا ہوا۔

جولیا نے دیکھ لیا تھا کہ سوائے اس کے پورے ہال میں کوئی اور میز خالی نہیں۔

بجبور اُسے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنا پڑا۔

"جی ہاں کوئی بات نہیں آپ تشریف رکھیں"۔

"شکریہ مس ــــــ"

نوارد نے بیٹھتے ہوئے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"مجھے مسز ولسن کہتے ہیں!"

"مجھے کیول سنگھ کہتے ہیں۔ ذات کا سکھ ہوں اور پیشہ تجارت ہے"۔

"ویسے آپ مجھے سوڈیش دکھائی دے رہے ہیں۔"

"جی نہیں۔" جولیا نے فوراً تردید کی۔

"میں فرنچ ہوں۔"

"کمال ہے آپ فرانسیسی ہیں اور اتنی اچھی انگریزی بول لیتی ہیں۔ میں نے بہت کم فرانسیسیوں کو اچھی انگلش بولتے دیکھا ہے۔

"آپ شاید یہاں تفریح وغیرہ کی غرض سے آئی ہیں۔"

کیول سنگھ نے اسے خاموش دیکھ کر دوسرا سوال داغ دیا۔

"جی ہاں! وغیرہ کچھ آپ نے بالکل درست کہا ہے۔ میں نے یہاں کے بارے میں بہت سی پراسرار کہانیاں پڑھی ہیں۔ ارنچی ویلو مالائی کہانیوں کی وجہ سے مجھے اس ملک کو دیکھنے کا شوق ہوا۔ میرے شوہر ایک معروف کاروباری آدمی ہیں لیکن انہیں میری خاطر مجبوراً یہاں کی سیاحت کے لئے آنا پڑا۔

"گویا آپ ہندی بھی ہیں۔"

کیول سنگھ نے دانتوں کی نمائش کی۔

"جی نہیں بس شوق ہے۔"

جولیا نے بے تکا سا جواب دیا۔ وہ دراصل اس کی شخصیت کا اندازہ لگانا چاہتی تھی ویسے وہ پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ اسے گھیرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

بیرے نے جولیا کی میز پر کافی سرو کر دی تھی۔ جب وہ برتن رکھ کر جانے لگا تو کیول سنگھ نے اسے روک کر ایک پیگ اسکاچ وہسکی کا آرڈر دیا۔

"آپ یہاں کب تشریف لائیں۔" اس نے میز کے کناروں کو انگلی کے ناخنوں سے گھستے

ہوئے تیسرا سوال داغ دیا۔

"یہاں سے آپ کی مراد یہ میز کرسی تو نہیں؟"

جولیا نے بھنا کر اس کی طرف دیکھا۔

"اوہ نہیں۔"

وہ منہ پھاڑ کر بے تکے انداز میں ہنسنے لگا۔ "میرا مطلب ہے آپ اس ملک میں کب آئیں؟"

"جی آج ہی۔"

"قیام بھی شاید اسی ہوٹل میں ہے۔"

"درست اندازہ لگایا آپ نے۔"

"آپ کے شوہر ساتھ نہیں۔"

"وہ اپنے ایک دوست سے ملنے گئے ہیں۔"

کیول سنگھ معنی خیز انداز میں سر ہلانے لگا۔ جولیا اس کے سوالوں سے اکتا چکی تھی اور بیزاری محسوس کر رہی تھی۔ معاف کیجئے مجھے ضروری کام ہے ویسے بھی میں کافی دیر سے یہاں بیٹھی ہوں۔ اس نے پرس اٹھایا اور چلنے لگی۔

"امید ہے آپ کوئی خیال نہیں کریں گے۔" چلتے چلتے اس نے کہا اور مڑ کر دیکھے بغیر زینے کی طرف بڑھ گئی۔ اپنی نگرانی اور کیول سنگھ کے سوالات سے وہ ایک حد تک معاملے کی نوعیت سمجھ چکی تھی۔ اس نے وہاں سے اٹھنے میں مصلحت یہ جانی تھی کہ اب تک جو کچھ ہو چکا تھا اس سے عمران کو باخبر کر دینا ضروری تھا۔

نجانے کیا بات ہو گئی تھی عمران ابھی تک واپس نہیں لوٹا تھا۔

اس نے کمرے میں آنے کے بعد پرس تپائی پر پھینکا۔ کچھ دیر کھڑی پریشان انداز میں ٹیبل لیمپ کو گھورتی رہی اور بیڈ روم کی طرف بڑھ گئی۔

بیڈ روم میں پہنچ کر اس نے سٹنگ روم اور بیڈ روم کا درمیانی دروازہ بند کیا اور پلنگ پر دراز ہو کر گھڑی کو منہ کے قریب کر کے چابی کھینچ لی۔ گھڑی میں ایک سبز نقطہ جلنے اور بجھنے لگا۔

ہیلو عمران جولیا کالنگ یو۔ ہیلو عمران

کچھ دیر کوشش کے بعد اس کا عمران سے رابطہ قائم ہو گیا۔

جولیا نے سلسلہ ملتے ہی عمران کو تمام روئیداد شروع سے لے کر آخر تک سنائی۔

جواب میں عمران نے اسے محتاط رہنے اور واچ ٹرانسمیٹر آن رکھنے کی ہدایت کی۔ اس نے واچ ٹرانسمیٹر کی چابی کو کھلا چھوڑ دیا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

اس کا مطلب ہے کھیل شروع ہو چکا ہے۔ عمران کے اندیشے کے مطابق یہ لوگ جولیا کو ٹریس بھی کر سکتے تھے۔ حالات واقعی نازک صورت اختیار کر گئے تھے۔

جولیا اپنے آپ کو حالات سے نمٹنے کے لئے تیار کرنے لگی۔ اس نے عمران کی ہدایت کے مطابق واچ ٹرانسمیٹر بھی کھلا چھوڑ دیا تھا۔

اس کے چہرے پر اس وقت عجیب سی بے چینی چھائی ہوئی تھی۔ سیکریٹ سروس کی ممبر ہونے کے باوجود وہ اپنے آپ کو کچھ نروس محسوس کر رہی تھی۔

وہ اپنی سوچوں میں اس قدر گم تھی کہ کمرے کے سینکڑوں چکر لگا ڈالے مگر بیٹھنے کا خیال تک اس کے ذہن میں نہیں آیا۔ سوچتے سوچتے اب تو اس کا دماغ ماؤف ہونے لگا تھا۔ اس نے بے خیالی میں زور سے ایک دو ہتھڑ سر پر جمایا اور دھپ سے صوفے پر گر گئی۔ انداز میں تھکاوٹ نمایاں تھی۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر تپائی پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی اور صوفے کی پشت سے سر ٹیک کر آنکھیں موند لیں۔ پھر وہ اسی حالت میں اس وقت تک بیٹھی رہی جب تک دروازے پر دستک نہ ہو گئی۔ دستک ہوتے ہی وہ سنبھل کر بیٹھ گئی تھی۔

"کم اِن"۔ اس نے بھاری لہجے میں کہا۔

دروازہ کھلا اور ایک باوردی بیرا اندر داخل ہوا۔

"یس مسز ــــــــ کھانا لاؤ"۔

بیرا مودبانہ انداز میں سر کو خم دے کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

جولیا نے پھر آنکھیں موند لیں تھیں۔

اچانک دروازے پر پھر دستک ہوئی۔ اس نے چونک کر دوبارہ آنکھیں کھول دیں۔

"کم اِن"۔ اس کے ساتھ ہی دروازہ زوردار آواز سے پورا کھل گیا اور تین آدمی ریوالور ہاتھ میں لئے اندر گھس آئے۔

جولیا نے ایک ہی نظر میں پہچان لیا تھا کہ ان میں سے ایک تو وہ ہے جو اس کی نگرانی کرتا رہا تھا اور دوسرا وہ ہے جس نے اپنے آپ کو کیپٹن سنگھ ظاہر کیا تھا۔ تیسرے نے پیچھے گھوم کر دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھا دی تھی۔ جولیا اس کی سچوایشن سے گھبرا کر غیر ارادی طور پر صوفے سے کھڑی ہو گئی۔

"ہیلو مسز ولسن ہاؤ ڈو یو ڈو"

"تلوار مار کر" مونچھوں والے نے انگلیوں پر ریوالور گھماتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"میرے پاس کچھ زیادہ رقم نہیں ہے اور کمبخت ٹیکسی دیکھ رہے ہو یہ بھی نقلی ہے"۔

جولیا نے خود فروگی کی شاندار ایکٹنگ کی تھی وہ معاملے کی نوعیت کو سمجھ چکی تھی "اتنے قیمتی ہیرے کی موجودگی میں یہ سب چیزیں بیکار ہیں میری جان"۔ ایک دوسرے نے لوفرانہ انداز میں اس کی طرف

اشارہ کرتے ہوئے آنکھ ماری اس کی اس حرکت سے جولیا کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔

میں کہتی ہوں دفع ہو جاؤ تم لوگ یہاں سے ورنہ ہیروں کو بلا کر پولیس کے حوالے کر دوں گی۔

ڈی آر او فضول بحث سے گریز کرو اور اپنا کام کرو۔

کیول سنگھ نے ڈی آر او کو حکم دیا۔ جس کے ساتھ ہی وہ تینوں خون خوار بھیڑیوں کی طرح جولیا کی طرف بڑھنے لگے۔ یہ سچویشن جولیا کے لئے کافی تشویشناک تھی لیکن اس نے اپنے آپ کو مدافعت کے لئے تیار کر لیا تھا۔ دھکتے ہوئے جسم اور شعلہ بار نظروں سے ان تینوں کو گھور رہی تھی۔ جیسے جیسے وہ دائرے کی شکل میں آگے بڑھ رہے تھے وہ بتدریج پیچھے ہٹتی جا رہی تھی۔ وہ اسی طرح پیچھے ہٹتی ہوئی دیوار سے جا لگی۔

دوسری طرف وہ لوگ بھی بڑھتے بڑھتے اس کے اتنے قریب ہو گئے کہ بمشکل چند انچوں کا فاصلہ رہ گیا۔ اچانک وہ بجلی کی تیزی سے دائیں جانب گھومی اور اس کا رائٹ ہک ہتھوڑے کی طرح ڈی آر او کے پیٹ پر لگا اور وہ مزے سے دردناک آواز نکالتے ہوئے دہرا ہو گیا۔ اسی اثناء میں جولیا کا لیفٹ ہک کھٹاک کی آواز سے ڈی آر او کی پیٹھ پر پڑا وہ بوکھلا کر چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔

کیول سنگھ نے موقع غنیمت دیکھ کر رائفل کھینچتے ہوئے جولیا کی گردن پر کھڑی ہتھیلی کا وار کرنا چاہا۔ لیکن وہ تو بجلی بنی ہوئی تھی اس نے پھرتی سے جھکائی دے کر اس کا وار خالی جانے دیا۔ ویسے اگر وہ چوکتی نہ ہوتی تو کیول سنگھ کا ایک ہی وار اسے ڈھیر کر دینے کے لئے کافی تھا۔ کیول سنگھ جیسے ہی اپنی جھونک میں رکوع کے انداز میں جھکا جولیا نے اپنا گھٹنہ تیزی سے اس کے پیٹ پر مار دیا۔ چیخ کی زوردار آواز پیدا ہوئی اس کے ساتھ ہی اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر گھن کی طرح کیول سنگھ کی پیٹ پر جما دیئے۔ وہ درد سے کراہتے ہوئے فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ لیکن جیسے ہی

وہ سیدھی ہوئی۔ اس کے دونوں جانب سے ڈی آر اور ڈی آر ایکس بھوکے بھیڑیوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے۔ وہ پہلے ہی سنبھل چکے تھے۔ انہوں نے جولیا کے دونوں ہاتھوں کو بڑی طرح موڑ کر اس کی پشت پر کر دیا۔ تکلیف کی شدت کی وجہ سے اس کی چیخیں نکل گئیں۔

اب وہ بے بس ہو چکی تھی اور اسے احساس ہو چکا تھا کہ کسی قسم کی جدوجہد اس کے لئے بیکار ثابت ہوگی۔

ڈی آر نے جیب سے ایک ریشمی ڈوری نکالی اور جولیا کے ہاتھ پاؤں باندھنے لگا ڈی آر ایکس نے پہلے ہی رومال باندھ کر جولیا کا منہ جکڑ دیا تھا۔ اس دوران جولیا نے کافی ہاتھ پاؤں مارے تھے مگر انہوں نے اس کی ایک نہ چلنے دی۔

کیپٹن سنگھ اب کھڑا ہو چکا تھا اور جولیا کو نفرت سے گھور رہا تھا۔ تینوں نے کمرے کی تلاشی لی اور ان کی دانست میں جو بھی چیز کام کی تھی اسے قبضے میں کرنے کے بعد انہوں نے جولیا کو بیہوش کر کے ایک بڑے سے تھیلے میں ٹھونس دیا۔ کچھ ہی دیر بعد ہوٹل کی ایک عقبی کھڑکی سے ایک تھیلا رسی کے ذریعہ لٹکا ہوا سڑک کی جانب آ رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے قریب ایک کار آ کر رکی اور دو ہاتھوں نے تھیلا رسی سے کھول کر کار کی بیک سیٹ پر ڈال دیا۔ کار نے ایک جھٹکا لیا اور آگے بڑھ گئی۔

عمران نے واچ ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوتے ہی کار کو بیک کیا تھا۔ اب وہ ہوٹل سے دور ہوتا جا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر چھائی سختی اور گہری سنجیدگی اس کی گہری سوچوں کا پتہ دے رہی تھی۔

وہ اپنے خیالوں میں گم کافی دیر تک کار کو سڑکوں پر ادھر ادھر دوڑاتا رہا۔ اچانک اس نے کلائی پر جھٹکا محسوس کیا اور اس نے کلائی کان کے قریب کر لی۔ جولیا کی آواز سنائی

آرہی تھی وہ میرے کو کھانے کا آرڈر دے رہی تھی۔ اس کے بعد کچھ دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ پھر کھٹک کی زوردار آواز آئی۔ عمران کی چھٹی حس فوراً بیدار ہوگئی۔ اسے محسوس ہوا جولیا سخت خطرے میں ہے۔ اس نے مضطرب انداز میں اسٹیرنگ وہیل کو پھر ہوٹل نیشنل سٹی کی طرف موڑ دیا۔ کار ہوٹل نیشنل سٹی کی طرف گامزن تھی۔ عمران گھڑی کو کان کے قریب کئے ہوئے دوسری جانب سے آنے والی آوازیں سننے میں مصروف تھا۔

جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا اس کی بے چینی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ جس خطرے کو عمران نے بہت پہلے محسوس کیا تھا وہ اب جولیا کے گریبان تک پہنچ گیا تھا۔ عمران نے ہوٹل کے قریب پہنچتے ہی اپنے چہرے پر پھنسی ہوئی ناک اور بھدی مونچھوں کا اضافہ کر لیا تھا۔

اس نے کار مین گیٹ کے قریب روکی اور خود نیچے اتر کر ہوٹل کی طرف بڑھ گیا۔ جب وہ داخلی دروازے سے اندر داخل ہو رہا تھا تو اس نے ان تین آدمیوں کو تیزی سے زینے سے اترتے دیکھ لیا تھا جن میں سے ایک کو عمران یقیناً پہچانتا تھا۔ اور وہ تھا کیول سنگھ

عمران کی نظر جیسے ہی کیول سنگھ پر پڑی اس نے آگے بڑھنے کا ارادہ ترک کر دیا اور باہر آ گیا۔ عمران جانتا تھا کہ کیول سنگھ یہاں کی سیکرٹ سروس میں نائب کا درجہ رکھتا ہے۔ اس کے ساتھی بھی یقیناً سیکرٹ سروس ہی سے متعلق ہوں گے۔

کیول سنگھ اور اس کے ساتھی عمران کے قریب سے گزر کر سڑک پر پہنچ گئے۔ اسی لمحے ایک اوپل کار وہاں آ کر رکی۔ وہ تینوں اس میں بیٹھ گئے۔ عمران تقریباً دوڑتا ہوا اپنی کار تک گیا تھا۔

اوپل اتنی دیر میں کافی آگے نکل چکی تھی۔ عمران نے اپنی ڈاٹسن اسٹارٹ کر کے مناسب فاصلہ دے کر ان کے تعاقب میں ڈال دی۔ فائلیں حاصل کئے اسے بارہ گھنٹے سے زیادہ گزر چکے تھے۔ اس کو یقین تھا کہ فائلوں کی گمشدگی کی خبر ملتے ہی اس ملک کی سیکرٹ سروس حرکت میں آ گئی

گی۔ اس کے چیف کے متعلق وہ جانتا تھا کہ وہ خبر ملتے ہی اس کے پیچھے لگ چکا ہوگا۔ عمران ایک مرتبہ اس کی حماقت کا قائل تھا۔ عمران اس ملک میں تنہا تھا اور ان اہم فائلوں کو اڑا کر اس نے پوری سیکریٹ سروس کو اپنے پیچھے لگا لیا تھا۔

اب وہ اکیلا تھا اور اسے چالاک لوگوں کی پوری فوج سے مقابلہ کرنا تھا۔ اس کے پاس وسائل نہ ہونے کے برابر تھے جبکہ اس کے حریفوں کو ہر طرح کی سہولت میسر تھی۔ تعاقب برابر جاری تھا۔ آگے والی کار نے اب ایک ٹرن لیا۔

عمران کی کار اس سے پچاس فٹ دور ہوگی اس نے جیسے ہی مڑنے کا ارادہ کیا ایک سرسراتی گولی اس کی گدی سے آ لگی۔

بس تعاقب ختم یہیں چلتے رہو۔ تحکمانہ لہجے میں حکم دیا گیا۔

عمران حیرت سے اچھل پڑا۔ اس آواز کو وہ سینکڑوں میں بھی پہچان سکتا تھا۔ وہ بلاشبہ یہاں کی سیکریٹ سروس کا چیف ٹھاکر سنگھ تھا۔

ہم معاف کر دو بڑے بھائی آئندہ نہیں کریں گا۔ اس کے چہرے پر حماقتیں طاری ہو گئیں۔ یکدم عقب سے دھاڑ سنائی دی اور عمران ڈرپوک بچے کی طرح کانپنے لگا۔

"ڈاکٹر صاحب آپ میری گاڑی میں کس طرح گھس آئے"

"آہا ہا ہا ــــــ" عقب سے قہقہہ سنائی دیا

تم اپنے آپ کو بہت چالاک سمجھتے ہو عمران۔ مگر مجھے دھوکہ نہیں دے سکتے۔ تم سمجھ رہے تھے اس قدر اہم فائلوں کی گمشدگی کے باوجود میں سکون سے بیٹھا رہوں گا۔ میں نے وزارت داخلہ کی عمارت میں ہی جائے واردات کو دیکھ کر یہ یقین کر لیا تھا کہ یہ حرکت تمہارے علاوہ کسی کی نہیں ہو سکتی۔

تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اگلی کار میں تمہاری ساتھی لڑکی جو ایک بوسے میں بند ہے موجود ہے مزے سے استراحت کر رہی تھی۔

چیف نے اپنی دانست میں انکشاف کیا

مجھے معلوم تھا کہ تم ہوٹل ضرور آؤ گے میں کافی دیر سے تمہاری گھات میں بیٹھا تھا جس وقت تم ہوٹل میں داخل ہو رہے تھے میں نے میک اپ کے باوجود تمہیں پہچان لیا تھا۔ حالانکہ مجھے دقت ہوئی تھی۔

میرا خیال ہے فیصد کامیاب رہا اور نتیجہ اب تم دیکھ رہے ہو۔ چیف نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

عمران نے مسمسی صورت بنائی

ہاں مگر تمہاری چالاکی برداشت نہیں کر سکتا۔

کار شہری حدود سے آگے نکل آئی تھی۔ کہیں کہیں فاصلے پر اکا دکا کوٹھیاں نظر آ رہی تھیں سڑک بالکل سنسان تھی۔

اندھیرے میں دور کوٹھیوں میں چمکتی ہوئی روشنیاں یہاں سے ٹمٹماتے چراغ نظر آ رہے تھے داہنے ہاتھ موڑ لو۔

چیف نے ریوالور کا دہانہ گدی پر بڑھاتے ہوئے حکم دیا۔

یہ ایک ذیلی سڑک تھی جو مین روڈ سے نکل کر دور کہیں غائب ہو گئی تھی۔ عمران نے موڑ کاٹنے کے لئے اسٹیرنگ گھمایا۔ ساتھ ہی اسٹیرنگ پر پاؤں کا پورا دباؤ ڈال کر ایک دم بریک لگا دیئے۔

کار نے ایک زبردست جھٹکا کھایا اور رک گئی۔

عمران نے جھٹکا لگتے ہی تیزی سے باہر چھلانگ لگا دی۔ دروازہ وہ پہلے ہی کھول چکا تھا۔ وہ لڑھکتا ہوا دور تک چلا گیا۔

ابھی وہ سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ ایک زوردار ٹھوکر نے اسے پھر زمین بوس کر دیا چیف نے اس کا ارادہ بھانپ کر اس کے ساتھ ہی چھلانگ لگائی تھی۔ اس نے تیزی سے اپنے آپ کو سنبھالا تھا۔ اور اب وہ عمران کے سر پر کھڑا تھا اس نے اسے ٹھوکروں پر رکھ لیا تھا۔ ہر زوردار ٹھوکر پر عمران کے منہ سے ادغ کی آواز نکلتی اور وہ دوہرا ہو جاتا۔ عمران اس کی ٹھوکروں سے ہر ممکن کوشش کے باوجود اپنے آپ کو نہیں بچا پا رہا تھا۔ ایک بار جیسے ہی چیف نے ٹھوکر ماری عمران قلابازی کھا کر پلٹا اور اس نے تیزی سے چیف کا وہ پاؤں پکڑ لیا جو وہ اسے مارنے کے لئے دوبارہ اٹھا رہا تھا۔ عمران نے چیف کے پیر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر ایک زبردست جھٹکا دیا نتیجتاً چیف قلابازی کھاتے ہوئے دور جا گرا۔

عمران تیزی سے اٹھا اس نے اپنا ایک بازو فولاد کے کوڑے کی مانند چیف کی کمر میں حمائل کر کے ایک زوردار جھٹکا دیا۔

چیف ہوا میں اچھلا اور لٹو کی طرح گھومتا ہوا دھپ سے زمین پر گر پڑا۔ عمران نے اسے ذرا بھی مہلت دیئے بغیر جیسے ہی وہ زمین پر آیا۔ ایک زوردار لات اس کے منہ پر رسید کر دی۔ اس کے منہ سے خون فوارے کی مانند جاری ہو گیا تھا۔ عمران کی دوسری ٹھوکر اس کے سر پر لگی وہ چکرا کر گرا اور پھر سنبھل کر اٹھنے لگا۔

عمران نے اندازہ لگایا۔ وہ بلاشبہ عظیم قوت برداشت کا مالک تھا۔ عمران نے اس کی کمر پر پھر ایک زوردار ٹھوکر رسید کر دی۔ اور کار کی طرف دوڑ لگا دی۔

اس سے پہلے کہ چیف سنبھلتا عمران نے کار اسٹارٹ کر کے ریورس کی اور شہر کی جانب رخ

کے ایکسیلیٹر پر پاؤں کا دباؤ بڑھا دیا۔

عمران نے جان بوجھ کر فیصلہ کن لڑائی سے گریز کیا تھا۔ اس لئے کہ وہ فائلیں اس وقت بھی اس کے سینے سے بندھی ہوئی تھیں۔

جولیا بھی اب ان کے قبضے میں تھی

مندرجہ رسائل کی بنا پر وہ اپنی لڑائی آئندہ کے لئے بچا کر رکھنا چاہتا تھا۔ ویسے اس نے چیف کی اچھی خاصی مرمت کر دی تھی۔

عمران نے ٹھاکر سنگھ کو شکستہ حالت میں تصور میں مارچ کرتے دیکھا۔ اس کے لبوں پر دلفریب مسکراہٹ آگئی۔

جولیا کو بورے میں ٹھنسے ہوئے اب کافی دیر ہو گئی تھی۔ شدید تکلیف کی وجہ سے اس کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ بورے میں ذرا بھی گنجائش نہیں تھی کہ وہ جنبش کر سکے۔ ہونے پر سہاگہ یہ کہ کپڑا ابھی حلق تک ٹھنسا ہوا تھا۔ وہ گرمی کی وجہ سے پسینہ میں شرابور ہو چکی تھی۔

ان لوگوں نے اسے بیہوش کر کے بورے میں بند کیا تھا۔ مگر جولیا جلد ہی ہوش میں آگئی تھی۔ انہوں نے اسے لئے ہوئے پہلے تو ایک کار میں سفر کیا تھا۔ اس کے بعد کار ایک جگہ رک گئی تھی۔ وہ کوئی عمارت ہی تھی جہاں وہ لوگ اسے اٹھائے اندر داخل ہوئے تھے۔

پھر اسے ایک جگہ ڈال دیا گیا۔

تب سے وہ اسی حالت میں پڑی ہوئی تھی۔

ان لوگوں نے اسے یہاں ڈالنے کے بعد کوئی خبر نہیں لی تھی۔

اسے ان لوگوں پر سخت غصہ آرہا تھا۔

کمبخت نہ جانے کہاں مر گئے تھے۔

اگر جولیا کی جگہ کوئی عام عورت ہوتی تو کبھی کی بیہوش ہو گئی ہوتی۔

مگر یہ جولیا تھی عمران کی ماتحت اور عمران کا ہر ماتحت چٹانوں جیسی قوت برداشت کا مالک تھا۔

تکلیف کی شدت سے اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

اس کے حساس کانوں نے قدموں کی چاپ سن لی جو اس کی طرف آرہی تھی۔ آنے والا نائب چیف کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

اس نے ہتھیلے کا منہ کھول کر جولیا کو باہر نکالا اور اس کی بندشیں کھولنے لگا۔ جولیا نے ہاتھ آزاد ہوتے ہی منہ میں ٹھنسا ہوا کپڑا نکال پھینکا۔

وہ نقاہت کی وجہ سے نڈھال ہو گئی تھی اور لڑکھڑا رہی تھی۔ نائب نے اسے سہارا دیا یہ ایک چوکور کمرہ تھا جس میں ایک پلنگ اور اس پر فوم کا گدا پڑا ہوا تھا۔ پلنگ کے سوا کمرے میں کوئی اور سامان نہیں تھا۔

نائب نے اسے سہارا دے کر پلنگ پر لٹا دیا۔

ہوا لگتے ہی جولیا پر غنودگی طاری ہونے لگی تھی اور وہ کوشش کے باوجود اپنی بند ہوتی ہوئی پلکوں کو کھول نہیں سکی۔

چیف اس کے سرہانے کھڑا تنقیدی نظروں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔
کچھ ہی دیر میں جولیا گہری نیند سو چکی تھی۔
نائب چیف نے اسے سوتا دیکھ کر دروازے کی طرف قدم بڑھا دیئے۔
کمرے کے باہر گن کی آرائین موجود تھا۔
چیف نے اسے جولیا کا خیال رکھنے کی ہدایت کی اور آگے بڑھ گیا۔
اس کا رخ اپنے آفس کی طرف ہی تھا۔
نائب چیف کیول سنگھ ابھی آکر اپنی میز پر ٹھیک سے بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ سیٹی کی مدھم آواز سے چونک پڑا۔
اس نے سیکرٹ سے میز کی دراز کھولی۔ اندر ایک ماچس کی ڈبیہ کی طرح کا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا کیول سنگھ نے اسے اٹھا کر آن کر دیا۔
ٹرانسمیٹر سے اب تیز ہواؤں اور کھڑکھڑاہٹ کی ملی جلی آوازیں آ رہی تھیں۔
"ہیلو کیول سنگھ۔"
ٹرانسمیٹر سے دوسری آوازیں آنی بند ہو گئی تھیں اور صرف ایک ہی آواز آ رہی تھی۔
"یس کیول سنگھ اسپیکنگ۔"
"میرا زیرو چیف۔"
دوسری جانب سے آواز آئی۔
کیول سنگھ نے حیرت سے ٹرانسمیٹر کو گھورا۔
"یس یس سر۔"
وہ فوراً مودب ہو گیا۔

کیول سنگھ اپنے ماتحتوں سے کہہ رہا تھا ایک نیلی ڈوائسن کا پتہ لگائیں پرانا ماڈل ہے نمبر R.T ۲۸۷۲ ہے۔

"ہو سکتا ہے نمبر پلیٹ بدلی ہو" اس صورت میں اس کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ اس کی چھت پر ایک بڑی لائٹ لگی ہوئی ہے فوراً پتہ لگاؤ۔ چیف کی گرجتی ہوئی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

اور تم جلدی سے جلدگاڑی لے کر نارتھ سٹی والے روڈ پر آجاؤ فوراً اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔

وہ سلسلہ ختم ہوتے ہی ماتحتوں کو ٹرانسمیٹر پر چیف کا پیغام پہنچانے لگا۔ اس کام سے فارغ ہو کر اس نے ٹرانسمیٹر دوبارہ میز کی دراز میں رکھ دیا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اس بار اس کا رخ گیراج کی طرف تھا۔ وہاں بہت سی کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ نائب چیف نے ایک سپرشارنگ کی اسپورٹ کار نکالی اور اسے ڈرائیو کرتا ہوا سڑک پر لے آیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد اس کی سرخ اسپورٹ کار نارتھ سٹی جانے والی سڑک پر نظر آرہی تھی شب کا دوسرا پہر شروع ہو چکا تھا۔

ناگن کی طرح بل کھاتی ہوئی سڑک دور دور تک سنسان پڑی تھی۔

نائب چیف الجھا ہوا اور پراگندہ ذہن لئے کار ڈرائیو کرنے میں مصروف تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ اس سے پہلے وہ کبھی اتنی الجھن اور پریشانی کا شکار نہیں ہوا تھا۔ اس نے ہر ایک کی توقع سے بڑھ کر بہترین سیکرٹ ایجنٹ ہونے کا ثبوت دیا تھا۔ لیکن اس معاملے میں وہ شروع ہی سے الجھن کا شکار ہو گیا تھا اور پٹے ہوئے مہرے کی طرح چیف کے ہر حکم کی تعمیل میں مصروف تھا۔ چیف کے حکم پر اس نے جیرالڈ کہ موٹل سے اٹھا کر ہیڈ کوارٹر پہنچا دیا

تھا۔ اس نے بے خیالی میں اس سڑک کو دیکھا جو فیشنل سٹی کی طرف جاتی تھی۔
اس سے اگلا روڈ نارتھ سٹی کا تھا۔
چیف نے کار کی رفتار ہلکی کر کے اسے نارتھ سٹی والے روڈ پر ڈال دیا
ہیڈ لائٹ کی روشنی میں سڑک دور دور تک صاف نظر آ رہی تھی۔ اس نے دیکھا دور ایک سایہ سا ہاتھ ہلا ہلا کر اسے رکنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ نائب نے کار اس کے قریب لے جا کر روک دی وہ ہیولا کوئی اور نہیں اس کا چیف سٹاکر سنگھ تھا۔
چیف کو دیکھ کر وہ اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس کا حلیہ ہی بدل کر رہ گیا تھا اس وقت اس کی حالت واقعی قابل رحم تھی۔
نائب کو رک کر تیزی سے اس کے قریب پہنچ گیا
"اوہ سر آپ" لیکن چیف نے اس کا جواب دینے کے بجائے کار کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ اس نے پچھلا دروازہ کھولا اور عقبی سیٹ سے سر ٹیک کر آنکھیں موند لیں۔
نائب خاموشی سے دوبارہ ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا۔ اس نے کار بیک کی اور واپس شہر کی طرف چل دیا۔
اس نے ڈرائیو کرتے ہوئے کن انکھیوں سے بیک ویو مرر میں دیکھا۔
چیف آنکھیں موندے کچھ سوچ رہا تھا۔ یا شاید سو گیا تھا لیکن اس کو اپنے چیف کے حلیے پر شدید حیرت ہو رہی تھی۔
چیف کا منہ سوج کر گیند کی طرح ہو گیا تھا۔ خصوصاً ہونٹ تو بہت زیادہ سوج گئے تھے جسم پر جا بجا خراشیں اور خون کے دھبے موجود تھے۔ ان سب چیزوں نے مل کر نائب کو چکرا کر رکھ دیا تھا
"کیا اس کے چیف کی کسی نے مرمت کی ہے؟"

اس کے ذہن میں سوال لہرایا۔

کہیں چیف کی عمران سے تو مڈبھیڑ نہیں ہوگئی۔ اگر واقعی عمران نے چیف کی یہ درگت بنائی ہے تو وہ قابل تعریف ہے۔

تاب چیف دل ہی دل میں عمران کی جرأتمندی اور بہادری کا قائل ہوگیا تھا۔ اس سے پہلے چیف پر ہاتھ اٹھانے کی کسی نے جرأت نہیں کی تھی۔

چیف نے پاک جمہوریہ میں بڑے بڑے مجرموں اور غیر ملکی ایجنٹوں کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا تھا لیکن عمران یہ تو واقعی شعلہ ہے۔

ان اہم فائلوں کا ابھی تک پتہ نہیں چلا تھا۔

کاش وہ ایک بار ہاتھ آجائے۔

اس نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے سوچا۔

عمران کی ساتھی لڑکی کو ہیڈ کوارٹر پہنچا دیا۔

چیف نے اسی انداز میں پوچھا

"یس سر"

اس نے کچھ بتایا

"نہیں سر"

"تم نے پوچھنے کی کوشش کی تھی"

نہیں سر بڑی بڑھاں ہو رہی تھی

"بکو مت گدھے ہو تم"

چیف آنکھیں کھول کر دھاڑا۔

ہمدردی کا اتنا ہی جذبہ تھا تو کوئی یتیم خانہ کھول لیتے یہ کیریٹ سروس میں بھرتی ہونے کی کیا ضرورت تھی۔

نائب بے چارہ کیا جواب دیتا ہونٹوں پر زبان پھیر کر خاموش ہو گیا تھوڑی دیر میں وہ ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے تھے۔ ڈاکٹر نے چند لمحے تک اس کا معائنہ کیا تھا۔ زخم وغیرہ صاف کر کے مرہم پٹی کر کے ایک انجکشن بھی لگا دیا تھا۔ ڈاکٹر نے اسے آرام کا مشورہ بھی دیا تھا۔

لیکن چیف نے آرام کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ آرام کرسی پر ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور نائب کو شیری لانے کا آرڈر دیا۔

انجکشن لگنے کے بعد حیرت انگیز طور پر اس کے چہرے کی سوجن تیزی سے ختم ہوتی جا رہی تھی۔ نائب نے شیری کی بوتل برف اور گلاس لا کر رکھ دیئے اور جانے لگا۔ تو چیف نے اسے بیٹھنے کا حکم دیا۔

نائب نے دوسری کرسی سنبھال لی اور ٹرے قریب سرکا کر پیگ بنانے لگا۔ پیگ بنا کر اس نے چیف کی طرف بڑھا دیا۔

چیف نے اس کے ہاتھ سے گلاس لیا اور متفکر انداز میں چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا۔ تیسرا پیگ ختم کرنے کے بعد وہ کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟"

اس نے نائب کی آنکھوں میں غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

سر فائلوں کے متعلق سوچ رہا تھا۔ گو ابھی محکمہ پراویژن سے فائلیں حاصل کرنے کے لئے دباؤ نہیں ڈالا گیا۔ انہیں معلوم ہے کہ ہم سراغ لگانے میں مصروف ہیں۔ پھر بھی اگر وہ دستیاب نہ ہو سکیں اور عمران انہیں لے اڑا تو۔ نائب چیف نے مایوسی سے کہا۔

ہوں اب سے پہلے تم نے اس قدر مایوس کی باتیں نہیں کی تھیں۔

لیکن سر یہ عمران

نائب نے جملہ ادھورا چھوڑ کر پریشانی سے چیف کی طرف دیکھا

کچھ نہیں کیا تم مجھے بیوقوف سمجھتے ہو کہ اسے اتنی آسانی سے فائلیں لے کر نکل جانے دوں گا۔ تم دیکھتے جاؤ شکار خود آکر جال میں کیسے پھنستا ہے۔ ہمارے پاس ایک شاندار مہرہ باقی ہے۔

چیف کا لہجہ معنی خیز تھا۔

" جاؤ اس لڑکی کو لے کر آؤ۔"

نائب خاموشی سے کمرے سے نکل گیا۔ پھر جب وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ جولیا بھی تھی۔ جولیا کو اندر سے کود کتے ہوئے ڈی آر این اندر داخل ہوا۔ نائب نے جولیا کو چیف کے روبرو کھڑا کیا تھا۔

" تمہارا نام "

چیف نے براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھا

" مسز ولسن "

جولیا نے مختصر جواب دیا۔

بکواس۔

چیف نے غصے سے دونوں ہونٹ بھینچ لئے۔

ڈی آر این ایمونیا سے اس کا منہ دھلاؤ۔

ڈی آر این پھرتی سے باہر نکل گیا تھا۔ جب وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایمونیا کی بوتل تھی۔

نائب نے جولیا کے دونوں ہاتھ موڑ کر پشت پر کر دیئے اور ڈی آر این ایمونیا سے جولیا کا منہ دھلانے لگا۔ میک اپ صاف ہوتے ہی جولیا کا اصل چہرہ سامنے آ گیا۔ چیف کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ ہوں تو تم جولیا ہو۔ وہ اسے پہلے ہی سے پہچانتا تھا۔

"فائلیں کہاں ہیں؟" "مجھے نہیں معلوم۔"

"عمران کہاں ہوگا؟" "جہنم میں" جولیا نے نفرت سے ہونٹ سکیڑتے ہوئے کہا "میں اس سے نفرت کرتی ہوں۔ وہ ہمیں پھنسوا کر ہماری جان عذاب میں مبتلا کر کے خود گلچھرے اڑاتا ہے۔ جولیا نے نفرت سے کہا۔

چیف نے گردن جھکائی تھی۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ "تمہارے کتنے ساتھی اور یہاں ہیں۔" "مجھے نہیں معلوم" جولیا نے جواب دیا۔ میں ہر بات سے بے خبر ہوں اگر وہ یہاں ہیں تو عمران نے مجھے ان کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔

چیف پر سوچ انداز میں سر ہلانے لگا۔ "ٹھیک ہے ڈی آر این تم اسے لے جاؤ۔ اور سنو لڑکی" اس نے دوبارہ جولیا کو مخاطب کیا۔

کیونکہ تم نے معقول جواب دیئے ہیں اس لئے ہم تم پر تشدد سے گریز کر رہے ہیں عمران کے متعلق میں خود بھی بہت کچھ جانتا ہوں۔ آخر وہ میرے دشمن ملک کا سیکرٹ ایجنٹ ہے۔ چیف کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"تمہیں جو بھی معلومات ہوں صاف صاف بتا دینا۔ عمران کی موجودگی میں تمہارے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔

چیف نے ڈی آر این کو اسے لے جانے کا اشارہ کیا۔ وہ جولیا کو لے کر باہر نکل گیا "سر یہ لڑکی ہمیں عمران کا پتہ بتا سکتی ہے۔" نائب بے چینی سے پہلو بدل کر بولا۔ وہ کافی

دیر سے کچھ کہنے کے لئے تلملا رہا تھا۔

"تم عمران کے طریقہ کار سے واقف نہیں ہو۔ اس لڑکی نے جو کچھ کہا کسی حد تک درست کہا ہے۔ تم سمجھتے ہو اپنے دشمن ملک کی سیکرٹ سروس سے بالکل بے خبر ہو۔ لیکن میں ان میں سے ایک ایک کو اچھی طرح جانتا ہوں

جاؤ اپنے ماتحتوں سے کہو کہ وہ ایک سنہری مونچھوں اور پھولی ہوئی ناک والے کو تلاش کریں۔ میں تمہیں بتاؤں گا وہ کون ہے۔"

چیف نے ہاتھ اٹھا کر اسے جانے کا اشارہ کیا اور خود آنکھیں بند کر کے کچھ سوچنے لگا۔

عمران نے کار مائیکل کالونی میں ایک فلیٹ کے سامنے روکی۔ اس نے انجن بند کیا اور کار سے اتر کر داخلی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک قد آور مضبوط جسم چوڑے شانے اور گوری رنگت والا شخص برآمد ہوا۔ اور عمران کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا پھر بولا "فرمایئے"۔

مجھے نقوی سے ملنا ہے۔ عمران نے جواب دیا۔ ویسے وہ پہچان چکا تھا کہ اس کی مطلوبہ شخصیت یہی ہے۔

"نقوی میرا ہی نام ہے فرمایئے۔" اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

ایکسٹو۔ دفعتاً عمران کے منہ سے مدہم آواز میں نکلا۔

"اوہ" نقوی کی آنکھوں میں ایک لمحہ کے لئے تیز چمک نمودار ہو کر غائب ہو گئی۔

گریٹ ایکسٹو۔ اس نے بھی مدھم لہجے میں جواب دیا۔

دوا ب دروازے سے ہٹ گیا تھا۔ عمران اندر داخل ہوا۔ اس نے نہایت گرمجوشی سے عمران سے مصافحہ کیا اور اسے لئے ہوئے سٹنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

"اور نواز! کیا حال چال ہیں؟" عمران نے صوفے پر بیٹھتے ہی سوال کر دیا۔

ویسے تو سب ٹھیک ٹھاک ہے مگر ایک بات کی الجھن تھی کہ آپ کی آمد کی اطلاع آپ نے کل دی تھی۔ اس کا مطلب تھا آپ کل دوپہر یا شام تک یہاں پہنچ جائیں گے۔ مگر آپ سے آج یعنی پورے چوبیس گھنٹے بعد ملاقات ہو رہی ہے۔ نقوی نے الجھن آمیز لہجے میں کہا۔

ہاں یار یہاں پہنچتے ہی کئی چکروں میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ اس لئے تم سے ملاقات نہیں ہو سکی تھی۔ اب بھی نہ ہوتی اگر تمہاری ضرورت پیش نہ آتی۔

"فرمایئے میں ہر خدمت کے لئے حاضر ہوں۔" فرمائیں گے فرمائیں گے یار پہلے تو کچھ بھوجن کا بندوبست کرو۔ چوہے پیٹ میں طوفانی بدتمیزی پھیلا رہے ہیں۔ عسل خانہ کدھر ہے۔

"اوہ معاف کیجئے مجھے یاد نہیں رہا۔" نقوی نے خجالت سے اس کی طرف دیکھا۔

خیر اب تو یاد آ گیا چلو مجھے غسل خانے کا راستہ بتاؤ۔

"آیئے۔" نقوی اپنی جگہ سے اٹھا۔ ۔۔۔ وہ عمران کو غسل خانہ بتا کر خود باورچی خانے میں جا گھسا کھانا گرم کرتے وقت وہ سوچتا رہا تھا کہ عمران سے کس طرح اس کی آمد کا مقصد اگلوا سکتا ہے۔ عمران کی آمد اس کے لئے باعث مسرت ہی تھی۔

کیونکہ اس سے ملے ہوئے اسے کئی سال ہو چکے تھے۔ وہ جب سے اس ملک میں عمران کی سیکرٹ سروس کا ایجنٹ بن کر آیا تھا عمران کی اس سے پہلی ملاقات تھی۔

لیکن وہ عمران کو اچھی طرح جانتا تھا وہ اس کے ساتھ کئی مشنوں میں شریک بھی ہو چکا تھا اس لئے تو یک کے باوجود وہ عمران کو صرف آواز سے پہچان گیا تھا۔

وہ یہاں اس کے لئے خفیہ جاسوسی کرتا تھا لیکن بظاہر تو اس کا ایک بڑا پوسٹ فارم تھا۔ گھر میں تنہا رہنے کے باوجود محلے والے اسے نہایت شریف اور علمدار نوجوان کی حیثیت سے جانتے

تھے نقوی نے کہا اگر یہ کیا اور ٹرے میں لگا کر دوبارہ اس کمرے میں داخل ہو کر ٹرے تپائی پر رکھ دی اس وقت وہ چمچے پر کیتلی رکھ آیا تھا۔ اس لئے اسے پتی اور چینی ڈالنے کے لئے دوبارہ کچن میں جانا پڑا۔

جب وہ چائے تیار کر کے دوبارہ سٹنگ روم میں آیا تو عمران کو سر جھکائے بھوجن کرنے میں مصروف پایا۔

عمران نے اپنا تمام میک اپ صاف کر دیا تھا اور اس وقت اصلی حالت میں موجود تھا وہ جلدی کھانے سے فارغ ہو گیا تھا۔ نقوی نے چائے بنا کر کپ اس کی طرف بڑھایا۔ عمران نے سعادت مندی سے کپ لے لیا تھا دونوں نے خاموشی ہی سے چائے ختم کی تھی۔

اب فرمایئے عمران صاحب میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ نقوی نے کپ رکھ کر سوالیہ نظروں سے عمران کی طرف دیکھا۔

"کیا کہا تم نے؟" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

کیونکہ نقوی پہلے ہی اس کی شخصیت سے واقف تھا اس لئے مسکراتے ہوتے اس کی جانب دیکھنے لگا۔ میں نے کوئی غلط بات کہہ دی تھی عمران صاحب۔

اور نہیں تو کیا یار شکل سے تو بھلے اور شریف نظر آتے ہو۔ اس نے گھر آئے مہمان کی عزت کرنا تمہیں زیب نہیں دیتا۔

اوہ عمران صاحب میں نے عزت نہیں خدمت کہا تھا۔

"خدمت" عمران نے حیرت سے کہا۔

ہاں صاحبزادے خدمت کرو اپنے ماں باپ کی تاکہ جنت کے حقدار بن سکو میری خدمت کر کے تو تمہیں جہنم بھی حاصل نہیں ہوگا اور درمیان ہی میں لٹکے رہو گے

"چلئے آپ کی خاطر مجھے یہ بھی منظور ہے۔"

منظور ہے۔ عمران نے خوشی سے باچھیں پھیلائیں۔

"کان ادھر لاؤ۔" نقوی نے جیسے ہی کان عمران کے منہ کے قریب کیا اس نے دونوں ہاتھوں کا بھونپو بنا کر اس کے کان کے قریب کیا اور بچوں کی طرح چلا کر کہا۔

نقوی کھسیانی ہنسی ہنستا ہوا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ عمران صاحب جولیا کہاں ہے۔ اس نے بات کا رخ موڑنے کے لئے کہا۔ وہ عمران کو سنجیدگی کی طرف مائل کرنا چاہتا تھا۔

ارے خدا کی مار اس ظالم پر جاتی عورت پر کمبخت اس ۔۔۔ کیوں سنگھ کے ساتھ فرار ہو گئی عمران نے عورتوں کی طرح ہاتھ لہرائے۔ نقوی حیرت سے اچھل پڑا۔

"کیا کہا آپ نے کیول سنگھ یہ یہ تو" "منہ مت سہلاؤ دیار کہیں مکھی وکھی گھس گئی تو ملیریا ہو جائے گا۔ ملیریے کے بعد ٹائیفائیڈ ہو گا۔" "ٹائیفائیڈ کے بعد تمہاری سمادھی گنگا کے پوتر پانی میں بہتی نظر آئے گی" نقوی نے جلدی سے منہ بند کر لیا تھا۔

عمران صاحب کیا واقعی آپ سچ کہہ رہے ہیں۔

جھوٹ بولوں تو میرے سر میں بینگن اگیں۔ اور تم مجھے بینگن کا بھرتا بنا کر کھلاؤ جیسے کمبخت سلیمان کھلاتا ہے۔

ہائے میرا سلیمان۔ اس نے سینے پر زور سے ہاتھ مارا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو مینہ کی طرح برسنا شروع ہو گئے

"ارے ارے عمران صاحب یہ کیا کر رہے ہیں آپ۔" نقوی بوکھلا کر اس کی طرف بڑھا۔

دیکھ نہیں رہے ہو کیا کر رہا ہوں۔ رو رہا ہوں۔ آنسو بہا رہا ہوں پیارے سلیمان کی یاد میں اس نے روتے ہوئے جیب سے رومال نکال کر بڑے سے ناک صاف کی اور رومال دوبارہ جیب میں رکھ لیا

"عمران صاحب پلیز" نقوی نے رونی صورت بنا کر ہاتھ جوڑے۔ اس وقت اس کے چہرے

پر قینچی برس رہی تھی۔ عمران نے اسے آنکھ ماری اور مسکرانے لگا۔

نقوی سکون کا سانس لیتے ہوئے دوبارہ اپنی جگہ جا کر بیٹھ گیا۔

یہاں کی سکیورٹی سروس کے ممبران سے واقف تھا۔ وہ اب ناامید ہو چکا تھا۔

جی ہاں بلکہ چیف ٹھاکر سنگھ اور نائب چیف کیپٹن سنگھ کو بھی اچھی طرح جانتا ہوں۔" جانتے ہو نو سپر ملاؤ ہاتھ۔" نقوی نے جیب سے ہاتھ بڑھایا۔ عمران نے اسے پکڑ کر زور دار جھٹکا دیا۔ نقوی اس کے قریب آ گیا۔ عمران نے اس کا کان مضبوطی سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور آہستہ آہستہ اس کے کان میں کچھ کہنے لگا۔ نقوی سمجھنے والے انداز میں گردن ہلانے لگا۔

عمران نے بات مکمل کر کے اس کا کان چھوڑ دیا۔ نقوی اسے لئے ہوئے دوسرے کمرے میں آیا۔ عمران نے اسے ڈریسنگ ٹیبل پر بٹھایا اور اس کا میک اپ کرنے لگا۔ اس نے ایک برش کی باریک جھلی نقوی کے چہرے پر چڑھا دی۔ تھوڑی سی مالش کے بعد وہ جھلی پرفیوشن ملنے میں مصروف ہو گیا۔

کام ختم کر کے اس نے نقوی کا چہرہ آئینے کی طرف کر دیا۔ نقوی نے اپنی صورت آئینے میں دیکھی تو حیرت کی زیادتی سے اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ کیونکہ کمرے میں اب نقوی کی بجائے موٹی ناک اور پھولی ہوئی مونچھوں والا شخص آئینے کے سامنے موجود تھا۔

اس نے تعریفی نظروں سے عمران کی طرف دیکھا۔ پر خود اپنا گریبان پکڑ کر بیٹھے ہو کر چیک کرنے لگے۔ اٹھو دوسروں کو بھی موقع دو۔

نقوی ڈریسنگ ٹیبل سے اٹھ گیا۔ اس کی جگہ عمران نے سنبھال لی۔ یہ صبح کا وقت تھا۔ گلی میں بہت کم لوگوں کی آمد و رفت جاری تھی۔ تقریباً اسی وقت فلیٹ سے عمران اور نقوی برآمد ہوئے۔ عمران نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ نقوی پہلے ہی اپنی سیٹ سنبھال چکا تھا۔ دوسرے ہی لمحے کار ہوٹل کی

سے نکل رہی تھی۔

کار بھری پری شاہراہوں سے گزرتی ہوئی ایک ریستوران کے سامنے رکی۔ فقوی تیزی سے اترکر ریستوران میں داخل ہوگیا۔ جبکہ عمران نے اطمینان سے گاڑی بند کی اور وہ ٹہلتا ہوا ریستوران میں داخل ہوا تھا۔ فقوی کے میک اپ میں دراصل عمران تھا۔ اس نے ہال میں داخل ہوتے ہی نسبتاً سب سے علیحدہ میز کا انتخاب کیا تھا۔

بیٹھنے کے بعد اس نے ہال کا تنقیدی نظروں سے جائزہ لیا۔ اس اثنا میں پھولی ہوئی ناک اور سیدھی مونچھوں والا اصل فقوی بھی ایک میز پر بیٹھ چکا تھا۔

عمران نے بیرے کو چائے کا آرڈر دیا۔ اور سر جھکا کر گہری سوچ میں غرق ہوگیا۔ انہوں نے جان بوجھ کر علیحدہ علیحدہ میزوں کا انتخاب کیا تھا۔

عمران نے فائلیں حاصل کرلی تھیں۔ لیکن سیکرٹ سروس والوں کے درمیان میں آنے کی وجہ سے معرکہ آرائی کے بغیر وہ اس ملک سے نہیں نکل سکتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ وہ لوگ ہر جگہ کتے کی طرح بو سونگھتے پھر رہے ہوں گے۔

وہ اب جلد از جلد اس کھیل کو ختم کر کے اپنے ملک واپس جانا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے فقوی کی ضرورت محسوس کی تھی۔

بیرے نے چائے کے برتن لاکر رکھ دیئے۔ عمران نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ بیرا برتن رکھ کر واپس جا رہا تھا۔ عمران کی نظریں بیرے کی پشت سے پھسلتی ہوئی داخلی دروازے تک پہنچ گئیں۔ اس کی آنکھوں میں ایک لمحہ کے لئے تیز چمک نمودار ہو کر غائب ہوگئی۔

اس نے اس شخص کو پہچان لیا تھا جو ہال میں داخل ہو رہا تھا۔ گو کہ اس سے پہلے اس نے اس کی صرف ایک جھلک نیشنل سٹی میں دیکھی تھی۔

اس شخص کی نظر جیسے ہی سنہری مونچھوں اور پھولی ہوئی ناک والے پر پڑی وہ چونک پڑا۔ اس نے قریب ہی ایک میز پر پڑا پرہ ڈال دیا تھا۔

عمران نے نقوی کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔ نقوی نے اشارہ پاتے ہی اپنی جگہ چھوڑ دی۔ نوارد نے اسے جاتا دیکھ کر خود بھی اپنی کرسی چھوڑ دی تھی۔

عمران اس کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز انداز میں مسکرا دیا۔

پھر جب وہ شخص نقوی کے پیچھے ریستوران سے نکلا تو عمران بھی اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا۔ وہ تینوں ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے ریستوران سے باہر آ گئے۔ نقوی نے کار کا دروازہ کھولنے کے لئے جیسے ہی ہاتھ بڑھایا۔ ریوالور کی ٹھنڈی نالی اس کی گدی سے آ لگی۔

ہینڈز اپ۔ اجنبی نے ریوالور کے ذریعہ نقوی کو کور کر لیا تھا۔

ابھی وہ نقوی کو دوسرا حکم دینے ہی والا تھا کہ عمران کا ریوالور اس کی کمر سے آ لگا۔ جو اس کے پیچھے ہی غیر محسوس طریقے سے پہنچ چکا تھا۔

عمران نے دوسرے ہاتھ سے اجنبی کا ریوالور اور نقوی کو کار میں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے اجنبی کو بھی کار میں دھکیل دیا۔

اجنبی کے کار میں داخل ہوتے ہی نقوی نے عمران سے ریوالور لے کر فوراً اسے کور کر لیا۔ کار ایک بار پھر روانہ ہو گئی۔ اب کے اس کا رخ شہر سے باہر جانے والی سڑک پر تھا۔ صبح کا وقت تھا اس لئے سڑکوں پر ٹریفک بھی برائے نام تھا۔ اس آسانی کی وجہ سے عمران کو کار تیز چلانے میں کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوئی۔

کافی دور ایک سنسان علاقے میں جا کر کار کچی سڑک سے نیچے اتار دی اور کچے میں کافی اندر تک لے جا کر روک دی۔

مار کتے ہیں نقوی نے اجنبی کو باہر نکلنے کا حکم دیا۔ وہ خاموشی سے نیچے اتر آیا۔

"ہاں بڑے تو رو لو اب شروع ہو جاؤ۔" عمران نے گاڑی بند کر کے اس کے مدمقابل آتے ہوئے کہا

"ریوالور سامنے سے ہٹا کر دونوں کی طرح مقابلہ کرو۔" اجنبی نفرت سے پھنکارا

"نقوی ریوالور جیب میں ڈال لو۔" عمران نے نقوی کو حکم دیا۔

نقوی نے جیسے ہی ریوالور جیب میں ڈالا۔ اجنبی تقریباً اڑتا ہوا عمران پر آیا۔ مگر عمران کو دبوچنے کی حسرت دل میں لئے دھپ سے زمین پر گر گیا۔

عمران دور کھڑا تالی بجانے والے انداز میں مسکرا رہا تھا۔

غرا کر پھرتی سے اٹھا۔ اس نے پھر عمران پر چھلانگ لگا دی۔ مگر اس بار اس کا پہلے سے بھی برا حشر ہوا۔ زمین پر گرتے ہوئے وہ اپنے آپ کو سنبھال نہیں سکا تھا۔ اس لئے چوٹ کھا گیا تھا۔

"چچ چچ سنبھل کے۔" عمران نے اسے تاؤ دلایا۔ اور اس نے اپنی چوٹ کی پروا کئے بغیر اچھل کر عمران کی ناک پر مکہ جمانی چاہی۔ مگر ٹڈے کی طرح ہوا میں اچھل کر رہ گیا۔

"دل کا ارمان نکال لیا ہو تو میرے سوالوں کے جواب دینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

"میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔"

اجنبی غصے سے پھنکارتا ہوا پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ ساتھ ہی اس نے عمران پر چھلانگ لگا دی۔ عمران اپنی جگہ سے دو قدم آگے بڑھا اور اجنبی کی ہوا میں معلق ٹانگوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر دو ایک پکڑ دیئے اور جھٹکا دے کر دور اچھال دیا۔ اجنبی زمین سے اڑتا ہوا دھپ سے زمین پر گرا۔

عمران پھر اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ اب کے اس نے ایک بار پھر اس کی ٹانگوں کو اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لیا اور حسب سابق چکر دے کر دور پھینک دیا۔

اجنبی مرے ہوئے کیڑے کی طرح زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اس بار جیسے ہی عمران اس کے قریب پہنچا، اجنبی گڑگڑانے لگا۔ "بب۔ بب۔ بس کرو۔ بس کرو۔"

"تمہارا نام؟" عمران نے پوچھا وہ بری طرح خوف زدہ تھا۔

"بھگوش۔" اس نے جواب دے دیا۔ خود نفسی عمران کی اس حد تک پریشان تھا۔ اس کے سامنے عمران نے قوی ہیکل آدمی کو مردہ کیچوے میں تبدیل کر دیا تھا۔

"سیکرٹ سروس سے تمہارا تعلق ہے۔" عمران کا دوسرا سوال تھا۔

"ن۔ ن نہیں۔" عمران کی بھرپور ٹھوکر اس کے منہ پر پڑی اور وہ دوسری طرف الٹ گیا اس کے بعد تو گویا عمران پر دیوانگی کا دورہ پڑ گیا تھا۔ اس نے اسے ٹھوکروں پر رکھ لیا تھا۔

"سب بتاتا ہوں بالکل سچ سچ بتاتا ہوں۔" بھگوش خون اگلتے ہوئے خوفزدہ لہجہ میں بولا۔

عمران نے اٹھا ہوا پاؤں روک لیا۔ "جلدی بتاؤ۔"

"ہاں ہے۔" بھگوش نے اقرار میں سر ہلایا۔

"تمہاری کیا پوزیشن ہے۔" اس نے بدستور خونخوار لہجہ میں سوال کیا

ڈی آر او۔ اس کے بعد جو کچھ عمران نے پوچھا وہ بتاتا چلا گیا۔

عمران نے ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد اسے رسیوں سے جکڑ کر کار کی ڈگی میں بند کر دیا۔ کار ایک مرتبہ پھر چل پڑی۔ اس مرتبہ ڈرائیونگ نفسی کر رہا تھا۔

چیف اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھا موجودہ پوزیشن پر غور کر رہا تھا۔

ابھی تک جولیا کے علاوہ اسے کوئی اور کامیابی نہیں ہو سکی تھی۔ جولیا پر اس نے کچھ سوچ کر ہی تشدد سے گریز کیا تھا۔

اس نے عمران سے فائلیں حاصل کرنے کے لئے اس خاص مہرے کو آخر میں استعمال

کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ مگر عمران ہی اس کے لئے سب سے بڑا کانٹا ثابت ہوا تھا۔ جو اس کے حلق میں اٹک کر رہ گیا تھا۔ حالانکہ اس کے ایجنٹ ہر طرف عمران اور اس کی کار کو ڈھونڈ رہے تھے لیکن ابھی تک کہیں سے ان کا سراغ نہیں مل سکا تھا

چیف کو سب سے زیادہ تشویش ناکاں ہونے کے بارے میں تھی اگر وہ انہیں برآمد کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا تو اعلیٰ حکام کو کیا جواب دے گا۔

وہ انہیں سوچوں میں غوطہ زن تھا کہ نائب چیف تقریباً دوڑتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

چیف نے سر اٹھا کر استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

سر ڈی آر اونے آپ کے بتائے ہوئے حلیے کے شخص کو چیک کر لیا ہے۔

نائب کے ہاتھ میں ٹرانسمیٹر تھا جو اس نے چیف کی طرف بڑھاتے ہوئے جوش سے کہا

چیف سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس نے نائب سے ٹرانسمیٹر لیا اور دوسری جانب کی آواز سننے لگا

"یس ڈی آر اونیور چیف۔ کالنگ یو۔ جواب میں ڈی آر او اسے کچھ بتانے لگا

جیسے جیسے وہ دوسری جانب گفتگو سنتا گیا اس کا چہرہ سرخ ہوتا گیا۔

سنو ڈی آر او تم اس پر نگاہ رکھے رہو۔ کہیں جائے فوراً آگاہ کرو۔ میں تمہارے پاس ڈی آر ایکس۔ ڈی آر پی اور ڈی آر ٹی کو نائب چیف کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔

تمہیں ان کی مدد سے اس شخص کو ہیڈ کوارٹر تک لانا ہے۔ اس نے ہدایت دی۔ دوسری جانب سے کچھ سنا اور ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کر دیا۔

مسٹر کیوں منگھو تم ڈی آر ایکس۔ ڈی آر ٹی اور ڈی آر پی کو لے کر فوراً میرے کیبن پہنچو۔ یاد رکھو وہ شخص انتہائی چالاک اور شاطر ہے جسے تم نے یہاں لانا ہے۔

"تمہیں ہوشیاری سے کام کرنا ہوگا"۔ چیف نے نائب کو تاکید کی۔

نائب نے تائید کے انداز میں گردن ہلائی

"جاؤ" چیف نے حکم دیا۔ نائب جھکا اور تیزی سے کمرے سے باہر آ گیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد ایک کالے رنگ کی شیورلیٹ سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر سے نکلی اور میرے کلب کی طرف روانہ ہو گئی۔ جس وقت وہ لوگ میرے کلب میں داخل ہوئے وہاں کیبرے ڈانس شروع ہو چکا تھا۔ نائب نے داخل ہوتے ہی ڈی آر او کو دیکھ لیا تھا۔ جس کی نظریں داخلی دروازے پر ہی تھیں۔ ڈی آر او نے نائب کو بھدی ناک اور سجھوں ہوئی مونچھوں والے کی طرف خفیف سا اشارہ کیا۔ جو اس وقت بڑے مزے سے ٹانگ پر ٹانگ رکھے ڈانس دیکھنے میں مصروف تھا۔

وہ تینوں تین اطراف سے اس کی میز کی طرف بڑھنے لگے۔ ریوالور ان کے ہاتھوں میں تھے۔ چوتھی جانب سے ڈی آر او اس کے قریب پہنچ گیا۔

یہ چاروں جیسے ہی اس کی میز پر پہنچے۔ سجھوں ہوئی ناک والا بوکھلا کر ان کی طرف دیکھنے لگا

"کک کیا بات ہے بھائی صاحب"

"خبردار ذرا بھی آواز نکالی تو تمہارے جسم میں چار رنگین سوراخ ہو جائیں گے"

نائب نے دھیمے لیکن خونخوار لہجے میں دھمکی دی

خاموشی سے اٹھو۔ بھدی ناک والے نے خاموشی ہی میں عافیت جانی تھی۔ وہ ان کے ساتھ چپ چاپ باہر نکل آیا تھا۔ انہوں نے اسے کار میں بٹھایا۔

ڈی آر او، ڈی آر ٹی اور ڈی آر پی اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔ نائب نے کار میں بیٹھ کر اسے سٹارٹ کیا اور تیزی سے مین گیٹ عبور کر گیا۔

کار کے اندر سجھوں ہوئی مونچھوں اور بھدی ناک والا چیتا ہی رہ گیا تھا۔

"ارے بھائی میں نے تمہاری مرغیاں تو نہیں چرائیں"

لیکن وہاں اس کی سنتا کون
خاموش بیٹھے رہے۔ ڈی آر او نے اسے ٹوکا۔
بقیہ کی مونچھوں اور سجھولی ہوئی ناک والا سہم کر خاموش ہو گیا۔

یہ ایک بہت بڑا کمرہ تھا جس میں اس وقت عمران کو چھت سے لٹکے ہوئے دو آہنی کڑوں سے باندھ دیا گیا تھا۔
یہ سیکریٹ سروس والوں کا ابتدائی کمرہ تھا۔
عمران کے چہرے سے پھولی ہوئی ناک اور سجھولی مونچھیں اتار لی گئیں تھیں۔
چیف ایک کرسی پر بیٹھا قہر آلود نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔
اس کے علاوہ کمرے میں نائب چیف ڈی آر او۔ ڈی آر ایم اور ڈی آر این بھی موجود تھے۔
ڈی آر این کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک چمکتا ہوا کوڑا تھا جس سے وہ ابھی ابھی عمران کی سنکائی کر کے فارغ ہوا تھا۔
اس کے جسم پر جا بجا زخموں کے نشان تھے جن سے خون رس رہا تھا۔
عمران تمہیں آخری موقع دیا جا رہا ہے فائلیں ہمارے حوالے کر دو۔

چیف نے غصے سے ہونٹ کاٹتے ہوئے زور سے میز پر گھونسہ مارا۔

"یار تم عجیب الو کے پٹھے ہو۔ ایک تو تمہارے آدمی خوامخواہ مجھے اٹھا کر لے آئے ہیں اور جب سے یہ سیاہ ہڈ مجھ پر سوار کیا جا رہا ہے۔

"میں تمہاری بکری لے کر تو نہیں بھاگا تھا۔"

عمران نے احمقانہ انداز میں منہ لٹکا لیا۔

"عمران" چیف نے دھاڑتے ہوئے دانت کچکچائے۔

"غیریت اسی میں ہے کہ تم وہ فائلیں مجھے واپس کر دو۔"

"ہمت ہے تو واپس لے لو۔"

اس نے مضمحل خیز لہجہ میں تاؤ دلایا۔ ٹھیک ہے عمران تم یوں نہیں مانو گے۔ مگر میرا نام بھی ٹھاکر سنگھ ہے۔ میں تمہیں ایسی دردناک سزا دوں گا کہ تمہاری ہڈیاں بھی بولنے پر مجبور ہو جائیں گی۔" ڈی آرایم جولیا کو یہاں لاؤ۔"

اس نے تحکمانہ لہجہ میں ڈی آرایم کو حکم دیا۔

ڈی آرایم تیزی سے کمرے سے نکل گیا۔ واپس میں وہ جولیا کو پستول سے کور کئے کمرے میں داخل ہوا۔

چیف اپنی جگہ سے اٹھا اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے عمران کے قریب پہنچ گیا۔

"عمران آخری موقع ہے بتا دو فائلیں کہاں ہیں۔"

چیف نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

جواب میں عمران نے اسے منہ چڑا دیا۔

جولیا نے اچٹتی سی نظر عمران پر ڈالی تھی اور سر جھکا لیا تھا۔

کیول سنگھ ڈیتھ آف باؤل لیکر آؤ۔

کیول سنگھ کے جانے کے بعد چیف جولیا سے مخاطب ہوا۔

لڑکی عمران خواہ تمہیں انتہائی اذیت سے مرنا چاہیے تم اگر اسے فائلیں واپس کرنے پر راضی کر لو تو اذیت ناک موت سے بچ سکتی ہو۔

جولیا نے عمران کی طرف دیکھا۔

"مجھے موت منظور ہے"

اس کا لہجہ سنجیدہ اور پرسکون تھا

"تو پھر ٹھیک ہے تم اذیت ناک کھیل کے لئے تیار ہو جاؤ جسے دیکھ کر عمران تو کیا اس کی روح بھی فائلوں کا پتہ بتائے گی"

چیف نے گرج کر کہا اور اپنی کرسی پر جا کر بیٹھ گیا۔

اس دوران نائب چیف ڈیتھ آف باؤل لے کر آ گیا۔ یہ تانبے کا ایک پیالہ تھا جس کے دونوں جانب کنڈے لگے ہوئے تھے جو ایک چمڑے کے بیلٹ سے ایک دوسرے سے مل گئے تھے۔

نائب کے پیچھے ڈی آر ایکس بھی کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ایک ہاتھ میں دہکتے ہوئے کوئلوں کی انگیٹھی اور دوسرے ہاتھ میں ایک پنجرہ تھا جس میں ایک موٹا تازہ سفید چوہا بند تھا۔

عمران حیرت سے یہ تماشا دیکھتے ہوئے نا سمجھنے والے انداز میں پلکیں جھپکانے لگا۔

چیف کے اشارے پر تین آدمیوں نے مل کر جولیا کو ایک آہنی میز پر لٹا دیا جس میں چمڑے کے تسمے لگے ہوئے تھے۔

انہوں نے جولیا کو لٹا کر تسمے اس طرح باندھ دیئے کہ وہ ہلکی سی جنبش بھی نہیں کر سکتی تھی

تانبے کے پیالے کو جولیا کے پیٹ پر پلیٹ کے ذریعہ باندھ دیا گیا۔

نائب نے پیالے کا ڈھکن اٹھایا۔ پنجرے میں سے چوہے کو نکال کر پیالے میں ڈالا اور پھر پیالے کا ڈھکنا بند کر دیا۔

عمران اب بھی موقع ہے تم چاہو تو یہ اذیت ناک کھیل رک سکتا ہے۔

چیف نے گویا آخری وارننگ دی۔

عمران کے چہرے پر پسینے کے قطرے جھلملانے لگے تھے۔ وہ بغیر پلکیں جھپکائے ٹکٹکی باندھے جولیا کو دیکھ رہا تھا۔

اور جولیا چھت پر نگاہیں مرکوز کئے اپنے چیف ایکسٹو اور ساتھیوں کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

اسے محسوس ہو رہا تھا کہ یہ لمحے جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ کر گزریں گے۔ کاش وہ اپنے ملک میں ہوتی تو ایکسٹو اذیت اٹھانے سے پہلے ہی دونوں کی جان بچا لیتا۔

زندگی کا دار و مدار عمران پر ہونے کے باوجود وہ ایک وفادار سیکرٹ ایجنٹ کی طرح نہیں چاہتی تھی کہ عمران دو اہم فائلیں ان لوگوں کے حوالے کر دے جس کے لئے انہیں اتنی تکلیف دہ اذیت کا سامنا کرنا پڑی تھیں۔

چیف کے خفیف سے اشارے پر نائب نے چمٹے سے ایک دہکتا ہوا کوئلہ اٹھایا۔ عمران اتنا بیوقوف نہیں تھا کہ ڈیتھ آن وہیل کو نہ سمجھ سکے۔

اسے معلوم تھا کہ کوئلے پیالے کے اوپر رکھ کر جس کے نیچے چوہا بند ہے۔ چوہے کے پیروں کے نیچے موجود پلیٹ ہٹا دی جائے گی۔

پلیٹ ہٹنے کے بعد چوہا جولیا کے پیٹ پر ہوگا۔ انگاروں کی وجہ سے تانبے کا پیالہ

بہت جلد گرم ہو جائے گا۔

چھپا اس جہنم سے نکلنے کے لئے بے قرار ہو جائے گا اور اس کے لئے صرف ایک ہی راستہ ہوگا اور وہ ہے جولیا کا نرم اور ملائم پیٹ۔

چوہے کے تیز نیچے منٹوں میں جولیا کے پیٹ کو ادھیڑ کر رکھ دیں گے۔

اور اس کے بعد جولیا۔

"نہیں رک جاؤ"

وقتاً عمران دہشت ناک لہجے میں چلایا۔

مگر جولیا نے لیور کھینچ ہی ڈالا تھا چونک کر رک گیا۔

"میں تمہیں بتا دوں گا۔ فائلیں بھی تمہارے حوالے کر دوں گا پہلے اسے چھوڑ دو۔ اسے آزاد کر دو۔"

عمران نے جھنجھلائی انداز میں چلایا۔

"عمران۔"

جولیا شیرنی کی طرح دھاڑی

غصے ہونے کی وجہ سے اس کے جسم کا سارا خون سمٹ کر چہرے پر آ گیا تھا۔

"خبردار جو تم نے زبان سے ایک لفظ بھی نکالا۔"

مگر جولیا یہ لوگ تمہیں۔

عمران جملہ ادھورا چھوڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"کوئی بات نہیں میں موت سے نہیں ڈرتی۔ میں تو اپنی موت پر فخر کروں گی کہ ملک کی خاطر جان دے رہی ہوں۔"

تم اذیت کی بات کر رہے ہو میں ہر اذیت کا مقابلہ کر سکتی ہوں۔ میرا حوصلہ چٹانوں سے بھی زیادہ مضبوط ہے۔

"عمران تمہیں میری قسم ہے اپنے منہ سے ایک لفظ بھی مت نکالنا"

جولیا نے ملتجی نظروں سے عمران کی طرف دیکھا۔

عمران نے اپنی گردن جھکا لی تھی۔

"کیوں سنگھ کیا سنتا رہے ہو"

چیف غصے میں دھاڑا۔

تم اپنا کام کرو میں دیکھتا ہوں یہ لوگ کتنے وطن پرست ہیں۔

چیف کے اشارے پر کیول سنگھ نے دوبارہ چمٹے سے انگارہ اٹھایا اور پیالے کی طرف بڑھنے لگا۔

"بس رک جاؤ پیارے کھیل ختم اور پیسہ ہضم"

ایک چبھتی ہوئی آواز کیول سنگھ کی سماعت سے ٹکرائی۔ اس نے سر گھما کر دیکھا ڈی آر او نے ریوالور نکال کر چیف کی گدی سے لگا دیا تھا۔

جولیا نے چونک کر ڈی آر او کی طرف دیکھا اور اس کے لبوں پر آسودہ سی مسکراہٹ آ گئی۔ وہ ڈی آر او کو پہچان چکی تھی۔

چیف نے چیرا گی سے ڈی آر او کی طرف مڑنے کی کوشش کی۔

خبردار ہلنے کی کوشش مت کرنا۔ مجھے معلوم ہے تم سمجھ گئے ہو۔ میں تم سے سبھی نمٹ لوں گا پہلے تم اپنے آدمیوں کو حکم دو کہ اسلحہ پھینک دیں۔

ڈی آر او چیف کی کرسی سے لگ کر کھڑا ہوا تھا اس کے ریوالور کی نال چیف کی گدی

ملیں دھنس جاری تھیں۔

چیف کے اشارے پر نائب سمیت تمام لوگوں نے اپنے ہتھیار پھینک دیئے تھے۔

چیف کی جان بچانا اس وقت ان کے لئے سب سے ضروری تھی۔

"ڈی آر ایف تم جولیا کو کھولو گے اور ڈی آر ایم تم عمران کو باقی لوگ دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جائیں۔"

ڈی آر ایف اور ڈی آر ایم سعادت مندی سے عمران کے حکم کی تعمیل میں مصروف ہو گئے

"عمران وہ نہیں تم ہو میں تمہیں پہچان گیا ہوں۔"

چیف نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

پہچان لیا ہے اس سے میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا لیکن فی الحال تم اپنی زبان بند ہی رکھو۔

جولیا اور عمران جیسے ہی آزاد ہوئے۔ دونوں نے ریوالور اٹھا لئے تھے۔

"نقوی تم ان سب کو باندھ دو۔"

ڈی آر اے نے دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے لوگوں کی طرف اشارہ کیا۔

دراصل ڈی آر اے کے روپ میں عمران تھا جس نے خود کو چھپا کر بہترین چال چلی تھی۔

چیف جیسا شاطر آدمی بھی اس کی چال کو نہیں سمجھ سکا تھا۔

نقوی جب سب کو باندھ کر فارغ ہو گیا تو عمران چیف کے سامنے آ گیا۔

"ہاں پیارے اب کہو۔"

عمران تمہیں بھگتنا پڑے گا۔ بہتر یہی ہے کہ فائلیں ہمارے حوالے کر دو۔

دھمکیاں کسی اور کو دینا پیارے مجھے معلوم ہے کہ تم نے ظلم و بربریت سے بہت دھاک

بٹھا رکھی ہے کہ تمہارے انسان بالا بھی تم سے خوف کھاتے ہیں لیکن عمران اکیلا تمہارا سبق بنا دینے کے لئے کافی ہے۔

عمران نے اپنے چہرے سے ڈی آر اڈ کا میک اپ اتار دیا تھا۔ وہ چیف کو مضحکہ خیز انداز میں دیکھ رہا تھا۔

چیف کا مارے غصے کے برا حال تھا۔ اس نے پھاڑ کھانے والی نظروں سے عمران کو گھورا اور اس کے ہاتھ میں موجود ریوالور کی پرواہ کئے بغیر تقریباً اٹھتا ہوا اس پر جا پڑا۔ جھٹکا لگنے سے ریوالور عمران کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا۔ جسے نقوی نے اٹھا کر جیب میں رکھ لیا۔

وہ دروازے پر کھڑا تھا جبکہ جولیا بندھے ہوئے آدمیوں کے سر پر مسلط تھی۔ چیف بے خبری میں عمران کو جھاپ بیٹھا تھا اور اب وہ اسے بری طرح رگید رہا تھا۔

عمران کو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ اگر اس نے اس کے شکنجے سے نکلنے میں ذرا بھی تاخیر کی تو یہ شیطان اس کی ہڈیاں تک توڑ دے گا۔

اس نے آہستہ آہستہ اپنا ایک ہاتھ چیف کے شکنجے سے نکالا اور اس کا بھرپور مکہ بھیچ سے چیف کی ناک پر پڑا۔

چیف کی گرفت فوراً ڈھیلی پڑ گئی۔

عمران تڑپا اور مچھلی کی طرح پھسلتا ہوا اس کے شکنجے سے نکل گیا۔

چیف سنبھل کر دوبارہ کھڑا ہو چکا تھا۔

وہ دونوں ایک دوسرے کو تولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

عمران کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ آخری لمحوں میں کھیل بگڑ جائے۔ اس کی ذرا سی غفلت تمام کھیل بگاڑ سکتی تھی۔

حریف بہرحال خطرناک ہی تھا۔

چیف کے دونوں ہاتھ کوٹ اسٹائل میں اٹھے ہوئے تھے اور عمران بخوبی جانتا تھا کہ یہ تنی ہوئی انگلیاں اگر اس کے جسم سے ٹکرائیں تو بالکل چھریوں کی مانند آر پار نکل جائیں گی۔

چیف نے اچانک چھلانگ لگائی۔ اس کا ہاتھ خط مستقیم کی سیدھ میں عمران کی آنکھوں کی طرف آیا۔

عمران نے اطمینان سے اس کی کلائی تھامی اور ایک زوردار جھٹکا دیا۔

چیف سنبھل کر پلٹا اور دوسرے ہاتھ کا بھرپور مکہ عمران کے جبڑے پر رسید کر دیا وہ لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہٹا۔

چیف نے آگے بڑھ کر لیفٹ ہک عمران کی پسلیوں پر مارنا چاہا لیکن وہ جھکا اور اپنا سر چیف کی رانوں کے درمیان گھسیڑ کر اسے فرش سے اٹھا لیا۔ اور پٹک دینا ہی چاہتا تھا کہ چیف کی قوت ہتھوڑے کی مانند اس کی پیٹھ پر پڑی۔ عمران نے اسے فوراً ہی چھوڑ دیا۔ لیکن چیف نے اٹھتے ہی نقوی پر چھلانگ لگا دی۔ نقوی اس غیر متوقع حملے کے لئے تیار نہیں تھا اس لئے مار کھا گیا۔

چیف نے جھپٹ کر نقوی سے ریوالور چھین لیا تھا۔

لیکن اچانک ایک گولی دائیں سے آئی اور چیف کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر دور جا گرا جولیا کا نشانہ واقعی لاجواب تھا۔ اس کے پستول کا رخ اب چیف کے سینے کی طرف تھا۔ عمران نے چیف کو ذرا بھی مہلت دیئے بغیر تیزی سے اس پر چھلانگ لگائی اور اسے رگیدتا ہوا کونے تک لے گیا۔

اس سے پہلے وہ جولیا اور نقوی کو اشارہ کر چکا تھا۔ وہ کمرے سے باہر نکل گئے تھے۔ عمران نے اس کے پیٹ پر ایک زبردست مکہ رسید کیا۔ پھر اس کے سر کی ٹکر سیدھی چیف کی ناک پر پڑی تھی۔

چیف منہ پر ہاتھ رکھے دہرا ہو گیا۔

"تمہارے لئے اتنا ہی سبق کافی ہے چیف۔ تم چاہو تو آئندہ بھی ملاقات ہو سکتی ہے" اس نے میں تمہیں زندہ چھوڑ کر جا رہا ہوں

عمران نے ایک سگار سلگا کر رسید کرتے ہوئے کہا۔ اور تیزی سے کمرے سے نکل کر باہر سے دروازہ بند کے کنڈی لگا دی۔

اس نے سرنگ نما طویل گلیاری دوڑ کر پار کی تھی۔ راستے میں کسی نے اس سے مزاحمت نہیں کی تھی۔

جیسے ہی وہ عمارت سے باہر آیا جوزیا اور نقوی ایک کار اسٹارٹ کئے اس کے منتظر ملے عمران تیزی سے کار میں جا بیٹھا۔

عمران کے بیٹھتے ہی نقوی نے ایکسیلریٹر پیڈل پر پاؤں کا پورا دباؤ ڈال دیا۔ کار کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح دوڑتی چلی گئی۔

جولیا اور عمران اس وقت نقوی کے فلیٹ میں اپنی اصلی شکل و صورت میں موجود تھے۔ نقوی اس وقت وہاں موجود نہیں تھا۔

سیکریٹ سروس والوں سے مورچہ آرائی کے بعد وہ لوگ ان کی جو کاریں کرفراہ ہوئے تھے اسے انہوں نے راستے ہی میں چھوڑ دیا تھا اور وہ الگ الگ مختلف ذرائع سے نقوی کے فلیٹ تک پہنچے تھے۔

عمران نے فلیٹ پر پہنچتے ہی نقوی کو کسی کام کے سلسلے میں بھیج دیا تھا۔ اب وہ کافی دیر سے جولیا کا سر کھا رہا تھا اور جولیا بے چاری کچھ پوچھنے کی حسرت دل میں لئے خاموش بیٹھی تھی۔

جولیا ڈیئر میں نے ایک مرتبہ عجیب سا خواب دیکھا تمہیں سناؤں۔

اس نے استہفامیہ نظروں سے جولیا کی طرف دیکھا اور اس کی خاموشی کو رضامندی سمجھ کر شروع ہو گیا۔ ایک رات میں بستر میں بڑی گہری نیند سویا ہوا تھا اور خواب خرگوش

"اوہ۔"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔

خواب خرگوش کہتے ہوئے میں اپنے آپ کو خرگوش سمجھنے لگا ہوں۔

لیکن خواب سے خرگوش کا کیا تعلق

اس نے ماتھے پر انگلی ماری۔

عجیب فلاسفیت آدمی ہو۔

جولیا خاموش نہ رہ سکی اور جل کر بولی

ہاں ہاں سمجھ گیا شکریہ جولی ڈارلنگ تم نے میری مشکل آسان کر دی۔

لیکن اس نے اس کی سنی ان سنی کر دی تھی۔

خرگوش واہیات خواب۔

دھات تیرے کی کیا ہوا۔

تمہارا سر خاموش بیٹھو۔

اب کے جولیا نے جھڑکی دی تھی۔

میرا سر میرا سر ہے جولی ٹھیر پڑیا گھر نہیں۔

اس نے بدستور احمقانہ لہجہ میں کہا۔

جولیا منہ بسور کر جلنے لگی۔ وہ یہاں بیٹھ کر مزید اپنا دماغ خراب کرنا نہیں چاہتی تھی

ارے جولی ڈیئر کہاں جا رہی ہو۔ وہ خرگوش کا خواب تو سنتی جاؤ۔

عمران نے پیچھے سے ہانک لگائی۔

اس دوران نقوی کمرے میں داخل ہوا۔ جولیا اسے دیکھ کر دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔ عمران نقوی کو دیکھ کر سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"کیا ہا بر خور دار"

نقوی کے بیٹھتے ہی عمران نے پوچھا۔

میں نے معلومات کر لی ہیں عمران صاحب۔ آج پہلی فلائٹ کویت کی ہے جو ٹھیک تین بجے جائے گی۔ لیکن۔؟

نقوی کچھ کہتے کہتے رک کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

"لیکن کیا۔"

عمران نے تشویش سے اس کی طرف دیکھا۔

شہر میں فوج اور پولیس بڑی تعداد میں آگئی ہے۔ ہوائی اڈہ پر تو ان کا اچھا خاصا ہجوم ہے۔ میرے خیال میں شہر کی ہر طرف سے ناکہ بندی کر دی گئی ہے۔

"اب آپ کا کیا پروگرام ہے۔"

اس نے سوالیہ نظروں سے عمران کی طرف دیکھا۔

کویت والی فلائٹ کے مسافروں کی انکوائری کی۔

عمران نے اس کا سوال نظر انداز کر کے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"ہمیں ہاں شہری اردن اور شہریتی اینا دیوی۔"

نقوی نے معنی خیز لہجہ میں جواب دیا۔

عمران نے گھڑی میں وقت دیکھا

اب سے ٹھیک ایک گھنٹے بعد ہم شہری اردن اور شہری متی اینا دیوی سے ملاقات کریں گے۔

اس کی بات سن کر نقوی اور جولیا ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرا دیئے۔ پھر وہ تینوں میٹنگ روم سے اٹھ گئے تھے۔

کچھ دیر بعد عمران جولیا اور نقوی کو بیڈ روم میں کچھ سمجھا رہا تھا۔

وہ دونوں اس کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں سر ہلا رہے تھے۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ آف ویو ڈاٹ کام

ادھر کہیں شہر کے گھنٹہ گھر نے تین بجائے تھے۔ ٹھیک اسی وقت
شری اروِن اور شری متی انیتا دیوی ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اپنے مکان سے
برآمد ہوئے۔
نقوی کار کے قریب کھڑا ان کا انتظار کر رہا تھا۔
جب وہ دونوں کار کی بیک سیٹ پر بیٹھ گئے۔ تو نقوی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر کار
میں بیٹھا اور کار حرکت میں آگئی۔
کچھ ہی دیر بعد وہ ایئرپورٹ کے پارکنگ ایریے میں داخل ہو کر رک گئی۔
شری اروِن اور شری متی انیتا دیوی کار سے نکلے اور ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ایئرپورٹ
لاؤنج کی طرف بڑھ گئے۔

نقوی ان کے ساتھ ساتھ تھا۔

ایک پورٹر دو سوٹ کیس اٹھائے پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔

ایئر پورٹ کی عمارت میں اس وقت کافی رش تھا۔ مسافروں سے زیادہ فوج اور پولیس نظر آ رہی تھی۔

نقوی نے کن انکھیوں سے دیکھا چیف بذات خود ایئر پورٹ پر موجود تھا۔ شری ارون اور شری متی انیتا دیوی نقوی سے الگ ہو کر کسٹم چیکنگ کے لئے چلے گئے۔ نقوی دھڑکتے دل سے ان کا انتظار کر رہا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ فارغ ہو کر لاؤنج میں داخل ہو گئے تھے۔ نقوی سیدھا ان کے قریب پہنچا۔ اب کے اس کے اور ان کے درمیان ایک باریک جالی کی دیوار حائل تھی

خواتین و حضرات توجہ فرمائیں۔

کویت جانے کے لئے فلائٹ نمبر ۳۸۲ تیار ہے۔ مسافروں سے درخواست ہے کہ وہ جہاز پر تشریف لے جائیں۔

کوئی خاتون اناؤنسمنٹ کر رہی تھی۔

مسافر ایک قطار بنا کے جہاز میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔

دوست تم بہت ذہین ہو۔

میں ایکسٹو سے تمہاری سفارش کروں گا۔

شری ارون نے جو بلا شبہ عمران کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ مدھم لہجے میں نقوی سے کہا۔

کوئی بات نہیں جناب یہ تو میرا فرض تھا۔

نقوی کا لہجہ بہت اداس تھا۔

انشاءاللہ آپ سے پھر ملاقات ہوگی۔

"انشاءاللہ۔"

عمران نے جواب دیا۔

پھر عمران اور جولیا ہاتھ لہراتے ہوئے جہاز کی طرف بڑھ گئے۔ نقوی جالی کے پیچھے کھڑا اداس نظروں سے دونوں کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

چیف سٹیک جہاز کی سیڑھی کے نیچے کھڑا تھا۔

عمران اور جولیا شری ارون اور شری متی انیتا دیوی کے میک اپ میں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اس کے قریب سے گزرتے چلے گئے۔

چیف نے غور سے ان کی طرف دیکھا تھا لیکن پہچاننے میں ناکام ہی رہا تھا۔

عمران اور جولیا نے بوٹنگ کے دروازے میں کھڑے ہو کر آخری بار نقوی کو ہوائی سلام کیا۔

نقوی نے بھی جالیوں کے پیچھے سے ہاتھ ہلایا تھا۔

شدت غم سے اس کی آنکھیں بھر آئیں اور دو موتی نکل کر چکنے فرش پر جا گرے۔ عمران اور جولیا جہاز میں سوار ہونے والے آخری مسافر تھے۔ ان کے چڑھنے کے بعد سیڑھی ہٹا دی گئی اور بوٹنگ کے دروازے بند کر دیئے گئے۔

عمران اور جولیا نے اپنی سیٹوں پر بیٹھ کر بیلٹ کس لی تھیں۔

عمران نے سینے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جولیا کو آنکھ ماری۔

جولیا نے خشمگیں نظروں سے گھور کر باہر دیکھنے لگی۔

جہاز مہیب شور سے اسٹارٹ ہوا اور منہ زور گھوڑے کی طرح رن وے پر دوڑتا

چلا گیا۔ اب وہ آہستہ آہستہ اوپر اٹھ رہا تھا۔ ذرا بلندی پر پہنچ کر اس نے ائیر پورٹ کا چکر لگایا۔ جولیا نے دیکھا دور نیچے چیف فوج اور پولیس کی بھاری جمعیت کے ساتھ ائیر پورٹ پر بھاگتے دوڑتے نظر آ رہے ہیں

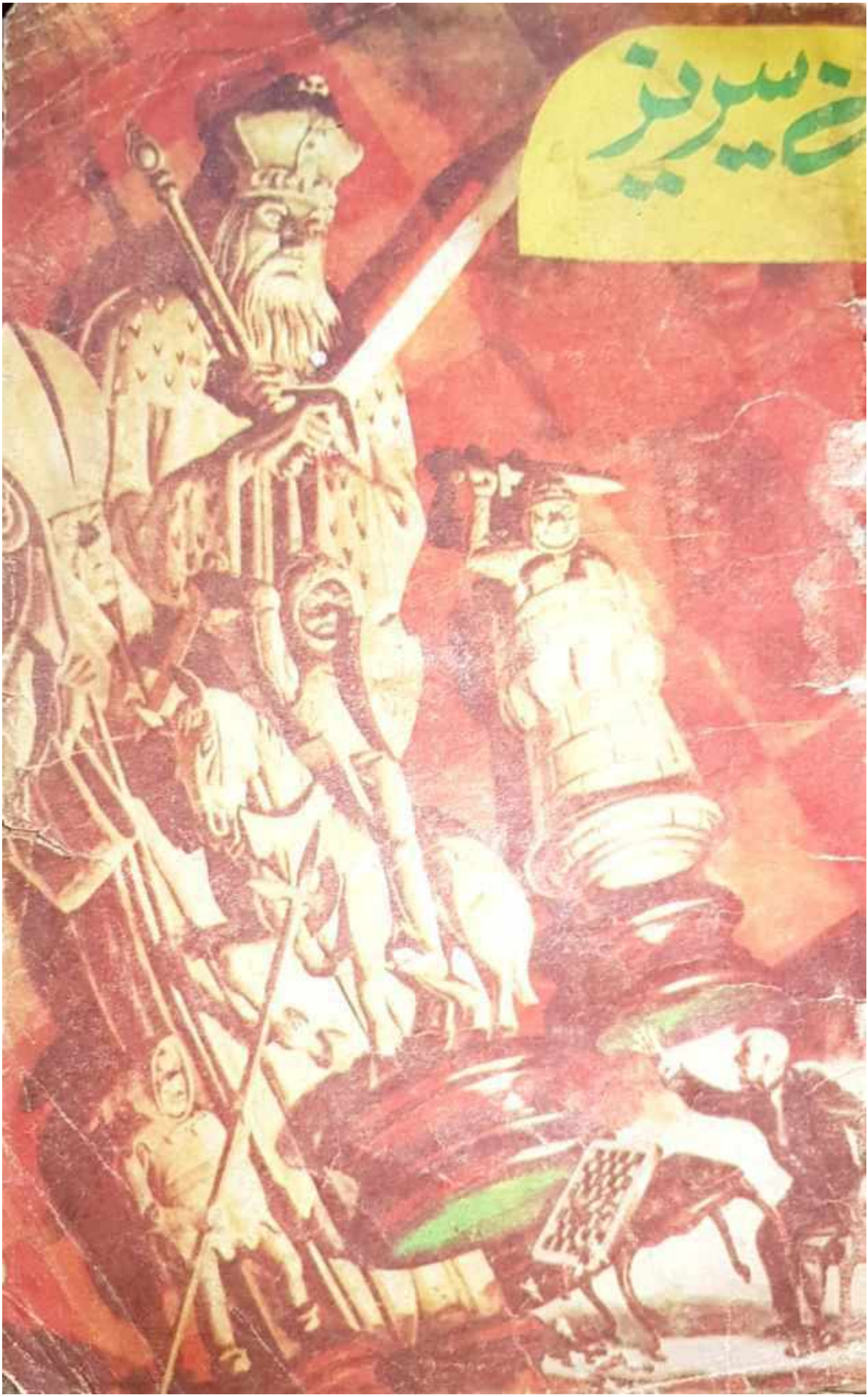
مگر اسے کیا خبر تھی کہ وہ جس کی تلاش میں دیوانہ ہو رہا ہے وہ جولیا کے برابر بیٹھا منہ کھول کر مزے سے خراٹے لینے میں مصروف ہے۔

ہوائی جہاز برق رفتاری سے ہواؤں کے دوش پر اپنی منزل مقصود کی طرف گامزن تھا۔

فائلیں عمران کے سینے پر چمڑے کے بیلٹ سے بندھی ہوئی تھیں اور بالکل محفوظ تھیں وہ اپنے اس مشن میں کامیاب ہو چکا تھا۔

(ختم شد)

خسرو پرویز



نغمہ صفی کی عمران سیریز

ہمادام زوال

قیمت
روپے تیس پیسے

مصنفہ
نغمہ صفی

عمران کا سنسنی خیز ناول

جملہ حقوق بنام پبلشرز
محفوظ ہیں

اس ناول میں شایع ہونے والے تمام
نام مقام کردار افراد واقعات اور
تشبیہ دی جانے والی چیزیں فرضی ہیں
کسی سے مطابقت محض اتفاقیہ ہے
جس کے لئے مصنف پرنٹرز پبلشرز
یا ناشر ذمہ دار نہیں۔

ایجوکیشنل پریس
کراچی میں چھپی۔

ادبی اکیڈیمی
نمبر ۳ لیاقت آباد کراچی نمبر ۱۹

پیش لفظ

مادام ژوالا پیش خدمت ہے۔

نغمہ صفی نے اس ناول میں ایک نئے طرز تحریر کو اپنایا ہے۔ جس کی وجہ سے صرف ناول دلچسپ ہوگیا ہے بلکہ عمران کے قہقہوں میں بھی کسی حد تک اضافہ ہوا ہے۔ وہ پہلے سے زیادہ بلسوڑا اور حماقت مآب ہوگیا ہے۔ ہاکنگ کرتے ہوئے جب وہ فیاض کو چت کرے گا تو آپ اپنی ہنسی ہرگز نہ روک سکیں گے۔

پچھلے کئی ناولوں میں یکسانیت سی آگئی تھی اسی لئے اس مرتبہ آپ کی محبوب مصنفہ نے یہ طرز تحریر اپنایا ہے۔ امید ہے یہ ناول آپ سب کو پسند آئے گا۔ پڑھیئے اور اپنی رائے سے ضرور مطلع فرمایئے۔

ادارہ

نئی اور نایاب کتابیں

علم دست شناسی

یورپ میں لاکھوں کی تعداد میں فروخت ہونے والی ہاتھ کی لکیروں پر ایک جامع و اعلیٰ کتاب
قیمت صرف نو روپے ۔

رموز پامسٹری

دست شناسی سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے ایک نایاب تحفہ قیمت صرف نو روپے

ستاروں کا پیغام

آپ کے ستارے کیا کہتے ہیں! وہ کیا پیغام دیتے ہیں۔ قبل از وقت معلوم کیجئے قیمت صرف نو روپے

محبت جنس اور ستارے

ستاروں کی چال کے حساب سے انسانی جسم میں کب اور کہاں جنس کا طوفان ہوتا ہے؟
جنس کے بارے میں ستارے کیا کہتے ہیں؟ اس موضوع پر ایک نایاب کتاب ۔ قیمت صرف نو روپے

ہپناٹزم کی عملی کتاب

کیا آپ سگریٹ چھوڑنا چاہتے ہیں؟ کیا آپ بھرپور جنسی قوت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ کیا آپ شراب
اور دیگر نشہ آور چیزوں سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں؟ آج ہی اس کتاب کا مطالعہ کیجئے اور الجھنوں
سے نجات پائیے ۔ قیمت نو روپے صرف ۔

یوگا اور شباب

کیا آپ حسین اور خوبصورت بننا چاہتے ہیں؟ کیا آپ اپنے جسم کو سڈول خوبصورت اور پرکشش بنانا چاہتے
ہیں؟ کیا آپ جسمانی طور پر ہمیشہ جوان رہنا چاہتے ہیں؟ تو آج ہی اس کتاب کا مطالعہ کیجئے قیمت صرف نو روپے

تمام کتب آفسٹ پر چھپی ہوئی ہیں آج ہی ہم سے طلب کیجئے

ایوب اکیڈمی نمبر ۳ لیاقت آباد کراچی نمبر ۱۹

ان دنوں عمران کے اوپر بڑی شدت سے باکسنگ کا بھوت سوار تھا۔

اس سلسلے میں خصوصیت سے انتظامات کئے گئے تھے ایک کی بجائے دو تین جوڑے دستانے لائے گئے تھے دو تین تھیلیاں لائی گئی تھیں جو ریت بھر کر چھت میں پریکٹس کیلئے ایک لیک کر کے لٹکائی جاتیں۔ اور باکسنگ کا لباس بھی خاص طور سے لایا گیا تھا دانتوں میں پھنسانے کی ربڑوں کے کئی سیٹ بھی لائے گئے تھے۔

وہ ان دنوں بظاہر بیکار ہی تھا۔ سیکرٹ سروس کا بھی کوئی کیس ہاتھ میں نہیں تھا اور پرائیویٹ طور پر بھی خالی ہاتھ تھا لہٰذا کچھ نہ کچھ شغل تو ہونا ہی چاہیئے اور پھر عمران ہی ٹھہرا جو دماغ میں سما گئی۔ باکسنگ کا خبط اسے ایک باکسر کی تصویر دیکھ کر سوار ہوا تھا۔

پہلے ہی ہفتہ سنڈے ٹائمز میں اس نے ایک غیر ملکی باکسر کی تصویر دیکھی تھی باکسر افریقی نسل کا تھا اور اپنے ملک کا چیمپئن بھی تھا اس نے ساری دنیا کے

باکسروں کو چیلنج کر رکھا تھا اور باکسنگ کے مقابلوں کے سلسلے میں ہی وہ ساری دنیا کے ممالک کا ٹور کر رہا تھا۔

اس کا تازہ مقابلہ اسکے ملک کے باکسر سے تھا جس نے نیگرو باکسر کا چیلنج قبول کر لیا تھا اور اس سلسلہ میں ملک بھر کے اخبارات نے اودھم مچا رکھا تھا۔ ہر روز دونوں باکسروں کی تصاویر اور انٹرویو شائع ہوا کرتے تھے

اس نیگرو باکسر کی تصویر کے ساتھ ہی اس کا حلیہ اور تعارف شائع ہوا تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ نیگرو باکسر کا قد پورے ساڑھے چھ فٹ کا تھا اور دیکھنے میں وہ دیو نظر آتا ہے جبکہ مقامی باکسر کا قد چھ فٹ ہے دونوں دونوں باکسروں کے باقی جسموں کا جو ناپ شائع کیا گیا تھا اس سے بھی مقامی باکسر نیگرو باکسر کے مقابلے میں کافی کم تھا مگر یہ مقامی باکسر بھی چیمپئن تھا۔

عمران کا خیال تھا کہ اگر مقامی باکسر نیگرو چیمپئن سے کسی طرح بھی کم پڑا تو وہ خود میدان میں کود پڑے گا اور نیگرو باکسر کا مقابلہ کرے گا۔ یہ تیاریاں اسی سلسلہ میں تھیں۔

اس کا زیادہ وقت باکسنگ کی پریکٹس میں ہی گزرتا تھا چند منٹ ہی ریسٹ لے لیا پھر باکسنگ شروع ہو گئی... اس سے یہ فائدہ ضرور ہوا تھا کہ رات کو نیند اچھی آتی تھی۔ دوسری طرف سلیمان کا ناک میں دم ہو گیا تھا۔ کیونکہ عمران کی خوراک بھی کافی بڑھ گئی تھی۔

اس وقت بھی عمران باکسنگ کی پریکٹس میں مشغول تھا اور سلیمان کچن میں عمران کے لئے کھانا تیار کر رہا تھا... دن کے قریب بارہ بجے ہوں گے کچن سے آتی ہوئی اشتہا انگیز خوشبو سے بار بار عمران کے منہ میں پانی بھر آتا تھا اور وہ منہ چلاتا ہوا اور بھی تیزی سے تھیلی پر گھونسے برسانے لگتا۔

اس کا سارا جسم پسینہ میں تر تھا اور چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا۔

جیسے وہ باکسنگ کی پریکٹس کے بجائے سچ مچ کسی مقابل سے نبرد آزما ہو۔

اچانک کچن سے بھنے ہوئے انڈے کی اشتہا انگیز خوشبو تیزی سے آئی اور عمران نے گھونسے چلاتے چلاتے ہی زور سے پکارا۔

"سلیمان۔ ظاہر ہے کہ پہلی آواز کا جواب تو ملنے سے رہا لہٰذا اسے دوسری بار اور بھی زیادہ زور سے پکارنا پڑا۔

"ابے او سلیمان"

کچن میں بڑی زور سے فرائی پین رکھنے کی آواز آئی اور پھر سلیمان کی گونجیلی آواز سنائی دی۔

"آیا صاحب۔"

"ابے آیا کے بچے... کیا کانوں میں ریت ڈال کر کام کر رہا تھا؟"

"صاحب کانوں میں روئی ٹھونسنا محاورہ ہے۔ ریت ڈالنا نہیں!"

یہ آواز دروازے کے قریب سے ہی آئی تھی۔ عمران نے تھیلی پر ایک بھرپور گھونسہ مار کر پلٹ کر سلیمان کی طرف دیکھا۔ تھیلی پلٹ کر آئی اور پوری قوت سے عمران کے سر کی پشت سے ٹکرائی اور عمران پورے زور سے سلیمان سے جا ٹکرایا اور دونوں فرش پر ڈھیر ہو گئے.... سلیمان پھرتی سے عمران کے نیچے سے نکل گیا اور عمران فرش پر اوندھا گرا۔ گرتے ہی چلایا۔

"ابے اٹھا مجھے"

سلیمان نے برا سا منہ بنا کر عمران کو اٹھنے میں مدد دی عمران اسے گھور کر ہانپتا ہوا بولا۔

"یہ کیا بدتمیزی تھی بے؟"

"کیسی بدتمیزی؟"

"تو میرے ساتھ کیوں گرا تھا؟"

"آپ جو چلا رہے تھے۔"

"ابے پریکٹس میں کر رہا ہوں یا تو کر رہا ہے؟"

"وہ دونوں ہی کر رہے ہیں۔"

"کیا مطلب۔؟"

"آپ تھیلی پر گھونسے برساتے ہیں۔ اور میں چلاتا ہوں۔ میرے مسلز بھی اب اتنے شاندار ہو گئے ہیں کہ سوچ رہا ہوں۔ آپ سے پہلے خود میں ہی اس نیگرو کے پٹھے کو للکاروں جس نے کرانہ والے کا اتنا مقروض بنا دیا ہے کہ اب اس کی دوکان کے سامنے سے بھی گزرنے کی ہمت نہیں رہی۔"

"بکیں: ابے اتنی لمبی چوڑی تقریر کی کیا ضرورت تھی۔؟"

"میں کام کر رہا ہوں صاحب؟"

"تو پھر تجھے روکا کس نے ہے؟"

"آپ نے مجھے کیوں بلایا تھا۔؟"

"میں نے بلایا تھا۔؟" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں۔ شاید میرے کان ہی بجنے لگے ہیں۔"

"سلیمان برا سا منہ بنا کر اٹھنے ہی والا تھا کہ عمران نے غصے سکوڑ کر سانس کھینچی اور جلدی سے بول پڑا۔

"ابے ہاں یہ خوشبو کا بے کی آ رہی ہے؟"

"انڈے کی۔"

"ہاں۔ انڈے ہی کی ہے۔ اتنی دیر سے میں یہی تو یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ خوشبو کونسی ڈیش کی ہوتی ہے۔؟"

"تو یہ بات وہیں سے معلوم کر لی ہوتی۔"

"باکسنگ کی پریکٹس میں ذرا کم سنائی دینے لگتا ہے۔"

"سچ کہہ رہے ہیں آپ...؟ اس نے حیرت سے پوچھا۔

"اور کیا... بس کانوں میں دھشم دھشم ہی گونجتی رہتی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے ذرا سا چوکے اور مقابل نے حملہ کیا...۔"

"تب تو کسی اور طرف کان رہتے ہی نہ ہوں گے؟"

"نہیں... قطعی نہیں۔"

"ذرا ٹھہریئے میں ابھی آیا۔"

"کیوں؟"

"تجھے بھی باکسنگ سیکھنی ہے۔"

"وہ کیوں؟"

"آپ کی آواز سنتے سنتے کانوں کو ایک ہی آواز کی عادت پڑ گئی ہے نا۔؟ اب تو کوئی باریک آواز بھی مجھے مخاطب کرتی ہے تو ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔ جیسے آپ ہی پکار رہے ہوں۔"

"سچ کہہ رہا ہے تو۔؟" عمران نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"بالکل سچ کہہ رہا ہوں صاحب، کچھ دن تک کسی قسم کی آواز سننے کے قابل نہیں رہوں گا تو ذرا ورائٹی ہو جائے گی۔"

"ابے جلدی سے آ جا... کسی دن میری آواز سمجھ کر کسی اور کی آواز پر دروازہ کھول دیا تو کباڑہ ہی ہو جائے گا چل جلدی کر۔"

"بس صاحب ذرا انڈا فرائی پین سے نکال آؤں۔"

"جلدی کر میں بھی ذرا ورائٹی چاہتا ہوں۔"

سلیمان تیزی سے اندر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ منہ پونچھتا ہوا باہر آیا اور بولا۔

"چلئے صاحب میں تیار ہوں"

"ہائیں یہ منہ کیوں چلا رہا ہے۔

"صاحب، بغیر منہ چلائے بھی کوئی چیز حلق سے اترتی ہے؟"

"کیا چیز کھا رہا ہے؟"

"انڈا ..."

"ہائیں۔ انڈا کھا گیا تو؟"

"صاحب ... پاکسنگ کی پریکٹس ہے۔ کوئی مذاق تو ہے نہیں، کچھ نہ کچھ تو طاقت جسم میں پہنچنی ہی چاہیئے۔ ورنہ شام کا کھانا کیا آپ تیار کریں گے؟"

"ٹھیک ہے جلدی سے کپڑے اتار دے،

"ہائیں" سلیمان گھبرا کر بولا "کپڑے کیوں۔؟"

"ابے برابر کے کمرے میں دوسرا باکسنگ کا لباس پڑا ہے۔ جلدی سے پہن کر آجا"

"کیا اس لباس میں نہیں چلے گا۔؟"

"نہیں۔ اس لباس میں جسم میں چستی نہیں رہے گی۔ پینترے بدلنے میں بھی آسانی نہیں رہے گی"

"بہت اچھا صاحب ابھی بدل کر آیا" وہ برابر والے کمرے میں چلا گیا۔

"عمران پلٹ کر ٹیلی پر گھونسہ مارنے ہی جا رہا تھا کہ گھنٹی کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔ اس نے جھپٹ کر دروازہ کھولا۔ مگر دروازے پر کوئی نہ تھا اس نے باہر جھانک دیکھا۔ اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی پھر بجی اور وہ چونک کر بڑبڑایا۔ اوہ ... ٹیلی فون ...!" پھر دروازہ بند کر کے فون کے قریب پہنچا اور رسیور اٹھا کر بولا۔

"علی عمران گورداسپور ٹی اسپیکنگ"

"عمران میں فیاض بول رہا ہوں"

"سو فیصدی فیاض ہو مجھے معلوم ہے"

"کیا کر رہے ہو تم۔؟"

"اسی مردود کا انتظار کر رہا ہوں"

"کس مردود کا؟"

"ایک ہی مردود ہے اس فلیٹ میں"

"کہاں گیا ہے وہ۔؟"

"انڈا کھا کر کپڑے تبدیل کرنے گیا ہے۔؟"

"کیا مطلب؟"

"انڈے کا مطلب بتاؤں یا کپڑے تبدیل کرنے کا۔؟"

"اونہہ۔ جہنم میں جھونکو" فیاض جھلکے سے بولا"

"ارے واہ اتنا شاندار مردود ہے جہنم میں کیسے جھونک دوں؟"

"تو پھر میں ڈسکنکٹ کر دوں" فیاض نے غصہ سے پوچھا۔

"ہائیں۔ تو کیا ڈسکنکٹ کرنے کے لئے رنگ کیا تھا۔؟"

"ایک ضروری بات تھی۔ مگر شاید تم سستے کے موڈ میں نہیں ہو"

"چلو آ گیا موڈ میں، سناؤ"

"تم مصروف تو نہیں ہو۔؟"

"نہیں۔ صرف مشغول ہوں"

"کیا مطلب۔؟"

"مصروف اور مشغول میں جو فرق ہوتا ہے وہی مطلب ہے"

"کیا تم آج کل لٹریچر پر ریسرچ کر رہے ہو؟"

"نہیں تو۔ کسی نے غلط اطلاع دی ہے تمہیں"

"سنو۔ اگر تم آج کل مصروف نہ ہو تو تم سے ایک ضروری کام ہے۔"

"چلو۔ میں مصروف نہیں ہوں۔ تم اپنا ضروری کام بتاؤ؟"

"کام ٹیلیفون پر بتانے کا نہیں ہے۔"

"پھر۔؟"

"زبانی بتانے کا ہے۔"

"ٹیلیفون پر کیا زبان سے نہیں بات کرتے؟"

"میں ایک گھنٹہ کے اندر اندر آفس چھوڑ رہا ہوں۔"

"ہائیں وہ کیوں۔؟ کیا ڈیڈی سے پھر جھگڑا ہو گیا ہے۔؟"

"ٹھیک سوا گھنٹے بعد تم فلیٹ پر ہی ملو گے۔"

"ملوں گا۔"

"بس۔"

"دوسری طرف سے ڈسکنکٹ ہو گیا۔"

عمران نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور ریسیور رکھ کر مڑا سامنے سلیمان باکسنگ کے لباس میں کھڑا ہوا تھا۔ عمران آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"ابے واہ بے۔ تو تو ایک دم باکسر نظر آتا ہے اس لباس میں۔"

"اچھا صاحب۔ سلیمان خوش ہو کر بولا۔"

"ابے اور کیا۔؟ میں نے اس سے پہلے کبھی تجھے اس لباس میں نہیں دیکھا۔"

"اس سے پہلے آپ یہ لباس لائے ہی کب تھے۔"

"گڈ۔ مگر تو نے یہ لباس پہنا کیوں ہے؟"

"باکسنگ کی پریکٹس کے لئے۔"

"گڈ۔ اب میری تنہائی دور ہو گئی۔" عمران خوش ہو کر بولا۔

"مگر ایک بات صاحب۔"

"کیا۔؟"

"کیا سچ مچ میں اس لباس میں اچھا لگتا ہوں؟"

"تو کیا جھوٹ بول رہا ہوں۔"

"تب صاحب رات کو دو گھنٹے کے لئے یہ لباس مجھے دیدیجئے گا۔"

"وہ کیوں۔؟"

"میں اسے پہن کر اپنی یونین کے دفتر جاؤں گا۔"

"ہائیں۔ ابے کیوں۔؟"

"صاحب۔ صدری مجھے دیکھ کر اس لباس میں بہت خوش ہوں گی۔"

"تب تھیلیاں بھی ساتھ لے جا ناریت کی۔"

"وہ کیوں صاحب؟"

"ابے اگر صاحب صدری نے پوچھا کہ تم نے یہ لباس کیوں پہنا ہے تو کیا جواب دے گا تو۔؟" پریکٹس شروع کر دے۔

"نہیں صاحب اس کی ضرورت نہیں۔"

"وہ کیسے۔؟"

"صاحب صدری مجھ سے بیوقوفی کے سوالات نہیں کرتیں۔"

"تب ٹھیک ہے۔ چل وہ گلوز الماری سے اٹھا کر پہن لے۔"

سلیمان پلٹ کر الماری کے قریب گیا اور الماری میں ادھر ادھر جھانکتا ہوا بولا۔ "صاحب یہاں تو نہیں ہے۔"

"ابے وہ کیا رکھے ہیں سامنے۔"

"مجھے تو نظر نہیں آیا صاحب۔؟"

"ہائیں تو کیا دیکھ رہا ہے؟"

"گلوز۔ آپ ہی نے تو کہا تھا؟"

"ابے میں نے گلوز کہا تھا؟" یعنی باکسنگ کے دستانے۔"
"ساری صاحب۔ میں سمجھا تھا کہ طاقت کیلئے گلوکوز بھی پینا ضروری ہے۔"
"چل جلدی سے پہن لے دستانے۔ گلوکوز تو بعد میں پینا پڑے گا۔"
سلیمان نے جلدی جلدی دستانوں میں ہاتھ ٹھونس لئے اور اتنی ہی پھرتی سے باکسنگ کے پوز میں آتا ہوا بولا۔ "بولئے صاحب کدھر سے شروع کروں۔"
"ابے کیا مجھ سے شروع کرے گا۔؟" عمران ہڑبڑا کر پیچھے ہٹ گیا۔
"نہیں صاحب تھیلی پر ہی شروع کروں گا مگر کیسے شروع کروں جلدی بتائیے۔؟"
"جلدی کیوں۔؟"
"بس اب ہاتھ قابو میں نہیں ہیں۔"
"عمران نے پوزیشن لے کر بتایا۔" اس طرح کھڑا ہو اور یوں اچھل کر تھیلی پر وار کر۔ سلیمان نے عمران کے بتائے ہوئے انداز میں اچھل کر تھیلی پر وار کیا اور پھر عمران کی طرف دیکھ کر فخریہ لہجہ میں بولا۔ "ٹھیک ہے صاحب۔؟"
"ابے ابے۔"
عمران کے وارننگ دیتے دیتے تھیلی پلٹ کر پورے زور میں سلیمان سے ٹکرائی اور سلیمان نے ایک چیخ ماری اور کراہا۔ "ارے مر گیا۔" پھر وہ گرنے ہی والا تھا کہ عمران نے جھپٹ کر اس کو سنبھال لیا اور گھبرا کر بولا۔ ... ابے۔ ابے یہ تو نے کیا کیا۔؟"
سلیمان نے آنکھیں پھاڑ کر اپنے سر کو دو تین جھٹکے دیئے اور عمران نے پوچھا۔" بس اتر گیا بخار۔؟" سلیمان بڑی مشکل سے دستانے ٹھیک کر کے اٹھا اور بولا۔" آپ نے یہ کب بتایا تھا کہ یہ واپس بھی آتی ہے۔

"ہائیں۔ ابے تھوڑی دیر پہلے میرا حشر دیکھ کر عبرت نہیں حاصل کی تھی۔؟"
"میں تو یہ سمجھا تھا کہ مجھ سے گلے ملنے کی خواہش تھی آپ کے دل میں۔"
"چل۔ شاباش۔ اتار دے یہ دستانے۔"
"کیوں۔"
"تیرے بس کی بات نہیں۔ جلدی کر۔ شاباش....
"واہ صاحب آپ نے کوئی مردار سمجھ لیا ہے؟"
"ابے کچھ ٹوٹ پھوٹ ہو گئی تو میں تیری صاحب صدری کو کیا جواب دوں گا۔؟"
"اور انہیں جب یہ پتہ چلے گا کہ میں ریت کی تھیلی کے سامنے میدان چھوڑ کر بھاگ گیا تھا تو وہ میرے اوپر نالت نہیں بھیجیں گی؟"
"ابے یہ نالت کیا ہوتا ہے۔ لفظ لعنت ہے لعنت۔"
"ہو گا صاحب، میں نے تو بزرگوں کے منہ یہی سنا ہے۔ ہاں اب بتائیے۔"
"کیا بتاؤں۔؟"
"تھیلی واپس کیسے نہیں آئے گی؟"
"ابے تھیلی واپس تو آئے گی ہی۔"
"ٹھیریئے میرے دماغ میں ایک ترکیب آئی ہے۔"
"وہ کیا؟"
"کیوں نہ تھیلی کو سامنے والی دیوار کی کھونٹی سے باندھ دیا جائے؟"
"ابے تو کیا گھر لے میرے اوپر برسائے گا؟"
"دھت تیری، یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔"
تھیلی ضرور واپس آئے گی لہٰذا تو یہ سودا دماغ سے نکال دے۔

"سودا تو ضرور ہوگا صاحب۔ سلیمان کا لہجہ فیصلہ کن تھا۔"

"اچھا تو پھر بھگت۔"

"بس اب تو کیس آگئی سمجھ میں۔"

"وہ کیا۔؟"

"آپ دیکھتے رہیئے صاحب، آپ بھی تھیلی کی واپسی سے محفوظ رہیں گے"

"ابے تو بتاتا۔"

"بس۔ دیکھ لیجئے۔"

سلیمان نے پھر پوزیشن لی۔ چند لمحے تک اچھلتا رہا۔ پھر اس نے اچھل کر ایک گھونسہ تھیلی پر رسید کیا اور اس سے قبل کہ تھیلی واپس ہوتی وہ اچھل کر پلٹا اور جھپٹ کر کئی گز دور چلا گیا۔ تھیلی جھولتی رہ گئی۔۔ اور سلیمان نے گردن ایک طرف کر کے عمران سے کہا۔ "کہئے صاحب کیسی رہی۔"

"ابے سلیمان عمران نے جوشیلے لہجے میں کہا۔"

"جی صاحب۔"

"ابے تو اب تک کہاں چھپا ہوا تھا۔؟"

"آپ کے خلیٹ میں۔"

"ابے تجھے تو فوراً مارکیٹ میں آجانا چاہیئے۔ تو تو باکسنگ کی دنیا میں اضافہ کا سبب بن جائے گا تجھے تو لوگ ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔"

"صاحب... وہ تو میں بس چپ ہی رہتا ہوں۔" سلیمان نے اٹھتے ہوئے فخر سے کہا۔ پھر بولا۔ اب دیکھئے دونوں داؤں ایک ساتھ آزماتا ہوں"

پھر سلیمان نے پھرتی سے تھیلی پر گھونسہ مارا اور اتنی ہی پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا۔ تھیلی واپس آکر دوسری طرف جانے لگی تو سلیمان نے پھر اچھل

کر ایک گھونسہ رسید کر دیا اور پلٹ کر پھرتی سے جدھر منہ اٹھا ادھر ادھر ہی بھاگ لیا۔

اتفاق تھا کہ جدھر اس کا منہ اٹھا تھا۔ ادھر جگہ خالی نہیں تھی گوشہ میں پورا صوفہ سیٹ پڑا ہوا تھا۔ لہٰذا سلیمان صاحب بڑے اطمینان سے صوفے پر سے گزرتے ہوئے میز پر محو استراحت ہوئے اور میز چرچرا کر لوٹی۔ ساتھ ہی اس پر رکھے ہوئے دو تین چینی کے برتن کھن کھنا کر لوٹ گئے۔

میز کیونکہ صوفہ کی آڑ میں تھی اس لیئے وہ عمران کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ لہٰذا عمران نے بوکھلا کر ادھر ادھر دیکھا اور زور سے بولا۔

"ابے او سلیمان کے بچے...۔"

"جی صاحب۔ اس کی کمزور سی آواز آئی۔"

"ابے کدھر گیا۔؟ میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔؟"

"نہیں تو صاحب۔ میدان ذرا آڑ میں ہو گیا ہے۔"

"یہ برتن گرنے کی آواز کہاں سے آئی تھی؟"

"شاید میرے ہی جسم میں سے آئی تھی۔"

"ہائیں۔ ابے کیا لوٹ پھوٹ ہو گئی جسم میں۔؟"

"ہوئی نہیں تو ہو جائے گی۔ ذرا میری مدد کیجئے۔"

"کک۔ کیسی مدد۔؟"

"صاحب۔ مجھے اٹھائیے ادھر آکر۔"

"کک۔ کدھر آؤں؟"

عمران بوکھلاہٹ میں ادھر ادھر ناچ گیا اور سلیمان نے کراہتے ہوئے کہا۔

"ادھر صاحب صوفے کے پیچھے...۔"

اور عمران صوفے کے پیچھے جھپٹ پڑا صوفے کے پیچھے پڑے ہوئے سلیمان کو دیکھ کر اس نے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔ "ہائیں ابے یہ بھی کوئی آرام کرنے کی جگہ ہے...؟ تھک گیا تھا تو کمرے میں چلا جاتا۔"

"جلدی اٹھائیے صاحب میری کمر ٹوٹی جا رہی ہے..."

عمران نے بڑی مشکل سے اس کو کھینچ کھانچ کر ٹوٹی ہوئی میز کے نیچے سے نکالا اور وہ کراہ کر اپنی کمر سہلاتا ہوا بولا۔ "ایک بات بتائیں گے صاحب؟"

"پوچھ جلدی سے۔"

"یہ باکسنگ کس گدھے نے ایجاد کی تھی؟"

"شاید دس پانچ میز یں اس نے بھی توڑی ہوں گی عمران نے کہا۔ "چل جلدی سے تیار ہو جا"

"گک کاہے کے لئے۔" سلیمان نے بوکھلا کر پوچھا۔

"ابے پریکٹس نہیں کرے گا؟"

"تم مجھے معاف فرمائیے صاحب۔"

"ابے۔ پھر وہ صاحب صدری..."

"صاحب صدری کی..."

شاید صاحب صدری کی شان میں کوئی موٹی سی گستاخی کرنے جا رہا تھا کہ اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی اور عمران نے کہا۔ "دیکھ جلدی سے کون ہے؟"

"کیا۔؟" سلیمان نے حیرت سے کہا۔ "اس حالت میں۔؟"

"ابے تو کیا ہوا۔؟"

"نہیں صاحب۔ میں عزت دار نوکر ہوں آپ کے سوائے کسی کی زبان سے ایسے تیسے بھی نہیں سن سکتا بھلا میں کسی کے سامنے اس حالت میں جا سکتا ہوں"

گھنٹی پھر بجی اور عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "ابے... تو

گھنٹی نکلوا کیوں نہیں دیتا؟"

"نکلوا دوں گا... مگر اس وقت تو دروازہ تو آپ ہی کو کھولنا ہے۔" پھر وہ کمرے کی طرف جھپٹا ہی تھا کہ عمران نے کہا۔ "ہائیں۔ ہائیں۔ کہاں۔؟"

"کپڑے پہن لوں۔"

"اور پریکٹس۔؟" "وہ نہیں کروں گا۔"

"چل تھیلی رہنے دے، میرے ساتھ پریکٹس کرے۔"

"بات تو ایک ہی ہے۔"

"ابے میں کوئی تھیلی کی طرح والیس ہوں گا۔"

گھنٹی پھر بجی اور اس بار بجتی ہی چلی گئی اس نے گھبرا کر کہا۔

"جلدی کیجئے صاحب۔ ورنہ گھنٹی گئی۔ پھر سلیمان جھپٹ کر کمرے میں گھس گیا اور عمران نے جھپٹ کر دروازہ کھولا فیاض اندر آتا ہوا غصے بھرے لہجے میں بولا۔ "کیا بہرے ہو گئے ہو۔؟"

"نہیں تو۔" عمران نے حیرت سے کہا۔ "تم سے کس نے کہا تھا؟"

"اتنی دیر سے گھنٹی بجا رہا ہوں۔"

"اوہو تو تم تھے۔ میں سمجھا تھا کچھ بین بجا رہے ہیں۔ فیاض اندر آ گیا تھا عمران نے دروازہ بند کیا اور فیاض نے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا اور حیرت سے بولا۔

"یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے؟"

"باکسنگ کی پریکٹس کر رہا ہوں۔"

"کیوں۔؟"

"ہفتوں سے ہاتھ پر پاؤں، پاؤں پر ہاتھ۔ کیا محاورہ ہے وہ؟ شاید سر پر ہاتھ دھرے ہی کہا جاتا ہے۔!؟"

"ہاتھ پر ہاتھ۔" فیاض اسے گھور کر بولا۔

"یہی ہے، ہاں تو ہفتوں سے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا ہوں۔ پیٹ کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑتا ہے۔ باکسنگ ہی سہی۔"

"تو تم باکسنگ کا پیشہ اختیار کرو گے؟"

"کیا حرج ہے۔؟ میں سب سے پہلے فوماچو کو چیلنج کر رہا ہوں۔"

"فوماچو یہ کون سا باکسر ہے؟"

"اے وہی جو نیگرو چیمپین ہے۔"

"ذرا ٹوٹو، کہو۔"

"ہاں وہی۔ یار کیا واہیات نام ہے۔ فوناک تو شاید اس ڈانس کو کہتے ہیں جو صوبائی ....."

"اچھا تم جلدی سے اپنا حلیہ تبدیل کرو۔"

"کیا مطلب۔ عمران نے فیاض کو گھور کر پوچھا۔"

"یہ جوکر کا لباس اتار کر سلیقہ کا لباس پہنو۔"

"یعنی تم میرے پیشے کی توہین کر رہے ہو عمران برا مان کر بولا۔"

"یعنی ابھی پریکٹس بھی مکمل نہیں ہوئی۔ پیشہ ور باکسر بھی بن گئے۔؟"

"سوچ لیا تو بن گیا۔ اور کیا۔"

"کسی دن یہ مت سوچ لینا کہ تم چاند پر بیٹھے ہو۔"

"غیب دانی سیکھ کر بتاؤں گا۔ فی الحال تم میری باکسنگ کا کمال دیکھو۔"

عمران نے پلٹ کر ریت کی تھیلی پر ایک گھونسہ رسید کر دیا۔ تھیلی دور تک جا کر تیزی سے واپس ہوئی اور وہ پھرتی سے اندھا لیٹ گیا۔ تھیلی واپس آکر پوری قوت سے فیاض کی پیشانی سے ٹکرائی اور فیاض ہڑبڑا کر چاروں خانے چت گرا۔ عمران نے بڑی شان سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"دیکھا تم نے اس داؤ کا موجد میرا نوکر سلیمان ہے۔" پھر وہ فیاض کو چت پڑا دیکھ کر حیرت سے بولا۔

"ارے یہ کیا۔؟ یہ آرام کرنے کی کونسی جگہ ہے؟"

فیاض اپنی پیشانی سہلاتا ہوا اٹھا اور خونخوار نظروں سے عمران کو دیکھتا ہوا بولا۔ "شاید تم ہوش میں نہیں ہو۔"

"ہائیں۔ یعنی کہ اس میں بے ہوش ہونے کی کیا بات ہے؟"

"ابھی بتاتا ہوں۔"

فیاض نے جھپٹ کر عمران پر گھونسہ چلایا۔ عمران ارے ارے کرتے پھرتی سے پیچھے ہٹ گیا۔ فیاض کا گھونسہ ریت کی تھیلی پر پڑا اور تھیلی دور جا کر تیزی سے پلٹ کر پھر اس کی پیشانی سے ٹکرائی اور فیاض ہڑبڑا کر پیچھے ہٹ گیا۔ عمران نے جھپٹ کر اس کو پیچھے سے پکڑ کر کہا۔

"ارے۔ ارے بھئی بغیر دستانوں کے ہی شوق فرمانے لگے۔"

فیاض پر شاید دیوانگی سوار ہو گئی تھی وہ پلٹ کر عمران سے لپٹ پڑا۔

"مار ڈالوں گا چھوڑوں گا نہیں۔"

"ارے۔ ارے۔ اے سنو تو سہی۔" عمران نے فیاض کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔ پھر فیاض نے اپنی پوری قوت صرف کر لی مگر وہ عمران کو ایک انچ بھی نہ ہلا سکا۔ آخر وہ کھسیانی سی ہنسی ہنس کر بولا۔ "بس۔ مجھے تمہاری یہ حرکتیں ناپسند ہیں۔" دراصل اس نے سلیمان کو کمرے سے نکلتے دیکھ لیا تھا۔

"اچھا۔!" عمران خوش ہو کر بولا۔ "پھر وہ حرکت بتاؤ جو تمہیں پسند ہو۔"

"اس وقت تو بس ایک ہی حرکت پسند آسکتی ہے ..... جتنی جلدی ہو سکے تیار ہو جاؤ۔ فیاض نے خوش دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"بس اتنی سی بات تھی۔؟" عمران نے تیر کی طرح ڈریس روم کا رخ کیا اور

فیاض اسی خوش دلی سے سلیمان کی طرف مڑکر کر بولا "ہاں تو سلیمان آج ایک کپ گرما گرم چائے پلا دو"

"شکر نپٹ گئی ہے۔ سلیمان خشک لہجے میں بولا" اور دودھ کا ندارد اب ادھار نہیں دیتا۔ کہتا ہے کہ تمہارے صاحب کے بہت سارے دوست ہیں وہ کس دن کام آئیں گے؟" پھر سلیمان بڑی بے نیازی سے کچن کی طرف چلا گیا۔ فیاض کی کھوپڑی بھک سے اڑ گئی اس کا جی تو یہی چاہا کہ سلیمان کی گردن مروڑ دے مگر مصلحتاً اسے خون کے سے گھونٹ پینے پڑے اسے عمران سے کام لینا تھا اس لئے اس وقت وہ کسی قسم کا جھگڑا نہیں چاہتا تھا۔

پھر عمران سچ مچ پانچ منٹ کے اندر اندر پوری طرح تیار ہو کر آ گیا۔ مگر اس کی تیاری دیکھ کر فیاض کی کھوپڑی گھوم گئی۔ عمران کے جسم پر تیس چالیس برس پہلے کی وضع قطع کا اتنا ہی پرانا سوٹ تھا مگر بڑی نفاست سے پریس کیا ہوا تھا۔ سر پر بہت موٹی پرانی ہی وضع کی ہیٹ تھی ... اور پرانے ہی اسٹائل کے جوتے تھے اس نے بڑی تیزی سے کہا۔

"چلو جلدی سے کہاں چلنا ہے؟"

فیاض نے اس کو اوپر سے نیچے تک گھور کر دیکھا اور بولا "یہ کیا حلیہ بنایا ہے تم نے؟"

"ہائیں سوٹ ہے"

"یہ سوٹ ہے؟ باوا آدم کے زمانہ کا ہے۔ یہ آثار قدیمہ کی کھدائی میں سے برآمد ہوا تھا۔؟"

"یہ میرے والد صاحب قبلہ کی نشانی ہے اسے میں بہت سنبھال کر رکھتا ہوں۔ لارڈ لنگڈن نے خاص طور سے والد صاحب کو بطور تحفہ پیش کیا تھا۔

"مگر اس وقت اسے پہننے کی کیا تک تھی۔؟"

"کبھی کبھی والد صاحب کی یاد تازہ کرنے کے لئے پہن لیتا ہوں۔ آج صبح نہا سے جب میں دانتوں پر برش کرتا ہوا پچھلی کھڑکی سے باہر جھانک رہا تھا تو ایک بارات گزر رہی تھی اسے دیکھتے ہی والد صاحب کی یاد شدت سے آئی تھی اور میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ آج والد صاحب کی نشانی ضرور استعمال کروں گا"

"بارات۔ یہ بارات سے والد صاحب کی یاد کا کیا تعلق ہے۔؟"

"بہت گہرا تعلق ہے فیاض صاحب۔ عمران ٹھنڈا سانس لے کر بولا "آج اگر میرے والد صاحب قریب ہوتے تو کیا میں ابھی تک کنوارا ہوتا۔ فٹ بال کی آدھی ٹیم تو گلیری میں کھیل رہی ہوتی"

"یار تمہیں چلنا ہے یا نہیں۔؟" فیاض برا سا منہ بنا کر بولا۔

"ہائیں میں نے کب منع کیا ہے؟"

"تو پھر اتار کر پھینکو اس آثار قدیمہ کو۔ تمہیں شرم نہیں آئے گی اس لباس میں باہر نکلتے ہوئے؟"

"ہائیں۔ ہائیں۔ یہ کیا کفر بک رہے ہو۔ عمران آنکھیں پھاڑ کر بولا" تمہارے والد صاحب اگر ہوتے تو کیا تم انہیں آثار قدیمہ سمجھ کر باہر پھینک دیتے یا ان کے ساتھ باہر نکلتے میں تمہیں شرم آتی۔؟"

فیاض زچ ہو جانے والے انداز میں عمران کو گھورتا رہا مگر عمران کے انداز سے یہ نہیں ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اپنا ارادہ تبدیل ہی کر دے گا چنانچہ اس نے جھنجلے سے کہا "چلو میرا کیا ہے۔ پھر وہ لوگ دروازے کی طرف بڑھے ہی تھے کہ اچانک سلیمان نے کچن سے ہی چیخ کر عمران سے کہا۔ صاحب آپ کے لئے چائے تیار کر دی ہے پی کر نہیں جائیں گے۔ فیاض کی کھوپڑی میں ایک بار پھر

زلزلہ سا آیا مگر وہ برداشت کر کے باہر نکل ہی آیا۔ عمران نے چیخ کر کہا تھا۔
"اب کئی ہفتوں بعد تو آسامی پھنسی ہے تو نقصان پر تلا ہوا ہے؟" فیاض کچھ نہ بولا وہ غصہ کی شدت میں چپ ہو گیا تھا...
کچھ دیر بعد ان کی جیپ سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی۔
اور فیاض عمران کے برابر بیٹھا ہوا اپنی کھوپڑی کو آرڈر میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔

. . . . . .

راستہ میں زیادہ تر خاموشی رہی :... بس فیاض عمران کو راستہ کے متعلق ہدایات دیتا رہا۔ اور عمران اس کی بتائی ہوئی سمتوں میں جیپ کا رخ موڑتا رہا... آخر میں جیپ کا رخ ایک ایسی سڑک پر مڑ گیا جو محدود تھی۔ اور سڑک کا اختتام ایک ہوٹل پر ہوتا تھا۔
ہوٹل گرل نیا نیا ہی کھلا تھا شہری آبادی سے لگ بھگ آٹھ دس ایک پرفضا مقام پر واقع تھا۔ سمندر کے کنارے ایک بلند سی جگہ کو ہموار کر کے اس پر اس ہوٹل کی تعمیر کی گئی تھی اس کے اطراف کے مناظر بھی بہت دلکش تھے۔
رفتہ رفتہ فیاض کا موڈ اعتدال پر آگیا ہوٹل تک پہنچنے کے لئے ابھی کچھ سفر باقی تھا۔ لہٰذا فیاض نے سوچا اب سلسلہ گفتگو شروع کر دینا چاہیے موڈ خوشگوار ہی تھا اس نے پہلے کھانسا اور پھر عمران کی طرف دیکھ کر بولا۔
"تم نے پہلے بھی یہ ہوٹل دیکھا ہے؟"
"کون سا۔؟"
"گرل۔"

"نہیں۔ اس نام کا تو کوئی ہوٹل شہر یا اطراف میں نہیں ہے۔"

"میں جانتا تھا فیاض فخریہ لہجہ میں بولا۔ "تم نے نہیں دیکھا ہوگا۔ نیا نیا کھلا ہے۔ مگر بہت کم لوگ اس سے واقف ہیں۔"

"تم کیسے واقف ہو؟" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"میں نے تو افتتاحی تقریب میں بھی شرکت کی تھی۔"

"اچھا۔!!"

"بہت شاندار ہوٹل ہے زیادہ تر غیر ملکی سیاح اس میں قیام کرتے ہیں یا دیسی کروڑ پتی لوگ معمولی لوگوں کے بس کی بات نہیں ہے اسکے اخراجات برداشت کرنا۔"

"اس کا مطلب ہے۔ تم اب کافی غیر معمولی ہوتے جا رہے ہو۔"

"یہی سمجھ لو... مگر میں اتنا جانتا ہوں کہ اگر تم نے ذرا سی بھی عقلمندی سے کام لیا تو کچھ عرصہ بعد تم بھی غیر معمولی شخصیتوں میں شامل ہو جاؤ گے۔"

"یعنی؟"

"بس دیکھتے رہو۔"

"وہ تو دیکھ رہا ہوں۔ یہ سامنے ہی والا ہوٹل ہے نا۔؟"

"یہی ہے... گاڑی سیدھی اندر لیتے چلے جانا اگر پھاٹک پر دربان تمہیں اجنبی سمجھ کر روک دیں گے۔"

"پھر کیا ہوگا۔؟"

"دراصل یہاں اجنبیوں کا بغیر داخلہ ٹکٹ کے ممنوع ہے۔"

"ہائیں تو پھر ہوٹل کا ہے کا..؟"

"ہوٹل ہے... پہلے سے ریزرویشن پر کمرے ملتے ہیں تفریح کے لئے آنے والوں کو باقاعدہ ممبر شپ کارڈ بھرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ یہاں روزانہ کوئی نہ کوئی

بے حد دلچسپ پروگرام ضرور ہوتا ہے۔"

"خوب۔ خوب۔" عمران خوش ہو کر بولا۔"

جیپ پھاٹک پر پہنچ چکی تھی۔ عمران فیاض کی ہدایت کے مطابق جیپ سیدھی اندر لیتا چلا گیا۔ دربانوں نے ادب سے انہیں سلام کیا تھا اور فیاض کی گردن فخر سے تن گئی تھی۔ جیپ ہوٹل کے وسیع و عریض پورٹیکو میں پہنچ کر رک گئی۔ عمران نے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ واقعی بڑا شاندار ہوٹل تھا۔ عمران کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں اور چہرہ بیوقوفوں جیسا ہو گیا تھا۔ وہ انجن بند کرنا ہی بھول گیا تھا۔ دراصل یہ ہوٹل تو وہ افتتاح سے اب تک کئی بار دیکھ چکا تھا مگر اس وقت تو فیاض کو بنانا مقصود تھا۔ ورنہ عمران کے پاس اس ہوٹل کا ممبر شپ کارڈ بھی موجود تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ کارڈ اس وقت نہیں لایا تھا۔ کیوں کہ اسے فیاض کے پروگرام کا علم نہیں تھا۔

فیاض عمران کا کندھا دبا کر بڑبڑایا۔

"کیا گنوار پن ہے۔ ارے انجن بند کرو۔"

عمران نے بوکھلا کر بجائے انجن بند کرنے کے کلچ دبائے بغیر گیئر ڈال دیا اور انجن ایک جھٹکے سے کر بند ہو گیا۔ فیاض نے بوکھلا کر ادھر ادھر دیکھا اور بڑبڑایا

"یار تم ضرور کر کری کراؤ گے۔"

"کک کیا چیز۔" عمران گڑبڑا کر بولا۔"

چلو اترو۔ فیاض آہستہ سے بولا۔" چابی اگنیشن میں ہی لگی رہنے دو۔ یہ سفید وردی والا ہوٹل کا ہی ڈرائیور ہے۔ یہ جیپ گیراج میں کھڑی کر دے گا۔ ٹوکن تم لے لینا جس پر گیراج کا نمبر ہوگا۔" پھر فیاض دوسری طرف سے اترا اور عمران بوکھلا کر اترا تو فٹ بورڈ سے الجھ کر گرتے گرتے بچا ڈرائیور نے جلدی سے اسے سنبھال کر کہا۔" سنبھل کر جناب۔"

"یس۔ سارمی۔ عمران ہانپتے ہوئے بولا" اور یشر یکیر۔ شکریہ
پھر اس نے فیاض کی طرف دیکھا جو اسے خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔
وہ سنبھل کر بولا" کیا کوئی غلطی ہو گئی۔؟"

فیاض کی آنکھیں سرخ ہو گئیں... ڈرائیور نے ایک نظر عمران کے لباس پر ڈالی تھی اور پھر اپنی بے ساختہ مسکراہٹ کو روکتا ہوا وہ جیپ میں سوار ہونے لگا۔ عمران نے گڑبڑا کر اس کا بازو پکڑ لیا اور ڈرائیور نے حیرت سے پوچھا۔

"فف۔ فرمائیے جناب؟"

"اسے ٹوکن تو دیتے جاؤ"

ڈرائیور نے مسکرا کر ٹوکن نکالا اور عمران کو دیدیا۔ عمران نے جلدی سے جیب سے پرس نکالا اور ڈرائیور کو دیدیا۔ ڈرائیور نے حیرت سے کہا" جی اس کا میں کیا کروں۔

"اوہ۔ بھجب۔ بھول گیا تھا"

عمران نے پرس جھپٹ کر کھولا اور اس میں سے سو کا ایک نوٹ نکال کر ڈرائیور کو دیتا ہوا بولا۔ "بخشش... !!"

"سلام صاحب.. ڈرائیور بہت خوش ہو کر بولا۔

"پھر عمران نے بڑے فخر سے زور سے کہا وا علیکم السلام... !!" پھر اتنے ہی فخر سے عمران نے پرس جیب میں رکھا اور فیاض کی طرف دیکھ کر بولا" ٹھیک ہے!"
فیاض نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی اور بولا" ٹھیک ہے آیئے اندر تشریف لے چلیئے"

پھر عمران بڑے فخر سے فیاض کے ساتھ اندر کی طرف بڑھا۔ گیٹ پر کھڑے ہوئے باوردی چپراسی نے ادب سے جھک کر انہیں تعظیم دی اور عمران کے سوٹ کو اوپر سے نیچے دیکھتے ہوئے اس نے دروازہ کھولا۔ عمران نے داخل ہوتے

ہوئے گردن کو خم دیا۔ پھر اندر گھستے ہی وہ ٹھٹک کر رک گیا اور جلدی سے پلٹ کر چپراسی سے بولا۔ "ٹھیرو"

چپراسی حیرت سے رک گیا۔ عمران نے جلدی سے پرس نکال کر کھولا اور اس میں سے سو کا ایک نوٹ نکال کر اس نے چپراسی کو دیتے ہوئے کہا۔ "بخشش"

"سلام صاحب" چپراسی خوش ہو کر بولا" وا علیکم السلام"

عمران پھر فیاض کے ساتھ چل پڑا۔ اور آہستہ سے بڑبڑایا" ٹھیک رہا۔

"ٹھیک ہے۔ فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا" مجھ سے زبردست غلطی ہوئی ہے"

"نہیں یار... اس میں غلطی کی کیا بات ہے۔ تمہارے اور میرے روپے الگ الگ تھوڑے ہی ہیں"

"اچھا بس خاموش رہو"

عمران خاموش ہو گیا۔ دونوں کاؤنٹر پر پہنچے اور کاؤنٹر کلرک نے ادب سے جھک کر ان لوگوں کو تعظیم دی اور عمران نے خوش ہو کر اسی طرح سر جھکا کر سلام کیا اور جلدی سے جیب سے پرس نکالا اور اسے جلدی جلدی ٹٹولنے لگا اور فیاض کی طرف دیکھ کر بولا" یار یہ تو خالی ہو گیا۔ فیاض کی کھوپڑی بھنا گئی تھی... عمران نے ..... اپنا پرس جیب میں ڈالتے ہوئے کہا" لانا.... ایک سو کا نوٹ نکالنا کھرچل کر دیدوں گا میرے پاس دو سو روپے ہی تھے۔ تم نے یہ نہیں بتایا تھا کہ اتنے بڑے ہوٹل میں چلنا ہے" فیاض نے خون کا گھونٹ پی کر پرس نکالا اور عمران نے پرس اس کے ہاتھ سے جھپٹ کر کہا۔

"کوئی بات نہیں گھر چل کر حساب کر لینا۔ تمہارے سوا سو روپے بھی

ادھار ہیں۔" پھر اس نے پرس میں سے سو کا نوٹ نکال کر کاؤنٹر کلرک کی طرف بڑھا دیا۔ کاؤنٹر کلرک نے حیرت سے نوٹ دیکھا اور بولا۔

"جی میں سمجھا نہیں جناب؟"

"بخشش۔"

"شکریہ۔" کلرک مسکرا کر بولا "اس کی ضرورت نہیں"

"اسے رکھو۔" عمران نے شان ظاہر کرتے ہوئے کہا بال بچوں کے کام آئیں آئیں گے۔

کاؤنٹر کلرک نے قدرے خشک لہجے میں کہا "صاحب بخشش بیروں اور چپراسیوں کو دی جاتی ہے۔ مجھے سات سو روپے تنخواہ ملتی ہے میرے لئے وہی کافی ہے"

"کیا کہا۔؟" عمران اچھل کر بولا "سات سو روپے ماہوار تنخواہ؟"

"جی ہاں۔ یہاں بیروں کو بھی چار چار سو روپے ماہوار ملتے ہیں۔"

"ارے باپ رے۔" عمران آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

پھر اس نے فیاض کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اے، تم نے مجھے یہ تو بتایا ہی نہیں تھا۔ میں خواہ مخواہ اتنی پریشانیوں سے دوچار ہوں۔ مجھے یہاں ہی نوکری دلوا دو۔ تمہارے تو اچھے تعلقات ہوں گے۔

فیاض کا پورا بدن پسینے میں تر ہو چکا تھا۔۔۔ اس کا بس چلتا تو عمران کا خون پی جاتا کاؤنٹر کلرک نے پھر اپنا موڈ درست کر لیا تھا وہ ہاتھ ملا کر مسکراتا ہوا بولا۔ صاحب آپ جیسے پڑھے لکھے آدمیوں کے سہارے تو یہ ہوٹل چلتے ہیں۔ اور پھر ہم لوگوں کا پیٹ بھرتے ہیں بھلا آپ کو نوکری کی کیا ضرورت ہے۔؟"

اچانک کاؤنٹر کلرک ایک دم مودب ہو گیا اور سلام کے لئے اس کا ہاتھ بھی اٹھ گیا۔ عمران نے اپنا ہاتھ بھی سلام کے لئے اٹھا دیا اور کاؤنٹر کلرک بڑبڑایا۔

"مینجر صاحب۔"

عمران نے گڑبڑا کر پلٹ کر دیکھا فیاض بھی مینجر کی طرف متوجہ ہو گیا تھا مینجر۔ جو ایک شاندار سوٹ میں ملبوس سرخ و سفید ادھیڑ عمر آدمی تھا وہ عمران کو دیکھتے ہی چونک پڑا۔

"اوہ۔ عمران صاحب آپ اس وقت؟"

عمران نے بوکھلا کر ادھر ادھر دیکھا پھر فیاض کی طرف دیکھا وہ عمران کو گھور رہا تھا۔ مینجر نے مسکرا کر عمران سے کہا۔

"تعجب ہے۔ آپ تو گاہے گاہے نظر آتے ہیں۔ وہ بھی شام کو کیا اس وقت کوئی خاص کام نکل آیا ہے یا آپ کا کوئی ملاقاتی یہاں ٹھہرا ہوا ہے۔؟"

"نن۔ نہیں تو۔" عمران جلدی سے بولا۔

"آئیے۔" مینجر نے عمران کا ہاتھ بے تکلفی سے پکڑتے ہوئے کہا لنچ میرے ساتھ لیجئے ... اپنے دوست کو بھی لے چلئے۔"

"لل ... لنچ ... وہ تو میں رات کو لیتا ہوں"

"اور ڈنر دوپہر کو لیتے ہوں گے۔" مینجر ہنس کر بولا "چلئے ڈنر ہی سہی۔ آپ جیسے خوش مزاج ممبروں سے ہی تو ہمارے ہوٹل کی رونق ہے۔

فیاض کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئی تھیں عمران نے بوکھلا کر فیاض کی طرف دیکھا اور گڑبڑائے لہجہ میں بولا۔

"تت ... تم لل ... لنچ ... لو گے یا ... ڈڈ ... ڈنر ... ؟"

"کچھ بھی نہیں ۔ فیاض خشک لہجے میں بولا ۔ ہم یہاں کام سے آئے ہیں ۔"

"مینجر نے چونک کر فیاض کی طرف دیکھا اور معذرت آمیز لہجے میں بولا "معاف کیجئے گا ... میں شاید آپ کو پہلے بھی یہاں دیکھا ہے ۔"

"ضرور دیکھا ہوگا ۔" عمران احمقانہ لہجے میں بولا "انہوں نے افتتاحی تقریب میں شرکت کی تھی ۔"

"آپ کی تعریف ۔ ؟"

"تعریف ۔ اجی ان کی کیا تعریف ہوگی ۔ ؟ ایک دم بور آدمی ہیں ۔"

"مینجر ہنس پڑا اور فیاض سے بولا ۔

"حقیقتاً مسٹر عمران ... بڑے دلچسپ آدمی ہیں ۔"

"جی ہاں ۔ ضرورت سے زیادہ دلچسپ آدمی ہیں ۔ پھر اس نے مینجر کی طرف مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا مجھے فیاض کہتے ہیں فرام سی ۔ آئی ۔ بی ۔"

"اوہ بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر ۔" مینجر نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "اگر آپ لنچ نہ لے چکے ہوں تو میں ایک بار پھر آپ کو مدعو کروں گا ۔"

"اسے کیا حرج ہے ... ؟" عمران نے فیاض سے کہا ۔ "یہاں بڑے لذیذ کھانے بنتے ہیں ۔ باہر نکلو گے تو کسی گھٹیا ہوٹل میں کھانا پڑے گا ۔ میرا بٹوہ تو خیر تمہارے بٹوے میں کتنے نکل آئیں گے ؟"

فیاض نے دانتوں میں ہونٹ دبا لیا اور مینجر جلدی سے بولا ۔ اچھا عمران صاحب اگر موڈ ہو تو ڈائننگ روم میں آجائیے گا ۔" پھر مینجر ڈائننگ روم کی طرف بڑھ گیا اور عمران نے فیاض کو گھور کر کہا ۔

"یار ۔ بڑے احمق ہو ۔ اتنا اچھا چانس گنوا دیا ۔"

"عمران ۔ میں ۔ میں فیاض شدید غصہ کی کیفیت میں صرف ہونٹ کاٹ کر رہ گیا ۔ پھر جھٹکے سے کاؤنٹر کلرک کی طرف مڑا اور بولا ۔ "مجھے کمرہ نمبر ۱۰۸ ایک سو آٹھ سے رابطہ قائم کرنا ہے ۔"

"ایک منٹ پلیز ۔ کاؤنٹر کلرک ادب سے بولا ۔ اس نے کمرہ ۱۰۸ سے رابطہ قائم کیا اور ریسیور فیاض کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا ۔

"میڈم ژوالہ ..."

"فیاض نے ریسیور کان سے لگا لیا ۔ ہیلو میڈم ۔ !" وہ انگریزی میں بولا

"کون بول رہا ہے ۔ ؟ دوسری طرف پھٹے بانس جیسی آواز آئی ۔

"سپرنٹنڈنٹ فیاض ۔

"اوہو ۔ میں تمہارا کتنی دیر سے انتظار کر رہی ہوں ۔"

"اس تاخیر کی معافی چاہتا ہوں ۔

"تنہا ہو ۔ ؟"

"نہیں وعدہ پورا کر رہا ہوں ۔"

"چلے آؤ میں اکیلی ہوں ۔"

"تھینکس ۔"

"فیاض نے ریسیور رکھ دیا اور پھر عمران سے بولا ۔ "آؤ ... !"

عمران فیاض کے ساتھ چل پڑا ۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں اس نے سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے متحیر لہجہ میں پوچھا ۔ "یہ میڈم جوالا کون ہیں ۔ ؟"

"میڈم جوالا نہیں ۔ میڈم ژوالہ فیاض غصیلے لہجہ میں بولا ۔

"نہیں یار ... جوالا ہوتا ہے ۔ کیا اس پہاڑ کو ژوالا مکھی کہتے ہو جس میں سے لاوا ابلتا ہے ۔ ؟"

"بکومت۔ یہاں سے نپٹنے کے بعد میں تم سے نپٹوں گا۔"

"کک۔ کیا مطلب۔؟"

"آج تم نے میری جتنی بے عزتی کرائی ہے۔ سب کا حساب چکانا پڑے گا۔"

"ارے بڑے احسان فراموش ہو۔ عمران برا مان کر بولا میرا بٹوہ خالی کرا دیا۔ آخری سو سو کے دو نوٹ رہ گئے تھے۔ یہاں میری سسرال بھی نہیں ہے جس سے زبردستی ایکسٹرا کام چلا لوں آج کل ویسے تو کوئی ادھار دیتا ہی نہیں۔ کیا ضرورت تھی لارڈ بننے کی؟" سو سو کے نوٹ کبھی کسی کو خواب میں بھی دیکھے ہیں؟"

"تم نے میرے اوپر اس ہوٹل کا اسٹارٹ کیوں طاری کر دیا تھا؟"

"ہوٹل بھی تو تمہارے لئے نیا نہیں ہے۔ تم یہاں کے ممبر بھی ہو۔ اور مینیجر سے دوستانہ تعلق بھی رکھتے ہو۔؟"

"نہیں۔!" عمران نے حیرت سے کہا "میں ممبر ہوں یہاں کا۔؟"

"بکومت۔!!"

"یاد تب ہی تو میں کہہ رہا تھا کہ یہ جگہ کچھ جانی پہچانی سی لگتی ہے۔ عمران ادھر ادھر دیکھتا ہوا بولا

کچھ دیر بعد وہ لوگ کمرہ نمبر ایک سو آٹھ کے سامنے کھڑے تھے فیاض نے جیب سے رومال نکال چہرہ پر پھیرا بالوں کا اسٹائل درست کیا اور عمران سے بولا۔ یاد رکھو یہاں کوئی گڑبڑ ہوئی تو۔ بس تمہاری خیر نہیں۔

"وہ تو ویسے بھی نظر نہیں آتی۔ بھلا میڈم جوالا۔ خدا کی پناہ۔

فیاض نے عمران کی بات کا جواب دیئے بغیر الٹا ہی گھنٹی بجائی اور اندر سے جواب ملا۔ آجاؤ۔" فیاض نے دروازے کو دھکا دیا اور اندر گھستا چلا گیا۔ عمران نے اس کی تقلید کی۔ ایر کنڈیشنڈ کمرے میں بہت ہلکی ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اتنی ہی ہلکی کہ کچھ دیر کے لئے عمران کو واضح طور پر کچھ نظر نہ آسکا۔

پھر وہ لوگ جب ذرا لیونگ روم میں پہنچکر رکے تو عمران کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی کھوپڑی بھک سے اڑ گئی ہو۔ اگر اور کوئی موقع ہوتا تو وہ ارے باپ رے کا نعرہ مار کر کمرہ سے باہر ہوتا۔ مگر اس نے اپنے آپ پر بڑی مشکل سے قابو رکھا سامنے والے صوفے پر سچ مچ ایک پہاڑ ہی رکھا ہوا تھا۔ تھی تو عورت ہی مگر اس کا وزن خدا جھوٹ نہ بلوائے تو کم از کم ڈھائی تین من ضرور ہوگا رنگت چکنی شفاف سیاہ تھی۔ معلوم ہوتا تھا چہرے بلاسم کا میک اپ کیا گیا ہے پتلے ہونٹ اور ٹھوڑی میں صرف چند سوت کا فاصلہ رہ گیا تھا اوپر کا ہونٹ ناک کی پھننگی سے گلے ملنے کے لئے بے چین تھا ننھے ننھے مڑے ہوئے بالوں میں وہ اتنی ہی بھیانک نظر آرہی تھی کہ اگر کوئی بچہ دیکھ لیتا تو چیخ مار کر بے ہوش ہو جاتا۔

اس پر طرح یہ کہ ہونٹوں پر سرخ لپ اسٹک کی تہیں جمی ہوئی تھیں اور جسم پر روئیں دار غسل کا تولیہ لپٹا ہوا تھا آنکھیں سفید سفید ہاتھ ایسے کہ معلوم ہوتا تھا کہ گردن پکڑ لے تو سانس نکالے بغیر نہ چھوڑے۔

عمران تو جیسے جم کر رہ گیا تھا۔ فیاض نے ادب سے قدرے جھک کر سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "گڈ نون میڈم...."

"نون لو یو...."

میڈم نے فیاض کے بعد عمران کا تفصیلی جائزہ لیا اور فیاض سے بولی۔ "یہ آدمی کیا میوزیم میں سے نکال کر لایا گیا ہے؟"

"نج... جی... مم... میڈم...!!" فیاض ہکلایا۔

"کون ہے یہ۔؟" میڈم ژدالا نے پوچھا۔

"یہی وہ آدمی ہے جس کا ذکر میں نے آپ سے کیا تھا۔"

"ہاٹ۔!" میڈم ژدالا کی تین انچ آنکھوں کی چوڑائی ساڑھے تین انچ

ہوگئی۔

"نج... جی ہاں میڈم بڑی خوبیوں کا مالک ہے"

"صورت اور لباس سے تو سرکس کا مسخرہ معلوم ہوتا ہے"

"لباس اور صورت پر نہ جایئے میڈم..." فیاض جلدی سے بولا۔ "جب آپ اس سے کام لیں گے تو اس کی خوبیاں آپ پر خود بخود کھلتی جائینگی"

"کیا گونگا بہرا بھی ہے؟"

"جی نہیں۔ مگر زیادہ تر خاموش رہنے کا عادی ہے..."

"زیادہ تر خاموش یا تو بہت زیادہ بے وقوف رہتے ہیں یا بہت زیادہ عقلمند۔"

"جی ہاں۔ اوہ۔ میرا مطلب ہے کہ آپ اطمینان رکھئے؟ یہ سب کام ٹھیک کرے گا۔"

"اس سے بولنے کو تو کہو"

فیاض نے عمران کی طرف دیکھا اور جھرجھری لیکر رہ گیا۔ عمران کی صورت پر ویسے ہی آثار تھے جیسے وہ ابھی ابھی چیخ مار کر بھاگ جائے گا۔ فیاض نے جلدی سے کہا۔ "عمران یہ میڈم ژدالا ہیں۔"

"کک... کون ہیں...؟" عمران رونے والی آواز میں بولا۔

"او مردود۔" فیاض اندر میں بڑبڑایا اور پھر جلدی سے انگریزی میں بولا۔ "دس از میڈم ژدالا۔ جن سے ملاقات کے لئے میں تمہیں یہاں لایا ہوں"

"یار... کیوں تم میری زندگی کے گاہک ہوئے ہو؟" عمران اردو میں روہانسی آواز میں بولا۔

"کیا بکتے ہو۔؟"

"اتنی بھیانک ملاقات کا تو میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔"

"میڈم ژدالہ نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا اور بولی۔" کیا کہہ رہا ہے؟"

"کہہ رہا ہے۔" فیاض جلدی سے بولا۔ "میڈم کی شخصیت بڑی متاثر کن ہے"

میڈم ژدالہ کے ہونٹ چر کر گالوں تک پہنچ گئے اور عمران کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی... میڈم نے غالباً "مسکراہٹ کے" درخت بکھیرے تھے۔ ظاہر ہے کہ اتنی موٹی مسکراہٹ کے ساتھ پھول تو بکھر ہی نہیں سکتے تھے۔

وہ اسی انداز سے بولی۔ "بیس برس پہلے ہم اپنے ملک میں مس کنٹری بنائے گئے تھے۔"

"بہت خوب میڈم ژدالا..."

"کیا یہ آدمی انگریزی نہیں سمجھتا۔؟"

"سمجھتا ہے... اور بولتا بھی ہے۔ مگر جب کسی سے بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے تو اسے صرف اپنی ہی زبان یاد رہ جاتی ہے۔"

"تو اسے اس وقت اپنی ہی زبان یاد ہے۔"

"نہیں اب تو ٹھیک ہوتا جا رہا ہے۔ انگریزی بھی بولے گا۔ سنا تم نے۔؟" فیاض نے عمران سے کہا۔ "میڈم کہتی ہیں۔ انگریزی میں بات کرو۔"

"کیا بات کروں عمران روہانسا ہو کر بولا۔

"او۔ مردود۔ کچھ بھی بات کرو۔"

"تم شاید اسے ڈانٹتے ہو۔؟" میڈم پھر مسکرائی۔

"نہیں میڈم یہ تو میرا بہت بے تکلف دوست ہے۔"

"کیوں قدیمی نوجوان۔؟" میڈم نے عمران سے پوچھا۔

"نج... جی ہاں... ہم دونوں ایک انڈر ویئر میں رہا کرتے تھے۔" وہ

گڑبڑا کر انگریزی میں بولا۔

"کیا مطلب۔؟" میڈم نے حیرت سے پوچھا۔

"م... مطلب۔ یہ کہ یہ ہماری طرف کا محاورہ ہے ہمارے یہاں بچپن کے دوست لنگوٹیے یار کہلاتے ہیں۔

"لنگوٹیے۔ یہ کیا ہوتا ہے؟"

"ایک قدیم لباس ہے ہمارے ملک کا۔ اور ہمارے ملک کی آبرو اسی نے ڈھک رکھی ہے۔ انگریزی میں اسے انڈر ویئر کہتے ہیں۔"

"اوہ۔ مگر تم دونوں ایک انڈر ویئر کیسے پہنتے تھے؟"

"اب کیسے بتاؤں؟ ہم دونوں بڑے ہو گئے ہیں، ورنہ پہن کر دکھا دیتا۔"

"تم بہت مسخرہ بھی معلوم ہوتا ہے۔"

"جی ہاں... میں نے دس برس تک سرکس میں جوکر کا کام کیا ہے۔"

"دہاٹ۔؟"

"جی ہاں۔ میرے باپ سرکس میں بندر نچاتے تھے... انہوں نے مجھے جوکر کی نوکری دلوا دی تھی.. ایک روز ایک بندر ناچتے ناچتے آدمی کی طرح بول پڑا اور میرے باپ کا ہارٹ فیل ہو گیا۔"

"دہاٹ۔ بھلا بندر آدمی کی طرح کیسے بول سکتا ہے؟"

"اب تو بڑی روانی سے بولتا ہے۔" عمران نے فیاض کی طرف اشارہ کیا۔

اور میڈم بے ساختہ ہنس پڑی۔ عمران بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا بالکل ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے ایک ساتھ دس پندرہ پھٹے بانس بجا دیے گئے ہوں۔ فیاض نے عمران کے کہنی مار کر کہا۔ "او۔ سور۔ میں تیرا خون پی لوں گا۔"

"لاحول ولاقوۃ۔" عمران برا سا منہ بنا کر بولا "شرم نہیں آئے گی تمہیں سور کا

خون پیتے ہوئے۔؟"

"میڈم نے بڑی مشکل سے ہنسی ضبط کی اور فیاض سے کہا "تمہارا دوست ہمیں بہت پسند آیا۔"

"شکریہ میڈم۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ اس کی خوبیاں آہستہ آہستہ کھلیں گی۔"

"بہت دلچسپ آدمی ہے..."

"پھر۔ کیا فیصلہ ہے آپ کا؟"

"ڈان۔" میڈم نے مسکرا کر کہا۔

"شکریہ میڈم...." فیاض نے مسکرا کر کہا۔ "مگر یہ تنخواہ کیا لیگا۔؟"

"جو آپ دیں گی۔ یہ منظور کر لے گا۔؟"

"تت... تنخواہ۔؟" عمران بکلایا۔

"چپ رہو... فیاض غرایا۔"

"کیا کہہ رہا ہے؟"

"بہت شرمیلا ہے۔ کہتا ہے۔ میڈم ہماری مہمان ہیں۔ ان سے تنخواہ نہیں لوں گا۔"

"بہت خوب۔ ہم بہت خوش ہیں۔" میڈم اور زیادہ خوش ہو کر بولی۔ "جب تک ہم یہاں ہیں تمہارے دوست کو پانچ سو روپے یومیہ دیں گے تمہارے ملک کی کرنسی میں۔"

"ہپ... پانچ سو روپے روزانہ۔ عمران کی آنکھیں پھیلی رہ گئیں اس بار وہ انگریزی میں بولا تھا۔

"کم لگتا ہے تو ہم تمہیں ہزار روپیہ روزانہ دیگا جب تک یہاں ہیں تم ہم سے تنخواہ لیتے رہو گے۔ جب ہم واپس جائیں گے اور تم ہمارے ساتھ جانا چاہو

گے تو ہم تمہیں اپنے ساتھ بھی لے چلیں گے ۔۔۔"

"لل ۔۔۔ لیکن ۔۔۔ کس بات کی تنخواہ ۔؟" عمران نے گڑبڑا کر فیاض سے پوچھا۔

"تمہاری ملازمت لگ گئی ہے"

"کک کیسی ملازمت ۔؟"

"تم بیرہ گیری تک کرنے پر آمادہ تھے نا ۔؟ حالانکہ اس سے صرف چار سو روپے ماہوار ملتے ۔ میڈم تمہیں ہزار روپے یومیہ دیں گی ۔"

"ارے یار تو تم کیوں نہیں کر لیتے ؟"

"اگر میں سیکرٹ کا ملازم نہ ہوتا تو یہ سنہری موقع ہاتھ سے نہ کھوتا ۔ میڈم اگر دو تین مہینہ رہ گئی تو مالا مال ہو جاؤ گے ۔"

میڈم نے پھر ٹوکا "کیا کہہ رہا ہے ۔؟"

"کہتا ہے ۔ کام کیا کرنا ہوگا ۔؟"

"اوہو ۔ کچھ نہیں ۔" میڈم ہنس کر بولی ۔ "علیش ہمارے ساتھ رہو گے ۔ اور تنخواہ لو گے ۔ ضرورت پڑنے پر ہی کام کرنا پڑے گا ۔"

"سس ۔ ساتھ رہنے کا مطلب ؟" عمران گھبرا کر بولا ۔

"باڈی گارڈ ۔ فیاض نے بتایا ۔"

"ارے باپ رے"

"کیوں ۔؟"

"اے ۔ اتنی پہاڑ جیسی باڈی کا گارڈ ۔ یہ کلہاڑا ۔۔۔ یار تمہیں کہیں گھاس تو نہیں کھا گئی ۔؟"

"بکو مت ۔۔۔ یہ سرکاری کام ہے ۔ فیاض نے اردو میں ہی کہا ۔"

"سس ۔ سرکاری کام ۔؟" عمران نے حیرت سے کہا ۔

"ہاں ۔۔۔ ورنہ میں تمہیں یہاں کیوں نظر آتا ۔۔؟"

"تو سرکاری کام کے لئے سرکاری بکرا کیوں نہیں ذبح کیا جا رہا ؟ میری تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی ہے ۔"

"تمہارا دم کیوں نکلا جا رہا ہے ۔؟" فیاض نے غصیلے لہجے میں پوچھا ۔

"کیا بولتا ہے ؟" میڈم نے باری باری دونوں کی صورتیں دیکھیں اور پوچھا ۔

فیاض کے بجائے عمران نے جلدی سے کہا ۔ یہ آدمی اپنا کمیشن طے کر رہا ہے ۔

"کمیشن ۔؟"

"یس میڈم ۔ کہتا ہے کہ ہزار روپیہ روزانہ کی نوکری دلوائی ہے تمہیں پچاس فیصد میرا ہوگا ۔"

فیاض بری طرح بوکھلا گیا تھا ۔ میڈم نے فیاض کو گھور کر کہا ۔ یہ کیا سپرنٹنڈنٹ فیاض

جی ہاں ۔۔۔ عمران جلدی سے بول پڑا ۔ اب دیکھئے نا میں ایک غریب آدمی ہوں جانے کس طرح بال بچوں کا پیٹ پالتا ہوں ۔ اگر پچاس فیصدی اسے دیدوں گا تو مجھے کیا بچے گا ۔"

"ارے تمہیں خدا غارت کرے ۔ فیاض کلکلایا ۔"

"اب دیکھئے ۔ عمران میڈم سے بولا" مجھے کوس رہا ہے ۔ اگر میں مر گیا تو تیرے ماں باپ ار۔۔۔ رمیرا مطلب ہے میرے بال بچے اور یار دوست یتیم نہیں ہو جائینگے ۔

فیاض کے ہونٹ ہلتے رہ گئے ۔ میڈم نے فیاض کو گھور کر دیکھا اور بولی تم بہت خراب آدمی ہے ۔ ہمارے باڈی گارڈ سے رشوت طلب کرتے ہو ۔؟"

"جی ہاں ۔ میڈم دیکھ لیجئے"

عمران شاید پوری طرح فیاض کو گھسنے پر آمادہ ہو گیا تھا کیونکہ اس نے اسے ایسی ہی جگہ لا پھنسایا تھا کہ انتقام کا ایک ہی طریقہ تھا ۔ فیاض بوکھلاہٹ میں کچھ نہ بول سکا ۔ میڈم نے فیاض سے غصیلے لہجے میں کہا ۔ ہم تمہیں اس گستاخی کی سزا ضرور

دینگے۔ تم ہم سے واقف نہیں ہو۔ ہم اپنے ملک کی کتنی اہم شخصیت ہیں ہمارے ایک اشارے پر تمہارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگ سکتی ہیں۔

"ارے باپ رے۔" عمران بھی اس بار بوکھلا کر بولا۔ "نہیں میڈم ایسا مت کیجئے۔ ورنہ یہ یتیم ہو کر رہ جائے گا۔"

"کیا مطلب۔؟"

"میرے والدین کی موت کے بعد اس آدمی نے مجھے پرورش کیا تھا۔" عمران نے بے ساختہ جھوٹ بولا۔

"بکو مت۔ ہم اسے سزا ضرور دیں گے۔" غصہ میں میڈم کا چہرا اور زیادہ ڈراؤنا ہو گیا تھا۔ اس نے فیاض سے کہا۔ "ادھر آؤ ہمارے قریب۔" فیاض کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ میڈم نے اچانک اپنے بھاری بھرکم گریبان سے ایک ننھا سا پستول نکال کر فیاض پر تان لیا اور بولی۔ "ہمارے قریب آؤ۔ ورنہ ہم تمہیں گولی مار دیں گے ایک..... دو..... تین کی گنتی پہنچنے سے پہلے ہی فیاض میڈم کے قریب پہنچ گیا۔ عمران سناٹے میں رہ گیا تھا وہ یہ خواب میں بھی نہ سوچ سکتا تھا کہ بات یہاں تک پہنچ جائے گی میڈم نے خونخوار نظروں سے گھور کر فیاض سے کہا۔ "چلو تمہاری سزا یہ ہے کہ ہمیں کس کرو۔"

"کک۔ کس۔؟" فیاض کا جیسے دم ہی نکل گیا ہو۔

"جلدی کرو۔" میڈم نے خونخوار لہجے میں کہا۔ "ورنہ ہم گولی چلاتے ہیں۔ ایک... دو...

فیاض نے جلدی سے جھک کر میڈم کے آٹھ انچ سے کچھ ہی کم چوڑے دہانہ پر اپنا چھوٹا سا دہانہ لگا دیا اور میڈم نے فیاض کی گردن میں ہاتھ ڈال کر زور سے چپٹا لیا فیاض کسی کبوتر کے بچہ کی طرح پھڑ پھڑا رہا تھا اور عمران۔! وہ تو اس طرح گم ہوا تھا جیسے اسے سردی لگ کر بخار آ گیا ہو۔

بڑی مشکل سے میڈم نے فیاض کو چھوڑا اور فیاض لڑکھڑا کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ میڈم نے قہقہہ لگایا اور بولی۔ "یہ ہمارا انعام ہے تمہارے لئے ہم جس سے بہت زیادہ خوش ہوتے ہیں۔ اسے ایک کس ضرور دیتے ہیں۔ تم نے ہمارے لئے اتنے اچھے باڈی گارڈ کا انتظام کیا ہے۔ یہ اسی کا انعام ہے۔ تمہیں فخر کرنا چاہئے کہ تمہیں بیوٹی کوئن کا بوسہ ملا ہے۔"

"نج..... جی ہاں۔ جی ہاں..." فیاض ہانپتا ہوا بولا۔ پھر عمران سے بولا "عمران کے بچے۔ میں تجھے جان سے مارے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔"

"میڈم....." عمران نے کہنا چاہا۔

"ارے ارے مم۔ میں۔ میں۔ فیاض بوکھلاہٹ میں ناچ گیا۔

"کیا کہتا ہے۔؟" میڈم نے پوچھا۔

"میرا دوست کہتا ہے۔" عمران نے کہا۔ "اب اسے آرام کی ضرورت ہے زندگی میں پہلی بار اسے کسی نامحرم عورت نے چھوا ہے اس لئے اسے شرم سے بخار آ گیا ہے۔"

"خوب۔ خوب تمہارے دوست کو آرام کرنے کی اجازت ہے۔"

فیاض نے گھبرا کر سلام کیا اور اتنی تیزی سے وہ دروازے سے باہر گیا جیسے تیر کمان سے چھوٹ کر جاتا ہے۔ اس کے جانے کے بعد عمران نے بڑی بے بسی سے میڈم کی طرف دیکھا۔ میڈم نے عمران سے کہا۔ "دروازہ بند کر دو۔" اس نے جھپٹ کر دروازے کے دونوں پٹ بالکل کھول دیئے۔ میڈم نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "ارے ہم نے تم سے دروازہ بند کرنے کو کہا تھا۔"

"سس۔ سوری میڈم۔ میں بہت خوش ہوں تاہم میں بہت خوش ہوتا ہوں تو اسی طرح بوکھلا جاتا ہوں۔" "تو پھر بند کرو نا یہ۔" میڈم نے کہا۔ اور عمران نے جلدی سے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا۔ چٹخنی بھی چڑھا دی اس کا اوپر کا سانس اوپر رہ گیا تھا نیچے کا نیچے۔ اسے ڈر تھا کہ

کہیں میڈم اس پر "انعام کے پہاڑ" کی بارش نہ کر دے...

.....

میڈم عمران کو غور سے دیکھتی رہی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ اس کا نفسیاتی جائزہ لے رہی ہو۔ اور عمران ۔!! اس کے چہرے پر تو حماقتوں کی بارش ہو رہی تھی۔ میڈم نے چند لمحے بعد کہا۔

"ٹھیک ہے سب ٹھیک ہے"

"جی ہاں؟ بالکل ٹھیک ہے" عمران جلدی سے بولا۔

"کیا سمجھے تم۔؟"

"کچھ نہیں میڈم۔"

"پھر تم نے ہماری ہاں میں ہاں کیوں ملائی؟"

"اس لئے کہ ہمارے ملک کا رواج یہی ہے۔ مالک کی چمچہ گیری نہ کرنے والے ملازمین دھکے مار کر نکال دیئے جاتے ہیں۔"

"خوب ہمارا مطلب یہ تھا کہ ہمیں فیاض کے انتخاب پر اطمینان ہے۔"

"ہائیں۔ ان کا انتخاب کب ہوا تھا۔؟"

"بادی گارڈ۔"

"یس میڈم" عمران ایک دم اٹینشن ہو گیا۔

"کیا تم سچ مچ اتنے ہی احمق ہو جتنے نظر آتے ہو؟"

"دیکھئے میڈم... میں نے آپ کے ہاتھوں حماقتیں بخی ہیں اپنی تاقتیں نہیں بخی" عمران برا مان کر بولا۔

"حماقتیں بخی ہیں۔؟"

"شاید ہاتھ بٹانا محاورہ ہے۔ میں غصہ میں محاورہ صحیح نہیں ادا کر پاتا۔ لہٰذا کوشش کیجئے کہ مجھے کبھی غصہ نہیں آئے میرے پچھلے مالک نے ایک بار مجھے غصہ دلایا تھا۔ اس وقت میں مالک کا مکان ڈیکوریٹ کر رہا تھا۔ جانتی ہیں کیا ہوا۔؟" سارا فرنیچر غصہ میں اٹھا کر گیا۔"

"تم سچ مچ دلچسپ آدمی ہو۔" میڈم پھر مسکرائی۔

"ارے باپ رے" عمران پیٹ پکڑ کر گر پڑا۔

"کیا ہوا۔؟" میڈم نے حیرت سے پوچھا۔

"میں کسی خوبصورت عورت کو مسکراتے دیکھ کر درد دل میں مبتلا ہو جاتا ہوں میڈم۔"

میڈم ہنس پڑی اور بولی "ہمارے قریب آؤ۔"

"کک... کیا مطلب۔؟" عمران بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔

"شرمناک حد تک۔ ابھی ہم تم سے اتنے خوش نہیں ہیں کہ تمہیں فیاض کی طرح انعام سے بھی نواز دیں۔"

"شکر ہے خدا کا" اس نے اطمینان کا سانس لیا۔

"ذرا ہمیں اٹھاؤ۔"

"ارے باپ رے... کیا بادی گارڈ کے فرائض میں یہ بات بھی شامل ہے؟"

"جلدی کرو ڈیڑھ منٹ ہو چکا ہے۔"

"ہائیں۔ کیا ڈیڑھ بجے کے بعد آپ سے خود سے نہیں اٹھا جاتا۔؟"
"ہم کہتے ہیں جلدی کرو مس ژوالہ کے آنے سے پہلے ہم تمہیں کچھ کام کی باتیں بتانا چاہتے ہیں۔"
"یہ مم۔ مس ژوالہ۔؟"
"ہماری بیٹی ہے جلدی کرو..."
"عمران جلدی سے میڈم کے پاس پہنچ گیا... میڈم نے اپنا ستون جیسا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا اور عمران نے اسے پکڑ کر کھینچنا چاہا، اسے ایسا ہی محسوس ہوا جیسے سچ مچ کوئی پہاڑ اپنی جگہ جما ہوا ہو اور وہ اسے ہلا بھی سکے گا۔ جانے کس طرح میڈم جھٹکا لے کر کھڑی ہو گئی اور عمران وہ چاروں خانے چت گرا۔
"ارے ارے یہ کیا ہوا تمہیں باڈی گارڈ۔؟"
"کچھ نہیں میڈم۔" عمران دوسرے ہی لمحے اچھل کر کھڑا ہو گیا اور بولا ابھی یہ ہمارا پہلا تجربہ ہے نا۔ آئندہ آپ کو اٹھانے کی پریکٹس ہو جائے گی
"شاباش تم سچ مچ عقلمند ہو" پھر میڈم نے اندرونی کمرے کی طرف چلتے ہوئے کہا۔ "ہمارے ساتھ آؤ۔"
"عمران نے حیرت سے میڈم کو چلتے ہوئے دیکھا۔ بالکل ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے گوشت کا پہاڑ لڑھکتا ہوا چلا جا رہا ہو وہ خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ یہ عورت اتنی تیز چل بھی سکتی ہے اندرونی کمرے میں پہنچ کر میڈم نے عمران کی طرف رخ کیا۔ اور عمران کھٹاک سے اپنی جگہ جم کر اٹینشن ہو گیا۔ میڈم نے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "دروازہ بند کر دو۔"
عمران نے جھپٹ کر دروازہ بند کر کے چٹخنی بھی چڑھا دی پھر وہ میڈم کی طرف مڑ کر کھڑا ہو گیا۔ میڈم نے عمران سے کہا۔

"جانتے ہو ہم کون ہیں۔؟"
"مم۔ میڈم جوالا۔"
"میڈم ژوالا۔ میڈم نے کہا۔"
"یس میڈم۔"
"اور تم اب ہمارے ملازم ہو۔"
"یس میڈم۔"
"اور ہم نے سنا ہے کہ تم لوگ اپنی وفاداری اور نمک حلالی کیلئے ساری دنیا میں نہ صرف مشہور ہو بلکہ عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہو۔"
"یس میڈم۔"
"ہم جاننا چاہتے ہیں کہ ہم تم پر کس قدر اعتماد کر سکتے ہیں۔" عمران نے غور سے میڈم کی طرف دیکھا اور چہرے کا جائزہ لیا۔ میڈم کی آنکھوں کی تہہ میں ایک سنجیدگی کی جھلک رہی تھی۔ عمران نے اطمینان سے کہا۔ "آپ امتحان لے لیجئے اندازہ ہو جائے گا کہ آپ مجھ پر کس حد تک اعتماد کر سکتی ہیں۔"
"امتحان ہی لیں گے تمہارا۔" میڈم کہا۔ "ہم یہاں کس لئے آئے ہیں۔ شاید تمہیں فیاض نے یہ بھی بتا دیا ہو۔؟"
"جی نہیں۔"
"تو سنو۔ تمہارے شہر میں پرسوں ایک باکسنگ کا مقابلہ ہونے والا ہے نا۔؟"
"عمران کے کان کھڑے ہو گئے اور وہ سر ہلا کر بولا۔ "جی ہاں مجھے معلوم ہے۔"
"تمہارے ملک کے پہلوان نے جس باکسر کو چیلنج کیا ہے جانتے ہو وہ کون ہے؟"
"جی ہاں۔ آپ ہی کی طرف کے برا عظم کا کوئی چیمپین ہے۔"
"ہمارے ہی ملک کا چیمپین ہے۔"
"خوب۔ وہ خوش ہو کر بولا۔

"اور وہ ہمارا بیٹا بھی ہے"

"نہیں۔!!" اس بار عمران خوش ہو کر اچھل پڑا۔ اس نے اتنی شدت سے اظہار مسرت کیا تھا کہ میڈم کی باچھیں کانوں تک کھلتی چلی گئیں پھر وہ بولی۔ کل ہمارا بیٹا بھی آجائیگا صبح کے پلین سے"

"اوہو۔ مگر وہ تو پرسوں آنے والے تھے"

"ہاں۔ سرکاری اطلاع کے مطابق وہ پرسوں ہی آنے والا ہے۔ مگر کل صبح ہی آجائے گا"

"اوہو۔ اس رازداری کی کوئی خاص وجہ۔؟"

"بہت خاص وجہ ہے....."

"وہ کیا۔!"

"میرے بیٹے کی زندگی خطرہ میں ہے"

"ہائیں۔ کیا مطلب۔؟"

"تفصیل طلب بات ہے۔ بس یہ سمجھ لو کہ میرا بیٹا ایک شیر کی طرح للکارتا ہوا چھاتا چلا جا رہا ہے۔ دوسرے باکسر اس خوف میں رہتے ہیں کہ میرا بیٹا سب کی چیمپئن شپ چھین لے گا اس لئے اس کے دشمن پیدا ہو گئے ہیں"

"قدرتی بات ہے۔ عمران سر ہلا کر بولا۔

"پچھلی بار جس ملک میں اس کا مقابلہ ہوا تھا۔ اس ملک میں باقاعدہ طور پر اسے ختم کرنے کی سازش تیار کی گئی تھی"

"نہیں۔!!"

"اس سازش میں وہاں کی حکومت بھی شامل تھی۔ مگر میرے بیٹے کی زندگی تھی اس لئے خدا نے اسے بچا لیا"

"شکر ہے خدا کا"

"اسی لئے جب اس نے تمہارے ملک کے ایک باکسر کا چیلنج قبول کیا تو میرے ملک کی حکومت کو فکر ہوئی کہ میرے بیٹے کو یہاں پر نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کی جائے۔

"ناممکن... عمران منتھنے چلا کر بولا "میرا ملک بے ایمانوں کا ملک نہیں ہے ایمانداری کے سلسلے میں بھی ہمارے ملک کی روایات رہی ہیں"

"اور ہم ان روایات سے واقف ہیں ہم جانتے ہیں کہ تمہارے ملک میں یہاں کے لوگوں سے میرے بیٹے کی جان کو کوئی خطرہ نہیں ہے ویسے بھی میرا ملک تمہارے ملک کا بہترین دوست ہے اور ہم دونوں ایک دوسرے کو عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

"پھر۔؟" عمران کے نتھنے بدستور پھیلے ہوئے تھے۔

"دراصل جس بلاک کے ملک میرے بیٹے کی چیمپئن شپ کے دشمن ہیں ان ممالک کا بھی تمہارے ملک سے گہرا دوستانہ ہے"

"ہونا ہی چاہیئے۔ ہم لوگ غیر جانب دار ہیں سب سے دوستی رکھتے ہیں۔ اور دشمنوں تک سے ہم دوستی کے خواہاں رہتے ہیں"

"تمہاری یہی سادگی اکثر تمہارے مفادات کو نقصان پہنچاتی ہے تمہارے ملک میں آج بھی ان چالباز ملکوں کے ایجنٹ مختلف شکلوں میں موجود ہیں اور ہمیں ان ہی دشمنوں سے خطرہ ہے۔

"ہوں۔ پھر۔؟"

"میں نے یہاں پہنچتے ہی تمہارے ملک کے اعلیٰ آفیسران سے رابطہ قائم کر کے انہیں پوزیشن سے آگاہ کر دیا تھا اور اسی سلسلہ میں سی۔ آئی۔ ای والوں نے فیاض کو ہماری نگہداشت کے لئے مقرر کیا ہے"

"تو کیا فیاض اپنے فلیٹ پر بیٹھ کر تم لوگوں کی نگرانی کرتا ہے؟"

"نہیں۔ فی الحال مجھے اس کی نگرانی کی خاص ضرورت نہیں محسوس ہوئی تھی

اس لئے میں نے ہی اسے چھٹی دے رکھی تھی ۔"

"آپ یہاں کب سے مقیم ہیں ۔؟"

"لگ بھگ ایک ہفتہ سے ۔"

"میری خدامات کی ضرورت کس سلسلے میں پیش آئی تھی ۔"

"فیاض ہی کی تجویز تھی اس کا خیال تھا کہ مجھے ایسے ایک آدمی کی قربت کی سخت ضرورت ہے جو میری مناسب حفاظت کر سکے اور اس سلسلے میں اس نے تمہارا ذکر کیا تھا ۔"

"مگر میں کن لوگوں سے آپ کی حفاظت کروں گا ۔؟"

"جو لوگ میرے بیٹے کو ختم کرنے کی سازش کر رہے ہیں ۔"

"کیا مطلب ۔؟ آپ تو کہہ رہی تھیں کہ ایسی سازش کا امکان ہے اور اب اتنی حقیقت کے ساتھ یہ بات کیوں کہہ رہی ہیں ۔؟"

"کیا آپ کو کوئی ایسا آدمی نظر آیا ہے جس پر آپ کو سازش ہونے کا گمان ہوا ہو ۔؟"

"بے شک ۔"

"وہ کس طرح ۔؟"

"اس طرح ۔ کہ میں نے اپنے ملک سے اپنی روانگی تک ، انتہائی راز میں رکھی تھی اور یہاں آ کر بھی راز میں ہی رہی تھی مگر یہاں پہنچتے ہی میں نے محسوس کیا تھا کہ ایک سفید فام آدمی نہ صرف میری نگرانی کر رہا ہے بلکہ میرے معروفیات کی رپورٹیں بھی تیار کر رہا ہے ۔"

"کون تھا وہ سفید فام آدمی ۔؟"

"میں اسے نہیں جانتی تھی ... بس وہ سفید فام تھا ۔"

"آپ نے اس امر کا شبہ کب محسوس کیا تھا ؟"

"ویسے تو میں نے محسوس کیا تھا کہ ایئرپورٹ سے ہی میری نگرانی کر رہا ہے"

"ایئرپورٹ سے یعنی اسے آپ کی آمد کی اطلاع ہو چکی تھی ؟"

"اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے ۔"

"اس کا مطلب ہے ۔ اسے آپ کے ملک سے ہی اس نوعیت کی اطلاع ملی ہوگی ۔"

"ظاہر ہے ۔"

"پھر ۔؟"

"پھر میں نے کئی بار اسے اپنے پیچھے لگتے دیکھا ۔ اپنے کمرے سے اردگرد چکراتے دیکھا ۔ اور اس طرح اس کا چہرہ میری نظروں میں پھر گیا ۔"

"پھر ۔؟ گذشتہ شب جب میں اور میری بیٹی نینی ٹرو الاؤنز لے کر لوٹے تو نینی ریکریشن ہال میں ہی ٹھہر گئی میں اپنے کمرے میں آ گئی کمرہ کھولا تو میں نے محسوس کیا کہ میرے علاوہ بھی کوئی کمرے میں موجود ہے ؟"

"پھر ۔؟"

"پھر میں نے اپنے سامان کی حالت کچھ ایسی پائی جیسے اس کی جلدی جلدی تلاشی لی گئی ہو لہٰذا میں نے کمرہ اندر سے مقفل کر لیا اور پورے روم کی تلاشی لے ڈالی اور مجھے وہ سفید فام غیر ملکی کمرے میں مل ہی گیا ۔"

"اس کپڑوں کی الماری میں ۔" میڈم نے کپڑوں کی الماری جو قد آدم تھی اس کی طرف اشارہ کیا ۔ عمران نے پوچھا ۔ "آپ نے اس آدمی کے ساتھ کیا سلوک کیا ؟"

"سلوک ۔ آؤ ۔ دیکھو ۔"

"میڈم نے بڑھ کر کپڑوں کی الماری کھولی اور ... عمران اچھل پڑا ۔ کپڑوں کی الماری میں ایک سفید فام غیر ملکی کھڑا ہوا تھا ۔ اس نے غور سے دیکھا تو سناٹے میں رہ گیا ۔ سفید فام غیر ملکی کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں ۔ ان کی روشنی مٹ چکی تھی اور چہرہ پیلا ہو رہا تھا ۔ یعنی وہ ایک لاش تھی ۔ عمران نے میڈم کی طرف

دیکھا اور ٹھوکر نگل کر خوفزدہ لہجہ میں بولا۔
"آ آپ نے اسے مار ڈالا۔؟"
"اور کیا زندہ چھوڑ دیتی؟"
"م۔ مگر۔ م۔ مارا کس طرح؟"
"گلا گھونٹ کر۔" میڈم نے اس طرح ہاتھوں کو جنبش دی جیسے کسی دشمن کا گلا گھونٹ رہی ہو۔ اور اس کی آنکھوں سے جھانکتی ہوئی درندگی سے عمران کو ایسا محسوس ہوا جیسے میڈم اس کا ہی گلا گھونٹ رہی ہو اور اس نے ہڑبڑا کر اپنی گردن پکڑ لی۔ میڈم نے ہنس کر کہا۔ "میں اپنے دشمنوں کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرتی۔"
"لل... لیکن، یہ آپ کے بس میں کیسے آگیا۔؟ یہ تو خاصہ تگڑا نظر آتا ہے۔"
"میڈم ژوالا سے تگڑا تو نہیں ہے۔"
"ب۔ بے شک۔ بے شک۔" عمران جلدی سے بولا۔
"بس۔ اس نے بھاگنے کی کوشش کی تھی۔ مگر میں نے الماری میں سے بھی نہیں نکلنے دیا۔ پکڑ کر گلا دبا دیا۔ آواز تک نہ نکال سکا۔"
"فیاض کو اس حادثہ کا علم ہے؟"
"نہیں۔ وہ مجھے فطرتاً بیوقوف اور خودغرض معلوم ہوتا ہے۔"
"وہ کیسے۔؟"
"بس معلوم ہوتا ہے۔ میں اس کی وجہ نہیں بتا سکتی.... اس پر اعتماد کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن تمہیں دیکھ کر تم پر اعتماد کرنے کو جی چاہنے لگا تھا۔ اس لئے میں نے یہ راز تمہیں بتا دیا۔"
"لل... لیکن۔ اب اس لاش کا کیا ہوگا۔؟"
"خوب۔ تم ہزار روپے یومیہ کا پے کے لئے لو گے؟"

"یعنی۔؟"
"یہ لاش تمہیں ٹھکانے لگانی ہے۔"
"ارے باپ رے۔" وہ گڑبڑا گیا۔
"لاش ٹھکانے لگانے کا معاوضہ تمہیں علیحدہ سے ملے گا۔"
"کتنا۔؟"
"پانچ ہزار روپے۔"
"ب۔ باپ رے۔"
"کیوں۔ کیا ہوا؟"
"کک... کچھ نہیں۔ مگر یہ کام تو رات میں ہی مناسب رہے گا۔"
"ہاں رات میں ہی مناسب رہے گا۔ مگر ایک بجے سے پہلے پہلے۔"
"وہ کیوں؟"
"اس لئے کہ ایک بجے تک نینی کمرے میں آجاتی ہے۔"
"یعنی نینی کو بھی اس لاش کا علم نہیں ہے۔؟"
"نہیں۔ وہ بہت نازک خیال اور کمزور دل لڑکی ہے اگر اسے لاش کا پتہ چل جاتا تو وہ میرے روکے سے نہ رکتی اور چیختی چلاتی ہوئی باہر بھاگ جاتی یا بیہوش ہو کر گر جاتی اور ہوش میں آنے پر بھی اس کے ذہن پر لاش ہی سوار رہتی۔"
"اور یہ لاش الماری میں اسی طرح کھڑی رہی؟"
"ظاہر ہے اور کوئی طریقہ ہی نہیں تھا۔"
"اگر رات میں نینی ہی الماری کھول لیتی تو۔؟"
"ناممکن۔ میں نے الماری مقفل کر دی تھی۔ نینی کی الماری دوسرے بیڈروم میں ہے اس لئے اسے اس الماری کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔"
"لیکن میڈم۔ یہ تو قتل کا کیس ہے۔ آپ نے اس ملک کی زمین پر قتل کیا ہے۔"

اس کے لئے آپ کو سزا بھی ہو سکتی ہے۔"

"اتنا قانون تو میں بھی جانتی ہوں۔ میں نے آخر لاش چھپانی ہی کاہے کے لئے ہے! اور تمہیں پانچ ہزار روپے کیوں دے رہی ہوں۔؟"

"فرض کیجئے میں ہی پولیس کو خبر کر دوں۔؟"

"تم ایسا نہیں کرو گے۔"

"کیوں؟"

"کیوں کہ اب تم میرے ملازم ہو چکے ہو۔ اور مسلمان کی حیثیت سے تم اپنے ملک کی روایات کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔ یعنی نمک حرامی نہیں کرو گے۔"

عمران نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بولا۔ "لیکن یہ لاش پہلی اور آخری ہوگی یا اور بھی لاشیں مجھے ڈھونی پڑیں گی۔؟"

"یہ تو وقت ہی بتائے گا۔ مگر تمہیں اس کام کا معاوضہ تگڑا ملا کرے گا۔"

عمران سوچ میں ڈوبا کھڑا رہا۔ میڈم نے الماری بند کی اور بولی۔ "کیا سوچنے لگے تم۔ آپ نے لاش کی جیبوں کی تلاشی تو لی ہوگی؟"

"لی تھی۔ کوئی ایسی شے برآمد ہوئی جس سے مقتول کی شخصیت پر روشنی پڑ سکے عمران نے پوچھا۔؟"

"نہیں صرف ایک پرس برآمد ہوا تھا جس میں ہزار روپے کے لگ بھگ تمہارے ملک کی کرنسی تھی اور کچھ کاغذات جن پر کسی نہ سمجھ میں آنیوالی اشارتی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا۔"

"اور کچھ نہیں نکلا۔؟"

"نہیں۔"

"وہ سب چیزیں کہاں ہیں؟"

"میرے پاس محفوظ ہیں۔"

"آپ نے مقتول کو ہوٹل میں بھی دیکھا تھا؟"

"میں نے کہا نا۔ وہ میرے کمرے کے سامنے کئی بار چکر لگاتا ہوا نظر آیا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے اس ہوٹل میں مقیم ہوگا۔"

"ممکن ہے۔ مگر میرے خیال میں وہ اس ہوٹل میں مقیم نہیں تھا۔ کیونکہ میں نے اسے ایک بار بھی ڈرائینگ روم میں نہیں دیکھا تھا۔"

"ممکن ہے اپنے کمرے ہی میں کھانا منگواتا ہو۔؟"

"ہو سکتا ہے۔"

"اور یہ بھی ہو سکتا ہے یہ صرف یہاں کا ممبر ہی ہو۔ کیونکہ ہوٹل کے قواعد کے مطابق کوئی بھی غیر ممبر اس ہوٹل میں داخل نہیں ہو سکتا۔"

"ہاں مجھے معلوم ہے۔"

"اس طرح اس ہوٹل سے ہی اس کی شخصیت کے بارے میں علم ہو سکتا تھا۔"

"مگر میں کس طرح معلوم کرتی۔؟"

"میں تو معلوم کر سکتا ہوں۔"

"وہ کیسے"

"یہ آپ میرے اوپر چھوڑ دیجئے۔"

"تعجب ہے یہ تم کس طرح معلوم کر لو گے۔؟"

"میڈم۔ میں نے پرائیویٹ سراغ رسانی کی ہے۔"

"اچھا۔" میڈم نے حیرت سے کہا۔

"کیا آپ وہ کاغذات اور پرس مجھے دے سکیں گی۔؟"

"اس سے کیا ہوگا۔؟"

"اس کی شخصیت کا پتہ لگانا میرے لئے آسان ہو جائیگا۔"

"میں تمہیں صرف پرس دے سکتی ہوں کاغذات نہیں۔" کاغذات میں واپسی

پر اپنے ملک کے محکمہ سراغرسانی کے سپرد کروں گی تاکہ پتہ چل سکے کہ اس پر کس زبان میں کیا لکھا ہے۔"

"ٹھیک ہے آپ پیس بھا دیجئے۔"

"میڈم نے ایک میز کی دراز کھول کر اس میں سے ایک زنانہ وینٹی بیگ نکالا اور اس میں سے ایک پرس نکال کر عمران کو دیدیا۔ عمران نے کہا۔ وہ کاغذات میں دیکھ سکتا ہوں؟"

"ہاں دیکھ سکتے ہو۔ میڈم نے کاغذات نکال کر عمران کو دیئے ان پر واقعی ایسی لکیریں کھنچی ہوئی تھیں جیسے شارٹ ہینڈ میں کچھ لکھا گیا ہو مگر وہ شارٹ ہینڈ بھی نہیں تھی۔ میڈم نے کہا۔ بیکار ہے کچھ سمجھ میں نہیں آئے گا۔"

"آپ ٹھیک کہتی ہیں۔ عمران نے کاغذات میڈم کو دیئے اور بولا۔ اچھا اب مجھے اجازت دیجئے۔"

"کہاں جاؤ گے۔؟"

"میں چند گھنٹوں میں اس کی شخصیت کا پتہ لگالوں گا اور آپ کو رپورٹ دوں گا۔"

"اوہ سچ مچ؟"

"آپ اپنے تمام حلال پر بھروسہ رکھئے۔"

"اوہو، مسٹر عمران یہ تمہارا ایک بہت بڑا احسان ہوگا میرے ملک پر۔"

"حق نمک ادا کروں گا۔ احسان نہیں کروں گا۔"

"پھر تمہاری واپسی کب ہوگی؟"

"میں کسی وقت بھی آپ سے زیادہ دور نہیں رہوں گا۔"

"اور یہ لاش۔؟"

"یہ آج رات کو ٹھکانے لگا دی جائے گی اطمینان رکھیں۔ پھر وہ میڈم کو حیران چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ اس کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اور پیشانی پر فکرمندی کی لکیریں نمایاں تھیں۔

کاؤنٹر کلرک نے چونک کر عمران کی طرف دیکھا اور عمران کے چہرے پر ازلی حماقت طاری ہوگئی کاؤنٹر کلرک عمران کو اپنے مخصوص دوستانہ انداز میں گفتگو کرتے دیکھ چکا تھا لہٰذا بڑی لجاجت سے بولا۔

"فرمایئے جناب۔؟"

"وہ میرے دوست۔؟"

"اور سپرنٹنڈنٹ صاحب۔ وہ ریکریشن ہال میں ہیں۔ مس نینی ژوالہ کے ساتھ۔"

"کوئی بات نہیں عمران نے اطمینان سے کہا۔ میں یہیں کھڑے ہو کر انتظار کرلوں گا۔"

"آپ اطمینان سے ادھر تشریف رکھئے جناب!"

"نہیں شکریہ۔"

"آپ کے لئے کافی منگواؤں۔ کاؤنٹر کلرک نے ہاتھ ملتے ہوئے پوچھا۔"

"نہیں ہاں ابھی ابھی کوکا کولا پی کر آیا ہوں۔"

"کوکا کولا۔؟ کاؤنٹر کلرک نے حیرت سے پوچھا۔ اس ٹھنڈے میں؟"

"تب ہی تو ہمارے سردی کے پیشاب خطا ہو رہا ہے یار تم نے پھر یاد دلا دیا۔ بڑی مشکل سے تو میں نے ذہن سے خیال نکالا تھا۔ عمران اس طرح تھرتھر کانپنے لگا جیسے سچ مچ بہت زور کی سردی لگ رہی ہو کاؤنٹر کلرک نے جلدی سے ایک بیرے کو پکارا جلدی سے ایک کپ گرم کافی لے کر آؤ۔"

عمران نے جیب میں سے ہاتھ نکالتے ہوئے کہا۔ شکر ہے وہاں تکلف میں کوئی پڑ گیا تھا۔ اور یہاں تکلف میں کافی کو انکار کر رہا تھا۔ یار آدمی بھی کیا چیز ہے۔؟ اگر تکلف کی چادر اتار پھینکے تو اسے کتنی سہولیات میسر ہو جائیں۔"

"بے شک جناب!"

"ارے ہاں میں تو بھول ہی گیا تھا۔" عمران چونک کر بولا۔ پھر اس نے جیب میں سے بٹوہ نکال کر کاؤنٹر پر ڈالتے ہوئے کہا۔ "یہ شاید ہوٹل کے کسی گاہک کا ہے..."

"گاہک کا۔؟"

"ہاں مجھے میڈم ژوالہ کی طرف جاتے ہوئے راہداری میں پڑا ملا تھا تم تو پہچانتے ہوگے کس کا ہو سکتا ہے؟ عموماً گاہک پرس تو نکالتے ہونگے تمہارے سامنے؟"

"جی ہاں۔ مگر یہ بٹوہ میں نے کسی کے پاس نہیں دیکھا۔"

"خیر ہوٹل میں ملا ہے اس لئے کسی گاہک کا ہی ہوگا۔ کاؤنٹر پر ہی پڑا رہنے دو۔ جس کا ہوگا خود ہی لے جائے گا۔ یا اس کا کوئی شناسا پہچان کر تمہیں بتا دے گا۔"

"جی ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔"

چند لمحے بعد بہرہ کافی لیکر آگیا اور عمران نے جلدی سے کافی لے کر ایک گھونٹ بھر لیا۔ بٹوہ کاؤنٹر پر ہی پڑا تھا۔ بہرہ نے ایک نظر اس پر ڈالی اور پھر چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ عمران نے غور سے بہرہ کو دیکھا اور پھر بولا۔ "تم پہچانتے ہو یہ کس کا بٹوہ ہے؟"

"ارے ہاں۔" کاؤنٹر کلرک نے بہرہ سے کہا۔ "تم تو شاید پہچان لو۔"

"یہ آیا کہاں سے۔؟" بیرے نے پوچھا۔؟"

"راہداری میں پڑا ملا ہے شاید کسی کی جیب سے گر گیا ہوگا۔"

"میرا خیال۔" یہ ان گورے صاحب کا بٹوہ ہے۔ بہرہ سوچ کر بولا۔

"کن کا۔؟" عمران نے چونک پوچھا۔

"وہ شاید۔ نمبر تیرہ کی میز پر جو بیٹھتے ہیں۔"

"کیا نام ہے ان کا؟"

"نام تو مجھے معلوم نہیں۔"

"اسی ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔؟"

"نہیں۔ وہ اس ہوٹل کے کسی کمرے میں تو ٹھہرے نہیں ہیں۔"

"تب پھر تفریحی ممبر تو ہوں گے؟"

"جی ہاں تفریحی ممبر ہو سکتے ہیں۔"

"ویسے ہی ہیں یا غیر ملکی ہیں۔؟"

"غیر ملکی ہی ہیں۔"

"تمہیں اچھی طرح یاد ہے یہ بٹوہ انہیں کا ہے۔؟"

"صاحب۔ میرا خیال ہے کہ میں نے انہیں یہ بٹوہ نکالتے دیکھا ہے دو چار بار انہوں نے مجھے ٹپ دی ہے اس وقت میرے سامنے ہی نکالا تھا۔"

"کیا وہ اکیلے ہی بیٹھتے ہیں تیرہ نمبر کی میز پر۔؟"

"نہیں ان کے ساتھ ایک صاحب اور ہوتے ہیں۔"

"وہ اسی ہوٹل کے گاہک ہیں۔"

"کہیں وہ ٹام تو نہیں ہے۔ عمران نے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"ٹام....؟"

"ہاں میرا ایک آسٹریلوی دوست ہے۔ سیاح ہے..."

"جناب کاؤنٹر کلرک نے کہا۔ اگر وہ تیرہ نمبر کی میز پر بیٹھتے ہیں تب ان کا ریزرویشن چارٹ میں نام بھی ہوگا۔"

"بیشک۔ بیشک۔ عمران جلدی سے بولا۔ ذرا دیکھنے کی تکلیف تو کرو۔"

"ابھی لیجئے جناب۔"

کاؤنٹر کلرک نے جلدی سے رجسٹر کھول کر ریزرویشن چارٹ دیکھا اور پھر تیرہ نمبر کے خانے پر انگلی رکھ کر بولا "یہ رہا تیرہ نمبر کا ریزرویشن۔"

"دیکھو کیا نام ہے؟"

"مسٹر لیکسن ..." کاؤنٹر کلرک بولا "قومیت، امریکن، مقصد سیاحی ... وہ یہاں اپنے کسی دیسی دوست کے مہمان ہیں اور انہیں کی کوٹھی پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔"

"دوست کا نام۔؟"

"رام سروپ واگلے ..."

"پتہ۔؟"

کاؤنٹر کلرک نے رام سروپ واگلے کا رہائشی پتہ بتایا اور عمران نے بیرہ سے پوچھا جو آدمی مسٹر لیکسن کے ساتھ بیٹھتا ہے کیا وہ دیسی ہی ہے؟"

"جی ہاں۔"

"تو اگر وہ واگلے ہے تو اسے ہوٹل میں رہائش کی کیا ضرورت تھی جبکہ یہاں اس کی کوٹھی بھی موجود ہے؟"

"یہ میں نہیں کہہ سکتا جناب۔؟ ممکن ہے وہ مسٹر واگلے نہ ہوں۔"

"تم اس گاہک کو صورت سے پہچانتے ہو گے؟"

"جی ہاں اچھی طرح۔"

"تب پھر تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ کس کمرے میں مقیم ہیں؟"

"صاحب۔ میں دراصل ریکریشن ہال میں ہی سرو کرتا ہوں اس لئے مجھے کمروں کے گاہکوں کے متعلق اتنی مفصل معلومات نہیں ہیں۔"

"اوہو خیر۔ عمران نے کہا۔ مگر تم سفید فام کو دیکھ کر تو پہچان سکتے ہو؟"

"جی ہاں۔ بہت اچھی طرح۔"

"شاید آج ہی ان کا یہ پرس گرا ہو۔"

"نہیں جناب۔ وہ آج تو ہوٹل میں نظر ہی نہیں آئے۔"

"تب رات کو گرا ہو گا۔"

"ہو سکتا ہے۔ مگر ان کو بھی وہ نہ ریکریشن ہال میں ملے اور نہ ڈائننگ ہال میں ہی نظر آئے۔"

"اس کا مطلب ہے۔ وہ کھانا بھی یہیں کھاتے ہیں؟"

"کبھی کبھی ہوٹل والے ساتھی کے ساتھ کھا لیتے ہیں۔"

"ہوں۔ عمران کے ماتھے پر فکرمندی کی لکیریں تھیں۔ اس نے کافی کے گھونٹ لئے اور پھر کاؤنٹر کلرک کی طرف دیکھا۔ کاؤنٹر کلرک کی آنکھوں میں حیرت تھی اس نے کہا "جناب کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"بہت خاص بات ہے۔ عمران نے آہستہ سے کہا۔"

"وہ کیا جناب؟"

"عمران نے بیرے کی طرف دیکھ کر کہا۔ ٹھیک ہے اب تم جا سکتے ہو۔ اور اگر ان دونوں میں سے کوئی نظر آ جائے تو کاؤنٹر پر آ کر صاحب کو اشارے سے بتا دینا۔"

"بہت اچھا صاحب۔" بیرہ چلا گیا۔ عمران نے کاؤنٹر کلرک سے کہا۔ تم جانتے ہو مینیجر میرا کتنا اچھا دوست ہے۔

"جی ہاں جناب۔"

"اور اس ہوٹل کی ریپوٹیشن بنائے رکھنے کی ذمہ داری بھی مینیجر کے اوپر ہی ہے۔"

"ظاہر ہے۔"

"اگر کسی گاہک کو یہاں کسی سے کسی قسم کی شکایت پیدا ہوتی ہے تو اس سے ہوٹل ہی کی ریپوٹیشن خراب ہوتی ہے اور اس کا الزام مینیجر پر ہی آتا ہے۔"

"ظاہر ہے جناب۔"

"یہ کچھ اسی قسم کا معاملہ ہے۔ تم شاید مجھے نہیں جانتے"

"کیا کہتے ہیں صاحب۔ کاؤنٹر کلرک مسکرایا

"تب تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ میں پرائیویٹ سراغرساں بھی ہوں۔

"اچھی طرح سپرنٹنڈنٹ فیاض کو آپ کے ساتھ دیکھ کر مجھے ذرا بھی حیرت نہیں ہوئی۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ سے پولیس والے جلتے بھی ہیں اور کام بھی لیتے رہتے ہیں"

"صحیح ہے۔ میں پرائیویٹ سراغرساں ہوں اس وقت میری یہاں موجودگی بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

"اوہ۔"

"لیکن میں یہ سب تمہیں اس لئے بتا رہا ہوں کہ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے اگر تمہاری زبان سے یہ بات کہیں نکل بھی گئی تو مینجر تمہیں نوکری سے نکال دے گا۔ میں تو خیر اس کا ملازم ہوں نہیں"

"صاحب آپ اطمینان رکھیئے میری زبان سے کہیں کچھ نہیں نکلے گا۔

"بس تو یہ سمجھ لو کہ میں تمہارے منیجر صاحب کے لئے یہاں پر پرائیویٹ سراغرسانی کر رہا ہوں اور تم میری مدد کرو گے تو تمہیں میری طرف سے اس کا معاوضہ بھی ملے گا"

"ارے صاحب۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔؟ کاؤنٹر کلرک ہاتھ ملتے ہوئے بولا" آپ کی مدد کرنا تو میں اپنے لئے فخر کی بات سمجھوں گا"

"شکریہ۔ دراصل میڈم ژوالا نے۔"

"میڈم ژوالہ۔"

"ہاں۔ میڈم ژوالہ نے ہی مینجر سے شکایت کی تھی کہ میڈم ژوالہ کی بیٹی مس نینی ژوالہ کے ساتھ کسی نے بہت بڑی گستاخی کی ہے"

"جی۔!" کاؤنٹر کلرک کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ہاں نینی ژوالا۔ اپنے ملک کی ایک عزت دار لڑکی ہے۔ دو تین روز سے کوئی اس کے پیچھے لگا ہوا تھا اور ابھی کل رات ہی جب میڈم ژوالا کسی کام سے باہر نکلی تھیں نینی ژوالا کمرے میں اکیلی تھی۔ کوئی کمرہ میں گھس گیا اور دھوکے سے بتی بجھا کر نینی پر مجرمانہ حملہ کر دیا۔"

"نہیں۔!"

"وہ تو اتفاق ہی تھا کہ اسی وقت میڈم آگئیں اور نینی کی آبرو بچ گئی اور حملہ آور بھاگنے میں کامیاب ہو گیا"۔

"اوہ۔"

"مگر بھاگتے بھاگتے۔ اس کا یہ پرس گر گیا تھا میڈم ژوالا نے بے عزتی کے ڈر سے شور نہیں مچایا مگر انہوں نے مینجر کو بلا کر شکایت کی مینجر نے اس آدمی کا حلیہ اور نام معلوم کرنا چاہا مگر کیوں کہ کمرے میں اندھیرا تھا اس لئے میڈم یا نینی اس کا حلیہ نہ دیکھ سکیں البتہ یہ پرس انہوں نے مینجر کے حوالے کر دیا ظاہر ہے کہ یہ بات مینجر کے لئے باعث شرم بھی ہے اور باعث تشویش بھی۔ بالفرض اگر حملہ آور اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہوتا تو اس ہوٹل کی ریپوٹیشن رہتی؟"

"صحیح ہے جناب۔؟"

"اس حرکت کی روک تھام کیلئے ضروری ہے کہ مجرم کو سزا ملنی چاہیئے"

"قطعی۔"

"اسی سلسلہ میں مینجر نے فیاض کے ذریعہ مجھے بلایا ہے اور مجھے اس پرس کے ذریعہ اس جرم کا پتہ لگا کر اسے پولیس کے حوالہ کرنا ہے"

"اوہ۔ یہ تو نیک کام بھی ہے اور قانونی بھی"

"قطعی ۔"

"اس سلسلے میں میں آپ کی جو بھی مدد کر سکتا ہوں حاضر ہوں"

"سب سے پہلی مدد یہ ہے کہ میرے کا یہ خیال صحیح ہے کہ یہ پرس مسٹر لیکسٹن کا ہی ہے تو لیکسٹن شاید اس وجہ سے کل رات سے ہوٹل میں نظر نہیں آیا ہے۔"

"ظاہر ہے ۔"

"اور اس کے ساتھی کے ذریعے لیکسٹن کا پتہ معلوم ہو سکتا ہے۔"

"مگر رام سروپ ۔ ایڈ"

"وہ بھی میں دیکھ لوں گا۔ مگر ضروری نہیں ہے کہ لیکسٹن اب رام سروپ کے یہاں ہی ٹھہرے ۔"

"یہ بھی خیال صحیح ہے ۔"

"لہٰذا پہلے اس آدمی کا پتہ چلنا ضروری ہے جو اس ہوٹل میں مقیم ہے اور لیکسٹن کا ساتھی ہے ۔"

"اور اس کا پتہ تیرے کے ذریعہ ہی لگ سکتا ہے ۔"

"بس جیسے ہی تیرا تمہیں اشارہ کرے تم اس گاہک کے متعلق تفصیلی معلومات مہیا کر کے میرے لئے محفوظ رکھو میں کسی وقت بھی تم سے طلب کر لوں گا۔"

"بہتر ہے !"

"اور تمہیں اس کا معقول معاوضہ بھی ملے گا ۔"

"نہیں جناب مجھے معاوضہ کی ضرورت نہیں ہے ۔"

"ٹھیک ہے تم کام شروع کرو بعد میں دیکھیں گے ۔"

"اگر مناسب سمجھیں تو یہ پرس ہمیں چھوڑ دیں ۔"

"ٹھیک ہے اسے کاؤنٹر پر ہی رہنے دو اس سے اچھی معلومات حاصل ہونے کے امکانات ہیں ۔"

"جی ہاں جناب ۔"

"اچھا اب میں چل رہا ہوں ۔"

"اور جناب وہ سپرنٹنڈنٹ صاحب ؟"

"وہ مجھے پوچھیں تو لاعلمی کا اظہار کر دینا۔ میں شاید جلدی واپس آؤں گا۔"

پھر عمران ہوٹل کے داخلی گیٹ کی طرف چل پڑا ۔

- - - - - - -

ایک پبلک کال بوتھ سے اس نے جولیا سے رابطہ قائم کیا۔

"یس ..... جولیا اسپیکنگ ۔"

"ایکس ٹو ۔"

"یس سر ۔"

"صفدر کو ہدایت کرو۔ جتنی جلدی ہو سکے ہوٹل گرل میں کسی بھی طرح اپنے لئے ایک روم کا انتظام کرے اور وہاں اسے عمران نظر آئے گا اس سے رابطہ قائم کرنے کی ضرورت صفدر کو صرف اس ہوٹل کی ایک افریقی گاہک میڈم ژوالہ اور اگلی بیٹی کی مصروفیات پر نظر رکھنی ہے ۔ میڈم ژوالہ کو پہچاننے میں کوئی دشواری نہ ہوگی کیونکہ اس سے زیادہ مول اور کالی کوئی دوسری عورت ہوٹل میں نہیں ہے اور کے سر ۔"

"دوسری بات ۔ تنویر کو ہدایت کرو۔ اس پتہ پر جا کر وہ رام سروپ نام کے شخص کے متعلق مفصل معلومات مہیا کرے ۔ عمران نے رام سروپ کا پتہ بتایا

اور بولا۔ بڑی ہوشیاری کی ضرورت ہے رام سروپ کو اس بات کا شبہ بھی نہیں ہونا چاہیئے کہ اس کے متعلق کسی قسم کی معلومات حاصل کی گئی ہیں۔"

"بہتر ہے جناب۔ اور حکم۔۔؟"

"بس۔"

"ایک منٹ سر۔" جولیا نے جاری سے کہا۔ میں کچھ پوچھنے کی جرأت کر سکتی ہوں؟"

"پوچھو۔ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا یہ کوئی مخصوص کیس ہے؟"

"ایسا ہی ہے۔"

"اس کیس میں عمران کی پوزیشن کیا ہے؟"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" عمران غرایا۔

"سس۔ سر۔ میم۔ میرا مطلب یہ ہے کہ کیا آپ اس سے کسی قسم کا کام لے رہے ہیں؟"

"ہاں۔ پھر۔؟"

"سر میں تو اس لئے پوچھ رہی ہوں کہ سچویشن ایسی پیدا ہو جائے کہ عمران کو مدد کی ضرورت پڑے تو اس سلسلے میں مسٹر کو کیا کرنا چاہیئے؟"

"عمران کی مدد۔"

"بہتر جناب۔"

"اور کچھ۔؟"

"نہیں بس شکریہ۔"

"ویلکم آل۔"

عمران نے فون کنکٹ کر دیا اور ریسور رک پر لٹکا کر باہر نکل آیا۔ باتھ سے باہر ایک عورت شاید باتھ خالی ہونے کی منتظر کھڑی تھی۔ اس کا لباس دیکھ کر اس کی آنکھیں

حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ الگ بات ہے کہ عمران کے چہرے پر اور زیادہ حماقت طاری ہو گئی ہو۔ لیکن اب اس کا رخ ہوٹل گرل کی طرف نہیں تھا وہ سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر کی طرف جا رہا تھا۔ سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر میں پہنچ کر سب سے پہلے اس نے اپنا لباس تبدیل کیا۔ کارٹرائے کی سیاہ پتلون۔ سیاہ چمڑے کی جیکٹ... اور بے آواز جوتے۔ اس کے بعد وہ میک روم میں گھس گیا۔

تقریباً ایک گھنٹہ بعد وہ میک اپ روم سے برآمد ہوا تو اس کا چہرہ دیکھ کر کوئی شناخت نہیں کر سکتا تھا کہ وہ عمران ہی ہے ہونٹوں کے اوپر باریک ترشی ہوئی مونچھیں تھیں جو دونوں طرف نوکیلی ہو گئی تھیں اور انہیں تاؤ دیا ہوا تھا۔ چہرہ گول بھاری بھلوانوں جیسا لگتا تھا۔ آنکھوں سے وہ ایک سرکش نوجوان نظر آ رہا تھا سر پر بہت چھوٹے چھوٹے کٹے ہوئے بال تھے۔

گیراج میں جا کر اس نے چھوٹی ٹو سیٹر نکالی جس کا رنگ گہرا سرخ تھا۔ ٹما ٹر کی طرح چمکیلا اور وہ اس طرح سجی ہوئی تھی جیسے کسی شوقین رئیس زادہ کی ملکیت ہو جو پرانی گاڑیوں کو بھی سجا بنا کر رکھتا ہو۔ ٹو سیٹر پورٹیکو میں چھوڑ کر اس نے کچھ سوچا اور پھر اس کمرے میں گھس گیا جس میں آلات پیغام رسانی تھے۔ اس نے ایک عام ٹیلیفون انسٹرومنٹ سنبھال کر ڈائل پر انگلی گھمائی اور ریسور کان سے لگا لیا کچھ دیر بعد آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔"

"کون۔ سر سلطان؟"

"میں ہی ہوں آپ کی تعریف۔؟"

"میں آپ کے سامنے اپنی تعریف کیسے کر سکتا ہوں۔"

"اوہو۔ عمران۔؟ کیوں؟ خیریت۔؟"

"ایک اہم معاملے میں آپ سے معلومات درکار ہیں۔"

"بولو۔"

"ہمارے یہاں ایک نیگرو چیمپین کا مقابلہ ہو رہا ہے باکسنگ کا۔"

"مجھے معلوم ہے۔ کیوں؟ تمہیں اس سے کیا دلچسپی ہے؟"

"سر... کیا آپ کے علم میں ہے کہ اس نیگرو چیمپین کی ماں پچھلے ہفتے سے ہوٹل گرل میں مقیم ہے؟"

"ہو سکتا ہے مگر اس میں تشویش کی کیا بات ہے؟"

"تشویش کی بات ہے۔ اسی لئے میں نے آپ سے رابطہ قائم کیا ہے"

"یعنی۔؟"

"اس کا نام میڈم ژوالا ہے۔ وہ ہوٹل گرل میں ایک سو آٹھ میں مقیم ہے اس کی بیٹی بھی ہے مس نینی ژوالا اس کا نام ہے۔"

"پھر۔؟"

"اور میڈم ژوالا کے بیان کے مطابق وہ یہاں اس لئے آئی ہے کہ اسے اندیشہ ہے کہ یہاں اس کے بیٹے جان لینے کی سازش کی جا رہی ہے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"تعجب ہے کہ آپ کو اس کا علم نہیں جبکہ یہ معاملہ خالص وزارت خارجہ سے تعلق رکھتا ہے۔"

"مگر تمہیں کیسے علم ہوا۔؟"

میڈم ژوالا نے اپنے بیٹے کی حفاظت کیلئے مقامی سی۔آئی۔ بی حکام سے مدد طلب کی تھی۔ اور لن دلوں فیاض اس کی حفاظت پر مامور ہے۔

"تو کیا تمہیں اس کے ذریعہ علم ہوا ہے؟"

"جی ہاں... اور اب میں میڈم ژوالا کے ذاتی باڈی گارڈ کی حیثیت سے کام کر رہا ہوں۔"

"اوہو۔ تو کیا تم نے بھی محسوس کیا ہے کہ میڈم ژوالا کا شبہ درست ہے؟"

"درست بھی ہو سکتا ہے۔ حالات ایسے ہی ہیں۔"

"میں وہ حالات جاننا چاہتا ہوں۔"

عمران نے میڈم ژوالا سے ملاقات اور ایکسٹن کی لاش تک کے متعلق مفصل بیان کر کے کہا۔ ان حالات میں میڈم ژوالا کا شبہ درست بھی ہو سکتا ہے۔"

"اوہ۔ تو کیا ایکسٹن۔؟"

"میں اس کے متعلق تفصیلات حاصل کر رہا ہوں جناب ممکن ہے وہ مغرب کی اس بدنام زمانہ جماعت سے تعلق رکھتا ہو جس کے ممبران مختلف صورتوں میں ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور جن کے ذریعہ ان کا ملک کسی وقت بھی کسی بھی ملک میں کسی بھی قسم کی سازش کر سکتا ہے۔"

"اوہ۔ عمران تم سچ مچ بے حد بیدار مغز ہو۔"

"میں نے آپ کو اسی لئے حالات سے آگاہ کیا ہے کہ شاید مجھے خود میڈم ژوالا کے متعلق مفصل معلومات کی ضرورت پڑے کیوں کہ مجھے وہ عورت بھی اچھی نہیں نظر آئی۔"

"کس معنی میں۔؟"

"کوئی عام عورت تو قتل کا ارتکاب کر نہیں سکتی۔ وہ بھی کسی دوسرے ملک کی سرزمین پر۔"

"تمہارا خیال درست ہے"

"مجھے یہ تفصیلات چاہئیں کہ میڈم ژوالا کس ملک سے تعلق رکھتی ہے اور اس نے اپنی آمد کا مقصد کیا بتایا ہے اور اپنے ملک میں اس کی پوزیشن کیا ہے۔"

"میں چند گھنٹوں کے اندر اندر یہ معلومات مہیا کر لوں گا۔"

"ٹھیک ہے میں آپ کو رات کو کسی وقت فون کروں گا۔ فی الحال میں اپنے طور پر حالات دیکھ رہا ہوں میں نے رام سروپ کے متعلق بھی معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ مگر میڈم ژوالا اب ہمارے ملک کی قیدم ہے۔"

"اطمینان رکھیئے۔ وہ میری نظروں میں ہے ...."

"تم گرل میں تنہا ہو۔؟"

"نہیں۔ اب صفدر بھی وہیں ہو گا۔ شاید پہنچ چکا ہو گا۔ بہرحال میں اپنی اصلی صورت میں نہیں ہوں۔ اس لئے وہ مجھے نہ پہچان سکے گا۔ میں ایک دوسرے میک اپ میں ہوں۔

"ٹھیک ہے۔ مجھے حالات سے باخبر رکھنا۔"

"ضرور جناب۔ اچھا بس۔ مجھے اجازت دیجئے۔"

"ٹھیک ہے۔"

"اس نے ڈسکنکٹ کر دیا۔

کچھ دیر بعد عمران کی ٹوسیٹر عمارت کے پھاٹک سے باہر نکل رہی تھی۔

.. ..

لگ بھگ چھ بجے شام کو عمران کی ٹوسیٹر ہوٹل گرل کے گیٹ پر رکی ٹوسیٹر چھوڑ کر جب عمران اندر داخل ہونے لگا تو دربان نے اسے روک لیا۔ "آپ کا ممبرشپ کارڈ جناب؟"

"اوہ۔ کارڈ ...؟" اس نے حیرت سے کہا۔ "میں سمجھا نہیں؟"

"جناب۔ یہاں ممبرشپ کارڈ کے بغیر داخلہ ناممکن ہے ...."

"اور کارڈ کہاں سے کنوائے جاتے ہیں؟"

"یہ تفصیلات کاؤنٹر پر معلوم ہو سکتی ہیں۔"

"اور کاؤنٹر تک پہنچنے کے لئے مجھے اس گیٹ سے گذرنا ہی پڑے گا۔" وہ مسکرایا۔

"لیکن آپ بغیر کسی مستقل ممبر کے اندر بھی نہیں جا سکتے۔"

"بڑی مصیبت ہے ...." عمران پیشانی رگڑ کر بولا۔ "اچھا اپنے منیجر تک تو مجھے پہنچا سکتے ہو؟"

"منیجر صاحب بھی قواعد سے مجبور ہیں۔"

"تم پہنچا دو۔ خود منیجر میرے کارڈ پر دستخط کر دے گا۔"

"کیا مطلب۔؟"

"وہ میرا دوست ہے۔ تم مطمئن ہو جاؤ تو ٹھیک ہے ورنہ نہیں اجازت ہے کہ مجھے دھکے دے کر باہر نکال دینا۔ دربان کی آنکھوں میں کشمکش نظر آئی۔ عمران نے پھر کہا تم منیجر سے کہو تو سہی کہ اسکا دوست علی عمران آیا ہے۔ میں یہیں کھڑا ہوں۔"

"اچھا آپ یہیں ٹھہریئے۔" دربان اپنی جگہ ایک بیرے کو چھوڑ کر چلا گیا۔ لگ بھگ

پانچ منٹ بعد وہ واپس ہوا اور عمران کو اپنے ساتھ مینیجر کے دفتر تک لے گیا مینیجر نے اس کو حیرت سے اوپر سے نیچے تک دیکھا اور عمران سے آنکھ مار کر بولا " یار تم اپنے دوست کو نہیں پہچانتے ؟"

اوہ ۔ مینیجر چونک کر مسکرایا " یاد آ گیا " پھر اس نے دربان سے کہا ٹھیک ہے تم جا سکتے ہو " دربان چلا گیا ۔ مینیجر نے عمران سے پوچھا ۔

" کیا قصہ ہے ؟ اس بہروپ کی ضرورت کیوں پڑ گئی ؟"

" اور زندگی میں رکھا ہی کیا ہے ۔ بس بہروپ بدلتے رہو !"

" کیا میرے ہوٹل میں کوئی گڑبڑ ہے ؟"

" بغیر گڑبڑ کے تو میں یہاں نظر ہی نہیں آ سکتا تھا ۔"

" وہ تو میں خود سمجھتا ہوں ۔ تم میڈم ژوالا کے کمرے میں بھی گئے تھے ۔

" اور اب میں میڈم ژوالا کے باڈی گارڈ کی حیثیت سے یہیں رہوں گا ۔

" اوہو ۔ مطلب یہ کہ معاملہ سنجیدہ ہے ۔ ؟"

" قطعی ۔ مگر میں اس وقت تمہیں کسی قسم کی تفصیل بتانے سے قاصر ہوں ۔

" کوئی بات نہیں ۔ بس ہوٹل کی ریپوٹیشن کا خیال رہے ۔"

" جب تک مجھ سے کوئی ممبر شپ کارڈ طلب نہیں کرتا ہوٹل کی ریپوٹیشن برقرار رہے گی ۔"

" مینیجر ہنسنے لگا ۔ عمران نے کہا ۔ اچھا اب میں چلتا ہوں ۔ میرے پاس وقت کم ہے پھر وہ جواب کا انتظار کئے بغیر باہر نکل گیا ۔ ریکریشن ہال میں پہنچ کر عمران نے ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں مگر وہاں نہ فیاض کا پتہ تھا نہ نینی کا ۔ وہ سیدھا کاؤنٹر پر چلا گیا ۔ کاؤنٹر کلرک جھکا ہوا کچھ لکھ رہا تھا ۔ عمران کی موجودگی کا احساس کر کے اس نے گردن اٹھائی اور حیرت سے بولا " فرمائیے ۔ ؟"

" میرا کام ہوا ۔ ؟"

" کیسا کام جناب ۔ ؟" کاؤنٹر کلرک نے حیرت سے پوچھا ۔

" اوہو ۔ میں تو بھول ہی گیا تھا کہ تم مجھے اس حلیہ میں پہچان نہ سکو گے ۔ اس بار وہ اپنی اصل آواز میں بولا تھا اور کاؤنٹر کلرک بے اختیار اچھل پڑا ۔

" اوہ ۔ آپ عمران صاحب ۔ خدا کی قسم میں نے قطعی نہیں پہچانا تھا ۔

" اس طرح حیرت مت ظاہر کرو کہ کسی کو شبہ ہو جائے ۔

" مگر جناب ۔ اس حلیہ میں تو یہاں آپ کو چیک کیا جا سکتا ہے ۔ یہاں کوئی غیر ممبر آدمی نہیں گھس سکتا ۔

" اس کا انتظام میں نے کر لیا ہے ۔ مینیجر کو میرے اس حلیہ کا علم ہے کیونکہ میں اس کا کام کر رہا ہوں ۔"

" تب ٹھیک ہے جناب !"

" میرا کام ہوا ؟"

" جی ہاں جناب ہو گیا ۔" کاؤنٹر کلرک نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر جھک کر رازدارانہ لہجہ میں بولا ۔ اس بیرہ نے ایک گاہک کو تلاش کر لیا ہے جو سپر ایکسٹن کے ساتھ بیٹھتا ہے ۔

" مجھے تفصیل سے بتاؤ ۔"

" وہ ہے تو ملکی ہی مگر کسی دوسرے شہر کا ہے ... گھن شیام نام ہے یہاں اس نے خود کو ایک بہت بڑی فرم کا جنرل مینیجر ظاہر کیا ہے ۔

" اوہو ۔ کس کمرہ میں ہے ؟"

" کمرہ نمبر دو سو سولہ ۔"

" یعنی دوسرا مالا ۔"

" جی ہاں ۔"

" اس وقت وہ موجود ہے ؟"

"جی نہیں۔ وہ کہیں باہر گیا ہے۔"

"اس کے رویے میں کسی قسم کی تبدیلی محسوس کی تم نے؟"

"جی ہاں وہ کچھ مضطرب نظر آرہا تھا اور بار بار متلاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگتا تھا۔ ممکن ہے ہوٹل میں بھی گھومتا پھرا ہو۔"

"یعنی... اسے مسٹر الیکسٹن کی تلاش ہو سکتی ہے؟"

"اس کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے؟"

"وہ یہاں سے اکیلا گیا ہے؟"

"جی ہاں۔"

"اس کی کوئی کال وغیرہ تو نہیں آئی تھی؟"

"جی ہاں ایک بار کال آئی تھی کمرہ نمبر دو سو سولہ کے لئے مگر مجھے اس وقت بیرہ نے اس کی شناخت نہیں کرائی تھی ورنہ میں اس کال کو سنتا ضرور۔"

"خیر اب تم خیال رکھنا اس کی آمد کی اطلاع مجھے ہونی چاہئے۔"

"آپ کہاں ملیں گے؟"

"میں ہوٹل میں ہی ہوں۔ میڈم ژوالا کے کمرے میں مگر تم مجھے اس کمرے پر مطلع مت کرنا۔ میں خود ہی تم سے دریافت کر لوں گا۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"اور ہاں ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ اسے ذرہ برابر بھی شبہ نہ ہونا چاہئے۔"

"اچانک کسی نے کاؤنٹر کے قریب پہنچ کر کہا۔ میری کوئی کال۔؟"

"عمران نے چونک کر دیکھا۔ وہ صفدر تھا کاؤنٹر کلرک نے صفدر سے پوچھا۔"

"کمرہ نمبر۔؟"

"دو سو اٹھارہ"

"کوئی کال نہیں جناب۔"

"تھینکس۔"

"صفدر نے ایک اچٹتی سی نظر عمران پر ڈالی اور خفیف سا مسکراہٹ کو خفیف سی جنبش دیتا ہوا ایک طرف چلا گیا۔ عمران نے ٹھنڈی سانس لی یعنی صفدر نے اسے پہچان لیا تھا۔ عمران کو صفدر کی ذہانت پر شبہ نہیں تھا وہ جانتا تھا کہ اس کے ماتحتوں میں وہ سب سے زیادہ ذہین موقع شناس اور پھرتیلا ممبر ہے... اسے وہ لوئیس بھی یاد آئی جو ریکارٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر سے لیکر آیا تھا ممکن ہے صفدر نے اسے لوئیس سے اترتے دیکھ لیا ہو۔

عمران کو صفدر کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھ کر کاؤنٹر کلرک نے آہستہ سے کہا۔

"کیا بات ہے جناب؟"

"ایں۔ وہ چونک کر کلرک کی طرف مڑا۔"

"یہ لڑکا بھی بالکل نیا ہے۔ کیا آپ اس پر شبہ کر رہے ہیں؟"

"میں اس کی پرسنالٹی دیکھ رہا ہوں۔ کتنا شاندار آدمی ہے۔"

"یہ تو ہے صاحب۔ میں تو پہلی نظر میں اسے کوئی فلم ایکٹر سمجھا تھا۔"

"اچھا۔" عمران نے کہا۔ "یاد رکھنا گھنشام کے آتے ہی مجھے اطلاع ملنی چاہئے۔"

"بہت بہتر ہے جناب!"

"پھر وہ کاؤنٹر سے ہٹ کر میڈم ژوالا کے کمرے کی طرف بڑھا۔

میڈم ژوالا کے کمرے کی گھنٹی عمران کو تقریباً چار بار بجانی پڑی اس کے بعد ہی اندر سے میڈم ژوالا کی چیخی چیخی اور کچھ اس قسم کی آواز سنائی دی جیسے اس کا سانس پھول رہا ہو۔ "کون ہے؟"

"آپ کا خادم۔ باڈی گارڈ" اس نے جھک کر سرگوشی کی۔

"اوہ ایک منٹ ٹھہرو۔"

عمران رک گیا۔ لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ میڈم ژدالا اتنی دیر کیوں لگا رہی ہے؟ اس نے کچھ سوچ کر ادھر ادھر دیکھا اس وقت راہداری سنسان پڑی تھی اس نے جھک کر چابی کے سوراخ سے ایک آنکھ لگا دی اور پھر۔!! ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی کھوپڑی بم گرا ہو۔

میڈم ژدالا کی پشت اسی طرف تھی اوہ سر سے پیر تک برہنہ تھی جلدی جلدی وہ اپنا لباس پہن رہی تھی اور اس کے ساتھ ہی ایک اور وجود بھی نظر آ رہا تھا یہ وجود کسی نوعمر لڑکی کا تھا جو میڈم ژدالا کی آڑ میں تھی میڈم ژدالا کے چہرے قد کے اوپر سے اس کا سر نظر آ رہا تھا دبلے چھوٹے چھوٹے گھونگھریالے بال خشک اور بھورے... ایک سائڈ سے اس کا کندھا نظر آ رہا تھا اور ننھا سا کولہا۔ اور اس کے جسم پر بھی لباس نام کی کوئی چیز نہ تھی وہ بھی جلدی جلدی لباس تبدیل کر رہی تھی۔

عمران سناٹے کے عالم میں کھڑا ہو گیا اور تقریباً پانچ منٹ بعد چٹخنی کھلنے کی آواز آئی اور دوسرے ہی لمحہ وہ میڈم کو پیچھے دھکیلتا ہوا اندر گھس گیا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور بھی تھا اس نے اپنی پشت سے دروازہ بند کرتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

آواز نکالی تو۔ ریوالور بے آواز ہے.. اور نرخرہ یا پیشانی کا نشانہ خطا سے آواز بھی نہیں نکلنے دیتا۔

میڈم کے ہونٹ پھیلے اور پھر پھیلے ہی رہ گئے۔ بڑی بڑی آنکھیں اور پھیلی رہ گئیں مگر ان میں سراسیمگی نہیں تھی۔ عمران نے ریوالور ہلا کر کہا ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔

میڈم نے چپ چاپ ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔ پھر ہونٹوں پر لمبی اور گہری زبان پھیر کر بولی۔

"کون ہو تم۔؟"

"ابھی بتاؤں گا۔ پہلے تم یہ بتاؤ کہ یہاں تمہارے ساتھ اور کون ہے؟"

"میری بیٹی ہے" میڈم نے کہا "اندر ہے..."

"اسے بھی بلاؤ۔ پیچھے ہٹو۔"

میڈم اور زیادہ پیچھے ہٹ گئی اور قدرے بلند آواز میں بولی۔

"نینی بیٹی باہر آؤ۔"

پھر عمران نے نینی کو باہر نکلتے دیکھا اور سچ مچ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی رہ گئیں۔ نینی۔ جس کی عمر کا اندازہ اٹھارہ انیس کے لگ بھگ ہو گا کالی تھی مگر چمک دار کالی نہیں تھی اس کی ناک بھی بالکل چپٹی اور پھیلی ہوئی نہیں تھی ہونٹوں کی تراش بھی مضحکہ خیز نہیں تھی ہونٹ موٹے اور گداز تھے اور ان پر ہلکی گلابی لپ اسٹک نے قیامت ڈھائی تھی اس کے جسم کی تراش اتنی تھی کہ اس جیسے آدمی کے کانوں پر چونٹیاں سی رینگنے لگی تھیں۔

وہ باہر آئی اور پھر۔ ایک جھٹکا لے کر کھڑی رہ گئی۔ میڈم نے نینی کی ان دیکھا پھر عمران کی طرف دیکھ کر غصیلے لہجے میں بولی۔

"دیکھ لیا۔ اب بکو۔ کیا بکتا ہے؟"

"ایں۔!! عمران ہڑبڑا کر بولا کر بولا" اب تک کچھ نہیں بکتا۔"

اس نے بے دھیانی کی بڑی خوبصورت اداکاری کرتے ہوئے ریوالور جیب میں رکھ لیا تھا دوسرے ہی لمحے میڈم نے اپنے گریبان سے ریوالور نکال کر عمران کی طرف تانتے ہوئے کہا۔

"اب تم اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو۔"

ارے باپ رے۔ عمران نے گڑبڑا کر ہاتھ اوپر اٹھا لئے۔ مگر جیسے ہی عمران نے ارے باپ رے کہا۔ میڈم چونک پڑی تھی اس نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر عمران کو دیکھا اور بولی "تم... تم...!!"

"آپ کا خادم ۔" وہ روہانسی آواز میں بولا۔

"عمران ۔" میڈم نے پرمسرت آواز میں کہا اور اس نے جلدی سے ریوالور گریبان میں رکھ لیا اور نینی کی طرف مڑ کر پرمسرت لہجے میں بولی۔ دیکھا تم نے نینی ۔ یہ ہے ہمارا مقامی باڈی گارڈ عمران فیاض کا دوست"

"اچھا ۔" نینی نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے نینی زبردستی مسکرائی ہو اس کی آواز بھی تھکی تھکی سی تھی اور خود بھی نڈھال سی نظر آرہی تھی۔

میڈم نے پھر اسی لہجے میں کہا "خدا کی قسم ... میں خود بھی نہیں پہچان پائی تم بھی اس کی اصلی صورت دیکھ لیتیں تو اسے اس حلیہ اور بھیس میں نہ پہچان پاتیں۔ کمال کا آدمی ہے"

"میڈم ...." عمران قدرے جھک کر سیدھا ہوتا ہوا بولا "ابھی آپ نے میرے تعریف کی تھی۔ ہم نے بھی تمہاری تعریف کی تھی اس لئے نینی تم سے ملنے کے لئے بہت اور کمالات کہاں دیکھے ہیں۔ اس مختصر عرصہ میں آپ کے اس خادم نے جو کارنامے دیئے ہیں انہیں سن کر آپ دانتوں میں ہاتھ دبانے پر مجبور ہو جائیں گی۔"

"مجھے یقین ہے" میڈم خوش ہو کر بولی تم نے ضرور شاندار کام کیا ہوگا

"میں میڈم کو رپورٹ دینا چاہتا ہوں"

"ضرور ۔ ضرور ۔ میں سننے کو تیار ہوں"

"مگر عمران نے نینی کی طرف دیکھا۔

"اوہ ۔ نینی ۔ اس سے بھی کوئی بات چھپائی ہے ۔؟ میری بیٹی ہے"

"تب ٹھیک ہے ۔ عمران نے اطمینان سے کہا ۔ پہلی رپورٹ یہ ہے کہ اغوا کنندہ کے نام کا پتہ چل گیا ہے جس نے آپ کی نگرانی کی تھی ۔"

"نہیں ۔" میڈم اچھل پڑی۔

"اس کا نام الیکسٹن ہے ۔ عمران نے پھر کہا ۔ قومیت امریکی ہے ... یہاں

قومی نمبر ہے اور اپنے ایک دوست گھنشیام کے ساتھ یہاں بیٹھا تھا۔ گھن شیام اسی ہوٹل میں روم نمبر دو سو سولہ میں مقیم ہے"

"تو پھر خوب ..." میڈم خوش ہو کر بولی آج سے تمہارا معاوضہ ڈیڑھ ہزار روپیہ ہو گیا۔"

"شکریہ میڈم ۔" عمران ادب سے جھک کر سیدھا ہوتا ہوا بولا۔

"بس ہمارے لئے اتنی ہی رپورٹ کافی ہے اب تم اس کو تلاش کرو اور گھن شیام کی نگرانی بھی تمہیں کرنی ہے کل صبح ہی ہمارا جہاز آرہا ہے اب اس کے تحفظ کی بھی پوری پوری ذمہ داری ہم تم پر ہی ڈالتے ہیں۔

"بہتر میڈم ...."

"اور ہاں ۔ میڈم مسکرا کر بولی ۔ نینی سے تمہارے دوست نے تمہاری بڑی تعریف کی تھی۔ ہم نے بھی تمہاری تعریف کی تھی اس لئے نینی تم سے ملنے کے لئے بہت بے چین تھی"

"شکریہ ۔ میں حاضر ہوں میڈم ۔"

"ہم اپنے شناسا سے ملاقات کے لئے ہوٹل سے باہر جا رہے ہیں"

"اوہ ۔ تنہا ۔؟"

"پرواہ مت کرو ہمیں اپنی جان سے زیادہ اپنے بیٹے اور نینی کی جانیں عزیز ہیں۔ ویسے بھی سازشی پہلے ہمارے بیٹے کی جان لینے کی کوشش کریں گے ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے ...."

"جیسے آپ کا حکم میڈم ۔"

"تم نینی کے ساتھ ہی رہو گے ۔"

"او کے ۔ میڈم ۔"

"اور ہاں ۔ ہم دس بجے تک واپس آجائیں گے ۔"

"بہتر ہے۔"

"اور آج رات کو تمہیں ہمارا ایک نہایت ضروری کام کرنا ہے۔"

"بہت بہتر میڈم۔" عمران سمجھ گیا کہ میڈم کا اشارہ لاش کو ٹھکانے لگانے کی طرف ہے۔ میڈم نے کہا۔ اب تم نینی کے ساتھ ریکریشن ہال میں جا سکتے ہو۔ نینی یہاں نئی ہے اس لئے اجنبی لوگوں سے گھبراتی ہے مگر مجھے یقین ہے کہ تم سے بور نہیں ہو گی۔

"قطعی نہیں میڈم۔"

"جاؤ نینی عیش کرو۔" میڈم مسکرائی۔

نینی نے گہری سانس لی اور مسکرا کر عمران سے بولی "چلو"

عمران اور نینی باہر آ گئے۔

دروازے سے نکلتے ہی عمران نے صفدر کو قریب ہی منڈلاتے دیکھا اور اس نے سر کی جنبشوں سے صفدر کو کچھ مخصوص اشارے کئے اور صفدر نے سر کی جنبش سے ہی ان کا جواب دیدیا۔ وہ نینی کے ساتھ چلتا ہوا ہال میں آ گیا تھا۔ نینی نے عمران سے کہا کیا ہم لوگ ہوٹل سے باہر نہیں چل سکتے؟"

"کیوں؟"

"میں جس روز سے یہاں آئی ہوں ہوٹل کی حدود سے باہر نہیں نکلی۔ میرا دم گھٹ کر رہ گیا ہے۔"

عمران نے نینی کی صورت دیکھی اور آہستہ سے بولا۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم ایک قیدی کی حیثیت سے رہ رہی ہو۔"

"وہاٹ۔" نینی چونک پڑی۔

"کچھ نہیں۔ ہم باہر چلیں گے۔ مگر ابھی نہیں۔"

"پھر۔؟"

"جب میڈم ہوٹل سے باہر چلی جائیں گی۔ کیوں کہ مجھے معلوم ہے کہ میڈم تمہیں باہر نہیں جانے دیں گی۔"

"اوہ۔ وہ تو میری حفاظت کی غرض سے مجھے باہر جانے سے روکتی رہی ہیں تم ساتھ ہوئے تو کس بات کا خطرہ ہے؟"

"کسی بات کا نہیں۔ مگر کچھ دیر صبر کرو۔" کچھ دیر بعد عمران نے میڈم کو دیکھا وہ ہتھنی کی طرح تھی گہرے سرخ اسکرٹ اور پل اوور میں سرخ رنگ کا بڑا سا گولا معلوم ہو رہی تھی۔ اس نے عمران اور نینی کی طرف دیکھا تک نہیں بڑے اطمینان سے دھم دھم چلتی ہوئی باہر چلی گئی۔ عمران نے صفدر کو بھی اس کے تعاقب میں باہر جاتے دیکھا۔ اور مطمئن انداز میں سر ہلا کر نینی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "اگر اجازت ہو تو میں ایک فون کر لوں؟"

"کیوں نہیں۔ اس میں اجازت کی کیا بات ہے؟" نینی مسکرائی۔

اور عمران نے ..... اس وقت نینی کی مسکراہٹ میں قدرے تلخی محسوس کی عمران نے کاؤنٹر پر جا کر فون کی اجازت مانگی۔ کاؤنٹر کلرک نے جلدی سے ٹیلی فون اسکی طرف بڑھاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ "کتنی معصوم لڑکی ہے۔ اور اس بیچاری پر اس سفید فام کمینے نے جال کیا تھا۔"

"کون شیاطین۔؟"

"ابھی نہیں جناب ..."

پھر عمران نے ریسیور اٹھا لیا اور ڈائل پر انگلی گھمائی کاؤنٹر کلرک ایک دوسرے گاہک کی طرف متوجہ ہو گیا تھا اور عمران کی آواز بھی کاؤنٹر کلرک تک نہ پہنچ سکتی تھی اس لئے عمران نے اطمینان سے ریسیور کان سے لگا لیا۔

"یس۔ اٹ۔" از جولیا دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ایکس ٹو۔"

"یس سر۔"

"صدیقی کو ہدایت کرو۔ جتنی جلدی ہو سکے وہ ہوٹل گرینڈ پہنچ جائے۔ یہاں سے کمرہ مل جائے گا... کاؤنٹر کلرک کو صرف عمران کے نام کا حوالہ دینا پڑے گا۔"

"بہتر ہے۔ کام۔؟"

"اسے کمرہ نمبر دو سو سولہ کے ایک گاہک گھن شیام کی نگرانی کرنی ہے۔ تنویر کا رپورٹ؟"

"ابھی نہیں ملی جناب"

"ٹھیک ہے۔ میں خود ہی تمہیں رنگ کر کے معلوم کر لوں گا۔ ویٹس آل۔"

وہ ریسیور رکھ کر کاؤنٹر کے قریب سے ہٹ گیا۔ کلرک دوسرے گاہک سے ہی الجھا ہوا تھا۔

نینی ایک میز کے قریب کھڑی ہوئی متوحش نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ عمران کو دیکھتے ہی وہ اس طرح چونک پڑی جیسے سوتے سے جاگی ہو اور مسکرا کر بولی "آ گئے تم۔ میں جانے کیوں اکیلے میں خود کو فوقدہ سی محسوس کرنے لگی تھی۔"

"کوئی نفسیاتی وجہ۔؟"

"میں نہیں جانتی۔۔۔"

"اب آپ میرے ساتھ باہر چل سکتی ہیں"

"کہاں لے چلو گے۔؟"

"جہاں آپ کہیں گی۔۔"

"میں نے تو امرتسر سے گرینڈ تک کا راستہ دیکھا ہے اور کوئی جگہ میں جانتی ہی نہیں۔"

"چلئے میں آپ کو اپنا شہر گھماؤں گا"

"چلو۔ نینی ایک دم خوش نظر آنے لگی تھی۔ کچھ دیر بعد عمران اور نینی باہر نکل رہے تھے۔ دربان نے جھک کر ادب سے ان کو سلام کیا تھا۔ نینی کا موڈ چند منٹ میں ہی اتنا خوشگوار ہو گیا تھا جیسے کسی قیدی کو آزاد کر کے گھومنے کے لئے چھوڑ دیا گیا ہو۔

اور اس کے بعد عمران نینی کو مختلف تفریحی مقامات پر گھماتا پھرا تھا قریباً نو بجے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔۔۔ اور عمران نے نینی کو ایسے ایسے مقامات گھمائے کہ نینی حد سے زیادہ حیران نظر آنے لگی۔ آخر میں عمران نے کہا "نو بج رہے ہیں"

"بجنے دو۔ مجھے وقت کا احساس نہ دلاؤ۔ عمران ڈارلنگ۔ آج مجھے خوب گھماؤ"

"مگر میڈم دس بجے ہوٹل پہنچ جائیں گی۔"

"میڈم۔!!" نینی نے ایک جھٹکے سے کہا۔ پھر وہ اس طرح خاموش ہو گئی جیسے کسی طوفان نے اسے خوفزدہ کر دیا ہو۔ اس کا موڈ ایک دم ختم ہو گیا تھا۔ عمران نے اسے غور سے دیکھا اور بولا "کیوں۔ آپ اچانک چپ کیوں ہو گئیں۔؟"

"کچھ نہیں۔" نینی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اب تم ہوٹل ہی چلو۔"

"نہیں۔ اب میں آپ کو اور گھماؤں گا۔"

"نہیں عمران۔" نینی نے کہا۔ "ہمیں دس بجے سے قبل ہوٹل پہنچنا ہے۔"

"نو بجے ہیں۔ ہم دس بجے تک ہوٹل پہنچ جائیں گے اس سے پہلے میں آپ کو اپنی رہائش گاہ دکھاؤں گا۔" عمران نے ٹوسیٹر کا رخ سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر کی طرف موڑ دیا۔ ٹوسیٹر پورچ میں روک کر عمران اندر والا دروازہ کھولتا ہوا مؤدب لہجے میں بولا۔ "آئیے اندر آ جائیے۔" نینی نے جائزہ لینے والی نظروں سے عمارت کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ تمہاری رہائش گاہ ہے؟ یہاں تم اکیلے ہی رہتے ہو۔؟"

"جی ہاں۔ ازل سے اکیلا ہوں۔"

"یعنی۔؟"

"ماں باپ بچپن میں داغ مفارقت دے گئے تھے۔ اس نے سفید جھوٹ بولتے ہوئے کہا۔ یتیم خانے میں پرورش پائی تھی۔"

"اوہ۔!!"

"کیا آپ کو میں صورت سے یتیم نہیں لگتا ؟"
"کبھی کبھی تمہاری تنہائی صورت سے عیاں ہونے لگتی ہے ۔
"یہی میری یتیمی کا ثبوت ہے "
"شادی نہیں کی تم نے ؟"
"کوئی لڑکی شادی کرنے پر رضامند ہی نہیں ہوتی ۔"
"کیوں ؟"
"لڑکیاں مجھے خبطی سمجھتی ہیں ؟"
"مگر مجھے تو تم خبطی نظر نہیں آتے ۔
"شاید نہ بھی ہوں ۔ مگر پھر لڑکیاں کیوں سمجھتی ہیں ؟ عمران نینی کو سائڈ پاکٹ کمرے میں لے آیا ۔ نینی نے کمرہ کا جائزہ لیتے ہوئے کہا ۔ بڑا خوبصورت مگر پراسرار کمرہ ہے ۔"
"اسی پراسراریت سے تو لڑکیاں ڈرتی ہیں "
"مگر میں تو نہیں ڈرتی ۔
"تم بھی ڈر جاؤ گی ۔ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ رات یہیں گزار لو ۔"
"میں ڈروں گی ۔ ۔ مگر صرف میڈم سے "
"میڈم ۔ وہ تمہاری ماں ہیں "۔ پھر میڈم کہتی ہو کیوں ۔؟
"اس لئے کہ انہیں سب میڈم کہتے ہیں ۔"
"مگر مجھے لگتا ہے ، وہ تمہاری ماں نہیں ہیں ۔"
"کیوں ۔؟" نینی چونک پڑی ۔"
"بس لگتا ہے "
"نہیں ۔ " نینی نے غور سے عمران کو دیکھتے ہوئے کہا " اس کی وجہ تو ہوگی ۔
"اگر میں وجہ بتا دوں تو ۔؟"

"تو پھر میں کیا کروں گی ۔"
"تمہیں میڈم سے ڈرنا چھوڑنا پڑے گا ۔
"پہلے وجہ تو بتاؤ ۔"
"کیا آپ سچ مچ میڈم کی بیٹی ہی ہیں ؟"
"اس سوال کی کیوں ضرورت پیش آئی تمہیں ؟"
"اس لئے کہ جب میں نے تمہارے کمرے کی گھنٹی بجائی تو تم دونوں کس کنڈیشن میں تھیں ؟"
نینی ہڑبڑا کر کھڑی ہو گئی ۔ اس کی آنکھوں سے سراسیمگی اور بدحواسی عیاں تھی اس نے کپکپاتی آواز میں کہا " یہ تم کیا کہہ رہے ہو تم ۔ ؟"
"میری نظریں دیواروں سے گزر کر بھی دیکھ لیتی ہیں "
"نن ۔ ۔ نہیں ۔ تم جھوٹ بول رہے ہو ۔"
"کہو تو وہ پوزیشن بھی بتا دوں جس میں تم دونوں نے کپڑے پہنے تھے ۔ ؟"
"عمران ۔ اؤ نینی اور بھی ہڑبڑا گئی ۔ پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا اور خوفزدہ لہجے میں بولی ۔ خدا کے لئے آہستہ بولو ۔"
"کیوں ؟"
"سنا ہے دیواریں بھی سنتی ہیں ۔ اگر میڈم کے کانوں تک یہ بات پہنچ گئی تو وہ نہ تمہیں زندہ چھوڑیں گی اور نہ مجھے ۔"
"کیوں ۔ ؟"
"وہ سمجھیں گی ۔ میں نے ہی تمہیں سب کچھ بتایا ہے "
"حالانکہ تم نے مجھے کچھ نہیں بتایا "
"مگر میڈم یقین نہیں کریں گی ۔
"یعنی تم سچ مچ میڈم کی بیٹی نہیں ہو ؟

"خدا کے لئے آہستہ بولو۔"

"لیکن اس کمرے کی آواز باہر نہیں جا سکتی۔ ویسے بھی تم اس وقت میڈم کے بیٹوں سے دور ہو۔ تمہیں ان سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تت... تم کیا چاہتے ہو؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی ضرورت ہے۔" عمران معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

"میں تیار ہوں!"

"کیا مطلب؟"

"تم نے سنا نہیں تھا۔ میڈم نے کہا تھا عیش کرو۔"

"پھر؟"

"مجھے میڈم کی طرف سے ہر اس مرد کے ساتھ عیش کرنے کی آزادی ہے جس پر میڈم کو بھروسہ ہو جائے۔ دوسری صورت میں اگر میں اپنی پسند کے کسی نوجوان سے ہنس کر بات بھی کر لیتی ہو تو میڈم ہنٹروں سے میری کھال ادھیڑ دیتی ہیں۔ تم پر انہیں اعتماد ہے۔ ہم دونوں کو کسی بھی حالت میں دیکھ کر میڈم اعتراض نہ کریں گی۔"

"اوہو۔"

"اور تمہیں میڈم کی طرف سے ہی نہیں۔ میری طرف سے بھی اجازت ہے۔ کیونکہ میڈم نے کسی ایسے آدمی پر بھروسہ نہیں کیا تھا جس کو میرے ساتھ دیکھ کر انہیں کوئی اعتراض نہ ہو برسوں کے بعد تم پہلے آدمی ملے ہو۔ اور میں۔ میں بہت زیادہ تھکی ہوئی ہوں مجھے ذہنی آسودگی کی ضرورت ہے۔"

"مگر تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں وہی چاہتا ہوں۔ جو تم سمجھی ہو۔؟"

"کیا مطلب۔؟" نینی نے حیرت سے پوچھا۔ "پھر تم کیا چاہتے ہو؟"

"کیا تم اپنی اس زندگی سے اکتائی ہوئی نہیں ہو۔؟"

"میرے اکتانے سے کیا میری زندگی بدل سکتی ہے؟"

"کبھی تم نے کوشش کی ہے اپنی زندگی بدلنے کی۔؟"

"کوشش کرنا۔ موت کو دعوت دینے کے برابر ہے۔"

"تم اتنی ہی مجبور ہو میڈم کے سامنے؟"

"میں میڈم کی غلام ہوں۔ میڈم نے مجھے سات برس کی عمر سے یتیم خانے سے اٹھا کر پالا تھا اور جب میں بالغ ہو گئی تو میڈم نے اپنی جنسی تسکین کے لئے میرا استعمال شروع کر دیا اور اب۔ اب میں ان کی مرضی کے خلاف ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتی۔"

"عمران غور سے نینی کی صورت دیکھتا رہا پھر بولا۔" اپنے ملک میں میڈم کی کیا حیثیت ہے؟"

"میڈم!" نینی ٹھنڈی سانس لے کر بولی میڈم اپنے ملک میں ایک چھوٹے سے جزیرے کی مالک ہیں۔"

"مالک۔؟"

"ہاں۔ وہ جزیرہ ان کی ذاتی ملکیت ہے۔ ہمارے ملک کے دارالحکومت سے صرف چار میل کے فاصلے پر سمندر میں ہے آمد و رفت کے لئے میڈم کے ایک درجن سے زیادہ موٹر بوٹ چلتے ہیں ایک ہوائی جہاز میڈم کی ذاتی ملکیت ہے اور جزیرہ پر لگ بھگ پچاس خادم اور خادمائیں ہیں۔"

"میڈم شادی شدہ ہیں۔؟"

"نہیں۔ میڈم نے شادی نہیں کی۔"

"ان کا بزنس کیا ہے۔؟"

"اسمگلنگ۔؟"

"وہاٹ۔!!"

"ہاں۔ اسمگلنگ کا اتنا بڑا کاروبار شاید براعظم میں کسی کا نہ ہو گا جتنا میڈم کا ہے مقامی حکام اس سے واقف ہیں۔؟"

"واقف ہیں۔؟ مقامی حکام تو میڈم کے سامنے ناک رگڑتے ہیں۔ شہر کا ناظم و نسق کا ذمہ دار ہر ہفتہ میڈم کو سلام کرنے آتا ہے کسی ہفتے نہ آسکے تو اگلے ہفتہ ہی اس کا تبادلہ ہو جاتا ہے کبھی کبھی صرف دارالحکومت سے ہی اور کبھی کبھی دنیا سے بھی۔"

"اوہو۔؟"

"اور چھوٹے موٹے عہدیدار تو میڈم کے سامنے دمیں ہلاتے ہیں کتوں کی طرح۔"

"اس رعب کی وجہ۔؟"

"وجہ یہی ہے کہ ہمارے ملک کی صدارت کا جو امیدوار میڈم کی حمایت حاصل کر لیتا ہے وہ کامیاب ہو جاتا ہے میڈم اس کے انتخاب پر لاکھوں کروڑوں خرچ کر دیتی ہیں اور مخالف پڑنے پر مخالف امیدوار کے خلاف فساد بھی کرا دیتی ہیں۔ میڈم کے غنڈے میڈم کے اشارے پر جانیں لے لیتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ میڈم انہیں سزا تک نہ پہنچنے دیگی۔"

"اس کا مطلب ہے میڈم تمہارے ملک کی بے تاج بادشاہ ہیں۔"

"اس سے بھی کچھ زیادہ۔"

"اور میڈم کی یہاں آمد کا مقصد کیا ہے۔؟"

ینی نے پھر ایک جھٹکا سا لیا اور گڑبڑا کر بولی "او گاڈ۔ میں سب کچھ بک گئی؟"

"جو تمہیں معلوم تھا۔ میں نے یہ پوچھا تھا کہ میڈم کی آمد کا یہاں کیا مقصد ہے؟"

"نہیں نہیں۔ میں کچھ نہیں بتا سکتی۔"

"کیوں۔؟"

"تم نہیں جانتے عمران۔ میڈم آنکھوں سے آدمی کے خیالات پڑھ لیتی ہے یہ بات نہ ہوتی تو وہ اتنا بڑا کاروبار سنبھالے نہ بیٹھی ہوتی اگر اسے شبہ بھی ہو گیا کہ میں نے تمہیں اس کے متعلق کچھ بتایا ہے تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

"لیکن اسے معلوم ہو گا ہی کیسے؟"

"میں اس کے سامنے اپنے دل کا چور نہ چھپا سکوں گی۔"

"وہ تو تم اب بھی نہ چھپا سکو گی۔"

"کیا مطلب۔؟"

"وقت دیکھو۔ ساڑھے نو بجے ہیں یہاں سے گرل کار راستہ بھی ایک گھنٹہ کا ہے ہم لوگ وہاں اگر میڈم کے بعد پہنچے تو وہ تم سے باز پرس ضرور کریں گی اور تم کچھ نہ چھپا سکو گی کیونکہ تم میڈم سے حد سے زیادہ خوفزدہ رہتی ہو۔"

"او گاڈ۔" ینی سر پکڑ کر صوفے پر بیٹھ گئی اس کی آنکھوں میں موت کی پرچھائیاں رقص کر رہی تھیں عمران اسے غور سے دیکھتا رہا پھر بولا "خیریت بتاؤ چلو۔"

"کک۔ کہاں۔؟"

"ہوٹل۔ اور کہاں۔؟"

"نہیں نہیں۔ میں وہاں نہیں جاؤں گی۔ وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

"پھر تم کہاں جاؤ گی۔؟"

"تم۔ تم مجھے گرفتار کرا دو میں یہاں سیاسی پناہ کی درخواست کروں گی مجھے یقین ہے کہ مجھے یہاں سیاسی پناہ مل جائے گی۔"

"اس طرح کیا تم میڈم کی دسترس سے بچ جاؤ گی؟ میڈم کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔"

"نہیں.... وہ وہاں پر خود کو بے بس محسوس کرتی ہیں۔" وہ کیسے عمران بولا؟

"انہیں ایسا لگتا ہے جیسے یہاں کی سی۔ آئی۔ ڈی اور سیکرٹ سروس چاروں طرف آنکھیں بچھا کر رکھتی ہے... وہ کہتی ہیں کہ وہ ایشیا کو جتنا پسماندہ سمجھتی تھیں وہ اس کے برعکس نکلا ہے تم لوگ بیحد بیدار مغز اور چالاک ثابت ہوئے ہو اسی لئے میڈم تم لوگوں سے خوفزدہ بھی ہیں۔

"اور انہوں نے اسی لئے فیاض کو اپنی حفاظت کے لئے مانگا تھا۔"

"ہاں ان کا خیال ہے کہ اس طرح وہ تمہارے ملک کے حکام کی توجہ بھٹکا سکتی ہے"

"اور فیاض نے ان کے سامنے مجھے کیوں پیش کیا تھا۔"

"میڈم نے خود ہی تمہارا نام لیا تھا۔"

"یعنی۔؟"

"میں نہیں جانتی میڈم نے تمہارا نام کب اور کہاں سنا تھا انہوں نے یہاں آتے ہی کہا تھا کہ اگر کسی سے خطرہ ہے تو صرف اس آدمی سے ہے جس نے او ڈبلیو اور گارڈو جیسے مجرموں کی گردنیں توڑی ہیں۔ فیاض سے انہوں نے اس طرح ذکر کیا تھا کہ ایک پرائیویٹ سراغرساں اگر ہمارے لئے کام کرنے لگے تو میرا بچ سکتا ہے فیاض میڈم کی زبان سے تمہارا نام سنتے ہی اچھل پڑا تھا۔ اس نے میڈم کو بتایا تھا کہ تم اس کے دوست ہو اور پھر وہ تمہیں لے آیا۔"

"اور میڈم نے مجھے نوکر رکھ لیا۔"

"ہاں انہیں یقین ہے کہ وہ تمہاری توجہ اپنی طرف مبذول کرا کے اپنا کام آسانی سے انجام دے سکیں گی اس لئے انہوں نے تمہارے گرد اس قسم کا جال بچھایا ہے۔"

"اور وہ ایکسٹن۔؟"

"اوہو کیا تم نے اس کی لاش الماری میں نہیں دیکھی؟"

"تو تمہیں بھی علم تھا۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"میرے ہی سامنے گلا گھونٹا گیا تھا اس کا۔ مجھے کیوں علم نہ ہوتا۔ تم دراصل اس طرح انہوں نے ایک تیر سے دو شکار کئے تھے۔ تمہیں اس راہ پر لگا کر تمہارا ذہن الجھا دیا گیا اور اب میڈم اپنا کام کرنے کے انتظامات کر رہی ہوں گی۔"

"ایکسٹن مجھ سے عشق کرنے لگا تھا اور میڈم ایسے کسی آدمی کو زندہ نہیں چھوڑتیں جو مجھ پر عاشق ہو جاتا ہے۔ انہوں نے ایکسٹن کو مجھے کس کرتے دیکھ لیا تھا اس لئے اسے مار ڈالا پھر انہوں نے تمہارا ذہن بھٹکانے کے لئے تمہیں اس راہ پر لگا دیا۔ مجھے یہ بھی علم ہے کہ میں تمہیں اچھی طرح اپنی طرف راغب کر لوں۔"

"آج تمہیں ہوٹل سے نکلنے کی تجویز بھی میڈم ہی کی تھی وہ چاہتی تھی کہ میں تمہیں عیاشی کی راہ پر ڈال کر کسی ہوٹل میں تمہارے ساتھ کمرہ بک کرا لوں اس طرح تم رات بھر داد عیش دو اور میڈم اپنے انتظامات مکمل کر لیں اس لئے انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ عیش کرو۔"

"عمران کچھ دیر تک خاموشی سے نینسی کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔" اس کا مطلب ہے... یہ گھنشام بھی میڈم کے لئے اجنبی نہیں ہو گا۔؟"

"نہیں گھن شیام ایکسٹن ہی کے گروپ کا آدمی ہے اور میڈم اس سے بہت اچھی طرح واقف ہیں۔"

"اور رام سروپ...؟"

"رام سروپ ایکسٹن کا میزبان تھا۔ اس لئے اندازہ کر لو کہ وہ کون ہو سکتا ہے۔"

"اور ایکسٹن یہاں ایک غیر ملکی سیاہ کی حیثیت سے آیا ہوا ہے۔"

"ایکسٹن کو میڈم نے ہی پہلے یہاں بھیج دیا تھا...."

"ہوں اور یہ سب لوگ کسی غیر ملک کے ایجنٹوں کی جماعت کے ممبر ہیں۔"

"اس جماعت کے ممبر ہیں جو مختلف ممالک میں اپنی حکومت کے اشارے پر فساد کراتی ہے۔ بغاوتیں کراتی ہے اور حکومتوں کے تختے الٹ کر اپنی پٹھو حکومتیں قائم کرتی ہے۔"

"اور میڈم بھی اسی جماعت کی ممبر ہیں۔؟"

"پہلے میڈم محض اسمگلر تھیں۔ ہمارے ملک میں ایک بار صدارتی انتخاب کے سلسلے میں میڈم کا گروپ اس جماعت سے ٹکرا گیا تھا۔ مگر اس جماعت کے امیدوار کو شکست فاش ہوئی تھی اور میڈم کے گروپ کے لوگوں نے اس جماعت کو ناکوں چنے چبوا دیئے تھے۔ تب ان کے ملک کی حکومت نے محسوس کیا تھا کہ وہ لوگ میڈم سے سمجھوتہ کئے بغیر ہمارے ملک میں اپنی کسی سازش کو کامیاب نہیں کر سکتے اس طرح برا عظم افریقہ کا ایک ملک ان کے خلاف ہو جاتا ہے۔"

چنانچہ کچھ عرصہ بعد ہی ان لوگوں کی حکومت کی طرف سے میڈم کو اپنے ملک کی سب سے اہم شخصیت کے بطور مدعو کیا گیا تھا اور جب میڈم وہاں سے اعزازات لیکر لوٹیں تو میڈم بھی اس جماعت کی سرگرم کارکن بن چکی تھیں۔ بلکہ ہمارے ملک میں موجود اس جماعت کی سربراہی اب میڈم کے ہی ہاتھوں میں ہے۔ اس جماعت کے ممبر میڈم کے حکم کے بغیر قدم بھی نہیں اٹھا سکتے۔"

"اور ہمارے ملک میں میڈم کی آمد کا مقصد کیا ہے؟"

"بہت خطرناک مقصد ہے اگر میڈم اس مقصد میں کامیاب ہوگئیں تو یہ سمجھ لو کہ ہمارا ملک براعظم افریقہ کے ممالک کی نظروں میں ہمیشہ کے لئے گر جائے گا آج ہمارے براعظم سے تمہارے دوستانہ تعلقات ہیں اور ہم تمہارے ملک کو عزت کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ کل تمہارے ملک کا کوئی بھی آدمی ہمارے ملکوں کے لئے قابل احترام نہ رہے گا۔

"مجھے وضاحت سے بتاؤ۔"

"اب تو میں تمہیں وضاحت سے ہی بتاؤں گی۔" نینی نے ٹھنڈی سانس لی اور کہا۔ "جب میڈم کی نظروں میں دشمن ثابت ہونے والی ہی ہوں تو اب کاہے کا ڈر۔ میں جانتی ہوں کہ اگر میڈم کو غصہ بھی ہو گیا تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گی۔ لیکن اب میں خود بھی اس قید سے بیزار ہو چکی ہوں۔ مجھے اپنی مرضی سے سانس لینے تک کا حق نہیں ہے۔

"میڈم نے شادی نہیں کی وہ آج تک کنواری ہیں۔ کیونکہ شروع سے ہی ان کا ڈیل ڈول ایسا ہی رہا ہے اور کوئی بھی نوجوان ان سے شادی کے لئے رضامند نہیں ہوتا تھا شروع میں میڈم کو ایک نوجوان سے عشق ہوا تھا جس نے ان کے عشق کو شاید کسی مصلحت سے لبیک کہا تھا اور میڈم اس کے لئے پاگل ہو گئی تھیں یہ ان کی جوانی کے دور کی بات ہے۔ جب انہیں ہمارے ملک نے ان کی دولت سے مرعوب ہو کر۔ ہمارے ملک کی سب سے خوبصورت لڑکی کا خطاب دیا تھا۔

"لیکن ایک روز میڈم نے اپنے محبوب کو ایک دوسری لڑکی کے ساتھ پکڑ لیا تھا۔ تحقیقات پر انہیں پتہ چلا کہ ان کا محبوب اس لڑکی سے بھی عشق کرتا ہے اور دونوں دوسرے ملک جا کر شادی کے پروگرام بنا رہے ہیں۔ میڈم کو اس انکشاف سے اتنا صدمہ ہوا کہ انہوں نے اسی وقت اپنے محبوب اور اس کی محبوبہ کو قتل کرا دیا۔ اس کے بعد میڈم کو مردوں سے نفرت ہو گئی انہوں نے اپنی تسکین کا سہارا ہم جنس کو بنایا اور ان کا سب سے زیادہ محبوب شکار میں ہوں میں نہیں جانتی انہیں مجھ میں کیا نظر آیا ہے مگر مجھے وہ کسی قیمت پر بھی اپنے سے جدا کرنا پسند نہیں کرتیں۔

"مگر دوسری نوجوان لڑکیوں کی طرح میرے سینہ میں بھی دل ہے میرے بھی کچھ خواب ہیں میں بھی اپنے کسی محبوب کو ساتھ لیکر گھومنا پھرنا چاہتی ہوں۔ اس سے پیار کی باتیں کرنا چاہتی ہوں اور اپنا ایک چھوٹا سا گھر بسانا چاہتی ہوں مگر میں جانتی ہوں کہ میڈم کی موجودگی میں میرا یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوگا۔ اور اب۔ اب میں زندگی سے عاجز آ چکی ہوں کہ آج سے پہلے میری آزادی پر پہرہ پڑا ہوا تھا وہ اب اٹھ چکا ہے۔ لاشعور کا خواب شعور میں تڑپ اٹھا ہے اور اب میں میڈم سے چھٹکارا چاہتی ہوں خواہ یہ چھٹکارا موت کی صورت میں ہی کیوں نہ نصیب ہو۔"

کہتے کہتے نینی کی آواز بھرا گئی وہ خاموش ہو کر آنسو روکنے کی کوشش کرنے لگی اور اس وقت نینی سچ مچ ایک معصوم بچی کی طرح نظر آ رہی تھی جسے اس کے سرپرستوں نے دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے سے روک رکھا ہو۔ عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور بولا۔

"نینی ممکن ہے خدا نے تمہیں میری سرزمین پر آزادی کے لئے ہی بھیجا ہو۔ گھبراؤ مت۔ تم آزاد ہو گی اور ضرور آزاد ہو گی۔ مگر زندگی سے نہیں۔ صرف کی میڈم کی قید سے۔"

"کاش میرا یہ خواب پورا ہو سکے۔۔۔"

"تمہارا یہ خواب پورا ہو گا نینی۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر میں زندہ ہوں تو تمہارا ایک سانس بھی آپ نہیں آئے گی۔

"تم ایسا اس لئے کہہ رہے ہو کہ میڈم کے اثر و رسوخ سے ناواقف ہو۔"

"نینی۔ میڈم میں کارٹلر مارووِلو جیسے فرموں سے زیادہ جان نہیں ہے۔"

عمران کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ "میڈم ٹرڈالہ میرے ملک کی سرزمین پر سازش کا جال بننے آئی ہے اس نے ہزاروں خون اپنی زندگی میں ضرور کئے ہوں گے مگر اس کی حکومت اسے پھانسی کی سزا نہ دے سکے گی مگر میرے ملک کی سرزمین پر اسے سزائے موت ضرور ملے گی۔۔۔"

نینی نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور کپکپاتی آواز میں بولی "یہ تم۔۔۔ تم سچ کہہ رہے ہو عمران۔؟"

"اگر تم مجھے سب کچھ سچ سچ بتا دو گی تو اسے سچ ہی سمجھو۔"

"میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گی"

"نیگرو چیمپئن کیا سچ مچ میڈم کا بیٹا ہے؟"

"نہیں۔ میڈم نے شادی ہی نہیں کی تو اس کا بیٹا کہاں سے آ جائے گا؟"

"پھر میڈم کا اس سے کیا رشتہ ہے؟"

"وہ بھی میڈم کے ان غلاموں میں سے ہے جسے میڈم نے اپنے ٹکڑوں پر پرورش کیا ہے۔ تم نہیں جانتے کہ اس کی چیمپئن شپ ہی ایک بہت بڑی بین الاقوامی سازش ہے۔"

"یعنی۔؟"

"میڈم نے اس نیگرو کو باکسنگ کی تربیت دلوا کر پوری طرح تیار کر دیا تھا۔ پہلے اپنے ہی ملک کے پیشہ ور باکسروں سے اسے لڑایا گیا اور پیشہ ور باکسر کچھ رقموں کے عوض اس سے ہارتے رہے یہ باکسر جیتتا رہا اور اس کی شہرت بڑھتی رہی پھر اس چیمپئن کے ذریعہ دوسرے ملکوں کے چیمپئنوں کو بھی چیلنج کیا گیا جس ملک میں بھی نیگرو چیمپئن مقابلے کے لئے جاتا وہی بین الاقوامی سازشی جماعت اس کی قسمت کے فیصلے

مکمل کر لیتی خواہ اس سلسلے میں لاکھوں ڈالر ہی کیوں نہ خرچ کرنے پڑتے۔"

"نتیجے کے طور پر یہ ہمارا باکسر جگہ جگہ جیت کر دوسروں کو للکارتا رہا۔۔ اور ہمارے ملک کا وقار بڑھتا رہا۔ اب اسی طرح لے لو کہ ایک ہمارے قریبی عرب ملک سے ہمارے بہت ہی دوستانہ تعلقات تھے مگر یہ تعلقات میڈم کے آقاؤں کو ناپسند تھے۔ ہمارے چیمپئن نے اس ملک کے باکسر کو چیلنج کر دیا۔ مقابلہ طے ہوا۔ اور میڈم کے آقاؤں کے ایجنٹوں نے لگ بھگ ایک لاکھ ڈالر دیکر اس ملک کے چیمپئن کو خرید لیا وہ چیمپئن ہار گیا ہمارا چیمپئن جیت گیا۔ اور پھر میڈم کے آقاؤں کے ہی ایک گروپ نے یہ آواز اٹھائی کہ مقابلہ میں بے ایمانی ہوئی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس ملک کی پبلک بگڑ گئی۔

"ہمارے ملک کے چیمپئن پر قاتلانہ حملہ ہوا تو ہمارے ملک کی پبلک اس ملک کی پبلک کی دشمن ہو گئی کچھ خریدے ہوئے پیشہ ور لوگوں کے بیانات نے اس نفرت کو ہوا دی آج یہ حال ہے کہ ہمارے ملک اور اس ملک کے درمیان تجارت تک بند ہے۔"

"ہوں۔ یعنی اب تفریحی مشاغل بھی سیاست کے داؤ پیچ کے لئے استعمال ہونے لگے ہیں۔"

"یہ سب بڑی طاقتوں کے کھیل ہیں گرانے اٹھانے کے لئے یہ کیا کیا کرتی ہیں کتنی گھناؤنی سازشیں تیار کرتی ہیں اس کا اندازہ عام آدمی نہیں لگا سکتے۔"

"اور اب۔ ہمارے ملک میں کس قسم کی سازش کی جا رہی ہے؟"

"وہی بتانے جا رہی ہوں۔" نینی بولی۔ "تمہارے ملک سے ہمارے ملک کے دوستانہ تعلقات ہیں نہ صرف ہمارا ملک بلکہ گروپ کے سارے ملک بین الاقوامی سیاست میں تمہارے ملک کے مدح خواں ہیں اور اقوام متحدہ میں اکثر ہم تمہارا ہی ساتھ دیتے ہیں۔" اور اس طرح ہمارے ملک کے اثر میں جو چھوٹی چھوٹی ریاستیں ہیں وہ بھی ہمارے ساتھ ہی رہتے ہیں۔

"ظاہر ہے۔۔"

اب یہ سمجھو کہ بین الاقوامی برادری کی دس فیصدی کی اکثریت بھی اگر اس طرح تمہارے ساتھ ہے تو تمہیں وہاں پر دس فیصد زیادہ طاقت حاصل ہے۔"

"بے شک۔"

"لیکن اگر ہم تمہارے دشمن ہو جائیں تو بین الاقوامی برادری میں تمہاری طاقت دس فیصدی تو کم ہو ہی جائے گی۔"

"ظاہر ہے۔"

"اور کبھی بین الاقوامی معاملات میں کسی ایک ووٹ کی مخالفت بھی کسی معاملات کی ناکامی کا سبب بن جاتی ہے۔" اب اگر دس فیصد طاقت ہی تم سے الگ ہو جائے تو کیا مستقبل قریب میں تمہیں نقصان نہیں پہنچ سکتا۔؟"

"بے شک۔"

"اب تمہارے ملک کے چیمپئن نے ہمارے چیمپئن کو مقابلہ کی دوستانہ دعوت دی ہے اگر یہ مقابلہ ہمارا چیمپئن جیتتا ہے تو ہم تمہارے دوست ہیں ہارتا ہے تو یہ سمجھا جائے گا کہ مقابلہ میں ہار جیت چلتی ہی ہے۔"

"لیکن اگر ہماری یا تمہاری ہار کو سازش قرار دیدیا جائے تو کیا اس طرح ہمارے اور تمہارے ملک کے عوام ایک دوسرے سے نفرت نہ کرنے لگیں گے۔؟"

"قطعی۔"

"لیکن اس سے بھی بڑا اگر کوئی حادثہ ہو جائے؟"

"یعنی۔؟"

"مثلاً ہمارا چیمپئن تمہارے ملک کی سرزمین پر اگر قتل کر دیا جائے تو۔؟"

"کیا مطلب۔؟" عمران اچھل پڑا۔

"ظاہر ہے کہ اس سے بڑا حادثہ کون سا ہو سکتا ہے۔؟"

"ہمارا چیمپئن تمہارے ملک کی سرزمین پر قتل کر دیا جائے تو ہمارے عوام

یہی سمجھیں گے کہ کیوں کہ ہمارا چیمپئن کسی حالت میں بھی نہیں ہار سکتا تھا اس لیئے تمہارے ملک کے لوگوں نے اپنا وقار بچانے کیلئے اسے قتل کروا لیا۔"

"ظاہر ہے۔"

"ایسی صورت میں ہمارے ملک کے عوام کتنی شدت سے تم سے نفرت کرنے لگیں گے اس کا اندازہ تو تم خود ہی لگا سکتے ہو۔ ہمارے ملک کی رائے عامہ تمہارے خلاف ہو جائے گی۔

"بے شک۔"

"اور یہی سازش میڈم کی ہے۔ میڈم کو ان کی آزاد جماعت نے ہی یہ منصوبہ تیار کر کے دیا ہے جس میں ہمارا چیمپئن قربانی کا بکرا بنایا جا رہا ہے میڈم کے گرگوں نے پہلے ہی سے اپنے ملک میں یہ افواہ اڑا رکھی ہے کہ ہمارا چیمپئن کیونکہ کہیں نہیں ہارتا اس لئے اسے ختم کرنے کی سازش کی جا رہی ہے اور ہمارے ملک کے عوام اپنے محبوب چیمپئن کو کسی بھی قیمت پر خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتے۔ لیکن انہیں سمجھایا گیا ہے کہ ہمارا چیمپئن تمہارے ملک نہیں گیا تو یہ بات جنگل کی آگ کی طرح پھیل جائے گی اور ہم اپنے چیمپئن کی حفاظت کے مناسب انتظامات کر رہے ہیں۔

دوسری طرف میڈم نے پہلے ایکسٹن کو یہاں روانہ کیا جو یہاں کے باغیوں گھن شیام داس اور سروپ وغیرہ سے ملا... اور یہاں میڈم کی سازش کا جال بنا جانے لگا۔ بعد میں خود میڈم یہاں آئیں اور انہوں نے یہاں کے حکام سے اپنے چیمپئن کی جان خطرے میں ہونے کا کہہ کر اس سے تحفظ کی ضمانت طلب کی تمہارے حکام نے فیاض کو ان کے سپرد کیا اور انہوں نے فیاض کے ذریعہ تمہیں حاصل کیا۔

اور اب... تمہاری توجہ ایکسٹن کی لاش کے ذریعہ گھن شیام اور رام سروپ کی طرف مبذول کرا دی گئی جبکہ گھن شیام اور رام سروپ بظاہر عام اور عزتدار شہری ہیں۔ ان پر کسی کو کسی قسم کا شبہ نہیں ہو سکتا۔ ویسے بھی وہ اس سازش سے الگ تھلگ رہیں گے اور تم گھن شیام اور رام سروپ کے پیچھے رہو گے۔

دوسری طرف میڈم کے کارکن اپنا کام کر گذریں گے۔ اور رام سروپ تمہاری غیر
میں بے گناہ ہی رہیں گے کیوں کہ تم ان کے خلاف کچھ ثابت نہ کر سکو گے۔ ویسے بھی وہ
کوئی عملی قدم نہ اٹھائیں گے۔"

"ہوں۔ عمران نے لمبی سانس لی تو یہ سازش ہے میڈم کی؟"

"یہی سازش ہے۔" نینی نے کہا۔ "مگر تم نے۔ اگر اس سازش کا سدباب
کر لیا تو۔ تو میں تمہیں اس ملک کا سب سے عظیم آدمی کہوں گی۔ میں تمہاری پوجا کروں
گی کیوں کہ..... کیونکہ میں اپنے ملک کے چیمپئن سے عشق کرتی ہوں اور وہ بھی مجھے چاہتا ہے"

عمران نے غور سے نینی کی طرف دیکھا اور نینی نے ملتجی لہجے میں کہا۔ "اب تو تمہیں
سب کچھ معلوم ہی ہو چکا ہے خدا کے لئے میرے محبوب کو بچا لو۔ اس کے بدلے میں تم مجھ
سے جو مانگو گے وہی دوں گی۔"

"تم مطمئن رہو۔ تمہارا محبوب زندہ رہے گا مگر تمہیں بھی میرا ساتھ دینا ہوگا۔"

"تم جیسا کہو گے میں ویسا ہی کروں گی جانے کیوں میں جتنی دیر تمہارے قریب
رہ رہی ہوں تم پر اتنا ہی زیادہ اعتماد مجھے ہوتا جا رہا ہے۔"

"اور تمہارے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچے گی؟"

"تم بتاؤ۔ مجھے کیا کرنا ہوگا۔؟"

"تم میرے ساتھ گرل چلو گی۔"

"نہیں۔!" نینی کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا۔

"اگر تم نہیں جاؤ گی تو میں شاید تمہارے محبوب کو نہ بچا سکوں گا۔"

"کیوں۔؟"

"اس لئے کہ تمہاری غیر موجودگی میڈم کو شبہ میں ڈال دے گی۔ ممکن ہے اس
وقت وہ مجھ پر بھی اعتماد نہ کریں اور ان کی سازش کا رخ ہی بدل جائے۔"

"تم تھنک کہتے ہو۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ چلو۔"

"ابھی نہیں۔"

"پھر کب۔؟"

"صبح۔"

"وہ کیوں۔؟"

"اس لئے کہ ابھی تو رات ہے۔ ہم لوگ میڈم کی ہدایت کے مطابق عیش کر رہے
ہیں۔ ہماری ابھی واپسی میڈم کو شبہ میں ڈال دے گی۔"

"یہ بھی تم ٹھیک کہتے ہو۔"

"بس۔ تم رات یہاں اطمینان سے گذارو۔"

"اور تم۔؟"

"مجھے دوسرے انتظامات کرنے دو۔ مجھے ابھی یہ میک اپ بھی بدلنا ہے
تاکہ ہوٹل پہنچنے پر میڈم نہ پہچان سکیں۔"

"لیکن... لیکن میں یہاں اکیلی رہوں گی۔؟"

"پریشان مت کرو۔ یہ عمارت نہیں ایک قلعہ ہے اس میں پرندہ بھی پر نہیں مار
سکتا جس کمرے میں تم موجود ہو۔ اس کمرے کا دروازہ نہ باہر سے کھل سکتا ہے نہ
اندر سے۔ جب تک تمہیں اس کا میکنزم نہ معلوم ہو اور نہ ہی اس کمرے کی آواز ہی
باہر جاتی ہے۔ یہ ساؤنڈ پروف بھی ہے۔"

"اوہو۔ تت تم۔ تم.....!"

نینی آنکھیں پھاڑ کر عمران کو دیکھتی رہ گئی۔

.....

دوسرے کمرے میں پہنچ کر عمران نے پرائیویٹ فون کا رسیور اٹھا کر جولیا سے رابطہ قائم کیا۔ جلد ہی جولیا کی آواز سنائی دی۔

"یس اسپیکنگ"

"ایکس ٹو"

"یس سر۔"

"تنویر کی رپورٹ۔؟"

"یس سر۔ رپورٹ مل چکی ہے۔" جولیا نے جواب دیا۔ "رام سروپ کسی زمانے میں حکمراں پارٹی کی طرف سے ایم۔ پی کا امیدوار تھا۔ مسلسل شکستوں کے بعد اس نے پارٹی تبدیل کر دی تھی۔ آج کل وہ ایک رجعت پسند جماعت کا ممبر ہے ... اور اگلے الیکشن میں کھڑے ہونے کی تیاریاں کر رہا ہے۔"

"اس کی تازہ مصروفیات؟"

"شہر کے سرکردہ لوگوں سے میل ملاقات۔"

"آج کی مصروفیات۔؟"

"آج تو وہ تمام دن اپنی کوٹھی سے باہر نہیں نکلا۔ تنویر کی رپورٹ کے مطابق وہ دن بھر کوٹھی میں رہا ہے اور کبھی باغیچہ میں مالی کو ہدایات دیتا نظر آیا ہے کبھی کتے سگار پیتا نظر آیا ہے۔ اور کبھی بچوں کے ساتھ کھیلتا نظر آیا ہے۔"

"اور اس وقت۔؟"

"اس وقت وہ ڈریم نائٹ کلب میں ہے۔ اور فلش روم میں فلش کھیل رہا ہے۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ اور صدیقی کی طرف سے کوئی رپورٹ ملی۔؟"

"جی ہاں صدیقی کی رپورٹ بھی ہے۔ وہ بدستور گرل کے دو سو سولہ نمبر کمرے کے گاہک گھن شیام کی نگرانی کر رہا ہے۔ اور اس کی مصروفیات کچھ بھی نہیں۔ گھن شیام اپنے کمرے میں رات کو نو بجے تک رہا تھا۔ اس نے رات کو ڈنر بھی وہیں لیا تھا۔ اور اب وہ ریکریشن ہال میں ہے۔ برانڈی سے شغل کر رہا ہے اور اب اس کے ساتھ جانی چاندنی سوسائٹی گرل بھی ہے۔"

"صفدر کی طرف سے کوئی رپورٹ؟"

"جی ہاں۔ اس نے میڈم ژوالہ کی مصروفیات کی رپورٹ دی ہے۔ پھر جولیا میڈم ژوالہ کی مصروفیات کی رپورٹ سنانے لگی اور معنی خیز انداز میں عمران سر ہلاتا رہا آہستہ آہستہ اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوتی جا رہی تھی آخر میں اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے اب تم تنویر اور صدیقی کی رپورٹ ملنے پر ان کو ہدایت دینا کہ وہ لوگ میڈم ژوالہ کے کمرے کے آس پاس رہیں اور مخصوص سگنل ملنے پر عمران کی مدد کریں۔ اسی قسم کی ہدایت صفدر کو بھی دینی ہے۔"

"او۔ کے سر۔"

"یس آل۔" عمران نے ڈسکنکٹ کر دیا پھر اس نے پرائیویٹ فون پر سر سلطان سے رابطہ قائم کیا۔ وہ اس کی سنتے ہی بولے۔

"اوہ کہاں ہو تم۔؟ میں گھنٹوں سے تمہاری کال کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"میں اپنے انتظامات میں مصروف تھا۔"

"میں نے میڈم ژوالہ کے متعلق ان کے ملک کے سفارت خانے سے معلومات حاصل کر لی ہیں۔ وہ تو اپنے ملک کی بے حد معزز ہستی ہے۔"

"جی ہاں۔ ... مگر وہ ہمارے ملک کی بھی ہے۔ اس نے ہمارے ملک کی سرزمین پر ایک قتل کیا ہے اور سازش کا جال بھی پھیلایا ہے۔"

"سازش کا جال۔ سر سلطان چونکے۔"

"جی ہاں۔ اگر آپ اس کی تفصیل سننا چاہتے ہیں تو میں آپ کو سنواتا ہوں۔ اس وقت میڈم ژوالا کی بیٹی نینی میرے قبضے میں ہے اس کا بیان میں نے ٹیپ کر لیا ہے۔ آپ اس کی آواز میں ٹیپ پر بیان سنیئے اور اسی بیان کی روشنی میں ہم اسے عدالت میں لے کر اس پر مقدمہ چلا سکتے ہیں۔"

"لمبا چکر پڑ جائے گا بھئی ... تم نہیں جانتے اس کے ملک کا صدر بھی اس کا فراڈ کرتا ہے۔"

"اس احترام کی وجوہ بھی نینی کے بیان میں سامنے آ جائیں گی۔ اور میڈم ژوالا تو ویسے بھی ہمارے ملک کی مجرم ہے۔ اگر اسے گرفتار نہ کیا گیا تو یا تو میں اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دوں گا یا اسے گولی مار کر اپنی ذمہ داری ختم کر دوں گا۔"

"اتنے جوش میں مت آؤ۔ تم مجھے ٹیپ تو سناؤ۔"

"سنیئے۔"

عمران نے ٹیپ سے ٹیپ کنکٹ کر دیا اور سر سلطان کو نینی کا بیان سنوانا رہا۔ بیان ختم ہونے پر اس نے پیسور سنبھال لیا۔ اب کیا خیال ہے جناب۔؟"

"بڑی خطرناک عورت ہے۔ مگر کہیں نینی اپنا بیان تو نہ بدل دے گی؟"

"یہ میری ذمہ داری ہے۔"

"بس تو پھر تمہارے سپرد کرام سر میں کال ہوا۔"

عمران سر سلطان کو اپنا پروگرام بتانے لگا۔

... ...

ٹھیک چھ بجے عمران نے باڈی گارڈ کے بھیس میں ہی میڈم ژوالا کے کمرے کی گھنٹی بجائی اس کے ساتھ نینی بھی تھی۔ دروازہ کھلنے میں دیر نہیں لگی۔ میڈم ژوالا نے ہی دروازہ کھولا تھا ... وہ عمران کو دیکھتے ہی جلدی سے پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔ آؤ۔ آؤ۔ اندر آؤ۔ میں تم ہی دونوں کی منتظر تھی۔"

عمران اور نینی اندر داخل ہوئے اور میڈم نے جلدی سے دروازہ بند کر لیا اور بولی "کہاں تھے تم لوگ ساری رات۔؟ میں کتنی پریشان رہی ہوں تم دونوں کے لئے؟"

"وہ ... وہ .... وہ عمران کنکھیوں سے نینی کو دیکھ کر بولا۔"

"کبھی۔" میڈم معنی خیز انداز میں مسکرائی "خیر پرواہ نہ کرو۔ میں تمہیں پسند کرتی ہوں۔ اب تم میرے ساتھ ہی میرے ملک چلو گے۔ نینی کے ساتھ ہی تمہاری شادی کر کے تمہیں ایک بڑا سا ہوٹل کھلوا دوں گی۔"

"شکریہ۔ شکریہ میڈم ... عمران خوش ہو کر بولا۔"

"بس جلدی کرو میرے بیٹے کا پلین ٹھیک نو بجے لینڈ کرے گا مجھے یقین ہے کہ تم میرے بیٹے کی جان کی حفاظت بخوبی کر سکو گے۔"

"بے شک میڈم۔ میں اس جہاز کی حفاظت کے لئے جان کی بازی لگا دوں گا۔"

"شاباش۔ نینی۔ تم جلدی سے نہا دھو کر تیار ہو جاؤ۔"

"ہاں نینی تم جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ عمران نے بھی ہاں میں ملائی۔

"نینی نے باتھ روم کی طرف رخ کیا ہی تھا کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی اور وہ لوگ چونک پڑے۔ میڈم نے کہا۔ "دیکھو بیرہ ہوگا میں نے ناشتہ نہیں کیا ہے ابھی تک یہیں منگوالیا تھا۔"

"نینی نے بڑھ کر دروازہ کھولا اور پھر جلدی سے پیچھے ہٹ گئی ..... دروازے میں سے سپرنٹنڈنٹ فیاض دو انسپکٹر اور کچھ سب انسپکٹر اندر آگئے۔ سب کے عمران ہڑبڑا گیا۔ مگر میڈم۔ وہ تو سناٹے میں رہ گئی تھی۔ پھر اس نے سنبھل کر کہا۔

"کیا بات ہے تم لوگ بغیر اجازت اندر کیسے آئے؟"

"ہمیں اس کمرے کی تلاشی لینی ہے"

"کیوں؟" میڈم کی بھویں تن گئیں۔

"ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تمہارا تعلق اسمگلروں کے گروہ سے ہے اور اس کمرے میں چرس کی کافی مقدار موجود ہے۔

"کیا بکتے ہو میڈم غزالی۔ جانتے ہو تم کس سے مخاطب ہے۔"

"ہمیں افسوس ہے میڈم ہمارے پاس تلاشی کا وارنٹ بھی موجود ہے۔ فیاض نے خشک لہجے میں۔"

"شٹ اپ۔ تم دو کوڑی کے ملازموں کی اتنی جرأت جانتے ہو میں کون ہوں؟ اچانک میڈم نے گریبان سے ریوالور نکال لیا اور غزالی اگر ایک قدم بھی کسی نے آگے بڑھایا تو شوٹ کر دوں گی۔"

"میڈم یہ غیر قانونی حرکت ہے۔"

"تمہارے ملک کا قانون کسی معزز آدمی کی بے عزتی نہیں کر سکتا۔"

"اوہ ... ممی۔" نینی نے کہا۔ "جب ہمارے پاس چرس ہے ہی نہیں تو تم

تلاشی کیوں نہیں لینے دیتیں۔؟"

"میڈم نے چونک کر نینی کی طرف دیکھا اور نینی کی آنکھوں میں خوف کا ایک سایہ آکر چلا گیا۔ عمران چوکنا ہو گیا تھا۔ ..

میڈم نے ٹھنڈی سانس لی اور بولی۔ "ٹھیک ہے .. آگے بڑھو ان لوگوں کو تلاشی دے دو۔"

نینی آگے بڑھی۔ اور اسی لمحہ میڈم کے ریوالور نے شعلہ اگلا۔ نشانہ نینی ہی کا لیا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ ایک ہی چھلانگ میں عمران اس کے قریب پہنچ چکا تھا اور اس نے میڈم کا ریوالور والا ہاتھ اوپر اٹھا دیا تھا۔ نینی کی ایک چیخ نکلی اور وہ گر پڑا کر سپرنٹنڈنٹ فیاض کے پیچھے ہو گئی۔ عمران نے چیخ کر کہا۔

"کیا کرتی ہو میڈم۔؟"

"بکو مت۔ میڈم غزالی۔ میں سب کچھ سمجھ چکی ہوں۔"

"پھر میڈم نے جھک کر اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی اور عمران نے اس کی کلائی اپنے گھٹنے پر زور سے ماری میڈم کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر گر پڑا۔ عمران نے کہا

"میڈم تم ہار چکی ہو... تمہارا کھیل بگڑ چکا ہے۔"

"ہار کے بچے۔ میڈم خوفناک شیرنی کی طرح غرائی۔ میں تم دونوں کی جانیں لے لوں گی۔ پھر وہ سچ مچ عمران سے لپٹ پڑی۔ خدا کی پناہ کئی من کی لاش تھی۔ مگر اس میں بلا کی پھرتی تھی۔ اگر وہ عمران کو لے کر نیچے گر پڑی ہوتی تو اس کا کچومر بن جاتا وہ کوشش کر رہا تھا کہ وہ گرنے نہ پائے اور میڈم کی گرفت تو اسے کسی کیکڑے کی گرفت لگ رہی تھی عمران پر بوکھلاہٹ کا دورہ پڑ گیا اور وہ حلق پھاڑ کر چلایا۔

"بچاؤ۔ بچاؤ۔"

"فیاض نے ریوالور نکال کر چیخ کر کہا۔

"میڈم۔ ہٹ جاؤ۔ الگ ہٹ جاؤ۔"

"ارے اسے پکڑو۔" نینی چیخی۔ "یہ ڈائن مار ڈالے گی اسے۔"

پھر نہ جانے کس طرح عمران کی ٹانگ چل گئی اور میڈم لڑکھڑا کر کسی بھاری بھرکم ستون کی طرح دھڑام سے فرش پر آ کر گری۔

عمران اچھل کر الگ ہٹ گیا تھا۔ نینی چلائی۔ "پکڑ لو اسے پکڑ لو۔۔ اپنے آپ بھی اٹھ سکتی ہے۔"

"کتیا۔" میڈم غرا کر اٹھتی ہوئی بولی۔

لیکن دوسرے لمحے عمران نے اچھل کر دونوں ٹانگوں کی ٹھوکریں اس کی پیٹھ پر رسید کیں اور میڈم پھر کراہ کر اوندھے منہ گر پڑی اور نینی نہ یانی انداز میں چیخی "اٹھنے مت دینا۔ نہیں تو وہ مجھے مار ڈالے گی۔ اسے اٹھنے مت دینا۔"

میڈم نے پھر اٹھنے کی کوشش کی تھی مگر نینی پر تو جیسے دیوانگی طاری ہو گئی تھی وہ پاگلوں کی طرح بڑھی اور اس نے گلدان اٹھا کر میڈم کے سر پر دے مارا۔ میڈم کراہ کر پھر اوندھے منہ گری۔ اس نے پھر اٹھنے کی کوشش لیکن دوسرے ہی لمحے نینی نے ایک بار پھر اس کے سر پر گلدان دے مارا۔

اور اس بار میڈم کے حلق سے ایک خوفناک غراہٹ نکلی مگر وہ اٹھ نہ سکی اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا اور نینی عمران سے لپٹی ہوئی تھر تھر کانپ رہی تھی۔

سپرنٹنڈنٹ فیاض اور دوسرے پولیس آفیسر دروازے میں کھڑے تھے۔ عمران نے فیاض سے کہا۔

"اب تم تلاشی لے سکتے ہو۔"

"فیاض نے اپنے ساتھی پولیس آفیسروں کو حکم دیا۔ "تلاشی کرو۔"

"ٹھہریئے۔ پہلے اس عورت کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیجئے۔"

"فیاض کے اشارے پر چار آفیسروں نے مل کر میڈم کو چت کیا اور اس

کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں۔ پھر نینی نے کہا۔

"اب بیڈ روم میں کپڑوں کی الماری کھولئے اس میں ایکسٹن کی لاش موجود ہے۔"

الماری کھول کر دیکھی گئی اس میں ایکسٹن کی لاش بدستور اکڑی کھڑی تھی اور اب اس میں سے بدبو نکل رہی تھی۔

. . . . . .

○

میڈم ژوالا کی نگرانی کے دوران صفدر نے جن لوگوں کا پتہ لگایا تھا ان لوگوں کو بھی گرفتار کر لیا گیا تھا وہ سب کے سب حوالات میں بھیج دیئے گئے تھے۔ رام سروپ اور گھن شیام بھی حوالات بھیج دیئے گئے تھے میڈم کو پولیس کی کڑی نگرانی میں حوالات بھیجا گیا تھا۔

میڈم کے سفارت خانے کو میڈم کی گرفتاری کی اطلاع دیدی گئی تھی اور بتا دیا گیا تھا کہ انہیں ایک غیر ملکی سیاہ ایکسٹن کے قتل کرنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا ہے۔ اس پر میڈم کے سفارت خانے نے سرکاری طور پر احتجاج کرنے کی دھمکی دی تھی۔

اسی شام کو میڈم کے ملک کے نیگرو چمپین کو گرلز میں استقبالیہ دیا گیا وہ اس سازش سے لاعلم تھا۔

عمران نے نینی کو بھی سختی سے تاکید کردی تھی کہ وہ اپنے محبوب کو اس سلسلہ میں مقابلہ تک کچھ نہ بتائے وہ دل برداشتہ بھی ہو سکتا ہے۔

نینی بے حد خوش تھی اور اس نے جب استقبالیہ کے دوران اپنے محبوب کو بتایا کہ۔

اب میں تم سے شادی کرنے کے لئے بالکل آزاد ہوں۔ تو نیگرو چمپئن کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئیں۔

"لل ... لیکن میڈم۔؟"

"ان کی پرواہ مت کرو۔ اب وہ ہم دونوں کے راستہ کی رکاوٹ نہیں بن سکتیں۔۔

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ان کی وجہ سے ان سے ملو۔۔۔ یہ میرے دوست ہیں۔ علی عمران گوردا سپوری"

"گوردا سپوری کیا ہوتا ہے۔؟" نیگرو نے پوچھا۔

"اور عمران گوردا سپوری کا ترجمہ کرنے کی کوشش میں ہکلانے لگا۔

نینی نے قہقہہ لگایا۔۔۔ پھر وہ نیگرو کی طرف جھک کر بولی میں نے یہاں کی شہریت حاصل کرنے کی درخواست دیدی ہے۔ ہم لوگ شادی کرکے یہیں بس جائیں گے۔ تمہیں بھی میرے ساتھ یہیں رہنا پڑے گا۔

"مگر یہ کیسے ممکن ہے۔؟" نیگرو حیرت سے بولا۔

"سب کچھ ممکن ہے۔ نینی عمران کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ بس تم بے فکر ہو کر مقابلہ کرنا۔ بقیہ کام عمران صاحب پر چھوڑ دو۔

"ٹھیک ہے۔ اس نے سر ہلا دیا جو تم کہو گی میں کرنے کے لئے تیار ہوں"

"ویری گڈ۔۔۔ نینی نے جوش مسرت سے کہا اور عمران کی طرف دیکھنے لگی۔

ٹھیک ہے تمہیں یہاں کے شہری حقوق مل جائیں گے"

"شکریہ" کہتے کہتے نینی کی آواز بھرا گئی۔

.....

ختم شد

عمران سیریز
کے نئے شاہکار اور تہلکہ آور ناول

شایع ہو گئے			چھپ رہے ہیں		
منصوبے کا دشمن	نغمہ صفی	۳/۳۰	سیکرٹ پیپر	نغمہ صفی	۳/۳۰
بادام ڑوالا	" "	۳/۳۰	آخری پیغام	" "	۳/۳۰
شیطانی جزیرے	" "	۳/۳۰	پراسرار عورت	" "	۳/۳۰
جزیرے سے واپسی	" "	۳/۳۰	پراسرار لیونٹ	" "	۳/۳۰
انگوٹھی کا ہنگامہ	" "	۳/۳۰	جہنم کا سفر	" "	۳/۳۰
قاتل انگوٹھی	" "	۳/۳۰	خوف کے سائے	" "	۳/۳۰
آدھا انسان	ایچ اقبال	۳/۳۰	سکائی ہاک	ایچ اقبال	۳/۳۰
آدھا حیوان	" "	۳/۳۰	سکائی ہاک کی تلاش	" "	۳/۳۰
خدائی خدمت گار	" "	۳/۳۰	زہریلی موت	" "	۳/۳۰
کاس ٹیل سگریٹ	" "	۳/۳۰	چوہائی فو		۳/۳۰
ظلائنگ مشن	" "	۳/۳۰	بیوٹی کی تلاش	" "	۳/۳۰
سی ہارس	" "	۳/۳۰	بھیانک تجربہ	" "	۳/۳۰

بچوں کے دلچسپ ناول | جو شایع ہو گئے ہیں.

ایوب کی چالاکی — پکڑا گیا — ننھے تیز سی۔ راز کی قیمت
دلیر شہزادہ — معصوم شہزادی — ننھے ہمدرد
سونے کا سیب

خوبصورت سرورق ۔ آفسٹ کی چھپائی. آج ہی طلب کیجئے

..... ملنے کا پتہ .....

ادبی اکیڈیمی نمبر۳ لیاقت آباد کراچی نمبر۱۹

ایس قریشی کے نئے ناول

سیکرٹ سروس

نائٹ گرل

قیمت نو روپے

کیپٹن ہرمود کا سنسنی خیز ناول

بلیک سیریز

ایجنٹ نمبر سیون

قیمت دو روپے

کیپٹن شازیہ اور غیر ملکی جاسوسوں کا خوفناک ٹکراؤ

عمران سیریز

اس دنیا کے باسی

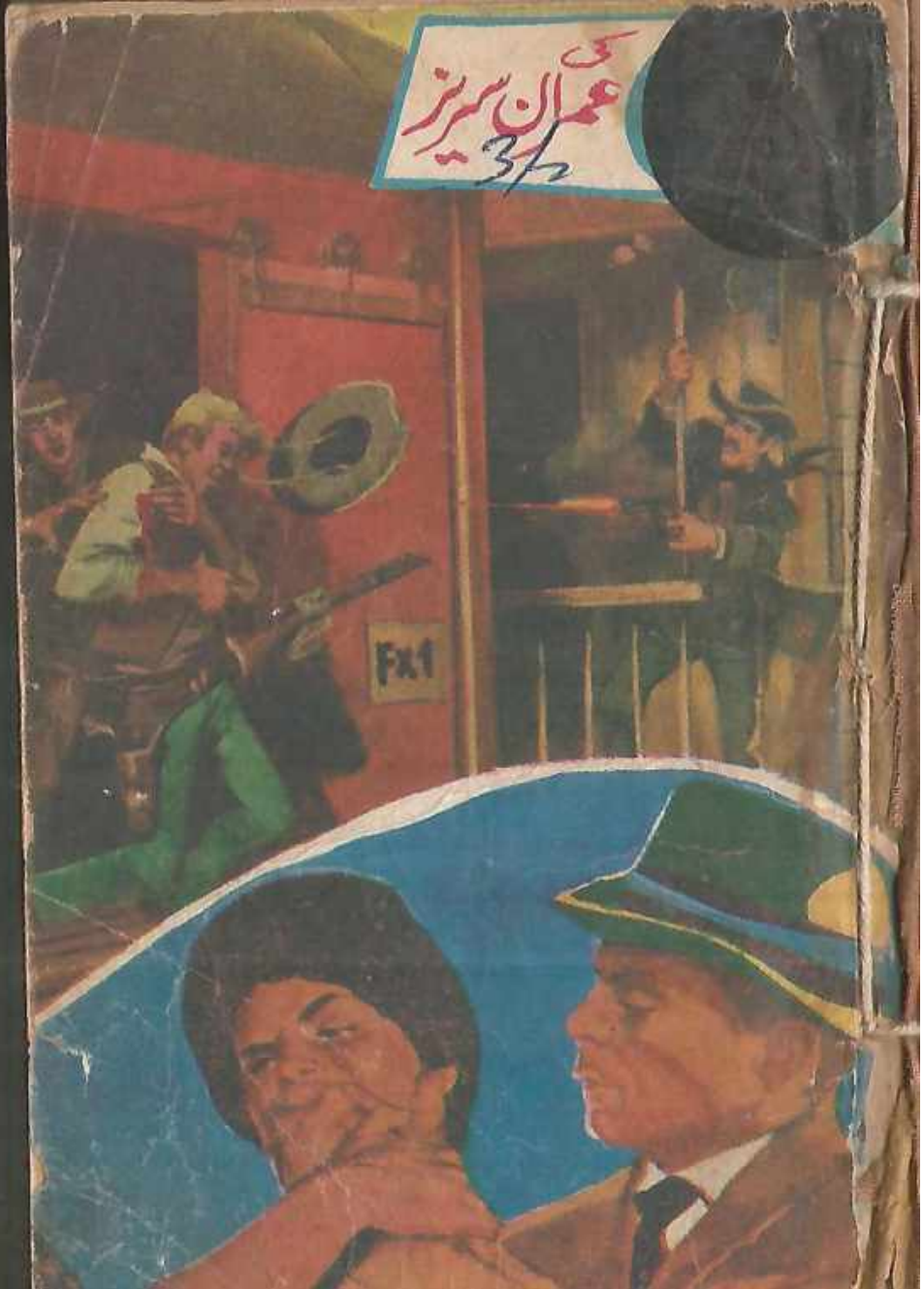
قیمت ۷/۵۰

عمران اور سنگ ہی کا کشت خون اور قہقہوں سے لبریز ناول
آج ہی آرڈر روانہ فرمائیے

..... ملنے کا پتہ .....

ادبی اکیڈیمی

نمبر۳ لیاقت آباد کراچی نمبر۱۹


عمران سیریز
37
FX1

عمران سیریز

کی

دھڑکنیں تیز کر دینے والا شاہکار

غداروں کا ٹولہ

مصنف ——— نجمہ صفی

قیمت ———

اہتمام ایم، اے فرحت

نور پبلی کیشنز 51-A ایل بلاک پیپری، کراچی ۳۳
گولیمار، کراچی ۱۹

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ

اس ناول غداروں کا ٹولہ سے تمام
کردار واقعات مقامات اور
استعمال ہونے والی چیزیں فرضی ہیں
کسی بھی قسم کی ذمہ داری پبلشر
پرنٹر مصنف پر عائد نہیں ہوگی

مکتبہ سعدی میں مطبع ہوئی!
انعام ایکے فرحت

اس کو بھی پڑھیئے

وہ ناول میرے نہیں تھے تو میں کیا عرض کر سکتی ہوں آپ ان نو اس سال کے عظیم ناول قرار دیں یا اس صدی کے بہترین ٹریڈ مارک لگا ہوا ہے تو اسکا علاج میں کیا کر سکتی ہوں میں صرف اپنے پبلشرز سے درخواست ہی کر سکتی ہوں اور آپ لوگوں سے اپیل کر عوامی دور میں اس قسم کی فضول گندی حرکتیں کرنیوالوں کے خلاف جہاد کریں۔ جلوس نکالیں۔ ہڑتالیں کریں۔ وقت نہیں ہے تو خاموش ہو جائیں اور اپنی محنت سے کمائے ہوئے روپوں کی بربادی کا تماشہ دیکھیں۔

خوشخوار لڑکیاں اور دوسری شادی اور مظلوم مجرم نام کے کسی بھی ناول کی شکل تک کبھی نہیں دیکھا اور پھر خدارا آپ اس قدر بھولے کیوں ہیں کہ کوئی آسانی سے آپکو بیوقوف بنا لے۔ آپکی رقم محنت کی کمائی ہوتی ہے۔ اس قدر بیدردی سے مت لٹوائیے۔ میں ہمیشہ ایک ہی پبلشرز سے ناطہ رکھتی ہوں فرد سے پبلشر نے جب معذرت کر لی تو اللہ کے شکر سے کہ تو سے میرا معاہدہ ہو گیا اور میں کبھی نہیں سوچتی کہ آج ادھر کل ادھر۔ رہا ایم اے فرحت سے تعلق تو ان کے اندر ایک اچھے انسان اور بہترین پبلشرز ہونے کی تمام صلاحیتیں موجود ہیں وہ میرے ہر اچھے برے کا احساس رکھتے اور کسی بھی مصنف کو اگر یہ تمام باتیں میسر ہوں تو وہ خوش نصیب مصنف ہے اور مجھے فخر ہے کتاب پڑھیئے اور ایک مرتبہ پھر تاکید کر رہی ہوں صرف کہ نور پبلیکیشنز (پرائیویٹ) سے شائع کی گئی ہو۔

شمیم صدیقی

میونسپل پارک میں چاروں طرف سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ ہر طرف انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ پارک کے چاروں دروازوں پر لوگوں کی طویل بھیڑ تھی۔ اور ہر شخص اسی کوشش میں مصروف تھا کہ وہ دوسروں سے پہلے پارک میں داخل ہو جائے۔ ایسا لگتا تھا جیسے شہر کی ساری آبادی اسی جگہ سمٹ آئی ہو۔

پچھلے کئی گھنٹوں سے اس ریل پیل کا سلسلہ ایسے ہی جوش و خروش کے ساتھ جاری تھا۔ بلکہ کچھ لوگ تو صبح سویرے ہی پارک میں آ پہنچے تھے، تاکہ وہ اپنے محبوب رہنما کو زیادہ سے زیادہ قریب سے تقریر کرتا ہوا

دیکھ سکیں۔

کچھ دیر بعد ہی نہ صرف پارک میں کہیں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی بلکہ درختوں پر بھی ٹھکانہ نہ رہا۔ سینکڑوں افراد درختوں پر چڑھے ہوئے اسٹیج کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اور اب کسی اور کی بالکل گنجائش نہیں تھی ــــ!

پارک بھر جانے کے بعد لوگ گلیوں اور سڑکوں پر جمع ہونے لگے جلسے کے منتظمین کو پہلے سے اتنے بڑے مجمع کی توقع تھی، چنانچہ انہوں نے سڑکوں پر دور دور تک طاقتور لاؤڈ اسپیکر نصب کر دیئے تھے، تاکہ پارک کے باہر رہ جانے والوں کو تقریر سننے میں کسی طرح کی دشواری کا سامنا نہ ہو ــــ!

دیکھتے ہی دیکھتے پارک کے چاروں طرف کی گلیاں بھی انسانی سیلاب کی زد میں آگئیں اور اب انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بڑی سڑک تک پہنچ رہا تھا۔

پولیس کی کثیر تعداد جلسہ گاہ اور اس کے اطراف میں پہلے سے موجود تھی اور اس نے ٹریفک کا متبادل راستہ پہلے سے تجویز کر لیا تھا۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر بعد ٹریفک بھی روک دیا گیا۔

اب ٹریفک کچھ فاصلے پر ایک اور بڑی سڑک سے گذر رہا تھا

اگر یہ انتظام پہلے سے نہ کر لیا گیا ہوتا، تو اس سے امن و امان کی صورتحال سنگین بھی ہو سکتی تھی۔

اس وقت سشام کے تین بجے تھے اور جلسہ شروع ہونے میں ابھی پورا ایک گھنٹہ باقی تھا!

لاکھوں افراد بار بار بے چینی کے عالم میں اپنی اپنی جگہ پر پہلو بدل رہے تھے۔

انھیں بڑی بے تابی کے ساتھ جلسہ شروع ہونے کا انتظار تھا۔ ان میں سے ہزاروں ایسے تھے، جنھیں اپنے رہنما کی تقریر سننے کے لئے دوسرے شہروں اور دیہاتوں سے آنا پڑا تھا۔

چار بج گئے ــــ!

جلسہ گاہ میں موجود ہزاروں لوگوں کی نگاہیں بار بار اسٹیج کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ وہ پسینے میں شرابور اور دھڑکتے ہوئے دلوں کے ساتھ بڑی شدت سے جلسہ شروع ہونے کی کاروائی کے منتظر تھے۔

ٹھیک سوا چار بجے ایک بھاری بھرکم شخص نے، جس نے شلوار قمیض پر کسی ٹھنڈے کپڑے کی واسکٹ پہن رکھی تھی، مائیکروفون کے سامنے آکر اس نے کہا کہ جلسے کی کاروائی میں اب صرف چند منٹ

کی دیر ہے اور یہ کہ انھیں صبر و سکون کے ساتھ اپنے محبوب رہنما کی آمد کا انتظار کرنا چاہیئے۔

مائیکروفون چھوڑنے سے پہلے اس نے کہا۔

"حالانکہ خان صاحب کا اس وقت یہاں آنا کسی بھی طرح خطرے سے خالی نہیں ۔ اور اس بات کا قوی امکان ہے کہ انہیں راستے میں، یا پھر جلسہ گاہ میں، تقریر کے دوران قتل کرنے کی کوشش کی جائے، مگر خان صاحب بزدل نہیں ہیں۔ انھیں بہادروں کی طرح جینا اور بہادروں کی طرح مرنا آتا ہے، چنانچہ دنیا کی کوئی طاقت انہیں خوفزدہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ وہ بہت جلد جلسہ گاہ میں تشریف لانے والے ہیں۔ اور آپ سے خطاب فرمائیں گے۔ خواہ اس جرم کی انھیں کتنی ہی بڑی سزا کیوں نہ بھگتنا پڑے ۔۔؟"

جلسہ گاہ تالیوں کے شور سے گونج اٹھی۔ لوگوں نے فلک شگاف نعرے لگانا شروع کر دیئے اور لاؤڈ اسپیکروں پر دیر تک اور دور دور تک نعروں کی پرجوش آوازیں سنائی دیتی رہیں۔

ساڑھے چار بجے تھے کہ مائیکروفون پر خان صاحب کی آمد کی اطلاع لوگوں نے سنی اور پارک ایک مرتبہ پھر تالیوں اور نعروں کے شور سے گونج اٹھا۔

ہزاروں افراد اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے تھے اور ان کی نگاہیں بڑی بے چینی سے اپنے محبوب رہنما کو تلاش کر رہی تھیں۔ انہیں ناکامی نہیں ہوئی۔

چند لمحے بعد ہی خان صاحب پچاس فٹ بلند اسٹیج پر نظر آ گئے۔ وہ ہاتھ ہلا ہلا کر پرجوش مجمعے کی تالیوں اور نعروں کا جواب دے رہے تھے۔

کچھ وقت اسی طرح گذر گیا۔ پھر جلسہ گاہ میں خان صاحب کی پاٹ دار آواز سنائی دی ۔۔

"بیٹھ جائیے !۔۔ بیٹھ جائیے !۔۔ بہت جلد میں آپ سے خطاب کروں گا۔"

لوگ ایک ایک کر کے بیٹھنے لگے .....!

چار بج کر چالیس منٹ پر جلسے کی کاروائی شروع ہوئی۔ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا تھا۔ اس کے بعد ایک خوش الحان شاعر نے ہاتھوں سے بھاؤ بتاتے ہوئے خان صاحب کی شان میں ایک طویل قصیدہ پڑھ کر سنایا اور پھر لوگوں نے اپنے محبوب رہنما کو مائیکروفون کی طرف بڑھتے دیکھا!

تقریر شروع ہوئی!..... شروع میں خان صاحب کا لہجہ

کچھ نرم اور دھیمار ہا، مگر پھر جلد ہی ان کی آواز پرجوش ہوگئی اور ان کے بار بار آگے پیچھے حرکت کرنے لگے۔

مجمع پر سناٹا طاری تھا اور لوگ بڑے غور سے خان صاحب کی گرجدار تقریر کا ایک ایک لفظ سن رہے تھے۔

وقت گزرتا رہا اور خان صاحب کی تقریر زیادہ سے زیادہ پرجوش ہوتی چلی گئی۔

وہ ایک ادھیڑ عمر شخص تھے۔ کمیونزم اور سیکولرازم کے حامی اور پرانی اقدار کے سب سے بڑے دشمن! ان کا جسم گداز اور مضبوط تھا، قامت کشیدہ تھا اور ہاتھ لمبے لمبے اور گوشت سے بھرے ہوئے۔ ان کی آنکھیں بڑی بڑی اور اس وقت ان میں جیسے بجلیاں سی کوند رہی تھیں۔ بلا رُکے اور بھلا جھجک وہ موجودہ حکومت اور اس کی انتظامی مشینری کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔

ان کی زبان متواتر برسر اقتدار لوگوں کے خلاف کیچڑ اچھالنے میں مصروف تھی۔

بعض سنجیدہ اور سمجھدار لوگ اب خاصے پریشان نظر آرہے تھے۔ انہیں ڈر تھا کہ کہیں جلسہ گاہ میں کسی طرح کا ہنگامہ نہ شروع ہو جائے۔

وہاں برسر اقتدار پارٹی کے افراد بھی موجود ہو سکتے تھے اور ان کی قوتِ برداشت کسی بھی لمحہ جواب دے سکتی تھی۔ وہ مخالفین کے مقابلے میں نہ کمزور تھے اور نہ مرنے مارنے میں کم!

ایسی صورت میں ——— ظاہر ہے کہ کسی ناخوشگوار حادثے کے امکانات کو مسترد نہیں کیا جا سکتا تھا۔

مگر کوئی ہنگامہ شروع نہیں ہوا اور خان صاحب کی تقریر جاری رہی.....!

اپنی گرجدار آواز میں وہ اس وقت فرما رہے تھے۔

"ہمیں آزادی چاہیئے! اپنے معاملات میں ہم مرکز کی کسی بھی قسم کی مداخلت برداشت نہیں کر سکتے۔ ہم مرکز سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتے۔ ہمارا اور ان کا راستہ الگ الگ ہے۔ ہم ان کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ اور ہم یہ بھی پسند نہیں کریں گے کہ وہ ہمارے ساتھ ساتھ چلیں ——!

کیونکہ جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا، ہماری راہیں الگ الگ ہیں۔ ہمارا راستہ آزادی کا راستہ ہے اور اس کی منزل سو فیصدی آزادی ہوگی۔ ہم آزادی حاصل کر کے رہیں گے۔ چاہے ہمیں حصولِ مقصد کی خاطر اپنی جانوں کی قربانیاں ہی کیوں نہ دینا پڑیں۔ ہم بزدل

نہیں ہیں۔ ہم موت سے نہیں ڈرتے۔ ہماری تاریخ جرأت، ہمت اور جدوجہد کی تاریخ ہے۔

ہمیشہ ہم پر ظلم کیا گیا اور ہمیشہ ہم نے ظلم کے خلاف آواز اٹھائی اور جدوجہد کی۔ غیر ملکیوں کو اپنی سرحدوں سے نکالنے والے ہم ہی ہیں اور اب موجودہ غاصب ٹولے کو نکالنے والے بھی ہم ہوں گے۔ غاصبوں کو ہماری سرزمین پر سے اپنا تسلط ختم کرنا ہی پڑے گا۔ آپ چاہیں کچھ بھی سمجھیں، مگر میری تقریر کا ایک ایک لفظ بالکل واضح ہے۔ ہم علیحدگی نہیں چاہتے۔ مگر ہم غیروں کی مداخلت بھی پسند نہیں کریں گے۔ چنانچہ جلد یا بدیر، بہر صورت ہم خود مختاری حاصل کر لیں گے۔ ہمارا مطالبہ خود مختاری اور صرف خود مختاری ہے۔

اب آپ کچھ بھی سمجھیں، کچھ بھی کہیں، اور کچھ بھی کریں۔ ہم خود مختاری ضرور حاصل کریں گے۔ بہتر ہوگا کہ آپ اپنے راستے پر چلتے رہیں اور ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیں۔ ورنہ مجبوراً پھر یہ ہوگا کہ ہم بندوقیں اٹھا کر پہاڑوں پر چلے جائیں گے۔ انسانی خون بہے گا اور ظالم اور مظلوم کی اس جنگ میں فتح مظلوم کی یعنی ہماری ہوگی۔ ایسی صورت میں ہو سکتا ہے ـــــ کہ آپ کو ہمیں وہ بھی دینا پڑے، جو ہم اس وقت نہیں مانگ رہے ہیں ـــــ ہماری سرحدیں طویل تر بھی

ہو سکتی ہیں۔"

اچانک کہیں قریب ہی سے کسی نے چیخ کر کہا: "غدار ہے! ـــــ غدار ہے! ـ بیٹھ جاؤ۔!"

اور پھر فوراً ہی سینکڑوں آوازیں سنائی دینے لگیں۔

"بیٹھ جاؤ۔ ہم تمہیں سننا نہیں چاہتے! ـــ ہم علیحدگی پسند نہیں ہیں۔ بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ جاؤ۔"

خان صاحب کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے سراسیمگی نظر آئی، لیکن اگلے ہی لمحے انہوں نے اپنی مخصوص زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"میں نے سن لیا۔ اب تم لوگ چپ ہو جاؤ۔ میں جانتا ہوں کہ تم کون ہو اور تمہارا تعلق کس گروہ سے ہے۔ تم سامراجی ایجنٹ اور موجودہ حکومت کے پٹھو ہو۔ تمہارا تعلق عوام سے ہرگز نہیں ہو سکتا ـــ میں اچھی طرح تم سے واقف ہوں۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ یہ غلط ہے۔" جلسہ گاہ میں دوبارہ سینکڑوں آوازیں گونج اٹھیں۔ "ہم کسی کے ایجنٹ اور پٹھو نہیں ہیں۔ ہمارا تعلق کسی پارٹی سے نہیں ہے۔ ہم عوام ہیں اور تمہیں عوام کی توہین کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔"

"یہ عوام کی توہین نہیں ہے ۔" پچاس فٹ بلند اسٹیج سے خان صاحب نے جواب دیا۔ "میں تو عوام کی عزت اور وقار کی بات کر رہا ہوں بولو! کیا تم عزت اور وقار کے ساتھ جینا نہیں چاہتے۔ کیا تمہیں بے حیائی اور بے غیرتی کی زندگی پسند ہے۔؟"

"نہیں ۔!" لوگوں نے نیچے سے چیخ کر جواب دیا۔ اور ایک شخص جو آج صبح سے جلسہ گاہ میں موجود تھا، اپنی جگہ سے اُٹھ کر بولا۔

"ہم جنگجو، دلیر اور غیرت دار قوم کے لوگ ہیں ۔ اور بے حیائی اور بے غیرتی کی زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ تم جانتے ہو کہ ہماری رگوں میں بہادروں اور جیالوں کا خون دوڑ رہا ہے اور ہم ہر اس ہاتھ کو قلم کر دینا جانتے ہیں جو ہماری عزت کی طرف اٹھے اور ہر اس آنکھ کو پھوڑ دینا ہمیں آتا ہے جو ہمارے آبرو کی طرف اٹھنے کی ہمت رکھتی ہو۔ ہمارا تاریخ سچے جہد و جہد اور معرکہ آرائی کی تاریخ ہے اور اس تاریخ کو ہم کسی بھی لمحے دہرانے کو تیار ہیں۔

مگر تم ہمیں ورغلانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس ملک میں کوئی ایک دوسرے کے لئے غیر نہیں ہے۔ یہاں سب بھائی بھائی ہیں اور ہر بھائی دوسرے بھائی کی عزت کو اپنی عزت سمجھتا ہے

پھر ہم کیوں پہاڑوں پر جائیں اور کس کے خلاف ۔ ؟"

"بیٹھ جاؤ ۔ بیٹھ جاؤ ۔" خان صاحب کے ساتھیوں نے چیخ کر کہا۔ "ہم یہاں تمہاری تقریر سننے نہیں آئے ہیں۔ ہمیں خان صاحب کی تقریر سننے دو۔"

پھر یہ ہوا کہ کچھ لوگ اس شخص پر ٹوٹ پڑے اور اسے زبردستی زمین پر گرا دیا گیا.....!

"یہ نہیں ہو سکتا۔" کچھ لوگ چیختے ہوئے دوڑے۔ "یہ ظلم ہے۔ اس بوڑھے کو چھوڑ دو۔"

مگر بوڑھے کو چھوڑنے کے بجائے دو درجن افراد نے ان ہی لوگوں کو گھسیٹ لیا، جو صدائے احتجاج بلند کر رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے جلسہ گاہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہنگامہ پھیلتا چلا گیا۔! اور پارک میں گولیوں کے دھماکوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

بہت سارے لوگ اس طرح گرے کہ انہیں دوبارہ اٹھنا نصیب نہیں ہو سکا۔

پولیس اور محکمہ سراغرسانی کے افراد تیزی کے ساتھ اسٹیج کی طرف بڑھے اور اسی لمحے ۔۔۔!

اچانک فضا میں ایک اور دھماکے کی پرشور آواز بلند ہوئی اور گولی خان صاحب کے شانے کے قریب سے گزرتی ہوئی پولیس کے ایک افسر کے بازو میں اترتی چلی گئی۔

یہ ایک جوان اور صحت مند آدمی تھا جس نے گولی چلائی تھی۔ ایک شخص نے اُسے دیکھ لیا تھا۔ وہ تیزی کے ساتھ اس کی طرف بڑھا مگر نوجوان اس سے زیادہ ہوشیار اور پھرتیلا تھا۔

وہ بھیڑ کو چیرتا ہوا تیزی سے آگے کی طرف بڑھا اور ان لوگوں میں شامل ہوگیا جو پاگلوں کی طرح چیختے چلاتے پارک کے دروازے کی طرف بھاگ رہے تھے۔

اب نوجوان بھی ان ہی کی طرح گھبرایا ہوا اور بدحواس نظر آرہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بدحواسیاں ناچ رہی تھیں اور وہ دیوانہ وار پارک کے شمالی پھاٹک کی طرف دوڑ رہا تھا۔

کوئی دس منٹ کی جدوجہد کے بعد وہ جلسہ گاہ کے باہر نظر آیا۔

گلیوں کا مجمع اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی چھوٹ چکا تھا۔ البتہ لاؤڈ اسپیکروں پر اندر بلند ہونے والا شور اور دھماکوں کی آوازیں برابر سنائی دے رہی تھیں۔

نوجوان برابر آگے بھاگتے ہوئے لوگوں کو پیچھے چھوڑتا جا رہا تھا۔ بڑی سڑک کے قریب پہنچ کر دفعتاً وہ گھوما اور ایک گلی میں داخل ہوگیا۔!

اس طرف نسبتاً کم لوگ دوڑ رہے تھے۔ نوجوان کو یقین تھا کہ وہ پوری طرح محفوظ ہے اور اس کے آس پاس ایسا کوئی شخص موجود نہیں، جس نے جلسہ گاہ میں اُسے فائر کرتے دیکھا ہو۔

ہر شخص اسے گھبراہٹ میں مبتلا اور بدحواس نظر آرہا تھا۔ وہ بڑھا بھی جو اب تک سائے کی طرح اس کے ساتھ ساتھ لگا ہوا تھا۔ جلسہ گاہ سے لے کر اس گلی تک۔!

اس وقت وہ نوجوان کے قریب ہی موجود تھا جب اس نے گولی چلائی تھی اور اس وقت سے لے کر اب تک ــــ بوڑھے نے ایک لمحہ کے لئے بھی اُسے اپنی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دیا تھا۔

کچھ دیر بعد نوجوان نے اپنی رفتار سست کردی اور اب وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس طرح گلی میں چلا رہا تھا، جیسے بڑی عجلت میں ہو۔!

تھوڑی دیر بعد وہ بائیں طرف گھوم گیا۔ یہ بھی ایک بارونق گلی

تھی جس سے گذر کر وہ بڑے اطمینان سے بڑی سڑک تک پہنچ سکتا تھا۔!

لاؤڈ اسپیکروں پر بدستور شور کی آوازیں آ رہی تھیں۔ لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد ابھی تک جلسہ گاہ میں ہی موجود تھی۔ اور اٹھا پٹخ کا سلسلہ نا لبأ بدستور جاری تھا

چند لمحوں کے بعد ہی ایک بھاری اور گونجدار آواز سنائی دی۔ یہ محکمہ سراغرسانی کا سپرنٹنڈنٹ فیاض تھا جس کی طرف سے عوام سے پرسکون رہنے کی درخواست کی جا رہی تھی۔

سڑک پر پہنچ کر نوجوان نے تیز اور متجسس نظروں سے اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیا اور سڑک کراس کر کے ایک اور گلی میں داخل ہوا۔

اس طرح وہ با آسانی اس دوسری سڑک تک پہنچ سکتا تھا، جس پر ٹریفک کی آمد و رفت جاری تھی۔

بوڑھا بدستور بھیڑ کا نانتہ اٹھائے ہوئے اس کے ساتھ سائے کی طرح لگا ہوا تھا۔ جلد ہی وہ آگے پیچھے چلتے ہوئے سڑک پر پہنچ گئے۔

نوجوان نے ہاتھ اٹھا کر قریب سے گذرتی ہوئی خالی ٹیکسی کو ٹھہرنے

کا اشارہ کیا اور تیزی کے ساتھ چلتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔

بوڑھا اب تشویش زدہ نظروں سے آس پاس کا جائزہ لے رہا تھا۔ اچانک اس نے ایک موٹر سائیکل سوار کو دیکھا جو ایک مکان کے سامنے موٹر سائیکل کھڑی کر رہا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ شخص موٹر سائیکل کا انجن بند کر کے اس جگہ سے آگے بڑھتا بوڑھا حیرت انگیز تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتا ہوا اس کے سر پر پہنچ گیا۔

پھر جب تک نوجوان شخص کچھ سمجھتا بوڑھے کا طاقتور گھونسہ پوری شدت سے اس کے منہ پر پڑا تھا اور اس کی آنکھوں کے سامنے خوف و فزع کے ساتوں ہی رنگ پھیلتے چلے گئے تھے۔

بوڑھے نے موٹر سنبھالی اور ایک لمحے کی تاخیر کئے بغیر ٹیکسی کے پیچھے روانہ ہو گیا۔!

عمران آئینے کے سامنے کھڑا اپنے سر و پا کا جائزہ لے رہا
کچھ دیر پہلے ہی وہ اپنے کمرے میں پہنچا تھا۔ صورت بدلی ہوئی تھی اور
بدلی ہوئی صورت میں وہ کوئی پیشہ ور بدمعاش ہی نظر آ رہا تھا
سلیمان نے اُسے میک اپ میں گھر سے باہر نکلتے نہیں دیکھا تھا
ظاہر ہے کہ تھوڑی دیر پہلے وہ اسے اس حلیئے اور شکل میں گھر
داخل ہوتے دیکھ کر چونکے بغیر نہیں رہا ہوگا۔ پھر یہ بھی ہو سکتا
کہ اس کی کھوپڑی کوئی گل کھلا ہی دیتی، لیکن عمران اس سے پہلے ہی
سے اپنی اصلی آواز میں مخاطب ہو گیا تھا۔

سلیمان کے تحیر پر واہ کئے بغیر اُس نے اُسے چائے تیار کرنے
کی ہدایت کی تھی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

جس وقت سلیمان چائے کی ٹرے اٹھائے ہوئے کمرے میں داخل
ہوا اس وقت بھی عمران آئینے کے سامنے ہی تھا۔ سلیمان کے قدموں کی آواز
سن کر اس نے گردن گھما کر دیکھا اور پھر مسکراتا ہوا بولا۔

"کیسا لگ رہا ہوں۔؟"

"جیل ریٹرن لگ رہے ہیں صاحب۔ میں تو پہچان ہی نہیں سکا
تھا۔!"

"سرمۂ نور چشم استعمال کیا کر۔ اصلی خمیرے والا۔ اس طرح
آنکھوں کی روشنی بھی بڑھے گی اور کھوپڑی کے دریچے بھی روشن ہوں گے
کیا میں سچ مچ تجھے جیل پلٹ غنڈہ نظر آ رہا ہوں۔؟"

"ایک مجھ ہی سے کیا صاحب۔ پوری دنیا یہی کہے گی۔ آپ کہیں
تو بڑے صاحب کو اس کی اطلاع دے دوں۔" سلیمان شرارت آمیز
انداز میں مسکرایا اور عمران کی پتلیاں تیزی کے ساتھ گردش کرنے
لگیں۔!

غنڈے پن اور حماقت کا بڑا دلچسپ امتزاج تھا اس وقت
کے چہرے پر۔۔۔۔!

"کک..... کیا مطلب ہے تیرا ــ ڈیڈی کو فون کر کے بتاتے
گا کہ میں نے بدمعاشی شروع کر دی ہے ــ ؟"

"کیا حرج ہے صاحب ! ــ بدمعاشی کوئی بُری بات تو نہیں

"اچھی بات ہے ــ ؟" عمران نے پلکیں جھپکائیں۔

"اور کیا صاحب ۔ جب بدمعاشی کے بغیر کام چلتا ہی نہیں
اچھی ہی ہوتی ــ آپ ضروری بھی کہہ سکتے ہیں ۔ میں نے ایک کتاب
میں پڑھا تھا کہ شریف آدمیوں کو دنیا میں زندہ رہنے کا کوئی حق
نہیں ــ !"

"اچھا ! ــ تو اب تو کتابیں بھی پڑھنے لگا ہے ؟"

"جی ہاں صاحب ! ــ اب میں عقلمند بننے کی کوشش کر
ہوں ــ"

"اور اب تک کیا کر رہا تھا ۔ ؟"

"دُنیا کو دیکھ رہا تھا صاحب ۔ یہ دنیا اچھی بھی ہے اور بُری
بُری ان کے لئے ہے جو شریف اور کمزور ہیں اور اچھی ان کے لئے ج
مگر خیر ، میں تو اب یہ سوچ رہا ہوں کہ آپ کی نوکری چھوڑ کر پولیس
کیوں نہ بھرتی ہو جاؤں ۔ جو کچھ بھی باقی رہی ہے آرام سے گزر
گی ۔ ہری مرچوں اور ہرے دھنیے سے لے کر رمضان میں افطا

سامان تک بالکل مفت ، شب برات پر آتش بازی والوں سے گزر جاتی
ہے ۔ اور....."

"اچھا بس ۔" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا ۔ "یہ میرا تقریریں سننے
کا وقت نہیں ہے ۔"

"یہ آپ کا چائے پینے کا وقت ہے صاحب ــ" سلیمان نے
چائے کی طرف اشارہ کیا۔

"جھوٹ بولتا ہے ۔"

"ایمان سے ــ نہیں صاحب ۔" سلیمان کے لہجے میں بے ساختگی
تھی ۔

عمران چند لمحوں تک پتلیوں کو گردش دیتا رہا..... پھر
بولا ــ !

"نکال ٹائم ٹیبل ۔ لیکن یاد رکھ کہ اگر یہ وقت چائے پینے کا
نہ ہوا ، تو چائے سمیت گھر سے باہر نکال دوں گا ۔"

سلیمان نے منہ بناتے ہوئے قمیض کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور
ایک میلا سا مڑا تڑا کاغذ نکال کر عمران کے ہاتھ میں تھما دیا ۔ خود دیکھ
لیجئے صاحب ! مجھے تو آپ جھوٹا سمجھتے ہیں ۔"

"تجھ سے بڑا جھوٹا میں نے آج تک نہیں دیکھا ۔ دیکھ لیجئے !

ایک روز ضرور کالا کوّا کاٹے گا۔" عمران نے کہا اور کاغذ کھول کر اس میں موجود شدہ پروگرام پر نظر ڈالنے لگا۔

کاغذ پر صبح نو بجے سے رات کے بارہ بجے تک کی، ہر دن کی سرگرمیات درج تھیں۔ اس نے گھڑی میں دن اور وقت دیکھا، پھر ٹائم ٹیبل پر ایک نظر ڈال کر اسے دوبارہ سلیمان کے حوالے کر دیا۔

"ٹھیک ہے۔ یہ سچ مچ میرے پیتا جی کے پینے کا وقت ہے۔"

"ویری گڈ۔" سلیمان خوش ہو کر بولا۔ "میں شرط جیت گیا اور آپ ہار گئے۔ اب نکالئے دس روپے۔"

"دس روپے ——؟" عمران کا ہونقوں کی طرح منہ کھل گیا۔

"جی ہاں! ہم میں دس دس روپے کی شرط ہوئی تھی۔ میں یہ شرط جیت گیا ہوں۔"

"مگر..... سلیمان پیارے! یہ شرط کب ہوئی تھی۔؟"

"ابھی صرف پانچ منٹ پہلے۔ بے ایمانی مت کیجئے۔ میں نے شرط جیت لی ہے۔ آپ کو ہر حالت میں دس روپے دینا ہوں گے۔"

"ہم..... مر گیا۔ یہ ظلم ہے سلیمان! یاد رکھ کہ ایک روز قیامت ضرور آئے گی۔"

"مجھے یاد ہے۔ آپ تو دس روپے نکالئے۔"

"لل..... لیکن....."

"جلدی کیجئے صاحب۔ آپ جیسا گریٹ آدمی محض دس روپے کے لئے بے ایمانی پر آمادہ ہو جائے۔ یہ بڑی گھٹیا بات ہو گی۔ دیکھئے چائے بھی ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"

"ہم..... مگر....."

"دس روپے صاحب! آپ شرط ہار چکے ہیں۔ میں وصول کئے بغیر نہیں جاؤں گا۔"

"خدا تجھ سے سمجھے سلیمان کے بچے۔" عمران دانت پیستا ہوا بولا۔

"پھر ذرا رک کر، رونی سی صورت بنا کر اس نے پوچھا۔

"کچھ کم میں کام نہیں چل جائے گا۔ پونے دس لے لے۔"

"نو روپے نناوے پیسے نہیں ہوں گے۔ شرط پورے دس دس روپے کی ہوئی تھی۔"

"دیکھ اس طرح جھوٹ مت بول۔ غارت ہو جائے گا۔ بڑی عبرتناک موت نصیب ہو گی۔"

"دس روپیوں کی بات کیجئے صاحب:۔ فی الحال نہ مجھے موت سے دلچسپی ہے اور نہ زندگی سے۔" سلیمان نے منہ بناتے

ہوتے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

پھر مجبوراً عمران کو دس روپے کا داغ برداشت کرنا ہی پڑا تھا۔ سلیمان نے نوٹ جیب میں ڈال کر بتیسی کی نمائش کی اور عمران کو حیران و پریشان چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد عمران نے پیالی میں چائے انڈیلی، پھر اسے ختم کر کے منہ میں چیونگم کا پیس ڈالا اور اُسے آہستہ آہستہ چبانے لگا۔ آنکھوں میں اب سوچ کے گہرے سائے لہرا رہے تھے۔

بیس منٹ کے بعد اچانک فون کی گھنٹی نے اسے چونکا دیا۔ ظاہر ہے عمران کو کال ریسیو کرنا پڑی ہوگی۔

"عمران ــــ!" اس نے خلاف معمول سنجیدگی سے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"اٹ از بلیک زیرو سر۔"

"یس! گو آن پلیز۔"

"آج کے جلسے میں بڑی دیر تک گولیاں چلتی رہی ہیں جناب ــ ایک شخص نے بظاہر لیڈر کو نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی۔ مگر گولی ایک پولیس مین کے بازو سے رگڑتی ہوئی....."

"میں جلسے میں موجود تھا۔" عمران خشک لہجے میں بولا۔

"آگے چلو۔"

"صفدر اس شخص کے پیچھے گیا تھا جناب۔"

"آہا! پھر ــ؟"

"صفدر کا دعویٰ ہے کہ وہ مقامی نظر آنے کے باوجود مقامی نہیں ہو سکتا۔"

"میک اَپ ــ؟"

"جی ہاں ــ!"

"ہُم ــ اور کچھ ــ؟"

"اس کا نام جون مسلز ہے جناب!..... اور ٹمپل اسٹریٹ کی ستائیسویں عمارت میں رہتا ہے۔ اس کے پڑوسیوں کو اس کے متعلق کچھ زیادہ معلومات نہیں ہیں۔ انھیں اس کی پیشہ ورانہ مصروفیات کا بھی علم نہیں ــ ویسے عام طور پر اُسے گھر سے بہت کم باہر نکلتے دیکھا جاتا ہے۔"

"ویری گڈ ــ یہ صفدر بہت اچھا جا رہا ہے۔"

"یقیناً جناب ــ"

"اب وہ کہاں ہے۔"

"اپنے گھر پر۔"

"ھم۔!" عمران نے ہنکارا بھرا۔ چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا، پھر بولا۔

"میں اس شخص کو ہیڈ کوارٹر میں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"بہتر ہے جناب۔"

"آج رات۔"

"جیسی مرضی۔"

"لیکن سارا کام احتیاط اور ہوشیاری سے ہو۔ میں اس معاملے میں کسی طرح کی حماقت برداشت نہیں کروں گا۔"

"مجھے اندازہ ہے جناب!..... ویسے کیا یہ کوئی باقاعدہ غیر ملکی سازش نہیں ہو سکتی۔؟"

"سب کچھ ممکن ہے۔ تاہم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض مقامی شرپسند اپنے لوگوں کے علاوہ غیر ملکیوں سے بھی کام لے رہے ہوں۔"

"یقیناً جناب۔"

"آنکھیں کھلی رکھو۔ کنفوشس نے کہا ہے کہ آنکھ ہے تو جہان ہے پیارے۔ سب ٹھاٹ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارہ؛ ویسے کیا تم بتا سکتے ہو کہ اس قسم کی نظموں کی ابتدا کرنے سے شاعر کو لنچ یا

ڈنر میں کس کس چیز سے پرہیز کرنا چاہیئے۔؟"

"پتا نہیں جناب۔ میری سات پشتوں میں بھی کوئی شاعر یا ادیب پیدا نہیں ہوا۔"

"بڑے بدقسمت ہو تم۔ اس دور میں جبکہ ہر دوسرے یا تیسرے گھر میں ایک ادیب یا شاعر موجود ہوتا ہے۔ ہم..... میرا مطلب ہے..... مگر خیر۔ میرا خیال ہے کہ میں ان دنوں کچھ زیادہ ہی بولنے لگا ہوں۔"

دوسری طرف سے بلیک زیرو کی ہلکی سی ہنسی کی آواز سنائی دی تھی۔

عمران نے منہ بناتے ہوئے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

گھنٹی بجنے کی آواز سنکر سرخ فام نے سوڈا ملی شراب کا گلاس میز پر رکھا اور سگریٹ کا دھواں ہونٹوں سے منتشر کرتا ہوا کمرے کے دروازے سے باہر نکل گیا۔

اس کی آنکھوں میں اس وقت الجھنوں کے سائے لہرا رہے تھے۔ غالباً ذہن پر زور ڈالنے کے باوجود وہ گھنٹی بجانے والے کے متعلق کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔

باہر ایک نوجوان شخص اس کا منتظر تھا۔

"فرمائیے۔"

"مجھے مسٹر ملز سے ملنا ہے۔" اجنبی نے صاف اور شستہ لہجے میں پوچھا۔

"میں ہی ہوں۔"

"اوہ۔!" نوجوان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ ملز کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی مسٹر ملز! میرا نام رابرٹو ہے۔ بڑی دور سے آپ سے ملنے آیا ہوں۔ کیا آپ مجھے صرف چند منٹ اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دیں گے۔ دراصل مجھے آپ سے بہت ضروری گفتگو کرنا ہے"

جون ملز کی آنکھوں میں تیرتی ہوئی الجھنیں کچھ اور گہری ہوگئیں غالباً وہ حافظے پر زور ڈالنے کے باوجود اپنے ملاقاتی کو پہچاننے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ کندھے اچکا کر اور ایک طویل سانس لے کر بولا۔

"حیرت ہے۔ ایک ایسے آدمی سے آخر تمہیں کیا کام ہو سکتا ہے جو تمہیں پہچانتا تک نہیں۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ کوئی اور جان ملز رہا ہو، جس سے تم ملنا چاہتے ہو؟۔ ایک نام کے بہت سے لوگ ہوتے ہیں۔"

"یقیناً مسٹر ملز۔ مگر آپ کو جواب دینے سے پہلے میں ایک سوال

کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ـــــ کہ کیا میں اس وقت ٹمپل اسٹریٹ کی سنتالیسویں عمارت میں ہی موجود نہیں ہوں۔"

"میں انکار نہیں کر سکتا۔"

"تب پھر آپ کو بھی تسلیم کر لینا چاہئے کہ وہ مسٹر جون ملز آپ ہی ہیں۔ مجھے جس کے پاس بھیجا گیا ہے۔"

"اوہ! تمہیں کسی اور نے یہاں بھیجا گیا ہے۔؟"

"جی ہاں ـــ لیکن کیا آپ مجھ سے اندر چلنے کے لئے نہیں کہیں گے" رابرٹو مسکرایا۔ وہ بھوری چمکدار آنکھوں اور ابھرے ہوئے جبڑوں کا ایک مضبوط اور صحت مند نوجوان تھا۔

"آؤ! میرے ساتھ آجاؤ۔" جون ملز نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

کچھ دیر بعد ہی وہ آگے پیچھے چلتے ہوئے ایک مختصر سے، مگر جدید طرز پر سجے ہوئے ڈرائنگ روم میں داخل ہو رہے تھے۔ رابرٹو کو صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے جون ملز اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"اب بتاؤ۔ تمہیں کس نے یہاں بھیجا ہے۔؟"

"میں اس شخص کا نام نہیں جانتا جناب! تاہم اس نے کہا تھا کہ آپ اس کی انگوٹھی کو دیکھتے ہی اُسے پہچان لیں گے اور پھر مجھے ایک

لفظ کہنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔"

"عجیب آدمی ہو تم۔ اور وہ شخص بھی کچھ کم عجیب نہیں معلوم ہوتا، جس نے تمہیں یہاں بھیجا ہے۔ خیر لاؤ۔ اگر تمہارے پاس اس کی انگوٹھی موجود ہے، تو میں اُسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر اس شخص نے کہا تھا تو ہو سکتا ہے کہ میں اُسے پہچان ہی لوں۔"

"آپ اسے پہچان لیں گے مسٹر ملز! ٹھہریئے میں اس کی انگوٹھی آپ کو دکھاتا ہوں۔"

رابرٹو نے کہا اور کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر انگوٹھی تلاش کرنے لگا۔ اب یہ اور بات ہے کہ جب ہاتھ جیب سے باہر آیا تو اس میں انگوٹھی کے بجائے سیاہ نال کا خوفناک پستول نظر آرہا تھا۔

جون ملز اچھل پڑا ـــ!

"یہ ـــ! یہ کیا؟ ـــ میں تمہارا مطلب نہ ..... نہیں سمجھا۔"

"میرا مطلب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ تم اپنے دونوں ہاتھ بلند کر لو مسٹر ملز ـــ" رابرٹو کے ہونٹوں پر مسخرانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

جون ملز نے خود کو پرسکون ظاہر کرنے میں کسی تاخیر کا مظاہرہ نہیں کیا۔

"تم احمق ہو۔" اس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ تمہیں کسی طرح کی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"ہرگز نہیں مسٹر ملز! اور اگر اب تم نے فوراً ہی میرے حکم کی تعمیل نہیں کی، تو میں بلا جھجک تمہاری کھوپڑی میں سوراخ کر دوں گا۔"

"ہم۔" ملز زہریلے انداز میں مسکرایا۔ "کافی سخت اور جوشیلے معلوم ہوتے ہو۔ مگر میرا خیال ہے کہ تمہیں صبر اور سکون سے کام لینا چاہیے۔ مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو۔؟"

"میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔"

"میں پھر کہوں گا کہ تم احمق ہو۔ سمجھدار لوگوں کا رویہ ایسا نہیں ہوا کرتا۔"

"بہرحال، تم ہاتھ اٹھانا پسند کرو گے یا میں تمہاری کھوپڑی میں سچ مچ سوراخ کر دوں۔؟"

"اچھی بات ہے۔" جون ملز نے لاپرواہی کے انداز میں شانے اچکاتے ہوئے "لیکن (اسے) [illegible]

"اطلاع کے لئے شکریہ — اور اب میں صرف دس تک گنوں گا۔"

"کیا ضرورت ہے۔ میں نے انکار تو نہیں کیا۔" ملز نے کہا اور پھر بڑی شرافت کے ساتھ دونوں ہاتھ بلند کر دیئے۔ اس کے چہرے سے اب گھبراہٹ یا بدحواسی کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔

"شکریہ دوست! میرا خیال ہے کہ تمہیں دیوار کی طرف گھوم جانے میں بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"تمہارا خیال درست ہے۔ غالباً تم میری جیبوں کی تلاشی لوگے تاکہ نقد رقم کے علاوہ تجوری اور الماریوں کی چابیوں پر بھی قبضہ کر سکو مگر میں تمہیں بتاؤں کہ میرے پاس کوئی تجوری نہیں۔ میرا روپیہ ہمیشہ بینک میں رہتا ہے۔ چنانچہ میری جیبوں سے تمہیں سو پچاس سے زیادہ کی رقم نہیں مل سکے گی۔"

"پرواہ مت کرو۔ فی الحال میں صرف اتنا جاننا چاہتا ہوں کہ تم پشت کی جانب سے کس قدر حسین نظر آتے ہو۔"

"تمہاری مرضی۔" ملز نے ایک طویل سانس لی۔ "اگر تم اپنی شامت کو آواز دینا ہی چاہتے ہو، تو میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"تم بھی دیر میں الاپ سکتے ہو ماتی ڈیئر جان ملز۔ ساتھ ساتھ

ٹھکا بھی چلے گا۔ بشرطیکہ نہیں بھاگو تبانا بھی آتا ہو۔ مگر تم نے ابھی دیوار کی جانب منہ نہیں کیا۔"

جون ملز منہ بناتا ہوا بولا دوسری طرف گھوم گیا۔ پھر اس سے پہلے کہ اس کا ذہن مزید کچھ سوچنے سمجھنے کی کوشش کرتا، اس کی کنپٹی پر پستول کا دستہ پڑا تھا۔ اور اس کی آنکھوں کے سامنے بجلیاں سی کوندنے لگی تھیں۔

سمجھنے کی ناکام کوشش کرتا ہوا، وہ حلق سے کوئی آواز نکالے بغیر کنکر کے فرش پر ڈھیر ہوگیا۔

رابرٹو کی آنکھوں میں ایک تیز اور خوفناک چمک لہرا رہی تھی۔ جون ملز پر جھک کر اس نے اس کی نبض ٹٹولی، پھر اطمینان کے ساتھ چلتا ہوا کمرے کے دروازے سے باہر نکل گیا۔

اُسے یقین تھا کہ اس عمارت میں جون ملز کے علاوہ کوئی اور نہیں رہتا۔!

عمارت کے باہر ایک شخص لاپرواہی کے ساتھ سگریٹ کا دھواں ہونٹوں سے منتشر کر رہا تھا۔ قدموں کی آواز سن کر اس نے اپنے عقب میں گھوم کر دیکھا، پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب آگیا۔

"کیا رہا۔؟" اس کی آواز سرگوشیانہ تھی۔

"سب ٹھیک ہے۔ گاڑی لے آؤ۔"

"او۔ کے۔" سگریٹ پینے والے نے کہا اور لاپرواہی کے انداز میں ٹہلتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

عمارت سے کوئی بیس گز آگے ایک پتلی سی گلی تھی۔ نوجوان سگریٹ کا دھواں اگلتا ہوا اسی گلی میں داخل ہوگیا۔ جہاں سیاہ رنگ کی ایک وین پچھلے پندرہ بیس منٹ سے موجود تھی۔ اس نے اندر داخل ہو کر خاموشی کے ساتھ وین کا اسٹیرنگ وہیل سنبھال لیا۔

اس کے چند منٹ بعد ہی گاڑی ستائیسویں عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔

آس پاس کوئی فرد موجود نہیں تھا، جو اس ساری کاروائی کو دیکھتا۔ عام طور پر اس علاقے پر خاموشی ہی طاری رہتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد رابرٹو نظر آیا۔ اس نے اپنے کندھے پر جان ملز کا جسم لاد رکھا تھا۔ وین کا پچھلا دروازہ کھول کر اس نے اُسے چپ چاپ اندر ڈال دیا۔

پھر دروازہ بند کر کے وہ اپنے ساتھی کے قریب آبیٹھا تھا۔

چند لمحے بعد وین عمارت سے باہر نکلی اور پھر تیزی کے ساتھ

ایک سمت بڑھتی چلی گئی۔

دانستہ منزل کے پورچ میں پہنچ کر چوہان نے گاڑی کا [illegible] کیا اور دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔

صفدر اس سے پہلے ہی باہر پہنچ چکا تھا اور اب اس کے ہاتھ وین کا عقبی دروازہ کھولنے میں مصروف تھے۔

کچھ دیر بعد ہی جون ملز کا بے ہوش جسم دوبارہ اس کی پشت پر نظر آیا۔ ذرا رک کر اس نے ایک نظر چوہان پر ڈالی، پھر عمارت کے اس کمرے کی طرف بڑھ گیا، جس میں عام طور پر "مہمانوں" کو رکھا جاتا تھا۔

چوہان اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

ساتھ ساتھ چلتے ہوئے وہ کمرے میں داخل ہوئے اور صفدر نے دیکھا بے حس و حرکت جسم کمسٹر کے فرش پر ڈال دیا۔ چوہان نے جھک کر اس کی نبض ٹٹولی، پھر صفدر کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"ابھی کچھ وقت لگے گا۔ تم نے اس کی جیبوں کی تلاشی لی تھی۔"

"لے چکا ہوں۔"

"آؤ پھر۔ ہمیں ایکس۔ ٹو کو اس کی اطلاع کر دینا چاہیئے۔"

"ہم۔ اوہ۔"

وہ کمرے سے نکل کر اس کمرے کی طرف بڑھے، جہاں ٹیلیفون موجود تھا۔

صفدر نے ریسیور اٹھایا اور ایکس۔ ٹو کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔!

دوسری طرف سے چند لمحوں تک گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دیتی رہی پھر اس نے ایکس ٹو کو سنا۔

"میں صفدر بول رہا ہوں جناب!....." اس نے مؤدبانہ انداز میں ماؤتھ پیس میں کہا۔

"ہم۔ کیا خبر ہے۔؟"

"میں ہیڈ کوارٹر سے بول رہا ہوں جناب!..... جون ملز یہاں موجود ہے۔"

"ویری گڈ!۔ تم بہت اچھے جا رہے ہو صفدر۔"

"شکریہ جناب۔"

"تمہیں یقین ہے کہ ساری کاروائی کے دوران کوئی فرد تمہاری طرف متوجہ نہیں ہوا۔"

"مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے جناب۔"

"ٹھیک ہے۔ کوئی خاص بات۔؟"

"جون ملز ابھی تک بے ہوش ہے جناب..... کیا مجھے یا چوہان کو ابھی اس کے قریب ٹھہرنا چاہیئے۔"

"نہیں تم لوگوں کا کام ختم ہو چکا ہے۔"

"بہتر ہے جناب۔"

"پھر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سنائی دی تھی۔ صفدر نے ایک طویل سانس لے کر ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔

"کیا رہا۔؟" چوہان نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہم چل رہے ہیں۔"

"آؤ! شاید ایکسٹو خود ہی اس سے نپٹنے کی کوشش کرے گا۔" صفدر، کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم اسی جگہ ٹھہر کر اس کا انتظار کریں۔؟" چوہان کی آنکھوں میں ایک تیز اور معنی خیز چمک لہرا رہی تھی۔

"شامت آتی ہے۔" صفدر اس کا مطلب سمجھتا ہوا غرایا۔ "بیچ چوراہے پر مرغا بنا دے گا۔ اپنے اوپر تالیاں بجوانا چاہتے ہو۔"

"ضروری نہیں ہے کہ وہ ہماری موجودگی سے باخبر ہو ہی جائے۔"

"احمقانہ باتیں مت کرو۔ وہ اپنے جسم پر آنکھیں ہی آنکھیں رکھتا ہے۔ آؤ یہاں سے چلیں۔ ویسے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ خود آنے کے بجائے کسی اور کو جون ملز کے سر پر مسلط کر دے۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔"

"تمہاری مرضی۔" چوہان مسکرایا۔ "ویسے یار! ایکسٹو کا ازکم میرے ذہن کی چولیں بری طرح ہلا رکھی ہیں۔ کیا تم اس کے متعلق کچھ جاننا نہیں چاہتے۔؟"

"ختم کرو۔ میرا خیال ہے کہ اب ہم لوگ محض وقت برباد کر رہے ہیں۔" صفدر نے منہ بنایا۔

"اوہ! اچھا آؤ۔ تم اس سے اس طرح خائف ہو جیسے وہ انسان کے بجائے کوئی بدروح ہو۔"

"وہ کسی بدروح سے زیادہ خطرناک ہے۔ اور یہ صرف میرا ہی خیال نہیں ــــ کیا تم اس سے خائف نہیں ہوئے۔؟"

"میں تمہارے خیال کی تردید نہیں کروں گا۔"

"تب پھر چلو اس جگہ سے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ ساری گفتگو کسی پراسرار طریقے سے اس کے کانوں تک نہ پہنچ جاتے۔ اگر ایسا ہوا تو..... میں نہیں جانتا کہ وہ تمہارے بارے میں کیا فیصلہ کرے گا۔"

"چھوڑو یار۔ ہمارا چیف آخر بہرحال انسان ہی ہے۔" چوہان ہنستا ہوا بولا۔ اب یہ اور بات ہے کہ اس ہنسی میں گھبراہٹ اور خوف ہی کے عنصر رہے ہوں۔

وہ عمارت سے باہر نکلے..... راستے میں چوہان نے صفدر سے کہا۔

"میں اب تک اس سارے چکر کو نہیں سمجھ سکا۔ کیا تم بتاؤ گے کہ کیا قصہ ہے۔ اور ایکسٹو جون ملز میں کس لئے اس قدر گہری دلچسپی لے رہا ہے۔"

"جون ملز نے بظاہر اس لیڈر کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی، جو کل کے جلسۂ عام میں لوگوں کو علیحدگی کا سبق پڑھا رہا تھا۔" صفدر نے بتایا۔

"اوہ۔!" چوہان کے ہونٹ دائرے کی شکل میں سکڑ گئے۔ "مگر بظاہر کیوں؟..... میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"گولی خان صاحب کو ہلاک یا زخمی کرنے کے بجائے ایک پولیس مین کے بازو کو چھوتی سی خراش لگ گئی تھی۔ حالانکہ اگر وہ چاہتا تو بڑی آسانی کے ساتھ درست نشانہ لے سکتا تھا۔"

"گویا اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ لیکن آج کے اخبارات....."

"اخبارات کے مطابق خان صاحب معجزانہ طور پر بال بال بچ گئے۔ ورنہ قاتل نے انھیں ٹھکانے لگانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ حکومت پر بھی لے دے کی گئی ہے۔ بلکہ بعض کا خیال تو یہ ہے کہ حملہ آور حکومت ہی کا کوئی حملہ آور ساتھی تھا اور دراصل جون ملز یہی چاہتا تھا۔"

"اوہ.....!" چوہان کی آنکھوں میں ایک تیز چمک جاگ اٹھی۔ "میں سمجھ گیا۔ یہ عوام کو حکومت سے متنفر کرنے کی ایک کوشش تھی۔ مگر جون ملز کیا غیر ملکی اس گھناؤنی سازش کی پشت پر ہیں؟"

"شاید۔ اس سلسلے میں میری معلومات نہ ہونے کے برابر ہی ہیں۔"

"ہم۔ ہو سکتا ہے کہ عمران بھی اپنی ٹانگ اڑانے کی کوشش کرے۔"

"ہو سکتا ہے۔ ان حضرت کی کھوپڑی کسی وقت بھی کوئی نیا گل کھلا سکتی ہے۔" صفدر مسکرایا۔

"یہ شخص بھی ایکسٹو سے کم پراسرار نہیں ہے۔ یار صفدر کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ پیغ کے متعلق سب کچھ جانتا ہو۔؟"

"شاید نہیں۔" صفدر سوچتا ہوا بولا۔ "شاید کوئی بھی اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ مگر آج تم اس قدر شدت کے ساتھ اس کے بارے میں کیوں سوچ رہے ہو؟"

"کوئی خاص بات نہیں یار! ویسے بعض اوقات ایسا لگتا ہے جیسے یہ دونوں مل کر ہم سب کو کسی دن پاگل کر دیں گے۔"

صفدر ہنسنے لگا.....!

چوہان کی آنکھوں میں بدستور الجھنیں تیر رہی تھیں۔

عمران فلیٹ کی سیڑھیاں اتر کر نیچے پہنچا ہی تھا کہ فیاض نے اُسے دیکھ لیا۔!

وہ غالباً اسی کی تلاش میں اس وقت وہاں پہنچا تھا۔

"سناؤ پیارے۔" اس نے عمران پر مسکراتی ہوئی نظریں ڈال کر خوشگوار لہجے میں کہا۔ "کیا حال ہے تمہارا۔؟"

"ٹھیک ہوں۔ آج کل عشق کا موڈ ہو رہا ہے۔" عمران نے چیونگم کا بلبلہ پھلاتے ہوئے جواب دیا۔ فیاض ہنسنے لگا:..... چند لمحوں تک ہنستا رہا۔ پھر بولا۔

"تم عشق نہیں کر سکتے ..... تم میں عشق کے جراثیم ہی نہیں۔"

"کیوں نہیں ہیں۔ مادر زاد عاشق ہوں۔ کوئی لونڈیا نہ ملے تو تم جیسے مرد بھی چل سکتے ہیں۔ کہو تو اظہار محبت شروع کر دوں۔ اس دور کے زنانہ ہیروز سے اچھا بول لوں گا۔"

"مجھے یقین ہے۔ مگر فی الحال میں چائے کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں کیا ہم اوپر چلیں۔؟" فیاض کا اشارہ عمران کے فلیٹ کی طرف تھا۔

"مجھے افسوس ہے۔ سلیمان آج کل علامتی ہڑتال پر ہے اور مجھے باورچی خانے کے تصور سے ہی وحشت ہوتی ہے شاید تم بھی اتنا نفیس سوٹ پہن کر چولہا جلانا پسند نہیں کرو گے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم کسی ہوٹل میں بیٹھیں گے۔"

"ضرور۔ ثواب دارین حاصل کرو گے۔" عمران مسکرایا۔

چند لمحے بعد ہی فیاض کی موٹر مائیکل مون لائٹ ریستوران کی طرف فراٹے بھر رہی تھی۔ پھر ریستوران میں پہنچ کر وہ عمران کو ساتھ لے کر ایک کیبن کی طرف بڑھتا چلا گیا تھا۔

"بیٹھو۔" اس نے کیبن میں پہنچ کر کہا۔

"عمران پتلیاں نچاتا ہوا چپ چاپ بیٹھ گیا۔

فیاض سگریٹ سلگا رہا تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کر اس

نے کہا۔

"آج کل حالات بہت زیادہ خراب ہوتے جا رہے ہیں۔ ڈر ہے کہ اگر انہیں سدھارنے کی کوئی کامیاب کوشش نہ کی گئی، تو شاید قوم کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑے۔"

"بہت اچھے۔ کیا تم یہی اطلاع دینے کے لئے مجھے یہاں لائی ہو۔؟"

"یہ بات نہیں۔ ویسے میں کئی دن سے تم سے ملنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ حالات سچ مچ بہت زیادہ خراب ہو رہے ہیں۔ حکومت اور پولیس پر چاروں طرف سے جھاڑ پڑ رہی ہے۔ اور لوگوں میں ایک عجیب سی مایوسی اور انتشار پایا جاتا ہے۔ بعض افراد کا خیال ہے کہ حکومت اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لئے خود حزب اختلاف کے بڑے بڑے لیڈروں کو ٹھکانے لگانے پر کمربستہ ہے اور ملک دشمن عناصر عوام کو یہی باور کرانا چاہتے ہیں۔ اب تک حزب اختلاف کے خاص طور پر ایک مخصوص پارٹی کے کئی لیڈروں پر حملے کیے جا چکے ہیں۔"

"ختم کرو۔ مجھے نہ حزب اختلاف سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ حزب اقتدار سے، دونوں ہی طرف کے لوگ عام لوگوں کو قربانی کے بکرے بناتے اور ان کا خون پیتے ہیں۔ یوں بھی تم جانو میں ہمیشہ کا سیاست

لے کر اپنا راستہ اختیار کیا تھا۔ عمران منہ میں چیونگم کا پیس ڈال کر کسی خالی ٹیکسی کی تلاش میں سڑک پر نظریں دوڑانے لگا۔

کوئی بیس منٹ بعد وہ سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر کے سامنے ٹیکسی سے اترا۔ اور ڈرائیور کو پیسے دے کر چیونگم کا پیس چباتا ہوا عمارت کی طرف بڑھ گیا۔

پھر چند منٹ بعد ہی وہ اس کمرے میں داخل ہو رہا تھا جس میں صفدر اور چوہان جان ملز کو چھوڑ گئے تھے۔

وہ ابھی تک بے ہوش تھا۔

عمران چند لمحوں تک بغور اس کے چہرے کا مشاہدہ کرتا رہا، پھر جھک کر نبض ٹٹولی اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

پھر کچھ ہی دیر بعد جب دوبارہ کمرے میں داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں کسی سیال سے ایک چوتھائی بھری ہوئی سرنج بھی موجود تھی۔ جون ملز کی آستین کا بٹن کھول کر اس نے آستین اوپر سرکائی اور سرنج میں بھرا ہوا سیال اس کے بازو میں منتقل کر دیا

پانچ منٹ گذر گئے ..... پھر جان ملز کے پپوٹوں میں لرزش پیدا ہوئی اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ عمران بڑے غور سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

بیتابی سے بولا۔

پھر اس سے پہلے کہ فیاض کچھ بولتا، کیبن کے دروازے میں ویٹر کی صورت نظر آئی تھی اور وہ دونوں ہی اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

چائے کے بعد فیاض نے دوبارہ اپنی گفتگو شروع کر دی۔ عمران چند لمحوں تک سنتا رہا، پھر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "بس کرو سوپر! اس سے اچھا تو یہ ہوگا کہ ہم اپنے ملک میں تیار ہونے والی فلموں یا ریڈیو اور ٹی۔ وی پر نشر ہونے والے قوالی کے پروگراموں پر بحث کا آغاز کریں۔"

"ٹامومت یار! مجھے اس سلسلے میں تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔"

"میں تمہاری مدد کروں گا مگر اس وقت نہیں۔ فی الحال میں قوالیاں سننے کے موڈ میں ہوں۔"

"لیکن ....."

"پلیز سوپر فیاض! مجھ سے پھر کسی وقت ملو۔"

"اچھا۔!" فیاض نے ایک طویل سانس لی اور بل کی رقم کے مطابق پرس سے نوٹ گن کر نکالنے لگا۔

وہ باہر نکلے ..... فیاض نے عمران سے گھر پر ملنے کا وعدہ

چند لمحے گزر گئے۔ عمران جون ملز عمران کو گھور رہا تھا۔

"میں کہاں ہوں۔" اچانک اس نے پرسکون انداز میں پوچھا۔

"تم کون ہو؟ وہ خبیث، رہ ٹو کہاں ہے۔؟"

"زمین میں۔" عمران نے جواب دیا۔ "اسے زمین نے نگل لیا۔"

"کیا مطلب۔؟"

"حیادار آدمی تھا۔ تمہیں اغوا کرنے کے بعد اسے شدت کے ساتھ اپنے گناہ کا احساس ہوا۔ اس نے صدق دل سے دعا مانگی کہ زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائے۔ اس کی دعا قبول ہوئی۔ اور زمین نے دیکھتے ہی دیکھتے اسے نگل لیا یا ممکن ہے آسمان نے اسے کھا لیا ہو۔"

جون ملز چند لمحوں تک اسے دیکھتا رہا، پھر الجھے ہوئے لہجے میں بولا۔

"پتا نہیں تم کیا بک رہے ہو۔"

"پرواہ مت کرو۔ اپنی بعض باتیں خود میری بھی سمجھ میں نہیں آتیں۔ [illegible] اکثر اچھی بات نہیں۔ ویسے اگر جذبہ [illegible] ایک طریقہ یہ بھی ہو سکتا [illegible] تمہارے [illegible]

[illegible]

"تم!۔ تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہے۔"

"ہر پاگل دوسرے کو پاگل ہی سمجھتا ہے۔" عمران کا لہجہ فلسفیانہ تھا۔ "فضولیات کی ضرورت نہیں۔" ملز اٹھتا ہوا غرایا۔ "مجھے بتاؤ تم کون ہو؟ یہ جگہ کونسی ہے اور مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے۔؟"

"تمہارا کیا خیال ہے، مائی ڈیئر مسٹر جون ملز۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔ آخر تم مجھ سے کسی سوال کا جواب کیوں نہیں دیتے۔؟"

"آل رائٹ۔ کیا پوچھنا چاہتے ہو تم۔؟"

"تم لوگ کون ہو؟ مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟"

"ہم خدائی فوجدار ہیں دوست! اور تمہارے دوسرے سوال کا جواب بھی میں ضرور دوں گا۔ مگر اس سے پہلے کیا تم یہ بتانا پسند کرو گے کہ کل جلسہ گاہ میں تم نے کس خوشی میں گولی چلائی تھی؟"

"جون ملز اچھل پڑا.....!"

عمران بڑی لاپرواہی کے انداز میں چیونگم کا پیس کچلنے میں مصروف تھا۔!

"میرا خیال ہے۔" چند لمحے بعد ملز نے کہا۔ "تم کسی طرح کی غلط فہمی میں مبتلا ہو۔!"

"ہرگز نہیں پیارے! میں نے اپنی آنکھوں سے تمہیں اس خود ساختہ عوامی رہنما پر گولی چلاتے دیکھا تھا۔ اور تمہاری اطلاع کے لئے عرض کرتا چلوں کہ اس وقت تم اپنی اصلی لوکل وصورت میں نہیں تھے۔"

جون ملز عمران کو بڑی گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"کیا تمہیں راتوں کو ڈراؤنے خواب نظر آتے ہیں دوست۔" چند لمحے بعد اس نے پوچھا۔

"اکثر ایسا ہوتا ہے۔" عمران نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ "کینوشس نے کہا ہے کہ مسور کی دال ——— یا ممکن ہے مونگ کی دال کے بارے میں کہا ہو۔ لیکن ٹالو! میں تمہیں اپنے خوابوں کے متعلق بتا رہا تھا۔ ایسے ہولناک اور ڈراؤنے خواب مجھے اکثر نظر آتے ہیں اور پھر خوف کی حالت میں، میں بے اختیار حریف پر تھوکریں اور گھونسے برسانا شروع کر دیتا ہوں۔"

"تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔"

"ارے نہیں! اتنا بہادر بھی نہیں ہوں کہ تم جیسے گبرو جوان کو دھمکی دینا شروع کر دوں۔ مگر تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"تم احمق ہو۔" ملز منہ بناتا ہوا غرایا۔ "میں اس قسم کا آدمی نہیں ہوں۔ مجھے نہ سیاست سے دلچسپی ہے اور نہ اس قسم کے جلسوں سے

"میں جانتا ہوں۔ تم محض لوگوں کو بیوقوف بنانے میں دلچسپی رکھتے ہو۔"

"کیا مطلب ——؟"

"سیدھی سی بات ہے پیارے! تم اس خود ساختہ لیڈر کو قتل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ لیکن تم نے اس طرح گولی چلائی کہ وہ سچ مچ بال بال بچ گیا اور اب ہر شخص یہی کہہ رہا ہے کہ گولی اس نام نہاد عوامی رہنما پر چلائی گئی تھی اور یہ کہ پولیس آفیسر کا نشانہ محض اتفاقاً ——— یا پھر حملہ آور کے اناڑی پن کی وجہ سے زخمی ہو گیا حالانکہ تم بلاشبہ ایک اچھے نشانہ باز ہو۔"

"میں اب بھی تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"تم عوام میں حکومت کے خلاف نفرت پھیلانا چاہتے ہو۔ تم چاہتے ہو کہ ملک دشمن اور لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ کیونکہ اس طرح تمہیں اپنے ناپاک عزائم میں کامیابی ہو سکتی ہے۔"

"یہ غلط ہے۔ میں اس ملک کا وفادار شہری ہوں۔"

"تم صرف اپنے مفادات کے وفادار ہو۔ لیکن خیر! اگر تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا تو، اسے لکھ لو کہ اس عمارت سے

تم اپنی ٹانگوں پر چل کر باہر نہیں نکل سکو گے ۔۔۔ یہ میرا وعدہ ہے ۔"

"کیا بکواس ہے ۔ کیا تمہارا دماغ ۔"

"شٹ اپ !۔۔۔ میں صرف اپنے سوال کا جواب چاہتا ہوں ۔"

"مگر ....." جون ملز کے چہرے پر ایک رنگ سا آ کر گذر گیا۔ "میں جلسہ گاہ میں سرے سے ہی موجود نہیں تھا ۔ تمہارے سوال کا میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی جواب نہیں ہے ۔"

اچانک عمران کا ہاتھ گھوم گیا ۔ جون ملز کی آنکھوں کے سامنے قوس و قزح کے سارے رنگ بکھر گئے ۔ اور وہ لڑکھڑاتا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا ۔

عمران کے چہرے پر اب درندگی ہی نظر آ رہی تھی ۔

"شروع ہو جاؤ پیارے ۔۔۔" وہ سفاکانہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا ۔ "ورنہ اسے لکھ لو کہ تم اپنی ٹانگوں کو استعمال کرنے کے قابل نہیں رہو گے ۔"

"تم پاگل ہو ۔۔۔ !"

ملز اُسے گھورتا ہوا غرایا ۔

"اس دنیا میں کوئی بھی ہوش مند نہیں ہے دوست ! ہر فرد

پاگلوں کی طرح نوچنے کھسوٹنے میں مصروف ہے ۔ چاروں طرف تباہی ہے ۔ بربادی اور جگہ جگہ انسانی لاشوں کے ڈھیر نظر آ رہے ہیں ۔ جو جس قدر طاقتور ہے وہ اتنا ہی خطرناک پاگل بھی ہے ۔ اب یہ اور بات ہے کہ اس کے باوجود لوگ اُسے ہوش مندی ، انسانیت اور امن کا دیوتا کہنے لگیں ۔ مگر خیر ! مجھے امن اور انسانیت سے دلچسپی ہے اور نہ ہوشمندی سے ۔۔۔ چنانچہ بہتر ہوگا کہ تم ایک بہادر مجرم کی طرح جرائم کا اعتراف کر ڈالو ۔"

"لیکن میں مجرم نہیں ہوں ۔۔۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا ۔۔۔ !"

"تم نے جلسہ گاہ میں گولی چلا کر افراتفری پیدا کرنے کی کوشش کی تھی ۔ تم چاہتے تھے کہ لوگ تمہاری اس شاطرانہ چال کو لیڈر پر حملہ تصور کریں اور اس نام نہاد لیڈر کو قتل کرنے کی کوشش کی ساری ذمہ داری حکومت پر ڈال دی جائے ۔ اس طرح مخالف پارٹیوں میں اشتعال پیدا ہوتا اور حکومت کے خلاف لوگوں میں تنفر ، ایک یقینی بات ہوگی اور خود ساختہ لیڈر بڑی آسانی کے ساتھ عوام کی ہمدردی اور حمایت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا ۔ تم برسر اقتدار گروہ کو بالکل تنہا چھوڑ دینا چاہتے ہو تاکہ ملک دشمن اور وطن فروش

افراد سے نپٹنا اس کے لئے آسان نہ رہے ـــــ کیا تم اس کی تردید کروگے ۔ ؟"

"ہاں ! میں پھر کہوں گا کہ تم پاگل ہو ۔ میرا اس قسم کے کسی منصوبے سے کوئی تعلق نہیں ۔"

جون ملز منہ بناتا ہوا بولا ۔

"عمران چند لمحہ تشویش زدہ نظروں سے دیکھتا رہا ، پھر ایک طویل سانس لے کر بولا ۔

"اچھا چلو ۔ یہی بتا دو کہ تم جلسہ گاہ میں کس لئے موجود تھے ۔ ؟"

"یہ غلط ہے ۔ میں جلسہ گاہ میں موجود نہیں تھا ۔"

"کیوں شامت آتی ہے یار ! ـــــ میں بہت برا آدمی ہوں ۔"

"تم پچھتاؤ گے ۔ میں اس ملک کا ایک معزز اور پر امن شہری ہوں ۔ اور تمہیں ، مجھے حبس بے جا میں رکھ کر زدوکوب کرنے کا کوئی حق نہیں ـــــ خواہ تمہارا تعلق پولیس یا محکمہ سراغرسانی سے ہی کیوں نہ رہا ہو ۔"

"میرا تعلق کسی بھی محکمے سے نہیں ۔"

"پھر ـــ ؟"

"خدائی فوجدار ہوں ۔ مگر کیا اب مجھے باقاعدہ طور پر شروع ہو جانا چاہئے دوست ـ ؟"

"کیا مطلب ـ ؟"

جواب میں عمران بالکل ایسے ہی انداز میں فضا میں بلند ہوا تھا جیسے کسی طاقتور اسپرنگ نے اچھال دیا ہو ۔ اس کی دونوں اگلی ٹانگیں پوری طاقت سے جون ملز کے سینے پر پڑیں اور وہ ایک دلخراش فرش پر بیٹھتا چلا گیا ۔

اس کا چہرہ تاریک نظر آ رہا تھا اور آنکھوں میں شدید کرب و اذیت کی پرچھائیاں لہرا رہی تھیں ۔

عمران اطمینان کے ساتھ چیونگم کا پیس چبانے میں مصروف تھا ـ !

دفعتاً جون ملز کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے ۔ اب وہ بڑی خونخوار نظروں سے عمران کی طرف دیکھ رہا تھا ۔

"تم سور ہو ـــــ ذلیل کتے ـــــ" وہ اٹھتا ہوا کسی درندے کی طرح غرایا ۔

انداز ایسا ہی تھا ..... جیسے پوری قوت کے ساتھ عمران

پر ٹوٹ پڑے گا۔

"آؤ۔" عمران کی آنکھوں میں سفاکیاں تیر رہی تھیں ۔۔۔ "شاباش! اگر تم مجھے چھونے میں بھی کامیاب ہو گئے، تو اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا کاٹ کر تمہارے قدموں میں رکھ دوں گا۔"

جون ملز کسی جنگلی بھینسے کی طرح سر جھکا کر آگے بڑھا۔ اس کا حملہ کچھ اتنا ہی شدید تھا کہ اگر کامیاب ہو جاتا تو عمران کو اپنی کئی پسلیوں سے ہاتھ دھونا پڑتے۔ مگر عمران تو اس کے قریب پہنچتے ہی، بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اس کے سامنے سے ہٹ گیا تھا۔

ملز بمشکل خود کو دیوار سے ٹکرانے سے روک سکا۔ اس کی آنکھوں سے جیسے خون ابل رہا تھا اور اس کے تیور بے حد خطرناک تھے۔

ایک لمحے کے لئے رک کر وہ دوبارہ گھوما اور تیزی کے ساتھ عمران کی طرف بڑھا۔ اس کا یہ دوسرا حملہ پہلے حملے سے زیادہ پرجوش اور جیالا تھا۔

مگر اب اسے کیا کیا جاتا کہ عمران کے سامنے اس بار بھی اس کی ایک نہ چلی ۔۔۔ اور سنبھلنے کی کوشش کرنے کے باوجود وہ دیوار

سے ٹکرائے بغیر نہیں رہ سکا۔

"شاباش۔۔!" عمران کے ہونٹوں پر مضحکانہ مسکراہٹ ابھر آئی۔ "ہمت مت ہارو! ہو سکتا ہے کہ اگلی دفعہ تم مجھے ہاتھ لگانے میں کامیاب ہو ہی جاؤ۔۔۔ اور اگر ایسا ہو سکا تو میں اپنا وعدہ ضرور پورا کروں گا۔ کنفوشس نے کہا ہے کہ سچ بولنا بڑی اچھی بات ہے۔ اور جھوٹ بولنے والے کو کالے کوے سے ضرور ڈرنا چاہیئے کیا سمجھے۔"

اچانک جون ملز کا جسم کسی طاقتور اسپرنگ کی طرح اچھلا اور پھر اگر عمران نے اپنی جگہ سے ہٹنے میں اگر ایک لمحہ کی تاخیر کا مظاہرہ بھی کیا ہوتا، تو بلاشبہ اس کی ہڈیاں بری طرح کھڑکھڑا اٹھی ہوتیں۔

لیکن وہ نہ صرف ہٹ گیا تھا۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی اس نے جون ملز کی کھوپڑی پر ایک شاندار چپت بھی رسید کر دی تھی۔

پھر اس سے پہلے کہ ملز ایک دفعہ پھر عمران کو چھاپنے کی کوشش کرتا، اس کے جبڑوں پر ایک طاقتور گھونسہ پڑا اور اس کی آنکھوں کے سامنے چنگاریاں سی ناچنے لگیں۔

"آؤ۔!" عمران نے اسے چیلنج کیا۔ "مردوں کی طرح ہمت سے کام لو۔ ورنہ میں سمجھوں گا کہ تم اپنی محبوبہ کو ماں سمجھ کر اس سے محض اپنی خوراک ہی حاصل کرتے رہے ہو۔ جلدی کرو ورنہ ....."

اس سے پہلے کہ عمران کا جملہ مکمل ہوتا، جون ملز کے حلق سے ایک غلیظ گالی نکلی اور وہ دیوانہ وار عمران پر جھپٹ پڑا۔ اس دفعہ عمران نے اُسے ڈاج دینے کی کوشش نہیں کی۔ اس کے برعکس اس نے اپنی ٹانگ کو حرکت دی تھی اور ملز گالیاں بکتا ہوا کمرے کے فرش پر ڈھیر ہو گیا تھا۔

پھر عمران نے اُسے اٹھنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کی ٹانگیں بالکل مشینی انداز میں حرکت میں آگئیں۔ اور ملز کے ہونٹوں سے ابلنے والی چیخوں کا طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔

پھر اس کے حلق سے ایک دلخراش اور بے حد طویل چیخ نکلی اور وہ دونوں ہاتھوں کو آگے پھیلاتا ہوا اس طرح فرش پر گرا کہ اس کی آنکھیں خوفناک انداز میں پھیلی ہوئی تھیں اور چہرہ لہولہان ہو رہا تھا۔

عمران کی ٹانگوں کی حرکت رک گئی۔ اس کی آنکھوں میں اس وقت بھی سفاکیاں تیر رہی تھیں۔ اور ہونٹوں پر بڑی زہریلی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

"کیا ارادہ ہے۔؟" اس نے ملز کو گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا تم سچ مچ

اپنی ٹانگوں سے محروم ہونے کا فیصلہ کر چکے ہو؟"

"پانی ..... مجھے پانی دو سور۔"

"نہیں میری جان! تمہیں اس حالت میں دیکھ کر مجھے مسرت ہو رہی ہے۔"

"اوہ! ۔۔۔ تم ۔۔۔ تم ظالم ہو۔ درندے ہو۔ پپ ..... پانی۔"

"فضولیات نہیں۔" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اس وقت میں صرف کام کی باتیں کرنے کے موڈ میں ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ تم نے جلسہ گاہ میں نام نہاد رہنما پر گولی چلانے کا ڈرامہ کس کے اشارے پر اسٹیج کیا تھا۔؟"

"کسی کے اشارے پر نہیں۔ میں کسی کا ماتحت نہیں ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔" عمران نے لاپرواہی کا مظاہرہ کیا۔ "میں دیکھوں گا کہ ابھی تم میں کس قدر قوت برداشت موجود ہے۔"

پھر وہ مڑا اور کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

جون ملز فرش پر پڑا ہوا کسی زخمی بھینسے کی طرح ڈکرا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ اور چہرے پر زخم ابھی تک خون اگل رہے تھے۔ کہاں جگہ جگہ سے پھٹ گئی تھی اور آنکھوں سے شدید کرب اور مایوسی کا اظہار ہو رہا تھا۔

چند منٹ بعد عمران دوبارہ کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں کسی سیال سے بھرا ہوا گلاس تھا۔

"پپ ..... پانی ۔" ملز کراہتا ہوا بولا ۔ "خدا کے لئے مجھے پانی دو ۔"

"تم غلط سمجھے ہو ۔ اس گلاس میں پانی نہیں ہے ۔"

"اوہ ۔ پھر تم کیا لے کر آئے ہو ظالم آدمی ۔ ؟"

"ایک حیرت انگیز چیز ! مگر کیا تم اب بھی میرے کسی سوال کا جواب دینا پسند نہیں کرو گے ۔ ؟"

"میں کچھ نہیں جانتا ۔"

"تمہاری مرضی ۔" عمران نے لاپرواہی کا مظاہرہ کیا ۔ پھر بس اچانک ہی اس کا ہاتھ حرکت میں آگیا تھا ۔ اور جون ملز کو ایسا محسوس ہوا تھا جیسے اس کے چہرے اور آنکھوں میں پگھلتی ہوئی آگ اترتی چلی گئی ہو ۔

گلاس اب خالی ہو چکا تھا اور جون ملز کے حلق سے وحشیانہ چیخیں بلند ہونے لگی تھیں ۔

عمران کے چہرے پر ابھی تک درندگی اور بربریت رقص کر رہی تھی ۔ فرش پر تڑپتے ہوئے ملز کے جبڑوں پر ایک زوردار ٹھوکر رسید کرتے ہوئے اس نے کہا ۔

"اب ساری رات تمہیں اسی طرح گزارنا پڑے گی ۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ تمہاری آنکھیں اب کبھی روشنی اور اندھیرے میں امتیاز نہ کر سکیں ۔

ذرا سوچو تو سہی کہ اگر اندھے ہو گئے تو بقایا زندگی کس قدر خوشگوار اور رومانٹک ہو گی ۔"

ملز کے ہونٹوں سے بدستور چیخیں بلند ہوتی رہیں اور عمران نے کہا ۔ "میں اب جا رہا ہوں ۔ مگر شاید تم صبح صفدر میری آواز ہی سن سکو ۔ تو بے فیصدی ڈر اس بات ہے کہ صبح تک تم اپنی بینائی سے محروم ہو چکے ہو گے ۔"

"ٹھہرو ۔" اچانک ملز چیختی ہوئی آواز میں بولا ۔ "رک جاؤ ۔"

"کیا فائدہ ! تم قسم کھا چکے ہو کہ میرے کسی سوال کا جواب نہیں دو گے ۔"

"میں بتا دوں گا ۔ سب کچھ بتا دوں گا ۔ ہائے !۔۔۔ پانی ۔"

عمران چند لمحوں تک اس کی طرف ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتا رہا ، پھر بولا ۔

"اچھی بات ہے ۔ میں پانی لا رہا ہوں ۔ مگر اس تکلیف سے اسی وقت نجات حاصل کر سکو گے جب میرے کسی سوال کا جواب ادھار نہیں رہے گا ۔"

وہ مڑا اور تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا ۔۔۔!

جون ملز کی آنکھوں میں اب ایک خطرناک اور فیصلہ کن چمک ابھرا

رہی تھی۔ تڑپتے ہوئے اس نے اپنے سیدھے ہاتھ کی انگلی میں موجود سنہری انگوٹھی اتاری اور پھرتی کے ساتھ اس میں جڑا ہوا ہیرا باہر نکال لیا۔ انگوٹھی کے اس حصے کے کنارے کٹوری کی طرح اوپر کو اٹھے ہوئے تھے اور ان کے درمیان سفید رنگ کے ایک سفوف کی معمولی سی مقدار نظر آ رہی تھی۔ ملز نے پھرتی کے ساتھ سارا سفوف منہ میں ڈال لیا۔

چند لمحے بعد جب عمران پانی کا گلاس لے کر کمرے میں داخل ہوا، تو ملز آنکھیں بند کئے کراہ رہا تھا۔

عمران کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں ایک تیز اور تنفر آمیز چمک جاگ اٹھی۔

اور پھر وہ اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ ہونٹوں سے بستور کراہوں کی آوازیں نکل رہی تھیں۔

ایک ہی سانس میں سارا گلاس خالی کر کے اس نے کہا۔ "اور تھوڑا سا پانی اور دو۔"

"بس ! فی الحال اتنے ہی پر اکتفا کرو۔"

"ہم..... میں مرجاؤں گا۔ اور یہ تم نے کس قسم کا زہر میرے چہرے اور آنکھوں پر آزمایا ہے ..... میرے خدا ! کیا میں سچ مچ اندھا ہو جاؤں گا۔"

"یہ سوچنا خدا کا نہیں، تمہارا کام ہے۔" عمران نے اس سے گلاس لیتے ہوئے کہا۔ "ویسے تم غالباً وعدہ کر چکے ہو کہ مجھ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھو گے۔ میری یادداشت غلطی تو نہیں کر رہی۔ ؟"

"نہیں۔ لل..... لیکن میرا چہرہ اور آنکھیں۔"

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بشرطیکہ تم وعدہ کرو کہ مجھ سے جھوٹ نہیں بولو گے۔"

"میں وعدہ کر چکا ہوں ! ۔ تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو۔" ملز نے پوچھا۔

"کل کس کے حکم پر تم جلسہ گاہ میں گئے تھے۔ ؟" عمران نے سوال کیا۔

"میں نہیں جانتا۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔ ؟" جون ملز نے جواب دیا۔

"کیا مطلب۔ ؟"

عمران نے پتلیوں کو گردش دی۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ یقین کرو کہ وہ ہمارا باس ہے۔ لیکن ہم اس کے متعلق ایک لفظ بھی کسی کو نہیں بتا سکتے۔"

"کیوں ۔ ؟"

"اس لئے کہ ہم نے آج تک اسے نہیں دیکھا۔"

"بہت اچھے ! یہ غالباً تم کسی جاسوسی ناول نگار کی کہانی سنا رہے ہو۔"

"نہیں۔ یہ حقیقت ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی باس کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔"

"تمہارا خیال ہے کہ میں اس بکواس پر ایمان لے آؤں گا۔ ؟"

"تمہاری مرضی۔ لیکن اگر تم طے کر چکے ہو کہ میری کسی بات پر کان نہیں دھرو گے، تو بہتر ہوگا کہ مجھے گولی مار دو۔"

"آہا ! گولی کس لئے ماردوں مائی ڈیئر جون ملز۔"

"یہ تکلیف..... میرا چہرہ اور آنکھیں ۔ یہ کرب و اذیت میرے لئے اب ناقابل برداشت ہے۔" ملز کراہتا ہوا

بولا ــــ!

"تم اس سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہو۔ مگر اس کے لئے تمہیں سچ بولنا پڑے گا۔"

"میں سچ کہہ رہا ہوں ۔ کوئی بھی باس کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔"

"اس کے احکامات تم تک کس طرح پہنچتے رہے ہیں۔" عمران نے اسے گھورتے ہوئے اگلا سوال کیا۔

"وہ ہمیں ٹیلیفون پر ہیڈ کوارٹر پہنچنے کا حکم دیتا تھا۔ وہاں بعض اوقات اس کے احکامات ہمیں ٹیپ ریکارڈ کے ذریعے ملتے تھے اور کبھی وہ خود ہی ہمارا منتظر ہوتا تھا۔ لیکن اس طرح کہ اس کا چہرہ اور جسم ہمیشہ تاریکی میں ہوتا تھا۔ اور ہم محض اس کی آواز ہی سن سکتے تھے۔"

"بکو مت ــــ میں تمہاری زبان سے سچ جاننا چاہتا ہوں۔"

"یہ سچ ہی ہے ..... میں خود بھی جھوٹ بولنا پسند نہیں کرتا۔"

"آل رائٹ ۔ تمہارا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے؟"

"فورٹین ساؤتھ ایونیو ــــ"

جوان ملز نے جواب دیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے چہرے

پر کرب و اذیت کے گہرے نقوش تھے اور جلد کے مسامات سے بے تحاشہ پسینہ خارج ہو رہا تھا۔

عمران چند لمحوں تک اُسے دیکھتا رہا ..... پھر آہستہ سے چونک پڑا۔

ملز کی حالت میں اُسے ایک عجیب سی تبدیلی محسوس ہو رہی تھی ۔

"تمہارے گروہ میں کل کتنے لوگ کام کرتے ہیں۔؟" اس نے سوال کیا ۔

"اس سوال کا صحیح جواب بھی میں نہیں جانتا۔ بعض اوقات ہیڈ کوارٹر میں مجھے صرف چار پانچ افراد نظر آتے ہیں، جبکہ بعض اوقات ان کی تعداد دس بارہ بھی رہی ہے۔ مگر میرا خیال ہے کہ اب تم مجھے میرے حال پر ہی چھوڑ دو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے بارے میں سوچوں گا۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ فی الحال تم اس عمارت سے رہائی حاصل نہیں کر سکو گے۔"

"تم احمق ہو ــــ"

ملز تلخ انداز میں مسکرایا

"اب تمہارے فرشتے بھی مجھے اس جہنم میں روکنے میں

کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔"

"اچھا۔!"

عمران نے پتلیوں کو گردش دی۔

"یہ حقیقت ہے دوست! موت بڑی تیزی سے میری طرف بڑھ رہی ہے۔ اور شاید چند لمحوں میں مجھ تک پہنچ جائے گی۔ میں مرنے والا ہوں۔ میں نے خودکشی کی ہے۔"

"خ..... خودکشی۔؟!"

"ہاں! اب مجھے تمہاری ذرا سی پرواہ نہیں۔ کیونکہ میں بہت جلد دائمی سکون حاصل کروں گا۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میری معلومات غلط تھیں۔ تمہیں ان پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔"

عمران اس وقت سچ مچ بوکھلایا ہوا نظر آ رہا تھا اور جب جون ملز کا جسم تشنجی انداز میں اینٹھنے لگا تو اس کی بوکھلاہٹ کچھ اور بڑھ گئی۔

اچانک عمران تیزی کے ساتھ دروازے کی طرف جھپٹا۔ دوسرے کمرے میں پہنچ کر اس نے جلدی جلدی ایک انجکشن تیار کیا اور دوڑا جون ملز کی طرف پلٹ پڑا۔ وہ ہر قیمت پر اسے بچا لینا چاہتا تھا۔!

بہت سی باتیں ایسی تھیں جن کے جواب اسے معلوم کرنا تھے۔ لیکن وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا اس کے آگے بڑھتے ہوئے قدم دفعتہً ٹھٹک کر رک گئے۔

جون ملز کا جسم بالکل بے حس و حرکت نظر آ رہا تھا۔

چند لمحے بعد عمران دوبارہ آگے بڑھا۔

لیکن پھر جیسے ہی اس نے ملز کی کلائی اپنے ہاتھ میں تھامی اس کی آنکھوں میں تحیر کے آثار پھیلتے چلے گئے۔

جون ملز کی نبض کی دھمک معدوم ہو چکی تھی۔ مگر اس کی کلائی اور اس کا جسم ـــــ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ جسم کسی پتھر سے تراشا گیا ہو۔!

عمران کی صورت دیکھنے کے قابل تھی۔ اس نے پھرتی کے ساتھ ملز کی قمیض کے سارے بٹن کھول دیئے اور ہر طرف سے ٹٹول ٹٹول کر کا جسم دیکھنے لگا۔

جسم پر اب خفیف سی نیلاہٹ طاری ہوتی جا رہی تھی۔ اور اس کی سختی میں گزرنے والے ہر لمحے کے ساتھ اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

اچانک عمران ایک دفعہ پھر چونک پڑا۔ اب اس کی نگاہیں ملز کے سیدھے ہاتھ پر کلائی سے ذرا اوپر مرکوز تھیں، جہاں سیاہ ریچھ کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔

اس قسم کے نشانات اس نے بہت سارے ہندوؤں کے جسموں پر دیکھے تھے۔ لیکن جون ملز ہندو تو نہیں تھا۔

اور پھر سیاہ ریچھ کا چہرہ ــــ!

عمران کی کھوپڑی بڑی تیزی کے ساتھ سوچ رہی تھی!

ــــ:ــــ

آخری ہندسے پر انگلی گھما کر دوسری طرف سے کال ریسیو ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

گھنٹی بج رہی تھی..... اور پھر اس نے ریسیور اٹھانے کی آواز سنی۔

"ہیلو! کیپٹن فیاض آف سینٹرل انٹیلی جنس بیورو۔" دوسری طرف سے فیاض بول رہا تھا۔

"علی عمران۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی آکسن لمیٹڈ۔" وہ راؤ تھپیں میں بولا۔

"کیا بات ہے۔؟"

"طبیعت ٹھیک نہیں ہے سوپر! سر میں مستقل طور پر درد رہتا ہے بعض اوقات متلی بھی ہوتی ہے۔ اور کبھی کبھار آنکھوں کے سامنے رنگین دائرے گردش کیا کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں کیا تم مجھے اس فقیر کا پتا بتا سکو گے، جو ایک مایوس اور پشیمان شخص کو سدا بہار جوانی کا نسخہ عطا کرنے کے پہاڑوں میں غائب ہو گیا تھا تاکہ خبر اخبار میں چھپے اور اس کے پڑھنے سے بہتوں کا بھلا ہو۔"

"کیا بکواس ہے۔ اس وقت رات کے دس بج چکے ہیں۔" فیاض کے لہجے میں بیزاری تھی۔

"کل پھر بجیں گے۔ کینوشس نے کہا ہے کہ دس بجے کی ساعت بہت سارے کاموں کے لئے مفید ہوتی ہے۔ اس کے برعکس خدا جانے بارہ کے ساعت سے۔ انتہائی منحوس ساعت ہوتی ہے۔ وہ جب گھڑی کی دونوں سوئیاں نوے درجے کے زاویے پر کھڑی ہوں۔ اگر اس وقت تسخیر محبوب کا عمل کیا جائے، تو کبھی کارآمد ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے بجائے ہلاکت و بربادی کے عمل اس ساعت میں دو آتشہ ہو جاتے ہیں۔ ویسے بعض ماہرین کے مطابق ....."

"عمران ــــ!"

"یس ماتی ڈیئر کیپٹن فیاض آف سینٹرل انٹیلی جنس بیورو۔"

"میں فون بند کر دوں گا۔"

فیاض نے دھمکی دی۔

"آہا! تم غالباً بیوی کے لحاف میں گھس کر اُسے عشقیہ فلمی مکالمے سنانا چاہتے ہو۔ مگر سوپر! کینوشس نے کہا ہے کہ اچھا خاصا مرد اس وقت نڑاگھاٹر اور مضحکہ خیز نظر آتا ہے، جب وہ آنکھیں بھینگی اور آواز بوجھل بنا کر کسی سڑی ہوئی عورت سے اظہار محبت کرتا ہے۔"

"فضولیات نہیں! میں اس وقت تمہاری اوٹ پٹانگ گفتگو سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"اختلاج قلب کا دورہ پڑا ہوگا۔ کم عمری کی شادی ہمیشہ ایسے ہی گل کھلاتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ تمہیں گھر سے باہر نکل کر ہوا خوری کرنا چاہیئے۔"

عمران کا لہجہ مضحکہ خیز تھا۔

دوسری طرف فیاض آہستہ سے چونک پڑا۔

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"اداس ہے دل نظر پریشاں، قرار بنکر چلے بھی آؤ۔"

"کیا بکواس ہے۔؟"

"تم گھر سے باہر تو نکلو، رام بھلی کرے گا۔"

"نہیں۔ میں مزید وقت برباد کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"کینفوشس نے کہا ہے وقت صرف بیوی کے لحاف میں برباد ہوتا ہے۔ جب عشقیہ مکالمے شروع ہوتے ہیں۔ میرے کہے پر عمل کر کے یقیناً میں رہو گے۔ لکھ لو یہ بات ..... تا کر سندر ہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔"

"کیا تم سنجیدہ ہو۔؟"

"سو فیصدی سنجیدہ ہوں۔"

"کوئی خاص بات۔؟"

"بے حد خاص بات ہے سوپر فیاض! کیا مجھے تمہارا انتظار کرنا چاہیئے۔"

"میں آرہا ہوں! — بیس منٹ تک پہنچ جاؤں گا۔" دوسری طرف سے فیاض کی آواز آئی۔

پھر اس سے پہلے کہ وہ فون کا سلسلہ منقطع کرتا، عمران نے جلدی سے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"میں تمہیں گھر نہیں ملوں گا سوپر۔"

"پھر۔؟"

"کوئینز روڈ۔ فرسٹ کراسنگ۔"

"اوہ۔!"

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ اس کے چند لمحے بعد ہی وہ دوبارہ اس کمرے میں پہنچ چکا تھا جہاں جون ملز کی پتھرائی ہوئی لاش موجود تھی۔

عمران نے جھک کر دیکھا۔ اس کا جسم اب نیلاہٹ مائل ہو چکا تھا۔ اور اس کی سختی پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی تھی۔

عمران نے اسے اٹھا لیا۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے اس کے ہونٹ دائرے کی شکل میں سکڑ گئے۔

ملز کی لاش پتھر کی طرح سخت اور ٹھوس معلوم ہوتی تھی۔ لیکن اس کے وزن میں کسی طرح کا اضافہ نہیں ہوا تھا۔ اس اعتبار سے وہ سو فیصدی ایک نارمل لاش تھی۔

وہ اسے اٹھائے ہوئے کار تک لے آیا۔ لاش کو پچھلی سیٹ پر بٹھانے میں اسے دشواری نہیں ہوئی۔

اس کام سے فارغ ہو کر اس نے منہ میں چیونگم کا پیس ڈالا اور کار اسٹیئر کرتا ہوا دانش منزل سے باہر نکل آیا۔ چند لمحے بعد

ہی سیکرٹ سروس کی مخصوص کارتیزی کے ساتھ کوئنز روڈ کے پہلے چوراہے کی طرف بھاگ رہی تھی۔

عمران کی نگاہیں ونڈ اسکرین پر مرکوز تھیں اور اس کے شعور کی سطح پر سیاہ ریچھ کا چہرہ اور سر کلبلا رہا تھا۔

سیاہ ریچھ ۔۔!

جنوبی افریقہ کے گھنے جنگلوں میں بسنے والا ترغول قبیلہ جسے بربادی اور بربادنحوست کا دیوتا سمجھا جاتا تھا۔ اور جس کے سر اور چہرے کے اگلے حصے کی تصویر ایک بین الاقوامی خفیہ تنظیم استعمال کر رہی تھی۔

ایک ایسی تنظیم ..... حکومتوں کے تختے الٹنا جس کے بائیں ہاتھ کا کام تھا۔

عمران کے ہونٹ مضبوطی کے ساتھ بھنچے ہوئے تھے۔ جبڑوں کی ہڈیاں کسی حد تک ابھر آئی تھیں اور چہرے پر ایک عجیب سی تمتماہٹ نظر آ رہی تھی۔

اس وقت پہلی مرتبہ اسے صورت حال کی سنگینی کا احساس ہوا تھا۔

چوراہے پر پہنچ کر اس نے کار ایک طرف کھڑی کی اور منہ میں

چیونگم کا پیس ڈال کر چبانے لگا۔ آنکھوں میں بدستور سوچ کے گہرے سائے لہرا رہے تھے۔

چند منٹ بعد اس نے فیاض کی موٹر سائیکل کو وہاں دیکھا۔ اس کی نگاہیں عمران ہی کو تلاش کر رہی تھیں۔

عمران کار سے باہر نکل آیا۔

چہرے سے اب لاپرواہی کا اظہار ہو رہا تھا اور ہونٹوں پر اس کی مخصوص مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ فیاض اسے دیکھ کر تیزی کے ساتھ اس کی طرف بڑھا۔

"ہیلو سوپر۔" کیا اس وقت سچ مچ لحاف سے نکل کر آرہے ہو" عمران نے پرتپاک انداز میں اس کا ہاتھ دبایا۔

"پٹ جاؤ گے۔ میں اس وقت مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

فیاض اسے گھورتا ہوا بولا۔

"اوہ! میرا خیال تھا کہ ..... لیکن خیر..... میرے ساتھ آؤ۔"

"کہاں۔؟"

"چلے آؤ یار! نہ تم کوئی کنواری لونڈیا ہو اور نہ میں کوئی اوباش مرد۔ پھر کیوں گھبرا رہے ہو۔"

"کیا بکواس ہے۔؟" فیاض جھینپتا ہوا بولا۔ پھر ذرا رک کر اس نے کہا۔

"کیا اپنی موٹر سائیکل بھی لے لوں۔؟"

"ہاں! میرے پاس کار ہے۔ چپ چاپ پیچھے پیچھے چلے آؤ۔"

فیاض نے تیزی سے اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ غالباً اُسے عمران کی کار کی تلاش تھی۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھتا، عمران آگے بڑھ چکا تھا۔

سیکرٹ سروس کی مخصوص کار میں بیٹھ کر اس نے انجن اسٹارٹ کیا۔ کھڑکی میں سے سر نکال کر تحیر زدہ فیاض کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور مسکراتے ہوئے گاڑی آگے بڑھا دی۔

فیاض پھرتی کے ساتھ اپنی موٹر سائیکل کی طرف بڑھا تھا۔

عمران کا رُخ غیر آباد علاقے کی طرف تھا۔ فیاض کی موٹر سائیکل اس کے پیچھے فراٹے بھر رہی تھی۔

دونوں ہاتھوں سے ہینڈل تھامے وہ مسلسل اگلی گاڑی کی ٹیل لائٹس کو گھور رہا تھا۔ اور اس کی کھوپڑی بڑی تیزی کے ساتھ سوچ

رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ عمران محض تفریحاً ویران علاقے کی طرف نہیں دوڑ رہا تھا۔

مگر اس بھاگ دوڑ کی کیا وجہ تھی، یہ اس کے فرشتے بھی نہیں جانتے تھے۔

کوئی پندرہ منٹ بعد عمران نے اپنی کار سڑک سے نیچے اتار لی اور کچے میں کچھ دور لے جانے کے بعد اُسے کھڑا کر دیا۔ فیاض نے اپنی موٹر سائیکل اس کے بالکل برابر لے جا کر روکی تھی۔

عمران نیچے اتر آیا۔ فیاض کے چہرے سے بے چینی اور بے قراری کا اظہار ہو رہا تھا۔

"اب بتاؤ کیا قصہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم بلاوجہ ہی تو اس ویرانے میں نہیں آ گئے ہو گے۔"

"آہم۔ تاہم تم مطمئن رہو۔ اس ویرانے میں تمہاری عزت و آبرو کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہو سکتا۔ میرا مطلب ہے کہ تم مجھ پر اعتماد کر سکتے ہو۔"

"اب میں سب کچھ تمہارے اوپر چھوڑوں گا۔"

"اسلحہ نہیں! تمہارے پاس ٹارچ ہے۔"

"نہیں تو۔ کیوں۔؟"

"کچھ نہیں ۔ تارج کے بغیر بھی تم اسے دیکھ سکو گے ۔ وہ پچھلی نشست پر تمہارا منتظر ہے ۔"

"کون منتظر ہے ؟ کیا بک رہے ہو ۔ ؟"

"خود بھی کچھ سمجھنے کی کوشش کیا کرو ۔"

فیاض چند لمحوں تک عمران کو گھورتا رہا ۔ پھر کار کی کھڑکی سے پچھلی نشست پر نظریں ڈالیں ۔ اگلے ہی لمحے عمران نے اُسے چونکتے دیکھا ۔

چند لمحوں تک وہ نشست کی پشتگاہ سے ٹکے ہوئے انسانی جسم کو دیکھتا رہا ۔ پھر عمران کو گھورتا ہوا بولا ۔

"اندر کوئی موجود ہے ۔ مگر ..... میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا ۔"

"میں خود بھی ابھی تک نہیں سمجھ سکا ہوں کہ اس لاش کو کس جگہ ٹھکانے دوں ۔"

"لاش ! ۔ کیا تمہارا مطلب ہے تمہارا ۔ ؟"

"تم لاش کا مطلب نہیں سمجھے فیاض ؟"

"کیا بکواس ہے ۔ فیاض [illegible] تم اپنی کار میں کسی کی لاش اٹھائے پھر رہے ہو [illegible] کسی کی ہے ۔ تمہارا

سے کیا تعلق ہے اور تم کیوں اسے اٹھائے پھر رہے ہو ۔ اور یہ گاڑی بھی تمہاری نہیں ہو سکتی ۔"

"اس چکر میں مت پڑو ۔"

"لیکن ....."

"لیکن یہ کہ میں اس لاش کو تمہارے حوالے کرنا چاہتا تھا ۔ بیحد دلچسپ لاش ہے ۔ کیا تم اسے ہاتھ سے چھونا پسند نہیں کرو گے ؟ کیپٹن فیاض آف سینٹرل اینٹلی جنس بیورو ۔" عمران کا لہجہ مضحکانہ تھا ۔

فیاض کی آنکھوں میں الجھنیں تیر رہی تھیں ۔ چند لمحوں تک عمران کو گھورتا رہا ۔

پھر ..... اس کا ہاتھ لاش کی طرف بڑھا ۔ لیکن پھر ایسا ہی لگا تھا ، جیسے بجلی کے ننگے تار نے اس کی انگلیوں کو چھو لیا ہو ۔

عمران کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی ۔ !

"میں سمجھا نہیں ۔" فیاض اس کی طرف گھوم کر بولا ۔

"یہ لاش ! ۔ ۔ ۔ ۔ کیا یہ سچ مچ کسی انسان ہی کی لاش

ہے ۔!"

"یقیناً پیارے ۔۔۔ مگر کیا تم اسے باہر نہیں نکالو گے ۔ میں ہر ممکن عجلت کے ساتھ اس سے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہتا ہوں ۔"

"ٹھہرو ۔۔۔"

فیاض دفعتاً ہاتھ اٹھا کر بولا ۔

"مجھے بتاؤ کہ قصہ کیا ہے ۔ یہ کس کی لاش ہے ؟ تم تک کس طرح پہنچی اور تم اسے کیوں اٹھائے اٹھائے پھر رہے ہو ۔ ؟"

"تمہارے حوالے کرنے کے لئے ۔" عمران مسکرا دیا ۔

"یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میں اس ویرانے میں تنہا آ کر اس لاش سے پیچھا چھڑا لیتا ۔ مگر پھر تم دیدار یار سے محروم رہ جاتے اور یہ گانا کبھی فلمبند نہ ہو پاتا ۔۔۔ عشق چلا ہے حسن سے ملنے ظلم کی بدلی چھائی ۔"

"کیا چاہتے ہو تم ۔ کیا میں تمہیں گرفتار کر لوں ۔"

"کیا مطلب ۔ ؟"

"تم اپنے ساتھ ایک لاش لئے پھر رہے ہو ۔ اور یہ گاڑی ..... ہو سکتا ہے کہ کسی پولیس اسٹیشن میں اس کی چوری کی

رپورٹ بھی درج ہو ۔ ویسے یہ لاش ....."

فیاض فقرہ ادھورا چھوڑ کر غور سے عمران کی آنکھوں میں دیکھنے لگا ۔

"یہ لاش ۔۔۔"

عمران مسکرایا ۔

"سچ مچ بڑی دلچسپ ہے پیارے ! پتھر کی طرح سخت اور ٹھوس ۔۔۔ اور اس کے ہاتھ پر، کلائی سے ذرا اوپر نخوست اور بربادی کے دیوتا کی تصویر ہے ۔"

فیاض بڑے زور سے چونکا تھا ۔

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا ۔"

"نخوست اور بربادی کے اس دیوتا کی پرستش جنوبی افریقہ کے گھنے اور خوفناک جنگلوں میں بسنے والے بعض قبائل میں کی جاتی ہے ۔ وہ ایک خطرناک قسم کا سیاہ ریچھ ہے اور شاید ہر سال جوان اور خوبصورت عورتیں ۔"

"مجھے ان قبائل سے کوئی دلچسپی نہیں ۔ مگر ..... اس کی کلائی پر سچ مچ ....."

"سیاہ ریچھ کا سر اور چہرہ موجود ہے ۔ میرا خیال ہے اب

تمہیں اس لاش سے یقیناً دلچسپی ہو چلی ہو گی۔"

"بکومت ۔ یہ لاش کس کی ہے ۔ اور اس گاڑی میں کس طرح پہنچی ۔ ؟"

"شامت ۔" عمران نے چیونگم کا پیس کچلتے ہوئے ایک طویل سانس لی ۔

"شامت ہی نے دھکا دیا تھا۔"

"بکواس نہیں ۔ میں حقیقت جاننا چاہتا ہوں ۔ کسی تمہید کے بغیر ۔"

فیاض اب خاصا بے چین اور مضطرب نظر آ رہا تھا ۔

"بہت اچھا ۔ اب سنو ۔ پچھلے چند روز سے میں بدہضمی میں مبتلا ہوں ۔ اس وجہ سے اکثر گھبراہٹ اور اختلاج کا دورہ پڑتا ہے ۔ اور میں سڑکوں کی گہما گہمی سے جی بہلانے کے لئے گھر سے نکل پڑتا ہوں ۔ کنفوشس نے کہا ہے کہ ....."

"عمران پلیز ۔"

فیاض ہاتھ اٹھا کر بولا ۔

"تم اندازہ نہیں لگا سکتے کہ میں اس وقت کس قدر

پریشان ہوں ۔"

"ٹھیک ہے ۔ آج رات جب پرونق سڑکوں پر جی نہ بہلا تو ویرانے کی راہ اختیار کرنا پڑی ۔ اور ویرانے کے قریب ۔ ایک چور ہے پر میں نے اس لاش کو پایا ۔ میرا خیال ہے سردی سے تو پتھر کی طرح سخت نہیں ہوئی ہو گی ۔"

"احمقانہ باتیں مت کرو ۔ یہ لاش ۔ سیاہ ریچھ کی شکل مگر ٹھہرو ! میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں ۔"

"ضرور ۔ ضرور ۔ تم اسے آسانی کے ساتھ باہر نکال سکو گے ۔ میرے پاس پنسل ٹارچ بھی موجود ہے ۔" عمران نے خلوص سے کہا ۔

فیاض نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا ۔ پھر کار کا دروازہ کھول کر لاش باہر گھسیٹ لی ۔

اور اب .....!

وہ عمران کی پنسل ٹارچ کی روشنی کی مدد سے بغور اس کی نیلاہٹ مائل رنگت کا جائزہ لے رہا تھا ۔

"زہر ....."

چند لمحے بعد اس کے ہونٹوں سے دھیمی سی آواز نکلی ۔

"وہ نشان کہاں ہے۔؟"

عمران نے جلدی سے لاش کی آستین الٹ دی اور فیاض کے ہونٹ دائرے کی شکل میں سکڑ گئے۔

"میرے خدا۔"

وہ بڑبڑایا۔

"یہاں سچ مچ یہ منحوس نشان موجود ہے۔ سیاہ ریچھ! میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ تنظیم....." دفعتاً وہ اس طرح خاموش ہو کر عمران کو گھورنے لگا جیسے نادانستگی میں کوئی راز کی بات کہہ گیا ہو

چند لمحے بعد بولا۔

"تم اس نشان کے متعلق کیا جانتے ہو۔؟"

"مم..... میں کیا جان سکتا ہوں سر! مجھے تو صرف اس کی سختی سے دلچسپی ہے۔"

"میں نہیں مانتا۔" فیاض اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا "تم نے مجھ سے خاص طور پر اس کا ذکر کیا تھا۔"

"ارے وہ کوئی خاص بات نہیں سر۔ میں نے کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ جنوبی افریقہ کے بعض قبیلوں میں کسی سیاہ ریچھ کو

تباہی اور بربادی کے دیوتا کی حیثیت سے پوجا جاتا ہے۔"

"اور کچھ۔"

"بس۔ جھوٹ بولوں تو کالا کوا کھائے۔"

"تم اسے کب سے کار میں لئے گھوم رہے ہو۔؟"

"ایک گھنٹے سے۔ پہلے میرا خیال تھا کہ اسے کسی پولیس اسٹیشن کے حوالے کر دوں گا۔ پھر سوچا کہ تھانیدار میری اور تمہاری دوستی کی پرواہ کئے بغیر حوالات میں بند کر دے گا۔ چنانچہ تمہیں اس کی اطلاع دینا پڑی۔ ویسے یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میں خود ہی اس سے پیچھا چھڑا لیتا۔ لیکن اس کی سختی ـــ میں نے بہت سارے لوگوں کو اس کے چکر میں پڑ کر تباہ ہوتے دیکھا تھا۔"

عمران باتیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

"بکو مت! میں تم سے اس لاش کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔"

"میں بتا چکا۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں کہنا۔ اب تم جانو ـــ اور یہ لاش ـــ"

"ٹھہرو ـــ"

اچانک فیاض نے سخت لہجے میں کہا۔

"تم نہیں جانتے کہ معاملہ کس قدر سنگین نوعیت کا ہے۔ یہ نشان ـــــ مگر کیا تم نے سچ مچ اسے کسی چوراہے پر پایا تھا۔؟"

"تمہارے سر کی قسم ـ" عمران نے بڑے خلوص سے یقین دلایا۔"

"لعنت ہو تم پر۔ میرے لئے ہمیشہ مشکلات پیدا کرتے ہو۔ ٹھہرو؛ تم اس طرح نہیں جا سکتے ..... میں تمہیں گرفتار بھی کر سکتا ہوں۔"

"ضرور..... ضرور ..... کسی لاش کو کار میں لئے پھرنا یقیناً ایک سنگین جرم ہے۔ کیا تم مجرموں تک پہنچنے کے لئے تعویذ گنڈوں کا سہارا لو گے۔؟"

عمران نے اپنے مخصوص انداز میں پتلیوں کو گردش دی فیاض چند لمحوں تک اسے گھورتا رہا۔ پھر دفعتاً آہستہ سے ہنس پڑا۔

"یہ بات نہیں ـ" اس نے جھینپتے ہوئے کہا۔ "مگر تم نہیں جانتے کہ تم نے اس لاش کو دریافت کر کے مجھے کتنی بڑی مشکل

میں مبتلا کر دیا ہے۔ جیسے ہی حکومت کو اس کام کا علم ہوا اعلیٰ سرکاری حلقوں میں کھلبلی پڑ جائے گی۔"

"آہا! ـ یہ کیوں سوپر فیاض ـ آف سینٹرل انٹیلیجنس بیورو۔"

"اس لئے کہ غیر ملکی جارحیت ایک مرتبہ پھر ہمیں شکار کرنا چاہتی ہے۔ لیکن خیر ـ یہ کار میں نے اس وقت سے پہلے تمہارے پاس نہیں دیکھی۔"

فیاض نے کہا۔

"سڑک پر سے اڑائی تھی۔"

عمران نے اطمینان سے جواب دیا

"پھر اڑانے لگے۔؟"

"نہیں یہ حقیقت ہے۔ تم جانتے ہو کہ میری تفریحات بڑی اوٹ پٹانگ قسم کی ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہ بھی ایک تفریح ہی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ کار کے مالک نے تھانے میں رپورٹ بھی درج کرا دی ہو۔ ویسے یقین کرو میری نیت چوری کی نہیں تھی۔"

"تمہاری ان حرکتوں سے میں بری طرح تنگ آ گیا ہوں۔"

فیاض نے منہ بنایا۔

"اب ہو گئی حماقت۔ تاہم تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں خود ہی اس کار سے پیچھا چھڑا لوں گا۔ آؤ! کیا تم اس ویرانے میں اس لاش کے لئے ایک قبر تیار کرنے کے چکر میں ہو سوپر؟"

"نہیں — مگر میں اسے لے جا بھی نہیں سکتا۔ موٹر سائیکل پر....."

"میں جانتا ہوں۔ لاش دوبارہ گاڑی میں رکھ کر پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ لیکن نہیں — ہو سکتا ہے پولیس اس وقت شہر کی مختلف سڑکوں پر کار کو تلاش کر رہی ہو۔ ایسی صورت..... مگر ٹھہرو — یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں شہر پہنچتے ہی قریبی تھانے کو فون پر اطلاع دے دوں۔ تم چاہو تو اتنی دیر تک اس کے قریب اطمینان کے ساتھ ظلی قوالیاں گا سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں یہاں ٹھہروں گا۔ تم جاؤ۔ تاہم اس کار کی وجہ سے اگر تم کسی مصیبت میں مبتلا ہو گئے تو میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔ ویسے سچ پوچھو تو مجھے اب بھی یقین نہیں کہ تم نے کار کسی سڑک سے اڑائی

ہو گی۔"

"تمہیں یقین کر لینا چاہیئے سوپر۔"

"خیر — اب تم جاؤ — مگر اس سلسلے میں تمہاری زبان بند ہی رہنی چاہیئے۔"

"تمہارا اشارہ لاش کی طرف ہے۔"

"ہاں۔"

"میں خیال رکھوں گا۔" عمران نے کہا اور کار کی طرف بڑھ گیا۔

کار میں بیٹھ کر اس نے انجن اسٹارٹ کیا۔ پھر کھڑکی میں سے فیاض کی طرف دیکھتا ہوا بولا

"تم کسی کام سے اس سڑک پر سے گزر رہے تھے کہ سڑک سے کچھ دور کھیت میں کسی گاڑی کی ٹیبل لائٹس دیکھ کر چونکنا پڑا۔ تم سوچ رہے تھے کہ کار میں کس قسم کے لوگ تھے اور اس ویرانے میں رات کے وقت کیا کر رہے تھے۔ مگر جب تم گاڑی کے قریب پہنچے تو وہ اس لاش کو وہاں چھوڑ کر آگے بڑھ چکی تھی۔

تمہاری موٹر سائیکل چونکہ سڑک پر ہی رہ گئی تھی

اس لئے کار کا تعاقب بے حد مشکل تھا۔ اور یوں بھی لاش تمہارے
توجہ اپنی جانب مبذول کروا چکی تھی۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ۔"

عمران نے گاڑی آگے بڑھانے سے پہلے کہا۔

ایک اجنبی پولیس تک تمہارا پیغام پہنچاتے گا۔ ایک ایسا شخص، جو اس سڑک سے گذر رہا تھا جس سے تم نے ایسا کرنے کی درخواست کی تھی۔

پھر اس سے پہلے کہ فیاض کچھ بولتا، پلان عمران کے ساتھ کار کو سڑک کی طرف لیتا چلا گیا تھا۔

کچھ دیر بعد اس نے گاڑی ایک پبلک فون بوتھ کے سامنے کھڑی کی۔

بوتھ کے اندر داخل ہوا۔ ریسیور اٹھا کر مشین میں سکے ڈالے اور پولیس اسٹیشن کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

رابطہ قائم ہونے پر اس نے کہا۔

"میں ایک شریف اور پرامن شہری ہوں جناب!.... محکمہ سراغرسانی کے کیپٹن فیاض نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں شہر پہنچتے ہی آپ تک ان کا پیغام پہنچا دوں....." اور پھر وہ تیزی

کے ساتھ سب کچھ کہتا چلا گیا۔

"اوہ....." دوسری طرف سے پولیس آفیسر کی آواز سنائی دی "میں ابھی دیکھتا ہوں جناب! آپ کا نام کیا ہے؟"

"عبدالقدوس۔" عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا اور فون کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ پھر چند لمحے بعد ہی وہ کار میں بیٹھا سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر کی طرف جا رہا تھا۔ آنکھوں میں پھر سوچ کے گہرے سائے لہرا رہے تھے۔

—×—

کیپٹن فیاض نے بغیر کسی پس و پیش کے لاش کی دریافت کا سہرا اپنے سر باندھ لیا تھا اور اب بڑے فخر کے ساتھ رحمان صاحب کے سامنے اپنے اس کارنامے کو دوہرا رہا تھا۔

پھر جیسے ہی وہ لاش کی کلائی پر پائے جانے والے سیاہ ریچھ کے نشان تک پہنچا، رحمان صاحب اس طرح اچھل پڑے جیسے اپنے دفتر میں اچانک انھیں کوئی سچ مچ کا ریچھ نظر آ گیا ہو۔

"کیا کہا تم نے ۔۔؟" انہوں نے فیاض کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"لاش کی کلائی سے ذرا اوپر سیاہ ریچھ کا نشان موجود تھا۔"

"جی ہاں! میں یہی عرض کر رہا تھا۔"

"اوہ! مل لیکن ..... لیکن مجھے حیرت ہے۔ ہمیں بہت زیادہ ہوشیار اور محتاط رہنا پڑے گا۔ کیا تم اس نشان کی اہمیت سے واقف ہو۔؟"

"کسی حد تک، جناب!" فیاض نے جواب دیا۔ "میری معلومات کے مطابق سیاہ ریچھ کا نشان ایک بین الاقوامی انتشار پسند تنظیم کا خصوصی نشان ہے۔ غالباً بہت کم لوگ جانتے ہوں گے کہ سیاہ ریچھ کی تنظیم کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے۔

اور کس ملک کے لوگ اسے کہاں چلا رہے ہیں۔ تاہم دنیا کا ہر ملک اسے چلا رہا ہے اور سارے زمانے کی پولیس کو تنظیم کے افراد کی تلاش رہتی ہے کیونکہ جس ملک میں بھی یہ لوگ پائے جائیں اس کی تباہی اور بربادی کے آثار خود بخود ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ حکومتوں کے تختے الٹنا اور غداروں کی سرپرستی ان کا محبوب مشغلہ ہے اور....."

"بس! بس۔ کافی ہے۔" رحمان صاحب ہاتھ اٹھا کر بولے "اب تم خود سمجھ سکتے ہو کہ لاش پر سیاہ ریچھ کے نشان کی موجودگی اس ملک کے لئے کس قدر تشویشناک بات بن سکتی ہے۔ تنظیم کے لوگ

یقیناً یہاں سرگرم عمل ہیں اور مغربی صوبے میں رونما ہونے والے واقعات سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے۔ غداروں کو یقیناً اُن کی سرپرستی حاصل ہے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مقتول آخر کن لوگوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ حکومت کے تو فرشتے بھی ابھی تک تنظیم کے کسی رکن سے واقف نہیں ہیں۔"

"اس سوال پر میں نے بھی غور کیا ہے جناب۔" فیاض پیشانی پر موٹی موٹی لکیریں کھینچ کر بولا۔

"پھر تم کس نتیجے پر پہنچے۔؟"

"ہو سکتا ہے کسی شخص یا اشخاص سے کسی معمولی بات پر اس کا جھگڑا ہو گیا ہو۔ بات بڑھی ہو گی اور نتیجتاً اُسے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے۔"

"کیا بکواس ہے..... کیا اسے کسی عام طریقے سے قتل کیا گیا ہے۔ کیا اب سے پہلے تم نے کوئی ایسی لاش دیکھی ہے جو پتھروں کی طرح ٹھوس اور سخت ہو۔؟"

"اسے کسی زہر سے قتل کیا گیا تھا جناب۔؟"

"ممکن ہے۔ مگر وہ زہر ایسا ہی تھا جس کے متعلق پولیس بھی کچھ نہیں جانتی۔ اس قسم کی مہلک چیزیں عام لوگوں کے پاس نہیں پائی

جاتیں، خواہ ان کا تعلق مجرموں کے کسی خطرناک گروہ ہی سے کیوں نہ ہو۔"

"بالکل درست ہے جناب! اب صرف ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے۔ اور وہ یہ ــــ کہ شاید وہ اپنی تنظیم کے کسی رکن ہی کے ہاتھ مارا گیا ہو ــــ احکامات کی خلاف ورزی یا لاپرواہی اختیار کرنے کی صورت میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ تنظیم یا گروہ کے لوگ اپنے ہی گروہ کے آدمیوں کو ٹھکانے لگا دیتے ہیں۔"

رحمٰن صاحب کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ آگئی۔ "میرا خیال ہے کہ تمہیں محکمے سے استعفیٰ دے دینا چاہیئے۔"

"مم..... میں سمجھا نہیں جناب۔"

"کیا تم اس قدر خطرناک بین الاقوامی تنظیم کے ارکان کو اس قدر بیوقوف سمجھتے ہو کہ وہ اپنے کسی آدمی کو قتل کر کے کسی ایسی جگہ پر ڈال دیں گے، جہاں اس کا جلد یا بدیر دوسروں کی نظروں میں آجانا یقینی ہو۔ خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ مقتول کے جسم پر تنظیم کا مخصوص نشان بھی موجود ہو۔ ظاہر ہے کہ وہ کسی اور طریقے سے بھی اسے ٹھکانے لگا سکتے تھے۔ یا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس طرح مجرموں کا مقصد ہی حکومت کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانا ہے، تاکہ ہر ممکن طور پر ان کی

تلاش کا کام شروع کیا جائے۔"

فیاض سناٹے میں آ گیا۔۔۔!

رحمان صاحب کے استدلال کا اس کے فرشتوں کے پاس بھی کوئی جواب نہیں تھا۔

چند لمحوں تک کمرے میں خاموشی رہی۔ پھر رحمان ہی نے سکوت توڑتے ہوئے کہا تھا۔

"مجرم اس قدر احمق ہرگز نہیں ہو سکتا کہ پھانسی کا پھندا خود ہی اپنے گلے میں فٹ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ لاش کو اس طرح کسی سڑک کے قریب پھینک کر بھاگنے کا خیال ہی مضحکہ خیز ہے۔ میرا خیال ہے تم اس طرح مقتول تک ہرگز نہیں پہنچ سکو گے۔"

فیاض کو پہلی مرتبہ احساس ہوا کہ وہ اس وقت عمران کے باپ سے مخاطب ہے۔ مگر اپنے بیان کو تبدیل کرنا بھی اس کے آسان نہیں رہا تھا۔!

ویسے غلطی اسی کی تھی۔ عمران کی زبانی ہوئی کہانی سے وہ اس طرح متاثر ہو گیا تھا۔۔۔ جیسے وہی راہ نجات تک لے جانے والی ہو!

رحمان صاحب ٹٹولتی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ چند لمحے بعد انہوں نے کہا۔ "مجھے بتاؤ کہ تم اس لاش تک کس طرح

پہنچے تھے۔؟"

"عم..... میں نے عرض کیا نا جناب کہ.....!"

"اس کہانی پر کوئی گدھا ہی یقین کر سکتا ہے۔ میں اس تنظیم اور اس کے ارکان کے متعلق تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ یہ لوگ مرجانا پسند کرتے ہیں۔ لیکن پولیس کو اپنے موجودگی سے باخبر کرنا پسند نہیں کرتے۔ ایسی صورت میں کون یقین کرے گا کہ اس قدر رازداری، احتیاط اور ہوشیاری سے کام کرنے والے اتنی بڑی حماقت کر سکتے ہیں۔ سچ بتاؤ تم لاش تک کس طرح پہنچے تھے۔؟"

فیاض کے چہرے سے گھبراہٹ کا اظہار ہو رہا تھا۔ اور اس کی دکھلاہٹ زدہ کھوپڑی بڑی تیزی کے ساتھ اس صورت حال سے نپٹنے کی کوشش کر رہی تھی۔

مگر..... ظاہر ہے کہ معاملہ اس کی کھوپڑی کے دائرہ اختیار سے اب باہر ہی ہو چکا تھا۔

مجبوراً اس نے فیصلہ کر لیا کہ رحمان صاحب کو مزید بیوقوف بنانے کی کوشش نہیں کرے گا۔

اور پھر جب اس نے حقیقت کا اظہار کیا تو رحمان صاحب کی مٹھیاں خود بخود بھنچ گئیں۔ اور چہرے پر کچھ ایسے تاثرات ابھر آئے کہ فیاض

خلوص دل سے خدا کو یاد کئے بغیر نہ رہا۔

رحمان صاحب اسے بے حد کڑے تیوروں سے گھور رہے تھے۔ چند لمحے بعد انہوں نے کہا۔ "ہم! تو وہ گدھا اس لاش کو کار میں لئے گھوم رہا تھا۔؟"

"جج ..... جی ہاں۔"

"تم گدھے ہو۔!"

"جج ..... جی۔"

فیاض ہکلایا۔

"تمہیں سرکاری طور پر اس بات کی جوابدہی کرنا پڑے گی کہ ایک ایسے شخص کو گرفتار کیوں نہیں کیا گیا جو اپنے ساتھ کار میں ایک لاش لئے گھوم رہا تھا۔ میں تمہیں معطل کر دوں گا۔"

رحمان صاحب کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور نتھنے خطرناک دائرانہ میں پھڑک رہے تھے۔

فیاض تھوک نگلتا رہ گیا۔

"مم ..... میں معافی چاہتا ہوں جناب! لل ..... لیکن آپ کا خیال .....!"

"بکو مت! میں تم سے ہزار مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ وہ نالائق اگر

کسی غیر قانونی حرکت کا مرتکب ہوتا ہے تو تمہیں میرا خیال کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔"

رحمان صاحب غراتی ہوئی آواز میں بولے۔

"یہ درست ہے جج ..... جناب! مم ..... مگر میں نے ہمیشہ یہی سوچا کہ اگر عمران کے خلاف کوئی قانونی کارروائی کی گئی تو دنیا کی زبان پر اس کے ساتھ ساتھ آپ کا نام بھی ضرور آئے گا۔" فیاض نے انھیں سنبھالنے کی کوشش کی۔

"مجھے اس کی ذرا پرواہ نہیں۔ مگر اس سے کوئی غیر قانونی حرکت سرزد ہوتی ہے تو اس کی سزا بہرصورت اسے ملنا چاہیئے۔" انہوں نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

پھر ذرا رک کر نسبتاً نرم لہجے میں کہا۔ "تم نے اس سے پوچھا تھا کہ لاش اسے کہاں سے ملی۔؟"

"پوچھا تھا جناب۔" فیاض نے جواب دیا اور وہ ساری باتیں دُہرا دیں، جو عمران نے اسے لاش کے بارے میں بتائی تھیں۔

"بکواس۔" رحمان صاحب کا موڈ دوبارہ چوپٹ ہو گیا۔ تم گدھے ہو۔ کوئی گدھا ہی ایسی مضحکہ خیز کہانی پر یقین کر سکتا

ہے ۔"

فیاض خاموش رہا ۔ :

"میں ہر قیمت پر یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس گدھے کو لاش کس طرح ملی ۔ اس کی زبان کھلواؤ ۔ خواہ اس کے لئے تمہیں تھرڈ ڈگری ہی اس پر کیوں نہ استعمال کرنا پڑے ۔"

رحمان صاحب کا لہجہ اس وقت کسی باپ کے لہجے سے یکسر مختلف تھا ۔

"جب ..... بہتر ہے جناب ۔"

"جا سکتے ہو ۔ لیکن اس سلسلے میں اب میں کسی قسم کا بہانہ نہیں سنوں گا ۔"

"بہت اچھا جناب ۔" فیاض نے سعادتمندی کا مظاہرہ کیا پھر وہ وہاں ٹھہرا نہیں تھا ۔

اٹھا تھا اور رحمٰن صاحب کو مودبانہ انداز میں سلام کر کے خاموشی کے ساتھ ان کے کمرے سے باہر نکل گیا تھا ۔

اپنے دفتر میں پہنچ کر اس نے ہیٹ سر سے اتار کر میز پر پھینکا اور سگریٹ سلگا کر نشست کی پشتگاہ سے ٹک گیا ۔ اس وقت اسے بڑی شدت کے ساتھ عمران کے ہاتھوں بیوقوف بن جانے کا احساس

ہو رہا تھا ۔ مگر سوال تو یہ تھا کہ اس سلسلے میں اب کس قسم کا قدم اٹھانا چاہیئے ۔ عمران سے اس کی مرضی کے بغیر کچھ معلوم کر لینا سو فیصدی ناممکنات میں سے تھا ۔ اور اس بات کی کوئی ضمانت نہیں تھی کہ وہ خود ہی سب کچھ بتانے کو تیار ہو جائے گا

رہی بات گرفتاری کی ——— تو فیاض کو یقین تھا کہ عمران پر ہاتھ ڈالنا کم از کم اس جیسے کسی آدمی کے بس کا روگ ہرگز نہیں ہو سکتا اس قسم کی کسی کوشش کے نتیجے میں اس کے لئے مشکلات البتہ پیدا ہو سکتی تھیں ۔

پھر ——— ؟

عمران نے اسے بڑی مصیبت میں مبتلا کر دیا تھا ۔ اور اب اس کے فرشتے بھی نہیں جانتے تھے کہ اس سے چھٹکارا کس طرح حاصل کیا جائے ۔

رحمان صاحب کے سامنے خاصی ذلت اٹھانا پڑی تھی اور ذلت اٹھانے کا یہ سلسلہ کافی طویل نظر آ رہا تھا ۔

یکایک ٹیلیفون کی گھنٹی نے اس کے سارے خیالات کا سلسلہ منقطع کر دیا ۔

"کیپٹن فیاض !" اس نے ریسیور اٹھا کر آواز کو بارعب

بناتے ہوئے کہا۔

"انسپکٹر زیدی جناب ۔" دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"اوہ! کیا بات ہے۔ کوئی خاص چکر ہے کیا؟"

"جی خاص چکر جناب! ۔ میں سول اسپتال سے بول رہا ہوں ۔"

"کیا ہوا ۔؟"

"لاش مردہ گھر سے غائب ہو چکی ہے جناب ۔"

"فیاض اچھل پڑا ۔!

"لاش؟..... غائب ہو چکی ہے ..... کس لاش کا ذکر کر رہے ہو ۔"

"اس لاش کا جناب! ..... گزشتہ شب جسے آپکے حکم پر اسپتال پہنچ گیا تھا ۔"

"اوہ ۔!" فیاض کے ہونٹ دائرے کی شکل میں سکڑ گئے ۔ اور چہرہ دنیا بھر کی بوکھلاہٹوں کی آماجگاہ بن گیا۔ چند لمحے بعد بولا۔

"مجھے حیرت ہے ۔ لیکن یہ کس طرح ہوا..... لاش مردہ

سے کس طرح غائب ہو گئی ۔"

"فی الحال اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا جناب ۔ میری معلومات کے مطابق ....."

"شٹ اپ ۔" فیاض نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"میں خود آ رہا ہوں ۔"

"بہتر ہے جناب ۔"

فیاض نے ریسیور کریڈل پر پٹخا اور سگریٹ کو ایش ٹرے میں مسل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے کچھ ہی دیر بعد اس کی موٹر سائیکل سول اسپتال کی طرف جانے والی سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی۔

محمد علی ماربلز

یہاں ہر قسم کی ماربلز کی اسٹرے لیمپ سگریٹ کیس وغیرہ دستیاب ہیں آرڈر ملنے پر نہایت سستے داموں پر گھروں میں ماربلز لگاتے ہیں۔ خدمت کا موقعہ ضرور دیں

پتہ:۔ گولیمار بس اسٹاپ نمبر ۱ گولیمار نمبر ۱ کراچی

اس کے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ معاملہ اب پہلے سے زیادہ پراسرار اور پیچیدہ ہوگیا تھا۔

کچھ دیر بعد ہی اس کی موٹر سائیکل اسپتال کے قریب پہنچ گئی تھی۔

انسپکٹر زیدی پورچ کی سیڑھیوں پر ہی اس کا منتظر تھا۔ فیاض کو سلام کرکے بولا۔

"آپ آگئے جناب! میں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا۔"

"ہم! کیا قصہ ہے۔؟"

"اب سے کوئی ایک گھنٹہ قبل مجھے اسپتال کے سپرنٹنڈنٹ کا فون ملا تھا جناب۔" انسپکٹر نے سپرنٹنڈنٹ کے دفتر کی طرف بڑھتے ہوئے بتایا۔

"کسی تمہید کی ضرورت نہیں۔" فیاض اُسے گھورتا ہوا بولا۔ "میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ لاش مردہ گھر سے کس طرح غائب ہوگئی۔"

"ابھی عرض کرتا ہوں جناب!" انسپکٹر زیدی نے جلدی سے کہا۔ "بلکہ میرا خیال ہے کہ مردہ خانے کا چوکیدار بہتر طور پر سب کچھ بتا سکے گا۔ جب لاش غائب ہوئی، وہی ڈیوٹی پر موجود تھا۔"

"ہم! چوکیدار کہاں ہے۔"

"سپرنٹنڈنٹ کے دفتر میں۔"

فیاض سر ہلا کر خاموش ہوگیا۔ وہ سپرنٹنڈنٹ کے دفتر میں پہنچے۔

اندر تین آدمی پہلے سے موجود تھے۔ اسپتال کا سپرنٹنڈنٹ کرنل عرفانی، سول سرجن، ڈاکٹر بخاری اور وہ چوکیدار جو حادثے کے وقت لاش گھر کے سامنے ڈیوٹی پر موجود تھا۔

کرنل عرفانی اور ڈاکٹر بخاری نے گرمجوشی کے ساتھ فیاض سے ہاتھ ملایا۔

چوکیدار نے بھی سیلوٹ جھاڑا تھا۔ اس کے چہرے سے ابھی تک خوف اور گھبراہٹ کا اظہار ہو رہا تھا۔

"بیٹھئے آفیسر۔" کرنل عرفانی نے خالی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔

"بے حد عجیب واقعہ ہے یہ ۔ بے حد عجیب اور حیرت انگیز۔"

"جی ہاں ؛ لاش کا غائب ہونا۔ یقیناً ایک عجیب بات ہے مگر میں تفصیلات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ لاش اپنی ٹانگوں سے چل کر تو مردہ خانے سے نہیں چلی گئی ہو گی۔"

فیاض مسکرایا۔

"کیا کہا جا سکتا ہے آفیسر۔" سر جن بخاری نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ "ممکن ہے وہ خود ہی مردہ گھر سے نکل کر کہیں چلی گئی ہو۔ کم از چوکیدار کے بیان سے تو کچھ ایسا ہی ظاہر ہونا چاہیئے۔"

فیاض نے چوکیدار کی طرف دیکھا۔ "اس وقت تم ڈیوٹی پر موجود تھے۔؟"

"جج ..... جی ہاں۔"

"ہُم ؛ تمہارا نام ۔؟"

"گل بادشاہ خان ۔ صاحب۔"

"یہاں کب سے ملازم ہو۔؟"

"تین سال سے صاحب۔"

"ٹھیک ہے ۔ مجھے بتاؤ کہ لاش کس طرح مردہ خانے سے غائب ہوئی۔؟"

"بہت اچھا صاحب ؛ آج صبح آٹھ بجے تک میری ڈیوٹی تھی۔ اور رات کو تین بجے وہ حادثہ ہوا تھا۔ ہمارا گھر والی ملک میں ہے صاحب اور ہم اس وقت اس خانہ خراب کے تصور سے ہی خوش کرتا تھا کہ اندر لاش گھر میں کھٹکے کی آواز سن کر چونک پڑا۔

"تمہیں یقین ہے کہ کھٹکے کی آواز تم نے مردہ خانے ہی سے سنی تھی۔؟"

"پورا پورا یقین ہے صاحب ! چہ پہلے ہم بھی یہی سمجھا تھا کہ آواز کسی اور طرف ہوا ہوگا۔ مگر صاحب ! ہم نے وہ آواز چار دفعہ سنا تھا۔ پہلے ایک بار ہلکا، پھر زور زور سے، جیسے اندر کوئی مردہ ہال کا فرش بجانے لگا ہو۔"

"ٹھہرو ؛ کیا پتہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی کھڑکی یا روشندان کھلا رہ گیا ہو اور اس کی راہ سے ....."

"نہیں صاحب :..... چہ لاشوں کے علاوہ کوئی چڑیا کا بچہ بھی اندر موجود نہیں تھا۔ ساری کھڑکیاں اور روشندان بند تھے اور باہر سے کوئی جانور اندر نہیں جا سکتا تھا۔ پھر آپ خود سوچیے صاحب! وہ ابلیس کا بچہ لاش کس طرح غائب ہو گیا۔"

"ٹھیک ہے۔ تم کہتے رہو۔"

"ہم بزدل نہیں ہے جناب! کوئی بھی پٹھان بزدل نہیں ہوتا — سچی بات یہ ہے کہ ہم ڈر گیا۔ اندر کوئی لاش مردہ گھر کا فرش پیٹ رہا تھا۔ اور پھر اس نے دروازہ بجانا شروع کر دیا۔"

"دروازہ!..... تمہیں یقین ہے۔؟"

"پورا پورا یقین —؟"

"تم نشہ تو نہیں کرتے —؟"

"توبہ کرو صاحب! — ہم مسلمان آدمی ہے۔ نسوار کے علاوہ کبھی سگریٹ کو بھی ہاتھ نہیں لگایا۔"

"اچھا! — خیر — پھر....."

"پھر میں ڈاکٹر رشید کے پاس دوڑا تھا صاحب۔ ڈاکٹر صاحب اس وقت وارڈ میں موجود تھا۔ پہلے تو اس نے میرا مذاق اڑایا صاحب اور بولا کہ گل بادشاہ خان تم ضرور خواب دیکھا ہے۔ پھر میں ضد کیا، تو ڈاکٹر

ہمارے ساتھ آ گیا۔ وہ آواز اس نے بھی سنا صاحب۔ ہم سے بولا۔

"[illegible]

"ہم [illegible]

"ڈاکٹر صاحب چپا چپا [illegible] آ گیا۔ وہ [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] بالکل ڈرنا نہیں جانتا۔ میں بولا۔ ڈاکٹر صاحب ڈرتا تو نہیں ہے۔ چہ [illegible] جواب دیا۔

"گل بادشاہ خان۔ زندہ آدمی [illegible]

[illegible]

[illegible] ڈاکٹر صاحب [illegible] کو ٹھیک [illegible] سکا۔ میں ڈاکٹر صاحب کا گھگھیاتا چیخ سنا تھا۔ مڑ کر دیکھا، تو وہ [illegible] ہمارا برابر موجود تھا۔ اندھیرے میں ہم [illegible] کا صورت [illegible] وہ ہمارے [illegible] کیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب [illegible] کیا تھا۔

فیاض نے ٹویا رائفل لیکر کرنل عرفانی اور ڈاکٹر [illegible] کی طرف دیکھا۔

"یہ درست ہے آفیسر — صبح [illegible] گل بادشاہ خان [illegible]

بے ہوشی کی حالت میں ملا تھا۔ اور بہوش ہونے [illegible] اس وقت بھی یہی کہانی [illegible] کرنل [illegible] نے بتایا۔

۔ لاش گھر کا دروازہ اس وقت کھلا ہوا تھا؟

۔ جی ہاں۔

۔ ان لوگوں کو سب سے پہلے کس نے دیکھا تھا؟

۔ صفائی کرنے والے ایک شخص نے۔

۔ ٹھیک ہے۔ لاش کی غیر موجودگی کا علم کب ہوا تھا؟

۔ تھوڑی دیر بعد ہی [illegible] جس وقت میں یہاں پہنچا اسپتال کے عملے [illegible] یہاں موجود تھے۔ اور لاش کی غیر موجودگی کی خبر عام ہو چکی تھی۔

میں نے [illegible] کو طبی امداد کی غرض سے بھیج دیا۔ ڈاکٹر رشید کو [illegible] اس جگہ سے لے جا چکے تھے۔

۔ ڈاکٹر رشید کی کیا حالت ہے [illegible] ملنا پسند کروں گا۔

۔ صاحب ٹھیک ہیں۔ اور آرام کر رہے ہیں۔ آپ ان سے مل سکتے ہیں۔

۔ میں آپ کے ساتھ چلوں؟

۔ آئیے۔

وہ دفتر سے باہر نکلے۔ سرجن بخاری نے کہا۔

۔ مجھے [illegible] آپ اجازت دیں تو چلا جاؤں۔

۔ [illegible] کام ہو گا تو میں خود آپ سے مل لوں گا۔

سرجن بخاری ہاتھ ملا کر چلا گیا۔ اور وہ دونوں [illegible] کمرے میں پہنچے۔ جہاں ڈاکٹر رشید کو آرام کی غرض سے رکھا گیا تھا۔ [illegible] ایک سوال کے جواب میں اس نے کہا۔

۔ بڑی حیرت کی بات ہے جناب۔ [illegible] سمجھا تھا کہ لوگ [illegible] غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ [illegible] اپنے بیان پر [illegible] ڈاکٹروں کی غلط فہمی نہ ہوئی ہو۔

۔ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا ڈاکٹر۔

۔ ارے سیدھی سی بات ہے جناب۔ میں سوچ رہا تھا کہیں ڈاکٹروں نے کسی زندہ شخص کو مردہ سمجھ کر لاش گھر میں نہ بھیج دیا ہو [illegible]

[illegible]

چنانچہ اس [illegible] پہنچا تھا [illegible]

[illegible]

[illegible] پہنچ گئے۔

۔ آپ کا کہنا ہے کہ [illegible] مردہ [illegible]

آپ کے پاس ... تھا۔ کیا آپ نے حملہ آور کو دیکھا تھا۔

... جی نہیں۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا، حقیقت ہی جانے بغیر کا
گیا تھا۔ اور تار ... میرے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گرتے ہی بجھ گئی
گئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی میں بے ہوش ہو گیا تھا۔

ڈاکٹر رشید نے جواب دیا۔ پھر ذرا رک کر بولا

"ہو سکتا ہے حملہ آور ... گھر میں ... ہو

... موجودگی کا اندازہ نہیں
... تھے۔

... ہو گیا۔ ... صفیہ ... تھیں۔

دوپہر

ایک ... کا وقت تھا ... داخل ہوئے۔ جس کے باہر ڈاکٹر سدھی کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔ اس
شاہراہ پر عمارتیں ایک دوسرے کے ... واقع تھیں ...
... بتایا۔

... اس کی یہ تھی کہ اس علاقے میں ایک برس پہلے ہی تعمیر و ترقی کا
کام شروع ہوا تھا ... ہو چکا تھا ... کچھ عمارتیں
... نہیں ...

...کان اسی انتظار میں تھے کہ علاقے کی آبادی اور رونق میں اضافہ ہو تو
...وہ بھی وہاں منتقل ہو جائیں۔

وہ دو نوجوان مضبوط ہاتھ پیروں کے تندرست اور توانا جوان تھے
...ان کے کان ورزش تھے۔ اور ان کے جسم سراپا کے نقوش
...ان کے غیر ملکی ہونے کا پتہ چلتا تھا۔ ان میں سے ایک یقیناً کسی مغربی
...کا باشندہ تھا جو دور سے اسود بصری کی شرقی نظر آ رہا تھا۔

...آمنے سامنے پہنچکر وہ کوریڈور میں مڑ گئے۔ پھر چند لمحے بعد
...ہی اپنے کوریڈور کے آخری سرے پر بنے ہوئے ہال میں داخل ہوتے
...دیکھا گیا۔

...روشنی بہت کم روشنی تھی۔ اتنی کم کہ وہ اس روشنی میں ایک
...کے چہرے بھی بالکل قریب سے ہی دیکھ سکتے تھے۔ ہال کی لمبائی اور چوڑائی
...کافی تھی۔ اس کے فرش پر معمولی قسم کا فرنیچر بچھا ہوا تھا۔ اور زیادہ
...تر کرسیوں کی نصف درجن قطاریں نظر آ رہی تھیں۔ ایک قطار میں چار
...کرسیاں رکھی گئی تھیں۔

کرسیوں کے سامنے دیوار پر سفید رنگ کا ایک بڑا سا اسکرین دکھائی
...دیتا تھا جس کے نیچے کچھ فاصلے پر کرسیوں کی پشتیں نظر آ رہی تھیں۔

...وہ دونوں اسکرین کی جانب ایک ہی سمت نظر ڈالتے ہوئے

قطار کی دو کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

...ہی دیر تو نہیں ہو گئی؟ ان میں سے ایک شخص نے اپنے ساتھی سے
...پوچھا۔

...نہیں! دوسرا دھندلی روشنی میں کلائی پر بندھی گھڑی میں
...وقت دیکھتا ہوا بولا۔

"ہم بالکل ٹھیک وقت پر پہنچے ہیں۔"

پہلا آدمی خاموش ہو گیا۔ وسیع و عریض، نیم تاریک ہال میں وہ
...دونوں دم سادھے بیٹھے تھے۔ اسی طرح کبھی کبھی خاموشی میں انہیں اپنے
...دلوں کی دھڑکنیں صاف طور پر سنائی دے رہی تھیں۔

اچانک اسکرین پر دھندلی سی روشنی پھیلا گئی۔ اس کے فوراً
...بعد ہی انہوں نے وہاں ایک انسانی جسم دیکھا۔ سیاہ لباس میں ملبوس،
...جس کا چہرہ سیاہ رنگ کی فیلٹ ہیٹ سے چھپا ہوا تھا۔ اور اس پر روشنی
...پڑ اس طرح سے پڑ رہی تھی کہ کوشش کے باوجود وہ اس کے نقوش
...نہیں دیکھ سکتے تھے۔

...اسکرین پر دیکھتے ہی دونوں کھڑے ہو گئے۔

...ہاڑ دیا:

...کی جانب سے ایک ہلکی سی آواز ابھری۔

"لیس باس" مغربی ملک کے باشندے نے سر کو خم کر کے ادب سے جواب دیا۔

"رنجیت"

"لیس باس" یہ اس کے ساتھی کی آواز تھی جو کسی مشرقی ملک کا باشندہ لگتا تھا۔

"بیٹھ جاؤ تم دونوں" اسکرین پر نظر آنے والے تاریک وجود نے کہا۔

وہ دونوں بیٹھ گئے۔ مگر اس طرح کہ ان کی تمام توجہ اسکرین پر ہی مرکوز تھی۔ اور وہ کچھ [illegible] ملک الموت کے روبرو موجود ہوں۔

چند لمحوں تک ہال میں سناٹا طاری رہا۔

"ہارڈی" دفعتہً سیاہ پوش نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"لیس باس"

"تم [illegible] کو لیکر کام کرنا"

"حکم دیجئے باس۔ ہم دونوں آپ کے غلام ہیں"

"تم دونوں میرے ساتھی ہو۔ اور میں [illegible] کی قدر کرتا ہوں"

"آپ کی ذرہ نوازی ہے باس" رنجیت بولا

"ہمیں بتائیے کہ ہمیں کیا کرنا ہوگا"

"فورٹین ساؤتھ ایونیو... تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ ایک عمارت کا نمبر ہے۔ اس پر نظر رکھو۔ مگر نہیں، عمارت کے بجائے اس فرد یا افراد کو دیکھتا ہوگا، جو اس عمارت سے دلچسپی لیتے ہوئے پائے جائیں۔

"بہتر ہے جناب"

"ہو سکتا ہے کہ میرا ایک نیا دوست پیدا ہو۔ اس عمارت میں دلچسپی لے رہا ہو۔ ایسی صورت میں مجھے اس سے مل کر خوشی ہوگی۔ تم سمجھ رہے ہو نا"

سیاہ پوش کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"اچھی طرح جناب" ہارڈی نے جواب دیا۔

"اگر وہ شخص مل گیا تو بہت جلد آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائیگا۔ مگر اس کا نام اور حلیہ"

"اپنے اس دوست کا نام خود مجھے بھی معلوم نہیں۔ البتہ میں اس کا حلیہ تمہیں بتا سکتا ہوں"

سیاہ پوش نے کہا پھر جو حلیہ اس نے ہارڈی اور رنجیت کو بتایا۔ وہ عمران کے علاوہ اور کسی کا نہیں ہو سکتا تھا۔

"یہ شخص ۔" چند لمحے بعد اس نے کہا۔
"اس ملک میں تنظیم کا سب سے بڑا دشمن ہو سکتا ہے۔ کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ ہیں۔ مگر میں چاہتا ہوں اس الجھنے کے بجائے براہ راست بادشاہ کو پکڑنا چاہتا ہوں۔ اور نہ جانے یہ شخص ان کا گرو گھنٹال ہے"
"ہم اس سے اچھی طرح سمجھ لیں گے۔ لیکن۔ کیا اس کا اتہ پتہ پولیس یا محکمہ سراغرسانی سے نہیں ملا۔"
"جہاں تک میرا خیال ہے نہیں۔ ویسے اس کا تعلق خواہ کسی بھی قسم کے لوگوں سے ہو، تمہیں اس کے خطرناک ہونے میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اسے لکھ لو کہ تمہاری کوئی معمولی سی حماقت بھی تمہارے لئے کسی بہت بڑی مصیبت کا پیش خیمہ بن سکتی ہے۔"
"ہم محتاط رہیں گے جناب"
"ٹھیک ہے۔ میں تمہاری کامیابی کا انتظار کروں گا۔"
باہر سیاہ پوش کی آواز ابھری۔ اس کے فوراً بعد ہی اسکرین تاریک ہو گیا تھا۔

حیدرآباد میں تمہاری کوئی ایجنسی نہیں ہے
لہٰذا ہمیں براہ راست ہم سے کتب طلب کریں
کے ڈی ایجنسیز کراچی

عمران کے فلیٹ پر کیپٹن فیاض کا یہ تیسرا چکر تھا۔
اس دفعہ دروازہ کھلنے پر بھی سلیمان ہی کی صورت نظر آئی تو وہ بری طرح جھلا گیا۔
سلیمان کے ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ ابھر آئی۔
اور فیاض کا جی چاہا کہ اس کا چوکھٹا بری طرح بگاڑ دے۔ مگر ظاہر ہے کہ اس قسم کی کوئی کوشش اس کے لئے مفید اور کارآمد نہیں ثابت ہو سکتی تھی۔
مجبوراً خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔
"فرمایئے کیپٹن صاحب"

سلیمان مسکراتا ہوا بولا۔

"کیا خدمت کروں آپ کی ۔۔۔؟"

"بکواس کی ضرورت نہیں ۔ میں نچلے درجے کے لوگوں کو منہ لگانا پسند نہیں کرتا ۔"

فیاض نے اس کے چہرے پر قہر آلود نظریں ڈالتے ہوئے کہا۔

"میں بجا صاحب کو یہ مشورہ دیا کرتا ہوں کہ وہ گھٹیا لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیں ۔۔ مگر آپ نے ابھی تک اپنی آمد کا مقصد نہیں بتایا ۔"

سلیمان کے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ بدستور مضحکانہ تھی ۔۔

"عمران نظر نہیں آیا ۔"

"صاحب گریٹ آدمی ہیں کپتان صاحب ۔ اردلی کا آواز سنکر دروازہ کھولنا ان کا کام نہیں ہے ۔"

"میں دروازہ کھولنے کی بات نہیں کر رہا ۔"

"پھر ۔۔؟"

"عمران کہاں ہے ۔۔؟"

"اپنے کمرے میں ہوں گے ۔ یا ممکن ہے کہ [illegible] یہ بتانے [illegible]"

"کیا بکواس ہے ۔۔۔" فیاض [illegible] دفعہ پھر کھول اٹھا ۔

"جاؤ صاف بتا دو آیا یا نہیں ۔۔؟"

"آ گئے ہیں ۔ مگر مجھے یہ نہیں معلوم کہ اس وقت اپنے کمرے میں ہیں یا سنٹر آفس میں ۔"

"ہٹو دروازے میں سے ۔۔۔ میں خود دیکھ لوں گا ۔"

"ٹھہر جائیے ۔ اس طرح نہیں ۔۔"

سلیمان نے جلدی سے کہا۔

"آپ کے پاس ملاقاتی کارڈ تو ضرور ہوگا ۔"

"کیا مطلب ۔؟"

"اب کیا عرض کروں ۔ ہم ۔۔ میں شرمندہ ہو کپتان صاحب ۔ مگر صاحب کے حکم کی تعمیل نہ کر کے نمک حرامی کا ثبوت بھی نہیں دے سکتا ۔"

سلیمان جھینپتا ہوا بولا۔

"کیا بک رہے ہو ۔۔"

"جج ۔ جی ہاں ۔ بک ہی رہا ہوں ۔ لل ۔۔ لیکن صاحب کا حکم ہے کہ [illegible] چھوڑا جائے ۔۔۔ پہلے ملاقاتی کارڈ [illegible] ۔ پھر اگر صاحب مناسب سمجھیں گے تو آپ کو بھی باریابی کی [illegible] مل جائیگی ۔"

"بکو مت .. بے ہودہ .. بدتمیز"

"مجبوری ہے جناب"

"مجبوری کے بچے .. راستے میں سے ہٹو"

"شرمندہ مت کیجئے .. صاحب کے کسی حکم سے انحراف میرے بس کی بات نہیں ہو سکتی"

پھر ہو سکتا تھا کہ فیاض اس توہین پر مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتا۔ اور سلیمان کی شامت ہی آجاتی۔ لیکن اس سے پہلے ہی وہاں عمران کی صورت نظر آئی تھی۔

اور فیاض اس کو قہر آلود نگاہوں سے گھورنے لگا تھا۔ سلیمان کے چہرے سے یتیمی کا اظہار ہو رہا تھا۔

"کیا بے ہودگی ہے یہ"

دفعتہً فیاض گرج کر بولا۔

"کیا چاہتے ہو تم۔ میں یہاں آنا جانا ترک کر دوں"

"ہرگز نہیں پیارے۔ تمہاری دیدہ آنکھوں کو نور اور دل کو سرور بخشتی ہے۔ لیکن میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا"

"میں بتاتا ہوں صاحب ....." سلیمان جلدی سے بولا۔

"میں نے کپتان صاحب سے ان کا ملاقاتی کارڈ طلب کیا تھا۔"

"اوہ .. اچھا" عمران نے کہا۔ پھر فیاض کی طرف دیکھ کر بولا۔

"مجھے افسوس ہے سوپر .. لیکن تہذیب یافتہ معاشرے میں ہر کام کے لئے کچھ اصول مقرر ہیں۔ مثلاً کسی سے ملاقات کرنے کے لئے پہلے اس سے وقت لیا جاتا ہے۔ پھر ملاقاتی کارڈ بھجوا کر اپنی آمد کی اطلاع دی جاتی ہے۔ ویسے یہ سلیمان سراسر جاہل ہے۔ میں نے اس سے تمہارا ملاقاتی کارڈ لینے کے لئے کبھی نہیں کہا تھا"

"یہ زیادتی ہے صاحب۔ سراسر ظلم ہے ....." سلیمان نے جیسے احتجاج کیا۔

"آپ نے فرمایا تھا کہ ہر ملاقاتی سے پہلے اس کا ملاقاتی کارڈ طلب کیا جائے۔ اب مجھے کیا خبر تھی کہ کپتان صاحب ....."

"بس .. بس .. زیادہ تابلیت بگھارنے کی ضرورت نہیں۔ بھاگ جاؤ یہاں سے۔ ورنہ پولیس میں بھرتی کرا دوں گا"

سلیمان بڑبڑاتا ہوا باورچی خانے کی طرف چلا گیا۔ اور عمران نے فیاض کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"آئی سوپر۔ مجھے بیحد افسوس ہے کہ تمہیں پریشان ہونا پڑا۔ مگر ..... مقدرات اٹل ہوتے ہیں ..... میں خود اس سلیمان کے ہاتھوں تنگ آچکا ہوں"

"بکواس مت کرو۔ تم نے ہی اسے اس قدر سر پر چڑھا رکھا ہے۔
کیا کروں یار۔ آج کل گھر کے سارے خرچ کا دارومدار اسی پر ہے۔ اب خود سوچو۔ اگر اس سے بگاڑوں تو کیا حشر ہوگا۔"

عمران کے لہجے میں بے بسی تھی۔

فیاض برا سا منہ بنا کر خاموش ہو گیا ـــــ وہ دونوں کمرے میں پہنچے۔

"اب بتاؤ۔" عمران نے کھسیں نکالیں۔

"بہت زیادہ اداس اور متفکر نظر آ رہے ہو ـــ تم اداس مت ہوا کرو پیارے۔ تم اداس ہوتے ہو تو مجھے ایسا لگتا ہے جیسے اگ رہا ہو درد دیوار پہ سبزہ غالب۔۔ مگر نہیں۔ میرا خیال ہے مجھے کوئی دوسرا شعر پڑھنا چاہیئے۔"

"رہنے دو، فی الحال مجھے خرافات سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اس لاش کا ذکر کرو جو تم نے کل اس ویرانے میں میری تحویل میں دی تھی۔"

فیاض معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

"بڑا پیاری لاش تھی۔" عمران سرد آہ بھر کر بولا۔

"اس زمانے میں ایسی لاشیں کہاں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ کنفیوشس نے کہا تھا کہ ....."

یہی سوال جب اس نے فیاض سے کیا ... تو اس کی پیشانی پر بھی لکیریں ابھر آئیں۔

"یہ واقعی عجیب بات ہے۔" اس نے کہا۔

"خود میں بھی اس سلسلے میں سوچتا رہا ہوں ـــ مگر مردہ خانے میں صرف لاشیں رکھی جاتی ہیں ـــ اور لاشیں کبھی کسی طرح کی آوازیں پیدا نہیں کر سکتیں۔"

"پھر؟"

"میں خود حیران ہوں یار۔ ویسے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ آوازیں چوکیدار کے ذہن کی پیداوار رہی ہوں۔"

"ہو سکتا ہے۔ لیکن تمہارے کہنے کے مطابق وہ نشہ نہیں کرتا اور مردہ گھر سے بلند ہونے والی آوازیں اس نے ایک سے زائد بار سنی تھیں۔"

"یہ چوکیدار ہی کا بیان ہے۔"

"ہم۔"

عمران کی آنکھوں میں سوچ کے سائے لہرانے لگے۔ چند لمحے بعد بولا۔

"تمہارے آدمی اس پر نظر رکھ سکتے ہیں۔ ویسے کیا اسے

"ٹھہرو۔" فیاض جلدی سے ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"پہلے میں یہ جاننا پسند کروں گا کہ کنفیوشس نے اسپتال سے ڈیڈ مائی انڈ زمیں غائب ہو جانے والی لاشوں کے بارے میں کیا کہا ہے۔"

عمران کا ہاتھ کھوپڑی پر پہنچ گیا۔ اور پتلیاں تیزی کے ساتھ گردش کرنے لگیں۔ چند لمحے بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"م... میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔ سوپر فیاض۔ آف سینٹرل انٹیلی جینس بیورو۔"

فیاض نے بغیر کسی تمہید کے اسپتال کے مردہ خانے سے لاش کے غائب ہونے کی کہانی دوہرا دی۔

"اوہ۔"

عمران کے ہونٹ دائرے کی شکل میں سکڑ گئے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ حماقت اسی سے سرزد ہوئی تھی۔ شروع ہی سے تعاقب کے امکانات کا جائزہ لینا چاہئے تھا۔ ایسی صورت میں جون ملنر کے ساتھیوں کے نرسنگ ہوم سے اس کی لاش کی اسپتال میں موجودگی سے واقف نہیں ہو سکتے تھے۔

البتہ اس کا امکان ضرور تھا کہ ان میں سے کوئی اسپتال واپس آجاتا۔ مگر... جو شخص لاش گھر میں کس قسم کی آواز پیدا ہونے

اور ڈاکٹر رشید کو یقین ہے کہ ان پر حملہ کرنے والا شخص پہلے سے لاش گھر میں موجود تھا۔"

"نہیں۔ ممکن ہے حملہ آور ان کے داخل ہونے کے فوراً بعد وہاں پہنچا ہو۔ اور اس سے پہلے کہ وہ اپنے قریب اس کی موجودگی سے باخبر ہوتے، اس نے پھرتی سے کام لیتے ہوئے انہیں بے ہوش کر دیا۔ اس کے بعد لاش اٹھائی۔ اور اطمینان کے ساتھ اسپتال سے رخصت ہو گیا۔"

"شاید... بہر حال یہ ناممکن نہیں ہو سکتا۔ ویسے کیا تم اب بھی جھوٹ ہی بولتے رہو گے۔"

فیاض عمران کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"جی... جھوٹ... م... میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"لاش تم تک کس طرح پہنچی۔"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں۔"

"میں سچ سننا چاہتا ہوں۔"

فیاض زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"جھوٹ تمہیں کسی بڑی مصیبت میں بھی مبتلا کر سکتا ہے۔ یہ معاملہ [illegible] میں کسی قسم کی رعایت نہیں دے سکوں گا۔"

"اب تم بار بار میری انسلٹ کر رہے ہو۔"

"میں تمہیں لے جا کر حوالات میں بند کر سکتا ہوں۔ کسی لاش کو اپنی گاڑی میں لئے پھرنا سنگین جرم ہے۔ خاص طور پر ایسی صورت میں، جبکہ مقتول کا تعلق مجرموں کے بین الاقوامی تنظیم سے رہا ہو۔ ویسے اس کار کے متعلق بھی بتانا پڑے گا جس میں وہ لاش موجود تھی۔"

"اب تم سچ مچ بور کرنے لگے ہو۔"

عمران نے منہ بنایا۔

"ٹامومت۔۔! میں اپنے سوالوں کے جوابات چاہتا ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ کسی سیانے سے پوچھ کر بتاؤں گا۔"

"عمران۔"

"یس ماسٹر ڈیئر کیپٹن فیاض آف سینٹرل انٹیلی جینس بیورو۔"

عمران کا لہجہ مضحکانہ تھا۔

"تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا۔ میرے دفتر تک۔"

"اور اگر میں ایسا نہ کروں۔؟"

"تو میں تمہیں گرفتار بھی کر سکتا ہوں۔ رحمان صاحب تمہاری گرفتاری کی خبر سنکر یقیناً خوش ہونگے۔"

"میں ان کی مسرتوں کے لئے ہمیشہ دعاگو رہتا ہوں۔۔۔ اور

"لل۔۔ لیکن۔"

"رحمان صاحب کو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ لاش مجھے تمہارے توسط سے ملی تھی۔ اب اگر میں ان کے احکامات پر عمل کروں تو تمہیں اس وقت حوالات میں اور بعد میں جیل میں پہنچانا پڑے گا۔ مگر تم خود سمجھ سکتے ہو۔ میں نے ہمیشہ تمہاری حماقتوں کو نظر انداز کیا ہے اس بار بھی تمہیں بچانے کی کوشش کروں گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تم مجھے ابے اور بیوقوف بنانے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

عمران خاموش رہا۔ چہرے کے تاثرات سے ایسا ہی ظاہر ہو رہا تھا جیسے کوئی بات کا گفتگو کا ایک لفظ بھی اس کی سمجھ میں نہ آسکا ہو۔

"بتاؤ۔"

ذرا رک کر فیاض نے کہا۔

"تم کس طرح لاش تک پہنچے تھے۔۔۔ اور یہ کہ۔۔۔ تم اسے کے متعلق کیا کیا معلومات رکھتے ہو۔۔۔ نہیں۔۔! اس نے ہاتھ اٹھایا۔ میں اس بکواس پر بھی یقین نہیں کروں گا کہ تم محض اتفاقاً اس تک پہنچے ہو گے۔"

"لیکن۔۔۔ سر۔۔ پرفیاض۔۔۔"

"بکو مت۔۔ میں سچ کے علاوہ کچھ نہیں سنوں گا۔"

اب تم جا سکتے ہو۔ میں کچھ دیر سنڈاس میں بیٹھکر زبان و ادب کے ارتقا کے متعلق غور کرنا چاہتا ہوں۔ کنفیوشش نے کہا ہے کہ جب قوم کے سارے گھسیارے اور کنجڑے زبان و ادب کی خدمت کے لئے کمربستہ ہو جائیں، تو زبان و ادب کا حافظ صرف خدا ہی ہوتا ہے۔ تم چاہو تو میرے ساتھ ایسے تمام خودساختہ عظیم ادیبوں کے لئے دعائے مغفرت کر سکتے ہو۔ جن کا تلفظ کبھی درست نہیں ہوتا۔ لیکن جن کے قلم سے سینہ شاعکار جنم لیتے ہیں۔"

فیاض اسے قہر آلود نظروں سے گھورتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

"کیا تم سچ مچ بولنے کا فیصلہ کر چکے ہو۔"

"جاؤ یار۔ میں تمہارے حق میں بھی دعائے مغفرت کروں گا۔"

"سوچ لو۔ اس مرتبہ تم سچ مچ مشکلات میں پڑ سکتے ہو۔"

"کسی دشمن نے اڑائی ہو گی پیارے۔!"

عمران آنکھ دبا کر مسکرایا۔

"اچھی بات ہے... ایک ذمہ دار پبلک سرونٹ کی حیثیت سے میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ تم اپنا فلیٹ چھوڑ کر کسی اور جگہ منتقل ہونے کی کوشش نہیں کرو گے... ورنہ نتائج کی سو فیصدی ذمہ داری تم پر ہی عاید ہو گی۔"

"اور کچھ۔؟"

"نہیں بس... ہو سکتا ہے کچھ دیر بعد تم سے دوبارہ ملاقات ہو۔ اس وقت تمہاری جیب میں یقیناً میری گرفتاری کا وارنٹ موجود ہو گا۔ اور میں تمہارا شکر گزار رہوں گا۔ اگر تم مجھے سرکاری مہمان بنا سکے۔ میرا خیال ہے اب تم چلے ہی جاؤ۔ یا میرے ساتھ سنڈاس میں بیٹھکر زبان اور ادب کے ارتقا پر غور کرنا چاہتے ہو۔"

فیاض چند لمحوں تک اسے گھورتا رہا۔ پھر مڑا۔ اور تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے کچھ دیر بعد تک عمران کی پتلیاں خالص احمقانہ انداز میں گردش کرتی رہیں۔ پھر اس کا چہرہ گمبھیر ہوتا گیا۔۔ آنکھوں میں اب سوچ کی پرچھائیاں لہرا رہی تھیں۔ اور کانوں میں کیپٹن فیاض کے الفاظ گونج رہے تھے

"چوکیدار نے مردہ گھر میں کسی طرح کی کھٹ پٹ کی آوازیں سنی تھیں۔۔۔ کھٹ پٹ کی آوازیں سنی تھیں۔۔۔ کھٹ پٹ کی آوازیں۔ آوازیں۔۔۔ مردہ گھر میں۔۔۔ چوکیدار نے۔۔۔"

وہ سوچتا رہا۔۔۔۔ فیاض نے غلط نہیں کہا تھا۔۔۔ مردہ گھر لاشوں ہی کے لئے مخصوص ہوا کرتا ہے۔ وہاں زندہ

انسان نہیں ہوتے۔ اور لاشیں کسی طرح کی آوازیں پیدا نہیں کر سکتیں پھر۔۔۔

مردہ گھر سے بلند ہونے والی آوازیں کیسی تھیں۔۔۔ کون انہیں پیدا کر رہا تھا۔

کوئی زندہ انسان۔۔۔

یا وہ سچ مچ چوکیدار کا وہم تھا۔ مگر نہیں۔۔ وہ بچارا کب سے مردہ خانے کے سامنے ڈیوٹی دے رہا تھا۔ لاشوں کی حفاظت کرتے ہوئے اسے کافی دن ہو چکے تھے۔ ایسی صورت میں وہ ان سے خوفزدہ نہیں ہو سکتا۔ اور وہم خوف یا گھبراہٹ سے ہی جنم لیتا ہے یا پھر آدمی نشہ میں ہو تو تخیلات حقیقت کا روپ دھار لیتے ہیں۔

لیکن چوکیدار نشے میں نہیں تھا۔ اور اس نے وہ آوازیں کئی مرتبہ سنی تھیں۔

ویسے ایک اور سوال یہ بھی تھا۔ کہ مجرموں نے لاش کو ٹھکانے کی کوشش کیوں کی۔ ایک مردہ شخص ان کے لئے کس طرح تکلیف یا پریشانی کا سبب بن سکتا ہے۔ شاید وہ نہیں جانتے تھے کہ پولیس جون ملز کی الجھی ہوئی لاش کا راز معلوم کرنے میں کامیاب ہو۔۔۔ یا پھر جون ملز

کی کلائی پر بنا ہوا سیاہ ریچھ۔۔۔!

عمران کی آنکھوں میں ایک تیز چمک جاگ اٹھی۔ اس کا ذہن بڑی تیزی کے ساتھ سوچ رہا تھا۔

چند منٹ گزر گئے۔ پھر وہ اٹھا۔ اور اس کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں ایکسٹو کا مخصوص [illegible] اور [illegible] اس کے اور [illegible] کسی کے [illegible] نہیں۔

کچھ دیر بعد ہی وہ جولیانا ہوٹل واٹر کے [illegible]

دوسری طرف سے [illegible] اس نے کہا۔

ایکسٹو۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

عمارت کے مکینوں اور اس میں آنے جانے والوں کے متعلق [illegible] یہ بھی معلوم ہونا ضروری ہے کہ عمارت کس قسم کی [illegible] گرمیوں کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔

عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا

"نوٹڈ سر"

ریسیور سے جولیا کی آواز ابھری۔

"تمہارے ساتھی میک اپ میں رہ کر انتہائی احتیاط اور ہوشیاری سے کام کریں گے۔ اس مرتبہ بے حد خطرناک لوگوں سے مقابلہ ہے۔ اور میں اس سلسلے میں کوئی معمولی سی حماقت یا لاپرواہی برداشت نہیں کروں گا۔" عمران کے لہجے میں غراہٹ تھی۔

"بہتر ہے جناب"

"اپنے ساتھیوں کی نگرانی تم خود کرو گی۔ آنکھیں پوری طرح کھلی رکھنا"

"رائٹ سر"

"ہو سکتا ہے کسی وقت عمران بھی اس سلسلے میں دلچسپی لیتا نظر آئے۔ ایسی صورت میں تم لوگوں کو اس سے دور رہنا ہوگا"

"میں سمجھ سکتی ہوں جناب۔۔۔ لیکن کیا آپ مجھے کچھ بتانا پسند کریں گے۔۔۔؟"

"موجودہ معاملات کے بارے میں جاننا چاہتی ہو"

"یس سر"

"فی الحال اتنا ہی سمجھ لو کہ۔۔۔ ملک کی سلامتی کو خطرہ لاحق ہے۔ مگر

ٹھہرو۔۔۔ کیا تمہیں سیاہ ریچھ کی تنظیم کے بارے میں کچھ علم ہے۔۔؟"

"تھوڑی بہت جناب۔۔ میری معلومات کے مطابق یہ ایک بے حد خطرناک مگر خفیہ تنظیم ہے۔ جس کے ارکان ایک دوسرے کو سیاہ ریچھ کے مخصوص نشان سے پہچانتے ہیں۔ جو ان کے جسموں پر کسی جگہ ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ مر جاتے ہیں۔ لیکن پولیس کے سامنے زبان کھولنا پسند نہیں کرتے۔ اس کے ساتھ ہی ان کی تمام تر کوششیں یہی ہوتی ہیں کہ جہاں وہ کام کر رہے ہیں۔ وہاں ان کی موجودگی سے کوئی باخبر نہ ہونے پائے۔ ملکوں کے ٹکڑے کرنا اور حکومتوں کے تختے الٹنا ان لوگوں کا محبوب مشغلہ ہے۔ تاہم شاید کوئی نہیں جانتا کہ اس تنظیم نے دنیا کے کس ملک۔۔۔ میں جنم لیا ہے اور کس طاقت کے اشارے پر اس کی سرگرمیاں جاری ہیں۔"

"ویری گڈ۔۔ کافی معلومات ہیں تمہارے پاس"

عمران تعریفی لہجے میں بولا۔

"شکریہ جناب۔ مگر۔۔۔"

کار عمران بڑی دیر تک کار میں ایک سیاہ ریچھ والے کی لاش لئے گھومتا رہا ہے۔ اور وہ لاش جون ملز کی تھی۔"

"نہیں"

"یہ حقیقت ہے۔۔۔ اس نے خود کشی کر لی تھی۔ اور عمران نے اس کی لاش کو کیپٹن فیاض کے حوالے کر دیا تھا۔ اب لاش اسپتال سے غائب ہو چکی ہے۔ مگر خیر۔۔۔ آئندہ شاید کچھ دنوں میں تمہیں اپنے فون پر سے (سکرپٹ)"

"اوہ۔ دوسری طرف سے جولیا کی اتنی ہی آواز سنائی دی۔

"رپورٹ ٹرانسمیٹر پر دینا۔۔۔

"رائٹ سر۔"

"دیٹس آل۔" عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ اور فون کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ پھر چند سیکنڈ بعد ہی وہ سلیمان کو گلے سے لگا کر فلیٹ سے باہر نکل رہا تھا۔۔۔!

قارئین کتب خریدتے وقت اور
پڑھتے وقت دیکھ لیں کہ مجموعی کی اصلی کتب صرف
کوہ نور پبلیکیشنز کراچی اور
فردوس پبلشرز کراچی سے شائع ہوتی
ہیں

"کیوں۔۔؟"

"عمران صاحب نے فیاض کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"مجبوری ہے جناب۔۔۔ عمران کو گرفتار کرنا ہی پڑے گا۔"

فیاض نے تشویش زدہ لہجے میں جواب دیا۔

"کیا میں نے تمہیں اس کی گرفتاری سے باز رکھا ہے۔۔۔"

"ہم۔۔۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا جناب۔" دراصل میں بات کو اس حد تک بڑھانا نہیں چاہتا تھا۔۔۔ میں چاہتا تھا کہ وہ اس کے بغیر ہی زبان کھولنے پر آمادہ ہو جائے۔۔۔ لیکن مجھے

افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ وہ قانون سے تعاون کرنے کی بجائے۔ اس کی راہ میں دشواریاں پیدا کر چکا ہے ۔۔۔ میں نے اسے دوستانہ طور پر۔۔۔

ختم کرو۔!

رحمٰن صاحب ہاتھ اٹھا کر بولے۔

"مجھے تمہاری بکواس سے ذرا بھی دلچسپی نہیں ۔۔۔۔۔ میں مجرموں کی گرفتاری چاہتا ہوں ۔۔۔ ان کا پتا چلاؤ۔ خواہ اس کے لئے تمہیں کسی کو بھی گرفتار کرنا پڑے۔"

"میں سمجھتا ہوں جناب۔"

"سمجھ سکتے ہو تو کچھ کام بھی کرو ۔۔۔۔۔ زبانی جمع خرچ سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔"

رحمٰن صاحب نے منہ بنایا۔

"م ۔۔۔۔۔ ہر امکانی کوشش کر رہا ہوں جناب۔"

"لیکن تمہاری تمام کوششوں کا نتیجہ اب تک صفر ہی کی شکل میں سامنے آتا رہا ہے۔"

"اب ۔ کک ۔ کیا عرض کروں جناب۔"

"کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں ۔۔۔ کام کرو ۔۔۔ اور اگر

کام نہیں کر سکتے تو مستعفی ہو جاؤ۔ محکمے میں نکمے اور ناکارہ لوگوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے ۔۔۔۔ میں ہر صورت میں سیاہ ریچھ کی تنظیم کا خاتمہ اور اس کے ارکان کی گرفتاری چاہتا ہوں۔"

رحمٰن صاحب نے خشک لہجے میں کہا۔

پھر ذرا رک کر فیاض کو کڑے تیوروں سے گھورتے ہوئے بولے۔

"اسپتال سے لاش لے جانے والوں کے بارے میں کیا معلوم ہوا۔؟"

فیاض کے چہرے پر تیزی سے بوکھلاہٹ دوڑتی چلی گئی۔

"م ۔۔ میرے آدمی ۔۔۔ اس سلسلے میں بھاگ دوڑ کر رہے ہیں جناب۔"

"مجھے بھی تو بتاؤ انھوں نے اب تک کیا تیر مارا۔"

"کک ۔۔۔۔ کوشش ہو رہی ہے جناب ۔۔۔۔۔ ہم اسپتال کے چوکیدار کی نگرانی بھی کر رہے ہیں۔"

"اس سے کیا حاصل ہوا۔؟"

"ابھی تک کک ۔۔۔ کچھ نہیں جناب ۔۔۔۔۔ م میرا خیال ہے ۔۔۔ اس کا ان معاملات سے کوئی تعلق نہیں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم اب تک ٹھیک ہی مارتے رہے ہو۔"

رحمٰن صاحب کا لہجہ تلخ تھا۔

"م..... میں پوری پوری کوشش کر رہا ہوں جناب۔"

فیاض نے خود کو بمشکل سنبھالتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ عمران سے کچھ معلوم ہو ——— لیکن اس کے لئے اسے گرفتار ہی کرنا پڑے گا۔"

"جاؤ۔ یہ بھی کر دیکھو..... لیکن اگر اس کے بعد بھی تم تنظیم کا سراغ نہ لگا سکے تو بڑے شرم کی بات ہوگی۔"

"میں گرفتاری کا وارنٹ حاصل کرنے جا رہا ہوں جناب۔ مجھے یقین ہے کہ عمران بہت کچھ جانتا ہے۔"

"جو دل چاہے کرو..... لیکن اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ ملک و قوم کو کوئی معمولی نقصان نہیں پہنچا تھا۔ ان نہیں کیا جا سکے گا ——— اب تم جا سکتے ہو۔ مجھے اس معاملے سے پوری طرح باخبر رکھنا۔"

"بہتر ہے جناب۔"

فیاض نے مؤدبانہ انداز میں کہا ——— پھر وہ وہاں ٹھہرا نہیں ——— کرسی سے اٹھ کر رحمٰن صاحب کو سلام کیا۔

"رگھوم کر دروازے سے باہر نکل گیا۔

اس کے چند گھنٹے بعد وہ عمران کے فلیٹ کا بیل دبا رہا تھا۔

سلیمان نے آکر دروازہ کھولا۔ پھر اسے دیکھ کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"تشریف لائیے کپتان صاحب۔"

فیاض اندر داخل ہوا ——— اس انداز سے جیسے ساری دنیا کو فتح کرنے کے بعد آیا ہو ———

سلیمان پر تحقیر آمیز نگاہ ڈال کر اس نے پوچھا۔

"عمران کہاں ہے؟"

"کون عمران صاحب؟"

"اس کا مطلب؟"

"کیا مطلب؟"

فیاض کی پیشانی پر شکنیں کچھ اور گہری ہو گئیں۔

"صرف خدا کو معلوم ہے کہ صاحب کہاں ہیں۔ ظاہر ہے کہ ——— خط مجھے یا آپ کو یہ بات ہرگز نہیں بتائے گا ——— لہٰذا ——— صبر کیجئے۔"

"میں بھی صبر

کر رہا ہوں ـــــ صاحب اکثر کہا کرتے تھے کہ صبر سے بڑی دولت کوئی نہیں ۔

"میں بہت بری طرح پیش آؤں گا ـــــ عمران کہاں ہے ۔"

"مجھے معلوم ہوتا تو آپ کو ضرور بتا دیتا ۔"

"کب سے غائب ہے ۔؟"

"کل دوپہر سے جناب ۔۔۔ آپ کے جانے کے تھوڑی دیر بعد ہی چلے گئے تھے ـــــ میں خود پریشان ہوں ۔۔ کہہ رہے تھے کہ اس گھر کے خرچ سے تنگ آگیا ہوں ۔۔ کسی کمین میں چھلانگ لگا کر خودکشی کر لوں گا ۔۔"

سلیمان نے تشویش زدہ لہجے میں بتایا ـــــ انداز کسی ایسی دنیادار اور شوہر پرست بیوی کا سا تھا جس کا شوہر اس سے لڑ جھگڑ کر اور خودکشی کی دھمکی دے کر کہیں چلا گیا ہو ۔

"مگر اس کی ضرورت نہیں ـــــ !"

فیاض منہ بنا کر بولا ۔

"مجھے بتاؤ کہ وہ کہاں گیا ۔"

"میں کچھ نہیں جانتا کپتان صاحب ۔"

"سوچ ..... میں اسے گرفتار کرنے آیا ہوں ۔۔ لیکن اگر تم نے نہ بتایا اس کا پتا ۔۔ تو اس کے بجائے تم بھی سلاخوں کے پیچھے پہنچ سکتے ہو ۔"

"آہا ۔۔ کس قانون کے تحت کپتان صاحب ۔۔؟"

"کیا مطلب ۔؟"

فیاض بھڑک اٹھا ۔

"اب تو مجھے قانون بھی پڑھائے گا ۔"

"ارے نہیں کپتان صاحب ..... مگر گستاخی معاف مجھ سے اس طرح بات کرنے کا حق صرف صاحب ہی کو ہے ۔"

سلیمان نے منہ بنایا ۔

"ہوگا ۔!"

فیاض نے شانے اچکائے ۔

"میں تو صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ۔۔ عمران کہاں مل سکے گا ۔؟"

"میں نہیں جانتا ۔۔ صاحب مجھے بتا کر نہیں جاتے ۔"

"اچھی بات ہے ـــــ تمہیں میرے ساتھ شہر تک چلنا پڑے گا ۔"

"پوچھ گچھ کے لئے ۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ تم ۔۔۔ نتیجہ ہرگز
حیران کہاں مل سکے گا ۔ لیکن جان بوجھکر مجھے تار پر نہیں رکھنا
چاہتے ہو ۔"

"ہرگز نہیں ۔۔۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے ۔"

"خیر ۔۔ خیر ۔۔ یہ سب کچھ سوچنا میرا کام ہے ۔"

فیاض نے کہا اور پھر ۔۔۔ گھوم کر دروازہ ۔۔۔
باہر نکل گیا ۔

پھر پولیس کا ایک سب انسپکٹر ایک ہیڈ کانسٹیبل کے ساتھ
داخل ہوا ۔

فیاض نے سب انسپکٹر کو مخاطب کر کے کہا ۔

"آپ نہیں ہیں ۔ تمام اس کا ملازم موجود ہے ۔ میں
اس سے کچھ پوچھ گچھ کرنا چاہتا ہوں ۔"

"کیا نام ہے ۔۔۔ تمہارا ۔۔۔"

سب انسپکٹر نے پوچھا ۔

"جی ہاں ۔"

فیاض سر ہلا کر بولا ۔

"اسے ساتھ لے کر ۔۔۔ دفتر پہنچو ۔"

فیاض نے کہا اور سب انسپکٹر کا جواب کا انتظار کئے بغیر
اپنی موٹر سائیکل کی طرف بڑھ گیا ۔

نئمہ صفی کی اصلی کتب

نئی دلچسپ جاسوسی ناولیں

موت کا سیلاب ناولٹ پر طبع ہو رہی ہیں

زمین کا جہنم

فنکی

تنہا کا

اسقدر معیاری کتب ۔۔۔ جنکا تصور بھی نہیں کیا
جا سکتا ۔

عمران ایک اوسط درجے کے ریسٹوران میں بیٹھا چائے کے
رتے ہوئے گھونٹ بھر رہا تھا۔۔۔

دفعتاً ٹرانسمیٹر پر اشارہ ہوا ——— اور عمران
آہستہ سے چونک پڑا۔

چند منٹ بعد ہی اس کے قدم ریسٹوران کے پیشاب
خانوں کی طرف اٹھ رہے تھے۔

یہیں ایک غسل خانہ بھی تھا۔۔۔

ان نے ایک لمحے کے لئے ٹھہر کر اپنے گرد و پیش کا ایک

تیز جائزہ لیا۔

پھر اطمینان کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ اس کے چند
لمحے بعد ہی وہ ٹرانسمیٹر پر بلیک زیرو سے گفتگو کر رہا تھا۔

"آپ کے لئے اطلاعات ہیں جناب ——— اوور۔

ٹرانسمیٹر سے بلیک زیرو کی آواز ابھری۔

"شروع ہو جاؤ ——— کسی تمہید وغیرہ کی
ضرورت نہیں۔ اوور۔

"کیپٹن فیاض سلیمان کو اپنے ساتھ لے گیا ہے ——— اوور۔

"اس کی کھوپڑی کسی رنگرروٹ کے ذہن سے آگے نہ
بھی سوچ سکتی ——— اوور۔

"مذکورہ فورٹین سائرقا ایونیو کے متعلق کوئی نئی بات نہیں معلوم
ہو سکی ہے ——— عمارت بدستور خالی پڑی ہے اور اس میں کسی
کو آتے جاتے نہیں دیکھا گیا ——— عمارت کے بوڑھے مالک کو بھی
غالباً اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ویسے مقدونیو برابر عمارت
عمارت کی نگرانی کر رہے ہیں ——— جولیا ان پر نظر رکھے ہوئے
ہے اور اس کا کہنا ہے کہ خاص بات نہیں البتہ مقدونیو
خاصی دلچسپی لی جا رہی ہے ——— اوور

"... گیا کھیل شروع ہو گیا ہے۔ اور ...

"... جا رہا ہے۔ اور ...

"... دلچسپی لیتے دیکھ ... اور انہیں اس فقیر سے گہری دلچسپی ہے۔ ... اور ... نسبر تو ... سارجنٹ ایڈیٹ کے سامنے ایک ہاتھ گاڑ پر ڈیرہ لگائے ہوئے ہے۔

تھوڑی دیر بعد ... برابر والی عمارت کے چوکیدار کی حیثیت سے موجود ... اس نے ان کی نظروں سے محفوظ ... اور ... نیا ... جو لیا ہے اپنے آپ کو کس طرح فٹ کیا ہے۔ اور ...

"... اس نے ایک ریسٹوران میں کاؤنٹر کلرک کی جگہ ... حاصل کر لی ہے۔ ریسٹوران عمارت کے بالکل قریب ہے۔ اور یہاں سے عمارت اور اس سے اطراف کا جائزہ ... لیا جا سکتا ہے۔ اور ...

"... ہے ... ان ... کے متعلق معلومات ... حاصل کر ... دلچسپی لے رہے تھے۔ اور ...

... ہوا ... کا ... کر دی ہے۔"

"... چاہیے ... اور ...

"... فوراً ... فی الحال اسی پر اکتفا کیجئے۔ اور ...

"اچھی بات ہے۔ اور ... انڈر آل۔

عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر کا سلسلہ منقطع کر کے غسل خانے سے باہر نکل آیا۔

تھوڑی دیر بعد ... ہال میں پہنچ کر کاؤنٹر پر بل کی ادائیگی کی۔ اور چھپ چاپ باہر نکل گیا تھا

کچھ دیر بعد وہ سر سلطان کے دفتر میں نظر آیا۔

ظاہر ہے کہ اس وقت ... سر سلطان ... نہیں پہچان سکتے تھے۔

تیز اور ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے۔

"فرمایئے!

"موسم ان دنوں بڑا دلچسپ جا رہا ہے جناب۔

"کیا مطلب ... سر سلطان ... گھورتے ہوئے بولے۔

"معاف کیجئے میں اس وقت بہت مصروف ہوں۔

"آدمی کو مصروف رہنا ہی چاہئے جناب۔ ورنہ پیٹ بھرا

ہوا اور کوئی کام نہ ہو تو جلد کے معاملات کے ذریعے عشق اور سیاست کے مہلک جراثیم انسانی خون میں سرایت کرنے لگتے ہیں۔ اور اچھا خاصہ آدمی غالب کی طرح نکما ہو کر رہ جاتا ہے۔"

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہے۔" سر سلطان کو غصہ آگیا۔

پھر ان کا ہاتھ کال بیل کے بٹن کے قریب پہنچا ہی تھا کہ عمران کرسی پر بیٹھے بیٹھے ٹانگیں پھیلاتا ہوا اپنے مخصوص لہجے میں بولا۔

"ثابت ہو گیا کہ کنفیوشس نے غلط نہیں کہا تھا۔ جب ستارے گردش میں ہوں تو عزت سادات عاشقی کے بغیر بھی چلی جاتی ہے۔"

"ہم۔ تو یہ تم ہو۔ مگر میں اس بہروپ کا مطلب نہیں سمجھا۔ آج میں نے دو مرتبہ تمہیں فون کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"میں گھر پر موجود نہیں تھا جناب۔ جب عزت سادات مگرمچھ حوالات منتقل ہوتی نظر آئے تو اسی طرح جلاوطنی کی زندگی گزارنا پڑتی ہے۔"

عمران نے کہا۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"کیپٹن فیاض میری گرفتاری کے وارنٹ جیب میں ڈالے پھر رہا ہے۔"

"اوہ... مگر قصہ کیا ہے۔ سنا ہے کہ تم چوری کی کار میں کسی ایسے شخص کی لاش لئے پھرتے رہے ہو جس کی کلائی کے اوپر ایک بے حد خطرناک بین الاقوامی تنظیم کا مخصوص نشان موجود تھا۔ دراصل میں اسی سلسلے میں تم سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ کیا اس ملک میں بچے سیاہ ریچھ والے اپنی تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔"

"یقیناً جناب۔ اس شخص کا نام جون ملز تھا۔ اور وہ اس تنظیم کا ایک رکن تھا۔ میرے آدمی باقاعدہ طور پر اس چکر میں رہے تھے۔ تب اس پر ہاتھ ڈالا جا سکا تھا۔ میرا خیال تھا کہ اس سے کچھ نہ کچھ معلوم کر سکوں گا۔ لیکن اس نے خودکشی کر لی۔ بہرحال یہ ساری روداد کیپٹن فیاض کو نہیں سنائی جا سکتی تھی، چنانچہ سلیمان اس کے دفتر میں پہنچ چکا ہے۔ اور میں جلاوطنی کی زندگی گزار رہا ہوں۔"

"فیاض گدھا ہے اس گدھے کا دماغ خراب کرنے کی ذمہ داری رحمٰن پر عاید ہوتی ہے۔ میں سلیمان کے سلسلے میں اس سے ابھی بات کر لوں گا۔ مگر سیاہ ریچھ کی تنظیم۔ یہ اس ملک کی مزید تباہی اور بربادی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

سلطان کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

"یہ سوچ ہی غلط ہے جناب۔ دنیا کی کوئی طاقت یہ اس ملک کو نقصان پہنچانے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ہاں یہ چند تخریبی کارروائیاں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ لیکن میں اس معاملے میں کسی رد و مداخلت پسند نہیں کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ میں رحمٰن سے کہوں گا کہ وہ اپنے مرنجاں مرنج مزاج کو اس معاملے سے دور ہی رکھے۔ بلکہ کیس باقاعدہ طور پر سیکرٹ سروس کے حوالے کر دیا جائے گا۔ یہ معاملہ بہت زیادہ اہم ہے۔ اور میں پولیس یا محکمہ سراغ رسانی پر بھروسہ کرنے کو تیار نہیں ہوں۔"

"شکریہ جناب۔"

"تم اب کیا کر رہے ہو۔۔۔؟"

"کچھ نہیں سر۔ بس جناب۔۔۔ تماشہ دیکھ رہا ہوں۔"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"فی الحال میں بھی نہیں سمجھا ہوں۔"

"تمہاری مرضی۔ لیکن کم از کم اس معاملے میں میں تاریکی میں رہنا پسند نہیں کروں گا۔ تم مجھے باقاعدگی کے ساتھ بدلتے ہوئے حالات

سے آگاہ کرتے رہو گے۔"

سر سلطان نے اٹھ کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

عمران دل ہی دل میں ہنسا مروہ گیا۔

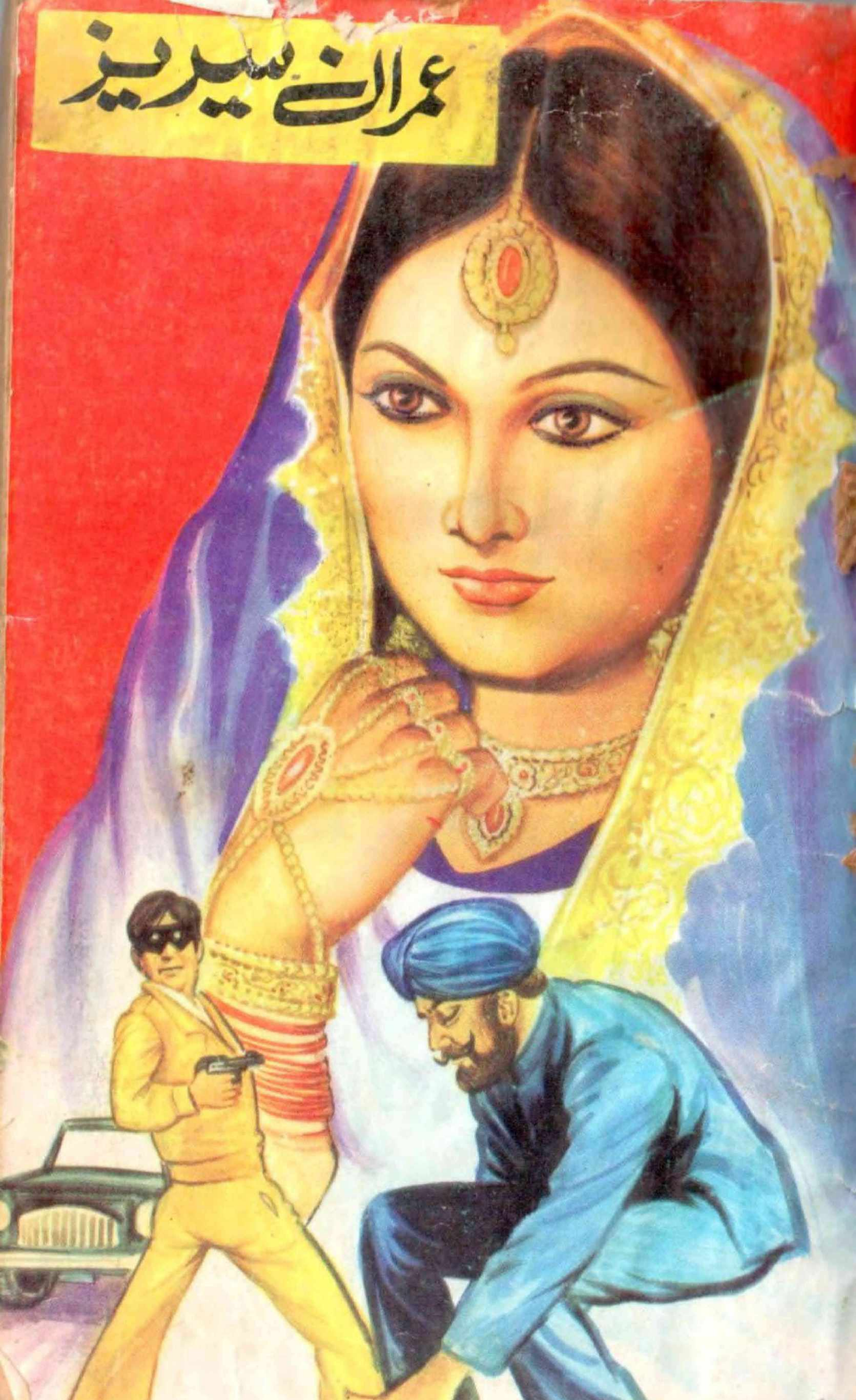
اس سلسلے کا دوسرا ناول

تہہ خانے کی تلاش

مصنف ——— نجمہ صفی

قیمت ——— چار روپے

عمران سیریز



نغمہ صفی کی عمران سیریز

مکمل ناول

بلیک چاری

مصنفہ

نغمہ صفی

قیمت ——— ۵۰/- روپے

ایوب اکیڈمی
خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ
پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۳
لیاقت آباد۔ کراچی نمبر ۱۹

جملہ حقوق دائمی بنام مصنف محفوظ ہیں۔ اس ناول کے تمام نام مقام کردار
واقعات اور تشبیہ دی جانے والی چیزیں فرضی ہیں کسی سے مطابقت محض
اتفاقیہ ہوگی جس کے لئے مصنف پرنٹرز پبلشرز نیز ہذا ادارہ ذمے دار
نہیں۔

اس ناول کو فلم کرنے ڈرامائی شکل دینے یا اسٹیج ڈرامے کے لئے استعمال کرنے کے لئے مصنف کی تحریری اجازت لینی ضروری ہے ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔ استحقاق کا حق صرف اسی کو حاصل ہوگا۔

فضلی سنز آفسٹ پریس اردو بازار
کراچی میں چھپی

خط و کتابت کا پتہ

ایوب اکیڈمی لیاقت آباد کراچی ۱۹

پیش لفظ

نغمہ صفی کی عمران سیریز کا نیا اور سنسنی خیز ناول ——
"بلیک چارلی" پیش خدمت ہے اس ناول میں آپ کے
خطوط کی روشنی میں مصنفہ نے ایکشن بھی پیش کیا ہے
اور مار دھاڑ بھی، سنسنی بھی ہے اور سسپنس بھی
اور امید ہے کہ پڑھنے والوں کو یہ ناول "بلیک چارلی"
بے انتہا پسند آئے گا ——
ایک بات اور نوٹ فرمالیجئے کہ نغمہ صفی کا ہر ناول مکمل
ہوتا ہے اور اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا ——
ناول پڑھئے اور رائے سے آگاہ فرمائیے ——

شکریہ
ادارہ

کلب کی رنگینیاں عروج پر تھیں رنگ برنگی قمقموں اور برقی سرچ لائیوں سے ہال جگمگا رہا تھا یوں معلوم دیتا تھا جیسا وہاں دن ہو مگر یہ حقیقت تھی کہ اس وقت رات کے دو بج رہے تھے لیکن وہاں نوجوان جوڑے اور پرانے وقت کے شوقین مزاج ادھیڑ عمر اپنی اپنی میزوں پر بیٹھے زندگی کی رنگینیوں میں کھوئے ہوئے تھے ——

دھوئیں کے نیلگوں گولے فضا کو آلودہ کئے ہوئے تھے۔ جب کہ شراب کی ناگوار بو کے ساتھ اعلیٰ قسم کے سینٹ کی خوش گوار بُو بھی رچی ہوئی تھی ——

وہ دونوں سب سے الگ تھلگ جنوبی گوشے میں بیٹھے ہوئے کولڈ کافی سے لطف اندوز ہو رہے تھے لیکن ان کے چہرے

اور حلیئے دیکھ کر آسانی سے اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ دونوں بھی اوباشوں کی فہرست میں ہیں ——

"تم تے سامنے بیٹھے ہوئے نوجوان کو دیکھا صفدر" ——

آواز عمران کی تھی اُس کے چہرے پر بھرپور سنجیدگی کے اثرات تھے اور وہ براؤن کلر لباس زیب تن کئے ہوئے تھا ——

صفدر تے اپنی ضرورت سے زیادہ بڑی مونچھوں کو اس طرح چھوکر دیکھا جیسے وہ اچانک غائب ہوگئی ہوں پھر وہ دھیرے سے مسکرایا ——

"جی ہاں دیکھا تو مگر کیا ان کے سروں پر آلو کی کاشت ہوتی ہے ؟" صفدر نے برجستہ کہا آخر میں عمران پر چوٹ کر بیٹھا — عمران زیرِ لب مسکرایا ——

"میری بات کو مذاق میں مت ڈالو تم اس کے ہاتھ میں سگریٹ کا پیکٹ دیکھ رہے ہو" ——

صفدر نے داہنی آنکھ دبا کر عمران کو دیکھا ——

"ایک بات بتاؤں —؟" اس نے ڈرامائی انداز میں کہا عمران کی کھوپڑی گھوم گئی مگر وہ کچھ کہنے کے بجائے صفدر کو گھورنے لگا۔

"بتاؤ .....؟" اس کا لہجہ سوالیہ تھا ——

"ویسا پیکٹ میرے پاس بھی ہے" ——

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو" ——

"بھلا آپ سے جھوٹ بول سکتا ہوں"——
صفدر نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا اور عمران کی آنکھوں میں کچھ — پڑھنے کی سی کوشش کرنے لگا ساتھ ہی اُس کے ہاتھ حرکت میں آ گئے — پتلون کی سیاہ جیکٹ کی جیب سے اس سنہری رنگ کا وہ پیکٹ نکال کر دیا جو تیسری میز پر بیٹھے ہوئے نوجوان جوڑے کے ہاتھوں میں نظر آ رہا تھا اور وہی کیا اس کلب کے ہال میں بیٹھے ہوئے ہر آدمی کے ہاتھوں میں اور میز پر یہی چیز تھی جس کا سبب تھی اور آج وہ عمران کو وہاں کسی بہانے سے لے آیا تھا وہ عمران کی نظر اور ذہانت کا معترف تھا——

"کیا ایک سگریٹ مجھے دے سکتے ہو——؟"

"آپ کیا کریں گے——؟"

"کش لگائیں گے دھواں اڑائیں گے اور ....."——

"بس بس یہ لیجئے جناب"——

عمران نے سگریٹ لے کر منہ سے لگالی اور صفدر نے لائٹر سے شعلہ دکھا دیا عمران نے بھنویں اُچکا کر منہ سے دھواں صفدر کی طرف اُگل دیا——

"یہ پیکٹ اس کلب کے علاوہ کہیں نہیں ملتا جناب"——

"اوہ ..... آئی سی ..."——

"سگریٹ میں پتہ نہیں کیا اثر ہے کہ یہ پیکٹ پورے شہر میں نہیں ملتا یہاں بھی صرف کلب کے ممبروں کو دیا جاتا ہے جیسا کہ ہم ممبر بن چکے ہیں اور اس کے لئے ساڑھے سات سو روپے خرچ ہو گئے شہر کا ہر بڑا رئیس اس کلب کا ممبر ہے"۔۔۔

"کیوں مذاق کر رہے ہو یار۔۔۔؟" عمران کے لہجے میں لڑکھڑاہٹ تھی۔۔۔

"جی!!!"۔ صفدر کی "جی" کچھ لمبی ہو گئی تھی۔۔۔

"ایسے جی کے بچے تو کیا ہو گیا؟"

"مگر میں نے تو کوئی غلط بات نہیں کی"۔۔۔

"یہ کلب ہے کوئی غارِ چارلی نہیں ہے"

"آپ لائن سے ہٹ رہے ہیں"۔۔۔

"تو کیا ہوا گاڑی گر جائے گی"۔۔۔

صفدر آنکھیں نچاتے ہوئے عمران کو دیکھنے لگا۔۔۔

"جناب قابو میں ہیں کیا۔۔۔؟" صفدر نے شرارت سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔۔۔

"بے قابو ہونے کی اُمید نہیں ہے"۔۔۔

طویل سانس خارج کر کے عمران بولا۔۔۔ صفدر نے پھر کچھ نہ کہا۔ وہ خاموش ہو کر بیٹھ گیا۔۔۔

تیسری میز پر بیٹھا ہوا نوجوان جوڑا اب چوتھے گلاس

سے آتشِ سیال معدے میں انڈیل رہے تھے ——

نوجوان جوڑا اپنی میز سے اُٹھ کر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا عقب میں موجود بار ٹینڈر نے نجانے اس سے کیا کہا —— عمران کنکھیوں سے یہ تمام کارروائی دیکھ رہا تھا بار ٹینڈر کی آواز تو عمران نہ سن سکا ویسے اس کے انداز سے یہ صاف ظاہر تھا جیسے وہ کچھ سمجھا رہا ہو چند لمحے بعد لڑکی نوجوان کے ساتھ صدر دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی ——

"صفدر باہر نکلنے کی تیاری کرو" ——

عمران نے مدھم لہجے میں کہا ——

صفدر اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا بل کی رقم ادا کرنے کے بعد وہ دونوں باہر نکل رہے تھے صفدر کی سیاہ کار پارکنگ میں کھڑی تھی جس وقت وہ اپنی کار کے قریب پہنچے سُرخ کلر کی ڈاٹسن مین گیٹ سے باہر نکل رہی تھی اس کے اندر نوجوان جوڑا موجود تھا ——

عمران صفدر کے برابر والی سیٹ پر بیٹھ گیا جب کہ صفدر نے اگنیشن میں چابی گھمائی اگلے ہی لمحے کار چوڑی سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی صفدر کی کار سے آگے جانے والی کار اتنے فاصلے پر تھی کہ اس کی صرف عقبی لائٹیں نظر آ رہی تھیں —— صفدر نے ہیڈ لائیٹس گل کر رکھی تھیں اندرونی لائٹ بھی آف تھی وہ کار کا تعاقب محض عقبی لائیٹوں کی مدد سے تعاقب کر رہا تھا ——

"اب کیا کرنا ہے جناب ۔؟"

"فی الحال تعاقب کرتے رہو"۔۔۔۔

"مگر آپ کرنا کیا چاہتے ہیں"۔۔۔۔

"ان دونوں کو ذبح کروں گا"۔۔۔۔ عمران نے بے حد سفاک لہجے میں کہا۔ صفدر لرز کر رہ گیا۔۔۔۔

"اگلے چوراہے سے چوتھے سگنل پر انہیں روک لو"۔۔۔۔

"بہت بہتر جناب"۔۔۔۔ صفدر نے چوراہا پار ہوتے ہی۔ دوسرے سگنل سے رفتار بڑھا دی انتہائی تیز رفتاری سے کار کو دوڑاتے ہوئے اس نے چوتھا سگنل کراس کیا۔ اور نوجوان جوڑے کی کار کو اوور ٹیک کرتا ہوا آگے نکل گیا تھوڑی ہی دور جا کر اس نے پوری قوت سے اسٹیرنگ موڑ دیا کار سڑک پر بدمست شرابی کی طرح لہرائی اور ترچھی ہو کر سڑک پر کھڑی ہو گئی۔۔۔۔

پیچھے سے آنے والی کار کے لئے راستہ اتنا تھا کہ ان کی کار نکلتے وقت صفدر کی کار کے پچھلے حصے سے ضرور ٹکراتی لیکن۔۔۔ قریب پہنچنے پر وہ رک گئی۔۔۔ صفدر اور عمران اپنی کار میں موجود تھے۔۔۔ عمران نے صفدر کو باہر نکلنے کا اشارہ کیا وہ پھرتی سے باہر نکل گیا۔۔۔ عمران نے بھی دیر نہ لگائی وہ دونوں سرخ کار کے قریب پہنچ گئے۔۔۔۔

"واٹ ....." نوجوان دانت پیس کر غرایا۔۔۔۔

"شرافت کے ساتھ باہر نکل آؤ"۔۔۔۔

"تمہارا مطلب"۔۔۔۔

"جو کہا جا رہا ہے اس پر عمل کرو"۔۔۔۔

نوجوان نے تیز نظروں سے صفدر کو گھورا عمران لڑکی کی جانب والے دروازے پر کھڑا تھا اس کی آنکھیں نوجوان جوڑے پر جمی ہوئی تھیں نوجوان دروازہ کھول کر باہر نکل آیا یہی اس کے حق میں بہتر بھی تھا کیونکہ صفدر کے ہاتھ میں بے آواز ریوالور چمک رہا تھا۔۔۔۔

"تم لوگوں کا مقصد کیا ہے۔۔۔؟"

"وہ بھی تمہارے علم میں آجائے گا"۔۔۔۔

"کیا چور اُچکے ....."

"اپنی زبان بند رکھو ورنہ ....."

صفدر کا لہجہ بے حد سفاک تھا نوجوان اور لڑکی کی آنکھوں میں اُلجھنیں تیر رہی تھیں وہ دونوں صفدر کے سامنے ہاتھ بلند کئے کھڑے تھے۔۔۔۔

"چلو ....."

"کہاں ....."

"ہماری گاڑی میں۔۔۔ شرارت کرنے کی سزا موت ہے۔۔۔ نوجوان"۔۔۔۔ نوجوان کچھ نہ بولا وہ کار کی طرف چل دیا لڑکی

نے بھی اس کی تقلید کی اچانک ایک جانب سے کسی کار کی آواز ــــ
اُبھری عمران چونکا اور اس کا چونکنا ہی زندگی بن گیا شیور لیٹ ایک
دھماکے کے ساتھ صفدر کی کار کے پچھلے حصّے سے ٹکرائی ایک دھماکہ
ہوا صفدر کی کار گھوم گئی اس کا پچھلا حصّہ بگڑ چکا تھا سیاہ شیور
لیٹ کی کھڑکی سے اسٹین گن کی باہر نکلی ہوئی نال دیکھ کر عمران پوری
قوت سے چیخا ــــ

"صفدر بچو!"

عمران کی آواز کی گونج ختم ہونے سے پہلے ہی گولیوں نے
لڑکی اور نوجوان کے جسم میں ان گنت سوراخ بنا چکی تھیں
وہ دونوں سڑک پر گر چکے تھے ــــ صفدر اور عمران پہلے ہی کار
کی آڑ لے چکے تھے عمران تو پہلے سے ہوشیار تھا البتہ اگر صفدر
پھرتی سے کام نہ لیتا تو اس کا حشر بھی نوجوان جوڑے کی طرح ہوتا
وہ دونوں ہی دم توڑ چکے تھے ــــ

اسٹین گن کے دوسرے برسٹ نے سُرخ کار کی باڈی کو چھید کر
رکھ دیا عمران اور صفدر پھر بھی محفوظ رہے عمران نے کوئی کارروائی نہ کی
اس نے صرف اپنے دفاع کو ترجیح دی صفدر بھی اس کے ساتھ تھا۔
دوسرے برسٹ کے بعد اس نے ریوالور نکالنے کی کوشش کی مگر
عمران نے اُسے روک دیا ــــ

گولیاں برسانے والی سیاہ شیور لیٹ تیزی سے بیک ہوئی اور

پہنچنے ہی دیر میں دھول اڑاتی ہوئی شہر کی طرف روانہ ہو گئی عمران ۔ صفدر کے ہاتھ نوجوان جوڑے کی لاشوں کے قریب آیا تلاشی لینے پر انہیں کوئی خاص چیز دستیاب نہ ہو سکی سوائے نیو سپر کلب کے مونوگرام کے جس پر کلب کی چھوٹی سی تصویر کندہ تھی۔ مونوگرام چاندی کے روپے کے برابر ہی رہا ہوگا اس نے وہ جیب میں ڈالا اور صفدر کی طرف متوجہ ہو گیا:

"چلو اب جلدی کرو ورنہ ساری عمر جیل میں گزرے گی"۔۔۔۔

"اوکے"۔۔۔ صفدر نے کہا اور تیر کی طرح اپنی کار کے اسٹیرنگ والے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔۔۔۔

اگلے ہی لمحے ان کی کار سڑک پر دوڑ رہی تھی رفتار بتانے والی سوئی ساٹھ اور ستر کے ہندسوں کے درمیان لرز رہی تھی صفدر کے چہرے پر میک اپ کی وجہ سے سپاٹ پن نظر آ رہا تھا۔ جبکہ عمران کا بھی یہی عالم تھا مگر صفدر شہر کی پُر رونق سڑک پر آجانے کے بعد خاموش نہ رہ سکا۔۔۔۔

"آخر ان سب چیزوں کا مطلب کیا ہوا جناب"۔۔۔۔

"ہر چیز کا کچھ نہ کچھ مقصد ضرور ہوتا ہے"۔۔۔۔

"مگر میری سمجھ ....."

"اپنی سمجھ کو چھوڑ دو، تم ویسے بھی کمزور ہو"۔۔۔۔

"جیسے آپ کی مرضی"۔۔۔۔

"ان دونوں کو مرنا ہی تھا صفدر"۔۔۔۔
"مگر کیوں۔۔۔؟"
"اگر ہم ان کا تعاقب نہ کرتے تو شائد ....."
"وہ دونوں بچ جاتے۔۔۔آپ یہی کہنا چاہتے ہیں نا۔۔؟"
"تم ٹھیک طور پر سمجھنے کے قابل ہوتے جا رہے ہو"۔۔۔۔
"کیا قاتلوں کو آپ جانتے ہیں۔۔۔؟"
"تم نے دیکھا نہیں وہ تین تھے مگر نقابوں میں اپنے چہرے چھپائے ہوئے کچھ اچھے نہیں لگ رہے تھے"۔۔۔۔
"میں دوسری طرف متوجہ تھا"۔۔۔۔
"شائد مقتولہ لڑکی کو تک رہے تھے"۔۔۔۔
"جی نہیں"۔۔۔صفدر نے جھینپ کر سنجیدہ لہجے میں کہا۔۔۔
"مجھے فلیٹ پر چھوڑ دینا"۔۔۔عمران بولا۔۔۔۔
"او، کے"۔۔۔۔صفدر کے منہ سے نکلا۔۔۔۔
"اپنے آپ کو محفوظ رکھنا شائد دوبارہ حملہ ہو"۔۔۔۔
"کیا اُمید ....."
صفدر کا جملہ نامکمل رہ گیا۔۔۔۔
"احتیاط اچھی چیز ہے صفدر"۔۔۔۔
"بہت بہتر جناب"۔۔۔صفدر یہ کہہ کر خاموش ہو گیا
نے دوبارہ عمران سے کچھ نہ کہا عمران نے بھی بولنا مناسب نہ سمجھا۔

ان نے فائیٹ پر کار روک کر صفدر نے عمران کو اُتار دیا ــــ
صفدر نے اس کے اُترنے کے بعد "خدا حافظ" کہا اور ایکسیلٹر پر پیر کا دباؤ بڑھا دیا کار ہلکا سا جھٹکا کھا کر اُٹھی اور سیدھی دوڑتی چلی گئی۔ ہر گزرتا ہوا لمحہ اس کی رفتار میں اضافہ کر رہا تھا ــــ

ایس کے عمران سیریز کے ناقابلِ فراموش ناول،

موت کے ہمسفر

گیم آف ڈیتھ

آج ہی طلب کیجئے!

کوریڈور بالکل سنسان پڑا ہوا تھا کمروں کے دروازوں پر درج نمبر دیکھتے ہوئے وہ آگے بڑھ رہا تھا چھت پر لگے ہوئے بلب کی تیز روشنی سے کوریڈور جگمگا رہا تھا وہ نیچے جانے والی سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگا اس کے انداز میں چونکتا پن تھا چہرے پہ سپاٹ پن اور آنکھوں میں معنی خیز چمک اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ اس کے ارادے نیک نہیں ہیں ——

اس نے سیاہ رنگ کا سوٹ زیب تن کیا ہوا تھا۔ پیروں میں کریپ سول کے جوتے موجود تھے سیڑھیوں کے قریب پہنچ کر وہ مزید چوکنا ہوگیا قدموں کی آوازیں اس کے حلقۂ سماعت سے ٹکرائیں وہ ٹھٹھک کر رک گیا فوراً ہی آڑ لے کر اس نے دفاعی انداز اختیار

کر لیا آوازوں سے اس نے اندازہ لگایا کہ آنے والا اکیلا ہے وہ اوپری منزل کے عقب میں پوشیدہ تھا جونہی آنے والا اس کے قریب پہنچا اس نے پوزیشن بدلی آنے والے کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اس نے داؤ ڈالا وہ چونک کر بُری طرح مڑا اور مڑتے ہی اُسے اپنے سر پر لکڑی ہتھیلی کی ضرب سہنی پڑی مگر وہ درد برداشت کرنے سے پہلے ہی بے ہوشی کی دنیا میں پہنچ گیا اس کے گرتے ہی سیاہ لباس والا سامنے آگیا ——

بے ہوش نوجوان کو ایک کونے میں ڈال کر وہ سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ نیچے پہنچ کر اس نے اپنے دائیں بائیں کا جائزہ لیا ہر طرف سے اطمینان کر لینے کے بعد وہ آگے بڑھنے لگا راہداری کے اختتام پر اس نے اپنے دیدوں کو سرچ لائٹ کی مانند گردش دی سامنے نظر آنے والے کمرے کا دروازہ پردے سے چھپا ہوا تھا پردہ اڑنے سے عمران کو یہ احساس ہوا کہ دروازہ کھلا ہوا ہے ——

دبے قدموں وہ دروازے کے قریب جا پہنچا مختلف آوازیں اس کے کانوں میں پڑی وہ پوری طرح اندر سے آنے والی آوازوں کی طرف متوجہ ہو گیا ——

"وہ ہمارے لئے خطرناک ہے" —— ایک بھاری آواز اُبھری

"ہاں جونی اور مائیکل اسی کی وجہ سے مارے گئے" —— دوسری آواز مدھم تھی عمران سفاکی کے ساتھ مسکرانے لگا ——

" اس کا علاج صرف یہی ہے کہ .....
" اُسے قتل کر دیا جائے "——
" وہ آسانی سے ہاتھ آنے والا نہیں ہے "——
" پھر بھی ہمیں باس سے اُس کے متعلق ہدایات لینی پڑیں گی'
عمران اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ اندر ہونے والی گفتگو کس کے بارے میں ہو رہی ہے ——
اچانک ہی اس کی چھٹی حس پھڑک اُٹھی دماغ میں سیٹیاں سی گونجنے لگیں لیکن اُسے خطرے کا احساس وقت گزرنے کے بعد ہوا وہ بھی اس وقت جب کہ ریوالور کی سرد نال اس کی پُشت پر عین دِل کے مقام پر قبضہ جما چکی تھی ——
اس کے حلق سے طویل سانس خارج ہو گئی ——
اپنے دونوں ہاتھ بُلند کر لو ....."
درندگی سے بھرپور لہجے میں اُسے حکم دیا گیا۔ سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ اپنے حریف کے حکم کی تعمیل کرے اس نے بغیر کسی پس و پیش کے دونوں ہاتھ بلند کر دیئے ——
" ویری گڈ ..... اب اندر چلو ....."
دوبارہ عمران کو مخاطب کر کے حکم دیا گیا اندر جانے کا مسئلہ کچھ ٹیڑھا تھا مگر وہ کچھ کرنے کے قابل نہ تھا ریوالور بردار نوجوان پوری طرح چوکنا تھا وہ اس قدر احتیاط سے کام لے رہا تھا جیسے عمران

والا پیونٹی ہو اور نگاہ بچتے ہی کسی سوراخ میں گھس جائے گا"۔۔۔۔
عمران نے اس کے دوسرے حکم کی بھی تعمیل کی اندر داخل ہوتے ہی اس کی ریڈی میڈ کھوپڑی حرکت میں آگئی۔۔۔۔

کمرے میں دو نوجوان بیٹھے آتشی سیال اپنے معدوں میں منتقل کر رہے تھے ان کے چہرے دیکھ کر با آسانی اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ وہ کون ہیں اور اس بات کی غماز ان کے چہروں پر پڑے ہوئے زخموں کے نشان تھے صاف ظاہر تھا کہ ان دونوں کا شرافت سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ عمران کو دیکھ کر وہ اس طرح اُچھلے جیسے انہوں نے کوئی انہونی شے دیکھ لی ہو ایک لمحے کے لئے دونوں کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔ عمران کے عقب میں کھڑا ہوا نوجوان ریوالور کی نال اب بھی اس کی پُشت پر جمائے ہوئے تھا۔۔۔۔

"عمران ....." اندر موجود ایک نوجوان کے منہ سے بے ساختہ نکلا انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ کچھ بڑبڑا کر رہ گیا ہو۔ عمران اُسے گھورنے لگا۔۔۔۔

"تم نے اُسے کہاں سے پکڑا راجہ۔۔۔" ایک نے عمران کو لے کر آنے والے سے پوچھا۔۔۔۔

"یہ دروازے کے قریب کھڑا کچھ سُن رہا تھا"۔۔۔ راجہ نے جواب دیا دوسرا ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ عمران آنے والے لمحات سے بے خبر نہ تھا اُسے اچھی طرح علم تھا کہ وہ کن لوگوں

کے درمیان پھنسا ہوا ہے ——

"تم اِدھر کیا کرنے آئے تھے ——" ایک نے عمران کو مخاطب کیا ——

"اچار خریدنے ....."

عمران کا جواب تھا ——

"کیا ..... آ ....." اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"جواب صحیح دو مسٹر ورنہ ....."

راجہ کے لہجے میں بھرپور زندگی شامل تھی ——

"ورنہ کیا کرو گے راجہ پہلوان" —— عمران مسکرایا ——

"تم میری بات کا جواب دو" —— عمران سے سوال کرنے والا دوبارہ عمران سے مخاطب ہوا ——

"میں نے تم کو بتا تو دیا کہ میں اچار ....."

"بکواس بند کرو" ——

"اچھا جی کرلی اور —— "

"تم اپنی موت کو دعوت دے رہے ہو" ——

"میرے گھر کوئی تقریب ہے نہ پارٹی جو دعوتیں دیتا پھروں" ——

"ہمارے راستے میں آنا ہی موت کو دعوت دینا ہے" ——

"کیا تمہارے قبضے میں جنات ہیں ——"

"تم نے جوئی اور مائیکل کا تعاقب کیوں کیا تھا ——"

"جونی میری محبوبہ تھی"۔۔۔

"تم بکواس کرتے ہو"۔۔۔۔

"یہ آج ہی سُن رہا ہوں"۔۔۔۔۔

"میرے ہر سوال کا جواب دو ورنہ یاد رکھو تمہاری لاش بھی کوئی برآمد نہ کر سکے گا نہ تمہارا باپ اور نہ ہی تمہارا ایس پی دوست سمجھے"۔۔۔ لہجے میں کچھ اتنی سفاکی اور درندگی تھی کہ عمران جیسا شخص بھی جھرجھری لے کر رہ گیا لیکن یہ اس نے ان پر ظاہر نہ ہونے دیا۔

"نہ میں تمہارے کسی سوال کا جواب دینے کا پابند ہوں نہ ہی تمہارا غلام جو تمہاری ہر بات پر عمل کروں، تم اپنا کھیل زیادہ۔۔۔ عرصے تک جاری نہیں رکھ سکتے میں زمین کی تہہ سے بھی تمہارے راز کو نکالوں گا"۔۔۔۔

"ہا۔۔۔۔ہا۔۔۔۔۔ہا۔۔۔۔ہا"۔۔۔ راجہ نے ہنگامہ خیز آواز میں بھرپور قہقہہ لگایا اس کی آواز کمرے میں گونجنے لگی اور ابھی اس کی گونج ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ عمران کو راجہ نے پُشت سے ان دونوں کی طرف دھکیل دیا جو پہلے سے کمرے میں موجود تھے اور یہی ان کے حق میں نقصان دہ ثابت ہُوا۔۔۔ عمران ان دونوں پر گرنے کے بجائے ہوا میں اُڑتا ہُوا ان کے عقب میں جا گرا۔ بجلی کی طرح حرکت میں آتے ہوئے اس نے ایک نوجوان کو راجہ کی طرف دھکیل دیا۔۔۔۔

"ڈز"۔۔۔ اور اسی وقت راجہ نے ٹریگر دبا دیا گولی عمران کے بجائے اُس کے ساتھی کو لگی ۔۔ کربناک انداز میں چلاّتے ہوئے وہ زمین پر ڈھیر ہوگیا اور زمین پر گرتے ہی اس کا جسم دو تین جھٹکے لے کر ہمیشہ کے لئے ساکت ہوگیا راجہ آنکھیں پھاڑے اپنے ساتھی کے مردہ جسم کو دیکھ رہے تھے یہی حال مرنے والے کے ساتھی کا تھا اور عمران کے لئے یہ موقع بہت اچھا تھا ——

اس نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور راجہ کے اوپر جا گرا ریوالور راجہ کے ہاتھ سے نکل کر کسی کونے میں جا گرا عمران اُسے رگیدتا ہوا دوسرے سرے تک لے آیا اچانک ہی راجہ نے عمران کو دونوں ٹانگوں کی مدد سے اُچھال دیا ——

وہ دوسری طرف الٹ گیا اور اس وقت تک راجہ کا دوسر ساتھی تیار ہو چکا تھا عمران اس کے قریب ہی گرا اس نے پوری قوت سے لیٹے ہی لیٹے لات گھمائی نوجوان پہلو پکڑ کر جھک گیا دوسری ضرب نے اس کا چہرہ بگاڑ دیا زخمی کتے کی طرح بلبلاتا ہُوا وہ صوفے پر الٹ گیا عمران نے پھر کھڑے ہونے میں دیر نہیں لگائی راجہ بھی اس وقت تک سنبھل چکا تھا ——

اب وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہوئے تھے عمران کا دُوسرا حریف بھی بے ہوش ہو چکا تھا چوٹ شائد اس کے دماغ پر لگی تھی راجہ کی آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں اس کے انداز

اہ. تنہا. دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے وہ عمران کو کچّا چبا جانے کی فکر میں ہو

اچانک ہی وہ بڑے زور سے چونکا وجہ بھی معقول تھی عمران کو بھی اس بات کا احساس ہوا کہ پوری عمارت لرز رہی ہو قدموں کی آوازیں اس بات کی شاہد تھیں کہ آنے والے بہت ہیں ——

عمران بھی چونکا مگر اس وقت تک راجہ ہوشیار ہو چکا تھا۔ اس نے دائیں طرف سے حملہ کر کے دھوکہ دیتے ہوئے جسم کو دائیں طرف جھکایا اور بائیں طرف ٹھوکر لگا دی عمران نے اپنی جگہ سے جمپ لیا اور اڑتا ہوا سا راجہ کے قریب جا گرا گرتے ہی اس نے کھڑے ہونے کی کوشش کی مگر راجہ کی لات اس کی پشت پر پڑی وہ دوبارہ الٹ گیا راجہ نے پھرتی کے ساتھ ہاتھ بڑھا کر ریوالور اٹھا لیا اور قبل اس کے کہ عمران پوری طرح حرکت میں آتے — ریوالور کا فولادی دستہ اس کی کھوپڑی پر پڑا ——

ایک —— دو —— تین ——

تیسری ضرب لگتے ہی اس کے حلق سے بے اختیار کراہ خارج ہو گئی وہ بے ہوش ہو گیا راجہ کھڑا ہو چکا تھا اُسے شائد خطرہ تھا کہ عمران دھوکہ کر رہا ہے مگر یہ حقیقت تھی کہ وہ مکمل طور پر بے ہوش ہو چکا تھا آخر کو وہ ایک انسان کی اولاد تھا کسی سکس ملین یا بائیونک گنگ کانگ کی نہیں جو ریوالور کے دستے کی تین ضربوں سے بھی

بے ہوش نہ ہوتا ——

دھڑ دھڑاتے ہوئے دروازہ کھلا اور پانچ سات نوجوان اندر داخل ہوئے راجہ چونک کر ان کی طرف متوجہ ہو گیا ——

"یہ .... یہ .... کیا ہوا ——"؟ ایک نوجوان نے آگے بڑھ کر پوچھا ——

"تم لوگ نہ جانے کیسے پہرہ دیتے ہو ایک آدمی تم کو نہیں نظر آیا" —— راجہ نے سخت لہجے میں کہا ——

"جناب اسے تو ہم نے دیکھا بھی نہیں" ——

اسی نوجوان نے جواب دیا جو پہلے بولا تھا ——

"بکواس مت کرو" ——

راجہ دھاڑا ——

"بہت بہتر" ——

نوجوان ادب سے بولا ——

"اسے اٹھا کر کسی گلی میں ڈال آؤ" ——

"جی !!!"

نوجوان کے لہجے میں حیرت کا عنصر شامل تھا ——

"لے جی کے بچے اسے لے جاؤ تم دونوں" —— راجہ دانت پیس کر بولا ——

دونوں نوجوان آگے بڑھے اور ایک نے عمران کو اٹھا کر

کاندھے پر لاد لیا دُوسرا اس کے ساتھ ساتھ کمرے سے نکل گیا ــــ
مختلف کوریڈور اور کمروں سے گزر کر وہ کلب کے عقبی دروازے کی طرف آگئے دروازے سے نکل کر وہ کلب کے عقبی حصے میں پہنچ گئے گلی سنسان پڑی ہوئی تھی وہ دُوسری جانب بڑھنے لگے ــ
رات تاریک اور سنسان تھی عمران کو کلب سے دُور ایک گلی کے وسط میں ڈال کر وہ دونوں واپس کلب کی طرف چلے گئے ــ گلی میں کیونکہ اندھیرا تھا اس لئے عمران کا آسانی سے نظر آنا مشکل تھا وہ دونوں گلی کے نکڑ پر پہنچ کر رکے پلٹ کر گلی میں دیکھا اور باہر نکل گئے اگر اس وقت وہ قریب آکر دیکھ لیتے تو اُن دونوں کو یہ بات ضرور معلوم ہو جاتی کہ بے ہوش عمران کا جسم آہستہ آہستہ حرکت میں آرہا ہے ــــ
وہ آہستہ آہستہ اپنی پلکیں جھپکا رہا تھا ــــ

رات گئے چیخ کی آواز سنے اُسے اپنی طرف متوجہ کرلیا بریک پر اس کا پیر بے اختیار پڑ گیا کار کی رفتار کم ہوتی چلی گئی اگلے ہی لمحے وہ رک چکی تھی ـــــ صفدر کے چہرے پر میک اپ نہ تھا پھر بھی وہ ریڈی میڈ میک اپ سے کام چلا سکتا تھا مگر اس بلڈنگ کے کونے فلیٹ سے نسوانی چیخ کی آواز اُبھری تھی اس کا اندازہ وہ نہ لگا سکا ویسے چیخ کے اندر موجود التجا کا عنصر اس نے محسوس کرلیا تھا یہی وجہ تھی کہ بے اختیار اس کا دِل چاہنے لگا کہ چیخ ایک مرتبہ پھر اُبھرے اور وہ سمت معلوم کرکے کسی انسان کی مدد کرسکے یہ اس کا اخلاقی اور قانونی فرض تھا جو سبق اُسے عمران نے پڑھایا تھا وہ اسے اچھی طرح یاد تھا ـــــ

عمارت کی طرف اُلجھن زدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کی پیشانی شکن آلود ہو گئی اچانک ہی اس کے خیالات کا تسلسل ٹوٹ گیا ——

چیخ ایک مرتبہ پھر اُبھری ساتھ ہی تیز روشنی کا ایک جھماکہ ہوا صفدر کو فوراً احساس ہو گیا کہ ایک لمحے کے لئے وہ پوری طرح روشنی میں نہا گیا تھا روشنی جس فلیٹ سے اُبھری تھی وہ تیسری منزل پر پانچواں فلیٹ تھا صفدر نے تیزی کے ساتھ دروازہ کھولا اور جیب سے مونچھوں والا اسپرنگ نکال کر ناک میں لگا لیا چہرے پر ایک مسّے کا بھی اضافہ ہو چکا تھا اس کا چہرہ قطعی طور پر بدل چکا تھا ——

تیر کی طرح وہ گیٹ کی طرف بڑھا دائیں طرف بنے ہوئے زینے طے کرتا ہوا وہ جس پھرتی کے ساتھ تیسری منزل پر پہنچا وہ قابلِ دید تھی ابھی وہ کوریڈور میں داخل ہی ہوا تھا کہ اچانک پھر وہی چیخ اُبھری ——

اس کی ریڑھ کی ہڈی سنسنا اُٹھی وہ دروازے کے قریب تھا کی ہول سے آنکھ لگا کر اس نے اندر کا جائزہ لیا اور ہینڈل گھماتا ہوا اندر داخل ہو گیا وہ پوری طرح تیار تھا ایک نوجوان لڑکی کا بازو لحیم شحیم نوجوان نے موڑ رکھا تھا لڑکی دوہری ہوئی جا رہی تھی لیکن قبل اس کے کہ صفدر کچھ بولے نوجوان لڑکی کو چھوڑ کر ایک طرف ہٹ گیا لڑکی بہت خوبصورت تھی اس کے بال لہریئے

والے تھے آنکھیں نیلی نیلی اور چہرہ پکے ہوئے سیب کی طرح سُرخ تھا نوجوان کے چہرے پر پڑے ہوئے زخموں کے نشانات اس کی خباثت اور سنگدلی ظاہر کر رہے تھے اس کی آنکھیں انگارہ ہو رہی تھیں شائد وہ بے تحاشہ پی چکا تھا صفدر کو میز پر رکھی ہوئی شمپئن کی بوتل اور دو خالی گلاس نظر آرہے تھے شائد لڑکی تھوڑی دیر پہلے اس کے ساتھ مے نوشی کر رہی تھی ——

" نوجوان تم نے یہاں آکر بہت اچھا کیا "—— نوجوان نشے سے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں بولا وہ بُری طرح جھوم رہا تھا صفدر ذرا سا چونک گیا —— معاملہ اُلٹا نظر آرہا تھا ——

" تم لڑکی کو زدوکوب کر رہے تھے "——

صفدر کا لہجہ بے حد سخت تھا ——

نوجوان نے بھرپور انداز میں قہقہہ لگایا لڑکی بھی مسکرانے لگی صفدر چکرا کر رہ گیا ——

" اپنے عقب میں دیکھو "—— نوجوان نے بے حد خشک لہجے میں کہا ——

صفدر نے پلٹ کر دیکھنے کی تو غلطی نہ کی البتہ وہ نوجوان سے سوال کر بیٹھا ——

" میرے عقب میں کیا پریاں موجود ہیں —— "

" نہیں —— دو شکاری "——

اور اسی وقت صفدر نے اپنی پُشت پر ریوالور کی نال کا دباؤ محسوس کیا ساتھ ہی دوسری نال اُس کے پہلو میں جم گئی وہ بُری طرح پھنس چکا تھا یقیناً وہ کسی پلان کے تحت فلیٹ میں کھنچوایا گیا تھا ـــــ غلطی خود اسی کی تھی جو بدحواسی میں بھاگا چلا آیا ـــــ

"کیوں ـــ خاموش کیوں ہو گئے ـــ"؟

"پیچھے سے وار کرنا اور دھوکے سے کسی کو قابو کرنا ایک بات ہے"ـــــ

"عقلمند بھی ہو اور بے وقوف بھی"ـــــ

"تم کہنا کیا چاہتے ہو ـــ"؟ صفدر جھلّا کر بولا ـــــ

"تم نے جونی اور مائیکل کا تعاقب کیوں کیا تھا ـــ"؟

"تعاقب اور میں پھر جونی مائیکل یہ سب کیا ہے ـــ"؟

صفدر سب کچھ سمجھ میں آجانے کے بعد غلطی کرنا نہیں چاہتا تھا.

"تم بکواس کرتے ہو ـــ"؟

"مگر یقین کرو میں ..... کسی کو نہیں جانتا تم کو دھوکہ ہُوا ہے".

"سو فیصدی بکواس"ـــــ

"میں وہ نہیں ہُوں میں تو ایک کاروباری ....."

"ہُوں ـــ کاروباری"

"ہاں ـــ یقین کرو میں ....."

"بکواس بند کرو میرے سوال کا جواب دو"——

"میں تم کو کس طرح سمجھاؤں——"؟

"اور میں تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ تم وہ نہیں جو خود کو ظاہر کر رہے ہو——"؟

اس وقت صفدر کی پیشانی سکڑ گئی ذہن میں بے شمار وسوسے دوڑنے لگے مجرم نہایت چالاک تھے اُسے کس خوبصورتی سے پھانسا گیا تھا——

"اپنے چہرے سے یہ مونچھیں ہٹا دو یقین کرو ہم کبھی بے کار وقت ضائع نہیں کرتے یہ دونوں جو تمہارے عقب میں موت بن کر کھڑے ہوئے ہیں، جس دن جوتی اور مائیکل قتل کئے گئے اس دن سے تمہارے تعاقب میں ہیں پھر بھلا ہم کو کس طرح دھوکہ ہو سکتا ہے"——

نوجوان نے بھرائے ہوئے لہجے میں صفدر سے کہا۔

"اب کیا چاہتے ہو——"؟

طویل سانس خارج کر کے صفدر نے پوچھا راز کھل جانے کے بعد وہ بھلا کیسے اپنی حیثیت چھپا سکتا تھا مجرموں کی بھی ذہانت کا جواب نہیں تھا——

"صرف اتنا کہ تم نے ان دونوں مرنے والوں کا تعاقب کیوں کیا تھا——"؟

"میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں"——
"عمران بھی اس دن تمہارے ساتھ تھا"——
صفدر کو تیسری بار چونکنا پڑا وہ نوجوان کو گھورنے لگا۔ ریوالور کی نالیں ابھی تک اُس کے جسم سے چپکی ہوئی تھیں——
"مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں"——
"مگر تمہیں ہمارے سوالوں کا جواب دینا پڑے گا"——
"میں مجبور ہوں ایسا نہیں کر سکوں گا"——
"رات کے ڈھائی بجے تمہاری چیخ بھی کوئی نہ سُن پائے گا"——اس کے لہجے میں بے حد درندگی تھی"——
"کیا جان سے مارنے کا ارادہ ہے——"؟
"اگر تم نے اب میرے سوال کا جواب نہیں دیا تو"——
نوجوان کے لہجے میں پُراسراریت تھی——
صفدر کا ذہن بڑی تیزی کے ساتھ کام کر رہا تھا وہ اپنے عقب سے بھی گھرا ہوا تھا لڑکی نے ابھی تک ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالا تھا اور نہ ہی عقب میں کھڑے ہوئے ریوالور بردار کچھ بولے تھے——
"یہ میرا گھر ہے میں تم کو بند بھی کرا سکتا ہوں تم میرے فلیٹ میں داخل ہونے کا کیا جواز پیش کرو گے"——
"لڑکی اس بات کا ثبوت ہے"——

"ہا.... ہا.... ہا.... یہ میری محبوبہ ہے سمجھے"
جواب دینے کے بجائے بس اچانک ہی صفدر بجلی کی طرح حرکت میں آیا اور اس کی دونوں کہنیاں عقب میں کھڑے ہوئے ریوالور برداروں کے سینوں پر پڑیں وہ اس ناگہانی آفت سے بوکھلا گئے صفدر سے ان کو یہ اُمید ہرگز نہیں تھی کہ وہ ایسا کر گزرے گا

چیختے ہوئے وہ دونوں فرش پر لڑھک گئے صفدر فرش سے ذرا اوپر اُچھلا اور اس کی دونوں ٹانگیں بیک وقت ان دونوں کے پہلوؤں میں پڑیں چیخیں ایک مرتبہ پھر گونج کر معدوم ہوگئیں ریوالور ان دونوں کے ہاتھ سے چھوٹ گئے تھے ایک کا ریوالور صوفے کے نیچے اور دوسرے کا دروازے کے قریب پڑا ہوا دیکھا جا سکتا تھا

صفدر نے آسرا دیئے بغیر اپنی جگہ سے جمپ لی اور شرابی نوجوان سے جا ٹکرایا لیکن وہ نوجوان پھرتی کے ساتھ ایک طرف ہٹ گیا۔ نتیجے میں صفدر لڑکی کے اوپر اوندھا ہوگیا پھر دوسرا ہی لمحہ اس کے لئے قیامت ثابت ہوا لڑکی نے دونوں ہاتھوں کی کھڑی ہتھیلیاں صفدر کے دونوں شانوں پر دے ماریں اُسے اپنے شانے چٹختے ہوئے محسوس ہوئے بے اختیار اس کے حلق سے کراہ خارج ہوگئی

اس نے لڑکی کو خونخوار نظروں سے دیکھا اور اسی وقت عقب سے پڑنے والی بھرپور ضرب نے اُسے دوسری طرف اُلٹ دیا ضرب لگانے والا شرابی نوجوان تھا ـــــ

صفدر ابھی سنبھل بھی نہ پایا تھا کہ دونوں نوجوان جن کے ہاتھوں میں کچھ دیر قبل ریوالور تھے، اس کے سر پر پہنچ گئے۔ پھرتی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہوئے اس نے دونوں ہاتھ لہرا دیئے وہ جنون میں آچکا تھا دونوں نوجوان اپنے پیٹ پکڑ کر رہ گئے ان کی پشتوں پر ایک ایک ضرب لگا کر صفدر نے انہیں ڈھیر کر دیا وہ دونوں بھی بے ہوش ہوگئے ـــ ضرب زیادہ ہی زور دار تھی شرابی نوجوان چھلانگ لگا کر صفدر کے قریب پہنچ گیا وہ لمبا تڑنگا ہونے کے باوجود بے حد پھرتیلا تھا اس کا سارا نشہ ہرن ہو چکا تھا ـــــ

اس نے صفدر کو گھونسے سے ضرب لگانی چاہی لیکن صفدر نے بروقت جھک جانے کی وجہ سے اس کا ہاتھ ہوا میں لہرا کر رہ گیا اپنے ہی زور سے وہ ذرا سا ترچھا ہوا اور صفدر نے مارشل آرٹ کا بہترین مظاہرہ کرتے ہوئے دائیں پیر کے نچلے حصے سے نوجوان کی پشت پر ضرب لگائی نوجوان مسہری پر لڑکی کے قریب گرا صفدر اب اُسے کوئی موقع دینا نہیں چاہتا تھا وہ اُچھلا اور مسہری پر نوجوان کے قریب جا گرا ـــ

مگر اچانک ہی نوجوان نے اُسے دونوں ہاتھوں کی مدد سے پشت سے پکڑا اور پھلی جانب اچھال دیا صفدر ہوا میں اڑتا ہوا دوسری جانب جا گرا اگر اسنے اپنا چہرہ بچانے میں ایک منٹ کی بھی تاخیر کی ہوتی تو اس کے چہرے کا بھرتہ بن جانا لازمی تھا ——

وہ پھرتی کے ساتھ قلابازی کھا کر کھڑا ہو گیا— شرابی نوجوان اس کے سامنے موجود تھا لیکن اس حالت میں کہ اس کے بالوں بھرے ہاتھ میں سائلنسر لگا ریوالور چمک رہا تھا جس کی اکلوتی نال صفدر کی جانب اٹھی ہوئی تھی صفدر ٹھٹھک کر اپنی جگہ رک گیا تھی سچویشن نے اس کا دماغ خراب کر کے رکھ دیا تھا اچانک ہی اسے احساس ہوا کہ اس کے چہرے سے مونچھیں غائب ہیں نچلتے اچھلتا پائی کے دوران وہ اسپرنگ کب نکل گیا اس بات کا صفدر کو علم نہ ہو سکا——

" اب تم کوئی حرکت نہیں کرو گے "——

نوجوان نے ریوالور نچاتے ہوئے صفدر کو مخاطب کیا—

" یہ یزدانی ہے "——

صفدر غرایا——

" یہ سیاست کا دوسرا نام ہے "——

نوجوان بولا ——

"تم بکواس کر رہے ہو"۔۔۔۔
"ڈنری ۔۔۔۔" نوجوان پُراسرار لہجے میں بولا ۔۔۔
"یس مائی فرینڈ ۔۔۔؟"
لڑکی نے فوراً جواب دیا۔۔۔
"دوسرے کمرے سے رسی لے آؤ"۔۔۔
"وہ یہیں موجود ہے ڈیئر"۔۔۔
لڑکی نے کہا اور مسہری کے نیچے سے اس نے ریشمی رسّی نکال لی ۔۔۔ نوجوان کی آنکھوں کی چمک مزید بڑھ گئی۔۔۔۔
"سنو! اسے اچھی طرح باندھ لو"۔۔۔۔
"اوکے"۔۔۔۔
"عقب سے کام چلاتا سامنے سے مار کھاؤ گی"۔۔۔
"تم بے فکر رہو"۔۔۔۔
لڑکی نے کہا اور رسی لے کر صفدر کے عقب میں پہنچ گئی صفدر کسی قسم کی حرکت کرنے سے مجبور تھا کیونکہ ریوالور کی نال اس کے سینے کا نشانہ باندھے ہوئے تھی اور نوجوان کی انگلی ٹریگر پر تھی اگر صفدر ذرا بھی غلط حرکت کرتا تو وہ یقینی طور پر گولی چلا دیتا اس کے چہرے کا انداز ہی بتا رہا تھا کہ وہ گولی چلانے میں تاخیر سے کام نہیں لیگا۔۔۔
لڑکی نے عقب میں پہنچ کر اطمینان سے رسی کھولی

صفدر بُری طرح نوجوان کو گھور رہا تھا اُسے اپنی غافیت خطرے میں نظر آ رہی تھی ـــــــ

لڑکی کو نوجوان نے آنکھ سے کسی قسم کا اشارہ کیا صفدر نے اسے اشارہ کرتے ہوئے دیکھ لیا لیکن وہ اس کا مفہوم نہ سمجھ پایا اچانک ہی اس کے سر پہ قیامت ٹوٹ پڑی، کھڑی ہتھیلی کی بھرپور ضرب نے اس کے سامنے سینکڑوں سورج طلوع کر دیئے ہاتھ بے حد زور دار تھا دُوسری ضرب نے ـــ اس کی کھوپڑی کا جوڑ جوڑ ہلا کر رکھ دیا وہ بے اختیار کراہ اُٹھا ادھر حلق سے کراہ خارج ہوئی اور ادھر تیسری ضرب پڑتے ہی صفدر کٹے ہوئے شہتیر کی مانند دھم سے فرش پر آ رہا رہی سہی کسر فرش سے ٹکرا کر پوری ہو گئی ـــــــ

ایک لمحے کی تاخیر کئے بغیر وہ بے ہوشی کی دنیا میں پہنچ گیا ـــــ نوجوان کے چہرے پر فتح مندی کی مسکراہٹ تیر رہی تھی ـــــ

فون کی گھنٹی کافی دیر تک اس کا دماغ خراب کرتی رہی صبح ہی صبح نجانے کس کے پیٹ میں درد اٹھا تھا جو عمران کو فون کر بیٹھا، گھنٹی وقفے وقفے سے گونج رہی تھی عمران کافی دیر تک صبر کئے رہا لیکن فون خاموش ہونے کا نام ہی نہیں لیتا تھا ــــ چار و ناچار اُسے لحاف کے اندر سے ہاتھ نکالنا ہی پڑا۔ رسیور اٹھا کر اس نے کان سے لگا لیا چہرے پر کچھ ایسے ہی اثرات تھے جیسے فون کرنے والے کو جی بھر کے گالیاں سنانے کا ارادہ ہو ــــ

"اعلیٰ نسل کا مرغا بول رہا ہے کیونکہ وہی اتنی صبح بانگ دیتا ہے" ــــ عمران کے لہجے میں زہریلا پن تھا ــــ

"بی زیڈ اسپیک"۔۔۔
"طاہر۔۔۔کیا بات ہے۔۔۔؟" عمران یکدم سیدھا ہو گیا۔
"جناب ایک خبر"۔۔۔
"جلدی بکو مختصر۔۔۔مختصر"۔۔۔
"جناب صفدر کا کہیں پتہ نہیں ہے تمام ممبر ناکام واپس آئے اس کی کار سیون اسٹریٹ کے فٹ پاتھ کے ساتھ دائیں طرف کھڑی ہوئی مل گئی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اُسے اغوا کر لیا گیا ہو۔۔۔" دوسری جانب سے آواز آئی۔۔۔
عمران کی پیشانی شکن آلودہ ہو گئی۔۔۔
"یہی بات ہو گی۔۔۔ورنہ صفدر اپنے فرائض میں کوتاہی نہیں کرتا"۔۔۔
"جی ہاں جناب اس کے علاوہ کیا سوچا جا سکتا ہے"۔
"خیر اور ستاؤ"۔۔۔
"بلیک چارلی سگریٹ بنانے والی کمپنی نہ ہمارے ملک میں ہے نہ ہی کہیں اور کے بارے میں اطلاع ملی یہ بات مجھے اپنے ذرائع سے معلوم ہوئی"۔۔۔
"کہتے رہو میں سُن رہا ہوں"۔۔۔
"بس جناب اور کیا بتاؤں۔۔۔"؟
"تنویر کو انسپر کلب میں پہنچا دو جہاں تک معلومات

حاصل ہوسکیں وہ حاصل کرے اپنے آپ کو بچا کر رکھے اور انسان بن کر کام کرے "۔۔۔

"او کے جناب "۔۔۔ آواز آئی ۔۔۔۔

" نعمانی کو تنویر کے تعاقب میں لگا دینا "۔۔۔

" ایسا ہی ہوگا جناب "۔۔۔ آواز آئی ۔۔۔۔

" بس ۔۔۔ تم کو اور کچھ کہنا ہے ۔۔ ؟"

عمران نے پوچھا ۔۔۔۔

" نو سر "۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا ۔۔۔

" او ، کے "۔۔۔ عمران نے کہا ۔۔۔۔

" خدا حافظ "۔۔۔ دوسری جانب سے طاہر کی آواز آئی ۔

" خُدا حافظ "۔۔۔

عمران نے رسیور کریڈل پر ڈال دیا ۔۔۔ سرہانے رکھے ہوئے ٹائم پیس پر اس کی نظر پڑی ۔۔۔ پونے چھ بج رہے تھے صبح کی سپیدی ابھی پوری طرح نمودار نہیں ہوئی تھی ۔۔۔۔

" سلیمان کا بچہ بچے سے پہلے نہیں اُٹھے گا "۔۔۔ وہ بڑبڑایا لحاف کو سر تک ڈال کر اس نے دوبارہ خراٹے لینا شروع کر دیئے لیکن اچانک ہی وہ چونک گیا وجہ بھی معقول تھی دھپ کی آواز ہلکے سے آئی تھی لیکن اس کے حساس کانوں نے فوراً سُن لیا۔ اُلّو کی طرح دیدے نچاتے ہوئے اس نے چاروں

جانب دیکھا اور پھر اس کی نظریں اپنے کمرے کے دروازے کی طرف اُٹھ گئیں جو بند تھا ——

سڑک کی طرف کھلنے والی کھڑکی سے تھوڑی بہت روشنی گزر کر اندر آ رہی تھی جس کی وجہ سے وہاں اتنا اُجالا تھا کہ سب کچھ آسانی سے دیکھا جا سکتا تھا ——

عمران کی نظریں دروازے پر تھیں ۔۔ کان کسی آہٹ کو سننے کے لئے بے تاب تھے اور ذہن آنے والے لمحات سے نپٹنے کی تیاری میں لگا ہوا تھا اس کی چھٹی حس آہستہ آہستہ پھڑک کر اسے خطرے سے آگاہ کر رہی تھی اسے احساس دلا رہی تھی کہ وہ خطرے میں ہے اور محض اپنی چھٹی حس پر ہی بھروسہ کر کے وہ کئی مرتبہ موت کے منہ سے بچ نکلا تھا وہ اپنی چھٹی حس کا ممنون تھا جو خطرے کے وقت اس کی تمام قوتیں بیدار کر کے اسے دشمن کی جانب سے چوکنا کر دیتی تھی ——

اچانک دروازہ دھڑام سے کھلا اور کوئی سر سے لیکر پیر تک سنہری رنگ کا لباس پہنے ہوئے اندر داخل ہوا اس کی نقاب میں سے جھانکتی ہوئی آنکھوں کی جگہ چشمے کے شیشے دکھائی دے رہے تھے پہچان لئے جانے کے ڈر سے سنہری لباس والے نے اپنی آنکھیں بھی چھپا لی تھیں اس کے بائیں ہاتھ میں ریوالور چمک رہا تھا نال پر لگا ہوا نفیس سائلنسر اس بات

کی غمازی کر رہا تھا کہ ریوالور شور بالکل نہیں مچاتا عمران نے اپنے جسم سے لحاف اُتار پھینکا وہ واضح طور پر کانپ رہا تھا ——
"تت ..... تم .... آسمانی مخلوق ہو گیا بھائی ——؟" وہ بُری طرح لرزتے ہوئے سنہری لباس والے سے مخاطب ہُوا اس کے چہرے پر بھی خوف زدگی کے اثرات جمع ہو چکے تھے ——
"مسٹر عمران تم میرے ہاتھ میں ریوالور دیکھ رہے ہو" ——
سنہری لباس والے کی آواز میں خونی بھیڑیئے کی سی غراہٹ تھی۔ عمران دِل ہی دِل میں مسکرا اٹھا اس نے شناخت کر لیا تھا کہ سنہری لباس والا آواز بدل کر اُسے دھوکہ دے رہا ہے ——
"جی ... جی ... دیکھ رہا ... ہوں" —— عمران نے بوکھلا کر جواب دیا ظاہر ہے یہ سب ایکٹنگ رہی ہو گی ——
"تم بلیک چارلی کے اسرار کو کھولنے کے لئے تگ و دو کر رہے ہو اور چارلی تمہارے سر پر موت بن کر کھڑا ہُوا ہے" ——
"عزرائیل کے رشتے دار ہو ——؟"
"میں بکواس سننے کا عادی نہیں ہُوں" ——
"فالتو بات میں بھی نہیں کرتا" ——
"بلیک چارلی کی راہ سے ہٹ جاؤ" ——
"بے وقوفی والی بات کر رہے ہو" ——

"تم بے موت مارے جاؤ گے"۔۔۔۔

"موت کا ایک دن مقرر ہے پیارے تیرے جیسے دس بھی ٹائم سے پہلے مجھے نہیں مار سکتے"۔۔۔۔

عمران کے لہجے میں بے حد سفاکی تھی۔۔۔۔

"مجھے علم تھا کہ گھی سیدھی انگلیوں سے نہیں نکلے گا"۔۔۔۔

"انگلیاں ٹیڑھی کرلو سنہری ناگن"۔۔۔۔

"عمران !!!" بلیک چارلی دانت پیس کر غرایا۔۔۔۔

"یس کالے چارلی۔۔۔؟" عمران کا انداز پارہ چڑھانے والا تھا "تم میرا راز حل کرتے ہوئے ملک عدم پہنچ جاؤ گے مگر راز پھر بھی راز رہے گا"۔۔۔۔ چارلی نے پُراسرار انداز میں جواب دیا۔۔۔۔

"اگر خدا کو منظور ہوا تو ویسے میرے لئے یہ فرض اہمیت رکھتا ہے اس صدِ خاکی کی کیا اہمیت ہے اللہ لے لے یا بندہ لے لے"۔۔۔۔ عمران نے مطمئن انداز میں جواب دیا۔۔۔۔

"مجھے یہی توقع تھی کہ تم نہیں مانو گے اس کے لئے میں تمہاری موت کا فیصلہ بھی کر کے آیا تھا میرے ماتحتوں کا کہنا یہی ہے کہ تم کو راہ سے ہٹا دیا جائے"۔۔۔۔ بلیک چارلی ریوالور پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے بولا۔۔۔۔

"تو پھر بسم اللہ۔۔۔۔ رام بھلی کرے گا چڑھ جا بیٹا

سول پر ——

"ڈز ——— ڈز" ———

چارلی نے کسی توقف کے بغیر ٹریگر دبا دیا پہلی گولی عمران کے بالوں کو چھوتی ہوئی گزر گئی دوسری گولی کے چلنے تک وہ مسہری کے پیچھے تھا اس کی نظریں چارلی کے ریوالور والے ہاتھ پر جمی ہوئی تھیں ——

"ڈز ——— ڈز ——— ڈز" ———

لگاتار تین گولیاں عمران کی طرف لپکیں لیکن وہ سنگ آرٹ کا مظاہرہ کر کے اپنے آپ کو صاف بچا گیا گولیاں دیوار سے ٹکرا کر اچٹنے کے سوا تے کچھ نہ کر سکیں ——

عمران مسہری کے قریب کھڑا پلکیں جھپکا رہا تھا ——

"سنگ ہی میرے بچپن کا دوست تھا لیکن اس نے یہ فن مجھے نہیں سکھایا" ——— چارلی نے ایسے لہجے میں کہا جس میں حیرت کا عنصر شامل تھا ——

"وہ مجھے چالاک تصور کرتا ہے اور میں سنگ ہی کو چچا"

"تمہاری چالاکی میں دیکھونگا" ———

"ریوالور میں شاید ایک ہی گولی ہو اعشاریہ تین پانچ کا ریوالور ہے ——؟"

آخر میں عمران کا لہجہ سوالیہ ہو گیا ——

"یہ آخری گولی تمہاری موت ہو گی"۔۔۔۔
"تو اسے بھی آزما کر دیکھ لو پیارے"۔۔۔۔
چارلی جواب میں کچھ نہ بولا اس نے ریوالور کو آہستہ آہستہ جنبش دی اور عمران کی طرف بڑھنے لگا عمران پوری طرح تیار تھا مسہری کے قریب چارلی رک گیا اچانک ہی عمران مسہری کی جانب جھکا۔۔۔ چارلی اچھل گیا۔۔۔۔
عمران کے دائیں پیر کی بھرپور ٹھوکر اس کی کلائی پر پڑی ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل گیا اور عمران نے چارلی پر چھلانگ لگا دی وہ اسے رگیدتا ہوا دروازے تک لے آیا عمران اسے کئی منٹ تک رگیدتا رہا۔۔۔۔
اچانک ہی اس نے دونوں ٹانگوں کی مدد سے عمران کو اچھال دیا عمران مسہری پر جا گرا چارلی نے جمپ لیا اور عمران کے اوپر جا گرا عمران اگر کروٹ نہ بدلتا تو چارلی اس کے اوپر ہی ہوتا عمران کے بروقت قدم اٹھانے سے چارلی اوندھے منہ گرا عمران نے یکے بعد دیگرے دو تین ہاتھ اس کی پشت پر جما دیئے پھر اس کی ٹانگیں پکڑ کر اسے پلٹ دیا چارلی فرش پر گرتے ہی اٹھ کھڑا ہوا مگر عمران پوری طرح چوکنا تھا۔۔۔
چارلی کے کھڑے ہوتے ہی اس نے اپنے دائیں پیر کو حرکت دی چارلی چونکا عمران اپنی جگہ سے اچھلا اور پھر اس کی بائیں ٹانگ فرش سے چھ فٹ اوپر اٹھی اور چارلی کے چہرے

پر بھرپور ضرب پڑی وہ لڑکھڑا کر رہ گیا ——
اس کے حلق سے کراہ خارج ہو گئی ——
عمران اس کے سامنے کھڑا اُسے کسی طرح قابو کرنے کی ترکیب سوچ رہا تھا اچانک ہی چارلی نے دائیں طرف جھکاتی لی ——
اور عمران یہیں مار کھا گیا چارلی نے اُسے صرف دھوکہ دیا تھا وہ بھی دائیں طرف جُھک گیا تھا اس لئے چارلی کو وار کرنے کا موقع مِل گیا کسی ماہرِ جمناسٹر کی طرح اڑتے ہوئے اس نے دونوں ٹانگیں عمران کے سینے پر دے ماریں وہ اُچھل کر دیوار سے جا ٹکرایا ابھی سنبھل بھی نہ پایا تھا کہ اُسے پُشت پر زبردست ضرب ——
پڑنے کا احساس ہوا وہ فوراً گھوم گیا چارلی دُوسرا گھونسہ مارنے کی تیاری کر رہا تھا لیکن اس میں وہ کامیاب نہ ہو سکا عمران نے ۔
اس کا بازو تھام کر کسی قدر موڑ دیا چارلی دوہرا ہو گیا اسی وقت عمران نے اس کے ٹخنے پر ضرب لگائی وہ لچک کر گر گیا لیکن گرتے ہی وہ اُلٹی قلا بازی کھا کر کھڑا ہو گیا اس نے عمران کی گُدّی تھام لی عمران اس کے دونوں بازو تھامے ہوئے تھا ——
عمران کا حریف پتلا دُبلا ضرور تھا لیکن اس کا جسم فولاد کی مانند معلوم دے رہا تھا پھُرتی اس میں اس قدر تھی کہ عمران خود حیرت کر رہا تھا ——
اچانک چارلی نے عمران کو دُوسری جانب دھکا دے کر

مغربی گوشے میں چھلانگ لگا دی عمران نے اس کے عقب میں چھلانگ لگا دی اس وقت تک چارلی دروازے کے قریب پہنچ چکا تھا عمران اُسے گھورنے لگا قدموں کی آوازوں نے اُسے چونکنے پر مجبور کر دیا مگر قدموں کی آہٹ سے اس نے سلیمان کی آمد محسوس کرلی ـــــ جونہی دروازہ کھلا چارلی نے سلیمان کو بس اچانک ہی پُشت سے پکڑ لیا عمران نے حرکت میں آنا چاہا لیکن چارلی نے سلیمان کو اُٹھا کر اس پر پھینک دیا اور خود دروازے سے باہر نکل گیا ـــــ

عمران کو لیتے ہوئے سلیمان فرش پر آ رہا اس کے حلق سے فلک شگاف چیخیں نکل رہی تھیں عمران اس کے نیچے دبا ہُوا تھا جب کہ چارلی فرار ہو چکا تھا ـــــ

"ابے گلا کیوں پھاڑ رہا ہے وہ تیرا سُسر فرار ہو گیا" عمران کھڑے ہوتے ہوئے غرّایا ـــــ

"ہائے میں مرگیا ـــــ میری کمر.....؟" سلیمان کراہا ـــــ

"تو کہاں سے آن مرا اس وقت، سارا کام خراب کر دیا"

"میں چائے کا پوچھنے .....

"ابے یہ کوئی پوچھنے والی بات تھی ـــــ"؟

"یہ کون تھا جناب اور یہاں کیوں آیا تھا ـــــ"؟

"یہ بلیک چارلی تھا ـــــ حکومتِ پاکیشیا کو مطلوب ایک

مجرم جس کی دہشت سے سارا یورپ لرزتا ہے" عمران یہ کہہ کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا ۔ بالکل ایسے جیسے وہاں چارلی موجود ہو ۔۔۔

ابنِ صفی بی اے
ایس قریشی
اور
مظہر کلیم ایم اے
جیسے عظیم راسٹلوں
کی عمران سیریز
اور
بچوں کے نامور
مصنّف
لے حمید اور
اشتیاق احمد کے
ناولوں کا واحد مرکز

میں شیر شاہ

حمید لائبریری

اوقات کار
روزانہ مغرب
کی نماز تا رات
۹ بجے

اسکول کی کتابوں کی حفاظت کے لئے بہترین، مضبوط، پائیدار اور دیدہ زیب جلدیں بنوائیں ۔ مناسب دام، اعلیٰ کام

پتہ

محمدی روڈ | بلاک بی | 16 اسٹریٹ | کالونی شیر شاہ | کراچی 28

السپر کلب کے ہال میں وہ کاؤنٹر کے قریب تیسری میز پر بیٹھا ہوا تھا اس کے جسم پر بلیو رنگ کی جیکٹ اور سفید پینٹ نظر آ رہی تھی ——

چہرے پر کھلنڈرے نوجوان جیسا میک اپ تھا سر پر لمبے بالوں کی وِگ نے اُسے خاندانی ہپی بنا دیا تھا وہ تقریباً چھ گھنٹے سے وہاں بیٹھا ہُوا تھا جس وقت وہ وہاں آیا تھا کلب میں ایک بھی آدمی نہیں تھا پھر رفتہ رفتہ گاہک آنے شروع ہوئے تھے جن میں زیادہ تر عجیب قسم کے جوڑے تھے، عجیب یوں کہ ادھیڑ عمر کے مردوں کے ساتھ وہاں زیادہ تر نوجوان اور اوباش لڑکیاں نظر آ رہی تھیں ——

کاؤنٹر پہ بیٹھے ہوئے نوجوان کو تنویر کئی بار دیکھ چکا تھا وہ تنویر کو یک ٹک گھورے جا رہا تھا اور جونہی تنویر اس کی طرف دیکھتا وہ دُوسری طرف متوجہ ہو جاتا تنویر کو اس سے کوئی غرض نہ تھی وہ اپنے کام سے کام رکھنے کا عادی تھا ایکسٹو نے اُسے صرف ہاں معلومات حاصل کرنے بھیجا تھا جب کہ تنویر بار بار اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر انہیں تر کرنے کی کوشش کر رہا تھا اس کی وجہ بھی معقول تھی شراب کی بوتلیں اس کی ناگوار بُو اور کاک اڑانے کی آوازیں اس کے وجود کو ہلا رہی تھیں وہ بار بار شراب پینے کے متعلق سوچتا لیکن ایکسٹو کے عتاب کا تصوّر اس کو لرزا کر رکھ دیتا وہ چوکنا ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا ——

"میرا ہر آدمی میری نگاہ میں ہے" ——

ایکسٹو کا یہ جُملہ وہ کئی بار سُن چکا تھا اگر وہ شراب پی لیتا تو یقیناً ایکسٹو کو اس کی اطلاع مِل جاتی اور پھر.....

اس سے آگے تنویر کچھ نہ سوچ سکا — کرسی کھسکنے کی آواز نے اس کی سوچ کا تسلسل بگاڑ کر رکھ دیا اس نے چونک کر سر اُٹھایا — ایک اجنبی نوجوان کو کرسی پہ بیٹھتا دیکھ کر اس کا دماغ سُلگ اُٹھا ——

"اے مسٹر یہ میز ریزرو ہے" ——

تنویر کے لہجے میں غراہٹ تھی ——

"اور کہیں جگہ بھی نہیں ہے"——
"تو میں کیا کروں——"؟
"خاموشی اختیار کرو"——
نوجوان کے لہجے میں سنجیدگی تھی——
"خاموشی کے بچے بکواس مت کرو"——
تنویر کی آواز بلند ہو گئی——
"لینگویج پلیز مسٹر"——
تنویر نے اس کے بعد کچھ نہ کہا اس کے چہرے پر مبک اپ کی وجہ سے سپاٹ پن دکھائی دے رہا تھا تنویر کاؤنٹر کی طرف متوجہ ہو گیا وہ ابھی تک تنویر کی طرف دیکھ رہا تھا لیکن اُسے اپنی طرف متوجہ پا کر اس نے اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کر دیا——

سگریٹ:——

تنویر کے سامنے بیٹھے ہوئے نوجوان نے تنویر کی طرف سنہری رنگ کا پیکٹ بڑھا دیا——
"شکریہ"——
تنویر خشک لہجے میں بولا——
"پلیز—— میں اپنی غلطی کی معافی چاہتا ہوں"——
نوجوان کے لہجے میں معذرت تھی کہ وہ نوجوان کے معذرت

ملب کرنے پر بہت خوش ہوا ہو ـــ اس نے کچھ کہے بغیر ـــ
پیکٹ سے ایک سگریٹ کھینچ لی ـ منہ سے لگاتے ہی ـ
نوجوان نے لائٹر سے شعلہ دکھایا لمبا کش لے کر تنویر نے برا
سا منہ بنایا اور دھواں فضا میں اگل دیا اس کے ارد گرد دھوئیں
کی باریک سی چادر تن گئی لیکن اس بار تنویر نہ دیکھ سکا کہ کاؤنٹر
مین اس کی طرف دیکھ دیکھ کر نجانے کیوں مسکرا رہا تھا ـــــ
چار چھ کشوں نے تنویر کی آنکھوں سرخ کر دیں سگریٹ
اس کے ہاتھ میں لرزنے لگی ـــــ
" یہ کیسا سگریٹ ہے مسٹر ـــ ؟"
تنویر نے نوجوان کو گھورا ـــــ
" بلیک چارلی "ـــــ
نوجوان کا لہجہ پراسرار تھا ـــــ
بلیک چارلی کا نام سن کر تنویر کا ذہن بھک سے اڑ گیا اور
اس نام کے ساتھ ہی اس کے ذہن کے پردے پر جو نام ابھرا
وہ ایکسٹو چیف آف دی سیکرٹ سروس کا تھا ـــــ
لیکن وہ اپنے ڈولتے ہوئے ذہن پر قابو نہ رکھ سکا ـ
" نوجوان تمہارا نام کیا ہے ـــــ"؟
" موت "ـــــ
" کیا ..... ہوں ..... ہوں کیوں مذاق کرتے ہو یار "ـــــ

تنویر نے بے ڈھنگے انداز میں ہنستے ہوئے کہا وہ اپنے آپ سے بے گانہ دکھائی دے رہا تھا ـــــ

"آؤ میں تم کو اپنے گھر والوں سے ملاؤں" ـــــ

"مجھے نیند آرہی ہے" ـــــ

"تو پھر میرا فرض ہے تم کو تمہارے گھر چھوڑ آؤں" ـــــ

"تم کتنے سوئیٹ ہو" ـــــ

"بعد میں معلوم ہوگا" ـــــ

نوجوان ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولا اس کے لہجے میں بے حد پُراسراریت تھی لیکن اس کا جُملہ شائد تنویر نے نہیں سنا تھا ورنہ وہ خاموش نہ رہتا ـــــ

نوجوان نے اپنی جیب سے ایک بڑا نوٹ نکالا اور میز پر رکھے ہوئے ایش ٹرے کے نیچے دبا کر کھڑا ہو گیا ـــــ

"آؤ چلیں" ـــــ

وہ تنویر کا بازو پکڑتے ہوئے بولا ـــــ

"چچ ـــ چچ ـــ چلو ـــ چلو" ـــــ

تنویر کے انداز سے ایسا ہی معلوم دے رہا تھا جیسے وہ نیند میں بول رہا ہو نوجوان اُسے سہارا دیئے ہوئے صدر دروازے سے باہر نکل آیا ـــــ

"میرا سر گھوم رہا ہے" ـــــ تنویر ایک ہاتھ سے سر پکڑتے

ہوتے بولا ——
" سردی کی وجہ سے "——
نوجوان بولا ——
"میرا دماغ پھٹا جا رہا ہے"——
" میں تم کو کاندھے پر اُٹھا لیتا ہوں"——
نوجوان بولا پھر اس نے تنویر کے جواب کا انتظار کئے بغیر اُسے کاندھے پر لادھا اور سفید رنگ کی ڈاٹسن کی طرف بڑھ گیا تنویر کو پچھلی سیٹ پر ڈالتے ہوئے اس نے فوراً محسوس کر لیا کہ وہ بُری طرح مدہوش ہو چکا ہے"——
اسٹیرنگ سیٹ سنبھال کر اس نے چابی لگائی اور چند منٹ بعد کار مین گیٹ سے نکل کر شہر کی پُر رونق سڑک پر دوڑ رہی تھی نوجوان کی آنکھوں کی چمک کسی فتح مندی کی ترجمان تھی اس کے ہاتھ اسٹیرنگ پر مضبوطی سے جمے ہوئے تھے آدھی رات کا وقت تھا اسی لئے سڑکیں سنسان تھیں بازار بھی پوری طرح بند ہو چکے تھے —— الفن اسٹریٹ مکمل طور پر سنسان نظر آتی اگر اس پر نوجوان کی سفید ڈاٹسن نہ دوڑ رہی ہوتی —— وہ لمحہ بہ لمحہ اس کی رفتار میں اضافہ کئے جا رہا تھا۔
" کیا گھر آگیا ——؟"
پچھلی سیٹ سے تنویر کی مدھم آواز اُبھری ——

"نہیں! تم خاموش پڑے رہو"——
نوجوان کے لہجے میں سختی تھی——
"ہوں"——
تنویر نے صرف 'ہوں' کرنے پر اکتفا کیا——
کار دوڑتی رہی——اور سڑکیں بدلتی رہی زینت اسٹریٹ کے دوسرے چوراہے سے کار ٹرن کرتے ہوئے نوجوان—— اچانک بوکھلا گیا——وجہ بھی معقول تھی سامنے سے سیاہ رنگ کی کار پوری اسپیڈ سے اڑی چلی آرہی تھی نوجوان نے پوری قوت سے اسٹیرنگ موڑ دیا کار کے چاروں وہیلوں نے احتجاجی چیخیں بلند کیں پھر وہ چرچراتے ہوئے گھومے اور کار دس انچ اونچی فٹ پاتھ پر چڑھ کر الیکٹرک پول سے جا ملی لیکن ایسے کہ نہ کار کو نقصان پہنچا نہ ہی الیکٹرک پول کو——نوجوان نے بڑی پھرتی دکھائی تھی ورنہ سامنے سے آنے والی کار سے تصادم ضروری تھا نوجوان نے دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا سیاہ کار تھوڑے—— فاصلے پر کھڑی ہوئی تھی اُسے سیاہ کار والے پر اس قدر شدید غصہ آیا کہ وہ سوچے سمجھے بغیر کار کی طرف چل دیا——
اسٹیرنگ پر بیٹھا ہوا شخص اُسے کار کی طرف آتا دیکھ کر باہر نکل آیا——
وہ لمبے قد اور کسرتی جسم کا مالک تھا چہرے پر تاریک

شیشوں کی عینک رات میں کچھ عجیب سی معلوم دے رہی تھی۔ چہرے پر کلین شیو نے اُسے باذب نظر بنا دیا تھا ——

"اگر تمہاری کار سے ٹکرا جاتی تو ——؟"

نوجوان کے لہجے میں بھیڑیئے کی سی غراہٹ تھی ——

"تو کیا ہوتا تم مر جاتے یا میں ——؟"

سیاہ کار والے نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"کیا تم ہوش میں ہو ——؟"

نوجوان دھاڑا ——

"بالکل اسی طرح جس طرح تم تھے ——"

"تو پھر کار چلانے میں اتنی ماہر ہو ——"

"نہیں —— میں جان بوجھ کر تم کو روکنا چاہتا تھا" ——

"کیا مطلب ——؟"

نوجوان اتنی زور سے چونکا جیسے اسے بجلی کا شاک لگا ہو یا پھر جیسے اس نے نادانستگی میں دہکتے ہوئے انگارے پر پاؤں رکھ دیا ہو ——

"میرا تمہارا کیا واسطہ ——؟"

نوجوان نے حیرت بھرے لہجے میں دریافت کیا ——

"میرا تمہارا واسطہ نہیں بھی ہے تو کیا ہوا تمہاری کار میں موجود نوجوان سے تو میرا گہرا تعلق ہے" ——

"تم اس کے ساتھی ....."

"بس ریوالور نکالنے کی کوشش مت کرو کیونکہ تم پہلے ہی ریوالور کی زد میں ہو اگر یقین نہ ہو تو عقب میں دیکھ لو"۔

نوجوان کی بھنویں سکڑ گئیں اس کی آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی ۔۔۔ عقب میں کھڑے ہوئے شخص کو اس نے دیکھ لیا تھا وہ چہرے پر نقاب سجائے اپنے ہاتھ میں ریوالور لئے اُسے پوری طرح کور کئے ہوئے تھا سیاہ کار والے نے اس کی بوکھلاہٹ پر ہلکا سا قہقہہ لگایا ۔۔۔

"اب کیا ارادہ ہے مسٹر....."

ڈاٹسن والے نے سیاہ کار والے کی بات کا کوئی جواب نہ دیا ۔۔۔

"کیا تم خاموشی کے ساتھ چلنا پسند فرماؤ گے ۔۔۔"

"نہیں ۔۔۔ تم مجھے کہیں نہیں لے جا سکتے سمجھے"۔۔۔

"سمجھ گیا میری جان ....."

کھٹاک ۔۔۔ کھٹاک ۔۔۔

سیاہ کار والے ہیں نجانے کس قدر پھرتی تھی صرف آنکھ کا اشارہ دے کر اس نے نوجوان کے سر پہ دو ہاتھ جما دیئے ۔۔۔

نوجوان کو اس سے فی الحال اس قسم کی کوئی امید نہ

تھی وہ کراہ اُٹھا ـــــ

تیسرے ہاتھ نے کنپٹی کو نشانہ بنایا اور نوجوان لہراتا ہوا زمین پر آنے لگا ـــــ

سیاہ کار والے نے اُسے فوراً سنبھال لیا پھر اُسے کار کی پچھلی سیٹ پر ڈال کر دروازہ بند کر دیا اُسے اچھی طرح یقین تھا کہ نوجوان چار گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آئے گا ـــــ

"تم نے تنویر کو اپنی کار میں ڈال لیا ـــــ؟"

سیاہ کار والے نے کہا ـــــ

"یس سر" ـــــ

نقاب پوش نے ریوالور جیب میں رکھتے ہوئے جواب دیا ـــــ

"اب تم اُسے اپنے فلیٹ پر لے جاؤ" ـــــ

"او کے جناب" ـــــ

"احتیاط کی ضرورت ہے" ـــــ

"آپ بے فکر رہیں جناب" ـــــ

"بس اب تم جا سکتے ہو" ـــــ

"تھینک یُو جناب" ـــــ

"آئندہ احکامات تک اس کے ساتھ ہی رہنا" ـــــ

"رائٹ جناب ــ خُدا حافظ" ــــــ

"خُدا حافظ" ــــــ

نقاب پوش سڑک کے درمیان کھڑی ہوئی کار کی طرف بڑھ گیا اور چند لمحوں بعد اس کی کار وہاں سے روانہ ہو گئی ــــ دیکھتے ہی۔ دیکھتے وہ سیاہ کار والے کی نظر سے اوجھل ہو گئی نقاب پوش کے جانے کے بعد سیاہ کار والے نے اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ اگنیشن میں چابی موجود تھی ــــــ

اسے گھماتے ہی کار کا نفیس انجن جاگ اُٹھا ــــ ریورس گیر بدل کر اس نے کار بیک کی پھر گیر بدل کر ایکسیلیٹر پر پیر کا دباؤ بڑھاتا چلا گیا کار ایک جھٹکے کے ساتھ اُٹھی اور ٹرن لے کر سڑک پر دوڑنے لگی اس کی رفتار میں ہر منٹ کے بعد اضافہ ہوتا چلا گیا ــــــ

آخری وقت میں سنسان سڑک پر سیاہ کار کی اسپیڈ نوّے تک پہنچ چکی تھی رفتار بتانے والی سوئیاں بُری طرح لرز رہی تھیں نوجوان نے کار کی تمام لائٹیں بند کر رکھی تھیں صرف ٹیل لائٹ روشن تھیں ــــــ

چند منٹ بعد ہی کار ایک بُلند و بالا عمارت کے گیٹ پر رکی اس نے تین مرتبہ ہارن دے کر اپنے چہرے سے چشمہ اُتار کر سیٹ پر رکھ دیا پھر دوسرے ہاتھ سے سر

کے بال پکڑ کر کھینچے ـــــ ذرا سا جھٹکا لگنے پر وہ اس کے
ہاتھ میں آ گئے ـــــ اب عام آدمی بھی آسانی سے احمقِ اعظم
کو پہچان سکتا تھا ـــــ

آنکھ کھلی تو اُسے اپنے گرد دُھند سی دکھائی دینے لگی وہ آنکھیں مل کر چاروں طرف دیکھنے لگا — نیم تاریک کمرہ تھا جس کی چھت فرش سے دس فٹ بُلند رہی ہوگی اسی میں جالی دار روشن دان فٹ تھا جہاں سے قدرتی روشنی چھن کر کمرے میں آرہی تھی ورنہ وہاں روشنی کا کوئی دُوسرا انتظام نہ تھا نہ ہی کمرے میں کوئی ایسی شے تھی جس سے صفدر کچھ کام لے سکتا کمرے میں سوائے اس کے اور کوئی نہ تھا —

اس کے سر میں شدید درد کی لہر اُٹھی اوہ سر تھام کر بیٹھ گیا ——

گزرے ہوئے واقعات کسی فِلم کے متحرک مناظر

کی طرح اس کی آنکھوں کے سامنے آتے چلے گئے ـــــ

آخری خیال بے حد رُوح فرسا تھا کہ صفدر مجرم کی قید میں پہنچ چکا تھا اسی خیال نے اس کے جسم میں بجلی بھر دی ـــــ سر کی تکلیف بھُول کر وہ کھڑا ہو گیا اس سے بہت بڑی غلطی ہوئی تھی انسانی فریضے کے تحت اس نے ایک کام کرنا چاہا تھا لیکن اُسے اتنا علم نہ تھا کہ مجرموں کی ایک چال یہ بھی ہے اور وہ چوہے کی طرح مار لیا جائے گا ـــــ

جو ہوا سو ہوا لیکن اب وہاں سے فرار کا مسئلہ صفدر کے لئے پریشان کن تھا کمرے کی چار دیواروں میں سے کسی ایک میں بھی دروازہ نہیں دکھائی دے رہا تھا ورنہ وہی صفدر کا معاون ثابت ہوتا نجانے وہ کتنے گھنٹے سے بے ہوش تھا اس کے ہاتھ سے رسٹ واچ بھی اُتار لی جا چکی تھی جامہ تلاشی میں اس کا ریوالور اور پرس بھی نکال لیا گیا تھا صفدر کو ان چیزوں کی کچھ زیادہ فکر نہ تھی ـــــ

پرس میں مجرموں کے مطلب کی کوئی چیز نہ تھی صفدر کو اچھی طرح یاد تھا کہ اس کے پرس میں سوائے چند نوٹوں کے کوئی ایسی شے نہ تھی جس کے ذریعے وہ اس کا راز فاش کرتے ـــــ

اچانک ہی اس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی

قدموں کی بے حد مدھم آواز سے بھی اس نے اندازہ لگا لیا کہ آنے والا وہیں آ رہا ہے جہاں وہ قید تھا شکاری عقاب کی مانند اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی ـــــ

نجانے آنے والا کونسے رُخ سے آتا ـــــ صفدر مشرقی دیوار سے چپکا کھڑا ہوا تھا اور یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ مشرقی دیوار میں شگاف ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ پڑتا چلا گیا دروازے کے برابر دیوار پھٹ گئی مگر کوئی اندر نہ آیا۔ صفدر سانس روکے دیوار سے چپکا ہوا تھا ـــــ اس کی نظریں دروازے پر جمی ہوئی تھیں وہ احتیاط کے طور پر پلکیں بھی نہیں جھپکا رہا تھا ـــــ

سیاہ رنگ کی لمبی سی نال نے کمرے کے اندر جھانکا ـــــ

صفدر نے نال دیکھ کر اندازہ لگا لیا کہ وہ ٹامی گن کی نال تھی ـــــ

دو منٹ بعد ـــــ

ایک مردانہ پیر کمرے کے اندر آیا ـــــ

صفدر نے محسوس کیا کہ آنے والا بے حد چوکنا ہے دوسری ٹانگ کے اندر آتے ہی صفدر حرکت میں آگیا ـــــ اس نے ٹامی گن کی نال بس اچانک ہی تھام کر اندر

کی ظرف جھٹکا دیا ــــــــ

"اوغ" ــــــــ

کی آواز نکالتا ہوا ایک نوجوان مغربی دیوار سے جا ٹکرایا اس کی کھوپڑی دیوار سے اس طرح ٹکرائی کہ پھٹے بغیر نہ رہ سکی ــــــــ

خون کی پتلی سی لکیر اس کے چہرے پر رینگنے لگی ــــــــ

ٹامی گن صفدر کے ہاتھ میں تھی اس نے نال کا رُخ ــــ نوجوان کی طرف کر رکھا تھا ــــــــ

"نوجوان اپنی جگہ سے حرکت مت کرنا ورنہ تمہارے جسم کے سوراخ بھی کوئی نہ گن سکے گا" ــــــــ

صفدر کے لہجے میں بھیڑیئے کی سی غراہٹ موجود تھی ــــــــ

"تم یہاں سے کسی طرح بھی نکل نہ پاؤ گے" ــــــــ

"راستہ بھی تم ہی بتاؤ گے پیارے" ــــــــ

"یہ تمہاری بھول ہے" ــــــــ

"اوہ ــــ آئی سی" ــــــــ

تڑ ــــ تڑ ــــ تڑ ــــــــ

اس نے جملہ مکمل کرنے سے پہلے ہی اچانک رُخ بدلا اور دروازے کی طرف رُخ کر کے حفاظتی کھٹکا ہٹا دیا

درجنوں گولیاں آنے والے کی طرف بڑھیں اور دروازے سے اندر آنے والا دوسرا نوجوان فرش پر ڈھیر ہوگیا اس کے جسم میں سوراخ بن چکے تھے اس کے آنے کی صفدر نے آہٹ سن لی تھی ورنہ اس کی جگہ وہ خود موت کی وادی میں پہنچ گیا ہوتا کیونکہ وہ بھی ٹامی گن سے مسلح تھا ـــــ

صفدر کی توجہ ایک لمحے کے لئے پہلے نوجوان پر سے ہٹی اور اس نے صفدر پر چھلانگ لگا دی صفدر اتنا بھی بے خبر نہ تھا کہ آسانی سے مار کھا جاتا ـــــ

نوجوان اس کی پشت پر آ گرا ـــــ

صفدر نے پھرتی کے ساتھ ٹامی گن کا پچھلا حصہ اس کے پہلو میں دے مارا بُری طرح ڈکراتا ہُوا وہ فرش پر اوندھا ہوگیا ـــــ

صفدر نے تیزی سے گھوم کر دو تین بھرپور ٹھڈے اور جما دیں وہ ذبح کئے ہوئے بکرے کی طرح ڈکرانے لگا ـــــ

"کہو مزا آیا بہادری دکھانے کا ـــــ"؟

صفدر نے گن کا رُخ اس کی طرف کرتے ہوئے پوچھا۔

"نن ..... نن ..... نہیں"۔

نال کا رُخ اپنی طرف دیکھ کر وہ بوکھلا گیا ـــــ

صفدر کے چہرے پر بھیانک مسکراہٹ تیرنے لگی۔
"کھڑے ہو جاؤ"۔۔۔۔۔
صفدر غرایا۔۔۔۔۔
نوجوان نے کھڑے ہونے میں دیر نہیں لگائی۔۔۔۔۔
"اب میرے آگے، چلو"۔۔۔۔۔
"مگر کہاں"؟
"اس قید خانے سے باہر"۔۔۔۔۔
"مگر اس جگہ سے باہر نکلنے کا راستہ باس کے کمرے سے ہے اور باس کے کمرے میں ہم جانے سے پہلے ہی دھر لئے جائیں گے"۔۔۔۔۔
نوجوان نے کانپتی ہوئی آواز میں صفدر کو بتایا۔
"کیا تم ٹھیک کہہ رہے ہو"۔۔۔۔۔
صفدر نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔۔۔۔۔
گڑبڑا کر وہ نیچے دیکھنے لگا۔۔۔۔۔
"ہاں۔۔۔۔تم میری بات پر یقین کرو"۔۔۔۔۔
نوجوان بولا۔۔۔۔۔۔
"اچھا چلو۔۔۔۔دیکھا جائے گا"۔۔۔۔۔
صفدر نے کہا چار و ناچار نوجوان اس کے آگے چلنے لگا۔۔۔۔شگاف سے نکل کر اوپر جاتی ہوئی چند سیڑھیاں

تھیں جس کے دونوں طرف کمرے بنے ہوئے تھے۔
سیڑھیوں کے اختتام پر بھی دروازہ موجود تھا ــــــ
"اگر تم نے دھوکہ کیا تو مرنے سے پہلے تمہارا حشر بُرا
کر دُوں گا"ــــــ

"نن ... نہیں ــــــ تم مجھ پر بھروسہ رکھو ــــــ مگر بے
مارنا مت راستہ میں بتا دیتا ہوں باس اور اس کے آدمیوں
سے نپٹنا تمہارا کام ہے"ــــــ

نوجوان بُری طرح صفدر سے خوفزدہ ہوچکا تھا ــــــ
"تم اپنا کام جاری رکھو میں آگے سنبھال لونگا"ــــــ
صفدر نے غراتی ہوئی آواز میں نوجوان کو مخاطب کیا
اس نے کوئی جواب دیئے بغیر دروازے کے دائیں طرف
لگے ہوتے بریکٹ کو پکڑ کر گھما دیا ــــــ
دروازہ بے آواز طریقے سے کُھلتا چلا گیا ــــــ
"پہلے تم اندر چلو"ــــــ
صفدر نے مدھم لہجے میں اُسے حکم دیا وہ دروازے
سے نکل گیا ــــــ
صفدر نے ٹامی گن سنبھالتے ہوئے دروازے اند
قدم رکھا وہ ایک بڑا کمرہ تھا جس کے اندر دنیا بھر کا فرنیچ
نظر آرہا تھا ــــــ ہر چیز سلیقے سے اپنی جگہ پر بنی ہوئی

تیز روشنی کے بلب وہاں دن کا سماں باندھے ہوئے تھے ——

"اب ہم راہ داری میں نکلیں گے اور اس کے اختتام والا کمرہ باس کا ہے" ——

نوجوان نے صفدر کو مخاطب کر کے کہا ——

صفدر نے کوئی جواب نہ دیا وہ چاروں طرف کسی بھوکے شکاری کی طرح نظریں دوڑا رہا تھا ——

اس نے نوجوان کو آنکھ سے باہر چلنے کا اشارہ کیا۔

نوجوان دوسری طرف چل دیا ——

دروازے کا ہینڈل گھماتے ہوئے نوجوان نے ایک لمحے کے لئے صفدر کی طرف دیکھا اور ایک جھٹکے کے ساتھ دروازہ کھول دیا صفدر نے آگے بڑھ کر گن کی نال اس کی پشت پر جما دی اور دھکیلتا ہوا باہر نکل آیا وہ لمبی سی راہ داری تھی جس کے ایک طرف کمرے بنے ہوئے تھے داہنی طرف پتلی سی گلی تھی جس میں نام کو بھی روشنی موجود نہ تھی ——

البتہ راہداری میں کچھ روشنی تھی صفدر نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی اور آگے بڑھنے لگا ——

نوجوان اس کے آگے تھا اور ٹامی گن کی نال صفدر

نے اس کی پُشت پر جما رکھی تھی ـــــ

ابھی اس نے دو قدم ہی بڑھائے تھے کہ خطرے کے احساس نے اُسے رُکنے پر مجبور کر دیا لیکن اُسے دیر ہو چکی تھی ـــــ

یکدم ـــــ

پانچ نوجوان اندھیری گلی سے برآمد ہوئے اور صفدر کے جسم پر پانچوں کی اسٹین گنیں جم گئیں وہ پوری طرح صفدر کو گھیر کر کھڑے ہو گئے تھے ـــــ

صفدر کے ساتھ آنے والا نوجوان گھوم کر مسکرانے لگا ـــــ

صفدر دانت پیس کر رہ گیا ـــــ

وہ سمجھ گیا تھا کہ نوجوان اس سے فراڈ کر گیا ہے، وہ اتنی بُری طرح گھر چکا تھا کہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

ٹامی گن اس کے اصل مالک کے پاس پہنچ چکی تھی اور اگر صفدر ذرا بھی حرکت کرتا تو اس کے جسم میں سینکڑوں سُوراخ بن جاتے اور یہ خیال ہی رُوح فرسا تھا ـــــ

اپنے دونوں ہاتھ سر سے اونچے کر لو ـــــ

ایک نوجوان نے غُراتی ہوئی آواز میں صفدر

سے کہا ——
صفدر نے کسی پس و پیش کے بغیر ہاتھ بلند
کر دیئے ٹامی گن والے نے ہلکا سا قہقہہ لگایا ——
"تم ایک مرتبہ پھر ہمارے قبضے میں ہو" ——
اسی نے صفدر سے کہا ——
"وقت وقت کی بات ہے" ——
"یہ تو دُرست ہے مگر اب تم کو باس کے عتاب
سے کوئی نہ بچا سکے گا" ——
ٹامی گن والے نے اس کو گھورتے ہوئے بتایا۔
"اللہ مالک ہے" ——
صفدر طویل سانس لے کر بولا ——
"جانتے ہو یہ عتاب کیوں نازل ہوگا ——؟"
"نہیں" ——
صفدر کے لہجے میں لاپرواہی تھی ——
"تم نے نہ صرف اس کا ایک آدمی ختم کر دیا بلکہ فرار
کی بھی کوشش کی" ——
"یہ تو میرا فرض تھا" ——
"کونسا فرض" ——
"فرار ہونے کا —— ہر آدمی کو آزادی کا حق ہے" ——

"ہاں ـــ مگر باس ان باتوں کا قائل نہیں" ـــ

"اب
اِسے کہاں پہنچایا جائے۔"
ایک اسٹین گن بردار نوجوان نے ٹامی گن والے کو
مخاطب کیا ـــ

"کیا
باس موجود ہے" ـــ

"ہاں ـــ
خطرے کی گھنٹی اسی نے سنی تھی" ـــ
خطرے کی گھنٹی کا نام سن کر صفدر کی بھنویں سکڑ گئیں۔
اس کا خیال دُرست ثابت ہُوا ـــ

"تم نے مجھ سے فراڈ کیا ہے موقع ملے گا تو پہلے تم
کو جہنم پہنچاؤں گا" ـــ
صفدر کے لہجے میں خونخواری تھی ـــ

پہلے
خود جہنم جانے کی تیاری کرو" ـــ
بھگت لوں گا" ـــ
صفدر کا انداز بڑبڑانے والا تھا ـــ
"اِسے باس کے پاس لے جاؤ ـــ میں احمد کی لاش

ابع کرکے آتا ہوں "——
ٹامی گن والا صفدر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے
لا ——
" او کے جناب "——
اسٹین گن بردار نے جواب دیا——
" باس میری صلاحیتوں کو مانتا ہے اور اب تم بھی قائل
و چکے ہوگے "——
نوجوان نے صفدر پر طنز کیا——
" بکواس "——
صفدر منہ بنا کر بولا——
" چلو "——
اسٹین گن والے نے اس کی پشت میں نال کا دباؤ
ڈالتے ہوئے خشک لہجے میں کہا——
صفدر آگے چلنے لگا——
دو اسٹین گن بردار اس کے عقب میں تھے جب
کہ ایک دائیں بائیں اور پانچواں آگے چل رہا تھا وہ
سارے بے حد محتاط تھے انہوں نے راہ داری کے اختتام
پر بنے ہوئے کمرے تک صفدر کو کوئی موقع نہ دیا دروازہ
ان لوگوں کے قریب پہنچتے ہی آپ ہی آپ کھل گیا۔

پہلے آگے چلنے والا اسٹین گن بردار اندر داخل ہوا اس کے بعد صفدر پھر اس کے دائیں بائیں والے اور بعد میں عقب والے اندر داخل ہوئے ــــــ

وہ کمرہ کیا تھا ــــــ

اُسے اچھا خاصا ہال کہا جاسکتا تھا ــــــ

سرچ لائٹوں کی روشنی میں صفدر نے سامنے والی دیوار کے قریب رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھے تھے اور کوئی قابل دید چیز نہ تھی کرسی پر بیٹھے ہوئے شخص نے سر سے لے کر پیر تک سنہری لباس زیب تن کر رکھا تھا ــــــ

آنکھوں کی جگہ والے سوراخ میں سے چشمے کے شیشے واضح طور پر دیکھے جاسکتے تھے ــــــ

وہ سنہری پوش بلیک چارلی تھا جو صفدر کو دیکھتے ہی قہقہہ لگانے میں مصروف ہو گیا ــــــ

اور صفدر ہونقوں کی طرح اُسے دیکھنے لگا ــــــ

اُس کا لباس جگہ جگہ سے پھٹ چکا تھا بال
بکھرے اور جسم پسینے میں شرابور تھا ـــــ
اُوپری ہونٹ سوجھ کر رہ گیا تھا ـــــ دہانے سے
خون بہہ کر اس کی ٹھوڑی اور گردن پر پھیل رہا تھا ـــ
چہرہ انگلیوں کے نشانات سے سُرخ ہو رہا تھا ـــ
عمران نے اُسے بہت مارا تھا ـــــ
لیکن وہ کچھ قبولنے پر آمادہ ہی نہیں ہو رہا
تھا ـــــ

مسلسل دو گھنٹے اس نے نوجوان کو فٹ بال کی طرح ساؤنڈ پروف کمرے میں نچائے رکھا ——
لیکن —— وہ کچھ اتنا بے عزت اور ہٹ دھرم واقع ہوا تھا کہ عمران کا ہر سوال وہ نظر انداز کر جاتا
اب وہ صوفے پر اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی سانس بُری طرح پھول چکی تھی ——
عمران اُسے اس طرح گھور رہا تھا جیسے زندہ ہی کھا جانے کا ارادہ ہو ——
"مجھے پانی پلاؤ" ——
"مجھے مجرموں سے کوئی ہمدردی نہیں سمجھے" ——
"تم سوچ رہے ہو گے کہ شاید اس طرح مجھ سے قبلوا لو گے —— تو یہ تمہاری بے وقوفی ہے" ——
نوجوان نے اپنے چہرے سے خون صاف کرتے ہوئے کہا ——
اس کے لہجے میں نہ جانے کیا بات تھی کہ عمران دانت پیسنے لگا ——
ظاہر سی بات تھی ——
کہ
وہ کھلے الفاظ میں اُسے چیلنج کر رہا تھا ——

"تم سب کچھ قبولو گے پیارے ـــــ میرا نام بھی عمران ہے"ـــــ

عمران نے پُراسرار انداز میں مسکراتے ہوئے اُسے جواب دیا ـــــ

نوجوان اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی ـــــ مسکراہٹ دیکھ کر لرز گیا ـــــ

لیکن وہ اپنی کسی کمزوری کو عمران پہ ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا"ـــــ

"تمہارا نام عرفان ہو یا فرمان مجھے اس سے کوئی غرض نہیں"ـــــ

"مگر مجھے تم سے غرض ہے مسٹر"ـــــ

"میرا نام فرید ہے"ـــــ

"ہاں تو آپ تنویر کو اغوا کر کے کہاں لے جا رہے تھے"؟

"اپنے گھر ـــ کیوں کہ اس کی طبیعت خراب ہو رہی تھی"ـــــ

"بکواس

تم اُسے اغوا کر کے بلیک چارلی کے حوالے

کرنا چاہ رہے تھے ـــــ کیا تم اس بات سے انکار کرو گے کہ تم نے اُسے بلیک چارلی والا سگریٹ پلایا اور جب وہ مدہوش ہو گیا تو اُسے آرام سے لے کر چلدیئے"ـــــ

عمران نے ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ ڈالا ـــــ

"میں کسی بلیک چارلی کو نہیں جانتا"ـــــ

فریدی انجان بن کر بولا ـــــ

"انسپکٹر کے اس مونوگرام کے بارے میں کیا کہو گے جو تمہاری جیب سے نکالا جا چکا ہے"ـــــ

عمران نے پُراسرار انداز میں کہا ـــــ

اس مرتبہ نوجوان چونکا ـــــ

اس کی آنکھوں کی روشنی ماند پڑ گئی ـــــ

مگر جلد ہی وہ سنبھل گیا ـــــ

"مونوگرام سے کیا ہوتا ہے بچہ ـــــ

"وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے"ـــــ

"کیا مطلب ـــــ؟"

"مرنے والے جونی اور مائیکل کے پاس سے بھی ایسا ہی مونوگرام برآمد ہوا تھا ـــــ کیا تم انکار کر سکتے

ہو کہ وہ تمہارے گروہ کے آدمی نہیں تھے ــــ؟"
عمران بولا ــــــ
آخر میں اس کا لہجہ سوالیہ ہو گیا ــــــ
"میں
کچھ نہیں جانتا ــــ؟"
"اب
کچھ نہیں ہو سکتا پیارے ــــ یہ میرن عمارت کا معمولی سا کمرہ ہے لیکن تم جیسے دس آدمی بھی مل کر دروازہ نہیں کھول سکتے ــــــ اگلی پچھلی تمام باتوں کو بھول کر صاف صاف اقرار کر لو کہ تم چارلی کے ماتحت ہو ــــــ
مجھے تمام باتیں تفصیل سے بتا دو ــــ میں تم کو سلطانی گواہ بنا لوں گا ــــــ
لیکن انکار کی صورت میں نہ تو تم زندہ رہ سکتے ہو اور نہ ہی یہاں سے تمہاری لاش باہر جائے گی بلکہ تمہاری لاش کو تیزاب کے ٹینک میں ڈال دیا جائے گا تاکہ تمہاری ہڈیوں کا بھی پتہ نہ ملے سمجھے"ــــــ
عمران نے فرید کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں ــــ
فرید کی حالت کا اندازہ لگانے میں عمران کو دشواری

نہیں ہوتی ـــــ پتھر موم ہو رہا تھا ـــــ

" اچھی طرح سوچ لو اور جب تمہاری عقل میں میری بات آجائے تو گھنٹی بجا دینا میرا آدمی تمہارا بیان لے لے گا ـــــ دوسری صورت میں تم جانتے ہی ہو کہ کیا ہوگا ـــــ "

عمران نے آخری چوٹ لگائی ـــــ

فرید کی آنکھوں میں خوفزدگی کے آثار تیرنے لگے

عمران وہاں رکا نہیں وہ فوراً ہی کمرے سے نکل گیا دروازہ آپ ہی آپ لاک ہو گیا ـــــ

عمران سیدھا بلیک زیرو کے پاس گیا چند منٹ کی گفتگو میں اس نے طاہر کو بہت کچھ سمجھا دیا اور پھر وہ کمرے سے نکل آیا رلہاری عبور کرنے کے بعد وہ صدر دروازے سے نکلا اور اپنی کار کی طرف چلدیا ـــــ

چند لمحوں بعد ـــــ

اس کی کار چکنی سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی کار کا رخ عمران نے اپنے فلیٹ کی جانب موڑ دیا تھا ـــــ

چار منٹ بعد ـــــ

وہ اپنے فلیٹ میں تھا ـــــ

" ابے سلیمان کے بچے ـــــ ابے او کلو بھٹیارے

عمران چلّانے لگا ـــــ

" جی !

جی صاحب "ـــــ

سلیمان الہٰ دین کے چراغ کے جن کی طرح حاضر ہو گیا۔

" فوراً

اسپیشل چائے لے آؤ میری کھوپڑی آوٹ آف کنٹرول ہو رہی ہے "ـــــ

" ابھی

لایا جناب "ـــــ

" دو

منٹ سے بھی کم وقت میں "ـــــ

" بس

ابھی یوں گیا اور یوں آیا "ـــــ

" تو

کیا پانی میں چائے کی پتی گھول کر لے آئے گا "۔

" نہیں

جناب "ـــــ

" تو

پھر "ـــ ؟"

"اوں ہوں جناب چائے تیار ہے"——

"اے

تو کھڑا کھڑا بکواس کیا کر رہا ہے"——

سلیمان جواب دیئے بغیر کمرے سے باہر نکل گیا دوسرے منٹ پر وہ چائے کا کپ عمران کو پیش کر رہا تھا عمران نے کپ لے کر اس کی طرف دیکھا بھی نہیں وہ خاموشی سے چائے پینے میں مصروف ہو گیا تھا——

خالی پیالی میز پر ابھی اس نے رکھی ہی تھی کہ عام استعمال والے فون نے چلانا شروع کر دیا عمران نے چونک کر فون کو کچھ اس طرح گھورا جیسے اٹھا کر فرش پر دے مارے گا——

مگر اس نے ایسا کیا نہیں—— ہاتھ بڑھا کر اس نے تپائی پر رکھے ہوئے فون کا رسیور اٹھا لیا——

"ہیلو علی عمران اسپیکنگ"——

وہ سنجیدہ لہجے میں بولا——

"بلیک چارلی"——

دوسری طرف سے مختصر الفاظ کہے گئے——

اوہ

سنہری ناگن—— کیا سریلی آواز پائی ہے تم نے——"

ان نے تمسخرانہ انداز میں دیوار کو آنکھ مارتے ہوئے کہا ــــ
بکواس
مت کرو چھوکرے "ــــــ
دوسری طرف سے زہریلے انداز میں کہا گیا ــــــ
" کیا کہا
آموں کے ٹوکرے ــــ ارے بھائی ابھی آم نہیں
تے "ــــــ
" میں
تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں "ــــــ
" شادی
کے علاوہ ہر بات کر سکتے ہو "ــــــ
" میں
تم سے معاہدہ کرنا چاہتا ہوں "ــــــ
" کس
بارے میں ــــ"؟
" یہی
کہ تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ اس کے لئے
ں تم کو جتنی دولت مانگو دے سکتا ہوں تمہاری ہر شرط
ننے کو تیار ہوں "ــــــ

"ابے
یورپ کے گورے کُتّے تو مجھے کیا دے گا
اپنا پیٹ بھرنے اور دولت کی ہوس میں تو تُو مجرمانہ کام کرتا ہے"۔۔۔

عمران نے دانت پیستے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا
"تمہارا ایک آدمی میرے قبضے میں ہے"۔۔۔

"میرا
کوئی آدمی نہیں ہے"۔۔۔

"میں اُسے بھی چھوڑ دُوں گا"۔۔۔

"مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ تم اُسے چھوڑو گے یا نہیں"۔۔۔

عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔۔۔

"تو
تم میرے ساتھ تعاون نہیں کرو گے"۔۔۔

"آگ
اور پانی کا کبھی ملاپ نہیں ہو سکتا چارلی"۔۔۔

"تم
پچھتاؤ گے عمران"۔۔۔

"دیکھا جائے گا"۔۔۔

دوسری طرف سے لائن بے جان کر دی گئی ——
عمران نے رسیور کو کان سے ہٹا کر گھورا پھر کریڈل پر دے مارا ——
اس کی پیشانی شکن آلودہ ہو چکی تھی ——
آنکھوں میں سوچ کی پرچھائیاں رقص کر رہی تھیں ——
جو اس بات کی غمازی تھی کہ عمران کسی گہری سوچ میں مستغرق ہے اس کے گہرے استغراق کو توڑنے والی پرائیویٹ فون کی گھنٹی تھی ——

دوسری بار
گھنٹی کی آواز اس کے حلقۂ سماعت سے ٹکرائی۔
اور وہ پرائیویٹ رُوم کی جانب چل دیا ——
اگلے ہی لمحے وہ کال وصول کر رہا تھا ——

"ہیلو" ——
"بی زیڈ بول رہا ہوں جناب" ——
"بولتے رہو" ——

"جناب
میں نے اُس کا بیان ٹیپ کر لیا ہے وہ چارلی کا خاص ماتحت ہے۔ اور اس نے بڑے کام کی باتیں بیان کی ہیں —— معلوم ہوتا ہے وہ بڑی حد تک

آپ سے خوفزدہ ہو چکا ہے کیوں کہ آپ کے جانے
کے دو منٹ بعد ہی اس نے مجھے بلایا تھا"۔۔۔۔۔
دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز آئی۔۔۔۔
"اُس کا بیان مختصر انداز میں"۔۔۔۔
عمران نے جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔۔۔۔۔
دوسری جانب سے بلیک زیرو نے تیزی کے ساتھ
عمران کو فرید کا بیان سنانا شروع کیا۔۔۔۔۔
جوں جوں اُس کا بیان آگے بڑھ رہا تھا عمران کی
آنکھوں کی چمک بڑھتی جا رہی تھی رسیور پر اس کی گرفت
اتنی مضبوط ہو گئی۔۔۔۔۔
جیسے وہ پارلی کی گردن رہی ہو"۔۔۔۔۔
"اب کیا ارادہ ہے آپ کا"۔۔۔۔۔
بلیک زیرو نے آخر میں عمران سے سوال کیا۔
"ارادا
ارے یار بس آخری اسٹیج تو آ گیا"۔۔۔۔۔
"تو
کیا ریڈ کرنے کی تیاری ۔۔۔۔۔؟
"ہاں
تمام ممبروں سمیت سیون اسٹریٹ کی اُس

بلڈنگ پر دھاوا بول دو جہاں فرید کے بیان کے مطابق مجرم اور اس کے جرائم کا راز پوشیدہ ہے۔
تمام ممبرز میک اَپ اور اسلحے سے مسلح ہوتے چاہئیں ——
آگے تم خود سمجھ دار ہو کہ تمہیں کیا کرنا ہے"۔
عمران کا لہجہ سنجیدگی سے بھرپور تھا——
"او کے جناب ....."
"احتیاط
سے کام لینا کہیں کھیل نہ بگڑ جائے"——
"آپ
بے فکر رہیں جناب"——
"دس
بجے تم ریڈ کر چکے ہوگے —— ابھی تو بجے ہیں
ممبرز کو ہدایت جاری کر دو"——
عمران بولا ——
"کیا
آپ ہمارے ساتھ شریک نہیں ہوں گے"
"نہیں ——
میں سعید صاحب کی کوٹھی کا رُخ کرونگا"۔

"آپ
اکیلے ....."
"تم
اپنا کام کرو"——
"بہتر
جناب ـ خدا حافظ"——
"خدا حافظ"——
عمران نے رسیور ہک میں لٹکایا اور کمرے سے
باہر نکل آیا——
تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا وہ اپنے خاص کمرے
میں آیا——
ایک الماری سے میک اپ بکس نکال کر اس نے
آئینے کے سامنے کرسی جمائی اور اس پر بیٹھ کے اپنے
چہرے کی مرمت کرنے لگا——
اس کے ہاتھ بڑی تیزی کے ساتھ چل رہے
تھے——
دو منٹ بعد——
عمران کے چہرے کے نقوش بدلنا شروع ہوگئے
اور پندرہ منٹ سے بھی کم وقفے میں اس کے چہرے

کے نقش بدل چکے تھے وہ کسی ادھیڑ عمر شخص کا روپ
دھار چکا تھا ——
لباس تبدیل کرنے کے بعد اس نے الماری سے
اعشاریہ ڈبو پانچ کا ریوالور نکالا اس کے چیمبر میں گولیاں
بھرنے کے بعد اندرونی ہولسٹر میں اُسے اڑس لیا۔
میک اپ بکس الماری میں رکھنے کے بعد وہ
کمرے سے باہر نکل آیا ——
اس کی چال بھی حیرت انگیز طور پر بدل چکی تھی۔
کچن روم میں جا کر اس نے سلیمان کو معمول کے
مطابق ہدایات دیں ——
پھر اُسے آخری بار سمجھاتا ہو خارجی دروازے کی
طرف چل دیا ——
اگلے ڈبو منٹ میں وہ سیڑھیاں طے کر کے اپنی کار
کے قریب پہنچ چکا تھا ——
اسٹیرنگ سیٹ سنبھالتے ہوئے اس نے رسٹ
واچ پر نظر ڈالی ——
رات کے نو بج کر بیس منٹ ہوئے تھے ——
اپنے گرد و پیش کا جائزہ لے کر اس نے کار اسٹارٹ
کی اور ریورس گیر بدل کر اس نے کار بیک کی اور سڑک

پر آنے کے بعد اس نے گیر بدلا ـــ پھر ایکسیلٹر پر
پاؤں کا دباؤ بڑھاتا چلا گیا ـــــ
وہ فرید کے بتانے ہوئے پتے پر سعید صاحب
کی کوٹھی کی جانب اڑا جا رہا تھا ـــ جو زیب تن اسٹریٹ
کے عقب میں واقع تھی ـــــ

وہ کوٹھی کسی قلعے کی مانند بلند تھی ـــــ مین گیٹ سے تھوڑے فاصلے پر کار روک کر وہ چند منٹ تک اندر ہی بیٹھا رہا ـــــ

کوٹھی کا گیٹ بند تھا اور اس کے قریب ہی ایک اسٹول پر پولیس کا باوردی سپاہی بیٹھا ہوا اپنی رائفل صاف کر رہا تھا ـــــ

چونکہ سارے علاقے میں روشنی کا انتظام اچھا تھا۔

اس لئے عمران کو کوٹھی کے گرد و پیش کا جائزہ لینے میں دشواری پیش نہ آئی ——

اس نے دروازہ کھولا اور گیٹ کی طرف چل دیا چوکیدار سپاہی اُسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا ——

"کیا بات ہے" ——

سپاہی نے رائفل سنبھالتے ہوئے کہا ——

"سعید

صاحب موجود ہیں ——"؟

"وہ

آرام کر رہے ہیں" ——

"مجھے

ان سے بہت ضروری کام ہے" ——

"مگر

ان کا حکم ہے کہ نو بجے کے بعد ان سے کوئی نہ ملنے آئے" ——

"تم

ان تک میرا نام پہنچا دو" ——

چوکیدار سپاہی چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا ——

"تمہارا نام کیا ہے ——"؟

چوکیدار سپاہی نے عمران کو سر سے پیر تک گھورا ــــــ
"ملک اجمل"ــــــ
"کم
یہیں رکو میں ابھی آتا ہوں"ــــــ
وہ چھوٹا گیٹ کھولتے ہوئے بولا ــــــ
اس کا رُخ بدلا اور عمران کی کھڑی ہتھیلی اس کی کنپٹی پر پڑی ــــــ
اس کے منہ سے گندی سی گالی نکلی اور وہ لہراتا ہوا فرش پر آنے لگا ــــــ
عمران نے اُسے سنبھال کر کاندھے پر لادھا اور لان میں لگے ہوئے درختوں کے درمیان ڈال کر اس نے رائفل دُوسری جانب اُچھال دی ــــــ
صدر دروازے سے راہداری میں نکلنے کے بعد وہ رک گیا ــــــ
ریوالور کی نال پر سائلنسر لگا کر اس نے کوٹ کی جیب میں رکھ لیا پانچواں کمرہ اس کی معلومات کے مطابق سعید صاحب کا تھا ــــــ
وہ وزارتِ خارجہ میں ریکارڈ روم کے انچارج تھے اور حال ہی میں ان کا تبادلہ ہُوا تھا ــــــ

عمران نے دروازے کے قریب پہنچ کر کی ہول سے آنکھ لگا دی ـــــ

مسہری پر کوئی محوِ خواب تھا ـــــ

لیکن کمرے میں پھیلی ہوئی تیز روشنی اس بات کی دلیل تھی ـــــ

کہ سونے والا یا تو سو ہی نہیں رہا ـــــ

یا پھر اُسے روشنی میں سونے کی عادت تھی ـــــ

دروازہ لاک نہیں تھا ـــــ

عمران آہستگی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا ـــــ

اندر داخل ہو کر اس نے دروازہ بھیڑ دیا ـــــ

جیب سے ریوالور نکال کر اس نے نال کا رُخ سوئے ہوئے شخص کی طرف کر دیا ـــــ

"مسٹر سعید" ـــــ

عمران کی آواز کمرے میں گونجی ـــــ

آواز بدلی ہوئی تھی ـــــ

"کک ..... کون ہے ـــــ؟"

سعید احمد ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھے ـــــ

ان کا ہاتھ تکیئے کے نیچے رینگ گیا ـــــ

"ریوالور
نکالنے کی کوشش بے کار ہوگی میرے ہاتھ میں
بے آواز ریوالور ہے ـــــ فی الحال تم اپنے آپ کو میری
گرفت میں سمجھو"ـــــ
عمران کے لہجے میں خونی بھیڑیئے کی سی غراہٹ
تھی ـــــ
"تم
کون ہو اور ایسا کیوں کر رہے ہو ـــ"؟
"میرا
نام قانون ہے اور ایسا صرف مجرموں کے ساتھ
کرتا ہوں"ـــــ
"کیا
مطلب ـــ"؟
"بلیک چارلی"ـــــ
سعید احمد کی آنکھیں سکڑ کر رہ گئیں ـــــ
وہ اس طرح چونکے جیسے کسی نے ان کے ننگے
جسم میں نیزے کی انی پیوست کر دی ہو ـــــ
عمران پُراسرار انداز میں مسکرانے لگا ـــــ
"نجانے تم کیا بک رہے ہو"ـــ؟

"یہ
حقیقت ہے"——
"کیا
حقیقت ہے کیا فریب ——تم جانتے ہو میں
کون ہوں ——"؟

سعید احمد کے لہجے میں زہریلا پن تھا——
"جانتا
ہوں ——تم نقلی سعید احمد ہو"——
"بکواس"——

"یہ
بکواس نہیں حقیقت ہے تم نے سعید احمد کو قتل کر
کے ان کی لاش دریا کے سپرد کر کے اپنے لئے راستہ
صاف کر لیا——

خود سعید احمد بن کر نہ صرف تم نے حکومتِ پاکیشیا
کو دھوکہ دیا ہے بلکہ ایک عرصے سے تم راجیشیا کے
جاسوس بن کر اِدھر کے راز اُن کے ہاتھ فروخت کرتے
رہے ہو——

تم سعید احمد کے قاتل ہی نہیں ہو تم منشیات کے
بہت بڑے اسمگلر بھی ہو——

پاکیشیا میں تم نے اتنے بڑے پیمانے پر منشیات کا کاروبار شروع کر رکھا ہے کہ اگر یہ کچھ عرصے اور جاری رہتا تو تمام پاکیشیا تاریکی میں ڈوب جاتا ——

یہاں کے لوگ تمہارے غلام بن کر رہ جاتے مانتا ہوں تمہارا پلان بہت کامیاب تھا چارلی ——

مگر تم اپنی ایک غلطی کی وجہ سے مار کھا گئے اور وہ غلطی تمہارا عمران کے فلیٹ میں جانا تھا تم وہاں اُسے ختم کرنے گئے تھے ——

لیکن اپنی ایک چیز فرار ہوتے ہوئے وہیں چھوڑ آئے ——

جانتے ہو وہ کیا چیز تھی ——؟"

عمران نے اُسے گھورتے ہوئے کہا ——

"نہیں" ——

وہ مدھم لہجے میں بولا ——

"وہ

شے تھی تمہاری ذاتی ڈائری —— جس میں تم نے تمام باتیں درج کر رکھی ہیں ——

اور وہی تمہارے جرائم کا ثبوت ہے" ——

عمران نے کہا ——

"ڈائری
میری ڈائری ــــ؟"
"ہاں
تمہاری سُرخ ڈائری، سمجھے "ــــ
"تم
وہ میرے حوالے کردو۔ میں تم کو دولت میں تول
دوں گا "ــــ
"خاموش
رہو جنگلی انسان تم معاشرے کی تباہی کے ذمہ دار
ہو "ــــ
"میں تم کو اپنی آزادی کے دس لاکھ دے سکتا
ہوں "ــــ
"میں
بیس لاکھ پر بھی پیشاب کرتا ہوں "ــــ
"میں .... میں ...."ــــ
نقلی سعید (بلیک چارلی) پر بوکھلاہٹ کا دورہ پڑ
گیا تھا۔ــــ
اس کے حلق سے الفاظ بھی نہیں نکل رہے تھے۔
اور یہ بوکھلاہٹ ہی کا نتیجہ تھا کہ اس نے فوراً ہی تکئے

کے نیچے سے ہاتھ کھینچ لیا ——
مگر یہ الگ بات تھی کہ اس کو گولی چلانے کی —
فرصت نہ مِلی ——
عمران کے ریوالور سے شعلہ نکلا اور کمرے میں —
چارلی کی چیخ گونج کر رہ گئی ——
گولی نے اس کی کلائی ادھیڑ دی تھی ——
خون سے اس کا بستر بھی سُرخ ہونے لگا ——
عمران درندگی سے بھرپور انداز میں مسکرا اٹھا —
"تم
وزارتِ خارجہ والوں کو اب تک دھوکہ دیتے رہے
تم نے اپنے نام پر سگریٹ بنائی اور اس میں نشہ آور
تمباکو بھر کر سگریٹ کو اپنے کلب کے لئے محفوظ کر
لیا — وہ صرف کلب کے ممبروں کو اس لئے دی —
جاتی تھی کہ اس کے پینے والے اس کے عادی ہو جائیں
اور تم زیادہ سے زیادہ دولت کما سکو ——
مگر کالے چارلی تمہارا ہر پلان —— ہر اسکیم فیل
ہو کر رہ گئی ——
ظلم جب حد سے بڑھتا ہے تو وہ ختم ہو جاتا
ہے —— تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ تمہارے

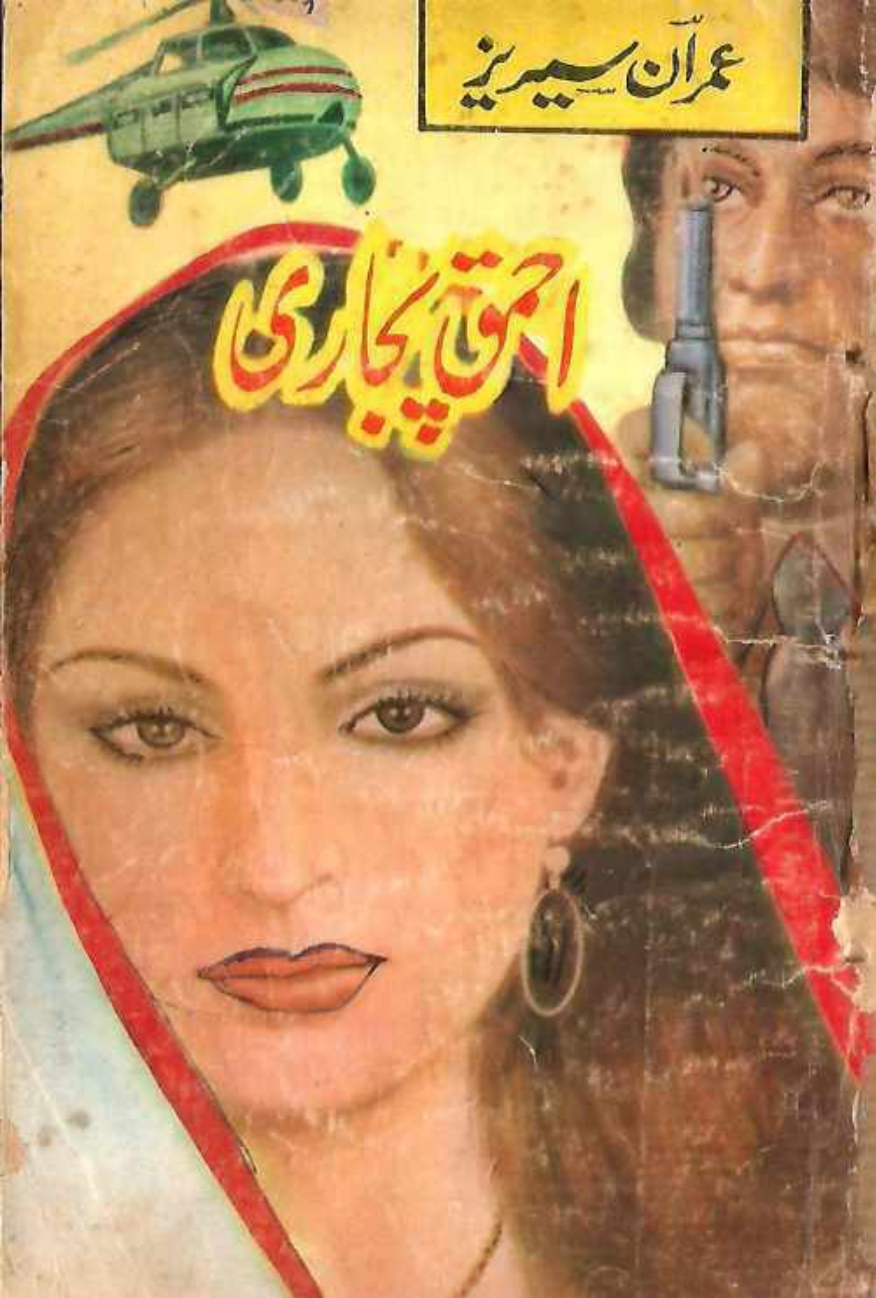
تمام ساتھی اس وقت سیکرٹ سروس والوں کی قید میں پہنچ گئے ہوں گے اور تمہاری کمی کو میں پورا کر دونگا"
عمران نے سفاک لہجے میں چارلی کو مخاطب کیا ــــ
"پھر
تمہارا کیا ارادہ ہے ــــ"؟
"تم
اپنا ارادہ ظاہر کرو چارلی "ــــ
"میں
بازی ہار چکا ہوں "ــــ
"تو
پھر خاموشی سے میرے ساتھ چلو ــــ اب تمہارا مزاحمت کرنا بھی بے کار ہے کیوں کہ تمہارے گروہ کا ایک ایک آدمی گرفتار ہو چکا ہوگا "ــــ
عمران نے ریوالور نچاتے ہوئے کہا ــــ
چارلی کے چہرے پر میک اپ کی وجہ سے سپاٹ پن تھا البتہ اس کی آنکھوں میں شکست خوردگی کے اثرات صاف طور پر دیکھے جا سکتے تھے ــــ
عمران کی آنکھوں میں فتح مندی کی چمک تیر رہی تھی
چارلی نے طویل سانس خارج کر کے اپنے ہاتھ بلند

کر دیئے اور عمران کے آگے آگے چل پڑا
عمران پوری طرح محتاط تھا ویسے اب اُسے
چارلی سے کسی قسم کی مزاحمت کی اُمید نہ تھی
چارلی عمران کے آگے آگے چل رہا تھا اس
کا دایاں بازو خون سے سرخ ہو رہا تھا
اور عمران اس کی پشت پر ریوالور کی نال رکھے محتاط
انداز سے چل رہا تھا
نیکی بدی کی اس جنگ میں نیکی جیت گئی تھی اور
بدی کو شکست سے دو چار ہونا پڑا اور اس جیت میں
علی عمران کی کارکردگی نمایاں مقام رکھتی تھی کیوں کہ فرائض
سے غفلت کو وہ اپنی موت سمجھتا تھا
چند لمحوں بعد وہ چارلی کو لئے دانش منزل کی طرف
اڑا جا رہا تھا
جہاں اس کے ساتھی دوسرے ضمیر فروش مجرموں کے
ساتھ موجود تھے

ختم شد

عمران سیریز

احمق بجارہی



عمران سیریز

احمق پجاری

مصنف
نغمہ صفی

قیمت ——— نورو پے ۱۹-

خط و کتابت کا پتہ

فکشن سیریز پوسٹ بکس نمبر ۲۳۰۸ ناظم آباد کراچی ۱۸

اس ناول کے جملہ حقوق بنام مصنف (یسین قریشی) محفوظ ہیں جزوی یا کلی کسی بھی طور پر نقل کرنے ترجمہ کرنے پردہ فلم پر لانے اسٹیج یا ٹی وی ڈرامے میں استعمال کرنے یا کسی اور طریقے پر استعمال کرنے کے لئے مصنف (یسین قریشی) کی تحریری اجازت لینا ضروری ہے ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی اور ہر حرجہ خرچہ کے وہ ذمے دار ہونگے۔

○

اس ناول کے نام مقام کردار افراد واقعات اور تشبیہ دی جانیوالی چیزیں فرضی ہیں کسی سے مطابقت محض اتفاقیہ ہے جس کے لئے مصنف پرنٹر پبلشر یا ادارہ ذمے دار نہیں۔

○

تمام امور میں استحقاق کا حق صرف کراچی صوبہ سندھ کی عدالتوں کو حاصل ہوگا۔

○

فضلی سنز آفسٹ پریس کراچی میں چھپ کر شائع ہوئی۔

حصہ اول ——— براسرار ایڈونچر

خط و کتابت یا آرڈر بھیجنے کا پتہ

حصہ دوم ——— احمق پجاری

ایوب اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۳ بیاقت آباد کراچی ۱۹

پیش لفظ

اور اب ملاحظہ کیجئے احمق پجاری ۔ عمر آنہ کا ایک قہقہہ بار اور ایکشن سے بھرپور کارنامہ۔ وہ دشمنوں میں پھنسنے کے بعد بے بس ہو گئے تھے پھر اُن سے نجات کس طرح حاصل کی۔؟ سنسنی اور سسپنس کو نہ دیکھا۔

افریقہ کو سرزمین ازلہ سے اب تک معمولہ اور عجائبات کو دنیا دیکھ رہی ہے اور شاید ابد تک دیکھے گی اور کوئی بھی یہ دعوا نہیں کر سکے گا کہ وہ افریقہ کے سارے عجائبات اور اسرار و رموز سے آگاہ ہے۔ عمر آنہ کا یہ کارنامہ یہ سنسنی خیز اور ایکشن سے بھرپور کہانی اسی افریقہ کے گرد گھومتی ہے۔ براسرار ایڈونچر کا دوسرا حصہ اپنے اندر پہلے حصے سے زیادہ دلچسپیاں اور قہقہے رکھتا ہے ملاحظہ کیجئے اور رائے سے ضرور مطلع کیجئے۔

ادارہ

ایس قریشی کی عمران سیریز کا جوبلی نمبر

سلور جوبلی گولڈن جوبلی کے بعد نئے دور کا پہلا ناول پلاٹینم جوبلی

بلیک بزنس

مصنف

ایس قریشی

قیمت _____ اکیس روپے

عمران اور اسکی ٹیم کا وہ ناول جسے آپ مدت تک یاد رکھیں گے۔
اور جسے ایس قریشی نے یادگار بنانے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کی ہیں۔ جھلکیاں اور تفصیلات آئندہ ناول میں دیکھئے

خط و کتابت کا پتہ

ایوب اکیڈمی

پوسٹ بکس نمبر ۲۶۲۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

ایس قریشی کے اور سامنے کے صفحے پر دیئے گئے سارے ناولز **کراچی بک ڈپو**۔ ۴۸۔ اردو بازار کراچی سے ملو سکتے ہیں۔

دن پر دن گزرتے جا رہے تھے۔ اسکے ساتھ ہی جولیا کی حالت غیر ہوتی جا رہی تھی۔ کیونکہ سمیلی قوم کے شہر پر دکھائی دینے والے سورج کا چہرہ بدستور دھندلایا ہوا تھا۔ کہر کی چادر اب تک قائم تھی روزانہ صبح ہونے سے پیشتر جولیا کھڑکی میں کھڑی ہو جاتی اور دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ سورج کے طلوع ہونے کا انتظار کرتی۔ دل ہی دل میں یسوع مسیح سے گڑگڑاتی کہ آج کا سورج کہر میں ڈوبا ہوا نہ ہو۔

لیکن جب سورج نکلتا تو اسکا چہرہ دھندلایا ہوا دکھائی دیتا۔ اور جولیا ایک ٹھنڈی سانس لیکر مایوسانہ انداز میں سر جھکائے ہوئے کھڑکی سے ہٹ آتی۔

اسی طرح پانچ دن گزر گئے۔ اس دوران میں ضحاک روزانہ صبح و شام وہاں آیا کرتا۔ اور اس شہر کے حالات معلوم ہوتے رہتے۔

کہر کی چادر کا تسلط بدستور رہنے کی وجہ سے لوگوں کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا کیونکہ اگر دو دن اسی طرح گزر جاتے تو قحط ناگزیر ہو جاتا۔ اور وہ قحط اتنا زبردست ہوتا کہ پوری سمیلی قوم کو موت کا شکار ہونا پڑتا۔

اور پچھلے دن ان لوگوں کا غصہ اپنے عروج پر آگیا۔ وہ لوگ محل کے سامنے جمع ہو کر نعرے لگانے لگے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ابھی محل میں گھس کر آگ لگا دیں گے۔

جولیا کے چہرے پر سپیدی پھیلی ہوئی تھی۔ اور ہونٹ خشک ہو گئے تھے۔ دل بڑی شدت سے دھڑک رہا تھا۔ اور اس کے ساتھی بھی اس کے قریب ہی بیٹھے گہری سوچ میں غرق تھے۔

عمران بھی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا لیکن اس کے چہرے سے پریشانی نہیں ظاہر ہو رہی تھی۔

"اب آئے گا مزہ۔" حمید بڑبڑایا۔ "جب یہ لوگ ہماری تکہ بوٹی کریں گے تو وہ ایک شاندار ایڈونچر ہوگا۔"

"مجھے بیحد افسوس ہے۔" طارق نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اگر تم لوگوں کو کچھ ہو گیا تو میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ کیونکہ جو کچھ بھی ہوگا وہ میری ہی وجہ سے ہوگا۔"

حمید جھلائے ہوئے انداز میں کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ لیکن اگر وہ بولتا تو بات کچھ اس قسم کی ہوتی۔ کہ بڑے میاں۔ تم اپنے آپ کو معاف کرو یا نہ کرو۔ اس سے کیا فرق پڑے گا۔ ہم لوگ تو جہنم رسید ہو جائیں گے۔

"طارق صاحب۔" فریدی بڑی متانت سے بولا۔ "دنیا میں جو کچھ بھی ہوتا ہے اس میں کسی فرد واحد کو ذمہ دار نہیں گردانا

جا سکتا۔ ہم لوگ بچے نہیں ہیں۔ اور اپنی خوشی سے آپ کے ساتھ آئے تھے۔ آپ نے ہمیں مجبور نہیں کیا تھا۔"

"نہیں۔ فریدی میاں۔" طارق نے ٹھنڈا سانس لیکر کہا۔ "اگر میں تمہارے پاس نہ آیا ہوتا تو اس وقت تم لوگ یہاں نہ ہوتے۔"

"یہاں نہ ہوتے تو شائد اس سے بھی زیادہ خطرناک جگہ پر ہوتے۔" فریدی نے کہا۔ "میں کسی حد تک ستاروں کا بھی قائل ہوں۔ ہمارے ستارے گردش میں تھے لہٰذا ہم پر کوئی نہ کوئی مصیبت نازل ہونا ہی تھی۔ خواہ وہ کسی بھی ذریعے سے ہم پر نازل ہوتی۔ لیکن نازل ضرور ہوتی۔"

"اور کیا۔" عمران سر ہلاتا ہوا احمقانہ انداز میں بولا۔ "ڈیڈی نے جوانی میں اپنے ڈیڈی سے کہا تھا۔ کہ وہ فلاں لڑکی سے شادی نہ کریں گے۔ لیکن ڈیڈی اس لڑکی سے تو بچ گئے۔ لیکن میری امان جی سے پھنس ہی گئے۔"

"بیہودہ ہو تم۔" فریدی ہنس پڑا۔

عمران بولتا رہا۔ مقصد یہ کہ ڈیڈی کو شادی کے جنجال میں پھنسنا ہی تھا۔ ایک لڑکی سے نہ سہی دوسری لڑکی سے سہی۔ اسی طرح ہم لوگوں پر بھی مصیبت ٹوٹنا ہی تھی۔ یہاں نہ آ پھنستے تو پھر شائد کسی سمندر میں ہمارا جہاز طوفان میں گھر جاتا۔

یہ بھی ہو سکتا تھا کہ ہم ایک ہی کار میں سفر کر رہے ہوتے اور وہ کار کسی حادثے کا شکار ہو جاتی۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔۔۔ مقصد یہ کہ کچھ نہ کچھ

ضرور ہوتا۔ بلکہ میں تو خوش ہوں کہ مجھے جولیا نے اپنا شوہر تسلیم کر لیا۔ کسی اور جگہ ہوتا تو یہ بھی ممکن تھا کہ چار پانچ بچوں کی اماں پلے پڑ جاتی۔ کیوں جولی۔؟"

فریدی اور طارق مسکرا دیئے۔ جوزف شراب پینے میں مشغول تھا لیکن حمید کا منہ بن گیا۔ عمران کی باتوں پر تنقید کا اظہار کرنا اس کی عادت بن گئی تھی۔

جولیا خاموش رہی۔

محل کے باہر سے شور مچانے والوں کی آوازیں اب بھی سنائی دے رہی تھیں۔

عمران پھر بولا۔ ویسے چار بچوں کی ماں سے شادی کرنے میں فائدے بہت ہوتے ہیں۔ نمبر ایک یہ کہ مزید بچے پیدا کرنے کی فکر نہیں ہوتی۔ انہی چار بچوں سے دل بہل جاتا ہے۔ نمبر دو یہ کہ بچوں والی عورت تجربہ کار ہوتی ہے۔ اور شوہر کو بھی پال پوس کر جوان تو نہیں لیکن بوڑھا ضرور کر دیتی ہے۔ نمبر تین۔ یہ کہ۔ عمران کہتے کہتے رک گیا۔

"نمبر تین یہ کہ تمہاری کھوپڑی میں بھس بھرا ہوا ہے۔" جولیا جھلا کر بولا۔ "یہ ان باتوں کا وقت ہے؟ مجھے نہیں معلوم کہ یہ وقت کن باتوں کا ہے۔ مجھے بتا دو تاکہ وہی باتیں کروں۔" عمران نے معصومیت سے پوچھا۔

"ایک ہاتھ کمر پر اور دوسرا سر پر رکھ کر ناچنے کا وقت ہے یہ۔" حمید جلے کٹے انداز میں بولا۔

"اگر تم طبلچی بن جاؤ میں یہ بھی کر لوں گا۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا

"کیوں تم دونوں آپس میں لڑتے رہتے ہو۔" فریدی منہ بنا کر بولا۔

"دل چاہتا ہے حمید صاحب کا۔" عمران نے کہا۔

حمید کچھ بولنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ ایک پہریدار سپاہی تیزی سے کمرے میں داخل ہوا۔ اور اس نے انہیں مہنت اعظم کے محل میں داخل ہو جانے کی اطلاع دی۔

ٹھاکر نے آج سے پانچ دن پہلے ہی پہریداروں کو ہدایت کر دی تھی کہ مہنت کے محل میں داخل ہونے پر ان لوگوں کو فوراً خبردار کر دیا جائے۔ چنانچہ اس وقت ایسا ہی ہوا تھا۔

فریدی۔ جوزف۔ حمید اور طارق اٹھے۔ اور فوراً ہال سے چلے گئے۔

"اب اپنے اوپر قابو پاؤ۔" عمران نے جولیا سے کہا۔ مہنت کے سامنے اپنے چہرے سے گھبراہٹ ظاہر نہ ہونے دینا۔

ایک منٹ بعد ہی مہنت کمرے میں داخل ہوا۔ اس وقت تک جولیا نے اپنے اوپر کافی حد تک قابو پا لیا تھا۔ مہنت اس کے سامنے حسب معمول جھکا۔ اور پھر بولا۔

"دیوی لوگوں کا شور سن رہی ہو گی۔"

"ہوں... پھر...؟"

"لوگ چاہتے ہیں کہ دیوی اور دیوتا کل صبح ہونے سے پہلے مندر میں ہوں۔ اور پھر اگر کل بھی سورج کا چہرہ مرجھایا ہوا نکلے تو دیوی

اور دیوتا کو چشمے میں پھینک دیا جائے ... تاکہ ہمیں ناگ دیوتا کی بھی خوشنودی حاصل ہو جائے۔ اور ناگ دیوتا کی سفارش پر دیوی زار بنہ ہم پر برکتیں نازل کرے۔"

"میں کسی کی سفارش قبول نہیں کروں گی۔" جولیا نے بپھرے ہوئے انداز میں کہا

جواب میں مہنت نے قدرے کچھ نہ کہا۔ اس کے ہونٹوں پر مکارانہ قسم کی مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔ چند لمحے وہ جولیا کو بڑی عجیب نظروں سے دیکھتا رہا۔ اور پھر بولا۔

"تم دیوی ہو ...؟"

بڑا عجیب سوال تھا۔ جولیا کے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ عمران نے تیزی سے پلکیں جھپکائی تھیں۔

"تم دیوی ہو۔؟" مہنت نے پھر سوالیہ انداز میں کہا۔

"تمہارے اس سوال کا مطلب؟" جولیا نے گرج کر کہا لیکن اس کی آواز میں لرزش تھی۔

"مطلب یہ کہ تم دیوی نہیں ہو۔" مہنت نے دھیرے سے کہا۔

جولیا کو ایسا ہی لگا تھا جیسے اسکا دل اچھل کر حلق میں آگیا ہو عمران نے اپنے دیدوں کو گردش دی۔

"تم دیوی نہیں ہو۔" مہنت نے پرزور لہجے میں کہا۔

"کیا بکواس ہے۔" جولیا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"بکواس۔؟ مہنت زہریلے انداز میں ہنسا۔" اے چالاک عورت اب تم مزید بیوقوف بنانے کی کوشش نہ کرو۔ اگر تم دیوی ہوتیں تو اب تک۔ یا تو کہر کی چادر بنا چکی ہوتیں اور یا پھر تم نے غصے میں آکر اپنے بیٹے دیوتا ٹنز کاٹ سے کہا ہوتا کہ وہ سیملی قوم کو تباہ کر دے۔ لیکن وہ دیوتا بھی جھوٹا ہے۔ اور تم بھی جھوٹی ہو۔ اب بتاؤ کیا چاہتی ہو۔؟"

جولیا سناٹے میں آگئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کہے۔

عمران نے کھنکھار کر مہنت کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ اور پھر بولا۔" اے بوڑھے دیوی کی شان میں گستاخی کرنے والے کا حشر بہت برا ہوتا ہے۔ کیا تمہیں وہ دن یاد نہیں جب مندر میں ایک دھماکہ ہوا تھا۔ اور ضحاک کو قتل کرنے کا ارادہ رکھنے والے کی کھوپڑی سے خون ابل پڑا تھا۔"

"اور کیا تم بھول گئے کہ دیوتا ٹنز کاٹ کے حکم پر دیوتا کے پجاری نے پلک جھپکتے میں تمہارے ایک چیلے کو موت کی آغوش میں پہنچا دیا تھا۔ کیا تم بھی چاہتے ہو کہ تمہیں دھماکے والی موت نصیب ہو۔"

مہنت ہنسا۔ اور پھر اس کی ہنسی بتدریج قہقہوں میں تبدیل ہوتی چلی گئی۔ بڑا خوفناک قہقہہ تھا۔ جولیا اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔ اور عمران احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکاتا ہوا مہنت کی طرف دیکھتا رہا۔

مہنت کچھ دیر ہنستا رہا۔ اور پھر اچانک خاموش ہو کر بولا

"نادان آدمی۔ تم لوگ یقینی طور پر پہاڑوں کے اس پار والی دنیا سے تعلق رکھتے ہو۔ میں نے اپنے بزرگوں سے سنا تھا کہ وہاں کے لوگ جادوگر ہیں۔ ان کے پاس جادو کی عجیب عجیب چیزیں ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ لکڑی بھی جادو کی ہوگی جس سے تمہارے ایک ساتھی نے جو دیوتا کے پجاری کا پارٹ ادا کر رہا ہے میرے ایک چیلے کو مار ڈالا تھا۔ لیکن اب تم ہمارا کچھ نہیں کر سکتے۔ تمہاری جادو کی تمام لکڑیاں غائب کر دی گئی ہیں۔"

عمران بوکھلائے انداز میں کمرے کے ایک گوشے کی طرف جھپٹا جہاں اس نے کپڑوں کے ڈھیر کے نیچے اپنی بندوق چھپا رکھی تھی۔ لیکن جب اس نے کپڑوں کا ڈھیر ہٹا کر دیکھا تو بندوق غائب تھی۔

مہنت کا قہقہہ کمرے میں گونجنے لگا۔ عمران نے ایک طویل سانس لی اور مسکراتا ہوا مہنت کی طرف مڑا۔ وہ اپنے چہرے سے گھبراہٹ یا پریشانی کا اظہار نہیں ہونے دینا چاہتا تھا لیکن وہ حقیقتاً گھبرا گیا تھا۔ بندوق میں ہی ان سب کا آخری سہارا تھیں۔ اور وہ سہارا بھی ختم ہو گیا تھا۔

"کل رات"۔ مہنت نے ہنستے ہوئے کہا۔ "جادو کی تمام لکڑیاں جو تم لوگوں کے پاس تھیں غائب کر دی گئیں۔ اور پھر میں نے وہ تمام لکڑیاں چشمے میں پھینک دیں۔ اب بولو کیا کہتے ہو۔؟"

"کیا کہوں یار۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ویسے تم آدمی بہت اچھے ہو۔" مہنت نے برا سا منہ بنایا۔ پھر بولا۔

"فضول باتیں نہیں۔ میرے سوال کا جواب دو۔ کیا تم اب بھی اسی

بات پر قائم رہنا چاہتے ہو کہ یہ عورت؟ وہ جولیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ دیوی زارینہ ہے؟"

عمران کے چہرے پر غور و فکر کے آثار ظاہر ہو گئے۔

جولیا بار بار اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ اور اس کا دل بڑی شدت سے دھڑک رہا تھا۔

کچھ دیر بعد عمران نے ایک طویل سانس لیکر کہا۔

"تم کیا چاہتے ہو۔؟"

"پہلے میرے سوال کا جواب دو۔"

"ہاں۔ یہ عورت دیوی نہیں۔" عمران نے کہا۔

مہنت کے ہونٹوں پر آسودہ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ چند لمحے خاموش رہ کر اس نے کہنا شروع کیا۔

"اے عورت! وہ جولیا سے مخاطب تھا تم چونکہ ہماری دیوی سے مشابہت رکھتی ہو۔ اسلئے مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ یہ ہمدردی ہی کا جذبہ ہے جس کی وجہ سے میں تمہاری جان بچانا چاہتا ہوں۔"

جولیا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں۔ میں تمہاری جان بچانا چاہتا ہوں۔" مہنت نے دوبارہ کہا لیکن تمہارے ساتھیوں سے مجھے کوئی ہمدردی نہیں۔ انہیں تو بہرحال مرنا پڑے گا۔ سوائے ایک آدمی کے۔"

"اور وہ آدمی کون ہوگا۔؟" عمران نے سوال کیا۔

"وہ تم ہوگے۔"

"میں۔؟"

"ہاں... تم۔ اور یہ میں اسلئے کروں گا کہ تم اس عورت کے شوہر ہو"

جولیا نے ایک بار چونک کر مہنت کی طرف دیکھا۔ اس کے ذہن میں بڑی تیزی سے دو سوال ابھرے تھے۔

کیا ضحاک نے مہنت کو سب کچھ بتا دیا ہے۔؟

کیا ضحاک نے غداری کی۔؟

عمران نے اپنے دبلے پتلے اور پھر بولا۔

"تم نے کیسے سمجھ لیا کہ میں اسکا شوہر ہوں۔"

"اس لئے کہ اس عورت نے تمہیں اپنے کمرے میں اپنے ساتھ رکھا یہ صرف ایک بیوی ہی ایسا کر سکتی ہے۔" مہنت نے کہا۔ کیا تم اس بات سے انکار کر دوگے کہ تم اس کے شوہر ہو۔"

"اگر میں انکار کر دوں۔"

"تو اس عورت سے پوچھوں گا کہ وہ اپنے ساتھیوں میں سے کس کی جان بچانا چاہتی ہے۔"

"گویا تم ایک آدمی کو ضرور بچانا چاہتے ہو۔؟"

"ہاں۔" مہنت نے کہا۔ محض اس لئے کہ دیوی کی ہمشکل ممکن ہے کہ اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو پسند کرتی ہو۔ اور اسے بچانا چاہتی ہو۔"

"ہوں۔" عمران نے جولیا کی طرف دیکھا۔

"بہر حال۔" مہنت نے کہا۔ میں شام کو پھر آؤں گا۔ تم لوگ فیصلہ کر لینا۔ کہ دیوی کی ہمشکل کے ساتھ کون زندہ رہے گا۔" مہنت نے کہا۔ اور پھر جولیا کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"اس کا فیصلہ تم ہی کو کرنا پڑے گا۔"

"لیکن..." جولیا بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "جب سمیلی قوم کے لوگ مارنا چاہتے ہیں۔ اور کل صبح سمندر میں میری موجودگی چاہتے ہیں۔ تو پھر میں کیسے بچوں گی۔؟"

"میں نے سوچ لیا ہے کہ مجھے کس طرح کام کرنا ہوگا۔ تم بچ جاؤ گی۔ لیکن سمیلی قوم کے لوگ یہی سوچیں گے۔ کہ تمہیں چشمے میں پھینک دیا گیا ہے۔"

"وہ کیسے..؟" عمران نے پوچھا۔

"تم سے ایک آدمی کو دیوی کا لباس پہنا کر سمندر میں بھیجا جائے گا اور دیوی چونکہ بت کے اوپر بیٹھتی ہے اسلئے لوگ پہچان نہ سکیں گے کہ وہ کون ہے۔" مہنت نے کہا۔ اب یہ فیصلہ تم لوگوں کو کرنا ہوگا کہ اپنی ساتھی عورت کیلئے یہ قربانی کون دے سکے گا۔ ویسے اس کام کے لئے دو ہی آدمی مناسب ہو سکتے ہیں۔ ایک تم۔ اور دوسرا وہ آدمی جو دیو ماٹر کاٹ کا پجاری بنا ہوا ہے۔"

مہنت کا اشارہ فریدی کی طرف تھا۔

"ہوں۔" عمران سوچ میں ڈوب گیا۔

"اب میں چلتا ہوں۔" مہنت نے کہا۔

"سنو۔" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ مہنت رک گیا

"ہمارے باقی دونوں ساتھیوں کا کیا ہوگا۔؟"

"انہیں پرسوں چشمے میں پھینک دیا جائے گا۔" مہنت نے کہا "اور کل وہ قید میں رہیں گے۔"

"ہوں۔" عمران پھر چپ ہوگیا۔

مہنت چند لمحے کھڑا رہا۔ اور پھر جولیا کے سامنے تعظیماً جھکے بغیر وہاں سے چلا گیا۔

"اب کیا ہوگا عمران۔؟" جولیا بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"اس بڈھے کے کیڑے پڑیں گے۔" عمران نے انگلیاں چٹخا کر بڑی بوڑھیوں کے سے انداز میں کوسا۔

"سنجیدگی سے سوچو۔ پلیز۔" جولیا گھگھیائی۔

"ایسے موقعوں پر سنجیدگی سے سوچنا مناسب نہیں ہوتا۔"

جولیا چپ رہی۔ اسکے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

عمران دروازہ پر گیا۔ اور وہاں کھڑے ہوئے پہریداروں میں سے ایک کو مخاطب کر کے بولا۔

"ہمارے ساتھیوں کو بلاؤ۔" پہریدار سر ہلا کر چلا گیا۔

عمران دروازے سے واپس آگیا۔

"کیا ضحاک کو بلایا جائے۔" جولیا نے کہا۔

"اس وقت تو ضروری ہے۔"

"نہ جانے آج وہ کیوں نہیں آیا۔" جولیا بڑبڑائی۔

عمران پھر دروازے تک گیا۔ اور دوسرے پہریدار سے بولا۔

"اپنے بادشاہ کو بھی بلا لاؤ۔"

"دوسرا پہریدار واپس آجائے تو میں چلا جاؤں گا۔"

اچھا کہہ کر عمران واپس جولیا کے پاس آگیا۔

"تینوں قیدی کس طرح غائب ہوگئے۔" جولیا بڑبڑائی۔

"یہ بات میری کھوپڑی میں بھی نہیں آرہی ہے۔" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا "میرا خیال ہے کہ چوری رات کو ہوئی ہوگی۔ جبکہ ہم لوگ سو رہے ہونگے۔"

"اسکا مطلب تو یہ ہوا کہ پہریدار بھی مہنت اعظم سے مل گئے ہیں۔" عمران نے کہا۔

"اس کا امکان ہے۔"

"بہرحال ضحاک کے آنے پر کچھ بات ہوگی۔"

جولیا چپ ہوگئی۔ اتنے میں فریدی وغیرہ وہاں آگئے۔

محل کے باہر سے اب شور و غل کی آوازیں نہیں آرہی تھیں۔ شاید مظاہرین واپس چلے گئے تھے۔

فریدی نے ایک بار غور سے جولیا کی طرف دیکھا۔ اور پھر ایک طویل سانس لے کر عمران سے بولا۔

"کوئی خاص بات...؟"

"خاص الخاص۔"

"یعنی۔؟"

اب عمران نے وہ تمام گفتگو دہرانا شروع کی جو مہنت سے ہوئی تھی۔ جوں جوں عمران بتاتا جا رہا تھا ویسے ویسے فریدی وغیرہ کے چہرے پر تشویش کے آثار ابھرتے جاتے تھے۔ اور جب عمران جب خاموش ہوا تو وہ سب ہی کافی فکرمند نظر آ رہے تھے۔

○

پھر یدار نے آکر اطلاع دی کہ ضحاک اس وقت محل میں نہیں ہے۔ کہیں گیا ہوا ہے۔ پھر یدار کے جانے کے بعد جولیا بڑبڑائی۔

"مجھے اب ضحاک پر شبہ ہو چلا ہے۔"

"کیسا شبہ...؟" فریدی نے پوچھا۔

"شاید وہ بوڑھے مہنت سے مل گیا ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ ضحاک ایسا آدمی نہیں۔"

"پھر وہ اس وقت کیوں نہیں آیا۔"

"پھر یدار نے بتایا تھا کہ وہ محل سے کہیں گیا ہوا ہے۔"

"مجھے یہ بات جھوٹ معلوم ہو رہی ہے۔"

"یعنی تم سمجھتی ہو کہ ضحاک نے محل میں موجود رہ کر پھر یدار سے کہلوا دیا ہے کہ وہ موجود نہیں ہے۔"

"میرا یہی خیال ہے۔"

"ہوں۔" فریدی چند لمحے کے لئے خاموش رہ کر پھر بولا۔ "میں انسان کے چہرے سے اسکی خصلت کے بارے میں جو اندازہ قائم کرتا ہوں وہ عموماً نوے فیصدی ٹھیک ثابت ہوتا ہے۔ ضحاک کے چہرے سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ جھوٹا اور مکار نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ہم لوگوں کی بھلائی کیلئے کچھ کرنے میں ناکام رہے لیکن یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ ہم لوگوں کی راہ میں مشکلات کھڑی کرے۔"

جولیا خاموش ہو گئی۔

حمید بولا۔ "مگر سوال یہ ہے کہ اب کیا ہوگا۔؟"

"وہی جو مہنت نے کہا تھا۔" فریدی نے جواب دیا۔

"یعنی۔۔؟" حمید چونک کر کہا۔

"مجھے اور جوزف کو چشمے میں پھینک دیا جائے گا۔ جولیا اور عمران کو بچانے کا وعدہ خود مہنت نے کیا ہے۔"

"میں اس کے لئے تیار نہیں۔" حمید نے بگڑ کر کہا۔

"کیا مطلب۔؟" فریدی کے لہجے میں تحیر تھا۔

"میں مہنت کو مجبور کر دوں گا کہ وہ مجھے بھی آپ لوگوں کے ساتھ چشمے میں پھینک دے۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔" فریدی بولا۔ "کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں خودکشی پر آمادہ ہوں؟ اگر تم یہ سوچ رہے ہو تو غلط سوچ رہے ہو۔ میرے ذہن

میں یہ خیال ہرگز نہیں کہ میں چشمے میں گر کر موت کا شکار ہو جاؤں گا۔"

"پھر آپ کیسے بچ سکیں گے۔؟ وہ خوفناک مگرمچھ۔۔۔"

"میں اور جوزف اسکا مقابلہ کریں گے۔ کیوں جوزف۔؟"

"یقیناً کرنل۔" جوزف نے جوشیلے لہجے میں کہا۔ ہم آسانی سے مرنے کے لئے تیار نہیں۔"

"اور پھر۔۔۔؟" فریدی بولا۔ اگر ہم نے اس مگرمچھ کو ختم کر دیا تو ہم آزاد ہوں گے۔ اور پھر تم لوگوں کے لئے کچھ کر بھی سکیں گے۔"

"آپ چشمے سے نکل کیسے سکتے ہیں۔"

"کیا تم جرمن سیاح کی کتاب بھول گئے کیا تم نے پڑھا نہیں تھا کہ جرمن سیاح مگرمچھ کے غار میں داخل ہو کر آگے بڑھتا چلا گیا تھا اور اس غار کے دوسرے دہانے سے باہر نکل گیا تھا۔ فریدی نے بتایا۔ اور پھر بولا۔

"اسی طرح ہم بھی بچ جائیں گے۔"

"لیکن۔؟" اور پھر فریدی نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"یہ بھی تو ضروری نہیں ہے کہ ہمیں چشمے میں پھینک ہی دیا جائے ہو سکتا ہے کل صبح کہر کی چادر چھٹ جائے۔ ظاہر ہے کہ پھر ہمیں چشمے میں نہیں پھینکا جائیگا۔"

"اب تک تو سورج نہیں نکلا ہے۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لیکر کہا۔ پھر کیا امید کی جا سکتی ہے کہ کل نکل ہی آئے گا۔"

"امید پر دنیا قائم ہے حمید میاں! طارق نے کہا۔ اگر امید کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا جائے تو دنیا کی گاڑی ایک انچ بھی آگے نہ سرک سکے۔"

"اب میں بھی کچھ کہوں گا۔" عمران بولا۔

اس وقت اسکے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔ حماقت کا ذرہ برابر شائبہ نہ تھا۔ سب اس کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھنے لگے۔

"چشمے میں۔" عمران بولا۔

"جوزف کے ساتھ میں جاؤں گا۔"

"اور پھر جولیا کے ساتھ کون رہے گا۔؟" فریدی نے کہا۔

"آپ۔؟"

"نہیں۔" جولیا چیخ پڑی۔ "ہرگز نہیں۔"

وہ لوگ چونک کر جولیا کی طرف دیکھنے لگے۔

"کیا ہوا۔؟" عمران نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"تم میرے ساتھ رہو گے۔" جولیا نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"لیکن جولیا۔؟"

"تم میرے ساتھ رہو گے۔" جولیا فریادی انداز میں چیخ پڑی۔ پھر اس نے آگے بڑھکر دونوں ہاتھوں سے اس کے شانے پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالے۔ اور بولی۔

"جواب دو۔۔۔ تم میرے ساتھ رہو گے نا۔۔؟"

"لیکن۔۔۔۔"

"تم میرے ساتھ رہو گے۔" جولیا پھر چیخ پڑی۔ اور آخر میں اسکی آواز بھرا گئی۔ اس نے عمران کے سینے پر سر رکھ دیا۔ اور پھوٹ پھوٹ کر

رونے لگی۔ وہ دوسروں کی موجودگی کو بھی فراموش کر بیٹھی تھی۔

حمید تیزی سے اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ یہ بات اسکے خواب و خیال میں بھی نہ تھی کہ جولیا اتنی شدت سے عمران کو چاہتی ہے۔

عمران کے چہرے پر پھر حماقت نظر آنے لگی تھی۔ اور وہ پرلے سرے کا گاؤدی معلوم ہو رہا تھا۔ اور جولیا اب بھی اس سے لپٹی ہوئی روئے جا رہی تھی۔ اور عمران بوکھلایا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس نے ایک بار جولیا کو اپنے سے الگ کرنے کی کوشش بھی کی لیکن جولیا بری طرح چپٹ گئی تھی۔

فریدی عمران کی طرف دیکھتا ہوا خفیف سا مسکرایا اور عمران جھینپا جھینپا نظر آنے لگا۔

"بولو۔" جولیا روتی ہوئی بولی "تم میرے ساتھ رہو گے نا۔"

"جولیا تم میری بات تو سنو۔" عمران نے زچ ہو جانے والے انداز میں کہا۔

"نہیں۔ میں کچھ نہیں سننا چاہتی۔"

عمران کے چہرے پر اکتاہٹ نظر آنے لگی۔ فریدی سنجیدگی سے بولا۔

"تمہیں جولیا کی بات ماننا ہی پڑے گی عمران۔"

عمران نے ایک طویل سانس لی اور جولیا کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

"اچھا۔ تم الگ تو ہٹو۔"

"پہلے میری بات کا جواب دو۔"

"اچھا بابا۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

اب جولیا اس سے الگ ہوئی۔ اسکی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ گالوں پر آنسوؤں کی لکیریں بنی ہوئی تھیں۔ وہ رومال سے اپنا چہرہ صاف کرنے لگی۔

بہرحال فریدی نے کہا۔ اب یہ بات طے ہو گئی ہے کہ میں جولیا کی جگہ چشمے میں گروں گا۔ اور میرے ساتھ جوزف ہو گا۔

عمران اور جولیا محنت کی وجہ سے بچ جائیں گے۔ حمید اور طارق حسب قید میں رہیں گے۔ اور بعد میں جوزف اور میں انہیں آزاد کرانے کی کوشش کریں گے۔۔۔؟ فریدی ایک لمحے کے لئے خاموش ہوا۔ اور پھر جولیا سے بولا۔

"ٹھیک ہے نا جولیا۔۔۔؟"

جولیا نے ایک بار سر اٹھا کر فریدی کی طرف دیکھا اور پھر سر جھکا لیا۔ اب وہ کچھ جھینپی جھینپی معلوم ہو رہی تھی۔ اسے دراصل اب احساس ہوا ہو گا کہ وہ سب کے سامنے ہی عمران سے لپٹ گئی تھی۔

عمران ٹھنڈی سانس لیکر بولا "اگر تھوڑی دیر پہلے میرے ڈیڈی بھی یہاں موجود ہوتے تو میں فارغ البال ہو گیا ہوتا۔!"

فریدی اور طارق مسکرا دیئے۔ حمید نے حسب معمول برا سا منہ بنایا تھا۔ لیکن جوزف احمقوں کی طرح منہ کھولے عمران کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"اس بات کا مطلب کیا ہوا باس!"

"کس بات کا۔؟"

"جو تم نے ابھی کہی تھی۔"

"پھر کسی وقت فرصت میں سمجھاؤں گا۔" عمران نے حماقت آمیز سنجیدگی کے ساتھ کہا۔ "ویسے یہ بات ایسی نہیں ہے جو بچوں کو بھی سمجھائی جائے۔"

جوزف احمقوں کی طرح بولا۔ "میں بچہ ہوں یا سن۔"

"ہاں۔" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"یا سن تم میری توہین کر رہے ہو۔" جوزف منہ پھلا کر بولا۔

"ابے چپ۔" عمران نے منہ بگاڑ کر کہا۔

جوزف خاموش ہو گیا لیکن اس کے چہرے کے تاثرات کہہ رہے تھے۔ جیسے وہ اب بھی عمران سے روٹھا ہوا ہے۔ اتنے میں تین خادم ان لوگوں کے لئے دوپہر کا کھانا لیکر آئے۔

"کاش! اس وقت قاسم بھی ہمارے ساتھ ہوتا۔" حمید نے کھانے کے دوران کہا۔

"ہماری مشکلات اور بڑھ جاتیں۔" فریدی نے جواباً کہا۔

"لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بعض اوقات وہ کام کا آدمی ثابت ہوتا ہے۔"

"ہاں بعض اوقات۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن بیشتر اوقات میں وہ مشکلات کا سبب بن جاتا ہے۔" حمید چپ ہو گیا۔

پھر جب وہ سب کھانا کھا چکے تو عمران نے کہا۔

"ایک بار پھر پہرے دار کو بھیجنا چاہیئے۔"

"کہاں۔؟" طارق نے پوچھا۔

"ضحاک کے پاس۔"

"ہاں بھیجنا تو چاہیئے۔"

عمران اٹھ کر دروازے کی طرف گیا۔ اور ایک پہرے دار سے کہہ کر واپس آ گیا۔

"اب تک ضحاک شاید لوٹ آیا ہو۔" حمید نے کہا۔

جواب میں کسی نے کچھ نہیں کہا تھا۔

لیکن جب تھوڑی دیر بعد پہریدار واپس آیا تو پتہ چلا کہ حمید کا خیال ٹھیک نہیں ثابت ہوا۔ ضحاک اب تک نہیں آیا تھا۔ فریدی کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"وہ فرور ہم سے غداری کر گیا ہے۔" حمید نے کہا۔ "اور اب ندامت کی وجہ سے ہم لوگوں کے سامنے نہیں آنا چاہتا۔"

فریدی نے ایک بار سر اٹھا کر حمید کی طرف دیکھا۔ اور پھر کسی سوچ میں ڈوب گیا۔

بات واقعی حیرت انگیز تھی۔ اب تک ضحاک ان لوگوں سے ملنے کیلئے صبح و شام آتا رہا تھا۔ پھر آج آخر اسے کیا ہو گیا تھا۔

شام ہونے کو آئی۔ لیکن ضحاک ان لوگوں سے ملنے نہیں آیا۔ اس دوران میں پہریدار کو ایک بار پھر بھیجا گیا تھا لیکن واپسی پر اسکا جواب مایوس کن تھا۔

اور پھر انہیں اطلاع ملی کہ بوڑھا منسٹر اعظم محل میں آ رہا ہے۔ فریدی، جوزف۔ طارق اور حمید فوراً وہاں سے چلے گئے۔ ان کے جانے کے ایک

منٹ بعد ہی مہنت وہاں پر آ پہنچا۔ اس کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ اس نے ایک بار غور سے جولیا کی طرف دیکھا۔ پھر عمران کی طرف۔ اور اس کے بعد پھر جولیا سے مخاطب ہو کر بولا۔

"میری آمد کا مقصد تم کو معلوم ہے۔"

"ہوں۔"

"پھر۔ تم نے کیا فیصلہ کیا۔؟"

"اس پر عمل کیا جائے گا۔ جو تجویز تم نے پیش کی تھی۔"

"خوب۔" بوڑھے گیدڑ کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"لیکن مجھے حیرت ہے کہ تم مجھے بچانا چاہتے ہو۔" جولیا نے کہا۔

"میں اس کی وجہ بتا چکا ہوں۔" مہنت اعظم نے کہا۔ "تم دیوی کی ہم شکل ہو۔ اسلئے مجھے تم سے ہمدردی ہے۔" جولیا چپ رہی۔

مہنت پھر بولا۔ "تو تمہارے ساتھ کون جائے گا۔"

"میں۔؟" عمران بول پڑا۔

"خوب۔" بوڑھا پھر مسکرایا۔ "گویا میرا اندازہ ٹھیک ہی نکلا۔"

عمران اور جولیا خاموش رہے۔ مہنت بھی کچھ دیر چپ رہا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔

"تو کل صبح سورج نکلنے سے دو گھنٹے پہلے میں یہاں آؤں گا۔ اور تم دونوں کو یہاں سے نکال لے جاؤں گا۔ لیکن بوڑھے نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا وہ آدمی تمہاری جگہ لینے کے لئے تیار ہوگا۔؟"

"ہاں۔" جولیا نے کہا۔

"کیا تم نے اس سے بات کر لی ہے۔؟"

"ہاں۔"

"کیا وہ آسانی سے تیار ہو گیا۔" بوڑھے کے لہجے میں تحیر تھا۔

"تمہیں اس سے کیا غرض۔؟" جولیا نے خشک لہجے میں کہا۔

"خیر۔ خیر۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ تو وہ بالکل تیار ہے۔"

"ہاں۔"

"لیں تو پھر کل سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"لیکن تم مجھے کہاں لے جاؤ گے۔"

"اس سے تمہیں کوئی غرض نہیں ہونی چاہیئے۔ بس میں تمہیں یہاں سے بچا کر نکال دوں گا۔ اور پھر تم دونوں اپنی دنیا میں واپس چلے جانا۔"

"کیا تمہاری قوم کو اس بات کا علم نہ ہو سکے گا۔؟"

"نہیں۔"

"لیکن تم مجھے کیوں بچانا چاہتے ہو۔" عمران نے پوچھا۔

"محض اس لئے کہ اکیلی عورت ان دشوار گزار راستوں سے گزر کر اس دنیا تک نہیں جا سکتی۔"

"بہت ہمدردی ہے تمہیں ان سے۔" عمران نے دیدے نچاتے ہوئے کہا

"اب میں چلوں گا۔" بوڑھے نے کہا۔ اور پھر وہ چلا گیا۔

"مجھے بیحد حیرت ہے۔" عمران بڑبڑایا۔

"کس بات پر۔؟" جولیا نے پوچھا۔

"آخر یہ تمہیں کیوں بچانا چاہتا ہے۔"

"بتا تو چکا ہے وجہ۔"

"اس وجہ کو عقل تسلیم نہیں کرتی۔"

"پھر تمہارا کیا خیال ہے۔"

"میں ابھی کوئی خیال قائم نہیں کر سکا ہوں۔" جولیا چپ ہو گئی۔ عمران کچھ دیر سوچتا رہا۔ اور پھر جولیا کو شرارت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"میں اس وقت تمہیں کچھ سمجھانا چاہتا ہوں۔"

"کیا۔؟" جولیا نے چونک کر پوچھا۔

"تھوڑی دیر پہلے تمہیں کیا ہو گیا تھا۔؟"

"کب۔؟"

"جب تم مجھ سے لپٹ کر رو رہی تھیں۔"

جولیا کے چہرے پر شرم کی سرخی دوڑ گئی۔

"جواب دو۔" عمران نے چند لمحہ بعد کہا۔

"فضول نہ بکو۔"

"میں سنجیدہ ہوں۔" عمران نے کہا۔ "اس وقت میں نے کہہ دیا تھا کہ تمہارے ساتھ رہوں گا لیکن یہ مناسب نہیں ہے۔"

"عمران مجھے پریشان نہ کرو۔" جولیا روہانسی ہو گئی۔ عمران ہنس کر چپ ہو گیا۔ اسی وقت فریدی وغیرہ واپس آ گئے۔

"کیا رہا۔؟" فریدی نے پوچھا۔

"ضحاک اب تک نہیں آیا۔" طارق بڑبڑایا۔

"کیا پہرے دار کو بھیجا جائے۔" عمران بولا۔

"فضول ہے۔" فریدی نے کہا۔

"کیوں۔؟"

"اگر ضحاک کو آنا ہوتا تو وہ اب تک آ چکا ہوتا۔"

"گویا اب آپ کو بھی یقین ہو گیا ہے کہ اس نے غداری کی ہے۔"

فریدی خاموش رہا۔

کھانا کھا چکنے کے بعد وہ سب سونے کے لئے لیٹ گئے لیکن ان حالات میں نیند آنا محال تھا۔ جبکہ وہ جانتے تھے کہ آنے والی صبح ان کے لئے منحوس ثابت ہو گی۔

کاش! کل کا سورج کہر آلود نہ ہو۔ جولیا سوچ رہی تھی لیکن نہ جانے کیوں... اب اس پر مایوسی نے غلبہ پا لیا تھا۔

اس کے ذہن میں یہ بات جم گئی تھی کہ کہر کی چادر قائم رہے گی۔ اگر اسے ہٹنا ہوتا تو اب تک ہٹ چکی ہوتی۔ مستقل پر پڑا ہوا پردہ ان لوگوں کو اس وقت بہت ہی خوفناک معلوم ہو رہا تھا۔ نہ جانے اس پردے کے پیچھے کیا چھپا ہوا ہے۔ موت... یا زندگی؟ موت

موت ..... موت ..... اور صرف موت !

جولیا سوچ رہی تھی کہ اب وہ زندہ نہیں رہ سکتے۔ اس خوفناک مگر مچھ سے مقابلہ کرنا جوزف اور فریدی کے لئے آسان نہ ہوگا۔

جولیا کو خود اپنی زندگی کا بھی یقین نہیں تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اسے بچانے میں بھی بوڑھے مہنت کی کوئی چال پوشیدہ ہوگی۔

O

وہ رات کو کم از کم جولیا کے لئے قیامت ہی کی رات تھی۔ ایک پل کیلئے بھی جولیا کو نیند نہ آسکی کروٹیں بدلتے بدلتے اسکا جسم دکھنے لگا۔ اس کے علاوہ دوسروں کو بھی نیند نہیں آئی تھی البتہ جوزف کے خراٹے کمرے میں واضح طور پر گونج رہے تھے۔ صرف وہی مستقبل سے لاپرواہ تھا۔ باقی سب فکرمند تھے۔ مستقل سوچ رہے تھے۔ ہر ایک کی آنکھوں میں نیند اڑی ہوئی تھی شاید ہی ان لوگوں کی زندگی میں کبھی ایسی رات آئی ہو۔ ایسی خوفناک رات جس کی صبح اپنے دامن میں ان لوگوں کے لئے نہ جانے کیا لا رہی تھی۔ زندگی یا موت۔؟

اور صبح ہونے سے دو گھنٹے پہلے مہنت اعظم آگیا۔ اس کے ساتھ چھ مہنت اور تھے اور ان کے آتے ہی جوزف بیدار ہو گیا۔ اور ایک انگڑائی لیکر بوڑھے مہنت کو کینہ توز نظروں سے گھورنے لگا۔ مہنت ان سب کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"کیا تم لوگ تیار ہو۔"

"ہاں۔" فریدی نے کہا

جولیا کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ اسے اپنا جسم ہلکا پھلکا محسوس ہونے لگا۔ اسے مہنت اس وقت بہت خطرناک معلوم ہو رہا تھا اور وہ ایسا محسوس کر رہی تھی جیسے ایک خوفناک جلاد اسے قتل کرنے کیلئے تیار ہو۔

بوڑھے مہنت اعظم نے کالے رنگ کا ایک لبادہ جولیا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ تم پہن لو۔ اور اپنا لباس اتار کر اس آدمی کو دیدو" مہنت نے فریدی کی طرف اشارہ کیا۔ جولیا نے لباس اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

"دوسرے کمرے میں جاکر بدل لو۔" عمران نے کہا۔

"ہاں ہاں۔" مہنت اعظم بولا ——

"دوسرے کمرے میں چلی جاؤ۔" جولیا اٹھکر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ مہنت اعظم نے فریدی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا تم اپنی ساتھی عورت کی جگہ لینے کے لئے تیار ہو۔"

"ہاں۔" فریدی نے کہا۔ مہنت خاموش ہو گیا۔ اب شاید اسے اس بات کا انتظار تھا کہ جولیا لباس تبدیل کر کے واپس آجائے۔

حمید فریدی سے بولا "میں آپ کو نہیں جانے دوں گا۔"

"بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔"

"یہ بچوں کی سی باتیں نہیں ہیں۔" حمید نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہم لوگ ایک ساتھ ہی مریں گے۔"

"احمقانہ بات۔" فریدی نے کہا۔ "میں چشمے میں گرنے کے لئے تیار نہیں ہوا ہوں کہ مرجاؤں گا۔"

"وہ مگرمچھ لڑکوں کو نہیں کھائے گا آپ کو۔" حمید نے جل کر کہا۔

"اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ مجھے خلوہ سمجھ کر آسانی سے نگل لے۔" فریدی نے کہا۔

"کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اسے مار سکیں گے۔"

"قبل از وقت کچھ کہنا بے سود ہے مستقبل میں جو کچھ بھی ہو۔"

"میں اکیلا نہیں مروں گا۔"

"طارق صاحب بھی تمہارے ساتھ ہیں۔"

"آپ فضول باتیں کیوں کر رہے ہیں۔" حمید نے جھلا کر کہا۔

"دیکھو حمید۔ فریدی نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔ "یہ قطعاً ضروری نہیں ہے کہ وہ مگرمچھ ہمیں مار ڈالے گا تم نے جرمن سیاح کی کتاب کا وہ حصہ نہیں پڑھا جب وہ سیاح یہاں سے فرار ہوا تھا۔

"اس کی قسمت اچھی تھی جو اس وقت مگرمچھ سو رہا تھا۔ ضروری نہیں ہے کہ آپ کی مرتبہ میں بھی ایسا ہی ہو۔"

"لیکن بہرحال تھوڑا بہت امکان ضرور موجود ہے کہ ہم بچ جائیں گے اس کے بعد میں کوشش کروں گا کہ تم لوگوں کو بھی بچانے کی تدبیر کروں۔"

"یہ محض دلاسہ ہے۔" جیمز نے منہ بنا کر کہا۔

لیکن بالآخر بڑی مشکل سے فریدی نے اسے سمجھا بجھا کر اس بات کیلئے تیار کر لیا کہ وہ بچوں کی سی ضد چھوڑ کر اس بات کا انتظار کرے کہ مستقبل میں کیا ہوتا ہے۔ ان دونوں میں یہ گفتگو درہم برہم لہجے میں ہو رہی تھی تاکہ نہبت نہ سن سکے۔ جولیا لباس تبدیل کر کے آگئی اب وہ سادہ لباس میں تھی۔

نہبت فریدی سے بولا۔ اب تم اس عورت کا لباس پہن لو۔"

فریدی دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

"وقت زیادہ نہیں ہے۔" نہبت نے کہا۔ اب ہمیں چلنا چاہیئے۔"

جولیا اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔

"کیا تم تیار ہو۔" نہبت نے عمران سے پوچھا۔

"ہاں۔"

"تو پھر چلو۔"

عمران اور جولیا نہبت کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھے لیکن نہبت اچانک دوسری طرف کی دیوار کی طرف مڑ گیا۔

"ارے میاں دروازہ ادھر ہے۔" عمران نے ہانک لگائی۔

"بکو مت۔" نہبت غرایا۔ دیوار کے قریب پہنچ کر وہ رک گیا۔ اس نے وہاں نہ جانے کیا کیا تھا کہ اچانک ایک خفیف سی آواز کے ساتھ دیوار دو حصوں میں منقسم ہوتی چلی گئی۔ اب وہاں ایک خاصہ چوڑا قد آدم راستہ نظر آ رہا تھا۔ عمران نے ایک طویل سانس لی۔ اب یہ بات اسکی سمجھ

ہیں آئی تھی کہ ان کی بندوقیں کس طرح غائب ہوئیں رات کو اس چور دروازے ہی سے کوئی اندر آیا ہوگا۔

مہنت اعظم نے ایک مہنت کے ہاتھ سے مشعل لی اور اس تاریک خلا میں داخل ہوتا ہوا بولا۔

"آؤ۔۔۔۔"

عمران اور جولیا نے ایک مرتبہ پلٹ کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ جولیا کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

حمید نے سر جھکا لیا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ کیا ان دونوں کو اس نے آخری بار دیکھا ہے۔

"یاسن" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ میری گستاخیوں کو معاف کر دینا۔ اور مجھ سے جو غلطیاں ہوئی ہوں انہیں بھلا دینا۔"

جواب میں عمران نے کچھ نہیں کہا۔ حمید نے اس کی آواز نہیں سنی تھی پھر اس نے سر اٹھایا تو وہ لوگ جا چکے تھے۔ دوسرے ہی لمحے دیوار کی خلا بھی برابر ہو گئی۔

جوزف سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اور اسکی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے اسی وقت فریدی لباس بدل کر آ گیا۔ اب اسکے جسم پر سپید لبادہ تھا۔ جس میں اس کی شخصیت مضمحل تر معلوم ہو رہی تھی۔

مہنت اعظم کے ساتھ آئے ہوئے چھ مہنتوں میں سے دو تو مہنت اعظم اور جولیا وغیرہ کے ساتھ چلے گئے تھے اور چار اب بھی وہاں پر موجود تھے۔

"کیا وہ دونوں گئے۔" فریدی نے حمید سے پوچھا۔ حمید نے سر ہلا دیا۔

"ہم بھی تیار ہیں۔"

مہنتوں نے انہیں چلنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر دروازے کی طرف مڑ گئے۔

"اچھا حمید۔؟ فریدی بولا۔ خدا حافظ۔ طارق صاحب۔"

"میرے بچے" طارق پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اس بوڑھے کو شاید زندگی میں پہلی مرتبہ روتے ہوئے دیکھا گیا تھا۔ حمید نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ شاید وہ اپنے آنسو چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔

فریدی ایک لمحے کے لئے رکا۔ اور پھر تیزی سے چلتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔ اسکے ساتھ جوزف بھی باہر نکلا تھا۔ چاروں مہنت ان دونوں کو گھیرے میں لے کر آگے بڑھنے لگے۔

محل سے نکل کر وہ مندر کی طرف چل پڑے تھے۔ فریدی کا سر بھی ایک کپڑے سے ڈھکا ہوا تھا۔ اور چہرے پر نقاب بھی موجود تھی۔ جوزف اس کے برابر خموشی سے سر جھکائے چل رہا تھا۔

محل سے باہر نکل کر وہ مندر کی طرف چل پڑے۔ راستے میں لوگوں کا ہجوم تھا۔ وہ چیخ چیخ کر نقلی دیوی اور دیوتا کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ اس ہجوم میں سے ایک آدمی نکل کر فریدی کے قریب چلتا ہوا آہستہ سے بولا۔

"دیوی! مجھے افسوس ہے کہ تیرے لئے کچھ نہ کر سکا میں مجبور ہو چکا ہوں۔"

فریدی نے کنکھیوں سے دیکھا وہ ضحاک تھا۔ اس قوم کا بادشاہ اپنی بات ختم کر کے وہ پھر ہجوم میں جا ملا تھا۔

فریدی خاموشی سے چلتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اسکا خیال غلط ثابت ہوا پہلے اس نے سوچا تھا کہ ضحاک مہمت اعظم سے مل گیا ہے۔ لیکن اسوقت اس نے فریدی کو جو لیا سمجھ کر جو کچھ کہا تھا اس سے یہ بات ظاہر ہوئی تھی کہ وہ کسی بنا پر بے بس ہو گیا ہے۔

مندر میں داخل ہونے کے بعد انہیں سرنگ میں داخل ہونا پڑا جو تدریج بلند ہوتی جا رہی تھی۔ فریدی نے سوچا کہ اس طرح شاید وہ دیوتا کے بت کے سر پر پہونچ جائیں گے۔

"کرنل صاحب،" جوزف آہستہ سے بولا۔

"ہوں۔"

"میں اس مگر مچھ سے لڑوں گا۔"

"تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں خاموشی سے مرجانا چاہتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"لیکن کیا تمہارے پاس کوئی ہتھیار ہے۔؟"

"نہیں۔ لیکن میں خالی ہاتھ لڑوں گا۔"

"ہوں۔" فریدی نے کچھ نہیں کہا۔ اب اسکے دونوں ہاتھ بڑی تیزی سے کام کر رہے تھے۔ اس قوم کی عملداری میں آنے سے پہلے اس نے دو خنجر اپنی رانوں پر ڈوریوں سے کس لئے تھے۔ اس وقت اس نے سوچا تھا کہ شاید ان خنجروں کی ضرورت پڑ جائے۔ اور اب وہ وقت آگیا تھا۔

دونوں خنجر رانوں سے نکال کر اس نے ایک تو اپنے لیا دے میں چھپا لیا۔ اور دوسرا جوزف کے ہاتھ میں دیتا ہوا بولا۔

"اسے سنبھال کر رکھو۔ کام آئے گا۔"

"یہ کہاں سے آیا ہے۔" جوزف کے لہجے میں تحیر تھا۔

"خاموش۔" جوزف چپ ہو گیا۔

یہ سارا کام سرنگ کے اندھیرے میں ہو گیا تھا۔ اور وہ چاروں مہمت اس سے قطعی بے خبر رہے تھے۔

آخر کچھ دیر بعد وہ بت کے سر پر پہنچ گئے۔ نیچے سارا مندر اس درندہ صفت قوم کے آدمیوں سے بھرا پڑا تھا۔ ہر طرف مشعلیں جل رہی تھیں جس کا دھواں فضا میں چکرا رہا تھا۔

جوزف اور فریدی کو دیکھتے ہی ان لوگوں نے چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھا لیا۔ وہ فریدی کو نقلی دیوی سمجھ رہے تھے۔ انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ مہمت اعظم کیا چال چل گیا ہے۔

فریدی اور جوزف کو پتھر کے بنے ہوئے ان چبوتروں پر بٹھا دیا گیا جو بت کے سر پر بنے ہوئے تھے۔ ان کے پیچھے ایک ایک مہمت کھڑا ہوا تھا۔ دو مہمت ان کے دائیں بائیں کھڑے تھے۔

فضا اب بھی کہر آلود تھی۔ اور اس بات کا امکان نہیں دکھائی دے رہا تھا کہ فضا صاف و شفاف ہو جائے گی۔

مدہم سی روشنی میں فریدی نے جوزف کے چہرے کی طرف دیکھا جو

بہت خوفناک معلوم ہو رہا تھا۔ جوزف کے ہاتھ میں خنجر نظر نہیں آیا۔ شاید اس نے بھی فریدی کی طرح خنجر اپنے لبادے میں چھپا لیا تھا۔ اگر وہ دونوں ایسا نہ کرتے تو ان سے خنجر چھین لئے جاتے۔ مگر کیا۔ دو معمولی سے خنجر اس خوفناک جگر مچھ کا مقابلہ کر سکتے تھے۔

کچھ ہی دیر بعد مندر کے ہال میں مہنت اعظم بھی دکھائی دیا۔ کیا یہ عمران اور جولیا کو چھوڑ آیا؟ فریدی نے سوچا۔ نجانے کیوں اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایسا ہوا ہوگا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ مہنت اعظم کوئی چال چل گیا ہے لیکن وہ چال کیا ہے اور اسکا مقصد کیا ہوگا! یہ فریدی نہیں سمجھ سکا تھا۔ دفعتہً مندر کے ہال میں سناٹا چھا گیا۔ لوگ خاموش ہو کر مہنت اعظم کی طرف متوجہ ہو گئے تھے جس نے تقریر کرنا شروع کیا تھا۔

"اے کہر کے باشندو...! آج ہم ان نقلی دیوی اور دیوتا کو ناگ دیوتا کے چشمے میں پھینکنے والے ہیں۔ اگر یہ اصلی دیوتا ہیں تو کہر صاف کر دیں گے اور اگر نقلی ہیں تو یہ ان کے بس کی بات نہ ہوگی۔ بس پھر انہیں اس چشمے میں پھینک دیا جائے گا۔ ہمارے دیوی دیوتا اس قربانی سے خوش ہو جائیں گے۔ شاید وہ اسی لئے ہم سے ناراض ہیں۔ کہ ہم نے نقلی دیوی دیوتا کو اپنے مقدس مندر میں آنے دیا۔ ان کی قربانی سے دیوی دیوتا خوش ہو جائیں گے خوش ہو کر کہر چھانٹ دیں گے۔ سورج اپنی پوری آب و تاب سے چمک اٹھے گا۔ ہمارے کھیت لہلہا اٹھیں گے اور پھر ہمیں قحط کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

مہنت اعظم خاموش ہو گیا۔ اور لوگ چیخنے لگے۔

"ان دونوں منحوسوں کو فوراً چشمے میں پھینک دو۔"

"ان کی قربانی میں دیر نہیں ہونی چاہیے۔"

"یہ دونوں منحوس ہیں۔"

"ان دونوں کی وجہ سے ہمارے دیوی دیوتا ناراض ہو گئے ہیں۔"

"انہیں فوراً چشمے میں پھینک دینا چاہیے۔"

مندر مختلف آوازیں گونجتی رہیں۔ جوزف بت کے سر پر بیٹھا ان لوگوں پر دانت پیس رہا تھا۔

"نہیں"، مہنت اعظم نے چلا کر کہا۔ ابھی نہیں۔ ہم دیکھیں گے کہ آج کی صبح کیسی ہوتی ہے۔ کہر آلود... یا صاف و شفاف۔ اگر یہ دونوں اصلی دیوی یا دیوتا ہیں تو یہ اسکا ثبوت پیش کریں گے۔"

کچھ لوگوں نے چیخ کر مہنت اعظم کی تائید کی بعض لوگ انتظار نہیں کرنا چاہتے تھے۔ لیکن مہنت اعظم نے آخری فیصلہ دیدیا۔

"صبح کے آثار ہونے پر ہی کچھ ہو سکے گا۔"

آخر لوگوں کو چپ ہو جانا پڑا۔ اب وہ بڑی بے چینی سے صبح ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔

فریدی کے قریب کھڑے ہوئے بہت دور کی اس سب سے اونچی پہاڑی کی طرف دیکھ رہے تھے جو تاریکی میں دھندلی سی دکھائی دے رہی تھی۔ اس قوم کے لوگوں کا اعتقاد تھا کہ اگر اس پر دھوپ کی سرخی پھیل جائے تو صبح

کہر آلود ہو گی۔ اور اگر سپید ہوئی تو اسکا مطلب یہی تھا کہ بدستور کہر قائم رہے گی۔ اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہا تھا۔ فریدی کی نظریں بھی اس پہاڑی ہی کی طرف تھیں لیکن جوزف سر جھکائے ہوئے سوچ رہا تھا کہ وہ اکیلا تو اس چشمے میں ہرگز نہ گریگا۔ اگر وہ کو نہیں تو ایک مہنت کو ضرور اپنے ساتھ لے گا۔ نیچے مندر میں کھڑے ہوئے مہنت کی نظریں بت کے سر کی طرف تھیں نجانے وہ فریدی وغیرہ کی طرف دیکھ رہا تھا یا ان مہنتوں کو فریدی اور جوزف کے دائیں بائیں اوپر نیچے کھڑے ہوئے تھے۔ اب صبح کے آثار پیدا ہو چلے تھے۔ مہنتوں کے ساتھ فریدی کی نظریں بھی پہاڑی کی طرف لگی ہوئی تھیں۔

اچانک مہنت چلائے۔ "دھوپ... سرخ دھوپ۔"

سرخ دھوپ کا مطلب یہ تھا کہ کہر صاف نہیں ہوئی۔

"پھینک دو ان دونوں کو۔" مہنت اعظم چلایا۔ "چشمے میں پھینک دو ان دونوں کو۔"

فریدی اور جوزف ایک دم اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔ اس سے پہلے کہ مہنت انہیں پکڑتے فریدی نے خود ہی چشمے میں چھلانگ لگا دی لیکن جوزف نے ایک مہنت پر جست لگائی تھی۔ مہنت اس غیر متوقع حملے سے لوکھلا گیا تھا اس کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے۔ جوزف نے اسے بہ آسانی اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ پھر اس سے پہلے کہ دوسرے مہنت اسکے ارادے کو بھانپ سکتے۔ جوزف نے گرفت میں لئے مہنت کے ساتھ ہی چشمے میں چھلانگ لگا دی۔ اس مہنت کے حلق سے چیخ نکل گئی تھی۔ جوزف اور وہ پانی کی گہرائی میں ڈوبتے چلے گئے۔

آخر جوزف نے سنبھالا لیا اور اس مہنت کے بال پکڑ کر اوپر کی طرف اٹھنے لگا۔ جب وہ پانی کی سطح پر آیا تو اس نے فریدی کو دیکھا۔ جو اس کے قریب ہی پانی میں تیر رہا تھا۔

"اسے کیوں گھسیٹ لائے۔ جوزف۔" فریدی نے پوچھا۔

"ابھی بتاتا ہوں کرنل۔" یہ کہتے ہوئے جوزف نے اپنے لباس میں سے فریدی کا دیا ہوا خنجر نکالا۔ پھر اسکا ہاتھ بلند ہو کر نیچے گرا۔ مہنت جوزف کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ خنجر اس کی گردن میں پیوست ہو کر دوسری طرف نکل گیا۔ مہنت کی چیخ بڑی کربناک تھی۔ جوزف نے ایک جھٹکے سے خنجر نکالا۔ اور مہنت کو تڑپتا ہوا چھوڑ کر دوسری طرف تیرتا چلا گیا۔ پانی پر خون کی سرخی لہرانے لگی تھی۔

"میں چوہے کی موت نہیں مر سکتا کرنل۔" جوزف نے کہا۔ "اب مرتے وقت مجھے سکون ہوگا کہ اپنے دشمنوں میں سے ایک کو میں بھی ختم کر چکا ہوں۔" فریدی کچھ نہ بولا۔

"وہ مگر مچھ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔" جوزف پھر بولا۔

"شاید وہ اس وقت اپنے بھٹ میں ہے۔" فریدی نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ جوزف نے اسطرف دیکھا۔ ادھر کی دیوار میں پانی کی سطح سے تین فٹ اوپر ایک غار کا بہت بڑا دہانہ نظر آ رہا تھا۔

"کیا ہم اسکے اندر داخل ہونے کی کوشش کریں۔" جوزف نے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ یہ مناسب نہ ہوگا۔" فریدی نے جواب دیا۔ "ہمیں اس

بات کا انتظار کرنا ہوگا کہ مگرمچھ اپنے غار سے نکل کر پانی میں آئے اس وقت ہم اسے ڈاج دیکر اسکے غار میں داخل ہو جائینگے اور فرار ہونے کی کوشش کرینگے۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں۔" جوزف اور فریدی پانی میں تیرتے رہے۔ جوزف نے ایک مرتبہ اوپر دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ لوگ جھانک رہے ہیں۔" فریدی نے اوپر دیکھا۔ کچھ آدمیوں کے سر دکھائی دے رہے تھے۔

"لیکن وہ ہمیں دیکھ نہیں پائیں گے۔" فریدی نے کہا۔

"کیوں۔؟"

"اس وقت ہم تاریکی میں ہیں جب تک دن اچھی طرح نہ نکل آئے اس وقت تک چشمے کی گہرائی میں روشنی نہیں پہنچ سکے گی۔"

"ہوں۔" وہ دونوں کچھ دیر تک خاموشی سے چشمے میں تیرتے رہے۔ پھر اچانک فریدی بولا۔

"کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہماری خوش قسمتی سے مگرمچھ اسوقت سو رہا ہو۔"

"پھر کیوں نہ ہم دیکھ لیں۔"

"ہاں دیکھ لینا چاہیئے۔" فریدی نے کہا۔ پھر دونوں تیرتے ہوئے اس دیوار کی طرف بڑھے جس میں غار کا دہانہ نظر آرہا تھا۔

"وہ ضرور سو رہا ہوگا۔" جوزف نے پرمسرت لہجے میں کہا۔ "ورنہ اب تک اپنے غار سے نکل آیا ہوتا۔"

"ہاں۔ ہاں۔ ہوسکتا ہے۔" فریدی نے کہا لیکن ابھی دروازے سے

چند فٹ کے فاصلے پر تھے کہ انہیں اچانک رک جانا پڑا۔ غار کے دہانے پر انہیں دو بہت بڑے بڑے انگارے سے دہکتے نظر آئے تھے۔ اور وہ انگارے دراصل آنکھیں تھیں۔ اس خوفناک مگرمچھ کی آنکھیں۔

"پیچھے ہٹو۔" فریدی نے کہا۔

پھر جوزف اور وہ تیرتے ہوئے تیزی سے پیچھے ہٹ گئے۔ مگرمچھ نے غار سے اپنا سر نکال کر پانی میں ڈالا۔ اور آگے کی طرف سرکا۔ پھر جب اس کی دم پانی میں گری تو ایک زوردار چھپاکا ہوا۔

وہ خوفناک مگرمچھ کسی طرح بھی بیس فٹ سے کم نہ رہا ہوگا۔

... .

○

جولیا اور عمران نے سرنگ کے اندر گھستے ہی محسوس کیا کہ وہاں تو سرنگوں کا جال سا بچھا ہوا تھا لیکن مہنت ان لوگوں کو لئے ہوئے بڑے اطمینان سے آگے بڑھتا رہا۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ان سرنگوں کے راستے اچھی طرح جانتا ہوگا۔

دونوں مہنت عمران اور جولیا کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور مہنت اعظم آگے تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں مشعل تھی جس کی روشنی میں وہ آگے بڑھ رہے تھے۔

دس پندرہ منٹ تک چلتے رہنے کے بعد ایک کمرے میں داخل

ہوئے یہ کمرہ پتھروں کو تراش کر ہی بنایا گیا تھا جو چاروں طرف سے بند تھا لیکن عمران کو حیرت ہوئی کہ وہاں نام کو بھی گھٹن کا احساس نہیں تھا۔

"فی الحال تم دونوں کا قیام اس کمرہ میں ہوگا۔" مہتمت اعظم نے عمران اور جولیا سے کہا۔

"کب تک۔؟" عمران نے پوچھا۔

"جلدی کیا ہے۔" مہتمت اعظم نے خشک لہجے میں کہا۔ اور اپنی مشعل سے کمرے میں لگی ہوئی ایک مشعل روشن کر دی۔

پھر بوڑھا مہتمت اعظم اور اس کے دونوں ساتھی وہاں سے چلے گئے تھے۔ عمران نے ایک طویل سانس لی۔ اور جولیا سے بولا۔

"اس بڈھے کی نیت میں فتور معلوم ہوتا ہے۔"

"میں بھی اسی شبہے میں مبتلا ہوں۔ پہلے ہی اس بات کو سوچنا چاہیئے تھا کہ آخر اسے مجھ سے ہمدردی کیوں ہو گئی ہے۔ لیکن یہ ہم لوگوں کا کیا کرے گا۔؟"

"وہ ہم دونوں کی بلی بھی دے سکتا ہے۔ اور مرتبہ بھی۔"

جولیا سوچ میں پڑ گئی۔

عمران کمرے میں ٹہلنے لگا۔ بوڑھا مہتمت انہیں وہاں چھوڑ کر باہر سے دروازہ بند کر گیا تھا۔ اس کے علاوہ کمرے سے باہر نکلنے کی کوئی راہ نہ تھی بائیں طرف کی دیوار اور چھت کے جوڑ میں آدھے فٹ کی خلا دکھائی دے رہی تھی۔ عمران ٹھیک اسکے نیچے کھڑا ہو کر اوپر دیکھنے لگا۔ مگر اسے کچھ دکھائی نہ دے سکا۔ گہری تاریکی میں کیا نظر آتا۔ لیکن عمران نے یہ

ضرور محسوس کیا کہ اس چٹانی کمرے میں اسی دراڑ سے ہوا آ رہی ہے۔

"پتہ نہیں کنول فرندی کا کیا حشر ہوا ہوگا۔؟" جولیا بولی۔

"ابھی تو کوئی حشر نہ ہوا ہوگا۔" عمران نے کہا۔ "لیکن بہت جلد کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔"

"تم بڑے درندے ہو۔"

"کیوں۔؟" عمران نے پلکیں جھپکائیں۔

"اس انداز میں ان لوگوں کا تذکرہ کر رہے ہو جیسے کوئی بات نہ ہو۔"

"اگر مجھے اپنے زندہ بچ جانے کا یقین ہوتا تو میں یقیناً رو رو کر ان لوگوں کے لئے مرثیہ پڑھتا۔"

"تو کیا تمہارا خیال ہے کہ مہتمت ہمیں مار ڈالے گا۔"

"وہ جو کچھ بھی کرے لیکن یہ ناممکن ہے کہ وہ خود ہمیں آزاد کر دے۔"

"میرا خیال ہے کہ ہمیں قتل ہرگز نہ کرے گا۔" جولیا نے کہا۔ "اگر مارنا ہی مقصود ہوتا تو یہاں تک چھپا کر لانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"اب تم کافی اچھا سوچنے لگی ہو۔ اللہ نظر بد سے بچائے رکھے۔"

"آمین۔" عمران نے کہہ کر اپنے منہ پر ہاتھ پھیرے۔

"تم اس وقت بھی گدھے پن سے باز نہیں آؤ گے۔" جولیا جھلا گئی۔

"جب انسان گدھے پن سے باز آ جائے تو سمجھ لو کہ قیامت آنے میں ابھی بہت دیر باقی ہے لیکن بزرگ کہہ گئے ہیں کہ قیامت قریب ہے۔"

جولیا منہ بنا کر چپ ہو گئی۔ اس کے علاوہ کرتی بھی کیا عمران سے الجھنا اس

کے بس کا روگ نہیں تھا۔

پھر انہیں اس کمرے میں دو گھنٹے گزر گئے۔ اس وقت عمران نے دروازے پر آہٹ سنی۔ دروازہ کھولا جا رہا تھا۔ مہنت اعظم معہ دو آدمیوں کے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر فکر و تردد کے آثار تھے۔ جولیا اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔

"ہمارے دونوں ساتھیوں کا کیا ہوا۔؟"

"انہیں چشمے میں پھینک دیا گیا۔"

"اوہ۔" جولیا کے ہونٹ لرزنے لگے۔

عمران ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

"لیکن وہ کالا آدمی بہت سورما تھا۔" مہنت نے کہا۔

"کیوں۔؟" عمران چونک کر بولا۔

"اس سے پہلے کہ ان دونوں کو چشمے میں پھینکا جائے وہ خود ہی چشمے میں کود پڑے تھے لیکن وہ کالا آدمی میرے ایک مہنت کو بھی اپنے ساتھ کھینچ کر لے گیا تھا۔"

"اوہ۔" عمران نے لب بھینچ لیا۔ "زندہ باد۔ جوزف۔"

"لیکن۔" مہنت پھر بولا۔ "آج کی صبح پوری قوم کے لئے حیرت انگیز رہی۔ میری زندگی میں کبھی ایسا نہیں ہوا۔"

"کیا ہوا۔؟"

"سرخ دھوپ... سپید دھوپ میں بدل گئی۔"

"کیا مطلب۔؟"

"جب صبح کا آغاز ہوتا ہے۔ تو سب سے پہلے پہاڑ کی چوٹی پر دھوپ نظر آتی ہے۔ اگر کفر قائم ہے تو چوٹی پر سرخی پھیلی ہوئی نظر آتی ہے ورنہ سفیدی۔"

"تو...؟"

"سرخ دھوپ دیکھ کر یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ تمہارے ان ساتھیوں کو چشمہ میں پھینک دیا جائے لیکن پھر وہ خود ہی کود گئے۔ پھر اس کے ایک منٹ بعد ہی سرخ دھوپ... سفید دھوپ ہو گئی۔"

"یعنی کفر غائب ہونے کی علامت۔" عمران نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں۔" بوڑھے مہنت نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "کفر ختم ہو چکا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے دیوتا اور دیوی نے قربانی قبول کر لی۔ اور خوش ہو کر ہمیں قحط کے جال سے بچا لیا۔"

"ہوں۔"

"ہمارے ساتھیوں کا کیا ہوا ہوگا۔" جولیا بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"وہ اب تک ناگ دیوتا کے پیٹ میں جا چکے ہوں گے۔"

"نہیں۔" جولیا ہذیانی انداز میں چیختی ہوئی کھڑی ہو گئی تھی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے نڈھال سی ہو کر پھر اپنی جگہ پر گر پڑی۔ اب وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

عمران منہ چلاتا ہوا ٹھنڈی سانس لیکر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ بوڑھا مہنت سر اکڑائے کھڑا رہا۔ اس کے دونوں ساتھی ادب سے اس کے

پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔

جولیا کچھ دیر تک روتی رہی پھر اسکے آنسو رکتے چلے گئے۔

"اب تم یہاں سے چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔" مہنت اعظم بولا۔

پھر اس نے ساتھیوں کو اشارہ کیا تھا۔ ان میں سے ایک داہنی طرف کی دیوار کے قریب گیا۔ اور نہ جانے کیا کیا تھا کہ کمرے میں ہلکی سی گڑگڑاہٹ ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی دیوار میں خلا پیدا ہوتی چلی گئی۔ چار فٹ چوڑا راستہ بن گیا تھا۔

"چلو۔" بوڑھے نے اسطرف اشارہ کرتے ہوئے عمران اور جولیا سے کہا۔

عمران نے قدم بڑھائے۔ اسکے پیچھے جولیا چلی۔ عمران اس خلاء سے دوسری طرف نکل گیا۔ قریب تھا کہ جولیا بھی اس طرف نکل آتی کہ ایک سفید ہاتھ نے جولیا کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔ جولیا کی چیخ نکل گئی۔ عمران ایک دم پلٹا تھا لیکن اسی لمحہ گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ وہ خلاء تیزی سے ہموار ہو گئی۔

بوڑھے مہنت کا قہقہہ کمرے میں گونجنے لگا۔ وہی جولیا کا بازو پکڑے ہوئے تھا۔

"اب میرا اقتدار پھر پہلے کی طرح ہو جائے گا۔" بوڑھے نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

جولیا اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی اس کی طرف دیکھ رہی تھی بوڑھے مہنت نے زور سے جولیا کو جھٹکا دیا۔ اور وہ اسی جگہ پر

جا گری جہاں اب تک بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے آنسو نکل آئے۔ چوٹ کی وجہ سے نہیں بلکہ بے بسی کا ردعمل تھا۔

"کیا تم میرے احکامات پر عمل کرو گی۔" مہنت نے پرسکون لہجے میں پوچھا۔

"خبیث بوڑھے۔" جولیا دانت پیستی ہوئی بولی۔ "میں تیرے منہ پر تھوکتی ہوں۔" یہ کہہ کر جولیا نے سچ مچ اس پر تھوک دیا۔ لیکن مہنت ایک طرف ہٹ گیا۔ ورنہ تھوک مہنت اعظم کے منہ ہی پر پڑتا۔

مہنت اعظم کے دونوں ساتھی غصے میں جولیا کی طرف لپکے تھے۔ لیکن مہنت ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"نہیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ میرے لئے یہ ایک قیمتی ہیرا ہے۔" مہنت نے جولیا کی طرف اشارہ کیا۔ "میں اس ہیرے کو نقصان پہونچانا پسند نہیں کروں گا۔"

دونوں مہنت رک گئے۔ بوڑھے مہنت اعظم کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ وہ جولیا سے بولا۔

"بیوقوف لڑکی! تمہیں میرے احکامات کی تعمیل کرنا ہوگی ورنہ۔" مہنت نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ کر ایک مہنت کو کچھ اشارہ کیا۔ وہ مہنت سامنے کی دیوار کی طرف گیا جس کے پیچھے عمران رہ گیا تھا۔ دیوار کے قریب پہنچ کر اس مہنت نے پھر کوئی شکل بنائی۔ ہلکی سی گڑگڑاہٹ ہوئی تھی لیکن اس مرتبہ دیوار کے ایک حصہ میں بہت معمولی سا خلا پیدا ہوا تھا۔ اگر اسے کھڑکی کہا جاتا تو غلط نہ ہوتا۔

"آؤ۔ ادھر آؤ۔" بوڑھے نے اس کھڑکی کے قریب جاکر دوسری طرف جھانکنے کے بعد جولیا سے کہا۔

"دیکھو آکر۔ تمہارا ساتھی کس حال میں ہے۔"

جولیا دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی اس کھڑکی کے قریب پہونچی جو دو فٹ لمبی اور ایک فٹ چوڑی تھی جولیا نے وہاں سے دوسری طرف جھانکا۔ اور پھر اس کے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

دوسرے کمرے میں عمران کو دیوار کے سہارے کھڑا کر دیا گیا تھا۔ اسکے دونوں ہاتھ اوپر کی طرف کرکے دیوار میں لگے ہوئے ہک کے ساتھ رسیوں سے جکڑ دیئے گئے تھے اسی طرح دونوں پیر بھی باندھ دیئے گئے تھے۔ اس وقت عمران کے جسم کا اوپری حصہ ننگا تھا۔ اور اس کے قریب ہی ایک مہنت ہاتھ میں کوڑا لئے کھڑا تھا۔ اچانک اس مہنت کا ہاتھ بلند ہوا۔ کمرے میں "شڑاپ" کی آواز گونجی۔ کوڑا عمران کے سینہ پر لگا تھا۔ جہاں ایک گہرا نیل پڑ گیا۔ عمران کے جسم کو جھٹکا سا لگا تھا۔ اس نے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔ منہ سے ذرا بھی آواز نہیں نکلی تھی۔ مگر جولیا کی چیخ نکل گئی۔

عمران کھڑکی کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"کیوں جولیا۔ تماشہ تو دلچسپ ہے نا۔؟" اس سے پہلے کہ جولیا کچھ کہتی کہ مہنت اسے گھسیٹ کر دوسری طرف لے گیا۔

"اگر تم میری بات ماننے کیلئے تیار نہیں ہوئیں تو میں اس آدمی کو کوڑے لگوا لگوا کر ادھ مرا کر دوں گا۔ تم نے اس کمرے کے فرش میں ایک بہت بڑا سوراخ بھی دیکھا ہوگا۔ اس آدمی کو ادھ مرا کرکے اس سوراخ سے نیچے پھینک دیا جائیگا۔ اسطرح وہ آدمی ناگ دیوتا کے غار میں جا گرے گا۔ اور پھر۔۔۔ جو کچھ بھی ہوگا وہ بتانا ضروری تو نہیں ہے۔"

جولیا نے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"آخر تو چاہتا کیا ہے۔؟"

"ضحاک سے شادی۔"

"کیا مطلب۔؟" جولیا چونکی۔

"تم ضحاک سے شادی کر لو۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔"

"تو پھر یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ تمہارا ساتھی زندہ رہے۔"

بوڑھے مہنت نے پرسکون لہجے میں کہا۔ جولیا نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔ بوڑھا مہنت اس کھڑکی کے قریب گیا۔ جہاں اس نے کچھ اشارہ کیا تھا۔ فوراً ہی دوسری طرف سے شڑاپ شڑاپ کی آوازیں آنے لگیں۔ عمران کے جسم پر کوڑے لگ رہے تھے۔

"نہیں۔" جولیا چیخ پڑی۔ "نہیں ظالم۔۔۔ یہ نہ کر۔"

"تو پھر میری شرط منظور کر لو۔"

"اس بڈھے کی شرط کیا ہے جولیا۔؟" عمران کی آواز آئی۔ لیکن جولیا نے اسے جواب دیئے بغیر آہستہ سے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"مجھے منظور ہے۔"

"بہت خوب۔" مہنت اعظم نے خوش ہو کر کہا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر اس نے کھڑکی سے کچھ اشارہ کیا تھا۔ دوسرے کمرے سے کوڑے پڑنے کی آواز میں آنا بند ہو گئیں۔ پھر کھڑکی بھی بند کر دی گئی۔ جولیا پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

"میری بات سنو۔" مہنت اسکی آہ و زاری کی پرواہ کئے بغیر بولا۔

"کیا تم نے ضحاک سے کہا تھا کہ تم شادی شدہ ہو۔"

جولیا نے چونک کر مہنت کیطرف دیکھا۔ وہ اب بھی رو رہی تھی لیکن حیرت کے اس ذہنی جھٹکے نے اس کے آنسو روک دیئے۔

"تمہیں کیسے معلوم؟" جولیا نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"اس سے تمہیں کوئی غرض نہ ہونا چاہیئے۔" بوڑھے نے خشک لہجہ میں کہا جولیا چپ ہو گئی۔

"میری بات کا جواب دو۔" مہنت اعظم پھر بولا۔

"ہاں میں نے اس سے کہا تھا۔"

"اپنا شوہر کسے ظاہر کیا تھا۔؟"

"اسی آدمی کو جو ادھر ہے۔" جولیا نے دیوار کی طرف اشارہ کیا۔

"میرا اندازہ بھی یہی تھا۔ لیکن کیا واقعی وہ تمہارا شوہر ہے؟"

"نہیں۔" جولیا کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔

"چلو یہ اور اچھی بات ہے۔" بوڑھے مہنت کے ہونٹوں پر ایک مکروہ سی مسکراہٹ ابھری جولیا خاموش رہی۔

مہنت اعظم پھر بولا۔ تھوڑی دیر بعد میں ضحاک کو لیکر یہاں آؤں گا ممکن ہے وہ تم سے اس آدمی کے بارے میں پوچھے جسے تم نے اپنا شوہر بتایا تھا جواب میں تم اسے بتا دو گی کہ وہ آدمی مر چکا۔ اسے سانپ نے اس وقت ڈس لیا تھا جب میں تمہیں اور اسے لیکر محل سے یہاں آ رہا تھا۔ اگر ضحاک لاشوں کے بارے میں پوچھے تو کہہ دینا۔ اس کے بارے میں تمہیں کچھ نہیں معلوم۔ پس پھر جب ضحاک کو معلوم ہو جائیگا کہ تمہارا شوہر مر گیا ہے تو وہ تم سے شادی کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ وہ ایسی عورت سے شادی کرنے کے لئے تیار نہیں جسکا شوہر زندہ ہو۔" جولیا اب بھی خاموش رہی۔

"لیکن۔" مہنت اعظم پھر بولا۔ اگر تم نے ضحاک کو یہ بتا دیا کہ وہ آدمی زندہ ہے تو یقین کرو کہ تم اس کا ثبوت پیش نہ کر سکو گی۔ ضحاک کو اتنی ہمت نہ ہو گی کہ وہ ناگ دیوتا کے غار میں اتر کر تمہارے ساتھی کو دیکھ سکے۔ اور ضحاک سے شادی ہو جانے کے بعد میں تمہارے ساتھی کو یہاں سے زندہ نکال دوں گا۔ کیا تم میری بات سمجھ رہی ہو۔"

"میں کیسے یقین کر لوں کہ تم اسے زندہ چھوڑ دو گے۔"

"تمہیں مجھ پر اعتماد کرنا ہو گا۔"

"تم پر ایک بار اعتماد کیا جا چکا ہے۔" جولیا نے زہریلے لہجہ میں کہا۔

بوڑھے نے لاپرواہی سے اپنے شانوں کو جنبش دی۔ اور بولا۔
"تمہیں میری بات منظور ہے یا نہیں؟"
جولیا سوچ میں پڑ گئی۔ تھوڑی دیر کی خموشی کے بعد مہنت پھر بولا۔
"جواب دو لڑکی۔"
"منظور ہے" جولیا نے طویل سانس لیکر کہا۔ کیونکہ اسکے علاوہ کوئی چارہ کار بھی نہ تھا۔ اگر وہ انکار کر دیتی تو عمران کی زندگی کو یقینی خطرہ تھا۔ اور اب اس بات کی تھوڑی بہت امید بھی کہ مہنت اعظم اپنے وعدے پر قائم رہے۔ عمران کے لئے جولیا نے اپنے آپ کو داؤ پر لگا دیا تھا۔
"خوب بہت خوب" مہنت نے خوش ہو کر کہا۔ اب میں جا رہا ہوں ضحاک کو لیکر آؤں گا۔" جولیا کچھ نہ بولی۔ بوڑھا مہنت اعظم اپنے ساتھیوں کو لیکر وہاں سے چلا گیا۔
جولیا بت بنی بیٹھی رہی۔ اسکی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو گیا۔ اس کی اور ضحاک کی شادی۔؟ اس نے اپنی زندگی میں کبھی خیال بھی نہ کیا تھا کہ اسے اپنے دل پر جبر کر کے ایک ایسے آدمی سے شادی کرنا ہو گی جو ایک وحشی قوم کا فرد ہو گا۔ اچانک جولیا کو فریدی اور جوزف کا خیال آیا۔ کیا وہ دونوں ناگ دیوتا کی خوراک بن چکے ہوں گے۔ یہ بات تو ممکن نہیں کہ وہ اس خوفناک مگرمچھ کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گئے ہوں گے۔؟ اور حمید... اور طارق..؟ جولیا سوچ رہی تھی کہ ضحاک سے شادی ہو جانے کے بعد وہ اس قوم کی ملکہ ہو گی۔ اسکے بھی کچھ اختیارات

ہوں گے وہ حمید اور طارق کو بچا لے گی۔ اگر اسکو اختیارات حاصل نہ بھی ہوں تو کیا ہے۔ ضحاک تو با اختیار ہے۔ وہ اسے مجبور کر دے گی کہ وہ حمید اور طارق کو بچا لے۔ مگر... اچانک جولیا کو خیال آیا کہ آخر بوڑھے مہنت نے چال کیا چلی وہ اس کی اور ضحاک کی شادی کرا کر کیا فائدہ حاصل کرے گا۔ آخر اس شادی سے اسکا مقصد کیا ہے؟ شادی۔ شادی۔ شادی۔ جولیا کے ذہن پر تھوڑے سے بجھنے لگے اسکی سانس پھول گئی۔ اور اچانک اس نے فیصلہ کیا کہ وہ ضحاک سے شادی نہ کرے گی۔ ضحاک کو بتا دیگی کہ اس کا شوہر عمران زندہ ہے۔ یہ سب کچھ معلوم ہو جانے کے بعد ضحاک اس سے شادی نہ کرے گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ جولیا کا ساتھ دے ہو سکتا ہے کہ وہ عمران کو بھی بچا لے۔ جولیا سوچتی رہی اور وقت گزرتا رہا۔ اچانک جولیا اٹھ کر اس دیوار کے قریب گئی جس کے دوسری عمران تھا۔ نہ جانے اب وہ کس حالت میں ہو۔ جولیا اسکے بارے میں سوچتی ہوئی دیوار کو ہر طرف سے ٹٹولنے لگی وہ اس "شے" کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہی تھی جس سے دیوار کا میکنزم حرکت میں آتا تھا لیکن تلاش بسیار کے بعد بھی وہ اپنی جستجو میں ناکام رہی۔ پھر تھک ہار کر واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔ بوڑھے مہنت کو گئے ہوئے آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا وہ ان حالات پر غور کرنے لگی جو اب تک پیش آتے رہے تھے۔ اس منحوس مہم کا آغاز فریدی کے نامہ سے ہوا تھا نامہ دیکر اس نے عمران جوزف اور جولیا کو بلایا تھا وہ سب طارق کی مدد کرنے کی میں اس وحشی قوم کی تلاش میں روانہ ہوئے تھے۔ یہاں آکر جولیا اور جوزف

اس قوم کے دیوی اور دیوتا بن گئے تھے۔ طارق کو امید ہو گئی تھی کہ وہ تمام بیش بہا لعل حاصل کرے گا جس کو یہ وحشی قوم اپنے دیوتا کے آنسو کہتی تھی۔ لیکن پھر اچانک حالات بدل گئے۔ پوری قوم جولیا جوزف اور ان کے ساتھیوں کے خلاف ہو گئی۔ بوڑھے مہنت اعظم نے جولیا اور عمران کو پکڑنے کا وعدہ کیا۔ فریدی اور جوزف اس چشمے میں پھینک دیئے گئے اور کہر بھی غائب ہو گئی۔ کاش! یہ کہر ایک دن پہلے غائب ہوئی ہوتی تو اس وقت حالات کا رخ کچھ اور ہی ہوتا۔

جولیا سوچ رہی تھی کہ دروازے پر کھڑکھڑاہٹ ہوئی۔ دروازہ کھولا جا رہا تھا جولیا سنبھل کر بیٹھ گئی تھی۔ غالباً مہنت اعظم ضحاک کو لے کر آگیا تھا۔

"اب کیا ہوگا۔۔۔؟

اب کیا ہوگا۔۔؟

جولیا کے دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔

۵

معمولی بات نہیں تھی۔ اس خوفناک مگرمچھ سے مقابلہ کرنا۔ لیکن فریدی اور جوزف اس سے لڑنے کا تہیہ کر چکے تھے شاید جوزف تو بدرجہ مجبوری اسکے لئے تیار ہوا تھا لیکن فریدی کے دل میں اس مگرمچھ سے مقابلہ کرنے کی امنگ پیدا ہو گئی تھی۔ مگرمچھ سے مقابلہ اس کے لئے ایک دلچسپ

اور سنسنی خیز تجربہ ہوتا۔ اور فریدی تجربات کا شائق تھا۔ ہر وہ تجربہ کرنے کیلئے تیار رہتا تھا جس میں جان جانے کا خطرہ بھی موجود ہو۔

فریدی کی اس بات کے جواب میں حمید اکثر کہا کرتا تھا۔

"کسی دن زہر چکھنے کا تجربہ کر ڈالیے گا" لیکن اس خوفناک مگرمچھ سے مقابلہ کا ارادہ کرنا بھی زہر چکھنے کے مترادف تھا۔

فریدی اور جوزف تیرتے ہوئے اس چشمے کے دوسری طرف نکل گئے تاکہ ایک دو منٹ اس خوفناک مگرمچھ سے دور رہ کر اس سے مقابلہ کیلئے تیار ہونیکے علاوہ "جنگ" کا طریقہ بھی متعین کر سکیں۔

"جوزف۔" فریدی بولا۔

"یس کرنل۔"

"ہمیں یکجا نہیں رہنا چاہیئے۔"

"میرا خیال بھی یہی ہے کرنل۔"

"ہمیں چاہیئے کہ الگ الگ رہ کر اس موذی پر حملہ کریں۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔" جوزف نے کہا۔

خوفناک مگرمچھ پانی کی سطح پر تیرتا ہوا تیزی سے ان کی طرف آرہا تھا۔ فریدی اور جوزف ایک دوسرے سے دور ہوتے چلے گئے انہوں نے اپنے اپنے خنجر ہاتھ میں لے رکھے تھے۔

فریدی نے ڈبکی لگائی اور چشمے کی گہرائی میں ڈوبتا چلا گیا۔ پانی اتنا صاف و شفاف تھا کہ آنکھیں کھولنے میں تکلیف کا احساس نہیں

ہو رہا تھا۔ اور ہر چیز صاف نظر آ رہی تھی۔

مگرمچھ کا رخ جوزف کی طرف ہو گیا۔ جوزف پانی کی سطح پر ہی تھا۔ وہ ایک جگہ رک کر مگرمچھ کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگے۔ مگرمچھ تیزی سے قریب آتا جا رہا تھا۔ اسکی انگارہ سی آنکھوں کی چمک میں اضافہ ہو گیا تھا۔

جب وہ ایک گز کے فاصلہ پر رہ گیا تو جوزف نے اچانک ڈبکی لگائی اور اندر ہی اندر تیرتا ہوا تین چار گز آگے بڑھ گیا۔ پھر جب وہ پانی کی سطح پر ابھرا تو مگرمچھ کے پیٹ کے قریب تھا۔ جوزف نے اپنا ہاتھ بلند کیا۔ خنجر پوری قوت سے مگرمچھ کے مارا۔ لیکن خنجر ایک انچ سے زیادہ مگرمچھ کے جسم میں پیوست نہ ہو سکا۔

مگرمچھ تیزی سے پلٹا۔ لیکن جوزف نے پھر ڈبکی لگائی۔ اب فریدی اور جوزف پانی کی گہرائیوں میں تھے۔ مگرمچھ بھی پانی کی گہرائی میں اترنے لگا۔ اب اسکا رخ فریدی کیطرف تھا۔ فریدی نے تیزی سے تیرنا شروع کیا وہ سوچ رہا تھا کہ حملہ کرنے سے پہلے مگرمچھ کو تھکا دیا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ وہ مگرمچھ آخر بڑا اور بھاری بھرکم تھا کہ پھرتی سے ادھر ادھر مڑنا اسکے لئے ناممکن تھا۔ پھر اگر وہ تھک بھی جاتا تو اس کی حالت بالکل ہی ابتر ہو جاتی۔ اس وقت اس کے خلاف کوئی جارحانہ اقدام زیادہ زود اثر ثابت ہوتا۔

مگرمچھ کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ فریدی اسے پندرہ بیس منٹ تک پانی میں ادھر ادھر دوڑاتا رہا۔ پھر اسی دوران میں اچانک

مگرمچھ کی نظر جوزف پر پڑ گئی اور وہ فریدی کو چھوڑ کر جوزف کے پیچھے لگ گیا۔

فریدی مستقل آدھے گھنٹے سے اپنی سانس روکے پانی کی گہرائیوں میں تیرتا رہا تھا۔ اب اسے موقع ملا تو وہ پانی کی سطح پر ابھرا اور لمبی سانسیں لینے لگا۔

جوزف نے فریدی کی حرکت دیکھ لی تھی اور اسکا مقصد بھی سمجھ گیا تھا اسلئے وہ بھی مگرمچھ کو پانی میں ادھر ادھر دوڑاتا پھرا لیکن وہ فریدی کی طرح آدھے گھنٹے تک سانس نہیں روک سکتا تھا۔ سات منٹ کے بعد ہی وہ سانس لینے کے لئے سطح پر آنے پر مجبور ہو گیا۔

مگرمچھ اب کچھ جھنجھلا سا گیا تھا۔ اس نے اپنی رفتار میں تیزی پیدا کر دی اور جوزف کی طرف لپکا۔ اتنی دیر میں جوزف سانس لے چکا تھا۔ اس نے ڈبکی لگائی اور مگرمچھ کی زد سے نکل گیا۔

فریدی جوزف سے کچھ فاصلے پر تھا۔ اور اب سوچ رہا تھا کہ اب اسے جارحانہ قدم اٹھانا چاہیئے۔ اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ چبوترے کی دیواروں سے اوپر مندر میں کافی روشنی موجود ہے وہ روشنی مشعلوں کی بھی نہیں معلوم ہو رہی تھیں لیکن اسے سورج کی روشنی کیسے سمجھ لیا جاتا جبکہ فریدی کی دانست میں ابھی سحر نہیں پھٹا تھا۔

اوپر سے شور و غل کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی حیرت انگیز بات ہو گئی ہو۔ شور مچانے والے

لوگوں کا لہجہ تحیر آمیز تھا لیکن فریدی نہ سمجھ سکا کہ ایسا کیوں ہے۔

دوسری طرف جوزف مگرمچھ کو ادھر سے ادھر نچاتا پھر رہا تھا۔ اب فریدی نے اسکے پیچھے ڈبکی لگائی۔ اب آگے آگے جوزف تھا اسکے پیچھے مگرمچھ۔ اور اسکے بعد فریدی۔ فریدی نے پوری قوت سے ہاتھ پیر مارنا شروع کئے اور مگرمچھ کے قریب ہوتا چلا گیا۔

مگرمچھ اس بات سے بے خبر تھا کہ ایک خطرہ اس کے پیچھے آ رہا ہے وہ برابر اس کوشش میں تھا کہ جوزف کو پالے۔ مگر جوزف بھی تیرنے میں شاید اپنی پوری قوت صرف کر رہا تھا۔

فریدی مگرمچھ کے قریب پہونچکر اسکے نیچے نیچے تیرنے لگا۔ وہ اس وقت مگرمچھ کی دم کے نیچے تھا۔ پھر آہستہ آہستہ اسکے پیٹ کے قریب پہونچا۔ اور ایک منٹ بعد ہی وہ مگرمچھ کے دہانے کے نیچے تھا۔ اب فریدی نے اوپر اٹھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ مگرمچھ کے اوپر پہونچ گیا اب مگرمچھ کی نظریں اس پر پڑیں لیکن اس سے پہلے کہ وہ فریدی پر حملہ کرنے کی کوشش کرتا کہ فریدی اسکے خوفناک دہانے کے اوپری حصے سے چمٹ گیا۔

اب مگرمچھ بار بار منہ پھاڑنے لگا۔ اسکے ساتھ ہی فریدی اوپر نیچے ہونے لگا کیونکہ جب مگرمچھ منہ پھاڑتا تو اسکے دہانے کا اوپری حصہ بلند ہو جاتا لیکن اس طرح اسکے علاوہ کچھ نہ ہو سکا کہ پانی کی واجبی مقدار مگرمچھ کے پیٹ میں پہنچ گئی۔ فریدی اس کی زد میں نہ آ سکا تھا۔ فریدی نے پانی

میں اپنا ہاتھ مگرمچھ کی آنکھ کی طرف بڑھایا۔ مگرمچھ کو وہ اندھا کر دینا چاہتا تھا لیکن اچانک مگرمچھ نے پانی میں قلابازی کھائی فریدی نے فوراً دونوں ہاتھوں سے اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ اور وہ اس مقصد میں تو کامیاب ہو گیا تھا لیکن خنجر اس کی گرفت سے نکل گیا۔ اور پانی کی گہرائی میں ڈوبتا چلا گیا۔

جوزف تھوڑے ہی فاصلے سے یہ تماشہ دیکھ رہا تھا۔ فریدی کے ہاتھ سے خنجر گرتے ہی جوزف اس کی طرف لپکا اور خنجر کے قریب پہونچکر اسے پکڑ لیا۔

مگرمچھ برابر قلابازیاں کھا رہا تھا تاکہ فریدی اس کے اوپر سے گر جائے لیکن فریدی نے اس پر گرفت مضبوط رکھنے کے لئے جان توڑ کوشش کر ڈالی۔ جب مگرمچھ نے دیکھا کہ یہ حربہ اسکا کامیاب نہ ہو سکیگا تو اس نے قلابازیاں کھانی ترک کر دیں اور تیزی سے واپس اس دیوار کی طرف چلا جہاں اسکا غار تھا۔

فریدی نے سوچا اگر مگرمچھ نے اپنے غار میں پہونچنے کے بعد لوٹ لگائی تو کیا ہوگا یقینی طور پر فریدی کی ہڈیوں کا چورا ہو جاتا مگرمچھ کا دانت معمولی نہیں تھا۔

اتنے میں جوزف تیرتا ہوا مگرمچھ کے اوپر فریدی کے قریب آ گیا۔ فریدی نے اسکے ہاتھ سے خنجر لے لیا۔ اتنے میں مگرمچھ پانی کی سطح پر ابھر چکا تھا اور جس دیوار میں مگرمچھ کا غار تھا وہ اب چند گز کے فاصلہ پر رہ گیا تھا۔

چند گز کا فاصلہ جو آدھے منٹ میں طے ہو جاتا۔ صرف آدھا منٹ۔
ایک معمولی وقفہ۔ فریدی کو اسی معمولی وقفے میں اپنا کام کر گزرنا تھا۔ اسکا وہ ہاتھ بلند ہوا جس میں خنجر تھا۔ مگرمچھ کی داہنی آنکھ فریدی کے دسترس میں تھی۔ ایک بھرپور وار ہوا۔ اور خنجر اس کی آنکھ میں پیوست ہوتا چلا گیا۔ مگرمچھ کے منہ سے بھیانک آواز نکلی۔ اس کی آنکھ سے خون بہنے لگا۔

فریدی نے فوراً خنجر نکالنے کی کوشش کی تھی۔ مگر ناکام رہا۔ خنجر کسی جگہ اٹک گیا تھا۔

مگرمچھ کا جسم ایک بار بڑی زور سے کانپا۔ اور پھر اس نے پانی میں غوطہ لگایا۔ اس مرتبہ اس کے جسم کا جھٹکا اتنا زبردست تھا کہ فریدی اچھل کر اس سے الگ ہو گیا۔ اس کی گرفت چھوٹ گئی۔

مگرمچھ اس انداز میں چشمے کے اندر چکر کاٹنے لگا جیسے پاگل ہو گیا ہو۔ تکلیف کی شدت نے اسے بے چین کر دیا تھا۔

فریدی پانی کی سطح پر ابھرا تاکہ سانس لے سکے۔ جوزف بھی اس کے ساتھ ہی ابھرا تاکہ سانس لے سکے۔ اسکی سانس بری طرح پھولی ہوئی تھی۔

"اپنا خنجر مجھے دو۔" فریدی نے اس سے کہا۔

جوزف اپنا خنجر اسے دیتا ہوا بولا۔

"کیا خنجر اس کی آنکھ سے نکل نہیں سکا؟"

"تمہارا خیال ٹھیک ہے۔" یہ کہہ کر فریدی نے پانی میں غوطہ لگایا۔ وہ مگرمچھ کو اب زیادہ موقع نہیں دینا چاہتا تھا لیکن جیسے ہی اس نے غوطہ لگایا مگرمچھ سطح پر ابھر آیا۔ اب فریدی کو بھی دوبارہ پانی کے اوپر آنا پڑا۔

مگرمچھ کے منہ سے خوفناک آوازیں نکل رہی تھیں۔ داہنی آنکھ سے سیاہی مائل خون بہہ رہا تھا اس کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی کیونکہ خنجر اب بھی اس کی آنکھوں میں پیوست تھا۔

فریدی محتاط انداز میں اسکی طرف بڑھا۔ اس مرتبہ بھی اس نے پشت سے حملہ کرنا مناسب سمجھا تھا۔ وہ آگے بڑھتا ہوا مگرمچھ کے قریب پہونچ گیا۔ لیکن اس مرتبہ مگرمچھ نے اسے پہلے ہی دیکھ کر پانی میں غوطہ لگا دیا شاید وہ فریدی سے خوفزدہ ہو گیا تھا۔

فریدی اور جوزف نے بھی پانی میں غوطہ لگایا۔ اب وہ دونوں ہی اس خوفناک مگرمچھ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جلد ہی وہ مگرمچھ کے قریب پہونچ گئے۔ اسی وقت مگرمچھ پانی کی سطح کے قریب پہونچ گیا لیکن جس وقت وہ اوپر پہونچا ہے۔ تو فریدی اسکے اوپر سوار ہو چکا تھا۔ مگرمچھ نے پھر قلابازی کھائی۔ لیکن فریدی کو گرانے میں ناکام رہا۔ فریدی نے دونوں ہاتھوں سے اسے اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔ اور خنجر کو اس نے دانتوں سے دبا رکھا تھا مگرمچھ نے کئی قلابازیاں کھائیں اور اس کے بعد وہ تیزی سے اپنے غار کی طرف بڑھنے لگا۔ فریدی تھا کہ غار تک پہونچنے سے پہلے ہی اس کی دوسری آنکھ پھوڑ دی جاتی۔

فریدی ہوشیاری اور پھرتی کے ساتھ اسکے بدن پر آگے کی طرف سرکنے لگا۔ پھر دہانے کے قریب پہونچنے میں بھی کامیاب ہوگیا۔ مگرمچھ نے جب محسوس کیا کہ فریدی کہاں پہونچ چکا ہے تو غالباً اس نے گھبرا کر دوبارہ پانی میں غوطہ لگا دیا لیکن فریدی برابر اس سے لپٹا رہا اب وہ اسے اندھا کئے بغیر ہرگز نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ مگرمچھ نے پھر قلابازیاں کھانا شروع کر دیں۔ فریدی اس سے بدستور لپٹا رہا اور اس تاک میں رہا کہ مگرمچھ آدھے منٹ کے لئے قلابازیاں بند کر دے تو وہ اپنا کام کر گزرے۔ پھر آخرکار فریدی کو موقع مل ہی گیا۔ مگرمچھ سست پڑا ہی تھا کہ فریدی کا ہاتھ کام کر گیا۔ خنجر کا پھل مگرمچھ کی بائیں آنکھ میں گھستا چلا گیا۔ فریدی نے جھٹکے سے خنجر کھینچ لیا۔ اس خنجر کو نکالنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی تھی۔ اب فریدی مگرمچھ سے الگ ہوگیا۔

مگرمچھ کی دونوں آنکھیں پھوٹ چکی تھیں۔ اور ان سے سیاہی مائل خون بہہ رہا تھا۔ مگرمچھ پانی کی سطح پر پہونچ گیا۔ اس کی حالت بہت ہی خراب تھی۔ اس کے حلق سے کریہ تاک آوازیں نکل رہی تھیں اور اب وہ چشمے کی دیواروں سے سر ٹکراتا پھر رہا تھا۔ غالباً اسے اپنے غار کی تلاش تھی۔ مگر وہ اسے کیسے ملتا جبکہ آنکھیں پھوٹ چکی تھیں۔

فریدی اور جوزف کچھ فاصلے سے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔

"آپنے تو کمال کر دیا کرنل" جوزف بولا۔ اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں تھی اس خوفناک مگرمچھ کو ختم کرنے کی۔"

"ہوں۔"

"لیکن اب" جوزف کا انداز سوالیہ تھا۔

فریدی کوئی جواب دیئے بغیر اوپر کی طرف دیکھنے لگا۔ اوپر مندر میں لوگ اب بھی شور مچا رہے تھے۔ اور بہت سی گردنیں بھی جھانک رہی تھیں۔ اب چشمے کی گہرائی میں بھی کچھ روشنی پھیل گئی تھی۔ اوپر سے دیکھنے والوں نے فریدی اور جوزف کو دیکھ لیا ہوگا لیکن فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے شاید انہیں پہچان نہ سکے ہوں گے۔

"یہ شور کیوں مچا رہے ہیں۔" جوزف بولا۔

"اسلئے کہ ہم نے ان کے ناگ دیوتا کو اندھا کر دیا ہے۔ وہ لوگ بھی اپنے دیوتا کی چیخیں سن رہے ہوں گے۔"

"تب تو پھر یہ لوگ ہمیں ختم کرنے کی کوئی اور کوشش کریں گے۔"

"میرا خیال اس کے برعکس ہے۔"

"یعنی۔؟"

"وہ اب ہم سے خوفزدہ ہوگئے ہوں گے کیونکہ ہم نے انکے دیوتا کو بھی اندھا کر ڈالا ہے۔ ممکن ہے وہ لوگ ہمیں اس چشمے سے نکالنے کی کوشش کریں اور ہمیں پھر دیوتا تسلیم کر لیں۔ اوپر کافی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ روشنی سورج ہی کی ہو سکتی ہے۔"

"تو کیا کہر چھٹ گیا ہے۔"

"میں یہی سوچ رہا ہوں۔"

جوزف خاموش ہو کر مگرمچھ کی طرف دیکھنے لگا۔ جو ان دونوں کی طرف آ رہا تھا۔ شاید اس نے ان دونوں کی آوازیں سن لی تھیں۔

جوزف نے فریدی کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ فریدی نے اسے اشارہ کیا۔ پھر ان دونوں نے غوطہ لگا دیا۔ اور تیر کر جب دوسری طرف نکلے تو انہوں نے اپنے آپ کو اس دیوار کے قریب پایا۔ جس میں مگرمچھ کی کمین گاہ تھی۔

مگرمچھ دوسری طرف کی دیوار سے سر ٹکرا رہا تھا۔

"اب ہمیں اس غار میں داخل ہونا چاہیئے۔" فریدی نے کہا۔

"لیکن اس غار کا دہانہ پانی کی سطح سے اونچا ہے۔"

"ایک معمولی سی جست ہمیں اس تک پہونچا دے گی۔"

"تو پھر آیئے۔"

وہ دونوں دیوار کے بالکل قریب پہونچ گئے۔ فریدی نے پہل کی۔ اس کے ہاتھ غار تک پہونچ گئے۔ ہتھیلیاں اوپر ٹک گئی تھیں پھر فریدی نے اپنا سارا وزن ہتھیلی پر ڈال کر اوپر اٹھنا شروع کیا۔ ایک منٹ کی کوشش کے بعد وہ غار میں پہونچ گیا۔

جوزف ابھی پانی میں ہی تھا۔ اوپر پہونچنے کے بعد فریدی نے اپنے ہاتھ نیچے کی طرف بڑھائے۔ جوزف نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے فریدی نے انہیں پکڑ کر جوزف کو بھی اوپر کھینچ لیا۔

مگرمچھ اب بھی دیواروں سے سر ٹکراتا پھر رہا تھا۔ اس کی کرب ناک

آوازیں چشمے میں گونج رہی تھیں۔ اچانک اوپر سے ایک رسی کا سرا آ کر چشمے کے پانی میں گرا۔

"کیا مطلب۔؟" جوزف نے پلکیں جھپکائیں۔

"غالباً وہ لوگ چاہتے ہیں کہ ان کا دیوتا اس رسی کو پکڑ کر اوپر پہونچ جائے۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ۔" جوزف نے اپنے موٹے موٹے ہونٹ سکوڑ لئے۔

"لیس اب دیر نہ کرو۔" فریدی نے کہا۔

"کیا مطلب۔؟" جوزف چونک کر فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"اس رسی کو پکڑ کر اوپر چلے جاؤ۔"

"اوپر پہونچتے ہی اگر انہوں نے مجھے ختم کر دیا تو۔؟"

"مجھے یقین ہے کہ ایسا نہ ہوگا۔"

"ہوں۔" جوزف سوچ میں پڑ گیا۔

"لیکن اب جلدی کرو۔" فریدی نے کہا۔

"پہلے آپ جایئے۔"

"میں تو جاؤں گا ہی نہیں پہلے اور بعد کا کیا سوال۔؟"

"کیوں۔؟" "آپ کیوں نہیں جائیں گے۔"

"اس لئے کہ ان لوگوں نے تو اپنی دانست میں تمہیں اور جولیا کو پھینکا تھا۔ اب اگر جولیا کے بجائے میں اوپر پہونچا تو وہ لوگ ذہنی جھٹکے سے دوچار ہوں گے۔"

مگر جب مجھ سے پوچھیں گے کہ دیوی کہاں گئی تو میں کیا جواب دوں گا۔"

"اتنا ہی جواب کافی ہوگا کہ دیوی فی الحال ان لوگوں سے ناراض ہو کر کہیں چلی گئی ہے۔"

"یعنی چشمہ ہی سے غائب ہو گئی۔" جوزف نے کہا۔

"دیوی میں اتنی کرامات تو ہونا ہی چاہیئے۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"ہوں۔ لیکن آپ کہاں جائیں گے۔"

"میں اس غار کے راستے سے دوسری طرف پہونچوں گا۔ اور پھر وہاں سے واپس بستی میں پہونچوں گا۔"

"اور اگر کہیں آپ کو وہ راستہ نہ ملا۔؟"

"تم خواہ مخواہ دیر کر رہے ہو۔" فریدی نے جھلا کر کہا۔

جوزف نے ایک طویل سانس لیکر پانی میں چھلانگ لگا دی اور تیرتا ہوا اس طرف بڑھا جہاں رسی کا سرا لٹک رہا تھا۔ اس کے قریب پہونچکر اس نے سر پکڑ لیا۔ پھر رسی کو جھٹکا دیا جس سے اوپر والوں کو معلوم ہو جائے کہ اس نے رسی پکڑ لی ہے۔

فوراً ہی اوپر سے رسی کھینچی جانے لگی۔

فریدی جوزف کو رسی کے ساتھ بلند ہوتے دیکھتا رہا آہستہ آہستہ جوزف اوپر ہوتا جا رہا تھا۔

فریدی کی نظریں اس پر جمی رہیں۔ یہاں تک کہ جوزف اوپر جا کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

فریدی نے ایک طویل سانس لی۔ اور غار کے اندر کی طرف مڑ گیا۔

یہاں بہت زیادہ بدبو تھی۔ ہڈیوں اور سڑے ہوئے گوشت کی بو یہ ان لوگوں کا گوشت اور ہڈیاں تھیں جو اس خوفناک مگرمچھ کا شکار ہو گئے تھے

فریدی سانس روک کر آگے بڑھنے لگا۔ وہ بدبو ناقابل برداشت تھی۔ اچانک فریدی ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس نے کسی کے کراہنے کی آواز سنی تھی۔ فریدی نے رک کر اس آواز کی سمت کا اندازہ کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

آواز ایسی تھی جیسے کوئی بیماری کی وجہ سے کراہ رہا ہو۔ غار میں تاریکی تھی اور کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن اچانک فریدی کی نظریں داہنی طرف گئیں تو اس نے روشنی دیکھی۔ وہ روشنی غار کی چھت سے غار میں پڑ رہی تھی۔

فریدی تیزی سے اسکی طرف بڑھا۔ روشنی میں پہونچکر اس نے اوپر کی طرف دیکھا۔ غار کی چھت کا وہ سوراخ کافی بڑا تھا۔ اور اسی میں سے روشنی غار میں آ رہی تھی۔

وہ کسی مشعل کی روشنی معلوم ہو رہی تھی۔ فریدی نے یہ بھی محسوس کیا کہ کراہنے کی آواز اوپر ہی سے آ رہی ہے۔ آواز کچھ مانوس بھی معلوم ہو رہی تھی فریدی غور کرنے لگا۔ ہلکا سا گمان اسے یہ ہوا کہ وہ آواز عمران کی ہے لیکن پھر اس نے سوچا کہ کراہنے والا عمران کیسے ہو سکتا ہے۔

کراہنے کے علاوہ اور کسی قسم کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ فریدی

نے سوچا کہ آواز دے لیکن پھر کچھ سوچ کر چپ ہو گیا۔ آواز دینے میں احتمال بھی تھا۔ کہ وہ کسی خطرے میں نہ پڑ جائے۔ کمرا ہلنے والا نہ جانے کون ہو؟

O

دروازہ کھلا۔

سب سے پہلے ضحاک ہی اندر آیا تھا۔ جولیا کو دیکھ کر وہ صرف ایک لمحے کیلئے ٹھٹکا۔ پھر اسکے ہونٹوں پر مسرت انگیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ آگے بڑھا۔ اس کے پیچھے بوڑھا تہنت اعظم اور اسکے دونوں ساتھی تھے۔

ضحاک قریب آکر جولیا کے سامنے دوزانو ہو گیا۔ پھر بولا۔

"اے دیوی۔! مجھے زندہ دیکھ کر مجھے اتنی خوشی ہوئی ہے کہ زندگی میں کبھی نہیں ہوئی تھی۔ میں جانتا ہوں کہ تو دیوی نہیں ہے لیکن میں تجھے اب بھی دیوی کہوں گا۔ کیونکہ تو حسن کی دیوی ہے۔"

جولیا نے بوڑھے تہنت کی طرف دیکھا اور پھر ضحاک سے بولی۔

"تم اب کیا چاہتے ہو ضحاک۔"

"مجھے بتایا گیا تھا کہ تیرا شوہر مر چکا ہے؟ کیا یہ سچ ہے!"

جولیا نے کچھ جواب دینے کی کوشش کی۔ مگر ناکام رہی۔ اس نے اچانک محسوس کیا تھا کہ اسکا حلق خشک ہو گیا ہے۔ اسکے ہونٹ کھلے اور پھر بند

ہو گئے۔ اسکے حلق سے آواز نہیں نکل سکی تھی۔

بوڑھا تہنت اعظم ضحاک کی پشت پر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے جولیا کو گھورتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ اور پھر اس دیوار کی طرف دیکھنے لگا۔ جس کے پیچھے عمران قید تھا۔

جولیا اس کے خاموش چیلنج کو سمجھ گئی۔ بوڑھے تہنت کا مطلب اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ کہ اگر جولیا نے اس سلسلے میں ضحاک کو ایک لفظ بھی بتایا تو عمران کو ختم کر دیا جائے گا۔

"جواب کا منتظر ہوں میں... اے دیوی۔!" ضحاک بولا۔

"ہاں۔" جولیا نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔

ضحاک نے ایک طویل سانس لی۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اس کو جولیا کے اس جواب سے خوشی ہوئی ہو لیکن شائد وہ اندازہ نہیں کر سکا تھا۔ کہ جولیا نے جواب دینے میں ہچکچاہٹ کیوں محسوس کی تھی اور اب جواب دیتے وقت اس کی آواز گھٹی گھٹی سی کیوں تھی۔ ممکن ہے ضحاک نے یہ اندازہ لگایا ہو کہ جولیا کو اپنے شوہر کی موت کا ذکر کرتے ہوئے رنج پہونچا ہو۔ اور اسی وجہ سے اس کی آواز حلق میں اٹک کر رہ گئی ہو۔

ضحاک کا سر جھک گیا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ چند لمحے خاموشی رہی۔ جولیا بھی سر جھکائے سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ ضحاک کو اصل بات کس طرح بتائے۔ ضحاک اس وقت اکیلا تھا۔ اگر وہ چاہتا تو بھی شائد جولیا کی مدد نہ کر سکتا۔

کچھ دیر کی خموشی کے بعد ضحاک بولا۔

"اے دیوی۔ کیا میں تجھ سے ایک درخواست کروں۔"

"لگ... کیا۔؟" جولیا کی آواز حلق میں اٹکنے لگی۔

"اے دیوی! میں تجھ سے... تجھ سے..." ضحاک نے سر جھکا کر کہا۔

"تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ یہ محبت میرے دل میں اس وقت سے ہے جب کہ تو نے میری جان بچائی تھی۔ میں اسی وقت سے تجھے چاہتا ہوں۔ اے دیوی! مجھے اسلئے کچھ نہ تھا کہ تو شادی شدہ تھی۔ لیکن اب... میں جانتا ہوں، کہ تجھے اپنے شوہر کی موت سے صدمہ ہوا ہوگا لیکن دیوتاؤں کو یہی منظور تھا۔ دیوتاؤں نے ہمیں زندگی دی تھی۔ وہی ہم سے چھین لیتے ہیں۔ ان کے کام میں دخل نہیں دیا جا سکتا۔ ہم مجبور و لاچار ہیں لیکن مرنے والوں کو یاد رکھنے کے بجائے بھولنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ اے دیوی! تجھے بھی چاہیئے کہ اپنے شوہر کو بھول جائے۔ میں تجھے ہر طرح کا آرام پہنچا سکتا ہوں۔ میں تیرے لئے ہر آسائش مہیا کر سکتا ہوں سیملی قوم کی ملکہ بن کر تجھے ہر قسم کا آرام حاصل ہو جائے گا۔ اور... اور میری زندگی میں بھی خوشیوں کا راج ہو جائے گا۔"

اس طویل تقریر کے دوران میں ضحاک کا سر جھکا ہی رہا تھا۔ پھر خاموش ہو کر اس نے سر اٹھایا۔ اس کی نظریں جولیا کے چہرے پر جم گئیں اور پر امید نظروں سے جولیا کی طرف دیکھ رہا تھا۔

جولیا اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔ اس کی زبان بھی خشک ہو گئی

تھی اسلئے خشک ہونٹوں پر نمی نہ ہو سکی۔

وہ نہیں مرا۔ وہ زندہ ہے۔ جولیا نے چیخ کر کہنا چاہا۔ مگر اس کی آواز حلق سے باہر نہیں نکل سکی۔ کوشش کے باوجود اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکل سکا تھا۔

"میں تیرے جواب کا منتظر ہوں دیوی۔" ضحاک بولا۔

"میں... میں۔" جولیا نے کہنا چاہا۔ مگر ناکام رہی۔ اس کی نظریں ضحاک کی پشت پر کھڑے ہوئے بوڑھے مہنت پر جم گئی تھیں۔ اور مہنت بھی اسی کو گھور رہا تھا۔

اچانک ضحاک نے بڑی تیزی سے پلٹ کر مہنت اعظم کی طرف دیکھا۔ بوڑھا گھبرا گیا تھا۔ وہ بوکھلا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

ضحاک چند لمحے اسے گھورتا رہا۔ اور پھر بولا۔

"شاید دیوی مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔"

"لیکن مجھ سے تو کہا تھا کہ مجھے کوئی عذر نہیں۔" مہنت اعظم نے کہا۔

"کیوں۔؟" ضحاک ایک دم جولیا کی طرف مڑا۔

"مم... میں۔" جولیا پھر ہکلا کر رہ گئی۔

"اے دیوی! ضحاک نے کہا۔ میں تجھ سے زبردستی نہیں کروں گا۔ اگر تو مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتی تو مجھے بتا دے میں تجھے ہرگز مجبور نہیں کروں گا۔"

جولیا کا دل بڑی زور سے دھڑک رہا تھا۔ اسکی سمجھ میں نہیں آ رہا

تھا کہ وہ کیا جواب دے۔ ایک طرف عمران کی زندگی کا سوال تھا اور دوسری طرف خود اسکی زندگی کا۔ ضحاک سے شادی کرنے کے بعد وہ زندہ درگور ہو جاتی لیکن اس سے شادی کرنے سے انکار پر عمران کا زندہ رہنا محال تھا۔

"دیوی۔ ضحاک خشک لہجے میں بولا۔ "میں تیرے جواب کا منتظر ہوں۔ ہاں... یا نا۔؟"

"میں... میں۔ مجھے منظور... ہے۔ جولیا نے بدقت تمام کہا۔ اور پھر اس انداز میں ایک طویل سانس لی جیسے عمران کی زندگی بچا کر اسے سکون پہونچا ہو۔ لیکن جولیا نے یہ بھی محسوس کیا تھا کہ ضحاک کے چہرے پر خوشی کے آثار پیدا نہیں ہوئے وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

مہنت اعظم کے ہونٹوں پر ایک کریہہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے اس انداز سے سر ہلایا جیسے جولیا کے جواب سے مطمئن ہو گیا ہو۔ پھر اس نے ضحاک کی طرف دیکھا۔ اور اسے سوچ میں ڈوبا ہوا پا کر بولا۔

"اب کیا سوچ رہے ہو۔؟"

"آں۔ ضحاک نے چونک کر مہنت اعظم کی طرف دیکھا۔ پھر اچٹتی ہوئی نظر سے اسکے دونوں ساتھیوں پر ڈالیں۔ پھر ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "میں حیران ہوں کہ یہ شادی کیونکر ہو سکے گی۔"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ مہنت اعظم نے منہ بنا کر کہا۔ لوگوں سے کہا جائیگا کہ دیوی کو چشمے میں پھینک دیا گیا تھا۔ لیکن وہ اپنی قوتوں سے کام لیکر چشمے سے باہر آ گئی ہے۔ اور اب اس نے انسانی قالب اختیار

کر لیا ہے۔ ایسا کرنے کی ضرورت اسکو اسلئے پیش آئی کہ وہ قوم کے بادشاہ ضحاک سے محبت کرنے لگی تھی۔ اب وہ انسانی قالب میں اسی لئے آئی ہے کہ اپنے محبوب سے شادی کر سکے۔"

"لیکن دیو تا ٹرکاٹ کہاں گیا۔؟"

"اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ وہ اپنی قوم سے روٹھ کر چلا گیا ہے اور اب کبھی واپس نہ آئے گا۔"

"کیا وہ لوگ اس بات کو بکواس نہ سمجھیں گے۔" جولیا بولی۔

"کیوں۔؟" مہنت نے کہا۔

"لوگ مجھے جھوٹی دیوی سمجھ رہے تھے۔"

"لیکن جب وہ تجھے زندہ دیکھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ تو اصلی دیوی ہے۔ ورنہ کوئی بھی اس چشمے میں گرنے کے بعد واپس نہیں آیا۔"

جولیا چپ ہو گئی۔

"ٹھیک ہے۔" ضحاک نے کہا۔ "یہی ترکیب مناسب رہے گی۔"

"میں نے شروع ہی میں تمام واقعات پر غور کر لیا تھا۔" بوڑھے مہنت اعظم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اسکی آنکھوں میں شیطانیت کا اظہار ہو رہا تھا۔

"شادی کب ہو گی۔؟" ضحاک نے پوچھا۔

"آج ہی۔"

"کیوں دیوی۔؟" ضحاک نے جولیا کی طرف دیکھا۔

جولیا اثبات میں سر ہلانے کے علاوہ کیا کر سکتی تھی۔

"اب ہمیں یہاں سے چلنا چاہیئے۔" ضحاک بولا۔

"چلو۔ مہتت اعظم نے کہا۔ اور جولیا سے بولا" اٹھو۔"

جولیا بادل نخواستہ اٹھی ضحاک دروازے کی طرف بڑھا اس کے پیچھے جولیا چلی۔ ایک مرتبہ پلٹ کر اس نے اس دیوار کی طرف دیکھا جس کے پیچھے عمران تھا۔ پھر باہر نکل گئی۔ اس وقت اسکا دل چاہ رہا تھا کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ وہ بڑی مشکل سے اپنی حالت پر قابو پائے ہوئے تھی۔

مہتت اعظم کے دونوں ساتھی مہتت جولیا کے دائیں بائیں تھے اور ان کے ہاتھوں میں مشعلیں تھیں۔ وہ سرنگ میں آگے بڑھتے رہے ضحاک سب سے آگے تھا۔ پھر بوڑھا مہتت اعظم بھی اس سے جا ملا۔ ان دونوں میں کچھ باتیں ہونے لگیں جولیا انہیں سن نہ سکی۔ ان دونوں کا لہجہ بہت ہی مدہم تھا۔ دونوں مہتت جولیا کے دائیں بائیں چل رہے تھے۔ خیفہ راستوں سے چلتے ہوئے وہ محل میں پہونچ گئے۔ یہ وہی کمرہ تھا جہاں اس دن صبح جولیا اپنے ساتھیوں سے جدا ہوئی تھی۔ اسی کمرہ میں اس نے رات گزاری تھی۔ اس واقع کو زیادہ وقت نہیں گزرا تھا لیکن اس معمولی ہی وقت میں بہت حیرت انگیز واقعات رونما ہو چکے تھے۔ اس کمرے میں پہونچکر وہ سب رکے اور مہتت اعظم نے کہا۔

"اب تم دونوں کو مندر میں جانا ہوگا۔ جہاں تمہاری شادی ہو جائے گی۔" جولیا سر جھکائے کھڑی رہی۔

"ہاں ضحاک نے کہا۔ ذرا ایک منٹ ٹھہرو۔"

پھر ضحاک کمرے سے چلا گیا۔ واپسی فوراً ہی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ چار آدمی تھے جو چاروں سپاہی تھے۔ ضحاک مہتت اعظم کے برابر میں جا کھڑا ہوا۔ اور جولیا سے بولا۔

"ہاں لے دیوی۔ کیا تو شادی کے لئے تیار ہے۔"

"بار بار پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔" مہتت اعظم جھلا کر بولا۔

"میں اس ضرورت کو بخوبی سمجھتا ہوں۔" ضحاک نے خشک لہجے میں کہا۔ اور پھر سوالیہ نظروں سے جولیا کی طرف دیکھنے لگا۔

جولیا نے سوچا کہ اس وقت موقع اچھا ہے۔ اسے چاہیئے کہ ضحاک کو سب کچھ بتا دے۔ اس وقت ضحاک بے بس نہیں تھا۔ اس کے ساتھ چار سپاہی بھی موجود تھے اور وہ سپاہی ظاہر ہے کہ ضحاک کا ہی حکم مانتے۔

"ضحاک۔ جولیا چیخ پڑی" میرا شوہر زندہ ہے۔ اس بوڑھے خبیث نے اسے قید کر رکھا ہے۔ اس نے۔

اچانک بوڑھا مہتت چھرا نکال کر جولیا کی طرف جھپٹا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ جولیا تک پہونچتا ضحاک نے اس کی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹ لی۔ اور بوڑھا اوندھے منہ گرا۔ وہ بال بال بچا تھا۔ ورنہ اسکے ہاتھ میں دبا ہوا چھرا خود اسی کے سینے کے پیوست ہو جاتا۔ بوڑھے کے منہ سے ایک دلی دلی سی چیخ نکل گئی۔

دونوں مہتت اس کی مدد کیلئے لپکے تھے۔ مگر چاروں سپاہیوں نے

اپنے نیزے تان کر انہیں دھمکی دی تھی کہ وہ اپنی جگہ سے ہلے تو ان کی موت بڑی کربناک ہوگی۔

دونوں مہنت ٹھٹک اپنی جگہ ہی پر رک گئے۔ بوڑھا مہنت اعظم اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جیسے ہی وہ کھڑا ہوا ضحاک نے اس کی کلائی پکڑ لی۔

"بوڑھے خبیث۔" ضحاک دانت پیستا ہوا بولا۔ "تو جانتا تھا کہ میں ایک ایسی عورت سے شادی کر لوں جسکا شوہر زندہ ہے۔ خبیث کتے۔ مذہبی پیشوا ہوتے ہوئے بھی تو نے اس بات کا خیال نہ رکھا کہ یہ ایک بہت بڑا مذہبی جرم ہے... کمینے... میں اسی کمرے میں سمجھ گیا تھا کہ معاملہ کچھ گڑبڑ ہے۔ دیوی کی ہچکچاہٹ یہ ظاہر کر رہی تھی کہ زبان کھولنے کے سلسلے میں اس پر تیرا دباؤ ہے۔ میں یہ سمجھ گیا تھا۔ اس لئے میں نے یہاں آکر دیوی سے دوبارہ پوچھنا ضروری تھا۔"

بوڑھا مہنت اپنی کلائی چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ضحاک کی گرفت بہت مضبوط تھی۔ ضحاک نے ایک جھٹکا دیا۔ اور چھرا مہنت کے ہاتھوں سے نکل کر فرش پر گر گیا۔ ضحاک نے مہنت کی کلائی چھوڑ کر چھرا اٹھا لیا۔ اور مہنت کو گھورتا ہوا بولا۔

"کہاں ہے دیوی کا شوہر۔؟"

بوڑھا مہنت ہونٹ بھینچ کر ضحاک کو کینہ توز نظروں سے گھورنے لگا۔

جولیا ایک طرف کھڑی اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ اور

نہ جانے کیوں اسکا سانس پھول گیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ چند لمحے پیشتر بے تحاشہ بھاگتی رہی ہو۔

"تباہ نہ ہو میں تجھے یہیں قتل کر دوں گا۔" ضحاک نے چھرا تان کر مہنت اعظم سے کہا۔

"ضحاک۔" بوڑھا کسی زہریلے سانپ کی طرح پھنکارا۔ "یہ گستاخی تیرے لئے مہنگی بھی ثابت ہو سکتی ہے۔"

"یہ بعد میں سوچوں گا کہ وہ مہنگی ثابت ہوتی ہے۔ یا۔" ضحاک نے اپنا جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا۔ اور پھر جھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"بتا رہا ہے یا میں یہ خنجر تیرے سینے میں پیوست کر دوں۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔" بوڑھے نے لاپرواہی سے کہا۔ اور اپنے دونوں مہنت ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ جو چاروں سپاہیوں کے نیزوں کی زد میں تھے۔

"اچھا۔؟" ضحاک نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "تب میں تجھے ختم ہی کر دوں گا۔"

ضحاک کا ہاتھ فضا میں بلند ہوا ہی تھا کہ جولیا چیخ کر بولی۔

"ٹھہرو۔!"

ضحاک کا اٹھا ہوا ہاتھ رک گیا۔ اور اس نے پلٹ کر جولیا کی طرف دیکھا۔

"دیوی! کیا تجھے اس درندے سے ہمدردی ہے۔"

"نہیں" مجھے اس سے کوئی ہمدردی نہیں۔"

"پھر تو نے مجھے کیوں روکا۔!!"

"اسلئے کہ فی الحال اسے مارنا ہمارے لئے سود مند نہ ہوگا۔ تم فی الحال اسے لیکر واپس وہیں چلو۔ اسی کمرے میں جہاں پر اس کمینے انسان نے میرے شوہر کو قید کر رکھا ہے۔"

"اوہ۔ ضحاک مہنت اعظم کو گھورنے لگا۔

مگر بوڑھا خاموش کھڑا رہا۔

"چلو واپس۔" ضحاک غرایا۔

"وہاں پہونچنے کے بعد بھی تم اس کمرے کا سراغ نہ لگا سکوگے۔"

"بکواس بند کر۔ بوڑھے کتے۔ میں جو کہہ رہا ہوں صرف اتنا ہی کر۔" ضحاک نے گرج کر کہا۔

بوڑھے ضحاک نے پھر لاپرواہی سے اپنے شانوں کو حرکت دی اور پھر اسی راستے میں داخل ہوگیا جس سے وہ سب ابھی یہاں آئے تھے۔

ضحاک نے سپاہیوں سے کہا۔" ان دونوں کو بھی ساتھ لے کر آؤ۔"

وہ سب آگے پیچھے سرنگ میں داخل ہوئے۔ سب سے آگے مہنت اعظم تھا۔ اس کے پیچھے ضحاک اور جولیا۔ ان کے پیچھے دو سپاہی۔ پھر وہ دونوں مہنت۔ اور ان کے پیچھے عقب میں دو سپاہی۔ اس طرح یہ قافلہ آگے بڑھا۔

"دیوی۔ ضحاک نے جولیا سے کہا۔ تو نے مجھے وہیں کیوں نہ بتا دیا

کہ یہ خبیث بوڑھا کیا چاہتا ہے۔"

"میں مجبور تھی۔"

"کیوں۔؟"

"اس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے تمہیں کچھ بتا دیا تو وہ میرے شوہر کو ناگ دیوتا کے غار میں گرا دے گا۔"

"اگر مجھے اس بات کا ڈر تھا تو اب کیوں بتایا۔؟"

"اسلئے کہ اس وقت تمہاری پوزیشن مضبوط تھی۔ تمہارے ساتھ چار سپاہی موجود تھے۔ اس وقت تم اکیلے تھے۔ اگر میں تمہیں اسی وقت بتا دیتی تو بوڑھا مہنت ہم دونوں کو وہیں ختم کر دیتا۔"

"اوہ!" ضحاک نے حقارت سے کہا۔

"دیوی! ضحاک کی رگوں میں پانی نہیں خون ہے اس بوڑھے اور اس کے دونوں ساتھیوں کو میں اکیلا سنبھال سکتا تھا۔"

جولیا خاموش رہی۔

ضحاک پھر بولا۔ خیر جو کچھ ہونا تھا وہ ہوگیا۔ لیکن میں حیران ہوں کہ اس بوڑھے نے کیا سازش کی تھی۔ پوری قوم تو یہ سمجھتی رہی ہے کہ دیوی اور دیوتا کو ناگ دیوتا کے چشمے میں پھینک دیا۔"

"ایسا نہیں ہوا۔"

"تو کیا تمہاری جگہ کوئی اور تھا۔؟ یقیناً کوئی ہوگا۔ اب مجھے خیال آرہا ہے کہ اسکا قد کاٹھ کافی بڑا تھا۔ پریشانی کے عالم میں اس وقت

اس بات پر دھیان نہیں دے سکا۔"

"ہاں میرا ایک ساتھی تھا۔ وہ جس نے دیوتا ٹزکاٹ کے پجاری کا روپ دھارا تھا۔"

"وہ یقیناً وہی تھا۔" ضحاک نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

جولیا چپ ہو گئی۔ چند لمحے بعد ہی اس نے کہا۔

"مگر ضحاک۔ تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تم مجھے بچانے کی کوشش کرو گے۔ پھر تم نے میرے دونوں ساتھیوں کو کیوں نہیں بچایا۔ یہ مانا کہ ان دونوں میں۔ میں نہیں تھی لیکن تمہیں تو اس بات کا علم نہ تھا۔"

"ٹھیک ہے اے دیوی! لیکن اس وقت حالات کچھ اور تھے۔ اگر میں کچھ کرنے کی کوشش کرتا تو میں بھی مارا جاتا۔"

"ہوں۔"

باتیں کرتے ہوئے یہ سب اسی کمرے میں پہونچ گئے۔

"ہاں اے دیوی! اب بتا کہ تیرا شوہر کہاں ہے؟" ضحاک نے جولیا سے پوچھا۔

"اس دیوار کے پیچھے۔" جولیا نے اشارہ کیا۔

"وہاں کیسے پہونچا جا سکتا ہے۔؟"

"کوئی مخفیہ طریقہ ہے جس سے دیوار میں خلاء پیدا ہو جاتی ہے۔"

"اور وہ خفیہ طریقہ ان تینوں کو معلوم ہے۔"

"ہوں۔" ضحاک مہنت اعظم کو گھورتا ہوا بولا۔

"وہ طریقہ بتاتا ہے یا جان دیتی ہے۔"

"میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔" مہنت اعظم نے کہا۔

"اور تم لوگ۔؟" ضحاک نے اسکے دونوں ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں خاموش رہے۔

پھر ضحاک نے اپنے ایک سپاہی کو اشارہ کیا۔ دوسرے ہی لمحے سپاہی کا وہ ہاتھ بلند ہوا جس میں نیزہ تھا۔ دوسرے ہی لمحے وہ نیزہ ایک مہنت کے سینے میں پیوست ہو چکا تھا۔

ایک چیخ کمرے میں گونجی۔ اور وہ مہنت کمرے کے فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کے سینے سے خون کا فوارہ ابل پڑا تھا۔

دوسرے مہنت کے چہرے پر خوف و دہشت کے آثار پیدا ہو گئے لیکن بوڑھے خبیث مہنت اعظم کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ ہر قسم کے جذبات سے یکسر عاری۔

"دوسرے کو بھی ختم کر دو۔" ضحاک نے سپاہی سے کہا۔

نیزہ پھر بلند ہوا لیکن اسی وقت دوسرا مہنت چیخ پڑا۔

"نہیں نہیں۔ مجھے نہ مارو۔۔۔ ٹھہرو۔۔۔ میں بتا دوں گا۔ میں راستہ بتا دوں گا۔"

"خاموش ذلیل!" بوڑھا مہنت گرجا۔ "اگر تو نے زبان کھولی تو تیرا حشر بہت برا ہو گا۔"

"اس حشر سے زیادہ برا نہ ہو گا۔" ضحاک نے فرش پر تڑپتے

ہوئے مہنت کی طرف اشارہ کیا۔ دوسرا مہنت اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

"تاؤ۔" ضحاک نے اس سے کہا۔ ورنہ چند لمحے بعد تم بھی اسی جگہ پر تڑپتے نظر آؤ گے۔"

"میں بتا دوں گا۔ میں بتا دوں گا۔" مہنت نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"کہنے۔ کہتے۔" بوڑھا مہنت اعظم یہ کہتا ہوا اسکی طرف کو جھپٹا ہی تھا کہ ضحاک کا گھونسہ اسکی ٹھوڑی پر پڑا۔ اسکی چیخ نکل گئی اور وہ لڑکھڑا کر کئی قدم چلا گیا۔

"چلو۔" ضحاک مہنت کی طرف دیکھتا ہوا غرایا۔ مہنت اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا اس دیوار کی طرف بڑھا جسکے پیچھے عمران قید تھا۔

بوڑھے مہنت نے اس مرتبہ اپنی جگہ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ اپنی جگہ ہی پر کھڑا ضحاک کو اس انداز سے گھور رہا تھا جیسے اسے کچا چبا ڈالنے کا ارادہ کر رہا ہو۔

مہنت دیوار کے قریب جا۔ پر کچھ اس نے کوئی حرکت کی اور دوسرے ہی لمحے ایک ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ دیوار میں خلا پیدا ہوتی چلی گئی۔

O

حمید اور بوڑھے طارق کی اضطرابی کیفیت اس انتہا کو پہونچی تھی کہ

حمید اپنے ہاتھوں سے اپنے بال نوچنے لگا۔ اور طارق نے اس کے علاوہ کچھ نہ کیا کہ اسے آنکھیں پھاڑے دیکھتا رہا۔

فریدی، جوزف، عمران اور جولیا کو گئے ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ نہ جانے ان کا کیا حشر ہوا ہو۔ نہ جانے ان کا کیا حشر ہوا ہو۔؟ یہی ایک سوال تھا جس کا جواب حاصل نہ ہونے کی وجہ سے حمید اور طارق کی بے چینی بہت زیادہ بڑھ چکی تھی۔

حمید ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے وہ ہمیشہ کیلئے فریدی سے بچھڑ گیا ہو۔ اسے یقین تھا کہ فریدی اور جوزف کے ساتھ کئی آدمی اور بھی ہوتے تب بھی اس خوفناک مگرمچھ کا مقابلہ نہ کیا جا سکتا۔

طارق کی دانست میں بھی یہ بات ناممکن تھی کہ فریدی اور جوزف اس خوفناک مگرمچھ کو ختم کر دیتے۔ اسکے برعکس طارق کا خیال یہ تھا کہ اب تک فریدی اور جوزف اس مگرمچھ کا لقمہ بن چکے ہوں گے۔ طارق اور حمید کے سان و گمان میں یہ بات نہ آئی تھی کہ صرف فریدی نے اس خوفناک مگرمچھ پر زندگی تنگ کر دی ہوگی۔ اور حمید نے کھڑکی سے دیکھا کہ کہر چھٹ گئی اور سورج کی تیز روشنی سے آنکھیں خیرہ ہونے لگیں۔

"طارق صاحب۔ طارق صاحب۔!" حمید چیخا۔ "وہ دیکھئے کہر ختم ہو گئی۔ کہر غائب ہو گئی۔"

"ہاں۔" طارق نے سر ہلاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ کہر چھٹ گئی۔ سورج نکل آیا۔

"طارق صاحب،" حمید نے کانپتی آواز میں کہا۔ کیا اب فریدی صاحب اور جوزف کو اس چشمے میں نہ پھینکا جائے گا۔"

"شائد ایسا نہ ہو۔"

"کیوں۔؟"

"انہیں پھینکا جا چکا ہوگا۔"

"وہ کیسے۔؟"

"کہر کافی دیر میں غائب ہوئی ہے جس وقت صبح کے آثار پیدا ہوئے تھے۔ اس وقت کہر موجود تھا۔ فریدی اور جوزف کو اسی وقت چشمے میں پھینک دیا گیا ہوگا۔"

"اوہ... اوہ۔ حمید دانت پیستا ہوا پاگلوں کے سے انداز میں اپنے بال نوچنے لگا۔ اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ طارق کو تو گویا سکتہ ہو گیا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے حمید کیطرف دیکھ رہا تھا۔

"فریدی صاحب۔ حمید ہچکیاں لیتا ہوا کہہ رہا تھا۔ میرے بھائی۔ میرے باپ۔۔ اب میں تجھے کہاں ڈھونڈوں۔۔ تو مجھے اکیلا کیوں چھوڑ گیا۔ میں تیرے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔۔ میں مرنا چاہتا ہوں۔ میں تیرے پاس آنا چاہتا ہوں۔ میں تیرے پاس آؤں گا۔۔ میں تیرے پاس آؤں گا۔۔ میں تیرے پاس۔۔" حمید چیخ چیخ کر اپنا سر فرش پر مارنے لگا۔

طارق نے جھپٹ کر اسے پکڑا۔ لیکن دو ہی لمحوں میں حمید کی

پیشانی ایک جگہ سے پھٹ گئی تھی۔ خون بہہ کر اسکے چہرے پر پھیل گیا۔ "حمید میاں۔ حمید میاں۔" طارق بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "اپنے آپ کو سنبھالو۔ یہ کیا کر رہے ہو تم۔"

"طارق صاحب۔" حمید اس سے لپٹ کر رونے لگا۔ میں کیا کروں طارق صاحب۔ میرا بھائی مجھ سے جدا ہو گیا۔ میرا بھائی۔ اور حمید کے آنسو بہنے لگے۔ اب بوڑھے طارق سے ضبط نہ ہو سکا۔ اس کی آنکھیں بھی بہہ نکلیں۔

"میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہ کروں گا۔" طارق بڑبڑا رہا تھا۔ یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔"

حمید کچھ نہ بولا بس روتا رہا۔ کافی دیر تک روتا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ آنسو رکنے لگے۔ ہچکیاں رہ گئیں۔ پھر ان میں بھی کمی آنے لگی۔ اور پھر حمید بالکل خاموش ہو گیا۔ اب وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ طارق نے بھی بالکل خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اور اب وہ دونوں گم صم بیٹھے ہوئے تھے۔

اچانک باہر سے لوگوں کے شور مچلنے کی آوازیں آنے لگیں اور اب شور کی آواز قریب آتی جا رہی تھی۔ وہ لوگ نعرے لگا رہے تھے۔ دیوتا ٹرکاٹ۔۔ زندہ باد۔۔ دیوی زارینہ زندہ باد۔ حمید نے طارق کی طرف دیکھا۔ اور طارق نے حمید کی طرف خموشی کی زبان میں انہوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ ماجرا کیا ہے۔ لیکن وہ دونوں

ہی حالات سے بے خبر تھے ایک دوسرے کو کیا جواب دیتے۔

شور اب کافی قریب آچکا تھا۔ حمید اور طارق دروازے کی طرف بڑھے لیکن دروازہ باہر سے بند تھا۔ وہ دونوں دروازے کے قریب ہی کھڑے رہے۔ شور کی آوازوں سے ظاہر ہونے لگا کہ اب وہ لوگ محل میں داخل ہو چکے ہیں پھر وہ آوازیں اور قریب آگئیں۔ پھر دروازے کے پاس آگئیں۔ پھر ایک آواز سنائی دی۔

"دروازہ کھولو۔"

حمید اور طارق اچھل پڑے۔ انہوں نے اس آواز کو اچھی طرح پہچانا تھا۔ یہ آواز جوزف کے علاوہ کسی کی نہیں تھی۔

پھر دروازہ کھل گیا۔ سب سے پہلے اندر آنے والا جوزف تھا اسکے کپڑے بھیگے ہوئے تھے اور آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ اس کے ساتھ بہت سے سپاہی اور عام لوگ بھی تھے۔

حمید نے بے چینی سے چاروں طرف دیکھا لیکن اسے فریدی کی شکل کہیں بھی دکھائی نہ دی۔ حمید کا دل دھڑک اٹھا۔

"جاؤ۔" جوزف نے سپاہیوں سے کہا۔

"تم لوگ جاؤ اور بوڑھے حضرت اعظم کو تلاش کر کے میرے سامنے لاؤ۔"

"تیرے حکم کی تعمیل ہوگی اے دیوتا۔" پھر تمام سپاہی وہاں سے چلے گئے۔ اب وہاں عام لوگ رہ گئے تھے۔

"تم لوگ بھی جاؤ۔" جوزف نے انہیں گھورتے ہوئے کہا۔ اور آہستہ آہستہ بھیڑ چھٹنے لگی اور پھر جب سب لوگ چلے گئے تو جوزف نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

"کرنل کہاں ہیں جوزف۔" حمید نے چھوٹتے ہی سوال کیا۔

"فکر نہ کرو۔ وہ بخیریت ہیں۔" جوزف نے جواب دیا۔

حمید نے اطمینان کی سانس لی۔ مگر اسے ابھی پورے حالات کا علم نہیں تھا اسی لئے بے چینی تھی۔ اس نے جوزف پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔

"صبر کریں کیپٹن۔ میں سب کچھ بتائے دیتا ہوں۔ مجھے کپڑے تبدیل کر لینے دو۔ پہلے مجھے سردی لگ رہی ہے۔"

"کیا تمہیں حبشے میں پھینک دیا گیا تھا۔؟"

"ہاں۔"

"کرنل کو بھی۔!"

"ہاں۔"

"کیا تم نے اس مگرمچھ کو مار دیا۔؟"

"کیپٹن پلیز۔ مجھے کپڑے تبدیل کر لینے دو۔"

"اچھا۔" حمید نے طویل سانس لی۔ اور چپ ہو گیا۔

طارق اب تک خاموش ہی رہا تھا۔

جوزف نے کپڑے تبدیل کرنے کے بعد تمام واقعہ بیان کرنا شروع کیا حمید اور طارق بڑی دلچسپی سے سن رہے تھے۔ جوزف کہتا رہا۔

اور جب میں رسی کے سہارے اوپر پہنچا۔ تو فریدی صاحب کا خیال ٹھیک ہی ثابت ہوا۔ وہ لوگ میرے نام کے نعرے لگانے لگے۔ وہ بیحد خوش نظر آرہے تھے۔ انہوں نے رسی کو پھر چبوترے میں پھینک دیا۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ اب وہ دیوی کو نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اس بات پر میں نے ان سے کہا۔ دیوی تم لوگوں سے بہت زیادہ ناراض ہوگئی ہے۔ اسلئے چشمہ سے غائب ہوگئی ہے۔ اور اب شاید وہ یہاں کبھی نہ آئے۔ یہ سنکر وہ لوگ خوفزدہ بھی ہوئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں دیوی سے ان لوگوں کی سفارش کروں۔ تب میں نے ان سے کہا۔ کہ اگر وہ لوگ میرے کہنے پر عمل کریں۔ تو میں دیوی سے ان کی سفارش کروں گا۔ اور پھر ان لوگوں کو لے کر یہاں آیا۔ اب میں نے انہیں مہنت اعظم کی تلاش میں بھیجا ہے۔ اس بوڑھے کا ملنا ضروری ہے کیونکہ وہ باس کو اور جولیا کو نجانے کہاں لے گیا ہو!"

"اور کرنل کا کیا ہوگا۔" جیمسن نے سوال کیا۔

"وہ دوسرے راستے یہاں آئیں گے۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ ٹھیک کرنل کسی اور طرف جا نکلیں۔"

"کرنل سے اس بات کی توقع نہیں رکھنا چاہیئے۔"

حمید سوچ میں پڑ گیا۔

"خدایا تیرا شکر ہے۔" طارق نے اوپر کی طرف دیکھتے ہوئے

طویل سانس لیکر کہا۔ "میں زندگی بھر اپنے آپ کو معاف نہ کرتا اگر تم میں سے کسی کو کوئی نقصان پہونچ جاتا۔"

"نہ جانے باس کا کیا ہوا ہوگا۔" جوزف بڑبڑایا۔

"مہنت اعظم سے ان کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔" جوزف خاموش رہا۔

○

کراہنے کی آواز برابر آرہی تھی۔ اور فریدی اسے بڑے غور سے سننے کی کوشش کر رہا تھا۔

اچانک فریدی آہستہ سے بولا۔

"کیا یہاں کوئی ہے۔؟"

"کراہنے کی آواز آنا بند ہوگئی۔ شاید کراہنے والے نے فریدی کی آواز سن لی تھی۔

"کیا کوئی ہے۔؟" فریدی پھر بولا۔

چند لمحے خاموشی رہی۔ اور پھر کسی نے کہا۔

"فریدی صاحب۔؟"

فریدی چونک پڑا۔ یہ آواز سو فیصدی عمران کی تھی۔

"جی ہاں۔ میں ہوں۔"

"تم اس سوراخ کی طرف آؤ۔"

"میں اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتا۔"

"کیوں۔؟"

"رسیوں سے جکڑا ہوا ہوں۔"

"لیکن تم اور جولیا تو وحشت اعظم کے ساتھ گئے تھے۔!"

"اس بوڑھے نے غداری کی۔"

"ہوں۔ کیا اس وقت تم اور جولیا اکیلے ہو۔؟"

"صرف میں ہوں۔"

"اور جولیا۔؟"

"وہ نہ جانے کہاں ہوگی۔؟"

"اچھا ٹھہرو میں اوپر آنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"آیئے۔!"

فریدی نے غار کی چھت کی بلندی کا اندازہ کیا۔ کم از کم گیارہ فٹ ضرور رہی ہوگی۔ اور اسکی موٹائی بھی تین فٹ سے کم نہیں معلوم ہو رہی تھی۔ نیز فریدی کا قد چھ فٹ سے کچھ زیادہ تھا۔ لہٰذا اوپر پہونچنے کے لئے اسے آٹھ فٹ کی لمبی چھلانگ لگانا تھی۔ اور ایک ہی جگہ کھڑے رہ کر اتنی اونچی چھلانگ لگانا بظاہر ناممکن ہی معلوم ہوتا ہے۔

فریدی نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ زمین پر کنکر تو کافی بکھرے ہوئے تھے لیکن فریدی کو کسی ایسے پتھر کی تلاش تھی جو دو تین فٹ اونچا ہو۔ فریدی کا خیال تھا کہ وہ ایک ہی جگہ کھڑے کھڑے پانچ فٹ اونچی چھلانگ لگا سکے گا لیکن چھت کے اوپر ہاتھ پہونچانے کے لئے آٹھ فٹ کی چھلانگ ضروری تھی۔ اور اس فاصلے کو کم کرنے کے لئے پتھر کی موجودگی لازمی تھی۔

فریدی غار میں چکر لگانے لگا۔ ہر طرف دیکھا لیکن وہاں کوئی بھی ایسا پتھر نہ مل سکا۔ جو فریدی کے کام آسکتا۔ تھک ہار کر فریدی پھر اسی سوراخ کے نیچے آگیا۔ اور اوپر دیکھتے ہوئے سوچنے لگا کہ اسے کوشش تو کرنا چاہیئے۔ ممکن ہے کہ وہ آٹھ فٹ کی چھلانگ بھی لگا سکے۔

"فریدی صاحب۔" اوپر سے عمران کی آواز آئی۔

"ہوں۔"

"کیا کر رہے ہیں آپ۔؟"

جواب میں فریدی نے اسے تشویش سے آگاہ کیا۔

عمران خاموش رہا۔ شاید وہ سوچ میں پڑ گیا تھا۔ فریدی سوراخ کے عین وسط میں کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے ہاتھ بلند کئے اور پنجوں کے بل اپنی جگہ پر اچکنے لگا۔ چھلانگ لگانے سے پہلے وہ اپنے جسم کو تول رہا تھا۔

اچانک اس نے پوری قوت سے چھلانگ لگائی۔ اسکا سر سوراخ کے قریب پہونچ گیا لیکن ہاتھ سوراخ کے قریب نہ پہونچ سکے۔ ایک ڈیڑھ فٹ کا فاصلہ باقی رہ گیا تھا۔ دونوں ہاتھ سوراخ کی تین فٹ چوڑی دیوار سے ٹکرا کر رہ گئے تھے۔

فریدی کے پیر دوبارہ فرش سے آٹکے۔ ہلکا سا دھماکہ سا ہوا تھا۔

"کیا ہوا۔؟" عمران کی گھبرائی ہوئی سی آواز آئی۔

"کچھ نہیں۔" فریدی نے طویل سانس لے کر کہا۔ "میں نے چھلانگ لگانے کی کوشش کی تھی۔ ایک بار پھر کرتا ہوں۔"

"لیکن آپ وہاں کیسے ہیں۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ یہ ناگ دیوتا ... یعنی اس خوفناک مگرمچھ کا غار ہے۔"

"تمہیں غلط نہیں بتایا گیا تھا۔"

"پھر آپ وہاں کیسے..؟ آپ کو اور جوزف کو تو چشمے میں پھینک دیا ہوگا۔ کیا آپ دونوں نے اس مگرمچھ کو ختم کر دیا۔"

"ختم تو نہیں کر سکے لیکن حالت اب ایسی ہے کہ وہ اب ہمارا کچھ نہیں کر سکتا۔"

"جوزف کہاں ہے۔؟"

"تفصیلی باتیں ہیں۔ پھر کسی وقت پوچھنا۔ میں ایک بار اور چھلانگ لگانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"اچھا۔؟" عمران نے طویل سانس لی۔

فریدی ایک بار پھر چھلانگ لگانے کے لئے اپنا جسم تولنے لگا۔ دونوں ہاتھ اوپر کی طرف تھے اور وہ اپنی جگہ پر اچک رہا تھا اور اچکتے اچکتے اس نے اچانک چھلانگ لگا دی۔ یہ چھلانگ اتنی قوت سے لگائی گئی تھی کہ فریدی کا دل زور سے دھڑک گیا۔ لیکن فریدی ناکام نہیں رہا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ سوراخ کے اوپر کئی انچ آگے بڑھ گئے اور دوسرے ہی لمحے فریدی کے دونوں پنجے اوپر ٹک گئے۔

"ویری گڈ۔" عمران کی آواز سنائی دی۔

اب فریدی اس سوراخ میں لٹکا ہوا تھا۔ چند سیکنڈ تک وہ بالکل ساکت رہا۔ اور اپنی قوت کو مجتمع کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ اوپر کو اٹھنے کی کوشش شروع کی۔ اس کی صرف انگلیاں اوپر ٹکی ہوئی تھیں۔ اور فریدی اپنے جسم کا سارا وزن ان پر ڈالے ہوئے اوپر کو اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دو تین منٹ کی کوشش کے بعد فریدی صرف آدھے فٹ اوپر اٹھ سکا لیکن فریدی کی دانست میں یہی منزل کٹھن تھی اور اب اوپر پہونچنا مشکل نہیں تھا۔ فریدی نے اپنی ٹانگیں سمیٹ کر سوراخ کے اندر کر لیں اور اپنی پیٹھ سوراخ کی تین فٹ چوڑی دیوار سے ٹکا کر پیر سامنے کے حصے میں جما دیئے اب اس نے اوپر سے اپنے ہاتھ بھی چھوڑ دیئے تھے لیکن وہ

نیچے نہیں گرا۔ پھر اس نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے اور ہتھیلیاں اوپر ٹکا دیں۔ پھر ذرا سا اوپر اٹھا۔ اب اسکی گردن سوراخ کے اوپر پہنچ گئی۔ اس نے عمران کو دیکھا جو رسیوں میں جکڑا کھڑا تھا۔ اس کے جسم کے اوپری حصہ پر جگہ جگہ سرخ دھاریاں پڑی ہوئی تھیں۔ ایک ہی نظر میں فریدی نے سمجھ لیا کہ عمران پر کوڑے برسائے گئے ہیں۔

عمران نے بھی فریدی کو دیکھ لیا۔ اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ بالکل نہیں کراہ رہا تھا۔

فریدی اوپر پہنچ گیا اور چاروں طرف دیکھ کر حیرت سے بولا۔

"اس کمرے کا دروازہ کہاں ہے۔؟"

"کسی خفیہ میکنزم کے ذریعہ دیوار میں خلاء پیدا ہو جاتی ہے۔" عمران نے جواب دیا۔

"اوہ۔" اب فریدی عمران کی طرف بڑھا۔ پھر اس نے لباس میں سے وہی خنجر نکالا جس سے مگرمچھ کی ایک آنکھ پھوڑی تھی۔

"گگ... کیا گردن کاٹیے گا میری۔؟" عمران پلکیں جھپکاتا ہوا خوفزدہ انداز سے ہکلایا۔

"ہاں۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ اور خنجر سے ان رسیوں کو کاٹنے لگا جن سے عمران بندھا ہوا تھا۔

پھر ایک منٹ بعد ہی عمران آزاد ہو گیا۔

"بس اب یہاں سے بھاگ چلو۔" فریدی نے کہا۔

"مگر کس راستے سے۔؟"

"اسی سوراخ سے نیچے کود جاتے ہیں۔"

"لیکن جولیا کا کیا ہوگا۔؟"

"اسے پھر دیکھیں گے۔ آؤ۔" فریدی نے کہا۔ اور سوراخ کے قریب پہونچ گیا۔ لیکن عمران اپنی جگہ ہی پر کھڑا ہوا کچھ سوچتا رہا۔

"جلدی آؤ۔"

پھر اسی وقت کمرے میں ہلکی سی گڑگڑاہٹ ہوئی۔ اب ایک طرف کی دیوار میں خلاء پیدا ہوتی جا رہی تھی۔

"آؤ۔" فریدی نے ایک بار پھر عمران سے کہا۔ اور پھر سوراخ میں سے چھلانگ لگا دی۔ ایک ہلکے سے دھماکے کے ساتھ اس کے پیر زمین سے ٹک گئے تھے۔ پھر وہ تیزی سے سوراخ کے نیچے سے ہٹ گیا تاکہ عمران کود کر اس کے اوپر نہ پڑے۔

"عمران... عمران۔" ایک چیختی ہوئی آواز فریدی نے سنی۔ لیکن پھر عمران بھی کود کر اسکے قریب پہونچ چکا تھا۔

"ارے..؟" دفعتہً عمران بولا۔ "یہ تو جولیا کی آواز ہے۔"

"میرا بھی یہ ہی خیال ہے۔" فریدی نے کہا۔

وہ دونوں اب سوراخ کے نیچے ہی کھڑے ہوئے تھے اور اوپر کی طرف دیکھ رہے تھے کہ انہوں نے جولیا کو دیکھا۔ جو سوراخ میں سے جھانک رہی تھی۔

"عمـــران...؟"

"ہاں۔" عمران نے ایک طویل سانس لیکر کہا۔

"تم نیچے کیوں کود گئے۔ وہاں سے اوپر جلدی آؤ۔ وہاں پر مگر مچھ رہتا ہے۔" جولیا نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"فکر نہ کرو جولیا۔ مگر مچھ ہمارا کچھ نہ کر سکے گا۔" فریدی بولا۔

"اسے۔ کہہ کر جولیا چونکی۔ "کرنل فریدی۔؟"

"ہاں۔ میں بھی یہاں ہوں۔"

جولیا کے ساتھ ہی ایک اور آدمی بھی سوراخ سے جھانکنے لگا۔ یہ ضحاک تھا۔

ٹھیک اسی وقت اوپر سے ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز آئی۔ جولیا اور ضحاک نے پلٹ کر دیکھا۔

"ارے۔ جولیا چیخی۔ مہنت بھاگ گیا۔

دوسرے ہی لمحہ جولیا اور ضحاک سوراخ سے ہٹ گیا۔

"کیا چکر ہے۔" عمران بڑبڑایا۔

فریدی نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں اپنے شانوں کو خفیف سی جنبش دی۔ اور اوپر کی طرف دیکھنے لگا۔

○

جوزف، حمید اور طارق بہت زیادہ بیچینی کے ساتھ اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ سپاہی مہنت اعظم کو کیپ پکڑ کر لائیں۔ وہ بچ کر کہاں جائے گا۔ وہ ضرور پکڑا جائے گا جوزف بڑبڑایا۔ اور میں اسکو ایسی سزا دوں گا کہ وہ یاد رکھے گا نہ جانے کیوں باس نے اس خبیث پر اعتبار کر لیا تھا وہ ایسا آدمی نہیں کہ کسی کے کام آسکے۔

"تو کیا اس خبیث نے عمران اور جولیا کو قتل کر دیا ہوگا۔" حمید نے کہا۔

"اس بات کا امکان ہے لیکن اگر مجھے اس بات کا ثبوت مل گیا تو میں اس درندے کو تڑپا تڑپا کر مار دوں گا۔ اب میں پھر اس قوم کا دیوتا بن چکا ہوں۔ اور اب مجھ سے یہ اقتدار وہ خبیث مہنت اعظم بھی نہیں چھین سکتا۔"

"طارق صاحب۔" حمید بولا۔

"ہوں۔" طارق جو کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"اب ہم پھر برسر اقتدار ہو چکے ہیں۔" حمید نے کہا۔ میرا خیال ہے کہ اب آپ آسانی سے وہ قیمتی لعل حاصل کر سکیں گے۔"

"جہنم میں گئے قیمتی لعل و جواہر۔ اگر میں اپنے تمام ساتھیوں کے

ہمراہ یہاں سے بخیریت جا سکا تو سمجھو لگا کہ میں نے ایک بڑا خزانہ پا لیا۔"

"خوب۔" حمید خفیف سا مسکرا کر رہ گیا۔

یہ لوگ انتظار کرتے رہے۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد چند سپاہی واپس آئے۔ انہوں نے بوڑھے مہنت اعظم کو گرفتار کر رکھا تھا۔

"تم آگئے۔" جوزف اسے دیکھ کر غرایا۔ اور پھر سپاہیوں سے مخاطب ہو کر بولا "تم لوگ کمرے کے باہر جاؤ۔ اور کسی کو اندر نہ آنے دو جب میں دو مرتبہ تالی بجاؤں تو تم اندر آ جانا۔"

سپاہیوں نے اپنے سر ہلائے۔ اور کمرے سے باہر چلے گئے۔

بوڑھے مہنت اعظم کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔ جب سپاہی باہر چلے گئے۔ تو جوزف نے اسے خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"میرے دونوں ساتھی کہاں ہیں؟"

"انہیں تو میں نے اپنے وعدے کے مطابق خفیہ راستے سے ان پہاڑوں کے دوسری طرف پہونچا دیا۔ جدھر سے تم لوگ آئے تھے۔" بوڑھے نے جلدی سے جواب دیا۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔" جوزف گرجا۔

"میں نے سچ سچ بتایا ہے۔" مہنت اعظم نے سر جھکا کر جواب دیا۔

جوزف اسے گھورنے لگا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس کی دلی کیفیت کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہو۔

حمید اردو میں بولا۔ "فی الحال اسے سزا دینا مناسب نہ ہوگا اسے چھوڑ دو۔ اسکی نگرانی ہونا چاہیئے۔ اس طرح شاید ہم کچھ معلوم کر سکیں۔"

جوزف عمران کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اتنی اردو تو سمجھنے ہی لگا تھا۔ حمید کی بات اسے مناسب معلوم ہوئی۔

"تم ایک جگہ نہیں رکو۔" جوزف نے مہنت اعظم سے کہا۔ اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ یہاں سپاہی منتظر کھڑے تھے۔

"ضحاک کہاں ہے۔ اسے بلاؤ۔" جوزف نے کہا۔

"وہ کہیں غائب ہو گیا ہے اے دیوتا۔" ایک سپاہی نے جواب دیا۔

"لیکن ایک گھنٹے پہلے وہ مہنت اعظم کے ہی ساتھ گیا تھا۔"

"کہاں۔!" جوزف نے چونک کر پوچھا۔

"یہ ہمیں نہیں معلوم اے دیوتا۔"

"ہوں۔" جوزف چپ ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ معاملہ فرور کچھ گڑبڑ ہے ضحاک کا غائب ہونا بھی مہنت اعظم کی شرارت معلوم ہوتی ہے۔ پھر اب کیا ہونا چاہیئے۔

"سنو۔" جوزف ان سب کو گھورتا ہوا بولا "ضحاک تم سب میں سے کس کو زیادہ پسند کرتا ہے۔"

ان سب کی نگاہیں اپنے ایک ساتھی کے چہرے پر جم گئیں۔ وہ نوجوان اٹھائیس سال سے زیادہ کا نہیں معلوم ہو رہا تھا۔ اس کے چوڑے ماتھے اور بڑی بڑی آنکھوں سے ذہانت کا اظہار ہو رہا تھا۔

"ہمارا بادشاہ اسے سب سے زیادہ پسند کرتا ہے۔" ایک سپاہی نے اس نوجوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اسکا نام ارزق ہے۔"

"ارزق۔" جوزف اسے سے بولا۔ "میرے قریب آؤ۔"

نوجوان ارزق جوزف کے قریب آگیا۔

"اب تم لوگ بھی سب یہاں سے جاؤ۔" جوزف نے دوسرے سپاہیوں سے کہا۔

تمام سپاہیوں نے اس حکم پر عمل کیا تھا۔ جب ارزق اور جوزف کے علاوہ وہاں کوئی نہ رہا تو جوزف بولا۔

"ارزق۔؟"

"اے دیوتا۔" ارزق نے سر ہلایا۔

"تم کو ضحاک کے لئے اگر جان دینا پڑے تو۔؟"

"میں دریغ نہیں کروں گا اے دیوتا۔"

"ہوں۔" جوزف نے ایک طویل سانس لی۔ اور پھر کہا۔

"ایک کام ہے تمہارے لئے۔"

"حکم ہو اے دیوتا۔"

"کیا تم چھپ کر بوڑھے مہنت اعظم کی نگرانی کر سکو گے۔"

"کیوں نہیں۔"

"تو پھر تیار ہو جاؤ۔ ابھی وہ بوڑھا بھی باہر آئے گا تم اس کی نگرانی کرنا اور مجھے اسکی سرگرمیوں کی خبر پہنچاتے رہنا۔ تم اس سلسلے میں ایک

اور آدمی کی ضرورت محسوس کرو گے۔ اس لئے جس آدمی پر اعتبار کر سکو اسے اپنے ساتھ کر لینا۔"

"جو حکم اے دیوتا۔"

"اب تم یہیں کسی جگہ چھپ جاؤ۔" ارزق نے سر ہلا دیا۔

یہ انتظام کرنے کے بعد جوزف پھر کمرے میں آیا۔ یہاں مہنت اعظم سر جھکائے خاموش کھڑا ہوا تھا۔

"بوڑھے۔" جوزف غرایا۔

مہنت اعظم نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

"تم نے میرے ساتھیوں کو قتل تو نہیں کر ڈالا۔"

"مجھے اسکے لئے اتنا لمبا چکر چلانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"ہوں۔" جوزف سوچنے لگا کہ واقعی اگر مہنت اعظم جولیا اور عمران کو قتل کرنا چاہتا تو اسے اتنا لمبا چکر چلانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن جوزف اس بات پر یقین کرنے کیلئے بھی تیار نہیں تھا کہ مہنت اعظم نے ان دونوں کو پہاڑوں کے دوسری طرف پہنچا دیا ہوگا۔

"پھر آخر کیا بات ہو سکتی ہے۔" جوزف کے لئے سمجھنا دشوار تھا۔ اس نے ایک طویل سانس لیکر بوڑھے مہنت اعظم سے کہا۔

"تم جاؤ۔ لیکن اگر آئندہ تم نے کوئی شرارت کرنے کی کوشش کی تو تمہارا انجام برا ہوگا۔"

بوڑھے مہنت نے اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی اور پھر الٹے

قدموں چلتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

"تم باہر کیوں گئے تھے۔" حمید نے جوزف سے پوچھا۔

"اس بڈھے کی نگرانی کا انتظام کرنے۔"

"تو کیا اس کام پر کسی سپاہی کو مامور کیا ہے۔؟"

"ہاں اس کا نام ارزق ہے۔ اور وہ ضحاک کے خاص آدمیوں میں سے ایک ہے۔"

"لیکن ضحاک کہاں ہے۔؟"

"اس کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ ایک گھنٹہ پہلے اسے نہنت اعظم کے ساتھ دیکھا گیا تھا۔ اسکے بعد سے اسے نہیں دیکھا گیا۔"

"کیوں۔؟"

"یہ میں کیا بتا سکتا ہوں کیپٹن۔"

چند لمحے خاموش رہا۔ اور پھر بولا۔

"اس میں بھی کسی قسم کی شرارت معلوم ہوتی ہے۔"

"یہ بوڑھا اول درجہ کا شیطان ہے۔" جوزف بڑبڑایا۔ قادر جوشوا اس پر عذاب نازل کریں۔"

"اگر اس کی نگرانی ٹھیک طور پر ہو سکی تو ہم بہت کچھ معلوم کر سکیں گے۔"

حمید نے کہا۔ "کیا وہ سپاہی... کیا نام بتایا تم نے اسکا۔؟"

"ارزق۔؟"

"ہاں تو کیا ارزق ٹھیک سے نگرانی کر سکے گا؟"

"صورت سے تو وہ کافی ذہین معلوم ہوتا ہے۔"

"اگر وہ ٹھیک سے نگرانی کر سکا تو ہم ضرور کسی خاص راز سے واقف ہو جائیں گے۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ اس بوڑھے نے کوئی لمبا چکر چلایا ہے۔ کیا خیال ہے طارق صاحب۔"

"ہاں ہو سکتا ہے۔" طارق نے کہا۔

"لیکن اکیلا ارزق کیا کر سکے گا۔" جیمز جوزف سے کہا۔

"میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ وہ کسی بااعتبار آدمی کو اپنے ساتھ لگا لے۔"

"تب ٹھیک ہے۔ ایسے کاموں میں دو آدمیوں کا ہونا ضروری ہے۔" حمید نے کہا۔ جوزف چپ رہا۔

○

جس وقت ضحاک اور جولیا گڑگڑاہٹ کی آواز سنکر مڑے تو وقت گزر چکا تھا۔ جب تک دیوار کے قریب پہونچا جا سکا خلا برابر ہو جاتی۔ اور نہنت اعظم دوسری طرف تھا۔ اپنی طرف سے توجہ ہٹتے ہی اس نے چھلانگ لگائی تھی۔ اور خلاء کے دوسری طرف پہونچنے کے بعد میکنزم کو حرکت دی تھی۔ جس سے خلا برابر ہو گئی۔ اس کے دونوں ساتھی نہنتوں میں سے ایک تو مارا ہی جا چکا تھا۔ اور دوسرا

ضحاک وغیرہ کے ساتھ ہی تھا۔

"تم لوگوں نے اسکا خیال کیوں نہیں رکھا۔" ضحاک نے جھلائے ہوئے انداز میں سپاہیوں سے کہا۔

"ہم... ہم۔" ایک سپاہی تھوک نگل کر رہ گیا۔

مہنت گھبرایا ہوا اور خوفزدہ تھا۔ شاید وہ سوچ رہا ہو کہ ضحاک غصے میں اسے قتل نہ کر دے۔ بالآخر وہی بات ہوئی جسکا اسے خدشہ تھا۔ جھلائے ہوئے ضحاک نے ایک سپاہی سے نیزہ چھین کر اس پر پھینک مارا۔ نیزہ کی نوک مہنت کی گردن کو چھیدتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی تھی۔ اور وہ چیخ مار کر اوندھا گر پڑا۔

"جولیا۔ جولیا۔" عمران کی چیختی ہوئی آواز آئی۔

"میں ٹھیک ہوں۔" جولیا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے۔"

"ہاں۔"

"کیا ہوا...؟"

"تم اوپر آجاؤ تو معلوم ہو۔"

"تمہیں ہماری مدد کرنا ہوگی۔"

"کیسے..؟" جولیا نے سوراخ سے جھانکتے ہوئے کہا۔

"وہاں پر رسیوں کے ٹکڑے پڑے ہوں گے۔ انہیں ایک دوسرے سے باندھ کر اتنا لمبا کر لو کہ وہ بیس فٹ کے قریب ہو جائے۔ پھر اس کا

ایک سرا وہاں دیوار میں لگے ہوئے ایک کڑے سے باندھ دو اور دوسرا سرا اس سوراخ سے لٹکا دو تاکہ ہم اس کے سہارے اوپر آسکیں۔"

"اچھا...؟"

ضحاک نے بھی یہ گفتگو سن لی تھی۔ اس لئے رسی جوڑنے کے لئے جولیا کا ہاتھ بٹانے لگا۔

رسی بہت جلد تیار ہو گئی تھی۔ اسکا ایک سرا دیوار میں لگے ہوئے کڑے سے مضبوطی کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ اس کے بعد دوسرا سرا سوراخ سے نیچے لٹکا دیا گیا۔

"اب تم اوپر آسکتے ہو عمران۔" جولیا نے کہا۔

"اچھا جولیا۔" عمران نے کہا۔

جولیا اس مہنت کی طرف دیکھنے لگی۔ جو ضحاک کے نیزے کا شکار ہوا تھا۔ اب اس کی لاش ساکت پڑی ہوئی تھی۔

"غلطی مجھ سے ہوئی۔" ضحاک بڑبڑایا۔ "مجھے خود ہی اس کا خیال رکھنا چاہیئے تھا۔ وہ کمبخت ہاتھ سے نکل گیا۔ یہ بہت برا ہوا۔ وہ یقیناً اپنے چیلوں کو لے کر یہاں آئے گا۔" ضحاک یہ کہہ کر خاموش ہوا ہی تھا کہ عمران رسی کے سہارے اوپر آگیا۔

"عمران۔" جولیا کی چیخ نکل گئی۔

"کیا بات ہے۔؟" عمران حیرانہ انداز میں پلکیں جھپکانے لگا۔

جولیا پھٹی پھٹی آنکھوں سے عمران کے اوپری جسم کی طرف دیکھ

رہی تھی۔ جو جگہ جگہ سے ادھڑا ہوا تھا۔ جولیا نے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ اتنے میں فریدی بھی اوپر آگیا۔ ایک ہی نظر میں اس نے وہاں کا جائزہ لیا۔ اور پھر ضحاک پر نظریں جما دیں۔

اس کے بعد جولیا سے بولا۔

"کیا بات ہے۔ کیا گڑبڑ ہو گئی تھی۔"

"لمبی کہانی ہے۔" جولیا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"مختصر طور پر بتاؤ۔ تاکہ آئندہ کے لئے کسی راہ کا تعین ہو سکے۔"

جولیا نے مختصر طور پر تمام واقعہ بیان کر ڈالا۔

جولیا کے خاموش ہوتے ہی ضحاک بولا۔

"اب ہم لوگ یہاں پر محفوظ نہیں۔"

"کیوں۔؟" عمران نے پوچھا۔

"وہ اپنے چیلوں کو ساتھ لے کر آئے گا اور پھر ہم پر حملہ کرے گا۔ ہم یہاں چوہوں کی طرح مارے جائیں گے۔"

"تو پھر کیا ہو۔؟"

اچانک ضحاک فریدی کی طرف مڑ کر بولا۔

"مگر تم دونوں اس غار میں کیونکر پہنچے۔ یہ غار تو ناگ دیوتا کی کمین گاہ ہے۔"

"یقیناً ہے۔" فریدی نے کہا۔

"تو کیا تم نے ناگ دیوتا کو ختم کر دیا۔!" ضحاک نے چونک کر پوچھا۔

"نہیں لیکن اسکو چوہے سے بدتر کر دیا ہے۔"

"کیا مطلب۔؟"

فریدی نے مختصر طور پر بتایا کہ اس نے مگرمچھ کو کس طرح سے اندھا کیا تھا۔

"اوہ۔" ضحاک ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

"تو پھر کیوں نہ ہم اسی غار کے ذریعہ یہاں سے نکل جائیں۔" جولیا نے کہا۔ اس جرمن سیاح نے بھی تو اسی کو غار کو اپنے لئے راہ فرار بنایا تھا۔

"لیکن اس طرح ہم اس قوم کی سرزمین سے بہت دور نکل جائیں گے۔"

"تو کیا تم لوگ یہاں سے نہیں جانا چاہتے۔" ضحاک بولا۔

"یقیناً جانا چاہتے ہیں۔" فریدی نے کہا۔ لیکن اپنے ایک ساتھی کو بھی یہاں نہیں چھوڑنا چاہتے۔ ہمارے تین ساتھی تمہاری قوم میں موجود ہیں۔"

"لیکن اس جگہ رکنا بھی خطرے سے خالی نہیں ہے۔" جولیا نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں زیادہ خطرے کا مقابلہ نہیں کرنا پڑے گا۔" فریدی نے اطمینان سے کہا۔

"کیوں۔؟" عمران بولا۔

"جوزف نے سب سے پہلے تو بوڑھے مہنت کی تلاش کی ہوگی اور جس وقت مہنت وہاں پہنچے گا تو یقیناً جوزف کے بھتے چڑھے گا۔ مجھے جوزف کی طرف سے مدد ملنے کی امید ہے۔"

"ہاں اسکا امکان تو ہے۔" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ویسے بھی ہم آٹھ افراد ہیں۔ اور ان لوگوں کا مقابلہ کر سکیں گے۔" فریدی نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ خبیث پچاس ساٹھ آدمیوں کو لے کر آئے گا۔" جولیا نے کہا۔

"دیوار میں جو خلا پیدا ہوتی ہے۔ اسکی چوڑائی کیا ہے۔" فریدی نے اچانک ایک غیر متعلق سا سوال کیا۔

"کیا مطلب۔؟" جولیا نے حیرت سے کہا۔

"میری بات کا جواب تو دو۔"

جولیا نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ چار فٹ کے قریب ہوگی۔"

"اسکا مطلب ہے کہ بیک وقت تین آدمیوں سے زیادہ اندر نہ آسکیں گے۔ اور یہی چیز ہمارے لئے مفید ثابت ہوں گی۔" فریدی نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"تو پھر حملے کا انتظار کیا جائے۔" عمران نے طویل سانس لیکر کہا۔

"یقیناً۔" فریدی نے کہا۔

جولیا عمران کی طرف دیکھ کر بولی۔ "کیا تم تکلیف نہیں محسوس کر رہے ہو۔"

"کک کیسی تکلیف۔؟" عمران نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"تمہارا جسم زخموں سے چور ہے۔" جولیا بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"تو کیا ہوا۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

جولیا چپ ہوگئی۔ اور فریدی سوچنے لگا کہ یہ بظاہر احمق انسان

کافی زبردست قوت ارادی کا مالک ہے۔ دوسروں پر اپنی تکلیف نہیں ظاہر ہونے دیتا۔ اور قہقہے لگاتا رہتا ہے لیکن فریدی جانتا تھا کہ وہ اپنے تمام جسم میں جلن محسوس کر رہا ہوگا۔ فریدی نے خود اسے کراہتے ہوئے سنا تھا لیکن اس وقت عمران اکیلا تھا۔ دوسروں کا ساتھ ہوتے ہی اس نے حیرت انگیز طور پر اپنی تکلیف پر قابو پالیا تھا۔ اور اس وقت اس کے چہرے پر ایسی بشاشت نظر آرہی تھی جیسے وہ بالکل تازہ دم ہو۔

"بکھت میری قمیض بھی اپنے ساتھ لے گئے۔" عمران چاروں طرف دیکھتا ہوا منہ بنا کر بولا۔

جولیا ایک ٹھنڈی سانس لیکر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ ضحاک کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

وقت گزرتا رہا۔ وہ لوگ اس حملے کا انتظار کر رہے تھے جو ان کی دانست میں مہنت اپنے چیلوں کے ساتھ مل کر ان پر کرنے والا تھا۔

ایک گھنٹہ گزر گیا۔

"کافی دیر ہوگئی۔" ضحاک بڑبڑایا۔ "اب تک بہت کچھ ہو جانا چاہیئے تھا۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ جیزت نے مہنت اعظم کو قتل ہی کر دیا ہو۔" جولیا نے خیال ظاہر کیا۔

"میں بھی اسی امکان پر غور کر رہا تھا۔" عمران نے کہا۔ اگر حمید کو کچھ عقل آئی ہوگی۔ تو شاید ایسا نہ ہوا ہو۔ وہ مہنت اعظم کی نگرانی

ہی کر کے یہاں تک پہونچ سکتے ہیں۔"

"اور... فریدی نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر ایک دم اسے خاموش ہو جانا پڑا۔ دیوار کی طرف سے گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی تھی۔ وہ چونک کر مڑے۔

لیکن دیوار میں پیدا ہونے والی خلا ایک کھڑکی سے زیادہ نہ تھی۔ اور اس کھڑکی سے مہنت اعظم کا چہرہ جھانک رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

"کیا حال ہے دوستو۔" بوڑھا مسکراتا ہوا بولا۔

"کمینے کتے۔ ضحاک دانت پیستا ہوا بولا۔" میں تجھے کتوں کی طرح ماروں گا۔"

"بشرطیکہ میں نے تم میں سے ایک کو بھی زندہ چھوڑا۔" مہنت اعظم نے کہا اور پھر فریدی کی طرف دیکھ کر بولا۔

"تمہارا کالا ساتھی پھر اس بے وقوف قوم کا دیوتا بن چکا ہے لیکن وہ بھی تم لوگوں کی کوئی مدد نہ کر سکے گا۔"

"ہم خود اپنی مدد کر سکتے ہیں۔" فریدی نے پرسکون لہجے میں کہا۔ اور جو لوگ خود اپنی مدد نہ کر سکیں ان کی مدد کوئی بھی نہیں کر سکتا۔

"تم سب چوہوں کی طرح مارے جاؤ گے۔" مہنت اعظم غرایا۔

"اس کا فیصلہ آنے والا وقت کرے گا۔"

"تو پھر تیار ہو جاؤ۔"

"ہم تیار ہیں۔"

ہلکی سی گڑگڑاہٹ ہوئی۔ اور کھڑکی کا خلا نابید ہو گیا۔ عمران اور فریدی نے دو سیاہیوں سے ان کے نیزے لئے۔ ضحاک نے فرش پر پڑی مہنت کی لاش کی گردن میں پیوست نیزہ کھینچ لیا۔ اچانک پھر دیوار میں گڑگڑاہٹ ہوئی۔ اس مرتبہ پیدا ہونے والی خلا قد آدم تھی۔

فریدی، عمران اور ضحاک مقابلے کے لئے تیار تھے۔

فریدی کا یہ خیال ٹھیک ہی ثابت ہوا کہ ان کے مقابلے پر بیک وقت تین آدمیوں سے زیادہ نہ آ سکیں گے۔

تین مہنت نیزے لئے سامنے آئے تھے۔ جنھیں پل بھر کی مہلت بھی نہ مل سکی۔ فریدی عمران اور ضحاک نے بیک وقت حملہ کیا تھا۔ تینوں مہنت چیخے اور پھر دوسرے ہی لمحے ان کے جسم فرش پر تڑپ رہے تھے۔

ان کے فوراً بعد ہی تین مہنت اور سامنے آئے تھے مگر ان کا حشر بھی وہی ہوا جو پہلے تین مہنتوں کا ہو چکا تھا۔

پھر اچانک مہنتوں میں کھلبلی سی مچ گئی۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اچانک ان پر کوئی آفت ٹوٹ پڑی ہو۔ وہ آگے آنے کے بجائے پیچھے ہٹ گئے۔ پھر گڑگڑاہٹ کے بعد خلا بھی بند ہو گئی۔

"یہ کیا ہوا۔؟" جولیا بڑبڑائی۔

لیکن جواب میں کوئی بھی کچھ نہ بولا تھا۔

دیوار کے دوسری طرف سے دبے دبے شور کی آواز آ رہی تھی۔

○

مہنت اعظم کے جانیکے بعد تھوڑی ہی دیر بعد ارزق کی طرف سے اطلاع ملی کہ مہنت اعظم اپنے چیلوں کو جمع کرنے میں مصروف ہے۔

کیا یہ ہم لوگوں پر حملے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ حمید بڑبڑایا تھا۔ وہ اتنا احمق نہیں ہو سکتا۔" طارق نے کہا تھا۔ کیا اسے یہ نہ معلوم ہوگا کہ تمام سپاہی ہم لوگوں کی حفاظت کریں گے۔

پھر دوسری اطلاع یہ ملی کہ مہنت اعظم اپنے چیلوں کے ہمراہ ایک خفیہ راستے سے محل کے نیچے بنی ہوئی سرنگوں میں گیا ہے۔

جوزف اس اطلاع کے ملتے ہی کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر اس نے تیزی سے احکامات صادر کئے۔ اور ان پر عمل تیزی سے کیا گیا۔ تقریباً ڈیڑھ سو سپاہی مسلح ہو کر جوزف۔ حمید طارق کی قیادت میں اسی خفیہ راستے سے مہنتوں کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔

ارزق نے خفیہ راستہ کھولنے کی ترکیب بھی اس وقت دیکھ لی تھی جب بوڑھا مہنت اسے کھول رہا تھا۔ انہیں بہت زیادہ نہیں چلنا پڑا۔ ایک جگہ تمام مہنت نظر آ گئے۔ اور جوزف کے حکم پر سپاہیوں نے ان پر حملہ کر دیا۔

طارق۔ حمید اور جوزف سپاہیوں کے پیچھے تھے۔ بڑی زوردار

جنگ ہوئی۔ مہنت تعداد میں سپاہیوں سے آدھے تھے۔ مگر وہ بڑے ڈٹ کر مقابلہ کر رہے تھے۔ سرنگ میں خون بہنے لگا۔ چیخوں اور کراہوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ لوگ وار کر رہے تھے وار کھا رہے تھے۔ گر رہے تھے۔ تڑپ رہے تھے۔ اور دشمنوں کو گالیاں دے رہے تھے۔

یہ جنگ آدھے گھنٹے تک جاری رہی۔ اور اسکا خاتمہ اس وقت ہوا جب ایک مہنت بھی زندہ نہ بچا تھا لیکن سپاہی بھی کافی تعداد میں مارے گئے تھے۔

اب طارق۔ حمید اور جوزف آگے آئے۔

"اس بوڑھے مہنت کی لاش کہاں ہے۔؟" حمید نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

پھر بوڑھے مہنت کی لاش کی تلاش ہوئی۔ اور آخر حمید نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے ایک جگہ دیکھ ہی لیا۔

بوڑھا اوندھا منہ پڑا ہوا تھا۔ حمید حیرت سے بولا۔

"اس کے جسم پر تو کہیں بھی زخم کا نشان نہیں معلوم ہوتا۔"

"اوہ۔" طارق بولا۔ "ذرا ٹھیک سے دیکھو حمید میاں کہیں وہ زندہ نہ ہو۔ اور بچ کر نہ نکل گیا ہو۔"

"ہاں یہ ہو سکتا ہے۔" حمید نے اتنا ہی کہا کہ مہنت اعظم کی لاش نے چھلانگ لگائی۔ وہ واقعی زندہ تھا۔ لیکن وہ بچ کر نہ جا سکا۔ کئی سپاہیوں کے نیزے بلند ہوئے۔ لیکن حمید چیخ کر بولا۔

"اسے زندہ پکڑنا ہے۔" چنانچہ کئی سپاہی مہنت اعظم پر ٹوٹ پڑے۔ اسے پکڑ لیا گیا۔ سپاہی اسے جوزف کے سامنے لائے۔

"خبیث بوڑھے!" جوزف نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"تو یہاں کیوں آیا تھا۔؟"

مہنت اعظم خاموش رہا۔ اسکی پیشانی کی کھال پھٹ گئی تھی جس سے خون بہہ بہہ کر اس کے چہرے پر پھیل رہا تھا۔ اس ہیئت کذائی میں اس کی شخصیت بہت خوفناک ہو گئی تھی۔

"سنو۔ اچانک طارق حمید سے بولا۔

"میں ایک آواز سن رہا ہوں۔ حمید غور سے سننے لگا۔ پھر اس نے محسوس کیا کہ وہ کسی آدمی کی آواز ہے۔ وہ آواز جوزف کو پکار رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ آواز کہیں بہت دور سے آ رہی ہے۔

"شاید یہ آواز باس کی آواز ہے۔" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ اور پھر ایک دم بوڑھے مہنت کے منہ پر جھکتا ہوا بولا۔

"بتا دے ہمارے ساتھی کہاں ہیں۔؟"

"میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔"

"میں تجھے حلال کر دوں گا۔"

"کچھ بھی کرو۔"

"اچھا۔؟" جوزف نے دانت پیس کر ایک سپاہی سے خنجر لیا اور تحکمانہ انداز میں بولا۔

"اس بڈھے کو اس طرح پکڑو کہ یہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکے۔"

اس حکم کی تعمیل فوراً ہوئی تھی۔ بوڑھے مہنت اعظم کو چار سپاہیوں نے اچھی طرح جکڑ لیا۔ اب وہ واقعی اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا تھا۔

اب جوزف آگے بڑھا کر اس کے بالکل قریب پہونچ گیا۔ پھر اس کے دونوں ہاتھ آگے بڑھے۔ اور دوسرے ہی لمحے مہنت اعظم کے داہنے کان کی لو کٹ کر نیچے گر پڑی۔ مہنت اعظم کی چیخ کمرے میں گونج گئی۔

"میں اسی طرح تیرے جسم کا ایک ایک حصہ کاٹ ڈالوں گا اور آخر میں گردن کی باری آئے گی۔"

مہنت خاموش رہا۔ اس کی سانس پھول رہی تھی۔ اور داہنے کان سے خون کے قطرات ٹپک رہے تھے۔

پھر جوزف کے ہاتھ اس کے بائیں کان کی طرف بڑھے۔

"ٹھہرو۔" مہنت چیخ پڑا۔ "میں بتا دوں گا۔ میں بتا دوں گا۔"

"اب آئے ہو بیٹا راہ پر..." حمید بولا۔

"بتاؤ۔" جوزف غرایا۔

"اس دیوار کے پیچھے ایک دوسرا کمرہ ہے۔"

"راستہ۔؟"

"اسے میں ہی کھول سکوں گا۔"

"کھولو۔" جوزف نے کہا۔ اور پھر سپاہیوں سے اسے چھوڑ دینے کے لئے کہا۔

سپاہیوں کی گرفت سے نکل کر مہنت لڑکھڑاتا ہوا دیوار کی طرف بڑھا۔ پھر اس نے میکنزم کو حرکت دی۔ اور دوسرے ہی لمحے ایک ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ دیوار میں ایک قد آدم خلا پیدا ہوتی چلی گئی۔

سب سے پہلے دکھائی دینے والے عمران فریدی اور ضحاک تھے۔ پھر جولیا بھی نظر آئی۔ اور اس کے بعد چار سپاہی بھی۔

بوڑھا مہنت دہشت زدہ سا دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اور بار بار اپنے کٹے ہوئے کان پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔

"اب تم لوگ یہاں سے جاؤ۔" جوزف نے حکمانہ لہجے میں سپاہیوں سے کہا۔ "سرنگ کے دوسرے دہانے پر ہمارا انتظار کرو۔"

تمام سپاہی واپسی کے لئے مڑ گئے۔ ان کے ساتھ ہی وہ چاروں سپاہی بھی وہاں سے چلے گئے۔ جو ضحاک کے ساتھ تھے۔

حمید دوڑ کر فریدی سے لپٹ گیا۔ اور جوزف نے آگے بڑھ کر عمران کے ہاتھ چومنا شروع کر دیا۔

"باس! تم زندہ ہو۔۔۔ قادر جوشوا نے تم پر اپنی رحمت کا سایہ قائم رکھا۔ لیکن باس۔ یہ باس تمہارے جسم پر کیا ہوا۔؟"

"کوڑے۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کوڑے۔۔؟" جوزف غرا کر بوڑھے مہنت کی طرف مڑا۔ حمید فریدی سے کہہ رہا تھا۔

"آپ یہاں پر کیسے۔۔۔؟"

"فرصت میں سننا۔" فریدی نے کہا۔

جوزف غراتا ہوا مہنت اعظم کی طرف متوجہ گیا تھا۔

"ذلیل۔۔۔ کتے۔" جوزف نے غراتے ہوئے اس کے جبڑے پر ایک مکہ رسید کیا۔۔۔ یہ ایک پیشہ ور باکسر کا مکہ تھا۔

بوڑھا لڑکھڑا کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے منہ سے بے تحاشہ خون بہہ نکلا تھا۔ اس نے خون زمین پر تھوکا۔ اور خون کے ساتھ ہی دو دانت بھی زمین پر گر پڑے۔

"میں تجھے کھولتے ہی مار مار کر ہلاک کر دوں گا۔" جوزف دانت پیستا ہوا آگے بڑھا۔

"ضحاک۔۔!" بوڑھا مہنت گڑگڑایا۔ "ضحاک! مجھے اس کالے دیو سے بچاؤ۔۔۔ مجھے دیوتاؤں کا واسطہ ضحاک! مجھے بچالے۔ میں کبھی تیرے سامنے زندگی بھر سر نہیں اٹھاؤں گا۔ ضحاک!" بوڑھا مہنت گڑگڑاتا رہا لیکن ضحاک نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ اس نے دانت جما رکھے تھے۔ اور مہنت کو گھورے جا رہا تھا۔

جوزف کا دوسرا مکہ پہلے سے زیادہ خطرناک ثابت ہوا۔ بوڑھے کے حلق سے کراہ نکل گئی تھی۔ اس کے تین دانت اور ٹوٹ گئے۔ پھر اچانک جوزف نے مکوں کی بارش کر دی۔ بوڑھا مہنت ضحاک کا نام لے لیکر گڑگڑاتا رہا۔ چیختا رہا۔ مکے کھا کھا کر زمین پر گرتا۔ اور اٹھتا رہا۔ لیکن جوزف کے ہاتھ نہیں رکے۔ اس وقت اسکی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔

سب لوگ خاموش کھڑے ہوئے تھے۔ کسی نے بھی جوزف کو روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی بوڑھے مہنت کی حالت زار پر ترس نہ آیا۔ بوڑھے نے کئی مرتبہ بھاگنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن پھر تیلے جوزف سے بچکر کہاں جاتا۔ اسکا حلیہ خراب ہو چکا تھا۔ ہونٹ سوج گئے تھے۔ دائیں آنکھ کے قریب نیل پڑ گیا تھا۔ آخر وہ نڈھال ہو کر ایک جگہ گر گیا۔ اس کے بعد بھی جوزف کے ہاتھ نہیں رکے اب وہ حقیقت بوڑھا بے ہوش سا ہو چکا تھا۔

جولیا نے اپنا منہ پھیر لیا۔ اب اس سے بوڑھے کی حالت نہیں دیکھی جا رہی تھی۔

اچانک ساکت و صامت کھڑا ہوا ضحاک اپنی جگہ سے ہلا۔ اس کے دائیں ہاتھ میں نیزہ تھا۔ جوزف کے قریب جا کر وہ آہستہ سے بولا۔

"بس کرو دوست۔"

جوزف کے ہاتھ رک گئے۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ اور پھر بولا۔

"مجھے مت روکو۔ میں اسے گھونسے ہی مار مار کر ہلاک کر دوں گا۔"

"نہیں۔" ضحاک نے آہستہ سے کہا۔

اس وقت بوڑھا مہنت زمین پر چت پڑا ہوا تھا۔ سانس بری طرح پھولی ہوئی تھی۔ اور آنکھیں بری طرح کھلی ہوئی تھیں اس وقت اس کے لئے معمولی سی حرکت بھی مشکل تھی۔

پھر اچانک ضحاک کا داہنا ہاتھ بلند ہو کر نیچے گرا اور نیزے کی

نوک مہنت کے سینے میں پیوست ہو گئی۔

کمرے میں ایک چیخ گونجی۔ مہنت اعظم کی آخری چیخ۔ اسکا جسم یکبارگی تڑپا۔ اور پھر ڈھیلا پڑ گیا۔ نیزہ اس کے دل کے مقام پر پیوست ہوا تھا۔

ضحاک نیزے کو اسکے جسم ہی میں چھوڑ کر پیچھے ہٹ آیا۔ کمرے پر ایک عجیب سی پر ہول خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

○

سیملی قوم میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ جب اس بات کا پتہ چلا کہ دیوی زاریہ واپس لوٹ آئی ہے۔ اسی دن مندر میں" دیوی زاریہ نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"میرے بچو! میں تم سے خوش بھی ہوں اور ناراض بھی۔ خوش اسلئے کہ تم نے پھر میری عزت شروع کر دی ہے۔ اور ناراض اسلئے ہوں کہ تم سب میرے خلاف ہو گئے تھے۔ دل تو یہی چاہتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک کو سزا دوں لیکن پھر یہ سوچ کر معاف کئے دیتی ہوں کہ تم ایک مکار اور فریبی کی باتوں میں آ گئے تھے۔ اب وہ فریبی اس دنیا میں نہیں ہے۔ تمہارے بادشاہ نے اسے ختم کر دیا۔ اور یہی اس کی سزا تھی۔ اس جیسے آدمی کو زندہ رہنے کا حق نہیں تھا۔ اس کے بے شمار ساتھی بھی مارے

گئے۔ اور یہی سزا ان کی بھی تھی۔ وہ مہنت اعظم کیطرح مکار اور فریبی تھے۔ وہی لوگ اس قوم کی ایک بہت بڑی برائی تھے۔ سیملی قوم کے ماتھے سے وہ بدنما داغ مٹ چکا ہے۔ اب تم لوگ برائیوں سے پاک ہو چکے ہو۔ اور آج میں پھر ایک بار وہی اعلان کروں گی۔ جو اب سے چند دن پیشتر کیا تھا۔"

بلندی پر کھڑی ہوئی جولیا نے ایک مرتبہ چاروں طرف نظر ڈالی سارا مندر لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور دیوتا کے بت کے داہنے ہاتھ پر قریدی اور مجید کھڑے ہوئے تھے۔ اور بائیں ہاتھ پر عمران اور طارق۔ نیچے مندر میں سب لوگوں سے آگے ضحاک کھڑا ہوا تھا۔ اور اس کی نظریں جولیا پر جمی ہوئی تھیں۔

چاروں طرف دیکھنے کے بعد جولیا نے کہا۔

"وہ اعلان یہ ہے کہ اب کبھی تم لوگ انسانوں کی قربانی نہیں دو گے۔"

جولیا کے خاموش ہوتے ہی مندر میں مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ گونجنے لگی۔ ایک منٹ کی خاموشی کے بعد جولیا نے کہا۔

"سنو۔ کیا تم لوگ میرے اس حکم سے انحراف کرو گے۔"

"نہیں دیوی۔ ہرگز نہیں۔" سینکڑوں آوازیں بیک وقت مندر میں گونج گئیں۔

"میں خوش ہوں کہ تم لوگوں کو عقل آ گئی۔ مجھے یقین ہے کہ تم اپنے وعدے پر قائم رہو گے۔ اب میرا دوسرا اعلان سنو۔ اسے سنکر شاید تمہیں رنج ہو۔"

مندر میں ایک بار پھر مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ گونجنے لگی۔ جولیا بولی۔

"سنو! کل صبح میں اور میرے ساتھی یہاں سے چلے جائیں گے۔"

مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ اور تیز ہو گئی۔ پھر کوئی چیخکر بولا۔

"کیا دیوی! اب بھی ہم سے ناراض ہے۔"

"نہیں۔" جولیا نے جواب دیا۔ "میں تم لوگوں سے ناراض نہیں ہوں۔ لیکن میں ایک خاص وجہ کے تحت جانا چاہتی ہوں۔ چند سال بعد پھر آؤں گی اور دیکھوں گی کہ میری عدم موجودگی میں تم لوگوں نے اپنے آپکو کس حد تک تبدیل کیا۔ ؟ اگر میں نے تم لوگوں کو صحیح معنوں میں انسان پایا۔ تو پھر ہمیشہ نہیں رہوں گی۔"

"کیا دیوتا بھی چلا جائے گا۔ ؟" کسی نے سوال کیا۔

"ہاں۔" جولیا نے جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ٹرکاٹ بھی میرے ساتھ جائے گا۔"

"ہم دیوی سے درخواست کریں گے کہ وہ چند دن تو اور یہاں پر رکے۔"

"نہیں۔" جولیا نے کہا۔ کل صبح میری روانگی لازمی ہے اور اب مندر کا اجلاس برخواست کیا جاتا ہے۔" جولیا کھڑی ہو گئی۔

جب وہ اور اس کے ساتھی مندر سے محل میں پہونچ گئے تو ضحاک وہاں آیا۔ اس کے چہرے پر حزن و ملال کے آثار تھے اس نے جولیا سے کہا۔

"تو کل تم چلی جاؤ گی۔ ؟"

"ہاں ضحاک۔" جولیا نے کہا۔ "میں اور میرے تمام ساتھی تمہارے

مشکور ہیں۔ اگر تم نے ہمارا ساتھ نہ دیا ہوتا تو نہ جانے کیا صورت پیش آتی۔"

ضحاک کی نظریں جولیا کے چہرے پر جم گئیں۔ ان نظروں میں نہ جانے کیا بات تھی کہ جولیا جھینپ گیا۔ اس نے بوکھلا کر اپنا سر جھکا لیا۔ ضحاک نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ اور بولا۔

"اچھا دیوی۔! میں کل صبح آؤں گا۔" پھر ضحاک چلا گیا۔ اور عمران شرارت آمیز انداز میں مسکرا کر جولیا سے بولا۔

"تمہیں ایسا نہ چاہیئے تھا۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"تم نے ضحاک کا دل توڑ دیا۔"

"تو تم جوڑ دو جا کر۔" جولیا نے جل کر کہا۔

"کاش! میں لڑکی ہوتا۔" جولیا منہ بنا کر رہ گئی۔

فریدی طارق سے کہہ رہا تھا۔ "حمید نے مجھے بتایا ہے کہ اب آپ وہ لعل نہیں حاصل کرنا چاہتے۔"

"ہاں! مجھے ان کی پرواہ نہیں ہے۔ میں بہت خوش ہوں گا کہ جب ہم سب یہاں سے زندہ سلامت واپس اپنے شہر پہنچ جائیں گے۔"

"آپ کی مرضی۔" فریدی نے کہہ کر اپنے شانوں کو جنبش دی۔

اگلی صبح جب وہ لوگ روانگی کیلئے تیار ہو چکے تھے۔ اس وقت ضحاک پھر ان کے پاس آیا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ رات بھر جاگتا رہا ہو۔

"میں تمہیں الوداع کہنے آیا ہوں دیوی۔" ضحاک نے کہا لیکن جواب میں دیوی کچھ نہ کہہ سکی۔ اس کی آواز حلق ہی میں اٹک کر رہ گئی تھی۔

وہ سب محل سے روانہ ہو گئے۔ ضحاک ان کے ساتھ چل رہا تھا۔

راستے میں بے پناہ ہجوم دکھائی دیا۔ لوگ اپنی دیوی اور دیوتا کو الوداع کہنے کے لئے راستے میں کھڑے تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ساری قوم امنڈ پڑی ہو۔

"ایسے میں اگر ہمارا راز کھل جائے تو۔؟" حمید نے فریدی کی طرف جھک کر سرگوشی کی۔

"ہماری ہڈیوں کا بھی پتہ نہ چلے گا۔ خاموش رہو۔"

جوزف اور جولیا آگے آگے چل رہے تھے۔ ضحاک ان سے ایک قدم پیچھے تھا۔ لوگوں نے "دیوی زار نیہ۔ زندہ باد۔" اور دیوتا ٹرکاٹ۔۔۔ زندہ باد" کے نعرے لگانا شروع کر دیئے تھے۔ ساری فضا ان کے نعروں سے گونج رہی تھی۔

سورج آسمان کے مشرقی گوشے سے کافی اوپر آ چکا تھا۔ اور کہر غائب ہو جانے سے موسم میں جو تبدیلی پیدا ہوئی تھی وہ حمید کو بہت خوشگوار معلوم ہو رہی تھی۔ اور ایسا ہونا بھی چاہیئے تھا۔ اگر موسم تبدیل نہ ہوا ہوتا۔ تو اس وقت حالت بڑی بری ہوتی۔ چنانچہ ان لوگوں کو یہ بھی تو معلوم ہوا تھا کہ ناگ دیوتا یعنی۔۔۔ وہ خوفناک مگرمچھ اب بھی چشمے کی دیواروں سے ٹکراتا ہوا پھر رہا ہے۔

یہ بات انہیں ضحاک نے بتائی تھی۔ اور جواب میں فریدی

نے کہا تھا۔

" وہ دو تین دن تک مزید تڑپے گا۔ اور پھر اسکی موت ہوگی۔

اور حمید سوچ رہا تھا کہ اس خوفناک مگرمچھ کو اندھا کر دینا۔ یہ فریدی بھائی کے بس کی بات تھی۔ کوئی اور ایسا نہ کر سکتا۔

وہ لوگ آگے بڑھتے ہوئے اس جگہ پہونچ گئے جہاں انہوں نے پہلی بار اس قوم کے لوگوں کو دیکھا تھا۔

حمید کو وہ دن یاد آگیا۔ جب اسی جگہ کھڑے ہو کر جولیا نے بوڑھے مہنت اعظم کو بتایا تھا۔ کہ وہ دیوی زادینہ ہے۔

اس جگہ پہونچکر ضحاک رک گیا۔

" ہماری قوم کی حدود ختم ہو رہی ہیں۔ دیوی۔!"

جولیا اور اس کے ساتھی بھی رک گئے۔

" ضحاک!" جولیا نے سر جھکا کر پکارا۔

" میں ایک مرتبہ پھر تمہارا شکریہ۔۔۔"

" اس کی ضرورت نہیں ہے دیوی۔؟" ضحاک نے جلدی سے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اس کی آواز میں درد تھا۔ وہ بولا۔

" میری صرف ایک خواہش ہے دیوی۔"

" کیا۔۔۔؟"

" میں چاہتا ہوں دیوی۔۔ کہ اگر تمہیں کبھی موقع ملے تو یہاں ضرور آنا۔۔۔ میں تمہیں کبھی نہ بھول سکوں گا۔"

کاش! تم بھی مجھے کبھی کبھی یاد کر لیا کرنا۔ سنتے ہیں کہ اگر کوئی کسی کو یاد کرے تو بڑا سکون ملتا ہے۔"

اب میں چلتا ہوں۔" ضحاک نے کہا۔ اور تیزی سے مڑ کر ان سے دور ہوتا ہوا چلا گیا۔

جولیا سر جھکائے خاموش کھڑی تھی۔

" چلو۔" عمران نے کہا۔

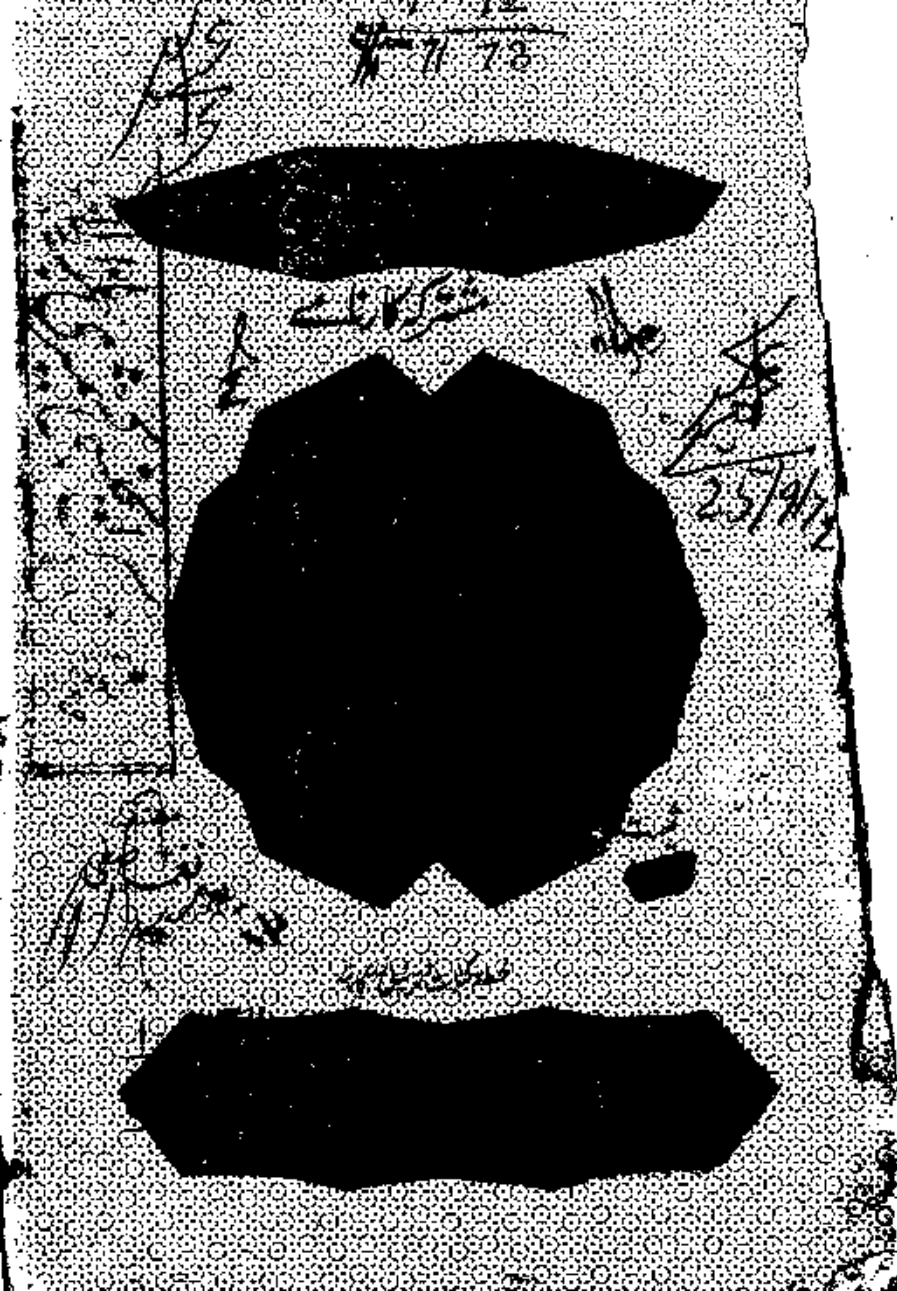
اور وہ سب پھر آگے بڑھنے لگے۔ آہستہ آہستہ اس خوفناک سرزمین سے دور ہوتے چلے گئے۔ جہاں پر انہیں عجیب و غریب واقعات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

ختم شد

ممتاز مرزا کی عمران سیریز

مشترکہ کارنامے





جملہ حقوق رائٹی بحق پبلشرز
محفوظ ہیں۔

اس ناول کی کہانی نام مقام کردار افراد
واقعات اور تشبیہہ دی جانیوالی چیزیں
فرضی ہیں کسی سے مطابقت محض اتفاقیہ
ہے جس کیلئے مصنف پرنٹر پبلشرز ناشر
ادارہ ذمہ دار نہیں۔

جنوری ۱۹۷۱ء

ایجوکیشنل پریس پاکستان چوک کراچی
میں ٹوٹا آفسٹ پر طبع ہوئی۔

پبلشرس

"خالی مکان" ملاحظہ فرمائیے۔

یہ ناول نغمہ صفی کے قلم کا ایک نیا موڑ لے کر سامنے آیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ ناول اہم بھی ہے اور دلچسپ بھی کہ یہ "عمران اور فریدی" کا مشترکہ کارنامہ ہے۔

ضمیر فروش اور نفس پرست کہاں نہیں ہوتے؛ یہ بھی ایسے ہی ایک ضمیر فروش کی کہانی ہے جس نے دولت کی ہوس میں اندھا ہو کر ملک و قوم کو داؤ پر لگا دیا تھا!

اس نے ملک کا ایک قیمتی راز دشمن تک پہونچانا چاہا تھا مگر۔ کیا وہ اس میں کامیاب رہا — ؟

اس ناول میں جہاں جوزف اور سلیمان کے قہقہے ہیں وہیں کیپٹن حمید کی شوخیاں بھی ہیں۔

نغمہ صفی کا یہ ناول آپ کو یقیناً پسند آئیگا۔

ناول پڑھکر اپنی رائے اور مشوروں سے مطلع فرمائیے گا۔ تاکہ اگلا ناول اس سے زیادہ دلچسپ ثابت ہو۔!

ادارہ

ایس قریشی کی سیکرٹ سروس میں

ٹھل آف ڈیتھ

۳/=

ایس قریشی کی بلیک سیریز میں

پینڈوراسین ۔ کارڈیل

۴/۵۰

ایس قریشی کی عمران سیریز میں

بلیک نائٹ ★ بلیک وومن

۲/= ۴/۵۰

مندرجہ بالا ناول چھپ کر شائع ہو چکے ہیں
آج ہی آرڈر ارسال کیجئے

★

خط و کتابت و ترسیلِ زر کا پتہ

نیا جاسوسی پنجہ پبلیکیشنز

ممتاز منزل۔ ناظم آباد ۱ کراچی ۱۸

اِس ماہ کے نئے ناول

ایچ اقبال (حمید اقبال) کی جاسوسی دنیا میں

رُوح ۔ جسم اور لڑکی ۲/۵۰

ایچ اقبال (حمید اقبال) کی عمران سیریز میں

تاریک جنگل ۳/=	آخری اسٹیشن ۳/۵۰
اجنبی کا ہنگامہ ۲/۵۰	بے زبان مجرم ۲/۵۰
دھماکے اور خون ۲/۵۰	بے آواز دھماکہ ۲/۵۰

لاشوں کی تباہی

۲/۵۰

خوبصورت اور دیدہ زیب سرورق ۔ عمدہ کتابت ۔ آفسٹ کے رنگین صفحات
چھپ کر شائع ہو گئے ہیں۔ آج ہی طلب فرمائیے

★

نیا جاسوسی پنجہ پبلیکیشنز ناظم آباد ۱ کراچی ۱۸

اگلے ماہ ملاحظہ فرمائیے

ایچ اقبال (حمید اقبال) کی عمران سیریز میں

شیطان کی قید میں

قیمت:- ۱/۶۰

مادام اسٹیلا

قیمت:- ۱/۶۰

عمران کے دو سنسنی خیز، تحیر، اسرار و سراغ اور سس پنس سے بھرپور ناول

نغمہ صفی کی عمران سیریز میں

قاتل عمران ۱/۶۰ چالاک جاسوس ۱/۶۰

خوبصورت سرورق۔ آفسٹ کی رنگین طباعت سے مزین صفحات۔ عمدہ کتابت

آج ہی اپنے آرڈر ارسال فرمادیں

نیا جاسوسی پنجہ پبلیکیشنز۔ ناظم آباد ۱ کراچی ۱۸

چھپ کر شائع ہو چکے ہیں

نغمہ صفی کی عمران سیریز میں

شعلوں کی برسات

۲/۵۰

وطن کے دشمن ۱/۶۰	سونے کا جزیرہ ۱/۶۰
مائیکرو فلم ۱/۶۰	خالی مکان ۱/۶۰

نیا جاسوسی پنجہ و جاسوسی ماہنامہ

گناہوں کا دیوتا ۳/-	گھر کا بھیدی ۲/۵۰
دھماکے اور موت ۲/۵۰	پاگلوں کا ٹولہ ۲/۵۰
مجرم کی تلاش ۲/۵۰	جنونی قاتل ۳/۵۰

عمدہ کتابت و طباعت، آفسٹ کی رنگین چھپائی سے مزین صفحات

نیا جاسوسی پنجہ پبلیکیشنز ناظم آباد ۱ کراچی ۱۸

آئندہ ماہ ملاحظہ فرمائیے
ایس قریشی کی سیکرٹ سروس میں
ڈیتھ کمپوزر
ایس قریشی کی بلیک سیریز میں
ایجنٹ نمبر سیون
ایس قریشی کی عمران سیریز میں
اسٹیشن ہاؤس آفیسر
تینوں ناول اگلے ماہ شائع ہو رہے ہیں۔ آج ہی اپنے آرڈر بک کرا دیجئے
★
سیکرٹ سروس پبلیکیشنز
ممتاز منزل۔ ناظم آباد ۱ کراچی ۱۸

ٹرین کی آمد میں ابھی دس منٹ کی تاخیر تھی۔
پلیٹ فارم پر بہت سے لوگ ٹرین کے انتظار میں ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔ ان میں کچھ وہ لوگ تھے جنہیں اس ٹرین کے ذریعے سفر اختیار کرنا تھا۔
ایسے لوگوں کے پاس یقیناً سامان بھی موجود تھا جو پلیٹ فارم پر جا بجا دھرا نظر آ رہے تھے۔ اور کچھ ایسے لوگ تھے جو اپنے مہمانوں کو ریسیو کرنے کے لئے اسٹیشن آئے ہوئے تھے اور یہ سب ہی ٹرین کا انتظار کر رہے تھے۔
بھیڑ سے پرے ہٹ کر پلیٹ فارم کے آخری سرے کے

قریب قد سے تاریک مقام پر دراز قد سیاہ اسٹر میں ملبوس ایک شخص بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ وہ بار بار کلائی پر بندھی ہوئی ریڈیم ڈائل گھڑی کو دیکھتا اور ساتھ ہی اس کی نظریں ریل کی پٹڑیوں کی طرف اٹھ جاتیں جس طرف سے ٹرین آنے والی تھی۔

پٹڑیاں خالی دیکھ کر وہ ہر مرتبہ بھلا جاتا اور پھر پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگتا۔

دراز قد ٹہلتے ٹہلتے رک گیا۔ اس نے ایک مرتبہ پھر کلائی پر بندھی رسٹ واچ کو دیکھا اور پھر اپنے ہی آپ بڑبڑایا ——

"کمبخت ایکسپریس نہ ہوئی۔ کوئی مال گاڑی ہوگئی —— اب تک آ بھی نہیں چکتی —— !"

وہ پھر ٹہلنے لگا —— انداز میں بے چینی تھی۔

"ماچس ہوگی آپ کے پاس ؟ ——"

دراز قد ایک دم چونک گیا —— اس نے مڑ کر دیکھا ۔ سیاہ قد کا ایک صحت مند شخص اس کے قریب کھڑا سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ سیاہ اسٹر والے دراز قد نے ایک لمحہ اس کی طرف دیکھا اور پھر جیب سے لائٹر نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

نووارد نے اس سے لائٹر لے لیا اور جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

"شوق فرمائیے ——"

"جی نہیں —— شکریہ —— میں اپنا مخصوص برانڈ ہی پیتا ہوں۔"

دراز قد نے اپنی جیب سے سگریٹ کیس نکالتے ہوئے جواب دیا۔

نووارد نے پیکٹ سے ایک سگریٹ نکال کر سلگایا

اور پھر لائٹر کا شعلہ دراز قد کے چہرے کی طرف بڑھا دیا۔ جو اس دوران سگریٹ کیس سے سگریٹ نکال کر لبوں میں دبا چکا تھا۔

دراز قد نے اس کے ہاتھ سے لائٹر لے لیا اور پھر خود ہی سگریٹ سلگا کر سگریٹ کیس اور لائٹر جیب میں ڈال لیا۔

نووارد اس کے قریب ہی رک کر کن انکھیوں سے اس کی طرف تکنے لگا۔ اسے دراز قد کے حلیے پر حیرت ہو رہی تھی۔

لمبا سیاہ اسٹر —— جس کے کالر گردن تک اٹھے ہوئے تھے۔ سر پر سیاہ فلٹ کا اگلا گوشہ جھکا ہوا تھا۔ جس سے چہرہ قدرے چھپ کر رہ گیا تھا۔ اور مزید برآں آنکھوں پر سیاہ شیشوں کا چشمہ!

دو تین منٹ گزر گئے —— اسی دوران دراز قد کتنی ہی مرتبہ گھڑی دیکھ چکا تھا۔

"آپ کا کوئی بہت ہی قریبی عزیز آ رہا ہے شاید۔" نووارد نے سگریٹ کا کش لگا کر دراز قد کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ سے مطلب —— ؟" دراز قد کے لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی۔

"مم ..... میرا مطلب ہے کہ ..... آپ کا اضطراب جناب —— یعنی ..... آپ کچھ زیادہ ہی بےچین نظر آ رہے ہیں۔" نووارد گھبرا گیا۔

'اپنے کام سے کام رکھو مسٹر ——' دراز قد کے لہجے میں عزاہٹ بڑھ گئی۔

نووارد اس کے لہجے سے سہم گیا۔ اس نے خوف زدہ نگاہوں سے دراز قد کی طرف دیکھا اور سہمے ہوئے انداز میں ٹہلتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ اسے دراز قد والے کا رویہ کچھ عجیب سا لگا تھا۔

نووارد کے چلے جانے کے بعد دراز قد والے سیاہ پوش کی نگاہیں ایک مرتبہ پھر اضطراری طور پر ریسٹ واچ کی طرف اٹھ گئیں اسی لمحہ دور سے گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی جو لمحہ بہ لمحہ قریب آتی گئی۔ دراز قد والے نے آواز کی سمت دیکھا۔

دور آہنی پٹڑیوں پر ریکا ایکسپریس کے انجن کی روشنیاں چمکتی دکھائی دے رہی تھیں۔

دراز قد والے سیاہ پوش کا اضطراب بڑھ گیا۔ اس نے سگریٹ کا آخری کش لگایا اور پھینک کر جوتے کی ٹو سے مسل دیا۔

ریکا ایکسپریس کا انجن اس کے سامنے سے گذر گیا سلور کلر کے چمکتے ہوئے ڈبے اس کے سامنے سے گذرنے لگے۔ اور پھر رفتہ رفتہ ریکا ایکسپریس رک گئی۔

ایکسپریس کے رکتے ہی پلیٹ فارم پر موجود لوگوں کے اژدہام میں کھلبلی سی مچ گئی۔ لوگ سامان اٹھا اٹھا کر ادھر ادھر دوڑنے لگے ہر ایک کی یہی کوشش تھی کہ وہ دوسروں سے پہلے ریل میں سوار

ہو کر کسی سیٹ پر قابض ہو جائے۔ اس دھکم پیل میں کئی کمزور لوگوں کی چیخیں بھی ابھریں جو یقیناً دوسروں کے دھکے کھا کر گر گئے تھے۔

سیاہ اسٹرڈ والا دراز قد دونوں ہاتھ جیبوں میں ڈالے اضطراری کیفیت میں ٹہلتا ہوا ٹرین کے سامنے سے گذرنے لگا۔ اس نے فلٹ کیپ اور بھی آگے کو جھکا لیا تھا۔ جس سے اس کا چہرہ بالکل ہی چھپ کر رہ گیا۔

وہ لوگوں کو اپنے طاقت ور بازوؤں سے ادھر ادھر ہٹاتا ہوا تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔

اور پھر سیکنڈ کلاس کمپارٹمنٹ کے سامنے سے گذرتے ہوئے اس کے قدم یک لخت رک گئے۔ اور اس کے چہرے پر اطمینان جھلکنے لگا۔ اب وہ کنکھیوں سے کھڑکی کے شیشے سے کمپارٹمنٹ کے اندر کا جائزہ لے رہا تھا۔

اس کمپارٹمنٹ کے اندر ایک لحیم شحیم نیگرو سیٹ پر بھدکا چیزیں سمیٹ رہا تھا۔ اس سے ذرا ہٹ کر خوب صورت نقش و نگار کی مالک ایک پوربشین لڑکی اپنے قریب ہی کھڑے قلی کو اشارے سے سامان اتارنے کو کہہ رہی تھی۔

پلیٹ فارم پر کھڑے دراز قد والے شخص نے بغور ان دونوں کو دیکھا اور پھر فوراً ہی اسے چوکنا ہونا پڑا۔

وہ محتاط انداز سے چلتا ہوا کمپارٹمنٹ سے دور ہٹ گیا۔ بات ہی ایسی تھی۔

سیاہ سوٹ میں ملبوس سیمانے قد کا ایک غیر ملکی کمپارٹمنٹ میں داخل ہوکر نیگرو اور پریشین لڑکی سے باتیں کرنے لگا تھا۔ اس غیر کو دیکھ کر دراز قد سیاہ پوش کو محتاط ہو جانا پڑا تھا۔

پلیٹ فارم پر ابھی تک ہنگامہ مچا ہوا تھا۔ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

دراز قد سیاہ پوش کمپارٹمنٹ سے بیس پچیس قدم دور ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی نگاہیں بدستور کمپارٹمنٹ کے دروازے پر جمی ہوئی تھیں۔ شاید وہ ان کے باہر آنے کا منتظر تھا۔

چند ہی لمحوں بعد وہ غیر ملکی اور اس کے بعد دیو قامت نیگرو اور پریشین لڑکی کمپارٹمنٹ سے نکل کر پلیٹ فارم پر پہنچ گئے۔ ان کے پیچھے قلی ان کا سامان اٹھائے ہوئے تھا۔

وہ دونوں غیر ملکی کے عقب میں چلتے ہوئے بیرونی گیٹ کی طرف بڑھنے لگے۔

دراز قامت سیاہ پوش بھی چند قدم کے فاصلے سے ان کے پیچھے ہو لیا اور پھر جیسے ہی پریشین لڑکی اور نیگرو گیٹ کے قریب پہنچے دراز قامت شخص تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ان سے جا ملا ——

اس کا داہنا ہاتھ اسٹرکی جیب میں تھا۔

گیٹ پر بھیڑ تھی ——!

جیسے ہی وہ لوگ گیٹ پر پہنچے۔ دراز قامت شخص نے آگے

بڑھ کر تیزی سے پریشین لڑکی کے ہاتھ سے اس کا پرس چھین لیا۔ پرس چھنتے ہی لڑکی گڑبڑا گئی۔ اس نے تیزی سے مڑ کر دیکھا۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے اس کے منہ سے ایک کربناک چیخ نکلی اور وہ تیورا کر نیچے گر گئی۔

دراز قامت سیاہ پوش نے لڑکی کے مرتے ہی اسٹرکی داہنی جیب سے ہاتھ باہر نکال لیا تھا جس میں سائیلنسر لگے ریوالور کی نال چمک رہی تھی۔

دوسرے ہی لمحے دراز قامت شخص نے ریوالور کی لمبی دبادی گولی لڑکی کے پیٹ میں لگی اور وہ چیختی ہوئی لہرا کر نیچے گر گئی۔

لڑکی کی چیخ سنتے ہی اس سے دو قدم آگے نیگرو چونک گیا۔ اس نے تیزی سے مڑ کر دیکھا —— اور لڑکی کے گرتے ہی اس پر جھک گیا۔

اسی دم اسٹیشن پر کہرام مچ گیا ——!

اسٹیشن پر موجود ڈیوٹی کانسٹبل فوراً ہی موقع واردات پر پہنچ گئے۔ دراز قد سیاہ پوش اس افراتفری سے فائدہ اٹھا کر تیزی سے ایک طرف کو مڑا اور لوگوں کی بھیڑ چیرتا ہوا ایک طرف جا کر غائب ہو گیا۔

سیاہ فام نیگرو نے جھک کر لڑکی کا چہرہ اپنے گھٹنے پر رکھ لیا۔

"مم ..... مس ..... یہ .... یہ کیا ہو گیا آپ کو ——؟" نیگرو بھرائے

ہوئے لہجے میں بولا۔

"جج ..... جوزف وہ ..... وہ پرس لے گیا۔" لڑکی نے کراہتے ہوئے نحیف لہجے میں کہا اور آنکھیں موند لیں۔

دیو قامت نیگرو جو بلاشبہ جوزف ہی تھا۔ اس سچویشن سے گڑبڑا گیا۔ اس نے کئی مرتبہ لڑکی کو اس کا نام لے کر پکارا مگر جواب میں خاموشی تھی رہی ——!

لڑکی بے ہوش ہو چکی تھی ——!

جوزف نے آہستگی سے اسے نیچے لٹا دیا۔ اور خود کھڑا ہو کر جارحانہ انداز میں چاروں طرف تکنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ مگر اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

کانسٹیلوں کی موجودگی کے باوجود لوگوں کی بھیڑ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ لوگ ایک دوسرے سے سوالات کر رہے تھے اور ہر کوئی اپنی سمجھ کے مطابق جوابات دے رہا تھا۔

ایک شخص نے جوزف سے بھی معاملے کی نوعیت پوچھی مگر جواب میں جوزف اس طرح غرایا کہ پھر کسی کو اس سے کچھ پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی جوزف نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں —— شاید وہ اس غیر ملکی کو تلاش کر رہا تھا جو انھیں رسوا کرنے کے لیے آیا تھا۔ مگر اسے مایوسی ہی ہوئی دور تک اس غیر ملکی کا پتہ نہیں تھا۔ نہ جانے وہ کہاں غائب ہو گیا تھا۔

"اے مسٹر —— ایمبولینس —— ایمبولینس منگواؤ —— اگر مس کو

کچھ ہو گیا تو میں اپنے باس کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گا۔" جوزف نے ایک کانسٹیبل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جناب! —— افسران بالا کو فون پر اطلاع دی گئی ہے۔ اور یہ لاش اس وقت تک نہیں اٹھ سکے گی جب تک کہ اعلیٰ حکام اس کا معائنہ نہیں کر لیتے ——"

کانسٹیبل نے جواب دیا۔

"لاش ——!" جوزف کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

"لاش کے بچے —— مس بے ہوش ہیں۔ انھیں فوری طور پر طبی امداد کی ضرورت ہے۔ جلدی ایمبولینس بلاؤ ورنہ تمہاری ہڈیاں پیس ڈالوں گا۔"

کانسٹیبل جوزف کے لہجے کی درندگی دیکھ کر کانپ اٹھا۔ اضطراری طور پر وہ دو قدم پیچھے ہٹ گیا اور اپنی اہمیت جتانے کی خاطر لہجے کو پُر رعب بناتے ہوئے بولا۔

"ہوش میں رہ کر بات کرو مسٹر —— تم اس لڑکی کے ساتھ تھے اور تم پر قتل کا الزام بھی عائد ہو سکتا ہے۔ اور ..... تم اپنے آپ کو حراست میں سمجھو ——"

"کیا ——؟"

جوزف چلایا۔

"زیادہ چلانے کی ضرورت نہیں مسٹر —— جب تھانے پہنچو گے

تو پتہ چل جائیگا۔" کانسٹبل نے رعونت سے جواب دیا اور ساتھ ہی ہولسٹر میں لٹکا ہوا ریوالور اس کے ہاتھ میں پہنچ گیا۔

جوزف کے ہاتھ غیر ارادی طور پر اپنے پہلوؤں کی طرف اٹھ گئے۔ مگر اسے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا ــــ :

وہ اس وقت عام لباس میں تھا۔ لہٰذا ریوالوروں کی موجودگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اور پھر اپنی بے بسی دیکھ کر اس پر پاگل پن کا دورہ پڑ گیا۔

"سٹرکانسٹبل ــــ اگر میں نے دم توڑ دیا تو یاد رکھو! جوزف دی گریٹ تمہاری سات پشتوں تک کو نہیں بخشے گا۔ اسے فوراً ہاسپٹل پہنچانے کا انتظام کرو۔ ورنہ ــــ"

جوزف کا لہجہ تھا کہ خدا کی پناہ، لگتا تھا کوئی درندہ غرا رہا ہو۔

کانسٹبل بھی شاید اس کے اس لہجے سے گھبرا گیا ــــ اس نے اشارے سے ایک شخص کو قریب بلایا اور اسے ہاسپٹل ٹیلی فون کرنے کی ہدایت کرنے لگا۔

مگر..... ریوالور کی نال بدستور جوزف کے سینے کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔

جوزف کی حالت اس شیر کی طرح ہو رہی تھی جسے پنجرے میں بند کر لیا گیا ہو ــــ وہ اگر چاہتا تو ایک منٹ کے ہزارویں حصہ کے اندر اندر کانسٹبل کو اس کی اس شدہ زوری کا مزہ چکھا سکتا تھا۔ مگر پھر نجانے کیا

سوچ کر وہ ضبط کر گیا۔

اور پھر ــــ!

پندرہ منٹ بعد ہی پولیس کی ایک جیپ اور اس کے ساتھ ہی ایمبولینس پہنچ گئی۔ جیپ پر آنے والے افسران نے بیہوش لڑکی کا معائنہ کیا اور اسے فوری طور پر ایمبولینس پر طبی امداد کے لئے ہسپتال بھیج دیا گیا۔

جوزف کو وہیں روک لیا گیا تھا۔ افسران نے موقع واردات پر موجود لوگوں سے واقعات پوچھے۔ چند افراد کے بیانات قلمبند کئے اور پھر دیگر رسمی کارروائی پوری کرنے کے بعد جوزف کو پولیس اسٹیشن لے آیا گیا۔ پولیس افسران کے رویے سے جوزف کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ حراست میں لے لیا گیا ہے کیونکہ جیپ پر سوار ہونے سے قبل اس کی جامہ تلاشی بھی لی گئی تھی۔

پولیس اسٹیشن پہنچکر پولیس افسران نے جوزف پر پھر سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔ اور جوزف نہایت اطمینان سے ان کے جوابات دیتا رہا۔ چند لمحوں بعد اس نے پولیس افسران سے ٹیلی فون کرنے کی اجازت مانگی ــــ!

"کسے ٹیلیفون کرنا ہے ــــ؟" ایک پولیس افسر نے رعونت سے پوچھا

"اپنے ایک دوست کو ــــ" جوزف نے تحمل سے جواب دیا۔ وہ اب تک پولیس افسران کا رویہ برداشت کرتا رہا تھا۔

"کیوں ــــ؟" دوسرے پولیس افسر نے پوچھا۔

"تاکہ میری ضمانت کا بندوبست ہو سکے۔" جوزف نے اس مرتبہ بھی ضبط کا بندھن نہ ٹوٹنے دیا۔ مگر لہجے کا طنز پوشیدہ نہ رہ سکا۔

"ٹیلیفون نمبر اور ایڈریس لکھوا دو — ہم خود اسے بلا لیں گے اور شاید تم یہ نہیں جانتے کہ اس ملک کے قانون میں قاتل کی ضمانت کی کوئی گنجائش نہیں —"

پولیس افسر نے اسے گھورا۔

"تو تمہارا خیال ہے کہ مس دم توڑ چکی ہیں اور اسے میں نے قتل کیا ہے۔" جوزف غرایا۔

"مس نے دم توڑ دیا ہو یا نہیں مگر ..... یہ ثابت ہے کہ تم نے ہی اس پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔" پولیس افسر بولا۔

"تو تم مجھے ٹیلیفون کرنے کی اجازت نہیں دو گے۔؟" جوزف کے لہجے کی درندگی بڑھ گئی۔

"کسی صورت میں نہیں —" پولیس افسر نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ اور میز پر رکھے ہوئے کاغذات الٹ پلٹ کرنے لگا۔

اس وقت کمرے میں جوزف کے علاوہ صرف دو ہی افراد موجود تھے۔ ایک انسپکٹر اور دوسرا سب انسپکٹر۔

جوزف نے ایک مرتبہ کن انکھیوں سے باری باری دونوں کیطرف دیکھا۔ اور پھر ایک ہی چھلانگ میں انسپکٹر کے اوپر جا گرا۔

انسپکٹر اس غیر متوقع حملے کے لئے تیار نہیں تھا۔ وہ کرسی سمیت

دوسری طرف الٹ گیا۔ اور اس سے قبل کہ وہ سنبھل کر اٹھنے کی کوشش کرتا، جوزف کا ایک بھرپور گھونسہ اس کے جبڑے پر پڑا اور انسپکٹر کراہ کر رہ گیا۔ مگر وہ بھی کچھ کم پھرتیلا ثابت نہیں ہوا۔ جبڑے پر گھونسہ لگتے ہی اس نے قلابازی کھائی اور پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے جھکائی دے کر جوزف پر چھلانگ لگائی مگر جوزف بھلا اس داؤ میں کب آنے والا تھا۔ اس نے بھی جھکائی دی اور انسپکٹر کی گردن تھام لی۔

سب انسپکٹر جو تصویر حیرت بنا کھڑا تھا۔ یک لخت ہوش میں آگیا اس نے پھرتی سے اپنا ریوالور نکالا اور اس کا رخ جوزف کی طرف کر کے غرایا۔

"بس کرو مسٹر — انسپکٹر صاحب کو چھوڑ کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔"

جوزف نے انسپکٹر کی گردن تھامے ہوئے گردن گھما کر سب انسپکٹر کی طرف دیکھا۔

اور پھر دوسرے ہی لمحے انسپکٹر ہوا میں قلابازی کھاتا ہوا سب انسپکٹر کے اوپر جا گرا۔

دونوں اوندھے منہ فرش پر گرے۔ ریوالور سب انسپکٹر کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا تھا۔ جوزف نے ریوالور کو ٹھوکر مار کر کچھ اور بھی پرے ہٹا دیا۔ اور پھر دونوں افراد کو گھونسوں پر رکھ لیا۔ انسپکٹر اور سب انسپکٹر نے لاکھ کوشش کی کہ کسی طرح اسے

قابو میں کر لیں ۔ مگر ہر مرتبہ انھیں اپنے ہی جسم کا کوئی نہ کوئی حصہ سہلانا پڑتا ۔

دونوں افسران بے دم ہو چکے تھے ۔ جوزف نے انسپکٹر کے جبڑے پر آخری لفٹ ہک جمایا اور پھر کھڑے ہو کر اس طرح ہاتھ جھاڑنے لگا ۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو ۔

سب انسپکٹر تو پہلے ہی زمین بوس ہو چکا تھا ۔ لہٰذا جوزف اس کی طرف سے فارغ ہو کر میز پر رکھے ہوئے ٹیلیفون کی طرف بڑھا اور ریسیور اٹھا کر تیزی سے کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگا ۔

چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ریسیور اٹھائے جانے کی آواز سنائی دی اور جوزف دوسری طرف سے کسی بھی قسم کی آواز کا انتظار کیے بغیر بولتا چلا گیا ۔

اسے ڈائل کیے جانے والے نمبروں پر کچھ اتنا ہی اعتماد تھا کہ اس نے اس بات کی تصدیق بھی ضروری نہیں سمجھی کہ آیا نمبر درست بھی ہیں یا غلط ۔ !

ابھی وہ پوری طرح بات بھی نہ کر سکا تھا کہ دھڑ دھڑاہٹ کی آواز سے دروازہ کھلا اور کئی کانسٹیبل رائفلیں اٹھائے کمرے میں در آئے ظاہر ہے رائفلوں کا رُخ جوزف کی طرف ہی رہا ہوگا ۔ مگر جوزف ان کی پرواہ کیے بغیر ٹیلی فون پر بات کرتا رہا ۔

اس نے یہ دیکھنے کی زحمت بھی گوارہ نہیں کی کہ آٹھ رائفلیں اسے

زد میں لے چکی ہیں ۔

وہ جب ٹیلیفون سے فارغ ہو چکا تو اس نے ریسیور کریڈل پر رکھا اور مڑ کر رائفل بردار کانسٹیبلوں کی طرف اسطرح تکنے لگا جیسے اب تک اسے ان کی آمد کی خبر ہی نہ رہی ہو ۔

دوسرے ہی لمحے اس کے دونوں ہاتھ آپ ہی آپ آگے کو کیطرف پھیل گئے ۔

"اس ملک کے قانون کے نام پر ۔" جوزف کے لبوں سے نکلا اور دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھ آہنی زیوروں میں جکڑے جا چکے تھے ۔

عارف شمون کا نیا ناول
دامنِ جدائی کی
قیمت صرف ۱/۹ روپے
آج ہی طلب فرمائیے ۔

(۲)

رات کے ساڑھے نو بج رہے تھے۔

فریدی لائبریری روم میں اپنی چیئر پر دراز ایک ضخیم کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھا۔ کتاب شاید کچھ اتنی زیادہ دلچسپ تھی کہ وہ اس دوران سگار کے کش لگانا بھی بھول گیا تھا اور چند لمحوں پہلے سلگایا جانے والا سگار بجھ چکا تھا۔

مطالعہ کے دوران سگار کے کش لگانا بھول جانا تو خیر اتنی بڑی بات نہ تھی۔ مگر اس کا انہماک کچھ اسقدر گہرا تھا کہ اسے یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ کیپٹن حمید کمرے میں داخل ہو کر اس کی پشت پر کھڑا عجیب عجیب سے منہ بنا رہا ہے۔

بظاہر تو یہی معلوم ہوتا تھا اسے کیپٹن حمید کی کمرے میں آمد کا بھی پتہ نہیں چلا تھا۔ اور کیپٹن کی دانست میں بھی ایسا ہی تھا کہ فریدی ابھی تک اس کی آمد سے لاعلم ہے۔ حالانکہ اسے کمرے میں آئے ہوئے پورے دس منٹ بیت چکے تھے۔

اور پھر جونہی فریدی نے کتاب کا صفحہ پلٹنا چاہا حمید نے جھک کر عقب سے ہاتھ بڑھایا اور کتاب اچک لینی چاہی۔ مگر پھر فوراً ہی کراہ کر رہ گیا۔

اس کی گردن فریدی کے آہنی ہاتھ کی گرفت میں آچکی تھی۔

"تو تم سمجھتے ہو کہ میں آنکھیں بند کئے بیٹھا ہوں۔" فریدی اس کی گردن کو ہلکا سا جھٹکا دیتے ہوئے بولا۔

"او..... اوغ..... چھ..... چھوڑیئے میری گردن۔ آہ..... آں..... " حمید کراہنے لگا۔

وہ چونکہ کرسی کے پیچھے تھا اور اس وقت اس کی پوزیشن یہ تھی کہ اس کا اوپری نصف دھڑ کرسی پر بیٹھے ہوئے فریدی کی گود میں تھا کمر کمان کی صورت اختیار کر گئی تھی اور پاؤں فرش سے دو تین انچ اوپر اٹھ گئے تھے۔

"پہلے بتاؤ یہ کیا حرکت تھی۔؟" کرنل فریدی نے اسے ایک اور ہلکا سا جھٹکا دیا۔

"حرکت..... اوغ..... گردن ٹوٹ گئی۔ اوغ۔"

حمید ایک مرتبہ پھر کراہا۔

فریدی نے اس کی گردن چھوڑ دی۔ حمید دوسرے ہی لمحے سیدھا ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اور دونوں ہاتھوں سے گردن سہلانے لگا۔

"بتاؤ! یہ کیا حرکت تھی۔؟" کرنل فریدی نے اسے گھورا۔

"حرکت ـــ یعنی کمال ہے ـــ اگر میری گردن ہی ٹوٹ جاتی تو" حمید بدستور گردن سہلاتا رہا۔

"اچھا ہوتا ـــ روز روز کے نخروں سے جان چھوٹ جاتی۔" فریدی نے مسکرا کر جواب دیا۔

"تو پھر ایک ہی مرتبہ گلا گھونٹ دیجئے۔ اس طرح قسطوں میں یوں میری جان لے رہے ہیں۔؟" حمید نے برا سا منہ بنا لیا۔

"یعنی اب آپ اسی کو زندگی پر اتر آئے ہیں۔ تو پھر میرے خیال میں سلائر ہاؤس کھول لیجئے ـــ آپ کا ذوق بھی پورا ہوتا رہیگا۔ اور کمائی بھی خوب ہوگی۔ آج کل تو گوشت دیسے بھی پانچ چھ روپے سیر سے کم میں نہیں ملتا۔ واہ واہ! کیا خوب ہوگا جب کرنل فریدی چھرا ہاتھ میں پکڑے گاہک سے پوچھ رہے ہوں گے، ران کا چاہیے بھائی یا گردن کا ـــ"

"گردن کا ـــ" کہنے کے ساتھ ہی فریدی نے ایک مرتبہ پھر حمید کی گردن تھام لی ـــ

"ارے چھوڑیئے بھائی ـــ میں تو گاہک کی بات کر رہا تھا یعنی

جی ہاں ـــ اوغ ـــ چھوڑیئے بھی۔" حمید کراہنے کے ساتھ ہی گردن چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔

"تو تم اپنی حرکات سے باز نہیں آؤ گے۔" فریدی نے غصیلے انداز میں کہہ کر اس کی گردن چھوڑ دی۔

"حرکت ہی میں برکت ہے محترم کرنل فریدی صاحب۔" یعنی شہر کی سب سے بڑی تفریح گاہ میکاہ برے کلب میں سب سے عظیم پروگرام ہے اور آپ ہیں کہ گوشہ نشینی اختیار کئے بیٹھے ہیں۔" حمید نے ڈھٹائی سے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"میں کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ مجھے ان لغویات سے کوئی دلچسپی نہیں اور نہ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ تم گندگی میں دھنستے چلے جاؤ۔" فریدی نے برا سا منہ بنایا۔

"گندگی ـــ ہش ـــ کتنا گندا لفظ استعمال کیا ہے آپ نے اجی محترم آج میکاہ برے میں ورلڈ فیمس اٹالین رقاصہ مس لورین کا پروگرام ہے۔" حمید نے گویا اس کی معلومات میں اضافہ کرنا چاہا۔

"جانتا ہوں ـــ مگر کہہ چکا ہوں کہ مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔" فریدی نے جواب دیا۔

"تو پھر بندہ اجازت چاہتا ہے ـــ بلاوجہ ہی اتنی دیر تک پتھر سے سر پھوڑتا رہا۔" حمید نے بھی جواباً کہا۔

"جا سکتے ہو ـــ مگر ـــ گیارہ بجے سے پہلے تمہیں کوٹھی میں دیکھنا

چاہوں گا۔" فریدی نے اجازت دے دی۔

"اوہ! شکریہ ـــــ میں کوشش کروں گا کہ اچھے بچوں کی طرح وقت سے پہلے گھر آجاؤں۔" حمید نے کہا اور دروازے کی طرف قدم بڑھا دیئے۔

ابھی وہ دو ہی قدم چلا تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی گنگنا اٹھی۔ حمید نے چلتے چلتے دروازے کے قریب میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی طرف کنکھیوں سے دیکھا اور پھر دبے قدموں آگے بڑھنے لگا جیسے کسی کی نگاہوں سے بچ کر نکل جانا چاہتا ہو۔

اسے ٹیلیفون کی گھنٹی خطرے کا الارم ہی محسوس ہوئی تھی۔ اسے ڈر پیدا ہو گیا کہ اگر وہ فریدی کے ٹیلیفون ریسیو کرنے تک رکا تو اس کا پروگرام غارت ہو جائے گا۔

ٹیلیفون کی گھنٹی بدستور بج رہی تھی۔ اب حمید اور دروازے کی دہلیز کے درمیان صرف دو قدم کا فاصلہ رہ گیا تھا۔

"دیکھو کون ہے۔" فریدی نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

حمید نے رک کر ایک لمحے کے لئے ٹیلی فون اور پھر فریدی کی طرف دیکھا۔ فریدی دوبارہ کتاب کے مطالعہ میں مصروف ہو چکا تھا۔

اور پھر .....

دوسرے ہی لمحہ کیپٹن حمید نے ایک بھرپور جست لگائی اور کھلے دروازے سے نکل کر دوڑتا ہوا باہر چلا گیا۔

اس کی اس حرکت پر فریدی کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر اس نے کرسی سے اٹھ کر فون کا ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

دوسری طرف سے بولنے والا بولنے کے لئے اتنا ہی بیتاب تھا کہ وہ فریدی کی آواز کا انتظار کئے بغیر مسلسل بولتا چلا گیا۔

فریدی پہلے تو حیران رہ گیا اور پھر اسے چونک جانا پڑا۔ چونکنے کی وجہ وہ چند الفاظ تھے جو دوسری طرف سے بولنے والے نے کہے تھے وہ مخصوص کوڈ ورڈز جو اس کے علاوہ دنیا میں صرف ایک شخص کو معلوم تھے اور وہ شخص تھا پڑوسی ملک کی سیکرٹ سروس کا پراسرار چیف ایکسٹو ـــــ عمران ـــــ جو بظاہر اپنے ماتحتوں میں گھل مل کر رہتا تھا۔

مگر اس کے ماتحت نہیں جانتے تھے کہ ان کا چیف کون ہے۔

یہ کوڈ ورڈز عمران اور فریدی نے خود ہی ایجاد کئے تھے۔ تاکہ ہنگامی طور پر پیغام رسانی اور شناخت کے لئے ان کوڈ ورڈز کا حوالہ دیکر اپنی اصلیت ظاہر کی جا سکے۔

مگر! ـــــ ٹیلیفون پر بات کرنے والے کا لہجہ ـــــ یہ عمران تو ہرگز نہیں ہو سکتا ـــــ تو ..... تو پھر یہ کون ہو سکتا ہے۔ فریدی سوچنے لگا۔ اور پھر اسے ایک مرتبہ پھر چونک جانا پڑا۔

دوسری طرف سے بولنے والا جو کچھ بھی بتا رہا تھا وہ اس کے لئے حیرت انگیز ہی تھا۔ اور اس کے توقع کے بالکل برعکس۔

وہ ابھی کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سنائی دی۔ فریدی کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ اس نے ریسیور کریڈل پر رکھا اور وہیں کھڑا سوچنے لگا۔ جیسے جیسے وہ سوچتا جاتا اس کا اضطراب بڑھتا رہا۔

چند روز قبل اسے عمران کی طرف سے وائرلیس پر ایک خاص پیغام ملا تھا کہ عمران کو چند جرائم پیشہ افراد کے قبضے سے ایک ایسی مائیکرو فلم دستیاب ہوئی ہے جو اگر فریدی کے ملک کے دشمنوں کے ہاتھ لگ جائے تو اس کے ملک کو ایک بھیانک تباہی سے دوچار ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

یہ مائیکرو فلم ایک ایسے گروہ کے افراد سے دستیاب ہوئی ہے جن کا بظاہر قلع قمع ہو چکا ہے۔ مگر اس کی جڑیں اندرونی طور پر بہت دور تک پھیلی ہوئی ہیں اور اس گروہ کی پشت پناہی دنیا کی ایک بہت بڑی طاقت کر رہی ہے۔ جو بہ ظاہر فریدی اور عمران کے ملکوں کی بڑی خیر خواہ ہے مگر در پردہ ان دونوں ملکوں کی ترقی اور خوشحالی اسے ایک آنکھ نہیں بھاتی اور وہ بڑی طاقت ان دونوں ملکوں کو افلاس و ہلاکت کی تباہی سے دوچار کرنا چاہتی ہے۔

اس گروہ کے جو لوگ پکڑے گئے تھے وہ بھاڑے کے ٹٹو ہی ثابت ہوئے جن سے کچھ مفید معلومات حاصل نہ ہو سکیں اور انھیں سرسری عدالتی کارروائی کے بعد مختلف الزامات کے تحت جیلوں میں ٹھونس دیا گیا۔

عمران نے اپنے میسیج میں فریدی سے کہا تھا کہ وہ اس گروہ کے افراد کے قبضہ سے ملنے والی مائیکرو فلم لے کر خود ہی آتا مگر بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر وہ خود آنے کی بجائے اپنے اعتماد کے آدمیوں کو فلم دے کر بھیج رہا ہے۔ اور ہنگامی حالات سے نمٹنے کے انھیں وہ مخصوص کوڈ ورڈز بھی بتا دیئے گئے ہیں جو صرف فریدی اور عمران ہی جانتے ہیں۔ اور عمران کے پیغام کے مطابق آج عمران کے بھیجے ہوئے آدمی مائیکرو فلم لے کر آنے والے تھے۔

ان کے آنے کی اطلاع بھی فریدی کو دیدی گئی تھی اور فریدی کی اپنی بلیک فورس کا ایک آدمی انھیں ریسیو کرنے کے لئے ریلوے اسٹیشن پر بھی جا چکا تھا اور فریدی نے بلیک فورس کے اس ممبر کو ہدایت کی تھی کہ وہ آنے والوں کو لیکر سیدھا کوٹھی پر ہی آ جائے۔

اور اب فریدی ان ہی کے انتظار میں تھا کہ ٹیلی فون پر ہونے والی گفتگو نے اسے شش و پنج میں ڈال دیا۔

گفتگو کے آخر میں اسے پتہ چل گیا تھا کہ فون کرنے والا جوزف ہے اور اس وقت وہ پولیس کی کسٹڈی میں ہے۔ جوزف سے پوری تفصیل سن کر فریدی کو سوچنا پڑ گیا کہ ان کی آمد کے سلسلے میں اسقدر راز داری سے کام لیا گیا تھا مگر اس کے باوجود نامعلوم گروہ کے نامعلوم افراد کو کس طرح پتہ چل گیا۔

وہ ان ہی سوچوں میں غرق تھا کہ فون کی گھنٹی ایک مرتبہ پھر بج اٹھی۔

"یس ـــ فریدی وِس اینڈ ۔" فریدی ریسیور اٹھا کر بولا۔
"ایف سکسٹین سر ـــ" دوسری طرف سے آواز آئی ۔
"رپورٹ ـــ" فریدی کے لہجے میں ہلکی سی جھنجلاہٹ تھی ۔
"سر! ہم آپ کے حکم کے مطابق مہمانوں کو ریسیو کرنے کے لئے ریلوے اسٹیشن پہنچے تھے ۔ آپ کے بتائے گئے حلیے کے مطابق ہم نے انھیں پالیا ۔ مگر جیسے ہی ہم گیٹ پر پہنچے کسی نے لڑکی کے ہاتھ سے اس کا پرس چھین لیا اور لڑکی کے مزاحمت کرنے پر پرس چھیننے والے نے سائیلنسر چڑھے ریوالور سے اس پر فائر کر دیا ۔ اور ....."

"اور یہ ..... کہ تمہاری لاپرواہی نے کام بگاڑ دیا ۔ کیا میں نے تمہیں محتاط رہنے کی ہدایت نہیں کی تھی ۔ ؟" فریدی اس کی بات قطع کر کے غرایا ۔

"یس ..... یس سر ـــ" ایف سکسٹین کے ہکلانے کی آواز آئی ۔ غیر متوقع طور پر اور اچانک ہی یہ سچوئیشن سامنے آگئی تھی ۔
"لڑکی کہاں ہے ۔" فریدی بولا ۔
"اسے ایمبولینس پر ہسپتال پہنچا دیا گیا ہے ۔ اور ....."
"اور اس کے ساتھی نیگرو کو پولیس نے حراست میں لے لیا ہے ۔" فریدی نے ایک مرتبہ پھر اس کی بات قطع کی ۔
"یس سر ـــ" دوسری طرف سے آواز سنائی دی ۔
"حملہ آور کون تھا ؟ ـــ اور نکل کیسے گیا ۔" فریدی کے لہجے کی

غراہٹ بڑھ گئی ۔
"ہم حملہ آور کی شکل نہیں دیکھ سکے جناب ـــ مگر ایف سیون اس کے تعاقب میں جا چکا ہے ۔" ایف سکسٹین کی آواز سنائی دی ۔
"مجھے ایک گھنٹے کے اندر اندر معلوم کر کے رپورٹ دو کہ حملہ آور کون تھا اور اس کی پشت پناہی کون لوگ کر رہے ہیں ۔ مگر تم لوگ محتاط رہ کر کام کرو گے ۔" فریدی کے لہجے میں سرزنش تھی ۔
"ایسا ہی ہوگا جناب !" ایف سکسٹین کی آواز سنائی دی ۔
"اور سنو ـــ" فریدی بولا ۔ "لڑکی کے ساتھی نیگرو کو ..... کنگسٹن لین کے پولیس اسٹیشن میں بند کر دیا گیا ہے ۔ دو گھنٹے کے اندر اندر اسے کوٹھی پر پہنچ جانا چاہیئے ۔ مگر یاد رکھو ! میں اس مرتبہ معمولی سی لاپرواہی بھی برداشت نہ کر سکوں گا ۔" فریدی نے پُر رعب لہجے میں حکم دیا ۔
"ایسا ہی ہوگا جناب ـــ مگر ـــ" ایف سکسٹین کچھ کہتے کہتے رک گیا ۔
"کہو ! کیا کہنا چاہتے ہو ـــ ؟" فریدی نے پوچھا ۔
"کیا وہ نیگرو اتنا ہی اہم ہے جناب ـــ ؟ اور اس کی ساتھی لڑکی ـــ ؟"
"ہاں ! نیگرو اور اس کی ساتھی لڑکی کی اہمیت بہت زیادہ ہے ۔ تمہیں ہاسپٹل میں لڑکی کی حفاظت کے لئے بھی دو آدمی متعین کرنے

ہوں گے ۔" فریدی نے جواب دیا۔

"بہتر جناب ۔ میں لیف ٹائن اور ایف ٹو ون کو بھیج دیتا ہوں۔"
ایف سکسٹین نے مودب لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ۔ انھیں محتاط رہنے کی ہدایت کر دینا۔ دیٹس آل۔"
فریدی نے کہہ کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

چند لمحوں تک وہ کمرے کے وسط میں کھڑا سوچتا رہا اور پھر تیزی سے باہر نکل کر گیراج کی طرف بڑھا۔

کیڈی حمید لے جا چکا تھا۔ اس نے دوسرے گیراج سے لنکن نکالی اور کوٹھی سے نکل کر اس کا رخ جنرل ہاسپٹل کی طرف موڑ دیا۔

دو نئے ناول
رات سے جدائی کی — عارفہ شمعون
صہبا — راحیل بٹ
قیمت :- -/۹ روپے فی ناول

(۳)

دراز قامت سیاہ پوش پلیٹ فارم پر بھیڑ کو چیرتا ہوا تیزی سے ایک طرف کو نکلا چلا گیا۔ پلیٹ فارم کے آخری سرے پر پہنچ کر اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ اور پھر لائنوں میں اتر کر ایک طرف کو دوڑنے لگا۔!

یونیفارم لڑکی سے چھینا ہوا پرس اس نے السٹر کی جیب میں ٹھونس لیا تھا۔ ریوالور ابھی تک اس کے ہاتھ میں موجود تھا اور .... وہ آنے والے ہر ممکن خطرے سے نمٹنے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔

ریلوے یارڈ میں جا بجا مال گاڑیاں کھڑی تھیں۔ وہ مختلف ویگنوں کے نیچے سے نکلتا ہوا اسٹیشن کے دوسری طرف جا نکلا۔

ریلوے اسٹیشن کے اس پار نچلے طبقے کی آبادی تھی جسمیں زیادہ تر مزدور پیشہ لوگ ہی رہتے تھے۔ ایک پختہ سڑک اسٹیشن کے اوپر سے چکر کاٹ کر اس آبادی کو شہر سے ملا رہی تھی۔

دراز قد سیاہ پوش یارڈ سے نکل کر سڑک پر پہنچ گیا۔ اس نے ریوالور جیب میں ڈال لیا۔ مگر دستے پر گرفت مضبوط ہی تھی۔

سڑک پر پہنچ کر اس نے جاتی ہوئی ایک خالی ٹیکسی کو روکا۔ اور اس میں بیٹھ کر لمبے لمبے سانس لینے لگا۔

"کہاں چلوں صاحب ۔۔۔؟" ڈرائیور نے مڑے بغیر پوچھا۔

"جانسن سٹریٹ کے چوراہے پر اتار دینا دوست ۔۔۔" سیاہ پوش نے سیٹ کی پشت سے ٹیکتے ہوئے جواب دیا۔

ٹیکسی سٹارٹ ہوئی اور میانہ رفتار سے شہر کی طرف بڑھنے لگی۔

"رفتار بڑھاؤ دوست ۔۔۔ مجھے جلدی پہنچنا ہے۔" سیاہ پوش نے ٹیکسی ڈرائیور کو ہدایت کی۔

دوسرے ہی لمحے ٹیکسی ہوا سے باتیں کرنے لگی۔

سیاہ پوش سیٹ کی پشت سے ٹکا لمبے لمبے سانس لے رہا تھا وہ اس حقیقت سے قطعی بے خبر تھا کہ اس کے روانہ ہونے کے فوراً ہی بعد ایک اور ٹیکسی اس کے تعاقب میں چل پڑی تھی۔

دوسری ٹیکسی میں وہی غیر ملکی تھا جو ریلوے اسٹیشن پر نیگرو اور راس کی ساتھی لڑکی کو ریسیو کرنے آیا تھا۔

دونوں ٹیکسیاں آگے پیچھے دوڑ کرتی ہوئی شہر میں داخل ہوئی۔

پہلی ٹیکسی جس میں دراز قامت سیاہ الستر والا سوار تھا۔ جانسن سٹریٹ کے چوراہے پر پہنچ کر رک گئی۔

دوسری ٹیکسی بھی اس سے چند قدم آگے جا کر فٹ پاتھ سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔

دراز قامت والا سیاہ پوش چوراہے سے ذرا آگے جا کر ایک تنگ سی گلی میں داخل ہو گیا۔

دوسری ٹیکسی سے آنے والا غیر ملکی بھی جو کرنل فریڈی کی بلیک زون کا ایف سیون کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ جلدی سے ٹیکسی سے اتر کر محتاط انداز میں چلتا ہوا اس گلی میں داخل ہو گیا۔

گلی تاریک و سنسان تھی۔

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ تقریباً پچاس قدم آگے اسے ایک انسانی ہیولہ سا دکھائی دیا۔ جو فوراً ہی ایک اور ذیلی گلی میں گھس گیا ۔۔۔!

ایف سیون تقریباً دوڑتا ہوا دوسری گلی کے موڑ پر پہنچا۔

یہ گلی بھی تاریک اور سنسان ہی تھی۔ وہ محتاط انداز میں آگے بڑھنے لگا۔ اس کی نگاہیں بدستور آگے جاتے ہوئے سیاہ پوش پر جمی ہوئی تھیں اور پھر تعاقب کا یہ سلسلہ چکر در چکر پھیلی ہوئی کتنی ہی گلیوں سے ہوتا ہوا بالآخر ایک قدرے کشادہ اور نیم تاریک گلی کے ایک مکان کے سامنے

پہنچ کر رک گیا۔

سیاہ پوش ایک مکان کے دروازے پر رک گیا۔ اس کے رکتے ہی الف سیون تیزی سے ایک مکان کے سامنے بنے ہوئے تختہ چبوترے کی آڑ میں ہو گیا۔ اگر اسے چھپنے میں ایک لحظہ کی بھی دیر ہو جاتی تو دراز قامت سیاہ پوش یقیناً اسے دیکھ لیتا۔ جو اس وقت مکان کے دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔ اور محتاط انداز میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

بھرپور طریقہ مطمئن ہو گیا۔ اس نے دروازے کی طرف رخ کر کے مخصوص انداز میں چار مرتبہ دروازے پر دستک دی۔ چوتھی مرتبہ دستک ختم ہوتے ہی دروازے کے اوپر سبز رنگ کا ایک بلب روشن ہو گیا اس کے ساتھ ہی دروازے کے پٹ میں ایک چھوٹی سی کھڑکی پیدا ہو گئی

"کون ہے ۔۔۔؟"

کھڑکی کے اندر سے کسی کی کرخت آواز سنائی دی۔

"دلاور ہے ۔۔۔ دروازہ کھولو ۔۔۔" دراز قد سیاہ پوش نے بارعب لہجے میں جواب دیا۔

"کوڈ ۔۔۔؟"

اندر سے دوبارہ پوچھا گیا۔

"رات اداس ہے ۔۔۔"

دلاور نے جواباً کہا۔

"خوشیاں ایک ہی جگہ سمٹ چکی ہیں ۔۔۔" کھڑکی کے اندر سے آواز

سنائی دی۔

"ان تک پہنچنے کے لیے راہ دکھاؤ۔" دلاور بولا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ چلے آؤ ۔۔۔"

اندر سے آواز آئی۔

"اور اس کے ساتھ ہی دروازہ کھل گیا۔

دلاور نے ایک مرتبہ پھر گلی میں ادھر ادھر دیکھا اور دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔

"داہنی جانب آخری کمرے میں چلے جاؤ ۔۔۔ باس کو تمہارا ہی انتظار تھا۔"

اندر موجود آدمی نے کہا اور ساتھ ہی دروازہ بھیڑ دیا۔

دلاور ایک طویل گیلری میں چلتا ہوا آخری کمرے کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔

دروازے پر رک کر اس نے مخصوص انداز میں ایک مرتبہ دستک دی ۔۔۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے دروازہ بغیر کسی آواز کے آپ ہی آپ کھل گیا۔

دلاور کمرے میں داخل ہو گیا۔

یہ ایک خاصا وسیع کمرہ تھا۔ قیمتی فرنیچر سے آراستہ، دیواروں پر ہلکے نیلے رنگ کا پینٹ کیا گیا تھا۔ کمرے میں روشنی بھی ہلکے نیلے رنگ ہی کی تھی۔ کمرے کی ہر چیز انتہائی قیمتی اور نفیس تھی ۔۔۔

دیواروں پر خوب صورت پینٹنگز آویزاں تھیں۔ جو نیلی روشنی میں بڑی پراسرار سی لگ رہی تھی۔ فرش پر قالین بچھا تھا۔ سامنے آتشدان کے قریب بچھے ہوئے صوفے پر سر سے پیر تک چست لباس میں ملبوس ایک نقاب پوش بیٹھا تھا۔ نقاب پوش کی پشت دروازے کی طرف تھی۔

دلاور کمرے میں داخل ہو کر مودبانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"کیا رپورٹ ہے دلاور ——" ایک سرسراتی ہوئی سی نسوانی آواز کمرے میں گونجی۔

"کامیابی مادام —— دلاور نے آج تک کسی کام میں ناکامی کا منہ نہیں دیکھا۔"

دلاور نے قدرے جھکتے ہوئے مودب لہجے میں جواب دیا۔

"شاباش! —— مجھے تم سے یہی توقع تھی —— پرس اس ٹیبل پر رکھ دو ——"

نسوانی آواز دوبارہ ابھری۔

دلاور نے ریلوے اسٹیشن پر پریشان لڑکی سے چھینا ہوا پرس جیب سے نکالا اور چند قدم آگے بڑھ کر نقاب پوش کے سامنے پڑی ہوئی چھوٹی ٹیبل پر رکھ دیا۔ اور خود مودب انداز میں کھڑا ہو گیا۔

نقاب پوش جو سر سے پیر تک نیلے چست لباس میں جکڑا ہوا

تھا۔ یعنی کوئی عورت ہی تھی۔ اس کے جسم کا کوئی بھی حصہ ایسا نہیں تھا جو برہنہ ہو۔ ہاتھوں پر بھی باریک دستانے چڑھے ہوئے تھے۔ آنکھوں کی جگہ نقاب میں دو سوراخ نظر آ رہے تھے۔ جہاں دو روشنیاں سی چمکتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔

قد و قامت اور سینے کے کھنچے ہوئے ابھاروں سے وہ کوئی جوان عورت ہی نظر آ رہی تھی۔

دلاور پرس میز پر رکھنے کے بعد اس طرح مودبانہ انداز میں سر جھکائے کھڑا تھا جیسے اگر اس نے ذرا بھی کوئی حرکت کی تو وہ برہم ہو جائے گی۔

نقاب پوش مادام نے ہاتھ بڑھا کر پرس اٹھا لیا۔ اس نے پرس کی زپ کھولی اور اس میں موجود تمام چیزیں میز پر پلٹ دیں۔ اور پھر ایک ایک کر کے تمام چیزیں الٹ پلٹ کر دیکھنے لگی۔ مگر اسے اپنے مطلب کی کوئی چیز بھی نہ مل سکی۔

دوسرے ہی لمحے وہ ایک جھٹکے سے صوفے سے اٹھ گئی۔

"دلاور ——"

وہ شیرنی کی طرح دھاڑی۔

"یس ..... یس مادام ——"

دلاور یک لخت گڑبڑا گیا۔ مادام کا انداز دیکھ کر وہ سر سے پیر تک لرز کر رہ گیا۔

"تم جانتے ہو کہ مادام سے مذاق کرنے کا انجام کس قدر بھیانک ہو سکتا ہے ۔" مادام غزالی ۔

"مم ..... میں سمجھا نہیں مادام ۔"

دلاور ہکلایا ۔

اور پھر اس کی نگاہیں غیر ارادی طور پہ میز پہ بکھری ہوئی چیزوں پر ٹک گئیں ۔

میز پر ایک چھوٹا خوب صورت کنگھا ' چھوٹا آئینہ ' ریشمی رومال ' لپ اسٹک کی بتی اور چند دیگر اشیاء بکھری پڑی تھیں جو صرف خواتین ہی کے استعمال میں آسکتی تھیں ۔

"اس میں وہ فلم نہیں ہے جسے حاصل کرنے کے لئے تمہیں بھیجا گیا تھا ۔" مادام نے گھورتی ہوئی نظروں سے دلاور کی طرف دیکھا ۔

"فلم نہیں ہے ۔ ؟"

دلاور چکرا گیا ۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے مادام ۔ ؟"

"تم خود دیکھ سکتے ہو ۔ پرس کی تمام اشیاء تمہارے سامنے موجود ہیں ۔" مادام نے تلخی سے جواب دیا ۔

"دلاور چند لمحے سوچ میں کھو گیا ۔ پھر یک لخت اس کی آنکھوں میں چمک سی آگئی ۔ وہ ہمت کر کے بولا ۔

"لپ اسٹک کی یہ بتی مادام ـــ ہو سکتا ہے فلم اس میں موجود

ہو ـــ !"

"مجھے یقین ہے فلم اس میں بھی نہیں ملے گی ۔" مادام نے کہا اور لپ اسٹک کی بتی اٹھا کر کھول ڈالی ۔

مگر ـــ اس میں بھی لپ اسٹک کے علاوہ کوئی دیگر چیز نہ نکلی جس پر فلم ہونے کا شبہ کیا جا سکتا ۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے مادام ـــ ہماری اطلاع کے مطابق وہ فلم روانگی سے قبل لڑکی کے پرس میں موجود تھی ۔"

"کہیں تم کسی دوسری لڑکی کا پرس تو نہیں لے آئے ۔" مادام نے پر سوچ انداز میں کہا ۔ اس مرتبہ اس کے لہجے میں غراہٹ نہیں تھی ۔

"نہیں مادام ـــ میں نے اسے پہچاننے میں غلطی نہیں کی اور پھر اس کا ساتھی نیگرو ـــ جو ہزاروں میں پہچانا جا سکتا ہے ؟"

"تو پھر یہ سب کچھ کیسے ہو گیا ـــ اس کے سامان کو چیک کیا تھا ـــ ؟" مادام نے پوچھا ۔

"یس مادام ! ـــ پچھلے اسٹیشن سے کمل نے اطلاع دی تھی کہ وہ سائے کی طرح ان کے ساتھ لگا رہا ہے ۔ دو مرتبہ موقع پا کر اس نے ان کے سامان کی تلاشی بھی لے ڈالی تھی ۔ پرس کو وہ چیک نہیں کر سکا تھا کیوں کہ لڑکی نے اپنا پرس طویل سفر کے دوران ایک لمحے کے لئے بھی اپنے سے جدا نہیں کیا تھا ۔

دلآور نے جواب دیا۔

پھر دلآور نے میز پر پڑا ہوا خوبصورت پرس اٹھایا۔ اسے الٹ پلٹ کر دیکھا اور پھر دوسرے ہی لمحے قیمتی پرس پرزوں میں تبدیل ہو گیا۔ مگر اس کے باوجود انھیں اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہو سکی۔

جس شے کی انھیں تلاش تھی وہ انھیں کہیں بھی نہیں مل سکی

"میرے خیال میں فلم یقیناً لڑکی کے لباس میں پوشیدہ ہے۔ جاؤ دلآور ـــ لڑکی کو ہر قیمت پر تلاش کرو ـ" مادام نے دلآور سے مخاطب ہو کر کہا۔

"لڑکی ـــ !!"

دلآور چونک گیا۔

"کیوں ـــ ؟"

"ہو سکتا ہے اب اس لڑکی سے کبھی ملاقات نہ ہو سکے مادام"

"کیوں ـــ ؟" مادام غرائی۔

"اس لئے کہ میرے ریوالور کی گولی اسے اگلے جہان کی سیر کرا چکی ہو گی۔"

دلآور نے خوف زدہ سے انداز میں جواب دیا۔

"اوہ! ـــ یہ تم سے کس نے کہا تھا کہ اس سے پرس حاصل کر کے گولی مار دینا؟" مادام کا پارہ ایک مرتبہ پھر چڑھ گیا۔

"مجبوری ـــ مجبوری تھی مادام ـــ ورنہ میں اس وقت آپ کے سامنے کھڑا ہونے کی بجائے کسی تھانے میں بند ہوتا۔"

دلآور نے توجیہہ پیش کی۔

مادام ابھی کوئی جواب بھی نہ دے پائی تھی کہ دروازے پر دستک کی آواز ابھری۔

"یس ـــ !" مادام نے گویا اجازت دیدی۔

دروازہ کھلا اور ایک سیاہ فام شخص کسی غیر ملکی کو اپنے ریوالور کی زد پر لئے ہوئے اسے ٹھوکریں لگاتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

"یہ کون ہے ـــ ؟"

مادام نے سیاہ فام سے پوچھا۔ ساتھ ہی اس کی نگاہیں غیر ملکی پر جم کر رہ گئیں۔

"مادام! دلآور کے اندر آنے کے بعد یہ شخص پانی کے پائپ کے ذریعے مکان میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔"

سیاہ فام نے مؤدبانہ انداز میں جواب دیا۔

"اوہ! ـــ"

دلآور اور مادام بیک وقت چونک گئے۔ اس وقت تو دلآور اور بھی چونک گیا جب اس نے بغور غیر ملکی کے چہرے کی طرف دیکھا یہ وہی شخص تو تھا جو ریلوے اسٹیشن پر جوزف اور اس کی ساتھی لڑکی کو ریسیو کرنے آیا تھا۔

"مم ..... مادام ....." دلاور ہکلایا۔

"کیا بات ہے ۔ ؟" مادام نے غرا کر پوچھا۔

"مادام :۔۔۔ یہ تو وہی شخص ہے جو اس یورپین لڑکی اور نیگرو کو ریسیو کرنے آیا تھا ۔"

"اوہ :۔۔۔ تو گویا یہ تمہارا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکا ہے ۔ ؟" مادام نے دلاور کو گھورا۔

"نن ..... نہیں مادام ۔" دلاور گڑبڑا گیا ۔ "میں نے اپنے تعاقب کا پورا پورا خیال رکھا تھا ۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ میرا تعاقب نہیں کیا گیا۔"

"تو پھر ۔۔۔ یہ شخص یہاں تک کیسے پہنچا ۔۔۔ ؟"

"یہ تو یہی بتائے گا ۔۔۔ مادام ۔" دلاور نے کہا ۔ اور اس غیر ملکی کی طرف قدم بڑھا دیئے جو یقیناً الیف سیون تھا ۔

"کیا کرنے جا رہے ہو دلاور ۔ ؟" مادام نے اسے روکتے ہوئے پوچھا ۔

"میں اس سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں مادام کہ یہ کون ہے اور یہاں تک کیسے پہنچا ۔ ؟"

دلاور نے رک کر جواب دیا۔

"میرے خیال میں تو یہ آسانی سے کچھ نہیں بتائے گا ۔ اسے نیچے لے چلو ۔" مادام نے غیر ملکی کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا اور داہنی طرف کی دیوار پر لگی ہوئی تصویر کے فریم کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگی ۔

فریم کے دیوار سے ہٹتے ہی آتش دان کے سامنے پڑا ہوا صوفہ خود بخود اوپر اٹھنے لگا ۔ صوفہ سطح زمین سے تقریباً چار فٹ اوپر جا کر رک گیا ۔ فرش میں ایک خلا سی پیدا ہو گئی ۔

مادام فریم کو چھوڑ کر خلا کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی ۔

"اسے نیچے لے چلو ۔ دلاور ۔۔۔"

الیف سیون نے موجودہ سچویشن دیکھ کر ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا اور دوسرے ہی لمحے اس نے دلاور پر چھلانگ لگا دی ۔ دلاور بھی غافل نہیں تھا ۔

الیف سیون کے چھلانگ لگاتے ہی وہ تیزی سے ایک طرف کو جھک گیا ۔ الیف سیون اپنی ہی جھونک میں دیوار کے قریب پڑے ہوئے صوفے پر جا گرا ۔ اس کے پیچھے ہی دلاور نے چھلانگ لگا دی ۔

الیف سیون بھی کچھ کم پھرتیلا ثابت نہیں ہوا ۔ وہ تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا ۔ دلاور کا سر صوفے سے ٹکرایا اور وہ کراہ کر رہ گیا ۔

دوسرے ہی لمحے وہ الیف سیون کے شکنجے میں جکڑا جا چکا تھا ۔ دلاور اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگا ۔

دونوں ایک دوسرے سے گتھے ہوئے صوفے سے نیچے گر گئے ۔ صوفے سے نیچے گرتے ہی دلاور نے اپنے آپ کو الیف سیون کے شکنجے سے نکال لیا اور تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا ۔ الیف سیون نے بھی اٹھنا چاہا مگر دلاور کے پیر کی ایک بھرپور ٹھوکر اس کے سر پر پڑی اور وہ الٹ کر رہ گیا ۔

پھر تو دلاور شاید پاگل ہی ہو گیا۔ وہ لگاتار اس پر ٹھوکریں برساتا رہا اور پھر الیف سیون کا داؤ بھی چل گیا۔ دلاور نے جیسے ہی ٹھوکر لگائی الیف سیون نے اس کا پیر پکڑ لیا اور اسے تیزی سے مروڑنے لگا۔ دلاور کراہتا ہوا نیچے گر گیا۔

الیف سیون نے اس کا پیر چھوڑ دیا اور بھرپور گھونسہ اس کے جبڑے پر جڑ دیا۔ دلاور ایک مرتبہ پھر کراہا۔ الیف سیون اس کے سینے پر سوار ہو گیا۔ اور اس کے جبڑوں پر گھونسے برسانے لگا۔

الیف سیون نے ایک اور گھونسہ لگانے کے لئے ہاتھ اٹھایا ہی تھا۔ کہ اسے اپنے اوپر بوجھ محسوس ہوا۔

الیف سیون اس سیاہ فام کو تو بھلا ہی چکا تھا جو اسے ریوالور کی زد پر کمرے میں لایا تھا۔ یہ بوجھ اسی سیاہ فام کا تھا جو دلاور کو پٹتے دیکھ کر الیف سیون پر آ گرا تھا۔

الیف سیون نے بیٹھے بیٹھے قلابازی کھائی اور سیاہ فام کے ساتھ ہی دوسری طرف الٹ گیا۔ اس نے تیزی سے اٹھ کر سیاہ فام کو ٹھوکر رسید کر دی۔

اتنے میں دلاور بھی پھرتی سے اٹھ کر الیف سیون کی طرف بڑھا۔ اب الیف سیون کے مقابلے پر دو افراد تھے۔ ایک دلاور اور دوسرا سیاہ فام مگر الیف سیون ذرا بھی نہ گھبرایا۔ یہ تو صرف دو تھے اسے تو کچھ اس طرح کی تربیت دی گئی تھی کہ وہ بیک وقت چھ آدمیوں سے نمٹنے کی قوت

رکھتا تھا۔ الیف سیون نے دلاور کی طرف چھلانگ لگانی چاہی مگر اسی وقت سیاہ فام نے پیچھے سے اسے جکڑ لیا۔ الیف سیون تیزی سے نیچے جھکا اور سیاہ فام اگلے اوپر سے ہوتا ہوا دلاور سے جا ٹکرایا۔ نتیجے کے طور پر دونوں ہی نیچے گر گئے۔

سیاہ فام کو شاید زیادہ چوٹ آئی تھی وہ تو وہیں گر کر کراہنے لگا۔ مگر دلاور نے اٹھنے میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس نے اٹھتے ہی الیف سیون پر چھلانگ لگا دی۔

ایک مرتبہ وہ پھر ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ اور ایک دوسرے کو رگیدتے ہوئے اس خلا کے دہانے پر پہنچ گئے جو صوفے کے اوپر اٹھنے کی وجہ سے فرش میں پیدا ہو گئی تھی۔

مادر آم خلا کے قریب کھڑی دلچسپ نظروں سے یہ مقابلہ دیکھ رہی تھی۔ اس نے ابھی تک کسی قسم کی مدافعت کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ اب تک اس کی حیثیت محض ایک تماشائی ہی کی سی تھی۔

خلا کے قریب پہنچ کر الیف سیون نے دلاور کو نیچے دبا لیا اور اسے رگیدنے لگا۔

اور پھر دلاور کو ایسے ہی محسوس ہوا جیسے وہ ہوا میں اڑ رہا ہو اس کے جسم کا نصف سے زائد حصہ خلا میں لٹک رہا تھا اور ٹانگیں الیف سیون کے شکنجے میں جکڑی ہوئی تھی۔

دلاور خلا میں الٹا لٹکا ہاتھ چلا رہا تھا ــــ!

اب وہ صرف الف سیون کے رحم و کرم پر تھا۔ اگر الف سیون اس کی ٹانگیں اپنی گرفت سے آزاد کر دے تو دلاور یقیناً تقریباً بیس فٹ گہری خلا میں گر کر اپنی گردن سے محروم ہو جاتا۔

"بس کرو مسٹر ـــ اسے باہر کھینچو۔"

الف سیون کو نقاب پوش مادام کی سرشراتی ہوئی آواز سنائی دی ـــ!

الف سیون نے گردن گھما کر دیکھا۔

مادام کے ہاتھ میں لیڈ تا آٹومیٹک موجود تھا جس کی نال اس کی طرف اٹھی ہوئی تھی اور انگلی ٹریگر پر تھی۔

اسی وقت سیاہ فام بھی کراہتا ہوا اٹھ گیا۔ اس نے مادام کے اشارے پر دلاور کو ٹانگوں سے پکڑ کر گھسیٹ لیا۔ الف سیون نے اس مرتبہ کوئی مزاحمت نہیں کی ـــ بلکہ وہ دلاور کو چھوڑ کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

سیاہ فام نے دلاور کو گھسیٹ کر اسے سہارا دے کر اٹھایا۔ دلاور کتنی ہی دیر تک بے سدھ بیٹھا لمبے لمبے سانس لیتا رہا ـــ جسم کا سارا خون چہرے پر سمٹ آیا تھا۔

بے ربط تنفس پر قابو پانے کے بعد اس نے خونخوار نظروں سے الف سیون کی طرف دیکھا۔

اور دوسرے ہی لمحے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ایک لمحہ توقف کے بعد

اس نے الف سیون پر چھلانگ لگا دی۔ الف سیون مادام کے ریوالور کی زد پر تھا۔ مگر اس کے باوجود اس نے دلاور کے چند پتلے ہاتھ جھاڑ دیئے تھے۔

"بس کرو ـــ دلاور!" اسے نیچے لے چلو۔" مادام نے دلاور سے مخاطب ہو کر کہا۔

دلاور کے ہاتھ مشینی انداز میں رک گئے۔ جیسے کسی چلتی ہوئی مشین کا سوئچ آف کر دیا جائے تو وہ فوری طور پر رک جاتی ہے۔

دلاور کے ہاتھ رک چکے تھے مگر اس کی خوں خوار نگاہیں ابھی تک الف سیون پر جمی ہوئی تھیں۔

"چلو ـــ نیچے اترو۔"

دلاور نے الف سیون کو پاؤں کی ٹھوکر رسید کرتے ہوئے فرش کے خلا کی طرف اشارہ کیا۔

الف سیون اگر چاہتا تو یہاں سے نکل بھی سکتا تھا۔ مگر وہ تو ان کی حقیقت جاننا چاہتا تھا جنہوں نے کرنل فریدی کی مہمان پر حملہ کر کے اس کا پرس چھینا اور اسے زخمی کر کے بھاگ نکلے تھے۔

اس نے ایک چبھتی ہوئی نگاہ اس نقاب پوش مادام پر ڈالی اور پھر خلا میں بنے ہوئے زینے طے کر کے نیچے اترنے لگا۔

اس کے پیچھے ہی دلاور، مادام اور سیاہ فام بھی نیچے اتر آئے۔ چوتھے زینے پر پہنچ کر مادام نے دیوار پر لگی ہوئی ایک کیل کو دبایا۔

جس کے ساتھ ہی خلا کا راستہ بند ہو گیا اور تہہ خانے میں تیز روشنی کا بلب روشن ہو گیا۔

بلب کا آٹومیٹک سسٹم یقیناً اس میکنزم سے متعلق رہا ہو گا جس سے تہہ خانے کا راستہ بند کیا گیا تھا۔

اردو ادب میں ایک شاہکار ناول
راستے جدائی کی
مصنفہ عارفہ شعون خوبصورت سرورق
دلکش طرز تحریر
قیمت :- نو روپے

(۴)

سامنے ایک طویل راہداری تھی۔ جو آگے جا کر داہنی جانب مڑ گئی تھی راہداری کے دونوں طرف کمرے بنے ہوئے تھے جن کے دروازوں پر بڑے بڑے تالے نظر آ رہے تھے۔ راہداری کے موڑ پر پہنچ کر ایف سیون کے قدم رک گئے۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ اب دلاور کے ہاتھ میں بھی ریوالور نظر آ رہا تھا۔

"رک کیوں گئے۔؟ آگے بڑھتے رہو۔" دلاور نے اسے دھکا دیا۔

ایف سیون پھر ان کے آگے آگے چلنے لگا۔ راہداری کے اسطرف بھی کمرے بنے ہوئے تھے۔ ایک کمرے کے سامنے پہنچ کر حادم نے اسے رکنے کا حکم دیا اور دلاور کو مخصوص انداز میں کچھ اشارہ کیا۔ دلاور نے مڑ کر سیاہ فام کیطرف دیکھا جس نے فوراً ہی کوٹ کی جیب سے چابیوں کا ایک

گچھا نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ دلاور نے ایک چابی منتخب کی اور دروازے پر لگا ہوا تالا کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

کمرے کے اندر آ کر اس نے دیوار کو ٹٹول کر بجلی کا سوئچ آن کیا۔ کمرے کی بجلی روشن ہوتے ہی مادام کے اشارے پر سیاہ فام ایف سیون کو دھکیلتا ہوا کمرے میں لے آیا۔

وسیع کمرہ ہر قسم کے آرائش اور ڈیکوریشن سے بے نیاز تھا۔ ایک طرف دیوار کے ساتھ صرف چار کرسیاں موجود تھیں۔ ایف سیون سوچ رہا تھا کہ اسے اس کمرے میں کیوں لایا گیا ہے؟ اور پھر اسی وقت یہ بات بھی اس کی سمجھ میں آ گئی جب مادام نے دلاور کی طرف رخ کر کے اسے حکم دیا کہ اسے کرسی پر باندھ دیا جائے۔

مادام کا حکم ملتے ہی دلاور اور سیاہ فام کسی جونک کی طرح ایف سیون سے لپٹ گئے۔ یہ سب کچھ اتنے غیر متوقع طور پر ہوا کہ ایف سیون کوئی مزاحمت نہ کر سکا۔ چند ہی لمحوں بعد وہ کرسی پر جکڑا نظر آ رہا تھا۔

"ہاں! اب بتاؤ کہ تم کون ہو؟ اور راس لوریشین لڑکی اور نیگرو سے تمہارا کیا تعلق ہے۔؟" مادام نے گھورتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اگر تم سمجھتی ہو کہ میں تمہارے کسی سوال کا جواب دوں گا تو یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔" ایف سیون نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"وہ تو میں جانتی ہوں کہ تم اس طرح آسانی سے کچھ نہیں بتاؤ گے

مگر میں تشدد کی قائل نہیں ـــ لیکن ..... کسی مجبوری کی بنا پر میں اپنا رویہ تبدیل بھی کر سکتی ہوں۔" مادام نے کہا۔

"تم چاہے کچھ بھی کرو۔ مجھ سے کچھ پوچھنے میں کامیاب نہ ہو سکو گی۔" ایف سیون کے لہجے سے بدستور لاپرواہی عیاں تھی۔

"تو گویا تم میرے سوالوں کا جواب نہیں دو گے۔؟" مادام کے لہجے میں جھنجھلاہٹ پیدا ہو گئی۔

"میرا فیصلہ اٹل ہے۔" ایف سیون نے جواب دیا۔

"پچھتاؤ گے نوجوان ـ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ سیدھے سیدھے بتا دو۔" مادام بولی۔

"میں آج تک کسی بات پر نہیں پچھتایا۔"

"ہوں ـــ!"

مادام نے معنی خیز نگاہوں سے دلاور کی طرف دیکھا۔ دلاور اسکی نگاہوں کا مطلب سمجھ کر ایف سیون کی کرسی کے قریب پہنچ کر رک گیا اس مرتبہ اس کے ہاتھ میں ریوالور کی بجائے لمبی نوک والا چاقو نظر آ رہا تھا جس کا پھل بجلی کی روشنی میں چمک رہا تھا۔ دلاور کا چاقو والا ہاتھ آہستہ آہستہ اوپر اٹھنے لگا۔

"ٹھہرو ـــ" مادام کی آواز سن کر دلاور کا ہاتھ مشین انداز میں رک گیا۔ اور وہ سوالیہ نظروں سے مادام کی طرف تکنے لگا۔

"پہلے اس کی تلاشی لو ـــ شاید کوئی کام کی چیز مل جائے اور

اس پر تشدد کرنے کی نوبت نہ آئے۔"

دلاور نے چاقو ایک طرف ڈال دیا۔ اور سیاہ نام کی مدد سے ایف سیون کی تلاشی لینے لگا۔ اور اس کی جیبوں سے تمام چیزیں نکال کر فرش پر ڈھیر کر دیں۔

مادام ایک ایک چیز کو بغور دیکھ رہی تھی اور پھر وہ ایک ایک چیز اٹھا کر دیکھنے لگی۔ پرس میں چند کرنسی نوٹ اور کچھ ریزگاری تھی۔ باقی چیزیں مادام نے نظر انداز کر دیں۔

پھر کچھ سوچ کر اس نے سگریٹ کیس اور لائٹر اٹھایا اور الٹ پلٹ کر دیکھنے لگی۔ مگر یہ دونوں چیزیں بھی بیکار ہی ثابت ہوئیں۔

اس طرف سے فارغ ہو کر مادام نے پھر دلاور کو اشارہ کیا اور دلاور نے ایک مرتبہ پھر چاقو اٹھا لیا۔

"بولو! پوریشین لڑکی اور نیگرو سے تمہارا کیا تعلق ہے۔؟" دلاور نے غرا کر پوچھا۔

ایف سیون خاموش رہا۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے اس نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے۔ چاقو کا پھل اس کے بازو میں اتر چکا تھا۔

"ان دونوں سے تمہارا کیا تعلق ہے۔؟ جواب دو۔ ورنہ .....؟"

دلاور نے دوسری مرتبہ غرا کر پوچھا۔

اس مرتبہ بھی ایف سیون کے ہونٹ بند رہے۔

دلاور نے چاقو اس کے بازو سے نکالنے کی بجائے اوپر نیچے ہلانا شروع کر دیا۔

ایف سیون نے سختی سے دانت پر دانت جما لئے۔ اس کے جبڑے کی ہڈیاں ابھر آئیں۔ مگر لب نہیں ہلے۔

"میں اب بھی تمہیں ایک موقع دیتی ہوں مسٹر۔ بتا دو کہ وہ پوریشین لڑکی اور نیگرو کون ہیں؟ اور فلم کس کے پاس ہے۔ اگر تم سچ سچ بتا دو تو تمہاری جان بخشی ہو سکتی ہے ورنہ تمہاری لاش اس کمرے میں گل سڑ جائے گی اور کسی کو خبر تک نہ ہو سکے گی۔" اس مرتبہ مادام نے کہا تھا۔

مادام کے منہ سے فلم کا نام سنکر ایف سیون چونک گیا۔ ایک لحظہ کے لئے تکلیف کے باوجود اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے مگر اس نے فوراً ہی اپنی حالت پر قابو پا لیا۔

فلم کا نام سنتے ہی وہ سمجھ چکا تھا کہ معاملہ بہت اہم ہے۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ کسی صورت میں، پوریشین لڑکی اور نیگرو کے متعلق انھیں کچھ نہیں بتائیگا۔ اور فلم کے متعلق تو وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کہ کیا ہے۔

"میرے سوال کا جواب دو۔ تم خاموش رہ کر چھٹکارا نہیں پا سکتے بتاؤ فلم کس کے قبضہ میں ہے۔؟" مادام نے دوبارہ پوچھا۔

"میں کسی کے بارے میں نہیں جانتا۔" ایف سیون نے پہلی مرتبہ ہونٹ کھولے۔

"اس پورٹیشین لڑکی اور نیگرو سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"وہ میری ایک دوست ہے۔ جو سیر و تفریح کے لئے آئی تھی مگر تمہارے ساتھی نے کسی غلط فہمی کی بنا پر شاید اسے قتل کر دیا ہے۔"

"جھوٹ مت بولو۔ میں خوب اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ وہ لڑکی کرنل فریدی سے ملنے کے لئے پڑوسی ملک سے آئی تھی۔ اور اس کی آمد کا مقصد محض تفریح نہیں ــــ وہ کرنل فریدی کے لئے ایک مائیکرو فلم لے کر اس ملک میں داخل ہوئی تھی۔ مگر ہم اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود اس سے فلم حاصل نہیں کر سکے۔" مادام نے ہاتھ میں پکڑا ہوا لیڈیز آٹومیٹک گھماتے ہوئے کہا۔

"اگر تم ہمیں سب کچھ بتا دو تو ہم تمہیں بھی اس مائیکرو فلم کے ذریعے حاصل ہونے والی دولت میں حصہ دار بنا سکتے ہیں۔"

"اگر تم سب کچھ جانتی ہو تو پھر مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو۔؟" ایف سیون نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"میں تم سے صرف فلم کے متعلق پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"میں کسی فلم کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔"

"ہوں ــ!" مادام نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"ولاور! اس کے جسم کا ایک ایک ریشہ الگ کر دو۔"

مادام کے لہجے کی درندگی سے ولاور بھی لرز اٹھا۔

لمبے پھل کا چاقو ایک مرتبہ پھر ایف سیون کے بازو میں اتر گیا۔ انتہائی تکلیف کے باوجود ایف سیون کے منہ سے آواز تک نہ نکلی۔ ولاور پے در پے اس کے ایک ہی بازو کے مختلف حصوں پر چاقو کے وار کرتا رہا۔ ایف سیون کے بازو سے بہنے والا خون اس کے لباس کو تر کرتا ہوا فرش پر بہنے لگا۔

تکلیف کی شدت اس کے لئے ناقابل برداشت ہو گئی۔ اس کے منہ سے سسکاریاں نکلنے لگیں۔ اس کا ذہن رفتہ رفتہ تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

"میرا خیال ہے یہ کچھ بھی نہیں جانتا مادام۔"

ولاور خون آلود چاقو کا پھل ایف سیون کے کوٹ سے صاف کرتا ہوا مودب انداز میں بولا۔

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں ــ" مادام سوچنے والے لہجے میں بولی ..... پھر کہنے لگی۔

"مجھے یقین ہے کہ فلم لڑکی کے لباس میں پوشیدہ ہے۔ تمہارے ریوالور کی گولی لگنے کے بعد لڑکی زندہ ہے۔ یا مر چکی ہے ــ بہرحال اسے ہاسپٹل ضرور لے جایا گیا ہوگا۔ تم ولیم اور شاہد کو لے کر فوری طور پر ہاسپٹل پہنچو اور لڑکی کو وہاں سے نکالنے کی کوشش کرو۔"

"ایسا ہی ہوگا مادام" ۔ ڈلاورنے مودبانہ انداز میں کہا۔
"مگر اس کا کیا ہوگا ۔ ؟"
"اسے یہیں رہنے دو ۔ اس کے بعد سوچا جائے گا" مادام نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئی ۔
اس کے ساتھ ہی ڈلاور اور سیاہ فام بھی کمرے سے نکل آئے ڈلاورنے کمرے کو تالا لگایا اور چابیاں سیاہ فام کو تھما دیں اور دونوں مودبانہ انداز میں مادام کے پیچھے چلتے ہوئے تہہ خانے سے باہر نکل کر اوپر کے کمرے میں پہنچ گئے ۔
مادام تو کمرے ہی میں رک گئی اور ڈلاور سیاہ فام کو ساتھ لے کر باہر نکلا چلا گیا۔

(۵)

فریدی کی لنکن آندھی اور طوفان کی طرح دوڑتی ہوئی ..... جا رہی تھی ۔
ابھی ساڑھے نو سے کچھ اوپر ہی کا وقت ہوا تھا ۔ لہٰذا سڑکوں پر ٹریفک بھی موجود تھا ۔ مگر فریدی ہر قسم کے خطرے سے بے نیاز لنکن کو اڑائے لئے جا رہا تھا ۔
تیسری شاہراہ کا موڑ گھومتے ہوئے اچانک ہی اس کے سامنے ایک موٹر سائیکل سوار آگیا ۔ لنکن کا اسٹرنگ اگر فریدی کی بجائے کسی اور کے ہاتھ میں ہوتا تو یقیناً ایک خوفناک حادثہ رونما ہو چکا ہوتا ۔ مگر اسٹرنگ فریدی کے ہاتھ میں تھا ۔

اس صدی کا عظیم ترین انسان ـــ جسے ہرفن میں مہارت حاصل تھی۔

موٹر سائیکل سوار کو سامنے دیکھتے ہی اس نے تیزی سے اسٹیرنگ داہنی جانب کاٹا ـــ لیکن لہراتی ہوئی دائیں جانب کے فٹ پاتھ کی طرف بڑھی ـــ ساتھ ہی بریکوں کی چرچراہٹ کا شور بھی ابھرا۔

فٹ پاتھ پر آنے جانے والے لوگ تیز رفتار لیکن کنٹرول میں گاڑی دیکھ کر چیختے چلاتے ہوئے ایک جانب کو دوڑے ـ مگر ..... دوسرے ہی لمحے لیکن فٹ پاتھ سے رگڑ کھاتی ہوئی پھر سڑک پر آگئی اور تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔

موٹر سائیکل سوار اتفاق سے ٹریفک کا پٹرولنگ سارجنٹ تھا ہوا ـ وہ بڑی مشکل سے لیکن سے ٹکراتے ٹکراتے بچا تھا۔ اس نے موٹر سائیکل روک کر پیشانی پر ابھر آنے والے پسینے کے قطرے پونچھے اور پھر موٹر سائیکل پوری رفتار سے اس طرف دوڑا دی جدھر لیکن گئی تھی۔

کچھ ہی دور جانے کے بعد وہ لیکن کے قریب پہنچ گیا۔ مگر انتہائی کوشش کے باوجود وہ موٹر سائیکل کو لیکن کے برابر نہ لاسکا۔

کچھ دیر بعد، لیکن جنرل ہاسپٹل کے گیٹ میں داخل ہوکر رک گئی ـ ابھی فریدی لیکن سے اتر ہی رہا تھا کہ سارجنٹ بھی

موٹر سائیکل دوڑاتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے جلدی سے موٹر سائیکل اسٹینڈ لگا کر دوڑ کر فریدی کا راستہ روک لیا۔

"اے مسٹر ـــ" سارجنٹ نے پُرعب لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

"کیا بات ہے سارجنٹ ـ ؟" بہت گھبرائے ہوئے ہو۔" فریدی نے نرم لہجے میں پوچھا۔

اور پھر دوسرے ہی لمحے سارجنٹ کی حالت دیکھنے کے قابل تھی ـ وہ موٹر سائیکل سے اترتے ہوئے بدحواسی میں فریدی کو نہیں پہچان سکا تھا۔ اور اب جو اس نے فریدی کو اپنے سامنے دیکھا تو اس پر گھبراہٹ طاری ہوگئی ـ

وہ ہکلا کر بولا۔

"سس ..... سر ..... کرنل آپ ہیں ـــ مم ..... معافی چاہتا ہوں جناب ـــ"

"تمہاری فرض شناسی قابلِ داد ہے سارجنٹ ـــ مگر مجھے افسوس ہے کہ میں اس وقت انتہائی عجلت میں ہوں۔" فریدی نے بدستور نرم لہجے میں کہا اور قدم آگے بڑھا دیئے۔

سارجنٹ گم صم کھڑا فریدی کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اس نے تو اس خیال سے لیکن کا پیچھا کیا تھا کہ وہ تیز رفتاری کے جرم میں اس کا چالان کرنے کے ساتھ ساتھ اسے بے نقط سنائے گا۔ مگر ..... کرنل فریدی کو دیکھ کر اس کے ارادوں پر اوس پڑ گئی اور

وہ عجیب انداز میں سر ہلاتا ہوا واپس موٹر سائیکل کی طرف بڑھا۔

فریدی ہاسپٹل کی کاریڈور میں داخل ہو کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ڈاکٹر کے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ وہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر ایک ایمرجنسی کیس آجانے کی وجہ سے آپریشن میں مصروف ہیں۔

پھر فریدی ٹہلنے والے انداز میں چلتا ہوا آپریشن تھیٹر کی طرف بڑھا اسے آپریشن تھیٹر کے قریب ہی اپنی بلیک فورس کا ایک کارکن بھی دکھائی دیا۔

مگر..... فریدی اسے نظر انداز کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا — اور آپریشن سے ملحق ڈاکٹر کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا کمرے میں ایک پولیس انسپکٹر اور دو کانسٹیبل موجود تھے۔ جو شاہانہ کروفر سے کرسیوں پر براجمان تھے۔

فریدی کو دیکھتے ہی انھوں نے تیزی سے اٹھ کر سلیوٹ کیا اور مودبانہ انداز میں ایک طرف کھڑے ہو گئے۔

"انسپکٹر — میرا خیال ہے آپ نے اس کیس کی ابتدائی رپورٹ تیار کر لی ہو گی — ؟"

فریدی نے انسپکٹر سے پوچھا۔

"جی ہاں جناب! — یہ رہی ابتدائی رپورٹ — " اس میں چند عینی شاہدوں کے بیانات بھی موجود ہیں۔ صرف لڑکی اور اس کے ساتھی نیگرو کا بیان لینا باقی ہے۔ نیگرو کو حوالات میں بند کر دیا گیا

ہے۔ اس سے قبل میں لڑکی کا بیان لینا ضروری سمجھ کر یہاں آیا ہوں۔

انسپکٹر نے ادب سے کہا اور قریب کھڑے کانسٹیبل کے ہاتھ سے فائل لے کر فریدی کے سامنے کر دی۔

"لڑکی کی حالت کیسی ہے — ؟" فریدی نے پوچھا۔

"پیٹ میں گولی لگی ہے — وہ گولی لگتے ہی بے ہوش ہو گئی تھی اس لئے ابھی تک اس کا بیان قلمبند نہیں کیا جا سکا۔ ڈاکٹر کا خیال ہے کہ لڑکی کی حالت زیادہ خطرناک نہیں — آپریشن کے بعد دو گھنٹے تک وہ کوئی بیان دینے کے قابل ہو جائے گی — "

انسپکٹر نے تفصیل بتائی۔

فریدی نے اطمینان کا ایک سانس لیا اور سرسری انداز میں فائل پر نظریں دوڑانے لگا۔

تقریباً آدھ گھنٹے بعد ڈاکٹر آپریشن روم سے نکل کر کمرے میں داخل ہوا۔

کمرے میں فریدی کو موجود پا کر ڈاکٹر چونکے بغیر نہیں رہا تھا۔ وہ اسے دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ یہ معاملہ اہم نوعیت کا ہے ورنہ یہاں کرنل فریدی کی آمد کا کیا مقصد — ؟

"ہلو کرنل — کہئے کیسے مزاج ہیں — ؟" ڈاکٹر نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے پرمسرت لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ڈاکٹر! پہلے یہ بتائیے کہ لڑکی کی حالت کیسی ہے —

"مطمئن رہیئے ۔ زیادہ خطرہ نہیں ۔ نکل رہی گئی ہے ۔ ایک گھنٹے بعد اسے ہوش آجائے گا ۔ مگر کیا ..... لڑکی کی شخصیت بہت ہی اہمیت رکھتی ہے ۔"

ڈاکٹر نے کہا ۔

"ہاں ڈاکٹر ۔۔۔ وہ میرے ایک دوست کی بیٹی ہے جو پڑوسی ملک سے سیر و تفریح کی غرض سے آج ہی یہاں پہنچی تھی ۔" کرنل نے جواب دیا ۔

"دوست کی لڑکی ہے ۔ مگر ..... !!" ڈاکٹر بڑبڑانے والے انداز میں بولا ۔

"مگر کیا .....؟"

فریدی کا لہجہ سوالیہ تھا ۔

"اوہ ! کچھ نہیں ۔" ڈاکٹر نے جواب دیا اور پھر انسپکٹر کی طرف رخ کر کے بولا ۔

"انسپکٹر صاحب ۔ آپ چاہیں تو جا سکتے ہیں ۔ مجروحہ کم سے کم دو گھنٹے بعد اس قابل ہو سکے گی کہ وہ آپ کو کوئی بیان نوٹ کروا سکے ۔"

"ٹھیک ہے ۔ میں دو گھنٹے بعد آجاؤں گا ۔ میں اتنے میں کچھ دیگر کام نمٹا لیتا ہوں ۔۔۔" انسپکٹر نے کہا اور کرنل فریدی کو سلیوٹ کر کے کمرے سے باہر نکل گیا ۔ کانسٹبل بھی اس

کے ساتھ ہی چلے گئے ۔

انسپکٹر اور کانسٹبلوں کے جانے کے بعد فریدی نے ڈاکٹر کی آنکھوں میں جھانکا اور پھر عجیب سے لہجے میں بولا ۔

"ڈاکٹر ۔۔۔ آپ کچھ کہنا چاہتے تھے ۔۔۔ کوئی ایسی بات جو انسپکٹر کی موجودگی میں آپ نہیں کہہ سکے ۔"

"اوہ ! ہاں ۔۔۔" ڈاکٹر چونک گیا ۔

"یس کرنل ! بات ہی ایسی ہے کہ میں نے ان کی موجودگی میں کہنا مناسب نہیں سمجھا ۔ شاید آپ اسے پسند نہ کرتے ۔ کیوں کہ ابھی آپ بتا چکے ہیں کہ مجروحہ آپ کے دوست کی لڑکی ہے جو سیر و تفریح کے لئے آج ہی اس ملک میں وارد ہوئی ہے ۔" ڈاکٹر خاموش ہو گیا فریدی کی آنکھوں میں الجھن جھانکنے لگی ۔ نجانے ڈاکٹر کیا کہنا چاہتا ہے ۔

"جو بات بھی ہے صاف صاف کہیئے ۔" فریدی سپاٹ لہجے میں بولا ۔

"دراصل ۔۔۔ آپریشن کے دوران مجھے محسوس ہوا کہ لڑکی اپنی اصل شکل و صورت میں نہیں ہے ۔" ڈاکٹر نے کہا ۔

"کیا مطلب ۔ ؟" فریدی چونک گیا ۔

"جی ہاں ۔۔۔ اور جب میں نے اپنا شک مٹانے کے لئے لڑکی کا چہرہ ٹٹولا تو میرا شک یقین میں بدل گیا ۔۔۔ لڑکی کا اصل چہرہ

میک اپ میں چھپا ہوا تھا ۔ جسے میں نے ایمونیا سے صاف کر دیا ہے
ڈاکٹر نے بتایا ۔

"اوہ ۔۔۔" فریدی نے طویل سانس لیا ۔

"دراصل میرے دوست کی اس لڑکی کو ہمیشہ ہی ایڈونچر کا
شوق رہا ہے ۔ اور میرے خیال میں اس نے میک اپ بھی اس شوق
میں کیا ہوگا کہ جب وہ میرے سامنے آئے تو میں اسے پہچان سکوں ۔"

"عجیب شوق ہے ۔"

ڈاکٹر بڑبڑایا ۔

پھر فریدی کو مزید ایک گھنٹے تک ڈاکٹر کے ساتھ معذوری
کرنا پڑی ۔

وہ اُسے اس لڑکی کے بارے میں ایڈونچر کے فرضی قصّے
سناتا رہا ۔ اور جب وہ لڑکی کے ہوش میں آنے کی اطلاع
پاکر آپریشن روم میں جانے لگا ۔۔۔ تو ڈاکٹر میک اپ کی اس توجیہہ
سے مطمئن ہو چکا تھا ۔

ڈاکٹر بھی آپریشن روم میں اس کے ساتھ ہی آیا ۔

لڑکی اسٹریچر پر لیٹی تھی ۔ اور جب فریدی اس کے قریب
پہنچا تو یک لخت چونک گیا ۔

"روشی ۔۔۔!!"

بے اختیار فریدی کے منہ سے نکلا ۔

"کرنل صاحب ۔۔۔"

روشی کی نقاہت بھری آواز ابھری ۔

کرنل فریدی کی نگاہیں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں
جہاں زردی کھنڈ آئی تھی ۔

ڈاکٹر دو تین منٹ تک وہاں ٹھہرا اور پھر مطمئن انداز میں
گردن ہلاتا ہوا فریدی کو اس سے باتیں کرنے کی اجازت دے
کر باہر نکل گیا ۔

ڈاکٹر کے جانے کے بعد فریدی، روشی سے حالات پوچھنے
لگا ۔ روشی اسے تفصیل سے سب کچھ بتانے لگی ۔

"تو فلم تمہارے پاس محفوظ ہے ۔" اس کے خاموش ہونے
پر فریدی نے پوچھا ۔

"جی ہاں ۔۔۔ فلم ہر طرح سے محفوظ ہے ۔ سفر کے دوران
دو تین مرتبہ میرے سامان کی تلاشی لی گئی تھی ۔ مگر وہ لوگ فلم
کی ہوا کو بھی نہیں پا سکے ۔ تلاشی لینے والی حرکت سے باخبر
ہوتے ہی میں نے احتیاطاً بہتنی شروع کر دی تھی ۔ اسی لئے
میں نے انھیں غلط تاثر دینے کے لئے پرس کو ایک لمحے کے
لئے بھی اپنے سے جدا نہیں رکھا ۔ تاکہ وہ لوگ یہی سمجھتے رہیں
کہ ان کی مطلوبہ چیز پرس میں ہے ۔" روشی نے ہلکی سی مسکراہٹ
سے جواب دیا ۔

اور چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پھر کہنے لگا۔

"دراصل سفر شروع ہوتے ہی مجھے پتہ چل گیا کہ ہماری نگرانی کی جا رہی ہے۔ یہ علم ہوتے ہی میں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ باتھ روم میں جا کر فلم کو محفوظ کر لیا۔ پہلے تو فلم درحقیقت پرس ہی میں تھی مگر اب میرے..."

روشی کو بات ادھوری چھوڑ کر خاموش ہو جانا پڑا۔ ڈاکٹر کے ساتھ پولیس انسپکٹر کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔

فریدی نے بھی انھیں اندر آتے ہوئے دیکھ لیا اور دبے لہجے میں تیزی سے روشی کو سمجھانے لگا کہ اسے پولیس کو کیا بیان دینا ہے اور یہ کہ وہ اپنے بیان میں جوزف سے قطعی لاتعلقی کا اظہار کرے۔

جب انسپکٹر ان کے قریب پہنچا تو فریدی نے اسے مخاطب کیا "مس روشی کا بیان قلمبند کر لو انسپکٹر — اس کے بعد میں انھیں کوٹھی لے جانا چاہوں گا۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں کرنل — ابھی تو یہ اپنے آپ ہل بھی نہیں سکتیں — انھیں کم سے کم چار پانچ روز ہاسپٹل ہی میں رہنا پڑے گا۔"

ڈاکٹر نے جلدی سے مداخلت کی۔

"اوہ — سوری ڈاکٹر — مجھے خیال نہیں رہا تھا۔" فریدی نے خفت بھرے انداز میں کہا۔ فریدی کا یہ انداز بظاہر حقیقت پر مبنی نظر آتا تھا۔ انسپکٹر نے روشی کا بیان قلمبند کیا اور فریدی کو سلیوٹ کر کے

چلا گیا۔

ڈاکٹر ان سے کچھ فاصلے پر میز پر رکھی ہوئی بوتلوں کو اٹھا اٹھا کر دیکھ رہا تھا۔

"تم کچھ کہتے کہتے رک گئی تھیں روشی۔" فریدی نے دبے لہجے میں کہا۔

"جی ہاں جناب! — میں یہ کہہ رہی تھی کہ مائیکرو فلم میرے سینڈل کی ایڑھی میں محفوظ ہے۔" روشی نے کن انکھیوں سے ڈاکٹر کی طرف دیکھتے ہوئے اسی لہجے میں کہا۔

"سینڈل کی ایڑھی میں —!!"

فریدی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں — دراصل میرے سینڈل کی ایڑھیاں کچھ اس قسم کی بنی ہوئی ہیں کہ انھیں اس طرح کے استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ یہ سینڈل عمران ہی نے مجھے ایک کیس کے دوران کسی خاص مقصد کے لئے بنوا کر دیئے تھے۔ اور یہ اتفاق ہی کہا جا سکتا ہے سفر پر روانہ ہوتے وقت میرے پیروں میں یہی سینڈل تھے۔ اور دورانِ سفر جب مجھے پتہ چلا کہ ہماری نگرانی ہو رہی ہے تو میں نے فلم کو پرس کے خفیہ خانے سے نکال کر سینڈل کی ایڑھی میں چھپا لیا —" روشی نے تفصیل بتائی۔

"بہت خوب —" فریدی بے اختیار مسکرا دیا پھر کہنے لگا۔

"بہرحال اس وقت موقع نہیں ـــ میں تمہارے لئے ایک کمرے کا انتظام کروائے دیتا ہوں ـــ ایک گھنٹے بعد حمید تمہارے پاس آئیگا۔ قلم اسے دے دینا۔"

"بہتر جناب ـــ" روشی نے جواب دیا۔

"اچھا۔ اب میں چلوں گا۔"

فریدی نے کہا اور اٹھ کر ڈاکٹر کے پاس پہنچ گیا۔ اسے روشی کے متعلق ہدایات دیں اور پھر باہر نکل گیا۔

آپریشن روم سے باہر نکلتے ہی اسے چونک کر رک جانا پڑا۔ انسپکٹر بدحواسی کے عالم میں دوڑا چلا آ رہا تھا۔

"کیا ہوا ـــ؟" فریدی نے قریب آنے پر پوچھا۔

"سس ..... سر ..... ابھی ابھی ٹیلی فون پر اطلاع ملی ہے کہ چند نامعلوم افراد کنگسٹن لین کے پولیس اسٹیشن پر حملہ کر کے مس روشی کے ساتھ سفر کرنے والے نیگرو کو حوالات سے نکال لے گئے ہیں۔" انسپکٹر نے پھولے ہوئے سانس کے دوران کہا۔

"اوہ! یہ بہت برا ہوا ـــ" فریدی بولا۔

"مجھے تو پہلے ہی شک تھا جناب کہ مس روشی پر حملہ بھی نیگرو ہی نے کیا ہوگا جسے وہ بروقت نہ دیکھ سکیں۔ اور کسی دوسرے شخص پر حملہ آور کا شبہہ کر بیٹھیں ـــ اس لئے میں نے اسی نیگرو کو گرفتار کیا تھا۔" انسپکٹر نے کہا۔

"ہم ـــ" فریدی نے ہنکارا بھرا۔ اس کے لبوں پر غیر محسوس تبسم تھا۔

"تم پولیس اسٹیشن جا کر تحقیق کرو ـــ اگر چاہو تو انسپکٹر آصف سے مدد لے سکتے ہو۔"

"انسپکٹر آصف ـــ" انسپکٹر نے برا سا منہ بنایا۔

"مگر جناب ـــ میں تو آپ کے بتائے راستے پر چلنا چاہتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ یہ کیس بھی دوسرے کیسز کی طرح غیر معمولی ہی ثابت ہوگا اور اس کا فائنل بالآخر آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔"

فریدی کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"بھئی فی الحال تو یہ تمہارا ہی کیس ہے ـــ تم ڈیل کرو۔ کوئی مشکل پیش آئے تو میرے پاس چلے آنا۔"

فریدی نے کہا اور ہاسپٹل سے باہر نکل کر لنکن کی طرف بڑھ گیا۔

ایک نام ـــ! ایک ناول
ہمایوں جیلانی کی
مصنفہ عارفہ شمعون ـــ!
قیمت ۹ روپے

(۵)

میکابرے نائٹ کلب پہنچ کر حمید کو سخت مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ اعلان کے مطابق آج میکابرے میں اطالوی رقاصہ مس لورین کا رقص پیش کیا جانا تھا۔ مگر مس لورین پر اچانک فلو کا حملہ ہو جانے کی بنا پر اسے اپنا پروگرام ملتوی کرنا پڑا۔

اس کی جگہ کلب کی انتظامیہ نے ایک مقامی رقاصہ کو فوری طور پر انگیج کیا تھا۔

اس تبدیلی پر بعض دل جلے تو انتظامیہ کو برا بھلا کہتے ہوئے واپس لوٹ گئے۔ مگر اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جنہوں نے مقامی رقاصہ لیلو کے پروگرام کو بھی غنیمت سمجھا۔ کیونکہ یہ رقاصہ بھی اپنے فن میں ماہر تھی۔ اس کے

علاوہ وہ کافی حسین بھی تھی۔

پروگرام کی تبدیلی جان کر حمید پر بوریت سوار ہو گئی اور اسے بوریت مٹانے کا ایک اور صرف ایک ہی طریقہ سمجھائی دیا۔ منیجر کے کمرے میں پہنچ کر اس نے قاسم کو ٹیلیفون کیا۔

چند لمحوں دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی اور پھر اسے فون پر قاسم کی دہاڑتی ہوئی سنائی دی۔

"ہالو — کس کا دماغ خراب ہوا ہے اس وقت۔ یعنی جب ہم خانا کھا رہے ہیں تو یہ فون مون کر دیا ہے۔"

"ہیلو قاسم! میں حمید بول رہا ہوں — اگر ایک سنہری موقع ہاتھ سے نہیں کھونا چاہتے تو فوراً میکابرے پہنچ جاؤ۔" کیپٹن حمید نے جواباً کہا۔

"مقابلے — اماں عمید بھائی کون سے مقابلے ہو رہے ہیں۔ یعنی کوئی کشتی وشتی ہے کیا۔؟"

قاسم نے پوچھا۔

"ابے لٹھ مقابلے نہیں — میکابرے نائٹ کلب۔"

"اوہ! اچھا اچھا — سمجھ گیا — دنیا — جو ابھی چند روز پہلے کسی ہال میں کھلا ہے۔" قاسم نے گویا اپنی ہمہ دانی کا ثبوت دیا —!

"ابے کسی ہال میں نہیں کھلا۔ بلکہ حال ہی میں یعنی چند ہی روز

روز ہوئے کھلا ہے۔" حمید بولا۔

"ہاں! ہاں حمید بھائی — وئی تو بتا رہا تھا یعنی اس کی تاریخ ماریخ —" قاسم نے جواب دیا۔

"اچھا تاریخ ماریخ چھوڑو — کہو تم کتنی دیر میں پہنچ رہے ہو؟" حمید نے پوچھا۔

"مگر حمید بھائی! میکابرے میں کیوں — آرکچنوں میں کیوں نہیں پہنچ جاتے — میں بھی دس منٹ پلے وہیں پہ پہنچ جاتا ہوں۔" قاسم نے کہا۔

"آرکچنو کیوں —؟" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اماں حمید بھائی وہاں پہ وہ بھی تو آتی ہے — یعنی فل فلوٹی — اماں وہی جن سے چند روز پہلے ملاقات ہوئی تھی۔" قاسم نے توجیہہ پیش کی۔

"ہوں: تو یہ بات ہے —"

حمید نے چند لمحوں کے لئے سوچا اور پھر بولا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ میں وہیں پہنچ رہا ہوں۔"

یہ کہکر حمید نے فون بند کر دیا — اور منیجر کے دفتر سے نکل کر ہال میں نگاہیں دوڑاتا ہوا پارکنگ شیڈ میں پہنچ گیا۔

پھر جھلائے ہوئے انداز میں دروازہ کھول کر اسٹرنگ کے سامنے بیٹھا — اگنیشن کی گھمائی — گیر بدلا — اور پوری قوت سے ایکسیلیٹر

پر پیر کا دباؤ ڈال دیا — کیڈی ہلکی سی آواز کے ساتھ گیٹ سے نکل کر سڑک پر دوڑنے لگی۔

ٹھیک دس منٹ پر اس کی کار آرکچنو کے پارکنگ شیڈ میں تھی اس نے کار سے اتر کر ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں۔ اگر اس کا مقصد پارکنگ شیڈ میں قاسم کی امپالا کو تلاش کرنا تھا تو اسے ناکامی ہی ہوئی۔

وہ پارکنگ شیڈ سے نکل کر عمارت کی طرف بڑھا۔

دروازے پر موجود سفید بے داغ یونیفارم میں ملبوس دربان نے اسے دیکھتے ہی سلام جھاڑ دیا اور پھر جلدی سے اس کے لئے دروازہ کھول دیا۔

کیپٹن حمید نے ہال میں داخل ہو کر ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں آج آرکچنو کا کوئی خاص پروگرام نہیں تھا مگر پھر بھی درجن کے علاوہ تمام میزیں سج چکی تھیں۔

کونے والی ایک خالی میز کے قریب دوسری میز پر بڑھکیلے اور چست لباس میں ملبوس دو حسین و جوان لڑکیاں بیٹھی سرگوشیانہ انداز میں ایک دوسری سے باتیں کر رہی تھیں۔ باتوں کے ساتھ ساتھ وہ اپنی میز سے کچھ فاصلے پر ایک میز پر بیٹھے ہوئے ایک تنہا نوجوان کیطرف اشارے بھی کر رہی تھیں۔

قیمتی سوٹ میں ملبوس نوجوان ان کی طرف سے بے نیاز کافی کی چسکیاں لے رہا تھا۔

حمید چند لمحے وہیں کھڑا ہال کا جائزہ لیتا رہا۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ ان لڑکیوں کے ساتھ والی میز پر قبضہ جما لیا جائے۔ اور پھر کسی طرح سے ان سے راہ و رسم پیدا کی جائے۔ مگر پھر کچھ اور سوچ کر وہ منیجر کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

اس نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ مگر پھر اسے یک لخت چونک کر رک جانا پڑا۔

منیجر کے سامنے دوسری کرسی پر ایک حسین دوشیزہ شعلۂ جوالہ بنی بیٹھی تھی۔ اور منیجر ترنم سے اسے شعر سنا رہا تھا۔

حمید نے لڑکی کی طرف بغور دیکھا۔ عمر بیس اور بائیس سال کے بین بین تھی۔ دل میں اتر جانے والے چہرے کے نقوش۔ بھرا بھرا سڈول جسم۔ خوبصورت خدوخال اور ستم تو یہ کہ چہرے کی گلابی رنگت کے ساتھ اس کے جسم پر سفید ساڑھی غضب ڈھا رہی تھی۔

حمید محویت کے عالم میں لڑکی کے سراپا کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ سینکڑوں حسین و خوبصورت لڑکیوں سے ملا تھا مگر ایسا حسین چہرہ آج تک اس کی نظروں سے نہیں گذرا تھا۔

"اخاہ! — کپتان صاحب — خوب موقع پر تشریف لائے — واللہ کسی شاعر نے اس موقع کے لئے تو کہا ہے کہ ..... کہ ....."

حمید نے منیجر کی آواز سنکر چونکنے والے انداز میں اس کی طرف دیکھا — جو شائد اس موقع پر کہے جانے والے کسی شعر کو اپنے ذہن

کے گوشوں میں تلاش کر رہا تھا۔ اور پھر جیسے ہی اس نے بولنا چاہا حمید فوراً ہی بول اٹھا۔

"خبردار — اگر تم نے مجھے کوئی شعر وغیرہ سنانے کی کوشش کی تمہارے یہ گھسے پٹے شعر سن سن کر دماغ پک گیا ہے"

"ایسی بھی کیا بدذوقی —" منیجر جلدی میں کہہ گیا۔

مگر پھر فوراً ہی اپنی زبان سے نکلنے والے الفاظ کا مطلب جان کر گھبرا گیا۔ اور اس گھبراہٹ میں اس کا ہاتھ اپنی انڈے کے چھلکے کی طرح شفاف کھوپڑی سہلانے لگا۔

"کیا مطلب —؟" حمید اسے گھورتا ہوا آگے بڑھا۔

"وہ ..... کپتان صاحب ..... مم ..... میرا مطلب ہے کہ آپ تو بڑے ذوق و شوق سے میرے اشعار سنا کرتے تھے۔ مگر....."

منیجر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔؟

"مجھے تمہارے چوری کے اشعار سے کبھی کوئی دلچسپی نہیں رہی" حمید نے کہا اور بے تکلفی سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

منیجر کے چہرے پر ایک رنگ سا آ کر گذر گیا۔ اس نے ایک نظر سامنے بیٹھی ہوئی لڑکی کی طرف دیکھا اور پھر حمید کی طرف رخ کر کے کہنے لگا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں کپتان صاحب؟ — میرے اشعار تو سو فیصد خالص یعنی اپنے ذہن کی پیداوار ہوتے ہیں۔ آج ہی ایک نظم

کہا ہے ۔ ملاحظہ ہو ۔"

"منیجر پھر ترنگ میں آگیا ۔

"کوئی قطعہ وطعہ نہیں چلے گا ۔ ورنہ کل سے تمہارے اس ہوٹل میں بغراخان اینڈ پارٹی کے مشاعرے ہوا کریں گے ۔" حمید نے ایک مرتبہ پھر منیجر کو گھورا ۔

منیجر گڑبڑا کر رہ گیا ۔ اس نے جلدی سے اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لیا ۔

"مسٹر منیجر ۔۔۔ تم اتنے بداخلاق کب سے ہو گئے ہو ۔" حمید دوبارہ منیجر کو گھورتا ہوا بولا ۔۔

"جی ۔۔ کیا مطلب ۔" منیجر سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا ۔

"اب مطلب بھی میں ہی بتاؤں ۔۔" اچھا خیر ! بتانا ہی پڑیگا ۔" حمید کہنے لگا ۔

"اتنی دیر سے نہ تو تم نے چائے وغیرہ کے لئے پوچھا اور نہ ہی ان محترمہ کا تعارف کروایا ۔"

"حمید کے کن انکھیوں سے لڑکی کی طرف دیکھا جو اس دوران بڑی دلچسپی سے ان کی نوک جھونک دیکھ رہی تھی ۔

حمید کی بات سن کر منیجر کے چہرے پر بتیسی برسنے لگی ۔۔ اس نے اسی وقت ویٹر کو بلا کر چائے لانے کو کہا اور لڑکی سے تعارف تو اسے کروانا ہی پڑا ۔ تعارف کرواتے ہوئے وہ ترحم نگاہوں سے حمید کی طرف دیکھ رہا تھا ۔

"آپ سے مل کر دلی مسرت ہوئی لیڈی عثمان ۔۔۔ نام تو بہت سنا تھا ..... مگر آج نیاز بھی حاصل ہو گئے ۔" تعارف ہو جانے کے بعد حمید نے لڑکی سے کہا تھا ۔۔ اور پھر تینوں باتیں کرنے لگے ۔

کچھ دیر بعد لیڈی عثمان، حمید سے پوری طرح بے تکلف ہو چکی تھی اور اب وہ منیجر سے زیادہ حمید کی باتوں میں دلچسپی لے رہی تھی ۔ اور بچارہ منیجر کباب ہوا جا رہا تھا ۔

وہ دل ہی دل میں حمید کو صلواتیں سنا رہا تھا ۔ اس کا بس چلتا تو حمید کو کچا ہی چبا جاتا ۔ مگر ..... بات ہی ایسی تھی ۔

حمید کے سامنے وہ بالکل بے بس تھا ۔ لہذا کچھ کہنے یا کرنے کی بجائے دل ہی دل میں غبار نکال رہا تھا ۔

حمید، منیجر کی اس حالت سے بے خبر نہیں تھا ۔ اسے تو بس منیجر کو جلانے اور ستانے میں مزا آ رہا تھا ۔ لہذا وہ اور بھی بے تکلفی سے لیڈی عثمان سے باتیں کرنے لگا ۔ اور باتوں کے دوران اچانک ہی اس نے لیڈی عثمان کا خوبصورت، نرم و نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا ۔ ساتھ ہی اس نے کنکھیوں سے منیجر کی طرف دیکھا ۔

منیجر نے تیزی سے کرسی پر پہلو بدلا اور اسے اور تو کچھ نہ سوجھی ۔ حمید کو متوجہ کر کے بولا ۔

"کہیئے کپتان صاحب! کرنل صاحب کہیں باہر تو نہیں گئے ہوئے کئی روز سے دکھائی نہیں دیئے۔"

"اس کے برعکس کرنل کل ہی تم سے کسی سلسلے میں مل کر گئے ہیں۔" حمید نے جواب دیا۔

"اوہ — یاد آگیا — شاید کل ہی تو آئے تھے۔ واقعی بالکل ہی خیال نہیں رہا —" منیجر کھسیا گیا۔

"تمہیں تو بس سرقہ کئے ہوئے شعر ہی یاد رہ سکتے ہیں اور کچھ نہیں —" کیپٹن حمید نے جواب دیا۔

"کیپٹن پلیز — آپ میری توہین کر رہے ہیں۔" منیجر نے بے بسی سے کہا۔

"بس بس۔ زیادہ نہیں۔" حمید نے اسے مزید کچھ کہنے سے روک دیا۔ پھر بولا۔

"تمہاری چائے ابھی تک نہیں آئی۔ لہٰذا اب ہم ہال میں جا کر چائے پئیں گے۔"

"ہم — کیا مطلب —؟" منیجر اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔

"یعنی لیڈی عثمان کو بھی دعوت دے رہا ہوں۔" "تم جیسا کنجوس آدمی تو آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا۔" حمید نے کہا اور پھر لیڈی عثمان کی طرف رخ کر کے مخاطب ہوا۔

"مجھے امید ہے کہ لیڈی صاحب میری دعوت قبول کریں گی —؟"

لیڈی عثمان نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے کیپٹن حمید کی طرف دیکھا اور دوسرے ہی لمحے وہ کرسی سے اٹھ کر اس کے ساتھ جانے کو تیار ہو گئی۔

"اچھا مسٹر منیجر! تم کسی کا کوئی اور شعر یاد کرنے کی کوشش کرو۔ ٹاٹا۔" حمید اٹھ کر لیڈی عثمان کے ساتھ دفتر سے نکل آیا۔

منیجر تلملا کر رہ گیا۔ وہ چنگاریاں برساتی ہوئی نگاہوں سے انہیں جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

ہال میں پہنچ کر حمید نے ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں۔ قاسم ابھی تک نہیں آیا تھا اور حمید کے خیال میں یہ اچھا ہی تھا۔ وہ لیڈی عثمان کو لئے ہوئے کونے والی اس میز کی طرف بڑھ گیا جو ابھی تک خالی پڑی تھی۔

ساتھ والی میز پر وہ لڑکیاں اب بھی موجود تھیں مگر اب ان کے ساتھ وہ نوجوان مرد بھی نظر آ رہا تھا جو کچھ دیر قبل دوسری میز پر تنہا تھا۔

کیپٹن حمید اور لیڈی عثمان کے بیٹھتے ہی ویٹر بھی پہنچ گیا۔

"آپ کیا پسند کریں گی لیڈی عثمان —" حمید نے سوالیہ نگاہوں سے لیڈی عثمان کی طرف دیکھا۔

"جو آپ پسند کریں —" لیڈی عثمان نے مسکرا کر جواب دیا۔

اور پھر حمید نے ویٹر کو کافی لانے کا آرڈر دیا۔

کچھ دیر بعد انہیں کافی سرو کر دی گئی۔ اور یہ لوگ باتوں کے ساتھ ساتھ کافی کی چسکیاں لینے لگے۔

کافی ختم کئے ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ آرکسٹرا پر والز کی

دھن ابھری ۔ رومان زدہ جوڑے اٹھ اٹھ کر ریکریشن ہال کی طرف بڑھنے لگے ۔ حمید نے شوخ نگاہوں سے لیڈی عثمان کی طرف دیکھا ۔ لیڈی عثمان مسکرا دی ۔

اس نے کرسی سے اٹھ کر اپنا ہاتھ حمید کی طرف بڑھا دیا ۔ حمید نے ایک ہاتھ اس کی کمر کے گرد حمائل کر دیا اور دوسرا ہاتھ تھامے ہوئے ریکریشن ہال کی طرف چل دیا ۔۔۔

جب وہ میز سے اٹھے تو حمید یہ محسوس کر چکا تھا کہ ہال میں بیٹھے ہوئے بہت سے لوگوں کی نگاہیں ان ہی کا جائزہ لے رہی تھیں ۔

رقص کا پہلا راؤنڈ ختم ہو گیا ۔۔۔۔

حمید لیڈی عثمان کا ہاتھ تھامے اپنی ٹیبل کی طرف بڑھا ۔ ابھی وہ کرسی پر بیٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ ویٹر اسکے قریب آکر مودبانہ انداز میں بولا ۔

"آپ کی کال ہے جناب ۔۔"

"کھال ۔۔۔ کیا ہوا میری کھال کو ۔ ! ؟" حمید نے ویٹر کو گھورا ۔

"کھال نہیں جناب ۔۔ کال ..... ٹیلی فون پر ۔" ویٹر نے ادب سے کہا

"اوہ ! اچھا ۔"

حمید نے لیڈی عثمان کو انتظار کرنے کو کہا اور پھر کاؤنٹر کی طرف بڑھنے لگا ۔۔ !

"ادھر نہیں جناب ۔۔ منیجر صاحب کے دفتر میں جائیے ۔" ویٹر نے بتایا ۔

حمید کے قدم منیجر کے دفتر کی طرف اٹھ گئے ۔ جب وہ اندر داخل ہوا تو .... ٹیلیفون کا ریسیور میز پر رکھا تھا ۔

منیجر اپنی کرسی پر بیٹھا نجانے کن خیالوں میں کھویا ہوا تھا ۔ حمید نے جاتے ہی اس کی شفاف چندیا پر ہاتھ پھیرا اور پھر بولا ۔

"یہ تمہارے چوکھٹے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں ۔ ؟"

"ہٹئے کیپٹن صاحب ! مجھے کموڈر کرنل صاحب سے آپ کی شکایت کرنی ہی پڑے گی ۔" منیجر نے برا سا منہ بنا کر جواب دیا ۔

"تو پھر یہاں بغراخان کا راج ہوگا ۔۔۔" حمید نے جواب دے کر ریسیور اٹھا لیا ۔

"یس ۔ کیپٹن حمید آن دی لائن ۔"

"حمید ! تم فوری طور پر جنرل ہاسپٹل پہنچو ۔ روشی زخمی حالت میں وہاں پڑی ہے ۔ ڈاکٹر عابد سے مل لینا وہ تمہیں اس کے کمرے میں پہنچا دے گا ۔ روشی تمہیں ایک مائیکرو فلم دے گی جسے لیکر تم جلد سے جلد میرے پاس چلے آؤ ۔"

حمید کی کھوپڑی بھک سے اڑ گئی ۔ دوسری طرف بلاشبہ کرنل فریدی ہی تھا ۔ مگر ..... یہ روشی کون ہے اور کرنل کو کیسے پتہ چلا کہ میں اس وقت یہاں موجود ہوں ۔"

"سن لیا تم نے ۔۔۔ تم فلم لے کر فوراً میرے پاس پہنچو گے ۔ میں روشی کی دیکھ بھال کے لیے مس تارہ کو بھیج رہا ہوں ۔" فریدی کی آواز دوبارہ فون پر سنائی دی ۔

"تارہ ـــــ!" حمید نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

"مس روشی اور تارہ! مگر یا حضرت یہ تو آپ نے بتایا ہی نہیں کہ یہ مس روشی کا حدود اربعہ کیا ہے اور یہ مس تارا ـــــ ہائے! کاش یہ محترمہ اپنے نام کی طرح حسین بھی ہوں۔"

"شٹ اپ ـــــ" فریدی کی آواز سنائی دی۔

"مس تارہ میری بلیک فورس کی رکن ہے۔ تمہیں گھاس نہیں ڈالے گی۔ سمجھے۔"

"ہائے ـــــ" حمید نے پھر ٹھنڈی سانس لی۔ "نجانے آپ کی بلیک فورس میں کیسے کیسے تارے جھلملا رہے ہیں۔ مگر آپ ہیں کہ..... اچھا خیر چھوڑیئے! اب مس روشی کا حدود اربعہ بتا دیجئے شاید وہی گھاس ڈال دے۔"

"روشی، عمران کی ساتھی ہے۔ وہ میرے لئے ایک انتہائی اہم مائیکرو فلم لے کر آج ہی یہاں آئی تھی۔ مگر چند نامعلوم افراد نے فلم چھیننے کی کوشش میں اسے زخمی کر دیا۔" فریدی نے بتایا۔

"اوہ!ـــــ" حمید نے ہونٹ سکوڑے۔ "تو گویا معاملہ انتہائی اہم ہے۔"

"ہاں برخوردار! لہٰذا تم میری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے فوراً ہاسپٹل پہنچ جاؤ اور روشی سے فلم لے کر آجاؤ۔ میں کوٹھی پر تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

"اجی میں نے کہا۔ ایک بات تو بتا دیجئے۔" حمید نے جلدی سے پوچھا۔

"پوچھو۔" فریدی کی آواز سنائی دی۔

"آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں اس وقت آرلیکنو میں موجود ہوں۔ کیوں کہ

میں تو آپ سے میکاریز کلب کا کہہ آیا تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"مجھے تو یہ بھی معلوم ہے کہ تم آرلیکنو کے ریکریشن ہال میں لیڈی عثمان کے ساتھ والز کا ایک راؤنڈ ناچ چکے ہو۔"

"کیا ـــــ؟" حمید کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ وہ "ہلو۔ ہلو۔" کرتا رہ گیا مگر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ بادل نخواستہ اسے بھی ریسیور رکھ دینا پڑا۔ اس نے منیجر کی طرف دیکھا۔ جو ہنوز لاتعلقی سوچوں میں کھویا ہوا تھا۔ حمید اس کی چندیا پر ہاتھ سہلاتا ہوا دفتر سے باہر نکل آیا۔

لیڈی عثمان بے چینی سے کرسی پر پہلو بدل رہی تھی۔ حمید کو آتے دیکھ کر اس کے چہرے پر رونق سی آگئی۔ اس نے مسکراتی ہوئی نظروں سے حمید کی طرف دیکھا۔

"لیڈی عثمان! مجھے افسوس ہے کہ میں زیادہ دیر تک آپکی صحبت سے محظوظ نہیں ہو سکوں گا۔" حمید نے کھڑے ہی کھڑے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارے کیوں ـــــ؟" لیڈی عثمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ایک انتہائی اہم کام سے جانا پڑ گیا ہے۔" حمید نے بتایا۔

"اوہ! کوئی بات نہیں کیپٹن ـــــ اگر آپ ..... مگر خیر چھوڑیئے۔"

لیڈی عثمان کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"کہئے۔ آپ رک کیوں گئیں ـــــ؟"

"میرا مطلب تھا کہ..... آپ کس طرف جا رہے ہیں۔ اگر بیلے روڈ سے گزر رہے تو مجھے بھی راستے میں ڈراپ کرتے جائیے۔ کیوں کہ آپ جیسے ساتھی

کے چلے جانے کے بعد میں اکیلی یہاں کیا کروں گی ؟۔" آخری میں لیڈی عثمان کا لہجہ معنی خیز ہوگیا۔ اس کے احمریں لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اوہ ! ــــ ضرور۔ چلئے ــــ بندہ حاضر ہے۔" حمید دل ہی دل میں کھل اٹھا۔

لیڈی عثمان نے بھی کرسی چھوڑ دی۔ حمید نے کارنٹر پر بل ادا کیا اور دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے بیرونی دروازے کی طرف بڑھے۔

ابھی وہ دروازے کے قریب پہنچے ہی تھے کہ دروازہ کھلا اور قاسم کی مست ہاتھی کی طرح جھولتا ہوا اندر داخل ہوا۔

قاسم کو دیکھ کر حمید نے رخ بدل کر جانکل جانا چاہا مگر وہ تو اس سے صرف دو قدم کے فاصلے پر تھا۔ پھر بھلا قاسم اسے کیسے نہ دیکھ سکتا۔

"اخاہ! عمید بھائی ــــ ماپھ کرنا میں ذرا آدھا گھنٹہ لیٹ ہوگیا۔" قاسم حمید کو دیکھ کر چہکا۔

"کاش کہ تم چند منٹ مزید لیٹ ہو جاتے پیارے قاسم۔" حمید نے چہرے پر اداسی طاری کر لی۔

"کیا مطلب ــــ ؟ اوہ ! تم مجاخ کر رہے ہو۔ مغر ..... میرا کوئی قصور نہیں عمید بھائی ــــ وہ سالی گاڑی راستے میں کھراب ہوگئی۔ اب ماری وہیں چھوڑ کر ٹیکسی سے آیا ہوں۔" قاسم نے بتایا پھر یکایک چونک کر بولا۔

"مغر ..... تمہاری شکل حرامم پہ ..... اوہ! ماپھ کرنا پیارے بھائی ــــ میرا مطلب ہے تمہاری صورت عورت پہ بارہ بلکہ چودہ پندرہ

کیوں بج رہے ہیں ؟ اور یہ موترسا کون ہیں ــــ ؟" آخری الفاظ قاسم نے حمید کیطرف جھک کر سرگوشیانہ انداز میں کہے۔

"کرنل صاحب نے مجھے بلا بھیجا ہے ــــ فوری طور پر ــــ لہذا مجبوری ــــ" حمید نے بدستور افسردہ لہجے میں کہا۔

"مغر ..... یہ موترسہ ....." قاسم نے پھر سوال کیا۔

"یہی تو کرنل کا پیغام لے کر آئی ہیں ــــ" حمید نے بھی سرگوشیانہ انداز میں جواب دیا ــــ

"جھوٹ موٹ تو نہیں بولتے ــــ" قاسم نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"لو بھلا ــــ تم سے جھوٹ بول کر میں نے کیا لینا ہے ــــ یعنی وہ ــــ" حمید نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

عین اسی وقت قیمتی سوٹ میں ملبوس ایک شخص دروازے سے اندر داخل ہوا ــــ

"ہیلو ــــ لیڈی عثمان ــــ" وہ شخص لیڈی عثمان کے قریب ہی رک گیا۔ اور اس سے باتیں کرنے لگا۔

قاسم لیڈی عثمان کا نام سن کر چونک گیا ــــ یہ نام تو وہ پہلے بھی کئی مرتبہ سن چکا تھا۔ اس نے کنکھیوں سے لیڈی عثمان کی طرف دیکھا اور پھر حمید کی طرف تکنے لگا۔ حمید نے اس کی نگاہوں سے بچنے کے لئے منہ پھیر لیا۔ حمید کی اس حرکت سے قاسم پوری طرح مشکوک ہوگیا۔ چند لمحے قبل حمید کی کہی ہوئی یہ بات اسے جھوٹ کا پلندہ ہی معلوم ہوئی کہ کرنل فریدی

لئے حمید کو بلانے کے لئے اس پری چہرہ دوشیزہ کو بھیجا ہے۔ اور پھر اس کی ذہنی رو بہک گئی۔ وہ غصیلے انداز میں بولا۔

"خود سے سالے بلاتے ہو اور پھر جھوٹ بھی بولتے ہو۔"

حمید، قاسم کی بدلی ہوئی ذہنی رو دیکھ کر گھبرا گیا۔ اس نے سوچا کہ کہیں قاسم بالکل ہی کھوپڑی سے آؤٹ نہ ہو جائے۔ لہٰذا بات بنانے کو بولا۔

"سچ کہتا ہوں پیارے کہ میں کرنل صاحب کے کام سے جا رہا ہوں۔"

"مت جھوٹ بولو۔" قاسم ہتھے سے اکھڑ گیا۔ "کرنل صاحب کے کام میں لیڈی سینڈی کہاں سے آ گئی سالی ـــ اور تم نے مجھے پیارے پیارے کیوں کہا۔ میں بھی کوئی وہ ہوں ـــ یعنی لونڈیا مونڈیا ـــ"

حمید جھلا گیا۔ اب قاسم کو سمجھانا اس نے فضول ہی سمجھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ قاسم ایک مرتبہ اگر ہتھے سے اکھڑ جائے تو مشکل ہی سے قابو میں آتا ہے۔ اسے قابو کرنا بھی حمید کے لئے کچھ زیادہ دشوار نہیں تھا۔ مگر وقت یہ تھی کہ حمید کو فریدی کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے جلد سے جلد ہاسپٹل پہنچنا تھا۔ اور قاسم کو قابو کرنے میں لامحالہ آدھ گھنٹے تو ضرور لگ جاتا۔ لہٰذا اس نے یہی مناسب سمجھا کہ قاسم کو اس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔

اس نے مڑ کر لیڈی عثمان کی طرف دیکھا جو اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ہال میں داخل ہونے والا نوواردہ جا چکا تھا۔ حمید نے لیڈی عثمان کو اشارہ کیا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

حمید کی اس حرکت سے قاسم جل بھن کر رہ گیا۔

"سالے مطلبی ـــ" وہ پیر پٹختا ہوا ایک خالی میز کی طرف بڑھا۔

مگر..... دو ہی قدم اٹھانے کے بعد ایک فوری خیال کے تحت وہ رک گیا۔ کرنل فریدی کے بلاوے والی بات پر تو اسے یقین نہیں آیا تھا۔ لہٰذا اس نے سوچا کہ کیوں نہ تعاقب کر کے معلوم کیا جائے کہ حمید لیڈی عثمان کو لے کر کہاں گیا ہے۔

قاسم ہی تو تھا۔ ذہن میں یہ خیال آتے ہی اس کے دل میں تجسس پیدا ہو گیا۔ وہ ان ہی قدموں واپس لوٹا۔

"سالے جاسوس بیٹا ـــ آج میں بھی تمہاری جاسوسی ماسوسی کرتا ہوں۔" قاسم بڑبڑاتا ہوا باہر نکل گیا۔

جب وہ برآمدے سے باہر آیا تو یہ دیکھ کر اور بھی جل گیا کہ حمید لیڈی عثمان کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے پارکنگ شیڈ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کار کے قریب پہنچ کر حمید نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور لیڈی عثمان کے بیٹھنے کے بعد خود اوپر سے گھوم کر اسٹیرنگ پر بیٹھ گیا۔ کچھ ہی دیر بعد کیڈی آرکچز کے گیٹ سے باہر نکل گئی۔

قاسم کا دماغ چکرا کر رہ گیا۔

"اب وہ کیا کرے ـــ؟"

اس نے سوچا ـــ کیوں کہ اپنی گاڑی تو خراب ہو جانے کی بنا پر راستے ہی میں چھوڑ آیا تھا ـــ

مگر یہ اس کی خوش قسمتی ہی تھی کہ عین اس وقت ایک ٹیکسی

گیٹ سے اندر داخل ہوئی۔ ٹیکسی سے ایک شخص اتر کر بل ادا کرنے لگا۔
قاسم حتی المقدور تیز رفتاری سے لڑھکتا ہوا ٹیکسی کے قریب پہنچ گیا اور پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر اسے چلنے کے لئے کہا۔
گیٹ سے نکل کر کچھ ہی دور جانے کے بعد قاسم کو حمید کی کیڈی نظر آگئی۔ اور پھر تعاقب شروع ہو گیا۔

دو نئے ناول

رات جدائی کی عارف شمون ۔/۱۰ روپے
صہبا راحیلہ بٹ ۔/۹،

(۱۰)

دونوں کاریں شہر کی مختلف سڑکوں پر آگے پیچھے دوڑتی رہیں۔ بالآخر اگلی کار ریلوے روڈ کی طرف مڑ گئی۔
اس سڑک کے دونوں طرف تھوڑے تھوڑے فاصلے پر شہر کے رؤسا کی کوٹھیاں تھیں۔ یہی سڑک آگے جا کر جنرل ہاسپٹل کی طرف جانے والی سڑک سے مل جاتی تھی۔
اگلی کار کے اس سڑک پر مڑتے ہی قاسم نے ٹیکسی ڈرائیور کو اس طرف مڑنے کو کہا۔ اس کی رگِ جاسوسیت پوری طرح جاگ اٹھی تھی۔ وہ راستہ بھر ڈرائیور کو محتاط انداز میں تعاقب کرنے کی ہدایت کرتا آیا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ اس وقت ٹیکسی کی تمام بتیاں بجھی ہوئی تھیں۔

ٹیکسی ڈرائیور اس موٹے ہاتھی کا پراسرار رویہ دیکھ کر کچھ گھبرایا ہوا تھا۔ مگر قاسم کی طرف سے ایک معقول انعام کی آفر نے اسے خاموش رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ لہٰذا اب وہ خاموشی سے اس کی ہدایات پر عمل کیے جا رہا تھا۔

حمید کی کار ایک کوٹھی کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ قاسم نے بھی ٹیکسی کو دور ہی رکوا لیا۔ کچھ دیر بعد حمید کی کار سے ایک انسانی سایہ اتر کر کوٹھی میں داخل ہو گیا اور کار پھر آگے روانہ ہو گئی۔

قاسم نے بھی ڈرائیور کو گاڑی آگے بڑھانے کا اشارہ کیا۔ کوٹھی کے سامنے سے گزرتے ہوئے قاسم کوٹھی کی پہچان رکھنے کے لیے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر دیکھنے لگا تاکہ اگر دوبارہ آنے کی ضرورت پڑے تو تلاش میں دقت نہ ہو۔

دونوں گاڑیاں کچھ دور جانے کے بعد ہاسپٹل کی طرف جانے والی سڑک پر گھوم گئیں۔ یہ سڑک بالکل سنسان تھی۔ لہٰذا قاسم نے اپنی گاڑی کا فاصلہ بڑھا دیا۔

حمید کی کار ہاسپٹل کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئی۔ قاسم نے گیٹ سے باہر ہی ٹیکسی رکوائی۔ جیب سے سو کا نوٹ نکال ڈرائیور کی طرف بڑھا دیا۔

"انتظار کرنا پڑے بھائی ــــ شاید..... پھر ضرورت مرد رت پڑ جائے۔ میں صبح تک آپ کا انتظار کر سکتا ہوں جناب۔" سو کا نوٹ دیکھ کر ڈرائیور کی باچھیں کھل گئیں۔

قاسم اسے مشکوک نگاہوں سے دیکھتا ہوا گیٹ سے اندر داخل ہو گیا اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ کیڈی پارکنگ میں کھڑی تھی اور حمید عمارت کے برآمدے میں داخل ہو رہا تھا۔

قاسم بھی محتاط انداز میں لڑھکتا ہوا اس کے پیچھے بڑھا۔ برآمدہ طے کر کے جب وہ کاریڈور میں داخل ہوا تو حمید کا پتہ نہیں تھا۔ آگے جا کر دائیں اور بائیں طرف کے دو کاریڈور بھی اس کاریڈور سے آ ملتے تھے۔ اور اسطرح یہاں ایک چوراہا سا بن گیا تھا اور قاسم اس چوراہے پر کھڑا.... آنکھیں پھاڑے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

دفعتاً وہ چونک گیا۔ دائیں طرف والے نیم تاریک کاریڈور کے ایک کمرے سے حمید باہر نکلا۔ اس کے ساتھ سفید یونیفارم میں ملبوس ایک نرس بھی تھی۔

"ہوں ــــ بیٹا اب نرسوں پر بھی ہاتھ صاف کرنے لگے ہیں۔" قاسم اپنے آپ بڑبڑایا۔ یہ تو خیریت ہوئی کہ حمید نرس کے ہمراہ دوسری طرف چلا گیا تھا۔ اگر وہ اسطرف آ جاتا تو قاسم کے چھپنے کے لیے کوئی جگہ خالی نہیں تھی اور اس طرح وہ لازمی طور پر دیکھ لیا جاتا۔

وہ بھی دبے قدموں ان کے پیچھے چلنے لگا۔ چند قدم چلنے کے بعد قاسم کو احساس ہوا کہ ٹائلوں کے پختہ فرش پر چلنے سے اس کے جوتوں کی آواز پیدا ہو رہی ہے۔ وہ رک گیا۔ نیچے جھک کر اس نے اپنے جوتے اتار کر بغل میں دبائے اور پھر آگے بڑھنے لگا۔

یہ کاریڈور آگے جا کر پھر بائیں جانب مڑ گیا تھا۔ اس طرف اسپیشل وارڈ کے کمرے بنے ہوئے تھے۔ قاسم جیسے ہی اس طرف بڑھا۔ پہلے ہی دروازے کے سامنے سے گزرتے ہوئے وہ چونک گیا۔ اس دروازے کے پیچھے یقیناً کوئی موجود تھا۔

"ہوگا کوئی سالا ٹی پی کا مریض ——!" قاسم نے سوچا اور آگے بڑھتا چلا گیا۔

حمید اور نرس ایک کمرے میں داخل ہو گئے اور قاسم محتاط انداز میں چلتا ہوا کمرے کے دروازے کے سامنے رک کر سوچنے لگا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیئے؟ ۔ کچھ دیر بعد اس نے جھک کر دروازے کے کی ہول سے آنکھ لگا دی اور اندر جھانکنے لگا۔

کمرے کے اندر کا منظر دیکھ کر اس کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔ کمرے میں حمید اور نرس کے علاوہ ایک خوبصورت یورپین لڑکی پلنگ پر دراز تھی ۔ اور وہ مسکرا مسکرا کر حمید سے باتیں کر رہی تھی۔

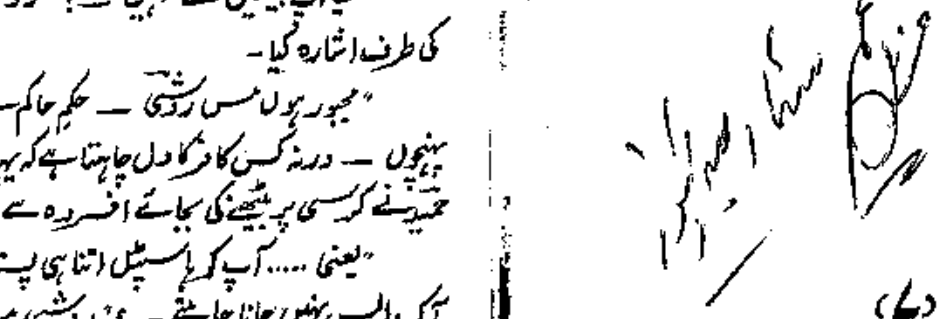
"چڑی اور رود و —— اچھا سالے عمید بھائی —— آج تو ماری ساری جاسوسی کروں گا۔" قاسم نے دل ہی دل میں سوچا اور پھر نرس کو دروازے کی طرف بڑھتے دیکھ کر تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ چھپنے کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی۔ وہ دروازے سے ذرا ہٹ کر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ ایک جوتا اس نے دائیں ہاتھ میں پکڑ کر ہاتھ سر سے بلند کر لیا۔ اب نرس کے خلاف ایکشن لینے کے وہ بالکل تیار تھا۔

کچھ دیر بعد دروازہ کھلا۔ مگر یہ نرس کی خوش قسمتی ہی تھی۔ کہ اس نے قاسم کی طرف دھیان نہیں دیا۔ وہ اپنے ہی خیال میں سہمک اس طرف بڑھ گئی جس طرف سے حمید کے ساتھ آئی تھی۔ اگر وہ قاسم کی طرف دیکھ بھی لیتی تو قاسم کے ہاتھ میں پکڑا ہوا گیارہ نمبر کا دوسیر وزنی جوتا اس کے سر پر ہی پڑتا۔ کیونکہ قاسم کے دماغ پر تو پوری طرح جاسوسیت کا بھوت سوار تھا اور اب وہ کسی چالاک ترین جاسوس کی طرح ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔

نرس کے جانے کے بعد بھی قاسم دیوار سے چپکا رہا۔ یہ الگ بات ہے کہ اگر کوئی کاریڈور کے آخری سرے سے بھی اس طرف دیکھتا تو اسے قاسم کا ہاتھی نما وجود ضرور نظر آجاتا۔

نرس جب دوسرے کاریڈور میں مڑ گئی تو قاسم نے ایک طویل سانس لیا۔ پھر جیب سے رومال نکال کر پیشانی پر آجانے والا پسینہ صاف کیا اور ایک مرتبہ پھر دروازے کے کی ہول سے آنکھ لگا کر اندر کا منظر دیکھنے لگا۔

دوسرے ہی لمحے اسے ایک اور ترکیب سوجھ گئی۔ اور وہ اس پر فوری طور پر عمل کرنے کو تیار ہو گیا —— اور ایک طویل سانس لے کر بے قدموں گیلری میں آگے کی جانب بڑھ گیا۔



(۷)

کمرے میں داخل ہوتے ہی حمید چونک گیا۔
سامنے پلنگ پر روشی کو لیٹے دیکھ کر وہ فوراً ہی اسے پہچان گیا تھا۔ کرنل فریدی کے بتانے پر اس کے ذہن میں یہ خیال تو ابھرا تھا کہ نام کچھ جانا پہچانا ہے۔ اور اب صورت دیکھ کر اسے یاد آگیا کہ وہ دو تین مرتبہ روشی کو عمران کے ساتھ دیکھ چکا ہے۔ اور متعارف ہونے کے علاوہ کسی حد تک بے تکلف بھی ہے۔
"ہیلو کیپٹن ——!" روشی نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔
"ہیلو ——" حمید نے جواباً کہا اور پلنگ کے قریب کھڑا ہو گیا۔
پھر حمید نے کھڑے کھڑے روشی سے اس کے حالات دریافت کرنے

لگا اور روشی تفصیل سے اسے تمام حالات سنا رہی تھی۔
"کیا آپ بیٹھیں گے نہیں ——!" روشی نے بات ختم کر کے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔
"مجبور ہوں مس روشی —— حکم حاکم ہے کہ فوراً سے پیشتر واپس پہنچوں —— ورنہ کس کا دل چاہتا ہے کہ یہاں سے واپس چلا جائے" حمید نے کرسی پر بیٹھنے کی بجائے افسردہ سے لہجے میں جواب دیا۔
"یعنی ..... آپ کو ہاسپٹل اتنا ہی پسند ہے کہ آپ ایک دفعہ یہاں آکر واپس نہیں جانا چاہتے ——!" روشی مسکرائی۔
"ہاسپٹل میں بھی بڑی بڑی ہستیاں موجود ہیں —— اور پھر میں تو ہاسپٹل کے اس کمرے کی بات کر رہا ہوں جہاں اس وقت ....." حمید نے مسکرا کر فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔
"میرے سامنے نہیں چلے گی کیپٹن —— میں آپ کو خوب اچھی طرح جانتی ہوں ——" روشی نے جواباً کہا۔
"نہیں چلے گی نا ——!" حمید چہکا۔
"میں بھی کئی بار کرنل سے کہہ چکا ہوں —— مگر وہ مانتے ہی نہیں۔"
"بس بس —— اب زیادہ نہ بنائیے" روشی بدستور مسکرا رہی تھی "آپ تو پہلے ہی بنی بنائی ہیں —— مزید آپ کو کیا بناؤں گا" حمید بولا۔
"اچھا کیپٹن! مذاق چھوڑیئے —— اب کچھ کام کی بات ہو جائے" روشی اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"کام ــــ!" حمید نے ناک چڑھالیا۔

"آپ کو بھی کام کے علاوہ کوئی کام نہیں ــــ خیر فرمایئے۔"

"ذرا ــــ پلنگ کے نیچے سے میرا سینڈل تو اٹھایئے۔" روشی نے ایک ہاتھ سے پلنگ کے نیچے اشارہ کیا۔

"سینڈل ــــ!!" حمید حیران رہ گیا۔ "دیکھئے مس روشی! اب آپ ہی مذاق کی راہ نکال رہی ہیں۔"

روشی کی مسکراہٹ گہری ہوگئی۔

"مذاق نہیں کر رہی ــــ آپ ذرا سینڈل تو اٹھا دیجئے۔"

کیپٹن حمید نے روشی کی آنکھوں میں جھانکا۔

"واہ بیٹا حمید ــــ اب سینڈل بھی اٹھاتے پھرو۔"

اس نے سینڈل اٹھا کر اسے الٹ پلٹ کر دیکھا اور پھر روشی کی طرف بڑھا دیا۔ روشی نے چند لمحے حمید کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے سینڈل کی طرف دیکھا اور پھر بدستور مسکراتی ہوئی بولی۔

"یہ نہیں ــــ دائیں پیر کا۔"

حمید نے سینڈل نیچے پھینک دیا اور پھر جھک کر دائیں پیر کا سینڈل اٹھا لیا اور اسے بھی الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔

"اچھا خوب صورت سینڈل ہے۔"

"اس کی قدر و قیمت آپ ابھی نہیں سمجھ سکیں گے۔" روشی نے مسکرا کر کہا اور اس کی طرف سینڈل لینے کو ہاتھ بڑھا دیا۔

عین اسی وقت کمرے کی عقبی کھڑکی کھلی اور سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور کی نال اندر جھانکنے لگی۔ حمید اور روشی دونوں ہی ریوالور کی نوک پہچانتے تھے ــــ اور بے خبر بھی ــــ!

دوسرے ہی لمحے کھڑکی میں ریوالور کے ساتھ ایک شخص کا چہرہ نظر آیا ــــ مگر چہرہ کہاں ــــ وہ تو صرف آنکھیں ہی نظر آ رہی تھیں۔ پورا چہرہ تو سیاہ نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ دوسرے ہی لمحے سیاہ لباس میں ایک پورا انسانی وجود کھڑکی پر آگیا۔ ریوالور بدستور کھڑکی میں موجود تھا۔ جس کا مطلب تھا کہ کھڑکی کے پیچھے کوئی دوسرا شخص بھی موجود ہے۔

کھڑکی پر چڑھ آنے والے سیاہ پوش کے ہاتھ میں بھی سائیلنسر چڑھا ریوالور موجود تھا۔ سیاہ پوش نہایت آہستگی سے کھڑکی سے اتر کر کمرے میں آگیا۔ اگرچہ حمید کا رخ کھڑکی ہی کی طرف تھا مگر وہ روشی سے باتوں میں اس قدر مگن تھا کہ اسے کھڑکی سے اندر کودنے والے سیاہ پوش کا پتہ تک نہ چلا۔

"ہینڈز اپ ــــ"

"یکلخت حمید اور روشی دونوں ہی چونک گئے۔ انہوں نے آواز کی سمت دیکھا۔ سامنے ہی سیاہ پوش ان کی طرف ریوالور تانے کھڑا تھا کھڑکی میں بھی ایک ریوالور نظر آ رہا تھا۔

"اٹھ کر بے حرکت کھڑے ہو جاؤ مسٹر۔" اور اگر کوئی غلط حرکت کی تو ہمارے ریوالور بہت خاموش طبع واقع ہوئے ہیں۔"

سیاہ پوش نے حمید کو کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ غیر اضطراری طور پر حمید کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ روشی کا سینڈل ابھی تک اس کے ہاتھ میں موجود تھا۔

اتنے میں ایک اور نقاب پوش کھڑکی سے کود کر اندر آ گیا — کھڑکی والا ریوالور اس کے ہاتھ میں تھا۔

"ہاتھ بلند کرو مسٹر —" دوسرے نقاب پوش نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

حمید نے خاموشی سے دونوں ہاتھ سر سے بلند کر دیئے۔ روشی کا سینڈل ابھی تک اس کے ہاتھ میں موجود تھا۔

"کیا آپ ہمارے ساتھ چلنے کو تیار ہیں محترمہ — ہم صرف آپ ہی کی خاطر اتنا خطرہ مول لے کر یہاں تک پہنچے ہیں۔" اس سیاہ پوش نے روشی کی طرف رخ کر کے کہا۔

"کون ہو تم لوگ اور کیا چاہتے ہو۔؟" روشی نے خوفزدہ ہوئے بغیر پوچھا۔

"ہم کیا چاہتے ہیں — یہ تم اچھی طرح جانتی ہو لڑکی — بہتر یہی ہے کہ خاموشی سے اٹھ کر ہمارے ساتھ چل پڑو —" اس نقاب پوش نے قدرے ترش لہجے میں کہا۔

"تم گدھے ہو — دیکھ رہے ہو کہ میں چلنے کے قابل نہیں —" روشی نے اسی کے لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ! یہ تو میں بھول ہی گیا تھا —" نقاب پوش نے کہا اور معنی خیز انداز میں اپنے ساتھی کی طرف دیکھنے لگا جو حمید کو ریوالور سے کور کئے کھڑا تھا۔ اس نے اشارے ہی میں جواب دے دیا۔

"ٹھیک ہے — تم اسے سنبھالو — میں اسے دیکھتا ہوں۔" پہلے نقاب پوش نے کہا اور ریوالور جیب میں ڈال کر روشی کی طرف بڑھا۔

روشی شدید زخمی ہونے کے باوجود حالات سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھی۔ اس نے تیزی سے اٹھنے کی کوشش کی مگر نقاب پوش کا ایک پتلا ہاتھ روشی کے چہرے پر پڑا — روشی بری طرح تلملا کر رہ گئی۔ دوسرے نقاب پوش کی توجہ ایک لمحے کے لئے حمید کی طرف سے ہٹی۔ یہ موقعہ حمید کے لئے کافی تھا۔ اس نے موقعے سے پوری طرح فائدہ اٹھاتے ہوئے نقاب پوش پر چھلانگ لگا دی۔ مگر اس کی طرف سے توجہ ہٹنے کے باوجود نقاب پوش لاپرواہ نہیں تھا۔ وہ جھکائی دے کر ایک طرف ہٹ گیا اور حمید روشی کے اوپر پلنگ پر جا گرا۔ ہاتھ میں پکڑا ہوا سینڈل روشی کے پہلو میں آن گرا۔

حمید ابھی سنبھلا بھی نہیں تھا کہ نقاب پوش نے ایک بھرپور ٹھوکر اس کے کولہے پر رسید کر دی۔ حمید برق کی سی پھرتی کے ساتھ پلٹ کر نقاب پوش پر جا گرا۔

ساتھ ہی ایک زبردست گھونسہ اس کے جبڑے پر جھاڑ دیا۔ نقاب پوش کراہ کر پیچھے الٹ گیا۔

اس نے سنبھل کر ریوالور والا ہاتھ سیدھا کرنا چاہا مگر حمید کے پیر کی ٹھوکر سے ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔

ریوالور اس کے ہاتھ سے نکلتے ہی حمید نے اسے بڑی طرح چھاپ لیا۔

ادھر روشنی نے بھی موقعے سے فائدہ اٹھانا مناسب سمجھا۔ اسے اور تو کچھ سجھائی نہ دیا البتہ پہلو میں پڑا ہوا سینڈل اٹھا کر اپنے قریب کھڑے ہوئے نقاب پوش کے چہرے پر مارنا چاہا۔ مگر نقاب پوش کا قوت سے بھرپور تھپڑ اس کی کنپٹی پر پڑا اور اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

ہاتھ میں پکڑے ہوئے سینڈل پر اس کی گرفت آپ ہی آپ مضبوط ہوتی جا رہی تھی۔

حمید نقاب پوش کو فرش پر گھسیٹ رہا تھا۔

اس کی کوشش تھی کہ کسی طرح نقاب پوش کو بے بس کر کے ریوالور پر قبضہ کر لے۔ مگر ..... اس کی یہ حسرت دل ہی میں رہ گئی۔

"بس کرو ولیم! اسے چھوڑ کر الگ ہٹ جاؤ۔" دوسرے نقاب پوش نے حکم دیا۔

مگر حمید اس کی پرواہ کئے بغیر اپنے نیچے دبے ہوئے نقاب پوش کے چہرے کی مرمت میں مصروف رہا۔

یکایک ——!

حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی پنڈلی پر دہکتا ہوا انگارہ رکھ دیا گیا ہو —— نیچے دبے ہوئے نقاب پوش پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ نقاب پوش گرفت ڈھیلی ہوتے ہی اسے پوری قوت سے ایک طرف ڈھکیل کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے تیزی سے اپنا ریوالور اٹھایا اور اس کا رخ حمید کی طرف کر کے ٹریگر دبا دیا۔ ہلکی سی ڈز کی آواز پیدا ہوئی اور گولی حمید کے بازو میں پیوست ہو گئی۔

"پاگل نہ بنو ولیم —— ہمیں کسی کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔" دوسرے نقاب پوش نے ولیم کو کندھے سے پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا ——!

"مم ..... میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" ولیم ہانپتا ہوا بولا۔

"پھر کسی وقت نمٹ لینا —— اس وقت ہمیں جتنی جلدی ممکن ہو سکے۔ یہاں سے نکل جانا چاہیئے۔" دوسرے نقاب پوش نے کہا۔

ولیم نے ایک مرتبہ پہلے نقاب پوش کی طرف دیکھا اور پھر اس نے تیزی سے پلنگ کے قریب آ کر بے ہوش روشنی کے جسم کو کندھے پر اٹھا لیا۔ اور پھر دونوں کھڑکی کی راہ سے نکل کر تاریکی میں گم ہو گئے۔

(۷)

عمران اپنے کمرے کے وسط میں سر کے بل کھڑا تھا۔ بدن پر انڈر ویئر کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ اسے سر کے بل کھڑے ہوئے آدھ گھنٹے ہو چکا تھا۔ اس دوران سلیمان کسی کام سے دو تین مرتبہ کمرے میں آ چکا تھا۔ مگر عمران کی حالت میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا تھا۔ اور نہ ہی سلیمان نے اس کی طرف کوئی توجہ دی تھی۔

دراصل آجکل کوئی کام نہیں تھا۔ عمران پر بوریت سوار تھی۔ اس نے بوریت دور کرنے کے لئے بہت سی سکیمیں بنائی تھیں۔ مگر اس کی ہر اسکیم خود اس کی نظروں میں بے جان سی نظر آئی تھی۔ لہٰذا اس نے اپنی کسی بھی سکیم پر عمل کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس نے سیکرٹ سروس کے تمام ممبروں

کو سیر و تفریح کی پوری آزادی دے رکھی تھی مگر ایکسٹو کے روپ میں انہیں سختی سے ہدایت کر دی تھی کہ وہ جہاں کہیں بھی جائیں اپنا پتہ ضرور دے دیں تاکہ کسی ہنگامی ضرورت کے تحت ان سے فوری طور پر رابطہ قائم کیا جا سکے۔ ایکسٹو کی طرف سے چھٹی ملتے ہی سیکرٹ سروس کے ارکان اپنی اپنی تفریحات میں مشغول ہو گئے۔ تنویر اور نعمانی ایکسٹو سے اجازت لے کر اپنے عزیزوں سے ملنے کے لئے دوسرے شہروں میں جا چکے تھے۔ دوسرے ممبران دارالحکومت ہی میں تھے۔ صفدر اور جولیا اپنے طور پر آجکل تفریح کر رہے تھے اور یہ تفریح کیا تھی؟ — عمران کی حماقت بھری محفلیں ..... اور بس ..... وہ روزانہ ہی عمران کے فلیٹ میں آ جاتے اور اس کی حماقتوں میں وقت گذار دیتے۔

اور آج ابھی تک ان دونوں میں سے کوئی نہیں آیا تھا۔ حالانکہ گیارہ بج چکے تھے۔ ان کے نہ آنے سے عمران کی بوریت عروج پر پہنچ گئی اور پھر یہ بوریت دور کرنے کا ایک ہی طریقہ اس کی سمجھ میں آیا۔ اور یہ طریقہ تھا۔ عبادت ..... لہٰذا عمران آدھ گھنٹہ سے عبادت میں مصروف تھا۔ ٹانگیں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اور سر فرش پر بچھے ہوئے قالین پر ٹکا ہوا تھا۔ منہ میں چیونگم کا پیس تھا اور جبڑے بکری کے جگالی کرنے کے سے انداز میں ہل رہے تھے۔ دفعتاً ٹیلی فون کی گھنٹی کی آواز سنائی دی اور وہ چونک گیا۔

"ابے او سلیمان باورچی — ذرا دیکھنا یہ آج صبح ہی صبح

کس کے دماغ میں کیڑا کلبلایا ہے۔" عمران نے پوزیشن بدلے بغیر ہانک لگائی۔

کچھ دیر بعد سلیمان باورچی خانہ سے نکل کر اس کمرے میں آیا اور اسے ایک نگاہِ غلط انداز سے دیکھتا ہوا دوسرے دروازے سے باہر نکل گیا۔

کچھ ہی دیر بعد سلیمان دوبارہ کمرے میں آیا اور غصیلی نظروں سے عمران کی طرف دیکھتا ہوا اندرونی دروازے سے باورچی خانے کی طرف جانے لگا۔

"کون تھا بے ۔۔؟" عمران نے ہانک لگائی۔

"سلیمان نے رک کر ایک مرتبہ پھر غصیلی نظروں سے عمران کی طرف دیکھا اور برا سا منہ بنا کر بولا۔

"ہے تاکون ۔۔۔؟ دروازے پر تو کوئی بھی نہیں ۔۔۔ آپ کو تو بلاوجہ مجھے ستانے کی عادت پڑ گئی ہے۔"

"ابے او سلیمان کے بچے ۔۔۔ میں دروازے کی بات نہیں کر رہا۔ ٹیلی فون کی بات کر رہا ہوں ۔ گھنٹی کبھی تک تیری جان کو رو رہی ہے۔" عمران نے کہا۔

"آپ بھی کمال کرتے ہیں ۔خواہ مخواہ مجھے دروازے تک جانے کی تکلیف دی ۔ آپ ہی نے تو کہا تھا کہ دیکھو کون ہے ۔ اگر آپ کہتے کہ سن تو میں دروازے پر جانے کی بجائے ٹیلی فون ہی سنتا ۔" سلیمان نے منطق پیش کی۔

"ابے او ۔ بقراط کی اولاد ۔۔۔ فلسفہ نہ بگھار ۔ اب جا اور ٹیلیفون سن ۔۔۔" عمران اسے گھور کر بولا ۔

سلیمان باورچی خانے میں جانے کی بجائے دوسرے کمرے میں مڑ گیا چند منٹ بعد وہ دوبارہ عمران کے قریب کھڑا تھا۔

"صاحب ۔۔۔ آپ انھیں منع کر لیجیے ۔۔۔ ورنہ کسی روز نہ کوئی سبق دے ڈالوں گا ۔"

"ابے کسے منع کروں ۔۔۔ اور یہ تو سبق کب سے دینے لگا ہے" عمران نے حیرت سے دیدے نچائے ۔

"کپتان صاحب کی بات کر رہا ہوں ۔ ہر وقت سپیری ٹانی کے رعب میں رہتے ہیں ۔ آپ انھیں سمجھا لیجیے کہ میرے ساتھ سلیقے سے بات کیا کریں ۔۔۔ ہاں ۔۔۔ ورنہ ۔۔۔" سلیمان نے غصیلے انداز میں کہا۔

"ابے فیاض تھا ۔ کیا کہہ رہا تھا ۔ بتا تو سہی ۔" عمران نے پوچھا ۔

"ابھی آ رہے ہیں ۔۔۔ اور آپ ان کے لئے مجھ سے چائے یا کافی کی فرمائش نہ کیجیے ۔ میں انڈی پکانے میں مصروف ہوں ۔" سلیمان نے کہا اور باورچی خانے کی طرف بڑھ گیا ۔

"اچھا آنے دے ۔ آج میں اسے سمجھا دونگا کہ تیرے ساتھ سلیقے سے بات کیا کرے ۔ مگر دیکھ پیارے سلیمان ۔۔۔ چائے کے لئے انکار نہ کرنا ۔ میرا معدہ بھی اب خالی ہو چکا ہے ۔" عمران نے ہانک لگائی ۔

مگر سلیمان اس طرح کان جھاڑتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہ ہو ۔

اور پھر مزید پندرہ منٹ عمران کو اس طرح عبادت گزار حالت میں گزر گئے۔ ایک مرتبہ پھر گھنٹی کی آواز سنائی دی۔ مگر اس مرتبہ آواز کال بیل کی تھی۔ عمران نے ایکمرتبہ پھر سلیمان کے نام کا نعرہ لگایا اور دروازے کی طرف تکنے لگا۔

کچھ ہی دیر بعد فیاض کمرے کے دروازے میں کھڑا تعجب سے اسے گھور رہا تھا۔

"شاید آج پھر عبادت کا بھوت سوار ہے۔" فیاض آگے بڑھتا ہوا بولا۔

"آھا — سوپر — تم —"

عمران ایک جھٹکے سے سیدھا ہو کر فیاض کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ فیاض عجیب سی نگاہوں سے عمران کے جسم کو گھور رہا تھا۔

"اے — نظر لگاؤ گے کیا — ؟" عمران اسے گھورتے دیکھ کر کسی کنواری دوشیزہ کی طرح شرما گیا۔ اس کا چہرہ ایک دم سرخ ہو گیا۔

"شاندار — !" فیاض نے تعریف کی۔

"اے ہٹو — شرم نہیں آتی تمہیں — اس طرح گھورتے ہوئے:" عمران لجاجت آمیز لہجے میں بولا۔

فیاض نے اس کی پرواہ کئے بغیر یونہی انگلی عمران کے بازو کی مسل پر رکھ دی ..... اور عمران تن کر کھڑا ہو گیا۔ اور فیاض کو چیلنج کرنے والے انداز میں بولا۔

"آزمانا چاہتے ہو ..... تو آؤ —"

فیاض ایک دم گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا — عمران کسی پہلوان کی طرح دونوں ہاتھ پھیلائے — "کبڈی کبڈی" کا ورد کرتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔

فیاض کے چہرے کا رنگ بدل گیا — وہ گھبرا گیا — کچھ بعید نہیں تھا کہ یہ احمق اس سے لپٹ پڑے — وہ تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا۔

مگر عمران بھی عمران ہی تھا — اور اس وقت اس پر پوری طرح عمرانیت سوار تھی — وہ کبڈی کبڈی کا ورد کرتا ہوا ہاتھ آگے کو پھیلائے اس کی طرف بڑھتا رہا۔

فیاض پیچھے ہٹتا ہوا دیوار سے جا لگا۔ عمران کسی پہلوان کی طرح قدم بہ قدم اس کی طرف سرکتا رہا۔

"بچ کے کہاں جاؤ گے سوپر — ؟ ہل کبڈی —" عمران ران پر ہاتھ مارتا ہوا اس کی طرف جھپٹا۔

"اے — ہٹو ایہ کیا کر رہے ہو — میرے سوٹ کا ستیاناس کر دو گے"

عمران ایک ہی چھلانگ میں فیاض کے اوپر پہنچ گیا اور اسے اپنے ساتھ لپٹائے ہوئے نیچے آ رہا۔

فیاض اس کے نیچے دبا کراہ رہا تھا — وہ مزاحمت میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا — مگر عمران کے سامنے اس کی ایک نہ چلی — عمران نے اسے بالکل چت کر دیا — اور پھر اسے چھوڑ کر الگ ہٹ گیا۔

"ہار گئے سوپر ـــــ تم ہار گئے ـــ"

"کیا بدتمیزی ہے یہ ـــــ تم سے ملنے کے لئے آنا بھی حماقت ہے ـــ" فیاض اٹھ کر لباس درست کرنے لگا۔ سوٹ کا تو ستیاناس ہو ہی چکا تھا۔

"اور تم یہ حماقت روز ہی کرتے سوپر ـــ" عمران چہکا ـــ

"تو اس کا مطلب ہے کہ میں آئندہ یہاں نہ آؤں ـــ" فیاض نے خونخوار نظروں سے اسے گھورا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں سوپر ـــــ یہ تو تمہاری عقل پر منحصر ہے یا سلیمان کی مرضی ہے ـــ میں بیچارہ بیچ میں بولنے والا کون ہوتا ہوں ـــ" عمران نے مسکین سی صورت بنائی اور ساتھ ہی سلیمان کو بلانے کے لئے زور سے ہانک لگائی ـــ

"تو ٹھیک ہے ـــ میں آئندہ یہاں نہیں آؤں گا۔" فیاض نے غصیلے انداز میں کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا ـــ

"آں ـــ ہاں ! تم تو ناراض ہو گئے سوپر ـــ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ تم سچ مچ برا مان گئے ـــ" عمران نے لپک کر اس کا راستہ روک لیا۔

اتنے میں سلیمان بھی پہنچ گیا ـــ

"سلیمان پیارے ـــــ چائے تو پلا دو ـــ" عمران سلیمان کی طرف رخ کر کے بولا۔

"مجھ سے آپ کی نوکری نہیں ہوگی صاحب ..... بس آج ہی میرا حساب کر دیجئے ـــ" سلیمان نے جھلا کر جواب دیا۔

"ابے او سلیمان ـــ تو یہ کیا کہہ رہا ہے ـــ" عمران نے اسے گھورا۔

"ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہوں صاحب ـــــ نہ گھر میں چائے کی پتی ہے۔ نہ شکر اور نہ ہی کوئی دوسری چیز ـــــ میں اپنی جیب سے کب تک خرچ کرتا رہوں گا۔" سلیمان نے تنک کر جواب دیا۔

"اپنی جیب سے خرچ کرتے ہو ـــــ ارے صبح جو بیس روپے دیئے تھے ان کا کیا ہوا ـــ؟"

"آپ تو جیسے میں ایک مرتبہ دس بیس روپے دے کر اس طرح احسان جتانے لگتے ہیں جیسے دس بیس روپے نہ ہوئے دس بیس ہزار ہو گئے اور پھر یہ نہیں سوچتے کہ آپ کے مہمان ہیں کہ چلے آ رہے ہیں۔ تنخواہ تو سرکار سے پاتے ہیں اور عیش اڑاتے ہیں آپ کے مال پر ـــ"

سلیمان خاموش ہو گیا۔

سلیمان کی بات سنکر فیاض کا پارہ چڑھ گیا۔ سلیمان نے سرکار والی بات صرف اسی کے لئے تو کہی تھی۔ وہ یکدم ہتھے سے اکھڑ گیا۔

"بکواس بند کرو ـــ میں کسی دن تمہیں بند کروا دوں گا۔" فیاض نے سلیمان کو خونخوار نظروں سے گھورا۔

"یہ دھمکی کسی اور کو دیجئے صاحب ـــــ میں آپ کی سپریمیسی کے رعب میں آنے والا نہیں ـــ وہ تو بس صاب کا لحاظ کرتا ہوں ـــ" ورنہ ....."

سلیمان سھلا کب فیاض کے رعب میں آنے والا تھا۔

"تم اپنے اس نوکر کو دیکھ رہے ہو عمران ـــ میں آج ہی اس کا

بندوبست کرتا ہوں ۔" فیاض نے جھلا کر عمران کی طرف رخ کیا۔

اور عمران ..... وہ تو پٹ پٹ دیدے نچا نچا کر کبھی فیاض اور کبھی سلیمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"ابے — چل بھاگ یہاں سے — چائے بنا لا — ورنہ کپتان صاحب سچ مچ ہی کسی دن تجھے سلاخوں کے پیچھے بند کروا دیں گے ۔"

عمران نے سلیمان کو گھورا اور سلیمان بڑبڑاتا ہوا باہر نکل گیا۔

کچھ دیر بعد سلیمان چائے لے آیا۔

"ہاں تو سوپر — اب کہو — کیسے آنا ہوا — ؟" عمران نے پوچھا۔ وہ ابھی تک صرف انڈر ویئر ہی میں تھا۔

"تم کہو گے کہ میں جب بھی آتا ہوں کوئی نہ کوئی غرض لے کر ہی آتا ہوں۔" فیاض نے جواب دیا۔

"ہے تو واقعی خود غرض — لیکن دیکھ ہی رہے ہو کہ میں اس وقت قدرتی لباس میں ہوں — تمہاری کوئی غرض پوری نہ کر سکوں گا ۔" عمران نے بھی برجستہ جواب دیا۔

"میں تم سے کچھ قرض مانگنے نہیں آیا ۔" فیاض نے اُسے گھورا۔

"تو پھر — ؟" عمران نے دیدے نچائے۔

"تم اگر سنجیدگی سے سنو تو میں کہوں ۔" فیاض نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"سنجیدگی سے نہیں — کانوں سے سنوں گا ۔ تم کچھ کہو تو سہی ۔"

عمران کسی قدر سنجیدہ ہو گیا ۔ وہ سمجھ گیا کہ فیاض کی آمد بے مقصد نہیں ہو سکتی ۔ کیپٹن فیاض بھی اس کے انداز میں سنجیدگی دیکھ کر مطلب کی بات پر آ گیا۔

"یہ بات تو تمہیں معلوم ہی ہے کہ چند روز قبل تم نے بلیک میلروں کے ایک انٹرنیشنل ریکٹ کے چار افراد گرفتار کر کے میرے حوالے کئے تھے ۔ ان میں سے ایک نے پرسوں رات حوالات میں خودکشی کر لی تھی ۔"

"ہاں — میں جانتا ہوں — اور یہ سب کچھ تمہاری حماقت کی وجہ سے ہوا تھا ۔ تم اگر اچھی طرح سے اس کی تلاشی لے لیتے تو وہ خودکشی نہ کر سکتا ۔" عمران نے سر ہلایا۔

"میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں — مگر ..... آج اس کا دوسرا ساتھی بھی ۔" کیپٹن فیاض خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"کیا ہوا دوسرے ساتھی کو ..... ؟" پوری بات بتاؤ سوپر۔ زیادہ تجسس پیدا کرنے کی کوشش نہ کرو ۔" عمران جھلا گیا۔

"دوسرا آدمی آج حوالات سے فرار ہو گیا ۔" فیاض نے بتایا۔

"فرار ہو گیا — ؟" عمران بری طرح چونک گیا۔

"کیا تمہارے محکمے میں سب گدھے بھرتی ہو گئے ہیں سوپر — ؟"

"میں نہیں سمجھتا کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا ۔ بہرحال رحمٰن صاحب نے سختی سے رپورٹ طلب کی ہے اور چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر ملزم کی دوبارہ گرفتاری کا حکم دیا ہے ۔" فیاض نے مردہ سے لہجے

میں کہا۔

"اور تم میرے پاس دوڑے آئے ہو۔" عمران نے اسے گھورا۔

"مجھے افسوس ہے سوپر۔ میں تمہاری کوئی مدد نہ کر سکوں گا۔ میں نے مجرموں کو گرفتار کر کے تمہارے حوالے کر دیا تھا۔ مگر تمہاری حماقتوں کی وجہ سے سارا کام بگڑ گیا۔"

"خدا کے لئے کچھ کرو عمران — ورنہ میری ساکھ بگڑ جائے گی اور مغرور چوبیس گھنٹے کے اندر اندر گرفتار نہ ہوا تو میں رحمٰن صاحب کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گا۔" فیاض گھگھیایا۔

"نقاب استعمال کر لینا۔" عمران نے لقمہ دیا۔

"تو گویا تمہاری طرف سے صاف انکار ہے۔" فیاض کے لہجے میں مایوسی تھی۔

"ہاں — یوں ہی سمجھو۔" عمران نے ٹکا سا جواب دیا۔

"تو تمہیں میری دوستی کا بھی کچھ خیال نہیں۔" فیاض بولا۔

"تم دوستی کا مفہوم ہی کب سمجھتے ہو۔ تم سے تو سلیمان ہی اچھا ہے جو میرا خیال تو رکھتا ہے۔" عمران نے جواب دیا۔

"میں تو آپ کا خادم ہوں صاب —"

عمران نے چونک کر دیکھا۔ سلیمان دروازے میں کھڑا کھیسیں نکال رہا تھا۔ عمران کو اپنی طرف متوجہ پا کر سلیمان دوبارہ بولا۔

"صاب — میں نے ابھی تک پولیس کی نوکری نہیں کی۔ اس لئے

تو مجھے آپ کا خیال رہتا ہے۔ اگر خدانخواستہ کبھی پولیس کی نوکری کرلی ہوتی تو آپ سر پر ہاتھ رکھ کر روتے ہوئے نظر آتے۔"

"وہ تو اب بھی نظر آتا ہوں پیارے سلیمان۔ مگر تجھے میں دکھائی نہیں دیتا۔ وہ اور بات ہے کہ رلانے والا تو نہیں اور سہی۔" عمران نے گردن ہلا کر کہا۔

فیاض کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ وہ ایک جھٹکے سے کرسی سے اٹھ گیا۔

"میں دیکھوں گا تم دونوں کو۔"

"عینک لگا کر دیکھنا سوپر۔" عمران نے لقمہ دیا۔

فیاض پیر پٹختا ہوا فلیٹ سے نکل گیا۔

"ابے یہ کیا حرکت تھی۔" فیاض کے جانے کے بعد عمران سلیمان پر الٹ پڑا۔

"کون سی حرکت صاب —؟" سلیمان نے لاپرواہی سے پوچھا۔

"یہ پولیس والی بات —"

"سچ کہتا ہوں صاب — یہ پولیس والے تو اپنے باپ کے بھی نہیں بنتے۔ اور پھر کپتان صاب تو بہت ہی گھٹیا آدمی ہیں۔ جب ضرورت ہوگی تو خود ہی سر کے بل دوڑے آئیں گے۔ پیچھے فلیٹ خالی کروانے کی دھمکیاں دیتے رہتے ہیں۔"

سلیمان نے سنجیدہ انداز میں جواب دیا۔

"حق ہے سلیمان حق ہے ۔ تو بڑی دور کی کوڑی لاتا ہے ۔"
عمران نے زور زور سے گردن ہلائی ۔ سلیمان اپنی تعریف پر
بغلیں بجانے لگا ۔

"ہلچل" کی شاندار کامیابی کے بعد مخترمہ
عارفہ مشعون
کا ایک اور شاہکار رومانی ناول
"رات جدائی کی"
قیمت : نو روپے

(۸)

تیسری مرتبہ فون کی گھنٹی بجنے کی آواز آئی تھی ۔
"ابے سلیمان باورچی صاحب ۔ ذرا دیکھنا ..... ارے .....
نہیں بلکہ سنتا ٹیلی فون پر کون ہے ۔ ؟" عمران نے ہانک لگائی ۔
"پرائیوٹ فون کی گھنٹی ہے صاب ۔" سلیمان نے کمرے میں
داخل ہو کر بتایا ۔
"اوہ! اچھا ۔ میں خود دیکھتا ہوں ۔" عمران پرائیوٹ فون
والے کمرے کی طرف بڑھا ۔
اس وقت رات کے دس بجنے میں صرف دو منٹ باقی تھے ۔
اور عمران قد آدم آئینے کے سامنے کھڑا ٹائی کی گرہ درست کر رہا تھا

تمام دن فلیٹ پر ہی بوریت میں گزرا تھا ۔ اور اب وہ ٹپ ٹاپ جانے کی تیاری کر رہا تھا

ٹائی کی گرہ درست کر کے وہ فون والے کمرے کی طرف بڑھا ۔ ساتھ ہی وہ سوچ رہا تھا کہ سیکرٹ سروس کے تمام ممبران کو آرام اور تفریح کی غرض سے چھٹی دے دی گئی ہے ۔ پھر یہ رنگ کس نے کیا ہے ۔؟

جولیا تو یقیناً نہیں ہو سکتی ۔ کیوں کہ وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو اس کے فلیٹ سے گئی تھی ۔ اور ایسی کوئی بات بھی بظاہر نظر نہ آتی تھی کہ وہ اس کے فلیٹ سے نکلتے ہی ایکسٹو سے رابطہ قائم کرتی یہی کچھ سوچتا ہوا وہ پرائیوٹ فون والے کمرے میں پہنچ گیا ۔

"ایکس ۔ ٹو ۔" عمران نے ریسیور اٹھا کر ایکسٹو کی بھرائی ہوئی آواز میں کہا ۔

"میں صفدر بول رہا ہوں جناب ۔" دوسری طرف سے صفدر کی آواز سنائی دی ۔

"اوہ ۔ صفدر ..... کہو کیا بات ہے ۔" عمران چونک گیا وہ سمجھ گیا کہ کوئی اہم بات ہو گی جو صفدر نے ایکس ٹو کے نمبروں پر رنگ کیا ہے ۔

"میں تمام دن مائیکل کے تعاقب میں رہا ہوں جناب ۔ وہ آج صبح اچانک ہی مجھے نظر آ گیا تھا ۔" دوسری طرف سے صفدر کی

آواز سنائی دی ۔

"پوری بات بتاؤ صفدر ۔" عمران نے نرم لہجے میں کہا ۔ ما
کا نام سنکر وہ بھی چونک گیا تھا ۔ مائیکل وہی شخص تو تھا ۔ جس
فرار کی خبر آج صبح فیاض نے اسے سنائی تھی ۔

"یس سر ۔" صفدر کی مودبانہ آواز سنائی دی جو کہہ ر
"میں آج صبح طلوع آفتاب سے قبل ہوا خوری کی غرض سے نیشنل پا
کی طرف جا رہا تھا کہ شیرازی سٹریٹ کے کارنر پر اچانک ہی ایک شخ
میرے سامنے آ گیا ۔ میں اس کی شکل دیکھ کر چونک گیا ۔ وہ شخ
میرے قریب سے گذرتے ہوئے کچھ گھبرایا سا گیا تھا مگر پھر لاپرو
کے سے انداز میں آگے بڑھ گیا ۔ اس کی شکل دیکھ کر مجھے شک گز
کہ میں نے اس شخص کو پہلے بھی کہیں دیکھا ہے ۔ اور پھر چند
غور کرنے کے بعد مجھے یاد آ گیا کہ یہ تو مائیکل ہے جسے صرف چند
قبل ہی انٹیلی جنس کے کیپٹن فیاض نے گرفتار کیا تھا اور جس
ایکسٹو ساتھی نے حوالات میں خودکشی کر لی تھی ۔"

"بات کو زیادہ طول نہ دو صفدر ۔" عمران ایکس ٹو
لہجے میں غرایا ۔ اس قدر طوالت آمیز گفتگو سے اسے ہمیشہ ہی جھلا
ہو جاتی تھی ۔ جس میں مطلب کی بات کم ہو ۔"

"ہم ..... معافی چاہتا ہوں جناب ۔" صفدر کی گھبراہٹ آمیز آواز
سنائی دی ۔

"جناب میں ٹہلنے والے انداز میں مائیکل کے پیچھے ہولیا۔ وہ مختلف گلیوں سے ہوتا ہوا کلب روڈ کی ایک عمارت میں داخل ہوگیا۔ اس کی واپسی پندرہ منٹ بعد ہوسکی تھی۔ عمارت سے نکلنے کے بعد وہ ٹیکسی اسٹینڈ پر پہنچا تھا اور ایک ٹیکسی انگیج کرکے ایک طرف کو چل پڑا۔"

"ایک منٹ صفدر ۔" عمران نے اسے ٹوکا۔

"مائیکل کلب روڈ کی کس عمارت میں گیا تھا۔؟" اس نے پوچھا۔

"سولہویں عمارت جناب ۔" یہ ایک غیر ملکی فرم ملر اینڈ ملر کے جنرل منیجر مسٹر ارشاد کی ملکیت ہے" صفدر نے بتایا۔

"آگے کہو ۔" عمران بولا۔

"جناب ۔ مائیکل کے بعد میں نے بھی ٹیکسی حاصل کی اور اسکا تعاقب شروع کردیا جو شاداب نگر تک طویل ثابت ہوا۔ مائیکل شاداب نگر میں گلبہار کالونی کی ایک کوٹھی میں چلا گیا تھا اور تمام دن وہیں رہا۔ یہ کوٹھی اتفاق سے ارشاد ہی کی ملکیت ہے۔ شام کے سات بجے تک مائیکل کوٹھی ہی میں رہا۔ میں شام کا اندھیرا پھیلتے ہی کوٹھی میں داخل ہوگیا۔ کوٹھی میں مائیکل اور ایک ملازم کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ جب میں کوٹھی میں داخل ہوا تو مائیکل فون پر کسی سے بات کررہا تھا۔ اور پھر میک اپ کرکے ٹھیک ساڑھے سات بجے کوٹھی سے نکلا۔ وہ ٹیکسی ہی کے ذریعے دارالحکومت واپس آیا تھا۔" صفدر خاموش ہوگیا۔

"ویری گڈ صفدر ۔۔۔ تم بہت اچھے جارہے ہو۔ اس لئے میں تمہیں

دوسروں پر ترجیح دیتا ہوں۔" عمران نے اسکی تعریف کی اور پھر بولا۔

"مائیکل اس وقت کہاں ہے۔؟"

"اوپلا سٹریٹ کی ایک عمارت میں۔" صفدر نے جواب دیا۔

"اسے یہاں آئے ہوئے کتنی دیر ہوئی۔ میرا مطلب ہے عمارت میں داخل ہوئے کتنی دیر ہوئی۔ اسے تعاقب کا کوئی شبہ تو نہیں ہوا۔" عمران نے پوچھا

"نہیں جناب ۔ اسے ابھی تک اپنے تعاقب کا شبہ نہیں ہونے دیا۔ اور اب تقریباً آدھ گھنٹے سے اسی عمارت کے ایک فلیٹ میں ہے۔ میں نے ایک لمحہ کے لئے بھی اسے نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دیا۔" صفدر نے بتایا۔

"ٹھیک ہے۔ عمارت کا پتہ بتاؤ۔ میں عمران کو بھیجتا ہوں۔" عمران نے ایکسٹو کے لہجے میں کہا۔

"اوپلا سٹریٹ کی ساتویں عمارت ہے جناب۔ میں عمران صاحب کو عمارت کے قریب ہی ملوں گا۔" صفدر نے جواب دیا۔

"اوکے ۔ عمران کے آنے کے بعد تم چلے جانا۔" عمران نے کہا اور ریسیور رکھدیا۔ چند لمحے وہ ٹیلیفون کے قریب ہی کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر دروازے کیجانب بڑھا۔ فلیٹ سے اتر کر گراج سے ٹوسیٹر نکالی اور اوپلا سٹریٹ کی طرف روانہ ہوگیا۔ اوپلا سٹریٹ کی طرف گھومتے ہی عمران نے ٹوسیٹر کی رفتار ہلکی کردی۔ پھر ایک جگہ اس نے گاڑی روکدی اور نیچے اتر کر دروازہ لاک کرکے ادھر ادھر دیکھتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے بلا مقصد ہی ٹہل رہا ہو۔

اوپلا سٹریٹ میں متوسط طبقے کے لوگ آباد تھے جو اپنے کاموں سے

تھکے ہارے آتے اور سرِشام ہی سے گھروں میں بند ہو کر رہ جاتے۔ یہی وجہ تھی کہ اس وقت رات کے دس بجے یہاں پر لوگوں کی آمد و رفت نہ ہونے کے برابر تھی۔ بس اکا دکا لوگ ہی آ جا رہے تھے۔

عمران نیم تاریک سی گلی میں قدم بہ قدم آگے بڑھتا رہا۔ اور پھر یکایک ٹھٹک گیا۔ ایک عمارت کی اوٹ سے ایک شخص نکل کر اس کے سامنے آ گیا۔ یہ صفدر تھا۔ جو سلیٹنگ سوٹ میں ڈھیلا ڈھالا کوٹ پہنے ہوئے تھا۔ پیروں میں ہوائی چپل نظر آ رہی تھی۔

عمران اسے دیکھتے ہی پہچان گیا۔ "اماں مصدر بھائی! یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے تم نے۔" عمران اسکے سراپا کا جائزہ لیتے ہوئے بولا۔

"آپ پہنچ گئے عمران صاحب؟"

"نہیں! عمران صاحب ابھی تک نہیں پہنچے۔ مگر یہ تو میری بات کا جواب نہیں ہوا۔" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"عمران صاحب! میں صبح ہوا خوری کے لئے گھر سے نکلا تھا کہ مائیکل نظر آ گیا۔ اتنا موقع نہیں تھا کہ میں گھر جا کر لباس تبدیل کرتا۔ اسطرح اس کے پیچھے لگ گیا۔ صبح سے ایک لمحے کے لئے بھی میں نے اپنی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دیا۔ لہٰذا وہی حلیہ والا حلیہ رہے۔" صفدر نے بتایا۔

"اماں یار مصدر۔ کیوں جھوٹ بولتے ہو۔ وہ تو اب بھی تمہاری نظروں سے اوجھل ہے۔" عمران نے اسے گھورا۔

"جی ہاں۔ وہ اس وقت عمارت کے اندر موجود ہے۔ اور میں نے

فی الحال عمارت کے اندر داخل ہونا مناسب نہیں سمجھا۔" صفدر نے بتایا۔

"بہت اچھا کیا۔ کسی کے گھر میں بلا اجازت اندر داخل ہونا کوئی اچھی بات نہیں۔" عمران نے آنکھیں مٹکا کر کہا۔

"اچھا تو میں چلا۔ امید ہے کہ ایکسٹو نے آپکو تفصیل سے آگاہ کر دیا ہوگا۔" صفدر بولا۔

"ہاں! اب تم جا سکتے ہو۔ موقع ملے تو ایکس ٹو کو رپورٹ دے دینا وہ تم سے بہت خوش ہے صفدر۔"

"بس اب مسکہ نہ لگاتے عمران صاحب۔ میں حد سے زیادہ تھکاوٹ محسوس کر رہا ہوں۔ اب سیدھا گھر جاؤں گا۔" آپ خود ہی میرے متعلق ایکسٹو کو بتا دیجئے۔" صفدر نے کہا اور گرگون کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر ایک طرف کو چل دیا۔ ابھی صفدر دو ہی قدم چلا تھا کہ عمران نے اسے آواز دی۔

"اماں مصدر بھائی! ایک بات تو بتاؤ ورنہ سوچتے سوچتے میرا دماغ پگھل جائے گا۔" پوچھئے۔" صفدر نے کہا۔

"بقول تمہارے تم صبح ہوا خوری کے لئے اسی لباس میں گھر سے نکلے اور مائیکل کے تعاقب میں لگ گئے۔ تمام دن تم ٹیکسیوں پر گھومتے رہے۔ کیا کسی ٹیکسی والے نے تم سے پیسے نہیں مانگے۔" عمران نے حماقت سے پوچھا۔ "عمران صاحب! ایکس ٹو کے لئے آج مجھے شاداب نگر میں ایک واقف کار سے قرض بھی مانگنا پڑ گیا۔" صفدر نے بتایا۔ اور آگے بڑھ گیا۔ صفدر کے جانے کے بعد عمران کچھ دیر تک وہیں کھڑا رہا اور پھر اس عمارت کی طرف بڑھ گیا جس کی صفدر نے نشاندہی کی تھی۔ یہ ایک سرخ رنگ کی چھوٹی

سی عمارت تھی ۔ اسکے آس پاس کی تمام عمارتیں دو اور سہ منزلہ تھیں جس کی وجہ سے یہ عمارت کچھ دب سی گئی تھی ۔ عمران عمارت کے دروازے کیطرف دیکھتا ہوا آگے بڑھ گیا ۔ سامنے سے گزرتے ہوئے اس نے بغور عمارت کا جائزہ لیا تھا ۔ کچھ دور جانیکے بعد وہ واپس مڑا اور دروازے کے سامنے پہنچکر رک گیا ۔ پھر محتاط نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا اور عمارت کی دیوار سے تقریباً چار فٹ کے فاصلے پر ایستادہ الیکٹرک پول پر چڑھ گیا ۔ تقریباً پندرہ فٹ اوپر جاکر وہ عمارت کی دیوار سے باہر کیطرف نکلے ہوئے روشندان کے نیچے پہنچگیا ۔ یہاں سے عمارت کے چھت کے پہنچ جانا اس کے لئے کچھ مشکل نہیں تھا ۔ مگر ابھی وہ چھت پر پہنچنے کیمتعلق سوچ ہی رہا تھا کہ ایک موٹر گلی کیطرف مڑی ۔ عمران پھرتی سے روشن دان کے نیچے پر لیٹ گیا ۔ اگر وہ ایک لمحہ کی بھی سستی کا مظاہرہ کرتا تو موٹر کے ہیڈ لیمپس کی روشنی میں اسکا دیکھ لیا جانا لازمی تھا ۔ وہ دم سادھے نیچے پر لیٹا رہا ۔ موٹر بھی اسی عمارت کے دروازے کے سامنے آکر رک گئی ۔ یہ ایک سیاہ رنگ کی ڈاٹسن کار تھی ۔ کار رکتے ہی اس کے ہیڈ لیمپ بجھ گئے اور پھر دو آدمی اس میں سے نکلکر مکان کے دروازے پر پہنچ گئے ۔ انہوں نے مخصوص انداز میں دروازے پر دستک دی ۔ کچھ دیر بعد اندر سے بھی اسی انداز میں ... دستک کی آواز ابھری جس کے جواب میں باہر موجود آدمیوں نے ایک ساتھ ایکمرتبہ پھر دستک دی ۔ مگر اس مرتبہ دستک کا انداز پہلے سے مختلف تھا ۔ اس دستک کے فوراً ہی بعد دروازہ کھل گیا ۔ اور دونوں اندر داخل ہوگئے ۔ انکے اندر داخل ہونیکے بعد دروازہ پھر بند ہوگیا ۔ عمران تیزی سے نیچے پر کھڑا ہوگیا ۔ اور سر اٹھاکر چھت کیطرف دیکھنے لگا ۔ چھت پر منڈیر سی

بنی ہوئی تھی جو اس کے ہاتھ سے تقریباً پانچ فٹ اونچی تھی ۔ عمران نے ایک پل لئے اپنے جسم کو تولا اور پھر اچک کر دیوار کی منڈیر تھام کر لٹک گیا ۔ پھر وہ آہستہ آہستہ اپنے جسم کو بلند کرنے لگا ۔ اور پھر ایک ہی جھٹکے میں وہ بندر کی طرح قلابازی کھاتا ہوا چھت پر جا گرا ۔ گرنے سے ہلکی سی دھب کی آواز پیدا ہوئی تھی وہ چند لمحوں تک سانس روکے کسی ری ایکشن کا منتظر رہا مگر کچھ بھی نہ ہوا ۔ وہ اٹھ کر دبے قدموں چلتا ہوا ان نیچے جانے والے زینوں کی طرف بڑھا ۔ اور زینے طے کرتا ہوا آخر زینے پر آکر رک گیا ۔ چند لمحوں تک وہیں کھڑا سن گن لیتا رہا ۔ اب اس نے ریوالور جیب سے نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا تھا ۔ کچھ دیر بعد وہ آخری زینے سے اتر کر راہداری کیطرف بڑھا ۔ راہداری تاریک اور سنسان تھی ۔ راہداری کے دونوں طرف کمرے بنے ہوئے تھے ۔ تمام کمروں میں تاریکی ہی تھی ۔ صرف ایک کمرے میں روشنی نظر آ رہی تھی ۔ عمران تمام کمروں میں جھانکتا ہوا روشنی والے کمرے کی طرف بڑھا اور ہول سے آنکھ لگاکر اندر جھانکنے لگا ۔ کمرے میں فرنیچر کے علاوہ کسی متنفس کا وجود نہیں تھا ۔ وہ سیدھا ہوکر کھڑا ہوگیا ۔ اور دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھکر اسے آہستہ سے گھمایا ۔ دروازہ بولٹ نہیں تھا ۔ ہینڈل گھومتے ہی دروازہ آہستہ آہستہ کھلنے لگا ۔

دروازہ پوری طرح کھول کر عمران ریوالور تھامے کمرے میں داخل ہوگیا ۔ کمرہ خالی تھا ۔ عمران نے احمقوں کی طرح دیدے نچاکر ادھر ادھر دیکھا ۔ کمرے میں شاندار فرنیچر لگا ہوا تھا ۔ ایک طرف دیوار کے سہارے بڑی آہنی الماری لگی کھڑی تھی ۔ اس نے الماری کے پٹ کھول دیئے ۔ اندر ہینگر پر مختلف لباس ٹنگے نظر آ رہے تھے ۔

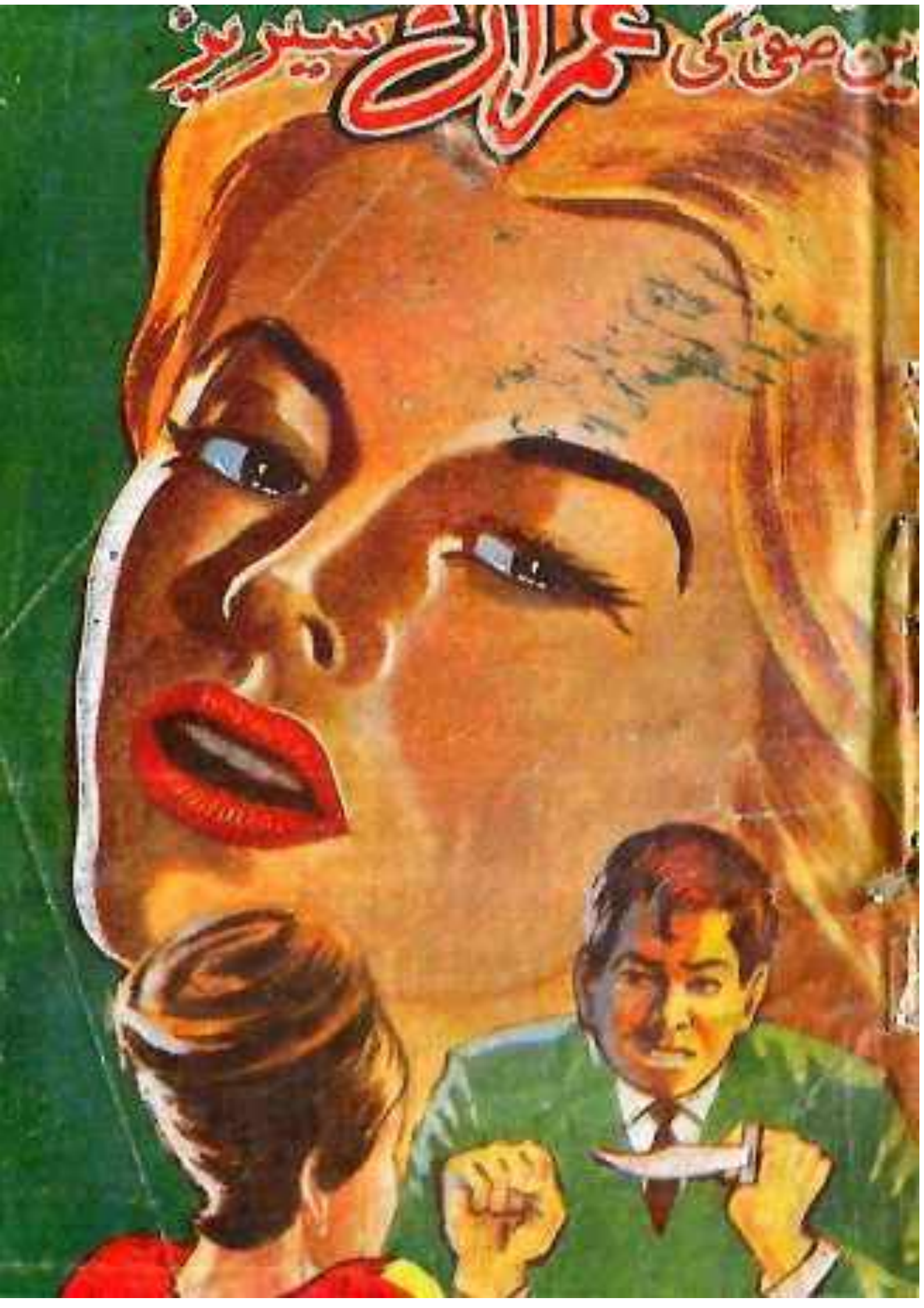
چند منٹ کمرے میں کھڑے رہنے کے بعد عمران محتاط انداز میں چلتا ہوا دوبارہ راہداری میں آگیا۔ پھر..... اس نے پوری عمارت چھان ماری۔ کسی متنفس کا وجود نہیں ملا۔ صفدر کے کہنے کے مطابق مائیکل عمارت کے اندر موجود تھا۔ اور وہ آدمی تو صرف چند منٹ قبل اس کے سامنے مکان میں داخل ہوئے تھے۔

مگر..... مکان خالی تھا۔

آخر یہ لوگ کہاں غائب ہو گئے؟ انھیں آسمان نے اچک لیا یا زمین نگل گئی۔؟ زمین نگل جانے والی بات کا خیال آتے ہی اس کے ذہن میں چھپا ہوا دروہ دوبارہ اس کمرے میں آگیا جس میں روشنی تھی۔ اور اب کمرے کے وسط میں کھڑا اس کمرے کے نیچے کسی تہہ خانے کی موجودگی پر غور کر رہا تھا۔ اسے یقین ہو گیا کہ اس کمرے کے نیچے تہہ خانہ موجود ہے۔ جس کا خفیہ راستہ بھی یقیناً اسی کمرے میں ہے۔ اور پھر یہ طے شدہ بات تھی کہ خفیہ راستے کا میکنزم بھی اسی کمرے میں ہو گا۔ اور عمران میکنزم کی تلاش میں کمرے کی دیواریں اور ایک ایک چیز ٹٹولنے لگا۔ ذہن میں خالی مکان چکرا رہا تھا۔ اسے توقع تھی کہ اس خالی مکان سے کوئی نہ کوئی سراغ وابستہ ہے اور وہ یقیناً تہہ خانہ ملنے کے بعد ظاہر ہو گا۔ اس نے ایک تہائی کمرے کی ایک ایک چیز کو غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔ اب وہ دیواروں کو ٹھونک کر بھی دیکھ رہا تھا پھر فرش کی باری آئی تھی۔ دفعتہً کسی قسم کی آہٹ سنائی دی۔ وہ بڑی تیزی سے ریوالور نکالتا ہوا مڑا۔ کمرے کا دروازہ آہستہ آہستہ کھل رہا تھا۔

ختم شد

Name of Javed Kashmiri


عمران سیریز

شہنشاہ حماقت علی عمران کا ایک سنسنی خیز اور قہقہہ انگیز شاہکار

ایک طویل کہانی

دہکتے ویرانے

مصنف: نجمہ صفی

ناشر

حمیدی فریدی پبلی کیشن

پوسٹ بکس ۲۱۳۴ کراچی ۱۵

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

اس ناول میں تمام کردار اور واقعات فرضی ہیں
اور کسی مشابہت محض اتفاقیہ ہے

قیمت — مکمل ناول بارہ روپیہ
حصہ اول — چھ روپیہ
حصہ دوم — چھ روپیہ

مطبوعہ
ضیاء — پرنٹنگ — پریس — فریئر روڈ کراچی

ایک صفحی کی عمران سیریز کا نیا شمارہ حاضر ہے۔ یہ ایک خوبصورت کہانی ہے۔ اسلئے تمام جزیات کو اس میں سمیٹ لیا گیا ہے۔ نجم صفی اس ناول میں نئے کرداروں سے آپکو متعارف کرا رہی ہیں۔ آپ عمران کی کارستانیوں، اور پرفیسر ڈارک کی صلاحیتوں سے یقیناً محظوظ ہونگے۔

کہانی کے متعلق شروع میں کچھ کہنا زیادہ موزوں نہیں ہے بہرحال یہ ایک سائنسی ناول ہے۔ اور مجرم نے جو طریقہ کار اختیار کیا ہے وہ کچھ عجیب ہے۔ رقم کا مطالبہ تو وہ حکومت سے کرتا ہے، مگر مارے جاتے ہے بیچارے عوام ہیں، جن میں عوام جو کی شامت میں قدرت نے میٹھیں ہی میٹھیں لکھدی ہیں۔

بہرحال ناول پڑھیئے اور اپنی رائے سے ادارے کو مطلع فرمائیے۔

نجم صفی

محترمہ نجمہ صفی ایک نیا سلسلہ شروع کر رہی ہیں ۔
احمق اعظم عمران اور کیپٹن پرمود کا مشترکہ کارنامہ

موت کی پرواز

ایک مکمل طویل ناول دو حصوں میں ۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ پچھلے سال ہمارے وطن کا ایک طیارہ قاہرہ کے ایئرپورٹ پر گر کر تباہ ہو گیا تھا جس میں ستر اسّی جانیں اور بہت سی اہم شخصیتیں تھیں ختم ہو گئی تھیں ۔ اس حادثے پر کسی تخریبی کارروائی کا شبہ کیا گیا تھا ۔

اسی حادثے سے متاثر ہو کر نجمہ صفی نے یہ ناول لکھا ہے ۔

• جہاز کی روانگی • قاہرہ ایئرپورٹ پر اس کی آمد • کس طریقے سے جہاز کو تباہ ہونے پر مجبور کیا گیا • جہاز کو کیوں تباہ کیا گیا • ایک بریف کیس کی گمشدگی ؟ جو پرمود کے ملک کے چار مسافروں کے قبضے میں تھا ۔

• پرمود کی قاہرہ میں آمد • اپنے ملک کی طرف سے اسی بریف کیس کا پتہ لگانے کے لئے عمران کی روانگی • پرمود اور عمران کی الگ الگ راہیں • اور پھر جب بریف کیس اور لوگوں کے ہاتھوں میں آ گیا ۔ تو پرمود اور عمران آپس ہی میں ٹکرا گئے ۔ اور دشمن نے پھر بریف کیس پر قبضہ کر لیا پھر کیا ہوا ۔ یہ مار دھاڑ ۔ تشدد و مزاح و جاسوسی اور ایکشن سے بھرپور

ایک ہماتی ناول

آئندہ ماہ شائع ہو رہا ہے

اپنی کاپی آج ہی بک کرا لیجئے

(۱)

ڈاکٹر داؤد ریسرچ میں مصروف تھے لیکن عام سائنسدانوں کی طرح خشک مزاج نہیں تھے ضرورت کے مطابق اپنے آپ کو ہر ماحول میں رکھ لینے کی قدرت رکھتے تھے یہی وجہ تھی کہ ان کی عمران جیسے کھلنڈرے اور غیر سنجیدہ آدمی کے ساتھ خوب نبھتی تھی ۔ عام حالات میں عمران ان کے نزدیک ایک کھلنڈرا تھا اور غیر سنجیدہ لیکن وہ اس کی ذہانت ، ذہین اور جرأتمند شخصیت کے متعدد مرتبوں پر وہ عمران کی حیرت انگیز صلاحیتوں دیکھ چکے تھے اور یہ بات تسلیم کر چکے تھے کہ اس کا کھلنڈرا پن بھی اپنے اندر ایک اہمیت رکھتا ہے ۔

یہی وجہ تھی کہ کئی بار انہوں نے سوچا تھا کہ اگر ان کی اکلوتی لڑکی شگفتی کے ساتھ عمران کی شادی ہو جائے تو بہتر ہے لیکن عمران کسی صورت قابو میں نہیں آتا تھا اور پھر جب انہوں نے اس کی فطرت کو اچھی طرح سمجھ لیا تو انہوں نے یہ خیال ہی چھوڑ دیا ۔ لیکن اس خیال کو چھوڑ دینے کے بعد بھی عمران سے ان کی اہمیت کم نہیں ہوئی ۔ وہ اس کی اتنی ہی

قدر و عزت کرتے تھے جتنی پہلے ۔!

خود ڈاکٹر وادر کی زندگی تنہا اور ویران تھی۔ شمی کے علاوہ ان کا اور کوئی نہیں تھا۔ کچھ عزیز و اقارب تھے بھی تو وہ اس شہر میں نہیں تھے۔ اور قریب نہ ہونے کی وجہ سے ان کا وجود نہ ہونے کے برابر تھا۔ خود ڈاکٹر وادر لاپروا قسم کے آدمی تھے۔ سائنسی کاموں اور شمی کے علاوہ انہیں کسی اور چیز سے دلچسپی نہیں تھی۔

لیکن جب انہیں اپنے ایک رشتے کے بھتیجے کا تار ملا جو لندن سے براہ راست وہاں آیا تھا۔ تو وہ دلچسپی لئے بغیر نہیں رہ سکے۔ تار کو ردی کی ٹوکری میں ڈالنے کے بجائے وہ اسے لئے ہوئے شمی کے پاس پہنچ گئے اور تار اس کی طرف بڑھا دیا۔

"ظفر بھائی ۔ ہاں ۔ میں نے بچپن میں انہیں دیکھا تھا۔" شمی نے تار دیکھ کر کہا۔ "ضرور چلے آئیے! کچھ دن وہ یہاں رہیں گے۔ مگر ہے دلچسپ قسم کے ہوں؟" شمی خوش ہو کر بولی۔

پھر انہوں نے ایئر پورٹ پر ظفر کو خوش آمدید کہا۔ بڑا خوبرو نوجوان تھا اور نہیں مکمل نوجوان تھا۔ ڈاکٹر وادر کو بہت پسند آیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک یہ خیال ان کے ذہن میں پیدا ہو گیا۔ جوان بیٹی کے باپ تھے۔ لاکھ روپیہ سہی لیکن یہ فرض تو سر سے اتارنا لازمی تھا۔ ایک اہم فرض۔ بہرحال

انہوں نے سوچ لیا کہ اگر شمی اس خوبصورت نوجوان کو پسند کرے تو ان کی ایک الجھن دور ہو جائے گی۔ اسی خیال کے تحت انہوں نے نوجوان ظفر سے بہت خلوص کا اظہار کیا۔ اور اسے لیکر اپنی خوبصورت کوٹھی پہنچ گئے۔

"بڑی پُر فضا اور پُرسکون جگہ ہے۔" ظفر نے کوٹھی دیکھ کر پسندیدگی کا اظہار کیا۔ اور ڈاکٹر وادر اسے کوٹھی کے بارے میں بتانے لگے۔

پھر اس دن سے کوٹھی میں ظفر اور شمی کے قہقہے گونجنے لگے۔ ظفر بے حد دلچسپ اور خوش مزاج لڑکا تھا اور ڈاکٹر وادر اسے شمی سے گھلا ملا دیکھ کر دلی مسرت محسوس کرتے تھے۔ آج کی پکنک کا پروگرام شمی نے بنایا تھا۔

"لیکن پکنک میں جتنے زیادہ آدمی ہوں اتنا ہی زیادہ لطف آتا ہے۔" ظفر کہنے لگا۔ "اور یہاں ہم صرف دو آدمی ہیں۔ اگر نکل چلنا پسند کریں تو تین ہو جائیں گے۔ کیا خاک لطف آئے گا۔"

"تب میں اپنی چند سہیلیوں کو مدعو کر لیتی ہوں۔" شمی کہنے لگی۔

"ضرور مدعو کرو۔ لیکن کیا تمہارا کوئی مرد دوست نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے بوائے فرینڈ؟"

"نہیں!" شمی نے سنجیدگی سے کہا۔

"کہاں ہے!" ظفر نے کہا

"کیوں۔!" شمی نے بدستور سنجیدگی سے پوچھا۔ اور پہلی بار ظفر کو

اس کی اچانک سنجیدگی کا احساس ہوا۔

"اوہو! میرا مطلب ہے کہ کوئی حرج تو نہیں ہے۔ انگلینڈ میں تو یہ اس نے کہنا چاہا۔

"تمام لوگوں کی طرح انگلینڈ کا یہاں سے موازنہ کر کے اپنے آپ کو ہلکان مت کریں۔ ظفر بھائی مشرق مشرق ہی ہے تو میرے خیال میں بہتر ہے" شمی نے کہا۔

"مجھے افسوس ہے شمی کہ تمہاری دل شکنی ہوئی لیکن یقین کرو میرا مقصد ایسا نہیں تھا" ظفر بھی سنجیدگی سے بولا۔

"اور مجھے امید ہے کہ آپ بھی میری تلخ گفتگو کو معاف کر دیں گے۔ دراصل مجھے ان لوگوں سے چڑ ہے جو یورپ سے واپس آ کر اپنے ملک کی روایات بھول جاتے ہیں اور اسے بھی اسی رنگ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ چونکہ مجھ سے بہت قریب ہیں اس لئے کم از کم آپ کے اندر یہ چیز دیکھنا نہیں چاہتی" شمی کہنے لگی۔

"اس قربت کا شکریہ!" ظفر مسکرا کر بولا۔ اور شمی کو احساس ہوا کہ وہ کیا کہہ گئی ہے۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی سرخی دوڑ گئی۔ لیکن اس نے بہت جلد اپنے اوپر قابو پا لیا۔ اسی وقت ڈاکٹر داور نے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور اندر آ گئے۔

"کیا موضوع زیر بحث ہے بھئی" انہوں نے باری باری دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا

"میں نے ایک پکنک کا پروگرام بنایا ہے ڈیڈی۔ ظفر صاحب کا خیال ہے یہ پکنک صرف ہم تینوں کی ہو گی۔ میں نے آپ اور ظفر صاحب سے زیادہ لچسپ ثابت نہیں ہو گی اس لئے ان کا خیال ہے کہ اور لوگ بلائے جائیں۔ میں نے کہا کہ میں اپنی چند سہیلیوں کو ساتھ لے لوں لیکن ظفر کہہ رہے ہیں کہ کچھ مرد بھی ساتھ ہوں" شمی نے معصومیت سے ڈاکٹر کو بتایا۔

"تم دونوں کا خیال ٹھیک ہے لیکن دوسرے لوگ کہاں سے مہیا کیے جائیں گے" ڈاکٹر داور نے سنجیدہ مذاق کیا۔

"شمی صاحبہ کی سہیلیاں کچھ بھائی وغیرہ ضرور رکھتی ہوں گی" ظفر بولا۔

"اوہو۔ ٹھہرو۔" ڈاکٹر داور کسی خیال کے تحت اچھل پڑے "کیوں نہ دلچسپیوں کے لئے عمران کو ساتھ لے لیا جائے"

شمی اور ظفر سوالیہ نظروں سے ڈاکٹر داور کو دیکھنے لگے۔

"عمران!" ڈاکٹر داور نے کہا۔ اور شمی بے ساختہ ہنس پڑی۔

"اچھا خاصا نام ہے۔ اس میں ہنسی کی کیا بات ہے" ظفر اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہ نام بھی ایک لطیفہ ہے ظفر۔ میں اسے تمہیں ضرور سناؤں گا۔ کیوں شمی!"

"ٹھیک ہے ڈیڈی۔ ظفر صاحب بھی کیا یاد کریں گے" شمی نے کہا اور ڈاکٹر داور ظفر کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل گئے۔ وہ شاید عمران کو فون کرنے لگے تھے

ویسے ظفر نے نشتی کے چہرے پر ہلکی سی ہچکچاہٹ دیکھ لی تھی، وہ ڈاکٹر داؤد کے ساتھ جانے کے بجائے نشتی سے عمران کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا، لیکن ظاہر ہے ڈاکٹر داؤد اسے لے جا رہے تھے۔ اسلئے اس کے وہاں رکنے کا سوال ہی نہیں تھا

نشتی نے عمران کا تصور کیا، اور نہ جانے کیوں اس وقت اسے ہنسی نہیں آئی، وہ خود بھی عمران کے بارے میں یہی رائے رکھتی تھی، یہ اس وقت پیدا ہوا تھا، جب ڈاکٹر داؤد نے اس کی شادی عمران کے ساتھ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ عمران بظاہر احمق بنا رہتا تھا جس سے وہ اپنی تمام خوبیوں اور صلاحیتوں کو چھپائے رکھتا تھا ڈاکٹر ہی کی زبانی اسے یہ معلوم ہوا تھا کہ اسکی حماقت صرف ایک ڈھونگ ہے۔ اس کے علاوہ عمران بے حد خوبصورت تھا، ظفر سے کہیں زیادہ خوبصورت۔ اس کے چہرے پہ چھائی ہوئی حماقت اور معصومیت ایسی تھی کہ جسے دیکھتا تھا بس دیکھتا ہی رہ جاتا تھا، وہ ایک معصوم شہزادہ معلوم ہوتا تھا، لیکن اس معصوم شہزادے نے جب نشتی کو ٹھکرایا، تو نشتی کو اس پر بے حد غصہ آیا، غصہ آنا ہی چاہیئے تھا، اور اس نے فیصلہ کر لیا تھا، کہ اب کبھی اس کی طرف دیکھے گی بھی نہیں، لیکن اس کی نوبت بھی نہیں آئی، وہ خود کافی عرصہ تک ادھر نہیں آیا۔ اور جب آیا تو اپنی تمام تر حماقتوں کے ساتھ نشتی اپنا غصہ بھول کر اس کی حماقت آمیز حرکتوں پہ محظوظ ہونے لگی اور پھر یہ فیصلہ

نہ کر سکی کہ وہ اس سے اب محبت کرے یا نفرت کرے بہرحال، دونوں صورتیں اس کے نزدیک زیادہ ضروری نہیں تھیں۔ اس لئے اس نے اپنے ذہن میں انہیں رہنے نہیں دیا اور سب کچھ بھول گئی۔

لیکن اسی وقت جب عمران کا نام اس کے سامنے آیا، نشتی کے دل میں خواہ مخواہ ایک انتقامی جذبہ پیدا ہو گیا اور اس نے طے کر لیا کہ وہ عمران کے سامنے ظفر سے زیادہ اپنائیت کا مظاہرہ کرے گی تاکہ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو۔

اور جب تھوڑی دیر کے بعد ظفر باہر سے واپس آیا تو اسے معلوم ہوا کہ عمران ان کے ساتھ چلنے پر تیار ہو گیا ہے۔ اور تھوڑی دیر میں یہاں پہنچ رہا ہے۔

"لیکن یہ کون بزرگ ہیں" ظفر نے پوچھا۔

"ڈیڈی کی دریافت ہے۔ ویسے یہ حقیقت ہے کہ عجیب و غریب آدمی ہے۔ تم اس کی کمپنی محفوظ ہو گے"۔

"بھرلا آدمی ہے؟"

"ہاں"

"مگر وہ انکل سے بہت بے تکلف معلوم ہوتا ہے۔ اور بدتمیز بھی معلوم ہوتا ہے"

"کیا مطلب؟"

"کیونکہ انکل نے اسے ہدایت کی تھی کہ وہ سلیقہ کا لباس پہن کر آئے"۔

"اوہ، ہاں۔" شمی ہنس پڑی۔ "مگر وہ اسے ایسی ہدایت نہ کرتے تھے ممکن تھا کہ وہ زرد پتلون نیلی قمیض، سرخ کوٹ اور سفید ٹائی باندھ کر آتا لانے؟"

"واقعی!" ظفر نے حیرت سے پوچھا۔

"سچ کہہ رہی ہوں؟"

"کوئی جاہل آدمی ہے؟"

"ہاں اس نے آکسفورڈ سے صرف پی۔ ایچ۔ ڈی کیا ہے؟"

"آکسفورڈ سے؟" ظفر حیرت سے کہنے لگا۔

"ہاں! ابھی وہ بہت ہی عجیب آدمی ہے۔ اور جو کچھ ہے وہ سامنے آجائے گا۔" شمی نے اس انداز سے کہا کہ ظفر بھی ہنسنے لگا۔ اور پھر وہ دونوں بے چینی سے عمران کا انتظار کرنے لگے۔

۷

(۳)

ڈاکٹر داور کے کہنے کے مطابق اس نے سفید کا لباس ضرور پہن لیا تھا لیکن چہرے پر برسنے والی حماقت کو وہ کیسے روک سکتا تھا۔ اور پھر ایسے پروگراموں میں سنجیدگی کی تو کوئی ضرورت بھی نہیں تھی۔ کوئی کچھ بھی کہتے لیکن ڈاکٹر داور نے پکنک میں اسے شریک کر کے اپنے سر یہ مصیبت لے لی تھی۔

اور فرزانہ۔ تو وہ آجکل صرف حماقتوں کے مرتکب ہو رہی تھا۔ حالانکہ ویسے تو اسکی زندگی کا ایک جزو بن گئی تھی لیکن مصروفیات میں اس کا ذہن اس طرف سے کچھ ہٹ جاتا تھا۔ اور بعض اوقات اس پر سنجیدگی طاری ہو جاتی تھی لیکن آجکل تو صرف ہی فرصت تھی اور چونکہ فرصت اور حماقت ہم قافیہ ہیں اس لئے آجکل حماقت کا دل بھر کر مظاہرہ ہو رہا تھا۔

لباس تبدیل کر کے وہ نیچے آیا اور چند منٹ کے بعد اسکی ٹرسپیڈ ڈاکٹر داور کی کوٹھی کی طرف دوڑنے لگی۔ راستے میں اس نے اپنا ذہن آزاد چھوڑ دیا اور ٹرسپیڈ کو بھی دوڑنے کی آزادی دیدی۔ بہت سے لوگوں کو اپنی کار میں سڑک کے کنارے کھڑے ہونے پڑے۔ اور بعضوں نے بھلا بھلا کے عالم میں کار

کے نمبر نوٹ کرنے کی بھی کوشش کی لیکن جس وقت تک وہ ڈائری نکالتے ٹوسیٹر نظروں سے اوجھل ہو جاتی۔ ویسے یہ خوش قسمتی تھی کہ گنجان ٹریفک سے اس کا کہیں واسطہ نہیں پڑا۔ ادھر کی سڑکیں عموماً صاف ہی تھیں۔ لیکن ایک سڑک پر ایک ٹریفک سارجنٹ نے کار کی رفتار دیکھ لی۔ اور اس نے اپنی موٹر سائیکل ٹوسیٹر کے پیچھے لگا دی۔ اس نے کئی مرتبہ ہارن دیا لیکن ٹوسیٹر نہیں رکی۔

عمران نے بھی اسے دیکھ لیا تھا۔ لیکن وہ تھا شرارت کے موڈ میں۔ کافی دور نکل آنے کے بعد عمران نے یکایک رفتار سست کر دی اور موٹر سائیکل آناً فاناً اس کے سر پر پہنچ گئی۔ لیکن تیز رفتاری کی وجہ سے وہ ٹوسیٹر سے کئی گز آگے نکل گئی۔ سارجنٹ نے موٹر سائیکل روکا اور بیک کر کے ٹوسیٹر کے قریب واپس آیا۔ لیکن جیسے ہی وہ رکا ٹوسیٹر تیر کی طرح پھر آگے بڑھ گئی۔ اور سارجنٹ ہکا بکا رہ گیا۔ جھلاہٹ کے عالم میں پھر اس نے موٹر سائیکل دوبارہ اسٹارٹ کی۔ غلطی اس سے یہ ہوئی تھی کہ ٹوسیٹر کا سامنا روکنا چاہیے تھا۔ ورنہ وہ آگے نہ بڑھ سکتی۔ ٹوسیٹر پھر اتنی ہی تیز رفتار سے دوڑنے لگی تھی۔ لیکن سارجنٹ بھی غصے سے دیوانہ ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی موٹر سائیکل بھی پوری رفتار سے چھوڑ دی اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تھوڑی دیر میں ٹوسیٹر کے قریب ہونے لگی۔ اور جب وہ اس کے سر پر پہونچ گئی تو ٹوسیٹر کی رفتار پھر ہلکی ہونے لگی۔ اور پھر وہ ایک جھٹکے کے ساتھ رک گئی اور سارجنٹ اس کے قریب پہونچ گیا

اسے اس طرح ٹوسیٹر کے رک جانے کی توقع نہیں تھی۔ اس لئے بمشکل تمام اس نے موٹر سائیکل کو ٹوسیٹر سے ٹکرانے سے بچایا اور سائڈ سے آگے نکال لے گیا۔ اس کا غصہ پورے عروج پر پہونچ گیا تھا۔ اس نے پورے بریک لگا کر موٹر سائیکل کو ٹوسیٹر کے آگے کھڑا کر دیا۔

"کیسی رہی" عمران ٹوسیٹر سے جھانک کر چیخا۔

سارجنٹ غصے کے مارے منہ سے جھاگ نکالتا ہوا موٹر سائیکل سے نیچے آیا۔ اور اس کی طرف بڑھا۔

"میں ایک کار چیمپئن ہوں جناب! اور آئندہ سال امریکہ کی موٹر ریس میں حصہ لینے کی تیاریاں کر رہا ہوں" بغیر پوچھے عمران نے سارجنٹ گرجتا۔

"نیچے اترو" سارجنٹ دہاڑ کر بولا۔

"اے جناب، یہ "ٹرافی" اسپورٹس کار کا کیا مقابلہ کرے گی، ہر نہ چلے تے مقابلے کر" عمران منہ چڑھا کر بولا "ویسے کیا آپ خود دوڑنے کا مقابلہ کریں گے لیکن مجھے یقین ہے کہ تم مجھ سے تیز نہیں دوڑ سکو گے کیونکہ تمہارا وزن ڈیڑھ من سے کم نہیں ہے"

"میں کہتا ہوں نیچے اترو" سارجنٹ کا ہاتھ عمران کے گریبان کی طرف بڑھا

"ارے باپ رے، تم تو لڑنے مرنے پر آمادہ ہو" عمران خوفزدہ لہجے میں بولا "اس لئے تم خود ہی نیچے اترو ہم تو نہیں اترنے کو نہیں کہا تھا۔

"ریس کے بچے نیچے اتر، ورنہ تمہارا جبڑا توڑ دوں گا" سارجنٹ غرایا۔

"کس طرف سا توڑوں بھائی؟" عمران معصومیت سے پوچھنے لگا۔ وہ اس کے ہاتھ نیچے ہی نیچے کام کر رہے تھے۔ اس نے کار کو ریورس گیئر میں ڈال دیا تھا اور اس سے پہلے کہ سارجنٹ اسے کار سے گھسیٹنے کی کوشش کرتا، اس نے زور سے ہارن بجایا اور سارجنٹ اچھل پڑا۔ بس اتنی سی مہلت کافی تھی۔ عمران نے کچھ دبایا اور کار ایک جھٹکے سے پیچھے دوڑتی چلی گئی۔ سارجنٹ بھی اس کی حرکت سمجھ گیا۔ اس نے پہلے ہی سمجھ لیا تھا کہ کار واپس موڑ کر عمران بھاگنا چاہتا ہے اس لئے فوراً ہی وہ بھی اپنی موٹر سائیکل کی طرف دوڑا اور پھر موٹر سائیکل دوڑاتا پیچھے کی طرف دوڑتی ہوئی کار کی طرف بڑھ گیا۔

اس طرح تھوڑی دور کی دوڑ کے بعد کار ایک بار پھر رک گئی اور موٹر سائیکل تیر کی طرح سیدھی نکل چلی گئی لیکن اس بار سارجنٹ کی رفتار تھوڑی تیز تھی کیونکہ عمران اب سارجنٹ کو اپنی طرف آتا ہوا بھی گولی نہیں دینا چاہتا تھا ہر سکتا ہے وہ جھنجھلاہٹ میں فائر کر بیٹھے۔ رفتار بڑھانے والی سوئی اسوقت ساٹھ اور ستر کے درمیان لرز رہی تھی۔

لیکن اب دور دور تک موٹر سائیکل کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ تھوڑی دیر چکر کاٹ کر اس نے کار کا رخ موڑ دیا اور پھر ڈاکٹر داؤد کی کوٹھی کے قریب پہنچ گیا

ہارن کی آواز سن کر ملازم نے دروازہ کھول دیا اور عمران پورچ میں اپنی کار لئے چلا گیا۔ وہاں اس نے انجن بند کیا اور کھڑکی کھولے بغیر کار کے اوپر سے کود آیا لیکن کودتے وقت اس کا فیلٹ نیچے گر پڑا۔ اور وہ اس طرح بدحواس ہو کر اسے اٹھانے کے لئے جھکا جیسے چھلانگ لگا کر وہ بھاگ جائے گا۔ اس کوشش میں اس کا سر کار سے ٹکرایا اور وہ سر پکڑ کر وہیں اکڑوں بیٹھ گیا۔

"ارے ارے کیا ہو گیا" ایک آواز سنائی دی ایک نوجوان دوڑتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا، پھر وہ اسے سہارا دے کر اٹھانے لگا۔ "کیا زیادہ چوٹ آئی ہے؟" اس نے ہمدردی سے پوچھا۔ لیکن ہنسی روکنے کی کوشش میں اس کا چہرہ گلنار ہو رہا تھا۔

"نن۔ نہیں۔ آپ دونوں حضرات کا شکریہ" عمران ڈوبے ہوئے لہجے میں بولا۔

"دونوں حضرات!" نوجوان ادھر ادھر دیکھ کر بولا۔

"ایں۔ اب تو آپ ایک ہی رہ گئے۔ دوسرا کدھر گیا" عمران حیرت سے بولا۔

"چوٹ کی شدت سے شاید آپ کو ایک کے دو نظر آ رہے ہوں گے" نوجوان نے کہا

"جی ہاں! خدا کا شکر ہے کہ وہ اگرچہ ذرا ذرا دھندلے لگ بالکل تو پورے نظر آتے اور اس سے بھی زیادہ دھندلے لگتی تو پھر شاید کچھ بھی نظر نہیں آتا" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

نوجوان ہنسنے لگنے والا تھا لیکن اسے روتے دیکھ کر وہ بمشکل تمام اپنی

روکی اور اس سے کہنے لگا۔ "پیچھے آ جائیے۔ مجھے افسوس ہے۔ لیکن آپ کھڑکی کھول کر کیوں نہ آئے۔"

"کھڑکی کھول کر عمران پیچھے ہٹتے ہٹتے رک گیا، اور پھر بھیانک انداز میں آگے بڑھ گیا" لاحول ولا قوۃ۔ دراصل مجھے بھول جانے کا مرض ہے۔ دیکھئے یہ بھی یاد نہیں رہا کہ کار میں کھڑکی بھی موجود ہے۔"

"ارے، ہاں ہے" نوجوان دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ "یہاں آپ کس طرح تشریف لائے تھے؟"

"اسی بدبخت کار کے ذریعہ" عمران نے کہا اور اپنی کھوپڑی پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ پھر اچانک چونک کر رک گیا۔

"کہیں اب کیا ہو گیا؟" نوجوان نے پوچھا۔

"کچھ غلط ہو گیا پیارے بھائی۔ ضرور کچھ غلط ہو گیا۔"

"آخر کیا کیا ہو گیا؟"

"تھوڑی دیر پہلے میرے سر پر بال نہیں تھے عمران گھٹے ہوئے لہجے میں بولا

"بال نہیں تھے۔" نوجوان نے حیرت سے کہا۔

"ہاں میرا مطلب ہے بال تو تھے لیکن ان کے اوپر کچھ اور بھی تھا" عمران بدستور سر پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔

"وہ تھوڑی دیر قبل آپ ٹیلٹ پہنے ہوئے تھے؟" نوجوان بولا۔

"ہاں ہاں دل لاحول۔ پھر بھول گیا۔ تھا وہ فیلٹ گیا کہاں؟" عمران چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"یہ رہی۔" نوجوان نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی فیلٹ اس کی طرف بڑھا دی جسے اس نے عمران کی آنکھ نے رنت ہاتھ میں اٹھا لیا تھا۔

"وہ۔ شکریہ" عمران نے اس کے ہاتھ سے فیلٹ لیکر سر پر رکھ لی اور پھر اس طرح مطمئن نظر آنے لگا۔ جیسے سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے اور وہ دروازے کے قریب پہنچ گئے۔

"کیا آپ یہاں کسی سے ملنے آئے ہیں؟" نوجوان نے پوچھا۔

"ڈاکٹر داور سے؟" نوجوان نے کہا۔ اور پھر چونک کر رک گیا۔ وہ نوجوان کی طرف دیکھنے لگا۔ "آپ کون ہیں۔ کیا ڈاکٹر داور کی بیوی کو کوئی نہیں ہے" عمران نے پوچھا۔

"بالکل ہے۔ میں ان کا بھتیجا ہوں" نوجوان بولا۔

"لاحول ولا قوۃ" عمران نے منہ بنایا۔

"کیوں؟" نوجوان نے شرارت سے دیکھا۔

"فلٹ ہیٹ سن کر مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے۔ جیسے کوئی سوئی موٹی اندر سے چبھتی نکل آئی ہو۔"

"گڈ! آپ کے محسوسات بہت عمدہ ہیں" نوجوان ہنس کر بولا "کاش

آپ تعلیم یافتہ بھی ہوتے؟"

"میں نے آکسفورڈ سے پی ایچ ڈی کیا ہے۔" عمران اکڑ کر بولا۔

"پی ایچ ڈی! نوجوان اچھل پڑا۔ "تت۔۔ تو کیا آپ ہی علی عمران ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"علی عمران ایم ایس سی پی ایچ ڈی۔"

"اچھا!" نوجوان حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ اور وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ اسی وقت سامنے سے شمی نظر آگئی۔ جو اسی طرف آ رہی تھی۔

"آخاہ۔ عمران صاحب، آپ آگئے۔ ہم لوگ شدت سے آپ کے منتظر تھے" وہ چہکی

"سلام علیکم۔" عمران چٹاخ سے بولا۔

"وعلیکم سلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔" شمی ہنس کر بولی "کیا آپ ظفر صاحب سے ملے؟"

"کون ظفر صاحب؟" عمران ہکلایا۔

"وہ۔ جو آپ کے ساتھ ہیں۔"

"ہم۔ مگر انہوں نے تو اپنا نام یعقوب بتایا تھا۔"

"یعقوب؟ شمی پھر ہنس پڑی۔ "یہ ان کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ٹریڈی کے بھتیجے ہیں لندن سے یہاں آئے ہیں۔"

"یہ تو ٹھیک ہے کیونکہ لندن میں بھتیجے ہوتے ہی نہیں ہیں۔ انہیں کہیں اور سے امپورٹ کیا گیا ہوگا۔" عمران نے کہا۔

"اچھا۔ ایسا۔ بہرحال آپ ان سے ملئے۔ ان کا نام ظفر ہے۔" شمی نے کہا۔ اور عمران پنجے جھاڑ کر ظفر سے لپٹ گیا۔ اور اس سے باقاعدہ گلے ملنے لگا۔

"گڈ! اس کا مقصد ہے کہ مرزا پر ہی طرح حاضر ہے۔" شمی نے کہا۔ پھر ظفر سے بولی۔ "بھئی ظفر آپ کچھ فیل (محسوس) نہیں کیجئے گا۔ عمران صاحب ڈیڈی کے دیوانے ہیں۔"

"اکثر سائنسداں جو تھوڑے بہت ایسی ہی عجیب و غریب چیزیں دریافت کرتا ان کا شیدائی ہے۔" ظفر نے کہا۔

"میری سہیلیاں بھی آتی ہوں گی۔ آپ انہیں لے کر ڈیڈی کے پاس جائیے۔" شمی نے کہا۔ اور ظفر عمران کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ وہیں سے عمران کی نظر ڈاکٹر داؤد پر پڑی جو بڑی گرمجوشی سے عمران کا استقبال کیا۔ اور پھر وہ ان دونوں کا ایک دوسرے سے تعارف کرانے لگے۔

"مکمل تعارف ہو چکا ہے انکل؟" ظفر مسکراتے ہوئے بولا۔

"اور ہو کس طرح؟" ڈاکٹر داؤد نے چونک کر پوچھا۔

"ابھی۔ میں باہر کھڑا تھا۔ کہ عمران صاحب تشریف لے آئے۔ بس ہم دونوں نے ہی ایک دوسرے سے متعارف ہو گئے۔" ظفر نے کہا۔

"ہاں ظفر۔ مسٹر عمران کی بڑی دلچسپ اور دلیرانہ شخصیت ہے تم یقیناً انہیں پسند کرو گے؟"

"بیشک بیشک۔" ظفر نے سر ہلایا۔ اسی وقت باہر شور سنائی دیا۔ اور

میں لڑکیوں کے قہقہے بلند ہوئے۔ شمی کی سہیلیاں آگئی تھیں پھر پانچ لڑکیاں کمرے میں داخل ہوئیں لیکن اندر داخل ہونے سے پہلے وہ سنجیدہ ہو گئیں۔ سب سے پہلے انہوں نے ڈاکٹر داور کو سلام کیا۔

"گڑیا بھی یہ خیال ہے اب تم لوگ کافی ہو گئے ہو۔ اب میری کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ اگر تم لوگ پسند کرو تو ہم چلے جائیں۔"

"میں نہیں جا سکوں گا۔" عمران بولا۔

"کیوں۔ کیوں؟" ڈاکٹر داور نے کہا۔

"ان لوگوں میں میری عمر کا کوئی بھی نہیں ہے۔ اگر آپ ہوتے تو"

"ارے! کیا تم بوڑھے ہو۔" ڈاکٹر داور کہنے لگے۔

"نہیں ڈیڈی۔ عمران صاحب ٹھیک کہتے ہیں۔ آپ کو چلنا ہوگا۔" شمی قدم کرنے لگی۔ اور ڈاکٹر داور شمی کے اصرار کرنے پر رک گئے۔ عمران کے اصرار پر دو نوکر بھی ساتھ لے لئے گئے۔ اور پھر قافلہ دو جیپوں میں چل پڑا۔

ایک جیپ میں لڑکیاں تھیں اور دوسری میں تین مرد تھے۔

"ان لوگوں کا کیا معاملہ ہے؟" شمی کی ایک سہیلی نے عمران اور ظفر کے بارے میں پوچھا۔

"یہ ڈیڈی کے بھتیجے ظفر ہیں۔ اور وہ عمران، ڈیڈی کے دوست ہیں۔"

"ڈیڈی کے دوست؟" ایک لڑکی حیرت سے بولی۔

"ہاں؟"

"مگر۔ وہ تو بالکل آوارہ ہے؟"

"تم نے سنا نہیں وہ کیا کہہ رہا تھا۔ اس کی عمر کا ہم میں کوئی نہیں ہے۔"

"میرا خیال ہے بھرتے پر لے رہا تھا۔ اس کی زیادہ عمر نہیں ہے۔ وہ ہے چند گنتی"

"نہیں پہلے سے کہیں اچھا نظر آتا ہے۔" دوسری لڑکی نے کہا۔

"لیکن بیٹیو! کچھ اس کے بارے میں بھی تو کہیں ہمیں کچھ پتا چلے۔" ایک شوخ لڑکی بولی۔

"اور وہ بھی ڈیڈی کا بھتیجہ۔ خدا جانے کہ اس سے کوئی رشتہ نہیں ہے؟" دوسری لڑکی نے شمی سے مذاق کیا۔

"گویا معاملہ پراسرار ہے۔" وہ سب ہنسنے لگیں۔ شمی بھی مسکرا دی۔ دوسری طرف ڈاکٹر داور اور ظفر کو عمران کے بارے میں بتا رہے تھے۔ اور عمران اس طرح بے تعلق بیٹھا تھا۔ جیسے یہ تمام باتیں اس کے بارے میں نہیں ہیں۔

جیپیں دوڑتی رہیں کافی طویل سفر طے کر کے ایک خوبصورت جگہ کا انتخاب کیا گیا اور جیپیں اس طرف موڑ دی گئیں۔ یہ ایک خوبصورت پہاڑی ڈھلوان تھا۔ جہاں دور دور تک سبزہ پھیلا ہوا تھا۔ ان پہاڑیوں میں درختوں کا جھنڈ تھا۔ جس کے متعلق عمران کے علاوہ کسی اور کو کچھ نہیں معلوم تھا جہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک پہاڑی چشمہ بھی تھا۔ جو یہاں سے نظر نہیں آتا تھا۔

ان لوگوں نے خوبصورت چھتریاں لگائیں اور ان کے نیچے قالین وغیرہ بچھائے گئے۔ ظفر فوٹو گرافی کرنے لگا۔ اور عمران ڈاکٹر داور سے گفتگو میں مصروف ہو گیا۔

"اوہ! تو عمران صاحب! کیا آپ اپنی فوٹو نہیں کھنچوائیں گے؟" ظفر نے اچانک کہا۔

"کیوں نہیں لیکن میں نے ابھی تک اپنی تصویر سیدھی نہیں کھنچوائی ہے۔" عمران بولا۔

"کیا مطلب؟"

"یہ میرا اصول ہے۔ میں ہر کام میں عجلت کا قائل ہوں۔ سیدھی تصویر مجھے کبھی اچھی نہیں لگی۔"

"تب پھر آپ تصویر کیسے کھنچوائیں گے؟"

"سر کے بل کھڑے ہو کر۔"

"دیکھی کہی۔ آیئے تو سہی۔" ظفر ہنس کر بولا۔ اور عمران اجازت طلب نظروں سے ڈاکٹر داور کو دیکھنے لگا۔ "جاؤ بھئی۔ بھلا تم ان لوگوں کو بے وقوف بنانے سے کہیں باز آ سکتے ہو۔" ڈاکٹر ہنستے ہوئے بولے۔ اور عمران اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ ظفر اور دوسری لڑکیاں ایک خوبصورت چٹان کے پاس پہنچ گئے۔ جو سبزے اور جنگلی پھولوں سے لدی ہوئی تھی۔

"یہ جگہ مناسب ہے۔" ظفر نے کہا۔ اور پھر کیمرہ لے کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ "آپ

اس چٹان پر کھڑے ہو جایئے عمران صاحب۔" اس نے عمران سے کہا۔ اور عمران سعادتمندی سے گردن ہلا کر چٹان کے قریب پہنچ گیا۔ لیکن دوسرے لڑکیاں قہقہے مار مار کر ہنسنے لگیں۔ کیونکہ عمران سر کے بل کھڑا ہوا تھا۔ ظفر خود بھی ہنس رہا تھا۔ اور دور بیٹھے ہوئے ڈاکٹر داور بھی ہنس رہے تھے۔

لیکن عمران۔ وہ ان لوگوں کو اس طرح دیکھ رہا تھا۔ جیسے ان سب کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ وہ بالکل سنجیدہ تھا۔

"بھئی کہاں کے آدمی ہیں عمران صاحب۔ اگر یہ سب مذاق ہے تو درحقیقت بہت ہی دلچسپ مذاق ہے۔"

"اب تصویر اتارو بھی یار۔ ورنہ میں الٹا ہو جاؤں گا۔" عمران بولا۔

"کیا بات ہوئی۔" ایک لڑکی نے دوسری سے پوچھا۔ اور دوسری ہنس پڑی۔ ظاہر ہے اس جملے کا مطلب عمران جیسی کھوپڑی رکھنے والا ہی سمجھ سکتا تھا ظفر نے مختلف زاویوں سے عمران کے پورٹریٹ اتارے اور پھر سیدھا ہونے کے لئے کہا۔ عمران سیدھا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر ذرہ برابر بھی غیر سنجیدگی نظر نہیں آ رہی تھی۔

"بھئی آپ تو واقعی زود رنج نکلے عمران صاحب۔ اگر آپ سے ملاقات نہ ہوتی۔ تو زندگی کا کوئی لطف نہیں ہوتا۔" ظفر کہنے لگا۔

عمران کچھ نہیں بولا۔ اس لئے تمام لوگ اپنی اپنی دلچسپیوں میں مشغول

ہو گئے۔ ظفر عمران سے ہی چلا ہوا تھا، پھر نواب صاحب نے شکار کا پروگرام پیش کیا۔ "بھئی بندوقیں بھی تو کسی مصرف میں آنی چاہئیں" وہ بولے۔ پھر ایک بندوق لے کر وہ ایک طرف بڑھ گئے۔ شمی بھی شکار کی شوقین تھی۔ اس نے دور ان لوگوں کے ہاتھوں میں بندوقیں دیکھ کر ان کی طرف لپکی۔

"ہم بھی شکار کریں گے۔"

"ضرور کیجئے۔" ظفر اسے سے بولا۔ اور شمی چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ ظفر کے ذہنی جھٹکے نے اسے پیچھے پر مجبور کر دیا۔ دوسرے لوگ باتیں کرتے رہے۔

"تمہارا نشانہ کیسا ہے ظفر میاں؟" ڈاکٹر داور نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے انکل، اکثر کھیلتا رہا ہوں۔" ظفر نے جواب دیا۔

"یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک چشمہ ہے، جس کے کنارے اچھے قسم کے پرندے مل جاتے ہیں۔" عمران نے کہا۔

"ارے۔ واقعی! تمہیں کیسے معلوم؟"

"میں یہاں چھ ماہ تک پیدل گشتی کر چکا ہوں۔ یہاں کا چپہ چپہ میرا دیکھا ہوا ہے۔" عمران نے جواب دیا۔

"غلط یہاں کوئی غار نہیں ہو سکتا۔" شمی نے کہا۔

"شمی! تم عمران کو چیلنج نہیں کر سکتیں یہ غاروں کی مخلوق ہے۔" ڈاکٹر داور نے کہا۔ اور اس بات پر ایک قہقہہ پڑا۔

"اچھا عمران صاحب ثابت کریں۔" شمی نے کہا۔ اور عمران آگے بڑھ گیا وہ سب اس کے پیچھے تھے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد سچ مچ انہیں ایک چشمہ نظر آیا۔

"اب تم لوگ غاروں کی موجودگی کا کامل یقین کر لو۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"بغیر دیکھے نہیں۔" شمی نے ضد کی۔

"تب پھر شکار سے قبل غار بھی دیکھ لینا چاہئے۔" ظفر نے کہا۔ اور عمران ان کو لئے ایک غار کی طرف بڑھ گیا۔ اور بہ آسانی غار کے دہانے میں داخل ہو گیا تمام لوگ ششدر رہ گئے۔ "یہاں میں نے اپنی زندگی کا بہترین وقت گذارا ہے۔" عمران کہتا گیا۔

"یہ کیا گڑبڑ ہے۔" ایک سیپی نے کسی کے کان میں کانا پھوسی کی۔

"یہ بڑا پراسرار آدمی ہے، یہ حماقت اسے کھا کر ہی رہے گی۔ نہ جانے کیا ہے۔" شمی نے جواب دیا۔

ظفر بھی اب عمران سے کافی متاثر نظر آ رہا تھا پھر سب لوگ غار کے پاس سے واپس چل پڑے۔ چشمے کے کنارے پہنچ کر ان لوگوں نے شکار کیا۔ ظفر نے اچھے نشانے لگائے اور چند پرندے گر پڑے۔ ڈاکٹر داور نے بھی کچھ پرندے مارے۔ پھر عمران کی باری آئی، بدقسمتی سے کافی پرندے ہو گئے تھے اب مزید کی کیا ضرورت تھی۔

"پھر بھی آپ کے دل میں حسرت نہ رہ جائے۔" ظفر نے کہا۔ ان لوگوں کے مجبور کرنے پر عمران نے بھی چھروں والی بندوق پکڑی۔ تاروں کی ایک ڈار اڑتی

ہوتا چلا آ رہا تھا۔ عمران نے بندوق سیدھی کی اور فائر کر دیا۔ ڈار سر سے گزر گئی اور سب ایک دم ہنس پڑے۔ عمران انہیں حیرت سے ایک ایک کی شکل دیکھنے لگا۔

لیکن اسی وقت کسی طرف سے ایک کوّا اڑتا ہوا آیا اور ڈاکٹر کے قدموں پر گر پڑا۔ اس کے جسم میں کئی چھرے لگے تھے۔

"ارے کیا ہوا؟" ظفر حیرت سے بولا۔

"کسی کے تیر نظر کا شکار ہو گیا ہے۔" عمران نے جواب دیا۔

"اوہ! لیکن میں نے اسے اس درخت کی شاخ پر دیکھا تھا۔ ایک لڑکی بولی وہ ایک طرف اشارہ کر رہی تھی۔

"تب نشانہ بہک گیا ہوگا۔" ظفر نے کہا۔ اور سب ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے لیکن ڈاکٹر داور سنجیدہ تھے۔ جب سب لوگ ہنس چکے۔ تو وہ آہستہ سے بولے "تم سب لوگ ہنس رہے ہو۔ حالانکہ اس جگہ سے درخت کی اس شاخ پر نشانہ لگانا ناممکن ہے۔"

"مگر وہ تو اتفاق تھا نا محض۔" ظفر بولا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ اتفاق ہر بار ہو سکتا ہے۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"تو لیجئے محض کوشش کر دیکھئے۔" ظفر بولا۔ اور ڈاکٹر نے بندوق پھر عمران کے ہاتھ میں تھما دی۔ اور ایک سگریٹ سلگانے لگا۔ وہ سب لوگ بھی درخت کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جس پر چند کوّے پھر آ بیٹھے تھے۔ عمران نے فائر کیا۔

اور تمام کوّے اڑ گئے۔ ایک زوردار قہقہہ پڑا۔ لیکن عمران ڈاکٹر داور کے ہاتھ سے ایک چاقو لے کر ایک طرف دوڑا۔ اور پھر ان سب لوگوں نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ آسمان سے چار الو ایک ایک کر کے گرتے تھے اور عمران انہیں ذبح کر رہا تھا۔ الو کے تینوں میں بریک لگ گئے۔

"حیرت ہے درخت پر نشانہ لگا رہے تھے۔ میں نے پرندوں کی ایک اور ڈار دیکھی تھی جو اس طرف آ رہی تھی۔

مگر درخت اور پرندوں کی سمت میں بڑا فرق تھا۔" شمی نے ظفر سے کہا۔

"یہ شخص درحقیقت جادوگر ہے۔" ظفر متاثر لہجے میں بولا لیکن ڈاکٹر داور کے ایک زوردار قہقہے نے انہیں اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ وہ بے تحاشہ ہنس رہے تھے۔

"دیکھ تم نے! جب اس نے پرندوں پر نشانہ لگایا تو کوّا آ گرا۔ اور جب کوّے مارنے کی کوشش کی تو تازہ گریں یہاں بھی اس نے اپنی غیر سنجیدگی برقرار رکھی۔ وہ کہنے لگے۔

"کمال ہے! سچ یہ حقیقت ہے کہ اس سے قبل میں نے اتنا حیرت انگیز آدمی نہیں دیکھا تھا۔" ظفر کہنے لگا۔ عمران نے چاروں تازہ ذبح کر ڈالیں۔ اور انہیں لٹکانے کے لئے ان کے قریب پہنچ گیا۔

"مجھے افسوس ہے ڈاکٹر لیکن مجھے یقین ہے کہ کوّوں اور تازہ الوؤں نے میرے خلاف سازش کی ہے۔ ورنہ؟" عمران کہنے لگا۔

" اب زیادہ احمق نہ بنایئے فرید صاحب ہر لوگ آپ کی بڑی تعظیم کرتے ہیں"
ظفر ہنستے ہوئے کہنے لگا۔ اور عمران بھی احمقانہ انداز میں ہنسنے لگا۔ لڑکیاں پرتے
کھولنے میں مصروف ہو گئیں۔ اور ڈاکٹر ظفر اور عمران ادھر ادھر کی سیر کرنے لگے
مختلف موضوعوں پر گفتگو کر رہے تھے۔ پھر انہوں نے سرسری طور پر فرید کے
بارے میں ظفر کو بتایا۔ اس کے چند کارنامے بھی دہرائے۔ اور ظفر حیرت سے آنکھیں
پھاڑ کر رہ گیا۔ اس تھوڑے عرصہ میں وہ عمران کا گرویدہ ہو گیا

تھوڑی دیر کے بعد کھانے کی دعوت ملی۔ اور وہ دسترخوان پر بیٹھ گئے

(۳)

پورا دن قہقہے لگاتے ہوئے گذر گیا۔ پھر انہوں نے واپسی کی تیاریاں شروع
کر دیں۔ ظفر عمران سے بے تکلف ہو گیا تھا۔ اور اس نے عمران سے وعدہ لے لیا
تھا کہ وہ روزانہ اس سے ملنے گا۔ اس کے خیال میں اتنا حیرت انگیز آدمی اس نے
اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔

سامان سمیٹ لیا گیا اور وہ جیپوں کے ذریعہ واپس چل پڑے۔ واپسی
سفر بھی قہقہے لگاتے ہوئے کٹ رہا تھا۔ اس وقت وہ ایک سنسان سڑک
سے گذر رہے تھے۔ جیپوں کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔

دفعتاً انہیں پیچھے سے ہارن کی آواز سنائی دی۔ ایک لاری تیز رفتاری سے آ رہا تھا۔ اس میں کافی سامان لدا ہوا تھا۔ جو شاید وہ دوسرے سے لا رہا تھا۔ ان لوگوں نے اسے آگے جانے کے لئے راستہ دیدیا۔ اور وہ آگے نکل گیا۔

" اڑھائی سو میل چلاتے ہیں یہ لوگ" ڈاکٹر نے تبصرہ کیا۔ لیکن اس سے قبل
کہ کوئی جواب دیتا۔ ایک حیرت انگیز واقعہ پیش آ گیا جس نے ایک لمحے کے لئے
سب کو گنگ کر دیا۔ سامان سے لدا ہوا ٹرک ایکدم فضا میں اڑنے لگا

اور بلند ہوتا چلا گیا، پھر لڑکھڑا کر سوئٹ کی بلندی پر پہنچ کر وہ فضا میں معلق ہو گیا۔ اور لوگوں نے بیساختہ چیخوں میں بیک لگا دیئے۔ یہ ایسا واقعہ تھا جسے عقل تسلیم کر ہی نہیں سکتی تھی۔ اس لئے وہ سب کچھ بول ہی نہیں سک رہے تھے بس اپنی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

ٹرک کو معلق ہوئے کئی منٹ گزر گئے۔ پھر یکایک وہ کسی بڑے پتھر کی طرح زمین کی طرف گرنے لگا، ایک خوفناک دھماکہ سنائی دیا، ٹرک کے ٹکڑے دور دور تک بکھر گئے اور اس میں آگ لگ گئی۔

لڑکیاں بیساختہ چیخ پڑیں۔ عمران تیزی سے جیپ سے اتر کر اس طرف دوڑا، ڈاکٹر داؤد اسے آوازیں دیتا ہی رہ گیا پھر وہ اور نفر بھی اس کے پیچھے دوڑ پڑے۔ لیکن اب سب کچھ بیکار تھا، ایک ایک چیز جل چکی تھی لاشیں دور دور پڑی ہوئی تھیں، وہ جل کر کوئلہ ہو گئی تھیں ایک بڑا حصہ آگ میں گھرا ہوا تھا، وہ لوگ کچھ بھی نہیں کر سکے۔ لڑکیاں بری طرح سہمی ہوئی چیخیں جا رہی تھیں۔

"یہ کیا ہوا عمران، یہ کیا ہوا؟" ڈاکٹر داؤد عمران کا شانہ ہلا کر بولے۔

"میں خود نہیں سمجھ رہا ہوں ڈاکٹر۔" عمران سنجیدگی سے بولا۔

"کیا یہ ایک ناقابل یقین واقعہ نہیں ہے۔"

"بالکل ہے۔ لیکن؟"

"لیکن۔؟" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"یہ سب کیسے ہوا۔"

ابھی میں کیا بتا سکتا ہوں ڈاکٹر، بس ایک خیال ہے، جس کی پہلے تصدیق کرنا ضروری ہے۔"

"تب کیا کیا جائے؟"

"پولیس کو اطلاع دینے کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا ہے۔" عمران بولا، اور آگ کی طرف دیکھنے لگا جو اب مدھم ہوتی جا رہی تھی، پھر انہوں نے آگ میں کچھ گہرا لڑھا دیکھا، جو ٹرک کے گرنے سے بچ گیا تھا، اس کے علاوہ کوئی اور خاص چیز نظر نہیں آ رہی تھی۔

پولیس کو اطلاع دینے کا کام بھی عمران کے سپرد کیا گیا، اور وہ ایک جیپ لے کر چل دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پولیس کے بڑے آفیسر اور دوسرے لوگ وہاں پہنچ گئے۔ اور جائے حادثہ کے فوٹو کھینچے جانے لگے۔

۴

بیان دینے والے سب ہی لوگ معتبر تھے۔ اس لئے اسے جھوٹا نہیں سمجھا جا سکتا تھا اور پھر پولیس کو وہاں ایسے نشانات نظر آئے تھے جن سے ان لوگوں کے بیان کی تصدیق ہو جاتی تھی۔ سب ہی لوگ گو گو کے عادی تھے۔ اخبارات کے ذریعہ پورے شہر میں سنسنی پھیل گئی تھی اور ہزاروں آدمی اس جگہ کو دیکھنے کے لئے جا رہے تھے جہاں یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

ابھی تک یہ فیصلہ نہیں ہو سکا تھا کہ اصل واقعہ کیا ہے، ٹرک کس طرح ہوا میں معلق ہوا، اور کس طرح پھر گر پڑا۔ پرانے قسم کے لوگ اسے کسی جن وغیرہ کا کارنامہ قرار دے رہے تھے جس کی شان میں ٹرک والوں نے کچھ گستاخی کی تھی۔ ماڈرن لوگ اسے ان لوگوں کی بے دماغی قرار دے رہے تھے لیکن اس سلسلہ میں وہ خود بھی کوئی نظریہ پیش نہیں کر سکتے تھے۔

بہرحال جتنے منہ تھے اتنی ہی باتیں تھیں، لیکن عمران کو صرف اس بات کا افسوس تھا کہ ظفر کے ذریعہ اس کا نام بھی اخبارات میں آ گیا تھا، اور پوچھ گچھ کرنے والوں نے اس کا بیان بھی نوٹ کر لیا تھا۔ ان میں سب سے پہلے تو ایکسٹو کے ماتحت ہی تھے

سب ہی باری باری اس سے تفصیل پوچھتے تھے، اور بالآخر عاجز آ کر عمران نے پکارا، جو کوئی بھی پوچھتا بس ایک ہی جواب ملتا۔ "جی ہاں بالکل درست ہے تفصیلات کے لئے صبح کا اخبار دیکھیں۔"

اس نے فون رکھا ہی تھا کہ گھنٹی پھر بج اٹھی۔

"جی ہاں بالکل درست ہے۔ تفصیلات کے لئے صبح کا اخبار دیکھیں۔" اس نے کہا

"میں ظفر بول رہا ہوں عمران صاحب۔"

"تمہیں بھی اسی وقت پرانا رہ گیا تھا یار؟"

"کیا بات ہے، سخت بیزار دکھائی دے رہے ہیں؟"

"زندگی عذاب ہو گئی ہے۔"

"ادھر بھی یہی حال ہے۔ لیکن اب میں نے ریسیور اٹھا کر علیحدہ رکھ دیا ہے اس لئے ایک گھنٹے سے امن ہے۔"

"ارے لاحول۔ خدا تمہارا بھلا کرے۔" عمران نے کہا اور خود بھی کرسی سے ریسیور ہٹا کر وہاں سے کھسک آیا۔ ماؤتھ پیس سے ہیلو ہیلو کی بلند آواز گونجتی رہی، پھر ظفر نے بھی مایوس ہو کر فون بند کر دیا۔

لیکن اسی وقت پھر گھنٹی بج اٹھی اور عمران آنکھیں پھاڑ کر فون کو گھورنے لگا۔ لیکن اسے بہت جلد معلوم ہو گیا کہ اس بار فون کی گھنٹی نہیں بلکہ دروازے کی گھنٹی بج رہی ہے۔

سلیمان دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"اب لوگ گھر پر بھی حملہ کرنے لگے!" عمران دانت پیس کر بولا اور خونخوار نظروں سے دروازے کو گھورنے لگا۔

اندر داخل ہونے والا کیپٹن فیاض تھا، وہ مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا لیکن عمران کے چہرے پر کسی قسم کے تاثرات نہیں پیدا ہوئے۔

"کیا بات ہے، کیوں موڈ بگڑا ہوا ہے؟"

"خودکشی کے امکانات پر غور کر رہا ہوں سر!" عمران بولا۔

"تب میں ٹھیک وقت پر آیا ہوں۔ شروع ہو جاؤ تاکہ میں تمہیں اقدام خودکشی کے کیس میں گرفتار کر سکوں۔" فیاض بولا۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو؟" عمران سرپٹ بھنچ کر بولا۔

"مبارکباد دینے۔"

"کیا سلیمان کے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے؟" عمران جھلا کر بولا۔

"بلکہ تمہارا بھی نام اخباروں میں چھپ گیا ہے۔"

"تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ وہ میرا نام ہے۔ اخبار والے کا نام عمران درج تفصیل ہے؟"

"ضرور ہوگا، لیکن میں اس عمران کی بات کر رہا ہوں جو محکمۂ سراغ رسانی کے ڈائرکٹر جنرل کا بیٹا ہے۔"

"پھر کیا چاہتے ہو؟"

"کس طرح گفتگو کر رہے ہو یار! میں تمہارے پاس ایک اور اہم خبر لے کر آیا ہوں۔" فیاض کہنے لگا۔

"لاؤ؟" عمران نے کہا۔

"پہلے مجھے وہ واقعہ تفصیل سے سناؤ۔"

"تمہارے اخبارات میں چھپ چکے ہو۔ اس میں ایک بات بھی غلط نہیں ہے۔" عمران نے کہا۔

"ہوں!" فیاض کسی سوچ میں گم ہو گیا پھر بولا۔ "ممکن ہے یہ صرف میرا وہم ہو لیکن چند دن پہلے ایک اور واقعہ میرے علم میں آیا تھا۔ اخبارات میں ایک معمولی سی خبر چھپی تھی۔ اس لئے اس کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی۔ اب اس واقعہ کے بعد اس کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ چڑیا گھر کے ایک ہاتھی بان نے پولیس میں یہ رپورٹ درج کرائی تھی۔ اس کے ساتھ ایک حیرت انگیز واقعہ پیش آیا ہے۔ وہ شام کو ہاتھی کو ٹہلا کر واپس آ رہا تھا۔ کہ راستے میں اسے پیشاب لگا۔ اور وہ ہاتھی کو کھلا چھوڑ کر جھاڑیوں میں بنے ہوئے پیشاب گھر میں گھس گیا۔ جب وہ پیشاب گھر سے باہر نکلا۔ تو اس نے ہاتھی کو فضا میں بلند ہوتے دیکھا کوئی سی دیوہیکل ہاتھی کسی کھلونے کی طرح فضا میں معلق ہو گیا۔ چند منٹ کے بعد وہ ایک زوردار آواز کے ساتھ زمین پر گر پڑا اور مر گیا۔ ہاتھی کی موت کی خبر اخبارات میں چھپی، لیکن اس کے بیان پر کسی نے توجہ نہیں دی۔ لیکن اب جبکہ خود تم نے ایک

ایسا واقعہ دیکھا ہے۔ تو مجھے مجدہ واقعہ یاد آگیا۔

"یہ کب کی بات ہے!" عمران نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"تقریباً پندرہ دن قبل کی۔" فیاض نے جواب دیا۔

"ہوں!" عمران خاموش ہوگیا۔ وہ خود بھی اس واقعہ کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔

"کیا قصہ ہو سکتا ہے عمران؟"

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی جن کے یہاں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اور وہ اس کی پیدائش کے لئے ایسے تماشے کرنا چاہتا ہے۔"

"تمام لوگ یہی کہہ رہے ہیں کہ کسی جن کا کارنامہ ہے۔ کیا تم بھی اسے کسی جن کا کارنامہ تسلیم کرتے ہو؟" فیاض بولا۔

"پھر کیا کہا جا سکتا ہے؟"

"کسی تجربہ پسند سائنسدان کی حرکت۔" فیاض بولا۔ اور عمران حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ فیاض نے تقریباً وہی سوچا تھا جو وہ خود سوچ رہا تھا۔

"اگر ایسا ہے تو پولیس کو دوسری کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔" عمران ہنسنے لگا۔

"کیونکہ تم جانتے ہو کہ کیس پولیس کا نہیں ہے۔ جلد یا بدیر ہم لوگ اس چکر میں پھنسنے والے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم اس سلسلہ میں معلومات حاصل کرو۔"

"میں نے یہ کام چھوڑ کر اب سٹہ کا کاروبار شروع کر دیا ہے۔ اس لئے مجھے معاف کرو۔"

"تب بتاؤ اس پر پولیس جرم عائد کرے گی۔ کیونکہ سارجنٹ مسعود رجسٹریشن آفس سے سٹاری ٹرانسمیٹر کے نمبر چرا رہا تھا۔ اتفاق سے میرے سن لیا۔ اور اس سے وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ ٹرانسمیٹر والے نے اس کے ساتھ خطرناک مذاق کیا تھا۔ پھر اس نے مذاق کی تفصیل بتائی کہ کس طرح تم نے اسے پریشان کیا تھا۔ بہرحال میں نے اسے کچھ سمجھا کر منع کر دیا ہے۔ لیکن بات اب بھی بڑھ سکتی ہے۔ اور پھر یہ رجسٹریشن آفس والا معاملہ ضرور سامنے آئے گا۔" فیاض بولا۔

"اچھا! تو تم مجھے بلیک میل کرنے آئے ہو؟"

"نہیں! تم سے مدد لینے آیا ہوں۔ یہ تو میں مذاق کر رہا تھا۔ مگر مسعود کا کیا معاملہ؟"

"مجھے علم نہیں۔ میں کسی سارجنٹ مسعود کو نہیں جانتا۔"

"خیر چھوڑو۔ ہاں تو اس سلسلے میں کیا کر رہے ہو؟"

"فی الحال صبر کی اپیل۔ اور جب تک نہیں ہوتے گا۔ تمہیں اطلاع دے دوں گا۔" عمران نے جواب دیا۔

اس کے بعد بھی فیاض کافی دیر تک عمران کا مغز چاٹتا رہا۔ آخر وہ یہ وعدہ لے کر ہی اٹھا کہ عمران اس سلسلے میں کام شروع کرے گا۔ اور حالات معلوم کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس کے جانے کے بعد بھی عمران کافی دیر تک سر کھجاتا رہا۔ یہ مسئلہ واقعی بڑا پیچیدہ اور حیرت انگیز تھا۔ اور اگر فیاض ٹھیک کہہ رہا تھا۔ تو باغی والا معاملہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی معلوم ہوتا تھا۔

اس نے کسی خیال کے تحت سلیمان کو آواز دی۔ اور سلیمان کمرے میں آ پہنچا۔

"رہے نہ رہے وہ قبل اس کے اخبارات اٹھا لا۔" عمران نے اسے حکم دیا۔

"وہ اب کہاں ہیں صاحب؟" سلیمان بولا۔

"کیوں، کہاں گئے؟"

"بیچ دیے۔" سلیمان اطمینان سے بولا۔

"کیوں اس کی ضرورت کیا پیش آ گئی تھی۔"

"مجبوری تھی صاحب۔ آپ سے پیسے مانگنا بھول گیا تھا، اور دفعتاً میں ایک بڑا اچھا جادو گر آیا ہوا تھا، بس ردی بیچ کر کام چلایا۔"

"ہوں" عمران نے ایک طویل سانس لی، اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا ظاہر ہے اس سلسلے میں وہ سلیمان کی سنجیدگی سے کیا کر سکتا تھا بیڈ سے نیچے اترتے ہی اس نے گردن سے ٹوسیٹر نکالی اور ڈاکٹر داور کی طرف پلٹ دیا۔ وہ اس سلسلہ میں داور سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔

کوٹھی پہنچ کر معلوم ہوا کہ ڈاکٹر داور تجربہ گاہ میں ہیں۔ ظفر اور شمی چلکک کے لئے گئے ہیں۔ عمران سیدھا تجربہ گاہ کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے تجربہ گاہ کے ملازم سے ڈاکٹر داور کو اطلاع بھجوائی اور انہوں نے فوراً اسے وہاں بلا لیا۔ وہ تجربے میں مصروف نہیں تھے بلکہ ان کے سامنے کتابوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ اور ایک کتاب سامنے لگی ہوئی میز پر کھلی ہوئی تھی۔

"بیٹھو!" ڈاکٹر داور شفقت سے بولے۔ "مجھے یقین تھا کہ تم جلد ہی لوٹ آؤ گے۔"

"ظاہر ہے یہ نہایت ہی حیرت انگیز واقعہ تھا۔" عمران بولا۔

"پھر تم نے کیا فیصلہ کیا؟" ڈاکٹر داور نے پوچھا۔

"اتنی جلدی کوئی فیصلہ کرنا کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔"

"میں بھی اسی مسئلہ میں الجھا ہوا ہوں۔ بہت سے خیالات گڈمڈ ہو رہے ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ کس لائن پر سوچوں۔"

"مثلاً؟" عمران نے پوچھا۔

"کشش ثقل کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"چند مخصوص ذرائع سے انسان اپنے اوپر سے زمین کی کشش ختم کر دیتا ہے۔ اسی طرح اس کا وزن برائے نام رہ جاتا ہے۔ لیکن تندرستی میں کوئی فرق نہیں آتا، پھر بھی وزن کی وجہ سے وہ عام لوگوں سے زیادہ پھرتیلا ہوتا ہے بڑی چھلانگوں کو پھلانگ سکتا ہے۔ بلندی سے نیچے کود سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔" عمران نے جواب دیا۔

"تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ میں اسی لائن پر سوچ رہا ہوں۔ لیکن مجھے اپنے خیالات میں جان نظر نہیں آتی ہے۔ کیونکہ کشش ثقل صرف زندہ اجسام پر اثر انداز ہوتی ہے۔ بے جان چیزوں کے لئے بیکار ہے۔

"اس سلسلے میں ایک اور واقعہ بھی معلوم ہوا ہے۔"

"وہ کیا ہے؟"

عمران انہیں باقی قصہ سنانے لگا۔ کیپٹن فیاض نے یقیناً اس سلسلے میں جھوٹ نہیں بولا ہے۔ کیونکہ وہ مجھ سے مدد چاہتا ہے؟ آخر میں عمران نے بتایا۔

"باقی کیا کیوں؟" ڈاکٹر داؤد کسی گہری سوچ میں غرق ہو گئے پھر گردن اٹھا کر بولے: "مجھے اس سلسلے میں کافی ریسرچ کرنی پڑے گی عمران، ابھی کوئی فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ بہرصورت اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ یہ سو فیصدی سائنس کا کام ہے۔"

عمران بھی خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک ڈاکٹر داؤد سے گفتگو کرنے کے بعد وہ وہاں سے واپس ہو گیا۔

(۵)

شہر کے خوبصورت ہوٹل آبپارہ کے ٹی کلب ہال میں حسب معمول کافی رونق تھی۔ آبپارہ ان نوٹ ہوٹلوں میں تھا جو آناً فاناً مشہور ہو جاتے ہیں۔ اسے کھلے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا لیکن اس کی پسندیدگی کا یہ عالم تھا کہ شہر کا پورا معزز طبقہ وہیں آنے لگا تھا۔ اس کی وجہ وہاں کی بہترین سروس اور خوش سلیقگی تھی۔ تمام ویٹر تعلیم یافتہ اور مہذب تھے۔

عمران بھی چند دن سے اسی ہوٹل میں آ رہا تھا۔ اگرچہ اس کی آمد مستقل نہیں تھی۔ بس کبھی کبھی وہ چلا آتا تھا۔ آج بھی۔ ابھی وہ ڈنر سے فارغ ہوا تھا۔ اس نے شام آبپارہ میں ہی گذارنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اور لباس وغیرہ تبدیل کر کے وہاں پہنچ گیا تھا۔ اور اب یہاں آئے ہوئے اسے کافی دیر ہو گئی تھی۔

اس کا مرکز نگاہ ایک بوڑھا تھا جو اسے اپنے سے بھی زیادہ تنہا محسوس ہو رہا تھا۔ بوڑھے نے بہترین سوٹ پہن رکھا تھا۔ اس کے چہرے پر فرنچ کٹ داڑھی تھی اور ایک آنکھ پر گرد سی لگا ہوا تھا۔ وہ بالکل تنہا بیٹھا تھا۔ لیکن اس طرح اکڑ کر بیٹھا تھا جیسے رستم کی نسل کا آخری فرد ہو۔ اس کے جسم میں عمر اس وقت

لمحہ پیدا ہوتی تھی جب کوئی خوبصورت لڑکی ڈانسنگ ہال کے دروازے سے اندر داخل ہوتی۔ وہ لڑکا اس وقت تک گھورتا رہتا جبتک وہ کسی میز پر بیٹھ نہ جاتی اور پھر وہ دوبارہ اکڑ جاتا۔ کافی دیر سے یہی ہو رہا تھا۔ اس اثنا میں عمران کئی بار اپنی کھوپڑی سہلا چکا تھا۔ بوڑھے کی عمر ساٹھ پینسٹھ سے کسی طرح کم نہیں تھی۔ لیکن اس عمر میں یہ بڈھا بھی کچھ عجیب ہی سی محسوس ہوتی تھی۔

وہ بوڑھے کو گھورتا رہا۔ اور وقت گذرتا رہا۔ پھر رقص کے لئے موسیقی شروع ہو گئی۔ اور بوڑھے اٹھ کر چوبی فرش کی طرف جانے لگا۔ اچانک عمران نے بوڑھے کو اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے دیکھا اور پھر اسے ایک خوبصورت سی لڑکی کے قریب پہنچ کر جھکتے ہوئے دیکھا۔ شاید وہ لڑکا سے رقص کی فرمائش کر رہا تھا کیونکہ لڑکی کے چہرے پر تحیر کے نقوش تھے۔ پھر شاید وہ بھی تفریح حاصل کرنے کے موڈ میں آ گئی یا اس نے اس کا دل توڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ دونوں چوبی فرش پر پہنچ گئے۔ اور بوڑھا رقص کرنے لگا۔

اسی وقت ایک لڑکی عمران کے قریب پہنچ گئی۔ اور اس نے عمران سے رقص کرنے کی فرمائش کی۔ عمران اس وقت رقص کرنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن وہ بوڑھے کو قریب سے دیکھنا چاہتا تھا۔ اس لئے وہ بھی لڑکی کے ساتھ ڈانسنگ فلور پر پہنچ گیا بوڑھا اپنی عمر رقص میں مگن تھا۔ وہ بیحد خوبصورت اور دلکش لڑکی تھی۔

بہت سے لوگ اس بوڑھے کو دیکھ دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ خود عمران بھی

اس عجیب و غریب بوڑھے کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک عجوبہ سا معلوم ہو رہا تھا۔ وقتاً فوقتاً اس نے بوڑھے کو گرتے دیکھا۔ کیونکہ ابھی رقص کا دور ختم نہیں ہوا تھا۔ اس لئے ہر رقص بھی چونک پڑی۔ اور اچانک بوڑھے نے لپک کر ایک آدمی کا گریبان پکڑ لیا۔ اور اس کا گھونسہ اس آدمی کے جبڑے پر پڑا۔ یہ ایک فربہ اندام نوجوان آدمی تھا غالباً ایم شمیم تھا۔ اس لئے بوڑھے کا گھونسہ اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا لیکن اس کی پارٹنر ایک دلدوز چیخ کے ساتھ اچھل کر پیچھے ہٹ گئی۔ وہ شخص ہکا بکا رہ گیا

"میں چھوٹا ہوں" بوڑھا چیخ رہا تھا۔ اور پھر اس نے اچھل کر ایک اور گھونسہ اس شخص کے جبڑے پر رسید کیا لیکن دوسرے ہی لمحے اس ایم شمیم شخص کو سنبھل ہو گیا تھا۔ اس نے جوابی حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ صرف حیرت سے بوڑھے کو گھورتا رہا۔ بوڑھا کسی اچھل مرغ کی طرح اچھل رہا تھا۔ پھر چند لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔

اسی وقت فلور منیجر وہاں پہنچ گیا۔ موسیقی رک گئی تھی۔ "کیا بات ہے جناب۔ کیوں ہنگامہ کر رہے ہیں۔" اس نے بوڑھے سے پوچھا۔

"دیکھ رہے ہو۔ دماغ سنبھال کے۔ ہاں۔ گالی مت دو۔ ورنہ۔" بوڑھا منیجر پر لپکا۔ منیجر ایک لمحے کے لئے سکتے میں رہ گیا۔ لیکن پھر وہ بہت جلد سنبھل کر بولا۔ "میں نے آپ کو گالی نہیں دی ہے۔ آپ فوراً یہاں سے نکل جائیے ورنہ۔"

اسی وقت پٹنے والا آدمی بھی سنبھل کر وہاں پہنچ گیا۔ اس نے اپنی قمیض کا دامن

کر کے شاید اب غصہ آیا تھا، اس کا ہاتھ بوڑھے کے گریبان کی طرف بڑھا لیکن درمیان میں ایک اور ہاتھ حائل ہو گیا۔ یہ ایک مضبوط ہاتھ تھا۔ لحیم شحیم آدمی رک گیا، دوسرے بہت سے لوگ بھی اس شخص کو دیکھنے لگے۔ ایک انتہائی باوقار اور حسین چہرا تھا، تندرست و توانا شریف و سفید وہ ایک شاندار سوٹ میں ملبوس تھا۔

"مجھے افسوس ہے مسٹر، یہ میرے اکمل ہیں، ذہنی طور پر کمزور لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ نے انہیں گالی ضرور دی ہو گی۔"

"قطعی نہیں صاحب! وہ بلاوجہ مجھ سے الجھ پڑے۔"

"میں اس کا یقین نہیں کرتا۔ آپ نے گالی ضرور دی ہو گی، خواہ دل میں سہی، بہرحال میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔" اس نے کہا اور بوڑھے کے قریب پہنچ گیا۔ آپ نے پھر ہنگامہ کیا اکمل۔ آئندہ سے آپ کا باہر نکلنا ایک ہفتہ کے لئے بند ہوا نرم لہجے میں بولا۔

بوڑھے کا منہ ایک لمحے کے لئے کھلا اور پھر بند ہو گیا۔ خوش پوش نوجوان نے اس کا بازو پکڑا اور ایک طرف بڑھ گیا۔ اس کا انداز ہی ایسا تھا کہ وہاں موجود تمام لوگ نفسیاتی طور پر اس سے متاثر ہو رہے تھے۔ وہ بوڑھے کے ساتھ ایک میز پر پہنچ گیا بوڑھا ایک جھٹکے سے کرسی پر بیٹھ گیا، نوجوان نے بھی آہستگی سے کرسی کھینچی اور بیٹھ گیا، پھر ویٹر کو کچھ آرڈر دینے لگا۔

رقص کا پہلا راؤنڈ ختم ہو گیا تھا۔ اور اب رقص کرنے والے دوسرے راؤنڈ کے منتظر تھے لیکن عمران، وہ تو اس عجیب و غریب بوڑھے اور اس شخص میں کھویا ہوا تھا۔ اتنے شاندار آدمی بہت کم نظر آتے ہیں۔ لیکن ان دونوں کو اس نے اس شہر میں پہلی بار دیکھا تھا۔ ویسے یہ کوئی خاص بات نہیں تھی، ظاہر ہے دارالحکومت کوئی معمولی جگہ تو تھی نہیں، جو وہ وہاں کے ہر شخص سے واقف ہوتا۔

بوڑھے کے ہنگامہ کرنے پر اسے تعجب تھا، کہ اچانک درمیان میں اس نے گالی سن لیے۔

کافی دیر تک وہ ان لوگوں کے بارے میں سوچتا رہا، پھر کوئی خاص بات محسوس نہ کر کے وہ دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔ رات کو گیارہ بجے تک عمران آپریشن میں مصروف رہا، پھر واپس چل دیا۔

رقص کا واقعہ وہ دوسری صبح ذہن سے فراموش کر چکا تھا، ناشتہ وغیرہ کر کے وہ اخبار دیکھ رہا تھا کہ اس کی نگاہ ایک خبر پر پڑی اور چونک پڑا۔ خبر عجیب و غریب تھی۔ عنوان تھا۔

طیارے کو حادثہ

کل رات ایئرپورٹ پر ایک انتہائی حیرت انگیز واقعہ پیش آیا۔ پلین ٹی کا ایک مسافر بردار طیارہ ٹھیک گیارہ بجے ایئرپورٹ پہنچا۔

اس نے اترنے کے لئے کئی راؤنڈ لئے نیچے سے برابر سگنل مل رہے تھے۔ طیارہ رن وے پر جھک گیا۔ اس کے انجن وغیرہ بند کر دیئے گئے۔ لیکن عین اس وقت جبکہ اس کے پہیے رن وے چھونے والے تھے۔ اچانک وہ فضا میں پھر بلند ہو گیا حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس کے تمام انجن بند تھے۔ پنکھے بالکل خاموش ہو چکے تھے۔ اور وہ آہستہ آہستہ اٹھنے کے بجائے سیدھا اوپر چلا گیا۔ تقریباً سو فٹ کی بلندی پر پہونچ کر وہ ڈگمگانے لگا۔ لیکن نیچے نہیں گرا۔ ہوشیار پائلٹ کی بھرپور ذہانت نے تمام انسانوں کی زندگی بچائی۔ ورنہ طیارہ ایک ہولناک حادثے کا شکار ہو سکتا تھا۔ اس نے فضا میں طیارے کے انجن اسٹارٹ کئے اور سیدھا دوڑا دیا گیا۔ اسے ایک دوسرے رن وے پر بحفاظت اتار دیا۔ اس کے علاوہ ٹرالی مین نے عجیب اطلاع دی ہے۔ اس نے بتایا کہ طیارے کے اترنے سے چند سکنڈ پہلے وہ اپنی ٹرالی کے ساتھ گیا تھا کہ دفعتاً اس کی ٹرالی چلتے چلتے اٹھنے لگی بمشکل تمام وہ اسے الٹنے سے بچا سکا لیکن اس کوشش میں اس کا فیڈ سے سوسے اتر کر زمین پر جا پڑا۔ اور اس نے حیرت سے دیکھا کہ فیلٹ سیدھا ہوا میں بلند ہوتا چلا گیا۔ اس کا اس وقت سے کوئی پتہ نہیں ہے۔

آخر میں انہوں نے خیال ظاہر کیا تھا۔ کہ یہ واقعہ بھی ٹرک والے واقعہ سے متعلق ہو سکتا ہے۔ اگر ہوشیار پائلٹ بروقت ذہانت کا ثبوت نہ دیتا تو طیارہ دو سو آدمیوں سمیت گر کر تباہ ہو جاتا۔ اور یہ ایک عظیم حادثہ تھا۔ پولیس کو چاہیئے کہ فوری طور پر ان خوفناک واقعات کا سراغ لگائے۔

عمران نے خبر پڑھ کر ایک طویل سانس لی۔ واقعہ واقعی حیرت انگیز تھا۔ اگرچہ معاملہ کا کوئی پتہ نہیں لیکن اس کی اہمیت سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اگر یہ کچھ مجرمانہ حرکت ہے تو مجرم اس سے کیا چاہتے ہیں وہ کون ہیں۔ اور کیوں یہ حرکتیں کر رہے ہیں۔ ویسے وہ خطرناک ذہنیت کے مجرم معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ٹرک والے بے گناہ مارے گئے تھے۔ وہ بیچارے سیدھے سادے لوگ تھے۔

مصیبت یہ تھی کہ ابھی تک کوئی بات سامنے نہیں آئی تھی۔ جس کے سہارے کام شروع کیا جا سکتا۔ اس نے چند لمحے تک کچھ سوچا پھر لباس تبدیل کرنے کے بعد دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ لباس تبدیل کر کے وہ تہہ خانے اترا اور اپنی ٹو سیٹر گرین سے نکال کر چل پڑا۔ اس کا رخ ایئر پورٹ کی طرف تھا۔ وہ خود وہاں حالات کا معائنہ کرنا چاہتا تھا۔ واقعہ سنگین تھا۔ اس لئے یقین تھا کہ ابھی تک رن وے استعمال نہیں کیا گیا ہوگا۔

اس کا خیال ٹھیک ہی نکلا رن وے کے ایک مخصوص حصے میں تا۔ بار کر

وہ نہایت احتیاط سے ان لوگوں کا تعاقب کر رہا تھا۔ اسے خیال تھا کہ وہ بہت چالاک ہیں۔ اچانک ایک خوبصورت ہوٹل کے سامنے رک گئی اور وہ دونوں نیچے اتر کر ہوٹل کے اندر داخلے کی طرف چلے گئے۔ عمران نے بھی کار روک دی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی ہوٹل میں داخل ہو گیا۔

بوڑھا اور نوجوان ایک میز پر بیٹھے ہوئے تھے۔ نوجوان دھیرے دھیرے کچھ کہہ رہا تھا۔ عمران نے بھی ان کے قریب پشت پر ایک میز سنبھال لی۔ یہاں سے وہ ان لوگوں کی گفتگو سن سکتا تھا۔

لیکن وہ خاموش تھے۔ چند منٹ کے بعد نوجوان نے بوڑھے کو مخاطب کیا۔ "کیا سوچ رہے ہو انکل"۔

"میں سوچ رہا ہوں برخوردار کہ تمہاری ذہنی حالت کیا ہے۔ نہیں معلوم تمہیں تم جنت چھوڑ کر جہنم میں آ گئے ہو۔ تمام چکر چھوڑو اور سیدھی طرح واپس چلے جاؤ۔ ہمارا گھر تمہاری جنت ہے"۔ بوڑھے نے کہا۔

"آپ بھول رہے ہیں انکل، میرا خمیر یہاں کی مٹی سے اٹھا ہے۔ اس ملک کو میں اپنی ماں اپنا باپ سمجھتا ہوں۔ اگرچہ بچپن سے میری تعلیم و تربیت فیرباک میں ہوئی ہے لیکن مجھے اس ملک سے محبت ہے۔ میں پورے بارہ سال کے بعد یہاں آیا ہوں۔ اور اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ زندگی کا ایک طویل عرصہ یہاں گزاروں گا۔ کیا کمی ہے میرے ملک میں۔ اس کے خوبصورت نظارے ذہن کو

عمران نشان لگا دیئے گئے تھے۔ بہت سے اعلیٰ حکام وہاں موجود تھے۔ مشینوں کے ذریعے اس جگہ کا تجزیہ کیا جا رہا تھا اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی کہ یہ واقعہ کس طرح پیش آیا۔

عمران وہاں تک تو نہیں جا سکتا تھا۔ لیکن، دور کھڑے ہو کر وہ لوگوں کی کارروائی دیکھتا رہا۔ اسے یقین تھا کہ اس طرح کوئی اندازہ لگانا مشکل ہے اس کی خواہش تھی کہ وہ بھی اس زمین کا جائزہ لے سکتا۔ لیکن فی الحال یہ خواہش پوری ہوتی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے علاوہ یہ بھی خیال تھا کہ اگر زمین پر کوئی تخریبی کارروائی کی گئی تھی، تو وہ اب ختم ہو چکی ہو گی۔ کیونکہ اگر ختم نہ ہوتی تو عام لوگ اس جگہ کھڑے نہیں رہ سکتے تھے۔ وہ سب اب تک فضا میں بلند ہو چکے ہوتے۔

وہ کافی دیر تک وہاں دیکھتا رہا۔ پھر واپس پلٹ پڑا۔ لیکن ابھی وہ اپنی کار سیٹ میں بیٹھ ہی رہا تھا کہ اس کی نگاہ ایک طرف اٹھ گئی اور وہ چونک پڑا۔ اسے وہاں رات والا بوڑھا نظر آیا۔ جو ایک شاندار امپالا میں بیٹھ رہا تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر نگاہ پڑی، تو بوڑھے کا ساتھی نظر آیا۔ وہی پراسرار شخص جسے رات کو اس نے ہوٹل میں دیکھا تھا۔ نہ جانے کیوں عمران کے ذہن میں کریدسی پیدا ہو گئی اور جیسے ہی امپالا اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی وہ اس کے پیچھے چل پڑا۔

تازگی اور فرحت بخشتے ہیں؟" نوجوان نے جواب دیا۔

"لیکن یہاں کے لوگ نہایت تنگ نظر ہیں یہاں کی عورتیں کم ظرف ہیں وہ بھول جاتی ہیں کہ انہیں بھی عمر کے اس اسٹیج سے گذرنا ہے جس سے میں گذر رہا ہوں کل میں نے جس لڑکی سے رقص فرمائش کی تھی۔ جانتے ہو اس نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا رقص کیا تھا۔

"یہ کیسے جان سکتا ہوں انکل، ظاہر ہے میں آپ کی طرح ٹیلی پیتھ نہیں ہوں۔" نوجوان نے مسکرا کر جواب دیا۔

"اس نے پہلے تو مجھے مضحکہ خیز نظروں سے دیکھا اور پھر یہ سوچ کر اٹھ گئی کہ میری زندگی کتنے روز کی ہے، اس لئے مجھے دل نہیں توڑنا چاہیئے۔ اس کے بعد میرے لئے بہت سے برے الفاظ آئے تھے۔ مثلاً بڈھا، بوڑھا، مگر چونکہ مجھے اس کے ساتھ رقص کرنا تھا اس لئے خاموش رہا۔ پھر ڈانس فلور پر ایک اور شخص نے مجھے مضحکہ خیز نظروں سے دیکھ کر میرے بارے میں بڑے بڑے الفاظ سوچے اور وہ شخص میرے قریب تھا، دل ہی دل میں مجھے سمجھ گیا۔ اور نہ جانے کون کونسے الفاظ سے نوازتا رہا۔ آخر مجھ سے برداشت نہیں ہو سکا، اور میں نے اس کے کھونسے رسید کر دیئے۔ اب تم ہی سوچو ناصر، ایسے گندے ماحول میں کیونکر زندہ رہ سکتا ہوں بوڑھے نے کہا۔

"زندہ رہنا ہوگا انکل، یہ مرنگ ہے، مشرقی اور مغرب ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ یہاں لوگ ابھی اتنے ایڈوانس نہیں ہیں۔"

"ہونہہ۔ ایڈوانس نہیں ہیں تو کلبوں اور ہوٹلوں میں کیوں آتے ہیں۔ کیوں ناچتے ہیں انہیں اپنے ذہنوں میں وسعت پیدا کرنی چاہیئے۔ وہ کیوں نہیں سوچتے کہ وہ سب بھی اس منزل کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ جس پر میں پہنچ چکا ہوں کیا یہ ان کی کم ظرفی نہیں ہے۔"

نوجوان کوئی جواب دینا چاہتا تھا لیکن اسی وقت ویٹر آ گیا اور وہ خاموش ہو گیا، ویٹر آرڈر کے مطابق سامان میز پر لگانے لگا۔ اور عمران ان دونوں کی گفتگو کے بارے میں سوچنے لگا۔

بوڑھے کی گفتگو پُراسرار تھی، وہ دوسروں کی سوچی ہوئی باتیں جان جاتا تھا۔ اور پھر نوجوان کا یہ جملہ کہ میں تمہاری طرح ٹیلی پیتھ نہیں ہوں انکل۔ تو کیا یہ بوڑھا ٹیلی پیتھ ہے۔

عمران نے پھر ان دونوں کی طرف دیکھا۔ ویٹر آرڈر کا سامان لگا کر جا چکا تھا اور اس وقت بوڑھے کی نظریں عمران سے ملیں اور وہ مسکرایا۔

"اسی میز پر آ جاؤ برخوردار" وہ مسکراتے ہوئے عمران سے بولا۔ اور عمران ایک لمحے کے لئے بھونچکا رہ گیا۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لئے۔ دوسرے لمحے وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کر بوڑھے کی میز پر پہنچ گیا۔ اس کے چہرے پر حماقت

بڑھ رہی تھی۔

"بیٹھو بیٹھو۔" بوڑھے نے کہا۔ اور عمران ہکلاتے ہوئے انداز میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ جیسے بیٹھنے کے لئے مناسب جگہ کا انتخاب کر رہا ہو۔ نوجوان نے خود ہی اس کے لئے ایک کرسی کھینچ دی۔ اور عمران اس طرح جلدی سانس لیتا ہوا اس پر بیٹھ گیا جیسے کوئی بہت بڑی مشکل حل ہو گئی ہے۔

نوجوان بڑی دلچسپی سے عمران کو دیکھ رہا تھا۔ اور عمران اس طرح سر جھکائے بیٹھا تھا۔ جیسے مجرم کٹہرے کو آیا ہے۔

"تمہارا خیال ٹھیک ہی ہو سکتا ہے ڈرمسٹ! لیکن اگر میں کچھ اور ہوں تو تمہارے ملک میں میری کیا قدر و منزلت ہو سکتی ہے؟" بوڑھے نے عمران سے پوچھا۔

"پاپا۔ پیر و مرشد! میرے ملک کے لوگ آپ کی پوجا کریں گے۔ آپ کو پاور فل ظہیر کا خطاب دیا جائے گا۔ اور ارونچی سوسائٹی کی خوبصورت عورتوں کا جمگھٹ ہر وقت آپ کے گرد لگا رہے گا۔" عمران نے دست بستہ کہا۔

"خوب خوب۔ بڑھاپے کی دلچسپی سے عمران کی طرف جھک گیا۔" تم نے میرے سامنے ایک نئی راہ کھول دی ہے۔ اس سے قبل میں نے اس بارے میں سوچا بھی نہیں تھا۔ تو کیا یہاں کی عورتیں بھی ضعیف الاعتقاد ہوتی ہیں۔

"بہت زیادہ، صرف ایک عورت کافی ہے۔ اگر اس پر آپ کی روشن ضمیری ظاہر ہو گئی تو۔!!" عمران بولا۔

"میں سمجھتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں۔" بوڑھا مسرت سے گردن ہلا کر بولا اور پھر نوجوان کی طرف رخ کر کے کہنے لگا۔ "ہو گیا کام ناصر۔ اب مجھے یہاں رہنا منظور ہے۔ ممکن ہے مجھے بھی تمہارا دیش پسند آ جائے۔"

عمران چونک کر نوجوان کی طرف دیکھنے لگا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے اسے پہلی بار دیکھ رہا ہو اور پھر وہ بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"اوہ۔ تشریف رکھئے، تشریف رکھئے۔" ناصر اس کی ذہنی کیفیت بھانپ کر بولا۔ "میں آپ سے تعارف حاصل کرنا پسند کروں گا۔"

"مجھے علی عمران۔ یعنی کہ علی عمران کہتے ہیں۔ جی ہاں۔"

"بہت خوب۔ میں ناصر ہوں۔" اس نے جیب سے وزیٹنگ کارڈ نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیا۔ جس پر محمود ناصر آفریدی لکھا ہوا تھا

"اب بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" عمران نے کہا اور ناصر نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ عمران نے گرمجوشی سے اس سے مصافحہ کیا۔ ویسے وہ اپنے آپ کو دنیا کا سب سے بڑا احمق ظاہر کر رہا تھا۔

"پروفیسر ڈارک سے آپ کی ملاقات کیسے ہوئی تھی؟" ناصر نے پوچھا۔

"یہ کہاں واقع ہوئے ہیں؟" عمران نے بیساختہ پوچھا۔

"اسی سیٹ پر برخوردار؟" بوڑھے نے اپنی طرف اشارہ کیا۔ اور عمران اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"اس سے میری ملاقات ابھی ابھی ہوئی ہے۔ ناصر میاں، دراصل انہوں نے ہماری گفتگو سن لی تھی۔ اور وہ میرے بارے میں سوچ رہے تھے کہ میں ٹیلی پیتھ ہوں۔"

"اوہ!" عمران نے پہلی بار سنجیدگی سے ڈارک کو دیکھا۔ اور عمران نے اس کی آنکھوں کی چمک اپنی کھوپڑی میں محسوس کی۔ ویسے وہ دل میں یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ بوڑھا اور نوجوان بے حد پراسرار شخصیت کے مالک ہیں۔ بوڑھا ایک خطرناک صفت یعنی ٹیلی پیتھی کا مالک ہے اور نوجوان کی شخصیت انتہائی مسحور کن ہے۔ چہرے سے وہ بے حد ذہین اور جسمانی طور پر بے حد مضبوط معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی حسین شخصیت دوسروں کو فوری طور پر متاثر کر دیتی ہے۔

بہرحال ان دونوں شخصیتوں سے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنا بیحد مشکل تھا خاص طور سے بوڑھا جو دلی خیالات پڑھ لیتا تھا۔ عمران نے آہستہ سے سر کو جنبش دی اور اس کے ذہن سے خیالات کی لہریں بالکل صاف ہو گئیں۔

اسی وقت بوڑھے کے چہرے پر حیرت پھیل گئی۔ وہ شاید عمران کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ لیکن وہ منہ سے کچھ نہیں بولا۔

"اور کیا ملنا چاہیں آپ کے عمران صاحب؟" نوجوان نے پوچھا۔

"چیونگم کھاتا ہوں۔" عمران نے انتہائی سنجیدگی سے جواب دیا اور جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکالنے لگا۔ پھر اس نے چیونگم کا ہیں بوڑھے کی طرف بڑھایا۔ جسے اس نے قبول کر لیا، البتہ نوجوان نے صرف انکار کر دیا۔

"اس کے علاوہ؟" اس نے پوچھا۔

"ہر طرح میں بیٹھتا اور کاروبار گردی کرتا۔" عمران نے جواب دیا۔

"خوب! اچھے شاغل ہیں بہرحال۔ آپ اپنے متعلق زیادہ نہیں بتانا چاہتے تو کوئی حرج نہیں ہے۔" نوجوان نے جواب دیا۔ پھر بوڑھے سے مخاطب ہو کر بولا۔

"کیا آپ یہاں زیادہ دیر تک بیٹھنا پسند کریں گے انکل؟"

"کیوں۔ خیریت؟"

"مجھے ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے۔"

"اوہ!" بوڑھے نے نوجوان کے چہرے پر نگاہیں جما دیں لیکن پھر وہ اس طرح گردن جھٹکنے لگا جیسے سر کے پچھلے حصے پر کسی نے ہتھوڑا رسید کر دیا ہو۔ اس نے ایک دم نوجوان کے چہرے سے نگاہیں ہٹا لیں۔

"نہیں۔ میں بھی چلتا ہوں۔" وہ جلدی سے بولا۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

"اچھا عمران صاحب، افسوس ہے کہ آپ سے زیادہ گفتگو نہ ہو سکی بہرحال، جلد ہی دوبارہ ملاقات ہو گی۔ آخری الفاظ ادا کرتے وقت اس کا لہجہ معنی خیز ہو گیا۔ اس نے عمران سے مصافحہ بھی نہیں کیا۔ اور آگے بڑھ گیا۔ بوڑھی گم اس نے پاکٹ میں ڈال لی تھی۔

عمران حیرت سے منہ پھاڑے انہیں گھورتا رہا۔ پھر جیسے ہی وہ ہال کے دروازے سے نکلے وہ خود بھی کھڑا ہو گیا۔ اور پھر تیزی سے باہر نکل آیا۔ وہ دونوں امپالا میں بیٹھ رہے تھے۔ امپالا آگے بڑھ گئی۔ عمران دوڑتا ہوا اپنی ٹو سیٹر کے قریب پہنچا اور ٹو سیٹر ایکبار پھر امپالا کے پیچھے دوڑ پڑی۔

لیکن اس بار وہ پہلے سے زیادہ محتاط تھا اور ہوشیاری سے تعاقب کر رہا تھا۔ امپالا سڑکوں پر دوڑتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ہوٹل البرز کے وسیع کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئی۔ یہ ہوٹل بھی دارالحکومت کے عمدہ ہوٹلوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ امپالا پارکنگ لان میں کھڑی ہو گئی۔ اور وہ اتر کر اندر چلے گئے۔

اس بار عمران نے ٹو سیٹر کو ہوٹل سے باہر ہی فٹ پاتھ کے کنارے کھڑا کیا۔ اور انجن بند کر کے اندر داخل ہو گیا۔ ریسپشن سے گذر کر وہ ڈائننگ ہال میں گیا۔ اور ایک ستون کی آڑ سے چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا۔ لیکن ان لوگوں کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ اچھی طرح دیکھ لینے کے بعد وہ واپس ریسپشن پر آیا۔ اور کاؤنٹر کلرک کے پاس پہنچا۔

"معاف کیجئے گا۔ مسٹر ناصر آذری کا کمرہ نمبر کیا ہے"۔

"ناصر آذری! کاؤنٹر کلرک نے دوہرایا۔ اور ایک رجسٹر دیکھنے لگا۔ کمرہ نمبر ۳۰۱، فورتھ فلور اس نے بتایا۔ عمران شکریہ ادا کر کے آگے بڑھ گیا۔

انداز ایسا تھا جیسے وہ ان سے ملنے جا رہا ہے۔ کاؤنٹر کلرک نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ عمران لفٹ پر پہنچ کر لفٹ فورتھ فلور کی طرف بڑھ گیا جو پہنچ پر لگا ہوا تھا۔ وہاں سے اس نے بلیک زیرو کے نمبر ڈائل کئے۔ جو راہ پولیس میں موجود تھا۔

"ہیلو! دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

"عمران"!

"فرمائیے جناب"۔

"ڈی البرز ہوٹل پہنچ جاؤ۔ روم نمبر تین سو ایک فورتھ فلور۔ نام ناصر آذری، اور پروفیسر ڈارک۔ ایک نوجوان اور ایک بوڑھا۔ عمران ان کا حلیہ بتانے لگا۔ ان دونوں کی زبردست نگرانی کرنی ہے۔ بیحد خطرناک آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ خاص طور سے بوڑھے سے ہوشیار رہنا۔ وہ فیلی پیتھ ہے دوسروں پر آنے والے خیالات پڑھ لیتے کا ماہر ہے۔ بہرحال ان دونوں کی سخت نگرانی کرنا ہے۔ تم ابھی روانہ ہو جاؤ۔ میں یہیں ہوں"۔

"اوکے سر" بلیک زیرو نے جواب دیا۔ اور عمران نے فون بند کر دیا۔ پھر وہ اطمینان سے لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ لفٹ سے فورتھ فلور پر پہنچا دیا۔

نہایت عالیشان ہوٹل تھا۔ چوڑی گیلری میں قیمتی قالین بچھا ہوا تھا وہ سرخ قالین پر چلتا ہوا کمرہ نمبر ۳۰۱ کے سامنے پہنچا۔ دونوں کمروں

کے تالے کھلے ہوئے تھے۔

ایک لمحے کے لیے اس نے سوچا کہ کمروں کے اندر جھانکے، لیکن وہاں آمد و رفت جاری تھی، لہٰذا چوروں کی طرح جھانکنا مناسب نہیں تھا اسلئے وہ آگے بڑھتا چلا گیا، اور دوسری منزل سے نیچے اتر آیا۔

یہ لوگ اس کی نظروں میں پراسرار ثابت ہوئے تھے، اور ان کی پراسرار شخصیت سنسنی خیز شبہے پیدا کر رہی تھی۔

نیچے اتر کر وہ ڈائننگ ہال میں پہنچ گیا، اور ایک میز پر بیٹھ کر بلیک زیرو کا انتظار کرنے لگا۔ اس نے کافی کا آرڈر دے دیا تھا۔ کافی کے پہلے گھونٹ کے ساتھ ہی بلیک زیرو اندر داخل ہوتا نظر آیا۔ اس نے ایک نظر عمران کو دیکھا اور لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ عمران نے پیالی سے کافی ختم کی اور بل ادا کیا اور باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی ٹو سیٹر سڑک پر دوڑنے لگی۔

(۶)

ہوٹل کے شاندار ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ نوجوان غصیلی نظروں سے بوڑھے پروفیسر ڈارک کو دیکھ رہا تھا جو بوڑھا اس طرح منہ بسورے بیٹھا تھا۔ جیسے اسکی پٹائی ہوئی ہو۔

"میں تم سے ناراض آگیا ہوں پروفیسر۔ آخر تمہیں اسے اپنی میز پر بلانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"وہ۔ م۔ میرے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ تسلی کروں۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"کیا سوچ رہا تھا۔"

"اس نے ہماری گفتگو سن لی تھی وہ سوچ رہا تھا کہ میں شاید ٹیلی پیتھ ہوں۔ میں نے اس کے خیال کی تصدیق کر دی۔" بوڑھے نے کہا۔

"ہوں! نوجوان کسی خیال میں گم ہو گیا، پھر گردن اٹھا کر بولا۔ "بہت زیادہ سمجھدار معلوم ہوتا ہے۔ عام طور سے احمق لوگ خود کو عقلمند پسند کرتے ہیں۔ لیکن جو عقلمند خود کو احمق ظاہر کرے اس سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔" تاہم

کہنے لگا۔

بوڑھے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ گردن جھکائے رہا۔

"اس کے علاوہ بھی تم نے اس کے خیالات پڑھنے کی کوشش کی ہوگی؟" ناصر نے پوچھا۔

"ہاں۔" مجھے ایک نیا تجربہ ہوا تھا۔ جسنے مجھے چونکا دیا تھا۔

"وہ کیا؟"

"میں اس کے خیالات پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اچانک اس کے ذہن پر ایک تاریک پردہ آ پڑا۔ اور اس تاریک پردے کے پیچھے اس کے تمام خیالات پوشیدہ ہو گئے۔ میں کوشش کے باوجود کچھ نہیں معلوم کر سکا۔"

"اوہ!" ناصر پر خیال انداز میں بوڑھے کو دیکھنے لگا۔ "اس کا مطلب ہے کہ وہ غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے۔"

"یقیناً۔ بشرطیکہ اس نے جان بوجھ کر اپنے ذہن کو تاریک کیا ہو؟"

"ہوں۔" ناصر سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ "اس کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنی پڑیں گی۔ ممکن ہے، وہ بھی ان لوگوں میں شامل ہو، اور واقعی اگر ان کے پاس کوئی اتنا باصلاحیت آدمی موجود ہے۔ تو پھر کافی دقت اٹھانی پڑے گی خیر دیکھا جائے گا۔ لیکن تم ہوشیار رہنا انکل۔" اس نے بوڑھے سے کہا۔

"کیوں۔ تم کہاں جا رہے ہو؟"

"اس کے پیچھے!"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔"

"کس طرح؟"

"وہ یہاں موجود ہے؟"

"کہاں ہے؟" بوڑھا اچھل پڑا۔

"غالباً باہر ہیں۔ وہ ہمارے تعاقب میں یہاں تک آیا ہے، اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ضروری ہے۔ نہ جانے کون ہے۔ بہرصورت اب میں اس کا تعاقب کروں گا۔" ناصر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ — بوڑھا گرانگوں کو آنکھوں سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

ناصر کمرے سے نکل کر چند قدم آگے بڑھا، اور ایک ہاتھ روم میں گھس گیا۔ اس نے اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ پھر کوٹ کی جیب سے ایک شیشی نکالی اور باتھ روم کے آئینے کے سامنے پہنچ گیا۔ شیشی میں سے ایک لوشن نکال کر اپنے چہرے پر ملنے لگا۔ اور اس کے چہرے کا رنگ حیرت انگیز طور پر تبدیل ہونے لگا۔ دوسری جیب سے اس نے ایک عینک نکالی اور آنکھوں پر لگا لی اور کوٹ اتار کر پہن لیا۔ اب اس کے چہرے، لباس، زمین و آسمان کا فرق ہو گیا تھا۔ اس نے کوٹ کی جیب سے ایک موٹا سگار نکالا اور اسے

ہونٹوں میں دبائے ہوئے لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ دوسرے لمحے لفٹ اسے نچلی منزل کی طرف لئے جا رہی تھی۔



تقریباً تین گھنٹے کے بعد وہ واپس ہوٹل پہنچ گیا۔ بوڑھا ڈاکٹر اس کا منتظر تھا۔ تین گھنٹے اس نے جس تکلیف میں گزارے وہی جانتا تھا۔ چنانچہ جیسے ہی ناصر کمرے میں داخل ہوا بوڑھا کھڑا ہو گیا۔

"آ گئے تم!" اس نے ناصر کی طرف دیکھا۔

"ہاں سوئٹ انکل! مگر تم کھڑے کیوں ہو گئے۔" ناصر بڑے پیار سے بوڑھے کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

"باہر جا رہا ہوں۔ اگر تم مزید ایک گھنٹے تک نہ آتے تو۔ یقیناً میرا ہارٹ فیل ہو گیا ہوتا۔" بوڑھا ایک طویل سانس لے کر بولا۔

"اوہ۔ کیوں انکل پیارے۔" ناصر اسی انداز میں بولا جو اس کا مخصوص انداز تھا جس سے بوڑھا ڈاکٹر اس کے موڈ کا اندازہ لگا سکتا تھا۔ خوب موڈ میں ناصر اسے صرف پریشر کٹ تھما نکل وہ، بچے موڈ میں ہی کہا جاتا تھا۔

"تم جانتے ہو میں تنہائی میں نہیں رہ سکتا۔" بوڑھے نے کہا۔

"اسی لئے کہتا ہوں انکل۔ شادی کر لو۔ آنٹی آ جائیں

"بس۔ بس۔ کچھ بات زبان سے مت نکالنا ہاں۔" بوڑھا کرسی پر بیٹھ کر بولا، اور ناصر کا قہقہہ گونج اٹھا۔ بوڑھا اسے گہری سانس لے رہا تھا۔

"بیٹھ انکل۔ میں تمہیں اس شخص کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔" ناصر سنجیدہ ہو کر بولا۔ اور بوڑھا اعتدال پر آنے لگا۔ پھر وہ بیٹھ گیا۔ اور سوالیہ نظروں سے ناصر کو دیکھنے لگا۔

"وہ ان لوگوں سے تعلق نہیں رکھتا۔ میں نے اس قلیل عرصہ میں اس کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کر لی ہیں۔ اس شہر کے تمام ذرائع رسانی کے ڈائریکٹر جنرل کا اکلوتا بیٹا ہے۔ اپنے آپ کو احمق ظاہر کرتا ہے۔ لیکن یہاں کے خوفناک ترین مجرم صرف اسی کی بدولت پولیس کے ہاتھ آئے ہیں۔ ان میرے چند نام سرفہرست ہیں جو وہ مجرم تھے۔ جو سیدھی طرح اپنے ناکردہ گناہ مان گئے ہوئے تھے لیکن اس احمق کی بدولت انہیں رسوائی کا پھندا نصیب ہوا۔ اپنے والد نے اس کی حرکتوں سے پریشان ہو کر اسے اپنی کوٹھی سے نکال دیا ہے اور وہ ایک علیحدہ حیثیت میں رہتا ہے۔ اس شہر میں بھی اس کے ڈھیروں دشمن ہیں۔ لیکن وہ سب کے سینے پر مونگ دلتا ہے۔ کیا سمجھے!"

"بہت خوش نظر آ رہے ہو ناصر۔"

"ہاں انکل میرا خیال ہے، وہ میری دوستی کے قابل ہے۔ مجھے ذہین آدمیوں سے مل کر ہمیشہ خوشی ہوتی ہے۔ اگر وہ اتنا ذہین ہونے کے ساتھ

مجرمانہ ذہنیت رکھتا تو پھر مجھے بے حد افسوس تھا؟"

"ہوں! تو اب تمہاری دوستی چلے گی؟"

"بالکل نا اہل!" ناصر نے بوڑھے کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا اور پھر چشمے سے زین پر گر پڑا۔ "اوہ!" ناصر جھک کر اسے اٹھانے لگا۔

"کسی... کسی دن؟ بوڑھا ہانپتا ہوا بولا۔ "کسی دن تمہارا یہ فولادی ہاتھ محبت کی محبت میں مجھے موت رسید کرے گا؟"

"فکر مت کرو انکل! میں تمہاری لاش پر مزار بنواؤں گا۔ جس پر "شہید محبت" کا کتبہ ضرور لگوا دوں گا۔ چلو اٹھو۔" ناصر نے کہا اور بوڑھے کو کھڑا کر دیا۔

"کہاں؟"

"گھر چلنا ہے۔ کیا یہیں زندگی گذارو گے؟" ناصر نے کہا اور باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ چند منٹ کے بعد جب وہ باہر نکلا۔ تو اس کا چہرہ بالکل صاف تھا اس نے کوٹ پہن کر پہن لیا۔ پھر بوڑھے کے ساتھ باہر نکل آیا۔ اسے تعاقب وغیرہ کا ڈر نہیں تھا۔ اس لئے وہ اطمینان سے لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ کار پر ایک مخصوص سڑک پر دوڑنے لگی۔

اس کے باہر نکلتے ہی ایک نیلی اوپل ریکارڈ ان کے پیچھے چل پڑی اس سے وہ بے خبر تھے اوپل کا ڈرائیور انتہائی احتیاط سے تعاقب کر رہا تھا۔

(۷)

"پھٹے ہوئے عمران صاحب، وہ کہہ کر دھوکا دے گیا، جب میں وہاں پہنچا تو اسی کرسی سے آپ کے بندھے ہوئے ہیلپر کا تو ذکر نکلا۔ اور ایک طرف پڑا ہوا تھا، ادھر باتھ روم کی قطعی ہے، وہ ایک دروازے سے داخل ہوا۔ اور میں اس کا انتظار کرتا رہا۔ اسی وقت اس دروازے سے ایک اور شخص کا چہرہ اس سے بالکل مختلف تھا، اس نے دھوکا دیا، لیکن جب وہ کافی دیر تک نہیں نکلا تو مجھے انتہائی تشویش ہوئی پھر خیال آیا کہ وہ کمرے سے نکل کر اور باتھ روم کی طرف کیوں گیا، جبکہ ہر کمرے میں باتھ روم موجود اور دھوکے کا شبہ ہو گیا۔ چنانچہ اندر جا کر اس کی لاش دیکھی جو موجود نہیں تھی، میں سمجھ گیا کہ مجھے چوٹ ہو گئی ہے۔ بہرحال اس کا ساتھی بوڑھا وہاں موجود تھا، میں نے اس پر کڑی نگاہ رکھی۔

تقریباً تین گھنٹے کے بعد وہی شخص ہر باتھ روم سے نکلا تھا واپس آیا اور بوڑھے کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ کچھ کھسر پھسر ہوئی اس کے بعد دونوں یعنی بوڑھا اور وہ شخص جس کا حلیہ آپ نے بتایا تھا باہر نکلے اور کمرے کو

تلاش کرتے پیچھے آ گیا۔ انکی اسپلا پھر چل دی اور میں اس کے تعاقب میں لگ گیا اسطرح وہ ایک انتہائی عالیشان کوٹھی میں داخل ہوئی۔ آپ نے "نہ ٹنگ" کا نام سنا ہوگا۔ پورا محل ہے۔ اسپلا کا بچ کے سامنے پہنچتے ہی چار باوردی سلاخوں نے بھاٹک کھولا اور یکدم الرٹ ہو گئے۔ جیسے وہ بہت بڑی شخصیت ہے۔ کار اندر چلی گئی۔ اس کے بعد سے اب تک کوئی باہر نہیں نکلا۔ اگرچہ وہ عمارت ایک سنسان سی جگہ واقع ہے۔ لیکن وہاں سے معلومات حاصل ہوئی ہیں دراصل وہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک باغ ہے جہاں مالیوں کی چند جھونپڑیاں ہیں۔ ان لوگوں نے بتایا کہ یہ عمارت سر محمود آفریدی کی ملکیت ہے۔ ان کے انتقال کے بعد یہاں صرف ملازم رہتے ہیں۔ ان کا بیٹا محمود ناصر آفریدی غیر ممالک میں رہتا ہے۔ اور سر محمود کے انتقال کے بعد سے اب تک یہاں نہیں آیا ہے۔

"محمود ناصر آفریدی" عمران نے دہرایا۔

"جی ہاں! ایک مالی کا کہنا ہے۔ کہ وہ بیس سال سے یہیں رہتا ہے اور ان لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔ بہرحال اب میں یہاں ہوں۔ جو کچھ حکم دیں۔ بلیک زیرو کی آواز آئی۔"

"ہوں! عمران نے ایک طویل سانس لی۔ "بڑی حیرت انگیز کہانی سنائی ہے۔ تم نے بلیک زیرو۔ وہ شخص میری نظروں میں کچھ پراسرار

ہو گیا ہے اس کے بارے میں باقاعدہ معلومات حاصل کرنا ہوں گی۔ بات یہ کہ وہ اتنی شاندار عمارت کا مالک ہونے کے باوجود ہوٹل میں کیوں قیام کئے ہوئے ہے۔ خیر اب میں صفدر اور خاور کو وہاں بھیج رہا ہوں تم ان کے پہنچ جانے کے بعد واپس آ جانا۔"

"بہتر ہے!" بلیک زیرو نے جواب دیا اور عمران نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا اور کرسی کے قریب پہنچ کر جولیا کو رنگ کرنے لگا۔ اس کی وساطت سے صفدر اور خاور کو ضروری ہدایات دیں۔ اور فون بند کرنے کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

●

اسی رات عمران نے ٹرسپٹر ٹاپ کے پارکنگ ایریا میں پارک کی اور اندر داخل ہو گیا۔ ٹاپ میں آج ایک خصوصی پروگرام تھا۔ یہاں زیادہ تر سنجیدہ طبقہ آتا تھا لہٰذا یہاں کے پروگرام بھی معیاری ہوا کرتے تھے آج ٹاپ والوں نے ایک اپنی نوعیت کے رقص کا پروگرام رکھا تھا۔ جو کاکیشین رقص پیش کرتی تھی۔ اس کے اخبار میں اعلان ہوتے ہی تمام سیٹیں ریزرو ہو گئی تھیں۔

بہرحال! عمران کی میز تو پہلے ہی مخصوص رہا کرتی تھی لہٰذا اسے کسی

وقت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوا۔ وہ خاموشی سے اپنی میز کی طرف بڑھ گیا
ویٹر نے ریزرویشن چٹ پیش کر دی۔ اس کے بیٹھتے ہی کئی نگاہیں جنہیں
وہاں کوئی سیٹ نہیں ملی تھی اس کی طرف اٹھ گئیں۔ لیکن عمران تہیہ کر چکا تھا
کہ کسی کو اپنی میز پر جگہ نہیں دے گا۔ اس نے چہرے پر ایسے "تاثرات پیدا
کر لئے" کہ کسی کو اس سے گفتگو کرنے کی ہمت ہی نہیں ہو۔ وہ کافی دیر نگاہوں
سے ہال کا جائزہ لینے کے بعد گردن جھکا کر بیٹھ گیا۔ لیکن چند منٹ کے
بعد کسی نے اس کے سامنے کی کرسی گھسیٹی اور اطمینان سے بیٹھ گیا۔ عمران
چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ اور مزید چونک پڑا۔

وہ پروفیسر ٹوارک تھا۔

"اب تم سے بھی یہاں بیٹھنے کی اجازت طلب کرنی پڑے گی۔" بوڑھا
کہنے لگا۔

"نہیں پروفیسر۔ بالکل نہیں۔ مگر آپ!" عمران بولا۔

"بڑے بداخلاق لوگ ہیں۔ اتفاق سے تم نظر آ گئے۔ ویسے یقین کرو
میں تمہاری تلاش میں تھا۔" بوڑھا ہمدردانہ انداز میں
اس کی طرف جھک کر بولا۔

"میری خوش قسمتی ہے۔" عمران چونک بولا۔

"ہاں"

"خیریت پروفیسر؟"

"تم نے پہلی ملاقات میں ہی مجھے بڑی اچھی ترکیب بتائی تھی۔
یعنی خواتین میں مقبول ہونے کی کیا یہ ٹھیک ہے کہ یہاں کی خواتین؟"

"اوہ۔ بالکل ٹھیک ہے پروفیسر! میں اس سلسلے میں تمہاری مدد
کر سکتا ہوں۔ ایک شرط پر؟"

"وہ کیا شرط ہے؟" پروفیسر نے اس کی آنکھوں کی طرف دیکھا اور
عمران کو اپنے ذہن میں چیونٹیاں سی رینگتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ لیکن پھر
اس نے بھی اپنی ذہنی قوتوں سے کام لیا۔ اپنے خیالات کو یکدم ذہن سے
محو کر دیا۔

"نہیں پروفیسر! تمہارے دماغ کی مدت کرنے سے میں نہیں بھی
اصلیت نہیں معلوم کر سکے گی۔" وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔

"کمال ہے! بوڑھے کی آنکھیں جیسے سے پھیل گئیں۔" یہ کونسی قوت
ہے دوست! مجھے اس کے بارے میں بتاؤ۔"

"ہمارے ہاں یہ قوت ایک خاص ذریعہ سے پیدا کی جاتی ہے۔"
عمران بولا۔

"وہ کیا ذریعہ ہے؟"

"مونگ کی دال؟"

"یہ کیا ہوتا ہے؟"

"جو کچھ ہوتا ہے بہت خوب ہوتا ہے۔ کبھی میرے یہاں آؤ۔ سلیمان سے تعارف کرادوں۔ اگر معدہ چوپٹ نہ ہو جائے تو میری ذمہ داری، تمام عمر چٹنی دھری رہ جائے گی۔"

"اوہ۔ وہ کوئی بہت بڑا سائنٹسٹ ہے؟" بڑھا آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"بہت بڑا۔ پورا باورچی خانہ اسی کے دم سے چلتا ہے۔" عمران گردن ہلا کر بولا۔

"تمہاری باتیں بے حد مزیدار ہوتی ہیں۔ مگر وہ شرط کیا رکھی تھی تم نے؟" بڑھے نے پھر اس موضوع کی طرف آتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں وہ شرط۔" عمران کچھ یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر چونک کر بولا۔ "ہاں میں کہہ رہا تھا، مجھے محمود ناصر کے بارے بتاؤ۔"

"ناصر کے بارے میں؟" بڑھا چونک کر بولا۔

"ہاں؟"

"اس کے بارے میں کیا جاننا چاہتے ہو۔ بڑا پیارا لڑکا ہے۔ دس سال سے میرے ساتھ ہے۔ دوسروں کے کام کرنے والا، ذہین، طاقتور، اپنے ڈیڈی کے انتقال کے بعد پہلی بار یہاں آیا ہے۔ اور بس؟"

"اس کی خاص دلچسپیاں کیا ہیں۔ میرا مطلب ہے کیا وہ یہاں کسی خاص

سلسلے میں آیا ہے؟"

"نہیں۔ یہ اس کا آبائی وطن ہے۔ اور اب وہ یہاں کچھ عرصہ گزارنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ مجھے بھی اس کے ساتھ رہنا ہوگا۔ کیونکہ اب دنیا میں اس کے علاوہ میرا کوئی نہیں ہے۔" بڑھے نے سادگی سے بتایا اور پھر اس کے جملے بے ترتیب ہونے لگے۔ وہ کسی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"میری گڈ بکتی خوبصورت ہے۔ مشرقی حسن کا اعلیٰ نمونہ ہے۔" وہ بڑبڑایا۔ عمران نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ اور پھر اس نے لمبی لمبی سانسیں لیں۔ وہ ٹھنڈی اور خنک تھے۔ شاید ان لوگوں نے کوئی میز نہیں خریدی تھی۔ اس لئے کلوڑے سے پریشان نظر آ رہے تھے۔

"ارے تو پریشانی کی کیا بات ہے۔ اس میز پر آ جائیں۔" بڑھا بولا۔

"کیا ان کے خیالات یہاں تک پہنچ رہے ہیں؟" عمران نے بڑبڑا کر پوچھا

"کیوں نہیں؟"

"تب میں انہیں یہاں بلاتا ہوں۔" عمران بولا۔ اور پھر اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ ظفر نے اسے دیکھ لیا۔ اور وہ لوگ تیر کی طرح ان کی طرف بڑھے

"کبھی اس وقت تو آپ فرشتہ رحمت ثابت ہوئے عمران صاحب۔ بڑے لوگوں کو بڑی مایوسی ہوتی۔" ظفر کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"یہ صرف تمہارا خیال ہے مسٹر خضر! فرشتہ رحمت بھول کر بھی ادھر کا رخ نہیں کر سکتا۔ اسے ان معمولی باتوں سے کیا دلچسپی؟"

ظفر ہنسنے لگا، پھر بولا۔ "ممکن ہے آپ کا خیال درست ہو لیکن میرا نام خضر نہیں بلکہ ظفر ہے۔"

"اوہ۔ ہاں۔ معاف کرنا مجھے بھول جانے کا مرض ہے۔" عمران بولا۔

"ایسا کبھی نہیں ہو سکتا تم ذہنی طور پر بہت طاقتور ہو۔" بوڑھا ایکدم بول پڑا۔ اور سب چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"اوہ۔ آپ سے تعارف نہیں ہوا عمران صاحب۔" ظفر کہنے لگا۔ سلمیٰ بھی چونک کر بوڑھے کی طرف دیکھنے لگی۔ اب تک ان لوگوں کی اس کی طرف کوئی توجہ نہیں تھی۔

"پروفیسر شارک!" عمران نے بوڑھے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"شارک! بوڑھے نے غرا کر جیسے عمران کی تصحیح کی۔" میں پروفیسر شارک ہوں۔"

"مسرت ہوئی آپ سے مل کر پروفیسر۔" ظفر نے کہا۔

"مجھے بھی!" سلمیٰ بولی۔

"ہاں۔ تم لوگوں کے خیالات میں یکسانیت کی جھلکیاں ملتی ہیں۔" بوڑھے نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"میں ظفر ہوں اور یہ سلمیٰ۔" ظفر نے کہا۔

"خوب خوب!" بوڑھے نے گرگٹ کی طرح گردن ہلائی۔ عمران اس درمیان میں اس طرح بیٹھا رہا جیسے اپنی کسی بہت بڑی غلطی پر نادم ہو۔ وہ سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور پھر ان لوگوں میں گفتگو ہونے لگی۔ ظفر عمران سے دوبارہ نہ ملنے کی شکایت کر رہا تھا۔ کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی اور پھر اگلے رقص شروع ہونے کا اعلان ہوا۔ سب لوگ اسٹیج کی طرف متوجہ ہو گئے جہاں روشنی کا انتظام درست ہو رہا تھا۔ پھر اسٹیج منور ہوئی اور اس کا منظر ہویدا ہونے لگا۔ درحقیقت رقص کے قدردانوں کے لئے اس کا آرٹ انمول تھا۔ اس نے بہت سے لوگوں کی ثقافت کی جھلکیاں پیش کیں۔ وہ اب باکمال رقاصہ تھی۔

بوڑھا اس رقص میں سب سے زیادہ دلچسپی لے رہا تھا۔ دلچسپی اس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ اور آنکھیں رقاصہ کے جسمانی زاویوں پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر رقص ختم ہو گیا۔ اور ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔

"کیوں۔ پروفیسر، کیا آپ کو یہ رقص پسند نہیں آیا؟" ظفر بوڑھے کے ہیجان نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

"بکواس ہے۔ یہ کوئی رقص تھا۔ رقص کا مقصد تو دوران خون کو تیز کرنا ہوتا ہے مگر وہ کسی پاگل کی بیٹی معلوم ہوتی ہے۔ اگر اس جسم کے تمام زاویے پیدا کرنے تھے تو وہ اسٹیج پر کیوں آ گئی تھی؟" بوڑھے نے کہا اور ظفر کا

منہ حیرت سے کھل گیا۔

"یہ کون اژدہا پھنکارا ہے!" بوڑھے نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر ایک نوجوان پر اس کی نگاہیں جم گئیں۔ نوجوان ایک خوبصورت سی لڑکی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اور ان لوگوں کی طرف دیکھ دیکھ کر کچھ گفتگو کر رہا تھا۔ عمران کردہ منہگامہ یاد آ گیا۔ جو آبپارا کی رقص گاہ میں پیش آیا تھا۔

"کیا بات ہے پروفیسر؟" عمران نے جھک کر پوچھا۔

"یہ بہت لمبا سسٹر کا پوتا۔ خود کو پہیرو سمجھتا ہے۔ اور مجھے بوڑھے اور کھوسٹ کے نام سے یاد کر رہا ہے۔ میں ابھی اس کی کسر نکالتا ہوں۔" بوڑھے نے کہا اور عمران اسے دیکھنے لگا۔ شمی اور ظفر بھی بوڑھے کی غیر متوقع گفتگو پر ہکا بکا رہ گئے اور اسے دیکھنے لگے۔ انہوں نے بھی اس نوجوان کی طرف دیکھا، جو اپنی ساتھی لڑکی کے ساتھ بیٹھا تھا۔ دیوار کے سامنے برتی لگا رہا تھا۔ اور پھر ویٹر سامان سجا کر وہاں سے ہٹ گیا۔

اور، اسی وقت سالن کی قاب خود بخود زمین سے اٹھی اور دو ڈھائی فٹ بلند ہوئی اور پھر وہ نوجوان کے سر پر الٹ گئی۔ نوجوان کے چیخنے پورے ہال میں لہرا گئی۔ کیونکہ سالن خاصا گرم تھا۔ ساتھ ہی اس کا قیمتی سوٹ بھی ستیاناس ہو گیا تھا۔ اس کی ساتھی لڑکی بھی اچھل کر کھڑی ہو گئی تھی۔

اور بوڑھے کے ہونٹوں پر ایک فاتحانہ آمیز مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں بے پناہ چمک تھی۔ ہال میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ لیکن یہ لوگ بدستور اپنی میزوں پر بیٹھے رہے۔ شمی اور ظفر ششدر رہ گئے۔ لیکن عمران۔ وہ بوڑھے کی ایک اور غیر معمولی قوت سے واقف ہو گیا تھا۔

نوجوان کو منیجر کے آفس لے جایا گیا۔ اور کافی دیر کے بعد ہنگامہ فرو ہوا۔ عمران نے بوڑھے سے اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا۔ بوڑھا اب دوسری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ اس کے بعد بھی کافی دیر تک شمی اور ظفر وہاں بیٹھے رہے اور پھر اٹھ گئے۔ "میں نے محل سے عرض گیا رہ بجے تک کی اجازت لی تھی۔" عمران صاحب نے مجھے اجازت دیجئے ظفر بولا۔ اور عمران نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد عمران پروفیسر سے بولا۔

"تم نے اسے سزا دے دی پروفیسر" وہ بولا۔

"ہاں۔ ورنہ بلاوجہ گالیاں کھاتا رہتا۔"

"قطعی نہیں۔ قطعی نہیں۔ لیکن اگر میں لوگوں کو تمہاری حرکت سے آگاہ کر دوں تو؟"

"کچھ نہیں ہوگا۔ وہ سب ایک دوسرے کے منہ پر تھوکنے لگیں گے

اور بس ۔ تم پروفیسر ڈیوڈ ارک کو کیا سمجھتے ہو؟" بوڑھا اکڑ کر بولا اور عمران ٹھنڈی سانس لے کر گردن ہلانے لگا۔ ان دونوں نے اس کا دماغ خراب کر دیا تھا۔ بہرحال کچھ بھی ہو، بے حد پراسرار آدمی تھے۔ یہ لوگ اور جب تک ان کی کل ہسٹری معلوم نہ ہو جائے۔ عمران انہیں اب چھوڑنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ خود بھی اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"کہاں؟" پروفیسر ڈیوڈ گردن اٹھا کر بولا۔

"اب چلوں گا پروفیسر! پھر ملاقات ہوگی۔

مگر تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ تم مجھے اعلیٰ آدمی کیوں سمجھتے ہو، یقین کرو اگر یہاں کی عورتوں نے مجھے غلط نہیں دی تو میں بور ہو جاؤں گا۔ اور پھر مجھے مجبوراً تمہارا ملک چھوڑنا پڑے گا میں عورتوں کے جھگڑے میں رہنا چاہتا ہوں۔ عورت۔ عورت عورت بس۔ اس کے علاوہ مجھے کچھ نہیں چاہئے۔"

"میں تمہیں عورتوں کے ڈھیر میں دفن کرا دوں گا بوڑھے دوست فکر مت، لیکن اس کے لئے تھوڑے وقت کا انتظار کرو۔ اس وقت کا جب میرا ذہن تمہاری طرف سے صاف ہو جائے۔" عمران نے کہا

"میں نہیں سمجھا۔" بوڑھے نے گردن ہلائی۔

"سمجھنے کے لئے دیکھو میرے دوست الفاظ کا صرف نہ گن لیں۔ اچھا خاصا عمران بوڑھے کو بیٹھا چھوڑ کر باہر نکل گیا۔ اس کے ذہن میں ہنگامہ برپا تھا، ابھی تک وہ اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کر سکا تھا اور یہ خاص تشویش کی بات تھی۔ بہرصورت اب ان دونوں کے متعلق سوچ کر کے اسے اس سلسلہ میں کام کرنا تھا۔

۸

چھوٹی آسٹن برق رفتاری سے دوڑ رہی تھی اور اس میں بیٹھے ہوئے دونوں آدمیوں کے چہروں پر جوش کے آثار تھے۔ وہ دونوں کسی گہری سوچ میں غرق تھے۔ صورت سے غیر ملکی معلوم ہوتے تھے اور ان کے جسموں پر قیمتی لباس تھے۔

آسٹن تیزی سے دوڑتی رہی۔ پھر ان میں سے ایک گہری سانس لے کر دوسرے کی طرف دیکھنے لگا۔ جو ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ "اس کا مطلب ہے۔ وقت سے پہلے ہنگامہ شروع ہو گیا۔" وہ پراسرار انداز میں بولا۔

"بالکل" دوسرے نے جواب دیا۔

"مگر وہ یہاں کیسے پہنچ گیا؟"

"وہ غیر فطری قوتوں کا مالک ہے۔ کچھ کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اس وقت ہمارے لئے سب سے بڑا خطرہ وہی ہے۔"

"باس کے لئے حیرت انگیز اطلاع ہو گی۔"

"بیشک، باس کو گمان بھی نہیں ہو گا کہ وہ شیطان یہاں بھی اس کے تعاقب میں مارا مارا پھر رہا ہے۔"

پھر وہ دونوں خاموش ہو گئے۔ آسٹن اب ایک ایسے علاقے میں پہنچ گئی تھی جو عالیشان کوٹھیوں پر مشتمل تھا۔ یہاں کی کوٹھیاں کئی کئی ہزار گز کے رقبے میں بنی ہوئی تھیں۔ یہاں ملک کے امیر ترین لوگ رہتے تھے۔ ایک خوبصورت سی کوٹھی کے سامنے آسٹن رک گئی، جس پر قومی ہاؤس لکھا ہوا تھا۔ عالیشان پھاٹک پر بنی ہوئی چھوٹی سی کھڑکی سے چوکیدار نے گردن نکال کر جھانکا اور پھر پھاٹک کھول دیا۔ آسٹن ایک طویل روش کے بعد بنے ہوئے پورٹیکو میں پہنچ کر رک گئی۔ اور وہ دونوں نیچے اتر آئے انہوں نے اپنے لباس وغیرہ درست کئے۔ اور پورٹیکو سے کچھ فاصلے پر بنے ہوئے صدر دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ صدر دروازے سے اندر داخل ہونے کے بعد وہ ایک دوسرے کمرے کے دروازے سے اندر چلے گئے جہاں ایک بھاری جبڑوں والا آدمی ایک میز کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں سانپ کی سی چمک تھی۔ اس نے ان دونوں کا جائزہ لیا اور پھر آواز میں بولا۔

"کیا بات ہے مسٹر الفریڈ؟"

"باس کے لئے ایک اہم اطلاع ہے۔"

"صرف باس کے لئے؟"

"ہاں!"

"او کے، آپ جا سکتے ہیں۔" اس نے کمرے کے اندرونی حصے کی طرف اشارہ کیا اور وہ دونوں اندر چلے گئے۔ ایک نوجوان کاریڈور نے کر کے وہ ایک کمرے کے دروازے کے سامنے رک گئے، جہاں ایک سیاہ فام لگا ہوا تھا۔ اس میں سے ایک نے سیاہ فام پر نگاہ رکھی اور دروازہ کھل گیا، اور وہ لوگ اندر داخل ہو گئے۔ پھر دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ یہ ایک بڑا کمرہ تھا، جہاں چاروں طرف ہلکی ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ مدھم اور ٹھنڈی روشنی جہاں وہ صرف قریب سے ایک دوسرے کی شکل دیکھ سکتے تھے۔

وہ دونوں کمرے کے درمیان کھڑے ہو گئے۔ دفعتاً کمرے کے انتہائی سرے پر روشنی کا ایک نقطہ چمکا اور پھر روشنی کی کرنیں اپنا جسم بڑھاتی گئیں، لیکن کمرے کی روشنی میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔

پھر ایک نرم اور پرسکون آواز سنائی دی۔

"ہیلو فرینڈس۔ امید ہے آپ لوگ اچھے ہوں گے۔"

"باس کی مہربانی سے!" دونوں بیک وقت بولے۔

"کیا بات ہے؟"

"ایک اہم اطلاع ہے باس۔"

"میں منتظر ہوں۔"

"ناصر یہاں بھی پہنچ گیا ہے۔"

"سکون" ناصر! لہجہ پرسکون تھا۔

"محمود ناصر۔ وہی خطرناک شخص جو کیلیفورنیا میں ہم لوگوں کو زبردست نقصان پہنچا چکا ہے۔ جس نے فرانس میں ہمارے قدم نہیں جمنے دیئے۔ اب اسے یہاں دیکھا گیا ہے۔"

"اوہ۔ کیا تمہیں اپنے الفاظ پر یقین ہے؟ آواز میں پہلا جیسا سکون نہیں تھا۔"

"سو فیصدی یقین ہے جناب، ورنہ ہم آپ کے پاس حاضر ہونے کی جسارت نہیں کرتے۔" دونوں بیک بولے۔

"تم نے انہیں کہاں دیکھا ہے؟"

"بالکل اتفاقیہ طور پر۔ بوڑھا ڈارک ایک رقص گاہ میں نظر پڑ گیا تھا۔ اس کے ساتھ میں ناصر کو بھی دیکھا گیا۔"

"ان دونوں کے بارے میں کچھ اور معلومات حاصل ہوئیں؟"

"جی ہاں۔ صرف اتنا کہ وہ دونوں ڈی ایمرجو کے ہوٹل میں مقیم ہیں۔"

"ویری گڈ! انہیں احساس تک نہیں ہو سکا ہے کہ ہم ان کی یہاں

موجودگی سے واقف ہو گئے ہیں؟" باس کی آواز سنائی دی۔

نہیں جناب۔ ہمیں یقین ہے۔

"بہت خوب! تمہاری اطلاع کا شکریہ دوستو! میرا خیال ہے یہاں پر اس سے آسانی سے نپٹ سکتا ہوں۔ تمہارا کام ختم۔ یہ اطلاع کافی ہے۔ آئندہ اس کے سامنے جانے سے احتراز کرنا۔ بشرطیکہ وہ زیادہ دنوں تک زندہ رہ سکے!" باس کا لہجہ پھر نرم اور پرسکون ہو گیا تھا۔

"بہت بہتر ہے جناب۔ ہمارے لئے اور کیا حکم ہے"۔

"کچھ نہیں دوستو! آرام کرو۔" باس کی آواز سنائی دی۔ اور دوسری طرف خاموشی مسلط ہو گئی۔ پھر وہ بالکل ہی ختم ہو گئی۔ اور وہ لوگ خاموشی سے باہر نکل آئے۔

⑨

بنڈ وگ کا قد کسی محل سے کم نہیں معلوم ہوتا تھا۔ چاروں طرف اونچی اونچی دیواریں اپنے اندر بہت سے اسرار رکھتی تھیں۔ اندر کی دنیا سے صرف چند ہی لوگ واقف تھے۔

عمران نے چاروں طرف گھوم کر سرسری نظروں سے اس کا جائزہ لیا اور پھر اس نے ایک دیوار منتخب کی۔ جہاں سے وہ اندر داخل ہو سکتا تھا۔ یہ دیوار بھی عام دیواروں کی طرح تھی۔ لیکن اس طرف سے باہر سے دیکھ لئے جانے کا خطرہ نہیں تھا۔ عمران نے پشت سے لٹکا ہوا عجیب ساخت کا پستول نکالا۔ جس کی نال بغیر سائلنسر کے ضرورت سے زیادہ لمبی تھی۔ اور پھر اس نے کندھے پر پڑا ہوا رسی کا گچھا اتارا۔ جس کے سرے پر لوہے کے تین آنکڑے لگے ہوئے تھے۔ آنکڑوں کا رخ پستول کی نال میں پھنسا کر عمران نے لبلبی دبا دی۔ اور آنکڑا اوپر دیوار میں جا پھنسا۔ عمران نے پستول دوبارہ پشت سے لٹکا کر اس کی مضبوطی کا اندازہ کیا اور پھر وہ پھرتی سے اوپر چڑھتا چلا گیا۔ دیوار پر پہنچ کر اس نے رسی اوپر کھینچی اور دوسری طرف

اُتر گیا۔ نیچے پہنچ کر اس نے چاروں طرف دیکھا۔ نہایت شاندار لان تھا۔ جھاڑ جھنکاڑ کو تراش کر خوبصورت مجسموں کی شکل دی گئی تھی۔ روشیں نہایت صاف اور خوبصورت بنائی گئی تھیں۔ ایک طرف ایک مینار سا بنا ہوا تھا۔ وہ زیادہ پرانا نہیں تھا۔ یعنی وہ ابھی حال ہی میں تعمیر کرایا گیا تھا۔ لیکن اس مینار کی یہاں کیا ضرورت تھی۔ بظاہر تو کوئی خاص ضرورت سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

عمران نے ایڈمنٹ وہاں رک کر حالات کا جائزہ لیا۔ اور پھر آگے بڑھ گیا۔ جگہ جگہ بنے ہوئے گھاس کے خوبصورت جانور اسے چھپنے میں مدد دے رہے تھے۔ رفتہ رفتہ وہ اصل عمارت کے قریب ایک دیوار کے سائے میں پہنچ گیا۔ اس نے دیوار کو دور تک دیکھا۔ وہ بالکل سپاٹ تھی۔ نقش و نگار ضرور بھرے ہوئے تھے۔ لیکن ان کے ذریعہ اوپر چڑھنا ممکن نہیں تھا۔ اندر جانے کا صرف ایک ہی راستہ تھا۔ عمران اس چھوٹے سے دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ لیکن جیسے ہی وہ دروازے کے سامنے رکا۔ دروازہ بے آواز کھل گیا۔

عمران اچھل کر ایک طرف آڑ میں ہو گیا۔ اس کا خیال تھا کہ کوئی باہر نکلے گا۔ لیکن کئی منٹ تک انتظار کرنے کے باوجود بھی کوئی باہر نہیں نکلا۔ عمران آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کے قریب پہنچ گیا اور

پھر اس نے پستول نکال کر ہاتھ میں لیا اور دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔

سامنے ایک طویل کوریڈور نظر آ رہا تھا۔ جس کی دیواروں کی جڑوں میں ننھے ننھے بلب جگمگا رہے تھے۔ لیکن ان کے اوپر سیاہ شیشہ تھا۔ ہر چیز سے نفاست اور خوش سلیقگی ٹپک رہی تھی۔ عمران لاپرواہی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دور چل کر راہداری دو سمتوں میں گھوم گئی تھی۔ عمران نے ایک لمحہ رک کر راہ کا تعین کیا۔ اور پھر وہ بھی دائیں سمت والی راہداری میں چلنے لگا۔ اتنے عالیشان مکان کی مکمل تلاشی تو کسی طرح ممکن نہیں تھی۔ البتہ وہ کام کی چیزوں کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔

پھر وہ آگے بڑھ کر ایک کمرے کے سامنے آ گیا۔ لیکن جیسے ہی اس کا سایہ دروازے پر پڑا وہ دروازہ بھی خود بخود کھل گیا۔ اب عمران سچ مچ حیرت زدہ ہو گیا تھا۔ کیا اسے پرفٹ بنایا جا رہا ہے۔ یا پھر۔ ان دروازوں کا نظام ہی ایسا تھا۔ اس نے رک کر اچھی طرح دروازہ کو دیکھا۔ لیکن اس کی تکنیک وہ بالکل نہیں سمجھ سکا۔ بہرحال وہ خدا کا نام لے کر اس کمرے میں داخل ہو گیا دروازہ اس کے اندر سے بند کر لیا تھا۔ دروازہ بند کرنے میں اسے کوئی دقت نہیں ہوئی۔

کمرے میں اعلیٰ قسم کا فرنیچر موجود تھا۔ دیواروں پر مشہور مصوروں کی بنائی ہوئی پینٹنگز لٹکی ہوئی تھیں۔ قیمتی قالین ٹخنوں تک دھنس رہا تھا

لیکن وہاں کوئی کام کی چیز نہیں تھی۔ عمران کمرے سے نکل آیا۔

تقریباً ایک گھنٹے تک وہ مختلف کمروں کا جائزہ لیتا رہا۔ لیکن کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکا۔ پھر اس کے ذہن پر جھلاہٹ طاری ہو گئی وہ بوڑھے کلارک اور ناصر کے بارے میں مکمل تفصیل معلوم کر لینا چاہتا تھا۔ ناصر کی پراسرار شخصیت اس کے لئے معمہ تھی۔ وہ اسے ان کیسز میں ملوث بھی سمجھ سکتا تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں اس کے ذہن میں الجھن تھی ایک عجیب سی الجھن جو ناصر سے متعلق تھی۔ ابھی تک ان واقعات کا سرا اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ اس قسم کا ہتھکنڈا مجرم گروہ والے کیا چاہتے ہیں، اور وہ کیوں اس قسم کے سنگین واقعات کر رہے ہیں۔ کس طرح کر رہے ہیں، ٹائیگر اور بھی اس سلسلہ میں کوئی روشنی نہیں ڈال سکتے تھے، وہ خود الجھنوں میں پھنسے ہوئے تھے۔ بہرحال ان تمام باتوں سے صرف ایک بات کا پتہ چلتا تھا، وہ یہ کہ مجرم خطرناک ذہنیت کے لوگ ہیں۔ انہیں تخریب سے کوئی گریز نہیں ہے۔ اس روشنی میں ناصر کون ہے؟ عمران کے ذہن میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔

وہ تیز تیز بڑھ گیا، اب وہ عمارت کے دوسرے حصے میں تھا۔ لیکن اس حصے کے تمام کمرے بالکل تاریک اور فرنیچر سے خالی نظر آ رہے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہیں استعمال میں نہیں لایا جاتا ہے۔ اس

حصے کے اختتام پر وہ طویل و عریض مینار بھی تھا، جو باہر سے نظر آتا تھا یہ مینار بظاہر اس عمارت کا جزو نظر آتا تھا۔ لیکن یہ صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ نیا تعمیر کیا گیا ہے۔

پھر عمران نے ایک کمرے سے باہر قدم ہی رکھا تھا، کہ ایک آواز سن کر چونک پڑا۔ اس طرف تشریف لے آئیے جناب۔"

اس نے چونک کر آواز کی طرف دیکھا۔ لیکن اسے کوئی نظر نہیں آیا البتہ مینار کی جڑ میں ایک دروازہ کھل گیا تھا۔ اس میں روشنی نظر نہیں آ رہی تھی۔

عمران نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا اور پھر ایک طویل سانس لے کر آگے بڑھ گیا۔ دوسرے لمحے وہ کھلے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا مربع کمرہ تھا۔ ایئر کنڈیشنڈ بھی تھا۔ عمران کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ بند ہو گیا، اور کمرہ لفٹ کی طرح اوپر آنے لگا۔ یہ یقیناً لفٹ تھی چند سیکنڈ کے بعد لفٹ رک گئی اور دروازہ کھل گیا۔ سامنے ہی ایک خوبصورت گول کمرہ نظر آ رہا تھا۔ یہاں دو آدمی موجود تھے۔ یہ محمود ناصر اور پروفیسر ڈارک تھے۔

"تشریف لائیے عمران صاحب۔" ناصر مسکراتے ہوئے بولا۔ اس کے پرکشش چہرے پر خلوص کے آثار تھے!

"ہیلو پروفیسر" عمران بوڑھے کو آنکھ مارتے ہوئے بولا۔
اور بوڑھا ایکدم غصیلی نظروں سے اسے دیکھنے لگا "یہ کیا حرکت، تم نے مجھے آنکھ کیوں ماری" وہ غصیلے انداز میں بولا۔

"مکھی بیٹھ گئی ہوگی انکل" ناصر نے بوڑھے کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"یہاں مکھی کا بچہ بھی نہیں ہے۔ انہوں نے ضرور آنکھ ماری ہے" بوڑھا بولا۔

"تم کوئی جوان دوشیزہ نہیں ہو، اس لئے خاموش بیٹھ جاؤ" ناصر کے لہجے میں ہلکی سے تلخی پیدا ہوگئی۔ بوڑھے نے منہ پھلا لیا۔ ناصر پھر عمران کی طرف متوجہ ہوگیا جو بڑے بے تعلقانہ انداز میں کمرے کے عمدہ سامان کو دیکھ رہا تھا۔ کمرے کی دیواروں میں چاروں طرف سائنسی آلات لگے ہوئے تھے۔ درمیان میں ایک بہت بڑی دوربین لگی تھی جس کے نیچے ایک عجیب ساخت کی مشین لگی ہوئی تھی۔ مشین پر ایک ٹیلی ویژن جیسا اسکرین لگا ہوا تھا جس پر وارلگومت سا نقشہ لگا ہوا تھا۔ عمران کا شبہ پھر جاگ اٹھا۔

"معاف کیجئے گا عمران صاحب! آپ کو بہت دیر تک بھٹکنا پڑا۔ میں آپ کو مکان کی تلاشی کا پورا پورا موقع دینا چاہتا تھا۔

"ہم۔۔۔ میں یہاں بیت الخلاء تلاش کر رہا تھا، اماں لاحول ولا قوۃ۔ اتنا عالیشان مکان اور بیت الخلاء ندارد"

"وہ بھی موجود ہے" ناصر مسکرایا "لیکن آپ کو اس کی کیا ضرورت پڑ گئی"

"یوں سمجھ لیجئے کہ پیدائشی ہے۔ عام طور پر مجھے لوگوں سے یہی شکایت رہتی ہے، وہ بہترین سے بہترین مکان بنوائیں گے۔ لیکن بیت الخلاء کے ڈیزائن میں کوئی تبدیلی نہیں کریں گے" عمران بڑبڑایا۔

"فکر نہ کریں عمران صاحب، میں آپ کے لئے ایک نئے قسم کا بیت الخلاء بنوا دوں گا، لیکن اب کچھ دیر سنجیدگی سے گفتگو کر لیجئے" ناصر نے کہا، پھر اس نے عمران کو ایک صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

عمران صوفے پر بیٹھ گیا، اس کے سامنے ناصر بھی بیٹھ گیا، بوڑھا البتہ ان لوگوں کے قریب نہیں ٹھہرا، اور دوربین کے نزدیک چلا گیا، پھر دوربین کے شیشوں سے آنکھیں لگا کر مشین کے نیچے ہاتھوں کو حرکت دینے لگا۔

"میں آپ کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر چکا ہوں عمران صاحب اور مجھے فخر ہے کہ میرے دشمن میں آپ جیسے نوجوان موجود ہیں۔ آپ کی ذاتی شخصیت کے بارے میں مجھے مختلف ذرائع سے معلومات حاصل ہوئی ہیں کہ آپ محب وطن ہیں۔ مملکت کے بہت سے کارنامے انجام دے چکے ہیں، جن میں چند کارنامے بین الاقوامی پروفیشن رکھتے ہیں

اس کے علاوہ آپ کی فطرت کھلنڈرپن اور خطرات پسند ہے۔ آپ اپنی فطرت کی وجہ سے گھر بار چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اور اپنے والد سے علیحدہ رہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ محکمہ سراغ رسانی کے سپرنٹنڈنٹ فیاض کے بارے میں بھی مجھے تفصیل معلوم ہوگئی۔ بہرحال کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میں ذہنی طور پر آپ کی شخصیت سے متاثر ہو چکا ہوں۔ اور اب چاہتا ہوں کہ اپنا تعارف بھی کرا دوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ طیارے والے واقعہ کے بعد سے میری طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ آپ کا خیال ٹھیک ہے۔ میں بھی ان واقعات میں پوری دلچسپی لے رہا ہوں اور سچی بات تو یہ ہے کہ میں اس سلسلے میں ایک طویل سفر طے کر کے نیویارک سے یہاں پہنچا ہوں۔"

عمران کو اس کی گفتگو میں پوری پوری دلچسپی محسوس ہونے لگی تھی اور وہ سنجیدگی سے اس کی طرف متوجہ تھا۔

"میں نے آپ کو اپنا نام ہاشل صحیح بتایا تھا۔ میرا نام محمود ناصر آفریدی ہے۔ بچپن سے غیر ملک میں رہا۔ والد صاحب کی موت کے بعد بھی یہاں نہیں پہنچ سکا۔ ۔ اس کی وجہ میری لاابالی فطرت تھی۔ میں نے سائنس میں ڈاکٹریٹ کیا ہے اور شروع ہی سے ہلکی پھلکی ایجادات میں دلچسپی لیتا رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی میرا ذہن جرائم کی سرکوبی کی طرف راغب رہتا ہے۔ چنانچہ نیویارک میں میں نے بہت سے مجرموں کو گرفتار کروا کے پہنچایا ہے اور ہمیشہ وہاں

کی پولیس کی مدد کی ہے۔ اس کے علاوہ فرانس کا محکمہ سراغ رسانی بھی چند معاملات میں میرا مشکور ہے۔ اب سے تقریباً دس ماہ پیشتر میں امریکہ کی ایک ریاست فیزوتا میں قیام پذیر تھا کہ چند غیر معمولی واقعات میرے علم میں آئے۔ ڈیوک آف فیزوتا کی کار فضا میں بلند ہوگئی۔ اور پھر نیچے گر کر اس کے پرخچے اڑ گئے۔ سڑکوں پر چلتے ہوئے لوگ اچانک فضا میں بلند ہوتے اور گر کر مر جاتے۔ اس طرح وہاں ایک عجیب سنسنی پھیل گئی۔ پھر ڈیوک کو مجرم کی طرف سے ایک فون موصول ہوا۔ اس نے ڈیوک سے ایک کروڑ پونڈ طلب کئے تھے۔ ڈیوک نے حکومت کو اطلاع دی اور وہاں محکمہ سراغ رسانی کے بہترین دماغ پہنچ گئے۔ پھر ایک ماہ تک کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ مجبوراً محکمہ سراغ رسانی کے محکمہ کو بایوس ہونا پڑا اور پھر ڈیوک کا ایک نوجوان بیٹا فضا میں بلند ہو کر زمین پر گرا اور مر گیا۔ ڈیوک خوفزدہ ہو گیا اور اس نے خاموشی سے روپیہ دینا منظور کر لیا۔ کیونکہ اس کے دو اور نوجوان بیٹے تھے۔

میں بھی وہاں موجود تھا۔ میں نے ڈیوک کو تیار کر لیا کہ وہ روپیہ میرے ذریعہ دے۔ میں ان لوگوں کی تاک میں ہوں۔ روپیہ لے کر وہاں پہنچا اور۔ پھر۔ ان کے آٹھ آدمی میرے ہاتھوں سے مارے گئے۔ اور میں نے ان کا سیڈ کرا کر بم کے ذریعہ تباہ کر دیا لیکن اس گروہ کا سربراہ بچ گیا

لیکن اس نے ڈیوک کا پیچھا بھی چھوڑ دیا۔ میں نیویارک واپس آگیا اور اسی دن سے میرے اوپر قاتلانہ حملے شروع ہوگئے۔ میری رہنمائی کے گئے مارے گئے۔ لیکن میں معجزانہ طور پر بچتا رہا۔ عاجز آکر انہوں نے میرا پیچھا چھوڑ دیا اور روپوش ہوگئے، لیکن میں اسی مقصد کے حصول میں لگا رہا کہ آخر آدمی اور چیز ہیں فضا میں کس طرح بلند ہو جاتی تھیں۔ بالآخر اس سلسلے میں میں نے تھوڑی بہت معلومات بھی حاصل کر لیں۔ فرانس میں اسی قسم کا ایک واقعہ ہوا، اسکی خبر مجھے اخبارات سے ملی تھی چنانچہ میں فرانس روانہ ہوگیا۔ پروفیسر ڈارک میرے ساتھ تھے۔ پروفیسر کے بارے میں تفصیل میں بعد میں بتاؤں گا۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ میرے تجربات کی کامیابی میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اس مخلص شخص نے خطرناک تجربہ تجربات کے لئے ہمیشہ اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ اور ان کی موجودہ شکل بہت سے بھیانک تجربات کے بعد ہوئی۔ یہ انتہائی غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ آپ میں سے چند کو آپ کو پتہ بھی چل گیا ہے۔ بہرحال ہم لوگ فرانس پہنچ گئے۔ اور وہاں پہلی آنے والی چند واقعات سے ان لوگوں کا پتہ چل گیا۔ وہاں پہلی بار میجر ڈی گارڈ کا نام سامنے آیا۔ ان واقعات کے پیچھے کسی میجر ڈی گارڈ کا ہاتھ کارفرما تھا۔ یہ نام قطعی غیر معروف تھا۔ لیکن۔ اب چونکہ میں ان لوگوں کی تھوڑی بہت تکنیک سمجھ گیا تھا۔ اس لئے میں نے وہاں کی پولیس سے مل کر جوابی

کارروائی شروع کر دی اور ان لوگوں کو فرانس بھی چھوڑنا پڑا۔

مزید تین سال گزر گئے۔ میں نیویارک واپس آگیا اور پھر نیویارک کے انڈر ورلڈ میں اچانک ان لوگوں کے بارے میں پھر انکشاف ہوا۔ یہ انکشاف پروفیسر ڈارک کی وجہ سے ہوا۔ ان کے ذہن سے کچھ لوگوں کے خیالات ٹکرائے۔ جس سے یہ انکشاف ہوا کہ وہ ڈی گارڈ سے تعلق رکھتے ہیں اور ڈی گارڈ بہت جلد میرے اس ملک میں آنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میں نے بھی تیاریاں شروع کر دیں۔ اور اس طرح انیس سال کے بعد اتفاقیہ طور پر مجھے ملک آنے کا موقع ملا۔ یہاں میں ان لوگوں کی تلاش میں ہوں۔ چند واقعات سے مجھے یہ تو یقین ہوگیا کہ وہ لوگ یہاں پہنچ چکے ہیں۔"

"اور اب۔ اب میں ان سے باقاعدہ مقابلے کی تیاریاں کر رہا ہوں۔ میرا ملک ڈی گارڈ کا مدفن بن سکے۔ اور پھر کسی دوسری جگہ مجھے اس لئے پیچھے نہ جانا پڑے۔" ناصر آفریدی نے کہا۔ اس کے چہرے پر عجیب سی چمک تھی ایک پراسرار اور خوفناک چمک۔ عمران نے اس کا چہرہ دیکھا اور پھر چہرے سے کترا گیا۔

"ابتدا میں آپ کی طرف سے شکوک تھا۔ لیکن آپ کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنے کے بعد میں مطمئن ہوگیا، اور اب آپ میری دعوت تشریف لائے تو میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں آپ کو اپنا ہمراز بناؤں

"ہوں!" عمران سنبھل گیا، اس درمیان اس نے اچھی طرح اندازہ لگا لیا تھا کہ ناصر جھوٹ نہیں بول رہا ہے بلکہ ملک کی آبادی میں ایک اور عجیب و طن کا اضافہ ہو گیا ہے، اور یہ خوشی کی بات تھی، ایسا ذہین دماغ ملک کے لئے بہت کچھ کر سکتا ہے، اس لئے عمران نے اس سے تعاون کرنے کا فیصلہ کر لیا، اور بولا "میں اپنے ملک میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں مسٹر ناصر"

"شکریہ میرا بھی یہی وطن ہے، اور اب میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ یہاں رہ کر اور وطن کی خدمت کروں گا" ناصر نے کہا۔

"مجھے اس خیال پر مسرت ہے، بہرحال کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس سلسلہ میں ڈی گارڈ کا طریقہ کار کیا ہے؟"

وہ انتہائی سائنٹفک طریقہ اختیار کرتا ہے وہ کسی مشینی ذریعہ سے زمین کی کشش ثقل ختم کر دیتا ہے، اور پھر انسان یا کوئی بھی جاندار یا غیر جاندار چیز فضا میں بلند ہو جاتی ہے، وہ ان شعاعوں کو فوری طور پر ختم کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہے، دوبارہ کشش ثقل ہوتے ہی فضا میں بلند چیز زمین پر گر کر تباہ ہو جاتی ہے" ناصر نے بتایا

"اوہ!" عمران کے ہونٹ سکڑ گئے، چند سیکنڈ خاموش رہ کر وہ کچھ سوچتا رہا، پھر بولا "اس کا مقصد ہے کہ جس جگہ انہیں کوئی واردات کرنی ہوتی ہے وہاں وہ ضرور موجود ہوتے ہیں، وہ کسی طرح

کسی شکل میں وہاں کے ایک مقدمہ کی کشش ختم کر دیتے ہیں۔

"بالکل!" ناصر نے جواب دیا۔

"دراصل ایسا ایک واقعہ میرے سامنے پیش آ چکا ہے" پھر عمران نے اسے واقعہ بتانے لگا، جو ڈاکٹر داور کے یہاں سے واپسی پر پیش آیا تھا

"یقیناً وہ لوگ اس وقت قریب ہی کہیں موجود ہوں گے، اگر آپ کی جیپ اس وقت وہاں پہنچ گئی ہوتی، تو اس کا بھی یہی حشر ہوتا" ناصر کہنے لگا۔

عمران ایک طویل سانس لے کر خاموش ہو گیا، اس کی نگاہ بوڑھے کی طرف اٹھ گئی، بوڑھا بڑی دلچسپی سے دوربین سے دیکھ رہا تھا، اس کے دانت کھلے پڑ رہے تھے، اور کبھی کبھی وہ ران پر ہاتھ مار کر ہنسنے لگتا تھا۔

"انکل!" ناصر نے اسے کہا اور بوڑھا چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"کیا ہے؟"

"اوہ۔ کچھ نہیں ناصر میاں، میں ایک مزاحیہ فلم دیکھ رہا ہوں" بوڑھے نے جواب دیا اور ناصر خاموش ہو گیا لیکن عمران اس جملے پر چونک پڑا، وہ سوچے لمحے دماغ کو جھٹک کر بوڑھے کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا میں بھی دیکھ سکتا ہوں پروفیسر" عمران نے پوچھا۔

"اوہ۔ اوہ۔ خیر دیکھو۔ مگر تمہیں خدا کی قسم! خاموش ہی رہنا۔ ورنہ۔۔۔" بوڑھا آہستہ سے بولا۔ وہ چور نظروں سے ناصر کی طرف دیکھتا جا رہا تھا۔

عمران نے دوربین سے آنکھ لگا دی۔ اور پھر ایکدم چونک کر پیچھے ہٹ گیا۔ یہ کسی مکان کی کھڑکی کا منظر تھا۔ جہاں ایک نوجوان عورت لباس سے بے نیاز بوس و کنار میں مصروف تھا۔

"ہی ہی ہی۔" بوڑھے نے دانت نکال دیئے۔ "اور دیکھو" لیکن عمران خاموشی سے دوربین کے پاس سے ہٹ آیا۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے ناصر سے پوچھا۔

"یہ میری آبزرویٹری ہے۔ ابھی نامکمل ہے۔ میں یہاں جدید قسم کی پلانٹ لگا رہا ہوں۔ جہاں سے فضا کی اچھائی میں کی جا سکے گی۔ اس کے علاوہ آپ نے یہ عجیب و غریب دوربین دیکھی ہوگی۔ یہ دنیا کی بہترین دوربین ہے۔ خاص میری ایجاد ہے۔ ابھی یہ بھی نامکمل ہے۔ اس کے مکمل ہونے کے بعد میں پورے دارالخلافہ کے ایک ایک کونہ کا جائزہ لے سکتا ہوں۔ کوئی جگہ میری نظروں سے بچی نہیں رہ سکے گی۔ یہ سب کچھ میں اپنے ملک کی فلاح و بہبود کے لئے کر رہا ہوں۔ یہاں سے میں پولیس کو گائڈ کر سکوں گا۔" ناصر نے جواب دیا۔

"ہوں!" عمران معنی خیز نظروں سے بوڑھے کی طرف دیکھنے لگا۔ اب شاید منظر بدل گیا تھا۔ کیونکہ بوڑھے کے چہرے پر مایوسی کے آثار تھے۔

"اس کے علاوہ بھی میرا اور بہت کچھ کرنے کا ارادہ ہے۔ لیکن پہلے ہمیں ان لوگوں سے نبٹنا ضروری ہے۔" ناصر کہنے لگا۔

"میں آپ کی کاوشوں پر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں ناصر صاحب اور اس بات کا بھی شکریہ کہ آپ نے میرے اوپر اعتماد کیا۔ اور یہ تمام باتیں بتا دیں۔ بہرحال میں بھی آپ کی مدد کے لئے حاضر ہوں۔ اگر کسی وقت آپ کو ضرورت پڑے۔ آپ بلا تکلف مجھ سے کام لے سکتے ہیں۔"

"میں آپ کو اپنے دوستوں کی فہرست میں شامل کر چکا ہوں۔" ناصر مسکراتے ہوئے بولا۔ "اور ہر وقت آپ کو اپنے دوست کی حیثیت سے یاد کروں گا۔"

"اجازت دیجئے۔" عمران کھڑا ہو گیا۔ ناصر اسے کوٹھی کے صدر گیٹ تک چھوڑنے آیا۔

پھر چند منٹ بعد عمران اپنی ٹو سیٹر میں بیٹھ رہا تھا۔ جو ایک طرف اندھیرے میں کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے ٹو سیٹر اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اس وقت کا واقعہ اس کی زندگی کے عجیب ترین واقعوں میں سے ایک تھا۔ جس لئے گیا تھا اور کیا ہو گیا۔ ناصر ذہنی طور پر بہت بڑا انسان تھا

وہ ایک شاندار سائنسداں ہونے کے ساتھ ایک باہمت نوجوان بھی تھا۔ مستقبل میں اس سے بہت سی امیدیں وابستہ کی جاسکتی تھیں، اس نے ان لوگوں کے طریقۂ کار کے بارے میں اندازہ لگا لیا تھا۔

لیکن عمران دوسری قسم کا آدمی تھا۔ اسے اس وقت اپنی سستی کا قطعی احساس نہیں تھا۔ اور پھر ناصر کے متعلق سے یہ خیال باقی بھی نہیں رہنے دیا تھا۔ لیکن۔ لیکن ناصر کے ذریعہ جو انکشافات ہوئے تھے وہ بے حد اہم تھے۔

اس کا مقصد ہے کہ وہ لوگ یہاں اپنی دہشت پسندی کا مظاہرہ کر رہے ہیں، اور اس کے بعد شکار کریں گے۔ لیکن ان کا شکار کون ہوگا یہ خیال اس کے ذہن میں کلبلانے لگا۔ ناصر کی بتائی ہوئی تفصیل پہلے سے یقین تھا۔ اور اب وہ اپنے طور پر اس سلسلے میں کام کر سکتا تھا۔

ٹو سیٹر کا رُخ رانا پیلس کی طرف ہو گیا۔

---

(۱۰)

ڈی البرٹو کی رونق شباب پر تھی۔ اٹلی کی رقاصہ سولینا اسٹیج پر قیامت جگائے ہوئے تھی۔ اس کا بجلی کی طرح تحرکتا ہوا جسم صرف ایک دائرہ معلوم ہو رہا تھا۔ یہ رقص کا کلائمکس تھا۔ سازوں کی دھن کان پھاڑے دے رہی تھی اور لوگ دم سادھے اس شعلہ جوالا کو دیکھ رہے تھے جو نہ جانے کس وحشت کی بنا ہوئی تھی۔

اور پھر ڈرم ایکدم خاموش ہو گئے۔ رقاصہ نے چند جھٹکے کھائے اور دائرہ سمٹ کر عورت کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ اس کا چہرہ آگ کی طرح سرخ تھا۔ رقص ختم ہوتے ہی تماشائیوں کی تالیاں کان پھاڑنے لگیں۔ لیکن ان تالیوں کے درمیان ایک سیٹی کی آواز گونجی۔ اور پھر کسی نے چیخ کر اٹالین میں کہا۔

"زندہ رہو سوئٹی! آکاش میں تمہارے جسم کے ایک ایک حصہ کو چوما گیا"

"اس مہذب ماحول میں کسی شخص کا لوفروں کی طرح سیٹی بجانا ہی کیا کم تھا کہ اس جملے پر اور بھی قیامت برپا ہو گئی۔ پھر وہاں چونک کر اس

بوڑھے کی طرف دیکھنے لگا جو اپنی کرسی پر کھڑا قاصد کی طرف پرائی بوسے اچھال رہا تھا۔ لیکن اسی وقت کسی نے اس کی گردن پکڑ کر اسے نیچے کھینچ اور وہ کرسی پر گر پڑا۔ پورا ہال قہقہوں سے گونج اٹھا۔

"اٹھو!" ناصر نے ڈارک کو گردن سے پکڑ کر کہا۔

"ارے ارے۔ شٹل۔ شہ رگ دب جائے گی چھوڑو۔" بوڑھا سر دبا چھڑانے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔ لیکن نوجوان ناصر اسے گردن سے تھامے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ وہ دونوں جب تک نظر آتے رہے لوگ قہقہے لگاتے رہے۔

ناصر کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ اس نے اپنے کمرہ کا دروازہ کھولا اور بوڑھے کو اندر دھکیل دیا۔

"ارے واہ بوڑھا دانت نکالتا ہوا بولا۔ "اب کوئی خوشی کا اچھل بھی نہ کرے۔ یہ خوب ہے، مگر ناصر پیارے، کیا اس کا نام دلکش نہیں تھا۔ بوڑھا کا لہجہ اچانک خوشامدانہ ہو گیا۔

اس نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ ایک طرف بڑھ گیا۔ پھر اس نے الماری سے چمڑے کا ایک چابک نکالا۔ بوڑھے کا رنگ سفید ہو گیا وہ اچھل کر کمرے کے ایک کونے میں کھڑا ہو گیا۔

"ارے۔ نت۔ تمہیں تو سچ مچ غصہ آ گیا۔" بوڑھا کونے میں کھڑا

کھڑا بولا۔ ناصر اسے خونخوار انداز میں گھور رہا تھا۔

"اچھا۔ آئندہ ایسی حرکت نہیں ہو گی۔ اب معاف کر دو۔" بوڑھا گڑگڑا کر بولا۔

"پروفیسر!" ناصر غرایا۔

"چپ۔ پروفیسر نہیں۔ انکل کہو۔ انکل۔" بوڑھا اسی انداز میں کھڑا کھڑا بولا۔ ویسے وہ پوری طرح ناصر کے ہاتھ پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ تاکہ چابک سے اپنے آپ کو بچا سکے۔

"کتنی بار کہہ چکا ہوں یہ مذاق ہے۔ اور میں تماشہ نہیں بننا چاہتا۔" ناصر بولا۔

"ہا ہا ہا۔۔۔ آئندہ بالکل خیال رکھوں گا! بالکل۔" بوڑھے نے قلقاری لگائی اور ناصر کے خدوخال نرم پڑ گئے۔ پھر اس نے چابک تہہ کر کے دوبارہ الماری میں رکھ دیا اور بوڑھے نے اس طرح سانس لی جیسے ایک زبردست خطرہ ٹل گیا ہے۔

پھر ناصر دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"کیا مطلب؟"

"ایک بج رہا ہے۔" بوڑھا بولا۔ "کیوں نہ رات کو یہیں رہ جائیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اپنے کمرے میں جاؤ۔" ناصر نے کہا۔ اور بوڑھا شانے لٹکائے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے جانے کے بعد ناصر کے ہونٹوں پر

عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی باتھ روم میں داخل ہو گیا پھر سلیپنگ سوٹ پہن کر اپنے بستر پر پہنچ گیا۔ اس وقت اس کا ذہن بالکل خالی تھا یہ اس کی خصوصیت تھی۔ وہ اس وقت سونا چاہتا تھا۔ اس لئے اس کے ذہن میں صرف سونے کا خیال تھا۔ چنانچہ وہ بستر پر لیٹنے کے چند منٹ بعد ہی سو گیا۔ اس کے حلق سے ہلکی ہلکی آواز نکل رہی تھی سوتے میں اس کا دلکش اور پروقار چہرہ بالکل معصوم لگ رہا تھا۔ کسی بچے کی طرح معصوم۔

دجانے اسے سوئے ہوئے کتنی دیر گذر چکی تھی کہ اچانک اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ بہت ہوشیار رستا تھا۔ اور پھر اس کی چھٹی حس بھی بہت تیز تھی اس کی آنکھ بھی ہونے سے پہلے نہیں کھلتی تھی لیکن چونکہ وہ خلاف معمول جاگ گیا تھا اس لئے اس کی کوئی خاص وجہ ضرور ہونی چاہئے تھی۔

وہ آنکھیں کھول کر اپنی جگہ ساکت کمرے میں نگاہیں دوڑانے لگا، ہر چیز اپنی جگہ پر موجود تھی، لیکن۔ تکیے کے قریب ہلکی سی سرسراہٹ ہو رہی تھی۔ اس نے آنکھیں گھما کر تکیے کی طرف دیکھا۔ اور اسے کوئی سیاہ سی چیز نظر آئی۔

ناصر نے سانس لینی تک چھوڑ دی۔ یہ سیاہ چیز اگر اس کا ذہن دھوکا نہیں دے رہا تھا کوئی خوفناک سانپ بھی ہو سکتا تھا اور اس وقت ہلنے کی صورت میں سانپ کو اپنی موجودگی کا احساس دلانا تھا وہ ساکت لیٹا رہا۔ سانپ کی بابت کسی جانور یا چیز کا شعور نہیں ہو سکتا تھا۔ یا پھر ناصر کی قسمت یاور

تھی۔ بہرحال اس نے ناصر کو ابھی تک نہیں ڈسا تھا۔

ناصر سرسراہٹ سے اس کے چلنے کی سمت محسوس کر رہا تھا اور پھر اس نے اپنے جسم کی پوری طاقت مجتمع کر کے سرسراہٹ کی مخالف سمت اچھال لگا دی۔ ساتھ ہی ایک چیخ کی آواز اسے سنائی دی۔ ناصر پہلے زمین پر گرا اور پھر اچھل کر صوفے پر چڑھ گیا۔

تب اس نے ایک خوفناک سانپ دیکھا۔ اس کی لمبائی تقریباً ڈیڑھ فٹ تھی وہ بالکل سیاہ اور چکدار تھا اور سیدھا ہو کر بستر پر پھن اٹھا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کی ننھی ننھی آنکھیں ناصر پر جمی ہوئی تھیں۔

ناصر نے آنکھیں بند کر کے سر کو ایک جھٹکا دیا۔ سانپ اب بھی خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ اگر وہ اس پر حملہ کر دے تو وہ فوری طور پر سانپ کی پھرتی کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ پستول بھی تکیے کے نیچے تھا۔

اس نے ادھر ادھر نظریں گھمائیں اور پھر ایک ترکیب اس کی سمجھ میں آگئی جس جگہ وہ کھڑا تھا وہاں چند فٹ اونچا ایک شمدان رکھا ہوا تھا۔ وہ وہاں موم بتی خوبصورتی کے لئے رکھا گیا تھا۔ لیکن اس وقت اس سے ایک بہتر کام لیا جا سکتا تھا۔ نشانہ ٹھیک لگے۔ ناصر کا ہاتھ بجلی کی طرح حرکت میں آگیا اور دوسرے لمحے شمدان اس کے ہاتھ میں تھا۔ اور پھر شمدان ایک خاص انداز میں اس کے ہاتھ سے نکل کر سانپ پر پڑا اور سانپ اس کی چوٹ سے بستر پر سے اچھل کر نیچے

پہنچا چکا تھا، بھاری سٹینڈ ان اس کے بچن پر پڑا تھا، اور وہ اس کے نیچے دبا ہوا پکار رہا تھا۔ ناصر نے ایک چھلانگ لگائی، اور سانپ کے قریب پہنچ گیا اور پھر اس نے اپنے جوتے سے سانپ کو کچل دیا، اس کے فوراً بعد اس نے تکیے کے نیچے سے پستول نکالا اور کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ پروفیسر کی خبر لینا چاہتا تھا۔ ممکن ہے پروفیسر کے ساتھ بھی اسی قسم کا کوئی واقعہ پیش آیا ہو۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ ناصر نے ادھر ادھر دیکھا اور کھڑکی کے بل جھک کر کی جالی سے اندر جھانکنے لگا۔ اس کا خیال ٹھیک ہی نکلا۔ اندر کا منظر خوفناک تھا، پروفیسر فاروق چھت میں لگے ہوئے پنکھے سے لٹک رہا تھا، اور اس کے عین نیچے ایک سانپ پھن اٹھائے کھڑا تھا۔ ناصر بے اختیار ہنس پڑا پھر وہ تیزی سے واپس آیا اور اپنے لباس سے ایک تار نکال کر تیزی سے پروفیسر کے کمرے کے پاس دوبارہ پہنچ گیا۔ اس نے آواز کئے بغیر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا، اور پھر اس کے پستول سے دھماکے کا ایک شور بلند ہوا اور سانپ پر گرا۔ چند لمحے کچھ نظر نہیں آیا، لیکن جب دھواں چھٹا تو سانپ رائکو کا ڈھیر نظر آ رہا تھا۔ بڑے میاں اب تک اوپر لٹکے ہوئے یہ سب تماشہ دیکھ رہے تھے۔ وہ منہ سے کچھ نہیں بولے، بلکہ وہیں سے ناصر کو گھورتے رہے

"میں نے کہا قتل کیا ہوا ہے، ناصر ہنس کر بولا۔

یہاں سے نیچے اترنے کی ترکیب پر غور کر رہا ہوں۔ اب تم ہی مجھے کوئی

ترکیب بتاؤ۔ اگر یہاں سے گرا تو سب ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔"

"چڑھے کس طرح تھے؟"

"سانپ کو دیکھ کر چھلانگ لگائی اور یہاں تک پہنچ گیا۔"

"تو اب وہاں سے بستر پر چھلانگ لگا دو۔" ناصر لاپرواہی سے بولا۔

"مشکل ہے۔" بوڑھے نے کہا اور ناصر اس کے قریب پہنچ گیا اور بڑے میاں اس کے کندھوں پر پیر رکھ کر نیچے اتر آئے۔ ان کے چہرے پر اب سکون ہی سکون تھا۔

"ہمارا استقبال شروع ہو گیا ہے۔" ناصر عجیب انداز میں بولا۔ بوڑھا سوالیہ انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔

"میرا مطلب ہے کہ ان لوگوں کو یہاں ہماری آمد کی خبر ہو گئی ہے۔" ناصر نے اسے بتایا۔

"م۔ مگر یہ سانپ۔" بوڑھے نے کہا۔

"یہ ہمیں قتل کرنے کے لئے اس کمرے میں پھینکے گئے تھے۔" ناصر نے جواب دیا۔

"پھینکے گئے تھے؟"

"ہاں۔ ان دشمن دانوں سے یہ آسانی اندر پھینکے جا سکتے ہیں۔" ناصر نے دیوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہوں!" بڑے میاں نے ایک گہری سانس لی۔ اب ان کے چہرے

سے خوف بالکل غائب ہو گیا تھا، اس کا مطلب ہے کہ اس جگہ بھی ان لوگوں سے مقابلہ شروع ہو گیا ہے۔"

—— "بالکل نکل! اب ہم لوگوں کو ہوشیار رہنا چاہیئے۔"

"ہم ہوشیار ہیں، بوڑھا خوفناک انداز میں بولا، پھر سنجیدگی سے ناصر کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ "اب تمہارا کیا پروگرام ہے ناصر میاں؟"

"ان لوگوں کی تلاش، تمہیں میرا ساتھ دینا ہوگا؟"

"یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔ میں کل سے اپنی مہم شروع کر دوں گا، مگر اب یہ رات ہم اسی ہوٹل میں گذاریں گے۔" بوڑھا نے پوچھا۔

"بالکل تم آرام سے سو جاؤ، وہ سانپ آج نہیں ہوگا۔ ناصر نے جواب دیا۔

"اوکے" بڑے میاں نے اس طرح گردن ہلائی، جیسے ناصر کی بات پتھر کی لکیر ہے۔ اور ناصر بڑے کٹ دھنک کر باہر نکل آیا اور سیدھا اپنے کمرے میں داخل ہو گیا۔ سانپ کی لاش بدستور وہی جگہ پڑی تھی ناصر اسے گھورتا رہا اور پھر اپنے اپنے بستر پر برابر برابر تکیے رکھے اور انہیں چادر اڑھا کر ان جائزہ لینے لگا۔ بالکل ایسا لگ رہا تھا جیسے بستر پر کوئی سو رہا ہے۔ اس نے پستول نکال کر اسے چیک کیا اور دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ پھر اس نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا اور آہستہ سے باہر نکل گیا۔

(۱۱)

کیپٹن شہزاد نے ذرا جھک کر ان دونوں کے پیروں کو دیکھا اور پھر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ ابھی ان لوگوں کا اٹھنے کا ارادہ نہیں معلوم ہوتا تھا وہ اطمینان سے بیٹھے تھے۔ کیپٹن شہزاد بھی کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اس کے اور ان دونوں آدمیوں کے درمیان لکڑی کا ایک پارٹیشن حائل تھا۔ پارٹیشن ایک پائدان پر تھا اس لئے نیچے سے کھلا ہوا تھا۔ اور نیچے سے دوسری طرف دیکھا جا سکتا تھا۔

شہزاد ان لوگوں کی گفتگو سن کر ان کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ وہ لوگ آہستہ آہستہ دھیمے لہجے میں گفتگو کر رہے تھے۔ لیکن چونکہ شہزاد پارٹیشن سے بھڑا ہوا بیٹھا تھا۔ اس لئے اس کے کانوں تک ان لوگوں کی آوازیں پہنچ رہی تھیں لیکن ان لوگوں کو اس کا احساس نہیں ہو سکا تھا۔ گفتگو ایسی تھی کہ شہزاد ان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

ایکسٹو کے تمام ماتحت کچھ پراسرار لوگوں کی تلاش پر مامور کئے گئے تھے ایکسٹو نے بذات خود ان لوگوں کو احکامات دیئے تھے اور

بتایا تھا کہ انہیں کیسے لوگوں کو تلاش کرنا ہے۔ یہ صورت حال اس وقت پیش آتی تھی۔ جب ایکسٹو خود بھی کسی خاص نتیجے پر پہنچ نہیں سکا تھا اور صرف حالات اور اتفاقات کے سہارے آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ اس کیس میں بھی ایسا ہی کچھ ہوا تھا۔ جرم ہو چکا تھا۔ اس کی تفصیل سامنے آ چکی تھی، لیکن مجرموں کا کوئی نام نشان معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ عمران کے خیال کے مطابق یہ سب کچھ معمولی پیمانے پر نہیں ہوا تھا۔ یقیناً اس کے لیے زبردست انتظامات کیے گئے ہوں گے۔ اس سلسلے میں بہت سے لوگ کام کر رہے ہوں گے اس نے ایکسٹو کی ٹیم کو ان لوگوں کی تلاش پر مامور کیا تھا اور ہدایت کر دی تھی کہ کسی بھی خاص بات کی اطلاع فوراً کر دی جائے۔

اب ایکس ٹو کے تحت مصروف تھے۔

شہزاد نقوی آدھے گھنٹے قبل اس ریسٹورنٹ میں داخل ہوا تھا۔ اس نے طائرانہ نگاہوں سے ہال کا جائزہ لیا، اور پھر یہ میز منتخب کرتے اس وقت اسے خیال بھی نہیں تھا کہ یہاں ایسا کوئی آدمی نظر آ جائے گا، جس کی اسے تلاش ہے۔ لیکن اس کا ذہن پوری طرح حاضر تھا، یہی وجہ تھی کہ اس کے کانوں نے وہ گفتگو سن لی جو اس کے مطلب کی تھی۔ آواز برابر سے آ رہی تھی، اور گفتگو کچھ اس قسم کی تھی۔

"ہاں باس کی طرف سے حکم ملا ہے، آج ہم لوگوں کو ایک بھری پڑی

سڑک پر مظاہرہ کرنا ہے۔" کوئی کہہ رہا تھا۔

"کس سڑک پر ہے؟" کسی دوسرے نے پوچھا۔

"آرمی اسکوئر۔ بڑا مصروف علاقہ ہے۔"

"کیا اس بار مجھے بھی تمہارے ساتھ کام کرنا ہوگا؟" دوسرے نے پوچھا، صرف دو آدمی معلوم ہوتے تھے۔

"نہیں ہے، مجھ سے پوچھا گیا تو میں نے تمہیں مانگ لیا۔ تم تو اپنی زندگی کے ساتھ ہو پیارے!" پہلے نے کہا۔

"مگر مجھے تفصیل بتاؤ؟" دوسرا بولا۔

معمولی سی تفصیل ہے، بس صرف کام کرنا ہے، باقی تمام انتظامات ہیڈ کوارٹر نے کرائے ہیں، آرمی اسکوائر کی ایک عمارت میں مشین لگائی جائے گی، ہم لوگ اسے وہیں سے آپریٹ کریں گے۔"

"اوہ!" دوسرے نے ایک طویل سانس لی۔ اس کا مطلب ہے ہنگامہ ہوگا، ورنہ پولیس کا خطرہ رہتا۔"

"خطرات سے کیا ڈرنا یار!" پہلا نڈر انداز میں بولا۔

"کس وقت کام کرنا ہے؟"

"ٹھیک پانچ بجے، ساڑھے چار بجے "شریکر" مل جائے گا۔" پہلے نے جواب دیا۔

"کس پادر کا ہوگا؟"

"زیادہ نہیں۔ صرف چند رائفلوں پر طبع آزمائی کرنا ہوگی۔"

"ہوں۔" دوسرا خاموش ہوگیا۔ شہزاد پوری طرح ان لوگوں کی طرف متوجہ تھا۔ اس کے خیال کے مطابق یہ لوگ ایکسٹو کے مطلوبہ آدمی بھی ہو سکتے تھے۔ لیکن یہ مبہم تھا۔ اور اسٹریکر کا مطلب سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ وہ ان باتوں کو سمجھنے کے بعد ایکسٹو کو اطلاع دینا چاہتا تھا۔ اس لئے وہ ہوشیاری سے ان کی نگرانی کر رہا تھا۔ اس کا ذہن اب بھی ان باتوں کو حل کر رہا تھا "معمولی پادر کا ہوگا۔ صرف چند رائفلوں پر طبع آزمائی کرنا ہوگی۔"

وہ خاموشی سے بیٹھا رہا۔ ویٹر سے اس نے بل منگوا کر ادا کر دیا تاکہ اٹھنے میں دشواری نہ ہو۔ اب اسے ان لوگوں کے اٹھنے کا انتظار تھا۔ لیکن وہ لوگ آرام سے ٹٹے ہوئے تھے۔ شاید وہ ساڑھے چار بجے بیدار ہونا چاہتے تھے۔ اور ابھی صرف پونے چار بجے تھے۔

شہزاد کا خیال ٹھیک نکلا۔ وہ پورے گھنٹہ ان لوگوں نے دین گزارا۔ چار بجکر پچیس منٹ پر وہ لوگ اٹھے۔ شہزاد نے ان لوگوں کی کرسیاں سرکنے کی آواز سن کر اپنی کرسی بھی چھوڑ دی۔ اور ان سے پہلے باہر نکل آیا۔ اس نے ان دونوں کو ایک نظر دیکھ لیا

باہر آکر شہزاد نے اپنی کار سنبھالی۔ اور اسے اسٹارٹ کر کے سڑک پر نکل آیا۔ پھر سڑک کے ایک کنارے کار روک کر وہ ان لوگوں کا انتظار کرنے لگا۔ وہ عقب نما آئینہ میں ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں ایک سفید ٹین میں بیٹھ رہے تھے۔

پھر ٹین اسٹارٹ ہو کر سڑک پر نکل آئی اور سیدھی چل پڑی۔ شہزاد کی کار بھی اس کے پیچھے چل پڑی۔ وہ انتہائی ہوشیاری سے کام چلا رہا تھا۔ اس کی پوری پوری کوشش تھی کہ اس تعاقب کا کسی کو علم نہ ہو سکے۔ وہ اس میں کامیاب بھی تھا۔ یوں بھی اس کا شمار ایکسٹو کی ٹیم کے ذہین ترین لوگوں میں ہوتا تھا۔ ایکسٹو کو صفدر کے علاوہ اس پر بھی کافی اعتماد تھا۔ شہزاد خود بھی اس کی کوشش کرتا تھا۔ کہ اس اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچنے پائے۔ اسی لئے وہ یہ کام انتہائی احتیاط سے کر رہا تھا۔ کار ٹین کے پیچھے دوڑتی رہی۔ اور پھر وہ ایک عمارت کے سامنے رک گئی۔ یہ ایک تین منزلہ بلڈنگ تھی۔ جس میں غیر ملکی غریبوں کے آفس تھے۔ شہزاد نے اس عمارت کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا وہ کار سے نہیں اترا۔ کیونکہ وہ دونوں آدمی بھی کار میں بیٹھے رہے تھے۔ پھر عمارت کے دروازے سے دو آدمی برآمد ہوئے ان میں سے ایک آدمی ایک چمکدار بیگ اٹھائے ہوئے تھے۔

"یقیناً یہ وہی مشین ہوگی جس کا وہ تذکرہ کر رہے تھے" شہزاد نے سوچا، اور سامنے لگا ہوئی مشین کار میں رکھ دی گئی اور کار دوبارہ آگے بڑھ گئی۔ شہزاد نے بھی اپنی کار آگے بڑھا دی، تعاقب دوبارہ شروع ہو گیا۔ اس بار ان لوگوں کا رخ نارمن اسکوائر کی طرف تھا۔ نارمن اسکوائر بھی ایک تجارتی علاقہ تھا جہاں اعلیٰ قسم کی دکانیں تھیں، جن میں قیمتی سامان جیولرز اور فرنیچر اسٹورز وغیرہ تھے۔ عام حالات میں یہاں بہت زیادہ ٹریفک نہیں رہتا تھا۔

بلیو نارمن اسکوائر کی ایک تین منزلہ عمارت کے سامنے رک گئی۔ یہ رہائشی عمارت تھی۔ یہاں عمدہ قسم کے فلیٹس تھے۔ وہ دونوں کار سے نیچے اتر آئے۔ اس وقت شہزاد کو ایک خیال آیا، اس نے جیب سے ایک چھوٹا سا کیمرہ نکالا۔ اور ان لوگوں کے بہت سے فوٹو اتار لئے وہ کار سے پیکٹ نکال رہے تھے۔ پھر وہ اوپر چلے گئے۔ شہزاد نے بھی اپنی کار کھڑی کی اور نیچے اتر آیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر وہ بھی عمارت کی طرف بڑھ گیا۔ وہ ان لوگوں کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ عمارت میں داخل ہو کر، وہ زینوں کی طرف بڑھ گیا، کیونکہ عمارت میں لفٹ نہیں تھی۔

لیکن وہ سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ ان لوگوں کو کس فلیٹ میں

تلاش کیا جائے۔ تمام فلیٹوں میں تو جھانکنے سے رہا۔ لیکن اس کے علاوہ کوئی اور چارہ کار بھی نہیں تھا۔ وہ پہلی منزل کی گیلری کے اس سرے سے اس سرے تک چکر لگانے لگا پھر دوسری منزل کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے بعد گیلری پر پہنچ گیا۔ لیکن ان لوگوں کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس بلڈنگ کا کوئی فلیٹ یا ٹھکانہ ان کے نشانے میں ہے۔ شہزاد نے سوچا۔ لیکن وہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ اسے بلڈنگ کے دوسری طرف کا دروازہ دیکھا۔ دوسری طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا کیونکہ ان کی کار سامنے والے حصے کی طرف کھڑی ہوئی تھی۔ وہ یقیناً اسی طرف سے واپس جانے کی کوشش کریں گے۔ اب صرف یہی صورت ہو سکتی ہے کہ ان کے مظاہرے کا انتظار کیا جائے۔ اور یہ انتظار کار میں بیٹھ کر آسانی سے کیا جا سکتا تھا۔

شہزاد عمارت سے باہر نکل کر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ پانچ منٹ میں صرف دو منٹ باقی رہ گئے تھے اور شہزاد کسی خاص واقعہ کا انتظار کر رہا تھا۔ ٹھیک پانچ منٹ بعد وہ خاص واقعہ بھی ظہور پذیر ہو گیا، لیکن شہزاد کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ واقعہ اتنا سنگین ہو سکتا ہے ورنہ وہ صرف انتظار نہ کرتا رہتا۔

ایک راہگیر سڑک پار کر رہا تھا کہ اچانک وہ ہوا میں بلند ہوا اور

زمین سے تقریباً تین فٹ کی بلندی پر اس طرح ہاتھ پاؤں مارنے لگا، جیسے خلا میں تیر رہا ہے۔ اس کی گھٹی گھٹی چیخیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ لوگ حیرت زدہ انداز میں اسے دیکھ رہے تھے اور پھر دوسرے تین آدمیوں کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا۔ وہ لوگ بھی زمین سے اٹھ کر خلا میں پہنچ گئے۔ اس کے علاوہ ایک کار بھی جیسے ہی اس جگہ پہنچی اچھل کر الٹ گئی۔ شاید اتنی زیادہ طاقت استعمال نہیں کی گئی تھی جو کار جیسی بھاری چیز کو فضا میں بلند کر سکتی۔ چار آدمی خلا میں معلق تھے۔ سڑک پر زبردست ہجوم ہو گیا تھا۔ لوگ چیخ رہے تھے۔ تمام روشنی مارتوں سے لوگ بھاگ رہے تھے۔ لیکن وہ لوگ سڑک کے درمیان میں تھے۔ کوئی ایسی ترکیب نہیں کی جا سکتی تھی، جس کے ذریعہ بچایا جا سکے۔ وہاں موجود پولیس والے ادھر ادھر دوڑ رہے تھے۔

لیکن سب کچھ بے سود ہی ثابت ہوا۔ اس سے قبل کہ پولیس کچھ انتظام کرتے، اچانک خلا میں معلق لوگ کسی ڈھیلے کی طرح نیچے گر پڑے۔ ان کی ہڈیاں پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ ان کے حلق سے آخری چیخیں بھی نہیں نکل سکیں۔

لوگ چاروں طرف سے دوڑ پڑے۔ لیکن شہزاد کے جبڑے بھنچے ہوئے تھے۔ وہ اپنی کار سے اتر کر دوبارہ اس عمارت میں پہنچ گیا، جس میں وہ لوگ داخل ہوئے تھے۔ اس عمارت سے بھی بہت سے لوگ نیچے آ رہے تھے۔ لیکن ان میں وہ دونوں

شامل نہیں تھے۔

شہزاد کا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا۔ عمارت میں سے لوگوں کے اترنے کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا۔ سڑک پر پولیس کی سیٹیاں گونج رہی تھیں اور مجمع بڑھتا جا رہا تھا۔ پھر شہزاد نے ان دونوں کو نیچے اترتے دیکھا۔ اس وقت اتفاق سے وہ راستہ خالی تھا جس کے ذریعہ نیچے اترا جاتا تھا۔ شہزاد کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ ان دونوں نے چونک کر اسے دیکھا۔ کیونکہ یہی حالت میں جبکہ دوسرے تمام لوگ سڑک کی طرف متوجہ تھے۔ اس کا یہاں کھڑا ہونا حیرت انگیز تھا۔

ان میں سے ایک کی جیب میں وہی پیکٹ موجود تھا، جس میں مشین موجود تھی۔ وہ ایک لمحے کے لئے ٹھٹکے۔ ان میں سے ایک کا ہاتھ جیب میں پہنچ گیا۔ لیکن شہزاد کا نشانہ رہا۔ وہ نیچے اتر آئے۔ اور پھر۔ جیسے ہی وہ شہزاد کے قریب سے گذرے شہزاد کی ٹانگ چل گئی۔ اس نے پہلے اس شخص پر حملہ کیا جو جیب میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھا۔ گرنے سے سنبھلنے کے لئے اس نے بے ساختہ جیب سے ہاتھ نکال لیا۔ اتنی دیر میں شہزاد نے اس دوسرے پر حملہ کر دیا، جو مشین لے کر بھاگنے کی فکر میں تھا۔ اس کے ہاتھ سے مشین نیچے گر پڑی اور وہ شہزاد سے بھڑ گیا۔ لیکن شہزاد اس وقت جنون کے عالم میں تھا۔ ان لوگوں نے چار قتل کئے تھے۔ اس لئے ان کی تڑپ موت کی شہزاد کی نظروں میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ شہزاد نے ایک بھرپور

ہاتھ ان میں سے ایک کی ناک پر مارا، اس کی ناک سے خون کا فوارہ چھوٹ پڑا اس کے حواس معطل ہو گئے بھی کیفیت دوسروں کے ساتھ ہوئی، وہ بھی بیکار ہو گیا۔ شہزاد مشین کی طرف جھپٹا۔ اس وقت اسے ان لوگوں سے زیادہ اس عجیب و غریب مشین کی فکر تھی۔ اس نے پیکٹ اٹھایا اور دروازے کی طرف جھپٹ پڑا۔ دوسرے لمحے وہ تیزی سے اپنی کار کی طرف جا رہا تھا۔

پولیس نے ابھی سڑک کی ناکہ بندی نہیں کی تھی، اس لئے اسے وہاں سے نکلنے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آئی۔ اور وہ ہجوم سے نکل کر تیزی سے ایک طرف دوڑ پڑا۔ وہ سیدھا دانش منزل جانا چاہتا تھا۔ وہیں پر مشین محفوظ رہ سکتی تھی۔ ہجوم سے کافی دور نکل کر اس نے اطمینان کی سانس لی لیکن۔ دفعتاً وہ چونک پڑا۔ ایک آئیٹر ڈریگن طوفانی رفتار سے اس کی طرف آ رہی تھی۔ کوئی خاص بات نہیں تھی لیکن ڈریگن کی رفتار شہر میں ڈالنے والی تھی۔ شہزاد نے بھی اپنی کار کی رفتار تیز کر دی۔ اس وقت وہ اسٹیشن کے چوراہے سے گذر رہا تھا اور پھر اچانک مخالف سمت سے ایک ٹرک نے نکل کر سڑک روک لی۔ جدھر شہزاد کا رخ تھا۔

شہزاد نے کار کنٹرول بریک لگائے اور اسے بیک کر کے دوسری سمت دوڑا دیا لیکن اس طرف بھی دو کاریں اس کے استقبال کے لئے موجود تھیں۔ اسے چاروں طرف سے گھیرا جا چکا تھا۔

دفعتاً ایک کار سے فائرنگ ہوئی، اور شہزاد کی کار کے دونوں ٹائر بیکار ہو گئے۔ اب تمام راہیں مسدود ہو گئی تھیں شہزاد خاموشی سے کار میں بیٹھا رہا، اس کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔

"نیچے اتر آؤ۔" کسی نے گھبرا کر آواز میں کہا لیکن شہزاد خاموش رہا۔

"نیچے اتر آؤ۔ ورنہ تمہاری کار بم مار کر تباہ کر دی جائے گی۔" اس بار آواز اور سخت تھی۔ شہزاد کو یقین ہو گیا کہ حکم عدولی کی صورت میں وہ جو کہہ رہے وہ کر بھی گذریں گے۔ لہٰذا وہ خاموشی سے نیچے اتر آیا۔ مشین اس نے کار ہی میں چھوڑ دی تھی۔ اور پھر چاروں طرف سے کچھ لوگوں نے اسے گھیر لیا۔ ان کے ہاتھ میں گنیں تھیں، جن کا رخ شہزاد کی طرف تھا۔ شہزاد نے مجبوراً ہاتھ اٹھا دیئے۔ انکا گھیرا تنگ ہونے لگا پھر وہ شہزاد کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک نے اس کے لباس کی تلاشی لے کر ریوالور وغیرہ نکال لیا۔ لیکن اس کے بعد کچھ ہوا، وہ غیر متوقع تھا۔ پیچھے سے کسی نے شہزاد کے سر پر کوئی سخت چیز ماری، اور شہزاد کے حلق سے ایک چیخ نکل۔ اس کے بعد اسے کچھ ہوش نہ رہا۔

(۱۴)

پروفیسر ڈارک نے تلی ہوئی مچھلی کا ٹکڑا منہ میں رکھا اور چونک پڑا۔ لیکن اس نے عقلمندی سے کام لیتے ہوئے فوراً پلٹ کر نہیں دیکھا۔ بلکہ خاموشی سے اس شخص کے خیالات پڑھنے لگا، جو اس کی پشت پر تھا۔ شخص خود پروفیسر ڈارک کے بارے میں سوچ رہا تھا اس کے خیالات کچھ اس قسم کے تھے۔

"یقیناً یہ وہی شخص ہے۔ مگر یہ یہاں کیوں آیا ہے، کیا کر رہا ہے۔ مجھے فوراً باس کو اطلاع دینی چاہیے۔ اور پھر اٹھ کر وہ شخص اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ فوراً وہ اپنے باس کو اطلاع دینے گیا ہے" پروفیسر ڈارک ۔ ۔ ۔ ۔ نے سوچا اور پھر اس نے پلٹ کر دیکھا خانساماں کی طرف بڑھتے ہوئے شخص کے جانے کو ذہین نشین کرنے کے بعد پروفیسر ڈارک نے اپنے سر سے ٹوپی اتار کر سامنے میز پر رکھ دیا، اور پھر اس میں لگے ہوئے ایک رنگین چمکدار بٹن سے سامنے منہ کر کے بولا۔ "ہیلو ہیلو! ناصر میاں، ہیلو ہیلو!"

"اصل" دوسری طرف سے ناصر کی آواز سنائی دی۔

"میں نے ایک شکار تلاش کر لیا ہے"

"گڈ! کہاں ہے؟"

"پرنسیز کافی ہاؤس! اس جگہ کا یہی نام ہے۔ میں اس کی نمبر تین میز پر بیٹھا ہوا فرائی فش کھا رہا ہوں۔ وہ میرے پشت کی میز پر ہے۔ لمبے قد کا نیگرو جس کی ناک آگے سے موٹی اور سرخ ہے"

"اوکے انکل! تم مجھے صرف دس منٹ تک اور دو۔ پھر تمہاری چھٹی" ناصر نے کہا۔

"رائٹ ابوٹ" بوڑھے نے کہا۔ اور مچھلی کا ٹکڑا منہ میں رکھ لیا۔ پھر اسی طرح میز پر رکھا ہوا، اور مچھلیاں ختم ہوتی رہیں۔ وہ شخص واپس آ گیا، اور اسی میز پر بیٹھ گیا۔ بوڑھے نے اس سے ذہنی رابطہ قائم کیا، اور اس کا ذہن ٹٹولنے لگا۔ اس وقت بھی وہ اس بوڑھے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ "اوہو۔ تو وہ کوئی ہپناٹزم بھی جانتے ہیں"؟ بوڑھے نے سوچا۔ "یہ بات بھی ناصر کے کام کی ہے۔ لیکن وہ حکم کیا ہے"؟ بوڑھا پھر ذہنی دماغ میں پھٹکنے لگا۔ لیکن اس وقت اس کی نگاہ دروازے کی طرف اٹھ گئی۔

ناصر اندر داخل ہو رہا تھا۔ وہ اپنی اصلی شکل میں ہی تھا۔ بوڑھے کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا اس کا خیال تھا کہ ناصر میک اپ میں آئے گا۔ ناصر سیدھا

بوڑھے کے پاس پہنچ گیا۔

"ہیلو انکل!" وہ مسکرا کر بیٹھتا ہوا بولا۔

"مجھے حیرت ہے!" بوڑھا آہستہ سے بڑبڑایا۔

"فکر مت کرو!" ناصر نے اس انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر بولا۔ "میں اس کو دیکھ چکا ہوں، اب دیکھو وہ کیا سوچ رہا ہے۔"

بوڑھا خاموشی سے کچھ سوچنے لگا، اور پھر آنکھیں کھول کر بولا، "اس کے دماغ میں کھچڑی پک رہی ہے۔ وہ تمہیں دیکھ کر خوفزدہ بھی ہے، اور اب یہاں سے اٹھنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ تاکہ تمہارے بارے میں اطلاع دے۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"گڈ!" ناصر مسکرایا، "اسے ضرور جانا چاہیے۔"

کرسی کھسکنے کی آواز سنائی دی، اور وہ شخص پھر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ ناصر پہلے مسکراتا رہا، پھر بولا۔ "تم یہیں بیٹھو انکل، میں جاؤں گا۔ اگر میرے پیچھے آئے تو تم بھی اٹھ سکتے ہو، دو منٹ کچھ دیر پہلے بیٹھ کر واپس چلے جانا۔"

"ٹھیک ہے۔" بوڑھے نے گردن ہلائی۔ وہ شخص باتھ روم سے پھر واپس آگیا، اس نے تیسری بار اپنی کرسی سنبھال لی۔

"اسے اتنا موقع دینا چاہیے کہ اس کے ساتھی آجائیں، لیکن اب ذرا کیا

اور اس کا ذہن ٹٹولو۔" ناصر بولا۔ اور بوڑھا پھر اپنی ذہنی قوت صرف کرنے لگا، پھر بولا۔ "وہ اب مطمئن ہے، کیونکہ وہ اپنا کام انجام دے چکا ہے۔"

"ٹھیک ہے!" ناصر نے گردن ہلائی، اور پھر اس ویٹر کو کرنسی کا آرڈر دیا۔ کافی آگئی، اور ناصر ہلکے ہلکے لینے لگا۔ لیکن کبھی کبھی اس کی نگاہیں اس آدمی پر بھی پڑ جاتی تھیں، کافی ختم ہوگئی۔ اس کے چند منٹ کے بعد ناصر بھی اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ "او کے ڈیئر انکل، اب کوئی پرلطف ملاقات ہوگی۔" اس نے کہا۔ اور ہوٹل کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ بوڑھے نے اس شخص کی طرف دیکھا، لیکن وہ اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ "یہ میرا شکار ہے۔" بوڑھے نے سوچا۔ اور پھر اس نے رخ تبدیل کر لیا۔ اب وہ اپنے شکار سے پوری طرح لطف اندوز ہونا چاہتا تھا۔ اس کے اس طرح رخ تبدیل کر لینے پر کسی نے اسے نہیں دیکھا، نہ ہی اس شخص نے کوئی توجہ دی۔ وہ اب بالکل لاپروا نظر آرہا تھا۔ پھر اس نے ویٹر کو بلا کر چائے کا آرڈر دیا اور کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔ چند منٹ کے بعد چائے اس کی میز پر آگئی۔ اس نے شکر کا چمچہ چائے میں ہلایا، اور جیب میں سگریٹ کا پیکٹ تلاش کرنے لگا۔ بوڑھے نے پیالے کی طرف دیکھا۔ اور پھر چاروں طرف دیکھنے لگا، کسی کو اپنی طرف متوجہ نہ پا کر اس نے اپنی عقابی آنکھوں کو گردش دی اور میز پر رکھی ہوئی نمکدانی اپنی جگہ سے تھوڑی سی اٹھ گئی، پھر چائے کی کیتلی کا ڈھکن کھلا، اور پوری نمکدانی چائے میں الٹ گئی۔ دوسرے لمحے ڈھکن بند ہوگیا اور نمکدانی

اپنی جگہ پہنچ گئی، یہ کام اتنی خاموشی سے ہوا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوسکی بڑے میاں اطمینان سے بیٹھے رہے، پھر اس شخص نے پیالی میں چائے بنائی اور اسے قریب کھسکا لیا، پھر اس نے چائے کا بڑا گھونٹ لیا، لیکن اسی وقت اسے بڑی زور سے کھانسی آئی، اور چائے کی کلی اس کے سامنے بیٹھے ہوئے دوسرے آدمی کے لباس پر پڑی، وہ شخص اچھل کر کھڑا ہوگیا، دوسری طرف پروفیسر کا شکار کا منہ آخ تھو کر رہا تھا اور پھر وہ ویٹر کی طرف رُخ کر کے دھاڑا۔

"یہ کیا ہے؟"

"یہ چائے ہے!"

"چائے کے بچے کیا تیرا دماغ خراب ہوگیا ہے۔" وہ تنومند شخص اپنی جگہ سے اُٹھ کر سفید فام کے قریب پہنچ گیا۔ جس کے کپڑوں پر چائے پڑی تھی۔"

"اوہ۔ دوست! مگر چائے۔ یہ سؤر کے بچے۔" سفید فام کی عجیب حالت ہورہی تھی، اس نے جیب سے رومال نکال کر تنومند شخص کا لباس صاف کرنا شروع کردیا، ساتھ ہی وہ ویٹر پر بھی بگڑتا جارہا تھا، چند منٹ کے بعد ویٹر اور منیجر اس کے قریب پہنچ گئے۔

"کیا ماجرا ہے جناب۔" منیجر نے ادب سے پوچھا۔

"یہ چائے ہے؟" سفید فام دھاڑا۔

"معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے!" منیجر بولا۔

"پی کر دیکھو۔" سفید فام بپھرا۔ منیجر کے منہ سے لگاتا ہوا بولا، اور منیجر چائے چکھنے لگا، ویٹر اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔

"چائے تم نے سرد کی ہے۔" منیجر نے ویٹر سے پوچھا!

"جی ہاں جناب!"

"اس میں نمک ہے۔" منیجر بولا۔

"نن.. نمک.. نم.. مگر جناب۔" ویٹر ہکلا کر بولا، اس وقت اس کی نگاہ نمک دانی پر پہنچ گئی! "یہ دیکھئے جناب، نمکدانی خالی ہے۔ یہ غلطی آپ سے ہی ہوئی ہے!" ویٹر نے یہ کہا، اور منیجر چونک کر نمکدانی دیکھنے لگا، پھر وہ اس کی طرف نظر کر کے بولا۔

"غلطی آپ سے ہی ہوئی جناب، آپ نے پوری نمکدانی چائے میں الٹ لی ہے۔"

"ہاں.. ہاں، میرا دماغ خراب ہے نا؟" سفید فام اپنے سر کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

اچھا خاصہ ہنگامہ برپا ہوگیا، بہت سی میزوں سے لوگ اُٹھ کر ان کے قریب پہنچ گئے، لیکن۔ بڑے میاں اپنی میز پر بیٹھے کیک اور بسکٹ کھیل رہے

تھے۔ ان کی نگاہیں اس شخص کی جیب میں پرس تلاش کر رہی تھیں، جس کے کپڑوں پر چائے گری تھی اور پھر انہیں پرس مل گیا اور دوسرے لمحے پرس اپنی جگہ سے کھسکا اور آہستہ سے باہر نکل آیا، کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوئی کہ کب وہ پرس سعید خام کی جیب میں پہنچ گیا۔

منیجر نے حاضرات بھوار کئے۔ ویٹر نے صاف صاف کہہ دیا کہ غلطی سعید خام ہی کی ہے، اس میں ویٹر کی کوئی غلطی نہیں تھی۔ سعید خام نے شکر دان کی بجائے پوری نمکدانی چائے کی پیالی میں انڈیل لی تھی۔

معاملہ رفع دفع ہونے کے بعد وہ شخص بھی اپنی میز پر بیٹھ گیا جس کے کپڑوں پر چائے گری تھی۔ اس کا قیمتی سوٹ تباہ ہو گیا تھا اور وہ بری طرح بوکھلا رہا تھا۔ پھر وہ بل ادا کرنے کے لئے جیب میں پرس تلاش کرنے لگا تاکہ وہاں سے جا سکے۔ لیکن دوسرے لمحے وہ بوکھلا کر اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ پھر وہ اونچا اونچا چیخا "میرا پرس۔ میرا پرس۔ ابھی کچھ دیر قبل میری جیب میں موجود تھا۔" تمام لوگ چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

پھر کسی کی آواز سنائی دی۔ کہیں یہ شک کا قصہ جیب تراشی کے لئے تو نہیں ہوا تھا۔ دوسرے لوگ بھی بوکھلا بوکھلا اپنی جیبیں ٹٹولنے لگے بات اس شخص کی بھی سمجھ میں آ گئی جس کا پرس غائب ہوا تھا۔ منیجر کو اکیلا

پھر وہ کے پاس پہنچنا پڑا۔ وہ بری طرح جھلایا ہوا تھا۔ بات اسے بھی سمجھ آ گئی۔ اور اس نے سعید خام سے صاف صاف کہہ دیا کہ اس کی تلاشی لی جائے گی۔ سعید خام آپے سے باہر ہو گیا تھا لیکن منیجر نے پولیس کو بلانے کی دھمکی دی۔

ہاں ذلیل لگتا ہے یہ۔ لو تلاشی بھی لو۔ وہ بولا۔ "اگر میری جیب سے اسکا پرس نہیں نکلا تو تم دیکھو گے کہ تمہارا کیا حشر ہوتا ہے۔" اور اٹھ کھڑا ہو گیا۔ ایک باکل غیر متعلق آدمی نے تلاشی لی۔ اور سعید خام کی جیب سے دو پرس نکلے۔ ایک پرس کو دیکھتے ہی دوسرا شخص چیخ پڑا۔ "یہی ہے میرا پرس اس میں چار ہزار کے نوٹ ہیں میرا ڈرائیونگ کارڈ ہے۔ اندر کچھ کاغذات ہیں دیکھ لو۔"

لوگ حیرت سے سعید خام کو دیکھنے لگے۔ منیجر نے سعید خام کا کالر پکڑ لیا۔ اس نے احتجاج کرنا چاہا، لیکن دس بارہ ویٹر وہاں پہنچ گئے، اور سعید خام کے کئی ہاتھ پڑ گئے۔

لوگ اور شور سے پولیس میں دینے کا مطالبہ کر رہے تھے تھوڑی دیر کے بعد پولیس آ گئی۔ اور سعید خام کو پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔ کافی بحث کے بعد کالی ہاؤس کا یہ ہنگامہ ختم ہوا۔

بوڑھے کے ہونٹوں پر ایک شرارت آمیز مسکراہٹ تھی، وہ اس تمام ہنگامے کے دوران بدستور اپنی میز پر بیٹھا رہا تھا۔ اور اس نے کسی بات میں دخل اندازی

نہیں کی تھی۔

پھر وہ وہاں بیٹھے بیٹھے اکتا گیا۔ اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دوسرے لمحے وہ ہوٹل سے باہر نکل رہا تھا۔ ناصر کے بارے میں اسے ذرہ برابر فکر نہیں تھی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا، کہ ناصر نے اب اچھی طرح سوچ سمجھ کر ان لوگوں کو اپنے پیچھے لگایا ہے۔ ناصر کی جاسوسی اور قوت کے بارے میں بوڑھے سے زیادہ اور کون جان سکتا تھا۔ وہ پوری قوم کے برابر تھا۔ اپنے دشمنوں کے لئے وہ فرشتۂ اجل ثابت ہوا تھا۔ اس سے بھڑ کر اس کے دشمن گھاٹے میں رہتے تھے۔ بہرحال، ناصر نے بوڑھے کو کوٹھی کی ہدایت کی تھی۔ اصپالا ناصر کے گیا تھا۔ اس لئے پروفیسر نے ایک ٹیکسی روکی اور کوٹھی کی طرف چل پڑا۔

(۱۳)

ناصر کا اندازہ ٹھیک نکلا۔ اس نے اصپالا اسسٹنٹ کو کے آنکھ بڑھائی اور ایک اسٹیشن ویگن اس کے پیچھے چل پڑی۔ اسٹیشن ویگن میں بیٹھے ہوئے مرد عورتوں کو بخوبی دیکھ چکا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ اس پر قابو پانے کے لئے پورے انتظامات کے ساتھ آئے ہوں گے۔ لہٰذا وہ خود بھی پوری طرح ہوشیار تھا۔

اس وقت اس کا ارادہ تھا کہ ان میں سے ایک آدھ کو زندہ پکڑے تاکہ اس سے ان کے ارادہ کے بارے میں معلوم ہو سکے۔ اس نے اصپالا کی رفتار تیز کر دی۔ تیسری کار بھی تیز رفتاری سے دوڑنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی دوسری کار کی رفتار بھی تیز ہو گئی۔ ناصر نے جان بوجھ کر کار کا رخ شہر سے باہر جانے والے راستے کی طرف کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ شہر سے باہر ایک سنسان راستے پر پہونچ گئی۔ لیکن ایک طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد بھی پیچھے والوں کی طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ وہ صرف اس کا تعاقب کرتے رہے۔ ایک لمحے کے لئے ناصر کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نظر آئے۔ اور پھر اس نے کار کے بریکوں پر پاؤں دبا دیا، اور اصپالا کی رفتار سست پڑ گئی۔ دیر تک میں اس کے بالکل قریب

پہنچ گئی، اور آگے بھی چلی گئی۔

اور پھر۔ ناصر سمجھ گیا کہ وہ لوگ کس کا انتظار کر رہے تھے۔ دور سے دو ٹرک آتے ہوئے نظر آنے لگے۔ ان کی رفتار بہت تیز تھی۔ ناصر پہلے ہی بات سمجھ گیا تھا۔ اس نے اسپالا بالکل روک دی اور انجن بند کر کے نیچے اتر آیا۔ اس کے بعد اس نے بائنٹ اٹھایا اور اسپالا کے انجن پر جھک گیا۔ وہ کنکھیوں سے چاروں طرف دیکھتا جا رہا تھا۔ ٹرک اسپالا سے تقریباً پچاس گز دور رک گئے۔ اور وہیں کچھ دور آگے بڑھ کر رک گئی۔

پھر ٹرک اور وین سے تقریباً بیس آدمی نیچے اتر آئے۔ ان سب کے پاس ٹامی گنیں تھیں۔ ان کا رخ ناصر کی طرف تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگے۔

ناصر نے ایک بار گردن اٹھا کر انہیں دیکھا اور پھر اپنے کام سے انجن پر جھک گیا۔ وہ انجن کے کچھ تار جوڑ رہا تھا۔ جو اِدھر اُدھر لٹکے ہوئے تھے۔ یہ خاص قسم کے تار تھے۔ جن کا معرف ناصر کے علاوہ اور کسی کو نہیں معلوم تھا۔ ویسے انجن سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا

پھر اس نے فائٹ بہادری اور کارے سے نمٹ کر اطمینان سے کھڑا ہو گیا اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ اور وہ بغور آنکھوں سے ان سب کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اس سے دس گز کے فاصلے پر رک گئے اور پھر اس کے سامنے والے آدمی بولے۔

"خود کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ تمہیں تمہاری کار سمیت تباہ کر دیا جائے گا۔"

"ٹی ٹی کا دوگدھا ہے۔ اسے تم لوگوں کو یہ حکم دینا چاہیئے تھا کہ تم جہاں مجھے دیکھو فوراً گولی مار دو۔ ورنہ میری زندگی ہر حال تم لوگوں کے لئے زبردست خطرہ ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں تم لوگوں کو مرمت کے گھاٹ اتارے بغیر مر جاؤں گا۔" ناصر بے خوفی سے بولا۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور ان میں سے کوئی بھی اس کے چہرے پر نظریں نہیں جما رہا تھا۔

"باس تم سے سودا کرنا چاہتا ہے۔" ایک شخص نے کہا۔

"آہا۔ پینڈو میرا خیال ہے، ہم لوگ پہلے بھی شناسا ہیں۔ میری تم سے فرانس میں ملاقات ہوئی تھی۔ اور بھی کچھ جانے پہچانے چہرے نظر آ رہے ہیں۔ میرا خیال تھا دوستو! کہ فرانس میں تم لوگ جوتے کھا کر مر گئے ہو گے۔ لیکن ابھی شاید تمہارے دماغ کے کیڑے نہیں مرے۔ اتنی چوٹیں کھانے کے بعد بھی ڈی گارد سودا کرنا چاہتا ہے۔ عقل تسلیم نہیں کرتی۔" ناصر اس شخص سے بولا۔

"تم بہت مغرور ہو ناصر۔ پینڈو ہو۔ میں فوراً تمہیں گولی مار دیتا۔ لیکن باس نے کہا تھا کہ کوشش کرکے تمہیں زندہ گرفتار کیا جائے۔"

"کاش تم باس کی بات نہ مانتے۔ احمق ڈی گارد ہمیشہ تمہیں ایسا احکامات دیتا ہے، جو تمہیں مصیبت میں ڈال دیتے ہیں۔ اب کیا رکھا ہے، وقت گزر چکا ہے!" ناصر نے کہا اور کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھنے لگا۔

اور اسی وقت ایک سماعت شکن دھماکہ ہوا، وہ سب لرز گئے۔ دوسرا اور پھر تیسرا دھماکہ ہوا، اور چاروں طرف سفید سفید دھواں پھیل گیا، وہ سب بُری طرح بوکھلا گئے۔ کسی نے بوکھلاہٹ میں ٹامی گن چلا دی اور سامنے کھڑے ہوئے آدمی چیخیں مار کر گر پڑے۔ ناصر بھی زمین پر گر پڑا لیکن اس نے اپنی ناک چٹکی سے دبا لی تھی۔ یہ کارنامہ اس کی کار نے انجام دیا تھا ایک مخصوص ذریعے سے اس نے بے ہوش کر دینے والی گیس کے بم پھینکے تھے جو چند منٹ کے وقفے کے بعد کار کے چند خاص حصوں سے نکلے تھے۔

وہ لوگ دھوئیں میں چکرا رہے تھے، کھلبلی مچ گئی، اس لئے دھواں جلد ہی چھٹ گیا لیکن ان میں ایک بھی ہوش میں نہیں تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے سب مر گئے ہیں۔ ویسے ٹامی گن سے چلنے والی گولیوں نے چند آدمیوں کو ضرور ختم کر دیا تھا، اور اب وہ تڑپ تڑپ کر ساکت ہو گئے تھے۔

ناصر نے ایک ٹھنڈا کھولا، اور گیس کی بو مرجو نہ پا کر ناک چھوڑ دی پھر پنجرے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ یہ سام کا آدمی تھا۔ ڈی گارد کے خاص آدمیوں میں سے تھا۔ اس لئے ناصر کو یقین تھا کہ وہ ڈی گارد اور یہاں کے انتظام کے بارے میں بخوبی جانتا ہو گا۔

ناصر نے جیب سے ایک کاغذ نکالا، اور پھر اس پر رائٹنگ لگا کر لکھنے لگا

"ڈی گارد ڈارلنگ؟"

"امید ہے بخیریت ہو گے۔ ان سب کی لاشوں کا تذکرہ بھی بے سود ہے۔ میں سمجھ سکتا تھا، لیکن پھر میں نے سوچا کہ تم بالکل ہی نہ تم ہو جاؤ گے۔ ایک خاص مقصد کے لئے تمہیں ضرور چھوٹ دینی چاہئے۔ اور پھر تمہیں علم ہے کہ میرا لک ہے اور اس کی حفاظت میرے فرائض میں داخل ہے۔ امید ہے کہ ہمیشہ کی طرح بہت جلد میدان چھوڑ کر بھاگنے کی کوشش کرو گے۔ پروا نہیں، میں ہر جگہ تمہارا تعاقب کروں گا۔" دوسری ملاقات تک کے لئے۔

ٹاٹا

اس نے پرچہ تہہ کر کے اس میں سے ایک کی جیب میں رکھ دیا، اور لیڈر کو اٹھا کر اپاہج کے قریب لے گیا اور اسے پچھلی سیٹ پر ڈال دیا۔ پھر وہ اطمینان سے اپاہج میں بیٹھا اور اپاہج واپس چل پڑی

(۱۴)

آنکھ کھلنے پر اسے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ وہ ہل رہا تھا۔ کیا وہ کوئی سفر کر رہا ہے؟ کہا تھا۔ اس نے ذہن پر زور ڈالا اور اسے ایک تیس سر کے پچھلے حصے میں محسوس ہوئی، اور اس تیس نے اسے سب کچھ یاد دلایا۔

وہ پھر نیند سے اٹھ گیا لیکن اس کے نیچے جو چیز تھی وہ اب بھی ہل رہی تھی ... پھر اسے چند لوگوں کی آواز سنائی دی۔ کسی نے کسی کو مشین بند کرنے کا حکم دیا تب شہزاد کو معلوم ہوا کہ وہ کسی مشین کے اوپر بیٹھا ہوا ہے اس کے نیچے کینوس کا ایک بستر ہے اور بستر ہی ہل رہا ہے۔ شاید اسے ہوش میں لانے کے لئے ایسا کیا گیا تھا۔

پھر ہلنا بند ہو گیا۔

"کیا تم ٹھیک ہو؟" کسی نے اس سے پوچھا۔ شہزاد نے پوچھنے والے کی طرف دیکھا۔ وہ ایک سفید فام تھا۔ شاید آسٹریلیا کا باشندہ تھا۔ شہزاد کو ایسا ہی محسوس ہوا

"ہاں!" اس نے گردن ہلائی۔

"تب نیچے اتر آؤ!" اس نے سہارے کے لئے بازو آگے بڑھا دیا۔ لیکن شہزاد بغیر کسی سہارے کے نیچے اتر آیا۔ اس شخص نے مسکرا کر اپنا بازو سمیٹ لیا، اور شہزاد اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"آؤ!" وہ شخص بولا۔ اور شہزاد اس کے پیچھے چل پڑا۔ مختلف کمروں سے گزرتے ہوئے وہ ایک دروازے کے سامنے رک گیا۔ "اندر چلے جاؤ۔ ڈرو نہیں۔" وہ مسکرا کر بولا۔ شہزاد بھی حقارت آمیز انداز میں مسکرانے لگا۔ وہ ایک کمزوری محسوس کر رہا تھا لیکن یہ کمزوری خوف کی قسم میں سے نہیں تھی۔

وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ کمرہ کیا پورا ہال تھا۔ تاریک ہال، لیکن کسی طرف سے مدھم سی روشنی پھوٹ رہی تھی۔ پھر اسے سامنے ایک سفید نقطہ نظر آیا، اور وہ پھیلتا چلا گیا۔ پھر ایک نرم اور پرسکون آواز گونجی

"بیٹھ جاؤ۔" اس کے ساتھ ہی ایک طرف سے ایک صوفہ لڑھکتا ہوا شہزاد کے قریب پہنچ گیا۔ شہزاد نے بھی تکلف نہیں برتا اور بیٹھ گیا۔

"مجھے اپنے بارے میں بتانا پسند کرو گے؟"

"نہیں۔" شہزاد نے جواب دیا۔

جواب میں ایک دھیما سا قہقہہ سنائی دیا۔

"خیر کوئی حرج نہیں ہے۔ صرف اتنا بتا دو کہ تم اسٹریکر لیکر

فرار ہونے کی کیوں کوشش کر رہے تھے۔

"میں کچھ نہیں بتا سکتا" شہزاد نے جواب دیا۔

"بڑے سادہ آدمی ہو ایک ضدی بچے کی طرح۔ تمہارے خیال میں کیا میں تشدد کے ذریعہ تم سے کچھ معلوم نہیں کر سکوں گا۔"

"کوشش کر دیکھو" شہزاد بولا۔

"نہیں ضدی لڑکے نہیں۔" آواز سنائی دی پھر ایک فقرئی گھنٹہ بجنے لگی۔ اور دو آدمی دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ وہ دونوں اوور کوٹ پہنے ہوئے تھے۔

"راڈرک"۔

"یس سر۔ ان لڑکوں کو ایک بجے۔"

"ان کو نیشنل پارک میں ڈال آؤ بے ہوش کر دینا ہمارے لئے بیکار ہے۔"

"بہت بہتر ہے جناب" ان دونوں نے بیک وقت جواب دیا اور روشنی کا سفید نقطہ معدوم ہونے لگا۔

شہزاد کا منہ حیرت سے کھل گیا، یہ غیر متوقع بات تھی وہ تو زیادہ سے زیادہ ہنگامے کا متمنی تھا۔ لیکن یہ معاملہ بالکل پھیکا نکلا۔ یا پھر ہو سکتا ہے، اوہ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسے یہ سب کا روبار دکھانے کے لئے یہاں لایا گیا ہو۔

تاکہ بیرونی دنیا میں اس کی ہیبت بیٹھ جائے۔" شہزاد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

لیکن۔ پھر اچانک اس نے اپنا گلا پکڑ لیا۔ اسے محسوس ہوا تھا۔ جیسے اس کا گلا جکڑا جا رہا ہے۔ اس کا سر چکرانے لگا۔ اور ایک بار پھر اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوب گیا۔

لیکن یہ تاریکی زیادہ دیر نہ رہی۔ وہ پھر بیدار ہو گیا بیدار ہونے پر اسے ایک خوشگوار سا احساس ہوا۔ اس کے جسم کے نیچے نرم نرم گھاس تھی۔ "نیشنل پارک" اس کے ذہن نے نعرہ لگایا اور وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔ وہ نیشنل پارک ہی تھا۔ اس نے اٹھ کر اپنا لباس ٹھیک کیا۔ اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔ قریب و جوار میں کوئی مرد نہیں تھا۔ وہ پارک کے گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک ٹیکسی روک رہا تھا۔

(۱۵)

عمران کا ذہن شدید الجھنوں کا شکار تھا۔ حالات سخت الجھے ہوئے تھے۔ یہ پہلا کیس تھا جس میں اتنا وقت گذر جانے کے بعد بھی تک کچھ معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ مجرم دھڑلے سے جرم کر رہے تھے۔ لیکن ان کا کام اتنا جامع اور مکمل تھا کہ کوئی نشان یا ثبوت نہیں ملتا تھا۔ میجر ڈی گارڈ کا اگر کوئی وجود تھا، تو وہ بالکل تاریکی میں تھا۔ اس کا کوئی نمائندہ ابتک سامنے نہیں آیا تھا۔ حالانکہ ایکس ٹو کے تمام ماتحت چاروں طرف بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔

"اب ایک اور کیس ہو گیا تھا۔ اور یہ کیس پہلے کیسوں سے بھی زیادہ سنگین اور خطرناک تھا۔ پورے شہر میں سنسنی پھیل گئی تھی۔ اخبارات نے خصوصی ضمیمے چھاپے تھے۔ اور پولیس بری طرح مصروف تھی۔

"ٹارن اسٹریٹ بالکل بند کر دی گئی تھی۔ اور فوج نے چاروں طرف سے اس جگہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔ جہاں یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ ساتسو زمین کے اس ٹکڑے کا بغور جائزہ لے رہے تھے۔ جہاں سے لوگ نعشیں اٹھا رہے تھے۔ خود عمران

نے بھی اس جگہ کا معائنہ کیا تھا لیکن۔ اس کے علاوہ ایک اور پریشان اس کے ذہن کو الجھائے ہوئے تھی۔ یہ الجھن شہزاد کی گمشدگی تھی۔ شہزاد کی کار تباہ حالت میں مل گئی تھی۔ اور وہاں ایسے آثار ملے تھے جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ شہزاد اپنی مرضی سے کہیں نہیں گیا ہے۔

ایکس ٹو کے ماتحت اب شہزاد کو بھی تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ اور عمران اپنے فلیٹ میں جولیا کے فون کا منتظر تھا۔

پھر ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ عمران تیزی سے پرائیویٹ فون والے کمرے میں پہنچ گیا۔ اور رسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں بولا۔

"ہیلو۔"

"جولیا فلنڈرز سپیکنگ۔"

"یس!"

"شہزاد واپس آ گیا ہے جناب!" جولیا نے بتایا اور عمران اچھل پڑا "کہاں ہے؟"

"اس وقت میرے فلیٹ پر ہے۔"

"ہوں! کہاں رہا وہ اب تک؟"

"اس کی کہانی بے حد عجیب ہے جناب!"

"کیا اسے سننے کے لئے کوئی خاص طریقہ برتنا پڑے گا؟" عمران

سجائے ہوئے فضا میں بولا۔

"اوہ۔ تم۔۔ نہیں جناب۔ اگر آپ پسند کریں تو اس کی زبانی سنئے!"

"ٹھیک ہے۔ فون اسے دیدو۔ عمران ہونٹ بھینچ کر بولا۔ اور پھر شہزاد کی آواز سنائی دی۔ "میں ایک ریسٹورنٹ میں کافی پی رہا تھا جناب کہ دو آدمیوں کی گفتگو سن کر چونک پڑا۔ پھر شہزاد نے شروع سے آخر تک پوری کہانی عمران کو سنا ڈالی۔ عمران کے چہرے پر غور و فکر کی لکیریں تھیں

"تیسری بار میری آنکھیں نیشنل پارک میں کھلی تھیں"۔

"ہوں۔ پھر تم نیشنل پارک سے کہاں گئے؟"

"ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے فلیٹ آ گیا تھا"

"تعاقب کا خیال رکھا تھا"

"سو فیصدی جناب۔ پوری طرح اطمینان کرنے کے بعد میں جولیا صاحبہ کے پاس آیا ہوں" شہزاد نے جواب دیا۔

"اس مشین کا کیا نام بتایا تھا تم نے"

"ہپناٹزم"

"کیا تم اس کی تصویر بنا سکتے ہو۔ میرا مطلب ہے یادداشت کے سہارے"

"جی ہاں ضرور"

"تصویر بنا کر عمران صاحب کے پاس پہنچا دو۔ اور فی الحال تم اور جولیا

دوسرے ماتحتوں سے الگ رہو۔ کوئی ایک دوسرے سے ملنے کی کوشش نہ کرے" الفانسو نے حکم دیا۔

"بہت بہتر جناب" دوسری طرف سے شہزاد کی آواز آئی۔ اور عمران نے فون بند کر دیا۔ ایک بھدی فکر اس کے ذہن پر مسلط ہو گئی۔ شہزاد کی کہانی بے حد عجیب تھی۔ اس سے مجرموں کے خطرناک آرگنائزیشن کا پتہ چلتا تھا اس کے علاوہ ان لوگوں نے نفسیاتی اثر ڈالنے کی کوشش بھی کی تھی یعنی بظاہر کیا تھا، کہ وہ اپنے معمولی دشمنوں کی زیادہ پرواہ بھی نہیں کرتے۔ شہزاد سے کچھ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی گئی حالانکہ اس نے ان کے دو آدمیوں کو زخمی کر کے ان کی ایک خاص چیز حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ بہرحال شہزاد کا قدم بھی ٹھیک ہی تھا۔ اس نے ان لوگوں کو چھوڑ کر مشین پر ہاتھ صاف کیا تھا اگر وہ کامیاب ہو جاتا، تو مزہ آ جاتا۔ لیکن ان لوگوں نے مشین کے حصول کے لئے جان کی بازی لگا دی۔

وہ شہزاد کا انتظار کرنے لگا۔ کافی دیر گذر گئی تو ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور وہ چونک کر باہر دیکھنے لگا۔ وہ ٹیلی فون تھا۔ جس کے نمبر ڈائریکٹری میں موجود تھے۔ عمران اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گیا اور اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

"ہیلو!"

"کون بول رہا ہے؟" دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

"عمران۔"

"مصروف ہو۔"

"کوئی خاص نہیں۔"

"تب پھر۔ یہ آجاؤ۔ کچھ ضروری گفتگو کرنی ہے۔" سر سلطان کا لہجہ بیحد سنجیدہ تھا۔

"کچھ دیر۔ بعد حاضر ہوں گا۔"

"کتنی دیر کے بعد۔"

"ایک گھنٹہ بھی لگ سکتا ہے۔ یا اس سے قبل بھی آسکتا ہوں ایک شخص کا انتظار کر رہا ہوں۔" عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔" سر سلطان نے جواب دیا۔ اور پھر دوسری طرف سے رسیور رکھے جانے کے بعد عمران نے بھی فون بند کر دیا۔ ظاہر ہے پیشہ حکام کے لئے کبھی دردِ سر بن گیا تھا۔ سر سلطان یقیناً اسی سلسلے میں اس کی رائے معلوم کرنا چاہتے تھے لیکن وہ فوری طور پر انہیں کیا جواب دے سکتا ہے۔" وہ سوچنے لگا۔

اسی بار آواز دروازے کی بیل کی تھی۔ سلیمان کو پہلے ہی ہدایت کر دی گئی تھی۔ چند منٹ کے بعد شہزاد کمرے میں داخل ہوا اور اس

نے عمران کو سلام کیا۔

"افاہ۔ مسٹر شہزاد! خیریت سے ہو۔ کہو کاروبار کیسا چل رہا ہے عمران اس کا خیر مقدم کرتا ہوا بولا۔"

"دعا ہے آپ کی۔" شہزاد بولا۔ "ویسے میرا نام شہزادی پہلے دیا۔"

"کوئی حرج نہیں ہے وہی سہی۔" عمران فراخ دلی سے بولا۔ "لیکن بہت دنوں کے بعد تمہارا آنا ہوا۔" عمران بولا۔

"آپ کے لئے ایک تحفہ لایا ہوں۔" شہزاد نے کہا اور جیب سے ایک چوکور کاغذ نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیا۔

"یعنی۔۔ تت۔۔ تمہیں کیسے معلوم؟" عمران حیرت سے ہکلایا۔ پھر یک بیک مفہوم ہو کر بولا۔

"ہم۔ مگر اب تو وہ چوری سے شادی کر رہی ہے۔"

"جی!" شہزاد حیرت سے بولا۔

"اس کی تصویر ہے نا۔"

"کس کی؟"

"مسز میلاٹ ٹیگور کی۔" عمران خود ہی شرما کر بولا۔ اور شہزاد بیساختہ ہنسنے لگا۔

"تو آپ اسے پسند کرتے ہیں؟" شہزاد نے پوچھا۔

"نہیں!" عمران نے گردن ہلائی۔

"پھر؟"

"ڈیڈی کی پسند ہے، بھلا میں کیسے انکار کر سکتا ہوں!" عمران بدستور مسکراتے ہوئے انداز میں بولا۔

"کمال ہے۔ پسند ڈیڈی کی ہے اور شادی آپ رہے ہیں۔" شہزاد ہنستے ہوئے بولا۔

"ڈیڈی کی عمر اب شادی کرنے کی نہیں رہی ہے، اس لئے مجبوراً!" عمران نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ شہزاد کافی دیر تک ہنستا رہا اور پھر سنجیدہ ہو کر بولا۔

"بہرحال کھول کر دیکھ لیجئے، ممکن ہے یہ آپ دونوں کو پسند نہ ہو۔"

"اوہ!" وہ چوکور کاغذ کھول کر دیکھنے لگا اور کافی دیر تک دیکھتا رہا۔ اب وہ بھی سنجیدہ ہو گیا تھا۔ "کیا تمہیں یقین ہے کہ تم نے صحیح نقشہ بنایا ہے؟" اس نے شہزاد سے پوچھا۔

"مشین صرف چند منٹ میرے قبضے میں رہی تھی اپنی یادداشت کی بنا پر میں نے یہ شکل ترتیب دی ہے، اس کا ڈیزائن ایسا ہی تھا، ممکن ہے کچھ فرق ہو۔" شہزاد نے جواب دیا۔

ان لوگوں کے بارے میں، اور اس جگہ کے بارے میں، کچھ نہ بتا سکتے

ہو، جہاں تم گئے تھے۔"

"کوئی خاص بات نہیں۔ وہ سب ہی غیر ملکی تھے، اور وہ آواز یعنی باس کی آواز غیر معمولی تھی۔ پرسکون اور کسی قسم کے جذبات سے عاری سرد سی آواز، جیسے کسی مشین سے نکلی ہو۔" شہزاد نے بتایا۔ اس کے بعد بھی عمران اس سے چند سوال پوچھتا رہا۔ اور پھر شہزاد اس سے اجازت لے کر کھڑا ہو گیا۔ عمران کو خود بھی سر سلطان کے یہاں جانا تھا۔ اس لئے اس نے بھی شہزاد کو روکنے کی کوشش نہیں کی اور وہ عمران سے مصافحہ کر کے چلا گیا۔

عمران نے ایک بار پھر اس کاغذ کو دیکھا اور مشین کی تصویر پر غور کرنے لگا۔ پھر وہ اسے لئے ہوئے اندر چلا گیا۔ اندر جا کر اس نے لباس تبدیل کیا اور تصویر کو اندرونی جیب میں رکھ کر باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ٹو سیٹر برق رفتاری سے سر سلطان کی کوٹھی کی طرف دوڑ رہی تھی۔ کوٹھی پہنچ کر اس نے سر سلطان کو اطلاع کرائی اور انہوں نے فوراً اسے اندر بلا لیا۔ وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے۔

"بیٹھو!" انہوں نے اس سے مصافحہ کرنے کے بعد بیٹھنے کی طرف اشارہ کیا اور عمران بیٹھ گیا۔ سر سلطان کے چہرے سے تشویش کا اظہار ہو رہا تھا۔ وہ کسی خیال میں غرق تھے۔ عمران سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھتا رہا۔ پھر سر سلطان گردن اٹھا کر بولے، "کچھ عرصے سے پیش آنے والے

عجیب و غریب واقعات سے تم بے خبر نہ رہو گے۔ لیکن میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں تم نے بھی کچھ کیا یا نہیں۔"

"آپ کی مراد کن واقعات سے ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"یعنی فضا میں بلند ہونے والا معاملہ۔" سر سلطان بولے۔

"اس سلسلے میں کیا سوچا جا سکتا ہے۔ سوائے اس کے کہ معاملہ واقعی پراسرار ہے۔"

"اور تم نے اسے پراسرار رہنے دیا ہوگا۔" سر سلطان مسکرا کر بولے۔ "اس کے علاوہ خود تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی ایک واقعہ پیش آ چکا ہے۔ میں نے اخبارات میں پڑھا تھا۔ اسی دن سے سوچ رہا تھا کہ تم اس سلسلے میں چھان بین کر رہے ہو گے۔ معاملہ پراسرار اور سنگین ضرور تھا لیکن اس کے اس حد تک خطرناک ہونے کا مجھے احساس نہیں تھا۔" سر سلطان خاموش ہو گئے۔

"درحقیقت میں نے اس سلسلے میں کوشش شروع کر دی ہے۔ لیکن ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا ہوں۔" عمران نے صاف لہجے میں کہا۔

"لیکن اب تو صورت بدل گئی ہے عمران۔" سر سلطان نے بے حد سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" عمران چونک پڑا۔

سر سلطان خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھے اور ڈریسنگ روم میں

رکھی ہوئی ایک الماری کی طرف بڑھ گئے۔ انہوں نے الماری کھولی اور ایک بڑا لفافہ نکال کر واپس آ گئے۔ انہوں نے لفافہ عمران کی طرف بڑھا دیا۔

عمران نے لفافہ ان کے ہاتھ سے لے لیا۔ اور اسے کھول کر اس میں رکھی ہوئی ایک فولڈر اسٹیٹ کاپی نکال لی۔ یہ کسی خط کی نقل تھی۔ انگلش ٹائپ میں وہ تحریر تھی۔ عمران پڑھنے لگا۔

"ڈیئر ہوم منسٹر،

"مجھے افسوس ہے کہ تمہاری حکومت کی پستی مجھے اس طرف کھینچ لائی۔ اب بہرحال جب میں آ ہی گیا ہوں تو تمہیں تکلیف دوں گا کچھ رونما ہونے والے واقعات تمہارے لئے غیر دلچسپ نہ ہوں گے۔ میرا مطلب فضا میں بلند ہو کر نیچے گر پڑنے والے واقعات سے ہے۔ ابتک پیش آنے والے واقعات صرف نمونہ تھے۔ میں نے کسی ملک میں اس سست رفتاری کا مظاہرہ نہیں کیا ہے، ورنہ نمونہ کے طور پر ایسے سینکڑوں واقعات پیش کر دیئے جاتے۔ امید ہے کہ تم سمجھ گئے ہو گے بہرحال، ہوم منسٹر ہونے کی حیثیت سے تمہیں ان واقعات میں خاصی دلچسپی ہو گی۔ اور تم اپنی حکومت کو مجبور

کر سکو گے کہ وہ میرا مطالبہ پورا کر دے۔

میرا مطالبہ ہے ۔ "پچاس کروڑ پونڈ"

صرف پچاس کروڑ پونڈ۔ یہ قیمت کس ایک شہر اور اس میں بسنے والے لاکھوں افراد کی زندگی سے زیادہ نہیں ہے۔ تم سمجھ گئے ہو گے کیا تم پسند کرو گے کہ تمہارے شہر کے لوگ اچانک فضا میں بلند ہو کر نیچے گریں اور مر جائیں، کیا تم پسند کرو گے کہ ایک دو ٹرلی ہلے ٹریبن فضا میں معلق ہو جائے، اور پھر آسمان کی طرف پرواز کر جائے۔ اور ایک کے بعد ایک شہر تباہ ہوتا رہے۔

میرا خیال ہے تم یہ ہرگز پسند نہیں کرو گے۔ اس تباہی سے بچنے کی صرف ایک ہی شکل ہے۔ یعنی پچاس کروڑ پونڈ۔ تمہارے ملک سے مجھے صرف پچاس کروڑ پونڈ چاہئیں ہیں، پھر میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔ ایک بار اور سب کو دوسری شکل تمہارے تصور سے زیادہ بھیانک ہو گی۔"

امید ہے میرے مطلب کا ثبوت دو گے۔

* * *

عمران کے ذہن میں سنسنی پھیل گئی۔ اسے ناصر کی گفتگو یاد آ گئی لیکن اس بار اس نے ایک پوری حکومت کو بلیک میل کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ کئی منٹ تک فون کا پی دیکھتا رہا پھر اسے لفافے میں بند کر کے میز پر رکھ دیا۔ اور سر سلطان کی طرف آنے لگا۔

"یہ کاپی ہوم افیئرز ڈپارٹمنٹ سے سیکرٹ سروس کے لئے وصول ہوئی ہے۔" سر سلطان بولے۔

"میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"ابھی تک کوئی باقاعدہ حکم نہیں ملا ہے۔ وزیر داخلہ نے فوری طور پر صدر مملکت سے رابطہ قائم کیا ہے اور میرا خیال ہے اس سلسلے میں کوئی باقاعدہ میٹنگ ہو گی اور اس میٹنگ میں کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔ ویسے ہم لوگ تیا سن آرائیاں کر سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے حکومت کسی بلیک میلر کے آگے کبھی نہیں جھکے گی لیکن اس کی دیگر بھی اعلام نہیں ہوتی۔ اس سلسلے میں خطرناک واقعات بھی پیش آ سکتے ہیں۔ قدرتی طور پر پولیس اور دوسرے محکمے حرکت میں آ جائیں گے۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ اس خط کی روشنی میں تم بھی پوری قوت سے کام شروع کر دو۔" سر سلطان نے کہا۔

"بہت بہتر! آپ کے حکم کی تعمیل کی جائے گی۔" عمران نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"ویسے یہ تو ناممکن امر ہے کہ تم اب تک خاموش بیٹھے رہے ہو گے۔" سر سلطان مسکرا کر بولے۔

"میں خاموش نہیں تھا لیکن ابھی تک اس بارے میں کوئی خاص بات معلوم بھی نہیں کر سکا ہوں۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"بہرحال اب معلوم کرو۔" سر سلطان نے کہا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد عمران ان سے رخصت ہو گیا۔ تو سیڑ ایک بار پھر سڑک پر دوڑنے لگی۔ اب اس کا رُخ ڈاکٹر داور کی کوٹھی کی طرف تھا۔

کوٹھی کے گیٹ سے کچھ فاصلے پر ہی شمی اور ظفر اس کا استقبال کیا اور اس سے لپٹ گئے۔ "میں تقریباً پندرہ بار آپ کو فون کر چکا ہوں لیکن آپ کا ملازم کہہ دیتا ہے۔ کہ آپ نہیں ہیں۔" ظفر بولا۔

"کہاں مصروف ہیں عمران صاحب۔" شمی نے بھی ناز سے پوچھا۔ ویسے یہ خیال اب اسے اپنے ذہن سے نکال دینا پڑا تھا کہ عمران اسے ظفر کے ساتھ دیکھ کر جلتا ہو گا۔ اس کی پیشانی پر بل بھی نہیں آتا تھا۔

"میرے ساتھ بڑا کانٹریڈی ہو گئی ہے۔" عمران منہ بسور کر بولا۔

"اوہ وہ کیا؟" ظفر چونک پڑا۔

"یہ سب اس سلیمان گدھے کی حرکت ہے۔"

"یہ کون بزرگ ہیں؟" ظفر نے پوچھا۔

"اوہ۔ عمران صاحب کا اکلوتا ملازم ہے۔ جو اپنے آپ کو عمران صاحب سے کم ملازم نہیں بلکہ اتالیق سمجھتا ہے۔ یہ وہی ہے جس کی آپ فون پر آواز سنتے ہیں۔"

عمران سے پہلے ہی شمی بول پڑی۔ عمران نے تائید میں گردن ہلا دی۔

"ہاں تو اس ملازم نے کیا حرکت کی۔" ظفر نے پوچھا۔

"کمبخت کو بھنگ کھانے کی عادت ہے۔ کبھی کبھی بھنگ کے نشے میں بھنگی ہو جاتا ہے۔ بس پرسوں رات مجھے بھی دھوکے سے کھلا دی تھی نتیجے میں دو گھنٹے بعد میں ارتن کے چوراہے پر رینگ رہا تھا۔ کسی پر دولتی بھی چلا دی تھی۔ اتفاق سے کانجی ہاؤس کا ملازم بھی ادھر آ نکلا اور مجھے پکڑ کر لے گیا۔ بس پورے چھتیس گھنٹے تک حوالے میں بند رہا ہوں آج ہی رہا ہوا ہوں۔" عمران نے بتایا۔

ظفر اور شمی بے تحاشہ قہقہے لگانے لگے۔ پھر ظفر بمشکل تمام ہی پر قابو پاتا ہوا بولا۔ "مگر عمران صاحب کانجی ہاؤس کے ملازم کو بھی آپ میں اور گدھے میں فرق نہیں محسوس ہوا۔"

اس کا انکشاف بعد میں ہوا۔" عمران ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کیا مطلب؟"

"وہ کمبخت خود بھی بھنگ کا عادی تھا۔ اور جس وقت میں نے نشے

میں دلچسپی لے رہا ہے۔" عمران نے مظلومانہ انداز میں بتایا
سنتی اور ظفر ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ عمران سنجیدگی سے ان
کی شکل دیکھتا رہا۔

بمشکل تمام وہ خاموش ہوئے۔ تو عمران نے ان سے ڈاکٹر داور
کے بارے میں پوچھا۔

"لیبارٹری میں ہیں۔" بشمتی نے بتایا۔ "کیا آپ کو ان سے کوئی خاص کام ہے؟"

"ہاں۔ کیوں؟"

"کچھ نہیں۔ میرا مطلب تھا کہ کچھ دیر آپ سے گفتگو رہتی۔" بشمی بولی

"بعد میں رہے گی ذرا ڈاکٹر سے مل لوں۔" عمران نے کہا۔ اور ڈاکٹر
داور کی لیبارٹری کی طرف بڑھ گیا۔ ڈاکٹر داور نے عمران کو بروقت لیبارٹری میں
آنے کی اجازت دے دی تھی جبکہ کوئی دوسرا آدمی اس کے قریب بھی نہیں
پھٹک سکتا تھا۔

ڈاکٹر بے حد مصروف تھے۔ انہوں نے عجیب نگاہوں سے عمران
کو دیکھا۔ اور پھر پھیکے انداز میں مسکرا دیئے۔

"ہیلو ڈاکٹر!" عمران بولا

"ہیلو!" آؤ۔ انہوں نے ہاتھوں سے دستانے اتار کر ایک طرف
رکھ دیئے۔ اور عمران کے قریب پہنچ گئے۔

"مصروف تھے ڈاکٹر؟"

"ہاں۔ بھئی۔ اسی سلسلے میں مصروف تھا۔" ڈاکٹر نے بتایا۔

"اوہ! عمران ہرنٹ سکوڑ کر بولا "کچھ کیا رہا؟"

"مجھے یقین ہے کہ میں بہت جلد کامیاب ہو جاؤں گا۔" ڈاکٹر داور
نے کہا۔ اور پھر کپڑے پہنتے ہوئے بولے۔ "آؤ میں تمہیں دکھاؤں۔" وہ
عمران کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف بڑھ گئے۔ لیبارٹری کے ایک طرف ایک
چوکور پنجرہ سا بنا ہوا تھا۔ جس کی چھت کافی بلند تھی۔

ڈاکٹر داور نے ایک طرف رکھی ہوئی ایک کیمرہ نما مشین اٹھائی اور
اسے ڈھکیلتا ہوا کٹہرے کے قریب پہنچ گیا۔ کٹہرے میں ایک طرف ایک
بڑا گول سوراخ بنا ہوا تھا۔ کیمرہ نما مشین کا رخ اس نے سوراخ کی طرف
کر دیا۔ اور پھر اس نے ایک طرف رکھے ہوئے پنجرے سے ایک بڑا خرگوش
نکال کر کٹہرے میں چھوڑ دیا۔ اور خود مشین کے قریب پہنچ گیا۔ خرگوش کٹہرے
میں بھاگتا پھر رہا تھا۔ ڈاکٹر نے کیمرے کا رخ سامنے کیا۔ اور ایک بٹن
دبا دیا۔ اور۔ اچانک خرگوش فضا میں بلند ہو گیا۔ وہ کٹہرے کی چھت
سے ٹکرایا تھا۔

عمران دلچسپ نظروں سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ خرگوش بے بسی سے
اوپر بلند پاؤں مارتا رہا۔ ڈاکٹر نے دوبارہ بٹن دبا دیا۔ اور خرگوش پٹ

سے نیچے آ پڑا۔ دوسرے لمحے بھاگ کر وہ کٹہرے کے کونے میں پہنچ گیا۔

اس کے بعد ڈاکٹر نے اپنی طرف سے وزنی لوہے کا ٹکڑا اٹھایا اور اسے کٹہرے کے درمیان ڈال دیا۔ کمرے کا تین دیا، اور لوہا فضا میں بلند ہوتا چلا گیا۔ اس مظاہرے کے بعد ڈاکٹر نے مشینیں بند کر دی اور عمران کا ہاتھ پکڑ کر دوبارہ صوفوں کے قریب پہنچ گیا۔

"یہ اس کی ابتدائی شکل ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اسی طرح کی بڑی مشینیں بنا کر بڑے بڑے اور بھاری بھی اٹھائے جا سکتے ہیں۔" ڈاکٹر داور نے کہا۔ "میں سخت محنت کے بعد اس کا فارمولا معلوم کرنے میں کامیاب ہوا ہوں۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتے تھے عمران! کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ مجرم درحقیقت بڑے ذہین اور سائنس میں بہت آگے ہیں۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ یہ اندار اور بے جان چیزیں فضا میں کیسے بلند ہو گئیں؟"

"میرا خیال ہے کہ بتا سکتا ہوں۔"

"بتاؤ!" ڈاکٹر داور مسکرائے۔

"اس حصے کی نقل کشش ختم کر دی گئی تھی، جہاں یہ چیزیں موجود ہیں۔" عمران نے کہا۔ اور ڈاکٹر داور شدید حیرت کے عالم میں کھڑے رہ گئے۔ ان کا منہ حیرت سے پھٹا ہوا تھا اور آنکھیں باہر نکل پڑی تھیں۔

"ناممکن... ناممکن... یہ ناممکن ہے۔ میں آپ کی حیرت انگیز ذہانت کا قائل ہو گیا عمران نے کہا، کوئی بڑے سے بڑا سائنسدان بھی فوری طور پر اس نتیجے پر نہیں پہنچ سکتا۔" کیا معاملہ ہے۔" وہ بولے۔

"تشریف رکھئے، آپ کا خیال ٹھیک ہے۔" عمران بولا۔ "یہ خیال میرا اپنا نہیں ہے، بلکہ تحقیقات کے دوران معلوم ہوا ہے۔"

"تو میں صحیح راستے پر بڑھ رہا ہوں۔"

"بالکل میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ آپ نے بالکل ٹھیک سوچ ہے۔" عمران نے کہا اور شہزاد کی بنائی ہوئی تصویر جیب سے نکال کر ڈاکٹر کی طرف بڑھا دی۔ "ان لوگوں کی مشین کی شکل کچھ ایسی ہے جس سے وہ کشش ختم کرتے ہیں"

ڈاکٹر داور اس تصویر کو دیکھتا رہا، اس کی آنکھوں میں چمک لہرانے لگی، پھر وہ ایک جھرجھری سا لے کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔ "اب میں ان کی تکنیک اچھی طرح سمجھ گیا ہوں عمران۔ اس نقشے سے بعض اور باتیں بھی سمجھ میں آ گئی ہیں۔ سنو! یہ سب ایک خاص قسم کی شعاعوں کا کارنامہ ہے۔ نظر نہ آنے والی یہ شعاعیں زمین کے ایک مخصوص حصے کی کشش ختم کر دیتی ہیں، اور وہاں موجود ہر چیز آسمان کی طرف بلند ہونے لگتی ہے۔ ان شعاعوں کی طاقت مشین پر منحصر ہے۔ مگر یہ سب کچھ تصور

کس طرح معلوم ہوا، یہ تصویر غالباً ہاتھ سے بنائی گئی ہے؟"

"ہاں۔ آپ کا خیال ٹھیک ہے۔ ظاہر ہے میں نے بھی اس معاملے کو یونہی نہیں چھوڑ دیا ہے۔" عمران بولا۔

"مگر ان لوگوں کا ان حرکتوں سے مقصد کیا ہے؟"

"اس سوال سے پہلے میرے ایک سوال کا جواب دیجئے۔" عمران بولا۔

"ضرور! ڈاکٹر داور اسے دیکھتے ہوئے بولے۔

"کیا ان شعاعوں کو ایک خاص عرصے کے لئے محفوظ کیا جا سکتا ہے اور انہیں کسی شکل میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے؟"

"گڈ بہت دور کی بات پوچھی ہے تم نے۔ قطعی نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ سب سے پہلی بات تو یہ جس چیز کے ذریعہ یہ شعاعیں پیدا ہوتی ہیں، وہ چیز بہت زیادہ عرصے نہیں رہتی اسے ہر بار نئے سرے سے تیار کرنا پڑتا ہے، دوسرے یہ شعاعیں بہت وزنی ہوتی ہیں اور جس ذریعہ سے انہیں خارج کیا جاتا ہے، اس پر ان کے وزن کا پورا پورا اثر ہوتا ہے۔ اس لئے انہیں تھوڑے عرصے پہلے تیار کیا جاتا ہے اور ہر مرتبہ انہیں تیار کرنے کی ضرورت باقی رہتی ہے۔"

"بہت عمدہ۔ اب دوسری بات، کیا یہ آسانی سے تیار ہو جاتی ہیں۔ میرا مطلب ہے، اس کے لئے کسی بڑی لیبارٹری کی ضرورت تو نہیں پڑتی

یقیناً پڑتی ہے، اس کے لئے باقاعدہ پلانٹ کی ضرورت ہوتی ہے۔" ڈاکٹر داور نے جواب دیا۔

"ہوں! عمران کسی سوچ میں غرق ہو گیا۔ اس کا مطلب ہے کہ یہاں ان کی باقاعدہ لیبارٹری موجود ہے۔ اور اب اس نقطہ پر بھی کام کرنا پڑے گا۔"

"تم نے بتایا نہیں۔"

"کیا؟" عمران بے خیالی میں بولا۔

"یہی کہ ان لوگوں کا مقصد کیا ہے؟"

مقصد انتہائی خوفناک ہے ڈاکٹر۔ اور آپ کو بتا دینا ضروری ہے۔ کیونکہ اس سلسلے میں آپ کے زبردست تعاون کی ضرورت ہوگی۔ مجرم حکومت کو بلیک میل کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے دھمکی دی ہے کہ اگر انہیں ایک بہت بڑی رقم ادا نہ کی گئی۔ تو وہ شہر کے شہر تباہ کر ڈالیں گے۔ شہر کا ہر فرد فضا میں بلند ہو کر زمین پر گر پڑے گا۔ بس۔ سڑک اور ریل ایسے حادثات کا شکار ہو جائیں گے۔ کتنی زبردست تباہی پھیلے گی؟"

"اوہ! ڈاکٹر داور ہونٹ سکوڑ کر رہ گئے۔ ان کی آنکھوں سے بھی تشویش کے آثار پڑھے جانے لگے۔ پھر کافی دیر کے بعد وہ گردن اٹھا کر بولے۔" پھر اس صورت میں کیا کیا جائے، عمران؟"

"ظاہر ہے کہ حکومت ان کا مطالبہ پورا نہیں کرے گی۔ اور اس مکمل تباہی یقینی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ ان شعاعوں کا توڑ دریافت کریں، تاکہ ان کے اقدام سے محفوظ رہا جا سکے۔" عمران بولا۔

"ہوں!" ڈاکٹر کسی سوچ میں گم ہوتے ہوئے بولے۔ "ٹھیک ہے میں کام کروں گا لیکن میری درخواست ہے کہ ابھی اس بات کو عام نہیں کیا جائے۔ میرا مقصد ہے کہ دوسرے سائنسدان اس حقیقت سے واقف ہو کر اس سلسلے میں حماقتیں نہ شروع کر دیں، اس کا خاص خیال رکھا جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن اگر ان میں سے خود ہی کوئی اپنی ذہانت سے کام لے کر کامیاب ہو جائے تو مجبوری ہے، ورنہ آپ کی بات پر پورا پورا عمل کیا جائے گا۔" عمران نے کہا اور پھر تھوڑی دیر تک ڈاکٹر داور سے گفتگو کرنے کے بعد وہاں سے چل پڑا۔

سیٹنگ۔

(۱۶)

امپالا کا ہارن سنائی دیا اور بوڑھا پروفیسر ڈارک چونک پڑا۔ وہ ناصر کے انتظار میں بیٹھا ایک کتاب پڑھ رہا تھا، یہ ایک انگلش ناول تھا۔ "محبوبہ کو کیسے خوش رکھا جائے۔" اس نے کتاب موڑ کر میز پر رکھی اور اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر کی طرف چل دیا۔ خوبصورت کوریڈور سے نکل کر وہ صدر دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ اور پھر آہستہ سے چونک پڑا۔

ناصر نے امپالا صدر دروازے کے قریب ہی کھڑی کی تھی اور اب وہ پچھلی سیٹ سے کسی گوریلا پر گھسیٹ رہا تھا۔ پھر اس نے ایک انسانی جسم نکال کر کندھے پر ڈال لیا۔ نہ جانے وہ بے ہوش تھا یا مرچکا تھا۔

بوڑھے کو دیکھتے ہی ناصر نے کہا۔

"انکل کار گیرج میں پہنچا دو۔"

"اوہ" بوڑھا جلدی سے کار کی طرف بڑھ گیا۔ ناصر کے قریب سے گذرتے وقت اس نے جانکہ اس کے کندھے پر پڑے ہوئے شخص کو دیکھا اور پھر آگے بڑھ گیا۔ کار گیرج میں کھڑی کرنے کے بعد

وہ واپس اندر آ گیا۔ اس کے خیال کے مطابق اس وقت ناصر کو ہسپتال روم میں ہونا چاہیے تھا، اس لئے اس نے اس طرف کا رُخ کیا۔ خیال ٹھیک ہی نکلا۔ ناصر اپریشن روم میں موجود تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک سرنج تھی جسے وہ روشنی کی طرف رخ کر کے دیکھ رہا تھا۔

بے ہوش یا مردہ شخص ایک لمبی میز پر پڑا ہوا تھا۔ بوڑھا خاموشی سے ناصر کی کارروائی دیکھتا رہا۔ ناصر نے سرنج کی سوئی لیتے ہوئے شخص کے بازو میں اتار دی، اور پھر انجکشن لگا کر سرنج ایک طرف رکھے ہوئے ٹب میں ڈال دی۔

"کیا زندہ ہے؟" بوڑھے نے کہا۔

"ہاں، بے ہوش ہے۔" ناصر نے جواب دیا۔

"تم کسی طرح سے ڈرے سہمے تو نہیں ہو۔"

"بالکل؟"

"مجھے یقین تھا، مگر اس کا حدود اربعہ کیا ہے؟"

"غور سے دیکھو، شاید پہچان لو۔" ناصر نے کہا اور بوڑھا اس کے قریب پہنچ گیا، پھر وہ اس کی شکل دیکھتا ہوا بولا۔ "جانی پہچانی صورت ہے، لیکن یاد نہیں آ رہا ہے کہ کہاں دیکھا ہے؟"

"فرانس میں یہ انہیں لوگوں میں سے ایک ہے۔" ناصر نے جواب دیا۔

"گڈ لارڈ! اس کا مطلب ہے کہ تم کامیابی کے زینے پر ایک قدم چڑھ چکے ہو۔" بوڑھے نے داڑھی کھجاتے ہوئے کہا۔ ناصر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے بے ہوش آدمی کی طرف دیکھتا رہا۔ ٹھیک پانچویں منٹ پر بے ہوش آدمی نے کراہ کر کروٹ بدلی اور پھر یکدم اچھل پڑا۔ اس نے آنکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر اچھل کر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر بہت خوف کے آثار تھے۔ ناصر کے چہرے پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہیلو پینڈو، ڈرنے اور شک کرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ تمہیں صرف میرے چند سوالات کے جوابات دینے ہیں۔"

"ہم۔ میں کچھ نہیں بتاؤں گا، کچھ بھی نہیں بتاؤں گا۔ چاہے تم مجھے قتل کر دو۔" پینڈو نے خوفزدہ انداز میں کہا۔

"میں نے تمہارا انتخاب صرف اس لئے کیا ہے کہ تم اس سلسلے میں سب سے زیادہ جانتے ہو، اگر قتل کرنا ہوتا تو کوئی اور جگہ مناسب تھی۔ کیونکہ تم اس کے پرانے ساتھی ہو۔" ناصر اس کی سنی ان سنی کر کے بولا۔

"میں مرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔" پینڈو بولا۔

"اس سلسلے میں میں تمہاری مدد کروں گا، مگر ابھی نہیں پہلے تم میرے سوالات کے جواب دو گے۔ ویسے تم اطمینان رکھو کہ یہ ملک تمہارا مقدر

بنے گا۔ تم نے ادھر کا رُخ کر کے سخت غلطی کی ہے۔"

"ظاہر ہے یہ غلطی ہماری نہیں ہے؟" پینڈو بولا۔ اور پھر ایک دم خاموش ہو گیا۔

"مجھے علم ہے۔ تم سب ڈی گارو کے حکم کے پابند ہو۔ بہر حال مجھے میرے سوالات کے جواب دو۔

"یہ ناممکن ہے سسٹر ناصر؟" پینڈو نے گردن ہلا دی۔

"اوکے۔" ناصر نے بوڑھے کی طرف دیکھا۔ اور بوڑھا گردن ہلا کر کمرے سے نکل گیا۔ چند منٹ کے بعد وہ ایک شارٹ ویو بک اور پنسل لے کر واپس آ گیا۔ وہ اس طرح پینڈو کے سامنے بیٹھ گیا جیسے ڈکٹیشن لینے جا رہا ہو۔ "ناصر نے بھی ایک کرسی گھسیٹی اور پینڈو کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ پینڈو اس کی نگاہوں کی تاب نہیں لا سکا۔ اور اس نے نظریں جھکا لیں۔

"ڈی گارو کہاں ہے پینڈو؟" ناصر کی آواز سانپ کی پھنکار سے مشابہ تھی۔

پینڈو کچھ نہیں بولا۔ لیکن۔ بوڑھے کی پنسل کاپی پر چلنے لگی۔ ناصر نے اس کی طرف دیکھا، اور بوڑھے نے کاپی کے اندر گردن ہلا دی۔ یہ لکھا طریقہ تفتیش تھا۔ ناصر پینڈو سے سوال کر کے اس کے ذہن میں وہ

خیال پیدا کر دیتا تھا۔ جس کے بارے میں وہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اور بوڑھے کا ٹیلی پیتھ ذہن ان خیالات کو پڑھ لیتا تھا۔ اور وہ خیالات شارٹ ویو بک پر منتقل ہو جاتے تھے۔ پینڈو کو اس بات کا گمان بھی نہیں تھا۔

"دوسرا سوال۔" ناصر بولا۔ "کیا یہاں تم لوگ بہت سے لوگوں کے ساتھ کام کر رہے ہو۔ اور کیا مقامی لوگ تمہارے ساتھ شامل ہیں؟"

"میں کہہ چکا ہوں کہ میں کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔" پینڈو بولا۔

"مگر میں سوال ضرور کروں گا۔" ناصر مسکرایا۔ اور بوڑھے کی طرف دیکھنے لگا۔ بوڑھے نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔

"تیسرا سوال۔ تم لوگوں کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے؟"

بوڑھا غور سے پینڈو کی شکل دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے پھر وہ تیزی سے شارٹ ویو بک پر کچھ لکھنے لگا۔

"یہ بوڑھا کیا کر رہا ہے۔؟" پینڈو نے پوچھا۔

"فکر مت کرو۔ یہ اس وقت ہماری رپورٹ کا کام کر رہا ہے تاکہ ہماری اور تمہاری گفتگو من و عن تحریر میں باقی رہے۔"

"اس سے کیا فائدہ ہو گا؟" پینڈو بولا۔

"وہ بھی معلوم ہو جائے گا؟"

"لیکن میں تمہارے جواب نہیں دے رہا ہوں؟"

"سوال ہی سہی۔ ہاں تو یہاں تم لوگوں کی کتنی تعداد ہے، اور یہاں کتنے عرصے سے تمہارے لئے کام ہو رہا ہے؟" ناصر نے پوچھا۔

"مجھے تمہاری دماغی حالت پر شبہ ہو رہا ہے مسٹر ناصر!" پنیڈو مسکرایا۔ بوڑھا الجھے ہوئے انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔

"اس کی پرواہ تم مت کرو۔ صرف میرے سوال کا جواب دو۔ یہاں کتنی تعداد ہے، اور تم کہاں کہاں مقیم ہو؟"

"میں ایک لفظ نہیں بتاؤں گا۔"

"اے بتاؤ مت، مگر سوچ تو سہی!" بوڑھا جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"کیا سوچوں؟" پنیڈو نے پوچھا۔

"یہی کہ اگر تم نے ہمارے سوالات کے جواب نہیں دیئے تو تمہارے ساتھ تشدد بھی کیا جا سکتا ہے۔ سوچ کیا وہ لوگ تمہیں بچا سکتے ہیں، کیا وہ مقامی لوگ ہیں۔ تب وہ مجھے نہیں جانتے ہوں گے۔ اگر وہ غیر ملکی ہیں تو کیا وہ یہاں اس کوٹھی سے قریب ہیں۔ وہ کہاں کہاں ہیں، انہیں تمہارے بارے میں علم بھی نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ ڈی گارد، وہ بھی اس وقت تمہیں نہیں بچا سکے گا۔ وہ ہے کہاں۔ یہاں کیسے پہنچ سکتا ہے۔ سوچ کیا وہ یہاں کشت و خون ختم کر کے ہم لوگوں کو نقصان پہنچا سکتا ہے ظاہر ہے

یہاں اس کی کوئی باقاعدہ لیبارٹری نہیں ہے۔ یہاں وہ کس طرح اپنا کام کرتا ہے، ناصر اس طرح بے ربط سی گفتگو کرتا رہا، اور بوڑھے کا قلم چلتا رہا۔ وہ بہت تیزی سے لکھ رہا تھا۔

"ویری گڈ ناصر میاں، بہترین سوالات کئے ہیں تم نے۔ مارا گیا سالا۔" بوڑھا چہک کر بولا، اور ناصر مسکرانے لگا

"مجھے تم دونوں پاگل معلوم ہوتے ہو۔"

"ممکن ہے۔ تمہارا خیال ٹھیک ہو۔ بہرحال اب تم آرام کرو اور اس وقت تک آرام کرتے رہو، جبتک تمہارے تمام دوست تمہارے پاس پہنچ نہ جائیں۔ میں تم سب کو اس چڑیا گھر میں بند کر دونگا

ناصر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا، پھر اس نے ایک ریشمی ڈوری سے پنیڈو کے ہاتھ باندھے، اور ایک سیاہ ٹوپی نکال کر اس کی آنکھوں پر باندھ دی پھر اس نے پنیڈو کو گردن سے پکڑ کر اٹھایا اور آگے ڈھکیلنے لگا، مختلف راہداریوں سے گھماتا ہوا وہ اسے ایک کمرے میں لے گیا بڑے میاں ساتھ ساتھ تھے۔ ایک کمرے میں پہنچ کر ناصر ایک آتشدان کے پاس رک گیا، اور پھر اس نے آتشدان کے نیچے لگا ہوا ایک بٹن دبایا۔ جس جگہ وہ کھڑے ہوئے تھے، وہ جگہ ایکدم نیچے دھنسنے لگی۔ پنیڈو ایکدم اچھل پڑا ویسے اس نے ابھی تک کوئی مزاحمت نہیں کی تھی نہ شور

کسی لفٹ کی طرح نیچے اتر رہا تھا۔ پھر وہ یکایک رک گیا۔ وہ لفٹ سے باہر نکل آئے، اور فرش اوپر جا کر برابر ہو گیا۔ ناصر اس طرح ہینڈرو کرتے ہوئے کہ گئے بڑھتا رہا۔ یہاں بھی انہیں ایک تاریک گیلری میں چلنا پڑا۔ اور پھر ناصر ایک دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ یہاں ہینڈ نے روشنی محسوس کی۔ اس کے ساتھ ہی اسے احساس ہوا کہ جس جگہ وہ موجود ہے وہ جگہ ایئر کنڈیشنڈ ہے۔

ناصر نے ہینڈ کی پٹی کھول دی، اور ہینڈ آنکھیں مل مل کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ یہ بہت بڑا ہال تھا۔ یہاں چاروں طرف لوہے کی سلاخوں دار کٹہرے بنے ہوئے تھے۔ ان کا مصرف واضح نہیں تھا۔ ناصر نے ایک بٹن دبایا، اور کٹہرہ کھل گیا۔ اس کے جنگلے اوپر اٹھ گئے تھے۔

"یہ کک، کیا کر رہے ہو؟" ہینڈ بولا۔

"کچھ نہیں کچھ دیر تم یہاں آرام کرو گے۔" ناصر نے اس کے ہاتھ کھولتے ہوئے کہا۔

"یہ نہیں ہو سکتا!" ہینڈ دیوانوں کی طرح ناصر سے لپٹ پڑا۔ لیکن دوسرے لمحے اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ ناصر نے اس کے بائیں شانے سے نیچے ایک ہاتھ رسید کر دیا تھا۔ ہینڈ بری طرح کراہنے لگا، اور اس نے دوسرے ہاتھ سے اپنا کندھا پکڑ لیا۔ ناصر نے اسے کٹہرے میں

دھکیل دیا۔ اور بڑے میاں نے دوبارہ کٹہرہ بند کر دیا۔

"سیدھے لیٹ جاؤ۔ چند منٹ میں تمہاری تکلیف رفع ہو جائے گی۔ تمہیں یہاں کوئی تکلیف دینے کے لئے نہیں لایا ہوں۔ لیکن اگر تم نے فرار ہونے کی کوشش کی، تو بری طرح مارے جاؤ گے۔ باقی یہاں سب انتظام ہے۔ کٹہرے کے پیچھے باتھ روم بھی موجود ہے۔ امید ہے عقل سے کام لو گے۔" ناصر نے کہا، اور پھر وہ بوڑھے کے ساتھ اسی طرح باہر نکل آیا۔

"میں اس عظیم الشان قید خانے کی طرف سے ہمیشہ الجھن میں رہوں گا۔" ناصر۔ آخر انہیں کس مصرف کے تحت بنوایا گیا تھا۔ اتنے شاندار قید خانے میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھے ہیں۔"

"ان کی تاریخ پھر کبھی بتاؤں گا۔ فی الحال ہمیں بہت سے کام کرنے ہیں۔" ناصر نے کہا، اور پھر وہ بوڑھے کو ساتھ لئے ہوئے اپنے نشست کے کمرے میں آ گیا۔

"بیٹھو!" اس نے بوڑھے کو اشارہ کیا۔ اور خود بھی اس کے سامنے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

بوڑھا اس کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ اس نے جیب سے شارٹ ہینڈ بک نکالی، اور اسے کھول کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ ناصر سوالیہ انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"سوال نمبر ا بوڑھا بولا" ڈی گارد کہاں ہے، اسکا جواب یہ ہے کہ ہیڈ واس کی رہائش گاہ کے بارے میں ٹھیک طور پر خود بھی نہیں جانتا، البتہ ایک عمارت میں اس کی براہ راست آفس ہے، جہاں اکثر ڈی گارد موجود رہتا ہے، یہ عمارت ایک طویل ترین عمارت ہے، جس میں صرف ڈی گارد کی آواز سنائی دیتی ہے، اس کے بعد اس کے ذہن میں ٹربی ہاؤس کا نام آیا تھا۔ ٹربی ہاؤس، یقیناً وہی عمارت ہوسکتی ہے، ورنہ اس وقت وہ اس کے بارے میں کیسے سوچتا۔

ٹربی ہاؤس! ناصر کچھ سوچتا ہوا بولا" خیر اس کے بارے میں معلوم ہوجائے گا، آگے چلو"

"دوسرا سوال، بوڑھا شاک دیکھتے ہوئے بولا۔ کیا تم بہت عرصے سے یہاں کام کر رہے ہو اور مقامی لوگ تمہارے ساتھ شامل ہیں،

جواب سنو" ان لوگوں نے چھ ماہ قبل یہاں آنے کا پروگرام بنایا تھا، اس سے قبل ہی ڈی گارد نے یہاں انتظامات شروع کر دیئے تھے، اور ہیڈ کوارٹر کی تعمیر شروع ہوگئی تھی، جس کا مطلب ہے کہ ڈی گارد بہت عرصے سے اس ملک پر دانت لگائے ہوئے تھا، پینڈو خود ڈی گارد کے ساتھ صرف دو ماہ قبل یہاں آیا ہے، ڈی گارد نے بقیہ انتظامات اپنی نگرانی میں کرائے ہیں، مقامی لوگ ان میں شامل نہیں ہیں، البتہ

چند غنڈے دوسری حیثیت میں ان کے لئے کام کرتے ہیں"

تیسرا سوال ہیڈ کوارٹر کے بارے میں ہے، یہ جواب پیچیدہ ہے اس نے کسی جگہ کے نام کا تصور نہیں کیا، اس کے دماغ کے تمام تخلیے اس سلسلے میں خاموش رہے، البتہ چند خلیوں نے ہیڈ کوارٹر کی تصویر پیش کی ہے، یہ ہیڈ کوارٹر اونچے اونچے پہاڑی ٹیلوں کے قریب زیر زمین ہے، وہ پہاڑ اس کے محافظ ہیں اور ان کے قریب ایک جھرنا ہے، یہ جھرنا بالکل واضح ہے، اور میرے خیال میں زیادہ دور نہیں ہوگا۔ لہٰذا یہ آسانی سے معلوم ہوسکتا ہے،

بوڑھے نے کہا،

"اوہ! ناصر کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے چمک نظر آئی، پھر معدوم ہوگئی، وہ پھر بوڑھے کی طرف دیکھنے لگا،

"اس کے بعد تمہارے پے در پے سوالات سے جس نے اس کی دماغی مشینری کو تیز کر دیا تھا، اور بہت سے باتیں واضح ہوگئیں، یہاں ان کی تعداد ساٹھ کے قریب ہے، سب ساتھ آئے ہیں ان میں سے کچھ ہیڈ کوارٹر میں مصروف ہیں کچھ یہاں کام کر رہے ہیں، ڈی گارد کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکا، یہاں ان کی زبردست لیبارٹری موجود ہے، ہیڈ کوارٹر کا تصور، ایک بہت بڑی فیکٹری، فولاد بنانے

کی بھیٹ۔ وغیرہ وغیرہ۔

"ونڈر فل ڈارلنگ، بہت کافی ہے۔ اس سلسلے میں دو نام اہم ہیں۔ ٹربی بارکس اور ہیڈ کوارٹر۔ ہوں، ہوں، ناصر گردن ہلانے لگا اور پھر وہ کسی خیال کے تحت اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ بوڑھے نے بھی نوٹ بک بند کر کے جیب میں رکھ لی۔

---

(۱۷)

عمران کے چہرے پر مکھی چھاپ مونچھیں تھیں۔ جن سے وہ تھوڑا سا مضحکہ خیز نظر آ رہا تھا۔ ان مونچھوں کا اضافہ چند منٹ قبل ہوا تھا۔ اس کی چھٹی حس نے اسے اس ادھیڑ عمر آدمی کی طرف سے مشکوک کر دیا تھا۔

وہ سفید شارک اسکین کا سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ ایک آنکھ پہ شیشہ لگا ہوا تھا۔ اور ہونٹوں میں موٹا سا پائپ دبا ہوا تھا۔ قد پانچ فٹ کے قریب تھا۔ لیکن شاندار لباس اور شاندار ٹیپ ٹاپ کے باوجود وہ کوئی باوقار آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اس کا جسم دبلا اور مدقوق سا تھا۔ اور وہ بالکل سیدھا چلتا تھا۔ اس کی گردن کسی طرف نہیں گھومتی تھی۔ اگر اسے کسی طرف دیکھنا ہوتا تھا۔ تو وہ خود گھوم جاتا تھا عمران بلاوجہ اس کی طرف سے مشکوک نہیں ہوا تھا۔ اس نے اس شخص کی ایک حرکت دیکھی تھی۔ ہال میں داخل ہونے کے بعد وہ ایک طرف چکر کاٹ کر اس میز کے پاس پہونچا تھا۔ جس پہ بیٹھا ہوا تھا۔ حالانکہ وہ یہاں

سے دیکھا بھی آسکتا تھا۔ لیکن جس لئے اس نے یہ چکر لگایا تھا۔ وہ بات بھی ظاہر ہوگئی تھی۔ اس نے ایک میز کے قریب بیٹھے ہوئے دو آدمیوں میں سے ایک کی جیب میں کوئی چھوٹی سی چیز ڈال دی تھی۔ اور پھر اپنی میز کی طرف بڑھ گیا تھا۔

جس شخص کی جیب میں یہ چیز ڈالی گئی تھی اسے ذرا بھی احساس نہیں ہوا تھا۔ اور وہ اسی طرح اپنے ساتھی سے گفتگو کر رہا تھا۔ دبلا پتلا شخص بھی پرسکون تھا۔ اسے یہ پرواہ نہیں تھی کہ اس شخص نے جیب میں ہاتھ ڈال کر اس چیز کو دیکھا تک نہیں ہے۔ وہ اطمینان سے بیٹھا رہا۔ لیکن عمران اس چیز کو دیکھنے کے لئے بے چین تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اس چیز کو ضرور دیکھے گا۔ ۔ لیٹرین کی طرف گیا اور جب واپس آیا تو اس کے چہرے پر مونچھیں تھیں ۔ اس وقت جیب میں صرف یہی پڑی ہوئی تھی۔ بہرحال اس کے بعد اس نے کچھ اور بھی تبدیلی کر لی۔

کافی دیر تک وہ بیٹھے رہے۔ اور پھر ان میں سے ایک نے گھڑی دیکھی اور وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے جانے کے چند سیکنڈ کے بعد عمران نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی۔ لیکن سفید سوٹ والا اسی جگہ بیٹھا رہا۔ اس کا چہرہ پرسکون پرسکون تھا۔ عمران نے ایک نظر اسے دیکھا اور چل پڑا۔ وہ دونوں پارکنگ لان کی طرف جا رہے تھے۔ عمران خود بھی تیزی سے اپنی ٹو سیٹر کی طرف بڑھا اور

ٹو سیٹر تک پہنچنے کے لئے ان کے قریب سے گذرا۔ ذرا سا دھکا لگا۔ اور عمران نے اپنا کام کر لیا۔ ان کو احساس بھی نہیں ہو سکا۔

یہ نصف انچ قطر کا ہلکا پھلکا ایک سیاہ ڈبہ تھا۔ جس پر باریک نگینے لگے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کی کار باہر نکل گئی۔ اور عمران نے خود بھی ٹو سیٹر اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ نہ جانے کیوں اس نے سفید لباس والے کے بجائے ان لوگوں کا تعاقب مناسب سمجھا۔ ٹو سیٹر کی روشنیاں بجھی ہوئی تھیں اور عمران نہایت احتیاط سے تعاقب کر رہا تھا۔ ان لوگوں کی کار ایک سنسان سڑک پر جا رہی تھی۔ جو کوبرالین کی طرف جاتی تھی۔ یہاں کوئلے کے بڑے بڑے گودام تھے۔

عمران نے ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ سنبھالا اور دوسرے ہاتھ سے اس چوکور بکس کو دیکھنے لگا۔ وہ عجیب و غریب تھا۔ یہ ٹرانسمیٹر بھی ہو سکتا تھا اور ڈکشافون بھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

عمران نے اسے سامنے ڈیش بورڈ کے اوپر رکھ دیا۔ اور پھر سامنے والی کار کی پچھلی سیٹ پر نگاہ جما دی دفعتاً ٹو سیٹر میں ایک دھماکہ سا ہوا۔ اور عمران چونک پڑا۔ یہ دھماکہ یقیناً اس چوکور بکس سے ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس سے ہلکا ہلکا دھواں بھی خارج ہونے لگا۔ عمران نے دیکھا ان میں سے ایک نگینہ جل رہا ہے۔ پھر دوسرا دھماکہ ہوا،

اور دوسرا گیئر جل اٹھا۔ عمران نے کسی خیال کے تحت برق رفتاری سے اس چوکور ریکس کو اٹھایا اور سڑک پر پھینک دیا، لیکن ایک تیسرے جھماکے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوا۔ البتہ عمران کا پورا ہاتھ بری طرح جلنے لگا تھا۔ اس کی دو انگلیاں بُری طرح جھلس گئی تھیں۔ ڈیش بورڈ کے اوپری حصّے میں ایک بڑا سیاہ نشان پڑ گیا تھا۔

"نہ جانے کیا چیز تھی کمبخت!" عمران نے سوچا، لیکن اس نے تعاقب ترک نہیں کیا۔ اگلی کار اب کوہ برالین سے بھی آگے نکل چلی تھی۔ اب وہ شہر سے باہر جانے والی ایک سڑک کی طرف جا رہی تھی۔ عمران کو حیرت ہو رہی تھی پھر اگلی کار کی رفتار کم ہوتے دیکھ کر اس نے بھی اپنی کار کی رفتار سست کر دی اگلی کار ایک ریلوے کراسنگ کے پاس رکی تھی، دفعتاً کسی طرف سے ایک بڑی پک اپ نکل کر اس کار کے قریب پہنچ گئی۔ عمران خاموشی سے سب کچھ دیکھ رہا تھا، اگرچہ یہ سب کچھ اتفاقیہ کے تحت ہوا تھا، لیکن ان لوگوں کی حرکتیں اتنی پُراسرار تھیں، کہ عمران ان پر توجہ دینے کے لئے مجبور تھا پک اپ میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے کار والوں سے کچھ کہا اور پھر کار آگے بڑھ گئی، پک اپ بھی اس کے پیچھے ہو لی، پک اپ کا پچھلا حصّہ کھلا ہوا تھا، اور اس میں ایک بڑی مشین رکھی نظر آ رہی تھی۔

حالانکہ اندھیرا تھا، لیکن پک اپ پر رکھی ہوئی مشین کا ڈیزائن

دیکھ کر عمران چونک پڑا۔ یہ ڈیزائن اس تصویر سے مختلف نہیں تھا، جو شہزاد نے بنائی تھی۔ عمران کے ذہن میں سینکڑوں خیالات سر ابھارنے لگے۔ "اوہ! اتنی بڑی مشین۔ وہ نامانوسی میں کام کے لوگوں سے ٹکرا گیا تھا۔ وہ سفید لباس والا کون تھا، کیا وہ ان لوگوں میں کسی خاص اہمیت کا حامل تھا۔ وہ چوکور ریکس کیا تھا۔ کیا وہ خود بخود ضائع ہو گیا یا پھر۔ !!!۔ اور اب۔ وہ لوگ کیا ارادہ رکھتے ہیں؟" عمران سوچتا رہا اور تعاقب کرتا رہا۔ کاریں اب شہر سے خاصی دور نکل آئی تھیں۔ وہ ایک خاص راستے پر دوڑ رہی تھیں۔ اور۔ دفعتاً عمران کا ذہن جاگ اٹھا، کاریں ریلوے لائن سے زیادہ دور نہیں تھیں۔ تو کیا... تو کیا... عمران نے سوچا اور اس کے ذہن میں سنسنی دوڑ گئی۔ ساڑھے دس بج رہے تھے ٹھیک گیارہ بجے ایک مسافر ٹرین اس لائن سے گذرنے والی ہے۔ اور۔ ... اور... !" اس نے سنبھل کر ٹوسیٹر کے بریک دبائے۔ کیونکہ اگلی کار اور پک اپ رُک گئی تھی، اور جس جگہ وہ رکے تھے، وہ جگہ ریلوے لائن سے زیادہ دور نہیں تھی، لوگ ایک خاص حصّے میں رک گئے اور لائن کو فوکس کرنے لگے۔ چند لوگ پک اپ پر رکھی ہوئی مشین پر مصروف ہو گئے۔ عمران ٹوسیٹر میں بیٹھا ہوا ان لوگوں کی کارروائی دیکھتا رہا، اس وقت اسے جو کچھ کرنا تھا خود ہی کرنا تھا۔ دوسرے لوگوں سے مدد لینے کا سوال

ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ اس نے ڈسیٹر بیک کر کے سڑک سے نیچے اتار دی۔ اور پھر جیپ میں پستول چیک کر کے نیچے اتر آیا۔ وہ سڑک سے نیچے ڈھلوان پر جھکا جھکا ایک طرف بڑھنے لگا۔ ریلوے لائن کے کنارے کنارے کٹے ہوئے پتھروں کے ڈھیر پڑے تھے۔ جن کی آڑ میں لیٹ کر خود کو چھپایا جا سکتا تھا۔ عمران اسی طرف بڑھ رہا تھا۔ تاکہ قریب سے ان لوگوں کی کارروائی دیکھ سکے اگرچہ یہ کام خطرناک تھا۔ لیکن بہرحال اسے کرنا تھا۔

وہ لوگ تقریباً دس منٹ تک مشین پر مصروف رہے اور پھر مشین پر ایک لائٹ روشن ہو گئی۔ جس کا رنگ سبز تھا۔ اس کا مطلب ہے لائن کلیئر ہے کام ہو گیا ہے۔ لائٹ بجھ گئی۔ اور وہ سب نیچے اتر گئے۔

عمران کا دل کنپٹیوں میں دھڑک رہا تھا۔ وہ فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔ کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔ اگر ان لوگوں سے مقابلہ کیا جائے۔ تب بھی ان پر قابو پانا مشکل تھا۔ کیونکہ ان کی تعداد زیادہ تھی۔ وہ ہر صورت میں کامیاب ہو سکتے تھے۔ اب صرف ان کے آئندہ اقدام کا انتظار کرنا تھا۔ اور پھر بروقت جو کچھ بھی سوجھ جائے۔ عمران نے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔

گیارہ بجنے میں صرف دس منٹ رہ گئے اور وہ لوگ منتشر انداز میں چاروں طرف ٹہلنے لگے۔ کئی بار عمران ان کی نظروں میں آتے آتے بچا اور پھر دس منٹ بھی گذر گئے۔ دور۔ بہت دور مشین کے انجن کی لائٹ

نظر آنے لگی۔ وہ سب سمٹ کر چیک اپ کے قریب پہنچ گئے۔ عمران کسی چھپکلی کی طرح اپنی جگہ سے سرکا اور آگے بڑھنے لگا۔ وہ ان کی پشت پر پہنچنا چاہتا تھا تاکہ کسی بھی حرکت پر ان سب کو بھون ڈالے۔ وہ اس میں کامیاب بھی ہو گیا۔ ٹرین اب تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر رہ گئی تھی۔

"یس۔ اسٹارٹ۔" ایک آواز سنائی دی۔ اور مشین سے ہلکی سی گونج سنائی دی۔ وہ مشین کا اسٹیئرنگ گھما رہے تھے۔ دفعتاً ریلوے لائن پر بجلی سی کڑکی اور دھوئیں کا ایک مرغولہ فضا میں بلند ہو گیا۔ عمران چونک پڑا۔ لیکن ساتھ ہی وہ لوگ بھی چونک پڑے۔

"یہ کک۔ کیا ہوا۔؟" کسی نے کہا۔

"جلدی کرو۔ دوبارہ ریڈ ٹوالو۔ کسی نامعلوم قوت سے شعاعیں سب جل گئی ہیں۔" کسی نے چیخ کر کہا۔ اس کے ساتھ پھر ایک گونج سنائی دی اس بار وہ پہلے سے تیز تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہی تیز آواز سنائی دی۔ دھواں پھر بلند ہو گیا۔ اس وقت ٹرین اس جگہ پہنچ گئی جہاں دھواں اٹھ رہا تھا۔ عمران کا سانس رک گیا۔ لیکن۔ ٹرین آسانی سے اس جگہ سے نکل گئی۔

اور پھر ٹرین کی گڑگڑاہٹ سے ہم آہنگ ایک قہقہہ سنائی دیا۔ اور کسی نے کہا۔ "ڈی گارڈوں کو چاہیئے کہ اب وہ خودکشی کر لے۔ اس

کا ایک خطرناک حربہ بیکار ہو گیا ہے۔ جن شعاعوں کے ذریعہ کشش ثقل ختم ہو جاتی ہے، وہ جلا کر تباہ کر دی گئی ہیں۔ میری وارننگ نہیں مل گئی ہو گی ڈی گارڈ۔ جاؤ۔ اور کوئی نئی ایجاد کرو۔" قہقہہ پھر سنائی دیا۔ اور عمران کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ یہ آواز ناصر آفریدی کے علاوہ کسی اور کی نہیں تھی، لیکن اس آواز میں کتنی درندگی اور سفاکی تھی۔ اس کا اندازہ ان لوگوں کے چہروں سے ہوتا تھا جو مبہوت کھڑے ہوئے تھے۔

لیکن اس وقت تمام گن کی ٹرٹراہٹ سے فضا گونج اٹھی۔ جواب میں دوسری طرف سے بھی تمام گن چل پڑی۔ ایک زبردست مقابلہ ہونے لگا۔ مشین پر بیٹھے ہوئے لوگ اچھل اچھل کر بھاگے۔ اور پوزیشن لینے لگے۔ عمران نے خود بھی اپنی جگہ چھوڑ دی۔ وہ لوگ چاروں طرف بھاگے بھاگے پھر رہے تھے۔ اور تمام گنیں زور و شور سے قہقہے لگا رہی تھیں۔

عمران نے ان کی سمت دیکھا اور چونک پڑا۔ یہ تمام گن والے ان لوگوں میں سے نہیں ہو سکتے تھے، جن کا تعاقب کرتا ہوا وہ یہاں تک آیا تھا۔ پھر۔ ایک نیا خیال اس کے ذہن میں آیا۔

ہو سکتا ہے ظروا اس کا تعاقب بھی کیا گیا ہو۔ اسے وہ سفید لباس والا یاد آ گیا۔ لیکن ناصر وہ کہاں فٹ ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے وہ پہلے سے یہاں موجود ہو۔ اسے ناصر کے بے انتہا خطرناک ہونے کا احساس ہو چکا تھا۔

اس نے اس مشین کو ناکارہ کر دیا تھا۔ جس کے لئے ڈاکٹر دار جیسے عظیم سائنسدان ابھی کوشش کر رہے تھے۔

دفعتاً اس کے کان میں ایک آواز آئی "لے۔ لے۔ او سد کے بچو!۔ دیکھو کہیں جھٹکا نہ آنے پائے۔" پھر خاموشی چھا گئی۔ آواز بوڑھے پروفیسر ڈارک کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن عمران کو کوئی نظر نہیں آ رہا تھا

اور پھر اسی وقت اس کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ ایک انوکھا خیال۔ جو انتہائی سنسنی خیز تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور آہستہ آہستہ پک اپ کی طرف بڑھنے لگا۔ جس پر مشین لگی ہوئی تھی۔ اس ہنگامے میں وہ کوئی خاص کردار انجام نہیں دے سکا تھا۔ ناصر خود ان لوگوں سے نپٹ رہا تھا اور درحقیقت اس کا پلہ بھاری ہی پڑ رہا تھا۔ اگر وہ خود بھی ان لوگوں کے ساتھ شامل ہو جاتے تو کوئی خاص بات نہیں ہو گی اور۔ ہونی کو کوئی خاص بات ہی چاہیئے۔ وہ پک اپ کے قریب پہنچ گیا۔ پک اپ کے دائیں سمت ایک آدمی چھپا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔

عمران دبے پاؤں اس کے سر پہ پہنچ گیا۔ اور پھر اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کا دستہ پوری قوت سے اس شخص کے سر پر پڑا۔ ساتھ ہی دوسرے ہاتھ سے عمران نے اس کا منہ دبا لیا۔ اور اس کے حلق سے چیخ

تک نہیں نکل سکی۔ عمران نے اسے ایک طرف ڈھکیل دیا اور پھر تیزی سے پک اپ کے اسٹیرنگ پر پہنچ گیا۔ دوسرے لمحے پک اپ اسٹارٹ ہو کر تیزی سے سڑک کی طرف چل پڑی۔ عمران ہر قسم کی مزاحمت کے لئے تیار تھا۔ لیکن۔ وہ لوگ غلط فہمی میں مبتلا تھے۔ ان کا خیال تھا کہ شاید ان ہی کے کسی آدمی نے یہ عقلمندی کی ہے۔ وہ پک اپ کسی دوسری جگہ لے جا کر کھڑا کرنا چاہتا ہے تاکہ مشین کو نقصان نہ پہونچنے پائے۔ عمران نے اس غلط فہمی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ اور پک اپ لے کر سڑک پر نکل آیا۔ اور پھر اس نے پوری رفتار سے اسے شہر کی طرف دوڑا دیا۔ ٹو سیٹر وہیں چھوڑ دینی پڑی تھی۔ لیکن یہ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ کسی کو بھیج کر منگوائی جا سکتی تھی فی الحال پک اپ لے جانا ضروری تھی۔ اور اس سے قبل کہ انہیں اس چوری کا احساس ہوا ہے بہت دور نکل جانا چاہیئے۔ وہ پک اپ کی رفتار بڑھاتا رہا۔ اور پھر وہ شہر میں داخل ہو گیا۔ اس وقت دانش منزل سے بہتر کوئی اور جگہ نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لئے پک اپ کا رُخ دانش منزل کی طرف ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دانش منزل میں داخل ہو گیا۔ اس مشین کو پک اپ سے کھولنا ضروری تھا۔ لیکن ابھی وہ ایکسٹر کے کسی ماتحت سے یہ کام نہیں لینا چاہتا تھا۔ اس لئے وہ فون پر بلیک زیرو کو کال کرنے لگا۔ اس نے اسے دانش منزل تک پہنچ جانے کی ہدایت کی۔

(۱۸)

دوسری صبح عمران نے ٹیلی فون ڈائریکٹری میں نمبر دیکھ کر بلڈوگ کا نمبر ڈائل کیا۔ دوسری طرف سے ریسیور ناصر ہی نے اٹھایا۔ اس کی آواز میں تازگی تھی۔

"ہیلو!"

"ہیلو ناصر صاحب۔ میں عمران بول رہا ہوں۔"

"اوہو عمران صاحب فرمائیے۔" ناصر خوش اخلاقی سے بولا۔

"اگر مصروف نہ ہوں تو ملاقات کی جائے۔"

"ضرور۔ خاص طور سے آپ کے لئے مصروف نہیں ہوں۔ زحمت نہ ہو تو تشریف لے آئیں۔"

"میں آ رہا ہوں۔" عمران نے کہا۔ اور اندر جا کر لباس تبدیل کرنے لگا۔ اس وقت وہ فلیٹ میں ہی تھا۔ دانش منزل سے رات کو تین بجے واپسی ہوئی تھی۔ انہوں نے مشین کو پک اپ سے کھول دیا تھا۔ اور اسے دانش منزل میں محفوظ کر کے پک اپ کو ایک دور اُفتادہ

علاقے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ چوہان اور صدیقی کو بھیج کر عمران نے اپنی کار بھی وہاں سے منگوا لی تھی۔ ان تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد ہی عمران وہاں سے فلیٹ پر واپس آیا تھا۔

فلیٹ سے نیچے اتر کر اس نے گیراج سے ٹو سیٹر نکالی اور تیزی سے ناصر کی کوٹھی کی طرف چل پڑا۔ اس کے ذہن میں بہت سے خیالات ناچ رہے تھے۔ وہ پوائنٹ بھیجنے کا ری وائیو کر رہا تھا۔ ویسے تعاقب کا اس نے پورا پورا خیال رکھا تھا، کیونکہ اب اس کی ٹو سیٹر بہت زیادہ مشکوک ہو گئی تھی۔ لیکن کسی نے تعاقب نہیں کیا اور وہ نارمل وے کا تھ پہنچ گیا۔

پرانا رنڈ وے کا تھ ہمیشہ کی طرح اس وقت بھی پر اسرار نظر آ رہا تھا، لیکن ناصر صدر گیٹ پر عمران کا منتظر تھا۔ اس نے عمران کو دیکھ کر استقبالیہ انداز میں ہاتھ ہلایا، اور عمران کار پورچ میں روک کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

"ہیلو عمران صاحب!" ناصر نے گرمجوشی سے اس سے ہاتھ ملایا، اور پھر دوستانہ انداز میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے اندر ڈرائنگ روم میں لے گیا۔ "تشریف رکھئے!" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ اور عمران بیٹھ گیا۔ "فرمائیے۔ اس دن کے بعد سے آج ملاقات ہوئی ہے۔

"ظاہر ہے ہم دونوں ہی مصروف تھے۔" عمران معنی خیز انداز میں بولا۔

"اوہ۔ ہاں۔ بالکل!" ناصر ایک گہری مسکراہٹ سے بولا۔

"آپ کو مبارکباد دینا ضروری ہے ناصر صاحب۔ آپ ان لوگوں کے شعاعی حربے کو بیکار کرنے میں کامیاب ہوئے۔" عمران نے بغیر کسی تمہید کے کہا۔

"میں سمجھا نہیں عمران صاحب!" ناصر کی آنکھیں عمران پر جم گئیں۔

"میں آپ کے سلسلے میں پُر خلوص ہوں مسٹر ناصر۔ بہرحال مجھے یہ بتانے میں عار نہیں ہے کہ جس وقت آپ نے اس مشین سے خارج ہونے والی شعاعوں کو جلا کر ٹرین کو بچایا تھا، میں بھی وہاں موجود تھا۔" عمران سنجیدگی سے بولا۔

"موجود تھے۔" ناصر کے چہرے پر حیرت کے آثار ابھر آئے۔

"ہاں! میں نے آپ کو ان سے مقابلہ کرتے بھی دیکھا تھا، لیکن میرا خیال ہے، شاخی گن کی فائرنگ اس مخالف سمت سے آپ کے لئے بھی غیر متوقع ہوگی۔"

"ہوں۔" ناصر نے ایک طویل سانس لی۔ "مگر آپ وہاں کیسے پہنچے تھے۔ عمران صاحب۔"

"میں نے ان لوگوں کو آزاد نہیں چھوڑ دیا ہے، میں آپ سے پہلے ان لوگوں کا قلع قمع کرنا چاہتا ہوں۔"

"عمران صاحب۔ اگر برا نہ محسوس کریں، تو ایک سوال پوچھوں۔" ناصر سنجیدگی سے بولا۔

ناصر سنجیدگی سے بولا۔

"کیا آپ یہ سب کچھ صرف ایک محب وطن شہری ہونے کی حیثیت سے کر رہے ہیں، یا گورنمنٹ میں آپ کو کوئی خاص پوزیشن حاصل ہے۔"

"میرے ذہنی حیثیت نہیں تبدیل کرتے ناصر صاحب، ایک فرض شناس آدمی ہر صورت میں اپنا فرض انجام دیتا ہے، ایک اچھے شہری اور محب وطن کے لئے کسی عہدے کی ضرورت نہیں ہے۔" عمران نے گول مول جواب دیا۔

"ہوں" ناصر کچھ سوچنے لگا، پھر بولا، "آپ سے ہر ملاقات پہلے سے زیادہ متاثر کن ہوتی ہے، بہرحال میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں بھی آپ سے پورا پورا تعاون کروں گا، اور کوئی بات نہیں چھپاؤں گا، میں آپ کو تھوڑی سی تفصیل تو پہلے ہی بتا چکا ہوں، اس کے بعد کے حالات بھی پراسرار ہیں، ان لوگوں نے مجھ پر کئی بار حملے کئے ہیں، لیکن قسمت ساتھ دیتی رہی ہے لہٰذا میں بچتا رہا ہوں۔ ... ان لوگوں کی پہلی حرکت کے بعد میں نے کوشش شروع کر دی تھی کہ کسی طرح ان کے اس حربے کو ناکام بناؤں، اس سلسلے میں ان کا فارمولا تو میرے ذہن میں آگیا، لیکن میں ان کی کوئی مشین نہیں دیکھ سکا، بہرحال میں نے غائبانہ طور پر کام جاری رکھا، اور پھر میں اپنے مشن میں کامیاب ہو گیا

یہاں میں نے انتہائی تیزی سے اور ہنگامی حالت میں اپنا کام کیا، مثلاً ایک لیبارٹری تیار کی ہے، اور جلدی کے باوجود اس کا نتیجہ تسلی بخش ثابت ہوا ہے، جسے آپ بھی دیکھ چکے ہیں، مجھے یقین ہے وہ لوگ بوکھلا گئے ہوں گے، اور آئندہ اور پھر اقدام نہ اٹھا سکیں گے۔" ناصر نے کہا

"میں آپ کو ان کی مشین دکھانے کی پیش کش کرتا ہوں۔" عمران بولا۔

"کیا مطلب؟" ناصر حیرت سے بولا۔

"جی ہاں وہی مشین جس سے وہ رات کو ٹرین تباہ کرنا چاہتے تھے۔"

"کہاں ہے وہ؟"

"آپ کو یہ علم تو ہوگا کہ جب آپ ان لوگوں سے بھڑے ہوئے تھے، وہ پک اپ آپ وہاں سے چل پڑی تھی۔"

"ہاں، وہ لوگ مشین لے کر فرار ہو گئے تھے۔" ناصر نے کہا۔

یہ ان کی بدقسمتی تھی، کہ ان کے مشین لے کر فرار ہونے کے بجائے وہ پک اپ میں اڑا لایا تھا۔

"آپ؟" ناصر اچھل پڑا۔

"ہاں؟"

"ونڈر فل، اور وہ ابھی تک آپ کے پاس ہے؟"

"ہاں۔"

"تب تو عمران صاحب ۔ مگر ۔ کیوں نہ ہم اپنی معلومات کا تبادلہ کر لیں۔ ظاہر ہے ہم دونوں کا مقصد ایک ہی ہے۔ میں کسی حیثیت پر بھی اس گروہ کو یہاں کامیاب نہیں ہونے دینا چاہتا۔ اور آپ بھی ان لوگوں کو گرفتار کرانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ہم ایک دوسرے سے تعاون کیوں نہ کریں۔

"ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔"

"تب ہم ایمانداری سے اپنی اپنی اس معلومات کو ایک دوسرے پر ظاہر کر دیں۔" ناصر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" عمران کچھ سوچ کر بولا۔ اسے ناصر کی ذہانت کا اندازہ تھا۔ وہ اس کی خطرناک صلاحیتوں کے بارے میں جان چکا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے اپنے ایجنسی کے تجربات کی بنا پر یہ اندازہ قائم کیا تھا کہ ناصر اپنے وطن سے محبت کرتا ہے۔ اور اس کی بہبودی کا خواہاں ہے۔ لہٰذا اسے بھی ناصر کے ساتھ اپنا رویہ دوستانہ کرنا ضروری تھا۔

"آپ مجھے وہ مشین دکھا دیں گے۔"

"ہاں۔ میں تیار ہوں۔"

"تب میں آپ کو ایسی جگہوں کے بارے میں بتاؤں گا۔ جو آپ کے لئے بیحد کارآمد ہوں گی۔ یہاں میرے وسائل زیادہ نہیں ہیں۔

اسی لئے وہ لوگ ایجنسی آئے تھے ورنہ نہیں۔ خیر۔ ہاں ۔ تو ان میں سے پہلی جگہ ایک عمارت ٹوبی ہاؤس ہے۔ یہاں ان لوگوں کا بڑا اہم آفس ہے۔ اور یہاں سے ڈی گارو کے احکامات جاری ہوتے ہیں۔ البتہ مجھے یہ نہیں معلوم کہ یہ عمارت کہاں ہے۔" ناصر نے کہا۔

"میرا خیال ہے میں ٹوبی ہاؤس کے بارے میں جانتا ہوں۔" عمران بولا۔

"بہت عمدہ۔ دوسری چیز ان کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ جس کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات حاصل کر چکا ہوں۔ یہ علاقہ پہاڑی ہے۔ دارالحکومت سے ساٹھ میل دور جھری پہاڑیوں کے نام سے مشہور ہے۔ یہ میں اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر کہہ رہا ہوں۔ ہاں تو جھری پہاڑیوں کا درمیان علاقہ میرے خیال میں ان لوگوں کا ہو سکتا ہے۔ ان شعاعی مشینوں کو تیار کرنے کے لئے ایک زبردست لیبارٹری کی ضرورت ہے عمران صاحب۔ اور اس لیبارٹری کے لئے ایسی ہی جگہ موزوں ترین ہے۔ بہرحال ابھی تک وہاں کے بارے میں تحقیقات نہیں ہو سکی ہے۔ لیکن ایک ٹریسر کے حصول کی کوشش کر رہا ہوں۔ اگر طیارہ مجھے مل جائے تو میں اس پہاڑی کا بہ آسانی پتہ چلا سکتا ہوں۔

"یہ انتظام میں کرلوں گا۔" عمران نے یقین دلایا۔

"ویری گڈ۔ تب ہم بہت جلد ان لوگوں کو تباہ کر دیں گے۔" ناصر نے کہا۔ پھر عمران نے مختصراً اپنی معلومات ناصر پر ظاہر کر دیں۔ اس مشیرہ کا بھی تذکرہ کیا۔ جو شہزاد سے چھین لی گئی عمران نے اس کہانی میں تھوڑی بہت ردّ بدل کر دی تھی۔ ڈاکٹر داور کا بھی تذکرہ آیا۔ دفعتاً عمران کسی خیال کے تحت ناصر سے پوچھنے لگا۔

"پروفیسر نہیں نظر آئے؟"

"پچھلی رات کا یہی المیہ ہے عمران صاحب۔"

"کیا مطلب؟" عمران چونک پڑا۔

"پروفیسر ان لوگوں کے ہاتھوں میں پڑ گئے ہیں۔ انہوں نے رات میں کسی طرح ان پر قابو پا لیا۔" ناصر نے بتایا۔

"اوہ۔ رات کو میں نے ان کی آواز سنی تھی۔ عمران بڑبڑایا۔ "مگر کیا ان کی زندگی خطرہ میں ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔ بہرحال۔ وہ غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ اس لئے آسانی سے قابو میں آنے کا نہیں۔ البتہ اس کو کسی کا راز کھل جانے کا اندیشہ ہے۔ اور وہ بھی اس شکل میں جب وہ پیشہ ور قاتل کی نشاندہی کر دیں۔" ناصر نے کہا۔ اور کسی خیال میں ڈوب گیا۔

پھر تھوڑی دیر کے بعد عمران ناصر کو ساتھ لے کر داؤد منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔

(۱۹)

ہال میں تقریباً بیس آدمی موجود تھے۔ لیکن کسی کے زور سے سانس لینے کی آواز تک سنائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ سب خاموش اور مودب کھڑے اسی سفید نقطے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جو بڑھتا جا رہا تھا۔ پھر وہ کافی حجم اختیار کر گیا۔ اور ساکت ہو گیا۔ اس کے بعد اس کی ٹھنڈی اور پرسکون آواز سنائی دی۔

"میں نے آپ لوگوں کو خاص ہدایات دینے کے لئے جمع کیا ہے میری اس گفتگو کا ریکارڈ ہیڈ کوارٹر میں بھی سنا جا رہا ہوگا۔ بہرحال۔ کہنا یہ ہے۔ کہ آپ لوگوں کو معلوم ہے۔ کہ یہ ملک سپاری لسٹ پر بہت پہلے سے تھا۔ میں نے اس کے لئے باقاعدہ پروگرام بنایا تھا۔ اور وقت پر کام شروع کر دیا تھا لیکن غیر متوقع طور پر دوسری جگہوں کے مقابلے میں ہمیں یہاں خطرات سے زیادہ دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ ایک خطرہ تو ناصر آفریدی ہے۔ خطرناک

شخص غیر معمولی طور پر ذہین ہے۔ اس نے ان شعاعوں کا توڑ دریافت کر لیا ہے، جو کشش ثقل ختم کرتی ہیں، جس کا مظاہرہ آپ نے رات کو بھی دیکھ لیا۔ یہ بات ہمارے لئے بے حد تشویشناک ہے۔ اس سلسلے میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ فوری طور پر تمام اقدامات بند کر کے صرف چند کام کئے جائیں۔ ان کی تفصیل میں بعد میں بتاؤں گا۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ اس ملک میں ناصر کے علاوہ بھی کچھ خطرناک لوگ ایسے ہیں جو ناصر سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ ان میں ایک نام سرفہرست ہے "علی عمران" اس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرنے سے پتہ چلا ہے کہ یہ خطرناک ترین شخصیت ہے۔ اور کئی ذہین ترین مجرموں کو شکست دے چکا ہے۔ ان میں دوسرے مجرموں کے علاوہ "لی پرکا" بھی شامل ہے۔ لی پرکا کے میں بات خود جانتا ہوں۔ اب علی عمران ہمارے پیچھے لگ گیا ہے۔ اور رات کو مشین اغوا کرنے والا ناصر یا اس کا کوئی آدمی نہیں۔ بلکہ خود عمران تھا وہ ایک خلائی ہوٹل سے الفریڈ وغیرہ کے پیچھے لگا تھا۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔ اس نے سب سے پہلے الفریڈ کی جیب سے انٹریکٹر نکالا۔ جسے میں نے خود اس کی جیب میں ڈالا تھا۔

تاکہ میں حالات سے باخبر رہوں۔ بہرحال انٹریکٹر میں نے تباہ کر دیا۔ کیونکہ میں اس کے پیچھے تھا۔

اور۔ پھر اس نے پک اپ اغوا کر لی۔ اور ہم اس عظیم نقصان پر کف افسوس ملتے رہ گئے۔ جس کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ناصر اور عمران کا گٹھ جوڑ بے حد خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ خاص طور سے ایسی شکل میں جبکہ پینڈو بھی ان کا ساتھ دے رہا ہے۔ مجھے پینڈو پر بھروسہ ہے کہ وہ آخری سانس تک ہم لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں بتائے گا۔ لیکن احتیاط ضروری ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ سب سے پہلے ٹوپی ہاؤس کو تبدیل کر دیا جائے۔ تاکہ اگر کسی طرح ان لوگوں کو اس کے بارے میں پتہ چل جائے تو انہیں یہ ایک رہائشی عمارت کے علاوہ اور کچھ نظر نہ آئے۔ یہاں کچھ عورتیں اور کچھ مرد ہوں جو صرف سیاح کی حیثیت رکھتے ہوں۔ آئندہ اجلاس بھی اسی شکل میں نہیں ملیں گے بلکہ کسی دوسری جگہ کا انتظام کر لیا جائے۔ اب میں ان اقدامات کا ذکر کروں گا جو فوری طور پر کرنے ہیں۔ ٹوپی ہاؤس کو تبدیل کرنے کے علاوہ اب ہمارا پہلا ٹیم کو ان دونوں آدمیوں سے نبٹنا ہے۔ یعنی ناصر اور عمران۔ ان دونوں کو کسی بھی قیمت پر قتل کر دینا ہے۔ یہاں کی حکومت پر اپنے مطالبہ کا اظہار کر دیا گیا ہے۔ لیکن، میں اس وقت تک کوئی کارروائی نہیں کروں گا

جبتک ناصر کے حق میں کوئی فیصلہ نہ ہو جائے، میں اپنی مشین میں کچھ تبدیلیاں کرنا چاہتا ہوں، اس لئے میں ہیڈ کوارٹر ہی میں مصروف رہوں گا۔ اب کچھ ضروری انتظامات کرنے کے بعد میں ہیڈ کوارٹر چلا جاؤں گا۔"

باس خاموش ہو گیا۔

"پروفیسر ڈارک کا کیا کرنا ہے جناب؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔

"اسے ابھی یہیں رکھنا ہے۔ وہ ناصر کے لئے چارے کا کام دے گا۔" باس نے جواب دیا۔ اور ان لوگوں نے گردن ہلا دی۔ باس ان سب کو مزید ہدایات دینے لگا۔ اور پھر روشنی کا نقطہ آہستہ آہستہ سمٹنے لگا۔ چند منٹ کے بعد وہ سب باہر نکل آئے۔

*

"میں خود بھی بے چینی سے تمہارا منتظر تھا۔ خود وزیر داخلہ کی نظریں تمہارے اوپر لگی ہوئی ہیں۔ ایکس ٹو کے سابقہ کارناموں نے انہیں یقین دلا دیا ہے کہ اسبار بھی مجرم تخریب میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ ویسے سرکاری طور پر ایک باقاعدہ کمیشن بنایا گیا ہے۔ جس میں ملک کے گئے چنے سائنسدان اور جاسوس شامل ہیں، اور یہ کمیشن مجرموں سے نپٹنے کے لئے کام شروع کر چکا ہے۔" سوسلطان نے بتایا۔

"اوہ۔ مجھے اس کمیشن کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔" عمران بولا۔

"نہیں ڈیپارٹمنٹل طور پر اس کی اطلاع دی گئی ہے۔ بہرحال ان باتوں کو چھوڑو۔ یہ بتاؤ اس سلسلے میں تم نے اب تک کیا کیا ہے۔"

"کام تسلی بخش طور پر ہو رہا ہے۔ اور اس سلسلے میں ملک کو ایک سایۂ ناز دماغ بھی ملا ہے جس سے مستقبل کی بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔" عمران بولا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"محمود ناصر آفریدی۔ سر محمود آفریدی کا اکلوتا لڑکا۔ آپ نے نیڈونگ کالج کا نام ضرور سنا ہوگا۔ محمد ناصر آفریدی بیس سال کے بعد اپنے وطن واپس آیا ہے۔ پھر عمران تفصیل سے ناصر کے بارے میں بتانے لگا۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ کس طرح ناصر نے ان لوگوں کی ایک خطرناک کوشش ناکام بنا دی ہے۔ ورنہ ایک خوفناک حادثہ مسافر ٹرین کے ساتھ پیش آ جاتا۔

"محمود آفریدی خود بھی معمولی شخصیت نہیں تھا میں بذات خود ان سے مل چکا ہوں۔ ان کے کس لڑکے کے بارے میں مجھے نہیں معلوم تھا۔ بہرحال یہ سن کر حقیقی معنوں میں خوشی ہوئی ہے۔ اگر مناسب سمجھو تو مجھے ان سے ملا دو۔"

" اس کیس کے خاتمے کے بعد ملاقات کراؤں گا۔ فی الحال مجھے فوج سے ایک ڈوگے کی ضرورت ہے۔ دیکھ بھال کرنے والا طیارہ جسے ایک خاص علاقے کا معائنہ کرنا ہے"۔ عمران نے کہا۔

" اوہ۔ ٹھیک ہے۔ میں انتظام کر دیتا ہوں۔ ویسے میرا خیال ہے تم خود بھی یہ کام کر سکتے تھے۔ خصوصی اجازت نامے کے تحت فوج تم سے مکمل تعاون کرے گی۔

لیکن یہ کام ایکس ٹو کی حیثیت سے نہیں کرنا ہے کیونکہ طیارے میں ناصر بھی میرے ساتھ ہوگا"۔ عمران نے جواب دیا۔

" اوہ! سمجھ گیا۔ بہرحال۔ یہی کافی ہے کہ تم۔ شدت سے اس سلسلے میں مصروف ہو۔ اوپری حلقوں میں کافی تشویش پائی جاتی ہے۔ میں ابھی فون کرتا ہوں تاکہ ڈوگے کا بندوبست ہو سکے" سر سلطان نے کہا اور پھر وہ آفس کے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے کوئی نمبر ڈائل کیا، اور کسی سے گفتگو کرنے لگے۔ اس کے بعد وہاں سے ڈسکنکٹ کر کے دوسرا نمبر ڈائل کیا۔ اور تقریباً دس منٹ تک کسی سے گفتگو کرتے رہے۔ پھر ریسیور رکھ کر عمران کے پاس پہنچ گئے۔

" ٹھیک ایک بجے تمہیں ڈوگوتا ایئر پورٹ نمبر تین پر مل جائے گا تم خود وہاں جا سکتے ہو۔ میں ایک کارڈ دیدیتا ہوں"۔

" شکریہ! عمران نے کہا۔ اور سر سلطان نے اپنے وزیٹنگ کارڈ کی پشت پر عمران کا تعارف لکھ کر کارڈ اس کے حوالے کر دیا۔ عمران چند منٹ ان سے گفتگو کر کے اور مجرموں کے خاتمے کے بارے میں تسلی دے کر وہاں سے چل گیا۔ باہر آ کر اس نے ایک ٹیکسی پکڑی اور ناصر کی کوٹھی کی طرف چل دیا۔ وہ ٹیکسی استعمال کر رہا تھا کیونکہ وہ مجرموں کی نظروں میں آ چکی تھی۔ اور فی الحال وہ کسی قسم کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہیں تھا۔

ناصر کا تعاون بہتر ثابت ہو رہا تھا۔ حالانکہ اپنے کام میں کسی کو برابر کا شریک کرنا عمران کی فطرت کے خلاف تھا۔ لیکن یہاں مسئلہ معصوم عوام کی زندگیوں کا تھا۔ اٹھ دس بیگناہ مارے جا چکے تھے۔ اور گروہ کے لوگ ٹرین فضا میں معلق کرنے میں کامیاب ہو گئے ہوتے تو سینکڑوں لوگ مارے جا چکے ہوتے۔ اس کے علاوہ ابھی ان لوگوں کا خطرہ بہرحال موجود تھا۔ چند سر پھرے بے گناہ زندگیوں سے کھیل رہے تھے۔ ایسی صورت میں بہرحال عوام کی زندگیوں کو محفوظ رکھنا تھا۔ خواہ اسے اپنے کسی اصول کو توڑنا پڑتا۔ اور پھر ناصر بھی تو اسی کا ہم وطن تھا۔ ایک بہترین تربیت یافتہ جس کی غیر معمولی صلاحیتوں کا عمران لوہا مان چکا تھا۔ وہ ناصر ایک محب وطن اور قریب شکن کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ لہٰذا اس سے تعاون نہ کرنا غلط ہوتا۔ اس صورت میں جبکہ اس سے عمران کے خلاف

سوجھتیں بھی نہ پہنچتی تھی۔

ان ہی خیالات میں غرق وہ بنڈونگ کاٹیج کے قریب پہنچ گیا۔ اب اسے یہاں آنے میں کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ ناصر کو اس نے ملنے کا وقت دیا تھا۔ اس لئے ناصر اس کا منتظر تھا۔ وہ دونوں پھر ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے۔

"کام ہوگیا ہے مسٹر ناصر!" عمران بولا۔

"ویری گڈ! مجھے آپ کی صلاحیتوں پر بھروسہ تھا!" ناصر کے چہرے پر دلاویز مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کا پروقار چہرہ جگمگانے لگا۔

"ٹھیک ایک بجے ملیار ہمیں مل جائے گا۔"

"اوکے۔ تب پھر ہمیں اپنا کام مکمل کر لینا چاہئے۔ کیونکہ اس وقت پونے بارہ بجے ہیں۔" ناصر اٹھ گیا۔ "آیئے عمران صاحب!" اس نے عمران کو بیٹھے دیکھ کر کہا۔ اور پھر وہ دونوں اسی منبار کی طرف بڑھ گئے۔ جسے عمران پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔

ناصر ایک چوکور میز اٹھا لایا اور اسے میز پر رکھ کر اس میں کچھ تار وغیرہ ٹھیک کرنے لگا۔ اس عرصے میں عمران اس لیبارٹری کا معائنہ کرنے لگا۔

"اس منبار کی چار منزلیں ہیں عمران صاحب۔ ہر منزل میں تحقیقی کام سرانجام دینے کے کمرے بنے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ اس منبار کے نیچے ایک لیبارٹری

تعمیر ہو رہی ہے۔ مکمل ہی ہے، یہ آپ کو دکھاؤں گا۔" ناصر بولا۔

"اوپر تو کیا نیچے بھی کام ہو رہا ہے۔"

"نہیں آبجیکٹ تو نہیں ویسے تھوڑا سا کام ہو چکا ہے۔ میں نے عرض کیا نا کہ مجھے یہاں آئے دو ماہ ہو چکے ہیں۔" ناصر نے کہا۔ عمران خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔ پیشانی انتہائی پراسرار ثابت ہو رہا تھا۔ نہ جانے کن ذرائع سے وہ یہ کام انجام دے رہا تھا۔ یہ بات ابھی صیغہ راز میں تھی۔

تقریباً نصف گھنٹے میں ناصر نے اپنا کام مکمل کر لیا۔ وہ مشین تیار ہو گئی تھی۔ ناصر عمران کو اس کی تکنیک سمجھانے لگا۔ یہ عجیب مشین تھی۔ اس میں سینکڑوں باریک تار لگے ہوئے تھے۔ اوپری حصے پر ایک ریکٹن اسکرین تھا۔ اس کے بارے میں ناصر نے بتایا کہ اس اسکرین پر زمین کے نیچے موجود تمام چیزیں نظر آسکتی ہیں۔ دراصل یہ کانوں کی اور تیل کی تلاشی کے سلسلے میں ایجاد کی گئی ہے۔ یہ خاص ناصر کی ایجاد ہے۔ ایسی مشین کسی دوسرے ملک کے پاس نہیں ہے۔ ویسے فی الحال وہ اس اسکرین سے ڈی گارڈ کی تلاشی کا کام لے گا۔ اسکرین کے اوپری حصے پر ایک ننھا سا کیمرہ بھی موجود تھا۔ جو اس اسکرین کی فلم تیار کرے گا۔ غرض یہ مشین انتہائی کارآمد تھی۔ اور اس سے ناصر کی غیر معمولی صلاحیتوں کا اظہار ہوتا تھا۔

ٹھیک ساڑھے بارہ بجے وہ لیبارٹری سے نکل آئے۔ ناصر

نے مشین اسپالا میں رکھی اور پھر وہ چل پڑے۔ ان کا رُخ ملٹری ایئر پورٹ نمبر ۳ کی طرف تھا جس کے بارے میں خاص خاص لوگوں کو ہی معلوم تھا۔

راستے میں وہ خاموشی سے اپنے اپنے طور پر سوچتے رہے۔ ناصر ایئر پورٹ کے راستے کو دیکھ رہا تھا۔ جو سڑک سے ہٹ کر تھا۔ لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔ ڈرائیونگ عمران کے ہاتھ میں تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک چیک پوسٹ پر پہنچ گئے۔ جہاں انہیں اسپالا روک کر کارڈ دکھانا پڑا۔ فوجیوں نے سلوٹ کر کے انہیں آگے جانے کی اجازت دیدی۔ کیونکہ اس کارڈ کے بارے میں اطلاع مل چکی تھی۔ پھر وہ ایئر پورٹ پر پہنچ گئے۔ یہاں بہت سے بمبار لڑاکا طیارے کھڑے تھے۔ ان ہی میں ایک سیاہ ٹو کوٹ نظر آ رہا تھا۔ جس کے قریب چند مکینک مصروف تھے۔

چند ملٹری آفیسرز نے ان لوگوں کا استقبال کیا۔ اور انہیں لے کر اس ٹو کوٹ کے پاس پہنچ گئے۔ "اسے پوری طرح چیک کر لیا گیا ہے جناب۔ اور اب یہ پرواز کے لئے تیار ہے" مکینکس نے بتایا اور آفیسرز عمران کو اس ٹو کوٹ کے بارے میں بتانے لگے۔

عمران نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور پھر انہوں نے اسپالا سے سٹین نکالی۔ اور ٹو کوٹ میں رکھ لی۔ ان کی مصروفیات پر کسی نے

اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ فوجی انہیں ہر طرح کی مدد پہنچا رہے تھے۔ مشین وغیرہ ٹھیک کرنے کے بعد انہوں نے آفیسرز سے اجازت لی اور پھر عمران پائلٹ کی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ناصر نے مشین سنبھال لی۔ اور پوری طرح تیار ہو گیا۔

چند منٹ کے بعد طیارہ اسٹارٹ ہوا۔ اور پھر وہ طیارہ پرانا ٹو ہوا فضا میں پرواز کرنے لگا۔ ایک مخصوص بلندی پر پہنچ کر عمران نے اس کا رخ سیدھا کیا۔ اور پھر اپنے مطلوبہ راستے پر چل پڑے۔ چند منٹ کے بعد وہ پہاڑیوں پر پرواز کر رہے تھے۔

"تھوڑا سا نیچا کریں عمران صاحب؟" ناصر نے کہا اور عمران نے ایک چکر کاٹ کر طیارہ نیچے کر دیا۔ وہ آہستہ روی سے پرواز کر رہے تھے۔ دفعتاً ناصر کے حلق سے ہلکی سی خوشی کی آواز نکل گئی۔ عمران چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"ہمارا خیال ٹھیک ہے عمران صاحب۔ مشین نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ آپ ایک چکر لے کر طیارے کو کچھ اور نیچے لے آیئے"

"اوکے!" عمران نے کہا اور ٹو کوٹ کچھ اور نیچے اتار دیا دور دور تک سپاٹ اور ویران پہاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ ویران اور بنجر میدان جس میں پہاڑیاں بھیڑوں کی طرح نظر آ رہی تھیں۔

ناصر نے کیمرے کا بٹن آن کر دیا۔ ایک زمین دوز لیبارٹری کا منظر سامنے تھا۔ اور کیمرہ اس کی فلم تیار کر رہا تھا۔ ان کی کوشش سو فیصدی کامیاب تھی۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ وہاں چکراتے رہے اور پھر ناصر نے کام مکمل ہو جانے کا اعلان کیا۔

عمران نے طیارہ اوپر اٹھایا۔ اور واپس ایئر پورٹ کی طرف چل پڑا۔

"عظیم الشان لیبارٹری ہے عمران صاحب۔ کروڑوں روپیہ صرف کر کے تیار کی گئی ہے۔ میرا اندازہ ٹھیک نکلا۔ پورا پلانٹ لگائے بغیر کام ہونا مشکل ہے۔ ان لوگوں نے "پرسا" کی مشین بنا لی ہیں۔

"کیا اس کیمرے کے ذریعہ ہم اس جگہ کا صحیح تعین نہیں کر سکتے ہیں۔ جہاں لیبارٹری پھیلی ہوئی ہے؟"

"سو فیصدی۔ ایک ایک انچ کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس کا پورا پلانٹ کیمرے میں محفوظ ہو گیا ہے۔ کہ کونسی چیز کہاں کہاں ہے؟" ناصر نے بتایا۔ اس کا پروقار چہرہ دمک رہا تھا۔ اس نے دشمن پر ایک اور فتح پائی تھی۔ جس میں عمران کی مدد خاص حیثیت رکھتی تھی۔

طیارہ رن وے پر اتر گیا۔ اور فوجی آفیسرز ان سے ملنے کو آگے

ہوا ئے بارے میں دریافت کرنے لگے۔ ان دونوں نے ان کو سلیوٹ کیا۔ اور پھر وہ مشین اپنا اپنا لے آئے۔ ایک بار پھر امیاہ ناصر کے بنڈونگ کانچ کی طرف دوڑنے لگی۔

(۴۰)

ٹیکسی رانا پیلس سے کچھ فاصلے پر رکوا کر وہ اتر پڑا۔ اس نے کرایہ ادا کیا، اور آہستہ آہستہ آگے بڑھ گیا۔ وہ ٹیکسی کے واپس جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ اور پھر ٹیکسی نظروں سے اوجھل ہو جانے کے بعد وہ رانا پیلس میں داخل ہو گیا۔

وہ ابھی تک ناصر کے ساتھ مصروف رہا تھا۔ ناصر نے جدید ترین آلات اور مشینوں کی مدد سے اس فلم کے ذریعہ ایک نقشہ تیار کیا۔ پھر اس کے کئی پرنٹ بنائے اور پھر اس میں سے ایک پرنٹ اس نے عمران کے حوالے کر دیا۔ اس کے ذریعہ ان کی لیبارٹری کا پورا نقشہ دکھائی پڑ رہا تھا۔

اب صرف ڈی گارو کو تلاش کرنا تھا۔ اس سلسلے میں عمران ٹوبی ہاؤس کی تلاشی لینا چاہتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ممکن ہے ڈی گارو وہیں مقیم ہو۔ حالانکہ وہ ابھی تک وہاں پراسرار آدمی کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کر سکا تھا۔

اندر بلیک زیرو موجود تھا۔ عمران اس سلسلے میں اس سے گفتگو کرتا رہا۔ اور اس نے ایک لائحہ عمل تیار کیا۔ پھر ایک کمرے میں داخل ہو کر اپنے چہرے پر میک اپ کرنے لگا۔ وہ اکیلا ہی اس کام کو سرانجام دینا چاہتا تھا۔ اس نے بہترین میک اپ کیا اور لباس تبدیل کرنے کے بعد باہر آ گیا۔ رانا پیلس کے گیراج سے اس نے وہ کار نکالی۔ جو عام استعمال میں نہیں رہتی تھی۔ اور وہاں سے چل پڑا۔ تھوڑا سا وقت کسی ہوٹل میں گذارنے کے بعد وہ ٹوبی ہاؤس پہنچنا چاہتا تھا۔

اس کام کے لئے اس نے کیفے نبراسکا کا انتخاب کیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد عمران کی کار نبراسکا میں داخل ہوئی۔ نبراسکا کے پرسکون ڈائننگ ہال میں اس نے ایک میز سنبھال لی۔ اور ویٹر کو کوکا کولا کا آرڈر دے کر کرسی سے کی پشت سے ٹک گیا۔ اس کے ذہن میں بہت سے خیالات چکرا رہے تھے۔ یہ کیس عجیب و غریب تھا۔ کئی قتل ہو چکے تھے۔ اور مجرموں سے بھی خاصی شناسائی ہو گئی تھی۔ لیکن حالات ابھی تک تاریک ہی تھے۔ مجرموں کے خطرناک ارادے سامنے آ گئے تھے۔ انہوں نے حکومت کو چیلنج کیا تھا اور حکومت نے اس سلسلے میں مناسب کارروائی کی تھی۔ لیکن ابھی تک کام کی ایک بات بھی نہیں ہوئی تھی۔

صحیح معنوں میں ان لوگوں کے خطرناک اقدامات کو فوری طور پر روک دینے کا سہرا ناصر کے سر تھا۔ عمران دل سے اس شخص کی ذہانت کا قائل تھا۔ اس نے یہ بھی خیال نہیں کیا کہ ناصر اگر اس کی طرف متوجہ ہو گیا، تو اس کی اصل پوزیشن معلوم کر لے گا۔ بہرحال اس سلسلے میں بعد میں سوچا جا سکتا تھا۔ فی الحال اسی کے ذریعہ یہ کیس ختم کرنا تھا۔

وہ سوچتا رہا۔ اور پھر اسے ایک ایسی شکل نظر آئی، جس نے اسے چونکا دیا۔ کیپٹن فیاض تھا جس کے ساتھ اس کی لیڈی سیکریٹری بھی تھی۔ وہ سادہ لباس میں تھا اور سیکریٹری پر رعب ڈالنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا عمران نیک اپج میں تھا۔ اس لئے اس وقت فیاض سے مل بھی نہیں سکتا تھا۔ لیکن اسے حیرت یہ تھی کہ فیاض نے ابتک اس سلسلے میں کوئی رابطہ قائم نہیں کیا حالانکہ پہلے حادثے کے بعد وہ اس کے پاس آیا تھا۔ اور کافی مغز چاٹ کر گیا تھا۔ لیکن اس کے بعد سے وہ بالکل غائب تھا۔ نہ ہی عمران کو اس کا خیال آیا تھا۔ یقیناً کوئی خاص بات تھی۔

لیکن اس وقت بھی وہ براہ راست فیاض کو اپنی طرف متوجہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ یہ شکل خفقان ہو سکتی تھی۔

اسلئے وہ صرف اس کی حرکات کا مطالعہ کرتا رہا۔ فیاض کے ہر انداز سے آفیسرانہ شان ٹپک رہی تھی۔ اس کی گردن اکڑی ہوئی تھی اور وہ اس انداز میں ہر شخص کو دیکھ رہا تھا۔ جیسے وہ سب اس کے سامنے حقیر ہوں۔

عمران سے برداشت نہیں ہوا۔ اور وہ فیاض کو بور کرنے کی کوئی ترکیب سوچنے لگا۔ اس وقت ڈانس کے لئے موسیقی شروع ہو گئی۔ اور عمران کے ذہن میں فوراً ہی ایک ترکیب آ گئی۔ اس سے قبل کے فیاض اپنی سکریٹری کے ساتھ رقص کرنے کے لئے اٹھے وہ لپک کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ پھر اس نے نہایت ادب سے لڑکی سے رقص کی درخواست کی۔

فیاض نے شاید ابھی تک لڑکی سے رقص کے لئے نہیں کہا تھا۔ اور پھر چونکہ وہ لڑکی کا باس تھا۔ اس لئے لڑکی کو توقع بھی نہیں تھی کہ وہ اس کے ساتھ رقص کرے گا۔ اس لئے وہ کچھ ہچکچاتی ہوئی اٹھ گئی۔ فیاض کا منہ کھلا اور پھر بند ہو گیا۔ اس کے چہرے پہ ہوائیاں اڑنے لگیں۔ ان کی جگہ غصہ کی جھلک نظر آنے لگی۔ وہ خونخوار انداز میں عمران کو گھورنے لگا۔ لیکن عمران ان نگاہوں سے بے پرواہ لڑکی کی کمر میں ہاتھ ڈال کر ڈانس فلور کی طرف بڑھ گیا۔ اور رقص

سحر لے لگا۔ لڑکی کی نظروں میں تحسین کے جذبات ابھر آئے تھے کیونکہ عمران بہترین رقص کر رہا تھا۔

"آپ کا کیا نام ہے؟" لڑکی نے رقص کے دوران پوچھا۔

"پرنس ڈھمپ!" عمران نے جواب دیا۔

"یہ آپ کا نام ہے یا؟"

"ہاں میں اسی نام سے مشہور ہوں!" عمران نے جواب دیا۔ دیے عمران نے جان بوجھ کر یہ نام بتایا تھا۔ تاکہ فیاض کو معلوم ہو جائے

"بڑا پیارا رقص کرتے ہیں آپ!"

"شکریہ!" عمران مسکرایا۔ "آپ کا ساتھی شاید آپ کو میرے ساتھ رقص کرتے دیکھ کر بور ہو رہا ہے۔"

"اوہ! وہ میرے باس بھی ہیں۔"

"میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ شاید آپ اس کی نئی سکریٹری ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"اسے سکریٹریاں بدلنے کا شوق ہے۔ اگر آپ زیادہ دن تک ملازمت برقرار رکھنا چاہتی ہیں۔ تو اس سے زیادہ دلچسپی نہ بڑھائیں۔"

"اوہ!" لڑکی سنجیدہ ہو گئی۔

"وہ اسی شکل میں قابو میں رہتا ہے۔ جب آئس لائم کے بعد اس کے حکم کی زیادہ پابندی کی جائے۔ بلکہ اپنی مرضی کو ترجیح دی جائے۔"

"مشورے کا شکریہ! میں خیال رکھوں گی۔"

"دوسرے راؤنڈ میں بھی آپ میرے ساتھ رقص کریں گی پہلے راؤنڈ کے خاتمے کے بعد آپ میری میز پر چلیں گی۔" عمران بولا۔

"ضرور چلوں گی۔ یہاں میں اپنی مرضی سے آئی ہوں۔ ڈیوٹی پر نہیں ہوں!" لڑکی شیشے میں اتر آئی تھی اور پھر یہی جوڑا رقص کے بعد وہ عمران کے ساتھ اس کی میز پر پہنچ گئی۔ فیاض کے چہرے پر زلزلے کے آثار صاف پڑھے جا سکتے تھے۔

وہ مسکرا مسکرا کر عمران سے گفتگو کرنے لگی۔ آخر فیاض سے نہ رہا گیا اور وہ ان کی میز پر پہنچ گیا۔ "کیا تم یہاں زیادہ دیر تک بیٹھو گی۔" وہ لڑکی سے مخاطب ہو کر بولا۔

"اوہ کیا آپ جا رہے ہیں؟"

"ہاں!" فیاض جھٹکے دار آواز میں بولا۔

"تشریف رکھئے جناب!" عمران آواز بدل کر بولا۔ لڑکی سے بھی وہ اسی آواز میں گفتگو کر رہا تھا۔

"شکریہ!" فیاض نے کہا۔

"براہ کرم چند منٹ مزید تشریف رکھئے ورنہ میری دلکشی ہوگی"
عمران نے لجاجت سے کہا۔" اور فیاض اسے گھورتا ہوا بیٹھ گیا۔
"چند لمحات کے لئے اجازت دیجئے۔" عمران نے کہا اور
اٹھ گیا۔ اس کا رُخ لیٹرینز کی طرف تھا۔ لیکن لیٹرینز کے قریب پہنچ کر
اس نے اپنا رُخ تبدیل کر لیا۔ اور ایک دوسرے راستے سے باہر نکل گیا
اسے یقین تھا کہ جب وہ نہیں پہنچے گا۔ تو لڑکی اس کے بارے
میں بتا دے گی۔ اور پرنس ڈھمپ کا نام سن کر فیاض سب کچھ سمجھ
جائے گا۔ اور پھر اسے عمران کی میسنہ کا بل بھی ادا کرنا ہوگا۔
باہر آ کر اس نے کار سنبھالی اور اطمینان سے ہوٹل سے
نکل آیا۔ اب اس کا رُخ ٹوپی ہاؤس کی طرف تھا۔ ٹوپی ہاؤس سے
کچھ فاصلے پر اس نے کار روک دی اور پیدل اس طرف چل پڑا
بڑی شاندار عمارت تھی۔ قد آدم چہار دیواری تقریباً تین
فٹ چوڑی تھی۔ اور اس پر گملے لگے ہوئے تھے۔ گملے اس قسم کے
کاموں کے لئے بڑے کارآمد تھے۔ کیونکہ ان کے درمیان اگر کوئی
شخص بیٹھ جاتا، تو وہ بھی گملا معلوم ہوتا۔ عمران اطمینان سے
اوپر چڑھ کر نیچے اُتر گیا۔ اب وہ اصل عمارت کی طرف جا رہا تھا۔
اس کے لئے اسے ایک باریک ڈوری استعمال کرنی پڑی، کیونکہ

صدر دروازہ بہت مضبوط تھا۔ ڈوری نے اسے پہلی منزل
کی گیلری میں پہنچا دیا۔ اور پھر وہ بہ آسانی عمارت میں داخل ہو گیا۔
کہیں کہیں اسے چند لوگ بھی نظر آئے، جن میں عورتیں
بھی شامل تھیں، وہاں کوئی مشکوک بات نہیں تھی۔ وہ انتہائی
احتیاط سے ایک ایک کمرے کی تلاشی لے رہا تھا۔ لیکن
وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ نہ ہی وہاں وہ ہال تھا۔ جس کے بارے
میں شہزاد نے بتایا تھا۔ اور نہ ہی کوئی اور مشکوک بات نظر
آ رہی تھی۔ بس وہ ایک رہائشی کوٹھی معلوم ہوتی تھی۔
اب صرف ایک حصہ رہ گیا تھا۔ جہاں شاید یہاں کے
رہنے والوں کی خواب گاہیں تھیں۔ عمران احتیاط کے ساتھ اس
طرف بڑھ گیا۔ اس نے تار کی مدد سے ایک خلا کرنے کا
دروازہ کھولا۔ اور اندر داخل ہو گیا۔ لیکن۔ اندر قدم رکھتے
ہی دروازہ بند ہو گیا۔ عمران تیزی سے دروازہ کی طرف
پلٹا۔ لیکن دروازے سے ہاتھ لگاتے ہی اس کا پورا جسم
جھنجھنا اُٹھا۔ شاید دروازے میں کرنٹ چھوڑ دیا گیا تھا۔
وہ فوراً بیٹھ گیا۔ اور اسی وقت ایک دھماکہ اس کے
کانوں میں گونج اُٹھا۔

"میرا خیال ہے تم پوری کوٹھی کی سیر کر چکے ہو دوست۔ اب تک یہ اندازہ کیا جا رہا تھا۔ کہ تم اکیلے ہو یا تمہارے ساتھ تمہارے اور ساتھی بھی ہیں۔" ایک پرسکون آواز سنائی دی۔

"میں تو چیدا بھی اکیلا ہی ہوا تھا۔" عمران بولا۔

"ویری گڈ۔ یہ بڑی اچھی بات ہے۔" پرسکون آواز پھر سنائی دی۔

"اپنے بارے میں بتاؤ۔ تم کون ہو۔"

"شہزادہ اقلیبوس۔ شہزادی پینڈورا کے دشمن سوال حل کرنے نکلا ہوں۔" عمران نے جواب دیا۔

"اوہ!" آواز چونکی ہوئی تھی۔ پھر وہ بالکل بند ہو گئی۔ عمران نے کئی آوازیں دیں۔ لیکن جواب نہیں ملا۔ شاید عمران کی گفتگو سے وہ ٹھٹک گیا تھا۔ اور عمران کا راز کھل گیا تھا۔

چند منٹ کے بعد۔ دروازہ کھلا۔ اور سب سے پہلے نظر آنے والی چیز اسٹین گن کی نال تھی۔ اور پھر اسٹین گن والا اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے چھ آدمی اور تھے۔

"ہاتھ اٹھا دو۔" اسٹین گن والا بولا۔ اور عمران نے

دونوں ہاتھ بلند کر دیئے۔

"تلاشی لو۔" اسٹین گن والے نے اپنے پیچھے والے آدمی سے کہا۔ اور وہ آگے بڑھ آیا۔ اس نے عمران کے بغل ہولسٹر سے پستول نکال لیا۔ اور تمام چیزیں جمع کر کے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

"چلو۔" اسٹین گن والا بولا۔ اور عمران اسی طرح ہاتھ بلند کئے ہوئے باہر نکل آیا۔ اسٹین گن والا اسے لئے ہوئے ایک ایسے کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ جہاں عمران ابھی تک نہیں آیا تھا۔ اس نے دروازہ کھولا اور عمران کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔ عمران بلا چوں و چرا اندر چلا گیا۔ اور اس کے پیچھے دروازہ بند ہو گیا۔ یہ کمرہ پورا ہال معلوم ہوتا تھا۔ لیکن یہاں تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ دفعتاً پورا ہال جگمگا اٹھا۔ اور عمران چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر ایک طرف ایک عجیب منظر نظر آیا۔ جسے دیکھ کر عمران کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ بیساختہ اس طرف بڑھتا چلا گیا۔ ہال کے ایک کونے میں شیشے کی ایک دیوار نظر آ رہی تھی اور اس کے دوسری طرف ایک انسان زمین سے تقریباً پندرہ فٹ اوپر فضا میں معلق

تھا۔ اس کے جسم پر پورا لباس تھا۔ سر پر ہیلمٹ بھی موجود تھی۔ لیکن وہ بڑی مضحکہ خیز شکل میں تھا۔ اس نے پلٹ کر عمران کی طرف دیکھا اور عمران اچھل پڑا۔ وہ بوڑھا پروفیسر طوارک تھا۔

"ہیلو!" وہ عمران کو دیکھ کر پُرمسرت انداز میں چیخا۔ اس کی آواز شیشے سے گذر کر صاف پہنچی تھی۔

"ہپ۔ پروفیسر۔ وہاں کیا کر رہے ہو؟" عمران حیرت سے بولا۔

"مکھیاں مار رہا ہوں۔ سالوں نے قید کر دیا ہے۔ اور اب میں نیچے بھی نہیں اتر سکتا۔" پروفیسر جھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"یہ کیسی قید ہے۔" عمران بولا۔

"مجھ سے پوچھو دوست۔" ایک پرسکون آواز ہال میں گونجی۔

"انہیں بتا دو؟" عمران گہری سانس لے کر بولا۔

"اس شیشے کے اندر کی زمین کی کشش ثقل ختم کر دی گئی ہے۔ اور بس بڑے میاں فضاء میں قید ہیں۔ یہ اپنی مرضی سے نیچے نہیں اتر سکتے۔"

"خوب! مگر تم کون ہو۔ کیا پردہ کرتے ہو؟"

"میں اس جگہ سے بہت دور ہوں۔ صرف میری آواز تم تک پہنچ رہی ہے۔ بہرحال میں یقین نہیں کر سکتا کہ تم مجھے نہیں جانتے۔

جبکہ میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔" آواز سنائی دی۔

"یہ کیا منطق ہوئی؟" عمران بولا۔

"نہیں علی عمران میں تمہارے بارے میں بہت کچھ معلوم کر چکا ہوں۔ اس لئے اب احمق نہیں بنوں گا۔ میری خوش قسمتی ہے کہ تم ہاتھ آئے۔ بہرحال فکر مت کرو۔ تمہیں کوئی تکلیف نہیں دی جائے گی۔ میں صرف ناصر کی کمر توڑنا چاہتا ہوں۔"

"اسی ترکیب میں بتلا سکتا ہوں؟" عمران بولا۔

"کیا مطلب؟"

"میں خود بھی نہیں چاہتا کہ یہاں میرے علاوہ کسی اور کا اقتدار ہو۔"

"ناصر خطرناک حد تک ذہین ہے۔" عمران بولا۔ اور بوڑھا چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"مگر وہ تو تمہارا دوست ہے۔"

"بظاہر۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ موقع ملنے پر وہ بھرپور وار کرنے سے نہیں چوکے گا۔" عمران بولا۔

"ناصر ایسا نہیں ہے۔" بوڑھے پروفیسر نے کہا۔

"لیکن مجھے اپنے باپ پر بھی اعتماد نہیں ہے۔" عمران نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"بہرحال عمران ۔ میں یہاں اپنا کام کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ اس لئے یہاں سے واپسی پر میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔" باس کی آواز سنائی دی۔

عمران خاموش رہا۔

"تمہیں تعجب ہوگا کہ میک اپ میں ہونے کے باوجود میں نے تمہیں کیسے پہچان لیا؟"

"میری بلا سے!" عمران برا سا منہ بنا کر بولا۔

"تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ لیکن ایک بات ضرور بتاؤ؟"

"کیا؟"

"تم یہاں تک کیسے پہنچے؟"

"ناصر کے ذریعہ۔ اس نے مجھے اس جگہ کا پتہ بتایا تھا۔" عمران نے سچ بول دیا۔

"ٹھیک! اس نے میرے ایک آدمی کو گرفتار کیا تھا۔ اس کے بارے میں تمہیں کچھ معلوم ہے؟"

"ہاں! اس نے تمہارے بارے میں تفصیل بتا کر اپنی جان چھڑالی اور پھر تمہارے ڈر سے ملک چھوڑ دیا۔"

"یہ ناممکن ہے" پرسکون آواز پہلی بار سخت لہجے میں بولی۔

"سنی ہوئی بات کہہ رہا ہوں۔"

"اگر ایسا ہوا ہے تو۔۔ ایسا ہوا ہے تو۔" آواز بدستور غصناک ہوتی چلی گئی۔

"ایسا ہی ہوا ہے دوست یقین کرو۔" عمران بولا۔ لیکن آواز دوبارہ سنائی نہیں دی۔ کئی منٹ گذر گئے۔ اور پھر ہال کا دروازہ کھلا۔ اور وہی اسٹین گن والا آدمی اندر گھس آیا۔ اس نے اپنے ساتھی کو اشارہ کیا اور وہ شخص شیشے کی دیوار تک پہنچ گیا۔ پھر اس نے ایک بٹن دبایا اور بڑے میاں بھد سے نیچے گر پڑے۔ لیکن اتنی بلندی سے گرنے کے باوجود وہ جلدی سے کھڑے ہو گئے۔ اسی وقت شیشے کی دیوار میں ایک دروازہ پیدا ہو گیا۔ اور اس شخص نے بڑے میاں کو باہر آنے کا اشارہ کیا۔ اور خود بھی باہر نکل آیا۔ اسٹین گن ان دونوں کی جانب تن گئی۔ پھر اس شخص نے انہیں باہر چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے باہر نکل آئے۔ اور پھر انہیں ایک دوسرے کمرے میں بند کر دیا گیا۔

"اب بولو؟" بڑھا عمران کو گھورتا ہوا بولا۔

"کیا بولوں؟" عمران احمقانہ انداز میں بولا۔

"تم ناصر سے غداری کر رہے تھے؟"

"تمہارا دماغ خراب ہے۔ کیا میری گفتگو نے تمہیں رہائی نہیں دلوادی۔ میں نے اسے ذہنی انتشار میں مبتلا کر دیا ہے۔" عمران بولا۔ اور بوڑھا چونک کر اسے گھورنے لگا۔ پھر مسکرا کر بولا۔

"تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ مگر یار۔ بڑا مزہ آرہا تھا اور پر نکلے ہوئے بالکل کبوتر کی طرح۔ ہاہا ہا۔۔۔" بوڑھا ہنسنے لگا۔ اور عمران آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس عجیب و غریب بوڑھے کو دیکھنے لگا۔

وہ رات ان دونوں کو اسی کمرے میں گذارنی پڑی۔ دوسرے دن صبح دو آدمی ان کے قریب پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں پستول تھا۔ "آؤ۔" اس نے ان دونوں کو حکم دیا اور وہ چل پڑے۔ اس بار وہ ایک تیسرے کمرے میں پہونچے۔ جہاں ایک خطرناک شکل آدمی ایک میز کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ یہ بھی سفید فام تھا۔

"تم جاؤ۔" اس نے آنے والے دونوں آدمیوں سے کہا۔ اور وہ باہر نکل گئے۔ خطرناک شکل آدمی نے جیب سے پستول نکالا۔ اور اس پر سائلنسر لگا کر اسے اپنے سامنے میز پر رکھ لیا۔ اس کا انداز بڑا خطرناک تھا۔

"ہاں! بوڑھے تم بتاؤ۔ پینڈو نے ناصر کو کیا بتایا تھا۔

خطرناک شکل آدمی کہنے لگا۔

"ہو ہو ہو۔" اس نے پہلے ایک فلمی گانا سنایا۔ پھر ٹھمکے لگائے۔ اور پھر باقاعدہ ناچنے لگا۔ لیکن ناصر کو رقص و سرود سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اس لئے اس نے اسے باہر نکال دیا۔ بڑے میاں نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔

"ہوں!" خطرناک آدمی نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھا پھر عمران سے بولا۔ "تم بتاؤ ناصر اس وقت کہاں ملے گا۔"

"اب۔۔۔ بیت الخلاء میں۔ اسے قبض کی شکایت تھی۔" عمران سہمے ہوئے انداز میں بولا۔ ویسے اس کی نگاہیں اس پستول پر تھیں۔ جو خطرناک شکل والے کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ پستول آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے کھسک رہا تھا۔ بوڑھے کی چمکدار آنکھیں پستول پر جمی ہوئی تھیں۔ اور اس کی چھٹی حس پوری قوت سے کام کر رہی تھی۔ عمران نے خطرناک شکل والے کو باتوں میں لگا لیا تھا۔ پستول اب میز سے اتر کر فضاء میں معلق ہو گیا اور پھر آہستہ آہستہ بوڑھے کی طرف بڑھنے لگا۔ اور بالآخر بوڑھے کے ہاتھ میں پہنچ گیا۔

"ہا ہا ہا۔" بوڑھے کا خطرناک قہقہہ گونجا۔ اور پھر ٹریگر کی ایک آواز سنائی دی۔ اور خطرناک شکل والے کی پیشانی

سے خون کا فوارہ بلند ہو گیا۔ وہ چیخ بھی نہیں سکا

عمران نے پھرتی سے بڑے میاں کا بازو پکڑا۔ اور پستول اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ پھر اس نے دروازہ کھول کر باہر سے باہر جھانکا۔ قریب اور دور کوئی موجود نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے نکل آئے۔ آگے بڑھنے لگے۔ فرت ساتھ دے رہا تھا۔ راستے میں بھی کوئی نہیں ملا۔ اور وہ باہر نکل آئے۔

پورٹیکو میں عمران کی کار موجود تھی۔ عمران نے اس کا دروازہ کھولا۔ اور بڑے میاں لپک کر کھڑکی سے اندر گھس گئے۔ دوسرے لمحے کار اسٹارٹ ہو کر تیر کی طرح دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ گیٹ بند تھا اور وہاں ایک چوکیدار موجود تھا۔ لیکن اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی قریب نہیں تھی کہ کار کے دھکے سے دروازہ کھولا جائے۔ عمران نے پوری قوت سے ایک ہارن دیا۔ اور ایک زوردار دھماکے سے پھاٹک کھل گیا۔ چوکیدار اچھل کر ایک طرف جا گرا۔ بڑے میاں نے گولی چلا دی تھی۔ عمران کا خیال تھا کہ ونڈ اسکرین کے شیشے چور چور ہو جائیں گے۔ اسکرین تھا۔ اس لئے اس پر صرف نشان پڑ کر رہ گئے۔ دوسرے لمحے کار برق رفتاری کا ریکارڈ قائم کر رہی تھی۔

(ختم شد)

کچھ اس ناول کے متعلق

امید ہے کہ یہ ناول آپ کو پسند آیا ہوگا۔ اس تنظیم کے سربراہ کو پروفیسر ڈارک کہتے ہیں۔ اور جب سربراہ فتح ہو جائے تو آگے کہانی کیا ہوتا ہے۔ اسلئے اگر آپ نے کہانی کا یہ حصہ طبع نہ کیا ہے تو یہ کہانی ختم ہو گئی۔ ویسے تو ہر مصنف اس کہانی کو اور طول دے سکتا ہے۔ اسلئے جی چاہے تو اسکا دوسرا حصہ بھی لکھ ڈالئے۔ آپ دو حصے پڑھ کر بھی بور نہیں ہونگے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے۔ دوسری بات جو میں کہنی ہے وہ پروفیسر ڈارک کی روحانی قوت سے متعلق ہے۔ انہوں نے ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی دونوں چیزوں کی پوری تشریح کی ہے۔ ٹیلی پیتھی کا کمال تو آپ دیکھ چکے ہیں کہ وہ لوگوں کے خیالات کس آسانی سے پڑھ لیتے ہیں اور ہپناٹزم کا کمال یہ ہے کہ ڈی گاری کا پستول اور پروفیسر کے ہاتھ میں آجاتا ہے اور ہمکدانی اچھل کر اس آدمی کی چائے میں انڈیل جاتی ہے۔ اور ایک آدمی کا پرس دوسرے آدمی کی جیب میں پہنچ جاتا ہے۔ ان میں سے کوئی بات بھی آج کے زمانے میں ناممکن نہیں ہے۔ ہم لوگوں نے ہپناٹزم" مصنف ڈاکٹر جی ایم تاثر، اور "ہپناٹزم کے عملی طریقے" مصنف اسلام حسین اور "ٹیلی پیتھی" اور مستقبل بینی پڑھی ہیں۔ وہ سمجھ سکتے ہیں کہ کیسی روحانی قوت تھوڑی سی مشقوں کے بعد انسان اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے اسی سلسلے کی ایک اچھی کتاب ایڈورڈ سائر رسالہ کی شکل میں "مقناطیسیت" شائع کر دی ہے امید ہے کہ یہ رسالہ اس فن میں ایک مفید قدم تصور کیا جائے گا۔ ان کتابوں کا اشتہار کسی اور جگہ ملاحظہ کیجئے۔ ع۔ غ۔ شیخ

نوٹ:۔ دوسرا حصہ ۲۲۹ پر ملاحظہ کیجئے۔

شہنشاہ حماقت علی عمران کا ایک سنسنی خیز شاہکار

دہکتے ویرانے

حصّہ دوم

مصنف:۔ سنجمہ صفی

ناشر
حمیدی فریدی پبلی کیشن، پوسٹ بکس ۲۱۳۴، کراچی ۱۸

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

اس ناول میں تمام کردار اور واقعات فرضی ہیں
اور کسی کی مشابہت محض اتفاقیہ ہے

قیمت حصہ دوم ڈھائی روپیہ

مطبوعہ
ضیاء برقی پریس ۔ فریئر روڈ کراچی

ابن صفی کی عمران سیریز کا ایک شاہکار ناول

وطن فروش

فردوس پبلی کیشنز نے پچھلے چند دنوں میں ایسے ناول پیش کئے ہیں جن میں اپنے ملک کی سالمیت اور پڑوسی ملک کی غداری کے متعلق کی داستانیں بیان کی گئی ہیں۔ یہ بھی ایک ایسا ہی ناول ہے۔

* عمران کے ملک میں پڑوسی ملک ایٹمی ریکٹ دراندیاں پھیلاتا ہے۔
* عمران اپنے ملک کو بچانے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیتا ہے۔
* اسکے وطن کا ہی ایک فرزند چند سکوں کی خاطر اپنے وطن سے غداری کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔
* اور پڑوسی ملک کی فوجیں عمران کے ملک میں داخل ہو جاتی ہیں۔
* عمران کا ایک محیر العقول کارنامہ۔ مار دھاڑ، جنگ ۔ جدال، سنسنی اسرار، عمران اور ایڈونچر سے بھرپور ناول۔

وطن فروش

شائع ہو گیا ہے ۔ آج ہی اپنی کاپی حاصل کیجئے۔

اسی سلسلے کی دوسری کہانیاں: زہریلی سازش ۔ عمران دی کمانڈر
• بلوکرامن فائل ۔ سنہری چٹان ۔ نشے باز ۔ موت کے سوداگر ۔ زہریلے دوست

پتہ: فردوس پبلی کیشنز ناظم آباد ۵ کراچی ۱۸

پچھلے ماہ تاریک کرانچاں میں ہم نے نجمہ صفی کے نام سے ایک ناول کا اعلان کیا تھا

قیامت کا ہنگامہ

لیکن نجمہ صفی نے جب لکھنے کے لئے پلاٹ ترتیب دیا تو وہ دیگر پروگرام کے اشتہار سے کچھ مختلف ہو گیا اور نجمہ صفی نے اپنا ناول جو عمران اور پرنس کا مشترکہ کارنامہ تھا اب صرف کی پرواز کے نام سے مکمل کیا ہے لیکن فردوس پبلی کیشن کی درخواست پر اب اس کا نام صفحہ

قیامت کا ہنگامہ

لکھ رہے ہیں۔ مار دھاڑ اور جنگ و جدال سے بھرپور ایک سنسنی خیز ناول

قیامت کا ہنگامہ

شائع ہونے والا ہے۔ عمران کی حماقتیں اور پرنس کی عقلمندی دونوں مل کر کیا گل کھلاتی ہیں یہ آپ پڑھ کر حیرت میں رہ جائیں گے۔ یہ ہنگامہ حقیقتاً ایسا ہی ہنگامہ تھا کہ آپ نے

قیامت کا ہنگامہ

ہی کہہ سکتے ہیں۔ دو حصوں میں۔ مکمل طویل ناول۔ اپنی کاپی آج ہی بک کرائیے

پہلے تاریکی میں ایک ننھی سی کرن پھوٹی۔ اور پھر روشنی کا ایک تیز جھماکہ ہوا کہ کیرلین اسٹریٹ پوری کی پوری روشن ہو گئی۔ معلوم ہوا تھا کہ جیسے دھماکہ تو کوئی ہے لیکن روشنی صرف ایک لمحے تک رہی اور اس کے بعد ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور قریب ہی زمین ہل گئی۔ اسکی ایک ایک اینٹ بکھر گئی۔ اور کئی فرلانگ تک اس کا ملبہ پھیل گیا۔ یہ غنیمت تھا کہ یہاں کوٹھیاں کافی دور دور تھیں لیکن پھر بھی دھماکہ سے بہت سی کوٹھیاں تباہ ہو گئیں۔ اور درجنوں افراد زخمی ہوئے۔ پھر سی کرلین اسٹریٹ پر کہرا چھا گیا۔

دھماکہ کی آواز اور روشنی کا جھماکا پورے دارالحکومت میں دیکھا اور سنا گیا۔ اور اس سے سارے شہر میں سنسنی پھیل گئی۔ چاروں طرف فون کھڑکھڑانے جانے لگے۔ اور پھر کرلین اسٹریٹ کی ایک کوٹھی سے اطلاع ملتے ہی فائر بریگیڈ کے درجنوں انجن تیزی سے اس طرف چل پڑے۔ بہت سی کاریں ایمبولینسیں بھی تعاقب کر رہی تھیں۔ جن میں پریس رپورٹر اور دھماکہ کی نوعیت معلوم کرنے کے لئے بہت سے شہری تھے!

کیرزن اسٹریٹ کا تمام ٹریفک جام ہو گیا تھا۔ اور چونکہ پولیس ابھی مناسب تعداد میں نہیں پہنچی تھی، اس لئے انتہائی بدنظمی دکھائی دے رہی تھی۔ قرب و جوار کے تمام لوگ خوفزدہ ہو گئے تھے۔ اس لئے عورتوں اور بچوں کے شور سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ غنڈے تو پولیس کو دیکھ کر بھاگ جاتے ہیں لیکن بہت سے راہگیر بھی بھاگ گئے۔

فائر بریگیڈ کا عملہ ٹوبا ہاؤس نمبر ۱ پہنچ گیا۔ اور ٹوبا ہاؤس کی آگ بجھانے میں مصروف ہو گیا۔

مگر وہاں کیا رکھا تھا۔ پتھروں اور اینٹوں کے ڈھیر میں دو بے کھڑکیاں اور دروازے جل رہے تھے۔ کرنٹی کا تباہ شدہ مکان جل رہا تھا۔ اور اب اس کو بجھانے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔

البتہ ان عمارتوں کے مکینوں کو بچانے کی سخت ضرورت تھی جو ٹوبا ہاؤس کے دھماکے سے تباہ ہو گئیں تھیں۔ فائر بریگیڈ کا عملہ یہاں بھی حسب ضرورت کوشش کر رہا تھا۔

پھر پولیس کی بہت سی گاڑیاں بھی وہاں پہنچ گئیں۔ ان کے آگے بڑھنے کے لئے راستہ نہیں تھا۔ اس لئے پولیس کو جبر سے کام لینا پڑا۔ کیونکہ راستہ روکنے والے یہ لوگ تھے جو دیکھ بھال کے لئے آئے تھے۔ البتہ پریس فوٹو گرافر اپنا کام انجام دے رہے تھے۔ فیلڈ مارشل کے حملے کی یادگار تباہی کی تصویر اور بہتر تصویر بنانے کی فکر میں تھا۔

بہرحال بریگیڈ کی انتھک کوششوں سے ٹوبا ہاؤس کی آگ بجھا دی گئی۔ پولیس

اور فائر بریگیڈ کا عملہ ملبے میں لاشوں اور زخمیوں کو تلاش کرنے لگا۔

تاریکی میں یہ کام بہت مشکل تھا۔ لیکن وہ صبح ہونے کا انتظار نہیں کر سکتے تھے۔ کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا۔ کئی گھنٹے کی مسلسل جدوجہد کے بعد بھی ٹوبا ہاؤس کے ملبے میں سے کسی زخمی کا سراغ نہ ملا اور نہ ہی کوئی لاش ملی۔ یہ ایک تعجب خیز بات تھی۔ پریس قرب و جوار کے لوگوں سے اس کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن یہ معلوم کر کے سخت تشویش پیدا ہو گئی۔ عمارت میں کثرت سے لوگ دیکھے جاتے تھے۔ اور عمارت کبھی بھی خالی نہیں دکھائی دیتی تھی۔

پریس کا تردد اور پریشانی بجا تھی۔ پھر وہ اور شدت سے لاشیں تلاش کرنے لگے۔ لیکن صبح تک بھی کسی لاش کا سراغ نہیں لگا۔

ناصر آفریدی اپنی محل نما کرسی پر بیٹھا کوچ کی پیمائش کے اوپری حصے میں مصروف تھا۔ عمران اور بڑے میاں صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے ناصر عمران اور بڑے کی داستان سن رہا تھا جو قبائلی ہاؤس سے سیدھے وہیں پہنچے تھے۔ ناصر کے چہرے پر عجیب سے تاثرات دکھائی دے رہے تھے۔

پھر اس نے ایک طویل سانس لی اور مسکرا کر بڑے کی طرف دیکھنے لگا۔

کیا خیال ہے آپ کا اس تجربے سے آپ نے کیا محسوس کیا۔

"کیا مطلب؟" بڑے نے ناسمجھنے والے انداز میں پوچھا۔

"میرا مطلب ہے کہ فضا میں معلق ہو کر کیسے لگ رہے تھے"۔

"لعنت ہے میں اتنا بے بس تھا اور اس طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا جیسے بچے کو من بچا کر دم پکڑ کر اٹھایا گیا ہے۔ اور وہ ہاتھ پاؤں مار رہا ہے"۔

"پھر کیا خیال ہے۔ اب آپ اس تجربے کے لئے تیار ہو جائیں گے"۔

"کس تجربے کے لئے؟" بڑے میاں کا منہ ابھی تک کھلا ہوا تھا۔

"وہی فضا میں اڑنے والا تجربہ"!

"ابھی نہیں ناصر میاں۔ ابھی تم اور کوشش کرو۔ ورنہ میری باقی حسرتیں باقی رہ جائیں گی"۔

"میں بور ہو رہا ہوں" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

اوہ! ناصر مسکرا کر اس کی طرف پلٹا۔ آپ جانتے ہیں عمران صاحب کہ میری عادت نہیں تجربات کرنے کی ہے۔ اب تک میں نے درجنوں تجربات کئے ہیں لیکن میرے تجربے کسی ٹھوس حقیقت پر مبنی نہیں ہوتے میں صرف تجربے کے لئے ان کو کرتا ہوں ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ میں نے کسی بھی بلندی سے پیراشوٹ کے بغیر چھلانگ لگانے کا ایک تجربہ کیا ہے۔ یہ تجربہ پہلے تو خرگوش پر کیا گیا تھا پھر میں نے ایک بکرے پر کیا۔ اب چاہتا ہوں کہ تیسرا تجربہ کسی انسان پر کروں"۔ ناصر نے کہا۔

"مگر اس وقت اس تجربے کی کیا ضرورت ہے"۔

"کوئی خاص نہیں بس اچانک سے تذکرہ چل پڑا تھا۔ بہرحال یہ قبائلی ہاؤس کا معاملہ واقعی نہایت اہم ہے اور مجھ بھی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اس سے ہمارے پروگرام پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ ہمیں اپنے کام میں بس لگے ہی پڑنا ہی رہنا چاہئے۔ کل کے دھماکے سے کام اور آسان ہو گیا ہے۔ اور اب۔ اب میرا خیال ہے ہمیں اپنا کام شروع کر دینا چاہئے۔

"بالکل۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔ لوگوں کو کسی حالت میں بھی مزید ہوشیار نہیں ہونا چاہیئے۔ ویسے میرا خیال ہے کہ یہ لوگوں کے فرار کے بعد وہ لوگ ہوشیار ہو جائیں گے اور ٹوبی ہاؤس کو بالکل خالی کر دیں گے۔ اور وہاں سے تمام ایسی چیزیں ہٹا دیں گے جس سے انکے خلاف کوئی ثبوت فراہم ہو سکے؟" عمران نے کہا

"ہاں اس بات کا امکان تو ہے۔ بلکہ مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور ایسا ہی کریں گے، مگر ظاہر ہے کہ ان کی اس کوشش سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ جبکہ ہمارے ہاتھ میں جڑ آگئی ہے" ناصر کہتا رہا۔

"یعنی؟" عمران نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"ہیڈ کوارٹر"

"ہوں" عمران پُرخیال انداز میں بولا۔ اور پھر وہ پروفیسر ڈارک کی طرف دیکھنے لگا۔ جو اپنی شیر نما دوربین کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس کی آنکھیں دوربین میں لگ گئی تھیں۔

اور۔ اس وقت ایک عجیب بات ہوئی۔ دوربین یکایک اچھل کر پروفیسر کی کھوپڑی میں لگی۔ اور پروفیسر پیچھے لڑھک گیا۔ عمران کوئی جملہ کہنے ہی والا تھا کہ اس کی زبان دانتوں کے نیچے دب کے زخمی ہو گئی۔ اور ناصر بمشکل تمام اپنے آپ کو گرنے سے بچا سکا۔

وہ دھماکہ ایسا ہی سماعت شکن تھا۔

پورا شہر ہل کر رہ گیا تھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ سنبھل گئے اور ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔

"یہ کیا ہوا؟" ناصر کہنے لگا۔

"معلوم نہیں۔ عمران بھی بوکھلائے ہوئے سے انداز میں بولا۔ ناصر اٹھ کر دوربین کے پاس پہنچ گیا۔ اور پھر دوربین کے بہت سے ڈائل اور نبز فٹ کرنے لگا۔ اس نے اس کا رخ اوپر کر دیا۔ اور پھر وہ اسٹیرنگ کے ذریعے اسے چاروں طرف گھمانے لگا۔ وہ فضا میں کچھ دیکھ رہا تھا پھر اس نے آہستہ آہستہ دوربین نیچے جھکائی اور پھر چونک پڑا۔

"اوہ۔ یہ کونسی جگہ ہے۔ میرا خیال ہے۔ سنئے۔ عمران صاحب۔ ذرا ادھر آئیے۔ یہ کونسی جگہ ہے۔ ناصر نے حیرت سے کہا اور عمران اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے دوربین میں دیکھا۔ آگ کے شعلے چاروں طرف بلند ہو رہے تھے۔ روشنی میں کچھ اضافہ ہو گیا تھا اور وہاں ایک ہنگامہ برپا تھا وہ ایسے ڈھنگ گھمانے لگا۔ اور قرب و جوار کے مناظر سامنے آتے گئے۔

اور پھر یکایک عمران ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ ناصر اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔

"کیوں؟" وہ بولا۔

"ٹوبی ہاؤس؟" عمران آہستہ سے بولا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے؟" ناصر نے کہا۔

"ہوں! تو انہوں نے پوری عمارت تباہ کر دی" عمران نے کہا۔

"ہاں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں ہماری تمام معلومات کے بارے میں علم نہیں ہے۔ وہ ٹوبی ہاؤس کو تباہ کر کے سمجھتے ہیں کہ انہوں نے ہماری معلومات

کا ذخیرہ ختم کر دیا ہے

" بالکل، اور اس شکل میں ان پر ہاتھ ڈالنے میں آسانی ہو جائے گی، عمران کہنے لگا۔"

" ویسے میرا خیال ہے عمران صاحب! اب آپ کا کام باقی رہ گیا ہے۔ آپ اپنا کام مکمل کر لیں، ہم لوگوں کو فوری طور پر حملہ کر دینا چاہیئے۔ تاکہ یہ معاملہ جلد از جلد ختم ہو جائے۔ ان لوگوں کو وہاں کا گمان بھی نہیں ہو گا۔

" ٹھیک ہے۔ کل ہی تیاری مکمل ہو جائے گی۔ مجھے صرف وہ نقشہ چاہیئے ہے عمران نے کہا۔

" وہ میں ابھی مہیا کرتا ہوں" ناصر نے کہا، اور ایک طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اس نقشے پر جھکے ہوئے تھے جو ناصر نے ہیلی کاپٹر سے پرواز کے دوران تیار کیا تھا۔ یہ نقشہ ان ہی پہاڑوں کا تھا۔ جہاں ان لوگوں کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ ناصر تمام جگہوں کے بارے میں بتا رہا تھا۔ اور عمران سمجھنے والے انداز میں گردن ہلا رہا تھا۔ اور پھر سب کچھ سمجھ جانے کے بعد اس نے نقشہ لپیٹ کر رکھ دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد عمران اپنے فلیٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔

" ہاں، یہ سرزمین میرے اگلتی ہے صرف پرکھنے والی نظر چاہیئے۔ بڑی مصیبت یہ ہے کہ ہم ان ہیروں کو نہیں اپناتے اور انہیں دوسرے ملکوں میں پناہ لینی پڑتی ہے۔ ایسا ہی ایک ہیرا وہ ہے۔ انتہائی خطرناک اور شاندار صلاحیتوں کا مالک۔ وہ خود شاید ارب پتی ہے۔ لیکن اس کی دولت ہی سب کچھ نہیں ہے اس ملک میں اسے اس کی مرضی کے مطابق سہولتیں ملنی چاہئیں تاکہ وہ دلجمعی سے کام کر سکے" عمر سر سلطان سے کہہ رہا تھا۔

" تمہارا خیال ٹھیک ہے عمران! لیکن دقت یہ ہے کہ چند لوگ دوسرے طریقوں سے سوچتے ہیں۔ وہ فرد کی صلاحیتوں کو تسلیم کرتے ہیں لیکن اسے اتنے حقوق مہیا کرنا پسند نہیں کرتے وہ ڈرتے ہیں کہ کبھی دولت کہیں وہ خود ان کی راہ میں حائل نہ ہو جائے۔ بہر حال تم جانتے ہو کہ میں نے ذاتی طور پر تم سے ہمیشہ تعاون کیا ہے۔ اور اب بھی تم اسے میرے تعاون کا یقین دلا سکتے ہو۔ تم مجھ سے جو کچھ کہو گے۔ میں وہ کرنے کے لئے تیار ہوں" سر سلطان کہنے لگے۔

"اس کے لئے میں آپ کا شکر گذار ہوں۔ کام کے ایک آدمی کے بارے میں حکومت کو مطلع کرنا میرا فرض تھا۔ وہ میں نے ادا کر دیا۔ اب اس کی صلاحیتوں سے حکومت کس طرح فائدہ اٹھاتی ہے، یہ اس کا کام ہے۔"

سر سلطان خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگے اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور سر سلطان نے چونک کر ریسیور اٹھا لیا

"ہیلو!" وہ بولے

"یہ بریگیڈیر صاحب تشریف لے آئے ہیں جناب! آپ کے حکم کے مطابق انہیں اطلاع دیدی گئی ہے، اور اب وہ آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اوکے! رابطہ قائم کرو۔" سر سلطان پروقار آواز میں بولے چند منٹ کے بعد ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"حیات!"

"میں سلطان بول رہا ہوں۔"

"سلام علیکم جناب! مزاج گرامی!" دوسری طرف سے بریگیڈیر حیات نے خوش اخلاقی سے پوچھا۔ سر سلطان سے ان کے گہرے مراسم تھے اور ان ہی کی وساطت سے وہ ایکس ٹو کے لئے بھی کام کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے غیر سرکاری طور پر بھی ایکس ٹو سے تعاون کیا تھا۔ یہ دوسری بات تھی کہ اس

تعاون کے نتیجے میں ہمیشہ انہیں سرخروئی حاصل ہوئی تھی اور ان کے سینے پر سجے ہوئے تمغوں میں کچھ اضافہ ہو گیا تھا۔

"خدا کا شکر ہے!" سر سلطان نے جواب دیا۔

"میرے لائق خدمت؟"

"ظاہر ہے، میں ضرورت پر ہی آپ کو تکلیف دیتا ہوں سر حیات!" سر سلطان کہنے لگے۔

"وہ تکلیف میرے لئے باعث مسرت ہوتی ہے۔ فرمایئے کیا حکم ہے؟"

"ایکس ٹو نے ایک سلسلے میں مجھ سے درخواست کی ہے۔"

"اوہ، اب تو ضرور کوئی اہم ترین مسئلہ ہے۔" بریگیڈیر سنجیدہ ہو گئے۔

"ہاں، شہر میں آجکل ہونے والے حادثات کے بارے میں آپ نے ضرور سنا ہو گا۔ وہ حادثات جو کچھ چیزوں کے اچانک فضا میں معلق ہو جانے سے رونما ہوتے ہیں۔ ان حادثات کی روک تھام کے لئے انتہائی کوششیں جاری ہیں، کچھ کامیابی بھی ہوئی ہے، جیسے کے ملے میں دو ہزار سے زیادہ زندگیاں ایک خطرناک حادثے سے بچا لی گئی ہیں، اس کے علاوہ حکومت کو ایک خط موصول ہوا ہے جس میں اسے بلیک میلنگ کی دھمکی دی گئی ہے۔ مجرموں کا کہنا ہے۔ کہ اگر ان کا مطالبہ پورا نہیں کیا گیا تو شہر میں تباہی مچ جائے گی، تمام لوگ آسمان کی طرف پرواز کریں گے اور نیچے آگریں گے۔ ہر چیز کا یہی حال ہو گا، اور ایک کے بعد ایک شہر تباہ ہوتا رہے گا۔

یہ خط انتہائی خوفناک ہے اور مجرموں کے چند بھیانک مظاہروں کے بعد ان کی خطرناک قوت کا اعتراف بھی کرنا پڑا ہے۔ اس سلسلے میں اب تک کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا تھا کہ چند غیر سرکاری آدمی مجرموں سے نبرد آزما ہو گئے، اور ان کی قوت ختم کر دی ان کی شکست کا ایک ثبوت شہر میں تباہ ہونے والی ایک عمارت ہے جس کا نام ٹوبی ہاؤس تھا، اور اب ایکس ٹو اور اس کے رفقاء نے ان لوگوں کے ہیڈ کوارٹر کا پتہ چلا لیا ہے، اور وہ چاہتے ہیں کہ اس ہیڈ کوارٹر کو فوج کی مدد سے تباہ کر دیا جائے۔

"ایکس ٹو اس ملک کے لئے فرشتۂ رحمت ہے جناب! مجھے ہمیشہ سے اس کا اعتراف رہا ہے، میں ہر وقت اس آفیسر کے احکامات کی تعمیل کرنے کے لئے تیار رہوں، وقت گواہ ہے کہ فوج نے اس کے ایما پر جو بھی قدم اٹھایا ہے وہ ملک کے مفاد کے لئے رحمت ثابت ہوا ہے، اس لئے میں ایکس ٹو کے ہر حکم کی تعمیل کے لئے اپنی ذمہ داری پر تیار ہوں!" بریگیڈیئر حیات نے یقین دلایا۔

"تب میں انہیں ہیڈ کوارٹر بھیج رہا ہوں، تاکہ آپ لوگ باہمی گفتگو کر لیں!" سر سلطان نے کہا۔

"اگر مسٹر ایکس ٹو پسند کریں!" بریگیڈیئر نے کہا۔

"ٹھیک چار بجے وہ ہیڈ کوارٹر میں آپ سے ملاقات کرے گا!" سر سلطان نے کہا، اور عمران کی طرف دیکھنے لگے۔ عمران نے ان کے خیال کی تائید میں سر ہلا دیا۔

"بہت بہتر، میں ان کے استقبال کے لئے تیار رہوں گا" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"شکریہ!" سر سلطان نے کہا اور فون بند کر دیا، پھر انہوں نے ایک طویل سانس لے کر عمران کی طرف دیکھا اور کہنے لگے۔ "لیکن عمران کیا تم سرغنہ تک پہنچ گئے ہو میرا مطلب ہے اس کی شخصیت بھی روشنی میں آئے گی یا نہیں؟"

"شاید نہیں! اس بار مجرم کی شخصیت سامنے ہونے کے باوجود اندھیرے میں ہے، ہم اندھا قدم اٹھا رہے ہیں، اگر مجرم بھی زد میں آ گیا تو غنیمت ہے ورنہ پھر اس کے کسی دوسرے قدم کا انتظار کرنا ہوگا، جو یقیناً جلدی نہیں اٹھے گا، کیونکہ سب کچھ تباہ ہونے کے بعد وہ دوبارہ اتنی جلدی اپنے آپ کو منظم نہیں کر سکے گا، بہر حال اس طرح حکومت کا وقار تو قائم ہو رہے گا، اور اس کی بھی اس کے چیلنج کا منہ توڑ جواب مل جائے گا۔" عمران ہنسنے لگا۔

"یہ بالکل ٹھیک ہے، ظاہر ہے کہ ان لوگوں کو گردن سے پکڑنے کے بدلے اگر انہیں بے کار ہی کر دیا جائے تو بھی غنیمت ہے۔" سر سلطان کہنے لگے۔

"مجھے اجازت دیجئے۔" عمران کھڑا ہوتا ہوا بولا اور پھر وہ سر سلطان سے مصافحہ کر کے ان کی کوٹھی سے نکل گیا۔ ابھی اسے بہت سے انتظامات کرنا تھے۔ دراصل یہ کیپٹن ناصر آفریدی کا تھا۔ اس سلسلے میں اس ذہین نوجوان نے جو کچھ کیا تھا وہ قابلِ ستائش تھا۔ اسی نے ان لوگوں کا ہیڈ

کوارٹر معلوم کیا تھا اور اس کا نقشہ تیار کیا تھا۔ ورنہ خود عمران کو یہ سب کچھ معلوم کرنے کے لئے کافی وقت درکار ہوتا۔ اور اس دیری میں بہت نقصان ہو جاتا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ناصر اپنی سائنٹی قوت سے کام لے کر ان لوگوں کا ناک میں دم کئے ہوئے تھا اور عمران اچھی طرح جانتا تھا کہ مستقبل میں اس کی ذہانت اور اس کی سائنٹیفک معلومات ملک کیلئے بہت ہی فائدہ مند ثابت ہوگی۔ اسی لئے اس نے نیک نیتی سے حکومت کو اس کی طرف متوجہ کر دیا تھا۔ سر سلطان کے ذریعہ یہ بات حکومت کے کانوں میں پہنچ گئی تھی۔ اور اب آگے کچھ کرنا حکومت کا کام تھا۔ رہا وہ خود تو اس کی پوزیشن اپنی جگہ مستحکم تھی۔ اسے صرف کام کرنے سے عشق تھا اور وہ ہر صورت میں مصروف رہ سکتا تھا۔

ٹو سیٹر فلیٹ کے نیچے پہنچ گئی۔ عمران نے اسے گیرج میں کھڑا کیا اور سیڑھیاں طے کر کے اوپر پہنچ گیا۔ ویسے اس نے اس وقت اطراف میں نگاہ نہیں ڈالی تھی۔ ورنہ اسے جولیا کی آسٹن ضرور نظر آجاتی جو اس کے فلیٹ سے تھوڑے فاصلے پر کھڑی تھی۔

گھنٹی کا بٹن دبتے ہی سلیمان نے دروازہ کھول دیا۔ اور دبے ہوئے لہجے میں بولا۔ جولیا صاحبہ!

"کہاں ہیں؟" عمران نے بھی اسی انداز میں پوچھا۔

"سامنے والے کمرے میں! غصے میں بھری ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ اور وہ کالا دیو بھی وہیں موجود ہے؟"

"کون! عمران چونک کر کھوپڑی سہلانے لگا۔ سلیمان کا مقصد جوزف سے ہی ہو سکتا تھا۔ لیکن وہ اس وقت یہاں کہاں۔؟"

"ارے جناب! اس شہر میں ایک ہی کالا سور ہے۔ اس کے علاوہ کون ہو سکتا ہے؟" سلیمان برا سا منہ بنا کر بولا۔

"اوہ! عمران نے سمجھ جانے والے انداز میں گردن ہلائی۔ اور آگے بڑھ گیا چند لمحے بعد وہ دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ جولیا اور جوزف شاید گھنٹی کی آواز سن چکے تھے۔ اس لئے دروازے کی طرف ہی متوجہ تھے۔

"کون ہے۔ اندر آؤ! جولیا نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"سس سلام علیکم!" عمران بوکھلائے ہوئے انداز میں اندر داخل ہو کر دونوں کو باری باری دیکھتے ہوئے بولا۔

"اخاہ۔ باس آگئے۔ اب سمجھاؤ باس کو تم۔ میرا دماغ خالی ہو گیا!" جوزف دانت نکال کر بولا۔

"اسے سمجھاؤ عمران! ورنہ کسی دن کچھ ہو جائے گا۔ ہاں۔" جولیا آنکھیں نکال کر بولی۔

"ارے۔ ہیں۔ لاحول ولا۔ صد ہو گئی بے حیائی کی۔ کیوں بے تیرے سامنے

بڑا فقیر منش بنا پھرتا ہے۔ کہتا ہے باس! عورت تباہی لاتی ہے۔ اور اب خود یہ حرکتیں۔ ابے دُنیا برتھ کنٹرول برتھ کنٹرول چیخ رہی ہے۔ اور تو ہے کہ ۔ہاں ؛ شریف عورتوں پر بری نگاہ ڈالتا ہے۔ عمران آپے سے باہر ہوتا ہوا بولا۔

"کک۔ کیا ہوگیا باس۔ میں نے کک کیا ہے؟" جوزف ہکلا کر بولا۔ جولیا بھی اس بکواس پر تعجب سے عمران کو دیکھنے لگی۔

"کیا کہہ رہی ہیں یہ جولیا صاحبہ۔۔ میرے فلیٹ میں یہ غنڈہ گردی نہیں چلے گی ہاں۔" عمران بدستور اسی انداز میں بولا۔

"مگر میں نے کیا کیا ہے باس!"

"اور یہ جولیا صاحبہ کیا کہہ رہی ہیں"

"کیا کہہ رہی ہیں؟"

"یہی کہ کسی دن کچھ ہوجائے گا۔ ابے اگر اس فلیٹ میں دائی یا نرس آئی تو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔ لوگ مجھے بڑا شریف سمجھتے ہیں۔"

اب جولیا عمران کا مقصد سمجھی تھی اور اس کا پارہ ایک دم چڑھ گیا۔ اس نے پرس اٹھایا، اور اسے پوری قوت سے عمران کے منہ پر دے مارا۔

"ارے ہائیں۔ ہائیں، اب مجھے بھی! عمران پرس ہاتھوں پر روکتا ہوا بولا۔"

ہا ہا ہا۔ عورتوں کا دماغ بہت جلد خراب ہوجاتا ہے باس! اسی لئے فادر

جوشوا ہمیشہ عورتوں سے دور رہنے کی تلقین کرتا تھا۔" جوزف کہنے لگا۔

"ارے باپ رے۔ پہلے کیوں نہیں بتایا جوزف! اب کیا ہوگا۔" عمران خوفزدہ انداز میں جولیا کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ انداز ایسا تھا کہ جولیا اپنا غصہ میں ہونے کے باوجود ہنس پڑی۔

"خدا کا شکر ہے۔ خدا کا شکر ہے۔" عمران اسے ہنستے دیکھ کر خوش ہو کر بولا۔ "اسوقت تو بہت جلد موڈ ٹھیک ہوگیا۔"

"تم دونوں کسی سرکس میں نوکری کیوں نہیں کر لیتے۔ جوکر کا پارٹ اٹل جائیگا۔" جولیا غصیلے انداز میں بولی۔ وہ جھلائی ہوئی تھی۔

"یہ۔۔ بہت اچھا، بہت اچھا۔ عمران نے سعادتمندانہ انداز میں اسے یقین دلایا۔ انداز ایسا تھا کہ جیسے کسی پاگل سے اس کی مرضی کے مطابق گفتگو کر رہا ہے

"دیکھو عمران باز آجاؤ۔ میری بدقسمتی تھی جو میں اس طرف نکل آئی۔ مجھے کیا ضرورت پڑی تھی جو تمہیں اس کے بارے میں بتانے دوڑی چلی آتی، میں ایکس ٹو کو بھی اطلاع دے سکتی تھی۔" جولیا نے کہا۔

"آہم! عمران نے اچانک کھنکھار کر گلا صاف کیا! اور پھر اچانک وہ جوزف پر الٹ پڑا۔

"اب تو کیسے آیا یہاں"؟

"چل گیا باس!" جوزف ہکلا کر بولا۔

"کیا چل گیا؟"

"جادو؟"

"کیا بک رہا ہے؟" عمران آنکھیں نکال کر کہنے لگا۔

"عورت کا جادو۔ اچھے اچھوں پر چل جاتا ہے باس! تم تو معمولی چیز ہو مگر خیر۔ تم کسی عورت کے لئے میری بے عزتی کر رہے ہو۔" جوزف بسور کر بولا۔

"ابے سالے اب شعر لے کیوں بہا رہا ہے۔ اس سے پہلے تو کتر کتر زبان چل رہی تھی!" دروازے سے سلیمان کی آواز آئی وہ اندر جھانک رہا تھا۔

"سلیمان!" عمران نے آواز دی۔ اور سلیمان اندر آ گیا۔

"تو بتا کیا بات ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"ارے کچھ نہیں صاحب۔ بس پہلے جولیا صاحبہ آئیں۔ انہوں نے آپ کو پوچھا۔ اور انتظار کرنے اندر بیٹھ گئیں۔ پھر جوزف آیا۔ اور آپ کو پوچھا اور اندر آ گیا۔ بس اس وقت سے یہ جولیا صاحبہ سے لڑ رہا ہے۔

اس وقت سے صرف ایک ہی رٹ لگائے ہوئے ہے۔ کہتا ہے کہ باس کا پیچھا چھوڑ دو۔ تم باس پر نحوست لاؤ گی۔ ہر طاقتور آدمی عورت کے چکر میں مارا جاتا ہے۔" جولیا کہنے لگی۔

"تم فکر مت کرو۔ میں اسکی شادی ایک ایسی عورت سے کرنے والا ہوں جو ایک آنکھ سے کانی ہے۔ پھر دیکھوں گا کہ وہ اس پر کتنی نحوست لاتی ہے۔"

"نہ۔ خدا کی پناہ۔ ہولی فادر۔ میں خودکشی کر لوں گا باس۔ فوراً خودکشی کر لوں گا۔" جوزف سینے پر کراس بنانے لگا۔

"تو نے ابھی تک نہیں بتایا۔ کہ تو یہاں کیوں آیا ہے؟" عمران بولا۔

"میرا مقدر ہی لے آیا ہے باس۔ اب کیا کہوں۔" جوزف پیشانی پر ہاتھ مارتا ہوا بولا۔ عمران غصیلے انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ اور جولیا سے معذرت کر کے باہر نکل آیا۔ جوزف بھی اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

"ہاں! اب بتا کیا بات ہے؟" عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔ جوزف کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے۔

"ہولی فادر۔ ہولی فادر۔ وہ سینے پر کراس بناتا ہوا ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑبڑایا۔ عمران بدستور غصیلے انداز میں اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔" ایسی دل ہلا دینے والی باتیں نہ کیا کرو باس۔ خدا کی پناہ۔ اس تصور سے ہی میری روح فنا ہوتی ہے ایک آنکھ۔ ارے باپ رے باس! اگر میں روزانہ صبح اٹھ کر کسی کانے کو دیکھ لوں۔ تو صرف پندرہ دن کے اندر خود بھی ایک آنکھ کا رہ جاؤں۔"

"میں پوچھتا ہوں کہ تو یہاں کیوں آیا تھا؟" عمران دہاڑ کر بولا۔

"اس عورت نے میرا دماغ خراب کر دیا ہے باس! میں اسے تمہارے چکر میں نہیں دیکھ سکتا۔ مجھے اس کی آنکھوں میں پورشی کے ٹینک نظر آتے ہیں۔ اور وہ ٹینک اس وقت اور چیخنے لگتے ہیں۔ جب یہ تمہیں دیکھتی ہے۔ ایسی عورتیں

کسی وقت سخت خطرناک ثابت ہوسکتی ہیں۔ اسے لکھو، اس عورت کا چکر چھوڑ دو۔ ورنہ تم پر یہ تباہی لے آئے گی۔" جوزف عمران کی سنی ان سنی کر کے کہنے لگا۔

"تو تو نہیں بتائے گا کہ یہاں کیوں آیا تھا؟" عمران اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"مجھے یاد ہی نہیں رہا باس۔ اس عورت نے میرا دماغ خراب کر دیا ہے خدا کے لئے مجھے اپنی پناہ میں رکھو۔" جوزف بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"ایک ہزار ڈنڈ!" عمران نے کہا، اور کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا؟" جوزف چونک کر بولا۔

"ایک بھی کم ہوا تو دونوں ٹانگیں توڑ دوں گا۔" عمران نے کہا اور باہر نکل گیا۔

"چول فادر مارے سنو تو باس۔ ہم۔ مجھے یاد آگیا؟" جوزف چیخا۔

"ایک ہزار ڈنڈ کے بعد خوب اچھی طرح یاد آجائے گا نکرمت کر۔" عمران نے بھی چیخ کر جواب دیا اور دوسرے کمرے میں داخل ہوگیا جہاں جولیا بیٹھی ہوئی تھی۔

"ارے۔ افوہ۔ مس جولیا یہ آپ ہیں۔ خیریت خیریت!" عمران اس طرح گرمجوشی سے اس کی طرف بڑھا۔ جیسے اسنے اسی وقت اسے دیکھا ہے۔

"تمہارے گھر میں آکر بڑا افسوس ہوتا ہے!" جولیا کہنے لگی۔

"ایں۔ ہاں، کیا کروں۔ کہو تو میں نا۔ لاکھ کوشش کی کہ کہیں دونوں ہو جائیں۔ لیکن کوئی نہ کوئی پنگا مل ہی آتی ہے۔ تم ہی کوئی انتظام کرو۔ مس

جولیا اب اس اکیلی زندگی سے عاجز آگیا ہوں۔" عمران کہنے لگا۔

"پھر شروع کر دی بکواس!" جولیا کھسیانے انداز میں ہنستی ہوئی بولی۔

"ہائیں میں نے تو سنجیدگی سے تمہاری بات کا جواب دیا ہے۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"میرا مقصد تمہاری گھر والی سے تو نہیں تھا۔" جولیا نے کہا۔

"پھر۔؟"

"میرا تو مقصد یہ تھا کہ یہاں آنے کا فیصلہ کرنا ہی حماقت ہے۔ کیونکہ یہاں سب غیر سنجیدہ ہی رہتے ہیں۔ تم نے بھی آتے ہی بکواس شروع کر دی اور وہ سوئٹ تو اتنی دیر سے بکواس ہی کر رہا تھا۔

"اوہ! مجھے افسوس ہے مس شولیا۔ امید ہے کہ تم اس کی کسی بات کا خیال نہیں کرو گی۔" عمران بولا۔ "ویسے مجھے یاد پڑتا ہے۔ تم کوئی بات بتانے والی تھیں؟"

"ہاں عمران! مسئلہ کچھ ایسا ہی ہے کہ مجھے ایکسٹو کے بجائے۔ تمہارا انتخاب کرنا پڑا۔" جولیا پر خیال انداز میں بولی۔

"ہرے! گویا میرا انتخاب ہوگیا!" عمران پر مسرت انداز میں چیخا۔ "لیکن کان کھول کر سن لو شادی خالص اسلامی طرز پر ہوگی۔ ہاں!"

"بکواس مت کرو پلیز مجھے یقین ہے، کہ تم اس معاملے میں دلچسپی لو گے۔"

جولیا کہنے لگی اور عمران خاموش ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "وہ خاصا بوڑھا ہے دبلا پتلا بوڑھا لیکن اس کے اندر کچھ حیرت انگیز طاقتیں ہیں، اسنے مجھے ریالٹو میں دیکھا۔ اور بس کمبخت اسی دن سے میرے پیچھے لگ گیا۔ اکثر فلیٹ کے چکر لگاتا ہے۔ کہیں جاتی ہوں تو میرا تعاقب کرتا ہے۔ خیر۔ مجھے اس سے تو زیادہ تشویش نہیں تھی لیکن ایک بات محسوس کر کے مجھے سخت حیرت ہوئی۔ اکثر وہ میری لاعلمی میں میرے پیچھے آجاتا ہے اور مجھے ایسا لگتا ہے۔ جیسے کوئی غیر مرئی شے میرا دماغ ٹٹول رہی ہے میں بے اختیار اُسے دیکھ لیتی ہوں۔ اور۔ اور عمران وہ میرے ذہن کی بات سمجھ جاتا ہے اور میرے ارادوں سے بالکل باخبر ہو جاتا ہے"

عمران کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ کیونکہ بات پر وفیسر ڈارک کی ہو رہی تھی۔ اس نے جولیا سے اس بوڑھے کا حلیہ پوچھا۔ اور اسے یقین ہو گیا کہ وہ پروفیسر ڈارک ہی ہے۔

پھر عمران کے ذہن میں ایک نئی شرارت نے جنم لیا۔ کیوں نہ جولیا کے ذریعہ پروفیسر کو احمق بنایا جائے۔ خاصی دلچسپی رہے گی۔ چنانچہ وہ پھر جولیا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"آخری بار تمہاری کب ملا تھا جولیا"

"آج ہی صبح کو"

"اس سے پہلے؟"

"وہ تین دن قبل ملا تھا۔

"ہوں۔ ٹھیک ہے" عمران نے کہا پھر بولا۔ "کیا تم تھوڑی بہت دلچسپی کی قائل نہیں ہو۔ جولیا"

"کیا مطلب؟"

"کیوں نہ اسے احمق بناؤ"

"اس میں تو کوئی حرج نہیں ہے عمران! لیکن مجھے اس کی پراسرار شخصیت سے خوف معلوم ہوتا ہے؟ جولیا نے مسکرا کر کہا۔

"وہ میں دیکھ لوں گا! عمران نے کہا۔ اور پھر وہ جولیا کو بہت دیر تک کچھ سمجھاتا رہا۔ اسی وقت دروازے سے جوزف کی آواز آئی۔

"ایکسٹرا پورے ہو گئے ہیں باس! اب کیا کروں"؟

"مس جولیا کے بارے میں تیرا خیال یقیناً بدل گیا ہو گا؟ عمران نے اس کی شکل دیکھتے ہوئے کہا۔ جوزف نے کوئی جواب نہیں دیا۔

جوزف کسی خاص کام سے نہیں آیا تھا۔ بس کبھی کبھی اسپرسنگ سوار ہو جاتی تھی۔ آج بھی اس سنگ میں ڈوڑا چلا آیا تھا۔ لیکن یہاں جولیا مل گئی اور جوزف عمران کو نہ پاکر اسے ہی بور کرنے لگا۔ بہرحال اس وقت کا آنا اسے بہت مہنگا پڑا تھا کیونکہ ایک ہزار ڈنڈ معمولی نہیں ہوتے ہیں۔

بہرحال عمران نے اسے ٹھنڈا ٹھنڈا رخصت کر دیا۔ اور اس کے بعد جولیا کو بھی دفعان کر دیا۔ جولیا کسی خاص کام سے نہیں آئی تھی۔ ایکس ٹو کے ماتحت آج کل کسی خاص کام میں مصروف نہیں تھے۔ حالانکہ عمران کے ان میں سے چند کو کچھ لوگوں کی نگرانی پر لگایا تھا۔ لیکن حالات کچھ ایسے غیر یقینی تھے کہ کسی بات پر بھی جما نہیں جا سکتا تھا۔

ڈی گارڈ انتہائی پراسرار شخصیت کا مالک تھا۔ اور اب تو عمران کو ایسا محسوس ہونے لگا تھا۔ جیسے یہ کل معاملہ صرف ڈی گارڈ اور ناصر کے درمیان ہے۔ کسی دوسرے کو اس میں دخل دینے کی قطعی گنجائش نہیں ہے۔ حالانکہ ڈی گارڈ عمران کے ملک میں تباہی پھیلانے آیا تھا۔ اس نے اپنی تخریبی

کارروائیوں کے لئے ایک جامع پروگرام بنایا تھا۔ اور اسی کے تحت عمل کر رہا تھا۔ یہاں اس نے چند بے گناہوں کی زندگیاں بھی چھین لی تھیں۔ اس لئے وہ ملکے کا زبردست مجرم تھا۔

لیکن حالات ہی کچھ عجیب تھے۔ عمران کو ناصر کی انگلی پکڑ کر چلنا پڑ رہا تھا۔ وہ ناصر کی پراسرار قوتوں سے بے حد متاثر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اسکے پروگراموں پر عمل کر رہا تھا۔ ورنہ عموماً دوسرے لوگ عمران کے پروگراموں پر عمل کرتے تھے۔

جولیا کے جانے کے بعد بھی وہ کافی دیر تک اسی موضوع پر سوچتا رہا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اسے ایکس ٹو کی حیثیت سے ملٹری ہیڈکوارٹر جانا تھا۔

یہ کام بڑا مضحکہ خیز تھا۔ کیونکہ اس کے لئے عمران کو وردی ایکسٹنگ کرنی پڑی تھی۔ لیکن کام کا انجام دینا بھی اتنا ہی ضروری تھا۔ وہ فلیٹ سے نیچے اتر آیا۔ گیرج سے ٹو سیٹر نکالی۔ اور راولپنڈی کی طرف روانہ ہو گیا۔

ٹو سیٹر تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی راولپنڈی کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئی۔ اور عمران نے اسے پورٹیکو میں روک دیا۔ پھر وہ اتر کر اندر داخل ہوا۔ بلیک زیرو نے لشست کے کمرے میں اس کا استقبال کیا۔ عمران تھوڑی دیر تک اس سے گفتگو کرتا رہا۔ پھر وہ اس کے کمرے میں پہنچ گیا

جہاں تک اپ کا سامان رہتا تھا۔ اس نے ڈریسنگ الماری سے ایک سیاہ چست لباس نکالا، جو سر سے پاؤں تک تھا، صرف آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے۔ پھر اس نے چہرے کی ہلکی سی مرمت بھی کی۔ یہ مرمت اس قسم کی تھی کہ چہرے کے چند زاویے بگڑ جائیں۔ اور نقاب کے نیچے سے خدوخال کا اندازہ نہ کیا جا سکے اس کے بعد وہ سیاہ لباس اس نے پہن لیا

اس کام سے فارغ ہو کر وہ باہر آیا اور بلیک زیرو کو اس گاڑی کے نکالنے کا حکم دیا جو خاص خاص موقعوں پر ہی گیرج سے باہر آتی تھی۔ وقت ہو چکا تھا۔ وہ کار کے اسٹیرنگ پر بیٹھ گیا۔ اور کار اسٹارٹ ہو کر باہر نکل گئی۔

عمران ایسے راستے اختیار کر رہا تھا، جہاں زیادہ ٹریفک نہ ہو۔ اس کے علاوہ اسٹیرنگ کے پاس والی کھڑکیوں کے شیشے بھی تاریک تھے اور باہر سے اندر کا آدمی نظر نہیں آتا تھا۔ اس لئے وہ مطمئن تھا۔ کار تیز رفتار سے دوڑتی ہوئی ملٹری ایریا میں داخل ہو گئی۔ اور پہلی چیک پوسٹ پر اسے اپنا نام بتانا پڑا۔

ملٹری کے سنتریوں کو شاید اس کے بارے میں ہدایت مل چکی تھی۔ اس لئے وہ سب الرٹ ہو گئے۔ ان کے چہروں پر اشتیاق اور تجسس کے آثار تھے کار پہلی چیک پوسٹ سے آگے بڑھ گئی۔ اس کے بعد بھی تین پوسٹ تھیں۔ لیکن عمران کو کسی پوسٹ پر روکا نہیں گیا، کیونکہ پہلی پوسٹ والوں

نے ٹیلی فون پر ایکس ٹو کی آمد کی ان سب کو اطلاع دیدی تھی۔ پھر وہ ایک پیلے رنگ کی شاندار عمارت کے سامنے پہنچ گیا۔ یہاں چند فوجی افسر اس کے استقبال کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔

عمران نے کار روکی اور وہ فوجی سارجنٹ اس کے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے کار کا دروازہ کھولا اور ایڑیاں بجا کر اٹینشن ہو گئے۔ عمران پروقار انداز میں کار سے نیچے اترا۔ اور عمارت کے سامنے کھڑے ہوئے فوجی زینے کی طرف بڑھنے لگے۔ عمران خود بھی سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پھر پہلی سیڑھی پر بریگیڈیر نے اس سے مصافحہ کیا اور دوسرے فوجی افسروں سے اس کا تعارف کرانے لگا۔ عمران نے ایک ایک سے مصافحہ کیا۔ اس کے ہاتھوں پر چمکدار سیاہ دستانے چڑھے ہوئے تھے۔

اور پھر وہ ان لوگوں کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ کانفرنس ہال میں کافی اہتمام کیا گیا تھا۔ تمام لوگ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اور بریگیڈیر حیات نے تقریر کی۔ جس میں ایکس ٹو کے چند کارناموں پر روشنی ڈالی جو اس نے فوج کے لئے انجام دیئے تھے۔ اور پھر فوج کی طرف سے مکمل تعاون کا یقین دلاتے ہوئے ایکس ٹو سے پوچھا گیا کہ وہ اس کی کیا خدمت کر سکتے ہیں۔

پھر عمران نے بحیثیت ایکس ٹو ان کے تعاون کا شکریہ ادا کیا اور موجودہ حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے انہیں مختصر تفصیل بتائی اور

ڈی گارو کے بھیانک ارادوں کے بارے میں بتلاتے ہوئے کہا

" ہر دور میں جنونی پیدا ہوتے ہیں ۔ اگرچہ آخر میں ان کا انجام بھیانک اور ذلت آمیز موت کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن وہ جنون کے عالم میں چند بے گناہ لوگوں کی موت کا باعث ضرور بن جاتے ہیں۔ ڈی گارو نے بھی وقتی طور پر ایک فارمولا معلوم کر لیا ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے کہ اس فارمولے کے ذریعہ وہ حکومتوں کو ہلا کر رکھ دے گا۔ اس کے چند مظاہرے اس نے یہاں بھی کئے ہیں۔ اور اب شاید وہ کوئی بڑا مظاہرہ کرنے کی فکر میں ہے۔ ہم یقیناً اس خطرے پر قابو پالیں گے لیکن ۔ اگر اس جنون میں کچھ بے گناہ اور مارے گئے۔ تو ظاہر ہے ہم سب کو از حد افسوس ہوگا۔ میں نے کوشش کر کے اس کے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں۔ اور اب میں چاہتا ہوں کہ وہ ہیڈ کوارٹر ہی تباہ کر دیا جائے ۔ اس کے لئے ہی مجھے سلڑی کی ضرورت ہے "

" ہم لوگ دل و جان سے تیار ہیں مسٹر ایکس ٹو ۔ آپ کتنی فوج چاہتے ہیں "

" یہ اس جگہ کا نقشہ ہے۔ ایکس ٹو نے اپنے پاس رکھے ہوئے بریف کیس سے ایک کاغذ نکالتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ سب نقشے پر جھک گئے۔ نقشہ نہایت وضاحت سے تیار کیا گیا تھا۔ ایک ایک چیز صاف نظر کی جا سکتی تھی ۔ وہ لوگ تبادلۂ خیال کرتے رہے۔ پھر طے ہوا کہ فوج کے دو سو

جوان اس ہیڈ کوارٹر پر پیڈ کریں ۔ اور ان جگہوں پر قبضہ کر کے ان لوگوں کو گرفتار کر لیں ۔ اس سلسلے میں ایک باقاعدہ پروگرام بھی ترتیب دیا گیا اور فوج کیساتھ ایکسٹو نے اپنے چند نمائندوں کو بھیجنے کی تجویز بھی پیش کی ۔ جو اس حملے میں ایکسٹو کی نمائندگی کریں گے۔ بریگیڈیر نے اسے خوشی منظور کر لیا ۔

پھر مکمل پروگرام طے ہو جانے کے بعد ایکسٹو ان لوگوں سے رخصت ہو کر واپس ہو گیا ۔

ناصر کے چہرے پر گہرے غور و فکر کے آثار تھے۔ اس کے داہنے ہاتھ میں قلم دبا ہوا تھا۔ جس کا الٹا سرا اس کے نچلے ہونٹ سے لگا ہوا تھا۔ سامنے میز پر ایک کاغذ پھیلا ہوا تھا جس پر آڑی ترچھی لکیریں بنی ہوئی تھیں۔ دفعتاً قلم ناصر کے ہاتھ سے نکل کر میز پر گر پڑا۔ اور وہ حیرت سے چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

اس نے قلم اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ لیکن قلم پھدک کر اور دور ہو گیا۔ ناصر چونک کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ لیکن کمرے میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اس نے گردن جھٹکی۔ اور دوبارہ قلم اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ لیکن قلم بالکل شرارت پر آمادہ تھا۔ اس بار پھر وہ اس کی گرفت سے نکل کر دور جا گرا۔

"انکل!" ناصر نے جھلا کر آواز دی۔ لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔

"کہاں ہو انکل۔ سامنے آؤ" لیکن جواب ندارد تھا۔ البتہ ایک ایش ٹرے اپنی جگہ سے اچھل اچھل کر میز پر گرنے لگی۔ اس کے گرنے سے کھٹ کھٹ کی زور دار آواز پیدا ہو رہی تھی۔ ناصر جھلاہٹ میں ایش ٹرے پکڑنے لگا۔ لیکن اسی

وقت میز پر رکھی ہوئی گھنٹی زور زور سے بجنے لگی۔

ناصر جھلائے ہوئے انداز میں کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ اس نے میز کے نیچے اور پھر چاروں طرف جھانک کر دیکھا۔ لیکن بوڑھے ڈارک کا کہیں پتہ نہیں تھا۔

"کیا تم نے نگاہوں سے پوشیدہ رہنے کا بھی کوئی تجربہ مکمل کر لیا ہے انکل؟" ناصر چیخ کر بولا۔ لیکن جواب پھر بھی نہیں ملا۔ پھر وہ جھلائے ہوئے انداز میں باہر نکل آیا۔ اور ایک طرف بڑھنے لگا۔ اس نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر گھس گیا۔

ایک خوبصورت مسہری پر پروفیسر ڈارک دونوں ٹانگیں دیوار میں اڑائے لیٹا تھا۔ انداز ایسا تھا۔ جیسے وہ کافی دیر سے اسی طرح لیٹا ہوا ہے ناصر کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے حیرت کے آثار نظر آئے۔

"یہ کیا حرکت تھی انکل؟" ناصر غصیلے انداز میں بولا۔

"میں بور ہو رہا تھا ناصر میاں۔ تم نے مجھ سے گفتگو کرنا بھی چھوڑ دی ہے" بوڑھے نے اسی انداز میں جواب دیا۔

"آپ کو معلوم ہے کہ میں آجکل مصروف ہوں"

"میں کسی مصروفیت کا قائل نہیں ہوں دنیا میں ایسا کون سا کام نہیں کیا جاتا سب ہی کاموں کے لئے تھوڑا بہت وقت نکالنا پڑتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آجکل

تم مجھے نظر انداز کر رہے ہو۔ میں تمہاری بے رُخی کسی صورت میں برداشت نہیں کر سکتا مجھے بھی کوئی مصروفیت بتاؤ۔ اکیلے بور ہوتے ہوئے مجھے فرنچ کک ہو جائے گا" بوڑھے نے کہا۔

ناصر بے اختیار مسکرا پڑا۔ پھر وہ بولا "ٹھیک ہے انکل میں تمہیں مصروف کر دوں گا۔ لیکن کیا تم بہت دیر سے یہاں لیٹے ہو۔

"ہاں۔ کیوں"۔

"میرا مطلب ہے یہاں لیٹے لیٹے میرے کمرے میں یہ حرکتیں کیسے ہو رہی تھیں" ناصر نے پوچھا۔

"بیکاری کے مشغلے کے طور پر میں نے اپنی اس قوت کو بڑھانے کا فیصلہ کر لیا ہے اسے یہ ضروری نہیں ہے کہ میں جس وقت جس شخص کے خیالات پڑھنا چاہوں اس کے بالکل سامنے پہنچ جاؤں یا جس چیز کو نظروں کی قوت سے اٹھانا چاہوں اس کے پاس ہی موجود ہوں۔ اب اتنا فاصلہ بھی ہو تو کام چل جاتا ہے جتنا تمہارے اور میرے کمرے کا ہے" پروفیسر ڈارک نے بتایا۔

"ویری گڈ! یہ ایک حیرت انگیز اور دلچسپ اضافہ ہے۔

"مگر میں ابھی تک بور ہوں"۔

"آج کل کسی سے عشق نہیں کر رہے ہو انکل" ناصر نے مسکرا کر پوچھا۔

"بڑی ہٹس لڑکیاں ہیں اس ملک میں۔ بلکہ یہاں آ کر غیر ملکوں کی لڑکیاں

بھی احمق بن جاتی ہیں۔ آج کل ایک سوئیس لڑکی کے پیچھے ہوں لیکن ابھی تک اس سے کوئی لفٹ نہیں ملی ہے۔ عجیب و غریب فطرت کی مالک ہے وہ لڑکی۔

"سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا انکل! یہاں کا قانون بھی اس معاملہ میں سخت ہے اگر کسی لڑکی نے پولیس والے سے شکایت کر دی تو وہ آپ کی ڈاڑھی کی طرف بعد میں دیکھے گا۔ پہلے آپ کے جسم کی صفائی کا بندوبست کر دے گا" ناصر ہنس کر کہنے لگا۔

"اسی لئے تو یہ ملک مجھے بالکل پسند نہیں آیا۔ بہرحال کوئی لونڈا بڑے کام کا ہے جسے کہ عمران، اس نے ایک بڑے کام کی بات بتائی تھی۔ یعنی یہاں کی عورتیں بہت ہی توہم پرست ہوتی ہیں۔ اور اسی کے ذریعے انہیں آسانی احمق بنایا جا سکتا ہے میں یہی سب کچھ شروع کرنے والا ہوں۔

"کچھ دن رک جائیں انکل۔ اس چوہے مکی گارو سے نپٹ لوں۔ پھر میں تمہیں اس ملک کی سیر کراؤں گا۔ بڑا دلکش ہے میرا ملک انکل۔ یہاں کی ہر چیز سے محبت اور سادگی ٹپکتی ہے" ناصر کہنے لگا۔

پروفیسر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ اسی وقت کمرے میں ایک طرف لگا ہوا۔ سرخ بلب اسپارک کرنے لگا۔ اور وہ دونوں چونک پڑے۔ پروفیسر نے جلدی سے دیوار میں لگے ہوئے ایک بٹن کو دبایا۔ اور سامنے رکھے ہوئے ایک چوکور بکس میں کوٹھی کے گیٹ کا منظر ابھر آیا۔ جہاں عمران کی ٹوسیٹر کھڑی ہوئی تھی۔ ایسے چوکور بکس اور بلب ہر کمرے میں موجود تھے۔ کسی بھی جگہ سے آنے والے کا پتہ لگایا جا سکتا

تھا۔ یہ تمام انتظام ناصر نے کئے تھے۔ وہ اس کوٹھی کو عجائب گھر بنانے پر تل گیا تھا۔ اور کسی بھی فرصت کے موقع پر اس میں کسی نہ کسی چیز کا اضافہ کرتا رہتا تھا۔

" یہ بھی شیطان کا کوئی رشتہ دار معلوم ہوتا ہے۔ جیسا دکر وفر اس میں موجود ہے!" پروفیسر کہنے لگا۔ اور پھر وہ دونوں عمران کا انتظار کرنے لگے۔ چند منٹ کے بعد عمران ان کے کمرے میں داخل ہوا۔

" اس کوٹھی میں سب سے بڑی دقت یہ ہے مسٹر ناصر! کہ کوئی گائڈ کرنے والا نہیں ہے۔ اور اتنی طویل کوٹھی میں آپ لوگوں کا سراغ لگانا مشکل ہو جاتا ہے"۔

" فکر نہ کریں عمران صاحب۔ چند دن کے بعد آپ کو یہاں خود کار گائیڈ نظر آئیں گے۔ یعنی روبٹ جو ہر شخص کا پورا پورا خیال رکھیں گے"۔ ناصر مسکرا کر بولا۔ پھر سنجیدہ ہو کر کہنے لگا۔ "تشریف رکھئے۔ یقیناً آپ کوئی اہم خبر سنانے والے ہیں۔

" ہاں انتظام مکمل ہو گیا ہے۔ فوج کے دو سو مسلح سپاہی آج رات کو ایک بجے وہاں رپورٹ کریں گے لیکن میرے ذہن میں ایک اور خیال ہے"۔ عمران کہنے لگا۔

" وہ کیا"؟

" فرض کرو کہ فوج اچانک اس ویرانے پر ٹوٹ پڑتی ہے۔ اور ان لوگوں کو گھیر لیتی ہے۔ اس طرح وقتی طور پر اسے کچھ کامیابی نصیب ہو جاتی ہے لیکن تھوڑی دیر کے بعد اچانک فوجی جوان اور ان کے ٹرکس فضا میں معلق ہو کر زمین پر گرنے لگتے ہیں۔ اس طرح یہ دو سو فوجی آن واحد میں ہلاک ہو سکتے ہیں۔ اور پھر کامیابی ناکامی میں بدل جاتی ہے۔

" ناصر کا چہرہ غور و فکر کی تصویر بن گیا۔ یہ ایک موٹی سی بات ہے لیکن میں اس بارے میں سوچ بھی نہیں سکا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ بڑبڑایا پھر بولا" کیا ہم کسی شکل میں فوج کے ساتھ رہ سکتے ہیں عمران صاحب"۔

" یقیناً رہ سکتے ہیں۔ میں نے پہلے ہی اس کا خیال رکھا تھا۔ ہم لوگ بھی فوج کے ساتھ چلیں گے"۔ عمران نے جواب دیا۔

" اور۔ آپ نے کیا سوچ کر یہ انتظام کیا تھا عمران صاحب؟" وہ خوش ہو کر پوچھا۔

" صاف سی بات ہے۔ آپ ان شعاعوں کو ناکام بنا سکتے ہیں، ہمیں اس انتظام کے ساتھ چلنا ہو گا"۔

" ویری گڈ آپ بہت خوب سوچتے ہیں عمران صاحب۔ درحقیقت اگر یہ انتظام نہ ہوتا تو ہمیں ایک عبرتناک شکست سے دوچار ہونا پڑتا۔" ناصر کہنے لگا۔ "پھر اب فوج کے ٹرکس کے ساتھ ایک اور ٹرک ہو گا جس پر ان لوگوں سے ساتھ جنگ سے نپٹنے کا انتظام بھی ہو گا۔" ناصر نے کہا۔

" یہ انتظام کب تک ہو جائے گا۔ عمران نے پوچھا۔

" صرف دو گھنٹے میں سب کچھ مکمل کر لوں گا"۔ ناصر نے جواب دیا۔

" ٹھیک گیارہ بجے میں ایک ہارڈ کے چوراہے پر آپ کا انتظار کروں گا

مسٹر ناصر" عمران اُٹھتا ہوا بولا۔

"ارے ۔ ارے تشریف رکھئے۔ ابھی کیا جلدی ہے۔ ناصر اسے اُٹھتے دیکھ کر بولا۔

"نہیں جانے دیجئے۔ مجھے بھی کچھ ضروری کام کرنے ہیں۔" عمران بولا۔

"مجھے بھی تم سے کچھ کہنا ہے صاحبزادے۔" بڑے میاں بولے پڑے سلور عمران گھور کر دیکھنے لگا۔ پھر وہ پراسرار انداز میں بولا۔ میں صرف اتنا کہوں گا۔ پروفیسر کہ سوئیس لڑکیاں بے حد خطرناک ہوتی ہیں۔ اس لڑکی سے کم از کم ہمیں فٹ دور رہا کرو۔" عمران نے کہا۔ اور پروفیسر کا منہ حیرت سے کھل گیا وہ شائد اس وقت جولیا کے بارے ہی میں سوچ رہا تھا۔

"تت ۔ تو کیا تت تم بھی۔"

"ہاں۔ میری پشت ہا پشت تیلی پیتھ چلی آرہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تم میرے ذہن میں نہیں جھانک سکے پروفیسر۔ مگر میں نے اس وقت تمہارا ذہن فوراً ہی پڑھ لیا۔ اچھا ٹاٹا۔" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ اور باہر نکل گیا۔

بوڑھا حیرت زدہ انداز میں کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔

"کیا ہوا انکل؟" ناصر نے پوچھا۔

"وہ ۔ وہ بھی تیلی پیتھ ہے۔" بوڑھا ہانپتے ہوئے بولا۔

"بات کیا ہوئی۔؟"

"میں ۔ میں اسے اس سوئیس لڑکی کے بارے میں بتانا چاہتا تھا۔ لیکن اس نے میرے خیالات پڑھ لئے اور۔"

"وہ بے انتہا چالاک آدمی ہے انکل۔ اس سے ہوشیار رہا کرو۔ ورنہ کسی دن کھڑے کھڑے ہتھیں سڑک پر نیلام کر دے گا۔"

"ہاں ناصر۔ میں اس لڑکے کی ذہانت کا قائل ہوتا جا رہا ہوں۔ وہ خود بھی بہت سی پراسرار قوتوں کا مالک معلوم ہوتا ہے۔" بوڑھے نے کہا اور ناصر ہنسنے لگا پھر وہ کمرے سے نکلتا ہوا بولا۔ "مجھے کچھ ضروری اقدامات کرنے ہیں۔ تم اگر کہیں باہر جانا چاہو تو چلے جاؤ۔ ممکن ہے آج تمام رات مصروفیت میں گذر جائے۔"

"کیا میں اس مصروفیت سے الگ رہوں گا۔" بوڑھا آنکھیں نکال کر بولا۔

"تمہاری مرضی۔ ناصر نے شانے ہلائے اور بڑے میاں کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کا رخ لیبارٹری کی طرف تھا۔

☆☆☆

تیز رفتار سے دوڑتا ہوا سیاہ ٹرک ایک ہائی وے کے چوراہے پر رکا گیا اور پھر وہ ایک طرف رک گیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے ناصر نے گردن نکال کر ادھر ادھر دیکھا۔ اور پھر اس کی نگاہیں اس سائے پر مرکوز ہو گئیں جو ایک طرف سے نکل کر اسی کی طرف آ رہا تھا۔

چند منٹ کے بعد وہ ٹرک کے قریب پہنچ گیا۔ "مسٹر ناصر؟" اس نے آواز دی۔ اور ناصر نے قریب بیٹھے ہوئے بڑے میاں کو اشارہ کیا۔ بڑے میاں نے دروازہ کھول دیا۔

"آپ اس طرف کھسک جائیے۔ مسٹر ناصر۔ ڈرائیونگ مجھے دیدیجئے۔" عمران نے کہا۔ اور ناصر نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ وہ دوسری طرف کھسک گیا اور بڑے میاں نے دروازہ بند کر لیا۔

عمران ٹرک پر چڑھ آیا۔ اور پھر اس نے ٹرک اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دیا۔ راستے بھر وہ دونوں خاموش رہے۔ کسی نے کوئی گفتگو نہیں کی۔ خاموشی میں صرف ٹرک کی مشین کی ہلکی آواز گونج رہی تھی۔ پھر جب وہ پہلی چیک پوسٹ پر پہنچے تو اچانک روشنی میں نہا گئے۔ تاریکی میں یکایک بہت سی سرچ لائٹیں روشن ہو گئی تھیں۔ پھر کئی ٹامی گن بردار فوجی ان کے قریب پہنچ گئے۔

عمران نے جیب سے ایک سفید کارڈ نکال کر ان میں سے ایک فوجی کی طرف بڑھا دیا۔ وہ فوجی کارڈ دیکھنے لگا۔ پھر ایڑیاں بجنے کی آواز سنائی دی اور فوجی نے ٹرک آگے بڑھانے کا اشارہ کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ہیڈ کوارٹر کی عمارت کے پاس پہنچ گئے۔

عمران نے جیب سے تین سیاہ نقابیں نکالیں۔ ایک اپنے چہرے پر لگائی۔ اور دو ناصر اور پروفیسر کی طرف بڑھا دیں۔ ناصر نے خاموشی سے نقاب لگائی۔ اسی وقت چند فوجی آفیسرز ان کے قریب پہنچ گئے۔

"تمام انتظام مکمل ہو گیا ہے دوستو۔ میجر برہان اس حملے کی کمان کریں گے۔ اگر مسٹر ایکس ٹو نے کوئی اور پیغام دیا ہو تو فرمائیں۔" بریگیڈیئر نے آگے بڑھ کر کہا۔

"جی نہیں صاحب۔ ہمیں حسب معمول کام کرنا ہے۔ پروگرام میں کوئی ردوبدل نہیں ہوا ہے۔"

فوجی ایجوٹینٹ سے لیس ہیں۔ اب آپ روانہ ہو سکتے ہیں۔" میجر نے کہا

"اوکے! پونے بارہ بج چکے ہیں۔ ہم بہ آسانی ایک بجے تک وہاں پہنچ

تیز رفتار سے دوڑتا ہوا سیاہ ٹرک ایک ہارڈ کے چوراہے پر رکا گیا۔ اور پھر وہ ایک طرف رک گیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے ناصر نے گردن نکال کر ادھر ادھر دیکھا۔ اور پھر اس کی نگاہیں اس سائے پر مرکوز ہو گئیں جو ایک طرف سے نکل کر اسی کی طرف آ رہا تھا۔

چند منٹ کے بعد وہ ٹرک کے قریب پہنچ گیا "مسٹر ناصر؟" اس نے آواز دی۔ اور ناصر نے قریب بیٹھے ہوئے بڑے میاں کو اشارہ کیا، بڑے میاں نے دروازہ کھول دیا۔

"آپ اس طرف کھسک جائیے، مسٹر ناصر۔ ڈرائیونگ مجھے دیدیجئے" عمران نے کہا، اور ناصر نے اس کے حکم کی تعمیل کی، وہ دوسری طرف کھسک گیا اور بڑے میاں نے دروازہ بند کر لیا۔

عمران ٹرک پر چڑھ آیا۔ اور پھر اس نے ٹرک اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دیا۔ راستے بھر وہ دونوں خاموش رہے کسی نے کوئی گفتگو نہیں کی۔ خاموشی میں صرف ٹرک کی مشین کی ہلکی آواز گونج رہی تھی۔ پھر جب وہ پہلی چیک پوسٹ پر پہنچے تو اچانک روشنی میں نہا گئے۔ تاریکی میں یکایک بہت سی سرچ لائٹیں روشن ہو گئی تھیں۔ پھر کئی ٹامی گن بردار فوجی ان کے قریب پہنچ گئے۔

عمران نے جیب سے ایک سفید کارڈ نکال کر ان میں سے ایک فوجی کی طرف بڑھا دیا۔ وہ فوجی کارڈ دیکھنے لگا۔ پھر ایڑیاں بجنے کی آواز سنائی دی اور فوجی نے ٹرک آگے بڑھانے کا اشارہ کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ہیڈ کوارٹر کی عمارت کے پاس پہنچ گئے۔

عمران نے جیب سے تین سیاہ نقابیں نکالیں۔ ایک اپنے چہرے پر لگائی۔ اور دو ناصر اور پروفیسر کی طرف بڑھا دیں۔ ناصر نے خاموشی سے نقاب لگا لی۔ اسی وقت چند فوجی آفیسرز ان کے قریب پہنچ گئے۔

"تمام انتظام مکمل ہو گیا ہے دوستو! میجر برہان اس حملے کی کمان کریں گے۔ اگر سٹر ایکس ٹو نے کوئی اور پیغام دیا ہو تو فرمائیں!" بریگیڈیئر نے آگے بڑھ کر کہا۔

"جی نہیں صاحب۔ ہمیں حسب معمول کام کرنا ہے۔ پروگرام میں کوئی ردوبدل نہیں ہوا ہے"

"فوجی ایجی ٹیشن سے لیس ہیں۔ اب آپ روانہ ہو سکتے ہیں" میجر نے کہا

"اوکے! ہم نے ہارہ بج چکے ہیں۔ ہم بہ آسانی ایک بجے تک وہاں پہنچ

جائیں گے۔" عمران نے کہا اور میجر کاشن دینے لگا۔ دوسرے لمحے تمام فوجی ٹرکوں پر چڑھنے لگے۔ پھر چند منٹ کے بعد وہ سب روانہ ہونے کے لئے تیار تھے۔ آخری حکم ملا، اور ٹرک اسٹارٹ ہو کر روانہ ہو گئے۔ آگے آگے ناصر کا ٹرک تھا، جو انتہائی نفیس ساخت کا تھا۔ ڈرائیونگ عمران کے ہاتھ میں تھی بڑے میاں ٹرک کے پچھلے حصے میں پہنچ گئے تھے جو ایک بڑی ترپال سے ڈھکا ہوا تھا۔ پیچھے ملٹری کے ٹرکس آ رہے تھے۔ رفتار خاصی تیز تھی۔

میجر برہان کا ٹرک اس ٹرک کے پیچھے تھا۔ اور وہ کانوں پر ہیڈ فون چڑھائے ہوئے تمام ٹرکوں سے رابطہ قائم کئے ہوئے تھے۔

تقریباً پچاس منٹ تک ٹرک خاموشی سے دوڑتے رہے پھر عمران کے ٹرک کی رفتار سست ہو گئی۔ اور وہ رک گیا۔ میجر برہان کا ٹرک بھی اس کے قریب ہی پہنچ گیا۔

"ہیلو! کیا بات ہے؟" میجر برہان نے پوچھا۔

"ہیڈ لائٹس بجھا دی جائیں۔ ہم قریب پہنچ گئے ہیں۔" عمران نے کہا۔

"میرا خیال ہے جناب کہ آپ بھی ایک کمیونیکیٹر سیٹ لے لیں تاکہ ہم لوگ ردوسرے بھی آپ سے رابطہ قائم رکھ سکیں۔" میجر برہان نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اگر فالتو ہو تو مجھے دیدیں۔" عمران نے کہا اور چند منٹ کے بعد اس کے کانوں پر بھی وائرلیس ہیڈ فون چڑھ گیا۔ ٹرک پھر آگے بڑھنے لگے۔

لیکن اب ان کی ہیڈ لائٹس بھی ہو گئی تھیں۔ اور انہوں نے سڑک بھی چھوڑ دی تھی۔ اب وہ اس ویران علاقے کے کچے اور ناہموار پہاڑی راستے پر دوڑ رہے تھے۔

سامنے ہی وہ خوفناک پہاڑ یہاں نظر آ رہی تھیں۔ جہاں ناصر کو ان لوگوں کے ہیڈ کوارٹر کا سراغ ملا تھا۔ پروگرام کے مطابق ان پہاڑیوں کو چاروں طرف سے گھیر لینا تھا۔ یہ سلسلہ یوں تو بہت طویل تھا۔ لیکن جس حصے کو انہیں گھیرنا تھا وہ الگ تھلگ تھا۔ اور وہاں زیادہ فوج کی ضرورت نہیں تھی۔

پھر آگے بڑھتے ہی تمام ٹرک الگ الگ ہو گئے اور نیم دائرے کی شکل میں آگے بڑھنے لگے۔ میجر نے سب لوگوں کو ہوشیار رہنے کا حکم دے دیا تھا۔ کیونکہ تاریکی میں اس خطرناک علاقے میں ٹرک چلانا بھی خطرناک کام تھا۔ اور پھر خاص طور سے ایسی شکل میں جبکہ انہیں دوسرے لوگوں کی نظروں سے محفوظ بھی رہنا تھا۔

لیکن قسمت ساتھ تھی سب نقشے کے مطابق پھیل گئے۔ اور پہاڑی چاروں طرف سے گھیر لی گئی۔ اب اس پہاڑی کے بالکل قریب پہنچنے کے لئے انہیں ایک چھوٹا سا ہموار میدان طے کرنا تھا۔ یہاں سے ملٹری کو اپنا گھیرا تنگ کرنا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد مکمل پوزیشن لے لی گئی۔ سب سے پہلے ملٹری

کے ایک دستے کو پیدل آگے بڑھنا تھا۔ پہاڑی کے شمالی علاقے پر دستی طاقتور بم مارنے تھے تاکہ انہیں بوکھلا کر باہر نکالا جا سکے۔ اس کے بعد انہیں گولیوں پر رکھ لینا تھا۔ اور پھر جیسی بھی صورت ہوگی، وہ کیا جائے گا۔ اگر وہ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہو گئے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ ان سب کو بھون دینا ضروری تھا۔

وائرلیس پر تمام پوزیشنوں کے بارے میں رپورٹ مل گئی۔ اور پھر میجر نے ابتدائی حملے کا حکم دیا۔ فوج کا دستہ خاموشی سے آگے بڑھنے لگا۔ اور اپنی پوزیشن پر پہنچ گیا۔ اور پھر یکایک بموں کے دھماکوں سے پہاڑی لرز اٹھی۔ بڑے بڑے پتھر فضا میں بلند ہو ہو کر گرنے لگے اور فضا میں زلزلے کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ پہلا حملہ نہایت کامیابی سے ہوا تھا۔ فوجی دستہ اپنا کام انجام دے کر آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ آیا۔

لیکن اسی وقت اچانک ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ دستی بم پھینکنے والے دستے کا آخری سپاہی جو ابھی پیچھے ہی تھا۔ اچھل کر نیچے گرا اور پھر وہ زمین پر اچھلنے کودنے لگا۔ اس کی دردناک چیخیں فضا میں گونجنے لگیں۔

"ہوشیار۔ اچانک عمران چیخا۔ اور ناصر ایکدم ٹرک سے پچھلے حصے میں پہنچ گیا۔ جہاں دو بڑی بڑی مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ فوجی سپاہی کی اچھل کود ایکدم ختم ہو گئی۔

اور۔ پھر تمام ویرانہ روشن ہو گیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے پوری زمین

سرخ ہو گئی ہے۔ آگ کی تپش و درد تک پھیل رہی تھی۔ اور آگ کا سرخ سمندر آگے بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ تمام ویرانہ دہکنے لگا تھا۔ لیکن اس آگ میں کسی قسم کے شعلے نہیں تھے صرف انگاروں کی سی تپش اور روشنی تھی۔

تمام فوجی ہکا بکا ہو کر اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ آگ بڑھتی چلی آ رہی تھی۔ اس کی شکل سیدھی سیدھی باریک لکیروں کی سی تھی۔ اور پھر ایک ٹرک کے ٹائر سلگ اٹھے۔ اور فوجیوں نے گھبرا کر ٹرک پیچھے بھگانے شروع کر دیئے۔ جس ٹرک کے پہیے پگھل گئے تھے۔ اسکے سوار گھبرا کر نیچے کود پڑے۔ لیکن ان کا بھی وہی حشر ہوا۔ جو بمبار دستے کے آخری سپاہی کا ہوا تھا۔ چند منٹ کے اندر ٹائروں کے جلنے کی چراندھ میں انسانوں کے گوشت جلنے کی بدبو بھی شامل ہو گئی۔

آگ ایک خاص جگہ تک پہونچ کر رک گئی۔ ناصر وغیرہ کو بھی دوسرے فوجیوں کی طرح پیچھے ہٹ آنا پڑا۔ یہ بالکل نئی افتاد تھی۔ جس کے بارے میں پہلے سے کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔

دفعتاً ناصر نے اپنی جیب سے ایک الٹرا وائیلٹ عینک نکالی۔ اور اسے آنکھوں پر لگا کر دیکھنے لگا۔ اور پھر اس نے عمران کو آواز دی۔ "عمران صاحب ذرا پیچھے۔ اور عمران ٹرک کے پچھلے حصے میں پہنچ گیا۔

"یہ دیکھئے! ناصر نے عینک اتار کر عمران کی طرف بڑھا دی۔ اور عمران

عینک سے اس آگ کو دیکھنے لگا۔ تب اسے معلوم ہوا کہ وہ آگ باریک باریک تاروں میں سلگ رہی ہے۔ بالکل ایسی ہی کیفیت تھی۔ جیسے برقی ہیٹروں کے تار سرخ ہو جاتے ہیں۔ یہ تار پہاڑیوں کے چاروں طرف دور دور تک پھیلے ہوئے تھے اور اس جگہ آکر ختم ہو گئے تھے۔ جہاں آگ ختم ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔

"مجھے یقین ہے عمران صاحب کہ ان تاروں کے درمیان جانے والی ہر چیز برقی قوت سے تباہ ہو جائے گی" ناصر بولا۔

"یہ صورتِ حال بڑی پریشان کن ہے" عمران پُرخیال انداز میں بولا۔ اسی وقت میجر کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو! کیا خیال ہے جناب۔ مارٹر گنیں استعمال کی جائیں اس سے آگے بڑھنا مشکل ہے۔"

"کیا آپ کے پاس مائیکروفون ہے۔"

"جی ہاں موجود ہے۔"

"بہتر ہے میں آپ کے پاس پہنچ رہا ہوں عمران نے کہا اور پھر ناصر کو ان کا پروگرام بتانا کر۔۔۔۔ میجر کے ٹرک پر پہنچ گیا۔ اور پھر طاقتور لاؤڈ اسپیکر سے اس کی آواز اُبھری۔

"تم لوگوں کو چاروں طرف سے گھیرا گیا ہے ڈی گارڈ۔ بہتر یہی ہے کہ ہتھیار ڈال دو ورنہ تم یہ برقی قوت کتنی دیر تک استعمال کر سکتے ہو۔

چند منٹ کے بعد تم پر گولے برسائے جائیں گے۔

اس نے یہ اعلان کئی مرتبہ دہرایا۔ لیکن دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ پھر میجر کی ہدایت پر مارٹر گنوں کا استعمال شروع ہو گیا۔ پہاڑیاں اُدھڑنے لگیں اور اسی وقت اُدھر سے بھی جوابی مقابلہ شروع ہو گیا۔ شاید ان لوگوں کے لئے فرار کا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ اس لئے وہ مقابلہ کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ فوج نے بڑے موقع سے انہیں گھیرا تھا کیونکہ ٹوبی ہاؤس کی تباہی کے بعد ڈی گارڈ کے تمام افراد ہیڈ کوارٹر آ گئے تھے۔

فوج کو بھی پوزیشن لینی پڑی۔ لیکن پہاڑی پر سے چلائی جانے والی ساری گنیں بالکل بیکار ثابت ہوئیں۔ البتہ مارٹر گنیں تباہی مچا رہی تھیں۔

پھر بھی فوج کو کوئی خاص کامیابی نصیب نہیں ہو رہی تھی کیونکہ وہ آگے نہیں بڑھ سکتی تھی۔ صورتِ حال کافی عجیب تھی۔ یہی غنیمت تھا کہ انہوں نے اپنی ان خطرناک مشینوں سے کام نہیں لیا تھا۔ ورنہ مزید پریشانی ہوتی رات ایک بجے سے صبح پانچ بجے تک سخت مقابلہ ہوتا رہا۔

مگر کسی طرف سے شکست قبول نہیں ہوئی۔

لیکن صبح پانچ بجے اچانک پہاڑی کی طرف سے ہونے والے مقابلے میں تیزی آ گئی پھر ایک راکٹ فوج میں آ کر پھٹا۔ اور ایک ٹرک کے

پرخچے اڑ گئے فون نے اس نئی صورت حال سے بچنے کے لئے پوزیشن لے لی لیکن دوسری طرف سے باقاعدہ راکٹ برسائے جانے لگے، اور ان کی شدت بڑھنے لگی۔

"میرا خیال ہے کہ ان کی طاقت کا غلط اندازہ کیا گیا تھا جناب ہمیں مزید مدد کی ضرورت ہوگی، ان راکٹوں کا جواب دینا بھی ضروری ہے" میجر نے عمران سے کہا۔

"ہاں میرا بھی یہی خیال ہے، میں ایکسٹو سے رابطہ قائم کرتا ہوں کہ وہ بریگیڈیئر سے بات کریں" عمران نے کہا اور پھر وہ بیک زیرو کو کال کرنے لگا۔ اس نے بیک زیرو کو ہدایت کی اور پھر جنگ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

فون کے چھ ٹرک تباہ ہو چکے تھے اور اب دوسری طرف سے جدید ترین ہتھیار استعمال کئے جا رہے تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ ہر قیمت پر مقابلے کا ارادہ کر چکے ہیں۔

فون کے چالیس جوان ہلاک ہو گئے تھے، اور یہ انتہائی عظیم نقصان تھا۔ فوج میں جوش پھیل گیا اور صبح ساڑھے چھ بجے ایک ہزار فوج کا دستہ وہاں اور پہنچ گیا جو ٹینکوں اور توپوں سے لیس تھا اور پھر باقاعدہ جنگ ہونے لگی۔ دوسری طرف پہاڑی سے راکٹ برسائے جا رہے تھے ایسا لگتا تھا جیسے وہاں باقاعدہ فوج موجود ہے۔

پھر فوج کی طرف سے ایک اور قدم اٹھایا گیا۔ چند ٹینک بھی وہاں بھیج دیئے گئے، اور ان میں سے ایک ٹینک نے ان تاروں پر گزر کر آگے بڑھنے کی

کوشش کی۔ لیکن۔ اس کا انجام بہت خوفناک ہوا، وہ فضا میں تقریباً بیس فٹ بلند ہو کر نیچے گر پڑا۔ اور بالکل تباہ ہو گیا، پھر دوسرے ٹینکوں نے آگے بڑھنے کی کوشش ترک کر دی، لیکن انہوں نے گولہ باری شروع کر دی، جس کا نشانہ وہی پہاڑیاں تھیں۔ نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ دوسری طرف سے راکٹ برسنے بند ہو گئے، اور پہاڑی سے جگہ جگہ شعلے بلند ہونے لگے۔ اور ایک خوفناک منظر دکھائی دینے لگا۔

سورج اب طلوع ہو گیا تھا اور دن کی روشنی میں فوج کا کام اور آسان ہو گیا تھا۔

اتنے سخت مقابلے کی توقع کسی کو نہیں تھی۔ مرکز سے مزید فون بھیج دی گئی۔ اور اس کے بعد طیاروں کو حکم ملا۔ کہ وہ پہاڑی پر بمباری کریں۔ چنانچہ ہلکے بموں سے لیس طیارے ایئر پورٹ سے پرواز کرنے لگے۔ اور پھر ایک طیارے نے کئی بم پہاڑی پر گرا دیئے۔

پہاڑی والوں کا اب بچنا مشکل تھا۔ راکٹوں کی بارش یا تو بند ہو گئی تھی، اور اب دوسری طرف سے کوئی مقابلہ نہیں ہو رہا تھا، چار طیارے پہاڑی پر بم گراتے رہے۔ اور اپنا پورا اسٹاک ختم کر کے واپس لوٹ گئے دوسری طرف بالکل خاموشی تھی۔

ایک فوجی نے ان تاروں پر اپنی رائفل پھینک کر دیکھی اور کوئی تحریک

نہ یاد کرا چکی پڑا۔ شاید تاروں کا برقی نظام بیکار ہو چکا تھا، اس نے میجر کو اطلاع دی، اور میجر نے مزید اطمینان کیا۔ برقی تاروں کا نظام قطعی بیکار ہو چکا تھا۔ دوسرے لمحے فوج پہاڑی کی طرف دوڑ پڑی۔ وہ لوگ ٹالی گنوں سے گولیاں برسا رہے تھے۔ لیکن دوسری طرف زندگی کے کوئی آثار دکھائی نہیں دیئے۔

لیکن اچانک وہ سب اچھل پڑے۔ پہاڑی کی چوٹی کے ایک سوراخ سے دھوئیں کا ایک زبردست بادل اوپر اٹھنے لگا۔ اور پھر زن زن کرتی ہوئی کوئی چیز باہر نکلی، اور فضا میں بلند ہوتی چلی گئی۔ یہ ایک سگار نما راکٹ تھا۔ جس میں چھوٹے چھوٹے پرزے لگے ہوئے تھے۔ اس کی رفتار بے انتہا تیز تھی وہ سیدھا آسمان کی طرف پرواز کر گیا اور چند منٹ بعد وہاں ایک باریک سا نقطہ رہ گیا۔

اور اسی وقت ایک خوفناک گڑگڑاہٹ ہوئی، اور کھڑے ہوئے نوجی زمین پر گر پڑے۔ پہاڑی سے آگ اور دھوئیں کا ایک کثیف بادل نکلا اور آسمان کی طرف بڑھنے لگا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کسی آتش فشاں نے لاوا اگلنا شروع کر دیا ہے۔ یقیناً پہاڑی میں موجود لیبارٹری تباہ کی جا رہی تھی۔

دوسرے دن کے اخبارات دھڑا دھڑ بک رہے تھے ایک عجیب و غریب راز سے پردہ اٹھا تھا۔ کچھ عرصہ قبل جو پراسرار واقعات پیش آئے تھے ان کا عقدہ حل ہو گیا تھا۔ ملک بھر میں بچے بچے کی زبان پر ڈی گارو کا نام تھا، لیکن کسی بھی اخبار نے یہ نہیں لکھا تھا کہ ڈی گارو ایک راکٹ کے ذریعہ فرار ہو گیا تھا۔

اخبارات میں ان لاشوں کا تذکرہ تھا جو پہاڑی میں موجود لیبارٹری میں ملی تھیں، فوجوں نے تباہ شدہ لیبارٹری سے ڈیڑھ سو لاشیں برآمد کی تھیں اس کے علاوہ کروڑوں روپے کا سامان دستیاب ہوا تھا۔ لیکن سب کچھ تباہ ہو چکا تھا۔ ان ڈیڑھ سو لاشوں میں سے ایک کی بھی شناخت نہیں ہو سکی کہ وہ کون لوگ تھے اور کہاں سے آئے تھے۔

بہرحال چونکہ عمران نے ضرورت کے مطابق رپورٹ دیدی تھی۔ اس لئے ڈی گارو کی کہانی منظر عام پر آ گئی

لیکن اعلیٰ حکام کے ذہنوں میں ابھی تک خلش تھی۔ انہیں یہ بھی رپورٹ ملی تھی کہ ایک راکٹ ان پہاڑیوں سے نکل کر خلا میں پرواز کر گیا ہے۔ اس

راکٹ کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا تھا۔

"دیسے سرکاری طور پر ملک میں موجود تمام رصد گاہوں کو اطلاع دیدی گئی ہے کہ وہ خلاء پر خاص نگاہ رکھیں اور کسی بھی پراسرار شے کی نقل و حرکت کی اطلاع مرکز کو فوراً دیں۔

نیڈونگ کالج کی مینار یعمارتری میں اس وقت عمران پروفیسر ڈارک اور ناصر بیٹھے ہوئے اسی مسئلے پر گفتگو کر رہے تھے۔

"ایک طرح سے یہ سارا ختم ہو چکا ہے، عمران صاحب۔ لیکن نہ جانے کیوں میرے ذہن میں اطمینان نہیں پیدا ہو رہا ہے" ناصر کہہ رہا تھا۔

"کیا خیال ہے آپ کے ذہن میں؟"

"میں سوچ رہا ہوں کہ ڈی گاڈ دشمن ہے کسی دوسرے ملک کا رخ کرنے کے بجائے یہیں کہیں اترنے کی کوشش کرے۔ دیسے میں یہ تو دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ خلاء کے کسی دوسرے سیارے پر نہیں گیا ہے۔ جس ساخت کے راکٹ میں اس نے پرواز کی ہے وہ اسے انتہائی رفتار کے ذریعے خلاء تک تو ضرور لے جا سکتا ہے۔ لیکن ان راکٹوں میں اتنا ایندھن نہیں ہوتا کہ وہ آسانی سے کسی دوسرے سیارے کے گرد مدار قائم کر کے وہاں اتر سکیں۔

"خیر کسی دوسرے سیارے میں جانے کا تو خیال ہی فضول ہے۔ ہاں میرے ذہن میں ایک دوسرا خیال موجود ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کسی

دوسرے ملک گر ہی چلا گیا ہے"

"مجھے سمجھا دیں، ممکن ہے آپ کی دلیل وزن دار ہو"

"ہیڈ کوارٹر سے جو سامان اور آدمیوں کی جتنی تعداد میں لاشیں ملی ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہیڈ کوارٹر بہت مضبوط تھا۔ اور وہ ان لوگوں کی آخری پناہ گاہ تھا۔ ٹوبی ہاؤس جیسی عمارتیں ان کی بربادیوں کا کام تو دے سکتی تھیں لیکن وہ ان پر بھروسہ نہیں کر سکتے تھے۔ لہٰذا جب ٹوبی ہاؤس تباہ ہوا تو ان کی تمام طاقت ہیڈ کوارٹر میں سمٹ آئی گویا کوئی اور طاقتور برانچ ایسی نہیں تھی۔ جہاں وہ ہیڈ کوارٹر کے علاوہ پناہ لے سکتے۔ لہٰذا اب جبکہ ہیڈ کوارٹر بھی تباہ ہو گیا ہے۔ تو ان کے پاس اس راکٹ کے علاوہ اور کچھ نہیں بچا۔ اسلئے یہاں دوبارہ قدم جمانے کے لئے انہیں بہت وقت درکار ہے۔ اس کے برعکس ممکن ہے۔ اس ملک کے بعد بھی اس کا کوئی ٹارگٹ ہو جہاں اس نے پہلے سے انتظام کر رکھا ہو۔ ایسی ہنگامی حالت میں وہ وہیں جا سکتا ہے" عمران نے کہا۔

"بہت وزنی دلیل ہے۔ درحقیقت ایسا بالکل ممکن ہے لیکن ہمیں اس خطرے کو بالکل نظر انداز نہیں کرنا چاہئے عمران صاحب۔ میرے خیال میں ہمیں تمام ملکوں سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنی چاہئے۔ جہاں بھی کشش ثقل کا کوئی واقعہ پیش آئے وہیں ہم لوگوں کو فوراً پہنچنا چاہئے۔ اس درمیان میں اس

کے توڑ کے لئے میں کچھ اور ایجاد کرتا ہوں۔" ناصر کہنے لگا۔

دم اٹکی رہ گئی۔ میں کہتا ہوں لعنت بھیجو اس سوئر کے بچے پر جو خاص طور سے میری جان کے پیچھے پڑ گیا ہے۔" پروفیسر ڈارک کہنے لگا۔

"تم عیش کرو انکل! فی الحال میں تمہارے کسی کام میں حارج نہیں ہوں گا، کیونکہ ابھی حالات غیر یقینی ہیں۔ اور پھر ناصر جملہ ادھورا چھوڑ کر کچھ سوچنے لگا۔

"کیا خیال ہے صاحبزادے کیوں نہ ہم دونوں متفق لڑنے کا مقابلہ کر ڈالیں۔ بڑے میاں جھک کر رازدارانہ انداز میں بولے۔ پھر بالکل دھیمی آواز میں کہا "رات کو ضرور آنا۔ میں تمہیں ایک جوڑے کی خواب گاہ کا منظر دکھاؤں گا۔ سچ کہتا ہوں اتنا پرجوش جوڑا میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ یہی ہا ہا ڈارک نے عجیب انداز میں عمران کے شانے پر ہاتھ مارا۔ اور پھر اسے سنبھالنے کی کوشش میں خود بھی ڈھیر ہو گیا کیونکہ عمران آنکھیں چڑھا کر کسی کٹے ہوئے تنے کی طرح زمین پر لڑھک گیا تھا۔

ناصر نے چونک کر اسے دیکھا، اور پھر ہنسنے لگا۔ بڑے میاں کسی پریشان حال بیوی کی طرح عمران کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے تھے۔

"کیا ہو گیا انکل!" ناصر نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"تم ہنس رہے ہو نا معقول۔ ایسی صورت میں بعض اوقات ہارٹ بھی فیل ہو جاتا ہے۔ یہ بڑے کمزوروں کا معلوم ہوتا ہے۔ خدانخواستہ اگر میں اسے وہ منظر دکھا دیتا تو کیا ہوتا؟" بڑے میاں نے برا مان کر کہا۔

"یقیناً ہرا میں تحلیل ہو جاتا۔" عمران ایکدم آنکھیں کھول کر بولا۔

"اور بڑے میاں ایکبار پھر چونک پڑے، پھر ہونٹ بھینچ کر بولے "ہوں تو تم مجھے احمق بنا رہے تھے کیوں؟"

"یہ بات نہیں چچا پیارے۔ دراصل ایسی باتیں سن کر میری ایسی ہی حالت ہو جاتی ہے۔ ویسے اس سوئیں لڑکی سے ضرور مل لینا۔ وہ تمہاری یاد میں روزانہ دال موٹھ کھاتی ہے۔ اچھا ٹاٹا۔" عمران کھڑے ہو کر بولا۔

"اب کب ملاقات ہو گی عمران صاحب؟"

"جب میرے دماغ کی کوئی رگ ڈھیلی پڑی۔ تو تمہارے ورک شاپ میں ٹائٹ کرانے آجاؤں گا۔ عمران نے جواب دیا اور باہر نکل گیا۔" ناصر بڑے میاں کی حالت دیکھ کر ہنس رہا تھا۔

ہلکی سی سنسناہٹ کی گونج میں ان کی خاموشی نہایت پراسرار لگ رہی تھی۔

وہ پانچ تھے چھٹا ایک طرف بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے ایک عجیب ساخت کا کنٹرول بورڈ تھا۔ جس کے نچلے حصے میں ایک ویژن اسکرین لگا ہوا تھا۔ ویژن اسکرین پر ستارے نظر آ رہے تھے جن کی روشنی اب ماند پڑتی جا رہی تھی۔

"کومب! کنٹرول بورڈ پر بیٹھے ہوئے شخص نے اچانک کسی کو آواز دی اور ان پانچوں میں سے ایک اس کی طرف دوڑ گیا۔

"یس سر! وہ ادب سے بولا۔

"بورڈ سنبھالو۔ میں اسکرین پر نیچے کا منظر دیکھوں گا۔

"بہتر ہے جناب! کومب نے سر جھکایا۔

"ہم ابھی اس ملک سے باہر نہیں جائیں گے کومب، کیونکہ دنیا کے کسی بھی ملک میں ہم ناصر سے محفوظ نہیں ہیں۔ اب ہم دونوں میں سے صرف ایک باقی رہیگا۔ تب ہی یہ لڑائی ختم ہوگی۔ ناصر اگر زندہ رہ گیا تو ہماری تمام جدوجہد اسی طرح ضائع ہوتی رہے گی، اس لئے اسی ملک میں رہ کر مجھے اس کو ختم کرنا نہایت

ضروری ہے، اس کے بعد ہی کوئی دوسرا کام کیا جائے گا۔" کنٹرول بورڈ پر بیٹھا ہوا شخص بولا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا، اور اس کی جگہ دوسرے آدمی نے سنبھالی۔

کنٹرول بورڈ پر بیٹھا ہوا شخص اب ایک دوسری مشین پر پہنچ گیا تھا۔ یہ ایک طویل القامت اور چوڑے شانوں کا ادھیڑ عمر آدمی تھا جس کے چہرے پر بھوری نوکیلی کٹ ڈاڑھی تھی۔ اور وہ صورت سے بہت ہی خطرناک نظر آتا تھا۔ اس مشین پر پہنچ کر اس نے کچھ سوئچ آن کئے اور مختصر سے پردے میں ایک چوکور ٹکڑا روشن ہو گیا، اور پھر اس میں نیچے زمین کا منظر نظر آنے لگا۔

راکٹ اس وقت ایک برفانی علاقے سے گذر رہا تھا۔ نیچے دور دور تک برف پھیلی ہوئی تھی۔ بھوری ڈاڑھی والے کے چہرے پر عجیب تاثرات نظر آنے لگے۔

"برف! وہ بڑبڑایا۔ یقیناً یہ کوئی پہاڑی علاقہ ہے۔ اور۔ اور "کومب! وہ چیخا"

"یس سر! کنٹرول بورڈ والا بولا۔

"ہم اسی جگہ اتریں گے"

دوسرے چار آدمی اس طویل القامت کو عجیب نظروں سے دیکھنے لگے ان میں سے ایک ہمت کر کے بولا "میں کچھ عرض کر سکتا ہوں مسٹر ڈی گارو"

"کیا بات ہے؟ طویل القامت نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"ہم حالات سنبھل جانے کے بعد بھی یہاں واپس آ سکتے ہیں۔ اس وقت اس بے سروسامانی کی کیفیت میں۔ یہاں رکنا مناسب نہیں ہوگا۔

"پھر کہاں چلیں؟" ڈی گارو نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہم۔ میرا مطلب ہے کسی ایسی جگہ اترا جائے جہاں ہم وقتی طور پر محفوظ رہ سکیں اس وقت تک جب تک ہم دوبارہ طاقت حاصل نہیں کر لیتے۔"

"تم نے یہ نہیں بتایا کہ وہ جگہ کونسی ہے! اچانک ڈی گارو کا بیٹا بول پڑا

"ایسی جگہ کا انتخاب کر لیا جائے۔"

"بتاؤ! ڈی گارو دہاڑا۔ لیکن اس آدمی کے منہ سے کوئی بات نہیں نکلی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ ڈی گارو خونخوار انداز میں اسے گھورتا رہا۔ پھر اچانک اس کے چہرے پر دوبارہ نرمی پھیل گئی۔

"میری ذاتی حالت پر شبہ مت کرو دوستو! میں نے ابھی شکست نہیں تسلیم کی ہے۔ یہ صرف وقتی بات ہے۔ اگر میں ہار گیا تو تمہارے سامنے اعتراف کروں گا۔ اور اس وقت تم مجھے کسی حقیر کیڑے کی طرح مسل سکتے ہو۔ لیکن جب تک میں شکست تسلیم نہیں کروں۔ میرے احکامات کی تعمیل کرو۔ اس نے نرم لہجے میں کہا۔ اور سب کی شکلیں دیکھنے لگا۔

سب کے چہرے لٹکے ہوئے تھے۔

"ڈاون!" وہ چیخا اور کنٹرول بورڈ پر بیٹھے ہوئے شخص کی انگلی ایک

بٹن پر پہونچ گئی۔ راکٹ کو ایک جھٹکا لگا۔ اور وہ سب ایک دوسرے پر گر گئے لیکن ڈی گارو نے ایک مشین کا سہارا لے لیا۔ راکٹ آہستہ آہستہ نیچے اترنے لگا وہ بالکل سیدھا اتر رہا تھا۔ عام راکٹ اس طرح نہیں اترتے ہیں۔ لیکن اس کی ساخت عام راکٹ جیسی نہیں تھی۔ وہ بالکل نئی اور عجیب ساخت کا راکٹ تھا۔

"فائیو اپ۔ ون ڈاؤن" ڈی گارو نے دوسرا حکم دیا اور کرو سب نے اس حکم کی بھی تعمیل کی۔ راکٹ اب بھی نیچے اتر رہا تھا لیکن اس کی رفتار میں تھوڑا اتھراؤ پیدا ہو گیا تھا وہ اب آہستہ آہستہ نیچے اترنے لگا تھا۔ اس کے ساتھ ہی نیچے کے منظر بھی اسکرین پر روشن ہوتے جا رہے تھے۔ تاحد نگاہ برف ہی برف پھیلی ہوئی تھی۔ چھوٹے بڑے تودے چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے۔ ایک طرف برف کا لباس پہنے ہوئے پہاڑی سلسلہ دور تک چلا گیا تھا۔

ڈی گارو ایک دوسری مشین کے قریب پہنچ گیا۔ اس کا تعلق بھی دیگر اسکرینوں سے تھا۔ اس کے کچھ بٹن وغیرہ گھمانے سے اسکرین پر منظر بدلنے لگا۔ اب اطراف کے مناظر نظر آ رہے تھے۔ شاید ڈی گارو راکٹ اتارنے کے لئے کوئی مناسب جگہ تلاش کر رہا تھا۔

"کٹ۔ رائٹ یور آن" اس نے ایک نیا حکم دیا۔ اور کرو سب نے فوراً دائیں طرف لگا ہوا ایک لیور دبایا۔ راکٹ کو پھر ایک خفیف سا جھٹکا لگا۔ اور اس نے اپنی جگہ بدل دی۔ شاید ڈی گارو کوئی مناسب جگہ

تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اور اب وہ جگہ اسکرین پر سیٹ تھی بڑی عجیب سی جگہ تھی۔ بالکل ایک پیالے کی شکل تھی۔ یعنی چاروں طرف اونچی اونچی دیواریں درمیان میں صاف جگہ۔ لیکن وہ جگہ بھی برف سے ڈھکی ہوئی تھی۔ ان دیواروں کو عبور کرنے میں تھوڑی بہت دقت ضرور ہو سکتی تھی۔ لیکن اس میں شک نہیں تھا کہ راکٹ یہاں بیرونی لگاہوں سے پوری طرح محفوظ رہ سکتا تھا۔

راکٹ بدستور نیچے اتر رہا تھا۔ اور زمین اوپر آتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ پھر ایک زوردار جھٹکا لگا۔ اور راکٹ کی مشین کی سنسناہٹ بند ہو گئی۔ راکٹ زمین پر اتر گیا تھا۔

وہ لوگ چند منٹ تک بالکل ساکت بیٹھے رہے اور پھر ڈی گارو آگے بڑھا اور راکٹ کے ایک حصے میں پہنچ کر اس نے راکٹ کی ایک کھڑکی کھولی اور باہر کا جائزہ لینے لگا۔

"ممکن ہے یہاں دور دور تک کوئی آبادی نہ ہو۔ لیکن یہ جگہ ہمارے لئے بالکل موزوں ہے یہاں سے ہم دوبارہ اپنی کارروائی شروع کر سکتے ہیں یہ بالکل نیا تجربہ ہوگا۔ سمجھ لو ہم کسی دوسرے سیارے پر آ گئے ہیں۔ یہاں ہم زمین تلاش کریں گے آبادی تلاش کریں گے۔ اور پھر۔ کیا یہ ایک دلچسپ ایڈونچر نہیں رہے گا دوستو؟" ڈی گارو نے اپنے آدمیوں

کی طرف دیکھ کر کہا۔ ان سب نے مشینی انداز میں گردن ہلائی۔

ڈی گارو چند منٹ تک پُر خیال انداز میں ان لوگوں کی شکلیں دیکھتا رہا۔ پھر اس نے شانے ہلائے اور ایک طرف بڑھ گیا۔ راکٹ کے اندر ایک بٹن دبانے سے ایک خانہ کھل گیا۔ ڈی گارو نے اس میں ہاتھ ڈال کر ایک پیکٹ نکالا۔ اور پھر خانہ بند کر کے پیکٹ لئے ہوئے تمام آدمیوں کے قریب پہنچ گیا۔ پھر اس نے پیکٹ پھاڑا۔ اور اس کے اندر رکھے ہوئے چھوٹے چھوٹے پیکٹ نکالنے لگا۔ ان چھوٹے پیکٹوں میں سرخ اور سفید رنگ کی گولیاں تھیں۔

ڈی گارو نے ایک ایک پیکٹ ان پانچوں میں تقسیم کر دیا۔

"یہ سرخ گولیاں بہترین قسم کی خوراک ہیں ان میں سے ہر گولی تمہیں چوبیس گھنٹے کی توانائی بخش خوراک مہیا کرے گی۔ تم پوری طرح چاق چوبند رہو گے۔ اور یہ سفید گولیاں پانی کی ہیں۔ یہ بھی چوبیس گھنٹے کے لئے پیاس بجھا دیں گی۔ اور جسم کو جس قدر پانی کی ضرورت ہو گی مہیا کرتی رہیں گی۔ ہر پیکٹ میں بیس گولیاں ہیں۔ گویا بیس دن تک تم لوگ خوراک اور پانی کے جھگڑوں سے آزاد ہو۔ اور میرا خیال ہے اس عرصے میں ہم آبادی تلاش کر لیں گے۔ اور اپنے کام میں مصروف ہو جائیں گے۔" ڈی گارو نے کہا۔

ان سب نے اب بھی منہ سے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس خاموشی سے گردن ہلادی۔ ڈی گارو نے گہری نظروں سے سب کو دیکھا اور کہنے لگا۔ "میں جانتا ہوں دوستو۔ میرا یہ قدم تمہاری مرضی کے خلاف ہے۔ لیکن یقین کرو۔ اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ تمہیں میرے اس قدم کی افادیت کا احساس بہت جلد ہو جائے گا۔ اس وقت تک میرے اوپر اعتماد کرو۔ ورنہ دوسری صورت میرے لئے بے حد پریشان کن ثابت ہوگی۔ میں تم لوگوں کا اعتماد چاہتا ہوں۔

"ہم سب تمہارے وفادار ہیں ڈی گارو"۔ وہ بولے۔

"صرف وفادار ہی نہیں۔ میں تم لوگوں کو اپنا دوست بھی سمجھتا ہوں۔ ورنہ پورے دو سو آدمیوں میں سے تم پانچ کا انتخاب نہ کرتا میں اکیلا بھی وہاں سے فرار ہو سکتا تھا۔

ہم تمہارے شکر گزار ہیں۔" وہ بولے۔

"تب بزدلی مت دکھاؤ دوستو۔ زندگی مسلسل جد وجہد کا نام ہے دوبارہ کوشش کرو۔ ممکن ہے اس بار ہم دشمن کو نیچا دکھانے میں کامیاب ہی ہو جائیں۔"

"ہم تیار ہیں۔" وہ سب بولے۔

"دیری گڈ۔ زندہ دلوں کی طرح، حالیٔ صورت حال سے دلچسپی لو

دیکھو یہاں زندگی کس طرح محفوظ رہ سکتی ہے۔" ڈی گارو خوش ہو کر بولا۔ اور وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے۔

ڈی گارو نے راکٹ کا ایک اور خانہ کھولا اور اس سے عجیب ساخت کے لباس نکالنے لگا۔ جن کے ساتھ چھوٹے چھوٹے آکسیجن سلنڈر بھی بندھے ہوئے تھے۔ اس نے وہ لباس پہنا اور ایک آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا جائزہ لیا۔ پھر ویسا ہی دوسرا لباس نکال کر اس نے اپنے ایک ساتھی کو دیا۔ اور اسے پہن لینے کا اشارہ کیا یہ ایک دیو قامت آدمی تھا جو شکل سے بھی کافی خوفناک معلوم ہوتا تھا۔ لیکن لباس میں اتنی گنجائش تھی کہ وہ ہر جسم پر فٹ آسکتا تھا۔ اس لئے دیو قامت نے بھی اسے آسانی سے پہن لیا۔ اس کے بعد ان دونوں نے پستول لباس کی جیبوں میں رکھے اور ڈی گارو دوسرے لوگوں سے مخاطب ہو کر بولا۔

"ہم آبادی کی تلاش میں جا رہے ہیں۔ ممکن ہے ہمیں بہت زیادہ دیر ہو جائے۔ اس درمیان تم راکٹ ہی میں رہ کر اپنی حفاظت کرو گے۔ اور ہاں میں ایک بات اور بتا دوں۔ راکٹ کو دوبارہ اڑانے کی کوشش بے سود ہوگی۔ کیونکہ میں نے اس کے انجن کی ٹنکی بند کر دی ہے۔ اب ایسی کوئی کوشش راکٹ کے چیتھڑے اڑا دے گی۔ اس نے میری درخواست

ہے کہ کوئی سازش کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ ہم سب ایک ساتھ جئیں گے اور ایک ساتھ مریں گے۔" اچھا۔ اس نے ہاتھ ہلایا اور راکٹ کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اور پھر وہ دونوں دروازے سے باہر برف پر کود پڑے۔

برف کی گہرائی کا اندازہ کرنے والے گزان کے ہاتھوں میں تھے۔ وہ ٹٹولتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ پیالے نما دیو ارس تھوس برف کی تھیں۔ اس لئے ان پر چڑھنے میں کوئی خاص دشواری نہیں ہوئی۔ اور وہ لوگ اوپر پہنچ گئے۔ دوسری طرف ڈھلوان تھی۔ یہاں انہوں نے آہستہ چلنے کے بجائے پھسلنا مناسب سمجھا۔ اور دوسرے لمحے وہ برف پر پھسلتے ہوئے بڑھنے لگے۔ عظیم الشان میدان میں وہ ننھے منے کھلونے معلوم ہو رہے تھے۔ یہ قدرتی طور پر ایک اسکائنگ گراؤنڈ بن گیا تھا۔ مہذب دنیا والوں کی نگاہیں اس علاقے پر نہیں پڑی تھیں۔ ایسے اسکائنگ گراؤنڈ تو سوئٹزرلینڈ میں یا دوسرے برفانی ممالک میں بھی نہیں مل سکتے تھے۔

ڈی گارو کا طویل القامت ساتھی جوگر بہترین اسپورٹس مین تھا۔ اور اس مہم میں ڈی گارو نے اس کا انتخاب خاص طور سے کیا تھا وہ بے حد پھرتیلا اور بے انتہا طاقتور آدمی تھا اس لئے کسی بھی ضرورت پر کام آ سکتا تھا۔

برف کے وسیع ترین میدان میں وہ آگے بڑھتے رہے۔ لیکن دور

تک کسی بستی کا پتہ نہیں تھا۔ ڈی گارو نے رک کر ایک ٹیلے کی طرف دیکھا اور پھر اس کی طرف بڑھنے لگا۔

"کیا خیال ہے جوگر!" وہ بولا۔

"یس سر!"

"ہم اس ٹیلے پر چل رہے ہیں۔ وہ کافی بلند ہے۔ ممکن ہے ہم وہاں سے کسی بستی کی تلاش میں کامیاب ہو جائیں۔"

"اچھا خیال ہے جناب۔ ضرور چلیے!" جوگر نے کہا۔ اور وہ دونوں ٹیلے کی طرف چل دیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ٹیلے کے اوپر تھے۔ ڈی گارو چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً وہ ٹھٹک گیا۔ اور غور سے ایک طرف دیکھنے لگا۔

"جوگر!" وہ آہستہ بولا۔

"یس سر!" جوگر نے کہا۔

"وہ دیکھو۔ اس طرف!" ڈی گارو نے ایک طرف اشارہ کیا اور جوگر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس طرف دیکھنے لگا۔ دور بہت دور کچھ سیاہ دھبے متحرک نظر آ رہے تھے۔

"اوہ۔ جناب۔ غالباً بھیڑیئے ہیں!" وہ چند منٹ دیکھنے کے بعد بولا۔

"ہاں۔ اور اس کا مطلب ہے کہ وہاں آبادی بھی ہے۔"

"بیشک جناب!" جوگر نے خوش ہو کر کہا۔

"آؤ!" ڈی گارو ٹیلے سے نیچے اترنے لگا اور پھر وہ تیزی سے اس طرف چل پڑے۔ جدھر انہوں نے بھیڑیں دیکھی تھیں جہاں وہ لوگ اسوقت تھے۔ وہ جگہ انتہای نشیب میں واقع تھی اس کے بعد سطح بلند ہوتی چلی گئی تھی۔ اس بات کا اندازہ وہ پہلے نہیں لگا سکے تھے۔ لیکن اب جبکہ انہوں نے سمت کا تعین کر لیا تھا تو انہیں اس بات کا پورا پورا احساس ہو رہا تھا۔ پھر برف پر چڑھائی بھی کرنا پڑ رہی تھی۔

وہ ٹیلہ جس پر کھڑے ہو کر انہوں نے بھیڑیں دیکھی تھیں سطح سے کافی اونچا تھا۔ گویا اگر وہ ٹیلے پر چڑھ کر دیکھتے تو انہیں کسی قیمت پر بھی آبادی نظر نہیں آسکتی تھی۔ عجیب و غریب لباس کے نچلے حصے میں لگے ہوئے سپاٹ تلوں کی مدد سے پھسلتے ہوئے وہ بہت دور نکل آئے۔

اور۔ تب۔ اچانک انہیں آبادی نظر آگئی۔ ایک چھوٹی سی بستی جو کچی پکی جھونپڑیوں پر مشتمل تھی۔ لیکن اس کے پس منظر میں بہت سی عمارتیں بھی نظر آرہی تھیں یعنی بستی کے پیچھے کوئی شہر بھی موجود تھا۔

وہ لوگ حیرت و خوشی سے رک کر یہ منظر دیکھنے لگے۔

"ہاں غزالہ! میں روح کی گہرائیوں سے یہ یقین چاہتا ہوں۔ اور۔ اور میں تمہارے بغیر کسی قیمت پر زندہ نہیں رہ سکتا۔ دیکھو آسمان پر ٹنگے ہوئے چاند کو دیکھو۔ مگر لاحول ولاقوۃ۔ چاند ٹھیک کہاں رہا ہے۔ شاعر لوگ تو اسے کسی دوشیزہ کی مانگ کے درمیان جگمگاتے ہوئے ٹیکے سے تشبیہ دیتے ہیں۔ مگر یہ فیصلہ نہیں ہو سکا کہ چاند ٹھیک رہا ہے۔ یا اٹکا ہوا ہے۔ مگر۔ گڈ۔ ویری گڈ! سائنس کی تھیوری کے مطابق چاند بھی ہماری دنیا کی طرح لٹکا ہی ہوا ہے۔ گویا میری پہلی تشبیہ ہی ٹھیک تھی۔ ہاں تو اس ٹنگے ہوئے چاند کی قسم تم کہکشاں سے زیادہ حسین ہو۔ اور۔۔ اور۔

"میں صرف ایک بات کہنا چاہتی ہوں اختر بھائی!" غزالہ کی کھنکتی ہوئی آواز ابھری

"سو باتیں کہو۔ مگر خدا کے لئے اختر کے ساتھ "بھائی" کا دم چھلا نہ لگایا کرو۔۔۔" اسنے التجا کی۔

"خیر۔ اختر صاحب!" غزالہ بولی۔

"ہاں، ہاں۔ کہو۔ کہو۔" اختر مسرت دباتے ہوئے بولا۔

"صرف یہ کہ آپ چغد ہیں۔" غزالہ نے اطمینان سے کہا۔

"اوہ۔ میری غزالہ! میری غزالہ تم کتنی اچھی ہو۔ تم نے مجھے اس قابل تو سمجھا۔ مگر اوہ! تم نے۔ تم نے غالباً!" وہ چونک کر بولا۔

"چغد کہا تھا۔" غزالہ نے جملہ پورا کر دیا۔

"اوہ۔ گویا اب تک میں نے صرف بکواس کی ہے۔ تمہاری نظروں میں میری یہی اہمیت ہے۔ کیوں!" وہ غصیلے انداز میں بولا۔

"پھر کیا ہوا آپ یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ چاند اٹکا ہوا ہے یا لٹکا ہوا ہے آپ مجھے کہکشاں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہکشاں کالی اور تاریک رات میں جگمگاتی ہے گویا میں اتنی بدصورت ہوں پھر آپ کو کیا کہوں؟" غزالہ شرارت سے بولی۔

"اچھی بات ہے۔ میں آج ہی یہاں سے چلا جاؤں گا۔ نہ جانے کتنی دیر سوچ سوچ کر بیٹھے بعد میں نے یہ جملے یاد کئے تھے۔ کتنی ہمت کر کے میں نے تم سے اظہار محبت کیا تھا۔ اور اس کا یہ جواب۔"

"ٹاٹا!" غزالہ ہاتھ ہلا کر بولی اور واپس مڑ گئی۔

"غزالہ۔ سنو تو غزالہ!" اس نے زور سے آواز دی۔ اور۔

اپنی ہی آواز کی بازگشت سے اس کی آواز کھل گئی۔ وہ ایک خواب دیکھ رہا تھا۔ ایک عجیب و غریب خواب۔ جسے سہانا اس لئے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اس میں اس کے رومان کا مذاق اڑایا گیا تھا۔ اسکے اظہار محبت کی ناکامی تھی۔ بہرحال اس نے اس بات پر خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے یہ بے سروپا اور عامیانہ قسم کا اظہار محبت کہیں سچ مچ نہیں کر دیا۔ ورنہ غزالہ کیا خیال کرتی۔ وہ ایک بہت ہی سمارٹ لڑکی تھی۔ اعلیٰ مذاق کی حامل۔ یقیناً اس طرح کے اظہار محبت سے ذرا بھی خوش نہیں ہوتی۔

لیکن اختر سچ مچ اس سے عشق کرنے لگا تھا۔ وہ غزالہ کے چچا کا لڑکا تھا۔ جو بچپن میں ہی اسے چھوڑ کر مر گیا تھا۔ غزالہ کے والد پروفیسر فاروق چوٹی کے سائنسدانوں میں شمار ہوتے تھے۔ تیس سال تک ملک کے لئے خدمات انجام دے کر اب وہ ریٹائر ہو گئے تھے۔ اور ایک الگ تھلگ خوبصورت پہاڑی مقام پر اپنی کوٹھی بنا کر اپنی بیوی اور بیٹی کے ساتھ زندگی گذار رہے تھے اختر بھی سائنس کا طالب علم تھا۔ اور دو ماہ کی چھٹیاں گذارنے کے لئے اپنے تایا کے پاس آیا ہوا تھا۔ یہاں وہ اس سے پہلے بھی آ چکا تھا۔ لیکن وہ پانچ سال قبل کی بات تھی۔

پانچ سال کے اندر بہت تبدیلیاں ہو گئی تھیں۔ غزالہ جو پہلے بچی تھی اب جوان ہو گئی تھی۔ پروفیسر فاروق تھوڑے سے سنکی ہو گئے تھے اور ان کی کوٹھی کچھ اور خوبصورت ہو گئی تھی۔ انہوں نے کوٹھی کے ایک حصے میں اپنی لیبارٹری بنالی تھی جہاں وہ سائنسی تحقیقات کرتے رہتے تھے۔ اور اکثر اس تحقیقات میں کبھی کبھی زبردستی بیوی اور بیٹی کو بھی شریک کر لیتے تھے۔ اختر نے جب انہیں بتایا کہ وہ بھی سائنس کا طالب علم ہے تو پروفیسر فاروق نے اسے بڑی گرمجوشی سے خوش آمدید کہا۔ لیکن اس کے بعد اختر کو شدید بوریت ہونے لگی کیونکہ پروفیسر فاروق وقت بے وقت اسے بور کرتے رہتے تھے۔ اکثر اسے گھنٹوں ان کی آبزرویٹری میں جھک مارنی پڑتی تھی۔ اور ان کی بے سروپا باتوں میں دلچسپی کا اظہار کرنا پڑتا تھا۔ اس صورتِ حال نے اسے تھوڑا سا پریشان ضرور کر دیا تھا۔ لیکن غزالہ کی پرسحر شخصیت نے اس کی تمام کوفت دور کر دی تھی۔

غزالہ کی دھیمی مسکراہٹ اسے ٹھنڈی چھاؤں معلوم ہوتی تھی جس کے نیچے وہ اطمینان و سکون سے سانس لے سکتا تھا۔ اس درمیان اسے یقین ہو گیا تھا۔ کہ وہ غزالہ سے محبت کرنے لگا ہے۔ غزالہ کی دلی کیفیت کے بارے میں وہ کچھ نہیں کہہ سکتا تھا ویسے اس کا اخلاق اور توجہ دیکھ کر اسے احساس ہوتا تھا۔

کہ غزالہ بھی اس سے متاثر ہے اور اب تو وہ اس سے تھوڑی سی بے تکلف بھی ہو گئی تھی۔ لیکن آج تک اختر کی ہمت نہیں پڑی تھی کہ وہ غزالہ سے دل کی بات کہہ سکتا۔

لیکن اس وقت یہ خواب۔ اس نے ایک بار پھر لاحول پڑھی اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن اسی وقت اس کے سرہانے رکھی ہوئی فون کی گھنٹی چیخ اٹھی۔ اور وہ اچھل پڑا۔

"اس وقت فون!" اس نے دیوار میں لگی ہوئی گھڑی دیکھی پونے پانچ بج رہے تھے۔ اتنی رات کو بھی نیند نہیں جاگتا۔ پھر یہ فون کس نے کیا ہے؟"

وہ اپنی مسہری سے اٹھ گیا۔ اور پھر اس نے ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو!"

"اوہ۔ اس کی رفتار بالکل سست ہو گئی ہے بالکل سست ہو گئی ہے۔ خدا کی قسم۔ حیرت انگیز۔ حیرت انگیز" دوسری طرف سے آواز آئی۔ اور اختر چونک کر ریسیور کو گھورنے لگا۔ ویسے وہ پروفیسر فاروق کی آواز صاف پہچان گیا تھا۔

"کیا فرمایا انکل!" اس نے ادب سے کہا۔

"کون ہو تم۔ بابا" دوسری طرف سے پروفیسر فاروق نے پوچھا۔

"اختر!"

"اوہ۔ ہاں۔ ارے اختر میاں! فوراً آؤ، جلدی پلیز! میں آبزور ویٹری میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ ایک حیرت انگیز چیز ہے"۔ پروفیسر نے کہا۔ اور فون بند کر دیا۔

اختر سکتے کے عالم میں فون کو گھورتا رہ گیا۔ بڑی بے تکی بات تھی۔ بھلا کوئی وقت ہے یہ۔ لیکن بہرحال، وہ پروفیسر کی عزت کرتا تھا۔ ان کی سنک کا بھی اسے احساس تھا لیکن ان کا حکم تو بہرحال میں ماننا ہی پڑتا تھا۔ لہٰذا اس نے فوراً بستر چھوڑ دیا۔ جسم پر گاؤن ڈالا۔ اور بغیر منہ دھوئے اپنے کمرے سے نکل آیا۔ وہ تیزی سے کوٹھی کے دوسرے حصے کی طرف بڑھنے لگا جہاں پروفیسر کی آبزرویٹری تھی۔ اندر پہنچ کر وہ آبزرویٹری میں دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ چند لمحے کے بعد وہ پروفیسر کے سامنے تھا۔ پروفیسر نے گردن موڑ کر دیکھا۔ اور پھر اسے اپنے قریب آنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"دیکھو۔ وہ دیکھو۔ یقیناً وہ کسی دوسرے سیارے کا خلائی جہاز ہے اور اس وقت وہ عادل پور کے آس پاس ہے"۔ پروفیسر نے دوربین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور اختر بے اختیار ہو کر دوربین کی طرف بڑھ گیا۔

درحقیقت وہ کوئی راکٹ تھا۔ چمکدار سگار کی شکل کا راکٹ

جو ہوا میں معلق معلوم ہوتا تھا۔ لیکن پھر فوراً ہی وہ اپنی جگہ سے ہٹنے لگا۔

"وہ اپنی جگہ چھوڑ رہا ہے انکل!" اختر نے کہا۔

"اوہ۔ دیکھو"! پروفیسر پھر دوربین پر جھک گیا۔ "ہاں۔ اوہ۔ اوہ۔ دیکھو۔ وہ نیچے اتر رہا ہے۔ حیرت انگیز۔ حیرت انگیز"۔ پروفیسر راکٹ کے ساتھ ساتھ دوربین جھکانے لگا۔ پھر مضطربانہ انداز میں بولا۔ "اوہ۔ وہ دوربین کی رینج سے نکل رہا ہے، وہ زمین کی طرف بڑھتا جا رہا ہے اوہ غائب ہو گیا۔ مگر۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ وہ زیادہ دور نہیں ہے وہ ضرور عادل پور کے اطراف میں ہے۔ سنو اختر ہم اسے تلاش کریں گے اگر وہ کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ہے تو ہم اس سے دوستی کریں گے۔ اور اگر وہ کسی شریر ارادے سے ہماری زمین پر آیا ہے تب بھی ہمیں اس کے ارادوں سے حکومت کو باخبر کرنا ضروری ہے، سمجھے۔ ہم ابھی تھوڑی دیر کے بعد انہیں تلاش کرنے چلیں گے۔ جاؤ تم تیاریاں کرو۔ پروفیسر نے کہا اور اختر فوراً ہی وہاں سے کھسک گیا۔ یہ ناگہانی اتفاقیہ ہی گلے پڑ گئی تھی۔ بات اگر یہیں تک محدود رہتی، تو بھی غنیمت تھی لیکن اب یہ نئی مصیبت تھی نہ جانے خبطی پروفیسر اسے کہاں کہاں لیکر مارا مارا پھرے گا۔

بہرحال اب اس سے فرار ناممکن تھا۔ اسے وہی سب کچھ کرنا تھا جو پروفیسر نے کہا تھا۔ لیکن دفعتاً ایک خیال اس کے ذہن میں آیا

کیوں نہ غزالہ کو بھی ساتھ چلنے پر آمادہ کیا جائے۔ اگر وہ ساتھ چلے تو پھر اس سفر میں کوئی کوفت نہیں ہوگی۔

وہ اپنے کمرے میں واپس آگیا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ اسے کیا تیاریاں کرنی ہیں۔ بہرحال پہلے وہ باتھ روم میں داخل ہوا، اور غسل کرنے لگا۔ غسل سے فارغ ہوکر اس نے باقاعدہ لباس پہنا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔

اتنی دیر میں پروفیسر خاصا ہنگامہ برپا کر چکا تھا۔ نتیجے میں تمام ملازم دوڑے پھر رہے تھے۔ گھر کے تمام افراد جاگ گئے تھے۔ ناشتہ تیار ہو رہا تھا۔ اور پروفیسر اپنی تیاریوں میں مصروف تھا۔

اچانک اختر کو غزالہ نظر آئی۔ اس نے ابھی تک منہ بھی نہیں دھویا تھا۔ الجھے ہوئے بالوں کے ساتھ وہ اختر کو ہمیشہ سے زیادہ حسین معلوم ہو رہی تھی۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہ گیا۔ غزالہ کی نظر اس پر پڑی، اور وہ حیرت سے چونک پڑی۔ دوسرے لمحے وہ تیر کی طرح اس کے قریب پہونچی

"خیریت اختر صاحب! کیا آپ نے بھی کوئی خواب دیکھا ہے؟" وہ حیرانی سے بولی۔

"ہاں بھئی۔ خواب تو دیکھا تھا۔ لیکن اس کی تعبیر مضحکہ خیز نکلی۔" اختر

مسکراتے ہوئے بولا۔

"کیا قصہ ہے۔ کچھ مجھے بھی تو بتائیے۔ آپ کو سوٹ بوٹ میں کسا ہوا دیکھ کر مجھے اور بھی حیرت ہو رہی ہے، حالانکہ میرا خیال تھا کہ صرف ڈیڈی نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے!"

"افسوس، اس خواب میں میں بھی شریک ہوگیا غزالہ! مگر کیا انکل نے کچھ نہیں بتایا؟" اختر نے پوچھا۔

"قطعی نہیں! وہ تو صرف عجیب عجیب احکامات صادر کرتے پھر رہے ہیں۔"

"بڑا عجیب واقعہ ہے غزالہ! میں آرام کی نیند سو رہا تھا کہ اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ اور۔ پروفیسر صاحب نے مجھے ابزرویٹری میں بلایا۔ وہاں دوربین میں ایک راکٹ ناچیز نظر آرہا تھا۔ پھر وہ راکٹ زمین پر آگرا۔ پروفیسر صاحب کا خیال ہے کہ وہ کسی دوسرے سیارے کا راکٹ ہے اور۔ اب۔ وہ اسے تلاش کرنے جا رہے ہیں۔"

"کمال ہے! ویسے کیا وہ راکٹ آپ نے بھی دیکھا تھا؟"

"ہاں۔" یہی تو بدقسمتی ہے۔" اختر نے کہا۔

"آپ بہت بور ہو رہے ہیں۔" غزالہ ہنس پڑی۔

"ایک بات کہوں غزالہ!" اختر بے ساختہ بولا۔

"فرمائیے!"

"آپ بھی ضد کر کے ساتھ چلیں، ورنہ میں بوریت سے ہلاک ہو جاؤں گا!"

"اوہ!" غزالہ عجیب سے انداز میں بولی پھر کہنے لگی، "بہت مشکل ہے اختر صاحب، ڈیڈی ہنگامی موڈ میں ہیں، ویسے میں کوشش کرتی ہوں"

"خدا کرے کامیاب ہو جائیں" اختر نے کہا اور پھر ایک ملازم کے بلانے پر آگے بڑھ گیا، پروفیسر فاروق نے بلایا تھا۔

"ویری گڈ! مجھے ایسے مستعد نوجوان پسند ہیں، تم بالکل تیار ہو اختر بیٹے!"

"یس انکل"

"تب ٹھیک ہے، ہاں اگر تم چاہو تو تیاریوں کا جائزہ لے لو، میں نے ایک عمدہ اور مضبوط جیپ لے لی ہے، ایک ہفتہ کے کھانے پینے کا بندوبست کر لیا ہے، اسکاٹنگ بوٹ اور بندوقیں یہ تمام انتظام کر لیا ہے"

"ایک ہفتہ کا راشن!" اختر کی روح قبض ہو گئی۔

"ہاں بیٹے! میں کسی کام کو ادھورا چھوڑنے کا عادی نہیں ہوں، ہم انہیں تلاش کر کے ہی دم لیں گے" پروفیسر نے کہا۔

"جی۔ بہتر ہے!" اختر نے جواب دیا، اور پروفیسر ہنسنے لگا۔

پھر ان سب نے ناشتہ کیا۔ ناشتہ کی میز پر غزالہ نے اشارے سے اختر کو بتایا کہ وہ اپنے مشن میں ناکام ہو گئی ہے۔ اختر کا دل بجھ گیا بھلا کیا ہو سکتا تھا کسی ذکی حال میں اس مصیبت کو برداشت تو کرنا ہی تھا۔

ٹھیک ساڑھے سات بجے وہ جیپ میں بیٹھ کر چل پڑے پروفیسر نے سمت کا تعین کر کے ایک نقشہ تیار کر لیا تھا اور وہ اسی سمت آگے بڑھ رہے تھے۔ چلتے وقت غزالہ نے خاص انداز میں اختر کو الوداع کہا تھا۔

جیپ بہت جلد عادل پور سے نکل آئی۔ اب اس کا رخ عادل پور کے پہاڑی علاقے کی طرف تھا جہاں دور دور تک برف کی چادر بچھی ہوئی تھی یہ علاقہ پورے سال برف سے ڈھکا رہتا تھا۔ اور عادل پور کی بہ نسبت یہاں زیادہ سردی ہوتی تھی۔

لیکن پروفیسر نے مکمل انتظام کر لیا تھا۔

برف پر گاڑی دوڑانا آسان کام نہیں ہوتا، لیکن پروفیسر اس معاملے میں بہت معلوم ہوتا تھا۔ وہ اندازے کی غلطی کے بغیر جیپ دوڑا رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا۔ جیسے اس علاقے کا ایک ایک چپہ اسے ازبر نشین ہے۔ پھر پروفیسر نے جیپ کی رفتار سست کر دی۔

"میرے خیال میں یہی علاقہ ہونا چاہیئے" پروفیسر بڑبڑایا، اختر

نے کوئی جواب نہیں دیا۔

پھر پروفیسر گھنٹوں ادھر سے اُدھر جیپ دوڑاتا رہا لیکن وہاں کسی راکٹ کا نام و نشان بھی نہیں تھا پھر انہوں نے رُک کر دوپہر کا کھانا کھایا اور کھانے کے بعد کچھ دیر تک آرام کے بعد پروفیسر پھر چل پڑا۔

اختر اب تقدیر پر شاکر ہو گیا تھا۔ اس لئے اس نے بار بار ہونا چھوڑ کر پروفیسر کے ساتھ ان لوگوں کی واقعی تلاش شروع کر دی تھی۔ اس کی نظریں بھی تاحدِ نگاہ پھیلی ہوئی برف پر پھسل رہی تھیں۔

شام ہو گئی اور اندھیرا پھیلنے لگا۔ تب پروفیسر نے جیپ ایک طرف موڑ دی۔ "یہاں ایک پہاڑی بستی ہے۔ ہم رات وہاں گذاریں گے۔ اور کل پھر تلاش شروع کریں گے۔" پروفیسر نے کہا اور اختر ایک طویل سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

بستی کے لوگ قد آور اور خوبصورت تھے۔ ڈی گارو نے ان لوگوں کو پسندیدہ نظروں سے دیکھا، اور پھر وہ ان کے قریب پہنچ گیا۔ چار پانچ لمبے تڑنگے آدمی ان کے قریب آ گئے اور ان سے اپنی زبان میں کچھ کہا۔ لیکن یہ لوگ ان کی زبان نہیں سمجھتے تھے۔

ڈی گارو نے اشاروں سے انہیں سمجھایا کہ وہ شکاری ہیں اور راستہ بھٹک گئے ہیں۔ بستی والے لوگ ذہین تھے۔ وہ ان کا مفہوم سمجھ گئے، اور انہوں نے اپنے انداز میں ان دونوں کو خوش آمدید کہا اور پھر اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔

"آؤ۔ میرا خیال ہے میں ان سے اس شہر کے بارے میں معلوم کر سکوں گا۔ اور ویسے بھی یہ لوگ ہمارے کام آئیں گے۔" ڈی گارو

پُرخیال انداز میں بولا۔ اور پھر وہ ان لوگوں کے ساتھ چل پڑا۔

بستی کی ایک صاف ستھری جھونپڑی میں ان لوگوں کو ٹھہرایا گیا اور پھر وہاں ایک ایسا آدمی مل گیا جو ٹوٹی پھوٹی انگریزی بول سکتا تھا۔ یہ شہر میں رہا تھا۔ اور اس نے ایک ہوٹل میں ملازمت کی تھی اس لئے اسے تھوڑی بہت انگریزی آتی تھی۔

اس شخص کو ڈی گارو کے پاس لایا گیا۔ اور پھر اس کی معرفت ڈی گارو نے بستی کے سردار سے گفتگو کی۔ اس نے بتایا کہ وہ شکاری ہے اور راستہ بھٹک کر ادھر آ نکلا ہے۔

سردار نے اسے خوش آمدید کہا اور کہا کہ وہ لوگ کچھ عرصہ ان کے ساتھ قیام کریں۔ پھر انہیں خچروں پر شہر پہنچا دیا جائے گا۔ ڈی گارو نے یہ دعوت خوشی قبول کر لی پھر اس نے انگریزی بولنے والے شخص سے اس شہر کے بارے میں پوچھا جو یہاں سے نظر آتا تھا۔

"یہ عادل پور ہے جناب۔"

"کیا یہاں طیارے آتے ہیں؟"

"جی ہاں۔ بڑے پروں والے جہاز یہاں اترتے ہیں۔"

"گڈ! یہ اچھا ہے۔ یہاں ہوائی اڈہ موجود ہے۔ ڈی گارو نے جوگر سے کہا۔ اور جوگر نے گردن ہلا دی۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ

ڈی گارو یہاں کیا کرنا چاہتا ہے۔ بہرحال وہ اسے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتا تھا۔

ان لوگوں کے لئے ایک جھونپڑی فراہم کر دی گئی اور پھر بھیڑ کے دودھ اور مکئی کی روٹی سے ان کی ضیافت کی گئی۔ سیدھے سادے دیہاتی حتی الامکان ان لوگوں کی خاطر مدارت کر رہے تھے۔ وہ بدطینت ڈی گارو کی ذہنیت سے ناواقف تھے۔ جوان کے مضبوط جسموں کو للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

پورا دن گذر گیا۔ ڈی گارو اور جوگر قرب و جوار کا جائزہ لیتے رہے۔ اور یہاں کے بارے میں معلومات فراہم کرتے رہے یہاں خچروں کے علاوہ اور کوئی اور سواری نہیں تھی۔ جس کے ذریعہ شہر جایا جا سکتا۔

"کاش یہاں کوئی جیپ ہوتی۔ بہرحال ابھی ہمیں واپس راکٹ پر جانا ہوگا وہاں سے قاعدے کا لباس پہن کر کے شہر جائیں گے۔ کام بالکل ابتدا سے کرنا ہوگا۔" ڈی گارو نے کہا۔ جوگر خاموش ہی رہا۔

وہ اپنی جھونپڑی میں واپس آ گئے۔

اور۔ ابھی رات پوری طرح گہری نہیں ہوئی تھی کہ ڈی گارو کے

حساس کانوں نے کسی مشین کی آواز سنی۔ وہ چونک کر جھونپڑی سے باہر نکل آیا، اور پھر اس کی نگاہ اس جیپ پر پڑی جو بستی کی طرف آ رہی تھی۔

"جوگر!" اس نے آواز دی۔ اور جوگر دوڑ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

"وہ دیکھ رہے ہو؟"

"جیپ ہے جناب! مگر وہ کون ہو سکتے ہیں؟"

"ممکن ہے شکاری ہوں۔" ڈی گارو پر خیال انداز میں بولا۔

"شاید!"

"ہمارا کام بن گیا جوگر!" قسمت ساتھ دے رہی ہے۔ دیری گڈ!"

ڈی گارو کی آنکھیں شیطانی انداز میں چمکنے لگیں۔ جوگر کچھ نہیں سمجھ پایا۔ لیکن وہ بھی ڈی گارو کے ساتھ اس جیپ کو دیکھتا رہا۔

جیپ بستی میں داخل ہو کر رک گئی۔ بستی کے کچھ لوگ اس کے قریب پہنچ گئے۔ جیپ سے ایک ادھیڑ عمر اور ایک نوجوان آدمی نیچے اترے۔ اور بستی والوں سے کچھ گفتگو کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد بستی والے انہیں لے کر ایک طرف چل پڑے۔

ایک جھونپڑی اور خالی کر دی گئی۔ یہ لوگ مہمانوں سے نہیں

گھبراتے تھے۔ کیونکہ ان کے خیال کے مطابق مہمان خدا کی رحمت ہوتا ہے۔ جیپ بھی خالی جھونپڑی کے سامنے کھڑی ہو گئی اور وہ لوگ جھونپڑی کے اندر چلے گئے۔

ڈی گارو اور جوگر یہ تمام کارروائی خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔ پھر ڈی گارو متفکر انداز میں بولا۔ "مجھے خطرہ ہے کہ کہیں بستی والے انہیں ہمارے بارے میں نہیں بتا دیں۔"

"لیکن اس سے فرق کیا پڑے گا جناب!" جوگر نے کہا۔

"احمق ہو، سب لوگ بستی والوں کی طرح سیدھے نہیں ہوتے۔ پھر معلوم نہیں یہ لوگ کون ہیں۔ اور پھر سب سے بڑی دشواری ہمارے لباس ہیں۔ کوئی بھی پڑھا لکھا آدمی سمجھ سکتا ہے کہ یہ خلائی سوٹ ہیں۔ اب اگر ان لوگوں سے ہمیں فائدے کے ساتھ ساتھ تھوڑا سا نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔ ہر حال۔ ہو گا دیکھا جائے گا۔ ویسے اگر وہم سے نکلیں تو بہتر ہے۔"

ان لوگوں کا خیال ٹھیک ہی نکلا۔ اور ان کی فرمائش چوری نہیں ہوئی۔ بستی والوں نے نئے مہمانوں سے ان لوگوں کا تذکرہ بھی کر دیا اور نئے مہمانوں نے ان سے ملنے کی فرمائش کر دی۔ پھر ڈی گارو نے ان لوگوں کو بستی کے ساتھ اپنی طرف آتے دیکھا۔

ڈی گارو جلدی سے اپنی جھونپڑی میں داخل ہوگیا۔

چند منٹ کے بعد بستی کے سردار نے اس کی جھونپڑی کے دروازے پر دستک دی۔ سردار کے ساتھ وہ شخص بھی تھا، جو انگریزی بول سکتا تھا۔ اس نے اپنی انگڑی انگریزی میں بتایا کہ کچھ نئے مہمان ان سے ملنا چاہتے ہیں۔ مجبوراً ڈی گارو نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا اور انہیں خوش آمدید کہا۔

پروفیسر فاروق نے عجیب نظروں سے ان کے لباس دیکھے اور اس کے چہرے پر تناؤ سا پیدا ہوگیا، جسے شاید ڈی گارو نے بھی محسوس کرلیا۔

"یہ بے چارے ٹھیک سے انگریزی نہیں بول سکتے ہیں۔ اس لئے ہم لوگوں کو خود ہی تعارف حاصل کرلینا چاہئے۔" ڈی گارو مسکراتے ہوئے بولا۔

"ضرور، ضرور! ویسے مجھے آپ کے جسم پر خلائی سوٹ دیکھ کر سخت تعجب ہو رہا ہے۔" پروفیسر نے سادگی سے کہا۔

"اوہ۔ یہ!" ڈی گارو نے قہقہہ لگایا۔ "یہ دراصل میرے ساتھی کا بیٹا ہے۔ یہ سائنس کا دلدادہ ہے۔ شکار پر روانہ ہوتے وقت اس نے مجھے بھی احمق بنادیا۔ درحقیقت اس وقت مجھے یہ لباس

پہننے پر شرمندگی ہو رہی ہے۔ لیکن دراصل اسی لباس نے ہماری زندگی بچائی ہے۔"

"اوہ۔ وہ کیسے؟" پروفیسر نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہم ایک برفانی ریچھ کا تعاقب کرتے ہوئے برف میں بہت دور نکل گئے تھے۔ بالآخر ہم نے وہ ریچھ شکار کرلیا۔ لیکن اسی وقت ہماری جیپ برف کے تودے سے پھسل پڑی اور بمشکل تمام ہم جان بچا کر یہاں تک پہونچنے میں کامیاب ہوسکے۔" ڈی گارو نے بتایا۔

"اوہ! یہ کب کا واقعہ ہے؟"

"آج صبح کا۔"

"اس کا مقصد ہے آپ برف پر کافی اندر تک گئے ہوں گے؟"

"جی ہاں۔"

"تب مجھے ایک بات بتائیے۔"

"ضرور!"

"کیا آپ نے اس علاقے میں کوئی عجیب چیز بھی دیکھی تھی؟"

"عجیب چیز!" ڈی گارو چونک کر بولا۔

"ہاں" پروفیسر نے سادگی سے کہا، "وہ ایک راکٹ تھا۔ یقیناً راکٹ تھا، اور کسی دوسرے سیارے سے آیا تھا۔ میرا دعویٰ ہے کہ وہ ان ہی اطراف میں کسی جگہ اترا ہے۔"

"مجھے تعجب ہے۔ ویسے میں نے کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی۔ ممکن ہے آپ کو دھوکا ہوا ہو جناب۔"

"اس سے قبل کیوں نہ اپنا تعارف کرا دوں؟" پروفیسر نے ڈی گارو سے کہا، "چالیس سال میں نے سائنسی زندگی کے گذارے ہیں، یہاں عادل پور میں بھی میری ایک آبزرویٹری ہے، جس کی طاقتور دوربین سے میں نے وہ راکٹ دیکھا تھا۔ اور میں کچھ اسی کو تلاش کر رہا ہوں۔"

"اوہ! ڈی گارو کی بگلا ہوں میں تحسین کے یہ بات ابھر آئے۔ لیکن اختر کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے، اسے نہ جانے کیوں یہ دونوں غیر ملکی فراڈ معلوم ہو رہے تھے۔ اس کا خیال تھا کہ پروفیسر نے یہ تمام تفصیل بتا کر غلطی کی ہے۔

"آپ سے مل کر بڑی مسرت ہوئی مسٹر" ڈی گارو نے گرمجوشی سے پروفیسر کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

"فاروق! مجھے پروفیسر فاروق کہتے ہیں"

"بہت خوب! بہت خوب!! ہاں تو پروفیسر! میں نے وہ راکٹ تو نہیں دیکھا، لیکن اس کی تلاش میں میں آپ کا ساتھ دے سکتا ہوں۔" ڈی گارو نے پیشکش کی۔

"یہ میرا بھتیجہ اختر ہے۔ میں نے اسے بھی راکٹ دکھایا تھا، اس لئے یہ میرا وہم نہیں ہو سکتا! یہاں سو فیصدی کوئی راکٹ اترا یا گرا ہے۔"

"بالکل ممکن ہے جناب! خلائی مخلوق بھی کافی ترقی یافتہ ہے۔ جس طرح ہم لوگ دوسرے سیاروں پر پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ممکن ہے وہ لوگ ہمارے سیارے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے ہوں۔"

"بالکل! یہی میرا خیال ہے۔" پروفیسر نے خوش ہو کر کہا، اختر اب بھی خاموش تھا، اسے اس ناگہانی افتاد پر سخت تاؤ آ رہا تھا۔

پھر ڈی گارو اور پروفیسر فاروق کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ یہ گفتگو دوسرے موضوعات سے ذاتیات پر آ گئی، اور پروفیسر فاروق اپنے بارے میں تفصیل سے سب کچھ بتانے لگا۔

کافی رات گئے پروفیسر اور اختر اس سے رخصت ہو کر

اپنی جھونپڑی میں چلے گئے اور ان کے جانے کے بعد ڈی گارد کے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ اُبھر آئی۔ اس نے جوگر کی طرف دیکھا اور مسکرانے لگا۔

"کیا خیال ہے جوگر!" وہ بولا۔

"میرا خیال ہے! میرا خیال ہے کہ میں آپ کی کوشش کچھ سمجھ رہا ہوں" جوگر نے کہا۔

"کیا اس میں کامیابی کا امکان نہیں ہے؟"

"ضرور ہے جناب۔ لیکن آپ ان کی زبان کیسے بول سکیں گے؟"

"میں ان کی زبان جانتا ہوں۔ ان پہاڑیوں کی زبان سے تو خیر میں ناواقف ہوں۔ لیکن ان کی مہذب زبان میں خوب اچھی طرح سمجھتا ہوں، اور یہ بھی اتفاق ہے۔ کہ کوکب بھی ان کی زبان اچھی طرح سمجھتا ہے۔ اور بول بھی سکتا ہے۔"

"کوکب!" جوگر نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"ہاں، تم اس نوجوان کو بھول گئے۔ جس کا نام اختر ہے؟"

"اوہ! کمال ہے جناب، آپ کا ذہن خوب سوچتا ہے، جوگر نے کہا۔ اور اس کی آنکھیں کسی خیال سے چمکنے لگیں۔

برف پر چلنے والی ہوائیں تیز ہو گئی تھیں اور سردی بڑھتی جا رہی تھی۔ بستی کے تمام لوگ سو چکے تھے۔ اور آگ کے الاؤ سرد پڑ گئے تھے۔ ویسے اب ان کی جھونپڑیاں اتنی گرم ہو گئی تھیں کہ باقی رات آرام سے وہ سو سکتے تھے۔

یہ جھونپڑیاں معمولی ضرور تھیں، لیکن کچھ ایسے انداز میں بنائی گئی تھیں کہ ہوا کسی بھی سوراخ اندر نہیں جا سکتی تھی۔ اسی لئے آنے والے مہمان مزے سے سو رہے تھے۔ انہیں یہاں کے بہترین آرام کیے گئے تھے، اور اوڑھنے کے لئے بھیڑوں کی عمدہ کھالیں تھیں۔ نرم اور ملائم کھالیں، جو قیمتی کمبلوں سے زیادہ گرم تھیں۔

بہرحال سونے والے آرام کی نیند سو رہے تھے۔ سب کچھ بھول کر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر۔

ڈی گارو کی جھونپڑی میں بھی سناٹا تھا۔ لیکن ان دونوں میں سے کوئی بھی نہیں سویا تھا۔ ابھی انہیں ایک اہم کام انجام دینا تھا۔ انتہائی اہم کام۔ جو جان لیوا بھی ہو سکتا تھا۔ لیکن ڈی گارو تھوڑا سا جنونی بھی تھا۔ وہ کسی بھی کام کرنے کا اگر بیڑا اٹھا لیتا تو اسے آخری دم تک انجام دینے کی کوشش کرتا تھا۔

کافی دیر تک وہ دونوں خاموش لیٹے رہے۔ جو گرینڈ کو بھگانے کی کوشش میں بڑی مشکل سے کامیاب ہو رہا تھا۔

ڈی گارو نے گھڑی کے چمکتے ہوئے ڈائل میں وقت دیکھا۔ ایک بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔ وقت دیکھ کر وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور جھونپڑی کے دروازے پر پہنچ کر باہر جھانکنے لگا۔

پوری بستی خاموشی اور سناٹے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کہیں بھی روشنی کی جھلک نظر نہیں آ رہی تھی۔ دور تک سفید سفید برف چمک رہی تھی۔ اور ایک عجیب پراسرار ماحول تھا۔

ڈی گارو خاموشی سے باہر کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اس نے ہاتھ کے اشارے سے جوگر کو اٹھنے کے لئے کہا، اور جوگر خاموشی سے اس کے قریب پہنچ گیا۔

"وقت ہو گیا ہے۔ آؤ۔" ڈی گارو بولا۔ وہ دونوں خاموشی

سے جھونپڑی سے باہر نکل آئے۔ چند منٹ باہر کھڑے ہو کر انہوں نے موسم کا جائزہ لیا۔ پھر ڈی گارو واپس پلٹ کر بیئرڈو کی کھالیں اٹھا لایا۔ اور انہیں اپنے جسم سے لپیٹ لیا پھر وہ آگے بڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں اس جھونپڑی کے قریب پہنچ گئے۔ جس میں پروفیسر فاروق اور اختر سوئے ہوئے تھے۔

ڈی گارو نے ہلکا سا دھکا دے کر جھونپڑی کے دروازے کو آزمایا۔ دروازہ معمولی قسم کا تھا اور ذرا سی کوشش سے کھولا جا سکتا تھا۔ ڈی گارو نے اپنے خلائی سوٹ میں ہاتھ ڈالا اور ایک عجیب قسم کی گولی نکالی۔ یہ کانچ کی بنی ہوئی تھی، اور اس کے ایک سرے پر ایک لمبا سا لکڑی ہوئی تھی ڈی گارو نے وہ نوکیلا دروازے سے لگا دی۔ اس درمیان میں جوگر نے تھوڑا سا دروازہ کھول لیا تھا۔ گولی سے سفید سا دھواں خارج ہونے لگا۔ ڈی گارو نے اسے اندر پھینک دیا۔

چند منٹ تک وہ باہر کھڑے رہے۔ پھر انہوں نے اپنے خلائی سوٹ کے ماسک چہروں پر چڑھا لئے۔ اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔

گولی سے خارج ہونے والے دھوئیں کی نشہ آور بو ابھی تک جھونپڑی میں پھیلی ہوئی تھی، لیکن چونکہ ان لوگوں کے چہروں پر گیس ماسک تھے۔ اس لئے وہ اس سے متاثر نہیں ہو رہے تھے البتہ پروفیسر فاروق اور رافٹر پر گہری بے ہوشی طاری ہو گئی تھی۔

وہ دونوں ان کے قریب پہنچ گئے۔ چند سکنڈ ان کے قریب کھڑے رہ کر ان کو گھورتے رہے۔ پھر ڈی گارو نے جھک کر پروفیسر فاروق کو جھنجھوڑا۔ ..... لیکن نشہ آور گیس پوری طرح اثر انداز ہو چکی تھی۔ وہ لوگ گہری بے ہوشی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ڈی گارو انہیں وہیں چھوڑ کر ایکبار پھر جھونپڑی کے دروازے پر آیا، اس نے جھانک کر باہر دیکھا، سردی اور کہر نے فضا پر سکوت اور خاموشی کی کیفیت طاری کر رکھی تھی کہر کی تہہ ابھی زیادہ گہری نہیں ہوئی تھی۔ لیکن توقع تھی کہ رات گذرنے کے ساتھ ساتھ وہ بڑھتی جائے گی اور ممکن ہے کہ برف بھی پڑنا شروع ہو جائے۔

اس لئے ڈی گارو اور اس کے ساتھی کو اپنے پلان میں بہت جلدی کی ضرورت تھی، وہ ایک خطرناک کام انجام دے رہے تھے۔ اور اس خطرناک کام میں ہر قدم پر موت اپنے

جبڑے کھولے ہوئے کھڑی تھی۔

ڈی گارو دروازہ سے ہٹ کر پھر پروفیسر کے قریب پہنچ گیا اور اس نے جھک کر اشارہ کیا اور خود بھی جھک گیا۔ دونوں نے ان دونوں بے ہوش آدمیوں کو کندھوں پر اٹھایا اور دبے قدموں جھونپڑی سے باہر نکل آئے۔ ان کا رخ اب اس طرف تھا جہاں پر جیپ کھڑی ہوئی تھی۔

انتہائی پھرتی، احتیاط اور تیز رفتار سے قدم اٹھاتے ہوئے وہ جیپ کے قریب پہنچ گئے اور پھر ان دونوں آدمیوں نے بے ہوش آدمیوں کو جیپ کے پچھلے حصے میں ڈال دیا، ان کے پوستین بھی ان کے ساتھ تھے۔ انہوں نے ان دونوں کو ان کے پوستینوں سے اچھی طرح ڈھک دیا۔ تاکہ وہ سردی سے اکڑ کر مر نہ جائیں۔

اس کے بعد ان دونوں نے اپنی پوستین جسم کے گرد لپیٹیں اور ڈی گارو نے اسٹیرنگ سنبھالا۔ سخت مشکل کام تھا۔ لیکن ڈی گارو اس گہری کہر کے باوجود جیپ ڈرائیو کرنے لگا۔ ذرا سی غلطی ان چاروں کو موت کے منہ میں ڈھکیل سکتی تھی۔ سردی ان کے جسم کے کھلے ہوئے حصوں سے ٹکرا

سکڑ کر ہڈیوں میں اُتری جا رہی تھی۔ لیکن ڈی گاردان ان باتوں سے زیادہ متاثر نہیں تھا۔ وہ برف پر جیپ دوڑا رہا تھا اور جیپ کی رفتار خاصی تیز تھی۔

دن بھر کی دوڑ دھوپ میں کافی تھکن ہو گئی تھی۔ اس لئے بدن میں ابھی تک تھوڑی تھوڑی تھکن باقی تھی۔ اختر نے چاروں ہاتھ پاؤں پھیلا کر ایک طویل انگڑائی لی اور آنکھیں کھول دیں آنکھیں کھولنے سے قبل ہی اسے یاد آ گیا تھا۔ کہ وہ لوگ پہاڑی لوگوں کی بستی کی ایک جھونپڑی میں ہیں۔ لیکن آنکھیں کھولنے کے بعد جو منظر اس کے سامنے آیا۔ اس نے اختر کو پوری طرح بیدار کر دیا۔

عجیب سا کمرہ تھا۔ شفاف اور روشن۔ اس کی دیواروں سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ اور ان کے نیچے انتہائی نرم گدے تھے۔ جو ذرا سی جنبش سے نیچے دھنسے جا رہے تھے۔

اختر اچھل کر بیٹھ گیا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف

دیکھنے لگا۔ وہ انتہائی بیحد غریب تھا۔ وہاں صرف اس کا بستر تھا۔ اور کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ ایک طرف ایک چھوٹا دروازہ دکھائی دے رہا تھا۔ اختر دروازے کے قریب گیا۔ لیکن دروازے میں کھولنے کی کوئی چیز اسے دکھلائی نہیں دی۔ صرف یہ احساس ہوتا تھا۔ کہ یہ ایک دروازہ ہے۔ اس نے دروازے کو کھولنے کی کافی کوشش کی۔ لیکن دروازہ بند ہی رہا اور وہ کافی کوشش کرنے کے بعد مایوس ہو کر اپنے صوفے پر واپس آگیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کہاں ہے۔ اس نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں، اور پھر ایک دیوار پر ایک سرخ بٹن دیکھ کر چونک پڑا۔ شاید باہر نکلنے کے لئے دروازہ کھولنے کا یہ بٹن ہو۔ اس نے سوچا اور اٹھ کر دیوار کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے بٹن پر انگلی رکھی اور سچ مچ ایک دروازہ کھل گیا۔ مگر یہ وہ دروازہ نہیں تھا جو سامنے نظر آرہا تھا۔ بلکہ سرخ بٹن کے پہلے سے ایک چوکور پیٹ بہت گئی تھی۔ اور وہاں اتنی جگہ بن گئی تھی۔ کہ ایک آدمی دوسری طرف نکل سکے۔

اختر نے اندر جھانک کر دیکھا۔ اور چونک پڑا۔ یہ بھی ویسا ہی کمرہ تھا۔ جس میں وہ خود تھا۔ اس کمرے کے ایک صوفے پر

پروفیسر داؤد سو رہے تھے۔ اختر اپنے کمرے سے نکل کر پروفیسر کے قریب پہنچ گیا۔ اور پھر وہ پروفیسر کو جگانے کی کوشش کرنے لگا۔

پروفیسر فوراً ہی جاگ گئے۔ اور پھر اس کی بھی وہی حالت ہوئی جو اختر کی ہوئی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے کمرے کو دیکھنے لگا۔ لیکن انہیں زیادہ سوچنے کا موقع نہیں ملا۔ ایک ہلکی سی آہٹ سنائی دی اور انہیں دو آدمی نظر آئے۔ انہوں نے دیوار میں ایسا ہی خلا بنتے دیکھا تھا۔ جیسا خلا بنا کر اختر کمرے میں داخل ہوا تھا۔

وہ دونوں آدمی اسی خلا یا دروازے سے اندر داخل ہوئے تھے ان کے جسموں پر عام لباس تھے۔

"پروفیسر!" ان میں سے ایک مسکرا کر بولا۔

پروفیسر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ عجیب سی نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

"ناشتہ لگ گیا ہے پروفیسر! کیا آپ ہمارے ساتھ چلنا پسند کریں گے؟" ان لوگوں نے پروفیسر کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر کہا۔

"کون ہو تم لوگ؟" پروفیسر نے پوچھا۔

"یہ آپ کو ناشتہ کی میز پر چل کر معلوم ہو جائے گا۔" انہوں نے

جواب دیا۔

پروفیسر نے اختر کی طرف دیکھا۔ اور اختر نے اثبات میں اشارہ کیا۔ ظاہر تھا کہ انہیں کسی نہ کسی طرح یہاں سے نکلنا ضروری تھا۔ اس لئے ان کو حالات سمجھنا بھی ضروری تھا۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ تھوڑی دیر ان کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ ویسے بھی یہ ان کے اعتماد کا وقت تھا۔ یہ بات پروفیسر کی سمجھ میں بھی آگئی۔ اور وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا۔

"افسوس ہے کہ آپ لوگوں کے غسل کا انتظام نہیں ہو سکتا۔ ویسے آپ منہ ہاتھ ضرور دھو سکتے ہیں۔" وہ بولے اور پروفیسر کو ایک سمت کے قریب پہونچا دیا۔ نل میں پانی آ رہا تھا۔ شاید یہ پانی برف کو پگھلا کر بنایا گیا تھا۔ بہرحال انہوں نے منہ دھویا۔ اور باہر نکل آئے۔

لیکن باہر نکل کر انہیں ایک اور احساس ہوا۔ وہ جس جگہ پر تھے۔ وہ زیادہ کشادہ نہیں تھی۔ بلکہ مختصر سی جگہ میں چھوٹے چھوٹے کیبن بنا دیئے گئے تھے۔ باہر ایک پتلا سا زینہ اوپر چلا گیا تھا۔

زینے کی چند سیڑھیاں طے کر کے وہ اوپر منزل میں داخل

ہوگئے۔ یہ ایک مختصر سا گول کمرہ تھا۔ جس کے چاروں طرف عجیب ساخت کی مشینری لگی ہوئی تھی۔ درمیان میں بیٹھنے کی جگہ تھی۔

لیکن پروفیسر اس مشینری کو دیکھ کر چونک پڑا۔ اس کے ذہن میں ایک ڈاکو گونجا۔

"راکٹ؟"

یہ یقیناً راکٹ کا کنٹرول بورڈ تھا۔ اس نے ایک نظر چاروں طرف ڈالی اور پھر وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھنے لگا۔

حیرت کا ایک اور شدید جھٹکا اسے اپنے پورے جسم میں محسوس ہوا کیونکہ اس نے ان دونوں آدمیوں کو بھی پہچان لیا تھا جنہوں نے اپنے آپ کو شکاری بتایا تھا۔ اور کہا تھا کہ ان کی جیپ تباہ ہوگئی ہے۔ اس وقت ان کے جسم پر خلائی سوٹ نہیں تھا۔ بلکہ وہ عام قسم کے لباس میں تھے

"ہیلو" پروفیسر آہستہ سے بولا۔

"تشریف لائیے۔" اس نے کہا اور پروفیسر اور اختر ان کے قریب پہنچ گئے۔ پھر وہ بھی صوفوں پر بیٹھ گئے۔ ڈی گارو نے ایک بٹن دبایا۔ اور صوفوں کے درمیان ایک چوکور میز ابھر آئی۔ اس میز پر عجیب و غریب قسم کا ناشتہ لگا ہوا تھا۔

معاف کیجئے گا پروفیسر! ویسے تو آپ کی پوری زندگی سائنسی امور میں گذری ہے۔ اس لئے اس وقت میں آپ کو سائنسی قسم کا ہی ناشتہ کراؤں گا، لیکن اس کے بعد آپ کو باقاعدہ ناشتہ پیش کیا جائے گا۔" ڈی گارو نے کہا۔

"میں آپ لوگوں کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں!" پروفیسر گلا صاف کر کے بولنے لگا۔

"ضرور!" ڈی گارو نے کہا۔ "میں اپنا تعارف ضرور کراؤں گا۔ مجھے ڈی گارو کہتے ہیں، اور یہ سب میرے ساتھی ہیں۔ مکمل تفصیل کے لئے عرض ہے کہ شاید آپ نے دارالحکومت میں پیش آنے والے چند عجیب و غریب واقعات کے بارے میں پڑھا ہوگا۔ یہ وہ (میں) ہی تھا جس نے وہ واقعات!"

"اوہ!" پروفیسر چونک پڑا۔

"بالآخر وہاں کی پولیس وغیرہ نے میرے ہیڈ کوارٹر کا پتہ چلا کر اسے تباہ کر دیا، اور مجھے وہ جگہ چھوڑنی پڑی۔ لیکن مجھ سے گلو خلاصی ان لوگوں کے لئے آسان نہیں ہے۔ میں ان لوگوں کو ناکوں چنے چبوا دوں گا۔

اور اب یہ میری خوش قسمتی ہے پروفیسر کہ آپ جیسی

شخصیت مجھے مل گئی۔ آپ کے ذریعہ میرا کام انتہائی آسان ہو جائے گا۔ آخر میں میں آپ کو ایک خوشخبری بھی سنا دوں اور وہ خوشخبری یہ ہے کہ آپ جس راکٹ کی تلاش میں نکلے تھے۔ اس وقت آپ اسی راکٹ میں موجود ہیں۔"

ڈی گارو نے تفصیل بتائی۔

اختر بری طرح چونک پڑا۔ لیکن پروفیسر کے چہرے پر سنجیدہ تاثرات قائم رہے۔ وہ بغور ڈی گارو کی شکل دیکھ رہے تھے۔ پھر چند منٹ کے بعد وہ ہونٹوں کو خشک کر کے بولے،

"پھر اب تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"ہیا!" ڈی گارو پُراسرار انداز میں بولا۔

"ہاں!"

"میں تمہاری شخصیت چاہتا ہوں پروفیسر! تمہاری لیبارٹری چاہتا ہوں۔ اور اور پھر۔ اس کے بعد۔!"

پروفیسر سناٹے میں رہ گیا۔ وہ شاید ڈی گارو کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ کئی منٹ تک وہ کچھ نہیں بول سکا۔

"ناشتہ شروع کرو پروفیسر! یہ تو سب بعد کی باتیں ہیں!" ڈی گارو نے بے تکلفی سے کہا۔ اور پھر خود اس نے ناشتہ کی ٹرے

ہاتھ بڑھادیا۔ پروفیسر نے کچھ سوچ کر اختر کو اشارہ کیا اور وہ دونوں بھی یہ عجیب و غریب ناشتہ کرنے لگے۔ چند ہی منٹ کے بعد وہ ناشتہ سے فارغ ہو گئے۔ ڈی گارو نے انہیں بہترین قسم کے سگار پیش کئے۔

پھر سگار نوشی کے درمیان وہ بولا۔

"ہاں تو پروفیسر! ظاہر ہے میں آپ سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گا، کیونکہ سب کچھ آپ کو بتا دینا ضروری ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں آپ کے میک اپ میں آپ ہی کو کٹی واپس جاؤں مسٹر اختر کی جگہ میرا ایک اور آدمی لے گا۔ میں آپ کی بیاڈی سے اپنا کام لوں گا اس کے علاوہ آپ کی شخصیت کا لبادہ اوڑھ کر میں اپنی کارروائی کروں گا۔ اس طرح کوئی بھی مجھ پر شبہ نہیں کر سکے گا۔ یہ میرا وعدہ ہے کہ جس وقت بھی میں اپنا کام مکمل کروں گا آپ کو اور آپ کے ساتھی کو باعزت طور پر رہا کر دوں گا اور ایسے حالات پیدا کر دوں گا تاکہ آپ کی پوزیشن صاف ہو جائے اس درمیان میں آپ کے گھر کے افراد کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ اور نہ ہی کسی سے میری کوئی غرض ہوگی۔"

"ظاہر ہے کہ میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دے سکتا ہوں"

پروفیسر نے کہا۔

"مجھے اجازت کی ضرورت نہیں ہے دوست! مجھے صرف تمہاری حرکات و سکنات کا کچھ دیر جائزہ لینا ہے۔ تمہارے شخصیت تمہارے کردار۔ تمہارے عزیز و اقارب کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہے۔ تاکہ میں تمہارا رول بخوبی ادا کر سکوں۔"

"لیکن میں تمہیں یہ سب نہیں بتاؤں گا۔" پروفیسر نے کہا۔

ڈی گارو ہنسنے لگا۔

"تمہیں کچھ بتانے کی ضرورت ہی نہیں ہے دوست! میں تمہارے ذہن سے ایک ایک یادداشت حاصل کروں گا۔ یہ میرا کام ہے۔ میں تو صرف تم سے چند دن کی درخواست کرتا ہوں، اور یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کسی قسم کی غلط حرکت کے نتیجے میں میں تمہاری جان لے سکتا ہوں، ویسے میں ہر شخص کا بھلا چاہتا ہوں۔ جس کی وجہ سے مجھے کثیر سا بھی فائدہ پہونچ سکے۔" ڈی گارو کہتا رہا۔

"ہوں!" پروفیسر نے ایک طویل سانس لی۔ پھر کچھ سوچ کر کہنے لگا۔ "تم یہاں کیا کرنا چاہتے ہو۔"

"میں، اس برفستان میں ایک اور لیبارٹری قائم کرنا چاہتا ہوں اور پھر یہاں سے اپنا کام انجام دوں گا۔ اپنے دشمنوں کو ختم کر دوں گا

اور کچھ دولت بٹور کر یہاں سے اپنے ملک چلا جاؤں گا۔ بس اس کے علاوہ میرا اور کوئی پروگرام نہیں ہے۔" ڈی گارو نے پروفیسر کو بتایا۔

"میری ایک درخواست منظور کرو گے؟"

"کیا؟" ڈی گارو نے پوچھا۔

"اس سے تمہیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ یہ نوجوان ہے۔ اس کی زندگی برباد مت کرو، اور اسے جانے دو۔" پروفیسر نے اختر کی طرف اشارہ کیا۔

"افسوس ہے کہ یہ ممکن نہیں ہے میرے دوست، کیونکہ میں کوئی خطرہ مول لینے کا عادی نہیں ہوں۔ یہ بھی یہیں رہے گا اور اس کے لئے بھی یہی تہہ خانہ ہے۔ اگر اس نے تمہاری بہت اور مدد کی ہے تمہارے لئے کچھ کرنے کی کوشش کی تو۔ اسے بھی جان سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔"

"مجھے کوئی فکر نہیں ہے انکل! اس کے علاوہ میں آپ کو تنہا چھوڑنا بھی پسند نہیں کروں گا۔"

"مجھے شرمندگی ہے بیٹے! میری وجہ سے تم بھی مصیبت میں پھنسے۔" پروفیسر گردن جھکا کر بولے۔

"یہ ہم دونوں کی مشترکہ مصیبت ہے انکل! اس لئے آپ فکر نہ کریں۔ ہم دونوں کا انجام ساتھ ہی ہوگا۔" اختر نے مضبوط آواز میں کہا۔

"آپ دونوں کسی مصیبت میں نہیں پڑیں گے اطمینان رکھیں صرف آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ جونہی یہ کام میں حاصل کر لیتا ہوں ڈی گارو نے درمیان میں دخل دیا۔

"بہرحال اب تو بتا دو تمہارا دل چاہے وہ کر سکتے ہو ہم لوگ تو مجبور ہیں۔" پروفیسر نے جواب دیا۔

ڈی گارو نے کچھ اور نہیں کہا۔ چند منٹ تک وہ پروفیسر کے ساتھ بیٹھا رہا۔ پھر اٹھتا ہوا بولا۔ اچھا پروفیسر! اب آپ آرام کریں۔ آپ کے ذہن سے تمام یادوں کا خزانہ آج ہی حاصل کر لیا جائے گا۔ اس کے بعد میں اپنا کام شروع کروں گا۔ پھر وہ راکٹ کی بالکل اوپری منزل میں چلا گیا۔ اور پروفیسر اور اختر کو دوبارہ ان کے کیبنوں میں پہنچا دیا گیا۔

چھتیس گھنٹے گذر چکے تھے۔ غزالہ کے دل میں عجیب عجیب وسوسے سر اٹھا رہے تھے۔ اسے اختر کی ایک ایک بات یاد آ رہی تھی اور وہ اپنے دل میں ایک عجیب سی کسک محسوس کر رہی تھی۔ "اختر" اس نے سوچا۔ بعض اوقات وہ عجیب سی گفتگو کرنے لگتا تھا۔ ویسے وہ بے حد سلجھے ہوئے ذہن کا مالک ہے۔ لیکن کبھی کبھی ۔ ؟

غزالہ خود بخود شرما گئی۔ لیکن پھر فوراً ہی اس کے چہرے پر تشویش کی شکنیں پھیل گئیں۔ نہ جانے وہ دونوں کہاں ہیں۔ ڈیڈی اس بے چارے کو بھی اپنے ساتھ گھسیٹ لے پھر رہے ہیں۔ چلتے وقت اس نے کیسی کیسی پریشان کن باتیں کی تھیں لیکن بالآخر اسے ڈیڈی کے ساتھ جانا ہی پڑا۔ وہ تو اسے بھی ساتھ چلنے کے لئے کہہ رہا تھا۔ اگر وہ بھی ان کے ساتھ گئی ہوتی ۔ تب ۔

اور اس تب کا جواب اس کے پاس نہیں تھا۔ لیکن وہ کہاں رہ گئے کہیں کسی مصیبت میں تو نہیں پھنس گئے۔

اس نے گھڑی میں وقت دیکھا اور اسی وقت اس کی نظریں بیساختگی کی طرف اٹھ گئیں۔ بیساختگی سے پروفیسر کی جیپ اندر داخل ہو رہی تھی۔ اس کے چہرے پر مسرت کے آثار دوڑ گئے اور وہ بے اختیار اپنے کمرے سے نکل کر نیچے جانے والے راستے پر دوڑ پڑی۔ جیپ پورٹیکو میں پہنچ کر رک گئی۔ اور پھر اس سے پروفیسر اور اختر نیچے اترے۔

غزالہ دوڑتی ہوئی ان کے قریب پہنچ گئی۔ لیکن پھر ایکدم اس کا دل دھک سے ہو گیا۔ پروفیسر اور اختر دونوں کے پیروں پر پٹیاں بندھی تھیں۔ وہ لوگ کسی حادثے کا شکار ہو گئے تھے۔

"کیا ہوا ڈیڈی، کیا ہوا ما" وہ بے اختیار بولی۔

پروفیسر نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا اور پھر تھکے ہوئے انداز میں بولا۔

"کچھ نہیں غزالہ بیٹی، ایک معمولی سا حادثہ ہو گیا تھا۔ کوئی فکر کی بات نہیں ہے"

"اختر صاحب بھی زخمی ہیں، ؟"

"ہاں، مجھے افسوس ہے!"

"میں ڈاکٹر کو لون کروں ڈیڈی؟" اس نے اضطراب سے پوچھا

"اوہ، نہیں بالکل نہیں۔ اس کے علاوہ بھی ہماری واپسی اور اس حادثے کے بارے میں زیادہ لوگوں کو علم نہیں ہونا چاہیئے۔"

"اوہ! کیا بات ہے ڈیڈی" غزالہ چونک کر بولی۔

"آؤ" پروفیسر نے کہا، اور اختر کے ساتھ لیبارٹری کی طرف بڑھ گیا، اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ نہ جانے کیوں غزالہ کو سب کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا بہر حال وہ ان کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ پروفیسر اختر کے ساتھ لیبارٹری میں داخل ہوئے، اور پھر ایک کمرے میں پہنچ کر وہ رک گئے پھر ایک صوفے پر بیٹھ کر کچھ سوچنے لگے اختر باہر خاموش کھڑا رہا۔

"غزالہ بیٹی؟" پروفیسر بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

"جی ڈیڈی؟"

"میں ایک مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہوں غزالہ، اور مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔"

"کیا بات ہے ڈیڈی! آپ سخت پریشان ہیں۔"

"ہاں بیٹی! پروفیسر نے ایک طویل سانس لی بعض اوقات

قسمت عجیب کھیل کھیلتی ہے۔ لیکن اب میری زندگی بچانے کا ایک ہی طریقہ ہے۔"

"مجھے بتایئے ڈیڈی، میرے دل میں ہول آ رہے ہیں۔ کیا بات ہے اختر صاحب؟"

"اختر کی زبان سخت زخمی ہے، یہ بالکل نہیں بول سکتا، اور مجھے یہ سب سے بڑا صدمہ ہے۔"

"اوہ!" غزالہ کی چیخ نکل گئی، وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اختر کی طرف دیکھنے لگی۔ پھر وہ پروفیسر کی طرف مخاطب ہو گئی وہ کہہ رہے تھے

"ہاں تو بیٹی! تمہیں میری مدد کرنی ہے، وہ مدد صرف اتنی ہے کہ تم کسی کو میرے پاس مت آنے دو۔ میں اور اختر کچھ عرصے تک سخت مصروف رہیں گے۔ اگر یہ سکون سے کام کرتے رہے تو ٹھیک ہے، ورنہ سمجھ لو، ہم دونوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں گی۔"

"اوہ! آخر ایسی کیا بات ہے ڈیڈی؟" غزالہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"فی الحال میں تمہیں بتا سکتا غزالہ۔ ابھی کچھ مت پوچھو، وقت آنے پر تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

"مجھے سخت حیرت ہے ڈیڈی! سخت حیرت ہے!" غزالہ بڑبڑائی، لیکن پروفیسر خاموش ہی رہا۔

"تو پھر میرے لئے کیا حکم ہے ڈیڈی؟"

"صرف اتنا کہ دوسرے لوگوں کو مجھ سے دور رکھو۔ یہ تمہاری ذہانت پر منحصر ہے کہ تم انہیں کس طرح باز رکھ سکتی ہو۔ بہت جلد یہ مصیبت دور ہو جائے گی!" پروفیسر نے کہا۔

"میں سخت خطرات میں مبتلا رہوں گی ڈیڈی"۔

"مجھے افسوس ہے۔ لیکن میری وجہ سے تمہیں پریشانی اٹھانی پڑے گی"۔

"اختر صاحب زیادہ زخمی ہیں؟" غزالہ نے اختر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں غزالہ۔ یہ سب میری بدقسمتی ہے۔ لیکن عنقریب سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ تم کسی قسم کی فکر مت کرو" پروفیسر نے کہا۔

"مگر ایک بات بتایئے ڈیڈی"

"وہ کیا"

"میں تو آپ سے ملتی رہوں گی"

"کبھی کبھی کی تو کوئی حد نہیں ہے۔ ویسے تم لوگ تھوڑے دن کے لئے یہ سمجھ لو کہ ہم لوگ یہاں موجود نہیں ہیں۔ پھر بہت جلد سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" پروفیسر نے کہا۔

"بہتر ہے۔" غزالہ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا پھر ہچکچاتے ہوئے بولی۔ "اختر صاحب کو کوئی خطرہ تو نہیں ہے ڈیڈی!"

"اس وقت تک نہیں جبتک میری ہدایت پر عمل کیا جاتا رہے گا!" پروفیسر نے جواب دیا۔

"آپ کی ہدایت پر عمل ہوگا ڈیڈی! آپ کی ہدایت پر عمل ہوگا۔" غزالہ بڑبڑاتی ہوئی باہر نکل گئی۔

پروفیسر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ معنی خیز نظروں سے اختر کی طرف دیکھنے لگا۔

عادل پور کی نواحی بستی میں بڑی سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن غریب پہاڑی لوگ سادہ اور جاہل تھے۔ ان کے ذہن اصلیت تک کہاں پہونچ سکتے تھے۔

بستی کے بہت سے گھروں میں صف ماتم بچھی ہوئی تھی۔ ان گھروں کے سہارے گم ہوگئے تھے۔ ایک ایک دو دو کر کے بستی کے بیس نوجوان گم ہو چکے تھے۔ وہ مختلف کاموں سے باہر گئے تھے لیکن پھر واپس نہیں آئے تھے قرب وجوار میں انہیں اچھی طرح تلاش کیا گیا تھا لیکن ان کا کوئی پتہ نہیں چلا تھا۔

اس کے بعد بستی کے لوگوں نے فیصلہ کیا کہ بستی سے نکل کر عادل پور جایا جائے اور وہاں پولیس کو اطلاع دی جائے۔ اس خیال

کے تحت چار آدمی عادل پور کی طرف روانہ ہوگئے۔

لیکن بدقسمتی سے وہ لوگ بھی واپس نہیں آئے۔ نہ جانے انہیں زمین کھا گئی تھی یا آسمان نگل گیا تھا۔ اس کے بعد قریب کی دوسری بستیوں سے بھی لوگ اغوا ہونے لگے۔ اور بات بالآخر عادل پور تک پہنچ گئی اور عادل پور کی پولیس حرکت میں آگئی۔ عادل پور سیدھے سادے لوگوں کا علاقہ تھا۔ اس لئے وہاں کی پولیس بہت زیادہ چالاک نہیں تھی نہ ہی کبھی اسے ایسے واقعات سے سابقہ پڑا تھا۔ تاہم پولیس ان لوگوں کی تلاش میں مصروف ہوگئی۔ بستی بستی تحقیقات کی جانے لگی۔ لیکن کوئی پتہ نہیں چل سکا۔ کوئی سراغ حاصل نہیں ہوا اور نوجوان اب بھی پراسرار طور پر لاپتہ ہوتے رہے۔

مجبوراً عادل پور کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ نے پھر ایک ریمانڈر مرکز کو بھیجا اور تب اس ریمانڈر کا اسے جواب ملا۔ ایک بہت بڑے افسر وہاں بھیجا جا رہا ہے اور پولیس کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ اس سے پوری طرح تعاون کرے۔

اور... وہ افسر آج پولیس ہیڈ آفس میں پہنچ گیا۔ ہیڈ آفس کی حالت دیکھنے کے قابل تھی۔ معمولی پولیس مین سے لے کر آفیسر تک صاف و شفاف وردی میں تھے سب کی بیلٹ اور بیج میٹل پالش

سے چمکا رہے تھے۔ پورے ہیڈ آفس میں صفائی ستھرائی کا اعلیٰ انتظام کیا گیا تھا۔

ٹھیک گیارہ بجے ایڑیاں بج اٹھیں۔ آفیسر کی کار ہیڈ آفس میں داخل ہوئی۔ ہیڈ آفس کے صدر دروازے پر خود ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ نے دوسرے لوگوں کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔ اور پھر اسے خود بھی ایڑیاں بجا کر اٹنشن ہونا پڑا۔ کیونکہ آفیسر کے لیئے پر سپرنٹنڈنٹ کا بیج آویزاں تھا۔ وہ اس سے بڑے رینک کا تھا۔ آفیسر نے کار سے اترنے کے بعد پروقار انداز میں ان لوگوں سے مصافحہ کیا۔ اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سب لوگوں سے اس کا تعارف کرانے لگا۔ آفیسر نے ان لوگوں سے مصافحہ کرتے وقت ان میں سے کئی لوگوں کے بیج درست کئے۔ وہ کافی ایکٹنگ کر رہا تھا۔ اور پولیس آفس کے تمام لوگ اس سے بے حد مرعوب ہو گئے تھے۔ پھر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ اسے اپنے آفس میں لے گیا۔

"میری خوش قسمتی ہے جناب! کہ عادل پور کی مشکلات حل کرنے کے لئے آپ جیسی عظیم اور تجربہ کار شخصیت کو یہ زحمت اٹھانی پڑی۔ سپرنٹنڈنٹ ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔ ویسے مجھے جناب کے اسم شریف کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہے۔"

"میں فیاض ہوں! کیپٹن فیاض، سپرنٹنڈنٹ آف انٹیلی جنس سروس۔"

آفیسر نے اپنا تعارف کرایا اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"خدا کی پناہ! آپ تو بہت عظیم شخصیت ہیں جناب، میں آپ کے کارنامے سن چکا ہوں، آپ محکمہ سراغ رسانی کی ناک ہیں جناب! میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ آج اس طرح آپ جیسی عظیم ہستی کے نیاز حاصل ہوئے۔" ڈی۔ ایس۔ پی مضطربانہ انداز میں بولا۔ وہ مکھن کا پورا ڈبہ خالی کئے دے رہا تھا اور کیپٹن فیاض جیسے لوگوں کو اس مکھن کی ضرورت بھی رہتی ہے۔ لہٰذا فیاض کو اس پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ اس نے ڈی۔ ایس۔ پی کا شکریہ ادا کیا، پھر بہترین ناشتے کا انتظام کیا گیا۔ اور تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد معاملے کی گفتگو شروع ہوئی۔

"مجھے اس واقعہ کی تفصیل بتائیے۔" فیاض نے کہا۔

"صرف ایک واقعہ نہیں ہے جناب! واقعات کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو مسلسل چل رہا ہے۔ اس سے قبل عادل پور میں انتہائی سکون تھا۔ یہاں سالہا سال سے کوئی جرم نہیں ہوا تھا لیکن کچھ عرصہ سے یہاں کی فضا خراب ہو گئی ہے۔ خود عادل پور میں تو

اس قسم کا کوئی واقعہ نہیں پیش آیا۔ لیکن گرد و نواح کی کئی بستیاں سخت پریشان ہیں۔ وہاں سے درجنوں نوجوان غائب ہو گئے ہیں اور ان کا اب تک کوئی پتہ نہیں چل سکا ہے جناب!" ڈی ایس پی نے بتایا

"ہوں۔ غائب ہونے والوں میں صرف نوجوان مرد ہیں، کوئی عورت لڑکی یا بوڑھا وغیرہ نہیں تھا۔" فیاض نے پوچھا۔

"جی نہیں۔ صرف نوجوان مرد۔

"ہوں تو پھر آپ نے ضرور تحقیقات کی ہوگی، غائب ہونے کی کیا صورتیں ہیں؟"

فیاض نے پوچھا۔

"مختلف واقعات ہیں جناب! ان میں سے کوئی کسی کام کے لئے گیا۔ لیکن واپس نہیں لوٹا۔ کوئی رات کو اپنے مکان میں سویا۔ لیکن صبح کو اس کا بستر خالی ملا۔ اسی طرح کے تمام واقعات ہیں۔"

"ہوں۔" فیاض گہری سوچ میں غرق ہونے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔ پھر گردن اٹھا کر بولا۔ "ان بستیوں کا فاصلہ عادل پور سے کتنا ہے جہاں یہ واقعات پیش آئے ہیں۔ میرا مطلب ہے۔ ان میں کوئی بستی ایسی بھی ہے جو دور دراز واقع ہو؟"

"جی نہیں! کوئی بستی دس میل سے زیادہ دور نہیں ہے۔

"گڈ! گویا وہ لوگ عادل پور سے بہت قریب ہیں۔ اور ان واردا توں کا محور عادل پور ہی ہے۔" فیاض بڑبڑایا۔

"جی؟ میں نہیں سمجھا۔" ڈی ایس پی تعجب سے بولا۔

"کوئی بات نہیں مسٹر ڈی۔ ایس پی۔ آپ فوراً میرے رہنے کا بندوبست کریں۔ میں کل ان تمام بستیوں کا دورہ کروں گا۔ اور وہاں کے لوگوں کے بیانات لوں گا۔" فیاض نے کہا۔

"بہتر ہے جناب! کل بندوبست ہو جائے گا۔ ڈی۔ ایس پی نے کہا اور فیاض کھڑا ہو گیا۔ اور پھر وہاں سے رخصت ہو کر اپنی جائے قیام پر پہونچ گیا۔

برف پر دوڑتی ہوئی جیپیں عجیب سی لگ رہی تھیں۔ کیپٹن فیاض کافی دلچسپی سے اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔ وہ مصروف آدمی تھا۔ اس لئے بلاوجہ کہیں آتا جاتا نہیں تھا۔ عادل پور اس سے قبل بھی آیا تھا۔ لیکن ایک سرکاری کام سے۔ اور دوسرے دن ہی واپس چلا گیا تھا۔ اس لئے عادل پور کے گرد و نواح دیکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوا تھا۔

اس وقت اسے یہ منظر بے حد حسین لگ رہا تھا۔ اور وہ چند منٹ کے لئے اپنی آفیسرانہ شان کو بھول گیا تھا۔ ورنہ وہ بڑے کروفر سے جیپ میں سوار ہوا تھا۔ ڈی۔ ایس۔ پی اس کے برابر ہی بیٹھا ہوا تھا۔ اور پیچھے دو پولیس انسپکٹر باڈی گارڈوں کی طرح مستعد تھے۔ ڈرائیور پوری وردی میں اور نہایت مستعدی سے جیپ

ڈرائیو کر رہا تھا۔ اسی جیپ کے پیچھے دو جیپیں اور تھیں۔ جن میں چھ چھ پولیس کانسٹبل ایک ایک سب انسپکٹر کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اس شان سے کیپٹن فیاض گمشدگیوں کے کیس کی تحقیقات کے لئے نکلا تھا۔ ذرا دیر کے وہ لوگ بستی میں پہنچ گئے۔ اور بستی والے سب ان کے گرد جمع ہو گئے۔ بستی کے لوگوں نے رو رو کر اپنے نوجوانوں کے گم ہونے کی داستان سنائی۔ فیاض ان سے ضروری سوالات کرتا رہا۔ لیکن بستی کے لوگ اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکے۔ جتنا پولیس کے ریکارڈ سے اسے پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا۔

فیاض وہاں سے چل پڑا۔ ساتھ ہی وہ اطراف کا جائزہ بھی لیتا جا رہا تھا۔ اس نے اس بات کے امکان کا بھی جائزہ لیا تھا۔ کہ ممکن ہے کوئی ایسی برفانی بلا ان کی ہو۔ جو انسانوں کو اپنا شکار بنا رہی ہو۔ لیکن اگر ایسی کسی بلا کا وجود ہوتا۔ تو دوسرے لوگ بھی اسے ضرور دیکھتے اور اسکی کہانی ضرور منظر پر آ چکی ہوتی۔ اور پھر یہ بلا کیسی تھی جو تاک تاک کر نوجوان مردوں ہی کو نشانہ بنا رہی تھی ورنہ اس کی زد میں بچے بوڑھے اور عورتیں بھی آ سکتی تھیں۔

اس سلسلے میں یہی بات سب سے اہم تھی۔ آخر صرف مرد نوجوانوں ہی کو کیوں اغوا کیا جا رہا ہے۔ ایک طویل فاصلہ طے کر کے

وہ دوسری بستی میں پہنچ گئے۔ اور پھر وہاں سے وہ تیسری اور چوتھی بستی میں گئے۔ اچھی خاصی تفریح ہو گئی۔ پورا دن گذر گیا لیکن کام کی کوئی بات معلوم نہیں ہو سکی۔ فیاض کو تھوڑا سا تردد بھی پیدا ہونے لگا تھا۔ لیکن ابھی وہ مایوس نہیں ہوا تھا۔ ظاہر ہے یہ تو پہلی کوشش تھی۔ لیکن اس کے بعد دوسری کوشش کیا ہو سکتی تھی؟

وہ سوچتا رہا۔ یہاں آ کر اس نے ان تمام لوگوں پر رعب تو کافی ڈال دیا تھا۔ لیکن اب اسے بنھانا بھی ضروری تھا ورنہ تمام پوزیشن خاک میں مل جاتی پھر وہ پہاڑیوں کے بارے میں سوچنے لگا۔ پہاڑی علاقہ ہے ظاہر ہے کہ جیپوں وغیرہ سے اس پورے علاقے کو نہیں دیکھا جا سکتا۔ اس لئے کیوں نہ ہیلی کاپٹر حاصل کیا جائے۔" اس نے سوچا۔

ہیلی کاپٹر حاصل کرنا زیادہ مشکل کام نہیں تھا۔ کیونکہ ریسرچ سروس کے پاس کئی ہیلی کاپٹر موجود تھے۔ اور وہ اپنی ذاتی کوشش سے بھی انہیں حاصل کر سکتا تھا۔ اور پھر یہ تو ایک سرکاری کام تھا۔

بہرحال۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ دوسرے دن ہیلی کاپٹر سے یہاں کا اچھی طرح جائزہ لے گا۔ اور پھر وہ وہاں سے واپس چل پڑا۔ پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچ کر وہ تھوڑی دیر تک وہاں رکا۔ اور پھر وہاں سے بھی چل پڑا۔ اس نے ایک ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ حالانکہ اگر وہ

چاہتا تو عادل پور میں کوئی کوٹھی یا بنگلہ اپنی رہائش کے لئے حاصل کر سکتا تھا۔ لیکن فیاض اس موقع پر بالکل جاسوسوں کے انداز میں کام کرنا چاہتا تھا۔ ظاہر ہے وہ ایک خفیہ مشن پر آیا تھا۔ اور ایسے مشن کے لئے پراسرار ہونا ضروری تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ ہوٹل پہنچ گیا۔ لباس وغیرہ تبدیل کر کے وہ ٹیلی فون کے قریب کھسک گیا۔ اور پھر اس نے ڈائریکٹری میں ریسرچ سروس کے نمبر تلاش کئے۔ اور نمبر مل جانے کے بعد فون کا ڈائل گھمانے لگا۔

دوسری طرف سلسلہ فوراً ہی مل گیا۔ "ریسرچ سروس۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"جی ایس ڈیپارٹمنٹ پلیز؟" فیاض بولا۔

"وقت ختم ہو گیا ہے جناب کل صبح ۹ بجے فون کیجئے۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"بکو مت! ڈائریکٹر سے بات کراؤ؟" فیاض غرائے ہوئے انداز میں بولا۔

"وہ جا چکے ہیں جناب! دوسری طرف سے برسنے والا فیاض کے لہجے سے مرعوب ہو گیا تھا۔

"گھر کا فون نمبر بتاؤ"؟ فیاض بولا۔ دوسری طرف سے بولنے والے نے فون نمبر دہرا دیئے۔ فیاض نے موجودہ سلسلہ ڈسکنکٹ کیا، اور دوسرے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ دوسری طرف سے جواب ملنے میں دیر نہیں ہوئی۔

"میں ڈائریکٹر آف ہل ریسرچ سروس سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں"

"کون صاحب بول رہے ہیں"؟ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"کیپٹن فیاض آف انٹیلی جنس سروس!

"بہتر ہے جناب میں ابھی اطلاع دیتا ہوں،" دوسری طرف سے جواب ملا، اور پھر چند منٹ کے بعد ڈائریکٹر کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو"؟

"مسٹر ڈائریکٹر"

"جی ہاں جناب، میں بول رہا ہوں"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"میں مرکز سے آیا ہوں، اور یہاں ایک خاص سلسلے میں کچھ کام کر رہا ہوں۔ کیا آپ مجھ سے ملاقات کر سکیں گے"؟

"اوہ جناب۔ اگر آپ کیپٹن فیاض ہیں تو میں آپ سے واقف ہوں۔ فرمایئے، میرے لائق کیا خدمت ہے"۔

"آپ سے ملاقات کیسے ہو سکتی ہے"؟

"جیسے حکم دیں۔" اگر مناسب خیال فرمائیں، تو کل نو بجے میرے آفس تشریف لے آئیں۔ ورنہ مجھے حکم دیں تو میں حاضر ہو جاؤں"۔

"نہیں یہی بہتر ہے کہ میں خود آپ سے ملاقات کروں۔ میں کل ساڑھے نو بجے آ رہا ہوں"۔

"میں منتظر رہوں گا جناب" دوسری طرف سے جواب ملا اور فیاض نے بٹن سلیک کے بعد فون بند کر دیا۔ یہ اس کی فطرت تھی وہ کوئی کام کر پہلے بیٹھتا تھا اور سوچتا بعد میں تھا۔ اب غور کرنے پر اسے اپنا ٹیلی فون والا اقدام احمقانہ محسوس ہوا۔ ظاہر ہے اتنی گڑبڑ کے بجائے وہ براہ راست ڈائریکٹر سے مل سکتا تھا۔

بہرحال، وقت گذر چکا تھا، وہ باتھ روم میں گھس گیا تاکہ ڈنر کے لئے تیار ہو سکے۔ ڈنر اس نے ڈائننگ ہال میں ہی کیا، اور رہ رہ کر ہال کی دلچسپیوں سے محظوظ ہوتا رہا۔ پھر ٹھیک گیارہ بجے وہ سونے کے لئے اپنے کمرے میں داخل ہو گیا۔

دوسرے دن ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر وہ ریسرچ آفس جانے کی تیاریاں کرنے لگا، اور پھر ٹھیک سوا نو بجے چل پڑا۔ چاہیں تو آفس سے اسے گاڑی مل سکتی تھی، لیکن وہ ابھی تک ٹیکسی سے کام چلا رہا تھا۔ ایک ٹیکسی نے اسے ریسرچ آفس کی شاندار عمارت کے

سامنے چھوڑ دیا، اور وہ اندر داخل ہو گیا۔ اندر پہنچ کر اس نے ڈائرکٹر کے آفس کے بارے میں معلوم کیا۔ چپراسی نے اس کا وزیٹنگ کارڈ اندر پہنچایا اور ڈائرکٹر خود اس کے استقبال کے لئے باہر نکل آیا۔

"تشریف لائیے جناب! میری خوش قسمتی ہے کہ آپ جیسی مقتدر شخصیت یہاں تشریف لائی!" وہ بولا۔ اور تپاک سے فیاض کو اندر لے گیا۔ پھر ایک آرام کرسی پر بٹھانے کے بعد اس نے فیاض سے اس کی آمد کے بارے میں پوچھا۔

"آپ کا ریسرچ اسکالر ان پہاڑی برفانی علاقوں کا سروے کرتا رہتا ہے؟" فیاض نے پوچھا۔

"جی ہاں۔! تقریباً ہر سال!"

"سال میں صرف ایکبار؟"

"جی ہاں۔ یہی ہمیشہ سے ہوتا آ رہا ہے۔ بشرطیکہ کوئی ایمرجنسی نہ ہو۔" ڈائرکٹر نے جواب دیا۔

"ہوں! پچھلی مرتبہ آپ نے سروے کب کیا تھا؟"

"تقریباً تین ماہ قبل۔"

"کوئی خاص بات محسوس کی تھی آپ نے؟"

"میں نہیں سمجھا۔"

"میرا مطلب ہے برف یا پہاڑیوں میں کوئی خاص تبدیلی۔"

"جی نہیں بالکل نہیں۔ میں نے کوئی خاص بات محسوس نہیں کی تھی۔" ڈائرکٹر پر خیال انداز میں بولا۔ پھر کہنے لگا۔ "کیا کوئی خاص بات ہے جناب؟"

"میں نہیں کہہ سکتا۔ لیکن میں اس امکان کا جائزہ ضرور لے رہا ہوں آپ نے عادل پور میں ہونے والی گمشدگیوں کی وارداتوں کے بارے میں ضرور سنا ہوگا۔ میں اسی سلسلے میں تحقیقات کرنے کے لئے عادل پور آیا ہوں۔ میں ان تمام بستیوں کا دورہ کر چکا ہوں۔ اب میرا خیال ہے کہ اندرونی برفانی علاقہ اور دیکھ لیا جائے۔ اور اس کے لئے مجھے ایک ہیلی کاپٹر کی ضرورت ہے۔"

"حاضر ہے جناب! بڑی خوشی سے۔ بظاہر ہے یہ بھی سرکاری کام ہے۔" ڈائرکٹر نے کہا۔

"بالکل میں آپ سے تحریری درخواست کروں گا۔" فیاض بولا۔

"اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے جناب۔ آپ کی شخصیت ہی کافی ہے۔" ڈائرکٹر نے پرخلوص انداز میں کہا۔

"تب میں شکریہ ضرور ادا کروں گا۔" فیاض مسکرا کر بولا۔

"شکریہ کی کیا بات ہے جناب! ہاں تو وہ ہیلی کاپٹر آپ کو کب چاہیئے ہے۔ مجھے بتائیے۔ تاکہ انتظام کیا جائے۔"

"ابھی۔ جتنی جلد ممکن ہو سکے"۔ فیاض نے کہا

"بہتر ہے"۔ ڈائرکٹر نے کہا۔ اور پھر وہ ماسٹر فون پر اپنے سکریٹری کو بلانے لگا۔ چند منٹ کے بعد سکریٹری اس کے کمرے میں داخل ہوا۔ اور ڈائرکٹر اسے ہدایات دینے لگا۔ تقریباً پون گھنٹے میں ہیلی کاپٹر کی تیاری کی اطلاع ملی۔ اس درمیان میں ڈائرکٹر نے چائے وغیرہ سے فیاض کی خاطر مدارت کی تھی۔ اطلاع ملنے کے بعد فیاض نے وہیں سے ڈی ایس پی کو فون کیا۔ فوراً ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"کیپٹن فیاض سپیکنگ"۔

"اوہ۔ فرمائیے جناب"

"آپ ایک انسپکٹر کے ساتھ ہی ریسرچ سنٹر پہنچ جائیے۔ ہم لوگ ہیلی کاپٹر میں برفانی علاقوں کو دیکھیں گے"۔ فیاض نے کہا۔

"جی!" ڈی ایس پی نے کچھ متعجبانہ انداز میں کہا۔ پھر جلدی سے بولا۔ "بہت بہتر ہے جناب"۔ میں حاضر ہو رہا ہوں"

"میں یہاں منتظر ہوں"۔ فیاض نے کہا اور فون بند کر دیا۔ تھوڑی دیر تک وہ ڈائرکٹر سے گفتگو کرتا رہا۔ پھر ڈائرکٹر کے ایما پر اس ہیلی کاپٹر کا معائنہ کرنے کے لئے باہر نکل آیا۔ جس سے انہیں اس علاقے کو دیکھنا تھا۔

جدید ساخت کا بڑا ہیلی کاپٹر تھا۔ ایک چست و حالاک پائلٹ اس کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ فیاض نے اس کا معائنہ کیا اور پھر مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔ اسی وقت ڈی ایس پی کی جیپ بھی وہاں پہنچ گئی۔ فیاض کو دیکھ کر وہ اس کے قریب پہونچا اور ایڑیاں بجا کر کھڑا ہو گیا۔

"او کے مسٹر ڈائرکٹر۔ میرا خیال ہے ہم لوگوں کو روانہ ہو جانا چاہیئے"۔ فیاض نے گھڑی دیکھ کر کہا۔

"بہت بہتر جناب"۔ ڈائرکٹر نے کہا۔ اور فیاض نے ڈی ایس پی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"یقیناً آپ بھی بالکل تیار ہوں گے"۔

"جی ہاں جناب"۔ ڈی ایس پی نے مودبانہ انداز میں جواب دیا اور فیاض ڈی ایس پی اور اس کے ساتھ آنے والے انسپکٹر کے ساتھ ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھ گیا۔

چند منٹ کے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہونے لگا۔

(جاری ہے دوسرے دور)

سڑاک کی آواز پیدا ہوئی اور مزدور بلبلا اُٹھا۔ اس نے جلدی جلدی ہاتھ چلانا شروع کر دیئے۔ کوڑا مارنے والا خطرناک آدمی آگے بڑھ گیا۔ تاحدِ نگاہ برف پھیلی ہوئی تھی۔ اور وہ لوگ برف پر کھدائی میں مصروف تھے۔ ان کی تعداد دو سو سے زیادہ تھی۔ سب کے پیروں میں لوہے کی بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔

یہ وہ لوگ تھے جنہیں کسی نہ کسی طریقے سے ان کی بستیوں سے اغوا کر کے یہاں لایا گیا تھا۔ اور اب سب لوگ برف کے نیچے ایک شاندار لیبارٹری کی تعمیر میں مصروف تھے۔ انتہائی زور و شور سے کام ہو رہا تھا۔ برف کے نیچے ایک عظیم الشان عمارت تقریباً مکمل ہو چکی تھی۔ اندر بھی درجنوں آدمی کام کر رہے تھے۔ اور وہ عجیب غریب ساخت کی ایک مشین کی فٹنگ میں مصروف تھے۔

یہ وہ بچے کھچے لوگ تھے جب ڈی گارد کے ہیڈ کوارٹر پر فوج نے حملہ کیا تھا یہ لوگ ہیڈ کوارٹر میں موجود نہیں تھے۔ ڈی گارد نے ان سب کو یہاں بلا کر اکٹھا کر لیا تھا۔ اب وہ دوبارہ ایک لیبارٹری کی تعمیر میں مصروف تھا۔ پروفیسر فاروق کے ساتھ اس نے سینکڑوں سہولتیں مہیا کر دی تھیں۔ وہ بدستور وہاں رہ کر کام کر رہا تھا۔ اور اب تک بہت کچھ کر چکا تھا۔

برف میں تعمیر ہونے والی لیبارٹری اتنی مضبوط بنائی جا رہی تھی کہ کسی بھی حملے سے اپنا دفاع کر سکے۔ ڈی گارد نے سب سے پہلے اس پر توجہ دی تھی۔ اور اب وہ لیبارٹری کے دوسرے ضروری حصوں کی تعمیر میں مصروف تھا۔ اس کے اغوا کیے ہوئے لوگ دلخواہ طریقے سے کام کر رہے تھے ان پر چند آدمی مقرر تھے جو ان سے کام لیتے تھے۔

اس وقت بھی کام ہو رہا تھا۔ اوپر برف کی ایسی پناہ گاہیں تیار کی جا رہی تھیں جو ہوائی حملوں سے بچاؤ میں کارآمد ثابت ہو سکیں۔ اور مزدور پناہ گاہیں تیار کر رہے تھے نیچے لیبارٹری میں کام ہو رہا تھا۔ اور ڈی گارد کے معتمد خاص اس کی نگرانی کر رہے تھے۔

دفعتاً ایک طرف رکھی ہوئی مشین میں سرخ رنگ کے جھماکے ہونے

لگے۔ اور لیبارٹری میں موجود لوگ چونک پڑے۔ ایک آدمی پھرتی سے اپنی جگہ سے اُٹھا اور مشین کے قریب پہنچ گیا۔ دوسرے لمحے اس نے ایک ہینڈل گھمایا اور مشین کا ایک بٹن دبا دیا۔

"ہیلو! ہیلو بیرٹ! ہیلو! ہیلو!" مشین سے آواز آئی۔

"یس۔ بیرٹ کالنگ"

"ڈی۔ جی۔

"یس سر! بیرٹ مودب ہوگیا۔

"دیکھو، مرکز سے ایک سراغ رساں یہاں بھیجا گیا ہے اور وہ زور شور سے کام کر رہا ہے۔ اور اب وہ ایک ہیلی کاپٹر میں اسی طرف آرہا ہے، ہوشیار ہوجاؤ، سب لوگوں کو نیچے بھیج دو، اور کسی بھی قیمت پر ہیلی کاپٹر کو اتار کر انہیں گرفتار کرلو۔ ویسے بھی ہمیں ایک ہیلی کاپٹر کی سخت ضرورت ہے۔ میں ٹھیک تین گھنٹے کے بعد پہنچ جاؤں گا"

"بہتر ہے جناب۔ لیکن اگر ان میں سے کوئی تشدد پر آمادہ ہوجائے تو۔ کیا انہیں زخمی کیا جاسکتا ہے۔؟

"کوشش کرو کہ ایسا نہ ہونے پائے۔ مجبوری کی شکل دوسری ہے

دوسری طرف سے جواب ملا۔

"بہتر ہے جناب" اس شخص نے جواب دیا۔ اور دوسری

طرف سے سلسلہ منقطع ہوجانے کا بعد اس نے وہ مشین بند کردی اور پھر وہ تیزی سے دوسروں کو اس اطلاع کے بارے میں بتانے لگا۔

چند منٹ کے اندر اندر وہاں کھلبلی مچ گئی۔ برف پر پناہ گاہیں تعمیر کرنے والے مزدور افراتفری کے عالم میں زمین دوز لیبارٹری کی طرف بھاگنے لگے۔ کیونکہ ان کے محافظ ان پر کوڑے برسا رہے تھے۔ چند منٹ میں پورا میدان صاف ہوگیا۔ اور بیرٹ اپنے کام کے لئے تیار ہوگیا۔ وہاں برف کے ابھرے ہوئے تودوں کے نیچے طیارہ شکن توپوں کے علاوہ ایسی خطرناک مشینیں بھی لگی ہوئی تھیں۔ جن سے خارج ہونے والی شعاعیں فضا میں جہاز کے چیتھڑے اڑا سکتی تھیں۔ مشینوں کے قریب بیٹھے ہوئے لوگ پوری طرح متعدد ہوگئے تھے ان کے ہاتھوں میں موجود دوربین آنکھوں سے لگی ہوئی تھیں اور ان کی نگاہیں خلاء میں بھٹک رہی تھیں۔

پھر چند منٹ کے بعد انہیں ہیلی کاپٹر نظر آگیا۔ اور ان کے چہروں پر سنسنی کے آثار دوڑ گئے۔ ان میں سے ایک نے گلے میں پڑے ہوئے ٹرانسمیٹر کو منہ کے قریب کرکے کہا۔

"ہلو۔ ہلو مسٹر گراڈ۔ کیا آپ لوگ تیار ہیں۔

"یس مسٹر بیرٹ۔ ہم نے اس ہیلی کاپٹر کو دیکھ لیا ہے۔

"رائٹ! ہیلی کاپٹر سے برسٹ والی گولیوں سے ہوشیار رہنا۔ کوئی پناہ گاہ سے باہر نہ نکلے۔"

"رائٹ سر" دوسری طرف سے جواب ملا۔ اور بیرٹ نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ ہیلی کاپٹر ایک راؤنڈ لے کر ان لوگوں کے سروں پر پہنچ گیا۔ وہ کافی نیچی پرواز کر رہا تھا۔ اور اس میں لگی ہوئی دوربین سے کیپٹن فیاض برف کا جائزہ لے رہا تھا۔

اور پھر شاید اسے برف کے ان تودوں پر کچھ شک ہوا۔ اور ہیلی کاپٹر ایک طویل چکر لینے کے بعد کچھ اور نیچے اتر گیا۔ اب وہ برف کے ان تودوں پر منڈلا رہا تھا جن کے پیچھے وہ لوگ چھپے ہوئے اپنے کام کے لئے تیار تھے۔ دوسرے لمحے ہیلی کاپٹر سے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ ایک آواز سنائی دی۔ "ہم نے تم لوگوں کو دیکھ لیا ہے۔ فوراً ہاتھ بلند کر کے باہر نکل آؤ۔ ورنہ تمام گولیوں سے تمہارے جسم چھلنی کر دیئے جائیں گے۔" یہ وارننگ تین مرتبہ نشر ہوئی اور پھر اچانک ہیلی کاپٹر سے گولیاں برسنے لگیں۔

لیکن برف کے تودوں کے نیچے بیٹھے ہوئے لوگ ان گولیوں سے محفوظ تھے۔ ابھی انہوں نے جوابی کارروائی نہیں کی تھی۔ لیکن انہیں تعجب تھا کہ انہیں کیسے دیکھ لیا گیا۔

ویسے یہ یقینی بات تھی کہ فیاض اس وقت زبردست حماقت سے کام لے رہا تھا۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ وہ اونچی پرواز کر کے صرف ان جگہوں کو دیکھتا اور اپنے شبہ کی تصدیق کرتا۔ لیکن اس نے نہ صرف یہ کہ پائلٹ کو نیچی پرواز کا حکم دیا۔ بلکہ ایک ہلکے سے شبہ پر اس نے اندھیرے میں تیر بھی چلا دیا۔ حقیقت میں اس نے کچھ بھی نہیں دیکھا تھا بس اسے ان تودوں کی بناوٹ پر شبہ ہوا تھا اور پھر طاقتور سے فائرنگ کر کے اس نے اپنے گمراہ پن کی تکمیل کر دی۔

تودوں کے پیچھے چھپے ہوئے بیرٹ نے ٹرانسمیٹر پر اس کا جواب فوراً ہی دیا۔ اور وہ آواز نشر کرنے لگا۔ اسی وقت ہیلی کاپٹر میں ایک آواز گونجی۔

"تمہارا پیغام سن لیا گیا اور تمہاری کوشش بھی دیکھ لی گئی۔ اب ہمارا حکم ہے کہ تین منٹ کے اندر اندر ہیلی کاپٹر کو زمین پر اتار دو ورنہ اسے گرا لیا جائے گا۔"

فیاض بری طرح چونک پڑا۔ اس کا اندازہ ٹھیک ہی نکلا تھا۔ اس نے پائلٹ کو اوپر اٹھنے کا حکم دیا۔ اور پائلٹ نے فوراً ہی اس حکم کی تعمیل کی۔ لیکن اس وقت تودوں کی آڑ سے سُرخ سُرخ شعلے نکل کر ہیلی کاپٹر کے چاروں طرف پہونچنے لگے فیاض

اور اس کے ساتھیوں نے دہشت سے دیکھا۔ ان شعلوں میں تین اونچ قطر کے سیسے کے گولے تھے۔ اگر انہیں سے ایک بھی گولہ ہیلی کاپٹر میں لگ جاتا تو اس کے پرخچے اڑ جاتے۔ لیکن وہ جان بوجھ کر ہیلی کاپٹر کو نشانہ نہیں بنا رہے تھے، وہ تو ہیلی کاپٹر "صحیح سلامت" حاصل کرنا چاہتے تھے۔

"تین منٹ پورے ہو رہے ہیں۔ تین منٹ کے آخری سکنڈ پر شیل تمہارے ہیلی کاپٹر پر پڑیں گے اور اس کا حشر تم جانتے ہی ہو۔ وہی آواز پھر ابھری اور فیاض کے حواس جواب دے گئے۔ دوسری طرف سے گنتی شروع ہو گئی۔

"یہ شیل بہ آسانی ہیلی کاپٹر تباہ کر سکتے ہیں جناب" پائلٹ نے گھبرائے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ فیاض کی پیشانی کی رگیں پھٹنے لگیں، مجبوراً اس نے پائلٹ کو نیچے اترنے کا حکم دیا اور پائلٹ نے بادل نخواستہ ہیلی کاپٹر نیچے اتار دیا۔

برف کی ایک ہموار سطح پر ہیلی کاپٹر اتر گیا، اور اسی وقت اسے چاروں طرف سے گھیر لیا گیا، سب کے ہاتھوں میں جدید ساخت کی ٹامی گنیں تھیں۔

فیاض کو اپنی ٹامی گن پھینک دینا پڑی، چند منٹ کے بعد ان

سب لوگوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں۔ پھر ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی۔ انہیں گرفتار کرنے والوں نے ٹامی گن کی نالوں سے ان کی پشت پر ٹھوکا دے کر انہیں آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ اور وہ برف پر گرتے پڑتے آگے بڑھنے لگے۔ لاکھ کوشش کے باوجود فیاض راستے کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا۔

اس کے چہرے پر نقاب تھی اور عجیب شان سے فیاض کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ اس کی للگاہیں فیاض اور ڈی ایس پی کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں اور پھر اس نے نقاب اپنے چہرے سے علیحدہ کر دی۔

فیاض تو اسے سپاٹ نظروں سے دیکھتا رہا۔ لیکن ڈی ایس پی بُری طرح اچھل پڑا

"میرا خیال ٹھیک نکلا!" وہ مسکرایا۔ "تم مجھے جانتے ہو ڈی ایس پی" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"آپ۔ آپ جناب۔۔ کک کیا۔ آپ؟" ڈی ایس پی حیرت سے ہکلاتے ہوئے بولا

ڈی گارو پراسرار انداز میں ہنسنے لگا۔ وہ اس وقت بھی پروفیسر

فاروق کے میک اپ میں تھا۔ "تمہارا خیال ٹھیک ہی ہے دوست!" اس نے ڈی ایس پی سے کہا۔ فیاض ڈی ایس پی کو گھور رہا تھا۔

"مگر جناب آپ تو۔"

"یہ میرے ذاتی معاملات ہیں مسٹر ڈی ایس پی۔ بہرحال آپ مجھے صرف اتنا بتائیں گے کہ آپ نے اب تک اس سلسلے میں کیا کیا ہے؟"

جب اپنے ہی غداری کرنے لگیں تو۔" ڈی ایس پی اپنا جملہ پورا نہیں کر پایا۔ کیونکہ ڈی گارو فیاض سے مخاطب ہو گیا تھا۔

"ہاں تو کیپٹن فیاض! آپ تو بڑی مشہور شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ اس حماقت میں کیسے مبتلا ہو گئے"؟

"مجھ سے اپنا تعارف کراؤ" فیاض بولا۔

"ضرور۔ ضرور۔ مسٹر ڈی ایس پی۔ میرا تعارف کرائیے" ڈی گارو نے کہا، اور ایس پی بے ساختہ بول پڑا۔ "یہ عادل پور کی ایک معزز شخصیت ہیں۔ پروفیسر فاروق لیکن مجھے ان کی موجودہ حالت دیکھ کر سخت حیرت ہے۔"

"کیا سمجھے کیپٹن۔ مزید تعارف بھی پیش خدمت ہے۔" اس نے اپنے چہرے سے میک اپ اتارتے ہوئے کہا اور فیاض اور ڈی ایس پی

پھر چونک پڑے۔ وہ متحیرانہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگے۔

"آخر تم کون ہو؟"

"میں انتقام ہوں ایک دہشت ناک انتقام۔" اچانک وہ خوفناک انداز میں بولا۔ "میں تمہارے ملک کے لئے مہیبت بن کر آیا ہوں۔ تم ڈی گارو کا نام ابھی بھولے نہیں ہو گے۔"

"ڈی گارو!" ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ہاں۔ جسے تم اپنی سمجھ میں مردہ تصور کر چکے ہو جو تمہارے خیال کے مطابق اسی لیبارٹری میں جل کر بھسم ہو گیا ہے۔" ڈی گارو کہنے لگا۔

فیاض کا چہرہ شدتِ حیرت سے سرخ ہو گیا۔ ڈی گارو کا پس منظر واقعہ اسے معلوم تھا۔ لیکن اس کے فرشتے بھی گمان نہیں کر سکتے تھے کہ ڈی گارو سے اس طرح ملاقات ہو سکتی ہے۔ ڈی گارو کی موت کی تصدیق نہیں ہو سکی تھی۔ لیکن اس کے بارے میں کوئی اور اطلاع بھی نہیں ملی تھی۔ اس لئے اس وقت اسے دیکھ کر فیاض کو تعجب ہونا فطری امر تھا۔ کئی منٹ تک وہ کچھ نہیں بول سکا پھر جب اس کی حیرت کچھ کم ہوئی تو سنبھل کر کہنے لگا۔

"مگر۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"ویسی ہی ایک دوسری لیبارٹری تیار کر رہا ہوں جیسی تم لوگ تباہ کر چکے ہو لیکن اس لیبارٹری کو تم تباہ نہیں کر سکو گے کیونکہ اس میں وہ تمام انتظامات کر لئے گئے ہیں جو پہلے نہیں کئے گئے تھے۔ بستیوں سے اغوا ہونے والے تمام جوان آدمی اس کی تعمیر میں رات دن مصروف ہیں۔ ظاہر ہے کہ مجھے مزدوروں کی شدت سے ضرورت تھی۔" ڈی گارو نے کہا۔

"ہوں۔" فیاض کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے۔

"تم۔ مگر تم پروفیسر فاروق کے میک اپ میں!!!" اسے ڈی ایس پی کو شش کر کے بولا۔

"ہاں اس میک اپ سے مجھے بہت زیادہ فائدہ پہنچا ہے۔ صحیح معنوں میں پروفیسر فاروق کی شخصیت نے ہی مجھے یہاں کامیابی سے اسقدر جلد ہمکنار کر دیا ہے۔ پروفیسر نے میرا راکٹ دیکھ لیا تھا اور وہ اس راکٹ کی تلاش میں نکلے تھے۔ راستے میں میرے آدمی انہیں بحفاظت یہاں لے آئے۔ اب وہ میرے لئے کام کر رہے ہیں۔ اور میں ان کے میک اپ میں ان کے مکان پر رہتا ہوں۔ وہاں ان کی شاندار لیبارٹری میرے استعمال میں ہے۔" ڈی گارو نے کہا۔

"فیاض سناٹے میں آ گیا۔ اسے ڈی گارو کی خطرناک شخصیت کے بارے میں اچھی طرح معلوم تھا، پھر اس کے علاوہ ڈی گارو نے خود بھی اسے ایک ایک تفصیل بتا دی تھی، جس کا مقصد تھا کہ اب فیاض اور ڈی ایس پی کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے، یا تو یہ انہیں قتل کر دینے کا ارادہ رکھتے ہیں یا پھر اس طرح قید رکھیں گے کہ فرار ناممکن ہوگا ورنہ۔ اگر اسے ذرا بھی شبہ ہوتا کہ وہ کسی صورت میں بچ سکتے ہیں، تو وہ انہیں اتنی تفصیل کبھی نہ بتاتا۔

اس کے بعد وہ خاموش ہو گئے۔ ڈی گارو بھی کچھ سوچ رہا تھا، پھر وہ گردن اٹھا کر بولا۔ "میں سوچ رہا ہوں کہ کیوں نہ تمہارے ہمشکل بھی تمہاری جگہ لے لیں۔ ممکن ہے کہ اس طرح میرا کام کچھ اور آسان ہو جائے تمہیں وہ کہیں پر لگایا گیا ہے۔ تمہاری وجہ سے پولیس کی توجہ اس طرف سے ہٹی رہے گی۔

"یہ نہیں ہو سکتا!" فیاض جوش کے عالم میں کھڑا ہو گیا۔

"یہاں وہی سب کچھ ہوتا ہے جو میں چاہتا ہوں۔ پروفیسر لارنس نے بھی اپنی مرضی سے اپنا سب کچھ میرے حوالے نہیں کیا تھا۔" ڈی گارو ہنس کر بولا۔ اور فیاض دانت پیسنے لگا۔ ظاہر

ہے وہ اس وقت کچھ نہیں کر سکتا تھا، کیونکہ ڈی گارو کے ٹامی گن بردار مستعد کھڑے تھے۔

"ان حضرات کو عزت سے رکھا جائے۔ لیکن ان کی حفاظت سخت ضروری ہے، بہت جلد ان کے لئے بھی کسی کام کا انتخاب کر لیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ بے کار رہ کر تو زندگی گذار نہیں سکیں گے۔" ڈی گارو اپنے ساتھیوں کی طرف رُخ کر کے بولا اور پھر پروفیسر کی دبنگ چہرے پر چڑھ جانے لگا۔ ڈی گارو کے ساتھیوں نے ٹامی گن سے ٹھوکے دے کر فیاض وغیرہ کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا، اور وہ چاروناچار ان کے ساتھ چل پڑے۔

—

غزالہ کا ذہن اندر ہی اندر پک رہا تھا۔ وہ کچھ نہیں سمجھ پا رہی تھی۔ اختر اور پروفیسر کی ایک بات بھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ کوٹھی کا ماحول ہی بدل کر رہ گیا تھا۔ پروفیسر نے سب سے ملنا چھوڑ دیا تھا یہاں تک کہ اپنے عزیز ترین دوستوں سے بھی وہ نہیں ملتا تھا۔ جبکہ انکے ساتھ پہلے تمام دن گذار دیا جاتا تھا۔

پروفیسر کی تو بات ہی دوسری تھی۔ اختر کا مسئلہ اس سے زیادہ عجیب تھا۔ ہر وقت ہنستے رہنے والے کھلنڈرے نوجوان کو نہ معلوم کیا ہو گیا تھا۔ وہ بھی پروفیسر کے ساتھ لیبارٹری میں گھسا رہتا تھا۔ وہ دونوں اکثر راتوں کو کوٹھی سے نکل کر نہ جانے کہاں جاتے تھے۔ غزالہ نے کئی بار اختر سے تنہائی میں ملنے

کی کوشش کی۔ لیکن اختر نے اسے یہ موقع ہی نہیں دیا۔

اور اب غزالہ کے ذہن میں ایک عجیب سا خیال پیدا ہو رہا تھا۔ یہ وہ اختر تو نہیں ہو سکتا۔ مگر۔ مگر۔ اس کے آگے اس کا ذہن کام کرنا چھوڑ دیتا تھا۔ وہ چکرا کر رہ جاتی تھی۔ آج اس کے ذہن پر صبح سے ہی جھنجھلاہٹ سوار تھی۔ کوٹھی کی سوگوار فضا اس سے نہیں دیکھی جاتی تھی۔ آخر اس نے فیصلہ کر لیا کہ آج وہ پروفیسر سے صاف صاف گفتگو کرے گی۔ آخر یہ ماحول کب تک یوں ہی رہے گا۔ کوئی حد بھی تو ہونی چاہیئے۔ اور پھر یہ کہ یہ لوگ آخر کیا کر رہے ہیں۔ یہ خیال آتے ہی وہ پروفیسر کی آبزرویٹری کی طرف چل پڑی اور چند منٹ کے بعد اندر پہنچ گئی۔

پروفیسر ایک میز پر بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔ غزالہ کو دیکھ کر وہ مشفقانہ انداز میں مسکرایا۔

"آؤ" اس نے کہا۔ اور ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ اس کی آنکھیں غزالہ کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ لیکن غزالہ کو یہ نگاہیں اجنبی سی معلوم ہو رہی تھیں۔ ایک بار پھر اس کے ذہن میں بھنور پڑ گئی۔ لیکن اس نے خود کو سنبھال لیا۔ اور ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

"کیسے آنا ہوا؟" پروفیسر نے پوچھا۔

"میں آپ سے کچھ باتیں کرنے آئی ہوں ڈیڈی!"

"اوہ!" پروفیسر نے ہونٹ سکوڑے۔ یہ انداز بھی غزالہ کے لئے اجنبی تھا۔ پروفیسر اس طرح کبھی ہونٹ نہیں سکوڑتا تھا۔ اس کے ذہن میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ تو۔ تو کیا یہ پروفیسر نہیں ہے۔ اس کے ذہن نے سوچا۔ لیکن اس نے فوراً ہی خود پر قابو پالیا۔ اگر ایسی کوئی بات ہے تو اسے چالاکی سے کام کرنا چاہیئے۔ اور اس بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہئیں۔" وہ فوراً سنبھل گئی۔ اور بولی۔

"کچھ دنوں سے آپ بالکل بدل گئے ہیں ڈیڈی۔ مجھ سے کوئی کا یہ سوگوار ماحول نہیں دیکھا جاتا۔

"ہاں، تم سے کہہ چکا ہوں بیٹی! کہ یہ ہماری زندگی اور موت کا سوال ہے۔ ہمارے ملک کی عزت کا سوال ہے۔ کاش! میں تمہیں سب کچھ بتا سکتا۔ مجھے صرف پندرہ دن کی مہلت اور دیدو بھئی۔ صرف چند دن کی۔ اس کے بعد پھر وہی ماحول ہوگا۔ اور ہم اپنے ملک میں ایک پروقار زندگی گذاریں گے۔"

"مگر اس کے لئے ابھی کتنا وقت باقی ہے؟"

"بہت تھوڑا سا وقت۔" پروفیسر عاجزی سے بولا۔

"اختر کو کیا ہوگیا ہے؟"

"وہ بے چارہ بھی میری وجہ سے مصیبت میں گرفتار رہا لیکن آج وہ واپس چلا گیا ہے۔ اب اس کی ضرورت نہیں تھی۔

"واپس چلا گیا؟" غزالہ حیرت سے اچھل پڑی۔

"ہاں ویسے شاید وہ پھر آئے گا۔ آجکل تو وہ بور ہو گیا تھا"

"لیکن وہ کسی سے ملے بغیر چلے گئے؟" غزالہ نے کہا۔

"ہاں۔ اس نے خود ہی کسی سے ملنا نہیں چاہا تھا۔" پروفیسر نے جواب دیا۔

غزالہ خاموش ہوگئی۔ اور کچھ سوچنے لگی۔ اور پھر غیر ارادی طور پر اس کی نظریں اس کاغذ پر پڑ گئیں۔ جس پر پروفیسر کچھ لکھ رہا تھا۔ اور ایک اور جھٹکا اس کے ذہن میں ہوا۔ یہ رائٹنگ تو پروفیسر کی نہیں تھی۔ ہرگز نہیں۔ اوہ۔ اوہ" پروفیسر کی رائٹنگ وہ لاکھوں میں پہچان سکتی تھی۔ تو۔ یہ سچ مچ پروفیسر نہیں ہے۔ پھر یہ کون ہے۔ اور اس نے پروفیسر کی جگہ کیسے لے لی ہے۔ یہ کیا قصہ ہے۔ خوف و دہشت کی ایک لہر اس کے جسم میں دوڑ گئی۔ لیکن اس نے پوری ہمت سے کام لے کر خود کو سنبھالا۔ مگر یہ کوئی اور شخص

سے تو اس کے ڈیڈی کہاں ہیں، یقیناً وہ خطرے میں ہوں گے اور... اور اب ان کا پتہ لگانے کے لئے چالاکی سے کام لینا ہوگا

"لیکن۔ کیا اختر بھی فراڈ تھا۔ صرف یہی سوچا جا سکتا ہے پھر اب کیا کرنا چاہیئے" وہ سوچنے لگی۔

"کیا سوچ رہی ہو" پروفیسر کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

"کچھ نہیں ڈیڈی" میں آپ کی وجہ سے سخت پریشان ہوں۔ کاش میں آپ کے کسی کام آ سکتی۔ مجھ سے آپ کی اتنی محنت نہیں دیکھی جاتی۔

"اوہ نہیں بیٹی۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم بس اسی طرح میرے کام آؤ کہ گھر کے دوسرے لوگوں کو سنبھالے رکھو۔ ہم جیت جائیں پہلے کی طرح مسکرا سکیں گے۔ بیٹی۔ صرف چند دن کی بات اور ہے"

"بہتر ہے۔ میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گی" غزالہ نے گردن جھکا کر کہا۔ اور کرسی سے کھڑی ہو گئی۔ پروفیسر مشفقانہ انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا۔ اور غزالہ باہر نکل آئی۔

اس کے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ یہ کیا ہو گیا۔ اختر یہ کون لوگ ہیں۔ پروفیسر کہاں گئے۔ اختر کہاں گیا۔ وہ کیا کر رہے ہیں۔ اب اسے کیا کرنا چاہیئے۔ وہ خاموشی سے

اپنے کمرے میں آئی۔ اور دروازہ بند کر کے مسہری پر لیٹ گئی۔ اب اسے خود ہی سب کچھ کرنا تھا۔ اس کے ڈیڈی خطرے میں ہیں وہ مضطرب انداز میں اٹھ گئی۔ چند منٹ تک بے چینی کے عالم میں ٹہلتی رہی۔ اور پھر اس نے ایک فیصلہ کر لیا۔ اسے فوراً اختر کے یہاں جانا چاہیئے۔ وہاں اطلاع دینا ضروری ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ کہ اصلی اختر وہاں پہنچا ہے یا نہیں۔ اوہ۔ لیکن۔ اگر وہ وہاں ہوا۔ تو اس کی وہاں آمد کی اطلاع چھپی نہیں رہ سکے گی۔ اور ممکن ہے یہاں موجود یہ نقلی پروفیسر کوئی خطرناک قدم اٹھائے۔ پھر...!!!

پھر اسے دارالحکومت میں ایک اور شخصیت یاد آئی جو اس کے ڈیڈی کی گہری دوست تھی۔ وہ تھے ڈاکٹر داور ایک نامور سائنسدان جن کی لڑکی شمی اس کی ہم عمر تھی۔ اور وہ لوگ کبھی کبھی ملتے رہتے تھے۔

"ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔ اختر کے گھر جانے کے بجائے اسے ڈاکٹر داور کے یہاں جانا چاہیئے۔ وہ ضرور اس کی مدد کریں گے لیکن۔ یہ روانگی انتہائی خفیہ ہونی چاہیئے۔ نقلی پروفیسر کو اس کا شبہ بھی نہیں ہونا چاہیئے۔

چنانچہ وہ خاموشی سے تیاریاں کرنے لگی۔ اس سے عمدہ تجویز اس کے ذہن میں نہیں آسکتی تھی۔ لیکن گھر کے دوسرے لوگ اس کی اس روانگی سے ضرور حیران ہو جائیں گے!" اس نے سوچا اسلئے انھیں کوئی نہ کوئی بھانسہ دینا ضروری ہے، کیونکہ یہ کام خفیہ طور پر ہی ہونا چاہیئے۔

اسی دن دوپہر کے کھانے پر اس نے اپنی والدہ کو ایک سہیلی کا دعوت نامہ دکھایا۔ جس نے اسے دارالحکومت بلایا تھا۔ یہ جھوٹی دعوت نامہ اس نے خود تیار کیا تھا۔ بہرحال اس طرح اسے گھر سے اجازت مل گئی۔ اب صرف جبلی پروفیسر کا اس کے گھر سے باہر جانے کا انتظار تھا۔ اور یہ مسئلہ یوں حل ہو گیا کہ شام کو چار بجے پروفیسر اپنی کار میں کوٹھی سے جانے کے لئے باہر نکلا۔ اور اس کے جانے کے پندرہ منٹ کے بعد نرالہ بھی کوٹھی سے نکل گئی۔

ریالٹو کے پرسکون ڈائننگ ہال میں داخل ہو کر جولیا نے چاروں طرف دیکھا۔ اور پھر ایک میز منتخب کر کے اس کی طرف بڑھ گئی، میز پر بیٹھ کر اس نے چور نظروں سے دروازے کی طرف دیکھا، بوڑھے کی شکل دروازے میں نظر آئی، اور پھر وہ اندر داخل ہو گیا۔ اس کے جسم پر ایک نفیس سوٹ تھا، لیکن گلے میں بندھے سرخ رومال نے سوٹ کا ستیاناس کر دیا تھا، اسوقت وہ کوئی لوفر ٹائپ کا بوڑھا نظر آرہا تھا۔

اس نے جولیا کے قریب کی میز منتخب کی۔ اور اس پر بیٹھ کر جولیا کو گھورنے لگا۔ جولیا کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے الجھن کے آثار نظر آئے۔ لیکن پھر اس کی نظریں دوبارہ دروازہ کی طرف اٹھ گئیں، جہاں سے ایک اور بوڑھا اندر داخل ہو رہا تھا

اس کے جسم پر بھی نفیس سوٹ تھا۔ اور چہرے پر بھوری فرنچ کٹ ڈاڑھی۔ اور جولیا اسے دیکھ کر پرسکون ہوگئی۔ کیونکہ وہ عمران تھا۔ کافی دن سے اس بوڑھے سے جولیا کی آنکھ مچولی ہو رہی تھی۔ عمران نے اسے مشورہ دیا تھا۔ کہ وہ تقریباً اس بوڑھے سے عشق شروع کردے۔ جولیا تھوڑی سی ردوقدح کے بعد راضی بھی ہوگئی تھی۔ لیکن پھر اس نے اس خیال کے تحت اپنا ارادہ ملتوی کردیا تھا۔ کہ کہیں یہ مذاق ایکسٹو کے عتاب کا شکار نہ کردے۔

لیکن بوڑھے نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ وہ کہیں نہ کہیں اسے ضرور مل جاتا تھا۔ اور جولیا کا تعاقب شروع کردیتا تھا۔ جولیا کو اس کی پراسرار حرکتوں کا بخوبی اندازہ ہوگیا تھا۔ بوڑھا اس کی ایک ایک بات سمجھ لیتا تھا۔ اور جولیا کو یقین ہوگیا تھا۔ کہ وہ کوئی پیشہ ور ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ ہیجڑا بھی معلوم ہوتا تھا۔ بہرحال مجبور ہو کر اس نے پھر عمران کا سہارا لیا اور اس سے درخواست کی کہ اسے اس بوڑھے سے نجات دلادے۔ عمران نے اس کا وعدہ بھی کرلیا۔ لیکن جو پلان اس نے پیش کیا وہ اس کی شریر فطرت کی غمازی کر رہا تھا۔ جولیا نے اس کی مخالفت کی۔ لیکن عمران نے فوراً الٹی میٹم دیدیا کہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ مجبوراً جولیا

کو ماننا پڑا۔ اور آج اسی پلان پر عمل ہو رہا تھا۔

عمران لاپرواہی سے چلتا ہوا۔ ایک اور میز پر جا بیٹھا۔ وہ ان دونوں سے لاپرواہ تھا۔ جولیا عمران کی ہدایت پر عمل کرنے لگی اس نے تمام خیالات اپنے ذہن سے جھٹک دیئے اور بوڑھے کے بارے میں سوچنے لگی۔ حالانکہ جو کچھ وہ سوچ رہی تھی وہ بعید مضحکہ خیز تھا۔ لیکن پلان کے مطابق اسے وہی سب کچھ سوچنا تھا۔ جس کی عمران نے ہدایت کی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ یہ شخص کتنا اسمارٹ لگ رہا ہے حالانکہ عمر زیادہ ہے۔ لیکن انداز سے بڑھاپا نہیں جھلکتا۔ وہ اسے پسند کرنے لگی ہے وغیرہ وغیرہ!

اس کی نظریں بوڑھے سے ملیں۔ اور اس نے بوڑھے کے چہرے پر حیرت و خوشی کے آثار دیکھے۔ اور پھر بوڑھا پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟" اس نے آواز میں مٹھاس پیدا کر کے پوچھا۔

"جی۔ جی ہاں تشریف رکھئے" جولیا نے جواب دیا۔

"شکریہ!" وہ بیٹھ گیا

"میں آپ ہی کے بارے میں سوچ رہی تھی!" جولیا نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔" بوڑھے نے نشیلی آنکھیں بنا کر کہا۔

"ارے آپ کو کیسے معلوم؟" جولیا نے حیرت کا اظہار کیا۔

"بس! دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔" بوڑھا بولا۔ "شاید تمہیں احساس ہو کہ میں ایک طویل عرصہ سے تم سے عشق کر رہا ہوں۔"

"لیکن مجھے کیسے احساس ہو سکتا ہے؟" جولیا بولی۔

"تم کئی مرتبہ میرے بارے میں سوچ چکی ہو۔ لیکن اس وقت تمہاری سوچ مختلف تھی"

"معافی چاہتی ہوں۔ دراصل پہلے کبھی آپ کو اتنے غور سے میں نے نہیں دیکھا تھا۔"

جولیا شرمندہ سے انداز میں بولی۔

"اوہو۔ خیر کوئی حرج نہیں ہے۔" بوڑھا دانت نکالتے ہوئے بولا۔ وہ بے حد خوش نظر آنے لگا تھا۔ جب کوئی لڑکی کھلم کھلا چاہت کا اقرار کر رہی ہے۔ تو پھر اس کا ذہن ٹٹولنے کی کیا ضرورت تھی۔ اسی لیے بوڑھے پروفیسر ڈارک نے اس کے

ذہن کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ وہ تو بس جولیا کے حسن میں مگن ہو گیا تھا

"آپ سوئیں ہیں نا؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"جی ہاں آپ کا خیال ٹھیک ہے۔" جولیا نے جواب دیا۔

"سوئیں لڑکیاں بڑی سوئٹ ہوتی ہیں۔ میری خوش قسمتی ہے کہ تم نے میری محبت کا جواب محبت سے دیا۔ ورنہ اس ملک سے میں کتنا تا جا رہا ہوں!" بوڑھا کہنے لگا۔

"ایک بات بتائیے۔" جولیا نے پوچھا۔

"پوچھو!" بوڑھے نے پیار بھرے انداز میں کہا اور جولیا کا دل چاہا کہ سامنے رکھا ہوا پرس بوڑھے کے منہ پر دے مارے لیکن اس نے بہت جلد خود کو سنبھال لیا۔ عمران نے کہا تھا کہ وہ اپنی زبان سے زیادہ ذہن کو سنبھال کر رکھے۔ کیونکہ بوڑھا ذہن پڑھنے کا ماہر ہے۔ وہ سنبھل کر کہنے لگی۔

"جب میں نے کہا تھا کہ میں آپ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ تو آپ نے بڑے اعتماد سے کہا تھا کہ مجھے معلوم ہے حالانکہ آپ نے اس کا جواز پیش کیا تھا کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ لیکن میں نے کچھ اور ہی محسوس کیا ہے۔"

"کیا۔؟" بوڑھے نے اسی انداز میں پوچھا،

"میرا خیال ہے۔ آپ ٹیلی پیتھ ہیں؟"

بوڑھا مسکرانے لگا۔ چند منٹ تک جولیا کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔ "تمہارا خیال بالکل ٹھیک ہے۔ میں نہ صرف ذہن پڑھ لیتا ہوں، بلکہ اس کے علاوہ کچھ قوتوں کا مالک ہوں، جو تم آجکل کے نوجوانوں میں نہیں پاسکتیں۔

"شلاگ۔" جولیا دلچسپی سے بولی۔

"اس ویٹر کی طرف دیکھو جو ٹرے لا رہا ہے۔ بوڑھے نے ایک طرف اشارہ کیا اور جولیا ادھر دیکھنے لگی۔ بیرا اطمینان سے ٹرے لئے ہوئے آرہا تھا۔ ٹرے میں کیٹلس کی پلیٹ رکھی ہوئی تھی۔ جسے وہ کسی گاہک کے آرڈر پر لے جا رہا تھا۔ اچانک پلیٹ ٹرے سے دو فٹ بلند ہوگئی۔ ویٹر گھبرا کر اسے دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر بوکھلاہٹ کے آثار پھیل گئے۔ پھر اس نے پلیٹ کو پکڑ لینے کی کوشش کی، لیکن پلیٹ کچھ اور بلند ہوگئی۔ پھر دوسرے چند لوگوں کی نگاہیں بھی اس پلیٹ پر پڑیں اور چاروں طرف بھنبھناہٹ سی ہونے لگی۔ بہت سے لوگ اپنی اپنی میز سے اٹھ اٹھ کر اس پلیٹ کو دیکھنے لگے۔ پھر پلیٹ آہستہ آہستہ

ٹرے میں واپس آگئی

جولیا کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا۔

"ذرا اس شخص کو دیکھو وہ داہنی میز پر۔ بوڑھے کی آواز پھر سنائی دی، اور جولیا کی نظریں غیر اختیاری طور پر اس طرف اٹھ گئیں یہ ایک نوجوان آدمی تھا جو خود بھی اس واقعہ سے متاثر اسی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے سامنے چائے کی پیالی رکھی ہوئی تھی۔ دفعتاً اس کے سامنے رکھی ہوئی شکر دانی اپنی جگہ سے بلند ہوئی، اور پوری کی پوری اس کی چائے میں الٹ گئی۔ اس کا رُخ چائے کی طرف تھا۔ اور پھر تمام کی تمام شکر چائے میں داخل ہوگئی اور شکر دانی پھر اپنی جگہ پہنچ گئی۔ چند منٹ کے بعد نوجوان نے چائے کی پیالی اٹھا کر ہونٹوں سے لگائی اور ایک بڑا گھونٹ لیا لیکن دوسرے ہی لمحے اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نظر آئے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا، کہ یہ سب کیسے ہوگیا۔ اس نے شکر دانی کی طرف دیکھا، وہ بالکل خالی تھی۔ اسے اپنی حماقت پر سخت غصہ آنے لگا۔ ایک کپ میں ایک پوری شکر دانی، کیا سچ مچ وہ آٹا گدھا ہوگیا ہے۔ جولیا اسے دیکھ کر بے ساختہ ہنس پڑی، لیکن اس کی آنکھیں شدت حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں۔ بوڑھا درحقیقت پرسرار

قوتوں کا مالک تھا۔ اور اس کے ساتھ زیادہ وقت گذارنا بھی ممکن نہیں تھا۔ کیونکہ ایکسٹو اس قسم کی تفریحات کا متحمل نہیں ہوسکتا تھا۔ اور ۔ پھر۔ ایک اور خیال جولیا کے ذہن میں آیا۔ ممکن ہے یہ بوڑھا کسی خاص مقصد کے تحت، اس کے پیچھے لگا ہو۔

عمران کی تجویز تھوڑی سی پریشان کن ضرور تھی، لیکن اس سے نمٹا جاسکتی تھی کہ ممکن ہے بوڑھا اس کا پیچھا چھوڑ دے، اس لئے وہ اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوگئی

"کہاں ہے؟" وہ آہستہ سے بڑبڑائی، اور بوڑھا اس کی طرف متوجہ ہوگیا، "یہ کونسی قوت ہے؟" وہ بولی

یہ ہپناٹیزم کی اعلیٰ قسم کی قوت ہے۔ ہپناٹیزم کی ابتدائی صورت یہ ہے کہ اس سے دوسرے آدمیوں کو بے ہوش کیا جاتا ہے اور پھر ان کو ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ جاگنے کے بعد یہ کام کریں، فلاں سے محبت کریں، فلاں کا خیال، دل سے بالکل دیں، فلاں جگہ اور فلاں وقت پہونچ جائیں، یا فلاں شخص کا گلا گھونٹ دیں، چاقو یا گولی ماردیں، غرضیکہ ہپناٹیزم کی بے ہوشی کی حالت میں جو بھی حکم دیا جاتا ہے، جاگنے کے بعد وہ آدمی اس پر ضرور عمل کرتا ہے، حالانکہ اسے یہ یاد نہیں ہوتا کہ اسے ایسا کرنے کا کسی دوسرے نے حکم دیا ہے بس

یوں ہوتا ہے کہ جیسے ہی، مقررہ وقت آتا ہے وہ آدمی بے چین ہوجاتا ہے اور اس کام کو بلا سمجھے بوجھے کر ڈالتا ہے۔ یہ تو ہپناٹیزم کی پہلی شکل ہے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ ان بے جان چیزوں پر بھی حکم چلانے لگتا ہے۔ چلتی ہوئی بس سے کہتا ہے رک جائے اور وہ رک جاتی ہے، یا ایسے واقعات جو تم نے ابھی دیکھے ہیں۔ اسکے علاوہ بھی میں بہت سی دوسری قوتوں کا مالک ہوں۔

اور پھر چونک کر کہنے لگا، "پہلے ہم لوگوں کو ایک دوسرے سے متعارف ہوجانا چاہئے"

"اوہ۔ ہاں۔ ضرور" جولیا کہنے لگی۔

"میں ڈارک ہوں۔ پروفیسر ڈارک! نیویارک سے یہاں آیا ہوں۔ اور سڈی البرٹو کے کمرہ ۳۰ میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ مقیم ہوں" بوڑھے نے بتایا۔

"اور میں فلورا واٹرز ہوں۔ ایک طویل عرصہ سے یہاں مقیم ہوں ملازمت کرتی ہوں"

"بڑی خوشی ہوئی مس فلورا واٹرز" بوڑھے نے گرمجوشی سے کہا۔

"مسز فلورا واٹرز کہئے۔ میں شادی شدہ ہوں" جولیا نے کہا

"ایں" بوڑھے کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"جی ہاں۔ مسٹر فشر وائر بھی ایک مقامی فرم میں انجینئر ہیں۔ نہایت چڑچڑے اور بدمزاج آدمی ہیں۔ میرے اوپر ہمیشہ شک کرتے ہیں" جولیا نے بتایا۔

"اوہ!" بوڑھا ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔ پھر بولا۔ "بہرحال، کوئی حرج نہیں ہے مسٹر فشر وائر۔ آپ یہاں پہلی خاتون ہیں جس کے دل میں میں نے اپنے لئے پسندیدگی کے تاثرات محسوس کئے ہیں۔ اس لئے آپ کی دوستی میرے لئے غنیمت ہے۔"

"شکریہ" جولیا منہ دبا کر بولی۔ اسی وقت عمران نے اسے کوئی اشارہ کیا۔ رجولیا تیار ہوگئی۔ عمران اپنی کارروائی شروع کرنا چاہتا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک طرف چلا گیا۔ اور جولیا بوڑھے کی طرف متوجہ ہوگئی۔

"اب تو ہم لوگ ملتے رہیں گے پروفیسر" وہ بولی۔

"ہاں یقیناً۔ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکوں گا۔ بوڑھا بولا۔ یہ حقیقت ہے فشر وائر۔ مگر تم اپنا اصلی نام بتاؤ۔ میں اس منحوس شخص کا نام نہیں لینا چاہتا۔ جس نے تمہیں مجھ سے چھین لیا ہے۔"

"کس کا ذکر ہو رہا ہے۔" دفعتاً بوڑھے نے اپنے پیچھے ایک

کڑکدار آواز سنی اور چونک پڑا۔ اس نے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ وہاں ایک اور بوڑھا اسے خونخوار نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"مسٹر فشر وائر!" جولیا آہستہ سے بولی۔ اور بوڑھے کا رنگ فق ہوگیا۔

"تو تم میری بیوی پر ڈورے ڈال رہے ہو!" وہ بوڑھے ڈارک کو گھورتے ہوئے بولا۔

"م۔ میں۔ یہ تو خود۔۔۔ ہا ہا ہا!" بوڑھے ڈارک کا حلیہ عجیب ہوگیا۔

"جھوٹ بولتے ہو۔" عمران نے بوڑھے کا گریبان پکڑ لیا۔ اور پھر اس نے ایک گھونسہ پروفیسر کے منہ پر رسید کر دیا۔ ہاتھ بہت ہلکا تھا۔ لیکن بوڑھا دھڑام سے جا گرا۔ لیکن وہ اسی پھرتی سے اٹھ بھی گیا۔ عمران پھر اس کی طرف بڑھا۔ لیکن بوڑھے نے دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ اور اس نے پلٹ کر دیکھا تک نہیں لوگوں کو ٹھیک بات تو معلوم نہیں ہوئی۔ لیکن بوڑھے کے مضحکہ خیز فرار نے چاروں طرف قہقہے بکھیر دیئے۔ سب لوگ ہنس رہے تھے۔ عمران نے کسی خبط الحواس کی طرح جولیا کا ہاتھ پکڑا اور خود بھی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جولیا اب خود بھی وہاں

سے نکل آنا چاہتی تھی۔ اس کے حلق میں قہقہے مچل رہے تھے۔ باہر آکر وہ بے تحاشہ ہنسنے لگی۔ بوڑھے کا وہاں دُور دور تک پتہ نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں ٹو سیٹر میں جا رہے تھے۔

"بڑی عجیب و غریب شخصیت کا مالک ہے یہ بوڑھا۔" وہ عمران سے کہہ رہی تھی۔ "انتہائی پُر اسرار معلوم ہوتا ہے۔ اس نے اپنا نام پروفیسر ڈارک بتایا ہے۔ ڈی البرٹو کے کمرہ نمبر ۳۰ میں اس کا قیام ہے۔ ممکن ہے اس نے پتہ غلط بتایا ہو۔ لیکن وہ بے حد حیرت انگیز ہے۔ پھر جولیا نے پلیٹ کا واقعہ بتانے لگی۔ عمران خاموش ہی رہا۔

تم اس میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لے رہے ہو"

"ایسے سینکڑوں شعبدے میری جیب میں پڑے رہتے ہیں میں نے تو صرف تمہاری مشکل حل کر دی ہے۔ آئندہ ملے تو اس سے کہہ دینا کہ میں یعنی کہ تمہارا شوہر نامدار اس کی تلاش میں بندوق لئے پھر رہا ہوں۔" عمران نے کہا۔

جولیا کچھ نہیں پڑی۔ اور بہت دیر تک ہنستی رہی۔ چند منٹ کے بعد عمران نے ٹو سیٹر جولیا کے مکان کے سامنے روک دی، اور اسے

اُترنے کا اشارہ کیا۔ "آؤ۔ تمہیں ایک کافی پلاؤں" جولیا نے کہا۔

"رہنے دو۔ کافی پینے سے مجھے ملیریا ہو جاتا ہے" عمران نے کہا اور ٹو سیٹر اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ جولیا وہیں کھڑی حیرت سے اسے دیکھتی رہ گئی۔ پھر وہ شانے ہلا کر اندر داخل ہو گئی۔

اس کے ذہن میں اب بھی اس پُر اسرار بوڑھے کی ان عجیب و غریب قوتوں کا خیال تھا۔ کیا ہپناٹزم میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ جس نے پلیٹ کو فضا میں معلق کر دیا تھا۔ اور۔ اور۔ اچانک اس کے ذہن میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ فضاؤں میں معلق ہونے والا مسئلہ۔ اوہ۔ سیکرٹ سروس ڈیپارٹمنٹ میں درج شدہ رپورٹ کے مطابق ڈی گارو تو فرار ہو گیا تھا۔ اور۔ اور یہ بوڑھا۔ فضا میں معلق ہونے والی بات! کہیں بوڑھے کے بھیس میں ڈی گارو تو نہیں ہے۔

وہ دوڑتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔ اور پھر چند منٹ کے بعد وہ ایکسٹو کے نمبر ڈائل کر رہی تھی۔ وہ اپنا خیال ایکسٹو کے سامنے دوہرانا چاہتی تھی۔

کو سیٹ گیراج میں بند کر کے وہ فلیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ کال بیل دبانے کے چند سیکنڈ کے اندر سلیمان نے دروازہ کھول دیا۔ عمران چونکہ گھر سے ہی اس میک اپ میں گیا تھا۔ اس لئے سلیمان کو اس کی بدلی ہوئی شکل دیکھ کر حیرت نہیں ہوئی۔ وہ اسے اندر داخل ہونے کا راستہ دینے کے لئے ایک طرف ہٹ گیا اور پھر عمران کے اندر آجانے کے بعد خود بھی دروازہ بند کر کے اندر آ گیا۔

"کوئی خاص بات؟" عمران نے حسب معمول پوچھا۔

"جی ہاں صاحب۔ بڑے صاحب کا فون کئی بار آچکا ہے۔"

"کس کا!" عمران چونک کر رک گیا۔

"رحمان صاحب کا۔"

"اوہ کیا کہا ہے؟"

"یہی کہ آپ آتے ہی انہیں فون کریں۔"

"ہوں۔" عمران سیدھا فون کے قریب پہنچ گیا۔ اور اس نے رحمان صاحب کے نمبر ڈائل کئے۔ دوسری طرف سے فوراً ہی ریسور اٹھا لیا گیا۔ بولنے والی ثریا تھی۔ "ہیلو۔"

"ڈی جی رحمان پلیز!" عمران آواز بدل کر بولا۔

"کون صاحب ہیں؟" ثریا نے پوچھا۔

"ایلوس پریسلے!" عمران انتہائی سنجیدگی سے بولا۔

"جی۔؟" ثریا نے حیرت سے کہا۔

"براہ کرم ڈی جی سے بات کرائیے۔" اس بار عمران کا لہجہ سخت تھا دوسری طرف سے ثریا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر چند منٹ کے بعد رحمان صاحب کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو!"

"اوہ۔ ڈیڈی! اسلام علیکم۔" عمران چہک کر بولا۔

"میں سمجھ گیا تھا تم ہو گے۔" رحمان صاحب نرم لہجے میں بولے۔

"جی ہاں۔ دراصل۔ وہ۔ ثریا بہت دیر تک بور کرتی اور پھر آپ سے گفتگو نہیں ہو سکتی تھی۔"

"مجھ سے گفتگو اس وقت بھی نہیں ہو سکے گی کیونکہ کافی وقت گذر گیا ہے۔ ویسے کل صبح دس بجے میں آفس میں تمہارا انتظار کروں گا۔ ضروری کام ہے؟" رحمان صاحب نے کہا۔

"فون پر نہیں بتایا جا سکتا ڈیڈی!" عمران نے پوچھا۔

"نہیں۔ ویسے کیا تم کل مصروف ہو۔؟" رحمان صاحب نے پوچھا۔

"اوہ۔ یہ بات نہیں ہے۔ دراصل میں الجھن میں رہوں گا۔" عمران بولا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ویسے وہ بات ہر صورت میں تمہیں کل دن میں ہی معلوم ہو سکے گی۔" رحمان صاحب مضبوط لہجے میں بولے

"آپ کی مرضی!" عمران کے لہجے میں بھی لاپرواہی جھلکنے لگی۔

"لیکن کل دس بجے تم ضرور آ جانا۔"

"یقیناً! میں حکم کی تعمیل کروں گا۔" عمران نے سعادتمندانہ انداز میں کہا۔

"فون پر بتانے کی بات نہیں ہے ورنہ کوئی جرح نہیں تھا۔ اور اب وقت اتنا زیادہ ہو گیا ہے کہ تمہارا اس وقت آنا مناسب نہیں ہے۔ تم محسوس مت کرنا۔" رحمان صاحب نے کہا اور فون بند کر دیا۔ عمران حیرت سے ریسیور کو گھورنے لگا۔ رحمان صاحب کی زبان

سے ایسے جملے شاذ و نادر ہی نکلتے تھے۔ وہ بہت سخت تھے۔ پھر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اور دوسرے کمرے میں جا کر لباس تبدیل کرنے لگا۔

دوسرے دن ٹھیک دس بجکر ایک سکنڈ پر وہ رحمان صاحب کے آفس میں موجود تھا۔

"معاف کیجئے ڈیڈی۔ میں ایک سکنڈ لیٹ ہو گیا۔ دراصل آپ کا چپراسی سست آدمی ہے۔ دروازہ کھولنے میں ایک سکنڈ اسنے زیادہ لگا دیا۔ بہرحال سلام علیکم۔" وہ دروازے سے اندر داخل ہوتا ہوا بولا۔

"بیٹھو!" رحمان صاحب نے اسکی گفتگو نظر انداز کرتے ہوئے کہا اور عمران ان کی میز کے سامنے والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"میں نے تمہیں ایک ضروری کام سے بلایا ہے۔" رحمان صاحب بولے۔

"مجھے یقین ہے۔" عمران نے گردن ہلائی۔

"سنیدگی سے سنو! تم کبھی عادل پور گئے ہو۔؟"

"عادل پور؟"

"ہاں ایک پہاڑی شہر ہے۔"

"جی ہاں۔ کئی بار جا چکا ہوں۔"

"آج کل اس کے گرد و نواح میں عجیب و غریب قسم کی وارداتیں ہیں۔ عادل پور کی نواحی پہاڑی بستیوں میں سے سینکڑوں نوجوان پراسرار طور پر لاپتہ ہو چکے ہیں۔ اور وہاں کی پولیس ان کا کوئی سراغ نہیں لگا سکی۔ پھر وہاں کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے مرکز کو لکھ کر مدد طلب کی اور یہاں سے کیپٹن فیاض کو ان وارداتوں کا سراغ لگانے کے لئے بھیجا گیا۔ فیاض نے وہاں جا کر کیا معلوم کیا۔ یہ پتہ نہیں چل سکا۔ بہرحال وہ پل کارپوریشن سے ایک ہیلی کاپٹر لے کر برفانی علاقوں کی طرف روانہ ہو گیا۔ ڈی۔ ایس۔ پی اور ایک پائلیٹ اس کے ساتھ تھا لیکن آج کئی دن ہو گئے، وہ لوگ ہیلی کاپٹر سمیت غائب ہیں۔ پل سروس کے کئی ہیلی کاپٹروں نے اس برفانی علاقے پر پرواز کی، لیکن کسی ہیلی کاپٹر کا تباہ شدہ ڈھانچہ بھی برف پر دکھائی نہیں دیا۔ جس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا کہ وہ کسی حادثے کا شکار ہو گئے ہیں۔ کئی دن انتظار اور تلاش کے بعد وہاں کے ایک انسپکٹر نے مرکز کو اطلاع دی ہے۔" رحمان صاحب نے بتایا۔

عمران سنجیدگی سے سن رہا تھا۔ معاملہ واقعی اہم تھا۔

"اور۔ میں نے فیصلہ کیا ہے۔ تم فوراً وہاں روانہ ہو جاؤ۔ میں وہاں کی پولیس کے لئے حکم نامہ جاری کئے دیتا ہوں وہ تم سے مکمل تعاون کرے گی۔ تم اغوا شدہ لوگوں کا، کیپٹن فیاض کا اور اس سازش کا سراغ لگاؤ۔"

"جو حکم ڈیڈی!" عمران سنجیدگی سے بولا۔

رحمان صاحب کے چہرے پر ہلکی سی سرخی دوڑ گئی۔ شاید انہیں اس سعادتمندی سے خوشی ہوئی تھی۔ "تو کب روانہ ہو رہے ہو؟"

"جب آپ حکم دیں۔" عمران نے کہا۔

"رات کو ساڑھے دس بجے ایک ٹرائیڈنٹ مردی وہاں جاتی ہے۔ میں سیٹ بک کرا دوں گا۔ باقی کام بھی آج ہی ہو جائے گا۔" رحمان صاحب نے کہا۔

"بہت بہتر ہے۔ میں حاضر ہوں!"

"فون پر تمہیں اطلاع دے دوں گا۔ ویسے تم ٹھیک دس بجے ائرپورٹ پہنچ جانا۔ میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ عرفان کو وہاں بھیج دوں گا۔ وہ سب سامان تمہارے حوالے کر دیں گے۔"

"بہت بہتر ہے۔" عمران نے جواب دیا۔ اور پھر وہ رحمان صاحب سے رخصت ہو کر باہر نکل آیا۔ اس کے ذہن میں یہ واقعات گردش

کرنے لگے جو رحمان صاحب نے بتائے تھے۔ ڈی گارو کے کیس کے بعد سے اب تک کوئی کام نہیں نکلا تھا۔ اور نہ ہی ڈی گارو کا کوئی پتہ چل سکا تھا۔ کسی بھی شہر سے اس کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی تھی اس کا رائکٹ لاپتہ ہو گیا تھا۔ اس لئے "بلور" ان لوگوں کو خاموش ہو جانا پڑا تھا۔ ویسے ناصر آفریدی کا یہی کہنا تھا کہ اگر دنیا کے کسی بھی حصے سے ڈی گارو کے بارے میں کوئی اطلاع ملی تو وہ فوراً روانہ ہو جائے گا۔ اس سلسلے میں ناصر نے دوسرے ملکوں میں اس کی تلاش بھی شروع کرا دی تھی۔ لیکن اس کے نتائج کیا تھے۔ یہ عمران کو بھی معلوم نہیں تھا۔

اور پھر۔ یہ نیا کیس بھی معمولی نہیں تھا۔ سینکڑوں لوگوں کا اغوا معمولی بات نہیں ہو سکتی۔ پھر کیپٹن فیاض اور ڈی ایس پی بھی غائب ہو گئے تھے۔ کیپٹن فیاض سے اس کی کافی عرصے سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے اس کی اس مہم پر روانگی کے بارے میں اسے کچھ نہیں معلوم تھا۔

ٹرسٹیر ایکبار پھر فلیٹ پر پہنچ گئی۔ اور وہ اسے گیراج میں کھڑی کر کے اوپر پہنچ گیا۔

"میں تو عاجز آ گیا ہوں صاحب! کسی دن اس فون کو ہی

اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دوں گا۔" سلیمان نے دروازہ کھولتے ہی کہا۔

"کیوں۔" عمران اسے گھورنے لگا۔

"اب ان ڈاکٹر داور صاحب کا فون چھ دفعہ آ چکا ہے۔ ہر دس منٹ کے بعد آپ کو پوچھتے ہیں۔"

"ڈاکٹر داور۔" عمران نے دوہرایا اور پھر وہ فون کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے ڈاکٹر داور کے نمبر ڈائل کئے اور رسیور کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف سے فوراً ہی رسیور اٹھا لیا گیا۔ بولنے والی شمی تھی۔

"ہیلو۔"

"عمران۔"

"اوہ عمران صاحب میں شمی ہوں۔ ڈیڈی کو آپ کی سخت ضرورت ہے۔ کئی بار فون کر چکے ہیں۔" شمی نے ایک ہی سانس میں کہا۔

"اسی لئے میرے ملازم نے استعفیٰ دیدیا ہے۔" عمران بڑبڑایا۔

"اوہ۔ کیوں۔"

"وہ کہتا ہے میں کھانا پکا سکتا ہوں۔ فون کالیں نہیں

ر سیو کر سکتا ۔ بہرحال ۔ ڈاکٹر صاحب کو بلا دو" عمران نے کہا۔
"لیجئے وہ خود ہی آ گئے ۔" شمی نے کہا اور چند سکنڈ کے بعد ڈاکٹر داور کی آواز سنائی دی۔
"تم مصروف تو نہیں ہو عمران" وہ بولے۔
"بالکل نہیں"
"تب فوراً آ جاؤ" ڈاکٹر داور بولے۔
"فون پر ہی کہہ دیجئے"
"پلیز عمران ! معاملہ نہایت دلچسپ ہے۔ تم یقیناً دلچسپی لئے بغیر نہیں رہ سکو گے ۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں" ڈاکٹر داور نے کہا اور فون بند کر دیا۔
"سلیمان !" عمران دہاڑا۔
"یہیں کھڑا ہوں صاحب !" سلیمان بسورکر بولا۔
"لو اس فون سے عاجز آ گیا ہے نا"
"بالکل صاحب !"
"میں بھی عاجز آ گیا ہوں ۔ اور میں نے ایک فیصلہ کر لیا ہے"
"کیا صاحب"
"ہم دونوں خودکشی کر لیتے ہیں ۔ پہلے میں تجھے گولی ماروں گا،

اور پھر تو مجھے مار دینا ۔ اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی"
"میں کچھ اور سوچوں گا صاحب !" سلیمان جلدی سے بولا۔
"ضرور سوچ لینا ۔ میں واپس آ کر پوچھوں گا" عمران نے کہا، اور الٹے پاؤں پلٹ پڑا ۔ ایکبار پھر ٹوسیٹر سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔ اس نے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ اس وقت اس کی نظریں اور ذہن صرف سڑک پر تھا ۔ ڈاکٹر داور کی نئی افتاد کے بارے میں سوچ کر وہ اپنے ذہن کو تھکانا نہیں چاہتا تھا۔
تھوڑی دیر کے بعد وہ ڈاکٹر داور کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ ملازم نے پھاٹک کھول دیا۔ اور کار پورچ میں پہنچ کر رک گئی۔ عمران نیچے اترا، اور اسی وقت خود ڈاکٹر داور، شمی ظفر اور ایک نئی مشکل صدر گیٹ پر نظر آئی ۔ وہ کار کی آواز پر باہر نکل آئے تھے۔ عمران کو دیکھ کر انہوں نے ہاتھ ہلایا، اور عمران ان کے قریب پہنچ گیا۔ سب نے گرمجوشی سے اس سے مصافحہ کیا۔ اور ڈاکٹر داور نے نئی لڑکی سے عمران کا تعارف کرایا ۔ "یہ میری بھتیجی غزالہ ہے عمران ۔ کل ہی عادل پور سے آئی ہے"
"عادل پور !" عمران زیر لب بڑبڑایا۔

"اور غزالہ! یہ عمران صاحب ہیں۔ ان کا تعارف میں تم سے کرا ہی چکا ہوں!"

"جی ہاں!" غزالہ نے شرمائے ہوئے سے انداز میں کہا۔ اور ڈاکٹر داور ان سب کو لئے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے۔

"تمہارے لئے ایک دلچسپ کیس ہے عمران! کیونکہ تم مہمات کی تلاش میں رہتے ہو۔ اس کے علاوہ میرے لئے بھی ایک بہت بڑا حادثہ ہے جس کا حل ہونا اشد ضروری ہے۔ کیونکہ پروفیسر فاروق ایک ذہین ترین سائنسدان ہونے کے علاوہ میرے بھائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ بہرحال میں تفصیلات میں وقت نہیں ضائع کروں گا۔ غزالہ پروفیسر فاروق کی بچی ہے، اس نے مجھے ایک عجیب کہانی سنائی ہے۔ ..... پروفیسر فاروق اور اختر کسی راکٹ کی تلاش میں، پراسرار روانگی، پھر اتنی ہی حیرت انگیز واپسی رازداری کی ہدایت اور پھر غزالہ کے شک اور یقین کے بارے میں ڈاکٹر داور عمران کو بتانے لگے۔

عمران کا ذہن سُن ہو گیا، وہ ان تمام واقعات کو سنکر ششدر رہ گیا۔ اب پوری کہانی اس کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ ایک پورا خاکہ۔ ایک خطرناک پلان۔ سینکڑوں لوگوں کا پراسرار اغوا،

راکٹ کا اترنا۔ پروفیسر اور اختر کی واپسی۔ اور ... اور یہ سب کسی ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ اس کے ذہن نے سوچا ڈی اگارو کا سراغ مل گیا تھا۔ پوری کہانی معلوم ہو گئی تھی۔

کئی منٹ تک وہ سنبھل نہیں سکا۔ بات ہی ایسی تھی صرف چند گھنٹوں کے اندر خوفناک ترین انکشاف ہوئے تھے۔

"اس کی تصدیق ایک اور طرح سے بھی ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر داور نے اس کے خیالات کا سلسلہ توڑ دیا۔ "میں نے ٹیلی فون کر کے اپنے طور پر اختر کے گھر سے معلوم کیا۔ ادھر سے جواب ملا کہ اختر ابھی واپس نہیں آیا ہے۔ جبکہ پروفیسر نے بتایا تھا کہ اختر واپس چلا گیا ہے۔

"ہوں!" عمران نے ایک طویل سانس لی۔ اور پھر گردن اُٹھا کر بولا۔ "میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"تم خود سمجھ سکتے ہو عمران۔ مسئلہ کتنا اہم ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ تم نے بھی اس کی اہمیت کو سمجھ لیا ہے۔ ورنہ تم اتنی سنجیدگی سے یہ سب کچھ نہیں سن سکتے تھے۔" ڈاکٹر داور بولا۔

"ہم لوگ خود عمران صاحب کی سنجیدگی پر حیرت زدہ ہیں۔" شمی اور ظفر بیک وقت بولے۔

"بہرحال ظاہر ہے میں آپ کے حکم سے سرتابی کی مجال نہیں رکھتا۔ میرا مشورہ ہے کہ مس غزالہ خاموشی سے اپنی کوٹھی واپس چلی جائیں، کسی سے کوئی تذکرہ نہیں کریں اور نہ اپنے کسی انداز سے حیرت کا اظہار کریں۔ میں کل تک ان سے وہیں رابطہ قائم کروں گا۔" عمران کہنے لگا۔

"میرا ایک اور خیال ہے عمران صاحب!"

"کیا؟"

"آپ ہمارے ہاں آ کر ٹھہریں۔ اور اصلی پروفیسر سے اپنا کوئی رشتہ بتائیں۔ اگر انہوں نے آپ کو پہچان لیا تو پول کھل جائے گی، ہم لوگ اس کی تصدیق کر دیں گے کہ آپ ہمارے عزیز ہی ہیں۔" غزالہ نے کہا۔

"مشورہ اچھا ہے، لیکن چند وجوہات کی بنا پر میرے لئے یہ ممکن نہیں ہے۔ اس لئے مجھے آپ اپنی کوٹھی سے دور ہی رہنے دیں لیکن وہاں میری پوزیشن ایسی ہی ہوگی، کہ آپ بروقت مجھ سے رابطہ قائم کر سکیں گی۔ ویسے اگر ضرورت پڑی تو میں کسی بھی شکل میں آپ کی کوٹھی پر آ جاؤں گا۔"

"ہاں غزالہ، سب کچھ عمران پر چھوڑ دو۔ مجھے یقین ہے کہ

اب پورا معمہ حل ہو جائے گا۔" ڈاکٹر داور نے کہا۔ اور غزالہ نے گردن ہلا دی۔ چند منٹ خاموشی رہی پھر ڈاکٹر داور نے موضوع بدل دیا۔ اور کہنے لگے۔ "ڈی گارو کے کیس ختم ہونے کے بعد بھی تم سے ملاقات نہیں ہوئی عمران؟ کہاں مصروف تھے؟"

"چند دن سڑکوں پر تقریریں کرتا پھرا، پھر ایک بڑے آدمی کی کار پر پتھراؤ کیا۔ اور پاگل خانے پہنچا دیا گیا۔ وہاں سے چھوٹنے کے بعد اب قدرے طبیعت ٹھیک ہوئی ہے۔"

"کیا مطلب"! ڈاکٹر داور اچھل پڑے۔

"جی ہاں، یہ سب کچھ ضروری تھا، کیونکہ اس کے کیس نے دماغ کی چولیں ہلا دی تھیں"۔ عمران نے جواب دیا۔ اور سب ہنس پڑے۔ پھر شمی پروفیسر ڈارک کے بارے میں پوچھنے لگی۔ ظفر نے بھی اصرار کیا کہ انہیں پروفیسر سے ملایا جائے۔ اور عمران کو وعدہ کرنا پڑا۔ تھوڑی دیر تک گفتگو کرنے کے بعد عمران وہاں سے واپس ہو گیا۔ اب وہ سنجیدگی سے اس کہانی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ جوں جوں وہ غور کر رہا تھا۔ اسے ڈی گارو کی تصویر صاف نظر آتی جا رہی تھی۔ ویسے اس کے

فرشتوں کو بھی گمان نہیں تھا کہ ڈی گارو اتنی جلد جوابی کارروائی شروع کر دے گا۔ لیکن یہ حقیقت تھی کہ قسمت ڈی گارو کا ساتھ دے رہی تھی۔ ورنہ اتنی جلد وہ یہ سب کچھ نہیں کر سکتا تھا اس نے سوچا کہ اس سلسلے میں ناصر کو فوری اطلاع دینا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ ان کا آپس کا معاہدہ تھا۔

ٹوسیٹر کا رخ نینڈونگ کا نچ کیطرف ہو گیا۔

واقعات کی کڑیاں جوڑتے چلے جاؤ۔ پوری کہانی سامنے آجائے گی؟

"ہاں۔ میں غور کر رہا ہوں۔ لیکن عمران صاحب! کہیں یہ محض کیس ثابت نہ ہو۔" ناصر نے خیال انداز میں بولا۔

"ہو سکتا تھا۔ لیکن راکٹ کے ذکر کے بعد قیاس یقین میں بدل جاتا ہے۔ کہانی اس طرح مکمل ہوتی ہے! ڈی گارو وہاں سے فرار ہوا۔ لیکن اس کے ذہن میں انتقام کی خواہش تھی۔ انتقام اس لئے کہہ رہا ہوں کہ کوئی جھلایا ہوا آدمی اسی صورت میں اتنی بے رحمی کا ثبوت دے سکتا ہے۔ ورنہ مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ وہ فوری طور پر اس ملک سے نکل جائے۔ بہر حال اس کے جذبات نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ یہیں رہ کر اپنا انتقام لے۔ اس نے عادل پور کے نواحی علاقے میں اپنا راکٹ اتار دیا۔

دور تک پھیلی ہوئی برفانی پہاڑیاں اس کے مقصد کے لئے نہایت کارآمد ثابت ہو سکتی تھیں وہاں پہونچ کر اس نے اپنی نئی لیبارٹری تعمیر کرنے کا پروگرام بنایا اور کارروائی شروع کر دی۔ اسی دوران پروفیسر فاروق اس کے ہاتھ پڑ گئے۔ اس نے ان سے دوہرا فائدہ اٹھایا۔ اسے رہنے کے لئے ایک ٹھکانہ مل گیا۔ اور وہ ان کی لیبارٹری پر بھی قابض ہو گیا۔ یقیناً پروفیسر فاروق پر ٹارچر کر کے ڈی گارو نے ان کے مشاغل اور دوسری باتوں کے بارے میں معلوم کر لیا ہوگا۔ پھر اس نے پراسرار طور پر پہاڑی نوجوانوں کو اغوا کرنا شروع کیا۔ تاکہ۔ ان سے لیبارٹری تعمیر کرائی جائے مجھے یقین ہے کہ یہی سب کچھ ہوا ہے۔

"ہاں۔ اس طرح تو یہ کہانی پوری طرح مکمل ہو جاتی ہے۔" ناصر نے اعتراف میں گردن ہلائی۔ اور پھر اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک لہرانے لگی۔

"لیکن کیا ہم اسے دوسرے وار کا موقع دیں گے عمران صاحب"

"ظاہر ہے کہ نہیں"

"بس تو پھر چلکر ہم دیکھیں اس کا استقبال کریں گے" ناصر کھلنڈرے موڈ میں آ گیا۔

"میں آج رات دس بجے روانہ ہو رہا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اس فلائٹ میں ایک سیٹ مل سکے گی؟" عمران کہنے لگا۔

"اوہ۔ تو آپ نے ایک ہی سیٹ بک کرائی ہے۔

"میں نے نہیں بلکہ محکمہ سراغ رسانی کے ڈائرکٹر جنرل نے بک کرائی ہے۔" عمران نے کہا۔ اور پھر وہ فیاض کا واقعہ بتانے لگا۔

"اوہ! لیکن وہ تو آپ کے والد ہیں؟" ناصر نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن ڈائرکٹر جنرل پہلے ہیں اور والد بعد میں، بہرحال مجھے دونوں شکلوں میں ان کے حکم کی تعمیل کرنی ہے۔" عمران نے کہا۔

"ظاہر ہے۔" ناصر نے گردن ہلائی پھر بولا۔ "ہاں تو پروگرام سیٹ ہو گیا۔ ہم دونوں بھی آپ کے ساتھ چل رہے ہیں۔"

"یقیناً! ویسے ایئر پورٹ پر ہم لوگ الگ الگ سوار ہوں گے۔ اس کے علاوہ ڈی گارو سے ایک سائنسی جنگ کی تیاریاں کر کے ہی چلنا ہوگا۔"

"ہاں۔ ایسی چیزیں تو ضرور ساتھ لے لی جائیں گی۔ جو وقت پر کام آ جائیں۔ ویسے ضرورت پڑنے پر اور بھی بندوبست ہو جائیگا" ناصر نے کہا۔

"مجھے بھی ایک بات بتا دو ناصر میاں" بڑے میاں کہنے لگے۔

"کیا؟"

"جہاں تم جا رہے ہو کیسی جگہ ہے۔ کچھ ذوق نظر کا سامان بھی وہاں ہوگا۔"

"اوہ! آپ اسکی فکر نہ کریں پروفیسر! وہاں اکثر نوجوان بیویوں کے شوہر بوڑھے ہوتے ہیں۔" عمران نے کہا۔ اور پروفیسر اچھل پڑا وہ عجیب نظروں سے عمران کی طرف دیکھنے لگا۔ اور پھر اس نے عمران کے دماغ کو ٹٹولنے کی کوشش کی۔ لیکن عمران اس کے لئے پہلے ہی تیار تھا۔

"اس سے کیا ہوگا!" ناصر نے حیران ہو کر پوچھا۔

اخبارات میں اکثر بڑی دلچسپ کہانیاں چھپتی رہتی ہیں۔ ابھی کل ہی ریاٹو میں!

"مجھے کیا تیاریاں کرنی ہیں ناصر میاں! ظاہر ہے کہ وقت کم رہ گیا ہے۔" بوڑھا ڈارک کہنے لگا۔

پھر بڑے میاں جھلائے ہوئے انداز میں اٹھ کھڑے ہوئے! ناصر حیرت سے ان کی یہ کیفیت دیکھنے لگا۔ پھر وہ کہنے لگا۔

"تیاریاں کیا کرنی ہوں گی انکل۔ ابھی تو رات ہونے میں کئی گھنٹے پڑے ہیں۔ ہاں تو عمران صاحب ریاٹو میں!"

"ریاٹو کی ایسی تیسی۔ اگر اس موضوع پر گفتگو ہوئی تو..." بڑے میاں بیچ سے اکھڑ گئے! اور پھر وہ پاؤں پٹختے ہوئے باہر نکل گئے۔ ان کے جانے کے بعد ناصر عمران سے تفصیل پوچھنے لگا۔ عمران نے مختصراً اسے بتایا اور ناصر ہنسنے لگا۔

ہوٹل پیکیسی عادل پور کا سب سے شاندار ہوٹل تھا۔ ان لوگوں نے اس میں تین کمرے حاصل کر لئے تھے۔ عادل پور آئے ہوئے دو گھنٹے گذر چکے تھے، لیکن ابھی عمران نے غزالہ سے رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ ویسے اس کا سب سے پہلا کام غزالہ سے ملاقات کرنا تھا۔

اسی دن ٹھیک گیارہ بجے اس نے ڈائرکٹری میں پروفیسر فاروق کے نمبر تلاش کر کے ڈائل کئے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی، اور پھر ریسیور اٹھا لیا گیا۔

"ہیلو" دوسری طرف سے ایک مردانی آواز سنائی دی۔

"کون صاحب بول رہے ہیں؟" عمران کے حلق سے نسوانی

آواز نکلی۔

"فاروق؟"

"اوہ۔ انکل۔ میں روفینہ بول رہی ہوں۔ آپ خیریت سے تو ہیں؟"

"ہاں روفینہ بیٹی! تم کہاں سے بول رہی ہو؟" پروفیسر نے پوچھا

"گھر ہی سے بول رہی ہوں انکل۔ غزالہ باجی کہاں ہیں۔ ذرا ان سے گفتگو کرا دیں۔" عمران بولا۔

"اوہ۔ اچھا اچھا۔" پروفیسر بے تکے انداز میں ہنسنے لگا۔ پھر اس نے فون ڈائرکٹ کر دیا۔ اور چند منٹ کے بعد غزالہ کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو؟"

"ہیلو غزالہ باجی۔ میں روفینہ بول رہی ہوں۔" عمران نے بدستور نسوانی آواز میں کہا کیونکہ اسے خدشہ تھا کہ کہیں پروفیسر اپنے فون پر ان لوگوں کی گفتگو نہ سن رہا ہو۔

"روفینہ!" غزالہ حیرت سے بولی۔

"ہاں ہاں باجی۔ ابھی کل ہی تو شمی کے ہاں ملاقات ہوئی تھی۔

آپ بھول گئیں۔ میں نے آپ سے ملنے کا وعدہ کیا تھا۔

"اوہ،" غزالہ جھینپ کر ہوئے انداز میں بولی۔

"ارے آپ میری آواز پہنچان جائیے۔ نزلے کی وجہ سے ایسی ہوگئی ہے۔ کمال ہے آپ پہچان نہیں رہی ہیں۔ انکل داور نے میرا آپ سے تعارف کرایا تھا۔ روفیسر عرف عمران۔"

"اچھا۔ اوہ۔ عمران۔ کب آئیں۔ غزالہ ابھی دباتی ہوئی بولی۔

"رات ہی واپس آگئی تھی۔ ابھی ابھی فون کیا تو انکل سے ملاقات ہوئی۔ انہیں سے تمہارے بارے میں معلوم ہوا۔"

"اچھا، اچھا۔ تو عمران صاحب۔ یہاں کب تشریف لا رہے ہیں۔"

"میرا خیال ہے تم خود مجھ سے مل لو۔ میں کینے نرگس میں تمہارا انتظار کروں گی۔ پھر ہم پروگرام طے کرلیں گے۔" عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے کس وقت پہنچوں؟"

"تین بجے۔ میں وہیں انتظار کروں گی۔" عمران نے کہا۔ اور پھر فون بند کردیا۔ ناصر حیرت زدہ نظروں سے عمران کی طرف دیکھ رہا تھا۔ عمران کے خاموش ہونے کے بعد وہ بولا۔

"کمال ہے عمران صاحب! آوازوں کی نقل میں آپ کا

جواب نہیں۔ بڑی دلکش آواز اتاری تھی آپ نے۔"

"مجھے تو ان کی جنس پر شبہ ہونے لگا ہے۔" پروفیسر ڈارک ہنستے ہوئے بولا۔

عمران نے ان لوگوں کو کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کچھ سوچنے لگا۔ پھر وہ ناصر کی آواز پر چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

اب کیا پروگرام ہے عمران صاحب؟" ناصر نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے۔ میں کسی طرح فاروق کی کوٹھی میں داخل ہوکر وہاں کے حالات کا جائزہ لوں۔ اس کے بعد ہی کوئی قدم اٹھایا جاسکتا ہے۔ میں صرف یہ اندازہ کرنا چاہتا ہوں، کہ پروفیسر کے میک اپ میں خود ڈی گارو ہے یا کوئی اور ہے۔"

"اوہ۔ اس کے لئے آپ کو وہاں رہنا ہوگا۔"

"ہاں۔ غزالہ سے مشورہ کرکے میں وہاں چلا جاؤں گا۔ ہم ایک دوسرے سے رابطہ قائم رکھیں گے۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔ میں آپ سے متفق ہوں۔" ناصر نے کہا اور بات طے ہوگئی۔

اسی دن تین بجے عمران نے کینے نرگس میں غزالہ کا انتظار کیا۔ یہ ایک درمیانہ درجہ کا صاف ستھرا ہوٹل تھا۔ جس میں کیبن

بھی موجود تھے۔ عمران ایک ایسے کیبن میں پہنچ گیا۔ جہاں سے وہ داخلی دروازے پر نگاہ رکھ سکتا تھا۔ چند منٹ کے بعد غزالہ ہوٹل میں داخل ہوئی۔ اس نے چاروں طرف دیکھا اور پھر ایک میز کی طرف بڑھ گئی۔ عمران نے اسے مخاطب نہیں کیا تھا۔ وہ کئی منٹ تک کسی دوسرے شخص کے ہوٹل میں داخلے کا منتظر رہا۔ اسے شبہ تھا کہ کسی نے غزالہ کا تعاقب نہ کیا ہو۔ لیکن ایسا کوئی آدمی اندر داخل نہیں ہوا۔ تب اس نے ایک ویٹر سے غزالہ کو کیبن میں بلانے کے لئے کہا۔ اور ویٹر غزالہ کے قریب پہنچ گیا۔

چند سکنڈ کے بعد ہی غزالہ کیبن میں پہنچ گئی۔ عمران کو دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ "کہاں ہے عمران صاحب آپ کی آواز اتنی دلکش تھی کہ میں آرزو کرنے لگی کہ کاش میری کوئی سہیلی رونیہ واقعی ہوتی۔" وہ کہنے لگی۔

"آپ اب بھی مجھے اپنی سہیلی سمجھ سکتی ہیں؟" عمران خلوص سے بولا اور غزالہ بے اختیار ہنس پڑی۔ "بہرحال، اب کام کی باتوں پر آجائیے۔"

"ضرور!" وہ بولی۔

"آپ کے اس اقدام کا راز تو نہیں کھلا؟"

"قطعی نہیں!" غزالہ نے جواب دیا۔

"اپنے گھر میں آپ میرے لئے کیا جگہ پیدا کر سکتی ہیں؟" عمران نے پوچھا۔

"اوہ!" غزالہ کچھ سوچنے لگی۔ پھر بولی۔ "آپ میری ایک سہیلی کا خط لے کر آجائیے۔ آپ بہ آسانی اس کے بھائی بن سکتے ہیں جو کچھ عرصہ وہاں قیام کریں گے۔"

"ہوں۔ ترکیب تو اچھی ہے۔ بہرحال۔ میں آج ہی وہاں پہنچ رہا ہوں۔ لیکن میک اپ میں۔ میری شکل بدلی ہوئی ہوگی۔"

"اوہ۔ ٹھیک ہے۔ میں خط سے پہچان لوں گی۔" غزالہ نے کہا۔ اور پھر اسی وقت وہ خط لکھا گیا۔ اور پروگرام طے ہو گیا۔ چائے وغیرہ پینے کے بعد وہ باہر نکل آئے۔

غزالہ سے رخصت ہو کر عمران اپنے ہوٹل میں پہنچ گیا۔ لیکن ناصر ہوٹل میں موجود نہیں تھا۔ البتہ بڑے میاں دیوار سے ٹانگیں لگائے کھڑے ہوئے تھے۔

"خیریت!" عمران نے پوچھا۔

"اس سے بہتر کوئی مشغلہ نہیں ہے۔ قید تنہائی گزارنے کا۔ یہ کمرہ تو میرے لئے قید خانہ بن گیا ہے۔ وہ ناصر کا بچہ مجھے کمرے سے نکلنے کو بھی

منع کر گیا ہے۔ بڑے میاں نے اسی طرح کھڑے ہوئے جواب دیا۔

"مگر وہ خود کہاں گیا ہے؟"

"معلوم نہیں تم لوگوں نے کیا چکر پھیلایا ہے"۔ بڑے میاں نے کہا۔ اور عمران وہاں سے اپنے کمرے میں آگیا۔ کافی دیر تک وہ ناصر کا انتظار کرتا رہا اور پھر اس کے نام ایک پرچہ لکھ کر رکھ دیا اور اپنے چہرے پر میک اپ کرنے لگا۔ پون گھنٹے کے اندر اسکی شکل یا شکل بدل گئی تھی وہ اب بھی ایک احمق سی شکل کا نوجوان لگ رہا تھا۔ البتہ اس نے قریبے کا پہنا تھا مطلب یہ کہ وہ کسی بڑے گھر کی لڑکی کا بھائی ہی ظاہر ہو۔ لیکن اس حالت میں اسے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔ اس نے اپنے کپڑے ایک اٹیچی میں رکھے اور باہر نکل آیا۔ بڑے میاں کے دروازے پر دستک دی اور دروازہ کھل گیا۔ بڑے میاں نے حیرت سے اسے دیکھا۔ "کیا بات ہے؟" وہ بولے۔

"یہ پرچہ ناصر صاحب کو دیدیں!" عمران شرماتے ہوئے بولا۔ اور بڑے میاں نے پرچہ لے لیا۔ عمران سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

چند منٹ کے بعد وہ ایک ٹیکسی میں پروفیسر فاروق کی کوٹھی کی طرف جا رہا تھا۔

"فکر مت کرو دوست! یہ لو" ناصر نے جیب سے سو سو کے دو نوٹ نکال کر ڈرائیور کی طرف بڑھا دیئے۔ ڈرائیور نے نوٹ اپنی جیب میں رکھ لئے اور اس کے چہرے پر مسرت کے آثار پھیل گئے۔

ایک پہاڑی بستی میں اس نے ٹیکسی رکوائی اور وہاں کے لوگوں سے گفتگو کرنے لگا۔ وہ پولیس کے نمائندے کی حیثیت سے ان سے اغوا ہو جانے والوں کے بارے میں کچھ کچھ کر رہا تھا۔

شام کو سات بجے تک وہ پہاڑیوں میں چکراتا رہا۔ پھر واپس چل پڑا۔ ہوٹل پہنچ کر اس نے ڈرائیور کو مزید سو روپے دیئے اور دوسرے دن آنے کا حکم دے کر اوپر پہنچ گیا۔

بڑے میاں حسب دستور براجمان تھے۔ انہوں نے کوئی گفتگو نہیں کی

"عمران صاحب واپس آئے؟" ناصر نے پوچھا۔

"آئے اور چلے گئے۔ ویسے اسبارڈ گلفام بن کر گئے ہیں"۔

"کیا مطلب؟" ناصر نے پوچھا، اور بوڑھے نے ایک پرچہ ناصر کے ہاتھ میں تھما دیا۔ پرچہ پڑھ کر ناصر نے ایک لمبی سانس لی، اور پھر لباس تبدیل کرنے لگا۔ اس کے ذہن میں بھی بہت سے خیالات چکرا رہے تھے۔ وہ لیبارٹری کی تلاش میں تھا۔ اس لئے اس نے پہاڑی بستیوں کے چکر لگائے تھے تاکہ اس کی سمت معلوم ہو سکے۔ حالانکہ اس وقت اصل کام عمران ہی کا تھا۔ کیونکہ اس کے کہنے کے مطابق پروفیسر پر ڈی گارڈ کا شبہ کیا جا سکتا تھا۔ اگر ڈی گارڈ موجود ہے۔ تو پھر کسی اور کی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی تھی۔ سارا کام ہو جاتا۔ پھر بھی وہ اپنے طور پر کچھ نہ کچھ کرنا چاہتا تھا۔

اس نے ویٹر کو بلا کر ڈنر کا آرڈر دیا، اور پروفیسر ڈارک کے کمرے میں داخل ہو گیا

"کیا آپ کو تسلی ہو گیا ہے انکل!" اس نے پروفیسر سے پوچھا۔

"ہاں۔ میں ورزش کا عادی ہوں۔" بوڑھے ڈارک نے جواب دیا۔

"صرف چند دن اور صبر کرو انکل ڈارلنگ۔ اس کے بعد تم آزاد ہو جاؤ گے پھر میری طرف سے اجازت ہو گی۔ کہ تم ایک ہزار ایک لڑکیوں سے عشق لڑا سکتے ہو"

"ایکبار ایک لڑکی سے" بوڑھے کے منہ میں پانی آ گیا لیکن دوسرے

لمحے وہ مایوسی سے بولا۔ "مگر یہاں کی لڑکیاں تو نری احمق ہیں۔"

"تم عمران کے کہنے پر چل کر کامیاب ہو سکتے ہو۔"

"نہیں۔"

"ماضی اور مستقبل کا حال بتا کر ان کے ذہنوں کی بات بتا کر۔ تم اپنے گرد ان کی بھیڑ لگا سکتے ہو۔ عمران تمہارا پورا پورا ساتھ دے گا۔"

"اس کا ساتھ دینا مشکل ہے۔"

"کیوں؟"

"وہ خود عورتوں سے دور رہتا ہے۔ مجھے اچھی طرح علم ہے۔"

"اسی لئے وہ کام کا آدمی ہے۔ بہرحال تم سب کچھ خود بھی کر سکتے ہو۔"

"مگر کب۔"

"بہت جلد میں تمہیں آزادی دے دوں گا۔" ناصر نے کہا، اور پھر اپنے کمرے پر دستک سن کر نکل آیا۔ ویٹر آرڈر کا سامان لے آیا تھا۔ ڈارک بھی اس کے کمرے میں پہنچ گیا، اور دونوں کھانا کھانے لگے۔ کھانے کے بعد بھی کافی دیر تک وہ گفتگو کرتے رہے۔ پھر پروفیسر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

رات کو گیارہ بجے ناصر کے فون کی گھنٹی بجی اور اس نے چونک کر رسیور اٹھایا۔ "ہیلو!" وہ بولا۔

"عمران۔"

"اوہ۔ خیریت عمران صاحب!"

"تمہاری خیریت خداوند کریم سے نیک مطلوب ہے۔ دیگر احوال یہ ہے کہ کام بن رہا ہے۔ بہت جلد کچھ ہو سکے گا۔ میں اطلاع دیتا رہوں گا۔"

"ویری گڈ! ویسے آج میں نے پہاڑیوں کے اطراف میں گشت کیا تھا کل بھی ارادہ ہے۔"

"ٹھیک ارادہ ہے۔ خدا کامیابی دے۔"

"آمد و رفت کا مسئلہ ٹیڑھا ہے۔ کاش ہم یہاں کوئی گاڑی حاصل کر سکتے!"

"گاڑی" عمران کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔ "میرا خیال ہے۔ میں گاڑی مہیا کر سکتا ہوں۔"

"آپ"

"ہاں۔ کل صبح پولیس ہیڈ آفس سے ایک غیر سرکاری جیپ تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔"

"اوہ۔ مگر کیسے؟"

"محکمہ سراغ رسانی کے ڈی جی نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ یہاں کی پولیس کو میری اطلاع دیدیں گے۔ پھر پولیس تمہارے ساتھ پورا تعاون کرے گی۔ میں وہاں ٹیلی فون کرتا ہوں۔ وہ لوگ ہوٹل کے لان

میں جیپ کھڑی کر کے چلے جائیں گے۔ چابی اگنیشن میں لگی ہوگی۔ تم بہ آسانی اسے استعمال کر سکتے ہو۔"

"ویری گڈ! یہ بہت اچھا ہوگا۔"

"اچھا۔ میں فون کر لوں۔ تمہیں ابھی اطلاع دوں گا۔"

"اوکے" ناصر نے جواب دیا۔ اور پھر پندرہ منٹ کے بعد اسے دوبارہ عمران کا فون ملا جس میں اس نے بتایا تھا کہ جیپ کا انتظام ہو گیا ہے۔

دوسرے دن صبح وعدے کے مطابق جیپ تیار ملی۔ ناصر نے لباس تبدیل کیا اور باہر نکل آیا۔ اس نے کچھ ایسی چیزیں ساتھ لے لیں جو کسی بھی ہنگامی وقت میں اس کے کام آ سکتی تھیں۔ اس کے بعد جیپ میں بیٹھ کر اس نے چہرے میں تھوڑی سی تبدیلی بھی کر لی۔ اور پھر وہ جیپ لے کر چل پڑا۔

کافی دیر تک وہ عادل پور کے چکر لگاتا رہا پھر پہاڑی بستیوں کی طرف چل پڑا۔ برفانی علاقے میں جیپ بہترین کام کر سکتی ہے۔ اور پھر ناصر غیر معمولی ڈرائیور تھا۔ وہ صبح ہی صبح اس لئے نکل پڑا تھا کہ برف پڑنے سے زیادہ دور تک جا سکے۔"

ساڑھے دس بجے کے قریب وہ ایک پہاڑی بستی میں پہنچ گیا۔ اس نے یہاں رک کر لوگوں سے اپنے طور پر کچھ معلومات حاصل کیں اور

یہاں اسے کچھ خاص باتیں معلوم ہوئیں۔ بستی والوں نے بتایا، کہ کچھ روز قبل یہاں دو آدمی جیپ میں آئے تھے۔ ان سے قبل دو اور آدمی آچکے تھے۔ لیکن وہ لوگ عجیب لباس پہنے ہوئے تھے۔ لیکن صبح چاروں غائب ہو گئے تھے۔ ناصر نے ان لوگوں کا حلیہ معلوم کیا۔ اور پھر ان سے برفانی علاقے میں اندر جانے کی سمت پوچھنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ اس بستی سے بھی نکل گیا۔ اور پھر کافی دور چل کر اسے ایک عجیب چیز نظر آئی۔ برف پر بنے ہوئے کچھ نشانات تھے۔ ہر چند کہ ہوا زیادہ دیر تک کسی نشان کو برف پر قائم نہیں رہنے دیتی تھی۔ لیکن راستے سے ہوا بند تھی۔ اور برف پر مٹے مٹے نقوش نظر آرہے تھے۔ یہ ٹائروں کے نشانات تھے۔ جس کا مطلب تھا کہ کوئی گاڑی ادھر سے گذری ہے۔

ناصر ایک نئے عزم کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ اسے کچھ کچھ امید ہو چلی تھی۔ نشانات برابر نظر آرہے تھے۔ وہ اللہ کے سہارے آگے بڑھتا رہا۔ جیپ کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ ایک بجے تک وہ نشانات پر آگے بڑھتا رہا۔ پھر اس نے جیپ روکدی۔ نشانات آگے تک چلے گئے تھے۔ اسے بھوک لگنے لگی تھی۔ اس لئے اس نے ساتھ لائے ہوئے سامان میں سے کافی کا تھرماس اور کچھ خشک چیز نکالے اور انہیں کھانے لگا۔

کافی پینے کے بعد اس نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور سگریٹ سلگا کر اس کے کش لینے لگا۔ اس کی نظریں اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ تھوڑی دیر قبل برف پر دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن اب سورج بادلوں میں چھپ گیا تھا۔ اس لئے موسم میں ایک خوشگوار خنکی پیدا ہو گئی تھی۔

اپنے اندازے کے مطابق ناصر تقریباً پچاس میل دور نکل آیا تھا۔ لیکن ابھی تک ٹائروں کے نشانات کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ملی تھی۔ بہرحال وہ ان نشانات کی انتہا تک پہنچنا چاہتا تھا۔

سگریٹ ختم کرنے کے بعد اس نے دوبارہ جیپ اسٹارٹ کی اور آگے بڑھ گیا۔ بادل اور گہرے ہو گئے تھے۔ وہ آگے بڑھتا رہا۔ اور اب وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گیا۔ جہاں برف کے بڑے بڑے تودے نظر آرہے تھے۔ شاید یہ ابھری ہوئی بڑی بڑی چٹانیں تھیں۔ جن پر برف جمی ہوئی تھی۔ اس وقت جیپ ایک ایسی جگہ سے گذر رہی تھی۔ جہاں دونوں طرف برف کی دیواریں کھڑی ہوئی تھیں۔

دفعتاً ناصر کو ایک عجیب سا احساس ہوا۔ اس نے بریک پر پاؤں دبایا اور جیپ رک گئی۔ اس کی نگاہیں اس طرف اٹھ گئیں جدھر اسے برف پر ایک سایہ سا محسوس ہوا تھا۔

پھر دوسرا سایہ نظر آیا۔ اور اس بار ناصر کو یقین ہو گیا کہ وہاں

کچھ لوگ موجود ہیں۔ گویا اس کی آمد کی اطلاع ہو گئی ہے؟ اور اب خطرہ سر پر ہے، اس کی آنکھوں میں ایک پراسرار چمک پیدا ہو گئی۔ وہ بدستور اسی طرح جیپ میں بیٹھا رہا۔ ویسے اسے یقین ہو گیا تھا کہ لیبارٹری یہیں کہیں قریب موجود ہے۔ اور وہ ٹھیک جگہ پہنچ گیا ہے کئی منٹ گذر گئے۔ پھر اس نے کچھ کرنا ضروری سمجھا اور جیپ بیک کرنے لگا۔

اسی وقت وہ کھل کر سامنے آ گئے ان کی تعداد دس تھی لیکن وہ چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ ان کے چہروں پر سیاہ نقابیں تھیں اور ہاتھوں میں ٹامی گنیں دبی ہوئی تھیں۔

"جیپ سے نیچے اترآؤ" ان میں سے ایک نے چیخ کر کہا۔ لیکن ناصر بت کی طرح ساکت بیٹھا رہا۔ ویسے اس کا ہاتھ جیب میں جا کر باہر نکل آیا تھا، اس میں ایک سفید رسی نلکی دبی ہوئی تھی۔

وہ سب محتاط انداز میں جیپ کی طرف بڑھنے لگے۔ اور پھر وہ ناصر سے چند گز کے فاصلے پر پہونچ کر رک گئے۔

"ہم حکم دیتے ہیں کہ نیچے اترآؤ، ورنہ پورا جسم گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے گا" ان میں سے ایک بولا۔

"مگر کیوں۔ تم کون لوگ ہو اور کیا چاہتے ہو" ناصر بولا۔

"تم نے سنا نہیں" اس نے ٹامی گن سیدھی کر لی۔

اور اسی وقت ناصر کا ہاتھ نلکی پر دب گیا، اس نے جلدی سے آنکھیں بند کر لیں۔ اور۔ ایسا محسوس ہوا جیسے سورج صرف چند فٹ کے فاصلے پر اتر آیا ہے۔ وہ روشنی اتنی تیز تھی، لیکن یہ چمک ایک سکنڈ کے آٹھویں حصے میں ختم ہو گئی۔ روشنی کا اثر صرف کھلی ہوئی آنکھوں پر ہوتا تھا، بند آنکھ پر وہ کوئی اثر نہیں کرتی تھی۔

ناصر نے آنکھیں کھول دیں، لیکن نقاب پوش آنکھوں پر ہاتھ رکھے بلبلا رہے تھے۔ انہوں نے ٹامی گنیں نیچے پھینک دی تھیں ناصر پھرتی سے اپنی جگہ سے اترا اور ایک آدمی کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے اس کے سر پر ایک ضرب لگائی، اور وہ بے ہوش ہو گیا، دوسرے لوگ ابھی دس منٹ تک دیکھنے کے قابل نہیں ہو سکتے تھے، اس لئے ناصر نے اطمینان سے بے ہوش آدمی کو اٹھا کر جیپ میں ڈالا۔ اور اس کی ٹامی گن بھی قبضہ میں کر لی، پھر جیپ بیک کر کے واپس موڑ دی، وہ اب یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔ جیپ دوسری طرف موڑ کر وہ نہایت تیزی سے چل پڑا۔ لیکن اب بھی جیپ کی رفتار سست تھی، کیونکہ یہاں برف بہت زیادہ تھی کسی کسی جگہ برف میں پہیے گھومتے رہتے تھے اور جیپ آگے نہیں بڑھ

باقی تھی ایسے ہی ایک موڑ پر یکلخت جیپ کی رفتار بیحد سست ہوگئی۔ ناصر نے اسے موڑا اس کی پوری توجہ جیپ کی مشین کی طرف تھی اس لئے وہ برف کے ایک ٹیلے سے ابھرنے والے ان تین سروں کو نہیں دیکھ سکا، جو اس کی تاک میں تھے۔

جیپ کے پہیے گھوم رہے تھے ناصر نے بریک کیا اور اسی وقت وہ تینوں بیک وقت جیپ پر آ پڑے۔ ناصر کو سنبھلنے کا موقع بھی نہیں ملا، وہ تینوں بری طرح اس پر چھا گئے اس کے علاوہ ان میں سے ایک کے کودنے سے ناصر کا سر اسٹیرنگ سے ٹکرا گیا تھا۔ اور ماتھے سے خون کی لکیریں نیچے رینگ آئی تھیں، وہ تینوں اسے بری طرح رگید رہے تھے۔ لیکن بہت جلد وہ سنبھل گیا۔ اور پوری قوت سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے اوپر چڑھے ہوئے تینوں آدمی لڑھک گئے۔ ان میں سے ایک کو ناصر نے اٹھا کر جیپ سے نیچے پھینک دیا۔ تیسرے آدمی کو وہ پھینکنے جا ہی رہا تھا کہ پہلے دو میں سے ایک اوپر چڑھ آیا۔ شاید ان کے پاس پستول نہیں تھے۔ ورنہ اس سے بھڑنے کے بجائے وہ پستول استعمال کرتے۔ اوپر چڑھ آنے والے نے ٹامی گن اٹھانے کی کوشش کی اور ناصر لیٹ پڑا۔ اس کے چہرے پر خوفناک تاثرات نظر آ رہے تھے۔ اس نے جوتے کی ٹھوکر اس کے منہ پر رسید کی اور اس

کے سامنے کے دانت صاف ہو گئے۔ وہ پھر جیپ سے نیچے جا پڑا۔ باقی دو پھر اوپر چڑھنے لگے۔ ایک تو ناصر پر جھپٹا۔ دوسرے نے ایک تیز پھل والا چاقو بے ہوش آدمی کے سینے میں پیوست کر دیا۔ بے ہوش آدمی بری طرح تڑپنے لگا۔ ناصر سمجھ گیا کہ انہوں نے اسے کیوں قتل کیا ہے۔ وہ اسے اس کے ہاتھ میں نہیں پڑنے دینا چاہتے تھے ناصر کو شدید غصہ آیا۔ اس نے اپنے سامنے والے کا گریبان پکڑا اور اس کا گھونسہ پوری قوت سے اس کی پیشانی پر پڑا۔

پھر ایک دہشت ناک منظر سامنے آ گیا۔ اس کی کھوپڑی کئی حصوں میں منقسم ہو گئی۔ اور اس کے حلق سے چیخ تک نہیں نکل سکی۔ دوسرے آدمی نے یہ منظر دیکھا۔ اور خوف کے مارے گر پڑا۔

ناصر نے ایک نظر اس کی طرف ڈالی۔ اور پھر اس نے لاش اٹھا کر نیچے پھینک دی۔ سفید سفید برف پر سرخ خون عجیب سا لگ رہا تھا۔ بہرحال ناصر کو ان لوگوں کے ٹھکانے کا پتہ لگ چکا تھا۔ اب اس وقت ان سے بھڑنا غیر ضروری تھا۔ اس لئے واپسی ہی مناسب تھی۔ اس نے جیپ اسٹارٹ کی اور واپس اس راستے پر پلٹ پڑا جدھر سے آیا تھا۔

بہت ہی کم وقت میں عمران نے پروفیسر فاروق کی کوٹھی میں اپنے لئے جگہ بنالی، سب ہی اس سے بے تکلف ہو گئے تھے۔ خاص طور سے غزالہ تو اسے بہت پسند کرنے لگی تھی لیکن یہ پسندیدگی ایک حد سے آگے نہیں بڑھی تھی، کیونکہ غزالہ کے دل میں انور گھر کر چکا تھا۔ وہ اس کے لئے بہت مضطرب تھی۔

عمران نے کوٹھی کا ایک ایک چپہ دیکھ لیا، دور سے وہ پروفیسر کو بھی دیکھ چکا تھا، اور آج اس نے پروگرام بنا لیا تھا کہ پروفیسر کی لیبارٹری کی ضرور تلاشی لے گا۔ اس کے لئے سخت احتیاط کی ضرورت تھی، لیکن ٹھیک دس بجے پروفیسر کسی کام سے باہر نکل گیا، عمران نے غزالہ کو اپنے پروگرام سے باخبر کر دیا اور اسے ایک وائرلیس ٹرانسمیٹر دیدیا کہ اگر پروفیسر اس وقت واپس آجائے جب وہ لیبارٹری میں ہو، تو اسے اطلاع دیدی جائے۔ اور غزالہ نے ہوشیار رہنے کا وعدہ کر لیا۔ عمران خاموشی سے لیبارٹری کی طرف بڑھ گیا۔ غزالہ

نے اسے لیبارٹری کی پوری تفصیل بتادی تھی، عمران بہ آسانی اندر داخل ہو گیا اور پھر وہ پوری لیبارٹری کی تلاشی لینے لگا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اندر سے یہ لیبارٹری اتنی عظیم الشان ہو گی۔ وہ ایک پوری تجربہ گاہ تھی اس کے علاوہ وہاں موجود بڑی بڑی بھی پوری رصدگاہ تھی، جہاں طاقتور انٹینا اور دوربینیں لگی ہوئی تھیں۔ عمران ایک گھنٹہ تک پوری لیبارٹری کی تلاشی لیتا رہا۔ لیکن کاغذات وغیرہ میں ایسی کوئی چیز نہیں ملی، جس سے ڈی گارو کے بارے میں کوئی اندازہ ہو سکتا اور پھر وہ باہر نکلنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا عمران نے اسے فوراً آن کر دیا۔

"ہیلو!" وہ بولا۔

"اوہ۔ عمران صاحب، وہ لیبارٹری میں داخل ہو چکا ہے۔ یہ ٹرانسمیٹر مجھ سے آن ہی نہیں ہوا۔" غزالہ کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ہے، فکر مت کرو۔" عمران نے جواب دیا اور ٹرانسمیٹر بند کر دیا پھر وہ ایک بڑی الماری کے پیچھے چھپ گیا، کیونکہ اسی کمرے کے سامنے آہٹ سنائی دی تھی، جس میں وہ اس وقت موجود تھا۔ پھر دروازہ کھلا اور پروفیسر اندر داخل ہوا وہ جلدی میں معلوم ہوتا تھا۔ اندر پہنچ کر وہ ایک میز کے سامنے رک گیا، اس نے ایک بٹن دبایا، اور میز کی ٹاپ اٹھ گئی، اس

نیچے نیچے ایک بڑے ٹرانسمیٹر کا جال نظر آ رہا تھا۔ وہ اسکے کچھ بٹن آن کرنے لگا۔ ایک ہلکی سی بھنبھناہٹ کمرے میں گونج اٹھی۔ ہیلو... ہیلو۔ ڈی گارڈ کالنگ۔ ہیلو۔ ہیلو!

"اب کسی شبہ کی گنجائش نہیں تھی راز کھل گیا تھا۔" عمران کے چہرے پر سنسنی پھیل گئی۔

"ہیلو، ہیڈ کوارٹر اٹنڈنگ سر!" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"کیا پوزیشن ہے۔ مجھے ابھی ابھی معلوم ہوا ہے۔"

"جی ہاں جناب۔ احتیاط کی غرض سے آپ کو اطلاع نہیں دی جا سکی۔ اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ وہ جیپ پر تھا۔ جیپ کا نمبر P A X 252 تھا۔ اس کی شکل جانی پہچانی نہیں معلوم ہوتی تھی لیکن وہ انتہائی طاقتور اور پھرتیلا تھا۔ انتہائی کوشش کے باوجود ہم اس پر قابو نہیں پا سکے اور وہ ہمارے چار آدمی ختم کر کے نکل گیا۔"

"تفصیل بتاؤ۔" ڈی گارڈ دہاڑا۔ اور دوسری طرف سے تفصیل بتائی جانے لگی۔

"ہوں۔" ڈی گارڈ سرد آواز میں بولا۔ "میں پہنچ رہا ہوں۔ سگنل دینا۔"

"رائٹ سر۔" جواب ملا۔ اور ڈی گارڈ نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ پھر اس نے ایک طرف لٹکا ہوا اوور کوٹ پہنا۔ اور فلیٹ سر پر رکھ کر باہر آ گیا۔

عمران بھی خاموشی سے اس کے پیچھے ہی نکل آیا۔ ڈی گارڈ اسی کار کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عمران نے جلدی سے ایک فیصلہ کیا۔ پھر وہ دیوار کے سہارے سہارے بھاگنے لگا۔ وہ ڈی گارڈ سے پہلے اس کار تک پہنچنا چاہتا تھا۔ جو ایک طرف کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اس میں کامیاب بھی ہو گیا۔ کار کے قریب پہنچ کر اس نے غیر محسوس انداز میں پچھلا دروازہ کھولا اور سیٹ کے نیچے رینگ گیا۔ پچھلا دروازہ بند نہیں ہو سکا۔ کیونکہ اس سے آواز پیدا ہونے کا خطرہ تھا۔ بس ایک کمی رہ گئی تھی۔ لیکن ڈی گارڈ جلدی اور الجھن میں تھا۔ اس لئے اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اور جب اسے پچھلے دروازے کے کھلے ہوئے ہونے کا احساس ہوا تو اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے بند کر دیا۔

عمران سانس روکے پڑا رہا۔ قسمت ہی تھی جو ڈی گارڈ نے اسے بھاگتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ ورنہ فاصلہ ہی کتنا تھا۔ بہرحال وہ خاموشی سے لیٹا رہا۔ اور کار دوڑتی رہی پھر وہ ایک عمارت میں داخل ہو کر رک گئی اور ڈی گارڈ نیچے اتر کر ایک طرف بڑھ گیا۔ اس کے اتر جانے کے بعد عمران بھی اپنی جگہ سے نکلا اور ادھر ادھر دیکھ کر عمارت میں داخل ہو گیا۔ اندر داخل ہونے والا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ دھڑک اندر داخل ہو گیا۔ چند کمروں سے گزرنے کے بعد اسے ایک صحن نظر آیا۔

عمران چونک پڑا۔ ایک ہیلی کاپٹر وہاں کھڑا تھا۔ اسنے ڈی گارڈ کو تلاش کرنا شروع کیا۔ اور وہ اسے ایک دوسرے کمرے میں نظر آیا۔ اسکے قریب آدمی کھڑا ہوا تھا۔ ایک تیسرا آدمی بھی وہاں موجود تھا۔

"نہیں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ میں خود ہی جاؤں گا۔" اسنے ساتھ کھڑے ہوئے آدمی سے کہا۔ "البتہ تم آؤ میرے ساتھ۔" ڈی گارڈ تیسرے آدمی سے مخاطب ہو کر بولا۔ اور پھر وہ دونوں ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھنے لگے۔

عمران کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اسکی عمرانیت جاگ اٹھی تھی اتنا عرصہ اسکے لئے کافی تھا۔ وہ تیزی سے پہلے ہی ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھ گیا۔ اب وہ ہر خطرہ مول لینے کو تیار تھا۔ دوسرے لمحے میں وہ ہیلی کاپٹر میں چڑھ گیا۔ اس نے چھپنے کے لئے ایک جگہ بھی تلاش کر لی چند منٹ کے بعد ڈی گارڈ وہاں پہونچ گیا۔ اور ہیلی کاپٹر میں چڑھ گیا۔ پھر ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہونے لگا۔ اس کی مشین حیرت انگیز تھی۔ شاید اسے کسی خاص طریقے سے خاموش کر دیا گیا تھا۔ وہ بالکل بے آواز تھی۔ اب ہیلی کاپٹر تیزی سے فضا میں پرواز کر رہا تھا۔

یہ پرواز بیس منٹ تک جاری رہی۔ اور پھر وہ نیچے اترنے لگا۔ نیچے سے سگنل دیا جا رہا تھا۔ چاروں طرف برف کی سفید چادر پھیلی ہوئی تھی۔ جو رات میں عجیب سی لگ رہی تھی۔ ہیلی کاپٹر کی

مشین بند ہو گئی۔ اور ڈی گارڈ نیچے اتر گیا۔ نیچے کئی آدمی موجود تھے۔ جن کے ہاتھوں میں ٹامی گنیں دبی ہوئی تھیں۔

"میرے ساتھ ایک مہمان بھی ہے۔ اسے بھی اتار لو۔ لیکن خیال رہے وہ نہایت خطرناک مہمان ہے۔" عمران نے ڈی گارڈ کی آواز سنی اور سن ہو گیا۔ ڈی گارڈ اس کے متعلق جانتا تھا۔ پھر اس نے ڈی گارڈ کی آواز سنی۔ "نیچے اترو آؤ دوست۔ ان سب کے پاس ٹامی گنیں ہیں۔"

عمران جلدی سے کھڑا ہو کر بولا۔ "اچھا۔ اچھا۔ مجھے ٹامی گنیں دیکھ کر روحانی خوشی ہوتی ہے۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ آؤ۔" اس نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ ٹامی گن والوں نے عمران کو کور کر لیا پھر وہ سب برف کے نیچے ایک غار میں داخل ہو گئے اور عمران ایکبار پھر حیرت زدہ رہ گیا۔ اتنے کم وقت میں ڈی گارڈ نے بہت کچھ کر لیا تھا۔ برف کے نیچے ایک عظیم الشان لیبارٹری تیار کی جا رہی تھی۔ جس کا بہت سا کام مکمل ہو چکا تھا۔ ڈی گارڈ نے اس وقت اس سے کوئی گفتگو نہ کی۔ اس کے حکم سے ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔ جہاں ایک بستر کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

دوسرے دن صبح اسے طلب کیا گیا۔ دو ٹامی گن برداروں نے اسے ایک بڑے کمرے میں پہنچا دیا۔ یہ ایک دفتر تھا۔ ڈی گارڈ ایک

شاندار میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

"بیٹھو۔" اس نے عمران سے کہا۔ اور عمران بیٹھ گیا۔

"غالباً تمہارے چہرے پر میک اپ ہے؟"

"ہاں!" عمران نے کہا اور پھر خود ہی اپنا میک اپ اتارنے لگا۔

"ویری گڈ۔ تو تم یہاں بھی پہنچ گئے۔"

"ظاہر ہے۔ میں تمہاری تاک میں تھا۔" عمران نے جواب دیا۔

"ناصر بھی تمہارے ساتھ ہے۔"

"نہیں۔ میں اس کے ساتھ کام کرنا پسند نہیں کرتا۔" عمران ناک چڑھا کر بولا۔

"کیوں؟"

"وہ مغرور ہے۔"

"ہوں۔ مگر وہ بھی یہاں آچکا ہے۔"

"مجھے بتا کر نہیں آیا۔"

"تم کس طرح پروفیسر کے یہاں پہنچ گئے؟"

"پروفیسر کے ایک عزیز کے بھیس میں۔ وہ لوگ مجھے اپنا عزیز سمجھتے ہیں۔"

"لیکن تمہیں یہ علم کیسے ہوا کہ میں یہاں آیا ہوں۔"

"لوگوں کے غائب ہونے کی رپورٹ سے۔ ویسے پروفیسر کے مکان کا

انتخاب محض اتفاق تھا۔ خاص طور سے میں محکمہ سراغرسانی کے اس آفیسر کی تلاش میں آیا تھا جسے شاید تم نے غائب کر دیا ہے۔"

"ہوں۔" ڈی گارو نے ایک طویل سانس لی پھر بولا۔ "سب کچھ صاف صاف بتا دینے کا شکریہ۔ بہرحال مجھے تم پر پہلے دن ہی شک ہو گیا تھا۔ میں کولمبو کے حالات سے پوری طرح باخبر رہتا ہوں۔ میں نے تمہارے بارے میں اندازہ کیا لیکن مجھے کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ یہ اتفاق تھا کہ میں نے اس وقت تمہیں بھاگ کر کار کے قریب جاتے دیکھ لیا اور پھر میں نے وہی کیا جو تم چاہتے تھے۔ میں کار میں لے کر تمہیں وہاں پہنچا اور پھر باقاعدہ ہیلی کاپٹر میں بیٹھنے کا موقع دیا۔ اور تم یہاں تک آ گئے۔ اٹھو۔ میں تمہیں اس پورے کارخانے کی سیر کراؤں۔" ڈی گارو نے کہا۔ اور پھر وہ باہر نکل آئے۔

"ناصر بھی یہاں آچکا ہے۔ وہ اس لیبارٹری تک پہنچ کر میرے چار آدمیوں کو قتل کر کے نکل گیا ہے۔ لیکن اب وہ میرے ہاتھ سے بچ کر کہاں جائے گا۔ اور۔ تمہارے ملک کو۔ تمہارے ملک کو تو اپنی اس حرکت کی بہت بڑی قیمت چکانی پڑے گی۔ ویسے کیا تم لوگوں کو میرے زندہ رہنے کا یقین تھا؟" اس نے راستے میں پوچھا۔

"ہاں تمہارا راکٹ دیکھ لیا گیا تھا۔" عمران نے جواب دیا۔

"خوب۔" ڈی گارو برف کے ایک پیالہ نما علاقے میں پہنچ گیا۔

یہاں بہت سے مزدور کام کر رہے تھے۔ ان ہی میں فیاض اور ڈی۔ ایس پی تھے۔ اختر بھی ایک طرف کام کر رہا تھا۔ البتہ پروفیسر فاروق ایک مشین کے قریب کھڑے ہوئے کچھ ہدایات دے رہے تھے۔

"میں تمہیں بھی قتل نہیں کروں گا۔ تم بھی ان لوگوں کی طرح اس لیبارٹری کی تعمیر میں حصہ لو گے۔ کیونکہ تم لوگ میری راہ کے روڑے نہیں ہو۔ تم جیسے لوگ میرا کیا بگاڑ سکتے ہو۔" ڈی گارڈ کہتا رہا۔

عمران نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خوفزدہ سا نظر آنے لگا تھا

عمران کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔ ناصر ان لوگوں کی لیبارٹری معلوم کر چکا تھا۔ لیکن اب صرف عمران کی وجہ سے خاموش تھا۔ وہ عمران کی کارروائی کا نتیجہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ لیکن مسلسل تین دن ہو گئے اور عمران کا فون تک نہیں آیا۔ اب اسے خدشہ ہونے لگا کہ کہیں عمران کسی چکر میں تو نہیں پھنس گیا ہے۔ اس لئے اس نے اس کے بارے میں تفصیل معلوم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اس فیصلے کے تحت اس نے اپنے چہرے پر شاندار میک اپ کیا گھنی سیاہ ڈاڑھی لگائی۔ شلوار اور قمیص پہنی۔ اور کلاہ سر پر لگا کر اب وہ کوئی سرحدی پٹھان نظر آتا تھا۔ بڑے میاں نے اسے اس میک اپ میں دیکھا اور قربان ہو گئے۔

"بہت شاندار لگ رہے ہو ناصر میاں۔ میرے خیال میں تم مستقل اسی حلیے میں رہا کرو۔ ویسے کیا میں بھی تمہارے ساتھ چل سکتا ہوں؟"

"مکھن نہیں انکل۔ ویسے اب آپ کی آزادی میں صرف چند دن رہ گئے ہیں۔ اس وقت تک آپ کہیں نہیں نکل سکتے۔" ناصر نے جواب دیا اور بڑے میاں

نے منہ پھیر لیا۔ ناصر ہنستا ہوا کمرے سے نکل آیا۔ نیچے آکر اس نے ایک ٹیکسی کی اور پروفیسر فاروق کی کوٹھی کی طرف چل پڑا۔ پیسے کی جیپ اس نے واپس کر دی تھی کیونکہ وہ دوسروں کی نظر میں آچکی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ فاروق کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ بل ادا کر کے اس نے ایک ملازم کو آواز دی۔ اور اس کے ذریعہ اطلاع بھجوائی۔ چند منٹ کے بعد اسے اندر بلا لیا گیا۔ غزالہ نے ہی اسے ریسیو کیا۔

"فرمائیے۔" وہ بولی۔

"مجھے پروفیسر فاروق سے ملنا ہے۔"

"افسوس، وہ اس وقت موجود نہیں ہیں۔ کہیں باہر گئے ہیں۔"

"کیا آپ غزالہ خانم ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"کیا یہاں ہماری گفتگو محفوظ ہے؟" ناصر رازداری سے بولا۔

"جی۔؟" غزالہ چونک پڑی۔

"جی ہاں، میں عمران صاحب کے گروپ کا آدمی ہوں، مجھے سب کچھ علم ہے۔"

"مگر عمران صاحب نے تو؟"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا غزالہ خانم، اگر عمران صاحب ہوں تو انہیں بلا دیجئے۔ انہوں نے تین دن سے رابطہ نہیں قائم کیا ہے۔"

"وہ تین دن سے غائب ہیں۔" غزالہ بے اختیار بولی۔

"اوہ!" ناصر سکتے میں آگیا۔ پھر بولا۔ "کیا پوزیشن ہے براہ کرم مجھے تفصیل بتائیے۔"

"مگر میں کیسے یقین کر لوں کہ آپ عمران صاحب سے ہی تعلق رکھتے ہیں؟" غزالہ الجھ کر بولی۔

"میں آپ کو تفصیل سے سب کچھ بتا دوں کہ کس طرح آپ عمران صاحب سے ملیں اور ہم لوگ کیسے یہاں آئے۔" ناصر نے ڈاکٹر داور اور دوسری تفصیل کے حوالے دیئے جو حرف بحرف درست تھے۔ غزالہ کو اطمینان ہو گیا۔ اور پھر اس نے ناصر کو مکمل تفصیل بتا دی۔

"اس کا مقصد ہے کہ عمران صاحب کسی مصیبت میں پھنس گئے ہیں؟"

"جی ہاں۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"پروفیسر برابر یہاں آتے ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"تب غزالہ خانم آپ کو میری مدد کرنی ہوگی۔ مجھے خاموشی سے لیبارٹری میں پہنچا دیں۔ باقی میں خود دیکھ لوں گا۔" ناصر نے کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ مجھے صرف اپنے ڈیڈی کی ضرورت ہے۔" غزالہ کی آنکھوں میں آنسو نکل آئے۔

"فکر نہ کریں، اگر آپ کے ڈیڈی زندہ ہیں تو انشاء اللہ آپ کو مل جائیں گے

ناصر نے کہا، اور پھر غزالہ اسے لیبارٹری میں لے گئی۔ ناصر نے حیرت سے اس لیبارٹری کو دیکھا۔ پھر وہ غزالہ کے ساتھ ہی پوری لیبارٹری کا جائزہ لینے لگا۔ بہت جلد اسے معلوم ہو گیا کہ اس لیبارٹری کو انتہائی خطرناک مقاصد کے لئے بدلا جا رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے اندر اس نے لیبارٹری کی ایک ایک چیز سے واقفیت حاصل کر لی۔

"پروفیسر کے آنے کے بعد آپ اس طرف کسی کو نہ آنے دیں مس غزالہ میں آپ کا بڑا شکر گذار ہوں گا۔" ناصر بولا۔

"بہتر ہے۔" غزالہ نے جواب دیا۔ پھر وہ باہر نکل آئی۔ اس کے جانے کے بعد ناصر نے ایک بار پھر لیبارٹری کا جائزہ لیا اور ایسی چیزوں کو ناکارہ کر دیا جس سے پروفیسر اس پر قابو پا سکتا تھا یہاں تک کہ اس نے میز کی دراز میں رکھے ہوئے پستول کی گولیاں بھی نکال لیں لیکن پستول اسی جگہ واپس رکھ دیا پھر وہ تاریکی میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ سگریٹ کا پیکٹ اس کی جیب میں موجود تھا لیکن اس نے سگریٹ پینا مناسب نہیں سمجھا، کیونکہ کمرے میں سگریٹ کی بو پھیل سکتی تھی۔

خاموش بیٹھے بیٹھے اسے ایک گھنٹہ گذر گیا لیکن اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اس وقت تک پروفیسر کا انتظار کرے گا۔ جب تک وہ آ نہ جائے۔ اس کا ذہن ایک پلان مرتب کر چکا تھا۔ اور وہ اس پر عمل کے لئے پوری طرح تیار تھا۔

ڈی گارو رات کو تقریباً گیارہ بجے واپس آیا۔ لیبارٹری میں آہٹ ہوئی، اور پھر

قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اور ناصر سنبھل گیا۔ وہ پہلے سے مخصوص جگہ پر پہنچ گیا چند منٹ کے بعد روشنی پھیل گئی۔ پروفیسر کے کوٹ پر برف کے ذرات جمع تھے یقیناً کہیں دور سے آ رہا تھا۔ اس نے اوور کوٹ اتارا اور تھکے تھکے انداز میں ایک صوفے پر گر پڑا۔ اس کے بعد اس نے چاروں طرف کا جائزہ لیا۔ اور لباس تبدیل کرنے سلیپنگ سوٹ پہننے کے بعد وہ سہری کی طرف بڑھ گیا۔ اور پھر وہ پشت ٹیک لگا کر کچھ سوچنے لگا۔

ناصر نے پوری طرح اطمینان کیا اور پھر اپنی جگہ سے نکل کر پروفیسر کے صاف آ

"ہیلو مسٹر ڈی گارو" اس نے نرم آواز میں کہا۔ "ڈی گارو اچھل کر مسہری پر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئیں۔ چند منٹ تک وہ کچھ نہیں بول سکا پھر جب ہوش ٹھیک ہوئے تو اس کے چہرے پر غیظ و غضب کے آثار پھیلتے چلے گئے

"کون ہو تم۔؟"

"تمہارا پرانا دوست۔" ناصر اصل آواز میں بولا۔ اس نے چہرے سے ڈاڑھی اتار دی

"ناصر!" ڈی گارو کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

"ہاں میں نے تمہیں ہرگز نہیں چھوڑنے کا وعدہ کیا تھا ڈی گارو! اور آخر تم سے پھر ملاقات ہو ہی گئی۔"

"مگر۔ کیا تم یہاں میرے ہاتھوں سے بچ سکتے ہو؟" ڈی گارو بولا۔

"تمہیں ضرور علم ہو گیا ہو گا پیارے ڈی گارو۔ کہ میرے ایک گھونسے نے تمہارے

ساتھی کا بھیجہ نکال دیا تھا۔ لہٰذا میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ ہاتھا پائی کی کوشش مت کرنا۔

"اس کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔" ڈی گارو نے کہا۔ اور سہری پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔

"گدھے ہو تم ڈی گارو۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ میں نے تمہاری وہ شعاعیں بیکار کر دی تھیں جن پر تمہیں ناز تھا۔ جن کے ذریعہ تم حکومتوں کو بلیک میل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ میں یہاں بہت دیر سے موجود ہوں۔ یہاں بھی تمہاری تمام کوششیں بیکار کر دی گئی ہیں۔ اب تمہاری سے وہ شعاعیں بھی نہیں نکل سکیں گی جو کسی کو ساکت کر دیتی ہیں۔" ناصر نے کہا۔ "اس کے علاوہ تم نے جو حربے یہاں تیار کئے تھے وہ سب بیکار ہو چکے ہیں۔"

"پھر بھی تم مجھ پر قابو نہیں پا سکو گے!" ڈی گارو نے کہا۔ اور ناصر پر چھلانگ لگا دی۔ لیکن اسے یہ چھلانگ بہت مہنگی پڑی۔ ناصر نے اسے چڑیا کے بچے کی طرح دبوچ لیا۔ وہ دونوں بازوؤں میں لیکر اسے بھینچ رہا تھا۔ ڈی گارو کی آنکھیں باہر نکلی پڑ رہی تھیں۔

پھر ناصر نے اس کی گردن کو جھٹکا دیا۔ اور ڈی گارو کی گردن ٹیڑھی ہو گئی اب وہ اپنی مرضی سے گردن سیدھی نہیں کر سکتا تھا۔ پھر ناصر نے اس کی کمر پر ایک لات رسید کی۔ اور وہ فرش پر چت جا گرا۔

"میں تمہارے جسم کا ایک ایک جوڑ توڑ ڈالوں گا۔ ورنہ میرے حکم کی تعمیل کرو۔" ناصر غرایا۔ اور ڈی گارو اس کی طرف دیکھنے لگا۔ ناصر کی آنکھیں انگاروں کی طرح چمک رہی تھیں۔ اور اس کے چہرے پر انتہائی سفاکی برس رہی تھی ڈی گارو کے جسم میں ایک سرد لہر دوڑ گئی۔

"کیا خیال ہے؟" ناصر پھر بولا۔

"تم۔ تم زندہ نہیں بچ سکو گے۔" ڈی گارو کسی زخمی سانپ کی طرح بل کھا کر بولا۔ اس کی گردن میں سخت تکلیف تھی۔

ناصر آگے بڑھا۔ اور اس نے ڈی گارو کی ایک ٹانگ پکڑ لی۔ پھر اس نے اسے داہنی طرف موڑ کر ایک جھٹکا دیا۔ اور ڈی گارو کسی ذبح کئے ہوئے بکرے کی طرح چیخ پڑا۔ اس کی ٹانگ کی ہڈی نے گھٹنے کے پاس سے جوڑ چھوڑ دیا تھا۔ ٹانگ بالکل لٹک گئی تھی۔

"جواب دو ورنہ۔ تمہارے جسم کا ایک ایک جوڑ اسی طرح توڑ دوں گا۔" ناصر پھر گرجا۔ ڈی گارو کی قوت جواب دے رہی تھی۔ ناصر اسے بھیانک درندہ نظر آ رہا تھا۔ اس کا دل ناصر کی دہشت سے دہلنے لگا تھا۔

اور پھر وہ مشینی طور پر ناصر کے سوالات کا جواب دینے لگا۔ ذرا دیر میں ناصر اس کے ایک ایک راز سے واقف ہو گیا۔ اسے معلوم ہو گیا کہ لیبارٹری کہاں ہے۔ اور وہاں مقابلے کے کیا کیا انتظامات ہیں۔ عمران کے بارے میں بھی اسے معلوم ہو گیا۔ اور کیپٹن فیاض کے بارے میں بھی۔ اب وہ ان معلومات کی روشنی میں کام کرنا چاہتا تھا لیکن ابھی اسے ڈی گارو کی مدد کی ضرورت تھی۔

ڈی گارو اب اپنی مرضی سے کھڑا بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے اسے اٹھا کر سہری پر ڈال دیا۔ اور پھر وہ ٹیلی فون کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے پروفیسر ڈارک کے نمبر ڈائل کئے۔ دوسری طرف سے ڈارک نے رسیور اٹھایا۔

"کیا حال ہے انکل؟" اس نے پوچھا۔

"ڈنر زہر مار کر کے ابھی بیٹھا ہوں۔"

"آجاؤ۔!"

"ایں۔ کیا کہا۔" بوڑھا اچھل پڑا۔

"وہاں۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ سرخ بکس لے کر اس وقت پہنچ جاؤ۔" ناصر نے پروفیسر فاروق کی کوٹھی کا پتہ بتایا۔

"اچھا۔ اچھا۔ ابھی پہنچ رہا ہوں۔" بڑے میاں نے پھولی ہوئی سانس کیساتھ کہا۔ شاید انہیں بڑی خوشی ہوئی تھی۔ ناصر نے فون بند کر دیا۔ اور پھر غزالہ کو کال کرنے لگا۔

"یس؟"

"مس غزالہ۔"

"جی ہاں۔ میں ہی بول رہی ہوں۔"

"دیکھیے ابھی ایک صاحب یہاں آئینگے۔ انہیں میرے پاس لیبارٹری میں بھیج دیجئے۔"

"آپ۔۔ آپ!" غزالہ ہکلائی۔

"ہاں۔ ہاں ہمت کیجئے۔ سب ٹھیک ہے بس میری ہدایت کا خیال رکھئے۔ جبتک میں نہ کہوں کسی کو اس طرف نہ آنے دیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ بہت جلد آپ کے ڈیڈی کو آپ سے ملا دوں گا۔" ناصر نے کہا۔

"بہتر ہے۔" غزالہ نے کہا۔ اور ناصر نے فون بند کر دیا۔

"تم کیا کرنا چاہتے ہو۔" ڈی گارد نے کراہتے ہوئے پوچھا۔

"دیکھتے رہو دوست! سب کچھ تمہارے سامنے ہی ہوگا۔" ناصر مسکرایا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد بڑے میاں غزالہ کے ساتھ لیبارٹری میں پہنچ گئے۔ ناصر نے غزالہ کو باہر سے ہی واپس کر دیا۔

"بہتر بیٹا کی ہے ناصر میاں! کون ہے؟ کیا ہے؟ اور کیوں ہے؟" بڑے میاں بولے۔ ناصر نے اس کے ہاتھ سے وہ چٹا بھس لیا جس کا رنگ سرخ تھا۔ اور بڑے میاں کی کسی بات کا جواب دیئے بغیر اندر داخل ہو گیا۔ بڑے میاں اس کے پیچھے تھے۔ انہوں نے مفلوج ڈی گارد کو حیرت سے دیکھا۔ "یہ کون ہے؟" انہوں نے پوچھا۔

"پہچاننے کی کوشش کرو۔" ناصر نے کہا اور ڈی گارد کے قریب پہنچ گیا۔ سرخ بکس سے اس نے ایک سپرے بوتل نکالی اور ڈی گارد کے چہرے پر پھواریں مارنے لگا۔ میک اپ غائب ہوتا جا رہا تھا پھر ناصر نے اس کے چہرے کو ایک تولیے سے رگڑ دیا۔ اور اس کا اصلی چہرہ نکل آیا۔

"ویری گڈ!" ناصر نے کہا۔ اور پھر اس نے وہیں سے ایک بڑا آئینہ اٹھایا۔ اور اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ ریڈ بکس میں میک اپ کا سامان موجود تھا۔ ناصر اپنے چہرے پر میک اپ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ڈی گارد کی شکل میں بدل چکا تھا۔ ڈی گارد حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا لیکن ناصر نے اس پر بس نہیں کیا اس نے اس میک اپ کے اوپر پروفیسر کا میک اپ کیا۔ اور تیار ہو گیا۔ "اب میں تمہارا رول ادا کروں گا پیارے ڈی گارد! تاکہ پولیس کا ایک بھی سپاہی ضائع کئے بغیر تمہاری اس لیبارٹری کو بھی تباہ کر سکوں۔

"جو دل چاہے کرو۔ یہ میرا اصول ہے۔ جب میں کسی سے شکست تسلیم کر لیتا ہوں، تو پھر اس کا مطیع ہو جاتا ہوں۔ اب مجھے کسی چیز سے دلچسپی نہیں رہ گئی ہے۔" ڈی گارو لاپرواہی سے بولا۔

ناصر حیرت سے اسے دیکھنے لگا، پھر اس نے تمام سامان بند کر دیا، اور ڈی گارو کی طرف دیکھنے لگا۔ "تمہارے جسم میں تکلیف بہت ہو گی ڈی گارو۔"

"مگر میں تم سے رحم کی درخواست نہیں کروں گا۔" ڈی گارو بولا۔

"بہر حال میں تم پر رحم ضرور کروں گا۔ یا انجکشن تمہاری تمام تکلیف دور کر دیگا۔" ڈی گارو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ناصر نے سُرخ بکس سے ایک انجکشن نکال کر سرنج میں کھینچا، اور اسے ڈی گارو کے بازو میں انجکٹ کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈی گارو کی آنکھیں بند ہونے لگیں اور پھر اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔

"مر گیا؟" پروفیسر ڈارکسن نے پوچھا۔

"نہیں! ویسے اس کا پورا جسم مفلوج ہو گیا ہے۔ اب کسی صورت میں حرکت نہیں کر سکیگا۔" اور اب تم اسے لیبارٹری میں اسکی حفاظت کرو گے، اس وقت تک جبتک میں واپس نہ آجاؤں۔"

"یہ اس سے بھی بور کام ہے۔" بڑے میاں نے منہ بنایا۔

"لیکن یہ کام نہایت ہوشیاری سے کرنا ہے۔" ناصر سخت لہجے میں بولا۔ اور پھر تھوڑی دیر تک تیاریوں کے بعد وہاں سے باہر نکل گیا۔ اس نے پروفیسر ہی کی کار استعمال کی تھی۔

بے آواز سیلی کاپٹر فضا میں پرواز کر رہا تھا، اور ناصر کی نظریں برف پر کچھ تلاش کر رہی تھیں۔ رات کا وقت تھا، اس لئے وہ صحیح اندازہ نہیں کر پا رہا تھا کہ وہ ٹھیک راستے پر آیا ہے یا نہیں۔ ویسے اگر اس سے غلطی نہیں ہوئی تھی، تو وہ اس وقت اس لیبارٹری کے قریب ہی تھا۔ جہاں وہ ایکبار دن میں گیا تھا۔

ناصر فضا میں سیلی کاپٹر کو چکر دیتا رہا۔ سیلی کاپٹر کے بارے میں بھی اسے ڈی گارو سے ہی معلوم ہوا تھا۔ وہ نیچے دیکھتا رہا، اور پھر دفعتاً اسے ایک جگہ روشنی کا سگنل ملا۔ سگنل برابر ملتا رہا، اور اس نے سیلی کاپٹر نیچے جھکا لیا۔ پھر اس نے اسے نیچے اتار دیا۔ فوراً دو آدمی اس کے قریب پہنچ گئے۔

"معاف کیجئے گا جناب! دراصل ہمیں کوئی اطلاع نہیں تھی۔" وہ بولے "کوئی حرج نہیں ہے۔ میں بھی اتفاقیہ ہی ادھر آنکلا ہوں۔" ناصر نے حتی الامکان ڈی گارو کے لہجے کی نقل کی اور پھر وہ لیبارٹری میں داخل ہو گیا۔ ڈی گارو نے اسے سب کچھ ٹھیک ہی بتایا تھا۔ اس لئے اسے کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی۔ پھر رات کے اس وقت یوں بھی کوئی اس پر شک نہیں کر سکتا تھا، دن میں البتہ خطرہ ہو سکتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے عمران، فیاض، پروفیسر، اختر اور ڈی آئی جی کو طلب

کیا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ ان سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے۔ انہیں بلا کر وہ ان سے الٹے سیدھے سوالات کرنے لگا۔ اور پھر اس نے انہیں ایک کمرے میں بند کر دینے کا حکم دیا۔ انہیں بند کر دیا گیا۔ پھر اس نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لیبارٹری میں موجود تمام کارکنوں کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔ وہ انہیں کچھ ہدایات دینا چاہتا ہے۔"

حکم کی تعمیل ہوئی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ناصر کے قریب بیس آدمی موجود تھے۔ یہ وہ سب لوگ تھے جو ہیڈ کوارٹر پر حملے سے بچ گئے تھے۔ ان میں پانچ آدمی وہ بھی تھے جو ڈی گارو کے ساتھ بچ کر نکل آئے تھے۔

"دروازہ بند کر دو۔" ناصر نے دوسرا حکم دیا۔ اور کمرے کے تمام دروازے کھڑکیاں بند ہو گئیں۔ ناصر نے اطمینان سے ایک نقاب نکال کر اپنے چہرے پر چڑھائی جو گیس ماسک تھی۔ اور پھر اس نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا ٹیوب نکالا۔ وہ سب حیرت سے اس کی یہ حرکت دیکھ رہے تھے۔

"کھیل ختم ہو گیا دوستو! اب کچھ باقی نہیں رہا ہے۔" یہ کہہ کر اس نے ٹیوب زمین پر دے مارا۔ دھوئیں کا ایک زبردست مرغولا اس سے نکلا۔ اور کمرے میں پھیل گیا۔ چند منٹ کے بعد وہ سب الٹے سیدھے پڑے تھے۔ وہ سب بے ہوش ہو گئے تھے۔

ناصر انہیں چھوڑ کر اس کمرے میں آیا جہاں عمران وغیرہ قید تھے اور پھر وہ صرف عمران کو وہاں سے نکال لایا۔ عمران حیرت زدہ تھا۔ ناصر نے ایک دوسرے کمرے میں پہنچ کر اپنے چہرے سے ماسک اتارا اور عمران کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "ہاں

عمران صاحب ڈی گارو میرا شکار تھا۔ اور میں نے اس پر قابو پا ہی لیا۔ اور پھر اس نے عمران کو پوری کہانی سنائی۔ کس طرح اس لیبارٹری پر غیر ملکی کارندوں خلائی کے قبضہ کر لیا گیا عمران صاحب" ہیلی کاپٹر موجود ہے۔ اب ہم نکلیں گے۔ اور پولیس کو لے کر ادھر آئیں گے۔"

"یہ لوگ کتنی دیر بے ہوش رہیں گے؟" عمران نے پوچھا۔

"جتنی کمرے کے تمام دروازے کھلیں۔ ویسے ان کی زندگی کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔" ناصر نے جواب دیا۔

عمران اسے لیکر اس کمرے میں آیا۔ جس میں فیاض وغیرہ موجود تھے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہیلی کاپٹر پروفیسر فاروق کی کوٹھی میں اتر گیا۔ کوٹھی کے سب لوگ حیرت زدہ ہو کر باہر نکل آئے۔ غزالہ بھی ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ گئی۔ اور پروفیسر غزالہ کو دیکھ کر اس سے لپٹ گیا تب غزالہ اصلیت سمجھ سکی۔ اختر بھی غزالہ کے پاس کھڑا ہو گیا تھا۔

"آپ کا مجرم اندر موجود ہے کیپٹن۔" عمران فیاض سے بولا۔ چند منٹ کے بعد ڈی گارو کے ہتھکڑیاں لگا دی گئیں۔ ڈی ایس پی کو پوری تفصیل بتائی گئی اور وہ فوراً روانہ ہو گیا۔ اور پھر رات ہی میں پولیس کے کئی ٹرک پہاڑیوں کی طرف چل پڑے اور لیبارٹری پر قبضہ کر لیا گیا۔

دوسرے دن ملک بھر کے اخبارات دنیا کے خطرناک ترین مجرم کی گرفتاری کی خبریں سنا رہے تھے۔ لیکن ان میں ناصر یا عمران کا ذکر کہیں نہیں تھا۔ اخبارات نے کیپٹن فیاض اور ڈی ایس پی عادل پور کی تصاویر پہلے صفحہ پر چھاپی تھیں اور یہ کارنامہ انہیں سے منسوب ہوا تھا۔

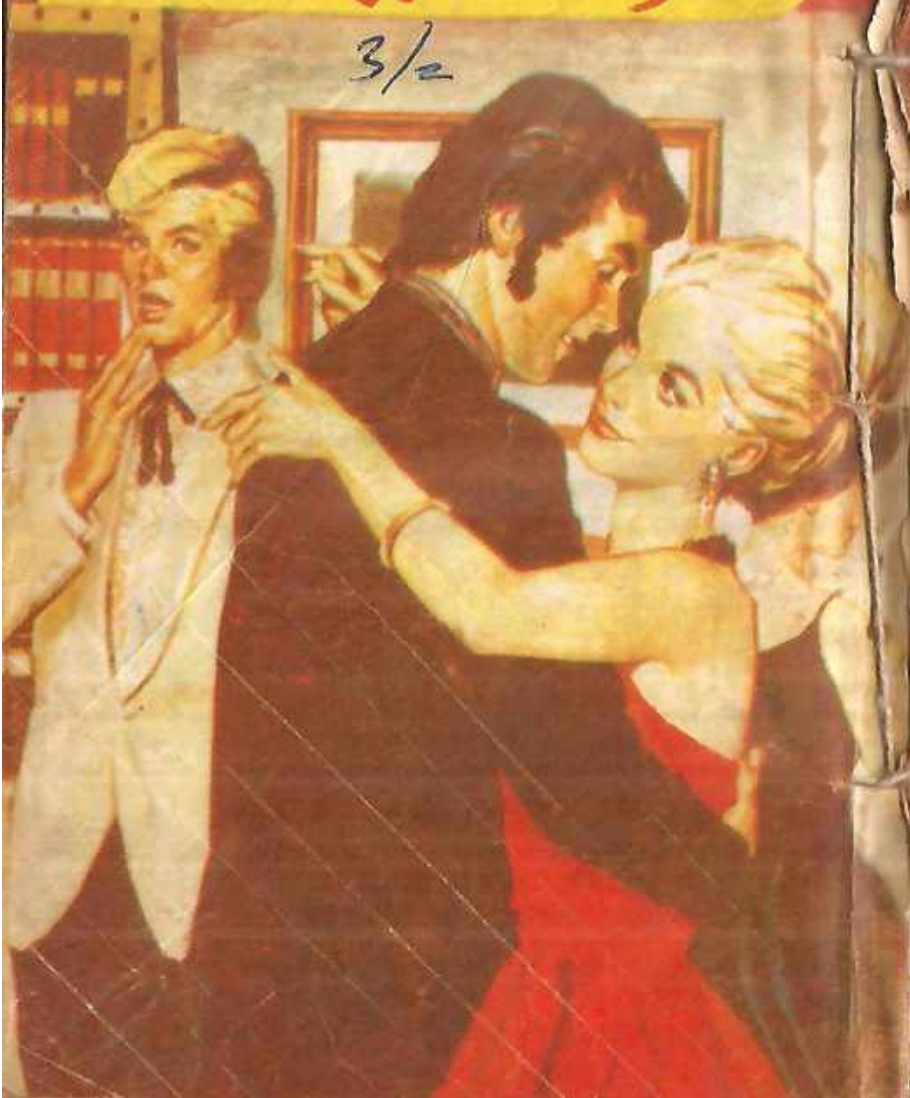
(ختم شد)

XM

عمران سیریز

موت کا پھندا

3/-



بلند پایہ جاسوسی لٹریچر پیش کرنے والا سلسلہ

عمران سیریز

موت کا پھندا

مصنف ـــــــــــ نغمہ صفی

خط و کتابت کا پتہ

ادبی اکیڈمی ۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

انتظار کی گھڑیاں ختم ہو رہی ہیں۔!

ایس قریشی کے تینوں نئے ناول

ناٹ ٹے کرل

ہنگاموں کا موجد | نیلا نشان

اگلے ماہ کے آخری ہفتے شائع ہو رہے ہیں ایجنٹ حضرات کو ناولوں کے سرورق روانہ کر دیئے گئے ہیں درج بالا ہر ناول کی قیمت فور روپے ہے۔ اس لیے کہ اپنے آرڈر جلد از جلد روانہ فرما دیں ورنہ مانگ پوری نہ ہونے کی ذمہ داری ادارے پر نہ ہوگی۔

خط و کتابت کا پتہ

ایوب اکیڈمی نمبر ۳ ریاست آباد کراچی ۱۹

گھنٹی کی ٹرن ٹرن کی بازگشت گہری نیند میں سماعت کے پردوں سے ٹکرائی تو عمران کو ایسا محسوس ہوا جیسے یہ ٹرن ٹرن خواب میں سن رہا ہو۔۔۔۔ بازگشت کو سمجھتا رہی۔

اور۔

رفتہ رفتہ اس کے حواسِ خمسہ بیدار ہوتے گئے۔ اور پھر اس نے پوری طرح آنکھیں کھول دیں۔

سچ مچ گھنٹی ہی بج رہی تھی عمران اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے ٹی پائی پر رکھی ٹائم پیس پر نظر ڈالی رات کے تین بج رہے تھے۔ اس نے سوچا اتنی رات میں کون ہو سکتا ہے۔۔۔۔؟

گھنٹی فون کی بھی نہیں دروازے کی ہی تھی۔

عمران نے اٹھ کر گاؤن پہنا اور چپلیں پیروں میں ڈالتا ہوا خواب گاہ کے دروازہ کی طرف بڑھا۔ دروازہ کھول کر جب وہ باہر نکلا تو گھنٹی کی آواز رک چکی تھی۔

باہری دروازہ کے قریب پہنچ کر وہ رک گیا۔ اور اس نے قدرے بلند آواز میں پکارا۔

"کون۔؟"

لیکن جواب ندارد۔

وہ چند لمحے تک یونہی کھڑا رہا۔ اب اس کے آنکھوں میں تشویش کے آثار نظر آرہے تھے۔ پھر کچھ سوچ کر اس نے اندر کی بتی بجھائی اور دروازہ کے نچلے سوراخ سے آنکھ لگادی۔

سوراخ بالکل ڈھکا ہوا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ جو کوئی بھی ہے۔ وہ دروازہ سے لگا ہوا کھڑا ہے اور اس کا جواب نہ دینا یقیناً ایک خطرہ کی گھنٹی کی حیثیت رکھتا تھا۔

اس نے کچھ سوچا۔

اور پھر وہ تیزی سے دبے پاؤں اپنے کمرہ میں گیا۔

اندر سے لوٹا تو اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ چیمبر چیک کرنے کے بعد اس نے ریوالور سنبھالا اور دروازہ کے قریب پہنچ کر بہت آہستگی سے بالکل بے آواز اس نے چٹخنی گرائی اور دروازہ کی آڑ میں ہوتے ہوئے اس نے جھٹکے سے دروازہ کھول دیا۔

دونوں کواڑ ادھر ادھر ٹکرائے اور ساتھ ہی ایک اجنبی چاروں خانے چت زمین پر گرا۔

اس نے پھرتی سے ریوالور کا رخ اس کی طرف کر دیا۔ مگر دوسرے ہی لمحہ اس کے ذہن کو شدید جھٹکا لگا۔

گرنے والا زندہ نہیں تھا۔

وہ ایک لاش تھی۔

عمران نے چند ثانیہ کی دیر کئے بغیر دروازہ سے باہر چھلانگ لگادی۔ اور زینوں تک دوڑتا چلا گیا۔

لیکن۔

زینوں پر پہنچ کر اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ جس نے بھی لاش اس کے دروازہ سے ٹکائی ہوگی وہ کیا اب تک موجود ہوگا۔؟

لاش کو اس طرح چھوڑ کر چلے آنا بھی ایک غلطی ہی تھی۔

عمران پھر دوڑتا ہوا اپنے فلیٹ تک پہنچا لاش دروازہ کے سامنے بدستور اندر کی سمت چت پڑی ہوئی تھی۔

اور۔

عمران سوچ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔؟

کچھ سوچ کر اس نے جلدی سے بتی روشن کی اور پلٹ کر لاش کی طرف آیا۔

اب لاش کے چہرے پر مکمل روشنی تھی اور روشنی میں لاش کا چہرہ دیکھتے ہی

اس کے ذہن کو دوسرا شدید قسم کا جھٹکا لگا۔

اور۔

اس کے ہونٹوں سے بڑبڑاہٹ نکلی۔

"مسٹر افضل۔۔۔۔۔"

پھر وہ پھرتی سے لاش کے قریب بیٹھ کر ان کا دل ٹٹولنے لگا۔ دل بالکل ساکت تھا۔

اس نے نبضیں دیکھیں۔ نبضیں بھی ڈوبی ہوئی تھیں۔ اس کے چہرہ پر گہری فکرمندی اور تشویش کے آثار نمایاں نظر آ رہے تھے۔ کافی دیر تک وہ یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ اس کا اگلا قدم کیا ہونا چاہیئے۔؟

رفتہ رفتہ اس نے اپنے حواس بحال کئے۔

اور۔

اٹھ کر سب سے پہلے اس نے دروازہ بند کیا۔ اندر سے چٹخنی چڑھانے کے بعد وہ ٹیلیفون کے نزدیک پہنچا۔

ریوالور میز پر رکھ کر اس نے آستین سے پیشانی کا پسینہ پونچھا اور ریسیور اٹھا کر ڈائل پر انگلی گھمائی۔

اور ریسیور کان سے لگا لیا۔

چند لمحے بعد دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ہیلو۔۔۔۔ کون ہے۔۔۔۔؟"

"کون۔۔۔۔ شاہد۔"

"جی۔۔۔ میں ہی ہوں۔ آپ کون ہیں۔؟"

"میں ہوں عمران۔!"

"اوہو۔ عمران صاحب۔ فرمایئے۔؟"

"ڈیڈی تو سو رہے ہوں گے۔؟"

"جی ہاں۔۔۔۔ دو بجے اپنے بیڈ روم میں گئے ہیں۔"

"ذرا جلدی سے انہیں جگا دو۔!"

"جی اس وقت۔؟"

"دیر نہ کرو۔۔۔۔۔۔۔ کہہ دینا عمران کا فون ہے۔ بہت ضروری کام ہے۔!"

"بہت بہتر جناب!"

عمران ریسیور کان سے لگائے کھڑا رہا۔

تقریباً نصف منٹ بعد دوسری طرف سے ایک نیند میں ڈوبی ہوئی اور حیران حیران آواز سنائی دی۔

"یس! عمران کیا بات ہے۔؟"

"بات بہت خطرناک ہے ڈیڈی۔ پہلے یہ بتایئے مسٹر افضل آپ کے پاس کتنے بجے تک رہے تھے۔؟"

"دو بجے تک۔۔۔ کیوں۔۔۔؟ خیریت۔۔۔۔؟"

"کیا آپ اس وقت میرے فلیٹ آنے کی زحمت کریں گے۔؟"

"کیوں۔۔۔؟ معاملہ کیا ہے۔؟"

"بڑا سنگین معاملہ ہے ڈیڈی۔"

"کچھ بتاؤ تو سہی۔؟"

"میرے فلیٹ میں مسز افضل کی لاش پڑی ہے!"

"کیا۔؟"

دوسری طرف سے چونکی ہوئی آواز آئی۔

"میں سخت الجھن میں ہوں مسٹر افضل کا معاملہ کیونکہ آپ کے علم میں تھا اس لئے میں نے سوچا کہ سب سے پہلے آپ ہی کو اطلاع کر دوں۔ میری پوزیشن بڑی نازک ہو گئی ہے۔"

"مگر لاش.....

"لاش کا کیا مطلب ہوا۔؟"

"وہ آپ کے یہاں سے ٹھیک دو بجے آئے تھے نا۔؟"

"ہاں بھئی... دو کے گھنٹے مسن کر ہی اٹھے تھے!"

"تنہا ہی تھے۔؟"

"یہاں تنہا ہی تھے!"

"اٹھتے وقت انہوں نے کیا کہا تھا۔؟"

"یہی کہا تھا کہ ابھی وہ سیدھے اپنے ہوٹل جا رہے ہیں اور کل صبح آفس میں ملیں گے!"

"اور کچھ بھی کہا تھا۔؟"

"ہاں..... دھمکی دی تھی کہ وہ اس معاملہ کو یہیں نہیں ختم کر دیں گے

آگے بھی لے جائیں گے۔"

"ڈیڈی بڑی نازک پوزیشن ہو گئی ہے میری۔!"

"کیا وہ سیدھے آپ کے یہاں پہنچے تھے۔؟"

"نہیں۔ ٹھیک تین بجے ان کی لاش پہنچی تھی!"

"لاش پہنچی تھی.....

"میں سمجھا نہیں۔؟"

"میں نے اطلاعی گھنٹی سنی تھی..... دروازہ پر پہنچ کر پکارا تو جواب نہیں ملا میں نے ریوالور نکالا اور دروازہ کی آڑ میں ہو کر کواڑ کھول دیئے۔

اور۔

ان کی لاش چاروں خانے چت گری۔

"اوہ!"

"میں نے زینوں تک دیکھا۔

مگر۔

کوئی دوسرا نظر نہیں آیا۔

"موت کس طرح ہوئی ہے یہ دیکھا۔؟"

"جی نہیں۔ میں تو فوراً آپ کو فون کر رہا ہوں!"

"عمران مجھ سے جھوٹ تو نہیں بول رہے ہو۔"

"مجھے اس سوال کی ہی توقع تھی ڈیڈی۔ اگر میری نیت میں فتور ہوتا تو میں آپ کو ٹیلی فون ہی نہ کرتا۔"

"اچھا تم ٹھہرو میں آرہا ہوں!"

"شکریہ!"

عمران نے ریسیور رکھ دیا۔

چند لمحے تک وہ کھڑا ہوا کچھ سوچتا رہا۔

پھر۔

وہ تیزی سے ایک بار پھر لاش کے قریب پہنچا۔ اس نے سب سے پہلے لاش کا جائزہ لیا

بظاہر کوئی زخم نہ نظر آرہا تھا۔

اس نے جھک کر غور سے گردن دیکھی۔ گردن پر ہلکی ہلکی نیلاہٹ موجود تھی۔

اس کا مطلب یہی تھا کہ مقتول کو گلا گھونٹ کر ہی مارا گیا ہے اور مارنے کے لئے کوئی پتلی ڈوری استعمال کی گئی ہے۔

پھر اس نے پھرتی سے لاش کی جیبوں کی تلاشی لی۔ مختلف کاغذات برآمد ہوئے۔

پرس سے ایک خط بھی نکلا جو خود افضل کی تحریر میں ہی تھا۔

لکھا تھا۔

"میں افضل ایک خط لکھ کر اپنی جیب میں رکھ رہا ہوں۔ کیونکہ مجھے اپنی زندگی کا بھروسہ بالکل نہیں رہا۔ جب قانون کے محافظ ہی شریف شہریوں کے جانی دشمن ہو جائیں تو آدمی کسی وقت

بھی موت کے گھاٹ اتارا جا سکتا ہے

اور میرا دشمن مرکزی محکمہ سراغرسانی کے ڈائریکٹر جنرل کا بیٹا علی عمران ہو گیا ہے۔ اس نے دھمکی دی ہے کہ وہ کسی وقت بھی میرا خاتمہ کر سکتا ہے۔

اگر کسی وقت کسی بھی مقام پر میری لاش پائی جائے تو میرا قاتل علی عمران کو ہی سمجھا جائے یہ تحریر میں احتیاطاً لکھ کر جیب میں رکھ رہا ہوں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ عمران ایک چالاک ترین انسان ہے یہ بھی ممکن ہے کہ میرے قتل کے بعد وہ یہ تحریر میری جیب سے نکال لے۔

لہٰذا اسی قسم کی ایک تحریر میں نے اپنی بیوی کو بھی رجسٹری سے آج ہی بھیج دی ہے۔

فقط افضل

عمران کے ماتھے پر پسینے کے قطرات چمکنے لگے۔ اس نے کلائی گھڑی دیکھی۔ سوا [illegible] بج رہے تھے۔

اور مرنے والے کی یہ تحریر سو فیصدی اس کے گلے کے لئے پھانسی کا پھندہ

بالفرض وہ اگر اس تحریر کو چھپا بھی لیتا تو بھی اس نے جو تحریر اپنی بیوی کو بھیجی تھی وہی اس کے لئے کافی تھا۔

اور وہ بھی ایسی حالت میں جبکہ مرنے والے کی لاش خود اس کے گھر [illegible]

میں موجود تھی۔

پھر عمران نے فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگائی۔

اس نے پھرتی سے ڈریس روم کا رخ کیا اور ٹھیک دو منٹ بعد جب وہ ڈریس روم سے برآمد ہوا تو اس کے جسم پر سوٹ، اوور کوٹ اور فلیٹ ہیٹ تھے۔

اُس نے کچھ سوچا۔

اور مرنے والے کی تھوڑی پھر اسی کے بٹوہ میں رکھ کر بٹوہ اسی کی جیب میں رکھ دیا اور ایسا کرنے سے پہلے وہ کاغذات اور بٹوہ پر سے اپنی انگلیوں کے نشانات کو صاف کر لینا نہیں بھولا تھا۔

پھر اس نے پھرتی سے دروازہ کا رخ کیا۔ بہت آہستگی سے چٹخنی گرائی اور اندر کی بتی بجھا کر اس نے آہستگی سے دروازہ سے باہر جھانکا۔

اچانک اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے چہرے پر قیامت ٹوٹ پڑی ہو۔

اندھیرے سے ایک بھرپور ہاتھ نکل کر اس کے پورے چہرے پر پڑا تھا ناک پر لگنے والی چوٹ سردیوں میں ویسے ہی حواس کو مفلوج کر دیتی ہے۔

عمران ہڑبڑا کر پیچھے ہٹا۔

اور۔

ساتھ ہی اس نے باہر سے دروازہ بند ہونے کی آہٹ سنی۔

جب تک وہ اپنے حواس کو یکجا کرتا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ اس نے جھپٹ کر دروازہ کھولنا چاہا۔

لیکن۔

بے سود۔

اس کا مطلب تھا کہ اس کے لئے باقاعدہ طور پر جال بچھایا گیا ہے۔

عمران بڑی پھرتی سے اس طرف پلٹا جہاں وہ ریوالور بھول گیا تھا۔ ریوالور اٹھا کر وہ باتھ روم میں گھس گیا۔ اس کی ناک ہیوٹ کی طرح دکھ رہی تھی۔ اور دماغ میں ایسی ہی جھلاہٹ موجود تھی کہ اگر اس وقت حملہ آور سامنے پڑ جاتا تو وہ اسے ادھ مرا ضرور کر دیتا۔

اس نے ہیٹ سے سر پوچھا کہ باتھ روم کا عقبی دریچہ کھولا اور غور سے نیچے دیکھا۔

فی الحال نیچے میدان صاف پڑا تھا۔

عمران نے اپنے حواس یکجا کئے اور سکون سے دریچہ کی چوکھٹ پر چڑھ کر وہ کارنس پر اتر گیا۔

پھر دیوار سے چپکا چپکا وہ میٹری پائپ تک پہنچا۔

اور۔

پائپ پکڑ کر اس نے نیچے کا سفر شروع کر دیا۔

زمین سے پیر ٹکتے ہی اس نے تیز قسم کی روشنی دیکھی اور وہ پھرتی سے دیوار سے چپک گیا۔

روشنی کسی کار کی تھی جو اس کی طرف آ رہی تھی۔

ظاہر ہے کہ عمارت کے عقبی حصے کی طرف بھاگا گاڑی کو نہ لا سکتا تھا۔ یہ وہی لوگ ہو سکتے تھے جو اس کے گرد جال بن رہے تھے۔

عمران نے پھر قمیص سے ریوالور نکالا۔

مگر۔

اتنی دیر میں کار اس کے اوپر چڑھتی چلی آئی تھی۔

اس نے آڑھی چھلانگ لگائی اور ایک سمت زمین پر گرا۔ کار تیزی سے آگے نکلی چلی گئی۔

اس نے لیٹے ہی لیٹے خاموش ریوالور سے کار پر فائر کیا۔ غالباً پچھلا شیشہ ٹوٹا تھا۔

کار نے بریک چرمرائے، کار رکی اور پھر ریورس گیئر میں تیزی سے اس کے اوپر چڑھتی چلی آئی۔ عمران نے پلٹا کھا کر خود کو بچایا اور کار کے پچھلے پہیے نالی میں اتر گئے۔

عمران سنبھل کر اٹھا اور اس نے چھلانگ لگا کر نالی پار کر لی۔ کار کا انجن بری طرح چیخ رہا تھا۔

غالباً پچھلے پہیے گہری نالی میں اٹک رہ گئے تھے۔ اور اسی سے عمران نے اندازہ لگایا کہ کار میں صرف ایک ہی آدمی ہے۔

اگر دو چار ہوتے تو وہ اس کو پکڑنے کی کوشش کرتے یا کم از کم فائرنگ ضرور کرتے۔

عمران چھلانگیں لگاتا ہوا تاریکی میں دوڑتا چلا گیا۔ یہ حصہ سنسان تھا۔

اور۔

دوسری سڑک تک پہنچنے کے لئے جو میدان پار کرنا پڑتا ہے اس میں جگہ جگہ درخت بھی موجود تھے۔

عمران نے دوڑتے دوڑتے ایک درخت کی آڑ لی۔

اور پھر.....

کچھ لمحے تک سانس درست کرنے کے لئے رکا پھر وہ کچھ سوچ کر درخت پر چڑھ گیا۔

اب بھی ریوالور اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ اس سمت دیکھ رہا تھا جدھر وہ کار کو اٹکا ہوا چھوڑ کر آیا تھا۔

اب کار کا انجن خاموش تھا۔ وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کار والا اس کی تلاش میں ادھر بھی آتا ہے یا نہیں۔

چند لمحے بعد اس کی توقع پوری ہو گئی۔

عمران نے اس آدمی کو دیکھا جو بجلی کے بل اپنی دانست میں بے آواز دوڑتا ہوا اسی سمت آ رہا تھا۔

اس کے جسم پر سر سے پیر تک سیاہ لباس تھا۔

عمران کے ہونٹوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ پھیل گئی اب اس نے اپنی جیب سے بہت آہستگی سے ٹیزروشنی والی ٹارچ بھی نکال لی تھی۔

وہ آدمی درخت کے قریب پہنچ کر رکا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

پھر اس نے آگے کا رخ کیا۔ اور اسی وقت عمران نے درخت پر سے چھلانگ
لگا دی۔

اجنبی آہٹ پاتے ہی ٹھٹکا۔

اور۔

اسی لمحہ عمران کی ٹارچ کی روشنی اجنبی کی پشت پر پڑی اور اس سے قبل کہ وہ
پلٹنے کا ارادہ کرتا۔

عمران کی تیز سرگوشی گونجی۔

"خبردار مڑے تو گولی مار دوں گا۔"

اجنبی جہاں کا تہاں رکا رہ گیا۔

عمران نے پھر سرگوشی کی۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ!"

"اجنبی نے بے چون و چرا ہاتھ اٹھا دیئے۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور
چمک رہا تھا۔"

عمران نے تیز لہجہ میں کہا۔

"ریوالور پھینک دو!"

"اجنبی کا ہاتھ آہستہ سے نیچے کی طرف آیا اور پھر وہ بجلی کی سی سرعت سے
کی طرف اٹھا۔

لیکن اس سے قبل کہ اس کا ریوالور شعلہ اگلتا عمران کا ریوالور چل چکا
گولی اس کی پیشانی پر پڑی تھی اور وہ ایک چیخ کے ساتھ زمین پر گرتا چلا گیا

عمران سناٹے میں کھڑا رہ گیا۔

اس کا ارادہ ہرگز اس اجنبی کو ختم کر دینے کا نہیں تھا۔

لیکن۔

اس وقت کے پے در پے پیش آنے والے واقعات نے اس کا ذہن کچھ عجیب
سا کر دیا تھا۔

وہ نشانہ ہاتھ کا لینا چاہتا تھا لیکن جلدی میں پیشانی کا نشانہ لے گیا۔

بہرحال اب تو جو ہونا تھا ہو ہی چکا تھا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس چیخ کی
آواز فضا میں دور تک گئی ہوگی۔

لہٰذا اب جلد سے جلد یہاں سے کھسک لینا چاہیئے۔ اس نے ٹارچ کی روشنی
ایک بار اجنبی کے چہرے پر ڈالی لیکن خون میں تر چہرے کا وہ کچھ اور پر جائزہ نہ
لے سکا

اور پھر اسے عمارتوں کی طرف سے شور سن کر پلٹ کر بھاگ لینا پڑا۔

اس کا رخ دوسری سمت کی سڑک کی طرف تھا۔

رحمٰن صاحب کی گاڑی اس بلڈنگ کے قریب پہنچی جس میں عمران کا فلیٹ تھا۔

اور ساتھ ہی ان کے کانوں سے شور کی آواز بھی ٹکرائی۔ اور انہوں نے سیٹ پر بیٹھے ہوئے ڈرائیور سے کہا۔

"گاڑی روکو ڈرائیور۔"

ڈرائیور نے بلڈنگ کے مین گیٹ سے دور ہی گاڑی روک دی۔

رحمٰن صاحب نے کھڑکی سے باہر جھانک کر کہا۔

"ذرا دیکھو تو یہ کیسا شور ہے معلوم کرو۔"

ڈرائیور اتر کر ایک سمت چلا گیا۔

اور وہ اردگرد کا جائزہ لیتے رہے۔

اردگرد کی ساری عمارتوں میں شور سمن بھنا رہا تھا۔ اور عمارتوں سے لوگ نکل نکل کر عقبی حصے کی طرف جا رہے تھے۔ ہر عمارت کی کھڑکی سے روشنی جھانک رہی تھی۔

کچھ دیر بعد ڈرائیور واپس آ کر بولا۔

"صاحب پیچھے ایک خون ہو گیا ہے۔؟"

"خون ہو گیا ہے۔؟"

رحمان صاحب چونک پڑے۔

"جی ہاں۔ لاش ادھر میدان میں ایک درخت کے قریب پڑی ہے۔"

"تم دیکھ کر آئے ہو لاش۔؟"

"نہیں صاحب، میں نے لوگوں سے پوچھا تھا۔ اس طرف اچھی خاصی بھیڑ جمع ہے۔"

"اوہ!"

رحمان صاحب نے آہستہ سے کہا۔

ان کی آنکھوں میں تشویش کے نقوش ابھرے۔ پھر وہ دروازہ کھول کر اترتے ہوئے ڈرائیور سے بولے۔

"گاڑی آگے بڑھاؤ، میں آتا ہوں۔"

"بہت اچھا صاحب!"

پھر وہ عمارت کے عقبی حصے کی طرف چلے گئے۔ وہاں پر لوگوں کا اژدھام تھا۔

وہ آپس میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔

رحمٰن صاحب نے ایک سنجیدہ صورت اور معمر آدمی کو مخاطب کر لیا۔

"ذرا سنئے جناب۔؟"

اجنبی ان کی طرف مڑا۔

اور۔

انہیں اوپر سے نیچے تک دیکھ کر متین لہجے میں بولا۔

"فرمایئے جناب۔؟"

"کیا قصہ ہے۔"

"یہ ہنگامہ کیسا ہے۔؟"

"ایک لاش ادھر پائی گئی ہے۔"

"کس کی لاش۔؟"

"یہ تو معلوم نہیں جناب..... ہمارے لئے تو وہ اجنبی ہی ہے مگر لباس اور صورت سے اچھی سوسائٹی کا فرد معلوم ہوتا ہے۔"

"لاش کس نے دیکھی تھی۔؟"

"چیخ سنی تھی ہم لوگوں نے..... کچھ لوگوں نے عقبی کھڑکیوں سے میدان کی طرف دیکھا تو وہاں کچھ روشنی سی نظر آئی۔ لوگ اس سمت دوڑ پڑے تو وہاں لاش موجود تھی۔"

"روشنی کیسی تھی۔؟"

"غالباً ٹارچ کی روشنی تھی۔

اور ٹارچ قاتل کی ہی تھی۔ کیونکہ لاش کے پاس ٹارچ وغیرہ قسم کی کوئی چیز نہیں ملی ہے۔

"اوہ....."

کیا گولی کا شکار ہے۔؟"

ماتھے پر زخم ہے اور وہ گولی کا ہی معلوم ہوتا ہے۔

مگر۔

تعجب ہے۔

کیونکہ ہم میں سے کسی نے بھی فائر کی آواز نہیں سنی..... اور ہاں... وہ سامنے ایک کار بھی موجود ہے۔ جو یا تو قاتل کی ہو سکتی ہے یا مقتول کی۔"

اجنبی نے جس سمت اشارہ کیا تھا ادھر بھی بھیڑ موجود تھی وہ جلدی سے اس طرف بڑھ گئے وہاں ایک کار موجود تھی جس کے پچھلے پہیے ایک نالی میں اٹکے ہوئے تھے

انہوں نے کار کو غور سے دیکھا۔

لیٹسٹ کا نیا ماڈل تھا۔

پھر وہ اس طرف گئے جہاں لاش پڑی تھی۔ انہیں توقع تھی کہ عمران بھی یہیں کہیں موجود ہوگا۔

کیونکہ جہاں اتنا بڑا حادثہ ہو گیا ہو کہ اطراف کی عمارتوں کے سارے آدمی نکل آئے ہوں وہاں عمران کی موجودگی ضروری تھی۔ ان کی متلاشی نظریں ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں۔

لاش کے قریب پہنچ کر وہ رک گئے۔

اس جگہ خاصی بھیڑ تھی۔

اور۔

کئی ٹارچوں کی روشنیاں وہاں اجالا کر رہی تھیں۔

لاش پر نظر پڑتے ہی ان کے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا اور چند لمحے کے لئے وہ سناٹے میں کھڑے رہ گئے۔

روشنیاں خاصی تیز تھیں اور وہ مقتول کو آسانی سے پہچان گئے تھے۔ مقتول افضل کا ساتھی تھا۔

رحمٰن صاحب کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔

اچانک بھیڑ کو ہٹاتے ہوئے کچھ پولیس والے داخل ہوئے جن میں سب سے آگے علاقے کے تھانہ کا انچارج تھا۔

وہ کہتا جا رہا تھا۔

"ذرا ہٹ جایئے۔ براہ کرم لاش کے پاس سے ہٹ جایئے۔"

لوگ ادھر ادھر ہٹ گئے۔

مگر۔

رحمٰن صاحب وہیں کھڑے رہے۔ سب انسپکٹر نے ان کے قریب پہنچ کر کہا۔

"مسٹر۔ آپ لاش کے پاس سے ہٹ جایئے۔"

وہ سب انسپکٹر کی طرف مڑے اور ان کے چہرہ پر نظریں پڑتے ہی سب انسپکٹر بری طرح گڑبڑا کر نہ صرف اٹین شن ہو گیا بلکہ اس نے سیلوٹ بھی مار دیا۔

لوگ حیرت سے دیکھنے لگے تھے۔ سب انسپکٹر گڑبڑائے ہوئے لہجہ میں بولا۔

"م۔م..... معاف کیجئے سر۔ م..... میں نے پہچانا نہیں تھا۔"

"کوئی بات نہیں!"

"لل..... لیکن..... آپ یہاں۔؟"

"لاش کو قبضہ میں لے لیجئے۔"

رحمٰن صاحب نے آہستہ سے کہا۔

"او۔کے سر۔"

سب انسپکٹر عجلت سے بولا۔

"مگر۔ کیا آپ۔؟"

"میں مقتول کو جانتا ہوں..... لاش کے گرد پہرہ لگا کر آپ سامنے والی عمارت کے چوتھے مالے پر گیارہویں فلیٹ میں آجایئے۔"

"بہت بہتر سر۔"

رحمٰن صاحب وہاں سے ہٹ گئے۔

لوگ ان کو غور سے دیکھتے ہوئے ادھر ادھر ہٹ گئے۔ وہ ان کے درمیان سے نکلتے ہوئے کار کے قریب پہنچے.....

اب ان کے ہاتھ میں بھی ٹارچ تھی۔

کار کے قریب پہنچ کر انہوں نے ٹارچ کی روشنی میں اس کے پہیوں کا جائزہ لیا۔

پچھلے پہیے ایسے زاویوں سے رکے ہوئے تھے کہ جیسے کار کے انجن کو لیس دے دے کر نالی سے نکالنے کی کوشش کی گئی ہو۔

مگر۔

اس میں ناکامی ہوئی ہو۔

رحمٰن صاحب نے کار کے اگلے پہیوں کے نشانات دیکھے جو عمارت کے عقب تک گئے تھے۔

ظاہر ہے کار وہاں سے ریورس ہوئی تھی۔ اور ریورس ہوتے ہوئے ہی اس کے پچھلے پہیے نالی میں گئے تھے۔

یہ حصہ کچھ کچا تھا۔

اس لئے وہاں پر موجود نشانات لوگوں کے پاؤں کے نشانات سے کبھی مٹے نہیں تھے۔

وہ دوسرے نشانات پر روشنی ڈالتے ہوئے دور تک گئے اور اندازہ لگایا کہ کار اگلے حصہ سے یہاں تک لائی گئی تھی۔

وہ عمارت کے اگلے حصہ کی طرف چلے گئے اتنے میں سب انسپکٹر تیز تیز چلتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا۔

اور بولا۔

"سر۔ کیا وہ کار مقتول کی ہی ہے۔؟"

"ہاں۔ اسی کی ہے!"

"آپ اسے جانتے ہیں سر۔؟"

"بہت اچھی طرح!"

"تو آپ کو یہ بھی اندازہ ہوگا کہ اس کا قتل کس نے اور کیوں کیا۔؟"

"اتنی جلدی مت کیجئے!"

سب انسپکٹر چپ ہوگیا۔

دونوں ساتھ ساتھ عمارت کے صدر دروازہ تک آئے اور ڈرائیور جلدی سے سنبھل کر کھڑا ہوگیا.....

لیکن۔

وہ اس کی طرف دیکھے بغیر ہی عمارت میں داخل ہوگئے۔

لفٹ بند تھی۔

اس لئے انہیں زینے استعمال کرنے پڑے راستہ میں سب انسپکٹر نے ان سے کہا۔

"اس عمارت میں تو شاید عمران صاحب رہتے ہیں۔"

"ہوں!"

"کیا یہ کیس انہیں سے متعلق ہے۔؟"

"ہوسکتا ہے۔!"

سب انسپکٹر چپ ہوگیا۔

رحمٰن صاحب کے مختصر جوابات کا مطلب یہی تھا کہ وہ خود شاید اس کیس کے سلسلہ میں کوئی واضح رائے نہیں رکھتے ہیں۔

دونوں چوتھے مالے پر پہنچے۔ اور رحمٰن صاحب عمران کے فلیٹ کے سامنے

پہنچ کر رک گئے۔

برآمدہ کی روشنی میں انہوں نے فلیٹ کے دروازہ کا جائزہ لیا۔ دروازہ باہر سے بند تھا۔

وہ چٹخنی کا جائزہ لینے لگے.....

اور۔

سب انسپکٹر بولا۔

"دروازہ باہر سے بند ہے۔ شاید عمران صاحب بھی نیچے ہی گئے ہوں گے۔"

وہ کچھ نہ بولے۔

انھوں نے جیب سے رومال نکالا اور ہاتھ پر لپیٹ کر آہستگی سے چٹخنی کھولی۔

سب انسپکٹر ان کی حرکات کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

دروازہ کھلا۔

اور۔

سب انسپکٹر ہڑبڑا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔

اس کی تحیر زدہ نگاہیں دروازہ کے بالکل سامنے پڑی ہوئی لاش پر تھیں اور رحمٰن صاحب چپ چاپ متفکر نظروں سے اس لاش کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ان کے سکون سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اس لاش سے پہلے ہی سے

واقف ہیں۔

اور۔

اسی لئے سب انسپکٹر کو اور زیادہ حیرت تھی۔ پھر وہ ایک قدم آگے بڑھا۔

اور حیرت زدہ لہجہ میں بولا۔

"سس.... سر..... یہ لاش.....!"

"اوں.... ہاں.... دروازہ اندر سے بند کر لیجئے!"

سب انسپکٹر نے پلٹ کر دروازہ احتیاط سے اندر سے بند کر لیا۔

اور۔

ان کی طرف دیکھ کر بولا۔

"سر۔ یہ عمران صاحب کے فلیٹ میں لاش....؟"

"ہاں!"

"اور عمران صاحب موجود نہیں ہیں!"

"وہ اب یہاں نظر بھی نہیں آئیں گے!"

"جی...!"

سب انسپکٹر نے حیرت سے کہا۔

رحمٰن صاحب جواب دیئے بغیر لاش کے قریب بیٹھ گئے۔ وہ بغور لاش کا جائزہ لیتے رہے۔

سب انسپکٹر بدستور حیران کھڑا رہا۔

کچھ دیر بعد سب انسپکٹر نے پوچھا۔

"سر..... آپ کو شاید پہلے ہی سے لاش کے متعلق معلوم تھا۔؟"

"ہوں!"

"اور شاید یہ لاش بھی باہر پائی جانے والی لاش کے سلسلے کی ہی ایک کڑی ہے۔؟"

"ہاں!"

سب انسپکٹر ڈی۔ آئی۔ جی کے مختصر جوابوں سے انتہائی مضطرب ہونے لگا تھا۔

انہوں نے لاش کی جیبیں ٹٹولیں۔ ان میں سے کچھ کاغذات اور پرس وغیرہ نکالے۔

اور۔

انہی میں سے ایک خط بھی برآمد ہوا۔

وہ اس خط کو پڑھتے رہے پھر انہوں نے ایک طویل سانس لے کر خط کو جیب میں رکھ لیا۔

ان کے چہرے پر کسی قدر اضمحلال پھیل گیا۔ آنکھوں سے فکرمندی کے ساتھ ہی ایک غمناک سی کیفیت بھی جھانک رہی تھی۔

سب انسپکٹر نے قدرے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"کیسا خط تھا۔؟"

"گھبرایئے نہیں۔ سب معلوم ہو جائے گا آپ کو!"

پھر وہ اٹھے۔

اور۔

ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

پہلے وہ عمران کے بیڈروم میں گئے۔ بیڈروم میں لگے بستر سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس پر دیر تک سوتا رہا ہے۔ سب انسپکٹر ان کے پیچھے ہی پیچھے اندر تک گیا تھا۔

بیڈروم کا جائزہ لینے کے بعد وہ وہاں سے باہر نکلے اب ان کا رخ دوسرے کمروں کی جانب تھا۔

سب سے پہلے وہ باتھ روم میں ہی داخل ہوئے۔

باتھ روم کا عقبی دریچہ کھلا ہوا تھا۔ وہ دریچے کے قریب پہنچکر باہر جھانکنے لگے۔

نیچے بھنبھرا ابھی تک موجود تھی۔

انہوں نے بالکل نیچے دیکھا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں تک کار کے پہیوں کے نشانات موجود تھے۔

وہ دریچہ کا جائزہ لیتے رہے۔

پھر۔

وہاں سے ہٹ کر ڈریسنگ روم میں داخل ہو گئے۔

ڈریس روم میں عمران کا سلیپنگ گاؤن سلیپنگ سوٹ اور چپلیں ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے۔

ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس نے بہت جلدی میں لباس تبدیل کیا ہو۔

وہ باہر نکل آئے۔

عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔

اور۔

رحمٰن صاحب نے چونک کر فون کی طرف دیکھا۔

پھر سب انسپکٹر کے بڑھنے سے پہلے ہی انہوں نے ریسیور اٹھا لیا اور بولے۔

"یس!"

"ڈیڈی۔؟"

دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کون... عمران۔؟"

"میں ہی بول رہا ہوں ڈیڈی۔"

"تم کہاں سے بول رہے ہو....؟" رحمٰن صاحب نے مضطربانہ پوچھا۔

"یہ میں ابھی نہیں بتا سکتا... مجھے یقین تھا کہ آپ پہنچ چکے ہوں گے۔ اسی لئے میں نے آپ کو فون کیا ہے۔"

"عمران تم کو جلد سے جلد اس حلقہ کے تھانہ میں پہنچ جانا چاہیئے۔"

"مجھے افسوس ہے ڈیڈی..... میں آپ کا یہ حکم ماننے سے مجبور ہوں!"

"اس طرح تم اپنے لئے بے شمار دشواریاں پیدا کر لو گے۔؟"

"میں جانتا ہوں....

اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اگر مجھے چند لمحے کے لئے بھی لاک اپ میں رہنا پڑ گیا تو میں خودکشی کر لوں گا۔"

"لیکن تم نے ایک غیر قانونی راستہ اختیار کیا ہے!"

"یہ بھی میں جانتا ہوں۔

مگر۔

آپ مجھ پر یہ جانتے ہیں کہ میرے اردگرد جال بچھایا گیا ہے اور میں اس معاملہ میں بالکل بے گناہ ہوں!"

عمران نے کہا۔

"اس کے لئے تو حالات اور شہادتیں تمہارے کام آتیں!"

"وہی سب کچھ تو میرے خلاف ہے۔ اسی لئے میں نے یہ راستہ اپنائی ہے۔ میں روپوش رہ کر ہی اپنی صفائی کے ثبوت اکٹھے کر سکتا ہوں۔

اور اسی لئے میں نے آپ کو فون کیا ہے کہ ان نازک حالات میں مجھے آپ کی مدد کی بے حد ضرورت ہے!"

"عمران!"

انہوں نے خشک لہجہ میں کہا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری کوئی بھی مدد نہیں کر سکتا۔"

"یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں بے گناہ ہوں۔!"

میں قانون سے مجبور ہوں۔
عمران تم خود کو قانون کے حوالے کر دو۔ تو شائد میں تمہارے لئے کچھ کر سکوں
گا۔"

"یہ ناممکن ہے ڈیڈی!"

"پھر میں تمہارا وارنٹ نکلوانے کے لئے مجبور ہوں۔"

دوسری طرف کچھ دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔

لیکن۔

ڈسکنکٹ نہیں کیا گیا۔

چند لمحے بعد رحمن صاحب نے خود سکوت توڑا۔

"عمران۔"

"یس ڈیڈی۔!"

دوسری طرف سے چونکتی ہوئی آواز آئی۔

"کیا فیصلہ کیا تم نے۔؟"

"میں۔۔۔۔"

"میں مجبور ہوں ڈیڈی!"

ایک بار پھر سوچ لو۔!

یہ تمہارے کیریئر کا سوال ہے۔۔۔۔!"

اس طرح پھنس جاؤ گے۔!"

مجھے خدا کے بعد اپنے اوپر پورا پورا بھروسہ ہے کہ میں جلد سے

اپنی بے گناہی کے ثبوت حاصل کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں
گا۔!"

"تمہاری مرضی۔"

انہوں نے خشک لہجہ میں کہا۔

پھر انہوں نے جواب کا انتظار کئے بغیر رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ ان
کی آنکھوں میں غصہ کی بھی جھلک تھی۔

اور۔

اضمحلال کی بھی۔

سب انسپکٹر نے ہونٹوں پر زبان پھیری۔

اور۔

تحیر زدہ لہجہ میں بولا۔

"سر۔۔۔۔ یہ کیا معاملہ ہے۔"

"کچھ نہیں۔"

انہوں نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"آپ دونوں لاشیں اٹھوانے کے انتظامات کیجئے۔

اور۔

کیس کی رپورٹ درج کر کے عمران کے وارنٹ جاری کرا دیجئے گا۔"

"جی۔۔۔۔؟"

سب انسپکٹر اچھل پڑا۔

"بس۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

ایک لاش عمران کے فلیٹ میں پائی گئی ہے۔

اور۔

عمران مفرور ہے۔

لہٰذا اس کا وارنٹ نکلنا ہی چاہیئے!"

پھر سب انسپکٹر حیران رہ گیا۔

اور۔

رحمٰن صاحب مزید کچھ کہے بغیر تیزی سے دروازہ سے باہر نکل آئے۔

"سب انسپکٹر کچھ سوچ کر تیزی سے باہر جھپٹا۔"

اور بولا۔

"سر..... میں رپورٹ کس طرح درج کروں۔؟"

"رپورٹ..... ہاں.....!"

وہ رک کر بولے۔

اس طرح درج کیجئے کہ آپ نے علاقے کے لوگوں کی رپورٹ پر میدان میں لاش پائی تھی۔

عمران سے مدد لینے کے لئے آپ ان کے فلیٹ پر پہنچے تو دوسری لاش موجود تھی۔

اور۔

عمران مفرور تھا۔

اتنا کہنے کے بعد وہ زینوں کی طرف چل دیئے۔ سب انسپکٹر ہکا بکا سا کھڑا ہوا انہیں جاتے دیکھتا رہا۔

پھر وہ چونک کر تیزی سے مڑا اور عمران کے فلیٹ کا دروازہ باہر سے بند کرنے لگا۔

پھر کچھ سوچ کر اس نے جیب سے رومال نکالا اور دروازہ کے ہینڈل پر رومال رکھ کر ہینڈل پکڑا اور دروازہ بند کر دیا۔

مینا ناز کا نیا ناول

جسے پیا چاہے

آج ہی طلب کیجئے

کراچی بک ڈپو۔ اردو بازار کراچی۔

رحمٰن صاحب نے دروازہ کی طرف دیکھا جہاں سے فیاض کی آواز آئی تھی

"میں اندر آسکتا ہوں۔؟"

"آیئے۔ آیئے!"

رحمان صاحب نے پہلو بدل کر کہا۔

فیاض اندر داخل ہوا اور اٹینشن ہو کر سلوٹ کیا۔ رحمٰن صاحب نے سلوٹ کا جواب دے کر سامنے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"تشریف رکھیئے!"

فیاض مودبانہ بیٹھتے ہوئے بولا۔

"آپ نے مجھے یاد فرمایا سر؟" یہ عمران کا کیا معاملہ ہے۔" فیاض نے

رحمٰن صاحب کے چہرے پر پھیلا ہوا اضمحلال کچھ گہرا ہو گیا۔ انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"میں نے ہی اس کا وارنٹ جاری کرایا ہے!"

"آپ نے.....؟"

فیاض سیدھا بیٹھتا ہوا حیرت سے بولا۔

"ہاں!"

"لیکن کیوں سر۔؟"

"اس لئے کہ ایسا کرنا ضروری تھا!"

"وہ کیوں۔؟"

"عمران کے فلیٹ سے ایک لاش برآمد ہوئی تھی۔

اور۔

خود عمران مفرور ہے۔"

"لیکن یہ اس بات کا ثبوت تو نہیں ہے کہ وہی قاتل ہیں!"

انہوں نے چپ چاپ جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک پرچہ فیاض کی طرف بڑھا دیا۔

فیاض نے حیرت سے پرچہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"یہ کیا۔؟"

عمران کے قاتل ہونے کا ثبوت۔!"

"اوہ!"

فیاض نے پرچہ کھول کر پڑھا۔

اور۔

رحمٰن صاحب کی طرف دیکھنے لگا۔

پھر اس نے پوچھا۔

"یہ پرچہ آپ کو کہاں سے ملا۔؟"

"مقتول کی جیب سے!"

فیاض کچھ دیر تک پرتفکر نظروں سے ڈی۔ جی رحمٰن کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔

"کیا آپ جائے حادثہ پر گئے تھے۔؟"

ہاں..... لاش کی تلاشی سب سے پہلے میں نے ہی لی تھی۔

"مرنے والا تھا کون؟"

"ملٹی انڈسٹریز کا جنرل منیجر مسٹر افضل۔"

"کیا۔؟"

فیاض چونک کر سیدھا بیٹھ گیا۔

"ہاں!"

"اوہ! مگر شاید ملٹی انڈسٹریز کا کیس تو آپ نے عمران کو دیا تھا۔"

"میں نے خود کیس پرائیویٹ طور پر عمران کے سپرد کیا تھا۔"

"پھر۔؟"

"عمران نے ایک ماہ تک اس کیس کے متعلق تفتیش کی تھی مگر کسی خاص نتیجہ پر نہ پہنچ سکا تھا۔

پچھلے ہفتہ اس نے روپ نگر سے واپس آکر رپورٹ دی تھی کہ وہ ابھی کسی خاص نتیجہ پر نہیں پہنچ سکا ہے اس لئے کچھ دنوں کی مزید مہلت دی جائے۔"

"پھر۔؟"

"میں نے اسے مہلت دے دی تھی۔"

مگر۔

چار روز قبل اچانک مسٹر افضل کا فون مجھے ملا کہ وہ مجھ سے ذاتی طور پر ملاقات کے خواہشمند ہیں۔

میں نے پوچھا کہ آپ کہاں سے بول رہے ہیں؟"

انہوں نے جواب دیا کہ میں یہیں ہوٹل شیراز میں ٹھہرا ہوا ہوں۔

میں نے انہیں بلا لیا۔

انہوں نے مجھ سے ملاقات کی اور بتایا کہ میری فیکٹری پر اس نوعیت کا شبہ کبھی نہیں کیا گیا۔

مجھے شبہ ہے کہ کوئی یا تو مجھے ایسے حالات میں پھنسا کر بلیک میل کرنا چاہتا ہے۔

یا پھر۔

میری فیکٹری کی مقبولیت سے جلتا ہے۔

"آپ نے یہ نہیں کہا کہ جس آدمی کا پراسرار قتل ہوا تھا وہ ان کی فیکٹری سے تعلق رکھتا تھا۔"

"میں نے کہا تھا۔
مگر انہوں نے کہا کہ اس کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہوتی۔ میری فیکٹری میں لگ بھگ ڈھائی سو آدمی کام کرتے ہیں۔ ان سب کی ذاتی زندگی کی ذمہ داری تو میرے اوپر نہیں ہے۔
اگر وہ مقتول کسی قسم کی ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث تھا تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔

"پھر۔؟"

"میں نے ان سے کہا تھا کہ ہمیں یہ سب کچھ رسمی کارروائیاں پوری کرنے کے لئے کرنا پڑ رہا ہے۔
انہوں نے کہا تھا کہ رسمی کارروائی کے لئے کوئی بھی بڑا آفیسر براہِ راست مجھ سے پوچھ گچھ کر سکتا ہے۔
جس انسپکٹر کو کیس کا انچارج بنایا گیا ہے۔ وہ مجھے بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔
مسٹر افضل کا اشارہ عمران کی طرف ہی تھا۔"

"اوہو۔"

"انہوں نے بتایا تھا کہ عمران نے تفتیش کے دوران مسٹر افضل سے کہا تھا کہ آپ جانتے ہیں میں اپنے محکمہ کے ڈائریکٹر جنرل کا بیٹا ہوں۔

میں چاہوں تو ملٹی انڈسٹریز کو تالا لگوا سکتا ہوں۔
اور۔
آپ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال سکتا ہوں۔
لہٰذا۔
اگر آپ اپنی پوزیشن بچانا چاہتے ہیں تو ایک لاکھ روپے مجھے دیجئے۔"
فیاض حیرت سے آنکھیں پھاڑے ان کی طرف دیکھتا رہا۔
پھر۔
بڑبڑانے کے انداز میں آہستہ سے بولا۔
"نہیں۔ یہ ناممکن ہے۔ عمران کے متعلق ایسا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔"

"خود مجھے اس بات کا یقین نہ آتا۔ لیکن مسٹر افضل نے یہ بات عمران کی موجودگی میں بھی کئی بار بڑے پرزور لہجہ میں کہی تھی۔"

"اور عمران پر اس کا کیا ردِ عمل ہوا تھا۔؟"

"کچھ بھی نہیں۔"

میرا مطلب ہے اس کا ردِ عمل میری سمجھ میں نہیں آ سکا تھا کیونکہ وہ صرف مسکراتا رہا تھا
نہ اس نے تردید کی تھی۔
نہ۔
تصدیق۔

بکمال ہے۔"

فیاض بڑبڑایا۔ خیر۔ پھر۔؟"

مسٹر افضل کے بیان کے مطابق مسٹر افضل نے عمران کے خلاف قانونی اقدام کی دھمکی دی تھی۔

اور۔

کہا تھا کہ میرے ہاتھ بالکل صاف ہیں اس لئے مجھے کسی بات کا خوف نہیں ہے۔

اور اسی روز مسٹر افضل نے یہاں کا رخ کیا تھا۔ سیدھے میرے پاس آئے تھے۔

اور سارے حالات بیان کئے تھے۔

میں نے پہلے تو یقین نہیں کیا۔ جب مسٹر افضل نے عمران کے سامنے یہی بات دہرانے کا فیصلہ کیا تو میں نے عمران کو بلوا بھیجا۔

اور۔

مسٹر افضل نے اس کے سامنے بھی اپنے وہی الفاظ دہرائے۔"

"مسٹر افضل سیدھے آپ ہی کے پاس کیوں پہنچے تھے۔؟"

"شاید اسے علم ہو گیا تھا کہ اب کیس ہمارے پاس ہے اس لئے وہ سیدھا ہمارے پاس فریاد لے کر آ گیا۔"

"ہوں!"

پھر گزشتہ شب مسٹر افضل رات کو دو بجے تک میرے یہاں رہا اور موضوع گفتگو

مسٹر افضل کی اپنی صفائی اور عمران پر رشوت ستانی کا الزام تھا۔ ٹھیک دو بجے رات کو وہ میری کوٹھی سے نکلے تھے۔

اور۔

پھر تین بجکر کچھ منٹ پر عمران کا فون میرے پاس آیا جس کے ذریعہ علم ہوا کہ اس کے فلیٹ پر مسٹر افضل کی لاش پڑی ہے۔"

"اوہ۔ تو خود عمران نے آپ کو مطلع کیا تھا۔؟"

"ہاں۔ مگر جب میں وہاں پہنچا تو مجھے علاقہ میں بھیڑ نظر آئی۔

اور۔

جس عمارت میں اس کا فلیٹ ہے اس کے بالکل پیچھے میدان میں مسٹر افضل کی فیکٹری کے منیجر کی لاش نظر آئی۔

جسے پیشانی پر گولی مار کر ہلاک کیا گیا تھا۔

پھر۔

جب میں عمران کے فلیٹ پر پہنچا تو فلیٹ باہر سے بند تھا۔ اور اندر مسٹر افضل کی لاش موجود تھی۔

مگر۔

خود عمران فرار تھا۔

وہاں کے حالات کا جائزہ لینے سے اندازہ ہوا کہ عمران کا فلیٹ باہر سے کسی دوسرے نے بند کیا تھا۔

کیونکہ عمران غالباً پچھلے دروازے سے فرار ہوا تھا۔

اوپر پچھلے دریچے کے عین نیچے میں نے دیوار کے قریب کچھ جوتوں کے نشانات بھی دیکھے تھے۔

اور۔

ایک کار کے نشانات بھی۔

وہی کار پیچھے ہٹ کر نالی میں اٹکی ہوئی پائی گئی تھی جو بعد میں مسٹر افضل مینجر کی ثابت ہوئی تھی۔

"اس کے علاوہ سب سے خاص بات یہ تھی کہ عمران مجھے فون کرنے کے بعد غالباً بہت جلدی میں فرار ہوا ہے۔"

"کیونکہ اس نے جو شب خوابی کا لباس اتارا تھا وہ بے ترتیبی سے پڑا ہوا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے۔ اچانک اس نے کسی خاص وجہ کے تحت فرار ہو جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔"

"ظاہر ہے۔"

"مگر اس کا مطلب کیا ہو سکتا ہے۔؟"

"غالباً وہ خط جو مسٹر افضل کی جیب سے برآمد ہوا ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ عمران نے وہ خط پڑھ لیا تھا۔"

"میرا خیال یہی ہے۔"

"تو پھر انہوں نے لاش کی جیب میں چھوڑا ہی کیوں۔؟"

"غالباً اس لئے کہ ایسا ہی ایک خط مسٹر افضل اپنی بیوی کو بھیج چکے تھے۔ اس

لئے وہ خط غائب کرنے سے عمران کو کوئی فائدہ نہ ہوتا۔"

"عمران نے فرار کی کوشش کی تھی۔"

اور۔

"انہیں روکنے کے لئے کسی نے باہر سے دروازہ بند کر دیا تھا۔"

"جی ہاں۔ اور مجھے یقین ہے کہ یہ حرکت مسٹر افضل کے مینجر کی رہی تھی کیونکہ بعد میں جب عمران نے عقبی راستہ سے فرار کی کوشش کی تو بھی انہیں روکنے کی کوشش کی گئی۔

اور غالباً انہی کی گولی سے مینجر کی موت ہوئی ہے۔"

"اور کوئی خاص بات۔؟"

"دونوں لاشوں کی پوسٹ مارٹم رپورٹیں مل چکی ہیں۔ اور مسٹر افضل کی موت کا وقفہ دو اور تین کے درمیان ہی بتایا گیا ہے۔"

اور انہیں ڈوری سے گلا گھونٹ کر ختم کیا گیا ہے۔

اور ان کے مینجر کو جو گولی لگی ہے وہ گولی اسی میک کے ریوالور میں استعمال ہوتی ہے جس کا لائسنس عمران کے پاس ہے۔"

"اوہو۔"

"اور ہاں۔"

جب میں عمران کے فلیٹ میں حالات کا جائزہ لے رہا تھا تب اس کا فون بھی آیا تھا۔

اس نے کہا تھا کہ اس کی پوزیشن کیونکہ خطرناک ہو گئی تھی اس لئے اسے راہِ فرار

اختیار کرنا پڑی۔

میں نے اس کو قانون کے سامنے پیش ہونے کا مشورہ دیا۔

مگر۔

اس نے کہا کہ میں اپنی بے گناہی کا ثبوت حاصل کئے بغیر قانون کے سامنے نہیں آؤں گا۔

کیونکہ اگر مجھے چند لمحے کے لئے بھی حوالات میں رہنا پڑا تو یہ میری خودکشی کے مترادف ہوگا۔

پھر مجبوراً مجھے عمران کا وارنٹ جاری کرانا پڑا۔

"ہوں!"

فیاض نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے ایک لمبی اور گہری سانس لی اور آہستہ سے بڑبڑایا۔

"آپ کا کیا خیال ہے سر۔"

"کس بارے میں۔؟"

"کیا آپ کو سچ مچ عمران کا کردار مشکوک نظر آتا ہے۔"

"حالات تو سراسر اس کے خلاف ہیں فیاض۔"

رحمٰن صاحب نے کہا جب تک وہ صفائی پیش نہیں کر دیتا مجرم ہی رہے گا حالات کو چھوڑیئے سر۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ عمران کے اردگرد کسی قسم کا جال بُننے کی کوشش کی گئی ہو۔"

"ممکن ہے۔ مگر افضل کی موت۔۔۔۔؟"

"وہ بھی پلاننگ ہو سکتی ہے۔ آخر رات کو تین بجے مسٹر افضل عمران کے فلیٹ پر گئے ہی کیوں۔؟"

"جبکہ انہیں یہ معلوم تھا کہ عمران سے ان کی ایک عرصے سے دشمنی ہو چکی ہے۔"

"ہاں۔ یہ بات قابلِ غور ہے۔ کیونکہ مسٹر افضل نے عمران کے ساتھ مجھے بھی یہ دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے عمران کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی تو وہ اس معاملہ کو آگے بڑھائیں گے۔"

"بس۔ تو ایسی حالت میں مسٹر افضل کی عمران کے پاس جانے کی کیا تک ہے وہ بھی رات کے تین بجے۔"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا بڑا الجھا ہوا معاملہ ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ عمران کا وارنٹ جاری کرانے میں آپ نے کچھ جلد بازی سے کام لیا ہے۔"

پہلے حالات کا صحیح جائزہ لینا چاہیئے تھا۔

"تمہارا خیال درست ہے مگر قانون سے مجبور ہوں۔"

"مسٹر افضل کی موت بھی کم پراسرار نہیں ہے۔"

"بے شک۔ اگر عمران ان کا قاتل نہیں ہے تب تو یہ بہت ہی الجھا ہوا معاملہ معلوم ہوتا ہے۔"

کیونکہ مسٹر افضل تو خود فیکٹری کے مالک تھے۔ اگر ان کی فیکٹری میں کوئی غیر قانونی کام چل رہا تھا تو وہ مسٹر افضل بھی ہی نگرانی میں چل سکتا تھا۔۔۔۔"

"اتنا الجھا ہوا کیس ہمارے محکمہ کے لئے دردِ سر ہے۔"

کچھ دیر تک دونوں تذبذب کے عالم میں بیٹھے رہے۔

پھر۔

ڈی۔ جی نے ہی سکوت توڑا۔

"نہیں۔ میرا خیال ہے اگر وارنٹ واپس لیا جائے گا تو اس طرح مجرم چوکنے ہو جائیں گے۔"

"پھر۔؟"

"تم عمران سے کسی صورت میں رابطہ قائم کرو اس کا وارنٹ بدستور جاری رہنا چاہیئے۔"

"مگر ہمیں اس سے رابطہ رکھنا چاہیئے۔

تاکہ اس معاملہ میں اس کے لئے زیادہ سے زیادہ سہولیات فراہم کی جا سکیں۔

"حالات کے پیشِ نظر اب میرا بھی یہی خیال ہے۔ مگر عمران سے رابطہ قائم کرنے کی صورت کیا نکالی جا سکتی ہے۔؟"

"ممکن ہے اس کا دوبارہ فون آئے۔"

"میرے خیال سے یہ ناممکن ہے۔"

کچھ دیر تک دونوں خاموش رہے ان کے چہروں سے فکرمندی عیاں تھی

پھر۔

دونوں میں اس مسئلہ پر کافی دیر تک تبادلۂ خیالات ہوتا رہا۔

جب فیاض رحمٰن صاحب کے کمرے سے نکلا تو خاصہ مسرور تھا زندگی میں پہلی بار رحمٰن صاحب نے اس سے اتنی بے تکلفی سے بات کی تھی۔

اور۔

شاید زندگی میں پہلی ہی بار اس نے عمران کی وکالت کی تھی۔ ورنہ وہ خود اس کے لئے ہتھکڑیاں لئے پھرتا رہا ہے۔

ہر قسم کی رومانی جاسوسی و تاریخی ناولوں
کا مرکز
پرنس لائبریری
شاہراہ لیاقت۔ سبّی

عمران نے لباس تبدیل کر کے آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا جائزہ لیا۔ اسے یقین تھا کہ اس میک اپ میں اسے اس کا کوئی قریبی شناسا بھی نہیں پہچان سکتا چہ جائیکہ اس نے اپنے چہرہ پر بہت معمولی سی تبدیلیاں کی تھیں۔

بھنوؤں کے بال قدرے گھنے ہو گئے تھے۔ منہ میں مسوڑوں اور ہونٹوں کے درمیان ربر کا ایک چھلا پھنسا لیا گیا تھا۔

جس سے دہانہ قدرے نمایاں ابھر آیا تھا اور عمران کی شخصیت ہی تبدیل ہو کر رہ گئی تھی۔

بالوں کو سنوارنے کا سٹائل بھی تبدیل شدہ تھا۔

اس وقت وہ روپ نگر کے ایک متوسط درجے کے ہوٹل کے ایک کمرے میں تھا۔

کچھ دیر بعد وہ کمرے سے نکلا اور سیدھا کاؤنٹر پر پہنچا۔ کاؤنٹر کلرک نے جھک کر بڑے ادب سے پوچھا۔

"فرمایئے جناب۔؟"

"ذرا ڈائریکٹری دیجئے۔"

ڈائریکٹری لے کر عمران اس کی ورق گردانی کرتا رہا۔

پھر۔

جلد ہی اسے مسٹر افضل کی رہائش گاہ کا فون نمبر مل گیا۔ نمبر ذہن میں محفوظ کر کے اس نے ڈائریکٹری واپس کرتے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔"

"شکریہ کی کیا بات ہے جناب؟"

کاؤنٹر کلرک دانت نکال کر بولا۔

"اپنے گاہکوں کی خدمت تو ہمارے فرائض میں شامل ہے۔"

عمران ہوٹل سے نکل آیا۔

تھوڑی دور تک وہ پیدل چلتا رہا۔ پھر اس نے ایک پبلک کال بوتھ دیکھا اس میں داخل ہو کر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔

کچھ دیر بعد ایک بوڑھی مردانہ آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔"

"کون بول رہا ہے۔؟"

"میں شفی ہوں نوکر۔"

"آپ کون صاحب ہیں۔؟"

"مسٹر افضل موجود ہیں۔؟"

"جی ہاں ہیں۔"

"آپ کہاں سے بول رہے ہیں۔؟"

"اسی شہر سے بول رہا ہوں۔ ذرا مسٹر افضل کو بلا دو۔"

"کیا نام بتاؤں۔؟"

"کہو مسٹر افضل کا ایک دوست ہوں میں۔"

"ایک منٹ ٹھہریئے۔"

عمران کان سے ریسیور لگائے کھڑا رہا۔

چند لمحہ بعد دوسری طرف سے ایک نسوانی اور بھرائی ہوئی سی آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔!!"

"کیا میں مسٹر افضل سے مخاطب ہوں۔؟"

"میں ہی ہوں۔"

"آپ کون صاحب ہیں۔؟"

"میں مسٹر افضل کا ایک دوست ہوں رحیم۔"

"فرمایئے۔!!"

"ابھی ابھی مجھے ایک منحوس اطلاع ملی ہے افضل کے بارے میں۔ کیا یہ صحیح ہے۔؟"

"میری بدنصیبی سے وہ اطلاع صحیح ہے۔"

آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"اوہ۔ مجھے آپ سے ہمدردی ہے مسٹر افضل۔"

"ہونی کو کون ٹال سکتا ہے۔۔۔۔۔"

مگر۔

میں اس مردود کے خلاف قانونی کارروائی کر رہی ہوں۔"

"کس مردود کے خلاف۔؟"

"جس نے میرا سہاگ اجاڑا ہے۔"

"اوہو۔ تو آپ اسے جانتی ہیں۔؟"

"شاید نہ جانتی ہوتی۔"

اگر۔

آج ہی صبح کی ڈاک سے مجھے ان کا رجسٹری خط نہ ملا ہوتا۔"

"اوہ۔ کیا کوئی خاص بات ہے اس خط میں۔؟"

"بہت خاص بات ہے۔"

انہوں نے خود قتل سے ایک روز قبل لکھا تھا اور انہیں شبہ تھا کہ وہ مار ڈالے جائیں گے۔

اسی لئے انہوں نے اس مردود کا نام بھی لکھ دیا تھا۔"

"اوہو۔"

یہ تو بڑی عجیب و غریب خبر سنائی ہے آپ نے۔"

"کیا کروں رحیم صاحب میں بہت پریشان ہوں۔ جب تک اس کمینہ کو ملاتوں کے پیچھے نہ دیکھ لوں گی میرے دل کو چین نصیب نہیں ہوگا۔"

"پریشان مت ہوں۔"

اب آپ اکیلی نہیں ہیں۔ افضل میرا بہت پیارا دوست تھا۔ میں آپ کی ہر طرح سے مدد کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

"میں آپ کی بہت بہت شکر گزار ہوں گی۔ اس وقت میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی ہوں کہ کوئی اپنا نظر آجائے۔"

مگر کوئی نظر نہیں آتا۔

سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔

"آپ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دیجئے۔" ہم لوگ کہاں مل سکتے ہیں۔"

"ادھر ہی آجائیے میں گھر پر ہی ہوں۔"

"آپ نے وہ خط ابھی پولیس کو تو نہیں دیا۔؟"

"جی نہیں۔ صبح ہی میں نے شیر احمد کو فون پر خط کی بابت اطلاع دی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ میری آمد کا انتظار کرو۔"

مگر۔

"وہ ابھی آئے ہی نہیں۔"

"شیر احمد کون ہیں۔؟"

"افضل صاحب کے قانونی اور تجارتی مشیر اور دوست ہیں ان کے مشورہ سے ہی کوئی کارروائی کر سکتی ہوں۔"

"خیر۔ میں حاضر ہو رہا ہوں۔ آپ اطمینان رکھئے۔"

"میں آپ کی شکر گزار ہوں۔ بے چینی سے آپ کا انتظار کروں گی۔"

عمران نے ڈسکنکٹ کر دیا۔

اور۔

کال بوتھ سے نکل آیا۔

کچھ دیر بعد وہ ایک ٹیکسی میں سوار افضل کی کوٹھی کی طرف جا رہا تھا۔

افضل محل ایک عالی شان کوٹھی تھی۔

عمران کی ٹیکسی پورٹیکو میں رک گئی۔ عمران کرایہ ادا کر کے اترا تو ایک صاف ستھرے ملازم نے بڑھ کر پوچھا۔

"آپ رحیم صاحب ہیں۔؟"

"ہاں۔۔۔۔"

"آیئے۔ ادھر تشریف لایئے۔"

عمران نوکر کے ساتھ چلتا ہوا ایک خوبصورت سجے ہوئے ڈرائینگ روم میں پہنچا۔

نوکر نے ایک صوفہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"تشریف رکھئے۔"

"میں مالکن کو خبر کرتا ہوں۔"

عمران بیٹھ گیا۔

نوکر چلا گیا۔

قریباً آدھ منٹ بعد عمران نے ایک خوبصورت عورت کو داخل ہوتے دیکھا جس کے جسم پر سفید ساڑھی تھی۔

آنکھیں متورم اور سرخ سرخ تھیں۔ عمر تیس بتیس سے زیادہ نہیں ہوگی۔

مگر۔

چہرہ کی شگفتگی سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اس کی گود ابھی تک خالی ہے۔

عمران عورت کو دیکھ کر اٹھ گیا۔

عورت نے عمران کا بھرپور جائزہ لیا۔

اور۔

اداس لہجہ میں بولی۔

"بیٹھ جایئے۔ آپ ان کے دوست ہیں۔ اس لئے کسی رسمی تکلف کی ضرورت نہیں۔"

"شکریہ۔"

دونوں بیٹھ گئے۔

عورت نے کہا۔

"مگر میں نے آپ کو کبھی افضل صاحب کے ساتھ نہیں دیکھا۔؟"

"میں پچھلے ہفتہ ہی پورے دس سال بعد امریکہ سے لوٹا ہوں۔"

"میں اور افضل اسکول کے ساتھی تھے۔ کالج میں صرف افضل داخل ہوا تھا۔ میں امریکہ بھیج دیا گیا تھا۔"

"اوہ۔"

"پچھلے ہفتہ ہی لوٹا تھا۔

روپ نگر میں میرے ایک عزیز کے یہاں تقریب تھی۔ اس میں شرکت کے لئے یہاں آیا تھا کہ ایک دوست سے اچانک افضل کے متعلق وہ منحوس خبر سنی۔"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا اچانک کیا ہو گیا۔"

عورت کی آواز پھر بھرا گئی۔۔۔۔

"میں نے تو خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔"

"معاملہ کیا تھا۔؟"

عمران نے پوچھا۔

"افضل سے کسی کی ایسی دشمنی تھی جو وہ اس انتہائی اقدام پر اتر آیا۔"

"دشمنی!!"

وہ تو دشمنی کا نام بھی نہیں جانتے تھے۔ یہ ایک سینٹرل انٹیلی جنس محکمہ کے ڈائریکٹر کے بیٹے کا کارنامہ ہے۔"

"جی!"

عمران نے چونکنے کی بہترین اداکاری کی۔

"مگر وہ افضل کے قتل پر کیوں اتر آیا۔؟"

"ایک لاکھ روپے کی رشوت جو نہیں ملی۔"

"ایک لاکھ روپے کی رشوت۔؟"

عمران نے حیرت سے دہرایا۔

"جی ہاں۔ اگر اسے رشوت مل جاتی تو مجھے یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔"

"لیکن اتنی بڑی رشوت اسے کس سلسلہ میں درکار تھی۔؟"

"اب کیا بتاؤں۔ شروع سے بتائے بغیر بات آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔"

"میں خود شروع سے ہی جاننا چاہتا ہوں۔"

عورت چند لمحہ خاموش رہی پھر بولی۔

"آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ افضل ملٹی انڈسٹریز کتنی بڑی فیکٹری ہے۔"

"معلوم ہے۔ افضل کے ڈیڈی کی محنتوں سے ایک معمولی کارخانہ اتنی بڑی فیکٹری بنا تھا۔"

ڈیڈی کی موت کے بعد پوری فیکٹری انہیں ہی ملی تھی کیونکہ ڈیڈی کی ان کے علاوہ کوئی اور اولاد بھی نہ تھی۔

مگر جب ڈیڈی نے نیا نیا کارخانہ شروع کیا تھا۔ تب ان کے ایک رشتہ کے بھائی ان کے ساتھ کام سنبھالتے تھے حالانکہ ان کا کارخانہ میں کوئی سرمایہ نہ تھا۔ جب کارخانہ چل پڑا تو چچا نے اس میں حصہ داری کی فرمائش کی ڈیڈی نے حیرت ظاہر کی۔ کہ حصہ داری کس بات کی۔؟"

سرمایہ میرے کارخانہ میں نے قائم کیا اور چلایا ہے چچا نے کہا کہ اس میں محنت تو میری بھی ہے

ڈیڈی نے کہا کہ آپ کی محنت کا صلہ آپ کو ملتا رہا ہے۔ اب بھی آپ مینجر کی حیثیت سے ہیں۔

چچا نہیں مانے اور غصہ میں کارخانہ سے الگ ہو گئے اور ڈیڈی کو بد دیانت اور خود غرض کہہ کر بدنام کرنا شروع کر دیا۔

مگر۔

انہوں نے اس بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔

انعام چچا کا ایک لڑکا فیروز تھا۔ جو چچا کی موت کے بعد بے سہارا ہو گیا تھا۔ ڈیڈی نے ترس کھا کر اس کی تعلیم پوری کرا دی اور چچا کی خود غرضی کو بھلا کر انہوں نے اس کو فیکٹری میں ملازمت بھی دے دی۔

فیروز بظاہر بڑا فرمانبردار تھا۔

مگر بڑا روکھا پھیکا اور تلخ کلام نوجوان تھا۔ اس کے طور طریقوں اور اکثر حملوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اپنے والد کی موت کا ذمہ دار ڈیڈی کو ہی سمجھتا ہے۔ اور اسے یہ بھی یقین ہے کہ ڈیڈی نے چچا کے ساتھ بے ایمانی کی تھی۔ مگر ڈیڈی نے اس کا نوٹس نہیں لیا۔

ان کی موت کے بعد جب افضل صاحب نے فیکٹری کا سنبھالی تو فیروز نے وہی پرانا چکر نکالا۔

اس نے افضل صاحب سے کہا کہ اس فیکٹری میں میرا بھی برابر کا حصہ ہے کیونکہ فیکٹری کی تعمیر میں میرے والد کا بھی ہاتھ ہے۔

افضل صاحب نے اسے سمجھایا بجھایا۔ اور وہ خاموش ہو گیا۔

افضل صاحب بڑے نارمل اور بکھیڑوں سے گھبرانے والے آدمی تھے۔ انہوں نے سوچا کہ فیروز مستقبل میں کوئی بکھیڑا نہ کھڑا کر دے.....

اگر اسے عیش سے زندگی گزارنے کو مل جائے تو شاید وہ ایسا نہ کرے اس لئے افضل صاحب نے اس کو فیکٹری کا نائب مینجر بنا دیا۔

اور تنخواہ اتنی کر دی کہ فیروز عیش سے رہ سکے۔ انہوں نے فیروز کو ایک چھوٹی سی خوبصورت کوٹھی بھی خرید دی۔

اور۔

ایک کار بھی دے دی۔

فیروز عرصہ تک کام کرتا رہا۔

آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ ہماری فیکٹری کا تیار شدہ سامان غیر ممالک کو بھی ایکسپورٹ ہوتا۔

اور وہ شعبہ فیروز کی ہی زیر نگرانی تھا۔

پچھلے دنوں فیکٹری سے باہر جانے والی مال کی ایک پیٹی بندرگاہ پر کریین سے گر کر ٹوٹ گئی۔

اور اس میں سے افیون کی ایک بڑی مقدار برآمد ہوئی۔

فیکٹری پر چھاپہ پڑا....

مگر۔

افضل صاحب کا کاروبار قطعی قانونی اور صاف ستھرا ثابت ہوا۔

قانون ان کے خلاف کوئی ایسا ثبوت نہ حاصل کر سکا جس سے ظاہر ہوتا کہ فیکٹری

سے افیون کی اسمگلنگ ہوتی ہے۔

کسی نہ کسی طرح بات وہیں کی وہیں دب گئی۔

لیکن۔

افضل صاحب کو شبہ ہو گیا کہ ان کی فیکٹری میں کوئی ایسا آدمی ضرور موجود ہے جو ان کے کاروبار کو ٹھپ کرانا چاہتا ہے۔

یا پھر ان کے ایکسپورٹ ہونے والے مال کے نام سے ناجائز فائدہ اٹھا رہا ہے اور ایسے آدمی کے متعلق سوچتے ہوئے بار بار ان کا خیال فیروز کی طرف ہی جاتا تھا مجھے خود بھی فیروز پر ہی شبہ تھا۔

مگر۔

فیروز کے خلاف کوئی ثبوت نہ تھا۔ اس لیے اس سے کچھ کہا نہیں جا سکتا تھا۔

پھر کچھ عرصہ قبل کا ذکر ہے۔ ایک روز فیروز فیکٹری سے واپس گیا تو دوسرے دن فیکٹری نہیں آیا۔

افضل صاحب کو اس کے متعلق تشویش ہوئی۔

انہوں نے اپنے منیجر کو فیروز کو دیکھنے بھیجا۔ اس کی کوٹھی پر کوئی ملازم نہ تھا۔

اور اس کی خوابگاہ کا دروازہ بند تھا۔

منیجر نے دروازہ تھپتھپایا۔

جواب نہ ملا تو اس نے اسکائی لائٹ سے جھانکا اور خوابگاہ میں منیجر کو ایک لاش

نظر آئی۔

منیجر نے فوراً پولیس کو فون کر کے بلایا۔

دروازہ توڑا گیا۔

فیروز کی خوابگاہ میں ایک ایسے آدمی کی لاش ملی جو فیکٹری میں ہی کام کرتا تھا اور۔

ایکسپورٹ سیکشن کا انچارج تھا۔ اس کا نام محمود تھا۔

فیروز مفرور تھا۔

کوٹھی کی تلاشی لینے پر ایک کمرہ سے ایک صندوق سے افیون کا قابل ذخیرہ بھی برآمد ہوا۔

اور اس کے بعد فیروز کا وارنٹ نکل گیا۔

لیکن۔

فیروز ابھی تک لاپتہ ہے۔

فیکٹری کے ایک ملازم کے پاس سے افیون برآمد ہوئی اور وہیں فیکٹری کا دوسرا ملازم پراسرار طریقہ پر مردہ پایا گیا۔

دوسری طرف فیکٹری کی ہی ایک پیٹی سے ایک بار پورٹ پر افیون برآمد ہو چکی تھی۔

لہٰذا فوراً محکمہ سراغرسانی حرکت میں آ گیا۔

وارلحکومت سے عمران کو کیس کی تفتیش کے لئے بھیجا گیا۔ مگر عمران نہ تو فیروز کا پتہ چلا سکا۔ ... اور نہ یہ ثابت کر سکا کہ افیون کی اسمگلنگ کا تعلق افضل صاحب

سے یا فیکٹری سے ہے۔

مگر

اس نے دھاندلی سے افضل صاحب کو بلیک میل کرنا شروع کر دیا کہ میں مرکزی محکمہ کا آدمی ہوں۔

اور ڈائریکٹر جنرل کا بیٹا ہوں۔

لہٰذا میری رپورٹ صحیح تسلیم کی جائے گی۔ میں چاہوں تو تمہیں بند کرا سکتا ہوں۔

اور اگر تم چاہتے ہو کہ فیکٹری میں تالا اور تمہارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نہ لگیں تو مجھے ایک لاکھ روپے دے دو۔

میں رپورٹ دے دوں گا کہ افیون کی اسمگلنگ کا ذمہ دار فیروز ہی تھا۔ افضل صاحب سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ اور دوسری صورت میں میں تمہارے خلاف رپورٹ دے دونگا۔۔۔۔"

ایک لمحہ کے لئے مسز افضل خاموش ہو گئیں۔

عمران بدستور انہیں حیرت سے دیکھتا رہا تھا۔

اور اسے دیکھ کر کوئی یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ وہ اداکاری کر رہا ہے مسز افضل نے پھر کہنا شروع کیا۔

"لیکن افضل صاحب کے ہاتھ بالکل صاف تھے۔ اس لئے انہیں کسی بات کا ڈر ہی نہیں تھا۔

انہوں نے عمران کی پیشکش کو صاف طور پر مسترد کر دیا اور کہا کہ اب میں تمہارے

خلاف قانونی کاروائی بھی کروں گا۔

اسی سلسلہ میں افضل صاحب دارالحکومت گئے تھے۔ میں نہیں جانتی کہ وہاں ان کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا تھا۔ کیونکہ انہوں نے پہنچنے کے دوسرے روز ہی وہ خط رجسٹری سے مجھے بھیج دیا تھا۔۔۔۔

جس میں انہوں نے اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ علی عمران ان کا جانی دشمن ہو گیا ہے اس لئے اگر ان کی لاش کہیں پائی جائے تو اسے عمران کا ہی کارنامہ سمجھا جائے۔

اور پھر۔

بکل ہی مجھے وہ منحوس اطلاع ملی تھی۔۔۔۔"

کہتے کہتے ایک بار پھر مسز افضل کی آواز بھرا گئی۔۔۔۔

عمران نے ہلکی سی سانس لی۔

مسز افضل کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔

جنہیں اس نے ساڑھی کے آنچل سے پونچھ لیا۔

اور۔

پھر اس کا چہرہ تمتما اٹھا۔

وہ مٹھیاں بھینچ کر بولی۔

"میں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گی جب تک اپنا سہاگ اجاڑنے والے کو عدالت کے کٹہرے میں نہ کھڑا دیکھ لوں۔"

"آپ اطمینان رکھئے۔"

"میرا پورا پورا تعاون آپ کے ساتھ ہے۔"

"مسز افضل نے عمران کی طرف دیکھا۔"

اور بولی۔

"نہ جانے کیوں۔۔۔ ؟ آپ کی آواز فون پر ہی سنکر مجھے ایسی ڈھارس بندھ گئی ہے۔"

جیسے اب میں سچ مچ اکیلی نہیں ہوں

اور۔

آپ کی مدد سے میں اپنے شوہر کے قاتل کو سزا دلوا سکتی ہوں۔"

"بالکل دی وے۔ وہ خط آپ کے پاس موجود ہے۔"

"ہاں۔ ہے۔"

"ذرا میں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

مسز افضل نے گھنٹی بجائی۔

نوکر کے آنے پر مسز افضل نے کہا۔

"شفی۔ میری میز کی دراز میں سے جو بڑی لفافہ رکھا ہے۔"

وہ لے آؤ۔

شفی کے جانے کے بعد مسز افضل نے عمران کی طرف دیکھا۔

اور بولی۔

"آپ اپنے عزیز کے یہاں ہی ٹھہرے ہیں۔؟"

"نہیں۔"

"میں ہوٹل شیراز میں ہوں۔"

"کیوں۔؟"

"دراصل میں بھیڑ بھاڑ سے بہت گھبراتا ہوں۔ ہوٹل میں قیام کیا ہے۔ بس تقریب میں شرکت کرنے چلا گیا تھا۔

حالانکہ وہ لوگ اعتراض بھی کر رہے تھے۔

مگر۔

میں نے معذرت طلب کر لی تھی۔

"دیکھئے۔ اب تو آپ کو یہاں کچھ دن اور ٹھہرنا ہی پڑے گا۔"

"بے شک۔ اب تو میں آپ کی قسم پوری ہونے کے بعد ہی یہاں سے جاؤں گا۔"

"تو پھر آپ بلا تکلف یہاں آجایئے۔ کتنی بڑی کوٹھی ہے میں ایک کمرہ میں آپ کے لئے انتظام کرائے دیتی ہوں۔"

یہاں بھیڑ بھاڑ بھی نہیں ہے جو آپ کو پریشانی ہوگی۔ کوٹھی میں صرف میں اور چند نوکر ہوں۔"

"میرا خیال ہے اس طرح کچھ دشواریاں پیدا ہو جائیں گی۔"

"وہ کیا۔؟"

اتنے میں شفی آگیا۔

اس نے عمران کو لفافہ دے دیا۔

عمران نے لفافہ میں سے افضل صاحب کا خط نکال کر پڑھا۔ بالکل ویسی ہی تحریر تھی۔

جیسی افضل کی لاش کی جیب سے برآمد ہوئی تھی۔

عمران نے ایک لمبی سانس لی۔

اور بولا۔

"معاملہ واقعی گمبھیر ہے۔"

"سراسر اس کا ہی کارنامہ ہے۔"

"اچھا بتیئے۔"

جب وہ یہاں تفتیش کر رہا تھا تو کبھی کوٹھی بھی آیا تھا۔؟"

"نہیں..... وہ زیادہ تر فیکٹری میں ہی افضل صاحب سے ملتا تھا۔"

"آپ اسے پہچانتی ہیں۔؟"

"جی نہیں۔"

"اچھا!"

اس کی رشوت وغیرہ کی بابت آپ کو افضل نے کب بتایا تھا۔؟"

"اسی دوران میں جب یہ سلسلہ چل رہا تھا۔ سارے حالات ہی میرے علم میں تھے۔"

"دراصل افضل صاحب مجھ سے کبھی کچھ چھپاتے نہیں تھے۔ ویسے بھی وہ ایسی فطرت کے مالک تھے کہ ذرا سی الجھن سے بھی فروس ہو جاتے تھے۔ میں انہیں بہت زیادہ ڈھارس دیا کرتی تھی۔

اس لئے وہ اپنی ہر الجھن سب سے پہلے مجھے ہی بتاتے تھے۔

اس طرح مجھے ہر بات معلوم ہو جاتی تھی۔

اور۔

کبھی کبھی میرا مشورہ بھی انہیں پسند آتا تھا۔"

"تو عمران نے انہیں جب دھمکی دی تھی۔ تب آپ ان کے ساتھ نہیں تھیں۔"

"ارے نہیں۔ میں تو ان کے قریب ہی بیٹھی ہوئی تھی۔"

"کیا مطلب۔؟"

آپ تو کہہ رہی تھیں کہ آپ نے عمران کو دیکھا ہی نہیں۔"

"اوہو۔ اس قسم کی گفتگو آمنے سامنے ذرا مشکل سے ہی ہو سکتی ہے نا اس لئے اس نے اسی نوعیت کی پیشکش کے لئے ٹیلی فون استعمال کیا تھا۔"

"اوہ۔"

"جی ہاں۔" اور جس وقت افضل صاحب نے ٹیلی فون ریسیو کیا تھا۔ میں ان کے پاس ہی بیٹھی تھی۔"

اور۔

تفتیش کے سلسلہ میں ہی ہم لوگوں میں تبادلۂ خیالات ہو رہا تھا۔

"افضل صاحب پر اس کا کیا ردعمل ہوا تھا۔؟"

"افضل صاحب۔"

وہ تو سناٹے میں رہ گئے تھے۔

پھر انہوں نے مجھے بتایا اور میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

میں نے ان کے ہاتھ سے ریسیور چھین لیا اور ان کی طرف سے میں نے عمران کو جانے کیا کیا سنا ڈالا۔

پھر۔

انہوں نے مجھ سے ریسیور لے لیا اور کہہ دیا کہ تم سے جو کیا جائے کر لو۔ اور یہ بھی سن لو کہ اب میں تمہیں کسی بھی قیمت پر نہیں بخشوں گا۔ تمہیں جیل کرا کے ہی دم لوں گا۔"

"کیونکہ تم جیسے رشوت خور آفیسران کی وجہ سے ہی محکمہ بدنام ہوتا ہے۔"

عمران چپ چاپ بیٹھا رہا۔

اب اس کے ذہن میں یہ بات صاف ہو گئی تھی کہ کس وجہ سے افضل اتنی دیدہ دلیری سے اس کے منہ پر ہی بار بار کہہ رہے تھے کہ تم نے ایک لاکھ کی رشوت طلب کی تھی۔

اور اگر رحمٰن صاحب نے اس سلسلہ میں کوئی ایکشن نہیں لیا تو میں آگے تک بھی جاؤں گا۔

چند لمحے بعد عمران نے پوچھا۔

"اس کا مطلب ہے فیروز تب ہی سے روپوش ہے۔"

"جی ہاں۔ جس دن اس کے فلیٹ سے اغوا کی رپورٹ ملی ہے اس کے بعد سے اس کا کہیں پتہ نہ چل سکا۔

حالانکہ پولیس اس کی تلاش میں ہے۔

"آپ نے پولیس سے رابطہ قائم کر رکھا تھا۔"

"جی ہاں۔ میں دن میں دو تین بار فون کر کے معلوم کر لیتی ہوں۔"

"آپ نے اپنے جن قانونی مشیر کا تذکرہ کیا تھا۔"

"انہوں نے اس سلسلہ میں کیا کیا۔؟"

"وہ بھی برابر پولیس سے رابطہ قائم کئے ہوئے ہیں۔

مگر۔

جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ان معاملات میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لے رہے۔"

"ایسا محسوس ہونے کا کوئی سبب تو ہو گا۔؟"

"جی ہاں۔ اب بھی دیکھ لیجئے کہ مجھے یہ رجسٹری صبح ملی تھی۔

اور۔

میں نے صبح ہی شیر احمد کو اس کی اطلاع دے دی تھی۔

اور انہوں نے کہا تھا کہ میں اس سلسلہ میں ان کی آمد تک خاموش رہوں پولیس کو اطلاع نہ دوں۔

اور۔

اب شام کے چھ بج رہے ہیں۔

میں ان کا انتظار کر رہی ہوں۔

اور ان کا کوئی پتہ نہیں ہے۔"

"اوہ۔!"

اس کے علاوہ کوئی خاص بات۔؟"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ بیان کس طرح دوں۔؟"

بس یہ سمجھ لیجئے کہ بعض باتیں سمجھ میں تو آجاتی ہیں۔

لیکن۔

ان کے اظہار کے لیے واضح الفاظ نہیں مل پاتے۔

میں نے ان کے رویہ کو محسوس کیا ہے۔

مگر۔

اس احساس کو الفاظ کی شکل کس طرح دوں یہ سمجھ میں نہیں آتا۔

"کیا میں شیر احمد سے مل سکتا ہوں۔؟"

"کیوں نہیں۔؟" میں ان سے کہہ دونگی کہ یہ افضل صاحب کے دوست ہیں۔

اور۔

ہماری مدد کرنا چاہتے ہیں۔

"انہیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟"

"ٹھیک ہے۔ آپ ان کا پتہ مجھے لکھا دیجئے۔"

عمران نے فوراً بک جیب سے نکالی۔ اور عین اسی وقت ایک سمت ٹی پائی پر رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

اور۔

مسز افضل نے چونک کر فون کی طرف دیکھا۔

پھر عمران کی طرف دیکھ کر معذرت طلب لہجہ میں بولی۔

"ایکسکیوزمی۔"

"کوئی بات نہیں۔"

مسز افضل نے اٹھ کر ریسیور اٹھا لیا۔

دوسری طرف سے پتہ نہیں کس کی آواز سنائی دی کہ اچانک مسز افضل کے چہرہ کا رنگ فق ہو گیا۔

اس نے گڑبڑا کر عمران کی طرف دیکھا۔

اور۔

پھر قدرے بلند لہجہ میں بولی۔

"کون ہو تم۔؟"

عمران غور سے مسز افضل کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اس کے چہرہ پر کئی طرح کے رنگ آجا رہے تھے۔ وہ دوسری طرف کچھ سنتی رہی۔

اور اس دوران اس نے پھر کنکھیوں سے عمران کی طرف دیکھا۔

مگر۔

عمران افضل کے خط میں اس طرح ڈوبا ہوا بیٹھا تھا جیسے اس مسئلہ پر بہت گہرائی سے سوچ رہا ہو

حالانکہ اس کی سماعت کی پوری قوت فون کی طرف ہی تھی۔

چند لمحے بعد ذکیہ کی آواز پھر گونجی۔

"میں پوچھتی ہوں کون ہو تم اور کہاں سے بول رہے ہو۔"

پھر زکیہ افضل کچھ سنتی رہی۔
چند لمحے بعد اس نے زور سے کہا۔
"بکومت۔ میں تمہاری صورت پر تھوکنا بھی نہیں چاہتی۔"
پھر۔
اس نے زور سے رسیور پٹک دیا۔
اس نے عمران کی طرف دیکھا جو بدستور خط میں کھویا ہوا نظر آ رہا تھا اس نے اپنے حواس درست کئے۔
اور۔
ماتھے پر سے ساڑھی کے آنچل سے پسینہ پونچھا اور سانسیں درست کرنے کی کوشش کرتی ہوئی صوفے کے قریب آئی اور پھر صوفہ پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھی۔
صوفہ کی آواز پر چونک کر عمران نے اس کی طرف دیکھا۔
اور بولا۔
"خیریت آپ کچھ مضمحل نظر آنے لگیں۔؟"
"آں۔۔۔۔"
"کک۔ کچھ نہیں۔"
"کچھ بھی نہیں۔"
"کس کا فون تھا۔؟"
"فون۔"

وہ سنبھل کر بیٹھ گئیں۔
اور بولی۔
"فیروز۔؟"
"فیروز کا فون تھا۔"
"فیروز۔!!"
عمران سنبھل کر سیدھا بیٹھ گیا۔
"جی ہاں۔ اسی مردود کا فون تھا۔"
"کہاں سے بول رہا تھا۔؟"
"بتایا نہیں اس نے۔"
"کیا کہہ رہا تھا۔؟"
"مجھ سے ملنے کا خواہشمند تھا۔"
"وہ کیوں۔؟"
"اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے۔"
"کہہ رہا تھا کہ میں ان حالات سے قطعی ناواقف ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میرے فلیٹ میں لاش کس طرح پہنچی۔؟"
"افیون کا ذخیرہ کہاں سے آیا اور میں روپوش اس لئے ہو گیا تھا کہ افضل صاحب ویسے ہی مجھے شک کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ ان حالات میں تو انہیں پورا پورا یقین ہو جائے گا کہ میں ہی مجرم ہوں۔"
"اور۔؟"

"اور کہہ رہا تھا کہ مجھے بھائی صاحب کے قتل کا علم ہو چکا ہے اور میں ان کیلئے بہت رنجیدہ ہوں۔"

اور۔

"اس وقت میں آپ کے قریب رہنا چاہتا ہوں کیونکہ ایسے لمحات میں خود آپ کو بھی ایک ہمدرد کی ضرورت ہے۔"

"اوہ۔"

"مگر میں نے اس سے کہہ دیا کہ میں اس کی صورت پر تھوکنا بھی نہیں چاہتی۔"

"پھر۔؟"

پھر اس نے ایک دھمکی آمیز جملہ کہا تھا۔

"کہ اب آپ اکیلی ہیں۔ اور آپ اگر اسی طرح دشمن بناتی رہیں گی تو زندگی کیسے گزاریں گی۔"

"اوہو۔"

"مجھے اس کی نیت اچھی نہیں معلوم ہوتی۔"

"آپ سے ایک زبردست غلطی ہوئی ہے۔"

"وہ کیا۔؟"

"آپ فیروز سے نرمی کا برتاؤ کرتیں۔"

"پھر۔؟"

"وہ آپ سے ملنے کی خواہش ظاہر کر رہا تھا۔ آپ اس سے ملنے پر آمادگی ظاہر

کرتیں۔"

"ملاقات کی جگہ مقرر کرتیں اور اس کے بعد تو آپ جانتی ہیں کہ ہم کتنی آسانی سے اس کو قانون کی گرفت میں لے سکتے تھے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔"

مگر۔

"مجھے اس کی گرفتاری سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"وہ کیوں۔؟"

"اس لئے کہ افیون کی اسمگلنگ کا معاملہ پولیس کا کیس ہے۔ قانون خود نپٹے گا۔"

مجھے تو اپنے شوہر کے قاتل کو سزا دلوانے سے دلچسپی ہے اور میرے شوہر کا قاتل علی عمران ہے۔

"میں تو صرف اسے گرفتار کرانے میں دلچسپی رکھتی ہوں۔"

"ممکن ہے کہ یہ معاملہ سرے سے ہی الٹا ہو۔"

"کیا مطلب۔؟"

"آپ کے شوہر کے قتل کا معاملہ۔"

"ذرا واضح طور پر سمجھایئے۔"

"دیکھئے فیروز سے کسی نہ کسی طرح افضل صاحب کی رشتہ داری تو ثابت ہوتی ہی ہے۔"

"جی ہاں۔"

"اب اگر افضل صاحب نے اپنی دولت آپ کے نام منتقل نہیں کی ہے تو قانونی طور پر ساری املاک کا وارث فیروز ہی ثابت ہوتا ہے۔"

"جی۔!!"

ذکیہ کی آنکھیں حیرت سے پھیلی رہ گئیں۔

"اب دیکھئے۔ فیروز نے پہلے پلاننگ کی کہ کسی طرح افضل صاحب کے کاروبار کو کباڑا کر دے۔"

مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اور کسی وجہ کے تحت اسے اچارج کو بھی قتل کرنا پڑا۔

اور۔

اور اس کا بھید کھل گیا۔

افیون کا چکر اس کا اپنا چلایا ہوا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔"

فیروز نے اپنے مقصد میں ناکام ہونے کے بعد دوسری پلاننگ کی۔ یعنی عمران کو افضل صاحب سے یا افضل صاحب کو عمران سے بھڑا دیا۔

"یعنی۔؟"

"بھئی عمران نے فون پر ہی تو دھمکی دی تھی۔"

اور۔

رشوت طلب کی تھی۔

"آپ نے یا افضل صاحب نے اس کی شکل تو نہیں دیکھی تھی۔"

"ٹھیک ہے۔"

"ممکن ہے وہ دھمکی عمران کی بجائے فیروز نے عمران بن کر دی ہو۔ وہ افضل صاحب کی فطرت سے تو واقف ہی ہوگا کہ وہ رشوت کا معاملہ کبھی قبول نہ کریں گے اور اس طرح عمران سے ٹکراؤ ہو جائے گا۔"

"اوہ۔"

"مگر عمران کیا قبول کر لیتا کہ اس نے رشوت مانگی تھی۔؟"

"یہی نکتہ تو فیروز نے ذہن میں رکھا ہوگا۔"

"کیا مطلب۔؟"

ذکیہ نے چونک کر کہا۔

"مطلب یہ کہ کوئی ذمہ دار آفیسر کسی سے رشوت طلب کرتا ہے۔ اور جس سے طلب کی جاتی ہے وہ اس کی شکایت کر دیتا ہے۔"

ظاہر ہے کہ آفیسر صاف مکر جائے گا کہ یہ میرے اوپر الزام ہے۔ اسی لئے آفیسر ٹیلی فون پر رشوت طلب کرے گا۔"

"آپ یہی سوچتی ہیں نا۔؟"

"ظاہر ہے۔"

"بس یہی بات فیروز نے سوچی ہوگی کہ افضل صاحب کو اس نے ٹیلی فون پر عمران بن کر مخاطب کیا۔

اور۔

رشوت طلب کی۔"

عورت کا مقدر

بصورت دیگر اس نے دھمکی دی کہ میں آپ کے خلاف کارروائی کروں گا۔
آپ لوگوں کے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ یہ حرکت عمران ہی کی ہے۔ افضل
ڈی۔ جی سے شکایت کی۔

ڈی جی عمران کو طلب کر کے افضل صاحب کا سامنا کراتے ہیں۔ تو ظا
ہے کہ افضل صاحب کے دل میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ رشوت عمران نے ہی
لی تھی۔

"اس لئے وہ تو عمران کے سامنے بھی پر زور الفاظ میں یہ بات کہہ د
گے۔"

"جی۔۔۔۔!!"

ذکیہ نے حیرت سے کہا۔

"مگر عمران نے ہی انہیں دھمکی دی ہوگی جان لینے کی۔ تب ہی تو انہ
نے یہ رجسٹرڈ خط مجھے بھیجا۔"

"اس بات کو بھی اس طرح سوچیئے۔"

کہ فیروز تو غائب ہے ہی اسے یہ علم رہا ہوگا کہ افضل صاحب دارالحکو
گئے ہیں۔

اس نے خود بھی وہاں کی راہ لی ہوگی۔

وہاں پتہ لگایا ہوگا کہ افضل صاحب کیا ہیں۔

"ظاہر ہے کہ افضل صاحب ڈی جی سے ملیں گے تو عمران کے خلاف ثبو
کے لئے ہی ملیں گے۔"

چنانچہ فیروز نے پھر فون استعمال کیا ہوگا۔

اور۔

عمران بن کر افضل کو دھمکی دی ہوگی کہ اپنی حرکت سے باز آجاؤ۔ ورنہ تمہیں
جان سے مار دیا جائے گا۔"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔؟"

"یہی کہ عمران جیسا ذمہ دار انسان ایک لاکھ روپے کی رشوت طلب کرے
یہ بات حلق سے نہیں اترتی۔"

جبکہ فیروز کے بارے میں واضح طور پر یہ بات سوچی جا سکتی ہے۔ فیروز
نے اس طرح افضل صاحب کے دل میں یہ بات اچھی طرح جما دی کہ عمران ہی ان کی
جان کا دشمن ہے۔

پھر۔

اس نے افضل صاحب کو ٹھکانے لگا دیا۔

اس کے بنائے ہوئے پلان کے مطابق افضل صاحب کے قتل کا پورا پورا
شبہ عمران پر ہی رہا۔

اب فیروز اپنے خارج کے قتل کے کیس سے بھی بری ہو جائے تو کیا وہ افضل
صاحب کی املاک کا واحد وارث نہ قرار دیا جائے گا۔؟"

ذکیہ کے چہرے پر ہوائیاں سی اڑ رہی تھیں۔

اس نے چند لمحے بعد اپنی پیشانی کو رگڑا۔

اور بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"میں جانتا ہوں۔ ایسے حالات میں آدمی کی عقل ضبط ہو ہی جاتی ہے لیکن۔

جہاں آدمی کی اپنی عقل کام نہ کرے وہاں اسے کسی ایسے آدمی سے مدد لینی چاہیئے جس پر اسے پورا پورا بھروسہ ہو۔"

ذکیہ نے غور سے عمران کو دیکھا۔

اور بولی۔

"ابھی تک تو مجھے صرف آپ ہی ایک ایسے آدمی نظر آئے ہیں۔ جانے کیوں۔؟"

خواہ مخواہ ہی آپ پر اعتماد کرنے کو جی چاہتا ہے۔"

"تو پھر آپ یہ سب میرے اوپر چھوڑ دیجئے۔۔۔۔"

"مگر آپ اس سلسلہ میں کیا کر سکیں گے۔؟"

"جو کچھ بھی کر سکوں گا وہ آپ کے سامنے آجائے گا۔"

البتہ۔

اس سلسلہ میں آپ کو میرے مشوروں کی من و عن پابندی کرنا ہوگی۔"

"ٹھیک ہے۔"

آپ جو کہیں گے میں وہی کروں گی۔؟"

"سب سے پہلے تو آپ مجھے شیر احمد کا پتہ دیجئے۔"

ذکیہ نے عمران کو شیر احمد کا پتہ لکھایا۔۔۔۔

پھر عمران نے کہا۔

"اب مجھے ان کے بارے میں ذرا تفصیل سے بتایئے۔"

اس سے قبل کہ ذکیہ جواب دیتی۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بج بجی۔

ذکیہ نے چونک کر فون کی طرف دیکھا اور اس بار پھر اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔

عمران نے کہا۔

"دیکھئے۔ اگر فیروز کا ہی فون ہے تو فدرے نرم لہجہ میں گفتگو کیجئے گا۔"

اور۔

"اس سے ملاقات کے لئے آمادگی ظاہر کیجئے گا۔"

"م۔۔۔۔ مگر۔۔۔۔"

"ابھی آپ وعدہ کر چکی ہیں کہ میرے مشوروں پر عمل کریں گی۔"

"ٹھیک ہے۔"

وہ اٹھی۔

اور۔

اس نے ریسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ مسز ذکیہ افضل اسپیکنگ۔"

"ذکیہ۔!!"

دوسری طرف سے آواز آئی ۔

"میں ہوں شبیر احمد ۔"

"اوہ ۔"

اس کے چہرے پر قدرے اطمینان جھلک اٹھا ۔

"آپ ہیں شبیر احمد ۔"

"ہاں ۔"

"میں ذرا صبح سے ایک موکل کے ساتھ تھا ۔ بہت ضروری کیس تھا ۔ اس لئے میں آپ سے نہ مل سکا تھا ۔"

"ابھی آپ نے وہ خط پولیس تک تو نہیں پہنچایا ۔ ؟"

"جی نہیں ۔"

"میں آپ ہی کی منتظر تھی ۔"

"ٹھیک ہے ۔ میں آرہا ہوں ۔ ساتھ بیٹھ کر کچھ سوچتے ہیں ۔"

"کتنی دیر میں آرہے ہیں آپ ۔ ؟"

"بس دس منٹ میں پہنچ رہا ہوں ۔"

"اچھی بات ہے ۔"

اس نے ڈسکنکٹ کر کے عمران کی طرف رخ کیا ۔

اور ۔

بولی ۔

"یہ شبیر احمد تھے ۔ ہمارے قانونی مشیر ۔"

"ادھر ہی آرہے ہیں وہ ۔ ؟"

"جی ہاں ۔"

"بس ٹھیک ہے ۔"

اب ان کے پتہ کی بھی ضرورت نہیں رہ گئی ۔

وہ بیٹھ گئی ۔

عمران نے ایک اچٹتی سی نظر سے اس کے چہرے کا جائزہ لیا ۔ اس کے چہرہ پر ایک عجیب سا اضطراب جھلک رہا تھا ۔

اس نے کہا ۔

"ہاں ۔ آپ مجھے شبیر احمد کے متعلق کچھ تفصیل سے بتائیں ۔"

"ان کے متعلق کس قسم کی تفصیل بتاؤں ۔ ؟"

"افضل صاحب کے قانونی مشیر کب سے ہیں ۔ ؟"

"وہ تو ڈیڈی کے زمانہ سے ہی قانونی مشیر ہیں ۔"

عمر رسیدہ ہیں ۔

اور ۔

ڈیڈی کے دوستوں میں سے ہیں ۔

"ان کی وکالت اچھی چلتی ہے ۔ ؟"

"جی ہاں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

روپ نگر کے گنے ہوئے وکیلوں میں سے ایک ہیں

پھر کچھ دیر کے لئے خاموشی چھا گئی ۔

اچانک اس نے چونک کر کہا۔

"اوہ! میری وحشت تو دیکھئے ابھی تک آپ سے چائے کے لئے بھی نہیں پوچھا۔"

"نہیں شکریہ۔ تکلف کی ضرورت نہیں۔"

"واہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔؟"

"چائے یا کافی۔؟"

"کافی ہی منگوایئے۔"

ذکیہ نے گھنٹی بجا کر نوکر کو بلایا۔

اور بولی۔

"دو کپ گرما گرم کافی۔"

نوکر کے جانے کے بعد اس نے عمران کی طرف دیکھا۔

اور بولی۔

"سچ مچ میرے ذہن پر اس حادثہ نے بہت برا اثر ڈالا ہے۔"

"ایک بات بتا یئے گی آپ۔؟"

"پوچھئے۔"

وہ چونک کر بولی۔

"میں نے محسوس کیا ہے کہ آپ فیروز سے کچھ خوفزدہ تھیں۔"

"ج۔ جی نہیں تو....." اس کے چہرے کا رنگ کچھ بدل سا گیا۔ "لیکن وہ جلدی سے خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔

"جب۔ بھلا میں اس سے خوفزدہ کیوں ہونے لگی۔؟"

"ممکن ہے میرا وہم رہا ہو۔"

عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

اور وہ عمران کی طرف غور سے دیکھتی رہ گئی۔ لیکن اب عمران اس کی بجائے میز پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔

پھر وہ شفق کی طرف متوجہ ہو گیا جو ٹرے میں دو کپ لے کر اندر داخل ہو رہا تھا۔

وکیل شیر احمد کی گاڑی افضل محل کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور پورٹیکو میں پہنچکر رک گئی۔

اتنی دیر میں شیر احمد نے کمپاؤنڈ سے لے کر پورچ تک اس طرح جائزہ لے لیا تھا کہ وہ لان پر رکھے گملوں کی تعداد تک بتا سکتا تھا۔

ڈرائیونگ سیٹ پر خود ہی تھا۔ اس نے انجن بند کیا اور نیچے اتر آیا۔ اس کے جسم پر سفید پتلون اور کالا کوٹ تھا۔ گلے میں وکالت کا کالر بھی موجود تھا۔ اس کی عمر لگ بھگ ساٹھ یا پینسٹھ برس ہوگی۔

سر کے بال کہیں کہیں سے کالے رہ گئے تھے۔

مگر تھے بڑے گھنے۔

آنکھوں پر ابھی تک عینک لگانے کی ضرورت نہیں پیش آئی تھی۔

مگر سفیدی پر پیلاہٹ کا غبار چڑھ چکا تھا۔ اور جھریاں ایسی تیز تھیں جیسے اور کسی کی آنکھوں سے نکال کر فٹ کر دی گئی ہوں۔ رنگت گندمی ہی تھی۔ مگر چہرے پر اس عمر میں بھی خون چھلک رہا تھا۔ رخساروں کے بالائی حصے قدرے ابھرے ہوئے تھے۔

اور ہونٹ پتلے پتلے اور بھنچے ہوئے تھے۔

برآمدہ کی سیڑھیوں پر پہنچ کر وہ رک گیا۔ اس کی نظریں شفی پر تھیں جو ڈرائینگ روم کی طرف سے ٹرے میں دو پیالیاں رکھے ہوئے لا رہا تھا۔

شفی کی نگاہ بھی ان پر پڑ گئی۔ اور وہ رک گیا۔ شیر احمد بے آواز قدموں سے چلتا ہوا شفی کے قریب پہنچا۔

اور دھیمے لہجہ میں بولا۔

"مالکن ڈرائینگ روم میں ہیں۔؟"

"جی ہاں۔"

"اور کون ہے ان کے ساتھ۔؟"

"جی .... مالک کے کوئی دوست ہیں۔"

"افضل صاحب کا کوئی دوست۔!!"

شیر احمد چونک پڑا۔

"جی ہاں۔"

"تم اسے جانتے ہو۔؟"

"جی نہیں۔"

"تعجب ہے۔ افضل صاحب کا کوئی ایسا دوست بھی تھا جسے تم نے کبھی نہیں دیکھا اور جو یہاں بھی کبھی نہیں آیا۔"

شفی چپ چاپ کھڑا رہا۔

شیر احمد نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ مالکن سے کہدو۔ وکیل صاحب آئے ہیں۔"

"جی اچھا۔"

شفی نے ٹرے میز پر رکھ دی اور ڈرائینگ روم کی طرف چلا گیا۔ شیر احمد نے اس کو جاتے دیکھا۔

پھر ایک پیالی اٹھا کر سونگھی۔ پھر دوسری پیالی اٹھا کر سونگھی۔

اور بڑبڑایا۔

"یعنی تمباکو نوشی بھی کرتا ہے۔"

چند لمحے بعد وہ واپس آگیا اور بولا۔

"آپ کو مالکن اندر بلا رہی ہیں۔"

"ہوں۔"

شیر احمد مطمئن مگر بے آواز قدموں سے چلتا ہوا ڈرائینگ روم میں پہنچا اور ذکیہ اسے دیکھتے ہی کھڑی ہوگئی۔

عمران بھی احتراماً اٹھ گیا۔

"آیئے وکیل صاحب۔ میں آپ کی ہی منتظر تھی۔"

شیر احمد نے ایک غائر نظر سے اس کا جائزہ لیا اور عمران نے غائر نظر سے شیر احمد

کا جائزہ لیا۔"

ذکیہ جلدی سے بولی۔

"یہ رحیم صاحب ہیں۔ مرحوم افضل صاحب کے اسکول کے زمانہ کے دوست۔"

"وہی تو میں پہچاننے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

شیر احمد غور سے اس کو دیکھتا ہوا بولا۔ "افضل صاحب کے بچپن کا کون سا دوست ہے جسے میں نہیں جانتا۔"

عمران کے ہونٹوں پر ایک مطمئن مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تو آپ افضل صاحب کے بچپن کے بھی سارے دوستوں سے واقف ہیں۔؟"

"ان میں تو میں بھی شامل تھا۔"

مگر۔

"میں نے آپ کو کبھی یہاں نہیں دیکھا۔"

"ممکن ہے آپ ایسے وقت آئے ہوں جب میں نہ ہوں۔"

شیر احمد نے اطمینان سے جواب دیا۔ اس کے چہرہ سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ مسکراہٹ کا نام تک نہیں جانتا۔

عمران نے صوفہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"تشریف رکھئے۔"

شیر احمد بیٹھ گیا اور ذکیہ سے بولا۔

"میں بھی کافی پیوں گا۔"

ذکیہ نے گھنٹی بجا کر شفی کو بلایا اور کافی کے لئے کہا۔ پھر شیر احمد کی طرف متوجہ ہو کر آہستہ سے بولی۔

"میں تو صبح سے آپ کی منتظر تھی۔"

"میں نے تمہیں فون پر ہی بتایا تھا کہ میں مصروف رہا تھا۔"

شیر احمد نے کہا۔

اور۔

پھر اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

"ہائی دی وے۔ آپ کہیں باہر سے تشریف لائے ہیں۔؟"

"جی ہاں۔ میں بارہ برس تک امریکہ میں رہا ہوں۔"

"اوہو۔ تب تو صدر کینیڈی کو آپ ہی کے سامنے گولی ماری گئی ہوگی۔"

"جی نہیں۔ میں اس وقت کیلی فورنیا میں تھا۔۔۔۔"

"میرا مطلب ہے آپ تھے تو امریکہ میں ہی۔"

"جی ہاں۔ مگر یہ واقعہ ٹیکساس کا ہے۔"

"اس حادثہ کا ردِ عمل کیا ہوا تھا۔؟"

"میں دراصل سیاست سے زیادہ دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔ پھر بھی کیونکہ کینیڈی ایک ہر دل عزیز شخصیت تھے اس لئے خواہ مخواہ ادھر توجہ ہو گئی تھی۔۔ کینیڈی کی موت کا۔۔۔۔ وہاں کے عوام کو بے حد صدمہ تھا۔"

"عوام کا کیا خیال تھا۔؟ کیا اس حادثہ کے پیچھے نکسن کا ہاتھ نہیں ہو سکتا تھا جو

کینیڈی کے بعد صدر بنے تھے۔؟"

"ممکن ہے ایسا ہی ہو۔"

کیونکہ نکسن انتہا پسند تھے اور کینیڈی اعتدال پسند تھے۔ اگر کینیڈی زندہ ہوتے تو ممکن ہے کہ بین الاقوامی سیاست کا رخ کچھ اور ہوتا۔ کم از کم ویت نام کی جنگ بند ہو چکی ہوتی۔

اور۔

مشرقِ وسطیٰ میں بھی وہ جنگ کی آگ بھڑکنے سے روکنے کی کوشش ضرور کرتے۔"

"آپ تو کہہ رہے تھے کہ سیاست سے دلچسپی نہیں۔"

"میں اس وقت کی بات کر رہا تھا۔ اب آپ مجھ سے دنیا کے کسی بھی حصہ کی سیاست پر گفتگو کر سکتے ہیں۔"

"بہت خوب۔"

اتنے میں شفی کافی لے آیا۔

ذکیہ کچھ اکتائی اکتائی سی بیٹھی تھی۔

شیر احمد نے پیالی اٹھاتے ہوئے ذکیہ سے کہا۔

"اور۔ تم کیسی ہو۔؟"

"وہ خط۔۔۔۔"

"کیا مسٹر رحیم کو افضل صاحب کے حادثہ کا علم ہے۔؟"

"جی ہاں۔ میں بتا چکی ہوں

شبیر احمد نے ہلکا سا جھٹکا لیا۔

اور۔

قدرے توقف سے وہ ذکیہ کو گھورتا ہوا بولا۔

"کیا اے ٹو زیڈ سب کچھ بتا چکی ہو۔۔۔۔؟"

"جی۔۔۔۔ جی ہاں۔"

وہ قدرے گڑبڑا گئی۔

شبیر احمد کے ماتھے پر ناگواری کی شکنیں ابھر آئیں۔ وہ برا سا منہ بنا کر بولا۔

"بزرگوں نے ٹھیک ہی کہا ہے عورت ناقص العقل ہوتی ہے۔"

"جی!!"

اس بار ذکیہ کے ذہن کو جھٹکا لگا۔

"شاید اس سے پہلے کبھی شبیر احمد کا ذکیہ سے تخاطب اس انداز کا نہ رہا تھا ورنہ اس کے چہرے کا رنگ اس طرح نہ بدلتا۔

پھر بھی وہ خود کو سنبھال کر بولی۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی وکیل صاحب۔؟"

"کیا ضروری تھا کہ اس ذاتی معاملہ کی تفصیل انہیں بھی بتائی جائے۔" شبیر احمد نے عمران کی طرف اشارہ کر کے قدرے تلخ لہجہ میں پوچھا۔

"یہ افضل صاحب کے گہرے دوستوں میں ہیں۔"

"اس بات کا ان کے پاس کیا ثبوت ہے۔؟"

"جی۔ مگر۔۔۔ مگر۔۔۔۔۔"

"اور تمہارے پاس ہی اس بات کا کیا ثبوت ہے، کہ یہ افضل صاحب کے دوست ہیں۔؟"

ذکیہ نے گڑبڑا کر عمران کی طرف دیکھا۔

اور۔

عمران مسکرا کر بولا۔

"وکیل صاحب ٹھیک فرماتے ہیں۔ سچ مچ اتنی جلدی کسی پر بھروسہ نہیں کر لینا چاہیئے۔"

"مجھے تو لگتا ہے آپ امریکہ گئے ہی نہیں تھے۔"

شبیر احمد نے عمران سے کہا۔

"میں سمجھا نہیں۔؟"

"میرا بھانجہ صرف چار برس امریکہ رہ کر لوٹا ہے۔ آدھا امریکن بن گیا ہے۔ آپ دو برس رہ کر آئے ہیں۔"

مگر آپ کی جلد پر امریکن آب و ہوا کی چھاپ کا ذرہ برابر بھی اثر نظر نہیں آتا۔۔۔ جناب۔۔۔۔ آپ ایک ماہ افریقہ رہ کر دیکھئے۔ اگر کالے نہ ہوئے تو آپ کا رنگ مانولا ضرور ہو جائے گا۔"

"آپ سچ مچ بہت گہری نظر رکھتے ہیں وکیل صاحب۔"

عمران پرسکون مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"اب آپ بتائیے کہ آپ کون ہیں اور کس لئے آپ نے افضل صاحب کے

دوست کا بہروپ رچایا ہے۔؟"

ذکیہ ہکا بکا سی بیٹھی رہ گئی تھی۔

عمران مسکراتا رہا پھر اسی پرسکون مسکراہٹ کے ساتھ وہ آہستہ سے بولا۔

"میں افضل صاحب کا دوست رحیم ہوں۔ اور بارہ برس امریکہ میں رہ کر پچھلے ہفتہ ہی لوٹا ہوں اور میں اپنے دوست کی ناگہانی موت کی خبر سن کر ہی یہاں آیا ہوں۔"

"آپ کے پاس امریکہ کا پاسپورٹ تو ہوگا۔"

"جی ہاں..... کیا آپ میرے ساتھ دارالحکومت تک چلنا پسند کریں گے۔؟"

"کیا مطلب۔؟"

"میں دارالحکومت میں رہتا ہوں۔ مجھے معلوم ہوتا کہ کہیں ثبوت کے لئے پاسپورٹ بھی دکھانا ہوگا تو اسے گلے میں لٹکائے پھرتا۔"

"آپ خواہ مخواہ بات بڑھا رہے ہیں وکیل صاحب۔"

ذکیہ جلدی سے بولی۔

"تم خواہ مخواہ ہر ایک پر اعتماد کر لیتی ہو اور پھر دھوکہ کھاتی ہو۔"

شیر احمد نے ذکیہ کی آنکھوں میں گھورتے ہوئے کہا۔

ذکیہ ایک بار پھر گڑبڑا گئی.....

اور عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اچھا مسز افضل مجھے اجازت دیجئے۔"

"اوہ..... دیکھئے....."

وہ جلدی سے بولی۔

"گھبرایئے نہیں۔ آپ لوگ گمبھیر معاملات سے دوچار ہیں لہٰذا میں نے وکیل صاحب کی کسی بات کا بھی برا نہیں مانا..... بائی دی وے وکیل صاحب آپ سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔؟"

"مجھ سے۔؟"

"مجھ سے مل کر آپ کیا کریں گے۔؟"

"شاید آپ کو یقین دلا سکوں کہ میں افضل صاحب کا دوست ہوں۔"

"اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔؟"

"میں ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔"

عمران نے براہ راست شیر احمد کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیونکہ میں نے تہیہ کیا ہے کہ افضل کے قاتل یا قاتلوں کو منظر عام پر لا کر ہی چین سے بیٹھوں گا۔"

آخری الفاظ عمران نے ایک چیلنج کے انداز میں ادا کئے تھے۔ اور پھر وہ جواب کا انتظار کئے بغیر بڑے پرسکون انداز میں چلتا ہوا ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا۔

ذکیہ ہکا بکا سی اس دروازہ کی طرف دیکھتی رہ گئی جس سے عمران نکل کر گیا تھا۔

پھر اس نے شیر احمد کی طرف دیکھا جو اب تک اپنے آپ کو سنبھال چکا

تھا۔

"یہ آپ نے اچھا نہیں کیا وکیل صاحب۔"

اس نے کہا۔

"ارے جانے دو۔ میں جہاں اچھا نہیں کر پاتا اسے منطقی دلائل سے اچھا بنانے کی کوشش کر لیتا ہوں۔"

پھر شیر محمد کافی کا کپ اٹھا کر پینے لگا۔

ہوٹل کے کلاک نے رات کے ایک کا گھنٹہ بجایا اور عمران نے اپنی نوٹ بک بند کر دی۔

اب تک وہ افضل کے متعلق تفتیش کے آغاز سے اس وقت تک کی رپورٹیں پڑھ رہا تھا۔ اتنا الجھا ہوا کیس اسے شاید پہلی ہی بار ملا تھا۔ جس میں وہ تفتیش کیلئے کوئی فیصلہ کن راہ بھی متعین نہیں کر پایا تھا۔

جب وہ افضل کی فیکٹری کے بارے میں تفتیش کے لئے آیا تھا تو وکیل کا کیکٹر ہی سامنے نہیں آیا تھا۔

مگر اس بار اس کا کیریکٹر سامنے آنے سے اس کا ذہن بری طرح الجھ گیا تھا اس کے علاوہ ذکیہ کا کردار بھی اس بساط پر پہلی بار اتنا ابھر کر سامنے آیا تھا۔

ذکیہ سے فون پر گفتگو، پھر ملاقات، پھر فیروز کا فون .... اور اس کی

گڑبڑاہٹ.... ذکیہ کا فیروز کے تئیں رویہ.... یہ سب باتیں بھی اس کے ذہن میں غلاظت پیدا کر رہی تھیں۔

پھر شیر احمد کا داخلہ اور اس کی شخصیت۔ وہ آنکھوں اور چہرہ کی بناوٹ سے ہی منتہائی کھاؤ اور کائیاں قسم کا آدمی معلوم ہوتا تھا۔

عمران نے نوٹ بک سرہانے رکھی بتی بجھا کر نائٹ بلب روشن کر لیا اور بستر پر لیٹ کر اس نے رضائی اوڑھ لی۔

چہرہ اس نے کھول رکھا تھا۔

اچانک اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کمرہ کی فضا میں کسی قسم کی تبدیلی رونما ہو رہی ہو اور دوسرے ہی لمحہ اس بو کی نوعیت بھی اس کی سمجھ میں آگئی۔ اس کے ذہن نے بڑی تیزی سے کام کیا۔

اور پھر....

وہ بجائے اٹھنے یا کسی قسم کی حرکت کرنے کے بالکل بے حس و حرکت اور جوں کا توں ہی لیٹا رہا....

اس نے اپنی سانس روک رکھی تھی۔

لگ بھگ دو منٹ بعد گیس کی بو ختم ہو گئی۔ لیکن عمران بدستور سانس روکے پڑا رہا۔

جب اسے احساس ہو گیا کہ اب بو بالکل نہ ہو گی تب اس نے بہت آہستگی سے دو تین سانسیں کھینچیں لیکن اپنی پوزیشن میں قطعی تبدیلی نہ کی۔

اچانک اسے کمرہ کے دروازہ کے قفل میں ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دیں۔ عمران

ویسے ہی پڑا رہا۔ غالباً باہر سے کسی اوزار سے قفل کھولنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔

چند لمحے بعد قفل کھل گیا اور عمران نے آنکھیں بند کر لیں۔ مگر اس انداز میں جیسے وہ گہری نیند میں ہو....

اس طرح آنکھوں میں ہلکے ہلکے دروں میں سے وہ باآسانی سب کچھ دیکھ سکتا تھا

بہت آہستگی سے دروازہ کھلا اور پھر اس نے ایک اجنبی کو اندر آتے دیکھا جس نے سیاہ سوٹ پہن رکھا تھا۔ سر پر سیاہ اوور کوٹ تھا جس کے کالروں اور فلیٹ کے گوشہ سے اس کا چہرہ چھپا ہوا تھا۔

اجنبی نے اپنے پیچھے دروازہ بند کیا اور پھر آہستہ آہستہ دبے پاؤں چلتا ہوا عمران کے بستر کے قریب پہنچ کر رک گیا۔

ابھی تک اس کے دونوں ہاتھ جیبوں سے باہر تھے جن پر کالے دستانے چڑھے ہوئے تھے۔ اور ان میں کوئی ہتھیار نہ تھا۔

اس لئے عمران مطمئن لیٹا رہا.... البتہ وہ ایک دم چوکنا تھا۔ اور اجنبی کی ذرا سی بھی حرکت پر وہ کسی بھی خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھا۔

اجنبی نے جھک کر اس کا چہرہ غور سے دیکھا۔ پھر ناک کے نتھنوں کے پاس ہاتھ لایا۔ پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔

عمران بدستور گہری گہری سانسیں لیتا رہا۔

اجنبی نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور اس میں سے ایک پتلی سی ریشم کی کاپی ڈوری نکالی۔

پھر ڈوری عمران کی گردن میں ڈالنے کے لئے وہ جھکا۔ اسی لمحہ عمران نے پھرتی سے اپنے سر کی ٹکر اس کی ناک پر دے ماری۔

اجنبی کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی اور وہ ہڑبڑا کر پیچھے ہٹ گیا۔

دوسرے ہی لمحہ عمران بستر پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں ریوالور بھی تھا۔

جس کا رخ اجنبی کی سمت ہی تھا۔ اس نے فرش پر خون کی بوندیں دیکھیں ظاہر ہے اجنبی کی نکسیر پھوٹ گئی تھی۔

عمران نے مسکرا کر مطمئن لہجہ میں کہا۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو دوست۔"

اجنبی نے بے اختیار دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔

عمران نے کہا۔

"اب ایک ہاتھ سے ہیٹ اوپر سرکاؤ اور کالر گراؤ۔"

اجنبی یونہی کھڑا رہا۔۔۔ اس کی پشت دروازہ سے لگی ہوئی تھی عمران کے ہونٹوں کی مسکراہٹ زہریلی ہو گئی۔

"تم نہیں جانتے دوست میرا ریوالور آواز بالکل نہیں کرتا اور میرا نشانہ خطا بھی نہیں کرتا۔"

اور۔

اگر نرخرہ پر گولی ماری جائے تو آدمی کے حلق سے چیخ تک نہیں نکل سکتی۔ وہ بغیر کسی احتجاج کے مر جاتا ہے۔"

اجنبی کا ایک کپکپاتا ہاتھ چہرہ کی طرف آیا۔۔۔ پہلے اس نے کالر گرائے پھر ہیٹ کا گوشہ اوپر کر دیا۔

اب اس کا چہرہ نائٹ بلب کی روشنی میں پوری طرح اس کے سامنے تھا مگر وہ چہرہ اجنبی ہی تھا۔

اس سے پہلے عمران نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ اس کی ناک سے خون بہہ رہا تھا۔۔۔

اور آنکھوں سے وحشت جھانک رہی تھی۔

عمران ابھی تک اسی مطمئن انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ اب اجنبی کے دونوں ہاتھ ایک بار پھر اوپر ہی تھے۔ اس نے ذرا سی حرکت کی اور عمران ریوالور کو جنبش دے کر بولا۔

"نہیں دوست۔۔۔ میں جانتا ہوں دروازہ کھلا ہے۔ مگر تم میری پھرتی کی داد دینے کیلئے زندہ نہ رہو یہ میں نہیں چاہتا۔"

اجنبی پھر بے حس و حرکت کھڑا ہو گیا۔ عمران اب کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے بڑے پرسکون لہجہ میں پوچھا۔

"اب یہ بھی بتانے کی تکلیف کرو کہ تم کون ہو۔؟"

اجنبی ایسے ہی گم سم کھڑا رہا۔

"کیا تم ریوالور کی بھی زبان سمجھو گے۔؟"

اجنبی نے "نا" کے اشارہ میں سر ہلا دیا۔ اس کے چہرہ پر گہری بے بسی کے آثار نمایاں تھے۔ عمران نے پھر کہا۔

"تو پھر بتاؤ تم کون ہو۔ کس نے بھیجا تھا تمہیں۔؟"

اچانک۔ اجنبی کے حلق سے آواز نکلی۔

"یوغ ..... باغ ..... بعاغ ..... عاغ ..... !!"

عمران ٹھٹک گیا۔ اس نے غور سے اجنبی کا چہرہ دیکھا۔ پھر ہکا سا قہقہہ لگا کر بولا۔

"بہت خوب۔ اچھا سبق پڑھایا گیا ہے تمہیں۔ میرے دوست شاید تم نہیں جانتے کہ ہر بہرے کے لئے گونگا ہونا ضروری نہیں مگر ہر گونگے کے لئے بہرہ ہونا ضروری ہے اور تم اب تک میری باتوں کا ایک ایک لفظ واضح طور پر سنتے رہے ہو لہٰذا نہ تم بہرے ہو اور نہ گونگے ہی ہو۔"

اجنبی کی آنکھوں میں اچانک بدحواسی نظر آئی ... اور عمران مسکرا کر رہ گیا اور پھر جنبش دیتا ہوا بولا۔

"بہتر ہوگا کہ بغیر کسی تشدد کے بتا دو۔ مجھے تمہاری بے چارگی پر رحم آ رہا ہے میں نہیں چاہتا کہ تم پر تشدد کروں۔"

اچانک اجنبی گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتا ہوا گڑگڑایا۔

"معاف کر دیجئے۔ خدا کے لئے مجھے معاف کر دیجئے۔ میں بالکل بے قصور ہوں۔ میں بالکل بے قصور ہوں۔"

"بہت خوب۔ یعنی میری جان پینے آئے تھے اور تم بے قصور بھی ہو۔"

"ہم ... میں کچھ نہیں جانتا ... میں کچھ نہیں جانتا ... ان لوگوں نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے آپ کی جان نہ لی تو وہ لوگ میری جان لے لیں گے۔"

"کون لوگ تھے وہ۔؟"

"میں انہیں بھی نہیں جانتا۔"

"وہاٹ۔!!"

"مجھ سے قسم لے لیجئے۔ میں کسی کو نہیں جانتا۔ اور مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ لوگ آپ کی جان کیوں لینا چاہتے ہیں۔"

"جب تم ان لوگوں کو جانتے ہی نہیں تو ان لوگوں نے ہدایت تمہیں کیسے مل گئیں کہ فلاں آدمی کی جان لے لو۔؟"

"یہ ... بتاتا ہوں ... میں آپ کو سب کچھ بتا دوں گا۔"

اچانک اجنبی کے حلق سے ایک کریہہ اور دلدوز ہلکی سی آواز نکلی اور شدید تشنج کی سی کیفیت میں اس کی مٹھیاں اور جبڑے بھنچ گئے ... ایسا محسوس ہوا تھا جیسے اس کی پیٹھ میں کوئی ہتھیار گھس گیا ہو۔

عمران گڑبڑا کر پھرتی سے اجنبی کی طرف جھپٹا۔

پھر جیسے ہی اس نے اجنبی پر جھکا۔ سچ مچ اسے کمر میں بھی تارے نظر آ گئے۔ اجنبی نے اسی کا حربہ آزمایا تھا۔ یعنی اس کی ناک پر اجنبی کے سر کی بھرپور ٹکر پڑی اور عمران بوکھلا کر پیچھے الٹ گیا۔

جتنی دیر میں وہ اپنے حواس درست کرتا اجنبی کمرے سے باہر تھا اور دروازہ باہر سے بند ہو چکا تھا۔

عمران نے اپنی ناک رگڑ رگڑ کر تکلیف کی شدت کو کم کرنے کی کوشش کی۔ مگر اس عجیب و غریب پوزیشن میں بھی اسے ہنسی آ گئی۔ ایسا تو کبھی نہیں ہوا تھا کہ کوئی مجرم

اس کا ہی حربہ دوہرا کر اسے چوٹ دے گیا ہو۔

پھر عمران نے پھرتی سے اندرونی چٹخنی بھی چڑھا دی۔ اور نائٹ بلب بھی بجھا

اب وہ بڑی تیزی سے لباس تبدیل کر رہا تھا۔

اس حملہ کا مقصد سراسر یہی تھا کہ اسے بحیثیت عمران کے پہچان لیا گیا ہے

اب یہاں رکنا حماقت ہی تھا۔

کچھ دیر بعد عمران عقبی دریچہ سے باہر کود رہا تھا۔ اس کے پاس صرف ا

تھا۔

اس نے اپنا ضروری سامان اٹیچی بیگ میں رکھ کر باقی سامان کمرہ میں ہی چھوڑ

دیا تھا۔

چند لمحے بعد ہی وہ ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے باہر تھا۔

اس کے بعد پڑھیئے نیا ناول

سائنسی جرم

شائع ہو گیا ہے

ختم شد

میناناز کا نیا ناول

طلاق

شائع ہو گیا ہے

عمران سیریز کے نئے ناول

چھپ گئے			چھپ رہے ہیں		
نیلی جرم	نغمہ صفی	سائنسی جرم	نغمہ صفی	کوبرا خاص نمبر	نغمہ صفی
جرم فرشتہ	" "	موت کا پھندا	" "	سازش کا چکر	" "
قاتل بیوی خاص نمبر	" "	خون کے پیاسے خاص نمبر	" "	نقلی خدا	" "
ٹارگٹ بلو	" "	پراسرار جادوگر	" "	پٹھاڑی بریج	" "
ٹاپ پرین	اظہر کلیم	لیڈی جاسوس	" "	کاغذی بم	ایچ اقبال
قاتل کہاں ہے	" "	آخری بم	ابنا کلیم	موت کا راگ	ابن کلیم
جنونی عمران	ابن کلیم	کرشا بین	" "		
قیدی ۹۹	ایچ اقبال	ہواؤں والی	" "		

اس ماہ کی نئی رومانی کتابیں

طلاق میناناز ۱۵/۷۵ — نئی صبح مسرور جہاں ۱۵/۷۵

بچوں کے دلچسپ ناول

ایوب کی چالاکی	۳۔۰۰	پکڑا گیا	۳۔۰۰
سونے کا سیب	۳۔۵۰	ننھے قیدی	۳۔۰۰
		ننھے ہمدرد	۳۔۵۰
		معصوم شہزادی	۳۔۵۰
راز کی قیمت	۳۔۰۰	ولیب شہزادہ	۳۔۵۰

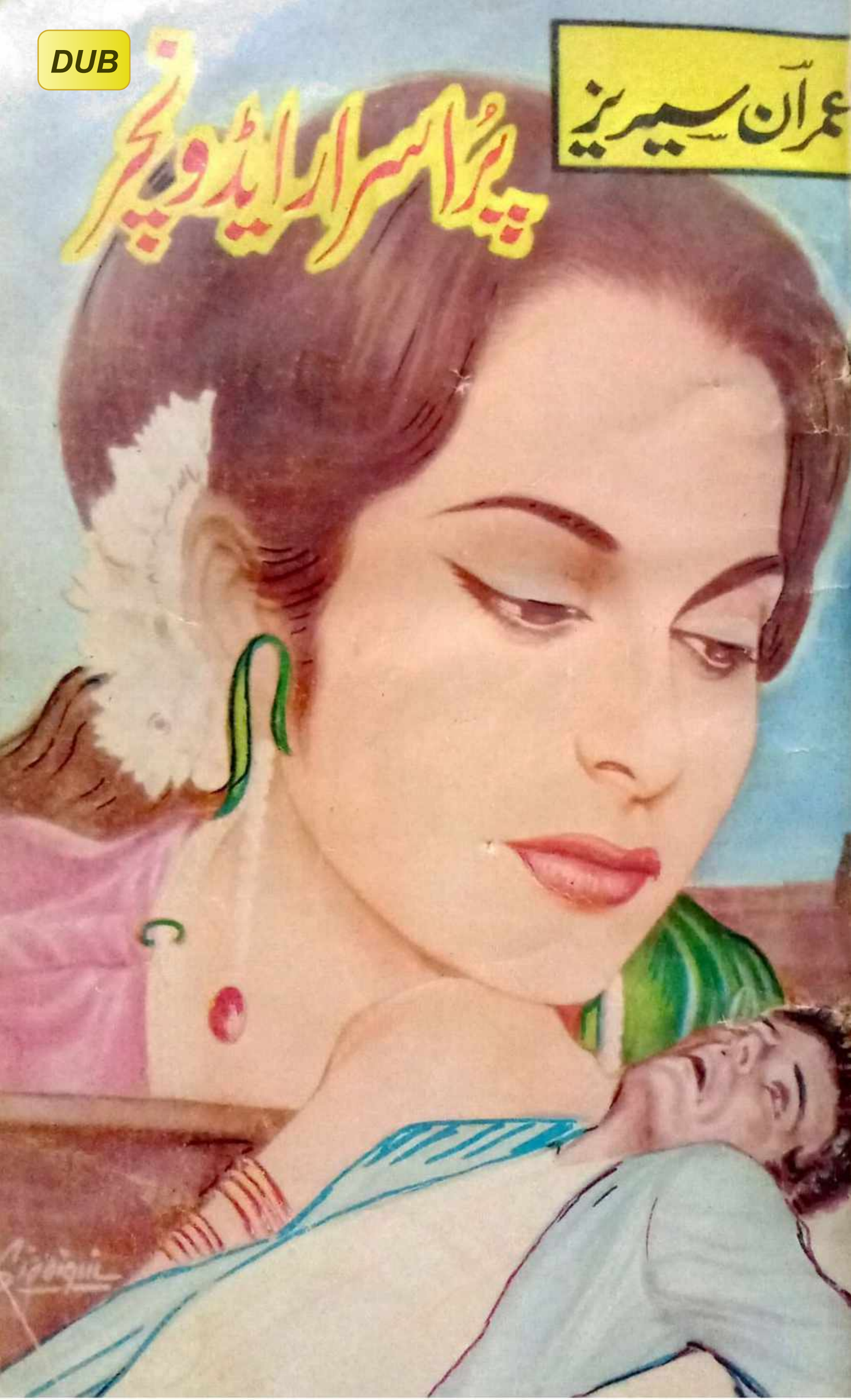
آج ہی طلب فرمائیے

ادبی اکیڈمی نمبر ۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

DUB

عمران سیریز

پُراسرار ایڈونچر



عمران سیریز

پُراسرار ایڈونچر

مصنف

نغمہ صفی

قیمت ——— دس روپے ۱۰/

خط و کتابت کا پتہ

فکشن سیریز پوسٹ بکس نمبر ۲۳۰۸ ناظم آباد کراچی ۱۸

اس ناول کے جملہ حقوق بنام مصنف آسیہ قریشی محفوظ ہیں جزوی
یا کلی کسی بھی طور پر نقل کرنے ترجمہ کرنے پردہ فلم پر لانے اسٹیج یا
ٹی وی ڈرامے میں استعمال کرنے یا کسی اور طریقے پر استعمال کرنے
کے لئے مصنف آسیہ قریشی کی تحریری اجازت لینا ضروری
ہے ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی اور ہر جرجہ کے وہ ذمے دار
ہونگے۔

○

اس ناول کے نام مقام کردار افراد واقعات اور تشبیہ دی جانیوالی
چیزیں فرضی ہیں کسی سے مطابقت محض اتفاقیہ ہے جس کے لئے
مصنف پرنٹر پبلشر یا ادارہ ذمے دار نہیں۔

○

تمام امور میں استحقاق کا حق صرف کراچی صوبہ سندھ کی عدالتوں
کو حاصل ہوگا۔

○

فضلی سنز آفسٹ پریس کراچی میں چھپ کر شائع ہوئی۔

حصہ اول ——○—— پراسرار ایڈونچر
خط و کتابت و آرڈر بھیجنے کا پتہ
حصہ دوئم —— احمق بچارہ

ایوب اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

ناول بشکریہ : سید علی حسن گیلانی

پیش لفظ

ہمارے ادارے ـــــــ سے یہ نغمہ صفحی کا دوسرا ناول ہے اس سے پہلے آپ اسمگلر درندہ پڑھ چکے ہیں اب آپ پراسرار ایڈونچر پڑھیے۔ ایک سنسنی خیز اور روح کو لرزا دینے والے سفر کی خوفناک کہانی۔ سنسنی اور سسپنس پسند کرنے والوں کے لئے ایک تحفہ۔ اس ناول میں آپ کو کچھ بھولے بھٹکے کردار بھی مل جائیں گے اور آپ ان کو پڑھ کر چونک اٹھیں گے۔

نغمہ صفحی نے اپنے قارئین کی رائے اور مشوروں سے متاثر ہونے کے بعد ہی یہ ناول اپنے مخصوص انداز میں تحریر کیا ہے ملاحظہ کیجئے اور پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے مطلع کرنا مت بھولیئے۔

ادارہ

ناول سکیننگ و کلین: عقیل قریشی

جاسوسی نشست

عمران نے ٹیلیفون پر جولیا کو رنگ کیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجی اور چند لمحے بعد رسیور اٹھا لیا گیا۔

"جولیا اسپیکنگ۔"

"میں عمران اسپیک کر رہا ہوں۔" عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہے۔"

"تمہیں پرسوں زکام تھا۔ اب کیسی ہو۔؟"

"کہاں کی اڑا رہی ہو۔ مجھے کب زکام ہوا تھا۔"

"نہیں ہوا تھا۔؟" عمران نے حیرت سے کہا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے شاید۔"

"وہ تو ازل سے خراب ہے جولیا۔!" عمران نے ٹھنڈی سانس لیکر کہا۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ میں نے خواب میں تمہیں جوشاندہ پیتے ہوئے دیکھا تھا۔

"کیوں میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔" جولیا نے کہا۔ اور پھر ایسا لگا جیسے وہ سلسلہ منقطع کرنے والی ہو۔

"سنو!" عمران جلدی سے بولا۔ "کیا تم تفریح کے موڈ میں ہو۔!"

"کیا تمہیں بھی اب ہوٹل بازی سے دلچسپی ہو گئی ہے۔"

"مجھے ملک بازی سے دلچسپی ہو گئی ہے۔"

"کیا مطلب۔!"

"کرنل فریدی کا تار آیا ہے۔"

"اوہ۔ جولیا کی آواز آئی۔

عمران کہتا رہا۔ لکھا ہے کہ اگر مجھے فرصت ہو تو جوزف اور تمہیں لیکر وہاں پہونچوں۔"

"مقصد۔؟"

"تار میں نہیں لکھا۔"

"تمہارا کیا ارادہ ہے۔؟"

"میں جانا چاہتا ہوں۔"

"کیا ایکسٹو سے چھٹی مل جائے گی۔"

"فون کر کے پوچھ لو۔"

"تم نے پوچھ لیا۔"

"میں ایکسٹو کا پابند نہیں ہوں۔" عمران نے ہونٹ سکوڑ کر خشک لہجے میں کہا اور پھر سامنے والی دیوار کو آنکھ مار کر مسکرانے لگا۔

"اچھا میں اسے فون کرنے کے بعد تمہیں نتیجے سے آگاہ کروں گی۔ اگر اجازت مل گئی تو ٹھیک ہے۔"

"اچھا۔" عمران نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا

"یاس۔" پیچھے کھڑا ہوا جوزف بولا۔

"ہوں۔" عمران پلٹا۔

"مجھے اور تمہیں کرنل فریدی نے کیوں بلایا ہوگا؟"

"اس لئے کہ میں انڈوں سے بچے نکالنے کا ماہر ہوں اور تو انڈے دینے کا لہٰذا کرنل فریدی کے مزے آجائیں گے۔"

"مجھے کرنل فریدی کی شخصیت بہت پیاری معلوم ہوتی ہے باس! وہ بہت ذہین آدمی ہے۔"

"مجھ سے زیادہ ذہین۔!" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"نہیں باس۔!" جوزف نے جلدی سے کہا "تمہارا مقابلہ کون کرسکتا ہے۔"

پھر اس سے پہلے کہ عمران کچھ کہتا دوسرے کمرے میں رکھے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ اس فون پر صرف ایجنسی کی کالیں آتی تھیں اور اس وقت عمران کو یقین تھا کہ رنگ کرنے والی جولیا ہوگی۔

وہ جولیا ہی تھی۔

"کیا بات ہے جولیا۔!" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"مم... میں کچھ دن کی چھٹی چاہتی ہوں جناب۔"

"کیوں۔!" عمران غرایا۔

"ادھر کچھ دن سے میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ سوچ رہی ہوں کہ باہر چلی جاؤں۔ آب و ہوا تبدیل ہوجائے گی۔ آج کل ہم لوگوں کے پاس کوئی کام بھی نہیں ہے۔"

"کام آتے دیر نہیں لگتی۔ خیر! تم چلی جاؤ۔"

"تھینک یو سر۔!"

عمران سلسلہ منقطع کر کے پھر اسی کمرے میں آ گیا جہاں جوزف سامان باندھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد پھر جولیا نے عمران کو فون کیا۔

اجازت مل گئی ہے عمران۔"

"مبارک ہو۔"

"روانگی کب ہوگی۔"

"آج ہی۔ تم اپنا سامان لیکر میرے گھر آجاؤ۔"

"میں دو گھنٹے میں آجاؤں گی۔"

"بال بچے خیریت سے ہیں۔" عمران نے اسے چھیڑا۔

"تم گدھے ہو!" جولیا نے جھلا کر کہا اور سلسلہ منقطع کر کے فون رکھ دیا۔

"کس کے بال بچوں کی خیریت پوچھ رہے ہو باس۔!" جوزف نے سوال کیا۔

"تیری خالہ زاد نانی کی۔" عمران نے ریسیور رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"خالہ زاد نانی۔!" جوزف نے حیرت سے کہا۔ یہ کون سا رشتہ ہوتا ہے باس۔"

"بہت مقدس رشتہ ہوتا ہے بیٹا۔!" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "تم سامان باندھو اور اس رشتہ کے چکر میں نہ پڑو۔"

جوزف اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

دو گھنٹوں میں جولیا وہاں آ گئی۔

"ہم ایک گھنٹے بعد روانہ ہو جائیں گے۔" عمران نے اس سے کہا۔ "میں نے

جہاز میں تین سیٹیں ریزرو کروالی ہیں۔"

"آخر اتنی جلدی کیا تھی۔"

"جلدی کا کام رحمان کا ہوتا ہے نا۔" عمران نے کہا۔ اور پھر کرنل کے تار میں لفظ "فوراً" لکھا ہوا تھا لہٰذا ہم فوراً روانہ ہو رہے ہیں۔"

جولیا کچھ سوچنے لگی۔

ایک گھنٹے بعد وہ ٹیکسی میں ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔

راستے میں جولیا بولی۔ "تم نے کوئی اندازہ لگایا۔"

"ہاں۔"

"کیا۔"

ٹیکسی کی رفتار اس وقت چالیس میل فی گھنٹہ ہے۔

"میں اس کے متعلق پوچھ رہی تھی!" جولیا نے جھنجھلا کر کہا۔

"پھر!" عمران نے معصومیت سے پوچھا۔

جولیا اسکو گھورنے لگی مگر کچھ بولی نہیں۔

"آہا۔" دفعتاً عمران بولا۔ "تم یہ تو نہیں پوچھ رہی تھیں کہ ہمیں کرنل فریدی نے کیوں بلایا ہے۔"

"میں کچھ نہیں پوچھ رہی تھی۔" جولیا نے کہا اور منہ پھیر کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر عمران گنگنانے لگا۔

"دیکھو روٹھا نہ کرو بات نظروں کی سنو۔"

جولیا جھنجلا کر پلٹی تھی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے عمران پر ہاتھ چھوڑ دینے کا ارادہ رکھتی ہو لیکن پھر ٹیکسی ڈرائیور پر نظر پڑتے ہی وہ ٹھٹک کر رہ گئی۔ اس نے ہونٹ بھینچ لئے اور عمران کو خونخوار نظروں سے گھورنے لگی۔

اس وقت عمران کے چہرے پر ساری دنیا کی مظلومیت سمٹ آئی تھی اور وہ بڑی بیچارگی سے جولیا کی طرف دیکھ رہا تھا۔

جوزف نے ڈرائیور کے برابر والی سیٹ سنبھال رکھی تھی اور ان دونوں کی باتوں سے قطعی بے تعلق نظر آ رہا تھا۔

ٹیکسی ایئرپورٹ کی طرف دوڑتی رہی۔!

حمید اکیلا دالان میں بیٹھا تھا کہ اچانک ایک ٹیکسی کوٹھی کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور پورچ میں آکر رک گئی۔ حمید غور سے ٹیکسی کی طرف دیکھنے لگا۔ آخر صبح صبح ٹیکسی میں آنے والا کون ہو سکتا ہے۔؟

ٹیکسی کا دروازہ کھلا اور اس میں سے اترنے والی شخصیت کو دیکھ کر وہ ایک دم کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ ٹیکسی سے اترنے والا آدمی قریدی اور حمید کا پرانا واقف کار اور بزرگ طارق تھا۔

بوڑھا طارق جو پہلی نظر میں ایک انتہائی پراسرار شخصیت معلوم ہوتا تھا۔ اس کی بوڑھی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی جو تمام لوگوں

کو اس سے آنکھ ملا کر بات کرنے کی ہمت نہیں کرنے دیتی تھی۔
حمید دالان سے اترا اور جھپٹ کر ٹیکسی کے قریب پہنچا۔
"آداب عرض ہے طارق صاحب!"
"کیسے ہو حمید میاں۔!" طارق نے مشفقانہ مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔
"آپ کی دعا ہے۔ کہاں سے آرہے ہیں آپ۔"
"سیدھا ایرپورٹ سے آرہا ہوں۔ سامان اترا لو ٹیکسی سے۔"
طارق نے کہا اور ٹیکسی کا کرایہ ادا کرنے لگا۔
حمید نے ملازموں کو آوازیں دیکر بلایا اور ان کو سامان اتارنے کی ہدایت کی۔
طارق کرایہ ادا کر چکا تھا۔ حمید نے اس سے کہا۔
"آپ اندر چلیئے۔ ملازم سامان اتار لیں گے۔"
طارق اس کے ساتھ اندر آیا۔
"فریدی..." طارق کا جملہ ادھورہ رہ گیا۔
حمید نے بات کاٹ کر کہا تھا۔ "وہ تو آفس گئے ہوئے ہیں۔"
"مجھے بھی اس وقت ملنے کی امید نہیں تھی لیکن تم کیسے ہو یہاں"
"میں ایسے ہی ہوں جیسے کہ نظر آرہا ہوں۔" حمید نے معصومیت سے کہا۔
"شریر۔!" طارق ہنستا ہوا بولا۔ "میرا مطلب یہ تھا کہ تم کیوں

نہیں گئے آفس۔"

"میری طبیعت آج کچھ ٹھیک نہیں ہے اس لئے میں نے فریدی صاحب سے کہہ دیا تھا کہ آج آفس نہیں جاؤں گا۔"

"طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" طارق نے اسے معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "یا کسی لڑکی سے ملنے کا وقت مقرر ہو چکا ہے۔"

"کمال کرتے ہیں آپ بھی طارق صاحب!" حمید نے جلدی سے کہا۔ "میں نے اب سب باتوں سے توبہ کر لی ہے۔ پانچوں وقت کی نماز پڑھنے لگا ہوں۔"

طارق ہنسنے لگا۔

"فریدی صاحب کو فون کر دوں۔" حمید نے پوچھا۔

"ہاں۔ اسے میری آمد کی اطلاع دے دو۔"

"لیجئے۔ آپ اتنے میں یہ البم دیکھئے۔ میں انہیں ٹیلیفون کر کے آتا ہوں دوسرے کمرے سے۔" حمید نے البم طارق کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

طارق نے البم لے لی اور ان کے ورق الٹنے لگا۔

حمید نے دوسرے کمرے میں آکر فریدی کو رنگ کیا۔

"ہیلو! فریدی اسپیکنگ۔" آواز آئی۔

"میں حمید بول رہا ہوں۔"

"کیوں! کیا زیادہ طبیعت خراب ہو گئی ہے!" فریدی نے

طنزیہ انداز میں کہا۔

"یہاں طارق صاحب تشریف رکھتے ہیں۔"

"کیا مطلب!"

"طارق صاحب کا مطلب بتاؤں یا تشریف رکھنے کا۔ اگر آپ کہیں تو طارق صاحب کے تشریف رکھنے کا مطلب بتا دوں لیکن شرط یہ ہے کہ..."

"بکو مت۔ کس طارق کا ذکر کر رہے ہو..؟"

"میرا خیال ہے کہ ہمارے واقف کاروں میں طارق نام کے دو آدمی نہیں ہیں۔"

"لیکن وہ کیسے آ گئے۔"

"ٹیکسی میں۔"

"جید سیدھی طرح جواب دو ورنہ گھر آ کر بہت بری طرح پیش آؤں گا۔"

"ارے تو میں کیا جانوں کہ وہ کیسے آئے ہیں، اور کیوں آئے ہیں۔" حمید نے جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"ہوں۔"

"پھر کیا کہہ دوں ان سے۔!" حمید نے پوچھا۔

"میں آ رہا ہوں۔" فریدی نے کہا اور پھر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔

حمید رسیور رکھ کر واپس طارق کے پاس آیا۔ اس وقت طارق البم میں لگی ہوئی کسی تصویر کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر کچھ عجیب سے تاثرات تھے جنھیں حمید کوئی معنی نہ پہنا سکا

حمید کی آہٹ سنکر طارق نے سر اٹھایا اور اس وقت حمید نے دیکھا کہ طارق کی آنکھوں کی چمک کچھ اور بڑھی ہوئی ہے۔

"سنو حمید میاں۔" طارق بولا۔ "یہ تصویر کس کی ہے۔"

حمید البم پر جھک گیا۔ طارق کی انگلی ایک تصویر پر رکھی ہوئی تھی۔ اور وہ تصویر جولیا کی تھی۔ عمران کی ساتھی جولیا نافرٹز واٹر کی۔

حمید نے طارق کو جولیا کے متعلق بتایا۔

"ہوں۔" طارق سر ہلانے لگا۔ پھر اس نے البم کے تین چار ورق پلٹ کر پھر ایک تصویر پر انگلی رکھ دی۔ "اور یہ کس کی تصویر ہے!"

"جوزف کی۔" حمید نے بتایا۔

"کون جوزف!" حمید اسے جوزف کے متعلق بتانے لگا۔

سب کچھ معلوم ہو جانے کے بعد طارق پر خیال انداز میں سر ہلانے لگا۔ اور پھر بڑبڑایا۔

"کتنا عجیب اتفاق ہے.... حیرت انگیز اتفاق۔!"

"کیسا اتفاق۔!" حمید نے حیرت سے کہا۔

"آہ!" طارق اس طرح چونک پڑا جیسے اسکو حمید کا خیال ہی نہ رہا ہو۔ اس بات پر حمید کو اور زیادہ حیرت ہوئی۔ آخر جولیا اور

جوزف کی تصویروں میں کیا خاص بات تھی جو طارق کسی گہرے خیال میں کھو گیا تھا۔

"تم نے فریدی کو فون کر دیا؟" طارق نے پوچھا۔

"ہاں۔ وہ آتے ہوں گے۔"

"ہوں۔" طارق کی نظریں جوزف کی تصویر جم گئیں۔ پھر اس نے ورق الٹے اور جولیا کی تصویر دیکھنے لگا۔ اس کا رویہ حمید کے لئے قطعی غیر متوقع اور سمجھ سے بالاتر تھا۔

"آخر بات کیا ہے طارق صاحب۔!" حمید نے پوچھا۔

"کچھ نہیں... کچھ نہیں۔" طارق بڑبڑایا لیکن اس کی نظریں اب بھی جولیا کی تصویر پر جمی ہوئی تھیں۔

حمید نے برا سا منہ بنایا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔ پھر اس نے گھڑی دیکھی اور ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔ اس کے روانہ ہو جانے کا وقت آگیا تھا۔ یہ ایک حقیقت تھی کہ اس نے اپنی ایک نئی دوست کو ملنے کا وقت دیا تھا اسی لئے فریدی سے بہانہ کر دیا تھا کہ طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے لہٰذا وہ آفس نہ جا سکے گا۔!

ممکن ہے فریدی اس کے بہانے کو سمجھ گیا ہو لیکن اس نے حمید سے جرح نہیں کی تھی اور اکیلا ہی آفس چلا گیا تھا۔

اور اب حمید سوچ رہا تھا کہ اب وہ اس لڑکی سے ملنے کس طرح جائے۔ طارق کو اکیلا چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا اور فریدی کے آجانے کے بعد

جانا اور مشکل ہو جاتا۔

حمید ابھی کوئی ترکیب نہیں سوچ سکا تھا کہ فریدی آ گیا۔

طارق اور فریدی میں رسمی گفتگو ہوئی تھی کہ حمید نے فریدی سے کہا۔

"میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔"

"اچھا۔"

حمید وہاں سے نکلا اور کمرے میں جانے کے بجائے چپکے سے باہر نکل گیا اس نے کار بھی نہیں لی کیونکہ خدشہ تھا کہ انجن کی آواز سنکر فریدی کو اس کے فرار کا علم ہو جاتا۔

کچھ دور تک پیدل چلنے کے بعد ایک ٹیکسی مل گئی اور وہ ہوٹل ڈی فرانس کی طرف روانہ ہو گیا۔ ہوٹل ڈی فرانس ہی میں اس نے اس لڑکی کو ملنے کا وقت دیا تھا لیکن اسے حیرت تھی کہ طارق کو اس بات کا علم کیسے ہو گیا کہ حمید نے کسی لڑکی ہی سے ملنے کے لئے فریدی سے خرابی طبیعت کا بہانہ کیا تھا۔ اگر یہ طارق کا اندازہ ہی تھا تو ایک حیرت انگیز اندازہ تھا۔ اس نے یہ بات محض اسلئے کہی تھی کہ وہ حمید کی عادات سے کافی حد تک واقف ہو چکا تھا۔

حمید ڈی فرانس پہنچ گیا۔ وہ لڑکی ابھی نہیں آئی تھی۔ حمید اس کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن طارق کی پیدا کردہ خلش اس کے ذہن میں اب بھی موجود تھی۔ آخر وہ جولیا اور جوزف کی تصویر دیکھ کر چونکا کیوں تھا۔ کیا بات تھی ان تصویروں میں جو طارق نے ان کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں۔

حمید سوچتا رہا اور وقت گزرتا رہا۔ ایک گھنٹہ ... اور وہ لڑکی پھر بھی نہ آئی۔ اب حمید مایوس ہو چلا تھا۔ نہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ وہ لڑکی آئی ہو اور حمید کو نہ پاکر فوراً ہی چلی گئی ہو۔ حمید پانچ منٹ لیٹ آیا تھا۔

پندرہ منٹ اور گزر گئے۔ اب حمید بالکل ہی مایوس ہو چلا تھا۔ اس نے ہوٹل کا بل ادا کیا اور پھر باہر نکل آیا۔ اب وہ ایک ٹیکسی میں واپس کوٹھی کی طرف جا رہا تھا۔

وہاں پہنچکر حمید نے کوشش کی تھی کہ فریدی کی نظر بچا کر اپنے کمرے میں چلا جائے لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی۔ فریدی نے اسے دیکھ کر آواز دی۔

حمید ایک طویل سانس لیکر کمرے میں داخل ہوا۔

"تم فوراً پوسٹ آفس چلے جاؤ۔"

"لیکن میری طبیعت ..."

"بکواس نہ کرو!" فریدی نے اسے ڈانٹ دیا۔ "کیا تم مجھے بیوقوف سمجھتے ہو۔"

حمید نے عافیت اسی میں سمجھی کہ خاموش ہو جائے ورنہ فریدی کو غصہ بھی آسکتا تھا۔

بوڑھا طارق اسے دیکھتا ہوا مسکراتا رہا۔

"عمران کو تار دینا ہے۔" فریدی نے کہا۔ "فوراً پوسٹ آفس

چلے جاؤ۔ اسے لکھنا کہ اگر اسے فرصت ہو تو جوزف اور جولیا کو لیکر
فوراً آجائے۔"

"فرصت کا لفظ لکھنا ضروری ہے؟"

"ہاں وہ میرا پابند تو نہیں ہے کہ میں اسے آنے کا حکم دے سکوں۔"

"بہتر۔" حمید کہہ کر کمرے سے نکل آیا۔

فریدی کی لنکن پورج میں کھڑی ہوئی تھی۔ حمید اسی میں بیٹھ کر
پوسٹ آفس کی طرف روانہ ہو گیا۔ اب اس کے ذہن کی خلش اور بڑھ
گئی تھی۔ آخر جوزف اور جولیا کو کیوں بلایا جا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ طارق
کی خواہش پر کیا جا رہا ہوگا لیکن طارق کو ان سے کیا دلچسپی پیدا ہو گئی۔
حمید سوچتا رہا اور کار ڈرائیو کرتا رہا۔!

دارالحکومت سے ٹیکم گڈھ۔۔۔۔ اور پھر خچروں کا سفر!

لیکن اب تک حمید کو اس سفر کی غرض و غایت کا علم نہیں ہو سکا
تھا۔ تار دینے کے دوسرے ہی دن عمران جولیا اور جوزف فریدی کی کوٹھی
پہونچ گئے تھے۔ اس دوران میں فریدی کسی سفر کی تیاریوں میں لگا رہا
تھا اور طارق ایک بوسیدہ سی کتاب کے مطالعے میں مصروف رہا تھا۔
وہ کتاب کیسی تھی۔؟ اس بات کا علم بھی حمید کو نہ ہو سکا تھا۔ اس نے

کوشش ہی نہ کی تھی جاننے کی۔ وہ کافی بیزار بیزار سا تھا۔

پھر خچروں کا سفر شروع ہونے کے بعد بھی حمید نے فریدی سے کچھ نہ معلوم کیا۔ ویسے فریدی وغیرہ کی گفتگو سے اس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کچناے کے جنگلوں کے اس پار والے پہاڑوں کے دوسری طرف جانے کا عزم رکھتے ہیں۔ یہ سفر انتہائی دشوار گزار اور خطرناک تھا۔ حمید کے علم میں یہ بات تھی کہ ان جنگلوں میں کچھ وحشی قبیلے بھی رہتے ہیں جو مہذب انسانوں کو زندہ نہیں چھوڑتے۔ ان میں ایک قبیلہ ایسا بھی تھا جس کے افراد آدم خور تھے۔

پہاڑوں کی ملکہ والے کیس میں بھی ایک بار فریدی وغیرہ ادھر آ چکے تھے اور اس قبیلے میں بھی جا پھنسے تھے جو آدم خور تھا لیکن چند وجوہات کی بنا پر انہیں اس قبیلے سے نقصان نہیں پہونچ سکا تھا۔

حمید نے یہ بات بھی محسوس کی تھی کہ اس مرتبہ فریدی راستہ بدل کر چل رہا ہے تاکہ اس وحشی قبیلے سے بچ کر آگے نکلا جا سکے۔

ان لوگوں نے اپنے ساتھ آٹھ پہاڑی مزدوروں کو بھی لیا تھا جو انہیں بیکم گڑھ میں مل گئے تھے۔ اس سفر میں مزدوروں کے بغیر کافی دشواری پیش آتی۔

بیکم گڑھ سے صبح سفر شروع کیا گیا تھا اور اب دوپہر ہونے کے قریب تھی۔ وہ لوگ رک گئے۔ مزدوروں نے ایک بڑی چھولداری نصب کر دی۔ وہ سب اس میں بیٹھ گئے۔ کھانے کی تیاری ہونے لگی۔

حمید اب بھی چپ چپ تھا۔

"کیا بات ہے کیپٹن۔؟" جولیا بولی۔ "آپ بہت اداس معلوم ہو رہے ہیں۔"

"ان کی ہونے والی بیوی کا انتقال ہو گیا ہے۔" عمران بول پڑا۔

حمید اب بھی خاموش رہا۔

کھانا کھانے کے بعد وہ آدھے گھنٹے کے لئے لیٹ گئے۔ اس کے بعد پھر سفر شروع ہوا۔

اونچے نیچے راستوں پر خچروں کی قطار آگے بڑھ رہی تھی۔ تین خچر ایسے تھے جن پر سامان لدا ہوا تھا۔ چھ خچروں پر فریدی اور عمران وغیرہ تھے۔ پہاڑی پر مزدوروں کو پیدل چلنا پڑ رہا تھا۔ خچر صرف تو ہی تھے۔

سفر جاری رہا لیکن حمید اب سوچ رہا تھا کہ اس طرح الگ تھلگ رہنے سے تو پوزیشن کم ہونے کے بجائے بڑھتی رہے گی۔ اسے اب تک یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ اس سفر کا اختتام کہاں ہوگا۔

حمید نے اپنے خچر کے پچھلی رسید کی تاکہ اس کی رفتار بڑھے۔ اس وقت وہ سب کے پیچھے چل رہا تھا۔ پچھلی پڑتے ہی اس کی چال میں تیزی آگئی۔ چند لمحے بعد ہی وہ جولیا کے خچر کے برابر میں چل رہا تھا۔

"موسم بڑا خوشگوار ہے مس جولی۔!" حمید نے کہا۔

جولیا ہنس پڑی۔ "خدا کا شکر ہے کہ آپ بولے تو۔ گونگے لگا رہے تھے۔"

"بے وقوف کیوں۔!" حمید نے معصومیت سے پوچھا۔

"دھوپ کی تمازت سے میری کھوپڑی پگھلی جا رہی ہے اور آپ کو موسم خوشگوار محسوس ہو رہا ہے۔"

"کیا دھوپ ناخوشگوار ہوتی ہے۔"

"نہیں تو کیا۔"

"کمال ہے صاحب!" حمید نے اپنے شانے اچکائے۔

"لیکن آپ بور کیوں ہیں۔ ویسے تو میرا بھی یہی خیال ہے کہ طارق صاحب کو ملنے والی اس کتاب کو مسترد نہیں سمجھا جا سکتا۔ لیکن اس میں بور ہونے کی کون سی بات ہے۔ میں تو یہ سوچ کر ساتھ آ گئی ہوں کہ تھوڑی سی تفریح رہے گی۔"

طارق صاحب کی کتاب۔" حمید بڑبڑایا۔

"ہاں۔" جولیا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ بات کتنی مضحکہ خیز ہے کہ میں کسی قبیلے کی دیوی بن جاؤں گی۔"

"دیوی۔ کیا مطلب!" حمید نے چونک کر پوچھا۔

جولیا نے اسے حیرت سے دیکھا اور پھر بولی۔

"کیا آپ کو تمام باتوں کا علم نہیں۔"

حمید نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے نفی میں سر ہلا دیا۔

"کمال ہے۔ کیوں۔!" جولیا بڑبڑائی۔

"میں نے ضرورت نہیں سمجھی تھی پوچھنے کی۔"

"اوہ!"

"تو گویا طارق صاحب آپ کو کسی قبیلے کی دیوی بنانے کے لئے لے جانے ہیں۔"

"ہاں۔" جولیا نے کہا۔ "طارق صاحب کو کہیں سے ایک قدیم کتاب مل گئی ہے جس میں ایک ایسی قوم کے بارے میں تفصیل سے درج ہے جو کچھار کے جنگلوں کے اس پار والے پہاڑی سلسلوں کے پیچھے آباد ہے۔"

"اوہ!" جمیز ہونٹ سکوڑ لئے۔

جولیا کہتی رہی۔ اس کتاب میں اس قوم کی ایک دیوی اور دیوتا کی فلمی تصویر بھی موجود ہے۔ وہ تصویریں میں نے بھی دیکھی تھیں اور یہ بات واقعی حیرت انگیز ہے کہ دیوی کے اس بت کی شکل مجھ سے بہت زیادہ ملتی جلتی ہے۔ اور دیوتا کا بت بالکل جوزف سا ہے۔"

"یک نہ شد دو شد۔" جمیز نے کہا۔ "گویا جوزف ان لوگوں کا دیوتا بنے جا رہا ہے۔"

"اور۔ میں دیوی۔" جولیا مسکرائی۔

"لیکن جب آپ نے وہ کتاب بھی دیکھی ہے اور تصویریں بھی تو آپ کو اس قوم کے وجود پر یقین کیوں نہیں۔"

"اس لئے کہ وہ تصویریں فلمی ہیں۔ فوٹوگراف نہیں ہیں۔ اس کو اتفاق کہا جا سکتا ہے کہ میری جوزف کی شکلیں ان سے ملتی جلتی ہیں۔ اب رہ گئی کتاب... تو میں اسے الف لیلیٰ یا قصہ حاتم طائی سے ملتی جلتی چیز

سمجھتی ہوں۔"

"ہوں۔" حمید کچھ سوچنے لگا۔

"کیا راز کی باتیں ہو رہی ہیں۔" آگے والے خچر سے عمران چیخکر بولا۔

"اسکیم بن رہی ہے تمہاری پٹائی کرنے کی۔" حمید نے جواب دیا۔

"مظلوموں کے ساتھ خدا ہوتا ہے۔" عمران نے درویشانہ انداز میں آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

حمید کچھ نہ بولا۔

فریدی اور طارق کے خچر سب سے آگے چل رہے تھے۔ ان دونوں میں کچھ گفتگو بھی ہو رہی تھی۔ حمید اپنا خچر بڑھا کر ان کے قریب لے گیا۔

طارق فریدی سے کہہ رہا تھا۔ "اس خطرناک مہم سے واپسی پر ہم لوگ بے انتہا مالدار ہوں گے۔"

"ہو سکتا ہے۔" فریدی نے لاپرواہی سے کہا۔ "لیکن میں اس مہم پر اس لیے آیا ہوں کہ اس انجانی دنیا میں رہنے والوں کے بارے میں مزید تفصیلات حاصل کر سکوں۔ مجھے ان ہیرے جواہرات سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

چند لمحے خاموشی رہی اور پھر طارق نے کہا۔

"اگر جولیا اور جوزف نے اپنے پارٹ خوش اسلوبی سے انجام دے لیے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم ناکام نہ رہیں گے۔"

"مجھے ڈر ہے کہ جولیا ان سے خوفزدہ نہ ہو جائے۔" فریدی نے کہا "لیکن میرا خیال ہے کہ وہ ایک باہمت لڑکی ہے۔ میں نے اسے اب

تک فکر مند نہیں دیکھا۔"

"اس کی وجہ جانتا ہوں۔" حمید بول پڑا۔

"کس کی وجہ۔!" طارق نے پوچھا۔

"جولیا کے خوفزدہ نہ ہونے کی۔" حمید نے کہا۔

طارق اور فریدی سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگے

حمید نے کہا۔" دراصل جولیا کو آپ کی کتاب پر یقین نہیں ہے۔

"کیوں۔!" طارق نے حیرت سے کہا۔

" وہ اس کتاب کو قصہ حاتم طائی سے زیادہ اہمیت نہیں دے رہی ہے۔"

" اگر ایسا ہے تو یہ بات ہمارے لئے نقصان دہ ثابت ہو گی۔" طارق نے تشویشناک لہجے میں کہا۔

"کیوں۔! نقصان دہ کیوں!" حمید نے پوچھا۔

"مس جولیا کو پیش آنے والے واقعات کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ اگر وہ ان باتوں کو محض کہانی سمجھتی رہیں تو بعد میں حالات سامنے آنے پر وہ بوکھلا جائیگی۔ اس طرح کام بگڑ جائے گا۔ اس قوم میں داخل ہونے کے بعد ہم لوگوں کی زندگی کا بیشتر انحصار جوزف اور جولیا پر ہوگا۔ اس قوم کے لوگ ان دونوں کو اپنی دیوی اور دیوتا مان لیں گے۔ وہ سمجھیں کہ ان کے دیوی دیوتا جاندار وجود میں انہیں درشن دینے آئے ہیں۔ اس طرح اس قوم پر جوزف اور جولیا کی حکمرانی ہو جائے گی لیکن اگر ان دونوں

میں سے ایک بھی بوکھلا گیا تو شاید پھر ہم میں سے ایک بھی جان بچا کر وہاں سے نہ آسکے۔"

"تو پھر آپ جولیا کو یقین دلائیے کہ وہ اس کہانی کو فرضی خیال نہ کرے۔" حمید نے کہا۔

"یہ یقین دلانا ضروری ہے۔" طارق نے سر ہلاتے ہوئے بڑبڑانے والے انداز میں کہا۔

اسی شام کو جب وہ لوگ رات گذارنے کے لئے ایک جگہ رکے تو طارق نے جولیا سے کہا۔

"مجھے آپ کے کچھ خیالات کا پتہ چلا ہے مس جولیا۔ اور آپ کے وہ خیالات ہم لوگوں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوں گے۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔" جولیا نے پلکیں جھپکائیں۔

"آپ نے ان تمام باتوں کو قصہ حاتم طائی کی قسم کی کوئی کہانی تصور کر لیا ہے۔" طارق نے کہا۔

جولیا نے چونک کر حمید کی طرف دیکھا جو ان کی باتوں سے بے تعلق بنا بیٹھا تھا۔

جولیا مسکرائی اور پھر اس نے ایک طویل سانس لیکر کہا۔ "ہاں طارق صاحب! مجھے اس کہانی پر یقین نہیں آیا۔"

"آپ کا یہ خیال ہم لوگوں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوگا۔"

"کیوں۔!"

طارق نے وجہ بتائی۔ وجہ سننے کے بعد جولیا کچھ سوچنے لگی اور تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس کہانی پر کیسے یقین کر لوں۔ مجھے انتہائی مضحکہ خیز معلوم ہو رہی ہے یہ بات کہ میں کسی قوم کی دیوی بن جاؤں گی۔"

"یہ مضحکہ خیز تو ہے لیکن پھر بھی آپ کو اس پر یقین کر لینا چاہیئے مس جولیا! دوسری صورت میں ضروری ہے کہ ہم یہیں سے واپس لوٹ جائیں ورنہ اگر کہیں وہاں پہنچ کر آپ گھبرا گئیں تو ہم میں سے ایک کی بھی جان نہ بچ سکے گی۔"

جولیا پھر چند لمحے کے لئے خاموش ہو گئی۔

"لیکن طارق صاحب!" عمران بولا۔ "وہاں پہنچنے کے بعد ہم لوگوں کی پوزیشن کیا ہو گی۔"

"ہم دیوی اوردیوتا کے ماننے والوں میں سے ہوں گے۔" طارق نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ دیوی کے خاص پجاری بن جائیے گا اور جوزف کا پجاری ہم میں سے کوئی بن جائے گا۔"

"میں دیوی کا پجاری بنوں گا۔" عمران نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے دیدے نچائے۔

لیکن جولیا نے جو کسی بہت گہری سوچ میں تھی شاید عمران کا جملہ نہیں سنا تھا ورنہ وہ ضرور کچھ بولتی۔

فریدی سگار کے کش لیتا ہوا جولیا کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا۔

اور جوزف نے شراب کی بوتل کھول رکھی تھی۔ وہ ان کی باتوں سے بے نیاز پینے میں مصروف تھا۔

"اچھا مس جولیا!" طارق نے بلند آواز میں کہا۔

جولیا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

طارق نے کہا۔ "کل صبح آپ مجھے جواب دیجئے گا۔ آج رات آپ خود کو یقین دلانے کی کوشش کیجئے گا کہ آئندہ وہی حالات پیش آئیں گے جو میں آپ کو بتا چکا ہوں۔"

جولیا نے سر ہلا دیا لیکن اب وہ کچھ فکر مند نظر آنے لگی تھی۔

"جوزف کا خیال کیا ہے۔؟" طارق نے پوچھا۔

"جوزف!" عمران نے بلند آواز میں کہا۔

"یس باس۔!" جوزف چونک پڑا۔

"یس پی چکو۔" عمران نے غصیلی آواز میں کہا۔

"پی چکا باس!" جوزف نے اسے خالی بوتل دکھائی اور سرخ سرخ آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"طارق صاحب کی بات سنو!" عمران نے کہا۔

جوزف طارق کی طرف دیکھنے لگا۔ طارق نے کہا۔

"جوزف! تمہیں اس قوم کے وجود پر یقین ہے یا نہیں۔"

"کس قوم پر۔"

"جہاں پر ہم جا رہے ہیں۔"

"کیوں نہ ہوگا۔" جوزف نے پلکیں جھپکائیں "مجھے سو فیصدی یقین ہے۔"

طارق نے اطمینان کی سانس لی اور پھر بولا "بس مجھے یہی معلوم کرنا تھا۔"

اسی وقت چھولداری کے باہر سے پہاڑی مزدوروں کے گانے کی آواز سنائی دی۔ وہ اپنی زبان میں کوئی گیت گا رہے تھے۔ لیکن وہ گیت فریدی کے علاوہ کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتا تھا۔ ان پہاڑی مزدوروں کی زبان فریدی کے علاوہ ان میں سے کسی کو نہیں آتی تھی۔

دوسرے دن صبح ناشتے کے بعد طارق نے جولیا سے کہا۔

"آپ نے کیا سوچا مس فنڑ واٹر۔"

جولیا نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ آپ اس معاملہ میں اتنا زیادہ سنجیدہ ہیں کہ میں آپ کی کہانی پر یقین کرنے پر مجبور ہو گئی ہوں۔"

"پھر اب آپ کا ارادہ کیا ہے؟"

"کیا مطلب۔!"

"آپ آگے چلیں گی یا پھر یہیں سے واپس لوٹ جائیں گی۔"

"اگر مجھے واپس لوٹنا ہوتا تو آتی ہی کیوں۔"

"اس وقت کی بات اور تھی۔ اس وقت آپ کو یقین نہیں تھا۔

اب آپ کو یقین ہو چکا ہے۔ آپ سوچ سکتی ہیں کہ آگے چل کر ہمیں عظیم خطرات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ پھر کیا آپ ان خطرات سے دوچار ہونے کے لئے تیار ہیں۔ دیکھئے مس جولیا۔ یہ مہم چونکہ انتہائی خطرناک ہے اس لئے میں آپ کو مجبور نہیں کر سکتا۔ اگر آپ نہ جانا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اعتراض کرنے کا حق بھی نہیں پہونچتا۔ ظاہر ہے کہ آپ خود مختار ہیں۔"

"نہیں میں اس مہم کے لئے تیار ہوں۔"

"گڈ۔!" بوڑھے طارق کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"فکر نہ کرو تم۔" عمران نے جولیا سے کہا۔ "جب تک تمہارا پجاری تمہارے ساتھ ہے کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

جولیا منہ بنا کر اسے گھورنے لگی تھی۔

پھر ان لوگوں کا سفر شروع ہو گیا۔ سنگلاخ چٹانیں خچروں کی ٹاپوں سے گونجنے لگیں۔

جولیا منہ بنا کر اسے گھورنے لگی تھی۔

تین دن تک وہ ان پہاڑی راستوں پر آگے بڑھتے رہے تیسرے شام کو جب انہوں نے اپنی چھولداریاں نصب کیں تو وہ کچنار کے جنگل سے دو فرلانگ کے فاصلے پر تھے۔

کھانا کھانے کے لئے وہ سب ایک ہی چھولداری میں جمع ہوئے یہ چھولداری دوسری تمام چھولداریوں سے بڑی تھی۔

کھانے کے دوران میں اور اس کے بعد ایک گھنٹے تک وہ لوگ آپس میں باتیں کرتے رہے اور پھر اٹھ کر اپنی اپنی چھولداریوں میں سونے کے لئے چلے گئے۔

دوسری صبح جب حمید کی آنکھ کھلی اور اپنی چھولداری سے باہر نکلا تو اس نے فریدی کو دیکھا جو مزدوروں کو روپے دے رہا تھا۔ حمید اس کے قریب جا کھڑا ہوا۔ فریدی ان مزدوروں سے کچھ کہہ رہا تھا لیکن حمید ان پہاڑوں میں بولی جانے والی زبان نہیں سمجھ سکتا تھا اس لئے الوؤں کی طرح کھڑا رہا۔

پھر عمران اور جولیا بھی اپنی چھولداریوں سے نکل کر وہاں آ گئے۔

مزدوروں نے روپے لے کر فریدی کو سلام کیا اور اس طرف مڑ گئے جدھر سے آئے تھے۔

"یہ کہاں جا رہے ہیں۔!" حمید نے حیرت سے پوچھا۔

"واپس۔"

"کیوں۔؟"

"ان لوگوں سے یہیں تک آنے کے لئے بات ہوئی تھی۔ انہوں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ کچناڑ کے جنگل میں نہیں جائیں گے کیونکہ وہاں آدم خور قبیلے آباد ہیں۔"

"پھر اب کیا ہوگا۔"

"ہوگا کیا۔ ہم آگے بڑھیں گے۔"

"تو پھر ان مزدوروں کو ساتھ لانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔" حمید نے کہا۔

"اس لئے کہ یہ دشوار گذار راستہ تھا۔ اب آگے جنگل ہے اور وہاں کی زمین سنگلاخ نہیں ہے۔ ہم اب بغیر مزدوروں کے بھی آگے بڑھ سکتے ہیں۔" فریدی نے سگار سلگاتے ہوئے بتایا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ سب ایک جگہ بیٹھے ناشتے میں مصروف تھے۔

"اب ہماری مہم کا گویا دوسرا باب شروع ہوگا۔" طارق نے کہا۔ پھر جنگل کے اختتام پر ہم ان پہاڑوں کے قریب پہونچیں گے تو وہ تیسرا باب ہوگا۔ پہاڑوں کے دوسری جانب اس قوم میں داخل ہونے کو ہم چوتھا باب کہہ سکتے ہیں۔"

"جو ہم لوگوں کی زندگی کا آخری باب ہوگا۔" حمید بول پڑا۔

"کیا میں دوڑ کر مزدوروں کو واپس لے آؤں۔" فریدی نے اس سے پوچھا۔

"کیوں۔!"

"تم خوفزدہ معلوم ہو رہے ہو۔ ان مزدوروں کے ساتھ تم بھی واپس چلے جانا۔" فریدی نے کہا۔

اس بات پر بھی جولیا دھیرے سے ہنس دی اور حمید منہ بنا کر چپ ہو گیا۔

ناشتہ کر چکنے کے بعد انہوں نے خود ہی چھولداریاں اکھاڑیں اور ان کے ساتھ ہی دوسرا سامان بھی خچروں پر لاد دیا۔ اس کے بعد وہ سب کچنار کے جنگل کی طرف بڑھنے لگے جو ان سے دو فرلانگ کے فاصلے پر تھا



جنگل کے سفر کے دوران میں دو مرتبہ ایسا ہوا کہ وحشی قبائل نے ان پر حملہ کیا لیکن بندوقوں کے دھماکوں سے ڈر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

بیس دن کے سفر کے بعد آخر ان لوگوں نے کچنار کا خطرناک جنگل عبور کر ہی لیا۔ اب انہیں اپنے سامنے بلند پہاڑوں کی چوٹیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ بظاہر ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ صرف چھ سات میل کے فاصلے پر ہوں مگر ان پہاڑوں تک پہونچنے میں بھی انہیں دو دن لگ گئے تھے۔

جب وہ ان پہاڑوں کے قریب پہونچے تو تیسرے پہر کا وقت تھا اور وہ سفر جاری رکھ سکتے تھے لیکن فریدی نے فیصلہ کیا کہ اب آرام کیا جائے اور دوسرے دن وہ ان پہاڑوں پر چڑھ کر دوسری طرف پہونچیں جہاں وہ خوفناک اور قدیم قوم آباد تھی۔

چھولداریاں نصب کر دی گئیں اور وہ لوگ کھانے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

موسم بہت خراب تھا دھوپ تیز تھی اور حبس کی سی کیفیت تھی۔

"اب ہماری مہم کا خطرناک باب شروع ہونے والا ہے۔" بوڑھے طارق نے بلند آواز میں کہا تاکہ سب سن لیں۔

"طارق صاحب!" حمید نے کہا۔ "کیا آپ مجھے اپنی وہ کتاب دیں گے پڑھنے کے لئے جو اس قوم کے متعلق ہے۔"

"ضرور۔" طارق نے کہا۔ "بلکہ میرا مشورہ تو یہ ہے کہ سبھی لوگ اسے پڑھ لیں۔ اس طرح ہم سب کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم لوگ جس قوم کی عملداری میں داخل ہونے والے ہیں۔ اس کے رہن سہن کا طریقہ کیا ہے اور اس کے رسم و رواج کیا ہیں۔"

"یہ واقعی ضروری ہے۔" حمید نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

کتاب ایک جرمن سیاح نے مرتب کی تھی جو اتفاقاً اس قوم کی عملداری میں پہونچ کر پھنس گیا تھا۔ پھر اس کے بچ نکلنے کا واقعہ بھی اتفاق ہی پر مبنی تھا۔ ایک حیرت انگیز اتفاق جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ جرمن سیاح قسمت کا دھنی رہا ہوگا۔

سیاح نے وہاں کے رسم و رواج کے متعلق ایک ایک تفصیل درج

کی تھی اور وہ تفصیل اتنی سنسنی خیز اور دلچسپ تھی کہ حمید اس کتاب کے صفحات پر بکھرے ہوئے الفاظ میں کھو کر رہ گیا۔ پھر وہ اس وقت چونکا جب اسے جولیا نے مخاطب کر کے کہا تھا۔

"کیپٹن! کھانا تیار ہے۔"

کھانا کھا چکنے کے بعد اور سب تو لیٹ گئے تھے لیکن حمید اس کتاب کے مطالعے میں مصروف ہو گیا۔

کتاب دو گھنٹے میں ختم ہوئی تھی۔ جب حمید نے ایک طویل سانس لیکر اسے بند کیا تو جولیا بولی۔

"اب یہ کتاب مجھے دیدو کیپٹن۔ میں بھی پڑھ لوں اسے آئندہ چل کر مجھے تو ایک اہم رول ادا کرنا ہے۔"

حمید نے کتاب اسے دیدی اور لیٹ کر اس خوفناک قوم کے بارے میں سوچنے لگا جو دیوتا ٹرکاٹ اور دیوی زاربیرا کو پوجتی تھی ان پر زندہ انسانوں کو قربان کرتے تھے۔ دیوی اور دیوتا کے عظیم الشان مجسموں کے پیروں کے نیچے ایک چشمہ بہتا تھا جس میں ایک بہت بڑا مگرمچھ رہتا تھا جسے اس قوم کے لوگ سانپ دیوتا کہتے تھے۔ ہر سال دو جوان لڑکیوں کو اس چشمے میں پھینک دیا جاتا تھا اور سمجھ لیا جاتا تھا کہ دونوں جوان لڑکیاں دیوتا ٹرکاٹ کی بیویاں بن گئیں۔ لڑکیوں کے علاوہ اس چشمے میں آدمیوں کو بھی پھینکا جاتا تھا اور یہ رسم اس لئے انجام دی جاتی تھی تاکہ قہر کا دیوتا ٹرکاٹ خوش ہو کر ان پر رحمتوں کی بارش کر دے۔

جرمن سیاح نے لکھا تھا کہ جب اسے چشمے میں پھینکا گیا تو وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا لیکن حیرت انگیز طور پر اس کی جان بچ گئی۔ وہ چشمے میں تیرتا ہوا اس چٹانی دیوار تک پہنچا جس میں ایک بہت بڑا سوراخ تھا جس میں وہ خوفناک مگرمچھ رہتا تھا لیکن سیاح کو چونکہ یہ بات معلوم نہیں تھی اس لئے وہ اس نیم تاریک سوراخ میں داخل ہو گیا لیکن جب وہ کچھ آگے چلا تو اس نے دیکھا کہ وہاں ایک مگرمچھ لیٹا ہوا ہے وہ اس وقت سو رہا تھا اور غالباً یہی وجہ تھی جو اس نے چشمے کے پانی میں پیدا ہونے والی "چھپاکے" کی وہ آواز نہیں سنی جو سیاح کے گرنے سے پیدا ہوئی تھی۔ اگر وہ اس آواز کو سن لیتا تو فوراً اپنے سوراخ سے نکل کر چشمے میں پہنچتا اور پھر سیاح کو جان بچانا مشکل ہو جاتا۔

لیکن اس وقت وہ سو رہا تھا۔ اسے دیکھ کر سیاح گھبرا گیا۔ گھبراہٹ اتنی بڑھ گئی کہ وہ پیچھے ہٹنے کے بجائے آگے ہی بڑھتا چلا گیا۔ سوراخ بہت طویل تھا۔ کچھ آگے چلنے کے بعد اچانک سیاح کو احساس ہوا کہ آگے بڑھ کر اس نے غلطی کی ہے لیکن اب وہ پیچھے لوٹنا نہیں چاہتا تھا اس لئے برابر آگے ہی بڑھتا چلا گیا۔ آدھے گھنٹے تک چلتے رہنے کے بعد بھی سوراخ کا اختتام نہیں ہوا البتہ گھٹن بڑھ گئی تھی لیکن جب سیاح کچھ اور آگے بڑھا تو اچانک گھٹن کا احساس ختم ہو گیا اس نے ہوا کا ایک ہلکا سا جھونکا محسوس کیا تھا۔ اس نے اپنی رفتار بڑھا دی اور بالآخر اس غار کے دوسرے دہانے سے باہر نکل گیا۔ اس

وقت اس نے محسوس کیا کہ وہ برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑوں کے درمیان کھڑا ہے۔ وہ اب اس قوم کی عملداری سے باہر نکل چکا تھا۔ پھر کسی نہ کسی طرح وہ اس علاقے سے نکلنے میں بھی کامیاب ہوگیا۔

سیاح نے اپنی کتاب میں یہ بھی لکھا تھا کہ اس قریبانگاہ کے چشمے میں بے انتہا پائے جاتے ہیں لیکن اس قوم کی نظر میں ان سرخ پتھروں کی وہ وقعت نہیں ہے جو مہذب دنیا کے لوگوں کی نظروں میں ہوسکتی ہے۔ وہ لوگ ان پتھروں کو صرف اتنی وقعت دیتے تھے کہ وہ ان کی دانست میں مقدس تھے۔ ان لوگوں میں روایت تھی کہ کئی سو سال پہلے جب دیوتا ٹرکاٹ کی ماں دیوی زارنیہ کی موت واقع ہوئی تو دیوتا ٹرکاٹ بے انتہا رویا اور اس کے آنسو سرخ پتھر بن گئے۔ بالآخر دیوتا ٹرکاٹ بھی اپنی ماں دیوی زارنیہ کے غم میں دنیا سے چلا گیا۔

اس قوم کی روایت یہ بھی تھی کہ دیوتا ٹرکاٹ اور دیوی زارنیہ ایک بار پھر اپنی قوم میں واپس آئیں گے اور وہ اس وقت انسان کے روپ میں ہوں گے۔

چنانچہ اب طارق... جوزف اور جولیا کو وہاں لے جا رہا تھا کہ انہیں دیوتا ٹرکاٹ اور دیوی زارنیہ بنا سکے۔ اس مہم کا مقصد یہی ہوسکتا تھا کہ وہاں سے "لعل" حاصل کیے جائیں جو اس قوم کے دانست میں دیوتا کے آنسو تھے۔

سیاح نے اپنی کتاب میں لکھا تھا کہ وہ سرخ لعل بے انتہا

قیمتی ہیں۔

لیکن . . . حمید نے سوچا کیا ہم لوگ وہاں سے لوٹ سکیں گے۔ اگر اس قوم کے افراد کو شبہہ ہو گیا کہ ان کو دھوکہ دیا جا رہا ہے تو پھر ان لوگوں کا کیا حشر ہوگا۔؟ وہ سانپ دیوتا پر قربان کر دیئے جائیں گے سانپ دیوتا.... ایک خوفناک مگرمچھ جس کے متعلق سیاح نے لکھا تھا کہ اتنے بڑے مگرمچھ نیا کے لوگوں نے بہت کم دیکھے ہوں گے۔

حمید سوچتا رہا اور بالآخر اسے نیند آ گئی۔

دوسرے دن وہ سب آگے بڑھنے لگے۔

راستے میں حمید قریدی سے طنزیہ انداز میں بولا۔

"تو آپ کو بھی دولت کی ہوس پیدا ہو گئی ہے!"

"کیا مطلب۔؟"

"میں نے وہ کتاب پڑھ لی ہے"

"تو پھر۔؟"

"ظاہر ہے کہ آپ وہ لعل حاصل کرنے جا رہے ہیں۔"

"بکواس۔"

پھر مقصد۔؟

"میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ واقعی ایسی کوئی قوم وہاں آباد ہے یا سیاح نے کوئی تخیلی دنیا پیدا کی ہے۔"

"یہ معلوم کر کے آپ کیا کریں گے۔"

"کچھ نہیں۔ بس اس طرح میری معلومات میں اضافہ ہوگا۔"
"معلومات حاصل کرنے کے لئے آپ ہم سب کو موت کے منہ میں جھونک رہے ہیں۔"
"میں نے کسی کو اس کے لئے مجبور نہیں کیا۔"
"مجھے کچھ نہیں بتایا گیا تھا کہ کہاں کا قصد ہے۔؟"
"میرا خیال ہے کہ اگر بتا دیا جاتا تب بھی تم ساتھ ہی آتے۔ ظاہر ہے کہ تمہیں سے الگ رہنا تمہیں گوارا نہ ہوتا۔"
"آپ کو یہ غلط فہمی کیوں ہے کہ میں آپ سے اتنی محبت کرتا ہوں؟" حمید نے منہ بنا کر کہا۔
فریدی ایک بلکا سا قہقہہ لگا کر چپ ہو گیا تھا۔
وہ پہاڑوں کے قریب پہونچ گئے۔ ان پر چڑھنا آسان نہیں تھا بعض جگہ سے تو چٹانیں بالکل عمودی شکل اختیار کئے ہوئے تھیں۔ لیکن بہرحال ان کو اوپر چڑھنا تھا۔
فریدی نے چمڑے کا وہ سوٹ کیس کھولا جو وہ دارالحکومت سے ساتھ لیکر چلا تھا۔ اس کیس میں لوہے کی بڑی بڑی میخیں، ہتھوڑے، لمبی لمبی رسیاں اور وہ تمام سامان تھا جو کہ کوہ پیماؤں کے لئے ضروری ہوتا ہے۔
"صرف دو آدمی اوپر چڑھیں گے۔" فریدی نے اعلان کیا۔
"اور باقی یہیں رہ کر ان دونوں آدمیوں کی خیریت خداوند کریم

سے نیک چاہتے رہیں گے۔" جیدہ ہونٹ سکوڑ کر بولا۔
"غلط سمجھے۔" فریدی مسکرایا۔ "یہاں چھوڑا کسی کو بھی نہیں جائے گا۔ پہلے میں اور عمران اوپر چڑھیں گے۔ اوپر جاکر دو رسیاں میخوں سے باندھ دی جائیں گی اور پھر تم سب لوگ بھی آسانی سے اوپر چڑھ سکو گے۔"
"کیا رسیاں صرف دو ہیں یا بس۔!" جوزف نے پوچھا۔
"کیوں۔!" عمران نے سوال کیا۔
"مجھے بھی کوہ پیمائی کا تھوڑا سا تجربہ ہے۔"
"رسیاں زائد ہیں۔" فریدی نے کہا۔
"تب پھر میں بھی آپ کے ساتھ اوپر چڑھوں گا۔"
چنانچہ ان تینوں نے اوپر چڑھنا شروع کیا۔ وہ میخیں ٹھونکتے اور ان پر پیر رکھتے ہوئے اوپر چڑھنے لگے۔
"پہونچ کر خیریت کا خط بھیجئے گا۔" حمید نے کہا۔
"بیرنگ ہوگا۔" عمران نے جواب دیا۔
حمید کچھ نہ بولا۔ طارق کی بڑھی آنکھیں کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں اور جولیا اوپر چڑھتے ہوئے فریدی اور عمران اور جوزف کی طرف دیکھ رہی تھی۔
پندرہ بیس منٹ کی جدوجہد کے بعد فریدی وغیرہ نے تقریباً چالیس فٹ کی بلندی سر کرلی۔ اس جگہ پہاڑ میں ایک مسطح جگہ موجود تھی چنانچہ ان تینوں نے گڑی ہوئی میخوں سے رسی باندھ دی اور

پھر اشارے سے حمید کو اوپر آنے کو کہا۔

طارق جو زرف کی رسی کے سہارے حمید فریدی کی رسی کے سہارے اور جولیا عمران کی رسی کے سہارے اوپر چڑھنے لگی۔

طارق اور حمید تو جلد ہی اوپر پہونچ گئے تھے لیکن جولیا کو زیادہ وقت لگا۔ اس کے باوجود جب وہ اوپر پہونچی تو اس کی ہتھیلیاں بالکل سرخ ہو گئی تھیں اور دو ایک جگہ سے چھل بھی گئی تھیں۔

"اے دیوی!"، عمران نے جھک کر کہا۔ "مجھے بیحد افسوس ہے کہ تجھے یہ تکلیف برداشت کرنا پڑی۔"

عمران کا انداز ایسا تھا کہ جولیا جھنجلا گئی اور عمران کو مارنے کے لئے جھپٹی۔ اچانک اس کا پیر پھسلا۔ قریب تھا کہ وہ چالیس فٹ کی بلندی سے نیچے جا گرتی لیکن اسی وقت فریدی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا اور وہ ایک طرف کھڑی ہو کر بری طرح ہانپنے لگی۔

"بزرگوں سے گستاخی کرنے کا نتیجہ اچھا نہیں ملتا۔"، عمران نے مفکرانہ انداز میں کہا۔

"میں تمہیں۔" جولیا نے کچھ کہنا چاہا لیکن اس کی آواز بھرانے کی وجہ سے حلق میں گھٹ کر رہ گئی۔ وہ روہانسی ہو گئی تھی۔

"عمران صاحب!"، طارق بولا۔ "آپ مس جولیا کو نہ ستائیے۔ میں آپ سے گزارش کروں گا۔"

عمران کی حرکت پر فریدی کا بھی منہ بن گیا تھا۔ اس نے بغیر کسی

سے کچھ کہے پھر اوپر چڑھنے کی تیاری شروع کر دی۔ اس کے بعد جوزف اور عمران بھی اوپر چڑھنے لگے۔

"بعض اوقات عمران بہت تکلیف دہ ہو جاتا ہے۔" حمید نے جولیا سے کہا۔

جولیا نے اسکی طرف دیکھا اور خاموشی سے سر جھکا لیا۔

طارق کہنے لگا۔ "ہمیں اس مہم کے دوران میں بہت زیادہ چاق و چوبند رہنے کی ضرورت ہے۔ ایک دوسرے پر جھنجلاہٹ اور غصہ ہماری مہم کی ناکامی کا سبب بن جائے گا۔"

"جھنجلاہٹ یا غصہ غیر ارادی چیزیں ہوتی ہیں۔" جولیا نے خشک لہجے میں کہا۔

"مجھے اسکا اعتراف ہے۔" طارق نے کہا۔

"اور مجھے بھی۔" حمید نے کہا۔ اور اسی لئے میں عمران کی مذمت کر رہا ہوں۔"

جولیا خاموش رہی۔

تھوڑی دیر بعد یہ لوگ رسیوں کے سرے ان کے قریب آ گرے۔ انہوں نے اوپر کی طرف دیکھا۔ تیس چالیس فٹ کی بلندی پر فریدی جوزف اور عمران ایک چٹان پر دکھائی دیئے۔ وہ انہیں اوپر آنے کا اشارہ کر رہے تھے۔

"میرا خیال ہے جولیا! حمید بولا۔ کہ تم دستانے پہن لو۔ اس طرح

ہتھیلیاں کچھ محفوظ رہیں گی۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو کیپٹن!" جولیا نے کہا اور اس بیگ سے اپنے دستانے نکالنے لگی جس میں اس کی ضرورت کا چھوٹا موٹا سامان موجود تھا۔

پھر ان تینوں نے چڑھنا شروع کیا اور اوپر پہونچ گئے۔ اسی طرح یہ کوہ پیمائی جاری رہی۔ شام ہونے تک وہ اس سفر کا آدھا حصہ طے کر چکے تھے۔ اس کے بعد ایک مسطح جگہ دیکھ کر انہوں نے پڑاؤ ڈالا اور وہ رات وہیں گزار دی۔ سونے سے پہلے فریدی نے جولیا کی ہتھیلیوں میں ایک دوا لگادی تھی ورنہ دوسرے دن جولیا کو ہتھیلیوں میں اتنی تکلیف محسوس ہوتی کہ اسکا اوپر چڑھنا مشکل ہو جاتا۔

صبح کے ناشتے کے بعد ان کا سفر پھر شروع ہوا۔ وہ اوپر چڑھتے رہے۔ اس دوران میں کبھی کبھی حمید اور عمران میں نوک جھونک بھی ہو جاتی تھی البتہ جولیا خاموش ہی رہتی تھی۔ جوزف کو جب بھی موقعہ ملتا تھا وہ بوتل منہ سے لگا کر شراب کے دو چار گھونٹ ضرور لے لیتا تھا۔ طارق کی آنکھیں ہر وقت سوچ میں ڈوبی رہتی تھیں۔ مستقبل کے پردے میں چھپے ہوئے خوفناک واقعات اور خطرات سے بے خبر وہ آگے بڑھتے رہے۔

اندھیرا پھیل چکا تھا جب وہ ایک ایسی جگہ پر کے جہاں سے پہاڑ کی چوٹی صرف بیس پچیس فٹ اوپر رہ گئی تھی۔

فریدی نے کہا۔ اسکا مطلب ہے کہ ہم نے کل دن میں تقریباً آدھا سفر بھی طے نہیں کیا تھا۔"

"لیکن آج کی کوہ پیمائی نے چولیں ڈھیلی کر دی ہیں۔" حمید بولا۔

"صرف بیس پچیس فٹ اور باقی رہ گئے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"میں اس وقت اوپر چڑھنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔" حمید نے جھنجھلا کر کہا۔ "اندھیرے میں ذرا بھی پیر لڑکھڑائے تو کل کی صبح تحت الثریٰ میں ہوگی۔"

فریدی چپ ہو گیا کیونکہ دوسروں کی خاموشی بھی اس بات پر دلالت کرتی تھی کہ وہ حمید سے متفق ہیں

چنانچہ اسی جگہ رات گذارنے کا فیصلہ ہوا۔

وہ سب کھانے کے بعد سونے کے لئے لیٹ گئے۔ شروع میں جب طارق نے جولیا کو اپنی اس کتاب کے صحیح ہونے کا یقین دلایا تھا وہ کچھ گھبرا گئی تھی۔ کچھ خوف بھی اس پر مسلط ہو گیا تھا لیکن جوں جوں وہ سب خطرات سے قریب ہوتے گئے ویسے ویسے جولیا میں خود اعتمادی پیدا ہوتی چلی گئی اور اب اس کے ذہن کے کسی گوشے میں بھی خوف یا گھبراہٹ کا اثر نہیں تھا۔ ممکن ہے اس کی وجہ وہ خیالات ہوں جو اس سفر کے دوران میں جولیا کے ذہن میں چکراتے رہے تھے۔ اس نے سوچا تھا کہ اس مہم کو ادھورا چھوڑ کر واپسی کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ وہ سب بہر حال آگے بڑھتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ وہ پراسرار اور وحشی قوم

کی عملداری میں پہونچ جائیں گے۔ ایسی صورت میں خوفزدہ ہونے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس کے برعکس نقصان ہی نقصان ہے۔ اگر وہ خوفزدہ رہی تو اپنے ساتھ دوسروں کی موت کا سبب بھی بن جائے گی لہٰذا اسے خوف کو ذہن سے جھٹک دینا چاہیئے۔

یہ تھے وہ خیالات جنھوں نے جولیا میں خود اعتمادی پیدا کردی تھی۔

دوسرے دن فریدی۔ عمران اور جوزف اوپر چڑھے۔ انہوں نے جولیا، جمیدا اور طارق کو بھی اوپر چڑھا لیا اور ان سب کے سامنے ایک حیرت انگیز منظر تھا۔

پہاڑ کے دوسری طرف نیچے زمین پر ایک بہت بڑا شہر دکھائی دے رہا تھا۔ چھوٹے بڑے مکانات دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ اس شہر کے درمیان میں ایک بہت بڑا مندر نظر آرہا تھا جس کے کلس روشنی میں چمکنے لگے تھے۔

اس وقت مطلع ابر آلود تھا۔ ہلکی سی کہر چھائی ہوئی تھی۔ لیکن سب سے زیادہ حیرت انگیز منظر تھا اس فوج کا جو ان کی طرف بڑھتی چلی آرہی تھی۔ ان لوگوں کی تعداد پانچ سو کے قریب ہوگی۔ ان سب کے ہاتھوں میں بھالے تھے۔ اور وہ بڑے منظم پیمانے پر آگے بڑھتے چلے آرہے تھے۔

بے اختیار جوزف نے اپنی بندوق سیدھی کرلی۔

"نہیں۔" طارق نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "یہ اقدام ہم سب کے حق میں خطرناک ثابت ہوگا۔"

"پھر کیا ہم خاموشی سے موت کو گلے سے لگالیں۔" جوزف نے جھنجلا کر کہا۔

"میری بات سنو۔!" طارق نے بے صبری سے کہا۔ اب ہم کو اپنے پلان پر عمل کرنا ہوگا اور خون کا ایک قطرہ دیئے بغیر ہم ان لوگوں پر مسلط ہو جائیں گے۔"

اور پھر طارق کچھ دیر تک ان سب کو سمجھاتا رہا کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی ڈائرکٹر اپنے ڈرامے میں کام کرنے والے اداکاروں کو ان کے رول سے پوری طرح آگاہ کر رہا ہو۔

ایک خوفناک ڈرامے کا آغاز ہونے والا تھا اور فوج ان سے کافی قریب آچکی تھی۔

جولیا اور جوزف تیزی سے آگے چلتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کچھ آگے نکلے اور ایک ٹیلے پر چڑھ کر کھڑے ہوگئے۔

سامنے سے آنے والی فوج کے آدمی قدیم ہتھیاروں سے

"میری قوم کے لوگو! کیا تمہیں میری آمد پر خوشی نہیں ہوئی؟
"کیا تم لوگ مجھے بھول چکے ہو۔؟"

"دیوی زارنیہ۔!" جوان آدمی کے منہ سے نکلا۔

"دیوتا ٹزکاٹ!" معمر آدمی بولا۔

دوسرے ہی لمحے ساری فوج کے آدمیوں میں کھلبلی سی مچنے لگی۔ شاید وہ ایک دوسرے کو بتا رہے تھے کہ واقعہ کیا پیش آیا ہے۔ پھر وہ سب کے سب سجدوں میں گر گئے۔ ان سب کے آگے جو دو آدمی تھے ان میں سے بھی جو آدمی جوان تھا وہ سجدے میں گر گیا لیکن معمر آدمی آگے بڑھ کر ٹیلے پر جولیا کے قریب پہونچا۔ اس نے اپنا داہنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ شاید وہ جولیا کا ہاتھ پکڑنا چاہتا تھا۔

ایک لمحے کے لئے جولیا کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا دل اچھل کر حلق میں آگیا ہو۔ وہ کچھ ڈر گئی تھی لیکن فوراً ہی اس نے اپنے اوپر قابو پالیا اور دل کڑا کر کے اپنا بایاں ہاتھ آگے بڑھا دیا معمر آدمی نے اس کے ہاتھ کی پشت پر بوسہ دیا تھا۔ پھر جولیا کا ہاتھ چھوڑ کر جوزف کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ جوزف کے ہاتھ پر بوسہ دینے کے بعد معمر آدمی الٹے قدموں ٹیلے سے اتر کر نیچے کھڑا ہو گیا پھر وہ بھی سجدے میں گر گیا تھا۔

ان سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہوئے فریدی عمران اور طارق

خاموشی سے کھڑے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔

"اے میری قوم کے لوگو!" جولیا بولی۔ "سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ اور مجھے بتاؤ کہ کیا تم لوگ مجھے خوش آمدید نہ کہو گے۔؟"

وہ سب لوگ سیدھے ہو گئے۔

معمر آدمی بولا۔ "دیوی زارنیہ... دیوتا ٹرکاٹ..... یہ سرزمین تمہاری ہے اور سب تمہارے غلام ہیں! پھر غلاموں میں جرات کہاں ہو سکتی ہے کہ مالک یا مالکہ کو گھر میں آنے سے روکیں۔ ہم خوش ہیں کہ ہماری دیوی اور دیوتا نے ہمیں درشن دیئے۔"

"خوب!" جولیا بولی۔ "ہم تم سے بیحد خوش ہوئے۔"

"دیوی!" معمر آدمی پھر بولا۔ "یہ بات میرے لئے باعث فخر ہے کہ تم نے میرے دور میں درشن دیئے!... مجھ سے پہلے کے جتنے بھی مہنت ہوئے ان کی خواہش تھی کہ دیوتا اور دیوی انہیں کی زمانے میں درشن دیں لیکن یہ فخر مجھے حاصل ہوا ہے۔ اے دیوتا ٹرکاٹ! اے دیوی زارنیہ! ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔"

"تو یہ بوڑھا ان لوگوں کا مہنت ہے!" جولیا نے سوچا۔

"اے لوگو!" بوڑھے نے فوج کی طرف مڑ کر بلند آواز میں کہا۔ خوش ہو جاؤ کہ دیوی اور دیوتا سینکڑوں برس گزرنے کے بعد آج پھر ہم میں آ گئے ہیں۔ ان کی موجودگی میں ہم پر رحمتیں نازل ہوں گی۔ ہم پر کوئی مصیبت نہ ٹوٹے گی۔ آج کل ہمالا شہر کے طوفان میں گھرا

ہوا ہے لیکن جلد ہی یہ کہر چھٹ جائے گی۔ دیوی اس کہر کو ختم کر کے دھوپ لائے گی اور پھر تمہارے کھیت لہلہا اٹھیں گے۔ تمہیں قحط کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔"

بوڑھا منہت خاموش ہو کر جولیا اور جوزف کی طرف مڑا۔

"اے دیوی اور اے دیوتا! ہمیں تمہاری آمد کی اطلاع رات ہی کو مل گئی تھی۔ ہمارے کچھ آدمیوں نے تمہیں پہاڑ کے اوپر چڑھتے دیکھ لیا تھا لیکن ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ آنے والوں میں ہمارے دیوی اور دیوتا ہوں گے۔ ہم سمجھے تھے کہ دشمن ہماری طرف آ رہا ہے۔ لیکن اے دیوی۔ یہ لوگ کون ہیں۔!"

بوڑھے منہت نے فریدی وغیرہ کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ۔" جولیا نے کہا۔ "ان میں سے ایک میرا پجاری ہے اور ایک ٹرکاٹ کا پجاری۔ باقی دونوں آدمی ہمارے خادم ہیں۔"

بوڑھے منہت نے ایک بار غور سے فریدی وغیرہ کی طرف دیکھا اور پھر اپنے جوان ساتھی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

"اے دیوی! یہ آدمی آج تک تیری قوم کا بادشاہ تھا۔ اس کا نام ضحاک ہے۔ یہ تھوڑی دیر پہلے تک اس قوم کا بادشاہ تھا لیکن اے دیوی اور دیوتا۔۔۔ تمہارے آنے کے بعد اس کی بادشاہت ختم ہو گئی۔ پہلے بھی اے دیوی تو ہی ہماری حکمراں تھی اور اب جبکہ تو دوبارہ آ گئی ہے تو تجھے اختیار بھی واپس ملنا چاہیئے۔ آج اور اسی وقت سے تو ہی

ہم پر حکمرانی کرے گی۔"

جولیا خاموش رہی اور بوڑھا مہنت پھر بولا۔

"اے ضحاک۔ اے سیمیلی قوم کے سابق بادشاہ! کیا تم کو دیوی کی حکمرانی پر کوئی اعتراض ہے۔؟"

"نہیں۔" ضحاک نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔ "مجھ میں اتنی جرات نہیں ہے۔ میں تو اس وقت بھی خوش رہوں گا جب مجھے دیوی کے پاؤں دھونا پڑیں گے۔"

"تم پر سلامتی ہو ضحاک!" بوڑھے نے کہا۔

ضحاک نے اپنی کمر سے پیٹی کھولی۔ سر سے ٹوپی اتاری اور مہنت کے ہاتھوں میں دیدی غالباً یہ اس بات کا اظہار تھا کہ وہ اپنی بادشاہت سے دستبردار ہو چکا ہے۔

"ضحاک!" جولیا بولی۔ "ہم تمہاری سعادتمندی سے بیحد خوش ہوئے۔"

"یہ میری خوش قسمتی ہے اے دیوی!" ضحاک نے سر جھکا کر کہا۔

"مہنت اعظم۔" جولیا بولی۔

"دیوی۔!" بوڑھا سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا ہم یہیں کھڑے رہیں گے۔؟"

"نہیں دیوی۔!"

جولیا نے فریدی وغیرہ کی طرف مڑ کر حاکمانہ انداز میں انہیں

انگلی سے قریب آنے کا اشارہ کیا۔

وہ لوگ آ گئے۔ بڑھو آگے۔ جولیا نے کہا۔

پھر یہ جلوس اس طرح شہر کی طرف بڑھا کہ جولیا جوزف اور ان کے ساتھیوں کو فوج نے اپنے نرغے میں لے لیا تھا۔

جولیا اور جوزف اپنے ساتھیوں سے آگے چل رہے تھے۔ جولیا کے داہنے ہاتھ پر بوڑھا مہنت چل رہا تھا اور بائیں ہاتھ کی طرف جوزف — جوزف کے برابر میں ضیاک چل رہا تھا۔ اور اس وقت اس کے چہرے پر فکرمندی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ نہ جانے وہ کیوں پریشان تھا۔

اس طرح جلوس آگے بڑھتا ہوا شہر میں داخل ہو گیا۔

مکانات کی دیواریں سرخ اینٹوں سے بنائی گئی تھی۔ سارے مکانات بڑے سلیقے اور ناپ تول کر بنائے گئے تھے۔ ان کی قطاریں بالکل سیدھی تھیں اور ہر دو قطاروں کے درمیان راستے بنے ہوئے تھے۔ سڑکوں پر بھی سرخ اینٹیں جمائی گئی تھیں۔ شہر کے درمیانی حصے میں ایک بہت بڑا مندر تھا۔

"اور یہ محل ہے۔" بوڑھے مہنت نے مندر سے کچھ فاصلے پر نظر آنے والی ایک عمارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

جولیا سر ہلا کر رہ گئی تھی۔

اس فوج کے ساتھ ہی آٹھ آدمیوں کا جو گروہ تھا وہ

بھی مہنت تھے لیکن بوڑھے کا مرتبہ ان سب سے زیادہ تھا اس لئے وہ مہنت اعظم کہلاتا تھا۔

فوج کے آدمی محل سے باہر ہی رہ گئے اور وہ آٹھوں مہنت جولیا جوزف وغیرہ کو لیکر محل میں داخل ہوئے۔

جولیا اور جوزف کے لئے دو الگ الگ کمرے منتخب کئے گئے اور ایک بڑے کمرے میں فریدی۔ عمران۔ حمید اور طارق کا انتظام کیا گیا تھا۔

جب مہنت انہیں چھوڑ کر چلے گئے تو طارق بڑبڑایا۔

"یہ نہ ہونا چاہیئے تھا۔"

"کیا۔" حمید نے پوچھا۔

"جولیا اور جوزف کو ہم سے الگ رکھا گیا ہے۔ اگر ان سے کوئی غلطی ہو گئی تو ہمیں پتہ بھی نہ چل سکے گا کہ ان کا حشر کیا ہو گیا۔"

"لیکن اب کیا کیا جا سکتا ہے۔"

"فریدی بیٹے!" طارق نے کہا۔ "تم ہی کوئی ترکیب سوچو۔!"

"میرا خیال ہے کہ اگر جولیا ان لوگوں سے کہے کہ ہم لوگ بھی اس کے ساتھ رہیں گے تو شاید وہ مان جائیں۔"

"تو پھر۔؟"

"میں ابھی جولیا کے پاس جاتا ہوں۔" عمران نے کہا۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔

باہر نکل کر عمران اس طرف بڑھا جدھر جولیا کے لئے کمرہ مخصوص

کیا گیا تھا۔ یہ بات عمران وغیرہ کے علم میں اس لئے آ گئی تھیں کہ پہلے جولیا کو اس کمرے میں پہونچایا گیا تھا۔

لیکن اس وقت جولیا کے کمرے پر دو نیزہ بردار آدمی دکھائی دیئے انہوں نے عمران کو کمرے میں جانے سے روک دیا تھا۔

"میں دیوی سے ضرور ملوں گا۔" عمران نے غصیلی آواز میں کہا۔

"مہتمِ اعظم کی اجازت کے بغیر ناممکن ہے۔" جواب ملا۔

"تم بکواس کرتے ہو۔" عمران نے چیخ کر کہا۔ وہ چاہتا تھا کہ کمرے کے اندر جولیا تک اس کی آواز پہونچ جائے۔

ایک پہرے دار نے نیزہ سیدھا کر کے عمران کی طرف تانا ہی تھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور جولیا کی آواز آئی۔

"ٹھہرو!"

پہرے دار نے نیزہ زمین سے ٹیک دیا۔

دروازے میں کھڑی ہوئی جولیا کے چہرے پر غصے کے آثار تھے۔ وہ گرج کر بولی۔

"کیا ہو رہا ہے؟"

"دیوی۔!" عمران نے سر جھکا کر کہا۔ "میں تمہارے پاس آنا چاہتا تھا اور یہ دونوں مجھے کمرے میں داخل ہونے سے روک رہے ہیں۔"

"کیوں۔؟" جولیا پہرے داروں کو گھورنے لگی۔

ایک پہریدار نے سر جھکا کر کہا۔ "یہ مہنت اعظم کا حکم ہے کہ دیوی کے آرام میں کسی کو مخل نہ ہونے دیا جائے۔"

"بلاؤ مہنت اعظم کو۔" جولیا گرجی۔

ایک پہرے دار وہاں سے چلا گیا۔ دوسرا پہریدار اب بھی دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ جولیا اپنے چہرے پر اب بھی غصے کے آثار پیدا کئے ہوئے تھی۔ اس نے عمران کی طرف دیکھا اور عمران نے اسے آنکھ ماردی۔ جولیا نے بوکھلا کر پہرے دار کی طرف دیکھا لیکن وہ سر جھکائے کھڑا تھا۔ اس نے عمران کی حرکت نہیں دیکھی تھی۔ اگر دیکھتا بھی تو اس حرکت کا مقصد نہ سمجھ سکتا۔ ہر قوم میں آنکھ مارنے کا رواج نہیں ہوتا۔ جولیا عمران کو غصیلی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"میری بات سنو۔!" عمران نے اردو میں کہا۔" اس بڈھے سے کہنا کہ تم اپنے پجاری اور خادموں سے الگ نہیں رہنا چاہتیں۔"

"تم نے مجھے آنکھ کیوں ماری تھی۔" جولیا نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو نہیں مارا تھا۔" عمران بولا۔

اسی وقت مہنت اعظم اس پہرے دار کے ساتھ وہاں آگیا۔ اور جولیا نے پھر اپنی آنکھوں سے شعلے برسانے شروع کر دیئے۔

"اے دیوی! بوڑھے مہنت نے قریب آکر کہا" کیا تیرے خادموں سے کوئی خطا ہو گئی ہے۔"

"یہ پہرے دار یہاں کیوں ہیں۔" جولیا غرائی۔
"اس لئے کہ تیرے آرام میں کوئی شخص خلل نہ ڈال سکے۔"
"میرا سب سے بڑا آرام یہ ہے کہ میرا پجاری مجھ سے الگ نہ ہو
"اگر دیوی کی یہ خواہش ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"
"اور۔" جولیا بولی۔ "میرے بیٹے دیوتا ٹرکاٹ کی بھی یہی خواہش ہے کہ اس کے پجاری کو اس سے دور نہ رکھا جائے۔"
"یہ حکم بھی پورا ہوگا اے دیوی۔"
"اور۔" جولیا نے پھر کہا۔ "میرے باقی دونوں خادموں کو بھی اختیار ہوگا کہ جب وہ چاہیں میرے پاس آسکیں اور کوئی بھی نہ روکے۔"
"ایسا بھی ہو جائے گا اے دیوی۔"
"جاؤ۔!" جولیا نے عمران سے کہا۔ "ٹرکاٹ کے پجاری کو اس کے پاس بھیج دو اور پھر تم میرے پاس آؤ۔"
عمران سر جھکا کر وہاں سے چلا گیا۔
"کیا رہا۔!" فریدی نے چھوٹتے ہی پوچھا۔
عمران نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔ پھر بولا۔
"اب آپ جوزف کے پاس چلے جائیے!" جوزف کا کمرہ جولیا کے برابر ہی میں ہے۔"
"تو کیا اب میں اور طارق صاحب اکیلے رہ جائیں گے۔" حمید بولا

"ہاں۔" فریدی نے کہا۔ لیکن جب تم چاہو گے ہمارے پاس آ سکو گے۔"

طارق کے چہرے پر اب بھی تشویش کے آثار تھے لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔

عمران اور فریدی وہاں سے نکلے۔ فریدی جوزف کے کمرے میں چلا گیا اور عمران جولیا کے کمرے کے دروازے پر پہنچا۔

حضرت اعظم جا چکا تھا لیکن وہی دونوں پہریدار وہاں اب بھی موجود تھے۔ اس بار انہوں نے عمران کو روکنے کی کوشش نہیں کی اور عمران انہیں منہ چڑا کر کمرے میں داخل ہو گیا۔

جولیا بستر پر نیم دراز کچھ سوچ رہی تھی۔

"اے دیوی!" عمران نے سر جھکا کر فنرارت آمیز لہجے میں کہا۔ "تیرا پجاری تجھے سالاما لیکم کہتا ہے۔"

جولیا ہنسے بغیر نہ رہ سکی۔

"ہم لوگوں کو آپس میں ہمیشہ اردو میں ہی گفتگو کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ لوگ اردو نہیں سمجھ سکتے۔" عمران نے کہا۔

"ہوں۔"

"وہ بڈھا چلا گیا۔"

"ہاں۔" جولیا نے کہا۔ "کہہ گیا ہے کہ کل میں اور دیوتا ٹرکاٹ مندر میں جا کر عام لوگوں کو درشن دیں گے۔"

"مبارک ہو۔"

"میں فکرمند ہوں عمران۔!"

"کیوں۔۔ ابھی تو ہماری شادی بھی نہیں ہوئی۔ سنا ہے کہ عورتیں شادی کے چند مہینے بعد فکرمند ہوتی ہیں اور پھر نو مہینے گزرنے تک فکرمند رہتی ہیں۔"

"بکواس نہ کرو!" جولیا نے جھینپ کر کہا۔ "مجھے یہ بوڑھا مہنت بہت خطرناک معلوم ہوتا ہے۔ اگر کبھی ہمارا راز فاش ہوگیا تو یہ ہم لوگوں کا نہ جانے کیا حشر کرے۔"

"مجھے تو بیچارے ضحاک پر ترس آ رہا ہے۔"

"کیوں۔؟"

"بیچارے کی بادشاہت چھن گئی۔"

"وہ اس وقت بہت فکرمند نظر آنے لگا تھا۔"

"ہاں۔"

"اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔"

"یہی سوچ رہا ہوگا کہ اب اس کی حیثیت کچھ نہیں رہ گئی۔"

"ہوں۔" جولیا چپ ہو گئی۔

"بہرحال میں تمہیں مبارک باد دیتا ہوں"

"کیسی مبارکباد۔!"

"اب تم ہزاروں پر حکومت کرو گی۔"

"اور اس خیال سے دل بھی دہلتا ہے کہ کہیں یہ ہزاروں نہ جانے کب ہمارے خلاف ہو جائیں۔"

"اگر یہ ہمارے خلاف ہو گئے تو ضحاک ہمارا ساتھ دے گا۔"

"یہ تم نے کیسے سمجھ لیا۔"

"وہ تمہیں بڑی پیار بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔"

"تم گدھے ہو۔" جولیا کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔

"یقین کرو جولیا!" عمران نے شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "یہ تم پر عاشق ہو گیا ہے۔"

"اب بکواس بند کرو گے یا پہریداروں کو بلا کر تمہیں باہر نکلوا دوں۔"

"ہائے۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی "یہ محبوب واقعی حیفائی ... نہیں ... جلانیفہ ... لاحول ولا قوت! کیا کہتے ہیں ... اسے ..... اہا .... یاد آیا .... پیشہ .... حیفا پیشہ ہوتا ہے۔"

جولیا اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر اسے کھورنے لگی۔

عمران اس وقت سڑیا پاگل معلوم ہو رہا تھا۔

.....

دوسرے دن صبح ان سب کو مندر میں جانا تھا۔ جانے سے ایک گھنٹے پہلے مہنت اعظم جولیا کے کمرے میں آیا۔ اس کے ہاتھ میں سفید

اور باریک کپڑے کا لباس تھا جو اس نے جولیا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا

"اے دیوی۔! مندر میں جانے کے لئے تیرا لباس حاضر ہے۔"

"ہوں۔" جولیا نے لباس لیتے ہوئے عمران کی طرف دیکھا اور پھر مہنت سے بولی۔ "تم دونوں کمرے کے باہر جاؤ تاکہ میں لباس تبدیل کر سکوں۔"

بوڑھے مہنت نے تھوڑا سا سر جھکایا اور دروازے کی طرف مڑ گیا۔ اس کے ساتھ ہی عمران بھی کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔

مہنت اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر کھڑا کچھ سوچنے لگا۔ اس کی شانوں پر بکھری ہوئی زلفیں عمران کو بڑی مضحکہ خیز معلوم ہو رہی تھیں۔ اسے شرارت سوجھی۔ شاید وہ بوڑھے مہنت کو چھیڑ بیٹھتا لیکن اسی وقت اس نے فریدی کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ اس کے ساتھ دو مہنت تھے۔ جب وہ قریب آکر رک گئے تو بوڑھے مہنت اعظم نے عمران سے کہا۔

"تم ان کے ساتھ جاؤ!"

"لیکن دیوی۔۔" عمران نے کہنا چاہا۔

"جس راستے سے دیوی اور دیوتا مندر میں داخل ہوتے ہیں اس راستے سے کوئی دوسرا نہیں جا سکتا۔" مہنت نے عمران کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ اس لئے تم دونوں کو بھی دوسرے راستوں

مندر میں داخل ہونا پڑے گا۔ اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ دیوی دیونا کے ساتھ ہی محل سے باہر نکلو۔"

عمران نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا تھا کہ فریدی نے اسے آنکھ مار کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

پھر وہ دونوں مہنت فریدی اور عمران کو لیکر محل سے باہر نکل آئے محل کے باہر بے انتہا ہجوم تھا۔ لوگ دیوی اور دیونا کو دیکھنے کے لئے بے قرار تھے لیکن محل سے مندر تک جانے والے راستے پر کوئی نہیں تھا دونوں مہنت فریدی اور عمران کے ساتھ اسی راستے پر آگے بڑھتے رہے۔

"حمید اور طارق صاحب کہاں ہیں۔" عمران نے اردو میں فریدی سے پوچھا۔

"انہیں کسی تیسرے راستے سے مندر لے جایا جائیگا۔" فریدی نے ایک طویل سانس لیکر کہا۔

"چند لمحے خاموشی سے چلتے رہنے کے بعد عمران بولا" بندوق اس وقت بھی آپ کے ساتھ ہے۔؟"

"میرا مشورہ ہے کہ تم بھی ہر وقت اپنے ساتھ بندوق رکھا کرو۔ حالات نہ جانے کب کیا ہو جائیں۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ لوگ بندوق کی اہمیت سے واقف نہیں۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ اگر یہ لوگ اس بات سے واقف ہوتے

کہ بندوق بھی کسی قسم کا ہتھیار ہے تو وہ سب اسے بڑے غور سے دیکھتے کیونکہ ان لوگوں کے لئے یہ ایک نئے قسم کا ہتھیار ہے۔"

عمران چپ رہا۔ اب وہ مندر میں داخل ہو گئے تھے۔

فریدی بولا۔" شائد اس سے بڑا مندر دنیا کے کسی گوشے میں نہ ہوگا۔"

"نہ جانے اسے بنایا کیسے ہوگا۔ بڑی عجیب بناوٹ ہے۔"

مہنت ان لوگوں کو لیکر ایک دروازے میں داخل ہوئے یہاں بڑی مدہم روشنی تھی اور کچھ آگے بڑھنے کے بعد وہ گہرے اندھیرے میں تھے دونوں مہنتوں نے ان کے ہاتھ پکڑ لئے تھے تاکہ انہیں چلنے میں کوئی دشواری نہ ہو سکے۔ وہ آگے بڑھتے رہے۔ ایک منٹ بعد ہی عمران نے محسوس کیا کہ وہ کسی طویل سرنگ میں چل رہے ہیں۔ ان کے پیروں کی دھمک سرنگ میں گونج رہی تھی۔

یہ کون سا راستہ ہے۔ عمران نے سوچا۔ کہیں یہ راستہ انہیں تحت الثریٰ میں نہ لے جائے۔"

عمران یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ سرنگ تدریج بلند ہوتی چلی جا رہی ہے۔ کہیں کہیں انہیں مڑنا بھی پڑتا تھا۔ لیکن اس سرنگ میں گھٹن کا احساس نہیں تھا۔

"عمران۔!" فریدی کی سرگوشی سنائی دی۔

"ہوں۔"

"کچھ نہیں ..." فریدی نے کہا۔

عمران چپ رہا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اسے مخاطب کرنے سے فریدی کا مقصد یہ رہا ہوگا کہ اس کی موجودگی سے باخبر رہ سکے۔

کچھ دور چلنے کے بعد مہتر رک گئے۔ فریدی اور عمران کو بھی رکنا پڑا کیونکہ ان کے ہاتھ مہتروں کے ہاتھ میں تھے۔

"کیا بات ہے۔" فریدی انگریزی میں بولا۔

"ہمیں کچھ دیر یہاں رکنا ہے۔" ایک مہتر نے جواب دیا۔

چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر عمران اردو میں بولا۔

"فریدی صاحب۔!"

"ہوں۔"

"کچھ گڑبڑ معلوم ہوتی ہے۔"

"بس ہوشیار رہو۔"

عمران چپ ہو گیا۔

تقریباً دس منٹ گذرنے کے بعد مہتر پھر چلنے لگے۔ اس مرتبہ کا سفر تین منٹ سے زیادہ نہ رہا ہوگا۔ اپنے سامنے عمران نے روشنی دیکھی۔ ایک گول سوراخ نظر آ رہا تھا۔ اس سرنگ کا دہانہ!

اور جب وہ اس سوراخ سے دوسری طرف نکل کر رکے تو عمران حیرت سے پلکیں جھپکا کر رہ گیا۔

ایک بہت ہی زیادہ طویل و عریض ہال تھا وہ بہت بڑے

بڑے بت تھے۔ دیوی نارنیہ اور دیوتا ٹرکاٹ کے بت۔! تینوں کی شناخت عمران اس لئے کر سکا کہ دیوی کے بت کی شکل حیرت انگیز طور پر جولیا کی سی تھی اور دیوتا کا بت جوزف کا بت معلوم ہو رہا تھا۔ اور وہ بت اتنے بڑے بڑے تھے کہ عمران ان کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ یہ بات یقین سے کہہ سکتا تھا کہ دنیا میں کسی جگہ بھی اتنے بڑے بت ہرگز نہ ہوں گے۔ ان تینوں کو پہاڑ تراش کر بنایا گیا ہوگا۔ وہ دونوں بت آمنے سامنے تھے۔ دیوی کا بت اس طرح بنایا گیا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے کھڑی تھی اور دیوتا کے بت کے دونوں ہاتھ اس طرح آگے کی طرف پھیلے ہوئے تھے جیسے وہ کسی کو اپنی آغوش میں لے لینا چاہتا ہو۔ اسکی ہتھیلیاں بھی بالکل کھلی ہوئی تھیں۔

دیوتا ٹرکاٹ کی جسامت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ عمران فریدی اور وہ دونوں مہنت اس بت کے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی پر کھڑے ہوئے تھے۔ ہتھیلی میں ایک سوراخ تھا۔ اس سرنگ کا دہانہ جس سے فریدی وغیرہ وہاں تک آئے تھے۔ وہ سرنگ اس بت کے ہاتھ میں تھی۔ گویا اس کے ہاتھ کھوکھلے تھے۔

دیوتا ٹرکاٹ کے بالمقابل دیوی نارنیہ کا بت تھا اور وہ بت بھی دیوتا ٹرکاٹ کے بت سے کم نہیں تھا۔ اس بت کے سر پر ایک زرنگار کرسی پر جولیا بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے جسم پر سفید حریری سا

لباس تھا اور وہ بڑے پروقار انداز میں کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک لمحے کے لئے تو عمران کو ایسا ہی محسوس ہوا جیسے وہ واقعی دیوی ہو۔

دیوتا ٹوکاٹ کے سر پر بھی ایک کرسی موجود تھی جس پر تونرف صاحب براجمان تھے۔ اور اس طرح اکڑے بیٹھے تھے جیسے سچ مچ دیوتا ہوں۔

"کیا ہم طلسم ہوشربا کی دنیا میں آ گئے ہیں۔" عمران بڑبڑایا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ اس کی نظریں دیوی دیوتا کے قدموں میں بہتے ہوئے چشمے پر مرکوز تھیں اور غالباً وہ سوچ رہا تھا کہ اسی چشمے میں ان لوگوں کا ناگ دیوتا رہتا ہے جس کے متعلق اس کے جرمن سیاح نے لکھا تھا کہ وہ ایک بہت بڑا اور خوفناک مگرمچھ ہے۔

چشمے کے داہنی اور بائیں سمتوں میں پتھر کی بنی ہوئی بے شمار کرسیاں تھیں جن پر اس قوم کے افراد بیٹھے ہوئے تھے۔

اور یہ سب کچھ ایک بہت بڑے ہال میں تھا۔ اس ہال کی وسعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس میں پتھر کی بنی ہوئی کرسیوں کی تعداد ڈھائی ہزار کے قریب ہوگی۔

اس ہال میں کئی سو آدمی ایسے بھی تھے جنھیں بیٹھنے کی جگہ نہیں ملی تھی اور وہ کھڑے ہوئے تھے۔

دیوتا ٹوکاٹ کے قدموں میں ایک سل بھی رکھی ہوئی تھی۔ اس سل کی موٹائی بھی ۲ فٹ سے کم نہ رہی ہوگی۔ چوڑائی اور لمبائی آٹھ

فٹ کے قریب تھی۔ اس سل کا رنگ سرخ تھا۔ اور غالباً وہ خون کی سرخی تھی۔

اس سل کے چاروں طرف بھی پتھر کی کرسیاں بنی ہوئی تھیں اور ان کرسیوں پر مہنت بیٹھے ہوئے تھے۔ بوڑھا مہنت اعظم اس وقت کھڑا ہوا تھا۔

ہال میں مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ ہو رہی تھی۔ لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ اچانک بوڑھے مہنت نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے یہ غالباً اشارہ تھا جس کے بعد ہی لوگ خاموش ہونا شروع ہو گئے۔ ایک منٹ بعد ہی ہال میں مکمل خاموشی چھا چکی تھی۔

اب بوڑھا مہنت دیوی نارنیہ کے بت کی طرف مڑا اور سر اوپر اٹھا کر جولیا کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"اے دیوی!... اب تو اپنی قوم سے خطاب کر سکتی ہے۔ جس کے بعد مذہبی رسم ادا کی جائے گی۔"

بوڑھے مہنت کی آواز سارے ہال میں گونج گئی تھی۔ ہال چونکہ بہت بڑا تھا اور اس کی دیواریں بتوں سے بھی زیادہ اونچی تھیں اس لئے آواز کو گونجنا ہی چاہیئے تھا۔

جولیا اپنی کرسی سے کھڑی ہوئی۔ پھر چند لمحے کی خاموشی کے بعد اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"میری قوم کے لوگو! آج میں برسہا برس کے بعد پھر تم لوگوں میں

آ گئی ہوں۔ مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی ہے اور میرا خیال ہے کہ تمہیں بھی ہوئی ہوگی۔"

"ہم بہت خوش ہیں دیوی۔ ہم بہت خوش ہیں۔" ہال میں ہزاروں آوازیں گونجنے لگیں۔

پھر جب شور تھما تو جولیا نے دوبارہ بولنا شروع کیا۔

"میری خواہش ہے کہ اب میں ہمیشہ تم لوگوں کے درمیان رہوں لیکن اگر تم نے کسی طرح مجھے ناراض کرنے کی کوشش کی تو میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔ پھر کبھی لوٹ کر نہ آؤں گی اور تم پر میرے بچے دیوتا ٹرکاٹ کا قہر نازل ہوتا رہے گا۔ تم کبھی پھل پھول نہ سکو گے۔ تم پر بلائیں..."

"نہیں.. دیوی!" خوفزدہ آوازیں ہال میں گونجنے لگیں۔

"ہم تجھے کبھی ناراض نہ کریں گے۔"

"ڈرو نہیں۔" جولیا نے کہا۔ "یہ سب کچھ اسی صورت میں ہوگا جب تم مجھے ناراض کرو گے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو میں تم پر ہمیشہ مہربان رہوں گی بس مجھے اور کچھ نہیں کہنا۔"

جولیا کرسی پر بیٹھ گئی۔

ہال میں مکمل خاموشی تھی۔ بوڑھا مہنت اعظم اب دیوتا کے بت کی طرف مڑا اور جوزف کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"اے دیوتا ٹرکاٹ... اب تو بھی اپنی قوم سے خطاب کر سکتا ہے۔!

جوزف کھڑا ہوا اور صرف اتنا کہا۔
"ماں کے بعد میرے کچھ کہنے کی گنجائش نہیں رہ گئی۔"
اس جملے پر عمران کو ہنسی آگئی۔ جملہ واقعی مضحکہ خیز تھا۔
"کیوں۔!" فریدی اسے دیکھتا ہوا بولا۔
"کچھ نہیں۔" عمران نے کہا اور اپنے چہرے پر سنجیدگی پیدا کرلی۔ اس نے محسوس کیا تھا کہ اس کے ہنسنے پر دونوں مہنت اسے حیرت سے دیکھنے لگے تھے۔
فریدی بت کے انگوٹھے سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوگیا۔ اس کی نظریں بوڑھے مہنت پر جمی ہوئی تھیں۔
"دیوتا مزکاٹ!" بوڑھے مہنت نے جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اب تیری خدمت میں دو کنواریاں پیش کی جائیں گی۔"
جوزف احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکا کر رہ گیا۔ غالباً وہ سمجھ نہ سکا ہوگا کہ دو کنواریاں پیش کرنے سے بوڑھے مہنت کی مراد کیا ہے۔
مہنت اعظم نے دو مرتبہ تالی بجائی۔ فوراً ہی ایک سمت سے دو لڑکیاں نکل کر سامنے آئیں اور دیوتا کے بت کے سامنے سر جھکا کر کھڑی ہوگئیں۔
"اے مزکاٹ!" مہنت اعظم بولا۔ "یہ دونوں کنواریاں تیری قوم کی حسین ترین لڑکیوں میں سے ہیں۔ اگر تو نے انہیں قبول کرلیا تو

یہ سیملی قوم کی خوش نصیبی ہوگی۔"

وہ دونوں لڑکیاں واقعی بہت خوبصورت تھیں مگر ان کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔ چہرے پر سفیدی پھیلی ہوئی تھی۔

بوڑھے مہنت نے چار مرتبہ تالی بجائی۔ اس کے ساتھ ہی دونوں لڑکیوں کے جسم متحرک ہو گئے۔ انہوں نے ناچنا شروع کر دیا تھا۔ آہستہ آہستہ ان کے رقص میں تیزی آنے لگی۔ وہ چشمے کے چاروں طرف پھرتی ہوئی ناچ رہی تھیں۔

جوزف احمقوں کی طرح منہ پھاڑے لڑکیوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

عمران فریدی سے بولا۔ "مجھے ڈر ہے کہ جوزف سے کوئی احمقانہ فعل سرزد نہ ہو جائے۔"

"کیوں۔؟" فریدی نے کہا۔

"ایسے موقعوں پر وہ کچھ بول کھلا جاتا ہے۔"

"ہوں۔" فریدی سوچ میں پڑ گیا۔

لڑکیوں کے رقص میں اب وحشیانہ پن بیدار ہو گیا تھا۔ ان کے جسم بجلی کی طرح حرکت کر رہے تھے۔ ماحول کچھ خوفناک معلوم ہونے لگا تھا۔

پھر پلک جھپکتے میں وہ بات ہو گئی جس کی توقع نہ تو فریدی اور

نہ عمران کو تھی اور نہ جولیا اور جوزف کو رہی تھی۔

کرسیوں پر بیٹھے ہوئے مہنتوں میں سے دو قوی ہیکل مہنت اپنی جگہ سے اٹھ کر رقص کرتی ہوئی لڑکیوں پر جھپٹے تھے۔ پلک جھپکنے میں انہوں نے لڑکیوں کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ اور دوسرے ہی لمحے وہ لڑکیاں چشمے میں اچھال دی گئیں۔ ہال میں ان کی کربناک چیخیں گونجیں جو دور ہوتی چلی گئی تھیں۔ اور پھر پانی میں چھپاکے کی آوازیں پیدا ہوئیں۔

جولیا اور جوزف شاید غیر ارادی طور پر ایک دم اپنی کرسیوں سے کھڑے ہو گئے تھے۔ اس واقعے نے ان کے ذہنوں کو اس طرح جھٹکا دیا ہوگا جیسے بجلی کا شاٹ لگتا ہے۔

لیکن پھر جولیا فوراً ہی اپنی جگہ پر دوبارہ بیٹھ گئی۔ اسے بیٹھتے دیکھ کر جوزف بھی بیٹھ گیا۔ اس نے ایک بار عمران کی طرف بھی دیکھا تھا۔

دوسرے لوگ جولیا اور جوزف کو اس طرح بے اختیار کھڑے ہوتے ہوئے نہ دیکھ سکے تھے کیونکہ اس وقت ان کی توجہ ان دونوں لڑکیوں کی طرف تھی۔

"اے ٹرکاٹ! بوڑھا مہنت جوزف سے بولا۔ "تیری خوش نودی کے لئے قوم کی دو کنواریوں کو قربان کیا جا چکا ہے۔ اور اب... اے دیوی..... اے زارینہ! تیری خدمت میں بھی ایک

تحفہ پیش ہوگا۔"

جولیا کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا اور ایک جارہا تھا۔

بوڑھے مہنت نے پھر ایک بازو ہلایا۔ فوراً ہی دو مہنت ایک آدمی کو لیکر سامنے آئے۔ وہ آدمی رسیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ اس کی صورت دیکھتے ہی عمران اور فریدی چونک پڑے۔ وہ آدمی اس قوم کا بادشاہ ضحاک تھا۔

جولیا کے چہرے پر بھی حیرت کے آثار نظر آرہے تھے۔

"اے دیوی۔" بوڑھا مہنت بولا۔ "تیرے لئے ایک تحفہ۔"

دونوں مہنت ضحاک کو ڈھکیلتے ہوئے قربانی کی سل پر لے گئے جو نہ جانے کب کے بہتے ہوئے خون کی وجہ سے سرخ ہو چکی تھی۔ ضحاک کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا اور اس پر موت کے خوف سے وحشت سی چھائی ہوئی تھی۔

مہنت اعظم نے اشارہ کیا۔ اس اشارے کے ساتھ ہی پتھر کی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے چار مہنت اپنی جگہ سے اٹھے۔ ان کے ہاتھوں میں نیزے تھے۔ وہ بھی قربانی کی سل کی طرف بڑھے۔ انہوں نے چاروں طرف سے ضحاک کو اپنے نرغے میں لے کر نیزے کی انیاں اس کے جسم سے لگا دیں۔ اب ضحاک اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ جنبش کرتے ہی نیزے کی انیاں اس کے جسم میں پیوست ہو جاتیں۔

"اے ضحاک!" بوڑھا مہنت بولا۔ "تجھے خوش ہونا چاہیئے۔ یہ

تیری خوش نصیبی ہے کہ تجھے دیوی زارنیہ کی بھینٹ چڑھایا جا رہا ہے۔"

ضحاک خاموش رہا۔ وہ اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے۔" عمران نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔

"درندگی کا کھیل۔" فریدی نے آہستہ سے کہا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"یہ کیسی قوم ہے جو انسانوں ہی کو اس طرح موت کے گھاٹ اتار رہی ہے۔" عمران نے کہا۔

"وہ دیکھو۔" فریدی بولا۔

ایک اور مہنت بھی قربانی کی سل پر پہنچ گیا تھا۔ وہ ضحاک کی پشت پر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں کلہاڑا تھا۔

"جولیا اس آدمی کی جان بچا سکتی ہے۔" فریدی بڑبڑایا۔

اسی وقت بوڑھے مہنت نے اس پانچویں مہنت کو اشارہ کیا اس مہنت نے کلہاڑا بلند کیا۔ قریب تھا کہ ضحاک کے سر کے دو ٹکڑے ہو جاتے کہ جولیا اپنی کرسی سے کھڑی ہوتی ہوئی چیخی۔

"ٹھہرو۔!"

مہنت کے کلہاڑے والے ہاتھ رکے اور پھر جھک گئے۔

جولیا کے چہرے پر ایسی سرخی تھی جیسے وہ غصے میں ہو۔

"اے دیوی۔!" بوڑھا مہنت بولا۔ "کیا ہم سے کوئی غلطی ہوگئی ہے۔"

"ہاں۔" جولیا غرائی۔ ایک غلطی ہو چکی ہے اور دوسری ہونے والی ہے۔"

"وہ کیا۔ اے دیوی۔"

"دو بے گناہ لڑکیوں کو موت کے منہ میں ڈھکیل دیا گیا اور اب ضحاک کو قتل کیا جا رہا ہے۔ میں یہ درندگی برداشت نہیں کر سکتی مجھے یہ قربانی منظور نہیں۔ آج تک اس مندر میں جو کچھ بھی ہوتا رہا ہے اسے بھول جاؤ۔ آئندہ یہاں بے گناہ انسانوں کا خون نہیں بہنا چاہیئے۔ ضحاک کو آزاد کر دیا جائے۔"

جولیا خاموش ہوگئی۔ بوڑھے مہنت کے چہرے پر حیرت کے آثار پیدا ہوگئے اور ضحاک کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوگئی۔

سارے ہال میں بھنبھناہٹ ہونے لگی۔ وہ سب ایک دوسرے سے سرگوشیاں کر رہے تھے۔ یہ بات ان لوگوں کے لیے انتہائی حیرت انگیز تھی کہ دیوی خود ہی قربانی لینے سے انکار کر دے!

.....

بوڑھے مہنت کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ہی اب غصے کے آثار بھی پیدا ہو چلے تھے۔

جولیا نے پھر بلند آواز میں کہنا شروع کیا۔ "سنو، تم لوگ میری بات غور سے سنو!... اگر تم لوگ اسی طرح قربانیوں کا سلسلہ جاری رکھو گے تو ایک دن وہ آئے گا جب تمہاری قوم چند گنے چنے افراد پر مشتمل رہ جائے گی۔ اس وقت تمہیں ہوش آئے گا کہ تم غلطی کر رہے ہو اور اگر اس وقت بھی ہوش نہ آیا تو وہ چند گنے چنے افراد بھی قربانیوں کی نظر ہو جائیں گے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری قوم صفحۂ ہستی سے مٹ جائے؟.... اے لوگو! ہوش میں آؤ.... ختم کر دو ان پرانے اور وحشیانہ رسم و رواج کو۔"

"دیوی۔!" بوڑھا مہنت دانت پیستا ہوا بولا۔ "یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے رسم و رواج کو ختم کر دیں۔... قربانی

ہوگی اور فردوس ہوگی۔"

بوڑھے مہنت نے اس مہنت کو اشارہ کیا جو ضحاک کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔

"نہیں۔" جولیا چیخی۔ اگر اس وقت قربانی ہوگی تو تم پر دیوتا ٹرکاٹ کا قہر نازل ہوگا.... ٹرکاٹ! میرے بچے!"

جولیا نے جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اپنے پجاری سے کہو کہ وہ ضحاک پر ہاتھ اٹھانے والے پر دھماکے کا قہر نازل کرے۔"

دھماکے کے قہر سے مراد بندوق کے فائر سے تھی

"اچھا... اے ماں!"

جوزف نے کھڑے ہو کر کہا۔

حالات بگڑتے دیکھ کر فریدی نے بندوق کو دونوں ہاتھوں سے اس طرح پکڑ لیا تھا کہ ضرورت پڑنے پر فائر کرنے میں دیر نہ ہو۔

جوزف نے فریدی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم نے ماں کا حکم سن لیا۔"

"ہاں اے ٹرکاٹ۔!"

"بس تو اس کی تعمیل کرنا۔" جوزف نے کہا اور اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

فریدی نے بندوق سیدھی کرلی اور آہستہ سے بڑبڑایا۔
"عمران۔ دونوں مہنتوں کا خیال رکھنا۔"
عمران نے دیکھا کہ دونوں مہنت ان سے چند قدم کے فاصلے پر خاموش اور حیران کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ فریدی کی طرف دیکھ رہے تھے اور فریدی نے اس مہنت کا نشانہ لے رکھا تھا جو کھڑے ضحاک کے پیچھے کھڑا رہا تھا۔
"قربانی ہو!" بوڑھے مہنت نے چیخ کر کہا۔
کھٹاکہ پھر فضا میں بلند ہوا... ٹھیک اسی وقت فریدی نے ٹریگر دبا دیا... ڈشکرہوا... دھماکے کی آواز سارے ہال میں گونج گئی تھی.... کھٹکے والے مہنت کی پیشانی سے خون ابل پڑا... وہ چکرا کر قربانی کی سل پر گر گیا... ضحاک پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی لاش کی طرف دیکھ رہا تھا.... قربانی کی سل خون سے سرخ ہونے لگی۔ جیلی قوم کے لوگ خوفزدہ سے انداز میں چیخنے لگے تھے۔
"خاموش۔!"
جولیا نے گرج کر کہا۔
آہستہ آہستہ خاموشی ہونے لگی اور پھر ایسا سناٹا چھا گیا جیسے وہاں ایک بھی آدمی نہ ہو۔

بوڑھا مہنت اعظم بھی پتھر کے بت کی طرح ساکت ہو گیا تھا۔

"سنو!" جولیا نے غصیلی آواز میں کہا۔ "اگر تم لوگ نے میرا کہنا نہ مانا تو یہی دھماکے والا قہر تم سب پر نازل ہوگا۔ اب بھی ہوش میں آجاؤ ورنہ میں سب سے ناراض ہو جاؤں گی۔"

"دیوی ... دیوی۔" لوگ خوف زدہ انداز میں چیخنے لگے۔

"خاموش رہو!" جولیا نے بگڑ کر کہا۔ "تم میری بات کا جواب دو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ قربانیوں کا سلسلہ جاری رہے۔"

"نہیں ... نہیں۔"

تمام لوگ بیک وقت چیخے اور بوڑھا مہنت اعظم سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

جولیا کے چہرے سے غیض و غضب کا اظہار ہو رہا تھا۔ وہ بلند آواز میں بولی۔

"مہنت اعظم۔!"

"ہاں دیوی۔!"

"تم نے سب لوگوں کا خیال سن لیا۔ اب اپنے خیال کا اظہار کرو۔"

"اے دیوی!" مہنت اعظم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہنا شروع کیا۔ "جب پوری قوم ہی اپنے رسم و رواج ختم کرنے کے

لئے تیار ہو تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ وہی ہوگا اے دیوی جو تو چاہتی ہے۔"

"ہوں۔" جولیا اب اپنی کرسی پر بیٹھ گیا اور پھر اس نے کہا۔ "ضحاک کو آزاد کر دیا جائے۔"

بوڑھے مہنت کے اشارے پر ایک مہنت نے وہ رسیاں کھول دیں جن سے ضحاک کے ہاتھ جکڑے ہوئے تھے۔

آزاد ہوتے ہی ضحاک جولیا کی طرف مڑا اور اس طرح جھک گیا جیسے رکوع میں ہو۔ پھر وہ سیدھا کھڑا ہو کر بولا۔

"اے دیوی!... مجھ میں اتنی جرات تو نہیں کہ تیری مہربانی کا شکریہ ادا کر سکوں لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ آج سے میری زندگی تیرے لئے وقف ہے۔"

"اے مہنت اعظم!" جولیا بولی۔ "کل تک ضحاک اس قوم کا بادشاہ تھا اور آج سے میں پھر اس قوم کی بادشاہت اسی کو سونپتی ہوں۔ سارے اختیارات اسی وقت ضحاک کو لوٹا دیئے جائیں۔ یہ میرا حکم ہے جس میں کسی تبدیلی پیدا ہونے کا امکان نہیں۔"

بوڑھے مہنت کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اس پر کوئی خوف مسلط ہو گیا ہو۔ لیکن "دیوی" کے حکم کی تعمیل ضروری تھی۔

اسی وقت ضحاک کی ٹوپی اور پیٹی منگوائی گئی اور ضحاک نے اسے باندھا اور اور بڑھ لیا۔ اس طرح گویا ضحاک کے اختیارات اسے واپس مل گئے تھے۔

ضحاک ایک بار پھر جولیا کے سامنے جھکا اور اس نے تشکر یہ کے الفاظ ادا کئے۔

"جولیا نے اس وقت بڑی ذہانت سے کام لیا ہے۔" فریدی عمران سے بولا۔" میرا خیال ہے کہ اس واقعے کے بعد بوڑھا مہنت ہم سب کا مخالف ہو جاتا۔ ایسے وقت میں کسی با اثر آدمی کو ہمارا خیر خواہ ہونا چاہیئے تھا۔" جولیا نے ضحاک کو اپنی مٹھی میں لے لیا ہے اور یہ بہت اچھا ہوا ہے۔"

عمران صرف سر ہلا کر رہ گیا۔

جولیا نے اپنی کرسی سے کھڑے ہو کر کہا۔" آج سے پرانے رسم و رواج ختم ہوئے۔ اگر تم لوگوں کو قربانی سے تسکین پہونچتی ہے تو اب میں بھیڑ بکریوں کی قربانی لینا پسند کروں گی۔"

ہال کی فضا نعروں سے گونجنے لگی۔ سیملی قوم کے لوگ دیوی اور دیوتا کے نعرے لگا رہے تھے۔ خاموشی ہو جانے پر جولیا نے کہا۔

"بس اے لوگو! اب تم اپنے اپنے گھروں کو جاؤ اور میں اب محل جاؤں گی۔ ضحاک! تم چند سپاہیوں کے ساتھ مجھے لینے

کے لئے سرنگ سے اوپر آؤ۔"

"اچھا اے دیوی!" ضحاک نے کہا۔

"میں جولیا کو اتنا ذہین نہیں سمجھتا تھا۔ فریدی بڑبڑایا۔" اس وقت اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ کسی بااعتماد انسان کی حفاظت میں محل جاتی۔ یہ مہنت اسے نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

ضحاک انہیں نیچے دکھائی دے رہا تھا۔ چند منٹ بعد ہی وہ چار سپاہیوں کے ساتھ دیوی کے بت کے سر پر جولیا کے قریب نظر آیا۔

"اب ہمیں بھی چلنا چاہیئے۔"

فریدی نے کہا۔

دونوں مہنت خاموش کھڑے تھے۔

"چلو۔"

عمران نے ان سے تحکمانہ انداز میں کہا۔

دونوں مہنت سرنگ میں داخل ہوئے۔ ان کے پیچھے فریدی اور عمران نے بھی چلنا شروع کیا۔ عمران نے پیچھے سے ایک مہنت کا لباس پکڑ لیا تھا اور فریدی کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا۔

وہ سرنگ میں آگے بڑھتے رہے۔

"حمید اور طارق صاحب کہیں دکھائی نہیں دیئے۔"

عمران بولا۔

"میں بھی ان کے متعلق تشویش میں مبتلا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔"

پھر وہ خاموشی سے آگے بڑھتے رہے۔

جس وقت وہ محل میں داخل ہوئے اسی وقت جولیا اور جوزف بھی وہاں پہنچے تھے۔

فریدی سب سے پہلے اس کمرے میں گیا جہاں طارق اور حمید تھے۔ ان دونوں کو موجود پا کر فریدی نے اطمینان کی سانس لی۔

"آپ لوگوں کو محل ہی میں چھوڑ دیا گیا تھا کیا۔؟" فریدی نے طارق سے کہا۔

"ہاں۔" طارق نے کہا۔

"میں تو پریشان ہو گیا تھا۔ جب آپ اور حمید مندر میں دکھائی نہیں دیئے تھے۔"

"ہم سے کہا گیا تھا کہ دیوی کے عام خادموں کو مندر میں نہیں لے جایا جا سکتا۔"

حمید نے منہ بنا کر کہا۔

"مندر میں کوئی خاص بات تو نہیں ہوئی۔!" طارق نے پوچھا۔

کی خاص باتیں۔ خوفناک باتیں ہوئی ہیں۔
"کیا۔" طارق نے فوراً پوچھا۔ اس کے چہرے پر تشویش کے آثار پیدا ہو گئے۔
حمید بھی پوری طرح فریدی کی طرف متوجہ ہو گیا۔
فریدی نے سگار جلا کر ایک گہرا کش لیا اور پھر اس نے وہ تمام واقعات بیان کرنا شروع کئے جو پیش آ چکے تھے۔ جب وہ سب کچھ بیان کر چکا تو طارق نے ایک طویل سانس لی اور بولا۔
"مجھے توقع نہیں تھی کہ حالات اتنی تیزی سے بدلنا شروع ہو جائیں گے۔"
"اس کے برعکس فریدی نے کہا۔" میرا خیال تھا کہ حالات کسی وقت بھی کچھ سے کچھ ہو سکتے ہیں۔ اور اب بھی میرا یہی خیال ہے۔ نہ جانے حالات کیا سی کروٹ لیں۔"
طارق کچھ سوچنے لگا۔
حمید نے کہا۔ اب مصیبت میں پڑنے پر ہوش آیا ہے۔ آخر یہاں آنے کی ضرورت کیا تھی۔"
فریدی اٹھتا ہوا بولا۔" اچھا اب میں چلتا ہوں۔"
"فریدی بیٹے۔" طارق نے کہا۔" تم مجھے حالات سے باخبر کرتے رہا کرنا۔"
"آپ بے فکر رہیں۔" فریدی نے کہا۔ اور وہاں سے

چلا آیا۔

جوزف کے کمرے میں پہونچا، تو وہ اونگھتا ہوا نظر آرہا تھا۔ فریدی نے اسے مخاطب کیا۔

"جوزف۔!"

جوزف نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ پھاڑ سا منہ پھیلا کر جماہی لی اور پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کرنل! باس سے جاکر کہدو کہ شراب لاکر دو۔ کہیں سے بھی لاکر دو۔۔۔۔ میں کچھ نہیں جانتا۔۔۔ جلدی میں مجھے نیند آنے لگی تھی۔ میں نے بڑی مشکل سے اپنے اوپر قابو پایا تھا۔ اگر مجھے شراب نہ ملی تو میں مرجاؤں گا اور۔۔۔"

جوزف نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ پھر دو لڑکیاں اندر داخل ہوئیں۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں بڑا برتن تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں گلاس کا چھوٹا برتن۔"

"کیوں۔!"

فریدی ان سے بولا۔

"ہمیں مہنت اعظم نے دیوتا کی خدمت کرنے کے لیے بھیجا ہے اور یہ شربت بھی۔ تاکہ دیوتا کی تھکن دور ہو۔"

ایک لڑکی نے جواب دیا۔

"ہوں۔" فریدی اس برتن کو مشکوک نظروں سے گھورنے لگا جس میں وہ شربت لے کر آئی تھیں۔ کہیں اس میں زہر تو نہیں ہے۔ فریدی کے ذہن میں خیال ابھرا تھا۔

"کیسا شربت ہے۔!"

جوزف غرایا۔

"پی کر دیکھ لو اے دیوتا۔!" لڑکی نے کہہ کر گلاس میں شربت انڈیلا۔

"ٹھہرو!" فریدی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "پہلے ایک گلاس تم پیو۔!"

"یہ شربت صرف دیوتا کے لئے ہے پجاری۔"

ایک لڑکی نے کہا۔ "ہمیں یہ شربت پینے کی اجازت نہیں۔"

"لیکن تھوڑا تھوڑا تم دونوں کو پینا پڑے گا۔"

"ہاں پینا پڑے گا۔!"

جوزف بھی بولا۔

"اگر یہ دیوتا کا حکم ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔"

دونوں لڑکیوں نے شربت کا آدھا گلاس بڑی بے جھجکی سے پی لیا۔

اب فریدی نے اطمینان کی سانس لی۔

"ٹھیک ہے۔" فریدی نے کہا۔
"یہ برتن یہاں رکھ دو۔!" جوزف نے کہا۔
لڑکیوں نے برتن جوزف کے سامنے رکھ دیا۔
"اب تم دونوں جاؤ!"
جوزف ہاتھ ہلا کر بولا۔
"لیکن دیوتا۔!" ہمیں تیری خدمت کے لئے بھیجا گیا ہے۔"
"جاؤ۔!" جوزف غرایا۔ "مجھے لڑکیوں سے خدمت لینا نہیں آتا۔"
"ہم خود ہی خدمت کریں گے اے دیوتا۔!"
جوزف اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر غصے کے آثار پیدا ہو گئے تھے۔ دونوں لڑکیاں خوفزدہ ہو گئی تھیں وہ بھاگتی ہوئی کمرے سے نکل گئیں۔
فریدی مسکرا دیا تھا۔
جوزف اس کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "کرنل! میں لڑکیوں کے پیچھے دم نہیں ہلاتا۔"
"یہ اچھی بات ہے۔" فریدی نے کہا "اچھا تم بیٹھ کر شربت پیو۔ میں چلتا ہوں۔"
"کہاں۔؟"
عمران کے پاس جا رہا ہوں۔"

"باس سے ضرور کہہ دینا۔ کرنل کہ میرے لئے شراب کا انتظام کرے شاید اس قوم میں شراب پی جاتی ہو۔"

"ہاں .... آں ..."

فریدی کہتا ہوا باہر نکل آیا۔

جولیا کے کمرے کے دروازے پر پہونچا ہی تھا کہ وہاں سے ضحاک باہر نکلتا نظر آیا۔ وہ فریدی کو دیکھ کر خاکسارانہ انداز میں مسکرایا تھا۔

فریدی نے مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دیا اور کمرے میں داخل ہو گیا جہاں عمران اور جولیا موجود تھے۔

"آیئے کرنل!" عمران بولا۔

فریدی ان کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ جولیا اس وقت بھی اسی سفید لباس میں تھی۔ فریدی نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"تم نے آج بہت ذہانت سے کام لیا ہے جولیا۔"

"شکریہ کرنل۔"

"لیکن۔" عمران بولا۔ "یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ آئندہ حالات کیا ہوں گے اور ان کا مقابلہ کس طرح کیا جا سکے گا۔"

"ہر قسم کے حالات کا مقابلہ صرف ذہانت سے کیا جا سکتا ہے۔" فریدی نے کہا اور پھر بولا۔ "ابھی ضحاک گیا ہے یہاں سے۔"

"مندر سے مجھے وہی لیکر آیا تھا۔"

"اب واپس گیا ہے۔"

"ہاں۔"

"کیا باتیں ہوئی تھیں۔؟"

"اس نے کہہ دیا ہے کہ جب بھی اس کی ضرورت محسوس ہو اسے فوراً بلا لوں۔ دروازے پر کھڑے ہوئے پہریداروں سے اس نے کہہ دیا ہے کہ جب بھی میں اسے یاد کروں اسے فوراً بلا دیا جائے۔"

"ہوں۔" فریدی نے سگار کا کش لے کر کہا۔ "مہنت اعظم تو نہیں آیا ابھی۔؟"

"نہیں۔"

"وہ بوڑھا بہت شور معلوم ہوتا ہے۔" عمران نے کہا۔

ابھی یہ ذکر ہو ہی رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی اور پھر جو آدمی اندر آیا وہ بوڑھا مہنت تھا۔

"دیوی۔!" بوڑھے نے قریب آکر جھکتے ہوئے کہا۔ "میں صرف یہ کہنے آیا تھا کہ کل پھر مندر میں جانا ہوگا۔"

"کیوں۔؟"

جولیا بولی۔

"قربانی کی رسم بہرحال ادا ہونا چاہیئے۔"

"میں نے کہا تھا کہ قربانی صرف بھیڑ بکریوں کی ہوگی۔"

"ایسا ہی ہوگا دیوی۔!"

"اور ہاں سنو۔!" جولیا نے کہا۔ "میرے ان دونوں غلاموں کو مندر نہیں لے جایا گیا تھا۔"

"ہاں دیوی! وہ یہیں رہے تھے۔"

"آئندہ جب بھی میں مندر میں جاؤں وہ وہاں ضرور رہیں گے۔"

"ایسا ہی ہوگا دیوی۔"

"اس کے علاوہ!" جولیا نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "کیا یہ ضروری ہے کہ ہم اس محل کی دیواروں میں محدود رہیں۔"

"کم از کم دیوی اور دیوتا کو عام لوگوں میں نہیں جانا چاہیئے۔"

"اور دوسرے۔!"

"ان کے باہر نکلنے میں کوئی حرج نہیں۔"

"اور کچھ کہنا ہے۔؟"

"نہیں دیوی۔"

"بس تو اب تم جا سکتے ہو۔"

"دیوی کو کسی قسم کی تکلیف تو نہیں۔"

"نہیں۔"

"اور نہ آئندہ کبھی ہوگی۔" بوڑھے نے کہا۔ اس کی آنکھوں میں کچھ عجیب سی چمک عود کر آئی تھی۔ پھر وہ سر جھکا کر الٹے قدموں چلتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

"یہ بڈھا ہم لوگوں کے لئے مشکلات ضرور پیدا کرے گا۔" فریدی نے تشویش کن لہجے میں کہا۔

"ضحاک نے بھی کہا تھا کہ میں اس سے ہوشیار رہوں۔"

"طارق صاحب کا کیا حال ہے۔؟" عمران نے پوچھا۔

"ٹھیک ہیں۔"

"کیا وہ اب بھی لعل و جواہر کے متعلق سوچ رہے ہیں!" عمران کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔

"نہیں۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن جولیا! اگر موقع ملے تو تم ضحاک سے ان لعلوں کے متعلق دریافت کرنا کہ وہ چشمے کے کس حصے میں ہیں۔"

"میں معلوم کروں گی۔" جولیا نے کہا۔

"اچھا۔" فریدی جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر عمران سے بولا۔ "جوزف شراب کے لئے کہہ رہا تھا۔"

"اس سے کہیئے گا کہ ایک ہزار ڈنڈ لگانے کے متعلق کیا خیال

ہے۔" عمران نے کہا۔

لیکن فریدی کو یہ دھمکی دینے کی ضرورت پیش نہیں آئی کیونکہ جب وہ کمرے میں پہونچا تو جوزف نشے میں دھت تھا۔

"کرنل!" جوزف نے سرخ سرخ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ شربت نہیں ..... شراب ہے شراب ..... ہاہاہا۔ مزہ آگیا ... شراب ... ہاہاہا ..."

جوزف برتن سے گلاس میں شراب انڈیلنے لگا۔

●

دوسرے دن حمید اور طارق بھی مندر میں داخل ہوئے۔ ان کے ساتھ بھی دو مہنت تھے۔ آج حمید اور طارق کو بھی ایک ویسی ہی سرنگ میں چلنا پڑا۔ جیسی سرنگ میں پچھلے دن فریدی اور عمران کو چلنا پڑا تھا۔

اور پھر ان دونوں نے بھی اپنے آپ کو دیوتا ٹرکاٹ کی ہتھیلی پر کھڑے ہوئے دیکھا۔ دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر فریدی اور عمران دکھائی دے رہے تھے۔

جولیا اسی جگہ پر تھی جہاں پچھلے دن تھی اور جوزف بھی اسی مخصوص جگہ پر دکھائی دے رہا تھا۔

حمید اور طارق نے وہاں کے ماحول کو بڑی حیرت سے دیکھا۔

"یا مظہر العجائب۔!" حمید بڑبڑایا۔

"حیرت انگیز۔" طارق بھی بڑبڑایا۔

"کتنا عجیب ماحول ہے۔" حمید نے کہا۔

"ہوں۔" طارق نیچے دیکھنے لگا۔ چشمے کے پانی پر نظر ڈالتا ہوا بولا۔ "اسی پانی کی گہرائی میں وہ لعل ہوں گے۔"

حمید اس بات پر جھلا گیا تھا۔ اگر طارق کی جگہ کوئی اور ہوتا تو حمید نے کوئی بہت ہی کڑوی بات کہہ دی ہوتی۔ لیکن طارق کی بزرگی کا اسے خیال کرنا ہی پڑا۔ خود فریدی بھی طارق کی عزت کرتا تھا۔ لیکن پھر بھی حمید کے منہ سے اتنی بات نکل ہی گئی۔

"اور طارق صاحب! اسی پانی کی گہرائی میں موت بھی رہتی ہے جسے یہ لوگ ناگ دیوتا کہتے ہیں۔"

"ہاں.... آں..." طارق نے شاید حمید کے طنز کو سمجھا نہ تھا یا پھر نظر انداز کر دیا تھا۔

پھر ان دونوں کی گفتگو آگے نہ بڑھ سکی کیونکہ اسی وقت مندر میں بوڑھے مہنت اعظم کی آواز گونجی تھی۔

"اے دیوی... کیا قربانیاں پیش کی جائیں۔"

"ضرور!"

جولیا نے پر وقار انداز میں کہا۔

مہنت اعظم نے تالی بجائی۔ چند لمحے بعد ہی وہ مہنت چار بکریوں کو پکڑے ہوئے قربانی کی سل پر پہنچے۔ مندر کے ہال میں

بکریوں کی" میں ... میں" گونجنے لگی۔

حمید ہنس پڑا۔ "بکریوں کی قربانی ... کتنی مضحکہ خیز بات ہے۔"

"ہوں۔" طارق نے کسی خیال کا اظہار نہ کیا۔

"اب کئی مہنت قربانی کی سل پر پہونچ گئے تھے اور بکریوں کو گرا دیا گیا تھا۔ چار مہنت کلہاڑے لے کر کھڑے ہو گئے تاکہ بیک وقت چاروں بکریوں کے سر الگ کئے جا سکیں۔

پھر نہ جانے کیا ہوا کہ چاروں بکریاں آزاد ہو گئیں۔ جن مہنتوں نے انہیں پکڑ رکھا تھا ان کی گرفت یا تو غیر ارادی طور پر ڈھیلی پڑ گئی تھی اور یا پھر انہوں نے جان بوجھ کر ایسا کیا تھا۔ بہرحال وہ چاروں بکریاں آزاد ہوتے ہی ہال میں قلانچیں بھرنے لگیں۔ "میں میں" کی آوازیں ہال میں گونج رہی تھیں۔ اور لوگ بے تحاشہ ہنس رہے تھے۔ قربانی کی مقدس رسم انتہائی مضحکہ خیز ہو چکی تھی۔

مہنت ان بکریوں کو پکڑنے کے لئے دوڑ رہے تھے لیکن ایک بھی ہاتھ آتی نظر نہیں آ رہی تھی۔

حمید بھی نہیں رہا تھا۔ وہ ہنستا ہوا بولا۔

"کاش میرے پاس مووی کیمرہ ہوتا۔"

لوگ ہنس رہے تھے اور تالیاں بجا رہے تھے۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ یہ ہنگامہ ختم ہونے لگا۔ نئی پیدا ہونے والی صورت حال بڑی حیرت انگیز تھی۔ اچانک وہ لوگ غصے میں نظر آنے لگے تھے۔ پھر

وہ چیخنے لگے۔

"قربانی آدمیوں کی ہونا چاہیئے۔"

"بکریوں کی قربانی مضحکہ خیز ہے۔"

"ہمارے پرانے رسم و رواج قائم رہنا چاہیئں۔"

"دیوی کو اپنا فیصلہ بدلنا پڑے گا۔"

لوگ بے تحاشہ چیخ رہے تھے۔ ہال میں اتنا شور ہونے لگا تھا کہ کان پھٹتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

"یہ ایک نفسیاتی رد عمل ہے۔" طارق نے حمید سے کہا۔ "یہ لوگ انسانوں کا خون بہتے دیکھنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ یوں سمجھو کہ قدیم رومنوں کے سامنے جس طرح غلاموں کو آپس میں لڑایا جاتا تھا اور رومن اس سے خوش ہوتے تھے لیکن اگر کسی وقت ان رومنوں کے سامنے غلاموں کو لڑانے کے بجائے مرغوں کو لڑانا شروع کر دیا جاتا۔ تو وہ غصے میں آجایا کرتے تھے۔ بالکل ویسا ہی معاملہ یہاں ہے۔ یہ لوگ صرف انسانی خون بہتے دیکھ کر خوش ہو سکتے ہیں۔"

حمید نے سر ہلا دیا۔

لوگ اب بھی شور مچا رہے تھے۔ اچانک مہنت اعظم نے پوری قوت سے چیخ کر کہا۔

"خاموش..... خاموش..... خاموش..... میری بات سنو۔!" خاموش ہو جاؤ.. میری بات سنو۔!"

حمید نے جولیا کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا تھا۔ لیکن جوزف کے چہرے پر گھبراہٹ نہیں تھی۔ وہ بالکل ساکت بیٹھا ہوا اس ہنگامے کو دیکھ رہا تھا۔

مہنت اعظم کی آواز پر ان لوگوں نے خاموش ہونا شروع کیا۔ پانچ منٹ بعد کہیں جاکر مکمل خاموشی ہوئی۔ ..... مگر لوگوں کے چہروں پر غصے کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔

"میری بات غور سے سنو!"

بوڑھے مہنت نے حکمرانہ انداز میں کہنا شروع کیا۔ "آدمیوں کا خون بہانا درندگی ہے اور ہماری دیوی اس چیز کو بالکل پسند نہیں کرتی۔ اب اس مندر میں ہمارے آباؤ اجداد کی رسوم انجام نہیں دی جائیں گی۔"

ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔" لوگ چیخے۔

"بکریوں کی قربانی ناقابل برداشت ہے۔"

"ہمارے رسم و رواج کو برقرار رہنا چاہیئے۔"

"خاموش۔!"

مہنت پھر گرجا۔ لیکن اس کے چہرے سے خوشی کا اظہار ہو رہا تھا۔

لوگوں کے چپ ہونے پر مہت نے پھر کہنا شروع کیا۔
"سنو اے لوگو! دیوی تم سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔"
جوبینے مہت سے اس خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا لیکن جب مہت نے یہ بات کہہ ہی دی، تو جولیا کو کچھ بولنے کے لئے کھڑا ہونا ہی پڑا۔
"سمبلی قوم کے لوگو! مجھے افسوس ہے کہ تم لوگ انہیں رسم و رواج کو اپنائے پڑے ہوئے ہو۔ جنھیں میں نے ختم کر دیا تھا کم از کم میں اپنے سامنے آدمیوں کی قربانی برداشت نہیں کروں گی۔"
"قربانی آدمیوں کی ہونا چاہیئے۔"
لوگ پھر چیخے۔
"قربانی آدمیوں کی ہوگی۔"
"بچھڑوں کی قربانی غلط ہے۔"
"یہ ہرگز نہ ہوگا۔"
"خاموش۔!" مہت پھر گرجا۔ "دیوی کی پوری بات سنو۔"
"مجھے اب کچھ نہیں کہنا۔" جولیا نے غصیلی آواز میں کہا۔ "میں اب اس مندر میں نہیں آؤں گی۔"

اسی وقت حمید اور طارق چونک پڑے۔ سرنگ میں سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔ دونوں مہنت بھی چوکنا ہو گئے۔ قدموں کی آوازیں قریب آتی چلی گئیں اور پھر دو سپاہی ان کے سامنے آ گئے۔

"تم لوگ کیوں آئے ہو یہاں۔!" ایک مہنت غصیلے انداز میں چیخا۔

"خاموش!" ایک سپاہی نے کڑک کر کہا۔ "ہمیں بادشاہ نے بھیجا ہے۔ تاکہ ان دونوں کو بحفاظت محل میں پہنچا دیں۔"

اشارہ حمید اور طارق کی طرف تھا۔

حمید نے پلٹ کر دیکھا۔ دیوتا کے دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر فریدی اور عمران کے قریب بھی دو سپاہی نظر آ رہے تھے۔ جولیا کے پیچھے خود ضحاک موجود تھا۔ اور جوزف کے قریب بھی چار سپاہی نظر آ رہے تھے۔

حمید نے ایک طویل سانس لی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ ضحاک نے موقع کی نزاکت کو محسوس کر کے ان کی حفاظت کے لئے سپاہیوں کو بھیج دیا تھا۔ گویا یہ ضحاک ایک وفادار آدمی ثابت ہو رہا تھا۔

دونوں سپاہیوں کی حفاظت میں حمید اور طارق سرنگ

میں چلے

پھر مندر سے نکل کر وہ تیزی سے محل کی طرف بڑھنے لگے۔

"دیوی کا کیا رہے گا۔!" حمید سپاہیوں سے بولا۔

"بادشاہ خود دیوی کے پاس گیا ہے بچا دیوتا" ایک سپاہی نے جواب دیا۔

پھر حمید نے کچھ نہیں کہا تھا۔

وہ محل میں پہونچ گئے۔ انہیں وہاں پہونچے ہوئے دس منٹ گزرے ہوں گے کہ فریدی بوکھلایا ہوا سا ان کے کمرے میں آیا۔ پھر انہیں دیکھ کر اس نے اطمینان کی سانس لی۔

"آپ لوگ خیریت سے ہیں نا۔!" فریدی نے طارق سے کہا۔

"ہاں۔" طارق نے کہا۔ "دوسروں کی کیا خبر ہے!"

"سب محل میں آچکے ہیں ضحاک نے بڑی ہوشیاری سے کام لیا تھا۔ ورنہ ہم لوگوں کو خطرناک صورت حال کا مقابلہ کرنا پڑ جاتا۔"

"اب ضحاک کہاں ہے۔!" حمید نے پوچھا۔

"جولیا کے کمرے میں۔ اچھا میں تھوڑی دیر میں پھر آؤں گا۔" فریدی اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔

"قدرت ہم پر کافی مہربان ہے۔" طارق نے ایک طویل سانس لیکر کہا۔

"کیا مطلب۔؟"

"اگر ضحاک ہمارا ساتھی نہ ہو گیا ہوتا تو۔!"

"تو بھی کچھ نہ کچھ ہو ہی جاتا۔" حمید نے کہا۔ "کئی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ ہم لوگ موت کے منہ کے قریب پہونچ گئے ہیں اور اس وقت جبکہ ہمارے بچنے کی کوئی امید نہ رہ گئی تھی کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ ہو گیا جس کی وجہ سے ہماری جانیں بچ گئیں۔"

"ہوں۔!" طارق کچھ سوچنے لگا۔

ناول سکیننگ و کلین: عقیل قریشی

جاسوسی نشست

۵

"دیوی" کے جانے کے بعد ہی مندر میں زندگی اور وحشت کا بازار گرم ہوگیا۔ مہنت اعظم نے فوراً ہی اپنی قوم کے چار آدمیوں اور دو لڑکیوں کو گرفتار کروا کے وہاں بلایا اور کلہاڑوں سے ان کی گردنیں اڑا دی گئیں۔

لوگ پھر پہلے کی طرح خوش نظر آنے لگے۔ دیوتا تڑکاٹ اور دیوی زارنیہ کے نام کے نعرے لگائے گئے۔

اور پھر مہنت اعظم نے ایک تقریر کی۔

"سیملی قوم کے لوگو!... خوش ہو جاؤ کہ قربانی کی رسم پوری ہوئی.... خوش ہو جاؤ کہ اب دیوی ہم پر برکتیں نازل کرے گی۔ خوش ہو جاؤ کہ اب کہر چھٹ جائیگا... کہر کی چادر جو ہمارے شہر پر چھائی ہوئی ہے کل ختم ہو جائے گی.... کل کا سورج ہماری زمینوں کو گرمی پہونچائے گا.... پھر ہماری فصلیں لہلہا اٹھیں گی۔

"اے لوگو! خوش ہو جاؤ.... اگر یہ قربانی نہ دی جاتی تو دیوی ہم سے ناراض رہتی... کہر کی چادر نہ چھٹتی اور ہم لوگوں کو قحط کا سامنا کرنا پڑتا.. لیکن کل سورج ہم پر رحمتیں نازل کرے گا۔ ..اب تم سب اپنے اپنے گھروں کو جاؤ..... کل کی خوشگوار صبح کا انتظار کرو۔!"

لوگ مندر سے نکلنے لگے۔

اور مہنت اعظم اپنے چیلوں کے ساتھ خصوصی دروازے سے باہر نکلا۔ دوسرے مہنت اپنے اپنے گھروں کی طرف چلے گئے۔ مہنت اعظم نے اپنے گھر کی راہ لی۔ اب وہ اچانک بہت فکر مند نظر آنے لگا تھا۔

گھر پر اس کی بیوی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے مہنت کی شکل دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے۔ آج تم بہت فکر مند نظر آ رہے ہو۔"

"ہوں۔" مہنت نے کوئی جواب نہ دیا اور اپنے بستر پر لیٹ گیا۔

"نہایا نہیں تم نے۔" بیوی بولی۔

"ہاں میں پریشان ہوں۔"

"کیوں۔؟"

"دیوی کی وجہ سے میری حیثیت خطرے میں پڑ گئی ہے۔"

"کیوں۔!"

"میرا خیال ہے کہ وہ دیوی جھوٹی ہے۔"

"جھوٹی ہے۔؟" بیوی نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔"

"جھوٹی کیا مطلب۔!"

"یعنی یہ کہ وہ حقیقتاً دیوی نہیں ہے۔"

"پھر کون ہے۔؟"

"کوئی بھی ہو لیکن دیوی نہیں ہے۔"

"پھر۔؟!"

"پھر یہ کہ اب سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کیا کروں۔ اگر میں نے قوم کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ وہ دیوی جھوٹی ہے۔ تو پھر وہ مجھے اپنا مذہبی پیشوا ماننے سے انکار کر دیں گے۔"

"کیوں؟!"

"اس لئے کہ مذہبی پیشوا میں اتنی روحانی قوت ہونی چاہیئے کہ اصل اور نقل میں تمیز کر سکے۔"

"تو کیا تم میں نہیں ہے۔؟"

یہ سوال مہنت کی دکھتی رگ پر ایک دباؤ تھا۔ اس لئے وہ جھلا گیا۔

"جاؤ۔۔۔ بکواس نہ کرو۔"

بیوی مہنت کے غصے سے بہت ڈرتی تھی اس لئے چپ چاپ وہاں سے کھسک گئی۔

مہنت پھر سوچ میں پڑ گیا۔ ادھر کافی دن سے اس کی پوزیشن خطرے میں پڑی ہوئی تھی۔

دراصل "اوکالا" جو اس وقت سمبلی قوم کا مہنت اعظم تھا اپنی دھاندلیوں سے اس مرتبے پر پہونچا تھا ورنہ حقیقتاً اس میں اتنی اہلیت نہیں تھی کہ سمبلی قوم کا بڑا مہنت بن سکے۔ وہ اپنی چار سو بیویوں کی بدولت اس مرتبے تک پہونچ سکا تھا اور چونکہ فطری طور پر خود غرض اور عیاش تھا اس لئے بلند مرتبے تک پہونچتے ہی اس نے ہاتھ پیر لکالنا شروع کر دیئے۔ اپنے اختیارات سے ناجائز فائدہ اٹھانے لگا۔ اسی طرح وہ سمبلی قوم کا امیر ترین آدمی بن سکا تھا۔ سمبلی قوم میں امارت کی کسوٹی بھیڑ بکریاں اور غلہ ہوتا تھا جس آدمی کے پاس سب سے زیادہ غلہ اور بھیڑ بکریاں ہوتی تھیں۔ اسی کو سب سے امیر آدمی سمجھا جاتا تھا۔

چنانچہ مہنت اعظم نے لوگوں سے دیوتا کے نام پر بھیڑ بکریاں

اور غلہ لیکر جمع کرنا شروع کر دیا۔ اس کے چیلے مہنت بھی اس کے دیا دئیں تھے اور مہنت اعظم سب سے زیادہ انہیں سے وصول کرتا رہا۔ اگر کوئی آدمی اس کے خلاف آواز بلند کرنے کی کوشش کرتا تو اس کی موت آجاتی۔ مہنت اعظم اس آدمی کو دیوی زار پر قربان کر دیتا۔ اسی لئے اب لوگوں میں ہمت نہیں رہ گئی تھی کہ کھل کر مہنت اعظم کے خلاف آواز اٹھا سکتے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ قوم کی کوئی خوبصورت لڑکی مہنت کی نظر میں آجاتی اور پھر نتیجے میں اسے مہنت کی ہوس کا نشانہ بننا پڑتا۔ جو لڑکیاں اس کی بات نہیں مانتی تھیں انہیں ایک نہ ایک دن دیوتا کے کاٹ پر قربان ہونا پڑتا تھا۔ عام لوگوں کے علاوہ مہنت اعظم نے اپنے چیلے مہنتوں کی لڑکیوں پر بھی ہاتھ صاف کئے تھے۔ اس لئے اب مہنتوں میں بھی اپنے پیشرو کے خلاف غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی تھی۔

پھر جب مہنت اعظم نے جولیا کو دیکھا تو یہی سمجھا کہ ان کی دیوی واپس اپنی قوم میں آگئی ہے۔ مہنت نے یہ بھی سوچا تھا کہ جب اسے دیوی کی حمایت حاصل ہو جائے گی تو کوئی بھی اس کے مقابلے پر آنے کی کوشش نہ کرے گا۔

لیکن جب دیوی نے مندر میں انسانوں کی قربانیاں ختم کرنے

کا حکم دیا تو مہنت اعظم کو بڑی حیرت ہوئی۔ اسے شک ہوا کہ یہ دیوی جھوٹی تو نہیں۔؟ مہنت کی دانست میں یہ ناممکن تھا کہ اصلی دیوی قربانی کی رسم کو ختم کرنے کا حکم دے۔

اس کے علاوہ قربانی کی رسم ختم ہونے سے مہنت کا جابرانہ نظام ختم ہو جاتا۔ وہ لوگ اس سے ڈرنا چھوڑ دیتے جو اس سے محض اس لئے ڈرتے تھے کہ انہیں دیوی پر قربان نہ ہونا پڑے۔

لہٰذا مہنت نے سوچنا شروع کیا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیئے۔ بڑی سوچ بچار کے بعد اس نے آج کا ڈرامہ اسٹیج کیا تھا اس نے اپنے چند معتمد مہنتوں کو اس کام پر مامور کیا کہ وہ قربان کی جانے والی بکریوں کو عین اس وقت۔ چھوڑ دیں جبکہ ان کی قربانی کی جانے والی ہو۔

مہنت کا خیال تھا کہ اس وقت کی پوزیشن بڑی مضحکہ خیز ہو جائے گی۔ اور اس کا یہ خیال ٹھیک ہی ثابت ہوا۔ مہنت نے اس پوزیشن کے ردِ عمل کا جو اندازہ لگایا تھا۔ وہی سامنے بھی آیا۔ لوگ بری طرح چراغ پا ہو گئے اور مہنت اعظم یہی چاہتا بھی تھا۔

مہنت کے اس پلان سے ظاہر ہوتا تھا کہ اسے انسانی نفسیات کو سمجھنے میں بھی ملکہ حاصل تھا۔ اس کا پلان کامیاب رہا۔ مندر میں پھر قربانیاں شروع ہوگئیں اور مہنت کو اپنا ڈوبتا ہوا وقار اور رعب پھر ابھرتا نظر آیا۔

لیکن وہ اب بھی پریشان تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ نقلی دیوی کا کیا بندوبست کرے۔ ایک دن پہلے مہنت نے اپنے ایک دوست سے مشورہ لیا جو ستاروں کی چال دیکھ کر مستقبل کا حال بتا دیتا تھا۔ اس نے مہنت کو بتایا کہ اس کا شبہ درست ہے۔ وہ عورت واقعی دیوی زادہ نہیں ہے۔

لیکن مہنت کے دوست نے اس سے یہ بھی کہا تھا کہ وہ نقلی دیوی کو قتل کرنے یا کرانے کی کوشش نہ کرے ورنہ اس پر دیوتا ٹرکاٹ کا قہر نازل ہوجائے گا۔

"ایسا کیوں ہوگا۔؟"

مہنت نے پوچھا تھا۔

"اس لئے کہ وہ عورت جو دیوی بن گئی ہے واقعی دیوی زادہ سے اتنی زیادہ ملتی جلتی ہے کہ دیوتا ٹرکاٹ نے اس پر اپنی برکتیں

نازل کرنا شروع کر دی ہیں۔"

"لیکن دیوتا ٹرکاٹ تو قہر کا دیوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن وہ اپنی ماں پر تو قہر نازل نہیں کر سکتا اور وہ نقلی دیوی دیوتا کی ماں کی ہمشکل ہے۔"

پھر مجھے کیا کرنا چاہیئے!" مہنت نے پوچھا تھا۔

"کچھ بھی کرو لیکن نقلی دیوی کو قتل نہ کرنا۔ شاستر یہی بتاتے ہیں کہ اس عورت کا قتل تم پر مصیبتیں نازل کرے گا۔"

اس بات سے مہنت اعظم اور زیادہ پریشان ہو گیا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ حالات بگڑتے ہی چلے جا رہے تھے۔ اب تو اس کا ایک اور دشمن ـــــ بھی پیدا ہو گیا تھا۔ سمبلی قوم کا بادشاہ ضحاک وہی جسے مہنت نے قربان کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ بچ گیا تھا۔

اب مہنت کو یہ بھی سوچنا تھا کہ ضحاک دیوی کے سلسلے میں کیا قدم اٹھائے گا اور یہ بھی سوچنا تھا کہ ضحاک کو کس طرح زیر کیا جا سکے گا۔

مہنت اعظم نے اپنے معتمد جاسوسوں کا جال پھیلا دیا تھا۔ اس نے دو لڑکیاں نقلی دیوتا ٹرکاٹ کے پاس بھی بھیجی تھیں تاکہ وہ

دونوں وہاں رہ کر حالات سے واقف ہوتی رہیں اور ان کے متعلق مہتہ کو سب کچھ بتاتی رہیں۔ لیکن مہتہ اعظم کی چال کارگر نہ ہو سکی تھی۔ نقلی دیوتا نے کاٹنے دونوں لڑکیوں کو بھگا دیا تھا۔

مگر اب بھی مہتہ اعظم کے کافی جاسوس کام میں مصروف تھے۔

اور مہتہ اعظم ان کی رپورٹوں کا منتظر!

○

ضحاک کی موجودگی میں تو جولیا اپنے اوپر قابو پائے رہی لیکن ضحاک کے جاتے ہی اس کے چہرے سے گھبراہٹ کا اظہار ہونے لگا۔

"اب کیا ہوگا عمران!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔" عمران گنگنایا۔

اتنے میں فریدی لوٹ آیا۔

"ضحاک چلا گیا۔؟" فریدی نے پوچھا۔

"ہاں۔!" عمران نے کہا۔ "حمید اور طارق صاحب ہیں۔"

"ہاں آگئے ہیں۔۔۔ جولیا تم بہت گھبرائی ہوئی نظر آرہی ہو۔!"

"ہاں کرنل! میں پریشان ہوں نہ جانے اب کیا صورت ہوگی۔"

"میں بتاؤں کیا صورت ہوگی۔!" عمران بولا۔ "خبیث کی صورت

ہوگی ان لوگوں کی۔ کپڑے پڑیں گے۔ ان لوگوں کی لاشوں میں۔ بارہ بجے رات کو جنازہ اٹھے گا ان لوگوں کا جو ہمارے دشمن ہوں گے۔"

"سنجیدگی سے بات کرو۔" جولیا جھنجھلا کر بولی۔

"تمہیں اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" فریدی نے اس سے کہا۔ "ضحاک سے کیا بات ہوئی تھی؟"

"کوئی خاص بات نہیں۔" جولیا نے کہا۔ "وہ آدھے گھنٹے بعد آنے کے لئے کہہ گیا ہے۔"

"ہوں۔" فریدی سگار جلانے لگا۔ اور پھر بولا۔ "میں سمجھتا ہوں کہ مندر میں جو کچھ ہوا وہ ایک نئے نئے پلان کے تحت ہوا تھا۔"

"کیا مطلب۔؟"

"بکریوں کا گرفت سے نکلنا۔۔۔ پال میں دوڑتے پھرنا۔۔۔ اور پھر مہنت انہیں پکڑ بھی نہیں سکے۔ یہ سب کچھ ایک اسکیم معلوم ہو رہی ہے۔ بوڑھے مہنت نے اس طرح اپنی قوم کے جذبات بھڑکانے کی کوشش کی تھی اور وہ اس میں کامیاب رہا۔"

جولیا خاموش رہی اور فریدی کچھ سوچنے لگا۔ عمران مکھیاں مار رہا تھا محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً۔۔۔ اور وہ اپنے اس مشغلے میں اس درجہ منہمک تھا کہ شاید اس نے فریدی اور جولیا کی باتیں

بھی نہ سنی ہوں گی۔

فریدی بیٹھا سگار پیتا رہا اور کچھ سوچتا رہا۔ جولیا خاموش بیٹھی کبھی اس کی صورت دیکھتی تھی اور کبھی عمران کی جو بدستور کھیلنے میں مصروف تھا۔ اچانک وہ پرمسرت لہجے میں چیخا۔

"مر گئی... مر گئی.... ایک مر گئی۔"

اور پھر وہ اس انداز میں جولیا کی طرف دیکھنے لگا جیسے اس کے منہ سے اپنی تعریف سننا چاہتا ہو۔

لیکن جولیا کچھ نہ بولی اور عمران پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ اس کے چیخنے پر فریدی بھی چونک پڑا تھا۔ لیکن وہ عمران سے مخاطب نہیں ہوا۔

آدھا گھنٹہ گذر گیا۔ لیکن ضحاک ابھی تک نہیں آیا تھا۔ فریدی اسی کا انتظار کر رہا تھا۔ ضحاک کی آمد پر بہت سی باتیں معلوم ہو سکتی تھیں۔ ان باتوں سے حالات کا صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اور حالات کا صحیح اندازہ لگانے کے بعد ہی یہ سوچا جا سکتا ہے کہ اب انہیں کیا کرنا چاہیئے۔

اچانک عمران پھر چیخا۔ "مر گئی"... ایک اور مر گئی.. دو ہو گئیں.... دو... ہا ہا ہا۔" عمران نے قہقہہ لگایا۔

"کیا نوعیت ہے!" جولیا نے جھلا کر کہا۔

عمران نے چونکنے والے انداز میں جولیا کی طرف دیکھا اور بڑی معصومیت سے بولا۔

"کیا ہوا۔؟"

جولیا اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر اسے گھورنے لگی۔

عمران چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا اور پھر اپنے سامنے پڑی ہوئی مردہ مکھیوں پر نظر ڈالتا ہوا بڑبڑایا۔

"دونوں جوان معلوم ہوتی ہیں۔"

"گندہ!" جولیا ہونٹ سکوڑ کر بولی۔

"انڈا۔!" عمران نے چونک کر کہا "کہاں ہے انڈا!"

"تم..." جولیا کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ کیونکہ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

آنے والا ضحاک تھا۔ اس کے کمرے میں آنے سے پہلے ہی عمران اور فریدی جولیا کے سامنے مودبانہ انداز میں بیٹھ گئے۔ فریدی نے اپنا سگار بھی جلدی سے بجھا دیا تھا۔

ضحاک اندر آکر جولیا کے سامنے جھکا اور پھر سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

"اے دیوی! مندر میں اس وقت چھ آدمیوں کی قربانی دی گئی ہے۔"

"ہوں۔" جولیا غرائی۔ "تو یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں ان پر اپنا قہر نازل کروں۔"

"اے دیوی!" ضحاک پھر بولا۔ "آج بھی ہمارے شہر پر کہر چھایا ہوا ہے۔ ہر سال ایسا ہوا کرتا تھا کہ آج کے دن ہمارے شہر سے کہر چھٹ جایا کرتا تھا۔ لیکن اس مرتبہ ایسا نہیں ہوا۔ آج کا دن آنے سے ایک رات پہلے مندر میں قربانیاں دی جاتی تھیں۔ اور جب دوسرے دن کہر چھٹتا تھا تو ہم لوگ یہی سمجھتے تھے کہ دیوی نے قربانیاں قبول کر لیں اور خوش ہو کر ہماری زمینوں پر دھوپ پھیلا دی مگر کل چونکہ قربانیاں نہیں دی گئی تھیں اس لئے آج دھوپ نہیں نکلی۔ کم از کم تمام لوگوں کا یہی خیال ہے کہ قربانیاں نہ ہونے کی وجہ سے آج دھوپ نہیں نکلی۔ مگر آج چونکہ قربانیاں دی گئی ہیں۔ اس لئے خیال کیا جا رہا ہے کہ کل دھوپ ضرور نکلے گی۔ اے دیوی! اگر کل تو نے دھوپ نہ پھیلائی۔ تو لوگ تیرے خلاف ہو جائیں گے۔"

"خلاف تو ہو چکے ہیں۔"

"اور زیادہ ہو جائیں گے۔" ضحاک نے کہا۔

"لیکن میں ان لوگوں سے ناراض ہوں۔ میں ان لوگوں کے لیے دھوپ نہیں لاؤں گی۔"

"تو اپنی مرضی کی مالک ہے دیوی! لیکن حالات بہت زیادہ بگڑ جائیں گے۔"

"کیا تم بھی میرے خلاف ہو جاؤ گے۔!" جولیا نے اسے خشمگیں نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اے دیوی! میری زندگی کا باعث تو ہے ... اور میں عہد کر چکا ہوں کہ اگر کبھی موقعہ پڑا تو میں اپنے آپ کو تجھ پر قربان کر دوں گا۔" ضحاک نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

ضحاک کی آنکھوں میں اس وقت چمک تھی۔ وہ بڑے عجیب انداز میں جولیا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کا یہ انداز دیکھ کر فریدی کے چہرے پر تشویش کے آثار ابھر آئے۔ وہ جانتا تھا کہ جب کوئی جوان آدمی جوان عورت کو اس انداز میں دیکھتا ہے تو اس کا کیا مطلب ہوتا ہے۔ یہ بات یقینی تھی۔ کہ ضحاک جولیا کو پسند کرنے لگا ہے۔

"بہر حال ضحاک!" جولیا نے کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ تم اور

لوگوں کی طرح بے وقوف نہیں ہو۔"

"اب میں جاؤں گا اے دیوی!" ضحاک نے کہا۔ "میری خواہش ہے کہ تو کل ہماری زمینوں پر دھوپ پھیلا دے۔"

"میں سوچوں گی ضحاک!" جولیا نے کہا۔ "اگر مناسب سمجھا تو دھوپ پھیلا دوں گی۔"

ضحاک کے چہرے پر تشویش کے آثار ابھر آئے لیکن اس نے کچھ کہا نہیں۔ ایک بار جولیا کے سامنے جھکا اور پھر وہاں سے چلا گیا۔

فریدی بدستور سوچ میں ڈوبا رہا۔

"اے دیوی!" عمران نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔ "اگر تو نے کل دھوپ نہیں پھیلائی تو میرا بیڑہ غرق ہو جائے گا۔"

"عمران!" فریدی نے کس قدر ترش لہجے میں کہا۔ "یہ مسئلہ ایسا نہیں ہے جسے مذاق میں اڑایا جا سکے۔"

عمران خاموش رہا۔

فریدی نے جولیا سے کہا۔ "تمہیں ضحاک سے ایک بات معلوم کرنا چاہیے تھی۔"

"کیا۔"

"یہ کہ دھوپ نہ نکلنے سے لوگ دیوی کے خلاف کیوں ہو جائیں گے۔ دھوپ نہ نکلنے سے تو لوگوں کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ دیوی ان سے ناراض ہے اس لیئے دھوپ نہیں نکلی۔ اور پھر لوگ شاید دیوی کو منانے کی کوشش کریں۔ نہ کہ خلاف ہو جائیں۔"

"ہوں۔" جولیا نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "مجھے اس سے یہ بات معلوم کرنا چاہیئے تھی۔"

"یہ۔!" فریدی اپنا بجھا ہوا سگار جلانے لگا۔

"کیا میں ضحاک کو بلوا کر اس سے یہ بات معلوم کروں!" جولیا نے پوچھا۔

"کیا ضرورت ہے۔ جو کچھ ہوگا معلوم ہو جائے گا۔ اچھا اب میں جوزف کے پاس جا رہا ہوں۔"

فریدی چلا گیا اور جولیا پریشان سی بیٹھی رہی۔

اگر کل دھوپ نہ نکلی؟" جولیا سوالیہ انداز میں کہہ کر عمران کی طرف دیکھنے لگی۔

"بڑا مزہ آئے گا۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔

جولیا کو طیش آگیا تھا عمران کے انداز پر وہ جھلا کر بولی۔

"یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔"

"میری وجہ سے کیوں۔!" عمران نے دیدے نچائے۔

"تمہارے دوستوں کی وجہ سے میں اس مصیبت میں پڑی ہوں ورنہ اس وقت بڑے اطمینان سے اپنے فلیٹ میں لیٹی ہوئی ہوتی۔"

"تمہیں زبردستی گود میں اٹھا کر نہیں لایا گیا تھا۔" عمران نے منہ بنا کر کہا۔

جولیا چپ ہو گئی۔

پھر وہ رات بڑی پریشانی کے عالم میں گزری۔ عمران تو سو گیا تھا مگر جولیا جاگتی رہی۔

اس کمرے کی کھڑکی محل کی پشت پر کھلتی تھی۔ جولیا بار بار اس کھڑکی کی تک جاتی اور باہر جھانک کر آسمان کی طرف دیکھنے لگتی۔ لیکن آدھی رات تک بھی اسے ایسے آثار نہیں دکھائی دیئے۔ جس سے اندازہ ہوتا کہ صبح تک کہر چھٹ جائے گی۔

اور پھر صبح ہو گئی۔ جولیا اس وقت بھی جاگ رہی تھی اور کھڑکی میں کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے بڑے مایوسانہ انداز میں سر جھکا لیا۔ ساری فضا میں کہر پھیلی ہوئی تھی۔

اسی وقت عمران جاگ گیا اور جولیا کی طرف دیکھتا ہوا حیرت سے بولا۔

"کیا تم سوئیں نہیں۔"

"ان حالات میں نیند آسکتی تھی۔!"

"میں تو سو گیا تھا۔" عمران نے کہا۔

"تم انسان نہیں ہو۔"

جولیا نے منہ بگاڑ کر کہا۔

نہ جانے عمران کو کیا سوجھی تھی کہ بستر سے اٹھا اور اس کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو گیا۔ پھر آگے جھکتا ہوا بولا۔

"ادھر دیکھو۔"

"کیا بدتمیزی ہے۔"

"بدتمیزی نہیں۔ میں ثابت کر رہا ہوں کہ انسان ہی ہوں۔ اگر جانور ہوتا تو میری دم ہوتی۔"

جولیا کھسیانے انداز میں ہنس پڑی۔

"شکر ہے کہ تم ہنسیں تو۔" عمران نے کہا۔

"سنجیدگی سے سوچو عمران اب کیا ہوگا؟"

"تم خواہ مخواہ اتنا گھبرا رہی ہو۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ "جو کچھ بھی ہوگا سامنے آجائے گا۔"

"لیکن ہمیں کچھ سوچنا تو چاہیئے۔"

"سوچا کس چیز کے متعلق جائے۔"

"حالات کے متعلق۔"

"حالات ابھی ہمارے سامنے نہیں آئے اور جب تک حالات کا علم نہ ہو ہم کسی چیز کے بارے میں نہیں سوچ سکتے۔"

جولیا چپ ہو گئی۔ لیکن وہ بیحد پریشان معلوم ہو رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد فریدی اور جوزف بھی وہاں آ گئے۔

"یاس! مزہ آ گیا۔!" جوزف نے چلا کر کہا۔

"آہستہ بولو مائی ڈیئر کلو!"

"یاس شراب مل گئی۔!"

"کہاں سے مل گئی۔!"

"ان لوگوں نے ایک شربت لا کر دیا تھا۔ لیکن در اصل وہ شراب تھی۔"

"چلو اچھا ہوا۔" عمران نے کہا اور پھر فریدی سے مخاطب ہو کر کچھ بولنے ہی والا تھا کہ دو خادم کمرے میں آئے۔ وہ ان لوگوں کا ناشتہ لے کر آئے تھے۔ ناشتے میں انہیں دو چیزیں ملا کرتی تھیں۔ بھنے ہوئے گوشت کے پارچے اور ایک گرم مشروب جسکا مزہ کوکو کٹ

سے ملتا جلتا تھا۔

ناشتہ کرنے کے دوران میں عمران نے فریدی سے کہا۔

"آج بھی کہر نہیں چھٹا۔"

"ہوں۔"

"ضحاک آئے تو اس سے کچھ حالات معلوم ہوں۔"

"کیا میں ضحاک کو بلوا لوں۔؟" جولیا نے پوچھا۔

اس کی ضرورت نہیں۔ وہ خود ہی آئے گا اور ممکن ہے کہ اس وقت حالات کا جائزہ لیتا پھر رہا ہو۔"

جولیا خاموش ہو گئی۔

"یہ بہت برا ہوا کہ حمید اور طارق صاحب ہم سے الگ تھلگ ہیں۔" عمران بولا۔

"مجبوری ہے۔"

فریدی نے طویل سانس لی۔

پھر ناشتے کے دوران میں اور کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ ناشتہ کر چکنے کے بعد فریدی جولیا سے بولا۔

"تم ضحاک سے کہنا کہ محل کے اندر جنتوں کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا جائے۔ اگر کسی وجہ کی تحت مہتب اعظم کو ملنا ہو تو بھی تم

سے اجازت لی جائے۔"

"یہ آپ کیوں چاہتے ہیں۔"

"محنتوں سے ..... اور خاص طور پر محنت اعظم سے ہمیں نقصان بھی پہونچ سکتا ہے۔"

"ہوں۔" جولیا سوچنے لگی۔

اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ اندر آنے والا بوڑھا بہت تھا۔ اس نے پہلے تو چاروں طرف نظر ڈالی۔ پھر تعظیماً جولیا کے سامنے جھکا۔ اس کے بعد جوزف کے سامنے اور پھر جولیا سے مخاطب ہو کر بولا۔

"اے دیوی! دھوپ آج بھی نہیں نکلی!"

"تو پھر!" جولیا نے کڑے لہجے میں کہا۔

"سمیلی قوم کے لوگ بہت غصے میں ہیں اور تیری شان میں ایسے گستاخانہ الفاظ استعمال کر رہے ہیں جنہیں سنکر خود مجھے بھی غصہ آ رہا ہے۔" بوڑھے نے مکارانہ انداز میں کہا۔

"آخر وہ کیا الفاظ ہیں اور لوگ کیا چاہتے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرے آجانے کے بعد مندر میں آدمیوں کی قربانی دی گئی تھی۔"

"ہاں اے دیوی ..... میں نے لوگوں کو سمجھانے میں کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ لیکن وہ نہ مانے۔" بوڑھے نے سر جھکا کر فدویانہ انداز میں کہا۔

لیکن جولیا اور فریدی وغیرہ جانتے تھے کہ سب کچھ کیا دھرا اسی بوڑھے کا ہے۔

"ہوں۔" جولیا غرائی۔ "اور وہ الفاظ کیا ہیں جو میلی قوم کے لوگ میرے بارے میں کہہ رہے ہیں۔"

"وہ الفاظ... اے دیوی... مجھ میں ہمت نہیں کہ وہ الفاظ دہرا سکوں... میں تیری بہت عزت کرتا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں کہ تم میری کتنی عزت کرتے ہو۔" جولیا نے زہریلے انداز میں کہا۔ "لیکن مجھے بتاؤ کہ وہ الفاظ کیا ہیں!"

"اے دیوی! لوگ تجھے جھوٹا کہہ رہے ہیں"

"کیا مطلب۔!"

جولیا نے تیوریاں پر بل ڈال کر کہا۔

"وہ کہہ رہے ہیں کہ تو نے دیوی کا ڈھونگ رچایا ہے اور تو دیوی ہرگز نہیں ہو سکتی۔"

"کیا۔" جوزف غراتا ہوا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اور پھر جولیا کی

طرف دیکھتا ہوا بولا۔" اے ماں!۔۔۔ اجازت دے کہ میں اس قوم پر اپنا قہر نازل کروں۔"

"نہیں۔" جولیا نے سخت لہجے میں کہا۔ "میں اپنی قوم کی بربادی نہیں چاہتی۔ یہ لوگ بہک گئے ہیں۔۔۔ لیکن بہت جلد راہ راست پر آجائیں گے۔"

جوزف چپ ہو کر بیٹھ گیا۔

عمران سوچ رہا تھا کہ جوزف نے اس وقت اچھا ڈرامہ اسٹیج کیا ہے۔"

اور کچھ جولیا نے سوالیہ انداز میں بوڑھے مہنت کی طرف دیکھا۔

"لوگ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ اگر ایک ہفتے کے اندر اندر سورج نہ نکلا تو پوری قوم قحط کا شکار ہو جائے گی۔" بوڑھے مہنت نے کہا۔" لوگ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ اگر تو واقعی دیوی ہے تو کہر کی چادر صاف کر دے ورنہ۔۔۔ ورنہ۔۔۔"

"کہو۔۔۔ رک کیوں گئے۔!"

"مجھ میں ہمت نہیں اے دیوی۔"

"جواب دو۔!" جولیا نے خشک لہجے میں کہا۔

"دیوی... وہ کہہ رہے ہیں کہ اگر سورج نہ نکلا تو وہ محل میں گھس کر تجھے... تجھے..."

"مار ڈالیں گے... کیوں۔!" جولیا نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"ہاں اے دیوی!" بوڑھے نے سر جھکا کر کہا۔ "لوگوں کا خیال ہے کہ تیرے... تیرے منحوس قدم آجانے کی وجہ سے دیوی زار نیم سیملی قوم سے ناراض ہو گئی ہے۔"

"ہوں۔" جولیا نے ہونٹ بھینچ لئے۔

"حد ہو گئی ہے ماں!" جوزف نے پھر اچھل کر غصیلے انداز میں کہا۔ "میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔!"

"چپ رہو!" جولیا نے بگڑ کر کہا۔ "وقت کا انتظار کرو۔ میں اس قوم کی تباہی نہیں چاہتی۔"

جوزف اس انداز میں پہلو بدلنے لگا جیسے غصے کو ضبط کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

بوڑھا منہ سر جھکائے کھڑا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"اے دیوی!..... تو یہاں سے کہر کی چادر کو صاف کیوں نہیں کر دیتی۔"

"اس لئے کہ میں ان سے سخت ناراض ہوں۔ انہوں نے میری حکم عدولی

کی ہے۔ آدمیوں کی قربانی کو میں کسی طرح بھی برداشت نہیں کر سکتی۔"

"اے دیوی.... اب میں جاتا ہوں۔" مہنت نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ ایک ہفتے میں تیرا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا اور تو اپنی قوم کو قحط کا شکار ہونے سے بچالے گی۔"

جولیا خاموش رہی۔

مہنت ایک بار اس کے اور ایک بار جوزف کے سامنے جھک کر وہاں سے چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد ایک منٹ تک کمرے میں مکمل خاموشی رہی اور پھر عمران نے اس سکوت کو توڑا۔

"حالات بہت زیادہ سنگین ہو گئے ہیں۔"

"باس۔!" جوزف بولا۔ "یہاں سے بھاگ نکلنے کی کوشش کرو۔"

"یہاں سے بھاگ نکلنا آسان نہیں ہے۔" فریدی نے کہا۔

"پھر اب کیا ہوگا۔" جولیا بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر فریدی نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ خود اس بوڑھے مہنت کو شبہ ہو چکا ہے کہ یہ دیوی اور دیوتا اصلی نہیں ہے۔ اور یہ شبہ ہونا ہی چاہیئے۔ ممکن ہے ضحاک بھی شبہ

میں مبتلا ہو چکا ہو۔ وہ سوچ رہا ہو گا کہ بھلا دیوی کو اس کی مدد کی کیا ضرورت ہے۔ دیوی تو خود بھی اپنی روحانی قوتوں سے کام لے کر اپنی حفاظت کر سکتی ہے۔"

"تو پھر!" جولیا نے تشویشناک لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ضحاک کو سب کچھ بتا دینا چاہیئے۔ وہ فطرتاً ایک اچھا آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اور تم اس کی جان بھی بچا چکی ہو اس لیے میں سوچتا ہوں کہ وہ ہمارا ضرور ساتھ دے گا۔"

"یہ ضروری تو نہیں ہے۔" جولیا نے کہا۔

"نوے فیصد امکان ضرور ہے۔" فریدی نے کہا۔

عمران سوچ میں پڑ گیا۔

ٹھیک اسی وقت ضحاک وہاں آیا تھا۔

o

"دیوی" اور دیوتا کے سامنے تعظیماً جھکنے کے بعد ضحاک بولا۔
"دیوی۔! مجھے پتہ چلا ہے کہ تھوڑی دیر پہلے مہنت اعظم یہاں آیا تھا۔"
"ہاں وہ آیا تھا۔ اس نے جو حالات بتائے ہیں وہ بہت سنگین ہیں۔ اب تم بتاؤ کہ حالات کیا ہیں!"
"جو کچھ وہ مہنت بتایا گیا ہوگا وہی حالات ہیں۔ میرا خیال ہے اس نے جھوٹ نہ بولا ہوگا۔"
"تو لوگ میرے خلاف ہو گئے ہیں۔"
"ہاں دیوی۔ اور یہ آگ بھڑکانے والا مہنت کے علاوہ کوئی نہیں۔ اس نے اپنے چیلوں کے ذریعے سے لوگوں کو بھڑکایا ہے اور اب لوگ چاہتے ہیں کہ اگر ایک ہفتے میں دھوپ نہ نکلے

تو دیوی اور اس کے پجاریوں کو چشمے میں پھینک دیا جائے۔" تاکہ دیوی زلزلہ سے خوش ہو جائے۔"

"ہوں۔"

"اے دیوی! اب تیرا کیا خیال ہے۔"

"کیا خیال ہونا ہونا چاہیئے۔!"

"میں سمجھتا ہوں کہ تجھے کہر کی چادر صاف کر دینا چاہیئے تاکہ دھوپ نکلے اور سیملی قوم کو قحط کا شکار نہ ہونا پڑے۔"

"ہوں۔" جولیا سوچنے لگی۔ پھر اس نے فریدی کی طرف دیکھا۔ فریدی نے اسے اشارہ کیا اور جولیا طویل سانس لیکر ضحاک سے مخاطب ہوئی۔ "تم میرے لئے کیا کر سکتے ہو ضحاک؟"

"میں تیرے لئے اپنی جان بھی قربان کر سکتا ہوں اے دیوی!"

"کیوں۔!"

"اس لئے کہ یہ جان تیری ہی بخشی ہوئی ہے۔"

"اگر میری جگہ کسی اور نے تمہاری جان بچائی ہوتی تو!"

"تو میں اسکا بھی احسان مند ہوتا۔ میں احسان فراموش نہیں ہوں اے دیوی۔"

"گویا میری جگہ کوئی عام آدمی ہوتا تو تم اس کے لئے بھی اپنی جان قربان کر دیتے۔"

"فریدی نے اس انداز میں سر ہلایا جیسے وہ جولیا کے انداز گفتگو سے مطمئن ہو۔

ضحاک نے جواب دیا۔" ہاں اے دیوی۔"

"تو سنو ضحاک! میری بات غور سے سنو!"

ضحاک اس کی طرف دیکھنے لگا اور جولیا آہستہ سے بولی۔

"میں دیوی نہیں ہوں۔"

اس جملے کو سنتے ہی ضحاک کے چہرے پر بڑی تیزی سے حیرت کے آثار ابھرے۔ اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن ہونٹ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ وہ حیرت کی زیادتی کی بنا پر کچھ بول نہ سکا تھا۔

فریدی کی نظریں ضحاک پر جمی ہوئی تھیں اور وہ اس کے چہرے کے تاثرات کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔

"ہاں ضحاک!" جولیا نے کہا۔" میں دیوی نہیں ہوں۔"

"کیا... واقعی؟" ضحاک کے منہ سے نکلا۔

جولیا نے اس بات میں سر ہلا دیا تھا۔

ضحاک پلکیں جھپکانے لگا۔ آہستہ آہستہ اس کے چہرے سے حیرت کے آثار غائب ہوتے جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد اس نے دھیرے سے کہا۔

"پھر تم کون ہو۔!"

"ایک عام عورت ... میرا تعلق اس دنیا سے ہے جو تمہارے پہاڑوں کے دوسری طرف آباد ہے۔"

"پہاڑوں کے اس طرف والی دنیا؟"

"ہاں۔"

"میں نے اپنے آباؤ اجداد سے اس دنیا کے متعلق سنا ہے۔" ضحاک نے مدہم لہجے میں کہا۔ "ہمارے آباؤ اجداد اسی دنیا سے تعلق رکھتے تھے۔ سنا جاتا ہے کہ اب سے چھ سو سال پہلے کچھ آدمیوں کا گروہ اس دنیا سے آکر یہاں پر آباد ہوا تھا۔ اس وقت یہاں پر ایک چھوٹا سا قبیلہ تھا۔ آئے ہوئے لوگ اس قبیلے سے غلط ملط ہو گئے آپس میں شادیاں کیں پھر سیمیلی قوم کی تعداد تیزی سے بڑھتی چلی گئی۔ ہمارے بزرگ کہتے ہیں کہ اب ہم لوگ جو زبان بولتے ہیں وہ دراصل انہیں لوگوں کی زبان ہے جو پہاڑوں کے اس پار والی دنیا سے آنے والے لوگوں کی تھی۔ تو تم اس دنیا سے تعلق رکھتی ہو۔"

"ہاں ضحاک!"

"لیکن تم لوگ یہاں کیوں آئے تھے۔ کیا تمہیں یہاں کے رسم و رواج کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔؟"

"سب کچھ معلوم تھا۔"

"پھر تم لوگ کیوں آئے۔؟"

"لالچ۔"

"کس چیز کا۔؟"

جولیا نے اس جرمن سیاح کی کتاب کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔
"اس میں لکھا تھا کہ تمہاری دیوی کے مرتے پر جب دیوتا تڑپ کاٹ رویا تھا۔ تو اس کے آنسو سرخ رنگ کے پتھر بن کر چشمے کی تہہ میں جمع ہو گئے تھے۔ کیا یہ ٹھیک ہے۔"

"ہاں۔"

"ہم لوگ انہی پتھروں کے حصول کے لئے آئے تھے۔"

"پتھروں کے حصول کے لئے!" ضحاک نے حیرت سے کہا۔

"ہاں!" جولیا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہماری دنیا میں ان پتھروں کو بہت قیمتی سمجھا جاتا ہے۔"

"اوہ۔!"

"اور اسی لئے ہم یہاں آئے تھے۔"

"لیکن دیوی..." ضحاک نے کہنا چاہا۔

"ٹھہرو!" جولیا اس کی بات کاٹ کر بولی "تم اب مجھے دیوی کہہ کر کیوں مخاطب کر رہے ہو۔ میرا نام جولیا ہے۔"

"زبان پر دیوی ہی چڑھ چکا ہوں۔" ضحاک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر جرأت سے کام لیکر بولا۔ "اور پھر ویسے بھی میں تمہیں اپنے من مندر کی دیوی مان چکا ہوں۔"

جولیا کا رنگ فق ہو گیا۔ ضحاک کے اظہار عشق کرتے ہوئے اس کے دل کی دھڑکن بھی تیز ہو گئی تھی۔ اس نے کنکھیوں سے عمران کی طرف

دیکھا جو اس طرح سر جھکائے بے تعلق بیٹھا تھا جیسے خود کو وہاں اکیلا محسوس کر رہا ہو۔

فریدی کی نظریں ضحاک پر جمی ہوئی تھیں اور ضحاک جولیا کو بڑی پیار بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

جولیا کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔

"ہاں تو دیوی! ضحاک نے پھر کہنا شروع کیا! اب تم ان پتھروں کو حاصل نہ کر سکو گی۔"

"کیوں۔!" جولیا تھوک نگل کر بولی۔

"اس لئے کہ دیوتا کے تمام آنسو چشمے سے نکال لئے گئے تھے۔ پھر انہیں مختلف شکلوں میں تراش کر ایک بڑی تھیلی میں رکھا گیا تھا اور وہ تھیلی ناگ دیوتا کے گھر میں رکھی جا چکی ہے۔"

"ناگ دیوتا کے گھر میں۔!" جولیا نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔"

"ناگ دیوتا کا گھر کہاں ہے۔"

"چشمے کے اندر بائیں طرف کی دیوار میں ایک بہت بڑا غار ہے اور وہی ناگ دیوتا کا گھر ہے۔"

"لیکن تھیلی وہاں کس طرح رکھی گئی۔!"

"ایک مہنت کی کمر میں رسی باندھ کر اسے چشمے میں اتارا گیا تھا۔ جب اس نے غار کے قریب پہونچ کر تھیلی غار کے اندر پھینک دی تو رسی اوپر

کھینچ لی گئی۔ اس طرح مہنت واپس اوپر آگیا تھا۔"

"اوہ!" جولیا چپ ہو گئی۔

"لہٰذا اب وہ پتھر تمہیں نہیں مل سکتے۔"

جولیا خاموش رہی۔

"یہ تو بعد کی باتیں ہیں ضحاک!" فریدی بولا۔ "اگر وہ پتھر ہمیں نہ بھی ملیں تو کوئی خاص فرق نہ پڑے گا۔ سوال تو ہم لوگوں کی زندگیوں کا ہے"

ضحاک کچھ سوچنے لگا۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر وہ بولا۔

"میں اس معاملے پر غور کر لوں گا۔" پھر چند لمحے خاموش رہ کر اس نے کہا "دیدی! میں تم سے اکیلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"اکیلے میں ...." جولیا کی آواز حلق میں اٹکنے لگی۔

"ہاں دیدی۔!"

جولیا کا رنگ سفید پڑ گیا۔ اس نے عمران اور فریدی کی طرف دیکھا۔

"ہم باہر چلے جاتے ہیں۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

عمران اور جوزف بھی کھڑے ہو گئے۔

"فکر نہ کرنا فاسٹر واٹر! اگر کوئی بات ہوئی تو ہم تمہاری مدد کے لئے آجائیں گے۔" فریدی نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

جولیا سمجھ گئی کہ فریدی نے یہ جملہ عمران کی طرف دیکھتے ہوئے اس لئے کہا ہے کہ ضحاک یہ نہ سمجھ سکے کہ فریدی اس سے مخاطب ہوا ہے۔

پھر فریدی، عمران اور جوزف باہر چلے گئے۔

جولیا سر جھکائے بیٹھی رہی۔ اسکا دل بڑی شدت سے دھڑکنے لگا تھا۔ چہرے پر پسینے کی بوندیں پھوٹ آئی تھیں اور وہ اپنے آپ کو بہت ہلکا محسوس کرنے لگی تھی۔ اتنا ہلکا کہ ایک ہوا کا جھونکا بھی اسے اڑا کر کہیں کا کہیں لے جاتا۔ کم از کم جولیا یہی محسوس کر رہی تھی۔

ایک منٹ تک خاموشی رہی۔ ضحاک بھی کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ ایک منٹ بعد اس نے سر اٹھا کر جولیا کی طرف دیکھا جو سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"دیوی!" ضحاک نے دھیرے سے کہا۔

"ہوں۔!"

"میری طرف دیکھو دیوی۔"

جولیا نے سر اٹھا کر اسکی طرف دیکھا۔ ضحاک کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ تھی۔ جولیا اس سے نظریں چرانے لگی۔

"دیوی!" ضحاک نے کہنا شروع کیا۔ "جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا۔ اس وقت میرے دل میں ایک عجیب سی ہوک اٹھی تھی۔ میں نے سوچا تھا، کاش میری بیوی بھی ایسی ہی ہوتی۔ ہاں دیوی! میں نے اپنے دل میں تمہاری محبت محسوس کی تھی۔ لیکن میں نے یہ بھی سوچا تھا کہ دیوی اور عام انسان کا ملاپ ممکن نہیں۔ میں نے اپنی محبت کا گلا گھونٹ دیا اور اسے تھپک تھپک کر سلانے کی کوشش کی اور پھر جب ایک بار تمہاری وجہ سے میری جان بچ گئی تو میرے دل میں تمہاری عزت اور بڑھ گئی۔ میں دل ہی

دل میں تمہاری پرستش کرتا رہا۔ میرے خوابوں میں بھی تم ہی آئی تھیں اور کوئی نہیں۔"

ضحاک جذبات کی رو میں بولتا رہا۔ جولیا کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی آواز کہیں بہت دور سے آ رہی ہو یا وہ کسی کنوئیں میں بیٹھا ہوا بول رہا ہو۔ ایک ایک لفظ پر جولیا کے دل کی دھڑکن تیز ہوتی جا رہی تھی اور ضحاک اس کی حالت سے بے خبر بولے جا رہا تھا۔

"لیکن دیوی! میں تم سے اپنی محبت کا اظہار نہیں کر سکتا۔ میں مجبور تھا۔ لیکن اب میں مجبور نہیں ہوں۔ تم بھی میری ہی طرح ایک عام انسان ہو۔ ہمارا میل ہو سکتا ہے... اے دیوی! بتاؤ کیا تم میری محبت کو پاؤں پاؤں تلے نہ مسلو گی۔؟"

جولیا خاموش رہی۔ اس نے ایک بار ضحاک کی طرف دیکھا جو اسے پرامید نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ جولیا نے سر جھکا لیا۔ دو تین منٹ تک خاموشی رہی۔ پھر ضحاک بولا۔

"جواب دو دیوی!"

"کیا جواب دوں" جولیا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"جو تم مناسب سمجھو۔ میرا خیال ہے کہ میں تمہیں ہمیشہ خوش رکھ سکوں گا۔"

جولیا نے چند لمحے کی خاموشی کے بعد کہا۔

"کاش میں شادی کر سکتی۔؟"

"شادی میں کیا رکاوٹ ہے دیوی!"

"بہت بڑی رکاوٹ"

"کیا۔!" ضحاک نے بے صبری سے پوچھا۔

"میں شادی شدہ ہوں۔" جولیا نے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے دھیرے سے کہا۔

"کیا۔" ضحاک کے منہ سے نکلا اور وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے جولیا کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ کسی ایسے جواری کے تاثرات جو کسی بازی کو جیتنے کا یقین رکھنے کے باوجود بازی ہار گیا ہو۔

"ہاں ضحاک! میں شادی شدہ ہوں۔" جولیا نے کہا۔ اس وقت جولیا کی سمجھ میں یہی ایک تدبیر آئی تھی۔ اسکا خیال تھا کہ شائد وہ اسی طرح ضحاک کو مایوس کر سکے گی۔

"تمہارا شوہر کون ہے دیوی!" ضحاک نے مری ہوئی سی آواز میں سوال کیا۔

"وہ آدمی جو میرا پجاری بنا ہوا ہے۔" جولیا نے ضحاک کو عمران کے متعلق بتا دیا۔

اچانک ضحاک کے چہرے پر شدید ترین غصے کے آثار ابھرے اور جولیا ڈر گئی۔ وہ سوچنے لگی کہ ضحاک اب اس کے خلاف نہ ہو جائے۔

ضحاک کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ اور اس نے اپنے ہونٹ بھینچ رکھے

تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ابھی گرجنا شروع کر دیگا لیکن پھر نہ جانے کیوں اسکا غصہ کم ہوتا چلا گیا۔

پانچ منٹ خاموشی سے گذر گئے۔ ضحاک معمول پر آگیا۔ اب وہ اس طرح لمبی لمبی سانسیں لے رہا تھا جیسے وہ دوڑ لگا کر آیا ہو اسے اپنا غصہ ضبط کرنے میں کافی دقت ہوئی تھی۔ اب اسکا چہرہ کچھ مرجھایا ہوا سا معلوم ہو رہا تھا۔

"مجھے بیحد افسوس ہے۔" جولیا نے جرات سے کام لیکر کہا۔ "اگر میں شادی شدہ نہ ہوتی تو تمہیں ضرور پسند کرتی۔"

"دیوی!" ضحاک نے مدھم لہجے میں کہا۔ "کچھ دیر پہلے جب تم نے بتایا تھا کہ تم دیوی نہیں ہو تو میں نے گفتگو کے دوران ہی بڑے حسین حسین محل بنانا شروع کر دیئے تھے لیکن پھر تمہارے ایک ہی جملے نے وہ تمام حسین محل مسمار کر دیئے اور.... اور" ضحاک چپ ہو گیا۔

جولیا بھی خاموش رہی۔

ضحاک نے پھر کہنا شروع کیا۔ بہرحال دیوی۔ مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں... میری قسمت ہی خراب ہے۔ دیوی میں تمہارا مشکور ہوں۔ احسان مند ہوں... اب بھی میں اپنے اس عہد پر قائم رہوں گا۔ یعنی تمہارے اگر مجھے اپنی جان بھی قربان کرنا پڑی تو دریغ نہ کروں گا۔"

جولیا خاموش رہی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔

ضحاک دروازے کی طرف گیا۔ دروازہ کھول کر باہر دیکھا جہاں

فریدی وغیرہ کھڑے ہوئے تھے۔

"آجاؤ۔" ضحاک نے ان سے کہا۔

وہ سب پھر اندر آگئے۔

ضحاک جولیا سے مخاطب ہو کر بولا۔ "میں پوری پوری کوشش کروں گا کہ تم لوگوں کی جان بچا سکوں۔"

"میں جانتا ہوں۔" فریدی بولا "کہ محل میں مہنتوں کا داخلہ نہ ہو سکے۔"

"یہ مشکل ہے۔" ضحاک نے کہا۔

"کیوں۔!"

"مہنتوں کا وقار بہت ہے۔ اگر ہم لوگوں نے کھل کر ان سے دشمنی مول لینے کی کوشش کی تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔ ہم سب کو قتل کر دیا جائے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم خاموشی سے کام کرنے کی کوشش کریں۔ مہنتوں سے دشمنی لینا حماقت ہوگی۔"

"کیا مہنت تم سے زیادہ بااختیار ہیں۔؟" عمران نے سوال کیا۔

"بہت زیادہ۔"

"تب تو پھر ہمیں واقعی مہنتوں کے مقابلے پر کھل کر سامنے ہرگز نہ آنا چاہیئے۔" فریدی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

ضحاک کچھ سوچنے لگا۔

تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد فریدی نے اس سے کہا۔

"پھر تم کیا کرو گے۔"

"ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا کہ کیا کروں گا لیکن تجھ سے جو کچھ بھی ہوا وہ ضرور کروں گا۔"

"اچھا دوسری بات۔" فریدی نے کہا۔ "ہمارے دو ساتھی جو دوسرے کمرے میں ہیں کیا یہاں نہیں آ سکتے۔"

"یقیناً آ سکتے ہیں۔"

"میرا مطلب شاید تم نہیں سمجھ سکے۔ دراصل ہم سب ایک ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ کیا یہ ہو سکتا ہے۔؟"

"ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے۔"

"تو پھر ہم ایک ساتھ رہنا پسند کریں گے۔"

ضحاک نے کچھ سوچنے کے بعد کہا۔ "میں اسکا انتظام کر دوں گا لیکن تم لوگوں کو تھوڑی سی احتیاط برتنا پڑے گی۔"

"یعنی۔؟"

"جب مہمت آئیں تو سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں چلے جائیں۔"

"لیکن جب مہمت آئیں گے تو ہمیں اسکا علم کیسے ہوگا؟"

"میں اسکا انتظام کر دوں گا۔"

"کیسے۔؟"

پہریداروں سے کہہ دیا جائے گا کہ جب مہمت محل کے دروازے میں داخل ہوں تو فوراً یہاں آ کر اطلاع دی جائے۔"

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔" فریدی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اب میں جاؤں گا۔" ضحاک نے کہا۔ اور جاتے وقت پہریداروں کو ہدایت کرتا چلا جاؤں گا۔"

"کیا میں اپنے ان دونوں ساتھیوں کو اسی وقت لے آؤں۔"

"تھوڑی دیر کے بعد۔"

"اچھی بات ہے۔"

ضحاک چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد عمران بڑبڑایا۔

"یہاں لڈو نہیں ملتے۔"

"کیسے لڈو!" فریدی نے کہا۔

"تکتی کے لڈو۔"

"کیوں!" فریدی کے لہجے میں تحیر تھا۔

"یاتنوں گا۔"

"وہ کس خوشی میں باس۔!" جوزف بولا۔

"میں خبر سے شوہر بن گیا ہوں۔" عمران نے شرارت آمیز لہجے میں جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

جولیا اسے گھورنے لگی اور فریدی دھیرے سے مسکرا دیا۔ پھر فریدی نے جولیا سے کہا۔

"ہم لوگ دروازے سے کان لگائے یہاں کی گفتگو سن رہے تھے۔"

"اوہ!"

"تم نے اپنے بچاؤ کے لئے جو طریقہ اختیار کیا اس کے علاوہ کچھ بھی

"نہیں ہو سکتا تھا" فریدی نے کہا اور سگار جلانے لگا۔

"بہر حال" عمران نے جوزف کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "بیٹا ٹرنکاٹ! آج سے تم میرے بھی بیٹے ہو گئے کیونکہ تمہاری ماں دیوی زادنیہ نے مجھے اپنا شوہر بنا لیا ہے۔"

جوزف نے دانت نکال دیئے اور جولیا کی طرف دیکھنے لگا۔ جولیا کھا جانے والے انداز میں عمران کو گھور رہی تھی۔

"کرنل۔!" عمران بولا۔

"ہوں۔"

"کیا میں اپنا نام دیوتا زادگاں رکھ لوں۔" فریدی ہنس کر چپ ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک عمران جولیا کو مختلف بہانوں سے بار بار چھیڑتا رہا اور وہ تاؤ کھاتی رہی

"اچھا" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ اب میں حمید اور طارق کو لے آؤں۔"

عمران نے سر ہلا دیا۔ فریدی کے جانے کے بعد جوزف بولا۔ "باس! آج مجھے وہ شراب نہیں ملی جو کل ملی تھی۔"

"اب جب خادم کھانا لیکر آئیں تو ان سے کہہ دینا۔"

"ضرور کہوں گا باس! تم جانتے ہو کہ میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔"

عمران کچھ سوچنے لگا۔

تھوڑی ہی دیر میں فریدی.. حمید اور طارق کو لیکر واپس آگیا اور عمران نے اس طرح سر ہلایا جیسے وہ مطمئن ہو

(ختم شد)

عمران سیریز

احمق بجاری



عمران سیریز

احمق پجاری

مصنف
نغمہ صفی

قیمت ——— نو روپے

خط و کتابت کا پتہ

فکشن سیریز پوسٹ بکس نمبر ۲۳۰۸ ناظم آباد کراچی ۱۸

ناول بشکریہ : سید علی حسن گیلانی

پیش لفظ

اور اب ملاحظہ کیجئے احمقوں بجار کو۔ عمر آنہ کا ایک قہقہہ بار اور ایکشن سے بھرپور کارنامہ۔ وہ دشمنوں سے پیچھا چھڑانے کے بعد بے بس ہو گئے تھے پھر اُن سے نجات کس طرح حاصل کی۔؟ سنئے اور سر پیٹ کو تحفہ دیا۔

افریقہ کو سرزمین ازلہ سے اب تک عمو کو اور عجائبات کو دنیا رہی ہے اور شاید ابد تک رہے گی اور کوئی بھی یہ دعوا نہیں کر سکے گا کہ وہ افریقہ کے سارے عجائبات اور اسرار و رموز سے آگاہ ہے۔ عمر آنہ کا یہ کارنامہ یہ سنسنی خیز اور ایکشن سے بھرپور کہانی اسی افریقہ کے گرد گھومتی ہے۔ پراسرار ایڈونچر کا دوسرا حصہ اپنے اندر پہلے حصے سے زیادہ دلچسپیاں اور قہقہے رکھتا ہے ملاحظہ کیجئے اور راتے سے ضرور مطلع کیجئے۔

ادارہ

ناول سکیننگ و کلین: عقیل قریشی

جاسوسی نشست

دن پر دن گزرتے جارہے تھے۔ اسکے ساتھ ہی جولیا کی حالت غیر ہوتی جارہی تھی۔ کیونکہ سمیلی قوم کے شہر پر دکھائی دینے والے سورج کا چہرہ بدستور دھندلایا ہوا تھا۔ کہر کی چادر اب تک قائم تھی روزانہ صبح ہونے سے پیشتر جولیا کھڑکی میں کھڑی ہوجاتی اور دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ سورج کے طلوع ہونے کا انتظار کرتی۔ دل ہی دل میں یسوع مسیح سے گڑگڑاتی کہ آج کا سورج کہر میں ڈوبا ہوا نہ ہو۔

لیکن جب سورج نکلتا تو اسکا چہرہ دھندلایا ہوا دکھائی دیتا۔ اور جولیا ایک ٹھنڈی سانس لیکر مایوسانہ انداز میں سر جھکائے ہوئے کھڑکی سے ہٹ آتی۔

اسی طرح پانچ دن گزر گئے۔ اس دوران میں ضحاک روزانہ صبح و شام وہاں آیا کرتا۔ اور اس سے شہر کے حالات معلوم ہوتے رہتے۔

کہر کی چادر کا تسلط بدستور رہنے کی وجہ سے لوگوں کا غصہ بڑھتا جارہا تھا۔ کیونکہ اگر دو دن اسی طرح گزر جاتے تو قحط ناگزیر ہوجاتا۔ اور وہ قحط اتنا زبردست ہوتا کہ پوری سمیلی قوم کو موت کا شکار ہونا پڑتا۔

اور چھٹے دن ان لوگوں کا غصہ اپنے عروج پر آگیا۔ وہ لوگ محل کے سامنے جمع ہو کر نعرے لگانے لگے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ابھی محل میں گھس کر آگ لگا دیں گے۔

جولیا کے چہرے پر سپیدی پھیلی ہوئی تھی۔ اور ہونٹ خشک ہو گئے تھے۔ دل بڑی شدت سے دھڑک رہا تھا۔ اور اس کے ساتھی بھی اس کے قریب ہی بیٹھے گہری سوچ میں غرق تھے۔

عمران بھی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ لیکن اس کے چہرے سے پریشانی نہیں ظاہر ہو رہی تھی۔

"اب آئے گا مزہ۔" حمید بڑبڑایا۔ "جب یہ لوگ ہماری تکہ بوٹی کریں گے تو وہ ایک شاندار ایڈونچر ہو گا۔"

"مجھے بیحد افسوس ہے۔" طارق نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اگر تم لوگوں کو کچھ ہو گیا تو میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ کیونکہ جو کچھ بھی ہو گا وہ میری ہی وجہ سے ہو گا۔"

حمید جھلائے ہوئے انداز میں کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ لیکن اگر وہ بولتا تو بات کچھ اس قسم کی ہوتی۔ کہ بڑے میاں۔ تم اپنے آپ کو معاف کرو یا نہ کرو۔ اس سے کیا فرق پڑے گا۔ ہم لوگ تو جہنم رسید ہو جائیں گے۔

"طارق صاحب۔" فریدی بڑی متانت سے بولا۔ "دنیا میں جو کچھ بھی ہوتا ہے اس میں کسی فرد واحد کو دوش دینا میرے عقیدے کے خلاف ہے۔ جو کچھ بھی ہو گا۔ یا ہو رہا ہے اس کے لئے آپ کو ذمہ دار نہیں گردانا

جا سکتا۔ ہم لوگ بچے نہیں ہیں۔ اور اپنی خوشی سے آپ کے ساتھ آئے تھے۔ آپ نے ہمیں مجبور نہیں کیا تھا۔"

"نہیں۔ فریدی میاں۔ طارق نے ٹھنڈا سانس لیکر کہا۔ اگر میں تمہارے پاس نہ آیا ہوتا تو اس وقت تم لوگ یہاں نہ ہوتے۔"

"یہاں نہ ہوتے تو شائد اس سے بھی زیادہ خطرناک جگہ پر ہوتے۔" فریدی نے کہا۔ "میں کسی حد تک ستاروں کا بھی قائل ہوں۔ ہمارے ستارے گردش میں تھے۔ لہٰذا ہم پر کوئی نہ کوئی نئی مصیبت نازل ہونا ہی تھی۔ خواہ وہ کسی بھی ذریعے سے ہم پر نازل ہوتی۔ لیکن نازل ضرور ہوتی۔"

"اور کیا۔" عمران سر ہلاتا ہوا احمقانہ انداز میں بولا۔ "ڈیڈی نے جوانی میں اپنے ڈیڈی سے کہا تھا۔ کہ وہ فلاں لڑکی سے شادی نہ کریں گے۔ لیکن ڈیڈی اس لڑکی سے تو بچ گئے۔ لیکن میری اماں جی سے پھنس ہی گئے۔"

"بیہودہ ہو تم۔" فریدی ہنس پڑا۔

عمران بولتا رہا۔ مقصد یہ کہ ڈیڈی کو شادی کے جنجال میں پھنسنا ہی تھا۔ ایک لڑکی سے نہ سہی دوسری لڑکی سے سہی۔ اسی طرح ہم لوگوں پر بھی مصیبت ٹوٹنا ہی تھی۔ یہاں نہ آ پھنستے تو پھر شائد کسی سمندر میں ہمارا جہاز طوفان میں گھر جاتا۔

یہ بھی ہو سکتا تھا کہ ہم ایک ہی کار میں سفر کر رہے ہوتے اور وہ کار کسی حادثے کا شکار ہو جاتی۔۔۔ وغیرہ وغیرہ ۔۔۔ مقصد یہ کہ کچھ نہ کچھ

ضرور ہوتا۔ بلکہ میں تو خوش ہوں کہ مجھے جولیا نے اپنا شوہر تسلیم کر لیا۔ کسی اور جگہ ہوتا تو یہ بھی ممکن تھا کہ چار پانچ بچوں کی اماں پلے پڑ جاتی۔ کیوں جولی۔؟"

فریدی اور طارق مسکرا دیئے۔ جوزف شراب پینے میں مشغول تھا۔ لیکن جیمز کا منہ بن گیا۔ عمران کی باتوں پر تنقید کا اظہار کرنا اس کی عادت بن گئی تھی۔

جولیا خاموش رہی۔

محل کے باہر سے شور مچانے والوں کی آوازیں اب بھی سنائی دے رہی تھیں۔

عمران پھر بولا۔ ویسے چار بچوں کی ماں سے شادی کرنے میں فائدے بہت ہوتے ہیں۔ نمبر ایک یہ کہ مزید بچے پیدا کرنے کی فکر نہیں ہوتی۔ انہی چار بچوں سے دل بہل جاتا ہے۔ نمبر دو یہ کہ بچوں والی عورت تجربہ کار ہوتی ہے۔ اور شوہر کو بھی پال پوس کر جوان تو نہیں لیکن بوڑھا ضرور کر دیتی ہے۔ نمبر تین۔ یہ کہ۔" عمران کہتے کہتے رک گیا۔

"نمبر تین یہ کہ تمہاری کھوپڑی میں بھس بھرا ہوا ہے۔" جیمز جھلا کر بولا۔ "یہ ان باتوں کا وقت ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم کہ یہ وقت کن باتوں کا ہے۔ مجھے بتا دو۔ تاکہ وہی باتیں کروں۔" عمران نے معصومیت سے پوچھا۔

"ایک ہاتھ کمر پر اور دوسرا سر پر رکھ کر ناچنے کا وقت ہے یہ" جیمز جلے کٹے انداز میں بولا۔

"اگر تم طبلچی بن جاؤ میں یہ بھی کر لوں گا۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا
"کیوں تم دونوں آپس میں لڑتے رہتے ہو۔" فریدی منہ بنا کر بولا۔
"دل چاہتا ہے حمید صاحب کا۔" عمران نے کہا۔
حمید نے کچھ بولنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ ایک پہریدار سپاہی تیزی سے کمرے میں داخل ہوا۔ اور اس نے انہیں مہنت اعظم کے محل میں داخل ہو جانے کی اطلاع دی۔
ضحاک نے آج سے پانچ دن پہلے ہی پہریداروں کو ہدایت کر دی تھی کہ مہنت کے محل میں داخل ہونے پر ان لوگوں کو فوراً خبردار کر دیا جائے۔ چنانچہ اس وقت ایسا ہی ہوا تھا۔
فریدی۔ جوزف۔ حمید اور طارق اٹھے۔ اور فوراً ہال سے چلے گئے۔
"اب اپنے اوپر قابو پاؤ۔" عمران نے جولیا سے کہا۔ مہنت کے سامنے اپنے چہرے سے گھبراہٹ ظاہر نہ ہونے دینا۔
ایک منٹ بعد ہی مہنت کمرے میں داخل ہوا۔ اس وقت تک جولیا نے اپنے اوپر کافی حد تک قابو پا لیا تھا۔ مہنت اس کے سامنے حسب معمول جھکا۔ اور پھر بولا۔
"دیوی لوگوں کا شور سن رہی ہو گی۔"
"ہوں ... پھر ...؟"
"لوگ چاہتے ہیں کہ دیوی اور دیوتا کل صبح ہونے سے پہلے مندر میں ہوں۔ اور پھر اگر کل بھی سورج کا چہرہ مرجھایا ہوا نکلے تو دیوی

اور دیوتا کو چشمے میں پھینک دیا جائے۔۔۔ تاکہ ہمیں ناگ دیوتا کی بھی خوشنودی حاصل ہو جائے۔ اور ناگ دیوتا کی سفارش پر دیوی زارینہ ہم پر برکتیں نازل کرے۔"

"میں کسی کی سفارش قبول نہیں کروں گی۔" جولیا نے بپھرے ہوئے انداز میں کہا

جواب میں مہنت نے فوراً ہی کچھ نہ کہا۔ اس کے ہونٹوں پر مکارانہ قسم کی مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔ چند لمحے وہ جولیا کو بڑی عجیب نظروں سے دیکھتا رہا۔ اور پھر بولا۔

"تم دیوی ہو۔۔۔؟"

بڑا عجیب سوال تھا۔ جولیا کے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ عمران نے تیزی سے پلکیں جھپکائی تھیں۔

"تم دیوی ہو۔؟" مہنت نے پھر سوالیہ انداز میں کہا۔

"تمہارے اس سوال کا مطلب؟" جولیا نے گرج کر کہا۔ لیکن اس کی آواز میں لرزش تھی۔

"مطلب یہ کہ تم دیوی نہیں ہو۔" مہنت نے دھیرے سے کہا۔

جولیا کو ایسا ہی لگا تھا جیسے اسکا دل اچھل کر حلق میں آگیا ہو عمران نے اپنے دیدوں کو گردش دی۔

"تم دیوی نہیں ہو۔" مہنت نے پرزور لہجے میں کہا۔

"کیا بکواس ہے۔" جولیا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"بکواس۔ ؟ مہنت زہریلے انداز میں ہنسا۔" اے چالاک عورت اب تم مزید بیوقوف بنانے کی کوشش نہ کرو۔ اگر تم دیوی ہوتیں تو اب تک۔ یا تو کہر کی چادر بنا چکی ہوتیں اور یا پھر تم نے غصے میں آکر اپنے بیٹے دیوتا ٹرکاٹ سے کہا ہوتا کہ وہ سیمیلی قوم کو تباہ کر دے۔ لیکن وہ دیوتا بھی جھوٹا ہے۔ اور تم بھی جھوٹی ہو۔ اب بتاؤ کیا چاہتی ہو۔؟"

جولیا سناٹے میں آگئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کہے۔

عمران نے کھنکھار کر مہنت کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ اور پھر بولا۔" اے بوڑھے دیوی کی شان میں گستاخی کرنے والے کا حشر بہت برا ہوتا ہے۔ کیا تمہیں وہ دن یاد نہیں جب مندر میں ایک دھماکہ ہوا تھا۔ اور ضحاک کو قتل کرنے کا ارادہ رکھنے والے کی کھوپڑی سے خون ابل پڑا تھا۔"

"اور کیا تم بھول گئے کہ دیوتا ٹرکاٹ کے حکم پر دیوتا کے پجاری نے پلک جھپکتے میں تمہارے ایک چیلے کو موت کی آغوش میں پہنچا دیا تھا۔ کیا تم بھی چاہتے ہو کہ تمہیں دھماکے والی موت نصیب ہو۔

مہنت ہنسا۔ اور پھر اس کی ہنسی بتدریج قہقہوں میں تبدیل ہوتی چلی گئی۔ بڑا خوفناک قہقہہ تھا۔ جولیا اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔ اور عمران احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکاتا ہوا مہنت کی طرف دیکھتا رہا۔

مہنت کچھ دیر ہنستا رہا۔ اور پھر اچانک خاموش ہو کر بولا

"نادان آدمی۔ تم لوگ یقینی طور پر پہاڑوں کے اس پار والی دنیا سے تعلق رکھتے ہو۔ میں نے اپنے بزرگوں سے سنا تھا کہ وہاں کے لوگ جادوگر ہیں۔ ان کے پاس جادو کی عجیب عجیب چیزیں ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ لکڑی بھی جادو کی ہوگی جس سے تمہارے ایک ساتھی نے جو دیوتا کے پجاری کا پارٹ ادا کر رہا ہے میرے ایک چیلے کو مار ڈالا تھا۔ لیکن اب تم ہمارا کچھ نہیں کر سکتے۔ تمہاری جادو کی تمام لکڑیاں غائب کر دی گئی ہیں۔"

عمران بوکھلائے انداز میں کمرے کے ایک گوشے کی طرف جھپٹا جہاں اس نے کپڑوں کے ڈھیر کے نیچے اپنی بندوق چھپا رکھی تھی۔ لیکن جب اس نے کپڑوں کا ڈھیر ہٹا کر دیکھا تو بندوق غائب تھی۔

قہقہہ کا قہقہہ کمرے میں گونجنے لگا۔ عمران نے ایک طویل سانس لی اور مسکراتا ہوا قہقہہ کی طرف مڑا۔ وہ اپنے چہرے سے گھبراہٹ یا پریشانی کا اظہار نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔ لیکن وہ حقیقتاً گھبرا گیا تھا۔ بندوق ہی ان سب کا آخری سہارا تھی۔ اور وہ سہارا بھی ختم ہو گیا تھا۔

"کل رات"، قہقہہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "جادو کی تمام لکڑیاں جو تم لوگوں کے پاس تھیں غائب کر دی گئیں۔ اور پھر میں نے وہ تمام لکڑیاں چشمے میں پھینک دیں۔ اب بولو کیا کہتے ہو۔؟"

"کیا کہوں یار۔"، عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ویسے تم آدمی بہت اچھے ہو۔"، قہقہہ نے برا سا منہ بنایا۔ پھر بولا۔

"فضول باتیں نہیں۔ میرے سوال کا جواب دو۔ کیا تم اب بھی اکڑ

بات پر قائم رہنا چاہتے ہو کہ یہ عورت دیوی ہے؟" وہ جولیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "دیوی زار نیہ ہے؟"

عمران کے چہرے پر غور و فکر کے آثار ظاہر ہو گئے۔

جولیا بار بار اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ اور اس کا دل بڑی شدت سے دھڑک رہا تھا۔

کچھ دیر بعد عمران نے ایک طویل سانس لیکر کہا۔

"تم کیا چاہتے ہو۔؟"

"پہلے میرے سوال کا جواب دو۔"

"ہاں۔ یہ عورت دیوی نہیں۔" عمران نے کہا۔

نہنتے کے ہونٹوں پر آسودہ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ چند لمحے خاموش رہ کر اس نے کہنا شروع کیا۔

"اے عورت! وہ جولیا سے مخاطب تھا۔ تم چونکہ ہماری دیوی سے مشابہت رکھتی ہو۔ اسلئے مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ یہ ہمدردی ہی کا جذبہ ہے جس کی وجہ سے میں تمہاری جان بچانا چاہتا ہوں۔"

جولیا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں۔ میں تمہاری جان بچانا چاہتا ہوں۔" نہنتے نے دوبارہ کہا لیکن تمہارے ساتھیوں سے مجھے کوئی ہمدردی نہیں۔ انہیں تو بہرحال مرنا پڑے گا۔ سوائے ایک آدمی کے۔"

"اور وہ آدمی کون ہوگا۔؟" عمران نے سوال کیا۔

"وہ تم ہوگے۔"

"میں۔؟"

"ہاں... تم۔ اور یہ میں اسلئے کہوں گا کہ تم اس عورت کے شوہر ہو"
جولیا نے ایک بار چونک کر مہنت کی طرف دیکھا۔ اس کے ذہن میں بڑی تیزی سے دو سوال ابھرے تھے۔

کیا ضحاک نے مہنت کو سب کچھ بتا دیا ہے۔؟

کیا ضحاک نے غداری کی۔؟

عمران نے اپنے دبلے پتلے اور پھر بولا۔

"تم نے کیسے سمجھ لیا کہ میں اسکا شوہر ہوں۔"

"اس لئے کہ اس عورت نے تمہیں اپنے کمرے میں اپنے ساتھ رکھا یہ صرف ایک بیوی ہی ایسا کر سکتی ہے۔" مہنت نے کہا۔ کیا تم اس بات سے انکار کرو گے کہ تم اس کے شوہر ہو۔"

"اگر میں انکار کر دوں۔"

"تو اس عورت سے پوچھوں گا کہ وہ اپنے ساتھیوں میں سے کس کی جان بچانا چاہتی ہے۔"

"گویا تم ایک آدمی کو ضرور بچانا چاہتے ہو۔؟"

"ہاں۔" مہنت نے کہا۔ محض اس لئے کہ دیوی کی ہمشکل ممکن ہے کہ اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو پسند کرتی ہو۔ اور اسے بچانا چاہتی ہو۔"

"ہوں۔" عمران نے جولیا کی طرف دیکھا۔

"بہر حال" مہنت نے کہا۔ میں شام کو پھر آؤں گا۔ تم لوگ فیصلہ کر لینا۔ کہ دیوی کی ہمشکل کے ساتھ کون زندہ رہے گا۔" مہنت نے کہا۔ اور پھر جولیا کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

اس کا فیصلہ تم ہی کو کرنا پڑے گا۔"

"لیکن۔۔۔۔" جولیا بھرائی ہوئی آواز میں بولی "جب سمیلی قوم کے لوگ مارنا چاہتے ہیں۔ اور کل صبح مندر میں میری موجودگی چاہتے ہیں۔ تو پھر میں کیسے بچوں گی۔؟"

"میں نے سوچ لیا ہے کہ تجھے کس طرح کام کرنا ہوگا۔ تم بچ جاؤ گی لیکن سمیلی قوم کے لوگ یہی سوچیں گے۔ کہ تمہیں چشمے میں پھینک دیا گیا ہے۔"

"وہ کیسے۔۔؟" عمران نے پوچھا۔

"تم سے ایک آدمی کو دیوی کا لباس پہنا کر مندر لیجایا جائے گا اور دیوی چونکہ بت کے اوپر بیٹھتی ہے اسلئے لوگ پہچان نہ سکیں گے کہ وہ کون ہے۔" مہنت نے کہا۔ اب یہ فیصلہ تم لوگوں کو کرنا ہوگا کہ اپنی ساتھی عورت کیلئے یہ قربانی کون دے سکے گا۔ ویسے اس کام کے لئے دو ہی آدمی مناسب ہو سکتے ہیں۔ ایک تم۔ اور دوسرا وہ آدمی جو دیوتا مٹر کاٹ کا پجاری بنا ہوا ہے"

مہنت کا اشارہ فریدی کی طرف تھا۔

"ہوں۔" عمران سوچ میں ڈوب گیا۔

"اب میں چلتا ہوں۔" مہنت نے کہا۔

"سنو۔ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ مہنت رک گیا۔

"ہمارے باقی دونوں ساتھیوں کا کیا ہوگا۔؟"

"انہیں پرسوں چشمے میں پھینک دیا جائے گا۔" مہنت نے کہا اور کل وہ قید میں رہیں گے۔"

"ہوں۔" عمران پھر چپ ہوگیا۔

مہنت چند لمحے کھڑا رہا۔ اور پھر جولیا کے سامنے تعظیماً جھکے بغیر وہاں سے چلا گیا۔

"اب کیا ہوگا عمران۔؟" جولیا بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"اس بڈھے کے ٹکڑے پڑیں گے۔" عمران نے انگلیاں چٹخا کر بڑی بوڑھیوں کے سے انداز میں کوسا۔

"سنجیدگی سے سوچو۔ پلیز۔" جولیا گھگھیائی۔

"ایسے موقعوں پر سنجیدگی سے سوچنا مناسب نہیں ہوتا۔"

جولیا چپ رہی۔ اسکے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

عمران دروازہ پر گیا۔ اور وہاں کھڑے ہوئے پہریداروں میں سے ایک کو مخاطب کر کے بولا۔

"ہمارے ساتھیوں کو بلاؤ۔" پہریدار سر ہلا کر چلا گیا۔

عمران دروازے سے واپس آگیا۔

"کیا ضحاک کو بلایا جائے۔" جولیا نے کہا۔

"اس وقت تو ضروری ہے۔"

"نہ جانے آج وہ کیوں نہیں آیا۔" جولیا بڑبڑائی۔

عمران پھر دروازے تک گیا۔ اور دوسرے پہریدار سے بولا۔
"اپنے بادشاہ کو بھی بلا لاؤ۔"
"دوسرا پہریدار واپس آجائے تو میں چلا جاؤں گا۔"
"اچھا کہہ کر عمران واپس جولیا کے پاس آگیا۔
"نیدوقیس کس طرح غائب ہوگیئں۔" جولیا بڑبڑائی۔
"یہ بات میری کھوپڑی میں بھی نہیں آرہی ہے" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا
"میرا خیال ہے کہ چوری رات کو ہوئی ہوگی۔ جبکہ ہم لوگ سو رہے ہونگے"
"اسکا مطلب تو یہ ہوا کہ پہریدار بھی تہمت اعظم سے مل گئے ہیں۔"
عمران نے کہا۔
"اس کا امکان ہے۔"
"بہرحال ضحاک کے آنے پر کچھ بات ہوگی۔"
جولیا چپ ہوگئی۔ اتنے میں فریدی وغیرہ وہاں آگئے۔
محل کے باہر سے اب شور وغل کی آوازیں نہیں آرہی تھیں۔ شاید
کافرین واپس چلے گئے تھے۔
فریدی نے ایک بار غور سے جولیا کی طرف دیکھا۔ اور پھر ایک
لمبا سانس لے کر عمران سے بولا۔
"کوئی خاص بات...؟"
"خاص الخاص۔"
"یعنی۔؟"

اب عمران نے وہ تمام گفتگو دہرانا شروع کی جو نہت سے ہوئی تھی۔ جوں جوں عمران بتاتا جا رہا تھا ویسے ویسے فریدی وغیرہ کے چہرے پر تشویش کے آثار ابھرتے جاتے تھے۔ اور جب عمران جب خاموش ہوا تو وہ سب ہی کافی فکرمند نظر آ رہے تھے۔

○

پھر بیدار نے آکر اطلاع دی کہ ضحاک اس وقت محل میں نہیں ہے۔ کہیں گیا ہوا ہے۔ پھر بیدار کے جانے کے بعد جولیا بڑبڑائی۔

"مجھے اب ضحاک پر شبہ ہو چلا ہے۔"

"کیسا شبہ ... ؟" فریدی نے پوچھا۔

"شاید وہ بوڑھے نہت سے مل گیا ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ ضحاک ایسا آدمی نہیں۔"

"پھر وہ اس وقت کیوں نہیں آیا۔"

"پھر بیدار نے بتایا تھا کہ وہ محل سے کہیں گیا ہوا ہے۔"

"مجھے یہ بات جھوٹ معلوم ہو رہی ہے۔"

"یعنی تم سمجھتی ہو کہ ضحاک نے محل میں موجود رہ کر پھر بیدار سے کہلوا دیا ہے کہ وہ موجود نہیں ہے۔"

"میرا یہی خیال ہے۔"

"ہوں۔" فریدی چند لمحے کے لئے خاموش رہ کر پھر بولا۔ "میں انسان کے چہرے سے اسکی خصلت کے بارے میں جو اندازہ قائم کرتا ہوں وہ عموماً نوے فیصدی ٹھیک ثابت ہوتا ہے۔ ضحاک کے چہرے سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ جھوٹا اور مکار نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ہم لوگوں کی بھلائی کیلئے کچھ کرنے میں ناکام رہے لیکن یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ ہم لوگوں کی راہ میں مشکلات کھڑی کرے۔"

جولیا خاموش ہو گئی۔

حمید بولا۔ "مگر سوال یہ ہے کہ اب کیا ہوگا۔؟"

"وہی جو مہنت نے کہا تھا۔" فریدی نے جواب دیا۔

"یعنی۔؟" حمید چونک کر کہا۔

"مجھے اور جوزف کو چشمے میں پھینک دیا جائے گا۔ جولیا اور عمران کو بچانے کا وعدہ خود مہنت نے کیا ہے۔"

"میں اس کے لئے تیار نہیں۔" حمید نے بگڑ کر کہا۔

"کیا مطلب۔؟" فریدی کے لہجے میں تحیر تھا۔

"میں مہنت کو مجبور کر دوں گا کہ وہ مجھے بھی آپ لوگوں کے ساتھ چشمے میں پھینک دے۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔" فریدی بولا۔ "کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں خودکشی پر آمادہ ہوں؟ اگر تم یہ سوچ رہے ہو تو غلط سوچ رہے ہو۔ میرے ذہن

میں یہ خیال ہرگز نہیں کہ میں چشمے میں گر کر موت کا شکار ہو جاؤں گا۔"

"پھر آپ کیسے بچ سکیں گے۔؟ وہ خوفناک مگرمچھ..."

"میں اور جوزف اسکا مقابلہ کریں گے۔ کیوں جوزف۔؟"

"یقیناً کرنل۔" جوزف نے جوشیلے لہجے میں کہا۔ ہم آسانی سے مرنے کے لئے تیار نہیں۔"

اور پھر..؟" فریدی بولا۔ اگر ہم نے اس مگرمچھ کو ختم کر دیا تو ہم آزاد ہوں گے۔ اور پھر تم لوگوں کے لئے کچھ کر بھی سکیں گے۔"

"آپ چشمے سے نکل کیسے سکتے ہیں۔"

"کیا تم جرمن سیاح کی کتاب بھول گئے کیا تم نے پڑھا نہیں تھا کہ جرمن سیاح مگرمچھ کے غار میں داخل ہو کر آگے بڑھتا چلا گیا تھا اور اس غار کے دوسرے دہانے سے باہر نکل گیا تھا۔ فریدی نے بتایا۔ اور پھر بولا۔

"اسی طرح ہم بھی بچ جائیں گے۔"

"لیکن۔؟" اور پھر فریدی نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"یہ بھی تو ضروری نہیں ہے کہ ہمیں چشمے میں پھینک ہی دیا جائے ہو سکتا ہے کل صبح کہر کی چادر چھٹ جائے۔ ظاہر ہے کہ پھر ہمیں چشمے میں نہیں پھینکا جائیگا۔"

"اب تک تو سورج نہیں نکلا ہے۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لیکر کہا۔ پھر کیا امید کی جا سکتی ہے کہ کل نکل ہی آئے گا۔"

"امید پر دنیا قائم ہے حمید میاں! طارق نے کہا۔ اگر امید کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا جائے تو دنیا کی گاڑی ایک انچ بھی آگے نہ سرک سکے۔"

"اب میں بھی کچھ کہوں گا۔" عمران بولا۔

اس وقت اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔ حماقت کا ذرہ برابر شائبہ نہ تھا۔ سب اس کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھنے لگے۔

"چشمے میں۔" عمران بولا۔

"جوزف کے ساتھ میں جاؤں گا۔"

"اور پھر جولیا کے ساتھ کون رہے گا۔؟" فریدی نے کہا۔

"آپ۔؟"

"نہیں۔" جولیا چیخ پڑی۔ "ہرگز نہیں۔"

وہ لوگ چونک کر جولیا کی طرف دیکھنے لگے۔

"کیا ہوا۔؟" عمران نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"تم میرے ساتھ رہو گے۔" جولیا نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"لیکن جولیا۔؟"

"تم میرے ساتھ رہو گے۔" جولیا ہذیانی انداز میں چیخ پڑی۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھوں سے اس کے شانے پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالے۔ اور بولی۔

"جواب دو.. تم میرے ساتھ رہو گے نا..؟"

"لیکن....."

"تم میرے ساتھ رہو گے۔" جولیا پھر چیخ پڑی۔ اور آخر میں اسکی آواز بھرا گئی۔ اس نے عمران کے سینے پر سر رکھ دیا۔ اور پھوٹ پھوٹ کر

رونے لگی۔ وہ دوسروں کی موجودگی کو بھی فراموش کر بیٹھی تھی۔

حمید تیزی سے اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ یہ بات اس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھی کہ جولیا اتنی شدت سے عمران کو چاہتی ہے۔

عمران کے چہرے پر پھر حماقت نظر آنے لگی تھی۔ اور وہ پرلے سرے کا گاؤدی معلوم ہو رہا تھا۔ اور جولیا اب بھی اس سے لپٹی ہوئی روئے جا رہی تھی۔ اور عمران بوکھلایا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس نے ایک بار جولیا کو اپنے سے الگ کرنے کی کوشش بھی کی لیکن جولیا بری طرح چپٹ گئی تھی۔

فریدی عمران کی طرف دیکھتا ہوا خفیف سا مسکرایا اور عمران جھینپا جھینپا نظر آنے لگا۔

"بولو۔" جولیا روتی ہوئی بولی۔ "تم میرے ساتھ رہو گے نا۔"

"جولیا تم میری بات تو سنو۔" عمران نے زچ ہو جانے والے انداز میں کہا۔

"نہیں۔ میں کچھ نہیں سننا چاہتی۔"

عمران کے چہرے پر اکتاہٹ نظر آنے لگی۔ فریدی سنجیدگی سے بولا۔

"تمہیں جولیا کی بات ماننا ہی پڑے گی عمران۔"

عمران نے ایک طویل سانس لی اور جولیا کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

"اچھا۔ تم الگ تو ہٹو۔"

"پہلے میری بات کا جواب دو۔"

"اچھا بابا۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

اب جولیا اس سے الگ ہوئی۔ اسکی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ گالوں پر آنسوؤں کی لکیریں بنی ہوئی تھیں۔ وہ رومال سے اپنا چہرہ صاف کرنے لگی۔

بہرحال فریدی نے کہا۔ اب یہ بات طے ہو گئی ہے کہ میں جولیا کی جگہ چشمے میں گروں گا۔ اور میرے ساتھ جوزف ہوگا۔

عمران اور جولیا محنت کی وجہ سے بچ جائیں گے حمید اور طارق صاحب قید میں رہیں گے۔ اور بعد میں جوزف اور میں انہیں آزاد کرانے کی کوشش کریں گے۔۔۔؟ فریدی ایک لمحے کے لئے خاموش ہوا۔ اور پھر جولیا سے بولا۔

"ٹھیک ہے نا جولیا۔۔۔؟"

جولیا نے ایک بار سر اٹھا کر فریدی کی طرف دیکھا اور پھر سر جھکا لیا۔ اب وہ کچھ جھینپی جھینپی معلوم ہو رہی تھی۔ اسے دراصل اب احساس ہوا ہوگا کہ وہ سب کے سامنے ہی عمران سے لپٹ گئی تھی۔

عمران ٹھنڈی سانس لیکر بولا۔ "اگر تھوڑی دیر پہلے میرے ڈیڈی بھی یہاں موجود ہوتے تو میں فارغ البال ہو گیا ہوتا۔!"

فریدی اور طارق مسکرا دیئے۔ حمید نے حسب معمول برا سا منہ بنایا تھا۔ لیکن جوزف احمقوں کی طرح منہ کھولے عمران کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"اس بات کا مطلب کیا ہوا باس!"

"کس بات کا۔؟"

"جو تم نے ابھی کہی تھی۔"

"پھر کسی وقت فرصت میں سمجھاؤں گا۔" عمران نے حماقت آمیز سنجیدگی کے ساتھ کہا۔ "ویسے یہ بات ایسی نہیں ہے جو بچوں کو بھی سمجھائی جائے۔"

جوزف احمقوں کی طرح بولا۔ "میں بچہ ہوں باس۔"

"ہاں۔" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"باس تم میری توہین کر رہے ہو۔" جوزف منہ پھلا کر بولا۔

"ابے چپ۔" عمران نے منہ بگاڑ کر کہا۔

جوزف خاموش ہو گیا لیکن اس کے چہرے کے تاثرات کہہ رہے تھے۔ جیسے وہ اب بھی عمران سے روٹھا ہوا ہے۔ اتنے میں تین خادم ان لوگوں کے لئے دوپہر کا کھانا لیکر آئے۔

"کاش! اس وقت قاسم بھی ہمارے ساتھ ہوتا۔" حمید نے کھانے کے دوران کہا۔

"ہماری مشکلات اور بڑھ جاتیں۔" فریدی نے جواباً کہا۔

"لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بعض اوقات وہ کام کا آدمی ثابت ہوتا ہے۔"

"ہاں بعض اوقات۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن بیشتر اوقات میں وہ مشکلات کا سبب بن جاتا ہے۔" حمید چپ ہو گیا۔

پھر جب وہ سب کھانا کھا چکے تو عمران نے کہا۔

"ایک بار پھر پہرے دار کو بھیجنا چاہیئے۔"

"کہاں۔؟" طارق نے پوچھا۔

"ضحاک کے پاس۔"

"ہاں بھیجنا تو چاہیئے۔"

عمران اٹھ کر دروازے کی طرف گیا۔ اور ایک پہرے دار سے کہہ کر واپس آ گیا۔

"اب تک ضحاک شاید لوٹ آیا ہو۔" حمید نے کہا۔

جواب میں کسی نے کچھ نہیں کہا تھا۔

لیکن جب تھوڑی دیر بعد پہریدار واپس آیا تو پتہ چلا کہ حمید کا خیال ٹھیک نہیں ثابت ہوا۔ ضحاک اب تک نہیں آیا تھا۔ فریدی کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"وہ ضرور ہم سے غداری کر گیا ہے۔" حمید نے کہا۔ "اور اب ندامت کی وجہ سے ہم لوگوں کے سامنے نہیں آنا چاہتا۔"

فریدی نے ایک بار سر اٹھا کر حمید کی طرف دیکھا۔ اور پھر کسی سوچ میں ڈوب گیا۔

بات واقعی حیرت انگیز تھی۔ اب تک ضحاک ان لوگوں سے ملنے کیلئے صبح و شام آتا رہا تھا۔ پھر آج آخر اسے کیا ہو گیا تھا۔

شام ہونے کو آئی۔ لیکن ضحاک ان لوگوں سے ملنے نہیں آیا۔ اس دوران میں پہریدار کو ایک بار پھر بھیجا گیا تھا لیکن واپسی پر اسکا جواب مایوس کن تھا۔

اور پھر انہیں اطلاع ملی کہ بوڑھا منسٹر اعظم محل میں آ رہا ہے۔ فریدی، حمید اور طارق فوراً وہاں سے چلے گئے۔ ان کے جانے کے ایک

منٹ بعد ہی مہنت وہاں پر آ پہنچا۔ اس کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ اس نے ایک بار غور سے جولیا کی طرف دیکھا۔ پھر عمران کی طرف۔ اور اس کے بعد پھر جولیا سے مخاطب ہو کر بولا۔

"میری آمد کا مقصد تم کو معلوم ہے۔"

"ہوں۔"

"پھر۔ تم نے کیا فیصلہ کیا۔؟"

"اس پر عمل کیا جائے گا۔ جو تجویز تم نے پیش کی تھی۔"

"خوب۔" بوڑھے گیدڑ کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"لیکن مجھے حیرت ہے کہ تم مجھے بچانا چاہتے ہو۔" جولیا نے کہا۔

"میں اس کی وجہ بتا چکا ہوں۔" مہنت اعظم نے کہا۔ "تم دیوی کی ہم شکل ہو۔ اسلئے مجھے تم سے ہمدردی ہے۔" جولیا چپ رہی۔

مہنت پھر بولا۔ "تو تمہارے ساتھ کون جائے گا۔"

"میں۔؟" عمران بول پڑا۔

"خوب۔" بوڑھا پھر مسکرایا۔ "گویا میرا اندازہ ٹھیک ہی نکلا۔"

عمران اور جولیا خاموش رہے۔ مہنت بھی کچھ دیر چپ رہا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔

"تو کل صبح سورج نکلنے سے دو گھنٹے پہلے میں یہاں آؤں گا۔ اور تم دونوں کو یہاں سے نکال لے جاؤں گا۔ لیکن بوڑھے نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا وہ آدمی تمہاری جگہ لینے کے لئے تیار ہوگا۔؟"

"ہاں۔" جولیانے کہا۔

"کیا تم نے اس سے بات کرلی ہے۔؟"

"ہاں۔"

"کیا وہ آسانی سے تیار ہوگیا۔" بوڑھے کے لہجے میں تحیر تھا۔

"تمہیں اس سے کیا غرض۔؟" جولیانے خشک لہجے میں کہا۔

"خیر۔ خیر۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ تو وہ بالکل تیار ہے۔

"ہاں۔"

"لیں تو پھر کل سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"لیکن تم مجھے کہاں لے جاؤ گے۔"

"اس سے تمہیں کوئی غرض نہیں ہونی چاہیئے۔ بس میں تمہیں یہاں سے بچا کر نکال دوں گا۔ اور پھر تم دونوں اپنی دنیا میں واپس چلے جانا۔"

"کیا تمہاری قوم کو اس بات کا علم نہ ہو سکے گا۔؟"

"نہیں۔"

"لیکن تم مجھے کیوں بچانا چاہتے ہو۔" عمران نے پوچھا۔

"محض اس لئے کہ اکیلی عورت ان دشوار گزار راستوں سے گزر کر اس دنیا تک نہیں جا سکتی۔"

"بہت ہمدردی ہے تمہیں ان سے۔" عمران نے دیدے نچاتے ہوئے کہا

"اب میں چلوں گا۔" بوڑھے نے کہا۔ اور پھر وہ چلا گیا۔

"مجھے بیحد حیرت ہے۔" عمران بڑبڑایا۔

"کس بات پر۔؟" جولیا نے پوچھا۔

"آخر یہ تمہیں کیوں بچانا چاہتا ہے۔"

"بتا تو چکا ہے وجہ۔"

"اس وجہ کو عقل تسلیم نہیں کرتی۔"

"پھر تمہارا کیا خیال ہے۔"

"میں ابھی کوئی خیال قائم نہیں کر سکا ہوں۔" جولیا چپ ہو گئی۔ عمران کچھ دیر سوچتا رہا۔ اور پھر جولیا کو شرارت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"میں اس وقت تمہیں کچھ سمجھانا چاہتا ہوں۔"

"کیا۔؟" جولیا نے چونک کر پوچھا۔

"تھوڑی دیر پہلے تمہیں کیا ہو گیا تھا۔؟"

"کب۔؟"

"جب تم مجھ سے لپٹ کر رو رہی تھیں۔"

جولیا کے چہرے پر شرم کی سرخی دوڑ گئی۔

"جواب دو۔" عمران نے چند لمحہ بعد کہا۔

"فضول نہ بکو۔"

"میں سنجیدہ ہوں۔" عمران نے کہا۔ اس وقت میں نے کہہ دیا تھا کہ تمہارے ساتھ رہوں گا لیکن یہ مناسب نہیں ہے۔"

"عمران مجھے پریشان نہ کرو۔" جولیا روہانسی ہوگئی۔ عمران ہنس کر چپ ہوگیا۔ اسی وقت فریدی وغیرہ واپس آگئے۔

"کیا رہا۔؟" فریدی نے پوچھا۔

"ضحاک اب تک نہیں آیا۔" طارق بڑبڑایا۔

"کیا پہرے دار کو بھیجا جائے۔" عمران بولا۔

"فضول ہے۔" فریدی نے کہا۔

"کیوں۔؟"

"اگر ضحاک کو آنا ہوتا تو وہ اب تک آچکا ہوتا۔"

"گویا اب آپ کو بھی یقین ہوگیا ہے کہ اس نے غداری کی ہے۔"

فریدی خاموش رہا۔

کھانا کھا چکنے کے بعد وہ سب سونے کے لئے لیٹ گئے۔ لیکن ان حالات میں نیند آنا محال تھا۔ جبکہ وہ جانتے تھے کہ آنے والی صبح ان کے لئے منحوس ثابت ہوگی۔

کاش! کل کا سورج کہر آلود نہ ہو۔ جولیا سوچ رہی تھی لیکن نہ جانے کیوں... اب اس پر مایوسی نے غلبہ پالیا تھا۔

اس کے ذہن میں یہ بات جم گئی تھی کہ کہر کی چادر قائم رہے گی۔ اگر اسے ہٹنا ہوتا تو اب تک ہٹ چکی ہوتی۔ مستقبل پر پڑا ہوا پردہ ان لوگوں کو اس وقت بہت ہی خوفناک معلوم ہو رہا تھا۔ نہ جانے اس پردے کے پیچھے کیا چھپا ہوا ہے۔ موت... یا زندگی۔؟ موت

موت ... موت ... اور صرف موت !

جولیا سوچ رہی تھی کہ اب وہ زندہ نہیں رہ سکتے۔ اس خوفناک مگرمچھ سے مقابلہ کرنا جوزف اور فریدی کے لئے آسان نہ ہوگا۔

جولیا کو خود اپنی زندگی کا بھی یقین نہیں تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اسے بچانے میں بھی بوڑھے نہنت کی کوئی چال پوشیدہ ہوگی۔

O

وہ رات کو کم از کم جولیا کے لئے قیامت ہی کی رات تھی۔ ایک پل کیلئے بھی جولیا کو نیند نہ آسکی کروٹیں بدلتے بدلتے اسکا جسم دکھنے لگا۔ اس کے علاوہ دوسروں کو بھی نیند نہیں آئی تھی البتہ جوزف کے خراٹے کمرے میں واضح طور پر گونج رہے تھے۔ صرف وہی مستقبل سے لاپرواہ تھا۔ باقی سب فکرمند تھے۔ مستقل سوچ رہے تھے۔ ہر ایک کی آنکھوں میں نیند اڑی ہوئی تھی شاید ہی ان لوگوں کی زندگی میں کبھی ایسی رات آئی ہو۔ ایسی خوفناک رات جس کی صبح اپنے دامن میں ان لوگوں کے لئے نہ جانے کیا لا رہی تھی۔ زندگی یا موت۔؟

اور صبح ہونے سے دو گھنٹے پہلے نہنت اعظم آگیا۔ اس کے ساتھ چھ نہنت اور تھے اور ان کے آتے ہی جوزف پر جاگ گیا۔ اور ایک انگڑائی لیکر بوڑھے نہنت کو کینہ توز نظروں سے گھورنے لگا۔ نہنت ان سب کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"کیا تم لوگ تیار ہو۔"

"ہاں۔" فریدی نے کہا

جولیا کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ اسے اپنا جسم ہلکا پھلکا محسوس ہونے لگا۔ اسے مہنت اس وقت بہت خطرناک معلوم ہو رہا تھا اور وہ ایسا محسوس کر رہی تھی جیسے ایک خوفناک جلاد اسے قتل کرنے کیلئے تیار ہو۔

بوڑھے مہنت اعظم نے کالے رنگ کا ایک لبادہ جولیا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ تم پہن لو۔ اور اپنا لباس اتار کر اس آدمی کو دیدو" مہنت نے فریدی کی طرف اشارہ کیا۔ جولیا نے لباس اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

"دوسرے کمرے میں جا کر بدل لو۔" عمران نے کہا۔

"ہاں ہاں۔" مہنت اعظم بولا۔

"دوسرے کمرے میں چلی جاؤ۔" جولیا اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ مہنت اعظم نے فریدی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا تم اپنی ساتھی عورت کی جگہ لینے کے لئے تیار ہو۔"

"ہاں۔" فریدی نے کہا۔ مہنت خاموش ہو گیا۔ اب شاید اسے اس بات کا انتظار تھا کہ جولیا لباس تبدیل کر کے واپس آجائے۔

حمید فریدی سے بولا۔ "میں آپ کو نہیں جانے دوں گا۔"

"بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔"

"یہ بچوں کی سی باتیں نہیں ہیں۔" حمید نے سر جھٹک کر کہا۔
ہم لوگ ایک ساتھ ہی مریں گے۔"
"احمقانہ بات۔" فریدی نے کہا۔ میں چشمے میں گرنے کے لئے تیار نہیں ہوا ہوں کہ مر جاؤں گا۔"
وہ مگرمچھ لڈو نہیں کھلائے گا آپ کو۔" حمید نے جل کر کہا۔
اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ مجھے حلوہ سمجھ کر آسانی سے نگل لے۔" فریدی نے کہا۔
"کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اسے مار سکیں گے۔"
"قبل از وقت کچھ کہنا بے سود ہے مستقبل میں جو کچھ بھی ہو۔"
"میں اکیلا نہیں رکوں گا۔"
"طارق صاحب بھی تمہارے ساتھ ہیں۔"
"آپ فضول باتیں کیوں کر رہے ہیں۔" حمید نے جھلا کر کہا۔
"دیکھو حمید۔ فریدی نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔ یہ قطعاً ضروری نہیں ہے کہ وہ مگرمچھ ہمیں مار ڈالے گا تم نے جرمن سیاح کی کتاب کا وہ حصہ نہیں پڑھا جب وہ سیاح یہاں سے فرار ہوا تھا۔
"اس کی قسمت اچھی تھی جو اس وقت مگرمچھ سو رہا تھا۔ ضروری نہیں ہے کہ آپ کی مرتبہ میں بھی ایسا ہی ہو۔"
"لیکن بہرحال تھوڑا بہت امکان ضرور موجود ہے کہ ہم بچ جائیں گے اس کے بعد میں کوشش کروں گا کہ تم لوگوں کو بھی بچانے کی تدبیر کروں۔"

"محض دلاسہ ہے۔" حمید نے منہ بنا کر کہا۔

لیکن بالآخر بڑی مشکل سے فریدی نے اسے سمجھا بجھا کر اس بات کیلئے تیار کر لیا کہ وہ بچوں کی سی ضد چھوڑ کر اس بات کا انتظار کرے کہ مستقبل میں کیا ہوتا ہے۔ ان دونوں میں یہ گفتگو مدھم لہجے میں ہوئی تھی تاکہ نہت نہ سن سکے۔ جولیا لباس تبدیل کر کے آگئی اب وہ سادہ لباس میں تھی۔

نہت فریدی سے بولا۔ اب تم اس عورت کا لباس پہن لو۔"

فریدی دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

"وقت زیادہ نہیں ہے۔" نہت نے کہا۔ اب ہمیں چلنا چاہیئے۔"

جولیا اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔

"کیا تم تیار ہو۔" نہت نے عمران سے پوچھا۔

"ہاں۔"

"تو پھر چلو۔"

عمران اور جولیا نہت کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھے لیکن نہت اچانک دوسری طرف کی دیوار کی طرف مڑ گیا۔

"ارے میاں دروازہ ادھر ہے۔" عمران نے ہانک لگائی۔

"بکو مت۔" نہت غرایا۔ دیوار کے قریب پہنچ کر وہ رک گیا اس نہ جانے کیا کیا تھا کہ اچانک ایک خفیف سی آواز کے ساتھ دیوار دو حصوں میں منقسم ہوتی چلی گئی۔ اب وہاں ایک خاصہ چوڑا قد آدم راستہ نظر آرہا تھا۔ عمران نے ایک طویل سانس لی۔ اب یہ بات اسکی سمجھ

میں آئی تھی کہ ان کی بندوقیں کس طرح غائب ہوئیں رات کو اس چور دروازے ہی سے کوئی اندر آیا ہوگا۔

مہنت اعظم نے ایک مہنت کے ہاتھ سے مشعل لی اور اس تاریک خلا میں داخل ہوتا ہوا بولا۔

"آؤ۔۔۔۔"

عمران اور جولیا نے ایک مرتبہ پلٹ کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ جولیا کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

حمید نے سر جھکا لیا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ کیا ان دونوں کو اس نے آخری بار دیکھا ہے۔

"باس۔" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ میری گستاخیوں کو معاف کر دینا۔ اور مجھ سے جو غلطیاں ہوئی ہوں انہیں بھلا دینا۔"

جواب میں عمران نے کچھ نہیں کہا۔ حمید نے اس کی آواز نہیں سنی تھی پھر اس نے سر اٹھایا تو وہ لوگ جا چکے تھے۔ دوسرے ہی لمحے دیوار کی خلا بھی برابر ہو گئی۔

جوزف سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اور اسکی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے اسی وقت فریدی لباس بدل کر آ گیا۔ اب اسکے جسم پر سپید لبادہ تھا جس میں اس کی شخصیت مضحکہ خیز معلوم ہو رہی تھی۔

مہنت اعظم کے ساتھ آئے ہوئے چھ مہنتوں میں سے دو تو مہنت اعظم اور جولیا وغیرہ کے ساتھ چلے گئے تھے اور چار اب بھی وہاں پر موجود تھے۔

"کیا وہ دونوں گئے۔" فریدی نے حمید سے پوچھا۔ حمید نے سر ہلا دیا۔

"ہم بھی تیار ہیں۔"

مہنتوں نے انہیں چلنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر دروازے کی طرف مڑ گئے۔

"اچھا حمید۔؟ فریدی بولا۔ خدا حافظ۔ طارق صاحب۔"

"میرے بچے" طارق پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اس بوڑھے کو شاید زندگی میں پہلی مرتبہ روتے ہوئے دیکھا گیا تھا۔ حمید نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ شاید وہ اپنے آنسو چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔

فریدی ایک لمحے کے لیے رکا۔ اور پھر تیزی سے چلتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔ اسکے ساتھ جوزف بھی باہر نکلا تھا۔ چاروں مہنت ان دونوں کو گھیرے میں لے کر آگے بڑھنے لگے۔

محل سے نکل کر وہ مندر کی طرف چل پڑے تھے۔ فریدی کا سر بھی ایک کپڑے سے ڈھکا ہوا تھا۔ اور چہرے پر نقاب بھی موجود تھی۔ جوزف اس کے برابر خموشی سے سر جھکائے چل رہا تھا۔

محل سے باہر نکل کر وہ مندر کی طرف چل پڑے۔ راستے میں لوگوں کا ہجوم تھا۔ وہ چیخ چیخ کر نقلی دیوی اور دیوتا کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ اس ہجوم میں سے ایک آدمی نکل کر فریدی کے قریب چلتا ہوا آہستہ سے بولا۔

"دیوی! مجھے افسوس ہے کہ تیرے لیے کچھ نہ کر سکا میں مجبور ہو چکا ہوں۔"

فریدی نے کنکھیوں سے دیکھا وہ ضحاک تھا۔ اس قوم کا بادشاہ اپنی بات ختم کر کے وہ پھر ہجوم میں جا ملا تھا۔

فریدی خاموشی سے چلتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اسکا خیال غلط ثابت ہوا۔ پہلے اس نے سوچا تھا کہ ضحاک مہمت اعظم سے مل گیا ہے۔ لیکن اسوقت اس نے فریدی کو جو لیا سمجھ کر جو کچھ کہا تھا اس سے یہ بات ظاہر ہوئی تھی کہ وہ کسی بنا پر بے بس ہو گیا ہے۔

مندر میں داخل ہونے کے بعد انہیں سرنگ میں داخل ہونا پڑا جو تدریج بلند ہوتی جا رہی تھی۔ فریدی نے سوچا کہ اس طرح شاید وہ دیوتا کے بت کے سر پر پہونچ جائیں گے۔

"کرنل صاحب۔" جوزف آہستہ سے بولا۔

"ہوں۔"

"میں اس مگرمچھ سے لڑوں گا۔"

"تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں خاموشی سے مرجانا چاہتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"لیکن کیا تمہارے پاس کوئی ہتھیار ہے۔؟"

"نہیں۔ لیکن میں خالی ہاتھ لڑوں گا۔"

"ہوں۔" فریدی نے کچھ نہیں کہا۔ اب اسکے دونوں ہاتھ بڑی تیزی سے کام کر رہے تھے۔ اس قوم کی عملداری میں آنے سے پہلے اس نے دو خنجر اپنی رانوں پر ڈوریوں سے کس لئے تھے۔ اس وقت اس نے سوچا تھا کہ شاید ان خنجروں کی ضرورت پڑ جائے۔ اور اب وہ وقت آگیا تھا۔

دونوں خنجر رانوں سے نکال کر اس نے ایک تو اپنے لبادے میں چھپا لیا۔ اور دوسرا جوزف کے ہاتھ میں دیتا ہوا بولا۔

"اسے سنبھال کر رکھ لو۔ کام آئے گا۔"

"یہ کہاں سے آیا ہے۔" جوزف کے لہجے میں تحیر تھا۔

"خاموش۔" جوزف چپ ہو گیا۔

یہ سارا کام سرنگ کے اندھیرے میں ہو گیا تھا۔ اور وہ چاروں مہنت اس سے قطعی بے خبر رہے تھے۔

آخر کچھ دیر بعد وہ بن کے سر پر پہنچ گئے۔ نیچے سارا مندر اس درندہ صفت قوم کے آدمیوں سے بھرا پڑا تھا۔ ہر طرف مشعلیں جل رہی تھیں جس کا دھواں فضا میں چکرا رہا تھا۔

جوزف اور فریدی کو دیکھتے ہی ان لوگوں نے چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھا لیا۔ وہ فریدی کو نقلی دیوی سمجھ رہے تھے۔ انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ مہنت اعظم کیا چال چل گیا ہے۔

فریدی اور جوزف کو پتھر کے بنے ہوئے ان چبوتروں پر بٹھا دیا گیا جو بن کے سر پر بنے ہوئے تھے۔ ان کے پیچھے ایک ایک مہنت کھڑا ہوا تھا۔ دو مہنت ان کے دائیں بائیں کھڑے تھے۔

فضا اب بھی کہر آلود تھی۔ اور اس بات کا امکان نہیں دکھائی دے رہا تھا کہ فضا صاف و شفاف ہو جائے گی۔

مدہم سی روشنی میں فریدی نے جوزف کے چہرے کی طرف دیکھا۔ جو

بہت خوفناک معلوم ہو رہا تھا۔ جوزف کے ہاتھ میں خنجر نظر نہیں آیا۔ شاید اس نے بھی فریدی کی طرح خنجر اپنے لبادے میں چھپا لیا تھا۔ اگر وہ دونوں ایسا نہ کرتے تو ان سے خنجر چھین لئے جاتے۔ مگر کیا۔ دو معمولی سے خنجر اس خوفناک مگرمچھ کا مقابلہ کر سکتے تھے۔

کچھ ہی دیر بعد مندر کے ہال میں مہنت اعظم بھی دکھائی دیا۔ کیا یہ عمران اور جولیا کو چھوڑ آیا؟ فریدی نے سوچا۔ نجانے کیوں اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایسا ہوا ہوگا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ مہنت اعظم کوئی چال چل گیا ہے لیکن وہ چال کیا ہے اور اسکا مقصد کیا ہوگا! یہ فریدی نہیں سمجھ سکا تھا۔ دفعتہً مندر کے ہال میں سناٹا چھا گیا۔ لوگ خاموش ہو کر مہنت اعظم کی طرف متوجہ ہو گئے تھے جس نے تقریر کرنا شروع کیا تھا۔

"اے کہر کے باشندوں..! آج ہم ان نقلی دیوی اور دیوتا کو ناگ دیوتا کے چشمے میں پھینکنے والے ہیں۔ اگر یہ اصلی دیوتا ہیں تو کہر صاف کر دیں گے اور اگر نقلی ہیں تو یہ ان کے بس کی بات نہ ہوگی۔ بس پھر انہیں اس چشمے میں پھینک دیا جائے گا۔ ہمارے دیوی دیوتا اس قربانی سے خوش ہو جائیں گے۔ شاید وہ اسی لئے ہم سے ناراض ہیں۔ کہ ہم نے نقلی دیوی دیوتا کو اپنے مقدس مندر میں آنے دیا۔ ان کی قربانی سے دیوی دیوتا خوش ہو جائیں گے خوش ہو کر کہر چھانٹ دیں گے۔ سورج اپنی پوری آب و تاب سے چمک اٹھے گا۔ ہمارے کھیت لہلہا اٹھیں گے اور پھر ہمیں قحط کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

مہنت اعظم خاموش ہو گیا۔ اور لوگ چیخنے لگے۔

"ان دونوں منحوسوں کو فوراً چشمے میں پھینک دو۔"

"ان کی قربانی میں دیر نہیں ہونی چاہیے۔"

"یہ دونوں منحوس ہیں۔"

"ان دونوں کی وجہ سے ہمارے دیوی دیوتا ناراض ہو گئے ہیں۔"

"انہیں فوراً چشمے میں پھینک دینا چاہیے۔"

مندر مختلف آوازیں گونجتی رہیں۔ جوزف ین کے سر پر بیٹھا ان لوگوں پر دانت پیس رہا تھا۔

"نہیں" مہنت اعظم نے چلا کر کہا۔ ابھی نہیں۔ ہم دیکھیں گے کہ آج کی صبح کیسی ہوتی ہے۔ کبرآلود۔۔۔ یا صاف و شفاف۔ اگر یہ دونوں اصلی دیوی یا دیوتا ہیں تو یہ اسکا ثبوت پیش کریں گے۔"

کچھ لوگوں نے چیخ کر مہنت اعظم کی تائید کی بعض لوگ انتظار نہیں کرنا چاہتے تھے۔ لیکن مہنت اعظم نے آخری فیصلہ دیدیا۔

"صبح کے آثار ہونے پر ہی کچھ ہو سکے گا۔"

آخر لوگوں کو چپ ہو جانا پڑا۔ اب وہ بڑی بے چینی سے صبح ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔

فریدی کے قریب کھڑے ہوئے مہنت دور کی اس سب سے اونچی پہاڑی کی طرف دیکھ رہے تھے جو تاریکی میں دھندلی سی دکھائی دے رہی تھی۔ اس قوم کے لوگوں کا اعتقاد تھا کہ اگر اس پر دھوپ کی سرخی پھیل جائے تو صبح

کہرا آلود ہو گی۔ اور اگر سپید ہوئی تو اسکا مطلب یہی تھا کہ بدستور کہر قائم رہے گی۔ اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہا تھا۔ فریدی کی نظریں بھی اس پہاڑی ہی کی طرف تھیں لیکن جوزف سر جھکائے ہوئے سوچ رہا تھا کہ وہ ایک تو اس چشمے میں ہرگز نہ گریگا۔ اگر وہ کو نہیں تو ایک مہنت کو ضرور اپنے ساتھ لے گا۔ نیچے مندر میں کھڑے ہوئے مہنت کی نظریں جنکے سر کی طرف تھیں نجانے وہ فریدی وغیرہ کی طرف دیکھ رہا تھا یا ان مہنتوں کو فریدی اور جوزف کے دائیں بائیں اور پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ اب صبح کے آثار پیدا ہو چلے تھے۔ مہنتوں کے ساتھ فریدی کی نظریں بھی پہاڑی کی طرف لگی ہوئی تھیں۔

اچانک مہنت چلائے۔ "دھوپ ... سرخ دھوپ۔"

سرخ دھوپ کا مطلب یہ تھا کہ کہر صاف نہیں ہوئی۔

"پھینک دو ان دونوں کو۔" مہنت اعظم چلایا۔ چشمے میں پھینک دو ان دونوں کو۔"

فریدی اور جوزف ایک دم اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔ اس سے پہلے کہ مہنت انہیں پکڑتے فریدی نے خود ہی چشمے میں چھلانگ لگا دی لیکن جوزف نے ایک مہنت پر جست لگائی تھی۔ مہنت اس غیر متوقع حملے سے بوکھلا گیا تھا اس کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے۔ جوزف نے اسے بہ آسانی اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ پھر اس سے پہلے کہ دوسرے مہنت اسکے ارادے کو بھانپ سکتے۔ جوزف نے گرفت میں لئے مہنت کے ساتھ ہی چشمے میں چھلانگ لگا دی۔ اس مہنت کے حلق سے چیخ نکل گئی تھی۔ جوزف اور وہ پانی کی گہرائی میں ڈوبتے چلے گئے۔

آخر جوزف نے سنبھالا لیا اور اس مہنت کے بال پکڑ کر اوپر کی طرف
چلنے لگا۔ جب وہ پانی کی سطح پر آیا تو اس نے فریدی کو دیکھا جو اس کے
قریب ہی پانی میں تیر رہا تھا۔

"اسے کیوں گھسیٹ لائے۔ جوزف۔" فریدی نے پوچھا۔

"ابھی بتاتا ہوں کرنل۔" یہ کہتے ہوئے جوزف نے اپنے لباس میں سے
فریدی کا دیا ہوا خنجر نکالا۔ پھر اسکا ہاتھ بلند ہو کر نیچے گرا۔ مہنت جوزف
کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ خنجر اس کی گردن
میں پیوست ہو کر دوسری طرف نکل گیا۔ مہنت کی چیخ بڑی کربناک تھی۔
جوزف نے ایک جھٹکے سے خنجر نکالا۔ اور مہنت کو تڑپتا ہوا چھوڑ کر دوسری
طرف تیرتا چلا گیا۔ پانی پر خون کی سرخی لہرانے لگی تھی۔

"میں چوہے کی موت نہیں مر سکتا کرنل۔" جوزف نے کہا۔ اب مرتے
وقت مجھے سکون ہوگا کہ اپنے دشمنوں میں سے ایک کو میں بھی ختم کر چکا
ہوں۔" فریدی کچھ نہ بولا۔

"وہ مگر مچھ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔" جوزف پھر بولا۔

"شاید وہ اس وقت اپنے بھٹ میں ہے۔" فریدی نے ایک طرف اشارہ
کرتے ہوئے کہا۔ جوزف نے اسطرف دیکھا۔ ادھر کی دیوار میں پانی کی سطح سے
تین فٹ اوپر ایک غار کا بہت بڑا دہانہ نظر آ رہا تھا۔

"کیا ہم اسکے اندر داخل ہونے کی کوشش کریں۔" جوزف نے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ یہ مناسب نہ ہوگا۔" فریدی نے جواب دیا۔ "ہمیں اس

بات کا انتظار کرنا ہوگا کہ مگرمچھ اپنے غار سے نکل کر پانی میں آئے اس وقت ہم اسے ڈاج دیکر اسکے غار میں داخل ہو جائینگے اور فرار ہونے کی کوشش کرینگے۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں۔" جوزف اور فریدی پانی میں تیرتے رہے۔ جوزف نے ایک مرتبہ اوپر دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ لوگ جھانک رہے ہیں۔" فریدی نے اوپر دیکھا۔ کچھ آدمیوں کے سر دکھائی دے رہے تھے۔

"لیکن وہ ہمیں دیکھ نہیں پائیں گے۔" فریدی نے کہا۔

"کیوں۔؟"

"اس وقت ہم تاریکی میں ہیں۔ جب تک دن اچھی طرح نہ نکل آئے اس وقت تک چشمے کی گہرائی میں روشنی نہیں پہونچ سکے گی۔"

"ہوں۔" وہ دونوں کچھ دیر تک خاموشی سے چشمے میں تیرتے رہے۔ پھر اچانک فریدی بولا۔

"کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہماری خوش قسمتی سے مگرمچھ اس وقت سو رہا ہو۔"

"پھر کیوں نہ ہم دیکھ لیں۔"

"ہاں دیکھ لینا چاہیئے۔" فریدی نے کہا۔ پھر دونوں تیرتے ہوئے اس دیوار کی طرف بڑھے جس میں غار کا دہانہ نظر آرہا تھا۔

"وہ ضرور سو رہا ہوگا۔" جوزف نے پر مسرت لہجے میں کہا۔ "ورنہ اب تک اپنے غار سے نکل آیا ہوتا۔"

"ہاں... ہاں... ہو سکتا ہے۔" فریدی نے کہا لیکن ابھی دروازے سے

چند فٹ کے فاصلے پر تھے کہ انہیں اچانک رک جانا پڑا۔ غار کے دہانے پر انہیں دو بہت بڑے بڑے انگارے سے دہکتے نظر آئے تھے۔ اور وہ انگارے دراصل آنکھیں تھیں۔ اس خوفناک مگرمچھ کی آنکھیں۔

"پیچھے ہٹو۔" فریدی نے کہا۔

پھر جوزف اور وہ تیرتے ہوئے تیزی سے پیچھے ہٹ گئے۔ مگرمچھ نے غار سے اپنا سر نکال کر پانی میں ڈالا۔ اور آگے کی طرف سرکا۔ پھر جب اس کی دم پانی میں گری تو ایک زوردار چھپاکا ہوا۔

وہ خوفناک مگرمچھ کسی طرح بھی بیس فٹ سے کم نہ رہا ہوگا۔

○

جولیا اور عمران نے سرنگ کے اندر گھستے ہی محسوس کیا کہ وہاں تو سرنگوں کا جال سا بچھا ہوا تھا لیکن مہنت ان لوگوں کو لئے ہوئے بڑے اطمینان سے آگے بڑھتا رہا۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ان سرنگوں کے راستے اچھی طرح جانتا ہوگا۔

دونوں مہنت عمران اور جولیا کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور مہنت اعظم آگے تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں مشعل تھی جس کی روشنی میں وہ آگے بڑھ رہے تھے۔

دس پندرہ منٹ تک چلتے رہنے کے بعد ایک کمرے میں داخل

ہوئے۔ یہ کمرہ پتھروں کو تراش کر ہی بنایا گیا تھا۔ جو چاروں طرف سے بند تھا لیکن عمران کو حیرت ہوئی کہ وہاں نام کو بھی گھٹن کا احساس نہیں تھا۔

"فی الحال تم دونوں کا قیام اس کمرہ میں ہوگا۔" مہتمت اعظم نے عمران اور جولیا سے کہا۔

"کب تک۔؟" عمران نے پوچھا۔

"جلدی کیا ہے۔" مہتمت اعظم نے خشک لہجے میں کہا۔ اور اپنی مشعل سے کمرے میں لگی ہوئی ایک مشعل روشن کر دی۔

پھر بوڑھا مہتمت اعظم اور اس کے دونوں ساتھی وہاں سے چلے گئے تھے۔ عمران نے ایک طویل سانس لی۔ اور جولیا سے بولا۔

"اس بڈھے کی نیت میں فتور معلوم ہوتا ہے۔"

"میں بھی اسی شبہے میں مبتلا ہوں۔ پہلے ہی اس بات کو سوچنا چاہیئے تھا کہ آخر اسے مجھ سے ہمدردی کیوں ہو گئی ہے۔ لیکن یہ ہم لوگوں کا کیا کرے گا؟"

"وہ ہم دونوں کی چٹنی بھی بنا سکتا ہے۔ اور مربہ بھی۔"

جولیا سوچ میں پڑ گئی۔

عمران کمرے میں ٹہلنے لگا۔ بوڑھا مہتمت انہیں وہاں چھوڑ کر باہر سے دروازہ بند کر گیا تھا۔ اس کے علاوہ کمرے سے باہر نکلنے کی کوئی راہ نہ تھی بائیں طرف کی دیوار اور چھت کے جوڑ میں آدھے فٹ کی خلا دکھائی دے رہی تھی۔ عمران ٹھیک اسکے نیچے کھڑا ہو کر اوپر دیکھنے لگا۔ مگر اسے کچھ دکھائی نہ دے سکا۔ گہری تاریکی میں کیا نظر آتا۔ لیکن عمران نے یہ

فرور محسوس کیا کہ اس چٹانی کمرے میں اسی دراڑ سے ہوا آ رہی ہے۔
پتہ نہیں کرنل فرنڈی کا کیا حشر ہوا ہوگا۔؟" جولیا بولی۔
"ابھی تو کوئی حشر نہ ہوا ہوگا۔" عمران نے کہا۔ لیکن بہت جلد کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔"
"تم بڑے درندے ہو۔"
"کیوں۔؟" عمران نے پلکیں جھپکائیں۔
"اس انداز میں ان لوگوں کا تذکرہ کر رہے ہو جیسے کوئی بات نہ ہو۔"
"اگر مجھے اپنے زندہ بچ جانے کا یقین ہوتا تو میں یقیناً رو رو کر ان لوگوں کے لئے مرثیہ پڑھتا۔"
"تو کیا تمہارا خیال ہے کہ محبت ہمیں مار ڈالے گا۔"
"وہ جو کچھ بھی کرے لیکن یہ ناممکن ہے کہ وہ خود ہمیں آزاد کر دے"
"میرا خیال ہے کہ ہمیں قتل ہرگز نہ کرے گا۔" جولیا نے کہا۔ اگر مارنا ہی مقصود ہوتا تو یہاں تک چھپا کر لانے کی کیا ضرورت تھی۔"
"اب تم کافی اچھا سوچنے لگی ہو۔ اللہ نظر بد سے بچائے رکھے۔"
"آمین۔" عمران نے کہہ کر اپنے منہ پر ہاتھ پھیرے۔
"تم اس وقت بھی گدھے پن سے باز نہیں آؤ گے۔" جولیا جھلا گئی۔
"جب انسان گدھے پن سے باز آجائے تو سمجھ لو کہ قیامت آنے میں ابھی بہت دیر باقی ہے لیکن بزرگ کہہ گئے ہیں کہ قیامت قریب ہے۔"
جولیا منہ بنا کر چپ ہو گئی۔ اس کے علاوہ کرتی بھی کیا عمران سے الجھنا اس

کے بس کا روگ نہیں تھا۔

پھر انہیں اس کمرے میں دو گھنٹے گزر گئے۔ اس وقت عمران نے دروازے پر آہٹ سنی۔ دروازہ کھولا جا رہا تھا۔ تہمت اعظم معہ دو آدمیوں کے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر فکر و تردد کے آثار تھے۔ جولیا اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔

"ہمارے دونوں ساتھیوں کا کیا ہوا۔؟"

"انہیں چشمے میں پھینک دیا گیا۔"

"اوہ" جولیا کے ہونٹ لرزنے لگے۔

عمران ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

"لیکن وہ کالا آدمی بہت سور تھا۔" تہمت نے کہا۔

"کیوں۔؟" عمران چونک کر بولا۔

"اس سے پہلے کہ ان دونوں کو چشمے میں پھینکا جائے وہ خود ہی چشمے میں کود پڑے تھے لیکن وہ کالا آدمی میرے ایک تہمت کو بھی اپنے ساتھ کھینچ کر لے گیا تھا۔"

"اوہ۔" عمران نے لب بھینچ لیا۔ "زندہ باد۔ جوزف۔"

"لیکن۔" تہمت پھر بولا۔ "آج کی صبح پوری قوم کے لئے حیرت انگیز رہی۔ میری زندگی میں کبھی ایسا نہیں ہوا۔"

"کیا ہوا۔؟"

"سرخ دھوپ... سپید دھوپ میں بدل گئی۔"

"کیا مطلب۔؟"

"جب صبح کا آغاز ہوتا ہے۔ تو سب سے پہلے پہاڑ کی چوٹی پر دھوپ نظر آتی ہے۔ اگر کہر قائم رہے تو چوٹی پر سرخی پھیلی ہوئی نظر آتی ہے ورنہ سفیدی۔"

"تو۔۔۔؟"

"سرخ دھوپ دیکھکر یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ تمہارے ان ساتھیوں کو چشمہ میں پھینک دیا جائے لیکن پھر وہ خود ہی کود گئے۔ پھر اس کے ایک منٹ بعد ہی سرخ دھوپ۔۔۔ سفید دھوپ ہو گئی۔"

"یعنی کہر غائب ہونے کی علامت۔" عمران نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں۔" بوڑھے مہت نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ کہر ختم ہو چکی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے دیوتا اور دیوی نے قربانی قبول کر لی۔ اور خوش ہو کر ہمیں قحط کے جال سے بچا لیا۔"

"ہوں۔"

"ہمارے ساتھیوں کا کیا ہوا ہوگا۔" جولیا بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"وہ اب تک ناگ دیوتا کے پیٹ میں جا چکے ہوں گے۔"

"نہیں۔ جولیا ہذیانی انداز میں چیختی ہوئی کھڑی ہو گئی تھی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے نڈھال سی ہو کر پھر اپنی جگہ پر گر پڑی۔ اب وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ عمران منہ چلاتا ہوا ٹھنڈی سانس لیکر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ بوڑھا مہت سر اکڑائے کھڑا رہا۔ اس کے دونوں ساتھی ادب سے اس کے

پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔

جولیا کچھ دیر تک سوچتی رہی پھر اسکے آنسو رکتے چلے گئے۔

"اب تم یہاں سے چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔" نہنت اعظم بولا۔

پھر اس نے ساتھیوں کو اشارہ کیا تھا۔ ان میں سے ایک داہنی طرف کی دیوار کے قریب گیا۔ اور نہ جانے کیا کیا تھا کہ کمرے میں ہلکی سی گڑگڑاہٹ ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی دیوار میں خلا پیدا ہوتی چلی گئی۔ چار فٹ چوڑا راستہ بن گیا تھا۔

"چلو۔" بوڑھے نے اسطرف اشارہ کرتے ہوئے عمران اور جولیا سے کہا۔

عمران نے قدم بڑھائے۔ اسکے پیچھے جولیا چلی۔ عمران اس خلاء سے دوسری طرف نکل گیا۔ قریب تھا کہ جولیا بھی اس طرف نکل آتی کہ ایک مضبوط ہاتھ نے جولیا کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔ جولیا کی چیخ نکل گئی۔ عمران ایک دم پلٹا تھا۔ لیکن اسی لمحہ گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ وہ خلاء تیزی سے ہموار ہو گئی۔

بوڑھے نہنت کا قہقہہ کمرے میں گونجنے لگا۔ وہی جولیا کا بازو پکڑے ہوئے تھا۔

"اب میرا اقتدار پھر پہلے کی طرح ہو جائے گا۔" بوڑھے نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

جولیا اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی اس کی طرف دیکھ رہی تھی بوڑھے نہنت نے زور سے جولیا کو جھٹکا دیا۔ اور وہ اسی جگہ پر

جاگیری جہاں اب تک بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے آنسو نکل آئے چوٹ کی وجہ سے نہیں بلکہ بے بسی کا ردعمل تھا۔

"کیا تم میرے احکامات پر عمل کرو گی؟" مہنت نے پرسکون لہجے میں پوچھا۔

"خبیث بوڑھے" جولیا دانت پیستی ہوئی بولی۔ "میں تیرے منہ پر تھوکتی ہوں۔" یہ کہہ کر جولیا نے سچ مچ اس پر تھوک دیا۔ لیکن مہنت ایک طرف ہٹ گیا۔ ورنہ تھوک مہنت اعظم کے منہ ہی پر پڑتا۔

مہنت اعظم کے دونوں ساتھی غصے میں جولیا کی طرف لپکے تھے۔ لیکن مہنت ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"نہیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ میرے لئے یہ ایک قیمتی ہیرا ہے۔" مہنت نے جولیا کی طرف اشارہ کیا۔ "میں اس ہیرے کو نقصان پہونچانا پسند نہیں کروں گا۔"

دونوں مہنت رک گئے۔ بوڑھے مہنت اعظم کے ہونٹوں پر ایک ودسی مسکراہٹ تھی۔ وہ جولیا سے بولا۔

"یہ تو لڑکی! تمہیں میرے احکامات کی تعمیل کرنا ہوگی ورنہ۔"

مہنت نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ کر ایک مہنت کو کچھ اشارہ کیا۔ وہ مہنت دیوار کی طرف گیا جس کے پیچھے عمران رہ گیا تھا۔ دیوار کے قریب اس مہنت نے پھر کوئی کل دبائی۔ ہلکی سی گڑگڑاہٹ ہوئی تھی لیکن دیوار کے ایک حصہ میں بہت معمولی سا خلا پیدا ہوا تھا۔ اگر لڑکی کو کھڑکی کہا جاتا تو غلط نہ ہوتا۔

"آؤ۔ ادھر آؤ۔" بوڑھے نے اس کھڑکی کے قریب جاکر دوسری طرف جھانکنے کے بعد جولیا سے کہا۔

"دیکھو آکر۔ تمہارا ساتھی کس حال میں ہے۔"

جولیا دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی اس کھڑکی کے قریب پہونچی جو دو فٹ لمبی اور ایک فٹ چوڑی تھی جولیا نے وہاں سے دوسری طرف جھانکا۔ اور پھر اس کے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

دوسرے کمرے میں عمران کو دیوار کے سہارے کھڑا کر دیا گیا تھا۔ اسکے دونوں ہاتھ اوپر کی طرف کرکے دیوار میں لگے ہوئے ہک کے ساتھ رسیوں سے جکڑ دیئے گئے تھے اسی طرح دونوں پیر بھی باندھ دیئے گئے تھے۔ اس وقت عمران کے جسم کا اوپری حصہ ننگا تھا۔ اور اس کے قریب ہی ایک مہیب ہاتھ میں کوڑا لئے کھڑا تھا۔ اچانک اس مہیب کا ہاتھ بلند ہوا۔ کمرے میں "شڑاپ" کی آواز گونجی۔ کوڑا عمران کے سینہ پر لگا تھا۔ جہاں ایک گہرا نیل پڑ گیا۔ عمران کے جسم کو جھٹکا سا لگا تھا۔ اس نے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔ منہ سے ذرا بھی آواز نہیں نکلی تھی۔ مگر جولیا کی چیخ نکل گئی۔

عمران کھڑکی کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"کیوں جولیا۔ تماشہ تو دلچسپ ہے نا۔؟" اس سے پہلے کہ جولیا کچھ کہتی کہ مہیب اسے گھسیٹ کر دوسری طرف لے گیا۔

"اگر تم میری بات ماننے کیلئے تیار نہیں ہوئیں تو میں اس آدمی کو کوڑے لگوا لگوا کر ادھ مرا کر دوں گا۔ تم نے اس کمرے کے فرش میں ایک بہت بڑا سوراخ بھی دیکھا ہوگا۔ اس آدمی کو ادھ مرا کر کے اس سوراخ سے نیچے پھینک دیا جائیگا۔ اسطرح وہ آدمی ناگ دیوتا کے غار میں جا گرے گا۔ اور پھر... جو کچھ بھی ہوگا وہ بتانا ضروری تو نہیں ہے۔"

جولیا نے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"آخر تو چاہتا کیا ہے۔؟"

"ضحاک سے شادی۔"

"کیا مطلب۔؟" جولیا چونکی۔

"تم ضحاک سے شادی کر لو۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔"

"تو پھر یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ تمہارا ساتھی زندہ رہے۔"

بوڑھے مہنت نے پرسکون لہجے میں کہا۔ جولیا نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔ بوڑھا مہنت اس کھڑکی کے قریب گیا۔ جہاں اس نے کچھ اشارہ کیا تھا۔ فوراً ہی دوسری طرف سے شڑاپ شڑاپ کی آوازیں آنے لگیں۔ عمران کے جسم پر کوڑے لگ رہے تھے۔

"نہیں۔" جولیا چیخ پڑی۔ "نہیں ظالم... یہ نہ کر۔"

"تو پھر میری شرط منظور کر لو۔"

"اس بڈھے کی شرط کیا ہے جولیا۔؟" عمران کی آواز آئی۔ لیکن جولیا نے اسے جواب دیئے بغیر آہستہ سے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"مجھے منظور ہے۔"

"بہت خوب۔" مہنت اعظم نے خوش ہو کر کہا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر اس نے کھڑکی سے کچھ اشارہ کیا تھا۔ دوسرے کمرے سے کوڑے پڑنے کی آوازیں آنا بند ہو گئیں۔ پھر کھڑکی بھی بند کر دی گئی۔ جولیا پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

"میری بات سنو۔" مہنت اسکی آہ و زاری کی پرواہ کئے بغیر بولا۔

"کیا تم نے قصاب سے کہا تھا کہ تم شادی شدہ ہو۔"

جولیا نے چونک کر مہنت کیطرف دیکھا۔ وہ اب بھی رو رہی تھی لیکن حیرت کے اس ذہنی جھٹکے نے اس کے آنسو روک دیئے۔

"تمہیں کیسے معلوم؟" جولیا نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"اس سے تمہیں کوئی غرض نہ ہونا چاہیئے۔" بوڑھے نے خشک لہجہ میں کہا جولیا چپ ہو گئی۔

"میری بات کا جواب دو۔" مہنت اعظم پھر بولا۔

"ہاں میں نے اس سے کہا تھا۔"

"اپنا شوہر کسے ظاہر کیا تھا۔؟"

"اسی آدمی کو جو ادھر ہے۔" جولیا نے دیوار کی طرف اشارہ کیا۔

"میرا اندازہ بھی یہی تھا۔ لیکن کیا واقعی وہ تمہارا شوہر ہے؟"

"نہیں۔" جولیا کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔

"چلو یہ اور اچھی بات ہے۔" بوڑھے مہنت کے ہونٹوں پر ایک مکروہ سی مسکراہٹ ابھری جولیا خاموش رہی۔

مہنت اعظم پھر بولا۔ تھوڑی دیر بعد میں ضحاک کو لیکر یہاں آؤں گا ممکن ہے وہ تم سے اس آدمی کے بارے میں پوچھے جسے تم نے اپنا شوہر بنایا تھا جواب میں تم اسے بتا دو گی کہ وہ آدمی مر چکا۔ اسے سانپ نے اس وقت ڈس لیا تھا جب میں تمہیں اور اسے لیکر محل سے یہاں آ رہا تھا۔ اگر ضحاک لاش کے بارے میں پوچھے تو کہہ دینا۔ اس کے بارے میں تمہیں کچھ نہیں معلوم۔ میں پھر جب ضحاک کو معلوم ہو جائیگا کہ تمہارا شوہر مر گیا ہے تو وہ تم سے شادی کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ وہ ایسی عورت سے شادی کرنے کے لئے تیار نہیں جسکا شوہر زندہ ہو۔" جولیا اب بھی خاموش رہی۔

"لیکن۔ مہنت اعظم پھر بولا۔ اگر تم نے ضحاک کو یہ بتا دیا کہ وہ آدمی زندہ ہے تو یقین کرو کہ تم اس کا ثبوت پیش نہ کر سکو گی ضحاک کو اتنی ہمت نہ ہو گی کہ وہ ناگ دیوتا کے غار میں اتر کر تمہارے ساتھی کو دیکھ سکے۔ اور ضحاک سے شادی ہو جانے کے بعد میں تمہارے ساتھی کو یہاں سے زندہ نکال دوں گا۔ کیا تم میری بات سمجھ رہی ہو۔"

"میں کیسے یقین کر لوں کہ تم اسے زندہ چھوڑ دو گے۔"

"تمہیں مجھ پر اعتماد کرنا ہو گا۔"

"تم پر ایک بار اعتماد کیا جا چکا ہے۔" جولیا نے زہریلے لہجہ میں کہا۔

بوڑھے نے لاپروائی سے اپنے شانوں کو جنبش دی۔ اور بولا۔
"تمہیں میری بات منظور ہے یا نہیں؟"
جولیا سوچ میں پڑ گئی۔ تھوڑی دیر کی خموشی کے بعد مہنت پھر بولا۔
"جواب دو لڑکی۔"
"منظور ہے" جولیا نے طویل سانس لیکر کہا۔ کیونکہ اسکے علاوہ کوئی چارہ کار بھی نہ تھا۔ اگر وہ انکار کر دیتی تو عمران کی زندگی کو یقینی خطرہ تھا۔ اور اب اس بات کی تھوڑی بہت امید تھی کہ مہنت اعظم اپنے وعدے پر قائم رہے۔ عمران کے لئے جولیا نے اپنے آپ کو داؤ پر لگا دیا تھا۔
"خوب بہت خوب۔" مہنت نے خوش ہو کر کہا۔ اب میں جا رہا ہوں ضحاک کو لیکر آؤں گا۔" جولیا کچھ نہ بولی۔ بوڑھا مہنت اعظم اپنے ساتھیوں کو لیکر وہاں سے چلا گیا۔
جولیا بت بنی بیٹھی رہی۔ اسکی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو گیا۔ اس کی اور ضحاک کی شادی۔؟ اس نے اپنی زندگی میں کبھی خیال بھی نہ کیا تھا کہ اسے اپنے دل پر جبر کر کے ایک ایسے آدمی سے شادی کرنا ہو گی جو ایک وحشی قوم کا فرد ہو گا۔ اچانک جولیا کو فریدی اور جوزف کا خیال آیا۔ کیا وہ دونوں ناگ دیوتا کی خوراک بن چکے ہوں گے۔ یہ بات تو ممکن نہیں کہ وہ اس خوفناک مگرمچھ کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گئے ہوں گے۔؟ اور حمید... اور طارق..؟ جولیا سوچ رہی تھی کہ ضحاک سے شادی ہو جانے کے بعد وہ اس قوم کی ملکہ ہو گی۔ اسکے بھی کچھ اختیارات

ہوں گے وہ حمید اور طارق کو بچالے گی۔ اگر اسکو اختیارات حاصل نہ بھی ہوں تو کیا ہے۔ ضحاک تو با اختیار ہے۔ وہ اسے مجبور کر دے گی کہ وہ حمید اور طارق کو بچالے۔۔۔ مگر۔۔۔ اچانک جولیا کو خیال آیا کہ آخر بوڑھے مہنت نے چال کیا چلی وہ اس کی اور ضحاک کی شادی کرا کر کیا فائدہ حاصل کرے گا۔ آخر اس شادی سے اسکا مقصد کیا ہے؟ شادی۔۔ شادی۔ شادی۔ جولیا کے ذہن پر تھوڑے سے لمحے لگے اسکی سانس پھول گئی۔ اور اچانک اس نے فیصلہ کیا کہ وہ ضحاک سے شادی نہ کرے گی۔ ضحاک کو بتا دیگی کہ اس کا شوہر عمران زندہ ہے۔ یہ سب کچھ معلوم ہو جانے کے بعد ضحاک اس سے شادی نہ کرے گا ہو سکتا ہے کہ وہ جولیا کا ساتھ دے ہو سکتا ہے کہ وہ عمران کو بھی بچالے۔ جولیا سوچتی رہی اور وقت گزرتا رہا۔ اچانک جولیا اٹھ کر اس دیوار کے قریب گئی جس کے دوسری عمران تھا۔ نہ جانے اب وہ کس حالت میں ہو۔ جولیا اسکے بارے میں سوچتی ہوئی دیوار کو ہر طرف سے ٹٹولنے لگی وہ اس "شے" کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہی تھی جس سے دیوار کا میکنزم حرکت میں آتا تھا لیکن تلاش بسیار کے بعد بھی وہ اپنی جستجو میں ناکام رہی۔ پھر تھک ہار کر واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔ بوڑھے مہنت کو گئے ہوئے آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا وہ ان حالات پر غور کرنے لگی جو اب تک پیش آتے رہے تھے۔ اس منحوس مہم کا آغاز فریدی کے تار سے ہوا تھا تار دیکر اس نے عمران جوزف اور جولیا کو بلایا تھا وہ سب طارق کی سرکردگی میں اس وحشی قوم کی تلاش میں روانہ ہوئے تھے۔ یہاں آکر جولیا اور جوزف

اس قوم کے دیوی اور دیوتا بن گئے تھے۔ طارق کو امید ہو گئی تھی کہ وہ تمام بیش بہا لعل حاصل کرلے گا جس کو یہ وحشی قوم اپنے دیوتا کے آنسو کہتی تھی لیکن پھر اچانک حالات بدل گئے۔ پوری قوم جولیا جوزف اور ان کے ساتھیوں کے خلاف ہو گئی۔ بوڑھے مہنت اعظم نے جولیا اور عمران کو پکانے کا وعدہ کیا۔ فریدی اور جوزف اس چبوترے میں پھینک دیئے گئے اور کہر بھی غائب ہو گئی۔ کاش! یہ کہر ایک دن پہلے غائب ہوئی ہوتی تو اس وقت حالات کا رخ کچھ اور ہی ہوتا۔

جولیا سوچ رہی تھی کہ دروازے پر کھڑکھڑاہٹ ہوئی۔ دروازہ کھولا جا رہا تھا جولیا سنبھل کر بیٹھ گئی تھی۔ غالباً مہنت اعظم ضحاک کو لے کر آگیا تھا۔

"اب کیا ہوگا۔۔۔؟

اب کیا ہوگا۔۔ ؟

جولیا کے دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔

○

معمولی بات نہیں تھی۔ اس خوفناک مگرمچھ سے مقابلہ کرنا۔ لیکن فریدی اور جوزف اس سے لڑنے کا تہیہ کر چکے تھے شاید جوزف تو بدرجہ مجبوری اسکے لیے تیار ہوا تھا لیکن فریدی کے دل میں اس مگرمچھ سے مقابلہ کرنے کی امنگ پیدا ہو گئی تھی۔ مگرمچھ سے مقابلہ اس کے لئے ایک دلچسپ

اور سنسنی خیز تجربہ ہوتا۔ اور فریدی تجربات کا شائق تھا۔ ہر وہ تجربہ کرنے کیلئے تیار رہتا تھا جس میں جان جانے کا خطرہ بھی موجود ہو۔

فریدی کی اس بات کے جواب میں حمید اکثر کہا کرتا تھا۔

"کسی دن زہر چکھنے کا تجربہ نہ کر ڈالیے گا۔" لیکن اس خوفناک مگرمچھ سے مقابلہ کا ارادہ کرنا بھی زہر چکھنے کے مترادف تھا۔

فریدی اور جوزف تیرتے ہوئے اس چشمے کے دوسری طرف نکل گئے تاکہ ایک دو منٹ اس خوفناک مگرمچھ سے دور رہ کر اس سے مقابلہ کیلئے تیار ہونے کے علاوہ "جنگ" کا طریقہ بھی متعین کر سکیں۔

"جوزف۔" فریدی بولا۔

"یس کرنل۔"

"ہمیں یکجا نہیں رہنا چاہیئے۔"

"میرا خیال بھی یہی ہے کرنل۔"

"ہمیں چاہیئے کہ الگ الگ رہ کر اس موذی پر حملہ کریں۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔" جوزف نے کہا۔

خوفناک مگرمچھ پانی کی سطح پر تیرتا ہوا تیزی سے ان کی طرف آرہا تھا۔ فریدی اور جوزف ایک دوسرے سے دور ہوتے چلے گئے۔ انہوں نے اپنے اپنے خنجر ہاتھ میں لے رکھے تھے۔

فریدی نے ڈبکی لگائی اور چشمے کی گہرائی میں ڈوبتا چلا گیا۔ پانی اتنا صاف و شفاف تھا کہ آنکھیں کھولنے میں تکلیف کا احساس نہیں

ہو رہا تھا۔ اور ہر چیز صاف نظر آ رہی تھی۔
مگرمچھ کا رخ جوزف کی طرف ہو گیا۔ جوزف پانی کی سطح پر ہی تھا۔ وہ ایک جگہ رک کر مگرمچھ کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگے۔ مگرمچھ تیزی سے قریب آتا جا رہا تھا اسکی انگارہ سی آنکھوں کی چمک میں اضافہ ہو گیا تھا۔ جب وہ ایک گز کے فاصلہ پر رہ گیا تو جوزف نے اچانک ڈبکی لگائی اور اندر ہی اندر تیرتا ہوا تین چار گز آگے نکل گیا۔ پھر جب وہ پانی کی سطح پر ابھرا تو مگرمچھ کے پیٹ کے قریب تھا۔ جوزف نے اپنا ہاتھ بلند کیا۔ خنجر پوری قوت سے مگرمچھ کے مارا۔ لیکن خنجر ایک انچ سے زیادہ مگرمچھ کے جسم میں پیوست نہ ہو سکا۔
مگرمچھ تیزی سے پلٹا۔ لیکن جوزف نے پھر ڈبکی لگائی۔ اب فریدی اور جوزف پانی کی گہرائیوں میں تھے۔ مگرمچھ بھی پانی کی گہرائی میں اترنے لگا۔ اب اسکا رخ فریدی کیطرف تھا۔ فریدی نے تیزی سے تیرنا شروع کیا وہ سوچ رہا تھا کہ حملہ کرنے سے پہلے مگرمچھ کو تھکا دیا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ وہ مگرمچھ اتنا بڑا اور بھاری بھرکم تھا کہ پھرتی سے ادھر ادھر مڑنا اسکے لئے ناممکن تھا۔ پھر اگر وہ تھک بھی جاتا تو اس کی حالت بالکل ہی ابتر ہو جاتی۔ اس وقت اس کے خلاف کوئی جارحانہ اقدام زیادہ زود اثر ثابت ہوتا۔
مگرمچھ کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ فریدی اسے پندرہ بیس منٹ تک پانی میں ادھر ادھر دوڑاتا رہا۔ پھر اسی دوران میں اچانک

مگرمچھ کی نظر جوزف پر پڑ گئی اور وہ فریدی کو چھوڑ کر جوزف کے پیچھے لگ گیا۔

فریدی مستقل آدھے گھنٹے سے اپنی سانس روکے پانی کی گہرائیوں میں تیرتا رہا تھا۔ اب اسے موقع ملا تو وہ پانی کی سطح پر ابھرا اور لمبی سانسیں لینے لگا۔

جوزف نے فریدی کی حرکت دیکھ لی تھی اور اسکا مقصد بھی سمجھ گیا تھا اسلئے وہ بھی مگرمچھ کو پانی میں ادھر ادھر دوڑاتا پھرا لیکن وہ فریدی کی طرح آدھے گھنٹے تک سانس نہیں روک سکتا تھا۔ سات منٹ کے بعد ہی وہ سانس لینے کے لیے سطح پر آنے پر مجبور ہو گیا۔

مگرمچھ اب کچھ جھنجھلا سا گیا تھا۔ اس نے اپنی رفتار میں تیزی پیدا کر دی اور جوزف کی طرف لپکا۔ اتنی دیر میں جوزف سانس لے چکا تھا۔ اس نے ڈبکی لگائی اور مگرمچھ کی زد سے نکل گیا۔

فریدی جوزف سے کچھ فاصلے پر تھا۔ اور اب سوچ رہا تھا کہ اب اسے جارحانہ قدم اٹھانا چاہیئے۔ اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ چشمے کی دیواروں سے اوپر مندر میں کافی روشنی موجود ہے وہ روشنی مشعلوں کی بھی نہیں معلوم ہو رہی تھیں لیکن اسے سورج کی روشنی کیسے سمجھ لیا جاتا جبکہ فریدی کی دانست میں ابھی کہر نہیں چھٹا تھا۔

اوپر سے شور و غل کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی حیرت انگیز بات ہو گئی ہو۔ شور مچانے والے

لوگوں کا لہجہ تحیر آمیز تھا لیکن فریدی نہ سمجھ سکا کہ ایسا کیوں ہے۔

دوسری طرف جوزف مگرمچھ کو ادھر سے ادھر نچاتا پھر رہا تھا۔ اب فریدی نے اسکے پیچھے ڈبکی لگائی۔ اب آگے آگے جوزف تھا اسکے پیچھے مگرمچھ۔ اور اسکے بعد فریدی۔ فریدی نے پوری قوت سے ہاتھ پیر مارنا شروع کئے اور مگرمچھ کے قریب ہوتا چلا گیا۔

مگرمچھ اس بات سے بے خبر تھا کہ ایک خطرہ اس کے پیچھے آرہا ہے وہ برابر اس کوشش میں تھا کہ جوزف کو پالے۔ مگر جوزف بھی تیرنے میں شاید اپنی پوری قوت صرف کر رہا تھا۔

فریدی مگرمچھ کے قریب پہونچکر اسکے نیچے نیچے تیرنے لگا۔ وہ اس وقت مگرمچھ کی دم کے نیچے تھا۔ پھر آہستہ آہستہ اسکے پیٹ کے قریب پہونچا۔ اور ایک منٹ بعد ہی وہ مگرمچھ کے دہانے کے نیچے تھا۔ اب فریدی نے اوپر اٹھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ مگرمچھ کے اوپر پہونچ گیا اب مگرمچھ کی نظریں اس پر پڑیں لیکن اس سے پہلے کہ وہ فریدی پر حملہ کرنے کی کوشش کرتا فریدی اسکے خوفناک دہانے کے اوپری حصے سے چمٹ گیا۔

اب مگرمچھ بار بار منہ پھاڑنے لگا۔ اسکے ساتھ ہی فریدی اوپر نیچے ہونے لگا کیونکہ جب مگرمچھ منہ پھاڑتا تو اسکے دہانے کا اوپری حصہ بلند ہو جاتا لیکن اس طرح اسکے علاوہ کچھ نہ ہو سکا کہ پانی کی وافر مقدار مگرمچھ کے پیٹ میں پہنچ گئی۔ فریدی اس کی زد میں نہ آسکا تھا۔ فریدی نے پانی

یں اپنا ہاتھ مگرمچھ کی انگارے کی طرح دہکتی ہوئی آنکھ کی طرف بڑھایا۔
مگرمچھ کو دو اندھا کر دینا چاہتا تھا۔ لیکن اچانک مگرمچھ نے پانی میں
قلابازی کھائی فریدی نے فوراً دونوں ہاتھوں سے اپنی گرفت مضبوط
کر لی۔ اور وہ اس مقصد میں تو کامیاب ہو گیا تھا لیکن خنجر اس کی
گرفت سے نکل گیا۔ اور پانی کی گہرائی میں ڈوبتا چلا گیا۔

جوزف تھوڑے ہی فاصلے سے یہ تماشہ دیکھ رہا تھا۔ فریدی کے ہاتھ سے
خنجر گرتے ہی جوزف اس کی طرف لپکا اور خنجر کے قریب پہونچکر اسے پکڑ لیا۔
مگرمچھ برابر قلابازیاں کھا رہا تھا۔ تاکہ فریدی اس کے اوپر سے
نکل جائے لیکن فریدی نے اس پر گرفت مضبوط رکھنے کے لئے جان توڑ کوشش
کر ڈالی۔ جب مگرمچھ نے دیکھا کہ یہ حربہ اسکا کامیاب نہ ہو سکیگا تو اس
نے قلابازیاں کھانی ترک کر دیں اور تیزی سے واپس اس دیوار کی
طرف چلا جہاں اسکا غار تھا۔

فریدی نے سوچا اگر مچھ نے اپنے غار میں پہونچنے کے بعد لوٹ لگائی
کیا ہوگا یقینی طور پر فریدی کی ہڈیوں کا چورا ہو جاتا مگرمچھ کا وزن
معمولی نہیں تھا۔

اتنے میں جوزف تیرتا ہوا مگرمچھ کے اوپر فریدی کے قریب آگیا۔
فریدی نے اسکے ہاتھ سے خنجر لے لیا۔ اتنے میں مگرمچھ پانی کی سطح پر ابھر
آیا تھا اور جس دیوار میں مگرمچھ کا غار تھا وہ اب چند گز کے فاصلہ پر
رہ گیا تھا۔

چند گز کا فاصلہ جو آدھے منٹ میں طے ہو جاتا۔ صرف آدھا منٹ۔ ایک معمولی وقفہ۔ فریدی کو اسی معمولی وقفے میں اپنا کام کر گزرنا تھا۔ اسکا وہ ہاتھ بلند ہوا جس میں خنجر تھا۔ مگرمچھ کی دائیں آنکھ فریدی کے دسترس میں تھی۔ ایک بھرپور وار ہوا۔ اور خنجر اس کی آنکھ میں پیوست ہوتا چلا گیا۔ مگرمچھ کے منہ سے بھیانک آواز نکلی۔ اس کی آنکھ سے خون بہنے لگا۔

فریدی نے فوراً خنجر نکالنے کی کوشش کی تھی۔ مگر ناکام رہا۔ خنجر کسی جگہ اٹک گیا تھا۔

مگرمچھ کا جسم ایک بار بڑی زور سے کانپا۔ اور پھر اس نے پانی میں غوطہ لگایا۔ اس مرتبہ اس کے جسم کا جھٹکا اتنا زبردست تھا کہ فریدی اچھل کر اس سے الگ ہو گیا۔ اس کی گرفت چھوٹ گئی۔

مگرمچھ اس انداز میں چشمے کے اندر چکر کاٹنے لگا جیسے پاگل ہو گیا ہو۔ تکلیف کی شدت نے اسے بے چین کر دیا تھا۔

فریدی پانی کی سطح پر ابھرا تاکہ سانس لے سکے۔ جوزف بھی اس کے ساتھ ہی ابھرا تاکہ سانس لے سکے۔ اسکی سانس بری طرح پھولی ہوئی تھی۔

"اپنا خنجر مجھے دو۔" فریدی نے اس سے کہا۔

جوزف اپنا خنجر اسے دیتا ہوا بولا۔

"کیا خنجر اس کی آنکھ سے نکل نہیں سکا۔؟"

"تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ یہ کہہ کر فریدی نے پانی میں غوطہ لگایا۔ وہ مگرمچھ کو اب زیادہ موقع نہیں دینا چاہتا تھا لیکن جیسے ہی اس نے غوطہ لگایا مگرمچھ سطح پر ابھر آیا۔ اب فریدی کو بھی دوبارہ پانی کے اوپر آنا پڑا۔

مگرمچھ کے منہ سے خوفناک آوازیں نکل رہی تھیں۔ داہنی آنکھ سے سیاہی مائل خون بہہ رہا تھا اس کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی کیونکہ خنجر اب بھی اس کی آنکھوں میں پیوست تھا۔

فریدی محتاط انداز میں اسکی طرف بڑھا۔ اس مرتبہ بھی اس نے پشت سے حملہ کرنا مناسب سمجھا تھا۔ وہ آگے بڑھتا ہوا مگرمچھ کے قریب پہونچ گیا۔ لیکن اس مرتبہ مگرمچھ نے اسے پہلے ہی دیکھ کر پانی میں غوطہ لگا دیا شاید وہ فریدی سے خوفزدہ ہو گیا تھا۔

فریدی اور جوزف نے بھی پانی میں غوطہ لگایا۔ اب وہ دونوں ہی اس خوفناک مگرمچھ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جلد ہی وہ مگرمچھ کے قریب پہونچ گئے۔ اسی وقت مگرمچھ پانی کی سطح کے قریب پہونچ گیا لیکن جس وقت وہ اوپر پہونچا ہے۔ تو فریدی اسکے اوپر سوار ہو چکا تھا۔ مگرمچھ نے پھر قلابازی کھائی۔ لیکن فریدی کو گرانے میں ناکام رہا۔ فریدی نے دونوں ہاتھوں سے اسے اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔ اور خنجر کو اس نے دانتوں سے دبا رکھا تھا مگرمچھ نے کئی قلابازیاں کھائیں اور اس کے بعد وہ تیزی سے اپنے غار کی طرف بڑھنے لگا۔ فریدی تھا کہ غار تک پہونچنے سے پہلے ہی اس کی دوسری آنکھ پھوڑ دی جائے۔

فریدی ہوشیاری اور پھرتی کے ساتھ اسکے بدن پر آگے کی طرف سرکنے لگا۔ پھر دہانے کے قریب پہونچنے میں بھی کامیاب ہوگیا۔ مگرمچھ نے جب محسوس کیا کہ فریدی کہاں پہونچ چکا ہے تو غالباً اس نے گھبراکر دوبارہ پانی میں غوطہ لگا دیا۔ لیکن فریدی برابر اس سے لپٹا رہا اب وہ اسے اندھا کئے بغیر ہرگز نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ مگرمچھ نے پھر قلابازیاں کھانا شروع کر دیں۔ فریدی اس سے بدستور لپٹا رہا اور اس تاک میں رہا کہ مگرمچھ آدھے منٹ کے لئے قلابازیاں بند کر دے تو وہ اپنا کام کر گزرے۔ پھر آخرکار فریدی کو موقع مل ہی گیا۔ مگرمچھ سست پڑا ہی تھا کہ فریدی کا ہاتھ کام کر گیا۔ خنجر کا پھل مگرمچھ کی بائیں آنکھ میں گھستا چلا گیا۔ فریدی نے جھٹکے سے خنجر کھینچ لیا۔ اس خنجر کو نکالنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی تھی۔ اب فریدی مگرمچھ سے الگ ہوگیا۔

مگرمچھ کی دونوں آنکھیں پھوٹ چکی تھیں۔ اور ان سے سیاہی مائل خون بہہ رہا تھا۔ مگرمچھ پانی کی سطح پر پہونچ گیا۔ اس کی حالت بہت ہی خراب تھی۔ اس کے حلق سے کریہ ناک آوازیں نکل رہی تھیں اور اب وہ چشمے کی دیواروں سے ٹکراتا پھر رہا تھا۔ غالباً اسے اپنے غار کی تلاش تھی۔ مگر وہ اسے کیسے ملتا جبکہ آنکھیں پھوٹ چکی تھیں۔

فریدی اور جوزف کچھ فاصلے سے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔

"آپنے تو کمال کر دیا کرنل" جوزف بولا۔ اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں تھی اس خوفناک مگرمچھ کو ختم کرنے کی۔"

"ہوں۔"

"لیکن اب۔" جوزف کا انداز سوالیہ تھا۔

فریدی کوئی جواب دیئے بغیر اوپر کی طرف دیکھنے لگا۔ اوپر مندر میں لوگ اب بھی شور مچا رہے تھے۔ اور بہت سی گردنیں بھی جھانک رہی تھیں۔ اب چشمے کی گہرائی میں بھی کچھ روشنی پھیل گئی تھی۔ اوپر سے دیکھنے والوں نے فریدی اور جوزف کو دیکھ لیا ہوگا۔ لیکن فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے شاید انہیں پہچان نہ سکے ہوں گے۔

"یہ شور کیوں مچا رہے ہیں۔" جوزف بولا۔

"اسلئے کہ ہم نے ان کے ناگ دیوتا کو اندھا کر دیا ہے۔ وہ لوگ بھی اپنے دیوتا کی چیخیں سن رہے ہوں گے۔"

"تب تو پھر یہ لوگ ہمیں ختم کرنے کی کوئی اور کوشش کریں گے۔"

"میرا خیال اس کے برعکس ہے۔"

"یعنی۔؟"

"وہ اب ہم سے خوفزدہ ہو گئے ہوں گے۔ کیونکہ ہم نے انکے دیوتا کو بھی اندھا کر ڈالا ہے۔ ممکن ہے وہ لوگ ہمیں اس چشمے سے نکالنے کی کوشش کریں اور نہیں پھر دیوتا تسلیم کر لیں۔ اوپر کافی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ روشنی سورج ہی کی ہو سکتی ہے۔"

"تو کیا کہر چھٹ گیا ہے۔"

"میں یہی سوچ رہا ہوں۔"

جوزف خاموش ہو کر مگرمچھ کی طرف دیکھنے لگا۔ جوان دونوں کی طرف آ رہا تھا۔ شاید اس نے ان دونوں کی آوازیں سن لی تھیں۔

جوزف نے فریدی کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ فریدی نے اسے اشارہ کیا۔ پھر ان دونوں نے غوطہ لگا دیا۔ اور تیر کر جب دوسری طرف نکلے تو انہوں نے اپنے آپ کو اس دیوار کے قریب پایا۔ جس میں مگرمچھ کی کمین گاہ تھی۔

مگرمچھ دوسری طرف کی دیوار سے سر ٹکرا رہا تھا۔

"اب ہمیں اس غار میں داخل ہونا چاہیئے۔" فریدی نے کہا۔

"لیکن اس غار کا دہانہ پانی کی سطح سے اونچا ہے۔"

"ایک معمولی سی جست ہمیں اس تک پہونچا دے گی۔"

"تو پھر آیئے۔"

وہ دونوں دیوار کے بالکل قریب پہونچ گئے۔ فریدی نے پہل کی۔ اس کے ہاتھ غار تک پہونچ گئے۔ ہتھیلیاں اوپر ٹک گئی تھیں پھر فریدی نے اپنا سارا وزن ہتھیلی پر ڈال کر اوپر اٹھنا شروع کیا۔ ایک منٹ کی کوشش کے بعد وہ غار میں پہونچ گیا۔

جوزف ابھی پانی میں ہی تھا۔ اوپر پہونچنے کے بعد فریدی نے اپنے ہاتھ نیچے کی طرف بڑھائے۔ جوزف نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے فریدی نے انہیں پکڑ کر جوزف کو بھی اوپر کھینچ لیا۔

مگرمچھ اب بھی دیواروں سے سر ٹکراتا پھر رہا تھا۔ اس کی کرب ناک

آوازیں چشمے میں گونج رہی تھیں۔ اچانک اوپر سے ایک رسی کا سرا آکر چشمے کے پانی میں گرا۔

"کیا مطلب۔؟" جوزف نے پلکیں جھپکائیں۔

"غالباً وہ لوگ چاہتے ہیں کہ ان کا دیوتا اس رسی کو پکڑ کر اوپر پہونچ جائے۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ۔" جوزف نے اپنے موٹے موٹے ہونٹ سکوڑ لئے۔

"یس اب دیر نہ کرو۔" فریدی نے کہا۔

"کیا مطلب۔؟" جوزف چونک کر فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"اس رسی کو پکڑ کر اوپر چلے جاؤ۔"

"اوپر پہونچتے ہی اگر انہوں نے مجھے ختم کر دیا تو۔؟"

"مجھے یقین ہے کہ ایسا نہ ہوگا۔"

"ہوں۔" جوزف سوچ میں پڑ گیا۔

"لیکن اب جلدی کرو۔" فریدی نے کہا۔

"پہلے آپ جائیے۔"

"میں تو جاؤں گا ہی نہیں پہلے اور بعد کا کیا سوال۔؟"

"کیوں۔؟" آپ کیوں نہیں جائیں گے۔"

"اس لئے کہ ان لوگوں نے تو اپنی دانست میں تمہیں اور جولیا کو پھینکا تھا۔ اب اگر جولیا کے بجائے میں اوپر پہونچا تو وہ لوگ ذہنی جھٹکے سے دوچار ہوں گے۔"

"مگر جب مجھ سے پوچھیں گے کہ دیوی کہاں گئی۔ تو میں کیا جواب دوں گا۔"

"اتنا ہی جواب کافی ہوگا کہ دیوی فی الحال ان لوگوں سے ناراض ہو کر کہیں چلی گئی ہے۔"

"یعنی چشمہ ہی سے غائب ہو گئی۔" جوزف نے کہا۔

"دیوی میں اتنی کرامات تو ہونا ہی چاہیئے۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"ہوں۔ لیکن آپ کہاں جائیں گے۔"

"میں اس غار کے راستے سے دوسری طرف پہونچوں گا۔ اور پھر وہاں سے واپس لیٹی میں پہونچوں گا۔"

"اور اگر کہیں آپ کو وہ راستہ نہ ملا۔؟"

"تم خواہ مخواہ دیر کر رہے ہو۔" فریدی نے جھلا کر کہا۔

جوزف نے ایک طویل سانس لیکر پانی میں چھلانگ لگا دی اور تیرتا ہوا اس طرف بڑھا جہاں رسی کا سرنگ لٹک رہا تھا۔ اس کے قریب پہونچکر اس نے سر پکڑ لیا۔ پھر رسی کو جھٹکا دیا۔ جس سے اوپر والوں کو معلوم ہو جائے کہ اس نے رسی پکڑ لی ہے۔

فوراً ہی اوپر سے رسی کھینچی جانے لگی۔

فریدی جوزف کو رسی کے ساتھ بلند ہوتے دیکھتا رہا آہستہ آہستہ جوزف اوپر ہوتا جا رہا تھا۔

فریدی کی نظریں اس پر جمی رہیں۔ یہاں تک کہ جوزف اوپر جا کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

فریدی نے ایک طویل سانس لی۔ اور غار کے اندر کی طرف مڑ گیا۔
یہاں بہت زیادہ بدبو تھی ہڈیوں اور سڑے ہوئے گوشت کی بو یہ
ان لوگوں کا گوشت اور ہڈیاں تھیں جو اس خوفناک مگرمچھ کا شکار ہو گئے تھے
فریدی سانس روک کر آگے بڑھنے لگا۔ وہ بدبو ناقابل برداشت
تھی۔ اچانک فریدی ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس نے کسی کے کراہنے کی آواز
سنی تھی۔ فریدی نے رک کر اس آواز کی سمت کا اندازہ کرنے کی کوشش
کرنے لگا۔
آواز ایسی تھی جیسے کوئی بیماری کی وجہ سے کراہ رہا ہو۔ غار میں
تاریکی تھی اور کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن اچانک فریدی کی نظریں
داہنی طرف گئیں تو اس نے روشنی دیکھی۔ وہ روشنی غار کی چھت سے غار میں
پڑ رہی تھی۔
فریدی تیزی سے اسکی طرف بڑھا۔ روشنی میں پہونچکر اس نے اوپر
کی طرف دیکھا۔ غار کی چھت کا وہ سوراخ کافی بڑا تھا۔ اور اسی میں سے
روشنی غار میں آ رہی تھی۔
وہ کسی مشعل کی روشنی معلوم ہو رہی تھی۔ فریدی نے یہ بھی محسوس کیا
کہ کراہنے کی آواز اوپر ہی سے آ رہی ہے۔ آواز کچھ مانوس بھی معلوم ہو رہی تھی
فریدی غور کرنے لگا۔ ہلکا سا گمان اسے یہ ہوا کہ وہ آواز عمران کی
ہے لیکن پھر اس نے سوچا کہ کراہنے والا عمران کیسے ہو سکتا ہے۔
کراہنے کے علاوہ اور کسی قسم کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ فریدی

نے سوچا کہ آواز دے لیکن پھر کچھ سوچ کر چپ ہو گیا۔ آواز دینے میں احتمال بھی تھا۔ کہ وہ کسی خطرے میں نہ پڑ جائے۔ کمرا ہلنے والا نہ جانے کون ہو؟

○

دروازہ کھلا۔

سب سے پہلے ضحاک ہی اندر آیا تھا۔ جولیا کو دیکھ کر وہ صرف ایک لمحے کیلئے ٹھٹکا۔ پھر اسکے ہونٹوں پر مسرت انگیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ آگے بڑھا۔ اس کے پیچھے بوڑھا تہمت اعظم اور اسکے دونوں ساتھی تھے۔

ضحاک قریب آکر جولیا کے سامنے دوزانو ہو گیا۔ پھر بولا۔

"اے دیوی! تجھے زندہ دیکھ کر مجھے اتنی خوشی ہوئی ہے کہ زندگی میں کبھی نہیں ہوئی تھی۔ میں جانتا ہوں کہ تو دیوی نہیں ہے لیکن میں تجھے اب بھی دیوی کہوں گا۔ کیونکہ تو حسن کی دیوی ہے۔"

جولیا نے بوڑھے تہمت کی طرف دیکھا اور پھر ضحاک سے بولی۔

"تم اب کیا چاہتے ہو ضحاک۔"

"مجھے بتایا گیا تھا کہ تیرا شوہر مر چکا ہے؟ کیا یہ سچ ہے!"

جولیا نے کچھ جواب دینے کی کوشش کی۔ مگر ناکام رہی۔ اس نے اچانک محسوس کیا تھا کہ اسکا حلق خشک ہو گیا ہے۔ اسکے ہونٹ کھلے اور پھر بند

ہو گئے۔ اسکے حلق سے آواز نہیں نکل سکی تھی۔

بوڑھا مہت اعظم ضحاک کی پشت پر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے جولیا کو گھورتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ اور پھر اس دیوار کی طرف دیکھنے لگا۔ جس کے پیچھے عمران قید تھا۔

جولیا اس کے خاموش چیلنج کو سمجھ گئی۔ بوڑھے خبیث کا مطلب اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ کہ اگر جولیا نے اس سلسلے میں ضحاک کو ایک لفظ بھی بتایا تو عمران کو ختم کر دیا جائے گا۔

"جواب کا منتظر ہوں میں... اے دیوی۔!" ضحاک بولا۔

"ہاں۔" جولیا نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔

ضحاک نے ایک طویل سانس لی۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اس کو جولیا کے اس جواب سے خوشی ہوئی ہو۔ لیکن شائد وہ اندازہ نہیں کر سکا تھا۔ کہ جولیا نے جواب دینے میں ہچکچاہٹ کیوں محسوس کی تھی اور اب جواب دیتے وقت اس کی آواز گھٹی گھٹی سی کیوں تھی۔ ممکن ہے ضحاک نے یہ اندازہ لگایا ہو کہ جولیا کو اپنے شوہر کی موت کا ذکر کرتے ہوئے رنج پہونچا ہو۔ اور اسی وجہ سے اس کی آواز حلق میں اٹک کر رہ گئی ہو۔

ضحاک کا سر جھک گیا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ چند لمحے خاموشی رہی۔ جولیا بھی سر جھکائے سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ ضحاک کو اصل بات کس طرح بتائے۔ ضحاک اس وقت اکیلا تھا۔ اگر وہ چاہتا تو بھی شاید جولیا کی مدد نہ کر سکتا۔

کچھ دیر کی خموشی کے بعد ضحاک بولا۔

"اے دیوی۔ کیا میں تجھ سے ایک درخواست کروں۔"

"کک... کیا۔؟" جولیا کی آواز حلق میں اٹکنے لگی۔

اے دیوی! میں تجھ سے... تجھ سے..." ضحاک نے سر جھکا کر کہا۔

"تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ یہ محبت میرے دل میں اس وقت سے ہے جب کہ تو نے میری جان بچائی تھی۔ میں اسی وقت سے تجھے چاہتا ہوں۔ اے دیوی! مجھے اسلئے بے بس تھا کہ تو شادی شدہ تھی۔ لیکن اب... میں جانتا ہوں، کہ تجھے اپنے شوہر کی موت سے صدمہ ہوا ہوگا لیکن دیوتاؤں کو یہی منظور تھا۔ دیوتاؤں نے ہمیں زندگی دی تھی۔ وہی ہم سے چھین لیتے ہیں۔ اوں کے کام میں دخل نہیں دیا جا سکتا۔ ہم مجبور و لاچار ہیں لیکن مرنے والوں کو یاد رکھنے کے بجائے بھولنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ اے دیوی! تجھے بھی چاہیئے کہ اپنے شوہر کو بھول جائے۔ میں تجھے ہر طرح کا آرام پہونچا سکتا ہوں۔ میں تیرے لئے ہر آسائش مہیا کر سکتا ہوں سیمیلی قوم کی ملکہ بن کر تجھے ہر قسم کا آرام حاصل ہو جائے گا۔ اور... اور میری زندگی میں بھی خوشیوں کا راج ہو جائے گا۔

اس طویل تقریر کے دوران میں ضحاک کا سر جھکا ہی رہا تھا۔ پھر خاموش ہو کر اس نے سر اٹھایا۔ اس کی نظریں جولیا کے چہرے پر جم گئیں اور پر امید نظروں سے جولیا کی طرف دیکھ رہا تھا۔

جولیا اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔ اس کی زبان بھی خشک ہو گئی

تھی اسلئے خشک ہونٹوں پر نمی نہ ہو سکی۔

وہ نہیں مرا۔ وہ زندہ ہے۔ جولیا نے چیخ کر کہنا چاہا۔ مگر اس کی آواز حلق سے باہر نہیں نکل سکی۔ کوشش کے باوجود اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکل سکا تھا۔

"میں تیرے جواب کا منتظر ہوں دیوی۔" ضحاک بولا۔

"میں... میں۔" جولیا نے کہنا چاہا۔ مگر ناکام رہی۔ اس کی نظریں ضحاک کی پشت پر کھڑے ہوئے بوڑھے مہنت پر جم گئی تھیں۔ اور مہنت بھی اسی کو گھور رہا تھا۔

اچانک ضحاک نے بڑی تیزی سے پلٹ کر مہنت اعظم کی طرف دیکھا۔ بوڑھا گھبرا گیا تھا۔ وہ بوکھلا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

ضحاک چند لمحے اسے گھورتا رہا۔ اور پھر بولا۔

"شاید دیوی، مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔"

"لیکن مجھ سے تو کہا تھا کہ مجھے کوئی عذر نہیں۔" مہنت اعظم نے کہا۔

"کیوں۔؟" ضحاک ایک دم جولیا کی طرف مڑا۔

"ہم... میں۔" جولیا پھر ہکلا کر رہ گئی۔

"اے دیوی! ضحاک نے کہا۔ میں تجھ سے زبردستی نہیں کروں گا۔ اگر تو مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتی تو مجھے بتا دے میں تجھے ہرگز مجبور نہیں کروں گا۔"

جولیا کا دل بڑی سے دھڑک رہا تھا۔ اسکی سمجھ میں نہیں آ رہا

تھا کہ وہ کیا جواب دے۔ ایک طرف عمران کی زندگی کا سوال تھا اور دوسری طرف خود اسکی زندگی کا ضحاک سے شادی کرنے کے بعد وہ زندہ درگور ہو جاتی لیکن اس سے شادی کرنے سے انکار پر عمران کا زندہ رہنا محال تھا۔

"دلیری۔ ضحاک خشک لہجے میں بولا" میں تیرے جواب کا منتظر ہوں۔

ہاں... یا نا۔؟"

"میں... میں... مجھے منظور... ہے۔ جولیا نے بدقت تمام کہا۔ اور پھر اس انداز میں ایک طویل سانس لی جیسے عمران کی زندگی بچا کر اسے سکون پہنچا ہو۔ لیکن جولیا نے یہ بھی محسوس کیا تھا کہ ضحاک کے چہرے پر خوشی کے آثار پیدا نہیں ہوئے وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

مہنت اعظم کے ہونٹوں پر ایک مکروہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے اس انداز سے سر ہلایا جیسے جولیا کے جواب سے مطمئن ہو گیا ہو۔ پھر اس نے ضحاک کی طرف دیکھا۔ اور اسے سوچ میں ڈوبا ہوا پا کر بولا۔

"اب کیا سوچ رہے ہو۔؟"

"آں۔ ضحاک نے چونک کر مہنت اعظم کی طرف دیکھا۔ پھر اچٹتی ہوئی نظریں اسکے دونوں ساتھیوں پر ڈالیں۔ پھر ایک طویل سانس لے کر بولا" میں حیران ہوں کہ یہ شادی کیونکر ہو سکے گی۔"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ مہنت اعظم نے منہ بنا کر کہا۔ لوگوں سے کہا جائیگا کہ دلیری کو چشمے میں پھینک دیا گیا تھا۔ لیکن وہ اپنی قوتوں سے کام لیکر چشمے سے باہر آ گئی ہے۔ اور اب اس نے انسانی قالب اختیار

کر لیا ہے۔ ایسا کرنے کی ضرورت اسکو اسلئے پیش آئی کہ وہ قوم کے بادشاہ ضحاک سے محبت کرنے لگی تھی۔ اب وہ انسانی قالب میں اسی لئے آئی ہے کہ اپنے محبوب سے شادی کر سکے۔"

"لیکن دیوتا ٹزکاٹ کہاں گیا۔؟"

"اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ وہ اپنی قوم سے روٹھ کر چلا گیا ہے اور اب کبھی واپس نہ آئے گا۔"

"کیا وہ لوگ اس بات کو بکواس نہ سمجھیں گے۔" جولیا بولی۔

"کیوں۔؟" تہمتنے کہا۔

"لوگ مجھے جھوٹی دیوی سمجھ رہے تھے۔"

"لیکن جب وہ تجھے زندہ دیکھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ تو اصلی دیوی ہے۔ ورنہ کوئی بھی اس چشمے میں گرنے کے بعد واپس نہیں آیا۔"

جولیا چپ ہو گئی۔

"ٹھیک ہے۔" ضحاک نے کہا۔ "یہی ترکیب مناسب رہے گی۔"

"میں نے شروع ہی میں تمام واقعات پر غور کر لیا تھا۔" بوڑھے تہمتن اعظم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اسکی آنکھوں میں شیطانیت کا اظہار ہو رہا تھا۔

"شادی کب ہو گی۔؟" ضحاک نے پوچھا۔

"آج ہی۔"

"کیوں دیوی۔؟" ضحاک نے جولیا کی طرف دیکھا۔

جولیا: تجات میں سر ہلانے کے علاوہ کیا کر سکتی تھی۔

"اب ہمیں یہاں سے چلنا چاہیئے۔" ضحاک بولا۔

"چلو۔" مہنت اعظم نے کہا۔ اور جولیا سے بولا۔ "اٹھو۔"

جولیا بادل نخواستہ اٹھی ضحاک دروازے کی طرف بڑھا اس کے پیچھے جولیا چلی۔ ایک مرتبہ پلٹ کر اس نے اس دیوار کی طرف دیکھا جس کے پیچھے عمران تھا۔ پھر باہر نکل گئی۔ اس وقت اسکا دل چاہ رہا تھا کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ وہ بڑی مشکل سے اپنی حالت پر قابو پائے ہوئے تھی۔

مہنت اعظم کے دونوں ساتھی مہنت جولیا کے دائیں بائیں تھے اور ان کے ہاتھوں میں مشعلیں تھیں۔ وہ سرنگ میں آگے بڑھتے رہے ضحاک سب سے آگے تھا پھر پجاری مہنت اعظم پھر جولیا اس سے جا ملا۔ ان دونوں میں کچھ باتیں ہونے لگیں جولیا انہیں سن نہ سکی۔ ان دونوں کا لہجہ بہت ہی مدہم تھا۔ دونوں مہنت جولیا کے دائیں بائیں چل رہے تھے۔ خفیہ راستوں سے چلتے ہوئے وہ محل میں پہونچ گئے۔ یہ وہی کمرہ تھا جہاں اس دن صبح جولیا اپنے ساتھیوں سے جدا ہوئی تھی۔ اسی کمرہ میں اس نے رات گزاری تھی۔ اس واقع کو زیادہ وقت نہیں گزرا تھا لیکن اس معمولی سی وقت میں بہت حیرت انگیز واقعات رونما ہو چکے تھے۔ اس کمرے میں پہونچکر وہ سب رکے اور مہنت اعظم نے کہا۔

"اب تم دونوں کو مندر میں جانا ہوگا۔ جہاں تمہاری شادی ہو جائے گی۔" جولیا سر جھکائے کھڑی رہی۔

ہاں ضحاک نے کہا۔ ذرا ایک منٹ ٹھہرو۔"

پھر ضحاک کمرے سے چلا گیا۔ واپسی فوراً ہی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ چار آدمی تھے جو چاروں سپاہی تھے۔ ضحاک تہمت اعظم کے برابر میں جا کھڑا ہوا۔ اور جولیا سے بولا۔

"ہاں اے دیوی۔! کیا تو شادی کے لئے تیار ہے۔"

"بار بار پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔" تہمت اعظم جھلا کر بولا۔

"میں اس ضرورت کو بخوبی سمجھتا ہوں۔" ضحاک نے خشک لہجے میں کہا۔ اور پھر سوالیہ نظروں سے جولیا کی طرف دیکھنے لگا۔

جولیا نے سوچا کہ اس وقت موقع اچھا ہے۔ اسے چاہیئے کہ ضحاک کو سب کچھ بتا دے۔ اس وقت ضحاک بے بس نہیں تھا۔ اس کے ساتھ چار سپاہی بھی موجود تھے اور وہ سپاہی ظاہر ہے کہ ضحاک کا ہی حکم مانتے۔

"ضحاک۔ جولیا چیخ پڑی۔" میرا شوہر زندہ ہے۔ اس بوڑھے خبیث نے اسے قید کر رکھا ہے۔ اس نے۔

اچانک بوڑھا تہمت چھرا نکال کر جولیا کی طرف جھپٹا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ جولیا تک پہونچتا ضحاک نے اس کی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹ لی۔ اور بوڑھا اوندھے منہ گرا۔ وہ بال بال بچا تھا۔ ورنہ اسکے ہاتھ میں دبا ہوا چھرا خود اسی کے سینے کے پیوست ہو جاتا۔ بوڑھے کے منہ سے ایک دبی دبی سی چیخ نکل گئی۔

دونوں تہمت اس کی مدد کیلئے لپکے تھے۔ مگر چاروں سپاہیوں نے

اپنے نیزے تان کر انہیں دھمکی دی تھی کہ وہ اپنی جگہ سے ہلے تو ان کی موت بڑی کربناک ہوگی۔

دونوں مہنت ٹھٹک اپنی جگہ ہی پر رک گئے۔ بوڑھا مہنت اعظم اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جیسے ہی وہ کھڑا ہوا۔ ضحاک نے اس کی کلائی پکڑ لی۔

"بوڑھے خبیث۔" ضحاک دانت پیستا ہوا بولا۔ "تو چاہتا تھا کہ میں ایک ایسی عورت سے شادی کر لوں جس کا شوہر زندہ ہے۔ خبیث کتے۔ مذہبی پیشوا ہوتے ہوئے بھی تو نے اس بات کا خیال نہ رکھا کہ یہ ایک بہت بڑا مذہبی جرم ہے... کمینے... میں اسی کمرے میں سمجھ گیا تھا کہ معاملہ کچھ گڑبڑ ہے۔ دیوی کی ہچکچاہٹ یہ ظاہر کر رہی تھی کہ زبان کھولنے کے سلسلے میں اس پر تیرا دباؤ ہے۔ میں یہ سمجھ گیا تھا۔ اس لئے میں نے یہاں آکر دیوی سے دوبارہ پوچھنا ضروری تھا۔

بوڑھا مہنت اپنی کلائی چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ضحاک کی گرفت بہت مضبوط تھی۔ ضحاک نے ایک جھٹکا دیا۔ اور چھرا مہنت کے ہاتھوں سے نکل کر فرش پر گر گیا۔ ضحاک نے مہنت کی کلائی چھوڑ کر چھرا اٹھا لیا۔ اور مہنت کو گھورتا ہوا بولا۔

"کہاں ہے دیوی کا شوہر۔؟"

بوڑھا مہنت ہونٹ بھینچ کر ضحاک کو کینہ توز نظروں سے گھورنے لگا۔ جولیا ایک طرف کھڑی اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ اور

نہ جانے کیوں اسکا سانس پھول گیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ چند لمحے پیشتر بے تحاشہ بھاگتی رہی ہو۔

"تیار ہو نہ میں تجھے یہیں قتل کر دوں گا۔" ضحاک نے چھرا تان کر نہایت اعظم سے کہا۔

"ضحاک۔" بوڑھا کسی زہریلے سانپ کی طرح پھنکارا۔ "یہ گستاخی تیرے لیے مہنگی بھی ثابت ہو سکتی ہے۔"

یہ بعد میں سوچوں گا کہ وہ مہنگی ثابت ہوتی ہے۔ یا۔ ضحاک نے اپنا جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا۔ اور پھر جھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"تیار ہے یا میں یہ خنجر تیرے سینے میں پیوست کر دوں۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔" بوڑھے نے لاپرواہی سے کہا۔ اور اپنے دونوں مہیب ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ جو چاروں سپاہیوں کے نیزوں کی زد میں تھے۔

اچھا۔؟ ضحاک نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "تب میں تجھے ختم ہی کر دوں گا۔"

ضحاک کا ہاتھ فضا میں بلند ہوا ہی تھا کہ جولیا چیخ کر بولی۔

"ٹھہرو۔!"

ضحاک کا اٹھا ہوا ہاتھ رک گیا۔ اور اس نے پلٹ کر جولیا کی طرف دیکھا۔

"دیوی! کیا تجھے اس درندے سے ہمدردی ہے۔"

"نہیں" مجھے اس سے کوئی ہمدردی نہیں۔"

"پھر تو نے مجھے کیوں روکا۔!"

"اسلئے کہ فی الحال اسے مارنا ہمارے لئے سودمند نہ ہوگا۔ تم فی الحال اسے لیکر واپس وہیں چلو۔ اسی کمرے میں جہاں پر اس یکنے انسان نے میرے شوہر کو قید کر رکھا ہے۔"

"اوہ" ضحاک مہنت اعظم کو گھورنے لگا۔

مگر بوڑھا خاموش کھڑا رہا۔

"چلو واپس۔" ضحاک غرایا۔

"وہاں پہونچنے کے بعد بھی تم اس کمرے کا سراغ نہ لگا سکوگے۔"

"بکواس بند کر۔ بوڑھے کتے۔ میں جو کہہ رہا ہوں صرف اتنا ہی کر۔" ضحاک نے گرج کر کہا۔

بوڑھے ضحاک نے پھر لاپرواہی سے اپنے شانوں کو حرکت دی اور پھر اسی راستے میں داخل ہوگیا جس سے وہ سب ابھی یہاں آئے تھے۔

ضحاک نے سپاہیوں سے کہا۔" ان دونوں کو بھی ساتھ لے کر آؤ۔"

وہ سب آگے پیچھے سرنگ میں داخل ہوئے۔ سب سے آگے مہنت اعظم تھا۔ اس کے پیچھے ضحاک اور جولیا۔ ان کے پیچھے دو سپاہی۔ پھر وہ دونوں مہنت۔ اور ان کے پیچھے عقب میں دو سپاہی۔ اس طرح یہ قافلہ آگے بڑھا۔

"دیوی۔ ضحاک نے جولیا سے کہا۔ تو نے مجھے وہیں کیوں نہ بتادیا

کہ یہ خبیث بوڑھا کیا چاہتا ہے۔"

"میں مجبور تھی۔"

"کیوں۔؟"

"اس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے تمہیں کچھ بتا دیا تو وہ میرے شوہر کو ناگ دیوتا کے غار میں گرا دے گا۔"

"اگر تجھے اس بات کا ڈر تھا تو اب کیوں بتایا۔؟"

"اسلئے کہ اس وقت تمہاری پوزیشن مضبوط تھی۔ تمہارے ساتھ چار سپاہی موجود تھے۔ اس وقت تم اکیلے تھے۔ اگر میں تمہیں اسی وقت بتا دیتی تو بوڑھا مہنت ہم دونوں کو وہیں ختم کر دیتا۔"

"اوہ!" ضحاک نے حقارت سے کہا۔

"دیوی۔ ضحاک کی رگوں میں پانی نہیں خون ہے اس بوڑھے اور اس کے دونوں ساتھیوں کو میں اکیلا سنبھال سکتا تھا۔"

جولیا خاموش رہی۔

ضحاک پھر بولا۔ خیر جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا۔ لیکن میں حیران ہوں کہ اس بوڑھے نے کیا سازش کی تھی۔ پوری قوم تو یہ سمجھتی رہی ہے کہ دیوی اور دیوتا کو ناگ دیوتا کے چشمے میں پھینک دیا۔"

"ایسا نہیں ہوا۔"

"تو کیا تمہاری جگہ کوئی اور تھا۔؟ یقیناً کوئی ہو گا۔ اب مجھے خیال آ رہا ہے کہ اسکا قد کافی بڑا تھا۔ پریشانی کے عالم میں اس وقت

اس بات پر دھیان نہیں دے سکا۔"

"ہاں میرا ایک ساتھی تھا۔ وہ جس نے دیوتا ٹرکاٹ کے پجاری کا روپ دھارا تھا۔"

"وہ یقیناً وہی تھا۔" ضحاک نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

جولیا چپ ہو گئی۔ چند لمحے بعد ہی اس نے کہا۔

"مگر ضحاک۔ تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تم مجھے بچانے کی کوشش کرو گے۔ پھر تم نے میرے دونوں ساتھیوں کو کیوں نہیں بچایا۔ یہ مانا کہ ان دونوں میں میں نہیں تھی لیکن تمہیں تو اس بات کا علم نہ تھا۔"

"ٹھیک ہے اے دیوی! لیکن اس وقت حالات کچھ اور تھے۔ اگر میں کچھ کرنے کی کوشش کرتا تو میں بھی مارا جاتا۔"

"ہوں۔"

باتیں کرتے ہوئے یہ سب اسی کمرے میں پہونچ گئے۔

"ہاں اے دیوی! اب بتا کہ تیرا شوہر کہاں ہے۔؟" ضحاک نے جولیا سے پوچھا۔

"اس دیوار کے پیچھے۔" جولیا نے اشارہ کیا۔

"وہاں کیسے پہونچا جا سکتا ہے۔؟"

"کوئی مخفیہ طریقہ ہے جس سے دیوار میں خلاء پیدا ہو جاتی ہے۔"

"اور وہ خفیہ طریقہ ان تینوں کو معلوم ہے۔"

"ہوں۔" ضحاک مہنت اعظم کو گھورتا ہوا بولا۔

وہ طریقہ بتاتا ہے یا جان دیتی ہے۔"

"میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔" مہنت اعظم نے کہا۔

"اور تم لوگ۔؟" ضحاک نے اسکے دونوں ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں خاموش رہے۔

پھر ضحاک نے اپنے ایک سپاہی کو اشارہ کیا۔ دوسرے ہی لمحے سپاہی کا وہ ہاتھ بلند ہوا جس میں نیزہ تھا۔ دوسرے ہی لمحے وہ نیزہ ایک مہنت کے سینے میں پیوست ہو چکا تھا۔

ایک چیخ کمرے میں گونجی۔ اور وہ مہنت کمرے کے فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کے سینے سے خون کا فوارہ ابل پڑا تھا۔

دوسرے مہنت کے چہرے پر خوف و دہشت کے آثار پیدا ہو گئے لیکن بوڑھے خبیث مہنت اعظم کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ ہر قسم کے جذبات سے یکسر عاری۔

"دوسرے کو بھی ختم کر دو۔" ضحاک نے سپاہی سے کہا۔

نیزہ پھر بلند ہوا لیکن اسی وقت دوسرا مہنت چیخ پڑا۔

"نہیں نہیں۔ مجھے نہ مارو۔۔ ٹھہرو۔۔۔! میں بتا دوں گا۔ میں راستہ بتا دوں گا۔"

"خاموش ذلیل یہ بوڑھا مہنت گرجا۔ اگر تو نے زبان کھولی تو تیرا حشر بہت برا ہوگا۔"

"اس حشر سے زیادہ برا نہ ہوگا۔" ضحاک نے فرش پر تڑپتے

ہوئے مہنت کی طرف اشارہ کیا۔ دوسرا مہنت اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

"بتاؤ۔" ضحاک نے اس سے کہا۔ ورنہ چند لمحے بعد تم بھی اسی جگہ پر تڑپتے نظر آؤ گے۔"

"میں بتا دوں گا۔ میں بتا دوں گا۔" مہنت نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"کہنے ... کہتے۔ بوڑھا مہنت اعظم یہ کہتا ہوا اسکی طرف کو جھپٹا ہی تھا کہ ضحاک کا گھونسہ اسکی کھوپڑی پر پڑا۔ اسکی چیخ نکل گئی اور وہ لڑکھڑا کر کئی قدم چلا گیا۔

"چلو۔" ضحاک مہنت کی طرف دیکھتا ہوا غرایا۔ مہنت اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا اس دیوار کی طرف بڑھا جسکے پیچھے عمران قید تھا۔

بوڑھے مہنت نے اس مرتبہ اپنی جگہ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ اپنی جگہ ہی پر کھڑا ضحاک کو اس انداز سے گھور رہا تھا جیسے اسے کچا چبا ڈالنے کا ارادہ کر رہا ہو۔

مہنت دیوار کے قریب جا کر رکا پھر اس نے کوئی حرکت کی اور دوسرے ہی لمحے ایک ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ دیوار میں خلا پیدا ہوتی چلی گئی۔

O

حمید اور بوڑھے طارق کی اضطرابی کیفیت اس انتہا کو پہونچی تھی کہ

حمید اپنے ہاتھوں سے اپنے بال نوچنے لگا۔ اور طارق نے اس کے علاوہ کچھ نہ کیا کہ اسے آنکھیں پھاڑے دیکھتا رہا۔

فریدی، جوزف، عمران اور جولیا کو گئے ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ نہ جانے ان کا کیا حشر ہوا ہو۔ نہ جانے ان کا کیا حشر ہوا ہو۔؟ یہی ایک سوال تھا جس کا جواب حاصل نہ ہونے کی وجہ سے حمید اور طارق کی بے چینی بہت زیادہ بڑھ چکی تھی۔

حمید ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے وہ ہمیشہ کیلئے فریدی سے بچھڑ گیا ہو۔ اسے یقین تھا کہ فریدی اور جوزف کے ساتھ کئی آدمی اور بھی ہوتے تب بھی اس خوفناک مگرمچھ کا مقابلہ نہ کیا جا سکتا۔

طارق کی دانست میں بھی یہ بات ناممکن تھی کہ فریدی اور جوزف اس خوفناک مگرمچھ کو ختم کر دیتے۔ اسکے برعکس طارق کا خیال یہ تھا کہ اب تک فریدی اور جوزف اس مگرمچھ کا لقمہ بن چکے ہوں گے۔ طارق اور حمید کے سان و گمان میں یہ بات نہ آئی تھی کہ صرف فریدی نے اس خوفناک مگرمچھ پر زندگی تنگ کر دی ہوگی۔ اور حمید نے کھڑکی سے دیکھا کہ کہر چھٹ گئی اور سورج کی تیز روشنی سے آنکھیں خیرہ ہونے لگیں۔

"طارق صاحب۔ طارق صاحب۔!" حمید چیخا۔ "وہ دیکھئے کہر ختم ہو گئی... کہر غائب ہو گئی۔"

"ہاں۔" طارق نے سر ہلاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ "کہر چھٹ گئی۔ سورج نکل آیا۔"

"طارق صاحب!" حمید نے کانپتی آواز میں کہا۔ کیا اب فریدی صاحب اور جوزف کو اس چشمے میں نہ پھینکا جائے گا؟"

"شائد ایسا نہ ہو۔"

"کیوں۔؟"

"انہیں پھینکا جا چکا ہوگا۔"

"وہ کیسے۔؟"

"کہر کافی دیر میں غائب ہوئی ہے۔ جس وقت صبح کے آثار پیدا ہوئے تھے۔ اس وقت کہر موجود تھا۔ فریدی اور جوزف کو اسی وقت چشمے میں پھینک دیا گیا ہوگا۔"

"اوہ... اوہ۔ حمید دانت پیستا ہوا پاگلوں کے سے انداز میں اپنے بال نوچنے لگا۔ اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ طارق کو تو گویا سکتہ ہو گیا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے حمید کیطرف دیکھ رہا تھا۔

"فریدی صاحب۔ حمید ہچکیاں لیتا ہوا کہہ رہا تھا۔ میرے بھائی.. میرے باپ.. اب میں تجھے کہاں ڈھونڈوں.. تو مجھے اکیلا کیوں چھوڑ گیا۔ میں تیرے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا... میں مرنا چاہتا ہوں۔ میں تیرے پاس آنا چاہتا ہوں۔ میں تیرے پاس آؤں گا... میں تیرے پاس آؤں گا... میں تیرے پاس..." حمید چیخ چیخ کر اپنا سر فرش پر مارنے لگا۔

طارق نے جھپٹ کر اسے پکڑا۔ لیکن دوہی ٹکروں میں حمید کی

پیشانی ایک جگہ سے پھٹ گئی تھی۔ خون بہہ کر اسکے چہرے پر پھیل گیا۔ "حمید میاں۔ حمید میاں۔" طارق بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "اپنے آپ کو سنبھالو۔ یہ کیا کر رہے ہو تم۔"

"طارق صاحب۔" حمید اس سے لپٹ کر رونے لگا۔ "میں کیا کروں طارق صاحب۔ میرا بھائی مجھ سے جدا ہو گیا۔ میرا بھائی۔" اور حمید کے آنسو بہنے لگے۔ اب بوڑھے طارق سے ضبط نہ ہو سکا۔ اس کی آنکھیں بھی بہہ نکلیں۔

"میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہ کروں گا۔" طارق بڑبڑا رہا تھا۔ "یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ بس روتا رہا۔ کافی دیر تک روتا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ آنسو رکنے لگے۔ ہچکیاں رہ گئیں۔ پھر ان میں بھی کمی آنے لگی۔ اور پھر حمید بالکل خاموش ہو گیا۔ اب وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ طارق نے بھی بالکل خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اور اب وہ دونوں گم صم بیٹھے ہوئے تھے۔

اچانک باہر سے لوگوں کے شور مچانے کی آوازیں آنے لگیں اور اب شور کی آواز قریب آتی جا رہی تھی۔ وہ لوگ نعرے لگا رہے تھے۔ دیوتا ٹرکاٹ... زندہ باد... دیوی زاریہ زندہ باد۔ حمید نے طارق کی طرف دیکھا۔ اور طارق نے حمید کی طرف خموشی کی زبان میں انہوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ ماجرا کیا ہے۔ لیکن وہ دونوں

ہی حالات سے بے خبر تھے ایک دوسرے کو کیا جواب دیتے۔

شور اب کافی قریب آچکا تھا۔ حمید اور طارق دروازے کی طرف بڑھے لیکن دروازہ باہر سے بند تھا۔ وہ دونوں دروازے کے قریب ہی کھڑے رہے۔ شور کی آوازوں سے ظاہر ہونے لگا کہ اب وہ لوگ محل میں داخل ہو چکے ہیں پھر وہ آوازیں اور قریب آگئیں۔ پھر دروازے کے پاس آگئیں۔ پھر ایک آواز سنائی دی۔

"دروازہ کھولو۔"

حمید اور طارق اچھل پڑے۔ انہوں نے اس آواز کو اچھی طرح پہچانا تھا۔ یہ آواز جوزف کے علاوہ کسی کی نہیں تھی۔

پھر دروازہ کھل گیا۔ سب سے پہلے اندر آنے والا جوزف تھا اسکے کپڑے بھیگے ہوئے تھے اور آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ اس کے ساتھ بہت سے سپاہی اور عام لوگ بھی تھے۔

حمید نے بے چینی سے چاروں طرف دیکھا لیکن اسے فریدی کی شکل کہیں بھی دکھائی نہ دی۔ حمید کا دل دھڑک اٹھا۔

"جاؤ۔" جوزف نے سپاہیوں سے کہا۔

"تم لوگ جاؤ اور بوڑھے مہنت اعظم کو تلاش کر کے میرے سامنے لاؤ۔"

"تیرے حکم کی تعمیل ہوگی اے دیوتا۔" پھر تمام سپاہی وہاں سے چلے گئے۔ اب وہاں عام لوگ رہ گئے تھے۔

"تم لوگ بھی جاؤ۔" جوزف نے انہیں گھورتے ہوئے کہا۔ اور آہستہ آہستہ بھیڑ چھٹنے لگی اور پھر جب سب لوگ چلے گئے تو جوزف نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

"کرنل کہاں ہیں جوزف۔" حمید نے چھوٹتے ہی سوال کیا۔

"فکر نہ کرو۔ وہ بخیریت ہیں۔" جوزف نے جواب دیا۔

حمید نے اطمینان کی سانس لی۔ مگر اسے ابھی پورے حالات کا علم نہیں تھا اسی لئے بے چینی تھی۔ اس نے جوزف پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔

"صبر کریں کیپٹن۔ میں سب کچھ بتلائے دیتا ہوں۔ مجھے کپڑے تبدیل کر لینے دو پہلے مجھے سردی لگ رہی ہے۔"

"کیا تمہیں چشمے میں پھینک دیا گیا تھا۔؟"

"ہاں۔"

"کرنل کو بھی۔؟"

"ہاں۔"

"کیا تم نے اس مگرمچھ کو مار دیا۔؟"

"کیپٹن پلیز۔ مجھے کپڑے تبدیل کر لینے دو۔"

"اچھا۔" حمید نے طویل سانس لی۔ اور چپ ہو گیا۔

طارق اب تک خاموش ہی رہا تھا۔

جوزف نے کپڑے تبدیل کرنے کے بعد تمام واقعہ بیان کرنا شروع کیا حمید اور طارق بڑی دلچسپی سے سن رہے تھے۔ جوزف کہتا رہا۔

اور جب میں رسی کے سہارے اوپر پہنچا۔ تو فرید ی صاحب کا خیال ٹھیک ہی ثابت ہوا۔ وہ لوگ میرے نام کے نعرے لگانے لگے۔ وہ بیحد خوش نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے رسی کو پھر چبوترے میں پھینک دیا۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ اب وہ دیوی کو نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اس بات پر میں نے ان سے کہا، دیوی تم لوگوں سے بہت زیادہ ناراض ہو گئی ہے۔ اسلئے چشمہ سے غائب ہو گئی ہے۔ اور اب شاید وہ یہاں کبھی نہ آئے۔ یہ سنکر وہ لوگ خوفزدہ بھی ہوئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں دیوی سے ان لوگوں کی سفارش کروں۔ تب میں نے ان سے کہا۔ کہ اگر وہ لوگ میرے کہنے پر عمل کریں۔ تو میں دیوی سے ان کی سفارش کروں گا۔ اور پھر ان لوگوں کو لے کر یہاں آیا۔ اب میں نے انہیں مہت اعظم کی تلاش میں بھیجا ہے۔ اس بوڑھے کا ملنا ضروری ہے کیونکہ وہ باس کو اور جولیا کو نجانے کہاں لے گیا ہو!"

"اور کرنل کا کیا ہوگا۔" حمید نے سوال کیا۔

"وہ دوسرے رستے یہاں آئیں گے۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ بھٹک کر کسی اور طرف جا نکلیں۔"

"کرنل سے اس بات کی توقع نہیں رکھنا چاہیئے۔"

حمید سوچ میں پڑ گیا۔

"خدایا تیرا شکر ہے۔" طارق نے اوپر کی طرف دیکھتے ہوئے

طویل سانس لیکر کہا۔ "میں زندگی بھر اپنے آپ کو معاف نہ کرتا۔ اگر تم میں سے کسی کو کوئی نقصان پہونچ جاتا۔"

"نہ جانے باس کا کیا ہوا ہوگا۔" جوزف بڑبڑایا۔

"مہتب اعظم سے ان کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔" جوزف خاموش رہا۔

○

کراہنے کی آواز برابر آ رہی تھی۔ اور فریدی اسے بڑے غور سے سننے کی کوشش کر رہا تھا۔

اچانک فریدی آہستہ سے بولا۔

"کیا یہاں کوئی ہے۔؟"

"کراہنے کی آواز آنا بند ہو گئی۔ شاید کراہنے والے نے فریدی کی آواز سن لی تھی۔

"کیا کوئی ہے۔؟" فریدی پھر بولا۔

چند لمحے خاموشی رہی۔ اور پھر کسی نے کہا۔

"فریدی صاحب۔؟"

فریدی چونک پڑا۔ یہ آواز سوپرنٹنڈنٹ عمران کی تھی۔

"جی ہاں۔ میں ہوں۔"
"تم اس سوراخ کی طرف آؤ۔"
"میں اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتا۔"
"کیوں۔؟"
"رسیوں سے جکڑا ہوا ہوں۔"
"لیکن تم اور جولیا تو مہنت اعظم کے ساتھ گئے تھے۔!"
"اس بوڑھے نے غداری کی۔"
"ہوں۔ کیا اس وقت تم اور جولیا اکیلے ہو۔؟"
"صرف میں ہوں۔"
"اور جولیا۔؟"
"وہ نہ جانے کہاں ہوگی۔؟"
"اچھا ٹھہرو میں اوپر آنے کی کوشش کرتا ہوں۔"
"آیئے۔!"

فریدی نے غار کی چھت کی بلندی کا اندازہ کیا۔ کم از کم گیارہ فٹ ضرور رہی ہوگی۔ اور اسکی موٹائی بھی تین فٹ سے کم نہیں معلوم ہوتی تھی۔ نیز فریدی کا قد چھ فٹ سے کچھ زیادہ تھا۔ لہٰذا اوپر پہونچنے کے لئے اسے آٹھ فٹ کی لمبی چھلانگ لگانا تھی۔ اور ایک ہی جگہ کھڑے رہ کر اتنی اونچی چھلانگ لگانا بظاہر ناممکن ہی معلوم ہوتا ہے۔

فریدی نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ زمین پر کنکر تو کافی بکھرے ہوئے تھے لیکن فریدی کو کسی ایسے پتھر کی تلاش تھی جو دو تین فٹ اونچا ہو۔ فریدی کا خیال تھا کہ وہ ایک ہی جگہ کھڑے کھڑے پانچ فٹ اونچی چھلانگ لگا سکے گا لیکن چھت کے اوپر ہاتھ پہونچانے کے لئے آٹھ فٹ کی چھلانگ ضروری تھی۔ اور اس فاصلے کو کم کرنے کے لئے پتھر کی موجودگی لازمی تھی۔

فریدی غار میں چکرانے لگا۔ ہر طرف دیکھا لیکن وہاں کوئی بھی ایسا پتھر نہ مل سکا۔ جو فریدی کے کام آسکتا۔ تھک ہار کر فریدی پھر اسی سوراخ کے نیچے آگیا۔ اور اوپر دیکھتے ہوئے سوچنے لگا کہ اسے کوشش تو کرنا چاہیئے۔ ممکن ہے کہ وہ آٹھ فٹ کی چھلانگ بھی لگا سکے۔

"فریدی صاحب۔" اوپر سے عمران کی آواز آئی۔

"ہوں۔"

"کیا کر رہے ہیں آپ۔؟"

جواب میں فریدی نے اسے تشویش سے آگاہ کیا۔

عمران خاموش رہا۔ شاید وہ سوچ میں پڑ گیا تھا۔ فریدی سوراخ کے عین وسط میں کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے ہاتھ بلند کئے اور پنجوں کے بل اپنی جگہ پر اچکنے لگا۔ چھلانگ لگانے سے پہلے وہ اپنے جسم کو تول رہا تھا۔

اچانک اس نے پوری قوت سے چھلانگ لگائی۔ اسکا سر سوراخ کے قریب پہونچ گیا لیکن ہاتھ سوراخ کے قریب نہ پہونچ سکے۔ ایک ڈیڑھ فٹ کا فاصلہ باقی رہ گیا تھا۔ دونوں ہاتھ سوراخ کی تین فٹ چوڑی دیوار سے ٹکرا کر رہ گئے تھے۔

فریدی کے پیر دوبارہ فرش سے آٹکے۔ ہلکا سا دھماکہ سا ہوا تھا۔

"کیا ہوا۔؟" عمران کی گھبرائی ہوئی سی آواز آئی۔

"کچھ نہیں۔" فریدی نے طویل سانس لے کر کہا۔ "میں نے چھلانگ لگانے کی کوشش کی تھی۔ ایک بار پھر کرتا ہوں۔"

"لیکن آپ وہاں کیسے ہیں۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ یہ ناگ دیوتا ... یعنی اس خوفناک مگرمچھ کا غار ہے۔"

"تمہیں غلط نہیں بتایا گیا تھا۔"

"پھر آپ وہاں کیسے..؟ آپ کو اور جوزف کو تو چشمے میں پھینک دیا ہوگا۔ کیا آپ دونوں نے اس مگرمچھ کو ختم کر دیا۔"

"ختم تو نہیں کر سکے لیکن حالت اب ایسی ہے کہ وہ اب ہمارا کچھ نہیں کر سکتا۔"

"جوزف کہاں ہے۔؟"

"تفصیلی باتیں ہیں۔ پھر کسی وقت پوچھنا۔ میں ایک بار اور چھلانگ لگانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"اچھا۔؟" عمران نے طویل سانس لی۔

فریدی ایک بار پھر چھلانگ لگانے کے لئے اپنا جسم تولنے لگا۔ دونوں ہاتھ اوپر کی طرف تھے اور وہ اپنی جگہ پر اچک رہا تھا اور اچکتے اچکتے اس نے اچانک چھلانگ لگا دی۔ یہ چھلانگ اتنی قوت سے لگائی گئی تھی کہ فریدی کا دل زور سے دھڑک گیا۔ لیکن فریدی ناکام نہیں رہا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ سوراخ کے اوپر کنی انچ آگے بڑھ گئے اور دوسرے ہی لمحے فریدی کے دونوں پنجے اوپر لٹک گئے۔

"ویری گڈ۔" عمران کی آواز سنائی دی۔

اب فریدی اس سوراخ میں لٹکا ہوا تھا۔ چند سیکنڈ تک وہ بالکل ساکت رہا۔ اور اپنی قوت کو مجتمع کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ اوپر کو اٹھنے کی کوشش شروع کی۔ اس کی صرف انگلیاں اوپر ٹکی ہوئی تھیں۔ اور فریدی اپنے جسم کا سارا وزن ان پر ڈالے ہوئے اوپر کو اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دو تین منٹ کی کوشش کے بعد فریدی صرف آدھے فٹ اوپر اٹھ سکا لیکن فریدی کی دانست میں یہی منزل کٹھن تھی اور اب اوپر پہونچنا مشکل نہیں تھا۔ فریدی نے اپنی ٹانگیں سمیٹ کر سوراخ کے اندر کر لیں اور اپنی پیٹھ سوراخ کی تین فٹ چوڑی دیوار سے ٹکا کر پیر سامنے کے حصے میں جما دیئے اب اس نے اوپر سے اپنے ہاتھ بھی چھوڑ دیئے تھے لیکن وہ

نیچے نہیں گرا۔ پھر اس نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے اور ہتھیلیاں اوپر ٹکا دیں۔ پھر ذرا سا اوپر اٹھا اب اسکی گردن سوراخ کے اوپر پہنچ گئی۔ اس نے عمران کو دیکھا جو رسیوں میں جکڑا کھڑا تھا۔ اس کے جسم کے اوپری حصہ پر جگہ جگہ سرخ دھاریاں پڑی ہوئی تھیں۔ ایک ہی نظر میں فریدی نے سمجھ لیا کہ عمران پر کوڑے برسائے گئے ہیں۔

عمران نے بھی فریدی کو دیکھ لیا۔ اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ بالکل نہیں گھبرا رہا تھا۔

فریدی اوپر پہنچ گیا اور چاروں طرف دیکھ کر حیرت سے بولا۔

"اس کمرے کا دروازہ کہاں ہے۔؟"

"کسی خفیہ میکنزم کے ذریعہ دیوار میں خلاء پیدا ہو جاتی ہے۔" عمران نے جواب دیا۔

اوہ۔" اب فریدی عمران کی طرف بڑھا۔ پھر اس نے لباس میں سے وہی خنجر نکالا جس سے مگرمچھ کی ایک آنکھ پھوڑی تھی۔

"گک... کیا گردن کاٹیئے گا میری۔؟" عمران پلکیں جھپکاتا ہوا خوفزدہ انداز سے ہکلایا۔

"ہاں۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ اور خنجر سے ان رسیوں کو کاٹنے لگا جن سے عمران بندھا ہوا تھا۔

پھر ایک منٹ بعد ہی عمران آزاد ہو گیا۔

"یس اب یہاں سے بھاگ چلو۔" فریدی نے کہا۔

"مگر کس راستے سے۔؟"

"اسی سوراخ سے نیچے کود سے جاتے ہیں۔"

"لیکن جولیا کا کیا ہوگا۔؟"

"اسے پھر دیکھیں گے۔ آؤ۔" فریدی نے کہا۔ اور سوراخ کے قریب پہونچ گیا۔ لیکن عمران اپنی جگہ ہی پر کھڑا ہوا کچھ سوچتا رہا۔

"جلدی آؤ۔"

پھر اسی وقت کمرے میں ہلکی سی گڑگڑاہٹ ہوئی۔ اب ایک طرف کی دیوار میں خلا پیدا ہوتی جا رہی تھی۔

"آؤ۔" فریدی نے ایک بار پھر عمران سے کہا۔ اور پھر سوراخ میں سے چھلانگ لگادی۔ ایک ہلکے سے دھماکے کے ساتھ اس کے پیر زمین سے ٹک گئے تھے۔ پھر وہ تیزی سے سوراخ کے نیچے سے ہٹ گیا تاکہ عمران کودے تو اس کے اوپر نہ پڑے۔

"عمران... عمران۔" ایک چیختی ہوئی آواز فریدی نے سنی۔ لیکن پھر عمران بھی کود کر اسکے قریب پہونچ چکا تھا۔

"ارے..؟" دفعتہً عمران بڑبڑایا۔ "یہ تو جولیا کی آواز ہے۔"

"میرا بھی یہ ہی خیال ہے۔" فریدی نے کہا۔

وہ دونوں اب سوراخ کے نیچے ہی کھڑے ہوئے تھے اور اوپر کی طرف دیکھ رہے تھے کہ انہوں نے جولیا کو دیکھا۔ جو سوراخ میں سے جھانک رہی تھی۔

"عمران...؟"

"ہاں۔" عمران نے ایک طویل سانس لیکر کہا۔

"تم نیچے کیوں کود گئے۔ وہاں سے اوپر جلدی آؤ۔ وہاں پر مگرمچھ رہتا ہے۔" جولیا نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"فکر نہ کرو جولیا۔ مگرمچھ ہمارا کچھ نہ کر سکے گا۔" فریدی بولا۔

"ارے۔ کہہ کر جولیا چونکی۔" کرنل فریدی۔؟"

"ہاں۔ میں بھی یہاں ہوں۔"

جولیا کے ساتھ ہی ایک اور آدمی بھی سوراخ سے جھانکنے لگا۔ یہ ضحاک تھا۔

ٹھیک اسی وقت اوپر سے ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز آئی۔ جولیا اور ضحاک نے پلٹ کر دیکھا۔

"ارے۔ جولیا چیخی۔ مہنت بھاگ گیا۔

دوسرے ہی لمحہ جولیا اور ضحاک سوراخ سے ہٹ گیا۔

"کیا چکر ہے۔" عمران بڑبڑایا۔

فریدی نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں اپنے شانوں کو خفیف سی جنبش دی۔ اور اوپر کی طرف دیکھنے لگا۔

○

جوزف، حمید اور طارق بہت زیادہ بےچینی کے ساتھ اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ سپاہی مہنت اعظم کو کب پکڑ کر لائیں۔ وہ بچ کر کہاں جائے گا، وہ ضرور پکڑا جائے گا۔ جوزف بڑبڑایا۔ اور میں اسکو ایسی سزا دوں گا کہ وہ یاد رکھے گا نہ جانے کیوں باس نے اس خبیث پر اعتبار کر لیا تھا وہ ایسا آدمی نہیں کہ کسی کے کام آسکے۔

"تو کیا اس خبیث نے عمران اور جولیا کو قتل کر دیا ہوگا۔" حمید نے کہا۔

"اس بات کا امکان ہے۔ لیکن اگر مجھے اس بات کا ثبوت مل گیا تو میں اس درندے کو تڑپا تڑپا کر مار دوں گا۔ اب میں پھر اس قوم کا دیوتا بن چکا ہوں۔ اور اب مجھ سے یہ اقتدار وہ خبیث مہنت اعظم بھی نہیں چھین سکتا۔"

"طارق صاحب۔" حمید بولا۔

"ہوں۔" طارق جو کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"اب ہم پھر بر سر اقتدار ہو چکے ہیں۔" حمید نے کہا۔ میرا خیال ہے کہ اب آپ آسانی سے وہ قیمتی لعل حاصل کر سکیں گے۔"

"جہنم میں گئے قیمتی لعل و جواہر۔ اگر میں اپنے تمام ساتھیوں کے

ہمراہ یہاں سے بخیریت جا سکا تو سمجھوں گا کہ میں نے ایک بڑا خزانہ پا لیا۔"

"خوب۔" حمید خفیف سا مسکرا کر رہ گیا۔

یہ لوگ انتظار کرتے رہے۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد چند سپاہی واپس آئے۔ انہوں نے بوڑھے مہنت اعظم کو گرفتار کر رکھا تھا۔

"تم آ گئے۔" جوزف اسے دیکھ کر غرایا۔ اور پھر سپاہیوں سے مخاطب ہو کر بولا۔ "تم لوگ کمرے کے باہر جاؤ۔ اور کسی کو اندر نہ آنے دو جب میں دو مرتبہ تالی بجاؤں تو تم اندر آ جانا۔"

سپاہیوں نے اپنے سر ہلائے۔ اور کمرے سے باہر چلے گئے۔

بوڑھے مہنت اعظم کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔ جب سپاہی باہر چلے گئے۔ تو جوزف نے اسے خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"میرے دونوں ساتھی کہاں ہیں؟"

"انہیں تو میں نے اپنے وعدے کے مطابق خفیہ راستے سے ان پہاڑوں کے دوسری طرف پہونچا دیا۔ جدھر سے تم لوگ آئے تھے۔" بوڑھے نے جلدی سے جواب دیا۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔" جوزف گرجا۔

"میں نے سچ سچ بتایا ہے۔" مہنت اعظم نے سر جھکا کر جواب دیا۔

جوزف اسے گھورنے لگا ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس کی دلی کیفیت کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہو۔

حمید اردو میں بولا۔ "فی الحال اسے سزا دینا مناسب نہ ہوگا اسے چھوڑ دو۔ اسکی نگرانی ہونا چاہیئے۔ اس طرح شاید ہم کچھ معلوم کر سکیں۔"

جوزف عمران کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اتنی اردو تو سمجھنے ہی لگا تھا۔ حمید کی بات اسے مناسب معلوم ہوئی۔

"تم ایک جیٹ یہیں رکو۔" جوزف نے مہنت اعظم سے کہا۔ اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ یہاں سپاہی منتظر کھڑے تھے۔

"ضحاک کہاں ہے۔ اسے بلاؤ۔" جوزف نے کہا۔

"وہ کہیں غائب ہو گیا ہے اے دیوتا۔" ایک سپاہی نے جواب دیا۔

"لیکن ایک گھنٹے پہلے وہ مہنت اعظم کے ہی ساتھ گیا تھا۔"

"کہاں۔!" جوزف نے چونک کر پوچھا۔

"یہ ہمیں نہیں معلوم اے دیوتا۔"

"ہوں۔" جوزف چپ ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ معاملہ ضرور کچھ گڑبڑ ہے۔ ضحاک کا غائب ہونا بھی مہنت اعظم کی شرارت معلوم ہوتی ہے۔ پھر اب کیا ہونا چاہیئے۔

"سنو۔" جوزف ان سب کو گھورتا ہوا بولا۔ "ضحاک تم سب میں سے کس کو زیادہ پسند کرتا ہے۔"

ان سب کی نگاہیں اپنے ایک ساتھی کے چہرے پر جم گئیں۔ وہ نوجوان اٹھائیس سال سے زیادہ کا نہیں معلوم ہو رہا تھا۔ اس کے چوڑے ماتھے اور بڑی بڑی آنکھوں سے ذہانت کا اظہار ہو رہا تھا۔

"ہمارا بادشاہ اسے سب سے زیادہ پسند کرتا ہے۔" ایک سپاہی نے اس نوجوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اسکا نام ارزق ہے۔"

"ارزق۔" جوزف اس سے بولا۔ "میرے قریب آؤ۔"

نوجوان ارزق جوزف کے قریب آگیا۔

"اب تم لوگ بھی سب یہاں سے جاؤ۔" جوزف نے دوسرے سپاہیوں سے کہا۔

تمام سپاہیوں نے اس حکم پر عمل کیا تھا۔ جب ارزق اور جوزف کے علاوہ وہاں کوئی نہ رہا تو جوزف بولا۔

"ارزق۔؟"

"اے دیوتا۔" ارزق نے سر ہلایا۔

"تم کو ضحاک کے لئے اگر جان دینا پڑے تو۔؟"

"میں دریغ نہیں کروں گا اے دیوتا۔"

"ہوں۔" جوزف نے ایک طویل سانس لی۔ اور پھر کہا۔

"ایک کام ہے تمہارے لئے۔"

"حکم ہو اے دیوتا۔"

"کیا تم چھپ کر بوڑھے مہنت اعظم کی نگرانی کر سکو گے۔"

"کیوں نہیں۔"

"تو پھر تیار ہو جاؤ۔ ابھی وہ بوڑھا ابھی باہر آئے گا تم اس کی نگرانی کرنا اور مجھے اسکی سرگرمیوں کی خبر پہنچاتے رہنا۔ تم اس سلسلے میں ایک

اور آدمی کی ضرورت محسوس کرو گے۔ اس لیے جس آدمی پر اعتبار کر سکو اسے اپنے ساتھ کر لینا۔"

"جو حکم اے دیوتا۔"

"اب تم یہیں کسی جگہ چھپ جاؤ۔" ارزق نے سر ہلا دیا۔

یہ انتظام کرنے کے بعد جوزف پھر کمرے میں آیا۔ یہاں مہنت اعظم سر جھکائے خاموش کھڑا ہوا تھا۔

"بوڑھے۔" جوزف غرایا۔

مہنت اعظم نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

"تم نے میرے ساتھیوں کو قتل تو نہیں کر ڈالا۔"

"مجھے اسکے لئے اتنا لمبا چکر چلانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"ہوں۔" جوزف سوچنے لگا کہ واقعی اگر مہنت اعظم جولیا اور عمران کو قتل کرنا چاہتا تو اسے اتنا لمبا چکر چلانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن جوزف اس بات پر تعین کرنے کیلئے بھی تیار نہیں تھا کہ مہنت اعظم نے ان دونوں کو پہاڑوں کے دوسری طرف پہنچا دیا ہوگا۔

"پھر آخر کیا بات ہو سکتی ہے۔" جوزف کے لئے سمجھنا دشوار تھا۔ اس نے ایک طویل سانس لیکر بوڑھے مہنت اعظم سے کہا۔

"تم جاؤ۔ لیکن اگر آئندہ تم نے کوئی شرارت کرنے کی کوشش کی تو تمہارا انجام برا ہوگا۔"

بوڑھے مہنت نے اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی اور پھر الٹے

قدموں چلتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

"تم باہر کیوں گئے تھے۔" حمید نے جوزف سے پوچھا۔

"اس بڈھے کی نگرانی کا انتظام کرنے۔"

"تو کیا اس کام پر کسی سپاہی کو مامور کیا ہے۔؟"

"ہاں اس کا نام ارزق ہے۔ اور وہ ضحاک کے خاص آدمیوں میں سے ایک ہے۔"

"لیکن ضحاک کہاں ہے۔؟"

"اس کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ ایک گھنٹہ پہلے اسے نہنت اعظم کے ساتھ دیکھا گیا تھا۔ اسکے بعد سے اسے نہیں دیکھا گیا۔"

"کیوں۔؟"

"یہ میں کیا بتا سکتا ہوں کیپٹن۔"

چند لمحے خاموش رہا۔ اور پھر بولا۔

"اس میں بھی کسی قسم کی شرارت معلوم ہوتی ہے۔"

"یہ بوڑھا اول درجہ کا شیطان ہے۔" جوزف بڑبڑایا۔ قادر جوشوا اس پر عذاب نازل کریں۔"

"اگر اس کی نگرانی ٹھیک طور پر ہو سکی تو ہم بہت کچھ معلوم کر سکیں گے۔"

حمید نے کہا۔ "کیا وہ سپاہی... کیا نام بتایا تم نے اسکا۔؟"

"ارزق۔؟"

"ہاں تو کیا ارزق ٹھیک سے نگرانی کر سکے گا؟"

"صورت سے تو وہ کافی ذہین معلوم ہوتا ہے۔"

"اگر وہ ٹھیک سے نگرانی کر سکا تو ہم ضرور کسی خاص راز سے واقف ہو جائیں گے۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ اس بوڑھے نے کوئی لمبا چکر چلایا ہے۔ کیا خیال ہے طارق صاحب۔"

"ہاں ہو سکتا ہے۔" طارق نے کہا۔

"لیکن اکیلا ارزق کیا کر سکے گا۔" جیسے جوزف سے کہا۔

"میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ وہ کسی یا اضافی آدمی کو اپنے ساتھ لگا لے۔"

"تب ٹھیک ہے۔ ایسے کاموں میں دو آدمیوں کا ہونا ضروری ہے۔" حمید نے کہا۔ جوزف چپ رہا۔

O

جس وقت ضحاک اور جولیا گڑگڑاہٹ کی آواز سنکر مڑے تو وقت گزر چکا تھا۔ جب تک دیوار کے قریب پہونچا جاتا خلا برابر ہو جاتی۔ اور مہنت اعظم دوسری طرف تھا۔ اپنی طرف سے توجہ ہٹتے ہی اس نے چھلانگ لگائی تھی۔ اور خلا کے دوسری طرف پہونچنے کے بعد میکنزم کو حرکت دی تھی۔ جس سے خلا برابر ہو گئی۔ اس کے دونوں ساتھی مہنتوں میں سے ایک تو مارا ہی جا چکا تھا۔ اور دوسرا

ضحاک وغیرہ کے ساتھ ہی تھا۔

"تم لوگوں نے اسکا خیال کیوں نہیں رکھا۔" ضحاک نے جھلائے ہوئے انداز میں سپاہیوں سے کہا۔

"ہم... ہم۔" ایک سپاہی تھوک نگل کر رہ گیا۔

نہنت گھبرایا ہوا اور خوفزدہ تھا۔ شاید وہ سوچ رہا ہو کہ ضحاک غصے میں اسے قتل نہ کر دے۔ بالآخر وہی بات ہوئی۔ جسکا اسے خدشہ تھا۔ جھلائے ہوئے ضحاک نے ایک سپاہی سے نیزہ چھین کر اس پر کھینچ مارا۔ نیزہ کی نوک نہنت کی گردن کو چھیدتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی تھی۔ اور وہ چیخ مار کر اور تڑپنے لگا۔

"جولیا۔ جولیا۔" عمران کی چیختی ہوئی آواز آئی۔

"میں ٹھیک ہوں۔" جولیا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے۔"

"ہاں۔"

"کیا ہوا...؟"

"تم اوپر آجاؤ تو معلوم ہو۔"

"تمہیں ہماری مدد کرنا ہوگی۔"

"کیسے...؟" جولیا نے سوراخ سے جھانکتے ہوئے کہا۔

"وہاں پر رسیوں کے ٹکڑے پڑے ہوں گے۔ انہیں ایک دوسرے سے باندھ کر اتنا لمبا کر لو کہ وہ بیس فٹ کے قریب ہو جائے۔ پھر اس کا

ایک سرا وہاں دیوار میں لگے ہوئے ایک کڑے سے باندھ دو اور دوسرا سرا اس سوراخ سے لٹکا دو تاکہ ہم اس کے سہارے اوپر آ سکیں۔"

"اچھا۔۔۔۔؟"

ضحاک نے بھی یہ گفتگو سن لی تھی۔ اس لیے رسی جوڑنے کے لئے جولیا کا ہاتھ بٹانے لگا۔

رسی بہت جلد تیار ہو گئی تھی۔ اسکا ایک سرا دیوار میں لگے ہوئے کڑے سے مضبوطی کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ اس کے بعد دوسرا سرا سوراخ سے نیچے لٹکا دیا گیا۔

"اب تم اوپر آ سکتے ہو عمران۔" جولیا نے کہا۔

"اچھا جولیا۔" عمران نے کہا۔

جولیا اس جہت کی طرف دیکھنے لگی۔ جو ضحاک کے نیزے کا شکار ہوا تھا۔ اب اس کی لاش ساکت پڑی ہوئی تھی۔

"غلطی مجھ سے ہوئی۔" ضحاک بڑبڑایا۔ "مجھے خود ہی اس کا خیال رکھنا چاہیئے تھا۔ وہ کمبخت ہاتھ سے نکل گیا۔ یہ بہت برا ہوا۔ وہ یقیناً اپنے چیلوں کو لے کر یہاں آئے گا۔" ضحاک یہ کہہ کر خاموش ہوا ہی تھا کہ عمران رسی کے سہارے اوپر آ گیا۔

"عمران۔" جولیا کی چیخ نکل گئی۔

"کیا بات ہے۔؟" عمران نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

جولیا پھٹی پھٹی آنکھوں سے عمران کے اوپری جسم کی طرف دیکھ

رہی تھی۔ جو جگہ جگہ سے ادھڑا ہوا تھا۔ جولیا نے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ اتنے میں فریدی بھی اوپر آگیا۔ ایک ہی نظر میں اس نے وہاں کا جائزہ لیا۔ اور پھر ضحاک پر نظریں جما دیں۔

اس کے بعد جولیا سے بولا۔

"کیا بات ہے۔ کیا گڑبڑ ہو گئی تھی۔"

"لمبی کہانی ہے۔" جولیا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"مختصر طور پر بتاؤ۔ تاکہ آئندہ کے لئے کسی راہ کا تعین ہو سکے۔"

جولیا نے مختصر طور پر تمام واقعہ بیان کر ڈالا۔

جولیا کے خاموش ہوتے ہی ضحاک بولا۔

"اب ہم لوگ یہاں پر محفوظ نہیں۔"

"کیوں۔؟" عمران نے پوچھا۔

"وہ اپنے چیلوں کو ساتھ لے کر آئے گا اور پھر ہم پر حملہ کرے گا۔ ہم یہاں چوہوں کی طرح مارے جائیں گے۔"

"تو پھر کیا ہو۔؟"

اچانک ضحاک فریدی کی طرف مڑ کر بولا۔

"مگر تم دونوں اس غار میں کیونکر پہنچے۔ یہ غار تو ناگ دیوتا کی کمین گاہ ہے۔"

"یقیناً ہے۔" فریدی نے کہا۔

"تو کیا تم نے ناگ دیوتا کو ختم کر دیا۔!" ضحاک نے چونک کر پوچھا۔

"نہیں لیکن اسکو چوٹ ہے۔ سے بدتر کر دیا ہے۔"

"کیا مطلب۔؟"

فریدی نے مختصر طور پر بتایا کہ اس نے مگرمچھ کو کس طرح سے اندھا کیا ہے۔

"اوہ۔" ضحاک ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

"تو پھر کیوں نہ ہم اسی غار کے ذریعہ یہاں سے نکل جائیں۔" جولیا نے کہا۔ اس جرمن سیاح نے بھی تو اسی کو غار کو اپنے لئے راہ فرار بنایا تھا۔

"لیکن اس طرح ہم اس قوم کی سرزمین سے بہت دور نکل جائیں گے۔"

"تو کیا تم لوگ یہاں سے نہیں جانا چاہتے۔" ضحاک بولا۔

"یقیناً جانا چاہتے ہیں۔" فریدی نے کہا۔ لیکن اپنے ایک ساتھی کو بھی یہاں نہیں چھوڑنا چاہتے۔ ہمارے تین ساتھی تمہاری قوم میں موجود ہیں۔"

"لیکن اس جگہ رکنا بھی خطرے سے خالی نہیں ہے۔" جولیا نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں زیادہ خطرے کا مقابلہ نہیں کرنا پڑے گا۔" فریدی نے اطمینان سے کہا۔

"کیوں۔؟" عمران بولا۔

"جوزف نے سب سے پہلے تو بوڑھے مہنت کی تلاش کی ہوگی اور جس وقت مہنت وہاں پہونچے گا تو یقیناً جوزف کے پیچھے چڑھے گا۔ مجھے جوزف کی طرف سے مدد ملنے کی امید ہے۔"

"ہاں اسکا امکان تو ہے۔" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ویسے بھی ہم آٹھ افراد ہیں۔ اور ان لوگوں کا مقابلہ کر سکیں گے۔"
فریدی نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ حبیث پچاس ساٹھ آدمیوں کو لے کر آئے گا۔" جولیا نے کہا۔

"دیوار میں جو خلا پیدا ہوتی ہے۔ اسکی چوڑائی کیا ہے۔" فریدی نے اچانک ایک غیر متعلق سا سوال کیا۔

"کیا مطلب۔؟" جولیا نے حیرت سے کہا۔

"میری بات کا جواب تو دو۔"

جولیا نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ چار فٹ کے قریب ہوگی۔"

"اسکا مطلب ہے کہ بیک وقت تین آدمیوں سے زیادہ اندر نہ آسکیں گے۔ اور یہی چیز ہمارے لئے مفید ثابت ہوں گی۔" فریدی نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"تو پھر حملے کا انتظار کیا جائے۔" عمران نے طویل سانس لیکر کہا۔

"یقیناً"۔" فریدی نے کہا۔

جولیا عمران کی طرف دیکھ کر بولی۔ "کیا تم تکلیف نہیں محسوس کر رہے ہو۔"

"کک کیسی تکلیف۔؟" عمران نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"تمہارا جسم زخموں سے چور ہے۔" جولیا بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"تو کیا ہوا۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

جولیا چپ ہوگئی۔ اور فریدی سوچنے لگا کہ یہ بظاہر احمق انسان

کافی زبردست قوت ارادی کا مالک ہے۔ دوسروں پر اپنی تکلیف نہیں ظاہر ہونے دیتا۔ اور قہقہے لگاتا رہتا ہے لیکن فریدی جانتا تھا کہ وہ اپنے تمام جسم میں جلن محسوس کر رہا ہوگا۔ فریدی نے خود اسے کراہتے ہوئے سنا تھا لیکن اس وقت عمران اکیلا تھا۔ دوسروں کا ساتھ ہوتے ہی اس نے حیرت انگیز طور پر اپنی تکلیف پر قابو پا لیا تھا۔ اور اس وقت اس کے چہرے پر ایسی بشاشت نظر آ رہی تھی جیسے وہ بالکل تازہ دم ہو۔

"بخت میری تمیفن بھی اپنے ساتھ لے گئے۔" عمران چاروں طرف دیکھتا ہوا منہ بنا کر بولا۔

جولیا ایک ٹھنڈی سانس لیکر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ ضحاک کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

وقت گزرتا رہا۔ وہ لوگ اس حملے کا انتظار کر رہے تھے جو ان کی دانست میں مہنت اپنے چیلوں کے ساتھ مل کر ان پر کرنے والا تھا۔

ایک گھنٹہ گزر گیا۔

"کافی دیر ہو گئی۔" ضحاک بڑبڑایا۔ "اب تک بہت کچھ ہو جانا چاہیئے تھا۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ جوزف نے مہنت اعظم کو قتل ہی کروا دیا ہو۔" جولیا نے خیال ظاہر کیا۔

"میں بھی اسی امکان پر غور کر رہا تھا۔" عمران نے کہا۔ "اگر حمید کو کچھ عقل آئی ہوگی۔ تو شاید ایسا نہ ہوا ہو۔ وہ مہنت اعظم کی نگرانی

ہی کر کے یہاں تک پہونچ سکتے ہیں۔"

"اور..." فریدی نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر ایک دم اسے خاموش ہو جانا پڑا۔ دیوار کی طرف سے گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی تھی۔ وہ چونک کر مڑے۔

لیکن دیوار میں پیدا ہونے والی خلاء ایک کھڑکی سے زیادہ نہ تھی۔ اور اس کھڑکی سے مہنت اعظم کا چہرہ جھانک رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

"کیا حال ہے دوستو۔" بوڑھا مسکراتا ہوا بولا۔

"کمینے کتے۔" ضحاک دانت پیستا ہوا بولا۔ "میں تجھے کتوں کی طرح ماروں گا۔"

"بشرطیکہ میں نے تم میں سے ایک کو بھی زندہ چھوڑا۔" مہنت اعظم نے کہا اور پھر فریدی کی طرف دیکھ کر بولا۔

"تمہارا کالا ساتھی پھر اس بے وقوف قوم کا دیوتا بن چکا ہے لیکن وہ بھی تم لوگوں کی کوئی مدد نہ کر سکے گا۔"

"ہم خود اپنی مدد کر سکتے ہیں۔" فریدی نے پرسکون لہجے میں کہا۔ اور جو لوگ خود اپنی مدد نہ کر سکیں ان کی مدد کوئی بھی نہیں کر سکتا۔

"تم سب چوہوں کی طرح مارے جاؤ گے۔" مہنت اعظم غرایا۔

"اس کا فیصلہ آنے والا وقت کرے گا۔"

"تو پھر تیار ہو جاؤ۔"

"ہم تیار ہیں۔"

ہلکی سی گڑگڑاہٹ ہوئی۔ اور کھڑکی کا خلا بند ہو گیا۔ عمران اور فریدی نے دو سپاہیوں سے ان کے نیزے لئے۔ ضحاک نے فرش پر پڑی نہنت کی لاش کی گردن میں پیوست نیزہ کھینچ لیا۔ اچانک پھر دیوار میں گڑگڑاہٹ ہوئی۔ اس مرتبہ پیدا ہونے والی خلا قد آدم تھی۔

فریدی۔ عمران اور ضحاک مقابلے کے لئے تیار رہے۔

فریدی کا یہ خیال ٹھیک ہی ثابت ہوا کہ ان کے مقابلے پر بیک وقت تین آدمیوں سے زیادہ نہ آ سکیں گے۔

تین نہنت نیزے لئے سامنے آئے تھے۔ جنھیں پل بھر کی مہلت بھی نہ مل سکی۔ فریدی عمران اور ضحاک نے بیک وقت حملہ کیا تھا۔ تینوں نہنت چیخے اور پھر دوسرے ہی لمحے ان کے جسم فرش پر تڑپ رہے تھے۔

ان کے فوراً بعد ہی تین نہنت اور سامنے آئے تھے مگر ان کا حشر بھی وہی ہوا جو پہلے تین نہنتوں کا ہو چکا تھا۔

پھر اچانک نہنتوں میں کھلبلی سی مچ گئی۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اچانک ان پر کوئی آفت ٹوٹ پڑی ہو۔ وہ آگے آتے آتے یکلخت پیچھے ہٹ گئے۔ پھر گڑگڑاہٹ کے بعد خلا بھی بند ہو گئی۔

"یہ کیا ہوا۔؟" جولیا بڑبڑائی۔

لیکن جواب میں کوئی بھی کچھ نہ بولا تھا۔

دیوار کے دوسری طرف سے دبے دبے شور کی آواز آ رہی تھی۔

○

مہنت اعظم کے جانیکے بعد تھوڑی ہی دیر بعد ارزق کی طرف سے اطلاع ملی کہ مہنت اعظم اپنے چیلوں کو جمع کرنے میں مصروف ہے۔

کیا یہ ہم لوگوں پر حملے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ حمید بڑبڑایا تھا۔ وہ اتنا احمق نہیں ہو سکتا۔ طارق نے کہا تھا۔ کیا اسے یہ نہ معلوم ہوگا کہ تمام سپاہی ہم لوگوں کی حفاظت کریں گے۔

پھر دوسری اطلاع یہ ملی کہ مہنت اعظم اپنے چیلوں کے ہمراہ ایک خفیہ راستے سے محل کے نیچے بنی ہوئی سرنگوں میں گیا ہے۔

جوزف اس اطلاع کے ملتے ہی کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر اس نے تیزی سے احکامات صادر کئے۔ اور ان پر عمل تیزی سے کیا گیا۔ تقریباً ڈیڑھ سو سپاہی مسلح ہو کر جوزف۔ حمید طارق کی قیادت میں اسی خفیہ راستے سے مہنتوں کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔

ارزق نے خفیہ راستہ کھولنے کی ترکیب بھی اس وقت دیکھ لی تھی جب بوڑھا مہنت اسے کھول رہا تھا۔ انہیں بہت زیادہ نہیں چلنا پڑا۔ ایک جگہ تمام مہنت نظر آ گئے۔ اور جوزف کے حکم پر سپاہیوں نے ان پر حملہ کر دیا۔

طارق۔ حمید اور جوزف سپاہیوں کے پیچھے تھے۔ بڑی زوردار

جنگ ہوئی۔ مہنت تعداد میں سپاہیوں سے آدھے تھے۔ مگر وہ بڑے ڈٹ کر مقابلہ کر رہے تھے۔ سرنگ میں خون بہنے لگا۔ چیخوں اور کراہوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ لوگ وار کر رہے تھے وار کھا رہے تھے۔ گر رہے تھے۔ تڑپ رہے تھے۔ اور دشمنوں کو گالیاں دے رہے تھے۔

یہ جنگ آدھے گھنٹے تک جاری رہی۔ اور اسکا خاتمہ اس وقت ہوا جب ایک مہنت بھی زندہ نہ رہ گیا تھا۔ لیکن سپاہی بھی کافی تعداد میں مارے گئے تھے۔

اب طارق۔ حمید اور جوزف آگے آئے۔

"اس بوڑھے مہنت کی لاش کہاں ہے۔؟" حمید نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

پھر بوڑھے مہنت کی لاش کی تلاش ہوئی۔ اور آخر حمید نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے ایک جگہ دیکھ ہی لیا۔

بوڑھا اوندھا منہ پڑا ہوا تھا۔ حمید حیرت سے بولا۔

"اس کے جسم پر تو کہیں بھی زخم کا نشان نہیں معلوم ہوتا۔"

"اوہ۔" طارق بولا۔ "ذرا ٹھیک سے دیکھو حمید میاں کہیں وہ زندہ نہ ہو۔ اور بن کر پڑ گیا ہو۔"

"ہاں یہ ہو سکتا ہے۔" حمید نے اتنا ہی کہا کہ مہنت اعظم کی لاش نے چھلانگ لگائی۔ وہ واقعی زندہ تھا۔ لیکن وہ بچ کر نہ جا سکا۔ کئی سپاہیوں کے نیزے بلند ہوئے۔ لیکن حمید چیخ کر بولا۔

"اسے زندہ پکڑنا ہے۔" چنانچہ کئی سپاہی مہنت اعظم پر ٹوٹ پڑے۔ اسے پکڑ لیا گیا۔ سپاہی اسے جوزف کے سامنے لائے۔

"خبیث بوڑھے۔" جوزف نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"تو یہاں کیوں آیا تھا۔؟"

مہنت اعظم خاموش رہا۔ اسکی پیشانی کی کھال پھٹ گئی تھی جس سے خون بہہ بہہ کر اس کے چہرے پر پھیل رہا تھا۔ اس ہیئت کذائی میں اس کی شخصیت بہت خوفناک ہو گئی تھی۔

"سنو۔" اچانک طارق حمید سے بولا۔

"میں ایک آواز سن رہا ہوں۔" حمید غور سے سننے لگا۔ پھر اس نے محسوس کیا کہ وہ کسی آدمی کی آواز ہے۔ وہ آواز جوزف کو پکار رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ آواز کہیں بہت دور سے آ رہی ہے۔

"شاید یہ آواز باس کی آواز ہے۔" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ اور پھر ایک دم بوڑھے مہنت کے منہ پر جھک جاتا ہوا بولا۔

"بتا دے ہمارے ساتھی کہاں ہیں۔؟"

"میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔"

"میں تجھے حلال کر دوں گا۔"

"کچھ بھی کرو۔"

"اچھا۔؟" جوزف نے دانت پیس کر ایک سپاہی سے خنجر لیا اور تکلمانہ انداز میں بولا۔

"اس بڈھے کو اس طرح پکڑو کہ یہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکے۔"
اس حکم کی تعمیل تو را ہو چکی تھی۔ بوڑھے مہنت اعظم کو چار سپاہیوں نے اچھی طرح جکڑ لیا۔ اب وہ واقعی اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا تھا۔
اب جوزف آگے بڑھکر اس کے بالکل قریب پہونچ گیا۔ پھر اس کے دونوں ہاتھ آگے بڑھے۔ اور دوسرے ہی لمحے مہنت اعظم کے داہنے کان کی لو کٹ کر نیچے گر پڑی۔ مہنت اعظم کی چیخ کمرے میں گونج گئی۔
"میں اسی طرح تیرے جسم کا ایک ایک حصہ کاٹ ڈالوں گا اور آخر میں گردن کی باری آئے گی۔"
مہنت خاموش رہا۔ اس کی سانس پھول رہی تھی۔ اور داہنے کان سے خون کے قطرات ٹپک رہے تھے۔
پھر جوزف کے ہاتھ اس کے بائیں کان کی طرف بڑھے۔
"ٹھہرو۔" مہنت چیخ پڑا۔ میں بتا دوں گا۔ میں بتا دوں گا۔"
"اب آئے ہو بیٹا راہ پر..." حمید بولا۔
"بتاؤ۔" جوزف غرایا۔
"اس دیوار کے پیچھے ایک دوسرا کمرہ ہے۔"
"راستہ۔؟"
اسے میں ہی کھول سکوں گا۔"
"کھولو۔" جوزف نے کہا۔ اور پھر سپاہیوں سے اسے چھوڑ دینے کے لئے کہا۔

سپاہیوں کی گرفت سے نکل کر مہنت لڑکھڑاتا ہوا دیوار کی طرف بڑھا۔ پھر اس نے میکنزم کو حرکت دی۔ اور دوسرے ہی لمحے ایک ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ دیوار میں ایک قدِ آدم خلا پیدا ہوتی چلی گئی۔

سب سے پہلے دکھائی دینے والے عمران فریدی اور ضحاک تھے۔ پھر جولیا بھی نظر آئی۔ اور اس کے بعد چار سپاہی بھی۔

بوڑھا مہنت دہشت زدہ سا دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اور بار بار اپنے کٹے ہوئے کان پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔

"اب تم لوگ یہاں سے جاؤ۔" جوزف نے حکمانہ لہجے میں سپاہیوں سے کہا۔ "سرنگ کے دوسرے دہانے پر ہمارا انتظار کرو۔"

تمام سپاہی واپسی کے لئے مڑ گئے۔ ان کے ساتھ ہی وہ چاروں سپاہی بھی وہاں سے چلے گئے۔ جو ضحاک کے ساتھ تھے۔

حمید دوڑ کر فریدی سے لپٹ گیا۔ اور جوزف نے آگے بڑھ کر عمران کے ہاتھ چومنا شروع کر دیا۔

"باس! تم زندہ ہو۔... فادر جوشوا نے تم پر اپنی رحمت کا سایہ قائم رکھا۔ لیکن باس۔ یہ باس تمہارے جسم پر کیا ہوا۔؟"

"کوڑے۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کوڑے..؟" جوزف غرا کر بوڑھے مہنت کی طرف مڑا۔ حمید فریدی سے کہہ رہا تھا۔

"آپ یہاں پر کیسے...؟"

"فرصت میں سنا۔" فرید نے کہا۔

جوزف غراتا ہوا مہنت اعظم کی طرف متوجہ گیا تھا۔

"ذلیل... کتے۔" جوزف نے غراتے ہوئے اس کے جبڑے پر ایک مکہ رسید کیا۔... یہ ایک پیشہ ور باکسر کا مکہ تھا۔

بوڑھا لڑکھڑا کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے منہ سے بے تحاشہ خون بہہ نکلا تھا۔ اس نے خون زمین پر تھوکا۔ اور خون کے ساتھ ہی دو دانت بھی زمین پر گر پڑے۔

"میں تجھے گھونسے ہی مار مار کر ہلاک کر دوں گا۔" جوزف دانت پیستا ہوا آگے بڑھا۔

"ضحاک۔!" بوڑھا مہنت گڑگڑایا۔ ضحاک! مجھے اس کالے دیو سے بچالے... مجھے دیوتاؤں کا واسطہ ضحاک! مجھے بچالے.. میں کبھی تیرے سامنے زندگی بھر سر نہیں اٹھاؤں گا۔ ضحاک!" بوڑھا مہنت گڑگڑاتا رہا لیکن ضحاک نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ اس نے دانت بھینچ رکھے تھے۔ اور مہنت کو گھورے جا رہا تھا۔

جوزف کا دوسرا مکہ پہلے سے زیادہ خطرناک ثابت ہوا۔ بوڑھے کے حلق سے کراہ نکل گئی تھی۔ اس کے تین دانت اور ٹوٹ گئے پھر اچانک جوزف نے مکوں کی بارش کر دی۔ بوڑھا مہنت ضحاک کا نام لے لیکر گڑگڑاتا رہا۔ چیختا رہا۔ مکے کھا کھا کر زمین پر گرتا۔ اور اٹھتا رہا۔ لیکن جوزف کے ہاتھ نہیں رکے۔ اس وقت اسکی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔

سب لوگ خاموش کھڑے ہوئے تھے۔ کسی نے بھی جوزف کو روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی بوڑھے مہنت کی حالت زار پر ترس نہ آیا۔ بوڑھے نے کئی مرتبہ بھاگنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن پھر لیلے جوزف سے بچکر کہاں جاتا۔ اسکا حلیہ خراب ہو چکا تھا۔ ہونٹ سوج گئے تھے۔ دائیں آنکھ کے قریب نیل پڑ گیا تھا۔ آخر وہ نڈھال ہو کر ایک جگہ گر گیا۔ اس کے بعد بھی جوزف کے ہاتھ نہیں رکے اب وہ حقیقت بوڑھا بے ہوش سا ہو چکا تھا۔

جولیا نے اپنا منہ پھیر لیا۔ اب اس سے بوڑھے کی حالت نہیں دیکھی جا رہی تھی۔

اچانک ساکت و صامت کھڑا ہوا ضحاک اپنی جگہ سے ہلا۔ اس کے دائیں ہاتھ میں نیزہ تھا۔ جوزف کے قریب جا کر وہ آہستہ سے بولا۔

"بس کرو دوست۔"

جوزف کے ہاتھ رک گئے۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ اور پھر بولا

"مجھے مت روکو۔ میں اسے گھونسے ہی مار مار کر ہلاک کروں گا۔"

"نہیں۔" ضحاک نے آہستہ سے کہا۔

اس وقت بوڑھا مہنت زمین پر چت پڑا ہوا تھا۔ سانس بری طرح پھولی ہوئی تھی۔ اور آنکھیں بری طرح کھلی ہوئی تھیں اس وقت اس کے لئے معمولی سی حرکت بھی مشکل تھی۔

پھر اچانک ضحاک کا داہنا ہاتھ بلند ہو کر نیچے گرا اور نیزے کی

نوک ہنت کے سینے میں پیوست ہو گئی۔
کمرے میں ایک چیخ گونجی۔ ہنت اعظم کی آخری چیخ۔ اسکا جسم یکبارگی تڑپا۔ اور پھر ڈھیلا پڑ گیا۔ نیزہ اس کے دل کے مقام پر پیوست ہوا تھا۔
ضحاک نیزے کو اسکے جسم ہی میں چھوڑ کر پیچھے ہٹ آیا۔ کمرے پر ایک عجیب سی پر ہول خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

○

سیملی قوم میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ جب اس بات کا پتہ چلا کہ دیوی زاریہ واپس لوٹ آئی ہے۔ اسی دن مندر میں دیوی زاریہ نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔
"میرے بچو! میں تم سے خوش بھی ہوں اور ناراض بھی۔ خوش اسلئے کہ تم نے پھر میری عزت شروع کر دی ہے۔ اور ناراض اسلئے ہوں کہ تم سب میرے خلاف ہو گئے تھے۔ دل تو یہی چاہتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک کو سزا دوں لیکن پھر یہ سوچ کر معاف کئے دیتی ہوں کہ تم ایک مکار اور فریبی کی باتوں میں آ گئے تھے۔ اب وہ فریبی اس دنیا میں نہیں ہے۔ تمہارے بادشاہ نے اسے ختم کر دیا۔ اور یہی اس کی سزا تھی۔ اس جیسے آدمی کو زندہ رہنے کا حق نہیں تھا۔ اس کے بے شمار ساتھی بھی مارے

گئے۔ اور یہی سزا ان کی بھی تھی۔ وہ مہنت اعظم کیلاش مکار اور فریبی تھے۔ وہی لوگ اس قوم کی ایک بہت بڑی برائی تھے۔ سیملی قوم کے ماتھے سے وہ بدنما داغ مٹ چکا ہے۔ اب تم لوگ برائیوں سے پاک ہو چکے ہو۔ اور آج میں پھر ایک بار وہی اعلان کروں گی۔ جو اب سے چند دن پیشتر کیا تھا۔

بلندی پر کھڑی ہوئی جولیا نے ایک مرتبہ چاروں طرف نظر ڈالی سارا مندر لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور دیوتا کے بت کے داہنے ہاتھ پر فریدی اور حمید کھڑے ہوئے تھے۔ اور بائیں ہاتھ پر عمران اور طارق۔ نیچے مندر میں سب لوگوں سے آگے ضحاک کھڑا ہوا تھا۔ اور اس کی نظریں جولیا پر جمی ہوئی تھیں۔

چاروں طرف دیکھنے کے بعد جولیا نے کہا۔

"وہ اعلان یہ ہے کہ اب کبھی تم لوگ انسانوں کی قربانی نہیں دو گے۔

جولیا کے خاموش ہوتے ہی مندر میں مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ گونجنے لگی۔ ایک منٹ کی خاموشی کے بعد جولیا نے کہا۔

"سنو۔ کیا تم لوگ میرے اس حکم سے انحراف کرو گے۔"

"نہیں دیوی۔ ہرگز نہیں۔" سینکڑوں آوازیں بیک وقت مندر میں گونج گئیں۔

"میں خوش ہوں کہ تم لوگوں کو عقل آگئی مجھے یقین ہے کہ تم اپنے وعدے پر قائم رہو گے۔ اب میرا دوسرا اعلان سنو۔ اسے سنکر شاید تمہیں رنج ہو۔"

مندر میں ایک بار پھر مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ گونجنے لگی۔ جولیا بولی۔
"سنو! کل صبح میں اور میرے ساتھی یہاں سے چلے جائیں گے۔"
مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ اور تیز ہو گئی۔ پھر کوئی چیخ کر بولا۔
"کیا دیوی! اب بھی ہم سے ناراض ہے۔"
"نہیں۔" جولیا نے جواب دیا۔ "میں تم لوگوں سے ناراض نہیں ہوں۔ لیکن میں ایک خاص وجہ کے تحت جانا چاہتی ہوں۔ چند سال بعد پھر آؤں گی۔ اور دیکھوں گی کہ میری عدم موجودگی میں تم لوگوں نے اپنے آپکو کس حد تک تبدیل کیا۔۔؟ اگر میں نے تم لوگوں کو صحیح معنوں میں انسان پایا۔ تو پھر ہمیشہ یہیں رہوں گی۔"
"کیا دیوتا بھی چلا جائے گا۔؟" کسی نے سوال کیا۔
"ہاں۔" جولیا نے جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"ٹرزکاٹ بھی میرے ساتھ جائے گا۔"
"ہم دیوی سے درخواست کریں گے کہ وہ چند دن تو اور یہاں پر رکے؟"
"نہیں۔" جولیا نے کہا۔ کل صبح میری روانگی لازمی ہے اور اب مندر کا اجلاس برخواست کیا جاتا ہے۔" جولیا کھڑی ہو گئی۔
جب وہ اور اس کے ساتھی مندر سے محل میں پہنچ گئے تو ضحاک وہاں آیا۔ اس کے چہرے پر حزن و ملال کے آثار تھے اس نے جولیا سے کہا۔
"تو کل تم چلی جاؤ گی۔؟"
"ہاں ضحاک۔" جولیا نے کہا۔ "میں اور میرے تمام ساتھی تمہارے

مشکور ہیں۔ اگر تم نے ہمارا ساتھ نہ دیا ہوتا تو نہ جانے کیا صورت پیش آتی۔"
ضحاک کی نظریں جولیا کے چہرے پر جم گئیں۔ ان نظروں میں نہ جانے کیا بات تھی کہ جولیا جھینپ گئی۔ اس نے بوکھلا کر اپنا سر جھکا لیا۔ ضحاک نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ اور بولا۔
"اچھا دیوی۔! میں کل صبح آؤں گا۔" پھر ضحاک چلا گیا۔ اور عمران شرارت آمیز انداز میں مسکرا کر جولیا سے بولا۔
"تمہیں ایسا نہ چاہیئے تھا۔"
"کیا مطلب۔۔۔؟"
"تم نے ضحاک کا دل توڑ دیا۔"
"تو تم جوڑ دو جا کر۔" جولیا نے جل کر کہا۔
"کاش! میں لڑکی ہوتا۔" جولیا منہ بنا کر رہ گئی۔
فریدی طارق سے کہہ رہا تھا۔ "حمید نے مجھے بتایا ہے کہ اب آپ وہ لعل نہیں حاصل کرنا چاہتے۔"
"ہاں اب مجھے ان کی پرواہ نہیں ہے۔ میں بہت خوش ہوں گا کہ جب ہم سب یہاں سے زندہ سلامت واپس اپنے شہر پہنچ جائیں گے۔"
"آپ کی مرضی۔" فریدی نے کہہ کر اپنے شاگردوں کو جنبش دی۔
اگلی صبح جب وہ لوگ روانگی کیلئے تیار ہو چکے تھے۔ اس وقت ضحاک پھر ان کے پاس آیا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ رات بھر جاگتا رہا ہو۔

"میں تمہیں الوداع کہنے آیا ہوں دیوی۔" ضحاک نے کہا لیکن جواب میں دیوی کچھ نہ کہہ سکی۔ اس کی آواز حلق ہی میں اٹک کر رہ گئی تھی۔

وہ سب محل سے روانہ ہو گئے۔ ضحاک ان کے ساتھ چل رہا تھا۔

راستے میں بے پناہ ہجوم دکھائی دیا۔ لوگ اپنی دیوی اور دیوتا کو الوداع کہنے کے لئے راستے میں کھڑے تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ساری قوم امنڈ پڑی ہو۔

"ایسے میں اگر ہمارا راز کھل جائے تو۔؟" حمید نے فریدی کی طرف جھک کر سرگوشی کی۔

"ہماری ہڈیوں کا بھی پتہ نہ چلے گا۔ خاموش رہو۔"

جوزف اور جولیا آگے آگے چل رہے تھے۔ ضحاک ان سے ایک قدم پیچھے تھا لوگوں نے "دیوی زارینہ.. زندہ باد۔" اور دیوتا ٹرکاٹ... زندہ باد" کے نعرے لگانا شروع کر دیئے تھے۔ ساری فضا ان کے نعروں سے گونج رہی تھی۔

سورج آسمان کے مشرقی گوشے سے کافی اوپر آچکا تھا۔ اور کہر غائب ہو جانے سے موسم میں جو تبدیلی پیدا ہوئی تھی وہ حمید کو بہت خوشگوار معلوم ہو رہی تھی۔ اور ایسا ہونا بھی چاہیئے تھا۔ اگر موسم تبدیل نہ ہوا ہوتا۔ واس وقت حالات کچھ اور ہی ہوتے۔ اور ان لوگوں کو یہ بھی تو معلوم ہوا تھا کہ ناگ دیوتا یعنی.. وہ خوفناک مگر مچھ اب بھی چشمے کی دیواروں سے ٹکراتا ہوا پھر رہا ہے۔

یہ بات انہیں ضحاک نے بتائی تھی۔ اور جواب میں فریدی،

نے کہا تھا۔

"وہ دو تین دن تک مزید تڑپے گا۔ اور پھر اسکی موت ہو گی۔

اور حمید سوچ رہا تھا کہ اس خوفناک مگرمچھ کو اندھا کر دینا۔ یہ فریدی ہی کے بس کی بات تھی۔ کوئی اور ایسا نہ کر سکتا۔

وہ لوگ آگے بڑھتے ہوئے اس جگہ پہونچ گئے جہاں انہوں نے پہلی بار اس قوم کے لوگوں کو دیکھا تھا۔

حمید کو وہ دن یاد آگیا۔ جب اسی جگہ کھڑے ہو کر جولیا نے بوڑھے مہنت اعظم کو بتایا تھا۔۔ کہ وہ دیوی نہ ہے۔

اس جگہ پہونچکر ضحاک رک گیا۔

"ہماری قوم کی حدود ختم ہو رہی ہیں۔ دیوی۔!"

جولیا اور اس کے ساتھی بھی رک گئے۔

"ضحاک!" جولیا نے سر جھکا کر پکارا۔

"میں ایک مرتبہ پھر تمہارا شکریہ۔۔۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے دیوی۔؟" ضحاک نے جلدی سے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اس کی آواز میں درد تھا۔ وہ بولا۔

"میری صرف ایک خواہش ہے دیوی۔"

"کیا۔۔۔؟"

"میں چاہتا ہوں دیوی۔۔ کہ اگر تمہیں کبھی موقع ملے تو یہاں ضرور آنا۔۔۔ میں تمہیں کبھی نہ بھول سکوں گا۔"

کاش! تم بھی مجھے کبھی کبھی یاد کر لیا کرنا۔ سنتے ہیں کہ اگر کوئی کسی کو یاد کرے تو بڑا سکون ملتا ہے۔"

اب میں چلتا ہوں۔" ضحاک نے کہا۔ اور تیزی سے مڑ کر ان سے دور ہوتا ہوا چلا گیا۔

جولیا سر جھکائے خاموش کھڑی تھی۔

"چلو۔" عمران نے کہا۔

اور وہ سب پھر آگے بڑھنے لگے۔ آہستہ آہستہ اس خوفناک سرزمین سے دور ہوتے چلے گئے۔ جہاں پر انہیں عجیب و غریب واقعات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

ختم شد

جاسوسی
پبلشرز

ٹیم ڈائمنڈ اردو بکس گروپس لنکس

گروپ میں ایڈ ہونے کے لیئے گروپ کے نام یا تصویر پہ کلک کریں

	ڈائمنڈ اردوبکس
	ڈائمنڈ اردوبکس
	ڈی یو بی میڈیا
	کاروانِ شعروادب
	اردو تحاریر کا گلدستہ
	ڈائمنڈ لنکس ورلڈ
	کتابوں پر تبصرے
	حمد و نعت آفیشل

لنک ری سیٹ ہونے یا کام نہ کرنے کی صورت میں اس نمبر پر رابطہ کریں

شاہ زر خان: 03176699066